نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

مصنف

علامہ غلام رسول سعیدی

ناشر

فرید بک سٹال (لاہور)
۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

(الجزء الخامس)

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا
اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نِعْمَةُ الْبَارِی فِی شَرْحِ صَحِیْحِ الْبُخَارِی

جلد پنجم

الاحادیث: ۲۳۵۱ —— ۳۰۹۰

کتاب المساقاة، کتاب فی الاستقراض، کتاب الخصومات، کتاب فی اللقطة، کتاب المظالم والغصب، کتاب الشرکة، کتاب الرھن، کتاب العتق، کتاب المکاتب، کتاب الھبة وفضلھا والتحریض علیھا، کتاب الشہادات، کتاب الصلح، کتاب الشروط، کتاب الوصایا، کتاب الجہاد والسیر

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی-۳۸

ناشر
فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

نعمة الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد پنجم)

۞۞۞۞۞

خطبة الكتاب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين' الّذی جعلنا من المسلمين' ووصفنا بخير امّة من الامم الماضين' وانعم علينا بتنزيل القرآن الكريم وهدانا به الی الصراط المستقيم. والصلوٰة والسلام علی اشرف الانبياء والمرسلين قائد الغر المحجلين' الذی شرح الفرقان باحاديثه وبيانه القويم' وكشف عن اسراره وغوامضه لهداية الناس اجمعين' وانقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المبين. وعلی اله الطيبين واصحابه الطاهرين الذين قاموا باشاعة الدين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم' وعلی ازواجه الطاهرات امهات المومنين' وعلی جميع الائمة التابعين من المفسرين والمحدثين المخلصين الكاملين الی يوم الدين.

وبعد فيقول العبد الفقير الی مولاه القدير غلام رسول السعيدی دائم الاحتياج الی كرم ربه السرمدی انی بعد الفراغ من التفسير قد شرعت فی شرح الصحيح للامام البخاری (عليه نعمة الباری) توكلا علی رحمة الله وفضله العميم. ولا يكون تحريره وتقريره وتكميله الا نعمته العظمٰی. فلذا سميته بنعمة الباری فی شرح صحيح البخاری.(تقبله الله بلطفه وتغمدنی بغفرانه بمحض فضله)

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اعوذ بالله من شرور نفسی ومن سيئات اعمالی. من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل' فلا هادی له. اللهم ارنی الحق حقًا وارزقنی اتباعه. اللهم ارنی الباطل باطلًا وارزقنی اجتنابه. اللهم اجعلنی فی تصنيف هذا الكتاب علی صراط مستقيم واجعله موافقًا باسمه واحفظه من شرور الاشرار والحاسدين. اللهم اجعله خالصا لوجهك الكريم ومقبولًا عندك وعند رسولك الرؤف الرحيم واجعله شائعًا ومستفيضًا ومفيضًا مرغوبًا فی اطراف العالمين الی يوم الدين واجعله لی ولجميع من انتسب الی من المتسلمين صدقة جارية الی يوم القيامة وارزقنی زيارة النبی الكريم ﷺ فی الدنيا وشفاعته فی الاخرة واحينی علی الاسلام بالسلامة وامتنی علی الايمان بالكرامة. اللهم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدك وانا علی عهدك ووعدك ما استطعت. اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك علی وابوء لك بذنبی فاغفرلی فانه لا يغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنی ان اشكر نعمتك التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحًا ترضٰه. آمين يارب العالمين بجاه سيد المرسلين ﷺ .

خطبۃ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں' جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا' قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام ہو' جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں' جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار ورموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولادِ پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو' جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے' اور آپ کی ازواجِ مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو' جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے ''صحیح بخاری'' کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قُویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں' اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دارومدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف وعنایت سے اس تصنیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے' اس کو کوئی راہِ راست پر نہیں لاسکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مُسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے' اور صبح قیامت تک اس کو اکنافِ عالم میں مشہور ومقبول' مرغوب ومحبوب اور اثر آفرین بنا دے' اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں' اُن کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما' کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں' اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علٰی رسوله الکریم

٤٢ - كِتَابُ الْمُسَاقَاةِ

باغ بانی کا بیان

''مساقاۃ'' کا لغوی معنی ہے: پانی دینا اور اس کا اصطلاحی معنی ہے: باغ کے درختوں اور بیلوں کو اُگانے اور ان کی دیکھ بھال کرنے اور باغ کے پھلوں کی حفاظت کرنے کا' باغ کے معین پھلوں کے عوض معاملہ' اس پر'' مساقاۃ'' اور معاملہ کے لفظ کا اطلاق کیا جاتا ہے' جس طرح مزارعت کو'' مخابرہ'' کہا جاتا ہے اور اجارہ کو بیع اور مضاربت کو مقارضہ اور صلوٰۃ (نماز) کو سجدہ کہہ دیا جاتا ہے۔

قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں'' مساقاۃ'' کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍO وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍO وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍO وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍO وَّفَاكِهَةٍ كَثِیْرَةٍO (الواقعہ:٣٢۔٢٨)

وہ بے کانٹوں کی بیریوں میں ہوں گےO اور تہ بہ تہ کیلوں میںO اور پھیلے ہوئے لمبے سایوں میںO اور چھلکتے ہوئے پانی میںO اور بہ کثرت پھلوں میںO

ہر چند کہ ان آیات میں جنت کے درختوں اور پھلوں کا ذکر ہے لیکن اس سے پھلوں اور درختوں کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَO ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَO لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَO اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَO بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَO اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَO ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَO لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْ لَا تَشْكُرُوْنَO (الواقعہ:٧٠۔٦٣)

بھلا یہ بتاؤ کہ تم جو کچھ (بہ ظاہر) کاشت کرتے ہوO اس کو (حقیقت میں) تم اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیںO اگر ہم چاہیں تو اس کو بالکل چورا چورا کر دیں' پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤO کہ ہم پر تو تاوان پڑ گیاO بلکہ ہم تو محروم ہو گئےO بھلا بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہوO کیا تم نے اس کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرنے والے ہیںO اگر ہم چاہیں تو اس (پانی کو) سخت کڑوا بنا دیں تو پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟O

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًاO لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا وَّنُسْقِیَهٗ مِمَّا خَلَقْنَاۤ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِیَّ كَثِیْرًاO (الفرقان:٤٩۔٤٨)

اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی نازل کیاO تاکہ ہم اس پانی سے مردہ شہر کو زندہ کریں اور وہ پانی ہم اپنے پیدا کیے ہوئے بہت سے انسانوں اور چوپایوں کو پلائیںO

١ - بَابٌ فِی الشُّرْبِ

پانی کی تقسیم

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ

اور اللہ تعالیٰ کا قول: اور ہم نے پانی سے ہر جان دار چیز بنائی

شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ O﴾ (الانبیاء: ۳۰) وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿اَفَرَاَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ O ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ O لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ O﴾ (الواقعہ: ۶۸-۷۰). ثَجَّاجًا (النبا: ۱۴) مُنْصَبًّا. اَلْاُجَاجُ الْمُرُّ. اَلْمُزْنُ السَّحَابُ.

تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے O (الانبیاء: ۳۰) اور اللہ عزوجل کا قول: بھلا بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو O کیا تم نے اس کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرنے والے ہیں O اگر ہم چاہیں تو اس (پانی کو) سخت کڑوا بنا دیں تو پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟ O (الواقعہ: ۶۸-۷۰) (امام بخاری نے کہا:) ''اجاجا'' کا معنی ہے: بہنے والا ''الاجاج'' کا معنی ہے: سخت کڑوا ''المزن'' کا معنی ہے: بادل۔

اس باب میں صرف قرآن مجید کی آیات مذکور ہیں اور اس سے متعلق تعلیقات اور احادیث اگلے باب میں مذکور ہیں۔

۲ - بَابٌ فِي الشُّرْبِ

پانی کی تقسیم

وَمَنْ رَاٰى صَدَقَةَ الْمَاءِ وَهِبَتَهٗ وَوَصِيَّتَهٗ جَائِزَةً مَقْسُوْمًا كَانَ اَوْ غَيْرَ مَقْسُوْمٍ.

اور جس نے پانی کے صدقہ، ہبہ اور اس کی وصیت کو جائز قرار دیا خواہ پانی تقسیم شدہ ہو یا غیر تقسیم شدہ۔

پانی کی اقسام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پانی کی حسب ذیل اقسام ہیں:

(۱) وہ پانی جو کسی کی ملکیت نہ ہو اور اس پانی کو پینے میں اور اپنے مویشیوں کو پلانے میں تمام لوگ مساوی ہوں جیسے بڑے بڑے دریا مثلاً نیل اور فرات۔

(۲) وہ پانی جو کسی کی ملکیت ہو مثلاً وہ پانی جس کو سربراہ مملکت نے لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا ہو جن لوگ اس پانی کو پینے میں اور اپنے مویشیوں کو پلانے میں مساوی ہیں لیکن دریا کا پانی پینے سے ان کا حق ختم ہے۔

(۳) وہ پانی جس کو کوئی شخص اپنے برتنوں میں بھر کر محفوظ کر لے تو یہ پانی اس کی ملکیت ہے اور دوسروں کا حق اس سے منقطع ہے حتیٰ کہ اگر کسی نے اس پانی کو ضائع کر دیا تو وہ اس کی قیمت کا ضامن ہو گا لیکن ایک حدیث کی بنا پر اس میں بھی دوسرے مسلمانوں کا حق متعلق ہے وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں: آگ، پانی اور گھاس اور ان کی قیمت (لینا) حرام ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۴۷۲، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۱۰۵)

جس شخص نے سب سے پہلے اس پانی کو اپنے برتن میں بھر لیا وہ دوسروں کی بہ نسبت اس کا زیادہ حق دار ہے اور یہ اس کی ملکیت ہے اور دوسرے مسلمان جو اس میں شریک ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس اس پانی کی ضرورت سے فاضل ہے تو جو مسلمان پیاسا ہو اور اس سے پانی کو طلب کرے یا اس کے مویشی پیاسے ہوں اور وہ اس سے پانی کو طلب کرے تو اس کو منع نہیں کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۶۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عُثْمَانُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّشْتَرِيْ بِئْرَ رُوْمَةَ فَيَكُوْنُ دَلْوُهٗ فِيْهَا كَدِلَاءِ

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رومہ کے کنوئیں کو کون خرید لے گا تاکہ اس کا ڈول بھی اس میں عام

الْمُسْلِمِيْنَ. فَاشْتَرَاهَا عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. مسلمانوں کے ڈول کی مثل ہو جائے' تو حضرت عثمان رضی اللہ نے اس کنویں کو خرید لیا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول حسب ذیل ہے:

حضرت عثمان کا رومہ کے کنویں کو مسلمانوں کے لیے وقف کرنا اور اس سے مسلمانوں کے پانی لینے پر استدلال

ثمامہ بن حزن القشیری بیان کرتے ہیں: میں اس مکان کے پاس حاضر تھا جب اس سے جھانک کر حضرت عثمان رضی اللہ نے کہا: میرے پاس اپنے ان دو صاحبوں کو لاؤ' پس ان دونوں کو لایا گیا تو وہ دونوں ایسے تھے جیسے دو اونٹ ہوں یا دو گدھے ہوں' حضرت عثمان رضی اللہ نے ان دونوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں' کیا تم کو معلوم ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تھے تو سوائے رومہ کے کنویں کے مسلمانوں کے پینے کے لیے میٹھے پانی کا کوئی کنواں نہیں تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رومہ کا کنواں کون خریدتا ہے اور اس کا ڈول تمام مسلمانوں کے ڈولوں کے لیے کرتا ہے؟ اور اسے اس کے عوض جنت میں خیر ملے گی' تو میں نے اس کنویں کو اپنے اصل مال سے خرید لیا اور تم لوگ آج مجھ کو اس کنویں کا پانی پینے سے روک رہے ہو' حتیٰ کہ میں سمندر کا پانی پی رہا ہوں! تو ان لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہاں! حضرت عثمان نے کہا: میں تمہیں اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ اس مسجد میں تمام نمازیوں کے لیے گنجائش نہیں تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فلاں شخص کی زمین کا قطعہ خرید کر کون اس قطعہ زمین سے مسجد کی توسیع کرے گا اور اس کے عوض اس کو جنت میں خیر ملے گی؟ تو میں نے اس قطعہ زمین کو اپنے اصل مال سے خریدا اور تم آج مجھے اس زمین میں دو رکعت نماز پڑھنے نہیں دیتے! ان لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہاں! پھر حضرت عثمان رضی اللہ نے کہا: میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں! کیا تم کو معلوم ہے کہ غزوۂ تبوک کے لشکر کی میں نے اپنے مال سے مدد کی تھی؟ ان لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہاں! حضرت عثمان نے کہا: میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے ثبیر نامی پہاڑ پر تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے اور میں تھا' اس وقت وہ پہاڑ لرزنے لگا' حتیٰ کہ اس کے پتھر نشیب میں گرنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پاؤں زمین پر مارا اور فرمایا: اے ثبیر! ساکن ہو جا! تجھ پر ایک نبی ہے' ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں' ان لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہاں! تب حضرت عثمان نے کہا: اللہ اکبر! انہوں نے میرے حق میں گواہی دے دی' رب کعبہ کی قسم! میں شہید ہوں۔ (سنن ترمذی: ۳۷۰۳' سنن نسائی: ۳۶۰۸)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

رومہ کا کنواں ایک یہودی کی ملکیت میں تھا' وہ اس کنویں کو بند کر کے قفل لگا دیتا اور غائب ہو جاتا' مسلمان اس کنویں سے پانی پینے کے لیے آتے تو وہ یہودی موجود نہ ہوتا اور مسلمان پانی پیے بغیر لوٹ جاتے' تب مسلمانوں نے اس کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہے جو اس کنویں کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دے' سو اس کے لیے جنت ہو گی' تو حضرت عثمان رضی اللہ نے اس کنویں کو خرید لیا' یہ کنواں مدینہ میں مشہور ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ نے اس کنویں کو پینتیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔

اس تعلیق سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کنویں کو مسلمانوں کے لیے وقف کر دے' اس کا بھی اس کنویں سے پانی لینے کا اتنا ہی حق ہوتا ہے' جتنا دوسرے مسلمانوں کا حق ہوتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۰۳-۴۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

تعلیق مذکور سے امام بخاری کے استدلال کی عدم صحت

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اس تعلیق کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ جب کوئی مسلمان پانی کا کنواں کھود لے یا اس کو خرید لے تو وہ اس کی ملکیت ہو جاتا ہے' لیکن دوسرے ضرورت مند مسلمانوں کا حق اس سے منقطع نہیں ہوتا اور وہ حسب ضرورت اس سے پانی لے سکتے ہیں' لیکن اس تعلیق سے امام بخاری کا استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا اور وہ ان کی ملکیت نہیں رہا تھا' وہ اس کنویں سے اسی طرح پانی لیتے تھے' جس طرح دوسرے مسلمان پانی لیتے تھے' اور امام بخاری کا مدعا یہ تھا کہ جو پانی کسی مسلمان کی ملکیت ہو' اس سے دوسرے مسلمان پانی لے سکتے ہیں' جب کہ یہ کنواں وقف تھا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ملکیت نہیں رہا تھا۔

۲۳۵۱ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ مِنْهُ' وَعَنْ يَمِيْنِهٖ غُلَامٌ اَصْغَرُ الْقَوْمِ' وَالْاَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهٖ' فَقَالَ يَا غُلَامُ' اَتَاْذَنُ لِیْ اَنْ اُعْطِيَهُ الْاَشْيَاخَ؟ قَالَ مَا كُنْتُ لِاُوْثِرَ بِفَضْلِیْ مِنْكَ اَحَدًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ.

[اطراف الحدیث: ۲۳۶۶-۲۴۵۱-۲۶۰۲-۲۶۰۵-۵۶۲۰]

(صحیح مسلم: ۲۰۳۰' الرقم المسلسل: ۵۱۸۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوغسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (کسی مشروب کا) پیالہ لایا گیا' آپ نے اس سے پیا' (اس وقت) آپ کی دائیں جانب ایک کم عمر لڑکا تھا اور دیگر لوگ اور معمر (صحابہ) آپ کی بائیں جانب تھے' آپ نے فرمایا: اے لڑکے! کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں اپنا یہ (پس خوردہ) ان معمر لوگوں کو دے دوں؟ تو اس لڑکے نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کے بچے ہوئے مشروب میں سے اپنا حصہ کسی کو بھی نہیں دوں گا' تب آپ نے وہ بچا ہوا مشروب اسی (کم عمر لڑکے) کو دے دیا۔

اس باب کا عنوان ہے: پانی کو تقسیم کرنا اور اس سے مراد عام ہے' یعنی پانی کو تقسیم کرنا خواہ وہ مملوک ہو یا غیر مملوک ہو' اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بچایا ہوا مشروب اس کم عمر لڑکے کو دے دیا تو وہ ان کی ملکیت ہو گیا اور انہوں نے اس مشروب کو دیگر افراد میں تقسیم کرنے کو پسند نہیں کیا' رہا یہ کہ وہ کون سا مشروب تھا تو ''کتاب الاشربہ'' میں اس کی تفصیل ہے کہ وہ پانی تھا یا دودھ میں ملا ہوا پانی تھا اور وہ کم عمر لڑکے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما تھے یا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن ابی مریم' ان کا پورا نام سعید بن محمد بن الحکم بن ابی مریم الجمحی ہے (۲) ابوغسان' ان کا نام محمد بن مطرف اللیثی المدنی ہے' انہوں نے عسقلان میں سکونت اختیار کر لی تھی (۳) ابوحازم' ان کا نام سلمہ بن دینار الاعرج المدنی ہے' ابوعمرو نے کہا ہے کہ ابوحازم نے یہ حدیث اپنے والد سے روایت کی ہے (۴) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' یہ صحابی رسول ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۶۸)

صدر مجلس کی دائیں جانب سے تقسیم کی ابتداء کرنی چاہیے!

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابوعمرو نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ابوحازم نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

تھے اور اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کرنا محدثین کے نزدیک خطاء ہے' اس کے مقابل جو حدیث محفوظ ہے' وہ اس طرح ہے:

زہری از عمرو بن حرملہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مجلس میں تھے' وہاں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس ایک برتن میں دودھ لائیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دودھ کو پیا' میں آپ کے ساتھ تھا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ آپ کی بائیں جانب تھے' آپ نے مجھ سے فرمایا: اس پس خوردہ دودھ پر تمہارا حق ہے (کیونکہ تم دائیں جانب ہو) اور اگر تم چاہو تو اپنے اوپر خالد کو ترجیح دو' میں نے کہا: میں آپ کے پس خوردہ میں اپنے اوپر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا' پھر آپ نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ کوئی طعام عطا کرے' اسے یہ کہنا چاہیے: اے اللہ! ہم کو اس میں برکت دے اور ہم کو اس سے بہتر عطا فرما' اور جس کو اللہ تعالیٰ دودھ پلائے اس کو یہ دعا کرنی چاہیے: اے اللہ! ہم کو اس میں برکت دے اور ہم کو اس سے زیادہ عطا فرما۔

اس حدیث میں دائیں جانب کی بائیں جانب پر فضیلت ہے اور یہ کہ جب مجلس میں کوئی چیز تقسیم کی جائے تو اس کی ابتداء صدر مجلس کی دائیں جانب سے کرنی چاہیے نہ کہ بائیں جانب سے۔

زیر بحث حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی عطیہ کا مستحق ہو' اس کی اجازت کے بغیر وہ عطیہ کسی اور کو نہیں دینا چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کم عمر لڑکے سے یہ پوچھا کہ اگر تم اجازت دو تو میں یہ پس خوردہ مشروب معمر لوگوں کو دے دوں؟

٢٣٥٢ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهَا حُلِبَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ دَاجِنٌ' وَهُوَ فِيْ دَارِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ' وَشِيْبَ لَبَنُهَا بِمَاءٍ مِّنَ الْبِئْرِ الَّتِيْ فِيْ دَارِ اَنَسٍ' فَاُعْطِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَدَحَ فَشَرِبَ مِنْهُ' حَتّٰى اِذَا نَزَعَ الْقَدَحَ عَنْ فِيْهِ' وَعَلٰى يَسَارِهٖ اَبُوْ بَكْرٍ' وَعَنْ يَمِيْنِهٖ اَعْرَابِيٌّ' فَقَالَ عُمَرُ' وَخَافَ اَنْ يُعْطِيَهُ الْاَعْرَابِيَّ اَعْطِ اَبَا بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عِنْدَكَ' فَاَعْطَاهُ الْاَعْرَابِيَّ الَّذِيْ عَلٰى يَمِيْنِهٖ' ثُمَّ قَالَ الْاَيْمَنَ فَالْاَيْمَنَ. [اطراف الحدیث: ٢٥٧١-٥٦١٢-٥٦١٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک پالتو بکری کا دودھ دوہا گیا' اس وقت آپ (حضرت) انس بن مالک کے گھر میں تھے' (حضرت) انس کے گھر کے کنوئیں سے پانی لے کر اس دودھ میں ملایا گیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ دودھ پیش کیا گیا' آپ نے اس دودھ سے پیا' پھر اس پیالہ کو اپنے منہ سے الگ کر دیا' آپ کی بائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور دائیں جانب ایک اعرابی تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خوف ہوا کہ آپ اپنا پس خوردہ دودھ اعرابی کو دے دیں گے تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ابوبکر آپ کے پاس ہیں' آپ ان کو عطا کر دیں' سو آپ نے وہ دودھ اس اعرابی کو دے دیا جو آپ کی دائیں طرف تھا' پھر آپ نے فرمایا: دائیں طرف سے دو' پس دائیں طرف سے دو۔

(صحیح مسلم: ٢٠٢٩' الرقم المسلسل: ٥١٨٣' سنن ترمذی: ١٨٩٣' سنن ابن ماجہ: ٣٤٢٥' سنن ابوداؤد: ٣٧٢٦' صحیح ابن حبان: ٥٣٣٣-٥٣٣٤' تاریخ بغداد ج ٤ ص ٣١٥-ج ٧ ص ٣٣٦' مسند الحمیدی: ١١٨٢' مسند ابویعلیٰ: ٣٥٢٥' سنن بیہقی ج ٧ ص ٢٨٥' شعب الایمان: ٦٠٣٤' شرح

السنۃ: ۴۰۵۳'مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۰۷۷۔ ج ۱۹ ص ۱۳۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

صدر مجلس کی دائیں جانب والا عطا کا بائیں جانب والے سے زیادہ مستحق ہے خواہ بائیں جانب والا افضل ہو

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بائیں جانب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور دائیں جانب ایک اعرابی تھا' سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بچائے ہوئے دودھ کا پیالہ اعرابی کو دے دیا کیونکہ وہ دائیں جانب تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیا' اس لیے کہ وہ بائیں جانب تھے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو دائیں جانب بیٹھا ہو' اس کو ترجیح دینی چاہیے خواہ وہ کم درجہ کا ہو اور جب اصول یہ ہے کہ دائیں جانب سے ابتداء کرنی چاہیے تو اس اصول پر عمل کرنا چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس عمل سے یہ بتایا ہے کہ اصول کو توڑنا نہیں چاہیے خواہ اصول پر عمل کرنے کی وجہ سے اعرابی کو حضرت ابوبکر پر ترجیح دینی پڑے۔

حدیث مذکور کا اس حدیث سے تعارض جس میں بڑوں کو مقدم رکھنے کا حکم ہے اور اس اعتراض کا جواب

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایک حدیث اس کے خلاف ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب (کوئی مشروب) پیتے تو فرماتے: (دینے کی) ابتداء بڑوں سے کرو۔ (مسند ابویعلیٰ: ۲۴۲۵۔ ج ۴ ص ۳۱۵' المعجم الاوسط: ۳۰۷۸۶۔ ج ۳ ص ۳۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۱۰' حافظ الہیثمی المتوفی ۸۰۷ ھ نے کہا ہے کہ امام ابویعلیٰ کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج ۴ ص ۸۲' دارالفکر' بیروت)

اسی طرح حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم بھی تھے' اس مجلس میں ایک پیالہ میں مشروب لایا گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ مشروب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا' حضرت ابوعبیدہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ اس مشروب کو پینے کے زیادہ حق دار ہیں' آپ نے فرمایا: تم اس کو لو' حضرت ابوعبیدہ نے وہ پیالہ لے لیا' پھر اس کو پینے سے پہلے کہا: اے اللہ کے نبی! یہ آپ لے لیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پیو! بے شک ہمارے بڑوں کے ساتھ برکت ہے' پس جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہمارے (طریقہ کاملہ) سے نہیں ہے۔ (المعجم الکبیر: ۷۸۹۵' حافظ الہیثمی نے کہا: اس سند کے ایک راوی عبدالملک کو میں نہیں پہچانتا اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۸۲' دارالکتب العربی' بیروت)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں جو صحابہ بیٹھے ہوئے ہوتے تھے' ان کی دو صورتیں تھیں: ایک صورت یہ تھی کہ صحابہ دائیں اور بائیں جانب بیٹھے ہوئے ہوتے تھے' اس صورت میں یہ حکم تھا کہ کسی چیز کو دینے کی ابتداء دائیں جانب سے کی جائے اور دوسری صورت یہ تھی کہ صحابہ صرف سامنے بیٹھے ہوئے ہوتے تھے' اس صورت میں حکم یہ تھا کہ دینے کی ابتداء بڑوں سے کی جائے۔

علامہ نووی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ بڑوں کو مقدم رکھنے کا حکم اس وقت ہے جب باقی اوصاف میں تمام شرکاء مجلس مساوی ہوں' ورنہ دائیں جانب سے ابتداء کی جائے۔

اس حدیث میں مشروب کے متعلق فرمایا ہے کہ دینے کی ابتداء دائیں جانب سے کی جائے' اب سوال یہ ہے کہ اگر مشروب کے بجائے پھل اور میوہ جات ہوں یا مٹھائی ہو تو ان کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کھانے اور پینے کی تمام چیزوں میں دینے کی ابتداء دائیں جانب سے کرنا مستحب ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مجلس میں کوئی ہدیہ آئے تو ادب اور مروت اور فضل و احسان کا تقاضا یہ ہے کہ تمام شرکاء مجلس اس ہدیہ میں مشترک ہوتے ہیں لیکن یہ مستحب ہے واجب نہیں ہے حتیٰ کہ کسی شریک مجلس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس ہدیہ میں سے اپنا حصہ طلب کرے۔

ابن الملقن نے شرح البخاری میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ تمہارے جلساء ہدیہ میں شریک ہوتے ہیں' مگر یہ حدیث ضعیف ہے۔

(کشف الخفاء ومزیل الالباس ج ۱ ص ۳۲۹ 'مکتبۃ الغزالی دمشق)

جس کے متعلق معلوم ہو کہ اس کی آمدنی حلال ہے' اس سے اس کے ہدیہ کے متعلق سوال نہیں کرنا چاہیے

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کے پاس کھانے یا پینے کی کوئی چیز ایسا شخص لائے جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ وہ نیک اور متقی آدمی ہے اور اس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ اس کی آمدنی حلال ہے تو اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ اس سے یہ سوال کرے کہ یہ کیا چیز ہے' اس کو تم نے کہاں سے اور کس ذریعہ سے حاصل کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے دوسروں کو ترجیح دینے کے لیے حضرت ابن عباس سے سوال کیا تو اعرابی سے کیوں سوال نہیں کیا؟

صحیح البخاری: ۲۳۵۱ میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا: کیا تم مجھے یہ اجازت دیتے ہو کہ میں اپنا یہ (پس خوردہ مشروب) ان معمر لوگوں کو دے دوں؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی اجازت نہیں دی' اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا حضرت ابن عباس کو یہ نہیں چاہیے تھا کہ جب نبی ﷺ نے فرمایا تھا تو وہ اجازت دے دیتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو حکم نہیں دیا تھا' اگر آپ ان کو حکم دیتے تو پھر ان پر واجب تھا کہ وہ اجازت دے دیتے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تو یہ سوال کیا تھا کہ آپ اپنا پس خوردہ معمر اصحاب کو دے دیں تو آپ نے اعرابی سے یہ سوال کیوں نہیں کیا کہ آپ اپنا پس خوردہ دودھ حضرت ابوبکر کو عطا کر دیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اعرابی چونکہ زمانۂ جاہلیت کے قریب تھا تو آپ نے اس سے اس لیے سوال نہیں کیا کہ ہوسکتا ہے کہ اس کو اس سوال سے وحشت (اُلجھن اور اکتاہٹ) ہو اور وہ آپ کے متعلق کوئی بدگمانی کرے اور رہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو ان کے متعلق آپ کو اطمینان تھا کہ ان کو اس سے وحشت نہیں ہوگی اور نہ وہ آپ کے متعلق کوئی بدگمانی کریں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص صدر مجلس کی دائیں جانب ہو' وہ بائیں جانب والے کی بہ نسبت عطا کیے جانے کا زیادہ مستحق ہے' خواہ بائیں جانب والا اس سے مرتبہ اور درجہ میں کتنا ہی زیادہ افضل کیوں نہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۷۱-۲۷۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی یہ دونوں حدیثیں' شرح صحیح مسلم: ۵۱۷۳-۵۱۷۲- ج ۶ ص ۲۸۳ پر مذکور ہیں' ان کی شرح کا عنوان ہے: تبرکات اور عبادات میں دوسروں کے لیے ایثار نہیں کیا جاتا۔

۳ - بَابُ مَنْ قَالَ إِنَّ صَاحِبَ الْمَاءِ أَحَقُّ بِالْمَاءِ حَتّٰى يَرْوٰى، لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جس شخص نے یہ کہا کہ پانی کا مالک پانی کا زیادہ حق دار ہے حتیٰ کہ وہ اپنی زمین کو سیراب کر لے' کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ ضرورت سے زیادہ

لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ

پانی سے کسی کو منع نہ کیا جائے

۲۳۵۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ.

[اطراف الحدیث: ۲۳۵۴-۶۹۶۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبردی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ضرورت سے زیادہ پانی سے منع نہ کیا جائے تا کہ اس کے سبب سے گھاس کی کاشت سے منع کیا جائے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۶۶ الرقم المسلسل: ۳۸۹۷ سنن ترمذی: ۱۲۷۲ سنن نسائی: ۴۶۷۴ سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۵۲ مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۳ طبع قدیم مسند احمد: ۷۶۹۷، ج ۱۳ ص ۱۲۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں فرمایا ہے کہ ضرورت سے زائد پانی سے منع نہ کیا جائے اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ جب ضرورت سے زائد پانی نہ لیا جائے تو زمین کا مالک اس پانی کا زیادہ حق دار ہے۔

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا' ایک وہ شخص جس کے پاس ضرورت سے زائد پانی تھا اور اس نے کسی مسافر کو پانی لینے سے منع کیا' دوسرا وہ آدمی جس نے سودا بیچنے کے لیے عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائی' تیسرا وہ آدمی جس نے کسی امام کے ہاتھ پر بیعت کی' اگر وہ اس کو عطا کرے تو وہ اس کی بیعت کو پورا کرے اور اگر وہ اس کو عطا نہ کرے تو وہ اس کی بیعت کو پورا نہ کرے۔

(صحیح البخاری: ۲۶۷۲ صحیح مسلم: ۱۰۸ سنن ابوداؤد: ۳۴۷۴ سنن نسائی: ۴۴۷۴)

بہیسہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتی ہیں کہ میرے والد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تو وہ آپ کے اور آپ کی قمیص کے درمیان داخل ہو گئے' وہ آپ کے بدن کو بوسا دے رہے تھے اور آپ سے لپٹ رہے تھے' پھر انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! وہ کون سی چیز ہے جس کو دینے سے منع کرنا جائز نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: پانی' انہوں نے پھر کہا: اے اللہ کے نبی! وہ کون سی چیز ہے جس کو دینے سے منع کرنا جائز نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: نمک' انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! وہ کون سی چیز ہے جس سے منع کرنا جائز نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر تم نیکی کرو تو وہ تمہارے لیے خیر ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۴۷۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مہاجرین میں سے ایک شخص نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین غزوات میں تھا' میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں: گھاس میں' پانی میں اور آگ میں۔ (سنن ابوداؤد: ۳۴۷۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کون سی چیز ہے جس سے منع کرنا جائز نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: پانی' نمک اور آگ' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پانی کو تو ہم نے پہچان لیا' پس نمک اور آگ کو منع نہ کرنے کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: اے حمیراء! جس نے آگ عطا کی' گویا اس نے آگ سے پکی ہوئی تمام چیزوں کو صدقہ کر دیا اور جس نے نمک عطا کیا اس نے گویا اس نمک کے ذائقہ کی تمام چیزوں کو صدقہ کر دیا اور جس نے کسی مسلمان کو اس جگہ ایک گھونٹ پانی پلایا جہاں پانی نہیں تھا' اس نے گویا ایک غلام کو آزاد کر دیا اور جس نے کسی مسلمان کو اس جگہ ایک گھونٹ پانی پلایا جہاں پانی نہیں تھا' اس نے گویا اس مسلمان کو زندہ کر دیا۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۴۷۴)

۲۳۵۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمْنَعُوا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوا بِهِ فَضْلَ الْكَلَإِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب از ابن المسیب وابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی ضرورت سے زائد پانی کو منع نہ کرو تاکہ تم اس کی وجہ سے زائد گھاس کو منع کرو۔

حیوانات کو پلانے کے لیے اور کھیتوں کو سیراب کرنے کے لیے پانی دینے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ ضرورت سے زائد پانی کو منع کرنے کی ممانعت کا کیا حکم ہے؟ آیا یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے یا تنزیہ کے لیے ہے؟ علامہ طیبی نے کہا ہے کہ علماء نے اس ممانعت کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ وہ پانی مملوک ہے یا نہیں ہے' پس اولیٰ یہ ہے کہ یہ ممانعت تنزیہ کے لیے ہے۔ التوضیح میں مذکور ہے کہ امام مالک اور اوزاعی کے نزدیک یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے اور علامہ خطابی اور علامہ ابن التین نے امام شافعی سے یہ نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک فاضل پانی کو دینا مستحب ہے اور ہمارے نزدیک مویشیوں کو پلانے کے لیے پانی دینا واجب ہے اور کاشت کاری کے لیے پانی دینا واجب نہیں ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) فقہاء احناف کا بھی یہی مذہب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مویشی جاندار ہیں' اگر ان کو پانی نہیں ملا تو وہ پیاس سے مرجائیں گے اور کاشت کاری میں ایسا کوئی خطرہ نہیں' اس لیے حیوانوں کو پلانے کے لیے پانی دینا واجب ہے اور کاشت کاری کے لیے پانی دینا واجب نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۷۲-۲۷۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی دونوں حدیثیں' شرح صحیح مسلم: ۳۸۹۴' اور ۳۸۹۵- ج ۴ ص ۲۹۲-۲۹۱ پر مذکور ہیں' ان حدیثوں کی شرح کا عنوان ہے: فالتو پانی کی بیع میں مذاہب۔

۴ - بَابٌ مَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِي مِلْكِهِ لَمْ يَضْمَنْ

جس نے اپنی ملک میں کنواں کھودا' وہ ضامن نہیں ہوگا

اس عنوان کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے اپنی ملکیت میں کنواں کھودا اور اس میں کسی کے گرنے سے نقصان ہوگیا تو زمین کا مالک اس نقصان کا ضامن نہیں ہوگا' کیونکہ انسان کو اپنی ملکیت میں تصرف کرنے کا حق ہے۔

۲۳۵۵ - حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَعْدِنُ جُبَارٌ، وَالْبِئْرُ جُبَارٌ، وَالْعَجْمَاءُ جُبَارٌ، وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ.

[طرف الحدیث: ۴۳۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے خبر دی از اسرائیل از ابی حصین از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معدن میں (گرنے کے نقصان کا) کوئی تاوان نہیں ہے اور کنویں میں (گرنے کے نقصان کا) کوئی تاوان نہیں ہے اور جانور کے مارنے کا کوئی تاوان نہیں ہے' اور دفینہ میں سے پانچواں حصہ (بیت المال کو) دینا واجب ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۷۱۰' الرقم المسلسل: ۴۳۵۶' سنن ابوداؤد: ۴۵۹۳' سنن ترمذی: ۱۳۷۷' سنن نسائی: ۲۴۹۶' مسند الحمیدی: ۱۰۷۹' مصنف ابن ابی

شیبہ ج ۹ ص ۲۷۱' المنتقی: ۲۷۳ ۳' سنن دارقطنی ج ۳ ص ۱۵۱' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۵۵' سنن داری: ۲۳۷۸۔ ۱۶۶۸' سنن کبریٰ: ۵۸۳۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۳۲۶' صحیح ابن حبان: ۶۰۰۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۲۵۴۔ ج ۱۲ ص ۱۹۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

جانور کے نقصان پہنچانے اور کنویں میں گرنے کے تاوان میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ کنویں میں کوئی تاوان نہیں ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ جس شخص نے کسی ایسی جگہ کنواں کھودا' جہاں پر اس کے لیے کنواں کھودنا جائز تھا' پھر اس میں کوئی گر گیا تو اس کے اوپر کوئی تاوان نہیں ہے۔ اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری' باب: ٦٦ ''فی الرکاز الخمس'' میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۷۲' مطبوعہ بیروت)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۳۵۱۔ ج ۴ ص ۸۸۰ میں مذکور ہے' وہاں اس کی شرح میں حسب ذیل مسائل ذکر کیے گئے ہیں:

① جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ ② جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ ③ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ ④ جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء احناف کا نظریہ ⑤ کنویں اور کان میں گرنے کا حکم ⑥ ''رکاز'' سے دفینہ مراد ہے یا معدن ⑦ معدنیات کی اقسام اور ان اقسام کے احکام ⑧ معدنیات میں نصاب اور سال گزرنے کی شرط کی تحقیق ⑨ جس جگہ معدنیات پائے گئے' اس جگہ کے اعتبار سے معدنیات کے احکام ⑩ معدنیات کو حاصل کرنے والے کے اعتبار سے معدنیات کے احکام ⑪ معدنیات کا مصرف اور زمین کے اعتبار سے معدنیات کا حکم ⑫ اگر آج کل کسی کی زمین سے قدرتی گیس یا تیل نکل آئے تو ادائیگی خمس کی کیا صورت ہوگی؟

٥ - بَابُ الْخُصُوْمَةِ فِي الْبِئْرِ وَالْقَضَاءِ فِيْهَا

کنویں کے متعلق جھگڑنا اور اس کا فیصلہ کرنا

اس باب میں کنویں کے متعلق جھگڑے اور اس میں فیصلہ کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

٢٣٥٦، ٢٣٥٧ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ، هُوَ عَلَيْهَا فَاجِرٌ، لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ الْآيَةَ. (آل عمران: ٧٧) فَجَاءَ الْأَشْعَثُ فَقَالَ مَا حَدَّثَكُمْ أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ فِيَّ أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ، كَانَتْ لِيْ بِئْرٌ فِيْ أَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِيْ، فَقَالَ لِيْ شُهُوْدَكَ؟ قُلْتُ مَا لِيْ شُهُوْدٌ، قَالَ فَيَمِيْنُهُ. قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِذًا يَحْلِفَ، فَذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از شقیق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' جس شخص نے کوئی قسم کھائی جس کے ذریعہ وہ کسی مسلمان شخص کے مال پر قبضہ کرلے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اس حال میں اللہ سے ملاقات کرے گا کہ اللہ اس پر ناراض ہوگا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں' ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کوئی کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے○ (آل عمران: ۷۷) پھر حضرت اشعث رضی اللہ عنہ آئے اور

وَسَلَّمَ هٰذَا الْحَدِيْثَ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ تَصْدِيْقًا لَّهٗ.

[اطراف الحدیث (۲۳۵۶): ۲۴۱۶۔ ۲۵۱۵۔ ۲۶۶۶۔ ۲۶۶۹۔ ۲۶۷۳۔ ۲۶۷۶۔ ۴۵۴۹۔ ۶۶۵۹۔ ۶۶۷۶۔ ۷۱۸۳۔ ۷۴۴۵]

[اطراف الحدیث (۲۳۵۷): ۲۴۱۷۔ ۲۵۱۶۔ ۲۶۶۷۔ ۲۶۷۰۔ ۲۶۷۷۔ ۴۵۵۰۔ ۶۶۶۰۔ ۶۶۷۷۔ ۷۱۸۴]

کہا: تمہیں ابوعبدالرحمان نے اس آیت کے متعلق کیا بتایا ہے جو میرے متعلق نازل ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا کہ میرے عم زاد کی زمین میں میرا ایک کنواں تھا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم اپنے گواہ لاؤ (کہ یہ تمہارا کنواں ہے)؟ میں نے کہا: میرے پاس گواہ نہیں ہیں' آپ نے فرمایا: پھر اس کی قسم ہوگی' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو حلف اٹھالے گا! تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ذکر فرمایا۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق نازل فرمائی۔

(صحیح مسلم: ۱۳۸' الرقم المسلسل: ۲۵۲' سنن ترمذی: ۳۰۰۷' سنن ابوداؤد: ۳۲۴۳' سنن ابن ماجہ: ۲۳۱۳' مسند الحمیدی: ۹۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۳' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۷۸' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۷' مسند احمد: ۳۵۷۶۔ ج ۶ ص ۴۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

جو شخص حق پر ہونے کے باوجود قسم نہ کھائے' اس کی جزاء

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عدی بن عمیرہ بیان کرتے ہیں کہ امرء القیس اور حضر موت کے ایک شخص کے درمیان کوئی تنازعہ تھا' دونوں نے اپنا مقدمہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا' آپ نے حضرمی سے فرمایا: تم گواہ پیش کرو' ورنہ اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا' حضرمی نے کہا: یارسول اللہ! اگر اس نے قسم کھالی تو پھر یہ میری زمین لے لے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے بھائی کا مال کھانے کے لیے جھوٹی قسم کھائی' وہ جب اللہ سے ملاقات کرے گا تو اللہ اس پر غضب ناک ہوگا' امرء القیس نے کہا: یارسول اللہ! جو شخص حق پر ہونے کے باوجود قسم نہ کھائے اور اپنا حق ترک کردے' اس کی کیا جزاء ہے؟ آپ نے فرمایا: جنت' اس نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں قسم کو ترک کرتا ہوں' عدی بن عمیرہ نے بیان کیا: پھر آل عمران: ۷۷ نازل ہوئی۔

(جامع البیان ج ۳ ص ۲۲۸' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

عہد شکنی کرنے اور جھوٹی قسم کھانے والوں کی سزا کا بیان

ہر چند کہ آل عمران: ۷۷ کا شانِ نزول چند خاص لوگوں کے متعلق ہے لیکن اس آیت کے الفاظ عام ہیں: جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ اور اعتبار خصوصیت مورد کا نہیں بلکہ عموم الفاظ کا ہوتا ہے' اس لیے ہر عہد شکنی کرنے والے اور مال دنیا کی خاطر جھوٹی قسم کھانے والے کا یہی حکم ہے' اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی پانچ سزائیں بیان فرمائی ہیں: (۱) ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے (۲) آخرت میں اللہ ان سے کلام نہیں فرمائے گا یعنی اللہ تعالیٰ ان سے خوشی سے بات نہیں کرے گا (۳) قیامت کے دن ان کی طرف نظر نہیں فرمائے گا' یعنی ان کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا (۴) اللہ تعالیٰ ان کا تزکیہ نہیں فرمائے گا' اس کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے گناہوں کے میل اور زنگ سے پاک اور صاف نہیں کرے گا بلکہ ان کو ان کے گناہوں کی سزا دے گا اور ان کو معاف نہیں کرے گا اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح اپنے نیک بندوں کی تعریف اور ستائش کرے گا' ان کی تعریف اور تحسین نہیں کرے گا' بلکہ ان کی مذمت کرے گا اور ان کو زجر و توبیخ کرے گا۔

اس آیت کی مزید تفصیل کے لیے ہماری تفسیر تبیان القرآن میں آل عمران: ۷۷ کی تفسیر کا مطالعہ کریں۔

مدعی پر گواہ پیش کرنے اور مدعیٰ علیہ پر قسم کا لزوم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اشعث سے فرمایا: تم اپنے گواہ لاؤ' انہوں نے کہا: میرے پاس گواہ نہیں ہیں' آپ نے فرمایا: پھر اس کی قسم ہوگی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے' اور اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعیٰ علیہ کی قسم پر فیصلہ ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۷۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۲۶۱۔ ج ۱ ص ۱۰۱ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: باطن میں قضا نافذ نہ ہونے پر ائمہ ثلاثہ کا استدلال اور احناف کا جواب۔

٦ - بَابُ اِثْمِ مَنْ مَّنَعَ ابْنَ السَّبِيْلِ مِنَ الْمَاءِ

جو مسافر کو پانی دینے سے منع کرے' اس کا گناہ

٢٣٥٨ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا صَالِحٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ رَجُلٌ كَانَ لَهُ فَضْلُ مَاءٍ بِالطَّرِيْقِ فَمَنَعَهُ مِنِ ابْنِ السَّبِيْلِ، وَرَجُلٌ بَايَعَ اِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ اِلَّا لِدُنْيَا، فَاِنْ اَعْطَاهُ مِنْهَا رَضِيَ وَاِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا سَخِطَ، وَرَجُلٌ اَقَامَ سِلْعَتَهُ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ وَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهُ، لَقَدْ اَعْطَيْتُ بِهَا كَذَا وَ كَذَا، فَصَدَّقَهُ رَجُلٌ. ثُمَّ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ (آل عمران: ٧٧).

[اطراف الحدیث: ۲۳۶۹۔ ۲۶۷۲۔ ۷۲۱۲۔ ۷۴۴۶] (صحیح مسلم: ۱۰۸' الرقم المسلسل: ۲۰۰' سنن ابن ماجہ: ۲۲۰۷' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۰' الاسماء والصفات ص ۲۲۳۔ ۲۲۲' شرح السنۃ: ۱۶۶۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۴۴۴۔ ج ۱۲ ص ۴۱۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن زیاد نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: میں نے ابوصالح سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تین آدمیوں کی طرف قیامت کے دن نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا' اور نہ ان کا تزکیہ فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے' ایک وہ شخص جس کا راستہ میں ضرورت سے زائد پانی ہو' پھر وہ مسافر کو پانی سے منع کرے' دوسرا وہ شخص جس نے کسی امام سے صرف دنیا (کے مال) کے حصول کے لیے بیعت کی' اگر اس کو اس نے دنیا عطا کر دی تو وہ راضی ہو گیا اور اگر اس نے اس کو دنیا عطا نہیں کی تو وہ ناراض ہو گیا اور تیسرا وہ شخص جس نے عصر کے بعد سودا فروخت کیا اور کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! مجھے یہ چیز اتنے میں دی گئی ہے اور ایک آدمی نے اس کی تصدیق کر دی' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خرید تے ہیں (الآیۃ) (آل عمران: ۷۷)۔

ضرورت سے زائد پانی سے منع کرنے والوں کی سزا

اس حدیث میں اس شخص پر وعید ہے جس کے پاس ضرورت سے زائد پانی ہو' پھر وہ مسافر کو پانی سے منع کرے' اس سے معلوم ہوا کہ پانی کے مالک کو پانی استعمال کرنے کی ترجیح ہے' اور مویشیوں اور انسانوں کو پانی دینے سے اگر پانی کا مالک منع کرے تو اس

سے جنگ کی جائے گی اور اگر وہ اس جنگ میں مارا جائے تو اس کی کوئی دیت یا تاوان نہیں ہے اور اگر پانی کو طلب کرنے والا مارا جائے تو پانی کے مالک پر اس کی دیت ہے اور اس کو سزا بھی دی جائے گی اور اس کو قید بھی کیا جائے گا' اسی طرح علامہ داؤدی نے کہا ہے اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اگر وہ پیاس سے مر گیا تو اس کی دیت اس کے عاقلہ یعنی عصبات (باپ کی طرف سے رشتہ داروں) پر ہے' اور اگر اس جنگ میں مسافروں سے کوئی مر گیا تو پانی سے منع کرنے والوں کا تمام مال ضبط کر لیا جائے گا اور ان کو قتل کیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷ - بَابُ سَكْرِ الْأَنْهَارِ — نہروں کے پانی کو روکنا

اس باب کے عنوان میں ''سکر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: پانی کو روکنا اور نالے کے اوپر بند باندھنا۔

۲۳۵۹' ۲۳۶۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ حَدَّثَهٗ' اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ' خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شِرَاجِ الْحَرَّةِ' الَّتِيْ يَسْقُوْنَ بِهَا النَّخْلَ' فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ' فَاَبٰى عَلَيْهِ' فَاخْتَصَمَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ' ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَاءَ اِلٰى جَارِكَ. فَغَضِبَ الْاَنْصَارِيُّ فَقَالَ اَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' ثُمَّ قَالَ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ' ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَى الْجَدْرِ. فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَحْسِبُ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْ ذٰلِكَ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (النساء:٦٥). قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَبَّاسِ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لَيْسَ اَحَدٌ يَذْكُرُ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اِلَّا اللَّيْثُ فَقَطْ.

[اطراف الحدیث: ۲۳۶۱-۲۳۶۲-۲۷۰۸-۴۵۸۵] [صحیح مسلم: ۲۳۵۷' الرقم المسلسل: ۶۰۰۶' سنن ابوداؤد: ۳۶۳۷' سنن ترمذی: ۱۳۶۸' سنن نسائی: ۵۴۲۶' سنن ابن ماجہ: ۱۵' شرح السنۃ: ۲۱۹۴' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۵۳' المنتقیٰ: ۱۰۲۱' مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۹- ج ۳ ص ۳۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے اس سیاہ پتھریلی زمین کے نالے کے متعلق جھگڑا کیا' جس کا پانی مدینہ کے لوگ کھجور کے درختوں کو دیا کرتے تھے' انصاری نے حضرت زبیر سے کہا: پانی کو چھوڑ کر گزرنے دو' حضرت زبیر نے اس کا انکار کیا' پھر ان دونوں نے نبی کے سامنے اپنا اپنا موقف پیش کیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر سے فرمایا: اے زبیر! (پہلے) تم پانی دے لو' پھر پانی کو اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو' پس وہ انصاری غضب میں آیا' اس نے کہا کہ ہاں! زبیر آپ کے پھوپھی زاد ہیں نا' اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا' سو آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم اپنے درختوں کو پانی دو' پھر پانی کو روک لو حتیٰ کہ وہ (باغ کی) منڈیروں تک چڑھ جائے' حضرت زبیر نے کہا: اور اللہ کی قسم! یہ آیت اسی قضیہ کے متعلق نازل ہوئی تھی: تو (اے رسول مکرم!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ (ہر) باہمی جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ مان لیں' پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلہ کے خلاف اپنے دلوں میں تنگی بھی نہ پائیں اور اس کو خوشی سے مان لیںO (النساء:۶۵) محمد بن العباس نے کہا کہ امام بخاری نے کہا ہے کہ لیث کے سوا اور کسی نے نہیں کہا ہے: عروہ از عبداللہ۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر سے فرمایا: تم اپنے درختوں کو پانی دینے کے بعد پانی کو روک لو یا اس نالے پر بند باندھ دو۔

حضرت زبیر اور انصاری کے نزاع میں آیا یہ انصاری صحابی تھے یا نہیں؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور وہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ہمارے شیخ علامہ زین الدین نے شرح ترمذی میں کہا ہے کہ میں نے کسی حدیث میں اس انصاری کا نام نہیں پڑھا' گویا کہ حضرت زبیر اور اس حدیث کے دوسرے راویوں نے اس انصاری کا پردہ رکھا۔

داؤدی نے قاضی عیاض سے نقل کیا ہے کہ وہ انصاری منافق تھا' اگر تم یہ کہو کہ اس کے متعلق مذکور ہے کہ وہ انصار میں سے تھا تو علامہ نووی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ انصار کے قبیلہ سے تھا' اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ وہ انصار مسلمین میں سے تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام بخاری نے کتاب الصلح میں حضرت زبیر سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ان سے انصار کے اس شخص نے جھگڑا کیا' جو غزوۂ بدر میں حاضر ہو چکا تھا۔ (صحیح البخاری: ۲۷۰۸) اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ سنن ترمذی میں یہ حدیث ہے کہ وہ انصاری غضب میں آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! حضرت زبیر آپ کے عم زاد ہیں اس لیے! (سنن ترمذی: ۱۳٦۸) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یارسول اللہ سے خطاب کرنا' صحابہ کا طریقہ تھا' نہ کہ منافقین کا' منافقین آپ کو یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہتے تھے۔ علامہ داؤدی نے اس پر اعتماد کیا ہے کہ وہ شخص منافق تھا اور اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ واقعہ اس انصاری کے غزوۂ بدر میں حاضر ہونے سے پہلے کا ہے کیونکہ جو مسلمان غزوۂ بدر میں شامل ہوئے' وہ سب مغفور ہیں اور ان سے نفاق کی نسبت مسلوب اور منتفی ہو چکی ہے اور رہا حضرت زبیر کا یہ کہنا کہ وہ انصار میں سے تھا تو یہ اس پر محمول ہے کہ یہاں انصار سے مراد لغوی معنی ہے اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کرنے والوں میں سے تھا اور نہ یہ معنی ہے کہ وہ مشہور انصار میں سے تھا۔

علامہ تورپشتی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ بعض شارحین نے اس انصاری صحابی کو منافق کہنے کی جرأت کی ہے اور یہ بالکل باطل ہے کیونکہ انصار کا لفظ مدح پر دلالت کرتا ہے' اس لیے اس کے جواب میں اولیٰ یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ غصہ اور غضب میں شیطان نے اس کو لغزش میں مبتلا کر دیا اور کسی بشر کا لغزش میں مبتلا ہونا بعید نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس عبارت میں انہوں نے یہ اعتراف کر لیا ہے کہ جنہوں نے حضرت زبیر سے جھگڑا کیا تھا' وہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ تھے' لیکن انہوں نے ان کو منافق قرار دینے کو باطل قرار دیا ہے اور یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ وہ معروف معنی میں انصاری نہیں تھے۔

الواحدی نے اسباب النزول میں کہا ہے کہ وہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ تھے' اسی طرح محمد بن الحسن النقاش اور مکی اور مہدوی نے کہا ہے: لیکن ان سب پر یہ رد کیا گیا ہے کہ حضرت حاطب مہاجروں میں سے تھے' انصار میں سے نہیں تھے لیکن اگر یہاں انصار کو لغوی معنی پر محمول کیا جائے اور انصار سے مراد معروف معنی نہ لیا جائے تو پھر ان کا کلام صحیح ہو سکتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۸۲۔۲۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے مذکور الصدر اقوال بھی نقل کیے ہیں اور دیگر اقوال بھی نقل کیے ہیں' لیکن انہوں نے کوئی

فیصلہ کن بات نہیں لکھی' جس پر ان کا اعتماد ظاہر ہوتا ہو۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۰۷' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر کو دو حکم دیئے' ان دو حکموں کا باہمی فرق

حافظ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی تاویل میں علماء کے مختلف اقوال ہیں' بعض نے یہ کہا ہے کہ نبی ﷺ کا جو پہلا ارشاد تھا کہ اے زبیر! پہلے تم اپنے درختوں کو پانی دو' پھر اس پانی کو انصاری کے لیے چھوڑ دو (کیونکہ حضرت زبیر کا باغ اونچائی پر تھا اور انصاری کا باغ پتھریلی زمین کے نچلے حصہ پر تھا اور معروف یہی تھا کہ پہلے اونچائی والے پانی استعمال کرتے تھے' پھر نشیب والے)۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر سے بہ طور مشورہ یہ فرمایا تھا اور اس انصاری کی دل جوئی کے لیے فرمایا تھا اور یہ آپ کا دینی حکم اور فیصلہ نہیں تھا' اور جب اس انصاری نے آپ کا حکم نہیں مانا اور غضب ناک ہوا تو پھر آپ نے اس صورت میں دینی حکم دیا اور فیصلہ فرمایا: اے زبیر! تم اپنے درختوں کو پانی دو' پھر پانی کو روک لو حتیٰ کہ وہ پانی (باغ کی) منڈیروں تک چڑھ جائے (یعنی اس وقت تک پانی کو روکے رکھو اور اتنا پانی جمع کر لو کہ وہ انسان کے ٹخنوں کے برابر ہو جائے' پھر اس پانی کو اس انصاری کے لیے چھوڑ دو)۔ یعنی پہلا حکم بہ طور مشورہ تھا اور دوسرا حکم بہ طور قضاء اور فیصلہ تھا۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جب اس انصاری نے یہ گمان کیا کہ نبی ﷺ نے حضرت زبیر سے قرابت داری کی وجہ سے یہ فرمایا ہے کہ پہلے حضرت زبیر اپنے درختوں کو پانی دے لیں' پھر اس انصاری کے لیے پانی چھوڑیں تو وہ اس قول کی وجہ سے دین سے مرتد ہو گیا اور اس کے باغ سے اس کی ملکیت زائل ہو گئی اور اب اس کا باغ فیئ ہو گیا اور تب رسول اللہ ﷺ نے اس کے باغ کو حضرت زبیر کی مِلک میں دے دیا' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے لیے یہ جائز ہے کہ آپ مالِ فیئ جس کو چاہیں عطا کر دیں۔

(معالم السنن ج ۴ ص ۱۶۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اس انصاری کے متعلق شارحین کے دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ نہ ماننے کی وجہ سے وہ مرتد ہو گیا تھا اور جنہوں نے اس کو منافق قرار دیا ہے' وہ اسی اعتبار سے ہے لیکن اس پر یہ اشکال رہے گا کہ وہ تو غزوۂ بدر میں شریک تھے' اور ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ ارتداد کے بعد انہوں نے توبہ کر لی تھی اور وہ خالص مؤمن ہو گئے تھے' شارحین کا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ مؤمن تھے اور شیطان نے ان کو لغزش دے دی تھی اور بعد میں انہوں نے اس پر توبہ کر لی تھی۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اگر اب کوئی شخص نبی ﷺ کے کسی حکم پر اعتراض کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا' نبی ﷺ نے اس شخص کو قتل کرنے کا حکم اس لیے نہیں دیا تھا کہ کہیں کفار یہ نہ کہیں کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں اور اس سے تبلیغ اسلام میں کوئی رکاوٹ ہو۔ اوّلِ اسلام میں نبی ﷺ' منافقین کی سخت باتوں پر صبر کرتے تھے اور ان کی بدسلوکی کا جواب نیک سلوک سے دیتے تھے۔ (اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۲۶' دارالوفاء' ۱۴۱۹ھ)

شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے کہ یہ نزاع کھیت میں پہلے پانی دینے کے متعلق تھا

ہم نے یہ لکھا ہے کہ حضرت زبیر اور اس انصاری کا جھگڑا باغ میں پہلے پانی دینے کے متعلق تھا' اس کے برخلاف شیخ تقی عثمانی نے یہ لکھا ہے کہ ان دونوں کا یہ جھگڑا کھیت میں پانی دینے کے متعلق تھا' ان کی عبارت کے چند جملے یہ ہیں:

اس میں قدرتی پانی کی نالیاں گزرتی تھیں تو جہاں سے یہ نالی گزر رہی تھی' وہاں سے اوپر کی طرف حضرت زبیر کا کھیت تھا' اور نیچے کی طرف ایک دوسرے صاحب کا کھیت تھا۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۶۳۸)

آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ سے فرمایا: اے زبیر! پہلے تم اپنی کھیتی میں پانی دے دو' پھر اپنے پڑوس کے لیے چھوڑ دو کیونکہ پہلے حضرت زبیر کی کھیتی آتی تھی۔ (انعام الباری ج ۷ ص ٦٣٨)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک متغیر ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے زبیر! تم اپنے کھیتوں کو پانی دو' پھر تم پانی کو روکے رکھو یہاں تک کہ پانی منڈیروں تک لوٹ آئے یعنی منڈیروں تک بھر جائے' پھر اس کے بعد چھوڑ دو۔ (انعام الباری ج ۷ ص ٦٣٨)

مصنف کے نزدیک یہ نزاع باغ میں پہلے پانی دینے کے متعلق تھا'

اس پر مصنف کا حدیث کی عبارت سے استدلال

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں کھیت کا ذکر نہیں ہے' کھجور کے درختوں کو پانی دینے کا ذکر ہے' حدیث کا الفاظ یہ ہیں:

فی شراج الحرة التی یسقون بها النخل.

ان کا جھگڑا حرہ کی پانی کی گزرگاہوں میں تھا' جس سے وہ کھجور کے درختوں کو پانی پلاتے تھے۔

(صحیح البخاری: ٢٣٦٠-٢٣٥٩' دار الفکر' بیروت' صحیح مسلم: ٢٣٥٧' سنن ابوداؤد: ٣٦٣٧' سنن ترمذی: ١٣٦٨' سنن نسائی: ٢٤٢٦' سنن ابن ماجہ: ١٥' دار الفکر' بیروت)

اس حدیث میں کھجور کے درختوں کو پانی دینے کا ذکر ہے اور درخت باغ میں ہوتے ہیں' کھیت میں تو مثلاً گندم یا جَو کی فصل ہوتی ہے' جس کے لیے عربی میں ''زرع'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے' نیز متقدمین نے اس حدیث کی شرح میں ''حائط'' کا لفظ لکھا ہے اور ''حائط'' کا معنی باغ ہے۔

مصنف کا شارحین حدیث کی عبارات سے استدلال

قاضی عیاض بن موسیٰ متوفی ٥٤٤ ھ لکھتے ہیں:

واختلف فی المراد بہ ھھنا فقیل اصل الحائط وقیل اصول الشجر.

اس میں اختلاف ہے کہ یہاں پر کیا مراد ہے؟ ایک قول ہے: باغ کی جڑوں تک پانی پہنچ جائے اور ایک قول ہے: درخت کی جڑوں تک۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ٣٢٦' دار الوفاء' بیروت' ١٤١٩ ھ)

علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الابی مالکی متوفی ٨٢٨ ھ لکھتے ہیں:

یحتمل ان تکون صورة التسریح من داخل الحائط الذی یلی حائط الانصاری ویحتمل الزمن خارج الحائط.

پانی چھوڑنے کی صورت باغ کے اندر سے بھی ہو سکتی ہے' جو انصاری کے باغ کے قریب تھا اور باغ کے باہر سے بھی ہو سکتی ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۸ ص ١٠٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ ھ)

نیز علامہ ابی نے علامہ مازری کی اس عبارت کو نقل کیا ہے:

واختلف فی المراد بالجدر ھھنا فقیل اصل الحائط وقیل اصل الشجر.

یہاں منڈیروں سے کیا مراد ہے؟ ایک قول ہے: باغ کی جڑوں تک۔ دوسرا قول ہے: درخت کی جڑ تک۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۸ ص ١٠١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ ھ)

علامہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی متوفی ٨٩٥ ھ نے لکھا ہے:

وھل یراع بلوغ الکعبین فی الساقیة او فی ارض الحائط. کیا ٹانگوں کے ٹخنوں تک پانی کے پہنچنے کی رعایت مطلوب ہے یا باغ کی زمین تک۔

(مکمل اکمال الاکمال ج ۸ ص ۱۰۰ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

مصنف کا بخاری کے مترجمین کی عبارت سے استدلال

صحیح بخاری کے مترجمین نے بھی باغ ہی لکھا ہے' غیر مقلد عالم شیخ محمد راز لکھتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ پہلے (اپنے باغ سینچ لے)۔

(صحیح البخاری ج ۳ ص ۵۰۱' مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور)

شیخ ظہور الباری اعظمی فاضل دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

آں حضور نے زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ (پہلے اپنا باغ) سینچ لیں۔ (تفہیم البخاری ج ۱ ص ۱۰۵۱' دارالاشاعت' کراچی)

وادی کے پانی کی ترتیب وار تقسیم اور اس کے ثبوت میں دیگر احادیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قدرتی وادیوں میں بہتا ہوا پانی ہر ایک کے لیے مباح ہے اور جس شخص تک اس وادی کا پانی پہلے پہنچے' وہ اس کا زیادہ حق دار ہے' کیونکہ اس وادی کا پانی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے باغ کی طرف سے بہتا ہوا آ رہا تھا' اس لیے وہ اس پانی کے حصول کے زیادہ حق دار تھے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کا باغ اونچائی پر ہو' پہلے اس وادی سے وہ پانی لے گا اور جس کا باغ زمین کے نچلے حصہ پر ہو' وہ اس کے بعد پانی لے گا اور وہ اس وادی پر بند باندھ لے گا حتیٰ کہ وہ پانی اس کے باغ کی دیواروں تک پہنچ جائے' اس کے بعد وہ اس پانی کو زمین کے نچلے حصہ والوں کے لیے چھوڑ دے' پھر زمین کا یہ حصہ اس سے نچلی زمین پر مقدم ہے' وہ اس پانی کو روک لے حتیٰ کہ وہ اس کی دیواروں تک پہنچ جائے' اسی طرح اس باب کی حدیث میں ہے: آپ نے حضرت زبیر سے فرمایا: تم پانی کو روک لو حتیٰ کہ وہ منڈیروں تک چڑھ جائے یعنی باغ کی دیواروں تک پہنچ جائے' اور دوسری حدیث میں ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیلِ مھزور (بنو قریظہ کی وادی) میں یہ فیصلہ فرمایا کہ اس کا پانی روک لیا جائے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں تک پہنچ جائے' پھر زمین کے اوپر والے' نیچے والوں کے لیے پانی چھوڑ دیں۔ (سنن ابوداؤد: ۳۶۳۹' سنن ابن ماجہ: ۲۴۸۲)

ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وادی کے پانی سے کھجور کے درختوں کو پانی پلانے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اونچی زمین' پھر اونچی زمین کو نچلی زمین سے پہلے پانی دیا جائے گا اور پانی کو ٹخنوں تک چھوڑا جائے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں تک پہنچ جائے' پھر پانی کو نچلی زمین کی طرف چھوڑ دیا جائے اور اسی طرح اوپر والی زمین کو نچلی زمین پر مقدم کیا جاتا رہے گا' "حتی تنقضی الحوائط" حتیٰ کہ باغات ختم ہو جائیں یا پانی ختم ہو جائے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۴۸۳)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں "الحوائط" کا لفظ ہے' یہ "حائط" کی جمع ہے' جس کا معنی باغ ہے اور یہ واضح طور پر ہماری شرح کی صحت کی دلیل ہے کہ یہ نزاع کھیت میں پہلے پانی دینے کے متعلق نہیں تھا بلکہ باغ میں پہلے پانی دینے کے متعلق تھا۔

وادی کے پانی کی تقسیم میں مذاہب فقہاء

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر تم یہ سوال کرو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: پھر تم پانی اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو۔ اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟ آیا جو پانی اس کے روکنے کے بعد بچ گیا ہے وہ مراد ہے یا تمام وہ پانی جو ٹخنوں تک پہنچنے کے بعد باقی بچا ہے؟ اس کے جواب میں ہمارے شیخ (علامہ زین الدین) نے کہا ہے کہ صحیح وہ بات ہے جو فقہاء شافعیہ نے کہی ہے اور جو مالکیہ میں سے ابن ماجشون' ابن وہب اور ابن القاسم کا مختار ہے کہ جب آدمی باغ کی دیواروں کے پاس کھڑا ہو اور پانی اس کے ٹخنوں تک پہنچ جائے تو پھر وہ اپنے نیچے سے وادی کا تمام پانی چھوڑ دے اور پھر اس پانی کو بالکل نہ روکے۔ اس جگہ یہ اعتراض ہے:

امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ زمین کے اوپر والوں کو زمین کے نیچے والوں پر مقدم نہیں کیا جائے گا اور ہر ایک کو ان کے حصے کے مطابق پانی دیا جائے گا' اور ان کا یہ قول احادیث کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے:

امام ابوحنیفہ کے قول کا محمل یہ ہے کہ اس طرح نہ کیا جائے کہ تمام پانی اوپر والوں کو دے دیا جائے اور نیچے والوں کو بالکل محروم کر دیا جائے بلکہ پانی کے استحقاق میں سب برابر ہیں تاہم پہلے اوپر والا اپنے باغ کو سیراب کرے گا' پھر اس سے نیچے والا' پھر اس سے نیچے والا۔

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

اگر چھوٹی نہر ہو یا قدرتی پانی کی وادی اور لوگ اس پانی میں تنازع کریں تو پہلے ان کو پانی دیا جائے جو اوّل میں ہوں' پس وہ اس سے اپنی زمین کو سیراب کرے گا اور پانی کو روک کر رکھے گا حتیٰ کہ وہ پانی ٹخنوں تک پہنچ جائے' پھر اس پانی کو اس کے قریب والی زمین کی طرف چھوڑ دیا جائے گا' اس میں بھی اسی طرح کیا جائے گا اور تمام زمینوں کے ساتھ اسی طرح کیا جائے گا حتیٰ کہ زمینیں ختم ہو جائیں اور اگر پہلی زمین میں پانی دینے کے بعد پانی نہ بچے تو پھر ان کو کچھ نہیں دیا جائے گا' یہ زمینیں عصبات کی طرح ہیں' اگر پہلے عصبہ کو وراثت میں سے دینے کے بعد کچھ نہ بچے تو پھر دوسرے عصبات کو کچھ نہیں ملتا۔ فقہاء مدینہ' امام مالک اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور ہمارے علم میں اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے (یعنی فقہاء احناف اور فقہاء حنبلیہ کا بھی یہی مذہب ہے) اور اس مسئلہ کی دلیل حضرت زبیر اور ایک انصاری کے نزاع کی حدیث ہے۔ (صحیح بخاری: ۲۳۶۰' صحیح مسلم: ۱۸۳۰' وغیرہما)

(المغنی ج ۷ ص ۴۶۷' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

ان کے بعد علامہ عینی نے علامہ قرطبی کی عبارت نقل کی ہے اور اس کا بھی یہی مآل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۹۹۱۔ ج ۶ ص ۸۱۸ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان ہے: حجیت حدیث' اور اس میں علامہ ابی کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ انصاری منافق تھا۔

۸ - بَابُ شُرْبِ الْاَعْلٰى قَبْلَ الْاَسْفَلِ

جس کا باغ بلندی پر ہو وہ نچلے باغ سے پہلے اپنے باغ کو سیراب کرے

۲۳۶۱ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ قَالَ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عروہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت

وَسَلَّمَ يَا زُبَيْرُ اِسْقِ ثُمَّ اَرْسِلْ . فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ اِنَّهُ ابْنُ عَمَّتِكَ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ يَبْلُغَ الْمَاءُ الْجَدْرَ، ثُمَّ اَمْسِكْ. فَقَالَ الزُّبَيْرُ فَاَحْسِبُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْ ذٰلِكَ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (النساء:٦٥).

زبیر رضی اللہ عنہ کا انصار کے ایک آدمی سے جھگڑا ہوا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے زبیر! تم (اپنے باغ کو) سیراب کرو' پھر (اس کی طرف) پانی چھوڑ دو' اس انصاری نے کہا: یہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں نا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے زبیر! تم (اپنے باغ کو) سیراب کرو' پھر جب پانی (باغ کی) دیواروں تک پہنچ جائے تو پانی کو روک لینا' حضرت زبیر نے کہا: میرا گمان ہے کہ یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی تھی: (اے رسول مکرم!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ (ہر) باہمی جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔ (النساء:٦٥)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٦٠ میں تفصیل سے گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ حضرت زبیر کا باغ بلندی پر تھا اور آپ نے ان کو یہ حکم دیا کہ پہلے وہ اپنے باغ کو سیراب کریں۔

٩ - بَابُ شُرْبِ الْاَعْلٰى اِلَى الْكَعْبَيْنِ

اوپر والوں کا (اپنے باغ کو) ٹخنوں تک پانی سے سیراب کرنا

٢٣٦٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَخْلَدٌ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّهُ حَدَّثَهُ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ فِيْ شِرَاجٍ مِّنَ الْحَرَّةِ لِيَسْقِيَ بِهِ النَّخْلَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ فَاَمَرَهُ بِالْمَعْرُوْفِ ثُمَّ اَرْسِلْهُ اِلٰى جَارِكَ. فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ اَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ اِسْقِ ثُمَّ احْبِسْ، حَتّٰى يَرْجِعَ الْمَاءُ اِلَى الْجَدْرِ. وَاسْتَوْعٰى لَهُ حَقَّهُ، فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَاللّٰهِ اِنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اُنْزِلَتْ فِيْ ذٰلِكَ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (النساء:٦٥). قَالَ لِي ابْنُ شِهَابٍ فَقَدَّرَتِ الْاَنْصَارُ وَالنَّاسُ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْقِ، ثُمَّ احْبِسْ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَى الْجَدْرِ وَكَانَ ذٰلِكَ اِلَى الْكَعْبَيْنِ. اَلْجَدْرُ هُوَ الْاَصْلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مخلد نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عروہ بن الزبیر' انہوں نے ان کو حدیث بیان کی کہ انصار کے ایک آدمی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے سیاہ پتھریلی زمین کی وادی کے پانی سے کھجور کے درختوں کو پانی دینے کے بارے میں جھگڑا کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے زبیر! تم (اپنے باغ کو) سیراب کرو' آپ نے ان کو یہ حکم دستور اور رواج کے مطابق دیا تھا' پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو' تب انصاری نے کہا: یہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں نا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم (اپنے باغ میں) پانی دو' پھر پانی کو روک لو حتیٰ کہ پانی (باغ کی) دیواروں کی طرف لوٹ جائے اور آپ نے حضرت زبیر کو ان کا پورا حق دیا' پس حضرت زبیر نے کہا: اللہ کی قسم! یہ آیت اس قضیہ میں نازل ہوئی تھی: (اے رسول مکرم!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ (ہر) باہمی جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ

مان لیں۔ (النساء:۶۵) مجھ سے ابن شہاب نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا: اے زبیر! تم (باغ کو) سیراب کرو حتیٰ کہ پانی (باغ کی) دیواروں تک پہنچ جائے' اس ارشاد سے انصار اور دوسرے لوگوں نے یہ اندازہ کیا کہ پانی ٹخنوں تک پہنچ جائے۔ حدیث میں جو"الجدر" کا لفظ ہے' اس سے مراد جڑ ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے' صحیح البخاری:۲۳۶۰ کا مطالعہ کریں' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ٹخنوں تک باغ کو پانی سے سیراب کرنے کا ذکر ہے۔

۱۰ - بَابُ فَضْلِ سَقْيِ الْمَاءِ

پانی پلانے کی فضیلت

۲۳۶۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ يَمْشِيْ، فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَنَزَلَ بِئْرًا فَشَرِبَ مِنْهَا، ثُمَّ خَرَجَ فَاِذَا هُوَ بِكَلْبٍ يَلْهَثُ، يَاْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا مِثْلُ الَّذِيْ بَلَغَ بِيْ، فَمَلَا خُفَّهُ ثُمَّ اَمْسَكَهُ بِفِيْهِ، ثُمَّ رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ. قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَاِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ اَجْرًا؟ قَالَ فِيْ كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ. تَابَعَهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَالرَّبِيْعُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص کہیں جا رہا تھا' اس اثناء میں اس کو سخت پیاس لگی' وہ کنویں میں اترا' پس اس نے پانی پیا' پھر کنویں سے باہر آیا تو ایک کتا ہانپ رہا تھا اور پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا تھا' اس نے کہا: یہ بھی میری مثل پیاسا ہے' پھر اس نے کنویں میں اُتر کر اپنے موزے میں پانی بھرا اور موزہ اپنے منہ سے پکڑ کر اوپر کی طرف چڑھا اور کتے کو پانی پلایا تو اللہ نے اس کی قدر افزائی کی' سو اس کو بخش دیا' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! اور بے شک ہمارے لیے جانوروں میں بھی اجر ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہر تر جگر میں اجر ہوتا ہے۔ حماد بن سلمہ اور الربیع بن مسلم نے اس حدیث کی از محمد بن زیاد متابعت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۳ میں گزر چکی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں جانوروں کو پانی پلانے کی فضیلت کا ذکر ہے۔

۲۳۶۴ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةَ الْكُسُوْفِ، فَقَالَ دَنَتْ مِنِّي النَّارُ، حَتّٰى قُلْتُ اَيْ رَبِّ وَاَنَا مَعَهُمْ! فَاِذَا امْرَاَةٌ حَسِبْتُ اَنَّهُ قَالَ تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ، قَالَ مَا شَاْنُ هٰذِهٖ؟ قَالُوْا حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن عمر نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف پڑھائی' پھر فرمایا: دوزخ کو میرے قریب کیا گیا حتیٰ کہ میں نے (تعجب سے) کہا: اے میرے رب! کیا میں ان کے ساتھ ہوں؟ (یعنی آپ تو جہنمیوں سے دور ہیں) پس وہاں ایک عورت تھی' میں نے گمان کیا کہ ایک بلی اس کو نوچ رہی تھی'

آپ نے پوچھا: اس کا کیا ماجرا ہے؟ تو فرشتوں نے کہا: اس نے بلی کو باندھ کے رکھا تھا' حتیٰ کہ وہ بھوکی مرگئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٥٤٧٢ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں جانوروں کو کھلانے پلانے سے محروم رکھنے کا عذاب بیان کیا گیا ہے۔

٢٣٦٥ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُذِّبَتِ امْرَاَةٌ فِيْ هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا' فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ. قَالَ فَقَالَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ لَا اَنْتِ اَطْعَمْتِيْهَا وَلَا سَقَيْتِيْهَا حِيْنَ حَبَسْتِيْهَا' وَلَا اَنْتِ اَرْسَلْتِيْهَا فَاَكَلَتْ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ. [اطراف الحدیث: ٣٣١٨- ٣٤٨٢] (صحیح مسلم: ٢٢٤٢' الرقم المسلسل: ٥٧٤٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عورت کو بلی کے سبب سے عذاب دیا گیا' اس نے بلی کو باندھ کر رکھا حتیٰ کہ وہ بھوک سے مرگئی' سو اس سبب سے وہ دوزخ میں داخل ہوگئی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ کے فرشتے نے اس عورت سے کہا: اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے' تو نے اس بلی کو کھلایا نہ پلایا' جب تو نے اس کو باندھ کر رکھا اور نہ تو نے اس کو آزاد کیا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھالیتی۔

جانوروں کو بھی ایذاء پہنچانا حرام ہے

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہنم کو پیدا کیا جاچکا ہے اور اس میں اب بھی بعض لوگوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور بلی کی وجہ سے عذاب دینا' اس کی دلیل ہے کہ بلی کو ایذاء پہنچانا حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٢٩٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١١ - بَابُ مَنْ رَّاٰى اَنَّ صَاحِبَ الْحَوْضِ اَوِ الْقِرْبَةِ اَحَقُّ بِمَائِهٖ

جس کے نزدیک حوض کا مالک اور مشک کا مالک ہی اپنے پانی کا زیادہ حق دار ہے

یعنی جس شخص کا حوض بھرا ہوا ہے یا اس کی مشک پانی سے بھری ہوئی ہے تو وہ دوسروں کی بہ نسبت اس پانی کا زیادہ حق دار ہے' کیونکہ وہ پانی اس کی ملکیت ہے اور اس کے قبضہ میں ہے اور اس کو بیچنے' خریدنے یا اس کو ہبہ کرنے کا وہی تصرف کرسکتا ہے اور کسی دوسرے شخص کے لیے اس کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔

٢٣٦٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ' عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ' عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ' وَعَنْ يَمِيْنِهٖ غُلَامٌ هُوَ اَحْدَثُ الْقَوْمِ' وَالْاَشْيَاخُ عَنْ يَسَارِهٖ' قَالَ يَا غُلَامُ' اَتَاْذَنُ لِيْ اَنْ اُعْطِيَ الْاَشْيَاخَ؟ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِاُوْثِرَ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ اَحَدًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی' از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالہ لایا گیا' آپ نے اس میں سے پیا' آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا جو سب سے کم عمر تھا اور معمر لوگ آپ کی بائیں جانب تھے' آپ نے فرمایا: اے لڑکے! کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں (یہ پیالہ) معمر لوگوں کو دے دوں؟ اس

لڑکے نے کہا: یارسول اللہ! آپ سے مجھے جو میرا حصہ ملے گا اس پر میں کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ جس طرح کوئی شخص اپنے حوض یا مشک کے مشروب کا زیادہ مستحق ہوتا ہے' اسی طرح کوئی شخص اپنے پیالہ کے مشروب کا بھی زیادہ مستحق ہوتا ہے۔

٢٣٦٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَاَذُوْدَنَّ رِجَالًا عَنْ حَوْضِىْ كَمَا تُذَادُ الْغَرِيْبَةُ مِنَ الْاِبِلِ عَنِ الْحَوْضِ. (صحیح مسلم: ۲۳۰۲' الرقم المسلسل: ۵۸۶۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں (قیامت کے دن) اپنے حوض سے کچھ لوگوں کو اس طرح منع کروں گا' جس طرح اجنبی اونٹوں کو حوض سے بھگا دیا جاتا ہے۔

اس باب کا عنوان ہے: حوض کا مالک اپنے پانی کا زیادہ حق دار ہے۔ یعنی وہ جس کو چاہے اپنے حوض سے پانی دے اور جس کو چاہے نہ دے' اسی طرح قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حوض سے جس کو چاہیں گے پانی عطا فرمائیں گے اور جس کو چاہیں گے منع فرمادیں گے۔ مؤمنین کو اس حوض سے پانی عطا فرمائیں گے اور مرتدین کو منع فرمادیں گے۔

علامہ ابن بطال اور علامہ ابن جوزی کی طرف سے اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حشر کے دن حوض پر مرتدین کو کیسے بلائیں گے جب کہ آپ پر دنیا میں ان کے اعمال پیش کیے جاچکے تھے؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حوض سے قیامت کے دن ان مرتدین کو بھگا دیں گے' جنہوں نے آپ کے بعد اپنے دین کو تبدیل کرلیا تھا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قیامت کے دن آپ کی امت تو غرمحجل ہوگی (یعنی ان کا چہرہ اور ہاتھ پیر آثارِ وضوء سے سفید اور چمک دار ہوں گے) پس وہ مرتدین آپ کے پاس غرمحجل ہو کر کیسے آئیں گے اور منافقین کے تو ہاتھ اور پیر اور چہرہ سفید نہیں ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر امت اس حال میں آئے گی کہ اس امت میں اس کے منافقین بھی ہوں گے۔

(صحیح البخاری: ۸۰۶' اور صحیح مسلم: ۱۸۲ میں اس کی مثل حدیث ہے)

قرآن مجید کی درج ذیل آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ امت میں منافقین بھی شامل ہیں:

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ. (الحدید: ۱۳)

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: تم ہماری طرف دیکھو ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کریں۔

لہٰذا صحیح یہ ہے کہ حشر کے دن مؤمنین میں وہ منافقین بھی شامل ہوں گے' جو ان کے ساتھ دنیا میں تھے حتیٰ کہ ان کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائے گی جس میں دروازہ بھی ہوگا' منافق کے لیے نہ غرہ ہوگا نہ تحجیل ہوگی لیکن مجموعی طور پر مؤمنوں پر غرہ اور

تحجیل کی علامت لگا دی جائے گی (یعنی ان کا چہرہ اور ان کے ہاتھ پیر سفید ہوں گے) اور منافق ان کے درمیان میں ہوں گے۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٤١٦، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢٤ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان منافقین یا مرتدین کا حال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیسے مخفی رہا، حالانکہ آپ نے فرمایا ہے کہ مجھ پر میری امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ پر خالص مسلمانوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، منافقین اور کافرین کے اعمال نہیں پیش کیے جاتے۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٢٩٦، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

صحیح بخاری کی ذکر کردہ مختصر حدیث کی صحیح مسلم میں تفصیل

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں پر بہت اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے، اس حدیث کی مفصل روایت درج ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان میں تشریف لے گئے اور فرمایا: ''السلام علیکم دار قوم مؤمنین!'' اور بے شک ان شاء اللہ ہم تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، میری خواہش ہے کہ ہم اپنے (دینی) بھائیوں کو دیکھیں صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے (دینی) بھائی نہیں ہیں، آپ نے فرمایا: تم میرے اصحاب ہو اور ہمارے (دینی) بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے، پھر صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! جو لوگ ابھی تک نہیں آئے آپ ان کو (قیامت کے دن) کیسے پہچانیں گے؟ آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ کسی کے سفید چہرے اور سفید ہاتھ پاؤں والے گھوڑے، سیاہ گھوڑوں کے ساتھ مخلوط ہو جائیں تو کیا وہ ان سیاہ گھوڑوں میں سے اپنے گھوڑوں کو شناخت نہیں کر سکتا، صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: جب میری امت میرے حوض پر آئے گی تو ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں آثار وضوء سے سفید اور چمک دار ہوں گے اور میں ان کے استقبال کے لیے پہلے سے حوض پر موجود ہوں گا، اور سنو! بعض لوگ میرے حوض سے اس طرح دور کیے جائیں گے، جس طرح بھٹکا ہوا اونٹ دور کر دیا جاتا ہے، میں انہیں آواز دوں گا: ادھر آؤ! پھر بتایا جائے گا کہ آپ کی وفات کے بعد انہوں نے دین بدل لیا تھا، پھر میں کہوں گا: ''سحقًا سحقًا'' (دور ہو جاؤ! دور ہو جاؤ!)۔ (صحیح مسلم: ٢٤٩، الرقم المسلسل: ٤٧٢، سنن ابن ماجہ: ٤٣٠٦، صحیح ابن خزیمہ: ٦، مسند ابویعلیٰ: ٦٥٠٢، سنن بیہقی ج ٤ ص ٧٨، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١ ص ٦، مسند احمد ج ٢ ص ٣٠٠ طبع قدیم، مسند احمد: ٧٩٩٣، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

علامہ زُرقانی کی طرف سے اعتراضِ مذکور کے دس جوابات

اس حدیث پر بھی یہ اشکال ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے آپ کی وفات کے بعد دین بدل لیا تھا آپ کیسے ان کو آواز دے کر بلائیں گے: ادھر آؤ! علامہ محمد عبد الباقی الزرقانی المتوفی ١١٢٢ھ نے اس اشکال کا بہت تفصیل کے ساتھ جواب دیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

ایک دوسری حدیث میں ہے: میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میری امت سے ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آپ ازخود نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا تھا! اس حدیث پر آپ کی دوسری حدیث سے اشکال ہے:

بکر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے، تم باتیں کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور جب میں وفات پا جاؤں گا تو میری وفات تمہارے لیے بہتر ہوگی، مجھ پر تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، جب میں نیک عمل دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جب میں بُرا عمل دیکھتا ہوں تو تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٢ ص ١٩٤، دار صادر، بیروت، ١٣٨٨ھ)

حافظ سیوطی نے اس حدیث کا ذکر کر کے لکھا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔ (الجامع الصغیر ج ١ ص ٥٨٢، دار الفکر، بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ مناوی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (المطالب العالیہ ج ۴ ص ۲۳-۲۲ فیض القدیر ج ۳ ص ۴۰۱)
حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ اور علامہ الہیثمی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے اور مؤخر الذکر نے لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔
(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۵۷ دار الفکر بیروت ۱۴۱۹ھ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴ دار الکتاب العربی بیروت)

(۱-۲) اس اشکال کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آپ پر اعمال اجمالاً پیش کیے جاتے ہیں مثلاً کہا جاتا ہے کہ آپ کے امتی نے بُرا کام کیا یا آپ کی امت نے اچھا کام کیا ہے یا اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور عامل کا تعین نہیں کیا جاتا' ان دو جوابوں کو علامہ اُبی نے ذکر کیا ہے اور یہ جواب بعید ہیں' ان کے خلاف یہ حدیث ہے:

ابن المبارک' سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ ہر روز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صبح اور شام آپ کی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' آپ ان لوگوں کو علامتوں اور اعمال سے پہچانتے ہیں۔

(۳) بعض علماء نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ ان میں حسرت اور رنج پیدا کرنے کے لیے ان کو بلائیں گے' کیونکہ جب آپ ان کو آواز دے کر بلائیں گے تو ان کو نجات کی امید حاصل ہوگی اور پھر جب آپ فرمائیں گے: ''سحقًا سحقًا'' دور ہو جاؤ! دور ہو جاؤ! تو ان کی امید بندھ کر ٹوٹ جائے گی' امید کا بندھ کر ٹوٹ جانا زیادہ رنج اور اذیت کا سبب ہوتا ہے۔

(۴) علامہ باجی اندلسی متوفی ۴۷۴ھ نے کہا ہے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ منافقین اور مرتدین میں سے جس نے بھی وضوء کیا ہو' اس کا چہرہ اور ہاتھ پیر سفید ہوں' اس وجہ سے آپ نے انہیں آواز دے کر بلایا ہو اور اگر ہاتھ پیروں کی سفیدی صرف مؤمنوں کی علامت ہوتی تو آپ یہ گمان نہ فرماتے کہ وہ مؤمنوں میں سے ہیں۔

(۵) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن کو آپ نے آواز دے کر بلایا تھا' یہ وہ لوگ ہوں گے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تھا اور آپ کی وفات کے بعد انہوں نے دین تبدیل کر لیا اور مرتد ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ظاہری حیات میں ان کے ایمان اور اظہارِ اسلام کا علم تھا' اس کے اعتبار سے آپ نے ان کو آواز دے کر بلایا تھا خواہ ان کے ہاتھ پیر اور چہرہ سفید نہ ہو کیونکہ آپ کے نزدیک وہ آپ کی حیاتِ ظاہرہ میں مسلمان ہی تھے۔

(۶) قاضی عیاض نے کہا ہے کہ پہلا جواب زیادہ ظاہر ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ منافق کو نور دیا جائے گا اور اس کی ضرورت کے وقت پل صراط پر وہ نور بجھ جائے گا' اسی طرح یہ بھی مستبعد نہیں ہے کہ ان کو چہرے اور ہاتھ پیروں کی سفیدی دی جائے اور اسی سبب سے آپ نے ان کو آواز دے کر بلایا ہو اور جب ان کو اس کی ضرورت ہو تو ان سے وہ سفیدی سلب کر لی جائے اور ان کو حوض سے بھگا دیا جائے۔

(۷) علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ ان کو حوض سے بھگانا' اس بات کی قطعی دلیل نہیں ہے کہ وہ دوزخی ہیں' یہ ہوسکتا ہے کہ ایک وقت میں ان کو بھگا دیا جائے اور آپ ان سے ''سحقًا سحقًا'' فرمائیں' پھر دوسرے وقت میں اللہ اپنی رحمت سے اس کی تلافی کر دے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی شفاعت کرنے کا اذن عطا فرمائے۔

(۸) قاضی عیاض اور علامہ باجی نے کہا ہے کہ گویا کہ ان کو مؤمنینِ مرتکبینِ کبائر کے درجہ میں قرار دیا گیا ہے۔

(۹) قاضی عیاض نے یہ اضافہ کیا ہے کہ ہوسکتا ہے ان لوگوں نے سنت کو بدعت سے تبدیل کر دیا ہو' لیکن وہ ایسی بدعت نہ ہو' جو اُن کو اسلام سے نکال دے۔

(۱۰) دوسرے علماء نے کہا ہے کہ یہ بھی بعید نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جن کا چہرہ اور ہاتھ پیر سفید ہوں گے کیونکہ مرتکب

کبائر بھی بہر حال مؤمن ہوتا ہے اور اس سفیدی کی وجہ سے ہی رسول اللہ ﷺ نے ان کو آواز دے کر بلایا تھا۔
علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ ہر وہ جماعت جس نے دین میں اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ بدعت نکالی تو اس کو حوض سے بھگا دیا جائے گا' اور ان میں سب سے زیادہ بُرے وہ لوگ ہیں جن کے عقائد مسلمانوں کی جماعت کے خلاف ہوں جیسے خوارج' روافض اور ناصبی اور وہ ظالم لوگ جو بے دھڑک سب کے سامنے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں' پس اس قسم کے تمام لوگوں کے متعلق یہ خطرہ ہے کہ وہ اس حدیث کے مصداق ہیں۔ (شرح الزرقانی علی الموطا للامام مالک ج ۱ ص ۱۲۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

شیخ زکریا کاندھلوی کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب

شیخ محمد زکریا بن محمد یحییٰ الکاندھلوی نے بھی ان ہی جوابات کا ذکر کیا ہے' جن کا ذکر علامہ عبد الباقی زرقانی نے کیا ہے۔
تاہم انہوں نے ایک جواب اضافی ذکر کیا ہے' وہ یہ ہے:
اگر رسول اللہ ﷺ پر اعمال پیش کیے جانے والی حدیث صحیح بھی ہو' تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی ﷺ ہر وقت یہ یاد رکھیں کہ فلاں وقت فلاں شخص نے کوئی ایسا کام کیا تھا جس سے وہ مرتد ہو گیا تھا' پھر میدانِ محشر میں اس کو دیکھ کر آپ کو یاد آئے کہ یہ تو وہی شخص ہے' جو مرتد ہو گیا تھا اور اس کا تقاضا یہ ہو کہ آپ اس کو حوض پر پانی پلانے کے لیے نہ بلائیں۔

(اوجز المسالک ج ۱ ص ۳۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کا حوض پر مرتدین کو اصیحابی کہہ کر بلانا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ آپ کو ان کے مرتد ہونے کا علم نہ ہو' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو ان کے مرتد ہونے کا علم تو ہو لیکن حشر کی شورش اور ہنگاموں میں اس طرف آپ کی توجہ نہ رہی ہو' شیخ کاندھلوی کا یہ جواب صحیح ہے۔

مصنف کی طرف سے اعتراضِ مذکور کا جواب

تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ کو دنیا میں بھی ان مرتدین کا علم تھا جن کو حشر کے دن نبی ﷺ حوض پر بلائیں گے اور جب آپ کی توجہ اس طرف ہوگی کہ یہ تو مرتد ہو گئے تھے تو آپ ''سحقًا سحقًا'' فرما کر ان کو حوض سے واپس کر دیں گے اور اس پر دلیل یہ حدیث ہے:
نافع بن عمر بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابن ابی ملیکہ نے یہ حدیث بیان کی از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں حوض پر رہوں گا اور یہ دیکھوں گا کہ تم میں سے کون میرے پاس آتا ہے' کچھ لوگ میرے سامنے پکڑے جائیں گے' میں کہوں گا کہ اے میرے رب! یہ میرے پیروکار ہیں اور میری امت سے ہیں' تو یہ کہا جائے گا: کیا آپ نے نہیں جانا کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا عمل کیا ہے؟ بہ خدا! آپ کی وفات کے بعد یہ لوگ فوراً اپنی ایڑیوں پر پلٹ گئے تھے۔ راوی ابن ابی ملیکہ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! ہم اس سے تیری پناہ میں آتے ہیں کہ ہم اپنی ایڑیوں پر پلٹ جائیں اور ہم اپنے دین میں کسی آزمائش سے دوچار ہوں۔ (صحیح البخاری: ۶۵۹۳' صحیح مسلم: ۲۲۹۳' الرقم المسلسل: ۵۸۶۶)
صحیح مسلم کی اس روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''اما شعرت ما عملوا بعدك'' کیا آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کی وفات کے بعد کیا عمل کیے ہیں؟ یہ استفہام انکاری ہے یعنی آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی وفات کے بعد یہ اسلام سے کفر کی طرف پلٹ گئے تھے' سو یہ حدیث قیامت کے دن آپ کی بے علمی کی دلیل نہیں ہے' بلکہ آپ کے علم کی دلیل ہے۔

صحیح بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: "ھل شعرت ما عملوا بعدك" کیا آپ کو علم ہے کہ انہوں نے آپ کی وفات کے بعد کیا عمل کیے تھے؟ اس حدیث میں بھی جملہ استفہامیہ ہے اور اس کا بھی وہی مآل ہے' صحیح مسلم میں ہمزہ استفہام کا ہے اور صحیح بخاری کی روایت میں "ھل" استفہام کا ہے' اور جن احادیث میں حرف استفہام کا ذکر نہیں ہے' وہاں پر حرف استفہام کو مقدر ماننا ہوگا تا کہ اس باب کی تمام احادیث کا معنی واحد ہو اور ان میں تعارض نہ رہے۔

نیز میں یہ کہتا ہوں کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں جو مؤمنوں اور کافروں کی علامات بیان کی گئی ہیں' ان علامات سے تو میدانِ حشر میں موجود ہر شخص کو پتا چل جائے گا کہ کون مؤمن ہے اور کون کافر یا مرتد ہے تو رسول اللہ ﷺ کو قیامت کے دن مرتدین کا علم کیسے نہیں ہوگا!

قرآن مجید میں کفار کی حسب ذیل علامات بیان کی گئی ہیں:

(۱) يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ. (آل عمران:۱۰۶) جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔

یعنی مؤمنوں کے چہرے سفید ہوں گے اور کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

(۲) وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِO (الواقعہ:۹) بائیں طرف والے بدبخت' کیسے بُرے ہیں بائیں طرف والےO

اس کے برعکس اہل ایمان کو دائیں جانب والا قرار دیا' فرمایا:

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِO (الواقعہ:۸) دائیں طرف والے' کیسے اچھے ہیں دائیں طرف والےO

یعنی قیامت کے دن مؤمنوں کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگا اور کفار کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا۔

(۳) وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًاO (طٰہٰ:۱۰۲) اس دن ہم مجرموں کو ایسی حالت میں اٹھائیں گے کہ ان کی آنکھیں خوف سے پتھرا کر نیلی پڑ چکی ہوں گیO

(۴) وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌO تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌO اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُO (عبس:۴۲-۴۰) کتنے منہ اس دن خاک آلود ہوں گےO ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگیO یہی لوگ کافر بدکار ہیںO

(۵) وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِO (ابراہیم:۴۹) اور اس دن آپ مجرموں کو دیکھیں گے وہ (ایک دوسرے کے ساتھ) زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گےO

(۶) يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ. (الرحمٰن:۴۱) اس دن مجرم اپنی صورتوں سے پہچانے جائیں گے۔

غرض یہ کہ قیامت کے دن کافروں اور مرتدوں کے چہرے سیاہ ہوں گے' ان کا اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا' ان کی آنکھیں نیلی اور پتھرائی ہوئی ہوں گی' ان کے چہرے غبار آلود اور تاریک ہوں گے' وہ ایک دوسرے کے ساتھ زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہوں گے اور وہ اپنی صورتوں سے پہچان لیے جائیں گے' ایسے میں میدانِ محشر میں موجود ہر شخص ان کو دیکھ کر جان لے گا کہ یہی کافر اور مرتد ہیں' پھر کیسے ممکن ہے کہ جن کو دیکھ کر سب جان لیں گے کہ یہ کافر اور مرتد ہیں' رسول اللہ ﷺ انہیں دیکھ کر نہ جان سکیں!

* ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۱ص ۹۰۸-۹۰۳ میں اور شرح صحیح مسلم ج ۶ص ۷۵۳-۷۴۶ میں اس اعتراض کے متعدد جوابات لکھے ہیں' قارئین کو چاہیے کہ اس مسئلہ پر شرح صدر حاصل کرنے کے لیے ان جوابات کو بھی پڑھ لیں۔

٢٣٦٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ اَيُّوْبَ وَكَثِيْرِ بْنِ كَثِيْرٍ، يَزِيْدُ اَحَدُهُمَا عَلَى الْاٰخَرِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ اُمَّ اِسْمَاعِيْلَ، لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ اَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ، لَكَانَتْ عَيْنًا مَعِيْنًا، وَاَقْبَلَ جُرْهُمُ، فَقَالُوْا اَتَاْذَنِيْنَ اَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ نَعَمْ، وَلَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ، قَالُوْا نَعَمْ. [اطراف الحدیث: ٣٣٦٢-٣٣٦٣-٣٣٦٤-٣٣٦٥] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ایوب و کثیر بن کثیر' ان میں سے ایک روایت میں دوسرے پر اضافہ کرتا تھا از سعید بن جبیر' انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم فرمائے! اگر انہوں نے زمزم کو چھوڑ دیا ہوتا یا آپ نے یوں فرمایا: اگر وہ زمزم سے چلو بھر کر نہ لیتیں تو وہ بہنے والا چشمہ ہوتا اور قبیلہ جرہم کے لوگ آئے تو انہوں نے حضرت ھاجر سے کہا: کیا آپ ہمیں اپنے نزدیک قیام کی اجازت دیتی ہیں؟ حضرت ھاجر نے کہا: ہاں! اور تمہارا پانی میں کوئی حق نہیں ہوگا' انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔

حضرت ھاجر' حضرت اسماعیل اور قبیلہ جرہم کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کا ذکر ہے' اور یہ ھاجر ہیں (ھاجرہ نہیں) جب شام میں قحط پڑ گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر کی طرف روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ حضرت سارہ اور حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے' اور اس وقت مصر میں فرعونِ اوّل کی حکومت تھی' اس کا نام سنام بن علوان تھا' وہ سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے تھا اور حضرت سارہ تمام عورتوں سے زیادہ حسین تھیں' پھر حضرت سارہ کے ساتھ جو ہونا تھا وہ ہوا' آخر کار اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ کو اس فرعون سے نجات دے دی اور فرعون نے حضرت سارہ کو حضرت ھاجر بہ طور خادمہ دے دیں' حضرت ھاجر کے بارے میں اختلاف ہے' مقاتل نے کہا ہے کہ حضرت ھاجر' حضرت ھود علیہ السلام کی اولاد سے تھیں' اور الضحاک نے کہا ہے کہ وہ مصر کے بادشاہ کی بیٹی تھیں یعنی شاہ زادی تھیں' یہ بادشاہ منف میں رہتا تھا' اس کے اوپر دوسرا بادشاہ غالب آ گیا' اس نے اس کو قتل کر دیا اور اس کی بیٹی کو قید کر لیا اور اس کو باندی بنا لیا' پھر اس نے حضرت سارہ کو یہ باندی ہبہ کر دی' پھر حضرت سارہ نے یہ باندی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دی' پھر ان کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ھاجر کو مکہ لے گئے' اس وقت مکہ میں خودرو جھاڑیاں تھیں اور کیکر اور ببول کے درخت تھے' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں کو اس جگہ ٹھہرایا جہاں اس وقت کعبہ بنا ہوا ہے' حضرت ھاجر کے پاس پانی کی مشک تھی جس میں پانی ختم ہو چکا تھا' وہ خود بھی پیاسی تھیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی پیاسے تھے' پھر حضرت جبریل علیہ السلام وہاں پر نازل ہوئے اور ان دونوں کو زمزم کی جگہ لے گئے' پھر حضرت جبریل نے اپنی ایڑی ماری (بعض روایات کے مطابق اپنا پَر مارا) تو وہاں چشمہ اُبل پڑا' اسی لیے زمزم کو حضرت جبریل کی ایڑی کی ضرب کہا جاتا ہے' جب وہاں پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا تو حضرت ھاجر نے اپنی مشک بھر لی' وہ چشمہ اُبل رہا تھا اور حضرت ھاجر اس سے پانی بھر رہی تھیں' ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم فرمائے! اگر وہ زمزم کو بہتا ہوا چھوڑ دیتیں تو وہ بہنے والا چشمہ ہو جاتا' پس حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس سے پانی پیا' اور حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت ھاجر سے کہا: آپ اس شہر کے لوگوں پر پیاس کا خطرہ محسوس

نہ کریں' عنقریب اللہ کے مہمان اس چشمہ سے پانی پئیں گے اور اس جگہ اللہ اس بچے سے اور اس کے والد سے اپنا گھر بنوائے گا' پھر حضرت ھاجرؓ اور حضرت اسماعیل اسی کیفیت پر تھے حتیٰ کہ وہاں سے قبیلہ جرھم کے لوگوں کا گزر ہوا' وہ اس راستہ سے ملک شام کی طرف جا رہے تھے' وہ مکہ کے نچلے حصے میں اترے تو انہوں نے ایک پہاڑ پر پرندہ کو دیکھا' انہوں نے کہا: یہ پرندہ پانی کے گرد چکر لگا رہا ہے اور ہم اس وادی میں ہیں اور یہاں پانی نہیں ہے' پھر انہوں نے اوپر سے جھانک کر دیکھا تو ان کو پانی نظر آیا' تب انہوں نے حضرت ھاجرؓ سے کہا: اگر آپ اجازت دیں تو ہم یہاں قیام کرلیں' ہم آپ کے ساتھ مانوس رہیں گے اور پانی پر آپ ہی کا قبضہ رہے گا' حضرت ھاجرؓ نے ان کو اجازت دے دی اور وہ وہاں رہنے لگے اور یہ مکہ کے سب سے پہلے باشندے تھے' وہ وہاں رہتے رہے حتیٰ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہو گئے اور حضرت ھاجرؓ کی وفات ہو گئی' اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جرھم کی لڑکی سے نکاح کر لیا' ان کا نام الجداء بنت سعد العملاقی تھا اور ان کی زبان بولنے لگے اور یہی عربی زبان تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۹۷-۲۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٣٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ رَجُلٌ حَلَفَ عَلٰی سِلْعَةٍ لَقَدْ اَعْطٰی بِهَا اَكْثَرَ مِمَّا اَعْطٰی وَهُوَ كَاذِبٌ، وَرَجُلٌ حَلَفَ عَلٰی يَمِيْنٍ كَاذِبَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ رَجُلٍ مُسْلِمٍ، وَرَجُلٌ مَنَعَ فَضْلَ مَاءٍ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ اَلْيَوْمَ اَمْنَعُكَ فَضْلِیْ كَمَا مَنَعْتَ فَضْلَ مَا لَمْ تَعْمَلْ يَدَاكَ. وَقَالَ عَلِیٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعَ اَبَا صَالِحٍ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی صالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر فرمائے گا' ایک وہ شخص جس نے قسم کھائی کہ اسے اس کے سودے کی قیمت اس سے زیادہ دی جا رہی تھی جتنی اب دی جا رہی ہے اور وہ اس قسم میں جھوٹا تھا' دوسرا وہ شخص جس نے عصر کے بعد جھوٹی قسم پر حلف اٹھایا تاکہ اس قسم کے ذریعہ کسی مسلمان شخص کا مال کھا جائے' تیسرا وہ شخص جس نے اپنی ضرورت سے زائد پانی سے کسی کو منع کیا' اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: آج میں اپنے فضل سے تجھے اس طرح منع کروں گا جس طرح تو نے اپنی ضرورت سے زائد حصہ سے منع کیا تھا حالانکہ اس چیز کو تو نے پیدا بھی نہیں کیا تھا۔ اور علی نے کہا: ہمیں کئی مرتبہ سفیان نے عمرو سے روایت کی' انہوں نے کہا: ابوصالح اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ضرورت سے زائد پانی نہ دینے کی ممانعت ہے۔

١٢ - بَابٌ لَا حِمٰی اِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اللہ اور رسول کے سوا مویشیوں کی چراگاہ کو مخصوص کرنے کی ممانعت

اس باب کے عنوان میں "حِمٰی" کا لفظ ہے' "حمٰی" کا معنی ہے: ایسی مخصوص چراگاہ جس میں کوئی دوسرا شخص اپنے جانور نہ

چرا سکے۔ "مَحْمِیٌ" کا معنی ہے: ممنوع' اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ سربراہِ ملک کسی چراگاہ کو اپنے مویشی چرانے کے ساتھ مخصوص کر لے اور عام آدمیوں کو وہاں اپنے جانور چرانے کی اجازت نہ ہو' زمانۂ جاہلیت میں کوئی سردار زمین کے کسی ٹکڑے کو اپنے جانوروں کے ساتھ خاص کر لیتا تھا اور عام آدمیوں کو وہاں جانور چرانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا' اور مخصوص چراگاہ کی نسبت صرف اللہ اور اس کے رسول کی طرف کی' ماسوا ان چراگاہوں کے جن میں جہاد کے لیے گھوڑوں اور اونٹوں کو چرایا جاتا ہو' جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نقیع نام کی ایک چراگاہ کو صدقہ کے جانوروں اور زکوٰۃ کے اونٹوں کے لیے مخصوص کر لیا تھا۔

٢٣٧٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حِمٰى إِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ. وَقَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَى النَّقِيْعَ، وَأَنَّ عُمَرَ حَمَى السَّرَفَ وَالرَّبَذَةَ. [طرف الحدیث: ٣٠١٣] (سنن ابوداؤد: ٣٠٨٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' از یونس از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت الصعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مخصوص چراگاہیں صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔ امام بخاری نے کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نقیع کی چراگاہ کو مخصوص کر لیا تھا اور حضرت عمر نے سرف اور ربذہ کو مخصوص کر لیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدین کا اپنے لیے چراگاہوں کو مخصوص کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مخصوص چراگاہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی چراگاہ کو صرف اپنے لیے خاص کرے اور عام لوگوں کو وہاں جانور چرانے سے منع کرے' یہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لیے جائز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء کے لیے جائز ہے' جن کو مسلمانوں کی مصلحت اور مفادِ عام کے پیش نظر اس کی ضرورت پڑتی ہے' جس طرح حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے ضرورت کی بناء پر اس طرح کیا' ان کے علاوہ اور کسی شخص کے لیے اس پر انکار کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے اس طرح کر چکے ہیں اور آپ کے خلفاء کی اقتداء کرنا بھی لازم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٣٠٠)

١٣ - بَابُ شُرْبِ النَّاسِ وَسَقْيِ الدَّوَآبِّ مِنَ الْأَنْهَارِ

نہروں سے عام لوگوں اور جانوروں کا پانی پینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ راستہ کے دوران نہروں سے لوگوں کے خود پانی پینے اور اپنے جانوروں کو پانی پلانے کا کیا حکم ہے؟ اور اس سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ نہروں کا جاری پانی کسی ایک کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا اور بغیر کسی کی اجازت لیے جاری پانی سے پینے اور جانوروں کو پانی پلانے پر اجماع قائم ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پانی کو انسانوں اور حیوانوں کے لیے پیدا کیا ہے' اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس پانی کا اور کوئی مالک نہیں ہے' اور جب کوئی شخص اپنے برتن میں نہر سے پانی لے گا تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور اس کا اس پانی کو فروخت کرنا اور ہبہ کرنا اور صدقہ کرنا جائز ہے' امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے کہا ہے کہ پانی کو پانی کے

عوض اضافہ کے ساتھ اور مدتِ معینہ کے اُدھار پر فروخت کرنا جائز ہے۔ امام محمد نے کہا ہے کہ پانی کی پیمائش کی جاتی ہے اور اس کا وزن کیا جاتا ہے اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ ایک لیٹر پانی سے وضو کرتے تھے اور چار لیٹر پانی سے غسل کرتے تھے (یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پانی کی پیمائش کی جاتی ہے)۔ اس وجہ سے پانی کو اضافہ کے ساتھ اور اُدھار فروخت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں حرمتِ سود کی علت پائی جاتی ہے اور وہ کیل اور وزن ہے اور شافعیہ کے نزدیک اس میں حرمتِ سود کی علت اس کا طعم ہے یعنی اس کا پینے کی چیز ہونا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۰۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۳۷۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ، عَنْ اَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْخَيْلُ لِرَجُلٍ اَجْرٌ، وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ، وَعَلٰى رَجُلٍ وِزْرٌ فَاَمَّا الَّذِيْ لَهٗ اَجْرٌ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَطَالَ لَهَا فِيْ مَرْجٍ اَوْ رَوْضَةٍ، فَمَا اَصَابَتْ فِيْ طِيَلِهَا ذٰلِكَ مِنَ الْمَرْجِ اَوِ الرَّوْضَةِ كَانَتْ لَهٗ حَسَنَاتٍ، وَلَوْ اَنَّهٗ انْقَطَعَ طِيَلُهَا، فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْ شَرَفَيْنِ، كَانَتْ اٰثَارُهَا وَاَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَّهٗ، وَلَوْ اَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ، وَلَمْ يُرِدْ اَنْ يَّسْقِيَ كَانَ ذٰلِكَ حَسَنَاتٍ لَّهٗ، فَهِيَ لِذٰلِكَ اَجْرٌ. وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا، ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْ رِقَابِهَا، وَلَا ظُهُوْرِهَا، فَهِيَ لِذٰلِكَ سِتْرٌ. وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَنِوَاءً لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ، فَهِيَ عَلٰى ذٰلِكَ وِزْرٌ. وَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحُمُرِ، فَقَالَ مَا اُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهَا شَيْءٌ اِلَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ (الزلزلۃ: ۷-۸)۔ [اطراف الحدیث: ۲۸۶۰-۳۶۴۶-۴۹۶۲-۴۹۶۳-۷۳۵۶] (صحیح مسلم: ۹۸۷، الرقم المسلسل: ۲۱۷۹، سنن ابوداؤد: ۱۶۵۸، سنن ابن ماجہ: ۲۷۸۸، سنن ترمذی: ۱۶۳۶، مسند ابویعلیٰ: ۶۴۴۱، صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۵۲، صحیح ابن حبان: ۴۶۷۱، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۵، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۲، مسند احمد: ۷۵۶۳ طبع قدیم، مسند احمد ج ۱۳ ص ۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، یہ حدیث شیخ البانی کی مسند

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی از زید بن اسلم از ابی صالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے ایک آدمی کے لیے اجر کا باعث ہوتے ہیں اور دوسرے آدمی کے لیے اس کے عیوب اور گناہوں کے لیے پردہ پوشی کا سبب ہوتے ہیں اور تیسرے آدمی کے لیے اس کے گناہوں کا بوجھ بن جاتے ہیں رہا وہ شخص جس کے لیے گھوڑے اجر کا باعث ہوتے ہیں تو یہ وہ آدمی ہے جو گھوڑوں کو اللہ کی راہ میں باندھتا ہے چنانچہ طویل عرصہ تک وہ اسے کسی سرسبز میدان میں باندھتا ہے یا کسی باغ میں تو وہ اس سرسبز میدان میں جس قدر چرے گا وہ اس کی نیکیوں میں شمار ہوگا اگر اس کی رسّی ٹوٹ جائے اور وہ ایک بار یا دو بار پاؤں اٹھا کر اچھلا تو اس کے قدموں کے نشان اور اس کی لید بھی اس کے مالک کی نیکیوں میں لکھی جائے گی اور اگر وہ گھوڑا کسی نہر کے پاس سے گزرا اور اس نہر سے اس نے پانی پیا خواہ اس کے مالک نے اس کو پانی پلانے کا اس کو پانی پلانے کا ارادہ نہ کیا ہو تو یہ بھی اس کے مالک کی نیکیوں میں شمار ہوگا سو یہ گھوڑا اس کے مالک کے لیے اجر کا باعث ہے اور جس شخص نے گھوڑے کو دوسروں سے مستغنی رہنے کے لیے اور سوال سے بچنے کے لیے باندھا پھر اس نے گھوڑے کی سواری میں اور اس کی پیٹھ میں اللہ کے حق کو فراموش نہیں کیا تو یہ اس کے عیوب اور گناہوں کے لیے پردہ پوشی کا سبب ہے اور جس نے اپنے گھوڑے کو فخر کرنے دکھاوے اور مسلمانوں سے دشمنی کے لیے باندھا تو یہ گھوڑا اس کے گناہوں کے بوجھ کا سبب ہے اور رسول اللہ ﷺ سے گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھ پر

میں بھی مذکور ہے) | اس کے متعلق کوئی خاص حکم نہیں نازل کیا گیا' سوائے اس جامع اور منفرد آیت کے: جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی کی تو وہ اس کی جزاء پائے گاO اور جس نے ایک ذرہ کے برابر بھی بُرائی کی تو وہ اس کی سزا پائے گاO (الزلزال:۸۔۷)

گھوڑوں پر زکوۃ کی دلیل' الزلزال:۸۔۷ کا عموم' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجتہاد کی دلیل اور گھوڑوں کو پالنے کی ترغیب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر اس نے گھوڑے کی سواری میں اور اس کی پیٹھ میں اللہ کے حق کو فراموش نہیں کیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس گھوڑے کی تجارت میں سے اس کی زکوۃ ادا کرتا رہا۔ اس میں امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے کہ گھوڑوں میں زکوۃ ہوتی ہے' اور اس گھوڑے پر اتنا بوجھ نہیں لادا جس کو وہ اٹھا نہ سکتا ہو' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ جہاد میں اس گھوڑے پر سوار ہوتا ہو۔

گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کے متعلق مجھ پر کوئی خاص حکم نازل نہیں کیا گیا سوائے اس جامع اور منفرد آیت کے' جامع کے لفظ سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ آیت اطاعات کی تمام انواع پر مشتمل ہے اور ہر خیر اور نیکی کو شامل ہے اور منفرد کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت کے الفاظ کم ہیں لیکن اس کا معنی ہر خیر اور شر کو اور ہر نیکی اور بدی کو شامل ہے' یعنی جو شخص گدھوں کو نیکی اور خیر کے لیے استعمال کرے گا اس کو ثواب ہوگا' اور جو ان کو برائی اور شر کے لیے استعمال کرے گا اس کو عذاب ہو گا۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب آپ سے گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھ پر ان کے متعلق کوئی مخصوص حکم نہیں نازل کیا گیا۔

بعض علماء نے حدیث کے اس قطعہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجتہاد نہیں کرتے تھے' آپ صرف وحی کے مطابق حکم دیتے تھے' لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ کے اس ارشاد کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گدھوں کے احکام اور احوال کے متعلق کوئی تفصیل نازل نہیں کی جیسی تفصیل اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کے متعلق نازل کی ہے اور اس ارشاد میں آیت کے عموم سے استدلال کرنے کی طرف اشارہ ہے اور امت کو آیت سے مسائل کے استنباط اور اخراج اور قیاس کرنے کی طرف متوجہ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو شخص گدھوں کے معاملہ میں ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی کرے گا' اس کو اس کا ثواب ہوگا اور جو شخص گدھوں کے معاملہ میں ایک ذرہ کے برابر بھی بُرائی کرے گا' اس کو اس کا عذاب ہوگا' مثلاً جو شخص گدھے پر بیٹھ کر نماز پڑھنے جائے گا یا جہاد کرنے جائے گا یا جو شخص تجارت کے لیے گدھے پر حلال مال لاد کر لے جائے گا' اس کو ثواب ہوگا اور جو شخص گدھے پر بیٹھ کر شراب پینے جائے گا یا زنا کرنے جائے گا یا جو شخص تجارت کے لیے گدھے پر حرام مال لاد کر لے جائے گا اس کو عذاب ہوگا' اور یہ سورۂ زلزال کی اس آیت سے بعینہٖ اجتہاد اور قیاس ہے' جس کا منکرین نے انکار کیا ہے۔

نیز اس حدیث میں گھوڑوں کو پالنے کی ترغیب ہے جب کہ انسان ان پر بیٹھ کر جہاد کرے اور ان کی زکوۃ ادا کرے اور جن کے پاس سواری نہ ہو' ان کو ان گھوڑوں پر سوار کرے کیونکہ گھوڑوں کی لید کا بھی قیامت کے دن وزن کیا جائے گا اور اس کا اس شخص کی نیکیوں میں شمار ہوگا اور اس حدیث میں یہ بھی بتایا ہے کہ دکھاوے اور ریاکاری کے لیے عمل کرنے کا کوئی اجر و ثواب نہیں ہوتا بلکہ گناہ ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ گھوڑوں پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہوتی ہے جب ان کو تجارت کی نیت سے رکھا جائے اور ان کی قیمت نصاب کو پہنچ جائے' اور اگر گھوڑے صرف سواری کے لیے ہوں تو پھر ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

۲۳۷۲ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَآءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَشَأْنُكَ بِهَا. قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ. قَالَ فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتّٰى يَلْقَاهَا رَبُّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان از یزید مولی المنبعث از زید بن خالد رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے لقطہ (راستہ میں پڑی ہوئی چیز) کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: اس چیز کی تھیلی کے مادے اور اس کی ڈوری کو ذہن نشین کرلو' پھر اس کا ایک سال تک اعلان کرتے رہو' اگر اس عرصہ میں اس کا مالک آ جائے تو وہ چیز اس کو دے دو ورنہ وہ چیز تمہاری ہے' سائل نے پوچھا: اگر وہ گم شدہ بکری ہو تو؟ آپ نے فرمایا: وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی ہے یا بھیڑیے کی ہے' سائل نے پوچھا: اگر وہ گم شدہ اونٹ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: تمہارا اس سے کیا تعلق ہے؟ اس کے ساتھ اس کے پانی کی مشک اور اس کے کھر ہیں' وہ پانی پینے جائے گا اور درخت کے پتے کھائے گا حتیٰ کہ اس کا مالک اس کو لے جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں اونٹ کے پانی پینے کے لیے پانی پر جانے کا ذکر ہے۔

۱۴ - بَابُ بَيْعِ الْحَطَبِ وَالْكَلَإِ

لکڑی اور گھاس کو فروخت کرنا

۲۳۷۳ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلًا، فَيَأْخُذَ حُزْمَةً مِّنْ حَطَبٍ، فَيَبِيعَ، فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهِ وَجْهَهُ، خَيْرٌ مِّنْ أَنْ يَّسْأَلَ النَّاسَ، أُعْطِيَ أَمْ مُنِعَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص رسیاں لے' پھر لکڑیوں کا گٹھا (باندھ کر) لائے پھر ان کو فروخت کرے اور اس کے سبب سے اللہ اس کو سوال کرنے سے بچا کر رکھے تو یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے' اس کو دیا جائے یا منع کر دیا جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۷۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں ''کتاب المساقات'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ جس طرح جنگل سے پانی لانا مباح ہے' اسی طرح جنگل سے لکڑیوں اور گھاس کو بھی لانا مباح ہے۔

٢٣٧٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ، مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ، خَيْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ يَّسْأَلَ أَحَدًا فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از ابی عبید مولیٰ عبدالرحمن بن عوف انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے پس وہ اس کو دے یا منع کر دے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٤٧٠ میں گزر چکی ہے اور اس حدیث کو یہاں روایت کرنے کی وجہ اس سے پہلی حدیث میں بیان کی جا چکی ہے۔

٢٣٧٥ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِيهِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمْ أَنَّهُ قَالَ أَصَبْتُ شَارِفًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَغْنَمٍ يَوْمَ بَدْرٍ، قَالَ وَأَعْطَانِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَارِفًا أُخْرَى، فَأَنَخْتُهُمَا يَوْمًا عِنْدَ بَابِ رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ، وَأَنَا أُرِيْدُ أَنْ أَحْمِلَ عَلَيْهِمَا إِذْخِرًا لِأَبِيْعَهُ، وَمَعِيَ صَائِغٌ مِنْ بَنِي قَيْنُقَاعَ، فَأَسْتَعِيْنَ بِهِ عَلَى وَلِيْمَةِ فَاطِمَةَ، وَحَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَشْرَبُ فِي ذٰلِكَ الْبَيْتِ مَعَهُ قَيْنَةٌ، فَقَالَتْ أَلَا يَا حَمْزَ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ. فَثَارَ إِلَيْهِمَا حَمْزَةُ بِالسَّيْفِ، فَجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا، ثُمَّ أَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا. قُلْتُ لِابْنِ شِهَابٍ وَمِنَ السَّنَامِ؟ قَالَ قَدْ جَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا فَذَهَبَ بِهَا، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فَنَظَرْتُ إِلَى مَنْظَرٍ أَفْظَعَنِي، فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ، فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبَرَ، فَخَرَجَ وَمَعَهُ زَيْدٌ، فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ، فَدَخَلَ عَلَى حَمْزَةَ، فَتَغَيَّظَ عَلَيْهِ، فَرَفَعَ حَمْزَةُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی از علی بن حسین بن علی از والد خود حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اونٹنی مالِ غنیمت میں حاصل کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک اور اونٹنی بھی عطا فرمائی میں نے ان دونوں اونٹنیوں کو انصار کے ایک آدمی کے دروازے کے پاس بٹھایا اور میرا ارادہ تھا کہ میں ان دونوں اونٹنیوں کے اوپر اذخر گھاس کو فروخت کرنے کے لیے لاد کر لاؤں گا اور میرے ساتھ بنوقینقاع کا ایک سنار تھا اور اس کو فروخت کر کے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں مدد حاصل کروں گا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس گھر میں شراب پی رہے تھے (اس وقت شراب حرام نہیں ہوئی تھی) ان کے ساتھ ایک گانے والی تھی اس نے یہ مصرع پڑھا: اٹھو! اے حمزہ! فربہ جوان اونٹنیوں کی طرف تو سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر جوش میں ان اونٹنیوں کی طرف بڑھے اور ان کے کوہانوں پر وار کر کے ان کی کوکھوں کو چیر ڈالا پھر ان کی کلیجیوں کو نکال لیا۔ ابن جریج نے کہا: میں نے ابن شہاب سے پوچھا: کیا ان کا کوہان بھی کاٹ لیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ ان کے دونوں کوہان کاٹ لیے اور ان کو لے گئے۔ ابن شہاب نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے

بَصَرَهُ وَقَالَ هَلْ اَنْتُمْ اِلَّا عَبِيْدٌ لِاٰبَائِي. فَرَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَهْقِرُ حَتّٰى خَرَجَ عَنْهُمْ وَذٰلِكَ قَبْلَ تَحْرِيْمِ الْخَمْرِ.

یہ منظر دیکھ کر بڑا صدمہ ہوا' میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا' اس وقت آپ کی مجلس میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے' میں نے آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی' آپ وہاں سے نکلے اور آپ کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ بھی تھے' میں آپ کے ساتھ گیا' آپ حضرت حمزہ کے پاس گئے' آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا' حضرت حمزہ نے آپ کی طرف نظر اٹھا کر کہا: تم سب میرے باپ دادا کے غلام ہو' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اُلٹے پاؤں واپس آ گئے' یہ واقعہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا ہے۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ۲۰۸۹ میں گزر چکی ہے' مفصل شرح یہاں ذکر کی جا رہی ہے۔

بعض الفاظ کے معانی' حدیث مذکور کے فقہی مسائل اور فوائد

اس حدیث میں ''شارف'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جوان اور فربہ اونٹنی۔

نیز اس حدیث میں یوم بدر کا لفظ ہے' غزوۂ بدر ۲ھ میں ہوا تھا۔

اس حدیث میں ''صائغ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سُنار۔

''قینة'' کا معنی ہے: باندی' اور یہاں اس سے مراد ہے: گانے والی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ کے پاس حضرت زید بن حارثہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت زید بن حارثہ پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے' انہوں نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیا تھا' اس وقت یہ کم سن اور بچے تھے' آپ نے ان کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا تھا' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم ان کو پہلے زید بن محمد کہتے تھے' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ. (الاحزاب:۵) ان منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپ ہی کی طرف نسبت کر کے بلاؤ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا تھا' حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔

اس میں مذکور ہے: حضرت حمزہ نے کہا: تم سب میرے باپ دادا کے غلام ہو۔ اس سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر فخر کا اظہار کیا کہ میں حضرت عبد المطلب کے زیادہ قریب ہوں۔ علامہ داؤدی نے کہا کہ حضرت حمزہ کی مراد یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد تھے' یہ دونوں حضرت عبد المطلب کے غلام کی مثل تھے کیونکہ حضرت عبد المطلب ان دونوں کے والد تھے اور باپ اپنی اولاد کے مال میں تصرف کرنے کا مالک ہوتا ہے' لہٰذا حضرت عبد المطلب ان دونوں کے بہ منزلہ مالک تھے اور وہ دونوں ان کے بہ منزلہ غلام تھے اور حضرت عبد المطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے اور دادا بھی مالک اور آقا کے حکم میں ہوتا ہے اور وہ حضرت حمزہ کے والد تھے' اس لیے انہوں نے کہا کہ تم سب میرے باپ دادا کے غلام ہو' اور یہ الفاظ انہوں نے شراب کے نشہ میں کہے تھے' اس لیے ان کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی اور توہین کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ شراب کی تحریم سے پہلے کا واقعہ تھا' کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے تھے اور غزوۂ اُحد پندرہ شوال' تین ہجری ہفتہ کے دن ہوا تھا' اور شراب اس کے بعد حرام کی گئی تھی' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ان کے قول اور فعل میں معذور قرار دیا اور ان سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو اونٹنیاں ملی تھیں' ایک اونٹنی مالِ غنیمت میں سے ان کا حصہ تھی اور دوسری اونٹنی وہ تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مالِ خمس میں سے ملی تھی اور آپ نے وہ اونٹنی حضرت علی کو عطا کر دی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اس وقت گھر میں ایک باندی سے گانا سن رہے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ باندی سے گانا سننا جائز ہے' لیکن اس گانے کے ساتھ معازف اور مزامیر (موسیقی کے آلات) نہیں تھے' اس سے معلوم ہوا کہ ایسا گانا مباح ہے' جس کے ساتھ معازف اور مزامیر یعنی آلاتِ غنا نہ ہوں اور اُس گانے کا مضمون کسی خلافِ شرع امر پر مبنی نہ ہو۔

اس باندی نے حضرت علی کی اونٹنیوں کی طرف اشارہ کیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ رشتہ دار کی اونٹنیوں کی طرف ذبح کرنے کا اشارہ کرنا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رشتہ دار کی اونٹنیوں کو اس کی اجازت کے بغیر ذبح کرنا جائز ہے' مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت حمزہ نے یہ کام شراب کے نشہ میں کیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ کی شکایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کی' اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے ظلم کی شکایت کرنا جائز ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کی شکایت کے ازالہ کے لیے تشریف لے گئے' اس سے معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک کو عوام پر ہونے والے ظلم کے ازالہ کے لیے سعی اور جدوجہد کرنی چاہیے اور آپ اپنے ساتھ حضرت زید بن حارثہ کو بھی لے کر گئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ سلطان جب کسی پیش آمدہ معاملہ کی تفتیش کے لیے جائے تو اپنے خادم کو بھی لے کر جا سکتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ کے پاس گئے اور آپ نے ان پر اظہارِ ناراضگی فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص نشہ میں ہو' اگر اس کو ملامت کا شعور ہو تو اس کو ملامت کرنی چاہیے۔

حضرت حمزہ نے حضرت علی کی دو اونٹنیاں کاٹ کر تلف کر دی تھیں' ان اونٹنیوں کا تاوان حضرت حمزہ پر آتا تھا لیکن حضرت علی نے حضرت حمزہ سے قرابت کی بناء پر ان سے تاوان نہیں لیا' حالانکہ حضرت علی کو اس وقت رقم کی ضرورت تھی کیونکہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقدِ نکاح کا ولیمہ کرنا تھا' یہ ان کے عمدہ اخلاق اور کریمانہ خصائل کا اثر تھا۔

۱۵ - بَابُ الْقَطَائِعِ — سربراہِ ملک کا قطعاتِ زمین عطا کرنا

اس باب کے عنوان میں "القطائع" کا لفظ ہے' یہ "قطیعۃٌ" کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: سربراہِ ملک کسی شخص کو زمین کا قطعہ (پلاٹ) عطا کر دے اور وہ شخص زمین کے اس قطعہ کا مالک بن جائے۔

۲۳۷۶ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقْطِعَ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ حَتّٰى تُقْطِعَ لِإِخْوَانِنَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ مِثْلَ الَّذِيْ تُقْطِعُ لَنَا، قَالَ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ أُثْرَةً، فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین کے قطعات عطا کرنے کا ارادہ کیا تو انصار نے کہا: آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی ایسے قطعات عطا کریں' جیسے قطعات آپ ہمیں عطا کر رہے ہیں' آپ

[اطراف الحدیث: ۲۳۷۷ - ۳۱۶۳ - ۳۷۹۴] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں) نے فرمایا: عنقریب تم میری وفات کے بعد دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جا رہی ہے' تم اس پر صبر کرنا حتیٰ کہ (قیامت کے دن) تمہاری مجھ سے ملاقات ہو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحرین کی زمین کے قطعات عطا کرنے کا ارادہ کیا۔

سربراہِ ملک کا جزیہ میں سے مستحقین کو عطا کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اسماعیل بن اسحاق نے کہا ہے کہ بحرین کا مال جزیہ تھا کیونکہ اس زمانہ میں مجوس بہت بڑی تعداد میں تھے کیونکہ وہاں کسریٰ کی سلطنت تھی اور وہاں پر مجوس کے علاوہ دوسرے اہل ذمہ بھی تھے اور اس وقت وہاں کے گورنر ابان بن سعید بن العاص تھے۔ علامہ ابن بطال کہتے ہیں کہ اس عبارت میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو جن قطعات کے عطا فرمانے کا ارادہ کیا تھا' وہ زمین کے قطعات نہیں تھے کیونکہ وہ زمین صلح سے حاصل ہوئی تھی اور وہاں کے باشندے جزیہ ادا کرتے تھے بلکہ آپ کا ارادہ یہ تھا کہ بحرین سے جو مال بہ طور جزیہ آیا تھا' آپ اس میں سے انصار کو عطا کریں' کیونکہ جزیہ خراج اور خمس کے قائم مقام ہے اور اغنیاء کے لیے اس کو لینا جائز ہے۔

بعض احادیث میں یہ عبارت ہے کہ وہ قطعہ زمین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہیں تھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دینے کا ارادہ نہیں کیا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بنوالنضیر کو جلاوطن کیا تھا تو آپ نے ان کی زمین مہاجرین کو عطا کر دی تھی تاکہ مہاجرین انصار کی عطا اور ان کی مشارکت سے بے نیاز ہو جائیں اور ان کی عطا کردہ چیزوں کو واپس کر دیں۔

المہلب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو انصار سے فرمایا: عنقریب تم میری وفات کے بعد دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جا رہی ہے' تم اس پر صبر کرنا حتیٰ کہ تمہاری مجھ سے ملاقات ہو۔ اس ارشاد میں یہ اشارہ ہے کہ خلافت انصار میں نہیں ہوگی' کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ نے ان کو قیامت تک صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور صبر وہی کرتا ہے جو مغلوب اور محکوم ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

سربراہِ ملک کا مستحقین کو پلاٹ عطا کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ اس کے قبضہ میں جو زمینیں ہیں' ان میں سے وہ کوئی قطعۂ زمین جس کو وہ مستحق سمجھے' عطا کر دے۔

علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ اہل علم کا یہ مذہب ہے کہ جن لوگوں نے کسی زمین کو آباد کیا ہے' ان کے لیے اس زمین میں درخت لگانا اور ان سے نفع حاصل کرنا جائز ہے اور اس زمین میں جو پانی کے چشمے اور نمک اور دیگر معدنیات ہوں' ان کا کسی کو عطا کرنا جائز نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نمک اور پانی میں تمام لوگ شریک ہیں۔

نیز اس حدیث میں آپ کی نبوت کی دلیل ہے' کیونکہ آپ نے غیب کی خبر دی اور بتایا کہ میرے بعد دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۱۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قطعہ زمین مستحق افراد کو الاٹ کرنے کی فقہی حیثیت

قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ نے خلیفہ ہارون رشید سے کہا:

اے امیر المؤمنین! آپ نے ان زمینوں کے متعلق سوال کیا ہے جو جنگ سے فتح ہوئی ہوں یا وہاں کے باشندوں کے ساتھ صلح سے فتح ہوئی ہیں اور ان کی بعض بستیوں میں بہت سی خالی زمینیں ہوتی ہیں' جہاں پر کسی کھیتی باڑی کا اثر ہوتا ہے نہ وہاں کوئی تعمیر ہوتی ہے' سو جب وہاں کوئی تعمیر ہو نہ کھیت ہو' نہ وہاں کوئی چراگاہ ہو نہ قبرستان ہو اور وہ زمین کسی کی ملک میں نہ ہو اور نہ اس پر کسی کا قبضہ ہو' تو وہ غیر آباد زمین ہے' جو شخص اس زمین کو آباد کرے تو وہ زمین اسی کی ہے اور آپ کے لیے یہ جائز ہے کہ آپ اس زمین کا قطعہ جس کو چاہیں عطا کر دیں' اور آپ چاہیں تو اس زمین کو کرائے پر دے کر اس میں کاشت کاری کرائیں' اور امام ابوحنیفہ یہ فرماتے تھے کہ جو شخص کسی غیر آباد زمین کو آباد کرے تو وہ زمین اسی کی ہے' بشرطیکہ ملک کے سربراہ نے اسے اس زمین کو آباد کرنے کی اجازت دی ہو اور جس شخص نے سربراہِ ملک کی اجازت کے بغیر کسی زمین کو آباد کیا تو وہ اس کی ملکیت نہیں ہوگی اور سربراہ کے لیے یہ جائز ہے کہ اس شخص کو اس زمین سے نکال دے اور اس کی مرضی ہے کہ وہ اس زمین کو کرائے پر دے دے یا وہ قطعہ زمین کسی اور کو الاٹ کر دے یا کچھ اور کرے۔

امام ابویوسف سے کہا گیا کہ امام ابوحنیفہ نے جو سربراہِ ملک کی اجازت کی شرط لگائی ہے' اس کے خلاف یہ احادیث ہیں:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی بنجر زمین کو آباد کیا تو وہ زمین اسی کی ہے اور ظالم کو کاشت کا کوئی حق نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۰۷۳' سنن ترمذی: ۱۳۷۸' دارالفکر' بیروت)

عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی بنجر زمین کو آباد کیا تو وہ اسی کی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۰۷۴' دارالفکر' بیروت)

قاضی ابویوسف نے کہا: امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ سربراہ ملک کی اجازت اس لیے ضروری ہے کہ اگر دو آدمیوں نے زمین کو آباد کرنے کے لیے ایک ہی جگہ کو منتخب کیا اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کو منع کرتا ہے تو ان میں سے کس کو اس زمین کے آباد کرنے کا مستحق قرار دیا جائے گا؟ یا ایک شخص کسی غیر آباد زمین کو آباد کرتا ہے اور دوسرا شخص کہتا ہے کہ اس زمین کی مجھے ضرورت ہے تو پھر اس کا کیسے فیصلہ ہوگا؟ اس لیے ان تنازعات کو ختم کرنے کے لیے سربراہِ ملک کی اجازت کی ضرورت ہے' اور امام ابوحنیفہ کا قول حدیث کے خلاف اس وقت ہوتا' جب امام ابوحنیفہ یہ کہتے کہ اگر کسی شخص نے امام کی اجازت سے بھی غیر آباد زمین کو آباد کیا' پھر بھی وہ زمین اس کی ملکیت نہیں ہوگی۔

امام ابویوسف نے کہا: بہرحال اس مسئلہ میں میری رائے یہ ہے کہ جب اس زمین کی ملکیت میں کسی کا ضرر نہ ہو اور نہ کسی کا اس میں تنازع ہو تو وہ زمین آباد کرنے والے کی ملکیت ہوگی' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اجازت دی ہے' وہ قیامت تک قائم رہے گی اور اگر اس سے کسی کا ضرر ہو تو اس حدیث کے مطابق عمل کیا جائے گا کہ ظالم کو کاشت کا کوئی حق نہیں ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی غیر آباد زمین کو آباد کیا تو وہ اسی کی ملکیت ہے اور ظالم کو کاشت کا کوئی حق نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۳۷۸' مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع' ریاض)

ظالم کی کاشت کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی زمین میں کاشت کرے۔ (سنن ترمذی ص ۳۲۶' ریاض)

(کتاب الخراج ص ۶۴ - ۶۳' المکتبۃ السلفیہ)

اگر قطعہ زمین کو الاٹ کرنے میں شرعی قواعد کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اس کا عدم جواز

صحیح البخاری: ۲۳۷۶ میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے بحرین کے قطعاتِ زمین عطا کیے ہیں اور سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی میں یہ تصریح ہے کہ جو شخص کسی غیر آباد زمین کو آباد کرے تو وہ زمین اسی کی ملکیت ہے اور امام ابو یوسف نے دلائل سے بیان کیا ہے کہ سربراہِ ملک اگر کسی شخص کو کوئی غیر آباد زمین الاٹ کر دے تا کہ وہ اس زمین میں زراعت کرے تو یہ جائز ہے' لیکن عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ہر جائز کام میں اس کی حدود کو فراموش کر کے چور دروازوں سے ناجائز کاموں کے راستے نکال لیے جاتے ہیں' پس قاعدہ تو یہ تھا کہ سربراہِ ملک کو اس کی اجازت دی گئی کہ وہ غیر آباد زمین کو آباد کرنے کے لیے وہ قطعہ زمین کسی آباد کرنے والے کو عطا کر دے لیکن اس پر عمل یوں کیا گیا کہ سربراہِ ملک اپنے حامیوں کو خوش کرنے کے لیے یا ان کے کسی ناجائز کام پر ان کو نوازنے کے لیے ان کو پلاٹ الاٹ کر دیتا ہے' حالانکہ وہ سربراہ اس ملک کی زمین کا مالک نہیں ہوتا کہ وہ جس کو چاہے اس ملک کی زمینیں الاٹ کر دے' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

بنو زریق کے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو ایک قطعہ زمین دیا اور اس کی ایک دستاویز لکھ دی اور اس پر چند لوگوں کو گواہ بنایا' ان میں سے ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے' حضرت طلحہ حضرت عمر کے پاس وہ دستاویز لے کر آئے اور کہا: اس پر آپ دستخط کر دیں' حضرت عمر نے فرمایا: میں اس پر دستخط نہیں کروں گا' یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اور مسلمانوں کے سوا یہ قطعہ زمین صرف تم کو دیا جائے! وہ ناراض ہو کر چلے گئے اور حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ خلیفہ آپ ہیں یا عمر ہیں' حضرت ابوبکر نے کہا: نہیں! وہ عمر ہیں لیکن انہوں نے انکار کیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۰۲۱۔ ج ۶ ص ۴۷۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن العساکر المتوفی ۵۷۱ھ نے اپنی سند کے ساتھ از ابن سیرین از عبیدہ روایت کی ہے' جس کو حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اور علامہ علی متقی بن حسام الدین ھندی متوفی ۹۷۵ھ نے متعدد کتب حدیث کے حوالوں سے اس طرح لکھا ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک غیر آباد اور بنجر زمین کا قطعہ عُیینہ بن حِصن اور اقرع بن حابس کے نام لکھ دیا اور اس کی دستاویز میں حضرت عمر کا نام بھی بہ طور گواہ لکھا' حضرت عمر نے اس دستاویز کو مٹا دیا اور کہا: یہ بُری دستاویز ہے' اور حضرت ابوبکر سے کہا کہ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے ان دونوں کو جو یہ زمین الاٹ کی ہے' آیا یہ زمین صرف آپ کی ملکیت تھی یا یہ زمین تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: بلکہ یہ زمین تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے' حضرت عمر نے کہا: پھر آپ کو کس نے برانگیختہ کیا کہ آپ دیگر مسلمانوں کو چھوڑ کر صرف ان دو شخصوں کو زمین الاٹ کریں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میرے گرد جو لوگ تھے میں نے ان سے مشورہ کیا تھا' حضرت عمر نے پوچھا: کیا اس عطا پر تمام مسلمان راضی ہو گئے تھے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ اس کام کے خلافت کے تم زیادہ اہل ہو مگر تم نہیں مانتے تھے۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۹ ص ۱۴۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ' جمع الجوامع: ۲۳۲۴۔ ج ۱۳ ص ۷۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' کنز العمال: ۹۱۵۱۔ ج ۳ ص ۹۱۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

غور فرمایئے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک خلیفہ مسلمین کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ بغیر دلیل اور مرجح کے قطعہ زمین جس کو چاہے عطا کر دے بلکہ اس عطا کے لیے شرعی قواعد کی پابندی ضروری ہے' جس کی تفصیل امام ابو یوسف نے یوں بیان کی ہے کہ جس شخص کو وہ زمین دی جائے' وہ تین سال کے اندر اس کو زراعت سے آباد کرے ورنہ ملک کا سربراہ اس سے وہ زمین واپس لے کر اس کو خود آباد

کرائے یا کسی اور مستحق کو دے دے۔ (کتاب الخراج ص ٦١)

جاگیرداری نظام کے مفاسد

اور چونکہ ان شرعی قواعد کا لحاظ نہیں کیا گیا تو امیرِ مملکت کے ہاتھوں میں ملک کی زمین اس کی شخصی ملکیت کی طرح ہو گئی اور اس نے جس کو چاہا اس پر نوازش کر کے پلاٹ الاٹ کر دیئے۔ انگریزوں کے دورِ حکومت میں جو لوگ انگریز کی چاپلوسی کرتے اور حریت پسند مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرتے' انگریز ان غدار مسلمانوں کو بڑی بڑی جاگیروں سے نوازتے' ان کو خان بہادر کا لقب دیا جاتا یا ان کو کسی علاقہ کا نواب اور حاکم بنا دیا جاتا اور یوں جاگیرداری نظام وجود میں آیا' آزادی کے بعد انگریز تو یہاں سے چلا گیا لیکن اس نے جو جاگیرداری نظام کا پودا لگایا تھا' وہ اپنے برگ و بار لاتا رہا۔

اور پاکستان میں جمہوری نظام کے تحت منتخب ہونے والا صدر اس ملک کی زمینوں کو اپنے من پسند افراد میں بانٹتا رہا اور اس بات کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا کہ یہ نئے مالکان' زمین میں کاشت کاری کر کے اس ملک کی زراعت کو فروغ دیں گے یا اس پلاٹ میں کوئی انڈسٹری یا صنعت قائم کریں گے یا کوئی بڑی فیکٹری لگا کر وہ چیزیں بنائیں گے جن کو ہمیں باہر کے ملکوں سے درآمد کرنا پڑتا ہے اور ملک کے زرمبادلہ کی بچت ہو گی اور ملک کے باشندوں کے لیے روزگار فراہم ہو گا اور ملک زرعی پیداوار یا صنعتی پیداوار کے لحاظ سے خود کفیل ہو جائے گا!

خلاصہ یہ ہے کہ ملک کا فرماں روا ملک اور قوم کی اجتماعی مصلحت سے اگر مستحق افراد کو کوئی قطعہ زمین الاٹ کر دے تو جائز ہے لیکن ان کو اس کا پابند بنائے کہ وہ تین سال کے اندر اندر اس زمین میں کاشت کاری کر کے اس زمین کو ملک اور قوم کے لیے سود مند بنائیں گے یا اس قطعہ اراضی پر کوئی بڑا صنعتی پلانٹ لگائیں گے' جس سے ملک میں صنعتی ترقی ہو گی اور یہاں کے لوگوں کو صالح روزگار حاصل ہو گا' ورنہ اس الاٹ منٹ کو منسوخ کر دیا جائے اور حکومت اپنے طور پر اس قطعہ زمین کو ملک اور قوم کے لیے کارآمد اور سود مند بنائے اور ملک کی زمین کو عطا کرنے کا اختیار صرف اس لیے نہ رہ جائے کہ ہر حکمران اپنے من چاہے افراد کو نوازتا رہے اور اس کو سیاسی رشوت کا ذریعہ بنائے رکھے۔

١٦ - بَابُ كِتَابَةِ الْقَطَائِعِ — قطعاتِ زمین کو لکھ کر دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سربراہِ ملک کسی کے نام قطعہ زمین لکھ کر دے دے تو یہ جائز ہے تا کہ اس کے پاس سند رہے۔

٢٣٧٧ - وَقَالَ اللَّيْثُ' عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ' عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْصَارَ لِيُقْطِعَ لَهُمْ بِالْبَحْرَيْنِ' فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' إِنْ فَعَلْتَ' فَاكْتُبْ لِإِخْوَانِنَا مِنْ قُرَيْشٍ بِمِثْلِهَا' فَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً' فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِي.

اور لیث نے کہا از یحییٰ بن سعید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا تا کہ بحرین کا ایک قطعہ ان کو عطا کر دیں تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اگر آپ اس طرح کر رہے ہیں تو ہمارے بھائیوں میں سے قریش کو بھی اتنا ہی عطا کر دیں' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور قطعات نہیں تھے تو آپ نے فرمایا: بے شک تم عنقریب میرے بعد دیکھو گے کہ دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی' پس تم صبر کرنا حتیٰ کہ تمہاری مجھ سے ملاقات ہو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۳۷۶ کو ملاحظہ فرمائیں۔

۱۷ - بَابُ حَلَبِ الْإِبِلِ عَلَى الْمَاءِ

پانی کے پاس اونٹنی کا دودھ دوہنا

۲۳۷۸ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ حَقِّ الْإِبِلِ أَنْ تُحْلَبَ عَلَى الْمَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ہلال بن علی از عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: اونٹنیوں کا حق یہ ہے کہ پانی کے پاس ان کا دودھ دوہا جائے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۰۲ میں گزر چکی ہے۔

۱۸ - بَابُ الرَّجُلِ يَكُوْنُ لَهٗ مَمَرٌّ أَوْ شِرْبٌ فِيْ حَائِطٍ أَوْ فِيْ نَخْلٍ

کسی شخص کا باغ سے گزرنے کا حق یا پانی میں یا کھجور کے درختوں میں اس کا حق

امام بخاری نے یہاں پر پانچ احادیث ذکر کی ہیں وہ سب اس سے پہلے گزر چکی ہیں۔ ان ابواب کی فقہ یہ ہے کہ ایک چیز میں کئی حقوق جمع ہو سکتے ہیں مثلاً ایک چیز کسی شخص کی ملکیت ہو اور دوسرے شخص کا اس سے کوئی نفع متعلق ہو جیسے کسی شخص کے باغ میں ایک شخص کے پھل ہوں پس اس شخص کا اس باغ سے اپنے پھل لینے کے لیے اس باغ میں داخل ہونے کا حق ہے یا ایک شخص کی زمین ہو اور دوسرے شخص کے پانی کا اس میں حق ہو پس پانی پینے کے لیے اس شخص کا اس زمین میں داخل ہونے کا حق ہے اور ان اُمور کا اس باب کی احادیث میں بیان آ رہا ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ.

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے پیوند لگانے کے بعد کھجور کا درخت فروخت کیا اس کے پھل بائع کے لیے ہیں۔

اس تعلیق کی حدیث موصول صحیح البخاری: ۲۲۰۴ میں گزر چکی ہے۔

فَلِلْبَائِعِ الْمَمَرُّ وَالسَّقْيُ حَتّٰى يَرْفَعَ، وَكَذٰلِكَ رَبُّ الْعَرِيَّةِ.

سو بائع کے لیے اس باغ سے گزرنے اور پانی پلانے کا حق ہے حتیٰ کہ اس باغ سے پھل توڑ لیے جائیں اسی طرح صاحب عریّہ کو بھی یہ حق حاصل ہوتا ہے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے جس کو انہوں نے اس باب کی احادیث سے مستنبط کیا ہے۔

۲۳۷۹ - أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ، وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا وَلَهٗ مَالٌ فَمَالُهٗ لِلَّذِيْ بَاعَهٗ إِلَّا أَنْ يَّشْتَرِطَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از سالم بن عبداللہ از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے کھجور کے درخت میں پیوند لگانے کے بعد اس کو فروخت کیا تو اس درخت کے پھل بائع کے لیے

الْمُبْتَاعُ. وَعَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ فِي الْعَبْدِ.

ہیں، سوا اس کے کہ خریدار ان کی شرط لگا لے اور جس شخص نے کسی غلام کو خریدا اور اس کا مال تھا، تو اس کا مال بائع کے لیے ہے، سوا اس کے کہ خریدار اس کی شرط لگا لے، اور از امام مالک از نافع از حضرت ابن عمر از حضرت عمر غلام کے متعلق حدیث ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۲۰۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۳۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ قَالَ رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُبَاعَ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا تَمْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے العرایا میں اندازے سے کھجوروں کو فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۷۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۳۸۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُخَابَرَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ، وَعَنِ الْمُزَابَنَةِ، وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا، وَأَنْ لَّا تُبَاعَ إِلَّا بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ إِلَّا الْعَرَايَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عطاء، انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ اور محاقلہ سے اور مزابنہ سے منع فرمایا اور پھلوں کی پختگی کے ظہور سے پہلے ان کی بیع سے منع فرمایا اور فرمایا کہ ان کی بیع صرف دینار اور درہم کے عوض کی جائے، ماسوا بیع عرایا کے۔

بیع عرایا کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص کسی ضرورت مند کو اپنے باغ سے تازہ کھجوریں توڑنے کی اجازت دے دے، پھر اس کے بار بار آنے سے اس کو حرج ہو تو وہ اس کو تازہ کھجوروں کے عوض اندازہ سے پانچ وسق چھوارے دے دے، یہ صورۃً بیع ہے اور درحقیقت صدقہ یا ہبہ ہے، اور مخابرہ یہ ہے کہ پھلوں کی معین مقدار کے عوض باغ کی حفاظت اور خبرگیری کرائی جائے، اور محاقلہ یہ ہے کہ کھیت کی معین پیداوار کے عوض کسی چیز کی اپنے کھیت میں کاشت کرائی جائے، اور مزابنہ یہ ہے کہ درخت پر لٹکے ہوئے ناپختہ پھلوں کی بیع کی جائے۔ اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۱۴۸۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۳۸۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ مَوْلَى أَبِي أَحْمَدَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا مِنَ التَّمْرِ، فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، أَوْ فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ. شَكَّ دَاوُدُ فِي ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از داؤد بن حصین از ابی سفیان مولی ابی احمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع العرایا میں پانچ وسق یا پانچ وسق سے کم کھجوروں کی اندازے سے بیع کرنے کی اجازت دی۔ اس میں راوی داؤد بن حصین کو شک ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۲۱۹۰ میں گزر چکی ہے۔

۲۳۸۳، ۲۳۸۴ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي الْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ، مَوْلَى بَنِي حَارِثَةَ أَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ وَسَهْلَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ حَدَّثَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ، إِلَّا أَصْحَابَ الْعَرَايَا، فَإِنَّهُ أَذِنَ لَهُمْ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي بُشَيْرٌ، مِثْلَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریا بن یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ولید بن کثیر نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے بشیر بن یسار مولیٰ بنی حارثہ نے خبر دی کہ حضرت رافع بن خدیج اور حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہما ان دونوں نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے المزابنہ سے یعنی پھلوں کی کھجوروں کے عوض درخت پر بیع سے منع فرمایا ماسوا بیع العرایا کے کیونکہ آپ نے اس کی ان کے لیے اجازت دی ہے۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: اور ابن اسحاق نے کہا: مجھے بشیر نے اس کی مثل حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۹۱ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب المساقات'' کی تکمیل

''الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین'' آج ۱۸ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ/ ۲۷ مارچ ۲۰۰۸ء بروز جمعرات قُبیل نماز فجر ''کتاب المساقات'' مکمل ہوگئی اس کتاب میں چھتیس احادیث ہیں جن میں سے پانچ تعلیقات ہیں اور بقیہ موصول احادیث ہیں اور اس میں سترہ احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث اُنیس (۱۹) ہیں۔ اے بارِالٰہ! جس طرح آپ نے ''کتاب المساقات'' مکمل کرادی ہے صحیح بخاری کی بقیہ کتب اور ابواب کو بھی مکمل کرادیں اور اپنے فضل سے میری اور میرے والدین کی مغفرت فرمادیں۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۴۳ - كِتَابٌ فِي الْإِسْتِقْرَاضِ وَاَدَاءِ الدُّيُوْنِ وَالْحَجْرِ وَالتَّفْلِيْسِ

قرض لینے‘ قرض ادا کرنے‘ کسی کے تصرفات پر پابندی لگانے اور کسی کو دیوالیا قرار دینے کا بیان

اس عنوان میں ’’استقراض‘‘ کا لفظ ہے‘ اس کا معنی ہے: قرض طلب کرنا اور ’’اداء الدیون‘‘ کا لفظ ہے‘ اس کا معنی ہے: قرض ادا کرنا اور ’’حجر‘‘ کا لفظ ہے‘ اس کا معنی ہے: کسی شخص کو اس کی کم عقلی یا ناتجربہ کاری کی وجہ سے تصرفات سے روک دینا اور ’’تفلیس‘‘ کا لفظ ہے‘ اس کا معنی ہے: جس شخص کے اوپر قرضے بہت زیادہ ہوں اور ان قرضوں کو ادا کرنے کے لیے اس کے پاس رقم نہ ہو تو حاکم اس کو دیوالیہ قرار دے دے‘ پھر اس کے تمام مال و متاع کو نیلام کر کے وہ رقم اس کے قرض خواہوں کو دی جائے اور قرض کی اوسط کے لحاظ سے اس پر اس نقصان کو تقسیم کیا جائے۔

١ - بَابُ مَنِ اشْتَرٰى بِالدَّيْنِ وَلَيْسَ عِنْدَهٗ ثَمَنُهٗ، اَوْ لَيْسَ بِحَضْرَتِهٖ

جب کوئی شخص کسی چیز کو قرض سے خریدے اور اس کے پاس اس کی قیمت نہ ہو یا اس وقت اس کی قیمت نہ ہو

٢٣٨٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ كَيْفَ تَرٰى بَعِيْرَكَ، اَتَبِيْعُنِيْهِ؟ قُلْتُ نَعَمْ، فَبِعْتُهٗ اِيَّاهُ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ، غَدَوْتُ اِلَيْهِ بِالْبَعِيْرِ، فَاَعْطَانِيْ ثَمَنَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از المغیرہ از الشعبی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا‘ آپ نے فرمایا: تمہارا اپنے اونٹ کے متعلق کیا خیال ہے؟ کیا تم مجھے یہ اونٹ فروخت کرو گے؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر میں نے آپ کو وہ اونٹ فروخت کر دیا‘ پھر جب آپ مدینہ میں آئے تو میں صبح کو وہ اونٹ لے گیا تو آپ نے مجھے

اس کی قیمت ادا کر دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۳۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر سے وہ اونٹ خرید لیا تھا اور اس وقت اس کی قیمت ادا نہیں کی تھی۔

٢٣٨٦ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ تَذَاكَرْنَا عِنْدَ اِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ' فَقَالَ حَدَّثَنِي الْاَسْوَدُ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَرٰى طَعَامًا مِنْ يَهُوْدِيٍّ اِلٰى اَجَلٍ' وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِّنْ حَدِيْدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم ابراہیم کے پاس اُدھار بیع میں رہن رکھنے کا ذکر کر رہے تھے تو انہوں نے کہا: مجھے اسود نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ایک معین مدت کے اُدھار پر طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی لوہے کی زرہ گروی رکھ دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۶۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُدھار طعام خریدنے کا ذکر ہے۔

٢ - بَابُ مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَاءَ هَا اَوْ اِتْلَافَهَا

جو شخص لوگوں کا مال ادا کرنے کی نیت سے لے اور جو اُن کا مال ضائع کرنے کی نیت سے لے

٢٣٨٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ' عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ' عَنْ اَبِي الْغَيْثِ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَاءَ هَا اَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ' وَمَنْ اَخَذَ يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ. (سنن ابن ماجہ: ۲۴۱۱' سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۵۴' شرح السنۃ: ۲۱۴۶' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۷۳۳۔ ج ۱۴ ص ۳۴۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' شیخ البانی نے سنن ابن ماجہ کی سند کو بھی صحیح لکھا ہے)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ الاویسی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از ثور بن زید از ابوالغیث از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس نے لوگوں کے اموال لیے اور وہ ان کو ادا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے (ان اموال کو) ادا کر دے گا' اور جس نے (لوگوں کے) اموال لیے اور وہ ان کو تلف کرنے کا ارادہ رکھتا تھا تو اللہ اس کو تلف کر دے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ بن عمرو بن اویس (۲) سلیمان بن بلال ابوایوب القرشی التیمی (۳) ثور بن زید' یہ عمرو الدیلی کے بھائی ہیں اور یہ ثور بن یزید کے غیر ہیں (۴) ابوالغیث' یہ ابوعبداللہ بن المطیع کے آزاد کردہ غلام ہیں (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۱۷)

انسان کی ادائیگی کو اللہ کی ادائیگی قرار دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسان کی ادائیگی کو اللہ کی ادائیگی فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کبھی ثواب نیکی کی جنس سے ہوتا ہے اور انسان کے تلف کرنے کو اللہ کا تلف کرنا فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کبھی سزا معصیت کی جنس سے ہوتی ہے۔

اس حدیث میں لوگوں کے اموال کی ادائیگی میں سُستی کو ترک کرنے پر اُبھارا ہے اور قرض میں حسن ادائیگی کی ترغیب دی ہے نیز اس حدیث میں نیت کو اخلاص پر رکھنے کی ترغیب ہے کیونکہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہوتا ہے۔

قرض کی ادائیگی کی نیت کی فضیلت میں احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قرض لیا کرتی تھیں اور ان کے پاس ادائیگی کے لیے رقم نہیں ہوتی تھی ان سے کہا گیا کہ جب آپ کے پاس ادائیگی کے لیے رقم نہیں ہوتی تو آپ قرض کیوں لیتی ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس بندہ کی قرض ادا کرنے کی نیت ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد حاصل ہوتی رہتی ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے اس کی مدد طلب کرتی ہوں۔ (المستدرک ج ٢ ص ٢٢ سنن بیہقی ج ٥ ص ٣٥٤ مسند احمد ج ٦ ص ١٣١-٩٩-٧٢)

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے قرض لیا اور اس کے دل میں اس قرض کو ادا کرنے کا ارادہ تھا پھر وہ مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرمائے گا اور اس کے قرض خواہ کو جس طرح وہ چاہے گا راضی کر دے گا اور جس نے قرض لیا اور اس کے دل میں اس قرض کو ادا کرنے کا ارادہ نہیں تھا پھر وہ مر گیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے قرض خواہ کی طرف سے اس سے بدلہ لے گا۔ (المستدرک ج ٢ ص ٢٣ الترغیب والترہیب ج ٢ ص ٥٩٧ کنز العمال: ١٥٤٤٥)

حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے کتنی شدت نازل فرمائی ہے آپ سے اس شدت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: قرض کے معاملہ میں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں مارا جائے پھر اس کو زندہ کیا جائے اور اس پر قرض ہو تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (سنن نسائی ج ٢ ص ٣١٤ بیروت المستدرک ج ٢ ص ٢٥ سنن بیہقی ج ٥ ص ٣٥٥ کنز العمال: ١٥٤٧٣)

محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ قرض لیا کرتے تھے ان سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مقروض کے ساتھ ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ قرض ادا کر دے۔

(سنن دارمی ج ٢ ص ٢٦٣ المستدرک ج ٢ ص ٢٣ کنز العمال: ١٥٤٣٠ حلیۃ الاولیاء ج ٣ ص ٢٠٤ الترغیب والترہیب ج ٢ ص ٦٠٣)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ وہ تین چیزوں سے بَری تھا تکبر خیانت اور قرض سے تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (سنن ترمذی: ١٥٧٢ سنن بیہقی ج ٩ ص ١٠٢-١٠١)

٣ - بَابُ اَدَاءِ الدُّيُوْنِ

قرضوں کا ادا کرنا

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا ۢ بَصِيْرًا ۝﴾ (النساء:٥٨).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کو ان کی امانتیں ادا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو بے شک اللہ تمہیں کیسی اچھی نصیحت فرماتا ہے بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے ۝ (النساء: ٥٨)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ اس آیت کے شانِ نزول کے متعلق فرماتے ہیں:

ابن جریج نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' فتح مکہ کے دن جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ نے ان سے چابیاں لے لیں' پھر آپ بیت اللہ کے باہر اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے آئے' پھر آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ کو بلایا اور انہیں چابیاں دے دیں۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۹۲' دارالمعرفۃ' بیروت)

امانت کی ادائیگی کے متعلق احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو تمہارے پاس امانت رکھے' اس کی امانت ادا کرو اور جو تمہارے ساتھ خیانت کرے' اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۳۵' سنن ترمذی: ۱۲۶۸' سنن دارمی: ۲۵۹۷' المستدرک ج ۲ ص ۴۶' مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۴)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: مجالس کی گفتگو امانت ہوتی ہے' ماسوا اس کے کہ کسی کا ناجائز خون بہانا ہو یا کسی کی آبروریزی کرنی ہو یا کسی کا مال ناحق طریقہ سے حاصل کرنا ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۶۹)

یعنی اگر مجلس میں ایسی کوئی بات کی جائے تو اس کی صاحب حق کو اطلاع دے کر خبردار کر دینا چاہیے ورنہ مجلس میں کسی کے متعلق جو بات ہو' اسے دوسرے تک نہیں پہنچانا چاہیے۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو تو میں تم کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں: (۱) جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو تم امانت ادا کرو (۲) جب تم عہد کرو تو اس کو پورا کرو (۳) جب تم بات کرو تو سچ بولو (۴) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو (۵) اپنی نظریں نیچی رکھو (۶) اپنے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔

(شعب الایمان: ۵۲۵۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں سے جو چیزیں سب سے پہلے اٹھالی جائیں گی' وہ حیا اور امانت ہیں' سو تم اللہ عزوجل سے ان کا سوال کرو۔ (شعب الایمان: ۵۲۷۶)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی شخص کی نماز اور روزے سے تم دھوکے میں نہ آنا' جو چاہے نماز پڑھے اور جو چاہے روزے رکھے لیکن جو امانت دار نہیں ہے' وہ دین دار نہیں ہے۔ (شعب الایمان: ۵۲۷۹)

٢٣٨٨ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا اَبُوْ شِهَابٍ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا اَبْصَرَ يَعْنِيْ اُحُدًا قَالَ مَا اُحِبُّ اَنَّهُ تَحَوَّلَ لِيْ ذَهَبًا، يَمْكُثُ عِنْدِيْ مِنْهُ دِيْنَارٌ فَوْقَ ثَلَاثٍ، اِلَّا دِيْنَارًا اُرْصِدُهُ لِدَيْنٍ. ثُمَّ قَالَ اِنَّ الْاَكْثَرِيْنَ هُمُ الْاَقَلُّوْنَ، اِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ هٰكَذَا وَهٰكَذَا. وَاَشَارَ اَبُوْ شِهَابٍ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَعَنْ يَمِيْنِهِ، وَعَنْ شِمَالِهِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ. وَقَالَ مَكَانَكَ. وَتَقَدَّمَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَسَمِعْتُ صَوْتًا، فَاَرَدْتُ اَنْ اٰتِيَهُ، ثُمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوشہاب نے حدیث بیان کی از الاعمش از زید بن وہب از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا' جب آپ نے اُحد کی طرف دیکھا تو فرمایا: مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ یہ اُحد پہاڑ میرے لیے سونا ہو جائے اور اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس تین دن سے زیادہ باقی رہے سوا اس ایک دینار کے جس کو میں قرض ادا کرنے کے لیے محفوظ رکھوں' پھر فرمایا: جو زیادہ مال رکھنے والے ہیں وہی کم مال والے ہوں گے' ماسوا ان کے جنہوں نے اس طرح اور اس طرح مال کو (راہ حق میں) خرچ کیا۔ ابوشہاب نے اپنے سامنے

ذَكَرْتُ قَوْلَهٗ مَكَانَكَ حَتّٰى اٰتِيَكَ. فَلَمَّا جَآءَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الَّذِىْ سَمِعْتُ؟ اَوْ قَالَ الصَّوْتُ الَّذِىْ سَمِعْتُ؟ قَالَ وَهَلْ سَمِعْتَ؟ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَتَانِىْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ. قُلْتُ وَاِنْ فَعَلَ كَذَا وَكَذَا قَالَ نَعَمْ.

اور دائیں اور بائیں اشارہ کیا' اور ایسے لوگ بہت کم ہیں' پھر آپ نے فرمایا: تم یہیں ٹھہرے رہو' اور آپ تھوڑی دور آگے گئے تو میں نے ایسی آواز سنی جیسے آپ کسی سے بات کر رہے ہوں' میں نے سوچا میں آپ کے پاس جاؤں' پھر مجھے آپ کا یہ ارشاد یاد آیا کہ تم یہیں ٹھہرو' حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آؤں' پھر جب آپ آئے تو میں نے آپ سے پوچھا: یارسول اللہ! میں نے کچھ سنا تھا یا میں نے کوئی آواز سنی تھی' آپ نے پوچھا: تم نے بھی سنا تھا؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے تھے' پس انہوں نے کہا: آپ کی امت میں سے جو بھی اس حال میں فوت ہوا کہ وہ اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کرتا تھا' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا' میں نے کہا: خواہ اس نے اس طرح اور اس طرح کے کام کیے ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۳۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں قرض ادا کرنے کی اہمیت کا ذکر ہے۔

٢٣٨٩ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبِ بْنِ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنْ يُوْنُسَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِىْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ لِىْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا يَسُرُّنِىْ اَنْ لَّا يَمُرَّ عَلَىَّ ثَلَاثٌ وَعِنْدِىْ مِنْهُ شَىْءٌ اِلَّا شَىْءٌ اَرْصِدُهٗ لِدَيْنٍ. رَوَاهُ صَالِحٌ وَعُقَيْلٌ عَنِ الزُّهْرِىِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن شبیب بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس' ابن شہاب نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تب بھی مجھے اس سے خوشی نہیں ہوگی کہ مجھ پر تین دن گزر جائیں اور میرے پاس اس سونے میں سے کچھ باقی ہو مگر اتنی چیز جس کو میں قرض ادا کرنے کے لیے رکھ لوں۔ اس حدیث کی صالح اور عقیل نے زہری سے روایت کی ہے۔

[اطراف الحدیث: ٦٤٤٥-٧٢٢٨] (صحیح مسلم: ٩٩١' الرقم المسلسل: ٢١٩١' شعب الایمان: ٥٥٦٤' مسند احمد ج ٢ ص ٤٥٧ طبع قدیم' مسند احمد: ٩٨٩٣- ج ١٥ ص ٥٥٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

قرض ادا نہ کرنے پر وعید

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرض کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہیے اور اس کو ادا کرنے کی تیاری کرنی چاہیے اور جب انسان اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے پر قادر ہو تو اس کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا چاہیے' اور اس کو اس سے ڈرتے رہنا چاہیے کہ قرض اس کا احاطہ کرلے کیونکہ جب انسان مقروض ہوتا ہے تو وہ بات کرتا ہے تو اس میں جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے

اور قرض کی ادائیگی میں تاخیر سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ جب انسان کو قرض ادا کرنے پر قدرت ہو اور وہ قرض ادا نہ کرے تو یہ امانت میں خیانت ہے اور خیانت کرنے اور قرض ادا نہ کرنے پر وعید ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ شہید کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں سوائے قرض اور خیانت کے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان میں خیانت سب سے بڑا گناہ ہے کیونکہ قیامت کے دن اس سے کہا جائے گا: اپنی امانت کو ادا کرو وہ کہے گا: میں کہاں سے امانت ادا کروں دنیا جا چکی ہے۔ اس سے کہا جائے گا: ہم تم کو امانت دکھائیں گے پھر اس کو جہنم کی تہ میں امانت کی مثل دکھائی جائے گی اور اس سے کہا جائے گا: اس میں اترو اور اس امانت کو نکال کر لاؤ وہ جہنم میں اترے گا اور اس امانت کو اٹھا کر اپنی گردن پر رکھے گا حتیٰ کہ جب نکلنے کے قریب ہوگا تو پھر پھسل کر نیچے جا گرے گا اور مسلسل ابد تک گرتا ہی رہے گا۔ اس حدیث کو اسماعیل بن اسحاق نے از زاذان از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤ - بَابُ اِسۡتِقۡرَاضِ الۡاِبِلِ — اونٹ قرض لینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اونٹوں کو قرض میں لینا جائز ہے اور یہ اوزاعی اور لیث بن سعد کا مذہب ہے امام مالک امام شافعی امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور الثوری حسن بن صالح اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ حیوان کو قرض میں لینا جائز نہیں ہے اس کو جائز قرار دینے والے اس باب کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیوان کی حیوان کے عوض اُدھار بیع سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۳۵۶ سنن ترمذی: ۱۲۴۱ سنن نسائی: ۴۶۳۱ مسند احمد ج ۵ ص ۲۱ طبع قدیم مسند احمد: ۲۰۲۶۴ البانی)

اور اس باب کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل مذکور ہے اور جس حدیث سے امام ابوحنیفہ نے استدلال کیا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے اور قول فعل پر راجح ہوتا ہے نیز اس باب کی حدیث اباحت پر دلالت کرتی ہے اور جس حدیث سے امام ابوحنیفہ نے استدلال کیا ہے وہ ممانعت پر دلالت کرتی ہے اور جب حرام اور اباحت میں تعارض ہو تو حرام کو اباحت پر ترجیح ہوتی ہے۔

٢٣٩٠ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ بِمِنًى يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا تَقَاضٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَغْلَظَ لَهٗ فَهَمَّ اَصْحَابُهٗ فَقَالَ دَعُوْهُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا وَاشْتَرُوْا لَهٗ بَعِيْرًا فَاَعْطُوْهُ اِيَّاهُ. وَقَالُوْا لَا نَجِدُ اِلَّا اَفْضَلَ مِنْ سِنِّهٖ قَالَ اشْتَرُوْهُ فَاَعْطُوْهُ اِيَّاهُ فَاِنَّ خَيْرَكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلمہ بن کہیل نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے منیٰ میں سنا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تقاضا کیا پس سختی کی آپ کے اصحاب نے (اس کو ڈانٹنے یا مارنے کا) ارادہ کیا آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو کیونکہ جس کا حق ہوتا ہے اس کو بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے اور اس کے لیے ایک اونٹ خرید کر اس کو عطا کر دو صحابہ نے کہا: ہم کو ایسا اونٹ ملا ہے جو اس کے اونٹ سے زیادہ عمر کا ہے آپ نے فرمایا: وہی خرید کر اس کو عطا کر دو کیونکہ تم میں بہترین

شخص وہ ہے جو قرض اچھی طرح سے ادا کرے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٣٠٥ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں قرض کو ادا کرنے کا ذکر ہے۔

٥ - بَابُ حُسْنِ التَّقَاضِيْ

عمدہ طریقہ سے قرض کا تقاضا کرنا

٢٣٩١ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَاتَ رَجُلٌ، فَقِيْلَ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ؟ قَالَ كُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ، فَأَتَجَوَّزُ عَنِ الْمُوْسِرِ، وَأُخَفِّفُ عَنِ الْمُعْسِرِ، فَغُفِرَ لَهُ. قَالَ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ سَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالملک از ربعی از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص فوت ہو گیا اس سے اس کے اعمال کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا: میں لوگوں کو چیزیں فروخت کرتا تھا تو میں مال داروں کو ادائیگی کے لیے مہلت دیا کرتا تھا اور تنگ دستوں کا قرض معاف کر دیا کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٠٧٧ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں قرض ادا کرنے کا ذکر ہے۔

٦ - بَابٌ هَلْ يُعْطٰى أَكْبَرَ مِنْ سِنِّهٖ؟

کیا قرض خواہ کو اس کے اونٹ کی عمر سے بڑا اونٹ دیا جائے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرض خواہ نے مقروض کو جتنی عمر کا اونٹ قرض میں دیا تھا، مقروض اس کو اس کے اونٹ سے بڑی عمر کا اونٹ واپس دے سکتا ہے۔

٢٣٩٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَاضَاهُ بَعِيْرًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطُوْهُ. فَقَالُوْا مَا نَجِدُ إِلَّا سِنًّا أَفْضَلَ مِنْ سِنِّهٖ، فَقَالَ الرَّجُلُ أَوْفَيْتَنِيْ أَوْفَاكَ اللّٰهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطُوْهُ، فَإِنَّ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ أَحْسَنَهُمْ قَضَاءً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از سفیان انہوں نے کہا: مجھے سلمہ بن کہیل نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اپنے اونٹ کا تقاضا کرنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اونٹ دے دو، صحابہ نے کہا: ہم کو صرف اس کے اونٹ سے بڑی عمر کا اونٹ ملا ہے، اس شخص نے کہا: آپ مجھے پورا پورا قرض ادا کریں، اللہ تعالیٰ آپ کو پورا پورا اجر عطا فرمائے گا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو وہی اونٹ دے دو، کیونکہ وہی بہترین لوگ ہیں جو قرض اچھی طرح ادا کرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں قرض کی ادائیگی کا ذکر ہے۔

۷ - بَابُ حُسْنِ الْقَضَاءِ

عمدگی سے قرض ادا کرنا

۲۳۹۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِنٌّ مِّنَ الْاِبِلِ، فَجَاءَهُ يَتَقَاضَاهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطُوْهُ. فَطَلَبُوْا. فَطَلَبُوْا سِنَّهُ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُ اِلَّا سِنًّا فَوْقَهَا، فَقَالَ اَعْطُوْهُ. فَقَالَ اَوْفَيْتَنِىْ وَفَى اللّٰهُ بِكَ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ خِيَارَكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سلمہ از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص عمر کا اونٹ لینا تھا' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اپنے اونٹ کا تقاضا کرنے لگا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اونٹ عطا کر دو' صحابہ نے اس کی عمر کا اونٹ تلاش کیا تو ان کو نہیں ملا' مگر اس سے بڑی عمر کا اونٹ مل گیا' تو آپ نے فرمایا: اس کو وہی اونٹ دے دو' اس شخص نے کہا: آپ نے مجھے پورا پورا قرض ادا کیا ہے' اللہ آپ کو پورا پورا اجر عطا فرمائے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو بہت اچھی طرح قرض ادا کریں۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ۲۳۰۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۳۹۴ - حَدَّثَنَا خَلَّادٌ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِى الْمَسْجِدِ. قَالَ مِسْعَرٌ اُرَاهُ قَالَ ضُحًى، فَقَالَ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ. وَكَانَ لِىْ عَلَيْهِ دَيْنٌ، فَقَضَانِىْ وَزَادَنِىْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محارب بن دثار نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا' اس وقت آپ مسجد میں تھے' مسعر نے کہا: میرا گمان ہے کہ وہ چاشت کا وقت تھا' آپ نے فرمایا: دو رکعت نماز پڑھو' اور میرا آپ کے اوپر قرض تھا' آپ نے مجھے قرض ادا کیا اور مجھے زیادہ دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو بھی یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں قرض کو عمدہ طریقہ سے ادا کرنے کا ذکر ہے۔

۸ - بَابٌ اِذَا قَضٰى دُوْنَ حَقِّهٖ اَوْ حَلَّلَهٗ فَهُوَ جَائِزٌ

جب مقروض قرض خواہ کے حق سے کم ادا کرے یا قرض خواہ اپنا حق معاف کر دے تو جائز ہے

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں یہ کہا ہے کہ جب مقروض قرض خواہ کے حق سے کم ادا کرے تو یہ جائز ہے' لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے' یہ اس وقت جائز ہے جب قرض خواہ اپنا باقی حق معاف کر دے' کیونکہ اگر قرض خواہ چاہے تو وہ اپنا تمام قرض بھی معاف کر سکتا ہے اور جب وہ تمام قرض معاف کر سکتا ہے تو بعض قرض کو بہ طریق اولیٰ معاف کر سکتا ہے۔

۲۳۹۵ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث

أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ شَهِيدًا وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَاشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِي حُقُوقِهِمْ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَهُمْ أَنْ يَقْبَلُوا تَمْرَ حَائِطِي وَيُحَلِّلُوا أَبِي فَأَبَوْا، فَلَمْ يُعْطِهِمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَائِطِي، وَقَالَ سَنَغْدُو عَلَيْكَ. فَغَدَا عَلَيْنَا حِينَ أَصْبَحَ، فَطَافَ فِي النَّخْلِ وَدَعَا فِي ثَمَرِهَا بِالْبَرَكَةِ، فَجَدَدْتُهَا فَقَضَيْتُهُمْ، وَبَقِيَ لَنَا مِنْ تَمْرِهَا.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابن کعب بن مالک نے حدیث بیان کی کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ ان کے والد غزوۂ اُحد کے دن شہید کر دیئے گئے تھے اور ان پر قرض تھا' پس قرض خواہوں نے اپنے حقوق کا شدت سے تقاضا کیا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور آپ سے یہ درخواست کی کہ آپ ان قرض خواہوں سے سفارش کریں کہ وہ میرے والد کے قرض میں میرے باغ کے تمام پھلوں کو قبول کر لیں اور میرے والد کا قرض معاف کر دیں' انہوں نے اس پیش کش کا انکار کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو میرا باغ عطا نہیں کیا اور فرمایا: ہم کل تمہارے پاس آئیں گے پھر آپ دوسرے دن صبح ہمارے پاس تشریف لائے' آپ نے کھجوروں کے درختوں کے گرد طواف کیا اور اس کے پھلوں میں برکت کی دعا کی' پس میں نے اُن پھلوں کو کاٹا اور ان کا پورا قرض ادا کر دیا اور ہمارے لیے پھر بھی پھل بچ گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۷ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قرض کی ادائیگی کا ذکر ہے' نیز اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت جابر کے باغ کے تمام پھل' ان کے قرض خواہوں کے قرض میں پورے نہیں تھے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس باغ کے گرد چکر لگانے اور برکت کی دعا سے وہ پھل اس قدر زیادہ ہو گئے کہ حضرت جابر کا تمام قرض بھی ادا ہو گیا اور وہ پھل پھر بھی بچ گئے۔

۹ - بَابُ إِذَا قَاصَّ أَوْ جَازَفَهُ فِي الدَّيْنِ تَمْرًا بِتَمْرٍ أَوْ غَيْرِهٖ

جس مقروض نے قرض کی ادائیگی میں اتنی ہی کھجوریں ناپ کر دیں یا اندازہ سے دیں یا کوئی اور جنس دی' تب بھی جائز ہے

۲۳۹٦ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ عَلَيْهِ ثَلَاثِينَ وَسْقًا لِرَجُلٍ مِّنَ الْيَهُودِ، فَاسْتَنْظَرَهُ جَابِرٌ فَأَبٰى أَنْ يُنْظِرَهُ، فَكَلَّمَ جَابِرٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَشْفَعَ لَهُ إِلَيْهِ، فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّمَ الْيَهُودِيَّ لِيَأْخُذَ تَمْرَ نَخْلِهِ بِالَّذِي لَهُ فَأَبٰى، فَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس نے حدیث بیان کی از ہشام از وہب بن کیسان از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے یہ بتایا کہ ان کے والد رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تھے اور ان پر ایک یہودی کا تیس وسق (سات ہزار دو سو کلوگرام) کھجوروں کا قرض تھا' حضرت جابر نے اس یہودی سے قرض کی ادائیگی میں مہلت طلب کی تو اس نے مہلت دینے سے انکار کیا' تب حضرت جابر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ اس یہودی سے میری

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخلَ فَمَشٰى فِيهَا، ثُمَّ قَالَ لِجَابِرٍ جُدَّ لَهُ، فَاَوْفِ لَهُ الَّذِي لَهُ. فَجَدَّهُ بَعْدَ مَا رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَوْفَاهُ ثَلَاثِيْنَ وَسْقًا، وَفَضَلَتْ لَهُ سَبْعَةَ عَشَرَ وَسْقًا، فَجَآءَ جَابِرٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَهُ بِالَّذِي كَانَ، فَوَجَدَهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ اَخْبَرَهُ بِالْفَضْلِ، فَقَالَ اَخْبِرْ ذٰلِكَ ابْنَ الْخَطَّابِ. فَذَهَبَ جَابِرٌ اِلٰى عُمَرَ فَاَخْبَرَهُ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لَقَدْ عَلِمْتُ حِيْنَ مَشٰى فِيهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُبَارَكَنَّ فِيهَا.

سفارش کریں' رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ نے اس یہودی سے سفارش کی کہ وہ حضرت جابر کے قرض میں ان کے باغ کے تمام پھل قبول کرلے' اس یہودی نے انکار کیا' تب رسول اللہ ﷺ اس باغ میں داخل ہوئے اور اس باغ میں چلے (یعنی درختوں کے گرد طواف کیا)' پھر حضرت جابر سے فرمایا کہ اس باغ کے پھل توڑ کر اس یہودی کا قرض ادا کرو' رسول اللہ ﷺ کے واپس جانے کے بعد میں نے اس باغ کے پھل توڑے' پس تیس وسق پورے کر دیئے اور سترہ وسق (چار ہزار اسی کلو) کھجوریں پھر بھی بچ گئیں' پھر حضرت جابر' رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے تا کہ آپ کو خبر دیں کہ تمام قرض ادا ہو گیا اور سترہ وسق کھجوریں پھر بھی بچ گئیں' اس وقت رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز پڑھ رہے تھے' جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت جابر نے آپ کو کھجوروں کے زیادہ ہو جانے کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: ابن الخطاب کو بھی اس کی خبر دو' حضرت جابر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دینے گئے تو حضرت عمر نے کہا: میں تو کھجوروں کے بڑھ جانے کو اسی وقت سمجھ گیا تھا' جب رسول اللہ ﷺ نے درختوں کے گرد طواف کیا تھا کہ اب ضرور ان میں برکت دی جائے گی۔

اپنے کسی کمال پر اپنے محبین کو مطلع کرنا

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۷ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر سے فرمایا کہ تم ابن الخطاب یعنی حضرت عمر کو اس کی خبر دو' تا کہ اس معجزہ کے علم سے ان کا ایمان زیادہ ہو کہ جو کھجوریں اس قرض کی ادائیگی کے لیے بھی ناکافی تھیں' رسول اللہ ﷺ کے چکر لگانے کی برکت سے وہ کھجوریں قرض ادا کرنے کے بعد بھی بچ گئیں' اور حضرت عمر کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ وہ حضرت جابر کے قرض کی ادائیگی کے متعلق بے حد فکر مند تھے۔ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اپنا خاص کمال اپنے خاص محبین کو بتانا چاہیے تا کہ وہ خوش ہوں اور صاحب کمال سے اُن کی محبت اور عقیدت میں اضافہ ہو۔

١٠ - بَابُ مَنِ اسْتَعَاذَ مِنَ الدَّيْنِ
جس نے قرض سے پناہ طلب کی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرض سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہیے کیونکہ آدمی قرض اس وقت لیتا ہے جب وہ تنگ دست اور مفلس ہو اور مفلسی بھی ایک آزمائش ہے' اور جب انسان مقروض ہو جاتا ہے تو وہ قرض کو ادا کرنے کے لیے جو میعاد مقرر کرتا ہے' بعض اوقات وہ اس میعاد پر قرض ادا نہیں کر سکتا تو وعدہ خلافی ہوتی ہے' پھر وعدہ خلافی کے جواز کے لیے وہ قرض خواہ سے جھوٹے عذر تراشتا ہے اور یوں قرض کی وجہ سے وہ وعدہ خلافی کرنے اور جھوٹ بولنے کا مرتکب ہوتا ہے اور قرض کی وجہ سے وہ کئی گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے' اس لیے رسول اللہ ﷺ نے قرض میں مبتلا ہونے سے اللہ کی پناہ طلب کی ہے۔

۲۳۹۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح). وَحَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي اَخِي، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي عَتِيقٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْ فِي الصَّلٰوةِ، وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ. فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مَا اَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيذُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنَ الْمَغْرَمِ؟ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ، وَوَعَدَ فَاَخْلَفَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری (ح) اور ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از عروہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں دعا مانگتے تھے اور اللہ سے یوں عرض کرتے تھے: اے اللہ! میں گناہ اور قرض سے تیری پناہ میں آتا ہوں تو کسی کہنے والے نے ان سے کہا: یارسول اللہ! آپ قرض سے کتنی بار پناہ طلب کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص مقروض ہوتا ہے تو وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۳۲ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں قرض سے پناہ طلب کرنے کا ذکر ہے۔

معصیت کے ذرائع کو منقطع کرنا اور قرض لینے کی فضیلت اور مذمت کی احادیث میں تطبیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معصیت اور گناہ کے ذرائع اور اسباب کو قطع کرنا واجب ہے جیسے کسی کے ماں باپ کو گالی دینا حرام ہے کیونکہ یہ اس کے ماں باپ کو گالی دینے کا ذریعہ اور سبب ہے اسی طرح کافروں کے جھوٹے خداؤں کو برا کہنا منع ہے کیونکہ یہ ہمارے سچے خدا کو برا کہنے کا سبب اور ذریعہ ہے اسی طرح بغیر شرعی ضرورت کے قرض لینا منع ہے کیونکہ قرض جھوٹ بولنے اور وعدہ خلافی کا سبب اور ذریعہ ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث اس حدیث کے مخالف ہے جس میں قرض لینے کی تحسین ہے اور وہ یہ ہے:

جعفر بن محمد از والد خود از حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مقروض کے ساتھ ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ قرض ادا کر دے جب کہ اس نے کسی مکروہ کام کے لیے قرض نہ لیا ہو اور حضرت عبداللہ بن جعفر، حارثہ سے کہتے تھے: جاؤ! میرے لیے قرض لو کیونکہ میں ایک رات بھی ایسی بسر کرنا نہیں چاہتا جس میں اللہ تعالیٰ میرے ساتھ نہ ہو۔

امام طبری نے کہا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور ان میں سے کوئی حدیث دوسری حدیث کے مخالف نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ اس وقت مقروض کے ساتھ ہوتا ہے جب اس نے کسی مکروہ کام کے لیے قرض نہ لیا ہو اور وہ اس قرض کو ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو اور اس کے پاس اتنی گنجائش ہو جس سے وہ قرض ادا کر سکے ایسے مقروض کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے اور جس قرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پناہ طلب کی ہے اس کی حسب ذیل تین قسمیں ہیں:

(۱) جو شخص کسی مکروہ کام کو کرنے کے لیے قرض لے اور اس کے پاس اس قرض کو ادا کرنے کی گنجائش نہ ہو۔

(۲) اس نے کسی مکروہ کام کے لیے تو قرض نہ لیا ہو لیکن اس کے پاس اس قرض کو واپس کرنے کے وسائل نہ ہوں تو وہ اپنے مسلمان

بھائی کے مال کو تلف کرنے والا اور ہلاک کرنے والا ہے۔

(۳) اس کے پاس اس قرض کو واپس کرنے کے وسائل ہوں لیکن اس کا عزم یہ ہو کہ وہ اس قرض کو ادا نہیں کرے گا' تو وہ اپنے رب کا نافرمان ہے اور اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور ان میں سے ہر ایک قرض خواہ سے اپنے وعدہ کی مخالفت کرنے والا ہے' اگر اس نے وعدہ کیا ہو۔

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے قرض لیا تھا لیکن یہ وہ صورت نہیں ہے کہ جس میں کسی مکروہ کام کے لیے قرض لیا جائے۔

اور سلف صالحین قرض لیتے رہے ہیں' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس وقت بھی قرض لیا جب وہ خلیفہ تھے' پھر جب حضرت عمر زخمی ہو گئے تو انہوں نے کہا: دیکھو! مجھ پر کتنا قرض ہے؟ تو وہ اسّی ہزار یا اس سے زیادہ تھا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پر بہت زیادہ قرض تھا' جس کا امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں قرض سے پناہ طلب کرنے کا ذکر ہے۔

۱۱ - بَابُ الصَّلٰوةِ عَلٰى مَنْ تَرَكَ دَيْنًا

جس مقروض نے اپنے اوپر قرض چھوڑا' اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم

اس سے پہلے باب میں قرض سے پناہ طلب کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ ہرچند کہ قرض سے پناہ طلب کرنی چاہیے لیکن مقروض ہونا کوئی معصیت نہیں ہے جو مقروض کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے منافی ہو۔

۲۳۹۸ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ' عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ' وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَاِلَيْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از ابی حازم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے (ترکہ میں) مال چھوڑا' وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جس نے کسی قرض کا ذمہ چھوڑا یا اپنی اولاد کی کفالت کا ذمہ چھوڑا تو اس کو ہم ادا کریں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۹۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے یہاں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ مقروض کی نمازِ جنازہ پڑھنی چاہیے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص قرض چھوڑ کر یا اولاد چھوڑ کر مر جائے اور اس کے ترکہ سے اس کے ذمہ کو ادا کرنا مشکل ہو تو سربراہ ملک اس کے ذمہ کو پورا کرے۔

۲۳۹۹ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ' عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُّؤْمِنٍ اِلَّا وَاَنَا اَوْلٰى بِهٖ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ' اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعامر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از ہلال بن علی از عبدالرحمن بن ابی عمرہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو بھی مؤمن ہو' میں اس کے دنیا اور آخرت کے اُمور میں اس سے زیادہ حق دار ہوں اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: نبی

اَنْفُسِهِمْ﴾ (الاحزاب:٦) فَاَيُّمَا مُؤْمِنٍ مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوْا، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا اَوْ ضَيَاعًا فَلْيَاْتِنِي، فَاَنَا مَوْلَاهُ.

مؤمنین سے زیادہ ان کی جانوں پر (تصرف کا) حق دار ہے۔ (الاحزاب:٦) لہٰذا جو مؤمن فوت ہو گیا اور اس نے مال چھوڑا تو وہ مال اس کے وارثوں کا ہے خواہ وہ جو بھی ہوں اور اگر اس نے قرض یا عیال کو چھوڑا ہے تو وہ میرے ذمہ ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری:٢٢٩٨ میں گزر چکی ہے۔

"النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسهم" کی متعدد تفسیریں

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کام کا حکم دیں تو اس پر عمل کرنا واجب ہے اور جب بھی آپ کسی کام سے منع کریں تو اس سے اجتناب کرنا لازم ہے' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے' وہ وحی غیر متلو ہے جو کہ وحی متلو کے مطابق ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کو کسی کام کا حکم دیں اور ان کے نفوس ان کو کسی اور کام کا حکم دیں تو ان کا نفسوں کے حکم کی اطاعت کی بجائے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی اطاعت کرنا ان کے زیادہ لائق ہے۔

مقاتل نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی اطاعت کرنا' ان کا ایک دوسرے کے حکم کی اطاعت کرنے سے زیادہ لائق ہے۔

اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ شرعی احکام کو نافذ کرنا اور حدود کو جاری کرنا عام دنیاوی احکام پر عمل کرنے کی بہ نسبت زیادہ لائق ہے کیونکہ اس میں مخلوق کی مصلحت ہے اور ان کو فساد سے دور کرنا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام پر عمل کرنے میں ان کے لیے پاکیزہ زندگی اور راحت ہے اور ان کے اپنے نفس کے احکام پر عمل کرنے میں ان کی ہلاکت اور بے راہ روی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مؤمنوں کے نفس کے احکام ان کو دنیا کی آگ اور مصائب سے بچاتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام ان کو آخرت کی آگ اور مصائب سے بچاتے ہیں۔

اور میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام پر عمل کرنے سے وہ یادِ خدا اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے ہیں' ان کو دنیا میں چین اور سکون ملتا ہے اور ان کا دل مطمئن رہتا ہے اور دنیا کے لوگ ان کو عزت اور عقیدت کی نظر سے دیکھتے ہیں' جب کہ نفس کے احکام پر عمل کرنے سے وہ فسق اور فجور میں مبتلا ہوتے ہیں اور بے چینی اور اضطراب کی آگ میں جلتے رہتے ہیں' پھر وہ سکون کی تلاش میں کبھی اپنے آپ کو شراب میں ڈبو لیتے ہیں' پھر بھی ان کو سکون نہیں ملتا اور وہ تیز سے تیز تر نشہ کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں' کبھی چرس اور ہیروئن کی پناہ لیتے ہیں اور کبھی نشہ کے انجکشن لگواتے ہیں اور ان کے اثراتِ بد سے طرح طرح کی مہلک بیماریوں میں مبتلا رہ کر زندگی کی بازی ہار جاتے ہیں اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار رہتے ہیں!

١٢ - بَابُ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ

مال دار کا قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرنا ظلم ہے

٢٤٠٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، اَخِيْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام بن منبہ جو وہب بن منبہ کے بھائی ہیں' انہوں نے حضرت

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال دار کا (قرض کی ادائیگی) میں تاخیر کرنا ظلم ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸۷ میں گزر چکی ہے' یہ پوری حدیث اس طرح ہے کہ غنی کا تاخیر کرنا ظلم ہے اور جس مقروض کا قرض کسی مال دار کے حوالہ کیا جائے اُسے اس کو مان لینا چاہیے۔

١٣ - بَابٌ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ

جس کا حق ہوتا ہے' اس کو تقاضا کرنے میں سختی کی گنجائش ہوتی ہے

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عُقُوْبَتَهٗ وَعِرْضَهٗ. قَالَ سُفْيَانُ عِرْضَهٗ يَقُوْلُ مَطَلْتَنِيْ' وَعُقُوْبَتُهُ الْحَبْسُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جس کے پاس قرض ادا کرنے کی گنجائش ہو' اس کا تاخیر کرنا اس کی سزا اور اس کی عزت کو حلال کر دیتا ہے' عزت کو حلال کرنا یہ ہے کہ قرض خواہ کہے: تم مجھ سے ٹال مٹول کر رہے ہو' اور اس کی سزا اس کو قید کرنا ہے۔

تعلیق مذکور کی حدیث مذکور اور اس کی مؤید احادیث درج ذیل ہیں:

عمرو بن الشرید از والد خود از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جس شخص کے پاس قرض کو ادا کرنے کی گنجائش ہو اور وہ ادائیگی میں تاخیر کرے تو یہ اس کی عزت (کی خرابی) کو اور اس کی سزا کو جائز کر دیتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۶۲۸ ' سنن ابن ماجہ: ۲۴۲۷ ' سنن نسائی: ۴۷۰۳)

عبداللہ بن مبارک نے کہا: عزت کو حلال کرنے کا معنی ہے: اس کو سختی کے ساتھ ڈانٹا جائے اور اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو قید کر لیا جائے۔

اہل بادیہ میں سے ایک شخص اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے ایک مقروض کو لے کر آیا' آپ نے فرمایا: اس کو اپنی گرفت میں رکھو' پھر آپ نے فرمایا: اے بنو تمیم کے بھائی! تم اپنے قیدی کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟ (سنن ابوداؤد: ۳۶۲۹ ' سنن ابن ماجہ: ۲۴۲۸)

بہز بن حکیم اپنے والد سے' وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اس پر ایک تہمت کی وجہ سے قید کر لیا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۶۳۰ ' سنن ترمذی: ۱۴۱۷ ' سنن نسائی: ۴۸۹۰)

ان احادیث میں قیدی کو سختی کے ساتھ ڈانٹنے اور اس کو قید کرنے کا ثبوت ہے اور نادہندہ مقروض پر سختی کرنے کا ثبوت ہے۔

٢٤٠١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى' عَنْ شُعْبَةَ' عَنْ سَلَمَةَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يَتَقَاضَاهُ فَاَغْلَظَ لَهٗ' فَهَمَّ بِهٖ اَصْحَابُهٗ' فَقَالَ دَعُوْهُ' فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے اپنے قرض کا تقاضا کیا اور اس نے سختی سے بات کی تو آپ کے اصحاب نے اس (کو مارنے یا ڈانٹنے) کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو' کیونکہ جس کا حق ہوتا ہے' اس کو سختی سے بات کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سختی کے ساتھ قرض کا تقاضا کرنا جائز ہے۔

مال دار مقروض کی مذمت اور اس کو قید کرنے کا جواز اور مفلس مقروض کو مہلت دینے کا وجوب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جب کسی مال دار مقروض نے قرض ادا کرنے میں تاخیر کی تو اس نے ظلم کیا اور ظلم حرام ہے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔ اصبغ اور سحنون نے کہا: جو شخص قرض ادا کرنے میں تاخیر کرے' اس کی شہادت جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ظالم فرمایا ہے' اور دوسرے علماء کے نزدیک اس شخص کی عدالت ساقط نہیں ہوتی' ہاں! اگر وہ قرض میں زیادہ تاخیر کرتا ہو اور یہ اس کا غالب عمل ہو' پھر اس کی عدالت ساقط ہو جاتی ہے۔

مال دار ظالم کی قرض میں ادائیگی پر مذمت کے جواز میں بعض علماء نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ. (النساء:۱۴۸)

اللہ تعالیٰ بہ آوازِ بلند بُری بات کہنے کو ناپسند فرماتا ہے سوائے مظلوم (کی بات) کے۔

یہ آیت اس شخص کے متعلق نازل ہوئی تھی' جس نے کسی کی ضیافت (دعوت) کرنے سے منع کر دیا تھا تو اس کے لیے مباح کیا گیا کہ وہ ضیافت سے منع کرنے والے کو ''لئیم'' (ملامت کیا ہوا) کہے۔

اور اس کو قید کرنے کی سزا کا جواز یہ ہے کہ جب اس شخص کے لیے مال متوقع ہو یا قرض کی ادائیگی کے برابر مال کی اُمید ہو تو اس وقت اس کو قید کیا جائے گا' اور اگر مقروض کی غربت اور اس کا افلاس ثابت ہو تو پھر اس کو مہلت دینا واجب ہے اور اس کو قید نہیں کیا جائے گا کیونکہ قید کرنے کی علت اب زائل ہو چکی ہے اور اس کی علت ہے: قرض ادا کرنے پر قادر ہونا'

اس میں اختلاف ہے کہ جب کسی مقروض شخص کا مفلس ہونا ثابت ہو جائے اور قاضی یہ حکم دے کہ اس کو قید سے نکال دیا جائے تو کیا اس کی رہائی کے بعد قرض خواہ پر یہ لازم ہے کہ اس کے ساتھ رہے' امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس کے قرض خواہوں کا اس کے ساتھ رہنا لازم نہیں ہے اور جب تک اس مقروض کے پاس دوبارہ مال نہ آ جائے' اس وقت تک وہ اس کے در پے نہ ہو' اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ قاضی قرض خواہوں کو اس کے ساتھ لازم رہنے سے منع نہ کرے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مال دار کا قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرنا ظلم ہے' اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو مال دار نہ ہو' اس کی تاخیر ظلم نہیں ہے۔ فلہٰذا غریب اور مفلس سے قرض کا مطالبہ بھی نہ کیا جائے اور جب مطالبہ اس سے ساقط ہو گیا تو اس کو قید کرنا اور اس کے ساتھ لازم رہنا بھی ساقط ہو گیا۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۴ - بَابُ اِذَا وَجَدَ مَالَهٗ عِنْدَ مُفْلِسٍ فِي الْبَيْعِ وَالْقَرْضِ وَالْوَدِيْعَةِ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ

جب کسی شخص کو اپنا مال بعینہٖ اس شخص کے پاس مل جائے جس کو بیع' قرض اور امانت میں دیوالیا قرار دیا گیا ہو تو وہ دوسروں کی بہ نسبت اپنے مال کا زیادہ حق دار ہے

بیع کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو کسی آدمی نے کوئی چیز فروخت کی' پھر اس آدمی کو عدالت نے دیوالیا قرار دے دیا اور اس شخص کا

سامان نیلام کیا جارہا ہو اور اس شخص کو اپنی فروخت کی ہوئی چیز بعینہٖ اس خریدار کے سامان میں مل جائے تو وہ دوسرے قرض خواہوں کی بہ نسبت اپنی چیز کا زیادہ حق دار ہے' قرض کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو کسی آدمی نے کوئی چیز قرض دی اور دیوالیہ قرار دیئے جانے کی وجہ سے اس مقروض کا سامان نیلام ہو رہا ہو اور اس سامان میں قرض خواہ کو اپنی چیز بعینہٖ مل جائے تو دوسرے قرض خواہوں کی بہ نسبت اپنی اس چیز کا قرض دینے والا زیادہ حق دار ہے' اسی طرح اگر اس نے اس شخص کے پاس نیلامی کے وقت اپنی چیز بعینہٖ دیکھ لی تو دوسروں کی بہ نسبت اپنی اس چیز کا وہ زیادہ حق دار ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ إِذَا أَفْلَسَ وَتَبَيَّنَ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ وَلَا بَيْعُهُ وَلَا شِرَاؤُهُ.

اور حسن بصری نے کہا ہے کہ جب کسی شخص کو دیوالیا قرار دیا گیا تو یہ ظاہر ہو گیا کہ اس شخص کا آزاد کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کا فروخت کرنا اور نہ اس کا خریدنا جائز ہے۔

اس شخص کے تصرفات کے غیر مؤثر ہونے کے لیے یہ قید ہے کہ حاکم کے سامنے اس کو دیوالیا قرار دیا گیا ہو' اس قید کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک حاکم کے سامنے اس کو دیوالیا نہیں قرار دیا گیا تو اس کے آزاد کرنے اور خرید و فروخت کرنے کے تمام تصرفات جائز ہوں گے اور جب حاکم نے اس کو دیوالیا قرار دے دیا ہو تو پھر اس کے تصرفات کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' ابراہیم نخعی کے نزدیک جس کے تصرفات پر پابندی ہو' اس کا فروخت کرنا اور خریدنا جائز ہے اور اکثر علماء کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے ماسوا بیع الوفاء کے اور بعض کے نزدیک اس کے تصرفات موقوف ہیں' امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے' اس کے اقرار میں اختلاف ہے اور جمہور کے نزدیک اس کا اقرار مقبول ہے۔

وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ قَضٰى عُثْمَانُ مَنِ اقْتَضٰى مِنْ حَقِّهٖ قَبْلَ اَنْ يُّفْلِسَ فَهُوَ لَهٗ، وَمَنْ عَرَفَ مَتَاعَهٗ بِعَيْنِهٖ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ.

اور سعید بن المسیب نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ جس شخص نے کسی آدمی کے دیوالیا قرار دیئے جانے سے پہلے اپنا حق طلب کر لیا تو وہ اس کو ملے گا اور جس نے (نیلامی کے وقت) اپنے سامان کو بعینہٖ پہچان لیا تو وہ اس کا حق دار ہے۔

حضرت عثمان کے اس فیصلہ کا معنی یہ ہے کہ جس شخص کا کسی دوسرے پر حق ہو اور وہ اپنے حق کو اس سے پہلے وصول کر لے جب حاکم اس کو دیوالیا قرار دے تو یہ جائز ہے اور خاص اس چیز کے متعلق دوسرے قرض خواہ اس سے تعرض نہیں کر سکتے بلکہ جو بھی اس کے اوپر اپنا حق ثابت کرے گا' وہ اس سے دلیل کا مطالبہ کرے گا' اس کے برخلاف جب کسی نے اس کے پاس اپنا سامان بعینہٖ پا لیا تو وہ دوسرے قرض خواہوں کی بہ نسبت اپنی چیز کا زیادہ حق دار ہو گا۔ اس تعلیق کو امام ابوعبید نے کتاب الاموال میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٤٠٢ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے خبر دی کہ عمر بن عبد العزیز نے ان کو خبر دی کہ ابوبکر بن عبد الرحمان بن الحارث بن ہشام نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے

وَسَلَّمَ، اَوْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَدْرَكَ مَالَهٗ بِعَيْنِهٖ عِنْدَ رَجُلٍ، اَوْ اِنْسَانٍ، قَدْ اَفْلَسَ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ مِنْ غَيْرِهٖ.

ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' یا انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے کسی ایسے آدمی کے پاس اپنے مال کو بعینہٖ پایا جس کو دیوالیا قرار دیا گیا تھا تو وہ اپنے مال کا دوسروں کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہوگا۔

(صحیح مسلم:۱۵۵۹' الرقم المسلسل:۳۸۷۸' سنن ابوداؤد:۳۵۲۰۔۳۵۱۹' سنن ترمذی:۱۲۶۲' سنن نسائی:۴۶۷۶' سنن ابن ماجہ:۲۳۵۹۔ ۲۳۵۸' مسند ابویعلیٰ:۶۴۷۰' مصنف عبدالرزاق:۱۵۱۶۱۔۱۵۱۶۰' مسند ابوداؤد الطیالسی:۲۵۰۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج۶ص ۳۶۔۳۵۔ ج ۱۴ ص۲۷۶۔۲۷۵' صحیح ابن حبان:۵۰۳۷۔۵۰۳۶' سنن دارقطنی ج ۳ص ۳۰۔۲۹' سنن بیہقی ج۶ص ۴۵۔۴۴' شرح السنہ:۲۱۳۳' مسند احمد ج ۲ ص۲۲۸' مسند احمد:۷۱۲۴۔ ج ۱۲ص ۲۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن یونس' یہ احمد بن عبداللہ بن یونس التمیمی الیربوعی ہیں (۲) زہیر بن معاویہ الجعفی (۳) یحییٰ بن سعید الانصاری (۴) ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم (۵) عمر بن عبدالعزیز بن مروان الخلیفۃ العادل القرشی الاموی (۶) ابوبکر بن عبدالرحمان' یہ بہت زیادہ نمازیں پڑھتے تھے' اس لیے ان کو راہب قریش کہا جاتا تھا (۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۳۳)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت صرف بیع کے ذکر میں ہے' کیونکہ اس باب کی اکثر احادیث بیع کے متعلق وارد ہیں' ان میں سے ایک حدیث یہ ہے: جس کو امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ جب کسی شخص نے کوئی سودا خریدا' پھر اس کو دیوالیا قرار دے دیا گیا اور وہ چیز بعینہٖ اس کے پاس ہے تو وہ دوسرے قرض خواہوں کی بہ نسبت اس چیز کا زیادہ حق دار ہے۔ اور امام مالک نے یہ مرسل روایت کی ہے کہ جس شخص نے کوئی سودا فروخت کیا اور اس خریدار کو دیوالیا قرار دے دیا گیا اور بائع نے ابھی تک اس کی قیمت پر قبضہ نہیں کیا اور اس شخص نے وہ چیز بعینہٖ پالی تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے' لیکن امام بخاری نے جس حدیث کی روایت کی ہے اس میں بیع کا ذکر نہیں ہے' اس لیے حدیث مذکور باب کے مطابق نہیں ہے۔

جب دیوالیا قرار دیئے جانے والے کے پاس کسی کی چیز بعینہٖ موجود ہو تو وہ اس کو واپس لینے کا دوسروں سے زیادہ حق دار ہے' اس قاعدہ میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' حضرت عثمان بن عفان' حضرت علی' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے یہ روایت ہے کہ جب خریدار کو دیوالیا قرار دیا جائے اور بائع (فروخت کرنے والے) نے اس کے پاس اپنا سامان بعینہٖ پایا تو وہ اس سامان کو لینے کے لیے دوسرے قرض خواہوں سے زیادہ مستحق ہے اور یہی عروہ بن الزبیر کا قول ہے' امام مالک' اوزاعی' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مؤقف ہے اور ان کا استدلال اسی باب کی حدیث سے ہے۔

ابراہیم نخعی اور حسن بصری سے یہ روایت ہے کہ بائع اس مسئلہ میں دیگر قرض خواہوں کے مساوی ہے' اور یہی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول ہے' اور دیوالیے والی حدیث کو انہوں نے قیاس سے مسترد کر دیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ خریدا ہوا سامان خریدار کا مال ہے اور اس کی قیمت اس کے ذمہ ہے اور جس شخص نے کسی چیز کو فروخت کیا' اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس چیز کو روک کے رکھے

حتیٰ کہ خریدار اس کی قیمت ادا کرے' جس طرح رہن رکھنے والے کے لیے یہ جائز ہے کہ جس چیز کو رہن رکھا گیا ہے' وہ اس کو اس وقت تک روکے رکھے حتیٰ کہ وہ رہن رکھنے والے سے اپنی رقم وصول کر لے' پھر جب رہن رکھنے والا مرہون چیز رہن رکھوانے والے کو سونپ دے تو اب رہن رکھنے والے کے لیے اس چیز کو روکے رکھنا جائز نہیں ہے' اسی طرح جب بائع فروخت شدہ چیز سے اپنا قبضہ ختم کر دے اور وہ چیز خریدار کو سونپ دے تو اب وہ چیز بائع کی ضمان سے نکل کر خریدار کی ضمان میں آ گئی۔

اور سنت ان میں سے ہر ایک کے قول سے مستغنی ہے اور اس میں قیاس اور نظر کا کوئی دخل نہیں ہے' قیاس اور نظر کا اس میں اس وقت دخل ہوتا جب یہاں سنت نہ ہوتی لیکن جب یہاں سنت موجود ہے تو وہ اپنے مخالفین پر حجت ہے' نیز جب بائع کا حق بعینہٖ چیز سے ذمہ کی طرف منتقل ہو گیا اور خریدار کے دیوالیہ ہونے کی وجہ سے اس کا اس چیز پر قبضہ متعذر اور مشکل ہو گیا تو واجب ہے کہ اس کا رجوع بعینہٖ اس چیز کی طرف ہو جب کہ وہ چیز باقی ہو۔

اگر فقہاء کوفہ یہ کہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو ارشاد ہے: پس وہ اس چیز کا زیادہ حق دار ہے' یہ امانت رکھوانے والے اور قرض دینے والے پر محمول ہے نہ کہ بائع پر' تو کہا جائے گا کہ یہ جواب فاسد ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاحب متاع (سامان والے) کو یہ حق دیا ہے کہ جب اس کی چیز دیوالیا کے پاس بعینہٖ موجود ہو تو وہ اس چیز کو واپس لے سکتا ہے اور امانت رکھوانے والا اپنے مال کا زیادہ حق دار ہے خواہ وہ مال اپنی صفت پر قائم ہو یا اس کی صفت متغیر ہو چکی ہو' پس اس حدیث کو امانت رکھوانے پر محمول کرنا جائز نہیں ہے اور اس حدیث کو بائع پر محمول کرنا واجب ہے کیونکہ جب بائع اپنے مال کو اسی صفت پر بعینہٖ موجود پائے گا اور اس میں کوئی تغیر نہیں ہو گا تو وہ اپنے مال کی طرف رجوع کرے گا اور جب اس کا مال متغیر ہو جائے گا تو پھر وہ اس کی طرف رجوع نہیں کرے گا۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٤٣٢-٤٣١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

بائع کو دیگر قرض خواہوں کے مساوی قرار دینے میں امام ابوحنیفہ منفرد نہیں ہیں بلکہ دوسرے فقہاء کا بھی یہی موقف ہے

علامہ ابن بطال نے یہ تاثر دیا ہے کہ صرف فقہاء احناف کا یہ مذہب ہے کہ جب دیوالیا قرار دیئے جانے والے کے پاس کسی کی چیز بعینہٖ موجود ہو تو اس کو واپس لینے والوں میں بائع شامل نہیں ہے اور یہ موقف حدیث کے خلاف ہے' پہلے ہم یہ واضح کریں گے کہ یہ موقف صرف امام ابوحنیفہ کا نہیں ہے بلکہ دوسرے فقہاء بھی اس میں شریک ہیں' پھر ہم یہ بتلائیں گے کہ یہ موقف حدیث کے موافق ہے۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ابراہیم النخعی' حسن بصری' شعبی اور ایک روایت کے مطابق وکیع بن الجراح' اور عبد اللہ بن شبرمہ قاضی کوفہ' اور امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام زفر' ان سب کا یہ مذہب ہے کہ سامان فروخت کرنے والا یعنی بائع اپنی چیز خریدار سے وصول کرنے میں دیگر قرض خواہوں کے مساوی ہے اور عمر بن عبد العزیز سے یہ صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ جس شخص نے اپنے سامان کی قیمت طلب کی' پھر خریدار کو دیوالیا قرار دے دیا گیا تو وہ بائع اور دیگر قرض خواہ اس مطالبہ میں مساوی ہیں اور یہ زہری کا قول ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے' جس طرح ان فقہاء کرام کا موقف ہے اور قتادہ نے از خلاس بن عمرو از حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب وہ چیز دیوالیا قرار دیئے جانے والے کے پاس بعینہٖ موجود ہو تو بائع اس چیز کو مشتری سے لینے میں دیگر قرض خواہوں کی مثل یا ان کے مساوی ہے اور اس تصریح سے علامہ ابن المنذر کے اس قول کا رد ہو جاتا ہے کہ ہمارے علم کے مطابق حضرت

عثمان کا اس موقف میں صحابہ میں سے کوئی مخالف نہیں ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول اس باب کے اوائل میں گزر چکا ہے۔ اور سفیان ثوری نے از مغیرہ از ابراہیم روایت کی ہے کہ بائع اور دیگر قرض خواہ شرعاً مساوی ہیں اور شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ اس نے بعینہٖ اپنا مال پایا ہے تو شعبی نے کہا: دیگر قرض خواہوں کے بغیر تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۳۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

محل نزاع کا تعین اور امام ابوحنیفہ پر حدیث کی مخالفت کا جواب

امام بخاری اور ائمہ ثلاثہ کا موقف یہ ہے کہ اگر کسی شخص مثلاً زید کے پاس کسی نے امانت رکھوائی یا کسی اور نے اس کو عاریۃً کوئی چیز دی یا اس نے کسی کو کوئی چیز فروخت کی' خریدار نے اس چیز پر ابھی قبضہ نہیں کیا اور وہ چیز بائع یعنی زید کے پاس بعینہٖ موجود ہے' اسی طرح امانت اور عاریت بھی اس کے پاس بعینہٖ موجود ہے اور اس اثناء میں عدالت نے زید کو دیوالیہ قرار دے دیا اور اس کے تمام مال ومتاع کو نیلام کرنے کا حکم دے دیا تو جن لوگوں کی چیزیں اس کے پاس بعینہٖ موجود ہیں' وہ نیلام میں شامل نہیں ہوں گی اور ان لوگوں کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ بائع سے اپنی وہ چیز وصول کرلیں اور اس کا باقی مال ومتاع نیلام کر دیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے کہ بائع دیگر قرض خواہوں کے مساوی ہے' اس کے برخلاف امام بخاری اور ائمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں کہ بائع کو اپنا حق وصول کرنے میں دیگر قرض خواہوں پر ترجیح ہوگی جیسا کہ علامہ ابن بطال نے لکھا ہے' نیز علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا قول حدیث کے خلاف ہے اور انہوں نے اپنے قیاس سے حدیث کو مسترد کیا ہے' ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کو مسترد کرنا تب لازم آتا کہ حدیث میں بائع کو ترجیح دینے کا ذکر ہوتا اور امام ابوحنیفہ فرماتے کہ بائع کو اس کا حق نہیں ملے گا' اس بحث کو آگے بڑھانے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اس حدیث پر ایک بار پھر نظر ڈال لی جائے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی ایسے آدمی کے پاس اپنا مال بعینہٖ پایا جس کو دیوالیہ قرار دیا گیا تھا تو وہ اپنے مال کا دوسروں کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۲۴۰۲)

اس حدیث کے متن میں سرے سے بائع کا ذکر ہی نہیں ہے' چہ جائیکہ بائع کو دوسرے قرض خواہوں پر ترجیح دینے کا ذکر ہو' پھر اگر امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ بائع دوسرے قرض خواہوں کے مساوی ہے یعنی جس نے بھی مقروض کے مال ومتاع کی نیلامی سے پہلے اس کے پاس اپنے مال کو بعینہٖ موجود پایا تو اس کو نیلام میں شامل نہیں کیا جائے گا اور دوسرے قرض خواہوں کی بہ نسبت اس کو اپنا بعینہٖ مال وصول کرنے کا حق ہوگا' خواہ وہ بائع ہو یا امانت رکھوانے والا ہو یا کوئی چیز عاریۃً دینے والا ہو' تو امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کی ہرگز مخالفت نہیں کی بلکہ ان کا قول حدیث کے عموم کے موافق ہے کیونکہ حدیث میں بر سبیل عموم یہ تصریح ہے کہ جس شخص نے کسی ایسے آدمی کے پاس اپنا مال بعینہٖ پایا جس کو دیوالیہ قرار دیا گیا تھا تو وہ اپنے مال کا دوسروں کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہوگا۔ اس حدیث میں اس شخص کی تعیین نہیں کی گئی' وہ شخص بائع بھی ہوسکتا ہے' امانت رکھوانے والا بھی ہوسکتا ہے اور وہ شخص بھی ہوسکتا ہے جس کی کوئی چیز غصب کرلی گئی تھی اور وہ چیز بعینہٖ اس کے پاس پائی گئی جس کو دیوالیہ قرار دیا ہے' اس حدیث میں عموم ہے اور اس عموم کے موافق امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ بائع اس حکم میں دوسرے قرض خواہوں کی مثل یا ان کے مساوی ہے' حدیث کی مخالفت تو امام بخاری اور ائمہ ثلاثہ نے کی ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ بائع کو دوسرے قرض خواہوں پر ترجیح ہے جب کہ اس حدیث کے متن میں سرے سے بائع کا ذکر ہی نہیں ہے۔

امام ابوجعفر طحاوی کی حدیث مذکور کی تقریر

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ نے بھی اس اعتراض کا یہی جواب دیا ہے وہ فرماتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں: پس اس شخص نے اپنے مال کو بعینہ پالیا۔ اور اس کا مال بعینہ مال مغصوب پر اور عاریۃً دیئے ہوئے مال پر اور امانت پر بھی صادق آتا ہے سو یہ لوگ اس مال کو لینے میں باقی قرض خواہوں سے زیادہ حق دار ہیں اور اس کی تائید میں یہ احادیث ہیں:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا کوئی سامان چوری ہو گیا ہو یا اس کا کوئی سامان ضائع ہو گیا ہو اور وہ بعینہ اس سامان کو کسی شخص کے قبضہ میں پائے تو وہ اس سامان کا زیادہ حق دار ہے اور جس نے یہ سامان کسی سے خریدا ہے وہ اپنی قیمت کو بائع سے طلب کرے گا۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۳۳۱ مسند احمد ج ۵ ص ۱۳ شرح معانی الآثار: ۶۰۴۱)

ابوبکر بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سامان کے متعلق فیصلہ فرمایا جس کو کسی شخص نے خریدا پھر اس خریدار کو دیوالیا قرار دیا گیا اور وہ سامان بعینہ بائع کے پاس موجود تھا اور خریدار نے اس کی قیمت سے کچھ بھی ادا نہیں کیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بائع بھی دیگر قرض خواہوں کی مثل یا ان کے مساوی ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۶۴۰۲)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول بعینہ اس حدیث کے مطابق ہے۔

ابوبکر بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کوئی سامان خریدا پھر اس خریدار کو دیوالیا قرار دے دیا گیا اور بائع نے ابھی اس سے بالکل قیمت وصول نہیں کی تھی پھر بائع نے اپنے مال کو بعینہ پالیا تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے پس اگر خریدار مر گیا تو بائع دیگر قرض خواہوں کی مثل ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۲۲-۳۵۲۰ موطأ امام مالک: کتاب البیوع: ۸۷ شرح معانی الآثار: ۶۰۴۳)

امام ابوحنیفہ کا قول اس حدیث کے بالکل مطابق ہے۔

ہم نے شروع میں ذکر کیا تھا کہ جب مقروض کو دیوالیا قرار دیا جائے تو تمام قرض خواہوں کی رقم میں اسی تناسب سے کمی ہو جائے گی اس کی مثال درج ذیل ہے:

زید کے پاس کسی نے ۸۰۰ روپے کی چیز رہن (گروی) رکھوائی تھی دوسرے شخص نے اس کے پاس ۶۰۰ روپے کی چیز امانت رکھوائی تھی تیسرے شخص نے اس کو ۴۰۰ روپے کی چیز عاریتاً دی تھی اب زید کو عدالت نے دیوالیہ قرار دے کر اس کے سامان کی نیلامی کا حکم دیا جب اس کے تمام اثاثوں کو نیلام کیا گیا تو ایک ہزار (۱۰۰۰) روپیہ حاصل ہوا اب یہ ایک ہزار روپے رہن رکھوانے والے امانت رکھوانے والے اور عاریتاً چیز رکھوانے والے کے درمیان اس طرح تقسیم کیے جائیں گے کہ سب کو اپنے حصہ کی رقم کا نقصان جمیع نقصان کی اوسط سے برداشت کرنا پڑے اس کی صورت یہ ہے:

نیلامی کے بعد حاصل شدہ رقم کو (جو ایک ہزار روپے ہے) رہن رکھوانے والے امانت رکھوانے والے اور عاریتاً رکھوانے والے کی کل رقم (جو ۱۸۰۰ روپے ہے) سے تقسیم کیا جائے گا جو حاصل آئے گا اس کو ہر ایک کی رقم سے ضرب دیا جائے گا یہ وہ رقم ہو گی جو ہر ایک کو اس کی اصل رقم کے عوض میں ملے گی چنانچہ:

نیلامی کے بعد حاصل شدہ رقم ۱۰۰۰ روپے کو کل رقم ۱۸۰۰ روپے سے تقسیم کیا گیا تو حاصل تقسیم 0.555 ہوا۔

رہن رکھوانے والا

.555. حاصل تقسیم کو رہن رکھوانے والے کی اصل رقم ۸۰۰ سے ضرب دیا گیا' حاصل ضرب ۴۴۴ روپے ۴۴ پیسے' یہ وہ رقم ہے جو اس کو اس کی اصل رقم ۸۰۰ کے بدلہ میں ملے گی۔

امانت رکھوانے والا

.555. حاصل تقسیم کو امانت رکھوانے والے کی اصل رقم ۶۰۰ روپے سے ضرب دیا گیا' حاصل ضرب ۳۳۳ روپے ۳۳ پیسے' یہ وہ رقم ہے جو امانتاً چیز رکھوانے والے کو اس کی اصل رقم کے بدلہ میں ملے گی۔

عاریۃً رکھوانے والا

.555. حاصل تقسیم کو عاریۃً رکھوانے والے کی اصل رقم ۴۰۰ روپے سے ضرب دیا گیا' حاصل ضرب ۲۲۲ روپے ۲۲ پیسے' یہ وہ رقم ہے جو عاریۃً رکھوانے والے کو اس کے اصل مال کے بدلہ میں ملے گی۔

۱۵ - بَابُ مَنْ اَخَّرَ الْغَرِيْمَ اِلَى الْغَدِ اَوْ نَحْوِهٖ' وَلَمْ يَرَ ذٰلِكَ مَطْلًا

جس شخص نے قرض خواہ کو کل یا پرسوں تک کہا اور اس کو تاخیر نہیں قرار دیا

وَقَالَ جَابِرٌ اِشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِيْ حُقُوْقِهِمْ فِيْ دَيْنِ اَبِيْ' فَسَاَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّقْبَلُوْا ثَمَرَ حَائِطِيْ فَاَبَوْا' فَلَمْ يُعْطِهِمُ الْحَائِطَ' وَلَمْ يَكْسِرْهُ لَهُمْ' وَقَالَ سَاَغْدُوْ عَلَيْكَ غَدًا. فَغَدَا عَلَيْنَا حِيْنَ اَصْبَحَ' فَدَعَا فِيْ ثَمَرِهَا بِالْبَرَكَةِ' فَقَضَيْتُهُمْ.

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے والد کے قرض میں قرض خواہوں نے اپنے قرض کا شدت سے مطالبہ کیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ وہ اپنے قرض کے عوض میرے باغ کے پھلوں کو قبول کر لیں' سو انہوں نے انکار کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو باغ نہیں دیا اور نہ اس کے پھل توڑنے کا حکم دیا اور فرمایا: میں تمہارے پاس کل آؤں گا' پھر دوسری صبح کو آپ ہمارے پاس تشریف لائے' تشریف لائے' پھر آپ نے باغ کے پھلوں میں برکت کی دعا کی تو میں نے ان کا قرض ادا کر دیا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۳۹۶۔۲۳۹۵ میں گزر چکی ہے اور ان کی مفصل شرح وہیں پر کر دی گئی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: میں کل آؤں گا۔

۱۶ - بَابُ مَنْ بَاعَ مَالَ الْمُفْلِسِ اَوِ الْمُعْدِمِ' فَقَسَمَهٗ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ' اَوْ اَعْطَاهُ حَتّٰى يُنْفِقَ عَلٰى نَفْسِهٖ

جس نے دیوالیا یا محتاج کے مال کو فروخت کر کے قرض خواہوں میں تقسیم کر دیا یا وہ مال خود اسی کو دے دیا تھا کہ وہ اس مال کو اپنی ذات پر خرچ کرے

۲۴۰۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ اَبِيْ رَبَاحٍ' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَعْتَقَ رَجُلٌ غُلَامًا لَّهٗ عَنْ دُبُرٍ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین المعلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عطاء بن ابی رباح نے حدیث بیان کی از حضرت جابر

وَسَلَّمَ مَنْ يَّشْتَرِيهِ مِنِّي؟ فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ' فَاَخَذَ ثَمَنَهُ فَدَفَعَهُ اِلَيْهِ.

بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو مدبر کر دیا یعنی اس سے کہا: تم میری موت کے بعد آزاد ہو' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس غلام کو مجھ سے کون خریدے گا؟ تو اس غلام کو حضرت نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے خرید لیا' آپ نے اس کی قیمت وصول کر کے اس شخص کو دے دی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۱۴۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس محتاج کا کل سرمایہ صرف وہی غلام تھا اور اس نے اپنی موت کے بعد اس کو آزاد کرنے کا اعلان کر دیا تھا' اس سے اس کے وارثوں کی حق تلفی ہوتی تھی' اس لیے آپ نے اس کی زندگی میں ہی اس غلام کو فروخت کر دیا' گویا اس شخص کا اس غلام کو مدبر کرنا صحیح نہیں تھا۔

١٧ - بَابٌ اِذَا اَقْرَضَهُ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى' اَوْ اَجَّلَهُ فِي الْبَيْعِ

جس کسی نے مدتِ معین کے وعدہ پر قرض دیا یا مدتِ معین کے اُدھار پر کسی چیز کو فروخت کیا (تو یہ جائز ہے)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں: اس عنوان میں جو پہلا مسئلہ مذکور ہے' اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ جس شخص نے کسی آدمی کو چند دینار یا دراہم قرض دیئے یا ایسی چیز قرض دی جس کو ناپ کر یا تول کر فروخت کیا جاتا ہے یا اس کے سوا کوئی چیز نقد فروخت کی' پھر اس نے اس چیز کی قیمت کو ایک مدت تک مؤخر کر دیا' پھر اس نے اس سے رجوع کا ارادہ کیا اور اس چیز کی قیمت قرض کی مدت پوری ہونے سے پہلے وصول کرنی چاہی تو یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے' کیونکہ قیمت کی وصولی کو مؤخر کرنے سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ارادہ کیا جاتا ہے اور یہ تقرب کی نیت کو بدلنا ہے۔

امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ خواہ قرض مدتِ معینہ تک ہو یا غیر معینہ مدت تک' اس کے لیے جائز ہے کہ وہ جب چاہے قرض وصول کرلے' اسی طرح عاریت کو بھی' اور ان کے نزدیک قرض کی ادائیگی میں تاخیر جائز نہیں ہے اور غصب شدہ چیز کی ادائیگی میں تاخیر جائز ہے اور تلف کی ہوئی چیز کی ادائیگی میں بھی تاخیر جائز ہے۔

امام شافعی کے نزدیک جب اس نے قرض کی ادائیگی کو مؤخر کر دیا تو وہ اس میں جب چاہے رجوع کر سکتا ہے' اسی طرح عاریت وغیرہ کا حکم ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ وعدہ کے باب سے ہے۔

امام مالک کے نزدیک قرض کو مدتِ معینہ پر ادا کرنا لازم ہے اور عاریت وغیرہ ان کے نزدیک عرف پر محمول ہے' ان کے نزدیک یہ تمام چیزیں ان نیک اعمال سے ہیں جن کو اس نے اپنے نفس پر واجب کر لیا ہے' اس لیے ان کو پورا کرنا لازم ہے' کیونکہ جو قرض مدتِ معینہ کے لیے ہو' ان کے نزدیک اس میں تاخیر کرنا یا مدت پوری ہونے سے پہلے اس قرض کا تقاضا کرنا جائز نہیں ہے اور اگر یہ جائز ہو تو مدت کا معین کرنا اور اس کو ترک کرنا دونوں برابر ہوں گے۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٢٣٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی نے لکھا ہے کہ اس عنوان کے تحت دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مدتِ معینہ کے لیے کسی کو قرض دینا جائز ہے یا مدتِ معینہ تک اُدھار بیع کرنا جائز ہے اور اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٣٣١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

قَالَ ابْنُ عُمَرَ فِي الْقَرْضِ إِلَى أَجَلٍ لَا بَأْسَ بِهِ، وَإِنْ أُعْطِيَ أَفْضَلَ مِنْ دَرَاهِمِهِ، مَا لَمْ يَشْتَرِطْ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مدتِ معینہ تک قرض دینے میں کوئی حرج نہیں، خواہ بغیر شرط کے اس کے دراہم سے افضل دراہم دے۔

اس تعلیق کے موافق سند موصول کے ساتھ حسب ذیل روایت ہے:

ابن ابی زائدہ نے زکریا سے روایت کی کہ میں نے عامر سے پوچھا: ایک آدمی قرض طلب کرتا ہے، پس جب وہ اس کو ادا کرتا ہے تو اس سے بہتر ادا کرتا ہے، انہوں نے کہا: جب تک وہ بہتر ادائیگی کی شرط نہ لگائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۷۵۶۔ ج ۴ ص ۵۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ)

وَقَالَ عَطَاءٌ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ هُوَ إِلَى أَجَلِهِ فِي الْقَرْضِ.

اور عطاء اور عمرو بن دینار نے کہا: قرض میں وہ اس کی مدت تک ہے۔

اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے ابن جریج سے ان دونوں کی سند موصول سے روایت کیا ہے، علامہ ابن التین نے کہا: امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب نہیں ہے، ان کا مذہب یہ ہے کہ ہر کاروباری قرض میں مدت کا تعین صحیح ہے اور نجی قرض میں مدت کا تعین صحیح نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۴۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ کاروباری اُدھار کے لیے عموماً دین کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور نجی اُدھار کے لیے عموماً قرض کا لفظ استعمال ہوتا ہے، اور یہ جو کہا ہے کہ قرض میں مدت کا تعین صحیح نہیں ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلاً سو روپیہ قرض دینے والا یہ کہے کہ مجھے فلاں تاریخ کو سو روپے واپس دینا تو یہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ ربو النسیئۃ ہو جائے گا اور اگر قرض لینے والا یہ کہے کہ میں فلاں تاریخ کو سو روپیہ ادا کروں گا تو اس کی طرف سے مدت کا تعین کرنا جائز ہے۔

۲۴۰۴ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يُسْلِفَهُ، فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى. فَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن ہرمز از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا جس نے بنی اسرائیل کے دوسرے شخص سے کہا کہ وہ اس کو قرض دے تو اس نے اس کو مدتِ معینہ کے لیے قرض دیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۹۸ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں مدتِ معینہ تک قرض کا ذکر ہے۔

۱۸ - بَابُ الشَّفَاعَةِ فِي وَضْعِ الدَّيْنِ

قرض (وصول کرنے میں) کمی کی سفارش کرنا

یعنی جو شخص تنگ دست ہو اور وہ پورا قرض ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کے قرض میں کمی کی سفارش کرنا جائز ہے۔

۲۴۰۵ - حَدَّثَنَا مُوسٰى حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أُصِيبَ عَبْدُ اللّٰهِ وَتَرَكَ عِيَالًا وَّدَيْنًا، فَطَلَبْتُ إِلَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از مغیرہ از عامر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ (ان کے والد)

اَصْحَابَ الدَّيْنِ اَنْ يَضَعُوْا بَعْضًا مِّنْ دَيْنِهٖ فَاَبَوْا، فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَشْفَعْتُ بِهٖ عَلَيْهِمْ فَاَبَوْا، فَقَالَ صَنِّفْ تَمْرَكَ كُلَّ شَيْءٍ مِّنْهُ عَلٰى حِدَتِهٖ، عِذْقَ ابْنِ زَيْدٍ عَلٰى حِدَةٍ، وَاللِّيْنَ عَلٰى حِدَةٍ، وَالْعَجْوَةَ عَلٰى حِدَةٍ، ثُمَّ اَحْضِرْهُمْ حَتّٰى اٰتِيَكَ، فَفَعَلْتُ، ثُمَّ جَآءَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ عَلَيْهِ، وَقَالَ لِكُلِّ رَجُلٍ حَتّٰى اسْتَوْفٰى، وَبَقِيَ التَّمْرُ كَمَا هُوَ، كَاَنَّهٗ لَمْ يُمَسَّ.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور انہوں نے اولاد اور قرض چھوڑا، پس میں نے قرض خواہوں سے یہ کہا کہ وہ اپنے قرض سے کچھ کم کر دیں، سو انہوں نے انکار کیا، پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ ان سے قرض میں کچھ کمی کرنے کی سفارش کریں (آپ نے سفارش کی) انہوں نے پھر انکار کیا تو آپ نے فرمایا: تم کھجور کی تمام قسموں کو الگ الگ کر کے ڈھیریاں بنا دو، عذق ابن زید الگ کر دو، لین الگ کر دو اور عجوہ الگ کر دو (یہ سب عمدہ قسم کی کھجوروں کے نام ہیں)، پھر ان قرض خواہوں کو بلاؤ حتیٰ کہ میں تمہارے پاس آؤں، سو میں نے ایسا ہی کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ کر ان کھجوروں پر بیٹھ گئے، پھر آپ نے ہر شخص سے کہا، حتیٰ کہ اس نے اپنا پورا قرض وصول کر لیا اور کھجوریں اسی طرح باقی رہیں، گویا کہ کسی نے ان کو چھوا تک نہیں تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۱۲۷ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں قرض میں کمی کرنے کی سفارش کرنے کا ذکر ہے۔

٢٤٠٦ - **وَغَزَوْتُ** مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَاضِحٍ لَّنَا فَاَزْحَفَ الْجَمَلُ، فَتَخَلَّفَ عَلَيَّ، فَوَكَزَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَلْفِهٖ، قَالَ بِعْنِيْهِ وَلَكَ ظَهْرُهٗ اِلَى الْمَدِيْنَةِ. فَلَمَّا دَنَوْنَا اسْتَاْذَنْتُ، قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ، قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا اَمْ ثَيِّبًا؟ قُلْتُ ثَيِّبًا، اُصِيْبَ عَبْدُ اللّٰهِ وَتَرَكَ جَوَارِيَ صِغَارًا، فَتَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا تُعَلِّمُهُنَّ وَتُؤَدِّبُهُنَّ، ثُمَّ قَالَ اِئْتِ اَهْلَكَ. فَقَدِمْتُ فَاَخْبَرْتُ خَالِيْ بِبَيْعِ الْجَمَلِ فَلَامَنِيْ، فَاَخْبَرْتُهٗ بِاِعْيَاءِ الْجَمَلِ، وَبِالَّذِيْ كَانَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَكْزِهٖ اِيَّاهُ، فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَوْتُ اِلَيْهِ بِالْجَمَلِ، فَاَعْطَانِيْ ثَمَنَ الْجَمَلِ وَالْجَمَلَ، وَسَهْمِيْ مَعَ الْقَوْمِ.

اور (حضرت جابر نے کہا:) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں اپنے پانی لانے والے اونٹ پر سوار تھا، پس وہ اونٹ تھک گیا تو وہ سب سے پیچھے رہ گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے اسے ایک گھونسا مارا، (اور) فرمایا: مجھے یہ اونٹ فروخت کر دو، اور مدینہ تک تم اس پر سوار رہو، پھر جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو میں نے آپ سے اجازت طلب کی، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری نئی نئی شادی ہوئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے کس سے شادی کی ہے کنواری سے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا: میں نے بیوہ سے شادی کی ہے، (میرے والد) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تھے اور انہوں نے کم سن لڑکیاں چھوڑی تھیں، اس لیے میں نے بیوہ عورت سے شادی کی تاکہ وہ ان (بہنوں) کو تربیت دے اور ان کو ادب سکھائے، پھر آپ نے فرمایا: تم اپنی اہلیہ کے پاس جاؤ، پس میں گھر آیا اور میں نے اپنے ماموں کو خبر دی کہ میں نے وہ اونٹ فروخت کر دیا ہے تو انہوں نے مجھے ملامت کی، پھر میں نے انہیں اونٹ کے تھک جانے کا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسے گھونسا مارنے

کا واقعہ سنایا' پھر جب میں صبح کو نبی ﷺ کے پاس اونٹ لے کر پہنچا تو آپ نے مجھے اونٹ کی قیمت عطا کی اور وہ اونٹ بھی عطا کر دیا اور مسلمانوں کے ساتھ جو میرا مالِ غنیمت میں حصہ تھا' وہ بھی عطا کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۸۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے مدتِ معینہ کے قرض پر ان سے ان کا اونٹ خریدا۔

١٩ - بَابُ مَا يُنْهٰى عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ

مال کو ضائع کرنے کی ممانعت

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَO﴾ (البقرہ:۲۰۵) وَ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَO﴾ (یونس:۸۱) وَقَالَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿أَصَلٰوتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا أَوْ أَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ أَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا﴾ (ھود:۸۷) وَقَالَ تَعَالٰى ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ أَمْوَالَكُمْ﴾ (النساء:۵). وَالْحَجْرِ فِيْ ذٰلِكَ' وَمَا يُنْهٰى عَنِ الْخِدَاعِ.

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور اللہ فساد کو پسند نہیں فرماتاO (البقرہ:۲۰۵) اور بے شک اللہ فساد کرنے والوں کے کام درست نہیں فرماتاO (یونس:۸۱) اور اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب کی قوم کا قول کا نقل کرتے ہوئے فرمایا: اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ان کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے یا یہ کہ ہم جو چاہیں وہ اپنے اموال میں نہ کریں۔ (ھود: ۸۷) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور کم عقلوں کو ان کے وہ اموال نہ دو جو تمہاری تحویل میں ہیں۔ (النساء:۵) اور ان کے تصرفات پر پابندی لگانے کا حکم دیا اور ان کو خرید و فروخت میں دھوکا کھانے سے منع فرمایا۔

اس باب میں مال ضائع کرنے کی ممانعت کو بیان کیا گیا ہے' مال ضائع کرنے سے مراد یہ ہے کہ مال کو اس کے صحیح مصرف میں نہ خرچ کیا جائے' ایک قول یہ ہے کہ مال کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اور اس کی اطاعت کے غیر میں خرچ کرنا مال کو ضائع کرنا ہے اور اس کو "اسراف" اور "تبذیر" بھی کہتے ہیں۔

٢٤٠٧ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ' قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ أُخْدَعُ فِي الْبُيُوْعِ' فَقَالَ إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ. فَكَانَ الرَّجُلُ يَقُوْلُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے خرید و فروخت میں دھوکا دیا جاتا ہے' آپ نے فرمایا: جب تم خرید و فروخت کرو تو کہہ دیا کرو کہ دھوکا نہ دیا جائے' سو وہ شخص یہ کہہ دیا کرتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۱۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس شخص کی کم عقلی کی وجہ سے اس کے تصرفات پر پابندی لگائی گئی تھی اور اسے یہ کہا گیا کہ جب تم خرید و فروخت کرو تو یہ کہہ دیا کرو کہ دھوکا نہ دیا جائے' تاکہ اس کا مال ضائع نہ ہو۔

٢٤٠٨ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ وَرَّادٍ، مَوْلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْأُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وَمَنَعَ وَهَاتِ. وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از الشعبی از ورّاد مولی المغیرہ بن شعبہ از حضرت مغیرہ بن شعبہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کو حرام کر دیا ہے اور بیٹیوں کے زندہ درگور کرنے کو اور جس چیز کے دینے کو تم پر واجب کیا ہے اس سے منع کرنے کو اور جس چیز کے لینے سے تم کو منع کیا ہے اس کے طلب کرنے کو اور تمہارے فضول بحث کرنے کو ناپسند فرمایا ہے اور زیادہ سوال کرنے کو اور مال ضائع کرنے کو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۴۴ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں مال ضائع کرنے کی ممانعت ہے۔

٢٠ - بَابُ الْعَبْدُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ، وَلَا يَعْمَلُ إِلَّا بِإِذْنِهٖ

نوکر اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اور وہ مالک کی اجازت کے بغیر (اس کے مال میں) عمل نہ کرے

٢٤٠٩ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالرَّجُلُ فِيْ أَهْلِهٖ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالْمَرْأَةُ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ، وَهِيَ مَسْؤُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ. قَالَ فَسَمِعْتُ هٰؤُلَاءِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَحْسِبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالرَّجُلُ فِيْ مَالِ أَبِيْهِ رَاعٍ، وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کا محافظ ہے اور اس سے اپنے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، پس سربراہ ملک اپنے ملک کے باشندوں کا محافظ ہے اور اس سے ان باشندوں کے متعلق سوال ہو گا اور ایک آدمی اپنے گھر والوں کا محافظ ہے اور اس سے اپنے گھر والوں کے متعلق سوال ہو گا، اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی محافظ ہے اور اس سے اس کے گھر کی چیزوں کے متعلق سوال ہو گا اور خادم اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال ہو گا، حضرت ابن عمر نے کہا: پس میں نے ان لوگوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، اور میں گمان کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ایک آدمی اپنے باپ کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا، اور تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال

کیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۹۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ نوکر اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے یعنی اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مالک کا مال ضائع کرے۔

"کتاب الاستقراض" کی تکمیل

"الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین" آج ۲۶ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ/ ۴' اپریل ۲۰۰۸ء بہ روز جمعہ بعد از نمازِ جمعہ "کتاب الاستقراض" کی تکمیل ہوگئی' الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے اس کتاب کی تکمیل کرادی ہے' صحیح البخاری کی بقیہ کتب کی بھی تکمیل کرادیں' اور میری' میرے والدین کی اور میرے قارئین اور معاونین کی مغفرت فرما دیں۔ آمین!

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

٤٤ - كِتَابُ الْخُصُوْمَاتِ

جھگڑوں کا بیان

١ - بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْإِشْخَاصِ وَالْخُصُوْمَةِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُوْدِ

اشخاص کا ذکر اور مسلمان اور یہودی کے درمیان جھگڑے کا بیان

اس باب کے عنوان میں ''خصومات'' کا ذکر ہے اور ''خصومات''، ''خصومت'' کی جمع ہے حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے کہ ''اشخاص'' کا معنی ہے: مقروض کو ایک جگہ سے دوسری جگہ حاضر کرنا اور اس سے مراد یہ ہے کہ قرض خواہ مقروض کو اس وقت تک کے لیے تصرف کرنے سے روک دے جب تک کہ وہ اس کا قرض ادا نہ کرے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۶۰)

شیخ عثمانی نے لکھا ہے: اس کا معنی ہے: مدعا علیہ کو قاضی کے پاس لے جانا۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۶۹۳) یہ صحیح نہیں ہے۔

٢٤١٠ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ أَخْبَرَنِي قَالَ سَمِعْتُ النَّزَّالَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ آيَةً قَالَ سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَهَا، فَأَخَذْتُ بِيَدِهٖ، فَأَتَيْتُ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ. قَالَ شُعْبَةُ أَظُنُّهُ قَالَ لَا تَخْتَلِفُوْا، فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوْا فَهَلَكُوْا. [اطراف الحدیث: ۳۴۷۶-۵۰۶۲] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبدالملک بن میسرہ نے خبر دی کہ میں نے نزال سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سنا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص سے قرآن مجید کی ایک آیت اس طرح سنی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف سنی تھی پس میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آیا آپ نے (ہم دونوں سے اس آیت کو سن کر) فرمایا: تم دونوں درست پڑھ رہے ہو۔ شعبہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: تم (ایک دوسرے سے) اختلاف نہ کرو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تھا تو وہ ہلاک ہو گئے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالولید ہشام بن عبدالملک الطیالسی (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) عبدالملک بن میسرہ الہلالی ان کو الزراد کہا جاتا ہے

(۴) نزال بن سبرہ الہلالی (۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۴۹)

قرآن مجید کو سات حروف پر نازل کرنے کے متعلق متعدد روایات

امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی متوفی ۳۵۴ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ الرحمان پڑھائی پھر میں شام کے وقت مسجد میں گیا اور وہاں صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھ گیا' پھر میں نے ایک شخص سے کہا: مجھے قرآن سناؤ تو وہ ان حروف کے ساتھ قرآن مجید پڑھ رہا تھا' جن حروف کے ساتھ میں نہیں پڑھتا تھا' میں نے پوچھا: تم کو کس نے پڑھایا ہے؟ اس نے کہا: مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھایا ہے' پھر ہم دونوں گئے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے' ہم نے کہا: ہمارا قرآن پڑھنے میں اختلاف ہو گیا ہے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگ اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے' پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ تم میں سے ہر شخص اسی طرح قرآن مجید پڑھے جس طرح اس کو پڑھایا گیا ہے' کیونکہ تم سے پہلے لوگ اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے' حضرت ابن مسعود نے کہا: پھر ہم چلے گئے اور ہم میں سے ہر شخص اس طرح قرآن مجید پڑھتا تھا' جس طرح دوسرا نہیں پڑھتا تھا۔

(صحیح ابن حبان: ۷۴۷۔ ج ۳ ص ۲۳۔ ۲۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ' المستدرک ج ۲ ص ۲۲۴۔ ۲۲۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۳۸۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۵۲۹' مسند احمد ج ۱ ص ۴۱۲۔ ۴۱۱۔ ۳۹۳)

نیز امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی التوفی ۳۵۴ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے ایک آیت پڑھی اور میں اس آیت کو دوسری طرح پڑھتا تھا' میں نے اس سے پوچھا: تم کو یہ آیت کس نے پڑھائی ہے؟ اس نے کہا: مجھ کو یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھائی ہے' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے مجھے فلاں فلاں آیت اس طرح پڑھائی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس شخص نے کہا: آپ نے مجھے فلاں فلاں آیت اس طرح پڑھائی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! بے شک حضرت جبریل اور حضرت میکائیل دونوں میرے پاس آئے' پھر حضرت جبریل علیہ السلام میری دائیں طرف بیٹھ گئے اور حضرت میکائیل علیہ السلام میری بائیں طرف بیٹھ گئے' پھر حضرت جبریل نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ قرآن مجید ایک حرف پر پڑھئے' پھر حضرت میکائیل نے کہا: آپ اللہ سے مزید طلب کریں' تو میں نے دعا کی: اے اللہ! مجھے مزید عطا فرما! تو حضرت میکائیل نے کہا: آپ دو حرفوں پر پڑھئے' پھر حضرت میکائیل نے کہا: آپ مزید طلب کیجئے حتیٰ کہ وہ سات حرفوں تک پہنچے اور کہا: آپ قرآن مجید کو سات حرفوں پر پڑھئے اور ان میں سے ہر حرف شافی کافی ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۷۴۳۔ ج ۳ ص ۱۲۔ ۱۱' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۵۱۷)

نیز امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی التوفی ۳۵۴ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اس وقت آپ بنو غفار کے تالاب کے پاس تھے (یہ مکہ کے قریب سرف کے اوپر ایک جگہ ہے) تو حضرت جبریل نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو یہ قرآن ایک حرف پر پڑھائیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ عزوجل سے اس کے عفو اور اس کی مغفرت کا سوال کرتا ہوں' آپ نے حضرت جبریل سے کہا: آپ اللہ سے میری امت کے لیے تخفیف کا سوال کیجئے' کیونکہ وہ ایک حرف پر قرآن پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی' حضرت جبریل چلے گئے' پھر لوٹ آئے' پھر کہا: بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ

اپنی امت کو یہ قرآن دو حرفوں پر پڑھائیں' آپ نے فرمایا: میں اللہ عزوجل سے اس کے عفو اور اس کی مغفرت کا سوال کرتا ہوں' آپ نے حضرت جبریل سے فرمایا: آپ اللہ تعالیٰ سے میری امت کے لیے تخفیف کا سوال کیجئے' کیونکہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتی' حضرت جبریل چلے گئے' پھر واپس آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو یہ قرآن تین حرفوں پر پڑھائیں' آپ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے اس کے عفو اور اس کی مغفرت کا سوال کرتا ہوں' آپ میری امت کے لیے (مزید) تخفیف کا سوال کیجئے کیونکہ وہ اس کی (بھی) طاقت نہیں رکھتی' حضرت جبریل چلے گئے' پھر لوٹ آئے' پس کہا: بے شک اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو یہ قرآن سات حرفوں پر پڑھائیں' پس جس نے ان میں سے کسی ایک حرف پر پڑھا تو گویا اس نے (سب حرفوں پر) پڑھا۔

(صحیح ابن حبان: ۸۳۷ے۔ ج ۳ ص ۱۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ' مسند ابوداؤد الطیالسی ج ۲ ص ۸۔ ۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۸۔ ۱۲۷' صحیح مسلم: ۸۲۱' سنن ابوداؤد: ۱۴۷۸)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں سورۃ الفرقان پڑھ رہے تھے' سو میں نے غور سے ان کی قراءت کو سنا' وہ ان حروفِ کثیرہ کے ساتھ قرآن مجید پڑھ رہے تھے جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے قرآن مجید نہیں پڑھایا تھا' پس قریب تھا کہ میں نماز میں ان پر جھپٹ پڑتا' لیکن میں نے ان کے سلام پھیرنے کا انتظار کیا' پس جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کو اپنی چادر سے گھسیٹا' میں نے کہا: میں جو ابھی تم سے سورت سن رہا تھا' وہ سورت تم کو کس نے پڑھائی ہے؟ انہوں نے کہا: مجھ کو وہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھائی ہے' میں نے ان سے کہا: اللہ کی قسم! تم نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے' جو سورت تم پڑھ رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بھی وہ سورت پڑھائی ہے' پس میں ان کو گھسیٹتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گیا' پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے ان کو اس طرح سورۃ الفرقان پڑھتے ہوئے سنا ہے جس طرح آپ نے مجھے نہیں پڑھائی' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! ان کو چھوڑ دو' (اور فرمایا:) اے ہشام! تم پڑھو' سو انہوں نے وہ سورت اسی طرح پڑھی جس طرح میں نے ان سے سنا تھا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے' پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: اے عمر! اب تم پڑھو' پھر میں نے اس طرح وہ سورت پڑھی جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وہ سورت پڑھائی تھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے' تم کو جو حرف آسان لگے' تم اس پر پڑھو۔ (صحیح البخاری: ۲۴۱۹' صحیح مسلم: ۸۱۸' سنن ترمذی: ۲۹۵۲' سنن نسائی: ۹۳۳۔ ۹۳۲' صحیح ابن حبان: ۷۴۱' مسند احمد: ۲۷۷' مسند احمد ج ۱ ص ۴۰' بیت الافکار الدولیۃ الاردن' ریاض' ۲۰۰۵ء)

جن سات حروف پر قرآن مجید کو نازل کیا گیا ہے' ان کے متعدد مصادیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں مذکور ہے کہ قرآن مجید کو سات حروف پر پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ کلامِ عرب میں ایک لفظ کے متعدد مترادفات ہوتے ہیں' سو جس شخص کی زبان سے جو لفظ آسانی سے ادا ہو جائے وہ اس لفظ کو پڑھ لے' خواہ وہ مترادفات ایک لغت ہی سے ہوں کیونکہ حضرت ہشام اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ان دونوں کی لغت' لغت قریش تھی' اس کے باوجود ان دونوں کی قراءت میں اختلاف ہوا۔

حضرت عمر اور حضرت عثمان نے یہ کہا ہے کہ قرآن مجید لسانِ قریش پر نازل ہوا ہے' ہوسکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ قرآن مجید

اوّلاً لسانِ قریش پر نازل ہوا' پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے یہ آسانی کر دی کہ وہ قرآن مجید کو اپنی اپنی لغت پر پڑھیں لیکن وہ لغاتِ عرب سے خارج نہ ہوں کیونکہ لسانِ عرب ہی لسانِ عربی مبین ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ بے شک یہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے' تم کو جو حرف آسان لگے تم اس پر پڑھ لو' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہر لفظ کو سات طریقوں سے پڑھا جائے گا' حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے بلکہ یہ غیر ممکن ہے بلکہ قرآن مجید میں کوئی ایسا لفظ نہیں پایا گیا جس کو سات طریقوں سے پڑھا گیا مگر بہت کم' سو اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی لفظ کو زیادہ سے زیادہ سات طریقوں سے پڑھا جا سکتا ہے۔

حضرت عمر اور حضرت ہشام میں جو سورۃ الفرقان کی قراءت میں اختلاف ہوا تھا' اس کی علامہ ابن التین نے اس طرح نشان دہی کی ہے کہ اس سورت میں مذکور ہے:

''تبارك الذی نزّل الفرقان'' ابوالجوزاء اور ابوسواء نے اس کو ''اَنْزل الفرقان'' پڑھا ہے۔

اس میں ہے: ''علٰی عبده'' عبد اللہ بن الزبیر اور عاصم الجحدری نے اس کو ''علٰی عباده'' پڑھا ہے۔

حافظ ابن حجر نے اس کی اور بہت مثالیں دی ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ان کے درمیان اسی طرح کا اختلاف ہو' تاہم کسی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ہشام میں قراءت کے اختلاف کی کیا نوعیت تھی۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۳۳۔ ۳۲ 'ملخصاً' دار نشر الکتب الاسلامیہ' ۱۴۰۱ھ)

علامہ شعیب الارنؤوط لکھتے ہیں:

ان اقوال میں صحت کے قریب یہ قول ہے کہ ان سات حروف سے مراد سات لغات ہیں' ابوحاتم السجستانی نے کہا ہے کہ قرآن مجید لغت قریش پر نازل ہوا اور ہذیل اور تیم الرباب' اور الازد اور ربیعہ اور ہوازن اور سعد بن بکر کی لغات پر' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ. (القمر:۱۷) اور ضرور ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔

پس اگر قرآن کو صرف ایک حرف پر نازل کیا جاتا تو اس سے مقصود اُلٹ ہو جاتا' اس میں سَلَف کا اختلاف ہے کہ قرآن مجید کا جو نسخہ اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے' آیا اس میں وہ ساتوں حروف موجود ہیں یا اس میں ان میں سے صرف ایک حرف موجود ہے؟ علامہ ابوبکر بن الباقلانی کا پہلے قول کی طرف اعتماد ہے اور امام طبری اور علماء کی ایک جماعت نے دوسرے قول کی تصریح کی ہے اور یہی معتمد ہے اور اس ایک حرف سے مراد لغت قریش ہے۔ (مشکل الآثار ج ۴ ص ۱۹۴۔۱۸۱' مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

حافظ ابن حجر نے اس بحث میں یہ بھی لکھا ہے کہ سات حروف سے مراد سات مشہور قراءات ہیں۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۳۰' دار نشر الکتب الاسلامیہ' ۱۴۰۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ بحث' صحیح البخاری: ۴۹۹۲ کی شرح میں لکھی ہے۔

٢٤١١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابی سلمہ وعبدالرحمٰن الاعرج از حضرت

تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِسْتَبَّ رَجُلَانِ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَرَجُلٌ مِنَ الْیَهُوْدِ، قَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِیْ اِصْطَفٰی مُحَمَّدًا عَلَی الْعَالَمِیْنَ، فَقَالَ الْیَهُوْدِیُّ وَالَّذِیْ اِصْطَفٰی مُوْسٰی عَلَی الْعَالَمِیْنَ، فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ یَدَهٗ عِنْدَ ذٰلِكَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْیَهُوْدِیِّ، فَذَهَبَ الْیَهُوْدِیُّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَاَخْبَرَهٗ بِمَا كَانَ مِنْ اَمْرِهٖ وَاَمْرِ الْمُسْلِمِ، فَدَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمَ، فَسَاَلَهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَاَخْبَرَهٗ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَیِّرُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی، فَاِنَّ النَّاسَ یَصْعَقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، فَاَصْعَقُ مَعَهُمْ، فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ یُّفِیْقُ، فَاِذَا مُوْسٰی بَاطِشٌ جَانِبَ الْعَرْشِ، فَلَا اَدْرِیْ اَكَانَ فِیْمَنْ صَعِقَ فَاَفَاقَ قَبْلِیْ، اَوْ مِمَّنْ اِسْتَثْنَی اللّٰهُ. [اطراف الحدیث: ٣٤٠٨-٣٤١٤-٤٨١٣-٦٥١٧-٦٥١٨-٧٤٢٨-٧٤٧٢] [صحیح مسلم: ٢٣٧٣، الرقم المسلسل: ٦٠٤٥، سنن ابوداؤد: ٤٦٧١، سنن نسائی: ١١٦٣١، سنن کبریٰ: ٧٧٥٨، شرح السنۃ: ٤٣٠٢)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو برا کہا، ایک شخص مسلمانوں میں سے تھا اور دوسرا شخص یہود میں سے تھا، مسلمان نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی، پھر یہودی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی! پس مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھا کر اس یہودی کے چہرے پر تھپڑ مارا، وہ یہودی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی جو اس کے اور اس مسلمان کے درمیان ہوا تھا، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مسلمان کو بلایا اور اس سے اس واقعہ کے متعلق سوال کیا تو اس مسلمان نے آپ کو خبر دی، تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت مت دو، کیونکہ تمام لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو جائیں گے تو میں بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہوں گا، پھر میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو اس وقت حضرت موسیٰ عرش کی ایک جانب کو پکڑے ہوئے ہوں گے، پس میں از خود نہیں جانتا کہ آیا وہ بے ہوش ہونے والوں میں سے تھے، پس مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ نے بے ہوش ہونے والوں میں سے مستثنیٰ رکھا ہے۔

اس اعتراض کے متعدد جوابات کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب نبیوں سے افضل ہیں تو پھر آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت نہ دو

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت مت دو، اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور میں اس کو بہ طور فخر نہیں کہتا، اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور میں اس کو بہ طور فخر نہیں کہتا، اور ہر نبی خواہ وہ حضرت آدم ہوں یا ان کے علاوہ کوئی اور، وہ میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، اور میں وہ ہوں جس سے سب سے پہلے زمین شق ہوگی، اور میں یہ بہ طور فخر نہیں کہتا (بلکہ اظہارِ حقیقت یا اپنے رب کے انعام کے اظہار کے طور پر بیان کر رہا ہوں)۔

(سنن ترمذی: ۳۶۱۵-۳۱۴۸، سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۸، مسند احمد: ۱۰۹۸۷، مسند احمد ج ۳ ص ۵۰، شیخ البانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے، تعلیق مسند احمد ص ۷۵۰، بیت الافکار الدولیہ، اردن، ۲۰۰۵ء)

اور جب آپ تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں تو پھر آپ کے اس ارشاد کی کیا توجیہ ہے کہ مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت نہ دو، اس

سوال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) آپ کا یہ ارشاد اس وقت کا ہے جب آپ کو یہ علم نہیں دیا گیا تھا کہ آپ تمام انبیاء سے افضل ہیں اور جب آپ کو یہ علم دے دیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور میں یہ فخریہ نہیں کہتا۔

(۲) آپ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ آپ کو دوسرے نبیوں پر اس طرح فضیلت دی جائے جو ان کی تنقیص کو مستلزم ہو کیونکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تنقیص اور توہین بھی کفر ہے۔

(۳) آپ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ آپ کو دوسرے انبیاء علیہم السلام پر اس طرح فضیلت دی جائے جو لڑائی اور جھگڑے کی موجب ہو' جس طرح اس حدیث میں مذکور مسلمان نے آپ کو فضیلت دی تھی۔

(۴) آپ کا یہ ارشاد تواضعاً اور انکساراً تھا' تاکہ کوئی شخص آپ کی طرف تکبر کی تہمت نہ لگائے۔

(۵) آپ کا یہ ارشاد نفسِ نبوت میں دوسرے انبیاء پر فضیلت دینے سے ممانعت کے لیے تھا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مؤمن یہ کہتے ہیں:

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ. (البقرہ:۲۸۵) ہم اللہ کے رسولوں میں سے (ایمان لانے میں یا نفس رسالت میں) کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم بغیر علم کے مجھ کو دوسرے رسولوں پر فضیلت مت دو یا تم اپنی طرف سے مجھ کو دوسرے رسولوں پر فضیلت مت دو' کیونکہ مجھ کو تو دوسرے رسولوں پر اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ. (البقرہ:۲۵۳) یہ سب رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: کیونکہ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو جائیں گے۔

یعنی وہ صور میں پھونکنے کی ہولناک آواز سن کر بے ہوش ہو جائیں گے۔ اس حدیث میں ''یصعقون'' کا لفظ ہے' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ شدید آواز کو سن کر انسان جو بے ہوش ہو جائے' اس کو ''الصعق'' کہتے ہیں' بعض اوقات انسان اس آواز کی دہشت سے مر جاتا ہے' پھر اس لفظ کو موت کے معنی میں بہ کثرت استعمال کیا جاتا ہے اور ''الصعقۃ'' کا معنی ہے: ایک مرتبہ کی آواز۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ''الصعق'' اور ''الصعقۃ'' کا معنی ہلاکت اور موت ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَّخَرَّ مُوسَى صَعِقًا. (الاعراف:۱۴۳) پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلے ہوش میں آنا اور آپ کا اور تمام انبیاء علیہم السلام کا اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے: سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا۔ ایک اور حدیث میں ہے: سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام دنیا میں اللہ تعالیٰ کی تجلی کے وقت بے ہوش ہو کر گر گئے تھے' اس بے ہوشی کے عوض ان کو صور قیامت سے بے ہوش نہیں کیا گیا' پس جس وقت سب لوگ بے ہوش ہوں گے' اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوں گے اور ہوش میں ہوں

گے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ موت عدم نہیں ہے' موت تو ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہونا ہے' اور جب شہداء زندہ ہوتے ہیں تو انبیاء علیہم السلام حیات کے زیادہ حق دار اور زیادہ لائق ہیں' نیز حدیث میں ہے:

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ایام میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے۔ اس میں حضرت آدم کو پیدا کیا گیا اور اسی دن میں ان کی روح قبض کی گئی اور اسی دن میں قیامت کا صور پھونکا جائے گا' اور اسی دن سب بے ہوش ہوں گے' سو اس دن تم مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو' کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا' حالانکہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا! آپ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے زمین پر اجساد انبیاء کو حرام فرما دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۰۴۷' شیخ البانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے' مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع' ریاض' ۱۴۲۷ھ)

یہ حدیث سنن ابن ماجہ: ۱۰۸۵' صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۵۷ میں بھی مذکور ہے' اور شیخ البانی نے اس کے متعلق بھی لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح السند ہے۔ (مکتبۃ المعارف' ریاض)

یہ حدیث سنن ابوداؤد: ۱۵۳۱' اور سنن نسائی: ۱۳۷۴ میں بھی مذکور ہے اور ان سب حدیثوں کو شیخ البانی نے صحیح لکھا ہے۔
(مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع' ریاض)

اور بے شک شب معراج میں انبیاء علیہم السلام بیت المقدس میں اور آسمان میں جمع ہوئے' خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ (صحیح البخاری: ۳۴۹' صحیح مسلم: ۱۶۳) اور ان احادیث سے قطعیت کے ساتھ یہ معلوم ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام ہم سے غائب رکھے گئے ہیں' بایں طور کہ ہم ان کا ادراک نہیں کرتے' ہر چند کہ وہ زندہ اور موجود ہیں اور ان کا حال ملائکہ علیہم السلام کی طرح ہے کیونکہ وہ بھی زندہ اور موجود ہیں اور ہماری نوع میں سے کوئی شخص بھی ان کو نہیں دیکھتا' سوا ان کے جن کو اللہ تعالیٰ نے اعزاز کے ساتھ خاص کر لیا ہو۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور وہ آسمانوں اور زمین کے درمیان ہیں تو جب صور میں بے ہوش کرنے کی پھونک پھونکی گئی تو ہر وہ شخص جو آسمانوں اور زمین میں تھا' وہ بے ہوش ہو گیا' سوا ان کے جن کو اللہ نے چاہا' غیر انبیاء پر جب یہ صور پھونکا گیا تو وہ مر گئے اور انبیاء علیہم السلام پر جب یہ صور پھونکا گیا تو زیادہ ظاہر یہ ہے کہ وہ صرف بے ہوش ہو گئے اور جب صور میں زیادہ زندہ کرنے کی پھونک ماری جائے گی تو جو مر گیا تھا وہ زندہ ہو جائے گا اور جو بے ہوش ہوا تھا' وہ ہوش میں آ جائے گا اور جب یہ ثابت ہو گیا تو معلوم ہو گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے ہوش میں آئیں گے اور تمام لوگوں سے پہلے خواہ انبیاء ہوں یا ان کے غیر' سب سے پہلے اپنی قبر سے نکلیں گے' ماسوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کیونکہ ان کے متعلق تردد ہے کہ آیا وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہوش میں آ گئے تھے یا وہ اسی حالت پر برقرار تھے اور بے ہوش نہیں ہوئے تھے اور وہ جس حال پر بھی ہوں' یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظیم فضیلت ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۵۳۔ ۳۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

تمام نبیوں اور رسولوں میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے زیادہ با کمال ہونا

میں کہتا ہوں کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت جزئی ہے' اور ایسے جزئی فضائل دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہوئے' مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کو تمام انسانوں کے باپ ہونے کا شرف حاصل ہے' وہ عالم اجسام میں سب سے پہلے جسمانی طور پر پیدا ہوئے' حضرت نوح علیہ السلام سب سے پہلے تشریعی نبی ہیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں' حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ ہیں' حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں' مگر یہ سب جزئی فضائل ہیں اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک فضیلت ہی ان تمام فضائل پر حاوی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ اللہ عزوجل کے محبوب ہیں اور ہر ممکن نعمت اور ہر ممکن فضیلت محبوب کو عطا کی جاتی ہے کیونکہ نعمت اور فضیلت نہ

دینے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کا عطا کرنا ممکن نہ ہو جیسے الوہیت' اور ہمارا کلام ممکن فضیلت میں ہے یا نہ دینے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دینے والا بخیل ہو اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی فیاض اور جواد نہیں ہے' یا نہ دینے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دینے والا تو فیاض اور جواد ہے مگر لینے والے میں استعداد اور صلاحیت نہیں ہے اور ہمارے نبی ﷺ سے بڑھ کر کوئی باصلاحیت نہیں ہے' ایک اور وجہ یہ ہوتی ہے کہ فضیلت ممکن بھی ہے' دینے والا فیاض بھی ہے' لینے والا باصلاحیت بھی ہے مگر اس سے بڑھ کر کوئی اور محبوب ہے' اس لیے اس کو فضیلت عطا نہیں کرتا مگر یہاں تو لینے والے سیدنا محمد ﷺ ہیں اور آپ سے بڑھ کر اللہ کو کوئی اور محبوب نہیں ہے اور جب فضیلت ممکن بھی ہے' دینے والا فیاض بھی' لینے والا باصلاحیت بھی اور وہ سب سے بڑھ کر محبوب بھی ہے تو پھر یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی کمال پیدا کیا ہو یا کوئی فضیلت تخلیق کی ہو اور وہ آپ کو نہ ملی ہو' بلکہ فضیلت وہی ہے جو آپ کے دامن میں ہے اور کمال وہی ہے جس سے آپ متصف ہیں اور جس کو آپ سے کوئی نسبت نہیں' اس کو فضل اور کمال سے کوئی نسبت نہیں۔

ان کا بیان جو صور میں پھونکنے کے بعد بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ ہوں گے

اس حدیث میں مذکور ہے: پس میں از خود نہیں جانتا کہ آیا حضرت موسیٰ بے ہوش ہونے والوں میں سے تھے' پس مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ نے بے ہوش ہونے والوں میں سے مستثنیٰ رکھا ہے۔

اس استثناء کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ○ (الزمر:٦٨)

پس صور میں پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں والے سب ہلاک ہو جائیں گے' ماسوا ان کے جن کو اللہ چاہے گا' پھر دوبارہ صور میں پھونکا جائے گا تو اچانک وہ سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے○

حضرت ابو ہریرہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے حضرت جبریل سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کو بے ہوش کرنے سے مستثنیٰ رکھا ہے تو انہوں نے کہا: وہ اللہ عزوجل کے شہداء ہیں۔ (المستدرک ج ۲ ص ۲۵۳' معالم التنزیل ج ۳ ص ۵۱۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تین کا استثناء فرمایا ہے: حضرت جبریل' حضرت میکائیل اور ملک الموت کا۔ (کتاب البعث والنشور للبیہقی: ٦٨' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں کن کن کا بے ہوش ہونے سے استثناء فرمایا ہے' حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے کہ اس سے مراد شہداء ہیں' جن کو اپنے رب کے پاس سے رزق دیا جاتا ہے وہ دوبارہ زندہ کیے جانے تک ہوش میں رہیں گے اور یہ سعید بن جبیر کا قول ہے' امام قشیری نے کہا کہ ان میں انبیاء علیہم السلام بھی داخل ہیں' کیونکہ ان کے پاس نبوت بھی ہے اور شہادت بھی' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں' مقاتل نے کہا: اس سے مراد حضرت جبریل' حضرت میکائیل' حضرت اسرافیل اور ملک الموت ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۳ ص ۲۲۳-۲۲۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صور میں پھونکنے کے بعد جو بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ ہوں گے' وہ حضرت جبریل' حضرت اسرافیل' حضرت میکائیل اور حضرت عزرائیل ہیں' کعب احبار نے ان میں حاملین عرش کا بھی اضافہ کیا ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: پھر ان میں سے پہلے تین فوت ہوں گے' ان کے بعد ملک الموت' اور ملک الموت ان کی روح کو قبض کریں گے' پھر اللہ تعالیٰ ان پر بھی موت طاری فرما دے گا۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٣٥٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٤١٢ - حَدَّثَنِیْ مُوْسَی بْنُ إِسْمَاعِیلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَیْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ یَحْیٰی' عَنْ اَبِیْهِ' عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَلْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ جَآءَ یَهُوْدِیٌّ' فَقَالَ یَا اَبَا الْقَاسِمِ' ضَرَبَ وَجْهِیْ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِكَ' فَقَالَ مَنْ؟ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ' قَالَ اُدْعُوْهُ. فَقَالَ اَضَرَبْتَهٗ؟ قَالَ سَمِعْتُهٗ بِالسُّوْقِ یَحْلِفُ وَالَّذِیْ اصْطَفٰی مُوْسٰی عَلَی الْبَشَرِ' قُلْتُ اَیْ خَبِیْثُ' عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟ فَاَخَذَتْنِیْ غَضْبَةٌ ضَرَبْتُ وَجْهَهٗ' فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَیِّرُوْا بَیْنَ الْاَنْبِیَاءِ' فَاِنَّ النَّاسَ یَصْعَقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ' فَاَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ' فَاِذَا اَنَا بِمُوْسٰی اٰخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِّنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ' فَلَا اَدْرِیْ اَکَانَ فِیْمَنْ صَعِقَ' اَمْ حُوْسِبَ بِصَعْقَةِ الْاُوْلٰی.

[اطراف الحدیث: ٣٣٩٨-٤٦٣٨-٦٩١٦-٦٩١٧-٧٤٢٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھ سے موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے' ایک یہودی نے آ کر کہا: یا ابا القاسم! آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے میرے چہرے پر تھپڑ مارا ہے' آپ نے فرمایا: کس نے؟ تب کسی نے کہا: وہ انصار کا ایک شخص ہے' آپ نے فرمایا: اس کو بلاؤ' آپ نے ان سے پوچھا: کیا تم نے اس کو مارا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے سنا یہ بازار میں قسم کھا کر کہہ رہا تھا: اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ کو ہر بشر پر فضیلت دی! میں نے کہا: اے خبیث! کیا (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی؟ پس مجھے سخت غصہ آیا اور میں نے اس کے چہرے پر مارا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کے درمیان کسی کو (کسی پر) فضیلت مت دو' کیونکہ قیامت کے دن سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے' پھر میں وہ شخص ہوں گا جس سے سب سے پہلے زمین شق ہوگی' پس اس وقت حضرت موسیٰ عرش کے پایوں میں سے ایک پائے کو پکڑ کر کھڑے ہوں گے' پس میں از خود نہیں جانتا کہ آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بے ہوش ہوئے تھے (پھر مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے) یا پہلے ''صعقہ'' کی وجہ سے (جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ طور پر تجلی فرمائی تھی اور حضرت موسیٰ بے ہوش ہو گئے تھے) ان کا حساب کر لیا گیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے اس سے پہلی حدیث' صحیح البخاری: ٢٤١١ کا مطالعہ کریں' رہا یہ کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوئے تھے اور آپ سے پہلے ہوش میں آ گئے تھے تو اس صورت میں آپ کا یہ فرمانا کہ سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا' جیسا کہ صحیح البخاری: ٢٤١١ میں ہے' اس کی توجیہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے گمان کے مطابق فرمایا تھا کہ سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا۔

٢٤١٣ - حَدَّثَنِیْ مُوْسٰی قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ' عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ یَهُوْدِیًّا رَضَّ رَاْسَ جَارِیَةٍ بَیْنَ حَجَرَیْنِ' قِیْلَ مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِكِ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو

أَفُلَانٌ، أَفُلَانٌ؟ حَتّٰی سُمِّيَ الْيَهُوْدِيُّ، فَاَوْمَتْ بِرَاْسِهَا، فَاُخِذَ الْيَهُوْدِيُّ فَاعْتَرَفَ، فَاَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُضَّ رَاْسُهٗ بَيْنَ حَجَرَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ٢٧٤٦۔ ٥٢٩٥۔ ٦٨٧٦۔ ٦٨٧٧۔ ٦٨٧٩۔ ٦٨٨٤۔ ٦٨٨٥] (صحیح مسلم: ١٦٧٢، الرقم المسلسل: ٤٢٥٢، سنن ابوداؤد: ٤٥٢٩، سنن نسائی: ٤٧٧٩، سنن ابن ماجہ: ٢٦٦٦)

پتھروں کے درمیان کچل دیا' اس سے پوچھا گیا کہ تمہارے ساتھ یہ (ظلم) کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے' کیا فلاں نے حتیٰ کہ اس یہودی کا نام لیا گیا تو اس نے سر سے اشارہ کیا (کہ ہاں!) پس اس یہودی کو پکڑ لیا گیا تو اس نے اعتراف کر لیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تو اس کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا گیا۔

حدیث مذکور کی دیگر روایات

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے انصار کی ایک لڑکی کو اس کے زیورات کی وجہ سے قتل کر دیا' پھر اس کو کنویں میں ڈال دیا' پھر اس کا سر پتھر سے کچل دیا' پس وہ پکڑا گیا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا' پس آپ نے حکم دیا کہ اس کو سنگسار کیا جائے حتیٰ کہ یہ مر جائے' سو اس کو سنگسار کیا گیا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ (صحیح مسلم: ١٦٧٢، الرقم المسلسل: ٤٣٥٤، سنن ابوداؤد: ٤٥٢٨، سنن نسائی: ٤٠٤٥، مسند احمد: ١٢٦٦٧، مسند احمد ج ٣ ص ١٦٣، بیت الافکار الدولیہ' اُردن' ٢٠٠٥ء)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک لڑکی اس حال میں پائی گئی کہ اس کا سر دو پتھروں کے درمیان کچلا گیا تھا' مسلمانوں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ کس نے کیا؟ کیا فلاں نے؟ کیا فلاں نے؟ حتیٰ کہ انہوں نے ایک یہودی کا ذکر کیا تو اس لڑکی نے سر سے اشارہ کیا' پس اس یہودی کو پکڑ لیا گیا تو اس نے اقرار کر لیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اس کا سر پتھروں سے کچل دیا گیا۔ (صحیح مسلم: ١٦٧٢، الرقم المسلسل: ٤٢٥٦، سنن ابوداؤد: ٤٥٢٧، سنن ترمذی: ١٣٩٤، سنن نسائی: ٤٧٤٢، سنن ابن ماجہ: ٢٦٥٦)

قصاص میں طریقہ قتل کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے عمر بن عبدالعزیز' قتادہ' حسن' ابن سیرین' امام مالک' امام شافعی' امام احمد' اسحاق بن المنذر اور غیر مقلدین کی ایک جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ قاتل کو اسی طرح قتل کیا جائے گا' جس طرح اس نے قتل کیا ہے۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ امام مالک نے یہ کہا ہے کہ اگر قاتل نے کسی کو پتھر سے یا لاٹھی سے یا آگ میں جلا کر قتل کیا ہے یا اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے قتل کیا ہے تو قاتل کو بھی اسی طرح قتل کیا جائے گا اور اس پر یہ عمل بار بار کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اگر قاتل نے کسی کو پتھر یا لاٹھی سے مارا ہے' حتیٰ کہ وہ مر گیا تو اس کو پتھر یا لاٹھی سے مارا جاتا رہے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے اور اگر اس نے اس کو بغیر کھانے پینے کے قید میں رکھا حتیٰ کہ وہ مر گیا تو اس کو بھی اتنی ہی مدت قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے اور اگر وہ نہیں مرا تو اس کو تلوار سے قتل کر دیا جائے گا' اسی طرح اگر قاتل نے کسی کو غرق کر دیا یا اس کو کسی بلندی سے گرا دیا ہے تو اس کو بھی اسی طرح قتل کیا جائے گا' پس اگر کسی کے دونوں ہاتھ اور پیر کاٹ دیئے تو قاتل کے بھی دونوں ہاتھ اور پیر کاٹ دیئے جائیں گے' پس اگر وہ مر گیا تو فبہا ورنہ اس کو تلوار سے قتل کر دیا جائے گا۔

ابو محمد ابن حزم نے کہا: اگر وہ نہیں مرا تو اس کو یونہی چھوڑ دیا جائے گا اور اسے کچھ کھانے پینے کو نہیں دیا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے گا' اسی طرح اگر اس نے کسی کو بھوک اور پیاس سے مارا ہے تو اس کو بھی بھوکا اور پیاسا رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے اور اس میں مدت کی بالکل رعایت نہیں کی جائے گی' ابن شبرمہ نے کہا: اگر اس نے کسی کو پانی میں ڈبو کر مارا ہے تو قاتل کو بھی پانی میں ڈبو کے

رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ مر جائے۔

عامر الشعبی ' ابراہیم نخعی ' حسن بصری ' سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ ان تمام صورتوں میں قاتل کو صرف تلوار سے قتل کیا جائے گا ' امام ابوحنیفہ کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا۔ یہ حدیث حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۶۶۸۔ ۲۶۶۷ ' سنن بیہقی ج ۸ ص ۶۳۔ ۶۲ ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۳۵۴ ' سنن دار قطنی ج ۳ ص ۱۰۶۔ ۸۸۔ ۸۷ ' مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۹۱ ' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۱۰۲۔ ج ۵ ص ۱۹۷۸۔ ج ۷ ص ۲۵۴۳ ' کنز العمال: ۳۹۸۰۷)

اس حدیث میں قصاص کا طریقہ معین نہیں ہے ' صحیح بخاری کے باب مذکور کی حدیث میں ہے کہ قاتل کا سر پتھروں سے کچلا گیا تھا اور صحیح مسلم: ۱۶۷۲ ' سنن ابوداؤد: ۴۵۲۸ ' اور سنن نسائی: ۴۰۴۵ میں ہے کہ اس کو سنگسار کیا گیا تھا ' اور جب اس حدیث میں اور بھی احتمال ہیں تو پھر اس سے استدلال درست نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس یہودی نے اس لڑکی کے زیورات لوٹنے کے لیے اس کو قتل کیا تھا جیسا کہ صحیح مسلم: ۱۶۷۲ ' اور سنن ابوداؤد اور مسند احمد کی حدیث میں اس کی صراحت ہے ' پس وہ شخص ڈاکو کے حکم میں ہے اور ڈاکو کو قصاص میں قتل نہیں کیا جاتا بلکہ اس کو اللہ کے حق کی وجہ سے قتل کیا جاتا ہے اور اللہ کا حق لینے کے لیے اس کو جس طرح بھی قتل کر دیا جائے ' وہ جائز ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس یہودی کا پتھروں سے سر کچلنے کا واقعہ مثلہ کی تحریم سے پہلے کا ہے ' جیسے پہلے عرینیین کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئی تھیں ' بعد میں آپ نے مثلہ کرنے سے منع فرما دیا۔

اشارہ سے تعیین پر عمل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس لڑکی نے سر سے اشارہ کر کے بتایا: ہاں! یہی قاتل ہے۔ مریض کے اشارے کے متعلق بھی اختلاف ہے ' لیث ' امام مالک اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جو مریض مرنے والا ہو ' وہ حاضرین میں سے کسی کی طرف اشارہ کر کے وصیت کرے تو اس کی وصیت جائز ہے اور امام ابوحنیفہ ' اوزاعی اور ثوری کا مذہب یہ ہے کہ جب مریض سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے ' پھر وہ سر سے یا ہاتھ سے اشارہ کر کے کچھ بتائے تو وہ غیر معتبر ہے اور اس پر اس وقت تک عمل نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ کلام نہ کرے ' امام ابوحنیفہ نے کہا کہ گونگا شخص یا جس کی زبان میں کسی آفت کی وجہ سے کلام کرنے کی طاقت نہ رہے ' ان کا صرف اشارہ معتبر ہوگا۔

صاحب التوضیح نے کہا کہ باب مذکور کی حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ شخص اگر اس حدیث میں غور کر لیتا تو امام ابوحنیفہ کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہ کرتا ' اور جس شخص کی عقل فاسد ہو ' وہ ایسی ہی باتیں کرتا ہے۔ اس حدیث میں صراحت سے مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس یہودی کو قتل کرنے میں اس لڑکی کے اشارہ پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ جب اس یہودی نے اس لڑکی کو قتل کرنے کا اعتراف کر لیا ' تب آپ نے اس یہودی کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

کسی بھاری چیز سے قتل کرنے کی وجہ سے قصاص کا لازم ہونا اور امام ابوحنیفہ پر اس حدیث کی مخالفت کا الزام

بعض شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت ہے کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی بھاری چیز پتھر یا لاٹھی سے قتل کر دے تو اس پر قصاص لازم نہیں آتا بلکہ اس پر دیت مغلظہ لازم آتی ہے اور امام ابوحنیفہ نے اس مسئلہ میں امام مالک '

امام شافعی' امام احمد اور جمہور فقہاء کی مخالفت کی ہے اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے کیونکہ اس یہودی نے اس لڑکی کے سر پر پتھر مار کر اس کو ہلاک کر دیا اور اس سے قصاص لیا گیا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ وہ یہودی راہ زن اور ڈاکو تھا' اس نے زیورات لوٹنے کے لیے اس لڑکی کو قتل کیا اور زمین میں فساد اور دہشت گردی کی اور اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو کسی طریقہ سے بھی قتل کر دیا جائے' سو اس کو قتل کرنا تعزیر کے قبیل سے ہے نہ کہ قصاص کے قبیل سے۔

اس پر پھر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر اس یہودی کو سیاسۃً قتل کیا گیا تھا تو اس کے سر کو دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچلا کیوں گیا؟ اس کا جواب بھی ہم پہلے ذکر کر چکے کہ یہ واقعہ مثلہ کرنے کی ممانعت سے پہلے تھا اور اس ممانعت کے بعد کسی کو اس طرح قتل نہیں کیا گیا۔

نیز علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عورت کے بدلہ میں مرد کو قتل کرنا جائز ہے اور یہ کہ مسلمان کے بدلہ میں کافر کو قتل کرنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۵۸۔۳۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے سلسلہ میں علماء غیر مقلدین کے اعتراضات کے جوابات

ایک غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز میواتی لکھتے ہیں:

زمانہ رسالت میں ایک یہودی ڈاکو نے ایک لڑکی پر حملہ کیا' جو چاندی کے کڑے پہنے ہوئے تھی' یہودی نے اس بچی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا اور کڑے اس کے بدن سے اتار لیے' چنانچہ وہ بھی اس حال میں کہ اس میں کچھ جان باقی تھی' آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی گئی اور اس نے اس یہودی کا یہ ڈاکہ ظاہر کر دیا' اس کی سزا میں یہودی کا بھی سر دو پتھروں کے درمیان کچل کر اس کو ہلاک کر دیا گیا۔

مالکیہ' شافعیہ' حنابلہ اور جمہور نے اس سے یہ دلیل پکڑی ہے کہ جو شخص جس کسی چیز سے کسی کو قتل کرے' اسی کی مثل سے اس کو بھی قتل کیا جائے گا۔ قصاص کا تقاضا بھی یہی ہے مگر حضرت امام ابوحنیفہ کی رائے اس کے خلاف ہے' وہ مماثلت کے قائل نہیں ہیں اور یہاں جو مذکور ہے' اسے محض سیاسی اور تعزیری حیثیت دیتے ہیں' قانونی حیثیت میں اسے تسلیم نہیں کرتے مگر آپ کا یہ خیال حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے' حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا ہے: جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ (تشریح صحیح بخاری از محمد داؤد راز ج ۳ ص ۵۴۳' مکتبہ قدوسیہ' لاہور' ۲۰۰۴ء)

شیخ داؤد راز نے اس حدیث کی تقریر میں خود ہی یہ لکھ دیا ہے کہ یہودی ڈاکو نے ڈاکہ کیا تھا اور اس کی سزا میں اس یہودی ڈاکو کو پتھروں سے ہلاک کیا گیا۔

شیخ داؤد کی اس تقریر سے یہ واضح ہو گیا کہ یہ قصاص کا معاملہ نہیں تھا سزا کا معاملہ تھا' اور ڈاکو کو سزا دینا یہ تعزیر ہے اور سیاسۃً قتل کرنا ہے' خواہ کسی طریقہ سے قتل کیا جائے' لہٰذا انہوں نے امام ابوحنیفہ پر جو اعتراض کیا تھا' وہ ساقط ہو گیا۔

شیخ داؤد راز نے ایک اور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ سے سرقہ کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

مالکیہ' شافعیہ' حنابلہ اور اہل حدیث سب نے اس حدیث کے موافق یہ حکم دیا ہے کہ قاتل کو اسی طرح ماریں گے جس طرح اس نے مقتول کو مارا ہے' لیکن حنفیہ نے اس کے خلاف یہ حکم دیا ہے کہ قصاص ہمیشہ دھار دار ہتھیار جیسے تلوار سے لیا جائے۔

(تیسیر الباری ج ۳ ص ۵۴۷' نعمانی کتب خانہ' لاہور' ۱۹۹۰ء)

شیخ وحید الزمان کا یہ کہنا غلط ہے کہ حنفیہ نے حدیث کے خلاف یہ حکم دیا ہے کہ قصاص ہمیشہ تلوار سے لینا چاہیے کیونکہ حنفیہ کا یہ حکم

دینا خود ایک حدیث کے موافق ہے اور وہ حدیث یہ ہے: ''لا قود الا بالسیف'' قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا۔ اور ہم اس سے پہلے باحوالہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ حدیث سنن ابن ماجہ' سنن بیہقی' مصنف ابن ابی شیبہ' سنن دار قطنی اور دیگر امہات کتب حدیث میں مذکور ہے۔ ثانیاً ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ یہ قصاص کا معاملہ نہیں تھا بلکہ اس یہودی ڈاکو کو تعزیری سزا دی گئی تھی اور اس کو سیاسۃً قتل کیا گیا تھا۔

دراصل ان دونوں غیر مقلد عالموں نے یہ اعتراض نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ سے سرقہ کیا ہے' وہ لکھتے ہیں: اس حدیث مالکیہ' شافعیہ' حنابلہ اور جمہور نے اس پر استدلال کیا ہے کہ قاتل نے جس چیز سے قتل کیا ہے' اس کو اسی کی مثل سے قتل کیا جائے گا اور یہ کہ قصاص کسی دھار والے ہتھیار کے ساتھ مخصوص نہیں ہے' امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ قصاص صرف دھار والے ہتھیار سے لیا جائے گا۔ (عون الباری ج ۳ ص ۲۳۲' دار الرشید' حلب' سوریا)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ قدس سرہ نے کسی حدیث کی مخالفت نہیں کی' بلکہ حدیث کی اتباع میں یہ کہا ہے کہ قصاص صرف تلوار سے یا دھار والے ہتھیار سے لیا جائے گا' اور رہی اس باب کی حدیث تو وہ قصاص سے متعلق نہیں ہے بلکہ اس میں ایک یہودی ڈاکو کے ڈاکے کی سزا کو بیان کیا گیا ہے۔ اگر یہ حدیث قصاص سے متعلق ہوتی تو آپ اس مقتولہ لڑکی کے اولیاء اور وارثوں سے فرماتے: تم چاہو تو اس یہودی کو قصاص میں قتل کر دو اور چاہو تو اس سے خون بہا اور دیت وصول کر لو اور چاہو تو اس کو معاف کر دو' جیسا کہ قصاص کا قاعدہ ہے لیکن جب آپ نے ایسا کچھ نہیں فرمایا' بلکہ اس کو لازماً سزا دی اور اس کا سر بھی دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا تو معلوم ہو گیا کہ یہ قصاص کا معاملہ نہیں تھا' بلکہ اس ڈاکو کو اس کے جرم کی سزا دی گئی تھی' جس طرح عرینیین کو اونٹ چرانے اور اونٹوں کے محافظوں کو قتل کرنے کے جرم کی سزا دی گئی تھی اور وہ بھی ڈاکے کی سزا تھی۔

٢ - بَابُ مَنْ رَدَّ اَمْرَ السَّفِيْهِ وَالضَّعِيْفِ الْعَقْلِ، وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ حَجَرَ عَلَيْهِ الْاِمَامُ

جس نے کم عقل یا ضعیف العقل کے فیصلہ کو مسترد کر دیا خواہ اس پر سربراہِ ملک نے پابندی عائد نہ کی ہو

اس باب کے عنوان میں ''سفیہ'' کا ذکر ہے' ''سفیہ'' سے مراد ایسا شخص ہے جو محض اپنی خواہش سے شرعی تقاضوں کے خلاف کام کرتا ہو' خواہ اس میں دینی یا دنیاوی مصلحت نہ ہو مثلاً وہ کسی مال دار آدمی کو خیرات میں اپنا مال دے دے یا کسی معمولی چیز کو بہت مہنگی قیمت سے خرید لے۔

کم عقل کے تصرفات پر پابندی لگانے میں مذاہب فقہاء

ابن القاسم مالکی اور اصبغ مالکی نے کہا ہے کہ کم عقل کے تصرفات کو اس وقت مسترد کیا جائے گا جب اس کا کم عقل ہونا ظاہر ہو جائے' دوسرے مالکی فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس کے تصرفات کو صرف اس وقت مسترد کیا جائے جب وہ پابندی کے بعد تصرفات کرے' فقہاء شافعیہ نے بھی اسی طرح کہا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک کسی شخص کی کم عقلی کی وجہ سے اس کے تصرفات پر پابندی نہیں لائی جائے گی' اور نہ اس کے تصرف کو مسترد کیا جائے گا' امام ابو یوسف اور محمد کے نزدیک وہ اگر ایسے تصرفات کرے جو سنجیدگی اور مذاق دونوں میں صحیح ہوں جیسے نکاح' طلاق اور غلام کو آزاد کرنا یا طلاق سے رجوع کرنا تو اس پر پابندی لگائی جائے گی' اسی طرح اس کے جو تصرفات خرید و فروخت کرنے' ہبہ کرنے' کرائے پر دینے اور صدقہ کرنے سے متعلق ہوں' ان میں بھی اس پر پابندی لگائی جائے گی' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے تصرفات پر پابندی نہیں لگائی جائے گی' خواہ وہ غفلت سے بلا قصد کوئی کام کرے اور اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ کس کام میں فائدہ ہوتا ہے تب بھی اس کے تصرفات پر پابندی نہیں ہو گی اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس کے ایسے

تصرفات پر پابندی ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۵۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدَّ عَلَى الْمُتَصَدِّقِ قَبْلَ النَّهْيِ ثُمَّ نَهَاهُ.

اور حضرت جابر رضی اللہ سے یہ روایت ذکر کی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کم عقل کے تصرف کو منع کرنے سے پہلے اس کے صدقہ کو منع کر دیا' پھر بعد میں اس کو تصرف کرنے سے منع کر دیا۔

اس تعلیق کے موافق یہ حدیث ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک شخص کو ابو مذکور کہا جاتا تھا' اس نے اپنے ایک مدبر غلام کو آزاد کر دیا جس کا نام یعقوب تھا' اس شخص کا اس مدبر غلام کے سوا اور کوئی مال نہیں تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غلام کو بلایا اور فرمایا: اس غلام کو مجھ سے کون خریدے گا؟ تو حضرت نعیم بن عبداللہ نے اس غلام کو آٹھ سو درہم میں خرید لیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ دراہم ابو مذکور کو دے دیئے اور فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص محتاج ہو تو وہ (صدقہ کی) ابتداء اپنے نفس سے کرے' پھر اگر اس کے پاس زائد مال ہو تو اپنے عیال پر خرچ کرے اور اگر پھر بھی مال بچ رہے تو اپنے قرابت داروں اور رشتہ داروں پر خرچ کرے اور اگر پھر بھی مال زیادہ ہو تو اِدھر اور اُدھر خرچ کرے۔ (صحیح مسلم: ۹۹۷' سنن ابوداؤد: ۳۹۵۷' سنن نسائی: ۴۶۶۲)

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو مذکور کے مدبر غلام کو فروخت کر دیا' مدبر اس غلام کو کہتے ہیں جس کے متعلق اس کا مالک کہہ دے کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو' اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غلام کو فروخت کر کے یہ مسئلہ بتا دیا کہ جس شخص کا اس غلام کے سوا اور کوئی مال نہ ہو' اس کا اپنے غلام کو مدبر کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ اس شخص کے مرنے کے بعد اس غلام پر اس کے وارثوں کا حق ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتا دیا کہ ابو مذکور نے کم عقلی کی بناء پر اس غلام کو مدبر کیا تھا اور آپ نے اس کو فروخت کر کے اس کم عقل کے مدبر کرنے کو فسخ کر دیا کیونکہ اس نے غلام کو مدبر کر کے اپنی بھی حق تلفی کی اور اپنے عیال کی بھی حق تلفی کی' اس لیے آپ نے اس غلام کو فروخت کر کے وہ آٹھ سو درہم ابو مذکور کو دے دیئے' اس طرح ابو مذکور کے تصرف کو ان کی کم عقلی کی وجہ سے مسترد کر دیا اور اس تعلیق کو ذکر کرنے سے امام بخاری کا یہی مقصد تھا اور چونکہ اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص محتاج ہو تو وہ (صدقہ کرنے کی) ابتداء اپنے نفس سے کرے' پھر اگر مال بچ رہے تو اپنے عیال پر اور پھر اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرے' اس غلام کو فروخت کر کے آپ نے اس غلام پر صدقہ کو مسترد کیا اور بعد میں صدقہ کرنے کا جو اصول بتایا' اس سے کم عقلوں کو صدقہ کرنے سے منع فرما دیا۔

وَقَالَ مَالِكٌ إِذَا كَانَ لِرَجُلٍ عَلٰى رَجُلٍ مَالٌ' وَلَهُ عَبْدٌ لَا شَيْءَ لَهُ غَيْرُهُ فَأَعْتَقَهُ' لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ.

اور امام مالک نے یہ کہا ہے کہ جب ایک شخص کا دوسرے شخص کے ذمہ کوئی مال ہو اور اس شخص کے پاس صرف ایک غلام ہو' اور اس کے سوا اور کچھ نہ ہو' اور وہ اس غلام کو آزاد کر دے تو اس کا اس غلام کو آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔

اس تعلیق کی اصل امام مالک کی ان عبارات میں ہے:

امام مالک نے کہا کہ مدبر کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور کسی کے لیے اس کو خریدنا بھی جائز نہیں ہے سوا اس کے کہ مدبر خود اپنے نفس کو اپنے مالک سے خرید لے تو یہ اس کے لیے جائز ہے یا کوئی اور شخص مدبر کے مالک کو مال دے اور اس کا مالک اس کو آزاد کر دے تو یہ بھی جائز ہے۔

امام مالک نے کہا: اگر مدبر کا مالک مر جائے اور اس کا اس مدبر غلام کے سوا اور کوئی مال نہ ہو تو اس کے تیسرے حصہ کو آزاد کیا جائے اور باقی دو تہائی اس کے وارثوں کے لیے ہوں گے' پس اگر مدبر کا مالک مر جائے اور اس پر اتنا قرض ہو جو اس مدبر کو بھی محیط ہو تو اس مدبر کو مالک کے قرض میں فروخت کیا جائے گا کیونکہ اس کا مالک اس کے صرف تیسرے حصہ کو آزاد کرنے کا حق دار تھا۔

(موطأ امام مالک۔ کتاب المدبر۔ باب: ٥۔ بیع المدبر۔ حدیث: ٦' المکتبۃ التوفیقیہ' موطأ امام مالک ج ٢ ص ٢٢٧' بیروت)

کم عقل پر پابندی لگانے کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا مؤقف

علامہ علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: آزاد' بالغ' عاقل اور کم عقل شخص پر اس کے مال میں تصرف پر پابندی لگانا جائز نہیں ہے' خواہ وہ اپنے مال کو فضول خرچ کرتا ہو اور اس کو ضائع کرتا ہو اور ایسی جگہوں پر اپنے مال کو خرچ کرتا ہو' جس میں کوئی غرض ہو اور نہ کوئی مصلحت ہو اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ ایسے کم عقل شخص کے تصرف پر پابندی لگائی جائے گی اور اس کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے منع کیا جائے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ وہ شخص اپنے مال کو خرچ کر کے اس کو ضائع کرنے والا ہے اور اس طرح خرچ کرنے والا نہیں ہے' جس طرح عقل کا تقاضا ہے' پس اس کو بچے پر قیاس کر کے اس کو تصرف سے روکا جائے بلکہ بچے کی بہ نسبت زیادہ شدت سے منع کیا جائے گا کیونکہ بچے میں تو یہ خطرہ ہے کہ وہ مال کو ضائع کر دے گا اور یہ بالفعل مال کو ضائع کر رہا ہے اور اس پر بغیر پابندی لگائے اس کو روکنا ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ اپنی زبان سے بھی تصرف کر کے اپنے مال کو ضائع کر سکتا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ وہ مخاطب ہے اور عاقل ہے' لہٰذا اس کو کم عقل قرار دے کر اس پر پابندی لگانا جائز نہیں ہے کیونکہ اس اقدام سے اس کی ولایت کو سلب کرنا لازم آئے گا اور یہ کہ اس کی آدمیت کو زائل کر کے اس کو جانوروں سے ملانا لازم آئے گا اور اس کا ضرر اس کی فضول خرچی کے ضرر سے زیادہ ہے' لہٰذا ادنیٰ ضرر کو دور کرنے کے لیے اعلیٰ ضرر کو نہیں برداشت کیا جائے گا حتیٰ کہ اگر پابندی لگانے سے ضرر عام دفع ہوتا تو پھر پابندی لگائی جائے گی' مثلاً جاہل طبیب اور اتائی حکیم (جس نے کسی سے باقاعدہ علم طب حاصل نہ کیا ہو) جو اپنے ٹوٹکوں سے لوگوں کی جان اور صحت سے کھیلتا ہو یا بے حیا مفتی جو رشوت لے کر لوگوں کی خواہشات کے مطابق فتوے دے یا جس کو دیوالیہ قرار دے دیا گیا ہو' وہ لوگوں کو کرایہ پر چیزیں دے' ایسے لوگوں کے تصرفات پر پابندی لگانا ضروری ہے تاکہ عام لوگ ان کے تصرفات کے شر اور ضرر سے محفوظ رہ سکیں کیونکہ اس میں ادنیٰ ضرر کو برداشت کر کے لوگوں کو اعلیٰ ضرر سے بچانا ہے اور کم عقل شخص کو اس کے مالی تصرفات سے نہیں روکا جائے گا اور اس کا ہبہ کرنا اور صدقہ کرنا نافذ ہوگا۔

(ہدایہ اخیرین ص ٣٥٥' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر اشکال اور اس کے جواب میں مصنف کا تفرد

تاہم امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر یہ اعتراض بہرحال ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کم عقل شخص حضرت حبان بن منقذ کے تصرف پر پابندی لگائی جیسا کہ صحیح بخاری' صحیح مسلم اور نسائی وغیرہ میں ہے کہ حضرت حبان بن منقذ نے اپنے ایک غلام کو مدبر کر دیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مدبر غلام کو فروخت کر کے ان کے تصرف کو فسخ کر دیا' جب کہ مدبر کو فروخت نہیں کیا جاتا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو فروخت کر کے یہ مسئلہ بتا دیا کہ حضرت ابومذکور کا اس غلام کو مدبر کرنا صحیح نہیں تھا اور یہی ان کے تصرف پر پابندی لگانا ہے جب کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک آزاد' عاقل' بالغ اور کم عقل کے تصرف پر پابندی لگانا جائز نہیں ہے؟ میں نے فقہاء احناف اور احناف شارحین میں سے کسی کی کتاب میں نہیں پڑھا' جو اس اشکال کے جواب کے درپے ہوا ہو' لیکن اس عاجز پر فیوضات الٰہیہ کے انوار سے اس اشکال کا

یہ جواب منکشف ہوا کہ نبی ﷺ نے حضرت ابومذکور کے تصرف پر اس صورت میں پابندی لگائی جب ان کے تصرف سے ان کے ورثاء کا نقصان ہو رہا تھا' کیونکہ اس غلام کے سوا ان کا کوئی مال نہیں تھا اور ان کے مرنے کے بعد وہ غلام ان کے وارثوں کا مال تھا' اب اگر ان کے مرنے کے بعد اس غلام کو آزاد کر دیا جاتا جیسا کہ مدبر میں ہوتا ہے تو یہ ان کے وارثوں کا نقصان ہوتا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ تو جائز ہے کہ کوئی آزاد' عاقل' بالغ اور کم عقل شخص اپنے تصرف سے اپنا نقصان کر لے لیکن اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دوسروں کا نقصان کرے' اسی لیے امام ابوحنیفہ جاہل طبیب اور راشی مفتی کے تصرفات پر پابندی لگانے کو جائز کہتے ہیں کیونکہ وہ دوسروں کے نقصان کا سبب ہیں' اسی طرح حضرت ابومذکور کا اپنے غلام کو مدبر کرنا اپنے ورثاء کو نقصان پہنچانے کا سبب تھا' اس لیے نبی ﷺ نے اس مدبر غلام کو فروخت کر کے ان کے ایسے تصرف پر پابندی لگا دی جو دوسروں کے لیے باعثِ ضرر تھا' لہٰذا امام ابوحنیفہ کے مؤقف اور زیر بحث حدیث میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے رسول ﷺ کی چشمِ کرم سے میں اس اشکال کے حل میں متفرد ہوں' اور یہ میں کسی فخر' عُجب اور تکبر سے نہیں کہہ رہا بلکہ نعمت الباری کے اظہار اور فیضانِ رسول کو آشکار کرنے کے لیے کہہ رہا ہوں' کیونکہ دوسرے فقہاء احناف اور شارحین نے اس اشکال کا ذکر کیا ہے' نہ اس کے جواب کے درپے ہوئے ہیں' یہ صرف اس عاجز فقیر پر اس کے ربِ قدیر کا کرم ہے۔ والحمد للّٰہ رب العٰلمین.

اس امر کی توجیہ کہ امام بخاری نے اس باب کے اثبات کے لیے کسی حدیث کو روایت کیوں نہیں کیا؟

امام بخاری نے اس باب کا عنوان لکھا ہے' پھر دو تعلیقات ذکر کی ہیں' لیکن اس عنوان کو ثابت کرنے کے لیے اپنے اسلوب کے مطابق اپنی سند کے ساتھ کوئی حدیث روایت نہیں کی' ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ امام بخاری کو اپنی شرائط کے مطابق اس عنوان کے اثبات کے لیے کوئی حدیث نہ ملی ہو یا امام بخاری نے حدیث روایت کی ہو لیکن ناسخین سے وہ روایت ساقط ہو گئی ہو' لیکن بہترین جواب یہ ہے کہ چونکہ ان تعلیقات سے امام بخاری کا منشاء پورا ہو گیا تھا اور امام بخاری کے مؤقف پر ان تعلیقات میں واضح دلیل تھی' اس لیے امام بخاری نے اس عنوان کے لیے کسی حدیث کی روایت کرنا مناسب خیال نہیں کیا یا ممکن ہے کوئی اور وجہ ہو جو ہم پر منکشف نہیں ہو سکی' علامہ عینی نے تو اس مسئلہ کو چھیڑا نہیں اور حافظ ابن حجر نے یہ لکھا ہے کہ اس عنوان کے اثبات کے لیے امام بخاری کو اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں ملی۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس عنوان کے اثبات کے لیے حدیث ہے: ابوالزبیر' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنو عذرہ کے ایک شخص نے اپنے غلام کو مدبر کر دیا' رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے اس شخص سے پوچھا: کیا اس غلام کے علاوہ تمہارا کوئی مال ہے؟ اس نے کہا: نہیں! پھر اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: تم اپنے نفس سے ابتداء کر کے اس پر صدقہ کرو' پھر اگر مال بچ جائے تو وہ تمہارے اہل کے لیے ہے۔ (الحدیث) اور اس اضافہ کے ساتھ ابوالزبیر حضرت جابر کی روایت میں منفرد ہیں اور کسی روایت میں تفرد امام بخاری کی شرائط میں سے نہیں ہے اور امام بخاری اکثر اسی حدیث پر جزم کرتے ہیں' جو ان کی شرط کے مطابق ہو اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٦١٧' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٣- بَابُ مَنْ بَاعَ عَلَى الضَّعِيفِ وَنَحْوِهٖ' فَدَفَعَ ثَمَنَهٗ إِلَيْهِ' وَأَمَرَهٗ بِالْإِصْلَاحِ وَالْقِيَامِ

جس نے کسی ضعیف العقل شخص کا مال فروخت کر کے اس کی قیمت اس کو ادا کر دی اور اس کو درست کام کرنے

بِشَأْنِهٖ، فَإِنْ أَفْسَدَ بَعْدُ مَنَعَهُ، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ. وَقَالَ لِلَّذِيْ يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ. وَلَمْ يَأْخُذِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَهُ

کی نصیحت کی اور اس کو کم قیمت پر فروخت کرنے سے منع کیا' پھر اگر اس نے اپنا نقصان کیا تو اس کو پھر منع کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے اور جس شخص کو خرید وفروخت میں دھوکا دیا جاتا تھا' اس سے فرمایا: جب تم خرید وفروخت کرو تو کہہ دیا کرو کہ کوئی دھوکا نہیں ہوگا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مال واپس نہیں لیا

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ۲۱۱۷ میں ہے' جس شخص کو خرید وفروخت میں دھوکا دیا جاتا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے خرید وفروخت کا مال واپس نہیں لیا' اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کم عقل شخص کو خرید وفروخت میں تصرف کرنے کی اجازت دی اور یہی امام ابوحنیفہ کا موقف ہے۔

٢٤١٤ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ. فَكَانَ يَقُوْلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص کو خرید وفروخت میں دھوکا دیا جاتا تھا تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم خرید وفروخت کیا کرو تو کہہ دیا کرو: کوئی دھوکا نہیں ہوگا' تو پھر وہ اس طرح کہہ دیا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۱۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں بھی ایک قسم کے جھگڑے کا ذکر ہے۔

٢٤١٥ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ ذِئْبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ عَبْدًا لَهُ، لَيْسَ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ، فَرَدَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَابْتَاعَهُ مِنْهُ نُعَيْمُ بْنُ النَّحَّامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عاصم بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے ایک ایسے غلام کو آزاد کر دیا کہ اس کے پاس اس غلام کے علاوہ اور کوئی مال نہیں تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے آزاد کرنے کو (عملاً) مسترد کر دیا' پھر آپ سے اس غلام کو حضرت نعیم بن النحام نے خرید لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۱۵ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں بھی تقدیراً تنازع کا ذکر ہے کیونکہ اگر وہ غلام آزاد کر دیا جاتا تو ہوسکتا تھا بعد میں ان کے ورثاء یہ جھگڑا کھڑا کرتے کہ چونکہ

ان کا غلام کے سوا اور کوئی مال نہیں تھا' اس لیے تم کو انہیں آزاد کرنے کا حق نہیں تھا' لہٰذا تم آزاد نہیں ہوئے۔

٤ - بَابُ كَلَامِ الْخُصُوْمِ بَعْضِهِمْ فِي بَعْضٍ

بعض مخالف فریقوں کا ایک دوسرے سے کلام کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مخالف فریقوں کا ایک دوسرے سے بات کرنا تو ناگزیر ہے لیکن اگر وہ ایک دوسرے سے رواداری کے ساتھ بات کریں اور کوئی فحش بات نہ کریں جس سے حد یا تعزیر واجب ہو تو پھر ان کا ایک دوسرے سے بات کرنا جائز ہے۔

٢٤١٧،٢٤١٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ شَقِيْقٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ' وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ' لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ' لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. قَالَ فَقَالَ الْاَشْعَثُ فِيَّ وَاللّٰهِ كَانَ ذٰلِكَ' كَانَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ رَجُلٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ اَرْضٌ فَجَحَدَنِيْ' فَقَدَّمْتُهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَكَ بَيِّنَةٌ؟ قُلْتُ لَا' قَالَ فَقَالَ لِلْيَهُوْدِيِّ اِحْلِفْ. قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اِذًا يَحْلِفَ وَيَذْهَبَ بِمَالِيْ' فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ (آل عمران: ٧٧) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے خبر دی از اعمش از شقیق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی چیز پر حلف اٹھایا اور وہ اس میں جھوٹا تھا تا کہ وہ کسی شخص کے مال پر قبضہ کر لے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوگا' اشعث نے کہا: اللہ کی قسم! آپ کا یہ ارشاد میرے متعلق ہے' میرے اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین کا جھگڑا تھا تو میں اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: کیا تمہارے پاس گواہ ہے؟ میں نے کہا: نہیں! پھر آپ نے یہودی سے فرمایا: تم حلف اٹھاؤ' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو حلف اٹھا لے گا اور میرا مال لے جائے گا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں' ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کوئی کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے O (آل عمران: ٧٧)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٥٧-٢٣٥٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں ایک مسلمان اور ایک یہودی کے درمیان جھگڑے کا ذکر ہے۔

٢٤١٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ' عَنْ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ اَبِيْ حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از عبداللہ بن کعب بن مالک از حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہ انہوں نے حضرت ابن

الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا حَتّٰی سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِیْ بَيْتِهٖ، فَخَرَجَ اِلَيْهِمَا حَتّٰی كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ، فَنَادٰی يَا كَعْبُ. قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ ضَعْ مِنْ دَيْنِكَ هٰذَا. فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ اَیِ الشَّطْرَ، قَالَ لَقَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ قُمْ فَاقْضِهٖ.

ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے مسجد میں اپنے قرض کا تقاضا کیا' پس ان دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان آوازوں کو اپنے گھر میں سنا' آپ ان کی طرف آئے اور آپ نے حجرہ کا پردہ کھولا' پس آپ نے بلند آواز سے فرمایا: یا کعب! انہوں نے کہا: میں حاضر ہوں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم اپنے قرض سے اتنا کم کر دو' آپ نے ان کی طرف نصف کا اشارہ کیا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نے کم کر دیا' پھر آپ نے حضرت ابن ابی حدرد سے فرمایا: اب اٹھو! تم اس کو ادا کر دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حضرت کعب بن مالک اور حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہما کے درمیان جھگڑے کا ذکر ہے۔

٢٤١٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِیِّ اَنَّهٗ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَاُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰی غَيْرِ مَا اَقْرَؤُهَا، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَاَنِيْهَا، وَكِدْتُّ اَنْ اَعْجَلَ عَلَيْهِ، ثُمَّ اَمْهَلْتُهٗ حَتَّی انْصَرَفَ، ثُمَّ لَبَّبْتُهٗ بِرِدَائِهٖ، فَجِئْتُ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّیْ سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَاُ عَلٰی غَيْرِ مَا اَقْرَاْتَنِيْهَا، فَقَالَ لِیْ اَرْسِلْهُ. ثُمَّ قَالَ لَهٗ اِقْرَاْ. فَقَرَاَ، قَالَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ. ثُمَّ قَالَ لِیْ اِقْرَاْ. فَقَرَاْتُ، فَقَالَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ، فَاقْرَؤُوْا مِنْهُ مَا تَيَسَّرَ.

[اطراف الحدیث: ۴۹۹۲-۵۰۴۱-۶۹۳۶-۷۵۵۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از عبدالرحمان بن عبدالقاری' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو سورۂ فرقان پڑھتے ہوئے سنا' وہ اس طریقہ کے خلاف پڑھ رہے تھے جس طرح میں پڑھتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وہ سورت پڑھائی تھی' قریب تھا کہ میں ان پر جھپٹ پڑتا' لیکن میں نے ان کو مہلت دی حتیٰ کہ وہ نماز سے فارغ ہو گئے' پھر میں نے ان کو اپنی چادر سے پکڑ کر گھسیٹا اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا' میں نے عرض کیا: میں نے ان کو اس قراءت کے خلاف پڑھتے ہوئے سنا ہے جس طرح آپ نے مجھے پڑھایا ہے' آپ نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو' پھر آپ نے ان سے فرمایا: اب تم پڑھو' سو انہوں نے پڑھا: آپ نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے' پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: تم پڑھو' پس میں نے پڑھا' آپ نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے' بے شک قرآن مجید سات حرفوں پر نازل ہوا ہے' تم کو ان میں سے جو حرف آسان لگے' تم اس پر پڑھو۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یوسف التنیسی' ان سے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں (۲) امام مالک بن انس (۳) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴) عروہ بن الزبیر بن العوام (۵) عبدالرحمٰن بن عبدالقاری' ان کی نسبت بنو قارہ بن الدیش کی طرف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ یہ تابعی ہیں' ایک قول یہ ہے کہ صحابی ہیں' ان کی ۸۰ھ میں مدینہ میں وفات ہوئی' اس وقت ان کی عمر ۷۸ سال تھی (۶) ہشام بن حکیم بن حزام القرشی' یہ صحابی ابن صحابی ہیں' انہوں نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا تھا' یہ علم وفضل والے صحابہ میں سے ہیں' نیکی کا حکم دیتے تھے اور بُرائی سے روکتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۶۲-۳۶۱)

قرآن مجید کے سات حروف پر نازل ہونے کے محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے' ان سات حروف کے معنی میں دس اقوال ہیں:

(۱) خلیل نے کہا ہے کہ اس سے مراد سات قراءات ہیں اور یہ وہ اسماء اور افعال ہیں جن کو سات طریقوں سے پڑھا جاتا ہے۔ جیسے "نرتع" اور "نلعب" کو سات طریقوں پڑھا جاتا ہے۔

اس میں اصولیین کا اختلاف ہے کہ آیا اب بھی سات حروف پر قرآن مجید کو پڑھا جا سکتا ہے یا نہیں' امام طبری وغیرہ نے اس سے منع کیا ہے اور کہا ہے کہ اب صرف ایک حرف (قراءت) پر قرآن مجید کو پڑھا جا سکتا ہے اور یہ وہ حرف ہے جو حضرت زید بن ثابت سے ثابت ہے اور شیخ ابوالحسن اشعری نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن سات حروف پر قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور مسلمانوں کو ان حروف پر پڑھنے کی اجازت دی ہے' اب امت کے لیے اس سے منع کرنا جائز نہیں ہے' بلکہ یہ سات حروف ہماری اس قراءت میں موجود ہیں اور یہ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر ہیں اور ان کی کوئی معین جگہ معلوم نہیں ہے۔

علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ قرآن پڑھنے والے کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ جس حرف پر اس کے لیے قرآن مجید کو پڑھنا آسان ہو' اس حرف پر پڑھ لے اور یہ اس صورت میں ہے جس میں معنی متفق اور متقارب ہو اور یہ اجازت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے پہلے تھی' اور اب کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اجماع صحابہ کے خلاف قرآن مجید پڑھے۔

(۲) ابوالعباس احمد بن یحییٰ نے کہا ہے کہ سات حروف سے مراد عرب کی سات فصیح لغات ہیں' جیسے لغت قریش اور لغت نزار وغیرہ۔

(۳) یہ سات حروف صرف مضر کی سات لغات ہیں اور یہ قرآن مجید میں متفرق ہیں کسی ایک کلمہ میں مجتمع نہیں ہیں۔

(۴) ایک کلمہ میں بھی یہ سات حروف پڑھے جاسکتے ہیں۔

(۵) یہ سات حروف تلاوت کی صورت میں ہیں' جیسے ادغام وغیرہ۔

(۶) سات حروف سے مراد قرآن مجید کے خطاب کی سات اقسام ہیں' جو یہ ہیں: (۱) زجر و توبیخ (۲) امر (۳) حلال (۴) حرام (۵) محکم (۶) متشابہ (۷) امثال۔

(۷) سات حروف سے مراد اعراب ہیں کیونکہ وہ کلمہ کے آخر میں آتے ہیں' امام مالک سے منقول ہے کہ اس سے مراد کلمہ کے آخر کو بدلنا ہے' جیسے "غفور رحیم" کو بدل کے "سمیع بصیر" پڑھا جائے' تاہم آیت رحمت کو عذاب سے نہ بدلا جائے اور نہ آیت عذاب کو رحمت سے بدلا جائے۔

(۸) سات حروف سے مراد حروف' اسماء اور افعال ہیں جن کو مختلف طریقوں سے پڑھا جائے جیسے "نرتع و نلعب"۔

(۹) سات حروف سے معانی متفقہ متقاربہ مراد ہیں' جیسے "اَقْبِل' تعال" اور "ھلم" - ان سب کا معنی ہے: آ ؤ' اور ان میں ایک لفظ کی جگہ دوسرے لفظ کو پڑھنا جائز ہے' یعنی ایک لفظ کو اس کے مترادف سے بدلنا۔

(۱۰) سات حروف سے مراد قراءات و تجوید کے سات طریقے ہیں' جیسے (۱) امالہ (۲) فتح (۳) ترقیق (۴) تفخیم (۵) تسہیل (۶) ادغام (۷) اظہار۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ان سات حروف میں حصر نہیں ہے' یہ صرف آسانی کے لیے فرمایا ہے اور اکثر نے کہا ہے کہ ان سات میں حصر ہے' نیز علامہ عینی نے کہا ہے کہ زیر بحث حدیث میں حضرت ہشام نے حضرت عمر کی اطاعت اس لیے کی تھی کہ ان کو معلوم تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد خیر کے سوا اور کچھ نہیں ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دین میں بہت متصلب تھے اور حضرت ہشام ان کے بعد متصلب تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۶۴۔ ۳۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٥ - بَابُ اِخْرَاجِ اَهْلِ الْمَعَاصِيْ وَالْخُصُوْمِ مِنَ الْبُيُوْتِ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ

معلوم ہونے کے بعد اللہ کے نافرمانوں اور جھگڑا کرنے والوں کو گھر سے نکال دینا

وَقَدْ اَخْرَجَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اُخْتَ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حِيْنَ نَاحَتْ.

اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بہن نے نوحہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو گھر سے نکال دیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس بہن کا نام ام فروہ تھا۔ اس تعلیق کو امام محمد بن سعد نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے اوپر نوحہ کرنے والیوں کو جمع کیا' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے ان عورتوں کو حضرت ابوبکر کے اوپر نوحہ کرنے سے منع کیا' انہوں نے نوحہ ترک کرنے سے انکار کیا' تب ہشام بن الولید نے کہا کہ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی (یعنی حضرت ام فروہ جو حضرت ابوبکر کی بہن ہیں' ان) کو بلائیں' پھر انہوں نے درّہ کو بلند کر کے اس کی کئی ضرب لگائیں' جب نوحہ کرنے والیوں نے یہ سنا تو وہ منتشر ہوگئیں' پھر حضرت عمر نے کہا: تم یہ چاہتی ہو کہ تمہارے رونے کی وجہ سے حضرت ابوبکر کو عذاب دیا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے شک گھر والوں کے رونے کی وجہ سے مردہ کو عذاب دیا جاتا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۵۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

میت پر نوحہ کرنے کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف تھا' اس کی تفصیل اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نوحہ کو میت کے لیے جو باعث عذاب قرار دیا' اس کی توجیہات کے لیے صحیح البخاری: ۱۲۸۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

٢٤٢٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَتُقَامَ، ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى مَنَازِلِ قَوْمٍ لَا يَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ فَاُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از سعید بن ابراہیم از حمید بن عبدالرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: بے شک میں نے ارادہ کیا ہے کہ نماز پڑھنے کا حکم دوں' پس نماز قائم کی جائے' پھر میں ان لوگوں کے گھروں کی طرف جاؤں' جو نماز پڑھنے نہیں آتے' پھر میں ان کو آگ لگا دوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۴۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اگر

آپ ان لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دیتے تو وہ لوگ ضرور اپنے گھروں سے نکلتے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو لوگ نماز کی جماعت کو ترک کر کے اللہ کی نافرمانی کر رہے ہیں' ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو گھروں سے نکال دیا جائے اور یہی اس باب کا عنوان ہے۔

٦ - بَابُ دَعْوَى الْوَصِيِّ لِلْمَيِّتِ — جس کو مرنے والے نے وصیت کی ہے' اس کا دعویٰ کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جس شخص کو مرنے والے نے یہ وصیت کی ہے کہ فلاں شخص میرے نسب سے ہے اور وہ میرا بیٹا ہے تو وہ شخص میت کی طرف سے یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ فلاں شخص اس میت کا بیٹا ہے۔

٢٤٢١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، اخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ابْنِ أَمَةِ زَمْعَةَ، فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَوْصَانِي أَخِي إِذَا قَدِمْتُ أَنْ أَنْظُرَ ابْنَ أَمَةِ زَمْعَةَ فَأَقْبِضَهُ فَإِنَّهُ ابْنِي. وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ أَخِي وَابْنُ أَمَةِ أَبِي، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِي. فَرَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ، فَقَالَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ، الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ، وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ عبد بن زمعہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زمعہ کی باندی کے بیٹے کے متعلق جھگڑا کیا' پس حضرت سعد نے کہا: یارسول اللہ! میرے بھائی نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ جب میں مرجاؤں تو تم زمعہ کی باندی کے بیٹے پر نظر رکھنا' پس اس پر قبضہ کر لینا کیونکہ وہ میرا بیٹا ہے اور عبد بن زمعہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی عتبہ کے ساتھ واضح مشابہت دیکھی تو آپ نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! وہ تمہارا (بھائی) ہے' بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا' اور اے سودہ! اب تم اس سے پردہ کیا کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٥٣ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ زمعہ کے بیٹے میں عبد بن زمعہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص کے درمیان جھگڑا ہوا' حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: یہ میرا بھتیجا ہے' میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے اور عبد بن زمعہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے' میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔

٧ - بَابُ التَّوَثُّقِ مِمَّنْ تُخْشَى مَعَرَّتُهُ — جس سے شر اور فساد کا خطرہ ہو یا بچہ پڑھائی سے بھاگے تو اس کا باندھنا جائز ہے

اس باب کے عنوان میں ''توثق'' اور ''معرتہ'' کا لفظ ہے' ''معرۃ'' کا ماخذ ''عر'' ہے' اس کا معنی ہے: شر' فساد اور مکروہ کام' اور ''توثق'' کا معنی ہے: کسی چیز کو محکم اور مضبوط کرنا' یہ مضبوطی کبھی قید کرنے سے اور باندھنے سے بھی حاصل ہوتی ہے اور وہی یہاں مراد ہے۔

وَقَيَّدَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عِكْرِمَةَ عَلٰى تَعْلِيمِ الْقُرْاٰنِ وَالسُّنَنِ وَالْفَرَائِضِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (اپنے غلام) عکرمہ کو قرآن' سنن اور فرائض کی تعلیم کے لیے قید کرلیا تھا۔

عکرمہ اہل بربر میں سے تھے اور مغرب کے رہنے والے تھے' یہ پہلے حصین بن ابی الحر العنبری کے غلام تھے' جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ کے گورنر ہوئے تو حصین نے حضرت ابن عباس کو عکرمہ ہبہ کر دیا۔ عکرمہ نے صحابہ

کی ایک جماعت سے احادیث روایت کی ہیں اور اکثر احادیث حضرت ابن عباس سے روایت کی ہیں' ابراہیم نخعی' اعمش' قتادہ اور امام ابوحنیفہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں' عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے چالیس سال علم حاصل کیا' حضرت ابن عباس گھر کے اندر ہوتے تھے اور میں دروازہ پر فتوے دیتا تھا' شعبی بیان کرتے ہیں کہ عکرمہ سے بڑھ کر کوئی شخص کتاب اللہ کا عالم نہیں ہے' عکرمہ ١٠٥ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے' اس وقت ان کی عمر اسّی (٨٠) سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٣٦٦)

امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے' اس کی اصل یہ ہے:

زبیر بن حریث' عکرمہ سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دیتے تھے اور مجھے قرآن اور سنت کی تعلیم دیتے تھے' جس وقت حضرت ابن عباس عکرمہ کو باندھ کر پڑھاتے تھے' اس وقت وہ کم عمر تھے اور نوعمری کے تقاضے سے پڑھائی سے بھاگ جاتے تھے' اس لیے حضرت ابن عباس ان کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دیتے تھے' اب بھی اگر کوئی بچہ پڑھائی سے بھاگے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٥ ص ٢٢٠۔٢١٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ)

٢٤٢٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ' فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهٗ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ' سَيِّدُ اَهْلِ الْيَمَامَةِ' فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ' فَخَرَجَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' قَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ. قَالَ عِنْدِيْ يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ' فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ. قَالَ اَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی سعید' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سواروں کی ایک جمات کو نجد کی طرف بھیجا' وہ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو لے کر آئے' جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا' وہ اہل یمامہ کا سردار تھا' صحابہ نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے اور اس سے پوچھا: اے ثمامہ! تمہارے پاس کیا ہے؟ اس نے کہا: اے محمد! میرے پاس خیر ہے! پھر پوری بات ذکر کی' آپ نے فرمایا: ثمامہ کو کھول دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٦٢ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ثمامہ کو ستون کے ساتھ باندھنے کا ذکر ہے۔

مقروض کو قید کرنے کے سلسلے میں روایات

علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مقروض کو قید کر لیتے تھے' ابن سیرین نے کہا کہ قاضی شریح جب کسی کے خلاف فیصلہ کرتے تو حکم دیتے کہ ان کے اٹھنے تک اس شخص کو مسجد میں روک لیا جائے' پھر اگر وہ قرض ادا کر دیتا تو فبہا ورنہ اس کو قید میں ڈالنے کا حکم دیتے' اور طاؤس نے کہا: جب تک کوئی شخص حکم کا اقرار نہ کرے تو اس کو قید کر لیا جائے اور معمر کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت کی وجہ سے ایک شخص کو قید کر لیا اور ثمامہ کی حدیث اس باب میں اصل ہے۔
(عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٣٦٧۔٣٦٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٨ - بَابُ الرَّبْطِ وَالْحَبْسِ فِي الْحَرَمِ
حرم میں باندھنا اور قید کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مقروض کو حرم میں باندھنا جائز ہے اور اس میں طاؤس کا رد ہے' جنہوں نے کہا ہے کہ مکہ میں

قید کرنا مکروہ ہے' طاؤس کا استدلال اس حدیث سے ہے:

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ طاؤس نے مکہ میں قید کرنے کو مکروہ قرار دیا' انہوں نے کہا: جس جگہ رحمت کا گھر ہو' وہاں عذاب کا گھر نہیں بنانا چاہیے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ١٥٨٤٦۔ ج ٣ ص ٢٣٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

وَاشْتَرٰى نَافِعُ بْنُ عَبْدِ الْحَارِثِ دَارًا لِلسِّجْنِ بِمَكَّةَ، مِنْ صَفْوَانَ بْنِ اُمَيَّةَ، عَلٰى اَنَّ عُمَرَ اِنْ رَضِيَ فَالْبَيْعُ بَيْعُهُ، وَاِنْ لَّمْ يَرْضَ عُمَرُ فَلِصَفْوَانَ اَرْبَعُ مِائَةٍ.

اور نافع بن عبدالحارث نے صفوان بن امیہ سے قیدخانہ بنانے کے لیے مکہ میں ایک گھر خریدا' اس شرط پر کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بیع سے راضی ہو گئے تو یہ بیع ہوگی اور اگر حضرت عمر راضی نہیں ہوئے تو وہ صفوان کو چار سو درہم واپس دے دیں گے۔

اس تعلیق کی اصل سنن بیہقی ج ٦ ص ٣٤' (نشر السنہ' ملتان)' مصنف عبدالرزاق: ٩٢١٣۔ ج ٥ ص ١٠٣ (دار الکتب العلمیہ' بیروت) اور مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٣٦٦٢۔ ج ١١ ص ٦٧٢ میں ہے (مجلس علمی' بیروت)۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ یہ بیع تین ہزار میں ہوئی اور اگر حضرت عمر راضی نہیں ہوئے تو نافع' صفوان کو چار سو درہم دیں گے' اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ یہ بیع چار ہزار درہم میں ہوئی اور اگر حضرت عمر راضی نہیں ہوئے تو نافع' صفوان کو چار سو درہم دیں گے اور اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع میں عُربان (بیعانہ) کو حلال کر دیا۔

اس اعتراض کا جواب کہ نافع نے صفوان سے شرط کے ساتھ بیع کی تھی اور یہ بیع فاسد ہے

بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نافع نے صفوان سے اس شرط پر یہ بیع کی تھی کہ اگر حضرت عمر اس بیع سے راضی ہو گئے تو یہ بیع ہوگی' ورنہ نافع' صفوان کو چار سو درہم واپس کر دیں گے اور اگر بیع میں کوئی شرط رکھی جائے تو وہ بیع فاسد ہوتی ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

یہ شرط نفس عقد میں داخل نہیں تھی' بلکہ نافع نے صفوان سے یہ وعدہ کیا تھا' یا یہ بیع بشرط الخیار تھی اور اس بیع میں نافع نے یہ اختیار رکھا تھا کہ اگر حضرت عمر نے اس بیع کو پسند کر لیا تو یہ بیع ہوگی ورنہ نہیں' یعنی اگر حضرت عمر نے چار سو درہم میں اس مکان کو قید خانہ بنانے کے لیے پسند کر لیا تو چار سو درہم میں اس مکان کی بیع ہو جائے گی' ورنہ نہیں ہوگی۔

المہلب نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اگر حضرت عمر نے اس بیع کو پسند نہیں کیا تو نافع صفوان کو چار سو درہم دے کر یہ مکان خود خرید لیں گے اور یہ بیع جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٣٦٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

مروّجہ بیعانہ (عُربون) کی تعریف

خرید و فروخت میں بیعانہ کا بھی رواج ہے' جس کو عربی میں عُربون یا عُربان کہتے ہیں' اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً زید' عمرو سے پانچ ہزار روپے میں ایک مکان خریدتا ہے اور کہتا ہے کہ میں پانچ ہزار روپے ادا کر کے مکان پر قبضہ کر لوں گا اور اس کو ایک ہزار روپے بیعانہ دیتا ہے کہ اگر اس نے بائع کو باقی ماندہ چار ہزار روپے دے دیئے تو یہ بیع ہو جائے گی اور ایک ہزار روپے کا بیعانہ کل رقم میں محسوب ہو جائے گا' ورنہ بائع کو یہ حق ہوگا کہ وہ اس بیعانہ پر قبضہ کر لے۔ احادیث میں اس بیعانہ کی ممانعت ہے اور فقہاء میں سے امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی نے اس کو ناجائز کہا ہے' صرف امام احمد نے اس کو جائز کہا ہے اور ان کا استدلال امام بخاری کی اس مذکور تعلیق سے ہے۔ ہم اس بحث میں پہلے احادیث کے حوالوں سے بیعانہ کی ممانعت بیان کریں گے' پھر ائمہ ثلاثہ کی تصریحات پیش کریں گے اور آخر میں امام احمد بن حنبل کی دلیل بیان کر کے اس کا جواب لکھیں گے۔ فنقول وباللّٰہ التوفیق.

بیعانہ کی ممانعت میں حدیث

عمرو بن شعیب اپنے والد (عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) سے اور وہ اپنے دادا (عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عُربان کی بیع (بیعانہ) سے منع فرمایا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۰۲، سنن ابن ماجہ: ۲۱۹۲، مشکوٰۃ: ۲۸۶۴، موطأ امام مالک۔ کتاب البیوع۔ حدیث: ۱، مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۳، سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۴۲)

بیعانہ میں امام مالک کا مؤقف

امام مالک نے کہا ہے کہ عربون (بیعانہ) کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص کسی غلام یا باندی کو خریدے، پھر بائع سے کہے کہ میں تم کو ایک درہم یا دینار اس شرط پر دیتا ہوں کہ اگر میں نے اس غلام یا باندی کو خرید لیا تو میں نے تم کو جو ایک دینار یا درہم دیا ہے وہ اس غلام یا باندی کی قیمت میں محسوب ہوگا اور اگر میں نے اس بیع کو ترک کر دیا تو میں نے جو ایک دینار یا درہم دیا ہے وہ تمہارا ہے، یہ رقم بائع کے لیے بلا معاوضہ ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ (موطأ امام مالک۔ کتاب البیوع۔ حدیث: ۱، المکتبۃ التوفیقیہ، موطأ امام مالک ج ۲ ص ۱۰۲)

علامہ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر المالکی المتوفی ۴۶۳ ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے جو عربون (بیعانہ) کی تفسیر کی ہے، اس پر تمام شہروں کے فقہاء متفق ہیں خواہ وہ حجازی ہوں یا عراقی، ان میں سے امام شافعی، الثوری، امام ابوحنیفہ، اوزاعی، لیث بن سعد اور عبدالعزیز بن سلمہ ہیں کیونکہ اس بیع میں غرر اور مخاطرہ (دھوکا اور نقصان کا خطرہ یعنی Risk رِسک) ہے اور بغیر عوض اور ہبہ کے دوسرے کا مال کھانا ہے اور یہ باطل ہے۔

اس صورت کے اعتبار سے بیع العربان (بیعانہ) ان کے نزدیک منسوخ ہے، جب وہ قبضہ سے پہلے اور بعد ہو اور سودا اگر موجود ہو تو اس کو واپس کیا جائے گا اور اگر وہ ہلاک ہو چکا ہے تو قبضہ کے دن جو اس کی قیمت تھی، اس کو واپس کیا جائے گا اور ہر حال میں جو کچھ بیعانہ لیا گیا ہے، اس کو واپس کیا جائے گا۔

تابعین کی ایک جماعت سے روایت ہے کہ انہوں نے بیع العربان (بیعانہ) کو جائز کہا ہے، ان تابعین میں مجاہد، ابن سیرین، نافع بن عبدالحارث اور زید بن اسلم ہیں اور ہمارے نزدیک یہ جائز نہیں ہے، زید بن اسلم یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہے اور اس حدیث کو ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی سند کے ساتھ نہیں پہچانتے، اور ہو سکتا ہے کہ جس عُربان کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی تھی، وہ یہ ہو کہ اگر بیع مکمل ہوگئی تو جو پیشگی رقم دی گئی ہے، وہ سودے کی قیمت میں محسوب ہوگی اور اگر بیع مکمل نہیں ہوئی تو بائع نے جو پیشگی رقم لی ہے، وہ اس کو واپس کر دے گا اور اس اعتبار سے عربان (بیعانہ) سب کے نزدیک جائز ہے۔

یہ امام مالک کا، ان کے اصحاب کا اور تمام فقہاء کا قول ہے۔ (الاستذکار ج ۱۹ ص ۱۱-۱۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۴ ھ)

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے مزید تفصیل سے لکھا ہے:

زید بن اسلم نے جو کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع عربان (بیعانہ) کی اجازت دی ہے تو یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے، اس حدیث کو عبدالرزاق اسلمی نے زید بن اسلم سے مرسلاً روایت کیا ہے اور یہ اور اس کی مثل حجت نہیں ہے۔ (التمہید ج ۱۰ ص ۴۰۷، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ ھ)

بیعانہ میں امام شافعی کا مؤقف

علامہ محی الدین بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ لکھتے ہیں:

عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عربان سے منع

فرمایا ہے اس حدیث کو امام مالک نے اپنی موطأ میں اور امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے مگر اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور یہ دراصل امام مالک کی مرسل ہے۔

اگر عربان کی نفس عقد میں شرط ہو تو حضرت ابن عباس، حسن بصری، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور شوافع کے نزدیک عربان باطل ہے۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس بیع کے جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے امام مالک اور امام شافعی نے اس حدیث کی وجہ سے اس بیع کو باطل کہا ہے کیونکہ اس میں شرط فاسد ہے غرر (نقصان کا خطرہ Risk) ہے اور باطل کے ذریعہ دوسرے کا مال کھانا ہے فقہاء احناف نے بھی اس کو باطل کہا ہے۔ حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کا جواز منقول ہے اور اسی کی طرف امام احمد بن حنبل کا میلان ہے۔ (المجموع شرح المہذب ج ۹ ص ۳۳۵۔ ۳۳۴ دار الفکر بیروت)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(معالم السنن ج ۳ ص ۱۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ ھ)

بیعانہ میں امام ابوحنیفہ کا مؤقف

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی متوفی ۱۰۱۴ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کے نزدیک یہ بیع باطل ہے کیونکہ اس میں شرط اور غرر (نقصان کا خطرہ Risk) ہے۔

(مرقات ج ۶ ص ۸۶ المکتبۃ الحقانیہ پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ ھ لکھتے ہیں:

عربون (بیعانہ) کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص کوئی چیز خریدتا ہے اور بائع کو اس کی قیمت کا کچھ حصہ پیشگی دے دیتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تم فکر مت کرو میں باقی قیمت بھی دے کر اس چیز کو خرید لوں گا اگر میں نے اس چیز کو نہ خریدا تو میں نے پیشگی قیمت کا جو حصہ تمہیں دیا ہے وہ تمہارا ہو جائے گا اس سے مقصود اس بیع کی تاکید ہوتی ہے تاکہ اس چیز کو اور کوئی نہ خریدے یہ بیعانہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں شرط ہے اور غرر ہے (یعنی نقصان کا خطرہ (Risk) ہے)۔ (اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۳۴ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی بریلوی متوفی ۱۳۴۰ ھ لکھتے ہیں:

بیعانہ وغیرہ امر فضول ہے جسے بیع سے کچھ تعلق نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۸ ص ۲۵۲ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی حنفی متوفی ۱۳۶۷ ھ لکھتے ہیں:

''امام مالك و ابوداؤد و ابن ماجه بروایت عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده'' راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعانہ سے منع فرمایا۔ (بہار شریعت حصہ ۱۱ ص ۶۰ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

بیعانہ میں امام احمد بن حنبل کا نظریہ

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ لکھتے ہیں:

عربون (بیعانہ) کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص سودا خریدے اور بائع کو کچھ درہم دے اور یہ شرط رکھے کہ اگر میں نے یہ سودا لے لیا تو یہ درہم سودے کی قیمت میں محسوب ہو جائیں گے اور اگر میں نے یہ سودا نہیں لیا تو پھر یہ درہم بائع کے ہوں گے۔ امام احمد نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ حضرت عمر نے اس کی اجازت دی ہے ابن سیرین نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے سعید بن المسیب اور ابن سیرین نے کہا ہے کہ اگر اس کو سودا

پسند نہ ہو تو وہ اس کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ کوئی چیز بھی دے۔

ابوالخطاب کا مختار یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے' امام مالک' امام شافعی اور فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن بصری سے مروی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عربون سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۰۲' سنن ابن ماجہ: ۲۱۹۲' موطأ امام مالک۔ کتاب البیوع۔ حدیث:۱) نیز اس میں بغیر کسی عوض کے بائع کو کچھ دراہم دینے کی شرط لگائی گئی ہے اور اس میں خیار مجہول ہے کیونکہ اس میں یہ شرط ہے کہ خریدار کو سودا واپس کرنے کا حق ہے اور اس میں مدت کا ذکر نہیں کیا گیا۔ امام احمد کی دلیل یہ ہے:

نافع بن عبدالحارث سے روایت ہے کہ انہوں نے صفوان بن امیہ سے قید خانہ کے لیے ایک مکان خریدا اور یہ شرط رکھی کہ اگر حضرت عمر نے اس مکان کو پسند کر لیا تو یہ بیع ہو جائے گی ورنہ تم کو اتنے پیسے مل جائیں گے۔

اثرم کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا: آپ اس روایت کی طرف گئے ہیں؟ امام احمد نے کہا: میں اور کیا کہوں! یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور انہوں نے اس کے خلاف حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا۔

ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر نے اس مکان کو اسی شرط پر خریدا ہو' اور جو ائمہ عربون (بیعانہ) کے فساد کے قائل ہیں' وہ کہتے ہیں کہ اگر خریدار نے اس سودے کو نہیں خریدا تو بائع ان دراہم کا مستحق نہیں ہوگا اور بائع نے اتنی مدت تک جو انتظار کیا ہے اور بیع کی مدت میں جو تاخیر ہوئی ہے' اس کے عوض ان دراہم کو درست قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ انتظار کرنا ان دراہم کا معاوضہ ہوتا تو پھر اس سودے کو خریدنے کی صورت میں ان دراہم کو اس سودے کی قیمت میں محسوب کرنا صحیح نہ ہوتا۔

(المغنی ج ۵ ص ۶۱۱۔۶۱۰' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

نافع بن عبدالحارث کی روایت پر دیگر علماء کا تبصرہ

امام احمد نے نافع بن عبدالحارث کی روایت سے جو استدلال کیا ہے' وہ اس وجہ سے صحیح نہیں ہے کہ امام ابوحاتم نے کہا ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے اور یہ حدیث مرسل ہے اور یہ محمد بن اسحاق کی از محمد بن اسلم روایت ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ از معتمر بن سلیمان از والد خود از محمد بن اسلم روایت ہے۔ (الجرح والتعدیل ج ۷ ص ۱۱۲' بہ حوالہ حاشیہ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۱۷۶' مجلس علمی' بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے کہا ہے کہ مصنف عبدالرزاق کی جو روایت ہے' اس کی سند میں ابراہیم بن ابی یحییٰ ہے اور وہ ضعیف راوی ہے۔ (تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۹۶۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

قاضی محمد بن علی بن محمد الشوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ لکھتے ہیں:

اولیٰ وہ ہے جو جمہور کا مذہب ہے کیونکہ عمرو بن شعیب کی حدیث متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہے اور بعض سندوں سے بعض دوسری سندوں کی تقویت ہوتی ہے اور اس حدیث میں بیعانہ کی تحریم ہے اور نافع بن عبدالحارث کی حدیث میں بیعانہ کی اباحت ہے اور تحریم اباحت پر راجح ہوتی ہے جیسا کہ اصول میں مقرر ہے اور بیعانہ کی ممانعت کی علت یہ ہے کہ اس میں دو فاسد شرطیں ہیں: ایک یہ کہ اگر خریدار نے سودا نہیں لیا تو بائع کو جو پیشگی رقم دی گئی ہے' اس کا کوئی عوض نہیں ہوگا' دوسری یہ کہ اگر خریدار اس بیع سے راضی نہیں ہوا تو وہ یہ سودا بائع کو واپس کر دے گا۔ (نیل الاوطار ج ۴ ص ۲۱' دارالوفاء' ریاض' ۱۴۲۱ھ)

نافع بن عبدالحارث کی روایت پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ نافع بن عبدالحارث کی روایت کو مسترد کرنے کی قوی وجہ یہ ہے کہ اس روایت کے متن میں شدید اضطراب ہے۔ امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے' اس میں مذکور ہے کہ نافع نے وہ گھر صفوان سے چار سو درہم میں خریدا اور اگر حضرت عمر اس پر

راضی نہ ہوئے تو وہ صفوان کو چار سو درہم واپس دے دیں گے اور امام عبدالرزاق نے جو روایت ذکر کی ہے اس میں مذکور ہے کہ نافع نے صفوان سے وہ گھر تین ہزار درہم میں خریدا اور اگر حضرت عمر اس پر راضی نہیں ہوئے تو نافع، صفوان کو چار سو درہم دیں گے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۹۲۷۶۔ ج ۵ ص ۱۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت) اور امام ابن ابی شیبہ نے جو روایت ذکر کی ہے اس میں مذکور ہے کہ نافع نے صفوان سے وہ گھر چار ہزار درہم میں خریدا اور اگر حضرت عمر اس بیع پر راضی نہیں ہوئے تو نافع، صفوان کو چار سو درہم دیں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۶۲۔ ج ۱۱ ص ۶۷۲' مجلس علمی' بیروت)

اور اصول میں یہ بات مقرر ہے کہ جس حدیث کے متن میں اتنا شدید اضطراب ہو اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے' لہٰذا نافع بن عبدالحارث کی روایت سے امام احمد بن حنبل کا استدلال درست نہیں ہے' جب کہ اس حدیث کے راویوں پر شدید جرح بھی کی گئی ہے۔

نافع بن عبدالحارث کی روایت کا صحیح محمل

نیز امام احمد نے اس حدیث سے اس طرح استدلال کیا ہے کہ نافع نے صفوان کو جو چار سو درہم دیئے تھے وہ بہ طور بیعانہ دیئے تھے' اگر حضرت عمر نے اس بیع کو پسند نہیں کیا تو صفوان ان چار سو درہموں کو بلا معاوضہ رکھ لیں گے اور یہی بیعانہ ہے جب کہ ان چار سو درہموں کو دینے کی صحیح وجہ یہ ہے:

شیخ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہ چار سو درہم اتنی مدت تک مکان کو موقوف رکھنے کا کرایا نہیں تھا جتنی مدت میں حضرت عمر کی طرف سے اس بیع کی منظوری کا جواب آتا' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ نافع نے صفوان سے یوں کہا کہ اگر حضرت عمر نے اس مکان کو چار سو درہم میں خریدنا منظور نہیں کیا تو اس مکان کو میں تم سے چار سو درہم میں خرید لوں گا' اور نافع اس مکان کو خریدنے کے لیے حضرت عمر کی طرف سے وکیل تھے اور وکیل کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اگر مؤکل اس کی بیع کو قبول نہ کرے تو وہ اس چیز کو خود خرید سکتا ہے۔ اس تقریر سے یہ شبہ دور ہو گیا کہ نافع نے اس بیع میں حضرت عمر کے منظور کرنے کی شرط لگائی تھی اور بیع میں شرط لگانے سے بیع فاسد ہو جاتی ہے اور شبہ دور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نافع نے اس بیع میں حضرت عمر کے منظور کرنے کی شرط نہیں لگائی تھی بلکہ صفوان سے یہ کہا تھا کہ اگر حضرت عمر نے چار سو درہم میں یہ مکان نہیں خریدا تو میں خرید لوں گا۔ (تیسیر القاری ج ۲ ص ۳۵۷' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

بعض صورتوں میں بیعانہ لینے کی گنجائش

ہر چند کہ ہماری بیان کردہ تفصیل کے مطابق جمہور ائمہ اور فقہاء کے نزدیک بیعانہ لینا جائز نہیں ہے لیکن بعض صورتوں میں بیعانہ لینا ناگزیر ہو جاتا ہے' مثلاً ایک شخص نے کسی ادارہ کو پانچ لاکھ روپے کے کپڑوں کے سوٹ اور چمڑے کی مصنوعات کا آرڈر دیا' اس ادارہ نے چار لاکھ روپے لگا کر وہ مال تیار کیا اور جب ڈلیوری کا وقت آیا تو عین موقع پر خریدار نے آرڈر کینسل کر دیا' جس سے بائع کا چار لاکھ کا نقصان ہو گیا' اگر بائع نے خریدار سے ایک لاکھ یا دو لاکھ روپے بیعانہ لیا ہوتا تو بائع کا یہ بھاری نقصان نہ ہوتا' اس لیے اس قسم کی صورتوں میں بائع کو بھاری نقصان سے محفوظ رکھنے کے لیے امام احمد کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے خریدار سے بیعانہ لینے کی گنجائش ہے۔ حدیث میں ہے: "لا ضرر ولا ضرار" کوئی شخص اپنے صاحب کو کسی وجہ سے بھی ضرر نہ پہنچائے اور نہ دو آدمیوں میں سے ہر ایک دوسرے کو ضرر پہنچائے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۳۴۱)

وَسَجَنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ.　حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے مکہ میں قید خانہ بنایا۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث میں ہے:

امام محمد بن سعد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے ایامِ حکومت میں مکہ میں قید خانہ بنایا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۵ ص ۱۸۶ دار صادر بیروت)

٢٤٢٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ اَبِي سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَآءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِي حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهٗ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ، فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑسواروں کی ایک جماعت نجد کی طرف بھیجی' وہ بنوحنیفہ کے ایک آدمی کو لے کر آئے' جس کا نام ثمامہ بن اُثال تھا' پھر انہوں نے اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٦٢ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ثمامہ بن اُثال کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنے کا ذکر ہے۔

٩ - بَابُ الْمُلَازَمَةِ

مقروض کے ساتھ لازم اور چمٹے رہنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر قرض خواہ مقروض کے ساتھ چمٹا رہے تو یہ جائز ہے۔

٢٤٢٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ، وَقَالَ غَيْرُهُ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيِّ، عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ لَهٗ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِي حَدْرَدٍ الْاَسْلَمِيِّ دَيْنٌ، فَلَقِيَهٗ فَلَزِمَهٗ، فَتَكَلَّمَا حَتّٰى ارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا، فَمَرَّ بِهِمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ يَا كَعْبُ. وَاَشَارَ بِيَدِهٖ، كَاَنَّهٗ يَقُوْلُ النِّصْفُ، فَاَخَذَ نِصْفَ مَا عَلَيْهِ وَتَرَكَ نِصْفًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی اور ان کے علاوہ دیگر نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی' از عبدالرحمٰن بن ہرمز از عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری از حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ سے قرض وصول کرنا تھا' پس حضرت کعب کی حضرت ابن ابی حدرد سے ملاقات ہوگئی تو حضرت کعب نے ان کو پکڑ لیا' پھر وہ دونوں بحث کرتے رہے حتیٰ کہ ان کی آوازیں بلند ہوگئیں' پھر ان دونوں کے پاس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور فرمایا: اے کعب! اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا گویا کہ آپ نصف قرض کو کم کرنے کا فرما رہے تھے' تو حضرت کعب نے اپنے قرض سے نصف وصول کیا اور نصف کو ترک کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٥٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس

میں قرض خواہ کو مقروض کے ساتھ لازم رہنے کا ذکر ہے۔

١٠ - بَابُ التَّقَاضِيْ تقاضا کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ قرض کا تقاضا کرنا اور اس کا مطالبہ کرنا جائز ہے۔

٢٤٢٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ خَبَّابٍ قَالَ كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَرَاهِمُ، فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ، فَقَالَ لَا أَقْضِيْكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ. فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ لَا أَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يُمِيْتَكَ اللّٰهُ ثُمَّ يَبْعَثَكَ. قَالَ فَدَعْنِي حَتّٰى أَمُوْتَ، ثُمَّ أُبْعَثَ، فَأُوْتٰى مَالًا وَوَلَدًا ثُمَّ أَقْضِيَكَ. فَنَزَلَتْ ﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَأُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا۝﴾ الْاٰيَةَ (مریم:٧٧).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از الاعمش از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت خباب رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں زمانہ جاہلیت میں لوہار تھا اور میرے عاص بن وائل پر چند دراہم تھے' میں اس کے پاس ان کا تقاضا کرنے گیا' اس نے کہا: میں تم کو وہ دراہم اس وقت تک نہیں دوں گا حتیٰ کہ تم (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ کفر کرو' میں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں (سیّدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کفر نہیں کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تم کو مارے' پھر زندہ کرے' اس نے کہا: پھر چھوڑو حتیٰ کہ میں مر جاؤں' پھر میں زندہ کیا جاؤں' پھر مجھے مال اور اولاد دی جائے گی' پھر میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا' تب یہ آیت نازل ہوئی: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا: مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گی۝ (مریم:٧٧)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٩١ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں قرض کا تقاضا کرنے کا ذکر ہے۔

"کتاب الخصومات" کی تکمیل

"الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین" آج ۴ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ/ ۱۱ اپریل ۲۰۰۸ء بروز جمعہ "کتاب الخصومات" کی تکمیل ہوگئی' اے مالک ارض وسماء! جس طرح آپ نے اس کتاب کو مکمل کرا دیا ہے' صحیح بخاری کی باقی کتب کو بھی مکمل کرا دیں اور اس گناہ گار کی' اس کے والدین کی اور قارئین کی مغفرت فرما دیں۔

سابق "کتاب الاقتراض" اور اس "کتاب الخصومات" میں پچاس احادیث ہیں' جن میں سے چھ تعلیقات ہیں اور ۳۸' احادیث مکرر ہیں اور باقی ۱۶' احادیث خالص ہیں اور ان میں صحابہ اور تابعین کے بارہ آثار ہیں۔

۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

٤٥ - كِتَابٌ فِي اللُّقَطَةِ

راستے میں پڑی ہوئی چیز (لقطہ) کے احکام کا بیان

١ - بَابٌ إِذَا أَخْبَرَهُ رَبُّ اللُّقَطَةِ بِالْعَلَامَةِ دَفَعَ إِلَيْهِ

٢٤٢٦ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ قَالَ لَقِيتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ أَخَذْتُ صُرَّةً مِائَةَ دِينَارٍ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا. فَعَرَّفْتُهَا حَوْلَهَا، فَلَمْ أَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا. فَعَرَّفْتُهَا فَلَمْ أَجِدْ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ ثَلَاثًا، فَقَالَ احْفَظْ وِعَاءَ هَا، وَعَدَدَهَا، وَوِكَاءَ هَا، فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا، وَإِلَّا فَاسْتَمْتِعْ بِهَا. فَاسْتَمْتَعْتُ فَلَقِيتُهُ بَعْدُ بِمَكَّةَ . فَقَالَ لَا أَدْرِي ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ، أَوْ حَوْلًا وَاحِدًا. [طرف الحدیث: ۲۴۳۷] (صحیح مسلم: ۱۷۲۳، الرقم المسلسل: ۴۳۹۷، سنن ابوداؤد: ۱۷۰۲-۱۷۰۱، سنن ترمذی: ۱۳۷۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۰۶، سنن کبریٰ: ۵۸۲۴، صحیح ابن حبان: ۴۸۹۱، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۵۲، شرح مشکل الآثار: ۴۶۹۸، مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۷-۱۲۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۱۱۶۷- ج ۳۵ ص ۹۸-۹۷، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

جب لقطہ کا مالک اس کی صحیح نشانی بتادے تو لقطہ اٹھانے والا اس کو مالک کے سپرد کردے

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی اور مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلمہ انہوں نے کہا: میں نے سوید بن غفلہ سے سنا انہوں نے کہا: میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ سے ملا انہوں نے کہا: میں نے سو دینار کی ایک تھیلی اٹھائی پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے فرمایا: اس کا ایک سال تک اعلان کرو پس میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا پھر مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو اس کو پہچانتا ہو میں آپ کے پاس پھر آیا آپ نے فرمایا: اس کا (مزید) ایک سال اعلان کرو میں نے اس کا پھر ایک سال تک اعلان کیا پس مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو اس کو پہچانتا ہو میں آپ کے پاس پھر تیسری مرتبہ آیا تو آپ نے فرمایا: اس کی تھیلی کو اور اس کے دینار کی تعداد کو اور اس کو بند کرنے کی ڈوری کو ذہن نشین رکھو پھر اگر اس کا مالک آئے تو اس کو دے دو ورنہ تم اس سے خود نفع اٹھاؤ سو میں نے اس سے نفع اٹھایا۔ شعبہ نے کہا: میری پھر بعد میں سلمہ بن کہیل سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا: مجھے یاد نہیں انہوں نے تین سال کہے تھے یا ایک سال کہا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) آدم بن ابی ایاس (۲) شعبہ بن الحجاج (۳) سلمہ بن کہیل (۴) سوید بن غفلہ الکوفی' انہوں نے زمانۂ جاہلیت کو پایا تھا' پھر مسلمان ہوئے تھے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور اسی (۸۰) ھ میں فوت ہو گئے تھے' ان کی عمر اس وقت ایک سو بیس سال تھی' ان سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں اس سال مدینہ میں آیا جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کر کے ہاتھ جھاڑ چکے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۷۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: اس کی تھیلی کو اور اس کے دینار کی تعداد کو اور اس کو بند کرنے کی ڈوری کو یاد رکھو' پھر اگر اس کا مالک آئے تو اس کو دے دو۔

راستہ میں ملی ہوئی چیز یعنی لقطہ کا آیا تین سال تک اعلان کیا جائے گا یا ایک سال تک؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راستہ میں گری ہوئی چیز یعنی لقطہ کا تین سال تک اعلان کرنے کا حکم دیا اور ائمہ فتویٰ میں سے کسی نے بھی اس حدیث کے ظاہر کے مطابق فتویٰ نہیں دیا' کیونکہ سوید بن غفلہ کی دوسری بار حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا کہ اعلان کرنے کی مدت تین سال ہے یا ایک سال ہے؟ اور ان کے اس شک سے معلوم ہوا کہ تین سال تک اعلان کرنا واجب نہیں ہے۔

اور کسی سے تین سال تک اعلان کرنے کی روایت نہیں ہے سوائے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے' وہ روایت یہ ہے:

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا کہ سفیان بن عبد اللہ الثقفی کو چمڑے کا ایک تھیلا ملا جس میں بہت عظیم مال تھا' وہ اس مال کو لے کر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو اس کی خبر دی' حضرت عمر نے کہا: یہ مال تمہارا ہے' انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! مجھے اس مال کی ضرورت نہیں ہے اور میرے علاوہ دوسرے لوگ اس مال کے زیادہ محتاج ہیں' حضرت عمر نے کہا: پھر اس کا ایک سال تک اعلان کرو' انہوں نے اس کا ایک سال اعلان کیا' پھر وہ اس مال کو لے کر آئے' حضرت عمر نے کہا: یہ تمہارا مال ہے' انہوں نے پھر اپنے قول کو دہرایا' حضرت عمر نے کہا: اس کا ایک سال اور اعلان کرو' سو انہوں نے کیا' وہ پھر اس کو لے کر آئے' سفیان نے پھر اپنے قول کو دہرایا' پھر حضرت عمر نے کہا: اس کا ایک سال اعلان کرو' انہوں نے اس کا ایک سال اعلان کیا' وہ اس کو پھر لے کر آئے' حضرت عمر نے کہا: یہ تمہارا مال ہے' سفیان نے پھر پہلے قول کی طرح کہا' حضرت عمر نے کہا: اس کا ایک سال اعلان کرو' پھر جب سفیان نے انکار کیا تو حضرت عمر نے کہا: اس مال کو مسلمانوں کے بیت المال میں رکھ دو۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۹۲۹۸۔ ج ۹ ص ۵۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

نیز حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے دیگر صحابہ کی طرح ایک سال تک اعلان کرنے کی بھی روایت ہے اور وہ مصنف عبد الرزاق: ۱۹۲۹۹ میں ہے' اور جن کی روایت میں ایک سال تک اعلان کا ذکر ہے' اُن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' سعید بن المسیب اور شعبی ہیں' امام مالک' فقہاء احناف' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے اور انہوں نے حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ یہ حدیث' صحیح البخاری: ۲۴۲۷ میں آرہی ہے' اس میں آپ نے صرف ایک سال تک اعلان کرنے کا حکم دیا ہے۔

راستہ میں پڑی ہوئی چیز (یعنی لقطہ) کے مالک پر اپنی ملکیت کے ثبوت میں آیا گواہ پیش کرنا لازم ہے یا نہیں؟

جب راستہ میں گری ہوئی چیز کا مالک اس چیز کی علامت بتا کر آئے تو آیا اس پر یہ لازم ہے کہ وہ اس پر گواہ پیش کرے کہ وہ چیز اس کی ہے یا اس پر یہ لازم نہیں ہے؟ امام مالک لیث اور محدثین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جب وہ اس چیز کی نشانی بتائے تو اس کو وہ چیز دینا واجب ہے اور اس کو گواہ پیش کرنے کا مکلف نہیں کیا جائے گا' امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ وہ شخص گواہ پیش کیے بغیر اس چیز کو نہیں لے سکتا۔

امام مالک اور امام احمد کے نزدیک لقطہ کے مالک کا صرف اس کی صفت بیان کرنا کافی ہے' اس پر ان کے دلائل

ابن القصار نے کہا ہے کہ امام مالک کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: تم اس کی تھیلی کو اور اس کے دینار کی تعداد کو اور اس کو بند کرنے کی ڈوری کو یاد رکھو' پھر اگر اس کا مالک آئے تو اس کو دے دو' ورنہ تم خود اس سے نفع اٹھاؤ۔ اور آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اگر اس کا مالک آئے اور وہ گواہ پیش کرے تب اس کو دو' آپ نے چیز اٹھانے والے کو صرف اس مال کی تھیلی اور اس کی ڈوری کو یاد رکھنے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ اس کو منضبط رکھے اور جب اس کا مالک آئے اور اس کی علامت بتا دے تو اس کی چیز اس کو دے دے' اور اگر اس چیز کی علامتیں بتانے پر اس چیز کو دینا واجب نہ ہوتا تو پھر اس چیز کی علامتیں یاد رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا اور اگر اس چیز کے مالک پر گواہ پیش کرنے کو لازم کیا جاتا تو اس کے لیے مشکل ہوتا کیونکہ اس کو یہ پتا نہیں ہوتا کہ وہ چیز اس سے کب گری ہے؟ تاکہ وہ اس پر اس وجہ سے گواہ قائم کرتا۔

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک مالک پر لازم ہے کہ وہ لقطہ پر اپنی ملکیت پر گواہ پیش کرے'۔۔۔ اس پر ان کے دلائل

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے خطبہ میں فرمایا: مدعی پر گواہ (پیش کرنا ہے) اور مدعیٰ علیہ پر قسم (کھانا ہے)۔

(سنن ترمذی: ١٣٤٦' سنن بیہقی ج ٨ ص ٢٧٩۔ ج ١٠ ص ٢٥٢' مشکوٰۃ: ٣٧٦٩' سنن دار قطنی ج ٣ ص ١٥٧)

اور اس گری ہوئی چیز کا مالک مدعی ہے' پس وہ بغیر گواہ کے اس چیز کا مستحق نہیں ہوگا۔

ان کی دلیل کا امام مالک اور امام احمد کی طرف سے جواب

امام مالک اور امام احمد کی طرف سے اس حدیث کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ مدعی پر گواہ پیش کرنا اس وقت لازم ہے جب مدعی اس چیز پر دعویٰ کرتا ہو اور مدعیٰ علیہ اس چیز پر خود دعویٰ کرتا ہو اور جو اس چیز کو اٹھانے والا ہے' وہ اس چیز پر اپنی ملکیت کا دعویٰ نہیں کرتا۔

مالک کو وہ چیز دینے کے بعد اگر کسی اور نے ملکیت ثابت کر دی تو اس صورت کا حکم اور اس میں مذاہب

جب اس چیز کے مالک نے اس چیز کی صفات اور علامتیں بیان کر دیں اور اس چیز کے اٹھانے والے نے وہ چیز اس کے سپرد کر دی' پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے اس پر گواہ پیش کر دیئے کہ وہ چیز اس کی ہے تو ابن القاسم نے کہا: وہ چیز اٹھانے والا کسی چیز کا ضامن نہیں ہوگا کیونکہ اس کے اوپر جو واجب تھا وہ اس نے کر دیا اور وہ اس چیز کا امین تھا اور امین پر ضمان نہیں ہوتی اور اگر ایک شخص نے اس چیز کی علامتیں بیان کیں اور دوسرے شخص نے اس پر گواہ پیش کر دیئے کہ وہ اس کی چیز ہے تو وہ چیز ان دونوں کے درمیان تقسیم

کردی جائے گی جیسا اس وقت کیا جاتا ہے جب ایک چیز کے دو دعویٰ دار ہوں اور دونوں نے گواہ پیش کر دیئے ہوں۔

اور اشہب نے کہا ہے کہ جب دوسرا شخص اس چیز کی ملکیت پر گواہ پیش کرے تو جس نے اس چیز کی علامت بیان کی ہے اس کے مقابلہ میں اس کو وہ چیز دی جائے گی جس نے اس کی ملکیت پر گواہ پیش کیے ہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جب دوسرے شخص نے گواہ پیش کر دیئے تو چیز اٹھانے والے پر ضمان لازم آئے گی اور ابن القاسم کا قول اولیٰ ہے کیونکہ چیز اٹھانے والا امین ہے اور امین پر ضمانت لازم نہیں آتی اور امام مالک اور ان کے اصحاب کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب دوسرا شخص بھی علامت بیان کر رہا ہو اور اس کے پاس گواہ نہ ہو تو اسے کچھ نہیں ملے گا۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٥١ ٤- ٤٥٠ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

مالک کو لقطہ دینے کے بعد جب کسی اور نے ملکیت ثابت کر دی تو اس لقطہ کی ضمان کس پر آئے گی؟ اس میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ جب مالک راستہ میں پڑی ہوئی چیز کی ملکیت پر گواہ قائم کر دے اور چیز اٹھانے والا وہ چیز اس شخص کو دے چکا ہو جس نے اس کی علامت بیان کی تھی تو آیا اس پر ضمان آئے گی یا نہیں؟ امام شافعی کہتے ہیں کہ اس پر ضمان آئے گی کیونکہ اس نے مالک کے غیر کو وہ چیز دی ہے اور امام مالک کہتے ہیں کہ اس پر ضمان نہیں آئے گی کیونکہ اس نے شارع علیہ السلام کے مطابق وہ چیز علامت بیان کرنے والے کو دے دی ہے' اور ہمارے اصحاب احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے علامت بیان کرنے والے کو وہ چیز دے دی' پھر کسی دوسرے شخص نے آ کر گواہ پیش کر دیئے کہ وہ اس کی چیز ہے تو اگر وہ چیز بعینہٖ موجود ہے تو اس نے جس کو وہ چیز دی ہے' اس سے واپس لے کر اس کے مالک کو دے دے' جس نے اپنی ملکیت پر گواہ قائم کیے ہیں اور اگر وہ چیز ہلاک ہو گئی ہے تو اس کا مالک چیز اٹھانے والے اور جس کو وہ چیز دی گئی ہے' ان میں سے جس کو چاہے ضامن بنا دے' اور اگر چیز اٹھانے والا ضامن ہوا ہے تو وہ اس چیز کی قیمت اس سے وصول کرلے جس کو چیز دی ہے' اور چیز لینے والا کسی سے رجوع نہیں کرے گا اور جب چیز اٹھانے والے کے پاس کوئی شخص آ کر اس کی علامت بتائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کو چیز دیتے وقت کسی کو کفیل بنالے کہ اگر وہ چیز کسی اور کی ثابت ہو گئی تو وہ اس سے اس چیز کو واپس لے کر دے گا۔

اعلان کی مدت گزرنے کے بعد لقطہ کو اٹھانے والا اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے' خواہ وہ غنی ہو یا فقیر۔ اس میں مذاہب فقہاء

جب اس چیز کا مالک نہیں آیا تو اس کا اٹھانے والا اس چیز سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اس حدیث کے ظاہر سے فقہاء کی ایک جماعت نے استدلال کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ جب چیز اٹھانے والے نے ایک سال تک اعلان کر دیا تو اس کے بعد وہ اس چیز سے استفادہ کر سکتا ہے خواہ وہ غنی ہو یا فقیر' حضرت علی نے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس چیز کو لیا تھا حالانکہ وہ خوش حال صحابہ میں سے تھے' امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اگر چیز اٹھانے والا خوش حال ہے تو اس کے لیے اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے اور اگر وہ فقیر ہے تو اس کے لیے اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے اور اس چیز کو غنی پر صدقہ نہ کرے' اور اس کو کسی فقیر پر صدقہ کرے خواہ وہ اجنبی ہو یا اس کا رشتہ دار ہو' اسی طرح اگر اس کے ماں باپ' اس کی بیوی یا اس کی اولاد فقیر ہو تو وہ ان پر بھی صدقہ کر سکتا ہے۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ ظاہر حدیث تمہارے خلاف حجت ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اس سے فائدہ اٹھاؤ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک مخصوص واقعہ ہے' اس میں عموم نہیں ہے' ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے فقر

کا علم ہو یا وہ غنی ہوں لیکن ان پر قرضے ہوں' اور اگر ہم یہ مان لیں کہ وہ اس وقت غنی تھے اور ان پر قرضے بھی نہیں تھے' تو ہمارے نزدیک امام اور سربراہِ ملک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی غنی کو بھی اس چیز سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دے دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علم ہو کہ وہ چیز کسی کافر حربی کی ملکیت ہے' سو غنی کے لیے بھی اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔

لقطہ اٹھاتے وقت آیا کسی کو گواہ بنانا ضروری ہے یا نہیں؟ اس میں مذاہب فقہاء

اگر سال پورا ہونے سے پہلے وہ چیز ضائع ہو جائے تو اس میں اختلاف ہے کہ اس چیز کو اٹھانے والا آیا ضامن ہوگا یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اگر اس نے چیز کو اٹھاتے وقت کسی کو گواہ بنا لیا تھا کہ اس نے یہ چیز اس لیے اٹھائی ہے کہ وہ یہ چیز اس کے مالک کو واپس کر دے گا تو پھر وہ ضامن نہیں ہوگا ورنہ وہ ضامن ہوگا' گواہ بنانے پر امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو راستہ میں پڑی ہوئی کوئی چیز ملی تو وہ اس پر کسی نیک آدمی کو یا چند نیک آدمیوں کو گواہ بنا لے' اس چیز کو چھپائے نہ غائب کرے' اگر اس کا مالک آ جائے تو وہ چیز اس کو واپس کر دے ورنہ وہ اللہ عزوجل کا مال ہے' وہ جس کو چاہے عطا فرما دے۔ (سنن ابوداؤد: ۱۷۰۹' سنن ابن ماجہ: ۲۵۰۵)

امام ابویوسف سے یہ روایت ہے کہ گواہ بنانا لازم نہیں ہے' جس طرح وہ مالک کی اجازت سے اس چیز کو لے سکتا ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی مؤقف ہے' اور اگر اس نے چیز اٹھاتے وقت کسی کو گواہ نہیں بنایا اور اس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اس چیز کو اس لیے اٹھایا ہے تاکہ وہ چیز اس کے مالک کو واپس کر دے اور اس چیز کے مالک نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اپنے لیے اس چیز کو اٹھایا تھا تو اس چیز کے مالک کے قول کا اعتبار ہوگا اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک چیز اٹھانے والا اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور امام ابویوسف کے نزدیک چیز اٹھانے والے کا قول معتبر ہوگا اور اگر اس موقع پر کسی کو گواہ بنانا ممکن نہ ہو' بایں طور کہ وہاں پر کوئی نہ ہو یا اٹھانے والے کو ظالموں سے خطرہ ہو تو پھر اجماع ہے کہ اس صورت میں کوئی ضامن نہیں ہوگا۔

اگر ایک سال گزرنے کے بعد وہ چیز بغیر تفریط کے ضائع ہو جائے تو جمہور کے نزدیک اس پر کوئی ضمان نہیں ہے' اور علامہ ابن التین نے فقہاء شافعیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر اس چیز کو رکھنے والے نے اس چیز کی ملکیت کی نیت کی تھی اور پھر ایک سال کے بعد اس کی تفریط یا تقصیر کے بغیر وہ چیز ضائع ہو گئی تو پھر وہ ضامن ہوگا ورنہ نہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۷۶۔۳۷۴ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

لقطہ سے متعلق شرح صحیح مسلم میں مذکور سترہ مباحث

باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۳۹۲۔ ج ۵ ص ۲۱۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) لقطہ کا معنی (۲) لقطہ کے حکم میں مذاہب فقہاء (۳) لقطہ کو اٹھانے میں فقہاء احناف کا مؤقف (۴) لقطہ کی اقسام اور ان کے احکام (۵) لقطہ کا اعلان کرنے کے مقامات اور طریقہ کار (۶) لقطہ کے اعلان کی مدت میں مذاہب فقہاء (۷) آج کل کے دور میں لقطہ کے اعلان کا طریقہ کار (۸) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۹) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۱۰) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۱۱) اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء احناف کا نظریہ (۱۲) امام شافعی کے دلائل کے جوابات (۱۳) لقطہ کو صدقہ کرنے کے وجوب کے بارے میں احادیث (۱۴) لقطہ کو صدقہ کرنے کے وجوب کے بارے میں آثارِ صحابہ و تابعین (۱۵) حضرت ابی کی حدیث کی وضاحت اور فقہاء احناف کے جوابات کی تفصیل اور تنقیح (۱۶) اونٹ پکڑنے کے متعلق سوال کرنے پر

رسول اللہ ﷺ کے ناراض ہونے کی وجہ ⑰ حجاج کے لقطہ اٹھانے میں مذاہب فقہاء اور ممانعت کی حکمت۔ یہ مباحث شرح صحیح مسلم میں ج ۵ ص ۲۳۸۔ ۲۱۷ پر مذکور ہیں۔

٢ - بَابُ ضَالَّةِ الْإِبِلِ
گم شدہ اونٹ کا حکم

اس باب کے عنوان میں اونٹ کا ذکر ہے اور اس سے مراد ہر وہ بڑا چوپایا ہے جو خود اپنی حفاظت کر سکے اور پانی اور گھاس وغیرہ کی تلاش میں از خود جا سکے جیسے اونٹ اور بیل وغیرہ۔

٢٤٢٧ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ رَبِيعَةَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَمَّا يَلْتَقِطُهُ، فَقَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ احْفَظْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا، فَإِنْ جَاءَ اَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِهَا وَإِلَّا فَاسْتَنْفِقْهَا. قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ لَكَ اَوْ لِاَخِيكَ اَوْ لِلذِّئْبِ. قَالَ ضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ربیعہ انہوں نے کہا: مجھے یزید نے حدیث بیان کی جو المنبعث کے آزاد کردہ غلام ہیں از حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک اعرابی نے راستہ میں گری ہوئی چیز (لقطہ) کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: تم اس کا ایک سال تک اعلان کرو' پھر اس کی تھیلی اور اس کی ڈوری کو ذہن نشین کر لو' پھر اگر کوئی تمہارے پاس آ کر اس لقطہ اور اس کے اوصاف کی خبر دے تو وہ اس کو دے دو اور اگر ایک سال اعلان کے بعد بھی تمہارے پاس کوئی شخص نہ آئے تو تم اس کو خرچ کرنے کے متعلق شرعی حکم معلوم کرو' اس اعرابی نے کہا: یا رسول اللہ! پھر گم شدہ بکری (کا کیا حکم ہے)؟ آپ نے فرمایا: اس کو تم لے جاؤ گے یا تمہارا بھائی لے جائے گا یا بھیڑیا لے جائے گا' اس اعرابی نے کہا: اور گم شدہ اونٹ؟ پس نبی ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا' آپ نے فرمایا: تمہیں اونٹ کے متعلق کیا تشویش ہے' اس کے ساتھ اس کے کھر ہیں' جن سے وہ چلے گا اور اس کے پانی کا مشکیزہ ہے' وہ پانی پر جائے گا اور درخت کے پتے کھائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں گم شدہ اونٹ کا ذکر ہے۔

٣ - بَابُ ضَالَّةِ الْغَنَمِ
گم شدہ بکری کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کو راستہ میں گم شدہ بکری مل جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔

٢٤٢٨ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ اَنَّهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان

سَمِعَ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ فَزَعَمَ اَنَّهُ قَالَ اِعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً. يَقُوْلُ يَزِيْدُ اِنْ لَمْ تُعْرَفِ اسْتَنْفَقَ بِهَا صَاحِبُهَا وَكَانَتْ وَدِيْعَةً عِنْدَهُ. قَالَ يَحْيٰى فَهٰذَا الَّذِيْ لَا اَدْرِيْ اَفِيْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ اَمْ شَيْءٌ مِنْ عِنْدِهٖ. ثُمَّ قَالَ كَيْفَ تَرٰى فِيْ ضَالَّةِ الْغَنَمِ؟ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْهَا فَاِنَّمَا هِيَ لَكَ اَوْ لِاَخِيْكَ اَوْ لِلذِّئْبِ. قَالَ يَزِيْدُ وَهِيَ تُعَرَّفُ اَيْضًا. ثُمَّ قَالَ كَيْفَ تَرٰى فِيْ ضَالَّةِ الْاِبِلِ؟ قَالَ فَقَالَ دَعْهَا فَاِنَّ مَعَهَا حِذَاءَهَا وَسِقَاءَهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَاْكُلُ الشَّجَرَ حَتّٰى يَجِدَهَا رَبُّهَا.

کی از یحییٰ از یزید جو منبعث کے آزاد کردہ غلام ہیں' انہوں نے حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لقطہ (راستہ میں گری ہوئی چیز) کے متعلق سوال کیا گیا' ان کا زعم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی تھیلی کو اور اس کی ڈوری کو ذہن نشین کرلو' پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرو' زید نے کہا: اگر اس کا مالک نہ ملے تو لقطہ والا اس کو خرچ کرے اور وہ اس کے پاس امانت ہے۔ یحییٰ نے کہا: یہ وہ جملہ ہے جس کے متعلق میں نہیں جانتا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یا اس کو راوی نے اپنی طرف سے کہا ہے' پھر سائل نے کہا: گم شدہ بکری کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو پکڑ لو' پس وہ تمہاری ہو گی یا تمہارے بھائی کی یا بھیڑیے کی' یزید نے کہا: اس کا بھی اعلان کیا جائے گا' پھر سائل نے پوچھا: گم شدہ اونٹ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو' اس کے ساتھ اس کے کُھر ہیں اور اس کے پانی کا مشکیزہ ہے' وہ پانی پر جائے گا اور درختوں کے پتے کھاتا رہے گا' حتیٰ کہ وہ اپنے مالک کو مل جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۱ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابٌ اِذَا لَمْ يُوْجَدْ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ فَهِيَ لِمَنْ وَجَدَهَا

اگر ایک سال کے بعد لقطہ کا مالک نہ ملے تو جس کو وہ لقطہ ملے گا وہی اس کا مالک ہو جائے گا

٢٤٢٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ اِعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَاِلَّا فَشَاْنُكَ بِهَا. قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ هِيَ لَكَ اَوْ لِاَخِيْكَ اَوْ لِلذِّئْبِ. قَالَ فَضَالَّةُ الْاِبِلِ؟ قَالَ مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَاْكُلُ الشَّجَرَ حَتّٰى يَلْقَاهَا رَبُّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان از یزید جو المنبعث کے آزاد کردہ غلام ہیں از حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے لقطہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اس کی تھیلی اور اس کی ڈوری کو ذہن نشین کرلو' پھر اس کا ایک سال تک اعلان کرو' پس اگر اس کا مالک آئے تو اس کو دے دو' ورنہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ' اس نے پوچھا: اور گم شدہ بکری؟ آپ نے فرمایا: وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی یا بھیڑیے کی' اس نے پوچھا: اور گم شدہ اونٹ؟ آپ نے فرمایا: تمہیں اس کی کیوں

تشویش ہے؟ اس کے ساتھ اس کے پانی کا مشکیزہ ہے اور اس کے کھر ہیں' وہ پانی پر جائے گا اور درخت کے پتے کھائے گا حتیٰ کہ اس کا مالک اس کو مل جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۱ میں گزر چکی ہے۔

۵ - بَابٌ إِذَا وَجَدَ خَشَبَةً فِي الْبَحْرِ أَوْ سَوْطًا أَوْ نَحْوَهُ

جب کسی شخص کو سمندر میں لکڑی یا چابک یا کوئی اور چیز ملے تو اس کا کیا حکم ہے؟

اس سے پہلے خشکی میں گم شدہ چیزوں کے احکام کے متعلق احادیث روایت کی تھیں' اب امام بخاری سمندر میں ملنے والی چیزوں کے احکام کے متعلق احادیث روایت کر رہے ہیں' امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ جب کسی شخص کو سمندر میں کوئی چیز ملے تو آیا وہ اس چیز کو پکڑ لے یا چھوڑ دے اور اگر اس نے اس چیز کو پکڑ لیا ہے تو آیا وہ اس کا مالک ہے یا اس کا حکم لقطہ کی طرح ہے؟

سمندر یا خشکی سے ملنے والی کم قیمت یا بے قیمت چیز کو اٹھا کر اس سے فائدہ حاصل کرنے کا جواز

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک سے روایت ہے کہ اگر سمندر سے لکڑی ملے تو اس کا چھوڑ دینا افضل ہے' فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اگر وہ معمولی چیز ہو تو اس کو لے کر اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے اور اس کے اعلان کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ یہ حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے اور عطاء' نخعی اور طاؤس کا بھی یہی قول ہے' علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک درہم سے کم کی چیز سے نفع حاصل کرنا جائز ہے' اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ چابک' رسی اور اس جیسی چیزوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دیتے تھے' اور عطاء نے کہا کہ جب مسافر چابک' مشک اور جوتے اُٹھا کر نفع حاصل کرے تو جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ اس اسرائیلی نے اپنے گھر والوں کے لیے لکڑی لی اور اس نے وہ لکڑی اعلان کرنے کے لیے نہیں لی تھی اور آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس کو یہ کام نہیں کرنا چاہیے تھا۔

میں کہتا ہوں: جوتوں سے مراد اس دور کے جوتے ہیں جو ایک درہم سے کم مالیت کے ہوتے تھے اور اب 2008ء میں ایک درہم نوے روپے کا ہے۔

اور ہدایہ میں مذکور ہے کہ اگر لقطہ اس قسم کا ہو جس کے متعلق یہ معلوم ہو کہ اس کا مالک اس کو طلب نہیں کرے گا جیسے کھجور کی گٹھلی اور انار کے چھلکے تو ان کو راستہ سے اٹھانا مباح ہے اور بغیر اعلان کیے ان سے نفع حاصل کرنا جائز ہے' اور ابن رشد نے کہا ہے کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راستہ سے گزرے اور اس میں ایک کھجور پڑی ہوئی تھی تو آپ نے فرمایا: اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہو گی تو میں اسے اٹھا کر کھا لیتا۔ (صحیح البخاری: ۲۰۵۵' صحیح مسلم: ۱۰۷۱' الرقم المسلسل: ۲۳۶۸) اور آپ نے اس میں اعلان کرنے کا ذکر نہیں کیا اور یہ چابک اور لاٹھی کی مثل ہے اور اگر کسی شخص نے کسی مردہ بکری کی کھال اتار لی تو وہ اسی کی ہے اور اس کا مالک اس سے وہ کھال لے سکتا ہے' اسی طرح مردہ بکری کے اُون کا بھی یہی حکم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۸۳-۳۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۴۳۰ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن ہرمز از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا اور اس کے بیان میں فرمایا: وہ شخص اس کشتی کو ڈھونڈنے کے لیے نکلا جو اس کا مال لے کر

فَخَرَجَ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا قَدْ جَاءَ بِمَالِهِ، فَإِذَا هُوَ بِالْخَشَبَةِ، فَأَخَذَهَا لِأَهْلِهِ حَطَبًا، فَلَمَّا نَشَرَهَا وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيفَةَ.

آئی ہو تو اس نے ایک لکڑی دیکھی' اس نے اس لکڑی کو اپنے گھر والوں کے ایندھن کے لیے اٹھالیا' جب اس لکڑی کو چیرا تو اس میں سے مال اور ایک رقعہ نکلا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری کا اس حدیث کو یہاں روایت کرنے سے مقصد یہ ہے کہ سمندر سے کوئی لکڑی ملے تو اس کو اٹھا کر اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے کیونکہ اس اسرائیلی نے اس لکڑی کو اپنے گھر والوں کے ایندھن کے طور پر لیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مذمت نہیں کی' اس سے اس کا جواز معلوم ہوا' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو راستہ میں پڑے ہوئے چابک' لاٹھی' رسّی اور اس جیسی چیزیں اٹھا کر ان سے نفع حاصل کرنے کی اجازت دی۔ (سنن ابوداؤد: ۱۷۱۷)

٦ - بَابٌ إِذَا وَجَدَ تَمْرَةً فِي الطَّرِيقِ — جب کسی شخص کو راستہ میں پڑی ہوئی کھجور ملی

اس عنوان میں کھجور کا لفظ قید احترازی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو کم قیمت یا بے قیمت ہو' سو اس کو اٹھانے والا اس کو اپنے صرف میں لا سکتا ہے اور اس پر اس کا اعلان کرنا شرعاً ضروری نہیں ہے۔

٢٤٣١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ فِي الطَّرِيقِ، قَالَ لَوْ لَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از منصور از طلحہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم راستہ میں پڑی ہوئی ایک کھجور کے پاس سے گزرے' آپ نے فرمایا: اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی کھجور ہو گی تو میں اس کو اٹھا کر کھالیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۵۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے تا کہ یہ معلوم ہو کہ راستہ میں پڑی ہوئی کھانے پینے کی کم قیمت یا بے قیمت چیزوں کو اٹھا کر کھانا جائز ہے اور ان کا اعلان کرنا لازم نہیں ہے۔

٢٤٣٢ - وَقَالَ يَحْيَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ. وَقَالَ زَائِدَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ. وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي لَأَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِي، فَأَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي، فَأَرْفَعُهَا لِآكُلَهَا، ثُمَّ أَخْشَى أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً فَأُلْقِيهَا.

اور یحییٰ نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے منصور نے حدیث بیان کی اور زائدہ نے کہا از منصور از طلحہ' انہوں نے کہا: ہمیں انس نے حدیث بیان کی اور ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: میں اپنے گھر واپس جاتا ہوں تو میں اپنے بستر پر ایک کھجور پڑی ہوئی پاتا ہوں' میں اس کو کھانے کے لیے اٹھاتا ہوں' پھر مجھے یہ خطرہ ہوتا ہے کہ یہ کھجور صدقہ کی ہو گی' پھر میں اس کو گرا دیتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۰۵۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے تا کہ

معلوم ہو کہ مشتبہ چیزوں سے بچنا چاہیے۔

۷ - بَابٌ كَيْفَ تُعَرَّفُ لُقَطَةُ أَهْلِ مَكَّةَ
اہل مکہ کے لقطہ کا کس طرح اعلان کیا جائے

امام بخاری نے یہ باب ان لوگوں کا رد کرنے کے لیے قائم کیا ہے' جو کہتے ہیں کہ اہل حرم کا لقطہ نہ اٹھایا جائے' ان لوگوں کا استدلال اس حدیث سے ہے:

عبدالرحمان بن عثمان التیمی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجاج کے لقطہ کو اٹھانے سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۷۲۴' الرقم المسلسل: ۴۴۰۰' سنن ابوداؤد: ۱۷۱۹)

جمہور نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برائے ملکیت حجاج کا لقطہ اٹھانے سے منع فرمایا اور برائے حفاظت ان کا لقطہ اٹھانے سے منع نہیں فرمایا۔

وَقَالَ طَاوُسٌ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهَا إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا.

اور طاؤس نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ اہل حرم کے لقطہ کو وہی شخص اٹھائے' جو اس کا اعلان کرے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث صحیح البخاری کی کتاب الحج' باب: ۷ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ خَالِدٌ' عَنْ عِكْرِمَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا مُعَرِّفٍ.

اور خالد نے کہا از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: مکہ کا لقطہ اٹھانا صرف اس شخص کے لیے جائز ہے جو اعلان کرنے والا ہو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' کتاب الحج' باب: ۲۸ میں گزر چکی ہے۔

۲۴۳۳ - وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو ابْنُ دِيْنَارٍ' عَنْ عِكْرِمَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُعْضَدُ عِضَاهُهَا' وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا' وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ' وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا. فَقَالَ عَبَّاسٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' إِلَّا الْإِذْخِرَ' فَقَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ.

اور احمد بن سعد نے کہا کہ ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ کے کانٹوں والے درختوں کو نہیں کاٹا جائے گا اور اس کے شکار کو متنفر نہیں کیا جائے گا اور وہاں کا لقطہ اٹھانا صرف اُسی شخص کے لیے حلال ہے جو اس کا اعلان کرنے والا ہو' اور اس کی خشک گھاس کو بھی کاٹا نہیں جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یارسول اللہ! اذخر گھاس کو مستثنیٰ کر دیجیے' آپ نے فرمایا: سوا اذخر کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں اعلان کرنے والے کے لیے اہل حرم کے لقطہ اٹھانے کا بھی ذکر ہے۔

۲۴۳۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث

یَحْیَی بْنُ اَبِیْ کَثِیْرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ، قَامَ فِی النَّاسِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِیْلَ وَسَلَّطَ عَلَیْهَا رَسُوْلَهٗ وَالْمُؤْمِنِیْنَ، فَاِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِاَحَدٍ كَانَ قَبْلِیْ، وَاِنَّهَا اُحِلَّتْ لِیْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ، وَاِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِاَحَدٍ بَعْدِیْ، فَلَا یُنَفَّرُ صَیْدُهَا، وَلَا یُخْتَلٰی شَوْكُهَا، وَلَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا اِلَّا لِمُنْشِدٍ. وَمَنْ قُتِلَ لَهٗ قَتِیْلٌ فَهُوَ بِخَیْرِ النَّظَرَیْنِ اِمَّا اَنْ یُّفْدٰی وَاِمَّا اَنْ یُّقِیْدَ . فَقَالَ الْعَبَّاسُ اِلَّا الْاِذْخِرَ، فَاِنَّا نَجْعَلُهٗ لِقُبُوْرِنَا وَبُیُوْتِنَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا الْاِذْخِرَ . فَقَامَ اَبُوْ شَاهٍ، رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْیَمَنِ، فَقَالَ اُكْتُبُوْا لِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُكْتُبُوْا لِاَبِیْ شَاهٍ. قُلْتُ لِلْاَوْزَاعِیِّ مَا قَوْلُهٗ اُكْتُبُوْا لِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ الَّتِیْ سَمِعَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ .

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے بتایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مکہ فتح کر دیا تو آپ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر اللہ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھیوں کو روک دیا تھا اور مکہ کے اوپر اپنے رسول کو اور مؤمنوں کو مسلط کر دیا پس مجھ سے پہلے کسی کے لیے مکہ (میں جنگ کرنا) حلال نہیں تھا اور بے شک وہ میرے لیے صرف دن کے ایک گھنٹہ کے لیے حلال کیا گیا اور بے شک وہ میرے بعد کسی کے لیے حلال نہیں ہوگا پس مکہ کے شکار کو متنفر نہ کیا جائے اور نہ اس کے کانٹوں والے درختوں کو کاٹا جائے اور نہ اس کے راستہ میں پڑی ہوئی چیز کو اعلان کرنے والے کے سوا اٹھایا جائے اور جس کا کوئی مقتول اس میں قتل کیا گیا اس کو دو چیزوں میں ایک کا اختیار ہے یا تو وہ دیت قبول کرلے یا قصاص لے لے۔ حضرت عباس رضی اللہ نے کہا: یارسول اللہ! اذخر (خشک گھاس) کا استثنیٰ کر دیجئے کیونکہ ہم اس کو اپنی قبروں میں اور گھروں (کی چھتوں) میں رکھتے ہیں پس یمن کے ایک شخص ابوشاہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ (خطبہ) میرے لیے لکھ دیجئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو ابوشاہ کے لیے لکھ دو۔ میں نے اوزاعی سے کہا: ابوشاہ نے جو کہا تھا: یارسول اللہ! اس کو میرے لیے لکھ دیں اس کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے بتایا: اس سے مراد وہ خطبہ ہے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۱۲ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اعلان کرنے والا اہل حرم کا لقطہ اٹھا سکتا ہے۔

٨ - بَابٌ لَا تُحْتَلَبُ مَاشِيَةُ اَحَدٍ بِغَيْرِ اِذْنٍ

کسی کے جانور کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہا جائے

اس عنوان میں جو جانور کا ذکر ہے اس سے مراد اونٹنی گائے بھینس اور بکری ہے۔

٢٤٣٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے

عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ امْرِئٍ بِغَيْرِ إِذْنِهٖ، أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تُؤْتٰى مَشْرُبَتُهٗ، فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهٗ، فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهٗ؟ فَإِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوْعُ مَوَاشِيْهِمْ أَطْعِمَاتِهِمْ، فَلَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهٖ.

(صحیح مسلم: ۱۷۲۶، الرقم المسلسل: ۴۴۰۲، سنن ابوداؤد: ۲۶۲۳)

حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص کسی دوسرے کے جانور کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہے، کیا تم میں سے کوئی شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ کوئی شخص اس کے گودام میں جا کر اس کا ذخیرہ کھولے اور اس میں سے طعام نکال کر لے جائے؟ پس ان کے مویشیوں کے تھنوں میں ان کا طعام محفوظ ہوتا ہے، لہٰذا کوئی شخص کسی دوسرے کے مویشی کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: کوئی شخص کسی دوسرے کے مویشی کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہے۔

لوگوں کا طعام بلا اجازت کھانے کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ مسلمانوں کے مویشیوں سے دودھ دوہنے کی اجازت لینی ضروری ہے اور ذمیوں سے دودھ دوہنے کی اجازت لینی ضروری نہیں ہے، کیونکہ صحابہ اہل ذمہ پر یہ شرط عائد کرتے تھے کہ وہ مسلمانوں کی دعوت کریں گے، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، اور ابن وہب نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جو مسافر کسی ذمی کے پاس ٹھہرے، وہ اس کی اجازت کے بغیر اس کی کوئی چیز نہ لے، ان پر یہ اعتراض کیا گیا کہ پھر اہل ذمہ پر مسلمانوں کی دعوت کو جو لازم کیا گیا ہے، اس کا کیا حل ہوگا؟ تو انہوں نے کہا: یہ حکم پہلے تھا جب ان پر سختی تھی، اب یہ حکم نہیں ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ مویشی والوں سے اجازت لینے کا حکم اب منسوخ ہو چکا ہے، یہ حکم زکوٰۃ کے فرض ہونے سے پہلے تھا، انہوں نے کہا ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی ضیافت کرنا واجب تھی، پھر زکوٰۃ فرض ہونے کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا، امام طحاوی نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

مالک کی اجازت کے بغیر اس کا مال کھانے کی ممانعت میں احادیث

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ کسی مسلمان کا مال اس کی خوشی کے بغیر لینا حلال نہیں ہے۔ حدیث میں ہے:

ابی حرۃ الرقاشی اپنے چچا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان مرد کا مال اس کی خوشی کے بغیر لینا حلال نہیں ہے۔ (سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۰۰۔ ج ۸ ص ۱۸۲، سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۶، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۷۲، کنز العمال: ۳۹۷)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ حج میں فرمایا: بے شک تمہاری جانیں اور تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری: ۶۷، صحیح مسلم: ۱۲۱۸، سنن ابوداؤد: ۱۹۰۵، سنن ترمذی: ۸۶۳، سنن نسائی: ۲۷۰۸، سنن ابن ماجہ: ۳۰۷۴، مسند احمد ج ۵ ص ۷۳)

صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث (۲۴۳۵) میں خصوصاً دودھ کو بغیر اجازت کے دوہنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ لوگ دودھ کے معاملہ میں بہت بے پرواہی کرتے ہیں اور ایک دوسرے کا دودھ بغیر اجازت کے دوہ لیتے ہیں ورنہ دودھ ہو یا کھجور، کسی چیز کو بھی بغیر

اجازت کے لینا جائز نہیں ہے۔

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ کسی جانور کا دودھ دوہنا یا کسی کی کھجور لینا' اس کی خوشی کے بغیر جائز نہیں ہے۔

لوگوں کے طعام کو بلا اجازت کھانے کے متعلق احادیث

بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ کسی کے جانور سے دودھ دوہنا جائز ہے' خواہ اس کے مالک کا حال معلوم نہ ہو' کیونکہ شارع علیہ السلام نے ہم کو یہ حق عطا کر دیا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی کے مویشیوں کے پاس جائے' اگر ان کا مالک موجود ہو تو وہ اس سے اجازت طلب کرے' اگر وہ اجازت دے دے تو ان کا دودھ دوہ کر پی لے' اگر وہاں ان کا مالک موجود نہ ہو تو تین مرتبہ آواز دے' اگر کوئی اس کو جواب دے تو اس سے اجازت طلب کرے' ورنہ دودھ دوہ کر پی لے اور لے کر نہ جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۶۱۹' سنن ترمذی: ۱۲۹۶)

حضرت ابوسعید رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی چرواہے کے پاس جاؤ تو اس کو تین بار آواز دو' اگر وہ تم کو جواب دے تو فبہا' ورنہ تم دودھ فاسد کیے بغیر پی لو اور جب تم کسی باغ میں جاؤ تو باغ والے کو تین بار آواز دو' اگر وہ تم کو جواب دے تو فبہا' ورنہ باغ میں خرابی کیے بغیر کھالو۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۳۰۰' مسند احمد ج ۳ ص ۲۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی باغ کے پاس سے گزرے تو اس سے (پھل توڑ کر) کھالے اور اٹھا کر نہ لے جائے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۳۰۱' سنن ترمذی: ۱۲۹۱)

ان فقہاء نے ہجرت کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابوبکر نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا' ایک بکریوں کا چرواہا اس چٹان کی طرف آ رہا تھا اور اس کا بھی وہی ارادہ تھا جو ہمارا ارادہ تھا' یعنی اس چٹان کا سایا حاصل کرنا' میں نے اس سے پوچھا: اے لڑکے! تم کس کے لیے کام کر رہے ہو؟ اس نے کہا: اہل مدینہ کے ایک آدمی کے لیے' میں نے پوچھا: کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا: کیا تم ہمارے لیے دودھ دوہو گے؟ اس نے کہا: ہاں! پھر اس نے ایک بکری پکڑی' میں نے کہا: میں اس کے تھنوں کو گرد و غبار سے صاف کرلوں' پھر اس نے اپنے ایک برتن میں میرے لیے دودھ دوہا اور میرے پاس ایک برتن تھا جس میں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پینے کے لیے اور وضوء کے لیے پانی رکھتا تھا' میں اس برتن میں آپ کے لیے دودھ لے گیا۔ (الحدیث) (صحیح مسلم: ۲۰۰۹' الرقم المسلسل: ۷۴۱۵)

لوگوں کے طعام کو بلا اجازت کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء

جمہور علماء اور شہروں کے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ کسی شخص کے لیے دوسرے شخص کے باغ سے کھانا جائز ہے اور نہ دوسرے شخص کے جانوروں سے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر دودھ دوہنا جائز ہے' سوا اس صورت کے کہ وہ شخص بھوک سے جان بلب ہو تو اس صورت میں اس کے لیے اتنی مقدار میں پھل کھانا یا دودھ پینا جائز ہے' جس سے اس کی بھوک مٹ جائے اور اس کی جان بچ جائے' امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور ان کے اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے۔

جن احادیث سے مسلمانوں کا طعام بلا اجازت کھانے کا جواز معلوم ہوتا ہے' ان احادیث کے محامل

جن احادیث سے بعض فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر اس کے مویشیوں سے دودھ دوہ کر پینا جائز ہے' اسی طرح اس کے باغ سے پھل توڑ کر کھانا جائز ہے' ان احادیث کے جوابات حسب ذیل ہیں:

(۱) علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ معروف قاعدہ یہ ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر اس کی ملکیت میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور اس قاعدہ کی رعایت کرنا ضروری ہے۔

(۲) جن احادیث میں مالک کی اجازت کے بغیر اس کے جانوروں کو دودھ دوہ کر پینے سے منع فرمایا ہے وہ سند کے لحاظ سے زیادہ قوی احادیث ہیں کیونکہ وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث ہیں اور جن احادیث میں مالک کی اجازت کے بغیر اس کے جانوروں کا دودھ پینے اور اس کے باغ کے پھل کھانے کی اجازت دی گئی ہے وہ سنن ابوداؤد سنن ترمذی سنن ابن ماجہ اور مسند احمد کی احادیث ہیں اور صحیحین کی احادیث سنن کی احادیث سے زیادہ قوی ہیں۔

(۳) جن احادیث میں مالک کی اجازت کے بغیر کھانے پینے کی اجازت دی گئی ہے وہ مُبیح احادیث ہیں اور جن احادیث میں ممانعت ہے وہ محرم احادیث ہیں اور جب مُبیح اور محرم میں تعارض ہو تو مُحرم کو مُبیح پر ترجیح دی جاتی ہے۔

(۴) جن احادیث میں مالک کی اجازت کے بغیر کھانے پینے کی اجازت ہے وہ اس صورت پر محمول ہے جب کھانے پینے والے کو معلوم ہو کہ ان چیزوں کا مالک اس کے مال سے کھانے پینے سے خوش ہوتا ہے اور یہ اس کی معروف اور مشہور عادت ہو۔

(۵) یہ احادیث ابتداء اسلام پر محمول ہیں کیونکہ ابتداء اسلام میں لوگوں پر مسافروں کی ضیافت کرنا واجب تھا امام طحاوی نے لکھا ہے کہ بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا تھا۔

(۶) یہ احادیث اس صورت پر محمول ہیں جب کھانے پینے والا بھوک اور پیاس سے جان بلب ہو اس حالت میں اس کے لیے بغیر اجازت بھی اتنی مقدار میں کھانا اور پینا جائز ہے جس سے اس کی بھوک اور پیاس مٹ جائے اور اس کی جان بچ جائے۔

(۷) حضرت ابوبکر نے چرواہے سے لے کر رسول اللہ ﷺ کو جو دودھ پلایا تھا جیسا کہ حدیث ہجرت میں ہے اس کا محمل یہ ہے کہ وہ چرواہا حضرت ابوبکر کو پہچانتا تھا اور اس کے مالک نے اس کو اجازت دی تھی کہ تم راستہ میں سے گزرنے والوں کو ان بکریوں کا دودھ پلا دیا کرو یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہچان لیا تھا کہ اس کے مالک نے ان بکریوں کا دودھ پلانا مباح کر دیا ہے یا حضرت ابوبکر نے اس سے دودھ اس لیے لیا تھا کہ یہ حربی کا مال ہے اور حربی کے مال کی کوئی امان نہیں ہوتی۔

میرے نزدیک یہ جواب درست نہیں ہے کیونکہ حالت حرب میں حربی کے مال کی کوئی امان نہیں ہوتی اور عام حالات میں ذمی کا مال بھی شرعاً اسی طرح محفوظ ہے جس طرح مسلمانوں کا مال محفوظ ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حالت جنگ اور حالت امن میں فرق کیا ہے حالت جنگ میں اگر کوئی مسلمان کسی حربی کافر کو قتل کر دے تو اس پر قصاص نہیں ہے اور اگر حالت امن میں کوئی مسلمان کسی کافر ذمی کو قتل کر دے تو اس سے قصاص لیا جائے گا اسی طرح ان کے اموال کا حکم ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

(۸) ابن ابی صفرہ نے کہا ہے کہ حدیث ہجرت کشادگی کے زمانہ پر محمول ہے اور ممانعت کی احادیث تنگی کے زمانہ پر محمول ہیں۔

میرے نزدیک یہ جواب بھی درست نہیں ہے بلکہ جس زمانہ میں آپ نے ہجرت کی تھی وہ زمانہ مسلمانوں پر تنگی کا تھا اس کے بعد کثرتِ فتوحات اور مالِ غنیمت اور مالِ فئے کی کثرت کی وجہ سے مسلمانوں پر کشادگی آ گئی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

(۹) علامہ داؤدی نے یہ جواب دیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور رسول اللہ ﷺ نے مالک کی اجازت کے بغیر وہ دودھ اس لیے پیا تھا کہ وہ دونوں مسافر تھے اور مسافر اگر ضرورت مند ہو تو وہ کسی کا طعام بلا اجازت کھا سکتا ہے۔

باب مذکور کی حدیث کے قرآن مجید سے صریح تعارض اور اس کے جواب میں مصنف کا تفرد

علامہ بدرالدین عینی حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن بطال نے باب مذکور کی حدیث کا حدیثِ ہجرت سے تعارض بیان کیا

ہے اور اپنی اپنی تحقیق کے مطابق اس تعارض کے جوابات ذکر کیے ہیں' لیکن میں نے دیکھا کہ یہ حدیث قرآن مجید کی ایک آیت سے متعارض ہے اور کسی نے اس کا شافی اور کافی جواب نہیں دیا اور میں نے اللہ تعالیٰ کی تائید اور اس کی توفیق سے پہلے اس حدیث کا قرآن مجید سے تعارض بیان کیا اور پھر انوار فیوضاتِ الٰہیہ سے اس کا جواب لکھا۔

اس تعارض کی تقریر اس طرح ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا. (النور:۶۱)

اور نہ خود تم پر کوئی حرج ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ' یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی چابیاں تمہارے قبضے میں ہوں یا اپنے دوست کے گھر سے' اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ اپنے دوست کے گھر سے کھانے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے خواہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔

اب اس پر یہ اعتراض ہے کہ دوست کے گھر سے بغیر اجازت کے کھانے کی قرآن مجید نے اجازت دی ہے اور اس حدیث میں مویشیوں کا دودھ دوہنے کے لیے اجازت کو ضروری قرار دیا ہے اور بہ ظاہر تعارض ہے' اس کی مزید وضاحت ان آثار سے ہوتی ہے:

حسن اور قتادہ کی یہ رائے تھی کہ ایک شخص اپنے دوست کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل ہو سکتا ہے اور اس کی عمدہ اور لذیذ چیزوں کو کھا سکتا ہے' خواہ اس کا دوست گھر میں موجود نہ ہو لیکن اس کو وہاں سے چیزیں اٹھا کر لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔

قتادہ' ضحاک اور ابن جریج نے کہا: یہ آیت بنولیث بن عمرو کے متعلق نازل ہوئی ہے جو بنو کنانہ کے قبیلہ کا تھا' ان میں سے ایک شخص تنہا کھانا نہیں کھاتا تھا حتیٰ کہ کوئی مہمان بھی اس کے ساتھ کھانا کھائے۔

عکرمہ اور ابو صالح نے کہا: یہ آیت انصار کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی ہے' جب ان کے پاس کوئی مہمان آتا تو وہ اس مہمان کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے تو ان کو اجازت دی گئی کہ وہ جس طرح چاہیں کھالیں' تنہا یا کسی کے ساتھ مل کر۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۴۸۸۸' معالم التنزیل ج ۳ ص ۴۳۲-۴۳۱' الدر المنثور ج ۶ ص ۲۰۷-۲۰۶)

میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں اور امام بخاری کی اس روایت میں صریح تعارض ہے کیونکہ آیت کا مفاد یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے دوست کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کھا سکتا ہے' اور اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کی مثلاً اونٹنی یا بکری کی اس کی اجازت کے بغیر دودھ نہیں دوہ سکتا' اور میرے نزدیک اس اشکال کا حل یہ ہے کہ آیت اس صورت پر محمول ہے جب کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ اگر اس نے کسی شخص کی بکری سے اس کی اجازت کے بغیر دودھ دوہ کر پی لیا تو اس کو ناگوار نہیں ہوگا اور حدیث اس صورت پر محمول ہے جب اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ اگر اس نے بکری والے کی اجازت کے بغیر دودھ دوہ کر پی لیا تو اس کو ناگوار ہوگا یا نہیں؟ اس کا دوسرا حل یہ ہے کہ اس آیت میں دوست کے لیے بغیر اجازت کھانے پینے کا حکم ہے اور اس حدیث میں اجنبی شخص کے لیے کسی کی بکری سے دودھ دوہ کر پینے کی ممانعت ہے۔

اور یوں اس اشکال کا حل ہو گیا اور تعارض مندفع ہو گیا' اس اشکال کے حل میں اللہ تعالیٰ نے مجھے تفرد عطا کیا ہے اور میں یہ کہتا

فخر اور عُجب کی بناء پر نہیں کہہ رہا' جیسا کہ بعض کم عقلوں اور کم سوادوں کا خیال ہے بلکہ محض نعمۃ الباری کے اظہار اور اس کے رسول ﷺ کی نظر عنایت کو آشکار کرنے کے لیے کہہ رہا ہوں۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۳۹۷۔ ج ۴ ص ۳۳۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① پرائے جانور کا دودھ دوہنے کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق ② بلا اجازت پرائی چیز لینے کے جواز میں امام احمد کا نظریہ اور ان کے دلائل ③ بلا اجازت پرائی چیز لینے کے عدم جواز میں جمہور فقہاء اسلام کا نظریہ اور فقہاء حنبلیہ کے دلائل کے جوابات ④ ضرورت کے لیے پس انداز کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے ⑤ قیاس سے استدلال کی دلیل ⑥ دودھ دینے والے جانور کو دودھ کے عوض فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء۔

۹ - بَابٌ إِذَا جَاءَ صَاحِبُ اللُّقَطَةِ بَعْدَ سَنَةٍ رَدَّهَا عَلَيْهِ، لِأَنَّهَا وَدِيعَةٌ عِنْدَهُ

جب لقطہ کا مالک ایک سال کے بعد آئے تو لقطہ اٹھانے والا لقطہ اس کو واپس کر دے کیونکہ لقطہ اس کے پاس امانت ہے

٢٤٣٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ، قَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ اعْرِفْ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا، فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ قَالَ خُذْهَا، فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ. قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَضَالَّةُ الْإِبِلِ؟ قَالَ فَغَضِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ، أَوِ احْمَرَّ وَجْهُهُ، ثُمَّ قَالَ مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا، حَتّٰى يَلْقَاهَا رَبُّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان از یزید المنبعث کے آزاد کردہ غلام از حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے لقطہ کے متعلق سوال کیا' آپ نے اس سے فرمایا: ایک سال اعلان کرو' پھر اس کی تھیلی اور اس کی ڈوری کو ذہن نشین کر لو پھر اس کو خرچ کر لو پس اگر اس کا مالک آئے تو اس کو ادا کر دو' مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! اگر وہ بکری ہو؟ آپ نے فرمایا: اس کو پکڑ لو' کیونکہ وہ تمہارے لیے ہے یا تمہارے بھائی کے لیے ہے یا بھیڑیے کے لیے ہے' اس شخص نے کہا: یارسول اللہ! پس اگر وہ اونٹ ہو؟ تو رسول اللہ ﷺ غضب میں آ گئے حتیٰ کہ آپ کے دونوں رخسار سرخ ہو گئے یا آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا' آپ نے فرمایا: تمہیں اونٹ کے متعلق کیا تشویش ہے؟ اس کے ساتھ اس کے کھر ہیں اور اس کے پانی کی مشک ہے' حتیٰ کہ اس کا مالک اس کو مل جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں آپ کا یہ حکم ہے کہ جب لقطہ کا مالک آئے تو اس کو لقطہ دے دیا جائے۔

۱۰ - بَابٌ هَلْ يَأْخُذُ اللُّقَطَةَ وَلَا يَدَعُهَا تَضِيعُ حَتّٰى لَا يَأْخُذَهَا مَنْ لَا يَسْتَحِقُّ؟

لقطہ کو اٹھا لے اور اس کو ضائع ہونے کے لیے نہ چھوڑے حتیٰ کہ اس کو غیر مستحق نہ اٹھائے

٢٤٣٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ بْنِ رَبِيعَةَ وَزَيْدِ بْنِ صُوحَانَ فِي غَزَاةٍ، فَوَجَدْتُ سَوْطًا، فَقَالَ لِيَ أَلْقِهِ، قُلْتُ لَا، وَلٰكِنْ إِنْ وَجَدْتُ صَاحِبَهُ وَإِلَّا اسْتَمْتَعْتُ بِهِ، فَلَمَّا رَجَعْنَا حَجَجْنَا، فَمَرَرْتُ بِالْمَدِينَةِ، فَسَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ وَجَدْتُ صُرَّةً عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا مِائَةُ دِينَارٍ، فَأَتَيْتُ بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا. فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُ، فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا. فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا، فَعَرَّفْتُهَا حَوْلًا، ثُمَّ أَتَيْتُهُ الرَّابِعَةَ فَقَالَ اِعْرِفْ عِدَّتَهَا، وَوِكَاءَهَا، وَوِعَاءَهَا، فَإِنْ جَآءَ صَاحِبُهَا، وَإِلَّا اسْتَمْتِعْ بِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلمہ بن کہیل' انہوں نے کہا: ہم نے سوید بن غفلہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ میں سلمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا' تو مجھے ایک چابک ملا' انہوں نے کہا: یہ میری طرف پھینک دو' میں نے کہا: نہیں! لیکن اگر مجھے اس کا مالک مل گیا تو میں یہ اس کو دے دوں گا ورنہ میں خود اس سے فائدہ اٹھاؤں گا' پس جب ہم واپس گئے تو ہم نے حج کیا' پس میں مدینہ کے پاس سے گزرا تو میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں انہیں ایک تھیلی ملی تھی جس میں سو دینار تھے' تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ تھیلی لے کر گیا' آپ نے فرمایا: اس کا ایک سال اعلان کرو' تو میں نے اس کا ایک سال اعلان کیا' میں پھر گیا تو آپ نے فرمایا: اس کا ایک سال اعلان کرو' تو میں نے اس کا ایک سال اعلان کیا' میں پھر گیا تو آپ نے فرمایا: اس کا ایک سال اعلان کرو' سو میں نے اس کا ایک سال اعلان کیا' میں چوتھی بار گیا تو آپ نے فرمایا: ان دیناروں کی تعداد کو اور ان کی تھیلی کو اور تھیلی کی ڈوری کو ذہن نشین کر لو پھر اگر اس کا مالک آئے تو اس کو دے دو ورنہ اس سے تم خود فائدہ اٹھاؤ۔

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَلَمَةَ بِهٰذَا، قَالَ فَلَقِيتُهُ بَعْدُ بِمَكَّةَ، فَقَالَ لَا أَدْرِي أَثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ، أَوْ حَوْلًا وَّاحِدًا.

ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابی نے خبر دی از شعبہ از سلمہ اسی حدیث کی' انہوں نے کہا: پھر میں اس کے بعد (ابی سے) مکہ میں ملا' تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا آپ نے تین سال فرمائے تھے یا ایک سال فرمایا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤٢٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث کی یہاں دوسری سند مذکور ہے۔

١١ - بَابٌ مَنْ عَرَّفَ اللُّقَطَةَ وَلَمْ يَدْفَعْهَا إِلَى السُّلْطَانِ

جس نے لقطہ کا اعلان کیا لیکن اسے سلطان کے سپرد نہیں کیا

اس باب کے عنوان کا خلاصہ یہ ہے کہ لقطہ اٹھانے والے پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ اس لقطہ کو سلطان کے پاس جا کر دے' خواہ وہ لقطہ قلیل ہو یا کثیر ہو' کیونکہ حدیث میں یہی حکم ہے کہ لقطہ اٹھانے والا اس کا اعلان کرے گا' سو اس صورت کے کہ لقطہ اٹھانے والا دیانت دار نہ ہو' تب سلطان اس سے لقطہ لے لے اور کسی دیانت دار شخص کو اعلان کرنے کے لیے دے دے' بعض لوگوں نے یہ کہا

ہے کہ اگر لقطہ قلیل ہو تو خود اعلان کرے اور کثیر ہو تو بیت المال میں جمع کر دے اور جمہور نے اس کے خلاف کہا ہے۔ بعض لوگوں نے گری ہوئی چیز اور گم شدہ چیز میں فرق کیا ہے اور بعض مالکیہ اور شافعیہ نے دیانت دار اور غیر دیانت دار میں فرق کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ وہ دیانت دار ہو تو خود اعلان کرے اور غیر دیانت دار کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ سلطان کو دے دے تاکہ سلطان کسی دیانت دار کو لقطہ اعلان کرنے کے لیے دے دے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۹۶۔۳۹۵)

۲۴۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ رَبِيعَةَ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ، قَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِعِفَاصِهَا وَوِكَائِهَا، وَإِلَّا فَاسْتَنْفِقْ بِهَا. وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْإِبِلِ، فَتَمَعَّرَ وَجْهُهُ وَقَالَ مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا، تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ، دَعْهَا حَتّٰى يَجِدَهَا رَبُّهَا. وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْغَنَمِ، فَقَالَ هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ربیعہ از یزید جو المنبعث کے آزاد کردہ غلام ہیں از حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لقطہ کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: ایک سال تک اعلان کرو' پھر اگر کوئی شخص تمہارے پاس اس کی تھیلی اور اس کی ڈوری کے متعلق سوال کرے تو اس کو دے دو ورنہ اس کو تم خود خرچ کر لو' اور اس نے آپ سے گم شدہ اونٹ کے متعلق سوال کیا تو آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا اور فرمایا: تمہیں اس کے متعلق کیا تشویش ہے؟ اس کے ساتھ اس کے پانی کی مشک ہے اور اس کے کھر ہیں' وہ پانی پر جائے گا اور درختوں کے پتے کھائے گا' اس کو چھوڑ دو حتیٰ کہ اس کا مالک اسے مل جائے اور اس نے گم شدہ بکری کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: وہ تمہارے لیے ہے یا تمہارے بھائی کے لیے ہے یا بھیڑیے کے لیے ہے۔

حدیث مذکور کی شرح' صحیح البخاری: ۹۱ میں گزر چکی ہے اور امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ لقطہ اٹھانے والا وہ لقطہ سلطان کو دے دے بلکہ آپ نے لقطہ اٹھانے والے کو خود اس کے اعلان کرنے کا حکم دیا' تاہم باب کی عنوان کے ساتھ اس وقت مکمل مطابقت ہوتی' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے یہ ارشاد فرماتے کہ تم خود اعلان کرنا اور سلطان کو اعلان کرنے کے لیے نہ دینا کیونکہ کسی چیز کا ذکر نہ کرنا' اس سے منع کرنے کو مستلزم نہیں ہے' تاہم امام بخاری کے ابواب کے عنوانوں کی حدیثوں کے ساتھ مطابقت عموماً نامکمل ہوتی ہے۔

۱۲ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان ذکر نہیں کیا اور یہ باب' ابواب سابقہ سے فصل کے حکم میں ہے۔

۲۴۳۹ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ أَخْبَرَنِي الْبَرَاءُ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا (ح). وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے خبر دی از ابواسحاق' انہوں نے کہا: مجھے حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے خبر دی از حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (ح) اور

عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اِنْطَلَقْتُ، فَاِذَا اَنَا بِرَاعِیْ غَنَمٍ یَسُوْقُ غَنَمَهُ، فَقُلْتُ لِمَنْ اَنْتَ؟ قَالَ لِرَجُلٍ مِّنْ قُرَیْشٍ، فَسَمَّاهُ فَعَرَفْتُهُ، فَقُلْتُ هَلْ فِیْ غَنَمِكَ مِنْ لَبَنٍ؟ فَقَالَ نَعَمْ، فَقُلْتُ هَلْ اَنْتَ حَالِبٌ لِیْ؟ قَالَ نَعَمْ، فَاَمَرْتُهُ، فَاعْتَقَلَ شَاةً مِّنْ غَنَمِهٖ، ثُمَّ اَمَرْتُهُ اَنْ یَّنْفُضَ ضَرْعَهَا مِنَ الْغُبَارِ، ثُمَّ اَمَرْتُهُ اَنْ یَّنْفُضَ كَفَّیْهِ، فَقَالَ هٰكَذَا، ضَرَبَ اِحْدٰی كَفَّیْهِ بِالْاُخْرٰی، فَحَلَبَ كُثْبَةً مِّنْ لَبَنٍ، وَقَدْ جَعَلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِدَاوَةً عَلٰی فَمِهَا خِرْقَةٌ، فَصَبَبْتُ عَلَی اللَّبَنِ حَتّٰی بَرَدَ اَسْفَلُهُ، فَانْتَهَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِشْرَبْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَشَرِبَ حَتّٰی رَضِیْتُ. [اطراف الحدیث: ٣٦١٥۔ ٣٦٥٢۔ ٣٩٠٨۔ ٣٩١٧۔ ٥٦٠٧] (صحیح مسلم: ٢٠٠٩ 'الرقم المسلسل: ٥١٣٢)

ہمیں عبداللہ بن رجاء نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے خبر دی از ابواسحاق از حضرت البراء از حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں (غارِ ثور سے) روانہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک بکریوں کے چرانے والا ہے' جو اپنی بکریوں کو ہانک رہا ہے' پس میں نے اس سے پوچھا کہ تم کس کے لیے کام کر رہے ہو؟ اس نے کہا: قریش کے ایک مرد کے لیے' اس نے اس مرد کا نام لیا تو میں نے اس کو پہچان لیا' پس میں نے اس سے پوچھا: کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم میرے لیے دودھ دوہو گے؟ اس نے کہا: جی ہاں! پھر میں نے اسے کہا تو اس نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری کو باندھ دیا' پھر میں نے اس سے کہا کہ اس کے تھنوں سے گرد و غبار کو جھاڑ دو' پھر میں نے اس سے کہا کہ اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مار کر جھاڑ لو' تو اس نے اپنا ہاتھ جھاڑ لیا' پھر اس نے تھوڑا سا دودھ دوہا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک برتن ساتھ لیا تھا جس کے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا (اس برتن میں دودھ ڈالا)' پھر میں نے دودھ پر پانی ڈالا جس سے اس دودھ کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا' پھر میں اس دودھ کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! دودھ پی لیجئے' آپ نے وہ دودھ اتنا پیا کہ میں خوش ہو گیا۔

حدیث مذکور کی ابوابِ سابقہ کے ساتھ مناسبت اور ایک اعتراض کا جواب

بہ ظاہر اس حدیث کی اس باب سے پہلے ابواب کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے ابواب میں لقطہ سے متعلق احادیث ہیں اور اس باب میں ہجرت کے متعلق حدیث ہے' تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث کی بھی لقطہ کے ساتھ مناسبت ہے' کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحرا میں ایک بکری سے دودھ دوہا اور اس بکری کا محافظ بھی چونکہ صرف ایک تھا' سو وہ بھی لقطہ کے مشابہ تھی' لیکن یہ زبردستی کی مناسبت ہے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس سے پہلے صحیح البخاری: ٢٤٣٥ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم گزر چکا ہے کہ کوئی شخص کسی جانور سے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر دودھ نہ دوہے اور یہاں حضرت ابوبکر نے اس بکری کے مالک کی اجازت کے بغیر اس کا دودھ دوہا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے اس چرواہے سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ اس کا مالک کون ہے اور اس کے متعلق حضرت ابوبکر کو معلوم تھا کہ اس نے چرواہے کو یہ اجازت دی تھی کہ تم گزرنے والوں کو اس کی بکریوں سے دودھ دوہ کر پلا دیا کرو۔

حضرت ابوبکر صدیق نے چرواہے سے دودھ دوہنے کی اجازت طلب کی تھی' اس کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

میں نے اپنے بعض اساتذہ سے سوال کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے اس چرواہے سے دودھ پینے کی اجازت کیوں طلب کی تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہوسکتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت حرب میں مشرکین کے مال لینے کی اجازت دی گئی ہو اور آپ کے لیے مشرکین کے اموال حلال تھے' میں نے المہلب سے اس جواب کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: یہ جواب کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ حرب اور جہاد تو مدینہ میں فرض ہوا تھا' یعنی ہجرت کے بعد اور یہ حدیث ہجرت سے پہلے کی ہے' اور اگر ان بکریوں کا تعلق مال غنیمت سے ہوتا تو پھر حضرت ابوبکر کو اس چرواہے سے دودھ دوہنے کے لیے اجازت لینے کی ضرورت نہیں تھی۔

اس زمانہ میں عرف یہ تھا کہ اشراف اور اخیاء اپنی بکریوں کے دودھ سے گزرنے والوں اور مسافروں کی ضیافت کرتے تھے' سو حضرت ابوبکر رضی اللہ نے بھی اسی اعتبار سے چرواہے سے سوال کیا اور حضرت ابوبکر کو علم تھا کہ ان بکریوں کا مالک اشراف اور اخیاء میں سے تھا' اس لیے آپ نے اس چرواہے سے دودھ دوہنے کی اجازت طلب کی۔

نیز اس حدیث میں یہ ذکر بھی ہے کہ صحابہ کرام' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر ادب اور احترام کرتے تھے کیونکہ حضرت ابوبکر نے اس بکری کے تھن صاف کیے' اس برتن کو صاف کیا' پھر اس میں دودھ دوہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۵۶۵۔ ۵۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

لقطہ کے اعلان کے لیے لقطہ کی مالیت اور لقطہ کے اعلان کی مدت میں شیخ تقی عثمانی اور مصنف کا اختلاف

شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

سوال: لقطہ کے لیے کتنے پیسے ہوں تو تعریف کرنا ضروری ہے؟

(تعریف کا معنی یہ ہے کہ لقطہ کتنی مالیت کا ہو تو اس کا اعلان کرنا ضروری ہے؟ سعیدی غفرلہٗ)

جواب: اس کے لیے کوئی حد مقرر نہیں کی جاسکتی' جس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ کوئی بیچارہ اس کو تلاش کرتا ہوگا' اس کی ضرورت کا ہے' اس کی تعریف کرنا ضروری ہے' ایک آنہ یا ایک پیسہ ہو تو عام طور سے لوگ اس کی تلاش نہیں کرتے تو تعریف نہ کرے۔

(انعام الباری ج ۷ ص ۴۳۳' مکتبۃ الحراء' کراچی)

اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لقطہ کا اعلان کرنے کے لیے اس کی مالیت کا کوئی تعین نہیں ہے' لیکن یہ کہنا فقہاء کرام کی تصریحات کے خلاف ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ سے یہ روایت ہے کہ اگر لقطہ دو سو درہم (612.36 گرام چاندی) یا اس سے زیادہ مالیت کا ہو تو ایک سال اعلان کیا جائے اور اگر دو سو درہم سے کم مالیت کا ہو تو دس درہم (30.618 گرام چاندی) تک ایک ماہ اعلان کیا جائے اور اگر دس درہم سے کم مالیت کی چیز ہو تو جتنی مدت مناسب سمجھے اعلان کرے اور ایک روایت یہ ہے کہ تین درہم (9.1854 گرام چاندی) سے لے کر دس درہم تک دس دن اعلان کرے اور ایک درہم (3.618 گرام چاندی) سے لے کر تین درہم چاندی تک تین دن اعلان کرے۔

واضح رہے کہ آج کل (۲۰۰۸ء میں) ایک درہم تقریباً تو ے روپے کا ہے' اس سے حساب لگالیں۔

(فتح القدیر ج ۵ ص ۳۵۱۔ ۳۵۰' مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

''کتاب اللقطه'' کی تکمیل

''الحمد للّٰه رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین'' آج ۹ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ/ ۱۶ اپریل ۲۰۰۸ء بہ روز بدھ بعد نمازِ عصر ''کتاب اللقطه'' کی تکمیل ہوگئی۔ اے خداوند کریم! جس طرح آپ نے اس کتاب کی تکمیل کرائی ہے' پوری صحیح بخاری کو مکمل کرادیں اور میری' میرے والدین کی اور میرے قارئین کی مغفرت فرمادیں۔

''کتاب اللقطه'' اکیس احادیث مرفوعہ پر مشتمل ہے' اس میں پانچ احادیث معلق ہیں اور باقی موصول ہیں اور اس میں اٹھارہ احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث تین ہیں اور اس میں زید مولی المنبعث کا صرف ایک اثر ہے۔

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم

٤٦ - كِتَابُ الْمَظَالِمِ وَالْغَصْبِ

لوگوں پر ظلم اور غصب کرنے کا بیان

اس باب میں لوگوں پر ظلم کرنے اور ان کے اموال کے غصب کرنے کی ممانعت اور تحریم بیان کی گئی ہے' اس عنوان میں ''مظالم'' کالفظ ہے' یہ ''مظلمة'' کی جمع ہے' ''مظلمة'' مصدر میمی ہے' اس کا مادہ ظلم ہے' ظلم کا معنی ہے: حد سے تجاوز کرنا' اس کا معنی یہ ہے: کسی چیز کو اس کے شرعی مقام کے غیر میں رکھنا یا غیر کی مِلک میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا' کسی شخص سے جو چیز ناحق لی جائے وہ بھی ظلم ہے' اور غصب کا معنی ہے: کسی کا مال ظلماً چھین لینا' یا کسی کے مال پر ظلماً قبضہ کرنا۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُO مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌO﴾ (ابراہیم: ٤٢۔ ٤٣) رَافِعِي رُءُوْسِهِمْ الْمُقْنِعُ وَالْمُقْمِحُ وَاحِدٌ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور ظالم جو کچھ کر رہے ہیں تم اللہ کو اس سے ہرگز بے خبر نہ سمجھنا' وہ انہیں اس دن تک ڈھیل دے رہا ہے جس دن (دہشت سے) سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گیO لوگ اپنے سروں کو اٹھائے ہوئے بے تحاشا دوڑ رہے ہوں گےO اپنے سروں کو اُٹھائے ہوئے اس حال میں کہ ان کی پلک نہ جھپک رہی ہو گی اور ان کے دل خوف کی وجہ سے اُڑ رہے ہوں گےO (ابراہیم: ۴۳۔۴۲) اس آیت میں ''مقنعی رء وسهم'' کے الفاظ ہیں' ان کا معنی ہے: وہ اپنے سروں کو بلند کیے ہوئے ہوں گے۔ ''المقنع'' اور ''المقمع'' کا معنی واحد ہے۔

١ - بَابُ قِصَاصِ الْمَظَالِمِ

ظلم اور زیادتی کا بدلہ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿مُهْطِعِيْنَ﴾ اَىْ مُدِيْمِي النَّظَرِ' وَقَالَ غَيْرُهُ مُسْرِعِيْنَ ﴿لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌO﴾ (ابراہیم: ٤٣) يَعْنِي جُوْفًا لَا عُقُوْلَ لَهُمْ تَفْسِيْرُ مُجَاهِدٍ اَخْرَجَهُ الْفِرْيَابِيُّ عَنْهُ' وَقَدْ ذَكَرْنَا مَعْنٰى ﴿لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ﴾ قَوْلُهُ جُوْفًا' بِضَمِّ الْجِيْمِ' جَمْعُ' اَجْوَفَ'

اور مجاہد نے کہا: ''مهطعين'' کا معنی ہے: وہ پلک جھپکائے بغیر ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہوں گے' اور دوسروں نے کہا: وہ دوڑ رہے ہوں گے (اس حال میں کہ ان کی پلک تک نہ جھپک رہی ہو گی اور ان کے دل ہواء ہو رہے ہوں گےO ابراہیم: ۴۳) یعنی ان کے سر خالی ہوں گے' ان میں عقلیں نہیں ہوں گی۔ مجاہد کی تفسیر کو فریابی نے ان سے روایت کیا ہے اور ہم اس آیت کا معنی بیان کر

قَوْلُـهُ يَعْنِيْ لَا عُقُوْلَ لَهُمْ' كَذَا فَسَّرَهٗ اَبُوْ عُبَيْدَةَ فِي الْـمَجَـازِ' وَقِيْـلَ مَـعْـنٰـى وَاَفْـئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ' نُزِعَتْ اَفْـئِـدَتُهُمْ مِنْ اَجْوَافِهِمْ ﴿وَاَنْـذِرِ الـنَّـاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْـعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَـآ اَخِّرْنَـآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْـبٍ نُّـجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَـمْتُـمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍO وَسَـكَنْتُمْ فِيْ مَسٰـكِنِ الَّـذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْـفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَـعَلْـنَـا بِهِـمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَO وَقَـدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُOفَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍO﴾ (ابراہیم:٤٤۔ ٤٧).

چکے ہیں کہ اس حال میں کہ ان کی پلک تک نہ جھپک رہی ہوگی اور ان کے دل ہوا ہو رہے ہوں گے۔ اس آیت میں "جوف" کا لفظ ہے' یہ "اجوف" کی جمع ہے یعنی ان کی عقلیں نہیں ہوں گی۔ اسی طرح ابوعبیدہ نے مجاز میں اس کی تفسیر کی ہے اور دوسرا قول (یہ ہے کہ اور ان کے دل ہوا ہو رہے ہوں گے) کا معنی ہے: ان کے سروں سے ان کی عقلیں نکال لی گئی ہوں گی۔ آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرایئے جب ان پر عذاب آئے گا تو ظالم لوگ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں کچھ مدت کی مہلت دے دے' ہم تیرے پیغام کو قبول کریں گے اور تیرے رسولوں کی پیروی کریں گے' (تو ان سے کہا جائے گا:) کیا تم نے اس سے پہلے یہ قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ تم پر بالکل زوال نہیں آئے گاO اور تم ان لوگوں کے گھروں میں رہتے تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تم پر خوب ظاہر ہو چکا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا تھا اور ہم نے تمہارے لیے مثالیں بھی بیان کر دی تھیںO اور انہوں نے گہری سازشیں کیں اور اللہ کے پاس ان کی سازشیں لکھی ہوئی ہیں' اور ان کی سازشیں ایسی (خطرناک) ہیں کہ ان سے پہاڑ بھی (اپنی جگہ سے) ہل جائیںO تو تم ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے کیے ہوئے وعدہ کے خلاف کرنے والا ہے' بے شک اللہ بہت غالب' انتقام لینے والا ہےO (ابراہیم:۴۷۔۴۴)

آیاتِ مذکورہ کی مختصر تفسیر

ابراہیم: ۴۲ میں فرمایا ہے: اور ظالم جو کچھ کر رہے ہیں تم اللہ کو اس سے ہرگز بے خبر نہ سمجھنا' وہ انہیں اس دن تک ڈھیل دے رہا ہے' جس دن (دہشت سے) سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گیO یعنی ان کو قیامت تک ڈھیل دے رہا ہے۔

اس آیت سے مقصود اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مظلوم کا انتقام نہ لے تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ ظالم کے ظلم سے لاعلم اور غافل ہے اور یا اس سے انتقام لینے سے عاجز ہے اور یا اس کے ظلم پر راضی ہے اور جب کہ یہ تمام اُمور اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہیں تو ماننا پڑے گا کہ ایک دن تمام انسان' یہ جہان اور اس کی تمام چیزیں فنا کر دی جائیں گی اور ان تمام چیزوں کا فنا ہو جانا ہی قیامت ہے' اس کے بعد حشر اور روزِ حساب قائم ہوگا اور ظالم کو اس کے ظلم پر سزا دی جائے گی اور مظلوم کو اس کی مظلومیت پر جزاء دی جائے گی۔

اس آیت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کو ظالموں کے کاموں سے بے خبر سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ تم اللہ تعالیٰ کو ظالموں کے کاموں سے بے خبر نہ سمجھنا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اگر چہ بہ ظاہر نبی ﷺ سے خطاب ہے لیکن حقیقت میں آپ کی امت سے خطاب ہے یعنی اے مسلمانو! تم اللہ تعالیٰ کو ظالموں سے غافل گمان نہ کرنا۔

سفیان بن عیینہ نے کہا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مظلوموں کو تسلی دی ہے اور ظالموں کو ڈرایا اور دھمکایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظالموں کی سزا کو قیامت کے دن تک کے لیے مؤخر کر دیا ہے' پھر یہ بتایا ہے کہ اس دن کی ہولناکیوں سے لوگوں کا کیا حال اور کیا کیفیت ہوگی؟ اس دن دہشت سے سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی' لوگ سر اٹھائے ہوئے بے تحاشا دوڑ رہے ہوں گے' اس حال میں کہ ان کی پلک تک نہ جھپک رہی ہوگی اور ان کے دل ہوا ہو رہے ہوں گے۔

ابراہیم: ۴۵۔ ۴۴ میں بتایا ہے کہ جب قیامت کے دن کفار عذاب کا مشاہدہ کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ سے کہیں گے کہ دوبارہ ہمیں دنیا میں بھیج دے تو ہم تیرے پیغام کو قبول کریں گے اور تیرے رسول کی پیروی کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کو رد کرتے ہوئے فرماتا ہے: کیا تم نے اس سے پہلے یہ قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ تم پر بالکل زوال نہیں آئے گا' یعنی کیا اس سے پہلے تم قیامت اور مر کر دوبارہ زندہ کیے جانے اور جزاء اور سزا کے دن کا انکار نہیں کرتے تھے اور تم کو ہمارے رسولوں نے بتا دیا تھا کہ پچھلی امتوں میں سے جس نے ہمارے پیغام کو جھٹلایا' اس پر کس قسم کا عذاب آیا تھا اور اس سے پہلے قوم ثمود کے گھروں میں تباہی کے آثار دیکھ چکے ہو تو تم نے ان کے آثار دیکھ کر عبرت کیوں نہیں حاصل کی تھی۔

ابراہیم: ۴۶ میں فرمایا: اور انہوں نے گہری سازشیں کیں' اور اللہ کے پاس ان کی سازشیں لکھی ہوئی ہیں اور ان کی سازشیں ایسی (خطرناک) ہیں کہ ان سے پہاڑ بھی (اپنی جگہ سے) ہل جائیں O

سازش کرنے والوں سے مراد کفارِ مکہ ہیں' جب انہوں نے سیدنا محمد ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی تھی اور آپ کے کاشانہ اقدس کا محاصرہ کر لیا تھا کہ جیسے ہی آپ گھر سے باہر نکلیں' آپ کو (معاذ اللہ) قتل کر دیا جائے۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ اس مکر اور سازش سے مراد یہ ہے کہ مشرکینِ مکہ اور کفار نے اللہ تعالیٰ کے شریک گھڑ لیے اور عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹوں کو منسوب کیا۔ (جامع البیان جز ۱۳ ص ۳۲۲' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

ابراہیم: ۴۷ میں فرمایا: تم ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ اللہ اپنے رسولوں سے کیے ہوئے وعدہ کے خلاف کرنے والا ہے' بے شک اللہ بہت غالب' انتقام لینے والا ہے O

رسولوں نے اپنی امتوں سے یہ وعدہ کیا تھا کہ قیامت آئے گی اور سب لوگ مر جائیں گے اور سب چیزیں ختم ہو جائیں گی' پھر اللہ تعالیٰ سب کو زندہ کرے گا' اور سب انسانوں سے حساب لے گا' مؤمنوں اور پرہیزگاروں کو جزاء دے گا اور کافروں اور ظالموں کو سزا دے گا اور یہ اس لیے ضروری ہے کہ اگر قیامت قائم نہ ہو اور ظالموں کو سزا اور مظلوموں کو جزاء نہ دی جائے تو ظالم بغیر سزا کے اور مظلوم بغیر جزاء کے رہ جائیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے۔

یہ ان آیات کی مختصر تفسیر ہے' اور اس باب کی حدیثوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیا جائے گا' قصاص کا معنی یہ ہے کہ مقتول کا ولی قاتل سے اور مجروح کا ولی جارح سے بدلہ لے گا یعنی قاتل اور جارح کو اسی طرح قتل اور زخمی کرے گا۔

۲۴۴۰ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي' عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ أَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن ہشام نے خبر دی'

الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ حُبِسُوْا بِقَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَيَتَقَاصُّوْنَ مَظَالِمَ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا حَتّٰى إِذَا نُقُّوْا وَهُذِّبُوْا، أُذِنَ لَهُمْ بِدُخُوْلِ الْجَنَّةِ، فَوَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ، لَأَحَدُهُمْ بِمَسْكَنِهٖ فِي الْجَنَّةِ أَدَلُّ بِمَنْزِلِهٖ كَانَ فِي الدُّنْيَا. وَقَالَ يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ. [طرف الحدیث:٦٥٣٥]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی المتوکل الناجی از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جب مؤمنوں کو دوزخ سے نجات مل جائے گی تو ان کو جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائے گا' پھر انہوں نے دنیا میں ایک دوسرے پر جو ظلم کیے تھے ان کا بدلہ لیا جائے گا حتیٰ کہ جب وہ بالکل پاک اور صاف ہو جائیں گے تو ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی' پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! ان میں سے کوئی ایک شخص جنت میں اپنے گھر کو اپنے دنیا میں گھر کی بہ نسبت زیادہ جاننے والا ہوگا' اور یونس بن محمد نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالمتوکل نے حدیث بیان کی۔

پل صراط کی تعریف میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ' پل صراط کی تعریف میں لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ یہ پل جنت کی ایک طرف پر ہوگا۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٨٠٧' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! یہ حدیث میں کس قدر بے جا تصرف ہے' حدیث میں یہ تصریح ہے کہ یہ پل جنت اور دوزخ کے درمیان ہوگا اور یہ شخص یہ کہتا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ پل جنت کی ایک طرف پر ہوگا۔ (عمدة القاری ج ١٢ ص ٤٠١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

قصاص صرف ان سے لیا جائے گا جن کے مظالم ان کی نیکیوں سے کم ہوں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جس قصاص کا ذکر ہے' یہ بعض لوگوں سے لیا جائے گا اور یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے مظالم ان کی تمام نیکیوں پر محیط اور مستغرق نہ ہوں کیونکہ اگر ان کے مظالم ان کی تمام نیکیوں پر محیط اور مستغرق ہوں تو پھر ان پر عذاب واجب ہوگا اور پھر وہ اس قول کے مصداق نہیں ہوں گے کہ انہوں نے دوزخ سے نجات پالی' لہٰذا اس حدیث میں ان لوگوں کے مظالم کے قصاص کا ذکر ہے' جس کے مظالم کم ہوں۔

اس حدیث کے مطابق مسلمان ایک دوسرے سے قصاص لیں گے' پس جس شخص کے مظالم اپنے بھائی کے مظالم سے زیادہ ہوں گے تو اس کی نیکیاں اس سے لے کر اس کے بھائی کو دی جائیں گی کیونکہ جس شخص کے اوپر کسی کا حق ہوگا' وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا' جنت میں سب پاک صاف ہو کر داخل ہوں گے۔

المہلب نے کہا ہے کہ یہ قصاص ابدان میں ہوگا' پس جس شخص نے کسی کو تھپڑ مارا ہوگا تو مظلوم سے کہا جائے گا: تم چاہو تو اس سے بدلہ لے لو اور تم چاہو تو اس کو معاف کر دو اور تم کو اس کا اجر ملے گا' اور دوسروں نے کہا ہے کہ مال اور اسباب کا آخرت میں قصاص

نہیں ہوگا' آخرت میں صرف نیکوں اور گناہ گاروں سے قصاص لیا جائے گا' پس جس شخص نے کسی پر ظلم کیا ہوگا اور اس کی نیکیاں ہوں گی تو اس کی نیکیاں لے کر مظلوم کو دی جائیں گی اور اگر ظالم کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو پھر مظلوم کے گناہ لے کر ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۵۶۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

قیامت کے دن قصاص لینے کے متعلق احادیث

سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ (بندوں کے) فیصلہ سے فارغ ہوگا تو جانوروں کی طرف متوجہ ہوگا حتیٰ کہ جس سینگ والی بکری نے سینگ والی بکری کو سینگ مارے ہوں گے' اس کو اس سے بدلہ دلائے گا۔

علامہ عینی نے یہ حدیث کتاب الترغیب والترہیب کے حوالے سے لکھی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۰۱) لیکن مجھے اس میں یہ حدیث نہیں ملی' سو میں نے امہات کتب حدیث سے درج ذیل احادیث تلاش کیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ضرور حقوق والوں کو ان کے حقوق ادا کیے جائیں گے حتیٰ کہ سینگ والی بکری سے بے سینگ والی بکری کو حق دلایا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۲۵۸۲' سنن ترمذی: ۲۴۲۰' صحیح ابن حبان: ۷۳۶۳' مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۱' ۳۷۲' ۳۲۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے غلام کو ظلماً ایک چابک مارا' قیامت کے دن اس سے اس کا بدلہ لیا جائے گا۔ (مسند البزار: ۳۴۵۴' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۵۳' الترغیب والترہیب: ۵۲۸۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا وہ شخص مفلس ہوگا جو قیامت کے دن نمازیں' روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا' اس نے کسی شخص کو گالی دی ہوگی اور اس شخص پر تہمت لگائی ہوگی اور اس شخص کا مال کھایا ہوگا اور اس شخص کا خون بہایا ہوگا اور اس شخص کو مارا ہوگا تو اس شخص کو اس کی نیکیوں میں سے دیا جائے گا اور اس کے اوپر جو حقوق ہیں' اگر حق داروں کے حقوق پورے ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو پھر حق داروں کے گناہ اس پر ڈالے جائیں گے' پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۴۱۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! میرے دو غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں اور مجھ سے خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں' میں ان کو مارتا ہوں اور ان کو گالیاں دیتا ہوں تو میرا اور ان کا کیسا حساب ہوگا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کی خیانت اور ان کی نافرمانی اور ان کے جھوٹ اور تمہاری ان کو سزا دینے کا حساب کیا جائے گا' اگر تمہاری سزا ان کے جرائم سے کم ہوئی تو یہ تمہاری فضیلت ہوگی' اور اگر تمہاری سزا ان کے جرائم کے برابر ہوگی تو تمہارا اور ان کا معاملہ برابر ہوگا' تمہاری کوئی فضیلت ہوگی نہ تم سے کوئی مواخذہ ہوگا' اور اگر تمہاری سزا ان کے جرائم سے زیادہ ہوگی تو تم نے جتنی زیادہ سزا دی' ان کی طرف سے اس کا قصاص لیا جائے گا' پھر وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رونے لگا اور چلانے لگا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا' کیا تم نے اللہ کی کتاب میں یہ آیت نہیں پڑھی:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۚ وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۚ

اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو رکھیں گے' سو کسی شخص پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر (کسی کا عمل) رائی کے دانہ برابر

وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَO(الانبیاء:٤٧) بھی ہوا تو ہم اس کو لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کے لیے کافی ہیںO

اس شخص نے کہا: میں اس کے سوا اور کوئی خیر نہیں پاتا کہ میں ان غلاموں کو اپنے پاس سے جدا کر دوں' میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ یہ سب غلام آزاد ہیں۔ (سنن ترمذی:٣١٦٥' مسند احمد ج٦ص٢٨٠)

میدانِ حشر میں قصاص اس لیے لیا جائے گا کہ شاید کوئی اپنا حق معاف کر دے یا اللہ تعالیٰ ظالم کی طرف سے مظلوم کو معاوضہ دے دے!

٢ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَO﴾ (ھود:١٨)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہےO(ھود:١٨)

اس باب میں فرشتوں یا رسولوں کے قیامت کے دن اس قول کی حکایت کی گئی ہے جو وہ کہیں گے:

سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہوO (ھود:١٨) یہ سورۂ ھود کی اس آیت کا آخری حصہ ہے اور مکمل آیت اس طرح ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَO(ھود:١٨)

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان تراشے یہ لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور تمام گواہ یہ کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا' سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہوO

اس آیت میں ''الاشہاد'' (گواہ) کا ذکر ہے' اس سے مراد فرشتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد انبیاء ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے جو لوگوں کے متعلق گواہی دیں گے اور کہیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا یعنی ان لوگوں نے یہ کہا تھا کہ اللہ کا شریک ہے اور اس کا بیٹا ہے' سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو' یعنی مشرکین پر۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں لوگوں کے ایک دوسرے پر ظلم کا ذکر ہے۔

٢٤٤١ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ أَخْبَرَنِيْ قَتَادَةُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا أَمْشِيْ مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا آخِذٌ بِيَدِهِ إِذْ عَرَضَ رَجُلٌ فَقَالَ كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّجْوٰى؟ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَيَسْتُرُهُ فَيَقُوْلُ أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ فَيَقُوْلُ نَعَمْ أَيْ رَبِّ حَتّٰى إِذَا قَرَّرَهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے قتادہ نے خبر دی از صفوان بن محرز المازنی' انہوں نے بیان کیا: جس وقت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ جا رہا تھا' میں نے ان کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا' اس وقت ایک شخص آیا اور اس نے کہا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ''النجوٰی'' (سرگوشی) کی کیا تفسیر سنی ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بے شک اللہ مؤمن کو قریب کرے گا' پھر اس کے اوپر (اپنی رحمت کا) پَر رکھ دے گا اور اس کو

بِذُنُوْبِهٖ، وَرَاٰی فِی نَفْسِهٖ اَنَّهٗ هَلَكَ، قَالَ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِی الدُّنْيَا، وَاَنَا اَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ، فَيُعْطٰی كِتَابَ حَسَنَاتِهٖ. وَاَمَّا الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُوْنَ، فَيَقُوْلُ ﴿الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِيْنَO﴾ (ھود:١٨).

[اطراف الحدیث: ۴۶۸۵-۶۰۷۰-۷۵۱۴] (صحیح مسلم: ۲۷۶۸، الرقم المسلسل: ۶۹۰۹، سنن ابن ماجہ: ۱۸۳، السنن الکبریٰ: ۱۱۲۴۲، صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۸۶، مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۵ طبع قدیم، مسند احمد: ۵۸۲۴-ج ۱۰ ص ۸۵-۸۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

چھپا لے گا' پس فرمائے گا: کیا تم فلاں گناہ کو پہچانتے ہو؟ کیا تم فلاں گناہ کو پہچانتے ہو؟ وہ کہے گا: ہاں! اے میرے رب! حتیٰ کہ اللہ اس سے اس کے (تمام) گناہوں کا اقرار کرائے گا' اور وہ شخص دل میں یہ سمجھے گا کہ وہ ہلاک ہو گیا' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تجھ پر پردہ رکھا تھا اور میں آج تجھے بخش دیتا ہوں' پھر اس کو اس کی نیکیوں کی کتاب دے دی جائے گی اور رہے کافر اور منافق تو ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور تمام گواہ یہ کہیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا' سو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو O (ھود:١٨)

سرگوشی اور لعنت کا معنی اور خوارج اور معتزلہ کا ردّ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "النجویٰ" (سرگوشی) کا لفظ ہے' یہ وہ سرگوشی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندۂ مؤمن کے درمیان ہو گی' اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جب وہ بندہ مؤمن کو چپکے چپکے اس کے گناہ یاد دلائے گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔ یہاں ظالموں سے مراد کفار اور منافقین ہیں' اور ہر ظالم اس آیت میں داخل نہیں ہے' کیونکہ صغیرہ گناہوں کے مرتکب پر لعنت نہیں کی جاتی' اور لعنت کا معنی ہے: رحمت سے دور کرنا' کفار کو رحمت سے بالکل دور کر دیا جاتا ہے اور فساق مؤمنین کو اللہ تعالیٰ کے قرب خاص سے دور کر دیا جاتا ہے۔

اس حدیث میں خوارج کے خلاف دلیل ہے کیونکہ وہ فساق مؤمنین کی تکفیر کرتے ہیں اور اس حدیث میں فساق مؤمنین کی مغفرت کا ذکر ہے اور اس میں معتزلہ کا بھی ردّ ہے کیونکہ وہ بھی فساق مؤمنین کی مغفرت کے قائل نہیں ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو "کتاب المظالم" میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں بندہ کے گناہوں کا ذکر ہے اور گناہ کرنا بندہ کا اپنے اوپر ظلم کرنا ہے۔

٣ - بَابٌ لَا يَظْلِمُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ وَلَا يُسْلِمُهٗ

مسلمان' مسلمان پر خود ظلم کرے اور نہ کسی اور کو اس پر ظلم کرنے دے

٢٤٤٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَی بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ سَالِمًا اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ وَمَنْ كَانَ فِی حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِی حَاجَتِهٖ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب کہ سالم نے ان کو خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے' وہ نہ اس پر خود ظلم کرے اور نہ کسی اور کو اس پر ظلم کرنے دے اور جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں مشغول رہتا

مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

[طرف الحدیث: ۶۹۵۱] (صحیح مسلم: ۲۵۸۰، الرقم المسلسل: ۶۴۷۳، سنن ابوداؤد: ۴۸۹۳، سنن ترمذی: ۱۴۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۱۸۹)

ہے اللہ اس کی ضرورت پوری کرنے میں رہتا ہے اور جس نے کسی مسلمان سے کوئی مصیبت دور کی تو اللہ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کر دے گا' اور جس نے کسی مسلمان کا پردہ رکھا' اللہ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔

مسلمانوں کی حاجات پوری کرنے کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کی ایک ایسی مخلوق ہے جس کو اس نے لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے پیدا کیا ہے' لوگ اپنی ضروریات میں ان کی طرف بھاگتے ہیں' یہی لوگ اللہ کے عذاب سے امن میں رہیں گے۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۹۲' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے مگر حافظ المنذری نے الترغیب والترہیب: ۳۸۶۲ میں اس سے استدلال کیا ہے)

حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی ضرورت پوری کر دیتا ہے' اللہ تعالیٰ اس پر پچھتر ہزار فرشتوں سے سایا کرتا ہے جو اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور اس کے لیے دعا کرتے ہیں' اگر صبح ہو تو شام تک اور اگر شام ہو تو صبح تک' وہ ایک قدم چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے۔ (الترغیب والترہیب: ۳۸۶۸' مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۹۹' حافظ الہیثمی نے کہا: امام طبرانی نے اس حدیث کی المعجم الاوسط میں روایت کی ہے' اس کی سند میں ایک راوی جعفر بن میسرہ الاشجعی ہے اور وہ ضعیف راوی ہے)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی بندہ کی اس کی حاجت میں مدد کرے' اللہ اس کو اس دن ثابت قدم رکھے گا' جس دن لوگوں کے قدم پھسل جائیں گے۔

(الترغیب والترہیب: ۳۸۶۹' حافظ الہیثمی نے کہا کہ اس کی سند میں ایک راوی ہے: مسکین بن سراج' اور وہ ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۹۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل دوزخ سے ایک مخلوق نکلے گی تو ان کا گزر اہل جنت میں سے ایک شخص کے پاس سے ہوگا' وہ اس جنتی شخص سے کہے گا: اے فلاں! کیا تم نے مجھے نہیں پہچانا؟ جنتی شخص کہے گا: تم کون ہو؟ وہ کہے گا: میں وہ ہوں کہ ایک دن تم نے مجھ سے وضوء کے لیے پانی مانگا تھا تو میں نے تم کو پانی دیا تھا' تو وہ جنتی شخص اس کی سفارش کرے گا' اور ایک آدمی جنتی شخص کے پاس سے گزرے گا اور کہے گا: اے فلاں! کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ وہ پوچھے گا: تم کون ہو؟ وہ کہے گا: تم نے مجھے فلاں فلاں کام کے لیے بھیجا تھا تو میں نے تمہارا کام کر دیا تھا' تو وہ اس کی شفاعت کرے گا' پس اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (الترغیب والترہیب: ۳۸۷۱' الاصبہانی نے اس کو الترغیب: ۱۱۴۸ میں روایت کیا ہے' حافظ الہیثمی نے کہا: اس کو امام ابویعلیٰ نے اپنی مسند: ۳۴۸۹ میں روایت کیا ہے' اس کی سند میں عبدالرحیم بن زید العمی ہے اور وہ متروک ہے' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۹۰)

ان تمام حدیثوں کی سند ضعیف ہے اور ہم نے دو وجہوں سے ان کا ذکر کیا ہے' اوّل اس لیے کہ فضائل اعمال میں ضعیف الاسناد احادیث معتبر ہوتی ہیں اور ثانی اس لیے کہ حافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری المتوفی ۶۵۶ھ ایسے مستند حافظ نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے۔

مسلمانوں کی پردہ پوشی کے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے مسلمان بھائی کے عیب پر پردہ رکھا' قیامت کے دن اللہ اس کے عیب پر پردہ رکھے گا اور جس نے اپنے مسلمان بھائی کے عیب کو ظاہر کیا' اللہ اس کے عیب کو ظاہر کر دے گا حتیٰ کہ اس کو اس کے گھر میں رسوا کر دے گا۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۵۴٦)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کی کوئی مصیبت دور کی تو اللہ قیامت کے دن اس کی مصیبت کو دور کر دے گا' اور جس نے کسی مسلمان کے عیب پر پردہ رکھا' قیامت کے دن اللہ اس کے عیب پر پردہ رکھے گا' اور جس نے کسی مسلمان کی کوئی تکلیف دور کی تو اللہ اس کی کسی تکلیف کو دور کر دے گا۔

(المعجم الکبیر: ۳۵۰۔ ج ۱۹ ص ۱۵۸' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۹۳)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی کے عیب پر پردہ رکھا' اس نے گویا ایک زندہ در گور کو اس کی قبر میں زندہ کیا۔ (المعجم الاوسط: ۸۱۳۳' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس نے کوئی عیب دیکھ کر اس پر پردہ رکھا' اس نے گویا زندہ در گور کو اس کی قبر میں زندہ کیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۹۱۔ ۴۸۷۰' المعجم الکبیر: ۸۸۴۔ ج ۱۷' مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۷' المستدرک: ۷۲۲۳)

مسلمانوں میں حسن معاشرت اور پردہ پوشی کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اسلام کے بہ کثرت آداب اور اخلاقی تعلیمات ہیں' اس میں مسلمانوں کے درمیان حسن معاشرت' باہمی اُلفت' مؤمنین کے عیوب کی پردہ پوشی کی ترغیب اور ان کے عیوب کے سننے اور انہیں مشہور کرنے کی ممانعت ہے' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آخرت میں جو مسلمانوں کو جزاء ملے گی' وہ دنیاوی عبادات کی جنس سے ملے گی۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے کسی ایسے عیب یا کسی ایسی لغزش پر مطلع ہو' جس سے حد واجب ہوتی ہو یا تعزیر واجب ہوتی ہو' یا اس سے اس کو عیب یا عار لاحق ہوتا ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اس پر پردہ رکھے اور اس کام میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی اُمید رکھے' اور جو شخص ایسے کسی کام میں مبتلا ہو' اس پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے ستر سے اپنے آپ کو مستور رکھے' اور جس نے ایسا نہیں کیا اور اس نے حد کا اقرار کر لیا تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا' اور کسی حدیث میں اس سے ممانعت نہیں ہے' بلکہ احادیث میں یہ ہے کہ جس شخص نے کوئی موجب حد کام کیا اور اس پر حد لگ گئی تو وہ حد اس کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گی۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٤٦٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

کس کے عیوب پر پردہ رکھنا چاہیے اور کس کے عیوب پر پردہ نہیں رکھنا چاہیے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مسلمان کے عیوب کی پردہ پوشی کا استحباب اس وقت ہے' جب وہ تنہائی میں گناہ کرے اور وہ اس پر نادم ہو اور اگر وہ سر عام کوئی گناہ کبیرہ کرے اور اس پر اصرار کرے تو پھر اس کو عدالت سے سزا دلوانا اور اس کو کیفر کردار تک پہنچانا واجب ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم فاجر (کے عیب) کے

ذکر کی رعایت کرتے ہوئے اس میں جو عیوب ہیں' ان کا ذکر کرو تا کہ لوگ اس کو پہچان لیں اور اس سے احتراز کریں۔

(سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۱۰ 'المعجم الکبیر: ۱۰۱۰۔ ج ۱۹ ' کامل ابن عدی ج ۲ ص ۵۹۵ ' تاریخ بغداد ج ا ص ۳۸۲ ' اتحاف ج ۷ ص ۵۵۵)

اس حدیث کی صحت میں اختلاف ہے۔

صاحب التوضیح نے کہا: یہ ضعیف ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: بہز بن حکیم از والد خود از جد خود' یہ سند صحیح ہے۔ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے کہا: میرے والد کہتے تھے: اس کی حدیث لکھی جاتی ہے لیکن اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔ امام نسائی نے کہا: یہ ثقہ ہے' امام ابوداؤد نے کہا: میرے نزدیک یہ حجت ہے' امام بخاری نے اس سے استشہاد کیا ہے اور الادب المفرد میں اس کی روایات درج کی ہیں اور سنن اربعہ میں اس کی روایات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۰۵ ' دارالکتب العلمیہ 'بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں گناہوں سے منع فرمایا ہے۔

٤ - بَابٌ اَعِنْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا

اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم

٢٤٤٣ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ وَحُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا.

[اطراف الحدیث: ۲۴۴۴۔ ۶۹۵۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن ابی بکر بن انس اور حمید الطویل نے خبر دی' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

٢٤٤٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا. قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هٰذَا نَنْصُرُهٗ مَظْلُوْمًا، فَكَيْفَ نَنْصُرُهٗ ظَالِمًا؟ قَالَ تَاْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ.

(ان حدیثوں کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ مظلوم ہے ہم اس کی مدد کریں گے لیکن ہم ظالم کی کیسے مدد کریں؟ آپ نے فرمایا: تم اس کے ہاتھوں کو پکڑ لو۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ظالم کو ظلم سے روکنے کا ذکر ہے۔

ظالم کی مدد کا محمل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اسماعیلی نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ تم ظالم کو ظلم سے روک لو' یہ اس کی مدد ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر وہ ظالم ہے تو تم اس کو ظلم سے منع کرو' یہی اس کی مدد ہے۔

امام بیہقی نے کہا ہے کہ ظالم بھی فی نفسہٖ مظلوم ہے' اس لیے کسی شخص کو حساً اور معنیً ظلم سے روکنا اس کی مدد ہے' اگر کوئی شخص کسی سے محبت کرتا ہے اور اس شخص کا گمان ہے کہ اگر وہ اس کو زنا سے روکے تو وہ رُک جائے گا تو اس کو اسے منع کرنا چاہیے' کیونکہ اس کو زنا سے روکنا درحقیقت اس کو رجم کیے جانے اور سنگسار کیے جانے سے روکنا ہے اور اس کو قتل کرنے سے روکنا' اس کو قصاص میں قتل کیے

جانے سے روکنا ہے اور یہی اس ظالم کی مدد کرنا ہے۔

٥ - بَابُ نَصْرِ الْمَظْلُوْمِ

مظلوم کی مدد

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مظلوم کی مدد کرنا واجب ہے۔

٢٤٤٥ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ، فَذَكَرَ عِيَادَةَ الْمَرِيْضِ، وَاتِّبَاعَ الْجَنَائِزِ، وَتَشْمِيْتَ الْعَاطِسِ، وَرَدَّ السَّلَامِ، وَنَصْرَ الْمَظْلُوْمِ، وَاِجَابَةَ الدَّاعِي، وَاِبْرَارَ الْمُقْسِمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن الربیع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاشعث بن سلیم انہوں نے کہا: میں نے معاویہ بن سوید سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا' پھر انہوں نے (۱) مریض کی عیادت (۲) جنازوں کے ساتھ جانے (۳) چھینک لینے والے کو جواب دینے (۴) سلام کا جواب دینے (۵) مظلوم کی مدد کرنے (٦) دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے (۷) اور قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کروانے کا ذکر کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۳۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مظلوم کی مدد کا ذکر ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

مریض کی عیادت کرنا سنت مرغوبہ ہے' جنازوں کے ساتھ جانا فرضِ کفایہ سے ہے' چھینک والے کے جواب میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ فرضِ کفایہ میں سے ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے' دعوت کو قبول کرنا بھی سنت ہے اور ولیمہ کو قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے اور قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کروانا جہاں تک ممکن ہو مباح ہے' اور سلام میں ابتداء کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ۵۷۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں مظلوم کی مدد کا ذکر ہے۔

٢٤٤٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا. وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے دیوار کی طرح ہے' اس کے بعض حصوں سے دوسرے بعض حصے مضبوط ہوتے ہیں' پھر آپ نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۸۱ میں گزر چکی ہے۔ بہ ظاہر اس حدیث کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

٦ - بَابُ الْاِنْتِصَارِ مِنَ الظَّالِمِ

ظالم سے بدلہ لینا

لِقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا○﴾ (النساء:١٤٨).

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ بہ آوازِ بلند بُری بات کہنے کو ناپسند فرماتا ہے سوائے مظلوم (کی بات) کے اور اللہ بہت سننے والا بہت علم والا ہے○ (النساء:۱۴۸)

بدلہ لینے کو ترک کرنے اور زندہ اور مردہ لوگوں کو بُرا کہنے کی ممانعت میں احادیث

امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث المتوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب بھی بیٹھے ہوئے تھے' ایک شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بُرا کہا اور ان کو اذیت دی' حضرت ابوبکر خاموش رہے' پھر ان کو دوسری دفعہ اذیت دی' پھر بھی حضرت ابوبکر خاموش رہے' پھر ان کو تیسری بار اذیت دی تو حضرت ابوبکر نے اس سے بدلہ لیا' حضرت ابوبکر نے جب بدلہ لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے اٹھ کر تشریف لے جانے لگے' حضرت ابوبکر نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھ سے ناراض ہو گئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب وہ شخص تم کو بُرا کہتا تھا تو آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہو کر اس کی تکذیب کرتا تھا' اور جب تم نے اس سے بدلہ لیا تو شیطان آ گیا اور جس جگہ شیطان آ جائے تو میں وہاں بیٹھنے والا نہیں ہوں۔ (سنن ابوداؤد:۴۸۹۶' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو دو آدمی ایک دوسرے کو گالی دے رہے ہوں تو اس کا وبال اس پر ہے جو اُن میں سے ابتداء کرے۔ (سنن ابوداؤد:۴۸۹۴' سنن ترمذی:۱۹۸۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارا کوئی ساتھی فوت ہو جائے تو اس کو چھوڑ دو اور اس کو بُرا نہ کہو۔ (سنن ابوداؤد:۴۸۹۹' سنن ترمذی:۳۸۹۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے فوت شدہ لوگوں کی خوبیاں ذکر کرو اور ان کی بُرائیوں کا ذکر کرنے سے باز رہو۔ (سنن ابوداؤد:۴۹۰۰' سنن ترمذی:۱۰۱۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: بنی اسرائیل کے دو شخص بھائی بنے ہوئے تھے' ان میں سے ایک شخص گناہ کرتا تھا اور دوسرا شخص عبادت میں بہت کوشش کرتا تھا' عبادت گزار جب بھی دوسرے شخص کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تو اس سے کہتا: بُرے کام کم کرو' ایک دن اس نے اسے کہا: رک جاؤ' اس شخص نے کہا: تم مجھے میرے رب کے ساتھ چھوڑ دو' کیا تم میرے نگہبان مقرر کیے گئے ہو؟ اس نیک آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! تم کو اللہ نہیں بخشے گا یا تم کو جنت میں داخل نہیں کرے گا' پھر ان دونوں کی روحوں کو قبض کر لیا گیا' پھر وہ دونوں رب العلمین کے پاس جمع ہوئے' اللہ تعالیٰ نے عبادت میں کوشش کرنے والے سے فرمایا: کیا تم مجھے جاننے والے تھے؟ یا تم میرے افعال پر قادر تھے؟ پھر اس گناہ کرنے والے سے فرمایا: جا تو میری رحمت کے سبب سے جنت میں داخل ہو جا' اور دوسرے کے متعلق فرمایا: اس کو دوزخ میں لے جاؤ۔

(سنن ابوداؤد:۴۹۰۱' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قرآن مجید کی آیت النساء:۱۴۸' اور مذکور الصدر احادیث سے معلوم ہوا کہ افضل یہ ہے کہ انسان اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا از خود بدلہ نہ لے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے اوپر چھوڑ دے تاہم اگر وہ خود بدلہ لے تو یہ بھی جائز ہے لیکن بدلہ لینے میں حد سے تجاوز نہ

کرے اور کسی زندہ یا مردہ کو بُرا نہ کہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق قسم کھا کر یہ نہ کہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو بخشے گا یا نہیں بخشے گا' اسے کیا علم ہے کہ اللہ تعالیٰ کیا کرے گا اور کیا نہیں کرے گا' تاہم بدلہ لینے کے جواز کے متعلق یہ آیت ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ۝﴾ (الشوریٰ:۳۹). اور ان لوگوں کے خلاف جب کوئی بغاوت کرے تو وہ صرف بدلہ لیتے ہیں۝ (الشوریٰ:۳۹)

اس آیت میں بدلہ لینے کے جواز کا ثبوت ہے اور درج ذیل حدیثوں میں بھی اس کا ثبوت ہے:

بدلہ لینے کے جواز کے متعلق احادیث

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اس وقت ہمارے پاس حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بھی تھیں' اس وقت آپ اپنے ہاتھ سے کوئی کام کر رہے تھے' میں نے آپ کو اشارہ سے بتایا کہ اس وقت حضرت زینب بھی موجود ہیں' آپ اس کام سے رُک گئے' حضرت زینب رضی اللہ عنہا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سخت اور ناگوار باتیں کرنے لگیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو منع فرمایا لیکن وہ سخت باتیں کہنے سے نہیں رُکیں' تب آپ نے مجھ سے فرمایا: تم بھی ان کی سخت باتوں کا جواب دو' پھر میں نے ان کو جواب دیا تو میں ان پر غالب آ گئی۔ (سنن ابوداؤد:۴۸۹۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج نے حضرت سیدتنا فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا' انہوں نے آنے کی اجازت طلب کی' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ ایک چادر میں لیٹے ہوئے تھے' آپ نے ان کو اجازت دی' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کی ازواج نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے' وہ یہ سوال کرتی ہیں کہ آپ حضرت ابوقحافہ کی بیٹی کے معاملہ میں عدل کریں۔ میں خاموش تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے میری بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہیں کرتیں جس سے میں محبت کرتا ہوں' انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اس سے محبت کرو' جب حضرت (سیدتنا) فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا تو وہ کھڑی ہو گئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے پاس واپس گئیں اور ان کو بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا عرض کیا اور آپ نے اس کا کیا جواب دیا' پس ازواج نے ان سے کہا: ہمارے گمان میں آپ نے ہمارا مقصد پورا نہیں کیا' آپ دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جائیں اور آپ سے عرض کریں کہ آپ کی ازواج آپ کو قسم دیتی ہیں کہ آپ حضرت ابوقحافہ (رضی اللہ عنہ) کی بیٹی کے معاملہ میں عدل کریں' حضرت سیدتنا فاطمہ نے فرمایا: نہیں! میں اس مسئلہ میں بالکل آپ سے بات نہیں کروں گی' پھر ازواج نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک یہی میرے مرتبہ کی تھیں اور میں نے حضرت زینب سے بڑھ کر کوئی عورت دین دار اور اللہ عزوجل سے ڈرنے والی' اور سچ بولنے والی اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنے والی اور صدقہ وخیرات کرنے والی نہیں دیکھی' وہ بہت محنت اور مشقت سے کام کرتی تھیں' البتہ ان کی زبان میں تیزی تھی' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بھی حضرت عائشہ کے ساتھ ایک چادر میں تھے' جس حال میں حضرت سیدتنا فاطمہ آئی تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اجازت دی' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک آپ کی ازواج نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے' وہ آپ سے یہ سوال کرتی ہیں کہ آپ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے معاملہ میں عدل کریں' اور انہوں نے میرے متعلق سخت اور ناگوار باتیں کیں اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ رہی تھی اور میں آپ کی نظر کی منتظر تھی' کیا آپ مجھے جواب دینے کی اجازت دیتے ہیں' حضرت زینب اسی طرح سخت باتیں کر رہی تھیں حتیٰ کہ میں نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرا بدلہ لینا ناگوار نہیں ہوگا' پھر میں نے بھی بولنا شروع کیا

حتیٰ کہ میں ان پر غالب آ گئی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ابوبکر کی بیٹی ہے۔

(صحیح بخاری:۲۵۸۱' صحیح مسلم:۲۴۴۲' سنن نسائی:۳۹۵۰)

قَالَ اِبْرَاهِيْمُ كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ اَنْ يُّسْتَذَلُّوْا، فَاِذَا قَدَرُوْا عَفَوْا.

ابراہیم نے کہا: سلف ذلیل ہونے کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن جب وہ ظالم سے بدلہ لینے پر قادر ہوتے تو اسے معاف کر دیتے تھے۔

اس تعلیق کی امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں قبیصہ سے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٧- بَابُ عَفْوِ الْمَظْلُوْمِ

مظلوم کا معاف کر دینا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مظلوم کا ظلم کو معاف کر دینا مستحسن ہے۔

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًاO﴾ (النساء: ١٤٩).

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم کسی نیکی کو ظاہر کرو یا چھپا کر کرو' یا کسی بُرائی کو معاف کر دو تو بے شک اللہ بہت معاف کرنے والا نہایت قدرت والا ہےO (النساء:۱۴۹)

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تین چیزوں کے متعلق میں حلف اٹھاتا ہوں' صدقہ کرنے سے کسی کا مال کم نہیں ہوتا' اس لیے تم صدقہ کیا کرو' اور جو شخص اللہ کی رضا کے لیے کسی کو معاف کر دیتا ہے' اللہ قیامت کے دن اس کی عزت کو زیادہ کرتا ہے' اور جو شخص سوال کرنے کا دروازہ کھولتا ہے' اللہ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ (مسند ابو یعلیٰ:۸۴۹' کشف الاستار:۹۲۹)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَOوَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍOاِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌOوَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِOوَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍO﴾ (الشوریٰ: ٤٠۔ ٤٤).

اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے' پس جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کر لی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے' بے شک وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتاO اور جس نے اپنے اوپر ظلم کیے جانے کا بدلہ لے لیا تو اب اس سے مواخذہ کرنے کا کوئی جواز نہیںO مواخذہ کرنے کا جواز صرف ان لوگوں کے خلاف ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور روئے زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں' ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہےO اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بے شک یہ ضرور ہمت کے کاموں میں سے ہےO اور جسے اللہ گم راہ کر دے اس کے لیے اس کے بعد کوئی کارساز نہیں ہے اور آپ دیکھیں گے کہ ظالم لوگ جب عذاب کو دیکھیں گے تو کہیں گے: کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی صورت ہے؟O

(الشوریٰ:۴۴۔۴۰)

بدلہ لینے اور معاف کر دینے کے متعلق احادیث

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے غضب کے تقاضوں کو پورا کرنے پر قادر تھا اور اس نے اپنے غصہ کو پی لیا تو قیامت کے دن اللہ تمام لوگوں کے سامنے اس کو بلا کر فرمائے گا کہ وہ جس حور کو چاہے پسند کر لے۔

(سنن ابوداؤد: ٤٧٧٧ 'سنن ترمذی: ٢٠٢١ 'مسند احمد ج ٣ ص ٤٣٨ 'المعجم الکبیر ج ٢٠ ص ١٨٩-١٨٨)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کی لغزش کو معاف کیا' قیامت کے دن اللہ اس کی لغزش کو معاف کر دے گا۔ (سنن ابوداؤد: ٣٤٦٠ 'سنن ابن ماجہ: ٢١٩٩ 'مسند احمد ج ٢ ص ٢٥٢)

حسن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص غصہ ضبط کر کے اس کا گھونٹ پیتا ہے' اللہ تعالیٰ کو اس گھونٹ سے بڑھ کر کوئی گھونٹ پسند نہیں ہے یا جو شخص مصیبت کے وقت صبر کا گھونٹ پیتا ہے اور اللہ کے خوف سے جس شخص کی آنکھ سے آنسو کا قطرہ گرتا ہے' اس سے بڑھ کر کوئی قطرہ پسند نہیں ہے یا خون کا وہ قطرہ جو اللہ کی راہ میں گرتا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ٢٠٢٨٩ 'الجامع لشعب الایمان: ٧٩٥٥)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: باوقار لوگوں کی لغزشوں کو معاف کر دو۔

(سنن ابوداؤد: ٤٣٧٥ 'مسند ابویعلیٰ ج ٨ ص ٢٦٣ 'مسند احمد ج ٦ ص ١٨١)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی زبان پر قابو رکھا' اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کی پردہ پوشی کرے گا' اور جس نے اپنے غصہ کو روکا' قیامت کے دن اللہ اس سے اپنے غضب کو روک لے گا اور جس نے اللہ کے سامنے اپنا عذر پیش کیا' اللہ اس کا عذر قبول کر لے گا۔ (تاریخ بغداد ج ٥ ص ٣٠٨ 'الجامع لشعب الایمان: ٧٩٥٨)

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ظالم سے بدلہ لینے کا ذکر ہے۔

٨ - بَابٌ اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ — ظلم' قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا

اس باب میں ''ظلمات'' کا لفظ ہے' یہ ''ظلمة'' کی جمع ہے' ظلمت نور کی ضد ہے یعنی اندھیرا۔

٢٤٤٧ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ الْمَاجِشُوْنُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (صحیح مسلم: ٢٥٧٩ 'الرقم المسلسل: ٦٤٧٢ 'سنن ترمذی: ٢٠٣٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز الماجشون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: ظلم قیامت کے دن کئی اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔

ظلم سے دنیا میں دل کا اندھیرا ہوتا ہے اور آخرت میں اس سے آنکھوں کا اندھیرا ہوتا ہے

علامہ عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ٥٩٧ھ لکھتے ہیں:

ظلم دو عظیم گناہوں پر مشتمل ہے: (١) کسی کا مال ناحق طریقہ سے لینا (٢) اور جو شخص نیکی کا حکم دے رہا ہو اس کی مخالفت کرنا' اور یہ بہت بڑا گناہ ہے' ظلم اسی شخص پر کیا جاتا ہے جو عموماً بدلہ لینے پر قادر نہیں ہوتا اور ظلم' دل کی ظلمت سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ اگر اس کا دل ہدایت کے نور سے روشن ہوتا تو وہ ظلم کے انجام پر غور کرتا' پس جن لوگوں نے تقویٰ سے دنیا میں نور حاصل کر لیا' ان سے ظلم کے اندھیرے زائل ہو جاتے ہیں' پھر وہ ظلم کرنے سے اجتناب کرتے ہیں۔ (کشف المشکل ج ٣ ص ٢٤٦ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا: ہم کو معلوم نہیں کہ یہ اندھیرے کیسے ہیں؟ آیا یہ دل کے اندھیرے ہیں یا آنکھوں کے اندھیرے ہیں' قرآن مجید یہ بتاتا ہے کہ یہ آنکھوں کے اندھیرے ہیں' جیسے اس آیت میں ہے:

يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُO (الحدید:۱۳)

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: ہمیں دیکھو (تاکہ) ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں' (ان سے) کہا جائے گا کہ اپنے پیچھے لوٹو' پھر وہاں کوئی نور تلاش کرو تو (اسی وقت) ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں (ایک) دروازہ ہوگا' اس کے اندر کی جانب رحمت اور باہر کی جانب عذاب ہوگاO

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب ان سے نور روک لیا جائے گا تو وہ اندھیروں میں رہ جائیں گے اور وہ اندھیرے ان کی آنکھوں کو ڈھانپ لیں گے' جیسے دنیا میں ان کی آنکھوں پر کفر کے پردے پڑے ہوئے تھے' اس کے مقابلہ میں مؤمنوں کا جو نور ہوگا' وہ بھی آنکھوں سے نظر آنے والا ہوگا' قرآن مجید میں ہے:

نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ. (التحریم:۸)

مؤمنوں کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑ رہا ہو گا۔

اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو یہ اجر و ثواب عطا فرمائے گا کہ ان کے ایمان کا نور ان کے ساتھ لازم رہے گا اور وہ اس کو دیکھ کر لذت حاصل کریں گے اور ان کی بصارت قوی ہو جائے گی اور کفار اور منافقین کو یہ عذاب دے گا کہ ان پر اندھیرا کر دے گا اور ان کو اس نور کی طرف دیکھنے کی لذت سے محروم کر دے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۷۳۔۴۷۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ظلم سے یہاں شرک مراد ہے اور وہ ان پر ظاہری اور باطنی اندھیروں کا سبب بن جائے گا اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ ظلم سے مراد ہے: کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا' اور مشرکین کا ظلم یہ ہے کہ جو عبادت اللہ تعالیٰ کے لیے کرنی چاہیے تھی' انہوں نے وہ عبادت بتوں کے لیے کی اور عبادت کو غیر محل میں رکھا۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں ظلم کو اندھیرا قرار دیا گیا ہے۔

٩ - بَابُ الْاِتِّقَاءِ وَالْحَذَرِ مِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ

مظلوم کی دعا سے ڈرنا اور بچنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مظلوم کی دعا مسترد نہیں ہوتی' لہٰذا اس سے ڈرنا اور بچنا چاہیے۔

٢٤٤٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ اِسْحَاقَ الْمَكِّيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ اَبِيْ مَعْبَدٍ، مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا اِلٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا بن اسحاق مکی نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن عبد اللہ بن صیفی از ابومعبد مولیٰ ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی

الْيَمَنِ، فَقَالَ اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ، فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ.

طرف بھیجا' پس فرمایا: مظلوم کی دعا سے بچنا کیونکہ اس کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ مظلوم کی دعا قبول کی جاتی ہے' خواہ وہ فاجر ہو' اس کا فجور اس کے نفس پر ہوتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۹۸۷۔ ج ۱۵ ص ۱۹۵۔ ۱۹۴' مجلس علمی' بیروت' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۷۲' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱)

امام بخاری نے اس حدیث کو' ' کتاب المظالم ' ' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں مظلوم کی دعا سے بچنے کا حکم ہے۔

١٠ - بَابُ مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ عِنْدَ الرَّجُلِ فَحَلَّلَهَا لَهُ، هَلْ يُبَيِّنُ مَظْلَمَتَهُ

جس شخص نے کسی پر ظلم کیا ہو' پھر مظلوم سے وہ ظلم معاف کرائے تو کیا اس ظلم کا بیان کرنا ضروری ہے؟

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جب ظالم مظلوم سے اپنا ظلم معاف کرائے تو آیا اس پر اس ظلم کو بیان کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

٢٤٤٩ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِاَحَدٍ مِنْ عِرْضِهِ اَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ، قَبْلَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ، اِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ، وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ اِنَّمَا سُمِّيَ الْمَقْبُرِيَّ لِاَنَّهُ كَانَ يَنْزِلُ نَاحِيَةَ الْمَقَابِرِ. (قَوْلُهُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ......اِلٰى اٰخِرِهِ' اِنَّمَا يَثْبُتُ فِيْ رِوَايَةِ الْكُشْمِيْهَنِيْ وَحْدَهُ) قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَعِيْدُ الْمَقْبُرِيُّ هُوَ مَوْلٰى بَنِيْ لَيْثٍ، وَهُوَ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ، وَاسْمُ اَبِيْ سَعِيْدٍ كَيْسَانُ.

[طرف الحدیث: ۶۵۳۴] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید مقبری نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی دوسرے شخص کی عزت پر ظلم کیا ہو یا کسی اور چیز پر' اس پر لازم ہے کہ وہ اس دن کے آنے سے پہلے اس کو معاف کرا لے' جب نہ کوئی دینار ہوگا نہ درہم ہوگا' اگر اس کا کوئی عمل صالح ہوگا تو وہ اس ظلم کی مقدار کے مطابق لے لیا جائے گا اور اگر اس کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس مظلوم کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ امام ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا ہے کہ اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا ہے کہ سعید کو مقبری اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ قبرستان کے کنارے میں رہتے تھے۔ (ابو عبد اللہ نے کہا ...... سے لے کر آخر تک یہ قول صرف الکشمیہنی کی روایت میں ہے) امام ابو عبد اللہ نے کہا: اور سعید مقبری' وہ بنولیث کے آزاد کردہ غلام ہیں اور وہ سعید بن ابو سعید ہیں اور ابو سعید کا نام کیسان ہے۔

حدیث مذکور کا ایک آیت سے تعارض اور اس کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر ظالم کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہے:

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى. (الانعام: ۱۶۴)

کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ بغیر کسی حق کے محض رشتہ داری یا دوستی کی وجہ سے کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مظلوم کا ظالم پر جو حق ہے اور اس حق کا عوض دینے کے لیے ظالم کے پاس نیکیاں نہیں ہیں تو پھر مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۱۳)

مظلوم کے حق سے بری ہونے کے لیے آیا ظلم کی مقدار بیان کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

المہلب نے کہا ہے کہ اگر ظالم نے یہ بیان کر دیا کہ اس کے اوپر مظلوم کا کتنا حق ہے مثلاً اس نے مظلوم کے ہزار روپے چھینے تھے اور اس نے اس کو ہزار روپے دے دیئے تو اس کا حق ادا ہو گیا اور اگر اس نے اس کو پانچ سو روپے دیئے تھے تو اس کے پانچ سو روپے اس پر باقی رہ گئے لہٰذا آخرت میں اس سے پانچ سو روپے کی مقدار نیکیاں لے لی جائیں گی مثلاً اس نے پانچ سو روپے خیرات کیے تھے تو اس کی یہ نیکی مظلوم کے اعمال نامہ میں ڈال دی جائے گی اور اگر اس کی کوئی نیکی نہیں ہے تو پھر مظلوم کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے دنیا میں مظلوم سے حق معاف کرا لیا تو اس کا حق معاف ہو جائے گا' یہ مطلقاً صحیح نہیں ہے' بلکہ یہ اس وقت صحیح ہو گا جب وہ اس کی مقدار بتائے اور جتنی مقدار کا معاوضہ دے گا' اتنی مقدار معاف ہو گی' یہ قول صحیح ہے کیونکہ حدیث میں ہے: اگر اس (ظالم) کا کوئی عمل صالح ہو گا تو وہ اس ظلم کی مقدار کے مطابق لے لیا جائے گا۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٧٣ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

غیبت اور منافع سے بَری ہونے کی صورت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص دوسرے شخص کی غیبت کرے' اگر جس کی غیبت کی ہے اس کو معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص نے غیبت کی ہے تو غیبت کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کو بتائے کہ میں نے تمہاری غیبت کی ہے' تم اپنا حق مجھے معاف کر دو اور اگر اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ فلاں نے غیبت کی ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرے اور اس کو خبر نہ دے اور اگر اس کا مال غصب کیا ہے یا چرایا ہے تو جتنا مال اس کو واپس کرے گا' اتنے مال کے حق سے وہ بَری ہو جائے گا' اور جہاں تک منافع کا تعلق ہے مثلاً کسی کے مکان میں ظلماً رہا یا کسی کی سواری پر ظلماً سوار ہوا' یا کسی کا کپڑا ظلماً پہنا' تو عرف اور دستور کے مطابق اس کا جتنا کرایہ ادا کر دیا تو اتنا حق معاف ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۱۳ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی ''کتاب المظالم'' سے مناسبت واضح ہے۔

١١ - بَابٌ إِذَا حَلَّلَهُ مِنْ ظُلْمِهِ فَلَا رُجُوعَ فِيهِ

جب مظلوم نے ظالم کو بَری کر دیا تو اب اس سے رجوع نہیں کر سکتا

٢٤٥٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فِي هٰذِهِ الْآيَةِ ﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا﴾ (النساء: ١٢٨). قَالَتِ الرَّجُلُ تَكُونُ عِنْدَهُ الْمَرْأَةُ لَيْسَ بِمُسْتَكْثِرٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی کا خدشہ ہو تو ان دونوں پر کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ آپس میں

مِّنْهَا، يُرِيْدُ اَنْ يُّفَارِقَهَا، فَقَالَتْ اَجْعَلُكَ مِنْ شَانِيْ فِيْ حِلٍّ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ ذٰلِكَ.

[اطراف الحدیث: ۲۶۹۴-۴۶۰۱-۵۲۰۶][صحیح مسلم: ۳۰۲۱، الرقم المسلسل: ۷۴۳۱]

صلح کرلیں اور صلح کرنا بہتر ہے۔ (الآیۃ) (النساء: ۱۲۸) حضرت عائشہ نے فرمایا: ایسا ہوتا تھا کہ ایک مرد کے نکاح میں کوئی عورت ہوتی جس سے وہ زیادہ مال نہ حاصل کر سکا ہو تو وہ اس کو طلاق دینے کا ارادہ کرتا تو اس کی بیوی یہ کہتی کہ میں اپنا حق تم پر معاف کرتی ہوں' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مقاتل (۲) عبداللہ بن المبارک (۳) ہشام بن عروہ (۴) عروہ بن الزبیر بن العوام (۵) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۱۵)

حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کا عنوان یہ ہے کہ جب کسی شخص نے مظلوم سے اپنا حق معاف کرا لیا' یا مظلوم کو اس کا حق ادا کر دیا تو اب وہ اس سے رجوع نہیں کر سکتا اور اس حدیث میں خلع کا ذکر ہے کہ عورت نے اپنا مہر معاف کر کے شوہر سے خلع حاصل کر لیا اور بہ ظاہر یہ حدیث عنوان کے مطابق نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ عنوان میں اور حدیث میں اس طرح مطابقت ہے کہ جب عورت نے شوہر کو مہر معاف کر دیا تو مہر معاف کرنے کے بعد اب وہ اس سے کوئی مطالبہ نہیں کر سکتی' جس طرح مظلوم اپنا حق معاف کرنے کے بعد پھر ظالم سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کر سکتا تو عنوان میں اور حدیث میں معاف کرنے کے بعد مطالبہ نہ کر سکنے میں مطابقت ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں ظلم کو معاف کرنے کا ذکر ہے۔

۱۲ - بَابٌ اِذَا اَذِنَ لَهٗ اَوْ اَحَلَّهٗ وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ هُوَ؟

جب کوئی شخص دوسرے کو اجازت دے یا کچھ معاف کر دے مگر یہ نہ بیان کرے کہ کتنے کی اجازت دی ہے یا کتنے کو معاف کر دیا ہے؟

۲۴۵۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِيْ حَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ، وَعَنْ يَمِيْنِهٖ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ الْاَشْيَاخُ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ اَتَاْذَنُ لِيْ اَنْ اُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ؟ فَقَالَ الْغُلَامُ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا اُوْثِرُ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ اَحَدًا. قَالَ فَتَلَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَدِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی حازم بن دینار از حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مشروب لایا گیا' آپ نے اس سے پیا' آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا' اور بائیں جانب بڑی عمر کے لوگ تھے' آپ نے اس لڑکے سے فرمایا: کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں اپنا (پس خوردہ) ان لوگوں کو دے دوں' اس لڑکے نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! آپ سے مجھے جو حصہ ملا ہے' میں اس پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا' تو سرکار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پیالہ اسی لڑکے کے ہاتھ میں دے دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اگر وہ لڑکا (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اجازت دے دیتے کہ آپ بائیں جانب والوں کو یہ مشروب عطا کر دیں تو بائیں جانب تو بہت لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور یہ معلوم نہ ہوتا کہ حضرت ابن عباس نے ان میں سے کس کے لیے اجازت دی ہے اور کس کے لیے اجازت نہیں دی' سو اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اس طرح مبہم جماعت کو عطا کرنا بھی جائز ہے۔

غیر معین چیز کو ہبہ کرنے میں مذاہب فقہاء

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کسی غیر معین چیز کو لوگوں کے لیے ہبہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ امام مالک' امام ابو یوسف' امام محمد' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک غیر معین چیز کو ہبہ کرنا جائز ہے' اور اس پر قبضہ کرنا جائز ہے' جیسا کہ غیر معین چیز کی بیع جائز ہے' خواہ اس غیر معین چیز کی تقسیم ہو سکے جیسے گھر اور زمین یا اس کی تقسیم نہ ہو سکے جیسے غلام' اور اس چیز کو خالی کر دینے سے قبضہ ہو جائے' یا منتقل ہونے سے قبضہ ہو جائے' امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک اگر وہ غیر معین چیز تقسیم ہو سکتی ہو تو اس کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر وہ تقسیم نہ ہو سکے تو پھر اس کو ہبہ کرنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۱۸۔۲۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ مناسبت واضح نہیں ہے۔

۱۳ - بَابُ اِثْمِ مَنْ ظَلَمَ شَيْئًا مِّنَ الْاَرْضِ — کسی کی تھوڑی سی زمین پر ظلم کرنے کا گناہ

اس باب سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ غصب کرنا صرف منقولہ اشیاء کے ساتھ خاص نہیں ہے' غیر منقول اشیاء جیسے زمین' مکان' کھیت اور باغ وغیرہ کا غصب ہونا بھی ممکن ہے اور ان کا بھی اسی طرح گناہ ہے۔

۲٤٥٢ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ طَلْحَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَمْرِو بْنِ سَهْلٍ قَالَ اَخْبَرَهُ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ ظَلَمَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ. [طرف الحدیث: ۳۱۹۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو الیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے طلحہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی کہ عبد الرحمن بن عمرو بن سہل نے کہا کہ ان کو حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے تھوڑی سی زمین بھی ظلماً لی تو سات زمینوں تک اس کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۶۱۰' الرقم المسلسل: ۴۰۲۳' سنن ترمذی: ۱۴۱۸' الاحاد والمثانی: ۲۳' المنتقیٰ: ۱۰۱۹' مسند ابو یعلیٰ: ۹۵۴' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۹۶' مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۸ طبع قدیم' مسند احمد ج ۳ ص ۱۸۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

سات زمینوں کا طوق بنا کر گلے میں ڈالنے کی کیفیت

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات زمینوں کا طوق ڈالنے کی کیفیت خود بیان فرمائی ہے:

امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' جس شخص نے کسی کی ایک بالشت زمین بھی ظلماً لی تو اللہ اس کو ساتویں زمین تک زمین کھودنے کا مکلف کرے گا' پھر اس زمین کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے۔

شعبی نے از ایمن از یعلیٰ بن مرہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' یہ روایت کی ہے کہ جس نے کسی کی ایک بالشت زمین چرائی یا اس کا غلہ چرایا تو وہ سات زمینوں تک اس کو اٹھائے ہوئے آئے گا۔

ایک اور سند سے از یعلیٰ بن مرہ روایت ہے کہ جس نے کسی کی زمین ناحق لی' اس کو میدانِ حشر تک اس زمین کی مٹی لانے کا مکلّف کیا جائے گا۔

علامہ المہلب نے بیان کیا ہے کہ اس کو سات زمینوں میں داخل کر دیا جائے گا اور یہ سات زمینیں اس کی گردن میں طوق کی طرح ہو جائیں گی۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٧٧ ٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ٣٨٨ ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کے دو محمل ہیں: ایک یہ ہے کہ اس نے جتنی زمین غصب کی ہے' اس کو اس کا مکلّف کیا جائے کہ وہ اس زمین کو اٹھا کر محشر کی طرف لے جائے تو وہ زمین اس کے گلے میں طوق کی طرح ہو جانے گی اور دوسرا محمل یہ ہے کہ اس کو سات زمینوں تک دھنسانے کی سزا دی جائے گی۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ ھ لکھتے ہیں: طوق ڈالنے کا معنی یہ ہے کہ یہ سات زمینیں اٹھا کر اس کے گلے میں ڈال دی جائیں گی تو وہ اس کے گلے میں طوق کی طرح ہو جائیں گی یا ان زمینوں کو اس کے گلے میں طوق کی طرح کر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی گردن کو اتنا لمبا کر دے گا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ کافر کی ڈاڑھ اُحد پہاڑ کی طرح ہوگی۔

علامہ عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ٥٩٧ ھ لکھتے ہیں: غاصب کے گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈالنا محال نہیں ہے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن کے اوپر اونٹ سوار ہو' یا فرمایا: اس کی گردن پر بکری سوار ہو' اور رہا خسف تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی موت کے بعد اس کو سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے یا حشر میں اس کو دھنسا دیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٢١٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

زمین کا طوق بنا کر ڈالنے والی حدیث سے زمین کی نیچے سے اوپر تک ملکیت کا ثبوت اور سات زمینوں کے تحقق پر دلیل

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص زمین کے کسی حصہ کا مالک ہوتا ہے' وہ زمین کی انتہا تک اس کا مالک ہوتا ہے' اور اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس زمین کے نیچے کسی کو تہ خانہ کھودنے یا کنواں کھودنے سے منع کرے' خواہ اس سے اس کی زمین کو ضرر ہو یا نہ ہو' یہ علامہ خطابی کا قول ہے۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ زمین کا نچلا حصہ اس کے اوپر والے حصہ کے تابع ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی شخص اپنی زمین کو کھودے اور اس میں معدن نکل آئے تو وہ کس کی ملکیت ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ اسی شخص کی ملکیت ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے اور اس تقدیر پر اس کے لیے جائز ہے کہ وہ زمین کو نیچے تک جتنا گہرا کھودنا چاہے' کھود لے' اسی طرح وہ اپنی زمین کی سیدھ میں جتنا چاہے اوپر تک عمارت بنا لے اور جتنی منزلیں چاہے بنا لے جب تک کسی کو اس سے نقصان نہ پہنچے۔ علامہ داؤدی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ سات زمینیں ایک دوسرے کو محیط ہیں اور ان کے درمیان شگاف نہیں ہے (جیسے پیاز کے چھلکے ایک دوسرے کو محیط ہوتے ہیں)' ایک قول یہ ہے کہ ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے جیسے دو آسمانوں کے درمیان مسافت ہے' اور اس میں یہ دلیل بھی

ہے کہ زمینیں سات ہیں' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ. (الطلاق:١٢) اللہ ہی ہے جس نے سات آسمان پیدا فرمائے اور زمینوں سے بھی ان کی مثل (سات)۔

زمین کے غصب میں فقہاء احناف کا مؤقف اور علامہ کرمانی کے بیان کردہ مؤقف کا ردّ

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ زیر بحث حدیث سے معلوم ہوا کہ زمین کو بھی غصب کیا جاتا ہے اور احناف کا مذہب اس کے خلاف ہے۔ (شرح الکرمانی ج ١١ ص ٢٤ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ کرمانی کی بے سوچے سمجھے' اٹکل پچو سے' بے تکی بات ہے اور مذہب حنفیہ کا مطالعہ کیے بغیر ان کے متعلق اندازہ سے بات کہنا ہے' کیونکہ ان کا مذہب اس کے برخلاف ہے' فقہاء احناف کے مذہب کی تفصیل اس طرح ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک غصب صرف ان چیزوں میں متحقق ہوتا ہے جن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکے' کیونکہ کسی چیز کو منتقل کرنے سے قبضہ کا ازالہ ہوتا ہے اور زمین کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جا سکتا' پس جب کسی شخص نے زمین کو غصب کیا اور وہ اس کے پاس ہلاک ہوگئی تو وہ ضامن نہیں ہوگا' اور امام محمد نے کہا ہے کہ وہ ضامن ہوگا اور یہی امام ابو یوسف کا پہلا قول ہے' امام زفر' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے' کیونکہ ان کے نزدیک زمین میں بھی غصب متحقق ہوتا ہے' اور یہ اختلاف غصب میں ہے' تلف کرنے میں نہیں ہے۔ ہمارے بعض مشائخ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک زمین میں بھی غصب متحقق ہوتا ہے' لیکن ایسے طریقہ سے کہ اس میں ضمان واجب نہیں ہے' اور اکثر فقہاء احناف اس پر متفق ہیں کہ زمین میں بالکل غصب متحقق نہیں ہے۔

زمین کے غصب کے ثبوت میں جمہور کا ردّ اور امام اعظم ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلیل

جمہور کا اس باب کی حدیث سے زمین کے غصب کے تحقق پر استدلال کرنا درست نہیں ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں غصب کا لفظ نہیں فرمایا بلکہ زمین کو ظلماً لینے کا ذکر فرمایا ہے اور اس کی جزاء یہ بیان فرمائی ہے کہ قیامت کے دن اس کے گلے میں طوق ڈالا جائے گا' اگر اس سے مراد معروف غصب ہوتا تو آپ دنیا میں اس کی ضمان بیان فرماتے کیونکہ غصب دنیاوی جرم ہے' لہٰذا آپ اس کا ضمان بیان فرماتے جو کہ دنیاوی حکم ہے اور اس کو بیان کرنے کی زیادہ ضرورت ہے' اور آپ نے اس کی سزا میں جو طوق ڈالنے کا ذکر فرمایا ہے' یہ اس کی مکمل جزاء ہے اور جو شخص اس پر ضمان کا اضافہ کرے گا' وہ آپ کی بیان کردہ سزا کو منسوخ کرے گا اور قیاس سے کسی حدیث کو منسوخ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی روایت میں غصب کا لفظ ہو تو اس کی اس معروف غصب پر دلالت نہیں ہے' جو ضمان کا موجب ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں آزاد کو فروخت کرنے پر وعید کا ذکر ہے لیکن یہ متعارف بیع کی دلیل نہیں ہے' اسی طرح اگر کسی روایت میں غصب کا لفظ ہو تو وہ متعارف غصب پر دلیل نہیں ہے۔ علاوہ ازیں صحیح البخاری: ٢٤٥٢' اور صحیح مسلم: ١٦١٠ میں غصب کا لفظ نہیں ہے بلکہ یہ ذکر ہے کہ جس نے کسی کی تھوڑی سی زمین بھی ظلماً لی...... پس واضح ہوا کہ جس روایت میں غصب کا لفظ ہے' اس سے مراد کسی کی زمین کو ظلماً لینا ہے نہ کہ معروف غصب مراد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٢٢٠-٢١٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

ائمہ ثلاثہ اور امام ابوحنیفہ نے جن جن احادیث سے استدلال کیا ہے' ان کا تجزیہ

میں کہتا ہوں کہ جس روایت میں غصب کا لفظ ہے' وہ حسب ذیل ہے:

علقمہ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے کسی آدمی سے ظلماً زمین کو غصب کیا' وہ اس حال میں اللہ سے ملاقات کرے گا کہ اللہ اس پر ناراض ہوگا۔ (حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۸۷) (المعجم الکبیر: ۲۵۔ ج ۲۲ ص ۱۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' کنز العمال: ۳۰۳۶۶۔ج ۱۰ ص ۶۴۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

جن احادیث میں غصب کا لفظ نہیں ہے بلکہ زمین کو ظلماً لینے کا ذکر ہے' وہ حسب ذیل ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث کا پہلے با حوالہ ذکر ہو چکا ہے' دیگر احادیث یہ ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بغیر جواز کے تھوڑی سی زمین بھی لی' اس کو سات زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا' اس کا کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل۔

(مسند ابو یعلیٰ: ۷۴۴' مسند البزار: ۱۳۷۴' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۷۵)

الحکم بن الحارث اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مسلمانوں کے راستہ میں سے ایک بالشت بھی لی' وہ اس کی سات زمینوں کو اٹھائے ہوئے آئے گا۔ (المعجم الکبیر: ۳۱۷۲' المعجم الصغیر: ۱۱۹۷' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۷۶)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی کی زمین تھوڑی سی بھی لی' قیامت کے دن وہ سات زمینیں اس کے گلے میں ڈالی جائیں گی۔ (المعجم الکبیر: ۱۳۔ج ۲۰ ص ۲۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

حضرت یعلیٰ بن مرۃ الثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے کسی کی زمین ناحق لی' اسے اس کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ اس کی مٹی میدانِ حشر تک لے کر جائے۔

(مشکل الآثار: ۶۱۱۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۵۶۵' المعجم الکبیر: ۶۹۱۔ج ۲۲' المعجم الکبیر: ۶۹۳۔ج ۲۲' المعجم الاوسط: ۵۷۴۶' المعجم الصغیر: ۱۰۵۴' مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۵۵۸۔ج ۲۹ ص ۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' شعیب الارنؤوط نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے)

جمہور فقہاء نے جس حدیث میں غصب کے لفظ سے استدلال کیا ہے' اس کو صرف امام طبرانی نے سند ضعیف سے روایت کیا ہے' اور فقہاء احناف نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے' اس کو امام بخاری' امام مسلم' امام ترمذی' امام ابن ابی عاصم' امام احمد' امام ابو یعلیٰ اور دیگر مستند ائمہ نے روایت کیا ہے' لیکن ان روایتوں میں کسی چیز کو ظلماً لینے کا جو ذکر ہے' اُسی کو شرعاً غصب کہا جاتا ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۰۲۰۔ج ۴ ص ۴۴۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈالنے کی وضاحت (۲) سات زمینوں کا ثبوت (۳) زمین کو غصب کرنے میں فقہاء احناف کے قول کی وضاحت (۴) مالک زمین کا زمین کے اوپر اور نیچے تصرف (۵) زمین کے تیل یا گیس کا حکم۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں ظلماً زمین لینے کا ذکر ہے۔

٢٤٥٣ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ' عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ اَبَا سَلَمَةَ حَدَّثَهُ اَنَّهُ كَانَتْ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ اُنَاسٍ خُصُوْمَةٌ' فَذَكَرَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا' فَقَالَتْ لَهُ يَا اَبَا سَلَمَةَ' اِجْتَنِبِ الْاَرْضَ' فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ظَلَمَ قِيْدَ شِبْرٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن ابراہیم نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ ان کے اور لوگوں کے درمیان کوئی جھگڑا تھا تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا

مِنَ الْاَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ.
[طرف الحدیث:۳۱۹۵]

ذکر کیا' پس آپ نے ان سے فرمایا: اے ابوسلمہ! زمین سے اجتناب کرنا' کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: جس نے ظلم سے بالشت بھر بھی زمین لی تو اس کو سات زمینوں کا طوق ڈالا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' اس سے پہلی حدیث: ۲۴۵۲ کی مثل ہے۔

٢٤٥٤ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ' عَنْ سَالِمٍ' عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَذَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهٖ' خُسِفَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلٰى سَبْعِ اَرَضِيْنَ قَالَ الْفِرَبْرِيُّ قَالَ اَبُوْ جَعْفَرِ بْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا الْحَدِيْثُ لَيْسَ بِخُرَاسَانَ فِيْ كِتَابِ ابْنِ الْمُبَارَكِ' اَمْلَاهُ عَلَيْهِمْ بِالْبَصْرَةِ. [طرف الحدیث:۳۱۹۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن المبارک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے تھوڑی سی زمین کو بھی ناحق لیا' اس کو قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسایا جائے گا۔ فربری نے کہا کہ ابوجعفر بن ابی حاتم نے کہا: امام ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: یہ حدیث خراسان میں عبداللہ بن المبارک نے نہیں لکھوائی' انہوں نے یہ کتاب بصرہ میں لکھوائی ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۴۵۲ میں گزر چکی ہے۔

١٤ - بَابٌ اِذَا اَذِنَ اِنْسَانٌ لِاٰخَرَ شَيْئًا جَازَ

جب ایک انسان دوسرے انسان کو کسی چیز کی اجازت دے (تو وہ اس کو استعمال کر سکتا ہے)

٢٤٥٥ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ جَبَلَةَ كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فِيْ بَعْضِ اَهْلِ الْعِرَاقِ' فَاَصَابَنَا سَنَةٌ' فَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ' فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَمُرُّ بِنَا فَيَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْاِقْرَانِ' اِلَّا اَنْ يَسْتَاْذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ اَخَاهُ.

[اطراف الحدیث:۲۴۸۹-۲۴۹۰-۵۴۴۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از جبلہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ میں بعض عراقیوں کے ساتھ تھے' وہاں ہم قحط میں مبتلا ہو گئے تو حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما ہمیں ایک کھجور دیتے تھے' اسی اثناء میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے (دو دو کھجوروں کو) ساتھ ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے اجازت طلب کر لے۔

(صحیح مسلم:۲۰۴۵' الرقم المسلسل:۵۲۲۷' سنن ابوداؤد:۳۸۳۴' سنن ابن ماجہ:۳۳۳۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج۸ ص۳۰۵' مسند ابویعلیٰ: ۵۷۳۶' تاریخ بغداد ج۷ ص۱۸۰' حلیۃ الاولیاء ج۷ ص۲۳۳' سنن کبریٰ:۶۷۳۰' المعجم الاوسط:۱۲۷۱' مسند احمد ج۲ ص۷ طبع قدیم' مسند احمد:۴۵۱۳۔ ج۸ ص۱۰۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ساتھیوں کی اجازت سے دو دو کھجوریں ملا کر کھانے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اجازت صرف اپنی ملکیت میں دی جائے گی جیسا کہ گوشت کے مالک نے اس شخص کو اجازت دی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آیا تھا' پس اس کے لیے اس طعام سے کھانا جائز ہو گیا' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی ہے کہ جب چند آدمی مل کر کھجوریں کھا رہے ہوں اور وہ کسی ایک آدمی کو کھجوریں ملا کر کھانے کی اجازت دے دیں تو اس کے لیے دو دو کھجوریں ملا کر کھانا جائز ہے اور اس کے بغیر کھجوریں ملا کر کھانا جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٧٨-٧٧ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کی ممانعت کی توجیہات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے' اس ممانعت کی علت کی دو وجہیں ہیں: پہلی وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما نے یہ کہا ہے کہ یہ فعل قبیح ہے اور یہ آدمی کی حرص پر دلالت کرتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ کھجوریں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی ملکیت تھیں اور حضرت ابن الزبیر نے ان کو برابر برابر کا مالک بنا دیا تھا تو جو شخص دو دو کھجوریں ملا کر کھائے گا' وہ دوسروں سے زیادہ کھائے گا لیکن جب کھجوریں کسی ایک آدمی کی ملکیت ہوں تو وہ جس طرح چاہے ان کھجوروں کو کھا سکتا ہے' جس طرح روایت ہے کہ حضرت سالم مٹھی بھر بھر کر کھجوریں کھاتے تھے ایک قول یہ ہے کہ جب طعام اتنا ہو کہ وہ سب سیر ہو کر کھا سکیں تو پھر ان میں کسی ایک آدمی کے لیے جائز ہے کہ وہ جس طرح چاہے کھائے۔

دو دو کھجوریں ملا کر کھانے میں مذاہب فقہاء

اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانا مطلقاً حرام ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' صحیح یہ ہے کہ اگر کسی نے چند آدمیوں کو کھجوریں مل کر کھانے کے لیے دی ہوں اور ان میں سے کسی ایک کو دو دو کھجوریں ملا کر کھانے کی اجازت نہ دی ہو تو پھر کسی ایک کا دو دو کھجوریں ملا کر کھانا مکروہ تحریمی ہے' اور اگر کسی کو اجازت دی ہو یا دہ کھجوریں سب کے سیر ہونے کے لیے کافی ہوں تو پھر کسی ایک کا دو دو کھجوریں ملا کر کھانا مکروہ تنزیہی اور خلافِ ادب ہے کیونکہ یہ فعل اس کی زیادہ حرص پر دلالت کرتا ہے۔

دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کی ممانعت کا منسوخ ہونا

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب کسی آدمی نے طعام لا کر رکھ دیا تو کھانے والے اس طعام کے مالک ہیں یا نہیں؟ اگر ہم یہ کہیں کہ اس کے طعام رکھنے سے وہ سب اس طعام کے مالک ہو گئے ہیں تو پھر کسی ایک کا دوسرے سے زیادہ کھانا حرام ہے' اور اگر ہم یہ کہیں کہ ان میں سے ہر ایک اُس طعام کا مالک ہو گیا ہے تو پھر کسی ایک کا دوسرے سے زیادہ کھانا خلافِ ادب ہے اور مکروہ تنزیہی ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کا حکم دوسری حدیث سے منسوخ ہو گیا ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو دو دو کھجوریں ملا کر کھانے سے منع کیا تھا' اب اللہ نے تم پر وسعت کر دی ہے' سو اب تم دو دو کھجوریں ملا کر کھا لیا کرو۔

(المعجم الاوسط: ٧٠٦٤' حافظ طبرانی نے کہا: اس حدیث کو عطاء خراسانی سے صرف یزید بن بزیع نے روایت کیا ہے)

امام ابن شاہین المتوفی ٣٨٥ھ نے اس حدیث کو الناسخ والمنسوخ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ جس حدیث میں دو دو کھجوریں ملا کر کھانے کی ممانعت ہے' وہ صحیح الاسناد ہے اور جس حدیث میں اس کی اباحت ہے وہ اتنی قوی نہیں ہے' کیونکہ اس کی سند میں اضطراب ہے اور اگر وہ صحیح حدیث ہو تو پھر وہ ممانعت والی حدیث کی ناسخ ہے۔

(الناسخ والمنسوخ ص ٢٦٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٢ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کی ممانعت کسی اہم چیز کی ممانعت نہیں ہے کیونکہ یہ عبادات اور تکالیف شرعیہ کے باب سے نہیں ہے' یہ دنیاوی مصلحتوں کے قبیل سے ہے' اس لیے اس میں حدیث ثانی کافی ہے' پھر اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کے جواز پر امت کا اجماع ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ دو دو کھجوروں کو ملا کر کھانے کی مُمانعت اس وقت تھی جب مسلمان تنگ دست تھے اور خوراک کا حصول مشکل تھا' تو آپ نے فقراء' ضعفاء اور مساکین کی جانب کی رعایت کرتے ہوئے دو دو کھجوریں ملا کر کھانے سے منع فرمایا اور لوگوں کو ایثار اور باہمی غم گساری کی ترغیب دی اور جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وسعت' فراخی اور کشادگی عطا فرمائی اور کثرتِ فتوحات اور اموالِ غنیمت اور فئے کی بہتات سے مسلمان خوش حال اور غنی ہو گئے تو پھر آپ نے دو دو کھجوریں ملا کر کھانے کی اجازت دے دی۔

(عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٥-٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ بغیر اجازت کے دو کھجوروں کو ملا کر کھانا ظلم ہے۔

٢٤٥٦ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ' عَنِ الْاَعْمَشِ' عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ' عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ یُقَالُ لَهٗ اَبُوْ شُعَيْبٍ' كَانَ لَهٗ غُلَامٌ لَحَّامٌ' فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ شُعَيْبٍ اِصْنَعْ لِیْ طَعَامَ خَمْسَةٍ' لَعَلِّیْ اَدْعُو النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ' وَاَبْصَرَ فِیْ وَجْهِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ' فَدَعَاهُ فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ لَمْ يُدْعَ' فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا قَدِ اتَّبَعَنَا' اَتَاْذَنُ لَهٗ . قَالَ نَعَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابووائل از حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک شخص تھے جن کو ابوشعیب کہا جاتا تھا' ان کا غلام گوشت فروخت کرنے والا تھا' ان سے حضرت ابوشعیب رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے لیے پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کرو' شاید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دوں' آپ پانچ میں سے پانچویں ہوں گے' اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے میں بھوک کے آثار دیکھے تھے' پس انہوں نے آپ کو دعوت دی' آپ کے ساتھ ایک ایسا شخص بھی چلا گیا جس کو دعوت نہیں دی گئی تھی' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص ہمارے ساتھ آ گیا ہے' کیا تم اس کو (بھی) اجازت دیتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں!

اس باب کی حدیثوں کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ مناسبت بیان کرنے میں مصنف کا تفرد

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٨١ میں گزر چکی ہے' اس حدیث کی ''کتاب المظالم والغصب'' سے بہ ظاہر کوئی مناسبت نہیں ہے' تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ ظلم کا معنی ہے: کسی چیز کو اس کے محل کے غیر میں رکھنا' سو جو شخص بن بلائے دعوت میں چلا گیا تھا' وہ مدعو نہیں تھا لیکن اس نے اپنے آپ کو مدعوئین میں شامل کر لیا' اسی طرح اس سے پہلے حدیث میں دو دو کھجوریں ملا کر کھانے کا ذکر ہے' جب کہ ایک ایک کھجور کھانی چاہیے اور دو کھجوریں ملا کر کھانا کسی چیز کو اس کے محل کے غیر میں رکھنا ہے۔

ہم نے جو کہا ہے کہ جو شخص بن بلائے کسی کی دعوت میں چلا جائے' یہ خود کو غیر محل میں رکھنے کی وجہ سے ظلم ہے' اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو دعوت دی گئی اور اس نے (کسی عذر کے بغیر) وہ دعوت قبول نہیں کی تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور جو شخص بغیر دعوت کے کسی کے ہاں چلا گیا تو وہ چور بن کر داخل ہوا اور لٹیرا بن کر نکلا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۴۱، دارالفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ان دونوں حدیثوں کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ مناسبت شرح ابن بطال، عمدۃ القاری، فتح الباری اور انعام الباری کسی میں مذکور نہیں ہے، یہ صرف نعمت الباری کی خصوصیت اور تفرد ہے اور اللہ کا فضل اور اس کا انعام ہے۔

* باب مذکور کی حدیث، شرح صحیح مسلم: ۵۲۶۰۔ ج ۶ ص ۲۰۲ پر مذکور ہے، اس کی شرح کا عنوان ہے: دو دو کھجوریں ملا کر کھانے کا شرعی حکم۔

١٥ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ﴾ (البقرہ: ٢٠٤)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہے (البقرہ: ۲۰۴)

اس آیت میں ''اَلَدُّ'' کا لفظ ہے، اس کا مصدر ''لدد'' ہے، اس کا معنی ہے: جھگڑا کرنا۔

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

مجاہد نے کہا: جو شخص کج بحث، ہٹ دھرم اور ظالم ہو، وہ ''الد الخصام'' ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ تمہارے گناہ گار ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ تم ہمیشہ جھگڑتے رہو۔

(سنن ترمذی: ۱۹۹۴) (الدرالمنثور ج ۱ ص ۵۳۵، دارالفکر، بیروت)

آیت مذکورہ کا شانِ نزول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

السدی نے کہا ہے: یہ آیت اخنس بن شریق الثقفی کے متعلق نازل ہوئی ہے، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اسلام کو ظاہر کیا اور اس کے باطن میں اس کے خلاف تھا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت منافقین کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی ہے، جنہوں نے حضرت خبیب اور دیگران اصحاب رضی اللہ عنہم کی مذمت کی تھی، جو شہید ہو گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے منافقین کی مذمت کی اور حضرت خبیب اور ان کے اصحاب کی مدح کی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت تمام منافقین کی مذمت میں نازل ہوئی ہے۔ یہ قتادہ، مجاہد، ربیع بن انس اور متعدد مفسرین کا قول ہے اور یہی صحیح قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

نیز اس آیت میں ''خصام'' کا لفظ ہے، یہ ''خصم'' کی جمع ہے، اس کا معنی ہے: سخت جھگڑا کرنے والے، اور ''الد الخصام'' کا معنی ہے: جھگڑا کرنے والوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو۔

٢٤٥٧ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَبْغَضَ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: مردوں میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض (ناپسند) وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ جھگڑالو ہو۔

[اطراف الحدیث: ۴۵۲۳۔ ۷۱۸۸]

(صحیح مسلم:٢٦٦٨' الرقم المسلسل:٦٦٧٥' سنن ترمذی:٢٩٨٧' سنن نسائی:٥٤٣٨' سنن کبریٰ:٥٩٨٦' مسند احمد ج٦ص ٦٣ طبع قدیم' مسند احمد:٢٤٣٤٣۔ج٤٠ص ٤٠١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

''ابـغـض'' کا معنی ہے: جس سے سب سے زیادہ بغض ہو اور وہ کافر ہوتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت اخنس بن شریق کے متعلق نازل ہوئی ہے اور وہ پکا منافق تھا' یا یہ زجر اور ڈانٹ ڈپٹ میں تغلیظ کے لیے فرمایا ہے' یا اس سے مراد ایسا شخص ہے جو حرام کو حلال کرنے کے لیے جھگڑ رہا ہو۔

١٦ - بَابُ اِثْمِ مَنْ خَاصَمَ فِیْ بَاطِلٍ وَهُوَ يَعْلَمُهُ

جس نے باطل کی حمایت میں جھگڑا کیا اور اس کو اس کے باطل ہونے کا علم تھا

٢٤٥٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ' عَنْ صَالِحٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ اُمِّ سَلَمَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ اُمَّهَا اُمَّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا' زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهَا' عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ سَمِعَ خُصُوْمَةً بِبَابِ حُجْرَتِهِ' فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ' فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ' وَاِنَّهُ يَاْتِيْنِی الْخَصْمُ' فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ اَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ' فَاَحْسِبُ اَنَّهُ صَدَقَ' فَاَقْضِیَ لَهُ بِذٰلِكَ' فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ' فَاِنَّمَا هِیَ قِطْعَةٌ مِّنَ النَّارِ' فَلْيَاْخُذْهَا اَوْ لِيَتْرُكْهَا.

[اطراف الحدیث:٢٦٨٠۔٦٩٦٧۔٧١٦٩۔٧١٨١۔٧١٨٥]

(صحیح مسلم:١٧١٣' الرقم المسلسل:٤٣٦٤' سنن ابوداؤد:٣٦٠٨' سنن ابن ماجہ:٢٣١٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ ان کو زینب بنت ام سلمہ نے خبر دی کہ ان کو ان کی والدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں' انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرہ کے دروازہ پر جھگڑے کی آواز سنی' آپ ان کی طرف باہر آئے' آپ نے فرمایا: میں صرف بشر ہوں (یعنی خدا اور عالم الغیب نہیں ہوں) اور میرے پاس جھگڑنے والے آتے ہیں' پس ہو سکتا ہے تم میں سے بعض لوگ دوسروں سے زیادہ چرب زبان ہوں اور میں اس کو سچا گمان کرلوں اور اس کی چرب زبانی کی وجہ سے اس کے حق میں فیصلہ کردوں تو اگر میں نے (بالفرض) کسی مسلمان کے حق کا دوسرے کے لیے فیصلہ کر دیا تو وہ آگ کا ٹکڑا ہے خواہ وہ اس کو لے لے خواہ چھوڑ دے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ چرب زبانی سے کسی کے مال کو اپنا مال ثابت کرنا ظلم ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ الاویسی (٢) ابراہیم بن سعد بن عبدالرحمان بن عوف (٣) صالح بن کیسان مؤدب' عمر بن عبدالعزیز کے بیٹے (٤) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (٥) عروہ بن الزبیر بن العوام (٦) حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا یہ ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد کی بیٹی ہیں' ان کا نام برّہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر زینب رکھ دیا (٧) ان کی والدہ سیدتنا (ام المؤمنین) ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں' ان کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٧)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ازخود غیب کو نہ جاننا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میں صرف بشر ہوں یعنی میں الغیب کو اور بواطن اُمور کو (ازخود) نہیں جانتا' جیسا کہ بشریت کے حال کا تقاضا ہے۔ آپ صرف ظاہر کے موافق حکم کرتے تھے اور سرائر (بواطن) کا متولی اللہ تعالیٰ ہے' اور اگر اللہ چاہے تو آپ کو بواطن پر مطلع فرمادیتا ہے' حتیٰ کہ آپ یقین کے ساتھ حکم دیتے ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کی اقتداء کرے' اس لیے آپ نے اپنے احکام کو ظاہر پر محمول کیا تا کہ آپ کی امت خوش دلی سے آپ کی اطاعت کرے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۔ ۷)

یہ ساری عبارت علامہ یوسف کرمانی کی ہے۔ (شرح الکرمانی ج ۱۱ ص ۲۶) اس عبارت کے بعد علامہ کرمانی نے لکھا ہے:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جمہور کی دلیل ہے کہ قاضی کا حکم صرف ظاہر میں نافذ ہوتا ہے اور کسی حرام کو حلال نہیں کرتا' حتیٰ کہ اگر دو گواہ جھوٹی گواہی دیں کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے تو جس کو ان کے جھوٹ کا علم ہو' اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ قاضی کے طلاق کے فیصلہ کے بعد اس عورت سے نکاح کرے' اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا اختلاف ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا یہ قول اس حدیث اور اجماع کے خلاف ہے۔ (شرح الکرمانی ج ۱۱ ص ۲۶' داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ نووی کے اس اعتراض پر ہم آخر میں بحث کریں گے۔

حاکم کے اپنے علم کے متعلق فیصلہ کرنے میں مذاہب فقہاء اور دیگر اہم مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اس امت کے شرف اور عظمت کی وجہ سے ظاہر کے مطابق حکم دیا جاتا ہے' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں صرف اسی کے موافق حکم دیتا ہوں جس کو میں سنتا ہوں' اس میں حصر کیا گیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ میں کوئی حکم نہیں دیتا مگر اس کے موافق جو میں سنتا ہوں' اس مسئلہ میں اختلاف ہے' امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ حاکم اپنے علم سے کسی چیز میں فیصلہ نہیں کرے گا' امام احمد' اسحاق' ابوعبید اور شعبی کا بھی یہی قول ہے۔

اور ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ حاکم اپنے علم کے مطابق ہر چیز میں فیصلہ کرے گا خواہ وہ اموال ہوں یا حدود ہوں' ابوثور کا بھی یہی قول ہے' امام شافعی کا ایک قول بھی یہی ہے اور ایک جماعت نے فرق کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ حاکم نے خصوصاً مجلس قضاء میں جو کچھ سنا ہے' وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے گا' اور مجلس قضاء سے پہلے یا بعد میں جو کچھ سنا ہے' اس کے مطابق فیصلہ نہیں کرے گا اور نہ مجلس قضاء کے غیر میں کوئی فیصلہ کرے گا' جب کہ مجلس قضاء میں کوئی گواہ نہ پیش ہوا ہو۔ یہ اوزاعی اور بعض اصحاب مالک کا قول ہے۔

اور بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ حاکم نے مجلس قضاء میں اور اس کے غیر میں جو کچھ سنا ہے اس کے مطابق فیصلہ کرے گا' نہ فیصلہ سے پہلے اور نہ اس شہر کے غیر میں' خصوصاً اموال میں' یہ امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔

المہلب نے کہا ہے کہ جو شخص چرب زبان ہوتا ہے' وہ اپنے باطل اور جھوٹے مؤقف پر بھی اس طرح دلائل پیش کرتا ہے کہ اس کے حق میں فیصلہ ہو جاتا ہے لیکن اس سے کوئی حرام حلال نہیں ہوتا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرتے تھے' علامہ خطابی نے کہا ہے

کہ یہ محققین کا قول ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مجتہد کا ہر حکم صحیح نہیں ہوتا' اور جب وہ اجتہاد کرے تو اس پر خطاء کا گناہ نہیں ہوتا۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ قاضی کا اپنے ظن پر عمل کرنا جائز ہے جب کہ اس کا گمان یہ ہو کہ اس کا ظن صحیح ہے۔

امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ قاضی کسی مال کی تملیک یا کسی نکاح کے اثبات یا طلاق کے نافذ کرنے کے متعلق جو بھی فیصلہ کرے' اس پر عمل کیا جائے گا خواہ اس کا باطن گواہوں کی گواہی کے خلاف ہو اور قاضی کا فیصلہ کسی چیز کی تملیک کو واجب نہیں کرتا نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہے نہ کسی حلال کو حرام کرتا ہے' یہ امام ابو یوسف کا قول ہے اور دوسرے فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے' انہوں نے کہا ہے کہ وہ جس کی تملیک کا حکم دیتا ہے' وہ باطن کے حکم سے ہے اور جو طلاق کا یا نکاح کا فیصلہ ان گواہوں سے کیا ہو جو ظاہر میں نیک ہوں اور باطن میں ان پر جرح ہو تو ان گواہوں کی بنیاد پر حاکم کا فیصلہ ظاہر اور باطن دونوں اعتبار سے نافذ ہو جاتا ہے اور یہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

امام ابو حنیفہ کے نزدیک جھوٹے گواہوں کی بنیاد پر قاضی کا فیصلہ باطناً نافذ ہونا اور اس میں دوسرے فقہاء کا اختلاف

امام ابو حنیفہ نے جو یہ کہا ہے کہ حاکم گواہوں کی بنیاد پر جو فیصلہ کرے وہ باطن میں بھی نافذ ہو جاتا ہے' خواہ گواہ جھوٹے ہوں' اس میں دوسرے فقہاء کا اختلاف ہے۔

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ٥٩٣ھ لکھتے ہیں:

جس شخص کے اوپر ایک عورت نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ اس نے اس سے نکاح کیا ہے اور اس پر گواہ قائم کر دیئے ہوں اور قاضی نے اس عورت کو اس شخص کی بیوی قرار دے دیا ہو اور واقع میں اس شخص نے اس عورت سے نکاح نہ کیا ہو تو اس مرد کے لیے اس عورت کے ساتھ رہنا جائز ہے' اور اگر وہ عورت اس مرد کو مباشرت کے لیے بلائے تو اس مرد کے لیے اس عورت کے ساتھ مباشرت کرنا جائز ہے' یہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہے' امام ابو یوسف کا بھی پہلا قول یہی تھا' اور ان کا دوسرا قول امام محمد کے موافق ہے اور وہ یہ ہے کہ مرد کے لیے اس عورت سے مباشرت کرنا جائز نہیں ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے' اس لیے کہ قاضی نے فیصلہ میں خطاء کی ہے' کیونکہ گواہ جھوٹے ہیں' پس یہ ایسا ہے جیسے یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ گواہ غلام ہیں یا کافر ہیں' امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ قاضی کے نزدیک گواہ سچے ہیں (کیونکہ قاضی پر ان کا جھوٹ ظاہر نہیں ہوا) اور یہ اس لیے حجت ہے کہ حقیقت صدق پر مطلع ہونا بہت مشکل ہے' اس کے برخلاف کفر اور غلامی پر مطلع ہونا بہت آسان ہے' اور جب قاضی نے یہ فیصلہ حجت کی بناء پر کیا ہے تو اس فیصلہ کو باطن میں نافذ کرنا ممکن ہے کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے نکاح ہو چکا تھا' جس کو جھگڑا ختم کرنے کے لیے اب نافذ کیا ہے' اس کے برخلاف مطلق ملکیت کے دعویٰ میں ایسا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا کیونکہ ملکیت کے اسباب متعدد ہیں (مثلاً ہبہ' وراثت اور خریداری)۔

(ہدایہ اولین ص ٣٣٤' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

امام ابو حنیفہ کے مؤقف پر دلائل

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام متوفی ٨٦١ھ نے امام ابو حنیفہ کی تائید میں یہ حدیث پیش کی ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے حضرت علی کے سامنے اس پر گواہ پیش کیے کہ ایک عورت اس کی بیوی ہے' حضرت علی نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا' اس عورت نے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر میرے لیے اس فیصلہ پر عمل کرنے کے سوا اور

کوئی چارہ کار نہ ہو تو پھر آپ میرا اس سے نکاح کر دیجئے' حضرت علی نے فرمایا: تمہارے ان دونوں گواہوں نے اس سے تمہارا نکاح کر دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ نکاح باطن میں بھی منعقد ہو گیا تھا' کیونکہ اگر یہ نکاح باطن میں منعقد نہ ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس عورت کے مطالبہ پر ان کا نکاح کر دیتے۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۲۴۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (البنایہ ج ٦ ص ۹۰۔ ۸۹' المکتبۃ الحقانیہ' ملتان)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

(المبسوط ج ١٦ ص ۲۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے کہ امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں اس روایت کا ذکر کیا ہے۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۳۹۷) مگر یہ غلط ہے' کتاب الخراج میں یہ روایت نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ کی تائید میں آثارِ صحابہ اور امام ابوحنیفہ کے مؤقف کا حدیث کے مطابق ہونا

امام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جب حاکم کسی عقد کے اثبات کا یا کسی عقد کے فسخ کا گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کرے جب کہ جس کے حق میں فیصلہ کیا گیا ہو' اس کو یہ معلوم ہو کہ یہ جھوٹے گواہ ہیں تو امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جب حاکم گواہوں کی بنیاد پر کسی عقد کے اثبات کا یا کسی عقد کے فسخ کا فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ نافذ ہو گا خواہ وہ گواہ جھوٹے ہوں۔

امام ابوبکر رازی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے قول کی مثل حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور الشعبی سے مروی ہے' امام ابو یوسف نے از عمرو بن المقدام از والد خود یہ روایت کی ہے کہ کسی قبیلہ کے آدمی نے ایک ایسی عورت کو نکاح کا پیغام دیا جس سے وہ کم حیثیت کا تھا' اس عورت نے اس مرد سے نکاح کرنے سے انکار کیا' تب اس مرد نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس عورت سے نکاح کر چکا ہے اور اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اس پر دو گواہ بھی پیش کر دیئے' اس عورت نے کہا: میرا اس مرد سے نکاح نہیں ہوا' حضرت علی نے فرمایا: ان دو گواہوں نے تمہارا اس سے نکاح کر دیا اور ان دونوں پر نکاح کو نافذ کر دیا۔

شعبہ بن الحجاج نے زید سے روایت کی ہے کہ دو مردوں نے ایک مرد کے خلاف جھوٹی گواہی دی کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے' تو قاضی نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی' پھر ان دو گواہوں میں سے ایک نے اس عورت سے نکاح کر لیا تو شعبی نے کہا: یہ جائز ہے۔

رہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تو انہوں نے ایک غلام کو اس طور پر فروخت کیا کہ وہ عیب سے بَری ہے' پھر خریدار نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عدالت میں مقدمہ کیا تو حضرت عثمان نے حضرت ابن عمر سے کہا: کیا آپ قسم کھاتے ہیں کہ جب آپ نے اس غلام کو فروخت کیا تھا تو اس میں کوئی عیب نہیں تھا' حضرت ابن عمر نے قسم کھانے سے انکار کیا تو حضرت عثمان نے ان کو غلام واپس کر دیا' پھر حضرت ابن عمر نے یہ غلام زیادہ نفع پر فروخت کر دیا' حضرت ابن عمر نے اس فیصلہ کو تسلیم کر لیا تھا حالانکہ ان کو علم تھا کہ یہ فیصلہ واقع کے خلاف ہے' اور اگر حضرت عثمان کو بھی حضرت ابن عمر کی طرح علم ہوتا تو وہ یہ فیصلہ نہ کرتے اور حضرت ابن عمر کو وہ غلام واپس نہ کرتے' اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابن عمر کا یہ مذہب تھا کہ جب حاکم کسی عقد کو فسخ کر دے تو اس کا یہ فسخ نافذ ہو جاتا ہے اگرچہ واقع میں اس

کے خلاف ہو۔

نیز امام ابوحنیفہ کے مؤقف کے برحق ہونے کی یہ دلیل ہے کہ حاکم اس کا مکلف ہے کہ جب اس کے سامنے دو ایسے گواہ گواہی دیں جن کا ظاہر حال عدل اور نیک ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ ان گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کرے اور اگر اس نے ان گواہوں کی گواہی کے باوجود کسی عقد کے اثبات یا کسی عقد کے فسخ کرنے میں توقف کیا تو وہ گناہ گار ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا ترک کرنے والا ہوگا' کیونکہ اس کو ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنے کا مکلف کیا گیا ہے اور جو چیز باطن اور غیب ہے' اس کا کھوج لگانے اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے کا مکلف نہیں کیا گیا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں صرف بشر ہوں اور میرے پاس جھگڑنے والے آتے ہیں' پس ہو سکتا ہے کہ تم میں سے بعض دوسروں سے زیادہ چرب زبان ہوں اور میں اس کو سچا گمان کرلوں اور اس کی چرب زبانی کی وجہ سے اس کے حق میں فیصلہ کردوں' تو اگر (بالفرض) میں نے کسی مسلمان کے حق کا دوسرے کے لیے فیصلہ کردیا تو وہ آگ کا ٹکڑا ہے' خواہ وہ اس کو لے لے خواہ چھوڑ دے۔ (صحیح البخاری: ۲۴۵۸' صحیح مسلم: ۱۷۱۳) (احکام القرآن ج ۱ ص ۲۵۳۔ ۲۵۲ ملخصاً وموضحاً' سہیل اکیڈمی' ۱۴۰۰ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ' شعبہ بن الحجاج اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ان آثار میں امام ابوحنیفہ کے اس مؤقف پر واضح دلیل ہے کہ حاکم کا فیصلہ ظاہر اور باطن دونوں میں نافذ ہو جاتا ہے' وللہ الحمد۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر بہت زیادہ تفصیل سے لکھا ہے جیسا کہ ابھی ہم اس حدیث کی شرح کے عنوان بیان کریں گے تو واضح ہو جائے گا۔

حدیث مذکور کے شرح صحیح مسلم میں بیس مباحث

باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۳۵۹۔ ج ۵ ص ۸۶ پر مذکور ہے' اس شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بشر اور نور ہونے کی تحقیق (۲) نبی کی حقیقت کا عام انسانوں کی حقیقت سے ممتاز ہونا (۳) نبی کی خصوصیات (۴) نبی کے چھیالیس امتیازات (۵) نبی اور غیر نبی کا فرق (۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کا بیان (۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسی نورانیت اور حسن و جمال (۸) بشریت کا نورانیت سے افضل ہونا (۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے مثل ہونا (۱۰) قرآن مجید کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اوّل الخلق ہونا (۱۱) احادیث کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے مثل ہونا (۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوّل الخلق ہونے کے بارے میں علماء کے نظریات اور مصنف کا مؤقف (۱۳) مخلوق کی طرف علم غیب کی نسبت کی تحقیق (۱۴) قرآن اور سنت کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی وسعت (۱۵) فقہاء اسلام کے اقوال کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی وسعت (۱۶) قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے میں مذاہب ائمہ (۱۷) قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے میں فقہاء احناف کا مؤقف (۱۸) جن صورتوں میں فقہاء احناف کے نزدیک قضاء ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاتی ہے (۱۹) فقہاء احناف کے نزدیک قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے کی شرائط (۲۰) قضاء باطن کے نفاذ میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور فقہاء احناف کے دلائل کا تجزیہ۔

* یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۱۲۱۔ ۸۷ پر پھیلی ہوئی ہے اور میرا گمان ہے کہ اس حدیث کی شرح میں کسی شارح نے اتنے مباحث اور مطالب بیان نہیں کیے۔ وذالك فضل الله يؤتيه من يشاء.

۱۷ - بَابُ إِذَا خَاصَمَ فَجَرَ — جس شخص نے جھگڑا کیا' پس بدزبانی کی

اس حدیث میں ''فجر'' کا لفظ ہے' یہ ''فجور'' سے ماخوذ ہے' ''فجور'' کا معنی ہے: جھوٹ بولنا' اور اللہ اور رسول کی نافرمانی کرنا' اصل میں ''فجور'' کا معنی ہے: کسی چیز کو پھاڑنا اور کھولنا' جب پانی کسی چیز کو پھاڑ دے تو کہتے ہیں: ''فجر الماء'' اسی

طرح جب کسی معصیت کو کھولے تو کہتے ہیں: ''فجر الصبح''۔

٢٤٥٩ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا، اَوْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْ اَرْبَعَةٍ، كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن خالد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے خبر دی از شعبہ از سلیمان از عبداللہ بن مرہ، از مسروق از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: چار خصلتیں جس میں ہوں وہ منافق ہوگا، اور جس میں ان چار خصلتوں میں سے ایک خصلت ہو، اس میں ایک نفاق کی خصلت ہوگی حتیٰ کہ وہ اس خصلت کو چھوڑ دے، وہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب عہد کرے تو اس کو توڑ دے اور جب جھگڑا کرے تو بدزبانی کرے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٤ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ بدزبانی کرنا بھی ظلم ہے۔

١٨ - بَابُ قِصَاصِ الْمَظْلُوْمِ اِذَا وَجَدَ مَالَ ظَالِمِهٖ

مظلوم کو اگر ظالم کا مال مل جائے تو وہ اپنا بدلہ لے سکتا ہے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کا مال ظلماً لیا ہو، پھر مظلوم اس ظالم کے مال پر قابض ہو تو وہ اس مال میں سے اپنے حق کی مقدار لے سکتا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يُقَاصُّهُ، وَقَرَاَ ﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ﴾ (النحل:١٢٦).

اور ابن سیرین نے کہا: وہ اس مال سے اپنا بدلہ لے لے اور یہ آیت پڑھی: اور اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے۔ (النحل:١٢٦)

اس آیت کے شانِ نزول میں یہ روایت بیان کی گئی ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ اُحد کے دن ٦٤، انصار شہید ہوئے اور ٦ مہاجرین شہید ہوئے، ان میں سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کو کفار نے مثلہ کیا تھا (یعنی ان کے اعضاء کاٹ دیئے تھے) تب انصار نے کہا: اگر کسی دن ہمیں موقع ملے گا تو ہم بھی ان کے ساتھ اسی طرح کر کے دکھا دیں گے، پھر فتح مکہ کے دن اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دینا جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے۔

(سنن ترمذی: ٣١٢٩، صحیح ابن حبان: ٤٨٧، المستدرک ج ٢ ص ٣٥٩۔ ٣٥٨، دلائل النبوۃ ج ٣ ص ٢٨٩، المعجم الکبیر: ٢٩٣٧)

اس آیت سے یہ بات نکلتی ہے کہ اگر کسی شخص نے تم سے کوئی چیز چھینی ہے تو تم بھی اس سے اتنی ہی چیز لے سکتے ہو۔

٢٤٦٠ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ بْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے

رَبِیْعَةَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اَبَا سُفْیَانَ رَجُلٌ مِّسِّیْكٌ، فَهَلْ عَلَیَّ حَرَجٌ اَنْ اُطْعِمَ مِنَ الَّذِیْ لَهٗ عِیَالَنَا؟ فَقَالَ لَا حَرَجَ عَلَیْكِ اَنْ تُطْعِمِیْهِمْ بِالْمَعْرُوْفِ.

بیان کیا کہ حضرت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ آئیں اور کہا: یارسول اللہ! ابوسفیان کنجوس آدمی ہیں' کم خرچ دیتے ہیں کیا مجھ پر کوئی حرج ہے کہ میں اپنے عیال کو ان کے مال سے کھلاؤں؟ تو آپ نے فرمایا: اگر تم ان کو دستور کے مطابق کھلاؤ تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۱۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا اپنے عیال کے گزارے سے حضرت ہند کو کم خرچ دینا' ایک طرح کا ظلم ہے تو آپ نے حضرت ہند کو اجازت دی کہ حضرت ابوسفیان کے مال سے اتنا خرچ لے لیا کریں جو دستور کے مطابق ان کے گزارے کے لیے کافی ہو' اس سے معلوم ہوا کہ جب مظلوم کو ظالم کا مال مل جائے تو وہ اس سے اپنے حق کے مطابق لے سکتا ہے۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف کہ اگر کسی حق دار کو کسی کے پاس اپنی چیز مل جائے تو وہ اس کو لے سکتا ہے یا نہیں؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جس شخص کے پاس امانت رکھوائی گئی ہے اگر وہ امانت کو دینے سے انکار کر دے اور امانت رکھوانے والے کو اس کا مال مل جائے تو آیا وہ اپنے حق کے برابر اس کے مال سے لے سکتا ہے یا نہیں۔

اس مسئلہ میں امام مالک کے دو قول ہیں: ابن القاسم نے امام مالک سے یہ روایت کی ہے: ایسا نہ کیا جائے۔ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو تمہارے پاس امانت رکھے' اس کی امانت ادا کر دو اور جو تمہارے ساتھ خیانت کرے' اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۴۱۴' المعجم الکبیر: ۷۶۰' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۴۵)

اور زیاد نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ مظلوم کے لیے جائز ہے کہ وہ ظالم کے مال سے اپنے حق کے برابر لے لے اور زیادہ نہ لے' اور یہی امام شافعی کا قول ہے اور انہوں نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ جب منکر کے مال پر قرض نہ ہو تو اسے جب اس کے مال سے اپنا حق لینے کا موقع ملے تو اس کے مال سے اپنے حق کے برابر وصول کر لے اور اگر اس کے مال پر قرض ہو تو وہ اسی تناسب سے لے گا جس تناسب سے دوسرے قرض خواہ لے رہے ہیں' مثلاً اگر دوسرے قرض خواہ اپنے کل مال کا ساٹھ فی صد لے رہے ہیں تو وہ بھی اپنے حق کا ساٹھ فی صد لے گا۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ وہ سونے سے سونے کو لے گا اور چاندی سے چاندی کو اور ناپ والی چیز سے ناپ والی چیز کو لے گا اور وزنی چیز سے وزنی چیز کو لے گا اور ان کے علاوہ سے نہیں لے گا اور امام زفر نے کہا ہے کہ وہ قیمت کے عوض میں سامان کو لے سکتا ہے۔ متاخرین احناف نے امام شافعی کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۵۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث کے دیگر فوائد یہ ہیں کہ باپ پر اولاد کا اتنا خرچ واجب ہے جو ان کی ضروریات کے لیے کافی ہو' اور یہ کہ ضرورت کی وجہ سے اجنبی عورت کا کلام سننا جائز ہے اور ضرورت کے موقع پر کسی کا عیب بیان کرنا جائز ہے جیسے حضرت ہند نے بتایا کہ حضرت ابوسفیان بخیل آدمی ہیں' پورا خرچ نہیں دیتے۔ جو لوگ قضاء علی الغائب کے قائل ہیں' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں' لیکن ان کا استدلال دو وجہوں سے فاسد ہے' اول اس لیے کہ اس حدیث میں فتویٰ کا ذکر ہے' فیصلہ کا ذکر نہیں ہے اور ثانی اس لیے کہ

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اس مجلس سے غائب تھے اس شہر سے غائب نہیں تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٢٤٦١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيْدُ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْنَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ لَّا يَقْرُوْنَنَا فَمَا تَرٰى فِيْهِ؟ فَقَالَ لَنَا اِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَاُمِرَ لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوْا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلُوْا فَخُذُوْا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ. [طرف الحدیث: ٦١٣٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یزید نے حدیث بیان کی از ابی الخیر از عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: آپ ہمیں (صدقات وصول کرنے کے لیے) بھیجتے ہیں ہم ایک قوم کے پاس جا کر ٹھہرتے ہیں وہ ہماری ضیافت نہیں کرتے آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ نے ہم سے فرمایا: اگر تم کسی قوم کے پاس ٹھہرو پس تمہارے لیے اس چیز کا حکم کیا جائے جو مہمان کے لیے چاہیے تو اس کو قبول کرلو اور اگر وہ تمہاری ضیافت نہ کریں تو تم ان سے اتنا لے لو جتنا مہمان کا حق ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۷۲۷ الرقم المسلسل: ۴۴۰۷ سنن ابوداؤد: ۳۷۵۲ سنن ترمذی: ۱۵۸۹ سنن ابن ماجہ: ۳۶۷۶ الادب المفرد: ۷۴۵ شرح مشکل الآثار: ۲۸۱۴ صحیح ابن حبان: ۵۲۸۸ المعجم الکبیر: ۷۶۶۔ ج ۱۷ ص ۲۷۸ سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۹۷ شرح السنۃ: ۳۰۰۳ مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۹ طبع قدیم مسند احمد: ۱۷۳۴۵۔ ج ۲۸ ص ۵۷۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ بغیر کسی شرعی جواز کے کسی مسلمان کا مال کھانا ظلم ہے۔

مہمان کی ضیافت کے وجوب میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے ظاہر میں یہ ثبوت ہے کہ مہمان کی ضیافت کرنا واجب ہے اور اگر صاحب خانہ ضیافت نہ کرے تو مہمان کا اس سے ضیافت کی مقدار کو جبراً وصول کرنا جائز ہے لیث کا مطلقاً یہی مذہب ہے اور امام احمد نے کہا ہے کہ یہ حدیث خانہ بدوشوں کے متعلق ہے دیہاتوں اور شہروں کے متعلق نہیں ہے انہوں نے ضیافت کے وجوب پر درج ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابوکریمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مہمان کی رات کی ضیافت کرنا ہر مسلمان پر حق واجب ہے پس جس نے اس کے گھر میں صبح کی تو (رات کی مہمانی) اس پر قرض ہے وہ اگر چاہے تو اس کا تقاضا کرے اور اگر چاہے تو ترک کر دے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۵۰ سنن ابن ماجہ: ۳۶۷۷)

حضرت مقدام ابوکریمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مہمان کسی قوم کے پاس گیا اور صبح کو محروم اٹھا تو ہر مسلمان پر حق ہے کہ اس کی مدد کرے حتیٰ کہ اس کی رات کی ضیافت اس کے کھیت اور مال سے لے لی جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۷۵۱)

مہمان کی ضیافت کے واجب نہ ہونے کے متعلق احادیث

جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مہمان کی ضیافت کرنا سنت ہے واجب نہیں ہے امام طحاوی نے کہا ہے کہ پہلے ضیافت کرنا واجب تھا

پھر اس کا وجوب منسوخ ہو گیا' اور ان کا استدلال ان احادیث سے ہے:

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا اصحاب کہیں گئے حتیٰ کہ بھوک کی شدت سے قریب تھا کہ میری سماعت اور بصارت چلی جاتی' ہم نے اپنے آپ کو لوگوں پر پیش کیا لیکن کسی نے ہماری ضیافت نہیں کی' پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم کو شدید بھوک لگی تھی' ہم نے اپنے آپ کو لوگوں پر پیش کیا' پس کسی نے ہماری ضیافت نہیں کی تو ہم آپ کے پاس آئے ہیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اپنے گھر لے گئے وہاں آپ کے پاس چار بکریاں تھیں' پس آپ نے فرمایا: اے مقداد! ان کا دودھ دوہو اور دودھ کے حصے کرو' ہر دو ساتھیوں کو ایک حصہ دو۔ (الحدیث بطولہ) (شرح معانی الآثار: ٦٥٠٢)

امام طحاوی فرماتے ہیں:

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی کسی نے ضیافت نہیں کی حالانکہ ان کو شدید بھوک لگی ہوئی تھی' پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو ملامت نہیں کی جنہوں نے ان کی ضیافت نہیں کی تھی۔

عبداللہ بن السائب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے صاحب کا سامان نہ لے' مذاق سے نہ سنجیدگی سے اور جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی لاٹھی لے تو وہ اس کو واپس کر دے۔

(سنن ابوداؤد: ٥٠٠٣' سنن ترمذی: ٢١٦٠' مسند احمد ج ٤ ص ٢٢١' شرح معانی الآثار: ٦٥٠٤)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے ضیافت میں اس حدیث پر عمل کیا ہے:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت سعد بن ابی وقاص کے ساتھ تھا' پس ایک کسان کے گھر میں ہمیں رات آ گئی' وہاں اونٹ کے اوپر سامان لدا ہوا تھا' تو مجھ سے حضرت سعد نے کہا: اگر تم برحق مسلمان ہو تو اس سامان میں سے کچھ نہ کھانا' پھر ہم نے وہ رات بھوکے گزاری۔ (شرح معانی الآثار: ٦٥٠٥)

امام طحاوی فرماتے ہیں:

یہ حضرت سعد بن ابی وقاص ہیں' جو فرماتے ہیں کہ اگر تم برحق مسلمان ہو تو اس سامان سے کچھ نہ کھانا' اس سے معلوم ہوا کہ ان کو یہ علم تھا کہ ضیافت کا حق وصول کرنا' اسلام کے احکام میں سے نہیں ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ٤ ص ٤٥۔ ٤٤' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

جن احادیث سے مہمان کی ضیافت کا وجوب ثابت ہوتا ہے' ان کے محامل

جن احادیث میں مہمانوں کی ضیافت کو واجب قرار دیا گیا ہے' ان کے جواب میں کہا گیا ہے کہ یہ اوّل اسلام پر محمول ہیں' اس وقت ایک دوسرے کی غم گساری کرنا واجب تھی' پھر جب فتوحات کی کثرت ہوئی اور مسلمانوں پر خوش حالی آ گئی تو یہ وجوب منسوخ ہو گیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجتے تھے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہ حکم اس وقت تھا' جب مسلمانوں کا کوئی بیت المال نہیں تھا لیکن آج کل عاملین کو بیت المال سے رزق دیا جاتا ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ضیافت کا وجوب اہل ذمہ پر تھا' حضرت عمر نے جب شام کے نصاریٰ پر جزیہ مقرر کیا تو ان پر لازم کیا کہ جو ان کے پاس مسلمان آئیں' وہ ان کی ضیافت کریں۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ درج ذیل آیت سے یہ حکم منسوخ ہو گیا:

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ. اورتم ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔

(البقرہ:۱۸۸)

پانچواں جواب یہ ہے کہ یہ حکم صرف اس علاقہ کے لیے ہے جہاں لوگ خیموں میں رہتے تھے اور وہاں گلیاں اور بازار نہیں تھے۔(عمدۃ القاری ج ۱۳ص ۱۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۹ - بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّقَائِفِ چبوتروں اور سائبانوں کے متعلق احادیث

اس باب کے عنوان میں ''سقائف'' کا لفظ ہے'یہ ''سقیفه'' کی جمع ہے'نواب وحیدالزمان نے ''سقیفه'' کا ترجمہ منڈوا کیا ہے۔(تیسیر الباری ج ۳ ص ۵٦۸) اور شیخ محمد راز نے اس کا ترجمہ چوپال کیا ہے۔ (اُردو صحیح بخاری ج ۳ ص ۵۸۳) اور شیخ تقی عثمانی نے اس کا ترجمہ چھپر کیا ہے۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۵۵۷) لیکن موجودہ دور میں یہ الفاظ متروک ہو چکے ہیں اور اب مناسب یہ ہے کہ ''سقیفه'' کا ترجمہ چبوترہ یا سائبان کیا جائے۔

امام بخاری نے اس عنوان کو لاکر یہ اشارہ کیا ہے کہ مسلمان کے لیے عام جگہوں پر بیٹھنا جائز ہے جب کہ وہ اس جگہ کے حقوق ادا کرتا رہے'وہ اپنی نظریں نیچی رکھے' سلام کا جواب دے' کسی گم شدہ کو راستہ دکھائے' نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔

وَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ فِي سَقِيْفَةِ بَنِيْ سَاعِدَةَ. اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب بنوساعدہ کے سائبان میں بیٹھے۔

یہ تعلیق صحیح البخاری: ۷۳٤٣ ۵ کی طویل حدیث کا ایک قطعہ ہے۔

٢٤٦٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ ح. وَاَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ حِيْنَ تَوَفَّى اللّٰهُ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَنْصَارَ اجْتَمَعُوْا فِي سَقِيْفَةِ بَنِيْ سَاعِدَةَ، فَقُلْتُ لِاَبِيْ بَكْرٍ انْطَلِقْ بِنَا، فَجِئْنَاهُمْ فِي سَقِيْفَةِ بَنِيْ سَاعِدَةَ. [اطراف الحدیث:۳۴۴۵-۳۹۲۸-۴۰۲۱-٦۸۲۹-٦۸۳۰-۷۳۲۳] (امام بخاری اس روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی (ح) اور مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی از حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض فرمائی تو بنوساعدہ کے سائبان میں انصار جمع ہوئے تو میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ہم بھی وہاں چلیں' پس ہم بنوساعدہ کے سائبان میں آئے۔

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مناسبت پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں وارد کرنے پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بنوساعدہ کے سائبان میں گئے' اس میں کون سی ظلم کی بات ہے جو اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں درج کیا ہے؟ علامہ کرمانی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کسی عام مجلس میں جا کر بیٹھنا جائز ہے اور ظلم نہیں ہے۔ علامہ عینی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس پر وہ اعتراض ہے جو اسی سے سمجھ میں آ رہا ہے۔ (اور غالباً وہ اعتراض یہ ہے کہ یہ ظلم نہیں ہے بلکہ ظلم کی ضد ہے۔سعیدی غفرلہٗ) (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۳' دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٢٠ - بَابٌ لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ اَنْ يَّغْرِزَ خَشَبَةً فِيْ جِدَارِهٖ

کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی رکھنے سے منع نہ کرے

٢٤٦٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ اَنْ يَّغْرِزَ خَشَبَةً فِيْ جِدَارِهٖ. ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ مَالِيْ اَرَاكُمْ مُعْرِضِيْنَ، وَاللّٰهِ لَاَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ اَكْتَافِكُمْ. [اطراف الحدیث: ٥٦٢٧-٥٦٢٨]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی رکھنے سے منع نہ کرے' پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ فرماتے تھے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ میں تم کو اس حکم سے اعراض کرتے ہوئے دیکھتا ہوں! اللہ کی قسم! (اگر تم نہ مانے تو) میں یہ لکڑی تمہارے کندھوں کے درمیان رکھ دوں گا۔

(صحیح مسلم: ١٦٠٩' الرقم المسلسل: ٤٠٢٢' سنن ابوداؤد: ٣٦٣٤' سنن ابن ماجہ: ٢٣٣٥' سنن ترمذی: ١٣٥٣' سنن بیہقی ج ٦ ص ٦٨' مسند احمد ج ٢ ص ٢٤٠ طبع قدیم' مسند احمد: ٧٢٧٩- ج ١٢ ص ٢٢٢' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی رکھنے نہ دینا ظلم ہے۔

پڑوسی کی دیوار پر لکڑی رکھنے کے مسئلہ میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے' ایک قوم نے کہا ہے کہ پڑوسی کی لکڑی کو اپنی دیوار پر رکھنا مستحب ہے' واجب نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہی مذہب ہے۔

بعض علماء نے کہا: اگر پڑوسی اجازت طلب کرے کہ وہ اپنی لکڑی کو تمہاری دیوار پر رکھ لے تو پھر یہ واجب ہے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر اس کی لکڑی دیوار پر رکھنے سے تمہاری دیوار یا مکان کو ضرر نہ پہنچے تو پھر یہ واجب ہے ورنہ مستحب ہے' امام شافعی' امام احمد' داؤد ظاہری' ابوثور اور محدثین کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے' اور یہی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

امام شافعی نے از امام مالک سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ الضحاک بن خلیفہ نے محمد بن مسلمہ سے سوال کیا کہ وہ ایک نہر نکالنا چاہتے ہیں جو محمد بن مسلمہ کی زمین سے گزرے گی تو ضحاک نے اس سے منع کیا' انہوں نے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو حضرت عمر نے فرمایا: وہ ضرور وہاں سے گزرے گی خواہ اس کو تمہارے پیٹ سے گزرنا پڑے' حضرت عمر نے اس حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول کیا ہے اور اس کو ہر اس صورت میں جاری کیا ہے' جب ایک شخص کو اپنے نفع کے لیے دوسرے پڑوسی کی زمین کی ضرورت پڑے۔

پڑوسی کی دیوار پر تصرف کے مسئلہ میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ' اور امام شافعی کا اس مسئلہ میں مشہور قول

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

جن لوگوں کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے کہ میں تم کو اس حکم سے اعراض کرتے ہوئے دیکھتا ہوں' اللہ کی قسم! میں

یہ لکڑی تمہارے کندھوں کے درمیان رکھ دوں گا' اگر یہ حکم واجب ہوتا تو حضرات صحابہ اس سے بے خبر نہ ہوتے اور صحابہ اس قدر زیادہ تھے کہ وہ اس حکم سے ناواقف نہ ہوتے اور یہ کیوں نہیں ہوسکتا کہ جن کے متعلق حضرت ابو ہریرہ نے یہ کہا تھا وہ غیر فقہاء ہوں' بلکہ یہی متعین ہے کیونکہ اگر وہ فقہاء صحابہ ہوتے تو حضرت ابو ہریرہ ان کے متعلق ایسا کلام نہ کہتے۔ امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ یہ حکم واجب ہے کیونکہ حضرت عمر نے یہ فیصلہ کیا اور ان کے زمانہ کے لوگوں میں سے کسی نے اس حکم کی مخالفت نہیں کی' پس واضح ہو گیا کہ اس حکم کا وجوب صحابہ کے اتفاق سے تھا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۹۷ ' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ محض ایک دعویٰ ہے جو دلیل قائم کرنے کا محتاج ہے' امام شافعی کے جدید دو قول ہیں: ان میں سے مشہور قول یہ ہے کہ یہ مالک کی اجازت پر موقوف ہے' اگر مالک اپنی دیوار پر لکڑی نہ رکھنے دے تو اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا' اور یہی ہمارے اصحاب کا قول ہے اور جن احادیث میں اس لکڑی کو پڑوسی کی دیوار پر رکھنے کا حکم ہے' وہ استحباب پر محمول ہیں اور جن احادیث میں اس کی ممانعت ہے' وہ تنزیہہ پر محمول ہیں تا کہ ان احادیث کی ان احادیث کے ساتھ تطبیق ہو' جن احادیث میں مسلمان کے مال کو اس کی مرضی کے بغیر حرام قرار دیا ہے' اور یہ اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت جبریل مسلسل پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو وارث بھی قرار دیں گے اور جس طرح آپ نے فرمایا: اس شخص کا ایمان (کامل) نہیں ہے جو رات شکم سیر ہو کر سوئے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۵ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۱ - بَابُ صَبِّ الْخَمْرِ فِي الطَّرِيقِ　شراب کو راستہ میں انڈیل دینا

ابتداء اسلام میں شراب کو راستہ میں گرا دینا ممنوع نہیں تھا' لیکن بعد میں جب شراب کی نجاست کو بیان کر دیا گیا تو یہ ممنوع ہو گیا کیونکہ اس سے گلیاں اور بازار نجس ہو جاتے ہیں اور سحنون مالکی نے اس سے بھی منع کیا ہے کہ جس کنویں میں چوہا گر گیا ہو اس کے پانی کو راستہ پر گرایا جائے تو شراب کو راستہ میں گرانا تو بہ طریق اولیٰ ممنوع ہوگا' کیونکہ جب راستہ پر شراب گری ہو گی یا نجس پانی گرا ہو گا تو گزرنے والوں کے کپڑے نجس ہونے کے خطرے میں ہوں گے۔

٢٤٦٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ اَبُوْ يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَنَا عَفَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ' عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ فِيْ مَنْزِلِ اَبِيْ طَلْحَةَ' وَكَانَ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيخَ' فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِيْ اَلَا اِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ' قَالَ فَقَالَ لِيْ اَبُوْ طَلْحَةَ اُخْرُجْ فَاَهْرِقْهَا' فَخَرَجْتُ فَهَرَقْتُهَا' فَجَرَتْ فِيْ سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ' فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ قَدْ قُتِلَ قَوْمٌ وَهِيَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ! فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا﴾ (المائدہ: ۹۳) الْاٰيَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الرحیم ابو یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عفان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں لوگوں کو خمر (شراب) پلا رہا تھا اور وہ خمر اس وقت فضیخ (کچی کھجوروں یا انگوروں کا شیرہ) تھی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے منادی نے اعلان کیا کہ سنو! خمر (شراب) کو اب حرام کر دیا گیا ہے' پھر مجھ سے حضرت ابوطلحہ نے کہا: اٹھو! اور شراب کو بہا دو' پس میں نکلا اور میں نے شراب کو بہا دیا' پھر شراب مدینہ کی گلیوں میں بہہ رہی تھی' پھر کچھ لوگوں نے کہا: کئی مسلمان شہید ہو گئے اور شراب ان کے پیٹوں میں تھی' تب یہ آیت نازل

ہوئی: ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ (پہلے) کھاپی
چکے ہیں' اس سے ان پر کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ (المائدہ:۹۳)

[اطراف الحدیث: ۴۶۱۷۔ ۴۶۲۰۔ ۵۵۸۰۔ ۵۵۸۲۔ ۵۵۸۳۔ ۵۵۸۴۔ ۵۶۰۰۔ ۵۶۸۲۔ ۷۲۵۳] [صحیح مسلم: ۱۹۸۰' الرقم المسلسل: ۵۰۲۴' سنن نسائی: ۵۵۴۱' سنن داری: ۶۲' صحیح ابن حبان: ۵۳۰۳' ۶۳' دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۵۴' مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۳۷۶۔ ج ۲۱ ص ۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر کا نام ہے' ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے' یہ بیعت عقبہ' غزوۂ بدر' غزوۂ اُحد اور بعد کے تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے ہیں' یہ نقباء میں سے ایک ہیں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے ہیں' اور شام میں فوت ہوئے تھے' اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے سمندر کے ایک غزوہ میں شرکت کی تھی اور اس میں فوت ہو گئے تھے' پھر سات دن کے بعد ان کو جو جزیرہ ملا' اس میں ان کو دفن کر دیا اور ان سات دنوں میں ان کا جسم متغیر نہیں ہوا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۶)

شراب نوشی کی محفل کے شرکاء

اس مجلس کے شرکاء میں حضرت ابوعبید اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما بھی تھے' جیسا کہ امام بخاری نے ''کتاب الاشربہ'' میں روایت کی ہے' اور امام مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت انس نے کہا: میں کھڑا ہوا حضرت ابوطلحہ' حضرت ابوایوب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی اصحاب رضی اللہ عنہم کو شراب پلا رہا تھا۔ (صحیح مسلم' الرقم المسلسل: ۵۰۲۵) اور امام مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ میں کھڑا ہوا اپنے کئی چچاؤں کو شراب پلا رہا تھا۔ (صحیح مسلم' الرقم المسلسل: ۵۰۲۶) ایک اور روایت میں ہے: میں حضرت ابوطلحہ' حضرت ابودجانہ' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم اور انصار کی ایک جماعت کو شراب پلا رہا تھا۔ (صحیح مسلم' الرقم المسلسل: ۵۰۲۸) ایک اور روایت میں ہے: میں حضرت ابوطلحہ' حضرت ابودجانہ اور حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہم کو مشک کے منہ سے شراب نکال کر پلا رہا تھا۔
(صحیح مسلم' الرقم المسلسل: ۵۰۲۹)

''خمر'' اور ''فضیخ'' کا معنی

اس حدیث میں ''خمر'' کا ذکر ہے' خمر کی اصل ''مخامرہ'' اور ''تخمیر'' ہے اور ''مخامرہ'' کا معنی ڈھانپنا ہے' خمر کو اس لیے خمر کہتے ہیں کہ یہ عقل کو ڈھانپ لیتی ہے' ابن سیدہ نے بیان کیا ہے کہ انگوروں کا کچا شیرہ جو کئی دن پڑے رہنے کے بعد جھاگ چھوڑ دیتا ہے اور نشہ آور ہو جاتا ہے' وہ خمر ہے اور یہی خمر کی حقیقت ہے' اس کے علاوہ بھی اس کے اور متعدد نام ہیں' جن کی تعداد دو سو کے قریب ہے۔

اس میں ''الفضیخ'' کا ذکر ہے' یہ کچی کھجوروں کے کچے شیرہ کا نام ہے۔ امام ابوحنیفہ نے اعراب سے روایت کی ہے کہ انگوروں کے شیرہ کو اور کچی کھجوروں کے شیرہ کو بھی ''الفضیخ'' کہتے ہیں۔

تحریم خمر کی تاریخ اور خمر کو پاک کہنے پر ابن حزم کا ردّ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خمر حرام ہے' امام ابن سعد وغیرہ نے روایت بیان کی ہے کہ خمر ۲ھ کو غزوۂ اُحد کے بعد حرام کی گئی

ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خبر واحد بھی حجت ہے اور یہ کہ شراب کا رکھنا بھی حرام ہے کیونکہ آپ نے شراب کو بہا دینے کا حکم دیا۔

شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ خمر مدینہ کی گلیوں میں بہہ رہی تھی اور صحابہ مدینہ کی گلیوں میں ننگے پیر چلتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ خمر نجس نہیں ہے علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ ابن حزم کی سنگین جرأت ہے کیونکہ قرآن مجید میں خمر کے نجس ہونے کی نص صریح ہے:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ. (المائدہ:۹۰)

خمر (شراب) اور جوا اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض نجس ہیں' شیطانی کاموں سے ہیں' سو تم ان سے اجتناب کرو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۷۔۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ شراب نوشی کی محفل سجانا ظلم ہے' تاہم اس حدیث میں جس محفل کا ذکر ہے' وہ ظلم نہیں تھی۔

۲۲ - بَابُ اَفْنِيَةِ الدُّوْرِ وَالْجُلُوْسِ فِيْهَا وَالْجُلُوْسِ عَلَى الصَّعَدَاتِ

گھروں کے صحن اور راستوں پر بیٹھنا

اس باب میں گھروں میں صحن بنانے کا بیان ہے اور راستوں میں بیٹھنے کا ذکر ہے۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ فَابْتَنٰى اَبُوْ بَكْرٍ مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهٖ' يُصَلِّىْ فِيْهِ وَيَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ' فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَبْنَاؤُهُمْ يَعْجَبُوْنَ مِنْهُ' وَالنَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی' وہ اس میں نماز اور قرآن مجید پڑھتے تھے' انہیں دیکھنے کے لیے مشرکین کی عورتوں اور بچوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی' اور وہ حضرت ابوبکر کے قرآن مجید پڑھنے پر تعجب کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دن مکہ میں تھے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۴۷۶ میں گزر چکی ہے۔

۲٤٦٥ - حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُمَرَ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ' عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ' عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ' عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ عَلَى الطُّرُقَاتِ. فَقَالُوْا مَا لَنَا بُدٌّ' اِنَّمَا هِىَ مَجَالِسُنَا نَتَحَدَّثُ فِيْهَا. قَالَ فَاِذَا اَبَيْتُمْ اِلَّا الْمَجَالِسَ' فَاَعْطُوا الطَّرِيْقَ حَقَّهَا. قَالُوْا وَمَا حَقُّ الطَّرِيْقِ؟ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ' وَكَفُّ الْاَذٰى' وَرَدُّ السَّلَامِ' وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ' وَنَهْىٌ عَنِ الْمُنْكَرِ. [طرف الحدیث:۶۲۲۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معاذ بن فضالہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عمر حفص بن میسرہ نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم لوگ راستوں پر بیٹھنے سے اجتناب کرو' صحابہ نے کہا: ہمارے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے' یہ ہمارے بیٹھنے کی جگہیں ہیں یہاں بیٹھ کر ہم باتیں کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: اگر تمہارے لیے ان راستوں پر بیٹھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے تو تم ان راستوں کا حق ادا کرو' صحابہ نے پوچھا: راستوں کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نظر نیچے رکھنا اور

تکلیف دِہ چیز کو ہٹانا اور سلام کا جواب دینا اور نیک کاموں کا حکم دینا اور بُرے کاموں سے روکنا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۲۱' الرقم المسلسل: ۵۴۵۶' سنن ابوداؤد: ۴۸۱۵' شعب الایمان: ۹۰۸۷-۹۰۸۵' صحیح ابن حبان: ۵۹۵' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۹۴' شرح السنۃ: ۳۳۳۸' الادب المفرد: ۱۱۵۰' شرح مشکل الآثار: ۱۶۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۳۰۹- ج ۱۷ ص ۴۱۱)

مردوں اور عورتوں کو نظریں نیچی رکھنے کا حکم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ ہر مؤمن مرد اور مؤمنہ عورت کی شرم گاہ اور تمام محرمات کو دیکھنے سے نظریں نیچی رکھنی چاہئیں اور ہر اس چیز کو دیکھنے سے احتراز کرنا چاہیے جس کو دیکھنے سے فتنہ کا خطرہ ہو۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اچانک نظر پڑنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنی نظر ہٹالوں۔ (سنن ترمذی: ۲۷۷۶' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۸ طبع قدیم)

ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! ایک نظر کے بعد دوسری نظر مت ڈالو تمہارے لیے صرف پہلی نظر (معاف) ہے اور دوسری نظر تمہارے لیے (معاف) نہیں ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۱۴۹' سنن ترمذی: ۲۷۷۷' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۱' المستدرک ج ۳ ص ۱۲۳' مصنف ج ۱۲ ص ۶۴' سنن دارمی ج ۲ ص ۲۹۸)

راستوں کے حقوق کی تفصیل

نیز اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس کو سلام کیا جائے' اس پر سلام کا جواب دینا واجب ہے' اور نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا لازم ہے اور تکلیف دِہ چیز کو راستہ سے ہٹانا واجب ہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ جو شخص مظلوم ہو اس کی مدد کرنا واجب ہے۔

عبد اللہ بن ابی صفرہ نے کہا: اس حدیث میں بُرائی کے ذرائع کا سد باب فرمایا ہے کیونکہ راستوں پر بیٹھنا نظر اوپر اٹھانے کا ذریعہ ہے اور نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے میں کمی کا ذریعہ ہے' اس لیے آپ نے راستوں پر بیٹھنے سے ہی منع فرما دیا۔ امام طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث میں گھروں میں رہنے کی تلقین فرمائی ہے' تا کہ آدمی ان چیزوں کو دیکھنے سے محفوظ رہے جن کو دیکھنا ممنوع ہے اور ان چیزوں کے سننے سے مامون رہے جن کا سننا مکروہ یا ممنوع ہے۔

حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجالس شیطان کے حلقے ہیں' اگر وہ حق دیکھیں تو اس پر عمل نہ کر سکیں' اگر وہ باطل دیکھیں تو اس کو دور نہ کر سکیں۔

اہل علم اور اہل فضل کو راستہ میں بیٹھنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ راستہ کے حقوق ادا کر سکتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۶ ص ۵۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ جو شخص کسی راستہ سے گزرے اور اس کا حق ادا نہ کرے تو یہ اس کا ظلم ہے۔

۲۳ - بَابُ الْآبَارِ عَلَى الطُّرُقِ إِذَا لَمْ يُتَأَذَّ بِهَا

راستہ میں کنوؤں کو بنانا جب کہ ان سے کسی کو ضرر نہ ہو

٢٤٦٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ بِطَرِيقٍ، اِشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيهَا، فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ، فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ، يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ بَلَغَ مِنِّي، فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهُ مَاءً، فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ. قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ لَأَجْرًا؟ فَقَالَ فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از مالک از سمی جو ابوبکر کے آزاد کردہ غلام ہیں از ابوصالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت ایک آدمی راستہ میں تھا' اس کو شدید پیاس لگی' اس کو ایک کنواں نظر آیا' وہ اس کنویں میں اترا' پس اس نے پانی پیا' پھر وہ کنویں سے باہر نکلا تو ایک کتا ہانپ رہا تھا اور پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا تھا تو اس آدمی نے کہا: اس کتے کو بھی اسی طرح شدید پیاس لگی ہوئی ہے جس طرح مجھے پیاس لگی ہوئی تھی' پھر وہ کنویں میں اترا' پس اس نے موزہ کو پانی سے بھرا' پس کتے کو پانی پلایا تو اللہ نے اس کے اس فعل کی قدر افزائی کی' پس اس کو بخش دیا' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہمارے لیے حیوانات میں بھی اجر ہے؟ پس آپ نے فرمایا: ہر تر جگر والے کے ساتھ (نیکی کرنے کا) اجر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٧٣ میں گزر چکی ہے' تاہم اس حدیث کی "کتاب المظالم" کے ساتھ مناسبت واضح نہیں ہے کیونکہ پیاسے کتے کو پانی پلانا تو ظلم کی ضد ہے۔

علامہ المہلب المتوفی ٤٣٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی مباح زمین میں یا مملوک زمین میں کنواں کھودنا جائز ہے اور اس سے منع نہیں کیا جائے گا کیونکہ کنویں سے پیاسے سیراب ہوتے ہیں اور ضرورت منداس سے پانی حاصل کرتے ہیں' کبھی رات میں اس سے نقصان ہوسکتا ہے کہ اندھیرے میں کوئی انسان یا جانور اس میں گر جائے لیکن اس کا نقصان بہت کم ہے اور اس میں فائدہ بہت زیادہ ہے' اس لیے اس سے منع نہیں کیا جائے گا اور اگر اس سے کسی کا نقصان ہو تو اس کا تاوان نہیں دیا جائے گا۔

(شرح ابن بطال ج ٦ ص ٤٨٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ جو شخص بھی کنواں کھودے وہ اس کی اطراف میں منڈیر بنائے تاکہ کسی نقصان کا خطرہ نہ رہے۔

٢٤ - بَابُ إِمَاطَةِ الْأَذٰى

راستہ سے کسی نقصان دہ چیز کو دور کرنا

وَقَالَ هَمَّامٌ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُمِيطُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ.

اور ہمام نے کہا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم: راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا بھی صدقہ ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ٢٩٨٩ میں مذکور ہے اور یہ تعلیق اس طویل حدیث کا ایک قطعہ ہے۔ علامہ ابن بطال اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مالک نے اس کے موافق یہ حدیث روایت کی ہے کہ ایک شخص راستہ میں جا رہا تھا' اس نے راستہ میں کانٹوں کی ایک شاخ

پڑی دیکھی تو اس نے اس کو وہاں سے ہٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کی قدر افزائی کی اور اس کو بخش دیا۔

(موطأ امام مالک: ۲۹۹ ' دار المعرفۃ بیروت ' ۱۴۲۰ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ راستہ سے کسی تکلیف دِہ چیز کو ہٹا دینا صدقہ کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صدقہ کا معنی ہے کہ جس پر صدقہ کیا ہو اس کو نفع پہنچانا اور جس نے راستہ سے تکلیف دِہ چیز ہٹائی' اس نے اس شخص پر سلامتی کا صدقہ کیا تو اس کو صدقہ کا اجر ملے گا۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ۴۸۶ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۲۴ھ)

٢٥ - بَابُ الْغُرْفَةِ وَالْعُلِّيَّةِ الْمُشْرِفَةِ وَغَيْرِ الْمُشْرِفَةِ فِي السُّطُوْحِ وَغَيْرِهَا

بالا خانے خواہ اتنے بلند ہوں جن سے جھانکا جاسکے یا اتنے بلند نہ ہوں جن سے جھانکا جاسکے خواہ وہ مکان کی چھت پر بنے ہوں یا کسی اور جگہ بنے ہوں

بالا خانوں کے متعلق فقہی احکام بیان کرنے میں علامہ عینی کا تفرد

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

''غـرفـہ'' کا معنی ہے: بالا خانہ' یعنی مکان کی چھت پر کوئی کمرا بنا ہوا ہو' امام بخاری نے جو اس باب کا عنوان لکھا ہے' اس سے بالا خانوں کی چار قسمیں سمجھ میں آتی ہیں:

(۱) مکان کی چھت کے اوپر اتنا بلند کمرا بنا ہو جس سے جھانکا جاسکے (۲) مکان کی چھت کے علاوہ کسی بلند جگہ پر کوئی کمرا بنا ہو جس سے جھانکا جاسکے (۳) مکان کی چھت کے اوپر کوئی کمرا بنا ہوا ہو' جس سے جھانکا نہ جاسکے (۴) مکان کی چھت کے علاوہ کسی بلند جگہ پر کوئی کمرا بنا ہوا ہو' جس سے جھانکا نہ جاسکے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ مکان کی چھت کے اوپر کمرا بنانا مباح ہے' جب کہ اس سے کسی کی پردہ دار خواتین کو جھانک کر نہ دیکھا جائے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ۴۸۹)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی آدمی اپنے مکان کی چھت پر اتنا بلند کمرا بنائے جس سے دوسرے گھروں میں جھانکا جائے تو وہ مباح نہیں ہے' اسی طرح جب وہ مکان کی چھت کے علاوہ کسی بلند جگہ پر کمرا بنائے جس سے دوسروں کے گھروں میں جھانکا جاسکے تو وہ بھی مباح نہیں ہے' اور میں نے صحیح بخاری کے شارحین میں سے کسی کو نہیں دیکھا جس نے اس مقام کی تحقیق کی ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۱ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا یہ لکھنا صحیح ہے' کیونکہ علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸٦ھ نے اس عنوان کی شرح میں کچھ نہیں لکھا۔ (شرح الکرمانی ج ۱۱ ص ۳۳ ' دار احیاء التراث العربی ' بیروت)

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے اس عنوان کی شرح میں کچھ لکھا ہے نہ اس حدیث کی شرح میں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۹۴۷ ' دار المعرفہ بیروت ' ۱۴۲٦ھ)

باقی شارحین علامہ کرمانی اور حافظ ابن حجر کے تابع ہیں' جب انہوں نے کچھ نہیں لکھا تو باقی شارحین نے تو بہ طریق اولیٰ کچھ نہیں لکھا ہے' اس لیے علامہ عینی کا یہ لکھنا صحیح ہے کہ ان کے علاوہ صحیح بخاری کے کسی شارح نے اس کی تحقیق نہیں کی۔

٢٤٦٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے

عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أُطُمٍ مِنْ آطَامِ الْمَدِيْنَةِ، ثُمَّ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرٰى؟ إِنِّيْ أَرٰى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از زہری از عروہ از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قلعوں میں سے کسی قلعہ پر کھڑے ہوکر جھانکا' پھر فرمایا: کیا تم وہ چیزیں دیکھ رہے ہو جن کو میں دیکھ رہا ہوں؟ بے شک میں تمہارے گھروں کے درمیان فتنوں کے وقوع کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں' جیسے (لگاتار) بارش کے قطرے گرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٨٧٨ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو'' کتاب المظالم '' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ بلند قلعہ سے کسی کے گھر میں جھانکنا ظلم ہے۔

''اطم'' اور'' آطام'' کا معنی لکھنے میں شیخ تقی عثمانی کی فاش غلطی

اس حدیث میں مذکور ہے:'' اشرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی اطم من آطام المدینة ''۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قلعوں میں سے کسی قلعہ پر کھڑے ہوکر جھانکا۔

شیخ تقی عثمانی نے اس کے ترجمہ میں لکھا ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ سے جھانکا۔ (انعام الباری ج ٧ ص ١٦١' مکتبۃ الحراء' کراچی)

میں کہتا ہوں کہ'' اطم '' کا معنی ٹیلہ لکھنا غلط ہے' تمام علماء لغت اور شارحین نے اس کا معنی قلعہ یا پتھروں سے بنا ہوا قلعہ لکھا ہے۔

علامہ جار اللہ محمود بن عمر زمخشری متوفی ٥٨٢ھ لکھتے ہیں:

'' الاطم: الحصن '' یعنی قلعہ' حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی جماعت کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے تو آپ نے اس کو دیکھا' وہ بنو مغالہ کے قلعوں کے پاس بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ (الفائق ج ١ ص ٤٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٧ھ)

لغت حدیث کے امام المبارک بن محمد بن الاثیر الجزری المتوفی ٦٠٦ھ لکھتے ہیں:

'' اطم '' کا معنی ہے: بلند عمارت' حدیث میں ہے کہ حضرت بلال بلند عمارت پر کھڑے ہوکر اذان دیتے تھے' اس کی جمع '' آطام '' ہے' جس کا معنی ہے: بلند قلعے' حدیث میں ہے: حتیٰ کہ سورج مدینہ کے بلند اطام (قلعوں) میں چھپ گیا۔

(النہایہ ج ١ ص ٥٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ)

علامہ محمد طاہر گجراتی متوفی ٩٨٦ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (مجمع بحار الانوار ج ١ ص ٨٣' مکتبہ دار الایمان' مدینہ منورہ' ١٤١٥ھ)

المنجد کے دیوبندی مترجمین نے لکھا ہے۔

'' الاطم '' قلعہ' جمع '' اطام ''۔ (المنجد (اُردو) ص ٥٨' دار الاشاعت' کراچی)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ٧٨٦ھ لکھتے ہیں:

'' اطم '' کی جمع '' آطام '' ہے اور یہ اہل مدینہ کے قلعے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ '' اطم '' وہ قلعہ ہے جو پتھروں سے بنا ہوا ہو۔

(شرح الکرمانی ج ١١ ص ٣٣' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

''الاطم'' یہ قلعہ ہے بلند عمارتوں کو ''اطام'' کہتے ہیں۔ (ہدی الساری مع فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۸' دارالمعرفۂ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ ھ نے لکھا ہے: ''اطم'' کا معنی ہے: بلند عمارت جس سے جھانکا جا سکے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مدینہ پر بنے ہوئے قلعے ہیں۔ (ارشاد الساری ج ۵ ص ۵۳۲' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خاتم شُرّاح البخاری علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

''اُطُم'' کی جمع ''آطام'' ہے اور یہ اہل مدینہ کے قلعے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ ''اطم'' وہ قلعہ ہے جو پتھروں سے بنایا گیا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ حسین بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ ھ نے لکھا ہے: ''اطم'' کا معنی ہے: بلند عمارت' اس کی جمع ''اطام'' ہے۔

(شرح الطیبی ج ۱۰ ص ۵۶-۵۵' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۳ھ)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ ھ لکھتے ہیں:

''اطم'' کا معنی ہے: پہاڑ کی چوٹی یا قلعہ یا بلند عمارت۔ (مرقات ج ۹ ص ۲۶۵' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ ھ لکھتے ہیں:

''اُطم'' قصر بلند کو کہتے ہیں اور ہر اس قلعہ کو جس کو پتھروں سے بنایا گیا ہو اور مدینہ منورہ کے گرد ایسے قلعے تھے کہ یہود اور دوسرے لوگ ان میں رہتے تھے' پس حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ان ہی قلعوں میں سے ایک قلعہ پر آئے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۰۳' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

شیخ نورالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ ھ لکھتے ہیں:

''اطم'' کا معنی ہے: بلند جگہ اور اس کا معنی قلعہ بھی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا معنی پتھروں سے بنا ہوا قلعہ ہے۔

(تیسیر القاری ج ۲ ص ۱۷۳' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

غیر مقلد شارحین نے بھی اس کا صحیح معنی لکھا ہے:

شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ ھ اس حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے بلند مکانوں میں سے ایک مکان پر چڑھے۔ (تیسیر الباری ج ۲ ص ۵۷۲' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

شیخ محمد راز میواتی لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک بلند مکان پر چڑھے۔ (ترجمہ و حاشیہ صحیح بخاری ج ۳ ص ۵۸۷' مکتبہ قدوسیہ' لاہور)

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ کسی بلند جگہ کھڑے ہو کر دوسروں کے گھروں میں جھانکنا ظلم ہے۔

٢٤٦٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمْ أَزَلْ حَرِيصًا عَلٰى أَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن ابی ثور نے خبر دی از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں اس

اَسْاَلَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ الْمَرْاَتَيْنِ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، اللَّتَيْنِ قَالَ اللّٰهُ لَهُمَا ﴿إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا﴾ (التحریم:٤). فَحَجَجْتُ مَعَهُ، فَعَدَلَ وَعَدَلْتُ مَعَهُ بِالْإِدَاوَةِ فَتَبَرَّزَ، حَتّٰى جَاءَ فَسَكَبْتُ عَلٰى يَدَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ فَتَوَضَّأَ، فَقُلْتُ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، مَنِ الْمَرْاَتَانِ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اللَّتَانِ قَالَ لَهُمَا ﴿إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللّٰهِ﴾، فَقَالَ وَاعَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَ عُمَرُ الْحَدِيثَ يَسُوقُهُ، فَقَالَ إِنِّي كُنْتُ وَجَارٌ لِي مِنَ الْاَنْصَارِ فِي بَنِي اُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ، وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِينَةِ، وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُولَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَنْزِلُ هُوَ يَوْمًا وَاَنْزِلُ يَوْمًا، فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ مِنْ خَبَرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مِنَ الْاَمْرِ وَغَيْرِهِ، وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَهُ، وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى الْاَنْصَارِ فَإِذَا هُمْ قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ، فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَاْخُذْنَ مِنْ اَدَبِ نِسَاءِ الْاَنْصَارِ، فَصِحْتُ عَلَى امْرَاَتِي فَرَاجَعَتْنِي، فَاَنْكَرْتُ اَنْ تُرَاجِعَنِي، فَقَالَتْ وَلِمَ تُنْكِرُ اَنْ اُرَاجِعَكَ؟ فَوَاللّٰهِ إِنَّ اَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُرَاجِعْنَهُ، وَإِنَّ إِحْدَاهُنَّ لَتَهْجُرُهُ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ. فَاَفْزَعَنِي، فَقُلْتُ خَابَتْ مَنْ فَعَلَ مِنْهُنَّ بِعَظِيمٍ، ثُمَّ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي فَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ، فَقُلْتُ اَيْ حَفْصَةُ، اَتُغَاضِبُ إِحْدَاكُنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ؟ فَقَالَتْ نَعَمْ، فَقُلْتُ خَابَتْ وَخَسِرَتْ، اَفَتَاْمَنُ اَنْ يَغْضَبَ اللّٰهُ لِغَضَبِ رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَهْلِكِينَ؟ لَا تَسْتَكْثِرِي عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تُرَاجِعِيهِ فِي شَيْءٍ وَلَا تَهْجُرِيهِ، وَاسْاَلِينِي مَا بَدَا لَكِ، وَلَا يَغُرَّنَّكِ

پر ہمیشہ حریص رہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے ان دو عورتوں کے متعلق سوال کروں' جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو اچھا ہے) کیونکہ تمہارے دل اعتدال سے کچھ ہٹ چکے ہیں۔ (التحریم:۴) پس میں نے ان کے ساتھ حج کیا' وہ راستے سے ایک طرف ہٹ گئے اور میں بھی پانی کا برتن لے کر گیا' حضرت عمر نے قضاء حاجت کی' پھر میں نے ان کے ہاتھوں پر پانی ڈال کر ان کو وضوء کرایا' پس میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے وہ کون سی دو عورتیں ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تم دونوں اللہ سے توبہ کرو (تو اچھا ہے) تب حضرت عمر نے کہا: تم پر تعجب ہے! اے ابن عباس! وہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ شروع سے بیان کیا' انہوں نے بتایا کہ میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی بنی امیہ بن زید (کے محلہ) میں رہتے تھے' یہ مدینہ کی بالائی بستیاں ہیں' اور ہم دونوں باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے' ایک دن وہ جاتے تھے اور ایک میں جاتا تھا' پس جب میں جاتا تھا تو میں اس دن کی خبر لے کر آتا تھا کہ کیا حکم نازل ہوا ہے اور جس دن وہ جاتا تو وہ اسی طرح کرتا اور ہم قریش کے لوگ عورتوں پر حاوی رہتے تھے' پس جب ہم انصار کے پاس آئے تو ان لوگوں پر ان کی عورتیں حاوی رہتی تھیں' پھر ہماری عورتیں انصار کی عورتوں کی ریس کرنے لگیں' تو ایک دن میں اپنی بیوی پر چیخا تو اس نے بھی اسی طرح مجھ کو پلٹ کر جواب دیا' مجھے اس کا یہ جواب دینا بہت معیوب لگا' اس نے کہا: آپ میرے چیخ کر جواب دینے سے حیران کیوں ہو رہے ہیں؟ پس اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج بھی آپ کو پلٹ کر جواب دیتی ہیں اور ان میں سے کوئی آپ کو سارا سارا دن چھوڑے رکھتی ہے حتیٰ کہ رات کو بھی۔ میں یہ سن کر گھبرا گیا' میں نے کہا: ان میں سے جس نے یہ کام کیا وہ بہت ناکام ہوگئی' پھر میں نے اپنے کپڑے بدلے اور میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا' میں نے پوچھا: اے حفصہ! کیا تم میں سے کوئی ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ اَوْضَاَ مِنْكِ وَاَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ عَائِشَةَ وَكُنَّا تَحَدَّثْنَا اَنَّ غَسَّانَ تُنْعِلُ النِّعَالَ لِغَزْوِنَا، فَنَزَلَ صَاحِبِيْ يَوْمَ نَوْبَتِهِ، فَرَجَعَ عِشَاءً، فَضَرَبَ بَابِيْ ضَرْبًا شَدِيْدًا، وَقَالَ اَنَائِمٌ هُوَ؟ فَفَزِعْتُ، فَخَرَجْتُ اِلَيْهِ، وَقَالَ حَدَثَ اَمْرٌ عَظِيْمٌ، قُلْتُ مَا هُوَ اَجَاءَتْ غَسَّانُ؟ قَالَ لَا، بَلْ اَعْظَمُ مِنْهُ وَاَطْوَلُ، طَلَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءَهُ، قَالَ قَدْ خَابَتْ حَفْصَةُ وَخَسِرَتْ، كُنْتُ اَظُنُّ اَنَّ هٰذَا يُوْشِكُ اَنْ يَّكُوْنَ، فَجَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِيْ فَصَلَّيْتُ صَلٰوةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلَ مَشْرُبَةً لَهُ فَاعْتَزَلَ فِيْهَا، فَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ، فَاِذَا هِيَ تَبْكِيْ، قُلْتُ مَا يُبْكِيْكِ؟ اَوَلَمْ اَكُنْ حَذَّرْتُكِ؟ اَطَلَّقَكُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ لَا اَدْرِيْ، هُوَ ذَا فِي الْمَشْرُبَةِ، فَخَرَجْتُ فَجِئْتُ الْمِنْبَرَ، فَاِذَا حَوْلَهُ رَهْطٌ يَبْكِيْ بَعْضُهُمْ، فَجَلَسْتُ مَعَهُمْ قَلِيْلًا، ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا اَجِدُ، فَجِئْتُ الْمَشْرُبَةَ الَّتِيْ هُوَ فِيْهَا، فَقُلْتُ لِغُلَامٍ لَهُ اَسْوَدَ اِسْتَاْذِنْ لِعُمَرَ، فَدَخَلَ فَكَلَّمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ، فَانْصَرَفْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا اَجِدُ فَجِئْتُ فَذَكَرَ مِثْلَهُ، فَجَلَسْتُ مَعَ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، ثُمَّ غَلَبَنِيْ مَا اَجِدُ فَجِئْتُ الْغُلَامَ، فَقُلْتُ اِسْتَاْذِنْ لِعُمَرَ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ، فَلَمَّا وَلَّيْتُ مُنْصَرِفًا فَاِذَا الْغُلَامُ يَدْعُوْنِيْ، قَالَ اَذِنَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ، فَاِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى رِمَالِ حَصِيْرٍ، لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ، قَدْ اَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ، مُتَّكِئٌ عَلٰى وِسَادَةٍ مِّنْ اَدَمٍ، حَشْوُهَا لِيْفٌ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ قُلْتُ وَاَنَا قَائِمٌ طَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ فَرَفَعَ بَصَرَهُ اِلَيَّ،

سے سارا سارا دن ناراض رہتی ہے حتیٰ کہ رات تک؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! میں نے کہا: وہ تو ناکام اور نامراد ہوگئی' کیا تم اللہ کے غضب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب سے بے خوف ہوگئی ہو؟ پھر تم ہلاک ہو جاؤ گی' تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مطالبہ نہ کرو' اور آپ کو کسی بات کا پلٹ کر جواب نہ دیا کرو اور نہ آپ کو چھوڑا کرو' تم کو جو چیز چاہیے ہو' تم اس کا مجھ سے مطالبہ کیا کرو' تم کسی فریب میں مبتلا نہ ہونا' بے شک تمہاری سوکن تم سے زیادہ خوب صورت ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے زیادہ محبوب ہیں' ان کی مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں' اور ہم یہ باتیں کرتے تھے کہ غسان کا بادشاہ ہم سے لڑنے کے لیے اپنے گھوڑوں کو نعل لگا رہا ہے' میرا ساتھی اپنی باری کے دن ایک مرتبہ گیا' پھر عشاء کے وقت واپس آیا' اور میرا دروازہ بہت زور سے کھٹکھٹایا' اور کہا: کیا وہ سوئے ہوئے ہیں؟ تو میں گھبرا کر اس کے پاس گیا' اور اس نے بتایا کہ بہت بڑا واقعہ ہوگیا ہے' میں نے پوچھا: کیا ہوا ہے؟ کیا غسان نے حملہ کر دیا ہے؟ اس نے کہا: اس سے بھی بڑی اور لمبی بات ہوگئی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے' میں نے کہا: حفصہ تو ناکام اور نامراد ہوگئی' مجھے گمان تھا کہ ایسا ہونے والا ہے' پھر میں نے اپنے کپڑے تبدیل کیے (اور روانہ ہوا) اور صبح کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی' آپ اپنے بالاخانے میں داخل ہوئے اور اس میں علیحدگی سے چلے گئے' میں حضرت حفصہ کے پاس گیا تو وہ اس وقت رو رہی تھیں' میں نے کہا: تم کیوں رو رہی ہو؟ کیا میں نے تم کو اس دن سے خبردار نہیں کیا تھا! کیا تم سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی ہے؟ انہوں نے کہا: میں نہیں جانتی آپ اس بالاخانے میں ہیں' میں باہر نکلا اور منبر کے پاس آیا' پس اس وقت منبر کے پاس لوگوں کی ایک جماعت تھی اور ان میں سے بعض رو رہے تھے' میں تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھا' پھر میرے دل میں جو بات تھی وہ غالب آگئی' پس میں اس بالاخانے کے پاس آیا جس میں آپ تشریف فرما تھے' میں نے آپ کے سیاہ فام غلام سے کہا: جاؤ! عمر کے لیے اجازت طلب کرو' وہ بالاخانے

فَقَالَ لَا. ثُمَّ قُلْتُ وَاَنَا قَائِمٌ اَسْتَاْنِسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَوْ رَاَيْتَنِيْ وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلٰى قَوْمٍ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ، فَذَكَرَهُ، فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قُلْتُ لَوْ رَاَيْتَنِيْ وَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَا يَغُرَّنَّكِ اَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ اَوْضَاَ مِنْكِ وَاَحَبَّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ عَائِشَةَ فَتَبَسَّمَ اُخْرٰى، فَجَلَسْتُ حِيْنَ رَاَيْتُهُ تَبَسَّمَ، ثُمَّ رَفَعْتُ بَصَرِيْ فِيْ بَيْتِهٖ، فَوَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ فِيْهِ شَيْئًا يَرُدُّ الْبَصَرَ، غَيْرَ اَهَبَةٍ ثَلَاثَةٍ، فَقُلْتُ اُدْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلٰى اُمَّتِكَ، فَاِنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَاُعْطُوا الدُّنْيَا، وَهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ، وَكَانَ مُتَّكِئًا، فَقَالَ اَوَفِيْ شَكٍّ اَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ؟ اُولٰٓئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا. فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَغْفِرْ لِيْ، فَاعْتَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ حِيْنَ اَفْشَتْهُ حَفْصَةُ اِلٰى عَائِشَةَ، وَكَانَ قَدْ قَالَ مَا اَنَا بِدَاخِلٍ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا، مِنْ شِدَّةِ مَوْجِدَتِهٖ عَلَيْهِنَّ حِيْنَ عَاتَبَهُ اللّٰهُ. فَلَمَّا مَضَتْ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ، دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَبَدَاَ بِهَا، فَقَالَتْ لَهٗ عَائِشَةُ اِنَّكَ اَقْسَمْتَ اَنْ لَّا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا، وَاِنَّا اَصْبَحْنَا لِتِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً اَعُدُّهَا عَدًّا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ. وَكَانَ ذٰلِكَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ، قَالَتْ عَائِشَةُ فَاُنْزِلَتْ اٰيَةُ التَّخْيِيْرِ، فَبَدَاَ بِيْ اَوَّلَ امْرَاَةٍ، فَقَالَ اِنِّيْ ذَاكِرٌ لَكِ اَمْرًا، وَلَا عَلَيْكِ اَنْ لَّا تَعْجَلِيْ حَتّٰى تَسْتَاْمِرِيْ اَبَوَيْكِ. قَالَتْ قَدْ اَعْلَمُ اَنَّ اَبَوَيَّ لَمْ يَكُوْنَا يَاْمُرَانِّيْ بِفِرَاقِكَ، ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَالَ ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِلٰى قَوْلِهٖ. عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب: ۲۸-۲۹). قُلْتُ اَفِيْ هٰذَا اَسْتَاْمِرُ اَبَوَيَّ؟ فَاِنِّيْ اُرِيْدُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ، ثُمَّ خَيَّرَ

میں گیا' پھر نبی ﷺ سے کوئی بات کر کے واپس آ گیا' پھر بتایا کہ میں نے نبی ﷺ سے آپ کا ذکر کیا تھا' آپ سن کر خاموش رہے' پھر میں وہاں سے واپس آ گیا حتیٰ کہ جو صحابہ منبر کے پاس تھے ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا' پھر دل میں جو بات تھی اس نے مجھ کو اُبھارا' پس میں آیا' پھر اس کی مثل ذکر کیا' پھر میں آ کر منبر کے پاس صحابہ کی جماعت کے ساتھ بیٹھ گیا' پھر میرے دل کی بات مجھ پر غالب آئی' میں پھر (تیسری بار) اس غلام کے پاس گیا' پس اس سے کہا: جاؤ! عمر کے لیے اجازت طلب کرو' اس نے آ کر پہلے کی مثل جواب دیا' جب میں نے واپس جانے کے لیے پیٹھ موڑی تو وہ غلام مجھے بلا رہا تھا' اس نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لیے اجازت دے دی ہے' میں آپ کے پاس حاضر ہوا' اس وقت آپ بُنی ہوئی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے' آپ کے اور اس چٹائی کے درمیان کوئی بستر نہیں تھا' اور چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو پر منقش ہو گئے تھے' آپ رنگے ہوئے چمڑے کے ایک گدے (یا تکیے) سے ٹیک لگائے ہوئے تھے' جس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی' پس میں نے آپ کو سلام کیا' پھر میں نے کھڑے ہو کر کہا: کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے میری طرف نظر اٹھائی' پھر فرمایا: نہیں! پھر میں نے کھڑے ہوئے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کا دل بہلا رہا ہوں' یا رسول اللہ! آپ جانتے ہی ہیں کہ ہم قریش کے لوگ اپنی عورتوں پر حاوی رہتے تھے' پھر ہم ان لوگوں کے پاس آئے جن کی عورتیں ان پر حاوی رہتی تھیں' پس حضرت عمر نے بتایا کہ نبی ﷺ مسکرائے' پھر میں نے بتایا: کاش! آپ کو معلوم ہوتا کہ میں حفصہ کے پاس گیا' پس میں نے کہا: تم کسی خود فریبی میں نہ رہنا' یہ تمہاری سوکن تم سے زیادہ خوب صورت ہے' اور نبی ﷺ کو تم سے زیادہ محبوب ہے' ان کی مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں' آپ پھر دوبارہ مسکرائے' جب میں نے آپ کو مسکراتے ہوئے دیکھا تو میں پھر دوبارہ بیٹھ گیا' پھر میں نے نظر اٹھا کر آپ کے گھر کا جائزہ لیا' پس اللہ کی قسم! مجھے وہاں پر تین کچی کھالوں کے سوا اور کوئی چیز نظر نہیں آئی' پس میں نے کہا: آپ اللہ

نِسَاءَهُ، فَقُلْنَ مِثْلَ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ.

سے دعا کیجئے کہ اللہ آپ کی امت پر کشادگی کرے' کیونکہ فارس اور روم پر کشادگی کی گئی ہے اور انہیں دنیا دی گئی ہے' حالانکہ وہ اللہ کی بالکل عبادت نہیں کرتے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے' پس آپ نے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! کیا تم کو (اپنے دین میں) شک ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کی پسند کی چیزیں جلد ہی دنیا کی زندگی میں دے دی گئی ہیں' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے لیے مغفرت طلب کیجئے' پس حضرت حفصہ نے آپ کے راز کی بات حضرت عائشہ کو بتا دی تھی تو اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج سے علیحدہ ہو کر بالا خانے میں رہنے لگے تھے' اور آپ کو جو ان سے شدید رنج پہنچا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر عتاب فرمایا تھا تو آپ نے فرمایا تھا: میں ایک ماہ تک ان کے پاس نہیں جاؤں گا' پھر جب انتیس (۲۹) دن گزر گئے تو آپ حضرت عائشہ کے پاس گئے اور ان سے ابتداء کی' حضرت عائشہ نے کہا: آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ آپ ہمارے پاس ایک ماہ تک نہیں آئیں گے اور ہم نے آج انتیسویں (۲۹) رات کی صبح کی ہے' میں تو ایک ایک رات گن رہی تھی' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ مہینہ انتیس دنوں کا ہے' حضرت عائشہ نے کہا: پھر آیت تخییر نازل ہوئی' تو آپ نے اپنی ازواج میں سے سب سے پہلے مجھ سے ابتداء کی' آپ نے فرمایا: میں تمہیں ایک چیز کی نصیحت کرتا ہوں اور تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ تم جلدی نہ کرو حتیٰ کہ تم اپنے والدین سے مشورہ کر لو' حضرت عائشہ نے کہا: آپ خوب جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے آپ سے فراق کا مشورہ نہیں دیں گے' پھر آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے نبی! اپنی بیویوں سے کہیے: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو' تو آؤ! میں تم کو دنیا کا مال دوں اور تم کو اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں O اور اگر تم اللہ کا ارادہ کرتی ہو اور اس کے رسول کا اور آخرت کے گھر کا' تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے O (الاحزاب:۲۹-۲۸) میں نے کہا: کیا میں اس معاملہ میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی! پس بے شک میں اللہ کا' اور اس کے

رسول کا اور دارِ آخرت کا ارادہ کرتی ہوں' پھر آپ نے اپنی (باقی)
ازواج کو اختیار دیا تو انہوں نے بھی حضرت عائشہ کے قول کی مثل
کہا۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ۸۹ میں گزر چکی ہے اور اب یہاں اس کی مفصل شرح کی جا رہی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں بالا خانہ کا ذکر ہے۔

''عوالی'' اور ''غسّان'' کا معنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیاہ فام غلام کا نام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''عوالی مدینه'' کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ بستیاں ہیں جو مدینہ کے قریب تھیں' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ''عوالی'' سے مراد وہ بستیاں ہیں جو مدینہ کی بلندی پر بنی ہوئی تھیں' ان کا مدینہ سے کم از کم فاصلہ چار میل تھا اور زیادہ سے زیادہ فاصلہ نجد کی جانب آٹھ میل تھا۔

اس میں ''غسّان'' کا ذکر ہے' ''غسّان'' شام کی طرف پانی کا ایک چشمہ ہے' وہاں پر اَزد کی قوم ٹھہری تھی' اس وجہ سے اس کا نام ''غسان'' پڑ گیا۔

اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیام فام غلام کا ذکر ہے' ان کا نام رباح تھا۔

''رمال'' کا معنی لکھنے میں شیخ عثمانی کی غلطی

اس حدیث میں ''رمال'' کا ذکر ہے' شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے: ''رمال'' کا معنی ہے: بان۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۶۸)

میں کہتا ہوں: یہ غلط ہے' ''رمال'' کا معنی بان نہیں ہے' بلکہ نزدیک نزدیک اور گھنی بُنائی ہے۔

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

''رمال'' بہ معنی ''مرمول'' ہے یعنی منسوج' بُنا ہوا' کہا جاتا ہے: ''رملت الحصیر'' میں نے چٹائی کی بُنائی کی۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ''رمال الحصیر'' کا معنی ہے: باریک باریک بنی ہوئی چٹائی۔

(شرح الکرمانی ج ۱۱ ص ۳۶' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

''رمال حصیر'' کا معنی ہے: وہ چٹائی جو کھجور کی شاخوں کی رسیوں سے بُنی ہوئی ہو۔

(ہدی الساری مع فتح الباری ج ۱ ص ۱۷۷' دار المعرفہ' بیروت)

دس علماء دیوبند نے المنجد کا ترجمہ کیا ہے' اس میں لکھا ہے: ''رمل'' کا معنی ہے: باریک بُننا۔

(المنجد (اُردو) ص ۴۰۹' دار الاشاعت' کراچی)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ازواجِ مطہرات سے ناراض ہو کر الگ بالا خانہ میں رہنے کے اسباب

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ازواجِ مطہرات سے ناراض ہو کر ایک ماہ کے لیے اپنے بالا خانے میں رہنے لگے تھے' اس کے متعدد اسباب بیان کیے گئے ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خلوت کی' اس بات کا حضرت

حفصہ کو علم ہو گیا تو آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اس بات کو مخفی رکھنا اور میں نے اپنے نفس پر ماریہ کو حرام کر لیا ہے، پھر حضرت حفصہ نے یہ بات حضرت عائشہ کو بتا دی، جس سے حضرت عائشہ ناراض ہوئیں، جس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی کہ آپ ایک ماہ تک ازواج کے قریب نہیں جائیں گے۔

(۲) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہد پلاتی تھیں، اس وجہ سے آپ وہاں زیادہ دیر ٹھہرتے تھے، دوسری ازواج کو یہ ناگوار ہوا، انہوں نے کہا: آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے، مغافیر ایک قسم کا گوند ہے جو کھجور یا کیلے کے درخت پر لگا ہوتا ہے، اس کی بو آپ کو ناپسند تھی، آپ نے فرمایا: میں نے مغافیر نہیں کھایا، زینب بنت جحش کے ہاں شہد پیا ہے، اگر تم کو میرا وہاں جانا ناگوار ہے تو میں اپنے اوپر شہد کو حرام کر لیتا ہوں، تب یہ آیت نازل ہوئی:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ‌ تَبۡتَغِىۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِكَ‌ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝ (التحریم:۱)

اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام قرار دے رہے ہیں جس کو اللہ نے آپ کے لیے حلال فرما دیا ہے، آپ اپنی بیویوں کی رضا طلب کرتے ہیں، اور اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے ۝

مغافیر کا معنی لکھنے میں شیخ عثمانی کی غلطی

ہم نے لکھا ہے کہ مغافیر ایک قسم کا گوند ہے، شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے: مغافیر ایک گھاس ہوتی تھی۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۲۷۷)

شیخ عثمانی نے غلط لکھا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

مغافیر گوند کے مشابہ ایک چیز ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۱۷) نیز "عُـرفُـط" کے معنی میں لکھتے ہیں: یہ کھجور یا کیلے کا درخت ہے جس پر گوند لگتا ہے، اس کو مغافیر کہتے ہیں، اس کی بو سخت ناگوار ہوتی ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۰۹)

علماء دیوبند کی ترجمہ کردہ لغت میں لکھا ہے: مغافیر، ایک درخت کا گوند۔ (المنجد (اُردو) ص ۷۱۳)

(۳) اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا کے ملک اور آخرت کی نعمتوں کے درمیان اختیار دیا تو آپ نے آخرت کو دنیا پر اختیار کر لیا، اور جب آپ نے آخرت کو اختیار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ اپنی ازواج کو بھی دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیں، تاکہ ان کا حال بھی آپ کی مثل ہو جائے۔

ایک قول یہ ہے کہ ایک دن تمام ازواج جمع ہوئیں اور انہوں نے کہا: جس طرح عورتیں زیورات چاہتی ہیں، ہم بھی اسی طرح زیورات چاہتی ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ہر زوجہ نے الگ الگ خواہش کی، حضرت ام سلمہ نے نقش و نگار والے کپڑے طلب کیے، حضرت میمونہ نے یمن کے حُلّے طلب کیے، حضرت زینب نے دھاری دار کپڑے طلب کیے، حضرت اُم حبیبہ نے سحولی کپڑے طلب کیے، حضرت حفصہ نے مصر کے بنے ہوئے کپڑے طلب کیے، حضرت جویریہ نے دوپٹے طلب کیے، حضرت سودہ نے خیبر کی چادر کو طلب کیا، حضرت عائشہ نے کسی چیز کو طلب نہیں کیا، اس وقت آپ کے نکاح میں نو (۹) ازواج مطہرات تھیں، ان میں سے پانچ قریش سے تھیں: حضرت عائشہ، حضرت حفصہ بنت عمر، حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان، حضرت سودہ بنت زمعہ اور حضرت ام سلمہ بنت ابی الحارث رضی اللہ عنہن اور چار غیر قریش سے تھیں: حضرت صفیہ بنت حیی، حضرت میمونہ بنت الحارث، حضرت زینب بنت جحش الاسدیہ، حضرت جویریہ بنت الحارث المصطلقیہ رضی اللہ عنہن۔

مفسرین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج نے آپ سے دنیا کے سامان میں سے کچھ طلب کیا اور زیادہ نفقہ طلب کیا، رسول

اللہ ﷺ کو اس سے رنج ہوا' آپ ان سے الگ ہو گئے اور آپ نے قسم کھائی کہ آپ ایک ماہ تک ان کے قریب نہیں جائیں گے اور یہ ایلاء شرعی نہیں تھا بلکہ ایلاء لغوی تھا' اور نبی ﷺ اس دن نماز پڑھانے نہیں آئے' صحابہ نے پوچھا تو حضرت عمر نے کہا: میں جا کر معلوم کرتا ہوں' پھر وہ ہوا جس کا اس باب کی حدیث میں ذکر ہے۔

• جب اللہ تعالیٰ نے آیت تخییر نازل کی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ سے ابتداء کی اور ان کے سامنے الاحزاب: ۲۹۔ ۲۸ کی تلاوت کی اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کو' اس کے رسول کو اور آخرت کو اختیار کر لیا تو رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے خوشی ظاہر ہو رہی تھی۔

حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ کو جو نصیحت کی تھی' اس سے معلوم ہوا کہ باپ کو چاہیے کہ وہ اپنی بیٹی کو نصیحت کرے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئے اور اس کو پلٹ کر جواب نہ دے۔

حضرت عمر اور دوسرے صحابہ' رسول اللہ ﷺ کے بالا خانہ میں علیحدہ رہنے سے رنج اور تشویش میں تھے' اس سے معلوم ہوا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے کس قدر محبت کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے بالا خانہ پر رباح نامی غلام رکھا ہوا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ حکام کے لیے اپنے گھر پر دربان رکھنا جائز ہے۔

حضرت عمر نے بار بار حاضر ہونے کی اجازت طلب کی' اس سے معلوم ہوا کہ بار بار آنے کی اجازت طلب کرنا جائز ہے اور حاکم کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی کو ملاقات کی اجازت دے یا نہ دے' اور ملاقاتی کے لیے جائز ہے کہ وہ اجازت نہ ملنے پر دوبارہ اجازت طلب کرے یا واپس چلا جائے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حاکم سے اس کے خانگی معاملات کے متعلق بھی سوال کرنا جائز ہے۔

حضرت عمر کے پڑوسی نے جو کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے' اس کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر کے پڑوسی نے حضرت عمر کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے' حالانکہ واقع میں آپ نے کسی زوجہ کو طلاق نہیں دی تھی' اس کی توجیہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کئی ایام سے بالا خانہ میں رہ رہے تھے اور ازواج کے گھروں میں نہیں جا رہے تھے' اس قرینہ سے صحابہ نے یہ سمجھا کہ آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے۔ بعد میں حضرت عمر نے اپنے اس پڑوسی سے باز پرس نہیں کی کہ تم نے غلط خبر کیوں دی تھی؟ کیونکہ حضرت عمر نے جان لیا تھا کہ اس نے اپنے وہم سے خبر دی تھی اور وہم کا منشاء موجود تھا۔

دنیا کی نعمتوں میں سے کم لینا' استاذ یا شیخ مغموم ہو تو اس کا دل بہلانا' اور مال میں فراخی کی دعا کا ناپسند ہونا

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا کی نعمتوں میں سے کم چیزوں کو اختیار کرنا چاہیے اور باقی نعمتوں کو آخرت کے لیے چھوڑ دینا چاہیے' جس طرح حضرت عمر کو نبی ﷺ کے بالا خانہ میں کم نعمتیں نظر آئیں۔

نبی ﷺ ازواج کے رویہ کی وجہ سے مغموم تھے تو حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کا دل بہلاتا ہوں' پھر ایسی باتیں کیں جن سے نبی ﷺ دوبار مسکرائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب استاذ یا شیخ مغموم ہو تو شاگرد اور مرید کو ایسی دل خوش کن باتیں کرنی چاہئیں جن سے استاذ کا دل بہلے۔

حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! آپ اپنی امت کے لیے کشادگی کی دعا کیجئے' یہ بات آپ کو پسند نہیں آئی' تو حضرت عمر نے فوراً کہا: یارسول اللہ! میرے لیے مغفرت کی دعا کیجئے۔ اس میں یہ ثبوت ہے کہ ناپسندیدہ بات پر فوراً استغفار کرنا چاہیے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طلب شفاعت کا ثبوت ہے۔

شوہر کا راز فاش کرنا گناہ ہے

جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز فاش کر دیا اور حضرت عائشہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ناراض ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کو توبہ کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کا راز فاش کرنا بیوی کی معصیت ہے جس پر توبہ واجب کی گئی ہے' اسی طرح شوہر پر ناراض ہونے کا بھی یہی حکم ہے' اس لیے بیوی پر واجب ہے کہ وہ ان دونوں باتوں سے اجتناب کرے۔

نیک اعمال کے اظہار کا جواز

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس سال میں نے حضرت عمر کے ساتھ حج کیا تھا' اور اس میں ذکر کیا کہ میں نے حضرت عمر کو وضوء کرایا' اس میں یہ ثبوت ہے کہ اپنے کسی نیک عمل کا ذکر کرنا جائز ہے اور یہ ریاکاری اور دکھاوا نہیں ہے' جب کہ اس سے محض کسی واقعہ کی تعیین مقصود ہو اور اپنی صالحیت کا اظہار مقصود نہ ہو' اور اس میں عبادت پر استعانت کے جواز کی بھی دلیل ہے۔

بیوی کو اختیار دینے سے آیا طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواجِ مطہرات کو اختیار دیا کہ وہ دنیا کو اختیار کرلیں یا اللہ اور رسول کو اور آخرت کو اختیار کرلیں تو اس سے ان پر طلاق واقع نہیں ہوئی' لہٰذا امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو اختیار دے کہ چاہے مجھے اختیار کرلو یا اپنے آپ کو؟ تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور اگر اختیار دینے کے بعد وہ اپنے آپ کو اختیار کرلے تو امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک طلاق بائنہ ہوگی اور اس سے تین طلاقیں نہیں ہوں گی' جب کہ اس پیش کش سے شوہر کی مراد طلاق دینا ہو' امام مالک نے کہا: اس صورت میں تین طلاقیں ہوں گی۔

لغوی اور شرعی ایلاء کی تفصیل

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی تھی کہ میں ایک ماہ تک ازواج کے پاس نہیں جاؤں گا اور جب آپ ایک ماہ تک نہیں گئے تو آپ کی قسم پوری ہوگئی' یہ شرعی ایلاء نہیں ہے' لغوی ایلاء ہے۔ شرعی ایلاء یہ ہے کہ ایک شخص یہ قسم کھائے کہ وہ چار ماہ تک اپنی بیوی کے پاس نہیں جائے گا' پھر اگر وہ چار ماہ تک نہ جائے تو اس کی قسم پوری ہوگئی اور اس کی بیوی پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی' اس صورت میں عدت کے اندر اور عدت پوری ہونے کے بعد باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے اور اگر وہ چار ماہ سے پہلے بیوی کے پاس چلا گیا تو اس کی قسم ٹوٹ گئی' جس کا کفارہ دینا ہوگا لیکن نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

شوہر سے اجازت لیے بغیر باپ کا بیٹی سے ملنے جانا' حصولِ علم اور حصولِ معاش دونوں کا انتظام کرنا۔۔۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عمر حضرت حفصہ کے پاس ان کو سمجھانے گئے' اس سے معلوم ہوا کہ باپ اپنی بیٹی سے ملنے کے لیے اس کے گھر جاسکتا ہے اور اس میں شوہر سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے۔

اس حدیث میں حضرت عمر اور ان کے پڑوسی کا باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جانے اور ایک دوسرے کو شرعی احکام کی

خبر دینے کا ذکر ہے اس میں علم شرعی کی طلب اور حصول معاش کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ بندہ حصول علم شرعی اور حصول معاش دونوں کا انتظام کرے اور علم شرعی کے حصول میں ایک دوسرے سے تعاون کرے۔

صحابہ ایک دوسرے کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات اور افعال کی خبر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور اگر وہ کسی صحابی سے سن کر بھی کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' تو یہ خبر مسند کی طرح ہے' مرسل نہیں ہے' کیونکہ تمام صحابہ صادق اور ثقہ ہیں۔

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت تخییر سب سے پہلے حضرت عائشہ کے سامنے پڑھی اور جب انہوں نے کہا: میں نے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کر لیا تو آپ اس قدر خوش ہوئے کہ آپ کے چہرۂ انور سے خوشی ظاہر ہو رہی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۹۔ ۲۵' مع اضافات کثیرہ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے اور صحابہ اور ازواجِ مطہرات کے محفوظ ہونے کا فرق ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
اور اس میں مصنف کی مفصل اور منفرد تحقیق

انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں یعنی انہیں گناہ کرنے پر قدرت تو ہے لیکن ان کے دلوں پر خشیتِ الٰہی کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ وہ قدرت کے باوجود گناہ نہیں کرتے' اسی وجہ سے ان کا گناہ نہ کرنا باعثِ کمال ہے' نیز اگر انہیں گناہ کرنے پر قدرت نہ ہوتی تو ان کو ترکِ معصیت کا مکلف کرنا صحیح نہ ہوتا' بعض اوقات انبیاء علیہم السلام سے اجتہادی خطاء ہو جاتی ہے' لیکن وحی کے ذریعہ ان کو اس خطاء پر مطلع کیا جاتا ہے تو وہ فوراً اس کا تدارک کر لیتے ہیں جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا شجرِ ممنوعہ سے کھانا' حضرت نوح علیہ السلام کا اپنے بیٹے کے لیے دعا فرمانا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک قبطی کو تادیباً گھونسا مارنا جس سے وہ ہلاک ہو گیا' حضرت یونس علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے اجازت لیے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے جانا' لیکن جب ان نفوسِ قدسیہ کو ان اجتہادی خطاؤں پر وحی سے مطلع کیا گیا تو ان حضرات نے فوراً توبہ اور استغفار کر کے اپنی اجتہادی خطاؤں کا تدارک کر لیا' تاہم ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق محققین کا مؤقف یہ ہے کہ آپ سے کبھی اجتہادی خطاء بھی سرزد نہیں ہوئی۔ صحابہ کرام اور ازواجِ مطہرات معصوم نہیں ہیں' محفوظ ہیں۔ محفوظ کا معنی یہ ہے کہ بشری تقاضے سے کبھی ان سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے لیکن موت سے پہلے ان کو اس گناہ پر توبہ کی توفیق دے دی جاتی ہے' جیسے حضرت حسان بن ثابت اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہما اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تھی اور ان پر حدِ قذف لگائی گئی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۷۵) حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ سے زنا کا فعل سرزد ہو گیا' اور ان کو سنگسار کیا گیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۱۹) حضرت ابن نعیمان نے شراب پی اور ان کو جوتے اور کوڑے لگائے گئے۔ (صحیح البخاری: ۶۷۷۵) حضرت عمرو بن سمرہ نے چوری کی اور ان کا ہاتھ کاٹا گیا۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۸) لیکن ان تمام صحابہ نے حد جاری ہونے سے پہلے اپنے اپنے گناہوں پر توبہ کر لی تھی۔

اسی طرح ازواجِ مطہرات بھی محفوظ ہیں' بعض اوقات ان سے بشری تقاضے سے خطاء سرزد ہو گئی' لیکن انہوں نے اس پر مداومت نہیں کی اور فوراً اس پر توبہ کر کے اس خطاء کی تلافی کر لی۔

حضرت عائشہ اور دیگر ازواج نے جو کہا تھا: کیا آپ نے مغافیر پیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۲۶۷) یہ جملہ استفہامیہ ہے' اس میں خبر نہیں ہے کہ اس کو جھوٹ کہا جا سکے' تاہم یہ بھی انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غلبۂ محبت کی بناء پر کہا تھا' اس میں کسی قسم کی خطاء نہیں ہے اور حضرت عائشہ کے علاوہ دیگر ازواج نے جو زیادہ خرچ کا مطالبہ کیا' یہ بھی زیادہ سے زیادہ خطاء ہے' اسی طرح حضرت حفصہ نے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز فاش کیا تھا اور حضرت عائشہ جو برہم ہوئی تھیں' یہ ان کی خطاء ہے' قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان کو توبہ کا حکم دیا' انہوں

نے اس پر توبہ کرلی اور وہ اس خطاء سے پھر پہلے کی طرح پاک اور صاف ہوگئیں' کیونکہ حدیث میں ہے:

عُبیدہ بن عبداللہ از والد خود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مثل ہے' جس کا کوئی گناہ نہ ہو۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۲۵۰)

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ صحابہ کرام اتنے عظیم مرتبہ کے تھے' پھر ان سے گناہ کیوں ہوئے؟ اس کے دو جواب ہیں: ایک یہ کہ ان سے گناہ ہوئے اور ان پر حد جاری ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں اجراء حد کا نمونہ فراہم ہوگیا' سو ان کے گناہ بھی تکمیل دین کا سبب بنے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ان سے گناہ سرزد ہوئے تو عصمت اور حفاظت کا فرق معلوم ہوا اور نبی اور صحابی کا فرق ہوگیا کیونکہ نبی سے گناہ نہیں ہوتا' زیادہ سے زیادہ اجتہادی خطاء ہوتی ہے' اور وحی سے اس خطاء پر مطلع ہونے کے بعد وہ فوراً توبہ کر لیتے ہیں اور صحابہ کرام سے بعض اوقات گناہ بھی سرزد ہو جاتے ہیں لیکن فوت ہونے سے پہلے ان کو توبہ کی توفیق دی جاتی ہے اور جو گناہوں سے توبہ کر چکا ہو' وہ پہلے کی طرح گناہوں سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے' لہٰذا سابقہ گناہوں کی وجہ سے ان کو ملامت کرنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ ملامت گناہ عظیم اور شدید گم راہی ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام سے جو اجتہادی خطائیں سرزد ہوئیں' ان پر حرف گیری کرنا بھی سنگین قسم کی گم راہی ہے اور ہمارے دور میں ہمارے علم کے مطابق صرف سیّد مودودی نے یہ جسارت کی تھی اور ہم نے اپنی تفسیر تبیان القرآن میں اس کی متعلقہ آیات کی تفسیر میں نشان دہی کی ہے۔

دوسرے شارحین اور علماء نے یہ تو لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور صحابہ کرام محفوظ ہوتے ہیں لیکن کسی نے بھی معصوم اور محفوظ کی منضبط تعریف بیان نہیں کی اور نہ ان کا فرق بیان کیا ہے' یہ انوارِ فیوضِ الٰہیہ اور انعاماتِ نبویہ سے قارئین کو اس کی تفصیل اور تحقیق صرف نعمۃ الباری میں ملے گی۔ وللّٰه الحمد علٰی ذالك.

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ ازواجِ مطہرات کو ایسا کام نہیں کرنا چاہیے تھا جس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوئے۔

٢٤٦٩ - حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَّامٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْفَزَارِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ آلٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِّسَائِهٖ شَهْرًا، وَكَانَتِ انْفَكَّتْ قَدَمُهٗ، فَجَلَسَ فِيْ عُلِّيَّةٍ لَّهٗ، فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ أَطَلَّقْتَ نِسَاءَكَ؟ قَالَ لَا، وَلٰكِنِّيْ اٰلَيْتُ مِنْهُنَّ شَهْرًا. فَمَكَثَ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ ثُمَّ نَزَلَ، فَدَخَلَ عَلٰى نِسَائِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفزاری نے حدیث بیان کی از حمید الطویل از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ماہ تک اپنی ازواج کے قریب نہ جانے کی قسم کھائی' اور آپ کے قدم کے جوڑ میں موچ آ گئی تھی' پس آپ اپنے بالا خانہ میں ٹھہرے رہے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر پوچھا: کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن میں نے ایک مہینہ تک ان کے قریب نہ جانے کی قسم کھائی ہے' پھر آپ انتیس دن بالا خانہ میں رہے' پھر نیچے اترے اور اپنی ازواج کے پاس گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۸' اور ۲۴۶۸ میں آ چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں بالا خانہ کا ذکر ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں کیوں روایت کیا ہے؟ اس کی وجہ ہم

اس سے پہلی حدیث میں لکھ چکے ہیں۔

٢٦- بَابُ مَنْ عَقَلَ بَعِيرَهُ عَلَى الْبَلَاطِ أَوْ بَابِ الْمَسْجِدِ

جس نے اپنے اونٹ کو نصب شدہ پتھر یا مسجد کے دروازے کے ساتھ باندھا

٢٤٧٠- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَالَ أَبُو عُقَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيُّ قَالَ أَتَيْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْتُ إِلَيْهِ وَعَقَلْتُ الْجَمَلَ فِي نَاحِيَةِ الْبَلَاطِ فَقُلْتُ هٰذَا جَمَلُكَ فَخَرَجَ فَجَعَلَ يُطِيفُ بِالْجَمَلِ قَالَ الثَّمَنُ وَالْجَمَلُ لَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعُقیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالمتوکل الناجی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے میں بھی آپ کی طرف داخل ہوا اور میں نے اونٹ کو مسجد کے دروازہ کے پاس لگے ہوئے پتھر کے ساتھ باندھ دیا پھر میں نے کہا: یہ آپ کا اونٹ ہے آپ باہر آئے اور اونٹ کے گرد گھومنے لگے (پھر) فرمایا: قیمت (بھی) تمہاری ہے اور اونٹ (بھی) تمہارا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے دیگر اہم اُمور بیان کیے جارہے ہیں امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں شاید اس لیے روایت کیا ہے کہ ان کے خیال میں مسجد کے دروازہ کے ساتھ اونٹ کو باندھنا ظلم ہے یعنی اونٹ کو وہاں نہیں باندھنا چاہیے تھا اور یہ کسی چیز کو غیر محل میں رکھنا ہے۔

اونٹ کے بول و براز کے پاک ہونے پر فقہاء مالکیہ کی دلیل اور اس کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص مسجد کے صحن میں اور اس کے قریب آئے اس کے لیے وہاں اونٹ کو بٹھانا جائز ہے اور اونٹ کے بٹھانے پر قیاس کرتے ہوئے یہ بھی جائز ہے کہ کوئی شخص مسجد میں اپنا سامان رکھ دے اور اس حدیث میں امام مالک اور فقہاء کوفہ کی یہ دلیل ہے کہ اونٹوں کا پیشاب اور ان کی لید پاک ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک اونٹوں کا پیشاب اور ان کی لید نجس ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور اس حدیث میں امام شافعی کا رد ہے جو اونٹوں کی لید اور پیشاب کو نجس کہتے ہیں اور اگر ان کے زعم کے مطابق اونٹوں کا پیشاب اور لید نجس ہوتی تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ کو مسجد میں داخل نہ کرتے اور جب انہوں نے اونٹ کو مسجد میں داخل کر دیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ لیا تھا تو آپ اس کو جائز نہ قرار دیتے اور ان پر انکار کرتے اور ان کو یہ حکم دیتے کہ اس اونٹ کو مسجد سے نکال دو کیونکہ اس کی لید اور پیشاب کا خطرہ تھا اور یہ اطمینان نہیں تھا کہ وہ اونٹ پیشاب نہیں کرے گا اور لید نہیں کرے گا اور امام شافعی کے قول کے مطابق اونٹ کو مسجد میں داخل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا پیشاب اور اس کی لید نجس ہے اور دوسروں کے مذہب کے مطابق اونٹ کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے کیونکہ اس کی لید اور پیشاب پاک ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ۴۹۲-۴۹۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی متوفی ۷۸٦ ھ علامہ ابن بطال کے دلائل کے جواب میں لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں اونٹ کو مسجد میں باندھنے پر کوئی دلیل نہیں ہے (کیونکہ حضرت جابر نے اونٹ کو مسجد کے

دروازہ کے ساتھ پتھر کے ساتھ باندھا تھا۔ سعیدی غفرلہٗ) اور نہ اس پر دلیل ہے کہ اونٹ نے مسجد میں پیشاب اور لید کی تھی اور اگر بالفرض اونٹ مسجد میں پیشاب اور لید کرتا تو مسجد کو دھولیا جاتا' سو اس حدیث میں ان کے مذہب پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

(شرح الکرمانی ج ۱۱ ص ۴۰ 'داراحیاء التراث العربی بیروت)

٢٧ - بَابُ الْوُقُوْفِ وَالْبَوْلِ عِنْدَ سُبَاطَةِ قَوْمٍ

قوم کے گھورے (کچرا گھر) پر کھڑے ہونا اور پیشاب کرنا

٢٤٧١ - حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ قَالَ لَقَدْ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سُبَاطَةَ قَوْمٍ، فَبَالَ قَائِمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی از شعبہ از منصور' از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو' یا کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے کچرا خانہ پر آئے تو آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۴ میں گزر چکی ہے' رہا یہ کہ اس حدیث کو امام بخاری نے ''کتاب المظالم'' میں کیوں روایت کیا ہے' کیا ان کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کچرا گھر پر پیشاب کرنا ظلم تھا! بخاری پرستوں کو اس سوال کا جواب ضرور دینا چاہیے۔

میں نے صحیح بخاری کی شروحات میں سے شرح ابن بطال' شرح الکرمانی' عمدۃ القاری' فتح الباری' ارشاد الساری اور انعام الباری وغیرہما کو دیکھا' کسی نے اس مسئلہ کو نہیں اٹھایا کہ امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں کس وجہ سے روایت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ امام بخاری کی مغفرت فرمائے' ان کا بہت بلند مقام ہے لیکن ہم ایسے ناقص لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکا کہ امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں کیوں روایت کیا ہے!

٢٨ - بَابُ مَنْ أَخَذَ الْغُصْنَ، وَمَا يُؤْذِي النَّاسَ فِي الطَّرِيْقِ، فَرَمٰى بِهٖ

جس نے راستہ سے (کانٹوں والی) شاخ کو یا اور کسی ایذاء دینے والی چیز کو اٹھا کر پھینک دیا

٢٤٧٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِيْ بِطَرِيْقٍ، وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ فَأَخَذَهٗ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ، فَغَفَرَ لَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص کسی راستہ میں جا رہا تھا' اس نے کانٹوں والی شاخ کو دیکھا' اس نے اس کو اٹھا لیا تو اللہ نے اس کی اس نیکی کی قدر افزائی کی' سو اس کو بخش دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۵۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں ''کتاب المظالم'' میں روایت کیا ہے' جب کہ راستہ میں کسی ایذاء دینے والی چیز کو ہٹا دینا ظلم نہیں ہے بلکہ نہ ہٹانا ظلم ہے' بخاری پرستوں کو اس پر بھی غور کرنا چاہیے۔

٢٩ - بَابُ إِذَا اخْتَلَفُوْا فِي الطَّرِيْقِ الْمِيْتَاءِ، وَهِيَ الرَّحْبَةُ تَكُوْنُ بَيْنَ الطَّرِيْقِ، ثُمَّ

جب کشادہ راستہ میں اختلاف ہو اور وہ عام راستہ کے درمیان ہو اور وہاں کے رہنے

يُرِيْدُ اَهْلُهَا الْبُنْيَانَ، فَتُرِكَ مِنْهَا الطَّرِيْقُ سَبْعَةَ اَذْرُعٍ

والے کچھ عمارت بنانا چاہیں تو سات ہاتھ جگہ راستہ کے لیے چھوڑ دیں

اس باب کے عنوان میں ''الطریق المیتاء'' کا لفظ ہے اس سے مراد وہ کشادہ جگہ ہے جو راستہ کے درمیان ہو ابوعمرو الشیبانی نے کہا ہے: ''المیتاء'' سب سے بڑے راستے کو کہتے ہیں جہاں لوگوں کا بہ کثرت گزر ہوتا ہو دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد آباد راستہ ہے۔ امام بخاری نے جو عنوان قائم کیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب اس راستہ کے اصحاب وہاں کوئی عمارت بنانا چاہیں تو اس راستہ سے گزرنے والوں کے لیے سات ہاتھ کے قریب جگہ چھوڑ دیں (جو تقریباً ساڑھے دس فٹ کے برابر ہے)۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۳۔ ۳۲)

٢٤٧٣ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ خِرِّيْتٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَشَاجَرُوْا فِي الطَّرِيْقِ بِسَبْعَةِ اَذْرُعٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از الزبیر بن خریت از عکرمہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ جب لوگوں نے عام راستہ کے لیے (جگہ چھوڑنے میں) اختلاف کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہاتھ جگہ چھوڑنے کا فیصلہ فرمایا۔

(صحیح مسلم: ۱۶۱۳، الرقم المسلسل: ۴۰۳۰، سنن ترمذی: ۱۳۵۶، سنن ابوداؤد: ۳۶۳۳، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۵۵۵، شرح مشکل الآثار: ۱۱۹۲، ۱۱۹۲، مسند البزار: ۳۶۵۰، مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۹۵۴۷۔ ج ۱۵ ص ۳۳۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

سات ہاتھ راستہ چھوڑنے کی توجیہ اور اس میں اختلافِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ جب زمین والے کوئی عمارت بنانے کا ارادہ کریں تو سات ہاتھ راستہ چھوڑ دیں تاکہ اس جگہ سے گزرنے والوں کو حرج نہ ہو آپ نے سات ہاتھ اس لیے مقرر فرمائے ہیں کہ اس راستہ پر بوجھ لادنے والوں کا آنا اور جانا ہوگا اور ایک دوسرے سے ٹکراؤ ہوگا اسی طرح گھوڑے سواروں اور اونٹ سواروں کا آنا اور جانا ہوگا اور ضرورت کے وقت ان کے لیے کافی راستہ چھوڑنا ضروری ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ فقہاء کے نزدیک یہ حدیث وجوب پر محمول ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے اختلاف کے وقت اس کا فیصلہ فرمایا تھا اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ سات ہاتھ کی مقدار کو تو چھوڑنا ضروری ہے اور اس کے بعد بھی اگر شرکاء کے لیے اتنی زمین بچ جائے جس سے وہ نفع اٹھا سکیں اور کسی کو اس سے نقصان نہ ہو تو شرکاء اس کو حاصل کر لیں اور یہی اس حدیث کا معنی ہے اور اگر سات ہاتھ چھوڑنے کے بعد بعض شرکاء کے لیے اتنی جگہ بچے جس سے وہ فائدہ حاصل نہ کر سکیں تو وہ اس حدیث کے معنی میں داخل نہیں ہے۔

دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث کا محمل بڑے بڑے راستے (شارع عام) ہیں اور وہ راستے ہیں جن میں زیادہ اختلاف ہوتا ہے اور جو بڑے راستوں کی شاخیں ہیں ان کے لیے اتنی جگہ چھوڑ دینا کافی ہے جس پر اتفاق ہو جائے خواہ وہ سات ہاتھ سے کم ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۹۳، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۴ھ)

امام بخاری نے اس حدیث کو "کتاب المظالم" میں اس لیے روایت کیا ہے کہ شارع عام کے لیے سات ہاتھ سے کم جگہ چھوڑنا ظلم ہے۔

٣٠ - بَابُ النُّهْبٰى بِغَيْرِ إِذْنِ صَاحِبِهٖ

مالک کی اجازت کے بغیر لوٹ مار کرنا

وَقَالَ عُبَادَةُ بَايَعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا نَنْتَهِبَ.

اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہم لوٹ مار نہیں کریں گے۔

تعلیق مذکور ایک طویل حدیث کا قطعہ ہے مکمل حدیث کا متن اس طرح ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان نقباء میں سے تھا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت لی تھی' انہوں نے بتایا کہ ہم نے آپ سے اس پر بیعت کی کہ ہم اللہ کے ساتھ شرک نہیں کریں گے اور نہ چوری کریں گے اور نہ زنا کریں گے اور نہ اس کو قتل کریں گے جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اور نہ لوٹ مار کریں گے اور نہ نافرمانی کریں گے' اگر ہم نے یہ وعدہ پورا کر لیا تو ہم کو جنت ملے گی اور اگر ہم نے ان میں سے کسی میں تقصیر کر لی تو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف مفوض ہے۔

(صحیح البخاری: ٣٨٩٣' صحیح مسلم: ١٨٠٩' سنن ترمذی: ١٤٣٩' سنن نسائی: ٤١٢١' مسند احمد ج ٥ ص ٣١٣)

٢٤٧٤ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ الْاَنْصَارِيَّ، وَهُوَ جَدُّهٗ اَبُوْ اُمِّهٖ' قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النُّهْبٰى وَالْمُثْلَةِ.

[طرف الحدیث: ٥٥١٦] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عدی بن ثابت نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا' اور وہ ان کے نانا ہیں ان کی ماں کے والد' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوٹ مار کرنے اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا۔

جس لوٹ مار کی تحریم پر تمام فقہاء کا اجماع ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

جس لوٹ مار کی تحریم پر علماء کا اجماع ہے' یہ وہ ہے جو عرب لوٹ مار کرتے تھے اور لوگوں کے ہاتھوں سے ناحق مال چھین کر بھاگ جاتے تھے' سو یہ وہ لوٹ مار ہے جو مؤمن نہیں کرتا' جس طرح مؤمن چوری نہیں کرتا اور زنا نہیں کرتا اور اس کا ایمان کامل رہتا ہے اور حضرت عبادہ نے جو فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے بیعت لی تھی کہ ہم لوٹ مار نہیں کریں گے' اس سے مراد یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کے اموال کو ناحق چھین کر نہیں بھاگ جائیں گے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ حسن بصری اور نخعی نے اس حدیث کی تفسیر میں کہا ہے کہ جو لوٹ مار حرام ہے' وہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی آدمی کا مال اس کی اجازت کے بغیر لے جائے اور وہ آدمی اس کو ناپسند کرتا ہو' یہ قتادہ کا قول ہے۔

ابو عبید نے کہا ہے کہ جو لوٹ مار مکروہ ہے' وہ یہ ہے کہ ایک آدمی کسی جماعت کو کوئی مال دے اور اس کی غرض یہ ہو کہ وہ جماعت اس مال میں مساوی ہے' پھر ان میں سے جو طاقتور ہو وہ کمزور پر غالب آ کر اس کو اس مال سے محروم کر دے اور اس کا دل اس فعل سے خوش نہ ہو۔

محفلِ نکاح میں چھوارے وغیرہ اُچھالنے اور بکھیرنے اور ان کو لوٹنے میں مذاہبِ فقہاء

شادی وغیرہ کے موقع پر جو بچوں کے سروں کے اوپر سے مٹھائی یا چھوارے وغیرہ اُچھال کر پھینکتے ہیں تو امام مالک اور امام شافعی نے اس کو مکروہ کہا ہے اور فقہاء کوفہ (احناف) نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

ابہری نے کہا: اس کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں کبھی مٹھائی یا چھوارے ایسے شخص کے ہاتھ میں آ جاتے ہیں جس کو مالک پسند نہیں کرتا اور وہ کسی اور کو دینا چاہتا ہے۔

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ہدی کو نحر کر لیا تو اس کے متعلق فرمایا: آؤ! لوٹ کر لے جاؤ! ابن المنذر نے کہا: یہ حدیث اس کی حجت ہے جس نے اُچھالی ہوئی چیزوں کو لینے کی اجازت دی ہے کیونکہ اس کے لینے کو لوگوں کے لیے مباح کیا گیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قربانی کیے ہوئے اونٹوں کے گوشت کے لینے کو جو مباح فرمایا تھا' یہ معنی مجلسِ نکاح میں اُچھالے ہوئے چھواروں میں بھی پایا جاتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٥٩٥-٥٩٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

محفلِ نکاح میں اُچھالے ہوئے چھواروں کے لوٹنے پر فقہاء احناف کا احادیث سے استدلال

حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے عظیم دن یوم النحر (دس ذوالحج' قربانی کا دن) ہے' پھر یوم القرّ (گیارہ ذوالحج' منیٰ میں برقرار رہنے کا) ہے (اور ان میں سے کسی دن) پانچ یا چھ اونٹنیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب لائی گئیں' آپ ان اونٹنیوں کو نحر (قربان) کر رہے تھے' پس وہ اونٹنیاں بڑھ بڑھ کر آپ کے قریب ہو رہی تھیں کہ آپ ان سے نحر کی ابتداء کریں' پھر جب وہ اونٹنیاں اپنے پہلوؤں پر گر گئیں تو آپ نے آہستہ سے کچھ فرمایا' جس کو میں نہیں سمجھ سکا' پھر میں نے کسی قریب کھڑے ہوئے ساتھی سے پوچھا: آپ نے کیا فرمایا ہے؟ تو انہوں نے کہا: آپ نے فرمایا: جو چاہے ان میں سے گوشت کاٹ کر لے جائے۔

(صحیح ابن خزیمہ: ٢٩١٧-٢٨٦٦' السنن الکبریٰ: ٤٠٩٨' صحیح ابن حبان: ٢٨١١' المستدرک ج ٤ ص ٢٢١' شرح مشکل الآثار: ١٩١٣' سنن بیہقی ج ٥ ص ٢٤١-٢٣٧' سنن ابوداؤد: ١٧٦٥' مسند احمد ج ٤ ص ٣٥٠' مسند احمد: ١٩٠٧٥-ج ٣١ ص ٤٢٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤوط نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔

اس حدیث میں آپ نے قربانی کے گوشت کو لوٹ کر لے جانے کی اجازت دی ہے اور محفلِ نکاح میں جو چھوارے لٹائے جاتے ہیں اور لوگ ان کو لوٹتے ہیں' ان کے جواز کی بھی یہی حدیث اصل ہے۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کسی صحابی کے نکاح کی تقریب میں تھے' آپ نے فرمایا: کھانے کی چیزیں لاؤ اور دف بجاؤ' پھر دف کو لایا گیا اور میوے اور مٹھائی لائی گئی' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان چیزوں کو لوٹو' کسی صحابی نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ نے لوٹنے سے منع نہیں فرمایا! آپ نے فرمایا: میں نے تم کو لشکر کے مالِ غنیمت کو لوٹنے سے منع کیا ہے' رہی شادی کی تقریب تو اس میں تم کو لوٹنے سے منع نہیں کیا' پس لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھینچا اور آپ نے ان کو کھینچا۔

(سنن بیہقی ج ٧ ص ٢٨٨' نشر السنۃ' ملتان)

علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان الماردینی الحنفی المتوفی ٨٤٥ھ' اس حدیث کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا عنوان ہے: خوشی کے دنوں میں کھانے پینے کی چیزوں کو بکھیرنا' اُچھالنا اور لٹانا۔

یہ اس حدیث کی مثل ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اونٹنی کو نحر کرنے کے بعد فرمایا: جو چاہے اس کا گوشت کاٹ کر لے جائے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۰) کیونکہ اس میں اباحت ہے اور ہر ایک کو یہ نہیں معلوم کہ اس کے لیے کتنی مقدار کو مباح کیا گیا ہے' علامہ ابن المنذر نے بیان کیا ہے کہ جب لوگوں کے اوپر کسی چیز کو بکھیرا جائے تو میرے نزدیک اس چیز کو لینا مکروہ ہے' پھر علامہ ابن المنذر نے کہا: میرے نزدیک اس کا لینا مکروہ نہیں ہے' اور علامہ خطابی متوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ شادی کی تقریب میں میووں وغیرہ کو لٹانا جائز ہے اور یہ وہ لوٹ مار نہیں ہے جو نا جائز ہے۔

(الجوہر النقی علی حاشی البیہقی ج ۷ ص ۲۸۸' نشر السنۃ' ملتان)

لوٹنے کی تحریم اور اباحت کی متعارض احادیث میں امام طحاوی کی تطبیق

امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی الحنفی المتوفی ۳۲۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لوٹ مار کرنے سے منع کیا اور فرمایا: جس نے لوٹ مار کی' وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (شرح مشکل الآثار: ۱۳۱۶' شرح السنۃ: ۲۱۶۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۰' مسند البزار: ۱۷۳۳' مصنف عبد الرزاق: ۶۶۹۰' سنن ترمذی: ۱۶۰۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۵۷)

حضرت ثعلبہ بن الحکم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایسی پتیلیوں کے پاس سے گزرے جن میں لوٹی ہوئی بکریوں کا گوشت پک رہا تھا تو آپ نے فرمایا: لوٹا ہوا مال حلال نہیں ہے۔

امام ابو جعفر فرماتے ہیں: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان احادیث سے یہ مراد ہو کہ ہر لوٹی ہوئی چیز حرام ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مخصوص لوٹی ہوئی چیز کی تحریم مراد ہو' پھر ہم نے اس مسئلہ میں غور کیا تو لوٹنے کے جواز میں یہ احادیث ہیں:

حضرت عبد اللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ دن یوم النحر ہے' پھر یوم القر ہے' پھر میں نے پانچ یا چھ اونٹنیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریب کیں' تو ان میں سے ہر اونٹنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک ہو رہی تھی کہ آپ اس سے نحر کی ابتداء کریں' پھر جب وہ اپنے پہلوؤں پر گر گئیں' تو آپ نے کچھ فرمایا: جس کو میں نہیں سمجھ سکا' تو جو شخص میرے پہلو میں تھا میں نے اس سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟ تو اس نے کہا: آپ نے فرمایا ہے کہ جو چاہے ان کا گوشت کاٹ کر لے جائے۔ (شرح مشکل الآثار: ۱۳۱۹' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۴۱-۲۴۳' صحیح ابن حبان: ۲۸۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اونٹوں کے محافظ حضرت ناجیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جو اونٹ تھک جائے میں اس کے ساتھ کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: اس کو نحر کر دو' پھر اس کے ہار کو اس کے خون میں ڈبو دو' پھر وہ خون اس کے پہلو پر اس طرح لگاؤ' پھر اس اونٹ کے اور لوگوں کے درمیان تخلیہ کر دو (یعنی رکاوٹیں ہٹا دو)۔ (شرح مشکل الآثار: ۱۳۲۰' صحیح ابن حبان: ۴۰۲۳)

ہشام بن عروہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ایک قربانی کے اونٹ والے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! اگر میری قربانی کا اونٹ تھک جائے تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: اس کو نحر کر دو' پھر اس کے ہار کو اس کے خون میں ڈبو دو' پھر اس اونٹ اور لوگوں کے درمیان تخلیہ کر دو کہ وہ اس کو آ کر کھائیں۔

(شرح مشکل الآثار: ۱۳۲۱' موطا امام مالک: ۱۴۸' سنن ابو داؤد: ۱۷۶۲' سنن ترمذی: ۹۱۰' سنن ابن ماجہ: ۳۱۰۶)

امام ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں: ان دونوں حدیثوں میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس ہدی (قربانی کے جانور) کو لوگوں کے کھانے کے لیے مباح کر دیا تھا اور جن لوگوں کے لیے اس ہدی کو حلال کیا تھا' ان سے مراد مخصوص اور معین لوگ نہیں تھے اور

نہ یہ معین کیا تھا کہ وہ اس ہدی میں سے اتنا گوشت لے سکتے ہیں' اس سے ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ جن احادیث میں آپ نے لوٹنے کو حرام قرار دیا ہے' وہ لوٹنے کی اس صورت کے خلاف ہیں اور وہ ان چیزوں کے متعلق ہے جن کو لوٹنے کی آپ نے اجازت نہیں دی اور جن چیزوں کو آپ نے لوٹنے کی اجازت دی ہے' ان کو لوٹنا مباح ہے۔

(شرح مشکل الآثار ج ۳ ص ۳۶۱-۳۵۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

"مثلہ" کا معنی

اس حدیث میں "مُثلہ" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اعضاء میں سزا جاری کرنا' جیسے ناک یا کان کاٹنا یا آنکھ نکال دینا۔

٢٤٧٥ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيْهَا أَبْصَارَهُمْ، حِيْنَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ. وَعَنْ سَعِيْدٍ وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ، إِلَّا النُّهْبَةَ. قَالَ الْفِرَبْرِيُّ وَجَدْتُ بِخَطِّ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ تَفْسِيْرُهُ أَنْ يُنْزَعَ مِنْهُ، يُرِيْدُ الْإِيْمَانَ. [اطراف الحدیث: ٥٥٧٨-٦٧٧٢-٦٨١٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابوبکر بن عبد الرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت زانی زنا کرتا ہے' وہ اس حال میں مؤمن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی شخص شراب پیتا ہے تو وہ اس حال میں مؤمن نہیں ہوتا اور جو شخص چوری کرتا ہے تو اس حال میں وہ مؤمن نہیں ہوتا' اور جو شخص لوٹ مار کرتا ہے اور لوگ اس کی لوٹ مار کے وقت اس کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھتے ہیں تو وہ اس حال میں مؤمن نہیں ہوتا' اور سعید اور ابوسلمہ نے از حضرت ابوہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم 'لوٹ کے الفاظ کے سوا اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔ فربری نے کہا: میں نے ابوجعفر کے رسم الخط میں لکھا ہوا پایا' امام ابوعبداللہ نے کہا: اس کی تفسیر یہ ہے کہ اس شخص کے سینے سے ایمان نکال لیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ٥٧' الرقم المسلسل: ١٠٨' مصنف عبدالرزاق: ٢٠٥٥١' صحیح ابن حبان: ٥٩٧٩' شرح السنۃ: ٤٧' مسند احمد ج ٢ ص ٢١٧' مسند احمد: ٨٢٠٢- ج ١٣ ص ٥٢١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اجازت کے ساتھ لوٹنے کے جواز پر احناف کی ایک اور دلیل

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جو شخص لوٹ مار کرتا ہے اور لوگ اس کی لوٹ مار کے وقت اس کی طرف نظریں اُٹھا کر دیکھتے ہیں۔ یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ وہ بلا اجازت لوٹ مار کرتا ہے کیونکہ لوگ اسی وقت اس کی طرف دیکھتے ہیں جب وہ بغیر اجازت کے لوٹ رہا ہو۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٧٩٩' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں کہ جب بغیر اجازت کے لوٹنا ممنوع ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اجازت کے ساتھ لوٹنا جائز ہے اور یہی فقہاء احناف کا مذہب ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو "کتاب المظالم" میں اس لیے روایت کیا ہے کہ بغیر اجازت کے کسی چیز کو لوٹنا

ظلم ہے۔

٣١ - بَابُ كَسْرِ الصَّلِيْبِ وَقَتْلِ الْخِنْزِيْرِ صلیب کو توڑنے اور خنزیر کو قتل کرنے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد عیسائیوں کی صلیب کو اور مشرکین کے بتوں کو توڑ دیں گے اور اس باب سے یہ اشارہ کرنا مقصود نہیں ہے کہ ہمیں اہل ذمہ کی صلیبوں کو توڑ دینا چاہیے کیونکہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اہل ذمہ کو ان کی عبادات کے ساتھ ترک کر دیں' اور اہل حرب کی صلیبوں کو توڑنا اور ان کے خنزیروں کو قتل کرنا جائز ہے' صلیب سے مراد وہ مستطیل یا مربع لکڑی ہے جس کے متعلق عیسائیوں کا یہ فاسد زعم ہے کہ اس صورت کی لکڑی پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں ان کے اس عقیدہ کا رد فرمایا ہے:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ. (النساء:١٥٧) اور انہوں نے عیسیٰ کو نہ قتل کیا نہ سولی دی۔

اصل میں یہ صلیب لکڑی کی تھی اور اکثر اوقات سے یہ لوگ سونے' چاندی اور پیتل کی بھی صلیبیں بناتے ہیں۔

٢٤٧٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ قَالَ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا' فَيَكْسِرَ الصَّلِيْبَ' وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيْرَ' وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ' وَيَفِيْضَ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ اَحَدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی حتیٰ کہ تم میں ابن مریم نازل ہو جائیں' وہ حکم نافذ کرنے والے اور عدل سے فیصلہ کرنے والے ہوں گے' پس وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے اور مال اتنا بڑھ جائے گا حتیٰ کہ اس کو کوئی شخص قبول نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٢٢٢ گزر چکی ہے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ سے جزیہ لینا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کا حکم ہے تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو کر ہمارے نبی کی شریعت کو منسوخ کر دیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ کا معنی ہے: کسی حکم کی مدت بیان کرنا اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتایا ہے کہ جزیہ کی مشروعیت کی مدت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول تک ہے' کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام کافروں سے جہاد کریں گے اور یہود و نصاریٰ میں سے جو کافر ہوں گے' وہ سب مارے جائیں گے اور صرف مسلمان باقی رہ جائیں گے' اس لیے اس وقت جزیہ کی ضرورت نہیں رہے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس وقت مال کو بہائیں گے' اس وقت اس مال کو لینے والا کوئی نہیں ہو گا۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جہاد ظالم یہود و نصاریٰ اور کافروں کے خلاف ہو گا۔

٣٢ - بَابُ هَلْ تُكْسَرُ الدِّنَانُ الَّتِيْ فِيْهَا کیا ان مٹکوں کو توڑ دیا جائے جن میں شراب ہو اور

الْخَمْرُ؟ أَوْ تُخَرَّقُ الزِّقَاقُ، فَإِنْ كَسَرَ صَنَمًا، أَوْ صَلِيبًا، أَوْ طُنْبُورًا، أَوْ مَا لَا يُنْتَفَعُ؟ بِخَشَبِهِ وَأُتِيَ شُرَيْحٌ فِي طُنْبُورٍ كُسِرَ، فَلَمْ يَقْضِ فِيهِ بِشَيْءٍ.

ان مشکوں کو پھاڑ دیا جائے جن میں شراب ہو؟ پس اگر کسی نے بت کو یا صلیب کو یا ستار کو توڑ دیا یا کسی ایسی لکڑی کو توڑ دیا جو غیر مفید ہو (تو کیا حکم ہے)؟ قاضی شریح کے پاس ایک ستار توڑنے کا مقدمہ لایا گیا تو انہوں نے اس میں کوئی فیصلہ نہیں کیا

اس تعلیق کی اصل یہ حدیث ہے:

ابوحصین بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی کا ستار توڑ دیا' وہ یہ مقدمہ قاضی شریح کے پاس لے گئے' انہوں نے اس شخص کو ضامن نہیں کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۲۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

شراب کی مشک پھاڑنے' صلیب توڑنے اور ستار توڑنے کی ضمان میں اختلافِ فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی نے مسلمان کی شراب کی مشک پھاڑ دی تو امام محمد اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک وہ اس نقصان کا ضامن ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک وہ اس نقصان کا ضامن نہیں ہوگا کیونکہ یہ بھی نیکی کے حکم دینے کا ایک طریقہ ہے۔ ہمارے فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے نصرانی کی صلیب توڑ دی تو وہ صلیب کی قیمت کا ضامن ہوگا' کیونکہ جو نصرانی ذمی ہو' اس کو اس کے عقیدہ پر برقرار رکھا گیا ہے' امام احمد نے کہا ہے: وہ ضامن نہیں ہوگا' اور امام شافعی نے کہا ہے: اگر ٹوٹنے کے بعد بھی اس میں مباح نفع کی صلاحیت ہے تو پھر وہ ضامن نہیں ہوگا' ورنہ وہ ٹوٹنے سے پہلے اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔

''صنم'' اور ''طنبور'' وغیرہ کے معانی اور ان کے فقہی احکام

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ''صنم'' وہ چیز ہے جسے اللہ کو چھوڑ کر معبود بنایا گیا ہو' اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا جسم اور اس کی صورت ہو اور جس کا جسم اور صورت نہ ہو' وہ ''وثن'' ہے' نیز انہوں نے کہا: لکڑی یا پتھر کو تراش کر آدمی کی صورت بنائی جائے اور اس کو نصب کر کے اس کی عبادت کی جائے تو وہ ''وثن'' ہے اور ''صنم'' بغیر جسم کی صورت ہے' اور دوسرے علماء نے ان میں فرق نہیں کیا۔

ستار کو عربی میں ''طنبور'' کہتے ہیں: یہ گانے بجانے کے آلات میں سے ایک آلہ ہے۔

یا وہ لکڑی جو قابل نفع نہ ہو' یعنی ستار کے علاوہ دوسرے گانے بجانے کے آلات۔

ہمارے علماء احناف نے کہا ہے کہ جس شخص نے کسی مسلمان کا ستار یا سارنگی یا بانسری یا دف توڑ ڈالا تو وہ ضامن ہوگا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان چیزوں کی بیع جائز ہے اور امام ابو یوسف' امام محمد' امام شافعی' امام مالک اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ ان آلات غناء کے توڑنے سے وہ ضامن نہیں ہوگا' اور ان آلات کی بیع جائز نہیں ہے۔

ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ یہ اختلاف اس دف اور اس طبل میں ہے جو لھو و لعب کے لیے ہوں' اور جو طبل جہاد کے لیے ہو یا وہ دف ہو جس کو شادی اور خوشی کے مواقع پر بجانا جائز ہے' اگر ان آلات کو کسی نے توڑ دیا تو وہ ان کا ضامن ہوگا۔

فقہاء احناف کی کتاب الذخیرہ میں لکھا ہوا ہے کہ شادی کے موقع پر دف بجانے میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے (اور یہی صحیح قول ہے کیونکہ یہ قول حدیث کے مطابق ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) رہا وہ دف جو

ہمارے زمانہ میں دیگر آلاتِ غناء کے ساتھ بجایا جاتا ہے' سو وہ بالاتفاق مکروہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۴' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٤٧٧ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ' عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ' عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نِيْرَانًا تُوْقَدُ يَوْمَ خَيْبَرَ' فَقَالَ عَلٰى مَا تُوْقَدُ هٰذِهِ النِّيْرَانُ؟ قَالُوْا عَلَى الْحُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ قَالَ اِكْسِرُوْهَا وَاَهْرِقُوْهَا. قَالُوْا اَلَا نُهَرِيْقُهَا وَنَغْسِلُهَا؟ قَالَ اِغْسِلُوْا. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ ابْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ يَقُوْلُ الْحُمُرِ الْاَنَسِيَّةِ . بِنَصْبِ الْاَلِفِ وَالنُّوْنَ.

[اطراف الحدیث: ۴۱۹۶۔۵۴۹۷۔۶۱۴۸۔۶۳۳۱۔۶۸۹۱]

(صحیح مسلم: ۱۸۰۲' الرقم المسلسل: ۴۵۶۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم الضحاک بن مخلد نے از یزید بن ابی عبید روایت کی' انہوں نے از حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ روایت کی' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ غزوۂ خیبر کے دن آگ جل رہی ہے' آپ نے پوچھا: یہ کس چیز پر آگ جل رہی ہے؟ صحابہ نے بتایا کہ یہ پالتو گدھے (پکائے جارہے) ہیں' آپ نے فرمایا: ان پتیلیوں کو توڑ دو اور (ان کا گوشت) گرادو' صحابہ نے پوچھا: آیا ہم ان کا گوشت گرا کر دیگچیوں کو دھو سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: دھولو۔ امام ابو عبداللہ بخاری نے کہا: ابن ابی اویس کہا کرتے تھے: "الحمر الانسیّہ" میں الف اور نون پر نصب (زبر) ہے۔

پالتو گدھوں کے گوشت کی حرمت اور حلت میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ پالتو گدھوں کا گوشت نجس ہے کیونکہ آپ نے یہ حکم دیا کہ ان پتیلیوں میں جو گوشت پک رہا ہے اس کو گرادو' اور اس ارشاد میں گوشت کی بہت زیادہ تحریم ہے۔

جن علماء نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حلال کہا ہے' انہوں نے اس کو حرام قرار دینے کی مختلف وجوہ بیان کی ہیں:

بعض مالکیہ اور ابن ابی لیلیٰ نے کہا: اگر پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام نہ قرار دیا جاتا تو مسلمان ان کو ذبح کر کر کے کھا جاتے اور پھر مسلمانوں کی سواری کے لیے گدھے مشکل سے ملتے۔ اس بناء پر یہ ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نہیں جانتا کہ آپ نے کس وجہ سے پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا ہے' ہو سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ گدھوں پر بوجھ لادا جاتا ہے۔

سعید بن جبیر نے کہا کہ آپ نے پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ پالتو گدھے گندگی وغیرہ بھی کھاتے ہیں اور اس بناء پر یہ ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ چونکہ ان گدھوں کو مالِ غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے مسلمانوں نے ذبح کر کے پکالیا تھا' اس لیے آپ نے ان کے پکائے ہوئے طعام کو پھینک دینے کا حکم دیا۔

ابو عمر بن عبد البر نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گھوڑوں کے گوشت کو کھانے کی اجازت دی' اس میں یہ دلیل ہے کہ پالتو گدھوں کے گوشت کے کھانے کی ممانعت بغیر کسی سبب کے تھی اور یہ محض حکم تعبدی ہے' کیونکہ یہ معلوم ہے کہ گھوڑوں کا مرتبہ گدھوں سے بلند ہے اور گھوڑوں کو کھانے سے ان کی کمی کا خطرہ گدھوں کی کمی کے خطرہ سے زیادہ شدید ہے' کیونکہ گھوڑوں کی ضرورت جہاد میں ہوتی ہے' لہٰذا یہ واضح ہو گیا کہ پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے کی ممانعت اس وجہ سے نہیں تھی کہ سواری اور بوجھ

لادنے کے لیے ان کی ضرورت تھی بلکہ ان کی ممانعت محض امر تعبدی ہے۔

حضرت غالب کی حدیث سے پالتو گدھوں کے گوشت کی حلت پر استدلال

بعض مالکیہ جو پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے کے جواز کے قائل ہیں' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم قحط سے دوچار تھے اور میرے پاس اپنے گھر والوں کو کھلانے کے لیے کوئی مال نہیں تھا سوائے میرے پالتو گدھوں کے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرما دیا تھا' تو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم قحط زدہ ہیں اور سوائے فربہ گدھوں کے میرے پاس اپنے گھر والوں کو کھلانے کے لیے اور کوئی چیز نہیں ہے' آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کو اپنے فربہ گدھوں سے کھلاؤ' میں نے ان کو اس لیے حرام قرار دیا تھا کہ وہ گندی چیزیں کھاتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ۳۸۰۸)

علامہ عینی کی طرف سے حدیث مذکور کا جواب

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

مسعر نے کہا ہے کہ میری غالب رائے یہ ہے کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تھا' وہ حضرت غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ ہیں' اور ایک سند میں حضرت عبدالرحمٰن بن معقل کا ذکر ہے' اور ایک سند میں حضرت عبدالرحمٰن بن بشر کا ذکر ہے' اور ایک سند میں عبداللہ بن بشر کا ذکر ہے اور یہ بہت شدید اختلاف ہے' اس لیے یہ حدیث ان احادیث صحیحہ سے متصادم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی' جن میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرما دیا ہے۔

شیخ ابن حزم اور امام بیہقی کی طرف سے حدیث مذکور کا جواب

شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ یہ حدیث اپنی تمام سندوں کے ساتھ باطل ہے کیونکہ اس کی تمام سندوں میں عبدالرحمٰن بن بشر سے روایت ہے اور وہ مجہول ہے۔ دوسری سند عبداللہ بن عمرو بن لویم سے مروی ہے اور وہ بھی مجہول ہے یا شریک کی سند سے مروی ہے اور وہ مجہول ہے' پھر ابن الحسن سے مروی ہے اور اس کا پتا نہیں وہ کون ہے' یا سلمیٰ بنت النضر الخضر یہ سے یہ حدیث مروی ہے اور اس کا پتا نہیں ہے کہ وہ کون ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۶ ص ۸۱۔ ۸۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام بیہقی نے کہا ہے کہ یہ حدیث معلول ہے' پھر اس کی علت کے بیان میں بہت طویل کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۳۔ ۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مصنف کی طرف سے حدیث مذکور کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قحط کے ایام میں پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے کی اجازت دی ہے اور ایام قحط میں احکام آسانی پر مبنی ہوتے ہیں اور عام ایام میں آپ نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرما دیا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں پالتو گدھوں کے گوشت کے کھانے کی ممانعت ہے' وہ محرِّم ہے اور سنن ابوداؤد کی یہ حدیث مُبیح ہے اور تحریم اور اباحت میں جب تعارض ہو تو تحریم کی حدیث کو ترجیح ہوتی ہے' تیسرا جواب یہ ہے کہ تحریم والی حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ہے اور اباحت والی حدیث سنن ابوداؤد کی روایت ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت کو سنن ابوداؤد کی روایت پر ترجیح ہے۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۵۵۳۔ ج ۵ ص ۵۸۶۔ ۵۸۳ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① خیبر کا لغوی معنیٰ' جغرافیائی محل وقوع' تاریخ اور غزوۂ خیبر کے اہم واقعات ② ران کے شرم گاہ ہونے کی تحقیق ③ خیبر کا تمام علاقہ صلح سے فتح ہوا تھا یا بعض؟ ④ اللہ تعالیٰ کے لیے ''میں فدا ہوں'' کہنے کی تحقیق۔

تاہم شرح صحیح مسلم میں گدھے کے گوشت کی حرمت اور حلت کی بحث نہیں کی گئی' یہ بحث صرف نعمۃ الباری میں ہے۔

٢٤٧٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ وَحَوْلَ الْكَعْبَةِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَسِتُّوْنَ نُصُبًا، فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُوْدٍ فِيْ يَدِهٖ، وَجَعَلَ يَقُوْلُ ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾ اَلْاٰيَةَ (بنی اسرائیل:٨١).

(صحیح مسلم:١٧٨١' الرقم المسلسل:٤٥١٧' سنن ترمذی:٣١٣٨)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی نجیح نے حدیث بیان کی از مجاہد از ابی معمر از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے' اس وقت کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے' آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی' وہ آپ ان بتوں پر مارتے اور فرماتے: حق آ گیا اور باطل چلا گیا۔ (بنی اسرائیل:٨١)

اس باب کی حدیثوں کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ مناسبت نہ ہونا

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ باب کے عنوان میں بتوں کو توڑنے کا ذکر تھا اور اس باب میں بتوں کو چھڑی مارنے کا ذکر ہے' تاہم ''کتاب المظالم'' کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت ظاہر نہیں ہے کیونکہ بتوں کو توڑنا اور ان پر چھڑی مارنا ظلم نہیں ہے' عین عدل ہے' اسی طرح حدیث: ٢٤٧٧ میں پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دینے کا ذکر ہے اور اس کی بھی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے' بخاری پرستوں کو اس پر غور کرنا چاہیے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) علی بن عبداللہ' جو ابن المدینی کے نام سے معروف ہیں (٢) سفیان' یہ سفیان بن عیینہ ہیں (٣) ابن ابی نجیح' یہ عبداللہ بن یسار ہیں (٤) مجاہد بن جبیر (٥) ابو معمر (٦) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٤٤)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کب کعبہ میں داخل ہو کر بتوں کو توڑا تھا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے' مراد یہ ہے کہ فتح مکہ کے وقت' اور یہ رمضان ٨ھ میں ہوا تھا۔

اس حدیث میں ہے: مکہ میں تین سو ساٹھ ''نُصُب'' تھے' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ تراشے ہوئے پتھر ہیں جن کو زمانۂ جاہلیت میں مشرکین کعبہ میں رکھتے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔

امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کعبہ میں تصویریں تھیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان تصویروں کو مٹا دیں' انہوں نے ایک کپڑے سے ان تصویروں کو مٹا دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں کعبہ میں داخل ہوئے کہ اس میں کوئی تصویر نہیں تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان بتوں پر چھڑی اس لیے مارتے تھے تاکہ یہ ظاہر ہو کہ یہ بت اپنی ذات سے ضرر کو دور نہیں کر سکتے تو لوگوں سے ضرر کو کس طرح دور کر سکتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٤٥' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

بتوں کو توڑنے سے آلاتِ غناء کے توڑنے پر استدلال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام ابن جریر طبری نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی فقہ یہ ہے کہ آلاتِ باطلہ اور ہر وہ چیز جس کو صرف اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال کیا جا سکے جیسے ستار' سارنگی' بانسری اور ڈھولک وغیرہ' جن میں مشغول رہنے سے انسان اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوتا ہے' سو ایسی چیزوں کو اس طرح توڑ دینا چاہیے کہ ان کی ہیئت اور صورت بگڑ جائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوں کو توڑ ڈالا تھا حتیٰ کی ان کی صورتیں بگڑ گئیں۔

سلف صالحین کی ایک جماعت کے متعلق مروی ہے کہ وہ آلاتِ لھو ولعب کو توڑ دیتے تھے۔

سفیان نے از منصور از ابراہیم یہ روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب جب راستہ میں دف بجانے والی لڑکیوں کو دیکھتے تو ان دفوف (دف کی جمع) کو توڑ دیتے تھے اور نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ جب وہ کسی شخص کو چوسر کھیلتے ہوئے دیکھتے تھے تو اس کو مارتے تھے اور اس کی گوٹوں کو توڑنے کا حکم دیتے تھے۔

علامہ المہلب المالکی التوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے کہ جب لکڑی کے بنے ہوئے آلاتِ لھو کو توڑ دیا جائے اور اس لکڑی میں منفعت ہو تو اس لکڑی کا مالک اس کا زیادہ حق دار ہے' ہاں! اگر سربراہِ ملک یہ دیکھے کہ ان آلات کا صرف توڑ دینا اس شخص کی سزا کے لیے ناکافی ہے تو وہ لکڑیوں کو جلا دے' جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی دکان جلا دی تھی جو شراب فروخت کرتا تھا' اور جو لوگ نماز پڑھنے کے لیے نہیں آتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھروں کو جلانے کا ارادہ فرمایا تھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حرام مال کو تلف کر کے سزا دینے کی اصل ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۶ ص ۴۹۷-۴۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

٢٤٧٩ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ' عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ' عَنْ اَبِيْهِ الْقَاسِمِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا كَانَتِ اتَّخَذَتْ عَلٰى سَهْوَةٍ لَهَا سِتْرًا فِيْهِ تَمَاثِيْلُ' فَهَتَكَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَاتَّخَذَتْ مِنْهُ نُمْرُقَتَيْنِ' فَكَانَتَا فِي الْبَيْتِ يَجْلِسُ عَلَيْهِمَا. [اطراف الحدیث: ۵۹۵۴-۵۹۵۵-۶۱۰۹] (صحیح مسلم: ۲۱۰۷' الرقم المسلسل: ۵۴۱۳' سنن ابوداؤد: ۴۱۵۳' سنن نسائی: ۵۳۰۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے اپنے گھر یا اپنے طاق کے اوپر ایسا پردہ ڈالا تھا جس میں تصاویر تھیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پردہ کو پھاڑ ڈالا' پھر حضرت عائشہ نے اس پردہ کے دو گدے بنا لیے' پس یہ گھر میں تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان گدوں پر بیٹھتے تھے۔

''سھوۃ' تماثیل'' اور ''نمرقتین'' کے معانی اور گھروں میں تصاویر لٹکانے کا شرعی حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''سھوۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی وہ سائبان ہے جو گھروں کے سامنے ہوتا ہے' ایک قول ہے کہ اس کا معنی چھوٹا سا گھر ہے' ایک قول یہ ہے کہ گھروں میں چیزیں رکھنے کے لیے جو طاق بنایا جاتا ہے' اس کو ''سھوۃ'' کہتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ گھروں میں سامان رکھنے کے لیے جو کوٹھڑی بنائی جاتی ہے' اس کو ''سھوۃ'' کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ پردہ طاق کے اوپر لٹکا ہوا تھا یا کوٹھڑی کے اوپر' بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پردہ گھر کے دروازہ پر لٹکا ہوا تھا۔

اس حدیث میں ''تماثیل'' کا لفظ ہے'یہ ''تمثال'' کی جمع ہے'' تمثال'' کا معنی ہے: جان دار کے مشابہ صورت' خواہ وہ مجسم ہو یا غیر مجسم۔صاحب المغرب نے یہ کہا ہے کہ جو شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ صرف وہ تصویر ممنوع ہے جس کا جسم ہو' جیسے مجسمہ' تو یہ حدیث اس شخص کے گمان کی تکذیب کرتی ہے' کیونکہ اس حدیث میں جن تصاویر کی ممانعت کا ذکر ہے' وہ پردہ میں نقش تھیں یعنی چھپی ہوئی تھیں۔

اس حدیث میں ''نمرقتین'' کا لفظ ہے'اس کا معنی ہے: چھوٹے گدے۔(عمدۃ القاری ج ۱۳ص ۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کپڑوں کے بنے ہوئے گدوں پر بیٹھتے تھے جن پر تصویریں بنی ہوئی تھیں'اس سے معلوم ہوا کہ گھروں میں مطلقاً تصاویر رکھنا ممنوع نہیں ہے بلکہ ان تصاویر کا رکھنا ممنوع ہے جن کو عزت اور احترام کے ساتھ رکھا جائے' بعض لوگ اپنے والد' شیخ یا اپنے استاذ کی تصویر کو فریم کرا کر گھر میں تعظیم سے رکھتے ہیں'یا قومی لیڈروں کی تصاویر کو گھروں' دفتروں یا شاہراہوں پر لگایا جاتا ہے'یہ جائز نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے درج کیا ہے کہ گھروں میں تصاویر کو عزت اور احترام کے ساتھ رکھنا ظلم ہے۔

٣٣ - بَابُ مَنْ قَاتَلَ دُوْنَ مَالِهٖ — جو شخص اپنے مال کی حفاظت کے لیے لڑا

اس باب کے عنوان کی یہ توجیہ ہے کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کے لیے لڑا'اس کا کیا حکم ہے؟اور اس کی توضیح یوں بھی ہو سکتی ہے کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کے لیے لڑا اور مارا گیا تو وہ شہید ہے'امام بخاری نے اس باب میں آنے والی حدیث پر اکتفاء کرتے ہوئے اس کا ذکر نہیں کیا۔

٢٤٨٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، هُوَ ابْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ، قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو الْاَسْوَدِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی اور وہ ابن ابی ایوب ہیں' انہوں نے کہا: مجھے ابوالاسود نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا' وہ شہید ہے۔

(صحیح مسلم:۱۴۱'الرقم المسلسل: ۳۵۸' سنن ترمذی: ۱۴۲۴' سنن ابوداؤد: ۴۷۷۱' مصنف عبدالرزاق: ۱۸۵۶۸' سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۳۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۹۲۲۔ج ۱۱ ص ۵۲۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل ظاہر ہے' البتہ ''کتاب المظالم'' کے ساتھ اس حدیث کی مطابقت ظاہر نہیں ہے' کیونکہ اپنے مال کی حفاظت کے لیے لڑنا ظلم نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن یزید القرشی العدوی' ابوعبدالرحمن المقری (۲) سعید بن ابوایوب' ابوایوب کا نام مقلاص الخزاعی ہے (۳) ابوالاسود محمد بن عبدالرحیم (۴) عکرمہ' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا آزاد کردہ غلام (۵) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۷)

باب مذکور کی تائید میں دیگر احادیث

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا' وہ شہید ہے اور جو شخص اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا' وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا' وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا' وہ شہید ہے۔

(سنن ابوداؤد: ٤٧٧٢' سنن ترمذی: ١٤٢١' سنن ترمذی: ٢٥٨٠' سنن نسائی: ٤١٠١)

حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مظلومیت سے مارا گیا' وہ شہید ہے۔

(سنن نسائی: ٤١٠٢)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے مال کے پاس مظلوماً مارا گیا اس کے لیے جنت ہے۔ (سنن نسائی: ٤٠٩٢)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتائیے کہ ایک شخص آئے اور میرا مال لوٹنے کا ارادہ کرے (تو میں کیا کروں؟) آپ نے فرمایا: تم اپنا مال اس کو مت دو' اس نے پوچھا: یہ بتائیے کہ اگر وہ مجھ سے لڑے؟ آپ نے فرمایا: تم اس سے لڑو' اس نے پوچھا: یہ بتائیے اگر وہ مجھے قتل کردے؟ آپ نے فرمایا: پھر تم شہید ہو' اس نے پوچھا: یہ بتائیے اگر میں اس کو قتل کردوں؟ آپ نے فرمایا: وہ دوزخ میں جائے گا۔ (صحیح مسلم: ١٤٠' سنن نسائی: ٤٠٨٩)

چوروں اور لٹیروں سے مدافعت کے متعلق اقوالِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو ان ابواب میں اس لیے داخل کیا ہے تاکہ تم کو یہ معلوم ہو کہ انسان کے لیے اپنی جان اور اپنے مال کی طرف سے مدافعت کرنا جائز ہے اور اگر وہ مدافعت کرتا ہوا مارا گیا تو وہ شہید ہوگا اور اگر اس نے اپنی مدافعت کرتے ہوئے حملہ آور کو قتل کر دیا تو اس کی دیت ہوگی نہ اس سے قصاص لیا جائے گا۔

علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ علماء کی ایک جماعت نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ چوروں سے قتال کرنا اور اپنی جان اور مال کا دفاع کرتے ہوئے ان کو مار ڈالنا جائز ہے۔

ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ اگر تم کو یہ خطرہ ہو کہ چور حملہ کرنے میں تم پر سبقت کرے گا تو تم اس پر سبقت کرو اور حسن بصری نے کہا ہے کہ جب رات کو چور ہتھیار لے کر آئے تو تم اس کو قتل کر دو' امام مالک سے سوال کیا گیا کہ کچھ لوگ رات کو سفر کرتے ہیں' پھر ان کو چور مل جاتے ہیں' امام مالک نے کہا: ان کو اللہ سے ڈراؤ اگر وہ نہ مانیں تو پھر ان سے لڑو۔ سفیان ثوری اور عبداللہ ابن المبارک نے کہا: ایک دمڑی کے لیے بھی ان سے لڑو۔

امام احمد بن حنبل نے کہا: اگر چور سامنے سے آرہا ہو تو اس پر حملہ کرو اور اگر وہ پیٹھ پھیر کر جا رہا ہو تو پھر حملہ نہ کرو۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ ایک چور کسی کے گھر میں داخل ہوا اور مال چوری کر کے گھر سے نکل گیا' پھر اس شخص نے چور کا پیچھا کر کے اس کو قتل کر دیا تو قتل کرنے والے پر کیا تاوان ہے؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: کچھ نہیں۔

امام شافعی نے فرمایا: جس شخص کے مال کا صحرا میں یا شہر میں ارادہ کیا گیا' یا اس کی بیوی کی عزت کا ارادہ کیا گیا تو اس شخص کے لیے جائز ہے کہ اس کو منع کرے اور لوگوں سے مدد طلب کرے' اگر وہ باز آ جائے تو اس سے لڑنے کا حق نہیں ہے' اگر وہ باز نہ آئے تو

اس شخص کے لیے اپنی جان' مال اور اپنی اہلیہ کی عزت کی مدافعت کے لیے اس سے لڑنا جائز ہے اور اگر اس حملہ میں وہ لوٹنے والا مارا گیا تو اس کی کوئی دیت ہے نہ قصاص ہے' نہ کفارہ ہے۔ (شرح ابن بطال ج٦ ص٥٩٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

٣٤ - بَابٌ إِذَا كَسَرَ قَصْعَةً أَوْ شَيْئًا لِغَيْرِهٖ

جب کسی کا پیالہ یا کوئی اور چیز توڑ دی

٢٤٨١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهٖ فَأَرْسَلَتْ إِحْدٰى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ مَعَ خَادِمٍ بِقَصْعَةٍ فِيْهَا طَعَامٌ، فَضَرَبَتْ بِيَدِهَا فَكَسَرَتِ الْقَصْعَةَ، فَضَمَّهَا وَجَعَلَ فِيْهَا الطَّعَامَ، وَقَالَ كُلُوْا. وَحَبَسَ الرَّسُوْلَ وَالْقَصْعَةَ حَتّٰى فَرَغُوْا فَدَفَعَ الْقَصْعَةَ الصَّحِيْحَةَ وَحَبَسَ الْمَكْسُوْرَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی زوجہ مطہرہ کے پاس تھے' تو امہات المؤمنین میں سے کسی نے اپنے خادم کے ہاتھ ایک پیالہ بھیجا تو اس زوجہ مطہرہ نے اپنا ہاتھ مار کر اس پیالہ کو توڑ دیا' آپ نے اس کے ٹکڑوں کو ملا کر جوڑا اور اس میں جو طعام تھا' وہ اس میں رکھ دیا' اور صحابہ سے فرمایا: اسے کھاؤ' اور آپ نے اس پیالہ لانے والے کو اور اس پیالہ کو روک لیا حتیٰ کہ جب صحابہ کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے دوسرا سالم پیالہ دے دیا اور ٹوٹا ہوا پیالہ رکھ لیا۔

وَقَالَ ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور ابن ابی مریم نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

[طرف الحدیث: ٥٢٢٥] (سنن ابوداؤد: ٣٥٦٧' سنن ترمذی: ١٣٥٩' سنن نسائی: ٣٩٦٢' سنن ابن ماجہ: ٢٣٣٣' مسند احمد ج٣ ص١٠٥ طبع قدیم' مسند احمد: ١٣٨٠٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

پیالہ میں طعام بھیجنے والی ازواجِ مطہرات اور پیالہ توڑنے والی زوجہ مطہرہ کے اسماء

امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ٣٠٣ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ ایک پیالہ میں طعام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی طرف گئیں' پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی چادر سے تہبند باندھی ہوئی آئیں اور ان کے پاس ایک باریک پتھر تھا' انہوں نے وہ پتھر پیالہ پر مار کر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیالہ کے ٹکڑے جمع کیے اور صحابہ سے دوبار فرمایا: تم کھاؤ' تمہاری ماں غارت ہو جائے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کا (ثابت وسالم) پیالہ لیا اور اس کو حضرت ام سلمہ کی طرف بھیج دیا اور حضرت ام سلمہ کا پیالہ حضرت عائشہ کو دے دیا۔ (سنن نسائی: ٦٩٦٢' دارالفکر' بیروت)

یہ حجاب کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی متوفی ٢٧٣ھ روایت کرتے ہیں:

بنو سوءاۃ کے ایک آدمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق بتائیے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: کیا تم قرآن مجید میں یہ آیت نہیں پڑھتے:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ O (القلم:۴) اور بے شک آپ ضرور عظیم اخلاق پر فائز ہیں O

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے' میں نے آپ کے لیے طعام تیار کیا' اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ کے لیے طعام تیار کیا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے پہلے طعام تیار کرلیا' میں نے خادمہ سے کہا: جاؤ! جا کر حضرت حفصہ کے پیالہ کو اُلٹ دو' وہ حضرت حفصہ کے پاس جا ملی' اس وقت وہ اس طعام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رکھنے کا ارادہ کر رہی تھیں تو خادمہ نے ان کا پیالہ اُلٹ دیا اور وہ گر کر ٹوٹ گیا اور طعام بکھر گیا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پیالہ کے ٹکڑوں کو اور اس طعام کو اکٹھا کر کے دستر خوان پر رکھا' ان سب نے وہ کھایا' پھر آپ نے میرے پیالہ کو حضرت حفصہ کے پاس بھیج دیا اور فرمایا: اپنے برتن کی جگہ اس برتن کو لے لو اور جو کچھ اس میں ہے وہ کھاؤ' حضرت عائشہ نے بتایا کہ میں نے پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے میں ناگواری کا اثر نہیں دیکھا۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۳۳۳' دارالفکر' بیروت)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: جس روایت میں ذکر ہے کہ حضرت عائشہ نے ہاتھ مار کر پیالہ توڑا تھا' وہ بھی اس خادمہ نے توڑا تھا لیکن حضرت عائشہ نے توڑنے کی نسبت اپنی طرف کی کیونکہ خادمہ کو انہوں نے بھیجا تھا' ابن حزم نے محلّی میں ذکر کیا ہے کہ یہ طعام حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے بھیجا تھا' امام ابوداؤد اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ یہ طعام حضرت صفیہ نے بھیجا تھا اور ان احادیث میں تعارض نہیں ہے کیونکہ یہ متعدد واقعات ہیں۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۸۰۳' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء کہ کسی چیز کے توڑنے پر اس کے تاوان میں آیا اس چیز کی مثل دی جائے گی یا اس کی قیمت؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ جس زوجہ مطہرہ نے پیالہ میں آپ کے لیے طعام بھیجا تھا' وہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں اور جس زوجہ مطہرہ نے ہاتھ مار کر پیالہ توڑ دیا تھا' وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

اگر کوئی شخص کسی کا برتن توڑ دے یا کسی کا جانور ہلاک کر دے تو اس کے تاوان کے لزوم میں اختلاف ہے' فقہاء احناف' امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ اس پر واجب ہے کہ وہ اس چیز کی مثل ادا کرے' اور وہ اس چیز کی قیمت اسی وقت ادا کرے گا' جب اس چیز کی مثل نہ ملے' ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے' انہوں نے کہا ہے کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیالہ کے بدلہ میں پیالہ دیا۔

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ جس نے کسی کا برتن یا کوئی سامان توڑ دیا یا کسی کا جانور ہلاک کر دیا تو اس پر لازم ہے کہ اس دن اس چیز کی جو قیمت ہو وہ ادا کرے اور یہ سب سے بہترین معاوضہ ہے۔ ان کا استدلال اس سے ہے کہ ایک غلام دو آدمیوں کا مشترک تھا' ایک آدمی نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اس غلام کی قیمت میں اس کے شریک کا جو بقیہ حصہ تھا' وہ اپنے شریک کو ادا کرے اور یہ فیصلہ نہیں فرمایا کہ وہ اس غلام کی مثل کا حصہ ادا کرے۔ (شرح ابن بطال ج ٦ ص ٧٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام مالک اور امام ابوحنیفہ پر یہ اعتراض کہ نبی ﷺ کا پیالہ کی مثل پیالہ دینا' ان کے مذہب کے خلاف ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ سامان میں اس چیز کی مثل دینی ہوگی' وہ اس باب کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور یہ امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام مالک کا مذہب ہے اور ان کا مشہور مذہب یہ ہے کہ جو چیز ناپ یا تول والی نہ ہو' اس میں اس چیز کی قیمت دینی ہوگی اور جو چیز ناپ یا تول والی ہو' اس کی اس کو ہلاک کرنے والے دن کے مطابق مثل دینی ہوگی۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پیالہ تو ناپ یا تول والی چیزوں میں سے نہیں تھا' پھر آپ نے اس کے تاوان میں اس کی مثل پیالہ کیوں دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے وہ پیالہ بہ طور تاوان نہیں دیا تھا کیونکہ آپ کے گھر کی چیزیں آپ کی ملکیت تھیں' سو آپ نے اپنی ملکیت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل فرمایا تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ جس چیز کی مثل ہو اور اس کو کوئی شخص ہلاک کر دے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس چیز کی مثل ادا کرے اور اگر وہ چیز ان چیزوں میں سے ہو' جن کی قیمت دی جاتی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی قیمت ادا کرے' اور جن چیزوں کی مثل ہوتی ہے یہ وہ ہیں جو ناپ کر دی جاتی ہیں جیسے گندم اور جو چیزیں تول کر دی جاتی ہیں جیسے دراہم اور دنانیر (دینار کی جمع) اور جن چیزوں کی مثل نہیں ہوتی' یہ عددی چیزیں ہیں جیسے خربوزہ' انار' اور کپڑے اور جانور وغیرہ' رہا یہ اعتراض کہ پیالہ تو اس اعتبار سے غیر مثلی چیز ہے' پھر آپ نے اس کے تاوان میں اس کی مثل پیالہ کیوں دیا؟ تو اس کا وہی جواب ہے جو علامہ ابن جوزی نے دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۵۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پیالہ توڑنے کی توجیہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوسری زوجہ مطہرہ کے بھیجے ہوئے پیالہ کو توڑ دیا تھا لیکن نبی ﷺ نے ان پر کوئی عتاب نہیں فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ اگر بیوی غیرت کی حالت میں کوئی ایسا کام کرے جو بظاہر خلافِ اولیٰ ہو تو اس کو معذور رکھا جاتا ہے' غیرت کا معنی یہ ہے کہ جس کو کسی سے شدید اور غیر معمولی محبت ہو' وہ اپنے محبوب کے ساتھ کسی اور کی شرکت کو برداشت نہیں کرتا' اس دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی اور نبی ﷺ ان کے گھر میں تھے اور نبی ﷺ کو طعام پیش کرنے کا حق بھی ان ہی کا تھا اور جب کسی اور زوجہ مطہرہ نے آپ کے لیے طعام بھیجا تو یہ حضرت عائشہ سے برداشت نہ ہو سکا اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ یہ ان کی حق تلفی ہے اور جذبات کی شدت میں اس پیالہ پر ہاتھ مار کر اس کو گرا دیا' بہ ظاہر یوں لگتا تھا کہ جس زوجہ مطہرہ نے حضرت عائشہ کی باری میں ان کے گھر نبی ﷺ کے لیے طعام بھیجا تھا وہ حضرت عائشہ کی دل آزاری کرنا چاہتی تھیں' اس کے ردِّ عمل میں حضرت عائشہ نے اس پیالہ پر ہاتھ مار کر اس کو گرا دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بعض ازواجِ مطہرات کو یہ شکایت تھی کہ صحابہ کرام' نبی ﷺ کی خدمت میں جو ہدیے بھیجتے ہیں' وہ اسی دن بھیجتے ہیں جب آپ حضرت عائشہ کے گھر میں ہوتے' انہوں نے آپ کے پاس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا' انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ آپ لوگوں سے فرما دیں کہ وہ حضرت عائشہ کی باری کا انتظار نہ کیا کریں' انہوں نے جو ہدیہ دینا ہو' وہ آپ کو پیش کر دیا کریں خواہ آپ کسی زوجہ کے گھر میں ہوں' لیکن آپ نے ایسا نہیں فرمایا' بلکہ حضرت ام سلمہ سے فرمایا: تم مجھے عائشہ کے معاملہ میں اذیت نہ دو' کیونکہ عائشہ کے سوا کسی زوجہ کو یہ شرف حاصل نہیں ہے کہ میں اس کے بستر پر ہوں اور مجھ پر وحی نازل ہو' تب حضرت ام سلمہ نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کو ایذاء دینے کی وجہ سے اللہ سے توبہ کرتی ہوں' پھر ازواج

مطہرات نے حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ سے سفارش کرائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے میری بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہیں کرتیں جس سے میں محبت کرتا ہوں' حضرت سیّدہ فاطمہ نے کہا: کیوں نہیں! اور وہ پھر واپس آ گئیں' ازواج مطہرات نے کہا: آپ دوبارہ جائیں' لیکن حضرت سیّدہ نے انکار کیا' پھر ازواجِ مطہرات نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ کو بھیجا' ان کی زبان میں تیزی تھی' انہوں نے سخت باتیں کیں اور حضرت عائشہ کو بُرا کہا اور وہ بیٹھی سنتی رہیں' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کی طرف دیکھا کہ وہ کیا جواب دیتی ہیں' پھر حضرت عائشہ نے جواب دینا شروع کیا' حتیٰ کہ حضرت زینب کو لاجواب کر دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کی طرف دیکھ کر فرمایا: یہ ابوبکر کی بیٹی ہے!(صحیح بخاری:۲۵۸۱' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سوکنوں کے درمیان طبعی طور پر کچھ نہ کچھ رنجش اور چپقلش ہوتی ہے' ہر چند کہ حضرات ازواجِ مطہرات بہت بلند پایہ کے اخلاق کی حامل تھیں لیکن بشری تقاضے سے وہ بھی ایک دوسرے کے خلاف کچھ نہ کچھ جذبات رکھتی تھیں لیکن جذبات کی رو میں بہہ کر وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتی تھیں جو خلافِ شرع ہو اور معصیت کے دائرہ میں آتا ہو' وہ آپس میں ایک دوسرے کو جو کچھ کہیں' ہمارے نزدیک وہ سب محترم ہیں اور ہماری مقدس مائیں ہیں' تاہم حضرت خدیجہ رضی اللہ کے بعد ازواجِ مطہرات میں سب سے بلند مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ کا ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو''کتاب المظالم''میں ذکر کیا ہے' جس سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ کا اس پیالہ کو توڑنا ظلم تھا' ہم اس سے ہزار بار اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ کی طرف ظلم کی نسبت کی جائے۔

٣٥ - بَابٌ إِذَا هَدَمَ حَائِطًا فَلْيَبْنِ مِثْلَهُ

جب کسی شخص نے کسی کی دیوار توڑ دی تو وہ اس دیوار کی مثل بنادے

٢٤٨٢ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ هُوَ ابْنُ حَازِمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ رَجُلٌ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ يُقَالُ لَهُ جُرَيْجٌ يُصَلِّي، فَجَاءَتْهُ أُمُّهُ فَدَعَتْهُ فَأَبَى أَنْ يُجِيبَهَا، فَقَالَ أُجِيبُهَا أَوْ أُصَلِّي؟ ثُمَّ أَتَتْهُ فَقَالَتِ اللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتَّى تُرِيَهُ الْمُومِسَاتِ، وَكَانَ جُرَيْجٌ فِي صَوْمَعَتِهِ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ لَأَفْتِنَنَّ جُرَيْجًا، فَتَعَرَّضَتْ لَهُ، فَكَلَّمَتْهُ فَأَبَى، فَأَتَتْ رَاعِيًا فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا، فَوَلَدَتْ غُلَامًا، فَقَالَتْ هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ، فَأَتَوْهُ وَكَسَرُوا صَوْمَعَتَهُ فَأَنْزَلُوهُ وَسَبُّوهُ، فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى، ثُمَّ أَتَى الْغُلَامَ فَقَالَ مَنْ أَبُوكَ يَا غُلَامُ؟ قَالَ الرَّاعِي، قَالُوا نَبْنِي صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ، قَالَ لَا، إِلَّا مِنْ طِينٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی اور وہ ابن حازم ہیں از محمد بن سیرین از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنو اسرائیل میں ایک شخص کو جریج کہا جاتا تھا' وہ نماز پڑھ رہا تھا' اس حال میں اس کے پاس اس کی ماں آئی اور اس کو بلایا' اس نے ماں کو جواب دینے سے انکار کیا اور (دل میں) کہا: میں ماں کو جواب دوں یا نماز پڑھوں؟ اس کی ماں پھر اس کے پاس آئی' پس دعا کی: اے اللہ! جریج کی روح اس وقت تک نہ قبض کرنا حتیٰ کہ یہ فاحشہ عورتوں کو دیکھ لے' اور جریج اپنے گرجے میں رہتا تھا تو ایک عورت نے کہا: میں جریج کو ضرور فتنہ میں ڈالوں گی' اس نے خود کو جریج پر پیش کیا اور اس سے بات کی تو جریج نے انکار کیا' پھر وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اس کو اپنے اوپر قدرت دی' تو اس کے ہاں ایک بچہ پیدا ہو گیا' اس

عورت نے کہا: یہ جریج سے پیدا ہوا ہے' پھر لوگ جریج کے پاس آئے اور اس کا گرجا توڑ ڈالا' اس کو گرجا سے نکال باہر کیا اور اس کی بہت مذمت کی' جریج نے وضوء کیا اور نماز پڑھی' پھر نوزائیدہ بچہ کے پاس جا کر کہا: اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟ اس بچہ نے کہا: چرواہا ہے' لوگوں نے کہا: ہم آپ کے لیے سونے کا گرجا بنا دیتے ہیں' جریج نے کہا: نہیں! صرف مٹی کا بنا دو۔

انبیاء علیہم السلام کے لیے معجزات پر اور اولیاء کرام کے لیے کرامات کے اظہار پر قدرت کا ثبوت'...

حدیث مذکور کی ''کتاب المظالم'' کے ساتھ مناسبت اور دیگر فوائد

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۰۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ جب مسجد توڑنے والوں پر مسجد کا بنانا لازم ہے تو دیوار توڑنے والے پر دیوار کا بنانا لازم ہے اور اس حدیث کو ''کتاب المظالم'' میں اس لیے درج کیا ہے کہ اس عورت کا جریج کو گناہ کی دعوت دینا ظلم تھا' اور اس پر بدکاری کی تہمت لگانا بھی ظلم تھا اور بغیر تحقیق کے لوگوں کا جریج کو زدوکوب کرنا بھی ظلم تھا اور ان کا مسجد کو منہدم کرنا بھی ظلم تھا اور ان تمام مظالم کی بنیاد جریج کا اپنی ماں کو جواب نہ دینے والا ظلم تھا' جس کی وجہ سے وہ ماں کی بددعا کا شکار ہوا۔ اس حدیث میں جریج کی ماں کی کرامت ہے اور جریج کی بھی کرامت ہے کہ اس کے کہنے سے نوزائیدہ بچے نے کلام کیا اور اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات بغیر دعا کیے بھی کرامت کا ظہور ہو جاتا ہے اور اسی طرح بعض اوقات بغیر دعا کے معجزات کا بھی ظہور ہو جاتا ہے جیسے بغیر دعا کے صرف حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے باغ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چکر لگانے سے یا ان کی کھجوروں پر بیٹھنے سے کھجوروں کا بڑھ جانا (صحیح البخاری: ۲۳۹٦) اور ایک دودھ کے پیالہ کا ستر قاریوں کے لیے کافی ہو جانا۔ (صحیح البخاری: ٦٤٥٢) ان حدیثوں سے ان لوگوں کا رد ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء کو معجزہ اور کرامت کے اظہار کا اختیار نہیں ہوتا اور انبیاء علیہم السلام معجزہ کے اظہار میں اور اولیاء کرام کرامت کے صدور میں اس طرح مجبور ہوتے ہیں' جس طرح لکھنے کے لیے کاتب کے ہاتھ میں قلم مجبور ہوتا ہے۔ شیخ رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب میں ص ۱۷۷-۱۷۱ کی طویل عبارت میں یہی کچھ لکھا ہے' اور ہم نے جو صحیح بخاری کی احادیث ذکر کی ہیں' ان سے صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو معجزہ اور کرامت کے اظہار کا اختیار ہوتا ہے۔

''کتاب المظالم'' کی تکمیل

''الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّدنا وسیّد المرسلین وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین''.

آج ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ/ ٦ مئی ۲۰۰۸ء' بہ روز منگل بعد از نمازِ عصر ''کتاب المظالم'' کی تکمیل ہو گئی' الٰہ العالمین! جس طرح آپ نے صحیح البخاری کی اس کتاب کی تکمیل کرادی ہے' اپنے فضل وکرم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے صحیح البخاری کی بقیہ کتب اور ابواب کی بھی تکمیل کرادیں اور اس گناہ گار کی محض اپنے کرم سے مغفرت فرمادیں اور میرے والدین کی اور تمام قارئین کی مغفرت فرمادیں۔

''کتاب المظالم'' میں اڑتالیس (۴۸) احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں چھ تعلیقات ہیں اور اٹھائیس مکرر احادیث ہیں۔

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

٤٧ - كِتَابُ الشِّرْكَةِ

شرکت کا بیان' یعنی حصہ داری کا

قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں شرکت کا ذکر ہے۔

وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ. (سبا:٢٢) اور ان کے لیے اس میں کوئی حصہ نہیں تھا۔

اور حدیث میں بھی شرکت کا ذکر ہے:

من اعتق شرکاء له فی عبد. جس نے غلام میں اپنے حصہ کو آزاد کر دیا۔

(صحیح البخاری:٢٥٢٢'صحیح مسلم:١٥٠١'سنن ابوداؤد:٣٩٤٠'سنن ابن ماجہ:٢٥٢٨)

شرکت کا اصطلاحی معنی اور اس کی اقسام

شرکت کا اصطلاحی معنی ہے: ایک چیز میں دو یا دو سے زیادہ حصہ داروں کا حق' اس کا دوسرا معنی ہے: حصہ داری کا عقد کرنا' پھر اس کی دو قسمیں ہیں: (١) شرکت ملک' یعنی دو آدمی کسی چیز کے مالک ہوں خواہ وراثت سے' خواہ خریداری سے' خواہ ہبہ کے ذریعہ سے' خواہ کسی چیز پر طاقت سے قبضہ کر کے' خواہ بغیر کسی عمل کے ان کا مال اس طرح مختلط ہو کہ ان کو تمیز اور ممتاز کرنا مشکل اور دشوار ہو' ان میں سے ہر ایک شرکت ملک ہے اور ان میں ہر شریک دوسرے کے حصہ میں اجنبی ہے (٢) شرکت عقد' یعنی ہر دو میں سے ایک شخص کہے: میں نے تم کو اس چیز میں اتنے کے عوض شریک کر لیا' اور دوسرا کہے: میں نے اس کو قبول کر لیا۔ اس کی حسب ذیل اقسام ہیں:

(١) شرکت مفاوضہ: دو آدمیوں کا ایک کاروبار میں مساوی حیثیت سے شریک ہونا۔

(٢) شرکت عنان: دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کا کسی کاروبار میں شرکت کرنا خواہ ان کی حیثیت اور سرمایہ مساوی ہو یا نہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٥٦ 'موضحاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

١ - بَابُ الشِّرْكَةِ فِي الطَّعَامِ وَالنَّهْدِ وَالْعُرُوضِ

کھانے' سفر خرچ اور سامان میں شرکت

وَكَيْفَ قِسْمَةُ مَا يُكَالُ وَيُوْزَنُ' مُجَازَفَةً أَوْ قَبْضَةً قَبْضَةً' لَمَّا لَمْ يَرَ الْمُسْلِمُوْنَ فِي النَّهْدِ بَأْسًا' أَنْ يَأْكُلَ هٰذَا بَعْضًا وَهٰذَا بَعْضًا' وَكَذٰلِكَ مُجَازَفَةُ

اور جن چیزوں میں ناپ' تول ہوتی ہے یا ان کو اندازہ سے دیا جاتا ہے یا ان کو مٹھی بھر بھر کر دیا جاتا ہے' ان میں کس طرح تقسیم کی جائے گی' کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں

الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْقِرَانُ فِي التَّمْرِ.

ہے کہ سفرخرچ میں سے بعض شرکاء اس کو کھالیں اور بعض اُس کو کھا لیں' اسی طرح اندازے سے سونے اور چاندی کو دیں اور دو دو کھجوریں ملا کر کھائیں۔

اس باب میں طعام میں شرکت کا حکم بیان کیا گیا ہے اور اس عنوان میں ''نهد'' کا لفظ ہے' اس کے حسب ذیل معانی ہیں:

التہذیب میں مذکور ہے: لوگوں کا اپنے شرکاء سفر کی تعداد کے اعتبار سے سفرخرچ لے کر چلنا۔

المحکم میں مذکور ہے کہ کھانے پینے میں معاونت کرنا ''نهد'' ہے' دوسرا قول ہے: شرکاءِ سفر کا زادِراہ کو مختلط کرنا ''نهد'' ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۵۶)

٢٤٨٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ وَهُمْ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَّأَنَا فِيْهِمْ فَخَرَجْنَا حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ فَنِيَ الزَّادُ فَأَمَرَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ ذٰلِكَ الْجَيْشِ فَجُمِعَ ذٰلِكَ كُلُّهُ فَكَانَ مِزْوَدَيْ تَمْرٍ فَكَانَ يُقَوِّتُنَا كُلَّ يَوْمٍ قَلِيْلًا قَلِيْلًا حَتّٰى فَنِيَ فَلَمْ يَكُنْ يُصِيْبُنَا إِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ فَقُلْتُ وَمَا تُغْنِيْ تَمْرَةٌ؟ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِيْنَ فَنِيَتْ قَالَ ثُمَّ انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ فَإِذَا حُوْتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ فَأَكَلَ مِنْهُ ذٰلِكَ الْجَيْشُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ أَمَرَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بِضِلَعَيْنِ مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنُصِبَا ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا فَلَمْ تُصِبْهُمَا. [اطراف الحدیث: ۲۹۸۳-۴۳۶۰-۴۳۶۱-۴۳۶۲-۵۴۹۳-۵۴۹۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از وہب بن کیسان از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساحل کی طرف ایک لشکر بھیجا اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا' اس لشکر میں تین سو افراد تھے اور میں بھی ان میں تھا' ہم روانہ ہوئے' حتیٰ کہ جب ہم نے کچھ راستہ طے کر لیا تو زادِراہ ختم ہو گیا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ سب لشکر والے اپنا اپنا کھانا لے آئیں' پس سب کھانوں کو جمع کیا گیا تو میرے حصہ میں ایک کھجور آئی' حضرت ابوعبیدہ ہر روز ہمیں تھوڑی تھوڑی خوراک دیتے تھے' حتیٰ کہ وہ زادِراہ بھی ختم ہو گیا' پھر ہم کو صرف ایک ایک کھجور ملتی تھی۔ وہب بن کیسان نے پوچھا: ایک کھجور سے آپ کا کیسے گزارہ ہوتا تھا؟ حضرت جابر نے کہا: پھر ایک وقت میں وہ ایک ایک کھجور بھی ختم ہو گئی' پھر ہم سمندر تک پہنچے تو وہاں پہاڑی کی مانند ایک مچھلی تھی' وہ پورا لشکر اٹھارہ دنوں تک اس مچھلی کو کھاتا رہا' پھر حضرت ابوعبیدہ نے اس مچھلی کی پسلیوں میں سے دو پسلیاں نکالنے کا حکم دیا' ان پسلیوں کو نصب کیا گیا' پھر ایک اونٹنی پر سامان لادا گیا' وہ اونٹنی ان پسلیوں کے درمیان سے گزر گئی اور ان کو چھو نہ سکی۔

(صحیح مسلم: ۱۹۳۵' الرقم المسلسل: ۴۸۹۱' سنن ابوداؤد: ۳۸۴۰' سنن نسائی: ۴۳۵۰' سنن ترمذی: ۲۴۷۵' سنن ابن ماجہ: ۴۱۵۹' صحیح ابن حبان: ۵۲۶۰' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۵۱' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۳۳۸۔ ج ۲۲ ص ۲۴۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ضرورت کی بناء پر اہل لشکر کے کھانوں کو ملانا' بھوک کی وجہ سے چوری کرنے والے کا ہاتھ نہ کاٹنا' ...
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ایک کھجور کا ایک دن کے لیے کافی ہونا اور دیگر فوائد و مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے تمام کھانوں کو جمع کیا اور ان کو سب لشکر میں برابر برابر تقسیم کیا' اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے لشکر میں ضرورت کا مشاہدہ کیا اور ان کو یہ خطرہ تھا کہ جس شخص کے پاس بالکل زاد نہیں ہوگا' وہ بھوک سے مرجائے گا' جب ان پر یہ منکشف ہوا کہ جس کے پاس بالکل زادِراہ نہیں ہے' اس کی غم گساری کرنا ان پر واجب ہے اور باقی لشکر والے اس پر راضی تھے' اس لیے انہوں نے سب کا کھانا جمع کر کے تمام لشکر والوں میں برابر تقسیم کر دیا اور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی متعدد مرتبہ اس طرح کیا تھا' اس لیے بعض علماء نے کہا ہے کہ اس طرح کرنا سنت ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ اگر کوئی شخص بھوک سے مجبور ہو کر چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ ضرورت مندوں کی غم گساری کرنا واجب ہے اور علامہ ابن عبدالبر نے اس مسئلہ کو کھانے پینے کی چوری کے ساتھ خاص کیا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک پر لازم ہے کہ وہ شہریوں کے لیے خوراک کا انتظام کرے خواہ اس کو وہ خوراک قیمۃً حاصل کرنی پڑے جیسا کہ اس سفر میں حضرت ابوعبیدہ نے لشکر والوں کے لیے خوراک کا انتظام کیا تھا۔

اس حدیث سے اس لشکر میں شریک صحابہ کی قوتِ ایمانی کا اندازہ ہوتا ہے کہ تین سو صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے روانہ ہو گئے حالانکہ ان کے پاس تھیلوں میں کچھ کھجوریں تھیں۔

قاضی عیاض نے کہا کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے تھیلوں میں کچھ زائد کھجوریں ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کھجوروں کی مقدار کم ہو لیکن وہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے ملی تھیں' اس لیے ان میں برکت تھی' اسی لیے ایک شخص کو پورے دن کے لیے ایک کھجور کافی ہو جاتی تھی۔

اس حدیث میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو امین الامّت کا لقب دیا تھا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امیر لشکر پر لازم ہے کہ وہ اپنے ماتحت لوگوں کی ضروریات کا خیال رکھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس درجہ محبت تھی کہ انہوں نے زخمی ہونے کے باوجود آپ کے حکم پر لبیک کہا اور اس پُرمشقت سفر کے لیے روانہ ہو گئے۔

اس حدیث میں تقدیر پر راضی ہونے اور امیر کی اطاعت کا ثبوت ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ طعام میں شرکت جائز ہے اور جب مسافروں کے حال کے مناسب ہو تو ایک دوسرے کے زادِ راہ کو مخلوط کرنا اور ملانا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٦٠۔٥٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٤٨٤ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَرْحُوْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ' عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ عُبَيْدٍ' عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَفَّتْ أَزْوَادُ الْقَوْمِ وَأَمْلَقُوْا' فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَحْرِ إِبِلِهِمْ فَأَذِنَ لَهُمْ' فَلَقِيَهُمْ عُمَرُ فَأَخْبَرُوْهُ فَقَالَ مَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن مرحوم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از سلمہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ (غزوۂ ہوازن کے سفر میں) لوگوں کے زادِ راہ بہت کم ہو گئے اور وہ فقر اور احتیاج کے قریب پہنچ گئے' پھر وہ اپنے اونٹوں کو ذبح کرنے

بَقَاؤُكُمْ بَعْدَ اِبِلِكُمْ، فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا بَقَاؤُهُمْ بَعْدَ اِبِلِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادِ فِي النَّاسِ، يَأْتُوْنَ بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ. فَبُسِطَ لِذٰلِكَ نِطْعٌ وَجَعَلُوْهُ عَلَى النِّطَعِ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا وَبَرَّكَ عَلَيْهِ، ثُمَّ دَعَاهُمْ بِاَوْعِيَتِهِمْ، فَاحْتَثَى النَّاسُ حَتّٰى فَرَغُوْا، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ. [طرف الحدیث:۲۹۸۲] (صحیح مسلم:۷ ۲، الرقم المسلسل:۴۵)

کی اجازت لینے کے لیے نبی ﷺ کے پاس گئے تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' پھر ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملے تو انہوں نے حضرت عمر کو ماجرا سنایا' حضرت عمر نے کہا: اونٹوں کو ذبح کرنے کے بعد تم زندہ کیسے رہو گے؟ پھر حضرت عمر' نبی ﷺ کے پاس گئے' پس کہا: یارسول اللہ! اونٹوں کے ذبح کرنے کے بعد یہ کیسے باقی رہیں گے؟ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں اعلان کردو کہ وہ اپنے بچے ہوئے کھانے لے آئیں' پھر اس کے لیے چمڑے کا دسترخوان بچھایا گیا اور وہ کھانے اس چمڑے پر رکھ دیئے گئے' پھر رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر دعا کی اور اس کھانے پر برکت طلب کی' پھر آپ نے لوگوں کے برتن منگائے اور لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لیے حتیٰ کہ وہ فارغ ہو گئے' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بشر بن مرحوم' یہ بشر بن عبیس بن مرحوم بن عبدالعزیز العطار ہیں (۲) حاتم بن اسماعیل ابواسماعیل (۳) یزید بن ابی عبید مولیٰ سلمہ بن اکوع' یہ ۱۴۶ھ یا ۱۴۷ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ' ان کا نام سنان بن عبداللہ اسلمی ہے اور ان کی کنیت ابومسلم ہے' ایک قول ابوعامر ہے اور دوسرا قول ابوایاس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۶۰)

کھانوں کو جمع کر کے برابر تقسیم کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس تقسیم کی صرف کھانوں میں گنجائش ہے' کیونکہ زادِ راہ صرف کھانوں کے لیے وضع کیا گیا ہے کیونکہ وہ برابر برابر کھاتے ہیں اور ہر شخص اپنے زادِ راہ کی مقدار کے برابر کھاتا ہے' اور بعض اوقات ایک آدمی دوسرے سے زیادہ کھاتا ہے اور یہ تقسیم عرف کے اعتبار سے وضع کی گئی ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابوعبیدہ نے لوگوں کے باقی ماندہ کھانے جمع کیے اور پھر سب لوگوں کو اس میں شریک کیا' بایں طور کہ ہر ایک کو کھانا دے دیا' اور ان میں سے بعض ایسے بھی تھے کہ جن کا کھانا بچا ہوا نہیں تھا اور بعض لوگوں کا کھانا دوسروں سے کم تھا' اور نبی ﷺ نے مٹھی بھر بھر کر ان میں تقسیم کیا' نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک کو چاہیے کہ وہ سفر اور حضر میں عوام کی کفالت کا انتظام کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اصاغر کے مشورہ پر اکابر کے عمل کرنے کا جواز اور دیگر فوائد

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے صحابہ کو یہ اجازت دے دی تھی کہ وہ اپنے اونٹوں کو ذبح کر لیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مشورہ دیا کہ اونٹوں کو اگر ذبح کر دیا تو پھر ہم باقی کیسے رہیں گے' اس لیے آپ سب لوگوں کا کھانا منگا کر اس پر برکت کی دعا فرمادیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر سربراہ مناسب سمجھے تو اپنے پہلے فیصلہ کو ترک کر کے اپنے کسی ماتحت کے مشورہ پر عمل کر سکتا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱ ص ۵۶۴ 'مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم امت کے لیے حضرت عمر کے مشورہ پر عمل کیا تھا' ورنہ اگر آپ کے ارشاد پر وہ اونٹ ذبح کر دیئے جاتے تو کوئی حرج نہ ہوتا' نہ کوئی بھوکا مرتا اور اگر کوئی مشکل پیش آتی تو اس کے حل کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔

نیز اس حدیث میں کھانا سامنے رکھ کر دعا کرنے کا بھی ثبوت ہے اور اہل سنت جو کھانے پر فاتحہ پڑھ کر ایصال ثواب کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں' اس میں اس کا بھی ایک گونہ ثبوت ہے۔

اس میں یہ ذکر بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے تھوڑا سا کھانا تین سو صحابہ کے لیے کافی ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معجزہ دیکھ کر کلمہ شہادت پڑھا اور خود اپنی نبوت کی تصدیق فرمائی۔

۲۴۸۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّجَاشِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَنَنْحَرُ جَزُورًا' فَتُقْسَمُ عَشْرَ قِسَمٍ' فَنَأْكُلُ لَحْمًا نَضِيجًا قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالنجاشی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے' پھر ہم اونٹ کو ذبح کر کے اس کے دس حصوں کو تقسیم کرتے تھے' پھر ہم غروب آفتاب سے پہلے اس کا پکا ہوا گوشت کھا لیتے تھے۔

یہ حدیث ''کتاب الصلوٰۃ'' میں ''وقت المغرب'' کے باب میں گزر چکی ہے' لیکن یہاں اس کا متن مختلف ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کے دس حصے کرنے کا ذکر ہے۔

۲۴۸۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ' عَنْ بُرَيْدٍ' عَنْ أَبِي بُرْدَةَ' عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْأَشْعَرِيِّينَ إِذَا أَرْمَلُوا فِي الْغَزْوِ' أَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِينَةِ' جَمَعُوا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ' ثُمَّ اقْتَسَمُوهُ بَيْنَهُمْ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ' فَهُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن اسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اشعریین کا کسی غزوہ میں زادِ راہ ختم ہو جاتا ہے یا جب مدینہ میں ان کے گھر والوں کا طعام کم ہو جاتا ہے تو ان کے پاس جتنا کھانا ہوتا ہے' وہ اس کو ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں' پھر وہ اس کو ایک برتن میں برابر برابر تقسیم کر لیتے ہیں' سو وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ان کے پاس جتنا کھانا ہوتا ہے' وہ اس کو ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں' پھر وہ اس کو ایک برتن میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔

کسی کی فضیلت اور منقبت بیان کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اشعریین کی عظیم منقبت ہے کہ وہ اپنے حصے کی چیزوں کا دوسروں کے لیے ایثار کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی غم گساری کرتے ہیں اور اس سے بڑھ کر ان کا اور کیا شرف ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا: وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کی منقبت اور اس کی فضیلت کو بیان کرنا جائز ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ سفر اور حضر میں کھانوں کو ملانا اور ایک دوسرے کے ساتھ اس کھانے کو کھانا مباح ہے۔

ایک دوسرے کے طعام کو ملانے پر حافظ ابن حجر کا اسے مجہول کا ہبہ قرار دینا اور علامہ عینی کا اس پر رد کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجہول چیز کو ہبہ کرنا جائز ہے۔ (فتح الباری ج ٣ ص ٨٠٨ 'دارالمعرفہ' بیروت '١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ 'اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو مجہول چیز کے ہبہ کرنے پر دلالت کرتا ہو' اس حدیث میں صرف یہ ذکر ہے کہ جب اشعریین کا کسی غزوہ میں زادِراہ ختم ہو جاتا ہے یا جب مدینہ میں ان کے گھروں کا طعام کم ہو جاتا ہے تو ان کے پاس جتنا کھانا ہوتا ہے' وہ اس کو ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں' پھر وہ اس کو ایک برتن میں برابر برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔

اس حدیث میں بعض اشعریین کی دوسرے اشعریین کے ساتھ غم گساری کا ذکر ہے اور ایک دوسرے کے طعام کی اباحت کا ذکر ہے' اور اس کا نام ہبہ نہیں ہے' کیونکہ ہبہ کا معنی ہے: کسی کو مال کا مالک بنا دینا اور تملیک اباحت کے خلاف ہے' نیز ہبہ میں ایجاب و قبول ضروری ہے' کیونکہ ایجاب و قبول سے ہبہ کا عقد مکمل ہوتا ہے' تیسری وجہ یہ ہے کہ جمہور فقہاء اور تابعین وغیرہم کے نزدیک ہبہ میں قبضہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٦٢ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت '١٤٢١ھ)

٢ - بَابُ مَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ، فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ فِي الصَّدَقَةِ

جس مال میں دو آدمی شریک ہوں تو وہ اس مال کی زکوٰۃ برابر برابر منہا کر لیں

یعنی جس کسی مال میں دو آدمی شریک ہوں اور ان کا مال مختلط اور ملا جلا ہو تو وہ اس مال کی زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد اس زکوٰۃ سے جو مال میں کمی ہوئی ہے' اس کو آپس میں برابر برابر تقسیم کر لیں۔

٢٤٨٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيْقَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَتَبَ لَهٗ فَرِيْضَةَ الصَّدَقَةِ، الَّتِيْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيْطَيْنِ، فَاِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے زکوٰۃ کا وہ فریضہ لکھا جس زکوٰۃ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرض کیا تھا اور فرمایا: جو مال دو شریکوں کا ہو' اس میں وہ (زکوٰۃ دینے کے بعد) ایک دوسرے سے برابر برابر رجوع کریں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۴۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں شرکت کا ذکر ہے۔

۳ - بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَمِ

بکریوں کی تقسیم

اس باب میں عدل کے ساتھ بکریوں کی تقسیم کا ذکر ہے۔

۲۴۸۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ، فَأَصَابَ النَّاسَ جُوعٌ، فَأَصَابُوا إِبِلًا وَغَنَمًا، قَالَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُخْرَيَاتِ الْقَوْمِ، فَعَجِلُوا وَذَبَحُوا وَنَصَبُوا الْقُدُورَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُدُورِ فَأُكْفِئَتْ، ثُمَّ قَسَمَ، فَعَدَلَ عَشَرَةً مِنَ الْغَنَمِ بِبَعِيرٍ، فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ، فَطَلَبُوهُ فَأَعْيَاهُمْ، وَكَانَ فِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيرَةٌ، فَأَهْوَى رَجُلٌ مِنْهُمْ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللَّهُ، ثُمَّ قَالَ إِنَّ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا. فَقَالَ جَدِّي إِنَّا نَرْجُو أَوْ نَخَافُ الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَتْ مَعَنَا مُدًى، أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ قَالَ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ، وَذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ فَكُلُوهُ لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ، فَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذَلِكَ أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ.[اطراف الحدیث: ۲۵۰۷-۳۰۷۵-۵۴۹۸-۵۵۰۳-۵۵۰۶-۵۵۰۹-۵۵۴۳-۵۵۴۴] (صحیح مسلم: ۱۹۶۸' الرقم المسلسل: ۴۹۸۵' سنن ابوداؤد: ۲۸۲۱' سنن ترمذی: ۱۴۹۲-۱۴۹۱' سنن نسائی: ۴۲۹۷' سنن ابن ماجہ: ۳۱۸۳-۳۱۳۷' سنن کبریٰ: ۴۴۹۹' مصنف عبدالرزاق: ۸۴۸۱' سنن دارمی ج ۲ ص ۸۴' المنتقیٰ: ۸۹۵' المعجم الکبیر: ۴۳۸' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۴۶' مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۷۲۶۱- ج ۲۸ ص ۹۸ طبع قدیم' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الحکم الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از سعید بن مسروق از عبایہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج از جد خود' انہوں نے بیان کیا کہ ہم ذوالحلیفہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو لوگوں کو سخت بھوک لگی' اور لوگوں کو مالِ غنیمت میں اونٹ اور بکریاں ملی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے پیچھے تھے' لوگوں نے جلدی کی اور ان جانوروں کو ذبح کر کے پتیلیاں چولہوں پر چڑھا دیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پتیلیوں کو اُلٹنے کا حکم دیا' سو پتیلیوں کو اُلٹ دیا گیا' پھر آپ نے ان اونٹوں اور بکریوں کو تقسیم کیا اور دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا' ان میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا' لوگوں نے اس کو ڈھونڈا مگر اس اونٹ نے ان کو تھکا دیا' اس دن لوگوں کے پاس گھوڑے بہت کم تھے' تو ان میں سے ایک شخص نے اس کو اپنے تیر سے نشانہ بنایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ٹھہرا لیا' پھر آپ نے فرمایا: ان جانوروں میں جنگلی جانوروں کی طرح وحشت اور تنفر ہوتا ہے' سو ان میں سے جو تم پر غالب آ جائے' تم اس کے ساتھ اسی طرح کرو' پس میرے دادا نے کہا: ہمیں اُمید ہے' یا کہا: ہمیں کل دشمن کا خطرہ ہے اور ہمارے ساتھ (بعض اوقات) چھری نہیں ہوتی' تو کیا ہم بانس کی کھپچی (یا سرکنڈے) سے ذبح کر لیا کریں؟ آپ نے فرمایا: جو چیز بھی جانور کا خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو اس کو کھالو' سوائے دانتوں اور ناخنوں کے' اور میں ابھی تم کو اس کی وجہ بتاتا ہوں' رہے دانت تو وہ ہڈی ہیں اور رہے ناخن تو وہ حبشیوں کی چھری ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر آپ نے ان اونٹوں اور بکریوں کو تقسیم کیا اور ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن الحکم الانصاری (۲) ابوعوانہ ان کا نام الوضاح بن عبد اللہ الیشکری ہے (۳) سعید بن مسروق بن مہدی الثوری' یہ سفیان الثوری کے والد ہیں (۴) عبایہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج (۵) حضرت رافع بن خدیج بن رافع بن عدی الاوسی الانصاری الحارثی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۶۴)

جانوروں کی قیمت لگائے بغیر ان کو تقسیم کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

امام مالک' فقہاء احناف اور ابوثور نے یہ کہا ہے کہ بکریوں' گایوں اور اونٹوں کو بغیر قیمت مقرر کیے تقسیم کرنا جائز ہے' جب کہ یہ باہمی رضامندی سے ہو اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ کسی حیوان کو اس کی قیمت لگائے بغیر تقسیم کرنا جائز نہیں ہے اور جن فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غنیمتوں کو تقسیم کیا اور خیبر کی اکثر غنیمتوں میں اونٹ اور بکریاں تھیں اور ان میں سے کسی کی قیمت مقرر کرنے کا حدیث میں ذکر نہیں ہے۔

امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بکریوں کو اونٹوں کے ساتھ تقسیم کرنا بہ طور قیمت تھا' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا اور یہی تقویم ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

اس کی توجیہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں پتیلیوں کو اُلٹنے کا حکم کیوں دیا تھا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ لوگوں نے جلدی کی اور ان جانوروں کو ذبح کر کے پتیلیاں چولہوں پر چڑھا دیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پتیلیوں کو اُلٹنے کا حکم دیا۔

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس سبب سے پتیلیوں کو اُلٹنے کا حکم دیا تھا؟

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے پیچھے چھوڑ دیا تھا اور جلدی جلدی پتیلیوں پر گوشت چڑھا کر پکانے لگے تھے اور وہ اس بات سے نہیں ڈرے کہ ہو سکتا ہے کفار ان کے ساتھ بدعہدی کریں اور پلٹ کر ان پر حملہ کر دیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی مراد اور مقصود کے برعکس ان کو پتیلیوں کے اُلٹنے کا حکم دیا اور یہ ان کی سزا تھی جیسے وارث کو قتل کرنے سے قاتل میراث سے محروم کر دیا جاتا ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ جلدی جلدی آگے بڑھے اور مالِ غنیمت کو لے لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی لوگوں کے پیچھے تھے اور لوگوں نے پتیلیاں چڑھا دی تھیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پتیلیوں کے پاس سے گزرے تو آپ نے حکم دیا کہ ان کو اُلٹ دیا جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۲۱' سنن ترمذی: ۱۴۹۱)

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ان کو پتیلیاں اُلٹنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ دارالاسلام تک پہنچ چکے تھے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں پر غنیمتِ مشترکہ سے مال نکال کر تقسیم سے پہلے کھانا جائز نہیں ہے' کیونکہ تقسیم سے پہلے مالِ غنیمت کو کھانا صرف دارالحرب میں مباح ہے اور آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ پتیلیوں سے صرف شوربا نکال کر اس کو تلف کر دیا جائے اور یہ ان کو سزا دی تھی۔ رہا گوشت تو اس کو انہوں نے ضائع نہیں کیا تھا بلکہ اس کو بھی مالِ غنیمت میں شمار کر لیا گیا تھا اور یہ گمان نہ کیا جائے کہ آپ نے گوشت کو بھی گرا دینے کا حکم دیا تھا' کیونکہ وہ مالِ غنیمت میں سے تھا اور آپ نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اگر تم یہ اعتراض کرو کہ یہ منقول نہیں ہے کہ

اس گوشت کو اٹھا کر مالِ غنیمت میں شامل کیا گیا یا جمع کیا گیا' تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی منقول نہیں ہے کہ اس گوشت کو جلا دیا گیا یا اس کو ضائع کر دیا گیا' اس لیے اس حدیث کی قواعد شرعیہ کے مطابق تاویل کرنا واجب ہے' اس کے برخلاف یوم خیبر کو پالتو گدھوں کے گوشت کو پتیلیوں سے نکال کر پھینک دیا گیا تھا کیونکہ وہ گوشت نجس تھا۔

اس کی توجیہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ قربانی میں ایک اونٹ سات بکریوں کے برابر قرار دیا جاتا ہے اور یہاں آپ نے ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت ایک اونٹ کی قیمت دس بکریوں کے برابر تھی' اس لیے آپ نے اس کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا تھا۔

دانتوں اور ناخنوں سے ذبح کرنے کی ممانعت

آپ نے بانس کی کھپچی سے ذبح کرنے کے متعلق فرمایا: جو چیز بھی خون بہا دے' اس سے ذبح کرنا جائز ہے اور دانت کے متعلق فرمایا: وہ ہڈی ہے۔ التیمی نے کہا کہ ہڈی سے عموماً کسی چیز کو کاٹا نہیں جاتا' اس کے کاٹنے سے زخم ہو جاتا ہے اور خون نکلتا ہے' اس سے گردن کی رگیں نہیں کٹتیں اور کاٹنے والے کو یہ یقین نہیں ہوتا کہ جانور ذبح ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے آپ نے دانتوں سے ذبح کرنے سے منع فرما دیا' علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہڈی کے ساتھ ذبح کرنا اس لیے جائز نہیں ہے کہ خون لگنے سے وہ نجس ہو جائے گی اور وہ جنات کی خوراک ہے جو ہمارے بھائی ہیں' اسی لیے آپ نے ہڈی کے ساتھ استنجاء کرنے سے بھی منع فرما دیا ہے۔

ناخنوں کے ساتھ آپ نے ذبح کرنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ وہ حبشیوں کی چھری ہے اور کفار کے ساتھ تشبیہ ہے' اور حبشی لوگ جانور کو اپنے ناخنوں سے ذبح کرتے ہیں تو اس سے جانور کا دم گھٹتا ہے اور اس کو اذیت ہوتی ہے۔

اگر کوئی پالتو جانور سرکشی سے بھاگ رہا ہو تو اس کو تیر مار کر ذبح کرنا جائز ہے' خواہ تیر کہیں بھی لگے۔۔۔۔ اور وہ مر جائے تو حلال ہے

جو پالتو جانور سرکشی سے بھاگ جائے اور انسان اس کو پکڑنے پر قادر نہ ہو تو بسم اللہ پڑھ کر اس کو تیر سے شکار کر لینا جائز ہے' جس طرح دوسرے وحشی جانوروں کو شکار کیا جاتا ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے اور طاؤس' عطاء' شعبی' اسود بن یزید' نخعی' حکم' حماد' ثوری' امام احمد' مزنی اور داؤد ظاہری کا بھی یہی قول ہے۔

ابوالعشراء اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہنسلی کی ہڈی اور حلقوم کے درمیان ذبح نہیں ہوتا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اس کی ران میں بھی نیزہ مار دو تو وہ تمہارے ذبح کے لیے کافی ہے۔

امام ابوداؤد نے کہا: یہ صرف اس جانور کے لیے جائز ہے جو بلندی سے گرا ہو یا جو وحشت زدہ ہو کر سرکشی سے بھاگ رہا ہو۔

(سنن ابوداؤد: ٢٨٢٥' سنن ترمذی: ١٤٨١' سنن نسائی: ٤٤٢٠' سنن ابن ماجہ: ٣١٨٤)

امام ترمذی نے یزید بن ہارون سے روایت کی ہے کہ یہ حدیث صرف ضرورت اور اضطرار کے مواضع پر محمول ہے۔

(سنن ترمذی ص ٦٢٤' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٣ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ بہ طور عموم اس حدیث پر عمل نہیں کیا جائے گا' یہ حدیث صرف بلندی سے گرنے والے اور وحشت سے بھاگنے والے جانور کے متعلق ہے' جس کو ذبح کرنے پر انسان قادر نہ ہو۔

ابوالحسن المیمونی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے امام احمد بن حنبل سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا' تو انہوں نے کہا: میرے نزدیک یہ روایت غلط ہے' میں نے پوچھا: پھر آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: مجھے یہ پتا نہیں ہے اور نہ میں اس کے متعلق فتویٰ دیتا ہوں' ماسوا ضرورت اور اضطرار کے مواقع کے' تم سے جس طرح بھی ممکن ہو' ہنسلی کی ہڈی اور حلقوم کے درمیان ذبح کرو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام محمد بن الحسن از امام ابوحنیفہ از سعید بن مسروق از عبایہ بن رفاعہ بن رافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک اونٹ مدینہ کے کنویں میں گر گیا اور کوئی شخص اس کو نحر کرنے پر قادر نہ ہوا' پھر اس کی کوکھ میں چھری ماری گئی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دو درہم کے عوض اس کے گوشت کا دسواں حصہ خریدا۔

علاوہ ازیں ہم نے بہ کثرت صحابہ اور تابعین سے نقل کیا ہے کہ ضرورت کے موقع پر اس طرح ذبح کرنا کافی ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۶۷۔۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۹۷۷۔ج ۶ ص ۱۶۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

① آلاتِ ذبح کے بارے میں مذاہب فقہاء ② ذبح کی رگوں کے بارے میں مذاہب فقہاء ③ ذبح اور نحر کا ایک دوسرے کے قائم مقام ہونا ④ ذکاۃ اضطراری کی تفصیل اور مذاہب فقہاء۔

٤ - بَابُ الْقِرَانِ فِي التَّمْرِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ حَتّٰى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ

شرکاء کے درمیان دو دو کھجوریں ملا کر کھانا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک اپنے اصحاب سے اجازت نہ لے لے

شرکاء کی اجازت کے بغیر دو دو کھجوریں کھانے کے حکم میں اختلافِ فقہاء

جب کوئی آدمی اپنے شرکاء کے ساتھ مل کر کھجوریں کھائے تو اس کو دو دو کھجوریں ملا کر نہیں کھانی چاہئیں حتیٰ کہ اپنے اصحاب سے اس کی اجازت لے لے۔ اور یہ کھانے کے ادب کا طریقہ ہے' کیونکہ جو لوگ ایک ساتھ کھجوریں کھا رہے ہیں' وہ سب کھانے میں مساوی ہیں' پس اگر کوئی شخص اپنے ساتھی سے زیادہ کھائے تو یہ اس کے لیے مناسب نہیں ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے شادی اور ولیمہ کے کھانے میں ٹوٹ کر کھانے سے منع کیا ہے کیونکہ یہ ادب کے خلاف ہے اور میزبان اس کو پسند بھی نہیں کرے گا' اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے اور جو اس طرح کھائے گا وہ گناہ گار ہوگا' اور ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے کیونکہ یہ اصل میں مباح ہے۔

جمہور کی دلیل یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے طعام کھانے کے لیے رکھا جاتا ہے اور یہ تکریم کے طریقہ پر ہوتا ہے' بخل کے طریقہ پر نہیں ہوتا کیونکہ کھانا کھانے میں لوگوں کی مختلف عادات ہوتی ہیں' بعض لوگوں کے لیے کم مقدار میں کھانا کافی ہوتا ہے اور بعض لوگوں کے لیے دگنا کھانا بھی کافی نہیں ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲٤٨٩ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّقْرُنَ الرَّجُلُ بَيْنَ التَّمْرَتَيْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جبلہ بن سحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

جَمِيعًا حَتَّى يَسْتَأْذِنَ أَصْحَابَهُ.

اس سے منع کیا ہے کہ ایک آدمی جماعت میں دو دو کھجوریں ملا کر کھائے حتیٰ کہ اپنے اصحاب سے اجازت حاصل کر لے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤٥٥ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں شرکاء کے مل کر کھانے کا ذکر ہے۔

٢٤٩٠ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ جَبَلَةَ قَالَ كُنَّا بِالْمَدِينَةِ، فَأَصَابَتْنَا سَنَةٌ، فَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمُرُّ بِنَا فَيَقُولُ لَا تَقْرُنُوا، فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْإِقْرَانِ، إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ أَخَاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از جبلہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے' تو ہم قحط کا شکار ہو گئے' پس حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما ہمیں ایک' ایک کھجور دیتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ کھجوروں کو مت ملانا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کو ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے' حتیٰ کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے اجازت طلب کر لے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ٢٤٥٥ میں گزر چکی ہے۔

٥ - بَابُ تَقْوِيمِ الْأَشْيَاءِ بَيْنَ الشُّرَكَاءِ بِقِيمَةِ عَدْلٍ

شرکاء کے درمیان چیزوں کی عدل کے ساتھ قیمت مقرر کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو سامان اور دیگر چیزیں شرکاء کے درمیان مشترک ہوں' اس کی کسی نیک آدمی سے قیمت لگوانی چاہیے' اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے' اختلاف اس میں ہے کہ اگر ان چیزوں کو قیمت لگوائے بغیر تقسیم کر دیا گیا تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ امام شافعی کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے اور باقی فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔

٢٤٩١ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ مِنْ عَبْدٍ، أَوْ شِرْكًا، أَوْ قَالَ نَصِيبًا، وَكَانَ لَهُ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَهُ بِقِيمَةِ الْعَدْلِ فَهُوَ عَتِيقٌ، وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ. قَالَ لَا أَدْرِي قَوْلُهُ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ، قَوْلٌ مِّنْ نَافِعٍ، أَوْ فِي الْحَدِيثِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ٢٥٠٣-٢٥٢١-٢٥٢٢-٢٥٢٣-٢٥٢٤-٢٥٢٥] [صحیح مسلم: ١٥٠١' الرقم المسلسل: ٣٦٦١' سنن ابوداؤد: ٣٩٤٠' سنن ابن ماجہ: ٢٥٢٨]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس غلام کی کسی نیک آدمی کی لگائی ہوئی قیمت کے برابر ہو تو وہ غلام آزاد ہو جائے گا ورنہ اس غلام کا اتنا حصہ ہی آزاد ہو گا جتنا اس نے آزاد کیا ہے۔ ایوب نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ نافع کا یہ کہنا کہ ورنہ اس غلام کا اتنا حصہ ہی آزاد ہو گا جتنا اس نے آزاد کیا ہے' نافع کا اپنا قول ہے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا جز ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمران بن میسرہ (۲) عبدالوارث بن سعید التمیمی العنبری (۳) ایوب بن تمیمہ السختیانی (۴) نافع مولیٰ حضرت ابن عمر (۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۷۲)

اس حدیث میں ''شقص'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: حصہ خواہ کم ہو یا زیادہ' اس کے بعد اس حدیث میں ''شرک'' اور ''نصیب'' کا لفظ ہے' ان کا معنی بھی حصہ ہے۔

غلام کی قیمت لگائے بغیر اس کو شرکاء کے درمیان تقسیم کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک جب تک غلام کی قیمت نہ لگائی جائے' اس وقت تک اس کو تقسیم کرنا جائز نہیں ہے' ان دونوں اماموں نے اس حدیث سے اور اس کے بعد والی حدیث سے استدلال کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کو آزاد کرنے کے لیے فروخت کرنے میں اس کی قیمت لگانے کی اجازت دی ہے' اسی طرح اس کو تقسیم کرنے کے لیے بھی اس کی قیمت لگائی جائے گی اور امام مالک' امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ جب فریقین راضی ہو جائیں تو اس کی قیمت لگوائے بغیر بھی اس کو تقسیم کرنا جائز ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین کی غنیمتوں کو بغیر قیمت لگوائے تقسیم کر دیا' اور ان غنیمتوں میں زیادہ تر قیدی اور مویشی تھے' اور غلاموں میں اور باقی حیوانات میں کوئی فرق نہیں ہے اور اس حدیث میں کسی قیدی کی قیمت لگانے کا ذکر نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ غلام کو صرف اس وقت تقسیم کیا جائے گا جب اس کے ساتھ کوئی اور چیز بھی ہو' کیونکہ غلاموں میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے کیونکہ ان کی صفاتِ باطنہ مختلف ہوتی ہیں' مثلاً ان کی ذہانت' ان کی امانت داری' ان کی شہ سواری' ان کی لکھائی پڑھائی اور دیگر پیشوں میں مہارت' لہٰذا ان کی قیمت لگوانے میں دشواری ہوتی ہے' ماسوا اس صورت کے کہ ان کے ساتھ کوئی اور چیز بھی ہو' پس اس وقت ان تمام کو شرکاء کی رضا کے بغیر تقسیم کر دینا جائز ہے' لہٰذا اس وقت غلام کی بیع تبعاً ہو گی جیسے راستے اور پانی کی بیع تبعاً ہوتی ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ غلام کو جبراً تقسیم کیا جائے گا' امام شافعی' امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے کیونکہ جنس ایک ہے اور فرق صرف قیمت میں ہے اور یہ تقسیم کے صحیح ہونے سے مانع نہیں ہے جیسا کہ اونٹ' گائے اور بکریوں میں ہوتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے جواب

امام ابوحنیفہ کی طرف سے یہ جواب ہے کہ حیوانات میں ایک جنس ہونے کی صورت میں فرق بہت کم ہوتا ہے' کیا ایسا نہیں ہے کہ مذکر اور مؤنث بنو آدم میں دو مختلف جنسیں ہیں اور حیوانات میں یہ ایک ہی جنس ہیں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ کسی شخص نے کسی آدمی کو غلام سمجھ کر خریدا' لیکن وہ باندی نکلی تو یہ عقد منعقد نہیں ہو گا اور اگر اس نے بکری یا اونٹ کو مذکر سمجھ کر خریدا لیکن وہ مؤنث نکلی تو وہ عقد منعقد ہو جائے گا' اور غنیمتوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ سربراہ کے لیے غنیمتوں کو فروخت کرنا اور ان کی قیمتوں کو مجاہدین میں تقسیم کرنا جائز ہے کیونکہ مجاہدین کا حق صرف مالیت میں ہے اور غلام میں شریک کا حق مالیت میں بھی ہے اور اس خاص غلام میں بھی ہے۔

٢٤٩٢ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِىْ عَرُوْبَةَ' عَنْ قَتَادَةَ' عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا:

النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ شَقِيصًا مِّنْ مَّمْلُوكِهٖ فَعَلَيْهِ خَلَاصُهُ فِي مَالِهٖ، فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ مَالٌ، قُوِّمَ الْمَمْلُوكُ قِيمَةَ عَدْلٍ، ثُمَّ اسْتُسْعِيَ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ.

[اطراف الحدیث: ۲۵۰۴، ۲۵۲۶، ۲۵۲۷]

ہمیں سعید بن ابی عروبہ نے خبر دی از قتادہ از النضر بن انس از بشیر بن نہیک از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے مملوک میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس غلام کو اپنے مال سے آزاد کرائے، پس اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو اس غلام کی عدل کے ساتھ قیمت مقرر کی جائے گی، پھر اس سے کہا جائے گا کہ وہ کما کر دوسرے شریک کی قیمت ادا کرے لیکن اس پر مشقت نہیں ڈالی جائے گی۔

(صحیح مسلم: ۱۵۰۲، الرقم المسلسل: ۳۶۶۳، سنن ابوداؤد: ۳۹۳۴، سنن ترمذی: ۱۳۵۳، سنن ابن ماجہ: ۲۵۲۷، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۷۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۷۱۷، مسند احمد ج ۲ ص ۵۳۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۰۸۷۳۔ ج ۱۶ ص ۵۰۸، مؤسسة الرسالة، بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: اس غلام کی عدل کے ساتھ قیمت مقرر کی جائے گی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) بشر بن محمد ابو محمد (۲) عبداللہ بن المبارک (۳) سعید بن ابی عروبہ، ان کا نام مہران الیشکری ہے (۴) قتادہ بن دعامہ (۵) النضر بن انس بن مالک البخاری (۶) بشیر بن نہیک السلولی، ان کو السدوسی بھی کہا جاتا ہے (۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۷۶)

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے باب میں بیان کی جا چکی ہے۔

٦ - بَابٌ هَلْ يُقْرَعُ فِي الْقِسْمَةِ وَالْاِسْتِهَامِ فِيهِ

کیا تقسیم میں قرعہ اندازی کی جائے گی؟

٢٤٩٣ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنِي زَكَرِيَّاءُ قَالَ سَمِعْتُ عَامِرًا يَقُولُ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْقَائِمِ عَلٰى حُدُودِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيهَا، كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوا عَلٰى سَفِينَةٍ، فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا، فَكَانَ الَّذِينَ فِي أَسْفَلِهَا، إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ، فَقَالُوا لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِي نَصِيبِنَا خَرْقًا، وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَإِنْ يَتْرُكُوهُمْ وَمَا أَرَادُوا هَلَكُوا جَمِيعًا، وَإِنْ أَخَذُوا عَلٰى أَيْدِيهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيعًا.

[طرف الحدیث: ۲۶۸۶] [سنن ترمذی: ۲۱۷۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے زکریا نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے عامر کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز نہ کرنے پر قائم ہو اور جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز کرے ان کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ لوگ بحری جہاز میں سوار ہوئے اور انہوں نے اس میں رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی تو بعض لوگوں کے لیے اوپر کے حصہ میں رہائش کے لیے قرعہ نکلا اور بعض لوگوں کے لیے نیچے کے حصہ میں رہائش کا قرعہ نکلا، سو جو لوگ نچلے حصے میں تھے، وہ پانی لینے کے لیے اوپر کے حصہ میں جاتے تو انہوں نے کہا: اگر ہم اپنے رہائشی حصے میں سوراخ کر دیں اور سمندر سے پانی لے لیں اور اپنے اوپر والوں کو

تنگ نہ کریں (تو بہتر ہے) پس اگر ان لوگوں کو ان کے ارادہ کے ساتھ چھوڑ دیا جائے (تا کہ وہ جہاز کے پیندے میں سوراخ کر دیں) تو سب لوگ ہلاک ہو جائیں گے اور اگر ان کے ہاتھوں کو پکڑ لیا گیا تو وہ بھی نجات پا جائیں گے اور باقی لوگ بھی نجات پا جائیں گے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور انہوں نے اس بحری جہاز میں رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی۔

قرعہ اندازی کے جواز میں فقہاء کے نظریات

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جو شخص شرکاء کے درمیان عدل کے ساتھ تقسیم کرنا چاہتا ہو اس کے لیے قرعہ اندازی کرنا سنت ہے تمام فقہاء کا اس کے مسنون ہونے پر اتفاق ہے بعض فقہاء کوفہ نے اس کی مخالفت کی ہے اور جو احادیث قرعہ اندازی کے ثبوت میں وارد ہیں ان کا رد کیا ہے اور ان کا زعم ہے کہ ان کا کوئی معنی نہیں ہے اور قرعہ اندازی فال نکالنے والے تیروں کے مشابہ ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے علامہ ابن المنذر نے امام ابوحنیفہ سے اس کے جواز کا ایک قول نقل کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ قیاس کے اعتبار سے قرعہ اندازی صحیح نہیں ہے لیکن ہم نے قیاس کو ترک کر دیا ہے کیونکہ قرعہ اندازی کے ثبوت میں احادیث اور آثار وارد ہیں۔

علامہ اسماعیل بن اسحاق نے کہا ہے کہ قرعہ اندازی سے کسی حق چیز کو باطل کرنا لازم نہیں آتا جیسا کہ فقہاء کوفہ کا زعم ہے اور جب شرکاء کے درمیان کسی زمین یا مکان کی تقسیم کرنا واجب ہو تو ان پر لازم ہے کہ وہ عدل کے ساتھ اس کی قیمت مقرر کریں پھر قرعہ اندازی کریں اور ہر ایک کے لیے وہ چیز ہو جائے جو اس کے نام قرعہ سے نکلی ہے اور اس کے لیے اس مشترک زمین سے وہ معین حصہ ہو جائے اور اس کے لیے وہ حصہ اس قیمت کے عوض ہوگا جو اس کی قیمت معین کی گئی ہے۔

قرعہ اندازی اس چیز کو منع کرتی ہے کہ شرکاء میں سے ہر ایک کسی زمین کے معین حصہ کو حاصل کرے کیونکہ زمین کے جب کئی حصے ہوں اور ہر حصہ کی قیمت معین کر دی گئی ہو اور ان حصوں میں سے کوئی ایسا حصہ ہو جس میں سب کی رغبت اور دلچسپی ہو تو پھر کون اس حصہ کو خریدے گا اس کا فیصلہ قرعہ اندازی سے ہی ہو سکے گا۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کچھ لوگ بحری جہاز میں سوار ہوئے اور انہوں نے اس میں رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی۔ آپ کے اس ارشاد میں قرعہ اندازی کے جواز کی دلیل ہے کیونکہ آپ نے اس قرعہ اندازی کو برقرار رکھا ہے اور آپ نے جہاز میں قرعہ اندازی کرنے والوں کی مذمت نہیں کی اور نہ ان کے فعل کو باطل فرمایا ہے بلکہ آپ اس پر راضی ہوئے اور جو لوگ دین میں ہلاک ہونے سے نجات پا گئے ان کی اس سے مثال دی۔ امام بخاری نے "کتاب الشہادات" کے آخر میں قرعہ اندازی کے ثبوت میں بہت احادیث روایت کی ہیں اور مشکلات میں قرعہ اندازی کے عنوان سے باب قائم کیا ہے۔

اگر بعض لوگوں کو ان کی نافرمانیوں پر ٹوکا نہ جائے تو عام عذاب کے آنے کا خطرہ ہے

المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ چند مخصوص لوگوں کی نافرمانی سے عام لوگوں کو عذاب ہوتا ہے اگر عام لوگ ان کو نافرمانی کرنے سے نہ روکیں اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ نیکی کے حکم دینے

کوترک کرنے سے اور برائی سے منع کرنے کوترک کرنے سے عذاب کا استحقاق ہوتا ہے اور اس میں یہ ہدایت ہے کہ عالم کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو مسئلہ سمجھانے کے لیے مثال بیان کرے جس طرح نبی ﷺ نے جہاز میں سفر کرنے والوں کی مثال سے یہ سمجھایا کہ اگر برا کام کرنے والوں کے ہاتھوں کو نہ روکا جائے تو سب ڈوب جائیں گے اور اس مثال سے یہ بتایا ہے کہ ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کی اذیت پر صبر کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ صبر نہ کرنے کی وجہ سے وہ اس سے بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جائے جیسے جہاز کے نچلے حصہ والوں کا پانی لینے کے لیے بار بار اوپر کے حصہ میں جانا ان کے لیے تکلیف دِہ تھا اگر وہ اس پر صبر نہ کرتے تو نچلے حصہ والے جہاز کے پیندے میں پانی لینے کے لیے سوراخ کر دیتے جس سے سب ڈوب جاتے۔

نچلی منزل اور اوپر کی منزل کے احکام

اشہب مالکی نے کہا ہے کہ ایک مکان کی دو منزلیں ہیں ایک منزل میں کوئی اوپر رہتا ہے اور نچلی منزل میں کوئی دوسرا شخص رہتا ہے نچلی منزل والا اس منزل کو منہدم کرنا چاہے یا اوپر کی منزل والا اس کے اوپر مزید منزل بنانا چاہے تو نچلی منزل والے کے لیے اس منزل کو منہدم کرنا جائز نہیں ہے سوا اس صورت کے کہ اوپر والوں کے لیے بھی اس میں فائدہ ہو ورنہ نچلی منزل کے منہدم ہونے سے اوپر کی منزل بھی منہدم ہو جائے گی اور اوپر والوں کے لیے بھی اس منزل کے اوپر منزل بنانا جائز نہیں ہے سوا اس کے کہ اس سے نچلی منزل والوں کو ضرر نہ ہو۔

حضرت نعمان بن بشیر کی حدیث میں اشہب مالکی کے قول کی دلیل ہے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نیچے کے حصہ والوں کے لیے کوئی ایسا کام کرنا جائز نہیں ہے جس سے اوپر کے حصہ والوں کو ضرر ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۲۔۱۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے بھی اسی شرح کے اکثر حصہ کو نقل کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

(اگر اوپر کے حصے میں مالک مکان رہ رہا ہو اور نچلی منزل پر کرائے دار یا اس کے برعکس ہو تو مالک مکان کو اوپر ایک اور منزل ڈالنے کے لیے کرائے دار کی اجازت حاصل کرنا واجب تو نہیں البتہ مستحسن ہے۔ سعیدی غفرلہ)

٧ - بَابُ شِرْكَةِ الْيَتِيمِ وَاَهْلِ الْمِيرَاثِ
یتیم کا دوسرے وارثوں کے ساتھ شریک ہونا

٢٤٩٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْعَامِرِيُّ الْاُوَيْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا . اِلٰى قَوْلِهٖ. وَرُبٰعَ﴾ (النساء:٣). فَقَالَتْ يَا ابْنَ اُخْتِي هِيَ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا تُشَارِكُهُ فِي مَالِهٖ فَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا فَيُرِيدُ وَلِيُّهَا اَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ اَنْ يُقْسِطَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ العامری الاویسی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا اور لیث نے کہا کہ مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے متعلق سوال کیا: اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو دو دو سے تین تین سے اور چار چار سے۔ (النساء:٣) تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اے میرے بھانجے! یہ آیت

فِيْ صَدَاقِهَا، فَيُعْطِيَهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيهَا غَيْرُهُ، فَنُهُوْا اَنْ يَّنْكِحُوْهُنَّ اِلَّا اَنْ يُّقْسِطُوْا لَهُنَّ، وَيَبْلُغُوْا بِهِنَّ اَعْلٰى سُنَّتِهِنَّ مِنَ الصَّدَاقِ، وَاُمِرُوْا اَنْ يَّنْكِحُوْا مَا طَابَ لَهُمْ مِّنَ النِّسَآءِ سِوَاهُنَّ. قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ اِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هٰذِهِ الْاٰيَةِ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ. اِلٰى قَوْلِهٖ . وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ﴾ (النساء: ١٢٧)وَالَّذِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ اَنَّهُ يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ الْاٰيَةُ الْاُوْلٰى، الَّتِيْ قَالَ فِيْهَا ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ﴾ (النساء:٣)قَالَتْ عَائِشَةُ وَقَوْلُ اللّٰهِ فِي الْاٰيَةِ الْاُخْرٰى ﴿وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ﴾ (النساء:٣).يَعْنِيْ هِيَ رَغْبَةُ اَحَدِكُمْ بِيَتِيْمَتِهِ الَّتِيْ فِيْ حَجْرِهٖ، حِيْنَ تَكُوْنُ قَلِيْلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ، فَنُهُوْا اَنْ يَّنْكِحُوْا مَا رَغِبُوْا فِيْ مَالِهَا وَجَمَالِهَا مِنْ يَتَامَى النِّسَاءِ اِلَّا بِالْقِسْطِ، مِنْ اَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ.

[اطراف الحدیث: ٢٧٦٣-٤٥٧٣-٤٥٧٤-٤٦٠٠-٥٠٦٤-٥٠٩٢-٥٠٩٨-٥١٢٨-٥١٣١-٦٩٦٥] (صحیح مسلم: ٣٠١٨، الرقم المسلسل: ٧٤٢٢، سنن ابوداؤد: ٢٠٦٨، سنن نسائی: ٣٣٤٣)

اس یتیم لڑکی کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اپنے ولی (رشتہ کے بھائی) کے زیر پرورش ہو اور ترکہ میں اس کی شریک ہو اس کا مال اور اس کا حسن اس ولی کو پسند ہو وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہو مگر اس کو رواج اور دستور کے مطابق مہر نہ دینا چاہتا ہو اور اس کو اتنا مہر نہ دینا چاہتا ہو جتنا مہر اس کو دوسرے دیں تو ایسے ولی کو اس یتیم لڑکی سے نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا سوا اس صورت کے کہ وہ ان کے ساتھ عدل سے کام لیں، اور اس یتیم لڑکی کے ولی اس کو رواج کے مطابق عمدہ مہر دیں اور اس یتیم لڑکی کے سرپرستوں کو یہ حکم دیا گیا کہ اس یتیم لڑکی کے سوا اور عورتوں سے نکاح کر لیں جو ان کو پسند ہوں۔ عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: پھر اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور (مسلمان) آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں، آپ کہیے کہ اللہ تمہیں عورتوں کے متعلق وہی (سابق) حکم دیتا ہے اور (وہ احکام بھی) جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھے جا رہے ہیں جن کا وہ حق تم انہیں نہیں دیتے جو ان کے لیے فرض کیا گیا ہے اور تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو اور کم زور بچوں کے متعلق (بھی تمہیں حکم دیتا ہے) اور یہ کہ یتیموں کے ساتھ انصاف پر قائم رہو اور تم جو بھی نیک کام کرتے ہو تو بے شک اللہ کو اس کا علم ہے O (النساء: ١٢٧) اور جس کا اللہ نے ذکر کیا ہے جس کی تم پر تلاوت کی جاتی ہے، یہ وہ پہلی آیت ہے جس میں اللہ نے فرمایا ہے: اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو، دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے۔ (النساء: ٣) حضرت عائشہ نے فرمایا: اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد جو دوسری آیت میں ہے: اور تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو۔ (النساء: ١٢٧) جو یتیم لڑکی تمہارے زیر پرورش ہو اور اس کا مال اور حسن کم ہو اس سے تم نفرت کرتے ہو تو ان کو اس سے منع کیا گیا ہے کہ جن یتیم لڑکیوں کے مال اور حسن میں تمہاری رغبت ہے ان سے بغیر انصاف کے نکاح کرو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس جملہ میں مطابقت ہے: جو یتیم لڑکی اپنے ولی کے زیر پرورش ہو اور وہ اس کے مال میں شریک ہو۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن یحییٰ بن عمرو بن اویس القرشی العامری الاویسی' یہ ان کے دادا اویس کی طرف نسبت ہے (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف' ابواسحٰق القرشی الزہری' یہ بغداد میں منصب قضاء پر فائز تھے (۳) صالح بن کیسان ابومحمد مؤدب' یہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بیٹے ہیں (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عروہ بن الزبیر بن العوام (۶) لیث بن سعد (۷) یونس بن یزید الایلی (۸) حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۲)

یتیموں کا ناحق مال کھانے کا عدم جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کے نزدیک یتیم کے مال میں بدنیتی سے اختلاط جائز نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے اموال کے کھانے کو حرام فرمادیا ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ. (البقرہ:۲۲۰)

اور یہ لوگ آپ سے یتیموں کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے کہ ان کی خیر خواہی کرنا بہتر ہے اور اگر تم اپنا اور ان کا خرچ مشترک رکھو (تو کوئی حرج نہیں) وہ تمہارے بھائی ہی تو ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ کون خیر خواہی کرنے والا ہے اور کون بدخواہی کرنے والا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یتیم کے مال میں شرکت اور اختلاط کو بغیر ان پر ظلم کے مباح کر دیا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

یتیم لڑکی کے ساتھ زمانۂ جاہلیت میں نکاح کا طریقہ اور اس کو ممنوع قرار دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

زمانۂ جاہلیت میں ایک شخص کے پاس یتیم لڑکی ہوتی تھی تو وہ اس کے اوپر اپنے کپڑے ڈال دیتا تھا اور جب وہ ایسا کر لیتا تو کوئی دوسرا شخص اس سے کبھی بھی نکاح نہیں کر سکتا تھا' پس اگر وہ لڑکی خوب صورت ہوتی تو وہ اس سے شادی کر کے اس کا مال کھا جاتا تھا اور اگر وہ خوب صورت نہ ہوتی تو وہ دوسرے مردوں کو اس کے ساتھ نکاح کرنے سے روک دیتا حتیٰ کہ وہ مر جاتی اور اس کے مرنے کے بعد وہ اس کے ترکہ کا وارث ہو جاتا تو لوگوں کو اس سے منع کر کے اس فعل کو حرام کر دیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۷۳۸۸۔ ج ۷ ص ۱۰۰۵ پر مذکور ہے' اس کی شرح کا عنوان یہ ہے:
"فانكحوا ما طاب لكم من النساء" کی تفسیر

۸- بَابُ الشَّرِكَةِ فِي الْاَرَضِيْنَ وَغَيْرِهَا

زمینوں وغیرہ میں شرکت کا حکم

اس باب میں زمینوں مکانوں اور باغات وغیرہ میں شرکت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

٢٤٩٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِنَّمَا جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ فِيْ كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَاِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ، وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ، فَلَا شُفْعَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از ابی سلمہ از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر غیر منقسم مال میں شفعہ کو لازم کر دیا پس جب حدود متعین ہو جائیں اور راستے مقرر کر دیے جائیں تو پھر کوئی شفعہ نہیں ہوگا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٢٢١٣ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں غیر منقسم زمینوں میں شفعہ کا حکم بیان فرمایا گیا ہے۔

٩ - بَابُ اِذَا اقْتَسَمَ الشُّرَكَاءُ الدُّوْرَ اَوْ غَيْرَهَا، فَلَيْسَ لَهُمْ رُجُوْعٌ وَلَا شُفْعَةٌ

جب شرکاء اپنے گھروں وغیرہ کو تقسیم کر لیں تو وہ اب رجوع کر سکتے ہیں نہ شفعہ

٢٤٩٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِيْ كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ، فَاِذَا وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ، وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ، فَلَا شُفْعَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از زہری از ابوسلمہ بن عبد الرحمان از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر غیر منقسم مال میں شفعہ کا فیصلہ فرمایا پس جب حدود متعین ہو جائیں اور راستے مقرر ہو جائیں تو پھر کوئی شفعہ نہیں ہوگا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ٢٢١٣ میں گزر چکی ہے۔

١٠ - بَابُ الْاِشْتِرَاكِ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَمَا يَكُوْنُ فِيْهِ مِنَ الصَّرْفِ

سونے چاندی اور ان تمام چیزوں میں شرکت جن میں بیع صرف ہوتی ہے

اس باب میں سونے اور چاندی میں اشتراک کا حکم بیان کیا گیا ہے یہ اس وقت جائز ہے جب شرکاء میں سے ہر ایک کے پاس دراہم یا دینار ہوں اس میں شرط یہ ہے کہ ان کا مال مخلوط ہو اور وہ بیع صرف کریں اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کا قائم مقام ہو یہ بالاتفاق صحیح ہے اس میں اس وقت اختلاف ہے جب ان میں سے ایک کے پاس دینار ہوں اور دوسرے کے پاس دراہم ہوں امام مالک فقہاء کوفہ امام شافعی اور ابوثور نے کہا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٨٦ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٢٤٩٧، ٢٤٩٨ - حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ عُثْمَانَ، يَعْنِي ابْنَ الْاَسْوَدِ، قَالَ اَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ اَبِيْ مُسْلِمٍ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا الْمِنْهَالِ عَنِ الصَّرْفِ يَدًا بِيَدٍ، فَقَالَ اِشْتَرَيْتُ اَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از عثمان یعنی ابن الاسود انہوں نے کہا: مجھے سلیمان بن ابی مسلم نے خبر دی انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابوالمنہال سے دست بہ دست بیع

وَشَرِيكٌ لِي شَيْئًا يَدًا بِيَدٍ وَنَسِيئَةً فَجَاءَ نَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ فَعَلْتُ اَنَا وَشَرِيكِي زَيْدُ بْنُ اَرْقَمَ فَسَأَلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَخُذُوْهُ وَمَا كَانَ نَسِيئَةً فَذَرُوْهُ.

صَرف کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں نے اور میرے ایک شریک نے دست بہ دست اور اُدھار بیع صَرف کی' پھر ہمارے پاس حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ آئے تو ہم نے ان سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: میں نے اور میرے ایک شریک حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا تھا' پھر ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جو دست بہ دست ہو (نقد) تو اس کو لے لو اور جو اُدھار ہو اس کو چھوڑ دو۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۶۱' اور ۲۰۶۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۱ - بَابُ مُشَارَكَةِ الذِّمِّيِّ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِي الْمُزَارَعَةِ

ذمیوں اور مشرکوں کے ساتھ مزارعت میں شرکت

اس باب میں اہل ذمہ' مشرکین اور مسلمانوں کی مزارعت میں شرکت کا بیان ہے' اس عنوان میں مشرکین سے مراد وہ ہیں جو مسلمانوں کی حکومت سے اجازت حاصل کر کے عارضی طور پر مسلمانوں کے ملک میں داخل ہوئے ہوں' ان کو مستأمن کہتے ہیں' سو یہ بھی ذمیوں کے حکم میں ہیں' رہا مشرک حربی تو اس کے ساتھ مسلمانوں کی دارالاسلام میں مزارعت میں شرکت متصور نہیں ہے' بہر حال اہل ذمہ اور مستأمنین کے ساتھ مسلمانوں کی مزارعت میں شرکت جائز ہے۔

امام مالک کے نزدیک مزارعت کے علاوہ مسلمان اور ذمی کے درمیان مشارکت جائز نہیں ہے' امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے' امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اہل ذمہ کے ساتھ شرکت مفاوضہ جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۷)

۲۴۹۹ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ اَسْمَاءَ' عَنْ نَافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ' اَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا' وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بنت اسماء نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر (کی زمین) یہودیوں کو دی کہ وہ اس میں کام کریں اور زراعت کریں اور اس زمین کی پیداوار سے نصف ان کو ملے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہودیوں کے درمیان مزارعت میں شرکت کا ثبوت ہے۔

۱۲ - بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَمِ وَالْعَدْلِ فِيْهَا

بکریوں کی تقسیم اور اس میں عدل کرنا

۲۵۰۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِي حَبِيْبٍ' عَنْ اَبِي الْخَيْرِ' عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ' وہ بیان

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلٰى صَحَابَتِهٖ ضَحَايَا، فَبَقِيَ عَتُوْدٌ، فَذَكَرَهٗ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِّ بِهٖ اَنْتَ.

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بکریاں دیں کہ قربانی کے دن ان کو صحابہ میں تقسیم کردیں' ان میں سے ایک سال کا بکری کا بچہ بچ گیا' انہوں نے اس کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اس کی تم قربانی کرلو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں بکریوں کی تقسیم کا ذکر ہے۔

۱۳ - بَابُ الشِّرْكَةِ فِي الطَّعَامِ وَغَيْرِهٖ — طعام وغیرہ میں شرکت

اس باب میں طعام وغیرہ میں شرکت کا حکم بیان کیا گیا ہے' وغیرہ سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کا مالک بنانا جائز ہو اور سامان میں شرکت کے متعلق اختلاف ہے' امام مالک اور ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک جائز ہے' سفیان ثوری' فقہاء احناف' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کے نزدیک ناجائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۹)

وَيُذْكَرُ اَنَّ رَجُلًا سَاوَمَ شَيْئًا فَغَمَزَهٗ اٰخَرُ فَرَاٰى عُمَرُ اَنَّ لَهٗ شِرْكَةً.

اور مذکور ہے کہ ایک شخص نے کسی چیز کی قیمت لگائی تو دوسرے نے اس کو آنکھ سے اشارہ کیا (تو اس نے اس کو خرید لیا)' پس حضرت عمر نے یہ سمجھا کہ وہ اس کا شریک ہے۔

علامہ عینی نے یہ لکھا ہے کہ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔

۲۵۰۱'۲۵۰۲ - حَدَّثَنَا اَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدٌ، عَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ، عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هِشَامٍ، وَكَانَ قَدْ اَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَهَبَتْ بِهٖ اُمُّهٗ زَيْنَبُ بِنْتُ حُمَيْدٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَايِعْهُ، فَقَالَ هُوَ صَغِيْرٌ. فَمَسَحَ رَاْسَهٗ وَدَعَا لَهٗ. وَعَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ اَنَّهٗ كَانَ يَخْرُجُ بِهٖ جَدُّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هِشَامٍ اِلَى السُّوْقِ، فَيَشْتَرِي الطَّعَامَ، فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ، فَيَقُوْلَانِ لَهٗ اَشْرِكْنَا، فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ، فَيَشْرَكُهُمْ، فَرُبَّمَا اَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِيَ، فَيَبْعَثُ بِهَا اِلَى الْمَنْزِلِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ اَشْرِكْنِيْ فَاِذَا سَكَتَ فَهُوَ شَرِيْكُهٗ بِالنِّصْفِ.

[طرف الحدیث (۲۵۰۱): ۷۲۱۰][طرف الحدیث (۲۵۰۲):

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ بن الفرج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن وہب نے خبردی' انہوں نے کہا: مجھے سعید نے خبردی از زہرہ بن معبد از جد خود' عبداللہ بن ہشام سے روایت کرتے ہیں اور انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا تھا اور ان کی والدہ حضرت زینب بنت حمید رضی اللہ عنہا ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئی تھیں' پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! اس کو بیعت کرلیجیے' تو آپ نے فرمایا: یہ ابھی چھوٹا ہے' پھر ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے دعا کی' اور زہرہ بن معبد بیان کرتے ہیں: ان کے دادا' عبداللہ بن ہشام ان کو بازار لے گئے' پھر انہوں نے طعام خریدا' پھر ان کی حضرت ابن عمر اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی تو ان دونوں نے حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اس طعام میں ہمیں بھی شریک کرلیں' کیونکہ نبی ﷺ نے آپ کے لیے برکت کی دعا فرمائی ہے' تو حضرت عبداللہ بن ہشام نے ان کو شریک کرلیا اور کبھی وہ (غلہ سے لدا ہوا) پورا اونٹ نفع میں حاصل کرلیتے اور اس کو گھر

۲۳۵۳] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

بھیج دیتے۔ امام ابوعبداللہ نے کہا کہ جب کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ مجھے شریک کرلو اور وہ خاموش رہے تو وہ نصف میں اس کا شریک ہو جاتا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اصبغ بن الفرج ابوعبداللہ (۲) عبداللہ بن وہب بن مسلم ابومحمد (۳) سعید بن ابی ایوب الخزاعی ابوایوب کا نام مقلاص ہے (۴) زہرہ بن معبد بن عبداللہ بن ہشام زہرہ کا نام مذکر اور مؤنث میں مشترک ہے (۵) ان کے دادا حضرت عبداللہ بن ہشام بن زہرہ التیمی رضی اللہ عنہ ہشام فتح مکہ سے پہلے کفر کی حالت میں فوت ہو گیا تھا' اور حضرت عبداللہ بن ہشام فتح مصر کے موقع پر حاضر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تک موجود رہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۹۰)

نابالغ کو بیعت نہیں کرنا چاہیے' بیعت کا معنی اور حدیث مذکور کے دیگر مسائل اور فوائد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت زینب بنت حمید کا ذکر ہے' یہ صحابیات میں سے تھیں۔

اس میں ذکر ہے کہ ان کی والدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اس کو بیعت کر لیجئے۔

اس بیعت سے بیعت اسلام مراد ہے' اس کا معنی ہے: اپنے نفس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ فروخت کر دینا اور آپ کے تمام احکام کی اطاعت کرنا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کم سن بچے کے سر پر ہاتھ پھیرنا چاہیے اور نابالغ کو بیعت نہیں کرنا چاہیے اور جو ''مراھق'' (قریب البلوغ لڑکا) جہاد کی طاقت رکھتا تھا' آپ اس کو بیعت کر لیتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طلب معاش کے لیے بازار میں جانا چاہیے اور برکت جہاں سے بھی ملے' اس کو حاصل کرنا چاہیے۔

اس حدیث میں ان جاہل اور بناوٹی زاہدوں کا رد ہے' جن کا اعتقاد ہے کہ معاش کو طلب کرنا مذموم ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ جو بچہ شارع علیہ السلام سے کسی چیز کو بھی یاد رکھے' وہ صحابی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خواتین اپنے بچوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے جاتی تھیں۔

اس حدیث میں تجارت کو طلب کرنے کا ثبوت ہے اور شرکت کے سوال کا بھی ثبوت ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن ہشام کے متعلق آپ کی دعا قبول ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۹۱۔۹۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

١٤ - بَابُ الشِّرْكَةِ فِي الرَّقِيقِ

غلام میں شریک ہونا

٢٥٠٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ، وَجَبَ عَلَيْهِ أَنْ يُعْتِقَ كُلَّهُ، إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ قَدْرَ ثَمَنِهِ، يُقَامُ قِيمَةَ عَدْلٍ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس آدمی نے غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا' اس پر واجب ہے کہ وہ پورا غلام آزاد کرے' اگر اس کے پاس اس کی قیمت کے برابر مال ہے تو

وَيُعْطَى شُرَكَاؤُهُ حِصَصَهُمْ وَيُخَلَّى سَبِيْلُ الْمُعْتَقِ.

عدل کے ساتھ اس کی قیمت لگائی جائے گی اور اس کے شرکاء کو ان کا حصہ ادا کیا جائے گا اور اس آزاد شدہ غلام کا پیچھا چھوڑ دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۴۹۱ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں غلام میں شرکت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

٢٥٠٤ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ فِيْ عَبْدٍ أُعْتِقَ كُلُّهُ، إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ، وَإِلَّا يُسْتَسْعَ غَيْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از قتادہ از النضر بن انس از بشیر بن نہیک از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: جس آدمی نے غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو وہ پورا غلام آزاد کیا جائے گا اگر اس آدمی کے پاس مال ہے تو فبہا ورنہ باقی حصہ داروں کو ان کے حصوں کی قیمت ادا کرنے کے لیے اس سے محنت مزدوری کرائی جائے گی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۴۹۱ میں گزر چکی ہے۔

١٥ - بَابُ الْاِشْتِرَاكِ فِي الْهَدْيِ وَالْبُدْنِ

قربانی کے جانوروں اور اونٹوں میں شرکت اور اگر کوئی قربانی بھیج چکا ہے اور اس نے کسی کو شریک کر لیا

وَإِذَا أَشْرَكَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِيْ هَدْيِهِ بَعْدَ مَا أَهْدٰى.

اور جب کوئی آدمی کسی دوسرے کو ہدی بھیجنے کے لیے کسی کو اپنی ہدی میں شریک کرے۔

ھدی کا معنی ہے: قربانی کا جانور۔

٢٥٠٥، ٢٥٠٦ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ. وَعَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ صُبْحَ رَابِعَةٍ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ لَا يَخْلِطُهُمْ شَيْءٌ، فَلَمَّا قَدِمْنَا أَمَرَنَا فَجَعَلْنَاهَا عُمْرَةً، وَأَنْ نَحِلَّ إِلٰى نِسَائِنَا، فَفَشَتْ فِيْ ذٰلِكَ الْقَالَةُ. قَالَ عَطَاءٌ فَقَالَ جَابِرٌ فَيَرُوْحُ أَحَدُنَا إِلٰى مِنًى وَذَكَرُهُ يَقْطُرُ مَنِيًّا، فَقَالَ جَابِرٌ بِكَفِّهِ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ خَطِيْبًا، فَقَالَ بَلَغَنِيْ أَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الملک بن جریج نے حدیث بیان کی از عطاء از جابر اور از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار ذوالحجہ کی صبح کو حج کا احرام باندھے ہوئے آئے آپ نے اس حج میں کسی اور چیز کو (یعنی عمرہ کو) شریک نہیں کیا تھا پس جب ہم مکہ پہنچ گئے تو آپ نے حکم دیا کہ ہم اس احرام کو عمرہ کا احرام قرار دیں اور ہم اپنی بیویوں کے لیے حلال ہو جائیں یہ بات لوگوں میں پھیل گئی۔ عطاء بیان کرتے ہیں: پھر حضرت جابر نے کہا: کیا ہم میں سے کوئی شخص منیٰ اس حالت میں جائے گا کہ

اَقْوَامًا يَقُوْلُوْنَ كَذَا وَكَذَا، وَاللّٰهِ لَاَنَا اَبَرُّ وَاَتْقٰى لِلّٰهِ مِنْهُمْ، وَلَوْ اَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا اَهْدَيْتُ، وَلَوْ لَا اَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَاَحْلَلْتُ. فَقَامَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هِيَ لَنَا اَوْ لِلْاَبَدِ؟ فَقَالَ لَا، بَلْ لِلْاَبَدِ. قَالَ وَجَاءَ عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ اَحَدُهُمَا يَقُوْلُ لَبَّيْكَ بِمَا اَهَلَّ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ الْاٰخَرُ لَبَّيْكَ بِحَجَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُقِيْمَ عَلٰى اِحْرَامِهِ، وَاَشْرَكَهُ فِي الْهَدْيِ.

اس کے آلہ تناسل سے منی ٹپک رہی ہوگی' پھر حضرت جابر نے ہاتھ سے اشارہ کیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے' پس فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ اس طرح اور اس طرح کہتے ہیں اور اللہ کی قسم! میں ان لوگوں سے زیادہ نیکی کرنے والا ہوں اور اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہوں' اور اگر میں پہلے اس چیز کی طرف متوجہ ہو گیا ہوتا جو مجھے بعد میں پیش آئی ہے تو میں قربانی کا جانور نہ بھیجتا' اور اگر میرے پاس قربانی نہ ہوتی تو میں احرام کھول دیتا' پس حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' پس کہا: یارسول اللہ! یہ حکم (ایام حج میں عمرہ کرنا) ہمارے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ حضرت جابر نے کہا: پھر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (یمن سے) آئے' پس عطاء اور طاؤس' ان دونوں میں سے ایک نے تو یوں بیان کیا کہ حضرت علی نے احرام باندھتے وقت اس طرح کہا تھا: میں اس کے ساتھ لبیک کہتا ہوں جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لبیک کہا تھا' اور دوسرے نے یوں کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے ساتھ لبیک کہتا ہوں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر قائم رہیں اور انہیں اپنی قربانی میں شریک کر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٨٥' اور ١٥٥٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں قربانی کے جانور میں شرکت کا ذکر ہے۔

١٦ - بَابُ مَنْ عَدَلَ عَشَرَةً مِّنَ الْغَنَمِ بِجَزُوْرٍ فِي الْقَسْمِ

جس نے تقسیم میں دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا

٢٥٠٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ مِنْ تِهَامَةَ، فَاَصَبْنَا غَنَمًا وَاِبِلًا، فَعَجِلَ الْقَوْمُ فَاَغْلَوْا بِهَا الْقُدُوْرَ، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِهَا فَاُكْفِئَتْ، ثُمَّ عَدَلَ عَشْرًا مِنَ الْغَنَمِ بِجَزُوْرٍ، ثُمَّ اِنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از سفیان از والدخود از عبایہ بن رفاعہ از جد خود' حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہامہ کے مقام ذوالحلیفہ میں تھے' ہمیں (مال غنیمت میں) بکریاں اور اونٹ ملے تھے تو لوگوں نے ان (کو ذبح کر کے) ان کا گوشت پتیلوں میں چڑھا دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے تو آپ کے حکم سے پتیلوں کو الٹ دیا گیا' پھر آپ

بَعِيرًا مِنْهَا نَدَّ، وَلَيْسَ فِي الْقَوْمِ إِلَّا خَيْلٌ يَسِيرَةٌ، فَرَمَاهُ رَجُلٌ فَحَبَسَهُ بِسَهْمٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِهٰذِهِ الْبَهَائِمِ اَوَابِدَ كَاَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوْا بِهٖ هٰكَذَا. قَالَ قَالَ جَدِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّا نَرْجُوْ اَوْ نَخَافُ اَنْ نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا، وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى، اَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ فَقَالَ اِعْجَلْ، اَوْ اَرِنِيْ، مَا اَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلُوْا، لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ، وَسَاُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ اَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ، وَاَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ.

نے دس بکریوں کوایک اونٹ کے برابر قرار دیا' پھران میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا' اور اس وقت لوگوں کے پاس گھوڑے تھوڑے سے تھے' ایک شخص نے اونٹ کو تیر مار کر روک لیا' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان جانوروں میں بھی جنگلی جانوروں کی طرح وحشت اور اجنبیت ہوتی ہے' سو جب تم ان جانوروں پر غلبہ نہ پاسکو تو ان کو اسی طرح تیر مار کر روک لیا کرو' میرے دادا نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں توقع ہے' یا کہا: ہمیں خطرہ ہے کہ کل ہمارا دشمن سے ٹکراؤ ہوگا اور ہمارے پاس چھری نہیں ہے' کیا ہم دھار والی لکڑی (سرکنڈے) سے ذبح کر سکتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: (ذبح کرنے میں) جلدی کیا کرو' جو چیز (جانور کا) خون بہادے' اسی سے ذبح کر لیا کرو اور اس پر بسم اللہ پڑھ لی جائے تو اس کو کھالیا کرو' اور دانت اور ناخن سے ذبح نہ کرو' اور میں عنقریب اس کی وجہ بتاتا ہوں' رہے دانت تو وہ ہڈی ہیں اور رہے ناخن تو وہ حبشیوں کی چھری ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۸۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر کرنے کی تصریح ہے۔

''کتاب الشرکۃ'' کی تکمیل

آج ۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ/ ۱۳ مئی ۲۰۰۸ء' بہ روز منگل ''کتاب الشرکۃ'' مکمل ہوگئی۔ الٰہ العٰلمین! باقی صحیح البخاری کو بھی مکمل کرادیں اور میری مغفرت فرمادیں۔ آمین

''کتاب الشرکۃ'' میں ستائیس احادیث مرفوعہ ہیں' اس میں ایک تعلیق ہے اور باقی احادیث موصولہ ہیں اور اس میں تیرہ احادیث مکررہ ہیں اور خالص احادیث چودہ ہیں۔

۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

٤٨ - كِتَابُ الرَّهْنِ

رہن کا بیان

رہن کے متعلق قرآن مجید کی درج ذیل آیات ہیں:

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ. (البقرہ:٢٨٣)

اور اگر تم سفر میں ہو (اور تم نے کاروباری قرض پر مبنی کوئی معاملہ کرنا ہو) اور تمہیں دستاویز لکھنے والا نہ ملے تو قبضہ دی ہوئی رہن (کی بنیاد پر کاروباری قرض) کا معاملہ کرلو۔

اس آیت کے سیاق میں رہن کا لفظ ہے اور رہن کا معنی ہے: کاروباری قرض اور نجی قرضوں کے لیے قرض کا لفظ استعمال ہوتا ہے:

كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ۝ (المدثر:٣٨)

ہر نفس اپنے عمل کے بدلہ میں رہن رکھا ہوا ہے۝

اس آیت میں رہن کا لغوی معنی مراد ہے اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے۔

رہن کا لغوی معنی ہے: کسی چیز کو گروی رکھنا' کسی چیز کو کسی کے قبضہ میں دینا' کسی چیز کو کسی کے پاس روک کر رکھنا۔

رہن کا اصطلاحی معنی ہے: قرض کے بدلہ میں کسی چیز کو کسی کے پاس بہ طور ضمانت رکھوانا اور قرض ادا کرنے کے بعد اس چیز کو چھڑا لینا۔ رہن سے مقصود قرض کا وثوق ہے' رہن رکھنے والے کو راہن اور جس کے پاس رہن رکھیں اس کو مرتھن کہتے ہیں۔

١ - بَابٌ فِي الرَّهْنِ فِي الْحَضَرِ

اپنے شہر میں رہن رکھنا

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ﴾ (البقرہ:٢٨٣).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم سفر میں ہو اور تم کو دستاویز لکھنے والا نہ ملے تو قبضہ میں دی ہوئی رہن پر معاملہ کرلو۔

یعنی جب تم کسی مدتِ معین کے لیے قرض لو اور اس قرض کی دستاویز لکھنے کے لیے کوئی شخص نہ ملے تو قرض خواہ کے لیے اطمینان اور وثوق کے لیے اپنی کوئی چیز اس کے قبضہ میں دے دو۔

اس آیت میں سفر میں گروی رکھنے کا ذکر ہے لیکن تمام فقہاء کے نزدیک حضر (اپنے شہر) میں اور سفر دونوں میں گروی رکھنا جائز ہے' امام بخاری نے حضر میں گروی رکھنے کا عنوان قائم کیا ہے' کیونکہ سفر میں گروی رکھنے کا ذکر تو قرآن مجید میں ہے۔

٢٥٠٨ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی'

عَنْهُ قَالَ وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعَهُ بِشَعِيْرٍ، وَمَشَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيْرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَا أَصْبَحَ لِآلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا صَاعٌ، وَلَا أَمْسٰى، وَإِنَّهُمْ لَتِسْعَةُ أَبْيَاتٍ.

انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جَو کے عوض اپنی زرہ کو رہن رکھا' اور (ایک دن) میں خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جَو کی روٹی اور باسی چربی لے کر گیا' اور میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: آلِ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس صرف چار کلو طعام ہے' اور اس وقت آپ کے گھروں میں نو ازواج تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۰۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں رہن رکھنے کا ذکر ہے۔

۲ - بَابُ مَنْ رَهَنَ دِرْعَهُ
جس نے اپنی زرہ کو رہن رکھا

۲۵۰۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ تَذَاكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيْمَ الرَّهْنَ وَالْقَبِيْلَ فِي السَّلَفِ، فَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰى مِنْ يَهُوْدِيٍّ طَعَامًا إِلٰى أَجَلٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم نے ابراہیم کے پاس رہن کا اور قرض کی ضمانت کا ذکر کیا تو ابراہیم نے کہا: ہمیں اسود نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک یہودی سے مدتِ معین کے اُدھار پر طعام خریدا اور اپنی زرہ گروی رکھ دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۶۸ میں گزر چکی ہے۔

۳ - بَابُ رَهْنِ السِّلَاحِ
ہتھیاروں کو گروی رکھنا

اس سے پہلے باب میں رہن کو گروی رکھنے کا ذکر تھا اور اس باب میں ہتھیاروں کو گروی رکھنے کا ذکر ہے۔
اور ان میں مناسبت یہ ہے کہ زرہ سے بھی اپنے نفس کی مدافعت کی جاتی ہے اور ہتھیاروں سے بھی اپنے نفس کی مدافعت کی جاتی ہے' ہتھیاروں سے مراد وہ آلات ہیں جن سے حملہ یا حملہ کا دفاع کیا جاتا ہے۔

۲۵۱۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ، فَإِنَّهُ آذَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ أَنَا، فَأَتَاهُ فَقَالَ أَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ، فَقَالَ ارْهَنُوْنِيْ نِسَاءَكُمْ، قَالُوْا كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا، وَأَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ؟ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' عمرو نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو سخت ایذاء پہنچائی ہے' تو حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں (اس کو قتل کروں گا)! پھر وہ کعب بن اشرف کے پاس گئے اور اس سے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمیں ایک وسق (چار کلو) یا دو وسق طعام اُدھار دو' تو اس نے

فَارْهَنُوْنِي اَبْنَاءَكُمْ، قَالُوْا كَيْفَ نَرْهَنُ اَبْنَاءَنَا، فَيُسَبُّ اَحَدُهُمْ، فَيُقَالُ رُهِنَ بِوَسْقٍ اَوْ وَسْقَيْنِ، هٰذَا عَارٌ عَلَيْنَا، وَلٰكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّامَةَ قَالَ سُفْيَانُ يَعْنِي السِّلَاحَ فَوَعَدَهُ اَنْ يَاْتِيَهُ، فَقَتَلُوْهُ، ثُمَّ اَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرُوْهُ.

[اطراف الحدیث: ۲۵۱۰-۳۰۳۱-۳۰۳۲-۴۰۳۷] (سنن ابوداؤد: ۲۵۶۸)

کہا: تم اپنی عورتوں کو میرے پاس گروی رکھ دو' انہوں نے کہا: ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کیسے گروی رکھ دیں! حالانکہ تم عرب کے سب سے خوب صورت مرد ہو' اس نے کہا: پھر تم اپنے بیٹے میرے پاس گروی رکھ دو' انہوں نے کہا: ہم اپنے بیٹے تمہارے پاس کیسے گروی رکھ سکتے ہیں' پھر کوئی شخص ان کو طعنہ دے گا کہ یہ ایک وسق کے عوض یا دو وسق کے عوض گروی رکھا گیا تھا' اور یہ ہمارے لیے باعث عار ہے' لیکن ہم تمہارے پاس اللامۃ گروی رکھتے ہیں' سفیان نے کہا: یعنی ہتھیار' حضرت محمد بن مسلمہ نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ اس کے پاس پھر آئیں گے' پس (انہوں نے رات کو) اسے قتل کر دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر اس کی خبر دی۔

کعب بن اشرف کو قتل کرنے کی تفصیل

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور رسول کو بہت ایذاء دی ہے' حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کو میں قتل کروں گا' پھر کہا: یارسول اللہ! کیا آپ اس کو قتل کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تب انہوں نے کہا: آپ مجھے اجازت دیں کہ میں کوئی (غلط) بات کہہ دوں' آپ نے فرمایا: ہاں! کہہ دینا' پس وہ کعب بن اشرف کے پاس آئے' اور کہا: یہ شخص ہم سے صدقہ کا سوال کرتا رہتا ہے اور اس نے ہمیں تھکا دیا ہے' اس نے پوچھا: تم ان سے ملول خاطر ہوتے ہو؟ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: ہم نے ان کی پیروی کی ہے اور اب ہم ان کے چھوڑنے کو ناپسند کرتے ہیں حتیٰ کہ ہم دیکھ لیں کہ ان کا معاملہ کہاں تک پہنچتا ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمیں ایک وسق یا دو وسق طعام اُدھار دو' کعب بن اشرف نے کہا: تم ہمارے پاس کیا چیز گروی رکھو گے؟ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: تم کیا چیز گروی رکھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: میں تمہاری عورتوں کو گروی رکھنا چاہتا ہوں' انہوں نے کہا: سبحان اللہ! تم عرب کے حسین ترین مرد ہو' ہم تمہارے پاس اپنی عورتوں کو گروی رکھیں یہ ہمارے لیے عار کا سبب ہے' اس نے کہا: پھر تم اپنی اولاد کو میرے پاس گروی رکھ دو' انہوں نے کہا: سبحان اللہ! ہمارے بیٹے کو کوئی شخص یہ طعنہ دے گا کہ تو ایک وسق یا دو وسق طعام کے عوض گروی رکھا گیا تھا' اس نے کہا: پھر تم ہمارے پاس اللامۃ یعنی ہتھیار گروی رکھ دو' حضرت محمد نے مسلمہ نے کہا: ہاں! یہ ہو سکتا ہے' پھر جب وہ اس کے پاس گئے تو اس کو آواز دی' وہ ان کے پاس اس حالت میں آیا کہ اس سے خوشبو آ رہی تھی جو اس کے سر سے پھوٹ رہی تھی' پس جب حضرت محمد بن مسلمہ اس کے پاس بیٹھے اور وہ اس کے پاس تین یا چار مردوں کو لے کر آئے تھے اور انہوں نے ان کو اپنی اسکیم بتا دی تھی' اس نے کہا کہ میرے پاس ایسی خوشبو ہے جو تمام لوگوں سے زیادہ اچھی خوشبو ہے' حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: کیا تم مجھے اس کو سونگھنے کی اجازت دیتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں! حضرت محمد بن مسلمہ نے اپنا ہاتھ اس کے سر میں داخل کر کے اس کو سونگھا' حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: میں دوبارہ سونگھنا چاہتا ہوں' اس نے کہا: اچھا ٹھیک ہے' انہوں نے پھر اپنا ہاتھ اس کے سر میں داخل کیا اور جب اس کے سر کو اپنی گرفت میں لے لیا تو پھر اپنے ساتھیوں سے کہا: حملہ کر دو' سو انہوں نے اس پر ضرب لگائی حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۴۰۳۱' صحیح مسلم: ۱۸۰۱' سنن ابوداؤد: ۲۷۶۸)

امام ابوعبداللہ محمد بن عمر بن واقد الواقدی المتوفی ۲۰۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ کعب بن اشرف شاعر تھا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی ہجو کرتا تھا اور اپنے اشعار میں کفار کو آپ کے خلاف جنگ پر اُبھارتا تھا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو وہاں کے رہنے والے مختلف عقائد کے لوگ تھے' ان میں وہ مسلمان بھی تھے جن کو اسلام کی دعوت نے متحد کر دیا تھا' ان میں اَوس اور خزرج کے دو قبیلے بھی تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے ان کی اصلاح کا ارادہ کیا' ان میں بعض ایسے بھی تھے کہ ایک شخص مسلمان تھا اور اس کا باپ کافر تھا۔

کعب بن اشرف بدستور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور آپ کے اصحاب کی اشعار میں مذمت کرتا رہا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! تو کعب بن اشرف کے پھیلائے ہوئے شر میں میری طرف سے کافی ہو جا!

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ اس نے مجھے اذیت پہنچائی ہے' تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں اس کو قتل کروں گا' آپ نے فرمایا: تم اس کو قتل کر دو' پھر حضرت محمد بن مسلمہ نے کئی دن تک کھانے پینے کو چھوڑ دیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلایا اور پوچھا: اے محمد! کیا تم نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یارسول اللہ! آپ نے مجھے ایک حکم دیا ہے' مجھے معلوم نہیں کہ میں اس حکم کو پورا کر سکوں گا یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس کے لیے کوشش کرو' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس معاملہ میں (حضرت) سعد بن معاذ (رضی اللہ) سے مشورہ کرو۔

پھر حضرت محمد بن مسلمہ اور اَوس کی ایک جماعت اکٹھی ہوئی' ان میں حضرت عباد بن بشر' حضرت ابونائلہ' سلامان بن سلامہ' حضرت الحارث بن اوس اور حضرت ابوعیسیٰ بن جبر رضی اللہ عنہم تھے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم اس کو قتل تو کر دیں گے لیکن آپ ہمیں یہ اجازت دیں کہ (اس کو مغالطہ میں ڈالنے کے لیے) ہمیں کچھ کہنا پڑے تو ہم کہہ دیں' آپ نے فرمایا: تم کہہ سکتے ہو' پھر حضرت ابونائلہ اس کے پاس گئے' جب کعب بن اشرف نے ان کو دیکھا تو اس نے خطرہ محسوس کیا اور اس نے سوچا کہ ان کے پیچھے اور لوگ بھی ہوں گے' اس کا رنگ اُڑ گیا اور وہ مرعوب ہو گیا اور حضرت ابونائلہ اور حضرت محمد بن مسلمہ اس کے رضاعی بھائی تھے' وہ اس کے ساتھ کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔

جب کعب بن اشرف کا خوف دور ہو گیا تو اس نے پوچھا: آپ لوگ کیسے آئے ہیں؟ حضرت ابونائلہ نے کہا: جب سے یہ شخص مدینہ میں آیا ہے' ہم پر مصائب ٹوٹ پڑے ہیں اور اس نے عربوں سے جنگ شروع کر دی ہے اور وہ ایک کمان سے ہم پر تیر چھوڑ رہا ہے' ہم لوگ بھوک اور افلاس کا شکار ہیں اور ہمارے بچے ضائع ہو رہے ہیں اور ہم صدقہ لینے کے محتاج ہو گئے ہیں' کعب نے کہا: اللہ کی قسم! میں تو تم سے پہلے ہی یہ کہتا تھا کہ آخر کار یہی ہونا ہے۔

ابونائلہ نے کہا: میرے ساتھ میرے اور بھی اصحاب ہیں' ان کی رائے بھی میری طرح ہے اور میرا ارادہ ہے کہ میں ان کو تمہارے پاس لے کر آؤں اور ہم تم سے کچھ طعام اور کھجوریں خریدیں اور تم ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ہم تمہارے پاس ضمانت کے لیے کچھ چیزیں رکھ دیں گے' کعب نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو' حضرت ابونائلہ نے کہا: ہم ان کی رسوائی چاہتے ہیں اور ان سے دور ہونا چاہتے ہیں' کعب نے کہا: اے ابونائلہ! تم نے مجھے خوش کر دیا' اب یہ بتاؤ! تم کیا چیز میرے پاس رہن رکھو گے' کیا تم اپنے بیٹے اور اپنی عورتیں میرے پاس رہن رکھو گے؟ حضرت ابونائلہ نے کہا: کیا تم ہمیں رسوا کرنا چاہتے ہو اور ہمارا راز افشاء کرنا چاہتے ہو! ہم تمہارے پاس اپنا اسلحہ گروی رکھیں گے' کعب اس پر راضی ہو گیا۔

حضرت ابونائلہ نے یہ اس لیے کہا تھا کہ جب وہ اور ان کے اصحاب اس پر حملہ کرنے کے لیے آئیں تو وہ کوئی خطرہ محسوس نہ کرے' پھر انہوں نے اس سے ملاقات کے لیے ایک دن مقرر کرلیا' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو اس کی خبر دی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو بقیع تک چھوڑنے کے لیے آئے' اور آپ نے ان کو دعا کے ساتھ رخصت کیا اور کہا: اللہ کی برکت اور اس کی مدد تمہارے شامل حال ہو!

رات کو انہوں نے کعب بن اشرف کو جگایا اور وہ اپنی بیوی کے منع کرنے کے باوجود باہر نکل آیا' انہوں نے اس سے کہا: اے کعب! ہم ایک بڑھیا کے نالہ کی طرف جا کر باتیں کرتے ہیں' پھر ابونائلہ نے کعب کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا' اور کہا: اے کعب بن اشرف! تمہارے عطر کی کتنی پیاری خوشبو آ رہی ہے! اور کعب بن اشرف مُشک اور عنبر کا تیل استعمال کرتا تھا' وہ تھوڑی دیر تک ساتھ ساتھ چلتے رہے' پھر اچانک ابونائلہ نے اس کے بالوں کو پکڑ کر اس کی کنپٹیوں سے اس کا سر پکڑ لیا اور اپنے اصحاب سے کہا: اس اللہ کے دشمن کو قتل کر دو' پھر ان کے اصحاب نے اس پر تلواریں مارنی شروع کر دیں۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا کہ مجھے یاد آیا کہ میرے پاس ایک خنجر ہے' میں نے وہ خنجر اس کے پیٹ کے آر پار کر دیا' پھر وہ اللہ کا دشمن زور سے چلایا' پھر انہوں نے اس کے قتل سے نمٹ کر اس کا سر کاٹ لیا اور اس کو اپنے ساتھ لے گئے' حتیٰ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف روانہ ہوئے' جب وہ بقیع الغرقد میں پہنچے تو انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری رات نماز پڑھتے رہے تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے البقیع میں اللہ اکبر کی آواز سنی تو آپ نے جان لیا کہ مسلمانوں نے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا ہے' جب مسلمان آئے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: یہ تمام چہرے کامیاب ہو گئے' مسلمانوں نے کہا: اور آپ کا چہرہ بھی یا رسول اللہ! اور مسلمانوں نے آپ کے سامنے کعب بن اشرف کا سر پھینک دیا اور آپ نے اس کے قتل ہونے پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکر ادا کیا۔

علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ کعب بن اشرف کا قتل ۲۵ ربیع الاوّل کو ہوا تھا۔

(کتاب المغازی ج ۱ ص ۱۷۷۔ ۱۷۳ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے بھی اس حدیث کو تفصیل سے روایت کیا ہے۔

(دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۱۹۹۔ ۱۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ مسلمانوں نے کعب بن اشرف کو دھوکے سے قتل کیا تھا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسلمانوں کے لیے کعب بن اشرف کو دھوکے سے قتل کرنا کس طرح جائز ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کعب بن اشرف جب مکہ میں گیا اور اس نے کفار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے پر بھڑکایا اور اس نے اپنے قصائد میں مسلمانوں کی جوان عورتوں کا ذکر کیا تو اس نے عہد شکنی کی' پھر اس کو قتل کرنا واجب ہو گیا خواہ اس کو کسی طرح سے بھی قتل کیا جائے' اسی طرح جو اس کے قائم مقام ابورافع وغیرہ تھے' ان کا بھی یہی حکم تھا۔

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد اور آپ کی امان میں داخل نہیں تھا بلکہ آپ کے عہد سے منحرف ہو کر اپنی قوم کے ساتھ اپنے قلعہ میں رہتا تھا۔

علامہ المازری نے کہا ہے کہ اس نے آپ کے ساتھ کیا ہوا عہد توڑ دیا تھا اور اہل حرب کے ساتھ ان کی معاونت کرتا تھا' پھر

حضرت محمد بن مسلمہ نے اس کو امان نہیں دی تھی لیکن وہ اس سے خرید وفروخت میں کلام کرتے تھے' پس وہ ان سے مانوس ہو گیا تھا اور وہ بغیر کسی عہد اور امان کے اس کو قتل کرنے پر قادر ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک شخص نے کہا کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنا عہد شکنی تھی' تو حضرت علی نے اس شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا تو اس شخص کی گردن اُڑا دی گئی کیونکہ غدر اور عہد شکنی اس وقت ہوتی' جب اس کو پہلے صحیح امان دی گئی ہوتی اور کعب بن اشرف خود عہد شکنی کرنے والا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ١٠١' دار الكتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤ - بَابٌ اَلرَّهْنُ مَرْكُوْبٌ وَمَحْلُوْبٌ

گروی رکھے ہوئے جانور پر سواری کرنے اور اس کا دودھ پینے کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رہن رکھے ہوئے جانور پر سواری کرنا اور اگر وہ دودھ دیتا ہو تو اس کا دودھ پینا جائز ہے۔

وَقَالَ مُغِيْرَةُ' عَنْ اِبْرَاهِيْمَ تُرْكَبُ الضَّالَّةُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا' وَتُحْلَبُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا' وَالرَّهْنُ مِثْلُهُ.

اور مغیرہ نے کہا: از ابراہیم کہ گم شدہ جانور پر اس کے چارہ کی مقدار کے عوض سواری کی جائے گی اور اس کے چارہ کی مقدار کے عوض اس کا دودھ بھی دوہا جائے گا' اسی طرح گروی میں رکھے ہوئے جانور کا بھی حکم ہے۔

اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ١٠٢)

٢٥١١ - **حَدَّثَنَا** اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ' عَنْ عَامِرٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ الرَّهْنُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهٖ' وَيُشْرَبُ لَبَنُ الدَّرِّ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا.

[طرف الحدیث: ٢٥١٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی از عامر از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: گروی شدہ جانور پر اس کا خرچ نکالنے کے لیے اس پر سواری کی جائے اور گروی شدہ دودھ دینے والے جانور کا (خرچ نکالنے کے لیے) اس کا دودھ پیا جائے۔

(سنن ابو داؤد: ٣٥٢٦' سنن ترمذی: ١٢٥٤' سنن ابن ماجہ: ٢٤٤٠)

صحیح بخاری کی حدیث مذکور سے امام شافعی اور غیر مقلدین کا استدلال

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ابراہیم نخعی' امام شافعی اور غیر مقلدین کی جماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو جانور رہن رکھا گیا ہو' اس پر اس کے خرچ کے عوض سواری کی جائے گی اور اسی طرح اس کا دودھ بھی پیا جائے گا۔

اور سفیان الثوری' امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد' امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد نے یہ کہا ہے کہ رہن رکھنے والے کو یہ حق نہیں ہے اور یہ رہن کے حکم کے منافی ہے' رہن کا حکم یہ ہے کہ وہ اس کو دائمی طور پر روک کر رکھے' اور وہ اس کا مالک نہیں ہے لہٰذا اس کے لیے رہن رکھی ہوئی چیز سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے' وہ اس سے کوئی خدمت لے سکتا ہے' نہ اس پر سواری کر سکتا ہے اور نہ اس کا دودھ پی سکتا ہے اور اگر مکان رہن ہو تو وہ اس میں رہائش بھی نہیں رکھ سکتا' اور نہ وہ رہن رکھوانے والے کی اجازت کے بغیر اس کو کہیں فروخت کر سکتا ہے اور اگر اس نے اس کو فروخت کر دیا تو وہ مالک کی اجازت کے اوپر موقوف ہے' اگر اس نے اجازت دے دی تو وہ قیمت رہن رہے گی' خواہ مرتہن یہ شرط رکھے کہ وہ اس کے پاس رہن رہے گی یا نہیں' امام ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ وہ چیز

بغیر شرط کے رہن نہیں ہوگی' اسی طرح مرتہن کے لیے رہن سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے' حتیٰ کہ اگر غلام رہن رکھا ہوا ہے تو وہ اس سے خدمت نہیں لے سکتا' اور اگر سواری رہن رکھی ہوئی ہے تو وہ اس پر سوار نہیں ہو سکتا اور اگر کپڑا رہن رکھا ہوا ہے تو وہ اس کو پہن نہیں سکتا اور اگر قرآن شریف رہن رکھا ہوا ہے تو وہ اس کو پڑھ نہیں سکتا' اور راہن کی اجازت کے بغیر وہ اس کو فروخت نہیں کر سکتا۔

امام بخاری کے مؤقف کے مطابق حدیث مذکور کی توجیہ

امام طحاوی نے ہمارے اصحاب کی طرف سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ رہن کا خرچ راہن پر ہوتا ہے مرتہن پر نہیں ہوتا' اور جس حدیث سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے' وہ مجمل ہے' اس میں یہ بیان نہیں کیا گیا کہ کون سوار ہوگا اور کون دودھ پیے گا' پس مخالف کے لیے کیسے جائز ہے کہ وہ یہ کہے کہ یہ حق مرتہن کا ہے اور راہن کا نہیں ہے اور راہن اور مرتہن میں سے اس حدیث کو بغیر دلیل کے کسی ایک پر محمول کرنا جائز نہیں ہے۔

ہشیم نے از زکریا از شعبی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی چوپایہ رہن رکھا ہوا ہو تو مرتہن کے اوپر اس کو چارہ کھلانا ہے اور اس کا دودھ پیا جائے گا اور جب دودھ پیے گا' اس پر اس کا خرچ ہے اور وہ اس پر سواری کرے گا۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث میں سوار ہونے اور دودھ پینے کا جو ذکر ہے' اس سے مراد مرتہن (رہن رکھنے والا) ہے نہ کہ راہن (رہن رکھوانے والا)' پس سواری کرنے اور دودھ پینے کا حق اس کو دیا گیا ہے اور اس کے معاوضہ میں اس پر اس جانور کا خرچ لازم کیا گیا ہے۔

ہمارے نزدیک یہ حدیث اس زمانہ پر محمول ہے جب سود حلال تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قرض سے منع نہیں فرمایا تھا جس سے کوئی منفعت حاصل ہو اور نہ کسی چیز کی اس سے زیادہ چیز کے عوض بیع سے منع فرمایا تھا' پھر بعد میں آپ نے سود کو حرام فرمادیا اور ہر اس قرض سے منع فرمادیا جس سے کوئی منفعت حاصل ہو۔

صاحب التوضیح نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) سبحان اللہ! یہ محض اپنی رائے سے فیصلہ کرنا ہے' یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف کیسے حجت ہو سکتی ہے جب کہ ہم اس کی توجیہ بیان کر چکے ہیں' علاوہ ازیں شعبی نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے اور امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ شعبی سے روایت کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ رہن سے بالکل فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا' پس یہ شعبی کا مذہب ہے اور وہی حضرت ابو ہریرہ سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں' جو ان کے قول اور ان کے مذہب کے خلاف ہے اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب یہ حدیث ان کے نزدیک منسوخ ہو چکی ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۰۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

فقہاء مالکیہ کے نزدیک حدیث مذکور کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ نے بھی اس حدیث کا یہی جواب لکھا ہے کہ مرتہن کا رہن سے فائدہ اٹھانا سود ہے اور حرام ہے اور صحیح بخاری کی یہ حدیث مذکور منسوخ ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر مصنف کے دلائل

مرتہن' راہن کو قرض دے کر اپنے قرض کی ضمانت کے طور پر راہن کی کوئی چیز رہن رکھتا ہے' اگر وہ اس رہن میں رکھی ہوئی چیز سے منفعت حاصل کرے' مثلاً وہ رہن میں رکھے ہوئے گھوڑے پر سواری کرے یا رہن میں رکھی ہوئی گائے کا دودھ نکال کر پیے گا تو

وہ اپنے قرض سے منفعت حاصل کر رہا ہے اور یہ درج ذیل آثار کی بناء پر جائز نہیں ہے:

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ہر وہ قرض جس سے منفعت حاصل ہو وہ مکروہ ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۶۷۶ ۔ج ۸ص ۱۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں:

ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے پانچ سو دینار اس شرط پر قرض لیے کہ وہ اس کے گھوڑے پر سواری کرے گا' تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ نے کہا: اس نے جو اس کے گھوڑے کی پشت پر سواری کی ہے' وہ سود ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۶۷۳ ۔ج ۸ص ۱۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۰۸۰)

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ عطاء سے روایت کرتے ہیں: فقہاء تابعین ہر اس قرض کو مکروہ قرار دیتے تھے جس سے منفعت حاصل ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۰۷۷ ۔ج ۱۰ص ۶۴۸ ۔ ۶۴۷ المجلس العلمی بیروت ۱۴۲۷ھ)

ابراہیم نے کہا: ہر وہ قرض جو منفعت حاصل کرے' وہ سود ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۰۷۸ ۔ج ۱۰ص ۶۴۸ المجلس العلمی بیروت ۱۴۲۷ھ)

حسن بصری اور محمد بن سیرین کہتے تھے کہ جس قرض سے منفعت حاصل ہو وہ مکروہ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۰۷۹ ۔ج ۱۰ص ۶۴۸ المجلس العلمی بیروت ۱۴۲۷ھ)

ابراہیم نخعی نے کہا: جب کوئی شخص کسی آدمی کی زمین رہن رکھے تو اس کے لیے اس زمین میں کوئی عمل (کاشت کاری) کرنا جائز نہیں ہے' اگر اس نے اس زمین میں کچھ عمل کیا تو زمین کے مالک کو اس کے حساب سے اس کی اجرت مثلیہ دی جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۳۱ ۔ج ۱۰ص ۶۵۹ المجلس العلمی ۱۴۲۷ھ)

۲۵۱۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ اَخْبَرَنَا زَكَرِيَّاءُ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّهْنُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا، وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهٖ اِذَا كَانَ مَرْهُوْنًا، وَعَلَى الَّذِيْ يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن المبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے خبر دی از الشعبی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چیز رہن ہو اس کے خرچ کے عوض اس پر سواری کی جائے گی اور اس کے خرچ کے عوض اس کا دودھ پیا جائے گا جب کہ وہ رہن ہو' اور جو شخص سوار ہوگا یا دودھ پیے گا' اس کے ذمہ خرچ ہوگا۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلے باب' صحیح البخاری: ۲۵۱۱ میں گزر چکی ہے۔

۵ - بَابُ الرَّهْنِ عِنْدَ الْيَهُوْدِ وَغَيْرِهِمْ

یہودی وغیرہ کے پاس رہن رکھنا

۲۵۱۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتِ اشْتَرٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَهُوْدِيٍّ طَعَامًا، وَرَهَنَهٗ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے طعام خریدا' اور اس کے پاس زرہ رہن

دِرْعَهُ. رکھ دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٦٨ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہودی کے پاس رہن رکھنے کا ذکر ہے۔

٦ - بَابٌ إِذَا اخْتَلَفَ الرَّاهِنُ وَالْمُرْتَهِنُ وَنَحْوُهُ' فَالْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ

جب راہن اور مرتہن میں اختلاف ہو اور اسی طرح دوسرے لوگوں میں اختلاف ہو تو مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے اور مدعیٰ علیہ پر قسم لازم ہے

یعنی جب راہن اور مرتہن میں اس طرح اختلاف ہو جائے کہ راہن کہے کہ میں نے سو روپیہ میں چیز تمہارے پاس گروی رکھی تھی اور مرتہن کہے کہ نہیں تم نے دو سو روپیہ کے عوض یہ چیز گروی رکھی تھی۔

٢٥١٤ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ' عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ كَتَبْتُ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ' فَكَتَبَ اِلَيَّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى اَنَّ الْيَمِيْنَ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ.[اطراف الحدیث:٢٦٦٨۔ ٣٥٥٢] (صحیح مسلم:١٧١١' الرقم المسلسل:٤٣٦١' سنن ابوداؤد:٣٦١٩' سنن ترمذی:١٣٤٢' سنن نسائی:٥٤٢٥' سنن ابن ماجہ:٢٣٢١)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن عمر نے حدیث بیان کی' از ابن ابی ملیکہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (دو عورتوں کے مقدمہ کے متعلق) سوال کیا تو انہوں نے مجھے جواب میں لکھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ قسم مدعیٰ علیہ پر ہے۔

باب مذکور کی حدیث کی تائید

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا: مدعی پر گواہ ہیں اور مدعا علیہ پر قسم ہے۔

(سنن ترمذی:١٣٤٦' سنن بیہقی ج ٨ ص ٢٧٩۔ ج ١٠ ص ٢٥٢' مشکوٰۃ:٣٧٦٩' سنن دارقطنی ج ٤ ص ١٥٧' کنز العمال:١٥٢٨٢)

اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء کہ آیا راہن کا قول معتبر ہوگا یا مرتہن کا؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں دو قول ہیں' پہلا قول یہ ہے:

امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب' سفیان ثوری' امام شافعی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور نے یہ کہا ہے کہ جب راہن اور مرتہن میں اختلاف ہو تو راہن کے قول کا اس کی قسم کے ساتھ اعتبار کیا جائے گا' انہوں نے کہا ہے کہ مرتہن مدعی ہے' پس جب اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو راہن سے حلف لیا جائے گا کیونکہ وہ مدعیٰ علیہ ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مرتہن کے قول کا اعتبار کیا جائے گا جب تک کہ اس کی بتائی ہوئی قیمت رہن کی قیمت سے زیادہ نہ ہو' یہ حسن بصری اور قتادہ کا قول ہے اور یہی امام مالک کا مذہب ہے' انہوں نے کہا ہے کہ مرتہن سے قسم لے کر اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا' جب کہ اس کی بتائی ہوئی قیمت رہن کی قیمت کے درمیان ہو۔ (شرح ابن بطال ج ٧ ص ٢٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

٢٥١٥' ٢٥١٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے

حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ مَنْ حَلَفَ عَلٰی يَمِيْنٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا، وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ، لَقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا . فَقَرَاَ اِلٰی . عَذَابٌ اَلِيْمٌO﴾ (آل عمران:۷۷). ثُمَّ اِنَّ الْاَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ خَرَجَ اِلَيْنَا فَقَالَ مَا يُحَدِّثُكُمْ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ قَالَ فَحَدَّثْنَاهُ، قَالَ فَقَالَ صَدَقَ، لَفِیَّ وَاللّٰهِ اُنْزِلَتْ، كَانَتْ بَيْنِیْ وَ بَيْنَ رَجُلٍ خُصُوْمَةٌ فِیْ بِئْرٍ، فَاخْتَصَمْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدُكَ اَوْ يَمِيْنُهُ. قُلْتُ اِنَّهُ اِذًا يَحْلِفُ وَلَا يُبَالِیْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰی يَمِيْنٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا، هُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ، لَقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ، ثُمَّ اقْتَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا. اِلٰی. وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌO﴾ (آل عمران:۷۷).

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابووائل انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ رضی اللہ نے بتایا جس شخص نے کسی ایسی چیز پر قسم کھائی جس سے وہ مال کا مستحق ہو اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ اس پر غضب ناک ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خرید تے ہیں ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کوئی کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہےO (آل عمران: ۷۷) پھر حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ ہمارے پاس آئے اور پوچھا کہ تم سے ابوعبدالرحمان نے کیا کہا تھا؟ پس ہم نے ان سے بیان کیا تو انہوں نے کہا: حضرت ابن مسعود نے سچ کہا ہے بے شک یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی ہے میرے اور ایک شخص کے درمیان ایک کنویں میں تنازعہ تھا ہم دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم گواہ لاؤ ورنہ یہ قسم کھائے گا میں نے کہا: یہ تو قسم کھالے گا اور اس کو کوئی پرواہ نہیں ہوگی! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایسی قسم کھائی جس سے وہ مال کا مستحق ہو اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اس حال میں اللہ سے ملاقات کرے گا کہ اللہ اس پر غضب ناک ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں (لآیۃ)۔ (آل عمران:۷۷)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۳۵۷-۲۳۵۶ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ثبوت ہے کہ مدعی پر گواہ پیش کرنا ہیں اور مدعیٰ علیہ پر قسم ہے۔

''کتاب الرھن'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین. آج ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ/ ۱۶ مئی ۲۰۰۸ء بروز جمعہ بعد از نماز جمعہ ''کتاب الرھن'' مکمل ہوگئی الٰہ العلمین! اس کو قبول فرما' صحیح بخاری کے بقیہ ابواب کو بھی مکمل فرمادے اور میری میرے والدین کی اور قارئین کی مغفرت فرمادے! (آمین)

''کتاب الرھن'' میں نو احادیث مرفوعہ موصولہ ہیں اور چھ احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث تین ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۴۹ - كِتَابُ الْعِتْقِ

غلاموں کو آزاد کرنے کا بیان

امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک ''اعتاق'' کا معنی ہے: آزادی کو ثابت کرنا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ''اعتاق'' کا معنی ہے: کوئی ایسا کام کرنا جو غلام کی آزادی کا موجب ہو۔

١ - بَابٌ مَا جَاءَ فِي الْعِتْقِ وَفَضْلِهِ

غلام کو آزاد کرنے اور اس کی فضیلت میں جو احادیث وارد ہیں

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿فَكُّ رَقَبَةٍO اَوْ اِطْعَامٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍO يَتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ﴾ (البلد:١٣-١٥).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: غلامی سے گردن چھڑاناO یا بھوک کے دن کھانا کھلاناO ایسے یتیم کو جو رشتہ دار بھی ہوO (البلد:١٥-١٣)

اس باب میں غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

٢٥١٧ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ مَرْجَانَةَ، صَاحِبُ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، قَالَ قَالَ لِيْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ اَعْتَقَ اِمْرَءًا مُسْلِمًا، اِسْتَنْقَذَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنْهُ مِنَ النَّارِ. قَالَ سَعِيْدُ بْنُ مَرْجَانَةَ فَانْطَلَقْتُ بِهٖ اِلٰى عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، فَعَمَدَ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِلٰى عَبْدٍ لَّهٗ، قَدْ اَعْطَاهُ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَشَرَةَ اٰلَافِ دِرْهَمٍ، اَوْ اَلْفَ دِيْنَارٍ، فَاَعْتَقَهٗ.

[طرف الحدیث:٦٧١٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے واقد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن مرجانہ نے حدیث بیان کی' جو حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے صاحب تھے' انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بھی کسی مسلمان مرد کو آزاد کیا تو اللہ اس کے ہر عضو کے بدلہ میں اس کا ایک عضو دوزخ سے آزاد کر دے گا۔ سعید بن مرجانہ نے کہا: پھر میں ان کو حضرت علی بن حسین کے پاس لے کر گیا (اور ان کے سامنے وہ حدیث بیان کی) تو حضرت علی بن حسین (زین العابدین) نے اپنے اس غلام کی طرف رخ کیا' جس کے عوض عبداللہ بن جعفر دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار دے رہے تھے' پس انہوں نے اس کو آزاد کر دیا۔

(صحیح مسلم: ١٥٠٩، الرقم المسلسل: ٣٦٨٦، سنن ترمذی: ١٥٤٦، السنن الکبریٰ: ٤٨٧٥، المنتقی: ٩٦٨، شرح مشکل الآثار: ٧١٩، سنن بیہقی ج ٦ ص ٢٧٣، شعب الایمان: ٤٣٣٩، مسند احمد ج ٢ ص ٤٢٠ طبع قدیم، مسند احمد: ٩٤٤١۔ ج ١٥ ص ٢٦١۔ ٢٦٠، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: جس شخص نے بھی کسی مسلمان مرد کو آزاد کیا تو اللہ اس کے ہر عضو کے بدلہ میں اس کا ایک عضو دوزخ سے آزاد کردے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) احمد بن یونس، یہ احمد بن عبد اللہ بن یونس بن عبد اللہ التمیمی الیربوعی ہیں (٢) عاصم بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب العدوی القرشی (٣) واقد بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب العدوی القرشی، یہ عاصم بن محمد کے بھائی ہیں (٤) سعید بن مرجانہ، یہ سعید بن عبد اللہ ہیں جو بنو عامر کے مولیٰ تھے اور مرجانہ ان کی ماں کا نام ہے، یہ ٩٧ھ میں فوت ہو گئے تھے (٥) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ١١٠)

غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت، آیا غلام کو آزاد کرنے سے زنا کا کفارہ ہوتا ہے یا نہیں؟ نیک اعمال کی جزاء کا جنسِ عمل سے ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس غلام کو آزاد کرنا چاہیے جس کے تمام اعضاء مکمل ہوں یعنی وہ اندھا، کانا، لنگڑا اور لولا نہ ہو، بعض اوقات ناقص الاعضاء زیادہ مہنگا ہوتا ہے جیسے خصی کیونکہ وہ گھر کے اندر بھی جا سکتا ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ باندی کو آزاد کرنا افضل ہے یا غلام کو آزاد کرنا افضل ہے؟ صحیح یہ ہے کہ باندی کی بہ نسبت غلام کو آزاد کرنا افضل ہے کیونکہ غلام میں بعض ایسے اعضاء ہوتے ہیں جو باندی میں نہیں ہوتے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ مرد غلام کو آزاد کرنے اور عورت باندی کو آزاد کرے تاکہ آزاد کرنے والے کا ہر عضو اس کے عضو کے بدلہ میں دوزخ سے آزاد ہو جائے۔ علامہ مرغینانی فرغانی نے ہدایہ میں لکھا ہے: تاکہ اعضاء کا مقابلہ اعضاء کے ساتھ متحقق ہو جائے۔

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ زنا گناہ کبیرہ ہے، توبہ کے سوا کوئی عبادت اس کا کفارہ نہیں ہو سکتی اور اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ اگر ایک آدمی نے اپنے بعض اعضاء کا عورت کے بعض اعضاء کے ساتھ مَس کرنے اور چھونے کا ارادہ کیا اور اس میں اپنے آلہ کو داخل نہیں کیا تو کسی غلام کو آزاد کرنے سے اس کے یہ اعضاء دوزخ سے آزاد ہو جائیں گے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی عورت کی فرج کو آزاد کرنے سے میزان میں اس کے اس عمل کا کفارہ ہو جائے۔ (مصنف کے نزدیک ظاہر حدیث کے اعتبار سے یہی احتمال راجح ہے اور اللہ کی رحمت کو مقید کرنے کے بجائے اس کو عموم اور اطلاق پر رکھنا، علامہ ابن العربی کی تقیید پر راجح ہے)

اس حدیث میں غلام کو آزاد کرنے کی فضیلت کا ذکر ہے اور یہ کہ نیک اعمال میں غلام کو آزاد کرنے کا بہت بلند مرتبہ ہے اور بعض اوقات اس کی وجہ سے اللہ اس کو دوزخ سے آزاد فرما دیتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ نیک اعمال کی جزاء اس عمل کی جنس سے عطا فرماتا ہے، بندہ کسی غلام کو آزاد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی جزاء میں اس بندہ کو دوزخ سے آزاد فرما دیتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان غلام کو آزاد کرنا کافر غلام کو آزاد کرنے سے بہت افضل ہے۔

شرح صحیح مسلم میں غلام کو آزاد کرنے کے مباحث

باب مذکور کی حدیث، صحیح مسلم: ۳۶۸۸۔ ج ۴ ص ۸۹ پر مذکور ہے اس کی شرح کا عنوان ہے:
بغیر توبہ کے محض عبادات سے مغفرت کی بحث۔
کتاب العتق کی ہم نے شرح صحیح مسلم میں بہت مفصل بحث کی ہے اس کے عنوانات درج ذیل ہیں:
(۱) اسلام نے سب سے پہلے غلامی کے خاتمہ کے لیے قانون بنائے (۲) اسلام میں غلاموں کو آزاد کرنے کے قوانین اور ترغیبات (۳) مسلمانوں کے غلام آزاد کرنے کی چند مثالیں (۴) اسیرانِ جنگ کے بارے میں اسلام کی ہدایات (۵) جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی مشروعیت کا سبب (۶) جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کے فوائد اور ثمرات (۷) کیا بغیر نکاح کے لونڈیوں سے مباشرت کرنا قابل اعتراض ہے۔
یہ بحث شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۵۴۔ ۷۔ ۴ میں پھیلی ہوئی ہے اور شاید کسی اور شرح میں قارئین کو اتنا مواد میسر نہ ہو سکے۔

و ذالك فضل الله یؤتیه من یشاء.

۲ - بَابٌ اَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ

کون سے غلام کو آزاد کرنے میں زیادہ فضیلت ہے؟

۲۵۱۸ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ مُرَاوِحٍ، عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ، وَجِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِهٖ. قُلْتُ فَاَيُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اَغْلَاهَا ثَمَنًا، وَاَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا. قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ؟ قَالَ تُعِيْنُ صَانِعًا، اَوْ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ. قَالَ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ؟ قَالَ تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ، فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ تَتَصَدَّقُ بِهَا عَلٰى نَفْسِكَ. (صحیح مسلم: ۸۴، الرقم المسلسل: ۱۵۲، سنن نسائی: ۳۱۲۶، سنن ابن ماجہ: ۲۵۲۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از ابی مراوح از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: کون سا (نیک) عمل کرنا سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کے راستہ میں جہاد کرنا، میں نے پوچھا: اور کون سے غلام کو آزاد کرنا سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی قیمت سب سے زیادہ ہو اور جو اس کے مالکوں کے نزدیک سب سے زیادہ نفیس ہو، میں نے پوچھا: اگر میں یہ نیک کام نہ کر سکوں تو؟ فرمایا: پھر کسی فقیر کی مدد کرو یا کسی بے ہنر کی مدد کرو، اس نے پوچھا: اگر میں یہ نہ کر سکوں تو؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کو شر اور برائی سے دور رکھو، پس بے شک یہ بھی صدقہ ہے، اس کے ساتھ اپنے نفس پر صدقہ کرو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میں نے پوچھا: کون سے غلام کو آزاد کرنا سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی قیمت سب سے زیادہ ہو اور جو اس کے مالکوں کے نزدیک سب سے زیادہ نفیس ہو۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبیداللہ بن موسیٰ بن باذام ابومحمد العبسی (۲) ہشام بن عروہ (۳) ان کے والد عروہ بن الزبیر بن العوام (۴) ابومراوح اللیثی، ان کا نام سعد ہے، زیادہ صحیح یہ ہے کہ ان کا نام معلوم نہیں، حاکم نے کہا ہے کہ ابواحمد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر آپ کی زیارت نہیں کی (۵) حضرت ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہ، ان کا نام جندب بن جنادہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۱۳)

جہاد کو ایمان کے ساتھ ذکر کرنے کی توجیہ' "ضائع" اور "صانع" کے دو نسخے اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: افضل ایمان' اللہ پر ایمان لانا اور اس کے راستہ میں جہاد کرنا ہے۔ اس حدیث میں اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ جہاد کا ذکر فرمایا ہے' کیونکہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں تا کہ اللہ کا دین سربلند ہو' نیز اس حدیث میں مذکور ہے: اگر تم یہ نہ کر سکو تو کسی فقیر کی مدد کرو یا کسی بے ہنر کی مدد کرو۔

دراصل اس حدیث کے دو نسخے ہیں: ایک نسخے میں "ضائع" کا لفظ ہے' اس کا معنی فقیر ہے کیونکہ فقیر مال نہ ہونے کی وجہ سے اپنے بچوں اور گھر والوں کو ضائع کر رہا ہوتا ہے اور دوسرے نسخے میں "صانع" کا لفظ ہے' یعنی ہنرمند اور کاریگر یعنی تم بھی اس کے ساتھ مل کر کام کرو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں یہ نہ کر سکوں تو؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کو شر اور بُرائی سے دور رکھو' کیونکہ جو شخص کسی کے ساتھ نیکی نہیں کر سکتا' اس کے حق میں یہی صدقہ ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ بُرائی نہ کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استاذ اور شیخ سے بار بار سوال کرنا جائز ہے' اور استاذ اور شیخ کو چاہیے کہ وہ شاگرد کے بار بار سوال کرنے سے تنگ نہ ہو اور اس کے ساتھ نرمی کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳ - بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْعَتَاقَةِ فِي الْكُسُوْفِ اَوِ الْاٰيَاتِ

سورج گرہن یا دیگر آسمانی نشانیوں کے ظہور کے وقت غلام کو آزاد کرنے کا استحباب

دیگر آسمانی نشانیوں سے مراد ہے: جیسے چاند کو گہن لگنا' سخت اندھیرا' سرخ اور کالی آندھیاں' اور زلزلے وغیرہ۔

۲۵۱۹ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِىْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَاقَةِ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ. تَابَعَهُ عَلِيٌّ، عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ، عَنْ هِشَامٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن مسعود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ بن قدامہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از فاطمہ بنت المنذر از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گرہن کے وقت غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ علی نے موسیٰ بن مسعود کی متابعت کی ہے' از دراوردی از ہشام۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں غلام کو آزاد کرنے کا ذکر ہے۔

۲۵۲۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِىْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَثَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِىْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ كُنَّا نُؤْمَرُ عِنْدَ الْكُسُوْفِ بِالْعَتَاقَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از فاطمہ بنت المنذر از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہمیں سورج گرہن کے وقت غلام آزاد کرنے کا حکم دیا جاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۶ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابٌ إِذَا أَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ، أَوْ أَمَةً بَيْنَ الشُّرَكَاءِ

جب کسی نے دو آدمیوں کے درمیان مشترک غلام کو آزاد کیا یا کئی لوگوں کے درمیان مشترک باندی کو آزاد کیا

ہر چند کہ ایک غلام دو آدمیوں میں مشترک ہو یا ایک باندی کئی آدمیوں میں مشترک ہو اور ان میں سے کوئی ایک اپنے حصہ کے غلام یا باندی کو آزاد کر دے تو مسئلہ کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن امام بخاری نے حدیث کے الفاظ کی اتباع کرتے ہوئے یہ عنوان قائم کیا ہے۔

٢٥٢١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَ اثْنَيْنِ، فَإِنْ كَانَ مُوسِرًا قُوِّمَ عَلَيْهِ، ثُمَّ يُعْتَقُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از سالم از والد خود رضی اللہ عنہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: جس نے دو آدمیوں کے درمیان مشترک غلام کو آزاد کیا، پس اگر وہ خوش حال ہے تو اس غلام کی قیمت ڈالی جائے گی، پھر اس کو آزاد کر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۴۹۱ میں گزر چکی ہے، تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

مشترک غلام کو آزاد کرنے اور دوسرے شریک کے حصہ کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے امام شافعی، امام احمد اور اسحاق نے یہ استدلال کیا ہے کہ جب کوئی غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو، پھر ان میں سے کوئی ایک شریک اس غلام میں اپنے حصہ کو آزاد کر دے تو اس کے شریک کے حصہ کی قیمت ڈالی جائے گی اور پورا غلام آزاد کر دیا جائے گا اور اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہے تو اس پر اپنے شریک کے حصہ کی ضمان نہیں ڈالی جائے گی اور اگر وہ خوش حال ہے تو پھر اس پر ضمان ڈالی جائے گی اور ظاہر حدیث کے مطابق غلام کی قیمت کے بقیہ حصہ کے لیے اس سے محنت مزدوری نہیں کرائی جائے گی۔

امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ جس شریک نے اس غلام میں سے اپنا حصہ آزاد نہیں کیا ہے، اس شریک کو اپنے حصہ کی قیمت ادا کرنے کے لیے غلام سے محنت مزدوری کرائی جائے گی جب کہ آزاد کرنے والا تنگ دست ہو۔

شعبی، حسن بصری، اوزاعی، سعید بن مسیّب اور قتادہ وغیرہم کا بھی یہی قول ہے، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے، جو عنقریب صحیح بخاری میں آ رہی ہے۔

اور رہے امام ابو حنیفہ تو وہ یہ فرماتے ہیں کہ جب آزاد کرنے والا خوش حال ہو تو اس کے شریک کو اختیار ہے، وہ اگر چاہے تو اس غلام میں سے اپنے حصہ کو آزاد کر دے اور ولاء دونوں شریکوں کے درمیان آدھی آدھی ہو گی اور اگر وہ چاہے تو اپنے حصہ کے عوض غلام سے محنت مزدوری کرائے، پس جب غلام کما کر نصف قیمت اس شریک کو ادا کر دے گا تو وہ آزاد کر دیا جائے گا اور اگر وہ دوسرا شریک چاہے تو آزاد کرنے والے شریک کو نصف قیمت کا ضامن قرار دے، پس جب آزاد کرنے والا دوسرے شریک کو نصف قیمت ادا کر دے گا تو اس کو آزاد کر دیا جائے گا اور وہ غلام محنت مزدوری سے نصف قیمت کما کر ضامن کو ادا کرے گا اور ولاء آزاد کرنے والے کے

لیے ہوگی' اور اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہو تو پھر دوسرے شریک کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو وہ بھی اس غلام کو آزاد کر دے اور اگر وہ چاہے تو نصف قیمت کے عوض غلام سے کمائی کرائے' پس وہ جو بھی کرے' وَلاء ان دونوں کے درمیان نصف نصف ہوگی۔

امام ابوحنیفہ کے مذہب کا حاصل یہ ہے کہ ان کے نزدیک آزادی میں تجزی اور تقسیم ہوئی ہے اور آزاد کرنے والے کا خوش حال ہونا غلام سے کمائی کرانے سے مانع نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ کا استدلال اس حدیث سے ہے' جو اس حدیث کے بعد صحیح بخاری: ۲۵۲۲ میں آرہی ہے' اس حدیث میں آزادی کے تجزی اور تقسیم پر بھی دلیل ہے اور اس حدیث میں غلام سے کمائی کرانے کا بھی ثبوت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵۲۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ نَّافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْتَقَ شِرْكًا لَهٗ فِيْ عَبْدٍ' فَكَانَ لَهٗ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ' قُوِّمَ الْعَبْدُ قِيْمَةَ عَدْلٍ' فَاَعْطٰى شُرَكَاءَهٗ حِصَصَهُمْ' وَعَتَقَ عَلَيْهِ' وَاِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے غلام میں اپنے حصہ کو آزاد کر دیا' پس اس کے پاس اتنا مال تھا جو غلام کی قیمت کو پہنچ جائے تو کسی نیک شخص سے غلام کی قیمت لگوائی جائے گی' پھر اس غلام کے شرکاء کو ان کے حصے دیئے جائیں گے اور اس غلام کو آزاد کر دیا جائے گا' ورنہ اس غلام کا اتنا حصہ آزاد کیا جائے گا جتنا حصہ اس شخص نے آزاد کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۱ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ غلام کے آزاد ہونے میں تجزی اور تقسیم ہوتی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا موقف ہے۔

۲۵۲۳ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ' عَنْ اَبِيْ اُسَامَةَ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تعالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ شِرْكًا لَهٗ فِيْ مَمْلُوْكٍ فَعَلَيْهِ عِتْقُهٗ كُلِّهٖ' اِنْ كَانَ لَهٗ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَهٗ' فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ مَالٌ يُقَوَّمُ عَلَيْهِ قِيْمَةَ عَدْلٍ عَلَى الْمُعْتِقِ' فَاُعْتِقَ مِنْهُ مَا اَعْتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے غلام میں اپنے حصہ کو آزاد کر دیا تو اس پر پورے غلام کو آزاد کرنا لازم ہے' بہ شرطیکہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس غلام کی قیمت کو پہنچ جائے' پس اگر اس غلام کے پاس مال نہ ہو تو اس غلام کی قیمت آزاد کرنے والے پر لگائی جائے گی اور اس غلام کا جتنا حصہ اس شخص نے آزاد کیا تھا' اتنا حصہ آزاد کر دیا جائے گا۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرٌ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اِخْتَصَرَهٗ.

امام بخاری نے کہا: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی از عبیداللہ' اختصار کے ساتھ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۱ میں گزر چکی ہے' اور اس حدیث میں بھی امام ابوحنیفہ کے اس موقف پر واضح دلیل ہے کہ غلام کی آزادی کی تجزی اور تقسیم ہو سکتی ہے۔

۲۵۲۴ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ' عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث

أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ، أَوْ شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ، وَكَانَ لَهُ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ قِيمَتَهُ بِقِيمَةِ الْعَدْلِ، فَهُوَ عَتِيقٌ. قَالَ نَافِعٌ وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ. قَالَ أَيُّوبُ لَا أَدْرِي أَشَيْءٌ قَالَهُ نَافِعٌ، أَوْ شَيْءٌ فِي الْحَدِيثِ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس شخص نے مملوک میں اپنا حصہ یا غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنا مال تھا جو عدل کے ساتھ اس غلام کی لگائی ہوئی قیمت کو پہنچتا تھا تو وہ غلام آزاد ہو گا' نافع نے کہا: ورنہ اس غلام کا اتنا حصہ آزاد کر دیا جائے گا جتنا اس شخص نے آزاد کیا تھا۔ راوی ایوب نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ یہ آخری حصہ نافع کا قول ہے یا حدیث کا حصہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۱ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں بھی آزادی کی تجزی اور تقسیم کا ذکر ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

۲۵۲۵ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مِقْدَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يُفْتِي فِي الْعَبْدِ أَوِ الْأَمَةِ يَكُونُ بَيْنَ شُرَكَاءَ، فَيُعْتِقُ أَحَدُهُمْ نَصِيبَهُ مِنْهُ، يَقُولُ قَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ عِتْقُهُ كُلِّهِ، إِذَا كَانَ لِلَّذِي أَعْتَقَ مِنَ الْمَالِ مَا يَبْلُغُ، يُقَوَّمُ مِنْ مَالِهِ قِيمَةَ الْعَدْلِ، وَيُدْفَعُ إِلَى الشُّرَكَاءِ أَنْصِبَاؤُهُمْ، وَيُخَلَّى سَبِيلُ الْمُعْتَقِ، يُخْبِرُ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَرَوَاهُ اللَّيْثُ، وَابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، وَابْنُ إِسْحَاقَ، وَجُوَيْرِيَةُ، وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخْتَصَرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن مقدام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ جو غلام یا باندی چند شرکاء کے درمیان مشترک ہو' پھر ان میں سے کوئی شخص اپنے غلام کے حصہ کو آزاد کر دے تو اس پورے غلام کو آزاد کرنا واجب ہو گا' جب کہ اس شخص کے پاس اتنا مال ہو جو اس غلام کی عدل کے ساتھ لگائی ہوئی قیمت کو پہنچتا ہو اور باقی شرکاء کو اس غلام میں ان کے حصوں کی قیمت ادا کی جائے گی اور اس غلام کا راستہ چھوڑ دیا جائے گا' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس فتویٰ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے بیان کرتے ہیں۔ اس حدیث کو لیث' ابن ذئب' ابن اسحاق' جویریہ' یحییٰ بن سعید' اسماعیل بن امیہ نے از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اختصار سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۱ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں بھی امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلیل ہے۔

۵ - بَابٌ إِذَا أَعْتَقَ نَصِيبًا لَهُ فِي عَبْدٍ، وَلَيْسَ لَهُ مَالٌ، اُسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ، عَلٰى نَحْوِ الْكِتَابَةِ

جب کوئی شخص غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دے اور اس کے پاس مال نہ ہو تو غلام سے کمائی کرائی جائے گی اور اس پر مشقت نہیں ڈالی جائے گی جس طرح مکاتب میں ہوتا ہے

۲۵۲٦ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اٰدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِی النَّضْرُ بْنُ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ بَشِیْرِ بْنِ نَهِیْكٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ شَقِیْصًا مِّنْ عَبْدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے النضر بن انس بن مالک نے حدیث بیان کی از بشیر بن نہیک از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے غلام کا ایک حصہ آزاد کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۵۲۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِیْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ اَنَسٍ، عَنْ بَشِیْرِ بْنِ نَهِیْكٍ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْتَقَ نَصِیْبًا اَوْ شَقِیْصًا فِیْ مَمْلُوْكٍ، فَخَلَاصُهُ عَلَیْهِ فِیْ مَالِهٖ، اِنْ كَانَ لَهٗ مَالٌ، وَاِلَّا قُوِّمَ عَلَیْهِ، فَاسْتُسْعِیَ بِهٖ غَیْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَیْهِ. تَابَعَهٗ حَجَّاجُ بْنُ حَجَّاجٍ، وَاَبَانُ، وَمُوْسَی بْنُ خَلَفٍ، عَنْ قَتَادَةَ، اِخْتَصَرَهٗ شُعْبَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از النضر بن انس از بشیر بن نہیک از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے غلام میں اپنا حصہ آزاد کیا تو اس غلام کو پورا آزاد کرنا اس کے ذمہ ہے' بہ شرطیکہ اس کے پاس مال ہو' ورنہ اس غلام کی قیمت لگائی جائے گی اور اس سے کمائی کرائی جائے گی اور اس کو مشقت میں نہیں ڈالا جائے گا۔ سعید کی متابعت حجاج بن حجاج' ابان اور موسیٰ بن خلف نے کی ہے از قتادہ اور شعبہ نے اس کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۴۹۲ میں گزر چکی ہے۔ امام ابوحنیفہ نے ان مؤخر الذکر پانچ حدیثوں (۲۵۲۷۔ ۲۵۲۲) کی اتباع کی ہے اور ان کے موافق مؤقف اختیار کیا ہے۔

٦ - بَابُ الْخَطَاِ وَالنِّسْیَانِ فِی الْعَتَاقَةِ وَالطَّلَاقِ وَنَحْوِهٖ، وَلَا عَتَاقَةَ اِلَّا لِوَجْهِ اللّٰهِ

آزاد کرنے اور طلاق دینے میں اور اس کی مثل میں خطاء اور نسیان کا حکم' اور کسی غلام کو آزاد کرنے کا اعتبار صرف اللہ کی رضا کی صورت میں ہوگا

خطاء اور نسیان کے لغوی اور اصطلاحی معانی اور ان کے احکام

اس باب کے عنوان میں خطاء اور نسیان کا ذکر ہے' خطاء کا معنی ہے: صحیح اور درست کام کی ضد' قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِیَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤی اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّصَّدَّقُوْا. (النساء: ۹۲)

اور جس نے کسی مسلمان کو خطاءً (بلاقصد) قتل کر دیا تو اس پر ایک مسلمان گردن (غلام یا باندی) کو آزاد کرنا لازم ہے اور اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے ماسوا اس کے کہ وہ معاف کر دیں۔

اور نسیان کا معنی ہے: بھولنا' یعنی کسی چیز کی صورت انسان کے ذہن اور اس کے حافظہ سے نکل جائے اور جب اس کی نسبت اللہ

تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی ہے: ترک کرنا' قرآن مجید میں ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ. (الکہف:۲۴) اور جب بھی آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کرلیں۔

خطاء کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ کسی کام کو مکمل قصد کے بغیر کیا جائے اور نسیان کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ انسان کو بہت سی چیزیں یاد ہوں اور کسی ایک چیز کے علم کی صورت اس کے ذہن اور حافظہ سے نکل جائے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اس کو بہت سی چیزیں یاد ہوں' یہ اس لیے کہا ہے تاکہ نیند' بے ہوشی اور جنون سے احتراز ہو جائے۔ اگر انسان کوئی کام بلا قصد کرے اور معمولی سی تنبیہ سے وہ متنبہ ہو جائے تو اس کو سہو کہتے ہیں' ورنہ وہ خطاء ہے اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ کسی چیز کے علم کی صورت انسان کے حافظہ میں ہو لیکن اس کی طرف توجہ نہ ہو تو وہ سہو ہے اور اس کے علم کی صورت حافظہ سے نکل جائے تو پھر وہ نسیان ہے۔

خطاء کی صورت یہ ہے کہ انسان اپنی بیوی سے کچھ اور کہنا چاہتا تھا مگر اس کے منہ سے نکل گیا: تجھ کو طلاق ہے' تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی۔

ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے خطاء سے طلاق دی یا بھول کر طلاق دی یا مذاق سے طلاق دی تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کے فقہاء احناف پر اعتراضات اور فقہاء احناف کے جوابات

اس تعلیق کی اصل درج ذیل حدیث ہے:

عبداللہ بن طاؤس اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بغیر عدت کے طلاق نہیں ہوتی اور بغیر اللہ کی رضا کے آزاد کرنا نہیں ہوتا۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۹۴۱۔ ج ۱۱ ص ۲۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ کہا گیا ہے کہ امام بخاری نے اس تعلیق سے فقہاء احناف کے ردّ کی طرف اشارہ کیا ہے' کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے غلام سے کہے کہ تم شیطان کے لیے آزاد ہو یا بت کے لیے آزاد ہو' تو وہ آزاد ہو جائے گا' کیونکہ اس نے اپنی ولایت میں اور اپنے عمل میں تصرف کیا ہے اور اس نے شیطان کا یا بت کا جو نام لیا ہے' اس کی وجہ سے وہ گناہ گار ہو گا۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ آزاد کرنے کے ثواب کے لیے اخلاص ضروری ہے اور جب وہ غیر اللہ کا نام لے گا تو اس کو ثواب نہیں ملے گا لیکن غلام بہرحال آزاد ہو جائے گا۔ (میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جو شخص بت یا شیطان کا نام لے کر یہ کہے کہ میں فلاں بت کے لیے یا شیطان کے لیے تجھے آزاد کرتا ہوں' وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ سعیدی غفرلہٗ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى. اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مرد کے لیے اسی چیز کا اجر ہے جس کی اس نے نیت کی ہے۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۱ میں ہے۔

وَلَا نِيَّةَ لِلنَّاسِيْ وَالْمُخْطِئِ. اور بھولنے والے اور خطاء کرنے والے کی نیت نہیں ہوتی۔

اس کلام سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ چونکہ بھولنے والے اور خطاء کار کی نیت نہیں ہوتی' اس لیے اگر وہ بھول کر اپنے غلام کو آزاد کر دے یا اپنی بیوی کو طلاق دے دے یا خطاء سے آزاد کر دے یا بیوی کو طلاق دے دے تو اس کی طلاق اور اس کے آزاد کرنے کو واقع نہیں ہونا چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بھولنے والا یا خطاء کار عاقل' بالغ ہے' اس لیے اس کے کلام کو لغو نہیں قرار دیا جائے گا اور اس کے کلام کو

نافذ کر دیا جائے گا' نیز اگر نسیان اور خطاء سے طلاق اور آزادی کو نافذ نہ کیا جائے تو پھر نہ کوئی غلام آزاد ہوگا اور نہ کسی بیوی کو طلاق پڑے گی کیونکہ کوئی شخص طلاق دے کر یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے بھولے سے طلاق دی تھی یا غلطی سے میرے منہ سے طلاق کا لفظ نکل گیا تھا' میں کہنا کچھ اور چاہتا تھا' اسی طرح جب کوئی شخص اپنے غلام سے کہہ دے کہ تم آزاد ہو تو وہ بھی بعد میں اسی طرح بہانے کر سکتا ہے۔

اس بحث میں یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت سے خطاء' نسیان اور جبراً کیے جانے والے کاموں کو اٹھالیا گیا ہے۔ (تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۷۸۹' کنز العمال: ۱۰۳۰۷)

اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ جب امت سے خطاء اور نسیان کی صورت میں حکم اُٹھالیا گیا ہے تو جب کوئی اُمتی بھولے سے طلاق دے گا یا غلام آزاد کرے گا تو اس پر کوئی حکم مترتب نہیں ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حقوق اللہ میں نسیان یا خطاء سے جو کام کیا جائے اس پر مواخذہ نہیں ہوگا لیکن حقوق العباد میں اور دنیاوی معاملات میں ان پر حکم مترتب ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۲۵۔ ۱۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٥٢٨ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ' عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰی' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ لِيْ عَنْ اُمَّتِيْ مَا وَسْوَسَتْ بِهٖ صُدُوْرُهَا' مَا لَمْ تَعْمَلْ اَوْ تَكَلَّمْ.

[اطراف الحدیث: ۵۲۶۹۔ ۶۶۶۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از قتادہ از زُرارۃ بن اوفیٰ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے سینوں میں جو وسوسے آتے ہیں' ان سے اللہ نے درگزر فرمالیا ہے جب تک کہ وہ ان پر عمل نہ کرے یا کلام نہ کرے۔

(صحیح مسلم: ۱۲۷' الرقم المسلسل: ۳۳۱' سنن ابوداؤد: ۲۲۰۹' سنن ترمذی: ۱۱۸۶' سنن نسائی: ۳۴۳۳' سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۵۳' مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۴۹۸۔ ج ۱۵ ص ۳۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت پر ایک اعتراض کا جواب

اس باب کا عنوان ہے: آزاد کرنے میں اور طلاق دینے میں خطاء اور نسیان کا حکم' اور اس باب میں جو حدیث ذکر کی ہے' وہ وسوسہ کے متعلق ہے اور اس حدیث میں اور باب کے عنوان میں کوئی مطابقت نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری اس حدیث کی روایت کر کے اس پر متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ جب تک کوئی شخص وسوسہ کے مطابق کلام یا عمل نہ کرے' اس کے وسوسہ اور خیال کا کوئی اعتبار نہیں ہے' اسی طرح جب تک انسان پورے عزم سے کلام نہ کرے تو اس کے نسیان اور خطاء کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحمیدی' اس میں حُمید کی طرف نسبت ہے اور راوی کے اجداد کی طرف نسبت ہے اور ان کے جد اعلیٰ کا نام ہے: عبد اللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبید اللہ بن اسامہ بن عبد اللہ بن الزبیر بن حمید ابوبکر (۲) سفیان بن عیینہ (۳) مسعر بن کدام (۴) قتادہ (۵) زرارۃ ابن ابی اوفیٰ' ان کی وفات ۹۳ھ میں ہوئی (۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۲۶)

وسوسہ کی تعریف' اس امت کے ساتھ اس کی تخصیص اور ''ھَمّ'' اور عزم کا فرق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میری امت کے سینوں میں جو وسوسے آتے ہیں' ان سے اللہ نے درگزر فرمالیا ہے' جب تک کہ وہ ان پر عمل نہ کرے یا کلام نہ کرے۔

یہ اس امت کی خصوصیت ہے اور اس سے پہلی امتوں کا وسوسوں پر مواخذہ ہوتا تھا' اس میں اختلاف ہے کہ ابتداء اسلام میں وسوسوں پر مواخذہ ہوتا تھا' پھر اس کو منسوخ کر دیا اور امت پر تخفیف کر دی یا یہ تخصیص ہے اور نسخ نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ. (البقرہ:۲۸۴) اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ' اللہ تم سے اس کا حساب لے گا' سو جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا۔

حضرت ابوہریرہ' حضرت ابن عباس اور دیگر متعدد صحابہ سے مروی ہے کہ اس آیت کا حکم درج ذیل آیت سے منسوخ ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ. (البقرہ:۲۸۶) اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا' جو اس (شخص) نے نیک کام کیے ہیں ان کا نفع (بھی) اس کے لیے ہے اور جو اس نے بُرے کام کیے ہیں' ان کا نقصان (بھی) اس کے لیے ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ علماء نے کہا ہے کہ جس نے اپنے دل سے گناہ کا عزم کیا اور اس پر عمل نہیں کیا تو اس گناہ پر اس کا مواخذہ کیا جائے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ گناہ کے عزم اور دل کے باقی تمام بُرے افعال پر مواخذہ ہوتا ہے جیسے حسد کرنا اور بے حیائی کے پھیلانے سے محبت کرنا لیکن یہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنے دل میں ان کاموں کو جمالے اور حدیث میں جو وارد ہوا کہ وسوسوں پر مواخذہ نہیں ہوتا' یہ اس صورت میں ہے جب وہ ان وسوسوں کو دل میں نہ جمائے اور ان کے موافق کام کرنے کا عزم نہ کرے اور اس کے دل میں صرف بُرے کاموں کا خیال آئے اور ان کاموں پر وہ دل کو نہ جمائے اور اس کو ''ھَمّ'' کہتے ہیں اور ''ھَمّ'' میں اور عزم میں فرق کیا جاتا ہے' ''ھَمّ'' کی تعریف یہ ہے کہ انسان کوئی بُرا کام کرنے کا سوچے اور غالب جانب اس کام کو کرنے کی ہو اور مغلوب جانب یہ ہو کہ وہ اس کام کو نہ کرے' کیونکہ ہوسکتا ہے اس کام سے اس کو دنیا اور آخرت میں نقصان ہو' اور جب یہ مغلوب جانب زائل ہو جائے اور انسان کا دل یہ کہے کہ خواہ اس کام میں اس کو نقصان ہو' وہ اس کام کو ضرور کرے گا اور اس کام کو کرنے کا مصمم ارادہ کرلے تو اس کو عزم کہتے ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک انسان وسوسے پر عمل نہ کرے' اس سے مواخذہ نہیں ہوتا خواہ وہ اس وسوسہ کو دل میں جمائے یا نہ جمائے اور آپ نے یہ کہا ہے کہ جب وہ وسوسہ پر دل کو جمائے تو اس پر مواخذہ ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید اور حدیث صحیح میں مطابقت کے لیے اس حدیث کو اس صورت پر (یعنی مصمم ارادہ پر) محمول کرنا ضروری ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ. (النور:۱۹) بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

نیز وسوسہ کا لفظ تردّد اور تزلزل میں استعمال ہوتا ہے' قاضی عیاض نے کہا ہے: جو چیز فکر میں گردش کرتی ہو اور اس کے لیے ٹھہراؤ اور جماؤ نہ ہو' وہ ''ھـمّ'' ہے اور جو چیز دل و دماغ میں راسخ ہو جائے اور اس پر دل جم جائے' وہ عزم ہے اور اگر وہ کام نیک ہو تو اس پر ثواب ہوتا ہے اور اگر وہ کام بُرا ہو تو اس پر مواخذہ ہوتا ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ قاضی عیاض نے ''ھَمّ'' اور عزم میں جو فرق بیان کیا ہے' عام اہل علم' فقہاء' متکلمین' محدثین اور مفسرین کا یہی مختار ہے اور جو اس کی مخالفت کرے' اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۲۸۔۱۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵۲۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَلِامْرِئٍ مَّا نَوٰى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از محمد بن ابراہیم التیمی از علقمہ بن وقاص اللیثی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی عمل ہوتا ہے جس کی اس نے نیت کی ہو' پس جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو (اللہ کے نزدیک) اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف (ہی) ہے اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو' جس کو وہ پائے یا کسی عورت کی طرف ہو جس سے وہ نکاح کرے تو اس کی ہجرت (اللہ کے نزدیک) اسی کی طرف ہے' جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں نیت کا ذکر ہے۔

۷ - بَابٌ إِذَا قَالَ رَجُلٌ لِعَبْدِهِ هُوَ لِلّٰهِ، وَنَوَى الْعِتْقَ، وَالْإِشْهَادُ فِي الْعِتْقِ

کسی شخص نے آزاد کرنے کی نیت سے اپنے غلام سے کہا: وہ اللہ کے لیے ہے (تو وہ آزاد ہو گیا) اور اس پر گواہ بنانا چاہیے

۲۵۳۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ لَمَّا أَقْبَلَ يُرِيدُ الْإِسْلَامَ، وَمَعَهُ غُلَامُهُ، ضَلَّ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِنْ صَاحِبِهِ، فَأَقْبَلَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ جَالِسٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، هٰذَا غُلَامُكَ قَدْ أَتَاكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی از محمد بن بشر از اسماعیل از قیس از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ اسلام لانے کے ارادہ سے نکلے تو ان کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا' (راہ میں) وہ دونوں ایک دوسرے سے بچھڑ گئے' پھر اس کے بعد جب حضرت ابو ہریرہ آئے تو ان کا غلام بھی آ گیا' اس وقت وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! لو یہ تمہارا غلام بھی آ گیا

فَقَالَ اَمَا اِنِّیْ اُشْهِدُكَ اَنَّهٗ حُرٌّ ' قَالَ فَهُوَ حِیْنَ یَقُوْلُ :
یَـا لَیْلَـةً مِّـنْ طُوْلِهَـا وَعَنَـائِهَـا
عَـلٰـی اَنَّهَـا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ

[اطراف الحدیث:۲۵۳۱-۲۵۳۲-۴۳۹۳] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

ہے' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: میں آپ کو گواہ کر کے یہ کہتا ہوں کہ یہ آزاد ہے' راوی کہتا ہے کہ اس وقت حضرت ابو ہریرہ نے یہ شعر پڑھا تھا:

ہائے وہ کتنی لمبی اور تکلیف دِہ رات تھی
جس نے مجھے دار الکفر سے نجات دلائی تھی

غلام کو آزاد کرنے کے لیے اس کی آزادی پر گواہ بنانا ضروری نہیں ہے

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب التوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے کہ اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ جب کسی شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ وہ آزاد ہے' یا وہ اللہ کی رضا کے لیے ہے یا وہ اللہ کے لیے ہے اور اس سے اس غلام کو آزاد کرنے کا ارادہ کیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس غلام کو آزاد کرے' اور ہر وہ کلام جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ اپنے غلام کو آزاد کر رہا ہے' اس سے وہ غلام آزاد ہو جائے گا' اور اس پر گواہ بنانا آزاد ہونے والے غلام کے حقوق سے متعلق ہے' اور اللہ کے نزدیک گواہ بنائے بغیر بھی اس کا آزاد کرنا مکمل ہو جائے گا' آزاد کرنے کا تعلق صرف اس کے قول اور اس کی نیت سے ہے اور گواہ بنانے کا اس میں دخل نہیں ہے' حضرت عمران کی بیوی نے کہا تھا:

رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ. (آل عمران:۳۵)

اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے' اس کی میں نے تیرے لیے نذر مانی ہے (خاص تیرے لیے دیگر ذمہ داریوں سے) آزاد کیا ہوا' سو تو میری طرف سے (اس نذر کو) قبول فرما۔

ان کا خیال تھا کہ لڑکا پیدا ہوگا اور انہوں نے اس کو مسجد قدس کی خدمت کرنے کے لیے وقف کرنے کی نیت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ. (آل عمران:۳۷)

تو اس کے رب نے اس کو اچھی طرح قبول فرمالیا۔

حضرت عمران کی بیوی کی نذر صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے سے پوری ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کی طرف سے قبول فرما لیا' اور ان کے پیٹ میں جو بھی بچہ تھا' اس کو انہوں نے مسجد قدس کے لیے وقف کرنے کی نذر مان لی اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اس پر گواہ نہیں کیا۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جب انسان کی اُمید پوری ہو جائے اور اس کو فتنوں اور مصائب سے نجات مل جائے تو اس کے شکر میں غلام آزاد کرنا چاہیے' جس طرح جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کو دار الکفر سے نجات مل گئی اور غم کی لمبی رات ختم ہوگئی اور ان کا گم شدہ غلام مل گیا تو انہوں نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اس غلام کو آزاد کر دیا۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

۲۵۳۱ - حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَـا اِسْمَاعِیْلُ ' عَنْ قَیْسٍ ' عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰـهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا قَدِمْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ' قُلْتُ فِی الطَّرِیْقِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از قیس از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

يَـا لَيْـلَـةً مِّنْ طُوْلِهَـا وَعَـنَـائِهَـا
عَـلٰـى اَنَّهَـا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ

قَـالَ وَاَبَقَ مِنِّىْ غُـلَامٌ لِّىْ فِى الطَّرِيْقِ، قَالَ فَلَمَّا قَـدِمْـتُ عَـلَـى الـنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَايَعْتُـهٗ، فَبَيْـنَـا اَنَـا عِنْدَهٗ اِذْ طَلَعَ الْغُـلَامُ، فَقَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَـلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَـا هُرَيْرَةَ، هٰذَا غُـلَامُكَ. فَقُلْتُ هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ . فَاَعْتَقْتُـهٗ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يَقُلْ اَبُوْ كُرَيْبٍ، عَنْ اَبِىْ اُسَامَةَ حُرٌّ.

میں حاضر ہوا تو میں نے راستہ میں یہ شعر پڑھا:
ہائے وہ کتنی لمبی اور تکلیف دِہ رات تھی
جس نے مجھے دار الکفر سے نجات دلائی تھی

حضرت ابو ہریرہ نے بتایا: میرا غلام راستہ میں مجھ سے بھاگ گیا تھا' پس جب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو میں نے آپ سے بیعت کی' پس جس وقت میں آپ کی خدمت میں تھا تو اچانک میرا غلام آ گیا' تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! یہ تمہارا غلام ہے! میں نے کہا: یہ اللہ کے لیے آزاد ہے' پس میں نے اس کو آزاد کر دیا۔ امام ابو عبداللہ نے کہا کہ ابو کریب نے از ابو اسامہ یہ نہیں کہا کہ وہ آزاد ہے۔

اس حدیث کی شرح اسی صحیح البخاری: ۲۵۳۰ میں گزر چکی ہے۔

۲۵۳۲ - حَدَّثَنَا شِهَـابُ بْنُ عَبَّـادٍ قَـالَ حَدَّثَنَـا اِبْـرَاهِيْمُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنْ اِسْمَاعِيْلَ، عَنْ قَيْسٍ قَالَ لَمَّا اَقْبَلَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰـهُ عَـنْـهُ، وَمَـعَـهٗ غُلَامُـهٗ، وَهُـوَ يَطْلُبُ الْاِسْـلَامَ، فَضَلَّ اَحَدُهُمَا صَاحِبَـهٗ بِهٰذَا، وَقَالَ اَمَا اِنِّىْ اُشْهِدُكَ اَنَّـهٗ لِلّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں شہاب بن عباد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن حمید نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس' انہوں نے بیان کیا: جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آئے اور ان کے ساتھ ان کا غلام تھا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسلام کو طلب کرنے آ رہے تھے' پس وہ ایک دوسرے سے بچھڑ گئے' (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ہے تمہارا غلام!) حضرت ابو ہریرہ نے کہا: بہر حال میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ یہ غلام اللہ کے لیے ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۵۳۰ میں گزر چکی ہے۔

۸ - بَابُ اُمِّ الْوَلَدِ — ام الولد کا بیان

ام الولد کی آزادی اور اس کی بیع کے متعلق مذاہب فقہاء اور ان کے دلائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ بیان کرتے ہیں:

اس باب میں ام الولد کے حکم کا بیان ہے' امام بخاری نے عنوان میں یہ نہیں بیان کیا کہ اس کا کیا حکم ہے؟ امام بخاری نے اس حکم کے بیان کو اس لیے ترک کر دیا کہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

علامہ ابو عمر ابن عبد البر مالکی نے کہا ہے کہ متقدمین اور متاخرین علماء کا ام الولد کو آزاد کرنے میں اور اس کی بیع کے جواز میں اختلاف ہے' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے کہ ام الولد کی بیع جائز نہیں ہے' اور اس کی مثل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبد العزیز سے بھی مروی ہے' اور یہ حسن بصری' عطاء' مجاہد' سالم' ابن شہاب اور ابراہیم نخعی اور اکثر فقہاء تابعین سے مروی ہے' امام مالک' سفیان ثوری' اوزاعی' لیث' امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا مذہب ہے' اور یہی امام ابو یوسف' امام محمد' امام زفر اور امام احمد کا قول ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق' حضرت علی بن ابی طالب' حضرت ابن عباس' حضرت ابن الزبیر' حضرت جابر اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم' ام الولد کی بیع کو جائز قرار دیتے تھے۔ داؤد ظاہری کا بھی یہی قول ہے' حضرت جابر اور حضرت ابوسعید نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں امہات الاولاد کو فروخت کرتے تھے' امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان تھے اور ہم امہات الاولاد کو فروخت کرتے تھے اور آپ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ آپ کی باندی حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو آپ نے فرمایا: ماریہ کو ان کے بچے نے آزاد کر دیا' مگر اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے اور اس حدیث کو محدثین ثابت نہیں قرار دیتے۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس باندی سے اس کے مالک کا بچہ پیدا ہوا تو اپنے مالک کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہے' حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ اس حکم کی دلیل کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ قرآن! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ . (النساء:۵۹)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبانِ امر ہیں' ان کی اطاعت کرو۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ صاحبانِ امر میں سے ہیں اور انہوں نے فرمایا: اُمّ ولد کو اس کا بچہ آزاد کر دیتا ہے خواہ وہ ولد ناتمام ہو (کچا بچہ جو نو ماہ کی مدت سے کم میں پیدا ہوا ہو)۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ باندی سے اس کا مالک پیدا ہوگا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۵۰ میں ہے' وہیں اس کی مفصل شرح گزر چکی ہے۔

۲۵۳۳ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِنَّ عُتْبَةَ بْنَ اَبِي وَقَّاصٍ' عَهِدَ اِلٰى اَخِيْهِ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ اَنْ يَّقْبِضَ اِلَيْهِ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ' قَالَ عُتْبَةُ اِنَّهُ ابْنِي' فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْفَتْحِ' اَخَذَ سَعْدٌ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ' فَاَقْبَلَ بِهِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَاَقْبَلَ مَعَهُ بِعَبْدِ بْنِ زَمْعَةَ' فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' هٰذَا ابْنُ اَخِي' عَهِدَ اِلَيَّ اَنَّهُ ابْنُهُ' فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' هٰذَا اَخِي ابْنُ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ' وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهِ' فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى ابْنِ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ' فَاِذَا هُوَ اَشْبَهُ النَّاسِ بِهِ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی تھی کہ وہ زمعہ کی باندی کے بیٹے پر اس کی طرف سے قبضہ کر لیں' عتبہ نے کہا: کیونکہ وہ میرا بیٹا ہے' تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے زمانہ میں آئے تو حضرت سعد نے زمعہ کی باندی کے بیٹے کو پکڑا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے اور ان کے ساتھ ساتھ عبد بن زمعہ بھی گئے' پس حضرت سعد نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے' اس نے مجھ کو یہ وصیت کی تھی کہ یہ اس کا بیٹا ہے' پس عبد بن زمعہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے' زمعہ کی باندی کا بیٹا ہے اور اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمعہ کی باندی کے بیٹے کی طرف

يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ. مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِيهِ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ. مِمَّا رَاى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ، وَكَانَتْ سَوْدَةُ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

دیکھا تو وہ تمام لوگوں سے زیادہ زمعہ کے مشابہ تھا' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! یہ تمہارا ہے کیونکہ یہ تمہارے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے' اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے سودہ بنت زمعہ! تم اس سے پردہ کیا کرو کیونکہ آپ نے اس کی عتبہ کے ساتھ مشابہت دیکھی تھی اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا' نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۵۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں اس باندی کا ذکر ہے جس سے بچہ پیدا ہوا تھا اور وہی اُم ولد ہوتی ہے اور اس باب کا عنوان ام ولد ہے۔

۹ - بَابُ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ — مدبّر کی بیع

مدبّر اس غلام کو کہتے ہیں جس کو اس کا مالک کہہ دے کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو۔

۲۵۳۴ - حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَعْتَقَ رَجُلٌ مِنَّا عَبْدًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ، فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِ فَبَاعَهُ. قَالَ جَابِرٌ مَاتَ الْغُلَامُ عَامَ أَوَّلَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم میں سے ایک آدمی نے اپنے غلام کو اپنے مرنے کے بعد آزاد کرنے کا کہہ دیا' نبی ﷺ نے اس غلام کو بلایا اور اس کو فروخت کر دیا' حضرت جابر نے بتایا کہ وہ غلام پہلے سال فوت ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۴۱ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مدبّر کا ذکر ہے۔

۱۰ - بَابُ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهِبَتِهِ — وَلاء کی بیع اور اس کو ہبہ کرنے کا حکم

کسی غلام کو کوئی شخص آزاد کر دے' آزاد ہونے کے بعد وہ شخص بہت مال حاصل کرے' پھر وہ مر جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو پھر اس کا ترکہ اس کے آزاد کرنے والے کو ملتا ہے' اس کو وَلاء کہتے ہیں۔

۲۵۳۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُوْلُ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهِ.

[طرف الحدیث: ۶۷۵۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وَلاء کی بیع اور اس کو ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۵۰۶' الرقم المسلسل: ۳۶۷۹' سنن ابوداؤد: ۲۹۱۹' سنن ترمذی: ۱۲۴۰' سنن نسائی: ۴۶۶۸' سنن ابن ماجہ: ۲۷۴۷' سنن کبریٰ للنسائی: ۴۷۳' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۲' تاریخ بغداد ج ۹ ص ۱۰۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۲۴۵' المعجم الکبیر: ۱۳۱۸۴' المعجم الاوسط: ۷۶۲' مسند

ج ۲ ص ۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۶۰ ۴ ۔ ج ۸ ص ۱۶۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ولاء کی بیع اور اس کے ہبہ کی ممانعت پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء حجاز وعراق کا اس پر اجماع ہے کہ ولاء کی بیع اور اس کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن التین نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ ولاء کی بیع اور اس کو ہبہ کرنا حلال نہیں ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرتا ہے اور ولاء کا حکم نسب کے حکم کی طرح ہے' پس جس طرح نسب کی بیع اور اس کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے' اسی طرح ولاء کو نقل کرنا اور اس کی تحویل کرنا بھی جائز نہیں ہے' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

٢٥٣٦ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتِ اشْتَرَيْتُ بَرِيرَةَ، فَاشْتَرَطَ أَهْلُهَا وَلَاءَهَا، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَعْتِقِيهَا، فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْطَى الْوَرِقَ. فَأَعْتَقْتُهَا، فَدَعَاهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَيَّرَهَا مِنْ زَوْجِهَا، فَقَالَتْ لَوْ أَعْطَانِي كَذَا وَكَذَا مَا ثَبَتُّ عِنْدَهُ، فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از اسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدا تو اس کے مالکوں نے اپنے لیے ولا کی شرط لگائی' میں نے اس بات کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا' آپ نے فرمایا: تم اس کو آزاد کر دو' بے شک ولاء اس کی ہوتی ہے جو دراہم عطا کرتا ہے' پس میں نے حضرت بریرہ کو آزاد کر دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ کو بلایا اور ان کو ان کے شوہر کے نکاح میں برقرار رہنے کا اختیار دیا' تو حضرت بریرہ نے کہا کہ اگر ان کے شوہر مجھے اتنی اتنی دولت دیں' پھر بھی میں ان کے ساتھ نہیں رہوں گی' پس انہوں نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا (یعنی اپنے شوہر کے نکاح کو مسترد کر دیا)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ ولاء کو منتقل نہیں کیا جاتا۔

١١ - بَابُ إِذَا أُسِرَ أَخُو الرَّجُلِ، أَوْ عَمُّهُ، هَلْ يُفَادَى إِذَا كَانَ مُشْرِكًا؟

جب کسی مسلمان کا مشرک بھائی یا چچا ہو تو آیا ان کو رہا کرانے کے لیے اس کی طرف سے فدیہ دیا جا سکتا ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص کا بھائی یا چچا قید کر لیا جائے تو آیا اس کو رہا کرانے کے لیے فدیہ دیا جا سکتا ہے؟ امام بخاری نے اس عنوان میں حکم نہیں بیان کیا' کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

امام بخاری نے اس باب کی حدیث میں بھائی اور چچا کے ذکر پر اقتصار کیا ہے کیونکہ انہوں نے اس باب کی حدیث سے یہ استنباط کیا ہے کہ جو شخص اپنے بھائی اور چچا کا مالک ہو جائے تو وہ اس کی ملکیت میں آنے سے آزاد نہیں ہوں گے' اسی طرح چچا زاد

بھائی بھی' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مالِ غنیمت میں اپنے حصہ سے اپنے چچا حضرت عباس اور اپنے چچازاد بھائی عقیل کے مالک ہو گئے تھے لیکن وہ آزاد نہیں ہوئے' اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے بھائی عقیل اور اپنے چچا عباس کے مالک ہو گئے تھے' لیکن وہ آزاد نہیں ہوئے۔

ملکیت کے بعد ذورحم محرم کے آزاد ہونے میں مذاہب فقہاء

اس مسئلہ میں اختلافِ فقہاء اس طرح ہے کہ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ کتاب اللہ میں جو اہل فرائض ہیں صرف وہی کسی شخص کی ملکیت میں آنے سے آزاد کیے جائیں گے اور وہ اولاد ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث ہوں' اور بیٹے کی اولاد یا اولاد در اولاد ہوں' اور باپ' دادا اور دادیاں وغیرہ اور اس کے بھائی خواہ عینی ہوں یا علاتی ہوں یا اخیافی ہوں۔

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اولاد اور باپ دادا کا کوئی شخص مالک ہو جائے تو وہ آزاد ہو جائیں گے لیکن بھائی آزاد نہیں ہوں گے' ان کی دلیل یہ ہے کہ عقیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے اور جب حضرت علی مالِ غنیمت میں اپنے حصہ کی وجہ سے اس کے مالک ہو گئے تو وہ آزاد نہیں کیے گئے۔

اور فقہاء احناف کے نزدیک جو شخص کسی ذورحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے اور ذورحم محرم وہ لوگ ہیں جو بلاواسطہ کسی ایک اصل کی طرف منسوب ہوں جیسے دو بھائی یا اُن میں سے ایک' ایک واسطہ سے منسوب ہو اور دوسرا دو واسطوں سے منسوب ہو' جیسے چچا اور چچا کا بیٹا اور جو رشتہ دار محرم نہ ہوں' وہ آزاد نہیں ہوتے جیسے ماموں زاد بھائی اور چچازاد بھائی اور خالہ زاد بھائی اور پھوپھی زاد بھائی وغیرہ۔

ذورحم محرم کی ملکیت سے اس کے آزاد ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

فقہاء احناف کی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی ذورحم محرم کا مالک ہو گیا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۹۴۹' سنن ترمذی: ۱۳۶۵' سنن ابن ماجہ: ۲۵۲۴)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص کسی ذورحم محرم کا مالک ہو گیا تو وہ آزاد ہو گا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۹۵۰)

حسن بصری نے کہا: جو شخص کسی ذورحم محرم کا مالک ہو گیا تو وہ محرم آزاد ہو جائے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۹۵۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی ذورحم محرم کا مالک ہو گیا تو وہ آزاد ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۵۲۵' سنن ترمذی: ۱۳۶۵' مسند احمد ج ۵ ص ۱۵)

وَقَالَ اَنَسٌ قَالَ العَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَادَيْتُ نَفْسِيْ وَفَادَيْتُ عَقِيْلًا.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں نے اپنے نفس کا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کا فدیہ بھی دیا تھا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۴۲۱ میں مذکور ہے۔

حضرت عباس کا اپنا فدیہ دینے اور عقیل کا فدیہ دینے کی مفصل روایت

امام بیہقی نے سند موصول کے ساتھ ابراہیم بن طہمان سے روایت کی ہے کہ عباس' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے' جب ان کو جنگ بدر

میں قید کیا گیا تو انہوں نے سونے کے سو اوقیہ اپنے نفس کا فدیہ دیا۔ ابن کثیر نے کہا کہ انہوں نے اپنے بھتیجوں عقیل کی اور نوفل کی طرف سے بھی فدیہ دیا۔ ہشام بن الکلبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت عباس نے چار ہزار درہم اپنے نفس کا فدیہ دیا اور مسلمان ہر قیدی سے چالیس اوقیہ فدیہ لے رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عباس سے دگنا فدیہ لو' حضرت عباس نے کہا: آپ نے تو مجھے ساری زندگی کے لیے فقر میں چھوڑا ہے! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ مال کہاں ہے جو تم ام الفضل کے پاس چھوڑ کر آئے تھے؟ حضرت عباس نے کہا: اے بھتیجے! آپ کو اس مال کی کس نے خبر دی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اللہ نے اس کی خبر دی! تب حضرت عباس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صادق ہیں! اور آج سے پہلے مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' وہ مسلمان ہو گئے اور اپنے دونوں بھتیجوں کو بھی اسلام لانے کا حکم دیا' چنانچہ وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ (مگر صحیح یہ ہے کہ عقیل بن ابی طالب مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ سعیدی غفرلہٗ)

زہری نے ایک جماعت سے روایت کی ہے کہ قریش نے اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے فدیہ کی رقوم بھیجیں' پس ہر قوم نے اتنا فدیہ دیا جس سے مسلمان راضی ہو گئے' حضرت عباس نے کہا: یا رسول اللہ! میں تو مسلمان تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آپ کے اسلام کا اللہ کو علم ہے' اگر ایسا ہی ہے جیسا آپ نے کہا ہے تو اللہ آپ کو جزاء دے گا' لیکن آپ کا ظاہر یہ ہے کہ آپ ہم پر حملہ کرنے والوں میں شریک تھے' آپ اپنا فدیہ بھی دیں اور اپنے دونوں بھتیجوں کا بھی فدیہ دیں' نوفل بن الحارث بن عبد المطلب کا اور عقیل بن ابی طالب بن عبد المطلب کا اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا جو بنی الحارث بن فہر کے بھائی ہیں' حضرت عباس نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس اتنا مال نہیں ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر وہ مال کہاں ہے جس کو تم نے اور ام الفضل دونوں نے مل کر دفن کیا تھا؟ حضرت عباس کہتے ہیں کہ پھر میں نے کہا: میں نے اس سفر میں جو مال پایا تھا' سو وہ یہ مال ہے جس کو میں نے ام الفضل کے ساتھ مل کر دفن کیا تھا' اپنے بیٹوں فضل' عبد اللہ اور قثم کے لیے' اور اللہ کی قسم! یہ وہ مال ہے جس کو میرے اور ام الفضل کے سوا اور کوئی نہیں جانتا تھا' پھر حضرت عباس نے اپنا فدیہ بھی دیا اور اپنے دونوں بھتیجوں کا بھی فدیہ دیا اور اپنے حلیف کا فدیہ بھی دیا۔

(عمدۃ القاری ج ١٣ ص ١٣٩)

وَكَانَ عَلِيٌّ لَهُ نَصِيبٌ فِي تِلْكَ الْغَنِيمَةِ الَّتِي أَصَابَ مِنْ أَخِيهِ عَقِيلٍ وَمِنْ عَمِّهِ عَبَّاسٍ.

اور اس مالِ غنیمت میں حضرت علی کا بھی حصہ تھا جو ان کے بھائی عقیل اور ان کے چچا عباس سے ملا تھا۔

امام بخاری کے اس اعتراض کا جواب کہ حضرت علی کی ملکیت میں آنے کے باوجود عباس اور عقیل آزاد کیوں نہیں ہوئے؟

یہ امام بخاری کی عبارت ہے جو انہوں نے اس چیز پر استدلال کرنے کے لیے پیش کی ہے کہ محض بھائی یا چچا کے ملکیت میں آ جانے سے وہ آزاد نہیں ہوتے ورنہ حضرت علی جب مالِ غنیمت کے حصہ سے حضرت عباس اور عقیل کے مالک ہو گئے تھے تو وہ بھی آزاد ہو جاتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کافر مالِ غنیمت کی وجہ سے ابتداءً ملکیت میں نہیں آتا بلکہ مسلمان کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اس کو قتل کر دے یا اس کو غلام بنا لے یا اس سے فدیہ لے لے' اس وقت تک حضرت عباس اسلام نہیں لائے تھے اور عقیل آخر وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے' لہٰذا وہ اس حکم میں نہیں تھے کہ حضرت علی کی ملکیت میں آتے ہی وہ آزاد ہو جاتے۔

٢٥٣٧ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ مُوسَى' عَنِ ابْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ

شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْأَنْصَارِ، اِسْتَأْذَنُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا ائْذَنْ لَنَا فَلْنَتْرُكْ لِابْنِ أُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهُ، فَقَالَ لَا تَدَعُوْنَ مِنْهُ دِرْهَمًا. [اطراف الحدیث: ٣٠٤٨ ـ ٤٠١٨] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

نے حدیث بیان کی از موسیٰ از ابن شہاب انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ نے حدیث بیان کی کہ انصار کے چند مردوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اجازت طلب کی کہ آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے بھانجے عباس سے فدیہ لینے کو ترک کر دیں؟ آپ نے فرمایا: تم ان سے ایک درہم کو بھی ترک نہ کرو۔

عباس کے فدیہ سے ایک درہم بھی نہ چھوڑنے کی وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عباس سے ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے ایک درہم بھی چھوڑنے سے جو منع فرمایا ہے اس ممانعت کی علت میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس وقت عباس مشرک تھے دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے عباس کے ساتھ رعایت کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ کہیں کسی مسلمان کے دل میں یہ بدگمانی نہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کے ساتھ رعایت کر رہے ہیں جس طرح آپ نے انصار کو منع کیا تھا کہ وہ جنگ بدر میں عتبہ شیبہ اور ولید کو اپنے ساتھ مقابلہ کے لیے نہ للکاریں کیونکہ اگر انصار اس مقابلہ میں شہید ہو جاتے تو ہو سکتا تھا کہ باقی انصار کے دلوں میں بدگمانی آتی اس لیے آپ نے حضرت علی حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ ان کی للکار کا جواب دیں۔

مصنف کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ عباس غزوۂ بدر کے دن قریش کے ساتھ قید کیے گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے فدیہ لیا تھا تو انصار نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کی وجہ سے اور آپ کی عباس سے قرابت کی وجہ سے ان سے فدیہ لینے کو ترک کر دیں سو آپ نے اس کی اجازت نہیں دی اور مساوات کے اصول کو قائم رکھا کہ جب سب جنگی قیدیوں سے فدیہ لیا جا رہا ہے تو آپ کے چچا عباس سے بھی فدیہ لیا جائے گا اور آپ کے ساتھ نسبی قرابت کی وجہ سے ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جائے گی اور یہی آپ کی سیرت کا وہ زرین پہلو ہے جس کی وجہ سے اسلام بہت جلد لوگوں کے دلوں میں پھیل گیا۔ چوتھا قول یہ ہے کہ عباس مال دار آدمی تھے اور اس وقت مسلمانوں کو مال کی ضرورت تھی سو ان سے پورا پورا فدیہ لیا گیا اور اس کو غانمین کے حقوق میں صرف کیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٣ ص ١٤١)

١٢ - بَابُ عِتْقِ الْمُشْرِكِ — مشرک کو آزاد کرنا

نفلی طور پر مشرک غلام کو آزاد کرنے کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اختلاف اس صورت میں ہے کہ کسی چیز کے کفارہ میں مشرک غلام کو آزاد کرنا جائز ہے یا نہیں؟

٢٥٣٨ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي أَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَعْتَقَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِائَةَ رَقَبَةٍ، وَحَمَلَ عَلٰى مِائَةِ بَعِيْرٍ، فَلَمَّا أَسْلَمَ حَمَلَ عَلٰى مِائَةِ بَعِيْرٍ، وَأَعْتَقَ مِائَةَ رَقَبَةٍ، قَالَ فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ نے زمانۂ جاہلیت میں سو غلام آزاد کیے تھے اور ان کو سو اونٹوں پر سوار کیا تھا پھر جب وہ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے سو

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ كُنْتُ أَصْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا؟ يَعْنِي أَتَبَرَّرُ بِهَا قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْلَمْتَ عَلٰى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ.

اونٹ سواری کے لیے دیئے اور سو غلام آزاد کیے تھے تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ بتایئے کہ جن کاموں کو میں زمانۂ جاہلیت میں نیکی سمجھ کر کرتا تھا' ان کا کیا حکم ہے؟ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے جو پہلے نیکی کی تھی' اسی کی وجہ سے تم کو اسلام لانے کی توفیق ملی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۳۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ حکیم بن حزام نے زمانۂ جاہلیت میں جن غلاموں کو آزاد کیا تھا' وہ مشرک ہی تھے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نفلی طور پر مشرک غلاموں کو بھی آزاد کرنا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حکیم بن حزام کے اس فعل پر ردّ نہیں فرمایا اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی مسلمان کسی مشرک غلام کو آزاد کر دے تو اس کو اس فعل پر اجر ملے گا۔

اگر قسم اور ظہار کے کفارہ میں مشرک غلام کو آزاد کر دیا جائے تو ہمارے نزدیک یہ جائز ہے اور امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے' جس طرح قتل خطاء کے کفارہ میں یہ جائز نہیں ہے' امام احمد کا ایک قول ہمارے مذہب کی مثل بھی ہے' ہماری دلیل یہ ہے کہ قسم اور ظہار کے کفارے میں مطلقاً غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا ہے' قسم کے کفارہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ. (المائدہ:۸۹)

سو (قسم کا) کفارہ دس مسکینوں کو درمیانی قسم کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان مسکینوں کو کپڑے دینا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے اور جو ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو' وہ تین دن کے روزے رکھے۔

اور ظہار کے کفارہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا. (المجادلہ:۳)

اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر لیں' پھر عمل زوجیت کے لیے لوٹنا چاہیں جس کے متعلق وہ اتنی سخت بات کہہ چکے ہیں تو ان پر عمل زوجیت سے پہلے ایک غلام کی گردن کو آزاد کرنا ہے۔

قسم اور ظہار دونوں کے کفارے میں مطلقاً غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا ہے اور قتل خطاء کے کفارے میں مؤمن غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ. (النساء:۹۲)

اور جس نے کسی مسلمان کو خطاءً (بلاقصد) قتل کر دیا تو اس پر ایک مسلمان گردن (غلام یا باندی) کو آزاد کرنا لازم ہے' اور اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے ماسوا اس کے کہ وہ معاف کر دیں' پھر اگر وہ مقتول اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور وہ (مقتول) مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان کی گردن (غلام یا لونڈی) کو آزاد کرنا لازم ہے اور اگر وہ (مقتول) اس قوم سے ہو جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے اور ایک مسلمان کی گردن

(غلام یا باندی) کو آزاد کیا جائے۔

سو کفارۂ قسم اور کفارۂ ظہار میں مطلقاً غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا اور قتل خطاء کی آیت میں مؤمن غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر نص پر اس کے تقاضے کے مطابق عمل کیا جائے' جو نص مطلق ہے' اس پر اطلاق کے ساتھ عمل کیا جائے اور جو نص مقید ہے اس پر تقیید کے ساتھ عمل کیا جائے اور قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے میں یہ دقت اور ژرف نگاہی صرف امام ابوحنیفہ کے مذہب کی خصوصیت ہے۔

۱۳ - بَابُ مَنْ مَّلَكَ مِنَ الْعَرَبِ رَقِيْقًا' فَوَهَبَ وَبَاعَ وَجَامَعَ وَفَدٰى وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ

اہل عرب میں سے کسی کو غلام بنانا' اور اس کو فروخت کرنا' اور عرب باندی سے جماع کرنا اور فدیہ لینا' اور بچوں کو قید کر کے غلام بنانا' پھر ہبہ کرنا

اس باب میں اہل عرب میں سے کسی کو غلام بنانے کا حکم بیان کیا گیا ہے' امام بخاری نے اس باب میں پانچ اُمور کا ذکر کیا ہے:
(۱) ہبہ کرنا (۲) فروخت کرنا (۳) جماع کرنا (۴) فدیہ لینا (۵) قید کرنا' اور اس باب میں چار احادیث بیان کی ہیں اور فروخت کرنے کے علاوہ ہر امر کے متعلق حدیث روایت کی ہے اور فروخت کرنے کا بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بعض روایات میں ذکر ہے۔

امام بخاری نے اس عنوان سے یہ ارادہ کیا ہے کہ اہل عرب کو غلام بنانے میں فقہاء کا اختلاف ہے' جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ جب اہل عرب کو قید کر لیا جائے تو ان کو غلام بنانا جائز ہے' اور جب کوئی شخص کسی عرب باندی سے شادی کر لے تو اس کی اولاد بھی تبعاً غلام ہوگی۔ فقہاء احناف' امام مالک' امام شافعی اور لیث کا یہی مؤقف ہے' اور ان کی دلیل اس باب کی احادیث ہیں۔

ثوری' اوزاعی اور ابوثور نے یہ کہا ہے کہ اہل عرب کو غلام نہیں بنایا جائے گا' سعید بن المسیب کا بھی یہی قول ہے اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ جب کسی شخص نے کسی باندی سے نکاح کیا اور اس کو یہ علم تھا کہ وہ باندی ہے تو اس سے جو اولاد ہوگی' وہ اس کے مالک کی غلام ہوگی خواہ وہ عربی ہو' قریشی ہو یا کوئی اور ہو۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا هَلْ يَسْتَوُوْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَO﴾ (النحل:۷۵).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ ایک ایسے غلام کی مثال بیان فرماتا ہے جو کسی کی ملکیت میں ہے اور کسی چیز پر قادر نہیں ہے' اور (دوسرا) ایسا شخص ہے' جس کو ہم نے اپنی طرف سے عمدہ رزق عطاء فرمایا ہے' سو وہ اس میں سے پوشیدہ طور پر اور ظاہراً خرچ کرتا ہے' کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں؟ تمام تعریفوں کا مستحق اللہ ہے بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتےO (النحل:۷۵)

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً عبد مملوک کا ذکر کیا ہے اور اس عبد مملوک یعنی غلام کو عجمی ہونے کے ساتھ مقید نہیں کیا' اس سے معلوم ہو گیا کہ غلام بنانے میں عربی اور عجمی کا کوئی فرق نہیں ہے۔

۲۵۴۰'۲۵۳۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنِي اللَّيْثُ' عَنْ عُقَيْلٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ذَكَرَ عُرْوَةُ اَنَّ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ قَالَ اَخْبَرَاهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے خبر دی از عُقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا کہ عروہ نے ذکر کیا کہ مروان اور حضرت مسور

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ، فَقَالَ إِنَّ مَعِي مَنْ تَرَوْنَ، وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا الْمَالَ وَإِمَّا السَّبْيَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ. وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، قَالُوا إِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ، فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ جَاؤُونَا تَائِبِينَ، وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ. فَقَالَ النَّاسُ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ، قَالَ إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ. فَرَجَعَ النَّاسُ. فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا. فَهٰذَا الَّذِي بَلَغَنَا عَنْ سَبْيِ هَوَازِنَ.

بن مخرمہ' ان دونوں نے خبر دی کہ جب نبی ﷺ کے پاس ہوازن کا وفد آیا تو آپ کھڑے ہو گئے' انہوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ ان کے اموال اور ان کے قیدی ان کی طرف لوٹا دیں' آپ فرمایا: میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جن کو تم دیکھ رہے ہو' میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ بات وہ ہے جو زیادہ سچی ہو' تم لوگ دو چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کرلو: یا مال یا قیدی' اسی لیے میں نے ان کی تقسیم میں بھی تاخیر کی تھی' اور نبی ﷺ نے ان کا دس سے زیادہ راتوں تک انتظار کیا' جب آپ طائف سے لوٹے تھے' جب اہل ہوازن کو یہ معلوم ہو گیا کہ نبی ﷺ ان کو دو میں سے صرف ایک چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے قیدیوں کے لینے کو اختیار کرتے ہیں' پھر نبی ﷺ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے' اور آپ نے اللہ کی ایسی حمد کی جو اس کی شان کے لائق ہے' پھر فرمایا: اللہ کی حمد کے بعد! تمہیں معلوم ہو کہ تمہارے بھائی ہمارے پاس تائب ہو کر آئے ہیں' اور میں نے یہ مناسب سمجھا کہ ان کی طرف ان کے قیدی واپس کر دوں' سو تم میں سے جو شخص یہ خوش دلی سے کرنا چاہے وہ کر لے اور جو ان قیدیوں میں سے اپنا حصہ رکھنا چاہے (وہ انتظار کرے) حتیٰ کہ ہم کو اللہ جو پہلا مالِ غنیمت عطاء فرمائے گا' ہم اس میں سے اسے دے دیں گے' پس جو چاہے وہ ایسا کر لے' تو لوگوں نے کہا: ہم خوشی سے اس پر راضی ہیں' آپ نے فرمایا: ہمیں یہ نہیں معلوم کہ تم میں سے کس نے اس کی اجازت دی ہے اور کس نے اجازت نہیں دی' پس تم واپس جاؤ اور ہمارے پاس تمہارے معاملات کے منتظمین اور کارمختار آئیں' پھر لوگ واپس گئے اور انہوں نے اپنے منتظمین سے مشورہ کیا' پھر وہ نبی ﷺ کے پاس واپس آئے' اور آپ سے کہا کہ وہ اس فیصلہ پر خوش ہیں اور آپ کو اجازت دی' پس یہ وہ خبر ہے جو ہم تک ہوازن کے قیدیوں کے سلسلہ میں پہنچی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۸' اور ۲۳۰۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں اہل عرب کو قیدی اور غلام بنانے کا ذکر ہے۔

٢٥٤١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الحسن نے حدیث

اللّٰہِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ کَتَبْتُ اِلٰی نَافِعٍ فَکَتَبَ اِلَیَّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَغَارَ عَلٰی بَنِی الْمُصْطَلِقِ وَھُمْ غَارُّوْنَ وَاَنْعَامُھُمْ تُسْقٰی عَلَی الْمَاءِ فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَھُمْ وَسَبٰی ذَرَارِیَّھُمْ وَاَصَابَ یَوْمَئِذٍ جُوَیْرِیَةَ. قَالَ حَدَّثَنِیْ بِہٖ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ وَکَانَ فِیْ ذٰلِکَ الْجَیْشِ.

(صحیح مسلم: ۱۷۳۰ الرقم المسلسل: ۴۴۱۰ سنن ابوداؤد: ۲۶۳۳)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے نافع کی طرف مکتوب لکھا انہوں نے مجھے جواب میں لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوالمصطلق پر حملہ کیا اور وہ اس وقت بالکل غافل تھے اور ان کے مویشی پانی کے حوض پر پانی پی رہے تھے آپ نے ان کے جنگ جوؤں کو قتل کر دیا اور ان کے بچوں کو قید کر لیا اور اس دن آپ نے حضرت جویریہ کو بھی (قیدیوں میں) پایا نافع نے کہا: مجھے یہ حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کی اور وہ اس لشکر میں تھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں عرب عورتوں اور بچوں کو قیدی بنانے کا ذکر ہے۔

بنوالمصطلق کا تعارف

اس حدیث میں بنوالمصطلق کا ذکر ہے یہ خزاعہ کی شاخ ہے اور مصطلق ابن سعد بن عمرو بن ربیعہ ابن حارثہ بن عمرو بن عامر ہیں اور عمرو ابوخزاعہ ہیں ان کو مصطلق اس وجہ سے کہا جاتا تھا کہ ان کی آواز بہت حسین تھی اور ''صلق'' کا معنی آواز کی شدت اور تیزی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۴۵)

حضرت ام المؤمنین جویریہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکاح کا واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوالمصطلق کے قیدیوں کو تقسیم کیا تو حضرت جویریہ بنت الحارث حضرت ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئیں یا ان کے عم زاد کے حصہ میں آئیں انہوں نے ان کو ان کے نفس پر مکاتبہ بنا دیا اور وہ بہت شیریں اور ملیح خاتون تھیں جو بھی ان کو دیکھتا تھا وہ اپنا دل پکڑ کر بیٹھ جاتا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں کہ آپ ان کے بدل کتابت میں مدد فرمائیں حضرت عائشہ نے کہا: اللہ کی قسم! جب میں نے ان کو اپنے حجرہ کے دروازہ پر دیکھا تو میں نے ان کو ناپسند کیا اور میں نے جان لیا کہ عنقریب آپ بھی ان کے حسن و جمال کو اس طرح دیکھ لیں گے جس طرح میں نے دیکھا ہے پس وہ آپ کے پاس حاضر ہوئیں پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار ہوں جو اپنی قوم کے سردار ہیں اور مجھ پر وہ مصائب ٹوٹ پڑے ہیں جو آپ سے مخفی نہیں ہیں میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس یا ان کے عم زاد کے حصہ میں آ چکی ہوں تو انہوں نے مجھے مکاتبہ کر دیا ہے تو میں بدل کتابت کے سلسلہ میں آپ سے مدد طلب کرنے کے لیے حاضر ہوئی ہوں آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے زیادہ اچھی بات نہ بتاؤں؟ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں تمہارا بدل کتابت ادا کر دوں اور میں تم سے نکاح کر لوں! انہوں نے کہا: جی ہاں! یارسول اللہ! میں اس پر راضی ہوں! حضرت عائشہ نے کہا: یہ خبر لوگوں میں پھیل گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا ہے تب مسلمانوں نے کہا کہ بنوالمصطلق تو اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سسرال والے ہیں تو بنوالمصطلق کے جو قیدی ان کے ہاتھوں میں تھے انہوں نے ان سب کو رہا کر دیا حضرت عائشہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حضرت جویریہ سے نکاح کیا تھا اس کی وجہ سے بنوالمصطلق کے ایک سو گھر والے آزاد کر دیئے گئے اور میرے علم میں ایسی کوئی عورت نہیں ہے جو حضرت جویریہ سے بڑھ کر اپنی قوم کے لیے برکت والی ہو!

غزوۂ بنوالمصطلق اور اس کے اموالِ غنیمت کا مختصر تذکرہ

امام بخاری نے کہا ہے کہ غزوۂ بنوالمصطلق ہی غزوۃ المریسیع ہے امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ یہ چھ ہجری میں ہوا ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ یہ چار ہجری میں ہوا ہے اور الصغانی نے کہا ہے کہ غزوۃ المریسیع پانچ ہجری میں ہوا ہے انہوں نے کہا ہے کہ بنوالمصطلق خزاعہ کی شاخ ہے یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنا چاہتے تھے اور یہ اپنے ایک کنویں کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے جس کا نام المریسیع ہے علامہ واقدی نے کہا ہے کہ اس غزوہ میں سات سو صحابہ شریک تھے۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ بنوالمصطلق آپ پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہو رہے ہیں اور ان کے قائد الحارث بن ابی ضرار ہیں جو (حضرت) جویریہ بنت الحارث (رضی اللہ عنہا) کے والد ہیں جن سے آپ نے نکاح کیا تھا جب آپ نے یہ سنا تو آپ ان کی طرف روانہ ہوئے حتیٰ کہ جس جگہ ان کے پانی کا ذخیرہ تھا اور اس جگہ کا نام المریسیع تھا اور وہ جگہ قدید کی جانب ساحل کی طرف ہے وہاں آپ کا ان سے مقابلہ ہوا اور وہاں ایک دوسرے کے خلاف جنگ ہوئی پس اللہ تعالیٰ نے بنوالمصطلق کو شکست دی اور جو لوگ مارے گئے تھے وہ مارے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بیٹوں کو اور ان کی عورتوں کو اور اُن کے اموال کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ اس مالِ غنیمت میں دو ہزار اونٹ تھے پانچ ہزار بکریاں تھیں اور دو سو عورتیں قید کی گئی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھائیس دن مدینہ سے باہر رہے اور یکم رمضان کو مدینہ منورہ میں واپس آئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۴۷۔ ۱۴۵ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۵۴۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ قَالَ رَاَيْتُ اَبَا سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَاَصَبْنَا سَبْيًا مِّنْ سَبْيِ الْعَرَبِ فَاشْتَهَيْنَا النِّسَآءَ فَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَاَحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَسَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا عَلَيْكُمْ اَنْ لَّا تَفْعَلُوْا مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا وَهِيَ كَائِنَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان از محمد بن یحییٰ بن حبان از ابن محیریز وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو میں نے ان سے سوال کیا پس انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنوالمصطلق میں گئے تو عرب کے قیدیوں میں سے کچھ قیدی ہمارے ہاتھ آئے پھر (راستہ میں) ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی اور عورتوں سے دور رہنا ہم پر دشوار ہو گیا ہم نے عزل کرنا چاہا تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا: اگر تم عزل نہ کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے جو روحیں بھی قیامت تک پیدا ہونے والی ہیں وہ ضرور پیدا ہو کر رہیں گی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۲۲۹ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں عرب عورتوں کو قید کرنے کا ذکر ہے اور یہی اس باب کا عنوان ہے اور بعض دیگر ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

عزل کی تعریف اور اس کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عزل کا ذکر ہے' عزل کا معنی ہے: عورت سے مباشرت کے وقت جب انزال ہونے لگے تو مرد اپنے آلۂ تناسل کو عورت کے اندام نہانی سے باہر نکال لے۔

عزل کے حکم میں فقہاء متقدمین اور متاخرین میں کافی اختلاف ہے' امام شافعی کے نزدیک عزل کی اباحت زیادہ ظاہر ہے خواہ وہ عورت آزاد ہو یا باندی ہو اور اس عورت کی اجازت ہو یا نہ ہو' امام مالک نے حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت ابوایوب انصاری' حضرت زید بن ثابت انصاری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ وہ عزل کرتے تھے' یہ حضرت ابن مسعود اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' امام مالک نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بھی کی ہے کہ وہ عزل کو مکروہ قرار دیتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دونوں قول مروی ہیں' جو عزل کو مکروہ کہتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عزل کے متعلق فرمایا: یہ مخفی طریقہ سے زندہ درگور کرنا ہے۔ ائمہ فتویٰ کا اس پر اتفاق ہے کہ جب آزاد عورت اپنے خاوند کو اجازت دے تو پھر اس کے ساتھ عزل کرنا جائز ہے۔

شادی شدہ باندی کے ساتھ عزل کرنے میں اختلاف ہے' امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اس باندی کی اجازت سے اس کے ساتھ عزل کرنا جائز ہے' امام ابویوسف نے بھی کہا: اس باندی کی اجازت سے جائز ہے' امام شافعی نے کہا: اس باندی کا خاوند اس باندی کی اور اس کے مالک کی اجازت کے بغیر اس سے عزل کرسکتا ہے۔

بت پرست اور مجوسی عورتوں سے مباشرت حرام ہے خواہ نکاح سے ہو خواہ بہ طور باندیوں کے

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کا اس پر اتفاق تھا کہ ان کے حصہ میں جو قیدی عورتیں آئی ہیں' ان سے مباشرت کرنا جائز ہے اور یہ جواز اس وقت ہوگا جب ان قیدی عورتوں کا استبراء ہو جائے یعنی ان پر ایک حیض گزر جائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کے رحم میں کسی کا نطفہ ٹھہرا ہوا نہیں ہے اور اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ جو کافر عورتیں قید ہو کر آئی ہیں' ان کا ان کے پہلے کافر خاوندوں سے نکاح منقطع ہو چکا ہے۔

جو بت پرست اور مجوسی عورتیں قید ہو کر آئیں' ان سے مباشرت کے جواز میں اختلاف ہے۔ سعید بن المسیب' عطاء' طاؤس اور مجاہد نے ان سے مباشرت کی اجازت دی ہے' یہ قول شاذ ہے' فقہاء میں سے کسی نے اس قول کی طرف التفات نہیں کیا اور ائمہ فتویٰ کا اس پر اتفاق ہے کہ بت پرست عورتوں کے ساتھ مباشرت کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ. (البقرہ:۲۲۱) اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔

اللہ تعالیٰ نے صرف اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ. (المائدہ:۵) اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (بھی تمہارے لیے حلال ہیں) جب تم ان کے مہر ان کو ادا کر دو' بہ شرطیکہ تم ان کو نکاح کی قید میں لانے والے ہو نہ کہ کھلم کھلا بدکاری کرنے والے اور نہ خفیہ طریقہ سے آشنا بنانے والے۔

اورصحابہ نے جوعرب کی قیدی عورتوں سے مباشرت کے جواز پر اتفاق کیا ہے وہ ان عورتوں کے اسلام لانے کے بعد ہے کیونکہ ہوازن کے لوگ آٹھ ہجری میں قید ہوئے تھے اور بنوالمصطلق کے لوگ چھ ہجری میں قید ہوئے تھے اور سورۂ بقرہ مدینہ میں ابتداءً نازل ہوئی تھی اور اس میں یہ آیت ہے کہ مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔اور صحابہ کے نزدیک یہ چیز مقرر تھی کہ جب تک بت پرست عورتیں اسلام نہ لے آئیں ان سے مباشرت کرنا جائز نہیں ہے۔

امام عبدالرزاق نے حسن بصری سے یہ روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے ساتھ جہاد کرتے تھے پس جب ان کو مالِ غنیمت سے کوئی باندی حاصل ہوتی اور وہ اس سے مباشرت کرنا چاہتے تو اس کو غسل کرنے کا حکم دیتے پھر اس کو اسلام کی تعلیم دیتے اور اس کو نماز پڑھنے کا حکم دیتے اور جب ایک حیض گزرنے کے بعد اس کا رحم صاف ہو جاتا تو پھر اس سے مباشرت کرتے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئیں۔(البقرہ:٢٢١)اس آیت کے عموم کا یہ تقاضا ہے کہ مجوسی اور بت پرست عورتوں سے مباشرت حرام ہے خواہ نکاح سے ہوں یا بہ طور باندیوں کے ہوں۔ائمہ فتویٰ اور فقہاء کا یہی مختار ہے۔(عمدۃ القاری ج ١٣ ص ١٤٨-١٤٧ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ'شرح ابن بطال ج ٧ ص ٥٠-٤٨)

٢٥٤٣ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَا أَزَالُ أُحِبُّ بَنِيْ تَمِيْمٍ (ح) وَحَدَّثَنِي ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ. وَعَنْ عُمَارَةَ، عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَا زِلْتُ أُحِبُّ بَنِيْ تَمِيْمٍ مُنْذُ ثَلَاثٍ، سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْهِمْ، سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ هُمْ أَشَدُّ أُمَّتِيْ عَلَى الدَّجَّالِ. قَالَ وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ صَدَقَاتُ قَوْمِنَا. وَكَانَتْ سَبِيَّةٌ مِّنْهُمْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ أَعْتِقِيْهَا فَإِنَّهَا مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زہیر بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از عمارہ بن القعقاع از ابی زرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں ہمیشہ بنوتمیم سے محبت کرتا ہوں۔(ح)اور مجھے ابن سلام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے جریر بن عبدالحمید نے حدیث بیان کی از المغیرہ از الحارث از ابی زرعہ از حضرت ابوہریرہ اور از عمارہ از ابی زرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ہمیشہ سے بنوتمیم سے محبت کرتا ہوں جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے ان کے متعلق تین باتیں سنی ہیں: (١) آپ فرمار ہے تھے کہ یہ لوگ میری امت میں دجال کے سب سے زیادہ مخالف ہوں گے (٢) اور جب ان کے صدقات آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ ہماری قوم کے صدقات ہیں (٣) اور ان کی ایک قیدی عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی تو آپ نے فرمایا: اس کو آزاد کردو یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔

[طرف الحدیث:٤٣٦٦][صحیح مسلم:٢٥٢٥'الرقم المسلسل:٦٣٤٦]

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے فرمایا: اس کو آزاد کردو یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔

عرب غلاموں کو آزاد کرنے کا استحباب اور دیگر مسائل اور فوائد

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ٤٣٥ھ نے کہا ہے: نبی ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اس باندی کو آزاد کردو کیونکہ یہ حضرت

اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے' آپ کے اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ اہل عرب کو لونڈی اور غلام بنانا جائز ہے' مگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہونے کی وجہ سے ان کو آزاد کرنا زیادہ افضل ہے۔

اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جن عربوں کو غلام بنایا گیا تھا' ان کے متعلق حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں اتنی وسعت دی ہے کہ تم عربوں کے علاوہ اہل کتاب کو غلام بنالو نیز مرد کے لیے اس میں عار ہوتا ہے کہ وہ اپنے چچا کی بیٹی کو باندی بنائے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کو غلام بنانا زیادہ عار کے لائق ہے' تاہم یہ حکم مستحب ہے' نہ یہ کہ عربوں کو غلام بنانا حرام ہے۔

بنوتمیم اپنے اموال میں سے سب سے زیادہ افضل چیز کا صدقہ کرتے تھے' اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے صدقات کو پسند فرمایا' زمانہ جاہلیت میں اور اسلام کی ابتداء میں ان میں بہت اشراف اور معززین تھے' اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب قیامت میں ہونے والے واقعات کی خبر دی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۴۸۔۴۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* حدیث مذکور' شرح صحیح مسلم: ۶۳۲۸۔ ج ۶ ص ۱۴۰ پر مذکور ہے' وہاں اس کی شرح نہیں کی گئی۔

۱۴ - بَابُ فَضْلِ مَنْ اَدَّبَ جَارِيَتَهٗ وَعَلَّمَهَا

باندی کو ادب سکھانے اور تعلیم دینے کی فضیلت

۲۵۴۴ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فُضَيْلٍ' عَنْ مُطَرِّفٍ' عَنِ الشَّعْبِيِّ' عَنْ اَبِي بُرْدَةَ' عَنْ اَبِي مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ جَارِيَةٌ فَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ اِلَيْهَا' ثُمَّ اَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا كَانَ لَهٗ اَجْرَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں' ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے محمد بن فضیل سے سنا از مطرف از الشعبی از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی کوئی باندی ہو' پس اس نے اس کو تعلیم دی ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہو' پھر اس کو آزاد کر دیا ہو اور اس سے نکاح کر لیا ہو تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۷ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں باندی کو تعلیم دینے کا ذکر ہے۔

۱۵ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَبِيْدُ اِخْوَانُكُمْ' فَاَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ غلام تمہارے بھائی ہیں' ان کو اس میں سے کھلاؤ جس میں سے تم کھاتے ہو

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو' اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور مجلس کے ساتھی اور مسافر اور اپنے غلاموں کے ساتھ (نیکی کرو)' بے شک

أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا۝﴾ (النساء:٣٦). اللہ مغرور متکبر کو پسند نہیں کرتا۝ (النساء:٣٦)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے' کیونکہ وہ خالق اور رازق ہے اور وہ تمام احوال میں اپنی مخلوق کو نعمتیں عطاء فرمانے والا ہے' اس کے بعد ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کو دنیا میں انسان کی پیدائش کا سبب بنایا ہے' پھر قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اور احادیث میں بھی ان پر صدقہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے' یتیموں پر اس لیے کہ وہ اپنے ساتھ نیکی کرنے والوں کو کھو چکے ہیں اور مسکینوں پر اس لیے کہ وہ ضرورت مند ہیں اور ان کی ضرورت پوری کرنے والا کوئی نہیں ہے' اور قرابت دار پڑوسی سے مراد مسلمان پڑوسی ہے اور اجنبی پڑوسی سے مراد وہ پڑوسی ہیں جو یہود و نصاریٰ ہوں اور مسافروں سے مراد وہ لوگ ہیں جو سفر میں شریک ہوں اور غلاموں کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ غلام معاشی طور پر کمزور ہوتا ہے اور لوگوں کے ہاتھوں میں قید ہوتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غلاموں کا اس قدر خیال تھا کہ آپ نے مرض الموت میں بھی نماز پڑھنے اور غلاموں کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا۔ (مسند احمد ج٦ ص ٢٩٠)

خیثمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس ان کا کارمختار (سیکرٹری) آیا' حضرت عبداللہ بن عمرو نے اس سے پوچھا: کیا تم نے غلاموں کو ان کی خوراک دے دی ہے؟ اس نے کہا: نہیں! حضرت عبداللہ نے فرمایا: جاؤ! جا کر ان کو خوراک دو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کسی آدمی کے گناہ کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مملوکوں کو ان کی خوراک دینے میں تاخیر کرے۔ (صحیح مسلم:٩٩٦' الرقم المسلسل:٢٢٠١)

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ ذِي الْقُرْبٰى الْقَرِيبُ. وَالْجُنُبُ الْغَرِيبُ. الْجَارُ الْجُنُبُ يَعْنِي الصَّاحِبَ فِي السَّفَرِ.

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: اس آیت میں ''ذی القربیٰ'' سے مراد ہے: رشتہ دار اور ''الجنب'' سے مراد ہے: مسافر اور ''الجار الجنب'' سے مراد ہے: سفر کا رفیق اور ساتھی۔

٢٥٤٥ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ قَالَ سَمِعْتُ الْمَعْرُورَ بْنَ سُوَيْدٍ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا ذَرٍّ الْغِفَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ، وَعَلٰى غُلَامِهِ حُلَّةٌ، فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ إِنِّي سَابَبْتُ رَجُلًا، فَشَكَانِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ إِخْوَانَكُمْ خَوَلُكُمْ، جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ، فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَأَعِينُوهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں واصل الاحدب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے المعرور بن سوید سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک جبہ پہنے ہوئے ہیں اور ان کے غلام نے بھی ویسا ہی جبہ پہنا ہوا ہے' ہم نے ان سے اس کے متعلق سوال کیا' انہوں نے بتایا کہ میں نے ایک شخص (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) کو برا کہا تھا (انہیں حبشیہ کے بیٹے کہا تھا)' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا تم نے اس کو اس کی ماں سے عار دلائی ہے! پھر فرمایا: تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارا ماتحت بنا دیا ہے'

پس جس شخص کا بھائی اس کا ماتحت ہو تو وہ اس کو اس سے کھلائے جس سے وہ خود کھاتا ہے اور اس (کپڑے) سے پہنائے جس کو وہ خود پہنتا ہو اور تم ان کی طاقت سے زیادہ کام کا ان کو مکلف نہ کرو اگر تم ان کو ان کی طاقت سے زیادہ کام کرنے کے لیے کہو تو ان کی مدد کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰ میں کی جا چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ حکم دیا ہے کہ جو تم خود کھاتے ہو' اسی میں سے اپنے غلاموں کو کھلاؤ۔

اس حدیث میں نوکروں اور خداموں کو گالی دینے کی ممانعت ہے اور ان کو ماں سے عار دلانے کی رسول اللہ ﷺ نے مذمت فرمائی ہے اور ان کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنے کی ترغیب ہے اور نوکر اور خادم کو بھائی کہنے کی تلقین ہے اور کسی مسلمان کو حقیر جاننے سے منع فرمایا ہے اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے پر ابھارا ہے۔

١٦ - بَابُ الْعَبْدِ إِذَا أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَنَصَحَ سَيِّدَهُ

جب بندہ اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کرے اور اپنے مالک کی خیر خواہی کرے

٢٥٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا نَصَحَ سَيِّدَهُ، وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ، كَانَ لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ. [طرف الحدیث: ٢٥٥٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی غلام اپنے مالک کی خیر خواہی کرے اور اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کرے تو اسے اس کا اجر دو مرتبہ دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم: ۱۶۶۴' الرقم المسلسل: ۴۲۰۹' سنن ابوداؤد: ۵۱۶۹)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۷ میں کردی گئی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں اپنے رب کی عبادت کرنے والے اور اپنے مالک کی خیر خواہی کرنے والے غلام کے لیے دگنے اجر کی بشارت دی گئی ہے۔

٢٥٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا رَجُلٍ كَانَتْ لَهُ جَارِيَةٌ فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيْبَهَا، وَأَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ، وَأَيُّمَا عَبْدٍ أَدَّى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ فَلَهُ أَجْرَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از صالح از شعبی از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی کوئی باندی ہو' پس وہ اس کو ادب سکھائے سو اچھا ادب سکھائے اور اس کو آزاد کردے اور اس سے نکاح کر لے تو اس کے لیے دو اجر ہوں گے اور جو غلام اللہ کا حق ادا کرے اور اپنے مالکوں کا حق ادا کرے تو اس کے لیے دو اجر ہوں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۷ میں گزر چکی ہے۔

٢٥٤٨ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، قَالَ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں

سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوْكِ الصَّالِحِ اَجْرَانِ. وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، لَوْ لَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْحَجُّ وَبِرُّ اُمِّيْ، لَاَحْبَبْتُ اَنْ اَمُوْتَ وَاَنَا مَمْلُوْكٌ.

(صحیح مسلم:١٦٦٥، الرقم المسلسل:٤٢٤١)

یونس نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مملوک غلام نیک ہو اس کے لیے دو اجر ہیں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا' حج کرنا اور ماں کے ساتھ نیکی کرنا مشروع نہ ہوتا تو میں یہ پسند کرتا کہ میری اس حالت میں وفات ہو کہ میں غلام ہوں۔

امام مسلم نے اس حدیث کی روایت کے بعد یہ اضافہ کیا ہے کہ جب تک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کی والدہ زندہ تھیں تو انہوں نے حج نہیں کیا تا کہ انہیں اپنی والدہ کی خدمت کا موقع ملتا رہے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا غلامی کی آزمائش میں مبتلا ہونا

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ٣٨٨ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور اولیاء کو آزمائشوں میں مبتلا کیا' حضرت یوسف علیہ السلام غلامی کی آزمائش میں مبتلا کیے گئے اور جب بخت نصر نے دیگر اسرائیلیوں کے ساتھ حضرت دانیال علیہ السلام کو قید کر لیا تو ان کو بھی غلامی کی مشقت میں مبتلا کیا گیا۔ اسی طرح روایت ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس کسی سائل نے آ کر اللہ کی رضا کے لیے سوال کیا اور ان کے پاس اسے دینے کے لیے کوئی چیز نہیں تھی تو انہوں نے اس سے فرمایا: تم نے مجھ سے اللہ کی رضا کے لیے سوال کیا اور اس وقت تمہیں دینے کے لیے میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے' تم ایسا کرو کہ مجھے فروخت کر دو اور تم کو میرے عوض جو قیمت ملے اس کو اپنی ضروریات پر خرچ کر لو۔ (اعلام السنن ج ٢ ص ٧٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٨ھ)

٢٥٤٩ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعِمَّا لِاَحَدِهِمْ، يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهٖ، وَيَنْصَحُ لِسَيِّدِهٖ. (صحیح مسلم:١٦٦٦، الرقم المسلسل:٤٢٤٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: ہمیں ابو صالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے وہ شخص کتنا اچھا ہے جو اپنے رب کی بھی اچھی طرح عبادت کرتا ہے اور اپنے مالک کی بھی خیر خواہی کرتا ہے۔

١٧ - بَابُ كَرَاهِيَةِ التَّطَاوُلِ عَلَى الرَّقِيْقِ، وَقَوْلِهٖ عَبْدِيْ اَوْ اَمَتِيْ

غلام کو سزا دینے میں حد سے تجاوز کرنا اور اس کو میرا بندہ یا میری بندی کہنا مکروہ ہے

غلام کو میرا بندہ یا باندی کو میری بندی کہنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ سب اللہ کے بندے ہیں اور غلام اور باندی کے ساتھ سختی نہیں کرنی چاہیے اور جس طرح غلام کو مالک کے ساتھ خیر خواہی کرنی چاہیے اسی طرح مالک کو بھی اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہیے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ﴾ (النور:٣٢).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم اپنے بے نکاح مردوں اور عورتوں کا نکاح کر دو اور اپنے باصلاحیت بندوں اور بندیوں کا۔ (النور:٣٢)

امام بخاری نے اس آیت کو اس لیے پیش کیا ہے کہ اس آیت میں مخاطبین کی طرف بندہ اور بندی کی اضافت کی گئی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ کسی کا یہ کہنا جائز ہے کہ فلاں آدمی میرا بندہ ہے یا فلاں عورت میری بندی ہے'اگر چہ سب اللہ کے بندے ہیں یعنی حقیقت میں تو سب اللہ کے بندے ہیں لیکن مجازاً غلام کے متعلق یہ کہنا جائز ہے کہ وہ میرا بندہ ہے یعنی میرا خادم ہے' اسی وجہ سے عبدالرسول اور عبدالنبی نام رکھنا جائز ہے اور بہت علماء نے یہ نام رکھے ہیں تاہم افضل یہ ہے کہ عبداللہ یا عبدالرحمٰن نام رکھا جائے۔

وَقَالَ ﴿عَبْدًا مَّمْلُوْكًا﴾ (النحل:۷۵).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ ایک ایسے عبد (بندہ) کی مثال بیان فرماتا ہے جو کسی کی ملکیت میں ہے۔(النحل:۷۵)

اس آیت میں بھی عبد (بندہ) کی نسبت مخلوق کی طرف کی گئی ہے'اس میں بھی یہ دلیل ہے کہ اپنے غلام کو میرا بندہ کہنا جائز ہے۔

﴿وَاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ﴾ (یوسف:۲۵).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان دونوں نے اس عورت کے سیّد (مالک) کو دروازہ کے قریب پایا۔(یوسف:۲۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زلیخا کے خاوند پر سیّد (مالک) کا اطلاق فرمایا ہے'اس سے معلوم ہوا کہ غلام اپنے مالک کو سیّد کہہ سکتا ہے۔

وَقَالَ ﴿مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ﴾ (النساء:۲۵).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی طاقت نہ رکھے تو وہ مسلمانوں کی مملوکہ باندیوں سے نکاح کرے۔(النساء:۲۵)

اس آیت سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ غلام پر ''فتی'' (خادم) اور باندی پر ''فتاة'' (خادمہ) کا اطلاق کرنا چاہیے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰى سَيِّدِكُمْ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے سیّد (سردار) کو لینے کے لیے کھڑے ہو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول حسب ذیل ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب بنوقریظہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم سے قلعہ سے نکل آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور وہ اس جگہ کے قریب ہی تھے'وہ ایک دراز گوش پر بیٹھ کر آئے'جب وہ قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے سردار کو لینے کے لیے کھڑے ہو'پھر وہ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بیٹھ گئے تو آپ نے ان سے فرمایا: یہ لوگ تمہارے فیصلہ پر اپنے قلعہ سے اترے ہیں'پس حضرت سعد بن معاذ نے کہا: میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں سے جنگ جوؤں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر لیا جائے'رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے فرشتے کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

(صحیح البخاری:۳۰۴۳'صحیح مسلم:۱۷۶۸'الرقم المسلسل:۴۴۸۷'سنن ابوداؤد:۵۲۱۵'سنن نسائی:۷۱۰)

اس حدیث سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کو انصار کا سیّد فرمایا ہے'اس سے معلوم ہوا کہ غلام اپنے مالک کو سیّدی و مولائی کہہ سکتا ہے۔

﴿اُذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ﴾ (یوسف:۴۲) اَیْ سَيِّدِكَ' وَمَنْ سَيِّدُكُمْ.

(اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جس کے متعلق یوسف کا گمان تھا کہ وہ ان دونوں میں سے نجات پانے والا ہے'اس سے انہوں

نے کہا کہ) تم اپنے رب (آقا) کے سامنے میرا ذکر کرنا۔ (یوسف: ۴۲) یعنی اپنے سید (آقا) سے اور تمہارا آقا کون ہے۔

اس آیت سے بھی امام بخاری کا یہ مقصود ہے کہ غلام اپنے آقا کو رب اور سید کہہ سکتا ہے۔

۲۵۵۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَصَحَ الْعَبْدُ سَيِّدَهُ، وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ، كَانَ لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: جب غلام اپنے مالک کی خیر خواہی کرے اور اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کرے تو اس کو دو مرتبہ اجر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۵۴۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۵۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَمْلُوْكُ الَّذِيْ يُحْسِنُ عِبَادَةَ رَبِّهِ، وَيُؤَدِّيْ إِلٰى سَيِّدِهِ الَّذِيْ لَهُ عَلَيْهِ مِنَ الْحَقِّ وَالنَّصِيْحَةِ وَالطَّاعَةِ، لَهُ أَجْرَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید از ابی بردہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: وہ غلام جو اپنے رب کی اچھی طرح عبادت کرتا ہے اور اس کے سید (آقا) کا جو اس پر حق ہے اس کو پورا ادا کرتا ہے اور اس کی خیر خواہی اور اطاعت کرتا ہے اس کے لیے دو اجر ہیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۵۵۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ أَطْعِمْ رَبَّكَ، وَضِّئْ رَبَّكَ، اِسْقِ رَبَّكَ، وَلْيَقُلْ سَيِّدِيْ مَوْلَايَ، وَلَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ عَبْدِيْ أَمَتِيْ، وَلْيَقُلْ فَتَايَ وَفَتَاتِيْ وَغُلَامِيْ. (صحیح مسلم: ۲۲۴۹، الرقم المسلسل: ۵۷۶۷، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۲۴۲، مشکل الآثار: ۱۵۶۸، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۴ طبع قدیم، مسند احمد: ۹۷۲۹۔ ج ۱۵ ص ۴۵۳، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص (اپنے غلام سے) یہ نہ کہے کہ اپنے رب کو کھلاؤ، اپنے رب کو وضوء کراؤ، اپنے رب کو پانی پلاؤ، بلکہ اس کو کہنا چاہیے: میرا سردار، میرا آقا اور تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میرا بندہ یا میری بندی، اور اس کو یوں کہنا چاہیے کہ میرا خادم اور میری خادمہ اور میرا غلام۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد، امام بخاری نے محمد کی نسبت بیان نہیں کی، الجیانی نے کہا: یہ محمد بن سلام ہیں، حاکم نے کہا: یہ محمد بن یحییٰ الذہلی ہیں، امام مسلم نے کتاب الادب میں محمد بن رافع لکھا ہے، علامہ عینی نے اسی کو ترجیح دی ہے (۲) عبد الرزاق بن ہمام (۳) معمر بن راشد

(۴) ہمام بن منبہ (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۶۱)

اپنے غلام کو میرا بندہ اور اپنے آقا کو میرا رب کہنے کی تحقیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث میں جو غلام کو عبدی (میرا بندہ) کہنے سے منع فرمایا ہے وہ بہ طور تنزیہ ہے اور تواضع کی وجہ سے ہے اور کسی شخص کا اپنے غلام کو میرا بندہ کہنا جائز ہے جیسا کہ النور: ۳۲ میں اللہ تعالیٰ نے مخاطبین کی طرف لفظ "عباد" کی اضافت فرمائی ہے' اور اپنے غلام کو تکبر سے میرا بندہ کہنا حرام ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرنا زیادہ لائق ہے' کیونکہ جب کوئی شخص کہے گا: میرا بندہ تو اس میں خالق اور مخلوق مشترک ہوں گے' اس لیے اللہ کا بندہ یا اللہ کی بندی کہنا چاہیے۔ رہا اپنے مالک اور آقا کو رب کہنا تو ہر چند کہ یہ لفظ بھی مشترک ہے اور خالق کے غیر پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے' جیسے کہا جاتا ہے: "رب الدار" (مکان کا مالک) اور امام بخاری نے یوسف: ۲۵' اور یوسف: ۴۲ کی مثال دی ہے تاہم رب کا لفظ اغلب اور اکثر اطلاقات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے' اس لیے واجب ہے کہ مخلوق کے لیے لفظ رب کا استعمال نہ کیا جائے' کیونکہ اللہ اور مخلوق میں شرکت نہیں ہو سکتی' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ کے غیر کو رحمن اور مستحق عبادت کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں' اسی طرح رب کا لفظ بھی اللہ تعالیٰ کے غیر کے لیے نہیں کہنا چاہیے' ہاں رحیم' علیم' قدیر' سمیع اور بصیر وغیرہ جو اسماء ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں ہیں' اس لیے ان کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے غیر پر ہو سکتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۵۷۔ ۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد اور ادب اور تواضع کے اعتبار سے علامہ ابن بطال کی تحقیق واجب الاتباع ہے۔

۲۵۵۳- حَدَّثَنِیْ اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرُ بْنُ حَازِمٍ' عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ نَصِیْبًا لَهٗ مِنَ الْعَبْدِ' فَکَانَ لَهٗ مِنَ الْمَالِ مَا یَبْلُغُ قِیْمَتَهٗ' یُقَوَّمُ عَلَیْهِ قِیْمَةَ عَدْلٍ' وَاُعْتِقَ مِنْ مَّالِهٖ' وَاِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا' پھر اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس غلام کی قیمت کو پہنچ جاتا ہو تو عدل کے ساتھ اس کی قیمت لگائی جائے گی اور اس شخص کے مال سے اس غلام کی قیمت لگائی جائے گی ورنہ جتنا حصہ اس شخص نے آزاد کیا ہے' اتنا حصہ آزاد کر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۲۱ میں گزر چکی ہے' امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کی اتباع میں یہ کہا ہے کہ غلام کی آزادی کی تجزی اور تقسیم ہو سکتی ہے۔

۲۵۵۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی' عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّکُمْ رَاعٍ فَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ' فَالْاَمِیْرُ الَّذِیْ عَلَی النَّاسِ رَاعٍ عَلَیْهِمْ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُمْ' وَالرَّجُلُ رَاعٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا' پس ملک کا سربراہ عوام کا محافظ ہے اور

عَلٰی اَهْلِ بَیْتِهٖ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْاَةُ رَاعِیَةٌ عَلٰی بَیْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهٖ، وَهِیَ مَسْؤُوْلَةٌ عَنْهُمْ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلٰی مَالِ سَیِّدِهٖ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُ، اَلَا فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ.

اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا اور مرد اپنے گھر والوں کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی محافظ ہے اور اس سے ان کے متعلق سوال کیا جائے گا اور غلام اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس مال کے متعلق سوال کیا جائے گا' سنو! تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۹۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں غلام اور اس کے آقا کا ذکر ہے۔

۲۵۵۵_۲۵۵٦ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ، عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَزَیْدَ بْنَ خَالِدٍ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا زَنَتِ الْاَمَةُ فَاجْلِدُوْهَا، ثُمَّ اِذَا زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا، ثُمَّ اِذَا زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا فِی الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ بِیْعُوْهَا وَلَوْ بِضَفِیْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب باندی زنا کرے تو اسے کوڑے مارو' وہ پھر زنا کرے تو اسے کوڑے مارو' پھر جب وہ تیسری بار یا چوتھی بار زنا کرے تو اس کو بیچ دو' خواہ ایک رسّی کے عوض۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۵۴' اور ۲۱۵۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں باندی کی سزا اور اس کی اصلاح کا ذکر ہے۔

۱۸ - بَابٌ اِذَا اَتَاهُ خَادِمُهٗ بِطَعَامِهٖ — جب کسی شخص کے پاس اس کا خادم طعام لے کر آئے

اس حدیث کے عنوان میں خادم کا ذکر ہے اور اس کو غلام یا باندی کے ساتھ مقید نہیں کیا' اس کا معنی یہ ہے کہ جب کسی شخص کے پاس اس کا خادم طعام لے کر آئے تو وہ اس کو اپنے پاس بٹھائے خواہ وہ خادم آزاد ہو یا غلام ہو' مرد ہو یا عورت ہو۔

۲۵۵۷ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ زِیَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰی اَحَدَکُمْ خَادِمُهٗ بِطَعَامِهٖ، فَاِنْ لَّمْ یُجْلِسْهُ مَعَهٗ، فَلْیُنَاوِلْهُ لُقْمَةً اَوْ لُقْمَتَیْنِ، اَوْ اُکْلَةً اَوْ اُکْلَتَیْنِ، فَاِنَّهٗ وَلِیَ عِلَاجَهٗ. [طرف الحدیث: ۵۴٦۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن زیاد نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے پاس اس کا خادم طعام لے کر آئے' پس اگر اس نے اس کو اپنے ساتھ نہیں بٹھایا تو اس کو ایک لقمہ یا دو لقمے یا ایک نوالہ یا دو نوالے کھلائے کیونکہ اس خادم نے اس طعام کو

پکانے کی مشقت برداشت کی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۶۳' الرقم المسلسل: ۴۲۰۸' سنن ابوداؤد: ۳۸۴۶' سنن بیہقی ج ۸ ص ۸' مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۷۲۶۔ ج ۱۳ ص ۱۵۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

کھانے پینے اور پہننے میں غلام اور آقا کے درمیان مساوات کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی التوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی تفسیر کرتی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ کھانے پینے اور لباس میں غلام اور آقا کے درمیان مساوات ہونی چاہیے' یہ ارشاد ترغیب' تحریک اور بہ طور استحباب ہے اور اس کو مالک اور آقا پر واجب نہیں قرار دیا' کیونکہ صحیح بخاری کی اس حدیث میں مالک پر یہ واجب نہیں قرار دیا کہ وہ غلام کو وہی کھلائے جو وہ خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو وہ خود پہنتا ہے' تاہم اس حدیث میں مکارم اخلاق کی ہدایت دی ہے کہ جب غلام یا نوکر یا خادم نے کھانا پکانے کی مشقت برداشت کی ہے تو اس کو بھی اس سے کھلائے خواہ دو نوالے ہی کھلائے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اس کو ساتھ بٹھا کر کھلائے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۹ - بَابُ الْعَبْدُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهِ — غلام اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے

یہ باب ''کتاب الاستقراض'' کے آخر میں اسی عنوان کے ساتھ گزر چکا ہے۔

وَنَسَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَالَ إِلَى السَّيِّدِ. اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی مالک اور آقا کی طرف نسبت کی ہے۔

امام بخاری نے اپنے اس قول سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے:

سالم اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جس نے اپنے غلام کو فروخت کیا اور اس غلام کے پاس مال تھا تو وہ مال فروخت کرنے والا ہوگا' سوا اس کے کہ خریدار اس کی شرط لگالے۔ (الحدیث).

(صحیح مسلم: ۱۵۴۳' سنن ابوداؤد: ۳۴۳۳' سنن نسائی: ۴۶۵۰' سنن ابن ماجہ: ۲۲۱۱)

یہ امام مالک' امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے اور غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا کیونکہ غلامی ملکیت کے منافی ہے' اور غلام کو فروخت کرتے وقت اور غلام کو آزاد کرتے وقت غلام کا مالک اس کے آقا کی ملکیت میں ہوتا ہے' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے' سعید بن المسیب' سفیان ثوری' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مؤقف ہے اور ایک جماعت کا مؤقف یہ ہے کہ فروخت کرتے وقت اور آزاد کرتے وقت غلام کے پاس جو مال ہوتا ہے' وہ اس غلام ہی کی ملکیت ہوتا ہے' حضرت عمر' حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا یہی مؤقف ہے اور النخعی اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۶۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵۵۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّكُمْ رَاعٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا

وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، فَالْاِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالرَّجُلُ فِيْ اَهْلِهٖ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، وَالْمَرْاَةُ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ. قَالَ فَسَمِعْتُ هٰؤُلَاءِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَحْسِبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالرَّجُلُ فِيْ مَالِ اَبِيْهِ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ.

ہے کہ تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا، پس امام محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا اور مرد اپنے گھر والوں کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا، اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی محافظ ہے، اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے، اور نوکر اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے، اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے یہ احادیث نبی ﷺ سے سنی ہیں اور آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ مرد اپنے باپ کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا، سو تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہو گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۹۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۰ - بَابُ اِذَا ضَرَبَ الْعَبْدَ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ

جب (مالک) غلام کو مارے تو اس کے چہرے سے اجتناب کرے

یعنی جب مالک ادب سکھانے کے لیے غلام کو مارے تو اس کے چہرے کی تکریم کے لیے اس کے چہرے پر مارنے سے اجتناب کرے۔

۲۵۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ ح. قَالَ وَاَخْبَرَنِي ابْنُ فُلَانٍ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ح. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَاتَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ.

(صحیح مسلم: ۲۶۱۲، الرقم المسلسل: ۶۵۴۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی، (ح) انہوں نے کہا: اور مجھے خبر دی ابن فلاں نے از سعید المقبری از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، (ح) اور ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ، آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی سے لڑے تو وہ چہرے (پر مارنے) سے اجتناب کرے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جب کافر کے چہرے پر بھی مارنا ممنوع ہے تو مسلمان کے چہرے پر مارنا بہ طریق اولیٰ ممنوع ہوگا۔

باب مذکور کے ثبوت میں دیگر احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے پر تھپڑ نہ مارے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۱۲ 'الرقم المسلسل: ۶۵۴۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے سے اجتناب کرے کیونکہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۱۲ 'الرقم المسلسل: ۶۵۵۰ 'مسند حمیدی: ۱۱۲۰ 'مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۴)

چہرے پر مارنے سے ممانعت کی توجیہ

قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ متوفی ۵۴۴ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

چہرے پر مارنے کی ممانعت سے چہرے کو عیب دار ہونے سے محفوظ رکھنا مقصود ہے' کیونکہ چہرے پر ضرب کے نشان بہت جلد ظاہر ہو جاتے ہیں اور اس سے چہرہ عیب دار ہو جاتا ہے' نیز چہرے میں اعضاء نفیسہ ہیں اور ادراک کے ذرائع ہیں' اس لیے چہرہ کو بگاڑنا اور قبیح بنانا بہت مذموم اور معیوب ہے کیونکہ انسان کی صورت کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور اس صورت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بنو آدم کو مکرم کیا ہے اور اس کو تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے۔

بعض احادیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو صورتِ رحمٰن پر پیدا کیا ہے' غالباً یہ حدیث روایت بالمعنی ہے۔

ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صورتیں ہیں جو مخلوق کی صورتوں کی مثل نہیں ہیں' اور یہ قول فاسد ہے' کیونکہ صورت کسی مرکب چیز کی ہوتی ہے اور ہر مرکب حادث ہوتا ہے' اور اللہ تعالیٰ حادث ہے نہ مرکب ہے' لہٰذا اس کی کوئی صورت نہیں ہے' پس اس حدیث کی تاویل کی ضرورت ہے' اس کی ایک تاویل یہ ہے کہ ''صورته'' کی ضمیر آدم کی طرف راجع ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو آدم کی صورت پر پیدا کیا یعنی آدم کو اس صورت پر پیدا کیا جو آدم کی صورت ہونی چاہیے تھی۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ اس حدیث میں صورت کا معنی صفت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صفت علم پر پیدا کیا۔ اس کی تیسری تاویل یہ ہے کہ اضافت تشریف کے لیے ہے یعنی آدم کی صورت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت شرف والی اور معظم ہے جیسا کہ الشمس: ۱۳ میں ہے: ''نَاقَةَ اللّٰهِ'' (اللہ کی اونٹنی) یعنی وہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت اور شرف والی تھی۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۹۰-۸۷ ملخصاً 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث پر ''کتاب العتق'' ختم ہوگئی اور اس کے بعد ''کتاب المکاتب'' شروع ہو رہی ہے' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ صحیح بخاری کی باقی کتب اور ابواب کو بھی پایۂ تکمیل تک پہنچا دے۔ (آمین)

۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۵۰ - كِتَابُ الْمُكَاتَبِ

مکاتب کا بیان

اس کتاب میں مکاتب کے احکام بیان کیے گئے ہیں' مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس سے اس کا مالک یہ کہے کہ تم مجھے اتنے روپے اتنی قسطوں میں لا کر دو تو میں تمہیں آزاد کردوں گا اور جب غلام یہ رقم ادا کردے گا تو اس کو آزاد کردیا جائے گا۔

زمانۂ جاہلیت میں بھی غلاموں کو آزاد کیا جاتا تھا' اس میں اختلاف ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے کس کو مکاتب کیا گیا' ایک قول ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے مکاتب کیا گیا' ان کے مالکوں نے ان سے کہا تھا کہ تم ایک سو کھجور کے پودے لگاؤ پھر تم آزاد ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: جب تم یہ پودے لگا لو تو مجھے خبر دینا' جب انہوں نے وہ پودے لگا لیے تو انہوں نے آپ کو خبر دی تو آپ نے برکت کی دعا کی' پھر ان میں سے کوئی پودا بھی نہیں سوکھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے ابوالمؤمل کو مکاتب کیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (بدل مکاتبت ادا کرنے میں) ان کی مدد کرو' ان کی اتنی مدد کی گئی کہ انہوں نے بدل مکاتبت ادا کردیا اور پھر بھی ان کے پاس چند روپے بچ گئے' پھر ان روپوں کے متعلق انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ان روپوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دو' اور عورتوں میں جس کو اسلام میں سب سے پہلے مکاتب کیا گیا' وہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا ہیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد جس کو سب سے پہلے مکاتب کیا گیا' وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام ابواُمیہ تھے' پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے غلام سیرین تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱ - بَابُ اِثْمِ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْكَهٗ
اس شخص کا گناہ جس نے اپنے مکاتب غلام پر زنا کی جھوٹی تہمت لگائی

یہ باب اس بیان میں ہے کہ جس نے اپنے مکاتب غلام پر زنا کی جھوٹی تہمت لگائی' امام بخاری نے اس باب میں کوئی حدیث روایت نہیں کی' اور اس باب کو کتاب المکاتب میں بیان کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے' امام بخاری نے کتاب الحدود میں ایک باب داخل کیا ہے: غلام پر زنا کی تہمت لگانا' اور اس باب میں ایک حدیث بھی وارد کی ہے' جس کی تفصیل ان شاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی۔

۲ - بَابُ الْمُكَاتَبِ' وَنُجُوْمِهٖ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ نَجْمٌ
مکاتب اور اس کی قسطیں اور ہر سال میں ایک قسط کا لزوم

اس باب میں مکاتب اور اس کی قسط کا بیان ہے امام شافعی نے کہا ہے کہ آزاد کرنے کی کم از کم مدت دو مہینوں میں دو قسطیں ہیں؛ علامہ رافعی نے کہا ہے کہ عرب اپنے معاملات کا مدار ستاروں کے طلوع پر رکھتے تھے کیونکہ وہ حساب نہیں جانتے تھے' ان میں سے کوئی شخص کہتا تھا: جب ثریا ستارہ طلوع ہوگا تو میں تیرا قرض ادا کردوں گا' اس وجہ سے اوقات کا نام نجوم پڑ گیا اور نجم کا اطلاق قسط پر ہونے لگا۔

وَقَوْلِهٖ ﴿وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتَاكُمْ﴾ (النور:٣٣).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتب ہونا چاہیں ان کو مکاتب کردو' اگر تمہارے علم میں ان کی خیر ہو اور تم ان کو اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تم کو دیا ہے۔ (النور:٣٣)

النور: ٣٣ میں خیر سے مراد مال ہے یا نیکی اور پرہیز گاری؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں فرمایا ہے: اگر تمہارے علم میں ان کی خیر ہو' اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں خیر سے کیا مراد ہے؟ سفیان ثوری نے کہا: اس سے مراد ہے: کمانے اور کسی پیشہ کے مطابق کام کرنے کی قوت' تا کہ وہ کما کر بدل مکاتبت کی قسطیں ادا کر سکیں۔ حضرت ابن عمر نے کہا: جس کو کوئی پیشہ نہیں آتا اس کو مکاتب کرنا مکروہ ہے' حسن بصری نے کہا: خیر سے مراد ہے: صدق' امانت اور وفاء' بعض علماء نے کہا: اس سے مراد نیکی اور نماز کو قائم کرنا ہے' مجاہد نے کہا: اس سے مراد مال ہے' عطاء' ابن رزین اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

ابن حزم نے لکھا ہے کہ ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس آیت میں خیر سے مراد مال ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر خیر سے مراد مال ہوتا تو اس سے پہلے ''فیھم'' کا لفظ نہ ہوتا بلکہ ''لھم'' یا ''عندھم'' یا ''معھم'' کا لفظ ہوتا یعنی یوں ہوتا کہ اگر تم کو علم ہو کہ ان کے لیے مال ہے یا ان کے پاس مال ہے یا ان کے ساتھ مال ہے' اور جب اس سے پہلے ''فیھم'' کا لفظ ہے تو اب معنی ہوا: اگر تمہیں معلوم ہو کہ ان میں مال ہے اور اس طرح لغت عربی میں بالکل نہیں کہا جاتا' اس سے معلوم ہوا کہ خیر سے مراد مال نہیں ہے بلکہ اس سے مراد دین ہے۔

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا میں مکاتب ہو جاؤں جب کہ میرے پاس مال نہیں ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں! اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک خیر سے مراد مال نہیں ہے۔

امام طحاوی نے لکھا ہے: جس نے یہ کہا کہ اس آیت میں خیر سے مراد مال ہے' وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے' کیونکہ غلام خود اپنی ذات میں اپنے آقا کا مال ہے تو اس کے پاس مال کیسے ہوگا! اور ہمارے نزدیک اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس غلام کے متعلق تمہیں دین اور صدق کا علم ہو اور جس کے متعلق تمہیں یہ علم ہو کہ وہ تم سے جو معاملہ طے کرے گا وہ اس کو پورا کرے اور اس کی جتنی قسطیں مقرر کی جائیں گی' وہ ان کو پورا کردے گا تو اس کو تم مکاتب کردو۔

مکاتبین کی مالی مدد کرنے کا حکم آیا ان کے مالکان کو ہے یا عام اغنیاء کو اور آیا یہ حکم وجوب کے لیے ہے یا استحباب کے لیے اور آیا مال کی مقدار معین ہے یا نہیں؟

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: اور تم ان کو اللہ کے اس مال میں سے دو' جو اس نے تم کو دیا ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ وہ کون مخاطبین ہیں جنہیں بدل مکاتبت ادا کرنے کا حکم دیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ اغنیاء ہیں جن پر زکوٰۃ واجب ہے' ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ مکاتبین کو زکوٰۃ دیں تا کہ وہ آزاد ہوں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ان کے مالکان ہیں' ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ مکاتبین کی مدد کریں اور وہ بدل مکاتبت میں کمی کر دیں۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ بدل مکاتبت کو دینا آیا واجب ہے یا نہیں؟ امام شافعی کے نزدیک یہ دینا واجب ہے' جب کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک یہ واجب نہیں ہے اور اس آیت میں جو حکم دیا گیا ہے وہ استحباب کے لیے ہے اور اس لیے کہ مکاتب کو آزاد کرانے میں اس کی مدد ہو جائے۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ مکاتب کو آزاد کرانے کے لیے کچھ رقم دینا مقرر ہے یا نہیں؟ امام شافعی کے نزدیک یہ مقدار غیر معین ہے' امام احمد کے نزدیک بدل مکاتبت کی چوتھائی رقم دینا واجب ہے' یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تہائی رقم دینا واجب ہے' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک کوئی مقدار معین نہیں ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک ان کو رقم دینا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے مالکان کو کوئی رقم دینے کا حکم نہیں دیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۶۹۔ ۱۶۷' دار الکتب العربیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مکاتب بنانے میں صحابہ کا تعامل

وَقَالَ رَوْحٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَوَاجِبٌ عَلَيَّ إِذَا عَلِمْتُ لَهُ مَالًا أَنْ أُكَاتِبَهُ؟ قَالَ مَا أُرَاهُ إِلَّا وَاجِبًا.

اور روح نے کہا از ابن جریج: میں نے عطاء سے پوچھا: اگر مجھے معلوم ہو کہ میرے غلام کے پاس مال ہے اور وہ مکاتب بنا چاہتا ہے تو کیا مجھ پر واجب ہے کہ میں اس کو مکاتب بناؤں؟ عطاء نے کہا: میرا گمان تو یہی ہے۔

اس تعلیق کے موافق اثر کو شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(المحلی بالآثار ج ۸ ص ۲۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

وَقَالَهُ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ. قُلْتُ لِعَطَاءٍ تَأْثُرُهُ عَنْ أَحَدٍ؟ قَالَ لَا، ثُمَّ أَخْبَرَنِي أَنَّ مُوسَى بْنَ أَنَسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ سِيرِينَ سَأَلَ أَنَسًا الْمُكَاتَبَةَ، وَكَانَ كَثِيرَ الْمَالِ فَأَبَى، فَانْطَلَقَ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ كَاتِبْهُ، فَأَبَى، فَضَرَبَهُ بِالدِّرَّةِ وَيَتْلُو عُمَرُ ﴿فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا﴾ (النور:۳۳) فَكَاتَبَهُ.

اور عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا: کیا آپ اس حکم کو کسی سے روایت کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: نہیں! پھر انہوں نے مجھے خبر دی کہ موسیٰ بن انس نے ان کو خبر دی کہ (ابن سیرین کے والد) سیرین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ درخواست کی کہ وہ ان کو مکاتب بنا دیں اور سیرین کے پاس بہت مال تھا' تو حضرت انس نے انکار کیا' پھر سیرین نے جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو حضرت عمر نے حضرت انس کو حکم دیا کہ انہیں مکاتب بناؤ' حضرت انس نے پھر انکار کیا تو حضرت عمر نے ان کو ایک درہ مارا اور یہ آیت پڑھی: اور تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتب ہونا چاہیں ان کو مکاتب کر دو اگر تمہارے علم میں ان کی خیر ہو۔ (النور:۳۳)

پھر حضرت انس نے سیرین کو مکاتب کر دیا۔

اس تعلیق کو بھی شیخ ابن حزم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۸ ص ۲۲۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۵۶۰ - **وَقَالَ اللَّیْثُ** حَدَّثَنِیْ یُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِھَابٍ قَالَ عُرْوَۃُ قَالَتْ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّ بَرِیْرَۃَ دَخَلَتْ عَلَیْھَا تَسْتَعِیْنُھَا فِیْ کِتَابَتِھَا، وَعَلَیْھَا خَمْسُ اَوَاقٍ، نُجِّمَتْ عَلَیْھَا فِیْ خَمْسِ سِنِیْنَ، فَقَالَتْ لَھَا عَائِشَۃُ وَنَفِسَتْ فِیْھَا اَرَاَیْتِ اِنْ عَدَدْتُ لَھُمْ عَدَّۃً وَاحِدَۃً اَیَبِیْعُکِ اَھْلُکِ فَاُعْتِقَکِ فَیَکُوْنَ وَلَاؤُکِ لِیْ؟ فَذَھَبَتْ بَرِیْرَۃُ اِلٰی اَھْلِھَا فَعَرَضَتْ ذٰلِکَ عَلَیْھِمْ، فَقَالُوْا لَا، اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ لَنَا الْوَلَاءُ، قَالَتْ عَائِشَۃُ فَدَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لَہٗ، فَقَالَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِشْتَرِیْھَا فَاَعْتِقِیْھَا، فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ. ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ یَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَیْسَتْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ، مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَیْسَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ فَھُوَ بَاطِلٌ، شَرْطُ اللّٰہِ اَحَقُّ وَاَوْثَقُ.

اورلیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' عروہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس آئیں وہ ان سے اپنی مکاتبت میں مدد طلب کرتی تھیں اور ان پر (آزاد ہونے کے لیے) پانچ سال میں پانچ اواق (دو سو درہم) مقرر کیے گئے تھے' حضرت عائشہ نے ان کو مکاتب کرنے میں رغبت کی اور فرمایا: اگر میں ان کو یک مشت یہ رقم دے دوں' پھر میں تم کو آزاد کر دوں اور تمہاری وَلاء میرے لیے ہو؟ تو حضرت بریرہ اپنے مالکوں کے پاس گئیں اور ان کے سامنے حضرت عائشہ کی پیش کش بیان کی' پس انہوں نے کہا: نہیں! وَلاء ہمارے لیے ہوگی' حضرت عائشہ نے کہا: پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی اور آپ سے یہ واقعہ بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو خرید کر پھر آزاد کر دو' وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے پس آپ نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے! جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں' جس نے بھی ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں ہے' پس وہ باطل شرط ہے' اللہ کی شرط (پوری کی جانے کی) زیادہ مستحق اور زیادہ مضبوط ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں باندی کو مکاتب کرنے اور اس کی قسطوں کی ادائیگی کی مدت کا بیان ہے۔

حقوق کی بیع اور دیگر مسائل

اس حدیث کے بہت زیادہ فوائد ہیں' جن کو علماء نے بیان کیا ہے حتیٰ کہ محمد بن جریر نے اس کے فوائد میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۱۶۱ پر حدیث: ۳۶۷۲ کی شرح میں ہم نے اس حدیث سے مستنبط ہونے والے ایک سو باسٹھ مسائل لکھے ہیں' اس حدیث کا اہم فائدہ یہ ہے کہ جس بیع میں شرط لگائی جائے وہ جائز نہیں ہے اور بیع اس چیز کی ہوتی ہے جو خارج میں موجود ہو' یہودی لوگ حضرت بریرہ کی وَلاء کو خریدنا چاہتے تھے یعنی وہ اس حق کو خریدنا چاہتے تھے کہ حضرت بریرہ آزاد ہو کر مال دار ہو جائیں اور وفات کے وقت ان کا کوئی وارث نہ ہو تو ان کا ترکہ ان کے سابقہ مالکان کو مل جائے حالانکہ یہ حق آزاد کرنے والے کا ہے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حقوق شرعیہ کی بیع جائز نہیں ہے' لہٰذا وَلاء' میراث' شفعہ اور تفویض طلاق وغیرہ کی بیع جائز نہیں ہے' درآمد' برآمد کا لائسنس' پنشن لینے کا حق' کسی مکان یا دکان کو کرائے پر دینے کا حق' ان حقوق کی آج کل خرید و فروخت ہوتی ہے لیکن ان کی

خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔

۳ - بَابُ مَا يَجُوزُ مِنْ شُرُوطِ الْمُكَاتَبِ، وَمَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی

مکاتب بنانے میں کون سی شرطیں جائز ہیں اور جس نے ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں ہے

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ بیع میں شرط کی متعدد اقسام ہیں: (۱) ایسی شرط جو مطلقاً عقد کرنے کا تقاضا ہے جیسے جس چیز کا عقد ہوا ہے اس کو ادا کرنے کی شرط (۲) جس شرط میں مصلحت ہو جیسے رہن رکھنے کی شرط یہ دونوں شرطیں بالاتفاق جائز ہیں (۳) غلام کو فروخت کرتے وقت اس کو آزاد کرنے کی شرط جمہور کے نزدیک یہ شرط جائز ہے جیسے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے (۴) جو شرط عقد کے تقاضے پر زائد ہو اور اس میں خریدار کی کوئی مصلحت نہ ہو جیسے کوئی شخص گھوڑا فروخت کرے اور یہ شرط لگائے کہ تم اس پر سواری نہ کرنا یہ شرط جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۷۲)

فِيهِ ابْنُ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

امام بخاری نے اس قول سے حدیث: ۲۵۶۵ کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس باب کے آخر میں آئے گی۔

۲۵٦١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ بَرِيرَةَ جَاءَتْ تَسْتَعِينُهَا فِي كِتَابَتِهَا، وَلَمْ تَكُنْ قَضَتْ مِنْ كِتَابَتِهَا شَيْئًا، قَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ اِرْجِعِي اِلَى اَهْلِكِ، فَاِنْ اَحَبُّوا اَنْ اَقْضِيَ عَنْكِ كِتَابَتَكِ، وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ! فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ بَرِيرَةُ لِاَهْلِهَا فَاَبَوْا، وَقَالُوا اِنْ شَاءَتْ اَنْ تَحْتَسِبَ عَلَيْكِ فَلْتَفْعَلْ، وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لَنَا، فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْتَاعِي، فَاَعْتِقِي، فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ. قَالَ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَالُ اُنَاسٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهُ، وَاِنْ شَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ، شَرْطُ اللّٰهِ اَحَقُّ وَاَوْثَقُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے بدل مکاتبت میں ان سے مدد طلب کرنے کے لیے ان کے پاس آئیں اور انہوں نے اپنے بدل مکاتبت میں سے کچھ بھی ادا نہیں کیا تھا، حضرت عائشہ نے ان سے فرمایا: تم اپنے مالکوں کے پاس جاؤ اگر وہ پسند کریں تو میں اس طرح کرتی ہوں کہ میں تمہارا بدل مکاتبت (یک مشت) ادا کر دیتی ہوں اور تمہاری وَلاء میرے لیے ہوگی، حضرت بریرہ نے اپنے مالکوں سے اس پیش کش کا ذکر کیا تو انہوں نے اس کا انکار کیا اور کہا: اگر وہ یہ نیکی کر کے تم پر یہ مہربانی کرنا چاہتی ہیں تو کریں مگر تمہاری وَلاء ہمارے لیے ہوگی، حضرت عائشہ نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بریرہ کو خرید کر آزاد کر دو، وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے! جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں، جس شخص نے ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہ ہو تو وہ شرط اس کے لیے نہیں ہوگی خواہ وہ ایسی سو شرطیں لگائے، اللہ کی شرط

(پوری کیے جانے کی) زیادہ مستحق ہے اور زیادہ مضبوط ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے۔

٢٥٦٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَرَادَتْ عَائِشَةُ اُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً لِتُعْتِقَهَا، فَقَالَ اَهْلُهَا عَلٰى اَنَّ وَلَاءَ هَا لَنَا، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعُكِ ذٰلِكَ، فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے آزاد کرنے کے لیے ایک باندی خریدنے کا ارادہ کیا تو اس باندی کے مالکوں نے یہ شرط رکھی کہ ولاء ان کے لیے ہو گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت عائشہ سے) فرمایا: تمہیں ان کی شرط خریدنے سے باز نہ رکھے' ولاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۵۶ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابُ اِسْتِعَانَةِ الْمُكَاتَبِ وَسُؤَالِهِ النَّاسَ

مکاتب کا (بدل مکاتبت میں) مدد طلب کرنا اور لوگوں سے سوال کرنا

٢٥٦٣ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ بَرِيْرَةُ فَقَالَتْ اِنِّيْ كَاتَبْتُ اَهْلِيْ عَلٰى تِسْعِ اَوَاقٍ، فِيْ كُلِّ عَامٍ اُوْقِيَةٌ، فَاَعِيْنِيْنِيْ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ اِنْ اَحَبَّ اَهْلُكِ اَنْ اَعُدَّهَا لَهُمْ عَدَّةً وَّاحِدَةً وَاُعْتِقَكِ فَعَلْتُ، وَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لِيْ، فَذَهَبَتْ اِلٰى اَهْلِهَا فَاَبَوْا ذٰلِكَ عَلَيْهَا، فَقَالَتْ اِنِّيْ قَدْ عَرَضْتُ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ، فَاَبَوْا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الْوَلَاءُ لَهُمْ، فَسَمِعَ بِذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَاَلَنِيْ فَاَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ خُذِيْهَا فَاَعْتِقِيْهَا، وَاشْتَرِطِيْ لَهُمُ الْوَلَاءَ، فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ. قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ، فَمَا بَالُ رِجَالٍ مِّنْكُمْ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ؟ فَاَيُّمَا شَرْطٍ لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَاِنْ كَانَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت بریرہ آئیں' پس انہوں نے کہا کہ مجھے میرے مالکوں نے نو اواق (تین سو ساٹھ درہم' آج کل ۲۰۰۸ء میں ایک درہم تقریباً سو روپے کا ہے) کے عوض مکاتبہ کر دیا ہے' ہر سال میں ایک اوقیہ (چالیس درہم) دینا ہو گا' پس آپ میری مدد کیجئے' تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اگر تمہارے مالکان پسند کریں تو میں یہ کرتی ہوں کہ میں ان کو یک مشت یہ اقساط ادا کر دوں اور تم کو آزاد کر دوں اور ولاء میرے لیے ہو گی' پھر حضرت بریرہ اپنے مالکوں کی طرف گئیں تو انہوں نے اس پیش کش کا انکار کیا' پھر حضرت بریرہ نے (حضرت عائشہ سے) کہا: میں نے ان کے سامنے آپ کی پیش کش رکھی تھی تو انہوں نے اس کے سوا انکار کر دیا کہ ولاء ان کے لیے ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سن لیا تو آپ نے مجھ سے اس کے متعلق سوال کیا تو میں نے آپ کو خبر دی تو آپ نے فرمایا: تم بریرہ کو لے لو

مِائَةَ شَرْطٍ، فَقَضَاءُ اللّٰهِ اَحَقُّ وَ شَرْطُ اللّٰهِ اَوْثَقُ، مَا بَالُ رِجَالٍ مِّنْكُمْ يَقُوْلُ اَحَدُهُمْ اَعْتِقْ يَا فُلَانُ وَلِيَ الْوَلَاءُ، اِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ.

اور اس کو آزاد کر دو اور ان کے سامنے وَلاء کی شرط رکھو وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے اور آپ نے اللہ کی حمد اور ثناء کی پھر آپ نے فرمایا: حمد وثناء کے بعد تم میں سے ان مردوں کا کیا حال ہے! جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں پس ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہ ہو سو وہ باطل ہے خواہ وہ سو شرطیں ہوں پس اللہ کا حکم اطاعت کا زیادہ حق دار ہے اور اللہ کی شرط پوری کیے جانے کی زیادہ مستحق ہے اور تم میں سے ان مردوں کا کیا حال ہے! جو کہتے ہیں: اے فلاں! آزاد کر دو اور وَلاء میرے لیے ہوگی وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے۔

۵ - بَابُ بَيْعِ الْمُكَاتَبِ اِذَا رَضِيَ جب مکاتب راضی ہو تو اس کو فروخت کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مکاتب کو فروخت کرنا جائز ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ جب مکاتب فروخت کیے جانے پر راضی ہو خواہ وہ بدل مکاتبت ادا کرنے سے عاجز نہ ہو یہ امام احمد اوزاعی لیث ابوثور امام مالک اور ایک قول کے مطابق امام شافعی کا قول ہے ابن جریر اور ابن منذر کا یہی مختار ہے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ مکاتب کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

ابراہیم نخعی عطاء لیث امام احمد اور ابوثور نے یہ کہا ہے کہ مکاتب کو مکاتبت پر برقرار رکھتے ہوئے فروخت کرنا جائز ہے اگر اس نے اقساط ادا کر دیں تو اس کو آزاد کر دیا جائے اور اگر وہ اقساط ادا کرنے سے عاجز ہو گیا تو بہ دستور غلام رہے گا امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ مکاتب جب تک مکاتب ہو اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ هُوَ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب تک مکاتب پر کچھ بھی باقی ہو وہ غلام ہے۔

اس تعلیق کو امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے:

عمران بن بشیر از سالم سیلان روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کیا وجہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ مجھ سے (آزاد مردوں کی طرح) حیاء نہیں فرماتیں! حضرت عائشہ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میں مکاتب ہو چکا ہوں! حضرت عائشہ نے فرمایا: جب تک تم پر کچھ بھی باقی ہے تم (بہ دستور) غلام ہو۔

(شرح معانی الآثار: ۴۶۱۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی حضرت عائشہ نے پوچھا: تمہاری کتابت کی کتنی اقساط باقی ہیں؟ میں نے کہا: دس اواق آپ نے فرمایا: آ جاؤ! جب تک تم پر کچھ بھی باقی ہے تم غلام ہو۔ (شرح معانی الآثار: ۴۶۱۶ قدیمی کتب خانہ کراچی)

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ دِرْهَمٌ.

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تک اس کے اوپر ایک درہم بھی باقی ہے (وہ غلام ہے)۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ نے روایت کیا ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مکاتب کے متعلق کہا: جب تک اس کے اوپر ایک درہم بھی باقی ہے وہ غلام ہے۔ (مسند الامام الشافعی ص ۲۰۶' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۰۰ھ)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ جب تک مکاتب پر اس کی مکاتبت سے کچھ بھی باقی ہو وہ غلام ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۴۶۲۳' قدیمی کتب خانہ کراچی)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ هُوَ عَبْدٌ إِنْ عَاشَ وَإِنْ مَاتَ وَإِنْ جَنٰى' مَا بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ (مکاتب) غلام ہی ہے جب تک وہ زندہ ہے اور اگر وہ مر گیا اور اس کے اوپر اس کی جنایت باقی ہو۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تک مکاتب پر مکاتبت کا کچھ بھی باقی ہے وہ غلام ہے۔
(شرح معانی الآثار: ۴۶۲۲' قدیمی کتب خانہ کراچی)

مکاتب نے اگر کوئی جرم کیا اور مرنے سے پہلے اس نے مکاتبت کی قسط ادا نہیں کی تو اس کو غلام ہی قرار دیا جائے گا اور اس کے جرم کا تاوان اس کے مالک کو بھرنا ہوگا۔

٢٥٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ' عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ' عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ بَرِيرَةَ جَاءَتْ تَسْتَعِينُ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' فَقَالَتْ لَهَا إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَصُبَّ لَهُمْ ثَمَنَكِ صَبَّةً وَّاحِدَةً فَأُعْتِقَكِ فَعَلْتُ' فَذَكَرَتْ بَرِيرَةُ ذٰلِكَ لِأَهْلِهَا' فَقَالُوا لَا' إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَلَاءُ لَنَا. قَالَ مَالِكٌ قَالَ يَحْيٰى فَزَعَمَتْ عَمْرَةُ أَنَّ عَائِشَةَ ذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اشْتَرِيهَا وَأَعْتِقِيهَا' فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبدالرحمان' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا' حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس (مکاتبت کی قسطوں میں) مدد طلب کرنے کے لیے آئیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا: اگر تمہارے مالکان پسند کریں تو میں تمہاری قیمت ان کو یک مشت ادا کر دوں پھر تمہیں آزاد کر دوں' پھر حضرت بریرہ نے اس کا ذکر اپنے مالکوں سے کیا تو انہوں نے کہا: نہیں! یہ صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ ولاء ہمارے لیے ہو۔ امام مالک نے کہا کہ یحییٰ نے بیان کیا: پس عمرہ کا یہ زعم تھا کہ حضرت عائشہ نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تم اس کو خرید لو اور اس کو آزاد کر دو' کیونکہ ولاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۵۶۰ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابٌ إِذَا قَالَ الْمُكَاتَبُ اشْتَرِنِي وَأَعْتِقْنِي، فَاشْتَرَاهُ لِذٰلِكَ

جب مکاتب نے کسی شخص سے کہا: مجھے خرید لو اور مجھے آزاد کر دو تو اس شخص نے اس وجہ سے خرید لیا

امام بخاری نے عنوان میں اس مسئلہ کا جواب ذکر نہیں کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ جب کسی شخص نے کسی غلام کو آزاد کرنے کے لیے خریدا تو اس کا خریدنا جائز ہے۔

٢٥٦٥ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، أَيْمَنُ، قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، فَقُلْتُ كُنْتُ غُلَامًا لِعُتْبَةَ بْنِ أَبِي لَهَبٍ، وَمَاتَ وَوَرِثَنِي بَنُوهُ، وَإِنَّهُمْ بَاعُونِي مِنِ ابْنِ أَبِي عَمْرٍو، فَأَعْتَقَنِي ابْنُ أَبِي عَمْرٍو، وَاشْتَرَطَ بَنُو عُتْبَةَ الْوَلَاءَ، فَقَالَتْ دَخَلَتْ بَرِيرَةُ وَهِيَ مُكَاتَبَةٌ، فَقَالَتِ اشْتَرِينِي وَأَعْتِقِينِي، قَالَتْ نَعَمْ. قَالَتْ لَا يَبِيعُونِي حَتّٰى يَشْتَرِطُوا وَلَائِي، فَقَالَتْ لَا حَاجَةَ لِي بِذٰلِكَ، فَسَمِعَ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ بَلَغَهُ، فَذَكَرَ لِعَائِشَةَ، فَذَكَرَتْ عَائِشَةُ مَا قَالَتْ لَهَا، فَقَالَ اشْتَرِيهَا وَأَعْتِقِيهَا، وَدَعِيهِمْ يَشْتَرِطُونَ مَا شَاؤُوا. فَاشْتَرَتْهَا عَائِشَةُ فَأَعْتَقَتْهَا، وَاشْتَرَطَ أَهْلُهَا الْوَلَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، وَإِنِ اشْتَرَطُوا مِائَةَ شَرْطٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے باپ ایمن نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے عرض کیا کہ میں عتبہ بن ابولہب کا غلام تھا' وہ مر گیا اور میں اس کے بیٹوں کی وراثت میں آ گیا اور انہوں نے مجھے ابن ابی عمرو کے ہاتھ فروخت کر دیا' پھر مجھے ابن ابی عمرو نے آزاد کر دیا اور عتبہ کے بیٹوں نے ولاء کی شرط لگا دی' پس حضرت عائشہ نے فرمایا: حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آئیں اور وہ اس وقت مکاتبہ تھیں' پس انہوں نے کہا: آپ مجھے خرید لیں اور آزاد کر دیں' حضرت عائشہ نے فرمایا: چلو! ٹھیک ہے' حضرت بریرہ نے کہا: وہ مجھے اس وقت تک فروخت نہیں کریں گے حتیٰ کہ میری ولاء کی شرط لگائیں' حضرت عائشہ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سن لیا یا آپ تک یہ بات پہنچ گئی تو آپ نے حضرت عائشہ سے ذکر کیا تو حضرت عائشہ نے بتایا جو حضرت بریرہ نے ان سے کہا تھا' پس آپ نے (حضرت عائشہ سے) فرمایا: تم اس کو خرید لو اور اس کو آزاد کر دو' اور ان کو چھوڑ و' وہ جو چاہیں شرط لگائیں' پس حضرت عائشہ نے حضرت بریرہ کو خرید کر آزاد کر دیا اور حضرت بریرہ کے مالکوں نے ولاء کی شرط لگائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولاء اس کی ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' خواہ وہ سو شرطیں لگائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۵۶۰ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کا خلاصہ

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ابوایمن نے بیان کیا ہے کہ میں عتبہ کے بیٹوں کا غلام تھا' انہوں نے مجھے ابن ابی عمرو کے ہاتھ فروخت کر دیا' انہوں نے مجھے آزاد کر دیا اور اب عتبہ کے بیٹوں نے میری ولاء کی شرط لگائی' اس پر حضرت عائشہ نے حضرت بریرہ کا

واقعہ سنا کر یہ بتایا کہ وَلاء صرف آزاد کرنے والے کی ہوتی ہے' لہٰذا تمہاری وَلاء پر عتبہ کے بیٹوں کا حق نہیں ہے بلکہ اس پر ابن ابی عمرو کا حق ہے۔

اس حدیث میں عتبہ کے بیٹوں کا ذکر ہے اور وہ عباس' ابوخراش' ہشام اور یزید ہیں۔

نیز اس حدیث میں ابن ابی عمرو کا ذکر ہے اور وہ عبداللہ بن ابی عمرو بن عبداللہ مخزومی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے کہ عتبہ بن ابی لہب صحابی تھے' فتح مکہ کے دن وہ اور اس کا بھائی معتب دونوں اسلام لے آئے تھے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور ان کا ایک بھائی عتیبہ تھا' وہ کفر کی حالت میں مر گیا تھا۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۱۵۱' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

''کتاب المکاتب'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! آج ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ/ ۲۸ مئی ۲۰۰۸ء بہ روز بدھ ''کتاب المکاتب'' مکمل ہوگئی۔

الٰہ العلمین! اے مالک ارض وسماء! جس طرح آپ نے اس کتاب کو مکمل کرادیا ہے' صحیح البخاری کی باقی کتب کو بھی مکمل کرادیں اور میری' میرے والدین کی اور قارئین کی مغفرت فرمادیں۔ (آمین)

''کتاب العتق'' اور اس سے متصل'' کتاب المکاتب'' میں چھیاسٹھ (۶۶) احادیث ہیں' ان میں تیرہ (۱۳) تعلیقات ہیں اور بقیہ احادیث موصولہ ہیں اور ان میں انچاس (۴۹) احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث سترہ (۱۷) ہیں۔

۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

۵۱ - كِتَابُ الْهِبَةِ وَفَضْلِهَا وَالتَّحْرِيْضِ عَلَيْهَا

ہبہ کرنے کی فضیلت اور اس پر ترغیب کا بیان

ہبہ کا لغوی معنی ہے: کسی دوسرے شخص کو ایسی چیز عطاء کرنا جس سے اس کو نفع حاصل ہو خواہ وہ مال ہو یا غیر مال ہو۔ کہا جاتا ہے کہ میں نے اس مال کو ہبہ کیا اور کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کو اللہ نے نیک بیٹا ہبہ کیا۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّاO (مریم:۱۹) (جبریل نے) کہا: (اے مریم!) میں صرف تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تم کو پاکیزہ لڑکا ہبہ کروںO

ہبہ کا شرعی معنی یہ ہے: کسی دوسرے شخص کو بغیر کسی معاوضہ کے کسی مال کا مالک بنانا۔

ہبہ کی اقسام

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

ہبہ کی تعریف ہے: بغیر معاوضہ کے مالک بنانا' اور اس کے تحت کئی انواع ہیں: مثلاً مقروض کو اپنے قرض سے بری کر دینا اور صدقہ کرنا اور آخرت کے ثواب کو ہبہ کرنا اور ہدیہ وہ ہے جو کسی شخص کو تکریم کی جہت سے دیا جاتا ہے۔

(شرح الکرمانی ج ۱۱ ص ۱۰۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

ہبہ کی اقسام کے ذکر میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ علامہ کرمانی کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

جس نے ہبہ کو زندگی کے ساتھ خاص کیا ہے' اس کی اس قید سے وصیت ہبہ سے خارج ہو گئی' حالانکہ وصیت میں بھی یہ تین قسمیں ہوتی ہیں (قرض سے بری کرنا' صدقہ کرنا اور ہدیہ دینا) اور کبھی ہبہ کو معاوضہ کے بدل کے ساتھ خاص کیا جاتا ہے اور ہبہ کی مشہور تعریف ہے: کسی کو بغیر معاوضہ کے مالک بنانا' اور امام بخاری کی مراد ہبہ کا عام معنی ہے' کیونکہ انہوں نے ہدیہ کی حدیثوں کو بھی اس باب میں شامل کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۵۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہبہ کی اقسام مذکورہ ہبہ کے لغوی معنی کے اعتبار سے ہیں' نہ کہ ہبہ کے شرعی معنی کے اعتبار سے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۷۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر کی عبارت سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ ہبہ کی یہ اقسام اس کے شرعی معنی کے اعتبار سے ہیں' اسی لیے علامہ عینی نے اس پر گرفت کی ہے۔

ہدیہ دینے اور ہدیہ قبول کرنے کے متعلق احادیث' خواہ وہ ہدیہ مسلمان کا ہو یا کافر کا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے کو ہدیے دو' کیونکہ ہدیہ سینہ کے کینہ کو دور کرتا ہے' اور کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے ہدیہ کو حقیر نہ جانے خواہ وہ بکری کا کھر بھیجے۔ (سنن ترمذی: ۲۱۳۰' مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے کو ہدیے دو اور ایک دوسرے سے محبت کرو۔
(الادب المفرد للبخاری: ۶۰۷' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۶۹)

عطاء الخراسانی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے مصافحہ کرو' اس سے کینہ ختم ہوتا ہے اور ایک دوسرے کو ہدیے دو اور ایک دوسرے سے محبت کرو' اس سے بخل ختم ہوتا ہے۔ (موطأ امام مالک: ۱۷۳۱' دار المعرفہ' بیروت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے کو ہدیہ دو اور ایک دوسرے سے محبت کرو اور ہجرت کرو اور اپنی اولاد کو وارث بناؤ اور معزز لوگوں کی لغزشوں کو معاف کر دو۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۰۵۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے بکری کے ایک پایہ کا ہدیہ دیا جائے تو میں اس کو قبول کرلوں گا اور اگر مجھے بکری کے ایک پایہ کی دعوت دی جائے تو میں اس میں جاؤں گا۔ (سنن ترمذی: ۱۳۳۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسریٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ دیا تو آپ نے اس کو قبول فرما لیا اور دوسرے بادشاہوں نے آپ کو ہدیے دیئے تو آپ نے قبول فرما لیے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۵۔۹۶' مسند البزار: ۷۷۸' سنن نسائی: ۳۸۵۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُکیدر صاحب رومہ کی طرف ایک لشکر بھیجا' اس نے آپ کی طرف ایک ریشمی جبہ بھیجا جس میں سونے کی بُنائی کی ہوئی تھی۔ (سنن نسائی: ۵۳۱۲' سنن ترمذی: ۱۷۲۳)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جنگ حنین کے دن' میں اور ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے ہم آپ سے الگ نہیں ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفید خچر پر سوار تھے' جو آپ کو فروہ بن نعاثہ الجذامی نے ہدیہ کیا تھا۔ الحدیث
(صحیح مسلم: ۱۷۷۵' الرقم المسلسل: ۴۵۰۴)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبطیوں کے امیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو باندیاں اور ایک خچر ہبہ کیا تھا' آپ اس خچر پر مدینہ میں سواری کرتے تھے' آپ نے ان میں سے ایک باندی (حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا) اپنے لیے رکھ لیں' ان سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور دوسری باندی آپ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی۔
(تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۱۰۵۰' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

۱ - بَابُ الْهِبَةِ وَفَضْلِهَا

ہبہ کی فضیلت اور اس کی ترغیب

۲۵۶۶ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ، لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا، وَلَوْ فِرْسِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عاصم بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از المقبری از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن دوسری پڑوسن کے ہدیہ کو ہرگز

شَاةٍ. [طرف الحدیث: ۶۰۱۷] حقیر نہ سمجھے خواہ وہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔

(صحیح مسلم: ۱۰۳۰' الرقم المسلسل: ۲۲۶۸' سنن ترمذی: ۲۱۳۰' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۷۷' شرح السنۃ: ۱۶۴۱' مسند احمد ج ۲ ص ۶۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۵۹۱۔ ج ۱۳ ص ۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' طبع قدیم)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ہدیہ دینے کی ترغیب ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عاصم بن علی بن عاصم صہیب ابوالحسن' یہ ۲۲۱ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) محمد بن ابی ذئب' یہ محمد بن عبدالرحمن بن الحارث بن ابی ذئب ہیں اور ان کا نام ہشام ہے (۳) سعید المقبری (۴) ان کے والد کیسان (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۷۸)

تھوڑے سے ہدیہ کی بھی قدر کرنی چاہیے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے کہ اگر ایک پڑوسن دوسری پڑوسن کو بکری کا کھر بھی بھیجے تو وہ اس کو حقیر نہ جانے۔

اس حدیث سے بکری کے کھر کی خصوصیت مراد نہیں ہے' بلکہ تھوڑی سی چیز کے ہدیہ بھیجنے اور اس کے قبول کرنے میں مبالغہ مراد ہے کیونکہ عام طور پر بکری کے کھر کا ہدیہ نہیں بھیجا جاتا' بہرحال کوئی چیز بھیجنا نہ بھیجنے سے بہتر ہے۔

۲۵۶۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأُوَيْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ حَازِمٍ' عَنْ أَبِيْهِ' عَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لِعُرْوَةَ ابْنَ أُخْتِيْ' إِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ إِلَى الْهِلَالِ' ثُمَّ الْهِلَالِ' ثُمَّ الْهِلَالِ' ثَلَاثَةَ أَهِلَّةٍ فِيْ شَهْرَيْنِ' وَمَا أُوْقِدَتْ فِيْ أَبْيَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ. فَقُلْتُ يَا خَالَةُ' مَا كَانَ يُعِيْشُكُمْ؟ قَالَتْ الْأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ' إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيْرَانٌ مِنَ الْأَنْصَارِ' كَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ' يَمْنَحُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَلْبَانِهِمْ فَيَسْقِيْنَا. [اطراف الحدیث: ۶۴۵۸۔ ۶۴۵۹]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبد اللہ الاویسی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از یزید بن رومان از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ' انہوں نے اپنے بھانجے عروہ سے کہا: بے شک ہم ایک چاند کی پہلی تاریخ سے دوسرے چاند کی پہلی تک' پھر اسی طرح دو مہینوں میں تین پہلی تاریخ کے چاند دیکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی' عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا: اے خالہ! پھر آپ لوگ کس چیز پر زندہ رہتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: دو کالی چیزوں پر' کھجور اور پانی پر' البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ انصاری پڑوسی تھے' ان کے پاس بکریاں تھیں' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا دودھ بھیجتے تھے تو آپ ہمیں دودھ پلاتے تھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں دودھ کا ہدیہ بھیجنے کا ذکر ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ بن عمرو بن اویس (۲) عبدالعزیز بن ابی حازم (۳) ان کے والد سلمہ بن دینار (۴) یزید بن رومان (۵) عروہ بن الزبیر (۶) حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۸۰)

کھجور اور پانی پر دو کالی چیزوں کے اطلاق کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: عروہ نے پوچھا: اے خالہ! پھر آپ لوگ کس چیز پر زندہ رہتے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: دو کالی چیزوں پر' کھجور اور پانی پر۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ پانی تو کالا نہیں ہوتا' پھر حضرت عائشہ نے کھجور اور پانی دونوں کے لیے کالے کا لفظ کیوں استعمال کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ باب تغلیب سے ہے' کھجور تو کالی ہوتی ہے اس کی وجہ سے کھجور کے رنگ کو پانی کے رنگ پر غلبہ دے کر اسے بھی کالا فرما دیا' اور حضرت عائشہ نے کھجور کو کالی اس لیے فرمایا کہ مدینہ کی اکثر کھجوریں کالی ہوتی ہیں' اس لیے ان کے رنگ کو دوسری کھجوروں کے رنگ پر غلبہ دے دیا۔

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ کی دو کالی چیزوں سے مراد رات کی سیاہی اور حرہ کی سیاہی تھی اور حرہ سے مراد وہ سبزیاں ہیں' جو کچی کھائی جاتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۸۱)

میں کہتا ہوں کہ یہ تفسیر صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ نے دو کالی چیزوں کی تفسیر کھجور اور پانی سے کی ہے۔

فقیر صابر اور غنی شاکر کے مقابلہ میں فقیر شاکر کی فضیلت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فقر کا معنی

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں دو' دو مہینوں تک آگ نہیں جلتی تھی اور آپ کے گھر والے دو' دو ماہ تک صرف کھجور اور پانی پر گزارہ کرتے تھے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا کی عیش وعشرت سے کس قدر بے رغبتی تھی' اور آپ دنیا کی کم چیزوں پر قناعت کرتے تھے' اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے تھے کیونکہ جب آپ کو دنیا اور آخرت کی چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا اور آپ نے آخرت کو اختیار کر لیا تو اس پر آپ کی مدح اور ستائش کی گئی اور آپ نے اس کو پسند کیا کہ آپ نبی اور بندے ہوں' نہ کہ نبی اور بادشاہ اور یہی آپ کی سنت اور آپ کا طریقہ ہے۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ دنیا کی کم چیزوں کو لینے میں اور بہ قدر ضرورت نعمتوں کے حصول میں فضیلت ہے' اور اس حدیث میں ان لوگوں کی دلیل ہے' جو کہتے ہیں کہ فقر کو غنٰی پر فضیلت ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۷۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا فقیر صابر افضل ہے یا غنی شاکر افضل ہے؟ بعض عارفین نے کہا ہے کہ فقیر صابر افضل ہے نہ غنی شاکر افضل ہے بلکہ افضل فقیر شاکر ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکثر ایام فقر وفاقہ میں گزرتے تھے اور آپ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے اور آپ سید الشاکرین تھے۔

واضح رہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے فقر کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے مراد مادی فقر نہیں ہوتا جیسے آج کل تنگ دست لوگ ہوتے ہیں بلکہ اس سے مراد فقر الی اللہ ہے' یعنی آپ مال و دولت کے محتاج نہیں تھے' صرف اللہ تعالیٰ کے محتاج تھے' متاع دنیا آپ کے پاس ہو یا نہ ہو' آپ کی شکر گزاری' عبادت و ریاضت اور تبلیغ دین کی مصروفیات اور اس کی مشقتوں میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

۲ - بَابُ الْقَلِیْلِ مِنَ الْهِبَةِ — کم چیز کو ہبہ کرنا

اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کم مقدار میں کوئی چیز ہدیہ میں بھیجے تو وہ اس کو حقیر نہ جانے اور نہ

اس کو کم ہونے کی بناء پر مسترد کرے۔

۲۵۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِیْ عَدِیٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَیْمَانَ، عَنْ أَبِیْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ دُعِیْتُ إِلٰی ذِرَاعٍ، أَوْ کُرَاعٍ، لَأَجَبْتُ، وَلَوْ أُهْدِیَ إِلَیَّ ذِرَاعٌ أَوْ کُرَاعٌ لَقَبِلْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان از ابی حازم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: اگر مجھے (بکری کے) بازو یا پائے کی بھی دعوت دی جائے تو میں قبول کرلوں گا اور اگر مجھے (بکری کا) بازو یا پایا بھی ہدیہ کیا جائے تو میں اس کو قبول کرلوں گا۔

[طرف الحدیث: ۵۱۷۸] (امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

ہدیہ پیش کرنے کی ترغیب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو ہدیہ پیش کرنے، صلہ رحم کرنے، تالیف قلب اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت کے ساتھ پیش آنے پر برانگیختہ کیا ہے اور آپ نے یہ بتایا ہے کہ آپ کو جو ہدیہ پیش کیا جائے یا جس چیز کی دعوت دی جائے، آپ اس کو قبول فرماتے ہیں تاکہ کوئی شخص ہدیہ کے کم ہونے کی بناء پر اس کو مسترد نہ کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۷۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

۳ - بَابُ مَنِ اسْتَوْهَبَ مِنْ أَصْحَابِهِ شَیْئًا جس شخص نے اپنے اصحاب سے کسی ہدیہ کو طلب کیا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنے احباب سے کسی ہدیہ کو طلب کیا تو وہ جائز ہے، خواہ وہ ہدیہ کوئی خارجی چیز ہو یا کسی چیز کی منفعت ہو، تاہم یہ جواز اس صورت میں ہے کہ جب ہدیہ طلب کرنے والے کو یہ گمان یا اندازہ ہو کہ اس ہدیہ کو طلب کرنے سے اس شخص کے دل میں کوئی تنگی، ملال یا بوجھ نہیں ہوگا اور جس سے وہ ہدیہ مانگ رہا ہے، وہ اس کا بے تکلف دوست ہو یا اس کا عقیدت مند اور شاگرد یا مرید ہو اور اس کے لیے اپنے استاذ یا شیخ کو ہدیہ پیش کرنا باعث فخر ہوگا۔

وَقَالَ أَبُوْ سَعِیْدٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِضْرِبُوْا لِیْ مَعَکُمْ سَهْمًا.

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے ساتھ میرا بھی حصہ رکھو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول، صحیح البخاری: ۵۷۴۹، ۵۷۳۶، ۵۰۰۷ اور ۲۲۷۶ میں ہے۔

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سفر کرتے ہوئے ایک بستی میں پہنچے، اس بستی کے لوگوں سے انہوں نے کھانا طلب کیا تو انہوں نے کھانا نہیں دیا، اتفاق سے اس بستی کے سردار کو بچھو نے کاٹا ہوا تھا اور کسی علاج سے اس کو فائدہ نہیں ہوا، سردار کے کہنے سے اس بستی کے لوگوں نے صحابہ سے پوچھا: کیا تم دَم کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! لیکن تم نے ہمیں کھانا نہیں دیا تھا، اس لیے ہم دَم نہیں کریں گے۔ پھر (تیس بکریوں کے معاوضہ پر) ان کی صلح ہوگئی، صحابہ نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دَم کیا تو وہ سردار بالکل تندرست ہوگیا اور بستی والوں نے وہ بکریاں دے دیں، پھر صحابہ کا باہم اختلاف ہوا کہ ان بکریوں کا لینا آیا جائز بھی تھا یا نہیں؟ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: تم نے درست کیا، تم ان بکریوں کو تقسیم کرلو اور اپنے ساتھ میرا بھی حصہ رکھو۔ (صحیح البخاری: ۲۲۷۶، صحیح مسلم: ۲۲۰۱ ملخصاً، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

''لُدِغَ'' کے معنی کی تحقیق' مصنف نے اس کا معنی کیا ہے: بچھو کا ڈسا ہوا' اور شیخ تقی عثمانی نے اس کا معنی کیا ہے: سانپ کا ڈسا ہوا

شیخ تقی عثمانی نے اس حدیث کے ترجمہ میں ''لُدِغَ'' کے معنی میں لکھا ہے:

ان کے ہاں کسی آدمی کو سانپ نے ڈس لیا۔ (انعام الباری ج ۶ ص ۴۶۲)

شیخ تقی عثمانی نے جہاں اس حدیث کا خلاصہ لکھا ہے' وہاں بھی یہی لکھا ہے:

حضرت ابوسعید خدری نے سانپ کے کاٹے کا دَم کیا تھا۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۸۵۶)

جب کہ لغت اور شروحِ حدیث میں ''لُدِغَ'' کا معنی بچھو کا کاٹا ہوا لکھا ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

''لُدِغَ: یقال لَدَغَتْهُ الْعَقْرَبُ اَیْ ضَرَبَتْهُ بِذَنْبِهَا'' لدغ کے معنی میں کہا جاتا ہے: اس کو بچھو نے کاٹا یعنی اس پر اپنی دُم ماری۔ (ھدی الساری مع فتح الباری ج ۱ ص ۲۳۸' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

دس علماء دیوبند نے مل کر مشہور لغت کی کتاب المنجد کا ترجمہ کیا ہے' اس میں ''لدغ'' کا معنی لکھا ہے:

''لدغه العقرب فلانًا'' کسی پر بچھو چھوڑنا کہ وہ اس کو کاٹ لے۔ (المنجد اُردو' ص ۹۱۸' دارالاشاعت' کراچی' ۱۹۹۴ء)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''لُدِغَ'' کا معنی ہے: ڈسنا' خواہ سانپ کا ڈسا ہو یا بچھو کا' اور اس کا اکثر استعمال بچھو میں ہوتا ہے' اور اعمش کی روایت میں بچھو کا معنی متعین ہے' خصوصاً (راوی) اعمش نے بچھو کی تصریح کی ہے جیسا کہ عنقریب فضائل القرآن میں آئے گا۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۶۷۱' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''لدغ'' کا معنی ہے: سانپ یا بچھو کا ڈسنا' اور امام ترمذی نے بیان کیا ہے کہ وہ بچھو کا کاٹا ہوا تھا' اور اعمش نے تصریح کی ہے کہ وہ بچھو کا کاٹا ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۴۱' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے امام ترمذی کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں: ہمیں ہناد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از جعفر بن ایاس از ابی نضرہ از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا' ہم ایک قوم کے پاس ٹھہرے' ہم نے ان سے ضیافت طلب کی تو انہوں نے ہماری ضیافت نہیں کی' پھر ان کے سردار کو ڈس لیا گیا' سو وہ لوگ ہمارے پاس آئے' پس انہوں نے پوچھا: کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو بچھو کے کاٹے ہوئے پر دَم کرتا ہے؟

(سنن ترمذی: ۲۰۶۳' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث سے صراحت کے ساتھ متعین ہوگیا کہ یہاں ''لدغ'' کا معنی ہے: بچھو کا کاٹا ہوا' اور یہ اعمش کی روایت ہے اور علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے جو یہ کہا تھا کہ اعمش کی روایت میں تصریح ہے کہ اس سے مراد بچھو کا کاٹا ہوا ہے' وہ بھی یہی روایت ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ' علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۱۰۷۸ھ اور غیر مقلد عالم عبدالرحمٰن

مبارک پوری متوفی ۱۳۵۳ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (التوشیح ج ۳ ص ۶۴ ' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۰ھ 'ارشاد الساری ج ۵ ص ۱۷' دارالفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ 'مجمع بحارالانوار ج ۳ ص ۳۹۱-۳۹۰' دارالایمان مدینہ منورہ' ۱۴۱۵ھ 'تحفۃ الاحوذی ج ۶ ص ۲۱۹' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

۲۵٦۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَ اِلَی امْرَاَةٍ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ، وَكَانَ لَهَا غُلَامٌ نَجَّارٌ، قَالَ لَهَا مُرِیْ عَبْدَكِ فَلْیَعْمَلْ لَنَا اَعْوَادَ الْمِنْبَرِ. فَاَمَرَتْ عَبْدَهَا، فَذَهَبَ فَقَطَعَ مِنَ الطَّرْفَاءِ، فَصَنَعَ لَهُ مِنْبَرًا، فَلَمَّا قَضَاهُ اَرْسَلَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ قَدْ قَضَاهُ قَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْسِلِیْ بِهِ اِلَیَّ. فَجَاءُوْا بِهِ، فَاحْتَمَلَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهُ حَیْثُ تَرَوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین میں سے ایک عورت کا غلام بڑھئی (درکھان) تھا' آپ نے اس عورت کی طرف پیغام بھیجا کہ اپنے غلام سے کہو کہ میرے لیے لکڑیوں کا منبر بنا دے' اس نے اپنے غلام کو حکم دیا' اس نے جھاؤ کے درخت سے لکڑیاں کاٹیں اور آپ کے لیے منبر بنا دیا' جب اس نے منبر بنا دیا تو اس عورت نے آپ کو پیغام بھیجا کہ اس نے منبر بنا دیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو میرے پاس لاؤ' صحابہ اس منبر کو لے کر آئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اٹھوا کر وہاں رکھوا دیا' جہاں پر اس کو تم اب دیکھ رہے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے اس خاتون سے منبر کو طلب کیا تھا اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ اپنے اصحاب سے کوئی چیز طلب کرنا جائز ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے مہاجرین میں سے ایک عورت کی طرف پیغام بھیجا۔ علامہ ابن التین نے لکھا ہے کہ اکثر روایات میں مذکور ہے کہ وہ عورت انصار میں سے تھی' ہوسکتا ہے کہ اس عورت نے ہجرت کی ہو لیکن وہ عورت اصل میں انصاریہ تھی۔

علامہ ابن بطال نے بھی لکھا ہے کہ وہ عورت انصاریہ تھی۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۷۳)

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۸۳' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵۷۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ السَّلَمِیِّ، عَنْ اَبِیْهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كُنْتُ یَوْمًا جَالِسًا مَعَ رِجَالٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَنْزِلٍ فِیْ طَرِیْقِ مَكَّةَ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَازِلٌ اَمَامَنَا، وَالْقَوْمُ مُحْرِمُوْنَ وَاَنَا غَیْرُ مُحْرِمٍ، فَاَبْصَرُوْا حِمَارًا وَحْشِیًّا، وَاَنَا مَشْغُوْلٌ اَخْصِفُ نَعْلِیْ، فَلَمْ یُؤْذِنُوْنِیْ بِهِ، وَاَحَبُّوْا لَوْ اَنِّیْ اَبْصَرْتُهُ، وَالْتَفَتُّ فَاَبْصَرْتُهُ، فَقُمْتُ اِلَی الْفَرَسِ فَاَسْرَجْتُهُ، ثُمَّ رَكِبْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از ابی حازم از عبداللہ بن ابی قتادہ السلمی از والد خود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ کے راستے میں ایک جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چند مردوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے آگے ٹھہرے ہوئے تھے اور لوگ احرام باندھے ہوئے تھے اور میں غیر محرم تھا' پس لوگوں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا اور میں اس وقت اپنی جوتی کی مرمت کرنے میں مشغول تھا تو انہوں نے مجھے خبر نہیں دی اور ان کو یہ پسند تھا کہ کاش! میں اس کو دیکھ لیتا' پس (اچانک) میں نے توجہ کی تو اس کو دیکھ لیا' میں نے اٹھ کر

وَنَسِيْتُ السَّوْطَ وَالرُّمْحَ، فَقُلْتُ لَهُمْ نَاوِلُوْنِي السَّوْطَ وَالرُّمْحَ، فَقَالُوْا لَا وَاللّٰهِ لَا نُعِينُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ، فَغَضِبْتُ فَنَزَلْتُ فَاَخَذْتُهُمَا، ثُمَّ رَكِبْتُ فَشَدَدْتُ عَلَى الْحِمَارِ فَعَقَرْتُهُ، ثُمَّ جِئْتُ بِهِ وَقَدْ مَاتَ، فَوَقَعُوْا فِيْهِ يَاْكُلُوْنَهُ، ثُمَّ اِنَّهُمْ شَكُّوْا فِي اَكْلِهِمْ اِيَّاهُ وَهُمْ حُرُمٌ، فَرُحْنَا وَخَبَاْتُ الْعَضُدَ مَعِيَ، فَاَدْرَكْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ، فَنَاوَلْتُهُ الْعَضُدَ فَاَكَلَهَا حَتّٰى نَفَدَهَا وَهُوَ مُحْرِمٌ. فَحَدَّثَنِي بِهِ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ اَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

گھوڑے پر زین بچھائی' پھر میں اس پر سوار ہوا' اور میں چابک اور نیزے کو بھول گیا' میں نے ان سے کہا: مجھے چابک اور نیزہ اٹھا دو' پس انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہم تمہاری اس شکار پر بالکل مدد نہیں کریں گے' سو میں غضب ناک ہوا' پس میں اترا اور میں نے چابک اور نیزہ لے لیا' پھر میں گھوڑے پر سوار ہوا اور میں نے اس کو اس جنگلی گدھے پر دوڑایا' پس اس کو زخمی کر دیا' پھر اس کو لے کر آیا اور اس وقت وہ مر چکا تھا' پھر وہ اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کو (پکا کر) کھانے لگے' پھر اس کو کھانے کے دوران انہوں نے یہ شکایت کی کہ وہ تو مُحرِم ہیں' پس ہم روانہ ہوئے اور میں نے اس شکار کا ایک بازو اپنے ساتھ چھپا کر رکھ لیا' پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پا لیا تو ہم نے آپ سے اس (شکار) کو کھانے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے پوچھا: تمہارے پاس اس شکار میں سے کچھ (باقی) ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! اور میں نے وہ بازو آپ کو پیش کیا' آپ نے اس کو کھایا حتیٰ کہ اس کو ختم کر دیا اور اس وقت آپ محرم تھے۔ محمد بن جعفر نے کہا: مجھے یہ حدیث زید بن اسلم نے بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۲۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس اس شکار میں سے کچھ باقی ہے؟ اور اس کا ایک بازو لے کر اس کو کھایا۔ اس سے پہلی حدیث میں یہ مذکور تھا کہ آپ نے حضرت ابوسعید سے فرمایا: ان بکریوں میں میرا حصہ بھی رکھو' اور ان حدیثوں میں یہ دلیل ہے کہ اپنے اصحاب سے کوئی چیز طلب کرنا جائز ہے اور آپ کی سنت ہے تاکہ وہ آپ کے ساتھ زیادہ مانوس ہوں اور ان کو اور دیگر مسلمانوں کو یہ مسئلہ معلوم ہو کہ اپنے احباب اور اصحاب سے ہدیہ طلب کرنا جائز ہے اور وہ اس معاملہ میں تردد کا شکار نہ ہوں' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مُحرِم کا کیا ہوا شکار مُحرِم کھا سکتے ہیں' تاہم اگر غیر محرم نے کسی خاص محرم کے لیے شکار کیا ہو تو پھر وہ محرم نہیں کھا سکتا۔

٤ - بَابُ مَنِ اسْتَسْقٰى

جس نے پانی یا دودھ طلب کیا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے پانی یا دودھ طلب کیا تو وہ جائز ہے' بہ شرطیکہ جس سے طلب کیا ہو' وہ بغیر کسی تنگی کے خوشی سے دے رہا ہو۔

وَقَالَ سَهْلٌ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْقِنِيْ.

اور حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے سہل! مجھے پانی پلاؤ۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول حسب ذیل ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرب کی ایک عورت کا ذکر کیا گیا' پس آپ نے حضرت ابواُسید ساعدی کو حکم دیا کہ وہ اس عورت کو لے کر آئیں تو وہ اس عورت کو آپ کے پاس لے کر آئے' پھر وہ بنوساعدہ کے قلعہ میں ٹھہریں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اس عورت کے پاس گئے' آپ نے دیکھا کہ وہ عورت سر جھکائے بیٹھی ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے گفتگو کی تو انہوں نے کہا: میں تم سے اللہ کی پناہ طلب کرتی ہوں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو خود سے پناہ دے دی' بعد میں لوگوں نے ان سے کہا: کیا تم کو معلوم ہے یہ کون تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! لوگوں نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور تم کو نکاح کا پیغام دینے آئے تھے' اس پر انہوں نے کہا: پھر تو میں بہت بدنصیب ہوں (کہ آپ کا پیغام مسترد کر دیا)' پھر اس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنوساعدہ کے چبوترے پر تشریف لا کر وہاں اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھ گئے' پھر فرمایا: اے سہل! مجھے پانی پلاؤ' پس میں نے ان کے لیے یہ پیالہ نکالا اور ان سب کو اس میں پانی پلایا' پھر حضرت سہل ہمارے لیے بھی وہی پیالہ لائے اور ہم نے بھی اس میں پانی پیا' ابوحازم نے بیان کیا ہے کہ پھر اس کے بعد عمر بن عبدالعزیز نے ان سے وہ پیالہ مانگ لیا تھا' پس انہوں نے ان کو وہ پیالہ ہبہ کر دیا۔

(صحیح البخاری: ۵۶۳۷' صحیح مسلم: ۲۰۰۷' الرقم المسلسل: ۵۱۳۰' سنن بیہقی ج ۱ ص ۳۱۔ ج ۵ ص ۱۴۷' شرح السنۃ ج ۳ ص ۷۰' مشکوٰۃ: ۲۶۶۳)

اس حدیث میں یہ جملہ ہے: اے سہل! مجھے پانی پلاؤ۔ اور یہ باب کے عنوان کے مطابق ہے۔

۲۵۷۱ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو طُوَالَةَ' إِسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ' قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ أَتَانَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَارِنَا هٰذِهِ' فَاسْتَسْقٰى' فَحَلَبْنَا لَهُ شَاةً لَنَا ثُمَّ شُبْتُهُ مِنْ مَّاءِ بِئْرِنَا هٰذِهِ' فَأَعْطَيْتُهُ' وَأَبُو بَكْرٍ عَنْ يَسَارِهِ' وَعُمَرُ تُجَاهَهُ' وَأَعْرَابِيٌّ عَنْ يَمِينِهِ' فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ عُمَرُ هٰذَا أَبُو بَكْرٍ' فَأَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ فَضْلَهُ' ثُمَّ قَالَ الْأَيْمَنُونَ الْأَيْمَنُونَ' أَلَا فَيَمِّنُوا. قَالَ أَنَسٌ فَهِيَ سُنَّةٌ' فَهِيَ سُنَّةٌ' ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوطوالہ نے حدیث بیان کی جن کا نام عبداللہ بن عبدالرحمان ہے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے اس گھر میں آئے' پس آپ نے پانی طلب کیا' ہم نے آپ کے لیے اپنی بکری کا دودھ دوہا' پھر میں نے اس میں اپنے اس کنویں کا پانی ملایا' پھر میں نے آپ کو وہ پانی پیش کیا' اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ آپ کی بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور ایک اعرابی (دیہاتی) آپ کی دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے' جب آپ دودھ پی کر فارغ ہوئے تو حضرت عمر نے کہا: حضرت ابوبکر یہ بیٹھے ہیں' آپ نے اپنا پس خوردہ اس اعرابی کو دے دیا' اور فرمایا: دائیں طرف والے (مقدم ہیں)' سنو! دائیں طرف والوں سے ابتداء کرو' حضرت انس نے تین دفعہ کہا: یہی سنت ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں پانی طلب کرنے کا ذکر ہے' جب کہ جن سے طلب کیا جائے ان پر بار اور شاق نہ ہو' اور اس میں دودھ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اس میں پانی ملانے کا ثبوت ہے' آپ نے ایسا نہیں کیا کہ اس اعرابی سے اجازت لے کر اپنا پس خوردہ حضرت ابوبکر کو دے دیتے' اس میں

اس اعرابی کی تالیف قلب تھی اور دائیں جانب سے ابتداء کرنے کی ترجیح تھی کہ آپ نے حضرت ابوبکر سے محبت اور ان کی فضیلت کے باوجود اس شخص کو اپنا پس خوردہ عطا کر دیا' جو آپ کی دائیں جانب تھا اور اس میں امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ جب وہ کسی جماعت میں کسی چیز کو تقسیم کریں تو ہر حال میں دائیں جانب سے ابتداء کریں۔

۵ - بَابُ قَبُوْلِ هَدِيَّةِ الصَّيْدِ — شکار کا ہدیہ قبول کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شکار کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔

وَقَبِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَبِيْ قَتَادَةَ عَضُدَ الصَّيْدِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے شکار کا ہدیہ قبول فرمایا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' ابھی صحیح البخاری: ۲۵۷۰ میں گزر چکی ہے۔

۲۵۷۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَنْفَجْنَا اَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ، فَسَعَى الْقَوْمُ فَلَغِبُوْا، فَاَدْرَكْتُهَا فَاَخَذْتُهَا، فَاَتَيْتُ بِهَا اَبَا طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا، وَبَعَثَ بِهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَرِكِهَا اَوْ فَخِذَيْهَا، قَالَ فَخِذَيْهَا لَا شَكَّ فِيْهِ، فَقَبِلَهُ. قُلْتُ وَاَكَلَ مِنْهُ؟ قَالَ وَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ قَبِلَهُ. [اطراف الحدیث: ۵۴۸۹-۵۵۳۵] (صحیح مسلم: ۱۹۵۳' الرقم المسلسل: ۴۹۴۱' سنن ابوداؤد: ۳۷۹۱' سنن ترمذی: ۱۷۸۹' سنن نسائی: ۴۳۱۰' سنن ابن ماجہ: ۳۲۴۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن زید بن انس بن مالک از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے مرالظہران نام کی جگہ میں ایک خرگوش کا پیچھا کیا' لوگ اس کے پیچھے دوڑے پس تھک گئے' میں نے اس کو پا کر پکڑ لیا' پھر میں اس کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر آیا' انہوں نے اس کو ذبح کیا اور اس کے کولھوں کا یا اس کی رانوں کا گوشت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ شعبہ نے کہا: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ رانوں کا گوشت بھیجا تھا' آپ نے اس کو قبول فرمالیا' میں نے پوچھا: آپ نے اس میں سے کچھ کھایا بھی تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں! اس میں سے آپ نے کھایا تھا' پھر بعد میں کہا: آپ نے اس کو قبول فرمالیا تھا۔

مرالظہران کا محل وقوع' شکار پر غفلت کے اعتراض کا جواب اور خرگوش کھانے کی اباحت پر دلائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مرالظہران کا ذکر ہے' یہ مکہ سے ایک مرحلہ کے فاصلے پر ایک جگہ ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا: یہ مکہ سے مدینہ کی جانب پانچ میل کے فاصلہ پر ایک وادی ہے۔ کثیر عزہ نے کہا ہے کہ اس جگہ کا پانی کڑوا ہے' اس لیے اس کو مُر کہتے ہیں' کیونکہ مُر کا معنی ہے: کڑوا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شکار کی طلب میں بھاگنا مستحب ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنگل میں رہتا ہے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور جو شکار کا پیچھا کرتا ہے' وہ غافل ہو جاتا ہے اور جو شیطان کی پیروی کرتا ہے' وہ فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(سنن نسائی: ۴۳۱۵' سنن ابوداؤد: ۲۸۵۹' سنن ترمذی: ۲۲۵۶)

الجواب: اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو شخص شکار میں اس قدر ڈوب گیا کہ اس کی نمازیں قضاء ہو گئیں اور دین اور دنیا کے بہت سے

نیک کام اس سے فوت ہو گئے تو وہ شخص غافل ہے اور جو شخص شکار کرنے میں اتنا مستغرق نہیں ہوتا کہ اس سے نمازیں رہ جائیں تو وہ غافل نہیں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے احباب' اصحاب اور بزرگوں کی طرف تھوڑی مقدار میں ہدیہ پیش کرنا بھی جائز ہے کیونکہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں خرگوش کی رانیں بھیجی تھیں اور وہ مقدار میں بہت کم تھیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہدیہ میں بھیجی جائے' وہ اس کو قبول کر لینی چاہیے بہ شرطیکہ اس کا کوئی عذر نہ ہو' عذر یہ ہے کہ مثلاً وہ شوگر کا مریض ہے اور اسے ہدیہ میں مٹھائی یا زیادہ نشاستہ والی چیز بھیجی گئی ہے۔

اس حدیث میں خرگوش کے کھانے کا ثبوت ہے' اس کے کھانے کے جواز پر ائمہ اربعہ متفق ہیں تاہم حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ کے نزدیک خرگوش کا کھانا مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھنا ہوا خرگوش لے کر آیا اور آپ کے سامنے رکھ دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توقف کیا اور خود نہیں کھایا اور لوگوں سے فرمایا کہ وہ کھائیں تو اس اعرابی نے بھی توقف کیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: تم کیوں نہیں کھا رہے؟ اس نے کہا: میں ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا: اگر تم روزے رکھتے ہو تو ایام بیض میں روزے رکھا کرو' یعنی تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ کو۔ (سنن نسائی: ۴۳۱۶)

آیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خرگوش کا گوشت کھایا ہے یا نہیں؟ شیخ تقی عثمانی اور مصنف کی عبارات میں مناقشہ

شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

صحیح بات یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خرگوش کے گوشت کو قبول کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دسترخوان پر اس کا کھایا جانا تو ثابت ہے لیکن خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس کو کھانا ثابت نہیں۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۸۵۸' مکتبۃ الحراء' کراچی)

میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خرگوش کا گوشت کھایا ہے۔

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں:

موسیٰ بن طلحہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھنا ہوا خرگوش پیش کیا' آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم کھاؤ! اعرابی نے کہا: میں نے اس میں حیض کا خون دیکھا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کچھ نہیں' اور اعرابی سے فرمایا: اب تم کھاؤ! اس نے کہا: میں روزے سے ہوں' آپ نے پوچھا: کون سے روزے؟ اس نے کہا: ہر ماہ تین دن کے روزے' آپ نے فرمایا: تم نے ایام بیض (تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ) کو روزے کیوں نہیں رکھے!

(سنن نسائی: ۲۴۲۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

ہم اسی حدیث کے موافق کہتے ہیں کہ خرگوش کھایا جائے گا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خرگوش کا ہدیہ قبول فرمایا اور اس میں سے کھایا ہے اور اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم کو اس کے کھانے کا حکم دیا ہے۔

اس اعرابی نے جو یہ کہا تھا کہ میں نے اس خرگوش میں حیض کا خون دیکھا ہے' اس کی مراد یہ تھی کہ جاہل عرب یہ کہتے تھے کہ خرگوش کو عورتوں کی طرح خون آتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کوئی چیز نہیں ہے۔

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ہدیہ پیش کرنے والا اس ہدیہ میں سے کھائے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس

اعرابی کو اس ہدیہ میں سے کھانے کی دعوت دی اور آپ مکارم اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے مبعوث کیے گئے تھے۔
(المبسوط ج ۱۱ ص ۲۵۳ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:
خرگوش کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھنا ہوا خرگوش پیش کیا گیا تو آپ نے اس میں سے کھایا اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو اس میں سے کھانے کا حکم دیا۔ (ہدایہ اخیرین ص ۴۴۱ 'مکتبہ رحمانیہ' لاہور)
علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ شمس الدین آفندی نے اپنی شروح میں اس عبارت کو مقرر رکھا ہے۔
(البنایہ فی شرح الہدایہ ج ۱۴ ص ۳۲۴ 'ملتان' نتائج الافکار تکملہ فتح القدیر ج ۹ ص ۵۱۳ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)
اسی طرح علامہ جلال الدین خوارزمی نے بھی اپنی شرح میں اس عبارت کو قائم رکھا ہے۔
(فتح القدیر مع الکفایہ ج ۸ ص ۴۲۱ 'مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)
علامہ عبداللہ بن یوسف الزیلعی الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ نے بھی اپنی کتاب میں ہدایہ کی عبارت کو قائم رکھا ہے۔
(نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ ج ۴ ص ۴۸۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)
علامہ زیلعی حنفی فقہاء احناف کے مؤقف پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:
موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک آدمی بھنا ہوا خرگوش لے کر آیا' جب اس نے وہ خرگوش آپ کے سامنے رکھا تو کہا: یا رسول اللہ! میں نے اس کا خون دیکھا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا اور نہیں کھایا اور آپ کے پاس جو اصحاب تھے' ان سے فرمایا: تم کھاؤ! پس بے شک جب مجھے اس کی خواہش ہوگی تو میں اس کو کھاؤں گا۔
(سنن نسائی: ۴۳۲۸ 'دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ' نصب الرایہ ج ۴ ص ۴۸۹)

نیز علامہ زیلعی حنفی نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک خرگوش ہدیہ کیا گیا' اس وقت میں سوئی ہوئی تھی تو آپ نے میرے لیے اس کا پچھلا حصہ چھپا کر رکھ دیا' جب میں اُٹھی تو آپ نے مجھے وہ کھلایا۔
(سنن دارقطنی: ۴۷۰۳ 'دارالمعرفہ' بیروت' نصب الرایہ ج ۴ ص ۴۹۰)
اس حدیث کی سند میں یزید بن عیاض ضعیف راوی ہے' مگر جب کسی حدیث سے مجتہد استدلال کرتا ہے تو وہ سند قوی ہو جاتی ہے۔
خلاصہ یہ ہے کہ ان احادیث کی روشنی میں فقہاء احناف کا مختار یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خرگوش کا گوشت کھایا ہے اور شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس کو کھانا ثابت نہیں ہے۔

٦ - بَابُ قَبُوْلِ الْهَدِيَّةِ

ہدیہ کو قبول کرنا

٢٥٧٣ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُوْلِ اللَّهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت عبداللہ بن عباس از حضرت الصعب بن جثامہ رضی اللہ عنہم' وہ بیان کرتے ہیں کہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِيًّا وَهُوَ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَاٰى مَا فِيْ وَجْهِهٖ قَالَ اَمَا اِنَّا لَمْ نَرُدَّهٗ عَلَيْكَ اِلَّا اَنَّا حُرُمٌ.

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک جنگلی گدھا پیش کیا اس وقت آپ الابواء (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ) یا ودّان (یہ بھی مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے) میں تھے آپ نے یہ گدھا ان کو واپس کر دیا' جب آپ نے دیکھا کہ حضرت الصعب کے چہرے پر رنج کے آثار ہیں' تو آپ نے فرمایا: ہم نے یہ جنگلی گدھا صرف اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم مُحرِم ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۸۲۵ میں گزر چکی ہے' اس باب کا عنوان ہے: ہدیہ کو قبول کرنا' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت الصعب کے ہدیہ کو مسترد کر دیا' مگر اس کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ آپ نے ان کے ہدیہ کو مسترد کرنے کی وجہ بیان فرمائی کہ ہم مُحرِم ہیں' یعنی اگر ہم محرم نہ ہوتے تو تمہارے اس جنگلی گدھے کو قبول فرما لیتے۔ اس سے پہلے صحیح البخاری: ۲۵۷۰ میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے جنگلی گدھا شکار کیا اور اس کا گوشت آپ کو پیش کیا تو آپ نے اس کو قبول فرما لیا اور یہاں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت الصعب کا پیش کیا ہوا جنگلی گدھا مسترد فرما دیا' جب کہ آپ دونوں صورتوں میں محرم تھے' وجہ فرق یہ ہے کہ حضرت الصعب نے زندہ جنگلی گدھا پیش کیا تھا اور محرم شکار کا مالک نہیں ہو سکتا اور حضرت ابوقتادہ نے جنگلی گدھے کو ذبح کر کے اس کا گوشت پیش کیا تھا اور محرم' غیر محرم کے ذبیحہ کا مالک ہو سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۸۹)

حضرت صعب کے ہدیہ کو رد کرنے کی شیخ تقی عثمانی کی بیان کردہ غلط توجیہ

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ محرم کے لیے زندہ شکار کو قبول کرنا جائز نہیں ہے' اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اگر آپ مُحرِم نہ ہوتے تو اس ہدیہ کو قبول کر لیتے اور محرم کے لیے اس کو قبول کرنا جائز نہیں ہے' اس کے برخلاف شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے: آپ کے ارشاد کا معنی یہ ہے: اگر حالت احرام میں ہم شکار کا ہدیہ قبول کر لیں تو لوگ اس سے حالت احرام میں شکار کی حلت پر استدلال کر لیں گے' اس واسطے ہم نے انکار کر دیا ورنہ فی نفسہٖ آپ کے ہدیہ کو قبول کرنے میں کوئی انکار نہیں۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۸۵۹-۸۵۸) یہ توجیہ اس لیے غلط ہے کہ اس سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ محرم فی نفسہٖ شکار کا ہدیہ قبول کر سکتا ہے' حالانکہ محرم کے لیے شکار کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے۔

۷ - بَابُ قَبُوْلِ الْهَدِيَّةِ ہدیہ کو قبول کرنا

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لکھا ہے: اس سے پہلے باب کا عنوان بھی ہدیہ کو قبول کرنا تھا اور اس باب کا عنوان بھی ہدیہ کو قبول کرنا ہے اور یہ تکرار بلا فائدہ ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۵۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ یہ بلا فائدہ تکرار نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے باب میں خصوصیت کے ساتھ شکار کے ہدیہ کا ذکر تھا اور اس باب میں عام ہدیہ کا ذکر ہے خواہ وہ شکار ہو یا کوئی اور چیز ہو۔

۲۵۷۴ - حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ يَبْتَغُوْنَ بِهَا اَوْ يَبْتَغُوْنَ بِذٰلِكَ مَرْضَاةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ صحابہ اپنے ہدیے پیش کرنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کی باری کا انتظار کرتے تھے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی کا قصد کرتے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۲۵۸۰-۲۵۸۱-۳۷۷۵]

(صحیح مسلم: ۲۴۴۱، الرقم المسلسل: ۶۱۸۳، سنن نسائی: ۳۹۵۷)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: صحابہ اپنے ہدیے پیش کرنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کرتے تھے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ ہدیہ پیش کرنے کے لیے اس کی رضا کا قصد کیا جائے جس کو ہدیہ پیش کرنا ہو اور اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین کی فضیلت کی دلیل ہے۔

۲۵۷۵ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ اِيَاسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَهْدَتْ اُمُّ حُفَيْدٍ، خَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ، اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقِطًا وَسَمْنًا وَاَضُبًّا، فَاَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَقِطِ وَالسَّمْنِ، وَتَرَكَ الضَّبَّ تَقَذُّرًا. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاُكِلَ عَلٰى مَائِدَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَوْ كَانَ حَرَامًا مَا اُكِلَ عَلٰى مَائِدَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جعفر بن ایاس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس کی خالہ حضرت ام حفید رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پنیر، گھی اور گوہ (ایک جانور) کو پیش کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پنیر اور گھی کو کھالیا اور گوہ سے گھن کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا، حضرت ابن عباس نے کہا: سو گوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کھائی گئی ہے، اگر وہ حرام ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر نہ کھائی جاتی۔

[اطراف الحدیث: ۵۳۸۹-۵۴۰۲-۷۳۵۸]

(صحیح مسلم: ۱۹۴۷، الرقم المسلسل: ۴۹۳۲، سنن ابوداؤد: ۳۷۹۳، سنن نسائی: ۴۳۱۸)

گوہ کو ناپسند کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے یہ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضرت ابن عباس اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہم کو گوہ کھانے کا حکم دیا، ان دونوں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کیوں نہیں کھاتے؟ تو آپ نے فرمایا: میرے پاس اللہ تعالیٰ کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں، جن سے میں مناجات کرتا ہوں اور گوہ کی بو بہت ثقیل (ناگوار) ہوتی ہے، اس لیے آپ نے گوہ سے گھن کی، اس وجہ سے کہ فرشتوں کو اس کی بو سے اذیت پہنچے گی۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس چیز کو کھانے کی انسان کو عادت نہ ہو اور اس کو اس سے گھن آتی ہو، وہ اس کی ناپسندیدگی کا اظہار کر سکتا ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۷۶، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

گوہ کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کے نزدیک گوہ کا کھانا مباح ہے، ان میں حضرت عمر بن الخطاب، حضرت ابن عباس، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم اور دیگر

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہیں' حضرت ابوسعید نے کہا: ہمیں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو اگر کوئی شخص گوہ ہدیہ میں دیتا تو وہ اس کے نزدیک مرغی سے زیادہ پسندیدہ تھی' حضرت عمر نے کہا: اگر مجھے ہر گوہ کے بدلہ میں فربہ مرغی ملتی تو میں یہ چاہتا کہ مجھے ہر سوراخ میں گوہ مل جاتی' امام مالک' امام شافعی' لیث اور ابن المنذر کا بھی یہی قول ہے' اور امام ابوحنیفہ نے کہا: گوہ حرام ہے (بلکہ مکروہ تحریمی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) سفیان ثوری کا بھی یہی قول ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عبدالرحمان بن شبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوہ کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۹۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس حدیث کی مثل مروی ہے۔ (المغنی ج ۱۳ ص ۱۰۴' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

علامہ شمس الدین عبدالرحمن بن محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(الشرح الکبیر ج ۱۳ ص ۸۸' دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابوبکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

بجّو' گوہ' کچھوہ' تتیہ اور تمام حشرات الارض کا کھانا مکروہ تحریمی ہے' رہی گوہ تو اس کی کراہت کی یہ وجہ ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گوہ کے کھانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے منع فرمایا اور یہ حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے جو گوہ کے کھانے کو مباح کہتے ہیں۔ (ہدایہ اخیرین ص ۴۴۰' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

گوہ کھانے کی ممانعت پر فقہاء احناف کے دلائل

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس کی ممانعت پر حسب ذیل احادیث ذکر کی ہیں:

حضرت خزیمہ بن جزء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گوہ کے کھانے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: کیا کوئی گوہ کو کھائے گا! اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو ضعیف کہا ہے' اور امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ گوہ کو کون کھائے گا؟ اور امام احمد' اسحاق اور امام ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ سعید بن مسیب سے گوہ کے کھانے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔

صاحب ہدایہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو حدیث ذکر کی ہے' وہ مجھے نہیں ملی' ہاں! امام ابوداؤد نے حضرت عبدالرحمان بن شبل رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوہ کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

(الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ مع ہدایہ اخیرین ص ۴۴۰' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ گوہ کا کھانا مکروہ (تحریمی) ہے' امام محمد بن الحسن نے اس پر حسب ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گوہ ہدیہ کی گئی تو آپ نے اس کو نہیں کھایا' پھر ایک سائل آیا تو حضرت عائشہ نے اس کو وہ گوہ دینے کا ارادہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم اس کو وہ چیز دے رہی ہو جس کو تم خود نہیں کھاتیں!

(شرح معانی الآثار: ۶۲۲۲' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

امام محمد رحمہ اللہ نے کہا: یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لیے اور دوسروں کے لیے گوہ کے کھانے کو مکروہ قرار دیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پلیٹ لائی گئی جس میں بھنی ہوئی گوہ تھیں' آپ نے فرمایا: تم لوگ کھاؤ مجھے اس سے گھن آتی ہے۔ (شرح معانی الآثار: ۶۲۳۰' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۸)

یہ امام طحاوی کا تفرد ہے' فقہاء احناف کے نزدیک یہ حدیث ان احادیث سے منسوخ ہے جس میں آپ نے گوہ کھانے سے منع فرمایا ہے اور اب عام مسلمانوں کے لیے بھی گوہ کھانا جائز نہیں ہے۔

۲۵۷۶ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِي اِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِيَ بِطَعَامٍ سَاَلَ عَنْهُ اَهَدِيَّةٌ اَمْ صَدَقَةٌ؟ فَاِنْ قِيْلَ صَدَقَةٌ' قَالَ لِاَصْحَابِهِ كُلُوْا. وَلَمْ يَاْكُلْ' وَاِنْ قِيْلَ هَدِيَّةٌ' ضَرَبَ بِيَدِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَكَلَ مَعَهُمْ.

(صحیح مسلم: ۱۰۷۷' الرقم المسلسل: ۲۳۸۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن طہمان نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی طعام پیش کیا جاتا تو آپ اس کے متعلق سوال کرتے کہ یہ ہدیہ ہے یا صدقہ ہے؟ پس اگر یہ بتایا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو آپ اپنے اصحاب سے فرماتے کہ کھاؤ اور خود تناول نہیں فرماتے تھے اور اگر یہ کہا جاتا کہ یہ ہدیہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اپنا ہاتھ بڑھاتے' پس اپنے اصحاب کے ساتھ کھاتے۔

اس حدیث کے رجال کا پہلے تعارف کیا جا چکا ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں ہدیہ قبول کرنے کا ذکر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صدقہ حلال نہ ہونے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ نہیں کھاتے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ صدقہ لوگوں کا میل ہوتا ہے اور صدقہ لینا پستی اور گراوٹ کو قبول کرنے کے قائم مقام ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر نصیحت کر رہے تھے اور سوال سے رکنے کی تلقین فرما رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے اور اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نچلا ہاتھ مانگنے والا ہے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۲۹' صحیح مسلم: ۱۰۳۳' الرقم المسلسل: ۲۲۷۴)

اور انبیاء علیہم السلام پستی اور گراوٹ سے منزہ ہوتے ہیں اور اغنیاء کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نعمتیں گنواتے ہوئے فرمایا:

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝ (الضحیٰ: ۸) اور آپ کو ضرورت مند پایا تو غنی کر دیا ۝

سو جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو غنی کر دیا ہے تو پھر آپ کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۶۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۵۷۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ، فَقِیْلَ تُصُدِّقَ عَلٰی بَرِیْرَۃَ، قَالَ ھُوَ لَھَا صَدَقَۃٌ وَلَنَا ھَدِیَّۃٌ.

کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت بھیجا گیا، پس بتایا گیا کہ یہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کیا گیا ہے' آپ نے فرمایا: یہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ہدیہ کا ذکر ہے۔

۲۵۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ سَمِعْتُہُ مِنْہُ عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّھَا اَرَادَتْ اَنْ تَشْتَرِیَ بَرِیْرَۃَ، وَاَنَّھُمُ اشْتَرَطُوْا وَلَاءَ ھَا، فَذُکِرَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِشْتَرِیْھَا فَاَعْتِقِیْھَا، فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ. وَاُھْدِیَ لَھَا لَحْمٌ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَا تُصُدِّقَ بِہٖ عَلٰی بَرِیْرَۃَ، ھُوَ لَھَا صَدَقَۃٌ وَلَنَا ھَدِیَّۃٌ. وَخُیِّرَتْ. قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ زَوْجُھَا حُرٌّ اَوْ عَبْدٌ؟ قَالَ شُعْبَۃُ سَاَلْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ عَنْ زَوْجِھَا، قَالَ لَا اَدْرِیْ، اَحُرٌّ اَمْ عَبْدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمن بن القاسم انہوں نے کہا: میں نے اس کو ان سے سنا از القاسم از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدنے کا ارادہ کیا اور ان کے مالکوں نے ان کی ولاء کی شرط رکھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت عائشہ سے) فرمایا: تم اس کو خرید لو اور تم اس کو آزاد کردو' کیونکہ ولاء اس کی ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت ہدیہ کیا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ گوشت بریرہ پر صدقہ کیا گیا ہے اور یہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے' اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو (اپنے شوہر کے نکاح میں برقرار رہنے یا نہ رہنے کا) اختیار دیا گیا۔ عبدالرحمان نے کہا: ان کے شوہر آزاد تھے یا غلام تھے؟ شعبہ نے کہا: میں نے عبدالرحمان سے ان کے شوہر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: مجھے پتا نہیں کہ ان کے شوہر آزاد تھے یا غلام تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت بریرہ کو ہدیہ میں گوشت دینے کا ذکر ہے' اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ عبدالرحمان نے کہا: مجھے پتا نہیں کہ ان کے شوہر آزاد تھے یا غلام تھے' لیکن مشہور یہ ہے کہ ان کے شوہر غلام تھے' اس وجہ سے آزاد ہونے کے بعد حضرت بریرہ کو ان کے نکاح میں رہنے یا نہ رہنے کا اختیار دیا گیا تھا' اس کو خیارِ عتق کہتے ہیں' ان کے شوہر کا نام حضرت مغیث رضی اللہ عنہ تھا۔ امام مالک' امام شافعی اور اہل حجاز کا قول یہ ہے کہ ان کے شوہر غلام تھے اور اہل عراق کا قول یہ ہے کہ وہ آزاد تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵۷۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَبُو الْحَسَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل ابوالحسن

قَالَ اَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقَالَ لَهَا عِنْدَكُمْ شَيْءٌ. قَالَتْ لَا، اِلَّا شَيْءٌ بَعَثَتْ بِهٖ اُمُّ عَطِيَّةَ، مِنَ الشَّاةِ الَّتِيْ بُعِثَتْ اِلَيْهَا مِنَ الصَّدَقَةِ، قَالَ اِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا.

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء از حفصہ بنت سیرین از حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے پس ان سے پوچھا: تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے؟ حضرت عائشہ نے بتایا کہ صرف صدقہ کی بکری ہے جو اُم عطیہ کو دی گئی تھی آپ نے فرمایا: وہ (صدقہ) اپنے محل کو پہنچ چکا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۴۴۶ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ جو بکری حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا پر صدقہ کی گئی جب انہوں نے وہ بکری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کی تو وہ ہدیہ بن گئی کیونکہ کسی چیز کی ملکیت کے بدلنے سے اس چیز کا حکم بدل جاتا ہے۔

٨ - بَابُ مَنْ اَهْدٰى اِلٰى صَاحِبِهٖ وَتَحَرّٰى بَعْضَ نِسَائِهٖ دُوْنَ بَعْضٍ

کسی شخص نے اپنے صاحب کو ہدیہ پیش کیا اور اس کی کسی خاص زوجہ کا ارادہ کیا نہ اس کی دوسری ازواج کا

٢٥٨٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمِيْ، وَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ اِنَّ صَوَاحِبِيْ اجْتَمَعْنَ، فَذَكَرَتْ لَهٗ، فَاَعْرَضَ عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ صحابہ اپنے ہدیے پیش کرنے کے لیے میری باری کا انتظار کرتے تھے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میری سہیلیاں جمع ہوئیں پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا (کہ آپ صحابہ کو ایسا کرنے سے منع کریں) تو آپ نے اعراض فرمایا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۵۷۴ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ صحابہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن اپنے ہدیے آپ کو پیش کرتے تھے اور دوسری ازواج کی باریوں کے دن اپنے ہدیے پیش نہیں کرتے تھے۔

٢٥٨١ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَخِيْ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ نِسَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ حِزْبَيْنِ فَحِزْبٌ فِيْهِ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ وَصَفِيَّةُ وَسَوْدَةُ، وَالْحِزْبُ الْاٰخَرُ اُمُّ سَلَمَةَ وَسَائِرُ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ قَدْ عَلِمُوْا حُبَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے دو گروہ تھے ایک گروہ میں حضرت عائشہ حضرت حفصہ حضرت صفیہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہن تھیں اور دوسرے گروہ میں حضرت ام سلمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةَ ' فَإِذَا كَانَتْ عِنْدَ أَحَدِهِمْ هَدِيَّةٌ' يُرِيدُ أَنْ يُّهْدِيَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَّرَهَا' حَتَّى إِذَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا' بَعَثَ صَاحِبُ الْهَدِيَّةِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا' فَكَلَّمَ حِزْبُ أُمِّ سَلَمَةَ' فَقُلْنَ لَهَا كَلِّمِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ النَّاسَ' فَيَقُولُ مَنْ أَرَادَ أَنْ يُّهْدِيَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً' فَلْيُهْدِهَا إِلَيْهِ حَيْثُ كَانَ مِنْ بُيُوتِ نِسَائِهِ' فَكَلَّمَتْهُ أُمُّ سَلَمَةَ بِمَا قُلْنَ فَلَمْ يَقُلْ لَهَا شَيْئًا' فَسَأَلْنَهَا' فَقَالَتْ مَا قَالَ لِي شَيْئًا' فَقُلْنَ لَهَا فَكَلِّمِيهِ' قَالَتْ فَكَلَّمَتْهُ حِينَ دَارَ إِلَيْهَا أَيْضًا فَلَمْ يَقُلْ لَهَا شَيْئًا' فَسَأَلْنَهَا فَقَالَتْ مَا قَالَ لِي شَيْئًا' فَقُلْنَ لَهَا كَلِّمِيهِ حَتَّى يُكَلِّمَكِ' فَدَارَ إِلَيْهَا فَكَلَّمَتْهُ' فَقَالَ لَهَا لَا تُؤْذِينِي فِي عَائِشَةَ' فَإِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَأْتِنِي وَأَنَا فِي ثَوْبِ امْرَأَةٍ إِلَّا عَائِشَةَ. قَالَتْ فَقُلْتُ أَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مِنْ أَذَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ' ثُمَّ إِنَّهُنَّ دَعَوْنَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ إِنَّ نِسَاءَكَ يَنْشُدْنَكَ اللَّهَ الْعَدْلَ فِي بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ' فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ يَا بُنَيَّةُ' أَلَا تُحِبِّينَ مَا أُحِبُّ؟ قَالَتْ بَلَى' فَرَجَعَتْ إِلَيْهِنَّ فَأَخْبَرَتْهُنَّ' فَقُلْنَ ارْجِعِي إِلَيْهِ' فَأَبَتْ أَنْ تَرْجِعَ' فَأَرْسَلْنَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ' فَأَتَتْهُ فَأَغْلَظَتْ' وَقَالَتْ إِنَّ نِسَاءَكَ يَنْشُدْنَكَ اللَّهَ الْعَدْلَ فِي بِنْتِ ابْنِ أَبِي قُحَافَةَ' فَرَفَعَتْ صَوْتَهَا حَتَّى تَنَاوَلَتْ عَائِشَةَ وَهِيَ قَاعِدَةٌ فَسَبَّتْهَا' حَتَّى إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَنْظُرُ إِلَى عَائِشَةَ هَلْ تَكَلَّمُ' قَالَ فَتَكَلَّمَتْ عَائِشَةُ تَرُدُّ عَلَى زَيْنَبَ حَتَّى أَسْكَتَتْهَا' قَالَ فَنَظَرَ النَّبِيُّ

تھیں' اور مسلمانوں کو معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت ہے' پس جب ان میں سے کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی ہدیہ پیش کرنے کا ارادہ کرتا تو وہ توقف کرتا' حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری میں ان کے گھر ہوتے تو وہ ہدیہ والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ اس دن پیش کرتا جب آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوتے' تو حضرت ام سلمہ کے گروہ نے حضرت ام سلمہ سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کریں کہ آپ لوگوں سے یہ کہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی ہدیہ پیش کرنا چاہتا ہے تو وہ آپ کو ہدیہ پیش کر دیا کرے خواہ آپ اپنی ازواج میں سے کسی زوجہ کے گھر ہوں' تو حضرت ام سلمہ نے ان کی خواہش کے مطابق آپ سے عرض کی تو آپ نے ان کو کوئی جواب نہیں دیا' پھر ان کے گروہ والیوں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا تو ان کے گروہ والیوں نے ان سے کہا: آپ دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کریں' جب آپ حضرت ام سلمہ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ سے دوبارہ عرض کیا' آپ نے (اس بار بھی) انہیں کوئی جواب نہیں دیا' ان کے گروہ والیوں نے پھر ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے آپ سے عرض کیا تھا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا' انہوں نے کہا: آپ پھر عرض کریں' پس جب آپ حضرت ام سلمہ کی طرف آئے تو انہوں نے پھر آپ سے عرض کیا' تو آپ نے فرمایا: تم مجھے عائشہ کے متعلق اذیت نہ دو' کیونکہ میرے پاس اللہ کی وحی کبھی اس حالت میں نہیں آئی جب میں اپنی کسی بیوی کے بستر پر ہوں سوائے عائشہ کے' حضرت ام سلمہ نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کو اذیت دینے کی وجہ سے اللہ سے توبہ کرتی ہوں' پھر ان ازواج نے حضرت سیدتنا فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلام اللہ علیہا کو بلایا اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا کہ وہ آپ سے یہ عرض کریں کہ آپ کی ازواج آپ کو اللہ کی قسم دیتی ہیں کہ آپ حضرت ابوبکر کی بیٹی کے معاملہ میں عدل کریں' حضرت سیدہ فاطمہ نے آپ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا: اے میری بیٹی! کیا تم اس

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَائِشَةَ' وَقَالَ إِنَّهَا بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ.

سے محبت نہیں کرتیں جس سے میں محبت کرتا ہوں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! پھر وہ ازواج کی طرف لوٹ آئیں اور ان کو اس بات کی خبر دی تو انہوں نے کہا: آپ پھر ان کے پاس جائیں' تو حضرت سیّدہ نے دوبارہ جانے سے انکار کیا' پھر ازواج نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو آپ کے پاس بھیجا' پس وہ آپ کے پاس آئیں اور بہت سختی سے بات کی اور کہا: آپ کی ازواج آپ کو اللہ کی قسم دیتی ہیں کہ آپ حضرت ابوقحافہ کے بیٹے رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے معاملہ میں عدل کریں' پھر ان کی آواز بلند ہوگئی حتیٰ کہ انہوں نے حضرت عائشہ کو بھی سخت سست کہا اور وہ بیٹھی ہوئی تھیں اور حضرت زینب ان کو سخت سست کہہ رہی تھیں' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت عائشہ کی طرف دیکھنے لگے کہ وہ کیا کہتی ہیں؟ پھر حضرت عائشہ بولیں اور حضرت زینب کو جواب دینا شروع کیا حتیٰ کہ ان کو لاجواب کر دیا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کی طرف دیکھ کر فرمایا: یہ ابوبکر کی بیٹی ہے۔

قَالَ الْبُخَارِيُّ الْكَلَامُ الْآخِيرُ قِصَّةُ فَاطِمَةَ يُذْكَرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ رَجُلٍ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَقَالَ أَبُو مَرْوَانَ' عَنْ هِشَامٍ' عَنْ عُرْوَةَ كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ يَوْمَ عَائِشَةَ. وَعَنْ هِشَامٍ' عَنْ رَجُلٍ مِّنْ قُرَيْشٍ' وَرَجُلٍ مِّنَ الْمَوَالِي' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ' قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا.

امام بخاری نے کہا: آخری کلام سیّدہ فاطمہ کا قصہ ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے از ہشام بن عروہ از ایک مرد از زہری از محمد بن عبدالرحمٰن اور ابومروان نے کہا از ہشام از عروہ کہ لوگ اپنے ہدیوں میں حضرت عائشہ کی باری کا انتظار کرتے تھے اور از ہشام از ایک مرد قرشی اور از ایک غلام از زہری از محمد بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام روایت ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا کہ جس وقت سیدہ فاطمہ نے اجازت طلب کی' اس وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۷۴ میں گزر چکی ہے' وہاں امام بخاری نے اس حدیث کا اختصار سے ذکر کیا تھا' اس لیے وہاں اس کی مختصر شرح کی گئی تھی اور اب اس کی مفصل شرح کی جا رہی ہے۔

دلی محبت میں ازواج کے ساتھ مساوات کا نہ ہونا' حضرت عائشہ کی فضیلت کی وجوہ' غیرت میں ازواج کا معذور ہونا اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سیّدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: آپ کی ازواج آپ کو اللہ کی قسم

دے کر آپ سے عدل کا سوال کرتی ہیں یعنی جتنی محبت آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کرتے ہیں دوسری ازواج سے بھی آپ اتنی ہی محبت کریں کیونکہ دیگر تمام افعال میں تو آپ تمام ازواج سے مساوی سلوک کرتے تھے اور اس پر علماء کا اجماع ہے کہ آپ کو اس کا مکلف نہیں کیا گیا تھا کہ آپ سب سے مساوی محبت کریں کیونکہ اس پر آپ کو قدرت نہیں تھی' آپ کو صرف اس کا مکلف کیا گیا تھا کہ آپ خانگی افعال اور دیگر معاملات میں ان کے ساتھ مساوات کریں' حتیٰ کہ علماء کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ ازواج کی باریاں مقرر کرنا بھی آپ پر واجب تھا یا نہیں؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عائشہ کے متعلق حضرت زینب بنت جحش سے فرمایا: یہ ابوبکر کی بیٹی ہے' یعنی یہ اپنے باپ کی طرح شریفہ' عاقلہ اور عارفہ ہے' یا یہ بہت ذہین اور باریک بین ہے۔

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہت عظیم فضیلت ہے کہ تمام صحابہ آپ کو خوش کرنا چاہتے تھے۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہ کے سوا اور کسی زوجہ کو یہ شرف حاصل نہیں تھا کہ ان کے بستر پر اللہ کی وحی نازل ہو' سو جس طرح اللہ تعالیٰ وحی کا ہدیہ صرف حضرت عائشہ کے بستر پر نازل فرماتا تھا' اسی طرح اس نے صحابہ کے دلوں میں بھی یہ بات ڈال دی کہ وہ اپنے ہدیے اس دن بھیجتے تھے جب حضرت عائشہ کی باری ہوتی اور آپ ان کے گھر ہوتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باری باری ہر زوجہ کے گھر میں رہتے تھے اور باری باری ان کو سفر میں ساتھ لے جاتے تھے اور گھر کے اخراجات میں ان کے ساتھ عدل فرماتے تھے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی شخص کی بیویاں جب آپس میں بحث اور مناظرہ کریں تو شوہر کو ان کے درمیان دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے جس طرح جب حضرت عائشہ اور حضرت زینب کے درمیان بحث ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس میں مداخلت نہیں کی (ہاں! اُن میں موافقت اور محبت قائم کرنے کی کوشش کرنا ایک مستحسن اور پسندیدہ امر ہے)۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عائشہ کو اذیت دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اذیت دینا ہے' کیونکہ آپ نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا: تم مجھ کو عائشہ کے معاملہ میں اذیت نہ دو' حالانکہ اگر آپ صحابہ کو حضرت عائشہ کی تخصیص کرنے سے منع فرمادیتے تو اس سے حضرت عائشہ کو اذیت ہوتی لیکن آپ نے حضرت عائشہ کی اذیت کو اپنی اذیت قرار دے کر فرمایا: تم مجھے عائشہ کے معاملہ میں اذیت نہ دو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ازواجِ مطہرات نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بہت احترام کرتی تھیں اور آپ سے بہت حیاء کرتی تھیں' اس لیے ازخود انہوں نے آپ سے نہیں کہا' بلکہ پہلے آپ کی لاڈلی صاحب زادی سے سفارش کرائی' پھر آپ کی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب سے سفارش کرائی' اس سے معلوم ہوا کہ سفارش کرانا جائز ہے اور اس سے سفارش کرانی چاہیے جو اس کے نزدیک محبوب اور معزز ہو جس کے پاس سفارش کرائی جائے۔

حضرت ام سلمہ' حضرت سیدہ فاطمہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عدل کرنے کے لیے کہا حالانکہ سب کو معلوم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے زیادہ عدل کرنے والے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان پر عتاب نہیں فرمایا' کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ ازواجِ مطہرات جذبۂ غیرت کی وجہ سے مغلوب ہیں اور غیرت کا جذبہ فطری امر ہے اور بشری تقاضا ہے' اس لیے آپ نے ان کو معذور قرار دیا اور ان کو ملامت نہیں فرمائی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۹۷۔۱۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۹ - بَابُ مَا لَا يُرَدُّ مِنَ الْهَدِيَّةِ — جس ہدیہ کو واپس نہ کیا جائے

۲۵۸۲ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَنَاوَلَنِيْ طِيْبًا' قَالَ كَانَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ' قَالَ وَزَعَمَ اَنَسٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيْبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عزرہ بن ثابت انصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے خوشبو لگائی' انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ خوشبو کو مسترد نہیں کرتے تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کو مسترد نہیں کرتے تھے۔

[طرف الحدیث: ۵۹۲۹] (سنن ترمذی: ۲۷۸۹' سنن نسائی: ۵۲۷۳)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو معمر عبداللہ بن عمرو بن ابی الحجاج المنقری (۲) عبدالوارث بن سعید (۳) عزرہ بن ثابت الانصاری (۴) ثمامہ بن عبد اللہ بن انس قاضی بصرہ (۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۹۸)

اس باب کے عنوان میں ہدیہ کا مطلقاً ذکر کیا گیا ہے اور اس حدیث سے واضح ہوا کہ ہدیہ سے مراد خوشبو کا ہدیہ ہے اور اگر کوئی خوشبو کا ہدیہ دے تو اس کو واپس نہیں کرنا چاہیے۔

خوشبو کے ہدیے کو مسترد نہ کرنے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کے ہدیہ کو اس لیے مسترد نہیں فرماتے تھے کہ آپ کے ساتھ فرشتے رہتے تھے اور آپ ان کے ساتھ سرگوشی کرتے رہتے تھے' اسی وجہ سے لہسن یا اور کوئی بدبودار چیز نہیں کھاتے تھے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی صحیح سبب اور معقول وجہ سے ہدیہ کو مسترد کرنا جائز ہے اور خوشبو کو مسترد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ خوشبو ان چیزوں میں سے ہے جو مباح ہیں اور ان کی تحسین کی جاتی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۷۸)

میں کہتا ہوں کہ حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی چیزوں میں سے میرے دل میں عورتوں کی محبت ڈالی گئی ہے اور خوشبو کی اور نماز کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا گیا ہے۔ (سنن نسائی: ۳۹۴۶۔۳۹۴۵' دارالفکر' بیروت)

اس زمانہ میں عورتوں کو حقیر سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ پیدا ہوتے ہی عورتوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا' اس لیے آپ کے دل میں عورتوں کی محبت ڈالی گئی تاکہ آپ کی اتباع میں لوگ عورتوں سے محبت کریں' اور چونکہ آپ فرشتوں سے ہم کلام ہوتے تھے' اس لیے آپ کے دل میں خوشبو کی محبت ڈالی گئی اور چونکہ آپ اس کیفیت سے نماز پڑھتے تھے گویا کہ آپ نماز میں اپنے رب کی تجلیات کا مشاہدہ کرتے تھے' اور جب کوئی شخص اپنے محبوب کو دیکھتا ہے تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں' اس لیے فرمایا کہ نماز کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دیا گیا ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں صلوٰۃ سے مراد یہ نمازِ معروفہ اور مخصوصہ نہ ہو بلکہ صلوٰۃ سے مراد وہ صلوٰۃ ہو جو اللہ تعالیٰ آپ پر بھیجتا ہے' وہ خاص رحمت آپ پر نازل فرماتا ہے جو آپ کی شان کے لائق ہے اور اس رحمت کو آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دیا گیا ہے۔

اور اس حدیث میں آپ کی عظمت اور عفت کی طرف اشارہ ہے کہ باوجود اس کے کہ آپ کے دل میں عورتوں کی محبت ڈال دی

گئی تھی' پھر بھی آپ نے دوسرے نبیوں کی بہ نسبت کم عورتوں سے نکاح کیا کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو بیویاں تھیں' نیز ایک جنتی مرد کی سو بیویاں ہوں گی اور آپ کو چالیس جنتی مردوں کی طاقت دی گئی تھی' اس حساب سے آپ کو چار ہزار مردوں کے جماع کرنے کی طاقت دی گئی تھی۔ (فتح الباری ج ا ص ۷۹۶' نعمۃ الباری ج ا ص ۷۵۷) پھر آپ کا صرف گیارہ ازواج پر قناعت کرنا اپنے نفس پر انتہائی ضبط اور کمال عفت کی دلیل ہے۔

۱۰ - بَابُ مَنْ رَأَى الْهِبَةَ الْغَائِبَةَ جَائِزَةً

جس کے نزدیک غائب چیز یا غائب لوگوں کو ہبہ کرنا جائز ہے

اس عنوان کے دو محمل ہیں یا تو جس چیز کو وہ ہبہ کر رہا ہے وہ چیز غائب ہو یا جن لوگوں کو وہ ہبہ کر رہا ہے' وہ لوگ غائب ہوں۔

۲۵۸۳'۲۵۸۴ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ذَكَرَ عُرْوَةُ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَمَرْوَانَ قَالَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ' قَامَ فِي النَّاسِ' فَأَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ' ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ' فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ جَاؤُونَا تَائِبِينَ' وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ' فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ' وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ عَلٰى حَظِّهِ حَتّٰى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا. فَقَالَ النَّاسُ طَيَّبْنَا لَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے بیان کیا کہ عروہ نے ذکر کیا کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور مروان نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوازن کا وفد آیا تو آپ لوگوں میں کھڑے ہوئے' پھر اللہ تعالیٰ کی وہ حمد و ثناء کی جس کا وہ اہل ہے' پھر اس کے بعد فرمایا: حمد و ثناء کے بعد تمہیں معلوم ہو کہ تمہارے بھائی ہمارے پاس توبہ کرتے ہوئے آئے ہیں اور میری رائے یہ ہے کہ میں ان کے قیدی ان کو واپس کر دوں' سو تم میں سے جو شخص خوشی سے اس طرح کرنا چاہتا ہو' وہ اپنے قیدی واپس کر دے' اور جو لوگ یہ چاہیں کہ ان کو ان کا حصہ ملے (تو وہ بھی اپنے قیدی واپس کر دیں) اور ہمیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ جو پہلا مالِ غنیمت عطا فرمائے گا' ہم اس مالِ غنیمت سے اس کو ان قیدیوں کا معاوضہ دے دیں گے' تو لوگوں نے کہا: ہم آپ کی خاطر ان قیدیوں کو خوشی سے واپس کرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۸۴۔۲۵۸۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ہوازن کے قیدیوں کو ہبہ کرنے کا ذکر ہے اور وہ اس وقت غائب تھے۔

۱۱ - بَابُ الْمُكَافَأَةِ فِي الْهِبَةِ

ہبہ میں معاوضہ دینا

۲۵۸۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ' عَنْ هِشَامٍ' عَنْ أَبِيهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيبُ عَلَيْهَا. لَمْ يَذْكُرْ وَكِيعٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس کا معاوضہ عطاء فرماتے تھے۔

وَمُحَاضِرٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ.

وکیع اور محاضر نے از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ نہیں ذکر کیا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۳۶، سنن ترمذی: ۱۹۵۳)

ہدیہ کا معاوضہ دینے کا شرعی حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہدیہ کے معاوضہ میں ہدیہ دینا شرعاً مطلوب ہے کیونکہ اس میں شارع علیہ السلام کی اقتداء ہے' صاحب التوضیح نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک ہدیہ کے معاوضہ میں ہدیہ دینا مطلقاً واجب نہیں ہے' خواہ اعلیٰ ادنیٰ کو ہدیہ دے یا ادنیٰ اعلیٰ کو ہدیہ دے یا مساوی' مساوی کو ہدیہ دے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۰۱)

ہدیہ کی دو قسمیں

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ ہدیہ کی دو قسمیں ہیں' ایک ہدیہ معاوضہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور دوسرا ہدیہ نیکی کرنے اور قرب اور محبت کی وجہ سے ہوتا ہے' پس جو ہدیہ معاوضہ لینے کی وجہ سے ہوتا ہے' وہ بیع کی مثل ہوتا ہے اس میں عوض واجب ہوتا ہے اور جس کو ہدیہ دیا جاتا ہے' اس کو معاوضہ دینے پر مجبور کیا جاتا ہے اور جو ہدیہ محض نیکی کرنے اور اللہ کی رضا اور جس کو ہدیہ دینا ہو اس کی محبت کی وجہ سے دیا جائے' اس میں ہدیہ لینے والے پر اس کا معاوضہ دینا واجب نہیں ہے اور اگر اس نے جواباً ہدیہ دے دیا تو یہ مستحسن ہے۔

ہدیہ کا عوض دینے میں مذاہب فقہاء

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ کسی شخص نے کسی کو کوئی چیز ہبہ کی' پھر اس کا معاوضہ طلب کیا اور کہا کہ میں نے تو معاوضہ کے لیے یہ دیا تھا' امام مالک نے کہا ہے کہ اس صورت میں دیکھا جائے گا اگر وہ ہدیہ ایسا ہے کہ جس کو ہدیہ دیا جائے' اس سے اس کا معاوضہ طلب کیا جاتا ہے تو وہ اس کا معاوضہ طلب کر سکتا ہے جیسے فقیر غنی کو ہبہ کرے یا غلام اپنے مالک کو ہبہ کرے یا کوئی ماتحت اپنے سربراہ کو ہبہ کرے' یہ امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے' اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے ہبہ کرتے وقت عوض لینے کی شرط نہیں لگائی تھی تو اس کو عوض نہیں ملے گا اور یہ امام شافعی کا دوسرا قول ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ معاوضہ لینے کے لیے ہبہ کرنا باطل ہے' اس سے ہبہ منعقد نہیں ہوتا اور اس لیے بھی کہ یہ مجہول قیمت کے عوض بیع ہے۔

ہدیہ کے معاوضہ کے وجوب میں فقہاء مالکیہ کے دلائل

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدیہ قبول کرتے تھے اور اس کا معاوضہ عطاء فرماتے تھے اور آپ کی اقتداء کرنا واجب ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

بے شک رسول اللہ میں تمہارے لیے نہایت عمدہ نمونہ ہے۔

(الاحزاب: ۲۱)

اور اس کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی چیز ہبہ کی' آپ نے اس کو اس پر معاوضہ دیا اور فرمایا: تم راضی ہو گئے؟ اس نے کہا: نہیں! پھر آپ نے اور زیادہ دیا اور پوچھا: اب راضی ہو گئے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پھر

اور زیادہ دیا اور پوچھا: اب راضی ہو گئے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ میں صرف قرشی کا یا انصاری کا یا ثقفی کا ہدیہ قبول کروں گا۔ (مسند البزار: ۸/۱۹۳۱ 'صحیح ابن حبان: ۶۳۸۴ 'المعجم للطبرانی: ۱۰۸۹۷ 'مسند الحمیدی: ۱۰۵۲ 'مصنف عبدالرزاق: ۱۶۵۲۱ 'مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۵ طبع قدیم 'مسند احمد: ۲۶۸۷ ۔ج ۴ ص ۴۲۴ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ہبہ عوض کا تقاضا کرتا ہے' خواہ عوض کی شرط نہ لگائی گئی ہو' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہبہ کے بدلہ میں عوض دیا اور اس میں مسلسل اضافہ فرماتے رہے' حتیٰ کہ وہ راضی ہو گیا اور اگر ہبہ کے بدلہ میں عوض دینا واجب نہ ہوتا تو آپ اس میں اضافہ نہ فرماتے اور اگر آپ نے اس کو بہ طور نفل عوض دیا ہوتا تو پھر آپ کے اوپر اس میں اضافہ کرنا واجب نہ ہوتا اور جب اعرابی نے اس میں اضافہ طلب کیا تھا تو آپ اس پر انکار فرما دیتے تا کہ لوگوں کو بھی یہ مسئلہ معلوم ہو جاتا۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۷۹)

فقہاء احناف کے دلائل اور فقہاء مالکیہ کے دلائل کے جوابات

فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ ہبہ بہ طور تبرع ہوتا ہے' اگر اس میں عوض کو دینا واجب کر دیا جائے تو پھر ہبہ بہ طور تبرع نہیں رہے گا' اور یہ معاوضات کے قبیل سے ہو جائے گا اور عرب بیع اور ہبہ کے الفاظ میں فرق کرتے ہیں' بیع کے مقابلہ میں معاوضہ واجب ہوتا ہے' اگر ہبہ کے مقابلہ میں بھی معاوضہ واجب ہو تو پھر بیع اور ہبہ میں کیا فرق رہے گا!

رہا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس اعرابی کے مطالبہ پر مسلسل معاوضہ میں اضافہ فرماتے رہے' اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ معاوضہ دینا آپ پر واجب تھا بلکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارم اخلاق کا تقاضا تھا اور معاوضہ دینے میں یہ آپ کی عادت کریمہ تھی۔

۱۲ - بَابُ الْهِبَةِ لِلْوَلَدِ
اپنے بیٹے کو کچھ ہبہ کرنا

وَإِذَا أَعْطَى بَعْضَ وَلَدِهِ شَيْئًا لَمْ يَجُزْ، حَتَّى يَعْدِلَ بَيْنَهُمْ وَيُعْطِيَ الْآخَرِينَ مِثْلَهُ، وَلَا يُشْهَدُ عَلَيْهِ.

اور جب اپنے کسی بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کی تو یہ جائز نہیں ہے حتیٰ کہ سب اولاد کے درمیان عدل کرے' اور دوسروں کو بھی اس کی مثل دے اور ایسے ظلم پر گواہ بھی نہ بنایا جائے۔

باب مذکور کے عنوان سے اس حدیث پر اشکال کا جواب: تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہے

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے: بیٹے کو کچھ ہبہ کرنا' اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک حدیث سے یہ اشکال ہوتا ہے کہ بیٹے کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے' وہ حدیث یہ ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس مال بھی ہے اور میری اولاد بھی ہے اور میرے والد کو میرے مال کی احتیاج ہے؟ آپ نے فرمایا: تم خود اور تمہارا مال تمہارے والد کی ملکیت ہے اور بے شک تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ کمائی سے ہے' پس تم اپنی اولاد کی کمائی سے کھاؤ۔

(سنن ابوداؤد: ۳۵۳۰ 'دارالفکر' بیروت)

وجہ اشکال یہ ہے کہ جب بیٹے کا مال باپ کا مال ہوتا ہے تو اگر باپ نے بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کی تو گویا اس نے وہ چیز اپنے آپ کو ہبہ کی اور اپنے آپ کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے' لہٰذا بیٹے کو ہبہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ اس لیے امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا: بیٹے کو ہبہ کرنا' یعنی بیٹے کو ہبہ کرنا جائز ہے۔

باب مذکور کے عنوان کے ضمن میں چار احکام

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

یہ عنوان چار احکام پر مشتمل ہے' پہلا حکم یہ ہے کہ بیٹے کو ہبہ کرنا جائز ہے اور یہ عنوان اس لیے قائم کیا ہے کہ ایک مشہور حدیث سے اشکال ہوتا ہے' وہ حدیث یہ ہے: تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کے لیے ہے۔ کیونکہ جب بیٹے کا مال باپ کا مال ہوتا ہے تو جب باپ نے بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کی تو گویا وہ چیز اپنے آپ کو ہبہ کی۔ پس اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا کہ یہ حدیث ضعیف ہے یا اس میں تاویل ہے۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے اور امام دارقطنی نے کہا ہے: اس کی روایت میں عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق متفرد ہے اور ابن القطان نے کہا: اس کی سند صحیح ہے' اور المنذری نے کہا: اس حدیث کے تمام رجال ثقات ہیں' اور یہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت جابر سے مروی ہے جو المعجم الصغیر میں ہے' اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس کا ایک طویل حصہ روایت کیا ہے اور اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث صحیح ابن حبان میں ہے اور حضرت سمرہ اور حضرت عمر سے اس حدیث کی روایت مسند البزار میں ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی ایک روایت طبرانی میں ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کی روایت مسند ابویعلیٰ میں ہے' پس اس حدیث کی تمام سندوں کا مجموعہ اس حدیث کی قوت کو کم نہیں کرتا' اس لیے اس حدیث کی تاویل متعین ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث درج ذیل کتب میں ہے:

سنن ابوداؤد: ۳۵۳۰' سنن ابن ماجہ: ۲۲۹۲۔۲۲۹۱' مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۴' سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۸۱۔۴۸۰' مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۵۵۔۱۵۴' المطالب العالیہ: ۲۵۰۹۔۱۴۳۸' مصنف عبدالرزاق: ۱۶۶۲۸' صحیح ابن حبان: ۱۰۹۴' کنز العمال: ۴۵۴۷۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۱۶۱۔۱۵۹۔۱۵۸۔ ج ۱۴ ص ۱۹۷۔۱۹۶' عقیلی ج ۲ ص ۲۳۴' کامل ابن عدی ج ۲ ص ۷۴۷۔ ج ۳ ص ۱۲۱۲۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: یہ عنوان جس دوسرے حکم پر مشتمل ہے' وہ یہ ہے کہ کوئی شخص جب اپنی اولاد کو ہبہ کرے تو ان کے درمیان عدل کرے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' تیسرا حکم یہ ہے کہ والد اپنی اولاد کو ہبہ کر کے رجوع کر سکتا ہے' اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے:

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کو کوئی چیز عطاء کرے' پھر اس سے رجوع کرے سوائے والد کے کہ وہ اپنے بیٹے کو کوئی چیز عطا کرے (پھر وہ اس سے رجوع کر سکتا ہے)۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۳۹' سنن ترمذی: ۱۳۰۳' سنن نسائی: ۳۶۹۲' سنن ابن ماجہ: ۲۳۷۷)

یہ عنوان جس چوتھے حکم پر مشتمل ہے' وہ یہ ہے کہ والد اپنی اولاد کے مال سے عُرف اور دستور کے مطابق کھا سکتا ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۶۵' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ جس حدیث میں ہے: تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ اعتراف کر لیا کہ یہ حدیث ضعیف نہیں ہے اور اس حدیث میں تاویل کرنا متعین ہے لیکن انہوں نے اس کی تاویل ذکر نہیں کی' اسی طرح علامہ بدرالدین عینی حنفی نے بھی یہ واضح کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن انہوں نے بھی اس کی تاویل ذکر نہیں کی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۰۲۔۲۰۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے تو اس حدیث کی تاویل نہیں لکھی لیکن ہم اللہ کے فضل سے اس کی تاویل تلاش کر کے لکھ رہے ہیں:

تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہے' اس حدیث کی تاویل

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی التوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

سنن ابوداؤد: ۳۵۳۰ میں یہ الفاظ ہیں کہ میرے والد کو میرے مال کی احتیاج ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ کسی ناگہانی آفت کی وجہ سے میرے والد کا تمام مال ضائع ہو گیا اور اب اس کے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ جس سے وہ اپنی خورد و نوش اور دیگر ضروری اخراجات چلا سکے' اس صورت میں نبی ﷺ نے فرمایا: تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ کی ملکیت ہے' یعنی اب بہ قدرِ ضرورت تمہارا باپ تمہارے مال سے لے سکتا ہے' اور اگر بیٹے کے پاس مال نہ ہو اور وہ کمائی کر سکتا ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ کمائی کر کے اپنے باپ کو کھلائے' اور اس صورت کے علاوہ اگر اس حدیث کا یہ معنی ہو کہ بیٹے کا مال باپ کے لیے مباح ہے' اس کو ضرورت ہو یا نہ ہو' وہ بیٹے کا مال لے سکتا ہے اور جس طرح چاہے اس کو خرچ کر سکتا ہے تو میرے علم میں یہ نہیں ہے کہ فقہاء میں سے کسی نے بھی اس حدیث کا یہ معنی کیا ہو۔ (معالم السنن ج ۳ ص ۱۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس کے بعد امام بخاری کی یہ عبارت ہے:

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ.

اور نبی ﷺ نے فرمایا: عطیہ میں اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔

اس تعلیق کے موافق حدیثِ موصول' صحیح البخاری: ۲۵۸۷ میں آ رہی ہے۔

وَهَلْ لِلْوَالِدِ اَنْ يَرْجِعَ فِيْ عَطِيَّتِهٖ؟ وَمَا يَاْكُلُ مِنْ مَّالِ وَلَدِهٖ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا يَتَعَدّٰى؟

کیا والد کے لیے اپنے عطیہ میں رجوع کرنا جائز ہے اور والد اپنے بیٹے کے مال سے عرف اور دستور کے موافق کھائے اور حد سے تجاوز نہ کرے؟

ضرورت کے وقت بیٹے کے سامان اور زمین کو فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہاں دو مسئلے ذکر کیے ہیں: پہلا مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کر دے تو کیا اس کے لیے اس میں رجوع کرنا جائز ہے؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے:

طاؤس' عکرمہ' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کے نزدیک ہبہ کرنے والا ہبہ کرنے کے بعد اس سے رجوع نہیں کر سکتا مگر باپ نے اپنے بیٹے کو جو عطاء کیا ہے' وہ اس سے رجوع کر سکتا ہے اور اصول میں جو دیگر افراد شامل ہیں' وہ امام شافعی کے نزدیک باپ ہی کی مثل ہیں' امام مالک اور اکثر اہل مدینہ کے نزدیک ماں بھی اولاد کو ہبہ کرنے کے بعد اس سے رجوع کر سکتی ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ باپ اپنے بیٹے کے مال سے دستور کے مطابق کھا سکتا ہے' جیسا کہ سنن ابوداؤد کی حدیث: ۳۵۳۰ سے واضح ہو چکا ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک جو باپ محتاج اور ضرورت مند ہو' اس کے لیے یہ جائز ہے کہ اگر اس کا بیٹا غائب ہو تو وہ اس کا سامان فروخت کر کے اپنی خوراک کا انتظام کر لے کیونکہ اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ضرورت کے وقت اپنے بیٹے کے مال کا مالک ہو جائے' تاہم اپنی ضرورت کے لیے بیٹے کی زمین کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک دونوں صورتوں

میں بیٹے کے سامان کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ ماں کے لیے بیٹے کے مال کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے خواہ بیٹا چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۰۳)

ہبہ میں اولاد کے درمیان مساوات کرنے میں مذاہب فقہاء

وَاشْتَرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عُمَرَ بَعِيْرًا، ثُمَّ اَعْطَاهُ ابْنَ عُمَرَ، وَقَالَ اصْنَعْ بِهِ مَا شِئْتَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا اور اس وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو وہ اونٹ عطاء فرما دیا اور فرمایا: تم اس اونٹ کے ساتھ جو چاہو کرو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۱۱۵ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ اگر حضرت عمر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتے کہ آپ یہ اونٹ حضرت ابن عمر کو دے دیں تو آپ دے دیتے لیکن اگر آپ ایسا کرتے تو حضرت عمر کے تمام بیٹوں میں عدل نہ ہوتا' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر سے اونٹ خریدا' پھر حضرت ابن عمر کو عطاء کیا اور اس طرح یہ حدیث باب کے موافق ہوگئی کہ ہبہ میں اولاد کے درمیان مساوات ہونی چاہیے۔

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ ہبہ میں اولاد کے درمیان مساوات کرنا آیا واجب ہے یا مستحب ہے۔

امام مالک' لیث' سفیان ثوری' امام شافعی' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک یہ جائز ہے کہ وہ اپنی اولاد میں سے ایک کو کوئی چیز عطاء کرے اور دوسروں کو عطاء نہ کرے اور ان میں سے بعض نے اس کو مکروہ (تنزیہی) قرار دیا ہے اور تمام اولاد کو برابر برابر عطاء کرنا سب کے نزدیک مستحب ہے' امام احمد اور ابن المبارک کے نزدیک بعض اولاد کو ہبہ میں دوسروں پر ترجیح دینا مکروہ (تحریمی) ہے' یعنی ان کے نزدیک مساوات واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۰۴۔ ۲۰۳)

٢٥٨٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَمُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّ اَبَاهُ اَتٰى بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّىْ نَحَلْتُ ابْنِىْ هٰذَا غُلَامًا، فَقَالَ اَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهٗ؟ قَالَ لَا، قَالَ فَارْجِعْهُ. [اطراف الحدیث: ۲۵۸۷۔ ۲۶۵۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از حمید بن عبدالرحمٰن اور محمد بن النعمان بن بشیر' ان دونوں نے ان کو یہ حدیث بیان کی از حضرت النعمان بن بشیر کہ ان کے والد ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر گئے اور بتایا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام عطاء کیا ہے' آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو اس کی مثل غلام عطاء کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پھر اس ہبہ سے رجوع کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۳' الرقم المسلسل: ۴۰۶۸' سنن ترمذی: ۱۳۶۷' سنن نسائی: ۳۶۷۳' سنن ابن ماجہ: ۲۳۷۶' سنن کبریٰ: ۶۵۰۴' مسند احمد ج ۴ ص ۲۶۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۳۵۴۔ ج ۳۰ ص ۳۰۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: اپنے بیٹے کو کچھ ہبہ کرنا' اور اس حدیث میں بھی یہی مذکور ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱)عبداللہ بن یوسف التنیسی (۲)امام مالک بن انس (۳)محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۴)حمید بن عبد الرحمان بن عوف (۵)محمد بن النعمان بن بشیر انصاری' امام ابن حبان نے ان کا ثقات تابعین میں ذکر کیا ہے' العجلی نے کہا: یہ ثقہ تابعی ہیں (۶) حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما' یہ انصاری خزرجی ہیں' ان کے والد بشیر بدریین میں سے ہیں' انہوں نے انصار میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی' یہ بارہ ہجری میں مسیلمہ کذاب کے خلاف حضرت خالد بن ولید کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۰۴)

اولاد کو ہبہ کرنے میں مساوات کے عدم وجوب پر جمہور فقہاء کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص اپنی اولاد میں سے بعض کو عطاء کرے اور دوسروں کو عطاء نہ کرے تو اس کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ طاؤس نے کہا ہے: یہ جائز نہیں ہے' عروہ اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے' اور امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت نعمان بن بشیر کو دیئے ہوئے عطیہ کو مسترد کر دیا تھا اور آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو۔ (صحیح البخاری: ۲۵۸۷) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ظلم پر گواہ نہیں ہوتا۔ (صحیح مسلم: ۱۶۲۳' الرقم المسلسل: ۴۰۷۳) اور امام مالک کا زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ ان کے نزدیک بعض اولاد کو ہبہ کرنا اور دوسروں کو ہبہ نہ کرنا جائز ہے' اور یہی فقہاء احناف اور امام شافعی کا مذہب ہے۔

عطاء اور طاؤس نے یہ کہا ہے کہ لڑکے کو دو حصے دے اور لڑکی کو ایک حصہ دے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد دینے کے لیے فرمایا ہے اور یہ امام محمد بن الحسن اور امام احمد کا دوسرا قول ہے۔

امام طحاوی نے یہ کہا ہے کہ جو فقہاء اولاد میں تفضیل اور ترجیح کو جائز قرار دیتے ہیں' وہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس وقت حضرت نعمان کم سن تھے اور اگر بالفرض وہ بالغ تھے تو ابھی انہوں نے اس غلام پر قبضہ نہیں کیا تھا' ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

داؤد بن ابی ہند' شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر نے کہا: میرے والد مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے اور کہا: یارسول اللہ! آپ اس پر گواہ ہو جائیں کہ میں نے نعمان کو اپنے مال سے اتنا اور اتنا عطاء کیا ہے' آپ نے فرمایا: کیا تم نے اپنے تمام بیٹوں کو اتنا عطاء کیا ہے جتنا نعمان کو عطاء کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پھر اس پر تم کسی اور کو گواہ بناؤ۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۳' الرقم المسلسل: ۴۰۷۶)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: تم اس پر کسی اور کو گواہ بناؤ۔ اگر یہ ہبہ صحیح نہ ہوتا تو آپ اس پر کسی اور کو گواہ بنانے کا حکم نہ دیتے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا اور فرمایا: تم اس ہبہ سے رجوع کرلو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے جو اس ہبہ سے رجوع کرنے کا حکم دیا تھا' یہ اس کی دلیل ہے کہ ہبہ مکمل ہو چکا تھا اور آپ نے اس سے رجوع کا حکم اس لیے دیا تھا کہ مستحب اور مسنون یہ ہے کہ سب کو برابر برابر دیا جائے' اور جب اس پر اجماع ہے کہ مالک کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنا مال لوگوں میں سے جن کو چاہے عطاء کرے اور دوسروں کو عطاء نہ کرے' اسی طرح اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اپنی اولاد میں سے جس کو چاہے عطاء کرے اور دوسروں کو عطاء نہ کرے' تو اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کو ہبہ کرنے میں اس پر مساوات واجب نہیں ہے' اس

پر مزید دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عطاء کیا اور دوسری اولاد کو عطاء نہیں کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عاصم کو عطاء کیا اور باقی اولاد کو عطاء نہیں کیا اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کو عطاء کیا اور دوسری اولاد کو عطاء نہیں کیا' اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما' دونوں امام ہیں اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا مقام ہے اور صحابہ میں سے کوئی ان کے مقام کا انکار نہیں کرتا تھا۔

زندگی میں اولاد کو ہبہ کرے تو کیا یہ ضروری ہے کہ بیٹے کو بیٹیوں سے دگنا دے!

جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جب زندگی میں اپنی اولاد کو ہبہ کرے تو بیٹے کو دو حصے دے اور بیٹی کو ایک حصہ دے' جس طرح موت کے بعد وراثت کی تقسیم ہوتی ہے' ان کا قول اس لیے صحیح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے یہ فرمایا تھا: کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو اس کی مثل عطاء کیا ہے؟ (صحیح مسلم: ۱۶۲۳' الرقم المسلسل: ۴۰۷۶) اور یہ نہیں فرمایا تھا: کیا تم نے بیٹوں کو بیٹیوں سے دگنا دیا ہے؟ اگر بیٹے کو بیٹیوں سے دگنا دینا مستحب ہوتا تو آپ ان سے ضرور یہ سوال کرتے جیسا کہ آپ نے یہ سوال کیا تھا: تم نے ہر بیٹے کو اس کی مثل دیا ہے؟ پس معلوم ہوا کہ مستحب صرف یہ ہے کہ تمام اولاد کو مساوی دیا جائے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت بشیر کی کوئی بیٹی نہیں تھی' اس لیے آپ نے یہ سوال نہیں کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر کی بہن تھی جیسا کہ محدثین اور مؤرخین نے نقل کیا ہے۔

اولاد کو ہبہ کرنے کے بعد اس سے رجوع کرنے کے جواز میں اختلافِ فقہاء' امام ابوحنیفہ کے دلائل'۔۔۔ اور فقہاء مالکیہ کے دلائل کے جوابات

المہلب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بشیر سے فرمایا: اس ہبہ سے رجوع کرو۔ (صحیح مسلم: ۱۶۲۳' الرقم المسلسل: ۴۰۶۸) اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو کوئی چیز ہبہ کر کے اس سے رجوع کر سکتا ہے اور اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کر سکتا ہے' خواہ بیٹے نے اس ہبہ پر قبضہ کر لیا ہو' جب تک بیٹے کے قبضہ میں وہ چیز متغیر نہ ہوئی ہو یا اس نے وہ چیز قرض میں نہ دی ہو یا بیٹی نے ہبہ کے بعد شادی نہ کر لی ہو' اور امام شافعی نے کہا ہے کہ باپ ہبہ میں ہر حال میں رجوع کر سکتا ہے اور انہوں نے اس چیز کو بہ طور قرض دینے یا شادی کا اعتبار نہیں کیا۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کر کے رجوع نہیں کر سکتا اور حضرت نعمان کی حدیث ان کے خلاف حجت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بشیر کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ہبہ کرنے کے بعد اس سے رجوع کریں' اگر کوئی شخص یہ جواب دے کہ حضرت نعمان نے اس وقت تک اس ہبہ پر قبضہ نہیں کیا تھا' اس لیے ان کے باپ کا اس میں رجوع کرنا جائز تھا' تو یہ جواب اس لیے مردود ہے کہ امام مالک کے نزدیک صرف قول سے ہبہ لازم ہو جاتا ہے' اس پر قبضہ ضروری نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ امام مالک کا تفرد ہے لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک ہبہ اس وقت لازم اور مکمل ہوتا ہے جب وہ شخص اس چیز پر قبضہ کر لے' جس کو ہبہ کیا گیا ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اگر حضرت نعمان نے اس غلام پر قبضہ نہیں کیا تھا اور ہبہ مکمل نہیں ہوا تھا تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا کیا معنی ہے: تم اس ہبہ سے رجوع کر لو۔

میں کہتا ہوں کہ اوّل تو حضرت نعمان اس وقت کم سن تھے' اس لیے ان کا قبضہ متحقق نہیں ہوا تھا' ثانیاً نفسِ ہبہ تو ہو چکا تھا' اگرچہ ہبہ مکمل نہیں ہوا تھا' اور رجوع کرنے کے لیے اتنی مقدار کافی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۸۳۔۸۱ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اس وقت ہبہ مکمل نہیں ہوا تھا' اس لیے آپ نے اس سے رجوع کا حکم دیا تھا۔

محارم کو ہبہ کر کے رجوع کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف اور ان کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے کسی اجنبی کو کوئی چیز ہبہ کی ہو تو وہ اس سے رجوع کر سکتا ہے' بہ شرطیکہ اس نے ہبہ کے عوض میں کوئی چیز نہ لی ہو' یا اس نے ہبہ میں کوئی متصل زیادتی نہ کی ہو' یا واہب اور موہوب لہ میں سے کوئی فوت نہ ہوا ہو' یا وہ ہبہ موہوب لہ کی ملکیت سے نکل نہ گیا ہو اور اگر اس نے اپنے کسی ذی رحم محرم کو کوئی چیز ہبہ کی تو اس کے لیے اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

(ہدایہ اخیرین ص ۲۹۲' رحمانی کتب خانہ لاہور)

فقہاء احناف جو کہتے ہیں کہ باپ کے لیے بیٹے کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذی رحم محرم کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔(سنن دارقطنی: ۲۹۴۲' دارالمعرفہ بیروت' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۸۱' المستدرک ج ۲ ص ۵۲)

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کرے تو یہ قطع رحم ہے اور یہ چیز بیٹے کو باپ کی نافرمانی پر برانگیختہ کرے گی حالانکہ باپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ بیٹے کو نیکی پر برانگیختہ کرے۔(المبسوط ج ۱۲ ص ۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۰۶۵۔ ج ۴ ص ۲۷۴ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) حضرت نعمان بن بشیر کو غلام ہبہ کرنے کی مختلف روایتوں میں تطبیق (۲) اولاد کو مساوات سے ہبہ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ (۳) اولاد کو مساوات سے ہبہ کرنے کے متعلق مذہب احناف (۴) اولاد اور دیگر محارم کو ہبہ کے بعد رجوع کرنے کے عدم جواز کی تحقیق۔

۱۳ - بَابُ الْإِشْهَادِ فِي الْهِبَةِ

ہبہ میں گواہ بنانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہبہ میں گواہ بنانے کا کیا حکم ہے؟ آیا یہ جائز ہے یا نہیں!

۲۵۸۷ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ أَعْطَانِي أَبِي عَطِيَّةً، فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ لَا أَرْضَى حَتّٰى تُشْهِدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أَعْطَيْتُ ابْنِي مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً، فَأَمَرَتْنِي أَنْ أُشْهِدَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ أَعْطَيْتَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حامد بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از حصین از عامر' انہوں نے کہا: میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے سنا اور وہ اس وقت منبر پر تھے اور وہ بیان کر رہے تھے کہ مجھے میرے والد نے ایک عطیہ دیا تو حضرت عمرۃ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک کہ تم (اس عطیہ پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ نہ بناؤ' لہٰذا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے' پس کہا: میں نے اپنے اس بیٹے کو جو عمرۃ بنت رواحہ سے ہے' ایک عطیہ دیا

سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هٰذَا؟ قَالَ لَا' قَالَ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ. قَالَ فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِيَّتَهٗ.

ہے تو اس نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ میں آپ کو (اس عطیہ پر) گواہ بناؤں' آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنے تمام بیٹوں کو اس (عطیہ) کی مثل دی ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: سو تم اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان (ہبہ میں) مساوات کرو۔ حضرت نعمان نے بیان کیا: پھر میرے والد واپس گئے اور اس عطیہ سے رجوع کر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۸۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ہبہ پر گواہ بنانے کا ذکر ہے' تاہم' ہم اس حدیث کی شرح میں چند ایسے اُمور بیان کر رہے ہیں جو اس سے پہلی حدیث کی شرح میں نہیں بیان کیے گئے۔

حضرت نعمان بن بشیر کو باغ اور غلام ہدیہ کرنے کی دو حدیثیں اور ان میں تعارض کا بیان

صحیح البخاری: ۲۵۸۶ میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر کے والد حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک غلام ہبہ کیا تھا' بعض احادیث میں ہے کہ حضرت بشیر بن سعد نے ان کو ایک باغ ہبہ کیا تھا' ہم پہلے اس حدیث کا ذکر کریں گے' پھر ان دونوں حدیثوں میں وجہ تطبیق بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ العزیز!

امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی المتوفی ۳۵۴ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابوحریز بیان کرتے ہیں کہ عامر نے ان کو حدیث بیان کی کہ میرے والد حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! (حضرت) عمرۃ بنت رواحہ (رضی اللہ عنہا) نے ایک لڑکے کو جنم دیا ہے اور میں نے اس کا نام نُعمان رکھا ہے' اور اس نے اس لڑکے کو پالنے سے انکار کر دیا ہے حتیٰ کہ میں اس لڑکے کو اپنا باغ ہبہ کر دوں جو میرا سب سے اَفضل مال ہے' اور اس نے کہا ہے کہ تم اس ہبہ پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ بناؤ' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا اس لڑکے کے علاوہ بھی تمہاری اولاد ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: مجھے عدل کے سوا اور کسی چیز پر گواہ نہ بناؤ' کیونکہ میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا۔

(صحیح ابن حبان: ۵۱۰۷۔ ج ۱۱ ص ۵۰۷۔ ۵۰۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

مذکورہ دو حدیثوں میں امام ابن حبان کی تطبیق

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابوحاتم محمد بن حبان لکھتے ہیں:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کے عطیہ کے متعلق دو حدیثیں ہیں' ایک حدیث میں ہے کہ ان کے والد نے ان کو غلام عطاء کیا تھا' اور دوسری حدیث میں ہے کہ ان کے والد نے ان کو باغ عطاء کیا تھا' اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ ان احادیث میں تضاد اور تباین ہے' اور فی الواقع ایسا نہیں ہے کیونکہ حضرت نعمان کے لیے دو مرتبہ ہبہ کیا گیا تھا۔ پہلی بار کا واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت عمرۃ بنت رواحہ سے حضرت نعمان پیدا ہوئے تو حضرت عمرۃ نے ان کو پالنے سے انکار کر دیا حتیٰ کہ ان کے والد ان کو باغ ہبہ کریں' ان کے والد نے ان کو باغ ہبہ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اس پر گواہ ہو جائیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ظلم پر گواہ نہیں ہوتا' پھر جب اس لڑکے کی پیدائش کے بعد ایک مدت گزر گئی تو پھر حضرت عمرۃ نے حضرت بشیر سے کہا: میرے اس بیٹے کو کچھ ہبہ کرو' حضرت بشیر نے اس کو ایک سال یا دو سال التواء میں رکھا' پھر انہوں نے اس کو ایک غلام عطاء کیا' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے کہ آپ کو اس پر

گواہ بنائیں' آپ نے فرمایا: مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ' اورحق کے قریب بات یہ ہے کہ حضرت نعمان پہلا حکم بھول گئے تھے یا ان کو یہ وہم ہوا کہ پہلا حکم منسوخ ہو گیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ جو فرمایا تھا: مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ' یہ اس نفی کی زیادہ تاکید کے لیے تھا۔

(صحیح ابن حبان ج ۱۱ ص ۵۰۸۔ ۵۰۷' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

امام ابن حبان کی تطبیق پر اس اعتراض کے جوابات کہ حضرت بشیر بن سعد کا بھولنا بہت بعید ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن حبان نے ان دو حدیثوں میں تطبیق دی ہے' اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر یہ تطبیق اس وجہ سے دھندلی اور میلی ہو جاتی ہے کہ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کا اس حکم کو بھول جانا بہت بعید ہے جب کہ یہ حکم بہت اہم تھا' تاہم اس کے جواب میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب پہلی بار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ' تو حضرت بشیر بن سعد نے یہ سمجھا کہ یہ ممانعت تنزیہ کے لیے ہے اور یہ کام مکروہ تنزیہی ہے' اس لیے انہوں نے سال دو سال کے بعد حضرت نعمان کو غلام ہبہ کر دیا' یا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت بشیر بن سعد نے یہ گمان کیا کہ باغ پر گواہ بننے کی ممانعت سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ غلام کے ہبہ پر بھی گواہ نہ بنیں کیونکہ باغ کی قیمت غلام کی قیمت سے بہت زیادہ تھی۔

ان حدیثوں میں حافظ ابن حجر کی تطبیق

پھر ان حدیثوں میں تطبیق کی ایک اور وجہ مجھ پر منکشف ہوئی جس میں یہ خدشہ نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ جب حضرت عمرۃ بنت رواحہ نے حضرت نعمان کو پالنے سے انکار کر دیا حتیٰ کہ وہ ان کو باغ ہبہ کر دیں' تو حضرت بشیر بن سعد نے ان کی دل جوئی کے لیے حضرت نعمان کو باغ ہبہ کر دیا' پھر حضرت بشیر بن سعد کو خیال آیا کہ ابھی اس باغ پر کسی نے قبضہ نہیں کیا ہے تو انہوں نے اس ہبہ سے رجوع کر لیا اور باغ کے بدلہ میں حضرت نعمان کو غلام ہبہ کر دیا' حضرت عمرہ بھی اس پر راضی ہو گئیں مگر ان کو یہ خوف ہوا کہ کہیں حضرت بشیر بن سعد اس غلام کے ہبہ سے بھی رجوع نہ کر لیں' اس لیے انہوں نے کہا کہ آپ اس ہبہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ کر لیں اور حضرت بشیر بن سعد صرف اسی بار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ کہنے کے لیے گئے تھے کہ آپ اس ہبہ پر گواہ ہو جائیں' ہم نے جو ان حدیثوں میں وجہ تطبیق بیان کی ہے' اس سے یہ اعتراض اُٹھ جاتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرما چکے تھے کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا تو دوبارہ حضرت بشیر بن سعد آپ کے پاس کیوں گئے کہ آپ گواہ بن جائیں اور اب اس جواب کی ضرورت نہیں رہتی کہ حضرت بشیر بن سعد آپ کے پہلی بار والے ارشاد کو بھول گئے تھے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ٦٦' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر پر یہ اعتراض کہ حضرت بشیر بن سعد کا بھولنا بعید نہیں ہے اور مصنف کا محاکمہ

امام ابن حبان کی تطبیق اس پر مبنی ہے کہ حضرت بشیر بن سعد یہ بھول گئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ہبہ پر گواہ بننے سے منع فرمایا ہے' حافظ ابن حجر نے اس تطبیق کو دھندلا اور گدلا قرار دیا ہے کہ حضرت بشیر بن سعد اس ممانعت کو بھول گئے تھے' حالانکہ یہ ممانعت بہت اہم تھی' اس لیے انہوں نے از خود ان حدیثوں میں تطبیق بیان کی۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے بھولنے میں کوئی بُعد نہیں ہے' کیونکہ انسان نسیان سے ماخوذ ہے اور دنیا کے احوال کے تفکرات اور احوال آخرت کے غم سے انسان بعض چیزوں کو بھول جاتا ہے اور انسان پر نسیان غالب ہے۔

اس حدیث میں حضرت عمرہ بنت رواحہ کا ذکر ہے' یہ انصاریہ خاتون ہیں' حضرت بشیر بن سعد کی بیوی ہیں اور حضرت نعمان بن

بشیر کی والدہ ہیں اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ کی بہن ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۰۷، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ لکھنا صحیح ہے کہ یہ بہت بعید ہے کہ حضرت بشیر بن سعد اتنے اہم حکم کو بھول جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے اور اس ہبہ کو ظلم قرار دینے کے باوجود پھر سال دو سال کے بعد آپ کو اس ہبہ پر گواہ بنانے کے لیے چلے جائیں اور اگر یہ مان لیا جائے تو پھر صحابہ کرام کی روایات پر اعتماد نہیں رہے گا۔

امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک ہبہ میں مساوات واجب نہیں ہے' بلکہ مستحب ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان (ہبہ میں) مساوات کرو۔ اس سے امام بخاری' امام احمد' طاؤس' ثوری اور بعض مالکیہ نے یہ سمجھا ہے کہ اولاد کے درمیان ہبہ میں مساوات کرنا واجب ہے' اور امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد' امام شافعی اور اکثر فقہاء مالکیہ کا یہ مذہب ہے کہ ہبہ میں اولاد کے درمیان مساوات کرنا مستحب ہے' واجب نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۰۸)

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو مقام غابہ کے کھیت میں سے بیس وسق (ایک وسق دو سو چالیس کلوگرام کا ہوتا ہے) اناج ہبہ کر دیا کہ وہ کھیت میں سے اس کو کاٹ لیں' جب حضرت ابوبکر صدیق کی وفات آ پہنچی تو انہوں نے حضرت عائشہ سے کہا: اے میری بیٹی! مجھے تم سے زیادہ کسی کا غنا محبوب نہیں ہے' اور نہ مجھے اپنے بعد تم سے زیادہ کسی کا فقر ناگوار ہے اور میں نے تم کو بیس وسق اناج ہبہ کر دیا تھا کہ تم غابہ کے کھیت میں سے کاٹ لینا' اگر تم وہ اناج کاٹ لیتیں تو وہ اناج تمہارا ہوتا' لیکن اب اس مال میں وراثت جاری ہو گی اور اس میں تمہارا بھائی اور دو بہنیں بھی وارث ہیں' حضرت عائشہ نے کہا: اللہ کی قسم! ابا جان! اگر یہ ترکہ اتنا اتنا بھی ہوتا تو مجھے پرواہ نہیں ہے لیکن میری تو ایک بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ہیں' دوسری کون ہے؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا: وہ خارجہ (حضرت ابوبکر کی بیوی جو اس وقت حاملہ تھیں) کی بیٹی ہے' میرا گمان ہے کہ ان سے لڑکی پیدا ہو گی۔

(شرح معانی الآثار: ۵۷۱۶' موطأ امام مالک' کتاب الاقضیہ' حدیث: ۴۰' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۷۰)

اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق پر غیب منکشف فرما دیا تھا اور ان کو یہ علم تھا کہ ان کی بیوی سے لڑکی پیدا ہو گی' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ کو باقی وارثوں سے زیادہ ہبہ کیا تھا' مگر حضرت عائشہ نے وہ بیس وسق اناج کھیت سے نہیں کاٹا حتیٰ کہ حضرت ابوبکر کی وفات ہو گئی اور وہ مال وراثت میں چلا گیا۔

صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اپنے بیٹوں میں سے ام کلثوم کے بیٹوں کو زیادہ ہبہ کیا۔ (شرح معانی الآثار: ۵۷۱۸)

آیا جب اولاد کو ہبہ کیا جائے تو لڑکے اور لڑکی کا حصہ برابر ہو گا یا لڑکے کو لڑکی سے دگنا دیا جائے گا؟

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ لکھتے ہیں:

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ لڑکی اور لڑکے کے درمیان ہبہ میں مساوات رکھی جائے گی' اور امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ ان کو وراثت کے مطابق ہبہ کیا جائے گا اور لڑکے کو لڑکی سے دگنا دیا جائے گا۔

امام ابوجعفر نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اپنی اولاد کو عطیہ میں مساوی رکھو جس طرح تم یہ چاہتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ نیکی کرنے میں برابر ہوں۔ اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عطیہ میں عورتوں اور مردوں کے درمیان مساوات کا

ارادہ فرمایا تھا۔

اس حدیث کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک شخص تھا' پس اس کا بیٹا آیا تو اس نے اس کو بوسا دیا اور اس کو اپنی ران کے اوپر بٹھالیا' پھر اس کی بیٹی آئی تو اس نے اس کو اپنے پہلو کے ساتھ بٹھالیا' آپ نے فرمایا: تم نے ان کے درمیان عدل کیوں نہیں کیا؟ (شرح معانی الآثار:۵۷۱۹)

امام طحاوی فرماتے ہیں: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹے اور بیٹی کے درمیان عدل کا ارادہ فرمایا اور کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دی جائے اور یہ حدیث عطیہ میں بھی مساوات کی دلیل ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۳۶۱' قدیمی کتب خانہ کراچی)

عطیہ میں لڑکے اور لڑکی کا حصہ برابر رکھنے پر حدیث اور فقہ سے دلائل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی اولاد کے درمیان عطیہ میں مساوات رکھو' اگر میں کسی کو زیادہ دیتا تو عورتوں کو زیادہ دیتا۔

(المعجم الکبیر:۱۱۹۹۷' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۷۷' المطالب العالیہ: ۱۴۳۳' تلخیص الحبیر: ۱۳۲۴' کنز العمال: ۴۵۳۵۹)

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن صالح کاتب اللیث ہے' عبدالملک بن شعیب نے کہا: یہ ثقہ مامون ہے اور اس کی بہت تعریف کی اور امام احمد وغیرہ نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۵۴' دار الکتاب العربی بیروت' ۱۴۰۲ھ)

علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

رہی عدل کی کیفیت تو امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ ان کے درمیان عطیہ میں مساوات رکھی جائے اور مذکر کو مؤنث پر فضیلت نہ دی جائے' اور امام محمد نے کہا: ان کو وراثت کی ترتیب کے موافق دیا جائے اور مذکر کو مؤنث سے دگنا دیا جائے۔

اسی طرح قاضی ابو بکر جصاص نے مختصر طحاوی کی شرح میں ان کا اختلاف بیان کیا ہے۔

(مختصر اختلاف الفقہاء ج ۴ ص ۱۴۲' دار البشارۃ الاسلامیہ بیروت' ۱۴۱۷ھ)

امام محمد نے الموطأ میں ذکر کیا ہے کہ مرد کو چاہیے کہ عطیہ میں اپنی اولاد کو مساوی رکھے' اور بعض کو بعض پر فضیلت نہ دے' اور اس عبارت کا ظاہر تقاضا یہ ہے کہ امام محمد کا قول امام ابو یوسف کے ساتھ ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ روایت ہے کہ حضرت نعمان کے والد حضرت بشیر حضرت نعمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے' پس کہا: میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک اپنا غلام دیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تم نے اپنی ہر اولاد کو اس کی مثل دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس سے رجوع کرو۔ (صحیح البخاری:۲۵۸۶) اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ عطیہ میں اولاد کے درمیان مساوات رکھی جائے اور اس لیے بھی کہ مساوات سے تالیف قلب ہوتی ہے اور کسی ایک کو زیادہ دینے سے دل میں نفرت پیدا ہوتی ہے' اس لیے مساوات اولیٰ ہے۔

(بدائع الصنائع ص ۱۱۵۔ ۱۱۳ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابو بکر احمد بن علی الجصاص الرازی المتوفی ۳۷۰ھ کی عبارت اختصار کے ساتھ درج ہے:

المعلی بن منصور نے امام ابو یوسف سے یہ روایت کی ہے: اگر کوئی شخص اپنی اولاد میں سے کسی ایک کو ترجیح دے اور اس کا مقصود

دوسروں کو ضرر پہنچانا نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اور مناسب یہ ہے کہ ان میں مساوات رکھے اور اگر اس کی اولاد میں مذکر اور مؤنث ہوں تو ان کو عطیہ میں مساوی رکھے' معلّی نے کہا کہ امام محمد نے کہا ہے کہ لڑکے کو لڑکی سے دگنا دے۔

ثوری نے کہا ہے کہ اگر وہ اپنی اولاد میں سے کسی کو زیادہ دے تو کوئی حرج نہیں ہے' امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ حسن ادب کا تقاضا یہ ہے کہ عطیہ میں تمام اولاد کو مساوی رکھے۔

مساوات پر دلیل یہ حدیث ہے:

زہیر بن معاویہ از ابی الزبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' پس عرض کیا: یارسول اللہ! فلاں کی بیٹی نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ میں اپنے بیٹے کو غلام دوں اور اس نے کہا ہے کہ اس کے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ بناؤ' آپ نے پوچھا: کیا اس لڑکے کے اور بھائی ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا تم نے سب کو غلام عطاء کیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: یہ بہتر نہیں ہے! میں صرف حق کی گواہی دیتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۴)

علامہ جصاص فرماتے ہیں: اس حدیث سے امام مالک اور ثوری کا قول باطل ہو گیا اور عطیہ میں مذکر اور مؤنث کے درمیان مساوات رکھنے میں امام ابو یوسف کا قول صحیح ہو گیا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تھا: کیا تم نے اپنی ہر اولاد کو اس کی مثل عطا کیا ہے؟ اور آپ نے مذکر اور مؤنث کے درمیان فرق کا ذکر نہیں کیا اور آپ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان مساوات کرو' اور آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے خوش ہو گے کہ تمہاری ساری اولاد تمہارے ساتھ نیکی کرنے میں مساوی ہو۔ آپ کا یہ ارشاد بھی مذکر اور مؤنث کے عطیہ میں مساوات کرنے کی دلیل ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۲۳' الرقم المسلسل: ۴۰۷۶۔ ۴۰۷۲۔ ۴۰۷۱)

مغیرہ نے شعبی سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو' جس طرح تم یہ چاہتے ہو کہ وہ تمہارے درمیان نیکی کرنے میں عدل کریں۔ (شرح معانی الآثار: ۵۱۰۷)

(مختصر اختلاف الفقہاء ج ۴ ص ۱۴۵۔ ۱۴۲ ملخصاً' دار البشارۃ الاسلامیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ جصاص حنفی کی صریح عبارات اور احادیث مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ عطیہ میں مذکر اور مؤنث کے درمیان مساوات رکھنا راجح ہے۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد اور مسائل

(۱) بھائیوں کے درمیان تالیف قلب رکھنی چاہیے کیونکہ اس کو ترک کرنے سے بعض اوقات ان میں ایک دوسرے سے بغض ہو گا اور اس سے آباء کی نافرمانی ہو گی۔

(۲) جب باپ کم سن بچے کو ہبہ کرے تو بچہ کا قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ بچہ کی طرف سے باپ قبضہ کر لے تو کافی ہے۔

(۳) کسی ناجائز چیز پر گواہ بننا مکروہ ہے۔

(۴) ہبہ پر گواہ بنانا جائز ہے مگر واجب نہیں ہے۔

(۵) بعض بیویوں اور بعض اولاد سے زیادہ محبت رکھنا جائز ہے کیونکہ دلی محبت پر انسان کا اختیار نہیں ہوتا۔

(۶) حاکم اور مفتی کا استفسار کرنا جائز ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تمہاری اور اولاد بھی ہے؟ اور تم نے ان کو بھی اس کی مثل دیا ہے؟

(۷) ماں اپنے بچے کے بہتر مستقبل کے لیے شوہر سے کسی چیز کے ہبہ کا سوال کر سکتی ہے۔
(۸) حق کو قبول کرنے میں اور حاکم کا فیصلہ ماننے میں جلدی کرنی چاہیے جیسے حضرت بشیر بن سعد نے فوراً ہبہ سے رجوع کر لیا۔
(۹) حرص کا انجام اچھا نہیں ہوتا' اگر حضرت عمرۃ' حضرت بشیر کے ہبہ کرنے پر راضی ہو جاتیں اور ان سے یہ نہ کہتیں کہ اس ہبہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بناؤ تو وہ اس ہبہ سے رجوع نہ کرتے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)
(۱۰) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی چاہے تو اولاد کو پالنے سے انکار کر سکتی ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

۱۴ - بَابُ هِبَةِ الرَّجُلِ لِامْرَاَتِهٖ وَالْمَرْاَةِ لِزَوْجِهَا
مرد کا اپنی بیوی کو ہبہ کرنے کا اور عورت کا اپنے شوہر کو ہبہ کرنے کا جواز

اس باب میں شوہر اور بیوی کا ایک دوسرے کو ہبہ کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ جائز ہے اور جب وہ ایک دوسرے کو ہبہ کر سکتے ہیں تو پھر ان کا اس ہبہ سے رجوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کا حکم یہ ہے کہ ان کا ایک دوسرے کو ہبہ کرنے کے بعد اس ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

قَالَ اِبْرَاهِيْمُ جَائِزَةٌ. ابراہیم نے کہا: جائز ہے۔

ابراہیم بن یزید النخعی نے کہا ہے کہ ان کا ایک دوسرے کو ہبہ کرنا جائز ہے۔
اس تعلیق کی حدیث موصول حسب ذیل ہے:
منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا: جب عورت شوہر کو ہبہ کر دے یا شوہر عورت کو ہبہ کر دے تو ہر ایک کا دوسرے کو عطاء کرنا جائز ہے یعنی شوہر اور بیوی میں سے ہر ایک دوسرے کو عطاء کرے تو یہ جائز ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۶۸۶۶۔ ج ۹ ص ۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ لَا يَرْجِعَانِ. اور عمر بن عبد العزیز نے کہا: وہ دونوں رجوع نہ کریں۔

اس تعلیق کی حدیث موصول حسب ذیل ہے:
ثوری نے از عبد الرحمان بن زیاد از عمر بن عبد العزیز' ابراہیم کے قول کی مثل روایت کی ہے۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۶۸۶۷۔ ج ۹ ص ۴۸۔ ۴۷)

ایوب بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین نے کہا کہ قاضی شریح کے پاس ایک عورت آئی' جس نے اپنے شوہر کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کیا تھا تو انہوں نے اس کے شوہر سے کہا: تم اس پر گواہ پیش کرو کہ تمہاری بیوی نے تم کو یہ اپنی دلی خوشی سے بغیر جبر اور ذلت کے ہبہ کیا تھا' ورنہ یہ قسم کھائے گی کہ اس نے تم کو خوشی سے ہبہ نہیں کیا تھا بلکہ جبر اور ذلت سے ہبہ کیا تھا۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۶۸۶۸۔ ج ۹ ص ۴۸)

وَاسْتَاْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءَهٗ فِيْ اَنْ يُّمَرَّضَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا. اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے اجازت طلب کی کہ آپ اپنی بیماری کے ایام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گزار لیں۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۵۸۸ میں مذکور ہے۔
اس تعلیق سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات نے اپنی باریاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیں اور یہ بیوی کا شوہر کو

کوئی چیز ہبہ کرنا ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَائِدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہبہ کر کے رجوع کرنے والا اس کتے کی مثل ہے جو قے کر کے کھا لے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول صحیح البخاری: ۲۵۸۹ میں مذکور ہے۔

اس حدیث سے طاؤس، عکرمہ، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق نے اس پر استدلال کیا ہے کہ کسی ہبہ کرنے والے کے لیے اپنے ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں سوائے باپ کے جو بیٹے کو ہبہ کرتا ہے، امام مالک کے نزدیک کوئی شخص کسی اجنبی کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کر سکتا ہے بہ شرطیکہ اس نے اس سے اس ہبہ کا عوض نہ لیا ہو، ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی قول ہے، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ کسی شخص کا اجنبی کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنا جائز ہے جب کہ اس سے عوض نہ لیا ہو جب تک وہ چیز قائم ہو، اور یہ قول حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوہریرہ اور حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور بہت سے فقہاء تابعین کا بھی یہی قول ہے۔

اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ ہبہ کر کے رجوع کرنے والا اس کتے کی مثل ہے جو قے کر کے کھا لے، اس کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ ہبہ کر کے رجوع کرنا اتنا قبیح ہے جتنا کتے کا قے کر کے کھانا قبیح ہے اور یہ مروت اور اخلاق کے اعتبار سے قبیح ہے، شرعاً قبیح نہیں ہے کیونکہ کتے کا فعل حلال اور حرام کے ساتھ متصف نہیں کیا جاتا۔

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ، فِيْمَنْ قَالَ لِامْرَاَتِهٖ هَبِيْ لِيْ بَعْضَ صَدَاقِكِ اَوْ كُلَّهٗ، ثُمَّ لَمْ يَمْكُثْ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى طَلَّقَهَا فَرَجَعَتْ فِيْهِ، قَالَ يَرُدُّ اِلَيْهَا اِنْ كَانَ خَلَبَهَا، وَاِنْ كَانَتْ اَعْطَتْهُ عَنْ طِيْبِ نَفْسٍ لَيْسَ فِيْ شَيْءٍ مِنْ اَمْرِهٖ خَدِيْعَةٌ جَازَ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ﴾ (النساء: ٤).

اور زہری نے کہا: جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا: مجھے اپنے مہر کا بعض یا کل ہبہ کر دو، پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے اس کو طلاق دے دی، پھر اس کی بیوی نے اس ہبہ سے رجوع کر لیا، زہری نے کہا: اس نے جو مہر پر قبضہ کیا ہے وہ اس کو واپس کرنا ہوگا، اگر اس نے اس کو دھوکا دیا ہے اور اگر اس کی بیوی نے اس کو اپنی خوشی سے مہر دیا ہے اور اس میں اس شخص نے بالکل دھوکا نہیں دیا تھا تو پھر یہ جائز ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: پس اگر وہ عورتیں خوشی سے اس (مہر) میں سے تم کو کچھ دیں تو اس کو مزے مزے سے کھاؤ۔ (النساء: ۴)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس تعلیق کو عبداللہ نے از یونس بن یزید سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۱۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۵۸۸ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ وَجَعُهٗ، اِسْتَاْذَنَ اَزْوَاجَهٗ اَنْ يُّمَرَّضَ فِيْ بَيْتِيْ، فَاَذِنَّ لَهٗ، فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ الْاَرْضَ، وَكَانَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری، انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو درد زیادہ ہو گیا تو آپ نے اپنی ازواج سے یہ اجازت طلب کی کہ آپ بیماری کے ایام میرے گھر میں گزاریں، تو انہوں نے آپ کو اجازت

بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَبَيْنَ رَجُلٍ اٰخَرَ فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَذَكَرْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِيْ وَهَلْ تَدْرِيْ مَنِ الرَّجُلُ الَّذِيْ لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ؟ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ.

دے دی پس آپ دو آدمیوں کے سہارے سے اپنے قدموں کو گھسیٹتے ہوئے اس طرح نکلے کہ ان سے زمین پر لکیریں پڑ رہی تھیں اور آپ حضرت عباس اور ایک اور آدمی رضی اللہ عنہما کے درمیان تھے' عبید اللہ نے کہا: میں نے حضرت عائشہ کی اس حدیث کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا تو انہوں نے مجھ سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ مرد کون تھا جس کا حضرت عائشہ نے نام نہیں لیا؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے کہا: وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے آپ کو اپنی اپنی باریاں ہبہ کیں۔

۲۵۸۹ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَائِدُ فِيْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَقِيْءُ ثُمَّ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهٖ. [اطراف الحدیث: ۲۶۲۱-۲۶۲۲-۶۹۷۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہبہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی مثل ہے' جو قے کر کے کھالے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۲' الرقم المسلسل: ۴۰۶۱' سنن ابوداؤد: ۳۵۳۸' سنن نسائی: ۳۶۹۳' سنن ابن ماجہ: ۲۳۸۵' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۶۴۹' صحیح ابن حبان: ۵۱۲۱' المعجم الطبرانی: ۱۰۶۹۲' حلیۃ الاولیاء ج۶ ص ۲۸۱' سنن بیہقی ج۶ ص ۱۸۰' شرح السنۃ: ۲۲۰۰' مسند احمد ج۱ ص ۲۸۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۲۹- ج۴ ص ۳۲۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی شرح اس باب کی تعلیق: ۴ میں گزر چکی ہے۔

۱۵ - بَابُ هِبَةِ الْمَرْاَةِ لِغَيْرِ زَوْجِهَا وَعِتْقِهَا' اِذَا كَانَ لَهَا زَوْجٌ فَهُوَ جَائِزٌ' اِذَا لَمْ تَكُنْ سَفِيْهَةً' فَاِذَا كَانَتْ سَفِيْهَةً لَمْ يَجُزْ

عورت کا اپنے شوہر کے غیر کو ہبہ کرنا اور آزاد کرنا اور باندی اور غلام کو آزاد کرنا جب کہ اس کا خاوند موجود ہو تو یہ جائز ہے بہ شرطیکہ وہ عورت کم عقل نہ ہو' اگر کم عقل ہو تو جائز نہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمْ﴾ (النساء: ۵).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم کم عقلوں کو اپنے اموال نہ دو۔ (النساء: ۵)

امام بخاری نے اس عنوان سے ان لوگوں کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے جو ان کے مخالف ہیں۔

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: کسی عورت کے لیے اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کو عطیہ دینا جائز نہیں ہے۔ (سنن نسائی: ۳۷۶۲)

سمجھ دار عورت کے اپنے مال کو خاوند کی اجازت کے بغیر خرچ کرنے میں اختلاف فقہاء

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ ایسی عورت اور عقل مند بالغ مرد کے خرچ کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ اور طاؤس اور حسن بصری نے یہ کہا ہے کہ بغیر خاوند کی اجازت کے عورت کا کسی کو ہبہ کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے۔

لیث نے کہا ہے کہ شادی شدہ عورت کا کسی کو آزاد کرنا جائز نہیں ہے اور وہ تھوڑی سی مقدار کسی ذی رحم محرم کو ہدیہ کر سکتی ہے۔
امام مالک نے کہا ہے کہ عورت صرف اپنے تہائی مال سے اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کو ہبہ کر سکتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۱۵ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵۹۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا لِيْ مَالٌ، اِلَّا مَا اَدْخَلَ الزُّبَيْرُ عَلَيَّ، فَاَتَصَدَّقُ؟ قَالَ تَصَدَّقِيْ، وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ از عباد بن عبداللہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے پاس اس کے سوا اور کوئی مال نہیں ہے جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (حضرت اسماء کے شوہر) نے میرے پاس رکھا ہوا ہے' کیا پس میں (اس میں سے) صدقہ کروں؟ آپ نے فرمایا: صدقہ کرو اور جمع کر کے نہ رکھو ورنہ اللہ بھی تم سے مال روک لے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۳۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں شوہر کے مال سے صدقہ کرنے کا ذکر ہے۔

۲۵۹۱ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ اَسْمَاءَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنْفِقِيْ، وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ، وَلَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم خرچ کرو اور گن گن کے نہ رکھو ورنہ اللہ بھی تم کو حساب سے دے گا اور تم جمع نہ کرو' ورنہ اللہ بھی تم سے (اپنی عطاء) روک لے گا۔

اس حدیث کی شرح بھی ۱۴۳۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۵۹۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ يَزِيْدَ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ مَيْمُوْنَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا اَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً، وَلَمْ تَسْتَاْذِنِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُهَا الَّذِيْ يَدُوْرُ عَلَيْهَا فِيْهِ قَالَتْ اَشَعَرْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَنِّيْ اَعْتَقْتُ وَلِيْدَتِيْ؟ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی از لیث از یزید از بکیر از کریب مولیٰ ابن عباس' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا نے اپنی ایک باندی کو آزاد کر دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہیں لی جب ان کی باری کا دن آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا؟

اَوَفَعَلْتِ؟ قَالَتْ نَعَمْ، قَالَ اَمَا اِنَّكِ لَوْ اَعْطَيْتِهَا اَخْوَالَكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ. آپ نے پوچھا: کیا تم نے ایسا کر لیا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اگر تم یہ باندی اپنے ماموں کو ہبہ کر دیتیں تو تم کو زیادہ اجر ملتا۔

وَقَالَ بَكْرُ بْنُ مُضَرَ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ مَيْمُوْنَةَ اَعْتَقَتْ. [طرف الحدیث: ۲۵۹۴] اور بکر بن مضر نے کہا از عمرو از بکیر از کریب کہ حضرت میمونہ نے آزاد کر دیا تھا۔

(صحیح مسلم: ۹۹۹، الرقم المسلسل: ۲۲۰۶، مسند ابویعلیٰ: ۷۱۰۹، شرح مشکل الآثار: ۴۳۷۶، شرح السنۃ: ۱۶۸۷، السنن الکبریٰ: ۴۹۳۱، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۷۹، شعب الایمان: ۳۴۲۴، مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۶۸۲۲۔ ج ۴۴ ص ۴۰۵، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) یحییٰ بن بکیر، یہ یحییٰ بن عبد اللہ بن بکیر ہیں یا ابو زکریا مخزومی ہیں (۲) لیث بن سعد (۳) یزید بن ابی حبیب (۴) بکیر بن عبد اللہ الاشج (۵) کریب مولیٰ ابن عباس ابو رشد (۶) حضرت میمونہ بنت الحارث الہلالیہ رضی اللہ عنہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۱۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت میمونہ بنت الحارث عقل مند خاتون تھیں اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیے بغیر اپنی باندی کو آزاد کر دیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے آزاد کرنے کو برقرار رکھا، اس سے معلوم ہوا کہ عقل مند خاتون اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے مال میں تصرف کر سکتی ہے جیسا کہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں لکھا ہے۔

شادی شدہ سمجھ دار عورتوں کے اپنے اموال سے اپنے شوہروں کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنے پر ۔۔۔۔

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے دلائل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جو شادی شدہ عورت خود اپنے مال کی مالک ہو اور عقل مند ہو، آیا وہ خود اپنے مال میں تصرف کر سکتی ہے یا نہیں؟ ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس عورت کے درمیان اور عقل مند بالغ مرد کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اور جس طرح عقل مند بالغ مرد اپنے مال میں از خود تصرف کر سکتا ہے، یہ عورت بھی تصرف کر سکتی ہے، یہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور سفیان ثوری اور ابوثور کا مذہب ہے۔ ان حضرات کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ. (النساء: ۶) اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو حتیٰ کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں، پس اگر تم ان میں سمجھ داری کے آثار دیکھو تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مذکر اور مؤنث کے درمیان فرق کیے بغیر یہ فرمایا ہے کہ جب وہ عقل مند ہوں اور بالغ ہو جائیں تو ان کے اموال ان کے حوالے کر دو اور اس حکم میں مردوں کو عورتوں سے مخصوص نہیں فرمایا، پس معلوم ہوا کہ جو بالغ اور سمجھ دار ہو، وہ اپنے اموال میں تصرف کرنے کا مجاز ہے، خواہ مرد ہو یا عورت ہو۔

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ. اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دی جب کہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تمہارے مقرر کیے ہوئے مہر

کا نصف (ادا کرنا واجب) ہے سوا اس کے کہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں۔ (البقرہ:۲۳۷)

پس طلاق کے بعد عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے مہر میں سے کچھ چھوڑ دے اور اس کے لیے اسے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے' پس یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کو اپنے مال کے معاملہ میں اختیار ہے اور یہ کہ اس میں عورت اور مرد کو برابر کا اختیار ہے۔

فقہاء احناف نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء کو صدقہ کرنے کا حکم دیا اور یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اس کے لیے حضرت زبیر سے اجازت طلب کریں اور حضرت میمونہ نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہیں طلب کی' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن عورتوں کو خطبہ دیا اور ان کو حکم دیا کہ تم صدقہ دو خواہ تم اپنے زیورات سے صدقہ دو۔ (سنن ترمذی:۶۳۵) اور کسی حدیث میں یہ وارد نہیں ہے کہ ان عورتوں نے اپنے شوہروں سے اجازت لے کر صدقہ دیا ہو' اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ تم اپنے شوہروں سے صدقہ دینے کی اجازت طلب کرو۔

امام مالک کے نزدیک شادی شدہ سمجھ دار عورت اپنے مال میں سے بھی شوہر کی اجازت کے بغیر..... صدقہ نہیں کر سکتی

امام مالک نے کہا ہے کہ عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اپنے مال میں سے بھی صدقہ نہیں دے سکتی' ہاں! تہائی مال میں سے وہ صدقہ کر سکتی ہے جیسا کہ تہائی مال میں وہ ازخود وصیت کر سکتی ہے۔

جن احادیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے' ان کی امام مالک نے یہ تاویل کی ہے کہ ان سے مراد تھوڑے مال کا صدقہ کرنا ہے نہ کہ زیادہ مال کا۔ (شرح ابن بطال ج ۱۳ ص ۸۹۔۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۵۹۳ - حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا یُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا اَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهٖ، فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهٗ، وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَاَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا، غَيْرَ اَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ رِضَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے' پس جس کے نام کا قرعہ نکل آتا' اسے اپنے ساتھ لے جاتے اور آپ ان میں سے ہر زوجہ کے لیے ایک دن اور ایک رات کی تقسیم کرتے تھے سوائے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے' انہوں نے اپنے دن اور رات کی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی' وہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا طلب کرتی تھیں۔

[اطراف الحدیث: ۲۶۳۷۔۲۶۶۱۔۲۶۸۸۔۲۸۷۹۔۴۰۲۵۔۴۱۴۱۔۴۶۹۰۔۴۷۴۹۔۴۷۵۰۔۴۷۵۷۔۵۲۱۲۔۶۶۶۲۔۶۶۷۹۔ ۷۳۶۹۔۷۳۷۰۔۷۵۰۰۔۷۵۴۵] (صحیح مسلم: ۱۴۶۳' الرقم المسلسل: ۳۵۱۹' سنن ابن ماجہ: ۱۹۷۲)

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: عورت کا اپنے شوہر کے غیر کو ہبہ کرنا' اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت سودہ نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفروں میں قرعہ اندازی کی کیفیت

اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سفر کے لیے ازواج مطہرات میں قرعہ اندازی کرتے تھے یا آپ نے کسی مخصوص سفر میں قرعہ اندازی کی تھی؟ امام مالک نے المدونہ میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواجِ مطہرات میں سے جس کو چاہتے جس سفر میں چاہتے لے جاتے۔ ابن الجلاب نے کہا ہے کہ اگر آپ تجارت کے سفر کا ارادہ فرماتے تو اس میں دو روایتیں ہیں' ایک یہ ہے کہ وہ سفر حج اور غزوہ کی مثل ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ آپ اس میں قرعہ اندازی نہیں کرتے تھے' اور انہوں نے کہا ہے کہ جب آپ حج یا غزوہ کا سفر کرتے تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کرتے تھے' پھر جب وہ سفر ختم ہو جاتا تو پھر دوسرے سفر میں جس سے چاہتے ابتداء کرتے۔

١٦ - بَابُ بِمَنْ يُبْدَأُ بِالْهَدِيَّةِ ہدیہ پیش کرنے کی ابتداء کس سے کی جائے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب تعارض ہو تو ہدیہ پیش کرنے کی ابتداء کس سے کی جائے؟

٢٥٩٤ - وَقَالَ بَكْرٌ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ مَيْمُوْنَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً لَهَا فَقَالَ لَهَا لَوْ وَصَلْتِ بَعْضَ اَخْوَالِكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ.

اور بکر نے کہا از عمرو از بکیر از کریب مولی ابن عباس کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ تھیں' انہوں نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا تو آپ نے ان سے فرمایا: اگر تم یہ باندی اپنے کسی ماموں کو دے دیتیں تو یہ تمہارے لیے زیادہ اجر کا باعث ہوتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٥٩٢ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہدیہ کی ابتداء ذوی الارحام سے کرنی چاہیے۔

٢٥٩٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ تَيْمِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ لِيْ جَارَيْنِ، فَاِلٰى اَيِّهِمَا اُهْدِيْ؟ قَالَ اِلٰى اَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی عمران الجونی از طلحہ بن عبد اللہ' بنو تیم بن مرہ کا ایک مرد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں' میں ان میں سے کس کو ہدیہ دینے کی ابتداء کروں؟ آپ نے فرمایا: جو تمہارے دروازہ کے زیادہ قریب ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٥٩ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ کس سے ہدیہ کی ابتداء کرنی چاہیے۔

١٧ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَقْبَلِ الْهَدِيَّةَ لِعِلَّةٍ جس نے کسی عذر کی وجہ سے ہدیہ قبول نہیں کیا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے کسی عذر کی وجہ سے ہدیہ قبول نہیں کیا تو جائز ہے جیسے مقروض قرض خواہ کو ہدیہ دے' یا جیسے مقدمہ کا کوئی فریق جج کو کوئی ہدیہ دے یا کوئی ضرورت مند کسی پولیس افسر کو ہدیہ دے اور یہ لوگ سود یا رشوت سے بچنے کے لیے ہدیہ قبول نہ کریں۔

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ كَانَتِ الْهَدِيَّةُ فِيْ

اور عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں

زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً وَالْيَوْمَ رِشْوَةً.

ہدیہ بہ طور ہدیہ ہوتا تھا اور آج کل ہدیہ بہ طور رشوت ہوتا ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ اثر ہے:

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

فرات بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عمر بن عبدالعزیز کو سیب کھانے کی خواہش ہوئی تو انہیں اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس کے عوض وہ سیب خرید سکیں' ہم ان کے ساتھ سوار ہو کر نکلے تو ان کے پاس ایک منذر کے غلام ایک تھال میں سیب لے کر آئے' عمر بن عبدالعزیز نے تھال میں سے ایک سیب اٹھا کر سونگھا' پھر واپس رکھ دیا' میں نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے' میں نے ان سے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہدیہ قبول نہیں کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: ان کے لیے یہ ہدیہ ہوتا تھا اور ان کے بعد کے عمال کے لیے یہ رشوت ہے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۵ ص ۲۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

جو ہدیہ کسی ناجائز یا غیر قانونی کام کے کرانے کے لیے دیا جائے' وہ رشوت ہے' لینے والے کے لیے یہ ہر حال میں حرام ہے اور دینے والا اگر ظلم سے بچنے کے لیے یا اپنا حق حاصل کرنے کے لیے دے تو اس کے حق میں رشوت حرام نہیں ہے۔

۲۵۹۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ اللَّيْثِيَّ' وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' يُخْبِرُ اَنَّهُ اَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارَ وَحْشٍ' وَهُوَ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ' وَهُوَ مُحْرِمٌ' فَرَدَّهُ' قَالَ صَعْبٌ فَلَمَّا عَرَفَ فِيْ وَجْهِيْ رَدَّهُ هَدِيَّتِيْ قَالَ لَيْسَ بِنَا رَدٌّ عَلَيْكَ' وَلٰكِنَّا حُرُمٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت الصعب بن جثامہ اللیثی رضی اللہ عنہ سے سنا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے' وہ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک جنگلی گدھا ہدیہ میں پیش کیا' آپ اس وقت الابواء یا ودّان میں تھے' اور آپ مُحرِم تھے' آپ نے اس ہدیہ کو واپس کر دیا' حضرت الصعب نے بتایا جب آپ نے میرے چہرے پر ملال کے آثار دیکھے کہ آپ نے میرا ہدیہ مسترد کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا: ہم نے اور کسی وجہ سے تمہارا ہدیہ واپس نہیں کیا' صرف اس وجہ سے تمہارا ہدیہ واپس کیا ہے کہ ہم مُحرِم ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۲۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عذر کی وجہ سے ہدیہ واپس کر دیا کہ آپ محرم تھے۔

۲۵۹۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ' عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِسْتَعْمَلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ بن الزبیر از حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ وہ بیان

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْاَزْدِ، یُقَالُ لَہٗ ابْنُ الْاُتْبِیَّۃِ، عَلَی الصَّدَقَۃِ، فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ ھٰذَا لَکُمْ وَھٰذَا اُھْدِیَ لِیْ. قَالَ فَھَلَّا جَلَسَ فِیْ بَیْتِ اَبِیْہِ اَوْ بَیْتِ اُمِّہٖ، فَیَنْظُرَ اَیُھْدٰی لَہٗ اَمْ لَا؟ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ، لَا یَاْخُذُ اَحَدٌ مِّنْہُ شَیْئًا اِلَّا جَاءَ بِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَحْمِلُہٗ عَلٰی رَقَبَتِہٖ، اِنْ کَانَ بَعِیْرًا لَہٗ رُغَاءٌ، اَوْ بَقَرَۃً لَھَا خُوَارٌ، اَوْ شَاۃً تَیْعَرُ. ثُمَّ رَفَعَ بِیَدِہٖ حَتّٰی رَاَیْنَا عُفْرَۃَ اِبْطَیْہِ اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ، اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ. ثَلَاثًا.

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ ازد کے ایک شخص کو صدقات کا عامل بنایا جس کا نام ابن الاُتبیہ تھا' جب وہ صدقات لے کر آیا تو اس نے کہا: یہ صدقات آپ لوگوں کے ہیں اور یہ چیزیں مجھے ہدیہ کی گئی ہیں' آپ نے فرمایا: یہ شخص اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر جا کر کیوں نہیں بیٹھا' پھر یہ دیکھتا کہ اس کو کوئی ہدیہ دیا جاتا یا نہیں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم میں سے جو شخص بھی کوئی چیز لے گا تو قیامت کے دن وہ شخص اس چیز کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے گا' اگر اونٹ ہوگا تو وہ بڑبڑا رہا ہوگا اور اگر گائے ہوگی تو وہ ڈکرا رہی ہوگی اور اگر بکری ہوگی تو وہ ممیا رہی ہوگی' پھر آپ نے اپنا ہاتھ بلند کیا حتیٰ کہ ہم نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی' (پھر آپ نے دعا کی:) اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے! اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے! یہ آپ نے تین بار دعا کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۲۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اگر عمال ازخود صدقات میں سے کوئی چیز رکھ لیں تو وہ ناجائز ہے' اور رشوت کے حکم میں ہے' اسی طرح اگر دینی مدارس کے سفیر وغیرہ چندہ کی رقوم اور اجناس میں کوئی چیز اپنے پاس یہ کہہ کر رکھ لیں کہ یہ چیز مجھے دی گئی ہے تو یہ بھی اسی طرح ناجائز ہے۔

۱۸ - بَابٌ اِذَا وَھَبَ ھِبَۃً اَوْ وَعَدَ، ثُمَّ مَاتَ قَبْلَ اَنْ تَصِلَ اِلَیْہِ

جب کوئی شخص کسی سے ہبہ کرنے کا وعدہ کرے' پھر اس چیز کے موصول ہونے سے پہلے وہ فوت ہو جائے

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کوئی شخص دوسرے آدمی کو کوئی چیز ہبہ کرے یا کسی دوسرے آدمی سے ہبہ کرنے کا وعدہ کرے' پھر اس کو وہ چیز ہبہ کرنے سے پہلے فوت ہو جائے جس کا اس نے وعدہ کیا ہے تو پھر اس صورت میں کیا حکم ہے۔

اکثر فقہاء اور تابعین کے نزدیک ہبہ میں قبضہ کرنا شرط ہے' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے اور (ایک روایت کے مطابق) امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جس چیز کو ہبہ کیا ہے' اگر وہ ٹھوس چیز ہے جو بغیر قبضہ کے سالم رہ سکتی ہے تو بغیر قبضہ کے بھی اس کا ہبہ مکمل ہو جاتا ہے اور جو چیز ناپی جاتی ہو اور تولی جاتی ہو' اس کا بغیر قبضہ کے ہبہ صحیح نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک بغیر قبضہ کے بھی ہبہ صحیح ہو جاتا ہے' وہ ہبہ کو بیع پر قیاس کرتے ہیں۔

ہبہ میں قبضہ کی شرط پر امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے دلائل

ہمارے اصحاب احناف نے اور اصحاب شافعی نے قبضہ کی شرط پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو غابہ میں بیس وسق اناج ہبہ کیا اور فرمایا: تم اس کو کاٹ کر اپنے قبضہ میں کر لینا' حضرت عائشہ نے ان بیس وسق اناج کو کاٹ کر قبضہ میں نہیں لیا' حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آ گیا' آپ نے فرمایا: اگر تم اس بیس وسق اناج کو کاٹ کر اپنے قبضہ میں کر لیتیں تو وہ تمہارا مال ہو جاتا لیکن تم نے اس کو کاٹ کر قبضہ میں نہیں لیا حتیٰ کہ میری وفات کا وقت آ

گیا' اس لیے اب وہ میری میراث میں شامل ہوگا۔ (موطأ امام مالک۔ کتاب الاقضیہ۔ حدیث: ۴۰' شرح معانی الآثار: ۵۷۱۶)

اس سلسلہ میں حسب ذیل آثار سے بھی استدلال کیا گیا ہے:

امام عبدالرزاق متوفی ۲۱۱ھ نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری وحماد وابن شبرمہ' انہوں نے کہا: صدقہ اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ اس پر قبضہ نہ کر لیا جائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۶۹۰۱۔ ج۹ ص ۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شعبی نے بیان کیا کہ شریح اور مسروق اس وقت تک صدقہ کو جائز نہیں کہتے تھے حتیٰ کہ اس پر قبضہ کر لیا جائے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۶۹۰۲۔ ج۹ ص ۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شعبی نے کہا: صرف وہ صدقہ جائز ہے جس پر قبضہ کیا ہوا ہو۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۶۹۰۳)

القاسم بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما صدقہ کو جائز قرار دیتے تھے خواہ اس پر قبضہ نہ کیا گیا ہو اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور شعبی بغیر قبضہ کے صدقہ کو جائز نہیں قرار دیتے تھے' اور سفیان کے نزدیک حضرت معاذ اور شعبی کا قول زیادہ پسندیدہ تھا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۶۹۰۶۔ ج۹ ص ۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ہبہ کے وعدہ کو پورا کرنے میں مذاہب فقہاء

رہا ہبہ کرنے کا وعدہ کرنا تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ ہبہ کا وعدہ کرنے سے ہبہ کرنا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ ایسے منافع ہیں جن پر قبضہ نہیں کیا گیا' لہٰذا وعدہ کرنے والے کے لیے اس سے رجوع کرنا جائز ہے' امام مالک نے کہا: رہا وعدہ مثلاً ایک آدمی دوسرے آدمی سے یہ سوال کرے کہ وہ اس کو ہبہ کرے' پھر اس پر یہ ظاہر ہو کہ اس کو یہ ہبہ نہیں کرنا چاہیے تو میری رائے میں اس پر یہ ہبہ کرنا لازم نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ عَبِيْدَةُ اِنْ مَاتَا وَكَانَتْ فُصِلَتِ الْهَدِيَّةُ وَالْمُهْدٰى لَهُ حَيٌّ فَهِيَ لِوَرَثَتِهٖ' وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ فُصِلَتْ فَهِيَ لِوَرَثَةِ الَّذِيْ اَهْدٰى . وَقَالَ الْحَسَنُ اَيُّهُمَا مَاتَ قَبْلُ فَهِيَ لِوَرَثَةِ الْمُهْدٰى لَهُ' اِذَا قَبَضَهَا الرَّسُوْلُ.

اور عبیدہ بن عمر سلمانی نے کہا: اگر وہ دونوں فوت ہو گئے' یعنی ہدیہ دینے والا اور جس کو ہدیہ دیا گیا ہے' وہ دونوں فوت ہو گئے اور ہدیہ پر قبضہ ہو گیا اور جس کے لیے ہدیہ کیا گیا ہو' وہ زندہ ہو تو وہ ہدیہ اس کے وارثوں کا ہے اور اگر اس پر قبضہ نہ کیا گیا ہو تو یہ ہدیہ اس کے وارث کے لیے ہے' جس نے ہدیہ دیا ہے۔ اور حسن بصری نے کہا ہے کہ ان میں سے جو بھی پہلے مر گیا تو وہ ہدیہ اس کے وارثوں کو ملے گا' جس کے لیے ہدیہ کیا گیا تھا جب اس کے نمائندہ نے اس پر قبضہ کر لیا ہو۔

اس عبارت میں کہا ہے کہ جس نے ہدیہ دیا ہے اور جس کو ہدیہ دیا ہے' اگر ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ ہدیہ اس شخص کے وارثوں کے لیے ہوگا جس کو ہدیہ دیا گیا تھا۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ الحکم' امام احمد اور اسحاق کا یہ مذہب ہے کہ اگر اس نے ہدیہ کے ساتھ مہدی کے نمائندہ کو بھی بھیجا اور جس کو ہدیہ بھیجا تھا' وہ مر گیا تو پھر وہ ہدیہ اس کے وارثوں کا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵۹۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ سَمِعْتُ جَابِرًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَیْنِ اَعْطَیْتُکَ ھٰکَذَا' ثَلاثًا. فَلَمْ یَقْدَمْ حَتّٰی تُوُفِّیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ' فَاَمَرَ اَبُوْ بَکْرٍ مُنَادِیًا فَنَادٰی مَنْ کَانَ لَہٗ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِدَۃٌ اَوْ دَیْنٌ فَلْیَاْتِنَا' فَاَتَیْتُہٗ فَقُلْتُ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَدَنِیْ' فَحَثٰی لِیْ' ثَلاثًا.

انہوں نے کہا: ہمیں ابن المنکدر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کررہے تھے کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار فرمایا کہ اگر بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں اتنا دوں گا' پھر بحرین کا مال نہیں آیا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ نے ایک اعلان کرنے والے کو بھیجا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ جس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی وعدہ کیا ہو یا جس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی قرض ہو تو وہ ہمارے پاس آئے' سو میں ان کے پاس گیا' پس میں نے ان سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا تو انہوں نے مجھے تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھ بھر بھر کے مال دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۲۹۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر سے بحرین کے مال میں سے دینے کا وعدہ فرمایا تھا' پھر آپ بحرین کا مال پہنچنے سے پہلے وفات پا گئے تو حضرت ابوبکر نے اس مال میں سے حضرت جابر رضی اللہ کو عطاء کر دیا۔

۱۹ - بَابُ کَیْفَ یُقْبَضُ الْعَبْدُ وَالْمَتَاعُ غلام اور سامان پر کس طرح قبضہ ہوتا ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس غلام کو ہبہ کر دیا جائے اور جس سامان کو ہبہ کر دیا جائے' اس پر کس طرح قبضہ کیا جائے گا۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ کُنْتُ عَلٰی بَکْرٍ صَعْبٍ' فَاشْتَرَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ' وَقَالَ ھُوَ لَکَ یَا عَبْدَ اللّٰہِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں ایک سرکش اونٹ پر سوار تھا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹ کو خرید لیا اور فرمایا: اے عبداللہ! یہ اونٹ تمہارا ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول امام بخاری نے صحیح البخاری:۲۱۱۵ میں ذکر کی ہے۔

اور یہاں پر اس تعلیق کو ذکر کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جس چیز کو ہبہ کر دیا گیا' اس پر کس طرح قبضہ کیا جاتا ہے۔

۲۵۹۹ - حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ' عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ' عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّہٗ قَالَ قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقْبِیَۃً' وَلَمْ یُعْطِ مَخْرَمَۃَ مِنْھَا شَیْئًا' فَقَالَ مَخْرَمَۃُ یَا بُنَیَّ انْطَلِقْ بِنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ' فَانْطَلَقْتُ مَعَہٗ' فَقَالَ ادْخُلْ فَادْعُہٗ لِیْ' قَالَ فَدَعَوْتُہٗ لَہٗ فَخَرَجَ اِلَیْہِ وَعَلَیْہِ قَبَاءٌ مِّنْھَا' فَقَالَ خَبَاْنَا ھٰذَا لَکَ. قَالَ فَنَظَرَ اِلَیْہِ فَقَالَ رَضِیَ مَخْرَمَۃُ.

- [اطراف الحدیث:۲۶۵۷-۳۱۲۷-۵۸۰۰-۵۸۶۲-۶۱۳۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ قبائیں (اچکنیں' شیروانیاں) تقسیم کیں اور حضرت مخرمہ رضی اللہ کو اس میں سے کوئی چیز نہیں دی' تو حضرت مخرمہ نے کہا: اے میرے بیٹے! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلو! تو میں ان کے ساتھ چل پڑا' پس میرے والد نے کہا: اندر داخل ہو! اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے لیے بلاؤ' سو میں نے آپ کو بلایا' آپ تشریف لائے اور آپ کے اوپر ایک قباء تھی' آپ نے فرمایا: ہم نے یہ قباء

تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی' میرے والد نے اس کو دیکھا اور کہا: مخرمہ راضی ہو گیا۔ (صحیح مسلم:۱۰۵۸'الرقم المسلسل:۲۳۲۰' سنن ترمذی:۲۸۲۷'سنن نسائی:۵۳۲۴)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جو سامان کسی کی طرف منتقل کر دیا جائے تو وہ اس کا قبضہ ہوتا ہے۔

اس حدیث میں حضرت مخرمہ بن نوفل الزہری رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' یہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے' انہوں نے ۱۱۵ سال کی عمر پائی اور یہ ۵۴ھ میں فوت ہوئے تھے۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ اپنے اصحاب کی تالیف قلب کرنی چاہیے اور جس شخص کو کوئی چیز ہبہ کی گئی ہو' وہ چیز اس کی طرف منتقل کر دی جائے تو یہ اس کا قبضہ ہوتا ہے۔

۲۰ - بَابٌ إِذَا وَهَبَ هِبَةً فَقَبَضَهَا الْآخَرُ وَلَمْ يَقُلْ قَبِلْتُ

جب کوئی چیز کسی کو ہبہ کی' اس نے اس چیز پر قبضہ کر لیا اور زبان سے یہ نہیں کہا کہ میں نے قبول کر لی

۲۶۰۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَكْتُ، فَقَالَ وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ وَقَعْتُ بِاَهْلِيْ فِيْ رَمَضَانَ، قَالَ تَجِدُ رَقَبَةً؟ قَالَ لَا، قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟ قَالَ لَا، قَالَ فَتَسْتَطِيْعُ اَنْ تُطْعِمَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا؟ قَالَ لَا، قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ بِعَرَقٍ، وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ فِيْهِ تَمْرٌ، فَقَالَ اِذْهَبْ بِهٰذَا فَتَصَدَّقْ بِهِ. قَالَ عَلٰى اَحْوَجَ مِنَّا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا اَهْلُ بَيْتٍ اَحْوَجُ مِنَّا، قَالَ اِذْهَبْ فَاَطْعِمْهُ اَهْلَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے محبوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از حمید بن عبدالرحمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں ہلاک ہو گیا' آپ نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا: میں نے رمضان کے مہینہ میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا' آپ نے اس سے پوچھا: تمہارے پاس کوئی غلام ہے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! پھر انصار میں سے ایک آدمی کھجور کے پتوں کا بنا ہوا ایک ٹوکرا لے کر آیا' جس میں کھجوریں تھیں' آپ نے فرمایا: جاؤ! ان کو صدقہ کر دو! اس نے کہا: یا رسول اللہ! کیا مجھ سے بھی زیادہ کسی ضرورت مند پر؟ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! مدینہ کی دو طرفوں کے درمیان ہم سے زیادہ کوئی گھر محتاج نہیں ہے' آپ نے فرمایا: جاؤ! اپنے گھر والوں کو یہ کھجوریں کھلا دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۹۳۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کھجوریں ہبہ کر دیں' اس نے ان کھجوروں پر قبضہ کر لیا لیکن زبان سے یہ نہیں کہا کہ میں نے ان کو قبول کر لیا۔

۲۱ - بَابٌ اِذَا وَهَبَ دَيْنًا عَلٰى رَجُلٍ جب کوئی شخص اپنا قرض کسی کو ہبہ کردے

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جب کوئی شخص اپنا قرض کسی کو ہبہ کردے تو کیا حکم ہے؟ یعنی جائز ہے۔

قَالَ شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ هُوَ جَائِزٌ. شعبہ نے کہا از الحکم: یہ جائز ہے۔

اس تعلیق کی اصل یہ اثر ہے:

امام ابن ابی شیبہ از ابن ابی زائدہ از شعبہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کا کسی پر قرض تھا' وہ اس نے مقروض کو ہبہ کر دیا تو اب اس کے لیے اس قرض سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ بہ حوالہ عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲۶)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس شخص کا کسی دوسرے آدمی پر کوئی قرض ہو' پھر قرض خواہ اس مقروض کے اوپر قرض کو ہبہ کردے یا اس کو اس قرض سے بَری کردے تو اب مقروض کو اس قرض پر قبضہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ قرض پہلے ہی اس کے ذمہ میں قبضہ کیا ہوا ہے' اس میں صرف قرض خواہ کے قبول کرنے کی ضرورت ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے حضرت جابر کے قرض خواہوں سے صرف یہ سوال کیا تھا کہ وہ حضرت جابر کے والد کے قرض میں ان کے باغ کے پھلوں کو قبول کرلیں اور ان کو بقیہ قرض سے بَری کردیں تو اگر وہ قرض خواہ اس پر راضی ہو جاتے' جس کی نبی ﷺ نے ان کو پیش کش کی تھی تو اس سے حضرت جابر کے والد کا قرض پورا ہو جاتا اور حضرت جابر اپنے والد کے قرض سے بَری ہو جاتے اور اس کا علم صرف قرض خواہوں کے اس قول سے ہوتا کہ ہم نے اس کو قبول کرلیا اور ہم اس پر راضی ہیں۔

ابوثور نے کہا: یہ ہبہ جائز ہے' اس پر کسی کو گواہ بنایا جائے یا نہ بنایا جائے جب وہ دونوں فریق اس پر برقرار رہیں' اور فقہاء احناف اور امام شافعی نے کہا: یہ ہبہ ناجائز ہے کیونکہ ان کے نزدیک وہی ہبہ جائز ہے جس پر قبضہ کیا گیا ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۹۶-۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں' الماوردی نے اس ہبہ کو باطل کہا ہے اور امام غزالی نے اس ہبہ کو صحیح کہا ہے۔ ہمارے اصحاب احناف نے یہ کہا ہے کہ جس پر قرض نہیں ہے' اس کو قرض کا مالک بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اس کو سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے' اور اگر اس کو قرض کا مالک بنایا جس پر قرض ہے تو پھر یہ جائز ہے کیونکہ یہ اس سے قرض کو ساقط کرنا ہے اور اس کو قرض سے بَری کرنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲۷-۲۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَوَهَبَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لِرَجُلٍ دَيْنَهُ. اور حسن بن علی علیہما السلام نے ایک شخص کے قرض کو ہبہ کر دیا۔

یعنی جس شخص پر قرض تھا' اس کو قرض سے بَری کر دیا اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ عَلَيْهِ حَقٌّ فَلْيُعْطِهِ اَوْ لِيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ. اور نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص پر کسی کا حق ہو' وہ اس کو ادا کردے یا اس سے معاف کرالے۔

اس تعلیق کو مسدد نے اپنی مسند میں اپنی سند کے ساتھ از حضرت سعید مقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جس پر کسی کا حق ہے' وہ اس کو ادا کردے یا اس سے معاف کرالے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲۷)

فَقَالَ جَابِرٌ قُتِلَ اَبِیْ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَسَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُرَمَاءَهُ اَنْ يَّقْبَلُوْا ثَمَرَ حَائِطِیْ وَيُحَلِّلُوْا اَبِیْ.

سو حضرت جابر رضی اللہ نے کہا: میرے والد شہید کر دیئے گئے اور ان پر قرض تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قرض خواہوں سے یہ سوال کیا کہ وہ میرے باغ کے پھلوں کو (اپنے قرض میں) قبول کر لیں اور میرے والد کو قرض سے بَری کر دیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ کے والد کا نام حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ الخزرجی رضی اللہ ہے' یہ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے تھے۔ یہ حدیث سند موصول کے ساتھ کتاب القرض میں گزر چکی ہے۔ (صحیح البخاری:۲۴۰۵)

۲۶۰۱ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، وَقَالَ اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِی ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَاهُ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ شَهِيْدًا، فَاشْتَدَّ الْغُرَمَاءُ فِیْ حُقُوْقِهِمْ، فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمْتُهُ، فَسَاَلَهُمْ اَنْ يَّقْبَلُوْا ثَمَرَ حَائِطِیْ وَيُحَلِّلُوْا اَبِیْ فَاَبَوْا، فَلَمْ يُعْطِهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَائِطِیْ وَلَمْ يَكْسِرْهُ لَهُمْ، وَلٰكِنْ قَالَ سَاَغْدُوْا عَلَيْكَ. فَغَدَا عَلَيْنَا حَتّٰى اَصْبَحَ، فَطَافَ فِی النَّخْلِ وَدَعَا فِیْ ثَمَرِهٖ بِالْبَرَكَةِ، فَجَدَدْتُهَا فَقَضَيْتُهُمْ حُقُوْقَهُمْ، وَبَقِیَ لَنَا مِنْ ثَمَرِهَا بَقِيَّةٌ، ثُمَّ جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فَاَخْبَرْتُهُ بِذٰلِكَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ اِسْمَعْ وَهُوَ جَالِسٌ يَا عُمَرُ فَقَالَ عُمَرُ اَلَا يَكُوْنُ قَدْ عَلِمْنَا اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَاللّٰهِ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابن کعب بن مالک نے حدیث بیان کی کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ان کے والد جنگ اُحد میں شہید کر دیئے گئے تو قرض خواہوں نے بہت شدت کے ساتھ اپنے قرض کا تقاضا کیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے یہ درخواست کی کہ آپ ان سے یہ سوال کریں کہ وہ اپنے (قرض میں) میرے باغ کے پھلوں کو قبول کر لیں اور میرے والد کو قرض سے بَری کر دیں' پس انہوں نے انکار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو میرا باغ نہیں دیا اور نہ ان کے لیے پھلوں کو کٹوایا' لیکن آپ نے فرمایا: میں کل صبح تمہارے پاس آؤں گا' پھر دوسرے دن صبح کو آپ ہمارے پاس آئے' آپ نے کھجور کے درختوں کے گرد ایک چکر لگایا اور اس کے پھلوں میں برکت کی دعا کی' پھر میں نے ان پھلوں کو درختوں سے اتار کر ان کے حقوق ادا کر دیئے اور باغ کے پھلوں سے ہمارے لیے پھل بچ گئے' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا' اس وقت آپ بیٹھے ہوئے تھے' پس میں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ سے فرمایا: اے عمر! سنو! اور وہ بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے' پس حضرت عمر نے کہا: سنیں! ہم پہلے ہی یہ جان چکے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کی قسم! آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض خواہوں سے یہ سوال کیا کہ وہ حضرت جابر کے باغ کے پھلوں کو قبول کر لیں اور ان کے والد

اپنے قرض سے بری کر دیں اور اگر وہ اس کو قبول کر لیتے تو حضرت جابر کے والد ان کے قرض سے بری ہو جاتے اور اس سے یہ ثابت ہو جاتا کہ قرض خواہ مقروض کو اپنا قرض ہبہ کر دے اور یہی اس باب کا عنوان ہے جو کچھ تکلف سے ثابت ہوتا ہے۔

۲۲ - بَابُ هِبَةِ الْوَاحِدِ لِلْجَمَاعَةِ — ایک چیز جماعت کو ہبہ کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک چیز پوری جماعت کو ہبہ کرنا جائز ہے۔

وَقَالَتْ أَسْمَاءُ لِلْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَابْنِ أَبِي عَتِيقٍ وَرِثْتُ عَنْ أُخْتِي عَائِشَةَ مَالًا بِالْغَابَةِ، وَقَدْ أَعْطَانِي بِهِ مُعَاوِيَةُ مِائَةَ أَلْفٍ، فَهُوَ لَكُمَا.

اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے قاسم بن محمد اور ابن ابی عتیق سے کہا کہ مجھے اپنی بہن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی زمین غابہ میں بہ طور وراثت ملی تھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھے اس زمین کے عوض ایک لاکھ درہم کی پیش کش کی تھی لیکن میں نے ان کو فروخت نہیں کی اب یہی زمین تم دونوں کو ہدیہ ہے۔

علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس تعلیق کو امام ابوحنیفہ کا رد کرنے کے لیے وارد کیا ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ایک گھر دو آدمیوں کو ہبہ کرے یا کوئی سامان دو آدمیوں کو ہبہ کرے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ وہ گھر اور سامان تقسیم ہو سکتا ہے اور انہوں نے بغیر تقسیم کے اس کے اوپر قبضہ کر لیا اور یہ جائز نہیں ہے سوا اس صورت کے کہ ان میں سے ہر ایک کا حصہ الگ الگ تقسیم ہو کیونکہ ان کے نزدیک ہبہ کی صحت کی شرط یہ ہے کہ اس پر قبضہ ہو۔

امام مالک امام ابو یوسف امام محمد اور امام شافعی کے نزدیک ایک چیز جماعت کو ہبہ کرنا جائز ہے انہوں نے کہا ہے کہ اگر مکان کا ایک حصہ یا غلام کا ایک حصہ کسی کو ہبہ کیا جائے تو یہ جائز ہے خواہ اس کو الگ الگ تقسیم نہ کیا گیا ہو امام احمد اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی مذہب ہے۔ جنہوں نے اس کو جائز کہا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکے سے فرمایا کہ وہ اس دودھ میں سے اپنا حصہ بڑے لوگوں کو دے دے اور یہ بات معلوم ہے کہ اگر وہ لڑکا اپنا حصہ ان بڑے لوگوں کو دے دیتا تو ان لوگوں کا اس دودھ میں حصہ غیر منقسم اور غیر متمیز ہوتا پس ثابت ہوا کہ غیر منقسم اور غیر متمیز چیز کو ہبہ کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۹۷-۹۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ عینی کی طرف سے علامہ ابن بطال کے اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ غابہ میں جو مال تھا ہو سکتا ہے کہ وہ منقسم ہو تو اس میں کوئی نزاع نہیں ہے کیونکہ جو مال منقسم ہو اس کے ہبہ کرنے کو امام اعظم ابوحنیفہ جائز قرار دیتے ہیں اور اگر وہ مال غیر منقسم ہو تو اس کا عدم انقسام ہبہ پر قبضہ کے وقت ہبہ سے مانع ہے اور ہبہ کے عقد کے وقت ہبہ سے مانع نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۲۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۶۰۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِشَرَابٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی

فَشَرِبَ، وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ الْأَشْيَاخُ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ إِنْ أَذِنْتَ لِي أَعْطَيْتُ هٰؤُلَاءِ؟ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِأُوثِرَ بِنَصِيبِي مِنْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَحَدًا، فَتَلَّهُ فِي يَدِهِ.

ﷺ کے پاس ایک مشروب لایا گیا' آپ نے اسے پیا' آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا اور بائیں جانب بڑی عمر کے لوگ تھے آپ نے اس لڑکے سے فرمایا: اگر تم اجازت دو تو میں اس مشروب کا باقی ماندہ ان لوگوں کو عطاء کر دوں؟ اس لڑکے نے کہا: یارسول اللہ! آپ کا جو حصہ مجھے ملا ہے' اس پر میں کسی کو ترجیح نہیں دوں گا' پھر آپ نے وہ پس ماندہ مشروب جھٹکے سے اس لڑکے کی طرف بڑھا دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ ان کے خیال میں اس حدیث میں غیر منقسم اور غیر متعین چیز کو ہبہ کرنے کا ثبوت ہے۔

۲۳ - بَابُ الْهِبَةِ الْمَقْبُوضَةِ وَغَيْرِ الْمَقْبُوضَةِ، وَالْمَقْسُومَةِ وَغَيْرِ الْمَقْسُومَةِ

مقبوضہ اور غیر مقبوضہ اور منقسم اور غیر منقسم چیز کو ہبہ کرنے کا بیان

مقبوضہ اور غیر مقبوضہ چیز کو ہبہ کرنے کا بیان تو گزر چکا ہے' اس حدیث سے غیر منقسم چیز کو ہبہ کرنے کا بیان مقصود ہے۔

وَقَدْ وَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ لِهَوَازِنَ مَا غَنِمُوا مِنْهُمْ وَهُوَ غَيْرُ مَقْسُومٍ.

اور نبی ﷺ نے ہوازن کے اصحاب کو وہ چیزیں ہبہ کیں' جو اُن سے غنیمت کے طور پر لی تھیں اور وہ چیزیں غیر منقسم تھیں۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۳۰۸' اور ۲۳۰۷ میں مذکور ہے۔

۲۶۰۳ - حَدَّثَنِي ثَابِتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ مُحَارِبٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَضَانِي وَزَادَنِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ثابت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از محارب از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں مسجد میں حاضر ہوا' آپ نے مجھے (اونٹ کی) قیمت ادا کی اور زیادہ دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ آپ نے حضرت جابر کو جو قیمت ادا کی تھی' وہ غیر منقسم تھی مگر ان کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ ان کا مقصود غیر منقسم چیز کو ہبہ کرنے کا جواز ہے اور یہاں پر طے شدہ قیمت سے زیادہ دینے کا جواز ہے۔

۲۶۰۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَارِبٍ، سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ بِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيرًا فِي سَفَرٍ، فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمَدِينَةَ قَالَ ائْتِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ فَوَزَنَ، قَالَ شُعْبَةُ أُرَاهُ فَوَزَنَ لِي فَأَرْجَحَ فَمَا زَالَ مِنْهَا شَيْءٌ حَتّٰى أَصَابَهَا أَهْلُ الشَّامِ يَوْمَ الْحَرَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محارب' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک سفر میں نبی ﷺ کو ایک اونٹ فروخت کیا' جب ہم مدینہ آئے تو آپ نے فرمایا: مسجد میں آ کر دو رکعت نماز پڑھو' پس آپ نے (چاندی کا) وزن کیا۔ شعبہ نے کہا: پس میرے لیے وزن کیا'

اور زیادہ وزن کیا' پھر وہ چاندی ہمیشہ میرے پاس رہی حتیٰ کہ جنگ حرہ کے دن اہل شام نے اس کو لے لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۴۴ میں گزر چکی ہے' حرہ کی جنگ کا یہ واقعہ ۶۳ ھ میں ہوا تھا۔

* اس واقعہ کی تفصیل شرح صحیح مسلم: ۳۱۴۱ کے تحت ج ۳ ص ۶۱۳ تا ۶۱۰ میں بیان کی گئی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۶۰۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِشَرَابٍ، وَعَنْ يَمِيْنِهِ غُلَامٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ اَشْيَاخٌ، فَقَالَ لِلْغُلَامِ اَتَاْذَنُ لِيْ اَنْ اُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ؟ فَقَالَ الْغُلَامُ لَا وَاللّٰهِ، لَا اُوْثِرُ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ اَحَدًا، فَتَلَّهٗ فِيْ يَدِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مشروب لایا گیا' آپ کی دائیں جانب ایک لڑکا تھا اور بائیں جانب بڑی عمر کے لوگ تھے' آپ نے لڑکے سے پوچھا: کیا تم مجھے یہ اجازت دیتے ہو کہ میں ان لوگوں کو (اپنا پس خوردہ) دے دوں؟ لڑکے نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! آپ سے جو مجھے میرا حصہ ملے گا میں اس پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا' پھر آپ نے وہ مشروب جھٹکے سے اس لڑکے کی طرف بڑھا دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں غیر منقسم چیز کے ہبہ کرنے کا ذکر ہے۔

۲۶۰۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ جَبَلَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ لِرَجُلٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ، فَهَمَّ بِهٖ اَصْحَابُهٗ، فَقَالَ دَعُوْهُ، فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا. وَقَالَ اشْتَرُوْا لَهٗ سِنًّا فَاَعْطُوْهَا اِيَّاهُ. فَقَالُوْا اِنَّا لَا نَجِدُ سِنًّا اِلَّا سِنًّا هِيَ اَفْضَلُ مِنْ سِنِّهٖ، قَالَ فَاشْتَرُوْهَا، فَاَعْطُوْهَا اِيَّاهُ، فَاِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ اَحْسَنَكُمْ قَضَاءً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عثمان بن جبلہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از سلمہ' انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے سنا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ایک آدمی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرض تھا (اس نے سختی سے تقاضا کیا)' آپ کے اصحاب نے اس کو ڈانٹنے یا مارنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو کیونکہ جس کا حق ہوتا ہے' اس کو بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے' اور فرمایا: اس کے اونٹ کی عمر کا اونٹ خرید کر اس کو دے دو۔ صحابہ نے کہا: ہم کو اس کے اونٹ کی عمر کا اونٹ نہیں ملا' مگر اس کے اونٹ کی عمر سے زیادہ عمر کا اونٹ ملا ہے' آپ نے فرمایا: وہی اونٹ خرید کر اس کو عطاء کر دو' تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو تم میں سے سب سے بہتر قرض ادا کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے اونٹ کی عمر سے زیادہ عمر کے اونٹ کو عطاء کرنے کا حکم دیا اور یہ زیادتی غیر منقسم ہے۔

٢٤ - بَابٌ اِذَا وَهَبَ جَمَاعَةٌ لِقَوْمٍ

جب ایک جماعت کسی قوم کو ہبہ کرے

٢٦٠٧، ٢٦٠٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ مَعِي مَنْ تَرَوْنَ، وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ، وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ. وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً، حِينَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ، فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، قَالُوا فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ فِي الْمُسْلِمِينَ، فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلَاءِ جَاؤُونَا تَائِبِينَ، وَإِنِّي رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ. فَقَالَ النَّاسُ طَيَّبْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِيهِ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ. فَرَجَعَ النَّاسُ، فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا. وَهٰذَا الَّذِي بَلَغَنَا مِنْ سَبْيِ هَوَازِنَ. هٰذَا آخِرُ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ، يَعْنِي فَهٰذَا الَّذِي بَلَغَنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مروان بن الحکم اور حضرت مسور بن مخرمہ' ان دونوں نے خبر دی کہ نبی ﷺ نے اس وقت فرمایا جب آپ کے پاس ہوازن کے مسلمانوں کا وفد آیا' انہوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ ان کی طرف ان کے اموال اور ان کے قیدی واپس کر دیں' آپ نے ان سے فرمایا: میرے ساتھ جتنی بڑی جماعت ہے اس کو تم بھی دیکھ رہے ہو اور میرے نزدیک سب سے پسندیدہ بات وہ ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو' تم دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کر لو' یا قیدیوں کو یا اموال کو' اور میں نے تو تمہارا (پہلے ہی) انتظار کیا تھا' اور نبی ﷺ جب طائف سے لوٹے تھے تو آپ نے ان کا دس سے زیادہ راتوں تک انتظار کیا تھا' پھر جب ہوازن کے لوگوں پر یہ منکشف ہوا کہ نبی ﷺ ان کی طرف صرف دو چیزوں میں سے ایک چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا: ہم اپنے قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں' تو آپ مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہوئے' پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی ایسی ثناء کی جو اس کی شان کے لائق ہے' پھر فرمایا: حمد و ثناء کے بعد سنو! بے شک تمہارے یہ بھائی ہمارے پاس توبہ کرتے ہوئے آئے ہیں اور میری یہ رائے ہے کہ میں ان کے قیدی ان کو واپس کر دوں' پس تم میں سے جو شخص خوشی سے اس پر عمل کرے' سو وہ کرے اور تم میں سے جو شخص اپنا حصہ پسند کرتا ہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ (اس کے بعد) جو پہلا مال غنیمت عطاء فرمائے گا' ہم اس میں سے اس کو عطاء کر دیں گے تو وہ ایسا کر لے' تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے خوشی سے ایسا کر لیا' تو آپ نے ان سے فرمایا: ہم (از خود) نہیں جانتے کہ تم میں سے وہ کون ہیں' جنہوں نے خوشی سے اجازت دی ہے اور وہ کون ہیں جنہوں نے خوشی سے اجازت نہیں دی ہے' تم لوگ واپس جاؤ حتیٰ کہ ہمارے پاس اپنے کارمختاروں (سیکرٹریوں) اور اپنے معاملات میں غور کرنے والوں کو بھیجو' پھر لوگ واپس گئے اور اپنے کارمختاروں سے

مشورہ کیا' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس واپس آئے اور آپ کو یہ خبر دی کہ انہوں نے خوشی سے ایسا کیا ہے اور اجازت دی ہے۔ (امام بخاری نے کہا:) ہوازن کے قیدیوں کے متعلق ہم کو جو خبر ملی ہے' یہ زہری کا آخری قول ہے جو ہم تک پہنچا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۸' اور ۲۳۰۷ میں گزر چکی ہے۔

صاحب التوضیح نے کہا ہے کہ اس حدیث سے امام بخاری' امام ابوحنیفہ کا رد کرنا چاہتے ہیں کیونکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک غیر منقسم اور غیر متمیز چیز کا ہبہ صحیح نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہوازن کے لوگوں کو جو ان کے قیدی ہبہ کیے تھے' وہ غیر منقسم اور غیر متمیز ہی تھے' علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ امام ابوحنیفہ ہبہ شرعیہ میں ایسا کہتے ہیں اور یہ ہبہ شرعیہ نہیں تھا کیونکہ آپ نے ان کے قیدی ان کو واپس کیے تھے اور کسی کی چیز اس کو واپس کرنا عرف میں ہبہ نہیں کہلاتا اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ حدیث عنوانِ باب کے مطابق نہیں ہے۔

۲۵ - بَابُ مَنْ اُهْدِیَ لَهٗ هَدِیَّةٌ وَعِنْدَهٗ جُلَسَاؤُهٗ' فَهُوَ اَحَقُّ

جس شخص کو' کوئی ہدیہ پیش کیا گیا اور اس کے پاس اس کے ہم مجلس تھے تو وہ شخص خود اس کا زیادہ حق دار ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کو مجلس میں ہدیہ پیش کیا گیا تو شرکاء مجلس کی بہ نسبت وہ شخص خود اس ہدیہ کا زیادہ حق دار ہے۔

وَیُذْکَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ جُلَسَاءَهٗ شُرَکَاءُهٗ' وَلَمْ یَصِحَّ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ اس کے ہم مجلس بھی اس ہدیہ میں شریک ہیں اور یہ صحیح نہیں ہے۔

اس تعلیق کے موافق یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو' کوئی ہدیہ پیش کیا گیا اور اس کے پاس کچھ لوگ بھی بیٹھے ہوں تو وہ لوگ بھی اس ہدیہ میں شریک ہیں۔ امام بیہقی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف (یعنی قولِ صحابی) ہے۔ (سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۸۳' نشر السنۃ' ملتان)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام عبد بن حمید نے روایت کیا ہے' اس کی سند میں ایک راوی مندل بن علی ہے اور وہ ضعیف راوی ہے اور اس کو محمد بن مسلم الطائفی نے بھی روایت کیا ہے' اس کی سند میں عمر وضعیف راوی ہے' امام عبد الرزاق نے کہا ہے کہ اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور مشہور یہ ہے کہ یہ موقوف ہے' العقیلی نے کہا ہے کہ اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سند صحیح کے ساتھ کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے پیش نظر مجلس کے ہدایا میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اگر بالفرض یہ حدیث ثابت ہو کہ مجلس کے ہم نشین بھی ہدیہ میں شریک ہوتے ہیں' تو فقہاء کے نزدیک اس پر عمل کرنا مستحب

ہے اور اس ہدیہ سے مراد معمولی ہدیے ہیں جن کو دینے میں عموماً لوگ بخل نہیں کرتے اور جو ہدیے قیمتی ہوں جیسے دکانیں مکانات اور قیمتی مال تو ان کا مستحق وہ شخص ہے جس کو مجلس میں ہدیہ دیا گیا ہے جیسا کہ امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اونٹ کا تقاضا کیا تھا اور اس کے اونٹ کی عمر کی مثل کا اونٹ نہیں ملا تو آپ نے فرمایا: اس کو اس کے اونٹ سے افضل اونٹ دے دو اور اس فضیلت میں آپ نے حاضرین مجلس میں سے کسی کو شریک نہیں کیا۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو لوگوں کے سامنے اونٹ ہبہ کیا اور ان لوگوں کو کچھ نہیں دیا۔ اسی کے موافق مذاہب فقہاء ہیں۔

امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ہارون رشید نے ان کی طرف مال کثیر کا ہدیہ بھیجا' اس وقت وہ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' ان اصحاب میں سے کسی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تمہارے ہم نشین بھی ہدیے میں شریک ہوتے ہیں' تو امام ابو یوسف نے کہا: اس قسم کا ہدیہ اس حدیث کا محمل نہیں ہے' اس حدیث کا محمل معمولی قسم کے ہدیے ہیں' یعنی جو کھانے پینے کی چیزیں ہوں جن کو لوگ خوشی سے دوسروں کو دے دیتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۰۱۔ ۱۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۶۰۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ' عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ' عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ اَخَذَ سِنًّا' فَجَاءَهُ صَاحِبُهُ يَتَقَاضَاهُ' فَقَالَ اِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا. ثُمَّ قَضَاهُ اَفْضَلَ مِنْ سِنِّهٖ' وَقَالَ اَفْضَلُكُمْ اَحْسَنُكُمْ قَضَاءً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از سلمہ بن کہیل از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے (کسی سے) ایک عمر کا اونٹ لیا' اس کا مالک آپ کے پاس تقاضا کرنے کے لیے آیا' آپ نے فرمایا: صاحب حق کو بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے' پھر آپ نے اس کا حق ادا کیا اور اس کی عمر کے اونٹ سے افضل اونٹ عطاء کیا اور فرمایا: تم میں سے سب سے افضل شخص وہ ہے' جو سب سے عمدہ قرض ادا کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مجلس میں اس قرض خواہ کو زیادہ عمر کا اونٹ عطاء کیا اور اس زیادتی میں اس مجلس کے شرکاء کو شریک نہیں کیا۔

۲۶۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ' عَنْ عَمْرٍو' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ كَانَ مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ سَفَرٍ' فَكَانَ عَلٰى بَكْرٍ لِعُمَرَ صَعْبٍ' فَكَانَ يَتَقَدَّمُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَيَقُوْلُ اَبُوْهُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ' لَا يَتَقَدَّمُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ. فَقَالَ لَهُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعْنِيْهِ. فَقَالَ عُمَرُ هُوَ لَكَ' فَاشْتَرَاهُ' ثُمَّ قَالَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ' فَاصْنَعْ بِهٖ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک سرکش اونٹ پر سوار تھے' جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھ جاتا تھا اور ان کے والد (حضرت عمر) ان سے کہتے تھے: اے عبداللہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے کہا: یہ اونٹ مجھے فروخت کر دو' حضرت عمر نے کہا: یہ آپ کا ہی ہے' سو آپ نے

مَا شِئْتَ.

اس کو خرید لیا' پھر آپ نے فرمایا: اے عبداللہ! یہ تمہارا ہے' تم اس کا جو چاہو کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۱۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری کا اس حدیث کی روایت سے بھی یہی مقصد ہے کہ آپ نے اور لوگوں کی موجودگی میں وہ اونٹ حضرت عمر کو عطاء کیا اور اس میں اور لوگوں کا حصہ نہیں تھا۔

۲۶ - بَابٌ إِذَا وَهَبَ بَعِيرًا لِرَجُلٍ وَهُوَ رَاكِبُهُ فَهُوَ جَائِزٌ

جب کوئی شخص کسی ایسے مرد کو اونٹ ہبہ کرے جو اس اونٹ پر سوار ہو تو یہ جائز ہے

۲۶۱۱ - وَقَالَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ' وَكُنْتُ عَلٰى بَكْرٍ صَعْبٍ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ بِعْنِيْهِ. فَابْتَاعَهُ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ.

اور حمیدی نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور میں ایک سرکش اونٹ پر سوار تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہ اونٹ مجھ کو فروخت کر دو' پھر آپ نے اس کو خرید لیا' پس آپ نے فرمایا: اے عبداللہ! یہ تمہارا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۱۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۷ - بَابُ هَدِيَّةِ مَا يُكْرَهُ لُبْسُهَا

جس (لباس) کا پہننا مکروہ ہو' اس (لباس) کو ہدیہ کرنا

۲۶۱۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ' عَنْ مَالِكٍ' عَنْ نَافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَاٰى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ حُلَّةً سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ' فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' لَوِ اشْتَرَيْتَهَا فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ' قَالَ إِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْاٰخِرَةِ. ثُمَّ جَاءَتْ حُلَلٌ' فَاَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ مِنْهَا حُلَّةً' وَقَالَ اَكَسَوْتَنِيْهَا' وَقُلْتَ فِيْ حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ؟ فَقَالَ إِنِّيْ لَمْ اَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا. فَكَسَا عُمَرُ اَخًا لَهُ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد کے دروازہ کے پاس سِیَراء (ایک قسم کا ریشم) کا حُلّہ دیکھا' انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ اس حُلّہ کو خرید لیں تو اس کو جمعہ کے دن پہنا کریں اور جب کوئی وفد آئے' تو آپ نے فرمایا: اس کو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' پھر حُلّے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے حضرت عمر کو ایک حُلّہ دیا' حضرت عمر نے کہا: آپ نے مجھے پہننے کے لیے یہ حُلّہ دیا ہے' اور آپ نے عُطارد کے حُلّہ کے متعلق جو کہا تھا سو کہا تھا' تو آپ نے فرمایا: میں نے تم کو یہ اس لیے نہیں دیا کہ تم اس کو پہنو' پھر حضرت عمر نے وہ حُلّہ مکہ میں اپنے ایک مشرک بھائی کو دے دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۸۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ مکروہ

چیز کو بھی ہدیہ میں دینا جائز ہے کیونکہ مردوں کو ریشم پہننا مکروہ ہے' اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو ریشمی حلّہ کا ہدیہ دیا۔ اس حدیث میں حضرت عمر کے جس بھائی کا ذکر ہے وہ ان کے رضاعی یا اخیافی (ماں شریک) بھائی تھے۔

٢٦١٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ بِنْتِهِ فَلَمْ يَدْخُلْ عَلَيْهَا، وَجَاءَ عَلِيٌّ فَذَكَرَتْ لَهُ ذٰلِكَ، فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي رَأَيْتُ عَلٰى بَابِهَا سِتْرًا مَوْشِيًّا. فَقَالَ مَا لِي وَلِلدُّنْيَا فَأَتَاهَا عَلِيٌّ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهَا، فَقَالَتْ لِيَأْمُرْنِي فِيهِ بِمَا شَاءَ، قَالَ تُرْسِلُ بِهِ إِلٰى فُلَانٍ، أَهْلِ بَيْتٍ بِهِمْ حَاجَةٌ. (سنن ابوداؤد: ۴۱۴۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی از والد خود از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحب زادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو اس میں داخل نہیں ہوئے' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت سیّدہ نے اس کا ذکر کیا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: میں نے ان کے دروازہ پر ایک منقش پردہ دیکھا' تو میں نے کہا: مجھے دنیا کی زینت سے کیا سروکار ہے! پھر حضرت سیّدہ فاطمہ کے پاس حضرت علی آئے اور ان کو (آپ کے اندر نہ آنے کی) یہ وجہ بتائی تو حضرت سیّدہ نے کہا: انہیں چاہیے کہ وہ اس کے متعلق مجھے جو حکم چاہیں وہ دیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اس پردہ کو فلاں گھر والوں کے پاس بھیج دیں' انہیں اس کی ضرورت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن جعفر بن ابی الحسین ابوجعفر حافظ کوفی (۲) محمد بن فضیل بن غزوان (۳) ان کے والد فضیل بن غزوان بن جریر ابوالفضل الضبی الکوفی (۴) نافع مولیٰ ابن عمر (۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۳۵)

حدیث میں مذکور پردہ کو ناپسند کرنے کی وجہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ فاطمہ کے لیے وہ پردہ ناپسند فرمایا کیونکہ حضرت سیّدہ ان لوگوں میں سے تھیں جن کی رغبت آخرت میں ہوتی ہے اور وہ دنیا کی زندگی میں اپنی پسندیدہ چیزوں سے خوش نہیں ہوتیں' اس کے باوجود آپ نے فلاں گھر والوں کے لیے اس پردہ کو دینے کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ ناپسندیدہ چیز کا بھی ہدیہ دینا جائز ہے۔

٢٦١٤ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَهْدٰى إِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةَ سِيَرَاءَ، فَلَبِسْتُهَا، فَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ، فَشَقَقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي. [اطراف الحدیث: ۵۳۶۶-۵۸۴۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبدالملک بن میسرہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے زید بن وہب سے سنا از حضرت علی رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سیراء کا (ریشمی) حلّہ ہدیہ کیا گیا تھا' میں نے اس کو پہن لیا تو میں نے آپ کے چہرہ پر غضب کے آثار دیکھے تو میں نے اس کو شق کر کے اسے (اپنی قوم کی) عورتوں میں تقسیم کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۲۰۷۱' الرقم المسلسل: ۵۳۱۳' سنن ابوداؤد: ۴۰۴۳' سنن نسائی: ۵۲۹۶' مسند البزار: ۷۳۱' مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۹ طبع قدیم' مسند

احمد: ۱۷۱۱۔ ج ۲ ص ۳۶۷ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

"سیراء" کا معنی' مردوں کے لیے ریشم پہننا مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی اور حضرت علی نے ----- حُلّہ کے چار ٹکڑے کن عورتوں کو دیئے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "سیراء" کا لفظ ہے'اس کا معنی ہے: خالص ریشم۔

نیز اس میں مذکور ہے: میں نے آپ کے چہرے پر غضب کے آثار دیکھے' بہ ظاہر اس کا معنی ہے: مردوں کے لیے ریشم پہننا مکروہ تحریمی ہے' المہلب کے بھائی ابوعبداللہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اگر ریشم کا پہننا حرام ہوتا تو فقط آپ کے چہرے پر غضب کے آثار نہ ہوتے بلکہ آپ اس سے صراحۃً منع فرماتے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حُلّہ کا ہدیہ دینے والا کون تھا؟ تو علماء نے کہا ہے کہ وہ دُومہ کا بادشاہ اُکَید ر تھا' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ دومۃ الجندل ایک جگہ کا نام ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں نے اس حلّہ کو پھاڑ کر اپنی عورتوں کے درمیان تقسیم کر دیا' اس سے مراد ہے: اپنی قوم کی عورتوں کے درمیان' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ میں نے اپنی ازواج کے درمیان تقسیم کر دیا' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں حضرت سیّدہ فاطمہ کے علاوہ حضرت علی کی اور کوئی زوجہ نہیں تھی اور امام ابن ابی الدنیا نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: میں نے اس حلّہ کو پھاڑ کر چار دوپٹے بنائے' ایک دوپٹہ اپنی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے لیے' دوسرا دوپٹہ اپنی زوجہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے' تیسرا دوپٹہ حضرت فاطمہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے لیے' چوتھے کو راوی بھول گیا' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حق کے مشابہ یہ ہے کہ چوتھا دوپٹہ حضرت فاطمہ بنت شیبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا کے لیے تھا جو حضرت علی کے بھائی عُقیل کی زوجہ تھیں اور ابوالعلاء بن سلیمان نے کہا ہے کہ یہ حضرت ام ھانی ء فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کے لیے تھا' اس کے علاوہ دو قول اور ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۳۷-۲۳۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۸ - بَابُ قَبُوْلِ الْهَدِيَّةِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مشرکین کے ہدیہ کو قبول کرنے کا جواز

امام بخاری نے اس عنوان سے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے' جس میں مشرک کے ہدیہ کو قبول کرنے کی ممانعت ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مُلاعب الاسنۃ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک ہدیہ لے کر آیا' آپ نے اس کے سامنے اسلام کو پیش کیا تو اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔ الحدیث

(حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو امام طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۴۷ 'دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

کفار اور مشرکین کے ہدیہ کو قبول کرنے کے جواز کے متعلق احادیث

مشرکین کے ہدیہ کو قبول کرنے کے جواز کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قُتیلہ بنت عبدالعزّٰی اپنی بیٹی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے پاس چند عمدہ گوہ' کڑوی سبزیاں اور گھی کے ہدیے لے کر آئیں تو حضرت اسماء نے ان کے ہدیے قبول کرنے اور ان کو اپنے گھر میں داخل کرنے سے منع کر دیا (کیونکہ وہ مشرکہ تھیں)' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ (الممتحنہ:۸)

اور اللہ تم کو ان کے ساتھ نیکی کرنے اور تھوڑا تھوڑا دینے سے نہیں منع فرماتا جنہوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا' بے شک اللہ تھوڑا تھوڑا دینے والوں کو بھی پسند فرماتا ہے ۝

تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی (مشرکہ) والدہ کے ہدیہ کو قبول کرلیں اور ان کو اپنے گھر میں آنے دیں۔

حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد نے اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند کو عمدہ قرار دیا ہے' اس کی سند میں ایک راوی مصعب بن ثابت ہے' اس کو امام احمد اور دیگر نے ضعیف کہا ہے اور امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۵۲' دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ المقوقس القبطی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو باندیاں ہبہ کیں' ان میں سے ایک حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحب زادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں' اور دوسری باندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہبہ کردیں اور یہ حضرت عبدالرحمان بن حسان رضی اللہ عنہما کی والدہ ہیں اور اس نے آپ کو ایک خچر ہبہ کیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمایا۔ (مسند البزار: ۱۹۳۵' بیروت)

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ روم کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چند ہدیے بھیجے اور اس نے آپ کی طرف جو ہدیے بھیجے تھے' ان میں ایک گھڑا تھا جس میں ادرک تھی' آپ نے ہر شخص کو اس میں سے ایک ٹکڑا کھلایا اور مجھے بھی اس میں سے ایک ٹکڑا کھلایا۔ (المعجم الاوسط: ۴۴۳۸۔ ج ۴ ص ۲۰۹' مکتبۃ المعارف' ریاض)

اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس کی سند کا ایک راوی عمرو بن حکام ضعیف ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے دادا روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک زہر آلود بکری لے کر آئی' آپ نے اس میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا کھالیا' پھر اس عورت کو پکڑ کر لایا گیا' صحابہ نے عرض کیا: کیا ہم اس کو قتل نہ کردیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! پھر میں ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلق کے کوے میں اس کا اثر پہچانتا رہا۔

(المعجم الاوسط: ۴۴۳۸۔ ج ۴ ص ۲۰۹' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۷ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ المقوقس صاحب الاسکندریہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف شام کی بنی ہوئی لکڑی کی سرمہ دانی اور آئینہ اور کنگھی بھیجی۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۵۳' دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ذی یزن کے بادشاہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک گھڑا بھیجا جس میں ''من'' تھا' آپ نے اس کو قبول فرمالیا۔

اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان ہے' اس کو ضعیف کہا گیا ہے اور اس کی توثیق

بھی کی گئی ہے۔ (مَنّ سے مراد شہد کی طرح میٹھی چیز ہے) (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۵۳ 'دارالکتاب العربی بیروت)

مشرکین کے ہدایا کو قبول کرنے کی ممانعت اور جواز کی احادیث میں تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے متعدد احادیث روایت کی ہیں' جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مشرکین کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے' امام طبری نے مشرکین کے ہدیہ کو قبول کرنے کی ممانعت میں اور ان احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ نبی ﷺ کے لیے مشرکین کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے اور عام مسلمانوں کے لیے قبول کرنا جائز ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے بھی ہدیہ قبول فرمایا ہے' دیگر علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ جو کافر دوستی اور محبت کے اعتبار سے ہدیہ دیں' ان کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے اور جن کے اسلام لانے کی اُمید ہو' ان کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ جو کفار اہل کتاب سے ہوں' ان کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے اور جو کفار بت پرست ہوں' ان کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے' اور بعض نے یہ کہا ہے کہ ممانعت اُمراء کے لیے ہے اور جواز عوام کے لیے ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۸۰ 'دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ' بیروت)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی اس بحث میں اسی طرح لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۳۹ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَاجَرَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِسَارَةَ' فَدَخَلَ قَرْيَةً فِيْهَا مَلِكٌ اَوْ جَبَّارٌ' فَقَالَ اَعْطُوْهَا اٰجَرَ.

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کی' پس وہ ایک ایسی بستی میں داخل ہوئے جس میں کافر بادشاہ تھا' یا فرمایا: ظالم بادشاہ تھا' پھر اس بادشاہ نے کہا: (حضرت) سارہ کو اجر (ھاجر) عطاء کردو۔

اس باب کے عنوان میں امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے' اس کی اصل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ' ظالم بادشاہوں میں سے ایک ظالم بادشاہ کی بستی میں پہنچے' اس ظالم بادشاہ کو بتایا گیا کہ ایک مرد سب سے حسین عورت کے ساتھ آیا ہے' اس بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اپنا ایک نمائندہ بھیجا اور حضرت سارہ کے متعلق سوال کیا کہ یہ کون ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتایا کہ یہ میری بہن ہے' پھر حضرت ابراہیم نے حضرت سارہ سے فرمایا: اے سارہ! اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مؤمن نہیں ہے' اور اس بادشاہ نے تمہارے متعلق سوال کیا تو میں نے اس کو بتایا ہے کہ تم میری (دینی) بہن ہو' سو تم میری تکذیب نہ کرنا (یعنی مجھے جھوٹا نہ کرنا)' اس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو بُلوا لیا' جب حضرت سارہ وہاں پہنچیں تو اس نے اپنا ہاتھ حضرت سارہ کی طرف بڑھایا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا' پس اس نے کہا: آپ میرے لیے اللہ سے دعا کریں' میں آپ کو کوئی نقصان نہیں دوں گا' حضرت سارہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس کا ہاتھ درست کر دیا گیا' اس نے پھر دوسری بار اپنا ہاتھ بڑھایا تو اس کے ہاتھ کو پھر اسی طرح یا اس سے بھی زیادہ سختی کے ساتھ پکڑ لیا گیا' پس اس نے کہا: آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں' میں آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچاؤں گا' پس حضرت سارہ نے دعا کی تو اس کو چھوڑ دیا گیا' پھر اس نے اپنے بعض کارندوں کو بلایا' پس ان سے کہا: تم میرے پاس کسی انسان کو نہیں لائے تم میرے پاس کسی جنّیہ کو لے آئے ہو' اور اس نے حضرت سارہ کو ھاجر بہ طور خادمہ دے دیں۔

(صحیح البخاری: ۳۳۵۸ ' صحیح مسلم: ۲۳۷۱ ملخصاً ' دار الفکر' بیروت)

اس حدیث کو امام بخاری نے اس عنوان میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں یہ ثبوت ہے کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے کیونکہ اس کافر بادشاہ نے حضرت سارہ کو حضرت ھاجر کا ہدیہ دیا' حضرت سارہ نے اس کو قبول کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو مقرر رکھا۔

حضرت ھاجر کی مختصر سوانح

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ھاجر کے متعلق اختلاف ہے' مقاتل نے کہا: یہ حضرت ھود علیہ السلام کی اولاد سے ہیں' اور ضحاک نے کہا: یہ بادشاہِ مصر کی بیٹی ہیں اور وہ بادشاہ منف میں رہنے والا تھا اور اس کے اوپر ایک اور بادشاہ تھا' اور کہا گیا ہے کہ اس بادشاہ پر فرعون غالب آ گیا' سو اس نے اس کو قتل کر دیا اور اس کی بیٹی کو قید کر دیا' پھر اس نے وہ حضرت سارہ کو ہبہ کر دیں اور حضرت سارہ نے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے مباشرت کی تو ان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔

حضرت سارہ کی مختصر سوانح

حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا ھاران کی بیٹی تھیں اور حضرت لوط علیہ السلام کی بہن تھیں' جیسا کہ علامہ سہیلی نے ذکر کیا ہے اور السدی نے کہا ہے کہ حضرت سارہ حران بادشاہ کی بیٹی تھیں' ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خبر پہنچی تو وہ آپ کے اوپر ایمان لے آئیں اور بتوں کی عبادت کرنے پر انہوں نے اپنی قوم کی مذمت کی' پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حران میں آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے نکاح کر لیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۴۰ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَاُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيهَا سَمٌّ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بکری ہبہ کی گئی جس میں زہر تھا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۶۱۷ میں آ رہی ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ اَهْدٰى مَلِكُ اَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ' وَكَسَاهُ بُرْدًا' وَكَتَبَ لَهٗ بِبَحْرِهِمْ.

اور ابوحمید نے کہا کہ ایلہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سفید خچر ہدیہ کیا اور آپ کو چادر پہنائی اور آپ نے اس کے لیے اس کے علاقہ اور اس کے شہر کی حکومت لکھ دی۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۱۴۸۱ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں ایلہ کا ذکر ہے' یہ مصر سے مکہ کی طرف جانے والے راستہ میں ساحل سمندر کے ساتھ ایک شہر ہے' اس حدیث میں ''بحر'' کا لفظ ہے' اس سے مراد سمندر نہیں ہے بلکہ سمندر کے کنارے آباد شہر مراد ہے۔

۲۶۱۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ' عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُبَّةُ سُنْدُسٍ' وَكَانَ يَنْهٰى عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ نبی

الْحَرِيْرِ، فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْهَا، فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ اَحْسَنُ مِنْ هٰذَا. [اطراف الحدیث:۲۶۱۶۔ ۳۲۴۸] (صحیح مسلم:۲۴۶۹، الرقم المسلسل:۶۲۴۵)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سُندُس (باریک ریشم) کا جبہ ہدیہ کیا گیا اور آپ ریشم پہننے سے منع فرماتے تھے لوگوں کو اس (ریشمی جبہ) سے بہت تعجب ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے زیادہ حسین ہیں۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ریشمی جبہ ہدیہ کیا گیا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے اس ریشمی جبہ کو پہنا بھی ہو امام بخاری نے یہ حدیث صرف اس لیے روایت کی ہے کہ یہ جبہ آپ کو اُکیدر دُومہ نے ہدیہ کیا تھا اور وہ مشرک تھا' اس سے معلوم ہوا کہ کافر اور مشرک کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔

۲۶۱۶ - وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اِنَّ اُكَيْدِرَ دُوْمَةَ اَهْدٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور سعید نے کہا از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ اُکیدر دُومہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۱۵ میں گزر چکی ہے۔

اُکیدر دُومہ کا مختصر تذکرہ

اُکیدر اُکدر کی تصغیر ہے' یہ عبدالملک بن عبدالجن کا بیٹا تھا' یہ کندہ کی طرف منسوب تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف حضرت خالد بن الولید کو ایک لشکر میں بھیجا تھا' انہوں نے اس کو قید کر لیا اور اس کے بھائی حسان کو قتل کر دیا' اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ میں لے کر آئے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے اس پر صلح کر لی کہ یہ جزیہ ادا کرے گا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو رہا کر دیا۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ اس کے اسلام قبول کرنے میں اختلاف ہے۔ البلاذری نے ذکر کیا ہے کہ جب یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تھا تو اس نے اسلام قبول کر لیا تھا' پھر یہ اپنی قوم کی طرف لوٹ گیا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی تو پھر یہ مرتد ہو گیا' پھر جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عراق سے شام کی طرف لوٹے تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا' اور اُکیدر دُومۃ کا بادشاہ تھا۔

دُومۃ' تبوک کے قریب ایک شہر ہے' جس میں کھجور کے درخت ہیں' یہ مدینہ سے دس مراحل دور ہے' اور دمشق سے آٹھ مراحل دور ہے اور اس کا نام دُومۃ الجندل ہے' جندل کا معنی پتھر ہے اور دُومۃ کا معنی کسی چیز کا اجتماع ہے اور اس کو دُومۃ الجندل اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں بہت زیادہ پتھر مجتمع ہیں۔

امام ابویعلیٰ نے سند قوی کے ساتھ حضرت قیس بن النعمان سے یہ روایت کی ہے کہ جب یہ آیا تو یہ ریشم کی ایک قباء (ایک قسم کی شیروانی) جس پر سونے کی کڑھائی کی ہوئی تھی' لے کر آیا اور وہ آپ کو ہدیہ کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو واپس کر دیا' پھر آپ کو ہدیہ مسترد کرنے کا افسوس ہوا تو آپ نے اس سے رجوع کر لیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ یہ عمر (رضی اللہ عنہ) کو دے دو' اور امام مسلم کی روایت (صحیح مسلم: ۲۰۷۱) میں ہے کہ اُکیدر دُومہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ریشمی کپڑا ہبہ کیا تھا تو آپ نے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا اور حضرت علی نے اس کے دوپٹے بنا کر اپنی قوم کی چار خواتین میں تقسیم کر دیئے' اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۲۶۱۴ میں گزر چکی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۴۲۔ ۲۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۵۲۸۷۔ ج ۶ ص ۳۳۸' اور شرح صحیح مسلم: ۵۳۰۸۔ ج ۶ ص ۳۴۵ میں مذکور ہے اس کی شرح کے درج ذیل عنوان ہیں:

① کفار فروع کے مخاطب ہیں یا نہیں؟ ② مردوں پر ریشم حرام ہونے کی تفصیل اور دیگر مسائل ③ سونے چاندی کے بٹن اور گھڑی کے چین کا حکم۔

۲۶۱۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ يَهُودِيَّةً أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَسْمُومَةٍ فَأَكَلَ مِنْهَا، فَجِيءَ بِهَا، فَقِيلَ أَلَا نَقْتُلُهَا؟ قَالَ فَمَا زِلْتُ أَعْرِفُهَا فِي لَهَوَاتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(صحیح مسلم: ۲۱۹۰، الرقم المسلسل: ۵۵۹۸، سنن ابوداؤد: ۴۵۰۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن زید از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک زہر آلود بکری لے کر آئی، آپ نے اس سے کچھ (گوشت) کھایا، پھر اس عورت کو آپ کے پاس لایا گیا، پس آپ سے کہا گیا: ہم اس کو قتل نہ کر دیں! (آپ نے فرمایا: نہیں! صحیح مسلم: ۲۱۹۰) پھر میں ہمیشہ اس زہر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلق کے کوے میں پہچانتا رہا۔

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس یہودی عورت کا نام زینب تھا اور اس کے اسلام لانے میں اختلاف ہے۔

اس حدیث میں "لَهَوات" کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: حلق کا کوا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اہل کتاب کے طعام کو تفتیش کیے بغیر کھانا جائز ہے۔

نیز اس سے معلوم ہوا کہ تمام اُمور کو اس وقت تک صحت پر محمول کرنا چاہیے جب تک کہ ان کے خلاف دلیل قائم نہ ہو۔

اسی طرح جو چیز مسلمانوں کے بازار میں فروخت ہوتی ہو اس کو اس وقت تک صحت پر محمول کرنا چاہیے جب تک کہ اس کے خلاف دلیل قائم نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۴۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

زہر آلود گوشت کھانے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اثر کی تحقیق اور مصنف کی نکات آفرینی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم میں زہر پہنچا لیکن اس کے اثر سے اسی وقت آپ کی وفات نہیں ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اثر کو روک لیا اور تین سال بعد اس کے اثر سے آپ کی وفات ہوئی اور یہ بھی آپ کا معجزہ ہے اور اس میں یہ حکمت تھی کہ آپ میں شہادتِ سرّیہ کا وصف متحقق ہو۔

اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم تھا کہ بکری کے اس گوشت میں زہر ملا ہوا ہے، اس کے باوجود آپ نے اس زہر آلود گوشت کو کھایا تو یہ اپنے نفس کی ہلاکت کا سبب ہے اور یہ جائز نہیں ہے، اور اگر آپ کو یہ علم نہیں تھا تو یہ آپ کے علم غیب کی نفی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس گوشت کو کھانے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرف توجہ نہیں تھی کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر مطلع فرما دیا تھا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے، لہٰذا یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عطائی علم غیب کے منافی نہیں ہے اور ذاتی علم غیب کے ہم قائل نہیں ہے۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک زہر آلود بکری کا ہدیہ دیا یا بُھنا ہوا زہر آلود بھیڑ کے بچہ کا ہدیہ دیا' جب اس نے وہ گوشت آپ کے قریب کیا اور لوگوں نے اس کو کھانے کے لیے اپنے ہاتھ بڑھائے تو آپ نے (صحابہ سے) فرمایا: رُک جاؤ! کیونکہ اس کے اعضاء میں سے ایک عضو نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے' پھر آپ نے اس عورت کو بلایا اور اس سے پوچھا: کیا تم نے اس میں زہر ملایا تھا؟ اس نے کہا: ہاں! آپ نے پوچھا: تم کو اس کام پر کس نے برانگیختہ کیا؟ اس عورت نے کہا: میں نے یہ چاہا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو لوگ آپ سے راحت میں آ جائیں گے اور اگر آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو اس زہر پر مطلع فرما دے گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کو سزا نہیں دی۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۲۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت ذکر کی ہے' اس میں مذکور ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے پوچھا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا' اس عورت نے پوچھا: آپ کو کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا: میرے ہاتھ میں اس بکری کا اگلا پایہ ہے' اس نے مجھے بتایا ہے۔ اس عورت نے کہا' اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

(دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۲۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ بکری کے اعضاء بھی آپ کی رسالت کو پہچانتے تھے' آپ سے کلام کرتے تھے اور اپنے حال کی آپ کو خبر دیتے تھے اور یہ آپ کی نبوت اور رسالت پر قوی معجزہ ہے۔

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

الزہری نے کہا: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کندھے پر فصد لگوائی اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین سال زندہ رہے' حتیٰ کہ پھر آپ کو وہ درد ہوا جس میں آپ کی وفات ہوگئی' آپ نے فرمایا: میں نے غزوۂ خیبر کے موقع پر بکری کا جو گوشت کھایا تھا' اس سے اب میری پشت کی رگ کے کٹنے کا وقت ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شہادت کی حالت میں ہوئی۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۲۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر زہر کھانے کا اثر نہ ہونے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تین سال تک اثر نہ ہونے کی وضاحت

علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ لکھتے ہیں:

امام ابو یعلیٰ' امام بیہقی اور امام ابو نعیم نے ابو اسفر سے روایت کی ہے کہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ الحیرہ میں پہنچے تو لوگوں نے ان سے کہا: آپ زہر سے بچیں کہیں عجمی لوگ آپ کو زہر نہ کھلا دیں' حضرت خالد بن ولید نے کہا: تم میرے پاس زہر لاؤ اور کہا: بسم اللہ! اور زہر کھالیا' ان پر زہر کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

کلبی سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت خالد بن الولید الحیرہ میں گئے' لوگوں نے ان کے پاس عبد المسیح (عیسائی پادری) کو ایک گھنٹہ میں ختم کر دینے والا زہر دے کر بھیجا' اس کے پاس زہر تھا' حضرت خالد نے کہا: مجھے زہر دو' پھر انہوں نے اس کو اپنی ہتھیلی میں رکھ کر کہا: اللہ کے نام سے جو آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے' اللہ کے نام ہے' جس کے نام کے ساتھ کوئی بیماری ضرر نہیں دیتی' پھر حضرت خالد بن ولید نے وہ زہر کھالیا' عبد المسیح اپنی قوم میں واپس گیا' اور اس نے کہا: اس نے وہ زہر کھا لیا اور اس کو کوئی ضرر نہیں ہوا' سو تم لوگ ان سے صلح کر لو۔ (جامع کرامات الاولیاء جز ۱ ص ۱۳۵' مرکز اہل سنت' برکات رضا)

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ نے بھی اس کو لکھا ہے۔ (جمال الاولیاء ص ۳۷' مکتبہ اسلامیہ' لاہور)

نبی ﷺ پر اس زہر کا اگرچہ فی الفور اثر نہیں ہوا تھا اور اس سے آپ کی فی الفور وفات نہیں ہوئی لیکن آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میں مسلسل اس کھانے کے درد کو محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اب وہ وقت ہے کہ میں اس زہر کے اثر سے اپنی پشت کی رگ کے کٹنے کو پا رہا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۸)

اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر زہر کا اثر نہیں ہوا اور نبی ﷺ پر اس کا اثر ہوا۔ اس سے بہ ظاہر حضرت خالد کی نبی ﷺ پر فضیلت اور برتری معلوم ہوتی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ پر اس زہر کا اثر برقرار رکھنے سے آپ میں شہادت کے وصف کو برقرار رکھنا مقصود تھا' جب کہ آپ کو جس طرح یہ علم دیا گیا تھا کہ یہ بکری زہر آلود ہے' اسی طرح آپ کو یہ بھی علم دیا گیا تھا کہ آپ پر اس زہر کا فی الفور اثر نہیں ہوگا اور چونکہ آپ میں معنوی شہادت کو متحقق کرنا ہے' اس لیے آپ پر اس کا بہ تدریج اثر ہو گا اور یہی زہر اپنے وقت مقرر میں آپ کی وفات کا سبب ہوگا۔

رہا حضرت خالد بن ولید پر زہر کا اثر نہ ہونا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ عیسائیوں کے سامنے اسلام کی حقانیت ظاہر کی جائے کہ کوئی چیز اپنی ذات میں مؤثر نہیں ہے اور اگر اللہ چاہے تو زہر کھانے کے باوجود اس کا اثر نہیں ہوسکتا اور ہوسکتا ہے کہ حضرت خالد کو الہام سے اس پر مطلع کر دیا ہو کہ ابھی ان کی موت کا وقت نہیں آیا' لہٰذا تین سال تک نبی ﷺ پر اس زہر کا اثر نہ ہونا آپ کا معجزہ ہے اور حضرت خالد پر اس زہر کا اثر نہ ہونا ان کی کرامت ہے۔

٢٦١٨ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثِيْنَ وَمِائَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَعَ اَحَدٍ مِّنْكُمْ طَعَامٌ؟ فَاِذَا مَعَ رَجُلٍ صَاعٌ مِّنْ طَعَامٍ اَوْ نَحْوُهٗ، فَعُجِنَ، ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُّشْرِكٌ، مُشْعَانٌّ طَوِيْلٌ، بِغَنَمٍ يَسُوْقُهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعًا اَمْ عَطِيَّةً، اَوْ قَالَ اَمْ هِبَةً. قَالَ لَا، بَلْ بَيْعٌ، فَاشْتَرٰى مِنْهُ شَاةً، فَصُنِعَتْ، وَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَوَادِ الْبَطْنِ اَنْ يُّشْوٰى، وَاَيْمُ اللّٰهِ، مَا فِي الثَّلَاثِيْنَ وَالْمِائَةِ اِلَّا قَدْ حَزَّ (بِسَوَادِ) النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهٗ حُزَّةً مِّنْ سَوَادِ بَطْنِهَا، اِنْ كَانَ شَاهِدًا اَعْطَاهَا اِيَّاهُ، وَاِنْ كَانَ غَائِبًا خَبَاَ لَهٗ، فَجَعَلَ مِنْهَا قَصْعَتَيْنِ، فَاَكَلُوْا اَجْمَعُوْنَ وَشَبِعْنَا، فَفَضَلَتِ الْقَصْعَتَانِ، فَحَمَلْنَاهُ عَلَى الْبَعِيْرِ، اَوْ كَمَا قَالَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المعتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی عثمان از حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ ہم ایک سو اور تیس افراد نبی ﷺ کے ساتھ تھے تو نبی ﷺ نے پوچھا: کیا تم میں سے کسی شخص کے پاس طعام ہے؟ پس اس وقت ایک شخص کے پاس ایک صاع یا اس کی مثل طعام (آٹا) تھا' پھر اس آٹے کو گوندھا گیا' پھر ایک دراز قد قوی ہیکل مشرک بکریوں کو ہانکتا ہوا آیا' نبی ﷺ نے اس سے پوچھا: (یہ بکریاں) (بہ طور) بیع ہیں یا عطیہ ہیں؟ یا فرمایا: (بہ طور) ہبہ ہیں؟ اس نے کہا: نہیں! بلکہ بہ طور بیع ہیں' نبی ﷺ نے اس سے ایک بکری خریدی' پھر اس کو ذبح کیا گیا اور نبی ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو پکایا جائے اور اللہ کی قسم! ان ایک سو تیس آدمیوں میں سے ہر شخص کو نبی ﷺ نے اس کی کلیجی میں سے کاٹ کر ایک ٹکڑا دیا' اگر وہ شخص حاضر تھا تو اس کو کلیجی کا ایک ٹکڑا دے دیا اور اگر وہ شخص غائب تھا تو اس کے لیے چھپا کر رکھ لیا' پھر نبی ﷺ نے اس سالن کو دو پیالوں میں ڈالا' تمام لوگوں نے وہ سالن کھایا اور ہم سیر ہو گئے اور ان دو پیالوں میں سالن پھر بھی بچ گیا' ہم نے اس کو اونٹ پر لاد لیا یا جس طرح انہوں نے کہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۲۱۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ہبہ اور عطیہ کا ذکر ہے۔

۲۹ - بَابُ الْهَدِيَّةِ لِلْمُشْرِكِيْنَ — مشرکین کو ہدیہ دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین کو ہدیہ دینے کا کیا حکم ہے' خلاصہ یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَO﴾ (الممتحنۃ:۸)۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تم کو ان کے ساتھ نیکی کرنے اور تھوڑا تھوڑا دینے سے نہیں منع فرماتا جنہوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی' اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا' بے شک اللہ تھوڑا تھوڑا دینے والوں کو بھی پسند فرماتا ہےO (الممتحنۃ:۸)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ تمہیں غیر محارب مشرکین کو ہدیہ دینے سے منع نہیں فرماتا' اس سے امام بخاری نے یہ استدلال کیا ہے کہ مشرکین کو ہدیہ دینا جائز ہے۔

۲۶۱۹ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَاٰى عُمَرُ حُلَّةً عَلٰى رَجُلٍ تُبَاعُ' فَقَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْتَعْ هٰذِهِ الْحُلَّةَ تَلْبَسْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاِذَا جَاءَكَ الْوَفْدُ. فَقَالَ اِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ. فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا بِحُلَلٍ' فَاَرْسَلَ اِلٰى عُمَرَ مِنْهَا بِحُلَّةٍ' فَقَالَ عُمَرُ كَيْفَ اَلْبَسُهَا وَقَدْ قُلْتَ مَا قُلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ اِنِّيْ لَمْ اَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا' تَبِيْعُهَا اَوْ تَكْسُوْهَا. فَاَرْسَلَ بِهَا عُمَرُ اِلٰى اَخٍ لَّهٗ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ' قَبْلَ اَنْ يُّسْلِمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے پاس ایک حلّہ دیکھا جو فروخت کیا جا رہا تھا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ یہ حلّہ خرید لیں اور اس کو جمعہ کے دن پہنا کریں اور جب آپ کے پاس کوئی وفد (ملنے کے لیے) آئے' آپ نے فرمایا: اس حلّہ کو وہ (مرد) پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کئی حلّے آئے تو آپ نے ان میں سے ایک حلّہ حضرت عمر کی طرف بھیجا' تو حضرت عمر نے کہا: میں اس کو کیسے پہنوں حالانکہ آپ نے اس کے متعلق فرمایا ہے جو فرمایا ہے' آپ نے فرمایا: میں نے یہ حلّہ تم کو اس لیے نہیں دیا کہ تم اس کو پہنو' تم اس کو فروخت کر دو یا (کسی اور کو) پہناؤ' پس حضرت عمر نے وہ حلّہ اپنے اس بھائی کو دے دیا جو اہل مکہ میں سے تھا اور ابھی اسلام نہیں لایا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۸۸۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عمر نے اپنے مشرک بھائی کو ہدیہ میں حلّہ دیا تھا۔

۲۶۲۰ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ' عَنْ هِشَامٍ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَيَّ اُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ' فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' قُلْتُ وَهِيَ رَاغِبَةٌ' اَفَاَصِلُ اُمِّيَ؟ قَالَ نَعَمْ' صِلِي اُمَّكِ.

[اطراف الحدیث: ۳۱۸۳-۵۹۷۸-۵۹۷۹]

ہشام از والد خود از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میرے پاس میری والدہ آئیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مشرکہ تھیں تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسئلہ معلوم کیا' میں نے کہا: اور وہ (اسلام سے) اعراض کرنے والی ہیں' کیا میں اپنی ماں سے حسن سلوک (صلہ رحم) کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اپنی ماں سے صلہ رحم کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۰۰۳' الرقم المسلسل: ۲۲۱۳' سنن ابوداؤد: ۱۶۶۸' مسند الحمیدی: ۳۱۸' الادب المفرد: ۲۵' سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۹۱' شرح السنۃ: ۳۴۲۵' شعب الایمان: ۷۹۳۱' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۶۳۴' مصنف عبدالرزاق: ۹۹۳۲' سنن سعید بن منصور: ۲۹۱۷' مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۹۱۳۔ ج ۴۴ ص ۴۸۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث میں مذکور حضرت اسماء کی والدہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسماء کی والدہ کے مصداق میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ ان کی سوتیلی والدہ تھیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ ان کی رضاعی ماں تھیں' اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ان کی نسبی ماں تھیں' اس پر دلیل یہ ہے کہ امام ابن سعد' امام ابوداؤد الطیالسی اور امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ قتیلہ اپنی بیٹی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے ملاقات کے لیے مدینہ آئیں' اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو زمانۂ جاہلیت میں طلاق دے دی تھی اور وہ انگوروں اور گھی کا ہدیہ لے کر آئی تھیں' حضرت اسماء نے ان کو گھر میں آنے اور ان کا ہدیہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور انہوں نے حضرت عائشہ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کریں' آپ نے فرمایا: ان کو چاہیے کہ وہ اپنی والدہ کو آنے دیں۔

حضرت اسماء کی والدہ کے نام کے متعلق اختلاف ہے' اکثر علماء نے کہا ہے کہ ان کا نام قتیلہ ہے' زبیر بن بکار نے کہا ہے کہ ان کا نام قتلہ ہے' علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ ان کا نام ام بکر ہے' علامہ ابن التین نے کہا کہ شاید یہ ان کی کنیت ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان کا نام قتیلہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۴۶)

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح مسلمان ماں کے ساتھ نیکی کرنی چاہیے' اسی طرح کافرہ ماں کے ساتھ بھی نیکی کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ مسلمان بیٹے پر اپنے کافر ماں باپ کا خرچ بھی واجب ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔

اس میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی فضیلت ہے کہ انہوں نے پیش آمدہ مسئلہ پر غور کیا کہ آیا کافر ماں سے میل جول جائز ہے یا نہیں؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ مسئلہ معلوم کیا' اسی طرح اب ہمیں چاہیے کہ کسی نئے پیش آمدہ مسئلہ میں حدیث رسول کی طرف رجوع کریں۔

(میں کہتا ہوں کہ علماء کو چاہیے کہ کسی نئے پیش آمدہ مسئلہ میں حدیث رسول کی طرف رجوع کریں اور عوام کو چاہیے کہ ایسے مسائل میں کسی جید عالم یا فقیہ سے رجوع کریں۔ سعیدی غفرلہٗ) (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۴۷۔۲۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۳۰ - بَابٌ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَّرْجِعَ فِیْ هِبَتِهٖ وَصَدَقَتِهٖ

ہبہ اور صدقہ میں کسی کے لیے رجوع کرنا جائز نہیں ہے

۲۶۲۱ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَ شُعْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَائِدُ فِیْ هِبَتِهٖ كَالْعَائِدِ فِیْ قَيْئِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ہشام اور شعبہ نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا کہ ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہبہ میں رجوع کرنے والا اس کی مثل ہے' جو اپنی قے میں رجوع کرے (یعنی قے کر کے کھالے)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۸۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ ان کے نزدیک ہبہ میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے' تاہم اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا' اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہے کہ کسی کو کوئی چیز ہبہ کر کے اس سے واپس لینا اتنا قبیح اور معیوب ہے جتنا کسی کا قے کر کے اس کو کھالینا' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تک کسی شخص کو اس کے ہبہ کا عوض نہ دیا جائے' وہ اس ہبہ کا زیادہ حق دار ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۳۸۷' دار الفکر' بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہبہ کا معاوضہ لے لیا جائے تو وہ لازم ہو جاتا ہے' اسی طرح اگر فریقین میں سے کسی کی وفات ہو جائے' پھر بھی ہبہ لازم ہو جاتا ہے۔ فقہاء نے ہبہ کے لزوم کی اور بھی صورتیں بیان کی ہیں۔

وہ سات صورتیں جن میں ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے

فقہاء احناف نے تصریح کی ہے کہ سات صورتوں میں ہبہ کر کے واپس لینا جائز نہیں ہے۔

علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی نے یہ سات صورتیں تفصیل سے ذکر کی ہیں:

(۱) جس چیز کو ہبہ کیا ہے' اس میں کچھ زیادتی یا اضافہ ہو گیا' اگر یہ اضافہ متصل ہے تو اب واہب اس ہبہ سے رجوع نہیں کر سکتا' مثلاً کسی شخص نے زمین ہبہ کی اور موہوب لہ نے اس زمین پر مکان بنایا یا باغ لگا دیا تو یہ زیادتی متصل ہے۔ اب واہب اس سے رجوع نہیں کر سکتا۔

(۲) واہب یا موہوب لہ میں سے کسی کی وفات ہو جائے تو اب واہب اس ہبہ سے رجوع نہیں کر سکتا۔

(۳) اگر واہب نے اپنے ہبہ کا عوض لے لیا تو اب اس کا اپنے ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

(۴) جس چیز کو ہبہ کیا تھا وہ چیز موہوب لہ کی ملکیت سے خارج ہو گئی مثلاً موہوب لہ نے اس چیز کو فروخت کر دیا یا صدقہ کر دیا تو اب واہب کا اس ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

(۵) بیوی کو کوئی چیز ہبہ کی تھی' اب شوہر کا اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

(۶) ذو رحم محرم کو کوئی چیز ہبہ کی تھی تو اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے' مثلاً باپ' دادا' ماں' دادی' بیٹا' پوتا' نواسی' نواسا' بھائی' بہن اور چچا' پھوپھی یہ سب ذو رحم محرم ہیں۔

(۷) جو چیز ہبہ کی تھی وہ چیز ہلاک ہو گئی تو اب اس سے رجوع کرنا جائز نہیں کیونکہ اب وہ چیز ہی نہیں رہی تو رجوع کس سے کرے گا۔

(الدرالمختار وردالمحتار ج ۸ ص ۴۴۴۔۴۳۶ ملخصاً' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

٢٦٢٢ - وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لَنَا مَثَلُ السَّوْءِ، الَّذِيْ يَعُوْدُ فِيْ هِبَتِهٖ، كَالْكَلْبِ يَرْجِعُ فِيْ قَيْئِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبدالرحمٰن بن المبارک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہبہ سے رجوع کرنے میں ہمارے لیے اس سے بُری کوئی مثال نہیں ہے جیسے کتا اپنی قے میں رجوع کرلے (یعنی قے کر کے کھا لے)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۸۹ میں گزر چکی ہے۔

ہبہ سے رجوع کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ کسی چیز کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنا کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے' حضرت ابن عباس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے' طاؤس اور حسن بصری بھی یہی کہتے ہیں' اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے' اس باب میں ایک اور قول ہے' وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس شخص نے کسی ذی رحم محرم کو ہبہ کیا' اس کے لیے اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے' بہ شرطیکہ اس سے عوض نہ لیا ہو' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول اس کے خلاف ہے کہ اگر ہبہ کرنے والے نے ہبہ کا عوض نہیں لیا ہے تو وہ ذی رحم محرم سے بھی رجوع کر سکتا ہے۔

سفیان ثوری اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ ذی رحم محرم کے غیر کو' کوئی چیز ہبہ کی' اور وہ چیز قائم ہو اور ہلاک نہ ہوئی ہو اور اس چیز میں کوئی اضافہ نہ ہوا ہو' اور اس کا کوئی عوض نہ لیا ہو تو اس ہبہ سے رجوع کرنا جائز ہے' جیسے اس نے اپنے چچازاد یا ماموں زاد کو' کوئی چیز ہبہ کی ہو' اور اگر اس نے اپنے ذی رحم محرم کو' کوئی چیز ہبہ کی ہے تو اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے' مثلاً اس کی بیٹی یا بھائی یا دادا یا نانا یا ماموں یا چچا یا بھتیجا یا بھانجا۔

امام مالک نے کہا ہے کہ جس چیز کو ثواب کے لیے ہبہ کیا ہے' اس سے رجوع کرنا جائز ہے خواہ محرم کو ہبہ کیا ہو یا غیر محرم کو۔

ہبہ سے رجوع کرنے کو مکروہ تنزیہی قرار دینے پر فقہاء احناف کی دلیل

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: وہ اس کتے کی مثل ہے جو قے میں رجوع کرلے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو قے میں رجوع کرنے والا ہے' وہ کتا ہے اور کتا کسی حلال یا حرام کا مکلف نہیں ہے' لہٰذا اس سے ہبہ میں رجوع کی ممانعت ثابت نہیں ہوگی' پس اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس سے منزہ فرمایا ہے کہ وہ کتے کی مثل کوئی کام کریں' سو ہبہ میں رجوع کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۱۰۔۱۰۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

ہبہ سے رجوع کرنے کو مکروہ تحریمی قرار دینے پر حافظ ابن حجر کی دلیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے اس سے بُری مثال نہیں ہے۔ یعنی ہم مؤمنین کی جماعت کو ایسی مذموم صفت کے ساتھ

متصف نہیں ہونا چاہیے جس میں وہ خسیس حیوانات کے خسیس احوال میں مشابہ ہوں' آپ نے یوں نہیں فرمایا کہ تم ہبہ کر کے رجوع نہ کرو بلکہ فرمایا: ہبہ کر کے رجوع کرنے والا اس کتے کی مثل ہے جو قے کر کے رجوع کر لے' اور اس میں ہبہ میں رجوع کی ممانعت زیادہ قوی اور زیادہ واضح ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ آپ کا یہ ارشاد کہ ہبہ میں رجوع کرنے والا قے میں رجوع کرنے والے کی مثل ہے' اگر چہ تحریم کا تقاضا کرتا ہے لیکن دوسری حدیث میں فرمایا: وہ اس کتے کی مثل ہے جو قے میں رجوع کرے' اور کتا غیر مکلّف ہے' پس اس پر قے کو کھانا حرام نہیں ہے' سو اس سے مراد یہ ہے کہ کتے کے فعل کے مشابہ فعل سے منزہ ہونا چاہیے' یعنی ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

امام طحاوی کی اس دلیل پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس قسم کی چیزوں میں شریعت کا عرف زجر و توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ) میں مبالغہ ہے' جیسے آپ نے فرمایا: جس نے چوسر کھیلی گویا اس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت میں ڈبو لیا۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۸۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر کی دلیل کا علامہ عینی کی طرف سے جواب

بعض علماء (حافظ ابن حجر) نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ تاویل بعید ہے' اور احادیث کے سیاق کے منافی ہے' اس قسم کی چیزوں میں شریعت کا عرف زجر و توبیخ میں مبالغہ ہے' میں کہتا ہوں کہ اس معترض کا امام طحاوی کی دلیل کو بعید کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس نے بُعد کی وجہ نہیں بیان کی اور نہ احادیث کے سیاق کے منافی ہونے کی وجہ بیان کی اور ہم اس میں مبالغہ کی نفی نہیں کرتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ہبہ سے رجوع کی کتے کے قے کر کے رجوع سے تشبیہ دینے میں اس کی کراہت کی تغلیظ میں اور اس فعل کے قبح میں مبالغہ ہی مراد ہے اور یہ رجوع سے ممانعت کا تقاضا نہیں کرتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۴۸)

۲۶۲۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَأَضَاعَهُ الَّذِي كَانَ عِنْدَهُ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ مِنْهُ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُ بَائِعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَا تَشْتَرِهِ وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ وَاحِدٍ، فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ فرماتے ہیں: میں نے (ایک شخص کو) اللہ کی راہ میں ایک گھوڑا دیا' اس کے پاس جو گھوڑا تھا اس نے اس کو ضائع کر دیا' تو میں نے اس سے اس گھوڑے کو خریدنے کا ارادہ کیا' اور میرا گمان تھا کہ وہ مجھے اس گھوڑے کو رعایت کے ساتھ فروخت کر دے گا' میں نے اس مسئلہ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا' آپ نے فرمایا: اس کو مت خریدو' خواہ وہ تم کو وہ گھوڑا ایک درہم کے عوض میں دے کیونکہ اپنے صدقہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے میں رجوع کرتا ہے (یعنی قے کر کے کھا لیتا ہے)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۰ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک صدقہ اور ہبہ میں کوئی فرق نہیں ہے' حالانکہ

صدقہ اور ہبہ میں فرق ہے کیونکہ بعض صورتوں میں ہبہ کر کے رجوع کرنا جائز ہے جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے جب کہ صدقہ میں مطلقاً رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۱ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان ذکر نہیں کیا اور امام بخاری کے اسلوب کے مطابق یہ باب ابواب سابقہ سے بہ منزلہ فصل ہے۔

۲٦۲٤ - حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ یُوْسُفَ اَنَّ ابْنَ جُرَیْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَ اَنَّ بَنِیْ صُهَیْبٍ مَوْلٰی بَنِیْ جُدْعَانَ ادَّعَوْا بَیْتَیْنِ وَحُجْرَةً اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْطٰی ذٰلِكَ صُهَیْبًا فَقَالَ مَرْوَانُ مَنْ یَّشْهَدُ لَکُمَا عَلٰی ذٰلِكَ؟ قَالُوْا ابْنُ عُمَرَ فَدَعَاهُ فَشَهِدَ لَاَعْطٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صُهَیْبًا بَیْتَیْنِ وَحُجْرَةً فَقَضٰی مَرْوَانُ بِشَهَادَتِهٖ لَهُمْ. (امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ نے خبر دی کہ بنو جدعان کے غلام بنو صہیب نے دعویٰ کیا کہ نبی ﷺ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو دو مکان اور ایک حجرہ عطاء فرمایا تھا (جو ان کو بہ طور وراثت ملنا چاہیے) مروان نے پوچھا: تمہارے اس دعویٰ پر کون گواہی دے گا؟ انہوں نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مروان نے ان کو بلایا تو انہوں نے گواہی دی کہ (واقعی) رسول اللہ ﷺ نے حضرت صہیب کو دو مکان اور ایک حجرہ عطاء فرمایا تھا پس مروان نے حضرت ابن عمر کی گواہی سے صہیب کے بیٹوں کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید الفراء ابواسحاق المروزی (۲) ہشام بن یوسف ابوعبدالرحمان الصنعانی الیمانی (۳) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج المکی (۴) عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ المکی یہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے قاضی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۵۰)

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ ان کے بیٹوں اور مروان کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت صہیب اور ان کے بیٹوں اور مروان کا تذکرہ ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت صہیب کا پورا نام ہے: صہیب بن سنان بن خالد الموصلی الرومی المکی المدنی یہ ان صحابہ میں سے ہیں جو اسلام قبول کرنے میں سابقین اولین میں سے ہیں اور جن کو اسلام لانے کی وجہ سے کفار کی طرف سے عذاب دیا جاتا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام ابوغسان ہے ان کو رومیوں نے نینویٰ میں قید کر لیا تھا ان کی والدہ کا نام ام سلمٰی بن عمرو بن تمیم ہے ان کے گھر موصل کی سرزمین میں تھے رومیوں نے وہاں پر حملہ کیا اور حضرت صہیب کو گرفتار کر لیا اس وقت وہ کم سن لڑکے تھے پھر انہوں نے روم میں پرورش پائی پھر ان کو بنو کلب نے خرید لیا اور ان کو مکہ میں لے کر آئے پھر ان کو عبداللہ بن جدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تمیم بن مرہ نے خرید لیا پس ان کو آزاد کر دیا پھر وہ اس کے ساتھ مکہ میں رہے حتیٰ کہ ابن جدعان فوت ہو گیا پس

انہوں نے نصف ربیع الاوّل میں مدینہ کی طرف ہجرت کی اور رسول اللہ ﷺ کو قباء میں پالیا' ابھی آپ مدینہ میں داخل نہیں ہوئے تھے' یہ غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے اور اڑتیس ہجری میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے تھے' اس وقت ان کی عمر ستر سال تھی۔ حضرت صہیب کے بیٹوں کے یہ نام ہیں: حمزہ' سعد' صالح' صیفی' عباد' عثمان' حبیب اور محمد اور یہ سب حضرت صہیب سے روایت کرتے ہیں۔

اس حدیث میں مروان کا ذکر ہے' اس کا پورا نام مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ الاموی ہے' یہ اس وقت حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی طرف سے مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اور ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کی بحث

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الہبہ میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت صہیب کو دو مکان اور ایک حجرہ ہدیہ کیا تھا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مروان نے فقط حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی شہادت سے کیسے حضرت صہیب کے حق میں فیصلہ کر دیا جب کہ یہ خلافِ سنت ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ مدعی کے دعویٰ پر دو گواہ ہوں ورنہ منکر قسم کھائے' اس کا جواب یہ ہے کہ بعض احادیث میں مدعی کے ایک گواہ اور منکر کی قسم پر بھی فیصلہ کا ذکر ہے اور مروان نے اس کے مطابق فیصلہ کیا تھا۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۱۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

غیر مقلدین کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کے جوابات

اس حدیث کی بنیاد پر بعض غیر مقلدین نے امام ابوحنیفہ پر اعتراض کیا ہے' غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز میواتی لکھتے ہیں:

ایک گواہ اور ایک مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا جائز ہے' اہل حدیث اور شافعی اور احمد اور اکثر علماء کا یہی قول ہے' حنفیہ اس کو جائز نہیں رکھتے۔ (حاشیہ وترجمہ صحیح البخاری ج ۴ ص ۱۱۱' مکتبہ قدوسیہ' اردو بازار لاہور)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب اس حدیث پر مبنی ہے:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے خطبہ میں فرمایا: مدعی پر گواہ پیش کرنا ہے اور مدعیٰ علیہ پر قسم ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۳۴۱' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۷۹۔ ج ۱۰ ص ۲۵۲' المطالب العالیہ: ۱۲۳۰' مشکوٰۃ: ۳۷۶۹' کنز العمال: ۱۵۲۸۲)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

مدعی پر قسم نہیں لوٹائی جائے گی کیونکہ نبی ﷺ نے تقسیم کر دی ہے کہ مدعی پر گواہ ہیں اور منکر پر قسم ہے اور تقسیم شرکت کے منافی ہے اور آپ نے قسم کی جنس کو منکرین پر لازم کیا ہے' اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۲۱۱۔ ۲۱۰' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کرنے کی جو حدیث ہے' اس کے متعلق حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کرنے کی جو حدیث ہے' اس کو امام مسلم نے از عمرو بن دینار از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے' لیکن امام ترمذی نے کتاب العلل میں امام بخاری سے یہ روایت کیا ہے کہ عمرو بن دینار نے یہ حدیث حضرت ابن عباس سے نہیں سنی' امام دارقطنی نے اس حدیث کو ایک اور سند سے روایت کیا ہے' اس میں عمرو بن دینار اور حضرت ابن عباس کے درمیان ایک اور

راوی کو داخل کیا ہے اور وہ طاؤس ہے اور ان میں سے جابر بن زید کا اضافہ کیا ہے اور امام ابوداؤد نے اس کو از محمد بن مسلم الطائفی از عمرو بن دینار از حضرت ابن عباس روایت کیا ہے اور امام شافعی نے اس کو از معاذ بن عبدالرحمان از حضرت ابن عباس روایت کیا ہے۔الخ (الدرایۃ مع تخریج احادیث الہدایۃ آخرین ص ۲۱۰، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

خلاصہ یہ ہے کہ ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کی حدیث کی سند منقطع اور مضطرب ہے اور وہ اس صحیح السند حدیث سے تصادم کی صلاحیت نہیں رکھتی جس میں آپ نے فرمایا: مدعی پر گواہ ہیں اور مدعی علیہ پر قسم ہے۔ ثانیاً اس منقطع حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ کے فعل کا ذکر ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا قول ہے اور قول فعل پر راجح ہوتا ہے اور ثالثاً ہماری حدیث کا مفاد یہ ہے کہ ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ جائز نہیں ہے اور امام شافعی کی حدیث کا مفاد یہ ہے کہ ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ جائز ہے تو ہماری حدیث مُحرِّم ہے اور ان کی حدیث مبیح ہے اور جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم کو اباحت پر ترجیح ہوتی ہے۔

رہی صحیح البخاری کی حدیث مذکور تو اس میں صرف حضرت عبداللہ بن عمر کی گواہی کا ذکر ہے اور قسم کا ذکر نہیں ہے اور اگر اس کے ساتھ قسم کو ملا بھی لیا جائے تو یہ مروان کا فعل ہے جس میں یہ قوت نہیں ہے کہ وہ نبی ﷺ کے صاف، صحیح اور صریح ارشاد کے مزاحم ہو سکے۔

شیخ تقی عثمانی کے جواب پر مصنف کا تبصرہ

شیخ تقی عثمانی نے اس حدیث کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ مروان نے یہ دو مکان اور ایک حجرہ شہادت کی بناء پر نہیں دیئے تھے بلکہ بہ طور حاکم اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے بیت المال سے دیئے تھے۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۸۹۵، مکتبۃ الحراء کراچی)

میں کہتا ہوں کہ یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کا یہ معنی ہو کہ مروان نے یہ مکان بیت المال سے دیئے تھے بلکہ اس کے خلاف حدیث میں یہ تصریح ہے کہ مروان نے یہ مکان حضرت ابن عمر کی شہادت کی بناء پر دیئے تھے۔

۳۲- بَابُ مَا قِيلَ فِي الْعُمْرٰى وَالرُّقْبٰى — عمریٰ اور رقبیٰ کے متعلق جو کہا گیا ہے

اس باب میں عمریٰ اور رقبیٰ کے شرعی احکام بیان کیے گئے ہیں:

''العمریٰ'' اصل میں ''العمر'' سے ماخوذ ہے جس کا معنی پوری حیات اور پوری زندگی ہے اور ''الرقبیٰ'' اصل میں ''المراقبہ'' سے ماخوذ ہے جس کا معنی ایک دوسرے کا انتظار کرنا ہے امام بخاری نے عمریٰ کے متعلق دو حدیثیں ذکر کی ہیں اور رقبیٰ کے متعلق کوئی حدیث ذکر نہیں کی۔

اَعْمَرْتُهُ الدَّارَ فَهِيَ عُمْرٰى جَعَلْتُهَا لَهُ. میں نے اس کو تمام عمر کے لیے مکان دے دیا تو یہ عمریٰ ہے

یعنی میں نے یہ مکان اس کی ملکیت میں دے دیا۔

امام بخاری نے اپنے اس قول سے عمریٰ کی تعریف کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی اس کو میں نے یہ چیز مدت عمر کے لیے دی ہے۔

عمریٰ کی اقسام

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے العمریٰ کی تین حسب ذیل اقسام بیان کی ہیں:

(۱) ایک شخص کسی سے کہے: میں نے تمام عمر کے لیے تم کو یہ مکان دیا پس جب تم مر جاؤ گے تو یہ مکان تمہارے وارثوں کے لیے ہے

گا' تو یہ ہبہ صحیح ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے' اختلاف صرف اس میں ہے کہ آیا وہ رقبہ کا مالک ہوگا یا منفعت کا مالک ہوگا۔

(۲) ایک شخص کسی سے یہ کہے کہ میں نے تم کو تمام عمر کے لیے یہ مکان دیا اور یہ نہ کہے کہ تمہارے بعد یہ تمہارے وارثوں کا ہوگا' اس کے متعلق چار قول ہیں:

(ا) امام ابوحنیفہ' امام احمد اور امام شافعی کا قولِ جدید یہ ہے کہ یہ ہبہ صحیح ہے' یہ مکان اس کے لیے ہوگا اور اس کے بعد اس کے وارثوں کا ہوگا۔

(ب) امام شافعی کا قولِ قدیم یہ ہے کہ یہ ہبہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کو وقت معین کے لیے مالک بنایا ہے۔

(ج) امام شافعی کا ایک اور قولِ قدیم یہ ہے کہ یہ ہبہ صحیح ہے اور یہ عمریٰ صرف اس کی زندگی تک ہوگا اور اس کے مرنے کے بعد اس کی طرف لوٹ جائے گا' جس نے اس کو ہبہ کیا تھا۔

(د) یہ عاریت ہے اور دینے والا جب چاہے اس کو واپس لے سکتا ہے (علامہ عینی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ کس کا مذہب ہے)۔

(۳) دینے والا وارثوں کا ذکر نہ کرے اور نہ اس کو مطلقاً دے بلکہ یہ کہے کہ یہ چیز میں تم کو تمہاری مدتِ عمر کے لیے دے رہا ہوں' جب تم مرجاؤ گے تو یہ میری یا میرے وارثوں کی طرف لوٹ جائے گی' امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ عمریٰ صحیح نہیں ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عمریٰ صحیح ہے اور اس کی شرط لغو ہے۔

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ عمریٰ میں تا حیات ملکیت ہوگی یا تا حیات منفعت ہوگی

اب اس میں اختلاف ہے کہ جب وہ چیز اس کی ملک میں آگئی' جس کے لیے عمریٰ کیا ہے تو آیا وہ اس چیز کے رقبہ کا مالک ہو گیا' وہ اس کو فروخت کر سکتا ہے' خرید سکتا ہے اور دیگر تصرفات کر سکتا ہے؟ سو یہ امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کا قول ہے اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ وہ صرف منفعت کا مالک ہے جیسے وقف ہوتا ہے' اس مذہب کے مطابق جب وہ فوت ہو جائے گا جس کے لیے تا حیات ہبہ کیا تھا تو پھر یہ چیز ہبہ کرنے والے کی طرف لوٹ جائے گی' نیز امام مالک نے کہا ہے کہ خواہ بہ طور عمریٰ دینے والے نے یہ کہہ دیا کہ تمہارے مرنے کے بعد یہ چیز تمہارے وارثوں کی ہوگی' پھر بھی وہ اس کی موت کے بعد اصل مالک کی طرف لوٹ جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۵۳۔ ۲۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

العمریٰ میں امام مالک کا مؤقف اور اس کے خلاف جمہور کے دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ' امام مالک کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی شخص نے دوسرے سے کہا: میں نے تم کو اپنا یہ گھر یا یہ زمین عمر بھر کے لیے دے دی تو اس نے اس شخص کو اپنی مدتِ حیات میں یہ مکان یا زمین نفع حاصل کرنے کے لیے دی ہے اور جب وہ مر جائے گا تو وہ مکان یا زمین اس کے اصل مالک کی طرف لوٹ جائے گی اور جب اس نے یہ کہا کہ میں نے یہ مکان تم کو عمر بھر کے لیے دیا ہے اور تمہارے بعد یہ تمہارے وارثوں کا ہوگا' تب بھی اس نے اس شخص کے لیے اس مکان کی منفعت کو ہبہ کیا ہے اور اس شخص اور اس کے وارثوں کے مرنے کے بعد وہ مکان اصل مالک کی طرف لوٹ جائے گا کیونکہ اس نے مکان کی منفعت ہبہ کی تھی' مکان کا رقبہ ہبہ نہیں کیا تھا۔ امام شافعی کا ایک قول بھی اس کے موافق ہے۔

فقہاء احناف' امام شافعی کا دوسرا قول اور امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ بعد میں وہ مکان اس کی ملکیت ہو جاتا ہے' جس کو

ہبہ کیا گیا ہے اور اس کے مرنے کے بعد وہ اس کے وارثوں کی مِلک ہو جائے گا اور ہبہ کرنے والے کی طرف وہ کبھی بھی نہیں لوٹے گا۔ جمہور کا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے لیے اور اس کے وارثوں کے لیے عمریٰ کیا گیا تو یہ ہبہ اس کے لیے ہے اور یہ ہبہ اس کی طرف کبھی بھی نہیں لوٹے گا جس نے یہ ہبہ کیا تھا کیونکہ اس نے اس کو ایسا ہبہ کیا ہے جس میں وراثت جاری ہوتی ہے۔

(موطأ امام مالک۔ کتاب الاقضیۃ۔ باب العمریٰ۔ حدیث: ۴۳' صحیح مسلم: ۱۶۲۵' سنن ابوداؤد: ۳۵۵۳' سنن ترمذی: ۱۳۵۰)

یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں بھی ہے:

صحیح البخاری: ۲۶۲۵' سنن ابوداؤد: ۳۵۵۰' سنن ترمذی: ۱۳۵۰' سنن نسائی: ۳۷۴۵' سنن ابن ماجہ: ۲۳۸۰' مصنف عبدالرزاق: ۱۶۸۷۶' صحیح ابن حبان: ۵۱۴۱' سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۷۳' شرح السنۃ ج ۸ ص ۲۹۳' مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۳۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ امام مالک نے خود اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کی مخالفت کی ہے' پھر انہوں نے لکھا ہے کہ اصحاب مالک نے کہا کہ اہل عرب کے عرف میں عمریٰ سے مراد کسی ضرورت مند کو رہائش کی جگہ دینا ہے' یہ ''المنحۃ'' ہے اور ''العاریت'' ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۱۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

﴿اِسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا﴾ (ھود: ٦١) جَعَلَكُمْ عُمَّارًا. اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس میں تم کو آباد کیا۔ (ھود: ۶۱) امام بخاری نے اس آیت کا معنی بیان کیا: اور اس نے تمہیں زمین میں بسایا۔

امام بخاری نے اس تفسیر سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ''استعمر'' ''اعمر'' کے معنی میں ہے۔

رقبیٰ کا معنی اور اس کے حکم میں مذاہب فقہاء

رقبیٰ کی تفسیر یہ ہے کہ یہ لفظ ''رقوب'' سے ماخوذ ہے' جس کا معنی انتظار کرنا ہے' مثلاً ایک شخص دوسرے شخص سے کہے: میں نے تمہیں اپنا گھر دیا ہے' اگر میں تم سے پہلے مر گیا تو یہ تمہارا ہے اور اگر تم مجھ سے پہلے مر گئے تو پھر یہ گھر میرا ہے' گویا ان میں سے ہر ایک اپنے صاحب کی موت کا انتظار کرتا ہے۔

امام ترمذی نے کہا ہے کہ اہل کوفہ اور بعض دوسرے اہل علم کا یہ مذہب ہے کہ عمریٰ تو جائز ہے اور رقبیٰ جائز نہیں ہے۔

صاحب الہدایہ نے یہ کہا ہے کہ جس کے لیے بہ طور عمریٰ کوئی چیز ہبہ کی گئی' وہ اپنی زندگی میں اس چیز کا مالک ہے اور اس کی موت کے بعد اس کے ورثہ اس چیز کے مالک ہوں گے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حضرت جابر بن عبد اللہ' حضرت عبد اللہ بن عباس' حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کا قول ہے' اور شریح' مجاہد' طاؤس اور ثوری سے بھی منقول ہے اور صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ' امام محمد اور امام مالک کے نزدیک رقبیٰ باطل ہے اور امام ابویوسف نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے اور امام شافعی اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٦٢٥ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابوسلمہ

عَنْهُ قَالَ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرٰى' أَنَّهَا لِمَنْ وُهِبَتْ لَهُ.

از حضرت جابر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے حق میں عمریٰ کا فیصلہ کیا' جس کے لیے اس کو ہبہ کیا گیا تھا۔

(صحیح مسلم:۱۶۲۵'الرقم المسلسل:۴۰۷۹'سنن ابوداؤد:۳۵۵۰'سنن ترمذی:۱۳۵۰'سنن نسائی:۳۷۴۵'سنن ابن ماجہ:۲۳۸۰)

اس حدیث کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے اموال اپنے پاس روک کے رکھو' اور کسی کو مت دو' پس جس کو' کوئی چیز بہ طور عمریٰ ہبہ کی گئی' وہ اسی کی ہے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۲۹۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۱۲۶۔ ج ۲۲ ص ۳۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

٢٦٢٦ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنِي النَّضْرُ ابْنُ أَنَسٍ' عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ' عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرٰى جَائِزَةٌ. وَقَالَ عَطَاءٌ حَدَّثَنِي جَابِرٌ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے النضر بن انس نے حدیث بیان کی از بشیر بن نہیک از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: عمریٰ جائز ہے' اور عطاء نے کہا: مجھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس کی مثل حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح اس باب کی شرح کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

٣٣ - بَابُ مَنِ اسْتَعَارَ مِنَ النَّاسِ الْفَرَسَ — جس نے لوگوں سے عاریۃً گھوڑا لیا

یہاں سے امام بخاری نے عاریت کے احکام بیان کرنے شروع کیے ہیں:

٢٦٢٧ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ' عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ بِالْمَدِينَةِ فَزَعٌ' فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا مِنْ أَبِي طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ الْمَنْدُوبُ فَرَكِبَ' فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ مَا رَأَيْنَا مِنْ شَيْءٍ' وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا.

[اطراف الحدیث:۲۸۲۰۔۲۸۵۷۔۲۸۶۲۔۲۸۶۶۔۲۸۶۷۔ ۲۹۰۸۔۲۹۶۸۔۲۹۶۹۔۳۰۴۰۔۶۰۳۳۔۶۲۱۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں دہشت پھیلی ہوئی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے عاریۃً گھوڑا لیا' جس کو المندوب کہا جاتا تھا' آپ اس پر سوار ہوئے (اور مدینہ کے گرد چکر لگایا) جب آپ واپس آئے تو آپ نے فرمایا: ہمیں تو خطرہ کی (کوئی چیز) نظر نہیں آئی اور ہم نے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح تیز رفتار) پایا۔

جو چیز عاریۃً لی جائے' اس کے نقصان میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

حیوان اور زمین کی عاریت میں اختلاف ہے' ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ جس نے کسی ایسے حیوان یا غیر حیوان کو عاریۃً لیا جس میں کوئی عیب نہیں تھا' پھر وہ اس کے پاس ضائع ہو گیا اور وہ اس کے ضائع ہونے کا مصداق ہو تو وہ اس کا صرف اس وقت ضامن ہو گا جب اس نے اس میں کوئی تجاوز یا نقصان کیا ہو' یہ فقہاء احناف اور اوزاعی کا قول ہے۔

عطاء نے کہا ہے کہ جو چیز عاریۃً لی گئی ہو اس کے نقصان کا ہر حال میں تاوان بھرنا ہوگا' خواہ اس میں عیب ہو یا نہ ہو اور خواہ اس نے اس میں حد سے تجاوز کیا ہو یا نہ' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہی قول ہے' ان کی دلیل یہ ہے:

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' آپ حجۃ الوداع میں فرما رہے تھے: جو چیز عاریۃً لی جاتی ہے' وہ واپس کی جائے گی اور جو ضامن ہے وہ تاوان بھرے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۳۵۶۵' سنن ترمذی: ۱۲۶۵)

اور فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ عاریت امانت کی طرح ہے اور جس طرح امانت میں تاوان نہیں دیا جاتا' اسی طرح عاریت میں بھی تاوان نہیں دیا جاتا اور حضرت علی اور حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ امین پر تاوان نہیں ہے۔

حسن بصری اور ابراہیم نخعی بھی عاریۃً چیز لینے والے پر تاوان نہیں ڈالتے تھے' قاضی شریح نے کہا: جو شخص کوئی چیز عاریۃً لے اور اس کے پاس اس میں کوئی نقصان ہو جائے تو اس سے تاوان نہیں لیا جائے گا' اسی طرح جس کے پاس امانت رکھی جائے اور وہ اس میں تعدی اور تجاوز نہ کرے تو اس سے بھی تاوان نہیں لیا جائے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۱۷۔۱۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

عاریۃً لی ہوئی چیز میں تاوان کے عدم لزوم کے متعلق احادیث اور آثار

عمرو بن شعیب اپنے والد (عبداللہ بن عمرو بن العاص) سے' وہ ان کے دادا (عمرو بن العاص) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عاریۃً چیز لینے والے پر تاوان نہیں ہے جب کہ وہ خیانت کرنے والا نہ ہو اور نہ امین پر تاوان ہے جب کہ وہ خیانت کرنے والا نہ ہو۔ (سنن دار قطنی: ۲۹۲۶۔ج ۲ ص ۱۳۲' سنن بیہقی ج ۶ ص ۹۱)

ابراہیم نخعی نے کہا کہ عاریۃً چیز لینے والے پر تاوان نہیں ہے اور نہ امین پر تاوان ہے' سوا اس کے کہ وہ اس میں خیانت کریں۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۶۲۔ج ۸ ص ۱۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۴۲' ادارۃ القرآن' کراچی)

عبداللہ بن عکیم الجہنی نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عاریت بہ منزلہ امانت ہے' اس میں صرف اس صورت میں تاوان ہے' جب حد سے تجاوز کیا جائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۶۳۔ج ۸ ص ۱۳۷)

الحکم بن عتیبہ نے کہا کہ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا: عاریۃً چیز لینے والے پر تاوان نہیں ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۶۴۔ج ۸ ص ۱۳۷)

محمد بن حنفیہ نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عاریت میں تاوان نہیں ہے' وہ عرف اور رواج کے مطابق ہے' سوا اس کے کہ وہ اس میں خلاف کرے (تعدی یا خیانت کرے) تو پھر اس پر تاوان ہوگا۔ (مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۶۶۔ج ۸ ص ۱۳۸)

اور محمد بن حنفیہ نے بیان کیا کہ ابو عامر الشعبی نے کہا: عاریت والے پر ضمان ہے نہ امانت والے پر۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۶۶۔ج ۸ ص ۱۳۸)

امام عبدالرزاق نے کہا کہ ہم کو معمر نے بیان کیا کہ الزہری عاریت میں تاوان لازم نہیں کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۴۸۶۵۔ج ۸ ص ۱۳۸)

عبدالملک بن ابی غنیۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حکم اور حماد عاریت میں تاوان لازم نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۴۲' ادارۃ القرآن' کراچی)

سوادۃ بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز سے لکھ کر یہ معلوم کیا کہ ایک خاتون نے شادی کے لیے زیورات عاریۃً لیے' پس وہ زیورات ضائع یا گم ہو گئے تو عمر بن عبدالعزیز نے جواب میں لکھا کہ اس عورت پر ضمان یا تاوان نہیں ہے' سوا اس

کے کہ اس نے خیانت کی ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۴۱ 'ادارۃ القرآن' کراچی)

عوف' محمد سے روایت کرتے ہیں کہ قاضی شریح نے کہا: امانۃً چیز لینے والے پر تاوان نہیں مگر یہ کہ وہ خیانت کرنے والا ہو اور نہ امین پر تاوان ہے مگر یہ کہ وہ خیانت کرنے والا ہو۔ (سنن دار قطنی: ۲۹۲۸۔ ج ۲ ص ۶۳۳ 'دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

یہ تمام احادیث اور آثار فقہاء احناف کے مؤقف کے مؤید ہیں۔

۳۴ - بَابُ الْاِسْتِعَارَةِ لِلْعَرُوْسِ عِنْدَ الْبِنَاءِ — دلہن کی شب زفاف کے لیے کوئی چیز عاریۃً لینا

اس عنوان میں "البناء" کا لفظ ہے اس سے مراد ہے: شب زفاف' اور "العروس" کا لفظ ہے اور یہ مذکر اور مؤنث دونوں کو شامل ہے اس کا معنی ہے: دولہا یا دلہن۔

۲٦۲۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا' وَعَلَيْهَا دِرْعُ قِطْرٍ' ثَمَنُ خَمْسَةِ دَرَاهِمَ' فَقَالَتِ ارْفَعْ بَصَرَكَ اِلٰى جَارِيَتِيْ انْظُرْ اِلَيْهَا' فَاِنَّهَا تَزْهٰى اَنْ تَلْبَسَهٗ فِي الْبَيْتِ' وَقَدْ كَانَ لِيْ مِنْهُنَّ دِرْعٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَمَا كَانَتِ امْرَاَةٌ تُقَيَّنُ بِالْمَدِيْنَةِ اِلَّا اَرْسَلَتْ اِلَيَّ تَسْتَعِيْرُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے بتایا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا' انہوں نے قطر (موٹے سوتی کپڑے) کی قمیص پہنی ہوئی تھی' (جس کی قیمت) پانچ درہم تھی' تو آپ نے فرمایا: ذرا نظر اٹھا کر میری باندی کی طرف دیکھو' یہ گھر میں (بھی) اس قمیص کو پہننا اپنی شان کے خلاف سمجھتی ہے' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں میرے پاس ان میں سے ایک قمیص تھی اور جو عورت بھی مدینہ میں مزین ہونا چاہتی تو وہ میرے پاس کسی کو بھیج کر اس قمیص کو عاریۃً لیتی۔

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ عورت گھر میں بھی عمدہ لباس پہن سکتی ہے اور اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تواضع کا بیان ہے کہ آپ گھر میں ایسا لباس پہنتی تھیں جس کو پہننا ان کی خادمہ بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتی تھی اور اس حدیث میں کسی چیز کو عاریۃً لینے کا ثبوت ہے اور امام بخاری نے اس کو ثابت کرنے کے لیے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

۳۵ - بَابُ فَضْلِ الْمَنِيْحَةِ — دودھ دینے والے جانور کو عطاء کرنے کی فضیلت

اس باب کے عنوان میں "المنیحۃ" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: دودھ دینے والی اونٹنی یا بکری کسی ضرورت مند کو عاریۃً دی جائے تاکہ وہ اس کا دودھ پی کر پھر اس کو واپس کر دے' عربی میں اس کو "المنیحہ" کہتے ہیں' اُردو میں اس کے لیے کوئی لفظ نہیں ہے۔ المنجد اُردو ص ۹۷۷ میں اس کا معنی لکھا ہے: دودھ دینے والا جانور کسی کو فائدہ اٹھانے کے لیے دینا۔

۲٦۲۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْمَنِيْحَةُ اللِّقْحَةُ الصَّفِيُّ مِنْحَةً' وَالشَّاةُ الصَّفِيُّ' تَغْدُوْ بِاِنَاءٍ وَتَرُوْحُ بِاِنَاءٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ہی اچھا عطیہ اس دودھ دینے والی اونٹنی کا ہے جو زیادہ دودھ دیتی ہو اور اس بکری کا جو زیادہ دودھ دیتی

اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ وَاِسْمَاعِیلُ عَنْ مَالِکٍ قَالَ نِعْمَ الصَّدَقَۃُ. [طرف الحدیث:۵۶۰۸]

ہو جس سے صبح بھی دودھ دوہا جاتا ہو اور شام کو بھی دودھ دوہا جاتا ہو۔ (امام بخاری نے کہا:) ہمیں عبداللہ بن یوسف اور اسماعیل نے حدیث بیان کی از امام مالک انہوں نے کہا: کیا ہی اچھا صدقہ ہے۔

(صحیح مسلم:۱۰۱۹، الرقم المسلسل:۲۲۴۶، الحمیدی:۱۰۶۱، مسند ابویعلیٰ:۶۲۶۸، سنن بیہقی ج ۴ ص ۱۸۵۔۱۸۴، شرح السنۃ:۱۶۶۳، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۲ طبع قدیم، مسند احمد:۷۳۰۱۔ج ۱۲ ص ۲۴۹۔۲۴۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں "المنیحہ" کا ذکر ہے جس کا عنوان میں ذکر ہے۔

"المنیحہ" کی وضاحت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

"المنیحہ" اس دودھ دینے والی اونٹنی یا بکری کو کہتے ہیں جو ضرورت مندوں کو دودھ دینے کے لیے عاریۃً دی جائے پھر وہ دودھ پینے کے بعد اس کو مالکوں کی طرف لوٹا دیں اور "العاریۃ" کا معنی ہے: کسی کو اس جانور کے منافع کا مالک بنانا نہ کہ عین اس جانور کا انصار نے مہاجرین کو منائح عطاء کیے تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو خیبر کی غنیمتیں عطاء کیں تو آپ نے انصار کے منائح اور ان کے پھل والے درخت ان کو لوٹا دیئے۔ (شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۲۱، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

۲۶۳۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَھْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُھَاجِرُوْنَ الْمَدِیْنَۃَ مِنْ مَّکَّۃَ وَلَیْسَ بِاَیْدِیْھِمْ یَعْنِیْ شَیْئًا وَکَانَتِ الْاَنْصَارُ اَھْلَ الْاَرْضِ وَالْعَقَارِ فَقَاسَمَھُمُ الْاَنْصَارُ عَلٰی اَنْ یُّعْطُوْھُمْ ثِمَارَ اَمْوَالِھِمْ کُلَّ عَامٍ وَیَکْفُوْھُمُ الْعَمَلَ وَالْمَؤُوْنَۃَ وَکَانَتْ اُمُّہٗ اُمُّ اَنَسٍ اُمُّ سُلَیْمٍ کَانَتْ اُمَّ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَۃَ فَکَانَتْ اَعْطَتْ اُمُّ اَنَسٍ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِذَاقًا فَاَعْطَاھُنَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمَّ اَیْمَنَ مَوْلَاتَہٗ اُمَّ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ قَالَ ابْنُ شِھَابٍ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا فَرَغَ مِنْ قِتَالِ اَھْلِ خَیْبَرَ فَانْصَرَفَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ رَدَّ الْمُھَاجِرُوْنَ اِلَی الْاَنْصَارِ مَنَائِحَھُمُ الَّتِیْ کَانُوْا مَنَحُوْھُمْ مِنْ ثِمَارِھِمْ فَرَدَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی اُمِّہٖ عِذَاقَھَا وَاَعْطٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمَّ اَیْمَنَ مَکَانَھُنَّ مِنْ حَائِطِہٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب مہاجرین مکہ سے مدینہ میں آئے اور اس وقت ان کے ہاتھوں میں کوئی چیز نہیں تھی اور انصار زمین اور جائیداد والے تھے تو انصار نے ان سے یہ معاملہ طے کیا کہ وہ ان کو اپنے باغات کے پھل ہر سال دیا کریں گے اور اس کے بدلہ میں وہ (ان کی زمینوں میں) کام کاج اور مشقت کریں گے، اور ان کی والدہ یعنی حضرت انس کی والدہ ام سلیم جو حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ کی بھی والدہ تھیں تو انہوں نے (حضرت انس کی والدہ نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور کے چند درخت دیئے تھے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ درخت حضرت اُم ایمن کو عطاء کر دیئے جو آپ کی باندی تھیں (اور) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی والدہ تھیں ابن شہاب نے کہا: پس مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اہل خیبر کے ساتھ جنگ سے فارغ ہوئے تو آپ مدینہ لوٹ گئے اور مہاجرین نے انصار کے دیئے ہوئے عطیات جو انہوں نے پھلوں کی صورت میں دیئے تھے لوٹا دیئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ شَبِيْبٍ اَخْبَرَنَا اَبِيْ، عَنْ يُوْنُسَ بِهٰذَا، وَقَالَ مَكَانَهُنَّ مِنْ خَالِصِهٖ.[اطراف الحدیث:۳۱۲۸-۴۰۳۰-۴۱۲۰][صحیح مسلم:۱۷۷۱، الرقم المسلسل:۴۴۹۴]

حضرت انس کی والدہ کو ان کے دیئے ہوئے درخت واپس کر دیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ایمن کو ان درختوں کے بدلہ میں اپنے باغ سے درخت عطاء کر دیئے اور احمد بن شعیب نے کہا: ہمیں میرے والد نے از یونس اس حدیث کی خبر دی اور انہوں نے ''مکانھن من حائطه'' کی جگہ ''مکانھن من خالصه'' بیان کیا۔ (حائط اور خالص کا مفاد ایک ہے یعنی وہ باغ خالص ان کے لیے تھا)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے کہ انصار مہاجرین کو ہر سال اپنے باغات کے پھل دیا کریں گے اور یہاں منائح کا یہی معنی ہے۔

اس حدیث میں ''عذاق'' کا لفظ ہے یہ ''عذق'' کی جمع ہے اس کا معنی ہے: کھجور کا درخت۔

۲۶۳۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ اَبِيْ كَبْشَةَ السَّلُوْلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعُوْنَ خَصْلَةً، اَعْلَاهُنَّ مَنِيْحَةُ الْعَنْزِ، مَا مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا، وَتَصْدِيْقَ مَوْعُوْدِهَا، اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ. قَالَ حَسَّانُ فَعَدَدْنَا مَا دُوْنَ مَنِيْحَةِ الْعَنْزِ، مِنْ رَدِّ السَّلَامِ، وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ، وَاِمَاطَةِ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَنَحْوِهٖ، فَمَا اسْتَطَعْنَا اَنْ نَبْلُغَ خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً. (سنن ابوداؤد:۱۶۸۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی از حسان بن عطیہ از ابی کبشہ السلولی انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چالیس ایسی خصلتیں ہیں جن میں سب سے اعلیٰ خصلت دودھ دینے والی بکری کا عطیہ ہے جو شخص ان خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت پر اس کے ثواب کی اُمید اور اللہ کے وعدہ کی تصدیق کے ساتھ عمل کرنے والا ہوگا تو اللہ اس کو اس خصلت پر عمل کی وجہ سے جنت میں داخل کر دے گا۔ حسان نے کہا: ہم نے دودھ دینے والی بکری کے سوا اس کو گنا تو وہ سلام کا جواب دینا ہے اور چھینکنے والے کا جواب دینا ہے اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا وغیرہ ہے سو ہم پندرہ خصلتیں بھی شمار نہ کر سکے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد بن مسرھد (۲) عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق الہمدانی (۳) عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی (۴) حسان بن عطیہ الشامی ابوبکر (۵) ابوکبشہ ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے اس کو السلولی کہا ہے یہ سلول کی طرف نسبت ہے جو ہوازن کا قبیلہ ہے (۶) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۶۵)

حدیث میں مذکور چالیس نیک خصلتوں کی علامہ ابن بطال کی طرف سے تعیین اور ان پر احادیث سے استدلال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حسان نے کہا: ہم نے دودھ دینے والی بکری کو دینے کے سوا ان خصلتوں کو گنا' جن کی وجہ سے بندہ جنت میں داخل ہوتا ہے تو ہم پندرہ خصلتیں بھی نہ گن سکے۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: حسان کا ان چالیس نیک خصلتوں کو نہ پانا' اس کو مستلزم نہیں ہے کہ کوئی اور ان چالیس خصلتوں کو نہ پا سکے اور مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے معاصر علماء نے ایسی خصلتوں کو نکالا جن سے جنت ملتی ہے تو ان کا عدد چالیس سے زیادہ ہے اور وہ تمام خصلتیں احادیث سے مستنبط ہیں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عمل کے متعلق سوال کیا جو اس کو جنت میں داخل کر دے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بتایا: (۱) وہ غلاموں کو آزاد کرے (۲) پھر اس کو بتایا وہ زیادہ دودھ دینے والا جانور عطاء کرے (۳) جو رشتہ دار تعلق منقطع کرے' اس سے تعلق جوڑے (۴) اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتے تو بھوکے کو کھانا کھلاؤ (۵) اور پیاسے کو پانی پلاؤ (۶) آخری خصلتوں میں سب سے اعلیٰ دودھ دینے والے جانور کا عطیہ ہے اور تعلق توڑنے والے رشتہ دار سے تعلق جوڑنا ان میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ جانور کے عطیہ سے افضل ہے۔

(۷) جو مسلمان ملے اس کو سلام کرے' حدیث میں ہے: جو کہے: ''السلام علیك'' اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۱) اور جو ''رحمۃ اللہ'' کا اضافہ کرے اس کے لیے بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۱) اور جس نے ''وبرکاتہ'' کا اضافہ کیا' اس کے لیے تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۱) (۸) چھینکنے والے کو جواب دینا' اس کے متقارب حدیث ہے۔ (الفردوس بماثور الخطاب: ۲۴۸۶)

(۹) حدیث میں ہے: ایک شخص نے راستہ سے کانٹوں والی شاخ ہٹا دی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کی قدر دانی کی' سو اس کو بخش دیا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۶) (۱۰) کاریگر کی مدد کرنا (۱۱) جس کو کام نہ آتا ہو اس کے لیے کام کرنا (۱۲) پریشان اور وحشت زدہ کا دل بہلانا (۱۳) جوتی کا تسمہ بھی قبول کرنا (۱۴) رسی بھی دی جائے تو قبول کرنا' حدیث میں ہے:

کسی شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: تم کسی چیز کو حقیر نہ جانو' خواہ جوتی کا تسمہ دیا جائے یا رسی کا ٹکڑا دیا جائے' اور خواہ کسی وحشت زدہ کا دل بہلایا جائے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۳)

(۱۵) کسی مسلمان کی مصیبت کو دور کرنا' حدیث میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے بھائی کی مصیبت کو دور کیا' اللہ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور فرما دے گا۔ (صحیح البخاری: ۲۴۴۲' صحیح مسلم: ۲۵۸۰)

(۱۶) اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنا یا اس کی حاجت میں کام آنا' حدیث میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے' جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۴)

(۱۷) مسلمان کی پردہ پوشی کرنا' حدیث میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔
(صحیح البخاری: ۲۴۴۳' صحیح مسلم: ۲۵۸۰' سنن ابوداؤد: ۴۸۹۳' سنن ترمذی: ۱۴۲۶)

(۱۸) مسلمان بھائی کے لیے مجلس میں کشادگی کرنا' حدیث میں ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں تمہارے بھائی کے سینہ میں محبت پیدا کرتی ہیں' ان میں سے ایک یہ ہے کہ تم اس کے لیے مجلس میں کشادگی کرو۔ (مجھے اس حدیث کا حوالہ نہیں مل سکا)

(۱۹) مسلمان کا دل خوش کرنا (۲۰) مظلوموں کی مدد کرنا (۲۱) ظالم کو ظلم سے روکنا' حدیث میں ہے:

اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔ (صحیح البخاری: ۲۴۴۳' سنن ترمذی: ۲۲۵۵' مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۱)

(۲۲) نیکی کا راستہ دکھانا' حدیث میں ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیکی کی رہ نمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی مثل ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۶۶)

(۲۳) نیکی کا حکم دینا (۲۴) لوگوں کے درمیان صلح کرانا (۲۵) خیرات کرنا' قرآن مجید میں ہے:

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا O (النساء: ۱۱۴)

ان کے اکثر پوشیدہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہے سوا اس کے جو صدقہ کرنے کا حکم دے' یا نیکی کا یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا اور جس نے اللہ کی رضاء جوئی کے لیے یہ کام کیے تو عنقریب ہم اس کو اجر عظیم عطاء کریں گے O

(۲۶) سائل کو نرمی اور ملائمت سے لوٹانا' قرآن مجید میں ہے:

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى. (البقرہ: ۲۶۳)

نرمی سے بات کرنا اور درگزر کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف پہنچے۔

اور حدیث میں ہے:

دوزخ کی آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے (کے صدقہ) سے اور جس کو یہ میسر نہ ہو' وہ کوئی اچھی بات کہے۔ (صحیح البخاری: ۱۴۱۷)

(۲۷) مسلمان کوئی درخت لگائے یا کھیت تیار کرے' جس سے انسان اور پرندے کھائیں' حدیث میں ہے:

جو مسلمان کوئی پودا لگاتا ہے یا کوئی کھیت تیار کرتا ہے' جس سے کوئی انسان یا پرندہ یا جانور کھاتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہو جاتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۳۲۰' صحیح مسلم: ۱۵۵۳' سنن ترمذی: ۱۳۸۲)

(۲۸) پڑوسی کو ہدیہ پیش کرنا' حدیث میں ہے:

اے مسلمان عورتو! تم اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھو خواہ وہ بکری کا جلا ہوا کھر ہدیہ دے۔ (صحیح البخاری: ۲۵۶۶' صحیح مسلم: ۱۰۳۰' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۵)

(۲۹) کسی مسلمان کی سفارش کرنا' قرآن مجید میں ہے:

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا. (النساء: ۸۵)

جو اچھی سفارش کرے اس کے لیے اس میں سے حصہ ہے۔

اور حدیث میں ہے: تم شفاعت کرو' تم اجر پاؤ گے۔ (صحیح البخاری: ۶۰۲۷' صحیح مسلم: ۲۶۲۷' سنن ابوداؤد: ۵۱۰۸)

(۳۰) بیماروں کی عیادت کرنا' حدیث میں ہے:

مریض کی عیادت کرنے والا جنت کے باغات میں ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۶۸' سنن ترمذی: ۹۶۷)

(۳۱) جو شخص کسی مسلمان بھائی کی غیبت کرے' اس کا دفاع کرنا۔ حدیث میں ہے:

جس نے کسی مؤمن کو منافق کی غیبت سے محفوظ رکھا' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف فرشتہ بھیجے گا جو اس کے گوشت کی دوزخ کی آگ سے حفاظت کرے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۸۸۳' مشکوٰۃ: ۴۹۸۶)

(۳۲) مسلمان سے مصافحہ کرنا' حدیث میں ہے:

جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان سے مصافحہ کرتا ہے' پس اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے الگ کرتا ہے تو ان دونوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۱۲-۵۲۱۱) ایک اور حدیث میں ہے:

ایک دوسرے سے مصافحہ کرو' یہ کینہ کو دور کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ: ۴۶۹۳)

(۳۳) اللہ کی محبت کی وجہ سے ملنا (۳۴) اللہ کی محبت کی وجہ سے بیٹھنا (۳۵) اللہ کی محبت کی وجہ سے ایک دوسرے سے ملاقات کرنا (۳۶) اللہ کی محبت کی وجہ سے اس کی راہ میں خرچ کرنا (۳۷) ایک آدمی کا سواری پر بٹھانے میں دوسرے کی مدد کرنا (۳۸) اس کا سامان اٹھا کر دے (۳۹) ہر مسلمان کی خیر خواہی کرے۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۲۳-۱۲۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے سات نیک خصلتوں پر حدیث سے استدلال

علامہ ابن بطال نے ۳۳ نیک اعمال پر تو احادیث سے نشان دہی کی ہے مگر آخری سات اعمال پر کسی حدیث کی نشان دہی نہیں کی' تاہم میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان سے ایک حدیث پیش کر رہا ہوں جس میں سات نیک اعمال کا ذکر ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا' جس دن اللہ کے سائے کے سوا اور کسی کا سایا نہیں ہوگا: (۱) امام عادل (۲) وہ نوجوان جس کی نشو و نما اپنے رب کی عبادت میں ہوئی (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد میں معلق رہتا ہے (۴) وہ دو آدمی جو ایک دوسرے سے اللہ کے لیے محبت رکھتے ہوں' اللہ کی محبت میں ملتے ہوں اور اللہ کی محبت میں جدا ہوتے ہوں (۵) وہ شخص جس کو ایک مقتدر اور حسین عورت نے گناہ کی دعوت دی ہو تو وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں (۶) وہ شخص جو چھپا کر صدقہ دے حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے (۷) جو شخص تنہائی میں اللہ کو یاد کرے پس اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں۔ (صحیح البخاری: ۶۶۰' صحیح مسلم: ۱۰۳۱)

علامہ عینی اور علامہ عسقلانی کا علامہ ابن بطال کی شرح کو نقل کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ چالیس خصلتیں ایسی ہیں کہ جو شخص ان چالیس خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت پر بھی عمل کرے تو اللہ اس خصلت پر عمل کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل کر دے گا' اس حدیث میں ان چالیس خصلتوں کا ذکر نہیں ہے' تاہم علامہ ابن بطال نے تتبع اور تلاش سے چالیس نیک خصلتوں کا ذکر کیا اور احادیث سے ان کی تائید کی ہے۔ علامہ بدرالدین عینی نے علامہ ابن بطال کی یہ مکمل عبارت نقل کر دی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۶۷-۲۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے علامہ ابن بطال کے ذکر کیے ہوئے چالیس خصائل میں سے انیس خصائل کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان خصائل کا ذکر احادیث صحیحہ میں ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۹۲' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ کرمانی کا علامہ ابن بطال پر اعتراض

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے علامہ ابن بطال کی مکمل عبارت نقل کرنے کے بعد اس پر حسب ذیل اعتراض کیا ہے:

علامہ ابن بطال کا یہ کلام رجماً بالغیب (اٹکل پچو) ہے' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ علامہ ابن بطال نے جو چالیس نیک اعمال ذکر کیے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد وہ چالیس اعمال نہ ہوں' ان کے علاوہ ہوں' پھر علامہ ابن بطال نے کیسے جانا کہ یہ نیک اعمال دودھ دینے والی بکری کو عطاء کرنے سے کم درجہ کے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: چالیس خصلتوں میں سب سے اعلیٰ خصلت دودھ دینے والی بکری کا عطیہ ہے' اور ہوسکتا ہے کہ یہ اعمال دودھ والی بکری کے عطیہ کی مثل ہوں یا اس سے افضل ہوں' پھر اس میں یہ تحکم (اپنی رائے سے یہ فرض کر لینا) ہے کہ سلام کرنے کو ان نیک اعمال میں داخل کیا ہے اور سلام کے جواب دینے کو ان نیک اعمال میں داخل نہیں کیا' حالانکہ حدیث میں سلام کا جواب دینے کی زیادہ صراحت ہے' اسی طرح انہوں نے نیکی کا حکم دینے کو ان اعمال میں داخل کیا ہے اور برائی سے منع کرنے کو ان اعمال میں داخل نہیں کیا' اس کے علاوہ ان چالیس خصال میں آخری وصف کے دخول کا تکرار ہے۔ (شرح الکرمانی ج۱۱ ص ۱۵۳' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۱ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کی توجیہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی کا علامہ ابن بطال پر یہ اعتراض اس وقت وارد ہوتا جب علامہ ابن بطال نے یہ دعویٰ کیا ہوتا کہ یہ وہی چالیس خصلتیں ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد تھیں اور ان تمام خصلتوں سے دودھ والی بکری کا عطیہ افضل ہے اور ان خصلتوں کے متعلق آپ نے فرمایا: ان میں سے کسی ایک خصلت پر بھی اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی تصدیق کے ساتھ عمل کرنے والا جنت میں داخل ہو جائے گا' سو علامہ ابن بطال نے ذخیرہ احادیث سے ان خصلتوں کو تلاش کیا' جن پر زیادہ اجر وثواب یا جنت کی بشارت ہے اور ان کی یہ کوشش مستحسن اور محمود ہے' قدیم مصنفین کا یہ طریقہ تھا کہ وہ حدیث کا ذکر کر دیتے تھے اور اس کی تخریج نہیں کرتے تھے اور ہم اپنی تصانیف میں بالعموم ان احادیث کی تخریج کر دیتے ہیں' سو ہم نے یہاں بھی علامہ ابن بطال کی ذکر کردہ احادیث کی تخریج کر دی ہے۔ وللہ الحمد!

۲۶۳۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءٌ' عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَتْ لِرِجَالٍ مِّنَّا فُضُوْلُ اَرَضِيْنَ' فَقَالُوْا نُؤَاجِرُهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالنِّصْفِ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ اَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا' اَوْ لِيَمْنَحْهَا اَخَاهُ' فَإِنْ اَبٰى فَلْيُمْسِكْ اَرْضَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے حدیث بیان کی از حضرت جابر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم میں سے بعض مردوں کے پاس زمینیں تھیں' انہوں نے کہا: ہم ان زمینوں کو تہائی اور چوتھائی اور نصف پیداوار کے عوض کرائے پر دیتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس (زائد) زمین ہو' وہ اس میں خود کاشت کرے یا اپنے بھائی کو عطا کر دے' پس اگر وہ انکار کرے تو وہ اپنی زمین کو روک کر رکھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۴۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں اپنے بھائی کو زمین عطاء کرنے کا ذکر ہے۔

۲۶۳۳ - وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ سَعِيْدٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ

اور محمد بن یوسف نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے زہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوسعید نے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ الْهِجْرَةِ، فَقَالَ وَيْحَكَ إِنَّ الْهِجْرَةَ شَأْنُهَا شَدِيدٌ، فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَتُعْطِي صَدَقَتَهَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَهَلْ تَمْنَحُ مِنْهَا شَيْئًا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَتَحْلُبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَاءِ الْبِحَارِ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَّتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پس آپ سے ہجرت کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! ہجرت کا معاملہ تو بہت سخت ہے' پس کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا تم ان میں سے کچھ عطاء کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم ان کو پانی پلانے کے لیے گھاٹ پر لے جانے والے دن لوگوں کے لیے دوہتے ہو گے! اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس تم سمندروں کے پار عمل کرتے رہو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں سے ہرگز کسی عمل کو ترک نہیں فرمائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۵۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں عطاء کرنے کا ذکر ہے۔

٢٦٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ طَاوُسٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَعْلَمُهُمْ بِذَاكَ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلٰى أَرْضٍ تَهْتَزُّ زَرْعًا، فَقَالَ لِمَنْ هٰذِهِ؟ فَقَالُوا إِكْتَرَاهَا فُلَانٌ، فَقَالَ أَمَا إِنَّهُ لَوْ مَنَحَهَا إِيَّاهُ، كَانَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهَا أَجْرًا مَعْلُومًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عمرو از طاؤس' انہوں نے کہا: مجھے اس شخص نے حدیث بیان کی جو اس حدیث کا سب سے زیادہ جاننے والا ہے' یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی زمین پر تشریف لے گئے جس میں کھیت لہلہا رہے تھے' آپ نے پوچھا: یہ کس کی زمین ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ اس زمین کو فلاں نے کرائے پر دیا ہے' آپ نے فرمایا: تاہم اگر وہ زمین کو عطاء کر دیتا تو وہ اس کے لیے اس سے زیادہ بہتر ہوتا کہ وہ اس کا معین کرایا لیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۳۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں زمین کو عطاء کرنے کا ذکر ہے۔

٣٦ - بَابٌ إِذَا قَالَ أَخْدَمْتُكَ هٰذِهِ الْجَارِيَةَ، عَلٰى مَا يَتَعَارَفُ النَّاسُ، فَهُوَ جَائِزٌ

جب کوئی شخص کسی سے کہے کہ میں نے یہ باندی تمہیں بہ طور خادمہ دی ہے تو یہ جائز ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اگر لوگوں کا عرف یہ ہو کہ کوئی شخص دوسرے سے یہ کہے کہ میں نے تم کو یہ باندی خدمت کے لیے دی ہے' یہ ہبہ ہے تو پھر یہ ہبہ ہوگا اور اگر لوگوں کا عرف یہ ہو کہ یہ عاریت ہے تو پھر یہ عاریت ہوگا۔

اگر کوئی شخص کسی سے یہ کہے: میں نے تم کو یہ غلام خدمت کے لیے دیا ہے تو آیا یہ عاریت ہے یا ہبہ؟

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے تم کو یہ غلام یا یہ باندی خدمت کے لیے عطاء کی ہے تو اس سے مراد خدمت کے لیے دینا ہوتا ہے' اس غلام یا باندی کا مالک بنانا نہیں ہوتا۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۲۴)

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے تمہیں خدمت کے لیے یہ غلام دیا ہے تو یہ عاریت ہے کیونکہ اس نے اس کو اس غلام سے خدمت لینے کی اجازت دی ہے اور جب یہ عاریت ہے تو وہ اس سے جب چاہے رجوع کر سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۶۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر یہ اعتراض کہ حضرت سارہ کو حضرت ھاجر خدمت کے لیے دی گئی تھیں'۔۔۔ حالانکہ یہ ہبہ تھا

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ هٰذِهِ عَارِيَّةٌ. اور بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ عاریت ہے۔

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

اس عبارت سے امام بخاری' امام ابوحنیفہ پر اعتراض کر رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے تمہیں خدمت کے لیے یہ باندی دی ہے تو یہ عاریت ہے' حالانکہ حضرت ھاجَر کا قصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ہبہ ہے' سو یہ حدیث امام ابوحنیفہ پر رد کرتی ہے۔ (شرح الکرمانی ج ۱۱ ص ۱۵۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں صرف یہ جملہ ہبہ پر دلالت کرتا ہے کہ اس (حضرت سارہ) کو ھاجَر عطا کر دو' اور جب اس نے کہا: اور اس نے حضرت سارہ کو حضرت ھاجر خدمت کے لیے دے دی' تو یہ جملہ ہبہ پر دلالت نہیں کرتا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۶۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی یہ عبارت واضح نہیں ہے اور اس سے امام بخاری کا اعتراض مکمل طور پر نہیں اُٹھتا۔

مصنف کی طرف سے امام بخاری کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ پر اس وقت اعتراض ہوتا جب حدیث میں صرف یہ جملہ ہوتا کہ اس ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو حضرت ھاجر خدمت کے لیے دے دی۔ لیکن حدیث میں یہ جملہ بھی ہے کہ اس کو یعنی حضرت سارہ کو حضرت ھاجر عطاء کر دو' اور یہ جملہ ہبہ پر دلالت کرتا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہبہ سے رجوع کرنا جائز ہے۔

ثانیاً اگر صرف اس جملہ کا لحاظ کیا جائے کہ اس نے حضرت سارہ کو حضرت ھاجَر خدمت کے لیے دے دی' تب بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایسا کلام عرف پر محمول ہوتا ہے' اگر عرف میں یہ کلام ہبہ ہو تو پھر یہ ہبہ ہوتا ہے اور اس وقت کے عرف میں یہ کلام ہبہ پر محمول ہوتا تھا جیسا کہ حضرت ھاجر کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے امام ابوحنیفہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

وَاِنْ قَالَ كَسَوْتُكَ هٰذَا الثَّوْبَ' فَهٰذِهٖ هِبَةٌ. اور اگر کسی نے کہا: میں نے تم کو یہ کپڑا پہنا دیا تو یہ ہبہ ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے اتنی مدت کے لیے تم کو یہ کپڑا پہنا دیا ہے تو اس میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ عاریت

ہے اور اگر وہ مدت کا ذکر نہ کرے اور صرف یہ کہے کہ میں نے تم کو یہ کپڑا پہنا دیا ہے تو یہ ہبہ ہے۔

کیونکہ قرآن مجید میں قسم کے کفارہ میں فرمایا ہے:

فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ. (المائدہ:۸۹)

پس اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے اس درمیانی قسم کے کھانے سے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے پہنانا ہے۔

اور اس پر امت کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد کھانے اور کپڑوں کا مالک بنانا ہے۔

٢٦٣٥ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَاجَرَ اِبْرَاهِيْمُ بِسَارَةَ، فَاَعْطَوْهَا اٰجَرَ، فَرَجَعَتْ فَقَالَتْ اَشَعَرْتَ اَنَّ اللّٰهَ كَبَتَ الْكَافِرَ، وَاَخْدَمَ وَلِيْدَةً؟

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کی ان لوگوں نے حضرت سارہ کو حضرت اٰجر ہبہ کر دی پس وہ لوٹ آئیں سوانہوں نے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ نے کافر کو ذلیل کر دیا اور ایک باندی خدمت کے لیے دی؟

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْدَمَهَا هَاجَرَ.

اور ابن سیرین نے کہا از ابوہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: پس حضرت سارہ کو حضرت ھاجر خدمت کے لیے دی۔

٣٧ - بَابٌ اِذَا حَمَلَ رَجُلٌ عَلٰى فَرَسٍ، فَهُوَ كَالْعُمْرٰى وَالصَّدَقَةِ

جب کسی شخص کو گھوڑے پر سوار کیا جائے تو وہ عمریٰ اور صدقہ کی مثل ہے

باب کے عنوان کی وضاحت

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جب کسی شخص کو گھوڑا اس لیے ہبہ کیا جائے کہ وہ اس گھوڑے پر سوار ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرے تو اس سے کیا مراد ہے؟ آیا اس شخص کو گھوڑے کا مالک بنا دیا ہے یا اس گھوڑے کو جہاد کے لیے وقف کر دیا ہے امام بخاری نے عنوان میں کہا ہے کہ وہ عمریٰ کی مثل ہے یعنی اس کا وہ حکم ہے جو عمریٰ کا حکم ہے اور صدقہ کا حکم ہے اور حدیث میں عمریٰ کا حکم درج ذیل ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے لیے اور اس کے وارثوں کے لیے عمریٰ کیا گیا تو یہ ہبہ اس کے لیے ہے اور یہ ہبہ واہب کی طرف کبھی نہیں لوٹے گا کیونکہ اس نے ایسا ہبہ کیا ہے جس میں وراثت جاری ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۲۵' سنن ابوداؤد: ۳۵۵۳' سنن ترمذی: ۱۳۵۰)

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَهٗ اَنْ يَّرْجِعَ فِيْهَا.

اور بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ وہ اس میں رجوع کر سکتا ہے۔

یہ امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض ہے۔

امام بخاری کے اعتراض کی تقریر

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس کے لیے عمریٰ کیا گیا ہے' جب وہ اس پر قبضہ کر لے تو پھر اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے' اسی طرح صدقہ کرنے کے بعد بھی اس میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے اللہ کی راہ میں وہ صدقہ دیا ہے' لہٰذا جس نے کسی شخص کو جہاد کے لیے گھوڑے پر سوار کیا اور یہ کہا کہ یہ تمہارے لیے ہے تو وہ اس کا مالک ہو گیا اور جو شخص کسی چیز کو اللہ کی راہ میں روک لے' وہ بہ منزلہ اوقاف ہے اور جمہور علماء کے نزدیک اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ ہر چیز کو روکنا باطل ہے اور وہ چیز اپنے مالک کی طرف لوٹ جائے گی۔

(شرح ابن بطال ج ۷ ص ۱۲۵۔ ۱۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی آدمی کسی شخص سے یہ کہتا ہے کہ میں نے تمہیں اس گھوڑے پر سوار کر دیا تو فقہاء احناف کے نزدیک یہ اس وقت ہبہ ہو گا جب وہ اس کو وہ گھوڑا ہبہ کرنے کی نیت کرے گا کیونکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے اس کو عاریۃً گھوڑے پر سوار کیا ہو' پس اگر اس نے اس شخص کو مالک بنانے کی نیت سے گھوڑے پر سوار کیا ہے تو پھر وہ ہبہ ہو گا اور امام بخاری نے امام ابوحنیفہ پر جو طعن کیا ہے' وہ لازم نہیں آتا کیونکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہبہ سے رجوع کرنا جائز ہے اور اس پر اپنے مقام میں دلائل پیش کیے جا چکے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۶۳۶ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا يَسْاَلُ زَيْدَ بْنَ اَسْلَمَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ' فَرَاَيْتُهٗ يُبَاعُ' فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ لَا تَشْتَرِ' وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے امام مالک سے سنا' وہ زید بن اسلم سے سوال کر رہے تھے' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے بتایا کہ میں نے (کسی شخص کو) اللہ کی راہ میں گھوڑے پر سوار کیا' پھر میں نے دیکھا کہ وہ گھوڑا فروخت کیا جا رہا تھا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (اس کو خریدنے کا) سوال کیا' آپ نے فرمایا: اس کو مت خریدو اور اپنے صدقہ سے رجوع نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ ان کے نزدیک کسی چیز کو ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ خطابی کی عبارت سے امام اعظم کے مؤقف کی تائید

علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر نے اللہ کی رضا کے لیے اس گھوڑے کو اپنی مِلک سے نکال دیا ہو اور ان کے دل میں اس کے متعلق کچھ تردد ہوا اور جب انہوں نے اس کو فروخت ہوتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے اس کو پھر حاصل کرنا چاہا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خطرہ ہوا کہ ان

کی نیت فاسد ہو جائے گی اور ان کا اجر ضائع ہو جائے گا' اس لیے آپ نے ان کو اس گھوڑے کے خریدنے سے منع فرمایا اور اس کو صدقہ سے رجوع کرنے کے مشابہ قرار دیا خواہ وہ اس گھوڑے کو قیمۃً لے رہے تھے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے آپ نے مہاجرین کو مکہ میں واپس اپنے گھروں میں جانے سے منع فرمادیا تھا اور فتح مکہ کے ایام میں آپ نے ان کو وہاں رہنے سے منع فرمادیا' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ نے یہ دعا کی: اے اللہ! ہماری موت کو مکہ میں مقدر نہ فرمانا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۵) اور حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت میں ہے کہ جب وہ مکہ میں بیمار ہو گئے اور ان کو یہ اندیشہ ہوا کہ وہ مکہ میں فوت ہو جائیں گے تو آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے فرمایا: بے شک تم باقی رہو گے حتیٰ کہ اللہ ایک قوم کو تم سے نفع پہنچائے گا اور دوسری قوم کو تم سے نقصان ہوگا لیکن (حضرت) سعد بن خولہ پر افسوس ہے کہ وہ مکہ میں فوت ہو گئے اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو مکمل کردے اور ان کو اپنی ایڑیوں پر واپس نہ لوٹا۔ (صحیح البخاری: ۲۹۳۶' صحیح مسلم: ۱۶۲۸)

اور یہ اس باب سے نہیں ہے کہ آدمی جس زمین کو صدقہ کر چکا ہو' پھر اس زمین کی پیداوار میں سے کسی چیز کو خریدے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رومہ کے کنویں کو خرید لیا تھا اور اس کنویں کو مسلمانوں کے اوپر صدقہ کر دیا تھا' پھر دوسرے مسلمانوں کی طرح وہ بھی اس کنویں سے پانی پیتے تھے' تاہم جب کوئی شخص کسی چیز کو وقف نہ کرے بلکہ نیکی اور مروّت کے حصول کے لیے اس کو صدقہ کرے تو یہ ہبہ کے قائم مقام ہے اور اس کے لیے اس چیز کو اس سے خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۳-۸۲' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۸ھ)

علامہ خطابی کی یہ شرح امام ابوحنیفہ کے مؤقف کی تائید کرتی ہے۔

''کتاب الھبہ'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّدنا محمد خاتم النبیین! آج ۲۲ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ/ ۲۷ جون ۲۰۰۸ء بہ روز جمعہ صحیح البخاری کی ''کتاب الھبہ'' مکمل ہو گئی' اے بارِ الٰہ! اس تحریر کو مسلمانوں کے لیے نفع آور بنا! اور اس کتاب کو مکمل فرمادے اور میری' میرے والدین کی اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمادے۔

''کتاب الھبہ'' میں ۹۹' احادیث ہیں اور اس میں ۲۳ تعلیقات ہیں اور ۶۸' احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث ۳۱ ہیں اور اس میں ۱۳' آثارِ صحابہ ہیں۔

۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۵۲ - کِتَابُ الشَّهَادَاتِ

شہادات کا بیان

اس کتاب میں "شهادات" کے احکام بیان کیے گئے ہیں' "شهادات"' "شهادت" کی جمع ہے' اور یہ "شهد یشهد" کا مصدر ہے۔

شہادت کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری متوفی ۳۹۸ھ لکھتے ہیں:

شہادت کا معنی ہے: خبر قاطع یعنی ایسی چیز کی خبر دینا جس کا ثبوت اور تحقق یقینی ہو' اور "مشاهدة" کا معنی ہے: معاینہ یعنی اس چیز کی خبر دینا جس کو آنکھ سے دیکھا ہو' اور "شاهد" کا معنی ہے: حاضر یعنی جو واقعہ کی شہادت دے رہا ہے' وہ اس پر حاضر تھا۔

(الصحاح ج ۲ ص ۴۹۴' دار العلم للملایین' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ لکھتے ہیں:

"شاهد" کا معنی ہے: جو شہادت میں امین ہو' اور جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو' جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا ہو' اس کو شہید کہتے ہیں کیونکہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں یا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس کو جنت کی شہادت دیتے ہیں یا وہ ان لوگوں میں سے ہے جو گزشتہ امتوں کے سامنے شہادت دیں گے یا اس لیے کہ وہ اپنے رب کے سامنے حاضر ہے اور "شاهد" نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں سے ایک اسم ہے' جمعہ کے دن' یوم قیامت اور یوم عرفہ کو "مشهود" کہتے ہیں۔

(القاموس ص ۲۹۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ محمد بن علی میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ شہادت کا اصطلاحی معنی لکھتے ہیں:

شہادت کا شرعی معنی ہے: قاضی کی مجلس میں لفظ شہادت کے ساتھ آنکھ سے دیکھے ہوئے کسی واقعہ کی خبر دینا' جس سے مدعی کا مدعیٰ علیہ پر حق ثابت ہو۔ (کتاب التعریفات ص ۹۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

شہادت کے متعلق احادیث

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بہترین گواہ کی خبر نہ دوں! یہ وہ شخص ہے جو اس سے سوال کرنے سے پہلے شہادت دیتا ہے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۶۸۳۔ ج ۳۶ ص ۱۶ طبع قدیم' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

یعنی یہ وہ شخص ہے کہ صاحبِ حق کو علم نہیں ہوتا کہ اس کے حق کی اس کے پاس شہادت ہے اور یہ شخص اس کے حق کی شہادت دیتا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانہ میں ہیں' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں' پھر ان کے بعد وہ لوگ ہوں گے جو از خود شہادت دیں گے اور ان سے شہادت نہیں طلب کی جائے گی۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری: ۶۴۲۸' صحیح مسلم: ۲۵۳۵' سنن ابوداؤد: ۴۶۵۷' سنن ترمذی: ۲۲۲۲' سنن نسائی: ۳۸۰۹)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہ کثرت لعنت کرنے والے قیامت کے دن شفاعت کرنے والے ہوں گے نہ گواہی دینے والے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۹۸' سنن ابوداؤد: ۴۹۰۷' مسند احمد ج ۶ ص ۴۴۸)

١ - بَابُ مَا جَآءَ فِي الْبَيِّنَةِ عَلَى الْمُدَّعِيْ — گواہوں کا پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے

اس باب میں نصِ قرآن سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ گواہوں کا پیش کرنا مدعی پر متعین ہے۔

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۚ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ۚ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۚ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۚ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ۚ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ۚ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۚ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۚ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ۚ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۚ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (البقرۃ: ۲۸۲).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! جب تم کسی مقرر مدت تک آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور تمہارے درمیان کسی کاتب کو عدل کے ساتھ دستاویز لکھنی چاہیے اور جس شخص کو اللہ نے لکھنا سکھایا ہو' اس کو لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے اور جس شخص پر قرض ہو' لکھوانا اس کی ذمہ داری ہے' اور اس کو اللہ سے ڈرنا چاہیے جو اس کا رب ہے اور اس (قرض) سے کچھ کم نہ کرے اور اگر مقروض کم عقل ہو یا کم زور ہو یا وہ خود لکھوانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی (سرپرست) عدل سے لکھوا دے اور تم اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بنا لو' پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (ان کو گواہ بنا لو)' جن کو تم گواہوں سے پسند کرتے ہو کہ ان دو میں سے کوئی ایک (عورت) بھول جائے تو اس ایک کو دوسری یاد دلا دے اور جب گواہوں کو (گواہی کے لیے) بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں' اور (قرض) چھوٹا ہو یا بڑا' اس کی میعاد تک اس (کی دستاویز) کو لکھنے میں تساہل نہ کرو' اللہ کے نزدیک یہ بہت عادلانہ کارروائی ہے اور گواہی دینے کے لیے بہت درست طریقہ ہے اور شکوک و شبہات دور کرنے کے بہت قریب ہے' ہاں! جو تجارتی لین دین تم آپس میں دست بہ دست کرتے ہو' اس کو نہ لکھنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جب تم آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لیا کرو' اور نہ کسی لکھنے والے کو ضرر پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو' اور اگر تم نے ایسا کیا

تو وہ بے شک تمہارا گناہ ہوگا اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ تمہیں
سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے O (البقرہ:۲۸۲)

البقرہ:۲۹۲ سے استدلال کرنے کی توجیہ

امام بخاری نے اس باب کے عنوان کو ثابت کرنے کے لیے کسی حدیث کی روایت نہیں کی اور البقرہ: ۲۸۲ اور النساء: ۱۳۵ کے ذکر کرنے کو کافی قرار دیا۔

اس آیت سے استدلال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر بغیر گواہوں کے مدعی کا قول کافی ہوتا تو اس کے دعویٰ کو لکھوانے اور اس پر گواہ بنانے کی ضرورت نہ ہوتی اور یہ چیز اس پر دلالت کرتی ہے کہ گواہ پیش کرنا مدعی کی ذمہ داری ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ قرض کو لکھنے کا حکم ایک حدیث کے خلاف ہے

اس آیت میں فرمایا ہے: اسے (قرض کی مدت کو) لکھ لیا کرو۔ اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس آیت میں لکھنے کا حکم دیا ہے حالانکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم اُمّی امت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۱۹۱۳، صحیح مسلم: ۱۰۸۰، سنن ابوداؤد: ۲۳۱۹، سنن نسائی: ۲۱۴۷)

اس کا جواب یہ ہے کہ دَین (قرض) بہ حیثیت دَین لکھنے کا محتاج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کے حفظ کرنے کو لوگوں پر آسان کر دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بھی محفوظ ہیں اور قرآن مجید کی اس آیت میں عقائد اور فروع کو لکھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ اس آیت میں خرید و فروخت، رہن اور قرض کے لین دین کے معاملات کو لکھنے کا حکم دیا ہے اور یہ حکم بھی لوگوں کی آسانی کے لیے بہ طور ارشاد ہے بہ طور وجوب نہیں ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے اگر کسی نے لکھ لیا تو وہ مستحسن ہے اور اگر لکھنے کو ترک کر دیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا O﴾ (النساء:۱۳۵).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ، خواہ (یہ گواہی) تمہارے خلاف ہو یا تمہارے ماں باپ اور قرابت داروں کے (فریق معاملہ) خواہ امیر ہو یا غریب، اللہ ان کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے لہٰذا تم خواہش کی پیروی کر کے عدل سے روگردانی نہ کرو، اگر تم نے گواہی میں ہیر پھیر کیا یا اعراض کیا تو اللہ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہے O (النساء:۱۳۵)

اس آیت میں یہ حکم دیا ہے کہ تم عدل کے ساتھ گواہی دو اور عدل کے ساتھ گواہی دینے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال نہ کرو، خواہ وہ گواہی تمہارے خلاف کیوں نہ ہو اور اگر گواہی تمہارے والدین اور رشتہ داروں کے خلاف ہو تو ان کی رعایت نہ کرو بلکہ حق کی رعایت کرو۔

۲ - بَابٌ اِذَا عَدَّلَ رَجُلٌ اَحَدًا فَقَالَ لَا نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا، اَوْ قَالَ مَا عَلِمْتُ اِلَّا خَيْرًا

جب ایک شخص کسی کو نیک قرار دینے کے لیے یہ کہے: ہم اس کے متعلق صرف خیر کو جانتے ہیں، یا کہے: میں صرف خیر کو جانتا ہوں (تو آیا یہ کافی ہے یا نہیں؟)

امام بخاری نے اس عنوان میں یہ نہیں بیان کیا کہ اتنا کہنا تعدیل کے لیے کافی ہے یا نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' اس عنوان میں عدل کا ذکر ہے اور یہ تعدیل سے ماخوذ ہے' تعدیل کا معنی یہ ہے کہ جب کسی گواہ کا حال معلوم کیا جائے تو کوئی شخص یہ کہے کہ وہ نیک ہے' یعنی گواہی دینے کے قابل ہے۔

تعدیل کے کلمات میں مذاہب فقہاء

امام طحاوی نے امام ابو یوسف سے یہ روایت کی ہے کہ جب کسی نے کسی شخص کے متعلق یہ کہہ دیا کہ ہم اس کے متعلق صرف خیر کو جانتے ہیں تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی اور انہوں نے اس مسئلہ میں فقہاء احناف کا اختلاف ذکر نہیں کیا اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے' جس میں یہ ذکر ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمیں ان کے متعلق صرف خیر کا علم ہے۔

امام محمد نے کہا ہے کہ تعدیل کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ کہے کہ یہ شخص نیک ہے اور اس کی شہادت جائز ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کا اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ نیک ہے۔

علامہ ابن التین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ جب وہ کسی شخص کی تعدیل اور تحسین کرتے تو وہ یہ کہتے تھے کہ ہمیں اس شخص کے متعلق صرف خیر کا علم ہے۔

ابن القاسم نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ تعدیل کے لیے اتنا کہنا کافی نہیں ہے کہ ہمیں اس کے متعلق صرف خیر کا علم ہے بلکہ یہ کہنا ضروری ہے کہ میں اس کو نیک گمان کرتا ہوں اور اس کی گواہی پر میں راضی ہوں۔

المزنی نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ تعدیل کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ کہے کہ میرے نزدیک یہ نیک ہے خواہ میرے حق میں گواہی دے یا میرے خلاف' پھر اگر وہ اس کے باطنی احوال سے واقف ہو تو اس کی گواہی قبول کرے ورنہ نہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۷۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۶۳۷ - حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا ثَوْبَانُ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، وَبَعْضُ حَدِيْثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا، حِيْنَ قَالَ لَهَا اَهْلُ الْاِفْكِ مَا قَالُوْا فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَاُسَامَةَ، حِيْنَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ، يَسْتَاْمِرُهُمَا فِي فِرَاقِ اَهْلِهِ، فَاَمَّا اُسَامَةُ فَقَالَ اَهْلُكَ وَلَا نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا، وَقَالَتْ بَرِيْرَةُ اِنْ رَاَيْتُ عَلَيْهَا اَمْرًا اَغْمِصُهُ اَكْثَرَ مِنْ اَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ، تَنَامُ عَنْ عَجِيْنِ اَهْلِهَا، فَتَاْتِي الدَّاجِنُ فَتَاْكُلُهُ، فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن عمر النمیری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثوبان نے حدیث بیان کی اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر' ابن المسیب' علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبد اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے خبر دی اور ان میں سے بعض کی حدیث دوسروں کی حدیث کی تصدیق کرتی تھی' جب (حضرت عائشہ) پر تہمت لگانے والوں نے جو کہا سو کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما کو بلایا' جب آپ پر وحی آنے میں تاخیر ہو گئی تھی تو آپ ان سے اپنی اہلیہ کو جدا کرنے کے متعلق مشورہ کر رہے تھے' پس رہے حضرت اسامہ تو انہوں نے کہا: یہ آپ کی اہلیہ ہیں اور ہمیں ان کے متعلق صرف خیر کا علم ہے اور حضرت

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَعْذِرُنَا فِيْ رَجُلٍ بَلَغَنِيْ اَذَاهُ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ، فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ مِنْ اَهْلِيْ اِلَّا خَيْرًا، وَلَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ اِلَّا خَيْرًا.

بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے ان کے متعلق کسی ایسی چیز کا علم نہیں جو ان کے لیے باعث عیب ہو تاہم اتنی بات ضروری ہے کہ وہ کم عمر لڑکی ہیں وہ اپنے گھر والوں کا آٹا گوندھتے گوندھتے سو جاتی ہیں اور بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس شخص کے متعلق کون معذور قرار دے گا جس نے میرے گھر والوں کے متعلق مجھے اذیت پہنچائی ہے پس اللہ کی قسم! مجھے اپنی اہلیہ کے متعلق خیر کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں اور انہوں نے (ان کے ساتھ) جس شخص (کے ملوث ہونے) کا ذکر کیا ہے اس کے متعلق بھی مجھے سوائے خیر کے اور کسی چیز کا علم نہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۹۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں تعدیل کے الفاظ کا ذکر ہے۔

۳ - بَابُ شَهَادَةِ الْمُخْتَبِیْ مخفی کی شہادت

اس باب کے عنوان میں "مختبی" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چھپا ہوا' یعنی جو گواہ گواہی کو ادا کرتے وقت چھپا ہوا ہو' اور اس کا حال کسی پر منکشف نہ ہو' آیا ایسے شخص کی شہادت جائز ہے یا نہیں؟

وَاَجَازَهٗ عَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ.

اور حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نے اس کی اجازت دی ہے۔

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ صغار صحابہ میں سے ہیں' ان کے والد بھی صحابی تھے' صحیح البخاری میں ان کا ذکر صرف اسی جگہ پر ہے' اس تعلیق کی اصل سنن سعید بن منصور میں ہے' وہ کہتے تھے کہ مخفی کی شہادت جائز ہے اور اسی طرح خائن اور فاجر کی شہادت بھی جائز ہے۔

قَالَ وَكَذٰلِكَ يُفْعَلُ بِالْكَاذِبِ الْفَاجِرِ.

انہوں نے کہا: اسی طرح جھوٹے فاجر کے ساتھ بھی کیا جائے گا۔

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نے کہا: جس طرح مخفی کی شہادت جائز ہے' اسی طرح جھوٹے فاجر کے ساتھ بھی کیا جائے گا' ان کی اس سے مراد وہ مقروض ہے جو علانیہ قرض کا اعتراف نہ کرے' پھر قرض خواہ اس کو کسی جگہ اکیلے میں ملے اور جو اس کے قرض کا اقرار کرتا ہو' اس نے اس کو چھپا دیا ہو' پھر اگر وہ کسی دوسرے معاملہ میں گواہی دے تو حضرت عمرو بن حریث نے کہا: اس کی گواہی سنی جائے گی۔

امام شافعی کا جدید قول یہی ہے' امام مالک' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور قاضی شریح' شعبی اور نخعی سے روایت ہے کہ وہ مخفی کی شہادت کو جائز نہیں قرار دیتے تھے' انہوں نے کہا کہ جب اس کے خلاف شہادت دی گئی ہو اور اس نے اپنے آپ کو چھپا لیا ہو تو وہ عدل (نیک) نہیں ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب اور امام شافعی کا قول قدیم ہے۔

وَقَالَ الشَّعْبِیُّ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَقَتَادَةُ السَّمْعُ شَهَادَةٌ.

اور الشعبی' ابن سیرین' عطاء اور قتادہ نے کہا: سننا شہادت ہے۔

یعنی جب ایک شخص نے کسی سے کوئی بات سنی اور وہ اس موقع پر حاضر نہیں تھا تو عامر شعبی' محمد بن سیرین' عطاء بن ابی رباح اور

قتادہ بن دعامہ کے نزدیک اس کی شہادت سنی جائے گی' شعبی کی تعلیق کی امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے' اور شعبی سے روایت ہے کہ سنی ہوئی بات کی شہادت جائز ہے' اسی طرح عبیدہ اور ابراہیم نے کہا کہ سنی ہوئی بات کی شہادت جائز ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے کوئی بات سن رہا ہو اور اس کو دیکھ رہا ہو' جس سے بات سنی ہے تو اس کی شہادت دینا جائز ہے' خواہ وہ اس موقع پر حاضر نہ ہو۔ (یہ قول امام ابوحنیفہ کے خلاف ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

وَقَالَ الْحَسَنُ يَقُوْلُ لَمْ يُشْهِدُوْنِيْ عَلٰى شَيْءٍ وَاِنِّيْ سَمِعْتُ كَذَا وَ كَذَا.

اور حسن بصری کہتے تھے کہ انہوں نے مجھے کسی چیز پر گواہ نہیں بنایا اور میں نے اس طرح اور اس طرح سنا ہے۔

حسن بصری کی تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

ان تمام تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۷۷۔۲۷۶ سے ماخوذ ہیں۔

۲۶۳۸ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَالِمٌ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اِنْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ الْاَنْصَارِيُّ' يَؤُمَّانِ النَّخْلَ الَّتِيْ فِيْهَا ابْنُ صَيَّادٍ' حَتّٰى اِذَا دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' طَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ' وَهُوَ يَخْتِلُ اَنْ يَّسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ اَنْ يَّرَاهُ' وَابْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ فِيْ قَطِيْفَةٍ لَّهٗ فِيْهَا رَمْرَمَةٌ' اَوْ زَمْزَمَةٌ' فَرَاَتْ اُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ' فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ اَيْ صَافِ هٰذَا مُحَمَّدٌ' فَتَنَاهَى ابْنُ صَيَّادٍ' قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' وہ کہتے ہیں کہ سالم نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابی بن کعب انصاری گئے اور وہ کھجور کے اس درخت کا قصد کر رہے تھے' جس میں ابن صیاد تھا' حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنوں کی آڑ میں چھپ کر چلنے لگے اور آپ یہ چاہتے تھے کہ اس سے پہلے کہ ابن صیاد آپ کو دیکھے' آپ ابن صیاد کی کوئی بات سن لیں اور اس وقت ابن صیاد ایک چادر میں زمین پر لیٹا ہوا تھا اور کچھ گنگنا رہا تھا' تو ابن صیاد کی ماں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا کہ آپ کھجور کے درختوں کے تنوں کی آڑ میں چھپتے ہوئے آ رہے ہیں تو اس نے ابن صیاد سے کہا: اے صاف! یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں' تو ابن صیاد گنگنانے سے رک گیا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ اس کو اپنے حال پر رہنے دیتی تو اس کا معاملہ کھل جاتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۵۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے چھپ کر اس کی باتیں سن رہے تھے' اگر آپ اس کی باتیں سن کر بیان فرماتے تو یہ چھپے ہوئے شخص کی شہادت ہوتی۔

فقہاء احناف اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ خبر ہوتی' شہادت نہ ہوتی۔

۲۶۳۹ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنِ الزُّهْرِيِّ' عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ اِمْرَاَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ حضرت رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں' انہوں نے کہا: میں (حضرت

فَطَلَّقَنِي فَأَبَتَّ طَلَاقِي، فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزُّبَيْرِ، إِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ، فَقَالَ أَتُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلٰى رِفَاعَةَ؟ لَا، حَتّٰى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ. وَأَبُو بَكْرٍ جَالِسٌ عِنْدَهُ، وَخَالِدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ بِالْبَابِ يَنْتَظِرُ أَنْ يُؤْذَنَ لَهُ، فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَا تَسْمَعُ إِلٰى هٰذِهِ مَا تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ [اطراف الحدیث: ۵۲۶۰-۵۲۶۱-۵۲۶۵-۵۳۱۷-۵۷۹۲-۵۸۲۵-۶۰۸۴] (صحیح مسلم: ۱۴۳۳ الرقم المسلسل: ۳۴۱۶ سنن ترمذی: ۱۱۲۱ سنن ابن ماجہ: ۱۹۳۲)

رفاعہ کے پاس تھی انہوں نے مجھے طلاق دے دی پس انہوں نے میری طلاق کو مغلظ کر دیا پھر میں نے حضرت عبدالرحمان بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا اور ان کے پاس صرف کپڑے کے پلو کی طرح تھا' آپ نے فرمایا: کیا تم رفاعہ کی طرف لوٹ کر جانا چاہتی ہو؟ نہیں! (تم نہیں لوٹ سکتیں) حتیٰ کہ تم اس کی مٹھاس چکھ لو اور وہ تمہاری مٹھاس چکھ لے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں بیٹھے ہوئے تھے' اور حضرت خالد بن سعید بن العاص دروازہ پر منتظر تھے کہ ان کو اجازت دی جائے' انہوں نے کہا: اے ابوبکر! کیا آپ اس عورت کی بات نہیں سن رہے تھے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کس طرح بلند آواز سے بات کر رہی تھی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ حضرت خالد بن سعید دروازہ کے پار سے اس عورت کی باتیں سن رہے تھے اور انہوں نے اپنی سماعت پر اعتماد کرتے ہوئے اس عورت کی تیز زبان پر اعتراض کیا اور وہ بہ منزلہ مخفی تھے گویا ایک مخفی شخص نے بات سن کر اس کی گواہی دی' فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے خبر دی تھی' شہادت نہیں دی تھی۔

حدیث مذکور کے مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام نسائی نے سند جید کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ الغمیصاء یا الرمیصاء نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر شکایت کرنے لگی کہ اس کا خاوند اس سے جماع کرنے پر قادر نہیں ہے' پھر تھوڑی دیر میں اس کے خاوند بھی آ گئے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ جھوٹی ہے' انہوں نے کہا: وہ اس سے مقاربت کرتے ہیں لیکن یہ اپنے پہلے خاوند کی طرف لوٹ کر جانا چاہتی ہے' آپ نے فرمایا: یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے حتیٰ کہ یہ اس کی (یعنی حضرت عبدالرحمان بن الزبیر) کی مٹھاس چکھ لے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کے بعد اس سے رجوع کرنا چاہے تو یہ ضروری ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اور وہ اس کے ساتھ دخول کرے اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہ پہلے شوہر کے لیے اس عورت کے حلال ہونے کی شرط ہے' اس مسئلہ میں صرف سعید بن المسیب' خوارج' شیعہ' داؤد ظاہری اور بشر مریسی نے خلاف کیا ہے اور ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اور اس میں دخول شرط ہے' انزال شرط نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۱-۲۷۹ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

غیر مقلد علماء کا افتراء اور حلالہ کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے میں فقہاء احناف کا مؤقف

غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد دراز لکھتے ہیں:

فرضی حلالہ کرنے والوں پر لعنت آئی ہے جیسا کہ فقہاء حنفیہ کے ہاں رواج ہے کہ وہ تین طلاق والی عورت کو فرضی حلالہ کرانے کا فتویٰ دیا کرتے ہیں جو باعث لعنت ہے۔ (ترجمہ وتشریح صحیح بخاری ج ۴ ص ۱۲۴-۱۲۳' مکتبہ قدوسیہ لاہور)

یہ غیر مقلدین کا افتراء اور بہتان ہے اور دروغ بے فروغ ہے' اگر یہ لوگ سچے ہیں تو کسی حنفی فقیہ کے حوالے سے بتائیں کہ فلاں

حنفی فقیہ نے تین طلاقوں والی عورت کو فرضی حلالہ کرانے کا فتویٰ دیا ہے' اس کے برعکس حنفی فقہاء نے تو حلالہ کی شرط کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے استفسار کیا گیا:

مسئلہ ۱۸۸: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حلالہ مع شرط کے یعنی اس قصد سے کہ بعد چند روز کے طلاق دے دے تا کہ زوج سابق کے واسطے بعد عدت گزارنے کے حلال ہو جائے' جائز ہے یا نہیں؟

اعلیٰ حضرت اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

شرائط اور چیز ہے اور قصد اور چیز' شرط تو یہ ہے کہ عقد نکاح میں یہ شرط لگا لے' یہ ناجائز وگناہ ہے اور حدیث میں ایسے حلالہ کرنے والے پر لعنت آئی ہے اور قصد یہ کہ دل میں اس کا ارادہ ہو مگر شرط نہ کی جائے تو یہ جائز ہے بلکہ اس پر اجر کی اُمید ہے۔ درمختار میں ہے:

حلالہ کی شرط پر نکاح کہ میں اس شرط پر تجھ سے نکاح کرتا ہوں کہ تجھے طلاق دے کر حلال کر دوں گا' دوسرے شخص کا نکاح مکروہ تحریمہ ہے لیکن دونوں نے اگر دل میں حلالہ کی نیت کی تو مکروہ نہیں' اس صورت میں دوسرا شخص اصلاح کی غرض سے نکاح کرنے پر اجر کا مستحق ہوگا۔ مختصراً (درمختار' باب الرجعۃ ج ۱ ص ۲۴۱' مطبع مجتبائی' دہلی) (فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۴۰۹' رضا فاؤنڈیشن' لاہور)

٤ - بَابٌ إِذَا شَهِدَ شَاهِدٌ، أَوْ شُهُودٌ بِشَيْءٍ، فَقَالَ آخَرُونَ مَا عَلِمْنَا ذٰلِكَ، يُحْكَمُ بِقَوْلِ مَنْ شَهِدَ

جب ایک گواہ یا متعدد گواہ کسی چیز کی گواہی دیں اور دوسرے لوگ کہیں: ہمیں اس کا علم نہیں' تو جو گواہی دے گا اس کے مطابق فیصلہ ہوگا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اثبات' نفی سے اولیٰ ہے اور جب گواہ کسی چیز کا اثبات کر رہے ہوں تو ان کی گواہی پر فیصلہ کیا جائے گا۔

قَالَ الْحُمَيْدِيُّ هٰذَا كَمَا أَخْبَرَ بِلَالٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِي الْكَعْبَةِ. وَقَالَ الْفَضْلُ لَمْ يُصَلِّ، فَأَخَذَ النَّاسُ بِشَهَادَةِ بِلَالٍ.

الحمیدی نے کہا: یہ اس طرح ہے جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے اور حضرت الفضل نے کہا: نماز نہیں پڑھی تو لوگوں نے حضرت بلال کی شہادت پر عمل کیا۔

اس تعلیق کی اصل' صحیح البخاری: ۱۴۸۳ میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت بلال نے خبر دی تھی' شہادت نہیں دی تھی۔

(سعیدی غفرلہٗ)

كَذٰلِكَ إِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ أَنَّ لِفُلَانٍ عَلٰى فُلَانٍ أَلْفَ دِرْهَمٍ، وَشَهِدَ آخَرَانِ بِأَلْفٍ وَخَمْسِ مِائَةٍ، يُقْضٰى بِالزِّيَادَةِ.

اسی طرح اگر دو گواہ یہ گواہی دیں کہ فلاں شخص کے فلاں کے اوپر ایک ہزار درہم ہیں اور دوسرے دو گواہ یہ گواہی دیں کہ اس پر ایک ہزار پانچ سو درہم ہیں تو زیادہ درہم کا فیصلہ کیا جائے گا۔

امام بخاری نے حضرت بلال کی خبر کے اوپر اس جزئیہ کو متفرع کیا ہے۔

٢٦٤٠ - حَدَّثَنَا حِبَّانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ حُسَيْنٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ مُلَیْکَةَ' عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّهٗ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِاَبِیْ اِهَابِ بْنِ عَزِیْزٍ' فَاَتَتْهُ اِمْرَاَةٌ فَقَالَتْ قَدْ اَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِیْ تَزَوَّجَ' فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا اَعْلَمُ اَنَّكِ اَرْضَعْتِنِیْ وَلَا اَخْبَرْتِنِیْ' فَاَرْسَلَ اِلٰی اٰلِ اَبِیْ اِهَابٍ یَسْاَلُهُمْ' فَقَالُوْا مَا عَلِمْنَا اَرْضَعَتْ صَاحِبَتَنَا' فَرَکِبَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَةِ فَسَاَلَهٗ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَیْفَ وَقَدْ قِیْلَ' فَفَارَقَهَا وَنَکَحَتْ زَوْجًا غَیْرَهٗ.

بن سعید بن ابی حسین نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن ابی ملیکہ نے خبر دی از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے ابواہاب بن عزیز کی بیٹی سے نکاح کیا' پس ان کے پاس ایک عورت آئی تو اس نے کہا: میں نے عقبہ کو اور جس سے اس نے نکاح کیا ہے' ان دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ حضرت عقبہ نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ تم نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تم نے مجھے خبر دی تھی' پھر انہوں نے آل ابواہاب کی طرف کسی کو بھیجا کہ وہ ان سے اس کے متعلق سوال کرے' انہوں نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ اس نے ہماری لڑکی کو دودھ پلایا ہے' پھر حضرت عقبہ سوار ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ پہنچے پھر آپ سے سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (تم) کیسے (اس کو نکاح میں رکھو گے) (حالانکہ اس کے متعلق یہ بات) کہی گئی ہے' تو حضرت عقبہ اس عورت سے جدا ہو گئے اور اس عورت نے ان کے سوا کسی اور شخص سے نکاح کر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۸ میں گزر چکی ہے' اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح نہیں ہے' تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس عورت نے رضاعت کے اثبات کی خبر دی اور حضرت عقبہ نے نفی کی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ طور استحباب اثبات کی خبر کو ترجیح دی۔

۵ - بَابُ الشُّهَدَآءِ الْعُدُوْلِ — گواہوں کا عادل ہونا

عادل کی تعریف میں متعدد اقوال

اس باب میں گواہوں کے عادل ہونے کا ذکر ہے' عادل سے مراد وہ شخص ہے جس سے خیر کا ظہور ہو' ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ عادل وہ شخص ہے جس میں کوئی مشکوک بات نہ ہو' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ امام احمد اور اسحاق کا مذہب ہے' ابراہیم سے ایک روایت یہ ہے کہ عادل وہ شخص ہے جس کا پیٹ اور اس کی شرم گاہ حرام میں ملوث نہ ہو' شعبی نے کہا: جب تک مسلمان پر حد نہ لگی ہو یا اس کے دین میں کسی بدعقیدگی کا علم نہ ہو اس کی شہادت جائز ہے' حسن بصری کہتے تھے کہ جو شخص نماز پڑھتا ہو اس کی شہادت جائز ہے سوا اس کے کہ اس کا مخالف اس میں کوئی شرعی عیب ثابت کرے' ابوعبید نے کتاب القضاء میں لکھا ہے کہ جس شخص نے اللہ کے کسی حکم کو ضائع کیا ہو یا اللہ کے منع کیے ہوئے کام کا ارتکاب کیا ہو' وہ عادل نہیں ہے۔ امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی سے منقول ہے کہ جس کی اطاعت اس کی معصیت سے زیادہ ہو اور اس میں غالب خیر (نیکی) ہو وہ عادل ہے' امام شافعی نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اس نے کوئی ایسا کام نہ کیا ہو جس پر حد واجب ہو یا حد کے مشابہ کوئی کام نہ کیا ہو تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی کیونکہ کوئی شخص بھی گناہ سے خالی نہیں ہوتا اور جو شخص علانیہ معصیت کرتا ہو اور وہ اگر جھوٹ بولتا ہو اس کی شہادت جائز نہیں ہے' داؤدی نے کہا ہے کہ جو شخص فرائض پابندی سے ادا کرتا ہو اور کسی نیک کام کا مخالف نہ ہو اور باطل کاموں میں زیادہ مشغول نہ رہتا ہو اور اس کی حدیث پر تہمت نہ ہو اور اس کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے کسی گناہ کبیرہ پر اصرار (یعنی اس پر مسلسل عمل کرنا اور توبہ نہ کرنا) کیا ہے اور اس کی سیرت کا

سفر میں امتحان لیا گیا ہو تو اس کی شہادت جائز ہے' اہل عراق نے کہا ہے کہ اسلام میں جو عدالت مطلوب ہے' وہ یہ ہے کہ اس میں کوئی فسق ظاہر نہ ہو' امام شافعی نے الرسالۃ میں لکھا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہو وہ عادل ہے اور جو اس کے خلاف ہو وہ عادل نہیں ہے' ابوثور نے کہا ہے کہ جس کے اکثر کام خیر ہوں' اس کے دین میں کوئی بدعقیدگی نہ ہو اور وہ گناہ پر اصرار نہ کرتا ہو خواہ وہ صغیرہ گناہ ہو وہ شخص عادل ہے اور جو شخص گناہ پر قائم رہتا ہے خواہ وہ صغیرہ گناہ ہو' اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ عادل کی یہ تمام تعریفیں صحیح ہیں' ان سب تعریفوں کا مآل واحد ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ شخص علانیہ فسق کا مرتکب نہ ہو اور اس کی خیر اس کے شر پر غالب ہو تو وہ شخص عادل ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ (الطلاق:۲).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اپنے دو نیک آدمیوں کو گواہ بنا لو۔ (الطلاق:۲)

وَ﴿مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ﴾ (البقرہ:۲۸۲).

اور جن کو تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو۔ (البقرہ:۲۸۲)

۲۶۴۱ - **حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُتْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اِنَّ اُنَاسًا كَانُوْا يُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْيِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاِنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ، وَاِنَّمَا نَاْخُذُكُمُ الْاٰنَ بِمَا ظَهَرَ لَنَا مِنْ اَعْمَالِكُمْ، فَمَنْ اَظْهَرَ لَنَا خَيْرًا اَمِنَّاهُ وَقَرَّبْنَاهُ، وَلَيْسَ اِلَيْنَا مِنْ سَرِيْرَتِهِ شَيْءٌ، اَللّٰهُ يُحَاسِبُهُ فِيْ سَرِيْرَتِهِ، وَمَنْ اَظْهَرَ لَنَا سُوْءًا لَمْ نَاْمَنْهُ وَلَمْ نُصَدِّقْهُ، وَاِنْ قَالَ اِنَّ سَرِيْرَتَهُ حَسَنَةٌ.**

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن عتبہ نے کہا کہ میں نے سنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں وحی کے ذریعہ لوگوں کا مواخذہ کیا جاتا تھا اور بے شک اب وحی منقطع ہو چکی ہے اور اب ہم تمہارا مواخذہ تمہارے ظاہر اعمال کے سبب سے کریں گے' پس جس نے ہمارے لیے نیک عمل کو ظاہر کیا' ہم اس کو امان میں رکھیں گے اور اس کو اپنا مقرب کریں گے اور اس کے باطن کی کوئی چیز ہماری طرف مفوض نہیں ہے' اس کے باطن کا اللہ حساب کرے گا' اور جس نے ہمارے سامنے کسی برے کام کو ظاہر کیا' ہم اس کو امان میں نہیں رکھیں گے اور نہ اس کی تصدیق کریں گے خواہ وہ یہ کہے کہ اس کے باطن میں نیکی ہے۔

منافقین کا تعین صرف عہد رسالت میں ہو سکتا تھا اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں وحی سے مواخذہ کیا جاتا تھا۔

یعنی بعض اوقات وحی کے ذریعہ لوگوں کے احوال منکشف ہو جاتے تھے' جیسے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھتیس منافقوں کو نام لے لے کر مسجد سے نکال دیا' آپ فرماتے: اے فلاں! مسجد سے نکل جاؤ کیونکہ تم منافق ہو۔

(المعجم الاوسط: ۷۹۶۔ ج ا ص ۲۴۲' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۳۳)

ہم اس کو امان میں رکھیں گے۔ اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم اس کو امین قرار دیں گے۔
اور ہم اس کو اپنا مقرب کریں گے یعنی اس کی تعظیم اور تکریم کریں گے۔
اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس سے خیر اور نیکی کا ظہور ہو اس کی شہادت کو قبول کرنا واجب ہے' پہلے زمانہ میں خیر کا غلبہ تھا اور زیادہ تر لوگ عادل تھے پھر بہ تدریج شر بڑھنے لگا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦ - بَابُ تَعْدِيْلِ كَمْ يَجُوْزُ (کم از کم) کتنے آدمیوں کی تعدیل جائز ہے؟

جرح اور تعدیل میں مذاہب فقہاء

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی شخص کو نیک اور شہادت کے قابل بنانے کے لیے کتنے آدمیوں کی تعدیل کی ضرورت ہے' تعدیل کے لیے کوئی عدد معین ہے یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' اسی لیے امام بخاری نے عنوان میں عدد کی تصریح نہیں کی' امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جرح اور تعدیل میں دو آدمیوں سے کم کو قبول نہیں کیا جائے گا' امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ جرح اور تعدیل میں ایک آدمی بھی کافی ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا مذہب یہ ہے کہ جرح اور تعدیل میں ایک آدمی کا قول بھی کافی ہے اور امام محمد بن الحسن' امام شافعی کے ساتھ ہیں۔

اس پر اتفاق ہے کہ اگر دو آدمی کسی کو عادل قرار دیں اور ایک اس پر جرح کرے تو تعدیل کرنے والے اولیٰ ہیں اور اگر ایک آدمی مقبول ہوتا تو ایک دوسرے کی تعدیل ایک آدمی کی جرح کے ساتھ صحیح نہ ہوتی۔

اور اس پر اتفاق ہے کہ اگر جرح اور تعدیل مساوی ہوں تو تعدیل کے مقابلہ میں جرح پر عمل کرنا چاہیے' یہ المدونہ میں امام مالک کا قول ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جرح باطن ہے اور تعدیل علم ظاہر ہے اور جارح معدل کی تصدیق کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم نے اس کا جو حال بیان کیا ہے' میں اس کی تصدیق کرتا ہوں' لیکن میں اس کا وہ حال بیان کر رہا ہوں جو تم نہیں جانتے' اس وجہ سے جرح' تعدیل پر راجح ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۲۳۔ ۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ تعدیل جرح پر مقدم ہے اور یہی صحیح ہے۔

٢٦٤٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ وَجَبَتْ. ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرٰى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا، أَوْ قَالَ غَيْرَ ذٰلِكَ، فَقَالَ وَجَبَتْ. فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قُلْتَ لِهٰذَا وَجَبَتْ وَلِهٰذَا وَجَبَتْ؟ قَالَ شَهَادَةُ الْقَوْمِ، اَلْمُؤْمِنُوْنَ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی اچھائی بیان کی' تو آپ نے فرمایا: یہ واجب ہوگئی' پھر دوسرا جنازہ گزرا' پس لوگوں نے اس کی برائی بیان کی یا اس کے سوا کوئی بات کہی تو آپ نے فرمایا: یہ واجب ہوگئی' پس کہا گیا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کے لیے بھی کہا: واجب ہوگئی' اور اس کے لیے بھی کہا: واجب ہوگئی؟ آپ نے فرمایا: مؤمن لوگوں کی گواہی (اللہ کے نزدیک مقبول ہے) یہ زمین میں اللہ کے گواہ ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۶۷ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں "المؤمنون" کا لفظ ہے اور یہ جمع کا صیغہ ہے اور اس پر الف لام داخل ہے اور جب جمع کے صیغہ پر الف لام داخل ہو تو اس سے جمع کا معنی باطل ہو جاتا ہے اور جنس کا معنی مراد ہوتا ہے اور یہ ایک مؤمن کو بھی شامل ہے' خلاصہ یہ ہے کہ ایک مؤمن کی بھی شہادت مقبول ہے اور اس سے امام ابوحنیفہ کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲٦٤٣ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ أَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ، وَقَدْ وَقَعَ بِهَا مَرَضٌ، وَهُمْ يَمُوْتُوْنَ مَوْتًا ذَرِيْعًا، فَجَلَسْتُ إِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَمَرَّتْ جَنَازَةٌ فَأُثْنِيَ خَيْرًا، فَقَالَ عُمَرُ وَجَبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرٰى فَأُثْنِيَ خَيْرًا فَقَالَ وَجَبَتْ، ثُمَّ مُرَّ بِالثَّالِثَةِ فَأُثْنِيَ شَرًّا، فَقَالَ وَجَبَتْ، فَقُلْتُ مَا وَجَبَتْ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ قَالَ قُلْتُ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهُ أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ. قُلْنَا وَثَلَاثَةٌ؟ قَالَ وَثَلَاثَةٌ. قُلْنَا وَاثْنَانِ؟ قَالَ وَاثْنَانِ. ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں داؤد بن ابی الفرات نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن بریدہ نے حدیث بیان کی از ابی الاسود' انہوں نے بیان کیا: میں مدینہ میں آیا (ان دنوں) وہاں مرض (پھیلا ہوا) تھا اور لوگ بہت تیزی سے مر رہے تھے' میں حضرت عمر رضی اللہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا' سو ایک جنازہ گزرا تو اس کی تعریف کی گئی تو حضرت عمر نے کہا: یہ واجب ہو گئی' پھر ایک دوسرا جنازہ گزرا تو اس کی بھی تعریف کی گئی تو حضرت عمر نے کہا: یہ واجب ہو گئی' پھر ایک تیسرا جنازہ گزرا' اس کی برائی بیان کی گئی' پس حضرت عمر نے کہا: یہ واجب ہو گئی' میں نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! کیا واجب ہو گئی؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے اسی طرح کہا ہے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا' (آپ نے فرمایا:) جس مسلمان کے لیے چار آدمی بھی نیکی کی گواہی دیں' اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا' ہم نے پوچھا: اور تین؟ تو آپ نے فرمایا: اور تین' ہم نے پوچھا: اور دو؟ تو آپ نے فرمایا: اور دو' پھر ہم نے ایک کے متعلق آپ سے سوال نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳٦۸ میں گزر چکی ہے' اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اسی طرح مطابقت ہے' جس طرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

۷ - بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الْأَنْسَابِ، وَالرَّضَاعِ الْمُسْتَفِيْضِ، وَالْمَوْتِ الْقَدِيْمِ

نسب اور مشہور رضاعت پر اور پرانی موت پر گواہی

اس باب کا معنی یہ ہے کہ جو نسب صحیح ہو اور رضاع مشہور ہو اور پرانی موت ہو اور یہ چیزیں شہرت سے معلوم ہوں اور ان میں کوئی شک اور شبہ نہ ہو تو ان کی معرفت کے لیے گواہوں کے عدد کی ضرورت نہیں ہے' کیونکہ زمانہ جاہلیت میں جو لوگوں کو ان کی رضاعت' حریت اور نسب معلوم تھا' زمانہ اسلام میں بھی وہی برقرار رہا۔

امام مالک' امام شافعی اور فقہاء کوفہ کے نزدیک نسب' پرانی موت اور نکاح جو سنا ہوا مشہور ہو' اس کی شہادت دینا جائز ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ نکاح کے متعلق سن کر شہادت دینا جائز ہے اور طلاق میں جائز نہیں ہے' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک گھر کی ملکیت کے متعلق سن کر شہادت دینا جائز ہے' امام شافعی نے کپڑوں کا بھی اضافہ کیا ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْضَعَتْنِیْ وَاَبَا سَلَمَةَ ثُوَیْبَةُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اور ابوسلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے۔

یہ تعلیق مکمل حدیث کا ایک قطعہ ہے' یہ مکمل حدیث' صحیح البخاری: ۵۱۰۱ میں ہے۔

وَالتَّثَبُّتِ فِیْهِ.

اور رضاعت کا صحیح ثبوت ہو۔

امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ جب تک رضاعت کا صحیح ثبوت نہ ہو' اس کی گواہی نہ دی جائے' اور اس باب کے عنوان سے امام بخاری کا منشاء یہ ہے کہ نسب' رضاعت اور پرانی موت کے واقعات کو آنکھ سے دیکھنا ضروری نہیں ہے اور ان چیزوں کی صرف بر بناء شہرت گواہی دینا جائز ہے اور پرانی موت سے ان کی مراد یہ ہے کہ جس شخص کی موت کو چالیس' پچاس سال کا عرصہ گزر چکا ہو۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۹۹' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۲۶۴۴ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا الْحَكَمُ' عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ' عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَیْرِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتِ اسْتَاْذَنَ عَلَیَّ اَفْلَحُ فَلَمْ اٰذَنْ لَهٗ' فَقَالَ اَتَحْتَجِبِیْنَ مِنِّیْ وَاَنَا عَمُّكِ؟ فَقُلْتُ. وَكَیْفَ ذٰلِكَ؟ قَالَ اَرْضَعَتْكِ امْرَاَةُ اَخِیْ بِلَبَنِ اَخِیْ. فَقَالَتْ سَاَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَدَقَ اَفْلَحُ' اِئْذَنِیْ لَهٗ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۹۶-۵۱۰۳-۵۱۱۱-۵۲۳۹-۶۱۵۶] (صحیح مسلم: ۱۴۴۵' الرقم المسلسل: ۳۴۶۲' سنن نسائی: ۳۳۱۴' سنن ابن ماجہ: ۱۹۴۸' سنن ترمذی: ۱۱۵۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حکم نے خبر دی از عراک بن مالک از عروۃ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے حضرت افلح نے (گھر میں آنے کی) اجازت طلب کی تو میں نے ان کو اجازت نہیں دی' انہوں نے پوچھا: کیا آپ مجھ سے پردہ کرتی ہیں حالانکہ میں آپ کا (رضائی) چچا ہوں؟ میں نے پوچھا: وہ کیسے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میرے بھائی کی بیوی نے آپ کو میرے بھائی ہی کا دودھ پلایا تھا' حضرت عائشہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: افلح نے سچ کہا ہے' تم اس کو (آنے کی) اجازت دے دو۔

غیر محرم کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رضائی چچا محرم ہوتا ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جو شخص عورت کا محرم نہ ہو' اس کو گھر میں آنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے اور اس پر واجب ہے کہ وہ اس سے پردہ کرے' آیت حجاب نازل ہونے کے بعد اس پر اجماع ہے' بعض احادیث میں جو عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کا ذکر ہے' وہ احکام حجاب نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔

حضرت افلح' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضائی چچا تھے' اس کے باوجود انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گھر میں داخل ہونے کی

اجازت طلب کی اس سے معلوم ہوا کہ محرم کو بھی اجازت لے کر گھر میں آنا چاہیے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ عورت گھر میں ایسے حال میں ہو کہ محرم کا اس حال میں عورت کو دیکھنا جائز نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٢٦٤٥ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بِنْتِ حَمْزَةَ لَا تَحِلُّ لِي يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ هِيَ بِنْتُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ. [طرف الحدیث: ۵۱۰۰] (صحیح مسلم: ۱۴۴۷ الرقم المسلسل: ۳۴۷۳ سنن نسائی: ۳۳۰۲ سنن نسائی: ۱۹۳۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از جابر بن زید از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے متعلق فرمایا: وہ میرے لیے حلال نہیں ہے جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت (دودھ کے رشتوں) سے بھی حرام ہو جاتے ہیں اور وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں رضاعت کے حکم کا ذکر ہے۔

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم تھے اور رضاعی بھائی تھے حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے دونوں کو دودھ پلایا تھا یہ ابولہب کی باندی تھیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو سال زیادہ تھی یہ غزوۂ بدر کے بعد غزوۂ اُحد میں بھی حاضر ہوئے اور نصف شوال ۳ھ کو وہیں شہید ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۹۰)

٢٦٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهَا وَأَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِ حَفْصَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أُرَاهُ فُلَانًا لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ يَسْتَأْذِنُ فِي بَيْتِكَ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرَاهُ فُلَانًا لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لَوْ كَانَ فُلَانٌ حَيًّا لِعَمِّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ دَخَلَ عَلَيَّ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ إِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ.

[اطراف الحدیث: ۳۱۰۵-۵۰۹۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن ابی بکر از عمرہ بنت عبدالرحمٰن کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تھے انہوں نے ایک آدمی کی آواز سنی جو حضرت حفصہ کے گھر میں اجازت طلب کر رہا تھا حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا: یارسول اللہ! میرا گمان ہے کہ یہ حضرت حفصہ کا رضاعی چچا ہے پھر حضرت عائشہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ شخص آپ کے گھر میں آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے حضرت عائشہ نے کہا: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا گمان ہے یہ فلاں شخص ہے جو (حضرت) حفصہ کا رضاعی چچا ہے پس حضرت عائشہ نے کہا: اگر فلاں شخص زندہ ہوتا جو اُن کا رضاعی چچا تھا تو وہ میرے پاس داخل ہوتا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! بے شک رضاعت ان چیزوں کو حرام کر دیتی ہے جن کو ولادت حرام کر دیتی ہے۔

(صحیح مسلم:۱۴۴۴ الرقم المسلسل:۳۴۵۹ سنن نسائی:۳۳۱۰)

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں رضاعت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی تھیں۔

۲٦٤٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ اَشْعَثَ بْنِ اَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ مَسْرُوْقٍ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي رَجُلٌ، قَالَ يَا عَائِشَةُ مَنْ هٰذَا؟ قُلْتُ اَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ، قَالَ يَا عَائِشَةُ، اُنْظُرْنَ مَنْ اِخْوَانُكُنَّ، فَاِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ. تَابَعَهُ ابْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ. [طرف الحدیث:۵۱۰۲][صحیح مسلم:۱۴۵۵ الرقم المسلسل: ۳۴۹۶ سنن ابوداؤد:۲۰۵۸ سنن نسائی:۳۳۰۹ سنن ابن ماجہ:۱۹۴۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از اشعث بن ابی الشعثاء از والد خود از مسروق وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس ایک مرد تھا' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے بتایا: یہ میرا رضاعی بھائی ہے' آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اپنے رضاعی بھائیوں کی اچھی طرح چھان بین کر لیا کرو کیونکہ رضاعت وہی معتبر ہوتی ہے جو بھوک سے ہو یعنی مدتِ رضاعت میں ہو۔ اس حدیث کی روایت میں ابن مہدی نے محمد بن کثیر کی متابعت کی ہے از سفیان۔

بھوک سے رضاعت ثابت ہونے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رضاعت وہی معتبر ہوتی ہے' جو بھوک سے ہو۔

یعنی ہر وہ شخص جو کسی کی ماں کا دودھ پی لے' وہ رضاعی بھائی نہیں ہوتا بلکہ شرط یہ ہے کہ اس کا دودھ پینا بھوک کی وجہ سے ہو' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ رضاعت جس سے حرمت ثابت ہوتی ہے' یہ اس وقت ہوتی ہے جب دودھ پینے والا کم سن بچہ ہو اور دودھ پینے سے اس کی بھوک مٹتی ہو' اور جو بالغ ہونے کے بعد دودھ پیتا ہے' اس کی دودھ پینے سے بھوک نہیں مٹتی' وہ صرف روٹی کھانے سے سیر ہوتا ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ایک چسکی یا دو چسکیاں بھوک کو نہیں مٹاتیں' اسی طرح دو سال کے بعد دودھ پینا بھی' اس سے رضاعت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب دو سال کے دوران اتنا دودھ پیا جائے جس سے بھوک مٹ جائے اور وہ پانچ چسکیوں کا اندازہ ہے' اس لیے رضاعت کے ثبوت میں عمر اور دودھ کی مقدار دونوں کا اعتبار ضروری ہے۔

رضاعت کے ثبوت میں دودھ کی مقدار اور پینے والے کی عمر کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ دودھ کی مقدار اور پینے والے کی عمر کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے۔ رہی مقدار تو امام شافعی اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ پانچ چسکیوں سے کم میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی' امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے اور ان کا ایک قول تین چسکیوں کا ہے' اور جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ ایک چسکی سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے' صحابہ میں سے حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین میں سے عطاء' طاؤس' سعید بن المسیب' الحسن البصری' مکحول' زہری' قتادہ' حکم' حماد اور ائمہ مجتہدین میں سے امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے۔

پانچ چسکیوں سے حرمت رضاعت کے ثبوت میں امام شافعی کے دلائل

امام شافعی نے درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ دس معین چسکیاں حرمت کو ثابت کرتی ہیں' پھر یہ آیت پانچ معین چسکیوں سے منسوخ ہوگئی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہوگئے اور یہ آیت قرآن مجید میں پڑھی جاتی تھی۔

(صحیح مسلم:۱۴۵۲' الرقم المسلسل:۳۴۸۷' سنن ابوداؤد:۲۰۶۲' سنن ترمذی:۱۱۵۳' سنن نسائی:۳۳۰۴' سنن ابن ماجہ:۱۹۴۴)

ہم کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ سے یہ حدیث بھی مروی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک چسکی اور دو چسکیاں حرام نہیں کرتیں۔

(صحیح مسلم:۱۴۵۰' الرقم المسلسل:۳۴۸۰' سنن ابوداؤد:۲۰۶۳' سنن ترمذی:۱۱۵۳' سنن نسائی:۳۳۱۰' سنن ابن ماجہ:۱۹۴۲)

مطلقاً دودھ پینے سے حرمت رضاعت کے ثبوت میں امام ابوحنیفہ کے دلائل اور امام شافعی کے دلائل کے جوابات

امام ابوحنیفہ کا استدلال درج ذیل آیت سے ہے:

وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ. (النساء:۲۳) اور (تم پر حرام کی گئی ہیں) تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں دودھ کی چسکیوں کا عدد ذکر نہیں ہے اور اس آیت میں مطلقاً دودھ پلانے کی وجہ سے دودھ پلانے والی کو دودھ پینے والے پر حرام قرار دیا ہے اور اگر اس آیت کو پانچ چسکیوں کے ساتھ مقید کیا جائے تو یہ خبر واحد سے قرآن مجید میں اضافہ ہے اور قرآن کریم کے اطلاق کو منسوخ کرنا ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔ اسی طرح درج ذیل احادیث کے اطلاق کو بھی منسوخ کرنا ہے:

یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب. رضاعت سے وہ رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔ (صحیح البخاری:۲۶۴۵)

ان الرضاعة تحرم ما یحرم من الولادة. رضاعت سے وہ رشتے حرام ہوتے ہیں جو ولادت سے حرام ہوتے ہیں۔ (صحیح البخاری:۲۶۴۶)

اور امام شافعی نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے' وہ منسوخ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پہلے ایک چسکی اور دو چسکیوں سے حرمت نہیں ہوتی تھی' لیکن اب ایک چسکی بھی حرام کر دیتی ہے۔ سو حضرت ابن عباس نے اس حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے' ان کے اس قول کو امام ابوبکر رازی نے نقل کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ کی تائید میں اور امام شافعی کے رد میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ خبر واحد سے قرآن ثابت نہیں ہوتا یعنی حضرت عائشہ سے جو حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی اور یہ آیت اس طرح پڑھی جاتی تھی کہ پانچ چسکیوں سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

یہ حدیث خبر واحد ہے اور قرآن مجید کی آیت خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتی' لہٰذا جب یہ آیت ثابت نہیں ہوئی تو پانچ چسکیوں سے حرمت بھی ثابت نہیں ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مدتِ رضاعت میں امام ابوحنیفہ اور جمہور کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث مضطرب ہیں' لہٰذا ان کو ترک کرنا واجب ہے' اور کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے' اس لیے کہ یہ حدیث ایک مرتبہ ابن زید سے مروی ہے' ایک مرتبہ حضرت عائشہ سے' اور ایک مرتبہ ابن زید کے والد سے اور اس کی مثل ساقط ہو جاتی ہے' رہی رضاعت کی مدت تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ اڑھائی سال ہے' اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک دو سال ہے اور یہی امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے اور امام زفر کے نزدیک تین سال ہے' اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں ہے کیونکہ نصوص میں اطلاق ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد کی دلیل درج ذیل آیت ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ. (البقرہ: ۲۳۳)

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں' یہ (حکم) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت کو پورا کرنا چاہے۔

اور یہ آیت ہے:

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا. (الاحقاف: ۱۵)

اور اس کو پیٹ میں اٹھانا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس ماہ میں تھا۔

کم سے کم حمل کی مدت چھ ماہ ہے' تو دودھ چھڑانے کی مدت دو سال بچی۔

امام ابوحنیفہ کی دلیل درج ذیل آیت ہے:

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا. (البقرہ: ۲۳۳)

پھر اگر ماں باپ باہمی مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ آیت اس آیت کے بعد ہے کہ اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دو سال کے بعد بھی دودھ پلانے کی گنجائش ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یک لخت دودھ کا چھڑانا ممکن نہیں ہے' تا کہ اس مدت میں بچہ دودھ کے ساتھ دوسری غذا کھانے کا عادی ہو جائے اور اس کی غذا کبھی دودھ ہو اور کبھی دوسرا طعام ہو اور عادۃً اس کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے' جیسے حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۹۴۔ ۲۹۳)

میں کہتا ہوں کہ مدتِ رضاعت کے بیان میں علامہ ابن بطال کی یہ بہت عمدہ تقریر ہے جس کو علامہ عینی نے یہاں نقل کیا ہے' لیکن یہ تقریر مجھے صرف علامہ عینی کی عبارت میں ملی ہے' شرح ابن بطال میں مجھے اس مقام پر یہ عبارت نہیں ملی۔

صدر الشریعہ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ ھ لکھتے ہیں:

بچہ کو دو برس تک دودھ پلایا جائے' اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ (بہار شریعت حصہ ۷ ص ۱۹' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' لاہور)

الاحقاف: ۱۵ کی تفسیر میں ہم نے اس کو زیادہ تفصیل سے لکھا ہے' دیکھئے: تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۸۱۔

۸ - بَابُ شَهَادَةِ الْقَاذِفِ وَالسَّارِقِ وَالزَّانِيْ

تہمت لگانے والے' چوری کرنے والے اور زنا کرنے والے کی گواہی

اس باب میں امام بخاری نے تہمت لگانے والے' چوری کرنے والے اور زنا کرنے والے کی گواہی کا حکم بیان کیا ہے' امام

بخاری نے ازخود اس حکم کی تصریح نہیں کی کیونکہ اس کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

وقول اللّٰہ تعالٰی ﴿وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَO اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا﴾ (النور:٤-٥).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیںO سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں۔ (النور:۵-۴)

امام بخاری نے ان دونوں آیتوں کے بعض حصے بیان کیے ہیں' ہم اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے یہ مکمل آیتیں لکھ رہے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَO اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO (النور:۵-۴)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں' پھر (اس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کرسکیں تو تم ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیںO سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہےO

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

النور:۵ میں فرمایا ہے: سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں۔

کیونکہ توبہ کرنے سے پہلے گناہ مٹ جاتے ہیں' لہٰذا توبہ کرنے والا فاسق نہیں ہوگا' رہی اس کی شہادت تو فقہاء احناف کے نزدیک اس کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی' کیونکہ تہمت لگانے والے کی شہادت کو مسترد کرنا اس کی حد کا تتمہ ہے اور اس کی شہادت کو مسترد کرنا' اس کی حد کا جز ہے یعنی اس کی پوری حد اس کو اسی کوڑے لگانا اور اس کی شہادت کو مسترد کرنا ہے۔

النور:۴ میں فرمایا ہے: یہی لوگ فاسق ہیں۔ یہ جملہ خبریہ ہے' اس میں حکام سے خطاب نہیں ہے' اور اس سے پہلا جملہ جس میں فرمایا ہے: تم ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی بھی قبول نہ کرو' یہ جملہ انشائیہ ہے اور اس میں حکام سے خطاب ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جب تہمت لگانے والا توبہ کرلے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک پھر بھی اس کی شہادت مسترد کی جائے گی۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک توبہ کرنے کے بعد وہ نیکوں اور متقین میں سے ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ توبہ کرنے کے بعد اس پر اتنا زمانہ گزرنا ضروری ہے کہ اس کی نیکی اور پرہیزگاری ثابت ہو جائے اور اس کے لیے انہوں نے ایک سال کی مدت مقرر کی ہے۔

وَجَلَدَ عُمَرُ اَبَا بَكْرَةَ وَشِبْلَ بْنَ مَعْبَدٍ وَنَافِعًا بِقَذْفِ الْمُغِيْرَةِ' ثُمَّ اسْتَتَابَهُمْ' وَقَالَ مَنْ تَابَ قَبِلْتُ شَهَادَتَهٗ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ' شبل بن معبد اور نافع کو حضرت مغیرہ بن شعبہ پر تہمت لگانے کی وجہ سے (اسی) کوڑے مارے' پھر ان سے توبہ طلب کی اور فرمایا: جس نے توبہ کرلی' اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

ان کا قصہ متعدد اسانید سے روایت کیا گیا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ کے گورنر مقرر تھے' حضرت ابوبکرہ' شبل بن معبد' نافع (حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے اخیافی بھائی) اور زیاد بن سفیان نے ان پر زنا کی تہمت لگائی' وہ سب جمع ہو گئے' پس انہوں نے دیکھا کہ حضرت مغیرہ ایک عورت کے بطن پر ہیں' اس کو الرقطاء ام جمیل بنت عمرو

بن الاقثم الہلالیہ کہا جاتا تھا اور اس کے خاوند کا نام الحجاج بن عتیک بن الحارث بن عوف الجشمی تھا' پس وہ لوگ حضرت عمر کے پاس گئے اور ان سے حضرت مغیرہ کی شکایت کی تو حضرت عمر نے ان کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ کو مقرر کر دیا' اور حضرت مغیرہ کو حاضر کیا گیا' ان میں سے تین نے حضرت مغیرہ کے خلاف زنا کی شہادت دی' رہے زیاد تو انہوں نے زنا کی شہادت نہیں دی' انہوں نے کہا کہ میں نے ایک قبیح منظر دیکھا اور میں نہیں جانتا کہ انہوں نے اس صورت کے ساتھ اختلاط کیا یا نہیں' پھر حضرت عمر نے حکم دیا کہ ان تینوں پر حد قذف لگائی جائے' امام حاکم نے اس قصہ میں طویل روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۹۶۔۲۹۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: وہ روایت یہ ہے:

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عبدالعزیز بن ابی بکرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد کے باب صغیر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ہم میں ابوبکرہ اور ان کے بھائی نافع اور شبل بن معبد تھے' پس حضرت مغیرہ بن شعبہ مسجد کے سایوں میں چلتے ہوئے آئے اور حضرت ابوبکرہ کے پاس پہنچے' پس ان کو سلام کیا' حضرت ابوبکرہ نے کہا: اے امیر! آپ دارالامارۃ سے یہاں کس سبب سے آئے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں تم سے باتیں کروں گا' حضرت ابوبکرہ نے کہا: اے امیر! آپ کو اس کی کیا ضرورت ہے! آپ اپنے دارالامارۃ میں بیٹھیں اور جس کو چاہیں اس کو بلا کر باتیں کریں' حضرت مغیرہ نے کہا: اے ابوبکرہ! میں جو کچھ کر رہا ہوں اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے' پھر وہ باب صغیر سے نکلے اور قیس کی بیوی اُم جمیل کے دروازہ کی طرف گئے' عبدالعزیز بن ابوبکر نے کہا: ابوعبداللہ کے گھر اور اس عورت کے گھر کے درمیان راستہ تھا' حضرت ابوبکرہ اس راستہ میں داخل ہوئے اور کہا: مجھے اس معاملہ میں صبر نہیں آ رہا' انہوں نے ایک لڑکے کو بلایا اور اس سے کہا: اس بالاخانہ پر چڑھو اور اس کھڑکی سے دیکھو اس نے جا کر دیکھا پھر تھوڑی دیر میں واپس آ گیا اور اس نے کہا: میں نے ان دونوں کو ایک لحاف میں دیکھا ہے' حضرت ابوبکرہ نے لوگوں سے کہا: میرے ساتھ اٹھو وہ لوگ اٹھے' پہلے حضرت ابوبکرہ نے دیکھا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا' پھر انہوں نے اپنے بھائی سے کہا: تم دیکھو! انہوں نے دیکھا' پھر حضرت ابوبکرہ نے پوچھا: تم نے کیا دیکھا؟ انہوں نے کہا: میں نے زنا دیکھا' پھر کہا: تم نے کیا دیکھا غور کرو! انہوں نے کہا: میں نے محصن (شادی شدہ) کا زنا دیکھا' حضرت ابوبکرہ نے کہا: میں تم کو اس پر گواہ بناتا ہوں' انہوں نے کہا: ہاں! پھر حضرت ابوبکرہ اپنے گھر چلے گئے اور جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا' وہ انہوں نے حضرت عمر کی طرف لکھ کر بھیج دیا' حضرت عمر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کا یہ فعل حد سے زیادہ قبیح لگا' انہوں نے فوراً حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ کو بصرہ کا گورنر مقرر کر دیا' حضرت ابوموسیٰ اشعری نے تین دن بعد حضرت مغیرہ کو اور حضرت ابوبکرہ اور دیگر گواہوں کو بلایا اور کہا: بہت اچھا ہوگا اگر یہ واقعہ تم پر جھوٹ ثابت ہو اور بہت افسوس ہوگا اگر یہ واقعہ سچ ثابت ہو' پھر حضرت ابوبکرہ اور ان کے گواہوں نے امیر المؤمنین کے سامنے گواہی دی' حضرت عمر نے فرمایا: اے ابوبکرہ! تمہارے پاس جو گواہی ہے اس کو بیان کرو' انہوں نے گواہی دی کہ میں نے شادی شدہ کو زنا کرتے ہوئے دیکھا' پھر حضرت ابوعبداللہ نے اپنے بھائی کو بلایا تو انہوں نے گواہی دی' پس انہوں نے کہا: میں نے شادی شدہ کا زنا دیکھا' پھر شبل بن معبد البجلی نے اسی طرح گواہی دی' پھر زیاد سے پوچھا کہ تم نے کیا دیکھا تو انہوں نے کہا: میں نے ان دونوں کو ایک بستر میں دیکھا اور میں نے زور زور سے سانس لینے کی آواز سنی اس کے بعد کیا ہوا مجھے اس کا پتا نہیں' حضرت عمر' حضرت مغیرہ کے (حد سے) نجات پانے پر خوش ہوئے اور انہوں نے بلند آواز سے کہا: اللہ اکبر' اور زیاد کے سوا باقی لوگوں پر حد قذف لگائی۔ (المستدرک ج ۳ ص ۴۴۹۔۴۴۸' دار الباز' مکہ مکرمہ)

علامہ ذہبی نے اس واقعہ کو بغیر کسی جرح کے نقل کیا ہے۔ (تلخیص المستدرک ج ۳ ص ۴۵۰-۴۴۸)

امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت عمر نے ان تینوں پر حد قذف جاری کرنے کے بعد فرمایا: جس نے توبہ کر لی اس کی شہادت قبول کی جائے گی اس سے ائمہ ثلاثہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ جس پر حد قذف جاری ہو گئی توبہ کے بعد اس کی شہادت قبول کی جائے گی جب کہ ہماری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (النور: ۴)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں (پھر اس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو تم ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں ○

وَاَجَازَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُتْبَةَ، وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، وَسَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَطَاؤُسٌ، وَمُجَاهِدٌ، وَالشَّعْبِيُّ، وَعِكْرِمَةُ، وَالزُّهْرِيُّ، وَمُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ، وَشُرَيْحٌ، وَمُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ.

اور (جس پر حد قذف لگائی گئی ہو اس کی شہادت کی) عبداللہ بن عتبہ، عمر بن عبدالعزیز، سعید بن جبیر، طاؤس، مجاہد، شعبی، عکرمہ، زہری، محارب بن دثار، شریح اور معاویہ بن قرہ نے اجازت دی ہے۔

جس پر حد قذف لگائی گئی ہو اس کی شہادت قبول کرنے کے متعلق آثار

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

شعبی سے روایت ہے کہ جب تہمت لگانے والا توبہ کر لے اور خیر کے سوا اس کی کسی بات کا علم نہ ہو تو پھر اس کی شہادت جائز ہے۔

ابن ابی نجیح نے کہا: تہمت لگانے والا جب توبہ کر لے تو اس کی شہادت جائز ہے ان سے پوچھا گیا: آپ سے یہ کس نے کہا؟ انہوں نے کہا: عطاء طاؤس اور مجاہد نے۔

عمران بن موسیٰ نے کہا: میں عمر بن عبدالعزیز کے سامنے حاضر تھا انہوں نے تہمت لگانے والے کی شہادت کو جائز قرار دیا۔

عمران بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عتبہ تہمت لگانے والے کی شہادت کو جائز قرار دیتے تھے۔

معمر بیان کرتے ہیں کہ زہری نے کہا: جب تہمت لگانے والے کو حد لگا دی جائے تو امام کو چاہیے کہ اس سے توبہ طلب کرے اگر وہ توبہ کر لے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح ان لوگوں کے ساتھ کیا تھا جنہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کے خلاف گواہی دی تھی پس حضرت ابوبکرہ کے سوا سب نے توبہ کر لی سو اُن کی شہادت قبول نہیں کی گئی۔ (جامع البیان جز ۱۸ ص ۹۶ دار احیاء التراث العربی بیروت)

جس پر حد قذف لگائی گئی ہو اس کی شہادت مسترد کرنے کے متعلق آثار

شعبی بیان کرتے ہیں کہ قاضی شریح قاذف (تہمت لگانے والے) کے سوا ہر شخص کی شہادت قبول کر لیتے تھے اور کہتے تھے کہ اس کی توبہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان ہے اور ہم اس کی شہادت کو جائز قرار نہیں دیتے۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ قاضی شریح یہ کہتے تھے کہ قاذف (تہمت لگانے والے) کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب یہ کہتے تھے کہ قاذف (تہمت لگانے والے) کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی اس کی توبہ اس کے اور اللہ کے درمیان ہے۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا: قاذف کی توبہ اس کے اور اللہ کے درمیان ہے' اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔

مغیرہ نے بیان کیا کہ ابراہیم نخعی قاذف کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کرتے تھے۔

عمرو بن سعید اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس پر اسلام میں حد لگائی گئی ہو' اس کی شہادت کو قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ (جامع البیان جز ۱۸ ص ۹۸۔۹۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ نے بھی ان تمام آثار کی روایت کی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۳۸۴)

وَقَالَ اَبُو الزِّنَادِ اَلْاَمْرُ عِنْدَنَا بِالْمَدِيْنَةِ اِذَا رَجَعَ الْقَاذِفُ عَنْ قَوْلِهٖ' فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ' قُبِلَتْ شَهَادَتُهٗ.

اور ابوالزناد نے کہا: ہمارے نزدیک مدینہ میں یہ مقرر ہے کہ جب قاذف اپنے قول سے رجوع کرلے اور اپنے رب سے استغفار کرے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔

اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۹۸)

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَقَتَادَةُ اِذَا اَكْذَبَ نَفْسَهٗ جُلِدَ' وَقُبِلَتْ شَهَادَتُهٗ.

اور شعبی اور قتادہ نے کہا ہے کہ جب قاذف اپنے نفس کی تکذیب کردے اور اس پر حد قذف جاری کردی جائے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔

ہم ابھی شعبی اور قتادہ سے یہ نقل کر چکے ہیں کہ قاذف کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

وَقَالَ الثَّوْرِيُّ اِذَا جُلِدَ الْعَبْدُ ثُمَّ اُعْتِقَ جَازَتْ شَهَادَتُهٗ' وَاِنِ اسْتُقْضِيَ الْمَحْدُوْدُ فَقَضَايَاهُ جَائِزَةٌ.

اور ثوری نے کہا کہ جب کسی غلام کو کوڑے لگائے جائیں' پھر اس کو آزاد کردیا جائے تو اس کی شہادت جائز ہے اور جس پر حد جاری کی گئی ہو' پھر اس کو قاضی بنایا جائے تو اس کا فیصلہ کرنا جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس تعلیق میں یہ تصریح نہیں ہے کہ جس پر حد قذف لگائی گئی ہو' اس کی شہادت قبول کی جائے گی۔

امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ الْقَاذِفِ وَاِنْ تَابَ.

اور بعض الناس (بعض لوگوں) نے کہا کہ ہر چند قاذف توبہ کرلے پھر بھی اس کی شہادت جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ پر امام بخاری کے اعتراض کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ اس عبارت سے امام بخاری' امام ابوحنیفہ پر طعن کر رہے ہیں لیکن ان کا یہ طعن صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ پہلے شخص نہیں ہیں جس نے یہ کہا ہو کہ قاذف کی شہادت جائز نہیں ہے کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ ان سے پہلے شعبی' قاضی شریح' قتادہ' سعید بن مسیب' حسن بصری اور ابراہیم نخعی نے بھی یہی کہا ہے کہ قاذف کی شہادت قبول نہیں کیا جائے گی' ان کے علاوہ دیگر آثار یہ ہیں:

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

شعبی بیان کرتے ہیں کہ قاضی شریح نے کہا کہ جب کسی شخص کے اوپر قذف کی وجہ سے حد لگائی جائے تو اس کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۔۲۱۰۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

یونس بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری' قاذف کے متعلق یہ کہتے تھے کہ قاذف کی توبہ اس کے اور اللہ کے درمیان ہے اور اس کی شہادت جائز نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۰۴۰' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اور سعید بن المسیب نے کہا: قاذف کی شہادت نہیں ہوگی' اس کی توبہ اس کے اور اللہ کے درمیان ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۰۴۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

واصل نے ابراہیم نخعی سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۰۴۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام مسلمان ایک دوسرے کے حق میں عدول (جائز الشہادت) ہیں سوا اس کے جس پر جھوٹ کی وجہ سے حد لگائی گئی ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۰۴۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام دار قطنی نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف اس حدیث کو لکھ کر بھیجا۔

(سنن دار قطنی ج ۴ ص ۲۰۷' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۹۷' اعلام الموقعین ج ۱ ص ۶۷)

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کی شہادت جائز نہیں ہے: خیانت کرنے والا مرد' خیانت کرنے والی عورت' جس کو حد میں کوڑے لگائے گئے ہوں' جو اپنے بھائی سے عداوت رکھتا ہو' جس کی جھوٹی شہادت کا تجربہ ہو چکا ہو' جو اپنے گھر والوں کے تابع ہو اور جو ولاء اور قرابت میں متہم ہو۔

(سنن ترمذی: ۲۲۹۸' مشکوۃ: ۳۷۸۱)

ہر چند کہ امام ترمذی نے اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے' لیکن چونکہ دیگر احادیث اور آثار اس حدیث کے مؤید ہیں' اس لیے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور لائق استدلال ہے۔

امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کی شہادت قبول نہیں ہے: خیانت کرنے والا مرد' خیانت کرنے والی عورت' جس کو اسلام میں حد لگ چکی ہو اور جو شخص اپنے بھائی سے عداوت رکھتا ہو۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۳۶۶' المشکوۃ: ۳۷۸۲)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خائن کی اور جس پر اسلام میں حد لگ چکی ہو اور جو اپنے بھائی سے عداوت رکھتا ہو ان کی شہادت جائز نہیں ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۹۴۰۔ ج ۱۱ ص ۵۳۱' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۰۱۔۱۵۵' سنن دار قطنی ج ۴ ص ۲۴۴)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خائن اور خائنہ کی اور جس کو حد میں کوڑے لگے ہوں اور اپنے بھائی سے عداوت رکھنے والے کی اور جس کی جھوٹی شہادت کا تجربہ ہو اور ولاء اور قرابت میں متہم ہو' (ان کی) شہادت جائز نہیں ہے۔

(سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۵' نشر السنۃ' ملتان)

سالم بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے کہا: قاذف کی عذاب عظیم سے توبہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان ہے اور اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ (سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۶' نشر السنہ' ملتان)

امام بیہقی نے قاذف کی شہادت کو رد کرنے کے متعلق عمرو بن شعیب اور سعید بن المسیب کی روایت کردہ احادیث کو اور قاضی شریح کے اثر کو بھی روایت کیا ہے۔ (سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۶۔۱۵۵)

امام ابوحنیفہ کے مؤقف کی صحت کی مزید تاکید

علامہ علاء الدین بن علی بن عثمان المار دینی الشہیر بابن الترکمانی متوفی ۸۴۵ھ لکھتے ہیں:

ابن حزم نے محلّی میں لکھا ہے: ابن جریج از عطاء الخراسانی از ابن شہاب روایت ہے کہ قاذف خواہ توبہ کر لے اس کی شہادت جائز نہیں ہے۔

شعبی کا قول بھی یہی ہے اور نخعی اور ابن المسیب کا ایک قول اور حسن بصری کا قول اور مجاہد کا ایک قول' اور مسروق کا قول اور ایک قول یہ ہے کہ قاذف کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی خواہ وہ توبہ کر لے' اور شریح نے کہا ہے کہ جس کو قذف میں حد لگ چکی ہو' اس کی توبہ کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی' اور یہی امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور سفیان کا قول ہے۔

ابن المسیب نے حضرت عمر سے یہ روایت کی ہے کہ اگر قاذف توبہ کر لے تو اس کی شہادت قبول کی جائے گی' اس کا جواب یہ ہے کہ امام مالک اور ابن معین نے حضرت عمر سے ابن المسیب کے سماع کا انکار کیا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ دراصل ابن المسیب نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت نہیں کی ہے بلکہ عمر بن قیس سے روایت کی ہے اور یہ عمر بن قیس ضعیف ہے' اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ کی اس روایت کے خلاف ہے کہ قاذف کی شہادت قبول کی جائے گی۔

(الجوہر النقی مع سنن البیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۴۔۱۵۲)

امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر دوسرا اعتراض

ثُمَّ قَالَ لَا يَجُوْزُ نِكَاحٌ بِغَيْرِ شَاهِدَيْنِ' فَإِنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ مَحْدُوْدَيْنِ جَازَ' وَإِنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ عَبْدَيْنِ لَمْ يَجُزْ.

پھر (امام ابوحنیفہ نے) کہا: بغیر دو گواہوں کے نکاح جائز نہیں ہے' پس اگر اس نے ان دو کی گواہی سے نکاح کیا جن پر حد لگ چکی ہے تو یہ نکاح جائز ہے اور اگر اس نے دو غلاموں کی گواہی سے نکاح کیا تو یہ جائز نہیں ہے۔

امام بخاری اس عبارت سے یہ بتا رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے مؤقف میں تناقض ہے' ایک طرف تو وہ یہ کہتے ہیں کہ جس شخص پر حد قذف لگ چکی ہو' اس کی شہادت جائز نہیں ہے اور دوسری طرف وہ یہ کہتے ہیں کہ جس پر حد لگ چکی ہو' اس کو نکاح میں گواہ بنانا جائز ہے۔

امام بخاری کے اعتراض کا جواب

دراصل یہاں پر دو چیزیں ہیں: ایک چیز ہے کسی کو گواہ بنانا اور دوسری چیز ہے اس کا گواہی دینا۔ مجلس نکاح میں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور ان کا عادل ہونا ضروری نہیں ہے' دو گواہوں کا ہونا اس لیے ضروری ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاحشہ عورتیں وہ ہیں جو بغیر گواہ کے از خود نکاح کرتی ہیں۔

(سنن ترمذی: ۱۱۰۳)

امام ترمذی فرماتے ہیں: صحیح حدیث وہ ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بغیر گواہوں کے نکاح جائز نہیں ہے اور اس باب میں حضرت عمران بن حصین' حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی حدیث مروی ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب' فقہاء تابعین اور دوسروں نے کہا: بغیر گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا اور ہمارے نزدیک متقدمین کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (سنن ترمذی ص ۲۶۳' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

اس حدیث میں دو گواہوں کے ساتھ عادل ہونے کی قید نہیں ہے' اس لیے جو دو مسلمان فاسق ہوں خواہ ان پر حد قذف لگ چکی ہو' وہ اگر مجلس نکاح میں موجود ہوں تو نکاح ہو جائے گا' اس لیے ان کو نکاح کا گواہ بنانا جائز ہے لیکن اگر بعد میں نکاح میں اختلاف ہو جائے تو ان کا اس نکاح کے ثبوت میں گواہی دینا جائز نہیں ہے' کیونکہ قرآن مجید میں تصریح ہے کہ جس پر حد قذف لگ چکی ہو' اس کا گواہی دینا جائز نہیں ہے۔ (النور: ۴) امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ ان کو نکاح میں گواہ بنانا جائز ہے' یہ نہیں کہا کہ ان کا گواہی دینا جائز ہے' لہٰذا امام ابوحنیفہ کے مؤقف میں کوئی تناقض نہیں ہے' گواہ بنانے اور گواہی دینے میں باریک فرق ہے' جس کی طرف امام بخاری نے توجہ نہیں کی اور امام ابوحنیفہ پر اعتراض کر دیا۔

عبارت مذکورہ میں امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر ایک اور اعتراض اور اس کا جواب

امام ابوحنیفہ نے جو کہا ہے کہ دو غلاموں کی گواہی سے نکاح جائز نہیں ہے' یہ بالکل صحیح ہے کیونکہ اس کو گواہ بنانا صحیح ہے جس کو اپنے نفس پر ولایت حاصل ہو اور جس کے تصرفات صحیح ہوں اور جس کے تصرفات صحیح نہ ہوں' اس کو گواہ بنانا جائز نہیں ہے' اس لیے اگر مجلس نکاح میں صرف بچے ہوں یا پاگل ہوں تو وہ نکاح صحیح نہیں ہے کیونکہ بچوں اور پاگلوں کے تصرفات شرعاً صحیح نہیں ہوتے' اسی طرح غلاموں کے تصرفات بھی صحیح نہیں ہوتے' اس لیے دو غلاموں کو مجلس نکاح میں گواہ بنانا صحیح نہیں ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے۔

امام بخاری کا امام ابوحنیفہ پر تیسرا اعتراض اور اس کا جواب

وَاَجَازَ شَهَادَةَ الْمَحْدُوْدِ وَالْعَبْدِ وَالْاَمَةِ لِرُؤْيَةِ هِلَالِ رَمَضَانَ.

(امام ابوحنیفہ نے) کہا: ہلال رمضان کی رؤیت کے لیے اس کی شہادت جائز ہے جس پر حد جاری کی گئی ہو اور غلام کی اور باندی کی۔

اس عبارت سے بھی امام بخاری نے امام ابوحنیفہ کا تناقض ثابت کیا ہے کہ ایک طرف تو وہ یہ کہتے ہیں کہ جس پر حد جاری کی گئی ہو' اس کی شہادت جائز نہیں ہے' اسی طرح غلام اور باندی کی شہادت کو بھی منع کرتے ہیں اور دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ یہ شہادت دیں کہ رمضان کا چاند نظر آ گیا ہے تو ان کی شہادت کو قبول کیا جائے گا' اس کا جواب یہ ہے کہ جب یہ لوگ یہ کہیں کہ رمضان کا چاند نظر آ گیا ہے تو یہ خبر ہے' شہادت نہیں ہے' اس لیے جب لوگ ہلال رمضان کو دیکھنے کی خبر دیں گے تو اس کو قبول کر لیا جائے گا۔

وَكَيْفَ تُعْرَفُ تَوْبَتُهُ وَقَدْ نَفَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّانِيَ سَنَةً.

(امام بخاری کہتے ہیں:) ہم قاذف کی توبہ کو کیسے معلوم کریں گے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زانی کو ایک سال کے لیے شہر بدر کرنے کا حکم دیا ہے۔

اس عبارت کا تعلق امام ابوحنیفہ پر اعتراضات کے ساتھ نہیں ہے بلکہ یہ عبارت باب کے عنوان کا ایک حصہ ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

یہ عبارت باب کے عنوان کا تتمہ ہے۔
علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ امام بخاری اکثر ایسا کرتے ہیں کہ باب کا ایک جز لکھنے کے بعد دوسرا جز لکھتے ہیں' خواہ ان دونوں جزءوں کے درمیان کافی بُعد ہو چکا ہو۔
امام بخاری نے اس عبارت سے اس مسئلہ میں اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔
اکثر متقدمین نے یہ کہا ہے کہ قاذف کی توبہ تب ہوگی جب وہ اپنے نفس کی تکذیب کرے' یعنی وہ یہ کہے کہ میں نے جو فلاں شخص پر زنا کی تہمت لگائی تھی تو وہ میں نے جھوٹ بولا تھا' یہ امام شافعی کا قول ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے اور اسماعیل بن اسحاق نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔
امام بخاری کا موقف یہ ہے کہ قاذف کی توبہ کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ اپنے نفس کی تکذیب کرے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زانی کو ایک سال کے لیے شہر بدر کرنے کا حکم دیا اور یہ منقول نہیں ہے کہ آپ نے یہ شرط لگائی ہو کہ زانی اپنی تکذیب کرے اور شہر بدر ہونے کی مدت میں یہ اعتراف کرے کہ میں نے زنا کر کے اللہ عزوجل کی معصیت کی ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۰۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)
یعنی جب زانی کی توبہ میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ اپنی معصیت کا اعتراف کرے تو قاذف کی توبہ میں بھی یہ شرط نہیں ہوگی کہ وہ اپنے جھوٹے ہونے کا اعتراف کرے۔

وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَلَامِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَصَاحِبَيْهِ حَتّٰى مَضٰى خَمْسُوْنَ لَيْلَةً.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کعب بن مالک اور ان کے دو صاحبوں کے ساتھ بات کرنے سے منع فرما دیا حتیٰ کہ پچاس راتیں گزر گئیں۔

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:
حضرت کعب بن مالک کے دو صاحبوں سے مراد حضرت مرارہ بن الربیع اور حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہما ہیں' یہ تین اصحاب غزوۂ تبوک میں جانے سے پیچھے رہ گئے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو ان کے ساتھ بات کرنے سے منع فرما دیا تھا' حتیٰ کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی۔
اگر تم یہ سوال کرو کہ ان تین صحابہ کے قصہ کو اس باب میں ذکر کرنے کی کیا مناسبت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تین صحابہ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لیے بغیر پیچھے رہ گئے اور یہ چوری اور دوسرے گناہوں کی طرح معصیت ہے۔
علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس پر استدلال کیا ہے کہ قذف سے توبہ کرنے میں یہ شرط نہیں ہے کہ تہمت لگانے والا اپنے آپ کو جھوٹا قرار دے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہر بدر کرنے کی مدت میں زانی پر یہ شرط عائد نہیں کی کہ وہ اپنی معصیت کا اقرار کرے اور نہ ان تین صحابہ پر یہ لازم قرار دیا کہ وہ ان پچاس دنوں میں اپنی معصیت کا اقرار کریں' اگر یہ شرط ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا ذکر فرماتے۔ (شرح الکرمانی ج ۱۱ ص ۱۷۰-۱۷۱' دار احیاء التراث العربی بیروت)

ان تین صحابہ سے پچاس دن کلام کی ممانعت کی توجیہ بیان کرنے میں شیخ تقی عثمانی کی غلطی

شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں: اب یہاں پچاس دن اس لیے رکھے گئے تا کہ ان کے طرز عمل کا اندازہ کیا جائے' اسی طرح محدود بالقذف کو ایک مدت تک دیکھا جائے گا کہ اس کا طرز عمل کیسا ہے' اگر طرز عمل درست معلوم ہو تو پھر اس کی توبہ قبول کر سکتے ہیں اور

آئندہ اس کی گواہی بھی قبول کی جاسکتی ہے۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۹۲۰)

اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ قاذف کی گواہی قبول کی جاسکتی ہے اور یہ فقہاء احناف کے مذہب کے خلاف ہے۔

شیخ تقی عثمانی نے خود لکھا ہے: امام ابوحنیفہ کے نزدیک قاذف کی شہادت قبول نہیں ہوتی' چاہے وہ توبہ بھی کر چکا ہو۔

(انعام الباری ج ۷ ص ۹۱۴)

شیخ تقی عثمانی کی غلطی یہ ہے کہ وہ حنفی شارح ہیں اور اس عبارت میں انہوں نے ائمہ ثلاثہ کے مؤقف کی وکالت کی ہے۔

النور: ۵۔ ۴ سے فقہاء احناف کے استدلال کا راجح ہونا

النور: ۵۔ ۴ میں فرمایا ہے: اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں' (پھر اس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو تم ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں O سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں۔

اس آیت میں جو استثناء ہے' اس میں اختلاف ہے' آیا یہ آخری جملہ کے ساتھ متعلق ہے' یعنی یہی لوگ فاسق ہیں سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کر لیں وہ فاسق نہیں ہیں' اور یہ فقہاء احناف کا مختار ہے یا یہ استثناء مجموعہ کے ساتھ متعلق ہے یعنی تم ان کی شہادت کو کبھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں' سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کر لیں۔ اس کا مفاد یہ ہے کہ توبہ کے بعد ان کی شہادت قبول کر لی جائے گی اور یہ ائمہ ثلاثہ کا مختار ہے۔

فقہاء احناف کا مختار حسب ذیل وجوہ سے راجح ہے:

(ا) استثناء میں اصل یہ ہے کہ وہ قریب کے لفظ کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے' اس لیے اس آیت میں استثناء قریب کے جملہ کے ساتھ لاحق ہوگا اور معنی اس طرح ہوگا: یہی لوگ فاسق ہیں سوا ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کر لیں۔

(ب) اگر استثناء کو مجموعہ کے ساتھ لاحق کیا جائے اور یہ کہا جائے کہ توبہ کے بعد قاذف کی شہادت قبول ہوگی تو اس آیت میں ''ابدًا'' کا جو لفظ ہے' وہ بے فائدہ رہے گا کیونکہ ''ابدًا'' کا معنی یہ ہے کہ قاذف کی شہادت کبھی بھی قبول نہ کی جائے اور اگر توبہ کے بعد قاذف کی شہادت قبول کر لی گئی تو پھر ''ابدًا'' کا ذکر کرنا بے کار رہے گا۔

(ج) اس آیت سے مقصود قاذف کے جرم کی سنگینی اور اہمیت ہے' اگر توبہ کے بعد قاذف کی شہادت قبول کر لی گئی تو قذف میں اور چوری اور زنا میں کیا فرق رہے گا' کیونکہ توبہ کے بعد تو چور اور زانی کی شہادت بھی قبول کی جاتی ہے۔

قاذف کے خلاف شدید وعید کی توجیہ

اس آیت میں قاذف کے لیے شدید وعید ہے کہ اس کو اسی کوڑے مارے جائیں اور کبھی بھی اس کی توبہ قبول نہ کی جائے' اس سخت وعید کی حکمت یہ ہے کہ لوگ اپنے مسلمان بھائیوں کے عیوب ظاہر نہ کریں اور ان کے عیوب تلاش نہ کریں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے عیوب ڈھونڈنے سے سختی سے منع فرمایا ہے اور اس شخص کی شدید مذمت فرمائی ہے جو مسلمانوں کی خلوت کی برائیوں کو آشکارا کرتا ہے اور لوگوں میں بیان کرتا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابوبرزہ اسلمی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ان لوگوں کی جماعت جو اپنی زبان سے اسلام لائے ہیں اور ان کے دل میں اسلام داخل نہیں ہوا! تم مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے عیوب کو تلاش نہ کرو' کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے عیوب کو تلاش کرے گا' اللہ اس کے عیوب ظاہر کر دے گا اور جس کے عیوب کو اللہ ظاہر کر دے گا' وہ اسے اس کے گھر میں رسوا کر دے

گا۔ (سنن ابوداؤد:۴۸۸۰ سنن ترمذی:۲۰۳۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کی دنیاوی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کی' اللہ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے کوئی مصیبت دور کر دے گا' اور جس نے کسی کی مشکل کو آسان کیا' اللہ اس کی دنیا اور آخرت کی مشکلوں کو آسان کر دے گا' اور جس نے کسی مسلمان کے عیب پر پردہ رکھا' اللہ دنیا اور آخرت میں اس کے عیوب پر پردہ رکھے گا' اور اللہ اس وقت تک بندہ کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔

(سنن ابوداؤد:۴۹۴۶ سنن ترمذی:۱۴۲۵)

اس آیت میں یہ بھی بتایا ہے کہ صرف گناہوں سے توبہ کر لینا کافی نہیں ہے بلکہ بندہ پر لازم ہے کہ وہ توبہ کے بعد نیک اعمال کرے اور ان گناہوں کی تلافی کرے۔

اس باب میں امام بخاری کی تعلیقات کی مبسوط شرح اور ان تعلیقات کے مالہ وماعلیہ کو ذکر کرنے کے بعد اب ہم اس باب کی حدیث کو ذکر کر کے اس کی شرح ذکر کر رہے ہیں:

٢٦٤٨ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ. وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ فِي غَزْوَةِ الْفَتْحِ، فَأُتِيَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ أَمَرَ فَقُطِعَتْ يَدُهَا، قَالَتْ عَائِشَةُ فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا وَتَزَوَّجَتْ، وَكَانَتْ تَأْتِي بَعْدَ ذٰلِكَ فَأَرْفَعُ حَاجَتَهَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [أطراف الحديث:٣٤٧٥-٣٧٣٢-٣٧٣٣-٤٣٠٤-٦٧٨٧-٦٧٨٨-٦٨٠٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس' اور لیث نے بیان کیا کہ مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ فتح مکہ کے غزوہ میں ایک عورت نے چوری کی' اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا' پھر آپ کے حکم سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا' حضرت عائشہ رضی اللہ نے بتایا کہ اس نے بہت اچھی توبہ کی اور اس نے شادی کر لی اور وہ اس کے بعد بھی آتی تھی اور میں اس کی ضرورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا کرتی تھی۔

(صحیح مسلم:۱۶۸۸' الرقم المسلسل:۴۳۰۲' سنن نسائی:۴۹۰۲)

جس عورت نے چوری کی تھی اس کا نام اور اس کے لیے حضرت اسامہ کی سفارش کو مسترد کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جس عورت نے چوری کی تھی' اس کا نام فاطمہ بنت اسود ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس کی چوری اپنی شرائط کے ساتھ ثابت ہوگئی تو آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت اسامہ رضی اللہ نے اس عورت کی سفارش کی تھی لیکن آپ نے ان کی سفارش کو مسترد کر دیا۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں: قریش کے لیے یہ بات بہت سنگین تھی کہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی سفارش کون کرے گا! حضرت اسامہ رضی اللہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاڈلے ہیں' ان کے سوا ان کی سفارش کی جرأت کون کر سکتا ہے! پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی سفارش کی تو آپ نے فرمایا: تم اللہ کی حدود میں سے

ایک حد کے متعلق سفارش کر رہے ہو! پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس لیے گم راہ ہو گئے تھے کہ جب کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی پس ماندہ آدمی چوری کرتا تو وہ اس پر حد جاری کر دیتے (یہ تو فاطمہ بنت اسود ہے) اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو ضرور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کا ہاتھ کاٹ دیتے۔

(صحیح البخاری: ۶۷۸۸-۲۶۴۸)

باب میں مذکور حدیث سے امام بخاری کا غلط استدلال

امام بخاری نے یہ حدیث یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ جب چور توبہ کر لے اور اس کے بعد نیک اعمال کرے تو اس کی شہادت قبول کی جاتی ہے امام بخاری نے قاذف کو چور پر قیاس کیا ہے کہ جب چور توبہ کر لے اور نیک عمل کرے تو اس کی شہادت قبول کر لی جاتی ہے تو جب قاذف توبہ کر لے اور اس کے بعد نیک عمل کرے تو پھر اس کی شہادت بھی قبول کرنی چاہیے لیکن امام بخاری کا یہ قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ قاذف کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ تم ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور چور اور دیگر مرتکبین کبائر کے متعلق اس طرح نہیں فرمایا' اس لیے قاذف کو چور پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے اور امام بخاری کا یہ استدلال بہت کمزور ہے۔

٢٦٤٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ اَمَرَ فِيْمَنْ زَنٰى وَلَمْ يُحْصِنْ بِجَلْدِ مِائَةٍ، وَتَغْرِيْبِ عَامٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے یہ حکم دیا کہ جس نے زنا کیا اور وہ شادی شدہ نہیں تھا' اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور اس کو ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۱۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زنا کی حد بیان فرمائی ہے اور اس میں توبہ کا ذکر نہیں فرمایا۔

٩ - بَابٌ لَا يَشْهَدُ عَلٰى شَهَادَةِ جَوْرٍ اِذَا اُشْهِدَ

اگر لوگ کسی کو ظلم پر گواہ بنانا چاہیں تو وہ گواہ نہ بنے

٢٦٥٠ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَاَلَتْ اُمِّيْ اَبِيْ بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِيْ مِنْ مَّالِهِ، ثُمَّ بَدَا لَهُ فَوَهَبَهَا لِيْ، فَقَالَتْ لَا اَرْضٰى حَتّٰى تُشْهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَخَذَ بِيَدِيْ، وَاَنَا غُلَامٌ، فَاَتٰى بِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُمَّهُ بِنْتَ رَوَاحَةَ سَاَلَتْنِيْ بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ لِهٰذَا، قَالَ اَلَكَ وَلَدٌ سِوَاهُ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَاُرَاهُ قَالَ لَا تُشْهِدْنِيْ عَلٰى جَوْرٍ. وَقَالَ اَبُوْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوحیان التیمی نے خبر دی از شعبی از حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ نے میرے والد سے یہ سوال کیا کہ وہ مجھے اپنے مال سے کچھ ہبہ کر دیں' (پہلے انہوں نے انکار کیا) پھر ان کو خیال آیا تو انہوں نے ہبہ کر دیا' میری والدہ نے کہا: میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی حتیٰ کہ آپ (اس ہبہ پر) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ بنائیں' پس میرے والد نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے اور میں اس وقت لڑکا تھا' پس میرے والد نے کہا:

حَرِيْزٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ لَا أَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ.

اس کی ماں بنت رواحہ نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ میں اس لڑکے کو کچھ ہبہ کر دوں' آپ نے پوچھا: کیا اس لڑکے کے علاوہ تمہاری اور بھی اولاد ہے؟ میرے والد نے کہا: جی ہاں! پس میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ' اور ابوحریز نے کہا از شعبی: میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۸٦ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ظلم پر گواہ نہ بننے کا ذکر ہے۔

۲٦۵۱ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ زَهْدَمَ بْنَ مُضَرِّبٍ قَالَ سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ قَرْنِىْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ. قَالَ عِمْرَانُ لَا اَدْرِىْ، اَذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ قَرْنَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ، وَيَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ، وَيَنْذِرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ، وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ.

(صحیح مسلم: ۲۵۳۵' الرقم المسلسل: ٦۳۷۰' سنن نسائی: ۳۸۰۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوجمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے زہدم بن مضرب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے سب سے بہتر لوگ میرے زمانہ کے ہیں (صحابہ)' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہوں (تابعین)' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہوں (تبع تابعین)۔ حضرت عمران نے کہا: میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد دو زمانوں کا ذکر فرمایا یا تین کا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو خیانت کریں گے' وہ امانت دار نہیں ہوں گے' وہ (از خود) گواہ بنیں گے اور ان کو گواہ نہیں بنایا جائے گا' وہ نذر مانیں گے اور نذر کو پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔

''قرن'' کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''قــرن'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ایک زمانہ کے لوگ کیونکہ وہ وجود میں مقترن ہوتے ہیں یعنی ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس سے مراد ہے: میرے اصحاب یعنی جنہوں نے ایمان کے ساتھ آپ کو دیکھا ہو یا آپ کا کلام سنا ہو' اور ''قِــران'' کا معنی ہے: ایک زمانہ کے ہم عصر لوگ' ''قــرن'' کی مدت میں اختلاف ہے' ایک قول ہے: اسی سال' دوسرا قول ہے: چالیس سال' اور تیسرا قول ہے: سو سال' یعنی سو سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرن تھا' قزاز نے کہا ہے کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: تم ایک قرن تک زندہ رہو گے' تو وہ سو سال تک زندہ رہا۔ ثعلب نے کہا: یہی مختار ہے' ابن التین نے کہا: بیس سال سے لے کر ایک سو بیس سال تک ایک قرن ہے' ابن سیدہ نے کہا: یہ ایک زمانہ کے لوگوں کی متوسط عمروں کی مقدار ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث میں ارشاد ہے: وہ (ازخود) گواہ بنیں گے اور ان کو گواہ بنایا نہیں جائے گا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہاں ان لوگوں کی مذمت میں فرمایا ہے' وہ ازخود گواہ بنیں گے حالانکہ ایک اور حدیث میں ایسے شخص کی تحسین کی ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو بہترین گواہوں کی خبر نہ دوں' یہ وہ لوگ ہیں جو ان سے سوال کرنے سے پہلے شہادت دیتے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۷۱۹' سنن ابوداؤد: ۳۵۹۶' سنن ترمذی: ۲۲۹۵' سنن ابن ماجہ: ۲۳۶۴)

ازخود گواہی دینے والے کی تحسین اور مذمت میں وارد احادیث میں تطبیق

علامہ عبدالرحمن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے بعض اہل علم کے حوالے سے لکھا ہے کہ جس حدیث میں ازخود گواہی دینے والے کی مذمت کی ہے' اس سے مراد جھوٹی گواہی دینے والا ہے (امام ترمذی نے اس کو سنن ترمذی: ۲۳۰۲ کے تحت لکھا ہے) اور اس پر اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو اپنے اصحاب کی وصیت کرتا ہوں' پھر ان لوگوں کی جو ان کے قریب ہوں' پھر ان لوگوں کی جو ان کے قریب ہوں' پھر جھوٹ پھیل جائے گا' حتیٰ کہ ایک آدمی حلف اٹھائے گا حالانکہ اس سے حلف طلب نہیں کیا جائے گا' اور ایک شخص گواہی دے گا حالانکہ اس سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی۔ (الحدیث)

(سنن ترمذی: ۲۱۶۵' مسند احمد ج ۱ ص ۱۸)

اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما کی حدیث سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی چیز پر گواہ ہو اور وہ اس شہادت کو ادا کرے اور اس شہادت کی ادائیگی سے انکار نہ کرے۔ (کشف المشکل ج ۳ ص ۳۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمد بن بہادر زرکشی متوفی ۷۹۴ھ لکھتے ہیں:

جس حدیث میں ازخود گواہی دینے والے کی تحسین فرمائی ہے' اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آدمیوں کے حقوق میں گواہی دیں اور جس حدیث میں ان کی مذمت فرمائی ہے' اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے حقوق میں گواہی دیں جن کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہیں ہوتا' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو ازخود غیب کی شہادت دیں' مثلاً فلاں لوگ دوزخی ہیں اور فلاں لوگ جنتی ہیں اور تحسین ان لوگوں کی فرمائی ہے جو ازخود غیب کی شہادت نہ دیں بلکہ ظاہری معاملات کی ازخود گواہی دیں۔

(التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح علیٰ حاشیہ کشف المشکل ج ۳ ص ۳۳۵)

موٹاپے کی وجہ

نیز اس حدیث میں ارشاد ہے: اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔

علامہ ابن جوزی نے کہا: ان میں موٹاپا اس لیے ظاہر ہوگا کہ وہ بہ کثرت طعام کھائیں گے اور ان میں احکام شرعیہ سے غفلت قوی ہوگی کیونکہ جس شخص کے دل میں خوف خدا ہوتا ہے' وہ کم کھانا کھاتا ہے کیونکہ زیادہ سیر ہو کر طعام کھانے سے عقل پر غفلت طاری ہوتی ہے۔

علامہ زرکشی لکھتے ہیں:

یہ لوگ زیادہ وسعت سے کھاتے اور پیتے ہیں اور زیادہ کھانا اور پینا موٹاپے کا سبب ہے اور آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو لوگ ضرورت سے زیادہ کھانے پینے میں مشغول رہیں گے اور موٹاپے کا شکار ہوں گے۔ (کشف المشکل مع التنقیح ج ۳ ص ۳۳۵)

۲۶۵۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَجِيْءُ اَقْوَامٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ يَمِيْنَهُ وَيَمِيْنُهُ شَهَادَتَهُ. قَالَ اِبْرَاهِيمُ وَكَانُوْا يَضْرِبُوْنَنَا عَلَى الشَّهَادَةِ وَالْعَهْدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از منصور از ابراہیم از عبیدہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: بہترین لوگ میرے زمانہ کے ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہوں پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو قسم کھانے سے پہلے گواہی دیں گے اور گواہی دینے سے پہلے قسم کھائیں گے۔ ابراہیم نخعی نے کہا: (ہمارے بڑے) ہم کو شہادت دینے اور عہد کرنے پر مارتے تھے۔

[اطراف الحدیث: ۳۶۵۱-۶۴۲۹-۶۶۵۸] [صحیح مسلم: ۲۵۳۳، الرقم المسلسل: ۶۳۶۴] سنن ترمذی: ۳۸۸۵، سنن ابن ماجہ: ۲۳۶۲)

شہادت دینے سے پہلے قسم کھانے اور قسم کھانے سے پہلے شہادت دینے کی وضاحت

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ لوگ قسم کو شہادت پر مقدم کریں گے اور شہادت کو قسم پر مقدم کریں گے اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس سے تو دور لازم آتا ہے پھر اس کی کیا توجیہ ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو شہادت دینے پر بہت حریص ہوں گے اور اس کی ترویج کے بہت مشتاق ہوں گے وہ جس چیز پر شہادت دیں گے اس پر حلف اٹھائیں گے کبھی وہ شہادت دینے سے پہلے حلف اٹھائیں گے اور کبھی حلف اٹھانے سے پہلے شہادت دیں گے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہو کہ وہ شہادت دینے اور قسم کھانے میں جلدی کریں گے اور وہ ان دونوں چیزوں پر حریص ہوں گے اور ان کی حرص کا ثمرہ یہ ہوگا کہ کبھی وہ شہادت دینے سے پہلے قسم کھائیں گے اور کبھی قسم کھانے سے پہلے شہادت دیں گے۔ (شرح الکرمانی ج ۱۳ ص ۱۷۳ داراحیاء التراث العربی بیروت)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابراہیم نخعی نے کہا: وہ ہم کو شہادت دینے اور عہد کرنے پر مارتے تھے امام بخاری نے کتاب الفضائل میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ ہم اس وقت کم عمر تھے صحیح مسلم میں ہے کہ وہ ہم کو شہادت دینے اور عہد کرنے سے منع کرتے تھے۔ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا: اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم کو قسم کھانے کی عادت نہ پڑ جائے اور ہم بات بات پر قسم نہ کھانے لگیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۰۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۱۰ - بَابُ مَا قِيْلَ فِيْ شَهَادَةِ الزُّوْرِ
جھوٹی شہادت پر وعید

اس باب میں جھوٹی شہادت پر تغلیظ اور وعید کو بیان کیا گیا ہے۔

لِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ﴾ (الفرقان: ۷۲).

کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ (الفرقان: ۷۲)

اس آیت کو جھوٹی گواہی پر تہدید اور وعید کے سلسلہ میں بیان کرنے کی کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ یہ آیت ان لوگوں کی مدح میں نازل ہوئی ہے جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور اس سے پہلی آیات بھی ان لوگوں کے حق میں ہیں جو توبہ کرتے ہیں اور اعمال صالحہ کرتے ہیں۔

وَكِتْمَانِ الشَّهَادَةِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَإِنَّهُ اٰثِمٌ قَلْبُهُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ (البقرہ:۲۸۳)

اور شہادت کے چھپانے پر (جو وعید ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو شخص گواہی چھپائے گا' اس کا دل گناہ آلود ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو' اللہ اس کو خوب جاننے والا ہےO (البقرہ:۲۸۳)

یعنی جب تم کو شہادت ادا کرنے کے لیے بلایا جائے تو تم شہادت کو نہ چھپاؤ' اور شہادت کو چھپانے کی یہ صورت بھی ہے کہ جب کسی چیز پر گواہ بننے کا موقع ہو تو انسان اس پر گواہ نہ بنے' ایسے شخص کے متعلق فرمایا: اس کا دل گناہ آلود ہے۔

﴿تَلْوُوْا﴾ اَلْسِنَتَكُمْ بِالشَّهَادَةِ.

اور تم اپنی زبانوں سے گواہی میں ہیر پھیر کرتے ہو۔

امام بخاری نے اس عبارت سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنْ تَلْوٗا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًاO (النساء:۱۳۵)

اور اگر تم نے گواہی میں ہیر پھیر کیا یا اعراض کیا تو اللہ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہےO

۲۶۵۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ قَالَ سَمِعَ وَهْبَ بْنَ جَرِيْرٍ وَعَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ اِبْرَاهِيْمَ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَبَائِرِ قَالَ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ. تَابَعَهُ غُنْدَرٌ وَاَبُوْ عَامِرٍ وَبَهْزٌ وَعَبْدُ الصَّمَدِ، عَنْ شُعْبَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ انہوں نے وہب بن جریر اور عبدالملک بن ابراہیم سے سنا' ان دونوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبیداللہ بن ابی بکر بن انس از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' ناحق قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔ وہب بن جریر کی حدیث کی متابعت غندر' ابو عامر' بہز اور عبدالصمد نے کی ہے از شعبہ۔

[اطراف الحدیث:۵۹۷۷_۶۸۷۱]

(صحیح مسلم:۸۸' الرقم المسلسل:۱۶۲' سنن ترمذی:۱۲۱۱' سنن نسائی:۴۰۱۶' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۱ طبع قدیم' مسند احمد:۱۲۳۳۷ _ ج ۱۹ ص ۳۳۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن منیر ابوعبدالرحمان الزاہد (۲) وہب بن جریر بن حازم الازدی ابوالعباس (۳) عبدالملک بن ابراہیم ابوعبداللہ' مولیٰ بنی عبدالدار القرشی (۴) شعبہ بن الحجاج (۵) عبیداللہ بن ابی بکر بن انس بن مالک (۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۰۷_۳۰۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور جھوٹی گواہی دینا۔

گناہ کبیرہ کی تعریف اور ان کی تعداد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''کبائر'' کا ذکر ہے' ''کبیرہ'' کی جمع ہے' یہ گناہوں میں سے اس قبیح فعل کو کہتے ہیں جس کو شریعت میں منع کیا گیا ہو' اور اس کا ارتکاب بہت سنگین ہو' جیسے قتل ناحق' زنا اور جہاد سے پیٹھ پھیرنا' اس کی متعدد تعریفیں ہیں: ایک قول

ہے ہر معصیت گناہ کبیرہ ہے دوسرا قول ہے: گناہ کبیرہ ہر وہ فعل ہے جس پر دوزخ کی آگ یا لعنت یا غضب یا عذاب کی وعید ہو میں کہتا ہوں کہ کبیرہ ایک امر اضافی ہے اور ہر اوپر والا گناہ اپنے ماتحت کے اعتبار سے گناہ کبیرہ ہے اور نیچے والا گناہ اپنے مافوق کے اعتبار سے گناہ صغیرہ ہے۔

اس حدیث میں چار کبائر کا ذکر ہے تاہم ان میں حصر نہیں ہے کیونکہ ایک اور حدیث میں سات کبائر کا ذکر ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کون کون سے کام ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا جادو کرنا جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہو اس کو قتل کرنا سود کھانا یتیم کا مال کھانا میدانِ جہاد سے پیٹھ پھیرنا اور شادی شدہ پاک دامن مسلمان عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔

(صحیح البخاری: ۲۷۶۶ صحیح مسلم: ۸۹ الرقم المسلسل: ۱۶۴ سنن ابوداؤد: ۲۸۷۴ سنن نسائی: ۳۶۷۰)

امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے ان سات کے علاوہ بعض اور کبائر کی روایت کی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سات افراد پر لعنت کی ہے پھر فرمایا: جس نے قوم لوط کا عمل کیا وہ ملعون ہے جس نے عورت اور اس کی بیٹی کو نکاح میں جمع کیا وہ ملعون ہے جس نے اپنے والدین کو گالی دی وہ ملعون ہے جس نے کسی جانور کے ساتھ بدفعلی کی وہ ملعون ہے جس نے زمین کی حد کو بدلا وہ ملعون ہے جس نے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا وہ ملعون ہے اور جس نے اپنی نسبت اپنے غیر کی طرف کی وہ ملعون ہے۔

(المستدرک: ۸۱۱۸۔ ج ۵ ص ۵۰۹ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۷ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہمارے شیخ ابوطالب مکی نے حسب ذیل سترہ کبائر ذکر کیے ہیں:

(۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) کسی معصیت پر اصرار کرنا (۳) اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا (۴) کسی مصیبت سے بے خوف ہونا (۵) جھوٹی گواہی دینا (۶) شادی شدہ پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا (۷) جھوٹی قسم کھانا (۸) جادو کرنا (۹) انگور کی شراب پینا اور دیگر نشہ آور مشروب پینا (۱۰) ظلم سے یتیم کا مال کھانا (۱۱) سود کھانا (۱۲) زنا کرنا (۱۳) قومِ لوط کا عمل کرنا (۱۴) ناحق قتل کرنا (۱۵) چوری کرنا (۱۶) میدانِ جنگ سے بھاگنا (۱۷) ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۰۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اور اس ناکارہ نے الشوریٰ: ۳۶ کی تفسیر میں ایک سو اٹھارہ کبائر کا ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے: تبیان القرآن ج ۱۰ ص ۶۱۵۔ ۶۱۴)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کا معنی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب گناہ کبیرہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے سب سے پہلے جو گناہ کبیرہ بیان فرمایا وہ اللہ کے ساتھ شریک کرنا ہے۔ شرک کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود اور قدیم بالذات ماننا یا کسی کو عبادت کا مستحق ماننا اور یا کسی مخلوق کی صفت کو مستقل بالذات ماننا تاہم اللہ تعالیٰ کی دین اور عطاء سے کسی کو کوئی صفت حاصل ہو تو وہ شرک نہیں ہے جیسے اللہ تعالیٰ ازخود سمیع و بصیر اور علیم و قدیر ہے اور انسان اس کے بنانے سے سمیع و بصیر اور علیم و قدیر ہے تو یہ شرک نہیں ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ازخود غیب کا عالم ہے اور انبیاء علیہم السلام اس کی عطاء سے غیب پر مطلع ہیں تو ان کو غیب پر مطلع ماننا شرک نہیں ہے۔

”عقوق الوالدین“ کا معنی

”عق“ کا معنی ہے: قطع کرنا اور کاٹنا۔ ”عاق“ وہ شخص ہے جو والدین کی اطاعت کی لاٹھی کو کاٹ ڈالے تاہم اگر والدین کسی

غیر شرعی کام کرنے کا حکم دیں تو ان کی اطاعت واجب نہیں ہے۔

ابو عمرو بن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ ہر وہ فعل جس سے والدین کو ایذاء پہنچے وہ حرام ہے بہ شرطیکہ وہ فعل افعالِ واجبہ سے نہ ہو ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ فعل جو معصیت نہ ہو اس میں والدین کی اطاعت واجب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۰۸)

قتل ناحق کے حرام ہونے پر قرآن اور احادیث سے دلائل

قتل ناحق کے حرام ہونے کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا. (النساء: ۹۳)

اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

اور قتل ناحق کی حرمت میں احادیث درج ذیل ہیں:

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتایئے کہ میرا کسی کافر شخص سے مقابلہ ہو اور وہ مجھ سے قتال کرے اور تلوار سے میرا ایک ہاتھ کاٹ ڈالے پھر وہ مجھ سے بچنے کے لیے ایک درخت کی آڑ میں آئے اور کہے کہ میں اللہ کے لیے اسلام لے آیا' یا رسول اللہ! کیا میں اس کے کلمہ پڑھنے کے بعد اس کو قتل کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو قتل مت کرو' میں نے کہا: یا رسول اللہ! وہ میرا ایک ہاتھ کاٹ چکا ہے' اور اس نے میرا ہاتھ کاٹنے کے بعد کلمہ پڑھا ہے' کیا میں اس کو قتل کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو قتل مت کرو' اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو وہ تمہارے قتل کرنے سے پہلے والے درجہ میں ہوگا اور تم اس کے کلمہ پڑھنے سے پہلے والے درجہ میں ہو گے۔ (صحیح البخاری: ۴۰۱۹' صحیح مسلم: ۹۵' سنن ابوداؤد: ۲۶۴۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل کی بہ نسبت پوری دنیا کا زوال زیادہ آسان ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۴۰۰' سنن نسائی: ۳۹۹۸)

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تمام آسمان اور زمین والے کسی ایک مؤمن کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں اوندھے منہ ڈال دے گا۔

(سنن ترمذی: ۱۴۰۲' المستدرک ج ۴ ص ۳۵۲' کنز العمال: ۳۹۵۴)

النساء: ۹۳ میں فرمایا ہے: اور جو شخص کسی مسلمان کو قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے' جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ مسلمان کا قتل گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کی سزا دوزخ کا دائمی عذاب نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ دائمی عذاب کا مستحق ہے' یہ نہیں فرمایا کہ اس کو دائمی عذاب ہوگا۔ دوسرا جواب یہ کہ یہ دائمی عذاب اُس صورت میں ہوگا جب وہ حلال سمجھ کر مسلمان کو قتل کرے' اور یہ ضابطہ ہے کہ معصیت کو حلال سمجھنا کفر ہے اور کافر کے لیے دائمی عذاب ہے۔

جھوٹی گواہی دینے والے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

جھوٹے گواہ کی سزا میں اختلاف ہے' امام عبدالرزاق نے مکحول اور ولید بن ابی مالک سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے شام میں اپنے گورنروں کی طرف لکھا کہ جھوٹے گواہ کو سو کوڑے مارے جائیں' اس کا سر مونڈا جائے اور اس کو لمبے عرصہ تک قید میں رکھا جائے۔

حضرت عمر سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس کا منہ کالا کیا جائے' اس کا عمامہ اس کے گلے میں ڈال کر اس کو گلیوں میں پھرایا جائے اور اعلان کیا جائے کہ یہ جھوٹا گواہ ہے اور اس کی شہادت کبھی بھی نہیں قبول کی جائے گی۔

ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ اس کو کوڑے مارے جائیں' اس کو گلیوں میں پھرایا جائے اور اس کی تذلیل کی جائے۔

ابن القاسم نے کہا: مجھے امام مالک سے یہ بات پہنچی ہے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ اس کی شہادت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی خواہ وہ توبہ کر لے اور توبہ کے بعد نیک عمل کرے' یہ قول حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اتباع میں ہے۔

ابن ابی لیلیٰ نے کہا: اس کو تعزیر لگائی جائے گی' امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے' امام شافعی نے کہا: اس کو تعزیر لگائی جائے گی اور اس کی تشہیر کی جائے گی' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے اور شریح نے کہا ہے کہ اس کی تشہیر کی جائے گی اور اس کو تعزیر نہیں دی جائے گی اور یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ جھوٹی گواہی دینا فسق ہے اور جو کسی مسلمان کو فاسق کہے' اس کو تعزیر دی جائے گی اور اس کو فاسق کہے جانے سے بہتر یہ ہے کہ اس کو تعزیر دی جائے اور اس میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے کہ جس نے جھوٹی گواہی دینے کے علاوہ کوئی اور فسق کیا تو اس کی توبہ مقبول ہے اور اس کے بعد اس کی شہادت جائز ہے' سو جھوٹی گواہی دینے کا معاملہ بھی اسی طرح ہونا چاہیے۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۲۹۔۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٢٦٥٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ بَكْرَةَ، عَنْ اَبِيْهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ ثَلَاثًا، قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا، فَقَالَ اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ. قَالَ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهٗ سَكَتَ. وَقَالَ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِىُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ.

[اطراف الحدیث: ۵۹۷۶-۶۲۷۳-۶۲۷۴-۶۹۱۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الجریری نے حدیث بیان کی از عبد الرحمان بن ابی بکرہ از والد خود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: کیا میں تم کو سب سے بڑے گناہ کبیرہ کی خبر نہ دوں؟ صحابہ نے کہا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' آپ بیٹھ گئے حالانکہ آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے' پھر آپ نے فرمایا: اور جھوٹی بات کہنا (یا جھوٹی گواہی دینا)۔ راوی نے کہا: آپ اس کی بار بار تکرار فرماتے رہے' حتیٰ کہ ہم نے کہا: کاش! آپ سکوت فرماتے' اور اسماعیل بن ابراہیم نے کہا: ہمیں الجریری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان نے حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے اس سے پہلی حدیث کی شرح کا مطالعہ فرمائیں۔

١١ - بَابُ شَهَادَةِ الْاَعْمٰى وَاَمْرِهٖ وَنِكَاحِهٖ وَاِنْكَاحِهٖ وَمُبَايَعَتِهٖ وَقَبُوْلِهٖ

نابینا کی گواہی اور اس کا معاملہ اور اس کا نکاح کرنا اور اس کا نکاح کرانا' اور اس کی خرید وفروخت

فِي التَّأْذِيْنِ وَغَيْرِهٖ، وَمَا يُعْرَفُ بِالْأَصْوَاتِ

اور اس کی اذان وغیرہ کو قبول کرنا اور جو چیزیں آوازوں سے پہچانی جاتی ہیں

اس باب میں نابینا کی شہادت کا حکم بیان کیا گیا ہے ابن القصار نے کہا ہے کہ شریعت میں آواز کو شہادت کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب نابینا اپنی بیوی کی آواز سنے تو اس کا اپنی بیوی سے مباشرت کرنا جائز ہے۔

وَاَجَازَ شَهَادَتَهٗ قَاسِمٌ وَالْحَسَنُ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَالزُّهْرِيُّ وَعَطَاءٌ.

اور قاسم حسن بصری ابن سیرین زہری اور عطاء نے نابینا کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے۔

اس تعلیق کے ثبوت میں آثار حسب ذیل ہیں:

اشعث نے بیان کیا کہ حسن بصری کہتے تھے کہ نابینا کی شہادت صرف اس وقت جائز ہے جب اس نے نابینا ہونے سے پہلے کسی چیز کو دیکھا ہوا ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۴۸ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۹۵۲ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اشعث نے بیان کیا کہ حسن بصری اور ابن سیرین دونوں نے کہا کہ نابینا کی گواہی جائز ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۵۰ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۹۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ابن ابی الذئب نے کہا کہ زہری نابینا کی شہادت کو جائز قرار دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۵۳ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۹۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت)

قاسم اور عطاء کی شہادت کی روایت سنن سعید بن منصور میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۱۱)

صرف آواز سننے کو شہادت کے قائم مقام کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ شریعت میں آواز شہادت کے قائم مقام ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ نابینا آدمی اپنی بیوی کی آواز سن کر اسے پہچان کر اس سے عمل زوجیت کرتا ہے اور عمل زوجیت پر اقدام کرنا اور اس کو مباح سمجھنا حقوق کی شہادت ادا کرنے سے زیادہ اہم ہے اور جو فقہاء نابینا کی شہادت کو ناجائز کہتے ہیں انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ عقود اور اقرارات میں خبر مستفیض کی بناء پر شہادت دینا جائز نہیں ہے کیونکہ خبر مستفیض سے یقین حاصل نہیں ہوتا سو اسی طرح نابینا کی شہادت بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے بھی یہ یقین حاصل نہیں ہوتا کہ یہ فلاں آدمی کی آواز ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کی آواز دوسرے کی آواز کے ساتھ مشابہ ہو جیسا کہ کسی کی تحریر دیکھ کر اس پر شہادت دینا جائز نہیں ہے کہ یہ فلاں کی تحریر ہے حتیٰ کہ وہ یہ ذکر کرے کہ اس نے اس شخص کو یہ تحریر لکھتے ہوئے دیکھا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہوتی ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ عقود اور اقرارات میں سننے کی ضرورت ہوتی ہے اور ان میں دیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی اس کے برخلاف افعال میں دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

اور امام مالک نے تحریر پر شہادت کے جواز سے رجوع کر لیا ہے کیونکہ تحریر میں بہت زیادہ اشتباہ ہوتا ہے اور آوازوں میں اور چہروں میں اتنا اشتباہ نہیں ہوتا کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے زبانوں اور رنگوں کے اختلاف سے اپنی توحید پر استدلال فرمایا ہے اور تحریروں کے اختلاف کا ذکر نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ

اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش

اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۚ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ○ ہے اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ہے' بے شک اس میں عالموں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○ (الروم: ۲۲)

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۳۱ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اس آیت کی تفسیر میں اس ناکارہ نے لکھا ہے:

تم اپنی زبانوں کے اختلاف پر غور کرو' عربوں کی زبان اور ہے' افریقیوں کی زبان اور ہے' انگریزی' جرمن' فارسی اور ہسپانوی زبان اور ہے' کرۂ ارض پر بے شمار زبانیں بولی جاتی ہیں اور کوئی زبان دوسری زبان سے نہیں ملتی' ان زبانوں کا خالق کون ہے؟ تم اپنے رنگوں پر غور کرو' جسمانی ساخت پر سوچو' کسی کا رنگ دوسرے کے رنگ سے نہیں ملتا' کسی کا چہرہ دوسرے کے چہرے سے نہیں ملتا' حتیٰ کہ کسی کے ہاتھ کی لکیریں دوسرے کے ہاتھ کی لکیروں سے نہیں ملتیں' ہزار ہا سال سے ارب ہا انسان پیدا ہو رہے ہیں اور کسی کا نقش دوسرے کے نقش سے' رنگ رنگ سے' اور لکیریں لکیروں سے نہیں ملتیں' اتنی باریکی اور بوقلمونی کس کی تخلیق ہے؟ کیا یہ محض اتفاق ہے یا پتھر کی مورتیوں کا کارنامہ ہے یا کسی دیوی یا دیوتا کی صناعی ہے! تم کہتے ہو کہ اس عالم کو بنانے میں خدا کے کچھ شریک ہیں' وہ شریک خود کیوں نہیں کہتے کہ اس جہان کو ہم نے بنایا ہے یا اس کو بنانے میں ہمارا بھی حصہ ہے' اللہ تعالیٰ ہر نبی سے یہ کہلوا تا رہا ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے' اگر واقع میں اس کے کچھ شریک تھے تو انہوں نے اس کا رد کیوں نہیں کیا' وہ بھی اپنا کوئی نمائندہ بھیجتے' کوئی آسمانی کتاب نازل کرتے۔ (تبیان القرآن ج ۹ ص ۱۴۸ ' فرید بک سٹال' لاہور)

وَقَالَ الشَّعْبِیُّ تَجُوْزُ شَهَادَتُهٗ اِذَا كَانَ عَاقِلًا. اور شعبی نے کہا: جب نابینا عاقل ہو تو اس کی شہادت جائز ہے۔

اس تعلیق کو امام ابن شیبہ نے سند موصول سے روایت کیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۵۴ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۹۵۸ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ الْحَكَمُ رُبَّ شَیْءٍ تَجُوْزُ فِیْهِ. اور حکم نے کہا: بعض چیزوں میں نابینا کی شہادت جائز ہے۔

اس تعلیق کو امام ابن شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۵۲ ' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۹۵۶ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ الزُّهْرِیُّ اَرَاَیْتَ ابْنَ عَبَّاسٍ لَوْ شَهِدَ عَلٰی شَهَادَةٍ اَكُنْتَ تَرُدُّهٗ؟ اور زہری نے کہا: یہ بتاؤ کہ اگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کسی کی شہادت پر شہادت دیں تو کیا تم اس کو رد کر دو گے؟

اس حدیث کو سند موصول کے ساتھ کرابیسی نے روایت کیا ہے' اور اس کی تائید شعبی کے اس قول سے ہوتی ہے جو انہوں نے نابینا کے متعلق کہا ہے کہ جب وہ عاقل ہو تو اس کی شہادت جائز ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو سب سے زیادہ ذہین اور فطین تھے اور سب سے زیادہ معاملات کی باریکیوں کو جاننے والے تھے' اسی وجہ سے زہری نے ان کے نابینا ہونے کے بعد ان کی شہادت کے مسترد کرنے کو مستبعد قرار دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۱۲)

وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَبْعَثُ رَجُلًا اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ اَفْطَرَ' وَيَسْاَلُ عَنِ الْفَجْرِ' فَاِذَا قِيْلَ لَهٗ طَلَعَ صَلّٰی رَكْعَتَيْنِ. اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب سورج غروب ہو جاتا تو کسی شخص کو بھیجتے اور روزہ افطار کر لیتے اور فجر کے متعلق سوال کرتے' پس جب آپ سے کہا جاتا کہ فجر طلوع ہو گئی ہے تو آپ دو رکعت فجر

پڑھ لیتے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس لیے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اخیر عمر میں نابینا ہو چکے تھے اور وہ سورج کے طلوع اور غروب کے متعلق کسی شخص کی خبر پر اعتماد کرتے تھے اور اس کی آواز سے اس کو پہچانتے تھے۔

وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ اِسْتَاْذَنْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَعَرَفَتْ صَوْتِيْ، قَالَتْ سُلَيْمَانُ، اُدْخُلْ، فَاِنَّكَ مَمْلُوْكٌ مَا بَقِيَ عَلَيْكَ شَيْءٌ.

اور سلیمان بن یسار نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے میری آواز پہچان لی اور فرمایا: سلیمان! تم داخل ہو جاؤ! جب تک تم پر کچھ (رقم) بھی باقی ہو تم (بدستور) غلام ہو۔

حضرت سلیمان بن یسار، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ کے نزدیک مطلقاً غلام کسی خاتون کے پاس جا سکتا ہے خواہ وہ ان کا غلام ہو یا نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۱۳)

وَاَجَازَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ شَهَادَةَ امْرَاَةٍ مُنْتَقِبَةٍ.

اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے نقاب پوش عورت کی گواہی کو جائز قرار دیا۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نقاب پوش عورت سے کلام فرمایا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۱۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲٦٥٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقْرَاُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، لَقَدْ اَذْكَرَنِيْ كَذَا وَكَذَا اٰيَةً اَسْقَطْتُهُنَّ مِنْ سُوْرَةِ كَذَا وَكَذَا. وَزَادَ عَبَّادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَائِشَةَ تَهَجَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ، فَسَمِعَ صَوْتَ عَبَّادٍ يُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ يَا عَائِشَةُ، لَصَوْتُ عَبَّادٍ هٰذَا؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ عَبَّادًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید بن میمون نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مسجد میں قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا: اللہ اس شخص پر رحمت نازل فرمائے اس نے مجھے فلاں فلاں قرآن مجید کی آیت یاد دلا دی، جس کو میں فلاں فلاں سورت سے بھول چکا تھا۔ حضرت عباد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں تہجد کی نماز پڑھی، پس آپ نے حضرت عباد کی آواز سنی، وہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ عباد کی آواز ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے دعا کی: اے اللہ! عباد پر رحم فرما!

اس تعلیق میں حضرت عباد بن بشر انصاری اشہلی کا ذکر ہے، یہ غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے تھے اور جب یہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے نکل کر گئے تھے تو ان کی لاٹھی روشن ہو گئی تھی، زہری نے کہا: یہ جنگ یمامہ کے دن شہید ہو گئے تھے، اس وقت ان کی عمر پینتالیس سال تھی۔ امام بخاری نے جو تعلیق ذکر کی ہے، اس کی سند موصول امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں ذکر کی ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رات کو مسجد میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا جائز ہے اور جس انسان سے کوئی خیر حاصل ہو اس

کے حق میں دعا کرنی چاہیے خواہ اس نے اس خیر کو پہنچانے کا قصد نہ کیا ہو اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھولنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۱۴) یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ بھولنا کتنی حکمتوں اور امت کے لیے عظیم فوائد پر مشتمل ہوتا ہے!

۲٦٥٦ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يُؤَذِّنَ، أَوْ قَالَ حَتّٰى تَسْمَعُوا أَذَانَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ. وَكَانَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ رَجُلًا أَعْمٰى، لَا يُؤَذِّنُ حَتّٰى يَقُولَ لَهُ النَّاسُ أَصْبَحْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از سالم بن عبداللہ از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک بلال رات کو اذان دیتے ہیں سو تم کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ اذان دی جائے یا فرمایا: حتیٰ کہ تم ابن ام مکتوم کی اذان سنو اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا آدمی تھے وہ اس وقت تک اذان نہیں دیتے تھے حتیٰ کہ لوگ کہتے کہ تمہاری صبح ہو گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٦١٧ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ لوگ نابینا کی آواز پر اعتماد کرتے تھے اور نابینا شخص لوگوں کی آواز پر اعتماد کرتا تھا۔

۲٦٥٧ - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبِيَةٌ، فَقَالَ لِي أَبِي مَخْرَمَةُ انْطَلِقْ بِنَا إِلَيْهِ عَسٰى أَنْ يُعْطِيَنَا مِنْهَا شَيْئًا، فَقَامَ أَبِي عَلَى الْبَابِ، فَتَكَلَّمَ، فَعَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَهُ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ قَبَاءٌ، وَهُوَ يُرِيهِ مَحَاسِنَهُ، وَهُوَ يَقُولُ خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ، خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں زیاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں حاتم بن وردان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن ابی مُلیکہ از حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چند قبائیں آئیں تو مجھ سے میرے والد حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلو شاید آپ ان میں سے ہمیں چند قبائیں عطاء فرمائیں پس میرے والد دروازہ پر کھڑے ہو کر باتیں کرنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بات پہچان لی پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکلے اور آپ کے پاس ایک قباء تھی اور آپ اس کی خوبیاں دکھا رہے تھے اور فرما رہے تھے: میں نے یہ تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی میں نے یہ تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۵۹۹ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مخرمہ کی آواز سن کر ان کو پہچان لیا۔

امام بخاری کی ذکر کردہ تعلیقات اور روایت کردہ احادیث سے باب کے عنوان پر دلالت میں بحث ونظر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ نابینا کی شہادت جائز ہے' اسماعیلی نے کہا کہ امام بخاری نے جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں' ان تمام سے نابینا کی شہادت کو قبول کرنا ثابت نہیں ہوتا' جہاں تک نابینا کے نکاح کرنے کا تعلق ہے' اس میں نابینا کے صرف اپنے نفس پر نکاح کو لازم کرنا ہے اور کسی اور پر اس کی شہادت حجت نہیں ہے۔

جس تعلیق میں امام بخاری نے حضرت ابن عباس کے متعلق زہری کا قول نقل کیا ہے تو وہ قابل استدلال نہیں ہے اور جس تعلیق میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباد کی آواز سن کر ان کو پہچان لیا اور حضرت مخرمہ کی آواز سن کر ان کو پہچان لیا تو اس میں نابینا کی شہادت کا ذکر نہیں ہے' اور جس حدیث میں حضرت ابن ام مکتوم کی اذان دینے کا ذکر کیا ہے تو وہ لوگوں کے بتانے سے اذان دیتے تھے' از خود کسی چیز کی شہادت نہیں دیتے تھے' غرض امام بخاری نے جو تعلیقات ذکر کی ہیں اور احادیث روایت کی ہیں' ان میں سے کسی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نابینا کی شہادت کو قبول کرنا جائز ہے۔

نابینا کی شہادت کو قبول کرنے میں مذاہب فقہاء

صاحب التلویح نے یہ کہا ہے کہ علامہ اسماعیلی کا اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ امام بخاری نے قاسم' حسن بصری' ابن سیرین' زہری' عطاء' شعبی اور حکم کی یہ تصریحات نقل کی ہیں کہ نابینا کی شہادت کو قبول کرنا جائز ہے اور یہ امام بخاری کی دلیل ہے۔ (البتہ اس کے ثبوت میں جو احادیث روایت کی ہیں' ان سے یہ مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔ سعیدی غفرلہٗ)

ان کے علاوہ قاضی شریح' ربیعہ' یحییٰ بن سعید انصاری' ابن جریج' ایاس بن معاویہ اور ابن ابی لیلیٰ کا ایک قول بھی یہی ہے اور امام مالک' لیث' امام احمد' اسحاق' ابوسلیمان اور ہمارے اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔

حسن بصری اور ابن ابی لیلیٰ کا ایک قول یہ ہے کہ جس چیز کو نابینا اپنے نابینا ہونے سے پہلے پہچانتا ہو تو اس میں اس کی شہادت جائز ہے اور جس چیز کو اس نے اپنے نابینا ہونے کے بعد پہچانا ہو تو اس میں اس کی شہادت جائز نہیں ہے اور یہ امام ابویوسف' امام شافعی اور ان کے اصحاب کا بھی قول ہے۔ ابراہیم نخعی نے کہا: تھوڑی سی چیز میں اس کی شہادت جائز ہے۔ امام زفر نے کہا: نابینا کی شہادت صرف نسب میں مقبول ہے' امام ابوحنیفہ نے فرمایا: نابینا کی شہادت کسی چیز میں بھی اصلاً مقبول نہیں ہے۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ یہاں چھ مذاہب ہیں: (۱) نابینا کی شہادت مطلقاً منع ہے (۲) مطلقاً جائز ہے (۳) صرف آواز سن کر شہادت دینا جائز ہے (۴) جس چیز کا نابینا کو پہلے علم ہو اس کی شہادت جائز ہے اور جس کا بعد میں علم ہو اس کی شہادت جائز نہیں (۵) تھوڑی سی چیز میں شہادت جائز ہے (۶) خصوصاً نسب میں شہادت دینا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۲ - بَابُ شَهَادَةِ النِّسَاءِ — عورتوں کی شہادت

اس باب میں عورتوں کی شہادت کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ﴾ (البقرہ: ۲۸۲).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ (البقرہ: ۲۸۲)

حدود اور قصاص میں اور جن اُمور پر مرد مطلع نہیں ہوتے' ان میں صرف ----------

عورتوں کی شہادت کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس آیت کا ایک حصہ ذکر کیا ہے کیونکہ یہ حصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ مردوں کے ساتھ عورتوں کی شہادت جائز ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اکثر علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حدود اور قصاص میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں ہے' ابن المسیب' نخعی' حسن بصری' زہری' ربیعہ' امام مالک' لیث' فقہاء کوفہ' امام شافعی' امام احمد اور ابوثور کا یہی قول ہے' اور نکاح' طلاق' عتق (آزاد کرنے) نسب اور الولاء میں اختلاف ہے' ربیعہ' امام مالک' امام شافعی اور ابوثور کا یہ مذہب ہے کہ کسی چیز میں ان کی مردوں کے ساتھ شہادت جائز نہیں ہے' اور فقہاء کوفہ نے ان تمام چیزوں میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے' اور اس پر اتفاق ہے کہ جن اُمور پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے جیسے حیض اور بچہ کی ولادت اور پیدا ہونے کے بعد بچہ کے رونے اور عورتوں کے مخفی عیوب' ان اُمور پر ضرورت کی وجہ سے صرف عورتوں کی شہادت جائز ہے' تاہم رضاعت کے معاملہ میں اختلاف ہے' بعض فقہاء نے رضاعت کے ثبوت میں صرف عورتوں کی شہادت کو جائز کہا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مردوں کے ساتھ عورتوں کی شہادت جائز ہے' ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے یہ کہا ہے کہ رضاعت کے لیے بھی وہی شہادت ضروری ہے' جو شہادت مال کے ثبوت کے لیے ضروری ہوتی ہے یعنی دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی اور رضاعت میں صرف عورتوں کی گواہی قبول کی جائے گی' امام شافعی کے نزدیک چار عورتوں کی شہادت سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور امام مالک کے نزدیک دو عورتوں کی گواہی سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور امام احمد کے نزدیک فقط دودھ پلانے والی کے قول سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور الکافی میں مذکور ہے کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ عورت انعقادِ نکاح سے پہلے گواہی دے یا انعقادِ نکاح کے بعد گواہی دے۔

جن اُمور پر صرف عورتیں مطلع ہوتی ہیں' ان میں عورتوں کی شہادت کی تعداد میں اختلافِ فقہاء

جن معاملات پر مرد مطلع نہیں ہوتے اور ان پر صرف عورتیں مطلع ہوتی ہیں' ان میں عورتوں کی شہادت کے عدد میں اختلاف ہے' نخعی' عطاء بن ابی رباح' امام شافعی اور ابوثور نے کہا ہے کہ ان میں چار عورتوں سے کم کی شہادت قبول نہیں ہے' اور امام مالک' ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلیٰ نے کہا ہے کہ ان اُمور میں دو عورتوں کی گواہی بھی جائز ہے' امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر دائی کے ساتھ ایک اور عورت بھی ہو تو اس کی شہادت جائز ہے' شعبی سے روایت ہے کہ ان اُمور میں ایک عورت کی شہادت بھی جائز ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ میری رائے یہ ہے کہ قرض میں دو عورتوں کی گواہی دوسری عورت کی قسم کے ساتھ جائز ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ دو عورتوں کی شہادت میں مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی اور مدعی سے قسم نہیں لی جائے گی' فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ صرف عورتوں کی شہادت فقط دو جگہوں پر جائز ہے: مال کے ثبوت میں اور ان اُمور میں جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے۔

۲۶۵۸ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ زَیْدٌ' عَنْ عِیَاضِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَیْسَ شَهَادَةُ الْمَرْاَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ؟ قُلْنَا بَلٰی' قَالَ فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے زید نے خبر دی از عیاض بن عبد اللہ از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عورت کی گواہی ایک مرد کی گواہی کا نصف نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ اس کی عقل کی کمی کی بناء پر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس

میں عورت کی نصف شہادت کا ذکر ہے۔

۱۳ - بَابُ شَهَادَةِ الْإِمَاءِ وَالْعَبِيْدِ باندیوں اور غلاموں کی شہادت

اس باب میں باندیوں اور غلاموں کی شہادت کا حکم بیان کیا گیا ہے' اور ان کا حکم یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک ان کی شہادت مطلقاً مقبول نہیں ہے' امام احمد' اسحاق اور ابوثور کے نزدیک معمولی چیزوں میں ان کی شہادت قبول کی جائے گی' شریح' حسن بصری اور نخعی کا بھی یہی قول ہے۔ امام بخاری کا مسلک یہ ہے کہ غلاموں اور باندیوں کی شہادت جائز ہے' اس پر انہوں نے حسبِ ذیل آثار سے استدلال کیا ہے۔

غلاموں اور باندیوں کی شہادت کو قبول کرنے کے ثبوت میں امام بخاری کے نقل کردہ آثار

وَقَالَ اَنَسٌ شَهَادَةُ الْعَبْدِ جَائِزَةٌ اِذَا كَانَ عَدْلًا. اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب غلام نیک اور متقی ہو تو اس کی شہادت جائز ہے۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے: مختار بن فلفل بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے غلام کی شہادت کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: یہ جائز ہے اور میرے علم میں نہیں ہے کہ کسی نے غلام کی شہادت کو رد کیا ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۲' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَاَجَازَهُ شُرَيْحٌ وَزُرَارَةُ بْنُ اَوْفٰى. اور شریح اور زرارہ بن اوفیٰ نے اس کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ عامر بیان کرتے ہیں کہ قاضی شریح نے غلام کی شہادت کو جائز کہا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۳' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ شَهَادَتُهٗ جَائِزَةٌ اِلَّا الْعَبْدَ لِسَيِّدِهٖ. اور ابن سیرین نے کہا کہ غلام کی شہادت جائز ہے مگر غلام کی شہادت اپنے آقا کے لیے (جائز نہیں ہے)۔

وَاَجَازَهُ الْحَسَنُ وَاِبْرَاهِيْمُ فِي الشَّيْءِ التَّافِهِ. اور حسن بصری اور ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ حقیر چیز میں غلام کی شہادت جائز ہے۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے: منصور بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی نے کہا کہ فقہاء تابعین حقیر چیز میں غلام کی شہادت کو جائز قرار دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ شُرَيْحٌ كُلُّكُمْ بَنُوْ عَبِيْدٍ وَاِمَاءٍ. اور شریح نے کہا: تم سب غلاموں اور باندیوں کی اولاد ہو۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے: عمار الدھنی بیان کرتے ہیں کہ میں شریح کے پاس تھا' ان کے سامنے ایک غلام نے ایک گھر کے اوپر شہادت دی' انہوں نے اس کی شہادت کو جائز قرار دیا' ان کو بتایا گیا کہ یہ غلام ہے' انہوں نے کہا: ہم سب اللہ تعالیٰ کے غلام اور باندیاں ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۵' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک غلاموں اور باندیوں کی شہادت جائز نہیں ہے اور ان کا استدلال درج ذیل

آثار ہے:

غلاموں اور باندیوں کی شہادت کو مسترد کرنے کے ثبوت میں جمہور کے نقل کردہ آثار

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: غلام کی شہادت جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۷ مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۸۶ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا کہ غلام کی شہادت جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۸ مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۸۷ دارالکتب العلمیہ بیروت)

محمد بن راشد بیان کرتے ہیں کہ مکحول نے کہا کہ غلام کی شہادت جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۵۹ مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۸۸ دارالکتب العلمیہ بیروت)

عبدالملک بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا کہ غلام کی شہادت جائز نہیں ہے خواہ وہ حقیر چیز کی شہادت دے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۶۰ مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۸۹ دارالکتب العلمیہ بیروت)

ابن ابی نجیح بیان کرتے ہیں کہ ''وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ'' (البقرہ: ۲۸۲) اپنے مردوں میں سے دو گواہوں کی شہادت طلب کرو اس آیت کی تفسیر میں مجاہد نے کہا: اس سے مراد دو آزاد مرد ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۶۱ مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۹۰ دارالکتب العلمیہ بیروت)

زکریا بیان کرتے ہیں کہ عامر نے کہا کہ غلام کی شہادت جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۶۲ مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۹۱ دارالکتب العلمیہ بیروت)

عیسیٰ بن ابی عزۃ بیان کرتے ہیں کہ شعبی نے غلام کی شہادت کو مسترد کر دیا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۶۳ مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۹۲ دارالکتب العلمیہ بیروت)

وکیع بیان کرتے ہیں کہ سفیان نے کہا کہ غلام کی شہادت جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۶۴ مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۹۳ دارالکتب العلمیہ بیروت)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ ایک درہم میں بھی غلام کی شہادت کو جائز نہیں کہتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۶۶۵ مجلس علمی بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲۹۴ دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کافر' بچے اور غلام کی شہادت اس وقت جائز ہے' جب وہ اس حال میں شہادت نہ دیں اور جب کافر مسلمان ہونے کے بعد گواہی دے اور بچہ بڑا ہونے کے بعد گواہی دے اور غلام آزاد ہونے کے بعد گواہی دے اور یہ سب اس وقت نیک اور متقی ہوں تو ان کی شہادت جائز ہے۔

(مصنف عبدالرزاق: ۱۵۵۷۴۔ ج ۸ ص ۲۷۰' دارالکتب العلمیہ بیروت)

امام بخاری اور جمہور کے روایت کردہ آثار کے متعلق مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے ایک صحابی (حضرت انس) اور چار تابعین کی روایت سے بیان کیا ہے کہ غلام اور باندیوں کی شہادت جائز ہے اور ائمہ ثلاثہ نے دو صحابہ (حضرت ابن عباس اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم) اور نو تابعین کی روایت سے ثابت کیا ہے کہ

غلاموں اور باندیوں کی شہادت جائز نہیں ہے علاوہ ازیں ائمہ ثلاثہ کی روایات غلاموں اور باندیوں کی شہادت کے حرام ہونے کے ثبوت میں ہیں اور امام بخاری کی روایات غلاموں اور باندیوں کی شہادت کے حلال اور جائز ہونے کے ثبوت میں ہیں اور جب حلّت اور حرمت میں تعارض ہو تو حرمت کو ترجیح دی جاتی ہے لہٰذا اس معاملہ میں ائمہ ثلاثہ کا مؤقف مضبوط ہے اور امام بخاری کا مؤقف کم زور ہے۔

غلام کی شہادت کو قبول کرنے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

غلام کی شہادت قبول کرنے کے متعلق حسب ذیل تین قول ہیں:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آزاد کی شہادت کی طرح غلام کی شہادت کو قبول کرنا بھی جائز ہے اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ اور قاضی شریح کا قول ہے اور یہی امام احمد کا مذہب ہے۔

(۲) حقیر اور معمولی چیزوں میں غلام کی شہادت کو قبول کرنا جائز ہے یہ شعبی حسن بصری اور نخعی کا قول ہے۔

(۳) غلام کی شہادت کو کسی چیز میں بھی قبول کرنا جائز ہے یہ حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا قول ہے عطاء سفیان ثوری مکحول اور اوزاعی کا بھی یہی قول ہے امام مالک امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۱۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٢٦٥٩ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ، ح. وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِىْ مُلَيْكَةَ قَالَ حَدَّثَنِىْ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ، اَوْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ اَنَّهُ تَزَوَّجَ اُمَّ يَحْيٰى بِنْتَ اَبِىْ اِهَابٍ قَالَ فَجَاءَ تْ اَمَةٌ سَوْدَاءُ فَقَالَتْ قَدْ اَرْضَعْتُكُمَا، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْرَضَ عَنِّىْ، قَالَ فَتَنَحَّيْتُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، قَالَ وَكَيْفَ وَقَدْ زَعَمَتْ اَنْ قَدْ اَرْضَعَتْكُمَا؟ فَنَهَاهُ عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ (ح) اور ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از ابن جریج انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا انہوں نے کہا: مجھے حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی یا کہا: میں نے ان سے سنا ہے کہ انہوں نے ام یحییٰ بنت ابی اھاب سے شادی کی انہوں نے کہا کہ پس ایک سیاہ باندی آئی سو اس نے کہا: میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے میں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے مجھ سے اعراض فرمایا تو میں ایک طرف مڑ گیا پس میں نے آپ سے (دوبارہ) اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا: تم اس کو کیسے نکاح میں رکھو گے حالانکہ اس عورت کا یہ زعم ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے؟ سو آپ نے ان کو اس سے منع فرما دیا۔

امام بخاری کے دو ضمنی اعتراضوں کا جواب

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۸ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ایک باندی کی شہادت کا ذکر ہے اور یہ حدیث دو طرح سے فقہاء احناف کے مؤقف کے خلاف ہے: اول اس لیے کہ اس میں باندی

کی شہادت قبول کرنے کا ذکر ہے اور ثانی اس لیے کہ فقہاء احناف کہتے ہیں کہ ایک عورت کی شہادت سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور اس حدیث میں ایک عورت کی شہادت سے رضاعت کا ثبوت ہے۔

ان دونوں اعتراضوں کا جواب یہ ہے کہ اس عورت کی شہادت سے حضرت عقبہ اور ان کی زوجہ کے درمیان تفریق واجب نہیں ہوئی تھی' ورنہ رسول اللہ ﷺ حضرت عقبہ سے اس باندی کی گواہی کا واقعہ سن کر ان سے اعراض نہ فرماتے کیونکہ اگر اس باندی کی شہادت مقبول ہوتی اور اس کی شہادت سے رضاعت ثابت ہو جاتی تو حضرت عقبہ پر ان کی بیوی حرام ہو جاتی اور اس سے ان کی تفریق فوراً واجب ہو جاتی اور رسول اللہ ﷺ پر لازم تھا کہ فوراً حضرت عقبہ کو اپنی بیوی سے مفارقت کا حکم فرماتے لیکن جب کہ آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ یہ قصہ سن کر ان سے اعراض فرمایا اور دوسری بار ان کے عرض کرنے پر فرمایا: تم اس کو کیسے اپنے نکاح میں رکھو گے حالانکہ اس عورت کا زعم یہ ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ مراد یہ تھی کہ لوگ تم پر یہ تہمت لگائیں گے کہ تم نے اپنی رضاعی بہن کو نکاح میں رکھا ہوا ہے اور تہمت سے بچنا مستحب ہے' سو آپ نے ان کو جو اپنی بیوی سے مفارقت کا حکم دیا تھا' وہ بہ طور وجوب نہیں بلکہ بہ طور استحباب تھا۔

١٤ - بَابُ شَهَادَةِ الْمُرْضِعَةِ

دودھ پلانے والی کی شہادت

٢٦٦٠ - حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً، فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ إِنِّيْ قَدْ أَرْضَعْتُكُمَا، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ وَكَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ! دَعْهَا عَنْكَ أَوْ نَحْوَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از عمر بن سعید از ابن ابی ملیکہ از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی تو ایک عورت نے آ کر کہا: بے شک میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے' پس میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: تم اس کو کیسے اپنے نکاح میں رکھو گے حالانکہ اس کے متعلق یہ کہا گیا ہے! تم اس کو اپنی طرف سے چھوڑ دو' یا اس کی مثل کوئی بات فرمائی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۸۸ یا اس سے سابق حدیث کی شرح کا مطالعہ فرمائیں۔

١٥ - بَابُ تَعْدِيْلِ النِّسَاءِ بَعْضِهِنَّ بَعْضًا

عورتوں کا ایک دوسرے کی تعدیل کرنا (نیک خصلتوں کو بیان کرنا)

٢٦٦١ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيْعِ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، فَأَفْهَمَنِيْ بَعْضَهُ أَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ، وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِيْنَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوْا، فَبَرَّأَهَا اللّٰهُ مِنْهُ، قَالَ الزُّهْرِيُّ وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِيْ طَائِفَةً مِّنْ حَدِيْثِهَا،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالربیع سلیمان بن داؤد نے حدیث بیان کی' امام بخاری نے کہا: اس حدیث کے بعض مضامین مجھے امام احمد نے سمجھائے' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از ابن شہاب الزہری از عروہ بن الزبیر' سعید بن المسیب' علقمہ بن وقاص اللیثی اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ' جب ان کے متعلق تہمت لگانے والوں نے جو کہا سو کہا' پس اللہ نے ان کو اس تہمت سے بَری کر دیا' زہری نے کہا: ان سب نے مجھے اپنی حدیث کا ایک

وَبَعْضُهُمْ اَوْعٰى مِنْ بَعْضٍ، وَاَثْبَتُ لَهُ اقْتِصَاصًا، وَقَدْ
وَعَيْتُ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمُ الْحَدِيْثَ الَّذِيْ حَدَّثَنِيْ
عَنْ عَائِشَةَ، وَبَعْضُ حَدِيْثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا، زَعَمُوْا
اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ سَفَرًا اَقْرَعَ بَيْنَ اَزْوَاجِهٖ،
فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهٗ، فَاَقْرَعَ بَيْنَنَا فِيْ
غَزَاةٍ غَزَاهَا، فَخَرَجَ سَهْمِيْ فَخَرَجْتُ مَعَهٗ، بَعْدَ مَا
اُنْزِلَ الْحِجَابُ، فَاَنَا اُحْمَلُ فِيْ هَوْدَجٍ وَاُنْزَلُ فِيْهِ،
فَسِرْنَا حَتّٰى اِذَا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَتِهٖ تِلْكَ وَقَفَلَ، وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ،
اٰذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيْلِ، فَقُمْتُ حِيْنَ اٰذَنُوْا بِالرَّحِيْلِ
فَمَشَيْتُ حَتّٰى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ، فَلَمَّا قَضَيْتُ شَاْنِيْ
اَقْبَلْتُ اِلَى الرَّحْلِ، فَلَمَسْتُ صَدْرِيْ، فَاِذَا عِقْدٌ لِيْ
مِنْ جَزْعِ اَظْفَارٍ قَدِ انْقَطَعَ، فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ
عِقْدِيْ فَحَبَسَنِيْ ابْتِغَاؤُهٗ، فَاَقْبَلَ الَّذِيْنَ يَرْحَلُوْنَ لِيْ،
فَاحْتَمَلُوْا هَوْدَجِيْ فَرَحَلُوْهُ عَلٰى بَعِيْرِي الَّذِيْ كُنْتُ
اَرْكَبُ، وَهُمْ يَحْسِبُوْنَ اَنِّيْ فِيْهِ، وَكَانَ النِّسَاءُ اِذْ
ذَاكَ خِفَافًا لَمْ يَثْقُلْنَ، وَلَمْ يَغْشَهُنَّ اللَّحْمُ، وَاِنَّمَا
يَاْكُلْنَ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ، فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ حِيْنَ
رَفَعُوْهُ ثِقَلَ الْهَوْدَجِ فَاحْتَمَلُوْهُ، وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيْثَةَ
السِّنِّ، فَبَعَثُوا الْجَمَلَ وَسَارُوْا، فَوَجَدْتُ عِقْدِيْ
بَعْدَمَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ، فَجِئْتُ مَنْزِلَهُمْ وَلَيْسَ فِيْهِ
اَحَدٌ، فَاَمَمْتُ مَنْزِلِي الَّذِيْ كُنْتُ بِهٖ، فَظَنَنْتُ اَنَّهُمْ
سَيَفْقِدُوْنِيْ فَيَرْجِعُوْنَ اِلَيَّ، فَبَيْنَا اَنَا جَالِسَةٌ غَلَبَتْنِيْ
عَيْنَايَ فَنِمْتُ، وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ
ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَّرَاءِ الْجَيْشِ، فَاَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِيْ،
فَرَاٰى سَوَادَ اِنْسَانٍ نَائِمٍ فَاَتَانِيْ، فَكَانَ يَرَانِيْ قَبْلَ
الْحِجَابِ، فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهٖ، حِيْنَ اَنَاخَ
رَاحِلَتَهٗ، فَوَطِئَ يَدَهَا فَرَكِبْتُهَا، فَانْطَلَقَ يَقُوْدُ بِيْ

حصہ بیان کیا اور ان میں سے بعض دوسروں سے زیادہ یاد رکھنے
والے تھے اور ان سے زیادہ قصہ کو منضبط کرنے والے تھے اور میں
نے ان میں سے ہر ایک کی اس حدیث کو محفوظ رکھا جو اس نے مجھے
حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان میں سے بعض کی
حدیث بعض دوسروں کی حدیث کی تصدیق کرتی ہے' انہوں نے یہ
زعم کیا کہ حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی
سفر پر جانے کا ارادہ کرتے تو ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ
اندازی کرتے' پھر ان میں سے جس کے نام کا قرعہ نکل آتا' اس کو
اپنے ساتھ سفر پر لے جاتے' پس آپ نے ہمارے درمیان اس
غزوہ کے لیے قرعہ اندازی کی جس میں آپ روانہ ہو رہے تھے تو میرا
قرعہ نکل آیا' پس احکامِ حجاب نازل ہونے کے بعد میں آپ کے
ساتھ نکلی' سو مجھے ایک کجاوہ میں بٹھایا گیا اور اسی سے مجھے اتارا جاتا'
سو ہم روانہ ہوئے' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس غزوہ سے
فارغ ہو گئے' اور آپ لوٹے اور ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو ایک
رات آپ نے کوچ کرنے کا اعلان کرایا' تو میں اس وقت کھڑی
ہوئی جب انہوں نے کوچ کا اعلان کیا' پس میں چلتی رہی حتیٰ کہ میں
لشکر سے آگے بڑھ گئی' پس جب میں قضاء حاجت سے فارغ ہو گئی تو
میں کجاوے کے پاس آئی' پھر میں نے اپنے سینہ کو ٹٹولا تو میرا یمن کی
سیپیوں کا ہار (کہیں) ٹوٹ کر گر گیا تھا' پھر میں واپس گئی اور میں
اپنے ہار کو تلاش کرنے لگی' سو اس کی تلاش نے مجھے روک لیا' اس اثناء
میں میرا کجاوہ اٹھانے والے آئے اور انہوں نے میرا کجاوہ اٹھا کر
اس اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار تھی' اور وہ یہ گمان کر رہے تھے کہ
میں کجاوے میں سوار ہوں' اور اس زمانہ میں عورتیں بہت ہلکی پھلکی
ہوتی تھیں' بھاری بھر کم نہیں ہوتی تھیں اور ان پر گوشت چڑھا ہوا
نہیں ہوتا تھا' وہ بہت تھوڑا کھانا کھاتی تھیں' اس لیے لوگوں نے جب
پالان اٹھایا تو ان کو پالان کے وزن میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوا' سو
انہوں نے اس پالان کو اٹھا لیا' اور میں (یوں بھی) کم سن لڑکی تھی' لہٰذا
انہوں نے اونٹ کو ہانک دیا اور خود بھی روانہ ہو گئے' پھر جب لشکر
روانہ ہو چکا تو مجھے اپنا ہار مل گیا' پس میں ان کے پڑاؤ پر آئی اور وہاں

الرَّاحِلَةَ، حَتّٰی اَتَیْنَا الْجَیْشَ بَعْدَمَا نَزَلُوْا مُعَرِّسِیْنَ فِیْ نَحْرِ الظَّهِیْرَةِ، فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ.

وَكَانَ الَّذِیْ تَوَلَّی الْاِفْكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَیِّ ابْنِ سَلُوْلَ، فَقَدِمْنَا الْمَدِیْنَةَ، فَاشْتَكَیْتُ بِهَا شَهْرًا، وَالنَّاسُ یُفِیْضُوْنَ مِنْ قَوْلِ اَصْحَابِ الْاِفْكِ، وَیَرِیْبُنِیْ فِیْ وَجَعِیْ اَنِّیْ لَا اَرٰی مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اللُّطْفَ الَّذِیْ كُنْتُ اَرٰی مِنْهُ حِیْنَ اَمْرَضُ، اِنَّمَا یَدْخُلُ فَیُسَلِّمُ، ثُمَّ یَقُوْلُ كَیْفَ تِیْكُمْ؟ لَا اَشْعُرُ بِشَیْءٍ مِنْ ذٰلِكَ حَتّٰی نَقَهْتُ، فَخَرَجْتُ اَنَا وَاُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ، مُتَبَرَّزُنَا، لَا نَخْرُجُ اِلَّا لَیْلًا اِلٰی لَیْلٍ، وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ نَتَّخِذَ الْكُنُفَ قَرِیْبًا مِنْ بُیُوْتِنَا، وَاَمْرُنَا اَمْرُ الْعَرَبِ الْاَوَّلِ فِی الْبَرِیَّةِ، اَوْ فِی التَّنَزُّهِ، فَاَقْبَلْتُ اَنَا وَاُمُّ مِسْطَحٍ بِنْتُ اَبِیْ رُهْمٍ نَمْشِیْ، فَعَثَرَتْ فِیْ مِرْطِهَا، فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ، فَقُلْتُ لَهَا بِئْسَ مَا قُلْتِ، اَتَسُبِّیْنَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا؟ فَقَالَتْ یَا هَنْتَاهُ اَلَمْ تَسْمَعِیْ مَا قَالُوْا؟ فَاَخْبَرَتْنِیْ بِقَوْلِ اَهْلِ الْاِفْكِ، فَازْدَدْتُ مَرَضًا اِلٰی مَرَضِیْ، فَلَمَّا رَجَعْتُ اِلٰی بَیْتِیْ، دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ، فَقَالَ كَیْفَ تِیْكُمْ؟ فَقُلْتُ ائْذَنْ لِیْ اِلٰی اَبَوَیَّ، قَالَتْ وَاَنَا حِیْنَئِذٍ اُرِیْدُ اَنْ اَسْتَیْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا، فَاَذِنَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَیْتُ اَبَوَیَّ، فَقُلْتُ لِاُمِّیْ مَا یَتَحَدَّثُ بِهِ النَّاسُ؟ فَقَالَتْ یَا بُنَیَّةُ، هَوِّنِیْ عَلٰی نَفْسِكِ الشَّاْنَ، فَوَاللّٰهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَاَةٌ قَطُّ وَضِیْئَةٌ عِنْدَ رَجُلٍ یُحِبُّهَا، وَلَهَا ضَرَائِرُ، اِلَّا اَكْثَرْنَ عَلَیْهَا، فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ، وَلَقَدْ یَتَحَدَّثُ النَّاسُ بِهٰذَا؟ قَالَتْ فَبِتُّ تِلْكَ اللَّیْلَةَ حَتّٰی اَصْبَحْتُ، لَا یَرْقَاُ لِیْ دَمْعٌ، وَلَا اَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ، ثُمَّ اَصْبَحْتُ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَاُسَامَةَ بْنَ زَیْدٍ، حِیْنَ اسْتَلْبَثَ

کوئی بھی نہیں تھا' تو میں نے اس جگہ کا قصد کیا جہاں پر میں (پہلے) تھی' میں نے یہ گمان کیا کہ وہ عنقریب مجھے گم پائیں گے تو میری طرف واپس آئیں گے' پس جب میں بیٹھی ہوئی تھی تو میری آنکھ لگ گئی اور حضرت صفوان بن المعطل السلمی پھر الذکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے تھے' پس صبح کو وہ میرے قیام کی جگہ پر پہنچے تو انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کا جسم دیکھا تو وہ میرے پاس آئے اور انہوں نے احکامِ حجاب نازل ہونے سے پہلے مجھے دیکھا ہوا تھا' انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تو میں بیدار ہوگئی' انہوں نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور اس کے اگلے پاؤں کو موڑ دیا' پس میں اس اونٹنی پر سوار ہوگئی' وہ مجھے اس اونٹنی پر بٹھا کر اس کے آگے آگے چلنے لگے حتیٰ کہ ہم لشکر تک پہنچ گئے اور وہ دوپہر میں استراحت کے لیے پڑاؤ ڈال چکے تھے' (بس اتنا واقعہ تھا) پس جس کو ہلاک ہونا تھا (وہ مجھ پر تہمت باندھ کر) ہلاک ہوگیا اور اس تہمت میں پیش پیش عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا' پھر ہم مدینہ پہنچے اور میں ایک ماہ تک بیمار رہی اور لوگوں میں تہمت لگانے والوں کی باتوں کا چرچا ہو رہا تھا' اور مجھے اپنی بیماری میں اس سے شبہ ہوتا تھا کہ میں اس دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ لطف نہیں دیکھتی تھی جو اس سے پہلے میں بیماری میں آپ کا لطف دیکھتی تھی' آپ گھر میں داخل ہو کر صرف مجھے سلام کرتے اور پھر پوچھتے: تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ اور مجھے تہمت سے متعلق کسی چیز کی خبر نہیں تھی' حتیٰ کہ جب میری حالت سنبھلی تو میں ام مسطح کے ساتھ میدانوں کی طرف گئی جہاں قضاء حاجت کرتے تھے' ہم صرف ایک رات سے دوسری رات تک کے وقت میں جایا کرتے تھے اور یہ اس سے پہلے کی بات ہے کہ ہم اپنے گھروں کے قریب بیت الخلاء بناتے (قضاء حاجت کے لیے) جنگلوں میں جانا ہمارا طریقہ پرانے زمانے کے مطابق تھا' تو میں اور ام مسطح بنت ابی رھم جا رہے تھے کہ وہ اپنی چادر میں الجھ کر گر گئیں تو انہوں نے کہا: مسطح ہلاک ہو جائے! میں نے کہا: آپ نے بہت بری بات کہی ہے' آپ ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہیں جو غزوۂ بدر میں حاضر تھا! انہوں نے کہا: اے بھولی بھالی! کیا تم نے نہیں سنا کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ پھر انہوں نے

الْوَحْيُ، يَسْتَشِيرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ، فَأَمَّا أُسَامَةُ
فَأَشَارَ عَلَيْهِ بِالَّذِي يَعْلَمُ فِي نَفْسِهِ مِنَ الْوُدِّ لَهُمْ، فَقَالَ
أُسَامَةُ أَهْلُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،
وَلَا نَعْلَمُ وَاللَّهِ إِلَّا خَيْرًا، وَأَمَّا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ
فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَمْ يُضَيِّقِ اللَّهُ عَلَيْكَ، وَالنِّسَاءُ
سِوَاهَا كَثِيرٌ، وَسَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ، فَدَعَا رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيرَةَ، فَقَالَ يَا بَرِيرَةُ،
هَلْ رَأَيْتِ فِيهَا شَيْئًا يَرِيبُكِ؟ فَقَالَ بَرِيرَةُ لَا وَالَّذِي
بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، إِنْ رَأَيْتُ مِنْهَا أَمْرًا أَغْمِصُهُ عَلَيْهَا
أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ، تَنَامُ عَنِ الْعَجِينِ،
فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ. فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَوْمِهِ، فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُبَيِّ
ابْنِ سَلُولَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ يَعْذُرُنِي مِنْ رَجُلٍ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِي، فَوَاللَّهِ مَا
عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا، وَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا مَا
عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا، وَمَا كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا
مَعِي. فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَا
وَاللَّهِ أَعْذُرُكَ مِنْهُ إِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْنَا عُنُقَهُ،
وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا فِيهِ
أَمْرَكَ. فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ،
وَكَانَ قَبْلَ ذَلِكَ رَجُلًا صَالِحًا، وَلَكِنِ احْتَمَلَتْهُ
الْحَمِيَّةُ، فَقَالَ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللَّهِ لَا تَقْتُلُهُ، وَلَا تَقْدِرُ
عَلَى ذَلِكَ. فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ فَقَالَ كَذَبْتَ
لَعَمْرُ اللَّهِ، وَاللَّهِ لَنَقْتُلَنَّهُ، فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ
الْمُنَافِقِينَ، فَثَارَ الْحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ، حَتَّى
هَمُّوا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى
الْمِنْبَرِ، فَنَزَلَ فَخَفَّضَهُمْ، حَتَّى سَكَتُوا وَسَكَتَ، وَ
بَكَيْتُ يَوْمِي لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ،
فَأَصْبَحَ عِنْدِي أَبَوَايَ، قَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا، حَتَّى

مجھے تہمت لگانے والوں کی باتیں سنائیں اور میری بیماری میں ایک اور
بیماری کا اضافہ ہوگیا' پس جب میں اپنے گھر واپس آئی تو رسول اللہ
ﷺ میرے پاس آئے' پس آپ نے سلام کیا اور پوچھا: تمہارا کیا
حال ہے؟ میں نے عرض کیا: مجھے اپنے والدین کے پاس جانے کی
اجازت دیں اور میں اس وقت یہ ارادہ رکھتی تھی کہ میں ان سے اس
خبر کی تحقیق کروں' رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی' تو
میں اپنے والدین کے پاس آئی' میں نے اپنی والدہ سے کہا: یہ لوگ
کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: اے میری بیٹی! اپنے آپ
کو تحمل سے رکھو' بات یہ ہے کہ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی عورت اپنے
خاوند کے نزدیک خوب صورت ہو اور وہ اس سے محبت کرتا ہو اور اس
کی سوکنیں بھی ہوں مگر وہ اس پر غلبہ پانے کی کوششیں کرتی ہیں' میں
نے کہا: سبحان اللہ! لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں' حضرت عائشہ نے
بتایا: میں نے وہ رات اس طرح گزاری حتیٰ کہ صبح تک میرے آنسو
تھمتے نہ تھے اور میں نیند کو سرمہ نہ بنا سکی' پھر جب صبح ہوئی تو رسول
اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید
رضی اللہ عنہما کو بلایا' اس وقت تک اس معاملہ میں وحی نازل نہیں ہوئی تھی'
آپ ان سے اپنی اہلیہ کو جدا کرنے کے متعلق مشورہ کر رہے تھے'
رہے حضرت اسامہ تو انہوں نے اس چیز کی طرف اشارہ کیا جس کو وہ
اپنے دل میں آپ کی اپنی اہلیہ سے محبت کو جانتے تھے تو انہوں نے
کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی اہلیہ کے متعلق ہم سوائے خیر کے
اور کسی چیز کو نہیں جانتے' اور رہے حضرت علی بن ابی طالب تو انہوں
نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ نے آپ کے اوپر تنگی نہیں رکھی اور ان کے
سوا عورتیں بہت ہیں' اور آپ (ان کی) خادمہ سے پوچھیے وہ آپ کو
سچ بتائے گی' تب رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا'
پس فرمایا: اے بریرہ! کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جو تم کو شک
میں ڈالے؟ پس حضرت بریرہ نے کہا: نہیں! اس ذات کی قسم جس
نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں نے ان میں کوئی ایسی چیز نہیں
دیکھی جس سے میں ان پر عیب لگاؤں' زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ وہ کم
سن لڑکی ہیں' آٹا گوندھتے ہوئے سو جاتی ہیں اور بکری آ کر آٹا

أَظُنُّ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِي، قَالَتْ فَبَيْنَا هُمَا جَالِسَانِ عِنْدِي وَأَنَا أَبْكِي إِذِ اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَذِنْتُ لَهَا، فَجَلَسَتْ تَبْكِي مَعِي، فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذْ دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ، وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِي مِنْ يَوْمِ قِيلَ فِيَّ مَا قِيلَ قَبْلَهَا، وَقَدْ مَكَثَ شَهْرًا لَا يُوحٰى إِلَيْهِ فِي شَأْنِي شَيْءٌ، قَالَتْ فَتَشَهَّدَ، ثُمَّ قَالَ يَا عَائِشَةُ، فَإِنَّهُ بَلَغَنِي عَنْكِ كَذَا وَكَذَا فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ، وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ، فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ. فَلَمَّا قَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ قَلَصَ دَمْعِي حَتّٰى مَا أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً، وَقُلْتُ لِأَبِي أَجِبْ عَنِّي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ وَاللّٰهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ لِأُمِّي أَجِيبِي عَنِّي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا قَالَ، قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ لَا أَقْرَأُ كَثِيرًا مِنَ الْقُرْاٰنِ، فَقُلْتُ إِنِّي وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ سَمِعْتُمْ مَا يَتَحَدَّثُ بِهِ النَّاسُ، وَوَقَرَ فِي أَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهِ، وَلَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي بَرِيئَةٌ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَنِّي لَبَرِيئَةٌ، لَا تُصَدِّقُونِي بِذٰلِكَ، وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ، لَتُصَدِّقُنِّي، وَاللّٰهِ مَا أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلًا إِلَّا أَبَا يُوسُفَ إِذْ قَالَ ﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَّاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُونَ O﴾ (یوسف:۱۸).

ثُمَّ تَحَوَّلْتُ عَلٰى فِرَاشِي، وَأَنَا أَرْجُو أَنْ يُبَرِّئَنِي اللّٰهُ، وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ مَا ظَنَنْتُ أَنْ يُنْزِلَ فِي شَأْنِي وَحْيًا، وَلَأَنَا أَحْقَرُ فِي نَفْسِي مِنْ أَنْ يُتَكَلَّمَ بِالْقُرْاٰنِ فِي أَمْرِي، وَلٰكِنِّي كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَرٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

میرے پاس میرے والدین آئے اور میں دو راتیں اور ایک دن روتی رہی تھی' حتیٰ کہ میں گمان کر رہی تھی کہ میرا رونا میرا جگر شق کر دے گا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: جس وقت وہ دونوں میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی' انصار کی ایک خاتون نے آنے کی اجازت طلب کی' پس میں نے اس کو اجازت دے دی' سو

کھا جاتی ہے' پس اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (منبر پر) کھڑے ہوئے اور عبداللہ بن ابی ابن سلول (کی تہمت کے سلسلہ میں) براءت طلب کی' پس فرمایا: مجھے اس شخص کے متعلق کون تہمت سے بری قرار دے گا' جس کی ایذاء رسانی اب میری اہلیہ تک پہنچ چکی ہے' پس اللہ کی قسم! میں اپنی اہلیہ کے متعلق سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا' اور انہوں نے (ایسے شخص کے ساتھ تہمت لگائی) کہ میں اس کے متعلق سوائے خیر اور کچھ نہیں جانتا' اور وہ جب بھی میری اہلیہ کے پاس جاتا تھا تو میں اس کے ساتھ ہوتا تھا' تب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میں آپ کو اس تہمت سے بری قرار دیتا ہوں' اگر (یہ تہمت لگانے والا) اوس میں سے ہے تو ہم اس کی گردن مار دیں گے اور اگر وہ ہمارے بھائیوں میں خزرج سے ہے تو آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم اس میں آپ کے حکم کے مطابق عمل کریں گے' تب خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور وہ اس سے پہلے نیک شخص تھے لیکن ان کو تعصب نے اُبھارا' تب انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا' تم اس کو مت قتل کرنا اور نہ تم اس پر قادر ہو سکو گے' پھر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' پس انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا' اور اللہ کی قسم! ہم اس کو ضرور قتل کریں گے' پس بے شک تم منافق ہو اور منافقوں کی طرف سے جھگڑ رہے ہو' پھر اوس اور خزرج کے دونوں قبیلے جوش میں آ گئے' حتیٰ کہ انہوں نے (لڑنے کا) قصد کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے' پس آپ منبر سے اترے اور لوگوں کو ٹھنڈا کیا' حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے اور آپ خاموش رہے اور میں اس دن روتی رہی' میرے آنسو تھمتے نہیں تھے اور نہ میں نیند کو (اپنی آنکھوں کا) سرمہ بنا سکی' پس صبح کو

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِي اللّٰهُ، فَوَاللّٰهِ مَا
رَامَ مَجْلِسَهُ، وَلَا خَرَجَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَيْتِ، حَتّٰى
اُنْزِلَ عَلَيْهِ، فَاَخَذَهُ مَا كَانَ يَاْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ، حَتّٰى
اِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِثْلُ الْجُمَانِ مِنَ الْعَرَقِ فِيْ يَوْمٍ
شَاتٍ، فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَهُوَ يَضْحَكُ، فَكَانَ اَوَّلُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا اَنْ
قَالَ لِيْ يَا عَائِشَةُ، اِحْمَدِي اللّٰهَ، فَقَدْ بَرَّاَكِ اللّٰهُ. فَقَالَتْ
لِيْ اُمِّيْ قُوْمِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،
فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ لَا اَقُوْمُ اِلَيْهِ، وَلَا اَحْمَدُ اِلَّا اللّٰهَ، فَاَنْزَلَ
اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ﴾
الْاٰيَاتِ (النور:١١) الْاٰيَاتِ. فَلَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذَا فِيْ بَرَاءَتِيْ
قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، وَكَانَ
يُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحِ بْنِ اُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ وَاللّٰهِ لَا اُنْفِقُ
عَلٰى مِسْطَحٍ شَيْئًا اَبَدًا، بَعْدَمَا قَالَ لِعَائِشَةَ. فَاَنْزَلَ اللّٰهُ
تَعَالٰى ﴿وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ. اِلٰى
قَوْلِهِ. غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO﴾ (النور:٢٢)، فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ
الصِّدِّيْقُ بَلٰى وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِيْ، فَرَجَعَ
اِلٰى مِسْطَحٍ الَّذِيْ كَانَ يَجْرِيْ عَلَيْهِ. وَكَانَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْاَلُ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ
عَنْ اَمْرِيْ، فَقَالَ يَا زَيْنَبُ، مَا عَلِمْتِ، مَا رَاَيْتِ؟ فَقَالَتْ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَحْمِيْ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ، وَاللّٰهِ مَا
عَلِمْتُ عَلَيْهَا اِلَّا خَيْرًا، قَالَتْ وَهِيَ الَّتِيْ كَانَتْ
تُسَامِيْنِيْ، فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِالْوَرَعِ. قَالَ وَحَدَّثَنَا فُلَيْحٌ،
عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ، وَعَبْدِ اللّٰهِ
بْنِ الزُّبَيْرِ مِثْلَهُ. قَالَ وَحَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ رَبِيْعَةَ ابْنِ اَبِيْ
عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَيَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدِ
بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ مِثْلَهُ. (صحیح مسلم:٢٧٧٠، الرقم المسلسل:٦٩١٣، سنن
ترمذی:٣١٩١، سنن ابوداؤد:٥٢١٩، المعجم الکبیر:١٥٠۔ج ٢٣ ص ٥٠، مصنف
عبدالرزاق:٩٧٤٨، مسند ابویعلیٰ:٤٩٣١، سنن بیہقی ج ٧ ص ١٠١)

وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگی تو جس وقت ہم اسی حال میں
تھے اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے پس آپ بیٹھ گئے
اور جس دن سے میرے متعلق یہ بات کہی گئی تھی آپ میرے پاس
نہیں بیٹھے تھے اور ایک ماہ ہو چکا تھا اور آپ کی طرف میرے متعلق
کوئی چیز نازل نہیں ہوئی تھی، حضرت عائشہ نے بتایا کہ آپ نے کلمہ
شہادت پڑھا، پھر فرمایا: اے عائشہ! بے شک تمہارے متعلق مجھے اس
طرح اور اس طرح خبر پہنچی ہے، پس اگر تم بے قصور ہو تو عنقریب اللہ
تم کو بَری کر دے گا اور اگر (بالفرض) تم سے گناہ سرزد ہو گیا ہے تو تم
اللہ سے مغفرت طلب کرو اور اس کی طرف توبہ کرو، کیونکہ جب بندہ
اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول
فرمالیتا ہے، جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات پوری کر لی تو میرے
آنسو رک گئے حتیٰ کہ میں نے آنسو کا ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کیا،
اور میں نے اپنے والد سے کہا: آپ میری طرف سے رسول اللہ
ﷺ کو جواب دیں، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ
میں رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں، پس میں نے اپنی والدہ سے کہا:
آپ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو اس چیز کا جواب دیں جو
آپ نے فرمایا ہے، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتی کہ میں
رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں، حضرت عائشہ نے کہا: میں ایک کم عمر
لڑکی تھی، میں قرآن کو بھی بہت زیادہ نہیں پڑھتی تھی تو میں نے کہا:
بے شک اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ آپ لوگوں نے وہ باتیں سن لی
ہیں، جو لوگوں نے کہی ہیں اور وہ باتیں آپ لوگوں کے دلوں میں جم
گئی ہیں اور آپ لوگوں نے ان باتوں کی تصدیق کر دی ہے، اور اگر
میں کہوں کہ میں (اس تہمت سے) بَری ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے
کہ بے شک میں (اس تہمت سے) بَری ہوں تو آپ لوگ میری
اس بات کی تصدیق نہیں کریں گے، اور اگر میں آپ لوگوں کی خاطر
کسی بات کا اعتراف کر لوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بَری ہوں،
تو آپ لوگ میری تصدیق کر دیں گے، اور اللہ کی قسم! میں اپنے اور
تمہارے متعلق صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کی مثال پاتی
ہوں جب انہوں نے فرمایا تھا: "پس اب صبر جمیل کرنا ہی بہتر ہے

مسند احمد ج ۶ ص ۶۰ طبع قدیم' مسند احمد:۲۴۳۱۷۔ج ۴۰ ص ۳۷۲۔ ۳۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد مطلوب ہےO''۔ (یوسف:۱۸) پھر میں اپنے بستر پر منتقل ہو گئی اور میں یہ امید رکھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے بَری کر دے گا' لیکن مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ اللہ میری شان میں وحی نازل فرمائے گا اور میں اپنے آپ کو اس سے بہت کم تر خیال کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے معاملہ میں کلام فرمائے اور میں یہ امید رکھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیند میں ایسا خواب دکھا دے گا جس میں اللہ تعالیٰ مجھے بَری کر دے گا' پس اللہ کی قسم! ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مجلس کا قصد نہیں کیا تھا اور نہ گھر والوں سے کوئی باہر نکلا تھا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور جس طرح (نزولِ وحی کے وقت) آپ پسینے پسینے ہو جاتے تھے' وہی کیفیت آپ پر طاری ہو گئی' موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے آپ کے جسم اطہر سے گرنے لگے' حالانکہ وہ سردی کا دن تھا' جب وہ کیفیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقطع ہوئی تو آپ ہنس رہے تھے' پس اس وقت جو آپ نے پہلی بات کی' وہ یہ تھی کہ آپ نے مجھ سے فرمایا: اے عائشہ! اللہ کی حمد کرو! اس نے تمہیں بَری کر دیا ہے' میری والدہ نے مجھ سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کھڑی ہو' میں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں آپ کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی اور میں اللہ کے سوا کسی کی حمد نہیں کروں گی' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ''بے شک جن لوگوں نے تہمت لگائی ہے وہ تم ہی میں سے ایک جماعت ہے'' (النور:۱۱' یہاں سے دس آیات ہیں) جب اللہ نے میری برأت میں یہ آیات نازل فرما دیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اور وہ حضرت مسطح بن اثاثہ پر اپنی قرابت داری کی وجہ سے خرچ کرتے تھے' حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! مسطح نے عائشہ پر جو تہمت لگائی ہے' اس کے بعد میں اب کبھی بھی مسطح پر کوئی چیز خرچ نہیں کروں گا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''اور تم میں سے اصحابِ فضل اور اربابِ وسعت یہ قسم نہ کھائیں (الیٰ قولہٖ تعالیٰ) اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہےO''۔ (النور:۲۲) تب حضرت ابوبکر صدیق نے کہا: کیوں نہیں! اللہ کی قسم! میں ضرور یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ میری مغفرت فرما دے! لہٰذا حضرت

ابوبکر نے حضرت مسطح پر خرچ کرنے کی طرف رجوع کر لیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے میرے معاملہ کے متعلق سوال کیا' پس فرمایا: اے زینب! تم نے جو کچھ سنا ہے اس کے متعلق تمہارا کیا علم ہے؟ تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اپنی سماعت کو اور اپنی بصارت کو (اس شر سے) محفوظ رکھتی ہوں (کہ جو کچھ میں نے دیکھا یا سنا ہو' وہ آپ سے بیان کروں) اور اللہ کی قسم! میں ان کے متعلق سوائے نیکی کے اور کچھ نہیں جانتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ یہی (میری وہ سوکن تھیں) جو میری ہم سری کی دعویٰ دار تھیں' لیکن ان کو ان کے تقویٰ کی وجہ سے اللہ نے (تہمت لگانے سے) محفوظ رکھا۔ امام بخاری نے کہا: ہم کو فلیح نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور از حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ان کی روایت اس حدیث کی مثل ہے' اور امام بخاری نے کہا: ہم کو فلیح نے حدیث بیان کی از ربیعہ بن ابی عبد الرحمان اور یحییٰ بن سعید از القاسم بن محمد بن بکر' ان کی روایت بھی اس حدیث کی مثل ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۹۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت بریرہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نیک خصلتوں کو بیان کیا۔

امام بخاری نے اس حدیث کو اس سے پہلے' صحیح البخاری: ۲۶۳۷' اور ۲۵۹۳ میں روایت کیا ہے' لیکن مکمل تفصیل کے ساتھ اس حدیث کو یہاں (صحیح البخاری: ۲۶۶۱) میں روایت کیا ہے' صحیح البخاری: ۲۵۹۳ میں اس حدیث کا صرف اتنا حصہ روایت کیا ہے' جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ جب متعدد ازواج ہوں تو سفر میں اپنے ساتھ لے جانے کے لیے ان میں قرعہ اندازی کرنی چاہیے اور صحیح البخاری: ۲۶۳۷ میں اس حدیث کا صرف اتنا حصہ روایت کیا ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ کسی کی تعدیل کے لیے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ ہم اس کے متعلق سوائے خیر اور کچھ نہیں جانتے' چونکہ امام بخاری نے یہاں اس حدیث کو پوری تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے' اس لیے ہم بھی یہاں اس کی تفصیل کے ساتھ شرح کر رہے ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو الربیع سلیمان بن داؤد العتکی' ان کی ۲۳۱ھ میں وفات ہوئی (۲) احمد' ان کے نام میں اختلاف ہے' الدمیاطی نے کہا: ان کا نام احمد بن یونس ہے' کرمانی نے کہا کہ بعض نسخوں میں ہے: ان کا نام احمد بن عبد اللہ بن یوسف الیربوعی ہے' ان کا لقب شیخ الاسلام ہے' ابن خلفون نے کہا: یہ احمد بن حنبل ہیں' علامہ ذہبی نے کہا: یہ احمد بن النضر نیشاپوری ہیں (۳) فلیح بن سلیمان بن المغیرہ' ان کا نام عبد الملک ہے اور فلیح ان کا لقب ہے (۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) عروہ بن زبیر بن العوام (۶) سعید بن مسیب (۷) علقمہ بن وقاص اللیثی العتواری (۸) عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود الہذلی' یہ سات فقہاء میں سے ایک ہیں (۹) ام

المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۲۱)

حدیث مذکور میں درج مشکل الفاظ کے معانی

''افك'' کا معنی''اهل افك'' کے اسماء''جزع اظفار'' کا معنی اور حضرت صفوان بن المعطل رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''اهل الافك'' کا ذکر ہے' سہیلی نے کہا ہے: اس سے مراد یہ آیت ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ. (النور:۱۱) بے شک جن لوگوں نے تہمت لگائی وہ تم میں سے ایک گروہ ہے۔

ان کا سرغنہ عبداللہ بن اُبی تھا' اس کے علاوہ جو لوگ ملوث ہوئے وہ حضرت حمنہ بنت جحش' ان کے بھائی حضرت عبداللہ ابو احمد' حضرت مسطح' حضرت حسان رضی اللہ عنہم (ایک قول یہ ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان میں نہیں تھے)' یزید بن رفاعہ' عبداللہ بن اُبی اس قصہ کو موضوع بحث بناتا تھا اور لوگوں میں اس کا ذکر شائع کرتا تھا۔

''افك'' کا معنی کذب' افتراء اور بہتان ہے۔

نیز اس حدیث میں ''جزع اظفار'' کا لفظ ہے''جزع'' کا معنی ہے: سیپی' اور''اظفار'' یمن کی ایک بستی کا نام ہے یعنی یمن کے ایک قصبہ کی سیپی۔

اس میں ''العلقة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: قلیل یعنی وہ عورتیں بہت کم کھاتی تھیں' صرف اتنا جس سے رمق حیات برقرار رہے۔

اس میں حضرت صفوان بن المعطل السلمی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' قاضی ابوبکر بن العربی نے ذکر کیا ہے کہ یہ عورتوں سے منقطع رہتے تھے' انہوں نے کبھی بھی کسی عورت کا کپڑا نہیں کھولا' اور سیر میں لکھا ہے کہ حضرت صفوان کے متعلق سوال کیا گیا تو ان کو اس حال میں پایا کہ وہ عورتوں کے پاس نہیں جاتے تھے' ان کا سب سے پہلا غزوہ المریسیع تھا' علامہ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ وہ غزوۂ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر رہے ہیں اور بہت بہادر' نیک اور شاعر تھے' امام ابن اسحاق سے منقول ہے کہ وہ انیس ہجری میں غزوۂ ارمینیہ میں شہید ہو گئے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں اٹھاون ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

اس حدیث میں ''نحر الظهيرة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سخت گرمی کی دوپہر۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۲۶۔۳۲۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت علی نے حضرت عائشہ کے علاوہ دیگر عورتوں کا جو مشورہ دیا تھا' اس کی ایک توجیہ علامہ عینی کی طرف سے اور دیگر توجیہات مصنف کی طرف سے

علامہ عینی نے لکھا ہے: حضرت علی نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے تنگی نہیں رکھی اور حضرت عائشہ کے علاوہ اور بہت عورتیں ہیں۔ حضرت علی نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصلحت اور آپ کی خیر خواہی کے لیے کہی تھی' کیونکہ ان کا خیال یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خبر سے بہت صدمہ پہنچا ہے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو خوشی پہنچانے کا ارادہ کیا' (خدانخواستہ)

انہوں نے حضرت عائشہ سے عداوت کی بناء پر یہ بات نہیں کہی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۲۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ نے یہ بات اس وجہ سے کہی ہو کہ ہر چند کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس ناپاک تہمت سے بَری ہیں اور وہ پاک دامن ہیں لیکن آپ کے لیے عورتوں کی کمی تو نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ لازم نہیں کیا ہے کہ آپ حضرت عائشہ کو ہی اپنے حرم میں رکھیں' ان کے علاوہ اور بہت عورتیں ہیں تو آپ کو ایسی عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا کیا ضروری ہے' جس پر غلط ہی سہی لیکن ایک بار تہمت لگ چکی ہے۔

لیکن حضرت علی نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی کہ اگر آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے حرم سے الگ کر دیتے تو منافقین یہ کہتے کہ ہم سچے تھے اور ضرور یہ واقعہ ہوا ہے تب ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے حرم سے الگ کر دیا ہے' دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ سے بہت زیادہ محبت تھی اور آپ کی دل آزاری نہیں چاہتے تھے اور اگر آپ ان کو اپنے حرم سے الگ کر دیتے تو ضرور ان کی دل آزاری ہوتی۔ حضرت علی نے اس پر بھی توجہ نہیں فرمائی کہ ہونا تو یہ چاہیے کہ مجرم کو سزا دی جائے نہ یہ کہ جو بے قصور ہو اس کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے جو سزا کے مترادف ہو۔

رہا یہ کہ بہر حال حضرت عائشہ پر تہمت تو لگ چکی ہے تو اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت اور وقار میں کوئی کمی نہیں آئی' حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بن یامین پر چوری کرنے کی ناجائز تہمت لگائی گئی' علاوہ ازیں سیدنا یوسف علیہ السلام پر عزیز مصر کی بیوی کے ساتھ ناجائز تہمت لگائی گئی تو اس سے ان کے مرتبہ میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ ناجائز تہمت پر صبر کرنے کی وجہ سے ان کے درجات مزید بلند ہوئے' حضرت مریم پر فحش کام کے ارتکاب کی تہمت لگائی گئی' اس سے ان کی عظمت میں کوئی کمی نہیں آئی' بنی اسرائیل کے عابد جریج پر ایک چرواہی کے ساتھ فحش کام کی تہمت لگائی گئی' اس سے ان کی عزت اور حرمت میں کوئی کمی نہیں ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ کرامت عطاء کی کہ ان کے حکم سے ایک نوزائیدہ بچہ نے کلام کیا اور بتایا کہ میرا باپ فلاں چرواہا ہے۔

حضرت عائشہ نے اس ناجائز تہمت پر جو صدمہ اٹھایا اور صبر کیا تو اس سے اللہ تعالیٰ نے ان کا مرتبہ اس طرح بلند کیا کہ حضرت عائشہ کی برأت میں قرآن مجید کی دس آیات نازل ہوئیں اور حدِ قذف کا قانون نازل فرمایا کہ جو شخص کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے گا' اس کو اسی (۸۰) کوڑے مارے جائیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عالی ظرفی اور اخلاق کی بلندی

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت علی نے حضرت عائشہ کے متعلق جو مشورہ دیا تھا' اس سے حضرت عائشہ کے دل میں حضرت علی کے خلاف کوئی رنجش پیدا ہوئی' لیکن ایسا نہیں ہے' اس واقعہ کے بعد بھی حضرت عائشہ کے دل میں حضرت علی کا اسی طرح احترام تھا جیسے پہلے تھا' جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

جمیع بن عمر التیمی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا' پس آپ سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک کون سب سے زیادہ محبوب تھا؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: (سیدتنا) فاطمہ (رضی اللہ عنہا)' پھر پوچھا گیا: اور مردوں میں؟ تو آپ نے فرمایا: ان کے شوہر! بے شک میرے علم کے مطابق وہ بہ کثرت روزے رکھنے والے اور بہ کثرت قیام کرنے والے تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۸۷۴)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بھی تہمت لگانے والوں میں شامل تھے اور ان پر حد قذف لگائی گئی تھی' لیکن حضرت عائشہ ان کا بھی دفاع کرتی تھیں اور ان کی تحسین کرتی تھیں۔

علامہ یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر المتوفی ۴۶۳ھ اور علامہ ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۳۰ ھ نے لکھا ہے:

محمد بن السائب بن برکہ نے اپنی والدہ سے روایت کیا ہے کہ وہ حضرت عائشہ کے ساتھ طواف میں تھیں اور ان کے ساتھ ام حکیم بنت خالد بن العاص بھی تھیں اور اُم حکیم بنت عبداللہ بن ابی ربیعہ بھی تھیں' ان دونوں نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ کا ذکر کیا اور ان کی مذمت کی اور ان کو بُرا کہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا: تم ان کو بُرا کہہ رہی ہو' حالانکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل کرے گا' کیونکہ وہ اپنی زبان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دفاع کرتے تھے۔

(الاستیعاب ج ۱ص ۴۰۴' اسد الغابہ ج ۲ص ۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حدیث ''اِفك'' سے مستنبط بائیس فقہی مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب المتوفی ۳۸۸ھ نے حدیث ''افك'' سے درج ذیل فقہی مسائل مستنبط کیے ہیں:

(۱) عورت اپنے خاوند سے اجازت لیے بغیر بھی قضاء حاجت کے لیے جنگل یا میدان میں جا سکتی ہے۔

(۲) مردوں کا عورتوں کو اونٹ کے کجاوے میں بٹھانے کا جواز۔

(۳) اس خدمت کے دوران اجنبی مردوں کا عورتوں سے باتیں کرنے کو ترک کرنا۔

(۴) فحش بات کے ذکر کو ترک کرنا جیسا کہ حضرت عائشہ کو اس تہمت کے متعلق نہیں بتایا گیا حتیٰ کہ حضرت ام مسطح نے آپ سے اس کا ذکر کیا۔

(۵) سلطان یا امام کی اہلیہ کے متعلق جب لوگ ناگفتنی بات کر کے اس کو ایذاء دیں تو امام کا اس کی شکایت اپنے لوگوں سے کرنا اور ان سے اس کی مدافعت چاہنا۔

(۶) بعض نے کہا ہے کہ سلطان کا اپنے رازداروں سے اپنی اہلیہ سے فراق کے متعلق مشورہ کرنا۔

(۷) کسی شخص کے باطنی احوال کی تفتیش اور پڑتال ان لوگوں سے کرنا جو اس کے پوشیدہ احوال سے واقف ہوں' تا کہ اس کے نیک اور متقی ہونے کا حکم لگایا جا سکے' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عائشہ کے باطنی اُمور کے متعلق حضرت بریرہ' حضرت اُسامہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہم سے سوالات کیے۔

(۸) حضرت عائشہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اجازت لے کر اپنے والدین کے گھر گئیں' اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو اپنے خاوند سے اجازت لے کر اپنے والدین کے گھر جانا چاہیے۔

(۹) جب ام مسطح نے حضرت مسطح کے متعلق کہا: مسطح ہلاک ہو جائے! تو حضرت عائشہ نے ان کو بددعا دینے سے منع فرمایا اور کہا کہ ایسا نہ کہیں' وہ بدری صحابی ہیں' اس سے اصحاب بدر کی فضیلت معلوم ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ جو اصحاب بدر کو بُرا کہے' اس کو منع کرنا چاہیے۔

(۱۰) نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا: اگر (بالفرض) تم سے گناہ ہو گیا ہے تو تم توبہ اور استغفار کر لو' اس سے معلوم ہوا کہ جس کے گناہ کرنے پر دلیل قائم نہ ہو' اس کو بھی توبہ کا حکم دینا چاہیے۔

(۱۱) اگر کسی سے کوئی فحش کام ہو گیا ہو تو اس کا اظہار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ فحشاء کا اظہار بھی معصیت ہے۔

(۱۲) صبر جمیل یہ ہے کہ انسان صرف اللہ کے سامنے اپنا عذر پیش کرے کیونکہ حضرت عائشہ نے کسی کے سامنے اس تہمت سے براءت

کو بیان نہیں کیا۔

(۱۳) ایک ماہ تک نبی ﷺ حضرت عائشہ پر لگائی گئی تہمت کے سلسلہ میں پریشان اور غمگین رہے اور آپ پر اس معاملہ میں وحی نازل نہیں ہوئی' اس سے معلوم ہوا کہ وحی کا نزول آپ کے اختیار میں نہیں ہے کہ جب آپ چاہیں' آپ پر وحی نازل ہو جائے اور یہ آپ کی نبوت کے صدق کی قوی دلیل ہے کیونکہ اگر آپ سچے نبی نہ ہوتے تو ہر ضرورت کے موقع پر اپنی طرف سے وحی بنا لیتے۔

(۱۴) نبی ﷺ نے عبداللہ بن اُبی پر حد قذف جاری نہیں کی حالانکہ اس تہمت کا بانی مبانی وہی تھا کیونکہ اس کا بہت بڑا گروہ اور جتھا تھا اور یہ ۴ھ کا واقعہ ہے' اس وقت مسلمانوں کی زیادہ بڑی تعداد نہیں تھی' اگر آپ اس پر حد جاری کرنے کا حکم دیتے تو عبداللہ بن ابی کے حامی اس کی مخالفت کرتے اور بہت بڑا فتنہ ہو جاتا' اس سے معلوم ہوا کہ فتنہ سے بچنے کے لیے کسی برحق کام سے بھی اعراض اور اغماض کر لینا چاہیے۔

(۱۵) عبداللہ بن اُبی حضرت سعد بن عبادہ کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتا تھا' اس لیے انہوں نے اس کی عصبیت کی وجہ سے اس کی حمایت کی اور حضرت سعد بن معاذ کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس سے تھا' اوس اور خزرج میں اس وقت جنگ ہونے والی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فریقین کو ٹھنڈا کیا' قبیلہ اوس کے لوگ جو قبیلہ خزرج پر برہم تھے' اس کی وجہ صرف رسول اللہ ﷺ سے محبت تھی اور ان کا غضب ناک ہونا صرف رسول اللہ ﷺ کے حرم کی عزت و ناموس کی حفاظت کی وجہ سے تھا' اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے حرم محترم کے متعلق کوئی ناز یبا بات کہے تو مسلمانوں کو اس کے خلاف برسر پیکار ہونا چاہیے' اسی لیے فقہاء نے کہا ہے کہ جو شخص حضرت عائشہ پر فحش تہمت لگائے گا' وہ اسی وقت کافر ہو جائے گا۔

(۱۶) حضرت اُسید بن حضیر نے حضرت سعد بن عبادہ سے کہا: تم منافق ہو اور منافقین کی حمایت میں لڑ رہے ہو' حالانکہ حضرت سعد بن عبادہ منافق نہ تھے' سچے مسلمان تھے اور نبی ﷺ نے بھی حضرت اُسید بن حضیر کو اس پر ملامت نہیں کی' اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص منافقین کی حمایت کرے تو اس کو منافقین کے منزلہ میں نازل کر کے اس کو منافق کہنا جائز ہے خواہ وہ منافق نہ ہو' اسی طرح اگر کوئی شخص شرابیوں کی حمایت میں لڑے تو اس کو شرابی کہنا جائز ہے' خواہ وہ شخص شرابی نہ ہو۔

(۱۷) اسی طرح جب کوئی شخص فی نفسہٖ نیک ہو لیکن وہ بدکاروں کی حمایت کرے تو اس سے نیکی کا وصف زائل ہو جائے گا کیونکہ جب حضرت سعد بن عبادہ نے عبداللہ بن اُبی کی حمایت کی تو حضرت عائشہ نے ان کے متعلق فرمایا کہ حضرت سعد بن عبادہ نے عصبیت کی وجہ سے عبداللہ بن ابی کی حمایت کی' ورنہ اس سے پہلے وہ نیک آدمی تھے۔

(۱۸) نبی ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ کو کوئی سزا نہیں دی' اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح شبہات کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے' اسی طرح شبہات کی وجہ سے بھی سزا ساقط ہو جاتی ہے اور یہاں پر شبہ یہ تھا کہ نبی ﷺ نے عبداللہ بن ابی پر حد قذف جاری نہیں کی تھی اور نہ اس وقت تک حضرت عائشہ کی برأت میں وحی نازل ہوئی تھی۔

(۱۹) جو شخص نبی ﷺ کی اہلیہ کے متعلق کوئی ایذاء رساں بات کہے یا آپ کی عزت اور حرمت کے خلاف کوئی بات کہے' اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر وہ شخص (جس نے آپ کے حرم کو ایذاء پہنچائی ہے) اگر قبیلہ اوس سے ہو تو ہم خود اس کو قتل کر دیں گے' اور نبی ﷺ نے ان کی اس بات پر رد نہیں فرمایا' تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ کو جس تہمت سے بری کر دیا ہے' پھر کوئی شخص حضرت عائشہ پر وہ تہمت لگائے تو وہ شخص واجب القتل ہے کیونکہ وہ شخص قرآن مجید کی

تکذیب کر رہا ہے اور قرآن کریم کی تکذیب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تکذیب کو مستلزم ہے۔

(۲۰) نظر کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باقی ازواج میں سے کسی زوجہ پر بھی ایسی تہمت لگائے تو وہ بھی واجب القتل ہے' کیونکہ حضرت اسید بن حضیر نے حضرت عائشہ کی برأت کے متعلق قرآن مجید کے نزول سے پہلے کہا تھا کہ اگر وہ شخص اوس میں سے ہے تو ہم خود اس کو قتل کر دیں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا رد نہیں فرمایا' اگر حضرت اُسید کا یہ قول غلط ہوتا تو اس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سکوت فرمانا جائز نہیں تھا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو بیان کرنا آپ پر فرض ہے اور جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی بھی زوجہ پر تہمت لگائی' اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچائی اور آپ کی تنقیص کی اور اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان صحیح نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا۝ (الاحزاب:۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ کو اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرمائی اور ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کیا۝

(۲۱) جو شخص ایذاء پہنچانے والا ہو' اس کی توبہ کے بعد اس کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کو ترک نہیں کرنا چاہیے' کیونکہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس واقعہ کے بعد اب کبھی مسطح پر خرچ نہیں کروں گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''تم میں سے اصحابِ فضل اور اربابِ وسعت اس طرح کی قسم نہ کھائیں''۔ (النور:۲۲)

(۲۲) جو شخص اپنے قصور کا اعتراف کر لے اور توبہ کر لے تو اس کو معاف کر دینا چاہیے تا کہ اس کو بھی اللہ تعالیٰ معاف فرما دے' جس طرح حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہما کے معاملہ میں ہوا۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۳۵-۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حدیث ''اِفلك'' سے مستنبط مزید تیئس فقہی مسائل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حدیث ''افلك'' سے حسب ذیل فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) کسی حدیث کے متعدد قطعات مبہمہ کو جمع کر کے روایت کرنا جائز ہے' جیسا کہ اس حدیث کے متعدد قطعات کو عروہ بن الزبیر' سعید بن المسیب' علقمہ بن وقاص اللیثی اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے روایت کیا اور ابن شہاب زہری نے ان متعدد قطعات کو ملا کر ایک مربوط حدیث کے طور پر بیان کیا۔

(۲) اس حدیث میں سفر میں ساتھ لے جانے کے لیے ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرنے کا ذکر ہے' اس سے امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور جمہور فقہاء نے قرعہ اندازی کے جواز پر استدلال کیا ہے' امام ابوحنیفہ کے اس میں دو قول ہیں: مشہور قول یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور ایک قول جواز کا ہے' تاہم صحیح یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ قرعہ اندازی جائز نہ ہو کیونکہ قرعہ اندازی جوئے میں ہوتی ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ قرعہ اندازی سے ایک ہی زوجہ کا نام ہر بار نکلے' لیکن چونکہ بہ کثرت احادیث اور آثار میں قرعہ اندازی کا ثبوت ہے' اس لیے ہم نے ان احادیث اور آثار کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا اور سفر میں ساتھ لے جانے کے لیے ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کو جائز قرار دیا ہے۔ مختصر القدوری میں لکھا ہوا ہے کہ ازواج کا سفر میں کوئی حق نہیں ہے اور شوہر جس زوجہ کو چاہے اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے' اور اس کی شرح میں لکھا ہے کہ شوہر پر

حالت سفر میں تقسیم واجب نہیں ہے لیکن ازواج کی دل داری کے لیے ان کے درمیان قرعہ اندازی کرنا مستحب ہے۔

(۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں یا جہاد میں اپنی بیوی کو ساتھ لے جانا جائز ہے۔

(۴) اجنبی مردوں کا عورت کو کجاوے میں بٹھانا جائز ہے اور سفر میں مردوں سے ان کی خدمت لینا جائز ہے۔

(۵) لشکر کا کوچ کرنا امیر لشکر کی اجازت پر موقوف ہے۔

(۶) عورتوں کے لیے کم کھانا افضل ہے تا کہ وہ ہلکی پھلکی رہیں۔

(۷) لشکر کے پیچھے ایک آدمی کو رکھنا چاہیے تا کہ جو شخص لشکر سے کٹ گیا ہو اس کو لشکر کے ساتھ ملائے' گری پڑی چیز اُٹھا لے اور ضرورت مند کی مدد کرے۔

(۸) اجنبی عورتوں کے ساتھ حسن ادب کو ملحوظ رکھے' خاص طور پر تنہائی اور جنگل میں۔

(۹) جب وہ کسی اجنبی عورت کو لے جائے تو اس کے آگے آگے چلے' برابر برابر اور پیچھے نہ چلے۔

(۱۰) دین اور دنیا کی جو بھی مصیبت پیش آئے' اس وقت انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا مستحب ہے۔

(۱۱) عورت کا اجنبی مرد کے سامنے چہرہ چھپا لینا مستحب (بلکہ واجب ہے۔سعیدی) ہے' خواہ وہ اجنبی مرد صالح ہو جیسے حضرت عائشہ نے حضرت صفوان کو دیکھ کر اپنے چہرے پر کپڑے کا پلو ڈال لیا۔

(۱۲) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ سے حضرت عائشہ کے متعلق پوچھا: آیا تم نے کوئی شک میں ڈالنے والی چیز دیکھی ہے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں! خدا کی قسم! اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی سے حلف نہ طلب کیا جائے' پھر بھی اس کا حلف اٹھانا جائز ہے۔

(۱۳) جب کسی شخص پر کوئی تہمت لگائی جائے تو لوگوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اس کا چرچا نہ کریں اور اس کو راز میں رکھیں کیونکہ ایک مہینہ تک حضرت عائشہ کو اس کی خبر نہیں ہوئی حتیٰ کہ حضرت مسطح کی والدہ نے آپ کو اس تہمت کی خبر دی۔

(۱۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت عائشہ کے ساتھ لطف اور مہربانی سے پیش آتے تھے اور اس تہمت کے بعد آپ کے لطف میں کمی ہو گئی تھی' اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو چاہیے کہ اپنی بیوی کے ساتھ لطف سے پیش آئے اور اگر ایسا کوئی امر حادث ہو تو وہ اپنے لطف میں کمی کر دے تا کہ اس کی بیوی اس کا سبب دریافت کرے اور بات صاف ہو جائے۔

(۱۵) جو بات سنی جائے اگر اس سے تعلق ہو تو اس کے متعلق بحث اور تفتیش کی جائے اور جس سے کوئی تعلق نہ ہو' اس کے متعلق بحث اور تفتیش نہ کی جائے۔

(۱۶) جب کوئی اہم بات پیش آئے تو امام لوگوں کو خطبہ دے اور لوگوں سے اس کے متعلق سوالات کرے' جیسے جب یہ تہمت کا واقعہ پیش آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اس واقعہ کے متعلق صحابہ کی آراء معلوم کیں۔

(۱۷) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفوان کے متعلق فرمایا: میں اس کے متعلق سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا' اس میں حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت ہے۔

(۱۸) اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اُسید بن حضیر کی بھی فضیلت ہے کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم محترم کا دفاع کیا اور اس کی حرمت کی خاطر لڑے۔

(۱۹) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس اور خزرج دونوں فریقوں کو ٹھنڈا کیا' جب کہ وہ برسر پیکار تھے' اس سے معلوم ہوا کہ فتنوں' خصومات اور

منازعات کو قطع کرانا چاہیے اور باہم صلح کرانی چاہیے۔

(۲۰) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کو توبہ کرنے کے لیے کہا' اس سے معلوم ہوا کہ کوئی عظیم اور مقدس شخصیت بھی اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے سے مستغنی نہیں ہوتی۔

(۲۱) حضرت عائشہ نے اپنے والدین سے کہا: آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کریں' اس سے معلوم ہوا کہ کسی اہم معاملہ میں اصاغر کے بجائے اکابر سے بات کرانی چاہیے۔

(۲۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا: اے عائشہ! اٹھو! اللہ تعالیٰ کی حمد کرو! اس نے تمہیں (اس تہمت سے) بَری کر دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی نئی اور تازہ نعمت حاصل ہو تو اس پر پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

(۲۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں سے بھی تعدیل اور تزکیہ کرانا جائز ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما سے حضرت عائشہ کے متعلق سوال کیا اور انہوں نے حضرت عائشہ کی فضیلت بیان کی اور اسی چیز کے متعلق امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان قائم کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۳۴۔ ۳۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت عائشہ کی برأت میں ایک ماہ کی تاخیر میں مصنف کی بیان کردہ حکمتیں

اس حدیث سے علامہ مہلب مالکی نے بائیس فقہی مسائل مستنبط کیے ہیں اور علامہ عینی نے تئیس مسائل مستنبط کیے ہیں' اس طرح اس حدیث سے پینتالیس مسائل مالکی اور حنفی علماء نے مستنبط کیے ہیں' لیکن ایک اہم مسئلہ جس پر ان علماء نے غور نہیں کیا' وہ یہ ہے کہ ایک ماہ تک اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل نہیں ہوئی' اس میں کیا حکمت تھی؟ اس کی ایک وجہ جو میرے ناقص ذہن میں آئی ہے' وہ یہ ہے کہ اس عرصہ میں یہ امتیاز ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کون مخلص ہے اور کون مخلص نہیں ہے؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے جنہوں نے اس تہمت لگانے میں حصہ لیا تھا' اُن پر حدِ قذف لگائی گئی اور یہ حضرت حسان بن ثابت' حضرت مسطح بن اُثاثہ اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم اور ان کے بھائی تھے' اور تیسری وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی مغفرت کر دی ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (ایک طویل حدیث کے آخر میں ہے:) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا: تم جو چاہو عمل کرو' تمہارے لیے جنت واجب ہو گئی ہے' یا فرمایا: بے شک میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۹۸۳' صحیح مسلم: ۲۴۹۴' سنن ابوداؤد: ۲۶۵۰' سنن ترمذی: ۳۳۱۶)

اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ بدری صحابہ سے کوئی گناہ نہیں ہوگا' کیونکہ حضرت حسان بن ثابت اور حضرت مسطح بن اُثاثہ دونوں بدری صحابہ تھے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی اور ان دونوں پر حدِ قذف جاری کی گئی اور وہ اس حد سے پاک ہو گئے' اس سے معلوم ہوا کہ اہل بدر کے متعلق جو حدیث میں وارد ہے کہ وہ جنتی ہیں یا ان کی مغفرت کر دی گئی ہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان سے کوئی گناہ نہیں ہوگا بلکہ اس کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو گناہوں سے محفوظ رکھے گا اور اگر ان سے کوئی گناہ ہو گیا تو ان کو موت سے پہلے توبہ کی توفیق دے دے گا' بہرحال اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ اہل بدر کے لیے جنت یا مغفرت کی بشارت کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان سے کوئی گناہ نہیں ہوگا اور اس سے ایک اور مسئلہ یہ معلوم ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور صحابہ کرام محفوظ ہیں اور معصوم کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے قصد اور ارادہ سے کبھی بھی گناہ نہیں کرتے اور محفوظ کا معنی یہ ہے کہ وہ عموماً گناہ نہیں کرتے اور اگر بشری تقاضے سے ان سے کوئی گناہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کو موت سے پہلے توبہ کی توفیق دے دیتا ہے' جیسے حضرت حسان' حضرت مسطح

اور حضرت حمنہ کے معاملہ میں ہوا' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی اور ان پر حد قذف جاری کی گئی اور موت سے پہلے ان کی توبہ ہوگئی' خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس معاملہ میں فوراً وحی نازل نہ کرنے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ مخلصین اور غیر مخلصین مسلمانوں میں امتیاز ہوگیا' دوسری وجہ یہ ہے کہ وحی میں تاخیر کی وجہ سے بعض مسلمانوں پر حد قذف لگائی گئی اور تیسری وجہ یہ ہے کہ وحی میں تاخیر کی وجہ سے یہ معلوم ہوگیا کہ جنت اور مغفرت کی بشارت گناہ نہ کرنے کو مستلزم نہیں ہے اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس سے معصوم اور محفوظ کا فرق معلوم ہوگیا۔

اس حدیث کی شرح میں یہ سوال بھی کیا جاتا ہے کہ آیا نزول وحی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا علم تھا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو یقیناً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا علم تھا' اگر یہ سوال کیا جائے کہ پھر آپ اتنے دن پریشان کیوں رہے اور صحابہ سے اس معاملہ میں تفتیش کیوں کی اور حضرت عائشہ کو توبہ کرنے کی تلقین کیوں کی؟ سو اس عنوان پر مکمل بحث ہم نے سورۃ النور: ۲۰ کی تفسیر میں کردی ہے۔ (تبیان القرآن ج ۸ ص ۹۱۔۸۷)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت عائشہ کی برأت کے متعلق قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اللہ کی حمد کرو! اللہ نے تمہاری برأت کردی ہے' اور حضرت عائشہ کی والدہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کے لیے کھڑی ہو' تو حضرت عائشہ نے کہا: بہ خدا! میں ان کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی اور میں صرف اللہ کی حمد کروں گی' حضرت عائشہ کے اس قول سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم سے انکار کیا تھا' بلکہ حضرت عائشہ کے اس کلام کا معنی یہ تھا کہ میں اس احسان پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گی' اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شکر ادا کروں گی۔ اس کی مفصل بحث تبیان القرآن ج ۸ ص ۹۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔

١٦ - بَابٌ اِذَا زَكّٰى رَجُلٌ رَجُلًا كَفَاهُ

جب ایک مرد دوسرے مرد کی تعدیل کرے تو یہ کافی ہے

تعدیل کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے صالح اور صادق ہونے کی گواہی دے' اس کو تزکیہ بھی کہتے ہیں۔ امام بخاری کا مختار یہ ہے کہ تعدیل کے لیے ایک آدمی بھی کافی ہے' جیسا کہ اس باب کے عنوان سے ظاہر ہے' اس مسئلہ میں اختلاف ہے' امام محمد بن الحسن کے نزدیک تعدیل کے لیے دو آدمیوں کی ضرورت ہے۔ امام شافعی' امام مالک اور امام طحاوی کا بھی یہی مؤقف ہے' امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا مؤقف یہ ہے کہ تعدیل کے لیے ایک آدمی بھی کافی ہے' تاہم دو آدمی ہوں تو زیادہ بہتر ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ جَمِيْلَةَ وَجَدْتُ مَنْبُوْذًا' فَلَمَّا رَاٰنِىْ عُمَرُ قَالَ عَسَى الْغُوَيْرُ اَبْؤُسًا' كَاَنَّهٗ يَتَّهِمُنِىْ' قَالَ عَرِيْفِىْ اِنَّهٗ رَجُلٌ صَالِحٌ' قَالَ كَذٰلِكَ ؟ اِذْهَبْ وَعَلَيْنَا نَفَقَتُهٗ.

اور ابوجمیلہ نے کہا: میں نے ایک لڑکا راستہ میں پڑا ہوا پایا' جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: ہوسکتا ہے کہ یہ غویر کسی مصیبت کا پیش خیمہ ہو' گویا کہ وہ مجھ پر تہمت باندھ رہے تھے' میرے واقف کار نے کہا: یہ نیک آدمی ہیں' حضرت عمر نے کہا: اگر یہ درست ہے تو پھر اس بچے کو لے جاؤ' اس کا خرچ ہمارے (بیت المال کے) ذمہ ہوگا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ کسی غار میں گئے' وہ غار ان پر گر گیا اور وہ اس میں دب گئے' وہ بہ ظاہر سلامتی کے لیے اس غار میں گھسے تھے اور وہ غار ان کے لیے ناگہانی آفت بن گیا' جب سے یہ مثل جاری ہوگئی کہ آدمی کسی چیز کو

فائدہ مند سمجھے اور وہ اچانک اس کے لیے مصیبت بن جائے۔

ابوجمیلہ نے ایک لڑکا راستہ میں پڑا ہوا پایا اور حضرت عمر کو دکھایا' حضرت عمر نے یہ گمان کیا کہ شاید میں نے یہ لڑکا حضرت عمر کو اس لیے دکھایا ہے کہ اس کا وظیفہ بیت المال سے جاری کر دیا جائے' ابوجمیلہ کے ایک واقف کار نے حضرت عمر کو بتایا کہ یہ نیک آدمی ہیں' تب حضرت عمر نے کہا: اگر یہ درست ہے تو پھر اس بچے کو لے جاؤ' اس کا خرچ ہمارے ذمہ ہوگا۔ امام بخاری نے اس تعلیق کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ ابوجمیلہ کی صرف ایک آدمی نے تعدیل کی اور انہوں نے اس کو نیک قرار دے دیا۔

اس تعلیق سے معلوم ہوا کہ راستہ میں پڑے ہوئے بچہ کو اٹھانا جائز ہے اور اس کا خرچ بیت المال کے ذمہ ہوگا اور وہ بچہ آزاد ہو گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۳۶۔۳۳۵)

٢٦٦٢ - حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَثْنٰى رَجُلٌ عَلٰى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ وَيْلَكَ، قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ، قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ. مِرَارًا، ثُمَّ قَالَ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا أَخَاهُ لَا مَحَالَةَ، فَلْيَقُلْ أَحْسِبُ فُلَانًا، وَاللّٰهُ حَسِيْبُهُ، وَلَا أُزَكِّيْ عَلَى اللّٰهِ أَحَدًا، أَحْسِبُهُ كَذَا وَكَذَا، إِنْ كَانَ يَعْلَمُ ذٰلِكَ مِنْهُ.

[اطراف الحدیث: ۶۰۶۱۔ ۶۱۶۲] (صحیح مسلم: ۳۰۰۰' الرقم المسلسل: ۷۳۹۵' سنن ابوداؤد: ۴۸۰۵' سنن ابن ماجہ: ۳۷۴۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے خبر دی از عبدالرحمان بن ابی بکرہ از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کے سامنے کسی شخص کی تعریف کی تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! تم نے تو اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی' تم نے تو اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی' یہ آپ نے کئی دفعہ فرمایا' پھر فرمایا: تم میں سے جو شخص لامحالہ اپنے بھائی کی تعریف کرے تو وہ کہے: میرا فلاں کے متعلق یہ گمان ہے اور حقیقتِ حال کو اللہ جاننے والا ہے' اور میں اللہ کے سامنے کسی کی ستائش نہیں کرتا اور میرا اس کے متعلق اس اس طرح گمان ہے' اگر وہ اس کے متعلق اس چیز کو جانتا ہو۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن سلام (۲) عبدالوہاب بن عبدالمجید الثقفی البصری (۳) خالد بن مہران الحذاء البصری (۴) عبدالرحمان بن ابی بکرہ (۵) ان کے والد حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ' ان کا نام نفیع بن الحارث الثقفی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۳۶)

اس باب کا عنوان ہے: جب ایک مرد دوسرے مرد کی تعدیل کرے تو یہ کافی ہے' اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی تعدیل اور تزکیہ میں غلو اور مبالغہ نہ کرے اور چونکہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے شخص کی تعریف کی تو اس سے امام بخاری کا یہ مؤقف ثابت ہو جاتا ہے کہ ایک آدمی کی تعدیل بھی کافی ہے۔

کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنے اور نہ کرنے کے محامل

اس حدیث میں ارشاد ہے: تم میں سے جو شخص لامحالہ اپنے بھائی کی تعریف کرے تو وہ کہے کہ میرا فلاں کے متعلق یہ گمان ہے۔ یعنی کسی شخص کے متعلق یقین سے یہ نہ کہے کہ وہ نیک ہے' کیونکہ وہ اس کے تمام احوال پر مطلع نہیں ہوتا بلکہ یوں کہے کہ ہم اس کے ظاہر احوال کے اعتبار سے یوں سمجھتے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں کسی کے سامنے اس کی منہ پر تعریف کرنے سے ممانعت کی گئی ہے' حالانکہ بعض

احادیث میں منہ پر تعریف کرنے کا بھی ثبوت ہے' خود نبی ﷺ نے کئی مرتبہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی ان کے منہ پر تعریف کی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت ان افراد کے متعلق ہے' جن کے تقویٰ اور پارسائی پر مکمل اعتماد نہ ہو اور جن کے تقویٰ اور پارسائی پر مکمل اعتماد ہو' ان کے سامنے ان کی تعریف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۷ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْإِطْنَابِ فِي الْمَدْحِ، وَلْيَقُلْ مَا يَعْلَمُ

کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنے کی کراہت اور تعریف کرنے والے کو چاہیے کہ وہ وہی بات کہے جو وہ جانتا ہے اور اس میں حد سے نہ بڑھے

۲۶۶۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ قَالَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُثْنِي عَلٰى رَجُلٍ وَيُطْرِيهِ فِي مَدْحِهِ، فَقَالَ أَهْلَكْتُمْ أَوْ قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ.

[طرف الحدیث: ۶۰۶۰] (صحیح مسلم: ۳۰۰۱' الرقم المسلسل: ۷۳۹۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الصباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن زکریاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں برید بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سنا' ایک شخص کسی دوسرے شخص کی تعریف کر رہا تھا اور اس کی تعریف میں مبالغہ کر رہا تھا' آپ نے فرمایا: تم نے (اس کو) ہلاک کر دیا' یا (فرمایا:) تم نے اس کی پیٹھ کاٹ دی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ جو شخص کسی کی تعریف میں مبالغہ کرتا ہے' وہ ضرور اس کے متعلق کوئی ایسی بات کہتا ہے جس کا اسے علم نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس کی خلوت اور تنہائی پر مطلع نہیں ہوتا' اس وجہ سے نبی ﷺ نے کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس مضمون کی اور بھی احادیث ہیں:

باب مذکور کی مؤید دیگر احادیث

ابومعمر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کسی امیر کی تعریف کی تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے اس کے اوپر مٹی ڈال دی' اور انہوں نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم تعریف کرنے والوں کے چہروں پر مٹی ڈال دیں۔

(صحیح مسلم: ۳۰۰۲' سنن ابوداؤد: ۴۸۰۴' سنن ترمذی: ۲۴۰۱' سنن ابن ماجہ: ۳۷۴۲)

ہمام بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدح کر رہا تھا تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ گھٹنوں کے بل جھکے اور وہ بھاری بھرکم آدمی تھے' پھر انہوں نے اس شخص کے چہرے پر کنکریاں ماریں' ان سے حضرت عثمان نے کہا: یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: جب تم مدح کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے چہروں پر مٹی ڈالو۔

(صحیح مسلم: ۳۰۰۲' الرقم المسلسل: ۷۴۰۰' سنن ابوداؤد: ۴۸۰۴)

۱۸ - بَابُ بُلُوغِ الصِّبْيَانِ وَشَهَادَتِهِمْ

بچوں کا بالغ ہونا اور ان کی شہادت کا بیان

اس باب میں دو حکم بیان کیے گئے ہیں: ایک بچوں کے بالغ ہونے کا بیان' اور دوسرا ان کی شہادت کا بیان۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا﴾ (النور: ۵۹).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تمہارے لڑکے سن بلوغت کو پہنچ جائیں تو ان کو بھی اجازت طلب کر کے آنا چاہیے۔ (النور: ۵۹)

اس آیت میں ''اطفال'' کا لفظ ہے' یہ ''طفل'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: بچہ' اس کا اطلاق مذکر اور مؤنث اور واحد اور جمع پر ہوتا ہے' اور اس آیت میں ''حُلُم'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: بلوغت۔

امام بخاری نے اس آیت کا اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس آیت میں بچوں کے بالغ ہونے پر حکم کو معلق فرمایا ہے۔

وَقَالَ مُغِيرَةُ اِحْتَلَمْتُ وَاَنَا ابْنُ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً.

اور مغیرہ نے کہا: مجھے بارہ سال کی عمر میں احتلام ہو گیا تھا۔

ان کا پورا نام ہے: مغیرہ بن مقسم الضبی الکوفی' یہ ابراہیم نخعی کے (فیض یافتہ) فقہاء میں سے ہیں اور امام ابوحنیفہ کے اساتذہ میں سے ہیں' یہ ۱۳۳ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۰)

وَبُلُوْغُ النِّسَاءِ فِي الْحَيْضِ. لِقَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَالّٰٓـئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ. اِلٰى قَوْلِهٖ. اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ (الطلاق: ٤).

اور عورتوں کی بلوغت حیض سے ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں (الیٰ قولہٖ) حمل وضع ہونے تک۔ (الطلاق: ۴)

یہ پوری آیت اس طرح ہے: اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں' اگر تم کو ان کی عدت میں شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور وہ عورتیں جن کا حیض ابھی نہیں آیا (ان کی عدت بھی یہی ہے) اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

یعنی جو حاملہ عورتیں مطلقہ ہوں اور جن کا خاوند فوت ہو گیا ہو' ان کی عدت وضع حمل ہے اور جس جوان عورت کو حیض نہ آئے اور اس کو شک ہو کہ آیا وہ حاملہ ہے یا نہیں؟ اگر اس کا حمل ظاہر ہو جائے تو اس کی عدت بھی وضع حمل ہے' اور اگر اس کا حمل ظاہر نہ ہو تو پھر اس کی عدت میں اختلاف ہے' امام مالک' امام احمد' اسحاق اور ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے اور ان کے پاس اس کے ثبوت میں حضرت عمر سے روایت ہے اور اہل عراق نے کہا ہے کہ اس کی عدت تین حیض ہے' اگر اس کا حیض نہیں آ رہا ہے تو وہ اس کا انتظار کرے خواہ بیس سال گزر جائیں حتیٰ کہ وہ بوڑھی ہو کر سن ایاس کو پہنچ جائے' پھر اس کی عدت تین ماہ ہو گی۔ امام شافعی کا بھی صحیح قول یہی ہے اور اکثر علماء کا یہی مذہب ہے' حضرت ابن مسعود اور ان کے اصحاب سے بھی یہی روایت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۱)

وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ اَدْرَكْتُ جَارَةً لَّنَا جَدَّةً بِنْتَ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ سَنَةً.

اور حسن بن صالح نے کہا: میری ایک پڑوسن اکیس سال کی عمر میں نانی تھی۔

علامہ عینی نے کہا: اس کی صورت یہ ہے کہ اس کو نو سال کی عمر میں حیض آ گیا اور اس کی شادی ہو گئی' دس سال کی عمر میں اس کی بچی ہو گئی اور وہ بھی نو سال کی عمر میں بالغ ہو گئی اور ایک سال کے بعد اس کے ہاں بچہ ہو گیا اور کوئی عورت کم سے کم انیس سال میں نانی بن سکتی ہے۔ امام شافعی سے روایت ہے کہ انہوں نے یمن میں انیس سال کی عمر کی ایک نانی دیکھی' وہ بھی اسی طرح نو سال کی عمر میں بالغ ہوئی اور دس سال کی عمر میں اس کے ہاں بچی ہو گئی اور وہ بچی بھی نو سال کی عمر میں بالغ ہوئی اور دس سال کی عمر میں وہ ماں بن گئی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۱)

٢٦٦٤ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ، وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُجِزْنِي. ثُمَّ عَرَضَنِي يَوْمَ الْخَنْدَقِ، وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ فَأَجَازَنِي. قَالَ نَافِعٌ فَقَدِمْتُ عَلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، وَهُوَ خَلِيْفَةٌ فَحَدَّثْتُهُ هٰذَا الْحَدِيْثَ. فَقَالَ إِنَّ هٰذَا لَحَدٌّ بَيْنَ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ، وَكَتَبَ إِلٰى عُمَّالِهِ أَنْ يَفْرِضُوْا لِمَنْ بَلَغَ خَمْسَ عَشْرَةَ. [طرف الحدیث: ۴۰۹۷] (صحیح مسلم: ۱۸۶۸، الرقم المسلسل: ۴۰۹۷، سنن ابن ماجہ: ۲۵۴۳)

نافع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے غزوۂ اُحد میں پیش کیا' اس وقت وہ چودہ سال کے تھے تو آپ نے مجھے اجازت نہیں دی' پھر میں نے اپنے آپ کو خندق کے دن پیش کیا' اس وقت میں پندرہ برس کا تھا' تو آپ نے مجھے اجازت دے دی' نافع نے کہا: میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس گیا اور وہ اس وقت خلیفہ تھے' میں نے ان کے سامنے یہ حدیث بیان کی' پس انہوں نے کہا: یہ صغیر اور کبیر کے درمیان حد ہے' اور انہوں نے اپنے عُمّال کی طرف مکتوب لکھا کہ جو شخص پندرہ سال کی عمر کا ہو گیا ہو' اس کے لیے اہل لشکر کا وظیفہ جاری کر دیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبیداللہ بن سعید ابوقدامۃ السرخسی (۲) ابواسامہ حماد بن اسامۃ (۳) عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب (۴) نافع مولیٰ ابن عمر ابوعبداللہ المدنی متوفی ۱۱۷ھ (۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۲)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ لڑکا پندرہ سال کی عمر میں بالغ قرار دیا جاتا ہے۔

علاماتِ بلوغ میں اختلافِ فقہاء اور اگر علاماتِ بلوغ ظاہر نہ ہوں تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک لڑکے کی عمر کی حد انیس سال ہے اور لڑکی کی عمر کی حد سترہ سال ہے اور امام شافعی کے نزدیک دونوں کی عمر کی حد پندرہ سال ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مردوں میں بلوغ کی علامت احتلام ہے اور عورتوں میں بلوغ کی علامت حیض ہے' اور اس بلوغ کی علامت کے بعد ان پر عبادات اور حدود لازم ہو جاتی ہیں' اور جو شخص بالغ ہو گیا اور اس کی سمجھ ظاہر ہو گئی' اس کی گواہی جائز ہے اور اس پر فرائض اور دیگر احکامِ شرعیہ لازم ہیں۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ جب مردوں کو پندرہ سال تک احتلام نہ ہو اور عورتوں کو پندرہ سال تک حیض نہ آئے تو پھر ان کو بالغ قرار دینے کا کیا معیار ہے؟ قاسم اور سالم سے روایت ہے کہ پھر زیرِ ناف بالوں کا اُگنا بلوغ کی علامت ہے' یہ لیث کا قول ہے' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے' امام مالک نے کہا: یا تو اس کے بال اُگ جائیں یا اس کی عمر کے لڑکے بالغ ہو جائیں۔

امام ابوحنیفہ نے زیرِ ناف بال اُگنے کا اعتبار نہیں کیا' انہوں نے کہا: اگر علاماتِ بلوغ ظاہر نہ ہوں تو لڑکی میں بلوغ کی حد سترہ سال ہے اور لڑکے میں انیس سال ہے' اور ان سے لڑکے میں اٹھارہ سال کی بھی ایک روایت ہے۔ زیرِ ناف بال اُگنے میں امام شافعی کے دو قول ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ جب علاماتِ بلوغ ظاہر نہ ہوں تو لڑکے اور لڑکی دونوں کو پندرہ سال کی عمر میں بالغ قرار دیا جائے گا' ان کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ یہی اوزاعی' امام ابویوسف اور امام محمد کا مذہب ہے' ابن الماجشون اور ابن وہب کا بھی یہی قول ہے۔

جن فقہاء نے بلوغت کے لیے زیرناف بالوں کے اُگنے کا اعتبار کیا ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے بنوقریظہ کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ ان میں سے جن پر استرا چل چکا ہو' ان کو قتل کر دیا جائے۔

امام شافعی کی دلیل کا جواب

امام شافعی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ یوم اُحد کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو واپس کر دیا تھا اور پھر یوم خندق کو جب ان کی عمر پندرہ برس ہو گئی تھی تو ان کو قبول کر لیا تو اس سے معلوم ہوا کہ پندرہ برس کی عمر میں انسان بالغ ہو جاتا ہے اور اس کے لیے تمام احکامِ شرعیہ ثابت ہو جاتے ہیں۔

امام شافعی کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے' کیونکہ اس حدیث سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ جہاد میں شریک ہونے کے لیے پندرہ برس کی عمر معیار ہے اور اس عمر کا تعلق قوت اور صلاحیتِ جہاد کے ساتھ ہے' اس عمر کا اس بلوغ کے ساتھ تعلق نہیں جس عمر میں تمام احکامِ شرعیہ ثابت ہوتے ہیں' اس عمر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو صرف قتال کی اجازت دی تھی اور ہم کہتے ہیں کہ اگر بچہ اس سے کم عمر میں بھی قتال کر سکتا ہو تو اس کا جہاد میں شریک ہونا جائز ہے اور مالِ غنیمت سے اس کا حصہ نکالا جائے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ مراھقین (قریب بہ بلوغ لڑکوں) کو قتال کی اجازت دے دیتے تھے جب وہ اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کر دیتے' حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی غزوہ میں' میں نے اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش کیا تو آپ نے مجھے قتال کرنے کی اجازت نہیں دی' پھر آپ کے سامنے میرے علاوہ کوئی اور لڑکا پیش کیا گیا تو آپ نے اس کو اجازت دے دی' تب میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے اس کو قبول کر لیا اور مجھ کو مسترد کر دیا' پس اگر یہ لڑکا مجھ سے کشتی لڑے تو میں اس کو پچھاڑ دوں گا' آپ نے فرمایا: تم اس سے کشتی لڑو' سو میں نے اس کو پچھاڑ دیا' پھر مجھے بھی جہاد میں شامل کر لیا گیا۔

امام ابوحنیفہ نے بھی حضرت ابن عمر کی حدیث کا یہی جواب دیا ہے کہ آپ نے ان کو ان کی قوت کی وجہ سے غزوۂ خندق میں شامل کر لیا تھا اور ان کے ضعف کی وجہ سے ان کو غزوۂ اُحد میں مسترد کر دیا تھا' کیونکہ وہ لڑکے کی بلوغت کے لیے اٹھارہ سال کی عمر کا اعتبار کرتے ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۴۳۔۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک بلوغت کا معیار

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ بلوغت میں زیرناف بالوں کے اُگنے کا اعتبار نہیں کرتے' انہوں نے کہا ہے کہ اگر لڑکی کو حیض نہ آئے تو اس کی بلوغت کی حد سترہ سال ہے اور اگر لڑکے کو احتلام نہ ہو تو اس کی بلوغت کی حد انیس سال ہے اور ان کا ایک قول اٹھارہ سال کا ہے۔

بچوں کی گواہی میں اختلافِ فقہاء

جہاں تک بچوں کی شہادت کا تعلق ہے تو فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ بچوں کی شہادت جائز نہیں ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' قاسم' سالم' عطاء' شعبی' حسن' ابن ابی لیلیٰ' سفیان ثوری' فقہاء احناف' امام شافعی' امام احمد' اسحاق' ابوثور اور ابوعبید کا یہی مذہب ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ قصاص اور زخموں میں ان کی ایک دوسرے کے خلاف گواہی جائز ہے' حضرت علی' حضرت ابن الزبیر' شریح' نخعی' عروہ' زہری' ربیعہ اور امام مالک کا یہی مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۳۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نیز علامہ عینی نے لکھا ہے کہ جس کی عمر کے پندرہ سال مکمل ہو گئے' اس پر بالغین کے احکام جاری کر دیئے جائیں گے' خواہ اس کو

احتلام نہ ہوا ہو پس وہ عبادات کا مکلف ہوگا اور اس پر حدود جاری کی جائیں گی اور وہ مال غنیمت میں سے اپنے حصہ کا مستحق ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۳)

میں کہتا ہوں کہ یہ تحریر امام ابو یوسف اور امام محمد کے مذہب کے مطابق ہے۔

٢٦٦٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں صفوان بن سلیم نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں' آپ نے فرمایا: جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر واجب ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۸ میں گزر چکی ہے۔

١٩ - بَابُ سُؤَالِ الْحَاكِمِ الْمُدَّعِيَ هَلْ لَّكَ بَيِّنَةٌ؟ قَبْلَ الْيَمِينِ

قسم سے پہلے حاکم کا مدعی سے یہ سوال کرنا: کیا تمہارے پاس گواہ ہے

یعنی حاکم مدعی علیہ کو قسم دینے سے پہلے مدعی سے یہ سوال کرے کہ کیا تمہارے پاس گواہ ہے؟

٢٦٦٦، ٢٦٦٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ، وَهُوَ فِيهَا فَاجِرٌ، لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. قَالَ فَقَالَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ فِيَّ وَاللّٰهِ كَانَ ذٰلِكَ، كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُودِ أَرْضٌ، فَجَحَدَنِي، فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟ قَالَ قُلْتُ لَا، قَالَ فَقَالَ لِلْيَهُودِيِّ احْلِفْ. قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِذًا يَحْلِفَ وَيَذْهَبَ بِمَالِي! قَالَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ (آل عمران: ۷۷) إِلٰى آخِرِ الْآيَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے خبر دی از الاعمش از شقیق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی ایسی چیز پر حلف اٹھایا جس میں وہ جھوٹا تھا تاکہ وہ (اس قسم کے ذریعہ) کسی مسلمان کا مال ہڑپ کر لے تو وہ اس حال میں اللہ سے ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوگا' راوی نے کہا کہ حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ حدیث میرے متعلق ہے' میرے اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین کا تنازع تھا' اس نے (میرے حق کا) انکار کیا' تو میں اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا' پس مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے پاس گواہ ہے؟ میں نے کہا: نہیں! پھر آپ نے یہودی سے فرمایا: تم قسم کھاؤ! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو قسم کھالے گا اور میرا مال لے جائے گا' انہوں نے کہا: تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ اخیر آیت تک (آل عمران: ۷۷)

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۲۲۵۷ 'اور ۲۲۵۶ کا مطالعہ فرمائیں۔
اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: کیا تمہارے پاس گواہ ہے؟

۲۰ - بَابٌ اَلْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ فِي الْاَمْوَالِ وَالْحُدُوْدِ
اموال میں اور حدود میں مدعٰی علیہ پر قسم ہوگی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قسم مدعٰی علیہ پر ہے نہ کہ مدعی پر' یہ عنوان دو حکموں پر مشتمل ہے: پہلا حکم یہ ہے کہ قسم مدعٰی علیہ پر ہے اور دوسرا حکم یہ ہے کہ اموال اور حدود میں قسم مدعٰی علیہ پر ہے۔ پہلے حکم کا معنی یہ ہے کہ مدعی پر صرف گواہ پیش کرنا ہے اور اس پر قسم کھانا نہیں ہے' امام مالک' فقہاء احناف' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے اور اسحاق کا مذہب یہ ہے کہ جب حاکم کو شک ہو تو وہ مدعی پر گواہ کے علاوہ قسم کو بھی لازم کر سکتا ہے۔ جمہور کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ. (النور:۴)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں (پھر اس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کر سکیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تہمت لگانے والوں کو صرف گواہ پیش کرنے سے بری فرمادیا ہے اور ان کو قسم کھانے کا حکم نہیں دیا۔
اس عنوان میں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ شارع نے قسم مدعٰی علیہ پر لازم کی ہے۔

اس عنوان میں دوسرا حکم یہ ہے کہ اموال اور حدود میں قسم مدعٰی علیہ پر ہے' اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے' امام شافعی' امام مالک اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ یہ حکم عام ہے' اموال' حدود اور نکاح وغیرہ میں جاری ہوتا ہے اور امام مالک نے نکاح' طلاق' عتاق اور فدیہ کو اس حکم سے مستثنیٰ کیا ہے اور کہا ہے کہ ان میں سے کسی چیز میں قسم واجب نہیں ہے' حتیٰ کہ مدعی گواہ قائم کرے' خواہ ایک گواہ ہو اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ قسم مدعٰی علیہ کے ساتھ صرف اموال میں خاص ہے نہ کہ حدود میں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدَاكَ اَوْ يَمِيْنُهُ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دو گواہ ہیں' ورنہ اس کی قسم ہوگی۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۶۷۰' ۲۶۶۹ میں ہے' اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ مدعی پر صرف گواہ پیش کرنا ہے اور مدعٰی علیہ پر صرف قسم ہے اور یہی فقہاء احناف کا مذہب ہے۔

وَقَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ كَلَّمَنِيْ اَبُو الزِّنَادِ فِيْ شَهَادَةِ الشَّاهِدِ' وَيَمِيْنِ الْمُدَّعِيْ' فَقُلْتُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى﴾ (البقرہ:۲۸۲)' قُلْتُ اِذَا كَانَ يُكْتَفٰى بِشَهَادَةِ شَاهِدٍ وَيَمِيْنِ الْمُدَّعِيْ'

اور قتیبہ نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن شبرمہ' انہوں نے کہا کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم کے متعلق مجھ سے ابو الزناد نے کلام کیا تو میں نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور تم اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بنالو' پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (ان کو گواہ بنالو) جن کو تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک (عورت) اگر بھول جائے تو اس ایک کو دوسری یاد دلا دے۔ (البقرہ:۲۸۲) میں نے کہا: جب ایک گواہ اور

فَمَا يَحْتَاجُ اَنْ تُذَكِّرَ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰى؟ مَا كَانَ يَصْنَعُ بِذِكْرِ هٰذِهِ الْاُخْرٰى؟ مدعی کی قسم کافی ہے تو پھر اس کی کیا ضرورت ہے کہ ان میں سے ایک دوسری کو یاد دلائے؟ پھر اس دوسری کے یاد دلانے کے ساتھ کیا کیا جائے گا؟

ایک گواہ اور مدعی کی قسم کی بنیاد پر فیصلہ کا صحیح نہ ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس کا حاصل یہ ہے کہ ابوالزناد کا مذہب یہ تھا کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا صحیح ہے اور یہ اہل حجاز کا مذہب ہے' اور ابن شبرمہ کا مذہب یہ ہے کہ مدعی کے گواہ اور اس کی قسم پر فیصلہ کرنا صحیح نہیں ہے اور انہوں نے البقرہ: ۲۸۲ سے استدلال کیا' ابن شبرمہ کا مذہب وہی ہے جو ابن ابی لیلیٰ' عطاء' النخعی' الشعبی' اوزاعی' اہل کوفہ اور اصحاب مالک میں سے اہل اندلس کا مذہب ہے' وہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی نص صریح سے ثابت ہے کہ نزاعی معاملات میں دو گواہ ہوں یا پھر ایک مرد اور دو عورتیں ہوں اور اس میں مدعی کی قسم کا کوئی دخل نہیں اور اس میں مدعی کی قسم کو لازم کرنا قرآن مجید پر اضافہ ہے اور جن احادیث میں ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کا ذکر ہے' وہ سب اخبار احاد ہیں اور چونکہ وہ احادیث نص قرآن کے مخالف ہیں' اس لیے ان پر عمل نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس سے قرآن مجید کا نسخ لازم آئے گا اور خبر واحد سے قرآن مجید کو نسخ کرنا جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۷۔۳۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' بیروت)

ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ نہ کرنے کے خلاف اعتراضات اور ان کا جواب

ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کی احادیث کی تائید میں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر قرآن مجید پر زائد ہونے کی وجہ سے ایک گواہ اور مدعی کی قسم کا اعتبار نہیں کیا جاتا تو پھر اور بہت سی احادیث کا اعتبار بھی نہیں کرنا چاہیے' جیسے نبیذ سے وضوء کرنا' نماز میں قہقہہ سے وضوء کا وجوب' قے سے وضوء کا وجوب' غسل میں غرارے کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا وجوب' نہ کہ وضوء میں' قیدی کافرہ عورت سے استبراء کرنا (یعنی ایک حیض گزرنے سے پہلے اس سے مباشرت نہ کرنا) جو شخص ایسی چیز چرائے جو جلد خراب ہو جاتی ہے' اس کا ہاتھ نہ کاٹنا' ولادت میں ایک عورت کی گواہی کا کافی ہونا' صرف تلوار سے قصاص لینے کا وجوب' صرف شہر میں جمعہ کا وجوب' جہاد میں ہاتھوں کو نہ کاٹنا' کافر کا مسلمان کے ترکہ کا وارث نہ ہونا' جو مچھلی طبعی موت سے مر کر سطح آب پر تیرنے لگے اس کا حرام ہونا' کچلیوں سے پھاڑنے والے درندوں کا حرام ہونا' پنجوں اور ناخنوں سے پھاڑنے والے پرندوں کا حرام ہونا' بیٹے کو قتل کرنے پر باپ سے قصاص نہ لینا' مقتول کے ترکہ سے قاتل کا وارث نہ ہونا' اس طرح کی اور بہت احادیث اور مسائل ہیں' ان سب میں قرآن مجید پر عمل نہیں کیا جاتا بلکہ ان احادیث پر عمل کیا جاتا ہے۔

ان سب کا جواب یہ ہے کہ جو حدیث نص پر زائد ہے اگر وہ بنفسہٖ مستقل حکم ہو جیسا کہ مذکور الصدر مثالوں میں ہے تو کوئی حرج نہیں ہے اور اس کا نام نسخ نہیں ہے کیونکہ وہ نص کے حکم میں تغییر نہیں کرتا اور نہ اس کو تبدیل کرتا ہے' جب کہ مدعی کے گواہ اور اس کی قسم پر فیصلہ کی حدیث البقرہ: ۲۸۲ کے حکم کی مُغیّر اور مبدِّل ہے' جیسا کہ ابن شبرمہ نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۴۸۔۳۴۶ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۶۶۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ' عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ كَتَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن عمر نے حدیث بیان کی از ابن ابی

۲۱ - بَابٌ اِذَا ادَّعٰی اَوْ قَذَفَ، فَلَهٗ اَنْ يَّلْتَمِسَ الْبَيِّنَةَ، وَيَنْطَلِقَ لِطَلَبِ الْبَيِّنَةِ

جب کوئی شخص دعویٰ کرے یا (اپنی بیوی پر) زنا کی تہمت لگائے تو اس کے لیے گواہ تلاش کرنا جائز ہے اور وہ گواہ طلب کرنے کے لیے روانہ ہو

۲۶۷۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ، عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَاَتَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَيِّنَةَ اَوْ حَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ. فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِذَا رَاٰى اَحَدُنَا عَلٰى امْرَاَتِهٖ رَجُلًا يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ؟ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اَلْبَيِّنَةُ وَاِلَّا حَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ. فَذَكَرَ حَدِيْثَ اللِّعَانِ. [اطراف الحدیث: ۴۷۴۷-۵۳۰۷]

(سنن ابوداؤد: ۲۲۵۴، سنن ترمذی: ۳۱۷۹، سنن ابن ماجہ: ۲۰۶۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی انہوں نے کہا: یارسول اللہ! جب ہم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے اوپر کوئی مرد دیکھے تو کیا وہ گواہ تلاش کرنے کے لیے جائے گا؟ پس آپ یہی فرماتے رہے کہ گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی پھر حدیث لعان کا ذکر کیا۔

باب کے عنوان سے عدم مطابقت کے اعتراض کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ باب کا عنوان مطلق ہے کہ کوئی شخص کسی عورت پر زنا کی تہمت لگائے اور حدیث خصوصاً اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کے متعلق وارد ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت لعان کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے جب شوہر اور اجنبی شخص کے لیے کسی عورت پر زنا کی تہمت لگانے کا حکم مساوی تھا اور جب تہمت لگانے والے کے لیے گواہ پیش کرنے کا حکم ہے تو ہر مدعی کے لیے گواہ پیش کرنے کا حکم بہ طریق اولیٰ ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۱۲۳ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

ہلال بن امیہ کا تذکرہ اور امام بخاری کی روایت کی توثیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: ہلال بن اُمیہ بن عامر بن قیس بن عبدالاعلم یہ قدیم الاسلام ہیں اور بدری صحابی ہیں انہوں نے ہی اپنی بیوی کے ساتھ لعان کیا تھا اور یہ ان تین صحابہ میں سے ایک ہیں جو غزوۂ تبوک میں جانے سے رہ گئے تھے۔ امام طبری اور علامہ مہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ہلال بن امیہ کا ذکر صحیح نہیں ہے تہمت لگانے والے صحابی حضرت عویمر العجلانی تھے اور یہ واقعہ شعبان نو (۹) ہجری کا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس آئے تھے اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ غلطی اس حدیث کے راوی ہشام بن حسان سے ہوئی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کے جواب میں توقف فرمایا حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے لعان کی آیت نازل فرمائی اور اگر یہ دو واقعے ہوتے (ایک حضرت ہلال کا دوسرا حضرت عویمر کا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم بیان کرنے میں توقف نہ فرماتے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۵۴)

مخصوص جگہ پر مدعیٰ علیہ سے قسم لینے میں مذاہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فقہاء احناف اور فقہاء حنبلیہ کا یہی مذہب ہے کہ مدعیٰ علیہ پر جس جگہ قسم واجب ہوئی اس سے اسی جگہ حلف لیا جائے اور اس کو دوسری جگہ قسم کھانے کے لیے نہ کہا جائے' امام بخاری کا بھی اسی طرف رجحان ہے۔

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں یہ قسم جامع مسجد میں منبر کے پاس لی جائے گی اور اس سے کم رقم میں یہ قسم حاکم کی مجلس میں یا جس جگہ حاکم کہے' وہاں قسم لی جائے گی اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے قسم کھائے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۵۹-۳۵۸)

قَضٰی مَرْوَانُ بِالْيَمِيْنِ عَلٰی زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ اَحْلِفُ لَهٗ مَكَانِيْ، فَجَعَلَ زَيْدٌ يَحْلِفُ، وَاَبٰى اَنْ يَحْلِفَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَجَعَلَ مَرْوَانُ يَعْجَبُ مِنْهُ.

مروان نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے متعلق منبر پر قسم کھانے کا فیصلہ کیا' تو انہوں نے کہا: میں اپنی جگہ قسم کھاؤں گا' تو حضرت زید بن ثابت نے قسم کھائی اور منبر پر قسم کھانے سے انکار کیا' پس مروان کو ان پر تعجب ہوتا رہا۔

اس تعلیق کی اصل موطأ امام مالک' کتاب الاقضیہ' باب:۹' حدیث:۱۲۔ ج ۲ ص ۱۷۴' مطبوعہ المکتبۃ التوفیقیہ میں ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ مقام ابراہیم اور بیت اللہ کے درمیان حلف اٹھا رہے ہیں' انہوں نے پوچھا: کیا یہ قتل کے متعلق قسم کھا رہے ہیں؟ لوگوں نے کہا: نہیں! پھر پوچھا: کیا یہ عظیم مال کے متعلق قسم کھا رہے ہیں؟ لوگوں نے کہا: نہیں! انہوں نے کہا: مجھے خطرہ ہے کہ لوگ اس مقام کو معمولی سمجھیں گے اور کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر بھی تعظیم میں اس جگہ کی مثل ہے کیونکہ جو شخص آپ کے منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے' اس کے متعلق سخت وعید وارد ہے۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے منبر کے پاس قسم نہیں کھائی اور جو منبر کے پاس قسم کھانے کو جائز قرار دیتا ہے' وہ مروان کے قول پر بلا دلیل عمل کرتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدَاكَ اَوْ يَمِيْنُهٗ . فَلَمْ يَخُصَّ مَكَانًا دُوْنَ مَكَانٍ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دو گواہ ہوں گے ورنہ اس کی قسم ہوگی اور آپ نے کسی خاص جگہ کی تخصیص نہیں فرمائی۔

اس تعلیق کی اصل صحیح البخاری: ۲۶۷۰-۲۶۶۹ میں ہے اور اس تعلیق کا ظاہر بھی امام ابوحنیفہ کا مؤید ہے۔

۲۶۷۳ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالًا، لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی از اعمش از ابی وائل از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس نے کسی چیز پر قسم کھائی تا کہ اس کا مال ہڑپ کر لے (اور وہ اس قسم میں جھوٹا تھا) تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس

حدیث میں قسم کھانے کے لیے کسی جگہ کے تعین کا ذکر نہیں ہے۔

٢٤ - بَابٌ اِذَا تَسَارَعَ قَوْمٌ فِي الْيَمِينِ
جب لوگ قسم کھانے میں جلدی کریں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں پر قسم واجب ہوتی ہے جب وہ قسم کھانے میں جلدی کریں تو پہلے کس سے قسم لی جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے درمیان قرعہ اندازی سے فیصلہ کیا جائے گا۔

٢٦٧٤ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلٰى قَوْمٍ الْيَمِينَ، فَاَسْرَعُوْا، فَاَمَرَ اَنْ يُّسْهَمَ بَيْنَهُمْ فِي الْيَمِينِ اَيُّهُمْ يَحْلِفُ. (سنن ابوداؤد:٣٦١٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں پر قسم پیش کی وہ (قسم کھانے میں) جلدی کرنے لگے تو آپ نے حکم دیا کہ ان کے درمیان قسم لینے میں قرعہ اندازی کی جائے کہ کون حلف اٹھائے گا۔

قسم لینے میں قرعہ اندازی کی حکمت

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

لوگوں کے درمیان قرعہ اندازی اس وقت کی جاتی ہے جب کسی چیز کے مستحق ہونے میں سب کے درجات مساوی ہوں مثلاً ایک چیز دو آدمیوں کے پاس ہے اور ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ پوری چیز اس کی ہے ان میں سے ایک یہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ قسم کھا کر اس چیز پر قبضہ کرلے اور دوسرا بھی اسی طرح ارادہ کرتا ہے تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی پھر جس کے نام کا قرعہ نکل آئے گا وہ حلف اٹھا کر اس چیز کا مستحق ہو جائے گا۔ (اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۹۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۸ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھانے میں لوگوں کے جلدی کرنے کو اس لیے ناپسند فرمایا ہے کہ کہیں وہ سب یک بارگی قسم نہ کھالیں پھر جس کا حق ہے وہ قسم کھا کر اپنا حق نہیں لے سکے گا اس لیے یہ چاہیے کہ ہر شخص الگ الگ قسم کھائے کہ اس چیز پر اس کا حق ہے پس جب ہر شخص قسم کھا کر اپنا حق لینا چاہتا ہو یا خود سے ضرر کو دور کرنا چاہتا ہو تو اس کی یہ صورت ہے کہ وہ لوگ قرعہ اندازی کرلیں اور جس کے نام کا قرعہ ہو صرف وہ قسم کھائے کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں اپنے ساتھ کسی زوجہ کو لے جانے کے لیے ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کی حالانکہ تمام ازواج احترام میں مساوی تھیں اور کوئی زوجہ سفر کے استحقاق میں دوسری سے اولیٰ نہیں تھی۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۵۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

٢٥ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌO﴾ (آل عمران:٧٧)

بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ آخرت میں اللہ ان سے کوئی کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہےO (آل عمران:٧٧)

اس آیت میں ان لوگوں کے متعلق شدید وعید ہے جو جھوٹی قسمیں کھا کر دنیا کا حقیر اور تھوڑا مال حاصل کرتے ہیں۔

٢٦٧٥ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ أَبُو إِسْمَاعِيلَ السَّكْسَكِيُّ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ أَقَامَ رَجُلٌ سِلْعَتَهُ، فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَقَدْ أَعْطٰى بِهَا مَا لَمْ يُعْطِهَا، فَنَزَلَتْ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ (آل عمران:٧٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عوام نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم ابو اسماعیل السکسکی نے خبر دی انہوں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ ایک شخص نے اپنا سودا دکھایا پھر اللہ کی قسم کھا کر کہا: اس نے اس سودے کے اتنے پیسے دیے ہیں حالانکہ اس نے اتنے پیسے نہیں دیئے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ (آل عمران:۷۷)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۸۸ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ أَبِي أَوْفٰى اَلنَّاجِشُ آكِلُ رِبًا خَائِنٌ.

اور حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے کہا: "ناجش" (خریدار کو پھانسنے کے لیے زیادہ بولی لگوانے والا) سود خور خائن ہے۔

"نجش" کے متعلق حدیث موصول صحیح البخاری: ۲۱۴۲ میں گزر چکی ہے وہاں "نجش" کی بحث کی جا چکی ہے۔

٢٦٧٧،٢٦٧٦ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ كَاذِبًا، لِيَقْتَطِعَ مَالَ رَجُلٍ. أَوْ قَالَ أَخِيْهِ. لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ، وَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ فِي الْقُرْاٰنِ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ الْاٰيَةَ (آل عمران:٧٧)، فَلَقِيَنِي الْأَشْعَثُ فَقَالَ مَا حَدَّثَكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ الْيَوْمَ؟ قُلْتُ كَذَا وَ كَذَا، قَالَ فِيَّ أُنْزِلَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں بشر بن خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان از ابی وائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جس نے کسی چیز پر قسم کھائی حالانکہ وہ جھوٹا تھا تا کہ وہ کسی مرد کا مال ہڑپ کر لے یا فرمایا: اپنے بھائی کا مال (ہڑپ کر لے) تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوگا اور اللہ عزوجل نے اس کی قرآن میں تصدیق نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ (آل عمران:۷۷) پوری آیت پڑھی پھر مجھ سے حضرت اشعث رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی پھر پوچھا: حضرت عبداللہ نے آج تمہیں کون سی حدیث بیان کی ہے؟ میں نے بتایا: اس طرح اور اس طرح کہا ہے انہوں نے کہا: یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۳۵۷ اور ۲۳۵۶ میں گزر چکی ہے۔

٢٦ - بَابٌ كَيْفَ يُسْتَحْلَفُ

کس طرح قسم لی جائے گی؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص پر قسم لازم آ رہی ہے اس سے کس طرح قسم لی جائے گی؟

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ﴾ (التوبہ:٦٢)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے مسلمانو!) منافقین تمہیں راضی کرنے کے لیے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں۔ (التوبہ:٦٢)

وَقَوْلُهٗ عَزَّوَجَلَّ ﴿ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا○﴾ (النساء:٦٢).

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: پھر یہ آپ کے پاس اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے آئیں کہ ہمارا تو ماسوا نیکی اور باہمی موافقت کے اور کوئی ارادہ نہ تھا○ (النساء:٦٢)

وَقَوْلِ اللّٰهِ ﴿وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ﴾ (التوبہ:٥٦).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور تم میں سے ہیں○ (التوبہ:٥٦)

وَ ﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ﴾ (التوبہ:٦٢).

اور فرمایا: (اے مسلمانو!) منافقین تمہیں راضی کرنے کے لیے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں۔ (التوبہ:٦٢)

﴿فَيُقْسِمَانِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا﴾ (المائدہ:١٠٧).

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: (اور وہ گواہ) اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان (وصیوں) کی شہادت سے زیادہ برحق ہے۔ (المائدہ:١٠٧)

امام بخاری نے ان آیات کا ذکر کیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی قسم کا ذکر ہے اور یہ آیات اس باب کے عنوان کے مناسب ہیں ان آیات کو ذکر کرنے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ قسم کا قاعدہ یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے اسم کا ذکر کیا جائے جیسا کہ عنقریب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت آ رہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قسم کھانے والا ہو وہ اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔ (صحیح البخاری:٢٦٧٩)

يُقَالُ بِاللّٰهِ وَتَاللّٰهِ وَوَاللّٰهِ.

کہا جاتا ہے: ''بِاللّٰه وَتَاللّٰه وَ وَاللّٰهِ''۔

امام بخاری نے اس عبارت سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جس اسم کی قسم کھائی جاتی ہے وہ لفظ اللہ ہے اور جن حروف کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے وہ باء تاء اور واؤ ہیں۔

باء کی مثال یہ آیت ہے:

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ. (النمل:٤٩)

کافروں نے کہا: ہم سب آپس میں اللہ کی قسمیں کھا کر عہد کرتے ہیں۔

اور تاء کی مثال یہ آیت ہے:

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا. (یوسف:٩١)

انہوں نے کہا: بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی۔

اور واؤ کی مثال یہ آیت ہے:

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ○ (الانعام:٢٣)

اللہ کی قسم! جو ہمارا رب ہے ہم شرک کرنے والے نہ تھے○

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ حَلَفَ بِاللّٰهِ كَاذِبًا بَعْدَ الْعَصْرِ. وَلَا يُحْلَفُ بِغَيْرِ اللّٰهِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور جس نے عصر کے بعد اللہ کی قسم کھائی اس حال میں کہ وہ جھوٹ بولنے والا تھا اور اللہ کے نام کے

بغیر قسم نہیں کھائی جاتی۔

اس تعلیق میں امام بخاری نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے' وہ صحیح البخاری: ۲۶۷۲ میں گزر چکی ہے اور یہاں پر اس کی روایت بالمعنی کی ہے۔

۲۶۷۸ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَمِّهِ أَبِي سُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُهُ عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ. فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ رَمَضَانَ. قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ. قَالَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكٰوةَ، قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ. قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللّٰهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هٰذَا وَلَا أَنْقُصُ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی ازعم خود ابی سہیل از والد خود' انہوں نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا تو وہ آپ سے اسلام کے متعلق سوال کر رہا تھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں' تو اس نے پوچھا: کیا ان کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی چیز فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مگر یہ کہ تم نفل نماز پڑھو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور رمضان کے روزے' اس نے پوچھا: کیا ان کے علاوہ بھی کوئی چیز مجھ پر فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مگر یہ کہ تم نفلی روزے رکھو۔ راوی نے کہا: اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا ذکر کیا' اس نے پوچھا: کیا اس کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی چیز فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! مگر یہ کہ تم نفلی زکوٰۃ ادا کرو۔ راوی کہتا ہے کہ اس شخص نے پیٹھ موڑی اور اس وقت وہ یہ کہہ رہا تھا: اور اللہ کی قسم! میں ان پر کوئی چیز زیادہ کروں گا اور نہ کم کروں گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ کامیاب ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں لفظ اللہ کے ساتھ قسم کھانے کا ذکر ہے اور وہ یہ جملہ ہے: اور اللہ کی قسم! میں ان پر کوئی چیز زیادہ کروں گا اور نہ کم کروں گا۔

۲۶۷۹ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ قَالَ ذَكَرَ نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۳۶-۶۱۰۸-۶۶۴۶-۶۶۴۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ نافع نے ذکر کیا از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قسم کھانے والا ہو تو وہ اللہ کے نام کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔

قسم کے الفاظ میں فقہاء کا اختلاف

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ کس کیفیت کے ساتھ قسم کھانا واجب ہے' ایک جماعت نے کہا ہے کہ صرف لفظ اللہ کے ساتھ قسم

کھائے اور اس میں کوئی اضافہ نہ کرے' امام مالک نے کہا ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ قسم کھائے کہ اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

الکوفی نے کہا ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ قسم کھائے کہ اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور اگر قاضی کو اس پر اطمینان نہ ہو تو وہ ان الفاظ کا اضافہ کرے: جو غیب اور شہادت کا عالم ہے' رحمٰن اور رحیم ہے' وہ پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننا والا ہے' جس کو معلوم ہے کہ خائن آنکھ نے کیا چھپایا ہے اور جو سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔

امام بخاری نے اس باب میں جو قرآن مجید کی آیات اور احادیث ذکر کی ہیں' اس میں ان فقہاء کی دلیل ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ صرف لفظ اللہ کی قسم کھانی چاہیے اور اس پر کسی لفظ کا اضافہ نہیں کرنا چاہیے' اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا کہ آپ اللہ کی قسم کھائیں کہ جب آپ نے اس چیز کو فروخت کیا تھا تو آپ کے علم میں اس میں کوئی نقص نہیں تھا اور اس پر اجماع ہے کہ حاکم کو طلاق کی یا غلام آزاد کرنے کی یا حج کی یا مصحف کی قسم نہیں دینی چاہیے۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ اللہ کے نام کے بغیر قسم کھانا مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی ہے۔ اس میں حسب ذیل تین مسالک ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے ساتھ قسم کھانا جائز ہے۔

(۲) لات' عزیٰ اور دیگر بتوں کے نام کے ساتھ قسم کھانا حرام ہے اور اگر قسم کھانے میں ان بتوں کی تعظیم کا قصد کیا جائے تو پھر یہ کفر ہے۔

(۳) ان کے علاوہ اور کسی ایسے اسم کے ساتھ قسم کھائی جس کی تعظیم کا قصد نہیں کیا جاتا تو اس کے حرام یا مکروہ ہونے میں اختلاف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۷ - بَابُ مَنْ اَقَامَ الْبَيِّنَةَ بَعْدَ الْيَمِيْنِ — جس نے قسم کے بعد گواہ پیش کیے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے مدعیٰ علیہ کے قسم کھانے کے بعد گواہ پیش کیے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس کی جزاء کو عنوان میں ذکر نہیں کیا' یعنی آیا اس کے گواہ قبول ہوں گے یا نہیں؟ سو اس مسئلہ میں اختلاف ہے' جمہور کے نزدیک اس کے گواہ قبول کیے جائیں گے' فقہاء احناف' امام شافعی اور امام احمد کا یہی مذہب ہے' ثوری' لیث اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک نے یہ کہا ہے کہ اگر مدعی نے مدعیٰ علیہ سے قسم لے لی اور اس کو اس وقت گواہوں کا علم نہیں تھا اور اس کو بعد میں گواہوں کا پتا چلا تو اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا' اور اگر اس نے مدعیٰ علیہ سے قسم لے لی اور اپنے گواہوں کو ترک کر کے اس کی قسم پر راضی ہو گیا' خواہ اس کے گواہ حاضر ہوں یا غائب ہوں تو پھر اس کا ان گواہوں کے اوپر کوئی حق نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۶۵)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَلْحَنُ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی دلیل کو زیادہ بہتر طور پر پیش کر سکے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث اس باب میں آ رہی ہے۔

وَقَالَ طَاوٗسٌ وَاِبْرَاهِيْمُ وَشُرَيْحٌ اَلْبَيِّنَةُ الْعَادِلَةُ اَحَقُّ مِنَ الْيَمِيْنِ الْفَاجِرَةِ.

اور طاؤس اور ابراہیم اور شریح نے کہا کہ عادل گواہ جھوٹی قسم کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہے۔

ان کے کلام کا معنی یہ ہے کہ مدعی علیہ کے جھوٹی قسم کھانے کے بعد مدعی کے نیک گواہوں کو سننا زیادہ لائق ہے۔

۲۶۸۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ زَيْنَبَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَلْحَنُ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِحَقِّ اَخِيْهِ شَيْئًا بِقَوْلِهٖ، فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ، فَلَا يَاْخُذْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ہشام بن عروۃ از والد خود از زینب از حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے پاس اپنے مقدمات لاتے ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی دلیل کو دوسرے کی بہ نسبت زیادہ اچھی طرح پیش کر سکتا ہو پس میں (بالفرض) کسی کے لیے اس کے بھائی کے حق میں سے اس کی چرب زبانی کی وجہ سے کسی چیز کا فیصلہ کر دوں تو میں اس کے لیے صرف آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں، سو وہ اس کو نہ لے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۴۵۸ میں گزر چکی ہے، اس باب کا عنوان ہے: جس نے مدعی علیہ کی قسم کے بعد گواہ پیش کیے جب کہ اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے؟ اس کی یہ تاویل کی گئی ہے کہ اس حدیث میں مقدمات کا ذکر ہے اور مقدمات میں گواہ ہوتے ہیں مگر اس کو یہ لازم نہیں ہے کہ گواہ مدعی علیہ کی قسم کے بعد پیش کیے جائیں حتیٰ کہ یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہو۔

حاکم اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے، اس سلسلہ میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حاکم کا فیصلہ کسی حرام چیز کو حلال نہیں کرتا، خواہ اس کا تعلق مال سے ہو یا دیگر حقوق سے ہو۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اموال میں حاکم کا اپنے علم سے فیصلہ کرنا حرام ہے، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے کہ حاکم کا فیصلہ طلاق، نکاح اور نسب میں متعدد اُمور کا احتمال رکھتا ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ حاکم اپنے علم سے مطلقاً فیصلہ نہ کرے، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حاکم صرف ظاہر کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، اور جس شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ حاکم نے فیصلہ میں خطاء کی ہے اور وہ اس کو کچھ نذرانہ دے تو حاکم کے لیے اس کا لینا جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۶۶، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

* یہ حدیث، شرح صحیح مسلم: ۴۳۵۹۔ ج ۵ ص ۸۶ پر مذکور ہے، وہاں اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری حجت کی بناء پر فیصلہ کا حکم دینے کی حکمت (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر اور نور ہونے کی تحقیق (۳) نبی کی حقیقت کا عام انسانوں کی حقیقت سے ممتاز ہونا (۴) نبی کی خصوصیات (۵) نبی کے چھیالیس امتیازات (۶) نبی اور غیر نبی کا فرق (۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا بیان (۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حسی نورانیت اور حسن و جمال (۹) بشریت کا نورانیت سے افضل ہونا (۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے مثل ہونا (۱۱) قرآن مجید کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اول الخلق ہونا (۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّل الخلق ہونے کے بارے میں علماء کے نظریات اور مصنف کا مؤقف (۱۳) مخلوق کی طرف علم غیب کی نسبت کرنے کی تحقیق (۱۴) قرآن اور سنت کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت (۱۵) فقہاء اسلام کے اقوال کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت (۱۶) قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے میں فقہاء احناف کا مؤقف (۱۷) جن صورتوں میں فقہاء احناف کے نزدیک قضاء ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاتی ہے (۱۸) فقہاء احناف کے نزدیک قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے کی شرائط (۱۹) قضاء باطنی کے نفاذ میں

ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور فقہاء احناف کے دلائل کا تجزیہ۔

۲۸ - بَابُ مَنْ اَمَرَ بِاِنْجَازِ الْوَعْدِ
جس نے وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا

علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں:

وعدہ کو پورا کرنا مطلوب ہے اس کا حکم دیا گیا ہے مگر یہ فرض یا واجب نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ جس نے کسی چیز کا وعدہ کیا وہ مقروضوں کی طرح نہیں ہوگا' اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ وعدہ پورا کرنا مستحسن ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تحسین کی ہے جنہوں نے اپنے وعدہ کو پورا کیا اور اپنی نذر پوری کی اور یہ مکارم اخلاق میں سے ہے اور جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والے تھے' اس لیے آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس سے کسی چیز کے عطاء کرنے کا وعدہ کیا ہو' وہ آئے اور آ کر مجھ سے وہ چیز لے لے۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۵۸۔۵۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَفَعَلَهُ الْحَسَنُ.
حسن بصری نے وعدہ پورا کیا۔

وَذَكَرَ ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾ (مریم:۵۴).
اور اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ وہ وعدہ میں سچے تھے۔ (مریم:۵۴)

وَقَضَى ابْنُ الْاَشْوَعِ بِالْوَعْدِ.
اور ابن الاشوع نے وعدہ پورا کرنے کا فیصلہ کیا۔

یہ سعید بن عمرو بن الاشوع الہمدانی ہیں جو خالد القسری کے زمانہ میں کوفہ کے قاضی تھے' یہ ایک صدی ہجری کے بعد کا واقعہ ہے۔

وَذَكَرَ ذٰلِكَ عَنْ سَمُرَةَ.
انہوں نے اس کا ذکر کیا از حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ۔

یعنی ابن الاشوع نے حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے وعدہ پورا کرنے کا فیصلہ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَذَكَرَ صِهْرًا لَّهٗ' قَالَ وَعَدَنِيْ فَوَفٰى لِيْ.
اور حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' آپ نے اپنے داماد کا ذکر کیا اور فرمایا: انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا' سو اس کو پورا کیا۔

آپ کے داماد سے مراد حضرت ابوالعاص بن الربیع ہیں جو آپ کی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے' ایک قول یہ ہے کہ ''صہر'' سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں' کیونکہ انہوں نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح آپ سے کیا تھا اور ''صہر'' کا معنی داماد بھی ہوتا ہے اور خسر بھی۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ' وَرَاَيْتُ اِسْحَاقَ بْنَ اِبْرَاهِيْمَ يَحْتَجُّ بِحَدِيْثِ ابْنِ الْاَشْوَعِ.
امام ابوعبداللہ نے کہا: اور میں نے اسحاق بن ابراہیم کو دیکھا' وہ ابن الاشوع کی حدیث سے استدلال کرتے تھے۔

اس سے مراد وہ حدیث ہے جو ابن الاشوع نے حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

ان تمام تعلیقات کی شرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۶۷۔۳۶۶ میں کی ہے۔

۲۶۸۱ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ' عَنْ صَالِحٍ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ
امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث

عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُوْ سُفْيَانَ أَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَهُ سَأَلْتُكَ مَاذَا يَأْمُرُكُمْ؟ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ أَمَرَكُمْ بِالصَّلٰوةِ، وَالصِّدْقِ، وَالْعَفَافِ، وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ، وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ، قَالَ وَهٰذِهِ صِفَةُ نَبِيٍّ.

بیان کی از صالح از ابن شہاب از عبید اللہ بن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بتایا کہ ان کو ابوسفیان نے خبر دی کہ ہرقل نے ان سے کہا: میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ وہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟ تو تم نے بتایا کہ وہ تم کو نماز پڑھنے' سچ بولنے' پاکیزگی' عہد پورا کرنے اور امانت ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں' ہرقل نے کہا: اور یہی نبی کی صفات ہوتی ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں عہد پورا کرنے کا ذکر ہے۔

۲۶۸۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ عَنْ نَافِعِ بْنِ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از ابوسہیل از نافع بن مالک بن ابی عامر از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے' اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳ میں گزر چکی ہے۔

۲۶۸۳ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ لَمَّا مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ أَبَا بَكْرٍ مَالٌ مِنْ قِبَلِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ، أَوْ كَانَتْ لَهُ قِبَلَهُ عِدَةٌ فَلْيَأْتِنَا. قَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ وَعَدَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُعْطِيَنِي هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا، فَبَسَطَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَ جَابِرٌ فَعَدَّ فِي يَدِي خَمْسَ مِائَةٍ، ثُمَّ خَمْسَ مِائَةٍ، ثُمَّ خَمْسَ مِائَةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے عمر بن دینار نے خبر دی از محمد بن علی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس العلاء بن الحضرمی کی طرف سے مال آیا تو حضرت ابوبکر نے کہا: جس شخص کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی قرض ہو یا جس شخص سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عطا کرنے کا وعدہ کیا ہو وہ ہمارے پاس آئے' تو حضرت جابر نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ مجھے اتنا اور اتنا اور اتنا عطا فرمائیں گے' پس انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ پھیلایا۔ حضرت جابر نے بتایا: پس حضرت ابوبکر نے میرے ہاتھوں میں پانچ سو پھر پانچ سو پھر پانچ سو گن کر دیے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۹۶ میں گزر چکی ہے۔

٢٦٨٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ، عَنْ سَالِمٍ الْأَفْطَسِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَأَلَنِي يَهُودِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْحِيرَةِ أَيَّ الْأَجَلَيْنِ قَضَى مُوسَى؟ قُلْتُ لَا أَدْرِي، حَتَّى أَقْدَمَ عَلَى حَبْرِ الْعَرَبِ فَأَسْأَلَهُ، فَقَدِمْتُ فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ قَضَى أَكْثَرَهُمَا وَأَطْيَبَهُمَا، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ فَعَلَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن سلیمان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں مروان بن شجاع نے حدیث بیان کی از سالم الافطس از سعید بن جبیر' انہوں نے کہا: مجھ سے اہل حیرہ کے ایک یہودی نے سوال کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت کو پورا کیا تھا' میں نے کہا: میں نہیں جانتا حتیٰ کہ میں عرب کے کسی عالم کے پاس جا کر اس سے سوال کروں' پھر میں آیا اور میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت موسیٰ نے زیادہ لمبی اور زیادہ پاکیزہ مدت کو پورا کیا تھا' بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی بات فرماتے ہیں تو اس کو پورا کر دیتے ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبدالرحیم ابو یحییٰ (۲) سعید بن سلیمان' یہ سعدویہ بغدادی کے نام سے مشہور ہیں (۳) مروان بن شجاع ابوعمرو مولیٰ مروان بن محمد بن الحکم القرشی الاموی الجزری' یہ ۱۸۴ھ میں بغداد میں فوت ہو گئے تھے (۴) سالم بن عجلان الافطس' یہ ۱۳۲ھ میں شہید ہو گئے تھے (۵) سعید بن جبیر (۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۶۹)

''حیرہ'' اور ''حبر'' کے معانی اور حدیث مذکور کے دیگر فوائد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''اهل حیرہ'' کا ذکر ہے: ''حِیرہ'' عراق کا ایک مشہور شہر ہے' جو کوفہ کے قریب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت کو پورا کیا تھا؟ ان دو مدتوں کا بیان حسب ذیل آیت میں ہے:

قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ. (القصص:۲۷)

(حضرت شعیب نے حضرت موسیٰ سے) کہا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا آپ سے نکاح کر دوں' اس (مہر) پر کہ آٹھ سال تک آپ اُجرت پر میرا کام کریں' پھر اگر آپ دس سال پورے کر دیں تو یہ آپ کی طرف سے ہوگا۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی دس سال خدمت کر کے لمبی مدت پوری کر دی تھی۔

اس حدیث میں ''حَبْر'' کا ذکر ہے'' حبر'' عالمِ دین کو کہتے ہیں خواہ وہ مسلمان ہو یا اہل کتاب میں سے ہو۔ اس کی جمع احبار ہے۔

حضرت موسیٰ نے زیادہ لمبی اور زیادہ پاکیزہ مدت کو پورا کیا تھا' حضرت ابوسعید نے کہا: یہ مدت دس سال تھی اور زیادہ پاکیزہ کا معنی ہے: جو مدت حضرت شعیب علیہ السلام کے دل میں زیادہ پاکیزہ تھی۔

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی بات فرماتے ہیں تو اس کو پورا کر دیتے ہیں۔ اس حدیث میں رسول اللہ سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں' انہوں نے فرمایا تھا کہ میں جو مدت بھی پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی مضائقہ نہیں اور پھر انہوں نے لمبی مدت کو پورا کر دیا

اور اللہ کے رسول کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ جو بات فرماتے ہیں' اس کو پورا کر دیتے ہیں اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اسی جملہ میں ہے۔

۲۹ - بَابٌ لَا يُسْأَلُ أَهْلُ الشِّرْكِ عَنِ الشَّهَادَةِ وَغَيْرِهَا

مشرکین سے گواہی وغیرہ کا سوال نہ کیا جائے

مشرکین اور اہل کتاب کی گواہی قبول کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس باب کے عنوان سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ مشرکین کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' جمہور کے نزدیک ان کی گواہی بالکل قبول نہیں کی جائے گی' اور نہ ایک دوسرے کے متعلق ان کی گواہی قبول کی جائے گی اور بعض فقہاء نے اہل کتاب کی ایک دوسرے کے متعلق اور مسلمانوں کے متعلق گواہی قبول کرنے کی اجازت دی ہے' اور یہ ابراہیم نخعی کا قول ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ مشرکین کی ایک دوسرے کے متعلق گواہی جائز ہے' یہ عمر بن عبد العزیز' شعبی' نافع' حماد اور وکیع کا قول ہے' امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ صرف یہودی کی گواہی یہودی کے متعلق اور نصرانی کی گواہی نصرانی کے متعلق قبول کی جائے گی' اور یہ زہری' ضحاک' حکم' ابن ابی لیلیٰ' عطاء' ابوسلمہ' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور ابوثور کا قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ أَهْلِ الْمِلَلِ بَعْضِهِمْ عَلٰى بَعْضٍ' لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ﴾ (المائدہ:١٤).

شعبی نے کہا: دوسرے مذاہب کی ایک دوسرے کے متعلق گواہی قبول کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض کو بھڑکا دیا ہے۔ (المائدہ:۱۴)

اس تعلیق کے متعلق آثار حسب ذیل ہیں:

داؤد بیان کرتے ہیں کہ شعبی نے کہا: مسلمانوں کے سوا ایک ملت کی شہادت دوسری ملت کے متعلق جائز نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۳۳۱' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۸۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حماد بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم' شعبی اور حسن بصری نے کہا: ایک ملت والوں کی صرف اپنی ملت والوں کے متعلق شہادت جائز ہے' یہودی کی یہودی کے متعلق اور نصرانی کی نصرانی کے متعلق۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۳۳۴' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۸۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَدِّقُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ' وَ ﴿قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ أُنْزِلَ﴾ الْاٰيَةَ (البقرہ:١٣٦).

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل کتاب کی تصدیق کرو اور نہ ان کی تکذیب کرو اور کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو اس نے نازل کیا گیا۔ (البقرہ:۱۳۶)

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ۴۴۸۵ میں ہے۔

٢٦٨٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ' عَنْ يُونُسَ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ' كَيْفَ تَسْأَلُوْنَ أَهْلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے کہا: اے مسلمانوں کی جماعت! تم لوگ اہل کتاب سے

الْكِتَابِ، وَكِتَابُكُمُ الَّذِىْ اُنْزِلَ عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْدَثُ الْاَخْبَارِ بِاللّٰهِ، تَقْرَؤُوْنَهٗ لَمْ يُشَبْ، وَقَدْ حَدَّثَكُمُ اللّٰهُ اَنَّ اَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ وَغَيَّرُوْا بِاَيْدِيْهِمُ الْكِتَابَ فَقَالُوْا ﴿هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ (البقرہ:۷۹) اَفَلَا يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مُسَاءَلَتِهِمْ، وَلَا وَاللّٰهِ مَا رَاَيْنَا مِنْهُمْ رَجُلًا قَطُّ يَسْاَلُكُمْ عَنِ الَّذِىْ اُنْزِلَ عَلَيْكُمْ. [اطراف الحدیث:۷۳۶۳-۷۵۲۲-۷۵۲۳]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

کس طرح سوال کرتے ہو! حالانکہ تمہاری کتاب جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے وہ اللہ کی طرف سے سب سے بعد میں نازل ہوئی ہے تم اس کی تلاوت کرتے ہو اور اس میں کوئی تحریف نہیں ہوئی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ نے تم کو پہلے ہی بتا دیا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ کے لکھے ہوئے کو بدل دیا ہے اور انہوں نے اپنے ہاتھوں سے کتاب میں تغیر کر دیا ہے پھر وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے عوض تھوڑی سی قیمت حاصل کر لیں۔ (البقرہ:۷۹) پس تمہارے پاس جو علم (قرآن) آ چکا ہے کیا وہ تم کو ان (اہل کتاب) سے سوال کرنے سے منع نہیں کرتا! اللہ کی قسم! ہم نے ان کے کسی آدمی کو کبھی نہیں دیکھا جو تم سے اس کے متعلق سوال کرتا ہو جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔

یعنی جب اہل کتاب تم سے سوال نہیں کرتے تو تم کو بہ طریق اولیٰ ان سے سوال نہیں کرنا چاہیے' اس حدیث سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے' جو کہتے ہیں کہ اہل کتاب کی گواہی کو قبول کرنا بالکل جائز نہیں ہے۔

۳۰ - بَابُ الْقُرْعَةِ فِي الْمُشْكِلَاتِ — مشکلات میں قرعہ اندازی کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرعہ اندازی کرنا جائز ہے اور اس باب کی ''کتاب الشھادت'' کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ جس طرح گواہ کے ذریعہ دو فریقوں میں جھگڑا ختم ہو جاتا ہے' اسی طرح قرعہ اندازی کے ذریعہ بھی دو فریقوں میں جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔

وَقَوْلِهٖ ﴿اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ﴾ (آل عمران:٤٤). وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِقْتَرَعُوْا فَجَرَتِ الْاَقْلَامُ مَعَ الْجِرْيَةِ، وَعَالَ قَلَمُ زَكَرِيَّاءَ الْجِرْيَةَ، فَكَفَلَهَا زَكَرِيَّاءُ. وَقَوْلِهٖ ﴿فَسَاهَمَ﴾ اَقْرَعَ ﴿فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ﴾ (الصافات:١٤١) مِنَ الْمَسْهُوْمِيْنَ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب وہ (قرعہ اندازی کے لیے) اپنے قلموں کو ڈالتے تھے کہ مریم کی کفالت ان میں سے کون کرے۔ (آل عمران:۴۴) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب سب لوگوں نے نہر اُردن میں اپنے اپنے قلم ڈالے تو تمام قلم پانی کے بہاؤ کے ساتھ بہہ گئے لیکن حضرت زکریاء کا قلم اوپر اُٹھ گیا' پھر حضرت زکریاء نے مریم کی کفالت کی' دوسری آیت میں ''فساھم'' کا معنی ہے: پس انہوں نے قرعہ ڈالا اور ''فکان من المدحضین'' (الصفٰت:۱۴۱) کا معنی ہے: ان ہی کے نام پر قرعہ نکلا۔

یہ دوسری آیت حضرت یونس بن متی کے متعلق ہے' جب انہوں نے اپنی قوم اہل نینویٰ کو اپنے دین میں داخل ہونے کی دعوت دی تو انہوں نے دعوت کو قبول کرنے میں تاخیر کر دی تو حضرت یونس علیہ السلام نے ان کے خلاف دعا کی اور ان کو تین دن کے بعد عذاب سے ڈرایا' اور ان کے درمیان سے چلے گئے' ان کی قوم نے دھوئیں کو دیکھا اور عذاب کی دیگر علامات دیکھیں تو وہ حضرت یونس علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور ان کی تصدیق کی' اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کی اور انہوں نے اپنے تمام مظالم کی تلافی کی حتیٰ کہ جن

غصب شدہ پتھروں سے مکان بنائے تھے ان پتھروں کو مکانوں سے اکھاڑ کر نکال دیا' پھر وہ حضرت یونس علیہ السلام کو ڈھونڈنے کے لیے نکلے تو وہ ان کو نہیں ملے' وہ اسی حال پر رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو دور کر دیا' پھر حضرت یونس علیہ السلام ایک کشتی میں سوار ہوئے' وہ چل نہیں رہی تھی' کشتی والوں نے کہا: تم میں ایک غلام ہے جو اپنے مالک سے بھاگا ہوا ہے' پھر انہوں نے قرعہ اندازی کی تو حضرت یونس علیہ السلام کے نام کا قرعہ نکلا' انہوں نے حضرت یونس کو دریا میں ڈال دیا اور ایک مچھلی نے ان کو نگل لیا' وہ کتنے دن مچھلی کے پیٹ میں رہے' اس میں اختلاف ہے اور ایک دن سے لے کر چالیس دن تک کے اقوال ہیں' اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو وحی کی تھی کہ وہ ان کو نگل لے اور ان کی کوئی ہڈی نہ توڑے۔

وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَوْمٍ الْيَمِيْنَ فَاَسْرَعُوْا' فَاَمَرَ اَنْ يُّسْهَمَ بَيْنَهُمْ اَيُّهُمْ يَحْلِفُ.

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں پر قسم کھانے کو پیش کیا' وہ (قسم کھانے میں) جلدی کرنے لگے' تو آپ نے حکم دیا کہ ان کے درمیان قسم لینے میں قرعہ اندازی کی جائے کہ کون حلف اٹھائے گا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ۲۶۷۴ میں گزر چکی ہے' جس سے قرعہ اندازی کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

٢٦٨٦ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي الشَّعْبِيُّ اَنَّهُ سَمِعَ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُدْهِنِ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا' مَثَلُ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا سَفِيْنَةً' فَصَارَ بَعْضُهُمْ فِيْ اَسْفَلِهَا وَصَارَ بَعْضُهُمْ فِيْ اَعْلَاهَا' فَكَانَ الَّذِيْنَ فِيْ اَسْفَلِهَا يَمُرُّوْنَ بِالْمَاءِ عَلَى الَّذِيْنَ فِيْ اَعْلَاهَا' فَتَاَذَّوْا بِهٖ' فَاَخَذَ فَاْسًا' فَجَعَلَ يَنْقُرُ اَسْفَلَ السَّفِيْنَةِ' فَاَتَوْهُ فَقَالُوْا مَا لَكَ؟ قَالَ تَاَذَّيْتُمْ بِيْ وَلَا بُدَّ لِيْ مِنَ الْمَاءِ' فَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ اَنْجَوْهُ وَنَجَّوْا اَنْفُسَهُمْ' وَاِنْ تَرَكُوْهُ اَهْلَكُوْهُ وَاَهْلَكُوْا اَنْفُسَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے شعبی نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی حدود میں نرمی کرنے والوں اور اللہ کی حدود کا ارتکاب کرنے والوں کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جنہوں نے ایک کشتی میں قرعہ اندازی کی' پس بعض لوگ کشتی کے نچلے حصے میں رہے اور بعض لوگ کشتی کے اوپر والے حصے میں رہے' پس جو لوگ کشتی کے نچلے حصے میں تھے' وہ پانی لینے کے لیے کشتی کے اوپر والے حصے کے لوگوں کے پاس سے گزرتے تھے' جس سے ان کو تکلیف ہوتی تھی تو ان میں سے کوئی کلہاڑی لے کر کشتی کے نچلے حصے میں سوراخ کرنے لگا' پس اوپر والے اس کے پاس آئے اور پوچھا: یہ تم کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا: تم کو مجھ سے تکلیف پہنچتی ہے اور مجھے پانی لینے کی ضرورت ہے' پس اگر اوپر والے اس کے ہاتھ پکڑ لیں تو وہ اس کو بھی (ڈوبنے سے) بچالیں گے اور اپنے آپ کو بھی بچالیں گے اور اگر انہوں نے (اس کو) چھوڑ دیا تو وہ اس کو بھی ہلاکت میں ڈال دیں گے اور خود کو بھی ہلاک کر دیں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں قرعہ اندازی کا ثبوت ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جو شخص حدود کو قائم کرتا ہے وہ خود بھی نجات پالیتا ہے اور جس پر حدود قائم کرتا ہے' اس کو بھی نجات مل جاتی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیکی کے حکم دینے کو ترک کرنے سے عذاب کا استحقاق ہوتا ہے' اور بعض لوگوں کے گناہوں سے سب پر عذاب آ جاتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم دین کو مسئلہ سمجھانے کے لیے مثال سے وضاحت کرنی چاہیے۔

۲۶۸۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ الْاَنْصَارِيُّ اَنَّ اُمَّ الْعَلَاءِ، امْرَاَةً مِنْ نِسَائِهِمْ قَدْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَخْبَرَتْهُ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ طَارَ لَهُ سَهْمُهُ فِي السُّكْنٰى، حِيْنَ اقْتَرَعَتِ الْاَنْصَارُ سُكْنَى الْمُهَاجِرِيْنَ، قَالَتْ اُمُّ الْعَلَاءِ فَسَكَنَ عِنْدَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ، فَاشْتَكٰى فَمَرَّضْنَاهُ حَتّٰى اِذَا تُوُفِّيَ وَجَعَلْنَاهُ فِيْ ثِيَابِهِ، دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ اَبَا السَّائِبِ، فَشَهَادَتِيْ عَلَيْكَ لَقَدْ اَكْرَمَكَ اللّٰهُ، فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِيْكِ اَنَّ اللّٰهَ اَكْرَمَهُ؟ فَقُلْتُ لَا اَدْرِيْ، بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا عُثْمَانُ فَقَدْ جَاءَهُ وَاللّٰهِ الْيَقِيْنُ، وَاِنِّيْ لَاَرْجُوْ لَهُ الْخَيْرَ، وَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِهِ. قَالَتْ فَوَاللّٰهِ لَا اُزَكِّيْ اَحَدًا بَعْدَهُ اَبَدًا. وَاَحْزَنَنِيْ ذٰلِكَ، قَالَتْ فَنِمْتُ، فَاُرِيْتُ لِعُثْمَانَ عَيْنًا تَجْرِيْ، فَجِئْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ ذٰلِكَ عَمَلُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے خارجہ بن زید انصاری نے حدیث بیان کی کہ حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا انصار کی عورتوں میں سے ایک عورت تھیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی' انہوں نے ان کو خبر دی کہ جب انصار نے مہاجرین کی رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی رہائش کا قرعہ ان کے نام نکلا' حضرت ام العلاء نے کہا: پس حضرت عثمان بن مظعون ہمارے پاس رہے' پس وہ بیمار ہو گئے تو ہم نے ان کی تیمارداری کی' حتیٰ کہ جب وہ فوت ہو گئے تو ہم نے ان کے اوپر کپڑا ڈال دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو میں نے کہا: اے ابوالسائب! آپ پر اللہ کی رحمت ہو! میں آپ کے متعلق گواہی دیتی ہوں کہ بے شک اللہ نے آپ کو عزت دی ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ بے شک اللہ نے ان کو عزت دی ہے' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں' میں نہیں جانتی! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رہے عثمان تو اللہ کی قسم! ان کے پاس یقینی بات آ چکی ہے' اور مجھے ان کے لیے خیر کی امید ہے اور اللہ کی قسم! میں از خود نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا' حضرت ام العلاء نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں اس واقعہ کے بعد اب کسی کی کبھی بھی ستائش نہیں کروں گی اور مجھے اس واقعہ نے غم زدہ کیا' پھر میں سو گئی' پھر مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ حضرت عثمان کے لیے ایک چشمہ جاری ہے' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس

آئی پس آپ کو اس خواب کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: یہ ان کا عمل ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۴۳ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی رہائش کے لیے قرعہ اندازی کی گئی تھی۔

٢٦٨٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا اَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ، فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ، وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ امْرَاَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا، غَيْرَ اَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَبْتَغِي بِذٰلِكَ رِضَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از زہری، انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، پھر جس کا قرعہ نکل آتا، آپ اس کے ساتھ سفر پر نکلتے، اور آپ ان میں سے ہر زوجہ کے لیے ایک دن اور ایک رات کی تقسیم فرماتے، سوائے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے، جنہوں نے اپنے دن اور رات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہبہ کر دیا تھا، وہ اس ہبہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی رکھنے کا ارادہ کرتی تھیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۵۹۳ میں گزر چکی ہے۔

٢٦٨٩ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ، وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از سمی مولیٰ ابوبکر از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگ جان لیں کہ اذان دینے اور صفِ اوّل میں (کتنا اجر ہے)، پھر انہیں سوائے قرعہ اندازی کرنے کے اس کا موقع نہ ملے تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں گے اور اگر لوگ جان لیں کہ دوپہر کے وقت نماز پڑھنے میں (کتنا اجر ہے) تو وہ ضرور اس کی طرف سبقت کریں گے اور اگر لوگ جان لیں کہ عشاء اور صبح (کی نماز میں، کتنا اجر ہے) تو وہ ضرور ان نمازوں میں آئیں گے خواہ سرین کے بل گھسٹتے ہوئے آئیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۶۱۵ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب الشہادات'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد وعلٰی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین O آج

۲۷ رجب شب معراج ۱۴۲۹ھ/ ۳۱ جولائی ۲۰۰۸ء بہ روز جمعرات ''کتاب الشھادات'' کی شرح مکمل ہوگئی۔
الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے یہاں تک پہنچا دیا ہے' باقی کتاب کی شرح بھی مکمل کرادیں' مجھے گناہوں سے محفوظ رکھیں اور میری خطاؤں کو معاف کردیں اور مجھے جنت الفردوس عطا فرمادیں۔
''کتاب الشھادات'' میں چھہتر (۷۶) احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں گیارہ (۱۱) تعلیقات ہیں اور بقیہ احادیث موصولہ ہیں اور ان میں اڑتالیس (۴۸) مکررات ہیں اور خالص احادیث اٹھائیس (۲۸) ہیں اور ان میں تہتر (۷۳) آثار صحابہ وتابعین ہیں۔

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

۵۳ - كِتَابُ الصُّلْحِ

صلح کا بیان

صلح کا لفظ فساد کی ضد ہے اس کا شرعی معنی ہے: ایسا عقد جو مدعی اور مدعیٰ علیہ کے درمیان نزاع اور خصومت کو ختم کر دے۔

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ — لوگوں کے درمیان صلح کرانا

اس باب میں لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا ذکر کیا گیا ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا○﴾ (النساء: ١١٤).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کے اکثر پوشیدہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہے سوا اس شخص کے جو صدقہ دینے کا حکم دے یا نیکی کرنے کا حکم دے یا لوگوں میں صلح کرانے کا اور جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے یہ کام کرے تو عنقریب ہم اس کو اجر عظیم عطاء فرمائیں گے○ (النساء: ۱۱۴)

اس آیت میں دیگر نیک کاموں کے ساتھ لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی فضیلت بیان فرمائی ہے صلح کرانے سے فریقین کے درمیان مخاصمت اور جھگڑے ختم ہوتے ہیں اور صلح کرانا مستحب کام ہے۔

اس آیت میں "معروف" کا ذکر ہے "معروف" ایک جامع لفظ ہے اور ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور اس کے تقرب کے حصول میں اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک میں مشہور ہو اس کو "معروف" کہتے ہیں اور ہر اس کام کو "معروف" کہتے ہیں جس کا شریعت نے حکم دیا ہو اور جس قبیح اور بُرے کام سے شریعت نے روکا ہو اس کو منکر کہتے ہیں۔

وَخُرُوْجِ الْإِمَامِ إِلَى الْمَوَاضِعِ لِيُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ بِأَصْحَابِهِ.

اور سربراہ کا اپنے اصحاب کے ساتھ لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے مختلف جگہوں پر جانا۔

اس عبارت کا بھی آیت مذکورہ کے ساتھ ربط ہے یعنی جب لوگوں کے درمیان حقیقت اور صحیح نتیجہ کا حصول مشکل ہو جائے تو اس وقت سربراہ ان کے پاس جائے اور دونوں فریقوں کا موقف سنے اور پھر ان کو حق بات بتائے جس پر عمل کرنے سے ان کے درمیان نزاع اور جھگڑا ختم ہو جائے۔

٢٦٩٠ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان نے حدیث بیان کی

رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اُنَاسًا مِّنْ بَنِىْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، كَانَ بَيْنَهُمْ شَىْءٌ، فَخَرَجَ اِلَيْهِمُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ اُنَاسٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ يُصْلِحُ بَيْنَهُمْ، فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ وَلَمْ يَاْتِ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ بِلَالٌ، فَاَذَّنَ بِالصَّلٰوةِ وَلَمْ يَاْتِ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ اِلٰى اَبِىْ بَكْرٍ، فَقَالَ اِنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُبِسَ، وَقَدْ حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ، فَهَلْ لَكَ اَنْ تَؤُمَّ النَّاسَ؟ فَقَالَ نَعَمْ، اِنْ شِئْتَ، فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ، فَتَقَدَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ، ثُمَّ جَاءَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِىْ فِى الصُّفُوْفِ، حَتّٰى قَامَ فِى الصَّفِّ الْاَوَّلِ، فَاَخَذَ النَّاسُ بِالتَّصْفِيْحِ حَتّٰى اَكْثَرُوْا، وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ لَا يَكَادُ يَلْتَفِتُ فِى الصَّلٰوةِ، فَالْتَفَتَ فَاِذَا هُوَ بِالنَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَهٗ، فَاَشَارَ اِلَيْهِ بِيَدِهٖ، فَاَمَرَهٗ اَنْ يُّصَلِّىَ كَمَا هُوَ، فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ يَدَهٗ فَحَمِدَ اللّٰهَ، ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَاءَهٗ حَتّٰى دَخَلَ فِى الصَّفِّ، وَتَقَدَّمَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ، فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ، اِذَا نَابَكُمْ شَىْءٌ فِىْ صَلٰوتِكُمْ اَخَذْتُمْ بِالتَّصْفِيْحِ، اِنَّمَا التَّصْفِيْحُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ نَابَهٗ شَىْءٌ فِىْ صَلٰوتِهٖ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ، فَاِنَّهٗ لَا يَسْمَعُهٗ اَحَدٌ اِلَّا الْتَفَتَ، يَا اَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ حِيْنَ اَشَرْتُ اِلَيْكَ لَمْ تُصَلِّ بِالنَّاسِ؟ فَقَالَ مَا كَانَ يَنْبَغِىْ لِابْنِ اَبِىْ قُحَافَةَ اِنْ يُّصَلِّىَ بَيْنَ يَدَىِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ بنوعمرو بن عوف کے لوگوں کے درمیان کچھ تنازع تھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چند اصحاب کے ساتھ ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے روانہ ہوئے' پس نماز کا وقت آ گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (واپس) نہیں آئے' پھر حضرت بلال رضی اللہ آئے' پس انہوں نے نماز کی اذان دی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ہنوز) نہیں آئے تھے تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ کے پاس آئے' پس کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہیں رک گئے ہیں اور اب نماز کا وقت آ گیا ہے' تو اب لوگوں کو نماز پڑھانے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! اگر تم چاہو تو' پھر حضرت بلال نے نماز کی اقامت کہی' پس حضرت ابوبکر آگے بڑھ گئے (اور نماز پڑھانے لگے)' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفوں کے درمیان میں چلتے ہوئے آئے حتیٰ کہ پہلی صف میں آ کر کھڑے ہو گئے' پھر لوگ تالیاں بجانے لگے حتیٰ کہ انہوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں' اور حضرت ابوبکر نماز میں ادھر اُدھر توجہ نہیں کرتے تھے' پھر انہوں نے توجہ کی تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پیچھے کھڑے ہوئے ہیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ہاتھ کے اشارہ سے حکم دیا کہ وہ اسی طرح نماز پڑھاتے رہیں' پس حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ کا شکر ادا کیا' پھر وہ الٹے پیر لوٹ آئے حتیٰ کہ وہ (پچھلی) صف میں داخل ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی' پھر جب آپ نماز پڑھا کر فارغ ہو گئے تو آپ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے لوگو! جب تمہیں نماز میں (اچانک) کوئی چیز پیش آتی ہے تو تم تالیاں بجانے لگتے ہو' تالیاں بجانا تو صرف عورتوں کے لیے (مشروع) ہے' جس شخص کو نماز میں کوئی چیز پیش آئے تو اسے سبحان اللہ کہنا چاہیے' کیونکہ جو شخص بھی اس کو یہ کہتے ہوئے سنے گا وہ اس کی طرف متوجہ ہوگا' اے ابوبکر! جب میں نے تم کو اشارہ سے کہا تھا کہ تم لوگوں کو نماز پڑھاتے رہو تو تم کو نماز پڑھانے سے کس چیز نے روکا تھا؟ تو حضرت ابوبکر نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کو یہ لائق نہ تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نماز پڑھاتا رہتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلح کرانے کے لیے بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں چلے گئے تھے۔

اس حدیث میں ''تصفیح'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: اس طرح ہاتھ پر ہاتھ مارا جائے کہ اس کی آواز سنائی دے' اس کو عرف میں تالی بجانا کہتے ہیں۔

۲۶۹۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِی اَنَّ اَنَسًا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قِیْلَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَتَیْتَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَیٍّ' فَانْطَلَقَ اِلَیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَکِبَ حِمَارًا' فَانْطَلَقَ الْمُسْلِمُوْنَ یَمْشُوْنَ مَعَهُ' وَهِیَ اَرْضٌ سَبِخَةٌ' فَلَمَّا اَتَاهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِلَیْكَ عَنِّیْ' وَاللّٰهِ لَقَدْ اٰذَانِیْ نَتْنُ حِمَارِكَ' فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مِنْهُمْ وَاللّٰهِ لَحِمَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَطْیَبُ رِیْحًا مِّنْكَ' فَغَضِبَ لِعَبْدِ اللّٰهِ رَجُلٌ مِّنْ قَوْمِهٖ' فَشَتَمَهُ' فَغَضِبَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اَصْحَابُهُ' فَكَانَ بَیْنَهُمَا ضَرْبٌ بِالْجَرِیْدِ وَالْاَیْدِیْ وَالنِّعَالِ' فَبَلَغَنَا اَنَّهَا اُنْزِلَتْ ﴿وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا﴾ (الحجرات:۹).

(صحیح مسلم: ۱۷۹۹' الرقم المسلسل: ۴۵۵۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے جائیں (تو اچھا ہو)' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف روانہ ہوئے اور دراز گوش پر سوار ہوئے اور مسلمان بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوئے' وہ شور والی زمین تھی' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس گئے تو اس نے کہا: میرے پاس سے ہٹو! اللہ کی قسم! تمہارے گدھے کی بدبو مجھے تکلیف دے رہی ہے' پھر ان ہی میں سے ایک انصاری نے کہا: اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دراز گوش کی بوتم سے زیادہ خوش بودار ہے' پھر عبداللہ بن ابی کی قوم کا ایک شخص غضب میں آ گیا تو اس نے اس صحابی کو برا کہا' پھر ہر دو طرف کے اصحاب غضب میں آ گئے' وہ ایک دوسرے کو درخت کی شاخوں' ہاتھوں اور جوتوں سے مارنے لگے' پس ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑیں تو تم ان میں صلح کرادو۔ (الحجرات:۹)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) مسدد' ان کا پہلے کئی مرتبہ ذکر ہو چکا ہے (۲) معتمر (۳) ان کے والد سلیمان بن طرخان (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۷۹)

اس باب کا عنوان ہے: سربراہ کا اپنے اصحاب کے ساتھ لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے مختلف جگہوں پر جانا۔ اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبداللہ بن اُبی بن سلول کی طرف گئے' تا کہ اس کو اسلام کی دعوت دیں' اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ ابتداء میں مدینہ منورہ آئے تھے' کیونکہ اسلام کی تبلیغ آپ پر فرض تھی' اور آپ کو یہ توقع تھی کہ اس کے اسلام قبول کرنے سے اس کی قوم کے بہت لوگ اسلام قبول کرلیں گے اور اہل مدینہ کا ارادہ تھا کہ وہ اس کو امارت کا تاج پہنائیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن اخلاق' تشریع کے لیے آپ کا مختلف سواریوں پر سوار ہونا' صحابہ کی تعظیم اور ادب اور دیگر فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت درگزر فرماتے تھے اور کفار اور منافقین کی طرف سے جو آپ کو ایذاء پہنچتی تھی' آپ اس پر صبر فرماتے تھے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دراز گوش پر سوار ہونا اکابر کے لیے باعث عار نہیں ہے اور نہ کسی نقص کا موجب ہے' آپ اس لیے دراز گوش پر سوار ہوئے تاکہ دراز گوش پر سوار ہونا مشروع اور سنت ہو جائے' ایک مرتبہ جب مدینہ منورہ میں خوف اور دہشت کی فضاء تھی تو آپ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے تھے' اور غزوۂ حنین کے دن آپ خچر پر سوار ہوئے تھے تاکہ مسلمان آپ کو دیکھ کر ثابت قدم رہیں اور ان کے دل جمے رہیں اور یوم عرفہ کو آپ نے اپنی اونٹنی پر وقوف کیا اور اس پر بیٹھ کر آپ عرفات سے مزدلفہ روانہ ہوئے اور مزدلفہ سے منیٰ روانہ ہوئے اور منیٰ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔

عبد اللہ بن اُبَی کی بدتمیزی پر صحابہ کرام برہم ہوئے' اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تعظیم اور آپ کا بہت ادب کرتے تھے اور ان کو آپ سے بہت شدید محبت تھی۔

صحابہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دراز گوش کی بو عبد اللہ بن ابی کی بو سے زیادہ خوش بودار ہے' ان کے اس قول میں کفار اور منافقین کا رد کرنے اور ان کو جواب دینے کا ثبوت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم دراز گوش پر سوار تھے اور صحابہ آپ کے ساتھ پیدل چل رہے تھے' اس میں یہ ثبوت ہے کہ اگر استاذ اور شیخ سواری پر سوار ہو تو تلامذہ کا اس کے ساتھ پیدل چلنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢ - بَابٌ لَيْسَ الْكَاذِبُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ

جو شخص لوگوں کے درمیان صلح کرائے' وہ جھوٹا نہیں ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے جھوٹ بھی بولنا پڑے تو اس کو جھوٹا نہیں کہا جائے گا نہ اس کا جھوٹوں میں شمار کیا جائے گا' کیونکہ وہ فساد کو ختم کرنے کے لیے اور شر کو مٹانے کے لیے جھوٹ بول رہا ہے۔ اس حدیث میں کذاب کی نفی فرمائی ہے' اس سے مراد ہے: وہ کاذب نہیں ہے۔

٢٦٩٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ ' عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أُمَّهُ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عُقْبَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ ' فَيَنْمِيْ خَيْرًا أَوْ يَقُوْلُ خَيْرًا. (صحیح مسلم: ۲۶۰۵' الرقم المسلسل: ۶۵۲۸' سنن ابوداؤد: ۴۹۲۰' سنن ترمذی: ۱۹۴۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب کہ حمید بن عبد الرحمان نے ان کو خبر دی کہ ان کی والدہ حضرت ام کلثوم بنت عقبہ نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ شخص بہت جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے' پس وہ خیر کے قصد سے چغلی کھائے یا اپنی بات سے خیر کا قصد کرے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبد العزیز بن عبد اللہ بن یحییٰ بن عمرو بن اویس (۲) ابراہیم بن سعد بن عبد الرحمان بن عوف (۳) صالح بن کیسان

(۴) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۵) حمید بن عبدالرحمن بن عوف بن عبدعوف (۶) ان کی والدہ حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۸۲)

تعریض کے ساتھ جھوٹ بولنے میں مذاہب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کچھ اضافہ ہے جس کا امام بخاری نے اپنی روایت میں ذکر نہیں کیا' اضافہ کے ساتھ روایت اس طرح ہے:

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صرف تین چیزوں میں جھوٹ کی رخصت کے متعلق سنا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ان کو جھوٹ شمار نہیں کرتا: (۱) ایک شخص لوگوں کے درمیان صلح کرائے اور کوئی ایسی بات کہے جس سے نیکی کا ارادہ کرے (۲) ایک شخص اپنی بیوی سے بات کرے اور ایک عورت اپنے شوہر سے بات کرے (۳) ایک شخص جنگ میں کوئی بات کرے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۹۲۱)

ایک جماعت نے کہا ہے کہ سنجیدگی اور مذاق سے تعریضاً جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے' حضرت ابن مسعود نے کہا: سنجیدگی اور مذاق سے جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے اور نہ یہ جائز ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی اولاد سے کوئی وعدہ کرے اور پھر اس کو پورا نہ کرے اور اگر تم چاہو تو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھو:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (التوبہ: ۱۱۹) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو ○

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ تعریضاً جھوٹ بولنا جائز ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں یہ پسند نہیں کرتا کہ مجھے تعریضاً جھوٹ بولنے کے عوض فلاں فلاں چیز مل جائے' یہ سفیان کا اور جمہور علماء کا قول ہے۔

علامہ المہلب التوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ جھوٹ بولنے کے جواز کا عقیدہ رکھے' اور تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹ بولنے سے مطلقاً منع فرمایا ہے' اس لیے جھوٹ بولنے کو جائز سمجھنا جائز نہیں ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اجازت دی ہے کہ کوئی شخص لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے اُن سے سنی ہوئی اچھی بات کو بیان کرے اور اس نے ان سے جو بُری بات سنی ہو اس کے ذکر سے خاموش رہے' جو مشکل ہو اس کو آسان کرے اور جو بعید ہو اس کو قریب کرے' اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی چیز کی واقع کے خلاف اور جھوٹی خبر دے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اس کو حرام قرار دے دیا ہے' اسی طرح مرد عورت کو خوش کرنے کے لیے کوئی وعدہ کرے اور یہ جھوٹ نہیں ہے' کیونکہ جھوٹ یہ ہے کہ وعدہ کے خلاف کوئی خبر دی جائے اور وعدہ پورا کرنے کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہے اور مستقبل میں اس کی اُمید ہوتی ہے لہٰذا یہ جھوٹ نہیں ہے' اور جنگ میں بھی تعریض سے کام لے اور ایسا لفظ بولے جس کے دو معنی ہوں' خود بعید معنی کا قصد کرے اور مخاطب کو قریب معنی کا وہم ڈالے۔

اور تعریض کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ احادیث مروی ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہم سے مذاق بھی فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! مگر میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔ (سنن ترمذی: ۱۹۹۰' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۰' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۴۸' الادب المفرد: ۲۶۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سواری طلب کی تو آپ نے فرمایا: میں تم کو اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا' اس نے کہا: یارسول اللہ! میں اونٹنی کے بچہ کا کیا کروں گا! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر اونٹ' اونٹنی کا بچہ ہی

ہوتا ہے۔(سنن ابوداؤد:۴۹۹۸' سنن ترمذی:۱۹۹۱' مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۷' الادب المفرد: ۲۶۸)

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بوڑھی عورت آئی اور کہنے لگی: یارسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے جنت میں داخل کردے' تو آپ نے فرمایا: اے ام فلاں! جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہیں داخل ہوگی! وہ عورت پیٹھ موڑ کر رونے لگی تو آپ نے فرمایا: اس کو بتاؤ کہ جنت میں کوئی بڑھاپے کی حالت میں نہیں جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءًOفَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًاO (الواقعہ:۳۶۔۳۵)

ہم نے ان عورتوں کو خاص پیدائش پر بنایاO تو ہم نے ان کو کنواریاں بنایاO

(شمائل ترمذی:۲۴۱' البعث والنشور للبیہقی:۳۸۲' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۴۱۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر کلام سے یہ وہم ہوا کہ جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہیں جائے گی' لیکن بعد میں آپ نے یہ واضح فرمایا کہ کوئی عورت بڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہیں جائے گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ تعریض میں جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے' اور صریح جھوٹ بولنا بالکل جائز نہیں ہے' ہاں! اگر انسان کو اپنی جان کا خطرہ ہو تو پھر اس کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے' جیسے جان بچانے کے لیے مردار اور خنزیر کا گوشت کھانا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۶۷۔۶۵ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کی اس عبارت میں تعریض کا ذکر ہے' تعریض کا ایک معنی یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں' ایک قریب اور دوسرا بعید' متکلم بعید معنی کا ارادہ کرے اور مخاطب کے ذہن میں قریب معنی کا وہم ڈالے۔

تعریض کا دوسرا معنی یہ ہے کہ متکلم فعل کا اسناد ظاہر فاعل کی طرف کرے اور خود اس کی مراد کسی اور فاعل کی طرف اسناد ہو۔

۳ - بَابُ قَوْلِ الْإِمَامِ لِأَصْحَابِهِ اِذْهَبُوْا بِنَا نُصْلِحُ

سربراہ اپنے اصحاب سے کہے: ہمیں صلح کرانے کے لیے لے چلو

۲۶۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاُوَيْسِيُّ وَاِسْحَاقُ ابْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرْوِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ' عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ' عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اَهْلَ قُبَاءٍ اقْتَتَلُوْا حَتّٰى تَرَامَوْا بِالْحِجَارَةِ' فَاُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ' فَقَالَ اِذْهَبُوْا بِنَا نُصْلِحُ بَيْنَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ الاویسی اور اسحاق بن محمد الفروی نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ اہل قباء آپس میں لڑ پڑے' انہوں نے ایک دوسرے کو پتھر مارے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کو خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: چلو ہم ان کے درمیان صلح کرائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۸۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں صلح کرانے کا ذکر ہے۔

۴ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ (النساء:۱۲۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (خاوند اور بیوی) آپس میں صلح کرلیں' اور صلح کرنا بہتر ہے۔ (النساء:۱۲۸)

یہ پوری آیت مع ترجمہ کے اس طرح ہے:

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا O (النساء:۱۲۸)

اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی کا خدشہ ہو تو ان دونوں پر کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح کرنا بہتر ہے اور دلوں میں مال کی حرص رکھی گئی ہے اور اگر تم نیک کام کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو بے شک اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے O

صلح کرنے کے لیے فریقین میں سے کسی ایک کو اپنے بعض حقوق کو چھوڑنا لازم ہے

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر عورت کو متعدد قرینوں سے معلوم ہو جائے کہ اس کا شوہر اس کی طرف رغبت نہیں کرتا' مثلاً وہ اس کے ساتھ محبت آمیز سلوک نہ کرے' اس کی ضروریات کا خیال نہ رکھے' اس سے بات چیت کم کرے یا بالکل نہ کرے' نہ اس کے ساتھ عمل زوجیت کرے خواہ اس کی وجہ اس کی بدصورتی ہو یا وہ زیادہ عمر کی ہو یا اس کے مزاج میں شوہر کے ساتھ ہم آہنگی نہ ہو یا وہ مالی اعتبار سے شوہر کے معیار کی نہ ہو یا جہیز کم لائی ہو' اور اب عورت کو یہ خطرہ ہو کہ اگر یہی صورتِ حال رہی تو شوہر اس کو طلاق دے کر الگ کر دے گا اور عورت یہ چاہتی ہو کہ نکاح کا بندھن قائم رہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ عورت اپنے بعض حقوق کو ساقط کر دے اور شوہر کو طلاق دینے سے منع کرے مثلاً وہ اس کو دوسری شادی کی اجازت دے دے' اور اگر اس کی دوسری بیوی ہو جس سے شوہر کو زیادہ دلچسپی ہو تو اپنی باری ساقط کر دے یا اس کا جو خرچ شوہر کے ذمہ ہے' اس کو ساقط کر دے اور اس طرح شوہر کے ساتھ صلح کر لے' یوں شوہر اپنی پسند کی بیوی کے ساتھ وقت گزارے گا اور وہ مطلقہ ہونے سے بچ جائے گی۔ اس کی تائید میں حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ خطرہ محسوس ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو طلاق دے دیں گے تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھے طلاق نہ دیں اور مجھے نکاح میں برقرار رکھیں' اور میری باری حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو دے دیں' جب آپ نے ایسا کر لیا تو مذکور الصدر آیت (النساء:۱۲۸) نازل ہوئی۔ (سنن ترمذی:۳۰۵۱)

اس آیت کے دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ انسان فطرتاً بخل پر حریص ہے' عورتیں اپنے حقوق پر حریص ہیں' وہ چاہتی ہیں کہ ان کو اپنی باریوں سے حصہ ملتا رہے اور ان کو رہائش' کھانے اور کپڑوں کا خرچ ملتا رہے' اور شوہر ان کا پورا مہر ادا کرے' اسی طرح مرد مال کو اپنے پاس رکھنے پر حریص ہوتے ہیں' وہ اپنی پسند کی بیوی کے پاس زیادہ وقت گزارنا چاہتے ہیں اور جو بیوی ناپسند ہو اس کو طلاق دے کر اس سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں اور مہر معاف کرا لینا چاہتے ہیں' سو دونوں میں سے ہر فریق اپنا حق زیادہ سے زیادہ لینا چاہتا ہے اور دوسرے کا حق کم سے کم دینا چاہتا ہے لیکن صلح کرنے کے لیے ہر فریق کو اپنے کچھ حقوق چھوڑنے پڑتے ہیں اور دوسرے فریق کو کچھ حقوق دینے پڑتے ہیں' ہرچند کہ دلوں میں حرص رکھی گئی ہے لیکن صلح کرنے کے لیے اپنے کچھ حقوق سے دستبردار ہونا لازم ہے' جیسا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کیا تھا۔

۲۶۹۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ' عَنْ اَبِيْهِ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا﴾ (النساء:۱۲۸) قَالَتْ هُوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں بیان فرمایا:) اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی

الرَّجُلُ يَرٰى مِنِ امْرَاَتِهٖ مَالَا يُعْجِبُهٗ' كِبَرًا اَوْ غَيْرَهٗ' فَيُرِيْدُ فِرَاقَهَا' فَتَقُوْلُ اَمْسِكْنِىْ وَاقْسِمْ لِىْ مَا شِئْتَ' قَالَتْ فَلَا بَاْسَ اِذَا تَرَاضَيَا.

کا خدشہ ہو۔ (النساء:۱۲۸) حضرت عائشہ نے بتایا: اس آیت میں ایسا مرد مراد ہے جو اپنی بیوی میں ایسا وصف دیکھے جو اسے پسند نہ ہو' بڑھاپا یا کوئی اور وصف ہو اور وہ اس سے الگ ہونے کا ارادہ کرے' عورت اس سے کہے: مجھے اپنے نکاح میں رکھو اور مجھے جو چاہو دیتے رہو' حضرت عائشہ نے فرمایا: جب وہ دونوں اس پر راضی ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۵۰ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں صلح کرنے کا ذکر ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ متعدد ازواج میں مساوات کو ترک کرنا اور کسی بیوی کو دوسری پر فضیلت دینا' صرف اس وقت جائز ہے جب دوسری بیوی اس پر راضی ہو' اور شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان جو بھی سمجھوتا ہو جائے' اس پر عمل کرنا جائز ہے۔

۵ - بَابٌ اِذَا اصْطَلَحُوْا عَلٰى صُلْحِ جَوْرٍ فَالصُّلْحُ مَرْدُوْدٌ

اگر فریقین ظلم پر صلح کر لیں تو وہ صلح مردود ہے

۲۶۹۵'۲۶۹۶ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِىُّ' عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ' عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَا جَاءَ اَعْرَابِىٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اِقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ' فَقَامَ خَصْمُهٗ فَقَالَ صَدَقَ' اِقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ' فَقَالَ الْاَعْرَابِىُّ اِنَّ ابْنِىْ كَانَ عَسِيْفًا عَلٰى هٰذَا' فَزَنٰى بِامْرَاَتِهٖ' فَقَالُوْا لِىْ عَلٰى ابْنِكَ الرَّجْمُ' فَفَدَيْتُ ابْنِىْ مِنْهُ بِمِائَةٍ مِّنَ الْغَنَمِ وَوَلِيْدَةٍ' ثُمَّ سَاَلْتُ اَهْلَ الْعِلْمِ فَقَالُوْا اِنَّمَا عَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَّتَغْرِيْبُ عَامٍ' فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ' اَمَّا الْوَلِيْدَةُ وَالْغَنَمُ فَرَدٌّ عَلَيْكَ' وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَّتَغْرِيْبُ عَامٍ' وَاَمَّا اَنْتَ يَا اُنَيْسُ. لِرَجُلٍ. فَاغْدُ عَلَى امْرَاَةِ هٰذَا فَارْجُمْهَا. فَغَدَا عَلَيْهَا اُنَيْسٌ فَرَجَمَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہری نے حدیث بیان کی از عبیداللہ بن عبداللہ از حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہما' وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی نے آ کر کہا: یارسول اللہ! ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کیجئے' اس کا فریق مخالف کھڑا ہوا' اس نے کہا: اس نے سچ کہا ہے' ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کیجئے' دیہاتی نے کہا: میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا' اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا' پس لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تمہارے بیٹے کو رجم کیا جائے گا تو میں نے سو بکریوں اور ایک باندی کو اپنے بیٹے کے فدیہ میں دیا' پھر میں نے اہل علم سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ تمہارے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا' رہی باندی اور بکریاں تو وہ تمہیں واپس دی جائیں گی اور تمہارے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا' اور آپ نے ایک مرد سے فرمایا: اور تم اے انیس! صبح اس شخص کی

بیوی کے پاس جاؤ اور اس کو سنگسار کر دو پھر صبح کو حضرت انیس نے اس عورت کو رجم کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۱۵۔ ۲۳۱۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ پہلے اس دیہاتی کے لڑکے کے متعلق غلط فیصلہ پر صلح کی گئی تھی' نبی ﷺ نے اس صلح کو مسترد کر دیا اور صحیح فیصلہ فرمایا۔

زانی کو شہر بدر کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام شافعی اور امام احمد نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر غیر شادی شدہ شخص زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا' اور ابراہیم نخعی' امام ابو حنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام زفر کا موقف یہ ہے کہ جب کنوارا مرد زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور اس کو شہر بدر نہیں کیا جائے گا' ہاں! اگر سربراہ کو اس مرد سے شر اور فساد کا خطرہ ہو تو پھر اس کو ایک سال کے لیے شہر بدر کر دیا جائے گا اور ان کے نزدیک یہ حدیث اسی صورت پر محمول ہے۔

۲۶۹۷ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ. رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ، وَعَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَبِي عَوْنٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ. (صحیح مسلم: ۱۷۱۸' الرقم المسلسل: ۴۳۸۳' سنن ابوداؤد: ۴۶۰۶' سنن ابن ماجہ: ۱۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی چیز ایجاد کی جو اس دین میں نہیں تھی تو وہ مردود ہے۔ اس حدیث کو عبداللہ بن جعفر مخرمی اور عبدالواحد بن ابی عون نے از سعد بن ابراہیم روایت کیا ہے۔

''احداث في الدين'' کی تعریف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جس نے ہمارے اس امر میں احداث کیا' نبی ﷺ کے امر میں ''احداث'' کا معنی یہ ہے کہ آپ کے دین میں کسی ایسے نئے کام کا ارتکاب کیا جائے' جس کی اصل کتاب وسنت میں نہ ہو۔

آپ نے فرمایا: ایسا کام مردود ہے' یعنی وہ باطل ہے اور قابل شمار نہیں ہے' اس سے ان بدعات کا رد مقصود ہے' جن کی اصل دین میں نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۷۲' ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر)

٦ - بَابٌ كَيْفَ يُكْتَبُ هٰذَا مَا صَالَحَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، وَفُلَانُ بْنُ فُلَانٍ، وَإِنْ لَّمْ يَنْسُبْهُ إِلَى نَسَبِهِ أَوْ قَبِيلَتِهِ

صلح نامہ کس طرح لکھا جائے گا؟ (کیا اس طرح:) یہ وہ صلح نامہ ہے جس پر فلاں بن فلاں نے صلح کی' خواہ اس کے قبیلہ یا نسب کی طرف نسبت نہ کی ہو

یعنی جب فلاں بن فلاں مشہور ہو' اور لوگوں کے درمیان اس کا نسب معروف ہو تو صلح نامہ میں اس کا نسب لکھنے کی ضرورت نہیں ہے' اور آج کل دستاویزات میں جو نسب لکھنے کا رواج ہے' وہ احتیاط کی بناء پر ہے۔

۲۶۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا صَالَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَهْلَ الْحُدَیْبِیَةِ، كَتَبَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَیْهِ بَیْنَهُمْ كِتَابًا، فَكَتَبَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ لَا تَكْتُبْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، لَوْ كُنْتَ رَسُوْلًا لَمْ نُقَاتِلْكَ، فَقَالَ لِعَلِیٍّ اُمْحُهُ. فَقَالَ عَلِیٌّ مَا اَنَا بِالَّذِیْ اَمْحَاهُ، فَمَحَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِیَدِهٖ، وَصَالَحَهُمْ عَلٰی اَنْ یَّدْخُلَ هُوَ وَاَصْحَابُهٗ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ، وَلَا یَدْخُلُوْهَا اِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ، فَسَاَلُوْهُ مَا جُلُبَّانُ السِّلَاحِ؟ فَقَالَ الْقِرَابُ بِمَا فِیْهِ. (صحیح مسلم: ۱۷۸۳، الرقم المسلسل: ۴۵۲۱، سنن ابوداؤد: ۱۸۳۲، سنن دارمی: ۲۵۰۷، سنن ترمذی: ۹۳۸، صحیح ابن حبان: ۴۸۷۳، مسند احمد ج ۴ ص ۲۹۸ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۶۳۵-ج ۳۰ ص ۵۹۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل حدیبیہ سے صلح کی تو حضرت علی رضی اللہ نے ان کے درمیان مکتوب لکھا، پس لکھا: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تو مشرکین نے کہا: "محمد رسول اللہ" نہ لکھو اگر آپ (ہمارے نزدیک) رسول ہوتے تو ہم آپ سے جنگ نہ کرتے، پس آپ نے حضرت علی سے فرمایا: اس کو مٹا دو، تب حضرت علی نے کہا: میں وہ نہیں ہوں جو آپ (کے نام) کو مٹا دوں، تب اس (نام) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے مٹا دیا، اور آپ نے مشرکین سے اس پر صلح کر لی کہ آپ اور آپ کے اصحاب (آئندہ سال) تین دن (کے لیے مکہ میں) داخل ہوں گے اور آپ اور آپ کے اصحاب ہتھیاروں کو صرف میان میں رکھ کر لے جائیں گے، لوگوں نے سوال کیا کہ "جلبان" کیا چیز ہے؟ تو انہوں نے بتایا: میان اور جو چیز اس کے اندر ہو۔

اس حدیث کی زیادہ تفصیل درج ذیل حدیث میں ہے:

۲۶۹۹ - حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی عَنْ اِسْرَائِیْلَ، عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اعْتَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ذِی الْقَعْدَةِ، فَاَبٰی اَهْلُ مَكَّةَ اَنْ یَّدَعُوْهُ یَدْخُلُ مَكَّةَ، حَتّٰی قَاضَاهُمْ عَلٰی اَنْ یُّقِیْمَ بِهَا ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ، فَلَمَّا كَتَبُوا الْكِتَابَ كَتَبُوْا هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَیْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا لَا نُقِرُّ بِهَا، فَلَوْ نَعْلَمُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا مَنَعْنَاكَ، لٰكِنْ اَنْتَ مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ. ثُمَّ قَالَ لِعَلِیٍّ اُمْحُ رَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا اَمْحُوْكَ اَبَدًا، فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْكِتَابَ، فَكَتَبَ هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَیْهِ مُحَمَّدُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدۃ میں عمرہ کیا تو اہل مکہ نے اس سے انکار کیا کہ آپ کو مکہ میں داخل ہونے دیں حتیٰ کہ آپ نے ان سے اس پر صلح کر لی کہ (آئندہ سال) آپ مکہ میں تین دن رہیں گے، جب انہوں نے یہ مکتوب لکھا تو اس میں لکھا: یہ وہ مکتوب ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی ہے، تو مشرکین نے کہا: ہم آپ کو ان الفاظ پر برقرار نہیں رکھیں گے، اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو منع نہ کرتے، لیکن آپ محمد بن عبد اللہ ہیں، آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ بھی ہوں اور میں محمد بن عبد اللہ بھی ہوں، پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: رسول اللہ (کے الفاظ کو) مٹا دو، حضرت علی نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم!

عَبْدِ اللّٰهِ، لَا يَدْخُلُ مَكَّةَ سِلَاحٌ إِلَّا فِي الْقِرَابِ، وَأَنْ لَا يَخْرُجَ مِنْ أَهْلِهَا بِأَحَدٍ إِنْ أَرَادَ أَنْ يَتَّبِعَهُ، وَأَنْ لَا يَمْنَعَ أَحَدًا مِّنْ أَصْحَابِهِ أَرَادَ أَنْ يُقِيمَ بِهَا. فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَى الْأَجَلُ، أَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوا قُلْ لِصَاحِبِكَ أُخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَى الْأَجَلُ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَبِعَتْهُمُ ابْنَةُ حَمْزَةَ يَا عَمِّ يَا عَمِّ فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ، فَأَخَذَ بِيَدِهَا، وَقَالَ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ، دُونَكِ ابْنَةَ عَمِّكِ حَمَلَتْهَا، فَاخْتَصَمَ فِيهَا عَلِيٌّ وَزَيْدٌ وَجَعْفَرٌ، فَقَالَ عَلِيٌّ أَنَا أَحَقُّ بِهَا، وَهِيَ ابْنَةُ عَمِّي، وَقَالَ جَعْفَرٌ ابْنَةُ عَمِّي وَخَالَتُهَا تَحْتِي، وَقَالَ زَيْدٌ ابْنَةُ أَخِي، فَقَضَى بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا، وَقَالَ الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ. وَقَالَ لِعَلِيٍّ أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ. وَقَالَ لِجَعْفَرٍ أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي وَقَالَ لِزَيْدٍ أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا.

(اس حدیث کی تخریج بھی وہی ہے جو حدیث سابق کی تخریج ہے)

میں آپ (کے نام) کو کبھی نہیں مٹاؤں گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکتوب کو پکڑا' پس لکھا: یہ وہ مکتوب ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے کہ مکہ میں میان کے بغیر کوئی ہتھیار داخل نہیں کیا جائے گا' اور اہل مکہ میں سے کوئی شخص نہیں جائے گا خواہ وہ ان کے ساتھ جانا چاہے' اور اگر ان کے اصحاب میں سے کوئی مکہ میں رہنا چاہے گا تو وہ اس کو منع نہیں کریں گے' (جب آئندہ سال) آپ مکہ میں داخل ہوئے اور مدت پوری ہوگئی تو مشرکین حضرت علی کے پاس آئے' پس انہوں نے کہا: اپنے پیغمبر سے کہو کہ اب ہمارے پاس سے چلے جائیں' کیونکہ اب مدت پوری ہو چکی ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلنے لگے' تب حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی ان کے پیچھے اے میرے چچا! اے میرے چچا! کہتی ہوئی آئیں' پس حضرت علی نے ان کو لے لیا' پس ان کا ہاتھ پکڑا اور حضرت فاطمہ علیہا السلام سے کہا: اپنے چچا کی بیٹی کو لو' انہوں نے ان کو اٹھا لیا' پھر ان کے بارے میں حضرت علی' حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم کا نزاع ہوا' حضرت علی نے کہا: میں ان کا زیادہ حق دار ہوں یہ میرے چچا کی بیٹی ہے' حضرت جعفر نے کہا: یہ میرے چچا کی بیٹی ہیں اور ان کی خالہ میرے نکاح میں ہیں' اور حضرت زید نے کہا: یہ میری بھتیجی ہیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خالہ کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا: خالہ ماں کے درجہ میں ہے' اور حضرت علی سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں' اور حضرت جعفر سے فرمایا: تم میری شکل وصورت اور میرے اخلاق کے مشابہ ہو' اور حضرت زید سے فرمایا: تم ہمارے (دینی) بھائی ہو اور ہمارے آزاد کردہ غلام ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے کا ثبوت' حضرت علی سے فرمایا: میں تم سے ہوں' اس کے محامل اور حضرت زید بن حارثہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکتوب میں لکھا: یہ وہ مکتوب ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ○ (العنکبوت: ۴۸)

اور آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ کچھ اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے (اگر ایسا ہوتا) تو باطل پرست ضرور

شک میں پڑ جاتے O

اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاتھ سے نہیں لکھتے تھے اور اس حدیث میں آپ کے لکھنے کا ذکر ہے' سو یہ حدیث قرآن مجید کے معارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ ذکر ہے کہ آپ نزولِ قرآن سے پہلے نہ پڑھتے تھے اور نہ لکھتے تھے اور اس آیت میں نزولِ قرآن کے بعد پڑھنے اور لکھنے کی نفی نہیں ہے' لہٰذا یہ حدیث قرآن مجید کے مخالف نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ اکثر اوقات نہیں لکھتے تھے اور چند بار لکھنا اس کے معارض نہیں ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ جب آپ نے قلم ہاتھ میں پکڑا تو اللہ نے آپ کی طرف وحی کی' سو آپ نے وحی کی تعلیم سے لکھا' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی اس وقت تک وفات نہیں ہوئی جب تک آپ نے لکھ نہیں لیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا لکھنا بھی آپ کا معجزہ تھا' خلاصہ یہ ہے کہ اوّل تو اس آیت میں نزولِ قرآن سے پہلے لکھنے کی نفی ہے اور آپ نے نزولِ قرآن کے بعد لکھا ہے' ثانیاً قرآن مجید میں اکثر اوقات میں لکھنے کی نفی ہے اور آپ نے بعض اوقات میں لکھا ہے' ثالثاً قرآن مجید میں آپ کے عادۃً لکھنے کی نفی ہے اور آپ نے جو لکھا تھا' وہ خلافِ عادت اور معجزہ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالہ کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا: خالہ ماں کے درجہ میں ہے۔

اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ ماں کے بعد بچہ کی پرورش کا حق خالہ کا ہوتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے حضرت علی سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں' اس ارشاد میں حضرت علی کی عظیم منقبت ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ تم مجھ سے متصل ہو۔

مصنف کے نزدیک ''تم مجھ سے ہو'' کا معنی یہ ہے کہ میرے خاندان سے ہو اور ''میں تم سے ہوں'' کا معنی ہے: میرے کمالات ولایت کا ظہور تم سے ہوگا' یا میری شجاعت کا ظہور تم سے ہوگا یا میرے کمالاتِ علم کا ظہور تم سے ہوگا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: تم ہمارے بھائی ہو یعنی اخوتِ اسلام کے اعتبار سے ہمارے دینی بھائی ہو اور فرمایا: تم ہمارے آزاد کردہ غلام ہو' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زید کو بچپن میں خرید لیا تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انہیں ہبہ کر دیا اور اس وقت یہ بچے تھے' آپ نے ان کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم ان کو زید بن محمد کہا کرتے تھے' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ. (الاحزاب:۵)

ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے باپ ہی کا بیٹا کہہ کر بلایا کرو' یہ اللہ کے نزدیک بہت منصفانہ بات ہے' پھر اگر ان کے باپ تمہیں معلوم نہ ہوں تو دین میں وہ تمہارے بھائی ہیں اور تمہارے دوست۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس لشکر میں بھی حضرت زید بن حارثہ کو بھیجا اس میں ان ہی کو لشکر کا امیر بنایا اور اگر وہ زندہ رہتے تو آپ ان ہی کو خلیفہ بناتے' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ غزوۂ مؤتہ میں شہید ہو گئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو اپنے ساتھ لے گئے' کیا یہ معاہدہ کے خلاف نہیں تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ معاہدہ مردوں سے متعلق تھا اور یہ عورت تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۷۸۔۲۷۶' ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر)

۷- بَابُ الصُّلْحِ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ مشرکین کے ساتھ صلح کرنا

اس باب میں مشرکین کے ساتھ صلح کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

فِيهِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ. اس باب میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ سے روایت ہے۔

اس تعلیق میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں یہ ذکر تھا کہ ہرقل نے حضرت ابوسفیان کو قریش کی ایک جماعت کے ساتھ اس مدت میں بلایا تھا' جس مدت میں ان کی مسلمانوں کے ساتھ صلح ہو چکی تھی' اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۷ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَكُونُ هُدْنَةٌ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْأَصْفَرِ. اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تمہارے اور رومیوں کے درمیان صلح ہو جائے گی۔

اس تعلیق کے موافق مکمل حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وقوع قیامت کی چھ نشانیوں کا شمار کرلو: (۱) میری وفات (۲) پھر بیت المقدس کی فتح (۳) پھر تم میں ایک وبا شدت سے پھیلے گی جیسے بکریوں میں طاعون پھیلتا ہے (۴) پھر مال اتنا زیادہ ہوگا کہ اگر ایک شخص کسی کو سو دینار دے گا تو وہ اس پر بھی ناراض ہوگا (۵) پھر زبردست فتنہ آئے گا جو عرب کے ہر گھر میں داخل ہو جائے گا (۶) پھر تمہارے اور رومیوں کے درمیان صلح ہوگی۔ (صحیح البخاری: ۳۱۷۶)

وَفِيهِ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ. اور اس باب میں حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ کی روایت ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول حسب ذیل ہے:

ابووائل نے کہا: ہم مقام صفین میں تھے' تو حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ کھڑے ہوئے' پس انہوں نے کہا: اے لوگو! تم اپنی رائے کو غلط قرار دو' ہم صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' اگر ہم نے لڑنا ہوتا تو ہم ضرور لڑتے۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۳۱۸۲)

وَأَسْمَاءُ، وَالْمِسْوَرُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اور حضرت اسماء اور حضرت مسور رضی اللہ نے بھی اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے۔

اس تعلیق میں حضرت اسماء رضی اللہ کی جس حدیث کا ذکر ہے' وہ حسب ذیل ہے:

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں میرے پاس میری والدہ آئیں اور وہ اس وقت مشرکہ تھیں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری ماں اسلام سے اعراض کرتی ہیں' آیا میں ان سے ملنا جلنا رکھوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم اپنی ماں سے ملنا جلنا رکھو (اس حدیث میں بھی ایک قسم کا صلح کا معنی ہے)۔ (صحیح البخاری: ۲۶۲۰)

اور حضرت مسور بن مخرمہ کی حدیث' صحیح البخاری: ۲۷۱۲-۲۷۱۱ میں آرہی ہے۔

۲۷۰۰ - وَقَالَ مُوسَى بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ صَالَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور موسیٰ بن مسعود نے کہا کہ ہمیں سفیان بن سعید نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ یوم حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے ساتھ تین چیزوں پر صلح کی: (۱) مشرکین

عَلٰى ثَلَاثَةِ اَشْيَاءَ عَلٰى اَنَّ مَنْ اَتَاهُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ رَدَّهُ اِلَيْهِمْ وَمَنْ اَتَاهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ لَمْ يَرُدُّوْهُ وَعَلٰى اَنْ يَدْخُلَهَا مِنْ قَابِلٍ وَيُقِيْمَ بِهَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَلَا يَدْخُلَهَا اِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ اَلسَّيْفِ وَالْقَوْسِ وَنَحْوِهٖ. فَجَاءَ اَبُوْ جَنْدَلٍ يَحْجُلُ فِيْ قُيُوْدِهٖ فَرَدَّهُ اِلَيْهِمْ.

میں سے جو آپ کے پاس آئے گا' آپ اسے ان کی طرف واپس کر دیں گے (۲) مسلمانوں میں سے جو ان کے پاس جائے گا وہ اسے آپ کی طرف واپس نہیں کریں گے (۳) مسلمان اگلے سال مکہ میں آئیں گے اور وہاں تین دن رہیں گے اور وہ اس حال میں مکہ میں داخل ہوں گے کہ ان کے ہتھیار' تلوار اور کمان وغیرہ غلاف میں ہوں گے' پھر حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ اپنی بیڑیوں کو گھسیٹتے ہوئے آئے تو آپ نے انہیں واپس کر دیا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يَذْكُرْ مُؤَمَّلٌ عَنْ سُفْيَانَ اَبَا جَنْدَلٍ فَقَالَ اِلَّا بِجُلُبِّ السِّلَاحِ.

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: مؤمل نے از سفیان حضرت ابوجندل کا ذکر نہیں کیا اور یہ کہا ہے کہ وہ ہتھیاروں کو میان میں رکھ کر آئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۸۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں صلح کا ذکر ہے۔

۲۷۰۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ هَدْيَهُ وَحَلَقَ رَاْسَهُ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَقَاضَاهُمْ عَلٰى اَنْ يَعْتَمِرَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ وَلَا يَحْمِلَ سِلَاحًا عَلَيْهِمْ اِلَّا سُيُوْفًا وَلَا يُقِيْمَ بِهَا اِلَّا مَا اَحَبُّوْا. فَاعْتَمَرَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَدَخَلَهَا كَمَا كَانَ صَالَحَهُمْ فَلَمَّا اَقَامَ بِهَا ثَلَاثًا اَمَرُوْهُ اَنْ يَخْرُجَ فَخَرَجَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن رافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سریج بن نعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کی نیت کرتے ہوئے (مدینہ سے) نکلے تو آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان کفارِ قریش حائل ہو گئے' آپ نے اپنی ہدی کو نحر کیا اور حدیبیہ میں اپنا سر منڈایا اور ان سے اس پر صلح کی کہ آپ آئندہ سال عمرہ کریں گے اور تلواروں کے سوا ان کے خلاف کوئی ہتھیار نہیں اٹھائیں گے اور وہاں صرف اتنی مدت قیام کریں گے' جتنی مدت وہ پسند کریں گے' پھر آپ نے آئندہ سال عمرہ کیا اور مکہ میں اس طرح داخل ہوئے' جس طرح ان سے صلح کی تھی' جب آپ نے وہاں تین دن قیام کر لیا تو انہوں نے آپ کو وہاں سے جانے کے لیے کہا' سو آپ چلے گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۵۲ میں گزر چکی ہے۔

اس صلح پر بہت عظیم مصلحت مرتب ہوئی اور یہی صلح' فتح مکہ کا پیش خیمہ بنی' صلح حدیبیہ سے پہلے مشرکین کا مسلمانوں کے ساتھ ملنا جلنا نہیں تھا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے محاسن اور اعلیٰ اقدار سے ناواقف تھے' صلح حدیبیہ کے بعد ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور آپ کے معجزات کو دیکھنے کا موقع ملا اور ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہو گئے اور فتح مکہ سے پہلے بہت سے مشرکین اسلام میں

داخل ہو گئے اور فتح مکہ کے بعد اردگرد کے قبائل جو اہل مکہ کے اسلام کے منتظر تھے وہ سب مسلمان ہو گئے اور پورا جزیرۂ عرب اسلام میں داخل ہو گیا۔

۲۷۰۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِي حَثْمَةَ قَالَ اِنْطَلَقَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدِ بْنِ زَيْدٍ اِلٰى خَيْبَرَ، وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ. [اطراف الحدیث: ۳۱۷۳-۶۱۴۳-۶۸۹۸-۷۱۹۲] (صحیح مسلم: ۱۶۶۹، الرقم المسلسل: ۴۲۳۳، سنن ابوداؤد: ۴۵۲۰، سنن ترمذی: ۱۴۲۲، سنن نسائی: ۴۷۱۲، سنن ابن ماجہ: ۲۶۷۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از بشیر بن یسار از حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ بن مسعود بن زید خیبر کی طرف گئے اور ان دنوں صلح تھی۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ایامِ صلح کا ذکر ہے یہ مفصل حدیث ''کتاب الحدود'' میں آئے گی اور وہاں ان شاء اللہ اس کی مفصل شرح کی جائے گی۔

۸ - بَابُ الصُّلْحِ فِي الدِّيَةِ

دیت میں صلح کرنا

دیت کا معنی یہ ہے کہ قصاص کے بجائے مال معین ادا کیا جائے' انسان کو قتل کرنے کی دیت مختلف عمروں کے سو اونٹ ہوتے ہیں اور یہ دیت قاتل کے عصبات پر واجب ہوتی ہیں اور اس کو تین سال کی مدت میں متعدد اقساط میں ادا کیا جاتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی کے اعضاء کو تلف کر دے تو مختلف اعضاء کی مختلف دیت ہوتی ہے۔

۲۷۰۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ اَنَّ الرُّبَيِّعَ وَهِيَ اِبْنَةُ النَّضْرِ، كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ، فَطَلَبُوا الْاَرْشَ وَطَلَبُوا الْعَفْوَ فَاَبَوْا، فَاَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهُمْ بِالْقِصَاصِ، فَقَالَ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ اَتُكْسَرُ ثَنِيَّةُ الرُّبَيِّعِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا، فَقَالَ يَا اَنَسُ، كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ. فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَعَفَوْا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ، مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ. زَادَ الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ اَنَسٍ فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الْاَرْشَ.

[اطراف الحدیث: ۲۸۰۶-۴۴۹۹-۴۵۰۰-۴۶۱۱-۶۸۹۴] (صحیح مسلم: ۱۶۷۵، الرقم المسلسل: ۴۲۶۵، سنن نسائی: ۴۷۵۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حمید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ربیع رضی اللہ عنہا جو النضر کی بیٹی ہیں انہوں نے ایک جوان لڑکی کے سامنے کے دانت توڑ دیئے تو اس لڑکی والوں نے ان دانتوں کی دیت کا مطالبہ کیا اور حضرت ربیع کے گھر والوں نے اس دیت کی معافی کا مطالبہ کیا تو انہوں نے انکار کیا تو وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے پس آپ نے ان کو قصاص ادا کرنے کا حکم دیا تو حضرت انس بن النضر نے کہا: یارسول اللہ! کیا الربیع کے دانت توڑے جائیں گے! نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے' آپ نے فرمایا: اے انس! کتاب اللہ میں قصاص ہے' پھر وہ لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے معاف کر دیا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ (کسی کام کی) اللہ پر قسم کھا لیں' تو اللہ ان کو اس قسم میں سچا کر دے گا۔ فزاری نے از حمید از حضرت

انس رضی اللہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ پھر وہ لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے دیت کو قبول کر لیا۔

اس حدیث کی باب سے مطابقت اور حضرت ربیع اور حضرت انس بن النضر کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ وہ لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے دیت کو قبول کر لیا اور دیت قصاص کے عوض میں ہوتی ہے اور ان لوگوں کا قصاص کے بجائے دیت کو قبول کرنا صرف صلح کی وجہ سے ہوا تھا۔

اس حدیث میں حضرت ربیع کا ذکر ہے' یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ کی پھوپھی ہیں اور اس حدیث میں ''جاریہ'' کا ذکر ہے' اس سے مراد باندی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد جوان لڑکی ہے' اور اس حدیث میں حضرت انس بن النضر کا ذکر ہے' یہ حضرت انس بن مالک کے چچا ہیں' یہ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے تھے اور ان کے جسم پر اسی (۸۰) سے زیادہ تلواروں کے زخم تھے' اور نیزوں اور تیروں کے زخم الگ تھے۔

قرآن مجید نے قصاص کو لازم کیا ہے' پھر حضرت انس بن النضر نے قصاص نہ دینے کی قسم کیوں کھائی؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت انس بن النضر رضی اللہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا الربیع کے دانت توڑ دیئے جائیں گے؟ نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ دانت کا بدلہ دانت ہے' یہ تو قرآن مجید کا حکم ہے' حضرت انس بن النضر نے اس کا کیسے انکار کیا؟

قرآن مجید میں ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۔ (المائدہ:۴۵)

اور تورات میں ہم نے ان پر فرض کیا تھا کہ جان کے بدلہ جان' اور آنکھ کے بدلہ آنکھ اور ناک کے بدلہ ناک اور کان کے بدلہ کان اور دانت کے بدلہ دانت اور (دیگر) زخموں کا (بھی) بدلہ ہے' سو جو شخص بدلہ معاف کر دے تو یہ معافی اس کے لیے کفارہ ہوگی۔

یہ پہلے تورات میں حکم تھا لیکن شریعت اسلام میں بھی قصاص کے اس حکم کو باقی رکھا گیا ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ انس بن النضر نے قصاص کے شرعی حکم کا انکار نہیں کیا تھا اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ ان کو اس وقت یہ معلوم نہیں تھا کہ شریعت نے قصاص کو فرض کر دیا ہے اور ان کو یہ گمان تھا کہ شریعت میں قصاص اور دیت میں اختیار دیا گیا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں شفاعت کرائیں گے یا ان کو یہ توقع تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُمید تھی کہ وہ ان کے خصم کے دل میں یہ بات ڈال دے گا کہ وہ قصاص کے بجائے دیت لینے پر راضی ہو جائیں' اس وجہ سے انہوں نے قسم کھائی کہ ربیع کے دانت نہیں توڑے جائیں گے۔

دانت اور ہڈی کا قصاص لینے میں مذاہب فقہاء' اولیاء اللہ کی کرامت کا ثبوت اور دیگر مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دانت توڑنے میں دانت کا قصاص لینا واجب ہے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ اگر تمام دانت توڑ دیئے ہیں تو اس کا قصاص لینے پر اجماع ہے اور بعض دانت توڑنے میں فقہاء کا اختلاف ہے اور اکثر فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس میں قصاص نہیں ہے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ قصاص اس وقت ہوتا ہے جب ان میں مماثلت ممکن ہو

جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے:

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ. (البقرہ:۱۹۴)

سو جو شخص تم پر زیادتی کرے تم (بھی) اس کی زیادتی کا بدلہ لو اس زیادتی کی مثل جو اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔

فقہاء احناف لیث اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ دانتوں کے علاوہ ہڈی توڑنے میں قصاص نہیں ہے کیونکہ اس میں مماثلت پر اعتماد نہیں ہے' علامہ ابن رشد نے القواعد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ ہڈی میں قصاص نہیں ہے' اور اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوڑ کے علاوہ ہڈی میں قصاص نہیں لیا مگر اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے۔

حضرت انس بن نضر نے قسم کھا کر کہا کہ اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے' اس سے معلوم ہوا کہ انسان اپنے گمان کے مطابق قسم کھا سکتا ہے۔

حضرت انس نے جس طرح قسم کھائی تھی اسی طرح ہو گیا' اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ قسم کھالیں کہ اللہ ایسا کرے گا تو اللہ ایسا کر دیتا ہے اور اس میں اولیاء اللہ کی کرامت کا ثبوت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قصاص لینے کو معاف کرنا اور اس کی شفاعت کرنا مستحب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۱' ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر)

٩ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِبْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ' وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: میرا یہ بیٹا سیّد ہے اور ہو سکتا ہے کہ اللہ اس کے سبب سے دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے

اس باب کے عنوان میں ''سید'' کا ذکر ہے' ''سید'' کا معنی ہے: رئیس اور سردار۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عظیم جماعتیں فرمایا کیونکہ اس وقت مسلمانوں کے دو گروہ تھے' ایک گروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور دوسرا گروہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کیونکہ جس طرح آپ نے فرمایا تھا' اسی طرح واقع ہوا۔ اصل واقعہ اس طرح ہوا کہ جب سترہ رمضان چالیس ہجری کو عبدالرحمان بن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو گئے' پھر آپ نے دیکھا کہ ایک گروہ آپ کی طرف تھا اور ایک گروہ حضرت معاویہ کی طرف تھا' تو آپ نے مناسب سمجھا کہ مسلمانوں کی وحدت قائم رکھنے کے لیے اور ان کے درمیان خون ریزی سے بچنے کے لیے حضرت معاویہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو جائیں' سو آپ نے پانچ ربیع الاوّل اکتالیس ہجری کو خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی اور اس سال کا نام عام الجماعۃ رکھا گیا اور یہ وہی چیز ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ ہو سکتا ہے کہ اس (حضرت حسن) کے سبب سے اللہ دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۲' طبع مصر)

وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾ (الحجرات: ۹)

اور اللہ عزّ و جل کا ارشاد ہے: تو ان میں صلح کرا دو۔ (الحجرات: ۹)

امام بخاری نے اس آیت کے دو الفاظ ذکر کیے ہیں' پوری آیت اس طرح ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِىْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَO (الحجرات:۹)

اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں جنگ کریں تو ان میں صلح کرادو' پھر اگر ان میں سے ایک دوسری پر زیادتی کرے تو اس سے جنگ کرو جو زیادتی کی مرتکب ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے' پھر اگر وہ لوٹ آئے تو عدل کے ساتھ ان میں صلح کرادو اور انصاف کرو' بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو بہت پسند فرماتا ہےO

۲۷۰۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ اِسْتَقْبَلَ وَاللّٰهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ مُعَاوِيَةَ بِكَتَائِبَ اَمْثَالِ الْجِبَالِ' فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ اِنِّىْ لَاَرٰى كَتَائِبَ لَا تُوَلِّىْ حَتّٰى تَقْتُلَ اَقْرَانَهَا' فَقَالَ لَهٗ مُعَاوِيَةُ وَكَانَ وَاللّٰهِ خَيْرَ الرَّجُلَيْنِ اَىْ عَمْرُو' اِنْ قَتَلَ هٰؤُلَاءِ هٰؤُلَاءِ' وَهٰؤُلَاءِ هٰؤُلَاءِ' مَنْ لِّىْ بِاُمُوْرِ النَّاسِ' مَنْ لِّىْ بِنِسَائِهِمْ' مَنْ لِّىْ بِضَيْعَتِهِمْ؟ فَبَعَثَ اِلَيْهِ رَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ' مِنْ بَنِىْ عَبْدِ شَمْسٍ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ' فَقَالَ اِذْهَبَا اِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ' فَاعْرِضَا عَلَيْهِ' وَقُوْلَا لَهٗ' وَاطْلُبَا اِلَيْهِ . فَاَتَيَاهُ فَدَخَلَا عَلَيْهِ فَتَكَلَّمَا وَقَالَا لَهٗ فَطَلَبَا اِلَيْهِ' فَقَالَ لَهُمَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ اِنَّا بَنُوْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ' قَدْ اَصَبْنَا مِنْ هٰذَا الْمَالِ' وَاِنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ قَدْ عَاثَتْ فِىْ دِمَائِهَا. قَالَا فَاِنَّهٗ يَعْرِضُ عَلَيْكَ كَذَا وَكَذَا وَيَطْلُبُ اِلَيْكَ وَيَسْاَلُكَ' قَالَ فَمَنْ لِّىْ بِهٰذَا؟ قَالَا نَحْنُ لَكَ بِهٖ' فَمَا سَاَلَهُمَا شَيْئًا اِلَّا قَالَا نَحْنُ لَكَ بِهٖ' فَصَالَحَهٗ . فَقَالَ الْحَسَنُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ اَبَا بَكْرَةَ يَقُوْلُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ' وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ اِلٰى جَنْبِهٖ' وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَعَلَيْهِ اُخْرٰى' وَيَقُوْلُ اِنَّ ابْنِىْ هٰذَا سَيِّدٌ' وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی موسیٰ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حسن بصری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کی قسم! جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں پہاڑوں جیسا لشکر لے کر آئے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو اپنے مخالفین کو مارے بغیر نہیں لوٹے گا' حضرت معاویہ نے کہا: اور اللہ کی قسم! وہ دونوں آدمیوں میں زیادہ بہتر تھے' اے عمرو! اگر اس لشکر نے اُس لشکر کو قتل کر دیا اور اُس لشکر نے اس لشکر کو قتل کر دیا تو لوگوں پر حکمرانی کے لیے کون میرا ساتھ دے گا اور لوگوں کی عورتوں کی حفاظت کے معاملہ میں کون میرا ساتھ دے گا اور لوگوں کے بچوں کی نگہداشت کے لیے کون میرا ساتھ دے گا؟ پھر حضرت معاویہ نے حضرت حسن کے پاس قبیلہ بنو شمس کے دو آدمی بھیجے' عبدالرحمان بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر بن کریز' ان سے کہا کہ تم دونوں اس شخص (حضرت حسن) کے پاس جاؤ اور ان کے سامنے (صلح کی) پیش کش کرو' تم دونوں ان سے بات کرو اور فیصلہ ان پر چھوڑ دو' وہ دونوں حضرت حسن کے پاس گئے اور ان سے گفتگو کی اور فیصلہ ان پر چھوڑ دیا' پس حضرت حسن بن علی نے ان دونوں سے کہا: ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں اور ہم کو اس مال سے حصہ ملا ہے اور ہمارے ساتھ جو لشکر ہے یہ خون ریزی میں طاق ہے' ان دونوں نے کہا کہ حضرت معاویہ نے آپ کو اتنے اور اتنے مال کی پیش کش کی ہے' وہ آپ سے صلح کے طلب گار ہیں اور انہوں نے فیصلہ آپ پر چھوڑ دیا ہے' حضرت حسن نے کہا: میرے

اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لِیْ عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اِنَّمَا ثَبَتَ لَنَا سَمَاعُ الْحَسَنِ مِنْ اَبِیْ بَکْرَةَ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ.

[اطراف الحدیث: ۳۶۲۹-۳۷۴۶-۷۱۰۹] (سنن ابوداؤد: ۴۶۶۲ 'سنن ترمذی: ۳۷۷۳ 'المعجم الکبیر: ۲۵۹۰ 'مسند الحمیدی: ۷۹۳ 'سنن کبریٰ: ۱۷۱۸ 'عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۲۵۲ 'مسند البزار: ۳۶۵۵ 'دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۴۲ 'المستدرک ج ۳ ص ۱۷۵-۱۷۴ 'مسند احمد ج ۵ ص ۳۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۰۳۹۲ - ج ۳۴ ص ۳۴ 'مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

لیے اس کا ضامن کون ہو گا؟ ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے لیے اس کے ضامن ہیں' پھر حضرت حسن نے جس چیز کا بھی سوال کیا تو ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے لیے اس کے ضامن ہیں' پھر حضرت حسن نے حضرت معاویہ سے صلح کر لی' پھر حضرت حسن بصری نے کہا: میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے پہلو کی طرف تھے اور آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور کبھی حضرت حسن کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور آپ فرما رہے تھے کہ میرا یہ بیٹا سیّد ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کے سبب سے اللہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرادے۔ امام بخاری نے کہا: مجھ سے علی بن عبد اللہ (مدینی) نے کہا: اس حدیث کی بناء پر ہمارے نزدیک حسن بصری کا حضرت ابوبکرہ سے سماع ثابت ہے۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو سیّد فرمانے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرا یہ بیٹا سیّد ہے۔

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ ھ نے کہا: اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ سیادت کا مستحق وہ شخص ہوتا ہے جس سے لوگ نفع حاصل کریں کیونکہ آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی سیادت کو لوگوں کے درمیان صلح کرانے پر معلق فرمایا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت معاویہ نے کہا: اگر اس لشکر نے اُس لشکر کو قتل کر دیا اور اُس نے اِس کو قتل کر دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ کی نظر عواقب اور انجامِ کار پر تھی اور وہ مسلمانوں کے درمیان جنگ اور خون ریزی کو ناپسند کرتے تھے۔

حضرت عمرو بن العاص نے کہا: اللہ کی قسم! وہ دونوں میں بہتر تھے۔ حضرت عمرو بن العاص کی مراد یہ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن العاص سے بہتر تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے صلح کی تحریک

حضرت معاویہ نے حضرت حسن کے پاس دو آدمی بھیجے اور کہا: ان کے پاس جاؤ اور ان کو صلح کی پیش کش کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ صلح کرنے میں رغبت رکھتے تھے اور انہوں نے حضرت حسن پر مال پیش کیا اور ان پر مال خرچ کیا اور ان کو صلح کرنے میں رغبت دلائی' تاکہ مسلمانوں کی جانیں محفوظ رہیں اور ان میں خون ریزی نہ ہو اور انہوں نے جان لیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کس وجہ سے سیّد فرمایا ہے' اور یہ کہ اللہ ان کے سبب سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرادے گا'

حضرت حسن نے فرمایا: ہم بنو عبد المطلب ہیں' ہماری فطرت میں یہ ہے کہ ہم اپنے گرد لوگوں پر کرم اور سخاوت سے کام لیں' ہم نے

خلافت سے اس مال کو حاصل کیا ہے اور لوگوں پر خرچ کرنا اور سخاوت کرنا ہماری عادت بن گئی ہے اگر میں اس خلافت کو چھوڑ دوں تو یہ ہماری عادت کے خلاف ہوگا اور ہمارے ساتھ جو لشکر ہے یہ لڑائی میں ماہر ہے یہ بغیر رقم لیے ماننے والے نہیں ہیں حضرت حسن کی مراد یہ تھی کہ بغیر مال خرچ کیے فتنہ کو ٹھنڈا کرنا ممکن نہیں ہے ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے لیے ہر سال اتنا مال اتنا غلہ اور اناج اور اتنے کپڑے مقرر کرتے ہیں اور ان کے علاوہ جو آپ کو ضرورت ہو پھر ان دونوں نے حضرت حسن سے اس پر صلح کر لی۔

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ مال لے کر خلافت سے دست بردار ہونا اور صلح کر لینا جائز ہے اور یہ مال حلال اور طیب ہے۔

جب دو مسلمان برسرِ پیکار ہوں تو ان کے اسلام پر برقرار رہنے کا مدار

اس حدیث میں ہے کہ مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے۔ اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ اگر مسلمان مسلمانوں سے جنگ کریں تو وہ اسلام سے خارج نہیں ہوتے جب کہ دونوں فریق تاویل اور اجتہاد سے جنگ کر رہے ہوں۔

دوسری حدیث میں ہے: جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے لڑتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۱)

اس حدیث میں جو وعید ہے وہ اس صورت پر محمول ہے جب وہ بغیر تاویل اور اجتہاد کے جنگ کر رہے ہوں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے صلح کی پیش کش

مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو اہل کوفہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے بیعت کر لی اور اہل شام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی پھر حضرت معاویہ اہل شام کے ساتھ کوفہ کو فتح کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوئے اور حضرت حسن اہل عراق کے ساتھ روانہ ہوئے پھر ارضِ کوفہ کی ایک منزل پر دونوں کا آمنا سامنا ہوا پس حضرت حسن نے اپنے ساتھ اہل عراق کی کثرت کو دیکھا پھر انہوں نے نداء کی کہ اے معاویہ! میں نے اللہ کے پاس جو اجر ہے اس کو اختیار کر لیا ہے پس اگر یہ خلافت تمہارا حق ہے تو مجھے اس میں تم سے نزاع نہیں کرنا چاہیے اور اگر یہ خلافت میرا حق ہے تو میں نے یہ تم کو دے دی ہے پھر حضرت معاویہ کے اصحاب نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لیے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرا یہ بیٹا سید ہے عنقریب اس کے سبب سے اللہ مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے گا پس اللہ آپ کو مسلمانوں کی طرف سے نیک جزاء عطاء فرمائے۔

تمام مسلمانوں کا حضرت معاویہ کی بیعت پر مجتمع ہونا

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے معاویہ! مسلمانوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرنا اور دنیا کی طلب میں ان کو تلوار سے ختم نہ کر دینا پھر حضرت حسن نے خلافت حضرت معاویہ کے سپرد کر دی اور ان سے صلح کر لی اور کتاب اللہ اور سنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کو قائم کرنے کے لیے حضرت معاویہ کی بیعت کر لی کہ وہ ان کے احکام کو سنیں گے اور ان کی اطاعت کریں گے پھر وہ دونوں کوفہ میں داخل ہوئے اور حضرت معاویہ نے عراق والوں سے اپنی بیعت لی اور یہ سال مسلمانوں کے اجتماع کا سال قرار پایا اور تمام مسلمانوں کا جنگ ختم ہونے پر اتفاق ہو گیا اور ان تمام مسلمانوں نے حضرت معاویہ سے بیعت کر لی جو اس سے پہلے ان سے الگ تھے حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت عبداللہ بن عمر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم اور دیگر اکابر مسلمین نے حضرت معاویہ سے بیعت کر لی حضرت معاویہ نے حضرت حسن کو تین لاکھ روپے ایک ہزار کپڑے تیس غلام اور ایک سو اونٹ دیئے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ چلے گئے حضرت معاویہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا اور عبداللہ بن عامر کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا اور خود دمشق چلے گئے اور اس کو اپنا دارالخلافت قرار دیا۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۹۷-۸۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی نے اس شرح کے تمام اہم نکات کو اپنی شرح میں ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۴۔ ۲۸۳ 'ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کی شرح میں صرف تین سطریں لکھیں؛ جن میں اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت کی توجیہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صلح کرنے کا حکم دیا ہے اور حضرت حسن اللہ کے حکم پر عمل کرنے پر حریص تھے' اس لیے انہوں نے حضرت معاویہ سے صلح کر لی۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۱۴۲ 'دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۱۰ - بَابٌ هَلْ يُشِيْرُ الْإِمَامُ بِالصُّلْحِ آیا سربراہ فریقین کو صلح کی طرف اشارہ کر سکتا ہے؟

جمہور فقہاء کے نزدیک سربراہ کا فریقین کو صلح کے لیے کہنا جائز ہے' امام مالک کا اس میں اختلاف ہے' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس باب کی دونوں حدیثوں میں اس کا ذکر نہیں ہے جس کا امام بخاری نے عنوان قائم کیا ہے' تاہم اس کا جواب یہ ہے کہ ان حدیثوں میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں افضل کام کی ترغیب دی اور یہی صلح کی طرف اشارہ کرنا ہے۔

۲۷۰۵ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِيْ أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَخِيْ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِي الرِّجَالِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أُمَّهُ عَمْرَةَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ خُصُوْمٍ بِالْبَابِ، عَالِيَةً أَصْوَاتُهُمَا، وَإِذَا أَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الْآخَرَ وَيَسْتَرْفِقُهُ فِيْ شَيْءٍ، وَهُوَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَا أَفْعَلُ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيْنَ الْمُتَأَلِّيْ عَلَى اللّٰهِ لَا يَفْعَلُ الْمَعْرُوْفَ؟ فَقَالَ أَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَلَهُ أَيُّ ذٰلِكَ أَحَبَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از یحییٰ بن سعید از ابی الرجال محمد بن عبدالرحمان کہ ان کی والدہ عمرۃ بنت عبدالرحمان نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دروازہ پر دو جھگڑا کرنے والوں کی بلند آوازیں سنیں' ان میں سے ایک اپنے قرض میں سے کچھ کم کرا رہا تھا اور ادائیگی کے مطالبہ میں نرمی کرا رہا تھا' اور دوسرا کہہ رہا تھا: اللہ کی قسم! میں نہیں کروں گا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کے پاس آئے اور پوچھا: وہ شخص کہاں ہے جو اللہ کی قسم کھا کر کہہ رہا تھا کہ وہ نیکی نہیں کرے گا؟ تو اس شخص نے کہا: یہ میں ہوں! یارسول اللہ! اور اس شخص کو اختیار ہے جو پسند کرے (خواہ قرض میں کمی کرائے خواہ واپسی کی رقم میں اضافہ کرائے)۔

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقروض کے ساتھ نرمی کرنی چاہیے اور اس کے قرض سے کچھ کم کر کے اس پر احسان کرنا چاہیے۔

(۲) جو شخص کسی نیک کام کو ترک کرنے کی قسم کھائے' اس کو ڈانٹنا چاہیے۔

(۳) صحابہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد کو بہت جلد سمجھ لیتے تھے' اور آپ کی منشاء کے مطابق عمل کرتے تھے اور وہ نیکی پر بہت حریص تھے۔

(۴) مقروض کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ قرض خواہ سے کہے کہ تم اپنے قرض میں کچھ کمی کر دو یا ادائیگی کی مہلت میں اضافہ کر دو' بہ شرطیکہ وہ اس سے یہ سوال عاجزی سے اور گڑگڑا کر نہ کرے۔

(۵) مقروض کی شفاعت کرنا جائز ہے۔

٢٧٠٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ كَانَ لَهُ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي حَدْرَدٍ الْأَسْلَمِيِّ مَالٌ، فَلَقِيَهُ فَلَزِمَهُ، حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا، فَمَرَّ بِهِمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ يَا كَعْبُ. فَأَشَارَ بِيَدِهِ، كَأَنَّهُ يَقُولُ النِّصْفَ، فَأَخَذَ نِصْفَ مَا لَهُ عَلَيْهِ وَتَرَكَ نِصْفًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از الاعرج' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن کعب بن مالک نے حدیث بیان کی از حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہ ان کا حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ پر کچھ مال کا قرض تھا' ان کی ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان کو پکڑ لیا حتیٰ کہ ان دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے گزرے تو آپ نے فرمایا: اے کعب! پس اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا' گویا آپ فرما رہے تھے: نصف لے لو! تو انہوں نے ان سے نصف مال لے لیا اور نصف چھوڑ دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو اور اس سے پہلی حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ ان میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرض خواہ اور مقروض کے درمیان صلح کرائی ہے۔

١١ - بَابُ فَضْلِ الْإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ وَالْعَدْلِ بَيْنَهُمْ

لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے اور عدل کرنے کی فضیلت

اس باب میں لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے اور عدل کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

٢٧٠٧ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ، يَعْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ. [اطراف الحدیث: ٢٨٩١-٢٩٨٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر جس روز سورج طلوع ہوتا ہے' لوگوں کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے' (اور فرمایا:) دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا بھی صدقہ ہے۔

(صحیح مسلم: ١٠٠٩' الرقم المسلسل: ٢٢٢٣' صحیح ابن حبان: ٣٣٨١' شرح السنۃ: ١٦٤٥' سنن بیہقی ج ۴ ص ١٨٨-١٨٧' مسند احمد ج ٢ ص ٣١٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٨١٨٣- ج ١٣ ص ٥١٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ہر جوڑ پر صدقہ کا وجوب اور اس کی ادائیگی کے طریقے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''سلامی'' کا لفظ ہے' ''سلامی'' کا معنی ہے: جوڑ۔ ابن الاعرابی نے کہا ہے: یہ ہاتھوں اور پیروں کی ہڈیاں ہیں۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ انسان کی ہڈیاں اس کے وجود کی اصل ہیں' ان ہڈیوں سے اس کے منافع حاصل ہوتے ہیں' کیونکہ انسان جو بھی حرکت کرتا ہے وہ ہڈیوں اور جوڑ کے توسط سے کرتا ہے' اور یہ انسان کے اوپر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور ہر نعمت

کی وجہ سے منعم کا شکر ادا کرنا واجب ہوتا ہے' پس اس کو ہر ہڈی کے مقابلہ میں صدقہ دینا چاہیے' تا کہ اس کا شکر ادا ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر احسان ہے کہ اس نے تخفیف فرمادی اور دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنے کو بھی ہڈیوں اور جوڑوں کا صدقہ قرار دے دیا۔

انسان کے اندر تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور اس پر ہر جوڑ کا صدقہ ادا کرنا واجب ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرمادی اور بعض مستحبات کو بھی صدقہ قرار دے دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۰۸' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح مسلم کی روایت میں اس صدقہ کی ادائیگی کی مزید تفصیل ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے ہر جوڑ پر اس دن صدقہ واجب ہوتا ہے جس دن میں ان پر سورج طلوع ہوتا ہے' آپ نے فرمایا: تم دو آدمیوں کے درمیان عدل کرو تو یہ صدقہ ہے' کوئی شخص اپنی سواری پر کسی کو سوار کر لے تو یہ بھی صدقہ ہے' یا کسی کا سامان اپنے اوپر اٹھا لے تو یہ بھی صدقہ ہے' کسی سے نیکی کی بات کہنا بھی صدقہ ہے' نماز پڑھنے کے لیے ہر قدم کو اٹھا کر چلنا بھی صدقہ ہے اور راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹانا بھی صدقہ ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۰۹' الرقم المسلسل: ۲۲۲۴)

۱۲ - بَابٌ اِذَا اَشَارَ الْاِمَامُ بِالصُّلْحِ فَاَبٰى' حَكَمَ عَلَيْهِ بِالْحُكْمِ الْبَيِّنِ

جب سربراہ صلح کا اشارہ کرے اور کوئی شخص نہ مانے تو پھر وعدہ کے مطابق فیصلہ کرے

اس عنوان میں ''الحکم البین'' کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ شرعی حکم ہے' جو ظاہر ہو۔

۲۷۰۸ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ' عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ الزُّبَيْرَ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّهُ خَاصَمَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا' اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شِرَاجٍ مِّنَ الْحَرَّةِ' كَانَا يَسْقِيَانِ بِهٖ كِلَاهُمَا' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ' ثُمَّ اَرْسِلْ اِلٰى جَارِكَ. فَغَضِبَ الْاَنْصَارِيُّ' فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اِسْقِ' ثُمَّ احْبِسْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْجَدْرَ. فَاسْتَوْعٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَئِذٍ حَقَّهٗ لِلزُّبَيْرِ' وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ ذٰلِكَ اَشَارَ عَلَى الزُّبَيْرِ بِرَاْيٍ سَعَةٍ لَّهٗ وَلِلْاَنْصَارِيِّ' فَلَمَّا اَحْفَظَ الْاَنْصَارِيُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَوْعٰى لِلزُّبَيْرِ حَقَّهٗ فِيْ صَرِيْحِ الْحُكْمِ' قَالَ عُرْوَةُ قَالَ الزُّبَيْرُ وَاللّٰهِ مَا اَحْسِبُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ اِلَّا فِيْ ذٰلِكَ' ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت زبیر نے بتایا: ان کا اور ایک انصاری صحابی کا جو غزوہ بدر میں شریک تھے' مدینہ کی پتھریلی زمین کی نالی کے متعلق جھگڑا ہو گیا' وہ اپنا مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے' وہ دونوں اس (نالی) سے (اپنے اپنے باغ کو) سیراب کرتے تھے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے زبیر! پہلے تم (اپنی زمین کو) سیراب کر لو' پھر پانی اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو' پس وہ انصاری غضب ناک ہو گیا' اس نے کہا: یارسول اللہ! (یہ فیصلہ اس وجہ سے کیا ہے کہ) یہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا' پھر آپ نے (حضرت زبیر سے) فرمایا: پہلے تم سیراب کرو' پھر پانی کو روک لو حتیٰ کہ وہ پانی دیواروں تک پہنچ جائے' پس اس مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر کو ان کا پورا حق عطاء فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (پہلے) اپنی رائے سے ایسا فیصلہ کیا تھا' جس میں حضرت زبیر اور اس انصاری دونوں کی رعایت تھی' پھر جب اس انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ دلایا تو آپ نے حضرت زبیر کو

شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ الْآيَةَ (النساء:٦٥).

صریح قاعدہ کے مطابق پورا حق دیا' عروہ نے کہا: حضرت زبیر نے بیان کیا کہ میرا گمان ہے کہ یہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی ہے: تو (اے نبی مکرم!) آپ کے رب کی قسم! وہ لوگ اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو اپنے ہر جھگڑے میں حاکم نہ مان لیں۔ (النساء:٦٥)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۶۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ سربراہ نے پہلے مصالحانہ فیصلہ فرمایا لیکن جب فریق ثانی نے اس فیصلہ کو نہیں مانا تو شریعت ظاہرہ کا فیصلہ فرمایا۔

۱۳ - بَابُ الصُّلْحِ بَيْنَ الْغُرَمَاءِ وَأَصْحَابِ الْمِيرَاثِ وَالْمُجَازَفَةِ فِي ذٰلِكَ

میت کے وارثوں اور مقروضوں کے درمیان صلح کرنا اور اندازہ سے قرض ادا کرنا

اس باب میں میت کے وارثوں اور مقروضوں کے درمیان صلح کا حکم بیان کیا ہے' اور اس عنوان میں ''مجازفت'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: اندازہ سے کوئی عوض دینا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ أَنْ يَتَخَارَجَ الشَّرِيكَانِ' فَيَأْخُذَ هٰذَا دَيْنًا' وَهٰذَا عَيْنًا' فَإِنْ تَوِيَ لِأَحَدِهِمَا لَمْ يَرْجِعْ عَلٰى صَاحِبِهِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۸۱' مجلس علمی' بیروت)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ دو شریک یہ طے کر لیں کہ ایک شخص قرض وصول کرے گا اور دوسرا شریک نقد رقم لے گا' پھر اگر ان میں سے ایک کا حصہ ڈوب جائے (یعنی قرض وصول نہ ہو) تو وہ دوسرے شریک سے رجوع نہیں کرے گا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے' اور علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' جب دو قرض خواہ شریک اپنے حصوں کو تقسیم کریں' ان میں سے ایک' ایک چیز لے اور دوسرا دوسری چیز لے' پھر ایک کا حصہ ڈوب جائے اور دوسرے کا حصہ مل جائے تو اگر وہ مقروض کو بری کر دے تو جائز ہے اور نخعی نے کہا: جو ڈوب گیا ہے یا جو مل گیا ہے' وہ دونوں کے درمیان نصف نصف ہوگا' امام مالک' امام شافعی اور فقہاء کوفہ کا یہی قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۷۰۹ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ' عَنْ وَهْبِ ابْنِ كَيْسَانَ' عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ تُوُفِّيَ أَبِي وَعَلَيْهِ دَيْنٌ' فَعَرَضْتُ عَلٰى غُرَمَائِهِ أَنْ يَأْخُذُوا التَّمْرَ بِمَا عَلَيْهِ فَأَبَوْا' وَلَمْ يَرَوْا أَنَّ فِيهِ وَفَاءً' فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ' فَقَالَ إِذَا جَدَدْتَهُ فَوَضَعْتَهُ فِي الْمِرْبَدِ آذَنْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از وہب بن کیسان از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ میرے والد فوت ہو گئے اور ان پر قرض تھا تو میں نے اپنے قرض خواہوں کو یہ پیش کش کی کہ وہ میرے کھجور کے درخت کھجوروں سمیت لے لیں تو انہوں نے انکار کیا اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ اس سے ان کا قرض پورا نہیں ہوگا' پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے اس کا ذکر

فَجَاءَ وَمَعَهُ اَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ، فَجَلَسَ عَلَيْهِ وَدَعَا بِالْبَرَكَةِ، ثُمَّ قَالَ اُدْعُ غُرَمَاءَكَ فَاَوْفِهِمْ. فَمَا تَرَكْتُ اَحَدًا لَهُ عَلٰى اَبِىْ دَيْنٌ اِلَّا قَضَيْتُهُ، وَفَضَلَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ وَسْقًا سَبْعَةٌ عَجْوَةٌ وَسِتَّةٌ لَوْنٌ، اَوْ سِتَّةٌ عَجْوَةٌ وَسَبْعَةٌ لَوْنٌ، فَوَافَيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَضَحِكَ، فَقَالَ ائْتِ اَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ فَاَخْبِرْهُمَا. فَقَالَا لَقَدْ عَلِمْنَا اِذْ صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا صَنَعَ اَنْ سَيَكُوْنُ ذٰلِكَ. وَقَالَ هِشَامٌ عَنْ وَهْبٍ، عَنْ جَابِرٍ صَلٰوةَ الْعَصْرِ، وَلَمْ يَذْكُرْ اَبَا بَكْرٍ، وَلَا ضَحِكَ، وَقَالَ وَتَرَكَ اَبِىْ عَلَيْهِ ثَلَاثِيْنَ وَسْقًا دَيْنًا. وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ، عَنْ وَهْبٍ، عَنْ جَابِرٍ صَلٰوةَ الظُّهْرِ.

کیا تو آپ نے فرمایا: جب تم کھجوریں (درختوں سے) اتار لو اور ان کو کھلیان میں جمع کر لو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دینا' پس آپ آئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے' آپ کھجوروں کے ڈھیر پر بیٹھ گئے اور برکت کی دعا کی' پھر فرمایا: اپنے قرض خواہوں کو بلاؤ اور ان کو ناپ ناپ کر (کھجوریں) دو' سو جن کا میرے باپ پر قرض تھا' میں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑا مگر اس کا قرض ادا کر دیا اور تیرہ وسق کھجوریں پھر بھی بچ گئیں' ان میں سے سات وسق عجوہ تھیں اور چھ وسق دیگر مختلف نوع کی کھجوریں تھیں یا چھ وسق عجوہ تھیں اور سات وسق دیگر مختلف اقسام کی کھجوریں تھیں' پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب تک ان کا قرض ادا کر دیا' پھر میں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ ہنسے اور فرمایا: تم ابوبکر اور عمر کے پاس جاؤ اور انہیں اس کی خبر دو' تو ان دونوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیا تھا تو ہم نے جان لیا تھا کہ اسی طرح ہو گا اور ہشام نے کہا از وہب از حضرت جابر: نمازِ عصر (یعنی نمازِ مغرب کے بدلے) اور انہوں نے حضرت ابوبکر کا ذکر نہیں کیا اور نہ آپ کے ہنسنے کا' اور حضرت جابر نے کہا: میرے والد نے مجھ پر تیس وسق قرض چھوڑا تھا' اور ابن اسحاق نے از وہب از حضرت جابر نمازِ ظہر کا ذکر کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس جگہ اس حدیث کی روایت اس لیے کی ہے کہ اس حدیث میں قرض خواہوں اور مقروض کے درمیان صلح کرانے کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں ''مربد'' کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں پر کھجوروں کو خشک کیا جاتا ہے' اور اس میں ''وسق'' کا ذکر ہے' یہ ۲۴۰ کلوگرام کا پیمانہ ہے' اور اس میں عجوہ کا ذکر ہے' یہ مدینہ کی عمدہ کھجوروں کی قسم ہے' اس روایت میں نمازِ مغرب تک قرض ادا کرنے کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں نمازِ عصر تک کا ذکر ہے اور ایک اور روایت میں نمازِ ظہر تک کا ذکر ہے اور یہ کوئی بڑا اختلاف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۱۰)

١٤ - بَابُ الصُّلْحِ بِالدَّيْنِ وَالْعَيْنِ

نقد رقم دے کر قرض کے بدلہ میں صلح کرنا

٢٧١٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ، وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِىْ يُوْنُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ كَعْبٍ اَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ اَبِىْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن

حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتّٰى سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمَا، حَتّٰى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ، فَنَادٰى كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، فَقَالَ يَا كَعْبُ. فَقَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَأَشَارَ بِيَدِهٖ أَنْ ضَعِ الشَّطْرَ، فَقَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ فَاقْضِهٖ.

کعب نے خبر دی کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ انہوں نے حضرت ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ سے اس قرض کا مسجد میں تقاضا کیا جوان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھا' پس ان دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں' حتیٰ کہ ان آوازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھر میں سن لیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کی طرف آئے حتیٰ کہ آپ نے اپنے حجرہ کا پردہ کھولا' پھر آپ نے حضرت کعب بن مالک کو آواز دی' پس فرمایا: اے کعب! انہوں نے کہا: میں حاضر ہوں! یارسول اللہ! آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا: آدھا (قرض) کم کردو' حضرت کعب نے کہا: یارسول اللہ! میں نے کر دیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حضرت ابن ابی حدرد سے) فرمایا: اٹھو! اب قرض ادا کر دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۷ میں گزر چکی ہے' یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں نقد رقم کا ذکر نہیں ہے۔

''کتاب الصلح'' کی تکمیل

الحمد للّٰه رب العٰلمین والصلٰوة والسلام علٰی سیّدنا محمد وعلٰی آلهٖ واصحابهٖ اجمعین۔

آج ۴ شعبان ۱۴۲۹ھ/ ۷' اگست ۲۰۰۸ء بہ روز جمعرات ''کتاب الصلح'' کی تکمیل ہو گئی' اے مالکِ ارض وسماء! جس طرح یہاں تک صحیح البخاری کی شرح مکمل کرادی ہے' صحیح البخاری کی باقی احادیث کی بھی شرح مکمل کرادے' اس شرح کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرما اور میری' میرے والدین کی اور میرے تمام قارئین کی مغفرت فرمادے۔ (آمین)

''کتاب الصلح'' میں اکتیس (۳۱) احادیث مرفوع ہیں' ان میں سے بارہ (۱۲) تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں' ان میں سے انیس مکررات ہیں اور خالص احادیث بارہ ہیں۔

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

٥٤- كِتَابُ الشُّرُوْطِ

شرطوں کا بیان

یہ کتاب ''شروط'' کے احکام کے بیان میں ہے' ''شروط''، ''شرط'' کی جمع ہے' اس کا معنی علامت ہے' اصطلاح میں شرط کا معنی ہے: جس پر کسی چیز کا وجود موقوف ہو' اور وہ اس چیز میں داخل نہ ہو' اس کتاب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ کون سی شرطیں صحیح ہیں اور کون سی شرطیں صحیح نہیں ہیں۔

١ - بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الشُّرُوْطِ فِي الْإِسْلَامِ وَالْأَحْكَامِ وَالْمُبَايَعَةِ

اسلام میں' احکام میں اور خرید و فروخت کے معاملات میں کون سی شرطیں لگانا جائز ہیں؟

اس سے مراد ہے: اسلام میں دخول کے وقت کون سی شرطیں لگانا جائز ہیں؟ جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی اسلام پر بیعت لی تو یہ شرط لگائی کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا' اور یہ جائز نہیں کہ کوئی شخص اسلام میں داخل ہوتے وقت یہ شرط لگائے کہ نماز نہیں پڑھوں گا یا میں قدرت کے باوجود زکوٰۃ نہیں دوں گا۔[1] اور احکام سے مراد یہ ہے کہ چیز کے عقد کرنے یا عقد کو فسخ کرنے یا دیگر معاملات کی شرائط اور خرید و فروخت کا بھی یہی معنی ہے۔

٢٧١٢'٢٧١١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُخْبِرَانِ عَنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی انہوں نے مروان اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے خبر دیتے ہیں کہ جب سہیل بن عمرو نے (حدیبیہ کے)

[1] یہاں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے دو نمازیں پڑھنے کی شرط پر اسلام قبول کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ شرط منظور فرمائی۔ (مسند احمد ج ٥ ص ٢٥) تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً اس حدیث کی سند میں ایک راوی مبہم ہے اور اس کا نام مذکور نہیں ہے' جس کی وجہ سے یہ حدیث سنداً ضعیف ہے۔ ثانیاً مسند احمد ہی میں اس کے معارض یہ حدیث بھی ہے کہ ثقیف کے ایک وفد نے اس شرط پر ایمان قبول کیا کہ انہیں جہاد کے لیے نہ بلایا جائے اور ان کے مال سے عشر نہ لیا جائے اور وہ نماز بھی نہیں پڑھیں گے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دو باتیں قبول فرمائیں اور نماز ترک کرنے کی شرط قبول نہ فرمائی اور فرمایا: جس دین میں نماز نہ ہو' اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ (مسند احمد ج ٤ ص ٢١٨)

كَاتَبَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو يَوْمَئِذٍ، كَانَ فِيمَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا أَحَدٌ، وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ، إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا وَخَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ، فَكَرِهَ الْمُؤْمِنُونَ ذٰلِكَ وَامْتَعَضُوا مِنْهُ، وَأَبَى سُهَيْلٌ إِلَّا ذٰلِكَ، فَكَاتَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ذٰلِكَ، فَرَدَّ يَوْمَئِذٍ أَبَا جَنْدَلٍ إِلَى أَبِيهِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو، وَلَمْ يَأْتِهِ أَحَدٌ مِنَ الرِّجَالِ إِلَّا رَدَّهُ فِي تِلْكَ الْمُدَّةِ وَإِنْ كَانَ مُسْلِمًا، وَجَاءَتِ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ، وَكَانَتْ أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ مِمَّنْ خَرَجَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ وَهِيَ عَاتِقٌ، فَجَاءَ أَهْلُهَا يَسْأَلُونَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْجِعَهَا إِلَيْهِمْ، فَلَمْ يَرْجِعْهَا إِلَيْهِمْ، لِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيهِنَّ ﴿إِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ. إِلَى قَوْلِهِ. وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ﴾ (الممتحنۃ: ١٠). قَالَ عُرْوَةُ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ بِهٰذِهِ الْآيَةِ ﴿يَٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ. إِلَى. غَفُورٌ رَّحِيمٌ۝﴾ (الممتحنۃ: ١٠-١٢).

دن (کفار کی طرف سے) شرائط لکھیں تو سہیل بن عمرو نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ شرط لگائی کہ ہماری طرف سے آپ کے پاس جو شخص بھی آئے خواہ وہ آپ کے دین پر ہو' اسے آپ کو ہمیں واپس کرنا ہوگا اور ہمارے اور اس کے درمیان تخلیہ کرنا ہوگا' مسلمانوں نے اس شرط کو ناپسند کیا اور ان کو اس پر رنج ہوا' اور سہیل نے اس شرط کے بغیر صلح کرنے سے انکار کر دیا' سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی شرط کے مطابق صلح نامہ لکھوایا' پس آپ نے اسی طرح حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو ان کے باپ سہیل بن عمرو کی طرف لوٹا دیا' اور اس مدت میں جو بھی مرد آپ کے پاس آئے' خواہ وہ مسلمان ہوں' آپ نے ان کو واپس کر دیا' (اسی اثناء میں) چند عورتیں بھی ہجرت کرتی ہوئی آئیں اور حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بھی ان عورتوں میں تھیں جو ان دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کرتی ہوئی آئی تھیں اور وہ جوان تھیں اور جب ان کے گھر والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ان کی واپسی کا مطالبہ کرنے کے لیے آئے تو آپ نے ان کو ان کے گھر والوں کی طرف واپس نہیں کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسی عورتوں کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی ہے: جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم انہیں آزما لیا کرو' اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے' یہ آیت یہاں تک ہے: وہ کفار ان مومنات کے لیے حلال نہیں ہیں۔ (الممتحنۃ: ١٠) عروہ نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ خبر دی کہ اس آیت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان عورتوں کا امتحان لیتے تھے: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم انہیں آزما لیا کرو۔ (الممتحنۃ: ١٠) یہ آیت یہاں تک ہے: بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۝ (الممتحنۃ: ١٢)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٩٥۔ ١٦٩٤ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں شرائط لکھنے کا ذکر ہے۔

٢٧١٣ - قَالَ عُرْوَةُ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ بِهٰذِهِ الْآيَةِ ﴿يَٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ

عروہ نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ خبر دی کہ اس آیت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان عورتوں کا امتحان لیتے تھے: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے

فَامْتَحِنُوْهُنَّ . اِلٰى. غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO﴾ (الممتحنۃ: ۱۰-۱۲). قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ اَقَرَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ مِنْهُنَّ قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ بَايَعْتُكِ. كَلَامًا يُكَلِّمُهَا بِهٖ وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ يَدُهٗ يَدَ امْرَاَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ وَمَا بَايَعَهُنَّ اِلَّا بِقَوْلِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۲۷۳۳-۳۱۸۲-۴۸۹۱-۵۲۸۸-۷۲۱۴]

(صحیح مسلم: ۱۸۶۶، الرقم المسلسل: ۴۷۲۷)

آئیں تو تم انہیں آزمالیا کرو۔ (الممتحنۃ: ۱۰) یہ آیت یہاں تک ہے: بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہےO (الممتحنۃ: ۱۲) عروہ نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا: جس نے ان عورتوں میں سے اس شرط کا اقرار کیا' اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو بیعت کرلیا' آپ اس سے یہ کلام فرماتے: اور اللہ کی قسم! آپ کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو بیعت کرتے ہوئے نہیں چھوا اور آپ نے ان کو صرف اپنے قول سے بیعت فرمایا۔

مروان' حضرت مسور' حضرت سہیل بن عمرو اور حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہم کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مروان کا ذکر ہے' اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع ثابت ہے نہ اس کا صحابی ہونا ثابت ہے' کیونکہ یہ بچپن میں طائف چلا گیا تھا' جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باپ الحکم کو مدینہ سے نکال دیا تھا' اس وقت یہ سمجھ دار نہیں تھا' یہ اپنے باپ کے ساتھ طائف میں رہا' حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو گئے' پھر انہوں نے ان دونوں کو مدینہ بلالیا۔ مروان نے حدیبیہ کے متعلق طویل حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ رہے حضرت مسور رضی اللہ عنہ تو ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع صحت کے ساتھ ثابت ہے لیکن یہ فتح مکہ کے بعد اپنے والد کے ساتھ آئے تھے' اس وقت یہ کم سن تھے اور یہ قصہ اس سے دو سال پہلے کا ہے' یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ یہ مجہول کی روایت ہے کیونکہ تمام صحابہ عدول ہیں اور ان کے اسماء کی معرفت نہ ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ اس صلح نامہ کو لکھنے والے سہیل بن عمرو تھے' یہ قریش کے اشراف میں سے تھے اور ان کے خطیب تھے' یہ غزوۂ بدر میں قید ہو گئے تو ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آج تمہارے سامنے کے دانت اکھاڑ دوں گا تو پھر تم خطبہ نہیں دے سکو گے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو! ہوسکتا ہے کہ یہ کسی ایسی جگہ کھڑا ہو کر خطبہ دے کہ تم اس کی تحسین کرو' انہوں نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کرلیا' یہ بہت نرم دل تھے اور قرآن پڑھتے وقت بہت روتے تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو مکہ میں لوگ مختلف ہو گئے اور کافی لوگ مرتد ہو گئے' تب حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور لوگوں کو ٹھنڈا کیا اور ان کو اختلاف کرنے سے منع کیا اور یہ وہی خطبہ ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہوسکتا ہے کہ تم اس کے خطبہ کی تحسین کرو۔ اور اس حدیث میں حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے' یہ حمید بن عبدالرحمان کی بہن ہیں۔

اس حدیث میں حضرت ام کلثوم کے متعلق ''عاتق'' کا لفظ ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ وہ نوجوان عورت تھیں۔

اس حدیث میں الممتحنۃ: ۱۲-۱۰ کے بعض الفاظ کا ذکر ہے' ان تینوں آیتوں کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

الممتحنۃ: ۱۲-۱۰ کا ترجمہ

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لے لیا کرو' اللہ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے' پھر اگر تمہیں ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو انہیں کافروں کی طرف نہ لوٹاؤ' یہ مؤمن عورتیں ان کفار کے لیے حلال نہیں ہیں اور نہ وہ کفار ان کے لیے حلال ہیں اور ان کافروں نے جو ان پر خرچ کیا ہے' وہ تم ان کافروں کو دے دو' اور ان عورتوں سے

نکاح کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے جب تم ان کے مہر ادا کر دو اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو اپنی زوجیت میں نہ روکے رکھو اور تم نے جو (ان کے مہر میں) خرچ کیا ہے وہ (کافروں سے) طلب کرلو اور جو کافروں نے خرچ کیا' وہ (تم سے) مانگ لیں' یہ اللہ کا حکم ہے' وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے' اور اللہ بہت جاننے والا بے حد حکمت والا ہےO اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی تم سے چھوٹ کر کافروں کے پاس چلی جائے' پھر تم (کفار سے) مال غنیمت حاصل کرلو تو (مال غنیمت میں سے) ان مسلمانوں کو اتنا مال دے دو جتنا انہوں نے ان بیویوں پر خرچ کیا تھا جو کافروں کی طرف چلی گئی ہیں' اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لا چکے ہوO اے نبی (مکرم)! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں تو وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی' اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی' اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھوں اور پیروں کے سامنے کوئی بہتان گھڑیں گی اور نہ دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیا کریں اور آپ ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں' بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہےO (الممتحنہ: ١٢-١٠)

مسلمان کے مشرکین کے ساتھ رہنے میں مذاہب فقہاء

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ جب مشرکین سے صلح ہو جائے تو جو شخص مسلمان ہو کر ان کی طرف آیا ہو تو آیا وہ اس کو مشرکین کی طرف واپس کریں یا نہیں؟ فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ اب اس مسلمان کو مشرکین کی طرف واپس کرنا جائز نہیں ہے اور پہلا حکم اب منسوخ ہو چکا ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ہر اس مسلمان سے بَری ہوں جو مشرکین کے ساتھ رہتا ہے' صحابہ نے پوچھا: کیوں؟ یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم ان دونوں کی آگ ایک جگہ (چولہے پر) جلتی ہوئی نہ دیکھو۔

(سنن ترمذی: ١٦٠٤' سنن ابوداؤد: ٢٦٤٥' سنن نسائی: ٤٧٩٤)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشرکین کے ساتھ رہائش نہ رکھو اور نہ ان کے ساتھ اکٹھے رہو' پس جس نے ان کے ساتھ رہائش رکھی یا ان کے ساتھ اکٹھے رہا تو وہ ان ہی کی مثل ہے۔ (سنن ترمذی: ١٦٠٥)

اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ دار الحرب سے ہجرت کرنا مردوں اور عورتوں پر فرض ہے اور یہ حکم ہجرت کی فرضیت سے جاری ہے' یہ فقہاء احناف اور اصحاب مالک کا قول ہے' اور امام شافعی نے کہا ہے کہ یہ حکم مردوں میں غیر منسوخ ہے اور سوائے خلیفہ یا اس کے قائم مقام کے اور کوئی شخص یہ عقد نہیں کر سکتا' اور خلیفہ کے علاوہ کوئی اور شخص یہ عقد کرے گا تو وہ مردود ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٤١٦-٤١٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٧١٤ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ' عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَاشْتَرَطَ عَلَيَّ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از زیاد بن علاقہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تو آپ نے مجھ پر یہ شرط رکھی کہ میں ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٥٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں شرط کا ذکر ہے۔

٢٧١٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَيْسُ بْنُ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل انہوں نے کہا: مجھے قیس بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے' زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری: ٥٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں بیعت کی شرائط کا ذکر ہے۔

٢ - بَابٌ إِذَا بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ

جس نے ایسے درخت کو فروخت کیا جس میں پیوند کاری کی جا چکی تھی

پیوند کاری کا معنی ہے: ایک درخت کی شاخ کو دوسرے درخت کی شاخ میں لگا دینا' اس سے درخت میں زیادہ پھل آتے ہیں۔

٢٧١٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ، فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے ایسا کھجور کا درخت فروخت کیا جس میں پیوند لگایا جا چکا تھا تو اس درخت کے پھل فروخت کرنے والے کے لیے ہیں سوا اس کے کہ خریدار اس کی شرط لگائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٠٣ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے یہاں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں شرط کا ذکر ہے۔

٣ - بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْبَيْعِ

بیع میں شرطیں لگانا

اس باب میں بیع میں شرطیں لگانے کا ذکر ہے۔

٢٧١٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ بَرِيْرَةَ جَاءَتْ عَائِشَةَ تَسْتَعِيْنُهَا فِيْ كِتَابَتِهَا، وَلَمْ تَكُنْ قَضَتْ مِنْ كِتَابَتِهَا شَيْئًا، قَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ ارْجِعِيْ إِلٰى أَهْلِكِ، فَإِنْ أَحَبُّوْا أَنْ أَقْضِيَ عَنْكِ كِتَابَتَكِ وَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لِيْ فَعَلْتُ، فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ بَرِيْرَةُ إِلٰى أَهْلِهَا فَأَبَوْا، وَقَالُوْا إِنْ شَاءَتْ أَنْ تَحْتَسِبَ عَلَيْكِ فَلْتَفْعَلْ،

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنی مکاتبت کے متعلق مدد طلب کرنے کے لیے آئیں' انہوں نے ابھی تک اپنی مکاتبت کی کوئی قسط اپنے مالکوں کو ادا نہیں کی تھی' حضرت عائشہ نے ان سے فرمایا: تم اپنے مالکوں کے پاس جاؤ' اگر وہ یہ پسند کریں کہ میں تمہاری مکاتبت کی اقساط ادا کروں' اس شرط پر کہ تمہاری ولاء میرے لیے ہو

يَكُوْنَ لَنَا وَلَاءُكِ، فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا اِبْتَاعِيْ فَاَعْتِقِيْ فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ.

گی تو میں ایسا کر لیتی ہوں' حضرت بریرہ نے اس شرط کا اپنے مالکوں سے ذکر کیا تو انہوں نے (اس شرط کو ماننے سے) انکار کر دیا' اور انہوں نے کہا: اگر حضرت عائشہ چاہیں تو ثواب کی نیت سے تمہارے ساتھ یہ نیکی کر سکتی ہیں لیکن تمہاری ولاء ہمارے ہی لیے ہوگی' پھر حضرت عائشہ نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' آپ نے فرمایا: تم (بریرہ کو) خرید لو اور آزاد کر دو ولاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں بیع میں شرط لگانے کا ذکر ہے' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر بیع میں شرط لگائی جائے تو بیع اور شرط دونوں باطل ہیں۔

٤ - بَابُ اِذَا اشْتَرَطَ الْبَائِعُ ظَهْرَ الدَّآبَّةِ اِلٰى مَكَانٍ مُّسَمًّى جَازَ

اگر فروخت کرنے والے نے کسی خاص جگہ تک سواری کرنے کی شرط لگائی تو یہ جائز ہے

امام بخاری کے نزدیک اس صورت میں بیع جائز ہے' امام مالک اور امام احمد کے نزدیک بھی اس صورت میں بیع جائز ہے کیونکہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی معین قیمت کے عوض کسی سواری کو اس شرط پر فروخت کرے کہ فلاں جگہ تک وہ اس پر سواری کرے گا' تو یہ شرط اور بیع جائز ہے' انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے' اور امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ یہ بیع فاسد ہے' اس کی تفصیل ''کتاب البیوع'' میں گزر چکی ہے۔

٢٧١٨ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ قَالَ سَمِعْتُ عَامِرًا يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يَسِيْرُ عَلٰى جَمَلٍ لَهُ قَدْ اَعْيَا، فَمَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَهُ، فَدَعَا لَهُ فَسَارَ بِسَيْرٍ لَيْسَ يَسِيْرُ مِثْلَهُ، ثُمَّ قَالَ بِعْنِيْهِ بِاَوْقِيَّةٍ، قُلْتُ لَا، ثُمَّ قَالَ بِعْنِيْهِ بِوَقِيَّةٍ فَبِعْتُهُ، فَاسْتَثْنَيْتُ حُمْلَانَهُ اِلٰى اَهْلِيْ، فَلَمَّا قَدِمْنَا اَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ وَنَقَدَنِيْ ثَمَنَهُ، ثُمَّ انْصَرَفْتُ، فَاَرْسَلَ عَلٰى اِثْرِيْ قَالَ مَا كُنْتُ لِاٰخُذَ جَمَلَكَ، فَخُذْ جَمَلَكَ، ذٰلِكَ فَهُوَ مَالُكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عامر سے سنا' وہ کہتے تھے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ اپنے ایک اونٹ پر سواری کر رہے تھے' جس نے ان کو تھکا دیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے تو آپ نے اس کو (چھڑی) ماری اور اس کے لیے دعا کی تو وہ اس وقت تیز چل رہا تھا کہ وہ اس سے پہلے اتنا تیز نہیں چلتا تھا' پھر آپ نے فرمایا: یہ مجھے ایک وقیہ (چالیس درہم) کے عوض فروخت کر دو' میں نے کہا: نہیں! (یعنی آپ بغیر قیمت کے لے لیں) آپ نے پھر فرمایا: یہ مجھے ایک وقیہ کے عوض فروخت کر دو' تو میں نے اس کو فروخت کر دیا اور اپنے گھر تک اس پر سواری کرنے کو مستثنیٰ کر لیا' پس جب ہم (مدینہ) پہنچ گئے تو میں اس اونٹ کو لے کر حاضر ہوا' آپ نے مجھے اس کی قیمت نقد دے دی' پھر میں لوٹ گیا' آپ نے میرے پیچھے کسی کو بھیجا'

آپ نے فرمایا: میں تمہارا یہ اونٹ نہیں لے رہا' تم یہ اونٹ لے جاؤ یہ تمہارا مال ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے۔

ایک اور روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے اس سودے میں تم کو نقصان پہنچایا ہے تا کہ میں یہ اونٹ تم سے لے لوں؟ تم اپنا یہ اونٹ بھی لے لو اور یہ دراہم بھی لے لو' یہ تمہارے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۲۳۸۵' سنن ابوداؤد: ۳۵۰۵' سنن ترمذی: ۱۲۵۳' سنن نسائی: ۴۶۳۷)

وَقَالَ شُعْبَةُ' عَنْ مُغِيْرَةَ عَنْ عَامِرٍ' عَنْ جَابِرٍ أَفْقَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ.

اور شعبہ نے کہا: از مغیرہ از عامر از حضرت جابر' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس اونٹ کی پیٹھ پر مدینہ تک سوار کیا۔

یہ تعلیق سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۷ میں سند موصول کے ساتھ مذکور ہے' تعلیق مذکور سے اور اس کے بعد کی تعلیقات سے امام بخاری نے یہ واضح کیا ہے کہ حضرت جابر کی یہ حدیث متعدد الفاظ کے ساتھ منقول ہے۔

وَقَالَ إِسْحَاقُ' عَنْ جَرِيْرٍ' عَنْ مُغِيْرَةَ فَبِعْتُهُ عَلَى أَنَّ لِيْ فَقَارَ ظَهْرِهِ حَتّٰى أَبْلُغَ الْمَدِيْنَةَ.

اور اسحاق نے کہا از جریر از مغیرہ: حضرت جابر نے کہا: میں نے یہ اونٹ اس شرط پر رسول اللہ ﷺ کو فروخت کر دیا کہ میں اس کی پشت پر سواری کروں گا حتیٰ کہ میں مدینہ پہنچ جاؤں۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۲۹۶۷' صحیح مسلم: ۷۱۵' سنن ابوداؤد: ۳۷۷۲' سنن نسائی: ۴۷۲۷ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ عَطَاءٌ وَغَيْرُهُ وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ.

اور عطاء اور دوسروں نے بیان کیا کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) تم اس اونٹ پر مدینہ تک سواری کر سکتے ہو۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۲۳۰۹ پر مذکور ہے۔

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ' عَنْ جَابِرٍ شَرَطَ ظَهْرَهُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ.

اور محمد بن المنکدر نے کہا از جابر' انہوں نے کہا: میں نے اس شرط پر اونٹ فروخت کیا کہ میں مدینہ تک اس پر سواری کروں گا۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۷ پر مذکور ہے۔

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ جَابِرٍ وَلَكَ ظَهْرُهُ حَتّٰى تَرْجِعَ.

اور زید بن اسلم نے کہا از حضرت جابر: (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) تم اس اونٹ پر سواری کر سکتے ہو حتیٰ کہ تم لوٹ آؤ۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۷ پر مذکور ہے۔

وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ' عَنْ جَابِرٍ أَفْقَرْنَاكَ ظَهْرَهُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ.

اور ابوالزبیر نے کہا از حضرت جابر: (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) ہم نے تم کو مدینہ تک اس اونٹ کی سواری کا ضرورت مند پایا۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۷ پر مذکور ہے۔

وَقَالَ الْاَعْمَشُ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ جَابِرٍ تَبَلَّغْ عَلَيْهِ إِلٰى أَهْلِكَ.

اور الاعمش نے کہا از سالم از حضرت جابر: (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) تم اس پر سوار ہو کر اپنے گھر تک پہنچ جاؤ۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۷ پر مذکور ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْاِشْتِرَاطُ اَكْثَرُ وَاَصَحُّ عِنْدِي.

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: (سواری کی) شرط کی روایات بہت زیادہ ہیں اور وہ میرے نزدیک زیادہ صحیح ہیں۔

حضرت جابر کی حدیث میں راویوں کا اختلاف ہے کہ آیا مدینہ تک اونٹ پر سواری کی شرط عقد بیع میں مذکور تھی یا رسول اللہ ﷺ نے بغیر شرط کے حضرت جابر کے لیے مدینہ تک سواری کو مباح کر دیا تھا' امام بخاری کے نزدیک راجح یہ ہے کہ یہ شرط عقد بیع میں مذکور تھی۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ یہاں پر حقیقت میں بیع نہیں تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر کو وہ اونٹ بھی دے دیا تھا اور اس کی قیمت بھی دے دی تھی' یہ صورۃً بیع تھی اور حقیقت میں تبرع اور احسان تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۲۰)

وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ وَابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ وَهْبٍ، عَنْ جَابِرٍ اشْتَرَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَقِيَّةٍ.

اور عبیداللہ اور ابن اسحاق نے کہا از وہب از حضرت جابر: (وہ بیان کرتے ہیں کہ) نبی ﷺ نے اس اونٹ کو ایک وقیہ کے عوض فروخت کر دیا۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ صحیح البخاری: ۲۰۹۷ پر مذکور ہے' اس حدیث میں ''وقیہ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی چالیس درہم ہے۔

وَتَابَعَهُ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ، عَنْ جَابِرٍ.

اور وہب کی متابعت زید بن اسلم نے کی ہے از حضرت جابر۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث صحیح البخاری ۲۷۱۸' اور سنن بیہقی ج ۵ ص ۳۳۷ پر مذکور ہے۔

وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ وَغَيْرِهٖ، عَنْ جَابِرٍ اَخَذْتُهُ بِاَرْبَعَةِ دَنَانِيْرَ. وَهٰذَا يَكُوْنُ اُوْقِيَّةً عَلٰى حِسَابِ الدِّيْنَارِ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ.

اور ابن جریج نے کہا از عطاء وغیرہ از حضرت جابر' انہوں نے بیان کیا: میں نے اس اونٹ کو چار دینار میں لیا تھا' اور یہ اس حساب سے ہے کہ ایک اوقیہ دینار کے حساب سے دس دراہم کا ہے۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ صحیح البخاری: ۲۳۰۹ میں مذکور ہے۔

وَلَمْ يُبَيِّنِ الثَّمَنَ مُغِيْرَةُ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرٍ. وَابْنُ الْمُنْكَدِرِ وَاَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ.

اور مغیرہ نے از شعبی از حضرت جابر اور ابن المنکدر اور ابوالزبیر از حضرت جابر اس کی قیمت بیان نہیں کی۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ صحیح البخاری: ۲۳۸۵ پر مذکور ہے۔

وَقَالَ الْاَعْمَشُ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ جَابِرٍ اُوْقِيَّةُ ذَهَبٍ.

اور الاعمش نے کہا از سالم از حضرت جابر: سونے کا اوقیہ۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث صحیح البخاری: ۲۷۱۸ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ إِسْحَاقَ، عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ بِمِائَتَيْ دِرْهَمٍ.

اور ابواسحاق نے کہا از سالم از حضرت جابر' انہوں نے بیان کیا: دو سو درہم کے عوض۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث صحیح البخاری: ۲۷۱۸ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ،

اور داؤد بن قیس نے کہا از عبیداللہ بن مقسم از حضرت جابر'

عَنْ جَابِرٍ اشْتَرَاهُ بِطَرِيقِ تَبُوكَ' اَحْسِبُهُ قَالَ بِاَرْبَعِ اَوَاقٍ.

انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے اس اونٹ کو تبوک کے راستہ میں چار اوقیہ کے عوض خریدا تھا۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۲۷۱۸ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ نَضْرَةَ' عَنْ جَابِرٍ اِشْتَرَاهُ بِعِشْرِيْنَ دِيْنَارًا.

اور ابونضرۃ نے کہا از حضرت جابرؓ انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے اس اونٹ کو بیس دینار میں خریدا تھا۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۲۷۱۸ میں مذکور ہے۔

وَقَوْلُ الشَّعْبِيِّ بِوَقِيَّةٍ اَكْثَرُ. اَلْاِشْتِرَاطُ' اَكْثَرُ وَاَصَحُّ عِنْدِي. قَالَهُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ.

اور اکثر روایات میں شعبی کا ایک وَقیہ کا قول ہے' (اسی طرح اونٹ کی بیع کے عقد میں مدینہ تک سواری کی) شرط بھی اکثر روایات میں ہے اور یہی میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے' یہ امام ابوعبداللہ بخاری کا قول ہے۔

امام بخاری کا یہ قول بھی صحیح البخاری: ۲۷۱۸ میں مذکور ہے' لیکن امام بخاری کا اس کو عقد بیع میں شرط قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حقیقت میں بیع نہیں تھی' آپ نے حضرت جابر کو اونٹ بھی دے دیا تھا اور اس کی قیمت بھی' بلکہ یہ آپ کی طرف سے تبرع اور احسان تھا اور عقد بیع میں شرط لگانے سے بیع فاسد ہو جاتی ہے۔

٥ - بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْمُعَامَلَةِ — معاملات میں شرائط کا بیان

اس باب میں معاملات مثلاً مزارعت اور مساقات وغیرہ کی شرائط کا بیان ہے۔

۲۷۱۹ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ اِخْوَانِنَا النَّخِيلَ' قَالَ لَا. فَقَالَ الْاَنْصَارُ تَكْفُوْنَا الْمَؤُنَةَ وَنُشْرِكُكُمْ فِي الثَّمَرَةِ. قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ انصار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے درمیان (ہمارے) کھجور کے درخت تقسیم کر دیجئے' آپ نے فرمایا: نہیں! پھر انصار نے (مہاجرین سے) کہا: آپ ہمارے ساتھ (باغات کی) مشقت میں ہاتھ بٹائیں' ہم آپ لوگوں کو پھلوں میں شریک کریں گے' تو انہوں نے کہا: ہم نے اس کو سنا اور اس پر عمل کر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۲۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں باغ کے پھلوں کے حصول کی شرط کا ذکر ہے۔

۲۷۲۰ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ اَسْمَاءَ' عَنْ نَافِعٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَعْطَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بنت اسماء نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْبَرَ الْیَهُوْدَ' اَنْ یَّعْمَلُوْهَا وَیَزْرَعُوْهَا' وَلَهُمْ شَطْرُ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہود کو یہ پیش کش کی کہ وہ (کھیتوں میں) کام کریں اور کھیتی باڑی کریں اور زمین سے جو پیداوار حاصل ہوگی' ان کو اس کا نصف ملے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ الشُّرُوْطِ فِی الْمَهْرِ عِنْدَ عُقْدَةِ النِّكَاحِ

عقد نکاح کے وقت مہر میں شرطیں لگانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عقد نکاح کے وقت مہر میں شرطیں لگانے کا کیا حکم ہے؟

وَقَالَ عُمَرُ اِنَّ مَقَاطِعَ الْحُقُوْقِ عِنْدَ الشُّرُوْطِ' وَلَكَ مَا شَرَطْتَ.

اور عمر (بن عبد العزیز) نے کہا: حقوق کے منقطع ہونے کی جگہ شرائط کا وجود ہے اور تمہیں اپنی شرط کا حق ہے۔

یعنی کسی حق کے ملنے کی انتہاء شرط کے تحقق سے ہوتی ہے' جب کسی حق کے وصول ہونے کے لیے کوئی شرط لگا دی گئی تو وہ حق ختم ہو جاتا ہے۔ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے اس باب میں درج کیا ہے کہ ایک آدمی کسی عورت سے نکاح کرے اور اس عورت کے لیے اس کے مکان کی شرط لگا دے۔

عبد الرحمن بن غنم بیان کرتے ہیں کہ عمر (بن عبد العزیز) نے کہا: اس عورت کو (اس مکان کا) حق ہے' ایک آدمی نے کہا: پھر وہ اس کو طلاق دے دے گا' تو انہوں نے کہا: حقوق شرط سے منقطع ہو جاتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۴۴۳۔ ج ۳ ص ۱۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

اس اثر کی وضاحت اس دوسرے اثر سے ہوتی ہے:

ابو الزناد بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے عمر بن عبد العزیز کی عدالت میں اپنے شوہر کے خلاف مقدمہ پیش کیا' اس کے شوہر نے اس عورت سے نکاح کے وقت اس کو مکان دینے کی شرط لگائی تھی' پھر اس شخص نے اس عورت کو اس مکان سے نکالنے کا ارادہ کیا تو عمر بن عبد العزیز نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ مکان اس عورت کا ہے اور شوہر اس عورت کو اس مکان سے نہیں نکال سکتا اور عمر بن عبد العزیز نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر سونے کے عوض میں اس کی فرج کو حلال قرار دو (یعنی اُحد پہاڑ کے برابر سونے کو اس کا مہر رکھو) تو میں اس عورت کے لیے اس کو وصول کروں گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۴۴۸۔ ج ۳ ص ۴۹۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

وَقَالَ الْمِسْوَرُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ صِهْرًا لَّهٗ' فَاَثْنٰی عَلَیْہِ فِیْ مُصَاهَرَتِهٖ فَاَحْسَنَ' قَالَ حَدَّثَنِیْ وَصَدَقَنِیْ' وَوَعَدَنِیْ فَوَفٰی لِیْ.

اور حضرت مسور (بن مخرمہ) رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ نے اپنے داماد کا ذکر کیا' پس اس کی دامادی کی تحسین کی اور فرمایا: اس نے مجھے خبر دی اور مجھ سے سچ کہا اور اس نے مجھ سے وعدہ کیا' سو اس کو پورا کیا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری۔ کتاب الشہادات۔ باب: ۲۹ میں مذکور ہے۔

اس تعلیق میں داماد سے مراد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابو العاص بن الربیع ہیں' ان کو غزوۂ بدر میں قید کیا گیا تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کی وجہ سے ان کو فدیہ لیے بغیر آزاد کر دیا گیا تھا' جب مشرکین ان کے پاس گئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

صاحبزادی کو طلاق دے دیں تو انہوں نے انکار کر دیا تھا' تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی دامادی کی تحسین اور قدر افزائی کی اور غزوۂ بدر کے بعد جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے حضرت زینب کو طلب کیا تو انہوں نے ان کو واپس کر دیا' اور یہ فتح مکہ سے پہلے اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۲۵)

٢٧٢١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ الشُّرُوطِ أَنْ تُوفُوا بِهَا مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ.

[طرف الحدیث:٥١٥١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یزید بن ابی حبیب نے حدیث بیان کی از ابی الخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شرط سب سے زیادہ پوری کی جانے کی مستحق ہے' وہ وہ ہے جس کے سبب سے تم فُروج کو حلال کرتے ہو۔

(صحیح مسلم:١٤١٨' الرقم المسلسل:٣٣٦١' سنن ابوداؤد:٢١٣٩' سنن ترمذی:١١٣٠' سنن نسائی:٣٢٧٨' سنن ابن ماجہ:١٩٥٤' مصنف عبدالرزاق:١٠٦١٣' سنن سعید بن منصور:٦٥٨' سنن دارمی:٢٢٠٣' الاحاد والمثانی:٢٥٨٤' سنن بیہقی ج ٧ ص ٢٤٨' شرح السنۃ:٢٢٧٠' مسند احمد ج ٤ ص ١٤٤ طبع قدیم' مسند احمد:١٧٣٠٢۔ ج ٢٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ باب کا عنوان ہے: عقد نکاح کے وقت مہر کی شرائط' اور اس حدیث میں مذکور ہے: جس شرط کے سبب سے تم فروج کو حلال کرتے ہو' وہ شرط پوری کی جانے کی زیادہ مستحق ہے' یعنی مہر ادا کیے جانے کا زیادہ حق دار ہے' اور عقد نکاح کے وقت یہ بیان کرنا چاہیے کہ مہر کی مقدار کتنی ہے اور وہ عندالمطالبۃ یک مشت ادا کیا جائے گا جس کو مہر معجل کہتے ہیں یا قسط وار ادا کیا جائے گا یا انقطاع نکاح کے وقت ادا کیا جائے گا خواہ انقطاع نکاح موت سے ہو یا طلاق سے ہو' جس کو مہر مؤجل کہتے ہیں۔

مہر کے علاوہ نکاح کی باقی شرائط پوری کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ لکھتے ہیں:

حضرت عقبہ کی یہ حدیث حسن صحیح ہے اور نبی ﷺ کے اصحاب میں سے بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے' ان میں سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں' انہوں نے کہا: جب کوئی مرد کسی عورت سے شادی کرے اور اس عورت کے لیے یہ شرط لگائے کہ وہ اس عورت کو اس کے شہر سے باہر نہیں نکالے گا تو پھر مرد کے لیے اس عورت کو شہر سے باہر نکالنا جائز نہیں ہے' اور بعض اہل علم کا بھی یہی قول ہے' امام شافعی' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے' اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ کی شرط اس عورت کی شرط کے اوپر مقدم ہے' گویا حضرت علی کے نزدیک اس عورت کے شوہر کے لیے اس عورت کو شہر سے باہر لے جانا جائز ہے' خواہ اس عورت نے یہ شرط رکھی ہو کہ وہ اس کو شہر سے باہر نہیں لے جائے گا' بعض اہل علم کا بھی یہی مذہب ہے اور یہی سفیان ثوری اور بعض فقہاء کوفہ کا قول ہے۔ (سنن ترمذی ص ٤٧٥' دارالمعرفۃ' بیروت' ١٤٢٣ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ مہر کو ادا کرنا تو بالاتفاق سب کے نزدیک واجب ہے اور مہر کے علاوہ نکاح میں جو دیگر شرائط رکھی گئی ہیں' ان کو پورا کرنے میں اختلاف ہے' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ان کا پورا کرنا لازم ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک ان کا پورا کرنا لازم نہیں ہے۔

٧ - بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْمُزَارَعَةِ

مزارعت (کھیتی باڑی) میں شرائط

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مزارعت میں شرطیں لگانے کا کیا حکم ہے۔

٢٧٢٢ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَنْظَلَةَ الزُّرَقِيَّ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ كُنَّا أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ حَقْلًا، فَكُنَّا نُكْرِي الْأَرْضَ، فَرُبَّمَا أَخْرَجَتْ هٰذِهِ وَلَمْ تُخْرِجْ ذِهِ، فَنُهِينَا عَنْ ذٰلِكَ، وَلَمْ نُنْهَ عَنِ الْوَرِقِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حنظلۃ الزرقی سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ ہم میں سے اکثر انصار کھیتی باڑی کرتے تھے' پس ہم زمین کرائے پر دیتے تھے' تو بعض اوقات زمین کا یہ حصہ اناج اُگاتا اور وہ حصہ اناج نہ اُگاتا' تو ہم کو اس سے منع کر دیا گیا اور چاندی (دراہم) کے عوض کرائے سے منع نہیں کیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٨٦ میں گزر چکی ہے' اس حدیث کی بہ ظاہر عنوان کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس میں زراعت کی شرط کا ذکر نہیں ہے۔

٨ - بَابُ مَا لَا يَجُوزُ مِنَ الشُّرُوْطِ فِي النِّكَاحِ

نکاح میں جو شرائط جائز نہیں ہیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کون سی شرائط نکاح میں جائز نہیں ہیں؟

٢٧٢٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا يَزِيدَنَّ عَلٰى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا يَخْطُبَنَّ عَلٰى خِطْبَتِهِ، وَلَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَسْتَكْفِئَ إِنَاءَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: کوئی شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے اور تم مصنوعی قیمت نہ بڑھاؤ' اور نہ کوئی شخص اپنے بھائی کی لگائی ہوئی قیمت پر اضافہ کرے اور نہ اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح پر پیغام دے اور نہ کوئی عورت اپنی سوکن کی طلاق کا سوال کرے تا کہ اس کا حصہ بھی خود وصول کر لے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢١٤٠ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں نکاح کی ناجائز شرط کا ذکر ہے۔

٩ - بَابُ الشُّرُوْطِ الَّتِي لَا تَحِلُّ فِي الْحُدُوْدِ

حدود میں جو شرطیں لگانا جائز نہیں ہیں

اس باب میں ان شرائط کا بیان کیا گیا ہے جو حدود میں جائز نہیں ہیں۔

٢٧٢٤، ٢٧٢٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُمَا قَالَا اِنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَعْرَابِ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَنْشُدُكَ اللّٰهَ اِلَّا قَضَيْتَ لِيْ بِكِتَابِ اللّٰهِ، فَقَالَ الْخَصْمُ الْاٰخَرُ، وَهُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ نَعَمْ فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَائْذَنْ لِيْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ. قَالَ اِنَّ ابْنِيْ كَانَ عَسِيْفًا عَلٰى هٰذَا، فَزَنٰى بِامْرَاَتِهٖ، وَاِنِّيْ اُخْبِرْتُ اَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ، فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَوَلِيْدَةٍ، فَسَاَلْتُ اَهْلَ الْعِلْمِ، فَاَخْبَرُوْنِيْ اَنَّمَا عَلَى ابْنِيْ جَلْدُ مِائَةٍ وَّتَغْرِيْبُ عَامٍ، وَاَنَّ عَلَى امْرَاَةِ هٰذَا الرَّجْمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ، اَلْوَلِيْدَةُ وَالْغَنَمُ رَدٌّ عَلَيْكَ، وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَّتَغْرِيْبُ عَامٍ، اُغْدُ يَا اُنَيْسُ اِلَى امْرَاَةِ هٰذَا، فَاِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا. قَالَ فَغَدَا عَلَيْهَا فَاعْتَرَفَتْ، فَاَمَرَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابوہریرہ و حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہما' ان دونوں نے بیان کیا کہ دیہاتیوں میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' پس اس نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ میرا فیصلہ صرف کتاب اللہ سے کریں' پھر اس کے مخالف نے کہا' جو اس سے زیادہ ضرورت مند تھا: جی ہاں! آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کریں اور مجھے (بات کرنے کی) اجازت دیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بات کرو' اس نے کہا: میرا بیٹا اس کے ہاں مزدور تھا' اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا اور بے شک مجھے بتایا گیا کہ میرے بیٹے کو سنگسار کرنے کی سزا ہوگی' تو میں نے اس کی طرف سے سو بکریاں اور ایک باندی فدیہ میں دی' پھر میں نے اہل علم سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا اور اس کی بیوی کو سنگسار کیا جائے گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں ضرور تمہارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا' باندی اور بکریاں تو تم کو واپس کر دی جائیں گی اور تمہارے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا' اے انیس! صبح کو اس عورت کے پاس جاؤ' اگر وہ اعتراف کر لے تو اس کو رجم کر دینا۔ راوی نے کہا: پھر وہ صبح اس کے پاس گئے تو اس نے (زنا کا) اعتراف کر لیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا' سو اس کو رجم کر دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣١٥۔ ٢٣١٤ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے حدیث کا جو عنوان قائم کیا ہے' یہ حدیث اس کے مطابق نہیں ہے' کیونکہ اس میں کسی ناجائز شرط کا بیان نہیں ہے۔

١٠ - بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنْ شُرُوْطِ الْمُكَاتَبِ اِذَا رَضِيَ بِالْبَيْعِ عَلٰى اَنْ يُّعْتَقَ

مکاتب جب اس پر راضی ہو جائے کہ اس کو خرید کر آزاد کر دیا جائے تو اس کی کون سی شرائط جائز ہیں؟

٢٧٢٦ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث

الْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ الْمَكِّيُّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَتْ عَلَيَّ بَرِيْرَةُ وَهِيَ مُكَاتَبَةٌ فَقَالَتْ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اِشْتَرِيْنِيْ فَاِنَّ اَهْلِيْ يَبِيْعُوْنِيْ فَاَعْتِقِيْنِيْ قَالَتْ نَعَمْ قَالَتْ اِنَّ اَهْلِيْ لَا يَبِيْعُوْنِيْ حَتّٰى يَشْتَرِطُوْا وَلَائِيْ قَالَتْ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْكِ فَسَمِعَ ذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ بَلَغَهٗ فَقَالَ مَا شَاْنُ بَرِيْرَةَ؟ فَقَالَ اِشْتَرِيْهَا فَاَعْتِقِيْهَا وَلْيَشْتَرِطُوْا مَا شَاءُوْا. قَالَتْ فَاشْتَرَيْتُهَا فَاَعْتَقْتُهَا وَاشْتَرَطَ اَهْلُهَا وَلَاءَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ وَاِنِ اشْتَرَطُوْا مِائَةَ شَرْطٍ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن المکی نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے بیان کیا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے بتایا کہ میرے پاس حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آئیں' اور وہ اس وقت مکاتبہ تھیں' انہوں نے عرض کیا: اے ام المؤمنین! آپ مجھے خرید لیجئے کیونکہ میرے مالکان مجھے فروخت کر رہے ہیں' پھر آپ مجھے آزاد کر دیں' حضرت عائشہ نے کہا: ہاں! حضرت بریرہ نے کہا: میرے مالکان مجھے فروخت نہیں کریں گے حتیٰ کہ وہ میری وَلاء لینے کی شرط لگائیں' حضرت عائشہ نے فرمایا: (پھر) مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سن لیا تھا یا آپ کو اس کی خبر پہنچ گئی تھی' آپ نے پوچھا: بریرہ کا کیا معاملہ ہے؟ تم اس کو خرید لو اور آزاد کر دو' اور وہ لوگ جو شرط لگانا چاہیں لگا لیں' حضرت عائشہ نے بتایا: پھر میں نے حضرت بریرہ کو خرید کر آزاد کر دیا' اور اُن کے مالکوں نے وَلاء کی شرط لگائی' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' خواہ وہ سو شرطیں لگائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٥٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ مکاتب کو فروخت کرنے والے اس میں وَلاء کی شرط نہیں رکھ سکتے۔

١١ - بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الطَّلَاقِ

طلاق میں شرطوں کا بیان

اس باب میں طلاق کو شرطوں پر معلق کرنے کے حکم کا بیان ہے۔

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَالْحَسَنُ وَعَطَاءٌ اِنْ بَدَا بِالطَّلَاقِ اَوْ اَخَّرَ فَهُوَ اَحَقُّ بِشَرْطِهٖ.

اور ابن المسیب' حسن بصری اور عطاء نے کہا: اگر اس نے طلاق کو شروع میں ذکر کیا یا آخر میں تو وہ اس کی شرط کا زیادہ حق دار ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول حسب ذیل ہے:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب اور حسن بصری دونوں نے کہا: (طلاق دینے والے کے لیے) استثناء کرنے کا حق ہے خواہ وہ طلاق کا پہلے ذکر کرے یا بعد میں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ١٨٠١٣۔ ج ٤ ص ٨٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

یعنی جب وہ طلاق کو کسی چیز پر معلق کرے یا کسی شرط کے ساتھ طلاق دے تو اس کو یہ حق ہے کہ وہ اس میں سے کسی چیز کو مستثنیٰ کرے' استثناء سے مراد یہ ہے کہ وہ کہے: ان شاء اللہ (اگر اللہ نے چاہا)۔ اس کی وضاحت درج ذیل اثر سے ہوتی ہے:

لیث بیان کرتے ہیں کہ عطاء' طاؤس' مجاہد' نخعی اور زہری نے کہا: جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: اگر میں نے فلاں فلاں کام نہیں کیا تو تم کو طلاق ہے' ان شاء اللہ (اگر اللہ نے چاہا)' تو اس کو استثناء کا حق ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ١٨٠١٧- ج ٤ ص ٨٣ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤١٦ھ)

٢٧٢٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِي حَازِمٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّلَقِّي وَاَنْ يَّبْتَاعَ الْمُهَاجِرُ لِلْاَعْرَابِيِّ وَاَنْ تَشْتَرِطَ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا وَاَنْ يَّسْتَامَ الرَّجُلُ عَلٰى سَوْمِ اَخِيْهِ وَنَهٰى عَنِ النَّجْشِ وَعَنِ التَّصْرِيَةِ. تَابَعَهُ مُعَاذٌ وَ عَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ شُعْبَةَ وَقَالَ غُنْدَرٌ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ نُهِيَ. وَقَالَ اٰدَمُ نُهِيْنَا. وَقَالَ النَّضْرُ وَحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ نَهٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از ابی حازم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواروں کے شہر پہنچنے سے پہلے ان سے ملاقات کرنے سے منع فرمایا اور مہاجر (شہری) کی دیہاتی کے ساتھ بیع سے منع فرمایا اور اس سے منع فرمایا کہ کوئی عورت اپنی سوکن کی طلاق کی شرط لگائے اور اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی قیمت پر قیمت لگائے اور کسی خریدار کو پھنسانے کے لیے مصنوعی قیمت بڑھائے اور اونٹنی یا بکری کے تھنوں کو باندھے۔ محمد بن عرعرہ کی متابعت معاذ اور عبد الصمد نے کی ہے از شعبہ اور غندر اور عبد الرحمان نے کہا: ان سے منع کیا گیا ہے اور آدم نے کہا: ہم کو منع کیا گیا ہے اور النضر اور حجاج بن منہال نے کہا: آپ نے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٢١٤٠ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں طلاق کی شرط کا ذکر ہے تاہم یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے۔

١٢ - بَابُ الشُّرُوْطِ مَعَ النَّاسِ بِالْقَوْلِ لوگوں کے ساتھ زبانی شرطیں لگانا

یعنی بغیر گواہ قائم کیے اور بغیر لکھنے کے صرف زبان سے لوگوں کے ساتھ شرطیں لگانا۔

٢٧٢٨ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُ قَالَ اَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ يَزِيْدُ اَحَدُهُمَا عَلٰى صَاحِبِهِ وَغَيْرُهُمَا قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ اِنَّا لَعِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ حَدَّثَنِي اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوْسٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ ﴿قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا۝﴾ (الکہف: ٧٢-٧٥) كَانَتِ الْاُوْلٰى نِسْيَانًا وَالْوُسْطٰى شَرْطًا وَالثَّالِثَةُ عَمْدًا قَالَ ﴿لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا۝﴾ (الکہف: ٧٣) ﴿لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهٗ﴾ (الکہف:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ابن جریج نے انہیں خبر دی انہوں نے کہا: مجھے یعلیٰ بن مسلم نے اور عمرو بن دینار نے خبر دی از سعید بن جبیر ان میں سے ایک اپنے صاحب پر اضافہ کرتا تھا اور دوسروں نے کہا: میں نے ان سے سنا وہ سعید بن جبیر سے حدیث بیان کرتے تھے انہوں نے کہا: بے شک ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھے انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ جو اللہ کے رسول ہیں...... پھر حدیث ذکر کی (حضرت خضر نے) کہا: کیا میں نے تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکتے۝ (الکہف: ٧٥-٧٢) پہلی مرتبہ بھول تھی اور دوسری مرتبہ شرط تھی اور تیسری مرتبہ قصد تھا حضرت موسیٰ نے کہا:

٧٤)﴿فَانْطَلَقَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ﴾ (الکہف:٧٧) قَرَاَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ اَمَامَهُمْ مَلِكٌ.

میری بھول پر مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے اور میرے کام میں مجھ پر دشواری نہ ڈالیےO (الکہف:٧٣) جب وہ دونوں ایک لڑکے سے ملے تو (حضرت خضر نے) اس کو قتل کر دیا۔ (الکہف:٧٤) پھر وہ دونوں آگے چلے' پھر ان دونوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرنے والی تھی تو (حضرت خضر نے) اس کو سیدھا کر دیا۔ (الکہف:٧٧) حضرت ابن عباس نے یہ قراءت کی کہ ان کے آگے بادشاہ تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٤ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں شرط کا ذکر ہے کیونکہ دوسری بار حضرت موسیٰ نے کہا تھا: اگر اس کے بعد میں آپ سے کوئی سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں' بے شک آپ میری طرف سے عذر کو پہنچ چکے۔ (الکہف:٧٦)

١٣ - بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْوَلَاءِ

وَلاء میں شرائط

اس باب میں وَلاء کی شرطوں کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

٢٧٢٩ - حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ تْنِيْ بَرِيْرَةُ فَقَالَتْ كَاتَبْتُ اَهْلِيْ عَلٰى تِسْعِ اَوَاقٍ فِيْ كُلِّ عَامٍ اُوْقِيَّةٌ فَاَعِيْنِيْنِيْ فَقَالَتْ اِنْ اَحَبُّوْا اَنْ اَعُدَّهَا لَهُمْ وَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لِيْ فَعَلْتُ فَذَهَبَتْ بَرِيْرَةُ اِلٰى اَهْلِهَا فَقَالَتْ لَهُمْ فَاَبَوْا عَلَيْهَا فَجَاءَ تْ مِنْ عِنْدِهِمْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَقَالَتْ اِنِّيْ قَدْ عَرَضْتُ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ فَاَبَوْا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الْوَلَاءُ لَهُمْ فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَتْ عَائِشَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خُذِيْهَا وَاشْتَرِطِيْ لَهُمُ الْوَلَاءَ فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ يَّشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَاِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ قَضَاءُ اللّٰهِ اَحَقُّ وَشَرْطُ اللّٰهِ اَوْثَقُ وَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ میرے پاس حضرت بریرہ آئیں' انہوں نے بتایا کہ میرے مالکوں نے مجھے نو (٩) اوقیہ (٣٦٠ درہم) کے عوض مکاتب کر دیا ہے کہ میں ہر سال ایک اوقیہ (٤٠ درہم) ادا کروں' سو آپ اس میں میری مدد کیجئے' تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اگر وہ پسند کریں کہ میں ان کو اتنے دراہم فراہم کروں اور تمہاری وَلاء میرے لیے ہو تو میں ایسا کرتی ہوں' پس حضرت بریرہ اپنے مالکوں کے پاس گئیں اور ان کو یہ (پیش کش) بتائی' تو انہوں نے اس کا انکار کیا' پھر حضرت بریرہ ان کے پاس سے ہو کر آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے' حضرت بریرہ نے کہا: میں نے ان کے سامنے یہ پیش کش رکھی تھی تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا' سوا اس کے کہ وَلاء ان کے لیے ہو' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سن لیا' پھر حضرت عائشہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ بتایا تو آپ نے فرمایا: تم بریرہ کو رکھ لو اور ان کے سامنے وَلاء کی شرط رکھو' وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' سو حضرت عائشہ نے اسی طرح کیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں کھڑے ہو کر اللہ کی حمد اور ثناء کی' پھر فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی

شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں' ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہے خواہ سو شرطیں ہوں' اللہ کا کیا ہوا فیصلہ برحق ہے' اللہ کی شرط زیادہ مستحکم ہے اور وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٢٥٦٠ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں وَلاء کی شرائط کا ذکر ہے۔

١٤ - بَابٌ اِذَا اشْتَرَطَ فِي الْمُزَارَعَةِ اِذَا شِئْتُ اَخْرَجْتُكَ

جب مزارعین سے یہ شرط لگائی کہ میں جب چاہوں گا تمہیں خارج کردوں گا

ہر چند کہ اس باب کے عنوان میں ''مزارعت'' کا لفظ ہے' لیکن یہ مصدر مبنی للفاعل ہے اور اس سے مراد مزارعین ہیں۔

٢٧٣٠ - حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى اَبُوْ غَسَّانَ الْكِنَانِيُّ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا فَدَعَ اَهْلُ خَيْبَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ عُمَرُ خَطِيبًا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَامَلَ يَهُوْدَ خَيْبَرَ عَلٰى اَمْوَالِهِمْ وَقَالَ نُقِرُّكُمْ مَا اَقَرَّكُمُ اللّٰهُ وَاِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ خَرَجَ اِلٰى مَالِهِ هُنَاكَ فَعُدِيَ عَلَيْهِ مِنَ اللَّيْلِ فَفُدِعَتْ يَدَاهُ وَرِجْلَاهُ وَلَيْسَ لَنَا هُنَاكَ عَدُوٌّ غَيْرُهُمْ هُمْ عَدُوُّنَا وَتُهْمَتُنَا وَقَدْ رَاَيْتُ اِجْلَاءَ هُمْ فَلَمَّا اَجْمَعَ عُمَرُ عَلٰى ذٰلِكَ اَتَاهُ اَحَدُ بَنِي اَبِي الْحُقَيْقِ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتُخْرِجُنَا وَقَدْ اَقَرَّنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَامَلَنَا عَلَى الْاَمْوَالِ وَشَرَطَ ذٰلِكَ لَنَا فَقَالَ عُمَرُ اَظَنَنْتَ اَنِّي نَسِيْتُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ كَيْفَ بِكَ اِذَا اُخْرِجْتَ مِنْ خَيْبَرَ تَعْدُوْ بِكَ قَلُوْصُكَ لَيْلَةً بَعْدَ لَيْلَةٍ فَقَالَ كَانَتْ هٰذِهٖ هُزَيْلَةً مِّنْ اَبِي الْقَاسِمِ فَقَالَ كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ فَاَجْلَاهُمْ عُمَرُ وَاَعْطَاهُمْ قِيْمَةَ مَا كَانَ لَهُمْ مِنَ الثَّمَرِ مَالًا وَّاِبِلًا وَّعُرُوْضًا مِّنْ اَقْتَابٍ وَّحِبَالٍ وَّغَيْرِ ذٰلِكَ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَحْسِبُهٗ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن یحیٰی ابو غسان الکنانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں: جب اہلِ خیبر نے ان کے ہاتھ پیر توڑ ڈالے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا' پس کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے ان کے اموال (باغات) پر کھیتی باڑی کا معاملہ کیا' اور فرمایا: جب تک اللہ تم کو برقرار رکھے گا' ہم تم کو برقرار رکھیں گے اور بے شک عبداللہ بن عمر وہاں اپنے مال (باغ) کی طرف گئے تھے' تو رات کو ان پر ظلم کیا گیا' پس ان کے ہاتھوں اور پیروں کو مروڑ کر ٹیڑھا کر دیا گیا اور یہاں پر ان کے سوا اور کوئی دشمن نہیں ہے' پس وہی ہمارے دشمن ہیں' اور ان ہی پر ہماری تہمت ہے' اور میں نے ان کو شہر بدر کرنا مناسب سمجھا ہے' پس جب حضرت عمر نے اس کا عزم مصمم کر لیا تو ان کے پاس ابو الحقیق کے بیٹے آئے تو انہوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ ہم کو نکال رہے ہیں' حالانکہ ہم کو (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے برقرار رکھا تھا' اور ہم کو یہاں کے اموال (باغات) پر عامل بنایا تھا' اور ہمارے لیے (عمل کی) شرط لگائی تھی' تب حضرت عمر نے کہا: کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھول گیا ہوں؟ آپ نے فرمایا تھا: اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب تم کو خیبر سے نکال دیا جائے گا اور تمہیں تمہارے اونٹ ایک رات سے دوسری رات تک لے کر

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَصَرَهُ.
(سنن ابوداؤد: ۳۰۰۷)

پھرتے رہیں گے اس نے کہا: یہ تو ابوالقاسم نے مذاق سے فرمایا تھا' حضرت عمر نے کہا: اے اللہ کے دشمن! تم جھوٹ بولتے ہو' پھر حضرت عمر نے ان کو (خیبر سے) بے وطن کر دیا' اور باغات میں ان کے پھلوں کا جو حصہ تھا' اس کے عوض میں ان کو اونٹ' سامان' پالان اور رسیاں وغیرہ دے دیں۔ اس حدیث کو حماد بن سلمہ نے روایت کیا ہے از عبیداللہ' میں گمان کرتا ہوں کہ از نافع از حضرت ابن عمر از حضرت عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' انہوں نے اس کا اختصار کیا ہے۔

یہودیوں کو خیبر سے نکالنے کی دلیل' عداوت بھی ارتکابِ جرم کا قرینہ ہے' یہودیوں سے حضرت ابن عمر کا قصاص کیوں نہیں لیا گیا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر سے یہودیوں کو نکال دیا تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

حضرت عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری عہد میں یہ وصیت فرمائی کہ سرزمین عرب میں دو دین باقی نہیں رکھے جائیں گے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو باغات میں کام لینے کے لیے برقرار رکھا تھا ورنہ ان کا باغات میں کوئی حق نہیں تھا' اور ان سے یہ طے کیا تھا کہ وہ باغات میں کام کریں تو ان کو نصف اجر ملے گا' اس لیے حضرت عمر نے جب ان کو نکالا تو ان کے حصہ کے نصف پھلوں کے معاوضہ میں اونٹ' پالان' رسیاں اور دیگر سامان عطاء کر دیا۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عداوت کی وجہ بھی جرم کے ارتکاب کا قرینہ ہے' جس طرح حضرت عمر نے حضرت ابن عمر کے ہاتھوں اور پاؤں کو ٹیڑھا کرنے کے جرم میں ان کو خیبر سے نکال دیا' اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت عمر نے ان سے قصاص کیوں نہیں لیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ رات کا وقت تھا اور اس وقت حضرت ابن عمر سوئے ہوئے تھے اور وہ حملہ آوروں کو پہچان نہیں سکے تھے' اس لیے ان پر معاملہ مشتبہ ہو گیا تھا اور شبہہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے' جیسے حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ پر قاتلین مشتبہ ہو گئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے قصاص ساقط کر دیا اور خود دیت ادا کر دی۔

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب زمین کا مالک مزارع کے کسی جرم کی وجہ سے اس سے کام لینا ناپسند کرے تو وہ اس کو کام سے نکال دے' خواہ وہ کام شروع کر چکا ہو اور اس کو اس کے کیے ہوئے کام کا معاوضہ دے دے' جس طرح حضرت عمر نے کیا تھا۔

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ ماہانہ' سالانہ اور اندازہ سے اُجرت دی جا سکتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۳۵۔ ۴۳۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٥ - بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْجِهَادِ وَالْمُصَالَحَةِ مَعَ اَهْلِ الْحَرْبِ وَكِتَابَةِ الشُّرُوْطِ

اہل حرب کے ساتھ جہاد اور صلح کی شرائط اور شرائط کو لکھنا

اس باب میں جہاد کی شرائط کا حکم بیان کیا گیا ہے اور اہل حرب کے ساتھ صلح کا حکم بیان کیا گیا ہے اور شرائط کو لکھنے کا بیان ہے۔

۲۷۳۲،۲۷۳۱ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ اَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا حَدِيْثَ صَاحِبِهٖ قَالَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ حَتّٰى كَانُوْا بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ بِالْغَمِيْمِ فِيْ خَيْلٍ لِّقُرَيْشٍ طَلِيْعَةً فَخُذُوْا ذَاتَ الْيَمِيْنِ فَوَاللّٰهِ مَا شَعَرَ بِهِمْ خَالِدٌ حَتّٰى اِذَا هُمْ بِقَتَرَةِ الْجَيْشِ فَانْطَلَقَ يَرْكُضُ نَذِيْرًا لِّقُرَيْشٍ وَّسَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالثَّنِيَّةِ الَّتِيْ يُهْبَطُ عَلَيْهِمْ مِنْهَا بَرَكَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ فَقَالَ النَّاسُ حَلْ حَلْ فَاَلَحَّتْ فَقَالُوْا خَلَاَتِ الْقَصْوَاءُ خَلَاَتِ الْقَصْوَاءُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خَلَاَتِ الْقَصْوَاءُ وَمَا ذَاكَ لَهَا بِخُلُقٍ وَّلٰكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيْلِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يَسْئَلُوْنِيْ خُطَّةً يُّعَظِّمُوْنَ فِيْهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ اِلَّا اَعْطَيْتُهُمْ اِيَّاهَا ثُمَّ زَجَرَهَا فَوَثَبَتْ قَالَ فَعَدَلَ عَنْهُمْ حَتّٰى نَزَلَ بِاَقْصَى الْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى ثَمَدٍ قَلِيْلِ الْمَاءِ يَتَبَرَّضُهُ النَّاسُ تَبَرُّضًا فَلَمْ يُلَبِّثْهُ النَّاسُ حَتّٰى نَزَحُوْهُ وَشُكِيَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَطَشُ فَانْتَزَعَ سَهْمًا مِّنْ كِنَانَتِهٖ ثُمَّ اَمَرَهُمْ اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ مَا زَالَ يَجِيْشُ لَهُمْ بِالرِّيِّ حَتّٰى صَدَرُوْا عَنْهُ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ جَاءَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيُّ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ قَوْمِهٖ مِنْ خُزَاعَةَ وَكَانُوْا عَيْبَةَ نُصْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَهْلِ تِهَامَةَ فَقَالَ اِنِّيْ تَرَكْتُ كَعْبَ بْنَ لُؤَيٍّ وَّعَامِرَ بْنَ لُؤَيٍّ نَزَلُوْا اَعْدَادَ مِيَاهِ الْحُدَيْبِيَةِ وَمَعَهُمُ الْعُوْذُ الْمَطَافِيْلُ وَهُمْ مُقَاتِلُوْكَ وَصَادُّوْكَ عَنِ الْبَيْتِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے زہری نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی از المسور بن مخرمہ اور مروان' ان میں سے ہر ایک اپنے صاحب کی تصدیق کرتا ہے' ان دونوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (صلح) حدیبیہ کے زمانہ میں (مدینہ سے) نکلے' حتیٰ کہ جب راستہ میں ایک مقام پر پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خالد بن ولید (ہماری نقل وحرکت کی جاسوسی کے لیے) مقام غمیم میں قریش کے سواروں کے ساتھ بہ طور مقدمۃ الجیش ہے' لہٰذا تم لوگ دائیں طرف کے راستہ سے چلو' پس اللہ کی قسم! خالد کو مسلمانوں کے لشکر کا بالکل پتا نہیں چلا حتیٰ کہ جب انہوں نے مسلمانوں کے لشکر کا غبار اُٹھتا ہوا دیکھا تو وہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے قریش کو خبردار کرنے کے لیے روانہ ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے' حتیٰ کہ جب آپ وادی ثنیہ پر پہنچے' جہاں سے مکہ میں داخل ہونے کے لیے اترتے ہیں تو آپ کی سواری بیٹھ گئی' صحابہ اس کو اٹھانے کے لیے ''حل' حل'' (اٹھو! اٹھو!) کہنے لگے' لیکن وہ اسی طرح اَڑی رہی' صحابہ نے کہا: قصواء اَڑ گئی ہے' قصواء اَڑ گئی ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: القصواء اَڑی نہیں ہے اور نہ یہ اس کی عادت ہے' اس کو اس ذات نے چلنے سے روک لیا ہے' جس نے ہاتھیوں کو روک لیا تھا' پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! قریش مجھ سے جب بھی کسی ایسے امر کا سوال کریں گے جس میں وہ اللہ کی حرمات کی تعظیم کریں گے تو میں ان کو وہ عطاء کروں گا' پھر آپ نے قصواء کو ڈانٹا تو وہ اُچھل کر کھڑی ہوگئی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے آگے نکل گئے' حتیٰ کہ حدیبیہ کے آخری کنارے مقام ثمد پر قیام فرمایا' اس جگہ کم پانی تھا جس کو صحابہ تھوڑا تھوڑا استعمال کر رہے تھے' پھر انہوں نے اس گڑھے کا سارا پانی نکال لیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیاس کی شکایت کی گئی' آپ نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا' پھر آپ نے ان کو حکم دیا کہ اس تیر کو اس گڑھے میں گاڑ دیں' پس اللہ کی قسم! اس گڑھے میں جوش سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا لَمْ نَجِئْ لِقِتَالِ أَحَدٍ وَّلٰكِنَّا جِئْنَا مُعْتَمِرِيْنَ وَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ نَهِكَتْهُمُ الْحَرْبُ وَأَضَرَّتْ بِهِمْ فَإِنْ شَاءُوْا مَادَدْتُّهُمْ مُدَّةً وَّيُخَلُّوْا بَيْنِيْ وَ بَيْنَ النَّاسِ فَإِنْ أَظْهَرْ فَإِنْ شَاءُوْا أَنْ يَّدْخُلُوْا فِيْمَا دَخَلَ فِيْهِ النَّاسُ فَعَلُوْا وَإِلَّا فَقَدْ جَمُّوْا وَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَأُقَاتِلَنَّهُمْ عَلٰى أَمْرِيْ هٰذَا حَتّٰى تَنْفَرِدَ سَالِفَتِيْ وَلَيُنْفِذَنَّ اللّٰهُ أَمْرَهٗ فَقَالَ بُدَيْلٌ سَأُبَلِّغُهُمْ مَا تَقُوْلُ قَالَ فَانْطَلَقَ حَتّٰى أَتٰى قُرَيْشًا قَالَ إِنَّا قَدْ جِئْنَاكُمْ مِنْ هٰذَا الرَّجُلِ وَسَمِعْنَاهُ يَقُوْلُ قَوْلًا فَإِنْ شِئْتُمْ أَنْ نَّعْرِضَهٗ عَلَيْكُمْ فَعَلْنَا فَقَالَ سُفَهَاؤُهُمْ لَا حَاجَةَ لَنَا أَنْ تُخْبِرَنَا عَنْهُ بِشَيْءٍ وَّقَالَ ذَوُوا الرَّأْيِ مِنْهُمْ هَاتِ مَا سَمِعْتَهٗ يَقُوْلُ قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا فَحَدَّثَهُمْ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ أَيْ قَوْمِ أَلَسْتُمْ بِالْوَالِدِ قَالُوْا بَلٰى قَالَ أَوَ لَسْتُ بِالْوَلَدِ قَالُوْا بَلٰى قَالَ فَهَلْ تَتَّهِمُوْنِيْ قَالُوْا لَا قَالَ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنِّيْ اسْتَنْفَرْتُ أَهْلَ عُكَاظٍ فَلَمَّا بَلَّحُوْا عَلَيَّ جِئْتُكُمْ بِأَهْلِيْ وَوَلَدِيْ وَمَنْ أَطَاعَنِيْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ فَإِنَّ هٰذَا قَدْ عَرَضَ لَكُمْ خُطَّةَ رُشْدٍ اقْبَلُوْهَا وَدَعُوْنِيْ آتِيْهِ قَالُوْا ائْتِهٖ فَأَتَاهُ فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِّنْ قَوْلِهٖ لِبُدَيْلٍ فَقَالَ عُرْوَةُ عِنْدَ ذٰلِكَ أَيْ مُحَمَّدُ أَرَأَيْتَ إِنِ اسْتَأْصَلْتَ أَمْرَ قَوْمِكَ هَلْ سَمِعْتَ بِأَحَدٍ مِّنَ الْعَرَبِ اجْتَاحَ أَهْلَهٗ قَبْلَكَ وَإِنْ تَكُنِ الْأُخْرٰى فَإِنِّيْ وَاللّٰهِ لَأَرٰى وُجُوْهًا وَّإِنِّيْ لَأَرٰى أَشْوَابًا مِّنَ النَّاسِ خَلِيْقًا أَنْ يَّفِرُّوْا وَيَدَعُوْكَ فَقَالَ لَهٗ أَبُوْبَكْرٍ امْصُصْ بِبَظْرِ اللَّاتِ أَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْهُ وَنَدَعُهٗ فَقَالَ مَنْ ذَا قَالُوْا أَبُوْبَكْرٍ قَالَ أَمَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْلَا يَدٌ كَانَتْ لَكَ عِنْدِيْ لَمْ أَجْزِكَ بِهَا لَأَجَبْتُكَ قَالَ وَجَعَلَ يُكَلِّمُ

پانی اُبلنے لگا' اور لوگ اس پانی سے سیراب ہو گئے' لوگ اس حال میں تھے کہ بدیل بن ورقاء الخزاعی اپنی قوم خزاعہ کے چند لوگوں کے ساتھ آیا' یہ لوگ تہامہ کے رہنے والے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے رازدار اور خیر خواہ تھے' اس نے بتایا کہ میں اپنے پیچھے کعب بن لوی اور عامر بن لوی کو چھوڑ کر آ رہا ہوں' یہ لوگ حدیبیہ کے پانی کے گرد ڈیرہ ڈال چکے ہیں اور ان کے ساتھ دودھ دینے والی اونٹنیاں اپنے بچوں کے ساتھ ہیں' یہ لوگ آپ سے جنگ کریں گے اور آپ کو بیت اللہ پہنچنے سے روکیں گے' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم یہاں کسی سے جنگ کرنے نہیں آئے ہیں بلکہ ہم یہاں عمرہ کرنے آئے ہیں' لیکن (واقعہ یہ ہے کہ) جنگوں (کے تسلسل) نے قریش کو کمزور کر دیا ہے اور ان کو نقصان اٹھانا پڑا ہے' پس اگر وہ چاہیں تو میں انہیں ایک مدت تک صلح کی مہلت دوں' اور وہ میرے اور لوگوں کے درمیان نہ پڑیں' پھر اگر میں (اپنے مشن میں) کامیاب ہو جاؤں تو وہ پھر دین اسلام میں داخل ہو جائیں جس طرح (دوسرے) لوگ داخل ہوئے ہیں' سو وہ اگر چاہیں تو ایسا کر لیں' اور اگر (بالفرض) میں کامیاب نہ ہوا تو وہ بھی جنگ کی کوفت سے آرام پالیں گے' اور اگر انہوں نے اس کا انکار کیا تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں اپنے دین کے تحفظ کے لیے ان سے لڑتا رہوں گا حتیٰ کہ میرا سر تن سے جدا ہو جائے اور اللہ ضرور اپنے دین کو غلبہ عطاء فرمائے گا' پس بدیل نے کہا: میں عنقریب آپ کا پیغام ان کو پہنچا دوں گا' پھر بدیل واپس گیا اور قریش کے پاس پہنچا اور کہا: میں تمہارے پاس اس شخص کی طرف سے آیا ہوں اور میں نے سنا کہ انہوں نے ایک پیش کش کی ہے' اگر تم لوگ چاہو کہ ہم تمہارے سامنے اس کو بیان کریں تو ہم بیان کرتے ہیں' تو قریش کے جاہلوں نے کہا: ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے کہ تم ہمیں کسی چیز کی خبر دو اور قریش کے بردبار لوگوں نے کہا: تم ہمیں بتاؤ وہ تم سے کیا کہہ رہے تھے تو میں نے ان کو بتایا وہ اس طرح اور اس طرح کہہ رہے تھے اور بدیل نے ان کو بتایا کہ نبی ﷺ نے کیا فرمایا تھا' تب عروہ بن مسعود نے کھڑے ہو کر کہا: اے لوگو!

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُلَّمَا تَكَلَّمَ اَخَذَ بِلِحْيَتِهٖ وَالْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَائِمٌ عَلٰى رَاْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ السَّيْفُ وَعَلَيْهِ الْمِغْفَرُ فَكُلَّمَا اَهْوٰى عُرْوَةُ بِيَدِهٖ اِلٰى لِحْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ يَدَهُ بِنَعْلِ السَّيْفِ وَقَالَ لَهُ اَخِّرْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ عُرْوَةُ رَاْسَهُ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قَالُوا الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَقَالَ اَيْ غُدَرُ اَلَسْتُ اَسْعٰى فِيْ غَدْرَتِكَ وَكَانَ الْمُغِيْرَةُ صَحِبَ قَوْمًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَتَلَهُمْ وَاَخَذَ اَمْوَالَهُمْ ثُمَّ جَاءَ فَاَسْلَمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اَمَّا الْاِسْلَامَ فَاَقْبَلُ وَاَمَّا الْمَالَ فَلَسْتُ مِنْهُ فِيْ شَيْءٍ ثُمَّ اِنَّ عُرْوَةَ جَعَلَ يَرْمُقُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَيْنَيْهِ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ وَاِذَا اَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوْا اَمْرَهُ وَاِذَا تَوَضَّاَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهٖ وَاِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَّهُ فَرَجَعَ عُرْوَةُ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ اَيْ قَوْمِ وَاللّٰهِ لَقَدْ وَفَدْتُّ عَلَى الْمُلُوْكِ وَوَفَدْتُّ عَلٰى قَيْصَرَ وَكِسْرٰى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللّٰهِ اِنْ رَاَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهُ اَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ وَاِذَا اَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوْا اَمْرَهُ وَاِذَا تَوَضَّاَ كَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهٖ وَاِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَّهُ وَاِنَّهُ قَدْ عَرَضَ عَلَيْكُمْ خُطَّةَ رُشْدٍ فَاقْبَلُوْهَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ كِنَانَةَ دَعُوْنِيْ اٰتِيْهِ

کیا تم باپ (کی طرح مجھ پر شفیق) نہیں ہو؟ اور کیا میں بیٹے (کی طرح تمہارا خیر خواہ) نہیں ہوں؟ نیز کہا: کیا تم مجھ پر کوئی تہمت لگاتے ہو؟ لوگوں نے کہا: نہیں! پھر کہا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں نے اہل عکاظ کو تمہاری مدد کے لیے بلایا تھا اور جب وہ نہیں آئے تو میں اپنے گھر والوں کو اور اپنے بیٹوں کو اور اپنے خدام کو لے کر تمہارے پاس آیا' لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! تو اس شخص نے تمہارے سامنے ایک نیک پیش کش کی ہے' تم اس کو قبول کرلو اور مجھے اس کے پاس جانے دو' لوگوں نے کہا: تم اس کے پاس جاؤ' پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے گفتگو شروع کی' آپ نے اس سے وہی باتیں کیں جو آپ بدیل سے فرما چکے تھے' اس وقت عروہ نے کہا: اے محمد! یہ بتاؤ کہ اگر آپ نے اپنی قوم کو جڑ سے اکھاڑ دیا تو کیا آپ نے اس سے پہلے یہ سنا ہے کہ کسی عرب نے اپنی قوم کو جڑ سے اکھاڑ دیا ہو اور اگر دوسری صورت ہوئی (یعنی اگر آپ ہم پر غالب نہ آسکے) تو بے شک اللہ کی قسم! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں اور میں لوگوں کی ایسی جماعت دیکھ رہا ہوں جو بھاگ جائیں گے اور آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے' تب اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو لات (بت) کی فرج چوس! کیا ہم آپ سے بھاگ جائیں گے اور آپ کو چھوڑ دیں گے! اس نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ حضرت ابوبکر ہیں' اس نے کہا: سنو! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر تمہارا مجھ پر وہ احسان نہ ہوتا جس کا بدلہ میں ابھی تک نہیں دے سکا ہوں تو میں اس کا تمہیں ضرور جواب دیتا' اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کر رہا تھا' وہ جب بھی بات کرتا تو آپ کی مبارک ڈاڑھی کو پکڑتا' اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے پاس کھڑے ہوئے تھے' ان کے پاس تلوار تھی اور ان کے سر پر خود تھا' پس جب بھی عروہ اپنا ہاتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ڈاڑھی کی طرف لے جاتا تو وہ اپنی تلوار کے پچھلے حصہ کو اس کے ہاتھ پر مارتے اور کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ڈاڑھی سے اپنا ہاتھ پیچھے کرو' عروہ نے اپنا سر اٹھا کر پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ہیں' اس نے کہا:

فَقَالُوْا ائْتِهِ فَلَمَّا اَشْرَفَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا فُلَانٌ وَّهُوَ مِنْ قَوْمٍ يُّعَظِّمُوْنَ الْبُدْنَ فَابْعَثُوْهَا لَهٗ فَبُعِثَتْ لَهٗ وَاسْتَقْبَلَهُ النَّاسُ يُلَبُّوْنَ فَمَا رَاٰى ذٰلِكَ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا يَنْبَغِيْ لِهٰٓؤُلَآءِ اَنْ يُّصَدُّوْا عَنِ الْبَيْتِ فَلَمَّا رَجَعَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ قَالَ رَاَيْتُ الْبُدْنَ قَدْ قُلِّدَتْ وَاُشْعِرَتْ فَمَا اَرٰى اَنْ يُّصَدُّوْا عَنِ الْبَيْتِ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ يُقَالُ لَهٗ مِكْرَزُ بْنُ حَفْصٍ فَقَالَ دَعُوْنِيْ اٰتِيْهِ فَقَالُوْا ائْتِهِ فَلَمَّا اَشْرَفَ عَلَيْهِمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مِكْرَزٌ وَّهُوَ رَجُلٌ فَاجِرٌ فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَمَا هُوَ يُكَلِّمُهٗ اِذْ جَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ مَعْمَرٌ فَاَخْبَرَنِيْ اَيُّوْبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّهٗ لَمَّا جَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَهُلَ لَكُمْ مِنْ اَمْرِكُمْ قَالَ مَعْمَرٌ قَالَ الزُّهْرِيُّ فِيْ حَدِيْثِهٖ فَجَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فَقَالَ هَاتِ اُكْتُبْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابًا فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَاتِبَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اُكْتُبْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالَ سُهَيْلٌ اَمَّا الرَّحْمٰنُ فَوَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ مَا هُوَ وَلٰكِنِ اكْتُبْ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ كَمَا كُنْتَ تَكْتُبُ فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ وَاللّٰهِ لَا نَكْتُبُهَا اِلَّا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُكْتُبْ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ ثُمَّ قَالَ هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَاللّٰهِ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا صَدَدْنَاكَ عَنِ الْبَيْتِ وَلَا قَاتَلْنَاكَ وَلٰكِنِ اكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِنْ كَذَّبْتُمُوْنِيْ اُكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَذٰلِكَ لِقَوْلِهٖ لَا يَسْاَلُوْنِيْ

اے دغاباز! کیا میں نے تجھے تیری دغابازی کی سزا سے نہیں بچایا تھا! دراصل حضرت مغیرہ زمانۂ جاہلیت میں چند لوگوں کے ساتھی تھے پھر انہوں نے ان سب کو قتل کر کے ان کا مال لوٹ لیا تھا' پھر وہ (مدینہ) آ کر مسلمان ہو گئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رہا تمہارا اسلام تو میں اس کو قبول کرتا ہوں' رہا تمہارا مال تو میں اس میں سے کوئی چیز نہیں لوں گا' عروہ کن اکھیوں سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی طرف دیکھ رہے تھے' پھر راوی نے کہا: اللہ کی قسم! جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلغم تھوکتے تو وہ کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی میں آ جاتا' وہ اس بلغم کو اپنے چہرے اور بدن پر ملتا اور جب آپ کوئی حکم دیتے تو وہ سب اس کی تعمیل میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے اور جب آپ وضوء کرتے تو وہ آپ کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لیے اس طرح جھپٹتے تھے گویا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے اور جب آپ بات کرتے تو وہ سب آپ کے سامنے اپنی آوازوں کو پست کر دیتے' اور وہ آپ کی تعظیم کی وجہ سے آپ کو نظر بھر کر نہیں دیکھتے تھے' پھر عروہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے اور کہا: اے لوگو! اللہ کی قسم! میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں اور میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس گیا ہوں اور اللہ کی قسم! میں نے ہرگز نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کی اس کے لوگ اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی کرتے ہیں' وہ جب بھی بلغم تھوکتے ہیں تو وہ ان میں سے کسی نہ کسی مرد کے ہاتھ میں آ جاتا ہے' وہ اس بلغم کو اپنے چہرے اور اپنے بدن پر ملتا ہے اور جب وہ ان کو کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو وہ سب اس کی تعمیل میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب وہ وضوء کرتے ہیں تو وہ ان کے وضوء کا بچا ہوا پانی لینے کے لیے اس طرح جھپٹتے ہیں گویا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے' اور جب وہ بات کرتے ہیں تو ان کے سامنے وہ سب اپنی آوازوں کو پست کر دیتے ہیں اور وہ ان کی تعظیم کے لیے ان کو نظر بھر کر نہیں دیکھتے' اور انہوں نے تم کو ایک نیک پیش کش کی ہے تم اس کو قبول کر لو' پھر بنو کنانہ کے ایک مرد نے کہا: مجھے (بھی) ان کے پاس جانے دو' تو لوگوں نے

خُطَّةً يُعَظِّمُوْنَ فِيهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ اِلَّا اَعْطَيْتُهُمْ اِيَّاهَا فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَنْ تُخَلُّوْا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَنَطُوْفُ بِهٖ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَّاللّٰهِ لَا تَتَحَدَّثُ الْعَرَبُ اَنَّا اُخِذْنَا ضُغْطَةً وَّلٰكِنْ ذٰلِكَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَكَتَبَ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَّعَلٰى اَنَّهٗ لَا يَاْتِيْكَ مِنَّا رَجُلٌ وَّاِنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَّهٗ اِلَيْنَا قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ سُبْحَانَ اللّٰهِ كَيْفَ يُرَدُّ اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ جَاءَ مُسْلِمًا فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ دَخَلَ اَبُوْ جَنْدَلِ بْنُ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو يَّرْسُفُ فِيْ قُيُوْدِهٖ وَقَدْ خَرَجَ مِنْ اَسْفَلِ مَكَّةَ حَتّٰى رَمٰى بِنَفْسِهٖ بَيْنَ اَظْهُرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ سُهَيْلٌ هٰذَا يَا مُحَمَّدُ اَوَّلُ مَا اُقَاضِيْكَ عَلَيْهِ اَنْ تَرُدَّهٗ اِلَيَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَمْ نَقْضِ الْكِتَابَ بَعْدُ قَالَ فَوَاللّٰهِ اِذًا لَّمْ اُصَالِحْكَ عَلٰى شَيْءٍ اَبَدًا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَجِزْهُ لِيْ فَقَالَ مَا اَنَا بِمُجِيْزِهٖ لَكَ قَالَ بَلٰى فَافْعَلْ قَالَ مَا اَنَا بِفَاعِلٍ قَالَ مِكْرَزٌ بَلْ قَدْ اَجَزْنَاهُ لَكَ.

قَالَ اَبُوْ جَنْدَلٍ اَيْ مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اُرَدُّ اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ جِئْتُ مُسْلِمًا اَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ لَقِيْتُ؟ وَكَانَ قَدْ عُذِّبَ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي اللّٰهِ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاَتَيْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اَلَسْتَ نَبِيَّ اللّٰهِ حَقًّا؟ قَالَ بَلٰى قُلْتُ اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ بَلٰى قُلْتُ فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِيْ دِيْنِنَا اِذًا؟ قَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَسْتُ اَعْصِيْهِ وَهُوَ نَاصِرِيْ قُلْتُ اَوَلَيْسَ كُنْتَ تُحَدِّثُنَا اَنَّا سَنَاْتِي الْبَيْتَ فَنَطُوْفُ بِهٖ قَالَ بَلٰى فَاَخْبَرْتُكَ اَنَّا نَاْتِيْهِ الْعَامَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّكَ اٰتِيْهِ وَمُطَّوِّفٌ بِهٖ قَالَ فَاَتَيْتُ اَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ يَا

کہا: تم (بھی) ان کے پاس جاؤ' جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو جھانک کر دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ فلاں شخص ہے' یہ ایسی قوم کا فرد ہے جو بیت اللہ کی قربانی کے اونٹوں کی تعظیم کرتی ہے' اس لیے قربانی کے اونٹ اس کے سامنے کر دو' سو قربانی کے اونٹ اس کے سامنے کیے گئے اور صحابہ اس کے سامنے بلند آواز سے لبیک اللھم لبیک پڑھنے لگے' جب اس نے یہ منظر دیکھا تو کہا: سبحان اللہ! ان لوگوں کو بیت اللہ کی زیارت سے نہیں روکنا چاہیے' جب وہ اپنے اصحاب کی طرف واپس گیا تو اس نے کہا: میں نے قربانی کے اونٹ دیکھے' ان کو ہار ڈالے ہوئے تھے اور ان میں اِشعار کیا ہوا تھا' پس میں نہیں سمجھتا کہ ان لوگوں کو بیت اللہ کی زیارت سے روکا جائے' پھر ان میں سے ایک اور شخص کھڑا ہوا' جس کا نام مِکرز بن حفص تھا' اس نے (بھی) کہا: مجھے (بھی) ان کے پاس جانے دو' قریش نے کہا: تم (بھی) ان کے پاس جاؤ' جب اس نے گردن اُٹھا کر مسلمانوں کی طرف دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مکرز ہے اور یہ بدمعاش آدمی ہے' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرنے لگا' پس جس وقت وہ آپ سے باتیں کر رہا تھا' اچانک سہیل بن عمرو آ گیا...... معمر نے کہا: پس مجھے ایوب نے خبر دی از عکرمہ کہ جب سہیل بن عمرو آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملہ کو آسان کر دیا ہے۔ معمر نے کہا کہ زہری نے اپنی حدیث میں بیان کیا' پھر سہیل بن عمرو آیا تو اس نے کہا: لاؤ! میں ہمارے اور تمہارے درمیان معاہدہ لکھ دوں' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتب کو بلایا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لکھو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! سہیل نے کہا: رہا رحمٰن (کا لفظ) تو میں نہیں جانتا کہ اس کا کیا معنی ہے: لیکن لکھو: ''باسمك اللّٰھم'' جس طرح تم پہلے لکھتے تھے' مسلمانوں نے کہا: ہم صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھیں گے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''باسمك اللّٰھم'' لکھ دو' پھر آپ نے فرمایا: یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے' تب سہیل نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ کی زیارت سے نہ روکتے اور نہ آپ سے جنگ

اَبَابَكْرٍ اَلَيْسَ هٰذَا نَبِيَّ اللّٰهِ حَقًّا قَالَ بَلٰى قُلْتُ اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ قَالَ بَلٰى وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ قُلْتُ فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِيْنِنَا اِذًا قَالَ اَيُّهَا الرَّجُلُ اِنَّهُ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ يَعْصِي رَبَّهُ وَهُوَ نَاصِرُهُ فَاسْتَمْسِكْ بِغَرْزِهِ فَوَاللّٰهِ اِنَّهُ عَلَى الْحَقِّ قُلْتُ اَلَيْسَ كَانَ يُحَدِّثُنَا اَنَّا سَنَاْتِي الْبَيْتَ وَنَطُوْفُ بِهِ قَالَ بَلٰى اَفَاَخْبَرَكَ اَنَّكَ تَاْتِيْهِ الْعَامَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّكَ اٰتِيْهِ وَمُطَوِّفٌ بِهِ قَالَ الزُّهْرِيُّ قَالَ عُمَرُ فَعَمِلْتُ لِذٰلِكَ اَعْمَالًا قَالَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهِ قُوْمُوْا فَانْحَرُوْا ثُمَّ احْلِقُوْا قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا قَامَ مِنْهُمْ رَجُلٌ حَتّٰى قَالَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا لَمْ يَقُمْ مِنْهُمْ اَحَدٌ دَخَلَ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَذَكَرَ لَهَا مَا لَقِيَ مِنَ النَّاسِ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَتُحِبُّ ذٰلِكَ اُخْرُجْ ثُمَّ لَا تُكَلِّمْ اَحَدًا مِنْهُمْ كَلِمَةً حَتّٰى تَنْحَرَ بُدْنَكَ وَتَدْعُوَ حَالِقَكَ فَيَحْلِقَكَ فَخَرَجَ فَلَمْ يُكَلِّمْ اَحَدًا مِنْهُمْ حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ نَحَرَ بُدْنَهُ وَدَعَا حَالِقَهُ فَحَلَقَهُ فَلَمَّا رَاَوْا ذٰلِكَ قَامُوْا فَنَحَرُوْا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَحْلِقُ بَعْضًا حَتّٰى كَادَ بَعْضُهُمْ يَقْتُلُ بَعْضًا غَمًّا ثُمَّ جَاءَهُ نِسْوَةٌ مُؤْمِنَاتٌ.

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ﴾ حَتّٰى بَلَغَ ﴿بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ﴾ (الممتحنہ: ١٠) فَطَلَّقَ عُمَرُ يَوْمَئِذٍ امْرَاَتَيْنِ كَانَتَا لَهُ فِي الشِّرْكِ فَتَزَوَّجَ اِحْدَاهُمَا مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِي سُفْيَانَ وَالْاُخْرٰى صَفْوَانُ بْنُ اُمَيَّةَ ثُمَّ رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَجَاءَهُ اَبُوْ بَصِيْرٍ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ وَهُوَ مُسْلِمٌ فَاَرْسَلُوْا فِي طَلَبِهِ رَجُلَيْنِ فَقَالُوا الْعَهْدَ الَّذِي جَعَلْتَ لَنَا فَدَفَعَهُ اِلَى الرَّجُلَيْنِ فَخَرَجَا بِهِ حَتّٰى بَلَغَا ذَا الْحُلَيْفَةِ فَنَزَلُوْا

کرتے' لیکن لکھو: محمد بن عبداللہ' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں اگر چہ تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا ہے' محمد بن عبداللہ (ہی) لکھ دو' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے فرمایا تھا: قریش جب بھی مجھ سے کسی ایسے امر کا سوال کریں گے جس میں وہ اللہ کی حرمات کی تعظیم کریں گے تو میں ان کو وہ امر عطا کر دوں گا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ صلح اس پر ہے کہ تم ہمارے کعبہ کے درمیان تخلیہ کر دو' پس ہم کعبہ کا طواف کر لیں' پھر سہیل نے کہا: اللہ کی قسم! عرب یہ باتیں نہ کریں کہ ہم سے جبراً یہ معاہدہ کرایا گیا' لیکن یہ کام آئندہ سال ہوگا' پس یہ لکھ دیا گیا' پھر سہیل نے کہا: اور یہ صلح اس شرط پر ہے کہ ہم میں سے جو مرد آپ کے پاس آئے گا خواہ وہ آپ کے دین پر ہو' آپ اس کو ہماری طرف واپس کریں گے' مسلمانوں نے کہا: سبحان اللہ! وہ مرد کیسے مشرکین کی طرف واپس کیا جائے گا جب کہ وہ مسلمان ہو کر آیا ہے' جس وقت ان کے درمیان یہ باتیں ہو رہی تھیں' اچانک حضرت ابوجندل بن سہیل بن عمرو اپنی ایڑیوں کو گھسیٹتے ہوئے آ گئے' وہ مکہ کے نچلے حصہ سے نکلے اور انہوں نے خود کو مسلمانوں کے درمیان ڈال دیا' تب سہیل نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ پہلا شخص ہے جس کے لیے میں (معاہدہ کے مطابق) مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ اس کو ہمیں واپس کر دیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی تک ہم نے معاہدہ مکمل نہیں لکھا ہے' اس نے کہا: اللہ کی قسم! پھر میں آپ سے کبھی بھی کسی بات پر صلح نہیں کروں گا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا میری خاطر اس کو اجازت دے دو' اس نے کہا: میں اس کو آپ کی خاطر (بھی) اجازت نہیں دوں گا' آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! تم ایسا کر لو' اس نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا' مکرز نے کہا: کیوں نہیں! ہم آپ کی خاطر اس کو اجازت دیتے ہیں' حضرت ابوجندل نے کہا: اے مسلمانو! کیا مجھے مشرکین کی طرف واپس کیا جائے گا حالانکہ میں مسلمان ہو کر تمہارے پاس آیا ہوں' کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ مجھے کتنی اذیت دی گئی ہے اور ان کو اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے بہت سخت عذاب دیا گیا تھا۔ راوی نے بتایا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا' پس

يَاكُلُوْنَ مِنْ تَمْرٍ لَّهُمْ فَقَالَ اَبُوْبَصِيْرٍ لِاَحَدِ الرَّجُلَيْنِ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرٰى سَيْفَكَ هٰذَا يَا فُلَانُ جَيِّدًا فَاسْتَلَّهُ الْاٰخَرُ فَقَالَ اَجَلْ وَاللّٰهِ اِنَّهُ لَجَيِّدٌ لَقَدْ جَرَّبْتُ بِهٖ ثُمَّ جَرَّبْتُ فَقَالَ اَبُوْبَصِيْرٍ اَرِنِيْ اَنْظُرْ اِلَيْهِ فَاَمْكَنَهُ مِنْهُ فَضَرَبَهُ حَتّٰى بَرَدَ وَفَرَّ الْاٰخَرُ حَتّٰى اَتَى الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ يَعْدُوْا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَاٰهُ لَقَدْ رَاٰى هٰذَا ذُعْرًا فَلَمَّا انْتَهٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُتِلَ وَاللّٰهِ صَاحِبِيْ وَاِنِّيْ لَمَقْتُوْلٌ فَجَاءَ اَبُوْبَصِيْرٍ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَدْ وَاللّٰهِ اَوْفَى اللّٰهُ ذِمَّتَكَ قَدْ رَدَدْتَنِيْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ اَنْجَانِيَ اللّٰهُ مِنْهُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلُ اُمِّهٖ مِسْعَرَ حَرْبٍ لَوْ كَانَ لَهُ اَحَدٌ فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ عَرَفَ اَنَّهُ سَيَرُدُّهُ اِلَيْهِمْ فَخَرَجَ حَتّٰى اَتٰى سِيْفَ الْبَحْرِ قَالَ وَيَنْفَلِتُ مِنْهُمْ اَبُوْجَنْدَلِ ابْنُ سُهَيْلٍ فَلَحِقَ بِاَبِيْ بَصِيْرٍ فَجَعَلَ لَا يَخْرُجُ مِنْ قُرَيْشٍ رَجُلٌ قَدْ اَسْلَمَ اِلَّا لَحِقَ بِاَبِيْ بَصِيْرٍ حَتّٰى اجْتَمَعَتْ مِنْهُمْ عِصَابَةٌ. فَوَاللّٰهِ مَا يَسْمَعُوْنَ بِعِيْرٍ خَرَجَتْ لِقُرَيْشٍ اِلَى الشَّامِ اِلَّا اعْتَرَضُوْا لَهَا فَقَتَلُوْهُمْ وَاَخَذُوْا اَمْوَالَهُمْ فَاَرْسَلَتْ قُرَيْشٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُنَاشِدُهُ بِاللّٰهِ وَالرَّحِمِ لَمَّا اَرْسَلَ فَمَنْ اَتَاهُ فَهُوَ اٰمِنٌ فَاَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ حَتّٰى بَلَغَ ﴿الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ (الفتح: ٢٤-٢٦) وَكَانَتْ حَمِيَّتُهُمْ اَنَّهُمْ لَمْ يُقِرُّوْا اَنَّهُ نَبِيُّ اللّٰهِ وَلَمْ يُقِرُّوْا بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَحَالُوْا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْبَيْتِ.

میں نے کہا: کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! میں نے کہا: پھر ہم نے اپنے دین کے معاملہ میں دباؤ کو کیوں اختیار کریں؟ آپ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں' اور میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور وہ میری مدد فرمانے والا ہے' میں نے کہا: کیا آپ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ جا کر اس کا طواف کریں گے' آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! (لیکن) کیا میں نے تم کو یہ خبر دی تھی کہ ہم اس سال آئیں گے! حضرت عمر نے بتایا: میں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پس بے شک میں آؤں گا اور بیت اللہ کا طواف کروں گا' حضرت عمر نے کہا: پھر میں حضرت ابوبکر کے پاس گیا تو میں نے کہا: اے ابوبکر! کیا یہ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! میں نے کہا: کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! میں نے کہا: اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! میں نے کہا: پھر ہم اپنے دین میں دباؤ کو کیوں اختیار کریں؟ انہوں نے کہا: اے مرد! وہ بے شک ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اور وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ ان کی مدد کرنے والا ہے' پس تم ان کی رکاب مضبوطی سے پکڑے رکھو' سو اللہ کی قسم! وہ ضرور حق پر ہیں' میں نے کہا: کیا وہ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ میں جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے' حضرت ابوبکر نے کہا: کیوں نہیں! کیا آپ نے تم کو یہ خبر دی تھی کہ ہم اس سال جائیں گے؟ میں نے کہا: نہیں! حضرت ابوبکر نے کہا: پس بے شک آپ بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے' زہری نے بتایا کہ حضرت عمر نے کہا: بعد میں' میں نے (اپنی اس حجت بازی کی تلافی کے لیے) نیک اعمال کیے۔ راوی نے کہا: جب صلح کے معاہدہ کو لکھنے سے فراغت ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اٹھو اور اپنے اونٹوں کو نحر کرو اور اپنے سروں کو مونڈو' راوی نے کہا: پس اللہ کی قسم! ان میں سے کوئی آدمی نہیں اٹھا حتیٰ کہ آپ نے تین مرتبہ یہ حکم دیا' پس جب ان میں سے کوئی مرد نہیں اٹھا تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان کو لوگوں کا یہ طرزِ عمل بتایا تو حضرت ام سلمہ نے کہا: یا نبی اللہ! کیا آپ یہ چاہتے تھے کہ آپ باہر نکلیں پھر ان میں سے کسی سے کوئی بات نہ کریں حتیٰ کہ آپ اپنے اونٹ کو نحر کر دیں اور آپ اپنے سر مونڈنے والے کو بلائیں تو وہ آپ کا سر مونڈ دے گا' پس آپ باہر نکلے اور آپ نے ان میں سے کسی سے کوئی بات نہیں کی حتیٰ کہ آپ نے یہ کر لیا' اپنے اونٹ کو نحر کیا اور اپنے سر مونڈنے والے کو بلایا تو اس نے آپ کا سر مونڈ دیا' صحابہ نے جب (آپ کا) یہ عمل دیکھا تو وہ (بھی) اٹھے اور انہوں نے اپنے اپنے اونٹ نحر کیے اور وہ ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے' اور یوں لگتا تھا کہ وہ رنج اور غم میں ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے' پھر نو (۹) مؤمن عورتیں آئیں' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لے لیا کرو۔ (الممتحنہ: ۱۰' یہ آیت ''عصم الكوافر'' تک ہے) پس حضرت عمر نے اس دن اپنی ان دو بیویوں کو طلاق دے دی جو مشرکہ تھیں' پھر ان میں سے ایک کے ساتھ معاویہ بن ابی سفیان نے نکاح کر لیا اور دوسری کے ساتھ صفوان بن امیہ نے نکاح کر لیا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف لوٹ گئے' پھر آپ کے پاس حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ آ گئے' یہ قریش کے ایک مرد تھے جو اسلام لا چکے تھے' قریش نے ان کا مطالبہ کرنے کے لیے دو آدمیوں کو بھیجا' پس انہوں نے کہا: آپ نے جو معاہدہ ہم سے کیا ہے (اس کے مطابق ابوبصیر کو ہمارے حوالے کر دیں) آپ نے حضرت ابوبصیر کو ان دونوں کے حوالے کر دیا' وہ دونوں ان کو لے کر گئے حتیٰ کہ ذوالحلیفہ پر پہنچ گئے' پس وہ اتر کر اپنی کھجوروں کو کھانے لگے' پھر حضرت ابوبصیر نے ان میں سے کسی ایک سے کہا: اے فلاں! اللہ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری یہ تلوار بہت عمدہ ہے' اس کے دوسرے ساتھی نے تلوار میان سے نکال لی اور کہا: ہاں! اللہ کی قسم! یہ بہت عمدہ تلوار ہے' میں نے اس کا بار بار تجربہ کیا ہے' تو حضرت ابوبصیر نے کہا: ذرا مجھے دکھاؤ تو میں اس کا معائنہ کروں! پھر انہوں نے اس سے اس تلوار کو لے کر اپنے قبضہ میں کر لیا'

کرلیا' پس اس کو اس تلوار کی ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ وہیں ٹھنڈا ہو گیا اور دوسرا بھاگ گیا حتیٰ کہ مدینہ پہنچ گیا' پھر وہ دوڑتا ہوا مسجد میں داخل ہو گیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دیکھ کر فرمایا: یہ شخص خوف زدہ ہے' جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! میرا ساتھی قتل کر دیا گیا' اور بے شک میں بھی ضرور قتل کر دیا جاؤں گا' پھر حضرت ابوبصیر آئے' پس انہوں نے کہا: یا نبی اللہ! بے شک اللہ نے آپ کو آپ کے ذمہ سے بَری کر دیا ہے' آپ نے مجھے ان کی طرف واپس کر دیا تھا' پھر اللہ نے مجھ کو ان سے نجات دے دی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کی ماں پر افسوس ہو! اگر وہاں پر اس کا ایک بھی مددگار ہوتا تو یہ جنگ کی آگ کو بھڑکانے والا تھا' جب حضرت ابوبصیر نے یہ بات سنی تو انہوں نے سمجھ لیا کہ آپ عنقریب ان کو مشرکین کی طرف واپس کر دیں گے' سو وہ وہاں سے نکل گئے اور سمندر کے کنارے پر آ گئے اور حضرت ابوجندل بن سہیل بھی مشرکین کے پاس سے بھاگ کر ان کے پاس آ گئے' اور حضرت ابوبصیر سے آ ملے' اور اب صورتِ حال یہ تھی کہ جو شخص بھی اسلام لا کر قریش کے پاس سے نکلتا' وہ حضرت ابوبصیر سے آ کر مل جاتا' حتیٰ کہ وہاں ان کی ایک جماعت بن گئی' پس اللہ کی قسم جب بھی وہ یہ خبر سنتے کہ قریش کا کوئی قافلہ شام کی طرف جا رہا ہے تو وہ قافلہ والوں کو قتل کر دیتے اور ان کے اموال کو (بہ طور غنیمت) لوٹ لیتے' پھر قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اللہ اور صلہ رحم کی قسم دے کر یہ درخواست کی کہ اب جو بھی (مکہ سے) آپ کے پاس آئے گا اس کو امان ہو گی' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبصیر اور ان کے اصحاب کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ وہ اس کارروائی سے رُک جائیں' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور وہی (اللہ) ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے مکہ میں' تمہیں ان پر کامیاب فرمانے کے بعد۔ (الفتح: ۲۶۔۲۴' یہ آیت ''حمیة الجاهلیه'' تک ہے) اور ان کی عصبیت جاہلیہ یہ تھی کہ انہوں نے آپ کے نبی اللہ ہونے کا اقرار نہیں کیا تھا' اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا اقرار نہیں کیا تھا اور مسلمانوں اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے

تھے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ ﴿مَعَرَّةٌ﴾ (الفتح:٢٥) اَلْعُرُّ الْجَرَبُ ﴿تَزَيَّلُوْا﴾ (الفتح:٢٥) اِنْمَازُوْا اَلْحَمِيَّةُ حَمِيْتُ اَنْفِي حَمِيَّةً وَمَحْمِيَّةً وَحَمَيْتُ الْمَرِيْضَ حِمْيَةً حَمَيْتُ الْقَوْمَ مَنَعْتُهُمْ حِمَايَةً وَاَحْمَيْتُ الْحِمٰى جَعَلْتُهُ حِمًى لَا يُدْخَلُ. وَاَحْمَيْتُ الْحَدِيْدَ وَاَحْمَيْتُ الرَّجُلَ اِذَا اَغْضَبْتَهُ اِحْمَاءً.

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: (الفتح:٢٥ میں) ''معرة'' کا لفظ ہے یہ ''عر'' سے بنا ہے اس کا معنی وبائی پھوڑے پھنسیاں ہیں اور اس سے مراد ہے: اچانک ٹوٹ پڑنے والی مصیبت' اور اس آیت میں ''تزیلوا'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: نکل کر ممتاز ہو جاتے' اور اس آیت میں ''الحمیة'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ''انفی حمیة'' یعنی عار اور غیرت' اس کا دوسرا معنی ہے: ''حمیت المریض'' مریض کو طعام سے پرہیز کرایا' اور اس کا تیسرا معنی ہے: ''حمیت القوم'' قوم کو شر اور ایذاء سے محفوظ رکھا' اس کا چوتھا معنی ہے: ''احمیت الحمٰی'' کسی مضر چیز سے روکا اور اس کو داخل نہیں ہونے دیا' اس کا پانچواں معنی ہے: ''احمیت الحدید'' لوہے کو گرم کیا' اس کا چھٹا معنی ہے: ''احمیت الرجل'' کسی شخص کو غضب ناک کیا۔

''حمیة'' کے یہ چھ معانی امام بخاری نے بیان کیے ہیں' اس کا ساتواں معنی ہے: ''حمی النهار'' دن گرم ہوا' ''حمی التنور'' تنور گرم ہوا' اس کا آٹھواں معنی ہے: ''حامیت علی ضیفی'' میں نے مہمان کے ساتھ محفل گرم کی' اس کا نواں معنی ہے: ''احتمیت من الطعام'' میں نے کھانا گرم کیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٣)

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٩٥' اور ١٦٩٤ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے ان حدیثوں کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ ان میں اہل حرب کے ساتھ مصالحت کی شرائط بیان کی گئی ہیں۔

٢٧٣٣ - وَقَالَ عُقَيْلٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ فَاَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ وَبَلَغَنَا اَنَّهُ لَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ يَرُدُّوْا اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا اَنْفَقُوْا عَلٰى مَنْ هَاجَرَ مِنْ اَزْوَاجِهِمْ وَحَكَمَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ اَنْ لَّا يُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ اَنَّ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَاَتَيْنِ قُرَيْبَةَ بِنْتَ اَبِيْ اُمَيَّةَ وَابْنَةَ جَرْوَلٍ الْخُزَاعِيِّ فَتَزَوَّجَ قُرَيْبَةَ مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ وَتَزَوَّجَ الْاُخْرٰى اَبُوْ جَهْمٍ فَلَمَّا اَبَى الْكُفَّارُ اَنْ يُقِرُّوْا بِاَدَاءِ مَا اَنْفَقَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ﴾ (الممتحنة:١١)

اور عقیل نے کہا از زہری' عروہ نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کا امتحان لیتے تھے اور ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ مشرکین کی طرف (وہ رقم) لوٹا دو جو انہوں نے ان عورتوں پر خرچ کی ہے' جنہوں نے اپنے شوہروں سے ہجرت کر لی ہے اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ تم بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو بیویوں کو طلاق دے دی' قریبہ بنت ابی امیہ کو اور جرول خزاعی کی بیٹی کو' قریبہ نے تو معاویہ بن ابی سفیان سے نکاح کر لیا اور دوسری سے ابوجہم نے نکاح کر لیا' پھر مسلمانوں نے جو اپنی بیویوں پر خرچ کیا تھا جب کافروں نے اس کو ادا کرنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور اگر تمہاری بیویوں

وَالْعَقْبُ مَا يُؤَدِّي الْمُسْلِمُوْنَ إِلَى مَنْ هَاجَرَتِ امْرَاتُهُ مِنَ الْكُفَّارِ فَأَمَرَ اَنْ يُّعْطِي مَنْ ذَهَبَ لَهُ زَوْجٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ مَا اَنْفَقَ مِنْ صَدَاقِ نِسَاءِ الْكُفَّارِ اللَّاتِيْ هَاجَرْنَ وَمَا نَعْلَمُ اَحَدًا مِّنَ الْمُهَاجِرَاتِ اِرْتَدَّتْ بَعْدَ اِيْمَانِهَا وَبَلَغَنَا اَنَّ اَبَا بَصِيْرِ بْنَ اَسِيْدٍ الثَّقَفِيَّ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا مُّهَاجِرًا فِي الْمُدَّةِ فَكَتَبَ الْاَخْنَسُ بْنُ شَرِيْقٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْاَلُهُ اَبَا بَصِيْرٍ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ.

میں سے کوئی تم سے چھوٹ کر کافروں کے پاس چلی جائے پھر (کفار سے) تم غنیمت حاصل کرلو۔ (الممتحنہ:١١) (یعنی اس مالِ غنیمت سے اپنا معاوضہ حاصل کرلو) اور معاوضہ یہ تھا کہ کفار کی جو بیویاں ہجرت کر کے مسلمانوں کے پاس آ جائیں تو مسلمان ان کافروں کو ان کا خرچ دیتے تھے' تو اللہ نے حکم دیا کہ مسلمانوں کی جو بیویاں (مرتد ہوکر) کافروں کے پاس چلی گئی ہیں' ان کے مہر اور نفقہ کے اخراجات کفار کی ان عورتوں کے مہر سے ادا کر دیئے جائیں جو ہجرت کر کے آ گئی ہیں (اور کسی مسلمان نے ان سے نکاح کرلیا ہے) اور ہمیں علم نہیں ہے کہ کوئی ہجرت کرنے والی عورت ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گئی ہو' اور ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت ابوبصیر بن اسید الثقفی ایمان لا کر نبی ﷺ کے پاس اس مدت میں ہجرت کر کے آئے' پس اخنس بن شریق نے نبی ﷺ کی طرف مکتوب لکھا' جس میں حضرت ابوبصیر (کی واپسی) کا سوال کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٧١٣ میں گزر چکی ہے۔

مدتِ صلح کے متعلق فقہاء کے مختلف اقوال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس سے پہلے طویل حدیث میں اہل حرب کے ساتھ صلح کا بیان کیا گیا ہے' صلح کی مدت میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ مدت دس سال سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے' امام شافعی اور جمہور فقہاء کا یہی مختار ہے' دوسرا قول ہے کہ دس سال سے زیادہ بھی صلح کی مدت مقرر کرنا جائز ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ صلح کی مدت چار سال سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے' چوتھا قول تین سال کا ہے اور پانچواں قول دو سال کا ہے۔

ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ کفار سے مالی فدیہ لے کر ان سے صلح کرنا جائز ہے یا ان کو مالی فدیہ دے کر بھی ان سے صلح کرنا جائز ہے' جب کہ اس صلح میں سے مسلمانوں کے حق میں خیر ہو' کفار سے جو مالی فدیہ لیا جائے گا' اس کو جزیہ کے مصارف میں خرچ کیا جائے گا۔

شرائط صلح کو لکھنا اور احتیاط اور مصلحت کے تقاضے سے مسلح کافروں کے ساتھ تصادم سے گریز کرنا و دیگر مسائل

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان چند شرائط پر صلح ہو تو ان شرائط کو لکھ لینا چاہیے اور ان پر گواہی قائم کر لینی چاہیے تا کہ اختلاف اور نزاع کی صورت میں تصفیہ ہو سکے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب راستہ میں کفار کا مسلح لشکر ہو تو اس کے ساتھ تصادم سے گریز کرنا چاہیے' اور دوسرا راستہ اختیار کر کے اس سے بچ نکلنا چاہیے' یہ بزدلی نہیں ہے بلکہ حکمت عملی ہے اور وقت کا تقاضا ہے' جس طرح جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ خالد بن ولید مسلح سواروں کے ساتھ راستہ میں کھڑے ہیں تو آپ نے دوسرا راستہ اختیار کرلیا۔

رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی القصواء کو جب مکہ کی طرف موڑا جاتا تو وہ بیٹھ جاتی اور جب دوسری طرف موڑا جاتا تو وہ چل پڑتی جیسا کہ ابرہہ کے ہاتھیوں کے ساتھ ہوا تھا' اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس اونٹنی کو اس ذات نے بٹھا دیا ہے جس نے ہاتھیوں کو بٹھا دیا تھا' اس واقعہ میں سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کی علامت ہے۔

جب سہیل بن عمرو کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملہ کو سہل کر دیا ہے' اس میں کسی لفظ کو سن کر اس سے نیک فال نکالنے کا ثبوت ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ جب فریق مخالف سے کسی شرط پر صلح ہو اور وہ فریق اس شرط کو واپس لے لے تو دوسرے فریق پر بھی اس شرط کی پابندی لازم نہیں ہے' جس طرح مشرکین نے حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کی کارروائی کے بعد یہ شرط واپس لے لی کہ اب جو مکہ سے مسلمان ہو کر مدینہ آئے تو مسلمانوں پر اس کو واپس کرنا لازم نہیں ہے۔

حضرت عمر کا دب کر صلح کرنے سے اضطراب اور حضرت ابوبکر کا اطمینان

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ اگر دین کا یا کوئی علمی مسئلہ سمجھ میں نہ آئے تو اس کے متعلق بار بار سوال کرنا اور بحث اور معارضہ کرنا جائز ہے' جب کہ نیت صرف مسئلہ سمجھنے کی ہو' ضد' عناد اور ہٹ دھرمی کی نیت نہ ہو جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صلح کی شرائط کے متعلق یہ سمجھنا چاہا تھا کہ آخر ہم مشرکین سے دب کر کیوں صلح کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خلجان کو دور کرنے کے لیے نبی ﷺ سے بھی سوالات کیے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی سوالات کیے اور حضرت ابوبکر نے بالکل وہی جوابات دیئے جو رسول اللہ ﷺ نے دیئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سوچ اور فکر واحد تھی بلکہ حضرت ابوبکر کا ذہن رسول اللہ ﷺ کے ذہن کا عکس تھا اور آپ کے فیضان سے مستفید تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بحث اور تکرار کی تلافی کے لیے بعد میں زیادہ نیک عمل کیے' اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو جب بھی ایسی صورت پیش آئے' مثلاً کسی مسئلہ کو سمجھنے کے لیے اپنے استاذ سے زیادہ بحث اور تکرار ہو تو اس کے تدارک کے لیے زیادہ نیک عمل کرنے چاہئیں۔

سربراہ کی حفاظت کے لیے مسلح گارڈ کو رکھنا اور صحابہ کی آپ سے محبت اور غیرت ایمانی اور آپ کے بلغم کی طہارت اور اس کا باعث شفاء ہونا

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے سر کے پاس دشمنوں سے آپ کی حفاظت کے لیے تلوار لیے کھڑے رہے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ سربراہِ ملک کی حفاظت کے لیے مسلح گارڈ کو کھڑا رکھنا چاہیے اور جب کوئی شخص سربراہ پر حملہ کرے تو وہ گارڈ اس کا ہر ممکن طریقہ سے دفاع کرے۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ عروہ بن مسعود جب آپ سے باتیں کرتے ہوئے اپنا ہاتھ آپ کی مبارک ڈاڑھی کی طرف بڑھاتا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ اس کے ہاتھ میں اپنی تلوار کی میان کا پچھلا حصہ مارتے' اس حدیث میں صحابہ کرام کی رسول اللہ ﷺ سے کمال محبت کا اور ان کی جاں نثاری اور غیرتِ ایمانی کا ثبوت ہے۔

اس میں یہ ذکر ہے کہ عروہ بن مسعود نے رسول اللہ ﷺ نے کہا: میں آپ کے ساتھ ایسے لوگ دیکھ رہا ہوں جو آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے' اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تو لات (بت) کی فرج چوس! کیا ہم آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول کی وجہ سے حضرت ابوبکر کو ملامت نہیں کی اور یہ نہیں فرمایا: تم نے فحش کلام کیا ہے اور گالی دی ہے اگر ان کا یہ کلام غلط ہوتا تو آپ ضرور اس سے منع فرماتے اور ان کو ملامت فرماتے' اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے گستاخوں کے ساتھ دورانِ معرکہ اس قسم کا سخت کلام کرنا جائز ہے' جس طرح جب ولید بن مغیرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں اس کو فرمایا: ''عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍO'' (القلم:۱۳) نہایت بدخو' ان سب کے بعد بداصلO اس سے معلوم ہوا کہ گستاخوں اور بدمذہبوں سے دورانِ جنگ اس قسم کا کلام کرنا جائز ہے۔

حضرت عمر اپنی ذہنی خلش کو دور کرنے کے لیے حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور حضرت ابوبکر نے وہی جواب دیئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوابات دیئے تھے' اس سے حضرت ابوبکر کی حضرت عمر پر فضیلت ظاہر ہوئی۔

صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کا بچا ہوا پانی لینے کے لیے ایک دوسرے سے جھگڑ پڑتے اور اس پانی کو اپنے چہروں اور بدن پر ملتے' اس سے صحابہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کا پتا چلتا ہے اور اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلغم تھوکتے تو صحابہ اس کو زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے' اس کو اپنے ہاتھوں پر لے لیتے اور اپنے منہ پر اور بدن پر ملتے' اس سے معلوم ہوا کہ بلغم طاہر ہے' عام آدمی کے تھوک اور بلغم سے کراہیت اور گھن آتی ہے' اگر آپ کا بلغم بھی عام آدمیوں کے بلغم کی طرح ہوتا تو صحابہ کیونکر اسے اپنے ہاتھوں پر لیتے اور چہروں پر ملتے' آپ کا بلغم بہت نفیس اور پاکیزہ تھا' نہایت خوشبودار تھا' عام آدمیوں کا تھوک بیماری کے جراثیم سے آلودہ اور بدبودار ہوتا ہے اور آپ کا لعاب اور بلغم مبارک شفاء کا سبب ہوتا ہے اور کتنے ہی مریضوں کو آپ کے لعاب سے شفاء حاصل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۵۔ ۲۴ ملخصاً وموضحاً' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦ - بَابُ الشُّرُوْطِ فِي الْقَرْضِ

قرض میں شرائط لگانا

اس باب میں قرض میں شرائط لگانے کا حکم بیان کیا ہے۔

٢٧٣٤ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ذَكَرَ رَجُلًا سَالَ بَعْضَ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَنْ يُّسْلِفَهٗ اَلْفَ دِيْنَارٍ فَدَفَعَهَا اِلَيْهِ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى.

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن ہرمز از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے ایک مرد کا ذکر کیا جس نے بنی اسرائیل کے کسی شخص سے یہ سوال کیا کہ وہ اسے ایک ہزار دینار قرض دے' اس نے ایک مدتِ معین تک کے وعدہ پر اس کو ایک ہزار دینار دیئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۸ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا' وَعَطَاءٌ اِذَا اَجَّلَهٗ فِي الْقَرْضِ جَازَ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عطاء نے کہا: جب قرض میں مدت کو مقرر کر لیا جائے تو جائز ہے۔

امام بخاری کا یہ قول اس حدیث کی وضاحت کے لیے ہے۔

١٧ - بَابُ الْمُكَاتَبِ وَمَا لَا يَحِلُّ مِنَ الشُّرُوْطِ الَّتِيْ تُخَالِفُ كِتَابَ اللّٰهِ تَعَالٰى

مکاتب کا بیان اور اس میں جو شرائط کتاب اللہ کے خلاف ہوں

اس باب میں مکاتب کا حکم بیان کیا گیا اور اس میں جو شرائط ناجائز ہیں' ان کا بیان ہے اور یہ اس سے پہلے اس باب میں گزر چکا ہے کہ مکاتب کی جو شرائط جائز ہیں۔

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فِي الْمُكَاتَبِ شُرُوْطُهُمْ بَيْنَهُمْ.

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا: مکاتب کی شرائط ان کے درمیان معتبر ہوتی ہیں۔

اس تعلیق کو سفیان ثوری نے ''کتاب الفرائض'' میں سند موصول کے ساتھ ذکر کیا ہے' اس کا معنی ہے: مکاتبین اور ان کے مالکان کے درمیان جو شرائط ہوں' وہ معتبر ہوتی ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اَوْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا كُلُّ شَرْطٍ خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَاِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ وَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يُقَالُ عَنْ كِلَيْهِمَا عَنْ عُمَرَ وَابْنِ عُمَرَ.

اور حضرت ابن عمر یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہر وہ شرط جو کتاب اللہ کے خلاف ہو' وہ باطل ہے خواہ وہ سو شرطیں لگائے اور امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: یہ اثر دونوں سے مروی ہے' حضرت عمر سے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۷۲۹' اور ۴۵۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۷۳۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ اَتَتْهَا بَرِيْرَةُ تَسْاَلُهَا فِيْ كِتَابَتِهَا فَقَالَتْ اِنْ شِئْتِ اَعْطَيْتُ اَهْلَكِ وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ لِيْ فَلَمَّا جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْهُ ذٰلِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَاعِيْهَا فَاَعْتِقِيْهَا فَاِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهٗ وَاِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از یحیٰی از عمرة از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اپنی مکاتبت (کی ادائیگی) کے متعلق سوال کرنے کے لیے آئیں' حضرت عائشہ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہارے مالکوں کو (مکاتبت کی رقم) عطاء کردوں اور وَلاء میرے لیے ہوگی' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم بریرہ کو خرید لو اور اس کو آزاد کردو' وَلاء صرف اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرتا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے' پس آپ نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں' جس نے ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں ہے' وہ اس کے لیے نہیں ہوگی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مکاتب کی ان شرائط کا ذکر ہے' جو کتاب اللہ کے خلاف ہیں۔

۱۸ - بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْاِشْتِرَاطِ وَالثُّنْيَا فِي الْاِقْرَارِ وَالشُّرُوْطِ الَّتِيْ يَتَعَارَفُهَا النَّاسُ بَيْنَهُمْ وَاِذَا قَالَ مِائَةٌ اِلَّا وَاحِدَةً اَوْ ثِنْتَيْنِ

اقرار میں شرط لگانے یا استثناء کرنے کا جواز اور ان شرطوں کا جواز جو لوگوں کے درمیان متعارف ہوں اور جب کسی شخص نے کہا: (مجھ پر فلاں کے) ایک سو (درہم) ہیں' مگر ایک یا دو

وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ رَجُلٌ

اور ابن عون نے کہا از ابن سیرین: کسی شخص نے اونٹ والے

لِكَرِيِّهِ اَدْخِلْ رِكَابَكَ فَإِنْ لَّمْ اَرْحَلْ مَعَكَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا فَلَكَ مِائَةُ دِرْهَمٍ فَلَمْ يَخْرُجْ فَقَالَ شُرَيْحٌ مَنْ شَرَطَ عَلٰى نَفْسِهٖ طَائِعًا غَيْرَ مُكْرَهٍ فَهُوَ عَلَيْهِ.

سے کہا: تو اپنے اونٹ اندر لا کر باندھ دے اگر میں فلاں فلاں دن تمہارے ساتھ نہ جا سکا تو میں تم کو سو درہم دوں گا' پھر وہ اس دن نہ جا سکا تو قاضی شریح نے کہا: جس نے اپنی خوشی سے اپنے اوپر کوئی شرط لگائی جب کہ اس پر جبر نہیں کیا گیا تھا تو وہ شرط اس کو پوری کرنی ہو گی۔

اس اثر میں ''کری'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کرائے کے اونٹ' اور اس میں ''رکاب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ اونٹ جس پر سفر کیا جاتا ہے' اس مسئلہ میں علماء نے قاضی شریح سے اختلاف کیا ہے اور اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۹-۲۸)

وَقَالَ اَيُّوْبُ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ اَنَّ رَجُلًا بَاعَ طَعَامًا وَقَالَ اِنْ لَّمْ اٰتِكَ الْاَرْبِعَاءَ فَلَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بَيْعٌ فَلَمْ يَجِئْ فَقَالَ شُرَيْحٌ لِلْمُشْتَرِيْ اَنْتَ اَخْلَفْتَ' فَقَضٰى عَلَيْهِ.

اور ایوب نے کہا از ابن سیرین' وہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے غلہ فروخت کیا اور خریدار نے کہا: اگر میں تمہارے پاس بدھ کے دن تک نہ آ سکا تو میرے اور تمہارے درمیان بیع باقی نہیں رہے گی' پس وہ نہیں آیا تو شریح نے خریدار سے کہا: تم نے وعدہ خلافی کی ہے اور اس کے خلاف فیصلہ کیا۔

یہ شرط قاضی شریح کے نزدیک جائز ہے' اور امام ابوحنیفہ' امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے' امام مالک' امام شافعی اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ بیع صحیح ہے اور شرط باطل ہے' اس تعلیق کو بھی امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۹)

٢٧٣٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ' عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کے ننانوے نام ہیں' ایک کم سو' جس نے ان کا شمار کر لیا' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

[اطراف الحدیث: ۶۴۱۰-۷۳۹۲] (صحیح مسلم: ۲۶۷۷' الرقم المسلسل: ۶۷۰۴' سنن ترمذی: ۳۵۰۸' سنن ابن ماجہ: ۳۸۶۱' شعب الایمان: ۱۰۲' کتاب الدعا للطبرانی: ۱۰۹' مسند الحمیدی: ۱۱۳۰' کتاب الاسماء والصفات ص ۴' سنن کبریٰ: ۷۶۵۹' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۸' مسند احمد: ۷۵۰۲- ج ۱۲ ص ۴۶۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء کا بیان اور ان اسماء کی روایت کی تحقیق

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں' جس نے ان کو شمار کر لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا (وہ یہ ہیں): ''هو الله الذى لا اله الا هو الرحمن الرحيم' الملك' القدوس' السلام' المؤمن' المهيمن' العزيز' الجبار' المتكبر' الخالق' البارئ' المصور' الغفار' القهار' الوهاب' الرزاق' الفتاح' العليم' القابض' الباسط' الخافض' الرافع' المعز' المذل' السميع' البصير' الحكم' العدل' اللطيف'

الخبیر' الحلیم' العظیم' الغفور' الشکور' العلی' الکبیر' الحفیظ' المقیت' الحسیب' الجلیل' الکریم' الرقیب' المجیب' الواسع' الحکیم' الودود' المجید' الباعث' الشھید' الحق' الوکیل' القوی' المتین' الولی' الحمید' المحصی' المبدئ' المعید' المحیی' الممیت' الحی' القیوم' الواجد' الماجد' الواحد' الصمد' القادر' المقتدر' المقدم' المؤخر' الاوّل' الاٰخر' الظاھر' الباطن' الوالی' المتعالی' البرّ' التواب' المنتقم' العفو' الرؤوف' مالك الملك' ذوالجلال والاکرام' المقسط' الجامع' الغنی' المغنی' المانع' الضار' النافع' النور' الھادی' البدیع' الباقی' الوارث' الرشید' الصبور ''۔(سنن ترمذی:٣٥٠٧' دارالمعرفہ بیروت' ١٤٢٣ھ)

اس حدیث کو روایت کر کے امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حسن غریب ہے' ہمیں یہ حدیث از صفوان بن صالح سے ایک سے زیادہ نے روایت کی ہے اور ہم اس حدیث کو صرف صفوان بن صالح سے پہچانتے ہیں اور وہ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

یہ حدیث از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہے' جن حدیثوں میں اسماء کا ذکر ہے' ان میں سے اکثر روایات کی ہمیں سند صحیح کا علم نہیں ہے۔

اس حدیث کی آدم بن ابی ایاس نے متعدد سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس میں اسماء کا ذکر کیا ہے' اس کی سند صحیح نہیں ہے۔(سنن ترمذی:٣٤٩٠' دارالمعرفہ بیروت' ١٤٢٣ھ)

ننانوے اسماء میں حصر نہیں ہے' ان کے علاوہ اور بھی اسماء الٰہیہ ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے دیگر اسماء کی نفی نہیں ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! میں تجھ سے تیرے ہر اس اسم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں جس کا تو نے خود نام رکھا ہے' یا جس اسم کو تو نے اپنی کتابوں میں نازل کیا ہے' یا جس اسم کی تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو تعلیم دی ہے یا جس اسم کو تو نے اپنے اس علمِ غیب میں خاص کر لیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی: اے اللہ! میں تیرے اسماءِ حسنیٰ کے وسیلہ سے سوال کرتی ہوں! خواہ تیرے وہ اسماء ہمیں معلوم ہوں یا معلوم نہ ہوں' اور میں تیرے اس عظیم' اعظم' کبیر' اکبر اسم کے وسیلہ سے دعا کرتی ہوں' جس کے وسیلہ سے تو دعا قبول کرتا ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے صحیح دعا کی' تم نے صحیح دعا کی۔

اور ان ننانوے اسماء کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہ بہت مشہور اسماء ہیں اور ان کے معانی بہت واضح ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں اور ایک کم سو اسماء ہونے اور پورے سو نہ ہونے کی توجیہ

اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات کی معرفت توقیفی ہے' جن کا علم وحی اور سنت سے ہوتا ہے اور ہمارے لیے ان میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ہم اپنی منتہاءِ عقل اور مبلغ علم سے ان کی طرف ہدایت نہیں پا سکتے اور بغیر اذنِ شرع کے اللہ تعالیٰ پر کسی اسم کے اطلاق سے ہمیں منع کر دیا گیا ہے' خواہ اس کو عقل اور قیاس جائز قرار دے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ایک کم سو اسماء فرمانے کی کیا وجہ ہے اور پورے سو اسماء کیوں نہیں فرمائے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ سو کا عدد جفت ہے اور ننانوے کا عدد طاق ہے اور طاق کا عدد جفت سے افضل ہے' اسی وجہ سے حدیث میں ہے کہ بے شک اللہ وتر ہے اور

وتر کو پسند فرماتا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مکمل اسماء سو ہیں اور ہم کو ان میں سے صرف ننانوے پر مطلع فرمایا ہے اور ایک اسم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر لیا ہے اور اس پر کسی کو مطلع نہیں فرمایا اور وہی اسم اعظم ہے۔

''احصاء'' کے معانی اور ان اسماء کی معرفت سے جنت میں داخل ہونے کی توجیہ

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: جس نے ان اسماء کا شمار کر لیا' اس حدیث میں ''احصاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جس نے ان اسماء کا شمار کر کے پورا پڑھ لیا ہے' یعنی ان اسماء میں سے صرف بعض کو پڑھ کر صرف ان ہی پر اقتصار نہیں کیا' بلکہ تمام اسماء کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی' ''احصاء'' کا دوسرا معنی ہے: جو ان اسماء کی طاقت رکھے' یعنی جو ان اسماء کے معانی پر غور کرے اور ان کے تقاضے پر عمل کرے اور ان کی صفات سے خود کو متصف کرے' مثلاً جب رزاق کا اسم پڑھے تو لوگوں کو رزق دے اور ''احصاء'' کا تیسرا معنی ہے: تعقل کرنا یعنی جو شخص ان تمام اسماء کا تعقل کرے اور ان کے معانی کے علم کا احاطہ کرے۔ ''احصاء'' کا چوتھا معنی ہے: جو ان اسماء کی معرفت حاصل کرے اور ان اسماء کی معرفت وہی حاصل کرے گا' جو مؤمن ہو گا اور مؤمن بہر حال جنت میں داخل ہو گا۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: جس نے قرآن مجید کو پڑھا حتیٰ کہ اس کو پورا ختم کر لیا تو وہ جنت میں داخل ہو گا کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء مذکور ہیں۔اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ایک حدیث میں مذکور ہے: جس نے ان اسماء کو حفظ کر لیا' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۱-۳۰ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کے اسماء کے متعلق ہم نے الاعراف: ۱۸۰' تبیان القرآن ج ۴ ص ۴۳۲-۴۲۴ میں زیادہ تفصیل سے بحث کی ہے' اس بحث کے عنوان درج ذیل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کا معنی (۲) اسم مسمّٰی کا عین ہے یا غیر (۳) اللہ تعالیٰ کے اسماء کے توقیفی ہونے کی تحقیق (۴) اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء کی تفصیل (۵) اسم اعظم کی تحقیق (۶) الحاد کا معنی (۷) اللہ تعالیٰ کے اسماء میں الحاد کی تفصیل (۸) اللہ تعالیٰ کے اسماء کے توقیفی ہونے پر مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات۔

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۶۸۵- ج ۷ ص ۴۵۵-۴۴۹ پر مذکور ہے' اس میں بھی یہی عنوانات ہیں' تاہم تبیان القرآن میں زیادہ تفصیل ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ عدم مطابقت

اس باب کا عنوان ہے: اقرار میں شرط اور استثناء کا ذکر کرنا' اور جو شرطیں لوگوں کے درمیان متعارف ہیں اور جب کوئی شخص کہے: مجھ پر سو (دراہم لازم ہیں) مگر ایک یا دو۔ جب کہ اس حدیث میں اقرار کا ذکر ہے نہ شرط کا' صرف یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں ایک کم سو' اور صرف ان الفاظ کی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں روایت کر دی ہے ورنہ اس حدیث کی عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

١٩ - بَابُ الشُّرُوطِ فِي الْوَقْفِ
وقف کی شرائط

اس باب میں وقف کی شرائط کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

٢٧٣٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ أَنْبَأَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ بْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ انصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی'

الْخَطَّابِ اَصَابَ اَرْضًا بِخَيْبَرَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاْمِرُهُ فِيهَا فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَصَبْتُ اَرْضًا بِخَيْبَرَ لَمْ اُصِبْ مَالًا قَطُّ اَنْفَسَ عِنْدِيْ مِنْهُ فَمَا تَاْمُرُنِيْ بِهٖ؟ قَالَ اِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ اَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا قَالَ فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ اَنَّهٗ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ وَتَصَدَّقَ بِهَا فِي الْفُقَرَاءِ وَفِي الْقُرْبٰى وَفِي الرِّقَابِ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَالضَّيْفِ لَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَّلِيَهَا اَنْ يَّاْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَيُطْعِمَ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ قَالَ فَحَدَّثْتُ بِهٖ ابْنَ سِيْرِيْنَ فَقَالَ غَيْرَ مُتَاَثِّلٍ مَالًا.

انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں زمین ملی' وہ اس زمین کے متعلق مشورہ کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پس کہا: یارسول اللہ! خیبر میں مجھے ایسی زمین ملی ہے کہ ویسا نفیس مال مجھے کبھی نہیں ملا' سو آپ مجھے اس کے متعلق کیا مشورہ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اصل زمین کو اپنی ملکیت میں باقی رکھ کر اس کی پیداوار کو صدقہ کر دو۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر حضرت عمر نے اس کو صدقہ کر دیا کہ اس زمین کو فروخت کیا جائے گا نہ ہبہ کیا جائے گا' نہ اس کا وارث بنایا جائے گا اور اس کی پیداوار کو فقراء میں اور قرابت داروں میں اور غلاموں کو آزاد کرنے میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں میں اور مہمانوں (کے خرچ) میں صدقہ کر دیا اور جو شخص اس زمین کا متولی ہو' اس پر اس زمین سے دستور کے مطابق کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور وہ مال جمع کیے بغیر اس زمین میں سے کھائے۔ راوی نے کہا: میں نے یہ حدیث ابن سیرین کو بیان کی تو انہوں نے کہا: وہ مال جمع کرنے والا نہ ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۱۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں وقف کی شرائط کا ذکر ہے۔

''کتاب الشروط'' کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! آج ۱۲ شعبان ۱۴۲۹ھ/ ۱۵ اگست ۲۰۰۸ء بہ روز جمعہ ''کتاب الشروط'' کی تکمیل ہو گئی۔
اے مالک الملک! جس طرح آپ نے یہاں تک پہنچا دیا ہے' صحیح البخاری کی باقی کتب اور ابواب کو بھی مکمل فرما دے۔
''کتاب الشروط'' میں سینتالیس احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں سے پانچ خالص احادیث ہیں' باقی مکررات ہیں اور ستائیس تعلیقات ہیں اور گیارہ آثار صحابہ ہیں۔

۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۵۵- کِتَابُ الْوَصَایَا

وصیتوں کا بیان

اس کتاب میں وصیتوں کے احکام بیان کیے گئے ہیں' اس کتاب کے عنوان میں "وصایا" کا لفظ ہے اور یہ وصیت کی جمع ہے' کہا جاتا ہے: فلاں شخص کے لیے اتنے مال کی وصیت کی یعنی اس نے اپنے مال میں سے اتنا مال اس کو دینے کے لیے مقرر کر دیا' جس کے لیے وصیت کی جائے اس کو موصیٰ لہٗ کہتے ہیں اور جس کو کسی وصیت کا ذمہ دار بنایا جائے اس کو وصی کہتے ہیں۔ شریعت میں ممنوعات سے سختی سے منع کرنے کو اور مامورات پر برانگیختہ کرنے کو بھی وصیت کہتے ہیں۔

۱ - بَابُ الْوَصَایَا وَقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَّةُ الرَّجُلِ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ

باب الوصایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ مرد کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی ہونی چاہیے

اس باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ مرد کے پاس اس کی وصیت لکھی ہوئی ہونی چاہیے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَ ا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ○فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ○فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○﴾ (البقرۃ: ۱۸۰_۱۸۲) ﴿جَنَفًا﴾ مَيْلًا ﴿مُتَجَانِفٌ﴾ (المائدۃ: ۳) مَائِلٌ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جب تم میں سے کسی کو موت آئے (سو) اگر اس نے مال چھوڑا ہے (تو) اس پر ماں باپ اور رشتہ داروں کے لیے دستور کے موافق وصیت کرنا فرض کیا گیا ہے' یہ پرہیزگاروں پر حق ہے○ سو جس نے وصیت کو سننے کے بعد اس کو تبدیل کیا تو اس کا گناہ صرف تبدیل کرنے والوں پر ہے' بے شک اللہ سب کچھ سننے والا بہت جاننے والا ہے○ پھر جس کو وصیت کرنے والے سے بے انصافی یا گناہ کا خوف ہو' پس وہ ان کے درمیان صلح کرا دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○ (البقرۃ: ۱۸۲_۱۸۰) "جنفا" کا معنی بے انصافی ہے اور "متجانف" کا معنی ہے: بے انصافی کرنے والا' "مائل" کا معنی ہے: جھکنے والا۔

وصیت کی اقسام

علامہ شامی نے وصیت کی حسب ذیل چار اقسام بیان کی ہیں:

(۱) واجب: انسان اللہ تعالیٰ کے جن حقوق کو ادا نہیں کر سکا' ان کی وصیت اس پر کرنا واجب ہے' مثلاً جن سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی' یا حج نہیں کیا تو ان کے متعلق وصیت کرے' یا اس سے نمازیں اور روزے چھوٹ گئے جن کی قضا نہیں کی' ان کے فدیہ کے متعلق وصیت کرے' اسی طرح انسان بندوں کے جن حقوق کو ادا نہیں کر سکا' ان کے متعلق وصیت کرے مثلاً کسی کا قرض دینا ہے جس کا کسی کو پتا نہیں' کسی کی امانت لوٹانی ہے تو اس کی وصیت کرے' یہ وصیت واجب ہے۔

(۲) مستحب: دینی مدارس' مساجد' علماء' دینی طلبہ' غریب رشتہ داروں اور دیگر اُمورِ خیر کے لیے وصیت کرنا مستحب ہے۔

(۳) مباح: امیر رشتہ داروں اور دنیاداروں کے لیے وصیت کرنا مباح ہے۔

(۴) مکروہ: فاسقوں اور فاجروں کے لیے وصیت کرنا مکروہ ہے۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۴۱۵' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

وصیت کی شرائط اور رکن

(۱) وصیت کرنے والا مالک بنانے کا اہل ہو' اس لیے نابالغ' مجنون اور مکاتب کی وصیت صحیح نہیں ہے۔

(۲) وصیت کرنے والے کے ترکہ پر قرض محیط نہ ہو کیونکہ قرض کی ادائیگی وصیت پر مقدم ہے۔

(۳) جس کے لیے وصیت کی جائے وہ وصیت کے وقت زندہ ہو' خواہ تحقیقاً یا تقدیراً (جیسے حاملہ کے پیٹ میں بچہ کے لیے وصیت کی جائے)۔

(۴) جس کے لیے وصیت کی جائے' وہ وارث نہ ہو۔

(۵) جس کے لیے وصیت کی جائے وہ قاتل ہو' خواہ قتل عمد ہو یا قتل خطاء' البتہ قتل بالسبب وصیت کے منافی نہیں ہے۔

(۶) جس چیز کی وصیت کی ہو' وہ تملیک کے قابل ہو' خواہ وہ اس وقت موجود ہو یا اس کا وجود بعد میں ہو' مثلاً ایک سال یا ہمیشہ کے لیے باغ یا درخت کے پھلوں کی وصیت کی جائے۔

(۷) کل ترکہ کے تہائی مال میں وصیت کی جائے۔

وصیت کا رکن یہ ہے کہ وصیت کرنے والا کہے: میں نے فلاں چیز کی فلاں شخص کے لیے وصیت کی ہے۔

(در مختار علیٰ حامش رد المحتار ج ۵ ص ۴۱۶-۴۱۵' دار احیاء التراث العربی بیروت)

ورثاء کے لیے وصیت کا منسوخ ہونا اور غیر ورثاء کے لیے تہائی مال کی وصیت کا استحباب

امام بخاری نے البقرہ: ۸۲-۸۰ کو ذکر کیا ہے' اس سے بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وصیت کرنا فرض ہے' تاہم جمہور علماء اور اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیتیں میراث کی آیتوں سے منسوخ ہیں' کیونکہ والدین اور دیگر رشتہ داروں کے حصے اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرما دیئے' اس لیے ان کے متعلق وصیت کرنے کا وجوب اب منسوخ ہو گیا' حدیث میں ہے:

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے' سو وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔ (الحدیث)

(جامع ترمذی ص ۳۰۸' نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

وصیت کے دیگر احکام

اگر تمام وارث تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنے کی اجازت دیں تو یہ جائز ہے کیونکہ تہائی مال کی حد ورثاء کا حق محفوظ کرنے کے لیے قائم کی گئی ہے سو اگر ورثاء خود اپنے حق سے دستبردار ہو رہے ہوں تو پھر تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے البتہ اگر ورثاء چاہیں تو جائز ہے۔ (سنن دار قطنی ج ۴ ص ۱۵۲ نشر السنۃ ملتان)

اگر کوئی شخص کسی وارث کو محروم کر دے یا کسی شخص کے لیے اس قدر زیادہ وصیت کرے جس سے دوسرے حق داروں کے حصوں میں کمی ہو تو وہ شخص گناہ گار ہوگا' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک مرد اور عورت ساٹھ سال تک عبادت کرتے رہتے ہیں' پھر ان کو موت آ جاتی ہے اور وہ وصیت میں (کسی کو) ضرر پہنچاتے ہیں تو ان کے لیے دوزخ واجب ہو جاتی ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۴۰' مطبع مجتبائی پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

۲۷۳۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَاحَقُّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ لَهٗ شَيْءٌ يُوْصِي فِيْهِ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ اِلَّا وَوَصِيَّتُهٗ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ تَابَعَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس کوئی وصیت کے لائق چیز ہو اور وہ اس میں وصیت کرنا چاہتا ہو اس کے لیے وصیت لکھے بغیر دو راتیں گزارنا بھی جائز نہیں ہے۔ محمد بن مسلم نے امام مالک کی متابعت کی ہے از عمرو از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(صحیح مسلم: ۱۶۲۷' الرقم المسلسل: ۴۰۹۵' سنن ابوداؤد: ۲۸۶۲' حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۳۵۲' سنن بیہقی ج ۱ ص ۲۷۲-۲۷۱' شرح السنۃ: ۱۴۵۷' مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۹۳۰- ج ۱۰ ص ۱۵۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

وصیت کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں وصیت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے' علماء غیر مقلدین نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ وصیت کرنا واجب ہے' زہری نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وصیت کو واجب فرمایا ہے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔

ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ وصیت کرنا واجب نہیں ہے' خواہ وصیت کرنے والا امیر ہو یا فقیر ہو' یہ نخعی' شعبی' ثوری' امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے' نخعی اور شعبی نے کہا ہے کہ والدین اور رشتہ داروں کے لیے وصیت کرنا مستحب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۷۳۹ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابو بکیر نے حدیث بیان

الْجُعْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْاِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ خَتَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخُوْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهِ دِرْهَمًا وَّلَا دِيْنَارًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَةً وَّلَا شَيْئًا اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهٗ وَاَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً. [اطراف الحدیث: ۲۸۷۳-۲۹۱۲-۳۰۹۸-۴۴۶۱] (سنن نسائی: ۳۵۹۸-۳۵۹۷-۳۵۹۶)

کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر بن معاویہ الجعفی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحٰق نے حدیث بیان کی از عمرو بن الحارث جو (رشتہ میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر نسبتی تھے حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت کوئی درہم چھوڑا نہ دینار نہ غلام نہ باندی نہ کوئی اور چیز سوائے ایک سفید خچر کے اور ہتھیار کے اور زمین کے جن کو آپ نے صدقہ کر دیا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن الحارث البغدادی' یہ نیشاپور میں رہتے تھے اور ۲۶۵ھ میں فوت ہو گئے تھے (۲) یحییٰ بن ابی بکیر العبدی الکوفی' یہ کرمان کے قاضی تھے اور ۲۰۸ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) زہیر بن معاویہ (۴) ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی الکوفی (۵) عمرو بن الحارث بن ابی ضرار بن عائذ بن مالک بن خزیمہ' یہ المصطلق بن سعد بن کعب بن عمرو ہیں اور یہ حضرت جویریہ بنت الحارث بن ضرار کے بھائی ہیں اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اور ام المؤمنین ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۲-۴۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے' کیونکہ یہ باب الوصایا ہے اور اس حدیث میں وصیت کا کوئی ذکر نہیں ہے اور وفات کے وقت اپنے ترکہ کو صدقہ کرنے کا ذکر ہے' اور اس کا وصیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خچروں کی تفصیل

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید خچر کا ذکر ہے' آپ کے پاس چھ خچر تھے' ایک خچر سرخ رنگ کا تھا جس کا نام دُلدُل تھا' یہ آپ کو المقوقس نے ہدیہ کیا تھا' دوسرے خچر کا نام فِضہ تھا' یہ آپ کو فروۃ بن عمرو الجذامی نے ہدیہ کیا تھا' پس آپ نے وہ خچر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا تھا' تیسرا خچر آپ کے پاس دومۃ الجندلۃ کے صاحب نے بھیجا تھا' چوتھا خچر آپ کو ایلۃ کے بادشاہ نے بھیجا تھا' اس خچر کا نام ایلیہ تھا' امام مسلم نے کہا ہے کہ وہ خچر سفید تھا' پانچواں خچر آپ کو نجاشی نے بھیجا تھا اور چھٹا خچر آپ کو کسریٰ نے بھیجا تھا' یہ ثابت نہیں ہے۔ آپ کے خچروں میں سفید رنگ کا خچر صرف ایلیہ تھا' آپ کے بعد آپ کے خچروں میں سے جو باقی رہا وہ دلدل تھا' علماء نے کہا ہے کہ وہ آپ کے بعد کافی عرصہ باقی رہا حتیٰ کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رہا' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد وہ عبداللہ بن جعفر کے پاس رہا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیاروں کی تفصیل

اس حدیث میں آپ کے ہتھیاروں کا ذکر ہے یعنی لوہے کے وہ آلات جن سے قتال کیا جاتا ہے' ان کو سلاح کہتے ہیں' صرف تلوار کو بھی سلاح کہتے ہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: اس سے مراد تلواریں اور نیزے ہیں' آپ کے پاس دس تلواریں تھیں' ان میں سے مشہور ذوالفقار ہے۔ المراٰۃ میں مذکور ہے کہ آپ کے پاس ذوالفقار ہمیشہ رہی حتیٰ کہ آپ نے وفات سے پہلے وہ تلوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی' پھر وہ تلوار محمد بن الحنفیہ کی طرف منتقل ہو گئی پھر محمد بن عبداللہ بن الحسن بن الحسین رضی اللہ عنہم کی طرف منتقل ہو گئی اور آپ کے پاس پانچ نیزے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زمین کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کے پاس زمین تھی جس کو آپ نے صدقہ کر دیا تھا' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ زمین فدک کے باغات تھے جو کہ خیبر میں تھے' یہ باغات آپ نے اپنی صحت کے زمانہ میں صدقہ کیے تھے' اس کی طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اشارہ کیا ہے' جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے: آپ نے کسی چیز کی وصیت نہیں کی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۷۴۰ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ مُصَرِّفٍ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصٰى فَقَالَ لَا فَقُلْتُ كَيْفَ كُتِبَ عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ أَوْ أُمِرُوْا بِالْوَصِيَّةِ قَالَ أَوْصٰى بِكِتَابِ اللّٰهِ. [اطراف الحدیث: ۴۴۶۰-۵۰۲۲] [صحیح مسلم: ۱۶۳۴' الرقم المسلسل: ۴۱۱۸' سنن ترمذی: ۲۱۱۹' سنن نسائی: ۳۶۲۰' سنن ابن ماجہ: ۲۶۹۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن مغول نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں طلحہ بن مصرف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے سوال کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی تھی؟ انہوں نے کہا: نہیں! پس میں نے کہا: لوگوں پر کیسے وصیت فرض کی گئی ہے یا لوگوں کو کس طرح وصیت کا حکم دیا گیا ہے؟ انہوں نے بتایا: آپ نے کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت کی تھی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) خلاد بن یحییٰ بن صفوان ابومحمد السلمی' ان سے صرف امام بخاری روایت کرتے ہیں (۲) مالک بن مغول البجلی الکوفی' یہ ۱۵۹ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) طلحہ بن مصرف بن عمرو بن کعب الیامی' یہ ہمدان کے قبیلہ بنی یام سے ہیں' یہ ۱۱۲ھ میں فوت ہو گئے تھے (۴) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما' ان کا نام علقمہ بن خالد الاسلمی ہے' یہ اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصیت نہ کرنے کی توجیہ اور شیعہ کے مزعوم کا رد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ طلحہ بن مصرف نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے سوال کیا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی تھی؟ اس کا معنی ہے: کیا آپ نے مال کی وصیت کی تھی؟ انہوں نے کہا: نہیں! کیونکہ آپ نے مال نہیں چھوڑا تھا! پھر جب انہوں نے پوچھا کہ آپ نے لوگوں پر وصیت کیسے فرض کی تھی تو حضرت ابن ابی اوفی نے اس کا جواب دیا کہ آپ نے لوگوں کو کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت کی تھی۔

اس کی توجیہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ شیعہ یہ گمان کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف کی وصیت کی تھی' اس لیے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی نے کہا کہ آپ نے کسی کے لیے وصیت نہیں کی تھی' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود بھی اس کا رد فرمایا ہے' جب حضرت علی سے یہ سوال کیا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف آپ کے لیے کوئی وصیت کی تھی جو عام لوگوں کے لیے نہیں کی تھی؟ تو حضرت علی نے فرمایا: نہیں! اس ذات کی قسم جس نے دانے کو چیرا اور روح کو پیدا کیا' ہمارے پاس اللہ کی کتاب کے سوا اور کوئی چیز نہیں اور وہ جو اس صحیفہ میں ہے (یعنی دیت کے احکام)۔

حضرت علی رضی اللہ کے اس ارشاد سے شیعہ کی اکثر ان جھوٹی باتوں کا رد ہو جاتا ہے' جو انہوں نے حضرت علی کی خلافت بلا فصل کے متعلق گھڑلی ہیں۔

رہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین' آپ کے ہتھیار اور آپ کے خچر تو آپ نے ان کے متعلق کوئی ایسی وصیت نہیں کی جیسے لوگ اپنے اموال کے متعلق وصیت کرتے ہیں' کیونکہ آپ نے فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جائے گا' ہمارا جو بھی ترکہ ہے وہ صدقہ ہے' پس آپ نے جو کچھ بھی چھوڑا وہ صدقہ ہے' اس کے بعد مال کی قسم سے کوئی ایسی چیز نہیں رہی جس کی وصیت کی جا سکے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۱۱۴۔ ج ۴ ص ۵۲۶۔ ۵۱۹ پر مذکور ہے' اس شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصیت نہ کرنے پر سوالات کے جوابات (۲) احادیث اہل سنت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت اور وصیت کی نفی (۳) احادیث اہل تشیع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت اور وصیت کی نفی (۴) ''اھجر'' کی تحقیق (۵) حدیث قرطاس میں حضرت عمر پر حضور کا کہنا نہ ماننے کا اعتراض اور اس کے جوابات (۶) کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت علی کی خلافت کے بارے میں کچھ لکھوانا چاہتے تھے۔

۲۷۴۱ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ ذَكَرُوْا عِنْدَ عَائِشَةَ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ وَصِيًّا فَقَالَتْ مَتٰى اَوْصٰى اِلَيْهِ وَقَدْ كُنْتُ مُسْنِدَتَهٗ اِلٰى صَدْرِيْ اَوْ قَالَتْ حَجْرِيْ فَدَعَا بِالطَّسْتِ فَلَقَدِ انْخَنَثَ فِيْ حَجْرِيْ فَمَا شَعَرْتُ اَنَّهٗ قَدْ مَاتَ فَمَتٰى اَوْصٰى اِلَيْهِ.

[طرف الحدیث: ۴۴۵۹] (صحیح مسلم: ۱۶۳۶' الرقم المسلسل: ۴۱۲۲' سنن نسائی: ۳۶۲۴' سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۶' مسند احمد ج ۶ ص ۳۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن زرارہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے خبر دی از ابن عون از ابراہیم از الاسود' انہوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کیا کہ حضرت علی رضی اللہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) وصی تھے' تو حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ نے ان کی طرف کب وصیت کی' میرا سینہ آپ کی ٹیک تھا یا میری گود (آپ کی ٹیک تھی) آپ نے ایک طشت منگایا' پس تحقیق یہ ہے کہ آپ میری گود میں جھک گئے اور مجھے نہیں معلوم ہوا کہ آپ کی وفات ہو گئی ہے' تو آپ نے کب ان کے لیے وصیت کی تھی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عمرو بن زرارۃ بن واقد الکلابی نیشاپوری (۲) اسماعیل بن علیہ (۳) ابن عون' یہ عبد اللہ بن عون ہیں (۴) ابراہیم' یہ نخعی ہیں (۵) اسود' یہ اسود بن یزید ہیں' یہ ابراہیم نخعی کے ماموں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۴)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا انکار کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی طرف وصیت فرمائی۔

حضرت علی کے متعلق خلافت کی وصیت نہ ہونے پر دلائل

علامہ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ لکھتے ہیں:

شیعہ اور روافض نے بہت باطل اور جھوٹی احادیث گھڑی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ کو خلیفہ بنایا تھا اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ خبر متواتر ہے' حالانکہ یہ محض افتراء اور جھوٹ ہے' اگر اس میں سے کوئی چیز صحیح ہوتی تو صحابہ اس کا سقیفہ بنو ساعدہ میں ذکر کرتے

اور حضرت علی کی طرف رجوع کرتے' یا حضرت علی اپنی خلافت پر اس سے استدلال کرتے اور ان کے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ وہ اس پر خاموش رہتے کیونکہ یہ اللہ کا حق ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق ہے اور ان کا حق ہے اور تمام مسلمانوں کا حق ہے' پھر سب کو معلوم ہے کہ حضرت علی کا علم بہت عظیم تھا اور وہ دین میں بہت متصلب تھے اور ان کی شجاعت کا بھی یہ تقاضا تھا کہ وہ اللہ کے دین میں کسی سے نہ ڈرتے اور تقیہ نہ کرتے' جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کے خلاف تقیہ نہیں کیا' جب انہوں نے ان کی مخالفت کی تھی' پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور مسلمانوں نے اپنے اجتہاد سے حضرت علی کو خلیفہ بنا دیا تب بھی حضرت علی نے یہ نہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خلیفہ بنانے کی وصیت کی تھی اور نہ کسی اور نے ذکر کیا' اس سے یقینی طور معلوم ہو گیا کہ شیعہ اپنے دعویٰ میں کاذب ہیں۔ (المفہم ج ۴ ص ۵۵۷' دار ابن کثیر بیروت' ۱۴۲۰ھ)

٢ - بَابٌ اَنْ يَّتْرُكَ وَرَثَتَهُ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يَّتَكَفَّفُوا النَّاسَ

اپنے وارثوں کو مال دار چھوڑنا' اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں

ہاتھ پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھوکے ہوں اور اپنا پیٹ بھرنے کے لیے لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں اور اپنی ضروریات کے لیے لوگوں سے سوال کریں۔

٢٧٤٢ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ وَاَنَا بِمَكَّةَ وَهُوَ يَكْرَهُ اَنْ يَّمُوْتَ بِالْاَرْضِ الَّتِيْ هَاجَرَ مِنْهَا قَالَ يَرْحَمُ اللّٰهُ ابْنَ عَفْرَاءَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُوْصِيْ بِمَالِيْ كُلِّهٖ؟ قَالَ لَا قُلْتُ فَالشَّطْرُ؟ قَالَ لَا قُلْتُ الثُّلُثُ قَالَ فَالثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اِنَّكَ اَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَدَعَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ فِيْ اَيْدِيْهِمْ وَاِنَّكَ مَهْمَا اَنْفَقْتَ مِنْ نَّفَقَةٍ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ حَتَّى اللُّقْمَةُ الَّتِيْ تَرْفَعُهَا اِلٰى فِيْ امْرَاَتِكَ وَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّرْفَعَكَ فَيَنْتَفِعَ بِكَ نَاسٌ وَّيُضَرَّ بِكَ اٰخَرُوْنَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ يَوْمَئِذٍ اِلَّا ابْنَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از عامر بن سعد از حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری عیادت کرنے کے لیے آئے اور اس وقت میں مکہ میں تھا' اور آپ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ جو شخص سرزمین مکہ سے ہجرت کر چکا ہو' وہ مکہ میں فوت ہو جائے' آپ نے فرمایا: اللہ عفراء کے بیٹے پر رحم فرمائے! (یعنی سعید بن خولہ پر) میں نے پوچھا: یارسول اللہ! میں اپنے تمام مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے پوچھا: تو آدھے مال کی؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے پوچھا: تہائی مال کی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تہائی مال کی' تہائی مال بہت ہے' بے شک اگر تم اپنے وارثوں کو مال دار چھوڑ و تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو تنگ دست چھوڑو' وہ (اپنی ضروریات کے لیے) لوگوں کے سامنے اپنی ہتھیلیاں پھیلاتے رہیں اور بے شک تم جو بھی خرچ کرو گے تو وہ صدقہ ہے' حتیٰ کہ جو لقمہ اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں رکھتے ہو' اور عنقریب اللہ تمہارا درجہ بلند کرے گا' تم سے کچھ لوگ فائدہ حاصل کریں گے (یعنی مسلمان) اور دوسرے لوگوں کو تم سے نقصان ہو گا (یعنی کفار کو)' اور اس وقت ان کی صرف

ایک بیٹی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۵٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں وصیت کا ذکر ہے۔

۳ - بَابُ الْوَصِيَّةِ بِالثُّلُثِ — تہائی مال کی وصیت کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تہائی مال کی وصیت کرنا جائز ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا يَجُوزُ لِلذِّمِّيِّ وَصِيَّةٌ إِلَّا الثُّلُثَ.

اور حسن (بصری) نے کہا: ذمی کے لیے تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حسن بصری کی مراد یہ ہے کہ جب ذمی نے اپنے تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کی تو یہ جائز نہیں ہے' اور رہا مسلمان تو جب اس نے اپنے تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کی' پس اگر اس کے وارث نہ ہوں تو اس کی وصیت جائز ہے اور اگر اس کے وارث ہوں اور وہ اس وصیت کو جائز قرار دیں' پھر بھی وصیت جائز ہے اور اگر وہ اس کو مسترد کر دیں تو پھر وصیت باطل ہو جائے گی' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ صرف تہائی مال میں وصیت کرنا جائز ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام بخاری پر تعجب ہے کہ انہوں نے حسن بصری سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کو جائز نہیں قرار دیتے' حالانکہ امام بخاری کے نزدیک مسلمانوں کے لیے بھی اس کے تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے اور فقہاء احناف کے علاوہ دوسرے ائمہ کا بھی یہی مذہب ہے' علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام بخاری' حسن بصری کے قول سے فقہاء احناف کا رد کرنا چاہتے ہیں' میں کہتا ہوں کہ سبحان اللہ! حسن بصری کا قول فقہاء احناف پر کیسے حجت ہو سکتا ہے!

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۵۰)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ (المائدہ:٤٩).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ ان کے درمیان اس (قرآن) کے ساتھ فیصلہ کریں جس کو اللہ نے نازل کیا ہے۔ (المائدہ:۴۹)

امام بخاری نے اس آیت کو فقہاء احناف کا رد کرنے کے لیے لکھا ہے کہ جس نے تہائی مال سے زیادہ وصیت کی' اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے تجاوز کیا' جب کہ قرآن مجید میں یہ حکم نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے کو دیگر ورثاء کی حق تلفی کی وجہ سے منع فرمایا ہے اور فقہاء احناف تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے کو اس وقت جائز کہتے ہیں جب ورثاء نہ ہوں یا ورثاء ہوں اور اس وصیت کو جائز قرار دے دیں' سو یہ آیت امام بخاری کے مدعا پر دلالت نہیں کرتی۔

۲۷٤۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَوْ غَضَّ النَّاسُ إِلَى الرُّبُعِ لِاَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ اَوْ كَبِيرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے فرمایا: کاش! لوگ وصیت کو چوتھائی تک کم کر دیتے (تو اچھا ہوتا)' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تہائی' تہائی بہت ہے یا بڑا حصہ ہے۔

(صحیح مسلم:۱٦۲۹' الرقم المسلسل:۴۱۰۹' سنن نسائی:۳٦۳۴' سنن ابن ماجہ:۲۷۱۱' مسند الحمیدی:٦۷' سنن ابوداؤد:۲٦۱۰' مسند البزار:۱۰۸۴'

المنتقی: ۸۸۲' مسند احمد ج ا ص ۱۷۹' مسند احمد: ۱۵۴۶ - ج ۳ ص ۱۲۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس پر اجماع قائم ہے کہ تہائی مال کی وصیت کرنا جائز ہے' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پانچویں حصہ کی وصیت کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کی غنیمتوں کے پانچویں حصہ پر راضی ہے' قتادہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چوتھائی مال کی وصیت کی اور اسحاق نے کہا کہ سنت چوتھائی مال کی وصیت ہے' اسی طرح حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے' سوائے امام ابوحنیفہ' ان کے اصحاب اور شریک بن عبداللہ کے' علامہ عینی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' عبیدہ' مسروق اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا کسی کے لیے جائز نہیں ہے' خواہ اس کا کوئی وارث نہ ہو' امام مالک' امام شافعی' اوزاعی اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۵۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

٢٧٤٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ عَدِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ عَنْ هَاشِمِ بْنِ هَاشِمٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرِضْتُ فَعَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ لَّا يَرُدَّنِي عَلٰى عَقِبِيْ قَالَ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْفَعُكَ وَيَنْفَعُ بِكَ نَاسًا قُلْتُ أُرِيْدُ أَنْ أُوْصِيَ وَإِنَّمَا لِيَ ابْنَةٌ قُلْتُ أُوْصِيْ بِالنِّصْفِ قَالَ النِّصْفُ كَثِيْرٌ قُلْتُ فَالثُّلُثُ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ أَوْ كَبِيْرٌ فَأَوْصَى النَّاسُ بِالثُّلُثِ وَجَازَ ذٰلِكَ لَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریاء بن عدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مروان نے حدیث بیان کی از ہاشم بن ہاشم از عامر بن سعد از والد خود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں بیمار ہوگیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت کی' پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے الٹے پیر نہ لوٹا دے' آپ نے فرمایا: ہوسکتا ہے کہ اللہ تمہارا درجہ بلند فرمائے اور تم سے لوگوں کو نفع پہنچائے' میں نے عرض کیا کہ میں وصیت کرنا چاہتا ہوں اور میری صرف ایک بیٹی ہے' میں نے پوچھا: میں نصف مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نصف بہت زیادہ ہے' میں نے پوچھا: میں تہائی مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: تہائی مال بہت زیادہ ہے' یا فرمایا: بہت بڑا ہے' انہوں نے کہا کہ پھر لوگ بھی تہائی مال کی وصیت کرنے لگے اور یہ ان کے لیے جائز ہوگیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں تہائی مال کی وصیت کرنے کا ذکر ہے۔

٤ - بَابُ قَوْلِ الْمُوْصِيْ لِوَصِيِّهٖ تَعَاهَدْ وَلَدِيْ وَمَا يَجُوْزُ لِلْوَصِيِّ مِنَ الدَّعْوٰى

وصیت کرنے والے نے وصی سے کہا: میری اولاد کی حفاظت کرنا اور وصی کے لیے دعویٰ کرنا جائز ہے

یعنی وصیت کرنے والے نے وصی سے کہا: میری اولاد کے معاملات میں غور وفکر کرنا اور ان کے احوال کی خیر خبر رکھنا۔

٢٧٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلٰى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ مِنِّي فَاقْبِضْهُ إِلَيْكَ فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدٌ فَقَالَ ابْنُ أَخِي قَدْ كَانَ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ أَخِي وَابْنُ أَمَةِ أَبِي وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهِ فَتَسَاوَقَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ابْنُ أَخِي كَانَ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ احْتَجِبِي مِنْهُ لَمَّا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ فَمَا رَآهَا حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى.

حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از عروۃ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ وہ بیان کرتی ہیں کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت کی کہ زمعہ کی باندی کا بیٹا میرے نطفہ سے ہے' تم اس کے اوپر قبضہ کر لینا' پھر جب فتح مکہ کا سال آیا تو حضرت سعد نے اس لڑکے پر قبضہ کر لیا' پس کہا: یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے' اس نے مجھے اس کے متعلق وصیت کی تھی' پھر حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' پس کہا: یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے' اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے تو ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مقدمہ پیش کیا' پس حضرت سعد نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میرا بھتیجا ہے! میرے بھائی نے مجھے اس کے متعلق وصیت کی تھی' پھر حضرت عبد بن زمعہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (فیصلہ) فرمایا: اے عبد بن زمعہ! یہ تمہارا ہے' بچہ اس کا ہوتا ہے جس کے بستر پر ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں' پھر آپ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم اس سے پردہ کیا کرو' کیونکہ آپ نے اس میں عتبہ کی مشابہت دیکھی تھی' پھر زمعہ کے بیٹے نے حضرت سودہ کو نہیں دیکھا حتیٰ کہ وہ اللہ سے جا ملے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۵۳ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ عتبہ نے اپنے وصی یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ کہا تھا کہ میرے بیٹے کے نسب کی حفاظت کرنا۔

۵ - بَابُ إِذَا أَوْمَأَ الْمَرِيضُ بِرَأْسِهِ إِشَارَةً بَيِّنَةً جَازَتْ

جب مریض اپنے سر سے واضح اشارہ کرے تو یہ جائز ہے

٢٧٤٦ - حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ أَبِي عَبَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ يَهُودِيًّا رَضَّ رَأْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ فَقِيلَ لَهَا مَنْ فَعَلَ بِكِ أَفُلَانٌ أَوْ فُلَانٌ حَتّٰى سُمِّيَ الْيَهُودِيُّ فَأَوْمَأَتْ بِرَأْسِهَا فَجِيءَ بِهِ فَلَمْ يَزَلْ حَتّٰى اعْتَرَفَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُضَّ رَأْسُهُ بِالْحِجَارَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسان بن ابی عباد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا' اس سے پوچھا گیا: تمہارے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے یا فلاں نے؟ حتیٰ کہ اس یہودی کا نام لیا گیا تو اس لڑکی نے سر سے اشارہ کیا' پھر اس کو یہودی کو لایا گیا' اس سے مسلسل پوچھا گیا حتیٰ کہ اس نے اعتراف کر لیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے (اس کے سر کچلنے کا) حکم دیا تو پتھروں سے اس کا سر کچل دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۱۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں مریض کے سر سے واضح اشارہ کرنے کا ثبوت ہے۔

٦ - بَابٌ لَّا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔

٢٧٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ وَرْقَاءَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْمَالُ لِلْوَلَدِ وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ فَنَسَخَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ مَا أَحَبَّ فَجَعَلَ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ وَجَعَلَ لِلْأَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسَ وَجَعَلَ لِلْمَرْأَةِ الثُّمُنَ وَالرُّبُعَ وَلِلزَّوْجِ الشَّطْرَ وَالرُّبُعَ. [اطراف الحدیث: ۴۵۷۸-۶۷۳۹]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی از ورقاء از ابن ابی نجیح از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ مال اولاد کے لیے ہوتا تھا اور وصیت والدین کے لیے ہوتی تھی' پھر اس میں سے اللہ نے جو چاہا وہ منسوخ کر دیا' پس مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصوں کے برابر کر دیا' اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ کر دیا اور بیوی کے لیے (اولاد ہونے کی صورت میں) آٹھواں حصہ اور (اولاد نہ ہو تو) چوتھا حصہ کر دیا اور خاوند کے لیے (اولاد نہ ہو تو) نصف حصہ اور (اولاد ہو تو) چوتھائی حصہ کر دیا۔

باب مذکور کی حدیث کی دیگر کتب حدیث میں تخریج

حضرت ابوامامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر حق دار کا حق ادا کر دیا ہے' لہٰذا وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے' بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

(سنن ترمذی: ۲۱۲۱-۲۱۲۰' سنن ابوداؤد: ۳۵۶۵-۲۸۷۰' سنن ابن ماجہ: ۲۷۱۳' مسند احمد ج ۴ ص ۲۳۸-۱۸۷-۱۸۶' سنن بیہقی ج ۶ ص ۸۵-ص ۲۶۳-۲۶۴-۲۴۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۱۴۹' سنن دار قطنی ج ۴ ص ۹۸-۹۷-۷۰' مصنف عبدالرزاق: ۱۶۳۰۷-۱۶۳۰۷' مشکوٰۃ: ۳۰۷۴' مطالب: ۱۴۶۷' کنز العمال: ۴۶۰۵۷-۴۶۰۵۷' تاریخ بغداد ج ۶ ص ۳۳۷' کامل ابن عدی ج ۱ ص ۲۰۲)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن یوسف الفریابی (۲) ورقاء بن عمر بن کلیب ابو بشر الیشکری' یہ اصل میں خوارزم کے تھے' ایک قول یہ ہے کہ کوفہ کے تھے انہوں نے مدائن میں رہائش رکھی (۳) عبداللہ بن ابی نجیح (۴) عطاء بن ابی رباح (۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۵۴)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ والدین کے لیے وصیت منسوخ ہو گئی اور اس کے بدلہ ان کے لیے وراثت کا حصہ مقرر کر دیا گیا' اس سے معلوم ہوا کہ جب والدین کو وراثت مل گئی تو پھر ان کے لیے وصیت جائز نہیں اور جب والدین کے لیے وصیت جائز نہیں تو دیگر ورثاء کے لیے بہ طریق اولیٰ وصیت جائز نہیں ہے۔

آیا ورثاء وصیت کی اجازت دے کر رجوع کر سکتے ہیں یا نہیں؟

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے' حضرت ابوامامہ باہلی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے۔ الحدیث (سنن ترمذی: ۲۱۲۰)

فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ورثاء کے لیے وصیت جائز ہے اور ان کے لیے اس میں رجوع کا حق نہیں ہے' یہ عطاء' حسن بصری' ابن ابی لیلیٰ' زہری' ربیعہ اور اوزاعی کا قول ہے' اور دوسری جماعت نے کہا ہے کہ وہ اگر چاہیں تو اس میں رجوع کر سکتے ہیں' یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' شریح' حکم' طاؤس' ثوری' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد اور ابوثور کا قول ہے۔

امام مالک نے کہا ہے: جب ورثاء نے اس کی صحت کے زمانہ میں وصیت کی اجازت دے دی تو وہ اس وصیت سے رجوع کر سکتے ہیں' اور اگر انہوں نے اس کے مرض میں وصیت کی اجازت دی ہے اور اس وقت کہ جب ان کو مال سے محجوب کیا جائے تو یہ جائز ہے اور یہ اسحاق کا قول ہے۔

پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ وصیت کی ممانعت دوسرے ورثاء کی وجہ سے تھی' پس جب انہوں نے وصیت کی اجازت دے دی تو یہ وصیت جائز ہوگئی' اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک شخص پر کچھ لوگوں کا مال واجب ہو تو جب وہ لوگ اس کو قرض سے بری کر دیں تو وہ بری ہو جائے گا اور اس پر اتفاق ہے کہ جب کوئی شخص کسی اجنبی کے لیے تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرے اور ورثاء اس کی اجازت دے دیں تو یہ جائز ہے۔

جن لوگوں نے اس میں رجوع کو جائز قرار دیا ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ جس وقت انہوں نے اس وصیت کو جائز کہا تھا' اس وقت وہ اس مال کے مالک نہیں تھے' وہ اس مال کے مالک وصیت کرنے والے کی موت کے بعد ہوں گے اور کبھی وارث اس سے پہلے فوت ہو جاتا ہے اور وہ وارث نہیں ہوتا اور دوسرا وارث ہو جاتا ہے اور اس نے اجازت دی ہے' جس کا اس میں کوئی حق نہیں تھا' لہٰذا اس سے کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔

امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ جب وصیت کرنے والا تندرست تھا تو وہ اپنے پورے مال کا حق دار تھا کہ اس میں جو چاہے کرے' پس جب ورثاء نے اس کی صحت میں اجازت دے دی تو انہوں نے ایسی چیز کو ترک کر دیا جو ان کے لیے واجب نہیں تھی اور جب انہوں نے اس کے مرض میں اجازت دی ہے تو انہوں نے اپنے حق کو ترک کر دیا' اب ان کے لیے اس میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۱۲۱۔۱۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۷- بَابُ الصَّدَقَةِ عِنْدَ الْمَوْتِ — موت کے وقت صدقہ کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ موت کے وقت صدقہ کرنا جائز ہے' اگرچہ زندگی میں صدقہ کرنا افضل ہے۔

۲۷۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو اُسَامَةَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِيْحٌ حَرِيْصٌ تَاْمُلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از سفیان از عمارۃ از ابوزرعۃ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اس حال میں صدقہ کرو کہ تم تندرست

الْغِنٰی وَتَخْشَی الْفَقْرَ وَلَا تُمْهِلُ حَتّٰی اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ.

ہو' حریص ہو' تمہیں مال و دولت کی امید ہو اور تم کو فقر کا خطرہ ہو اور (صدقہ میں) ڈھیل نہ دیتے رہو' حتیٰ کہ جب تمہاری جان حلقوم تک پہنچ جائے تو پھر تم کہو کہ فلاں کے لیے اتنا ہے اور فلاں کے لیے اتنا ہے' اور اب تو یہ فلاں کے لیے ہو ہی جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۱۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں موت کے وقت صدقہ کرنے کا جواز بیان کیا گیا ہے۔

٨ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰی بِهَآ اَوْ دَيْنٍ﴾ (النساء:۱۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ تقسیم وصیت کو ادا کرنے کے بعد ہے جو وہ کر جاتا ہے یا قرض ادا کرنے کے بعد۔ (النساء:۱۱)

اس باب کے عنوان سے امام بخاری کی غرض اس پر استدلال کرنا ہے کہ مریض کے لیے قرض کا اقرار کرنا مطلقاً جائز ہے خواہ جس کے لیے اس نے اقرار کیا ہو' وہ اس کا وارث ہو یا اجنبی ہو۔

وَيُذْكَرُ اَنَّ شُرَيْحًا وَّعُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَطَاؤُسًا وَّعَطَاءً وَابْنَ اُذَيْنَةَ اَجَازُوْا اِقْرَارَ الْمَرِيْضِ بِدَيْنٍ.

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ شریح' عمر بن عبد العزیز' طاؤس' عطاء اور ابن اذینہ نے مریض کے قرض کے اقرار کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔

یہ تعلیق مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۳۶ (مجلس علمی' بیروت) میں مذکور ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ اَحَقُّ مَا تَصَدَّقَ بِهِ الرَّجُلُ اٰخِرَ يَوْمٍ مِّنَ الدُّنْيَا وَاَوَّلَ يَوْمٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ.

اور حسن بصری نے کہا: آدمی جس چیز کا دنیا کے آخری دن میں اور آخرت کے پہلے دن میں صدقہ کرے' وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین نے کہا: وارث کے لیے اقرار کرنا جائز نہیں ہے اور حسن بصری نے کہا: اس کی موت کے وقت جو اس کا دنیا میں آخری دن ہے اور آخرت کا پہلا دن ہے' اس دن وہ کسی کے لیے اقرار کرے تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔ اس تعلیق سے مقصود یہ ہے کہ مریض کا مرض موت میں اقرار کرنا تصدیق کے زیادہ لائق ہے اور اس کے نافذ کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول سنن دارمی: ۳۲۵۸ (دار المعرفہ' بیروت) میں مذکور ہے۔

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ وَالْحَكَمُ اِذَا اَبْرَاَ الْوَارِثَ مِنَ الدَّيْنِ بَرِئَ.

ابراہیم اور حکم نے کہا: جب وارث کو قرض سے بَری کر دیا تو وہ بَری ہو جائے گا۔

یعنی ابراہیم نخعی اور حکم بن عیینہ نے کہا: جب مریض نے وارث کو قرض سے بَری کر دیا تو وہ بَری ہو جائے گا۔

یہ تعلیق مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۵۲۷ (مجلس علمی' بیروت) میں مذکور ہے۔

وَاَوْصٰی رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ اَنْ لَّا تُكْشَفَ اِمْرَاَتُهُ الْفَزَارِيَّةُ عَمَّا اُغْلِقَ عَلَيْهِ بَابُهَا.

اور رافع بن خدیج نے یہ وصیت کی کہ فزاری عورت کے جس مال کا دروازہ بند کیا ہوا ہے' اس کو نہ کھولا جائے۔

اس تعلیق سے مقصود یہ ہے کہ کسی عورت کے خاوند کے فوت ہونے کے بعد اس سے تعرض نہ کیا جائے کیونکہ اس کے گھر میں جتنا

بھی مال ہے وہ اس عورت کا ہے خواہ اس کے خاوند نے اس کی شہادت نہ دی ہو گواہی اور اقرار کی اس وقت ضرورت ہوتی ہے جب یہ معلوم ہو کہ اس کے خاوند نے جب اس سے نکاح کیا تھا تو وہ فقیرہ اور تہی دست تھی اور اس کے گھر میں جو بھی مردوں کا مال اور اسباب ہے وہ اس کے خاوند کا ہے۔ امام مالک کا یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۵۷)

وَقَالَ الْحَسَنُ إِذْ قَالَ لِمَمْلُوْكِهِ عِنْدَ الْمَوْتِ قَدْ كُنْتُ أَعْتَقْتُكَ جَازَ.

اور حسن بصری نے کہا کہ جب کسی شخص نے موت کے وقت اپنے غلام سے کہا: میں تم کو آزاد کر چکا ہوں تو یہ جائز ہے۔

حسن بصری کا یہ قول ان کے اس قاعدہ کے مطابق ہے کہ مریض کا اقرار مطلقاً نافذ ہو جاتا ہے اور یہ اپنے اطلاق کی وجہ سے اس کو شامل ہے کہ وہ غلام اس کے تمام مال سے ہو اور دوسرے فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ وہ غلام صرف اس کے تہائی مال سے آزاد کیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ میں اس تعلیق کی حدیث موصول پر واقف نہیں ہو سکا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۱۹۷)

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ إِذَا قَالَتِ الْمَرْأَةُ عِنْدَ مَوْتِهَا إِنَّ زَوْجِيْ قَضَانِيْ وَقَبَضْتُ مِنْهُ جَازَ.

اور شعبی نے کہا: جب کسی عورت نے اپنی موت کے وقت کہا کہ میرے خاوند نے (میرا حق) ادا کر دیا تھا اور میں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا تو (یہ اقرار) جائز ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس کی توجیہ یہ ہے کہ اس عورت پر اس حالت میں جھوٹ کی تہمت نہیں لگائی جائے گی۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۱۹۷، دار المعرفہ بیروت)

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَا يَجُوْزُ إِقْرَارُهُ لِسُوْءِ الظَّنِّ بِهِ لِلْوَرَثَةِ ثُمَّ اسْتَحْسَنَ فَقَالَ يَجُوْزُ إِقْرَارُهُ بِالْوَدِيْعَةِ وَالْبِضَاعَةِ وَالْمُضَارَبَةِ.

(امام بخاری نے کہا:) اور بعض الناس (امام ابوحنیفہ) نے کہا: اس مرد کا (یعنی مریض کا) یہ اقرار جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے وارث اس پر بدگمانی کریں گے پھر انہوں نے اس کے قول کو مستحسن قرار دیا اور کہا: امانت بضاعت اور مضاربت کے متعلق اس کا قول جائز ہے۔

بضاعت کا معنی ہے: کسی نے کسی کو تجارت کے لیے رقم دی اور اس نے کہا: اس کا نفع میں رکھوں گا اور مضاربت کا معنی ہے: اس کا نفع دونوں میں تقسیم ہوگا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس تعلیق میں امام ابوحنیفہ پر طعن و تشنیع کی ہے اور اس قول میں ان کی بے ادبی مخفی نہیں ہے امام بخاری کا مطلب یہ ہے کہ اس قول سے اس مریض کے متعلق ورثاء یہ بدگمانی کریں گے کہ وہ دوسرے ورثاء کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس چیز پر بدگمانی کا اطلاق نہیں کیا جاتا اور فقہاء احناف نے یہ نہیں کہا ہے کہ اس مریض کا اقرار بعض وارثوں کی بدگمانی کی وجہ سے جائز نہیں ہے بلکہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ مریض کے اس اقرار کی وجہ سے بعض دوسرے وارثوں کو ضرر ہو گا جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کے لیے کسی قرض کا اقرار کرنا جائز ہے اور امام مالک کا مذہب بھی امام ابوحنیفہ کی طرح ہے اور علامہ رویانی شافعی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور قاضی شریح اور حسن بن صالح نے کہا ہے کہ بیوی کے مہر کے علاوہ مریض کا کسی وارث کے حق میں اقرار جائز نہیں ہے اور قاسم سالم اور سفیان ثوری نے کہا ہے کہ مریض کا وارث کے حق میں اقرار کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے اور علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ امام شافعی نے ان فقہاء کے قول کی طرف

رجوع کرلیا ہے اور یہی امام احمد کا قول ہے۔

امام بخاری پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس قول کی نسبت صرف امام ابوحنیفہ کی طرف کی ہے اور ان پر طعن اور تشنیع کی ہے حالانکہ یہ ان کا منفرد مذہب نہیں ہے بلکہ دیگر فقہاء کا بھی یہی قول ہے۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ پھر امام ابوحنیفہ نے استحسان سے اس اقرار کو جائز کہا ہے اور قرض کے اقرار میں اور امانت' بضاعت اور مضاربت کے اقرار میں فرق ظاہر ہے کیونکہ قرض کے اقرار کی بناء لزوم پر ہے اور ان چیزوں کے اقرار کی بناء امانت پر ہے اور لزوم اور امانت میں عظیم فرق ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۵۸-۵۷)

وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيْثِ.

اور تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: تم بدگمانی کرنے سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۶۷۲۴ پر مذکور ہے۔

امام بخاری کے خیال میں فقہاء احناف مریض کے اقرار کو اس لیے منع کرتے ہیں کہ اس کے ورثاء اس کے متعلق بدگمانی کریں گے' امام بخاری اپنے زعم میں ان کا رد کرتے ہیں کہ بدگمانی کرنے سے حدیث میں منع کیا گیا ہے' لہٰذا مریض کے اقرار کا اعتبار کرنا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء احناف مریض کے متعلق بدگمانی کی وجہ سے اس کے اقرار کو منع نہیں کرتے بلکہ اس لیے منع کرتے ہیں کہ جب مریض اپنے ترکہ میں سے کسی کے متعلق رقم دینے کا اقرار کرے گا تو اس سے اس کے وارثوں کو ضرر ہوگا۔

وَلَا يَحِلُّ مَالُ الْمُسْلِمِيْنَ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةُ الْمُنَافِقِ إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.

اور مسلمانوں کا مال (ناجائز کھانا) حلال نہیں ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: منافق کی نشانی یہ ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے۔

یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۳۴ پر مذکور ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو بھی اپنے اس مدعا کے ثبوت میں بیان کیا ہے کہ اگر مریض کسی کے حق یا اس کی رقم کا اقرار کرے تو یہ اقرار صحیح ہوگا کیونکہ اگر یہ اقرار صحیح نہ ہو تو جس شخص کا اس پر حق ہے' اس کے ساتھ خیانت ہوگی اور خیانت کرنا نفاق کی علامت ہے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے حق کا اقرار کرنا واجب ہے' لیکن امام بخاری کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ کسی کے حق کا اقرار کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب اس اقرار کی وجہ سے اس پر کوئی تہمت نہ ہو یا اس اقرار کی وجہ سے کسی کو ضرر نہ ہو جیسے کوئی شخص کسی اجنبی کے حق کا اقرار کرے' اور جب مریض کسی کے حق کا اقرار کرے گا تو اس سے وارثوں کو ضرر ہوگا اور مریض پر یہ تہمت ہوگی کہ وہ وارثوں کا حصہ کم کرنے کے لیے کسی کے حق کا اقرار کر رہا ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا﴾ (النساء: ۵۸) فَلَمْ يَخُصَّ وَارِثًا وَلَا غَيْرَهُ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کی امانتیں ادا کردو۔ (النساء: ۵۸) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وارث کا یا کسی اور کا استثناء نہیں کیا۔

امام بخاری نے اس آیت کے عموم سے بھی اس پر استدلال کیا ہے کہ مریض کے لیے کسی کے حق کا اقرار کرنا واجب ہے کیونکہ کسی کا حق اس کے پاس امانت ہے اور امانت والے کی امانت کو ادا کرنا واجب ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت واجب ہے کہ جب کسی کی امانت ادا کرنے سے دوسرے کو ضرر نہ ہو' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''لا ضرر ولا ضرار''۔
(سنن ابن ماجہ: ۲۳۴۰)

یعنی کوئی شخص کسی دوسرے کو کسی وجہ سے بھی ضرر نہ پہنچائے اور نہ فریقین میں سے کوئی فریق دوسرے کو ضرر پہنچائے۔

اور جب مریض اپنے ترکہ میں سے کسی کے حق کا اقرار کرے گا تو اس سے ورثاء کا حصہ کم ہو جائے گا اور ان کا نقصان ہوگا اور کسی کو نقصان پہنچانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے' نیز مریض پر یہ تہمت لگے گی کہ وہ ورثاء کا حصہ کم کرنے کے لیے کسی کے حق کا اقرار کر رہا ہے اور مواضع تہمت سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے' حدیث میں ہے:

علامہ محمد بن محمد حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

زبیر بن بکار نے وفقیات میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص تہمت کے درپے ہوا تو جب اس پر بدگمانی کی جائے تو وہ اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے' اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی صحابی نے میری طرف لکھا کہ جس نے اپنے نفس کو تہمت پر پیش کیا' وہ اپنے سوا کسی کو ہرگز ملامت نہ کرے۔
(اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین ج ۷ ص ۲۸۳' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۴ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی مواضع تہمت سے احتراز فرماتے تھے' حدیث میں ہے:

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں معتکف تھے تو وہ آپ کی زیارت کے لیے آئیں اور یہ رمضان کے آخری عشرہ کا واقعہ ہے' وہ آپ کے ساتھ کچھ دیر باتیں کرتی رہیں' پھر واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کو واپس کرنے کے لیے کھڑے ہوئے حتیٰ کہ جب وہ مسجد کے دروازہ پر پہنچیں' جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ کے پاس ہے تو دو انصار کے مرد گزرے' ان دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں ٹھہرو! یہ صفیہ بنت حیی ہیں' ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یارسول اللہ! اور ان پر یہ وضاحت بہت سخت اور شاق گزری' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک شیطان انسان کے خون کی جگہ میں پہنچ جاتا ہے اور مجھے یہ خطرہ ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی شبہ ڈال دے گا۔
(صحیح البخاری: ۲۰۳۵' صحیح مسلم: ۲۱۷۵' سنن ابوداؤد: ۲۴۷۵' سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۹)

ان آثار اور احادیث سے واضح ہوا کہ انسان پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو تہمت سے دور رکھے' لہٰذا اگر مریض نے اپنے ترکہ میں سے کسی کے حق کا اقرار کیا تو ورثاء اس پر یہ تہمت لگائیں گے کہ اس نے ورثاء کا میراث سے حصہ کم کرنے کے لیے کسی کے حق کا اقرار کیا ہے' اس لیے مریض کا کسی کے حق کا اقرار کرنا جائز نہیں ہے اور النساء: ۵۸ میں جو امانت واپس کرنے کا حکم ہے' وہ ان احادیث اور آثار کی بناء پر اس صورت کے ساتھ مقید ہے' جب امانت واپس کرنے سے اس پر کوئی تہمت نہ لگے' لہٰذا اس آیت کے عموم سے امام بخاری کا استدلال صحیح نہیں ہے۔

فِيهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ منافق کی نشانی یہ ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے' وہ حدیث صحیح بخاری میں آ رہی ہے اور اس کا جواب گزشتہ سطور میں آ چکا ہے۔

۲۷۴۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن داؤد ابو الربیع

حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ مَالِكِ بْنِ اَبِيْ عَامِرٍ اَبُوْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ.

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن مالک بن ابی عامر ابوسہیل نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم: آپ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں' جب وہ بات کرتا ہے تو وہ جھوٹ بولتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو وہ خیانت کرتا ہے اور جب وہ وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۳۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ مریض کا کسی کے حق کا اقرار کرنا جائز ہے اور اس حدیث سے وہ امام ابوحنیفہ پر رد کرنا چاہتے ہیں۔ اس حدیث سے امام بخاری کی وجہ استدلال اور امام ابوحنیفہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب ہم اس باب کی تعلیقات میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں اور ہم نے امام ابوحنیفہ کے مذہب کو بہ کثرت دلائل سے بالکل بے غبار کر دیا ہے۔ وللہ الحمد!

۹ - بَابُ تَاْوِيْلِ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ﴾ (النساء: ۱۲)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تاویل: (تقسیم وراثت) وصیت کے بعد ہے یا قرض ادا کرنے کے بعد ہے۔ (النساء: ۱۲)

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ النساء: ۱۲ میں میت کی وصیت کا ذکر مقدم ہے اور میت کے قرض ادا کرنے کا ذکر مؤخر ہے' جب کہ مسلمانوں کا اس پر تعامل ہے کہ میت کے ترکہ سے پہلے اس کا قرض ادا کیا جاتا ہے کیونکہ یہ واجب ہے اور اس کے بعد اس کے ترکہ سے تہائی مال تک اس کی وصیت پوری کی جاتی ہے' کیونکہ یہ مستحب ہے اور عقل صریح کا بھی یہی تقاضا ہے۔

وصیت کو قرض پر مقدم کرنے کی حسب ذیل وجوہ بیان کی گئی ہیں:

(۱) وصیت کو نیکی اور صلہ رحم کے طور پر پورا کیا جاتا ہے' اس کے برخلاف قرض کو قہراً ادا کیا جاتا ہے' اس اعتبار سے وصیت افضل ہے' اس لیے اس کا پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) وصیت کو ترکہ سے بغیر عوض کے پورا کیا جاتا ہے' اس کے برخلاف قرض کو عوض سے لیا جاتا ہے' اس لیے وہ ورثاء پر دشوار ہوتا ہے' اس لیے اس کا ذکر مؤخر کیا گیا ہے۔

(۳) وصیت میں یہ خطرہ ہے کہ ورثاء اس کو پورا کرنے میں تقصیر نہ کریں' لہٰذا وہ اہم ہے' اس لیے اس کو مقدم کیا گیا ہے۔

(۴) وصیت کو وصیت کرنے والا خود ایجاد کرتا ہے' اس لیے اس پر عمل کرنے کی ترغیب کے لیے اس کا پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

(۵) وصیت کا تعلق عموماً فقیر اور مسکین کے حصہ سے ہوتا ہے اور قرض کا تعلق امیر آدمی کے حصے سے ہوتا ہے' اس وجہ سے وصیت کا پہلے اور قرض کا بعد میں ذکر کیا گیا ہے۔

(۶) وصیت کا کوئی مطالبہ کرنے والا نہیں ہوتا اور قرض کا مطالبہ کرنے والا ہوتا ہے' اس لیے وصیت کا پہلے ذکر کیا گیا اور قرض کا بعد میں ذکر کیا گیا ہے۔

وَيُذْكَرُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالدَّيْنِ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ.

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (میت کی) وصیت سے پہلے (اس کا) قرض ادا کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق کو صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا ہے' اس میں اشارہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے' اس تعلیق کے موافق سند موصول کے ساتھ حدیث حسب ذیل ہے:

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم یہ آیت اس طرح پڑھتے ہو:

مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ. (النساء:١٢) (تقسیم وراثت) وصیت کے بعد ہے' جس کی تم کو وصیت کی جاتی ہے یا قرض کے بعد۔

اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت پوری کرنے سے پہلے قرض ادا کیا۔ (الحدیث)

(سنن ترمذی: ۲۰۹۴' سنن ابن ماجہ: ۲۷۱۵' مسند احمد ج۱ ص۷۹)

امام ترمذی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو ہم صرف از ابواسحاق از حارث از حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے پہچانتے ہیں اور بعض اہل علم نے حارث میں کلام کیا ہے اور اس حدیث میں عام اہل علم کا عمل ہے۔ (سنن ترمذی ص ۷۳۲' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے' کیونکہ اس حدیث کا راوی الحارث بن عبداللہ الاعور ضعیف ہے' ابن ابی خیثمہ کہتے تھے کہ میرے والد نے کہا: الحارث الاعور کذاب ہے' ابوزرعہ نے کہا: اس کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جاتا' ابن المدینی نے کہا: الحارث کذاب ہے' اگر تم یہ اعتراض کرو کہ امام بخاری کی یہ عادت نہیں ہے کہ وہ حدیث ضعیف سے استدلال کریں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درست ہے لیکن جب امام بخاری نے یہ دیکھا کہ علماء نے اس حدیث پر عمل کیا ہے' جس طرح امام ترمذی نے کہا ہے کہ اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے تو انہوں نے اس حدیث پر اعتماد کر لیا کیونکہ اس حدیث کے تقاضے پر اعتماد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۶۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَوْلِهٖ ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾ (النساء:٥٨) فَاَدَاءُ الْاَمَانَةِ اَحَقُّ مِنْ تَطَوُّعِ الْوَصِيَّةِ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانت رکھنے والوں کی امانت ادا کر دو۔ (النساء:۵۸) پس امانت (یعنی قرض) کا ادا کرنا نفلی وصیت کو پورا کرنے کی بہ نسبت زیادہ حق دار ہے۔

امام بخاری نے اس سے پہلے باب میں اس آیت کو یہ ثابت کرنے کے لیے ذکر کیا تھا کہ مریض کا اقرار کرنا جائز ہے اور ہم اس پر کلام کر چکے ہیں۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَدَقَةَ اِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدقہ صرف اس کا مستحسن ہے جو صدقہ کرنے کے بعد خوش حال ہو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۱۴۲۶ میں مذکور ہے' وہاں اس حدیث پر بحث کی جا چکی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا يُوْصِي الْعَبْدُ اِلَّا بِاِذْنِ اَهْلِهٖ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: غلام صرف اپنے مالکوں کی اجازت سے وصیت کرے گا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۵۱۷ (مجلس علمی' بیروت) میں مذکور ہے۔

یہ حدیث صرف اس صورت پر محمول ہے جب غلام مقروض نہ ہو۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَبْدُ رَاعٍ

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: غلام اپنے مالک کے مال کا محافظ

فِیْ مَالِ سَیِّدِہٖ۔
ہے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۵۵۴ میں مذکور ہے۔

جب قرض ادا کرنے میں اور وصیت پوری کرنے میں تعارض ہو تو قرض ادا کرنے کو مقدم کیا جائے گا کیونکہ قرض کو ادا کرنا واجب ہے اور وصیت کو پورا کرنا نفل ہے۔

۲۷۵۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِیُّ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ اَنَّ حَکِیْمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِیْ ثُمَّ سَاَلْتُهٗ فَاَعْطَانِیْ ثُمَّ قَالَ لِیْ یَاحَکِیْمُ اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ فَمَنْ اَخَذَهٗ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهٗ فِیْهِ وَمَنْ اَخَذَهٗ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ یُبَارَكْ لَهٗ فِیْهِ وَكَانَ كَالَّذِیْ یَاْكُلُ وَلَا یَشْبَعُ وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی قَالَ حَکِیْمٌ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَرْزَاُ اَحَدًا بَعْدَكَ شَیْئًا حَتّٰی اُفَارِقَ الدُّنْیَا فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ یَدْعُوْا حَکِیْمًا لِیُعْطِیَهُ الْعَطَاءَ فَیَاْبٰی اَنْ یَّقْبَلَ مِنْهُ شَیْئًا ثُمَّ اِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِیُعْطِیَهٗ فَیَاْبٰی اَنْ یَّقْبَلَهٗ فَقَالَ یَامَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اِنِّیْ اَعْرِضُ عَلَیْهِ حَقَّهُ الَّذِیْ قَسَمَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ هٰذَا الْفَیْءِ فَیَاْبٰی اَنْ یَّاْخُذَهٗ فَلَمْ یَرْزَاْ حَکِیْمٌ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی تُوُفِّیَ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید بن المسیب وعروۃ بن الزبیر کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے مجھے عطاء کیا' میں نے پھر آپ سے سوال کیا تو آپ نے مجھے عطاء کیا' پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: اے حکیم! بے شک یہ مال سرسبز میٹھا ہے' لیکن جو اس مال کو استغناء کے ساتھ لے گا' اس کے لیے اس مال میں برکت دی جائے گی' اور جو اپنے نفس کو جھکا کر اس مال کو لے گا اس کے لیے اس مال میں برکت نہیں دی جائے گی' اور وہ اس شخص کی طرح ہوگا جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا' اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے' حضرت حکیم نے بتایا کہ پس میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں آپ کے بعد کسی سے کچھ نہیں لوں گا حتیٰ کہ میں اس دنیا سے چلا جاؤں' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت حکیم کو (وظیفہ) عطاء کرنے کے لیے بلاتے تھے' پس وہ اس عطاء میں سے کوئی بھی چیز لینے سے انکار کرتے تھے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو عطاء کرنے کے لیے بلاتے تھے' پس وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کرتے تھے' پھر حضرت عمر نے کہا: اے مسلمانو! میں ان کو ان کا وہ حق دیتا ہوں جو اللہ نے اس فے (مال غنیمت) سے ان کے لیے تقسیم کیا ہے اور یہ اس کو لینے سے انکار کرتے ہیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت حکیم نے لوگوں سے کچھ نہیں لیا حتیٰ کہ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۷۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عطیات کو قبول کرنے میں زہد کی تعلیم دی ہے اور لینے والے ہاتھ کو نچلا ہاتھ فرمایا ہے تاکہ لوگ لینے سے متنفر ہوں اور قرض کا تقاضا کرنے میں یہ مثال نہیں بیان فرمائی کیونکہ قرض کو وصول کرنے والا ہاتھ نچلا ہاتھ نہیں ہے کیونکہ اس کو یہ حق

حاصل ہے کہ وہ اپنا قرض جبراً وصول کرے' لہٰذا قرض قوی ہے' اس لیے قرض کو وصیت پر مقدم فرمایا ہے۔

٢٧٥١ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّخْتِيَانِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّمَسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ وَالْإِمَامُ رَاعٍ وَّمَسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعِيَةٌ وَّمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَالْخَادِمُ فِي مَالِ سَيِّدِهِ رَاعٍ وَّمَسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ قَالَ وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں بشر بن محمد السختیانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از والد خود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے ہر شخص چرواہا (محافظ) ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا اور امام محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا اور مرد اپنی بیوی کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا' اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی محافظہ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا' اور خادم اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا' راوی نے کہا: اور میرا گمان ہے کہ انہوں نے کہا کہ مرد اپنے باپ کے مال کا محافظ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۹۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں کیوں ذکر کیا ہے' اس کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی' بہ ظاہر اس حدیث کی اس باب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وصیت کے ذکر کو قرض پر کیوں مقدم کیا گیا ہے اور اس حدیث میں اس کے مناسب کوئی چیز نہیں ہے۔

١٠ - بَابُ إِذَا وَقَفَ أَوْ أَوْصٰى لِأَقَارِبِهِ وَمَنِ الْأَقَارِبُ؟

جب کسی شخص نے اپنے رشتہ داروں کے لیے کوئی چیز وقف کی یا وصیت کی تو اس کا کیا حکم ہے اور رشتہ دار کون ہیں؟

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اس کا حکم نہیں بیان کیا' کیونکہ اس کے حکم میں اختلاف ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ جب کوئی شخص کسی کے رشتہ داروں کے لیے تہائی مال کی وصیت کرے تو اس وصیت میں کون سے رشتہ دار شامل ہوں گے؟ امام ابوحنیفہ نے کہا: اس سے مراد اس کے تمام ذو رحم محرم ہیں خواہ وہ اس کے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہوں یا اس کی ماں کی طرف سے رشتہ دار ہوں اور اس میں ان کی اولاد داخل نہیں ہوگی۔ امام طحاوی نے کہا: البتہ اس میں باپ کی طرف سے رشتہ داروں کو ماں کی طرف سے رشتہ داروں پر ترجیح ہوگی اور اس میں قرب کا اعتبار ہوگا' جو زیادہ قریب ہوگا' اس کو زیادہ ترجیح ہوگی۔

اس میں امام شافعی کا مذہب وہ ہے جس کو علامہ نووی نے الروضۃ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے زید کے رشتہ داروں کے لیے وصیت کی تو اس میں مذکر اور مؤنث' اور فقیر اور غنی اور وارث اور غیر وارث اور محرم اور غیر محرم اور قریب اور بعید اور مسلم اور کافر سب داخل ہوں گے' کیونکہ رشتہ دار کا لفظ ان سب کو شامل ہے۔

الماوردی الشافعی نے کہا ہے کہ ہر شخص کے لیے وصیت جائز ہے' جس پر وقف کرنا جائز ہے' خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو' عاقل ہو یا

مجنون ہو، موجود ہو یا معدوم ہو، بہ شرطیکہ وہ وارث یا قاتل نہ ہو۔

امام مالک اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ وصیت ہر اس شخص کے لیے جائز ہے جس میں وصیت کرنے والے اور جس کے لیے وصیت کی ہے ان کا باپ واحد ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۶۳ - ۶۲ ملخصاً، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ طَلْحَةَ اِجْعَلْهَا لِفُقَرَاءِ اَقَارِبِكَ فَجَعَلَهَا لِحَسَّانَ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

اور ثابت نے کہا: از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس باغ کو اپنے رشتہ دار فقراء کے لیے (وقف) کر دو، تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس باغ کو حضرت حسان اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے لیے وقف کر دیا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول، صحیح مسلم: ۲۲۰۵ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ اَنَسٍ مِّثْلَ حَدِيْثِ ثَابِتٍ قَالَ اِجْعَلْهَا لِفُقَرَاءِ قَرَابَتِكَ قَالَ اَنَسٌ فَجَعَلَهَا لِحَسَّانَ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَكَانَا اَقْرَبَ اِلَيْهِ مِنِّيْ وَكَانَ قَرَابَةُ حَسَّانَ وَاُبَيٍّ مِّنْ اَبِيْ طَلْحَةَ وَاِسْمُهٗ زَيْدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ الْاَسْوَدِ بْنِ حَرَامِ بْنِ عَمْرِو بْنِ زَيْدِ مَنَاةَ بْنِ عَدِيِّ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ وَحَسَّانُ ابْنُ ثَابِتِ بْنِ الْمُنْذِرِ بْنِ حَرَامٍ فَيَجْتَمِعَانِ اِلٰى حَرَامٍ وَهُوَ الْاَبُ الثَّالِثُ وَحَرَامُ ابْنُ عَمْرِو بْنِ زَيْدِ مَنَاةَ بْنِ عَدِيِّ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ فَهُوَ يُجَامِعُ حَسَّانَ وَ اَبَا طَلْحَةَ وَاُبَيًّا اِلٰى سِتَّةِ اٰبَاءٍ اِلٰى عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ وَهُوَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبِ بْنِ قَيْسِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّجَّارِ فَعَمْرُو بْنُ مَالِكٍ يَجْمَعُ حَسَّانَ وَاَبَا طَلْحَةَ وَاُبَيًّا.

اور انصاری نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ثمامہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، جیسے ثابت کی حدیث ہے، (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) فرمایا: اس (باغ) کو اپنے رشتہ دار فقراء کے لیے (وقف) کر دو، حضرت انس نے کہا: پس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس (باغ) کو حضرت حسان اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہما کے لیے وقف کر دیا اور وہ دونوں میری بہ نسبت ان کے زیادہ قریب تھے، اور حضرت حسان اور حضرت ابی بن کعب کی حضرت ابوطلحہ سے قرابت اس طرح تھی کہ حضرت ابوطلحہ کا نام زید بن سہل بن الاسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن النجار ہے اور حسان بن ثابت بن المنذر بن حرام ہے، پس یہ دونوں حرام میں جمع ہو جاتے ہیں اور حرام ان کی پشت میں تیسرے نمبر کے باپ ہیں، اور حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن النجار، وہ حضرت حسان اور حضرت ابوطلحہ اور حضرت ابی، عمرو بن مالک کے ساتھ چھٹی پشت میں جمع ہو جاتے ہیں اور وہ ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن النجار ہیں، پس عمرو بن مالک میں حضرت حسان اور حضرت ابوطلحہ اور حضرت ابی جمع ہو جاتے ہیں۔

اس تعلیق میں امام بخاری نے حضرت ابوطلحہ، حضرت حسان بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کا نسب بیان کیا ہے، تاکہ ان کی باہمی رشتہ داری واضح ہو۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِذَا اَوْصٰى لِقَرَابَتِهٖ فَهُوَ اِلٰى اٰبَائِهٖ فِي الْاِسْلَامِ.

اور بعض لوگوں نے کہا کہ جب کسی شخص نے اپنے رشتہ داروں کے لیے وصیت کی تو وہ اس کے مسلمان آباء و اجداد کی طرف راجع ہے۔

اس تعلیق میں بعض لوگوں سے امام بخاری کی مراد امام ابو یوسف ہیں' جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں' اس باب کے شروع میں اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ذکر کر دیا گیا ہے اور امام محمد بن حسن شیبانی امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۶۵)

۲۷۵۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسًا رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِىْ طَلْحَةَ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِى الْاَقْرَبِيْنَ قَالَ اَبُوْطَلْحَةَ اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا اَبُوْطَلْحَةَ فِىْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِىْ عَمِّهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ سے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ تم اس (باغ) کو اپنے رشتہ داروں میں (وقف) کر دو' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں کرتا ہوں' پھر حضرت ابوطلحہ نے اس کو اپنے رشتہ داروں میں اور اپنے چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۶۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں رشتہ داروں میں وقف کرنے کا ذکر ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ○﴾ (الشعراء: ۲۱۴) وَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَامَعْشَرَ قُرَيْشٍ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی: اور آپ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرایئے○ (الشعراء: ۲۱۴) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قریش کی جماعت!

اس تعلیق میں امام بخاری نے اس حدیث کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے' اور اس کی مفصل روایت سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۴۷۷۱ میں ہے۔

۱۱ - بَابٌ هَلْ يَدْخُلُ النِّسَاءُ وَالْوَلَدُ فِى الْاَقَارِبِ

کیا رشتہ داروں میں عورتیں اور بچے بھی داخل ہیں؟

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ عورتیں اور بچے رشتہ داروں میں داخل ہیں یا نہیں؟

۲۷۵۳ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِىِّ قَالَ اَخْبَرَنِىْ سَعِيْدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ○﴾ (الشعراء: ۲۱۴) قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ لَا اُغْنِىْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا بَنِىْ عَبْدِ مَنَافٍ لَا اُغْنِىْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا اُغْنِىْ عَنْكَ مِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی: آپ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرایئے○ (الشعراء: ۲۱۴) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا: اے قریش کی جماعت! یا اس کی مثل کوئی اور الفاظ فرمائے: تم اپنی جانوں کو (ایمان لا کر) عذاب سے بچا لو میں تمہیں (اللہ کی اجازت کے بغیر) اللہ کے عذاب سے بالکل نہیں بچاؤں گا' اے بنو عبد مناف!

اللّٰهِ شَيْئًا وَّ يَا صَفِيَّةُ عَمَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَا اُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ سَلِيْنِيْ مَا شِئْتِ مِنْ مَّالِيْ لَا اُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا تَابَعَهُ اَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ.

[اطراف الحدیث:۳۵۲۷-۴۷۷۱]

(میں اذنِ الٰہی کے بغیر) تم کو اللہ کے عذاب سے بالکل نہیں بچاؤں گا' اے عباس بن عبدالمطلب! میں تمہیں (حکمِ الٰہی کے بغیر) اللہ کے عذاب سے بالکل نہیں بچاؤں گا اور اے صفیہ! رسول اللہ کی پھوپھی! (اذنِ الٰہی کے بغیر) میں تم کو اللہ کے عذاب سے بالکل نہیں بچاؤں گا' اور اے فاطمہ بنت محمد! تم میرے مال سے جو چاہو سوال کرو' (اللہ کی اجازت کے بغیر) میں تم سے اللہ کا عذاب بالکل دور نہیں کروں گا۔ اصبغ نے شعیب کی متابعت کی ہے از ابن وہب از یونس از ابن شہاب۔

(صحیح مسلم: ۲۰۴' الرقم المسلسل: ۳۸۹' سنن نسائی: ۳۶۴۳' سنن ترمذی: ۳۱۸۵' صحیح ابن حبان: ۶۴۶' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۱۷۷' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۴۰۲۔ ج ۱۴ ص ۱۲۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کی باب کے عنوان سے مکمل مطابقت نہیں ہے' کیونکہ اس حدیث میں جو آیت ذکر کی ہے وہ رشتہ داروں کو ڈرانے کے متعلق ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا' اور اس باب کا عنوان ہے کہ کیا عورتیں اور بچے رشتہ داروں میں داخل ہیں؟ اس حدیث میں عورتوں کا ذکر تو ہے لیکن بچوں کا ذکر نہیں ہے' اس لحاظ سے اس حدیث کی باب کے عنوان کے صرف ایک جز کے ساتھ مطابقت ہے۔ (اس کا جواب یہ ہے کہ سیّدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وقت کمسن بچی تھیں' اس طرح یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہو گئی۔)

اولاد کے لفظ میں بیٹوں اور بیٹیوں کی اولاد کے دخول میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اولاد کے لفظ کا بیٹوں اور بیٹیوں دونوں پر اطلاق ہوتا ہے' اور وہ عورتیں جو اس کی صُلب سے ہوں جیسے بیٹی اور عصبات جیسے پھوپھی اور بہن' یہ قریبی رشتہ داروں میں داخل ہیں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اپنی پھوپھی کو عذاب سے ڈرایا' اسی طرح اپنی بیٹی کو بھی عذاب سے ڈرایا۔

اس میں اختلاف ہے کہ بیٹیوں کی اولاد یا پھوپھیوں کی اولاد' جو ایک باپ میں جمع نہ ہوں' وہ قریبی رشتہ داروں میں داخل ہیں یا نہیں؟ پس امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جب کسی شخص نے اپنی جائیداد کو اپنی اولاد پر وقف کیا تو اس میں اس کا بیٹا اور بیٹے کی اولاد داخل ہے' اور بیٹیوں کی اولاد بھی داخل ہے' اسی طرح جب اس نے اپنے رشتہ داروں کے لیے وصیت کی تو اس میں اس کی بیٹیوں کی اولاد بھی داخل ہو گی' اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک قرابت ہر ذی رحم محرم کے ساتھ خاص ہے' پس ان کے نزدیک قرابت داروں سے چچا کا بیٹا' پھوپھی کا بیٹا اور ماموں کا بیٹا اور خالہ کا بیٹا خارج ہیں کیونکہ یہ محرم نہیں ہیں۔

امام شافعی کے نزدیک ہر ذی رحم محرم اور اُس کا غیر رشتہ دار ہے' لہٰذا ان کے نزدیک چچا کا بیٹا وغیرہ ساقط نہیں ہوتا اور امام مالک نے کہا: اس میں بیٹیوں کی اولاد داخل نہیں ہے۔

اولاد میں بیٹیوں کی اولاد کے دخول پر دلائل اور ان پر علامہ ابن بطال کا اعتراض اور مصنف کی طرف سے اس کا جواب

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ جن فقہاء نے بیٹیوں کی اولاد کو اقارب اور رشتہ داروں میں داخل کیا ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے پہلو میں تھے اور آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور کبھی حضرت حسن کی طرف اور آپ یہ فرما رہے تھے کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ اس کے سبب سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرادے گا۔

(صحیح البخاری: ۳۶۲۹-۲۷۰۴ 'سنن ابوداؤد: ۴۶۶۲ 'سنن ترمذی: ۳۷۷۳ 'مسند احمد ج ۵ ص ۳۷)

اور قرآن مجید میں ہے:

اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى. (الحجرات:۱۳)　بے شک ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے۔

پس اولاد مرد کا بھی حصہ ہے اور عورت کا بھی حصہ ہے اور تولد (پیدائش) جس طرح باپ کی طرف سے ہوتی ہے اسی طرح ماں کی طرف سے ہوتی ہے اور قرآن مجید کی درج ذیل آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے:

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ (الانعام: ۸۵-۸۴)

اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطاء کیے ہم نے سب کو ہدایت دی اور ان سے پہلے ہم نے نوح کو ہدایت دی اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزاء دیتے ہیں○ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو (سب کو ہدایت عطاء فرمائی) یہ سب صالحین میں سے ہیں○

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد فرمایا ہے حالانکہ وہ ان کی بیٹی کے بیٹے ہیں اور بیٹے کی اولاد اور بیٹی کی اولاد میں کوئی فرق نہیں کیا۔

اس آیت سے استدلال کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ پر حضرت ابراہیم کی ذرّیت کا اطلاق مجازاً کیا گیا ہے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت حسن بن علی کو فرمایا: یہ میرا بیٹا ہے یہ بھی اطلاق مجازی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۱۳۱ 'دارالکتب العلمیہ 'بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کا یہ جواب صحیح نہیں ہے' قرآن مجید اور حدیث رسول کے اطلاق کو بغیر کسی دلیل کے مجاز پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے' کسی لفظ کو مجاز پر اس وقت محمول کیا جاتا ہے جب اس لفظ سے حقیقت کا ارادہ کرنا محال ہو اور یہاں پر ایسا نہیں ہے' لہٰذا صحیح یہ ہے کہ اولاد کا لفظ بیٹے کی اولاد اور بیٹی کی اولاد دونوں کو شامل ہے اور جب کسی شخص نے اپنی اولاد کے لیے وصیت کی یا ان کے لیے جائیداد کو وقف کیا تو اس میں بیٹوں اور بیٹیوں دونوں کی اولاد شامل ہوگی اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔

حدیث مذکور سے شیخ اسماعیل دہلوی کا اہل بیت کے حق میں شفاعت پر اعتراض اور مصنف کے جوابات

اس حدیث صحیح البخاری: ۲۷۵۳ میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو جمع کر کے ایمان نہ لانے کی تقدیر پر سب کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا' شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ نے اس حدیث کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

بخاری اور مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابوہریرہ نے کہ جب اتری یہ آیت کہ ڈراوے تو اپنی برادری کو جو نا تار کھتے ہیں تجھ سے' تو پیغمبر خدا نے اپنے ناتے والوں کو پھر اکٹھا کر کے پکارا' اور جدا جدا بھی' سو فرمایا: اے اولاد کعب بن لوی کی! بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے' کیونکہ بے شک میں نہیں اختیار رکھتا تمہارا اللہ کے یہاں کچھ' یا یوں فرمایا کہ بے شک میں نہیں کام آنے کا تمہارے' اللہ کے یہاں کچھ' اور اے اولاد مرہ بن کعب! اے اولاد عبد شمس کی! بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے' کیونکہ بے شک میں نہ کام آؤں گا تمہارے' اللہ کے یہاں کچھ' اور اے اولاد عبد مناف کی! بچاؤ تم اپنی جان کو آگ سے' کیونکہ بے شک میں نہ کام آؤں گا تمہارے' اللہ کے ہاں کچھ' اور اے اولاد عبد المطلب کی! بچاؤ تم اپنی جانوں کو آگ سے' کیونکہ بے شک میں نہ کام آؤں گا تمہارے' اللہ کے یہاں کچھ' اور اے فاطمہ! بچاؤ تم اپنی جان کو آگ سے' مانگ لے مجھ سے جتنا چاہیے میرا مال' نہ کام آؤں گا میں تیرے اللہ کے یہاں کچھ۔

اس حدیث کا مذکور الصدر ترجمہ کرنے کے بعد شیخ اسماعیل دہلوی نے ف کا عنوان قائم کر کے اس حدیث کا حسب ذیل فائدہ لکھا ہے:

یعنی اور جو لوگ کسی بزرگ کے قرابتی ہوتے ہیں' ان کو اس کی حمایت پر بھروسا ہوتا ہے اور اس پر مغرور ہو کر اللہ کا خوف کم رکھتے ہیں' سو اس لیے اللہ صاحب نے اپنے پیغمبر کو فرمایا کہ اپنے قرابتیوں کو ڈرا دیوے' انہوں نے سب کو اپنی بیٹی تک (کو) کھول کر سنا دیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہو سکتا ہے کہ اپنے اختیار میں ہو' سو یہ میرا مال موجود ہے' اس میں مجھ کو کچھ بخل نہیں اور اللہ کے یہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے' وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا' سو وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا درست کرے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقط قرابت کسی بزرگ کی اللہ کے یہاں کچھ کام نہیں آتی جب تک کچھ معاملہ اللہ ہی سے صاف نہ کرے تو کچھ کام نہیں نکلتا۔ (تقویت الایمان (کلاں) ص ۲۵ 'مطبوعہ علیمی' لاہور)

شیخ اسماعیل دہلوی نے اس حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قریبی اعزہ کو حتیٰ کہ سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتے' ہمارے نزدیک یہ کہنا قطعاً باطل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اقارب کو اذن الٰہی سے ضرور فائدہ پہنچائیں گے اور اس کی دلیل درج ذیل احادیث ہیں:

امام مسلم نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس کے آخر میں ہے: میرا تمہارے ساتھ رحم کا تعلق ہے اور میں عنقریب اس کی تراوٹ تمہیں پہنچاؤں گا' یعنی تم کو نفع پہنچاؤں گا۔ (صحیح مسلم: ۲۰۴' الرقم المسلسل: ۳۸۹' سنن نسائی: ۳۶۴۳)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے میں اپنی امت میں سے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا' پھر جوان سے زیادہ قریب ہوں۔ الحدیث

(المعجم الکبیر: ۱۳۵۵۰' الکامل لابن عدی ج ۲ ص ۷۹۰' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۸۱۔۳۸۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

بے شک اللہ عز وجل نے فرمایا کہ وہ نہ تمہیں عذاب دے گا اور نہ تمہاری اولاد کو۔

(المعجم الکبیر: ۱۱۶۸۵۔ ج ۱۱' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے میرے رب نے میرے اہل بیت کے متعلق یہ وعدہ کیا ہے کہ ان میں سے جس نے توحید کا اقرار کیا' میں ان کو عذاب نہیں دوں گا۔

(المستدرک ج ۳ ص ۱۵۰' حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے' الکامل لابن عدی ج ۵ ص ۱۷۰۴)

اور جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے بنو عبد مناف' حضرت عباس' حضرت صفیہ اور حضرت سیّدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: (اللہ کی اجازت کے بغیر) میں تم سے اللہ کا عذاب بالکل دور نہیں کروں گا۔ (صحیح البخاری: ۲۷۵۳) اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ آپ کے رشتہ داروں میں سے جو آپ پر ایمان نہیں لایا اور موت تک کفر اور شرک پر قائم رہا' آپ اس کی شفاعت نہیں فرمائیں گے اور اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کریں گے' لیکن جو آپ پر ایمان لے آیا اور اس سے عمل میں کچھ تقصیر ہو گئی اور آپ ایسے عام مسلمانوں کی بھی شفاعت فرمائیں گے تو پھر آپ اپنے خواص اور اپنے اقربین کی شفاعت کیوں نہیں فرمائیں گے۔

اس حدیث کی بہت زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے الشعراء: ۲۱۴ میں کی ہے' دیکھئے: تبیان القرآن ج ۸ ص ۴۶۷-۴۶۱۔

۱۲ - بَابُ هَلْ يَنْتَفِعُ الْوَاقِفُ بِوَقْفِهِ؟

کیا وقف کرنے والا خود بھی اپنے وقف سے فائدہ اٹھا سکتا ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دوسروں کی طرح واقف خود بھی اپنے وقف سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

وَقَدِ اشْتَرَطَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَّلِيَهُ اَنْ يَّاْكُلَ.

اور تحقیق یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ شرط لگائی ہے کہ اگر وقف کا منتظم وقف سے کچھ کھا لے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۲۷۳۷ میں مذکور ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

وقف کرنے والے کے لیے اپنے وقف سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے اس وقف کو اللہ کی رضا کے لیے نکالا ہے اور اس کو اپنی مِلک سے منقطع کر دیا ہے' لہٰذا اس کا اس وقف سے کچھ فائدہ اٹھانا اپنے صدقہ میں رجوع کرنا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا ہے اور اس کے لیے صرف اس صورت میں اپنے وقف سے نفع اٹھانا جائز ہے' جب اس نے اس وقف میں اس کی شرط لگا دی ہو یا وقف کرنے والا اس وقف کا محتاج ہو جائے یا اس کے ورثاء محتاج ہوں تو پھر ان کے لیے اس وقف سے کھانا جائز ہے۔

علامہ ابن القصار نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی مکان کو یا کسی ہتھیار کو یا کسی غلام کو اللہ کی راہ میں وقف کیا اور طویل عرصہ تک یہ وقف جاری رہا' پھر واقف نے ارادہ کیا کہ وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح اس وقف سے فائدہ اٹھائے تو اگر وہ اس کا محتاج ہے تو پھر اس کا اس وقف سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۱۳۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

وَقَدْ يَلِي الْوَاقِفُ اَوْ غَيْرُهُ.

اور کبھی واقف خود اور کبھی دوسرا شخص اس کے وقف کا منتظم ہوتا ہے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر وقف کرنے والا یہ شرط لگا لے کہ وہ اس واقف کا خود انتظام کرے گا تو یہ جائز ہے۔

وَكَذٰلِكَ مَنْ جَعَلَ بَدَنَةً اَوْ شَيْئًا لِّلّٰهِ فَلَهُ اَنْ يَّنْتَفِعَ بِهَا كَمَا يَنْتَفِعُ غَيْرُهُ وَاِنْ لَّمْ يَشْتَرِطْ.

اور اسی طرح جس شخص نے قربانی کے اونٹ کو یا اور کسی چیز کو اللہ کے لیے وقف کر دیا تو اس کے لیے اس سے نفع حاصل کرنا جائز

ہے جس طرح دوسروں کے لیے اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے خواہ اس نے شرط نہ لگائی ہو۔

یہ بھی امام بخاری کی عبارت ہے اور اس سے انہوں نے یہ اشارہ کیا ہے کہ واقف کے لیے اپنے وقف سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے بہ شرطیکہ اس سے اس کے وقف کو ضرر نہ پہنچے۔

٢٧٥٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَسُوْقُ بَدَنَةً فَقَالَ لَهٗ اِرْكَبْهَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا بَدَنَةٌ فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ اِرْكَبْهَا وَيْلَكَ اَوْ وَيْحَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کیا' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو قربانی کا اونٹ لے جا رہا تھا' آپ نے اس سے فرمایا: تم اس پر سوار ہو جاؤ' تو اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ قربانی کا اونٹ ہے' پھر آپ نے اس سے تیسری یا چوتھی بار فرمایا: تمہیں عذاب ہو' یا فرمایا: تم پر افسوس ہے! تم اس پر سوار ہو جاؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٩٠ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے کا حکم دیا' اس سے معلوم ہوا کہ جس اونٹ کو قربانی کے لیے وقف کر دیا ہو' اس سے بھی نفع حاصل کرنا جائز ہے۔

٢٧٥٥ - حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَسُوْقُ بَدَنَةً فَقَالَ اِرْكَبْهَا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ اِرْكَبْهَا وَيْلَكَ فِي الثَّانِيَةِ اَوْ فِي الثَّالِثَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو قربانی کا اونٹ لے جا رہا تھا' آپ نے اس سے فرمایا: اس پر سوار ہو! اس نے کہا: یارسول اللہ! یہ قربانی کا اونٹ ہے' آپ نے دوسری بار یا تیسری بار فرمایا: تم پر افسوس ہے! اس پر سوار ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٨٩ میں گزر چکی ہے۔

١٣ - بَابٌ اِذَا وَقَفَ شَيْئًا فَلَمْ يَدْفَعْهُ اِلٰى غَيْرِهٖ فَهُوَ جَائِزٌ

جب کسی چیز کو وقف کر کے اس کو دوسرے کے حوالہ نہ کرے تو جائز ہے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ وقف صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کو اپنے قبضہ سے نکال کر دوسرے کو دیا جائے' امام شافعی اور امام ابو یوسف کا یہی قول ہے اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ اس وقت تک وقف صحیح نہیں ہے جب تک کہ اس کو اپنے قبضہ سے نکال کر دوسرے کے حوالہ نہ کر دے' امام ابو یوسف اور امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر' حضرت علی اور سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہم نے کچھ اموال وقف کیے اور ان کو اپنے قبضہ میں رکھا اور وہ اس میں سے صدقہ کرتے تھے اور اس سے نفع حاصل کرتے تھے' امام طحاوی نے کہا ہے کہ وقف' غلام کو آزاد کرنے کے مشابہ ہے کیونکہ ان دونوں میں اللہ کی رضا کے لیے دوسروں کو کسی چیز کا مالک بنایا جاتا ہے'

لہٰذا صرف قول سے یہ نافذ ہو جاتا ہے اور اس میں قبضہ کی ضرورت نہیں ہے' اور یہ ہبہ سے ممتاز ہے کیونکہ اس میں کسی آدمی کو مالک بنایا جاتا ہے' اس لیے وہ بغیر قبضہ کے مکمل نہیں ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۶۹)

لِاَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَوْقَفَ وَقَالَ لَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَّلِيَهُ اَنْ يَّاْكُلَ وَلَمْ يَخُصَّ اِنْ وَّلِيَهُ عُمَرُ اَوْ غَيْرُهُ.

کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وقف کیا اور فرمایا: جو اس کا منتظم بنے اس کے لیے اس میں سے کھانے میں کوئی گناہ نہیں ہے' اور انہوں نے اس کی تخصیص نہیں کی کہ خواہ اس کا انتظام حضرت عمر کریں یا کوئی دوسرا کرے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جس قول سے استدلال کیا ہے' وہ صحیح البخاری: ۲۷۷۳ میں مذکور ہے' حضرت عمر نے جب وقف کیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ وہ اس کو اپنے قبضہ سے نکال دیں' اس سے معلوم ہوا کہ اگر واقف وقف کو اپنے قبضہ میں رکھے' پھر بھی وقف صحیح ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ طَلْحَةَ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ فَقَالَ اَفْعَلُ فَقَسَمَهَا فِيْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ تم اس باغ کو اپنے قرابت داروں میں وقف کر دو' تو انہوں نے کہا: میں کرتا ہوں! پھر انہوں نے اس باغ کو اپنے قرابت داروں اور چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔

اس تعلیق کی سندِ موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۲۷۵۲ میں مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وقف کرنے کے جواز میں قبضہ کی شرط نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس باب کے تحت کوئی حدیث روایت نہیں کی اور تعلیقات کے ضمن میں جو احادیث ذکر کی ہیں' ان پر اکتفاء کر لیا ہے۔

۱۴ - بَابٌ اِذَا قَالَ دَارِيْ صَدَقَةٌ لِّلّٰهِ وَلَمْ يُبَيِّنْ لِلْفُقَرَاءِ اَوْ غَيْرِهِمْ فَهُوَ جَائِزٌ وَيَضَعُهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ اَوْ حَيْثُ اَرَادَ

جب کسی شخص نے کہا: میرا مکان اللہ کی رضاء کے لیے صدقہ ہے اور فقراء یا دوسرے لوگوں کا بیان نہیں کیا' تو یہ جائز ہے خواہ وہ اس کو اپنے رشتہ داروں میں وقف کر دے یا جہاں ارادہ کرے

علامہ محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے: جب کوئی شخص یہ کہے کہ میری یہ زمین صدقہ ہے اور اس پر کوئی اضافہ نہ کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ اصل زمین کو فقراء اور مساکین پر صدقہ کر دے یا اس کو فروخت کر دے اور اس کی قیمت کو مساکین پر صدقہ کر دے' اور یہ وقف نہیں ہے اور اگر وہ فوت ہو گیا تو یہ ساری زمین اس کی وراثت میں ہو گی' اور ہر وہ صدقہ جس کی کسی مسکین کی طرف اضافت نہ ہو' اس کا یہی حکم ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ طَلْحَةَ حِيْنَ قَالَ اَحَبُّ اَمْوَالِيْ اِلَيَّ بِيْرُحَاءَ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ فَاَجَازَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ.

جب حضرت ابوطلحہ نے کہا: میرا سب سے پسندیدہ مال بیرحاء (کا باغ) ہے اور یہ اللہ کی رضاء کے لیے صدقہ ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (تم اس باغ کو اپنے قرابت

داروں میں وقف کر دو پس حضرت ابوطلحہ نے اس کو اپنے رشتہ داروں میں وقف کر دیا) تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز قرار دیا۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث صحیح البخاری: ۱۴۶۱ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا يَجُوْزُ حَتّٰى يُبَيِّنَ لِمَنْ وَالْاَوَّلُ اَصَحُّ. اور بعض فقہاء نے کہا کہ یہ جائز نہیں ہے حتیٰ کہ وہ یہ بیان کر دے کہ یہ (صدقہ) کسی کے لیے ہے اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے یعنی بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس طرح صدقہ کرنا جائز نہیں ہے حتیٰ کہ وہ معین کر کے بتائے کہ وہ کس کے لیے صدقہ کر رہا ہے اور بعض فقہاء سے امام بخاری کی مراد امام شافعی ہیں وہ کہتے ہیں کہ وقف اس وقت تک صحیح نہیں ہوتا حتیٰ کہ وہ اس کا مصرف معین کر دے اور وہ چیز اس کی ملک میں رہے گی اور وقف نہیں ہوگی اور امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس صورت میں وقف صحیح ہے اور امام مالک امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷)

۱۵ - بَابٌ اِذَا قَالَ اَرْضِيْ اَوْ بُسْتَانِيْ صَدَقَةٌ عَنْ اُمِّيْ فَهُوَ جَائِزٌ وَّاِنْ لَّمْ يُبَيِّنْ لِّمَنْ ذٰلِكَ

جب کسی شخص نے کہا: میری زمین یا میرا باغ میری ماں کی طرف سے صدقہ ہے تو یہ جائز ہے خواہ وہ یہ نہ بیان کرے کہ یہ کس کے لیے صدقہ ہے

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ صورتِ مذکورہ میں صدقہ جائز ہے اور ہم اس سے پہلے باب میں بیان کر چکے ہیں کہ اس صورت میں امام شافعی اور امام مالک اور امام ابو یوسف اور امام محمد کا اختلاف ہے۔

۲۷۵۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَعْلٰى اَنَّهٗ سَمِعَ عِكْرِمَةَ يَقُوْلُ اَنْبَاَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تُوُفِّيَتْ اُمُّهٗ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّيْ تُوُفِّيَتْ وَاَنَا غَائِبٌ عَنْهَا اَيَنْفَعُهَا شَيْءٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ بِهٖ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنِّيْ اُشْهِدُكَ اَنَّ حَائِطِيَ الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا. [اطراف الحدیث: ۲۷۶۲-۲۷۷۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مخلد بن یزید نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یعلیٰ نے خبر دی انہوں نے عکرمہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی ماں فوت ہو گئیں اور وہ اس وقت اپنی ماں کے پاس سے غائب تھے (یعنی ان کے پاس نہ تھے) سو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! بے شک میری ماں وفات پا گئی ہیں اور میں اس وقت ان سے غائب تھا اگر میں ان کی طرف سے کسی چیز کو صدقہ کروں تو کیا اس سے ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: پس میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا المخراف نامی باغ ان کی طرف سے صدقہ ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن سلام صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں صرف محمد مذکور ہے اور مشہور محمد بن سلام ہے (۲) مخلد بن یزید (۳) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۴) یعلیٰ بن حکیم دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام یعلیٰ بن مسلم بن ھرمز ہے (۵) عکرمہ مولیٰ ابن عباس

(۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۷۱)

حضرت سعد بن عبادہ کی ماں کا تذکرہ ''حائط'' اور ''مخراف'' کے معانی اور ایصالِ ثواب کا ثبوت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت سعد بن عبادہ کی ماں کا ذکر ہے' ان کا نام عمرۃ بنت مسعود ہے' یہ انصار یہ خزرجیہ ہیں' امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہ اسلام لائیں اور بیعت کی اور یہ پانچ ہجری میں فوت ہو گئیں' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت غزوۂ دومۃ الجندل میں تھے اور ان کے بیٹے حضرت سعد بن عبادہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' جب یہ حضرات اس غزوہ سے واپس آئے تو حضرت سعد بن عبادہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپ نے ان کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی' ایک قول یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل صحابی ہے' کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت اپنے والدین کے ساتھ مکہ میں تھے۔

نیز اس حدیث میں ''حائط'' اور ''مخراف'' کا لفظ ہے'' حائط'' کا معنی ہے: کھجوروں کا ایسا باغ جس کے گرد چار دیواری ہو۔ ''مخراف'' حضرت سعد بن عبادہ کے باغ کا نام ہے' اور ''مخراف'' اس تھیلے کو کہتے ہیں جس میں درختوں سے پھل توڑ کر رکھ لیے جاتے ہیں' علامہ ابن الاثیر نے کہا: ''مخراف'' کا معنی کھجور کا درخت ہے اور اس کا معنی تازہ کھجوریں بھی ہیں' علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ''مخراف'' کا معنی درخت ہے اور یہی صحیح ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور اس سے اس کو نفع ہوتا ہے اور قرآن مجید پڑھنے کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۷۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ایصالِ ثواب کے ثبوت میں بعض دیگر احادیث

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: میری ماں اچانک فوت ہو گئی اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ بات کرتی تو کچھ صدقہ کرتی' پس اگر میں اس کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا اس کو کوئی اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

(صحیح البخاری: ۲۷۶۰۔ ۱۳۸۸' صحیح مسلم: ۱۰۰۴' سنن ابن ماجہ: ۲۷۱۷)

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے' قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی تو حضرت فضل اس کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت حضرت فضل کی طرف دیکھنے لگی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فضل کے چہرے کو دوسری طرف کر دیا' اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج کرنا فرض کر دیا ہے اور میرا باپ بہت بوڑھا ہے' وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتا' کیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور یہ حجۃ الوداع کا موقع تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۵۱۳' صحیح مسلم: ۱۳۳۴' سنن ابوداؤد: ۱۸۰۹' سنن نسائی: ۲۶۴۱)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور اب وہ فوت ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کا قرض ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو اللہ کا قرض ادا کرو' وہ قرض کی ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔

(صحیح البخاری: ۶۶۹۹' سنن ابوداؤد: ۱۸۰۹' مسند الحمیدی: ۵۰۷' سنن دارمی: ۱۸۴۰)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی' پھر وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہو گئی' آیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم اس کی طرف

سے حج کرو' یہ بتاؤ کہ! اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس قرض کو ادا کرتیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اللہ کا قرض ادا کرو' کیونکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا جائے۔

(صحیح البخاری: ۷۳۱۵' موطأ امام مالک: ۲۳۶)

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سینگوں والے مینڈھے کو لانے کا حکم دیا' وہ مینڈھا لایا گیا تاکہ آپ اس کی قربانی کریں' پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ! چھری لاؤ! پھر فرمایا: اس چھری کو پتھر سے تیز کرو' انہوں نے اس چھری کی دھار تیز کی' پھر آپ نے اس چھری کو پکڑ کر اس مینڈھے کو گرایا' پھر اس کو ذبح کرنے لگے' پھر یہ دعا کی: بسم اللہ! اے اللہ! اس کو محمد اور آلِ محمد اور اُمتِ محمد کی طرف سے قبول فرما! پھر اس کو قربان کر دیا۔(صحیح مسلم: ۱۹۶۷' سنن ابوداؤد: ۲۷۹۲)

(۶) حنش بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے' میں نے ان سے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کروں' سو میں آپ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں (سنن ترمذی میں ہے: میں اس قربانی کو کبھی ترک نہیں کروں گا)۔

(سنن ابوداؤد: ۲۷۹۰' سنن ترمذی: ۱۴۹۵' مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۷' المستدرک ج ۴ ص ۲۳۰_۲۲۹' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۸۸)

(۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ بے شک میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اور انہوں نے کوئی وصیت نہیں کی ہے' اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم پر پانی کا صدقہ لازم ہے۔(المعجم الاوسط: ۸۰۵۷' مکتبۃ المعارف' ریاض)

(۸) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے' انہوں نے کوئی وصیت کی ہے نہ صدقہ' اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا وہ مقبول ہو گا؟ اور انہیں اس کا فائدہ پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اگرچہ تم بکری کا جلا ہوا کُھر صدقہ کرو۔ (المعجم الاوسط: ۷۴۸۶' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

(۹) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص نفلی صدقہ کر کے اسے اپنے ماں باپ کی طرف سے قرار دیتا ہے تو انہیں بھی اس صدقہ کا اجر و ثواب ملتا ہے اور اس کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔

(مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۳۹' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ)

(۱۰) عمرو بن شعیب اپنے باپ سے' وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ عاص بن وائل نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کیے جائیں تو اس کے بیٹے ہشام نے اپنے حصہ کے پچاس غلام آزاد کر دیئے' پھر اس کے دوسرے بیٹے عمرو نے ارادہ کیا کہ بقیہ پچاس غلام آزاد کر دے' پھر انہوں نے سوچا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ لوں' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یارسول اللہ! میرے باپ نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی اور ہشام نے اپنے حصہ کے پچاس غلام آزاد کر دیئے اور پچاس غلاموں کو آزاد کرنا باقی ہے' کیا میں اپنے باپ کی طرف سے ان کو آزاد کر دوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہارا باپ مسلمان ہوتا تو پھر تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا تم اس کی طرف سے حج کرتے تو اس کو ان عبادات کا ثواب پہنچتا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۸۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۷_۳۸۶' سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۷۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۲)

(۱۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا ہے' اگر اچانک انتقال نہ ہوا ہوتا تو ضرور وہ صدقہ کرتیں اور کچھ دیتیں' تو کیا میرا ان کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کرنا انہیں کفایت کرے گا؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! تم ان کی طرف سے صدقہ کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۲۸۸۱)

(۱۲) حجاج بن دینار بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: میرے ماں باپ ہیں جن کے ساتھ میں زندگی میں نیکی کرتا تھا' اب ان کی موت کے بعد میں ان کے ساتھ کیسے نیکی کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کی موت کے بعد ان کے ساتھ نیکی اس طرح ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے نماز پڑھو اور اپنے روزہ کے ساتھ ان کے لیے روزہ رکھو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۷' ادارۃ القرآن' کراچی)

(۱۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا ایک شخص کہہ رہا تھا: شبرمہ کی طرف سے لبیک' آپ نے پوچھا: شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا بھائی ہے یا میرا رشتہ دار ہے' آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنا حج کر لیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: پہلے اپنا حج کرو' پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرو۔ (سنن ابوداؤد: ۱۸۱۱' سنن ابن ماجہ: ۲۹۰۳' صحیح ابن خزیمہ: ۳۰۳۹)

(۱۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کیا یا ان کا کوئی قرض ادا کیا' وہ قیامت کے دن نیکی کرنے والوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

(سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

(۱۵) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرے تو وہ حج اس کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے اور اس کے والدین کی طرف سے بھی اور ان کی روحیں آسمان میں خوش ہوتی ہیں اور وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیکی کرنے والا لکھا جاتا ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

(۱۶) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے باپ اور ماں کی طرف سے حج کیا' اس کا اپنا حج بھی ہو گیا اور اس کو دس حج کرنے کی فضیلت ملے گی۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹' بیروت)

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ اس پر جو حج فرض ہے' وہ اس کو ادا کرنے کی نیت کرے' پھر اس کا ثواب اپنے ماں باپ کو پہنچا دے۔

(۱۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے باپ کا انتقال ہو گیا اور اس نے حج نہیں کیا: آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے باپ پر قرض ہوتا اور تم اس کو ادا کرتے تو وہ قبول کیا جاتا؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اپنے باپ کی طرف سے حج کرو۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(۱۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ "قل ھو اللّٰہ احد" پڑھا' پھر اس کا اجر اس قبرستان کے مُردوں کو بخش دیا تو اس قبرستان کے جتنے مردے ہیں' اتنی بار اس کے پڑھنے کا اس شخص کو اجر ملے گا۔ (جمع الجوامع: ۲۳۱۵۲' التذکرہ ج ۱ ص ۱۲۸' شرح الصدور ص ۳۱۲)

(۱۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قبرستان میں جا کر سورۂ یٰسٓ پڑھی' اللہ تعالیٰ اس دن مُردوں کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے اور قبرستان کے مردوں کی تعداد کے برابر پڑھنے والے کو نیکیاں عطاء فرماتا ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ۱۰ ص ۳۷۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

(۲۰) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص ہر جمعہ کے دن اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اور وہاں سورۂ یٰس پڑھے تو اس شخص کی مغفرت ہو جائے گی۔ (کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

ایصالِ ثواب کے ثبوت میں یہ بیس احادیث ہیں اور ایک حدیث اس باب میں مذکور ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۵۶) سو یہ کل اکیس احادیث ہیں' ان میں سے بعض کی سند کی تفصیل اور ان پر اعتراضات کے جوابات اور ایصالِ ثواب کے ثبوت میں ائمہ مذاہب کے

اقوال اور دیگر مباحث ہم نے سورۃ النجم: ۳۹ کی تفسیر میں بیان کر دیئے ہیں' دیکھئے: تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۵۷۶۔۵۳۲۔

۱۶ - بَابٌ اِذَا تَصَدَّقَ اَوْ وَقَفَ بَعْضَ مَالِهٖ اَوْ بَعْضَ رَقِيْقِهٖ اَوْ دَوَابِّهٖ فَهُوَ جَائِزٌ

جب کسی شخص نے اپنا کچھ مال یا کوئی غلام یا کوئی سواری' صدقہ کی یا وقف کی تو یہ جائز ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص اپنے کچھ مال کا صدقہ کرے یا اس کو وقف کرے تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام مالک' فقہاء احناف' امام شافعی اور اکثر فقہاء اس پر متفق ہیں کہ تندرست آدمی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی صحت کے زمانہ میں اپنے کل مال کا صدقہ کر دے' مگر فقہاء نے کہا ہے کہ اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے لیے اتنا مال باقی رکھے جس سے وہ اپنی ضروریات پوری کر سکے اور قدرتی آفات' مرض اور فقر وغیرہ میں اسے کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا نہ پڑے' کیونکہ دنیا کی آفات اور مصائب بہت زیادہ ہیں اور ہو سکتا ہے کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اچانک اس کی بینائی جاتی رہے یا وہ اپاہج ہو جائے اور اسے علاج کے لیے رقم کی ضرورت ہو' کیونکہ جب حضرت کعب بن مالک نے کہا: اے نبی اللہ! میری توبہ یہ ہے کہ ہمیشہ سچ بولوں گا اور اپنا تمام مال اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں صدقہ کروں گا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھو' یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ (المعجم الکبیر: ۹۰۔ ج ۱۹ ص ۴۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۱۳۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۷۵۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِيْ صَدَقَةً اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ فَاِنِّيْ اُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ. [اطراف الحدیث: ۲۹۴۷۔۲۹۴۸۔۲۹۴۹۔۲۹۵۰۔۳۰۸۸۔۳۵۵۶۔۳۸۸۹۔۳۹۵۱۔ ۴۴۱۸۔۴۶۷۳۔۴۶۷۶۔۴۶۷۷۔۴۶۷۸۔۶۲۵۵۔۶۶۹۰۔۷۲۲۵]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمان بن عبداللہ بن کعب نے خبر دی کہ عبداللہ بن کعب نے بتایا' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے تمام مال سے خالی ہو جاؤں اور اس کو اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں صدقہ کر دوں' تو آپ نے فرمایا: تم اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھو' یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے' تو میں نے عرض کیا: مجھے خیبر میں جو مال ملا تھا اس کو اپنے لیے رکھ لیتا ہوں۔

(صحیح مسلم: ۲۷۶۹' الرقم المسلسل: ۶۹۱۰' سنن ابوداؤد: ۳۳۰۲' سنن نسائی: ۳۴۲۱۔۳۴۲۰' مسند احمد ج ۳ ص ۴۵۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۷۷۷۔ ج ۲۵ ص ۵۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان کے لیے اپنے بعض مال کا صدقہ کرنا جائز ہے۔

غنا کی فقر پر فضیلت اور توبہ کرنے کے بعد نیک اعمال کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ غنیٰ' فقر سے افضل ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مال تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ زمین کا صدقہ کرنا جائز ہے اور غلام کو مساکین پر وقف کرنا جائز ہے۔
غلام اور حیوان کو صدقہ کرنے میں جو فقہاء کا اختلاف ہے اس کا میں عنقریب ذکر کروں گا۔
المہلب نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اس کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور اس شخص کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر کے اور دوسرے نیک اعمال کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۸ ص ۷ ۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

۱۷ - بَابُ مَنْ تَصَدَّقَ اِلٰی وَکِیْلِهٖ ثُمَّ رَدَّ الْوَکِیْلُ اِلَیْهِ

جس شخص نے اپنے وکیل کو صدقہ دیا پھر وکیل نے وہ صدقہ واپس کر دیا

صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں یہ عنوان اور یہ حدیث مذکور نہیں ہے اسی وجہ سے علامہ ابن بطال نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔

۲۷۵۸ - وَقَالَ اِسْمٰعِیْلُ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران:۹۲) جَاءَ اَبُوْ طَلْحَةَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی فِیْ کِتَابِهٖ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران:۹۲) وَاِنَّ اَحَبَّ اَمْوَالِیْ اِلَیَّ بِیْرُحَاءَ قَالَ وَکَانَتْ حَدِیْقَةً کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُهَا وَیَسْتَظِلُّ بِهَا وَیَشْرَبُ مِنْ مَّائِهَا فَهِیَ اِلَی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاِلٰی رَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْجُوْا بِرَّهٗ وَذُخْرَهٗ فَضَعْهَا اَیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ حَیْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ یَا اَبَا طَلْحَةَ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ قَبِلْنَاهُ مِنْكَ وَرَدَدْنَاهُ اِلَیْكَ فَاجْعَلْهُ فِی الْاَقْرَبِیْنَ فَتَصَدَّقَ بِهٖ اَبُوْ طَلْحَةَ عَلٰی ذَوِیْ رَحِمِهٖ قَالَ وَکَانَ مِنْهُمْ اُبَیٌّ وَّحَسَّانُ قَالَ وَبَاعَ حَسَّانُ حِصَّتَهٗ مِنْهُ مِنْ مُّعَاوِیَةَ فَقِیْلَ لَهٗ تَبِیْعُ صَدَقَةَ اَبِیْ طَلْحَةَ فَقَالَ اَلَا اَبِیْعُ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ بِصَاعٍ مِّنْ دَرَاهِمَ قَالَ وَکَانَتْ تِلْكَ الْحَدِیْقَةُ فِیْ مَوْضِعِ قَصْرِ بَنِیْ حُدَیْلَةَ الَّذِیْ بَنَاهُ مُعَاوِیَةُ۔

اور اسماعیل نے کہا: مجھے عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ نے خبر دی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ (انہوں نے کہا:) مجھے اس حدیث کا علم صرف حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے انہوں نے بتایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: تم اس وقت تک ہرگز نیکی نہ پا سکو گے جب تک کہ اس چیز سے نہ خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو۔ (آل عمران:۹۲) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آئے پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: تم اس وقت تک ہرگز نیکی نہ پا سکو گے جب تک کہ اس چیز سے نہ خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو۔ (آل عمران: ۹۲) اور میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء ہے اور وہ ایک باغ تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جاتے تھے اور اس کا سایا طلب کرتے تھے اور اس کا پانی پیتے تھے سو اب وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کی راہ میں صدقہ ہے) میں اس کی نیکی اور اس کے ذخیرۂ آخرت ہونے کی امید رکھتا ہوں یا رسول اللہ! آپ کو اللہ عزوجل جہاں بتائے آپ اس کو وہاں خرچ کیجئے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چھوڑو! اے ابوطلحہ! یہ تو بہت نفع آور مال ہے ہم نے اس کو تم سے قبول کر لیا اور ہم نے اس کو تمہیں واپس کر دیا تم یہ اپنے قرابت داروں کو دے دو تو حضرت ابوطلحہ نے وہ اپنے ذوالارحام (ماں کی طرف سے قرابت داروں) کو دے دیا اور ان میں حضرت اُبی تھے اور حضرت حسان تھے حضرت انس نے بتایا کہ حضرت حسان نے اپنا حصہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو فروخت کر دیا

ان سے کہا گیا: کیا تم حضرت ابوطلحہ کا صدقہ فروخت کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: کیا میں ایک صاع کھجوروں کو ایک صاع دراہم کے عوض فروخت نہ کروں اور یہ باغ بنو حدیلہ کے اس محل کی جگہ تھا جس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بنایا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۶۱ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوطلحہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے باغ کے صدقہ کرنے کا وکیل بنایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر وہ باغ ان کو واپس کر دیا۔

۱۸ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاكِیْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ (النساء:۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب (ترکہ کی) تقسیم کے وقت (غیر وارث) رشتہ دار اور یتیم اور محتاج آ جائیں تو انہیں (بھی) اس میں سے کچھ دے دو اور ان سے اچھی بات کہو (النساء:۸)

تقسیم وراثت کے وقت غیر وارثوں کی دل جوئی کے لیے انہیں صدقہ دینے کے حکم میں مذاہب فقہاء

ابتداء اسلام میں ان غیر وارثوں کو صدقہ کرنا واجب تھا' پھر یہ مستحب ہو گیا۔

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ آیا یہ آیت منسوخ ہے یا نہیں؟ مجاہد' ابوالعالیہ' شعبی' حسن بصری اور ابراہیم نخعی وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور اہل میراث پر واجب ہے کہ وہ میراث میں سے غیر ورثاء کو بھی صدقہ دیں' اور ابن المسیب نے کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے' یہ حکم فرائض کے نزول سے پہلے تھا' جب اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کا حصہ مقرر فرما دیا تو جس طرح اس کے وصیت کرنے کی فرضیت منسوخ ہو گئی' اسی طرح تقسیم وراثت کے وقت غیر وارثوں کی دل جوئی کے لیے انہیں صدقہ دینے کا حکم بھی منسوخ ہو گیا۔ یہ جمہور فقہاء' ائمہ اربعہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

۲۷۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اِنَّ نَاسًا یَزْعُمُوْنَ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰیَةَ نُسِخَتْ وَلَا وَاللّٰهِ مَا نُسِخَتْ وَلٰكِنَّهَا مِمَّا تَهَاوَنَ النَّاسُ هُمَا وَالِیَانِ وَالٍ یَرِثُ وَذَاكَ الَّذِیْ یَرْزُقُ وَوَالٍ لَّا یَرِثُ فَذَاكَ الَّذِیْ یَقُوْلُ بِالْمَعْرُوْفِ یَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ اَنْ اُعْطِیَكَ.

[طرف الحدیث: ۴۵۷۶] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن الفضل ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہو گئی ہے اور نہیں! اللہ کی قسم! یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی لیکن یہ آیت اس قبیل سے ہے جس (پر عمل کرنے) میں لوگوں نے سستی کی ہے اور والی دو قسم کے ہیں' ایک وہ ہیں جو خود وارث ہیں اور حاضرین کو دیتے ہیں اور دوسرے وہ والی ہیں جو وارث نہیں ہیں' پس یہی وہ ہیں جو عمدگی سے جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں تم کو دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک النساء:۸ منسوخ نہیں ہے۔

۱۹ - بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ لِمَنْ تُوُفِّيَ فَجَاةً أَنْ يَتَصَدَّقُوا عَنْهُ وَقَضَاءِ النُّذُورِ عَنِ الْمَيِّتِ

جو اچانک فوت ہو جائے اس کی طرف سے صدقہ کرنا اور میت کی نذر کو پورا کرنا مستحب ہے

۲۷۶۰ - حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَأُرَاهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ تَصَدَّقْ عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میری ماں اچانک فوت ہوگئی ہیں اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ کچھ بات کرتیں تو صدقہ کرتیں کیا میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کردوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم ان کی طرف سے صدقہ کردو۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۱۳۸۸ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں اس کی طرف سے صدقہ کرنے کا ثبوت ہے جو اچانک فوت ہو جائے۔

۲۷۶۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ اسْتَفْتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ فَقَالَ اقْضِهِ عَنْهَا. [اطراف الحدیث: ۶۶۹۸-۶۹۵۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبداللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میری ماں فوت ہوگئیں اور ان پر نذر تھی آپ نے فرمایا: تم اس نذر کو ان کی طرف سے ادا کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۶۳۸' الرقم المسلسل: ۴۱۲۶' سنن ابوداؤد: ۳۳۰۷' سنن ترمذی: ۱۵۴۶' سنن نسائی: ۳۸۱۷' سنن ابن ماجہ: ۲۱۳۲' مسند الحمیدی: ۵۲۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۸۷' مسند ابویعلیٰ ۲۳۸۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۷۱۷' مصنف عبدالرزاق: ۱۵۸۹۹' صحیح ابن حبان: ۴۳۹۳' سنن بیہقی ج ۴ ص ۲۵۶' شرح السنۃ: ۲۴۴۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۹۳- ج ۳ ص ۳۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے جزء ثانی کے ساتھ مطابقت ہے اس باب کی دونوں حدیثوں میں میت کی طرف سے ایصال ثواب کا ثبوت ہے۔ ان حدیثوں کی مفصل شرح 'صحیح البخاری: ۲۷۵۶ میں گزر چکی ہے۔

* باب مذکور کی حدیث 'شرح صحیح مسلم: ۴۱۲۲- ج ۴ ص ۵۲۰ پر مذکور ہے اس کی شرح کے عنوان حسب ذیل ہیں:

(۱) نذر کا لغوی معنی (۲) نذر کا شرعی معنی (۳) نذر کا حکم (۴) نذر کی شرائط (۵) نذر کی اقسام (۶) میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ (۷) میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ (۸) میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ (۹) میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ (۱۰) میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں غیر مقلدین کا نظریہ (۱۱) اولیاء اللہ کی نذر ماننے کا معروف اور مروّج غلط طریقہ اور اس کی اصلاح کی صورتیں (۱۲) اولیاء اللہ کی مروّج نذر کے متعلق شاہ مسعود دہلوی کا نظریہ (۱۳) اولیاء اللہ کی مروّج نذر کے متعلق مولانا

ریاست علی خاں کا نظریہ ⑭ اولیاء اللہ کی مروّج نذر کے متعلق شاہ عبدالعزیز کا نظریہ ⑮ کیا میت کے لیے لغوی نذر ماننا جائز ہے؟ ⑯ لغوی قسم اور لغوی نذر کی تحقیق ⑰ مصیبت کے وقت کٹر مشرکین کا اللہ تعالیٰ کی نذر ماننا ⑱ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے متعلق راہِ اعتدال اپنایئے ⑲ نذر سے ممانعت کی وجوہات ⑳ نذرِ معصیت پر کفارے کے بارے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ ㉑ نذرِ معصیت پر لزومِ کفارہ کے بارے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ ㉒ نذرِ معصیت پر لزومِ کفارہ کے بارے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ ㉓ نذرِ معصیت پر لزومِ کفارہ کے بارے میں فقہاء احناف کا نظریہ ㉔ مذہب احناف کے بیان میں بعض شارحین کی لغزش ㉕ شیخ کشمیری کے اشکال کا جواب ㉖ نذرِ معصیت میں کفارہ لازم ہونے پر علامہ ماردینی حنفی کے دلائل۔

* نذر کی یہ بحث' شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۵۵۲۔ ۵۳۴ پر مذکور ہے۔

۲۰ - بَابُ الْاِشْهَادِ فِي الْوَقْفِ وَالصَّدَقَةِ — وقف اور صدقہ میں گواہ بنانا

اس باب میں وقف اور صدقہ میں گواہ بنانے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۲۷۶۲ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَعْلٰى اَنَّهٗ سَمِعَ عِكْرَمَةَ مَوْلٰى بْنِ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ اَنْبَاَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَخَا بَنِيْ سَاعِدَةَ تُوُفِّيَتْ اُمُّهٗ وَهُوَ غَائِبٌ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّيْ تُوُفِّيَتْ وَاَنَا غَائِبٌ عَنْهَا فَهَلْ يَنْفَعُهَا شَيْءٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ بِهٖ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنِّيْ اُشْهِدُكَ اَنَّ حَائِطِيَ الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھ کو یعلیٰ نے خبر دی کہ انہوں نے عکرمہ مولیٰ ابن عباس سے سنا' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو بنو ساعدہ کے بھائی ہیں' ان کی ماں فوت ہو گئیں اور وہ اس وقت ان سے غائب تھے' سو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پس عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی ہیں اور میں اس وقت ان کے پاس سے غائب تھا' اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کر دوں تو کیا ان کو فائدہ پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: پس بے شک میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا مخراف نامی باغ ان کی طرف سے صدقہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۵۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں کسی کی طرف سے صدقہ پر کسی کو گواہ بنانے کا ذکر ہے۔

وقف پر گواہ بنانے کا حکم

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

وقف میں گواہ بنانا واجب ہے اور اس کے بغیر وقف مکمل نہیں ہوتا۔ علامہ المہلب متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بیعت میں گواہ بنانے کا حکم دیا ہے اور بیع میں ظاہر عوض کے سبب سے چیز مِلک سے نکل جاتی ہے تو وقف میں گواہ بنانا زیادہ اولیٰ ہے کیونکہ اس میں چیز بغیر عوض کے مِلک سے نکل جاتی ہے' جب کہ اکثر وقف اور صدقہ بغیر عوض کے ہوتے ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۱۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۲۱ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاٰتُوا الْيَتٰمٰى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًاO وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ﴾ (النساء:۲-۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یتیموں کو ان کے اموال دے دو اور (اپنے) خراب مال کو (ان کے) اچھے مال کے ساتھ تبدیل نہ کرو اور ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ' بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے O اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرسکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں' ان سے نکاح کرو۔

(النساء:۳-۲)

اس باب میں اور اس کے بعد کے تین ابواب میں قرآن مجید کی آیات کو عنوان بنایا گیا ہے' اس سے پہلے ابواب میں وصیتوں اور اوقاف کا ذکر تھا' اور اس باب میں ''یتامٰی'' کا ذکر ہے اور ان میں مناسبت یہ ہے کہ جس طرح وقف کا منتظم وقف کی مصلحت میں غور وفکر کرتا ہے' اسی طرح یتیم کا ولی اور سرپرست اس کی مصلحت میں غور وفکر کرتا ہے۔

النساء:۲ میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی مذمت کی ہے' اس کے متعلق یہ حدیثیں ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! وہ کیا کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' جادو کرنا' جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا' مسلمان پاک دامن بے قصور عورت پر تہمت لگانا۔

(صحیح البخاری:۶۸۵۷' صحیح مسلم:۸۹' سنن ابوداؤد:۲۸۷۴' سنن نسائی:۳۶۷۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کا سب سے اچھا گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کیا جائے اور سب سے بُرا گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جائے۔ (سنن ابن ماجہ:۳۶۷۹)

النساء:۳ میں نکاح کا ذکر ہے اور نکاح کے متعلق یہ حدیثیں ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے نوجوانوں کے گروہ! تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو' وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح نظر کو زیادہ نیچے رکھتا ہے اور شرم گاہ کی زیادہ حفاظت رکھتا ہے اور تم میں سے جو شخص نکاح کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے کیونکہ روزے اس کی شہوت کو کم کریں گے۔

(صحیح البخاری:۱۹۰۵' صحیح مسلم:۱۴۰۰' سنن ترمذی:۱۰۸۱' سنن ابوداؤد:۲۰۴۶' سنن نسائی:۳۲۰۸' سنن ابن ماجہ:۱۸۴۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا عارضی نفع کا سامان ہے اور اس میں بہترین نفع کی چیز نیک عورت ہے۔ (صحیح مسلم:۱۴۶۷' سنن نسائی:۳۲۳۲' سنن ابن ماجہ:۱۸۵۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۸)

۲۷۶۳ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ كَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا کہ عروہ بن الزبیر یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ انہوں نے

تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ﴾(النساء:۳)قَالَ ھِیَ الْیَتِیْمَةُ فِیْ حَجْرِ وَلِیِّھَا فَیَرْغَبُ فِیْ جَمَالِھَا وَمَالِھَا وَیُرِیْدُ اَنْ یَّتَزَوَّجَھَا بِاَدْنٰی مِنْ سُنَّةِ نِسَائِھَا فَنُھُوْا عَنْ نِکَاحِھِنَّ اِلَّا اَنْ یُّقْسِطُوْا لَھُنَّ فِیْ اِکْمَالِ الصَّدَاقِ وَاُمِرُوْا بِنِکَاحِ مَّنْ سِوَاھُنَّ مِنَ النِّسَاءِ. قَالَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ اسْتَفْتَی النَّاسُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدُ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَیَسْتَفْتُوْنَکَ فِی النِّسَآءِ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِیْھِنَّ﴾ (النساء:۱۲۷)قَالَتْ فَبَیَّنَ اللّٰہُ فِیْ ھٰذِہٖ اَنَّ الْیَتِیْمَةَ اِذَا کَانَتْ ذَاتَ جَمَالٍ وَّمَالٍ رَغِبُوْا فِیْ نِکَاحِھَا وَلَمْ یُلْحِقُوْھَا بِسُنَّتِھَا بِاِکْمَالِ الصَّدَاقِ فَاِذَا کَانَتْ مَرْغُوْبَةً عَنْھَا فِیْ قِلَّةِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ تَرَکُوْھَا وَالْتَمَسُوْا غَیْرَھَا مِنَ النِّسَاءِ قَالَ فَکَمَا یَتْرُکُوْنَھَا حِیْنَ یَرْغَبُوْنَ عَنْھَا فَلَیْسَ لَھُمْ اَنْ یَّنْکِحُوْھَا اِذَا رَغِبُوْا فِیْھَا اِلَّا اَنْ یُّقْسِطُوْا لَھَا الْاَوْفٰی مِنَ الصَّدَاقِ وَیُعْطُوْھَا حَقَّھَا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے متعلق سوال کیا: اور اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔ (النساء:۳) حضرت عائشہ نے فرمایا: یہ آیت اس یتیم لڑکی کے لیے ہے جو اپنے ولی کے زیر پرورش ہوتی ہے وہ اس کے حسن و جمال اور اس کے مال و دولت میں رغبت کرتا ہے اور کم مہر کے عوض اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے جو اس جیسی لڑکیوں کا مہر ہوتا ہے تو ان کو ان یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا سوا اس کے کہ وہ انصاف کے ساتھ ان کا پورا پورا مہر مقرر کریں اور ان کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ان یتیم لڑکیوں کے سوا اور کسی سے نکاح کر لیں حضرت عائشہ نے فرمایا: پھر اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اور یہ لوگ آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں آپ کہیے کہ اللہ تمہیں ان کے متعلق حکم دیتا ہے۔ (النساء:۱۲۷) حضرت عائشہ نے فرمایا: پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرما دیا کہ جب کوئی یتیم لڑکی خوب صورت اور مال دار ہو اور (اس کے ولی) اس سے نکاح کرنے میں راغب ہوں اور اس لڑکی کا مہر اس کے رواج کے مطابق نہ دیں تو وہ اس سے نکاح نہ کریں پس جب اس لڑکی کا حسن اور اس کا مال کم ہوتا تو وہ اس لڑکی کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس کے سوا کسی اور عورت کو طلب کرتے پس جس طرح جب وہ کسی لڑکی سے رغبت نہ کریں تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں اسی طرح جب وہ کسی لڑکی سے رغبت کریں تو اس سے ان کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے سوا اس کے کہ وہ انصاف سے اس کا پورا پورا مہر ادا کر دیں اور اس کا حق اس کو دے دیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۴۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۲۲ - بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَابْتَلُوا الْیَتٰمٰی حَتّٰی اِذَا بَلَغُوا النِّکَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْھُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْا اِلَیْھِمْ اَمْوَالَھُمْ وَلَا تَاْکُلُوْھَا اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ یَّکْبَرُوْا وَمَنْ کَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ وَمَنْ کَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْکُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا

اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں پس اگر تم ان میں عقل مندی (کے آثار) دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو اور (ان کے اموال) فضول خرچی اور جلد بازی سے نہ کھاؤ (اس ڈر سے) کہ وہ بڑے ہو جائیں

دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ○ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا﴾ (النساء:٦-٧) حَسِيْبًا يَعْنِىْ كَافِيًا.

(اور تم سے اپنا حق طلب کریں) اور (یتیم کا وہ ولی) جسے ضرورت نہ ہو وہ (اس کا مال خرچ کرنے سے) بچتا رہے اور جس کو ضرورت ہو وہ (اس کے مال سے) دستور کے مطابق کھالے پھر جب تم ان کے مال ان کے سپرد کرنے لگو تو ان پر گواہ بنا لو اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا ○ مردوں کے لیے اس (مال) میں سے حصہ ہے جس کو ماں باپ اور قرابت دار چھوڑ گئے اور عورتوں کے لیے بھی اس (مال) میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور قرابت دار چھوڑ گئے خواہ وہ تھوڑا حصہ مقرر کیا ہوا ہو یا بہت ہو ○ (النساء:٧-٦) اس آیت میں ''حسیب'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کافی ہے۔

ولی کے لیے ضرورت کے وقت مالِ یتیم سے کھانے کی تفصیل اور تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے پاس مال نہیں ہے اور میرے پاس ایک یتیم ہے تو آپ نے فرمایا: تم یتیم کے مال سے کھالو اس میں فضول خرچی اور جلد بازی نہ کرنا' اور نہ اس کے مال کو (اپنے لیے) جمع کرنا اور نہ اپنے مال کو بچانا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۶ طبع قدیم)

اور دستور کے مطابق کھانے کی کیفیت یہ ہے کہ انگلیوں کی اطراف سے کھائے اور اس میں فضول خرچ نہ کرے اور نہ کپڑے بنائے' یہ سُدّی کا قول ہے۔ ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ وہ سوتی کپڑے اور حُلّے نہ پہنے' بس اتنا لباس پہنے جو ستر عورت کے لیے کافی ہو اور اتنا کھائے جس سے رمقِ حیات برقرار رہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ اس کی کھجوروں کے باغ سے کھائے اور اس کے مویشیوں کا دودھ نکال کر پیے اور اس پر کوئی قضاء نہیں ہے' رہا سونا اور چاندی تو اس کو نہ لے (اسی طرح کرنسی نوٹ بھی نہ لے) اور اگر ان میں سے کچھ لیا ہے تو اس کو واپس کرنا ضروری ہے' یہ حسن بصری اور فقہاء کی ایک جماعت کا قول ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اگر وہ غنی ہے تو اس کا اجر اللہ پر ہے اور اگر وہ فقیر ہے تو دستور کے مطابق کھالے اور اپنے آپ کو ایسا مزدور قرار دے جو اپنی ضروریات کے مطابق مزدوری لیتا ہے' اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اپنے آپ کو بیت المال سے وظیفہ لینے میں یتیم کے ولی کی طرح قرار دیا ہے' اگر مجھے ضرورت نہ ہو تو پھر میں نہیں لیتا اور اگر مجھے ضرورت ہو تو میں دستور کے مطابق کھالیتا ہوں اور جب میں خوش حال ہو جاؤں تو میں بیت المال سے لی ہوئی رقم کو واپس کر دیتا ہوں' فقہاء نے کہا ہے کہ اس کو اس وقت کی جو اُجرت ملتی ہے' وہ اس سے کم لے یا اپنی ضرورت کے مطابق لے اور اس میں اختلاف ہے کہ وہ خوش حالی کے بعد اس رقم کو واپس کرے یا نہ کرے' امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ واپس نہ کرے کیونکہ اس نے اپنے عمل (یتیم کی پرورش اور اس کے مال کی حفاظت) کی اُجرت لی ہے اور وہ ضرورت مند بھی ہے اور ان کے نزدیک یہی صحیح قول ہے اور اس لیے بھی کہ اس آیت نے اس کے لیے یتیم کے مال کو بغیر معاوضہ کے مباح کر دیا ہے' اور علامہ ابن الجوزی نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے یعنی منسوخ نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۸۲-۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۰۰۰ - بَابٌ وَمَا لِلْوَصِيِّ أَنْ يَّعْمَلَ فِيْ مَالِ الْيَتِيْمِ وَمَا يَأْكُلُ مِنْهُ بِقَدْرِ عُمَالَتِهِ

وصی کا یتیم کے مال میں تجارت کرنا اور اپنی محنت کے اندازہ سے اس سے کھانا

وصی سے مراد وہ شخص ہے جس کو یہ وصیت کی گئی ہو کہ وہ یتیم کی پرورش کرے اور اس کے مال کی حفاظت کرے' اس لیے وصی کو اس کی اجازت ہے کہ وہ یتیم کے مال میں خرید وفروخت کر کے تجارت کرے اور اپنی محنت کے اندازہ سے اس کی اجرت لے۔

٢٧٦٤ - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ الْأَشْعَثِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ مَوْلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ تَصَدَّقَ بِمَالٍ لَّهٗ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يُقَالُ لَهٗ ثَمْغٌ وَكَانَ نَخْلًا فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اسْتَفَدْتُّ مَالًا وَهُوَ عِنْدِيْ نَفِيْسٌ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَتَصَدَّقَ بِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْ بِاَصْلِهٖ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ وَلٰكِنْ يُّنْفَقُ ثَمَرُهٗ فَتَصَدَّقَ بِهٖ عُمَرُ فَصَدَقَتُهٗ تِلْكَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَفِي الرِّقَابِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالضَّيْفِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَلَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ وَّلِيَهٗ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوْفِ اَوْ يُوْكِلَ صَدِيْقَهٗ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ بِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ہارون بن اشعث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوسعید مولیٰ بنی ہاشم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں صخر بن جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اپنے کچھ مال کا صدقہ کیا' جس کو ثمغ کہا جاتا تھا اور وہ کھجور کے باغات تھے' پس حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! میں نے کچھ مال حاصل کیا ہے اور وہ میرے نزدیک (بہت) نفیس ہے' سو میں نے اس کو صدقہ کرنے کا ارادہ کیا ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اصل مال کو صدقہ کر دو کہ نہ اس کو فروخت کیا جا سکے نہ ہبہ کیا جا سکے' نہ وراثت میں دیا جا سکے لیکن اس کے پھلوں کو خرچ کیا جائے' پس حضرت عمر نے اس کا صدقہ کر دیا اور ان کا یہ صدقہ اللہ کی راہ میں تھا اور غلاموں کو آزاد کرنے میں اور مسکینوں اور مہمانوں اور مسافروں میں اور رشتہ داروں میں' اور جو اس صدقہ کا منتظم ہو' وہ اگر دستور کے مطابق اس سے کھائے یا اپنے دوست کو کھلائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' بہ شرطیکہ اس سے مال جمع نہ کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۱۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''ثمغ'' کا لفظ ہے' یہ حضرت عمر کی وہ زمین تھی' جو مدینہ کے اطراف میں تھی۔

٢٧٦٥ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (النساء:٦) قَالَتْ اُنْزِلَتْ فِيْ وَالِي الْيَتِيْمِ اَنْ يُّصِيْبَ مِنْ مَّالِهٖ اِذَا كَانَ مُحْتَاجًا بِقَدْرِ مَالِهٖ بِالْمَعْرُوْفِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ (قرآن مجید کی یہ آیت:) جو مال دار ہے وہ بچتا رہے اور جو ضرورت مند ہے وہ دستور کے مطابق اس سے کھا لے۔ (النساء:٦) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ یہ آیت یتیم کے ولی کے متعلق نازل ہوئی ہے کہ وہ یتیم کا مال حاصل کرے' جب وہ ضرورت مند ہو تو اس

کے مال سے دستور کے مطابق کھالے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۱۲ میں گزر چکی ہے۔

۲۳ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًاO﴾ (النساء: ۱۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک جو لوگ ناجائز طریقوں سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں' وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے O (النساء: ۱۰)

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ ناجائز طریقوں سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں' ان کا آخرت میں کیا حال ہوگا اور ان سے مقصود لوگوں کو ڈرانا ہے تا کہ وہ ناجائز طریقہ سے یتیموں کا مال کھانے سے باز رہیں۔

یتیموں کا مال ظلماً کھانے والوں کا آخرت میں انجام

امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کو اپنی قبروں سے اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ ان کے منہ میں آگ بھڑک رہی ہوگی' آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں ہے: بے شک جو لوگ ناجائز طریقوں سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں' وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔ (النساء: ۱۰)

سدی نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا کہ جو شخص ظلماً یتیم کا مال کھاتا ہے' وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ آگ کے شعلے اس کے منہ سے' اس کے کانوں سے' اس کی ناک سے اور اس کی آنکھوں سے نکل رہے ہوں گے اور ہر جو شخص اس کو دیکھے گا' وہ پہچان لے گا کہ یہ یتیم کا مال کھاتا تھا۔

عبید اللہ بن ابی جعفر نے کہا: جس شخص نے یتیم کا مال کھایا' قیامت کے دن اس کے ہونٹوں کو پکڑا جائے گا اور اس کے منہ میں انگارے بھر دیئے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا: اب اس کو کھاؤ! جس طرح تم دنیا میں یتیم کا مال کھاتے تھے' پھر اس کو بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں بتایئے کہ شب معراج آپ کو کیا دکھایا گیا؟ آپ نے فرمایا: میں نے اللہ کی ایک مخلوق کو دیکھا' ان کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے' ان کے جبڑوں میں آگ ڈالی جا رہی تھی' جو ان کے نیچے سے نکل رہی تھی اور وہ چلا رہے تھے' میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ لوگ کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جو ظلماً یتیموں کا مال کھاتے تھے اور اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے تھے اور عنقریب ان کو بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۳ ص ۸۷۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

۲۷۶٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِىْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدِ الْمَدَنِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سلیمان بن بلال نے حدیث

عَنْ اَبِی الْغَیْثِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَکْلُ الرِّبَا وَاَکْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ.

[اطراف الحدیث: ٥٧٦٤-٦٨٥٧]

بیان کی از ثور بن زید المدنی از ابی الغیث از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کیا کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' جادو کرنا' جس کے قتل کرنے کو اللہ نے حق کے سوا حرام کر دیا ہے' اس کو قتل کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' میدانِ جہاد سے پیٹھ موڑنا اور پاک دامن جرم سے بَری بھولی بھالی مؤمن عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگانا۔

(صحیح مسلم: ٨٩' الرقم المسلسل: ١٦٣' سنن ابوداؤد: ٢٨٧٤' سنن نسائی: ٣٦٧٠)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ ابوالقاسم القرشی العامری الاوسی (٢) سلیمان بن بلال ابوایوب القرشی التیمی (٣) ثور بن زید الدیلی (٤) ابوالغیث سالم مولیٰ ابی مطیع القرشی (٥) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٨٥)

''موبقات' شرك'' اور ''سحر'' کے معانی اور ''سحر'' کی اقسام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''الموبقات'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ''المھلکات''۔

نیز اس حدیث میں ''شرك باللّٰه'' کا لفظ ہے' اس کا لغوی معنی ہے: ایک شخص کو دوسرے کا شریک بنانا' اور اس کا شرعی معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مستحق عبادت قرار دینا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب بالذات یا قدیم بالذات ماننا' یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی کوئی صفت مستقل بالذات ماننا۔

اور اس میں ''سحر'' کا لفظ ہے' اس کا لغوی معنی ہے: کسی چیز کی حقیقت بدل دینا۔ الجوہری نے کہا ہے کہ سحر کا ماخذ لطیف اور دقیق ہے' ابوعبداللہ الرازی نے بیان کیا ہے کہ سحر کی آٹھ اقسام ہیں:

(١) کذابین کا سحر: یہ وہ لوگ ہیں جو سات سیاروں کی پرستش کرتے ہیں' ان کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ سیارے عالم کی تدبیر کرتے ہیں اور یہ خیر اور شر کو لاتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان ہی لوگوں کا رد کرنے کے لیے مبعوث فرمایا تھا۔

(٢) دلوں اور دماغوں میں وہم ڈالنے والوں کا سحر۔

(٣) جنات سے استعانت کرنے والوں کا سحر' اور جنات کی دو قسمیں ہیں: مؤمنین اور کافرین' اور کفار ہی شیاطین ہیں' جادو کی یہ قسم منتر پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے' اس کو عزائم اور عمل تسخیر بھی کہتے ہیں۔

(٤) تخیلات' نظر بندی اور شعبدہ' بعض مفسرین نے کہا ہے کہ فرعون کے جادوگروں کا سحر بھی اسی قسم سے تھا۔

(٥) آلات اور اوزاروں کے ذریعہ عجیب وغریب کام کرنا۔

(٦) بعض دواؤں کے خواص سے استعانت کرنا' یعنی کھانے پینے کی چیزوں میں۔

(٧) جادوگر یہ دعویٰ کرے کہ وہ اسم اعظم کو جانتا ہے اور جنات اکثر اُمور میں اس کی اطاعت اور اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

(٨) مخفی اور دقیق وجوہ سے لوگوں میں چغلی کھانا اور یہ لوگوں میں بہت عام ہے۔

ان اقسام میں سے بہت سی اقسام کو فن سحر میں اس لیے داخل کر لیا ہے کہ ان کے مدارک بہت لطیف ہیں' کیونکہ لغت میں سحر اس کو کہتے ہیں جو لطیف ہو اور اس کا سبب مخفی ہو' اسی وجہ سے حدیث میں مذکور ہے کہ بعض بیان ضرور سحر ہوتے ہیں۔

(صحیح البخاری: ۵۷۶۷)

اور سحری کے وقت کو "سحور" کہتے ہیں کیونکہ وہ رات کے آخری وقت کا قلیل حصہ ہوتا ہے اور پانی پینے کی طرف کے پھیپھڑے کو بھی سحر کہتے ہیں کیونکہ یہ غذاء کا محل ہے اور اجزاء بدن میں اس کا حلول کرنا بہت خفی اور لطیف ہے۔

گناہ کبیرہ کی تعداد میں فقہاء کے اقوال اور حدیث میں سات کبائر کی تعیین کی توجیہ

اس حدیث میں سات کبائر کا ذکر ہے اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ کبائر سات سے زیادہ ہوں' کیونکہ دوسری احادیث میں ان کبائر کا ذکر ہے: جھوٹ بولنا' مرد کا اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا' جھوٹی قسم کھانا' بیت اللہ کو حلال سمجھنا' جو شخص کسی پاک دامن عورت سے زنا کرے اس کے لیے عورت کو روکنا' جو شخص کسی مسلمان کو قتل کرے اس کے لیے اس مسلمان کو روکنا' کافروں کو مسلمانوں کی پوشیدہ باتوں پر مطلع کرنا اور مسلمانوں کے راز بتانا' ناحق فیصلہ کرنا' گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ شرک کے بعد سب سے بڑا کبیرہ گناہ قتل کرنا ہے' اور بعض علماء نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ کبائر سات ہیں' انہوں نے اس عدد کو اس باب کی حدیث سے اخذ کیا ہے' اور بعض علماء نے کہا ہے کہ کبائر گیارہ ہیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ کبائر ستر کے قریب ہیں اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ کبائر سات سو ہیں' تحقیق یہ ہے کہ کبائر میں کسی عدد کی تصریح اس کے منافی نہیں ہے کہ کبائر اس عدد سے زیادہ ہوں۔

اس حدیث میں جو سات کبائر کی تعیین ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کو اس وقت صرف سات کبائر کا علم ہو' پھر آپ کی طرف مزید کبائر کی وحی کی گئی یا اس وقت جن کبائر کو بتانے کی ضرورت تھی' وہ سات ہی تھے۔

صغائر اور کبائر میں فرق اور صغائر اور کبائر کی تعریفیں

صغائر اور کبائر میں فرق یہ ہے کہ جن کاموں کے گناہِ کبیرہ ہونے کی تصریح کی گئی ہے' اگر ان میں کسی کام کا فساد کم ہو تو وہ صغیرہ ہے اور اگر اس کا فساد گناہ کبیرہ کے مساوی ہو یا زیادہ تو پھر وہ کبیرہ ہے۔

پس جس نے رب عزوجل کو گالی دی یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یا کسی رسول کی توہین کی یا ان میں سے کسی کی تکذیب کی یا کعبہ مشرفہ پر نجاست لگائی یا قرآن مجید کے کسی نسخہ کو نجاست میں پھینک دیا' تو یہ سب سے بڑے کبائر ہیں' اگرچہ شریعت میں ان کے ذکر کی تصریح نہیں ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ ہر وہ گناہ جس کے ساتھ کسی وعید یا حد کا ذکر ہو یا اس کام پر لعنت ہو تو وہ گناہ کبیرہ ہے' یہ قول حسن بصری سے منقول ہے' ایک قول یہ ہے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے' جس کا مرتکب دین کی توہین کر رہا ہو۔

حضرت ابن مسعود' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ ہر وہ کام جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہو' وہ کبیرہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ. (النساء: ۳۱) اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے۔

قاضی عیاض نے کہا: محققین کا یہی مذہب ہے کیونکہ اللہ عزوجل کے جلال کی طرف ہر نسبت کبیرہ ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس کی طرف اس قول کی نسبت صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے النساء:۳۱ میں کبائر کا ذکر کیا ہے اور اس آیت میں صغائر کا ذکر فرمایا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ. (النجم:۳۲) اور جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں سوائے چھوٹے گناہوں کے۔

پس جن کاموں سے منع فرمایا ہے وہ کبائر بھی ہیں اور صغائر بھی ہیں اور النساء:۳۱ میں فرمایا ہے: اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیں گے اور النجم:۳۱ میں ''کبائر'' اور ''فواحش'' سے ''لمم'' (گناہ صغیرہ) کا استثناء فرمایا ہے تو قرآن مجید کے اتنے عظیم عالم سے کبائر سے صغائر کا فرق کیسے مخفی رہ سکتا ہے لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک کبائر اور صغائر میں کوئی فرق نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس کام سے بھی منع فرمایا ہے وہ کبیرہ ہے۔

سحر کی حقیقت اور اس کے مصداق میں فقہاء کا اختلاف

سحر کی حقیقت ہے' ابوالمظفر یحییٰ بن محمد نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے سوا سب کا اس پر اجماع ہے کہ سحر کی حقیقت ہے' کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ سحر کی کوئی حقیقت نہیں ہے' اور علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک سحر برحق ہے اور اس کی حقیقت ہے' اللہ تعالیٰ جو چاہے پیدا فرما دیتا ہے' معتزلہ اور ابواسحاق اسفرائنی شافعی کا اس میں اختلاف ہے' انہوں نے کہا ہے کہ یہ نظر بندی اور تخییل ہے یعنی کسی کے خیال میں کوئی چیز ڈال دینا اور سحر کی بعض قسموں کا تعلق ہاتھ کی صفائی اور شعبدہ بازی سے ہوتا ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ سحر کی بعض انواع کا تعلق اللہ تعالیٰ کے اسماء کو پڑھ کر دم کرنے سے ہوتا ہے اور بعض کا تعلق شیاطین کے عہود سے ہوتا ہے اور بعض کا تعلق دواؤں اور دھوئیں وغیرہ سے ہوتا ہے۔

معتزلہ نے سحر کے وجود کا انکار کیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ جو سحر کا اقرار کرے' وہ کافر ہے اور رہے اہل سنت تو انہوں نے کہا کہ یہ جائز ہے کہ ساحر ہوا میں پرواز کرے اور یہ کہ وہ انسان کو گدھا بنا دے اور گدھے کو انسان بنا دے' مگر انہوں نے یہ کہا ہے کہ جب ساحر کوئی عمل کرتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اس چیز کو پیدا کر دیتا ہے اور سحر کے وقوع پر دلیل یہ آیت ہے:

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ. (البقرہ:۱۰۲) اور وہ اس سحر کے سبب سے کسی کو ضرر پہنچانے والے نہیں تھے مگر اللہ کے اذن سے۔

سحر کی تعلیم کے جواز اور عدم جواز میں فقہاء کا اختلاف

اس میں بھی اختلاف ہے کہ سحر کی تعلیم جائز ہے یا نہیں؟ امام رازی نے کہا ہے کہ سحر کا علم قبیح نہیں ہے اور نہ ممنوع ہے' اس پر محققین کا اتفاق ہے' کیونکہ علم اپنی ذات میں شریف ہے اور اس لیے کہ اگر سحر کا علم نہ ہو تو سحر اور معجزہ میں فرق نہیں ہو سکے گا اور معجزہ کو معجزہ سمجھنے کا علم واجب ہے اور جس پر واجب موقوف ہو' وہ بھی واجب ہوتا ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ سحر کا علم حاصل کرنا واجب ہے' یہ امام رازی کی عبارت ہے۔

امام رازی کی اس عبارت میں کئی وجوہ سے بحث ہے: اوّل اس لیے کہ سحر کا علم قبیح نہیں ہے' اگر اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ سحر کا علم عقلاً قبیح نہیں ہے تو معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں اور اگر اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ شرعاً قبیح نہیں ہے تو یہ آیت اس کے خلاف ہے:

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ. (البقرۃ:۱۰۲)

وہ اس سحر کے پیچھے لگ گئے جسے سلیمان کے عہد سلطنت میں شیطان پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے کوئی کفر نہیں کیا' ہاں! شیطانوں نے ہی کفر کیا' وہ لوگوں کو سحر سکھاتے تھے۔

اس آیت میں واضح طور سے سحر کی تعلیم کی مذمت فرمائی ہے۔

امام رازی کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ سحر کی تعلیم ممنوع نہیں ہے' سحر کی تعلیم کیسے ممنوع نہیں ہوگی جب کہ البقرہ:۱۰۲ میں تعلیم سحر کی مذمت ہے اور حدیث میں ہے: جو کسی عراف یا کاہن کے پاس گیا' اس نے اس کا انکار کر دیا جو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم:۲۲۳۰)

جو شخص سحر کو سیکھ کر اس پر عمل کرتا ہے' آیا وہ کافر ہے یا نہیں؟

جو شخص جادو سیکھ کر اس پر عمل کرتا ہے' اس کے حکم میں اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام احمد نے کہا ہے کہ وہ اس سے کافر ہو جائے گا' اور بعض احناف نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ اس لیے جادو سیکھتا ہے تاکہ وہ دوسرے کے کیے ہوئے جادو کے شر سے بچ سکے یا اس سے اجتناب کرے تو یہ کفر نہیں ہے اور جس نے اس کے جواز کا اعتقاد رکھ کر اس کو سیکھا' یا اس سے نفع حاصل کرنے کے لیے اس کو سیکھا تو وہ کافر ہو جائے گا' اور اسی طرح جس نے یہ اعتقاد رکھا کہ شیاطین جادو سے جو چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں تو وہ بھی کافر ہو جائے گا' اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جس نے جادو سیکھا تو ہم اس سے کہیں گے کہ تم بتاؤ کہ تم جادو سے کیا کر سکتے ہو؟ اگر اس نے یہ کہا کہ وہ جادو کے ذریعہ سات سیاروں کا تقرب حاصل کرتا ہے اور یہ سیارگان ہر وہ کام کرتے ہیں جو ان سے طلب کیا جائے' تو پھر وہ کافر ہو جائے گا۔

آیا ساحر کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟

امام مالک اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ صرف سحر کے فعل کی وجہ سے ساحر کو قتل کر دیا جائے گا' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اس کو اس وقت قتل کیا جائے گا جب وہ بار بار سحر کا فعل کرے گا یا کسی شخص معین میں جادو کرنے کا اقرار کرے گا۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کو حداً قتل کیا جائے گا اور امام شافعی کے نزدیک اس حالت میں اس کو قصاصاً قتل کیا جائے گا' اگر اہل کتاب میں سے کوئی ساحر ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو بھی اسی طرح قتل کیا جائے گا' جس طرح مسلمان کو قتل کیا جاتا ہے' اور امام شافعی' امام مالک اور امام احمد کے نزدیک اس کو قتل نہیں کیا جائے گا' اور جو عورت ساحرہ ہو' امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو قتل نہیں کیا جائے گا لیکن اس کو قید کیا جائے گا اور ائمہ ثلاثہ نے کہا ہے کہ اس کا وہی حکم ہے' جو مردوں کا حکم ہے۔

آیا ساحر کی توبہ قبول ہے یا نہیں؟

امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا مشہور قول یہ ہے کہ ساحر کی توبہ قبول نہیں ہے' امام احمد کی دوسری روایت یہ ہے کہ ساحر کی توبہ قبول ہے' امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ جب اس کا سحر ظاہر ہو جائے تو اس کو زندیق کی طرح قتل کر دیا جائے گا اور اگر اس نے ظہور سے پہلے توبہ کر لی اور وہ توبہ کرتا ہوا آیا تو ہم اس کی توبہ قبول کر لیں گے اور اس کو قتل نہیں کریں گے اور اگر اس نے جادو کر کے کسی کو قتل کر دیا تو ہم اس کو قتل کر دیں گے' امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر ساحر نے یہ کہا کہ اس نے عمداً قتل نہیں کیا تو وہ خطاء کار ہے اور اس پر دیت واجب ہوگی۔

حدیث میں مذکور دیگر افعال کی تفصیل

اس حدیث میں میدانِ جہاد سے پیٹھ موڑنے کو بھی کبیرہ فرمایا ہے اور یہ حدیث حسن بصری پر حجت ہے وہ صرف جنگ بدر سے پیٹھ موڑنے کو کبیرہ کہتے تھے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُO (الانفال:۱۶)

اور جو اس دن ان سے پیٹھ پھیرے گا' سوا اس کے کہ وہ جنگ کی کوئی چال چل رہا ہو یا اپنی جماعت سے ملنا چاہتا ہو تو وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیسا بُرا ٹھکانا ہےO

اور اس حدیث میں مُحصَنہ عورت کو تہمت لگانے کا ذکر ہے' اور شریعت میں احصان چار چیزوں سے ہوتا ہے: اسلام' عفت' شادی شدہ ہونا اور آزاد ہونا' اور ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ وہ مکلف ہو یعنی عاقل بالغ ہو' آزاد ہو' مسلمان ہو اور زنا سے اجتناب کرنے والا ہو تو پھر وہ محصن ہے' اور ان میں سے ایک وصف بھی نہ ہو تو پھر وہ محصن نہیں ہے۔

۲۴ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَّاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌO ﴾ (البقرہ:۲۲۰)

اور آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں' آپ کہیے: ان کی اصلاح بہتر ہے اور اگر (خرچ میں) تم انہیں اپنے ساتھ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ فساد کرنے والے کو اصلاح کرنے والے سے (خوب) جانتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ضرور سختی میں ڈال دیتا' بے شک اللہ بہت غالب ہے' بڑی حکمت والاO (البقرہ:۲۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: اچھے طریقہ کے سوا مالِ یتیم کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔ (الانعام:۱۵۲) بے شک جو لوگ ناجائز طور پر یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے۔ (النساء:۱۰) تو جس کے زیر پرورش بھی کوئی یتیم تھا' اس نے اپنے طعام کو یتیم کے طعام سے اور اپنے مشروب کو یتیم کے مشروب سے الگ کر لیا' پھر یتیم کا جو طعام بچ جاتا اس کو حفاظت سے رکھ دیتا حتیٰ کہ یتیم اس کو کھا لیتا یا وہ طعام خراب ہو جاتا' سو یہ حکم ان پر بہت دشوار ہوا' تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس کا ذکر کیا' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اور آپ سے (لوگ) یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں' آپ کہیے کہ ان کی اصلاح بہتر ہے اور اگر خرچ میں تم انہیں اپنے ساتھ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔ (البقرہ:۲۲۰) (سنن ابوداؤد:۲۸۷۱' سنن نسائی:۳۶۷۱)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آ کر کہا: میں فقیر ہوں میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے اور میرے پاس ایک یتیم ہے' تو آپ نے فرمایا: تم یتیم کے مال سے کھا لو' جب کہ تم نہ فضول خرچ کرنے والے ہو نہ جلد بازی کرنے والے ہو اور نہ مال جمع کرنے والے ہو۔

(سنن ابوداؤد:۲۸۷۲' سنن نسائی:۳۶۷۰' سنن ابن ماجہ:۲۷۱۸)

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ پر دلوں کا حال روشن ہے' وہ خیر خواہ اور بدخواہ کو جانتا ہے' اس کو علم ہے کہ یتیم کے مال کو ضائع

سے بچانے کے لیے کون مشترک کھانا پکایا کرتا ہے اور یتیم کے مال سے (بہ طور خیانت) فائدہ اٹھانے کے لیے کون ایسا کرتا ہے' یتیم کی خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے نقد مال اور باقی رہنے والی چیزوں کو الگ اس کے حساب میں رکھو اور جو چیزیں جلد خراب ہونے والی ہیں' ان میں اپنا اور یتیم کا کھانا بہ قدر حساب مشترک رکھو۔

لَاعْنَتَكُمْ لَاَحْرَجَكُمْ وَضَيَّقَ عَلَيْكُمْ ﴿وَعَنَتْ﴾ (طٰہٰ:۱۱۱) خَضَعَتْ.

''لاعنتکم'' کا معنی ہے: تم کو حرج میں ڈال دیتا اور تم پر تنگی کر دیتا' اور ''عنت'' کا معنی ہے: ذلت میں مبتلا ہوئی۔

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر ہے' جس کو امام ابن المنذر نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۹۰)

۲۷۶۷ - وَقَالَ لَنَا سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ مَارَدَّ ابْنُ عُمَرَ عَلٰى اَحَدٍ وَّصِيَّةً.

اور ہم سے سلیمان نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع' انہوں نے کہا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کسی کی وصیت کو اس کے اوپر مسترد نہیں کیا۔

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جس کی طرف وصیت کی جاتی' اس کو قبول فرما لیتے تھے۔

وَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ اَحَبُّ الْاَشْيَاءِ اِلَيْهِ فِيْ مَالِ الْيَتِيْمِ اَنْ يَّجْتَمِعَ اِلَيْهِ نُصَحَاؤُهٗ وَ اَوْلِيَاؤُهٗ فَيَنْظُرُوا الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ لَّهٗ.

اور ابن سیرین کے نزدیک یتیم کے مال میں سب سے پسندیدہ چیز یہ تھی کہ یتیم کے خیر خواہوں اور اس کے سرپرستوں کو جمع کیا جائے' پھر وہ اس پر غور کریں کہ کون سا کام یتیم کے لیے بہتر ہے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے۔

وَكَانَ طَاوُسٌ اِذَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ مِّنْ اَمْرِ الْيَتَامٰى قَرَءَ ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾ (البقرہ:۲۲۰)

اور جب طاؤس سے یتیموں کے معاملات میں سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ یہ آیت پڑھتے: اور اللہ فساد کرنے والے کو اصلاح کرنے والے سے (خوب) جانتا ہے۔ (البقرہ:۲۲۰)

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ سفیان بن عیینہ نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۹۱)

وَقَالَ عَطَاءٌ فِيْ يَتَامَى الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ يُنْفِقُ الْوَلِيُّ عَلٰى كُلِّ اِنْسَانٍ بِقَدْرِهٖ مِنْ حِصَّتِهٖ.

اور عطاء نے چھوٹے اور بڑے یتیموں کے متعلق کہا کہ ولی ہر انسان پر اس کے حصہ کے اندازہ سے خرچ کرے۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۹۱)

۲۵ - بَابُ اسْتِخْدَامِ الْيَتِيْمِ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ اِذَا كَانَ صَلَاحًا لَّهٗ وَنَظَرِ الْاُمِّ وَ زَوْجِهَا لِلْيَتِيْمِ

سفر اور حضر میں یتیم سے خدمت طلب کرنا' جب کہ اس میں اس کی بہتری ہو اور ماں یا اس کے شوہر کا یتیم کے لیے غور و فکر کرنا

۲۷۶۸ - حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ لَيْسَ لَهٗ خَادِمٌ فَاَخَذَ اَبُوْطَلْحَةَ بِيَدِيْ فَانْطَلَقَ بِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے' اس وقت آپ کا کوئی خادم نہیں تھا' پس حضرت

وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَنَسًا غُلَامٌ كَيِّسٌ فَلْيَخْدُمْكَ قَالَ فَخَدَمْتُهُ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ مَا قَالَ لِي لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا هٰكَذَا وَلَا لِشَيْءٍ لَمْ أَصْنَعْهُ لِمَ لَمْ تَصْنَعْ هٰذَا هٰكَذَا. [اطراف الحدیث: ۶۰۳۸-۶۹۱۱] (صحیح مسلم: ۲۳۰۹، الرقم المسلسل: ۵۹۰۵، سنن ابوداؤد: ۴۷۷۳، مسند ابو یعلیٰ: ۳۳۳۵، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۰ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۱۹۷۴۔ ج ۱۹ ص ۳۶، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے سو کہا: یارسول اللہ! بے شک انس سمجھ دار لڑکے ہیں، پس یہ آپ کی خدمت کریں گے، حضرت انس نے بتایا: سو میں نے سفر اور حضر میں آپ کی خدمت کی، میں نے جس کام کو کیا آپ نے مجھ سے (کبھی) یہ نہیں فرمایا کہ تم نے اس کام کو کیوں کیا اور جس کام کو میں نے نہیں کیا آپ نے (کبھی) اس کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا!

حضرت ابوطلحہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ اور حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

اس حدیث میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے، یہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر ہیں، جو حضرت انس کی والدہ ہیں، حضرت ابوطلحہ کا نام زید بن سہیل انصاری ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شروع کی، اس وقت میری عمر دس سال تھی اور جب آپ کی وفات ہوئی، اس وقت میری عمر بیس سال تھی، حضرت انس کی وفات ۹۲ھ یا ۹۳ھ میں ہوئی اور ان کی عمر ایک سو سال سے زیادہ تھی اور یہ بصرہ میں رہنے والے صحابہ میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے، یہ بڑھاپے میں کمزوری کی وجہ سے روزے نہیں رکھتے تھے اور روزہ کا فدیہ دیتے تھے۔

اس حدیث میں ''کیّس'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: ذہین اور عقل مند۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اگر یتیم کے لیے خیر ہو تو اس کو سفر میں لے جانا جائز ہے اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جب فتنہ کا خوف نہ ہو تو کسی شخص کے منہ پر اس کی تعریف کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت طلحہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت انس کے منہ پر ان کی تعریف کی، اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ چھوٹے بچے سے خدمت لینا جائز ہے اور یہ کہ امام اور عالم کی خدمت کرنا مسلمانوں پر واجب ہے اور یہ کہ خدمت کرنے والے کے لیے شرف اور برکت حاصل ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۹۳-۹۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۲۶- بَابٌ إِذَا وَقَفَ أَرْضًا وَلَمْ يُبَيِّنِ الْحُدُودَ فَهُوَ جَائِزٌ وَكَذٰلِكَ الصَّدَقَةُ

جب کسی شخص نے زمین وقف کی اور حدود بیان نہیں کیں تو یہ جائز ہے اور اسی طرح صدقہ بھی

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب کسی شخص نے زمین وقف کی اور اس کی حدود بیان نہیں کیں تو یہ جائز ہے اور یہ مطلق نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد وہ زمین ہے جو مشہور ہو، اور اس کی حدود کو بیان کرنے کی ضرورت نہ ہو، اور اگر وہ زمین مشہور نہ ہو تو پھر اس کی حدود کو بیان کرنا ضروری ہے تاکہ التباس نہ ہو، اسی طرح جس وقف کو لفظ صدقہ کے ساتھ بیان کیا جائے، اس کا بھی یہی حکم ہے۔

۲۷۶۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِينَةِ مَالًا مِّنْ نَّخْلٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ کے انصار میں سب سے زیادہ کھجور کے باغات تھے

وَكَانَ اَحَبُّ مَالِهِ اِلَيْهِ بِيرُحَاءَ مُسْتَقْبِلَةُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران:۹۲) قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران:۹۲) وَاِنَّ اَحَبَّ اَمْوَالِيْ اِلَيَّ بِيرُحَاءَ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِّلّٰهِ اَرْجُوْا بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ بَخْ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ اَوْ رَايِحٌ شَكَّ ابْنُ مَسْلَمَةَ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ قَالَ اَبُوْطَلْحَةَ اَفْعَلُ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ وَفِيْ بَنِيْ عَمِّهٖ وَقَالَ اِسْمَاعِيْلُ وَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ وَيَحْيٰى بْنُ يَحْيٰى عَنْ مَّالِكٍ رَايِحٌ.

اور ان کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء (کا باغ) تھا' جو مسجد کے بالمقابل تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں داخل ہوتے تھے اور اس کا میٹھا پانی پیتے تھے' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: تم ہرگز نیکی کو نہیں پاؤ گے جب تک کہ تم ان چیزوں سے خرچ نہ کرو جن کو تم پسند کرتے ہو۔ (آل عمران:۹۲) تو حضرت ابوطلحہ نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم ہرگز نیکی کو نہیں پاؤ گے جب تک کہ تم ان چیزوں سے خرچ نہ کرو جن کو تم پسند کرتے ہو۔ (آل عمران:۹۲) اور میرے نزدیک میرا سب سے پسندیدہ مال بیرحاء ہے اور یہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے' میں اس کی نیکی اور اللہ کے پاس اس کے ذخیرہ کی امید رکھتا ہوں' پس جہاں آپ کو اللہ بتائے آپ اس کو وہاں خرچ کر دیں' آپ نے فرمایا: اس کو رہنے دو یہ نفع آور مال ہے' یا فرمایا: یہ نفع آور ہے۔ اس میں راوی ابن مسلمہ کو شک ہے' (آپ نے فرمایا:) تم نے جو کہا ہے وہ میں نے سن لیا ہے' اور میری رائے یہ ہے کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو' حضرت ابوطلحہ نے کہا: یارسول اللہ! میں یہی کروں گا' پس حضرت ابوطلحہ نے یہ باغ اپنے رشتہ داروں میں اور اپنے چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔ اور اسماعیل نے کہا اور عبداللہ بن یوسف اور یحییٰ بن یحییٰ نے از امام مالک کہا: "رایح"۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۴۶۱ میں گزر چکی ہے' اس باب کے عنوان میں "وقف" کا لفظ ہے اور اس حدیث میں "صدقہ" کا لفظ ہے اور ان دونوں کے معنی متقارب ہیں اور ان کا حکم واحد ہے۔

۲۷۷۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ اَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمَّهٗ تُوُفِّيَتْ اَيَنْفَعُهَا اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ لِيْ مِخْرَافًا وَ اُشْهِدُكَ اَنِّيْ قَدْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ ہمیں زکریا بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ مجھے عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ان کی ماں فوت ہو گئی ہے' اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو فائدہ ہو گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا: میرا ایک مخراف نامی باغ ہے' میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس باغ کو اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۷۵۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۷ - بَابٌ اِذَا اَوْقَفَ جَمَاعَةٌ اَرْضًا مُّشَاعًا فَهُوَ جَائِزٌ

جب ایک جماعت نے ایسی زمین کو وقف کیا جو مشترک اور غیر منقسم تھی تو یہ وقف جائز ہے

اس عنوان میں جماعت کی قید سے اس زمین سے احتراز کرلیا' جب ایک آدمی نے غیر منقسم (غیر متمیز اور غیر ممتاز) زمین کو وقف کیا تو یہ امام مالک کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

۲۷۷۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ اَبِی التَّیَّاحِ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ یَا بَنِی النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِیْ بِحَائِطِكُمْ هٰذَا قَالُوْا لَا وَاللّٰهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهٗ اِلَّا اِلَی اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنانے کا حکم دیا' پس فرمایا: اے بنوالنجار! مجھے اپنا یہ باغ قیمۃً دے دو' انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہم اس کی قیمت صرف اللہ سے طلب کریں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ ایک جماعت نے اپنی غیر منقسم (غیر متمیز) زمین اللہ کے لیے وقف کر دی۔

۲۸ - بَابُ الْوَقْفِ وَ كَیْفَ یُكْتَبُ

وقف کو کس طرح لکھا جائے گا؟

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ وقف کو کس طرح لکھا جائے گا۔

۲۷۷۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اَصَابَ عُمَرُ بِخَیْبَرَ اَرْضًا فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصَبْتُ اَرْضًا لَمْ اُصِبْ مَالًا قَطُّ اَنْفَسَ مِنْهُ فَكَیْفَ تَاْمُرُنِیْ بِهٖ قَالَ اِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ اَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا فَتَصَدَّقَ عُمَرُ اَنَّهٗ لَا یُبَاعُ اَصْلُهَا وَلَا یُوْهَبُ وَلَا یُوْرَثُ فِی الْفُقَرَاءِ وَالْقُرْبٰی وَالرِّقَابِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالضَّیْفِ وَابْنِ السَّبِیْلِ لَا جُنَاحَ عَلٰی مَنْ وَّلِیَهَا اَنْ یَّاْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوْفِ اَوْ یُطْعِمَ صَدِیْقًا غَیْرَ مُتَمَوِّلٍ فِیْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر میں زمین پائی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: میں نے خیبر میں زمین پائی ہے اور ایسا مال میں نے کبھی حاصل نہیں کیا' جو اس سے زیادہ نفیس ہو تو آپ مجھے اس میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اصل زمین تم اپنے قبضہ میں روک کر رکھو اور اس کے منافع کو خیرات کر دو' سو حضرت عمر نے اس زمین کو اس شرط کے ساتھ صدقہ کیا کہ اصل زمین کو فروخت کیا جائے گا نہ ہبہ کیا جائے نہ اس کو وراثت میں دیا جائے گا' (یہ زمین) فقراء کے لیے ہے اور غلاموں کو آزاد کرنے کے لیے ہے اور اللہ کی راہ میں (مجاہدوں کے لیے ہے) اور مہمانوں اور مسافروں کے لیے (وقف ہے)' جو اس زمین کا متولی یا منتظم ہو وہ اگر دستور کے مطابق اس

سے کھائے یا اپنے دوست کو کھلائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے' بہ شرطیکہ وہ اس سے مال جمع نہ کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۱۳ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عمر کی وقف کے متعلق تحریر

اس حدیث میں شرائط کے الفاظ ہیں اور یہ تمام شرائط ''کتاب الوقف'' میں لکھی گئی ہیں' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب وقف لکھی ہے جس کو معیقیب نے لکھا ہے اور وہ حضرت عمر کے کاتب تھے' اور اس پر حضرت عبداللہ بن ارقم گواہ ہوئے تھے اور یہ حضرت عمر کی خلافت کا زمانہ تھا کیونکہ معیقیب' حضرت عمر کی خلافت کے زمانہ میں لکھتے تھے' حضرت عمر نے اس زمین کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں وقف کر دیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں یہ زبانی وقف تھا' بعد میں حضرت عمر نے اس کو اپنے عہد خلافت میں باضابطہ تحریر کرایا' اس کی صورت یہ ہے: یہ وہ تحریر ہے جس کو حضرت عبداللہ بن عمر نے حضرت عمر کی مدینہ میں زمین کے متعلق لکھا ہے' پھر مذکور الصدر حدیث لکھی اور حضرت عبداللہ بن ارقم اس پر گواہ ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وقف سے رجوع کرنے کے جواز پر امام ابوحنیفہ کی دلیل

امام طحاوی نے از امام مالک از ابن شہاب' یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مجھے یہ یاد نہ ہوتا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ صدقہ کیا تھا تو میں اس کو واپس کر دیتا' امام ابوحنیفہ اور امام زفر نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ زمین کو وقف کر دینا' اس سے رجوع کرنے سے مانع نہیں ہے اور حضرت عمر نے جو وقف میں رجوع کرنے سے منع کیا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تھا اور انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک امر کا ذکر کریں' پھر اس کی مخالفت کریں۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس پر دو اعتراض کیے ہیں: اوّل یہ ہے کہ

یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ ابن شہاب زہری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا' دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر کے نزدیک وقف کا لزوم صحیح ہو' مگر یہ کہ واقف نے وقف سے رجوع کرنے کی شرط لگائی ہو تو ان کے نزدیک اس کا وقف سے رجوع کرنا جائز ہو۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲۱۸' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ زہری کی روایت کا منقطع ہونا مضر نہیں ہے کیونکہ انقطاع حدیث کی صحت میں اس وقت مضر ہوتا ہے' جب اس راوی کی شرائط میں سے کوئی شرط فوت ہو اور ابن شہاب زہری فن حدیث میں بہت عظیم امام ہیں' لہٰذا ان کی روایت میں کوئی تہمت نہیں لگ سکتی' خصوصاً جب امام مالک ایسے عظیم امام ان سے روایت کر رہے ہوں' اگر ان کو اس روایت پر اعتماد نہ ہوتا تو وہ اس کو روایت نہ کرتے اور دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جس احتمال پر کوئی دلیل قائم نہ ہو' اس پر عمل نہیں کیا جاتا اور نہ اس کی طرف التفات کیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۹ - بَابُ الْوَقْفِ لِلْغَنِيِّ وَالْفَقِيْرِ وَالضَّيْفِ

مال دار' فقیر اور مہمان کے لیے وقف کرنا

اس باب میں مال دار فقیر اور مہمان کے لیے وقف کرنے کا جواز بیان کیا گیا ہے۔

۲۷۷۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَجَدَ مَالًا بِخَيْبَرَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ قَالَ اِنْ شِئْتَ تَصَدَّقْتَ بِهَا فَتَصَدَّقَ بِهٖ فِي الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَذِي الْقُرْبٰى وَالضَّيْفِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر میں مال پایا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے سو آپ کو اس مال کی خبر دی' آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اس مال کو صدقہ کر دو' پس حضرت عمر نے اس زمین کو فقراء اور مساکین' قرابت داروں اور مہمان کے لیے وقف کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

۳۰ - بَابُ وَقْفِ الْاَرْضِ لِلْمَسْجِدِ
مسجد کے لیے زمین کو وقف کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسجد کے لیے زمین کو وقف کرنا جائز ہے۔

۲۷۷۴ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو التَّيَّاحِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ اَمَرَ بِالْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِيْ بِحَائِطِكُمْ هٰذَا فَقَالُوْا لَا وَاللّٰهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهٗ اِلَّا اِلَى اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالتیاح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے مسجد بنانے کا حکم دیا' پھر آپ نے فرمایا: اے بنوالنجار! مجھے اپنا یہ باغ قیمتاً دے دو' انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہم اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے لیں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مسجد کے لیے زمین وقف کرنے کا ثبوت ہے۔

۳۱ - بَابُ وَقْفِ الدَّوَابِّ وَالْكُرَاعِ وَالْعُرُوْضِ وَالصَّامِتِ
سواریوں' گھوڑوں' سامان اور سونے اور چاندی کو وقف کرنا

اس باب کے عنوان میں ''دواب'' کا لفظ ہے' یہ ''دابة'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: سواری' اور ''کراع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: گھوڑے' اور ''عروض'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: متاع اور سامان' اور ''الصامت'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سونا اور چاندی۔

قَالَ الزُّهْرِيُّ فِيْمَنْ جَعَلَ اَلْفَ دِيْنَارٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدَفَعَهَا اِلٰى غُلَامٍ لَّهٗ تَاجِرٍ يَّتَّجِرُ بِهَا وَجَعَلَ رِبْحَهٗ صَدَقَةً لِّلْمَسَاكِيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ هَلْ لِلرَّجُلِ اَنْ

اور الزہری نے کہا: جس نے اللہ کی راہ میں ایک ہزار دینار وقف کیے اور وہ دینار اپنے اس غلام کو دے دیے جو تاجر ہے اور ان کے ساتھ تجارت کرتا ہے اور اس کا نفع مسکینوں اور قرابت داروں

يَأْكُلَ مِنْ رِبْحِ ذٰلِكَ الْأَلْفِ شَيْئًا وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ جَعَلَ رِبْحَهَا صَدَقَةً فِي الْمَسَاكِيْنِ قَالَ لَيْسَ لَهُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا.

کے لیے وقف کر دیا' کیا اس شخص کے لیے جائز ہے کہ ان ہزار دینار کے نفع سے کچھ کھائے خواہ اس نے اس کے نفع کو مساکین کے لیے وقف نہ کیا ہو؟ زہری نے کہا: اس کے لیے اس نفع سے کھانا جائز نہیں ہے۔

اس تعلیق کو امام ابن وہب نے اپنی موطأ میں روایت کیا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ زہری نے جو کہا ہے کہ اس کے لیے اس نفع سے کھانا جائز نہیں ہے' یہ اس وقت ہے جب اس کو اس کی ضرورت نہ ہو اور جب اس کو اس سے کھانے کی ضرورت ہو اور وہ اس کو کھانے کا محتاج ہو تو پھر اس کے لیے اس سے کھانا مباح ہے اور اس صورت میں وہ ایک مسکین کی طرح ہوگا' یہ امام مالک کا مسلک ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۹۷)

۲۷۷۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ لَّهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَعْطَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَحْمِلَ عَلَيْهَا رَجُلًا فَأُخْبِرَ عُمَرُ أَنَّهُ قَدْ وَقَفَهَا يَبِيْعُهَا فَسَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّبْتَاعَهَا فَقَالَ لَا تَبْتَعْهَا وَلَا تَرْجِعَنَّ فِيْ صَدَقَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس گھوڑے کو اللہ کی راہ میں سواری کے لیے دیا جو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطاء کیا تھا تا کہ وہ (جہاد میں) اس پر کسی آدمی کو سوار کریں' پھر حضرت عمر کو معلوم ہوا کہ انہوں نے جس شخص پر یہ گھوڑا وقف کیا تھا' وہ اس کو بیچ رہا ہے' تب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ وہ اس گھوڑے کو خرید لیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو مت خریدو اور اپنے صدقہ میں رجوع نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں گھوڑے کو وقف کرنے کا ذکر ہے۔

۳۲ - بَابُ نَفَقَةِ الْقَيِّمِ لِلْوَقْفِ

وقف کے منتظم کا خرچ

اس باب کے عنوان میں "قیم" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وقف کا منتظم اور وقف کا عامل' اس میں وقف کا مزدور' منشی اور وکیل بھی داخل ہیں۔

۲۷۷٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِيْ دِيْنَارًا مَّا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِيْ وَمُؤْنَةِ عَامِلِيْ فَهُوَ صَدَقَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ورثاء دینار کو تقسیم نہیں کریں گے' میں نے اپنی ازواج کے خرچ اور اپنی زمین کے عاملین کی مشقت کے

[اطراف الحدیث: ۳۰۹۶-۶۷۲۹] معاوضہ کے خرچ کے بعد جو چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۷۶۰، الرقم المسلسل: ۴۴۷۴، سنن ابوداؤد: ۲۹۷۴، مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۳ طبع قدیم، مسند احمد: ۸۸۹۲، ج ۱۴ ص ۲۷۴، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث میں جو آپ نے فرمایا ہے: میرے ورثاء۔ اس سے مراد ہے: جو بالقوۃ آپ کے وارث ہیں، ورنہ آپ نے فرمایا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جائے گا، ہم نے جو چھوڑا وہ صدقہ ہے۔

۲۷۷۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ اِشْتَرَطَ فِيْ وَقْفِهٖ اَنْ يَّاْكُلَ مَنْ وَّلِيَهٗ وَيُوْكِلَ صَدِيْقَهٗ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ مَّالًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے اپنے وقف میں یہ شرط لگائی کہ جو اس وقف کا انتظام کرے گا، وہ اس وقف سے کھائے گا اور وہ اپنے دوست کو بھی کھلائے گا اور اس سے مال جمع نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۳۱۳ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے، کیونکہ اس میں وقف کے منتظم کے خرچ کا ذکر ہے۔

۳۳ - بَابٌ اِذَا وَقَفَ اَرْضًا اَوْ بِئْرًا وَّاشْتَرَطَ لِنَفْسِهٖ مِثْلَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ

جب کسی نے زمین وقف کی یا کنواں وقف کیا اور اس میں اپنے لیے عام مسلمانوں کی طرح پانی کے ڈول لینے کی شرط لگائی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص نے زمین وقف کی یا کنواں وقف کیا اور اس میں اپنی منفعت کی بھی شرط لگائی تو یہ جائز ہے۔

وَاَوْقَفَ اَنَسٌ دَارًا فَكَانَ اِذَا قَدِمَهَا نَزَلَهَا.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک مکان وقف کیا تھا تو جب وہ (مدینہ) آتے تو اس مکان میں ٹھہرتے تھے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول، سنن بیہقی ج ۶ ص ۱۶۱ (نشر السنۃ ملتان) پر مذکور ہے۔

وَتَصَدَّقَ الزُّبَيْرُ بِدُوْرِهٖ وَقَالَ لِلْمَرْدُوْدَةِ مِنْ بَنَاتِهٖ اَنْ تَسْكُنَ غَيْرَ مُضِرَّةٍ وَّلَا مُضَرٍّ بِهَا فَاِنِ اسْتَغْنَتْ بِزَوْجٍ فَلَيْسَ لَهَا حَقٌّ.

اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کو وقف کر دیا تھا، وہ جب کبھی (مدینہ) آتے تو اس گھر میں ٹھہرتے تھے اور انہوں نے اپنی ایک مطلقہ بیٹی سے کہا کہ وہ اس گھر میں رہیں لیکن اس گھر کو نقصان نہ پہنچائیں اور نہ کوئی اور اس گھر میں نقصان پہنچائے، پس اگر وہ شوہر کی وجہ سے اس گھر سے مستغنی ہو جائیں تو پھر ان کا اس گھر میں کوئی حق نہیں ہے۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث، سنن دارمی: ۳۳۰۱ میں مذکور ہے۔

وَجَعَلَ ابْنُ عُمَرَ نَصِيْبَهٗ مِنْ دَارِ عُمَرَ سُكْنٰى

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے (وقف

لِذَوِی الْحَاجَةِ مِنْ اٰلِ عَبْدِ اللّٰهِ.

کیے ہوئے) گھر کے رہائش کے حصہ کو اپنی ضرورت مند اولاد کو دے دیا تھا۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث الطبقات الکبریٰ ج ۴ ص ۱۳۲ (دار الکتب العلمیہ بیروت) میں مذکور ہے۔

۲۷۷۸ - وَقَالَ عَبْدَانُ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ حَیْثُ حُوْصِرَ اَشْرَفَ عَلَیْهِمْ وَقَالَ اَنْشُدُکُمْ وَلَا اَنْشُدُ اِلَّا اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَفَرَ رُوْمَةَ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَحَفَرْتُهَا اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ جَهَّزَ جَیْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَجَهَّزْتُهُمْ قَالَ فَصَدَّقُوْهُ بِمَا قَالَ.

(امام بخاری اس روایت میں منفرد ہیں)

اور عبدان نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از ابی اسحاق از ابی عبدالرحمان کہ حضرت عثمان رضی اللہ کا جب محاصرہ کیا گیا تو انہوں نے محاصرہ کرنے والوں سے جھانک کر فرمایا: میں تمہیں قسم دیتا ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے سوا اور کوئی قسم نہیں دیتا تھا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: جس نے رومہ کے کنویں کو کھودا اس کے لیے جنت ہے پس میں نے اس کنویں کو کھودا' کیا تم نہیں جانتے کہ آپ نے فرمایا تھا: جس نے تنگ دستی کے لشکر (غزوۂ تبوک کے لشکر) کو ساز و سامان سے لیس کر دیا اس کے لیے جنت ہے' پس میں نے اس لشکر کو ساز و سامان سے لیس کیا تھا۔ راوی نے کہا: پس محاصرین نے حضرت عثمان کے قول کی تصدیق کی۔

باب مذکور کی حدیث کی مزید تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عثمان نے محاصرین کے اوپر جھانک کر فرمایا: میں تمہیں اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو وہاں روما کے کنویں کے سوا اور کوئی میٹھا پانی نہیں تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہے جو اس کنویں کو خریدے اور اپنا ڈول عام مسلمانوں کے ڈول کی طرح کر دے' اور اس کو جنت میں اس سے بہتر عوض ملے گا' تو انہوں نے کہا: اے اللہ! ہاں! اور آج تم مجھے اس کنویں سے پانی نہیں پینے دیتے حتیٰ کہ میں سمندر کا پانی پی رہا ہوں! پھر حضرت عثمان نے ان سے کہا: میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہے کہ مسجد نمازیوں کے لیے تنگ تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہے جو آل فلاں سے زمین خریدے اور مسجد میں توسیع کرے تو اس کو جنت میں اس کے عوض بہتر جگہ ملے گی' پس میں نے اپنے خالص مال سے اس جگہ کو خریدا اور تم لوگ آج مجھے اس مسجد میں نماز پڑھنے نہیں دیتے! ان لوگوں نے کہا: اے اللہ! ہاں! حضرت عثمان نے کہا: میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ میں نے اپنے خالص مال سے غزوۂ تبوک کے لشکر کو ساز و سامان سے لیس کیا' انہوں نے کہا: اے اللہ! ہاں! حضرت عثمان نے کہا: میں تم کو اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے ثبیر نامی پہاڑ پر تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے اور میں تھا' پس وہ پہاڑ لرزنے لگا حتیٰ کہ اس کے پتھر گرنے لگے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اپنا پیر مارا اور فرمایا: اے ثبیر! ساکن ہو جا! تجھ پر صرف ایک نبی ہے' ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں' ان لوگوں نے کہا: اے اللہ! ہاں! حضرت عثمان نے کہا: اللہ اکبر! انہوں نے گواہی دے دی' حضرت عثمان نے کہا: میں شہید ہوں۔ اس حدیث کو امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۰۱-۱۰۰' دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ عُمَرُ فِي وَقْفِهِ لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَّلِيَهُ اَنْ يَّأْكُلَ.

اور حضرت عمر نے اپنے وقف کے متعلق کہا: جو اس کا منتظم ہو اس پر اس سے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث صحیح البخاری: ۲۳۱۳ میں مذکور ہے۔

وَقَدْ يَلِيهِ الْوَاقِفُ وَغَيْرُهُ فَهُوَ وَاسِعٌ لِّكُلٍّ.

اور اس وقف کا منتظم واقف بھی ہوتا ہے اور دوسرا بھی پس یہ سب کے لیے وسیع ہے۔

یہ امام بخاری کا کلام ہے داؤدی نے کہا ہے کہ اس سے امام بخاری کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر نے کسی دوسرے کو وقف کا منتظم بنایا تھا' وہ خود وقف کے منتظم نہیں بنے تھے۔

٣٤ - بَابٌ اِذَا قَالَ الْوَاقِفُ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ اِلَّا اِلَى اللّٰهِ فَهُوَ جَائِزٌ

جب وقف کرنے والے نے کہا: ہم اس کی قیمت صرف اللہ سے طلب کریں گے تو یہ جائز ہے

٢٧٧٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُونِي بِحَائِطِكُمْ قَالُوْا لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ اِلَّا اِلَى اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو النجار! مجھے اپنا باغ قیمۃً دے دو' انہوں نے کہا: ہم اس کی قیمت صرف اللہ سے طلب کریں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۴ میں گزر چکی ہے۔

٣٥ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ○ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ○ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ○﴾ (المائدہ: ۱۰۶ ـ ۱۰۸)

اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت (کا وقت) آ جائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو وصیت کے وقت تمہاری آپس کی گواہی (اس طرح ہو) کہ تم میں سے دو نیک (باشرع) شخص ہوں اور اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو' پھر تمہیں موت کی مصیبت پہنچے تو غیروں میں سے ہی دو شخص گواہ ہوں' اگر تمہیں ان پر شک ہو تو ان دو گواہوں کو (مسلمانوں کے سامنے) نماز کے بعد روک لو' وہ اللہ کی قسم اٹھا کر کہیں کہ ہم اس قسم کے عوض کوئی مال نہیں لیں گے خواہ قریبی رشتہ دار ہوں (ہم ان کی رعایت نہیں کریں گے) اور ہم اللہ کی گواہی نہیں چھپائیں گے' اگر ہم ایسا کریں تو ہم اس وقت گناہ گاروں میں سے ہوں گے○ پھر اگر معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں گواہ کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو جن لوگوں کا حق ان گواہوں نے ضائع کیا ہے' ان کی طرف سے دو گواہ ان کی جگہ کھڑے کیے جائیں اور وہ گواہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان (دو وصیوں) کی

شہادت سے زیادہ برحق ہے اور ہم نے حد سے تجاوز نہیں کیا' ورنہ ہمارا شمار ظالموں میں ہوگاO یہ طریقہ اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ وہ (وصی) اس طرح شہادت دیں جس طرح شہادت دینے کا حق ہے یا وہ اس بات سے ڈریں کہ (ورثاء کی) قسموں کے بعد ان کی قسمیں مسترد کر دی جائیں اور اللہ سے ڈرتے رہو اور (اس کے احکام) سنو اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتاO (المائدہ:۱۰۸۔۱۰۶)

سفر میں وصیت کرنا اور غیر مسلموں کو گواہ بنانا

ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ اصل میں مسلمان گواہوں کو مقرر کرنا چاہیے اور یہ کہ ضرورت کے پیش نظر غیر مسلموں کو بھی گواہ بنایا جا سکتا ہے' اس آیت میں فرمایا ہے: تم میں سے دو شخص گواہ ہوں' اس کا معنی ہے: تمہارے دین اور تمہاری ملت سے دو گواہ ہوں' یہ حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس' سعید بن مسیب' سعید بن جبیر' شریح بن سیرین اور شعبی کا قول ہے' امام احمد کا بھی یہی مختار ہے' پھر فرمایا کہ سفر میں غیروں میں سے ہی دو گواہ بنا لیے جائیں' حضرت ابن مسعود' حضرت ابن عباس اور دیگر مذکور الصدر فقہاء تابعین کے نزدیک اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمہارے دین اور تمہاری ملت کے غیر ہوں' یعنی اہل کتاب میں سے ہوں اور حسن اور عکرمہ کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ تمہارے اقرباء اور رشتہ داروں کے غیر ہوں۔

جب یہ مراد لی جائے کہ غیروں سے مراد غیر مسلم اور اہل کتاب ہیں اور یہ کہ سفر میں وصیت پر اہل کتاب کو گواہ بنا لیا جائے تو پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت غیر محکمہ اور منسوخ ہے' یا یہ کہ اب یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے' حضرت ابن عباس' ابن المسیب' ابن جبیر' ابن سیرین' قتادہ' شعبی' سفیان ثوری اور امام احمد کے نزدیک یہ آیت محکمہ ہے اور اب بھی اہل کتاب کو سفر میں وصیت پر گواہ بنانا جائز ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہو گئی:

وَاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ. (الطلاق:۲) اور اپنوں (یعنی مسلمانوں) میں سے دو نیک شخصوں کو گواہ بناؤ۔

زید بن اسلم' امام مالک اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ کا بھی اسی طرف میلان ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اہل کفر عادل (نیک) نہیں ہیں' اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے' کیونکہ یہ حاجت اور ضرورت کا مقام ہے اور ایسے موقع پر صرف عورتوں کی گواہی بھی صحیح ہوتی ہے' جیسے حیض' نفاس اور بچے کی پیدائش میں عورتوں کی گواہی صحیح ہوتی ہے۔

(زاد المسیر ج ۲ ص ۴۴۷۔۴۴۶' مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

۲۷۸۰ - وَقَالَ لِیْ عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اٰدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ زَائِدَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اَبِی الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سَهْمٍ مَّعَ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ وَعَدِیِّ بْنِ بَدَّاءٍ فَمَاتَ السَّهْمِیُّ بِاَرْضٍ لَّیْسَ بِهَا مُسْلِمٌ فَلَمَّا قَدِمَا

اور مجھ سے علی بن عبداللہ نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از محمد بن ابی القاسم از عبدالملک بن سعید بن جبیر از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ بنو سہم سے ایک آدمی' تمیم داری اور عدی بن بداء کے ساتھ (سفر پر) نکلا' پس سہمی ایسے علاقہ میں فوت ہو گیا جہاں کوئی مسلمان نہیں تھا' پھر جب وہ

بِتَرِكَتِهِ فَقَدُوْا جَامًا مِّنْ فِضَّةٍ مُّخَوَّصًا مِّنْ ذَهَبٍ فَأَحْلَفَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وُجِدَ الْجَامُ بِمَكَّةَ فَقَالُوا ابْتَعْنَاهُ مِنْ تَمِيمٍ وَّعَدِيٍّ فَقَامَ رَجُلَانِ مِنْ أَوْلِيَائِهِ فَحَلَفَا لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَإِنَّ الْجَامَ لِصَاحِبِهِمْ قَالَ وَفِيهِمْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ﴾ (المائدہ:١٠٦)

دونوں اس کے ترکہ کو لے کر مدینہ آئے (تو اس کے ورثاء نے) چاندی کا ایک جام کم پایا جس پر سونے کا کام کیا گیا تھا' رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں سے قسم لے لی' پھر وہ چاندی کا جام مکہ میں پایا گیا' ان لوگوں نے کہا: ہم نے یہ جام تمیم اور عدی سے خریدا ہے' پھر اس مرنے والے کے دو رشتہ دار کھڑے ہوئے اور انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ ہماری گواہی تمیم اور عدی کی گواہی سے زیادہ معتبر ہے اور یہ جام ان کے رشتہ دار ہی کا ہے' حضرت ابن عباس نے کہا: یہ آیت ان ہی کے متعلق نازل ہوئی ہے' یعنی اے ایمان والو! تمہاری گواہی اس طرح ہو' سے لے کر آخر تک۔ (المائدہ:١٠٦)

حدیث مذکور کے رجال

(١) علی بن عبداللہ المعروف بابن المدینی (٢) یحیٰی بن آدم بن سلیمان المخزومی (٣) یحیٰی بن زکریاء بن ابی زائدہ' ان کا نام میمون ابوسعید الھمدانی القاضی ہے (۴) محمد بن ابی القاسم' جن کو الطویل کہا جاتا ہے' ان کے باپ کا نام معلوم نہیں ہو سکا (٥) عبدالملک بن سعید بن جبیر (٦) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٠٥)

بنو سہم کے آدمی' تمیم داری اور عدی بن بدّاء کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ بنو سہم کا ایک آدمی تمیم داری اور عدی بن بداء کے ساتھ سفر پر نکلا۔

اس آدمی کا نام بزیل تھا' اسی طرح امام ترمذی کی روایت میں ہے اور امام طبری کی روایت میں ہے: اس کا نام بدیل ہے' کلبی کی روایت میں ہے: اس کا نام بدیل بن ابی ماریہ ہے' ابن جریج نے لکھا ہے: یہ مسلمان تھا۔

نیز اس حدیث میں تمیم داری کا ذکر ہے' یہ مشہور صحابی ہیں' ان کی نسبت دار کی طرف ہے' یہ پہلے نصرانی تھے' اس حدیث میں جس قصہ کا ذکر ہے' یہ ان کے اسلام لانے سے پہلے کا ہے' یہ ٩ھ میں اسلام لائے اور مدینہ میں رہے' حضرت عثمان کی شہادت کے بعد یہ شام منتقل ہو گئے' یہ ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کر لیتے تھے۔

اور اس حدیث میں عدی بن بدّاء کا ذکر ہے' امام ترمذی نے کہا: یہ نصرانی تھے' ان کے اسلام لانے کا قصہ ہمیں نہیں پہنچا' امام واقدی نے کہا ہے کہ عدی بن بداء' حضرت تمیم داری کے اخیافی بھائی تھے یا رضاعی بھائی تھے۔

حضرت عمرو بن العاص اور المطلب بن ابی وداعہ نے تمیم اور عدی دونوں کے خلاف گواہی دی تھی' تمیم داری نے خیانت کا اعتراف کر لیا تھا' تو نبی ﷺ نے فرمایا: اے تمیم! اسلام لے آؤ! اللہ تعالیٰ تم سے درگزر فرمائے' پس وہ اسلام لے آئے اور انہوں نے اسلام میں نیک کام کیے اور عدی بدّاء نصرانی ہونے ہی کی حالت میں فوت ہو گیا۔

اس حدیث میں جام کا ذکر ہے' یہ چاندی کا پیالہ تھا اور اس پر سونے کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٠٧۔١٠٦ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦ - بَابُ قَضَاءِ الْوَصِيِّ دَيْنَ الْمَيِّتِ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِّنَ الْوَرَثَةِ

بغیر ورثاء کی موجودگی کے وصی کا میت کے قرض کو ادا کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ورثاء کی موجودگی کے بغیر وصی کا میت کے قرض کو ادا کرنا جائز ہے اور اس کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

۲۷۸۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ اَوِ الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوْبَ عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنْ فِرَاسٍ قَالَ قَالَ الشَّعْبِيُّ حَدَّثَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ اَبَاهُ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ سِتَّ بَنَاتٍ وَّتَرَكَ عَلَيْهِ دَيْنًا فَلَمَّا حَضَرَ جِدَادُ النَّخْلِ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ وَالِدِيْ اُسْتُشْهِدَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ دَيْنًا كَثِيْرًا وَّاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ يَّرَاكَ الْغُرَمَاءُ قَالَ اِذْهَبْ فَبَيْدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلٰى نَاحِيَتِهٖ فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُ فَلَمَّا نَظَرُوْا اِلَيْهِ اُغْرُوْا بِيْ تِلْكَ السَّاعَةَ فَلَمَّا رَاٰى مَا يَصْنَعُوْنَ اَطَافَ حَوْلَ اَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اُدْعُ اَصْحَابَكَ فَمَا زَالَ يَكِيْلُ لَهُمْ حَتّٰى اَدَّى اللّٰهُ اَمَانَةَ وَالِدِيْ وَاَنَا وَاللّٰهِ رَاضٍ اَنْ يُّؤَدِّيَ اللّٰهُ اَمَانَةَ وَالِدِيْ وَلَا اَرْجِعَ اِلٰى اَخَوَاتِيْ بِتَمْرَةٍ فَسَلِمَ وَاللّٰهِ الْبَيَادِرُ كُلُّهَا حَتّٰى اِنِّيْ اَنْظُرُ اِلَى الْبَيْدَرِ الَّذِيْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّهٗ لَمْ يَنْقُصْ تَمْرَةً وَّاحِدَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن سابق نے یا ان سے فضل بن یعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از فراس' انہوں نے کہا کہ شعبی نے بتایا کہ مجھے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے اور انہوں نے چھ بیٹیاں چھوڑیں اور انہوں نے اپنے اوپر قرض چھوڑا تھا' جب کھجور کے درختوں سے کھجوروں کے اتارنے کا وقت آیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' پس میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے اور انہوں نے اپنے اوپر بہت قرض چھوڑا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ کو قرض خواہ دیکھ لیں' آپ نے فرمایا: تم جاؤ! اور ہر قسم کی کھجوروں کا (کھلیان میں) الگ الگ ڈھیر لگا دو' پس میں نے ایسا کر لیا' پھر میں نے آپ کو بلایا' جب قرض خواہوں نے آپ کو میرے ساتھ دیکھا تو اور زیادہ سختی سے مطالبہ شروع کر دیا' جب آپ نے ان کی اس کارروائی کو دیکھا تو آپ نے کھلیان کے سب سے بڑے ڈھیر کے گرد تین چکر لگائے' پھر فرمایا: اپنے اصحاب کو بلاؤ' پھر آپ ان کو مسلسل ناپ ناپ کر دیتے رہے' حتیٰ کہ اللہ نے میرے والد کی امانت کو ادا کر دیا' اور میں اللہ کی قسم! اس پر راضی تھا کہ اللہ میرے والد کی امانت کو ادا کر دے اور میں اپنی بہنوں کے لیے اس میں سے ایک کھجور بھی واپس نہ لے جاؤں' پس اللہ کی قسم! تمام کھلیان سلامت رہے حتیٰ کہ میں کھجوروں کے اس ڈھیر کی طرف دیکھ رہا تھا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے' اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۷ میں گزر چکی ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَغْرُوْ بِيْ يَعْنِيْ هِيْجُوْا بِيْ ﴿فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ﴾ (المائدہ:۱۴)

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: اس حدیث میں ''اغروا بی'' کے الفاظ ہیں' اس کا معنی ہے: وہ مجھ کو دیکھ کر جوش میں آ گئے اور سختی کرنے لگے۔ قرآن مجید میں ہے: پس ہم نے ان کے درمیان

عداوت اور بغض کو ابھارا۔ (المائدہ: ۱۴) اس میں بھی ''اغرینا'' اسی معنی میں ہے۔

''کتاب الوصایا'' کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین سیّدنا محمد وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وذریتہٖ وازواجہٖ اجمعین! آج ۲۵ شعبان ۱۴۲۹ھ/ ۲۸ اگست ۲۰۰۸ء بہ روز جمعرات ''کتاب الوصایا'' مکمل ہوگئی۔ الٰہ العالمین! جس طرح آپ نے اپنے فضل وکرم سے یہاں تک پہنچا دیا ہے اسی طرح صحیح البخاری کی باقی احادیث کی بھی تکمیل کرادیں۔

''کتاب الوصایا'' میں ساٹھ احادیث ہیں' ان میں سے اٹھارہ تعلیقات ہیں' باقی احادیث موصولہ ہیں' ان میں بیالیس احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث اٹھارہ ہیں۔

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

٥٦ - كِتَابُ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ

جہاد اور سِیَر کا بیان

یہ کتاب احکامِ جہاد میں ہے' جہاد کا لغوی معنی ہے: مشقت' اور اصطلاحِ شرع میں اس کا معنی ہے: اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے مشقت کر کے کفار کو قتل کرنا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا معنی ہے: نفس کو جھکا کر اس سے شریعت کے مطابق کام کرانا اور اتباعِ شہوات اور حصولِ لذات میں نفس کی مخالفت کرنا۔ صحیح بخاری کے تمام نسخوں میں ''کتاب الجهاد'' اسی مقام پر مذکور ہے' تاہم علامہ ابن بطال نے ''کتاب الجهاد'' کو حج اور صوم کے بعد اور بیوع سے پہلے ذکر کیا ہے۔

١ - بَابُ فَضْلِ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ جہاد اور سیر کی فضیلت

اس عنوان میں ''سیر'' کا لفظ ہے' یہ ''سیرت'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: طریقہ۔ یہاں پر جمع کا لفظ اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ لفظ مغازی میں نبی ﷺ کے طریقوں اور سیرتوں کا جامع ہے' اسی طرح یہ لفظ صحابہ کی سیرتوں کا بھی جامع ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ. اِلٰى قَوْلِهٖ. وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ○﴾ (التوبۃ:١١١-١١٢)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: بے شک اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا' وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں' اس پر اللہ کا سچا وعدہ ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا اور کون ہے' پس تم اپنی اس بیع کے ساتھ خوش ہو جاؤ' جو تم نے بیع کی ہے...... اور مؤمنین کو بشارت دیجئے' تک ہے۔ (التوبہ:١١٢-١١١)

مجاہدین سے اللہ تعالیٰ کے جنت خریدنے کی وضاحت اور اس کے متعلق احادیث

مجاہدین اپنی جانوں اور مالوں کو جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں' اس کے اجر میں اللہ تعالیٰ نے ان کو جو جنت عطا فرمائی ہے' اس کو اللہ تعالیٰ نے ''شراء'' (خریدنے) سے تشبیہ دی ہے۔ عرف میں خریدنے کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص ایک چیز کو اپنی ملک سے نکال کے دوسرے کو کسی اور چیز کے عوض میں دیتا ہے' جو نفع میں اس چیز کے برابر ہوتی ہے یا کم یا زیادہ' پس مجاہدین نے اپنی جانوں اور مالوں کو اللہ کے ہاتھ اس جنت کے بدلہ میں فروخت کر دیا' جو اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے لیے تیار کی ہے' بایں طور کہ وہ اہل جنت میں سے ہو جائیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اس کو اپنے گھر سے نکالنے کا محرک صرف اس کی راہ میں جہاد کرنے کا جذبہ ہوتا ہے اور اس کے کلام کی تصدیق کرنا ہوتا ہے اللہ اس کے لیے اس بات کا ضامن ہو گیا ہے کہ اس کو جنت میں داخل کر دے یا اس کو اس کے گھر اجر و ثواب اور مالِ غنیمت کے ساتھ لوٹا دے۔

(صحیح البخاری: ٧٤٦٣' صحیح مسلم: ١٨٧٦' سنن نسائی: ٥٠٢٩' سنن ابن ماجہ: ٢٧٥٣' سنن کبریٰ للبیہقی ج٩ ص١٥٧' سنن سعید بن منصور: ٢٣١١)

یہ آیت آخری بیعت عقبہ کے موقع پر بعثت نبوی کے تیرھویں سال میں نازل ہوئی تھی' اس موقع پر مدینہ سے آئے ہوئے ستر آدمیوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

محمد بن قرظی وغیرہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: آپ اپنے رب کے لیے اور اپنی ذات کے لیے جو چاہیں شرط لگا لیں۔ آپ نے فرمایا: میں اپنے رب کے لیے شرط لگاتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ' اور میں اپنے لیے یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم میری حفاظت اس طرح کرو گے' جس طرح تم اپنی جانوں اور مالوں کی حفاظت کرتے ہو' انہوں نے کہا: جب ہم یہ کرلیں گے تو ہمیں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا: جنت! انہوں نے کہا: یہ نفع والی بیع ہے' ہم اس کو خود فسخ کریں گے نہ اس کے فسخ کرنے کو پسند کریں گے۔ (جامع البیان جز١١ ص٤٩' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

التوبہ: ١١٢ میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے۔ اس کے متعلق امام بخاری نے کہا:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْحُدُوْدُ الطَّاعَةُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''الحدود الطاعۃ''۔

امام ابن ابی حاتم متوفی ٣٢٧ھ نے اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث (اثر) تفسیر امام ابن ابی حاتم: ١٦٩٣۔ ج١ ص٣١٩ (مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ) میں روایت کی ہے' یعنی اللہ کی حدود یہ ہیں کہ ان کی اطاعت کی جائے اور ان کی نافرمانی نہ کی جائے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج١ ص٣١٩' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

٢٧٨٢ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ سَمِعْتُ الْوَلِيْدَ بْنَ الْعَيْزَارِ ذَكَرَ عَنْ اَبِيْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ؟ قَالَ اَلصَّلٰوةُ عَلٰى مِيْقَاتِهَا قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَيٌّ؟ قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَسَكَتُّ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوِ اسْتَزَدْتُهٗ لَزَادَنِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن صباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سابق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن مغول نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے الولید بن العیزار سے سنا' انہوں نے ذکر کیا از ابی عمرو الشیبانی' انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: یارسول اللہ! کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا' میں نے پوچھا: پھر کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا: پھر والدین کے ساتھ نیکی کرنا' میں نے پوچھا: پھر کون سا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے اور اگر میں زیادہ سوال کرتا تو آپ زیادہ جواب دیتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٥٢٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں جہاد کا ذکر ہے۔

نماز' والدین کے ساتھ نیکی اور جہاد کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنے کی توجیہ

امام طبری نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز' والدین کے ساتھ نیکی اور جہاد کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ تینوں عبادتیں دیگر عبادات کا عنوان ہیں' کیونکہ جس نے بغیر عذر کے فرض نماز کو ضائع کر دیا حتیٰ کہ اس کا وقت نکل گیا' حالانکہ نماز پڑھنا بہت آسان ہے اور اس کی فضیلت بہت زیادہ ہے تو وہ دیگر عبادات کو زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا' اور جس نے اپنے والدین کے ساتھ نیکی نہیں کی حالانکہ اس پر ان کا حق بہت زیادہ ہے تو وہ دوسرے مستحقین کے ساتھ بہت کم نیکی کرنے والا ہوگا اور جس نے کفار کے خلاف جہاد کو ترک کر دیا جب کہ کفار اس کے دین کے ساتھ شدید عداوت رکھنے والے ہیں تو وہ فساق اور فجار کے ساتھ جہاد کو بہت زیادہ ترک کرنے والا ہوگا۔

جہاد کی دو قسمیں ہیں: فرضِ عین اور فرضِ کفایہ' ان کی تفصیل علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ ھ نے اس طرح بیان کی ہے:

فرضِ عین جہاد کی تعریف

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ تین حالتوں میں جہاد فرض عین ہے:

(۱) سربراہِ مملکت اسلامیہ کسی شخص یا کسی جماعت کو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے کفار سے قتال کے لیے طلب کرے تو ان پر جہاد کے لیے نکلنا فرض عین ہے' اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌO اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔاؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌO (التوبہ: ۳۹-۳۸)

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے کہ جہاد کے لیے نکلو تو تم بوجھل ہو کر زمین کی طرف جھک جاتے ہو؟ کیا تم نے آخرت کے بدلہ دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا ہے' حالانکہ دنیا کی زندگی کا فائدہ تو آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہےO اگر تم جہاد کے لیے نہ نکلے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہارے بدلہ میں دوسری قوم لے آئے گا اور تم اس کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہےO

اس آیت کی جہاد کے فرضِ عین ہونے پر اس طرح دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سربراہِ ملت اسلامیہ کے طلب کرنے کے بعد جہاد کے لیے نکلنے میں سستی کرنے والوں کی مذمت کی ہے اور جہاد کے لیے نہ نکلنے والوں کو عذاب کی وعید سنائی ہے۔

سربراہِ ملت اسلامیہ کے طلب کرنے پر جہاد کے فرض ہونے پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: اب (مکہ سے مدینہ کی طرف) ہجرت نہیں ہے' لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لیے طلب کیا جائے تو تم جہاد کے لیے نکلو۔

(صحیح البخاری: ۲۸۲۵' صحیح مسلم: ۱۳۵۳' سنن ابوداؤد: ۲۴۸۰' سنن ترمذی: ۱۵۹۰)

اس حدیث کی جہاد کے فرض عین ہونے پر اس طرح دلالت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امام کے طلب کرنے کے بعد جہاد کے لیے نکلنے کا امر فرمایا ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔

(۲) جہاد کے فرض عین ہونے کی دوسری حالت یہ ہے کہ دشمن مسلمانوں کے کسی شہر پر حملہ کر کے اس میں داخل ہو جائے یا ان کی

مملکت کے کسی حصہ پر قابض ہو جائے تو اس وقت دشمن سے قتال کرنا فرضِ عین ہے اور اس کی فرضیت اجماع سے ثابت ہے۔

(۳) جہاد کے فرضِ عین ہونے کی تیسری حالت یہ ہے کہ جب دشمن سے صف بہ صف مقابلہ ہو رہا ہو تو اس وقت دشمن سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا حرام ہے' قرآن مجید میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ○ (الانفال:۱۵)

اے ایمان والو! جب میدانِ جنگ میں تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرو○

جب سربراہِ ملت اسلامیہ تبلیغ اسلام کے لیے کفار سے قتال کرنے کے لیے عام مسلمانوں کو طلب کرے تو تمام مسلمانوں پر جہاد کے لیے نکلنا نماز اور روزے کی طرح فرض ہے' پس بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نکلے اور بچے اپنے والدین کی اجازت کے بغیر نکلیں۔

جہاد کے فرضِ کفایہ ہونے کی صورتیں

جب دشمن مسلمانوں کے ملک پر حملہ کرے نہ اس کے کسی حصہ پر قبضہ کرے' نہ سربراہِ ملت اسلامیہ عام مسلمانوں کو جہاد کے لیے طلب کرے تو تبلیغ اسلام کے لیے کفار پر حملہ کرنا فرضِ کفایہ ہے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:

لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةًؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰىؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا○ (النساء:۹۵)

بلاعذر جہاد سے بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں' اللہ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر کئی درجہ فضیلت دی ہے' اور سب سے اللہ نے اچھے اجر کا وعدہ فرمایا ہے' اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر بہت بڑے ثواب کی بشارت دی ہے○

اس آیت کی جہاد کے فرضِ کفایہ ہونے پر اس طرح دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں اور بلاعذر جہاد نہ کرنے والوں دونوں سے اچھے اجر کا وعدہ فرمایا ہے' البتہ جہاد کرنے والوں کو زیادہ اجر وثواب کی بشارت دی ہے' اگر ہر جہاد فرضِ عین ہوتا تو جہاد نہ کرنے والے گناہ گار ہوتے اور ان سے اچھے اجر کا وعدہ نہ فرماتا کیونکہ مقصود تو اللہ کے دین کی سربلندی اور تبلیغ اسلام ہے' سو جن مسلمانوں نے اس فریضہ کو ادا کر لیا تو باقی مسلمانوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو گئی جیسا کہ تمام فروضِ کفایہ میں ہوتا ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۹ ص ۳۸۲-۳۷۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

جہاد کی مزید دو قسمیں: مدافعانہ جہاد اور جارحانہ جہاد

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو ابتداءً آپ کو مدافعانہ جہاد کی اجازت دی گئی' یعنی جب آپ پر یا مسلمانوں پر حملہ کیا جائے تو آپ کو اس حملہ کا دفاع کرنے کی اجازت دی گئی' چنانچہ فرمایا:

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْاؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ○ (الحج:۳۹)

جن لوگوں سے ناحق قتال کیا جاتا ہے ان کو (جہاد کی) اجازت دے دی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے' اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے○

اور جارحانہ جہاد کے متعلق یہ آیت ہے:

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ . (التوبہ:۵)

پس جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو ان کو گرفتار کرو اور ان کا محاصرہ کرو یعنی ان کو گھیر و اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کے فرضِ کفایہ ہونے کے متعلق ایک حدیث

سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو کسی بڑے لشکر یا چھوٹے لشکر کا امیر بناتے تو اس کو خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت فرماتے' اور اس امیر کے ساتھ جو مسلمان ہوتے' ان کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت فرماتے' پھر فرماتے: اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں جنگ کرو جو لوگ اللہ کے ساتھ کفر کریں ان کے خلاف قتال کرو' خیانت نہ کرو' عہد شکنی نہ کرو' مثلہ نہ کرو (کسی شخص کے اعضاء نہ کاٹو)' کسی بچہ کو قتل نہ کرو' جب تمہارا مشرکین میں سے اپنے دشمنوں سے مقابلہ ہو تو ان کو تین چیزوں کی دعوت دو' وہ ان میں سے جس چیز کو بھی مان لیں' تم ان کو ان سے قبول کر لو اور پھر ان پر حملہ کرنے سے رک جاؤ' ان کو یہ دعوت دو کہ وہ اپنے شہر سے دارِ مہاجرین کی طرف منتقل ہو جائیں اور ان کو یہ بتاؤ کہ اگر انہوں نے ایسا کر لیا تو ان کے وہ حقوق ہوں گے جو مہاجرین کے حقوق ہیں اور ان پر وہ چیزیں فرض ہوں گی جو مہاجرین پر فرض ہیں اور اگر وہ اپنے شہر سے منتقل ہونے سے انکار کر دیں تو وہ مسلمان اعرابیوں کی طرح ہوں گے اور ان پر اللہ کا وہ حکم جاری ہوگا جو مؤمنین پر جاری ہے اور مالِ غنیمت اور فے میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا' البتہ اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد کریں تو پھر ان کا حصہ ہوگا اور اگر وہ اس کا بھی انکار کریں تو پھر ان سے جزیہ کا سوال کرو' اگر وہ اس کو مان لیں تو پھر ان سے جزیہ قبول کر لو' اور ان پر حملہ کرنے سے رک جاؤ' اور اگر وہ اس کا بھی انکار کریں تو اللہ سے مدد حاصل کر کے ان سے قتال کرو' اور جب تم قلعہ میں بند لوگوں کا محاصرہ کرو اور وہ یہ ارادہ کریں کہ تم ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو ضامن بناؤ تو تم اللہ اور اس کے رسول کو ضامن نہ بناؤ' لیکن تم اپنی اور اپنے اصحاب کی ضمانت دو' کیونکہ اگر تم نے اپنی اور اپنے اصحاب کی ذمہ داری کو ادا نہ کیا تو یہ اس سے آسان ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف ضمانت توڑنے کی نسبت کرو اور جب تم قلعہ والوں کا محاصرہ کرو اور وہ یہ ارادہ کریں کہ تم ان کو اللہ کے حکم سے قلعہ سے باہر لاؤ تو تم اللہ کے حکم سے ان کو باہر نہ لانا' لیکن تم ان کو اپنے حکم سے قلعہ سے نکالنا' کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے یا نہیں۔

(صحیح مسلم: ۱۷۳۱' سنن ابوداؤد: ۲۶۱۲' سنن ترمذی: ۱۴۱۵' سنن ابن ماجہ: ۲۸۵۸)

مصنف کی طرف سے مشروعیت جہاد اور قتل مرتد پر اعتراض کے جوابات

یہودی اور عیسائی مستشرقین معترضین کو سب سے پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ کفار کے خلاف جنگ اور جہاد کرنے میں اسلام تنہا اور منفرد نہیں ہے' بلکہ موجودہ تورات (کتاب مقدس' بائبل) میں بھی اپنے مخالف کفار کے ساتھ جنگ اور جہاد کرنے کی تلقین اور ترغیب دی گئی ہے' اور موجودہ انجیل میں تصریح ہے کہ تورات کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہے' اب آپ تورات کے اس اقتباس کا مطالعہ فرمائیں:

جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا O اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لیے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باج گزار بن کر تیری خدمت کریں O اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو اس کا محاصرہ کرنا O اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا O لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپایوں اور اس شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لیے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو

جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو' کھانا O ان سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے دور ہیں اور ان قوموں کے شہر نہیں ہیں O پر ان قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے' کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا O بلکہ تو ان کو یعنی حتی اور اُموری اور کنعانی اور فرزی اور حوی اور یبوسی قوموں کو جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھ کو حکم ہے' بالکل نیست کر دینا O تا کہ وہ تم کو اپنے سے مکروہ کام کرنے نہ سکھائیں جو انہوں نے اپنے دیوتاؤں کے لیے کیے ہیں اور یوں تم خداوند اپنے خدا کے خلاف گناہ کرنے لگو O

(استثناء باب:٢٠' آیت:١٨-١٠)(عہد نامہ قدیم:١٨٦)

واضح رہے کہ عیسائیوں کے نزدیک بھی کفار کے خلاف جہاد کا یہ حکم باقی ہے' منسوخ نہیں ہے' کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں' منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں O کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے O (متی باب:٥' آیت:١٨-١٧)(نیا عہد نامہ:٨)

جو غیر مسلم مستشرقین اسلام کے نظریہ جہاد پر اعتراض کرتے ہیں' انہیں تورات اور انجیل کے ان اقتباسات کو بہ غور پڑھنا چاہیے۔اب جہاد کے متعلق اسلام کا نظریہ ملاحظہ کریں:

جہاد کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کے شہر پر حملہ کیا جائے اور مسلمان مدافعانہ جنگ کریں' یہ جہاد فرض عین ہے' اس کی مثال غزوۂ بدر' غزوۂ اُحد اور غزوۂ خندق ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ''لا اکراہ فی الدین'' کے خلاف نہیں ہے اور نہ اس پر کوئی ہوش مند اعتراض کر سکتا ہے اور جہاد کی دوسری صورت یہ ہے کہ تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کیا جائے اور بہ شرط استطاعت از خود کافروں کے ملک پر حملہ کیا جائے' یہ جہاد فرض کفایہ ہے' فتح مکہ' فتح طائف اور فتح خیبر میں اس کی مثالیں ہیں اور بعد میں مسلمانوں نے مصر' شام' عراق' ایران اور بہت سے علاقوں میں تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کیا اور دنیا کے تین براعظموں میں مسلمانوں کی حکومت پہنچ گئی اور اس میں یہ تفصیل ہے کہ جب مشرکین سے جہاد کیا جائے تو یا تلوار ہے یا اسلام' اور اہل کتاب کے ساتھ جنگ ہو تو پھر تین صورتیں ہیں: یا وہ اسلام قبول کریں یا جزیہ دیں یا پھر جنگ کریں۔

اہل کتاب کے ساتھ جزیہ کی رعایت اس لیے رکھی ہے کہ وہ الوہیت اور رسالت کے کسی نہ کسی طور پر قائل ہیں' آخرت پر ایمان رکھتے ہیں' جزا سزا اور حلال و حرام کے اصولی طور پر معترف ہیں اور جب وہ جزیہ دے کر مسلمانوں کے باج گزار ہو جائیں گے اور ان کا مسلمانوں کے ساتھ میل جول ہوگا تو مسلمانوں کو ان میں تبلیغ اسلام کے مواقع میسر ہوں گے اور انہیں بھی اسلام کی تعلیمات کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملے گا اور وہ جلد یا بہ دیر اسلام کو قبول کر لیں گے اور ان کا اسلام کو قبول کرنا بہ رضا و رغبت ہوگا' اس میں جبر کا کوئی دخل نہیں ہے' جہاد کی اس شکل پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اب صرف ایک شکل رہ جاتی ہے اور وہ ہے: تبلیغ اسلام کے لیے مشرکین کے خلاف جہاد' یا وہ اسلام کو قبول کر لیں ورنہ ان کو قتل کر دیا جائے گا اور اس پر بادی النظر میں اعتراض ہوتا ہے کہ یہ جبر و اکراہ ہے لیکن درحقیقت یہ بھی جبر نہیں ہے' اگر کوئی شخص کسی ملک کا باشندہ ہو' اس ملک کے بادشاہ کی مہیا کی ہوئی سہولتوں اور فائدوں سے بہرہ اندوز ہوتا اور اس ملک کی زمین میں گھر بنا کر رہتا ہو اور تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہو لیکن وہ اس ملک کے بادشاہ یا حکمران کی حکومت کو نہ مانے' اس کے قوانین پر عمل نہ کرے اور اس کے برعکس اس حکومت کے مخالف اور دشمن ملک اور حکومت کا علی الاعلان دم بھرتا ہو' اور اس کی وفاداری کا اعلان کرتا ہو تو کیا اس کو گردن

زدنی نہیں قرار دیا جائے گا اور اس کو غدر قرار دے کر قتل نہیں کیا جائے گا' کیا آج دنیا کے تمام مہذب ملکوں کا اس پر عمل نہیں ہے اور اگر اس شخص سے یہ کہا جائے کہ یا تو تم اس ملک کی وفاداری کا اعلان کرو ورنہ تم کو قتل کر دیا جائے گا تو یہ کیوں عدل وانصاف کے مطابق نہیں ہے جب کہ آج کی نام نہاد مہذب دنیا میں ایسے شخص کو یہ موقع دیئے بغیر قتل کر دیا جاتا ہے' سو اسی طرح جو شخص اللہ کی بنائی ہوئی زمین میں رہتا ہے اور اس کی دی ہوئی تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن وہ اللہ کو مانتا ہے نہ اس کے کسی اصول اور قانون کو' اور دنیا میں آسمانی مذاہب کی جتنی شکلیں ہیں' ان میں سے وہ کسی کو بھی نہیں مانتا تو اس سے یہ کہنا بجا اور عدل وانصاف کے مطابق ہے کہ یا تو اللہ کے دین کو قبول کر لو ورنہ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ' نیز جس طرح ہر حکومت میں ریاست کے غدار کی سزا موت ہے' اسی طرح اسلام میں بھی مرتد کی سزا یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے' اس کو تین دن موقع دیا جاتا ہے کہ وہ غور وفکر کرے اور اگر اس کو اسلام کے خلاف کوئی شبہ ہے تو اس کو زائل کیا جائے لیکن اگر وہ اس کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہتا ہے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے جب کہ غدار وطن کے لیے یہ رعایت نہیں ہوتی۔

تمام مہذب دنیا میں جرائم پر سزاؤں کا نظام جاری ہے' اور جب کسی قاتل' چور' ڈاکو یا ریاست کے غدار کو سزا دی جائے تو یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ جبر ہے اور حریت فکر اور آزادی رائے کے خلاف ہے' اسی طرح جب مشرک کو ایمان نہ لانے پر جہاد میں قتل کیا جائے یا مرتد کو توبہ نہ کرنے پر قتل کیا جائے تو یہ بھی ان کے جرائم کی سزا ہے' جبر نہیں ہے اور حریت فکر اور آزادی رائے کے خلاف نہیں ہے۔

کیا دین اسلام قبول کرنے میں جبر کا نہ ہونا مشروعیت جہاد کے خلاف ہے؟ میں اس اشکال کے جواب میں کئی دن غور کرتا رہا' میں نے اس سوال کے جواب کی تلاش کے لیے قدیم اور جدید متعدد تفاسیر کو دیکھا' لیکن میں نے دیکھا کہ کسی نے بھی اس کو حل نہیں کیا اور مدافعانہ جنگ اور جزیہ کے اختیار سے اصل اشکال کو ٹالنے کی کوشش کی' بہر حال میرے ذہن میں جو جواب آیا وہ میں نے لکھ دیا ہے' اگر یہ صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو یہ میری فکر کی کمی ہے اور آئندہ آنے والے علماء کے لیے دعوتِ فکر ہے۔

غیر ملی استعمار سے نجات اور آزادی حاصل کرنے کے لیے مسلح جدوجہد کرنا بھی جہاد کی ایک قسم ہے---اور اس کو دہشت گردی کہنا غلط ہے

مذکور الصدر تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ جہاد کی دو قسمیں ہیں' ایک جہاد فرضِ عین ہے اور دوسرا جہاد فرض کفایہ ہے' اور یہ دونوں جہاد سربراہِ ملت اسلامیہ کے حکم اور اس کے اعلان سے کیے جاتے ہیں لیکن یہاں پر ایک صورت اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کسی کافر ملک نے کسی مسلمان ملک پر قبضہ کر کے اس مسلمان ملک کو اپنی کالونی بنا لیا ہو اور وہاں کے باشندوں کو اپنا غلام بنا لیا ہو تو وہاں کے مسلمان باشندے علماء دین کے تعاون اور تائید سے اس کافر ملک سے آزادی کے حصول کے لیے مسلح جدوجہد کریں تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ جیسے متحدہ برصغیر کے مسلمانوں نے انگریز کی غلامی سے آزادی کے حصول کے لیے مسلح جدوجہد کی' یا جس طرح افغانستان کے مسلمانوں نے روس کے اقتدار سے نجات حاصل کرنے کے لیے مسلح جدوجہد کی یا جس طرح مقبوضہ کشمیر کے مسلمان ہندوؤں کے غاصبانہ قبضہ سے آزادی حاصل کرنے کے لیے غیر اعلانیہ مسلح جنگ کر رہے ہیں' اسی طرح فلسطین کے مسلمان یہودیوں کے غاصبانہ قبضہ کے خلاف مسلح جدوجہد کر رہے ہیں' آیا ان کی یہ جدوجہد جائز ہے یا نہیں؟ مخالفین اس کو دہشت گردی کا نام دیتے ہیں' ہمارے نزدیک یہ بھی حکماً جہاد ہے اور اس کی شرعی نظیر یہ ہے کہ جس طرح حضرت ابوجندل بن سہیل اور حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہما صلح حدیبیہ کے بعد ساحل سمندر پر جمع ہو گئے اور دیگر مسلمان بھی ان کے ساتھ آ کر مل گئے' کفارِ قریش ان کو جبراً مکہ لے جانا چاہتے تھے اور صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی رو سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو مدینہ میں رکھ نہیں سکتے تھے' اس لیے وہ کفارِ قریش کے تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لیے

ساحل سمندر پر جمع ہو گئے اور قریش کے جو تجارتی قافلے شام کی طرف جاتے تھے ان پر حملے کر کے ان کو لوٹ لیتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس سے منع نہیں فرمایا اور حضرت ابوبصیر اور حضرت ابوجندل کی اس مسلح جدوجہد کے نتیجہ میں کفارِ قریش کو یہ شرط واپس لینی پڑی کہ مکہ سے جو شخص مسلمان ہو کر مدینہ جائے گا اس کو جانے نہیں دیا جائے گا' اور پھر مکہ سے لوگ مسلمان ہو کر آزادانہ مدینہ جانے لگے۔ (صحیح البخاری: ٢٧٣٢ ' طویل حدیث کا آخری حصہ)

آزادی کے حصول کے لیے مسلح جدوجہد کے جواز کی عام نظیر یہ ہے کہ پہلے امریکا' برطانیہ کی کالونی تھا' امریکا کے باشندوں نے برطانیہ کے استعمار سے آزادی حاصل کرنے کے لیے مسلح جدوجہد کی' حتیٰ کہ امریکی باشندوں نے برطانوی استعمار کی غلامی سے نجات حاصل کر لی اور ١٧٨٧ء میں جارج واشنگٹن کی قیادت میں امریکا آزاد ہو گیا' امریکی باشندوں نے حصول آزادی کے لیے جو یہ مسلح جدوجہد کی ہے' اس کو دنیا میں کسی نے بھی دہشت گردی نہیں کہا' اسی طرح آئرلینڈ کے باشندوں نے اپنے کیتھولک مذہب کے تحفظ کے لیے جو مسلح جدوجہد کی' ٢١ اپریل ١٩١٦ء میں نصف آئرلینڈ آزاد کرایا' جس کا نام آئرش ری پبلیکن رکھا گیا' ان کا قائد مائیکل کولن تھا' اس کو بھی دہشت گردی نہیں کہا گیا تو پھر اگر کشمیر اور فلسطین کے مسلمان اپنی ریاست کی آزادی کے لیے مسلح جدوجہد کریں یا عراق اور افغانستان کے مسلمان غیر ملکی ناجائز اقتدار اور ان کے غاصبانہ قبضہ کے خلاف مسلح جدوجہد کریں تو اس کو دہشت گردی کہنے کا کیا جواز ہے!

دہشت گردی کیا چیز ہے اور جہاد اور دہشت گردی کا فرق

دنیا کے نام نہاد مہذب ممالک نے ابھی تک دہشت گردی کی کوئی جامع تعریف نہیں کی کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے قابض استعمار کے خلاف مسلح جدوجہد کو دہشت گردی کا نام دیا تو پھر امریکیوں نے برطانوی استعمار کے خلاف جو مسلح جدوجہد کی تھی اس کو بھی دہشت گردی کہا جائے گا اور امریکا بھی دہشت گرد قرار پائے گا' اس لیے آج تک دہشت گردی کی کوئی تعریف نہیں کی گئی' جس سے امریکا کے باشندے تو دہشت گردی کی زد میں نہ آئیں اور فلسطین اور عراق کے مسلمان باشندے دہشت گرد قرار پائیں۔

ہمارے نزدیک دہشت گردی بے قصور انسانوں کو اور بے گناہ مسلمانوں کو ہلاک کرنا اور ان کی املاک کو تباہ کرنا ہے' خودکش حملوں اور ریموٹ کنٹرول بموں سے مساجد' امام بارگاہوں' عمارتوں کو اور مختلف اشخاص کو ہلاک کرنا ہے' اور فساد فی الارض کرنا ہے اور دہشت گردی کی مذمت اور اس کے جرم ہونے کی اصل قرآن مجید کی ان آیات میں ہے:

وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ○ (البقرہ: ٢٠٥)

اور جب وہ پیٹھ موڑ کر جاتا ہے تو اس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ زمین میں فساد برپا کرے اور کھیتوں کو (برباد) کرے اور جانوروں کو ہلاک کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں فرماتا○

اسی طرح درج ذیل آیت میں فساد فی الارض کی سزا کو بیان فرمایا ہے اور اس سے بھی دہشت گردی کی تعریف پر روشنی پڑتی ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ○

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کے لیے پھرتے ہیں' ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو (اپنے وطن

کی) زمین سے نکال دیا جائے' یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے (المائدہ:۳۳)
اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے O

ہماری اس تحریر سے جہاد اور دہشت گردی کا فرق بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اللہ کے منکروں کو قتل کرنا جہاد ہے اور زمین میں فساد پھیلانا اور بے قصور لوگوں کو قتل کرنا دہشت گردی ہے۔

جہاد بالنفس اور جہاد اکبر کے متعلق احادیث

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ احادیث روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: کون سا جہاد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اللہ عزوجل کی اطاعت میں اپنے نفس سے اور اس کی خواہشات سے جہاد کرو۔

علاء بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ مجاہدین میں سے کون افضل ہے؟ انہوں نے کہا: جو شخص اللہ عزوجل کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے' سائل نے پوچھا: یہ آپ کا قول ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے؟ انہوں نے بتایا: بلکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۴۹ طبع قدیم حلیۃ الاولیاء: ۲۲۳۳۔ ۲۲۳۲ طبع جدید)

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے' ایک روایت میں ہے: جو اللہ کے لیے یا اللہ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔

(سنن ترمذی: ۱۶۲۱' صحیح ابن حبان: ۴۶۲۴' المعجم الکبیر: ۸۰۳۔ ۸۰۲۔ ج ۱۸ ص ۳۱۲۔ ۳۱۱' المستدرک ج ۲ ص ۱۴۴۔ ۷۲' سنن سعید بن منصور: ۲۴۱۴' مسند البزار: ۳۷۵۳' مسند احمد ج ۶ ص ۲۲۔ ۲۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۳۹۵۱۔ ج ۳۹ ص ۳۷۵' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اور اس معنی میں درج ذیل مشہور حدیث ہے' علامہ علی متقی بن حسام الدین متوفی ۹۷۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مجاہدین کا ایک گروہ آیا تو آپ نے فرمایا:

قدمتم خير مقدم قدمتم من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر مجاهدة العبد هواه. (الدیلمی)

تم آئے ہو تمہارا آنا مبارک ہو' تم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف آئے ہو اور وہ بندہ کا اپنی خواہشات کے خلاف جہاد کرنا ہے' اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

(کنز العمال: ۱۱۷۷۹۔ ج ۴ ص ۶۱۶' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' ۱۴۰۵ھ)

٢٧٨٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَّإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے منصور نے حدیث بیان کی از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فتح (مکہ) کے بعد کوئی ہجرت (فرض) نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کو کہا جائے تو نکل پڑو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں جہاد کا ذکر ہے۔

ہجرت منقطع ہونے والی حدیث پر اس حدیث سے اشکال کہ ہجرت تو قیامت تک منقطع نہیں ہوگی

حضرت معاویہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی حتیٰ کہ توبہ منقطع ہو جائے اور توبہ اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۷۹' سنن دارمی ج ۲ ص ۲۴۰' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۵۱' مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۲' مشکوٰۃ: ۲۳۴۶)

ہجرت کی دو متعارض حدیثوں میں تطبیق

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ابتداء اسلام میں مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا مستحب تھا' فرض نہیں تھا' قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً. (النساء: ۱۰۰)

اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا' وہ زمین میں بہت جگہ اور وسعت پائے گا۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے اور مشرکین نے مسلمانوں کو اذیت پہنچانے میں بہت شدت کر دی اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ آپ کی طرف ہجرت کریں' آپ سے دین سیکھیں اور اگر اچانک کوئی افتاد پڑے تو آپ کی مدد کریں اور اس زمانہ میں سب سے بڑا خطرہ اہل مکہ اور قریش سے تھا' اور جب مکہ فتح ہو گیا اور قریش اطاعت گزار ہو گئے تو پھر یہ وجہ جاتی رہی اور ہجرت کے وجوب کا حکم اٹھ گیا اور پھر ہجرت کے استحباب کا حکم لوٹ آیا' پس یہاں دو ہجرتیں ہیں' جو ہجرت منقطع ہو چکی ہے' وہ فرض ہے اور جو ہجرت باقی ہے وہ مستحب ہے' اور ان دونوں حدیثوں میں یہ تطبیق کا طریقہ ہے۔

(معالم السنن شرح سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ خطابی نے یہ تقریر شرح بخاری میں بھی ذکر کی ہے۔ (اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

ہجرت کی اقسام

متعدد علماء نے ہجرت کی حسب ذیل اقسام ذکر کی ہیں:

(۱) دار الخوف سے دار الامن کی طرف ہجرت' جیسے ابتداء میں مسلمانوں نے مکہ معظمہ سے سر زمین حبشہ کی طرف ہجرت کی یا جیسے اب مسلمان بھارت سے برطانیہ' امریکا یا جرمنی کی طرف ہجرت کریں۔

(۲) دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت جیسے فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی (جیسے آج کل فلسطین کے مسلمان' اسرائیل سے شام اور مصر کی طرف چلے جائیں)۔

(۳) مختلف قبیلوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت۔

(۴) جو شخص کافر ملکوں میں رہتا ہو' اور وہاں دین کے اظہار پر قادر نہ ہو اور اس کے لیے وہاں اسلام کے شعائر پر عمل کرنا ممکن نہ ہو' اس پر وہاں سے اسلامی ملک کی طرف ہجرت کرنا واجب ہے' جیسے فرانس میں عورتوں کو چہرہ پر نقاب ڈالنا قانوناً ممنوع ہے اور ترکی میں بھی ایسا ہی ہے تو وہاں کے رہنے والوں پر واجب ہے کہ وہ کسی ایسے ملک میں ہجرت کر جائیں جہاں پر وہ آزادی سے اسلام کے احکام پر عمل کر سکیں۔

(۵) جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے' ان ممنوعہ کاموں سے ہجرت کرنا۔ حدیث میں ہے:
حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مہاجر وہ ہے جو ان کاموں سے ہجرت کرلے (یعنی اُن کاموں کو چھوڑ دے) جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۰)

٢٧٨٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ اَبِي عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُرَى الْجِهَادَ اَفْضَلَ الْعَمَلِ اَفَلَا نُجَاهِدُ قَالَ لٰكِنَّ اَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی عمرۃ نے حدیث بیان کی از عائشہ بنت طلحہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ جہاد کو افضل عمل فرماتے ہیں تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۲۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں جہاد کا ذکر ہے۔ حج مبرور سے مراد وہ حج ہے جس میں دورانِ حج کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

٢٧٨٥- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَفَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُوْحَصِيْنٍ اَنَّ ذَكْوَانَ حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ يَعْدِلُ الْجِهَادَ قَالَ لَا اَجِدُهُ قَالَ هَلْ تَسْتَطِيْعُ اِذَا خَرَجَ الْمُجَاهِدُ اَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَكَ فَتَقُوْمَ وَلَا تَفْتُرَ وَتَصُوْمَ وَلَا تُفْطِرَ قَالَ وَمَنْ يَسْتَطِيْعُ ذٰلِكَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اِنَّ فَرَسَ الْمُجَاهِدِ لَيَسْتَنُّ فِيْ طِوَلِهٖ فَيُكْتَبُ لَهٗ حَسَنَاتٍ. (صحیح مسلم: ۱۸۷۸' الرقم المسلسل: ۴۷۹۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عفان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جحادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوحصین نے خبر دی کہ ذکوان نے کہا کہ ان کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا' اس نے کہا: مجھے ایسا عمل بتایئے جو (ثواب میں) جہاد کے برابر ہو؟ آپ نے فرمایا: میں ایسا عمل نہیں پاتا' پھر آپ نے فرمایا: کیا تم ایسا کر سکتے ہو کہ جب مجاہد (جہاد کے لیے) روانہ ہو تو تم مسجد میں آ کر نماز میں قیام کرو اور تم کو (قیام میں) سستی نہ ہو اور تم روزے رکھو اور کوئی روزہ نہ چھوڑو' اس شخص نے کہا: ایسا کون کر سکتا ہے! حضرت ابوہریرہ نے کہا: مجاہد کا رسّی سے بندھا ہوا گھوڑا (جب زمین پر پیر مارتا ہے) تو اس پر بھی اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن منصور' ابوعلی جیانی نے کہا ہے کہ یہ اسحاق بن راھویہ ہیں یا اسحاق بن منصور ہیں (۲) عفان بن مسلم الصفاء الانصاری (۳) ہمام بن یحییٰ بن دینار العوزی الازدی الشیبانی (۴) محمد بن جُحادہ الایامی الازدی (۵) ابوحصین عثمان بن عاصم الاسدی (۶) ذکوان ابوصالح السمان الزیات (۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۱۵)

بعض مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: میں ایسا عمل نہیں پاتا یعنی میں ایسا عمل نہیں پاتا جو اجر وثواب میں جہاد کے مساوی ہو۔

اس حدیث میں ''یستن'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: خوشی سے چلنا یا دوڑنا' الجوہری نے کہا ہے کہ دونوں پیر اٹھا کر ان کو یک بارگی زمین پر مارے۔

اس حدیث میں ''طوله'' کا لفظ ہے' یہ اس رسّی کو کہتے ہیں جس سے سواری کو باندھا جاتا ہے اور اس رسّی کی ایک طرف کو پکڑ کر جانور کو چراگاہ میں چھوڑ دیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱٦۔۱۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢ - بَابُ اَفْضَلُ النَّاسِ مُؤْمِنٌ يُّجَاهِدُ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

تمام لوگوں سے وہ مؤمن افضل ہے جو اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرے

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○﴾ (الصف: ۱۰-۱۲).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دے ○ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو' یہ تمہارے لیے بہتر ہے' اگر تم علم رکھتے ہو ○ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو ان جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں اور عمدہ پاکیزہ مکانوں میں دائمی جنتوں میں یہی بہت بڑی کامیابی ہے ○ (الصف: ۱۲-۱۰)

تجارت کا معنی' جان سے جہاد کرنے کی تفصیل اور جنت کی طلب میں عبادت کرنے کا مطلوب ہونا

الصف: ۱۰ میں تجارت کا ذکر ہے' ایک چیز کے عوض میں دوسری چیز کے حصول کو تجارت کہتے ہیں' جس طرح تاجر کو تجارت' تنگ دستی کی تکلیف سے نجات دیتی ہے اور جس طرح تجارت میں نفع اور نقصان ہوتا ہے' اسی طرح جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرتا ہے' اس کو بہت عظیم اجر وثواب حاصل ہوتا ہے اور اس کو دوزخ کے عذاب سے نجات ملتی ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتا' اس کو دوزخ کا دائمی عذاب ہوتا ہے' اس آیت میں یہ بھی دلیل ہے کہ دوزخ کے عذاب کے ڈر سے ایمان لانا اور نیک اعمال کرنا بھی اللہ کا مطلوب ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ سے پناہ طلب کی ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں دوزخ کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور میں دوزخ کے عذاب سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ (صحیح البخاری: ٦۳۷٦)

الصف: ۱۱ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔

اور جہاد تین قسم کے ہیں: (۱) اپنے نفس سے جہاد اور اس کا معنی ہے: نفس کو مشقت میں ڈال کر مشکل عبادات انجام دینا (۲) نفس سے اس کی لذتوں اور اس کی شہوتوں کو چھڑا کر جہاد کرنا (۳) مخلوق کو نفع پہنچانے کے لیے نفس سے جہاد کرنا۔

القف:۱۲ میں ایمان لانے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے پر مغفرت اور دائمی جنتوں کی بشارت دی ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جنت کی طلب میں عبادت کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا مطلوب ہے اور جاہل صوفیاء جنت کی طلب میں عبادت کرنے کی مذمت کرتے ہیں۔

ان آیات کی مزید تفسیر الصف:۱۲۔۱۰ 'تبیان القرآن ج۱۱ ص ۸۷۲۔۸۷۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٢٧٨٦ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ قَالُوا ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ مُؤْمِنٌ فِي شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ يَتَّقِي اللّٰهَ وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ.

[طرف الحدیث:۶۴۹۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید لیثی نے حدیث بیان کی کہ ان کو حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ (آپ سے) پوچھا گیا: یارسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ کون افضل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مؤمن جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرتا ہے' لوگوں نے پوچھا: پھر کون ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ مؤمن جو پہاڑ کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں رہے' اللہ سے ڈرتا رہے اور اپنے شر سے لوگوں کو محفوظ رکھے۔

(صحیح مسلم:۱۸۸۸' الرقم المسلسل:۴۷۷۹' سنن ابوداؤد:۲۴۸۵' سنن ترمذی:۱۶۶۰' سنن نسائی:۳۱۰۵' سنن ابن ماجہ:۳۹۷۸' سنن بیہقی ج۹ ص۱۵۹' شعب الایمان:۴۲۱۴' شرح السنۃ:۲۶۲۲' مسند حمد ج۳ ص۸۸ طبع قدیم' مسند احمد:۱۱۸۳۸۔ ج۱۸ ص۳۵۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

صدیقین اور علماء کے بعد مجاہدین کی فضیلت اور خلوت گزینی کا محمل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ مؤمن سب سے افضل ہے جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرتا ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ تمام لوگوں میں سب سے افضل ہے' کیونکہ تمام لوگوں میں سب سے افضل وہ ہے جو صدیقین کے مرتبہ پر فائز ہو' اور وہ لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرائے۔ یہ حدیث مخصوص عنہ البعض ہے' اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ افضل لوگوں میں سے ہے' اسی طرح علماء اور فقہاء افضل ہیں۔

اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ لوگوں کے ساتھ مل کر رہنے میں اگر فتنہ کا خطرہ ہو تو پھر گوشہ نشینی افضل ہے اور جب فتنہ میں مبتلا ہونے کا خوف نہ ہو تو لوگوں کے ساتھ مل کر رہنا افضل ہے' جیسا کہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مؤمن لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی ایذاء پر صبر کرتا ہے اس کو اس مؤمن سے زیادہ اجر ملتا ہے جو لوگوں سے مل جل کر نہیں رہتا اور ان کی ایذاء پر صبر نہیں کرتا۔

(سنن ترمذی:۲۵۱۵' سنن ابن ماجہ:۴۰۳۲)

احادیث میں لوگوں سے احتراز اور انفراد کے وقت پہاڑوں کی گھاٹیوں کا ذکر ہے کیونکہ فتنہ اور فساد کے وقت عموماً لوگ ایسی جگہوں کی طرف نکل جاتے ہیں' ورنہ ہر وہ جگہ جو لوگوں سے بعید ہو وہ اس معنی میں داخل ہے جیسے مساجد اور رہائشی مکان وغیرہ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ نے پوچھا: یارسول اللہ! نجات کس طرح ہوگی؟ آپ نے فرمایا: اپنی زبان روک کے رکھو اور تمہارے گھر میں تمہاری گنجائش ہو اور تم اپنے گناہوں پر روؤ۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۸۔۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۱۷۷۴۔ ج ۵ ص ۹۰۱ پر مذکور ہے۔ اس حدیث کی شرح کا عنوان ہے: شہر میں رہ کر اجتماعی اور تمدنی زندگی گزارنا افضل ہے یا پہاڑ کے دامنوں' گھاٹیوں اور وادیوں میں خلوت گزینی افضل ہے۔

۲۷۸۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَنْ يُّجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِهٖ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ وَتَوَكَّلَ اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِهٖ بِاَنْ يَّتَوَفَّاهُ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ يَرْجِعَهٗ سَالِمًا مَعَ اَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اور اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ اس کی راہ میں کون جہاد کرتا ہے (تو اس کی مثال) اس شخص کی طرح ہے جو روزہ رکھتا ہو اور (رات کو نماز میں) قیام کرتا ہو' اور اللہ (از راہِ کرم) اس کی راہ میں جہاد کرنے والے کے لیے اس کا ضامن ہو گیا ہے کہ اس کو وفات دے کر اس کو جنت میں داخل کر دے گا یا اس کو زندہ سلامت اجر اور مالِ غنیمت کے ساتھ لوٹائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مجاہد کی فضیلت کا ذکر ہے۔

۳ - بَابُ الدُّعَاءِ بِالْجِهَادِ وَالشَّهَادَةِ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

جہاد اور مرتبہ شہادت کے حصول کے لیے مردوں اور عورتوں کا دعا کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مردوں اور عورتوں کا یہ دعا کرنا جائز ہے کہ اے اللہ! مجھے جہاد کرنے کی سعادت عطا فرما! یا اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت عطاء فرما۔

وَقَالَ عُمَرُ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ.

اور حضرت عمر رضی اللہ نے دعا کی: (اے اللہ!) مجھے اپنے رسول کے شہر میں شہادت عطاء فرما۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ۱۸۹۰ میں مذکور ہے۔

۲۷۸۸'۲۷۸۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ يُوْسُفَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلٰى اُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهٗ وَكَانَتْ اُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی از امام مالک از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ' انہوں نے سنا کہ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت حرام بنت ملحان کے پاس جایا کرتے تھے' وہ آپ کو طعام پیش کرتی تھیں اور حضرت ام حرام' حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ کے نکاح میں تھیں' پس ایک

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَطْعَمَتْهُ وَجَعَلَتْ تَفْلِي رَأْسَهُ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ وَمَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِي عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ يَرْكَبُوْنَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوْكًا عَلَى الْاَسِرَّةِ اَوْمِثْلَ الْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ شَكَّ اِسْحَاقُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ وَمَا يُضْحِكُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِي عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَا قَالَ فِي الْاَوَّلِ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ فِي زَمَانِ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِي سُفْيَانَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِيْنَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ. [اطراف الحدیث (۲۷۸۸): ۲۷۹۹۔۲۸۷۷۔۲۸۹۴۔ ۶۲۸۲۔۷۰۰۲][اطراف الحدیث (۲۷۸۹): ۲۸۰۰۔۲۸۷۸۔۲۸۹۵۔ ۲۹۲۴۔۶۲۸۳۔۷۰۰۲][صحیح مسلم: ۱۹۱۲' الرقم المسلسل: ۴۸۲۷' سنن ابوداؤد: ۲۴۹۱' سنن ترمذی: ۱۶۴۵' سنن نسائی: ۳۱۷۱)

دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے تو انہوں نے آپ کو کھانا کھلایا اور وہ آپ کے سر سے جوئیں نکالنے لگیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے' پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے' حضرت ام حرام بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو کیا بات ہنسا رہی ہے؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے جو اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کر رہے تھے کہ وہ سمندر کے وسط میں تختوں پر اس طرح بیٹھے ہوئے تھے جس طرح بادشاہ تختوں پر بیٹھے ہوتے ہیں یا ان کی مثال ان بادشاہوں کی طرح تھی جو تختوں پر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں' اس میں اسحاق کو شک ہے' حضرت ام حرام نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ دعا فرمائیے کہ اللہ مجھے ان مجاہدین میں سے کر دے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر رکھ دیا (اور سو گئے)' پھر آپ (دوبارہ) ہنستے ہوئے بیدار ہوئے' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس طرح پیش کیے گئے کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے ہیں' جس طرح آپ نے پہلی بار فرمایا تھا' حضرت ام حرام بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ان مجاہدین میں سے کر دے' آپ نے فرمایا: تم پہلے مجاہدین میں سے ہو' پس وہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں سمندری سفر پر روانہ ہوئیں' پھر جب (واپسی میں) وہ سمندر سے باہر آئیں تو ان کی سواری نے ان کو نیچے گرا دیا' پس وہ جاں بحق ہو گئیں۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کی طرف سے اس اشکال کا جواب کہ شہادت تو کافر کے مسلمان پر غلبہ کو مستلزم ہے' پھر اس کی دعا کیسے جائز ہو گی؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں امام بخاری نے یہ کہا ہے کہ شہادت کی دعا کرنا جائز ہے' اس پر یہ اشکال ہے کہ شہادت کی دعا اس کو مستلزم ہے کہ مسلمانوں کے خلاف کافر کی مدد طلب کی جائے۔ علامہ ابن المنیر نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ اس دعاء سے مقصود اصلی اس بلند درجہ کا حصول ہے جو شہادت پر مترتب ہوتا ہے' ہر چند کہ کفار سے جہاد میں بعض مسلمان بھی قتل کیے جاتے ہیں' لیکن جب مسلمان جہاد کی دعا کرتا ہے تو اس کا یہ مقصود نہیں ہوتا' اس کا مقصود کفار کو قتل کر کے دین اسلام کی برتری ثابت کرنا ہوتا ہے

اور اس لیے وہ اس مقصد کی خاطر اپنی جان اور مال کو خرچ کرتا ہے لہٰذا شہادت کی دعا کرنا بھی جائز ہے اور جہاد کی دعا کرنا بھی جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۳۴ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ ھ)

علامہ عینی نے اس اعتراض کے جواب میں یہ کہا ہے کہ جو شخص شہادت کی دعا کرتا ہے اس کا مقصود یہ نہیں ہوتا کہ کافر اس کو قتل کر دے بلکہ اس کا مقصود بلند درجہ کا حصول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عادتِ جاریہ یہ ہے کہ یہ بلند درجہ شہادت کے حصول کے بعد ملتا ہے۔

مصنف کی طرف سے اشکال مذکور کا جواب

میں کہتا ہوں کہ ان دونوں جوابوں میں کوئی فرق نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ ایک چیز ہے حسن لذاتہٖ اور قبیح لغیرہٖ۔ جہاد کرنا حسن لذاتہٖ ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کا سبب ہے اور قبیح لغیرہٖ ہے کیونکہ یہ شہروں کے ویران ہونے اور باغات اور کھیتوں کو اجاڑنے اور مخلوقِ خدا کو قتل کرنے کا سبب ہے اسی طرح وضوء کرنا بھی حسن لذاتہٖ اور قبیح لغیرہٖ ہے حسن اس لیے ہے کہ یہ نماز کا وسیلہ ہے اور قبیح اس لیے ہے کہ یہ پانی کے ضائع کرنے کو مستلزم ہے پس جہاد کی دعا اس حیثیت سے کی جاتی ہے کہ یہ دین کی سربلندی کا سبب ہے نہ اس حیثیت سے کہ شہروں کو ویران کیا جائے اور کھیتوں اور باغات کو اُجاڑا جائے اور مخلوق خدا کو قتل کیا جائے سو جہاد حسن لذاتہٖ ہے اور اسی حیثیت سے جہاد کی دعا کی جاتی ہے اسی طرح شہادت بھی حسن لذاتہٖ اور قبیح لغیرہٖ ہے حسن اس لیے ہے کہ یہ بہت بلند درجہ ہے مسلمان شہید ہوتے ہی اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا ہے اور اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور قبیح اس لیے ہے کہ شہید ہونا اس کو مستلزم ہے کہ کافر مسلمان پر غلبہ پا کر اس کو قتل کر دے اور شہادت کی دعا اس حیثیت سے کی جاتی ہے کہ وہ حسن لذاتہٖ ہے نہ اس حیثیت سے کہ وہ قبیح لغیرہٖ ہے۔

حضرت ام حرام کے ساتھ آپ کی خلوت پر اعتراض کا جواب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی گود میں سر رکھ کر سو گئے تھے اور وہ آپ کے سر میں جوئیں دیکھ رہی تھیں دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ وہ آپ کے والد یا آپ کے دادا کی طرف سے آپ کی خالہ تھیں کیونکہ حضرت عبدالمطلب کی والدہ بنو النجار سے تھیں اور آپ ان کی زیارت کرنے کے لیے ان کے پاس جایا کرتے تھے اور زیارت کرنا بھی صلہ رحم سے ہے اور یہ واقعہ اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کے جواز کو مستلزم نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے وہاں ان کے بیٹے ہوں یا خادم ہوں یا ان کے شوہر بھی ہوں علاوہ ازیں آپ معصوم ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خلوت آپ کی خصوصیت ہو۔

شوہر کے مال سے مہمان کو کھانا کھلانا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ام حرام آپ کو کھانا کھلاتی تھیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کے مال سے کھانا کھلانا جائز ہے کیونکہ عموماً گھر میں جو طعام ہوتا ہے وہ شوہر کے مال سے ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب وکیل اور امین کو یہ معلوم ہو کہ اس کے مال کو خرچ کرنے سے گھر والا خوش ہوگا تو اس کے لیے گھر والے کا مال خرچ کرنا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ام حرام کے شوہر حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کو اس سے خوشی ہوتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر میں کھانا کھائیں۔

خواتین کا سمندری راستہ سے جہاد کرنا' نبی ﷺ کا متعدد غیوب کی خبریں دینا اور بشارت دیتے ہوئے ہنسنا

رسول اللہ ﷺ جب بیدار ہوئے تو ہنستے ہوئے اٹھے' رسول اللہ ﷺ اس وجہ سے ہنستے ہوئے اُٹھے تھے کہ آپ کو خواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتادیا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو کتنا اجر عطاء فرمائے گا اور وہ دنیا میں کتنی خیر حاصل کریں گے اور آپ نے خواب میں یہ دیکھا کہ آپ کی امت جنت میں تختوں پر اس طرح بیٹھی ہوگی جس طرح بادشاہ تخت پر بیٹھتے ہیں اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کے لیے سمندری راستے سے بھی جہاد کرنا جائز ہے اور اس کے بعد امام بخاری عورتوں کے جہاد کرنے کا مستقل باب لارہے ہیں۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ جہاد کرتی تھیں' ہم زخمیوں کو دوا دیتی تھیں اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھیں۔ (صحیح البخاری: ٣٢٤) اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر سربراہِ ملت اسلام کے جھنڈے تلے جہاد کرنا جائز ہے' اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قیامت تک جہاد مشروع رہے گا کیونکہ آپ نے دوسرے بادشاہوں کو بھی سمندر میں تختوں پر اسی طرح بیٹھے ہوئے دیکھا' جس طرح پہلے بادشاہوں کو سمندر میں تختوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا تھا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ O وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ O ان کا بڑا گروہ پہلے لوگوں میں ہوگا O اور ایک بڑا گروہ پچھلوں میں سے بھی (ہوگا) O (الواقعہ: ٤٠۔٣٩)

یہ حدیث علاماتِ نبوت میں سے ہے کیونکہ اس حدیث میں نبی ﷺ نے متعدد غیوب کی ان کے وقوع سے پہلے خبر دی ہے' ان میں سے ایک خبر یہ ہے کہ آپ کی امت سمندری راستے سے جہاد کرے گی اور دوسری خبر یہ ہے کہ آپ کا ہنسنا اس کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو فتوحات عطاء فرمائے گا اور ان کو مالِ غنیمت عطاء فرمائے گا اور تیسری خبر یہ ہے کہ آپ نے اپنی امت کے جہاد کی صفت بیان فرمائی کہ وہ اس سمندر کے وسط میں تختوں پر اس طرح سفر کریں گے' جس طرح بادشاہ تختوں پر بیٹھے ہوتے ہیں' اور چوتھی خبر یہ ہے کہ آپ نے حضرت ام حرام سے کہا: تم پہلوں میں سے ہو اور پھر اسی طرح ہوا' وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سمندری راستہ سے جہاد کرنے روم گئیں' اور اسی غزوہ میں وہ جاں بہ حق ہوگئیں اور ان تمام خبروں کا اللہ تعالیٰ کی وحی کے بغیر علم نہیں ہوسکتا تھا' اللہ تعالیٰ نے نیند میں آپ کو یہ خبریں عطاء کی تھیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کسی کو کسی چیز کی بشارت دے تو اس کا اس پر ہنسنا جائز ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت کہ انہوں نے سب سے پہلے سمندری راستہ سے جہاد کیا

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے دورِ حکومت میں سمندری راستے سے پہلا جہاد کیا تھا' جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو خواب میں بشارت دی تھی اور جن لوگوں نے حضرت معاویہ کے پرچم تلے جہاد کیا تھا' ان کو رسول اللہ نے اوّلین قرار دیا' اہل سیرت نے لکھا ہے کہ یہ مجاہدین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تھے۔ الزبیر بن ابی بکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت معاویہ نے مسلمانوں کی قیادت کرتے ہوئے قبرص کی طرف جہاد کیا تھا اور ان کے ساتھ حضرت ام حرام تھیں' جو حضرت عبادہ بن الصامت کی زوجہ تھیں جب وہ سمندری سفر سے واپسی میں بحری جہاز سے اتریں تو خچر پر سوار ہوئیں اور اس سے گر کر شہید ہوگئیں۔ ابن الکلبی نے بیان کیا ہے کہ یہ غزوہ اٹھائیس (٢٨) ہجری میں ہوا تھا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے راستہ میں مرنا شہادت ہے' کیونکہ امام ابن ابی شیبہ نے ابوالعجفاء اسلمی سے روایت کی

ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا کہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا یا مر گیا تو وہ جنت میں ہوگا۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۱-۱۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر یا کپڑوں میں جوؤں کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ام حرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر میں جوئیں دیکھ رہی تھیں اور ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشروں میں سے ایک بشر تھے اپنے کپڑوں سے جوئیں دیکھ لیتے تھے۔

(الحدیث) (شمائل ترمذی: ۳۲۷ شرح السنۃ: ۳۵۷۰ مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۶)

علامہ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

جوئیں میل کچیل گرد و غبار اور پسینہ کی آمیزش سے پیدا ہوتی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ نظیف اور صاف تھے آپ کا پسینہ بھی خوشبودار تھا اور جوئیں دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کے بدن مبارک یا آپ کے کپڑوں میں جوئیں پائی گئی ہوں ابن وسیع نے یہ کہا ہے کہ اگر بالفرض آپ کے سر یا کپڑوں میں جوئیں ہوں بھی تو وہ آپ کے بدن شریف کی تعظیم کی وجہ سے آپ کو ایذاء نہیں دیتی تھیں۔ (اشرف الوسائل الی فہم الشمائل موضحا ص ۴۹۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ عبد الرؤف المناوی المصری المتوفی ۱۰۰۳ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن سبع نے لکھا ہے اور اس کی شفاء کے اکثر شارحین نے پیروی کی ہے کہ آپ کے سر یا کپڑوں میں جوئیں نہیں تھیں کیونکہ آپ نور ہیں اور جوئیں میل کچیل سے پیدا ہوتی ہیں اور آپ کے بدن میں میل نہیں تھا اور اکثر جوئیں پسینہ سے پیدا ہوتی ہیں اور آپ کا پسینہ طیب و طاہر تھا جوئیں دیکھنے سے جوؤں کا وجود لازم نہیں آتا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ کا یہ عمل تعلیم کے لیے ہو یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے کپڑوں میں (کسی کے کپڑوں سے) جوئیں آ گئی ہوں لیکن وہ آپ کو ایذاء نہیں دیتی تھیں اور آپ ان کو ناپسند کرنے کی وجہ سے نکال لیتے تھے۔ (شرح الشمائل علی هامش جمع الوسائل ج ۲ ص ۱۸۶ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

آپ کی تعظیم کی وجہ سے جوئیں آپ کو ایذاء نہیں دیتی تھیں۔ (جمع الوسائل ج ۲ ص ۱۸۵ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ آپ کے سر یا کپڑوں میں جوئیں نہیں تھیں اور آپ کا اپنے کپڑوں سے جوئیں تلاش کرنا جوؤں کے وجود کو مستلزم نہیں ہے اور ہوسکتا ہے کہ آپ کا یہ عمل تعلیم امت کے لیے ہو اور حضرت ام حرام آپ کا سر سہلا کر آپ کو آرام پہنچا رہی تھیں جس کو راوی نے جوئیں دیکھنے سے تعبیر کر دیا۔

٤ - بَابُ دَرَجَاتِ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اللہ کی راہ میں مجاہدین کے درجات

اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا وہ شخص ہے جو اللہ کے نام کو بلند کرنے اور دین کی نصرت کے لیے جہاد کرے اور دنیا کی طرف التفات نہ کرے۔

يُقَالُ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ وَهٰذَا سَبِيْلِيْ. کہا جاتا ہے: یہ میرا راستہ ہے اور یہ میرا راستہ ہے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے "ھذہ" اسم اشارہ مؤنث ہے اور "ھذا" اسم اشارہ مذکر ہے "سبیل" کی طرف دونوں لفظوں سے اشارہ ہوتا ہے اور عربی میں "سبیل" کا لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے آتا ہے۔ "سبیل" کا معنی ہے: راستہ اور "سبیل

اللہ'' کا معنی ہے: ہدایت کا وہ راستہ جس کی طرف تمام رسولوں نے دعوت دی ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ غُزًّى (آل عمران:١٥٦) وَاحِدُهَا غَازٍ، هُمْ دَرَجَاتٌ (آل عمران:١٦٣) لَهُمْ دَرَجَاتٌ.

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: ''غزًّا'' (جمع کا صیغہ ہے) اس کا واحد ''غازی'' ہے اور ان کے درجات ہیں یعنی ان کے لیے درجات ہیں۔

یعنی ان کے لیے منازل ہیں اور اس کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مجاہدین درجات والے ہیں۔

٢٧٩٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ جَلَسَ فِيْ اَرْضِهِ الَّتِيْ وُلِدَ فِيْهَا فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْاَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ فَاِنَّهٗ اَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَ اَعْلَى الْجَنَّةِ اُرَاهُ قَالَ فَوْقَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ عَنْ اَبِيْهِ وَفَوْقَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ. [طرف الحدیث: ٧٤٢٣] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیں کی انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از ہلال بن علی از عطاء بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے تو (از راہِ کرم) اللہ پر یہ حق ہے کہ اس کو جنت میں داخل کردے خواہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے یا اس زمین میں بیٹھا رہے جس میں اس کی ولادت ہوئی ہے تو صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! تو کیا ہم لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دیں؟ آپ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے پیدا کیا ہے اور دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین میں ہے پس جب تم اللہ سے سوال کرو تو اس سے الفردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ جنت کے درمیان میں ہے اور سب سے بلند جنت ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے جس سے جنت کے دریا نکلتے ہیں اور محمد بن فلیح نے اپنے والد سے روایت کی: اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ جنت کے سو درجات ہیں۔

جو شخص جہاد نہیں کرسکا وہ بھی اللہ کے کرم سے جنت کا مستحق ہوگا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ اللہ اور رسول پر ایمان لانے کی وجہ سے جنت کا استحقاق ہوتا ہے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کی قیمت لا الٰہ الا اللہ ہے اور اس کلمہ کی شہادت دینے سے اور نیک اعمال کی وجہ سے مسلمان جنت کے درجات اور منازل کا مستحق ہوتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فردوس جنت کے وسط میں ہے ہوسکتا ہے اس سے مراد یہ ہو کہ وہ متوسط جنت ہے اور جنت کا ہر جانب سے احاطہ کیا ہوا ہے اور آپ نے فرمایا: وہ سب سے بلند جنت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت یعنی باغات کی اس صورت میں مدح فرمائی ہے جب وہ بلندی پر ہوں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ. (البقرہ:٢٦٥) اس کی مثال اس باغ کی سی ہے جو اونچی زمین پر ہو۔

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے' از راہِ کرم اللہ پر حق ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کر دے خواہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے یا اپنے وطن کی زمین میں بیٹھا رہے' اس ارشاد میں اس شخص کی دل جوئی ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے محروم رہا کیونکہ وہ اللہ پر ایمان لایا ہے اور اس نے ان فرائض پر عمل کرنے کا التزام کیا ہے جو اس کو جنت تک پہنچاتے ہیں اور وہی طالبین کا مقصود ہے' اور اس وجہ سے لوگ جہاد میں اپنی جانوں کو خرچ کرتے ہیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا گیا کہ کیا ہم لوگوں کو اس کی بشارت نہ دیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے درجات کی خبر دی' اور جنت میں ان کی فضیلت بتائی تا کہ آپ کی امت مشرکین کے خلاف جہاد کرنے پر اور کلمۂ اسلام کو سر بلند کرنے پر راغب ہو' یہ حدیث زکوٰۃ اور حج کے فرض ہونے سے پہلے کی ہے' اسی وجہ سے آپ نے ان کا ذکر نہیں کیا۔

تمام امت کو جنت الفردوس کے طلب کرنے کا حکم ہے' اس میں وہ مسلمان بھی داخل ہیں جنہوں نے جہاد نہیں کیا

سہل بن حنیف اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے صدقِ قلب سے اللہ سے شہادت کا سوال کیا' اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کا درجہ عطاء فرمائے گا خواہ وہ اپنے بستر پر فوت ہو۔

اور حضرت انس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ جب تم اللہ سے سوال کرو تو فردوس اعلیٰ کا سوال کرو' آپ کا یہ ارشاد تمام امت کے لیے ہے' اس میں مجاہدین اور ان کے غیر دونوں داخل ہیں' اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو جہاد نہ کرے' اللہ تعالیٰ اس کو بھی مجاہد کا درجہ عطاء فرما دیتا ہے' کیونکہ فردوس سب سے بلند درجہ ہے اور کوئی درجہ اس کے اوپر نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام امت کو فردوس کے طلب کرنے کا حکم دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس کو فردوس میں جگہ دے گا خواہ اس نے جہاد نہ کیا ہو' اس کا وہ درجہ بلندی میں فردوس کے قریب ہوگا اور فردوس کے بہت درجات ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا' اپنے فضل سے وہ درجات عطاء فرمائے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۳۔ ۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٢٧٩١ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اَتَيَانِيْ فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ فَاَدْخَلَانِيْ دَارًا هِيَ اَحْسَنُ وَاَفْضَلُ لَمْ اَرَقَطُّ اَحْسَنَ مِنْهَا قَالَا اَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو رجاء نے حدیث بیان کی از سمرۃ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے آج رات دو مردوں کو دیکھا وہ میرے پاس آئے' پس ان دونوں نے مجھے ایک درخت پر چڑھایا' پس انہوں نے مجھے ایک گھر میں داخل کیا جو بہت حسین تھا اور بہت افضل تھا' میں نے اس سے پہلے اس سے زیادہ حسین گھر کبھی نہیں دیکھا' انہوں نے کہا: یہ گھر شہداء کا گھر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴۵ میں گزر چکی ہے۔

٥ - بَابُ الْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اللہ کی راہ میں صبح اور شام جانا

اس باب کے عنوان میں "الغدوة" اور "الروحة" کی فضیلت کا ذکر ہے' طلوع آفتاب سے لے کر زوال آفتاب تک کے وقت کو "الغدوة" کہتے ہیں' یعنی دن کے اوّل حصہ سے لے کر دن کے نصف حصہ تک کے وقت میں جانا' اور "الروحة" کا معنی ہے: زوالِ آفتاب سے لے کر رات تک کا وقت اور اس وقت میں کہیں جانے کو "الروحة" کہتے ہیں' اور اس عنوان میں "فی سبیل اللّٰہ" کے الفاظ ہیں یعنی اللہ کی راہ میں' اور اس سے مراد جہاد ہے۔

وَقَابُ قَوْسِ اَحَدِكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ. اور تم میں سے کسی ایک کی کمان کی قاب (جتنی) جنت میں جگہ۔

یعنی تم کو جنت میں تمہاری کمان کی قاب جتنی جگہ بھی مل جائے تو بہت افضل ہے۔ صاحب العین نے کہا: قاب کا معنی ہے: کمان کے طول کی مقدار۔ مجاہد سے روایت ہے کہ قاب کا معنی ہے: ایک ہاتھ کی مقدار۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۲۸)

میں کہتا ہوں کہ اس تعلیق کے موافق یہ حدیثیں ہیں:

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد پر پہرا دینا' دنیا کی تمام چیزوں سے افضل ہے' اور تم میں سے کسی ایک کے چابک جتنی جنت میں جگہ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے افضل ہے اور بندے کا شام کے وقت اللہ کی راہ میں جانا یا صبح کے وقت اللہ کی راہ میں جانا' دنیا اور دنیا کی چیزوں سے افضل ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۸۹۲' سنن ترمذی: ۱۶۴۸) اور قاب قوسین والی حدیث' صحیح البخاری: ۲۷۹۳ میں ہے۔

۲۷۹۲ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَغَدْوَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا.

[اطراف الحدیث: ۲۷۹۶-۶۵۶۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں دن کے اوّل وقت میں جانا یا دن کے آخر وقت میں جانا' دنیا اور مافیہا (دنیا کی چیزوں) سے بہتر ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۸۸۰' الرقم المسلسل: ۴۷۶۶' سنن ابن ماجہ: ۲۷۵۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۲۸۶' صحیح ابن حبان: ۴۶۰۲' شعب الایمان: ۴۲۵۶' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۳۵۰۔ ج ۱۹ ص ۳۵۳ طبع قدیم' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت بالکل ظاہر ہے۔

۲۷۹۳ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَابُ قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَتَغْرُبُ. وَقَالَ لَغَدْوَةٌ اَوْ رَوْحَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَ تَغْرُبُ. [طرف الحدیث:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ہلال بن علی از عبدالرحمان بن ابی عمرۃ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں کمان کی قاب جتنی جگہ ضرور ان جگہوں سے بہتر ہے جہاں سورج طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے' اور فرمایا: دن کے اوّل حصہ یا دن کے آخر حصہ میں اللہ کی راہ

۳۲۵۳] (صحیح مسلم: ۱۸۸۱، الرقم المسلسل: ۴۷۶۸، سنن نسائی: ۳۱۱۸) میں جانا' ان جگہوں سے بہتر ہے جہاں سورج طلوع ہوتا ہے یا سورج غروب ہوتا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے جزء اوّل کے ساتھ مطابقت ہے۔

اس حدیث میں جو ارشاد ہے کہ ضرور جنت میں کمان کی قاب جتنی جگہ (یعنی ایک ہاتھ کی مقدار) ضرور ان جگہوں سے بہتر ہے جہاں سورج طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جگہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے اور یہ اس لیے فرمایا کہ لوگوں کے دلوں میں دنیا کے مِلک کی بڑائی جمی ہوئی ہے۔

٢٧٩٤ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّوْحَةُ وَالْغَدْوَةُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا.

[اطراف الحدیث: ۲۸۲۹-۳۲۵۰-۶۴۱۵]

(صحیح مسلم: ۱۸۸۲، الرقم المسلسل: ۴۷۶۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دن کے آخر حصہ میں اور دن کے اوّل حصہ میں اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) جانا دنیا اور مافیہا سے افضل ہے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ دنیا اور مافیہا سے افضل ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس میں دنیا اور مافیہا سے زیادہ ثواب ہے حالانکہ دنیا میں تو کوئی ثواب نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر انسان دنیا اور مافیہا کا مالک بھی ہو جائے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ بھی کر دے تب بھی اس کا ثواب زیادہ ہوگا کیونکہ دنیا کی چیزیں فانی ہیں اور زائل ہونے والی ہیں اور آخرت کی نعمتیں باقی رہنے والی ہیں اور لازوال ہیں۔

٦ - بَابُ الْحُوْرِ الْعِيْنِ وَصِفَتِهِنَّ يُحَارُ فِيهَا الطَّرْفُ شَدِيدَةُ سَوَادِ الْعَيْنِ شَدِيدَةُ بَيَاضِ الْعَيْنِ

﴿زَوَّجْنَاهُمْ﴾ (الدخان: ٥٤) اَنْكَحْنَاهُمْ.

بڑی آنکھوں والی حوروں اور ان کی صفات کا بیان' جن کو دیکھ کر آنکھ حیران ہوگی جن کی آنکھوں کی پتلی بہت سیاہ ہوگی اور سفیدی بھی بہت صاف ہوگی

اور قرآن مجید میں ہے: "وزوجنھم" (الدخان: ۵۴) اس کا معنی ہے: ہم نے ان کا نکاح کر دیا۔

اس باب کے عنوان میں جو "الحور" کا لفظ ہے' یہ "الحوراء" کی جمع ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ جس کی آنکھ کی سفیدی بہت صاف ہو اور پتلی بہت سیاہ ہو اور اس کا ڈھیلا گول ہو اور پلکیں باریک ہوں اور باقی جگہ سفید ہو تو وہ حور ہے' ایک قول یہ ہے کہ حور کی آنکھیں ہرن اور گائے کی طرح سیاہ ہوتی ہیں اور حور بنو آدم سے نہیں ہوتی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۳۱)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جہاد کے ابواب میں حوروں کے ذکر کی کیا مناسبت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجاہدین کو جنت عطاء کی جائے گی اور ان کو جنت میں حوریں بھی عطاء کی جائیں گی۔ حوروں کی صفت کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں بڑی آنکھوں والی حوروں کے جمع ہونے کی جگہ ہے' وہ ایسی بلند آواز سے گا رہی ہوں گی کہ مخلوق نے ایسی آواز نہیں سنی ہوگی' وہ گا رہی ہوں گی: ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں' سو ہم فنا نہیں ہوں گی' ہم ہمیشہ خوش رہنے والیاں ہیں' سو ہم غم گین نہیں ہوں گی' ہم راضی رہنے والیاں ہیں' سو ہم ناراض نہیں ہوں گی' اس شخص کے

لیے خوشی ہو جو ہمارے لیے ہے اور ہم اس کے لیے ہیں۔ (سنن ترمذی: ۲۵۶۴)

٢٧٩٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَمُوْتُ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ يَسُرُّهٗ اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا وَاَنَّ لَهُ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا اِلَّا الشَّهِيْدَ لِمَا يَرٰى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ فَاِنَّهٗ يَسُرُّهٗ اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ مَرَّةً اُخْرٰى. [طرف الحدیث: ۲۸۱۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا ہر وہ بندہ جو فوت ہو اور اللہ کے پاس اس کی نیکیاں (جمع ہوں) وہ دنیا میں واپس آنے سے خوش نہیں ہوگا خواہ اس کو دنیا اور مافیہا مل جائے' ماسوا شہید کے جب وہ شہادت کی فضیلت دیکھے گا' پس وہ اس سے خوش ہوگا کہ وہ دنیا میں واپس جائے اور ایک بار پھر اللہ کی راہ میں شہید کیا جائے۔

(صحیح مسلم: ۱۸۷۷' الرقم المسلسل: ۴۷۹۰' سنن ترمذی: ۱۹۹۱' مسند ابویعلیٰ: ۳۴۹۸' شعب الایمان: ۴۲۴۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۲۷۳۔ ج ۱۹ ص ۲۹۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

٢٧٩٦ - قَالَ وَسَمِعْتُ اَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَرَوْحَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ غَدْوَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَلَقَابُ قَوْسِ اَحَدِكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ اَوْ مَوْضِعُ قِيْدٍ يَعْنِيْ سَوْطَهٗ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَلَوْ اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ لَاَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَلَمَلَاَتْهُ رِيْحًا وَلَنَصِيْفُهَا عَلٰى رَاْسِهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا.

حمید نے کہا: اور میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دن کے آخر وقت میں یا اول وقت میں اللہ کی راہ میں جانا ضرور دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے اور جنت میں تم میں سے کسی ایک کی کمان کی قاب جتنی جگہ یا اس کے چابک جتنی جگہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے اور اہل جنت میں سے کوئی عورت زمین والوں کی طرف جھانکے تو وہ زمین اور آسمان کے درمیان کو روشن کر دے گی' اور زمین والوں کو خوشبو سے بھر دے گی اور جو اس کے سر کے اوپر دوپٹہ ہے' وہ بھی دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۹۲ میں گزر چکی ہے۔

شہادت کی ترغیب اور شہید کا معنی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس باب میں امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ شہید کے سوا کوئی بھی دنیا میں واپس جانے کی تمنا نہیں کرے گا' یہ حدیث شہادت کی طلب اور اس کی ترغیب پر دلالت کرتی ہے' علامہ ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ شہداء کو شہداء اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ملکوت اور اس کی نشانیوں پر حاضر ہوتے ہیں اور ان کی شہادت دیتے ہیں اور شہداء کا واحد شہید ہے' جیسے علماء کا واحد علیم ہے اور کفلاء کا واحد کفیل ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث میں ''نصیف'' کا لفظ ہے اس کا معنی دوپٹہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۳۴)

۷ - بَابُ تَمَنِّي الشَّهَادَةِ — شہادت کی تمنا کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شہادت کی تمنا کرنا جائز ہے۔

۲۷۹۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا أَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَطِيبُ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي وَلَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي أُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر ایسا نہ ہوتا کہ مسلمان مردوں کے دل اس سے آزردہ ہوتے ہیں کہ میں ان کو چھوڑ کر جہاد کے لیے چلا جاؤں اور مجھے اتنی سواریاں میسر نہیں ہیں کہ میں ان (سب) کو (اپنے ساتھ جہاد پر لے جانے کے لیے) سوار کروں تو میں کسی جہاد پر جانے والے لشکر کے ساتھ جانے سے نہ رکتا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میری ضرور یہ تمنا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶ میں گزر چکی ہے۔

جہاد کا فرضِ عین نہ ہونا کسی جائز وجہ سے لشکر جہاد کے ساتھ نہ جانے کا جواز اور شہادت کی تمنا کا جائز ہونا

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ہر شخص پر جہاد کرنا فرضِ عین نہیں ہے اگر یہ فرضِ عین ہوتا تو شارع علیہ السلام کسی جہاد کے لشکر کے ساتھ جانے سے نہ رُکتے اور نہ کسی دوسرے کے لیے جہادی لشکر کے ساتھ جانے سے رکنے کو مباح فرماتے یہ اس صورت میں ہے جب دشمن اسلام نے مسلمانوں پر حملہ نہ کیا ہو اور ان پر غلبہ نہ پار ہا ہو ورنہ اسلام کے دفاع کے لیے ہر اس شخص پر جہاد کرنا فرض ہے جس کو جہاد کرنے کی قوت حاصل ہو۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام اور عالم کے لیے عبادت کے کسی فعل کو اس وقت ترک کرنا جائز ہے جب اس کے اصحاب مخلصین اور خیر خواہ اس جیسی عبادت کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں اور یہ صحابہ پر کرم اور آداب اخلاق سے ہے۔

نیز اس حدیث میں شہادت کی تمنا کرنے کا جواز ہے اور نبی ﷺ نے موت کی تمنا کرنے سے جو منع فرمایا ہے یہ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ مصائب سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا ممنوع ہے اور دین کی سربلندی اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے اشتیاق میں موت کی تمنا کرنا جائز ہے۔

۲۷۹۸ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ الصَّفَّارُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن یعقوب الصفار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن علیہ

هِلَالٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ غَيْرِ اِمْرَةٍ فَفُتِحَ لَهٗ وَقَالَ مَا يَسُرُّنَا اَنَّهُمْ عِنْدَنَا قَالَ اَيُّوْبُ اَوْ قَالَ مَا يَسُرُّهُمْ اَنَّهُمْ عِنْدَنَا وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ.

نے حدیث بیان کی از ایوب از حمید بن بلال از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا' پس فرمایا: زید (بن ثابت) نے جھنڈا لیا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر جعفر (بن ابی طالب) نے جھنڈا لیا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر بغیر کسی کے حکم کے خالد بن ولید نے جھنڈا لیا تو ان کے لیے فتح ہو گئی اور ہمیں اس کی خوشی نہیں ہے کہ جو لوگ شہید ہوئے وہ ہمارے پاس زندہ رہے۔ ایوب نے کہا: یا آپ نے فرمایا: انہیں اس کی کوئی خوشی نہیں ہے کہ وہ ہمارے پاس زندہ ہوتے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٤٦ میں گزر چکی ہے۔

٨ - بَابُ فَضْلِ مَنْ يُّصْرَعُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمَاتَ فَهُوَ مِنْهُمْ

جہاد میں سواری سے گر کر مرنے والے کی فضیلت سو وہ بھی مجاہدین میں سے ہے

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾ (النساء: ١٠٠) وَقَعَ' وَجَبَ.

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے' پھر اس کو موت آ جائے تو بے شک اس کا اجر اللہ کے ذمہ (کرم) پر ثابت ہو گیا۔ (النساء: ١٠٠) اس آیت میں ''وقع'' کا معنی ہے: واجب ہو گیا۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سعید بن جبیر اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص جس کا نام ضمرہ بن العیص یا العیص بن ضمرہ تھا' جب ہجرت کا حکم نازل ہوا تو وہ بیمار تھا' اس نے اپنے گھر والوں سے کہا: وہ اس کو چارپائی پر ڈال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلیں' وہ اس کو لے کر روانہ ہوئے' وہ ابھی مقام تنعیم (مکہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے' جہاں سے اہل مکہ احرام باندھتے ہیں) پر پہنچے تھے کہ اس شخص کی وفات ہو گئی' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۲۸۲' دار احیاء التراث العربی بیروت)

٢٨٠٠،٢٧٩٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يَحْيٰى بْنِ حَبَّانَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ خَالَتِهٖ اُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ قَالَتْ نَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَرِيْبًا مِّنِّيْ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ يَتَبَسَّمُ فَقُلْتُ مَا اَضْحَكَكَ؟ قَالَ اُنَاسٌ مِّنْ اُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ يَرْكَبُوْنَ هٰذَا الْبَحْرَ الْاَخْضَرَ كَالْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ قَالَتْ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا ثُمَّ نَامَ الثَّانِيَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از محمد بن یحییٰ بن حبان از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از خالہ خود از حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب سو گئے' پھر آپ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے' میں نے پوچھا: آپ کو کس چیز نے ہنسایا ہے؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر اس حال میں پیش کیے گئے کہ وہ اس سبز سمندر پر سفر کر رہے

فَفَعَلَ مِثْلَهَا فَقَالَتْ مِثْلَ قَوْلِهَا فَأَجَابَهَا مِثْلَهَا فَقَالَتْ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَقَالَ اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ فَخَرَجَتْ مَعَ زَوْجِهَا عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ غَازِيًا اَوَّلَ مَا رَكِبَ الْمُسْلِمُوْنَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِيَةَ فَلَمَّا انْصَرَفُوْا مِنْ غَزْوِهِمْ قَافِلِيْنَ فَنَزَلُوا الشَّامَ فَقُرِّبَتْ اِلَيْهَا دَابَّةٌ لِتَرْكَبَهَا فَصَرَعَتْهَا فَمَاتَتْ.

تھے (وہ اس طرح بیٹھے ہوئے تھے) جس طرح بادشاہ تختوں پر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں' حضرت ام حرام نے کہا: پس آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے' سو آپ نے ان کے لیے دعا کی' پھر آپ دوسری بار سو گئے' پھر آپ نے اسی طرح کیا' حضرت ام حرام نے پھر پہلی بار کی طرح پوچھا' آپ نے پھر اسی طرح جواب دیا' پس حضرت ام حرام نے کہا: آپ دعا کریں کہ اللہ مجھے ان میں کر دے' آپ نے فرمایا: تم پہلوں میں سے ہو' پس وہ اپنے شوہر حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے نکلیں' جب مسلمانوں نے پہلی بار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سمندری سفر کیا' جب وہ اپنے غزوہ سے واپس لوٹے تو وہ شام میں اترے' حضرت ام حرام کے قریب ان کی سواری لائی گئی تاکہ وہ اس پر سوار ہوں' اس سواری نے ان کو گرا دیا' پس وہ فوت ہو گئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۸۹' اور ۲۷۸۸ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ شام میں اترے' اس کا معنی ہے: وہ شام کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے اُترے۔

٩ - بَابُ مَنْ يُّنْكَبُ اَوْ يُطْعَنُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

جس شخص پر اللہ کی راہ میں کوئی مصیبت آئے یا وہ زخمی ہو

اس باب کے عنوان میں ''ینکب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی حادثہ میں انسان کے کسی عضو پر چوٹ لگے اور اس کا خون بہے۔

٢٨٠١ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الْحَوْضِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ اِسْحَاقَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْوَامًا مِّنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ اِلٰى بَنِيْ عَامِرٍ فِيْ سَبْعِيْنَ رَجُلًا فَلَمَّا قَدِمُوْا قَالَ لَهُمْ خَالِيْ اَتَقَدَّمُكُمْ فَاِنْ اَمَّنُوْنِيْ حَتّٰى اُبَلِّغَهُمْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِلَّا كُنْتُمْ مِّنِّيْ قَرِيْبًا فَتَقَدَّمَ فَاَمَّنُوْهُ فَبَيْنَمَا يُحَدِّثُهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوْمَؤُوْا اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَطَعَنَهُ فَاَنْفَذَهُ فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ ثُمَّ مَالُوْا عَلٰى بَقِيَّةِ اَصْحَابِهٖ فَقَتَلُوْهُمْ اِلَّا رَجُلٌ اَعْرَجُ صَعِدَ الْجَبَلَ قَالَ هَمَّامٌ فَاُرَاهُ اٰخَرَ مَعَهُ فَاَخْبَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر الحوضی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از اسحاق از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوسلیم کے ستر آدمیوں کو بنو عامر کی طرف تبلیغ کے لیے بھیجا' جب یہ (بیر) معونہ پر پہنچے تو ان سے میرے ماموں نے کہا: میں تم سے آگے جاتا ہوں' اگر انہوں نے مجھے مامون رکھا حتیٰ کہ میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام پہنچاؤں تو فبہا ورنہ تم میرے قریب تو ہو' میرے ماموں آگے چلے گئے' انہوں نے ان کو مامون رکھا' پس جس وقت وہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سنا رہے تھے انہوں نے اپنے ایک مرد کی طرف اشارہ کیا اور اس نے میرے ماموں کو نیزہ گھونپ دیا جو ان کے جسم کے پار نکل گیا (اس وقت

جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ قَدْ لَقُوا رَبَّهُمْ فَرَضِيَ عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ فَكُنَّا نَقْرَأُ أَنْ بَلِّغُوا قَوْمَنَا أَنْ قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا ثُمَّ نُسِخَ بَعْدُ فَدَعَا عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَبَنِي لِحْيَانَ وَبَنِي عُصَيَّةَ الَّذِينَ عَصَوُا اللَّهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

میرے ماموں کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تھے:) اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا! پھر اُن کافروں نے اس صحابی کے بقیہ ساتھیوں پر حملہ کر کے ان کو شہید کر دیا سوائے ایک لنگڑے صحابی کے' وہ لنگڑے آدمی پہاڑ پر چڑھ گئے تھے' ہمام نے بیان کیا کہ میرا گمان ہے کہ ان کے ایک دوسرے ساتھی بھی ان کے ساتھ تھے' پھر (حضرت) جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ وہ سب اپنے رب سے جا ملے ہیں' پس وہ ان سے راضی ہو گیا اور اس نے ان کو راضی کر دیا' پھر ہم قرآن میں یہ پڑھتے تھے: ہماری قوم کو یہ خبر پہنچا دو کہ بے شک ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی' سو وہ ہم سے راضی ہو گیا اور اس نے ہم کو راضی کر دیا' پھر بعد میں یہ آیت منسوخ ہو گئی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم چالیس روز تک صبح کی نماز میں ان کے خلاف دعا کرتے رہے' رِعل' ذکوان' بنو لحیان اور بنو عصیہ پر جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں اللہ کی راہ میں مصیبت پیش آنے اور زخمی ہونے کا ذکر ہے۔

ستر قاریوں کی شہادت کا قصہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ تورپشتی نے بیان کیا کہ یہ ستر اصحاب لوگوں میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار تھے' یہ مسجد نبوی کے چبوترہ میں قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے تھے' اور جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہوتی تو یہ ان کی مدد کرتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اہل نجد کی طرف اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا' جب یہ بیر معونہ کے مقام پر پہنچے تو عامر بن طفیل نے چند قبائل رعل ذکوان اور عصیہ کو اشارہ کیا' انہوں نے ان ستر قاریوں کو شہید کر دیا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: بیر معونہ کا یہ لشکر صفر ۴ھ میں روانہ ہوا تھا' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ غزوۂ اُحد کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم شوال' ذوالقعدۃ' ذوالحجۃ اور محرم تک ٹھہرے رہے' پھر آپ نے غزوۂ اُحد کے چار مہینے بعد صفر کے مہینے میں اصحاب بیر معونہ کو بھیجا' موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ ان ستر قاریوں کے قائد اور امیر حضرت منذر بن عمرو تھے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ مرثد بن ابی مرثد تھے۔ اس حدیث میں حضرت انس کے ماموں کا ذکر ہے' وہ حرام بن ملحان ہیں۔ اس حدیث سے یہ وہم ہوتا ہے کہ آپ نے بنو سلیم کو بھیجا تھا جب کہ صحیح یہ ہے کہ آپ نے قراء انصار کو اہل نجد کی طرف بھیجا تھا' رہے بنو سلیم تو انہوں نے قراء انصار کے ساتھ عہد شکنی کی تھی۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو لوگ عہد شکنی کریں' ان کا نام لے کر ان کے خلاف دعا کرنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۳۹۔ ۱۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۸۰۲ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے

اَبُوْ عَوَانَةَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ جُنْدَبِ بْنِ سُفْيَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ بَعْضِ الْمَشَاهِدِ وَقَدْ دَمِيَتْ اِصْبَعُهٗ فَقَالَ

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ
وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از الاسود بن قیس از حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوہ میں تھے اور آپ کی انگلی خون آلود ہو گئی تھی' آپ نے اپنی انگلی سے مخاطب ہو کر فرمایا: تو صرف ایک خون آلود انگلی ہے اور جو مصیبت تجھے پہنچی ہے وہ اللہ کی راہ میں پہنچی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام شعر و شاعری نہیں ہے

اس مقام پر یہ اشکال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد: '' **هل انت الا اصبع دميت وفي سبيل الله ما لقيت** '' بہ ظاہر شعر ہے' حالانکہ قرآن مجید میں یہ ارشاد ہے:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ. (یٰسٓ:٦٩) اور ہم نے آپ کو شعر کہنا نہیں سکھایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شعر نہیں ہے' رجز ہے' رجز اس کلام موزون کو کہتے ہیں جو میدانِ جنگ میں بہادری کے اظہار کے لیے پڑھا جاتا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ شعر اس کلام کو کہتے ہیں جس میں بالقصد دو فقروں کو ایک وزن پر لایا جاتا ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ شعر وہ کلام ہوتا ہے جس میں خیال آرائی ہو اور جھوٹی باتیں ہوں' عرب کہتے تھے کہ زیادہ اچھا شعر وہی ہوتا ہے جس میں زیادہ جھوٹی باتیں ہوں' اور قریش جو آپ کو شاعر کہتے تھے' وہ اسی معنی میں کہتے تھے کہ ان کے نزدیک آپ نے جنت اور جنت کی نعمتوں کی جو خبریں دی تھیں اور حور و قصور' غلمان اور دودھ اور شہد کے دریاؤں کا جو ذکر کیا ہے' وہ سب خیالی باتیں ہیں اور دوزخ اور اس کے ہول ناک عذاب کی جو تفصیلات بیان کی ہیں' وہ سب جھوٹی باتیں ہیں اور وہ اسی اعتبار سے قرآن مجید کو شعر اور آپ کو شاعر کہتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ (یٰسٓ:٦٩)

اور ہم نے اپنے نبی کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ ان (کی شان) کے لائق ہے' یہ (کتاب) تو صرف نصیحت اور روشن قرآن ہے ۝

١٠ - بَابُ مَنْ يُّجْرَحُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

جو اللہ عزوجل کی راہ میں زخمی کیا جاتا ہے

اس باب میں اس مجاہد کی فضیلت بیان فرمائی ہے' جو اللہ عزوجل کی راہ میں زخمی کیا جاتا ہے۔

٢٨٠٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُكْلَمُ اَحَدٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَنْ يُّكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِهٖ اِلَّا جَاءَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اللہ کی راہ میں جس شخص کو زخمی کیا جاتا ہے اور

يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّيحُ رِيحُ الْمِسْكِ. اللہ خوب جانتا ہے کہ اس کی راہ میں کس شخص کو زخمی کیا جاتا ہے' سو وہ شخص قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ (اس کا) رنگ خون کا رنگ ہوگا اور (اس کی) خوشبو مشک کی خوشبو ہوگی۔

شہید کو غسل نہ دینے پر دلیل اور اس دلیل پر حافظ ابن حجر کے اعتراض کا علامہ عینی کی طرف سے جواب

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ شہید اس ہیئت اور اسی حالت میں اٹھایا جائے گا جس حالت میں اس کی روح نکالی گئی تھی اور اس میں یہ حکمت ہے کہ شہید کے جسم پر ایسی علامت اور دلیل ہو' جس سے یہ ظاہر ہو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنی جان دی ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ شہید کو اس کے خون اور خون آلود کپڑوں میں دفن کیا جائے گا اور اس سے اس کا خون صاف نہیں کیا جائے گا اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا اور اس کو اسی حالت میں دفن کیا جائے گا تا کہ وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حال بیان فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۴۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے:

اگر شہید کو دنیا میں غسل دے دیا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خون آلود حالت میں نہ اٹھایا جا سکے۔

(فتح الباری ج ۱۴ ص ۲۴۲' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

کسی شخص نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ شہید کے جسم پر خون اور شہادت کے آثار باقی رکھنے کے لیے یہ لازم ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے بلکہ غسل نہ دینے سے مراد یہ ہے کہ شہید کی وہ حالت متغیر نہ ہو' جس حالت میں وہ شہید ہوا ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جب کوئی چیز اپنی حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہو جائے تو پھر اس حالت کا اعتبار کیا جاتا ہے' جس حالت کی طرف وہ چیز منتقل ہوئی ہے' جیسے جب کسی پانی میں نجاست گر جائے اور اس کے رنگ' بو اور ذائقہ میں سے کوئی چیز تبدیل ہو جائے تو پھر وہ مطلق پانی کے حکم میں نہیں رہتا اور نجس پانی ہو جاتا ہے' اسی طرح جب خمر (انگور کی شراب) میں نمک ڈال دیا جائے تو وہ سرکہ بن جاتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١١ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ﴾ (التوبہ:۵۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے: تم ہمارے حق میں صرف دو خوبیوں (فتح اور شہادت) میں سے کسی ایک کا انتظار کر رہے ہو۔ (التوبہ:۵۲)

دو خوبیوں سے مراد شہادت اور کفار کے خلاف جنگ میں کامیابی ہے۔ حضرت ابن عباس' مجاہد' قتادہ اور دوسرے مفسرین نے کہا ہے کہ جب ہم کفار سے مقابلہ کریں اور ہمارے اور ان کے درمیان جنگ ہو تو اگر ہم ان پر غالب اور کامیاب ہو جائیں تو ہمارے لیے غنیمت اور اجر ہوگا اور اگر اس کے برعکس ہو تو ہمارے لیے شہادت ہوگی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۴۲)

وَالْحَرْبُ سِجَالٌ. اور جنگ کنویں کے ڈول کی طرح ہے' کبھی ایک کے ہاتھ میں اور کبھی دوسرے کے ہاتھ میں۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول اس باب کی حدیث میں آ رہی ہے' اس تعلیق کا معنی یہ ہے کہ جس طرح کنویں کا ڈول لوگ کھینچتے ہیں تو وہ کبھی ایک کے ہاتھ میں ہوتا ہے' کبھی دوسرے کے ہاتھ میں' اسی طرح جب دو فریقوں کے درمیان جنگ ہوتی ہے تو

کبھی ایک فریق فتح حاصل کرتا ہے اور کبھی دوسرا۔

٢٨٠٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ اَخْبَرَهُ اَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَهُ سَاَلْتُكَ كَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ اِيَّاهُ فَزَعَمْتَ اَنَّ الْحَرْبَ سِجَالٌ وَدُوَلٌ فَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلٰى ثُمَّ تَكُوْنُ لَهُمُ الْعَاقِبَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبیداللہ بن عبداللہ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) نے ان کو خبر دی کہ ہرقل نے ان سے کہا کہ میں نے تم سے یہ سوال کیا تھا کہ تمہاری ان کے ساتھ جنگ کا کیا نتیجہ ہوتا ہے؟ تو تم نے کہا کہ جنگ تو کنویں کے ڈولوں کی طرح ہے' سو اس طرح رسولوں کی آزمائش کی جاتی ہے' پھر ان ہی کا انجام (بہتر) ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جنگ میں کبھی ایک فریق کو فتح حاصل ہوتی ہے کبھی دوسرے کو۔

١٢ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۝﴾ (الاحزاب:٢٣)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ایمان والوں میں سے بعض ایسے (باہمت) مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دیا' سو ان میں سے کوئی (جہاد میں شریک ہو کر) اپنی نذر پوری کر چکا اور ان میں سے دوسرا انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے (اپنے وعدہ میں کچھ بھی) ردّ و بدل نہیں کیا۝ (الاحزاب:٢٣)

اللہ سے عہد کرنے والے صحابہ کے مصادیق

ان مؤمنوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ دین کی سربلندی کے لیے آئندہ کفار کے خلاف جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہیں گے اور یہ مؤمنین حضرت عثمان بن عفان' حضرت طلحہ بن عبیداللہ' حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل' حضرت حمزہ' حضرت مصعب بن عمیر' حضرت انس بن نضر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم تھے' انہوں نے نذر مانی تھی کہ جب بھی کفار رسول اللہ پر حملہ کرنے آئیں گے تو وہ مقابلہ میں ثابت قدم رہیں گے اور وہ مسلسل قتال کرتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ شہید ہو جائیں' اللہ تعالیٰ نے ان مؤمنوں کو مردوں سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں جمادات اور نباتات کے بعد پہلا مرتبہ حیوانات کا ہے' اس کے بعد انسانوں کا مرتبہ ہے اور مردوں میں بھی زیادہ مرتبہ ان مردوں کا ہے جو ہمت والے مرد ہوں اور مردِ میدان ہوں۔

(الوسیط ج ٣ ص ٦٥٤ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' الدرالمنثور ج ٦ ص ٥١٨-٥١٧ ملخصاً' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

اس آیت میں نذر پوری کرنے کی تحسین فرمائی ہے' حالانکہ حدیث میں نذر ماننے کو ناپسند فرمایا ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نذر ماننے سے منع کیا اور فرمایا: نذر کسی چیز کو ٹال نہیں سکتی' صرف بخیل شخص نذر مان کر عبادت کرتا ہے۔

(صحیح البخاری:٦٦٠٨'صحیح مسلم:١٦٣٩'سنن ابوداؤد:٣٢٨٧'سنن نسائی:٣٨٠١'سنن ابن ماجہ:٢١٢٤)

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو عبادت کی نذر ماننے سے منع فرمایا جو شخص اس نذر کی وجہ سے تکلفاً اور جبراً عبادت کرے اور دل سے اس عبادت پر خوش نہ ہو یا جو شخص بہ صورتِ معاوضہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کا فلاں کام کر دیا تو وہ اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ کی فلاں عبادت کرے گا' جب کہ عبادت خاص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہونی چاہیے یا آپ نے اس شخص کو نذر ماننے سے منع فرمایا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ نذر ماننے سے تقدیر بدل جاتی ہے اور جو شخص محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نذر مانے' اس کا نذر ماننا مکروہ نہیں ہے اور اس آیت میں جن مؤمنین کا ذکر فرمایا ہے' انہوں نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے نذر مانی تھی۔

اس آیت کی مزید وضاحت الاحزاب:٢٣ کی تفسیر میں تبیان القرآن ج ٩ ص ٤٠٣۔٤٠١ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٢٨٠٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْخُزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا (ح) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا زِيَادٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ غَابَ عَمِّيْ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلْتَ الْمُشْرِكِيْنَ لَئِنِ اللّٰهُ اَشْهَدَنِيْ قِتَالَ الْمُشْرِكِيْنَ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا اَصْنَعُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ وَانْكَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعْتَذِرُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ يَعْنِيْ اَصْحَابَهُ وَاَبْرَاُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ يَعْنِي الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ يَا سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ اَلْجَنَّةَ وَرَبِّ النَّضْرِ اِنِّيْ اَجِدُ رِيْحَهَا مِنْ دُوْنِ اُحُدٍ قَالَ سَعْدٌ فَمَا اسْتَطَعْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا صَنَعَ قَالَ اَنَسٌ فَوَجَدْنَا بِهٖ بِضْعًا وَّثَمَانِيْنَ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ اَوْ طَعْنَةً بِرُمْحٍ اَوْ رَمْيَةً بِسَهْمٍ وَوَجَدْنَاهُ قَدْ قُتِلَ وَقَدْ مَثَّلَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ فَمَا عَرَفَهٗ اَحَدٌ اِلَّا اُخْتُهٗ بِبَنَانِهٖ قَالَ اَنَسٌ كُنَّا نُرٰى اَوْ نَظُنُّ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْهِ وَفِيْ اَشْبَاهِهٖ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ (الاحزاب:٢٣) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ. [اطراف الحدیث:٤٠٤٨۔٤٧٨٣] (صحیح مسلم:١٩٠٣'الرقم المسلسل:٤٨١١'سنن ترمذی:٣٢٠٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سعید الخزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے کہا کہ میں نے انس سے سوال کیا' (ح) انہوں نے کہا کہ ہمیں عمرو بن زرارۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زیاد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حمید طویل نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میرے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ ایک جہاد (غزوۂ بدر) میں حاضر نہ ہو سکے تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: آپ نے مشرکین سے جو پہلا قتال کیا ہے میں اس قتال میں نہیں تھا' اب اگر اللہ نے مجھے مشرکین کے خلاف قتال میں حاضری کا موقع دیا تو اللہ دیکھ لے گا میں کس طرح قتال کرتا ہوں! پھر جنگِ اُحد کا دن آیا اور مسلمان پیچھے ہٹ گئے تو حضرت انس بن نضر نے کہا: اے اللہ! ان لوگوں نے یعنی ان کے اصحاب نے جو کچھ کیا ہے' میں اس سے معذرت کرتا ہوں اور جو کچھ ان مشرکین نے کیا ہے اس سے بیزار ہوں' پھر جب وہ آگے بڑھے تو ان کا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے سامنا ہوا تو انہوں نے کہا: اے سعد بن معاذ! وہ جنت ہے' اور النضر کے رب کی قسم! مجھے اُحد کے پاس سے اس کی خوشبو آ رہی ہے' حضرت سعد بن معاذ نے کہا: یا رسول اللہ! جو کچھ انہوں نے کر دکھایا وہ میں نہیں کر سکتا تھا' حضرت انس نے کہا: ہم نے ان کے جسم پر اسی (٨٠) سے زیادہ تلواروں کے ضرب کے نشانات اور نیزوں کے گھونپنے کے اور تیروں کے لگنے کے نشانات دیکھے اور ہم نے دیکھا

کہ وہ شہید کر دیئے گئے تھے اور مشرکین نے ان کو مثلہ کر دیا تھا (ان کے اعضاء کاٹ ڈالے تھے) اور ان کی بہن کے سوا ان کو کسی نے نہیں پہچانا تھا اور انہوں نے بھی ان کو انگلیوں کے پوروں سے پہچانا تھا' اور ہم یہ گمان کرتے تھے کہ یہ آیت ان کے اور ان کے مشابہ مؤمنوں کے متعلق نازل ہوئی ہے: بعض ایسے (باہمت) مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کر دیا۔ (الاحزاب:۲۳) آخر آیت تک قراءت کریں۔

٢٨٠٦ - وَقَالَ اِنَّ اُخْتَهُ وَهِيَ تُسَمَّى الرُّبَيِّعَ كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ امْرَاَةٍ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ اَنَسٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا فَرَضُوْا بِالْاَرْشِ وَتَرَكُوا الْقِصَاصَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَّوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ.

اور حمید الطویل نے کہا: بے شک ان کی بہن جن کا نام الربیع تھا' انہوں نے ایک عورت کے سامنے کے دانت توڑ دیئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کا قصاص لینے کا حکم دیا' تب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے' پھر وہ لوگ دیت لینے پر راضی ہو گئے اور انہوں نے قصاص (کا مطالبہ) چھوڑ دیا' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں اگر وہ اللہ کے اوپر قسم کھا لیں (کہ اللہ ایسا کرے گا) تو اللہ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٧٠٣ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں جہاد کے متعلق حضرت انس بن النضر کی نذر پوری کرنے کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں جہاد میں اپنی جان خرچ کرنے کا ذکر ہے اور نذر پوری کرنے کی فضیلت ہے' اور شہادت کو طلب کرنا اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے کی ممانعت ہے اور اس میں حضرت انس بن النضر کی واضح فضیلت ہے اور ان کی جرأت و ہمت' قوتِ ایمان اور تقویٰ کا بیان ہے۔

٢٨٠٧ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَحَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَخِیْ عَنْ سُلَيْمَانَ اُرَاهُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ عَتِيْقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَسَخْتُ الصُّحُفَ فِی الْمَصَاحِفِ فَفَقَدْتُ اٰيَةً مِّنْ سُوْرَةِ الْاَحْزَابِ كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ بِهَا فَلَمْ اَجِدْهَا اِلَّا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِیِّ الَّذِیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان' مجھے گمان ہے از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از خارجہ بن زید کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب میں نے قرآن مجید کے مختلف نسخے نقل کیے تو میں نے سورۂ احزاب کی وہ آیت گم پائی' جس کو میں رسول اللہ ﷺ سے پڑھتے ہوئے سنتا تھا' میں نے وہ آیت صرف حضرت خزیمہ بن

جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهَادَتَهُ شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ وَهُوَ قَوْلُهُ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ (الاحزاب:٢٣).

ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پائی' جن کی شہادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا' وہ آیت یہ ہے: (ترجمہ) بعض ایسے (باہمت) مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کر دیا۔ (الاحزاب:٢٣)

[اطراف الحدیث:٤٠٤٩-٤٦٧٩-٤٧٨٤-٤٩٨٦-٤٩٨٨-٤٩٨٩-٧١٩١-٧٤٢٥] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو گواہیوں کے برابر قرار دینے کا سبب اور اس کے متعلق حدیث

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی شہادت کو جو دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دیا ہے' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

عمارۃ بن خزیمہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے چچا نے ان کو حدیث بیان کی اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے ہیں' وہ بتاتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کو اپنے ساتھ چلنے کے لیے فرمایا تاکہ اس کو گھوڑے کی قیمت ادا کر دیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیز تیز چل رہے تھے اور وہ اعرابی آہستہ آہستہ چل رہا تھا' پھر اور لوگوں نے اس گھوڑے کی قیمت ڈالنی شروع کر دی اور ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس گھوڑے کو خرید چکے ہیں' پھر اس اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کی: اگر آپ اس گھوڑے کو خرید رہے ہیں تو فبہا ورنہ میں نے اس گھوڑے کو فروخت کر دیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس اعرابی کی ندا سنی تو آپ نے فرمایا: کیا میں وہ گھوڑا تم سے خرید نہیں چکا؟ اس اعرابی نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں نے آپ کو یہ گھوڑا فروخت نہیں کیا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! میں تم سے یہ گھوڑا خرید چکا ہوں' اس اعرابی نے کہا: اچھا! پھر آپ اس پر گواہ لائیں' پس حضرت خزیمہ بن ثابت نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اس گھوڑے کو خرید چکے ہیں' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ بن ثابت کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم کس سبب سے گواہی دے رہے ہو؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیونکہ میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے برابر قرار دے دیا۔ (سنن ابوداؤد:٣٦٠٧' سنن نسائی:٤٦٦١)

اللہ کی عبادت میں انسان کا خود کو ہلاکت میں ڈال دینے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت انس بن نضر نے کہا: یا رسول اللہ! اب اگر اللہ نے مجھے مشرکین کے خلاف قتال میں حاضری کا موقع دیا تو اللہ دیکھ لے گا میں کس طرح قتال کرتا ہوں۔ پھر حضرت انس بن نضر جاتے ہی مشرکین پر ٹوٹ پڑے اور ان کے جسم پر تلواروں' نیزوں اور تیروں کے اسی (٨٠) سے زیادہ زخم آئے' ان کے اعضاء کو کاٹ دیا گیا تھا اور ان کو پہچاننا ممکن نہیں رہا تھا' ان کی بہن نے ان کو صرف انگلیوں کے پوروں سے پہچانا تھا۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ سخت اور شدید طریقہ پر عمل کرنا جائز ہے اور انسان کا جہاد میں خود کو جاں بحق کر دینا جائز ہے۔

اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرنے کے لیے خود کو ہلاکت میں ڈال دینے کا جواز

اپنے آپ کو ہلاک کر کے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرنا جائز ہے اور یہ اس آیت کے منافی نہیں ہے:

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ. (البقرہ:١٩٥) اور تم اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف نہ ڈالو۔

کیونکہ انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا تو انہوں نے مشرکین سے لڑائی میں اپنے آپ کو سخت مشقت اور شدت میں ڈال کر اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کیا' بایں طور کہ انہوں نے جنت کے بدلہ میں اپنے نفسوں کو فروخت کر دیا۔

جنت کی خوشبو پانے کے دو محمل

حضرت انس بن نضر نے کہا: میں اُحد کے پاس جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔
یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت انس کا یہ کلام حقیقت پر محمول ہو' کیونکہ جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے پائی اور سونگھی جاتی ہے' پس یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت انس نے جنت کی خوشبو سونگھ لی ہو' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کا یہ کلام مجاز پر محمول ہو اور اس کا معنی یہ ہو کہ میں جانتا ہوں کہ جنت اس جگہ ہے جس جگہ میں اللہ کی راہ میں قتال کر رہا ہوں' کیونکہ اس جگہ جنت کو حاصل کیا جاتا ہے اور خریدا جاتا ہے۔

الاحزاب: ۲۳ کو صرف حضرت خزیمہ کی شہادت سے مصحف میں لکھنے کی توجیہ

حضرت زید بن ثابت نے کہا: میں نے سورۃ الاحزاب کی ایک آیت کو گم پایا اور اس کو صرف حضرت خزیمہ کے پاس پایا۔ حضرت زید کا اس کلام سے یہ ارادہ نہیں تھا کہ تمام مسلمانوں کے ذہن اور ان کی یادداشت سے یہ آیت نکل چکی تھی کیونکہ حضرت زید کو یہ آیت حفظ تھی' اور روایت ہے کہ حضرت عمر نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس آیت کو رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' اور روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے بھی اسی طرح کہا تھا اور ہلال بن امیہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے اور جب قرآن مجید کو صحیفوں سے جمع کیا جا رہا تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت زید بن ثابت کو یہ حکم دیا تھا کہ جس چیز کے قرآن ہونے کا وہ انکار کریں اس پر دو مردوں کی شہادت طلب کریں اور وہ اس بات کی شہادت دیں کہ انہوں نے اس کو نبی ﷺ کے منہ سے سنا ہے تاکہ اس کے قرآن ہونے کا زیادہ قوی اور مضبوط ثبوت ہو' اور کوئی شخص اس کا انکار کرنے کی جرأت نہ کر سکے' یہ قاضی ابوبکر بن الطیب کا قول ہے' اس میں اور وجوہ بھی ذکر کی گئی ہیں اور یہ سب سے بہترین وجہ ہے اور میں عنقریب اس کا فضائل قرآن کے باب میں ذکر کروں گا۔ (ان شاء اللہ) (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۳۔۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ قرآن تو' تواتر سے ثابت ہے' پھر صرف حضرت خزیمہ کی شہادت سے ----- اس آیت کو مصحف میں کیوں لکھا گیا؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
اگر یہ سوال کیا جائے کہ ایک یا دو آدمیوں کے قول سے کسی آیت کو مصحف میں لکھنا کس طرح جائز ہے' حالانکہ کسی بات کے قرآن ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ متواتر ہو' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت ان کے نزدیک متواتر تھی' اس لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا ہے' لیکن انہوں نے صرف حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس اس آیت کو لکھے ہوئے دیکھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تواتر اور عدم تواتر کا تصور آپ کے اصحاب کے بعد ہے' کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ یہ قرآن ہے اور وہ اس کا قرآن ہونا قطعی طور سے جانتے تھے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے اس آیت کو رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' اور حضرت ابی بن کعب اور حضرت ہلال بن امیہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے اور یہ ایک جماعت ہے۔
حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری ذوالشہادتین (دو شہادتوں والے) کے لقب سے معروف تھے' یہ غزوۂ بدر اور بعد کے غزوات میں حاضر تھے' جنگ صفین میں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو انہوں نے بھی اپنی تلوار برہنہ کر کے قتال کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے' جنگ صفین سینتیس (۳۷) ھ میں ہوئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۴۷۔۱۴۶' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت خزیمہ کی شہادت سے جس آیت کو مصحف میں لکھا گیا' وہ الاحزاب: ۲۳ تھی یا التوبہ: ۲۸ تھی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

خارجہ اور عبید کا اس آیت کی تعیین میں اختلاف ہے جس کو حضرت زید بن ثابت نے حضرت خزیمہ کے پاس پایا تھا' خارجہ نے کہا: وہ یہ آیت تھی: ''مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا'' (الاحزاب: ۲۳) اور عبید نے کہا: وہ یہ آیت ہے: ''لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ'' (التوبہ: ۲۸) امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کو ان دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے' گویا کہ یہ دونوں حدیثیں ان کے نزدیک صحیح ہیں' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ شعیب نے الزہری سے ان دونوں حدیثوں کو ایک ساتھ روایت کیا ہے' اسی طرح ابراہیم بن سعد نے زہری سے ان دونوں حدیثوں کو ایک ساتھ روایت کیا ہے جیسا کہ عنقریب فضائل قرآن میں آئے گا' اور عبید بن السباق کی روایت میں وہ اضافہ ہے' جو خارجہ کی روایت میں نہیں ہے اور اس حدیث کے بقیہ مباحث ان شاء اللہ فضائل قرآن کے باب میں ذکر کیے جائیں گے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۴۵۔ ۲۴۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۴۸۰۳۔ ج ۵ ص ۹۱۳۔ ۹۱۲ پر مذکور ہے' اس کی شرح میں صرف یہ فائدہ لکھا گیا ہے کہ شہداء کے لیے جنت کا ثبوت ہے' شیخ تقی عثمانی نے اس حدیث کا مکمل ترجمہ بھی نہیں کیا اور اس کی شرح بالکل نہیں لکھی۔

(انعام الباری ج ۷ ص ۱۰۷۰)

شیخ سلیم اللہ نے اس حدیث کی شرح میں اس کی تحقیق نہیں کی کہ صرف حضرت خزیمہ کی شہادت سے اس آیت کو مصحف میں کیسے شامل کر لیا گیا؟ (کشف الباری۔ کتاب الجہاد۔ ج ۱ ص ۱۵۴۔ ۱۵۱)

۱۳ - بَابٌ عَمَلٌ صَالِحٌ قَبْلَ الْقِتَالِ نیک عمل سے پہلے قتال کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کفار کے خلاف جنگ کرنے سے پہلے نیک عمل کرنا چاہیے۔

وَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ اِنَّمَا تُقَاتِلُوْنَ بِاَعْمَالِكُمْ.

اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم اپنے (نیک) اعمال کی وجہ سے ہی (کفار سے) قتال کرتے ہو۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: حضرت ابو الدرداء کا نام عویمر بن مالک خزرجی انصاری ہے' یہ تعلیق ابو اسحاق الفزاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: اے لوگو! کفار کے خلاف قتال کرنے سے پہلے نیک عمل کرو' کیونکہ تم اپنے اعمال کی وجہ سے قتال کرتے ہو' امام بخاری نے ان کے اس قول کے جزء اول کو حدیث کا عنوان بنایا اور جزء ثانی کو تعلیق کے طور پر ذکر کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۴۷)

وَقَوْلُهٗ عَزَّوَجَلَّ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ۝﴾ (الصف: ۲۔ ٤).

اور اللہ عزوجل کا ارشاد: اے ایمان والو! تم ایسی باتیں کیوں کرتے ہو جن پر تم خود عمل نہیں کرتے؟۝ اللہ اس پر سخت غضب ناک ہوتا ہے کہ تم ایسی بات کہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے۝ بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ قتال کرتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۝ (الصف: ۴۔ ۲)

منافقین اور بے عمل واعظین کے متعلق وعید

الصف: ۳ کے متعلق بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے' جو کہتے تھے: اگر تم اللہ کے دشمنوں

سے مقابلہ کرنے کے لیے نکلے اور تم نے ان سے قتال کیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ان کے خلاف قتال کریں گے اور جب مسلمان کفار سے مقابلہ کے لیے نکلے تو وہ پیچھے لوٹ گئے اور انہوں نے قتال نہیں کیا۔

اسی طرح انسان جب کسی شخص سے کسی چیز کو دینے کا وعدہ کرے یا اس کے لیے کسی کام کو کرنے کا وعدہ کرے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے وعدہ کو پورا کرے ورنہ وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہوگا۔

اسی طرح اس آیت کے مصداق وہ علماء اور واعظین ہیں جو لوگوں کو برائی سے روکتے ہیں اور خود برائی سے نہیں رکتے۔ اس سلسلہ میں یہ احادیث ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا' پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' اس کی انتڑیاں دوزخ میں بکھر جائیں گی اور وہ اس طرح دوزخ میں گردش کر رہا ہوگا' جس طرح چکی کے گرد گدھا گردش کرتا ہے' دوزخی اس کے گرد جمع ہو کر اس سے کہیں گے: اے فلاں! کیا بات ہے؟ تم تو ہم کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائی سے روکتے تھے' وہ کہے گا: میں تم کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نیک کام نہیں کرتا تھا اور میں تم کو برائی سے روکتا تھا اور خود برے کام کرتا تھا۔ (صحیح البخاری: ٣٢٦٧' صحیح مسلم: ٢٩٨٩' سنن ابوداؤد: ٣٨٦٢' سنن ابن ماجہ: ٣٩٨٢)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معراج کی شب میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے' جب بھی ان کو کاٹا جاتا وہ جڑ جاتے اور پھر ان کو کاٹا جاتا' میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ آپ کی امت کے وہ واعظین ہیں جو لوگوں سے کہتے تھے اور خود عمل نہیں کرتے تھے' کتاب اللہ کو پڑھتے تھے اور عمل نہیں کرتے تھے۔

(حلیۃ الاولیاء ج ٢ ص ٣٨٦' مسند ابویعلیٰ: ٣٩٩٢' مجمع الزوائد ج ٧ ص ٢٧٦' مسند ابویعلیٰ کی سند صحیح ہے)

بلاضرورت جہاد کی صف کو توڑنے کی ممانعت

الصف: ٤ کا معنی یہ ہے کہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اللہ کی راہ میں ثابت قدم رہتے ہیں اور اس طرح قدم جمائے کھڑے رہتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔

اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ قتال کے وقت صف سے باہر نہیں نکلنا چاہیے اور صف کو توڑنا نہیں چاہیے' سوا اس کے کہ کوئی ضروری اور اہم کام ہو' یا امیر لشکر کو کوئی اہم پیغام دینا ہو یا دشمن کا کوئی فوجی للکار رہا ہو تو اس سے مقابلہ کے لیے نکلنا جائز ہے۔

٢٨٠٨ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ ابْنُ سَوَّارٍ الْفَزَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِيْدِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُ اَوْ اُسْلِمُ قَالَ اَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ فَاَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمِلَ قَلِيْلًا وَّاُجِرَ كَثِيْرًا.

(صحیح مسلم: ١٩٠٠' الرقم المسلسل: ٤٨٠٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ بن سوار الفزاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک ایسا شخص آیا' جس نے لوہے کا خود پہن رکھا تھا' اس نے پوچھا: یارسول اللہ! میں قتال کروں یا اسلام قبول کروں؟ آپ نے فرمایا: اسلام لاؤ' پھر قتال کرو' پس وہ اسلام لایا' پھر اس نے قتال کیا' پس وہ شہید ہو گیا' تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس نے عمل کم کیا اور اس کو اجر زیادہ دیا گیا۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے: قتال سے پہلے نیک کام کرنا' اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ قتال سے پہلے وہ شخص اسلام لایا' اور یہ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس نے عمل قلیل کیا اور اس کو اجر زیادہ دیا گیا۔

علامہ عینی نے لکھا ہے: اس نے عمل صالح کیا بلکہ افضل الاعمال کیا' سب سے قوی اور سب سے نیک عمل کیا' اور وہ اسلام لانا ہے' پھر اسلام لانے کے بعد اس نے قتال کیا۔

اس مرد کا عمل مقدار کے اعتبار سے قلیل تھا اور مرتبے کے اعتبار سے عظیم تھا

میں کہتا ہوں کہ بہ ظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ علامہ عینی اس پر اعتراض کر رہے ہیں کہ یہ تو بہت بڑا عمل ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو قلیل عمل فرما رہے ہیں' تاہم علامہ عینی کا یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ عمل کیفیت کے اعتبار سے تو بہت عظیم ہے اور اس کا کوئی ثانی نہیں لیکن مقدار کے اعتبار سے تو یہ قلیل ہے' اسلام لانا اور کلمہ پڑھنا تو چند ساعتوں میں ہو جاتا ہے' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے عمل قلیل کیا یعنی مقدار کے اعتبار سے اور کمیت کے لحاظ سے تو یہ عمل قلیل ہے لیکن کیفیت کے اعتبار سے یہ عمل بہت عظیم ہے۔

اس مرد کے نام کی تحقیق اور بُرے نام کو بدل کر اچھا نام رکھنا اور ''مقنع'' کا معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مرد آیا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس مرد کا نام اُصرم تھا' اور وہ عمرو بن ثابت الاشہلی ہے' اس کا حال بہت عجیب ہے کیونکہ وہ جنت میں داخل ہو گیا اور اس نے اللہ کے لیے ایک سجدہ بھی نہیں کیا۔

علامہ ابوعمر نے کہا ہے کہ یہ اصرم الشقری ہے' یہ اس جماعت میں آیا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بنوشقرہ سے آئی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: اصرم' آپ نے فرمایا: زرعۃ ہو (اس کی وجہ یہ ہے کہ اصرم کا معنی ہے: بہت زیادہ کاٹنے والا اور یہ بدفالی ہے' اس لیے آپ نے اس کا نام بدلا اور فرمایا: تم زرعۃ ہو' یعنی کھیت ہو)۔

اس حدیث میں ''رجلٌ'' کے بعد یہ لفظ ہے: ''مُقَنَّعٌ بِالْحَدِیْدِ'' یعنی لوہے کو سر پر اوڑھا ہوا اور اس سے خُود مراد ہے یعنی لوہے کی ٹوپی۔

دائمی جنت اور دائمی دوزخ کا مدار نیت پر ہے

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فضل فرماتا ہے اور تھوڑے عمل پر بہت زیادہ ثواب عطاء فرماتا ہے' کیونکہ اسلام لانے کی وجہ سے وہ مرد جنت کی دائمی نعمت ( ) کا مستحق ہو گیا' خواہ اس کا عمل مقدار کے اعتبار سے قلیل تھا چونکہ اس کا اعتقاد یہ تھا کہ اگر وہ زندہ رہا تو اپنی پوری زندگی میں مؤمن رہے گا تو اس کی نیت نے اس کو فائدہ پہنچایا' اسی طرح کافر جب کفر کرے اور اسی ساعت میں مرجائے تو اس پر دائمی دوزخ واجب ہوگی' چونکہ اس کے کفر کے ساتھ یہ اعتقاد ملا ہوا تھا کہ وہ اپنی پوری زندگی میں کفر پر ہی رہے گا۔

١٤ - بَابُ مَنْ اَتَاهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَقَتَلَهُ

جس شخص کو کوئی نامعلوم تیر آ کر لگا جس نے اس کو ہلاک کر دیا

اس باب کے عنوان کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کو ایک تیر آ کر لگا جس نے اس کو ہلاک کر دیا اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ تیر کس نے مارا تھا۔

٢٨٠٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَبُوْ اَحْمَدَ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ اُمَّ الرُّبَيِّعِ بِنْتَ الْبَرَاءِ وَهِيَ اُمُّ حَارِثَةَ بِنِ سُرَاقَةَ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَلَا تُحَدِّثُنِيْ عَنْ حَارِثَةَ وَكَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ اَصَابَهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَاِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَبَرْتُ وَاِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ اجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِي الْبُكَاءِ قَالَ يَا اُمَّ حَارِثَةَ اِنَّهَا جِنَانٌ فِي الْجَنَّةِ وَاِنَّ ابْنَكِ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰى.

[اطراف الحدیث: ٣٩٨٢-٦٥٥٠-٦٥٦٧]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین بن محمد ابواحمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ نے حدیث بیان کی کہ الربیع بنت البراء کی ماں' اور وہ حارثہ بن سراقہ کی ماں ہیں' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں' پس انہوں نے کہا: اے نبی اللہ! کیا آپ مجھے حارثہ کے بارے میں نہیں بتائیں گے' اور حارثہ جنگِ بدر میں شہید کر دیئے گئے تھے' ان کو کسی نامعلوم جگہ سے تیر آ کر لگا تھا' (ان کی ماں نے کہا:) اگر وہ جنت میں ہے تو میں نے اس پر صبر کر لیا اور اگر اس کے سوا کوئی بات ہے تو میں اس کے اوپر خوب رونے کی کوشش کروں گی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اے اُم حارثہ! جنت میں تو متعدد جنتیں ہیں اور بے شک تمہارا بیٹا تو فردوسِ اعلیٰ (سب سے بلند جنت) میں پہنچ گیا۔

حارثہ بن سراقہ کی ماں کا نام لکھنے میں امام بخاری کا سہو

امام بخاری نے لکھا ہے کہ یہ عورت رُبیع بنت البراء کی ماں ہیں' یہ امام بخاری سے سہو ہوا ہے' صحیح یہ ہے کہ یہ حارثہ بن سراقہ کی ماں ہیں' دوسرا سہو یہ ہوا ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ اُن کا نام رُبیع بنت البراء ہے حالانکہ ربیع' البراء کی بیٹی نہیں ہیں' وہ النضر کی بیٹی ہیں اور وہ حضرت انس بن مالک کی پھوپھی ہیں' اور یہی وہ خاتون ہیں جنہوں نے ایک عورت کے سامنے کے دانت توڑ دیئے تھے۔ اس کی تفصیل صحیح البخاری: ٢٨٠٦ میں گزر چکی ہے۔

امام ترمذی اور امام ابن خزیمہ نے بھی اس حدیث کو از قتادہ روایت کیا ہے' وہ روایت اس طرح ہے:

از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رُبیع بنت النضر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں اور ان کا بیٹا حارثہ بن سراقہ جنگ بدر میں نامعلوم تیر سے شہید ہو گیا تھا۔ الحدیث (سنن ترمذی: ٣١٧٤)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ وہ خاتون حارثہ کی ماں تھیں نہ کہ رُبیع کی' اور یہ بھی تصریح ہے کہ رُبیع' النضر کی بیٹی تھی نہ کہ البراء کی۔

امام ابن الاثیر نے جامع الاصول میں اور الاسماعیلی اور ابونعیم نے اپنی اپنی مستخرج میں اسی طرح تصریح کی ہے۔

حدیث مذکور سے نوحہ کے جواز پر استدلال اور اس کا رد

اس خاتون نے کہا کہ اگر میرا بیٹا جنت میں نہیں ہے تو میں اس پر خوب رونے کی کوشش کروں گی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رونے سے منع نہیں کیا بلکہ رونے پر برقرار رکھا' اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی موت پر رونا جائز ہے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی موت پر رونے سے منع فرمایا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ نوحہ کی تحریم سے پہلے کا ہے' کیونکہ نوحہ کی تحریم غزوۂ اُحد کے بعد ہوئی ہے' اور یہ واقعہ غزوۂ بدر کے بعد کا ہے' سو اس حدیث سے نوحہ کا جواز ثابت نہ ہوا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی کی حضرت انس سے جو روایت ہے' اُس میں اس طرح مذکور ہے: اگر میرا بیٹا جنت میں نہیں ہے تو میں اس کے لیے خوب دعا کرنے کی کوشش کروں گی نہ کہ خوب رونے کی کوشش کروں گی۔

اس حدیث میں '' الفردوس '' کا لفظ ہے' فردوس اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں متعدد باغات ہوں' درخت ہوں' سبزہ زار ہو' کھجور کے لمبے لمبے اور گھنے درخت ہوں۔ الازہری نے کہا ہے: ہر وہ گھنا درخت جس کے پتے ایک دوسرے کو چھپا لیں وہ جنت ہے' کیونکہ جنت کا معنی ہے: چھپا لینا' اور چونکہ جنت بھی مخلوق کی نگاہوں سے چھپی ہوئی ہے' اس لیے اس کو جنت کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۵۱۔ ۱۵۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٥ - بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا

جس نے اس لیے قتال کیا تا کہ اللہ کا دین سر بلند ہو

اس باب میں اس شخص کی فضیلت بیان کی گئی ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے قتال کیا۔

٢٨١٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرٰى مَكَانُهٗ فَمَنْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی وائل از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' پس اس نے پوچھا کہ ایک مرد مالِ غنیمت کے لیے قتال کرتا ہے اور ایک مرد اس لیے قتال کرتا ہے کہ اس کی ناموری ہو اور ایک مرد اس لیے قتال کرتا ہے کہ اس کی بہادری کا پتا چلے' تو ان میں سے کون اللہ کی راہ میں (قتال کرنے والا) ہے؟ آپ نے فرمایا: جو اس لیے قتال کرتا ہے کہ اللہ کا دین سر بلند ہو' وہ اللہ کی راہ میں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۳ میں گزر چکی ہے۔

١٦ - بَابُ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

جس کے دونوں پیر اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے

اس باب میں پیروں کا ذکر ہے' ان کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ میدانِ جنگ میں بھاگنے' دوڑنے سے گرد و غبار اُڑتا ہے' یہ گرد و غبار ہر چند کہ تمام جسم پر پڑتا ہے لیکن اس کا سبب پیر ہوتے ہیں' اس لیے امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں لکھا ہے: جس

کے دونوں پیر غبار آلود ہو گئے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ إِلٰی قَوْلِهٖ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ O﴾ (التوبہ: ١٢٠).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: مدینہ والوں کے یہ لائق نہ تھا (یہ آیت یہاں تک ہے:) بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتاO (التوبہ: ١٢٠)

امام بخاری نے یہ پوری آیت ذکر نہیں کی' ہم یہ پوری آیت اور اس کا ترجمہ ذکر کر رہے ہیں:

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَأٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ O

مدینہ والوں کو اور ان کے آس پاس جو دیہاتی لوگ ہیں' ان کو یہ لائق نہ تھا کہ وہ رسول اللہ سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ وہ رسول کی جان سے زیادہ اپنی جان سے رغبت کریں' کیونکہ انہیں جب بھی کوئی پیاس اور تھکاوٹ اور بھوک پہنچتی ہے اور جب بھی کسی ایسی جگہ پہنچتے ہیں جس سے کافر غضب ناک ہوں اور جب بھی دشمن سے کوئی چیز چھینتے ہیں تو ان کے لیے اس کی وجہ سے نیک عمل لکھا جاتا ہے' بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتاO

آیت مذکورہ میں اعراب کا بیان اور ابتداء میں تمام مسلمانوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد پر جانے کا وجوب اور بعد میں اس حکم میں تخفیف

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت میں جن اعراب کا ذکر کیا گیا ہے' وہ یہ ہیں: مزینہ' جہینہ' اشجع' اسلم اور غفار' اور ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں مدینہ کے گرد رہنے والے تمام اعراب مراد ہیں۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد میں نہ جانے کی ممانعت فرما دی ہے اور اب کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو دھوپ' گرمی' بھوک' پیاس اور سفر کی مشقت اور دشمن کے حملوں سے محفوظ اور مامون رکھنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہ جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت گرمی کے سفر میں بھوک' پیاس اور دشمن کے حملوں کی زد میں جاتا ہوا دیکھتا رہے' گویا اس کی جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان سے زیادہ قیمتی اور حفاظت کے قابل ہے۔

اس آیت کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص پر امیر لشکر کے ساتھ جہاد پر جانا واجب ہو' لیکن دیگر شرعی دلائل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص پر جہاد کے لیے روانہ ہونا واجب نہیں ہے' کیونکہ بیماروں' کمزوروں اور عاجزوں پر جہاد کے لیے جانا واجب نہیں ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا. (البقرہ: ٢٨٦)

اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ. (الفتح: ١٧)

اندھے پر کوئی حرج نہیں ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گرفت ہے اور نہ بیمار سے کوئی مواخذہ ہوگا۔

نیز جب مسلمانوں کی تعداد کم تھی تو ہر شخص پر واجب تھا کہ وہ جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جائے لیکن جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو گئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا' جیسا کہ اس آیت میں ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً.(التوبہ:۱۲۲) اور یہ تو نہیں ہو سکتا کہ تمام مسلمان (اللہ کی راہ میں) روانہ ہوں۔

قتادہ نے کہا ہے کہ تمام مسلمانوں پر جہاد کے لیے نکلنے کا وجوب اس وقت تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفسہ جہاد کے لیے روانہ ہوں اور اس وقت بغیر عذر کے کسی کے لیے آپ کا ساتھ چھوڑنا جائز نہ تھا اور ابن عطیہ نے یہ کہا ہے کہ تمام مسلمانوں پر روانہ ہونا اس وقت واجب تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مسلمانوں کو روانہ ہونے کا حکم دیں' اور یہی قول صحیح ہے' کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم دیں اور بلائیں تو آپ کے حکم کی اطاعت کرنا اور آپ کے بلانے پر جانا واجب ہے' اسی طرح بعد میں مسلمانوں کے حکمران جب مسلمانوں کو لشکر اسلام میں شامل ہونے کے لیے بلائیں تو ان کے حکم کی اطاعت کرنا اور ان کے بلانے پر جہاد کے لیے جانا بھی واجب ہے۔(تفسیر کبیر ج ٦ ص ۱۲۹' موضحاً' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

۲۸۱۱ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبَايَةُ بْنُ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ عَبْسٍ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جَبْرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن المبارک نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یزید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبایہ بن رافع بن خدیج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابو عبس نے خبر دی' وہ عبدالرحمن بن جبر ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس بندے کے دونوں قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے' اس کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۰۷ میں گزر چکی ہے۔

اللہ کی راہ میں پیر غبار آلود ہونے سے متعلق دیگر احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کے خوف سے رویا ہو وہ اس وقت تک دوزخ میں داخل نہیں ہوگا حتیٰ کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے اور اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوں گے۔

(سنن ترمذی: ۱۶۳۳' المستدرک ج ۴ ص ۲٦۰' شعب الایمان: ۸۰۰' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی بندہ کے پیٹ میں اللہ کی راہ میں غبار اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہوں گے اور نہ کسی بندہ کے دل میں ایمان اور بخل جمع ہوں گے۔(المستدرک ج ۲ ص ۷۲)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شخص جس کا چہرہ اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوا' اس کو اللہ قیامت کے دن دوزخ کے دھوئیں سے امن میں رکھے گا' اور ہر وہ شخص جس کے دونوں پیر اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوئے' اس کے پیروں کو قیامت کے دن دوزخ سے امن میں رکھے گا۔(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۸۷' شعب الایمان: ۴۲۹٦)

۱۷ - بَابُ مَسْحِ الْغُبَارِ عَنِ النَّاسِ فِي السَّبِيْلِ

اللہ کے راستہ میں غبار کو لوگوں (کے سر) سے صاف کرنا

صحیح بخاری کے دوسرے نسخوں میں "الناس" کے بجائے "الرأس" کا لفظ ہے' یعنی غبار کو سر سے صاف کرنا۔

۲۸۱۲ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَهُ وَلِعَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ائْتِيَا اَبَا سَعِيْدٍ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيثِهٖ فَاَتَيْنَاهُ وَهُوَ وَاَخُوْهُ فِيْ حَائِطٍ لَّهُمَا يَسْقِيَانِهٖ فَلَمَّا رَاٰنَا جَاءَ فَاحْتَبٰى وَجَلَسَ فَقَالَ كُنَّا نَنْقُلُ لَبِنَ الْمَسْجِدِ لَبِنَةً لَبِنَةً وَّكَانَ عَمَّارٌ يَّنْقُلُ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ فَمَرَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسَحَ عَنْ رَّاْسِهِ الْغُبَارَ وَقَالَ وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ عَمَّارٌ يَّدْعُوْهُمْ اِلَى اللّٰهِ وَيَدْعُوْنَهٗ اِلَى النَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے عکرمہ سے اور علی بن عبداللہ سے کہا: تم دونوں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے ان کی (روایت کردہ) حدیث سنو' پس ہم دونوں ان کے پاس گئے اور وہ اور ان کے بھائی اپنے باغ میں پانی دے رہے تھے' جب انہوں نے ہم کو دیکھا تو انہوں نے چادر اوڑھی اور اکڑوں بیٹھ گئے' پس انہوں نے بیان کیا کہ ہم مسجد سے ایک ایک اینٹ اٹھا کر لا رہے تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ دو' دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے اور ان کے سر سے غبار کو صاف کیا اور فرمایا: عمار کے لیے افسوس ہے کہ اس کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا' عمار ان کو اللہ کی طرف بلائیں گے اور وہ ان کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں سر سے غبار صاف کرنے کا ذکر ہے۔

۱۸ - بَابُ الْغُسْلِ بَعْدَ الْحَرْبِ وَالْغُبَارِ

جنگ (کے بعد) اور غبار پڑنے کے بعد غسل کرنا

۲۸۱۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَجَعَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَوَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ وَقَدْ عَصَبَ رَاْسَهُ الْغُبَارُ فَقَالَ وَضَعْتَ السِّلَاحَ فَوَاللّٰهِ مَا وَضَعْتُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَيْنَ قَالَ هَا هُنَا وَاَوْمَاَ اِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ قَالَتْ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے خبر دی از ہشام بن عروۃ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق سے لوٹے اور آپ نے ہتھیار اتار کر غسل کیا تو آپ کے پاس حضرت جبریل اس حال میں آئے کہ (گویا) ان کے سر پر غبار نے پٹی باندھی ہوئی تھی' پس انہوں نے کہا: آپ نے ہتھیار اتار دیئے' پس اللہ کی قسم! میں نے (ابھی تک) ہتھیار نہیں اتارے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کہاں (چلنا ہے)؟ حضرت جبریل نے کہا: اس طرف! اور بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا' حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف روانہ ہوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں سر سے غبار کو صاف کرنے کا ذکر ہے۔

۱۹ - بَابُ فَضْلِ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی فضیلت

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○﴾ (آل عمران: ١٦٩۔ ١٧١).

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیے گئے' ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں' انہیں رزق دیا جا رہا ہے ○ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے جو عطا فرمایا ہے وہ اس پر خوش ہیں اور ان کے بعد والے لوگ جو ابھی ان سے نہیں ملے' ان کے متعلق اس بشارت سے خوش ہو رہے ہیں کہ ان پر بھی نہ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے ○ وہ اللہ کی طرف سے نعمت اور فضل پر خوشی منا رہے ہیں' اور اس پر کہ اللہ مؤمنین کا اجر ضائع نہیں فرماتا ○ (آل عمران: ١٧١۔ ١٦٩)

آل عمران: ١٦٩ کا شانِ نزول

یہ آیت جنگِ بدر اور جنگ اُحد کے شہداء کے متعلق نازل ہوئی ہے' کیونکہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی' اس وقت ان ہی دو مشہور جنگوں میں مسلمان شہید ہوئے تھے اور منافق مسلمانوں کو جہاد کرنے سے اس لیے روکتے تھے کہ وہ ان دو جنگوں میں شہید ہونے والے مسلمانوں کی طرح شہید نہ ہو جائیں۔

شہداء کی حیات کے متعلق احادیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے بھائی جنگ اُحد میں شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دیا' وہ جنت کے دریاؤں میں جاتے ہیں اور جنت کے پھلوں سے کھاتے ہیں اور عرش کے سایہ میں جو قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں وہاں پلٹ آتے ہیں' جب انہوں نے کھانے پینے اور آرام کرنے کی پاکیزہ چیزیں حاصل کر لیں تو انہوں نے کہا: ہمارے بھائیوں تک ہمارا یہ پیغام کون پہنچائے گا کہ ہم کو جنت میں رزق دیا جاتا ہے تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے سستی نہ کریں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان تک تمہارا یہ پیغام میں پہنچاؤں گا' اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیے گئے' ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں' انہیں ان کے رب کی طرف سے رزق دیا جا رہا ہے۔ (سنن ابوداؤد ج ا ص ۳۴۱' مطبع مجتبائی پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھ سے ملاقات ہوئی' آپ نے مجھ سے فرمایا: اے جابر! کیا بات ہے! میں تم کو غم زدہ دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والد جنگ اُحد میں شہید ہو گئے اور انہوں نے بچے اور قرض چھوڑا ہے' آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ خوش خبری نہ دوں کہ اللہ نے ان سے کس طرح ملاقات کی ہے! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی سے بلا حجاب بات نہیں کی مگر تمہارے والد سے بلا حجاب بات کی ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندے! تم تمنا کرو میں تم کو عطاء کروں گا' تمہارے والد نے کہا: اے میرے رب! تو مجھے زندہ کر اور میں دوبارہ تیری راہ میں قتل کیا جاؤں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں یہ کہہ چکا ہوں کہ یہ دوبارہ دنیا کی طرف نہیں لوٹائے جائیں گے' آپ نے فرمایا: پھر یہ آیت نازل ہوئی: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیے گئے' ان کو مردہ نہ سمجھو وہ زندہ ہیں۔

(سنن ترمذی: ۳۰۱۰' سنن ابن ماجہ: ۱۹۰' دارالمعرفہ' بیروت)

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے کسی نے اس آیت (آل عمران: ١٦٩) کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے

کہا: ہم نے اس آیت کے متعلق سوال کیا تھا تو آپ نے ہمیں یہ خبر دی کہ ان کی روحیں سبز پرندوں میں ہیں اور وہ جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی ہیں اور عرش کے نیچے جو قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں ان میں بسیرا کرتی ہیں' اللہ تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا: تم کچھ اور زیادہ چاہتے ہو؟ تو میں تمہیں اور زیادہ دوں؟ انہوں نے کہا: اے ہمارے رب! ہم اور کیا زیادہ چاہیں گے! ہم جنت میں جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے ہیں' پھر اللہ ان کی طرف دوبارہ متوجہ ہوا اور فرمایا: اگر تم کچھ اور زیادہ چاہتے ہو تو میں تم کو اور زیادہ دوں! جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ان کو نہیں چھوڑا جاتا تو انہوں نے کہا: ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیا جائے حتیٰ کہ ہم دنیا کی طرف لوٹ جائیں اور پھر تیری راہ میں دوبارہ قتل کیے جائیں۔ (صحیح مسلم: ۴۸۶۲' سنن ترمذی: ۳۰۱۱)

٢٨١٤ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الَّذِيْنَ قَتَلُوْا اَصْحَابَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ ثَلَاثِيْنَ غَدَاةً عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ اَنَسٌ اُنْزِلَ فِي الَّذِيْنَ قُتِلُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ قُرْاٰنٌ قَرَاْنَاهُ ثُمَّ نُسِخَ بَعْدُ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا اَنْ قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِيْنَا عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس روز تک صبح کی نماز میں ان لوگوں کے خلاف دعا کی جنہوں نے بیر معونہ میں (ستر قاریوں کو) شہید کر دیا تھا' رِعل' ذکوان اور عُصَیّہ پر جنہوں نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی تھی' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا: جو لوگ بیر معونہ میں شہید کر دیئے گئے تھے' ان کے متعلق قرآن نازل ہوا' جس کی ہم قراءت کرتے تھے' پھر اس کے بعد اس کو منسوخ کر دیا گیا' وہ آیت یہ تھی: (ترجمہ) ہماری قوم کو (ہماری طرف سے) یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی' سو وہ ہم سے راضی ہو گیا اور ہم اس سے راضی ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے' اور ہم نے اس سے پہلے جو احادیث ذکر کی ہیں' وہ بھی اس کی شرح کے لیے کافی ہیں۔

٢٨١٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اِصْطَبَحَ نَاسٌ اَلْخَمْرَ يَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ قُتِلُوْا شُهَدَاءَ فَقِيْلَ لِسُفْيَانَ مِنْ اٰخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ قَالَ لَيْسَ هٰذَا فِيْهِ. [اطراف الحدیث: ۴۰۴۴-۴۶۱۸] (امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبداللہ از عمرو' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ غزوۂ اُحد کے دن صبح لوگوں نے شراب پی' پھر وہ شہید کر دیئے گئے' سفیان سے کہا گیا: کیا اس دن کے آخر میں؟ (کیا وہ اس دن کے آخر میں شہید کر دیئے گئے تھے؟) سفیان نے کہا: یہ اس حدیث میں مذکور نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اصطبح'' اس کا معنی ہے: انہوں نے صبح کو شراب پی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: کیا وہ اس دن کے آخر میں شہید کر دیئے گئے تھے؟ سفیان نے کہا: یہ الفاظ اس حدیث میں مذکور نہیں

ہیں'اس پر یہ اعتراض ہے کہ القواریری نے سفیان سے اس اضافے کو اس طرح روایت کیا ہے کہ لوگوں نے دن کے اوّل حصے میں شراب پی اور دن کے آخری حصے میں شہید ہو گئے۔اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ سفیان اس اضافے کو بھول گئے ہوں۔

سفیان' عمرو بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے جو صبح کے وقت شراب پی تھی' اس سے ان کو کوئی ضرر نہیں ہوا' کیونکہ اس وقت شراب پینا مباح تھا' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی شہادت کے بعد ان کی مدح فرمائی اور ان سے خوف اور ملال دور کر دیا گیا۔

٢٠ - بَابُ ظِلِّ الْمَلَائِكَةِ عَلَى الشَّهِيْدِ

فرشتوں کا شہید پر سایا کرنا

٢٨١٦ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ جِيْءَ بِاَبِيْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ مُثِّلَ بِهِ وَوُضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَذَهَبْتُ اَكْشِفُ عَنْ وَجْهِهِ فَنَهَانِيْ قَوْمِيْ فَسَمِعَ صَوْتَ صَائِحَةٍ فَقِيْلَ ابْنَةُ عَمْرٍو اَوْ اُخْتُ عَمْرٍو فَقَالَ لِمَ تَبْكِيْ؟ اَوْلَا تَبْكِيْ مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِاَجْنِحَتِهَا قُلْتُ لِصَدَقَةَ اَفِيْهِ حَتّٰى رُفِعَ قَالَ رُبَّمَا قَالَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے محمد بن المنکدر سے سنا' وہ کہتے ہیں: انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ (کی لاش) کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا' اس حال میں کہ ان کو مُثلہ کر دیا گیا تھا (یعنی ان کے اعضاء کاٹ دیئے گئے تھے) اور ان کو آپ کے سامنے رکھ دیا گیا' سو میں ان کے چہرے سے کپڑا ہٹانے لگا تو مجھ کو میری قوم کے افراد نے منع کیا' پھر آپ نے کسی رونے اور چلانے والی کی آواز سنی تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ عمرو کی بیٹی یا عمرو کی بہن ہے' آپ نے فرمایا: تم کیوں روتی ہے؟ یا فرمایا: تم مت روؤ' اس پر فرشتے اپنے پَروں سے مسلسل سایا کیے ہوئے ہیں۔ راوی کہتا ہے: میں نے صدقہ سے پوچھا: کیا حدیث میں یہ الفاظ ہیں: حتیٰ کہ ان (کی لاش) کو اٹھا لیا گیا؟ صدقہ نے کہا: بسا اوقات یہ الفاظ حدیث میں ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٤٤ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں شہید پر فرشتوں کے سایا کرنے کا ذکر ہے۔

٢١ - بَابُ تَمَنِّي الْمُجَاهِدِ اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا

مجاہد کی یہ تمنا کہ وہ دُنیا کی طرف لوٹ جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شہید یہ تمنا کرتا ہے کہ وہ دنیا کی طرف لوٹ جائے۔

٢٨١٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَحَدٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ اَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ

يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا وَلَهُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الشَّهِيدُ يَتَمَنَّى أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا يَرَى مِنَ الْكَرَامَةِ.

بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوائے شہید کے کوئی بھی جنت میں داخل ہونے والا شخص یہ تمنا نہیں کرے گا کہ وہ دنیا میں واپس جائے خواہ اس کو روئے زمین کی (تمام) چیزیں مل جائیں' شہید یہ تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں لوٹ جائے' پس اس کو دس مرتبہ شہید کیا جائے کیونکہ وہ عزت اور کرامت دیکھے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۹۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۲ - بَابُ الْجَنَّةُ تَحْتَ بَارِقَةِ السُّيُوفِ

جنت کا چمکتی ہوئی تلواروں کے نیچے ہونا

وَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رِسَالَةِ رَبِّنَا قَالَ مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ إِلَى الْجَنَّةِ.

اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہمارے رب کا یہ پیغام دیا کہ اس نے ارشاد فرمایا کہ ہم میں سے جو بھی قتل کیا جائے گا' وہ (سیدھا) جنت کی طرف جائے گا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۳۱۵۹ میں ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ؟ قَالَ بَلَى.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا ایسا نہیں ہے کہ ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور ان کے مقتول دوزخ میں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں!

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۳۱۸۱ میں ہے۔اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۹۵ میں گزر چکی ہے۔

۲۸۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَكَانَ كَاتِبَهُ قَالَ كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ تَابَعَهُ الْأُوَيْسِيُّ عَنِ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از سالم ابی النضر مولیٰ عمر بن عبیداللہ اور وہ ان کے کاتب تھے' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے ان کی طرف یہ لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔ معاویہ بن عمرو کی اس حدیث میں الاویسی نے متابعت کی ہے از ابی الزناد از موسیٰ بن عقبہ۔

[اطراف الحدیث: ۲۸۳۳-۲۹۶۶-۳۰۲۴-۷۲۳۷] (صحیح مسلم: ۱۷۴۲' الرقم المسلسل: ۴۴۳۳' سنن ابوداؤد: ۲۶۳۱' مصنف عبدالرزاق: ۹۵۱۴' کتاب الدعاء للطبرانی: ۱۰۶۹' سنن سعید بن منصور: ۲۵۱۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۳۰۴' المستدرک ج ۲ ص ۷۸' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۲۶۰' سنن بیہقی ج ۹ ص ۷۶' شعب الایمان: ۴۳۰۸' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۱۴۔ ج ۳۱ ص ۴۶۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ جنت کا چمکتی ہوئی تلواروں کے نیچے ہونا' تلواروں کے

سائے تلے ہونے کو مستلزم ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جنت میں پہنچانے کا سبب اللہ کی راہ میں تلواروں سے کفار کو قتل کرنا ہے۔

٢٣ - بَابُ مَنْ طَلَبَ الْوَلَدَ لِلْجِهَادِ

جس نے جہاد کے لیے اولاد کی دعا کی

اَیْ هٰذَا بَابٌ فِیْ بَیَانِ مَنْ نَوٰی عِنْدَ الْمُجَامَعَةِ مَعَ اَهْلِهٖ حُصُوْلَ لِیُجَاهِدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَحْصَلُ لَهٗ بِذٰلِكَ اَجْرٌ لِاَجْلِ نِیَّتِهٖ وَاِنْ لَّمْ یُحْصَلْ لَهٗ وَلَدٌ.

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی سے مجامعت کے وقت حصولِ اولاد کی دعا کی تا کہ اس کی اولاد اللہ کی راہ میں جہاد کرے تو اس کو اس کی نیت کی وجہ سے اجر ملے گا خواہ اولاد پیدا نہ ہو۔

٢٨١٩ - وَقَالَ اللَّیْثُ حَدَّثَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِیْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ سُلَیْمٰنُ بْنُ دَاوٗدَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ لَاَطُوْفَنَّ اللَّیْلَةَ عَلٰی مِائَةِ امْرَاَةٍ اَوْ تِسْعٍ وَّتِسْعِیْنَ كُلُّهُنَّ یَاْتِیْ بِفَارِسٍ یُّجَاهِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَقَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ قُلْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَمْ یَقُلْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَمْ یَحْمِلْ مِنْهُنَّ اِلَّا امْرَاَةٌ وَّاحِدَةٌ جَاءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ وَّالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَوْ قَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فُرْسَانًا اَجْمَعُوْنَ. [اطراف الحدیث: ٣٤٢٤-٥٢٤٢-٦٦٣٩-٦٧٢٠-٧٤٦٩] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اور لیث نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن ھرمز' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے کہا: آج رات میں ضرور ایک سو یا ننانوے بیویوں سے جماع کروں گا' ان سب سے ایک شہ سوار پیدا ہوگا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا' ان کے صاحب نے کہا: آپ ان شاء اللہ کہیے' تو انہوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا تو ان بیویوں میں سے ایک کے سوا کوئی بیوی حاملہ نہیں ہوئی اور اس سے بھی آدھا بچہ پیدا ہوا' اور اس ذات کی قسم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان جس کے قبضہ و قدرت میں ہے! اگر وہ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو وہ تمام شہ سوار (پیدا ہوتے) اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔

سو' ننانوے اور ستر کے عدد میں تعارض کا جواب اور حضرت سلیمان اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان شاء اللہ نہ کہنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میں سو بیویوں میں طواف کروں گا' طواف کا معنی ہے: کسی چیز کے گرد چکر لگانا اور وہ یہاں جماع کرنے سے کنایہ ہے۔

اس حدیث میں ایک سو یا ننانوے بیویوں کا ذکر ہے اور ایک حدیث میں ستر بیویوں کا ذکر ہے' اس میں راوی کو شک ہے اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ قلیل عدد کے ذکر سے کثیر عدد کی نفی نہیں ہوتی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام سے ان کے صاحب نے کہا: صاحب سے مراد ان کا وزیر ہے خواہ وہ انسان ہو یا جن' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد فرشتہ ہے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ وہ فرشتہ تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان شاء اللہ نہیں کہا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے زبان سے ان شاء اللہ نہیں کہا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ دل سے بھی اللہ کی طرف تفویض کرنے سے غافل ہو گئے تھے' کیونکہ یہ چیز منصب نبوت کے خلاف ہے' جیسے ہمارے نبی

سیدنا محمد ﷺ کے ساتھ یہ اتفاق پیش آیا کہ آپ سے روح' حضرت خضر اور ذوالقرنین کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں کل بتادوں گا' کیونکہ آپ کو اعتماد تھا کہ کل وحی نازل ہوگی تو آپ بتادیں گے' آپ کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی تصدیق کے لیے کل وحی نازل فرمادے گا لیکن آپ زبان سے ان شاء اللہ کہنا بھول گئے' یہ بات نہیں تھی کہ آپ نے اس کام کی دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف تفویض نہیں کی تھی' پھر وحی تاخیر سے نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ تعلیم دی:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًاO اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ. (الکہف: ٢٤-٢٣)

اور آپ کسی کام کے متعلق ہرگز یہ نہ کہیں کہ میں کل یہ کام کرنے والا ہوںO مگر یہ کہ اللہ چاہے' اور جب بھی آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کرلیں۔

اس کے بعد آپ مستقبل میں کسی کام کرنے کے متعلق ان شاء اللہ کہا کرتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے ان تین چیزوں کے سوال میں خضر کا ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٦٢) یہ ان سے سہو ہوا ہے' نبی ﷺ سے روح اور ذوالقرنین کے علاوہ اصحاب کہف کے متعلق سوال کیا گیا تھا۔

ان میں سے صرف ایک بیوی حاملہ ہوئی اور اس سے بھی صرف مرد کی ایک جانب پیدا ہوئی' دوسری روایت میں ہے: اس سے آدھا انسان پیدا ہوا۔

جہاد کے لیے اولاد کی پیدائش کی دعا کرنا' حضرت سلیمان اور ہمارے نبی ﷺ کی قوتِ مردمی اور آپ کے علم غیب کا ثبوت

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے بچوں کی پیدائش کی دعا کرنی چاہیے۔

جس نے کسی کام کے کرنے سے پہلے ان شاء اللہ کہا تو اس کا وہ کام پورا ہو جاتا ہے' بہ شرطیکہ اس کا وہ کام تقدیر کے موافق ہو' اور جس نے ان شاء اللہ نہیں کہا تو اغلب یہ ہے کہ اس کا وہ کام پورا نہیں ہوگا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوتِ مردمی بہت قوی تھی کیونکہ انہوں نے ایک رات میں ایک سو بیویوں سے جماع کیا اور ان پر ضعف طاری نہیں ہوا' جب کہ وہ عبادات اور ریاضات میں بھی بہت کوشش کرتے تھے' حالانکہ عام آدمی ایسا کرنے پر عادۃً قادر نہیں ہے' حضرت سلیمان علیہ السلام کے علاوہ اور کسی نبی کے متعلق ایسا منقول نہیں ہے' ہاں! ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے متعلق یہ منقول ہے کہ آپ کو تیس (جنتی) مردوں کے جماع کی قوت عطاء کی گئی تھی' اور مجاہد نے کہا: آپ کو چالیس جنتی مردوں کی قوت عطا کی گئی تھی اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوت سے بہت زیادہ ہے اور نبی ﷺ صبح کی نماز پڑھ کر اپنی تمام ازواج کے پاس جاتے اور ایک غسل کے ساتھ ان سب سے جماع کرتے' پھر اس زوجہ کے پاس رات کو ٹھہرتے جس کی باری ہوتی تھی کیونکہ آپ تمام ازواج کے حقوق ادا کرنے پر قادر تھے' حالانکہ آپ کی خوراک بہت کم تھی اور آپ کے علاوہ اور کوئی شخص اس پر قادر نہیں ہے۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں نے بعض مشائخ کبار سے سنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ہر نبی علیہ السلام کو چالیس مردوں کی قوت دی گئی ہے اور ہمارے نبی ﷺ کو چالیس نبیوں کی قوت دی گئی ہے تو آپ کو ایک ہزار چھ سو مردوں کی قوت دی گئی ہے' سو غور کرو جن کو ایک ہزار چھ سو مردوں کی قوتِ مردمی دی گئی ہو' اس کے باوجود وہ صرف نو ازواج پر قناعت کریں تو یہ ان کا اپنے نفس پر کتنا زیادہ کنٹرول ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے دو چیزوں کی قسم کھائی تھی' ایک یہ کہ وہ ایک سو عورتوں سے جماع کریں گے اور دوسری یہ کہ ان کی ہر بیوی سے ایک مجاہد شہ سوار پیدا ہوگا' پہلی چیز ان کے اختیار میں تھی' سو وہ ہوگئی اور دوسری چیز ان کے اختیار میں نہیں تھی' سو وہ پوری نہ ہو سکی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس قصہ کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کی گئی تھی اور یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کو انبیاء سابقین اور ان کی امتوں کی خبر دی گئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۶۴۔ ۱۶۲)

میں کہتا ہوں کہ اس میں یہ ثبوت ہے کہ آپ کو علم غیب عطاء کیا گیا ہے اور آپ کو جو علم غیب عطاء کیا گیا ہے' وہ تمام مخلوق کے مجموعی علم غیب سے زیادہ ہے' اس کو ہمارے علماء علم کلی اور علم ما کان وما یکون سے تعبیر کرتے ہیں۔ ''ولا مشاحة فی الاصطلاح''۔ تاہم آپ کے اس علم کی اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں وہ نسبت بھی نہیں ہے جو ایک قطرہ کی سمندر کے مقابلہ میں ہوتی ہے۔

٢٤ - بَابُ الشَّجَاعَةِ فِي الْحَرْبِ وَالْجُبْنِ

جنگ میں بہادری اور بزدلی کا بیان

اس باب میں جنگ میں بہادری کی مدح کی گئی ہے اور بزدلی کی مذمت کی گئی ہے۔

٢٨٢٠ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ وَاقِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَاَشْجَعَ النَّاسِ وَاَجْوَدَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَقَهُمْ عَلٰى فَرَسٍ وَّقَالَ وَجَدْنَاهُ بَحْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عبدالملک بن واقد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ حسین تھے اور سب سے زیادہ بہادر تھے' اور سب سے زیادہ سخی تھے' (ایک رات) تمام اہل مدینہ خوف زدہ تھے (ایک آواز سنائی دی تھی اور سب اس کی طرف بڑھ رہے تھے) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گھوڑے پر سوار سب سے آگے تھے' آپ نے فرمایا: ہم نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح (تیز رو) پایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۲۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں بہادری کا ذکر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین صفات ذکر کی گئی ہیں' آپ کا سب سے زیادہ حسین ہونا' آپ کا سب سے زیادہ بہادر ہونا اور آپ کا سب سے زیادہ فیاض ہونا۔

حکماء اسلام نے کہا ہے کہ انسان کی تین قوتیں ہیں: (۱) عقلیہ (۲) غضبیہ اور (۳) شہویہ' قوتِ غضبیہ کا کمال شجاعت ہے اور قوتِ شہویہ کا کمال فیاضی ہے اور قوتِ عقلیہ کا کمال حکمت ہے اور یہ تین قوتیں اصولِ اخلاق سے ہیں' اور آپ کا حسین وجمیل ہونا ایک اضافی صفت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن وجمال

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک چاندنی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا' آپ سرخ رنگ کا

حلہ پہنے ہوئے تھے میں کبھی آپ کو دیکھتا تھا اور کبھی چاند کی طرف پس اللہ کی قسم! آپ میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔
(سنن ترمذی: ٢٨١١ المعجم الکبیر: ١٨٤٢۔ ج ٢ ص ٢٠٦ المستدرک ج ٤ ص ١٨٦)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ١٠١٤ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہر مسلمان آپ کو اسی طرح دیکھتا ہے برخلاف ان لوگوں کے جن کے دل اندھے ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ○ اور آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ کچھ نہیں دیکھتے○ (الاعراف: ١٩٨)

وہ کافر آپ کے جمال اور کمال کو نہیں دیکھتے کیونکہ ان کی آنکھوں میں نقص ہے جیسے چمگادڑ سورج کے نور کو نہیں دیکھ سکتا۔

حضرت جابر نے کہا کہ آپ چاند سے زیادہ حسین ہیں کیونکہ آپ کا نور آفاق اور انفس میں خارج میں اور ذہن میں ظاہر ہے اور آپ کے صوری اور معنوی کمالات چاند سے زیادہ ہیں بلکہ حقیقت میں ہر نور آپ کے نور سے پیدا کیا گیا ہے آپ کے چہرہ کا نور ذاتی ہے (یعنی چاند کی طرح سورج سے مستفاد نہیں ہے) وہ دن اور رات میں آپ سے الگ نہیں ہوتا اور چاند کا نور مکتسب اور مستعار ہے کبھی وہ نور کم ہوتا ہے اور کبھی اس کو گہن لگ جاتا ہے۔ (جمع الوسائل ج ١ ص ٥٦ اصح المطابع کراچی)

نیز ملا علی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

بعض محققین نے کہا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کا جمال غایت کمال میں تھا اور آپ کی صفاء اور کثرتِ ضیاء کا یہ حال تھا کہ آپ کی صورت کا نور جب دیوار پر پڑتا تو وہ دیوار آئینہ کی مثل ہو جاتی تھی اور گزرنے والوں کو اس میں اپنا عکس نظر آتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے جمال اور کمال کو آپ کے اصحاب سے مخفی رکھا تھا کیونکہ اگر آپ کا پورا جمال ان پر ظاہر ہو جاتا تو ان کے لیے آپ کو دیکھنا دشوار ہو جاتا۔ (جمع الوسائل ج ٢ ص ٩ اصح المطابع کراچی)

شاہ عبدالرحیم دہلوی لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے آپ سے سوال کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار سے مصر کی عورتوں نے انگلیاں کاٹ لی تھیں آپ کے جمال سے کسی عورت نے انگلیاں نہیں کاٹیں؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے میرے جمال کو لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رکھا۔ (انفاس العارفین ص ٣٩)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کے دانتوں میں باریک باریک جھریاں تھیں جب آپ بات کرتے تو آپ کے دانتوں کی جھریوں سے نور نکلتا دکھائی دیتا۔
(شمائل ترمذی: ١٥ المعجم الکبیر: ١٢٨١ ۔ ج ١١ ص ٤١٦ دلائل النبوۃ ج ١ ص ٢١٥ مجمع الزوائد ج ٨ ص ٢٧٩)

ہر چند کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن ضعیف الاسناد حدیث تعدد اسناد کی وجہ سے حسن ہو جاتی ہے نیز یہ حدیث فضائل و مناقب میں ہے اور فضائل و مناقب میں ضعاف کا اعتبار ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کی شجاعت اور بہادری

ابواسحق بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابو عمارہ! کیا تم لوگوں نے غزوۂ حنین کے دن پیٹھ پھیر لی تھی تو حضرت البراء نے کہا اور میں اس وقت سن رہا تھا: رہے رسول اللہ ﷺ تو آپ نے اس دن پیٹھ نہیں پھیری تھی اور حضرت ابوسفیان بن الحارث آپ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے جب مشرکین نے اپنے حملے سے آپ کو ڈھانپ لیا تو آپ خچر

سے اترے اور آپ فرما رہے تھے:

أنا ابن عبد المطلب	أنا النبی لا کذب
میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں	میں نبی ہوں' یہ جھوٹ نہیں

(الانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی: ٣٥٤ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

حضرت البراء نے کہا: لوگوں نے اس سے زیادہ سخت دن نہیں دیکھا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

ابواسحٰق حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جب جنگ بھڑک اٹھتی تو ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب سے محفوظ ہوتے تھے اور ہم میں سے اس شخص کو محفوظ قرار دیا جاتا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محاذات (سیدھ) میں ہوتا تھا۔

(صحیح البخاری: ٢٨٧٤' سنن ترمذی: ١٦٨٨' مسند احمد ج ٤ ص ٢٨٠)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ بھڑک اٹھتی اور لوگ ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہوتے تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب سے محفوظ رہتے تھے اور دشمن کے سب سے قریب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتے تھے۔

(الانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی: ٣٥٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے غزوۂ بدر کے دن دیکھا' ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں تھے اور آپ ہم سب سے زیادہ دشمن کے قریب تھے اور لوگوں پر وہ سب سے زیادہ سخت دن تھا۔ (الانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی: ٣٥٧)

عبدالواحد بن ایمن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا: میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پاس آیا' انہوں نے بتایا کہ میں غزوۂ خندق کے دن خندق کھود رہا تھا' پس میرے سامنے ایک بہت سخت چٹان آ گئی تو صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر کہا: یہ بہت شدید چٹان ہے' آپ نے فرمایا: میں اترتا ہوں' پھر آپ اس حال میں کھڑے ہوئے کہ آپ کے پیٹ پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کدال لے کر ایک ضرب لگائی تو وہ چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی۔ (الحدیث)

(الانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی: ٣٥٨' صحیح البخاری: ٤١٠١' صحیح مسلم: ٢٠٣٩' سنن دارمی: ٢٣٩٧' مسند احمد ج ٣ ص ٣٠١)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جود وسخا اور فیاضی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر کی سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے اور آپ سب سے زیادہ رمضان میں سخاوت کرتے تھے' جب حضرت جبریل آپ سے ملاقات کرتے تھے اور حضرت جبریل آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے حتیٰ کہ رمضان ختم ہو جاتا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور جب حضرت جبریل آپ سے ملاقات کرتے تو آپ برسانے والی ہواؤں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ٦' صحیح مسلم: ٢٣٠٨' سنن نسائی: ٢٠٩٥' مسند احمد ج ١ ص ٢٨٨)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کبھی کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کیا گیا جس کے متعلق آپ نے فرمایا ہو: نہیں! (صحیح البخاری: ٦٠٣٤' صحیح مسلم: ٢٣١١' صحیح ابن حبان: ٦٣٧٦' مسند احمد ج ٣ ص ٣٠٧)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل کے لیے کوئی چیز بچا کر نہیں رکھتے تھے۔

(شمائل ترمذی: ٣٥٥' تاریخ بغداد ج ٧ ص ٩٨' کنز العمال: ١٨٤١٢)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ غزوۂ حنین سے واپس آئے تو اعراب آپ کے ساتھ چمٹ گئے'

وہ آپ سے سوال کر رہے تھے' پس انہوں نے آپ کو ایک درخت کے ساتھ لگا دیا' سواری سے آپ کی چادر گر گئی' آپ نے فرمایا: میری چادر مجھے واپس دو' کیا تم مجھ پر بخل کا خوف کرتے ہو! اللہ کی قسم! اگر میرے پاس ان درختوں کے کانٹوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو تم مجھے بخیل پاتے نہ بزدل نہ جھوٹا۔

(صحیح البخاری:۲۸۲۱' مصنف عبدالرزاق:۹۴۹۷' صحیح ابن حبان:۴۸۲۰' المعجم الکبیر:۱۵۵۱' شرح السنۃ:۳۶۸۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' اس نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے اسے دو پہاڑوں کے درمیان بکریاں عطاء کیں' پھر وہ شخص اپنی قوم کے پاس گیا اور کہا: تم اسلام قبول کر لو' کیونکہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہر شخص کو عطاء کرتے ہیں اور فاقہ کا خوف نہیں کرتے۔ (صحیح مسلم:۲۳۱۲' الانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی:۳۶۴)

حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے غزوۂ حنین کے دن عطاء کیا اور آپ اس وقت میرے نزدیک تمام مخلوق میں سب سے زیادہ مبغوض (ناپسندیدہ) تھے' آپ مجھے مسلسل عطاء فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ میرے نزدیک مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہو گئے۔ (صحیح مسلم:۲۳۱۳' سنن ترمذی:۶۶۶' المعجم الکبیر:۷۳۴۰' صحیح ابن حبان:۴۸۲۸)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر سوال کیا کہ آپ اس کو عطاء فرمائیں' آپ نے فرمایا: میرے پاس اس وقت کوئی چیز نہیں ہے' لیکن تم میرے نام سے (قرض) خرید لو' پھر جب میرے پاس کوئی چیز آئے گی تو میں اس کو ادا کر دوں گا' تو حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ نے آپ کو اس چیز کا مکلف نہیں کیا جس کی آپ قدرت نہیں رکھتے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کی بات کو ناپسند کیا' پھر ایک انصاری نے کہا: یا رسول اللہ! آپ خرچ کیجئے اور عرش والے سے کم دینے کا ڈر نہ رکھئے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور آپ کے چہرے پر انصاری کی بات سے خوشی دکھائی دی' پھر آپ نے فرمایا: مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔ (مسند البزار:۳۶۶۲' الانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی:۳۶۶۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے اور (جواب میں) اس سے بہتر ہدیہ عطاء فرماتے تھے۔

(صحیح البخاری:۲۵۸۵' سنن ابوداؤد:۳۵۳۶' سنن ترمذی:۱۹۵۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو میں یہ ضرور پسند کروں گا کہ مجھ پر اس حال میں تین راتیں نہ گزریں کہ میرے پاس اس میں سے ایک دینار بھی ہو' سوا اس دینار کے جس کو میں اپنا قرض ادا کرنے کے لیے رکھ لوں۔

(صحیح بخاری:۶۴۴۵' مسند احمد ۲ ص ۲۵۷)

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک کناروں والی چادر لے کر آئی' حضرت سہل نے لوگوں سے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ چادر کا کیا معنی ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! اس عورت نے کہا: میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بُنا ہے اور میں آپ کو پہنانے کے لیے لائی ہوں' آپ نے اس چادر کو قبول کر لیا اور آپ کو اس وقت اس کی ضرورت بھی تھی' پھر آپ اس چادر کو تہبند کے طور پر باندھ کر باہر تشریف لائے تو ایک صاحب نے کہا: یہ تو بہت اچھی چادر ہے' یہ آپ مجھے پہنا دیجئے' لوگوں نے ان سے کہا: آپ نے یہ (چادر مانگ کر) اچھا نہیں کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ضرورت کی وجہ سے اس چادر کو پہنا تھا اور تم نے یہ مانگ لی حالانکہ تم کو معلوم ہوا کہ آپ کسی کا سوال رد نہیں کرتے' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اپنے پہننے کے لیے یہ چادر نہیں مانگی تھی' میں نے تو صرف اس لیے اس چادر کا سوال کیا تھا کہ یہ میرا کفن ہو جائے' حضرت سہل نے بتایا کہ پھر وہ چادر ان کا

کفن ہو گئی۔ (صحیح البخاری: ۱۲۷۷)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا' آپ نے ان کو عطاء فرمایا' انہوں نے پھر سوال کیا تو آپ نے ان کو عطاء فرمایا حتیٰ کہ آپ کے پاس جو کچھ تھا وہ ختم ہو گیا' آپ نے فرمایا: میرے پاس جو بھی خیر ہو گی' میں اس کو ہرگز تم سے بچا کر نہیں رکھوں گا' اور جو اپنے آپ کو سوال سے روکے گا' اللہ اس کو روک کر رکھے گا' اور جو مستغنی رہے گا اللہ اس کو غنی کر دے گا' اور جو صبر کرے گا' اللہ اس کو صابر بنا دے گا اور کسی کو صبر سے اچھی اور وسیع چیز نہیں دی گئی۔

(صحیح البخاری: ۱۴۶۹' صحیح مسلم: ۱۰۵۳' سنن ابو داؤد: ۱۶۴۴' سنن ترمذی: ۲۰۳۱' سنن نسائی: ۲۵۸۴)

۲۸۲۱ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَان قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ اَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ يَسِيْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ النَّاسُ مَقْفَلَهُ مِنْ حُنَيْنٍ فَعَلِقَهُ النَّاسُ يَسْئَلُوْنَهُ حَتّٰى اضْطَرُّوْهُ اِلٰى سَمُرَةٍ فَخَطِفَتْ رِدَائَهُ فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعْطُوْنِيْ رِدَائِيْ لَوْ كَانَ لِيْ عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِيْ بَخِيْلًا وَّلَا كَذُوْبًا وَّلَاجَبَانًا. [طرف الحدیث: ۳۱۴۸]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عمر بن محمد بن جبیر بن مطعم نے خبر دی کہ محمد بن جبیر نے کہا کہ مجھے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین سے واپس جا رہے تھے اور آپ کے ساتھ (اور بہت) لوگ تھے تو کچھ (اعرابی) لوگ آپ سے سوال کرتے ہوئے لپٹ گئے' حتیٰ کہ آپ ایک ببول کے درخت کے ساتھ لگ گئے اور آپ کی چادر (ببول کے کانٹوں میں) اُلجھ گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے اور فرمایا: مجھے میری چادر (نکال) دو' اور فرمایا: اگر میرے پاس اس درخت کے کانٹوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں تم میں تقسیم کر دیتا' تم مجھے بخیل پاؤ گے نہ جھوٹا نہ بزدل۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''العضاہ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کیکر یا ببول کا درخت۔

اس حدیث میں ''نَعَم'' کا لفظ ہے' اس کا معنی اونٹ ہے' ابوجعفر النحاس نے کہا: اس کا معنی اونٹ' گائے اور بکریاں ہیں' الجوہری نے کہا: ''النعم'' کا واحد' الانعام'' ہے۔

آپ نے فرمایا: تم مجھے بخیل نہ پاتے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب کسی معزز آدمی کی نیک اور اعلیٰ صفات کے متعلق جہلاء بدگمانی کریں تو وہ ان کا رد کر کے اپنی عمدہ صفات کو بیان کرے۔

اس حدیث میں بخیل کا ذکر ہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: بخیل وہ شخص ہے جو کوئی چیز نہ دے اور شحیح وہ شخص ہے جو اپنے بھائی کا مال ناحق لے' طاؤس نے کہا: بخیل وہ ہے جو اپنی مِلک میں بخل کرے اور شحیح وہ ہے جو لوگوں کی مِلک میں بخل کرے۔

اس حدیث میں ''کذوب'' کا لفظ ہے' ''کذوب''' ''صدوق'' کی ضد ہے' یعنی جھوٹ بولنے والا۔

اس حدیث میں ''جبان'' کا لفظ ہے' یہ شجاع کی ضد ہے' یعنی بزدل۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۶۷-۱۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۵ - بَابُ مَا يُتَعَوَّذُ مِنَ الْجُبْنِ

بزدلی سے پناہ مانگنے کا بیان

اس باب میں بزدلی سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے۔

٢٨٢٢ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُوْنِ الْاَوْدِيَّ قَالَ كَانَ سَعْدٌ يُعَلِّمُ بَنِيْهِ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ كَمَا يُعَلِّمُ الْمُعَلِّمُ الْغِلْمَانَ الْكِتَابَةَ وَيَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُنَّ دُبُرَ الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَحَدَّثْتُ بِهٖ مُصْعَبًا فَصَدَّقَهٗ. [اطراف الحدیث: ٦٣٦٥- ٦٣٧٠- ٦٣٧٤- ٦٣٩٠] (سنن ترمذی: ٣٥٦٧ 'سنن نسائی: ٥٤٦٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک بن عمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عمرو بن میمون اودی سے سنا' انہوں نے بتایا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں کو ان کلمات کی اس طرح تعلیم دے رہے تھے' جس طرح معلم لڑکوں کو کتابت کی تعلیم دیتے ہیں' اور وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ نماز کے بعد پناہ طلب کرتے تھے: اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں! اے اللہ! میں ارذل عمر کی طرف لوٹائے جانے سے تیری پناہ میں آتا ہوں! اے اللہ! میں دنیا کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں! اے اللہ! میں عذابِ قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں! پھر میں نے مصعب کو یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے تصدیق کی۔

بزدلی سے پناہ مانگنے کا سبب' ارذل عمر کا معنی اور نمازوں کے بعد عذاب سے پناہ مانگنے کی دعا سے جاہلوں کا ردّ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بزدلی سے پناہ مانگی کیونکہ انسان بزدلی کی وجہ سے میدانِ جہاد سے پیٹھ موڑ کر بھاگتا ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے' جس کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے اور بعض اوقات انسان بزدلی کی وجہ سے اپنا دین بدل کر مرتد ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں ارذل عمر کا ذکر ہے' ارذل عمر کا یہ معنی ہے کہ انسان بڑھاپے میں بچپن کی حالت کی طرف لوٹ جائے' اس کی عقل اور فہم کمزور ہو' ایک قول یہ ہے کہ ارذل عمر' بڑھاپے اور کمزوری کی وہ حالت ہے کہ انسان فرائض ادا نہ کر سکے اور اپنے کام از خود نہ کر سکے' اور وہ اپنے گھر والوں کے اوپر بار اور بوجھ بن جائے اور وہ لوگ اس کی موت کی تمنا کریں اور اگر اس کے گھر والے نہ ہوں تو پھر اس کی مصیبت اور بھی زیادہ شدید ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں عذابِ قبر سے پناہ طلب کی ہے' اس حدیث میں ان جاہلوں کا ردّ ہے جو قبر یا دوزخ کے عذاب سے پناہ کی طلب سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کی عبادت صرف اللہ کے لیے کرنی چاہیے' حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں کے بعد یہ دعا کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون اخلاص کو جاننے والا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٦٨- ١٦٧ ملخصاً و زیادۃ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٨٢٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (اس طرح)

وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

[اطراف الحدیث: ٤٧٠٧-٦٣٦٧-٦٣٧١]

دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں عجز سے سستی سے بزدلی سے اور بڑھاپے سے تیری پناہ میں آتا ہوں! اور میں زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ میں آتا ہوں! اور میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ میں آتا ہوں!

(صحیح مسلم: ٢٧٠٦' الرقم المسلسل: ٦٧٦٧' سنن ابوداؤد: ٥٤٤٨' سنن نسائی: ٥٤٤٨' الادب المفرد: ٦٧١' صحیح ابن حبان: ١٠٠٩' کتاب الدعاء للطبرانی: ١٣٤٨' کتاب الدعوات للبیہقی: ٢٩٢' شرح السنۃ: ١٣٥٦' مسند احمد ج ٣ ص ١١٣ طبع قدیم' مسند احمد: ١٢١١٣- ج ١٩ ص ١٦٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''عجز'' کا لفظ ہے' یہ لفظ قدرت کی ضد ہے' متکلمین کے نزدیک اس کا معنی ہے: جس کام کی کوئی طاقت نہ رکھے اور فقہاء کے نزدیک اس کا معنی ہے: جب انسان ارادہ کرے تو اس کام کو نہ کر سکے' اس حدیث میں ''کسل'' کا لفظ ہے' یہ لفظ ہمت کی ضد ہے' اس کا معنی ہے: تھکاوٹ کے بعد جسم کو راحت پہنچانا' اس سے اس لیے پناہ طلب کی گئی ہے کہ اس کی وجہ سے نیک کام بعید ہو جاتے ہیں۔

اس میں ''ھَرَم'' کا لفظ ہے' یہ لفظ ''شباب'' کی ضد ہے' اس کا معنی ہے: اتنی بڑی عمر ہو جانا جس میں اعضاء کمزور ہو جاتے ہیں اور توانائی باقی نہیں رہتی' اس سے اس لیے پناہ طلب کی ہے کہ یہ وہ بیماری ہے جس کی کوئی دوا نہیں۔

اس حدیث میں ''مَحْيَا'' اور ''مَمَات'' کا لفظ ہے' یہ دونوں لفظ مصدر میمی ہیں اور ان کا معنی حیات اور موت ہے۔ حیات کا فتنہ یہ ہے کہ آدمی دنیا میں منہمک ہو کر آخرت کو بھول جائے' اور موت کا فتنہ یہ ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہو۔ (العیاذ باللہ)

اس میں عذابِ قبر کا ذکر ہے' عذابِ قبر سے مراد یہ ہے کہ آدمی منکر نکیر کے سوالوں کا صحیح جواب نہ دے سکے اور اس کے کیے ہوئے بُرے اعمال اس کو دکھائے جائیں۔ (العیاذ باللہ) (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٦٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٦- بَابُ مَنْ حَدَّثَ بِمَشَاهِدِهِ فِي الْحَرْبِ

جس نے جنگ میں اپنے حاضر ہونے کے واقعات بیان کیے

اس عنوان سے مراد یہ ہے کہ اسلام کے اظہار اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اس نے میدانِ جہاد میں جو تکلیف اور مشقت اٹھائی ہے' اس کو بیان کرے' تاکہ بعد والوں کو جہاد کرنے کی ترغیب ہو اور وہ اس کی اتباع و اقتداء کریں' لیکن اگر وہ اپنی شجاعت اور فخر کو ظاہر کرنے کے لیے ایسا کرے تو پھر یہ جائز نہیں۔

قَالَهُ أَبُوْ عُثْمَانَ عَنْ سَعْدٍ.

اس کو ابوعثمان نے سعد سے روایت کیا۔

اس تعلیق کی سندِ موصول کے ساتھ روایت' صحیح البخاری: ٣٧٢٣-٣٧٢٢' اور ٤٣٢٦ میں ہے۔

٢٨٢٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ صَحِبْتُ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَسَعْدًا وَالْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از محمد بن یوسف از السائب بن یزید' انہوں نے کہا: میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ' حضرت سعد' حضرت مقداد بن اسود اور حضرت عبدالرحمان

عَنْهُمْ فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا مِّنْهُمْ يُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنِّىْ سَمِعْتُ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ عَنْ يَوْمِ اُحُدٍ. [طرف الحدیث: ۴۰۶۲]

بن عوف رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہا' میں نے ان میں سے کسی سے نہیں سنا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بیان کرتا ہو مگر میں نے حضرت طلحہ سے سنا کہ وہ غزوۂ اُحد کے متعلق حدیث بیان کرتے تھے۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) قتیبۃ بن سعید' ان کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے (۲) حاتم بن اسماعیل الکوفی' یہ مدینہ میں رہتے تھے (۳) محمد بن یوسف بن عبداللہ' ان کی ماں سائب بن یزید کی بیٹی ہیں' انہوں نے اپنے نانا سائب بن یزید سے سماع کیا (۴) حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ یہ کم عمر صحابی ہیں' ان کے ماں باپ دونوں صحابی ہیں' ان کے ماں باپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں ان کو حج کرایا تھا' اس وقت ان کی عمر ۷ سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۶۹)

بعض صحابہ کی کم روایت کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت سعد کا ذکر ہے' یہ حضرت سعد بن ابی وقاص ہیں۔

ان صحابہ میں سے کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بیان نہیں کرتا تھا۔ علامہ ابن بطال وغیرہ نے کہا ہے کہ بہت سارے بڑے بڑے صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث روایت نہیں کرتے تھے' اس خوف سے کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد میں کمی بیشی نہ ہو جائے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وعید میں نہ داخل ہو جائیں: جس نے مجھ سے وہ بات نقل کی جو میں نے نہیں کہی' وہ اپنے بیٹھنے کا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔ اس لیے وہ حدیث بیان کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول پر عمل کرتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو کم بیان کرو اور میں بھی تمہارا شریک ہوں۔

حضرت السائب بن یزید نے کہا: مگر میں نے سنا کہ حضرت طلحہ' جنگ اُحد کی حدیث بیان کرتے تھے' یعنی میں نے حضرت طلحہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا' وہ صرف جنگِ اُحد میں اپنے حاضر ہونے کے واقعات بیان کرتے تھے' چونکہ وہ جنگ میں بہت ثابت قدم تھے اور ابوعثمان النہدی بیان کرتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت طلحہ اور حضرت سعد کے علاوہ اور کوئی نہیں رہا تھا' اس لیے حضرت طلحہ نے جنگ اُحد میں اپنے دیکھے ہوئے واقعات کو بیان کیا تاکہ بعد کے لوگوں کو اس میں رغبت ہو اور وہ ان کی اقتداء کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۷ - بَابُ وُجُوْبِ النَّفِيْرِ وَمَا يَجِبُ مِنَ الْجِهَادِ وَالنِّيَّةِ

جہاد کے لیے نکلنے کا وجوب اور جہاد اور نیت کا واجب ہونا

اس باب کے عنوان میں "نفیر" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی کے حکم سے ایک جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ جانا' یہاں مراد ہے: کفار سے قتال کرنے کے لیے نکلنا اور اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ کتنا جہاد کرنا واجب ہے اور یہ بیان کیا جائے گا کہ جہاد کی نیت کرنا جائز ہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ کی راہ میں نکلو خواہ ہلکے ہو کر خواہ

بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَO لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ الْاٰيَةَ (التوبہ:٤١-٤٢).

بوجھل ہو کر اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو' یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے' اگر تم جانتے ہوO (اے رسول مکرم! آپ نے جس طرف نکلنے کے لیے کہا تھا) اگر وہ سہل الحصول مال ہوتا اور متوسط سفر ہوتا تو (یہ منافقین) ضرور آپ کے پیچھے چل پڑتے' لیکن دور دراز کا سفر ان کو بھاری لگا' اور عنقریب یہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے۔ (الآیۃ) (التوبہ:٤٢-٤١)

''خفافًا و ثقالًا'' کی متعدد تفسیریں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے کہا ہے: جب آیت جہاد نازل ہوئی تو ہم میں سے بعض لوگ بوجھل تھے' بعض کام کاج والے تھے' بعض لوگ بال بچوں والے تھے اور بعض لوگوں کی مختلف مصروفیات تھیں' تب یہ آیت نازل ہوئی:

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا. (التوبہ:٤١) اللہ کی راہ میں نکلو خواہ ہلکے ہو کر خواہ بوجھل ہو کر۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بہت بھاری اور فربہ بدن کے تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رخصت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ غزوۂ تبوک کے سال عام مسلمانوں کو کوچ کا حکم دیں تا کہ روم کے اہل کتاب کافروں سے قتال کیا جائے اور آپ نے مسلمانوں کو ہر حال میں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا' خواہ وہ خوشی سے نکلیں یا ناخوشی سے مشکل سے نکلیں یا آسانی سے' چنانچہ فرمایا: ''اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا'' (التوبہ:٤١)۔

حضرت ابوطلحہ نے اس کی تفسیر میں کہا: خواہ ادھیڑ عمر ہو خواہ جوان' اللہ تعالیٰ کسی کا عذر نہیں سنے گا' پھر انہوں نے شام میں جا کر قتال کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' عکرمہ' حسن بصری' شعبی' مقاتل بن حیان اور زید بن اسلم سے مروی ہے اور مجاہد نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ خواہ جوان ہوں یا بوڑھے ہوں اور دولت مند ہوں یا مسکین ہوں' ایک قول ہے: خواہ وہ صحت مند ہوں یا بیمار ہوں' ایک قول یہ ہے کہ خواہ ان کے پاس اسلحہ زیادہ ہو یا کم ہو' ایک قول یہ ہے کہ خواہ وہ سوار ہوں یا پیدل ہوں' اور ایک قول یہ ہے کہ وہ خواہ کنوارے ہوں یا شادی شدہ ہوں۔

اور ارشاد ہے: تم اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔ آیت کے اس حصہ میں جہاد کو واجب کیا ہے۔

اور فرمایا: یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے۔ یعنی دنیا اور آخرت میں' کیونکہ مال غنیمت کی صورت میں تم کو اپنے دشمن کا مال حاصل ہو جائے گا اور آخرت میں تم کو بہت عزت اور کرامت حاصل ہوگی۔

منافقین کی جھوٹی قسمیں

نیز ارشاد فرمایا: لیکن دور دراز کا سفر ان کو بھاری لگا۔ (التوبہ:٤١)

یہ آیت غزوۂ تبوک کے موقع پر منافقین کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یعنی اگر کسی قریب کے سفر میں ان کو مال ملنے کی توقع ہوتی تو یہ مال کے لالچ میں آپ کے پیچھے چل پڑتے' لیکن تبوک کا یہ دور دراز کا سفر ان کو بھاری لگا' پھر فرمایا: یہ عنقریب اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہمارے پاس طاقت ہوتی یا ہم قادر ہوتے تو ضرور آپ کے ساتھ جاتے اور یہ ان کا جھوٹ اور نفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۝ (التوبہ:۴۲)

وہ اپنی جانوں کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ یہ جھوٹ بولنے والے ہیں۝

یعنی یہ جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَوْلِهٖ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَالَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝﴾ (التوبہ:۳۸۔ ۳۹)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لیے کہا جاتا ہے تو تم بوجھل ہو کر زمین سے چپک جاتے ہو کیا تم نے آخرت کے بدلہ دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا ہے؟ یہ آیت یہاں تک ہے: اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۝ (التوبہ:۹ ۳۹-۳۸)

منافقین کو تہدید

ان آیتوں سے ان لوگوں پر عتاب شروع فرمایا ہے جو غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے اس میں فرمایا ہے کہ کیا تم نے آخرت کے بدلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا ہے؟ اس میں دنیا سے بے رغبتی کی تلقین کی ہے اور آخرت کی طرف رغبت دلائی ہے کیونکہ دنیا کا ساز و سامان اور دنیا کے منافع آخرت کی بہ نسبت قلیل ہیں کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی ہے اس کے بعد فرمایا:

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝ (التوبہ:۳۹)

اگر تم (اللہ کی راہ میں) نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ ایک اور قوم لے آئے گا اور تم اس کو بالکل نقصان نہیں پہنچا سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۝

یعنی اگر تم نبی ﷺ کے ساتھ جہاد کے لیے نہ نکلے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور اپنے نبی کی نصرت کے لیے اور ان کے دین کو نافذ کرنے کے لیے تمہارے علاوہ ایک اور قوم کو لے آئے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے بغیر اپنے دشمنوں سے بدلہ لینے پر قادر ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿اِنْفِرُوْا ثُبَاتٍ﴾ (النساء: ۷۱) سَرَايَا مُتَفَرِّقِيْنَ يُقَالُ وَاحِدُ الثُّبَاتِ ثُبَةٌ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے: "فانفروا ثبات" (النساء:۷۱) مختلف ٹولیوں میں نکلو۔ کہا جاتا ہے کہ "الثبات" کا واحد "ثبة" ہے۔

اس تعلیق کی مکمل تفسیر امام طبری کی جامع البیان میں ہے قرآن مجید میں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا۝ (النساء:۷۱)

اے ایمان والو! اپنی حفاظت کا سامان لے لو پھر (دشمن کی طرف) الگ الگ دستوں کی شکل میں نکلو یا سب مل کر روانہ ہوں۝

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری المتوفی ۳۱۰ھ اس آیت کی تفسیر مین لکھتے ہیں:

تم اپنا اسلحہ اور ڈھال وغیرہ لے لو جن سے تم لڑائی کے دوران اپنا بچاؤ اور دفاع کرو گے پھر تم دشمن کی طرف ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت کے ساتھ مسلح ہو کر نکلو یعنی مختلف مسلح ٹولیوں کی صورت میں یا تم اپنے نبی کے ساتھ اکٹھے نکلو اس آیت میں "ثبات" جمع کا صیغہ ہے اور یہ "ثبة" کی جمع ہے اور "ثبة" کا معنی ہے: ایک جماعت۔

(تفسیر ابن جریر جز ۵ ص ۱۹۶۔ ۱۹۵ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام بخاری نے (النساء:۷۱) کے حوالے سے اپنی تعلیق میں جو کچھ لکھا ہے اسی کو تفصیل کے ساتھ امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

٢٨٢٥ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ لَاهِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَّاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے منصور نے حدیث بیان کی از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں لیکن جہاد ہے اور نیت ہے اور جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کو کہا جائے تو تم جہاد کے لیے نکلو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا جائے تو تم جہاد کے لیے نکلو اور اس باب کا عنوان ہے: جہاد کے لیے نکلنے کا وجوب۔

٢٨ - بَابُ الْكَافِرِ يَقْتُلُ الْمُسْلِمَ ثُمَّ يُسْلِمُ فَيُسَدِّدُ بَعْدُ وَيُقْتَلُ

کوئی کافر کسی مسلمان کو قتل کر دے پھر وہ اسلام لا کر نیک کام کرے اور اس کے بعد وہ شہید کر دیا جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی کافر کسی مسلمان کو قتل کرے پھر وہ اسلام لا کر نیک کام کرے پھر اس کو قتل کر دیا جائے تو وہ شہادت کا مرتبہ پائے گا۔

٢٨٢٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَضْحَكُ اللّٰهُ اِلٰى رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُ هٰذَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلُ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَى الْقَاتِلِ فَيُسْتَشْهَدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ دو آدمیوں کی طرف دیکھ کر (اپنی شان کے مطابق) ہنستا ہے ان میں سے ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے وہ دونوں جنت میں داخل ہوتے ہیں (ان میں سے) ایک اللہ کی راہ میں قتال کرتا ہے پس اس کو قتل کر دیا جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ قاتل کی توبہ قبول فرمالیتا ہے پس وہ شہید کر دیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۸۹۰ الرقم المسلسل: ۴۷۸۷ مصنف عبدالرزاق: ۲۰۲۸۰ صحیح ابن خزیمہ: ج ۲ ص ۵۷۳-۵۷۲ والآجری فی (الشریعۃ) ص ۲۷۸ سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۶۵ کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۴۶۸ شرح السنۃ: ۲۶۳۳ مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۸ طبع قدیم مسند احمد: ۸۲۲۴ ج ۱۳ ص ۵۳۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

باب مذکور کے عنوان کی شرح میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن المنیر نے کہا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں لکھا ہے: پھر وہ اسلام لا کر نیک کام کرے اور اس کے بعد اس کو شہید کر دیا جائے۔ امام بخاری نے نیک کام کرنے کے بعد شہید کا اضافہ اس لیے کیا ہے تا کہ نیک کاموں کی تفصیل پر تنبیہ ہو' ہر چند کہ شہادت دیگر نیک کاموں سے افضل ہے' لیکن جنت میں داخل ہونا شہید کے ساتھ مختص نہیں ہے' پس گویا کہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان کو اس حدیث کی شرح کے قائم مقام قرار دیا ہے۔

(حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ مجھ پر یہ نکتہ منکشف ہوا ہے کہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دوزخ میں ایسے دو شخص جمع نہیں ہوں گے: وہ مسلمان جس نے کسی کافر کو قتل کیا ہو' پھر اس مسلمان نے نیک کام کیے ہوں۔ الحدیث' اس حدیث کو امام احمد اور امام نسائی نے روایت کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی' حافظ ابن حجر کی اس نکتہ آفرینی پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

باب کا عنوان اس سے متعلق ہوتا ہے جس پر حدیث دلالت کرتی ہے' پس یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عنوان تو یہاں پر صحیح بخاری میں ہو اور حدیث مسند احمد یا سنن نسائی میں ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اللہ تعالیٰ کی طرف ہنسنے کی نسبت کی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ دو آدمیوں کی طرف دیکھ کر ہنستا ہے۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی طرف ہنسنے کی نسبت ہے۔ اس قسم کے الفاظ کا جب اللہ تعالیٰ پر اطلاق ہوتا ہے تو اس سے مراد ان کے لوازم ہوتے ہیں اور ہنسنے کو رضا لازم ہے۔

علامہ خطابی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو عظیم اجر عطاء فرماتا ہے جو کہ ہنسنے اور راضی ہونے کا تقاضا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان دونوں کے اس فعل سے ان پر فرشتے ہنستے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے اس فعل کی اپنی طرف نسبت فرمائی ہو۔ مصنف کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہنستا ہے لیکن اس کا ہنسنا مخلوق کے ہنسنے کی مثل نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور پہلا قاتل آیا مسلمان تھا یا کافر؟

حافظ ابن عبد البر نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ہر وہ شخص جو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے' وہ جنتی ہوتا ہے اور اہل علم کے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ پہلا قاتل کافر تھا' کہا گیا ہے کہ یہ وہی ہے جس کا امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں استنباط کیا ہے' لیکن اس قاتل کے مسلمان ہونے سے بھی کوئی مانع نہیں ہے' کیونکہ حدیث میں ہے: اللہ اس قاتل کی توبہ قبول فرمالیتا ہے جیسے ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو عمداً بغیر کسی شبہ کے قتل کرے' پھر قاتل توبہ کرے اور اللہ عزوجل کی راہ میں شہید ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷۳-۱۷۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۸۲۷ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِخَيْبَرَ بَعْدَ مَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عنبسہ بن سعید نے خبر دی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں

اِفْتَتَحُوْهَا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْهِمْ لِيْ فَقَالَ بَعْضُ بَنِيْ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ لَا تُسْهِمْ لَهٗ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ فَقَالَ ابْنُ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ وَاعَجَبًا لِوَبْرٍ تَدَلّٰى عَلَيْنَا مِنْ قَدُوْمِ ضَاْنٍ يَنْعٰى عَلَيَّ قَتْلَ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ اَكْرَمَهُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيَّ وَلَمْ يُهِنِّيْ عَلٰى يَدَيْهِ قَالَ فَلَا اَدْرِيْ اَسْهَمَ لَهٗ اَمْ لَمْ يُسْهِمْ لَهٗ قَالَ سُفْيَانُ وَحَدَّثَنِيْهِ السَّعِيْدِيُّ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ.

رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' اس وقت آپ خیبر کے فتح ہونے کے بعد خیبر میں ہی تھے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! (مالِ غنیمت میں سے) میرا حصہ لگائیں' تو سعید بن العاص کے کسی بیٹے نے کہا: یارسول اللہ! اس کا حصہ نہ لگائیں' تو حضرت ابوہریرہ نے کہا: یہ ابن قوقل کا قاتل ہے' اس پر سعید بن العاص کے بیٹے نے کہا: اس بلی جیسے جانور پر تعجب ہے جو ضان پہاڑی کی چوٹی سے اتر کر ہمارے پاس آیا ہے' یہ مجھ پر ایک ایسے مسلمان شخص کے قتل کا الزام لگا رہا ہے جس کو اللہ نے میرے ہاتھوں سے عزت دی ہے اور مجھے اس کے ہاتھوں سے ذلیل نہیں کیا۔ راوی نے کہا: پس مجھے پتا نہیں کہ آپ نے اس کا (مالِ غنیمت سے) حصہ نکالا یا نہیں۔ اور سفیان نے کہا: مجھے یہ حدیث السعیدی نے از جدِ خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے۔

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ اَلسَّعِيْدِيُّ عَمْرُو بْنُ يَحْيَى ابْنِ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ.

[اطراف الحدیث: ۴۲۳۷-۴۲۳۸-۴۲۳۹]

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: السعیدی عمرو بن یحییٰ بن سعید بن عمرو بن سعید بن العاص ہے (امام بخاری نے اس عبارت میں السعیدی کا نام ونسب بیان کیا ہے)۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جس کو اللہ نے میرے ہاتھوں سے عزت دی ہے۔ یعنی حضرت عنبسہ بن سعید نے کفر کی حالت میں ابن قوقل یعنی نعمان کو شہید کر دیا تھا تو اس قتل کی وجہ سے حضرت نعمان کو شہادت کی عزت حاصل ہوئی اور حضرت عنبسہ بن سعید کفر کی حالت میں قتل نہیں کیے گئے' ورنہ وہ دوزخ میں داخل ہوتے بلکہ وہ مسلمان ہو گئے اور وہ فتح خیبر سے پہلے اور حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حُمیدی' یہ عبداللہ بن الزبیر ابوبکر ہیں' یہ اپنے ایک دادا کی طرف منسوب ہیں' جن کا نام حُمید بن زہیر تھا اور وہ قریش سے تھے (۲) سفیان بن عیینہ (۳) محمد بن مسلم الزہری (۴) عنبسۃ' یہ سعید اُموی کے بیٹے ہیں (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷۴)

حدیث میں مذکور چار مزید رجال کا تذکرہ

(۱) اس حدیث میں سعید بن العاص کے کسی بیٹے کا ذکر ہے' یہ ابان بن سعید بن العاص ہیں' یہ اپنے دو بھائیوں خالد اور عمرو کے بعد اسلام لائے تھے اور انہوں نے اسلام میں نیک کام کیے' اور ابان بن سعید حدیبیہ اور خیبر کے درمیانی زمانہ میں اسلام لائے تھے۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ سعید بن العاص کے دونوں بیٹے ابان اور عمرو جنگ یرموک میں شہید کر دیے گئے تھے جنگ یرموک حضرت عمر رضی اللہ کے زمانہ خلافت میں پانچ رجب پندرہ ہجری کو ہوئی تھی۔

(۲) اس حدیث میں ابن قوقل کا بھی ذکر ہے' یہ نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن اصرم ہیں اور قوقل' ثعلبہ کا لقب ہے' یہ جعفر کے وزن پر ہے' یہ غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے تھے اور غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے اور کبھی نعمان کو ان کے دادا کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے' امام بغوی نے ان کا صحابہ میں ذکر کیا ہے' امام بغوی نے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے جنگ اُحد کے دن کہا تھا: اے میرے رب! میں نے قسم کھائی ہے کہ میں غروبِ آفتاب سے پہلے جنت میں ہوں گا' پھر وہ اسی دن شہید ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ان کو جنت میں دیکھا ہے۔

(۳) اس حدیث میں السعیدی کا ذکر ہے' ان کے نام و نسب کی خود امام بخاری نے وضاحت کی ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: صالح ہیں اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔

حدیث مذکور کا سنن ابوداؤد کی ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب

صحیح بخاری کی اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مالِ غنیمت سے اپنا حصہ نکالنے کا سوال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے کیا تھا اور یہ حدیث سنن ابوداؤد کی درج ذیل حدیث کے معارض ہے:

عنبسہ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' حضرت سعید بن العاص رضی اللہ کو یہ حدیث بیان کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابان بن سعید بن العاص کو مدینہ منورہ سے نجد کی طرف ایک لشکر میں بھیجا' پس حضرت ابان بن سعید اپنے اصحاب کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خیبر میں اس وقت آئے' جب خیبر فتح ہو چکا تھا اور ان کے گھوڑوں کی زین کسنے کا تسمہ کھجور کی چھال کا تھا' حضرت ابان نے کہا: یارسول اللہ! ہمارے لیے (مالِ غنیمت) تقسیم کیجئے' حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: یارسول اللہ! ان کے لیے تقسیم نہ کیجئے' تب حضرت ابان نے کہا: اے بلی جیسے! تم ہمارے پاس ضان پہاڑ سے اتر کر آئے ہو! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابان! بیٹھ جاؤ' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مالِ غنیمت تقسیم نہیں کیا۔

(سنن ابوداؤد: ۲۷۲۳' دارالفکر بیروت)

سو ان حدیثوں میں تعارض یہ ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث میں مذکور ہے کہ مالِ غنیمت کی تقسیم کا سوال حضرت ابوہریرہ نے کیا تھا اور اس پر حضرت ابان بن سعید نے کہا تھا کہ اس کا حصہ نہ لگائیں اور سنن ابوداؤد کی حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابان بن سعید نے مالِ غنیمت سے اپنا حصہ نکالنے کا سوال کیا تھا اور اس پر حضرت ابوہریرہ نے کہا تھا کہ یارسول اللہ! ان کا حصہ تقسیم نہ کریں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے سوال کیا تھا' جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے اور اگر امام ابوداؤد کی سند صحیح ہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان دونوں نے سوال کیا ہو اور دونوں نے دوسرے کے لیے مالِ غنیمت کی تقسیم سے منع کیا ہو۔ حضرت ابوہریرہ کی دلیل یہ تھی کہ حضرت ابان' ابن قوقل (نعمان بن مالک) کے قاتل ہیں اور حضرت ابان کی دلیل یہ تھی کہ حضرت ابوہریرہ اس جنگ میں شامل نہیں تھے۔

شیخ سلیم اللہ کی ایک عبارت پر مصنف کا تبصرہ!

شیخ سلیم اللہ خاں نے بھی ان دونوں کا مؤقف لکھا ہے' وہ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کی رائے یہ ہے کہ اگر سنن ابوداؤد کی روایت کو صحیح بخاری کی روایت کے برابر بھی قرار دیا جائے تو اس

بات کا احتمال ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے کے لیے منع کیا ہو چنانچہ حضرت ابان رضی اللہ کے لیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے یہ دلیل دے کر منع کیا کہ یہ ابن قوقل کا قاتل ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کے لیے حضرت ابان رضی اللہ نے یہ دلیل پیش کی کہ یہ جنگ و جہاد کے لائق نہیں کہ اس کو حصہ دیا جائے۔ (کشف الباری۔ کتاب الجہاد۔ ج ا ص ۲۵۷ مکتبہ فاروقیہ کراچی)

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابو ہریرہ نے جو حضرتِ ابان کو مالِ غنیمت سے حصہ نہ دینے کے لیے کہا تھا' اس کی وجہ تو صحیح بخاری کے متن میں موجود ہے اور شیخ سلیم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ کو نہ دینے کی جو وجہ علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کے حوالے سے لکھی ہے کہ یہ جنگ اور جہاد کے لائق نہیں ہے کہ اس کو حصہ دیا جائے' تو یہ ان کی خود ساختہ اور طبع زاد ہے' علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے اس طرح نہیں لکھا۔ یہ بحث علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷۵ پر کی ہے اور وہاں یہ وجہ مذکور نہیں' اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں سنن ابوداؤد کا ذکر ہی نہیں کیا' نہ انہوں نے تعارض کا بیان کیا' نہ اس تعارض کو اُٹھانے کے درپے ہوئے۔

''وَبْر'' کا معنی اور حضرت ابو ہریرہ کا حضرت ابان کی مذمت کا جواب نہ دینا اور اس میں ان کی عظمت

اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابان بن سعید نے حضرت ابو ہریرہ کے متعلق کہا: ''واعجبا لوبر'' ''وَبْر'' ایک خاکی رنگ کا چھوٹا سا جانور ہوتا ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سفید رنگ کا بلی کے برابر جانور ہے' اور اس کی آنکھیں بہت خوبصورت ہیں اور یہ پہاڑی جانوروں میں سے ہے۔ حضرت ابان نے حضرت ابو ہریرہ کو ان کی تحقیر اور ان کی اہانت کے لیے بلی سے چھوٹا جانور کہا اور حضرت ابو ہریرہ نے پلٹ کر حضرت ابان کو اس کا جواب نہیں دیا' اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابان نے حضرت ابو ہریرہ کی دین داری اور تقویٰ پر کوئی تہمت نہیں لگائی تھی' صرف ان کی ظاہری جسامت کی مذمت کی تھی اور ظاہری جسامت تو اللہ کی بنائی ہوئی ہے' اس لیے انہوں نے اس کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا' اس سے حضرت ابو ہریرہ کا ظرف اور ان کے حوصلے کا پتا چلتا ہے۔

حضرت ابان نے کہا تھا: یہ ''ضأن'' سے آیا ہے' ''ضأن'' ایک پہاڑ کا نام ہے' ان کا مطلب یہ تھا کہ یہ پہاڑی اور گنوار آدمی ہے اور دین کی باتوں میں دخل دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ فلاں کو مالِ غنیمت سے حصہ نہ دیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ کا حضرت ابان کو ''ابن قوقل'' کے قتل کا طعنہ دینا اور اس کی ایک نظیر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے جو حضرت ابان کو طعنہ دیا تھا کہ انہوں نے ابن قوقل کو قتل کیا ہے' یہ ایسا ہی طعنہ ہے جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیا تھا کہ آپ نے شجرِ ممنوع سے کھایا اور اس کے نتیجے میں ان کو جنت سے نکالا گیا' اور ان کا یہ طعن درست نہ تھا کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام اس پر توبہ کر چکے تھے' چونکہ حضرت ابان حضرت ابن قوقل کو قتل کرنے کے بعد توبہ کر چکے تھے اور توبہ سابقہ گناہ کو مٹا دیتی ہے اور انہوں نے جو ابن قوقل کو قتل کیا تو اس وجہ سے ابن قوقل کو شہادت حاصل ہوئی اور اس قتل کی وجہ سے ان کو عزت اور کرامت ملی اور حضرت سعید بن ابان اسلام لائے اور نیک کام کیے اور پھر وہ شہید ہوئے اور ان کو بھی جنت ملی۔
یہی وجہ ہے کہ حضرت ابان نے جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کو جواب دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ملامت نہیں کی۔

مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد جو شخص جہاد میں شریک ہو اس کا مالِ غنیمت سے حصہ نکالنے میں فقہاء کا اختلاف

اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ جب کوئی شخص جہاد میں اس وقت جا کر ملے جب جہاد مکمل ہو چکا ہو اور مالِ غنیمت تقسیم کیا جا چکا ہو تو آیا اس شخص کو اس جہاد کے مالِ غنیمت سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ جمہور فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اس شخص کو مالِ غنیمت سے حصہ نہیں دیا جائے گا' کیونکہ حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے حضرت ابو ہریرہ کو حصہ دیا ہو' اور امام ابو حنیفہ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص جہاد میں قوم کے امیر کے کسی کام کی وجہ سے شریک نہ ہو سکا ہو تو اس کو مالِ غنیمت سے حصہ دیا جائے گا' جیسا کہ حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کی تیمارداری میں مشغول تھے اس وجہ سے وہ غزوۂ بدر کی جنگ میں شریک نہیں ہوئے پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت سے ان کا حصہ نکالا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷۷-۱۷۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲۹ - بَابُ مَنِ اخْتَارَ الْغَزْوَ عَلَى الصَّوْمِ جو شخص جہاد کو روزے پر ترجیح دے

اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص جہاد میں شریک ہونے کے لیے روزہ نہ رکھے تا کہ اس کے بدن میں جہاد کے لیے قوت اور توانائی برقرار رہے اور روزہ رکھنے سے اس کی طاقت میں کمی نہ ہو تو ایسے مجاہد کے لیے بھی روزے کا اجر لکھا جاتا ہے۔

۲۸۲۸ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ لَا يَصُوْمُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَجْلِ الْغَزْوِ فَلَمَّا قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ اَرَهُ مُفْطِرًا اِلَّا يَوْمَ فِطْرٍ اَوْ اَضْحٰى.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبۃ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ثابت البنانی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں جہاد کرنے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے تھے پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو میں نے ان کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں کے سوا روزہ چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا۔

حضرت ابوطلحہ کا تذکرہ

حضرت ابوطلحہ حضرت انس کی والدہ کے شوہر ہیں ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے۔ حضرت ابوطلحہ جو جہاد کے لیے روزہ چھوڑ دیتے تھے اس کی وجہ درج ذیل حدیث پر عمل کرنا ہے۔

ابوبکر بن عبد الرحمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے سال میں لوگوں کو سفر میں روزہ چھوڑنے کا حکم دیا اور فرمایا: تم اپنے دشمن کے لیے طاقت حاصل کرو۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ رکھا اور ابوبکر نے کہا: جس نے مجھے حدیث بیان کی ہے اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیاس یا گرمی کی شدت سے مقامِ عرج میں اپنے سر پر پانی ڈال رہے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا گیا کہ لوگوں کے ایک گروہ نے اس وقت روزہ رکھ لیا جب آپ نے روزہ رکھا تھا انہوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقامِ کدید پر پہنچے تو آپ نے ایک پیالے میں پانی منگوایا پس پانی پی لیا پھر لوگوں نے بھی روزہ چھوڑ دیا۔ (موطأ امام مالک: ٦٦٧۔ ج ۱ ص ۲۷۱ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ)

نوٹ: سفر میں روزہ چھوڑنے کے متعلق ان کتابوں میں بھی حدیث ہے: صحیح مسلم: ۲۶۰۵ سنن ترمذی: ۷۱۰ سنن نسائی: ۲۲۶۲۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوطلحہ کے مسلسل روزے رکھنے کا سبب

حضرت ابوطلحہ جہاد میں شہسوار تھے اور بہت جدوجہد کرتے تھے اسی لیے وہ دشمن کے خلاف طاقت برقرار رکھنے کے لیے روزہ چھوڑ دیتے تھے اور یہ حدیث جہاد کے سوا باقی نفل اعمال پر جہاد کی فضیلت کی دلیل ہے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا اور اسلام قوی ہو گیا اور دشمنانِ اسلام پر مسلمانوں کی گرفت مضبوط ہو گئی تو اس وقت انہوں نے مناسب یہ سمجھا کہ اب وہ روزے رکھنے میں اپنا حصہ نکالیں تا کہ ان کے لیے یہ دونوں عظیم عبادتیں جمع ہو جائیں اور قیامت کے دن وہ بابِ ریان سے جنت میں داخل،

ہوں۔ حضرت انس نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوطلحہ کو عیدین کے سوا روزہ چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیدین کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اور ایامِ تشریق میں روزے رکھنے کی ممانعت بھی اس میں داخل ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوطلحہ کے مسلسل روزے رکھنے کی مدت

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آپ کی وفات کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے اور وہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے سوا کوئی روزہ نہیں چھوڑتے تھے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں حاکم پر دو اعتراض ہیں' اوّل یہ ہے کہ اصل حدیث صحیح البخاری میں موجود ہے' لہٰذا حاکم کا استدراک صحیح نہیں ہے (کیونکہ حاکم نے مستدرک میں ان احادیث کو جمع کیا ہے جو کسی باب کے تحت امام بخاری سے درج کرنے سے رہ گئی ہوں)۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حاکم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوطلحہ کے زندہ رہنے کی جو مدت بیان کی ہے وہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ حضرت ابوطلحہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد صرف تئیس (٢٣) یا چوبیس (٢٤) سال زندہ رہے تھے' اور بعض علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ حاکم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوطلحہ کے زندہ رہنے کی جو مدت بیان کی ہے وہ غلط ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) غلط کی تصریح یہ جائے خود غلط ہے' کیونکہ ابوعمر نے بیان کیا ہے کہ ابوزرعہ نے کہا ہے کہ حضرت ابوطلحہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد شام میں چالیس (٤٠) سال زندہ رہے اور لگاتار روزے رکھتے رہے اور ابوزرعہ نے کہا: میں نے ابونعیم سے سنا' انہوں نے از حماد بن سلمہ از حضرت انس یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابوطلحہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چالیس سال تک مسلسل روزے رکھتے رہے۔

٣٠ - بَابُ الشَّهَادَةِ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ

جہاد میں مقتول ہونے کے علاوہ شہادت کی سات اقسام ہیں

حکمی شہداء کی اقسام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ شہادت کی سات اقسام ہیں:

(١) حضرت جابر بن عتیک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں قتل کیے جانے کے سوا شہادت کی سات اقسام ہیں: (١) طاعون میں مرنے والا شہید ہے (٢) ڈوب کر مرنے والا شہید ہے (٣) نمونیہ میں مرنے والا شہید ہے (٤) پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے (٥) جل کر مرنے والا شہید ہے (٦) دب کر مرنے والا شہید ہے (٧) جو عورت بچہ کی ولادت میں مر جائے' وہ شہید ہے' یہ حدیث الموطأ میں ہے۔

(موطأ امام مالک: ٥٦٣۔ ج ١ ص ٢١٨' دارالمعرفۃ بیروت' ١٤٢٠ھ)

(٢) اس باب کی حدیث میں ہے کہ شہداء پانچ ہیں اور ان کا تذکرہ عنقریب صحیح البخاری: ٢٨٢٩ میں آئے گا۔

(٣) امام ترمذی نے حضرت فضالہ بن عبید سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شہداء چار ہیں' ایک وہ شخص جس کا عمدہ ایمان ہو' اس کا دشمن سے مقابلہ ہو سو وہ اللہ کی تصدیق کرے حتیٰ کہ قتل کر دیا جائے' پس یہ وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن لوگ اس کی طرف اس طرح نظر اٹھا کر دیکھیں گے' آپ نے اپنا سر اٹھایا حتیٰ کہ آپ کی ٹوپی گر گئی۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے پتا نہیں

حضرت عمر نے اپنی ٹوپی کا ارادہ کیا تھا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی کا ارادہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ دوسرا شخص وہ ہے جس کا عمدہ ایمان ہو اس کا دشمن سے مقابلہ ہو اس کو ایک نامعلوم تیر آ کر لگے' جو اس کو ہلاک کر دے' وہ دوسرے درجہ میں ہے' انہوں نے کہا کہ تیسرا وہ شخص ہے جس کے اچھے اور بُرے اعمال ملے جلے ہیں' اس نے اللہ کی تصدیق کی حتیٰ کہ وہ قتل کر دیا گیا' پس یہ تیسرے درجہ میں ہے' انہوں نے بیان کیا: چوتھا وہ مؤمن ہے جس نے اپنی جان پر بہت اسراف کیا' اس کا دشمن سے مقابلہ ہوا تو اس نے اللہ کی تصدیق کی حتیٰ کہ وہ شہید کر دیا گیا' سو یہ چوتھے درجہ میں ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۶۴۴' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲)

اس مقام پر اور بھی صحیح احادیث ہیں:

(۴) جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا' وہ شہید ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۴۸۰' صحیح مسلم: ۱۴۱' سنن ابوداؤد: ۴۷۷۲' سنن ترمذی: ۱۴۱۸' سنن ابن ماجہ: ۲۵۸۰' مسند احمد ج ۱ ص ۷۹' سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۶۵)

(۵) جو اپنی بیوی کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا' وہ شہید ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۴۲۱' سنن ابوداؤد: ۴۷۷۲' سنن نسائی: ۴۱۰۱)

(۶) جو اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا' وہ شہید ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۴۲۱' سنن ابوداؤد: ۴۷۷۲' سنن نسائی: ۴۱۰۱)

(۷) جس کو اس کے گھوڑے نے گرا کر ہلاک کر دیا' جس کو کسی زہریلے جانور نے ڈنک مارا اور جو اپنے بستر پر طبعی موت سے مر گیا' وہ شہید ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۴۹۹)

(۸) جس کو بادشاہ نے ظلماً قید میں رکھا اس پر ضرب لگائی' پس وہ مر گیا تو وہ شہید ہے۔ (اس حدیث کا حوالہ مجھے نہیں مل سکا)

(۹) ہر وہ موت جس میں کوئی مسلمان مر جائے تو وہ شہید ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ج ۵ ص ۲۶۹' مکتبہ اسلامی' بیروت)

(۱۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سرحد کی حفاظت کرنے والا خواہ اپنے بستر پر مرے تو وہ اللہ کی راہ میں ہے اور شہید ہے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۳۱۸)

(۱۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو پہاڑ سے گر کر مر جائے' وہ شہید ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۶۹' مکتبہ اسلامی' بیروت)

(۱۲) حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ مسافر شہید ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۰۱)

(۱۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: جو بیماری میں مر جائے' وہ شہید ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۶۱۵)

(۱۴) حضرت عبادہ بن الصامت نے بیان کیا کہ جس کو کسی سے عشق ہو گیا اور اس نے گناہ نہیں کیا اور اس نے اپنے عشق کو چھپایا اور مر گیا تو وہ شہید ہے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۴۱۲)

(۱۵) حضرت معقل بن یسار نے بیان کیا' جس نے صبح اٹھ کر تین مرتبہ یہ پڑھا: ''**اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم**'' اور سورۂ حشر کی آخری تین آیات پڑھیں تو اگر وہ اس دن مر گیا تو وہ شہید ہے۔ (شعب الایمان: ۲۵۰۱' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۳۱۸)

(۱۶) آجری کی روایت میں ہے: اے انس! اگر تم ہمیشہ باوضوء رہ سکتے ہو تو ایسا کرو' کیونکہ ملک الموت جب کسی بندہ کی روح قبض کرے اور وہ باوضوء ہو تو اس کو شہید لکھا جاتا ہے۔ (التذکرۃ فی أمور الآخرۃ ص ۱۸۲)

(۱۷) ابونعیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جس نے چاشت کی نماز پڑھی اور ہر ماہ تین روزے رکھے اور وتر کو ترک نہیں کیا تو وہ شہید ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۱' الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۴۰۷' کنز العمال: ۲۱۵۱۵)

(۱۸) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت ہوا' اس کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھا جائے گا اور وہ

قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس پر شہداء کی مہر ہوگی۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۶' کنز العمال: ۲۱۰۸۳)

(۱۹) ابوموسیٰ نے بیان کیا: جو شخص تپ دق میں فوت ہوا یا سفر میں فوت ہوا' وہ شہید ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۰۱)

(۲۰) حضرت انس نے بیان کیا کہ جو شخص بخار میں فوت ہوا' وہ شہید ہے۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۴۱۶)

(۲۱) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جو شخص طلب علم میں فوت ہوا' وہ شہید ہے۔ (مسند البزار: ۱۳۸' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۴)

(۲۲) حضرت ابومالک اشعری سے روایت ہے کہ جو شخص جہاد کے لیے نکلا' وہ شہید ہے۔ (اتحاف ج ۶ ص ۲۳۷)

علامہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۷۹۔۱۷۸ میں بائیس احادیث ذکر کی ہیں' میں نے ایک حدیث کے سوا ان تمام احادیث کی تخریج کر دی ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان میں سے بعض احادیث کا ذکر کیا ہے لیکن ہم نے صرف علامہ عینی کی ذکر کردہ احادیث کی تخریج کی ہے۔

علامہ سیوطی نے شہادت کی تیس قسمیں بیان کی ہیں' علامہ شامی نے تینتالیس (۴۳) قسمیں بیان کی ہیں اور ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۹۴۵۔۹۳۵ میں مستند احادیث کے حوالہ جات کے ساتھ پینتالیس (۴۵) احادیث ذکر کی ہیں' پھر ہم نے تبیان القرآن میں مزید اضافہ کر کے کل اکیاون اقسام لکھ دی ہیں اور ان سب کے ثبوت میں احادیث ذکر کی ہیں اور یہ ہماری منفرد کوشش ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی انعام ہے۔ دیکھئے: تبیان القرآن۔ آل عمران: ۱۶۹۔ ج ۲ ص ۴۶۷۔ ۴۶۳۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں شہداء کی تعداد چالیس کے قریب پہنچتی ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جن احادیث میں کسی عدد معین کی تصریح کی گئی ہے مثلاً شہداء تین ہیں' بعض احادیث میں ہے کہ شہداء پانچ ہیں اور بعض میں ہے کہ شہداء سات ہیں تو ان میں موافقت کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی عدد کی تصریح اس سے زیادہ عدد کے منافی نہیں ہوتی' مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ میرے پاس دس روپے ہیں تو وہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اس کے پاس سو روپے ہوں۔

۲۸۲۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہداء پانچ ہیں: جو طاعون میں مر گیا ہو' جو پیٹ کی بیماری میں مر گیا ہو' جو ڈوب کر مرا ہو' جو کسی چیز کے نیچے دب کر مرا ہو اور جو اللہ کی راہ میں شہید ہوا ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۵۳ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے عدم مطابقت کا اعتراض' علامہ عینی کا جواب اور اس پر مصنف کی تنقید

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ بالکل مطابقت نہیں ہے کیونکہ باب کے عنوان میں مذکور ہے: شہداء سات ہیں' اور اس حدیث میں مذکور ہے: شہداء پانچ ہیں' اور یہ اس کی دلیل ہے کہ امام بخاری فوت ہو گئے اور وہ اس کتاب پر نظر ثانی نہیں کر سکے' اور جس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ شہداء سات ہیں' وہ حضرت جابر بن عتیک سے مروی ہے' یہ حدیث موطأ امام مالک: ۵۶۳ میں مذکور ہے۔ (ہم اس حدیث کو اس باب کی تشریح میں ذکر کر چکے ہیں) (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۴۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس اعتراض کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں یہ کہا ہے کہ شہداء سات ہیں اور اس میں یہ تنبیہ کی ہے کہ شہید صرف وہ نہیں ہے جو میدانِ جہاد میں قتل کیا جائے بلکہ اس کے علاوہ اور بھی شہداء کی اقسام ہیں' پھر وہ حدیث ذکر کی کہ جس میں یہ ارشاد ہے کہ شہداء پانچ ہیں اور اس سے یہ تنبیہ کی کہ جن احادیث میں شہداء کی اقسام کا عدد بیان کیا ہے' ان میں امام بخاری کے نزدیک صحیح اور ان کی شرط کے مطابق صرف وہ حدیث ہے' جس میں یہ ذکر ہے کہ شہداء کی پانچ اقسام ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس بناء پر اگر امام بخاری باب کا عنوان یہ لکھتے کہ شہداء پانچ ہیں' تو دونوں مطلوب حاصل ہو جاتے' یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ شہداء صرف وہ نہیں ہیں جو میدانِ جہاد میں قتل کیے جائیں اور یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ اس مسئلہ میں امام بخاری کے نزدیک صحیح حدیث صرف وہ ہے' جس میں پانچ شہداء کا ذکر ہے اور باب کے عنوان میں اور حدیث میں مطابقت بھی حاصل ہو جاتی اور علامہ ابن بطال کا یہ اعتراض وارد نہ ہوتا کہ اس باب کے عنوان میں اور اس میں ذکر کردہ حدیث کے درمیان کوئی مطابقت نہیں ہے۔

مقتول فی سبیل اللہ کو شہید کہنے کی وجوہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں شہید کا ذکر ہے' جو شخص میدانِ جہاد میں قتل کر دیا جائے' اس کا نام شہید رکھنے میں اختلاف ہے۔ علامہ النضر بن شمیل نے کہا ہے: اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہے' گویا اس کی روح شاہد ہے یعنی حاضر ہے' اور ابن الانباری نے کہا ہے کہ اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے اس کے لیے جنت کی شہادت دیتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ جیسے ہی شہید کی روح اس کے بدن سے نکلتی ہے' وہ عزت و کرامت کی ان تمام چیزوں پر حاضر ہو جاتی ہے جو اس کے لیے تیار کی گئی ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس کی روح دوزخ سے امان پانے پر حاضر ہو جاتی ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس کے شہید ہونے پر ایک گواہ ہوتا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی موت کے وقت اس کے پاس صرف رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں' اور ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن صرف وہی رسولوں کی تبلیغ کی شہادت دے گا' اور ایک قول یہ ہے کہ فرشتے اس کے حسن خاتمہ کی شہادت دیتے ہیں' اور ایک قول یہ ہے کہ انبیاء اس کی حسن اتباع کی شہادت دیں گے' اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ عزوجل اس کی حسن نیت اور اس کے اخلاص کی شہادت دے گا اور ایک قول یہ ہے کہ وہ موت کے وقت فرشتوں کا مشاہدہ کرتا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ وہ دار دنیا اور دار آخرت میں ملکوت کا مشاہدہ کرتا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو دوزخ کے عذاب سے امان کی شہادت دی جاتی ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ اس پر ایسی علامت ہوتی ہے جو اس کی نجات کی شہادت دیتی ہے۔ (فتح الباری ج ۱۴ ص ۲۶۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۲۸۳۰ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَاصِمٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

[طرف الحدیث: ۵۷۳۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے خبر دی از حفصہ بنت سیرین از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: طاعون ہر مسلمان کے لیے شہادت ہے۔

طاعون کی قدیم تعریف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی التوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

طاعون ایک عام وبائی مرض ہے اس کے جراثیم فضا میں پھیل جاتے ہیں اور اس سے لوگوں کے مزاج اور بدن متاثر ہو جاتے ہیں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ایک عذاب ہے جو تم سے پہلی امتوں پر بھیجا گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

طاعون کی جدید تعریف اور طریقہ علاج

ڈاکٹر کیپٹن اختر ایف آر سی ایس (لندن) لکھتے ہیں:

انگریزی میں طاعون کو "پلیگ" کہتے ہیں پلیگ ایک گرام نیگٹیو بیکٹیریا وائی پسٹس کی وجہ سے ہوتی ہے جو کہ جنگلی چوہوں سے گھریلو چوہوں میں منتقل ہوتا ہے۔ جب ان چوہوں کی تعداد کم ہونے لگتی ہے تو ان کو کاٹنے والی مکھیاں انسانوں کو کاٹ کر بیماری پھیلانے کا باعث بنتی ہیں کبھی کبھی یہ متاثرہ شخص کا پاخانہ جلد کے ساتھ لگ جانے اور سانس کے بخارات کے ذریعے سے بھی پھیلتی ہے اس کی چار قسمیں اب تک معلوم ہو چکی ہیں: بوبونک نموتک سیپٹسمک اور کوٹینیسیس (جلدی)۔

(۱) بوبونک پلیگ: یہ سب سے عام قسم ہے اور نوے فیصد متاثرہ لوگوں کو یہی ہوتی ہے یہ انفیکشن لگنے کے ایک ہفتے کے بعد شدت سے ظاہر ہوتی ہے اور شدید بخار ہوتا ہے سردی لگتی ہے سر میں درد اور جسم میں درد اور متلی ہوتی ہے اور الٹی بھی آتی ہے شدید کمزوری اور نقاہت ہوتی ہے اس کے بعد بغل میں درد ہوتا ہے خاص طور پر رانوں کے جوڑوں میں سخت گٹھلیاں بن جاتی ہیں ایک سے دو ہفتے میں ان سے پیپ نکلنی شروع ہو جاتی ہے اور آنتوں میں یا پھیپھڑوں اور پیشاب کے راستے میں خون بھی آ سکتا ہے سننے کی قوت کم ہو جاتی ہے آواز بھرا جاتی ہے زبان سوج جاتی ہے اور سفید اور خشک ہو جاتی ہے زہر پھیل جانے پر مریض گھبرایا ہوا نظر آتا ہے۔

(۲) نموتک پلیگ: اس طاعون میں اچانک سخت نمونیا خون والی بلغم اور سانس کی تنگی ہو جاتی ہے اور رنگ نیلا پڑ جاتا ہے اور اس میں مبتلا تقریباً تمام متاثرہ مریض چل بستے ہیں۔

(۳) سیپٹسمک پلیگ: اس طاعون میں شدید انفیکشن ہوتی ہے اور نالیوں میں خون جم جاتا ہے اور مریض شاک میں چلا جاتا ہے اگر علاج نہ ہو تو ۲ سے ۵ دن میں موت واقع ہو جاتی ہے اس میں یہ ضروری نہیں ہے کہ جسم میں گٹھلیاں بھی بنیں۔

(۴) کوٹینیسیس پلیگ: اس طاعون میں جلد پر دانے نکل آتے ہیں یا پسینے کے غدود یا بالوں کی جڑوں میں پیپ پڑ جاتی ہے یا جلد اس طرح ہو جاتی ہے جیسے جل گئی ہو یا سارے جسم پر نیلے دھبے پڑ جاتے ہیں جو کہ گل جاتے ہیں یا گینگرین ہو جاتا ہے۔

تشخیص: لمف نوڈ کے مواد خون کے کلچر اور بلغم کے معائنے میں جراثیم کی موجودگی سے ہوتی ہے اور علاج کلچر کی رپورٹ آنے سے پہلے شروع ہو جانا چاہیے۔

علاج: ۵ دن کے لیے ہر چھ گھنٹے بعد (سٹرپٹومائیسن ۵۰۰ ملی گرام) Streptomycine. 500mg کے ٹیکے لگائے جائیں اور ہر چھ گھنٹے بعد چودہ دن تک (ٹیٹراسائیکلین کیپسول) Tetracycline. cap کھلائے جائیں۔

(ایلو پیتھک پریکٹس آف میڈیسن ص ۱۹۵۔ ۱۹۴ منہاس پبلشرز ۱۹۹۵ء)

٣١ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً وَّكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۝﴾ (النساء: ٩٥-٩٦).

بلا عذر اور بلا ضرر (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے (کافروں کے خلاف) جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں' اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے والے مجاہدوں کو اللہ نے بیٹھ رہنے والوں پر درجہ میں فضیلت دی ہے' اور سب سے اللہ نے اچھی عاقبت کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے مجاہدوں کو بیٹھنے والوں پر اجر عظیم کی فضیلت دی ہے' یہ آیت "غفوراً رحیماً۝" تک ہے۔ (النساء: ٩٦-٩٥)

آیاتِ مذکورہ کا شانِ نزول

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتے ہیں' سفر میں سختیاں اور بھوک اور پیاس کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں اور اللہ کے دشمنوں سے مقابلہ میں زخم کھاتے ہیں' ان کے برابر وہ لوگ نہیں ہو سکتے جو بغیر کسی جسمانی عذر کے جہاد کے لیے نہیں نکلتے اور اپنی جان اور مال کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے' حدیث میں ہے:

حضرت البراء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ جب النساء: ٩٥ نازل ہوئی تو حضرت عبداللہ بن عمرو' ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' وہ نابینا تھے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں نابینا ہوں! آپ مجھے جہاد کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "غیر اولی الضرر" یعنی جن کو کوئی ضرر اور عذر نہ ہو۔

(صحیح البخاری: ٤٥٩٤' صحیح مسلم: ١٨٩٨' سنن ترمذی: ٣٠٤٢)

اس آیت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جو مسلمان جہاد میں شامل ہونے کی نیت رکھتے ہوں لیکن جسمانی عذر کی وجہ سے شریک نہ ہو سکیں' وہ اجر و ثواب میں مجاہدین کے برابر ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بلا عذر جہاد میں شرکت نہ کرنے والوں کے متعلق فرمایا ہے: وہ مجاہدوں کے برابر نہیں ہیں' اس کا مطلب یہ ہے کہ عذر والے مجاہدین کے برابر ہیں' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غزوہ میں فرمایا: ہم مدینہ میں کچھ مسلمانوں کو چھوڑ آئے ہیں اور ہم نے جب بھی کسی گھاٹی یا وادی کو عبور کیا ہے تو وہ ہمارے ساتھ تھے' وہ عذر کی وجہ سے نہیں جا سکے تھے۔ (صحیح البخاری: ٢٨٣٩)

٢٨٣١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (النساء: ٩٥) دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا فَجَاءَ بِكِتَابٍ فَكَتَبَهَا وَشَكَا ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ ضَرَارَتَهُ فَنَزَلَتْ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾ (النساء: ٩٥).

[اطراف الحدیث: ٤٥٩٣-٤٥٩٤-٤٩٩٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: جہاد سے بیٹھ رہنے والے مسلمان ان کے برابر نہیں ہیں (النساء: ٩٥) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا تو وہ ایک چوڑی ہڈی لے کر آئے اور اس آیت کو لکھا اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے جب اپنے نابینا ہونے کی شکایت کی تو یہ آیت اس طرح نازل ہوئی: بلا ضرر جہاد سے بیٹھ

رہنے والے مسلمان ان کے برابر نہیں ہیں۔

حدیث مذکور میں بعض مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں "کتف" کا ذکر ہے' یہ ایک چوڑی ہڈی ہے جو انسان اور چوپایوں کے شانے میں ہوتی ہے' چونکہ اس زمانے میں کاغذ کم ہوتے تھے' اس لیے لوگ چوڑی ہڈی پر لکھ لیا کرتے تھے۔

اس حدیث میں ابن اُم مکتوم کا ذکر ہے' ان کا نام عمرو بن قیس العامری ہے اور ان کی ماں کا نام عاتکۃ المخزومیۃ ہے' ان کا ضرر یہ تھا کہ یہ نابینا تھے' اس حدیث میں کاتب کو رکھنے اور اس سے لکھوانے کا ثبوت ہے' اور یہ ثبوت ہے کہ علم کی باتوں کو لکھ کر مقید کرنا چاہیے۔ کہا جاتا ہے: "العلم صیدٌ والکتابۃ قید" یعنی علم ایک بھاگنے والا شکار ہے اور اس کو لکھنے کی زنجیر سے باندھ دیا جائے۔

٢٨٣٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ اَنَّهٗ قَالَ رَاَيْتُ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ فَاَقْبَلْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَاَخْبَرَنَا اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْلٰى عَلَيْهِ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (النساء:٩٥) قَالَ فَجَاءَهُ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَهُوَ يُمِلُّهَا عَلَيَّ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَسْتَطِيْعُ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُ وَكَانَ رَجُلًا اَعْمٰى فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتّٰى خِفْتُ اَنْ تَرُضَّ فَخِذِيْ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ﴾ (النساء:٩٥). [طرف الحدیث:٤٥٩٢] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن السعد الزہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے صالح بن کیسان نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سہل بن سعد الساعدی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ مروان بن الحکم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے' میں ان کے پاس گیا حتیٰ کہ میں ان کے پہلو میں بیٹھ گیا تو انہوں نے ہمیں خبر دی کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ آیت لکھوائی: جہاد سے بیٹھنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں' (النساء:٩٥) انہوں نے بتایا کہ پھر آپ کے پاس حضرت ابن ام مکتوم آئے اور اس وقت آپ مجھے یہ آیت لکھوا رہے تھے' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اگر میں جہاد کی استطاعت رکھتا تو ضرور جہاد کرتا' اور وہ نابینا شخص تھے' تب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی' اور اس وقت آپ کی ران میری ران کے اوپر تھی' تو مجھے آپ کی ران اتنی بھاری لگی کہ لگتا تھا کہ میری ران چور چور ہو جائے گی (نزولِ وحی کے ثقل سے)' پھر آپ سے (نزولِ وحی کی) کیفیت دور ہوگئی تو اللہ عزوجل نے یہ الفاظ نازل فرمائے: سوا اصحابِ ضرر کے۔ (النساء:٩٥)

حدیث مذکور کے رجال

اس حدیث کے اکثر رجال کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے' اس حدیث میں مروان ابن الحکم کا ذکر ہے' یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدینہ کا امیر اور گورنر تھا اور اس حدیث میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' آپ صحابی ہیں اور مروان سے روایت کرتے ہیں اور وہ تابعی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٨٣)

حضرت جبریل امین کا سرعت کے ساتھ ''غیر اولی الضرر'' کے الفاظ کو لے کر نازل ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب نبی ﷺ پر وحی نازل ہو رہی تھی تو نبی ﷺ کی ران حضرت زید بن ثابت کی ران پر تھی اور وہ بیان کرتے ہیں کہ وحی کے ثقل سے لگتا تھا کہ میری ران چور چور ہو جائے گی۔

ابن التین نے کہا ہے کہ جب ''غیر اولی الضرر'' کے الفاظ نازل ہوئے تو حضرت جبریل ایک ہزار سال کی مسافت کو طے کر کے آسمان پر چڑھے اور پھر واپس آئے اور یہ سب اتنی جلدی ہوا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قلم کی سیاہی ابھی خشک نہیں ہوئی تھی' اور یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ حضرت جبریل آسمان سے وحی حاصل کرتے ہوں اور واقع میں اسی طرح ہوا کیونکہ قرآن مجید تمام یک بارگی لیلۃ القدر میں نازل ہوا' پھر وقفے وقفے سے حسب حال متفرق طور پر نازل ہوتا رہا۔

جو شخص کسی عذر کی وجہ سے اپنے معمول کی عبادت نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت کی وجہ سے اس عبادت کا اجر عطاء فرماتا رہتا ہے

حضرت ابن ام مکتوم اپنے نابینا ہونے کے عذر کی وجہ سے جہاد میں شامل نہ ہو سکے تو ان کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کا اجر عطاء فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی عذر کی وجہ سے جہاد یا کوئی اور نیک کام نہ کر سکے اور اس کی نیت اس نیک کام کو کرنے کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو اجر عطا فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب عذر کو مستثنیٰ فرمایا ہے اور ان کو بھی ان سے ملا دیا ہے جن کو جہاد کی فضیلت حاصل ہو گی' اور ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ مدینے میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے عذر کی وجہ سے ہمارے ساتھ نہیں جا سکے مگر ہم جس وادی یا جس گھاٹی میں بھی گئے' وہ ہمارے ساتھ تھے۔ (صحیح البخاری: ۲۸۳۹)

اسی طرح اگر کوئی شخص صحت کے زمانے میں کوئی نیک عمل کرتا ہو' پھر بیماری میں وہ اس نیک کام کو نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی اس نیک کام کا اجر عطا فرماتا ہے' اسی طرح جو آدمی اپنی معمول کی عبادت نیند کے غلبے کی وجہ سے نہ کر سکا تو اللہ تعالیٰ اسے اس عبادت کا اجر عطا فرماتا ہے اور اس کی نیند اس پر صدقہ ہو جاتی ہے' اسی طرح اگر کوئی شخص سفر میں ہو اور وہ سفر کی وجہ سے ان عبادات کو نہ کر سکے جو وہ حضر میں کرتا تھا تو اسے بھی اللہ تعالیٰ ان عبادات کا اجر عطا فرماتا ہے۔ اس کی وضاحت درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص دن میں جو عمل کرتا ہے' اس پر وہ عمل ختم ہوتا ہے' پس جب مؤمن بیمار ہو جائے تو فرشتے کہتے ہیں: اے ہمارے رب! تو نے اپنے فلاں بندے کو محبوس کر لیا تو رب عزوجل فرماتا ہے: اس کے لیے اسی عمل کی مثل کو ختم کر دو حتیٰ کہ وہ تندرست ہو جائے یا فوت ہو جائے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۶' المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۲۸۴' شرح السنۃ: ۱۴۲۸)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بھی اپنے بدن کی کسی بیماری میں مبتلا کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کو حکم دیتا ہے جو اس کے اعمال لکھتے ہیں کہ ہر روز میرے اس بندے کے لیے ان نیک اعمال کو لکھتے رہو جو وہ اس بیماری سے پہلے کرتا تھا جب تک وہ اس بیماری میں مبتلا رہے۔

اس حدیث کو امام احمد' امام بزار اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے اور مسند احمد کے رجال حدیث صحیح کے رجال ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۴)

علامہ عینی نے اس مطلوب پر درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍO (التین:٦) مگر جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے تو ان کے لیے ختم نہ ہونے والا ثواب ہےO

علامہ عینی فرماتے ہیں: یعنی ان کا اجر کسی زمانے میں منقطع نہیں ہوگا خواہ وہ بوڑھا ہو یا کمزور ہو کیونکہ انسان اپنی نیت کی وجہ سے عامل کا اجر پاتا ہے جب وہ اس عمل کو نہ کر سکے جس کی اس نے نیت کی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٨٣ مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

علامہ عینی کے استدلال پر مصنف کا اعتراض

میں کہتا ہوں کہ مذکور الصدر آیت سے علامہ عینی کا استدلال مخدوش ہے کیونکہ ان کا مطلوب یہ ہے کہ جو شخص کسی عذر کی وجہ سے نیت کے باوجود اس عمل کو نہ کر سکے جو اس کا معمول تھا تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت کی وجہ سے اس کو اجر عطا فرماتا ہے اور اس آیت میں اس پر دلالت نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے یہ ذکر نہیں ہے کہ اگر کوئی بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے کوئی نیک عمل نہ کر سکے تو اسے اس نیک عمل کا اجر ملے گا بلکہ یہاں پر مطلقاً ایمان والوں کا اور نیک عمل والوں کا ذکر ہے۔

٣٢ - بَابُ الصَّبْرِ عِنْدَ الْقِتَالِ قتال کے وقت صبر کی فضیلت

اس باب میں کفار کے ساتھ قتال کے وقت صبر کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

٢٨٣٣ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى كَتَبَ فَقَرَأْتُهُ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از سالم ابی النضر وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے (مکتوب) لکھا پس میں نے اس کو پڑھا (تو اس میں یہ لکھا تھا): بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارا ان سے مقابلہ ہو تو صبر کرنا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٢٨١٨ میں گزر چکی ہے اس حدیث میں جو صبر کرنے کا حکم ہے ہو سکتا ہے اس سے مراد یہ ہو کہ جب قتال کا ارادہ کرو تو صبر کرو یعنی اس میں ثابت قدم رہو یا پھر جب قتال شروع کرو تو ثابت قدم رہو یا جس حال میں قتال کر رہے ہو اس میں ثابت قدم رہو۔

٣٣ - بَابُ التَّحْرِيضِ عَلَى الْقِتَالِ قتال پر برانگیختہ کرنا اور اُبھارنا

یعنی اس باب میں قتل پر ابھارنے کا بیان ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى ﴿حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ﴾ (الانفال:٦٥).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور مؤمنین کو قتال پر برانگیختہ کیجئے۔ (الانفال:٦٥)

جب کفار مسلمانوں کے مقابلے میں دگنے ہوں تو پھر مسلمانوں کا ان سے مقابلہ کرنا واجب ہے

اس آیت میں جو حکم دیا گیا ہے اس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ جب کفار کے خلاف قتال کی صفیں بنواتے اور دشمن کا سامنا کرتے تو ان کو جہاد پر اُبھارتے تھے اسی وجہ سے غزوۂ بدر کے دن جب مشرکین اپنے کثیر عدد کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اس جنت کی طرف کھڑے ہو جاؤ جس کی چوڑائی تمام آسمان اور زمین ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب یہ آیت یعنی الانفال: ٦٥ نازل ہوئی تو مسلمانوں کو یہ آیت بہت بھاری لگی اور ان کے لیے یہ حکم دشوار ہوا کہ بیس آدمی دو سو سے قتال کریں اور سو آدمی ہزار سے قتال کریں جیسا کہ درج ذیل آیت میں ہے کہ پہلے ایک کا مقابلہ دس سے کرنے کا حکم دیا' پھر جب مسلمانوں کو یہ حکم دشوار لگا تو اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں تخفیف کر دی اور ایک کا مقابلہ دو سے کرنے کا حکم دیا اور اس کی تفصیل ان آیات میں ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۖ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ O اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۚ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ O (الانفال: ٦٥-٦٦)

اے نبی (مکرم)! مؤمنین کو قتال پر برانگیختہ کیجئے' اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آ جائیں گے اور اگر تم میں سے ایک سو (صبر کرنے والے) ہوں تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب آ جائیں گے' کیونکہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے O اب اللہ نے تم سے تخفیف کر دی ہے اور اسے معلوم ہے کہ تم میں کمزوری ہے' پس اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو (کافروں) پر غالب آ جائیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار (صبر کرنے والے) ہوں تو وہ اللہ کے اذن سے دو ہزار (کافروں) پر غالب آ جائیں گے' اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے O

پس جب مسلمان دشمن کے مقابلہ میں اتنی تعداد میں ہوتے جس تعداد کا اس آیت میں ذکر ہے یعنی بیس کافروں کے مقابلہ میں دس مسلمان ہوتے تو ان کے لیے دشمن سے بھاگنا جائز نہ تھا اور جب مسلمان اس سے کم تعداد میں ہوتے تو پھر ان کا دشمن سے مقابلہ کرنا واجب نہ تھا اور علی ابن ابی طلحۃ العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کی ہے اور امام ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ مجاہد' عطاء' عکرمہ' حسن بن زید بن اسلم' عطاء خراسانی اور ضحاک وغیرہ سے اس کی مثل مروی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٨٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٨٣٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْخَنْدَقِ فَاِذَا الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ فِيْ غَدَاةٍ بَارِدَةٍ فَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ عَبِيْدٌ يَعْمَلُوْنَ ذٰلِكَ لَهُمْ فَلَمَّا رَاٰى مَا بِهِمْ مِنَ النَّصَبِ وَالْجُوْعِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خندق کے لیے نکلے تو آپ نے دیکھا کہ مہاجرین اور انصار سردی کی صبح میں خندق کھود رہے تھے' ان کے پاس غلام نہیں تھے جو ان کے لیے یہ کام کرتے' پھر جب آپ نے ان میں تھکاوٹ

اور بھوک کو دیکھا تو فرمایا:

اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَةْ — اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے

فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ — پس تو انصار اور مہاجرین کو بخش دینا

پھر مسلمانوں نے اس کے جواب میں کہا:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا — ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد کی بیعت کی ہے

عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا — جہاد پر ہمیشہ' جب تک ہم باقی رہیں

[اطراف الحدیث:٢٨٣٥-٢٩٦١-٣٧٩٥-٣٧٩٦-٤٠٩٩-٤١٠٠-٦٤١٣-٧٢٠١] (صحیح مسلم:١٨٠٥' الرقم المسلسل:٤٥٦٥' سنن ترمذی:٣٨٥٧)

غزوۂ خندق کی تاریخ' آپ کا رجزیہ کلام پڑھنا اور خندق کھودنے کا اجر وثواب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق' عروۃ بن الزبیر اور قتادہ نے تصریح کی ہے کہ غزوۂ خندق شوال پانچ ہجری میں ہوا تھا اور موسیٰ بن عقبہ نے از زہری بیان کیا ہے کہ غزوۂ خندق شوال چار ہجری میں ہوا تھا اور اسی طرح امام مالک بن انس نے کہا ہے' اس غزوہ کا سبب یہ ہے کہ جب نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ آپ سے جنگ کرنے کے لیے متعدد قبائل جمع ہو رہے ہیں تو آپ نے مدینہ کے سامنے کی جانب خندق کھودنے کا حکم دیا' امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے آپ کو خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا' امام طبری اور علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ منوچہر بن ایرج وہ شخص تھا' جس نے سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں خندق کھودی تھی۔

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ شعر کی صورت میں جو نبی ﷺ کا قول مذکور ہے' یہ آپ کا ارشاد نہیں ہے بلکہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ کا قول ہے اور اگر یہ آپ کا قول بھی ہو تو اتنی مقدار پڑھنے سے آپ کا شاعر ہونا لازم نہیں آتا' آپ کا شاعر ہونا تب لازم آتا جب آپ فن شاعری کا قصد کرتے اور آپ کو اس کے سبب کا علم ہوتا اور اس کی شرائط کا' اور زحاف' خرم' قبض اور تمام اصطلاحات کا علم ہوتا۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ اس پر یہ اعتراض ہے کہ شعراء عرب ان میں سے کسی چیز کو نہیں جانتے تھے اور ان کو شاعر کہا جاتا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ کفار قریش آپ کو شاعر اس لیے کہتے تھے کہ ان کے نزدیک شعر میں خیالی اور جھوٹی باتیں کہی جاتی ہیں اور وہ یہ کہتے تھے کہ آپ نے جنت اور دوزخ کی جو تفصیلات بیان کی وہ سب معاذ اللہ خیال آفرینی اور جھوٹ ہے' وہ اس وجہ سے آپ کو شاعر کہتے تھے اور یہاں پر جو آپ نے کلام موزون میں اللہ تعالیٰ سے انصار اور مہاجرین کے لیے مغفرت کی دعا کی ہے' اس پر تو کفار قریش کے اعتبار سے بھی شعر کی تعریف صادق نہیں آئی۔

علامہ عینی اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اللہ کی راہ میں خندق کھودنا' اپنے شہر کی حفاظت کرنا اور سرحدوں میں کفار کے دخول کو بند کرنا بھی جہاد ہے' اس پر وہی اجر ملتا ہے جو مہاجرین کا اجر ہوتا ہے اور ان پر خرچ کرنے کا اجر ایک سے لے کر سات سو درجے تک بڑھا دیا جاتا ہے اور مسلمانوں کا حوصلہ بڑھانے کے لیے رجزیہ کلام پڑھنا جائز ہے اور اس کو شعر کہنا درست نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٨٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٤ - بَابُ حَفْرِ الْخَنْدَقِ — خندق کھودنا

اس باب میں مدینہ کے سامنے کی جانب (جہاں سے حملہ آور آ سکتے تھے) صحابہ کے خندق کھودنے کا ذکر ہے۔

٢٨٣٥ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ — امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان

قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَعَلَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ الْخَنْدَقَ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ وَيَنْقُلُوْنَ التُّرَابَ عَلٰى مُتُوْنِهِمْ وَيَقُوْلُوْنَ...

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار مدینہ کے گرد خندق کھود رہے تھے اور اپنی پیٹھوں پر مٹی ڈال کر منتقل کر رہے تھے اور یہ کلام پڑھ رہے تھے:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْاِسْلَامِ مَابَقِيْنَا اَبَدًا
وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجِيْبُهُمْ وَيَقُوْلُ
اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَهْ
فَبَارِكْ فِي الْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ

ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد کی بیعت کی
اسلام کے اوپر جب تک ہم ہمیشہ باقی رہیں
اور نبی ﷺ ان کو جواب میں فرماتے تھے:
اے اللہ! خیر تو صرف آخرت کی خیر ہے
پس تو انصار اور مہاجرین میں برکت فرما!

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

٢٨٣٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ يَقُوْلُ لَوْ لَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا.

[اطراف الحدیث: ٢٨٣٧-٣٠٣٤-٤١٠٤-٤١٠٦-٦٦٢٠-٧٢٣٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جنگ احزاب کے دن مٹی منتقل کر رہے تھے اور یہ پڑھ رہے تھے: اے اللہ! اگر تیری رحمت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے۔

(صحیح مسلم: ١٨٠٣، الرقم المسلسل: ٤٥٦٢، سنن ترمذی: ٣٨٥٧، مسند ابوداؤد الطیالسی: ٧١٢، الطبقات الکبریٰ ج ٢ ص ٧١-٧٠، سنن دارمی: ٢٤٥٥، سنن کبریٰ للنسائی: ٨٨٥٧، صحیح ابن حبان: ٤٥٣٥، سنن بیہقی ج ٧ ص ٤٣، دلائل النبوۃ ج ٣ ص ٤١٣، شرح السنۃ: ٣٧٩٢، مصنف ابن ابی شیبہ ج ٨ ص ٥١٧، مشکل الآثار: ٣٣٢٥، مسند احمد ج ٤ ص ٢٨٥ طبع قدیم، مسند احمد: ١٨٥١٣- ج ٣٠ ص ٤٧٥، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

٢٨٣٧ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاَحْزَابِ يَنْقُلُ التُّرَابَ وَقَدْ وَارَى التُّرَابُ بَيَاضَ بَطْنِهِ وَهُوَ يَقُوْلُ:

لَوْ لَا اَنْتَ مَااهْتَدَيْنَا ... وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاَنْزِلِ السَّكِيْنَةَ عَلَيْنَا ... وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَيْنَا
اِنَّ الْاُلٰى قَدْبَغَوْا عَلَيْنَا ... اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ جنگ احزاب کے دن مٹی منتقل کر رہے تھے مٹی نے آپ کے پیٹ کی سفیدی کو چھپا دیا تھا اور آپ یہ پڑھ رہے تھے:

اگر تیری رحمت نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے
اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے
پس تو ہم پر سکون نازل فرما
اور اگر ہمارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ

بے شک ان لوگوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے
جب انہوں نے فتنہ (میں ڈالنے کا) ارادہ کیا تو ہم نے انکار کیا

حدیث مذکور کے بعض الفاظ کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جنگ احزاب کا ذکر ہے' احزاب' حزب کی جمع ہے' حزب کا معنی ہے: لوگوں کی جماعت' چونکہ اس جنگ میں کفار کی متعدد جماعتوں نے مل کر مدینہ پر حملہ کیا تھا' اس لیے اس کو جنگ احزاب کہتے ہیں اور چونکہ اس جنگ میں مدینہ کے سامنے کفار کے راستہ میں خندق کھودی گئی تھی' اس لیے اس کو جنگ خندق بھی کہتے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے ہم پر ظلم کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٥ - بَابُ مَنْ حَبَسَهُ الْعُذْرُ عَنِ الْغَزْوِ — جو شخص کسی عذر کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہو سکا

اس باب کے عنوان میں امام بخاری نے عذر کا ذکر کیا ہے' عذر اس وصف کو کہتے ہیں جو مکلّف پر طاری ہو اور وہ وصف اس مکلّف پر سہولت اور آسانی کا تقاضا کرے۔ صاحب عذر کا حکم یہ ہے کہ اس کو بھی جہاد کرنے والے کا اجر ملتا ہے۔

٢٨٣٨ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ قَالَ رَجَعْنَا مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح).

[اطراف الحدیث: ۲۸۳۹-۴۴۲۳] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ نے انہیں حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہم غزوۂ تبوک سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ واپس آئے۔ ح

٢٨٣٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي غَزَاةٍ فَقَالَ اِنَّ اَقْوَامًا بِالْمَدِيْنَةِ خَلْفَنَا مَاسَلَكْنَا شِعْبًا وَّلَا وَادِيًا اِلَّا وَهُمْ مَعَنَا فِيْهِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ وَقَالَ مُوْسٰى حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ مُّوْسَى بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ الْاَوَّلُ اَصَحُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن زید ہیں' از حمید از حضرت انس رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوہ میں تھے' پس آپ نے فرمایا: کچھ لوگ ہمارے پیچھے مدینے میں (رہ گئے) ہیں' ہم جس گھاٹی یا جس وادی میں بھی گئے' وہ اس میں ہمارے ساتھ تھے' ان کو عذر نے روک لیا تھا' اور موسیٰ نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از حمید از موسیٰ بن انس از والد خود کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا کہ پہلی سند زیادہ صحیح ہے۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۲۸۳۸ میں گزری ہے' اور ان دونوں حدیثوں کی شرح یہاں کی جا رہی ہے۔ اس حدیث میں

- ''شِعْب'' کا لفظ ہے' یہ پہاڑی راستے کو کہتے ہیں جس کا معنی گھاٹی ہے اور ''شعب'' بڑے قبیلے کو بھی کہتے ہیں۔
- اس حدیث میں مذکور ہے: وہ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں۔ یعنی وہ ثواب میں ہمارے شریک ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں ہے کہ ان کو عذر نے روک لیا۔ حضرت جابر کی روایت میں ہے: ان کو مرض نے روک لیا' جس کی وجہ سے وہ سفر نہ کر سکے اور یہی عموماً سفر نہ کرنے کا عذر ہوتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی عذر کی وجہ سے کوئی عبادت نہ کر سکے' اس کے لیے اس عبادت کا اجر لکھا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جس شخص کو نیند کا غلبہ تہجد کی نماز سے روک لے' اس کے لیے تہجد کی نماز کا اجر لکھا جاتا ہے اور اس کی نیند اس پر صدقہ ہو جاتی ہے۔

٣٦ - بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ — اللہ کی راہ میں روزہ رکھنے کی فضیلت

اس باب کے عنوان میں جو "اللہ کی راہ میں" کہا ہے' اس سے مراد جہاد ہے اور علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس سے مراد اللہ کی اطاعت ہے۔ یعنی جو اللہ کی رضا جوئی کے لیے روزہ رکھے' اس کی فضیلت۔

٢٨٤٠ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّسُهَيْلُ بْنُ اَبِيْ صَالِحٍ اَنَّهُمَا سَمِعَا النُّعْمَانَ بْنَ اَبِيْ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بَعَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید اور سہیل بن ابی صالح نے خبر دی' بے شک ان دونوں نے النعمان بن ابی عیاش سے سنا از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے ایک دن اللہ کی راہ میں روزہ رکھا' اس کے چہرہ کو اللہ دوزخ سے ستر سال کی مسافت تک دور کر دے گا۔

(صحیح مسلم: ١١٥٣' الرقم المسلسل: ٢٦٠٠' سنن ترمذی: ١٦٢٣' سنن نسائی: ٢٢٤٥۔ ٢٢٤٤' سنن ابن ماجہ: ١٧١٧' صحیح ابن خزیمہ: ٢١١٣' مصنف عبدالرزاق: ٩٦٨٥' سنن بیہقی ج ٩ ص ١٧٣' سنن سعید ابن منصور: ٢٢٤٣' مسند ابویعلیٰ: ١٢٥٧' صحیح ابن حبان: ٣٤١٧' شرح السنۃ: ١٨١١' مسند احمد ج ٣ ص ٨٣ طبع قدیم' مسند احمد: ١١٧٩٠۔ ج ١٨ ص ٣١٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

روزہ کا افضل الاعمال ہونا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب متوفی ٤٣٥ھ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ تمام نیک اعمال میں روزہ رکھنا سب سے افضل عمل ہے' سوائے اس صورت کے کہ روزہ رکھنے سے دشمن سے مقابلے کے وقت انسان کو کمزوری محسوس ہو' کیونکہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی غزوہ میں دشمن سے مقابلے سے چند دن پہلے فرمایا: تم اپنے دشمن سے مقابلے کے لیے قوت حاصل کرو۔ (موطأ امام مالک: ٦٦٧) سو ان کو روزہ چھوڑنے کا حکم دیا' کیونکہ روزہ دار کا جسم کمزور ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اجسام کی فطری قوت غذا میں رکھی ہے' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا: سب سے افضل روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں' وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن روزہ چھوڑتے تھے اور دشمن سے مقابلے کے وقت فرار نہیں ہوتے تھے۔ (صحیح البخاری: ١٩٧٩) اس لیے اگر دشمن سے مقابلے کے وقت کمزوری کا خطرہ ہو تو پھر روزہ رکھنا مکروہ ہے' کیونکہ جہاد کرنے اور مشرکین کو قتل کرنے میں اس سے زیادہ اجر ہوتا ہے جو روزے کی قوت کے ساتھ روزہ رکھنے کا اجر ہوتا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۵۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

باب مذکور میں امام بخاری کی روایت کے مزید حوالہ جات

امام بخاری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی کہ جو شخص اللہ کے لیے ایک دن روزہ رکھتا ہے اللہ اس کے چہرہ کو دوزخ سے ستر (۷۰) سال کی مسافت دور کر دیتا ہے۔

یہ حدیث دیگر اسانید سے بھی مروی ہے چند اسانید درج ذیل ہیں:

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے سنن نسائی: ۲۲۴۳۔ حضرت ابوسعید سے مروی ہے سنن نسائی: ۲۲۴۹ تا ۲۲۴۳۔

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک دن اللہ عزوجل کی راہ میں روزہ رکھا اللہ اس کو سو سال کی مسافت جہنم سے دور کر دیتا ہے۔ (سنن نسائی: ۲۲۵۰ یہ حدیث عمرو بن عنبسہ سے بھی مروی ہے المعجم الاوسط: ۳۷۳ ۲۲)

عتبہ بن عبد السلمی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں ایک دن فرض روزہ رکھا اللہ اس کو جہنم سے اتنی دور کر دیتا ہے جتنا آسمانوں اور سات زمینوں کا فاصلہ ہے اور جس نے اللہ کی راہ میں نفلی روزہ رکھا اللہ اس کو جہنم سے اتنی دور کر دیتا ہے جتنا فاصلہ زمین سے آسمان کا ہے۔ (المعجم الکبیر: ۲۹۵۔ ج ۱۷ ص ۱۲۰)

حضرت سلامہ بن قیصر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے اللہ کی رضاء جوئی کے لیے ایک دن روزہ رکھا اللہ اس کو جہنم سے اتنی دور کر دے گا جتنی دور ایک کوے کا بچہ اُڑ کر جائے حتیٰ کہ وہ اُڑتے اُڑتے بوڑھا ہو کر مر جائے۔ (المعجم الکبیر: ۶۳۶۵۔ ج ۷ ص ۵۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک دن اللہ کی راہ میں روزہ رکھا اللہ اس کو دوزخ سے اتنی دور کر دیتا ہے جتنا اس کے اور خندق کے درمیان فاصلہ ہے۔ (المعجم الاوسط: ۴۸۲۳)

متعدد روایات میں تطبیق

ان روایات میں امام بخاری کی روایت راجح ہے کیونکہ یہ حدیث دیگر اسانید اور دیگر کتب حدیث میں بھی مذکور ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تدریجاً علم عطا فرمایا پہلے بتایا کہ اس کو ایک سو سال کی مسافت دوزخ سے دور کر دیا جائے گا پھر بتایا: اس کو آسمانوں اور زمینوں کی مسافت جتنا دوزخ سے دور کر دیا جائے گا پھر خندق کے فاصلہ جتنی دوری کا علم عطا فرمایا پھر کوے کی پرواز جتنی دُوری کا علم عطا فرمایا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ مختلف احادیث روزہ رکھنے والے کے اخلاص اور اس کی دین سے محبت کے اعتبار سے ہیں۔

۳۷- بَابُ فَضْلِ النَّفَقَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ — اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت

اللہ کی راہ سے مراد جہاد ہے امام بخاری نے جہاد کا لفظ ذکر نہیں کیا عام لفظ اللہ کی راہ میں استعمال کیا ہے تاکہ یہ لفظ جہاد اور دوسری عبادات کو بھی شامل ہو جائے۔

۲۸۴۱- حَدَّثَنِيْ سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے سعد بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَیْنِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ دَعَاهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ کُلُّ خَزَنَةِ بَابٍ اَیْ فُلُ هَلُمَّ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَاكَ الَّذِیْ لَا تَوٰی عَلَیْهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنَ مِنْهُمْ.

سلمہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی چیز کا ایک جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کیا' اسے جنت کے محافظین بلائیں گے ہر دروازہ کا محافظ اسے بلائے گا: اے فلاں! ادھر آؤ! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اس شخص کو کوئی خوف نہیں ہوگا؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم بھی ان ہی میں سے ہوگے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۲۸٤۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَیْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنَّمَا اَخْشٰی عَلَیْکُمْ مِنْ بَعْدِیْ مَا یُفْتَحُ عَلَیْکُمْ مِنْ بَرَکَاتِ الْاَرْضِ ثُمَّ ذَکَرَ زَهْرَةَ الدُّنْیَا فَبَدَاَ بِاِحْدَاهُمَا وَثَنّٰی بِالْاُخْرٰی فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَ یَاْتِی الْخَیْرُ بِالشَّرِّ فَسَکَتَ عَنْهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا یُوْحٰی اِلَیْهِ وَسَکَتَ النَّاسُ کَاَنَّ عَلٰی رُءُوْسِهِمِ الطَّیْرَ ثُمَّ اَنَّهُ مَسَحَ عَنْ وَّجْهِهِ الرُّحَضَاءَ فَقَالَ اَیْنَ السَّائِلُ اٰنِفًا؟ اَوَ خَیْرٌ هُوَ؟ ثَلٰثًا اِنَّ الْخَیْرَ لَا یَاْتِیْ اِلَّا بِالْخَیْرِ وَاِنَّهُ کُلَّمَا یُنْبِتُ الرَّبِیْعُ مَا یَقْتُلُ حَبَطًا اَوْ یُلِمُّ اِلَّا اٰکِلَةَ الْخُضَرِ کُلَّمَا اَکَلَتْ حَتّٰی اِذَا (اِمْتَدَّتْ) امْتَلَاَتْ خَاصِرَتَاهَا اِسْتَقْبَلَتِ الشَّمْسَ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ رَتَعَتْ وَاِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ وَّنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ لِمَنْ اَخَذَهُ بِحَقِّهِ فَجَعَلَهُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَنْ لَّمْ یَاْخُذْهُ بِحَقِّهِ فَهُوَ کَالْاٰکِلِ الَّذِیْ لَا یَشْبَعُ وَیَکُوْنُ عَلَیْهِ شَهِیْدًا یَّوْمَ الْقِیَامَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہلال نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے' پس آپ نے فرمایا: مجھے اپنے بعد تم پر زمین کی ان برکات کا خوف ہے جو تم پر کھول دی جائیں گی' پھر آپ نے دنیا کی تروتازگی کا ذکر فرمایا' پہلے دنیا کی برکات کا ذکر کیا' پھر ان کی خوش نمائی کا ذکر کیا' پھر ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! کیا بھلائی بُرائی لائے گی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے' ہم نے (دل میں) کہا: آپ پر وحی کی جارہی ہے' اور لوگ خاموش تھے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں' پھر آپ نے اپنے چہرے سے پسینہ پونچھا' پس آپ نے فرمایا: ابھی سوال کرنے والا کہاں ہے؟ کیا یہ بھی خیر ہے؟ (یعنی کیا دنیا کی برکتیں بھی خیر ہیں؟) یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا' خیر تو صرف خیر ہی لاتی ہے' دیکھو فصل بہار جو گھاس اگاتی ہے وہ جانور کا پیٹ پھلا کر اس کو مار ڈالتی ہے' سوا اس جانور کے جو صرف سبزہ کھاتا ہے' وہ جب بھی کھاتا ہے تو اس کی کوکھیں بھر جاتی ہیں' وہ دھوپ میں جاتا ہے اور لید کرتا ہے اور پیشاب کرتا ہے' پھر چرنے لگتا ہے اور بے شک یہ (دنیا کا مال) سرسبز اور میٹھا ہے' وہ مسلمان کیا ہی اچھا ہے جو اپنے حق کے مطابق (دنیا کا مال) لیتا ہے اور اس کو اللہ کی راہ میں' اور یتیموں میں اور مسکینوں میں اور مسافروں میں خرچ کرتا ہے اور جو شخص اپنے حق کے مطابق نہیں لیتا' وہ اس کھانے والے کی طرح ہے جو سیر نہیں ہوتا' اور وہ قیامت کے دن اس (مال) پر گواہ ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۲۱ میں گزر چکی ہے۔

مشکل الفاظ کے معنی

اس حدیث میں مذکور ہے کہ خیر صرف خیر ہی لاتی ہے' یعنی جو حقیقی خیر ہو وہ صرف خیر ہی لاتی ہے اور یہ مالِ دنیا حقیقی خیر نہیں ہے کیونکہ اس میں فتنہ ہے' اور اس مال میں مشغول ہونے کی وجہ سے انسان آخرت کی طرف کامل توجہ نہیں کر سکتا۔

نیز اس حدیث میں ''حبطًا'' کا ذکر ہے اور یہ پیٹ پھولنے کی بیماری ہے' جب زیادہ گھاس چرنے کی وجہ سے جانور کا پیٹ پھول جائے اور وہ مر جائے تو کہتے ہیں: ''حبطت الدابۃ''۔

''فثلطت'' جب اونٹنی کو پتلی مینگنیاں آئیں تو کہتے ہیں: ''ثلطت''۔

اور وہ اس پر گواہ ہوگا' یعنی وہ اس شخص کی صورت میں آئے گا' جو اس پر خیانت کی گواہی دے گا۔

٣٨ - بَابُ فَضْلِ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا اَوْ خَلَفَهُ بِخَيْرٍ

جو شخص کسی غازی کو سامانِ سفر فراہم کرے یا اس کے پیچھے اس کے گھر والوں کی اچھی طرح خبر گیری کرے

اس باب میں اس شخص کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو کسی مجاہد کو سامانِ سفر فراہم کرے' یا کسی مجاہد کے جہاد میں جانے کے بعد اس کے گھر والوں کی اچھی طرح نگرانی اور خیر خواہی کرے۔

٢٨٤٣ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ بُسْرُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحسین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے بسر بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں کسی غازی کو سامانِ سفر فراہم کیا تو تحقیق یہ ہے کہ اس نے جہاد کیا اور جس نے کسی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے غازی کے گھر والوں کی اس کے پیچھے اچھی طرح نگہبانی کی تو تحقیق یہ ہے کہ اس نے جہاد کیا۔

(صحیح مسلم: ۱۸۹۵' الرقم المسلسل: ۴۷۹۵' سنن ابوداؤد: ۲۵۰۹' سنن ترمذی: ۱۶۳۱۔۱۶۲۸' سنن نسائی: ۳۱۸۰' سنن ابن ماجہ: ۲۷۶۵' المعجم الکبیر: ۵۲۷۳' سنن بیہقی ج ۹ ص ۴۰' شعب الایمان: ۳۹۵۲' شرح السنۃ: ۱۸۱۸' صحیح ابن حبان: ۴۶۳۰' مصنف عبدالرزاق: ۷۹۰۵' مسند الحمیدی: ۸۰۱۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۳۵۱' سنن کبریٰ للنسائی: ۴۳۳۰' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۹۸' سنن سعید بن منصور: ۲۳۲۸' المعجم الاوسط: ۷۶۹۶' المعجم الصغیر: ۸۰۳۶' تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۴۳' صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۶۴' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۵ طبع قدیم مسند احمد: ۱۷۰۳۳۔ ج ۲۸ ص ۲۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی جہاد کرنے والے کو سامانِ سفر فراہم کیا یا کسی حج کرنے والے کو سامانِ سفر فراہم کیا یا ان کے پیچھے ان کے گھر والوں کی نگہبانی کی یا کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرایا تو اس کو بھی

ان ہی کی مثل اجر ملے گا اور ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۶۴ 'السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۳۳۰ 'صحیح ابن حبان: ۴۶۲۰ 'سنن ترمذی: ۸۰۷ 'سنن ابن ماجہ: ۱۷۴۶)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی غازی کو اللہ کی راہ میں سامانِ سفر فراہم کیا' اس کو بھی اس کی مثل اجر ملے گا' اور جس نے کسی غازی کے گھر والوں کی نیکی کے ساتھ نگہبانی کی اور اس کے گھر والوں پر اپنا مال خرچ کیا' اس کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا۔

(المعجم الاوسط: ۷۸۷۹ 'مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ۔اس حدیث کے تمام رجال حدیث صحیح کے رجال ہیں' یہ علامہ المنذری کی تحقیق ہے)

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی غازی کو سامانِ سفر فراہم کیا' اس کو اس کی مثل اجر ملے گا اور جس نے کسی غازی کے پیچھے اس کے گھر والوں کی حفاظت کی' اس کو بھی اس کی مثل اجر ملے گا۔

(المعجم الاوسط: ۸۰۴۳ 'مکتبۃ المعارف' ریاض)

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی غازی کو اللہ کی راہ میں سامانِ سفر فراہم کیا' اسے بھی اس کی مثل اجر ملے گا اور جس نے کسی غازی کے گھر والوں کی اچھی طرح حفاظت کی' اسے بھی اس کی مثل اجر ملے گا۔

(المعجم الکبیر: ۵۲۳۴ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت)

٢٨٤٤ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ بَيْتًا بِالْمَدِيْنَةِ غَيْرَ بَيْتِ اُمِّ سُلَيْمٍ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهٖ فَقِيْلَ لَهٗ فَقَالَ اِنِّيْ اَرْحَمُهَا قُتِلَ اَخُوْهَا مَعِيْ.

(صحیح مسلم: ۲۴۵۵ 'الرقم المسلسل: ۶۲۱۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے میں سوائے حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر کے اور کسی کے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے مگر اپنی ازواج کے گھروں میں' آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں ان پر مہربانی کرتا ہوں کیونکہ ان کا بھائی میرے ساتھ شہید ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ حضرت اُم سلیم کے بھائی کی شہادت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت اُم سلیم کے بھائی کے گھر والوں کا خیال رکھتے تھے اور ان کی خبر گیری کرتے تھے' اسی وجہ سے حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کی بھی خبر گیری کرتے تھے اور ان پر مہربانی فرماتے تھے۔

٣٩ - بَابُ التَّحَنُّطِ عِنْدَ الْقِتَالِ

قتال کے وقت خوشبو لگانا

اس باب کے عنوان میں ''الحنوط'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ عطر جو متعدد عطروں سے ملا کر بنایا گیا ہو اور میت کے کفن پر وہ خوشبو لگائی جاتی ہے' سو اس خوشبو کو کفار سے قتال کے وقت استعمال کرنا جائز ہے اور اسی لیے امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے۔

٢٨٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَنَسٍ قَالَ وَذَكَرَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ قَالَ اَتٰى اَنَسٌ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ وَقَدْ حَسَرَ عَنْ فَخِذَيْهِ وَهُوَ يَتَحَنَّطُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن انس' انہوں نے جنگِ یمامہ کے دن کا ذکر کیا' انہوں نے

فَقَالَ يَا عَمِّ مَا يَحْبِسُكَ اَنْ لَّا تَجِيءَ قَالَ اَلْاٰنَ يَا ابْنَ اَخِي وَجَعَلَ يَتَحَنَّطُ يَعْنِي مِنَ الْحَنُوْطِ ثُمَّ جَاءَ فَجَلَسَ فَذَكَرَ فِي الْحَدِيْثِ اِنْكِشَافًا مِنَ النَّاسِ فَقَالَ هٰكَذَا عَنْ وُّجُوْهِنَا حَتّٰى نُضَارِبَ الْقَوْمَ مَا هٰكَذَا كُنَّا نَفْعَلُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ مَا عَوَّدْتُمْ اَقْرَانَكُمْ رَوَاهُ حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

بتایا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ' حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' اس حال میں کہ انہوں نے اپنی رانوں سے کپڑا کھولا ہوا تھا اور وہ خوشبو لگا رہے تھے' تو حضرت انس نے ان سے کہا: اے چچا! آپ کو جہاد میں شریک ہونے سے کس چیز نے روکا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: اے بھتیجے! میں ابھی آتا ہوں! اور وہ (بدستور) خوشبو لگاتے رہے' پھر آئے' پس آ کر بیٹھ گئے' تو حضرت انس نے باتوں میں مسلمانوں کی کچھ کم ہمتی کا ذکر کیا تو حضرت ثابت بن قیس نے کہا: تم ہمارے سامنے سے ہٹ جاؤ تاکہ ہم دشمنوں پر حملہ کر سکیں' انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اس طرح نہیں کرتے تھے (بلکہ صفِ اوّل اپنی جگہ سے نہیں ہٹتی تھی اور صفِ ثانی اس کی مدد کے لیے موجود رہتی تھی) تم نے اپنے حریفوں کو بُری عادت ڈال دی ہے (یعنی تم نے اپنے دشمن کی قوت سے مرعوب ہو کر اس سے فرار کو اختیار کیا۔ ہے حتیٰ کہ وہ تمہاری پسپائی کا ارادہ کر رہے ہیں) (پھر حضرت ثابت قتال کرنے لگے حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے)۔ اس حدیث کو حماد نے از ثابت از انس روایت کیا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبداللہ بن عبدالوہاب' ابومحمد الحجی البصری (٢) خالد بن الحارث الہُجیمی (٣) ابن عون' یہ عبداللہ بن عون ہیں (٤) موسیٰ بن انس بن مالک (٥) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (٦) حضرت ثابت بن قیس بن شماس الخزرجی خطیب الانصار' یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٩٥)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے: اور وہ قتال سے پہلے خوشبو لگا رہے تھے۔ قتال سے پہلے خوشبو اس لیے لگائی جاتی ہے کہ اگر مجاہد میدانِ جنگ میں شہید ہو جائے اور چند دن تک اس کا جسم وہیں پڑا رہ جائے تو لوگوں کو اس سے بدبو نہ آئے' وہ اپنے جسم پر اچھی طرح مَل کر خوشبو لگا لیتا ہے تاکہ اس کا جسم بدبودار نہ ہو جائے۔ قدیم زمانے میں مصر میں لاشوں کو ''حنوط'' کیا جاتا تھا اور اس کے ساتھ کئی دوائیں بھی ملی جاتی تھیں' جس کی وجہ سے اس کا جسم ایک عرصے تک محفوظ رہتا تھا۔

الیمامہ کی وجہ تسمیہ اور جنگ یمامہ کا مختصر حال

علامہ بدرالدین عینی نے الحموی سے نقل کیا ہے کہ الیمامہ' طائف سے دو مرحلے پر یمن کا ایک شہر ہے' یمامہ ایک نیلی آنکھوں والی لڑکی کا نام تھا' یہ لڑکی تین دن کی مسافت سے کسی سوار کو آتے ہوئے دیکھ لیتی تھی' اس شہر کا نام اس لڑکی کے نام پر پڑ گیا۔ الجاحظ نے ذکر کیا ہے کہ الیمامۃ' لقمان بن عاد کی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی تھی۔

اس حدیث میں یمامہ کے دن کا ذکر ہے' اس دن میں مسلمانوں اور مسیلمہ کذاب کے اصحاب بنوحنیفہ کے درمیان سخت جنگ ہوئی تھی' یہ جنگ ١٢ ربیع الاوّل ١٢ھ میں ہوئی تھی' یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور تھا' اس جنگ میں چار سو پچاس حفاظ

کرام شہید ہوئے اور صحابہ میں سے حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ شہید ہوئے' یہ مسلمانوں کے علم بردار تھے۔ بنو حنیفہ کے لشکر کی تعداد چالیس ہزار نفوس پر مشتمل تھی اور مسلمانوں کا لشکر بھی کئی ہزار افراد پر مشتمل تھا' بنو حنیفہ کے لشکر سے تقریباً اکیس ہزار افراد مارے گئے اور ان ہی میں مسیلمہ کذاب بھی تھا' اس کو حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ نے قتل کیا تھا' انہوں نے اسلام لانے سے پہلے اسلام کے بطل جلیل حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ کو شہید کیا تھا اور اسلام لانے کے بعد انہوں نے ایک بڑے کافر مسیلمہ کذاب کو قتل کیا تھا' انہوں نے مسیلمہ کو نیزہ مارا تھا جو اس کے آر پار ہو گیا تھا' پھر حضرت ابو دجانہ رضی اللہ نے اس پر تلوار کا کاری وار کیا اور اسے جہنم رسید کر دیا۔

حضرت ثابت بن قیس کی جنگ یمامہ میں معرکہ آرائی' مسلمانوں کی پسپائی سے ان کا بری ہونا۔۔۔۔ اور خواب میں اپنی زرہ کے متعلق وصیت کرنا

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس اس حال میں آئے کہ ان کے بدن پر خوشبو لگی ہوئی تھی اور ان کا کفن منتشر ہو رہا تھا اور انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! ان مسلمانوں نے جو پسپائی اختیار کی ہے' میں اس سے بَری ہوتا ہوں' واقعہ یہ ہے کہ جنگ یمامہ سے پہلے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے تھے اور وہ پیچھے ہٹنے لگے تھے' اس وقت حضرت ثابت بن قیس کی غیر ایمانی جوش میں آئی اور وہ تلوار لے کر کفار کی صفوں میں گھس گئے اور ان سے قتال کرتے رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے' حضرت ثابت بن قیس کے جسم پر ایک زرہ تھی' ان کی لاش کے پاس سے ایک مسلمان کا گزر ہوا اور اس نے وہ زرہ اتار لی' حضرت ثابت بن قیس کو کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور انہوں نے بتایا کہ فلاں شخص کے پاس میری زرہ ہے جو اس نے میرے جسم سے اٹھالی تھی' تم جا کر لشکر کے امیر کو یہ بتاؤ کہ فلاں شخص کے پاس میری زرہ ہے' اس کو اپنے قبضے میں لے لے اور اسے بیچ کر میرا قرض ادا کرو' سو ایسا ہی ہوا' اس خواب میں جو انہوں نے وصیت کی تھی اس پر عمل کیا گیا اور یہ واحد شخص ہیں جن کی خواب میں بتائی ہوئی وصیت پر عمل کیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۹۷' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ثابت بن قیس بن الشماس کا مختصر تذکرہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب درج ذیل آیت نازل ہوئی:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَO (الحجرات:۲)

اے ایمان والو! اس نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور ان کے ساتھ زیادہ بلند آواز سے بات نہ کرو' ایک دوسرے کے ساتھ تمہارے بلند آواز سے باتیں کرنے کی طرح (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے عمل ضائع ہو جائیں اور تمہیں شعور (بھی) نہ ہوO

حضرت ثابت بن قیس بن شماس بہت اونچی آواز سے بولتے تھے' جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے کہا: میں ہی وہ شخص ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے بولتا ہے' سو میرے عمل ضائع کر دیئے گئے اور میں دوزخی ہوں اور وہ اپنے گھر میں غمزدہ ہو کر بیٹھ گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلاش کیا تو بعض لوگ ان کے پاس گئے اور انہیں جا کر بتایا کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلاش کر رہے ہیں اور تم یہاں بیٹھے ہو تو انہوں نے کہا: میں اونچی آواز سے بولتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی اونچی آواز سے بولتا ہوں' سو میں اہل دوزخ سے ہوں۔ جب ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی تو آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ وہ اہل جنت سے ہے۔ حضرت انس رضی اللہ نے بتایا: ہم ان کو اپنے سامنے چلتے ہوئے دیکھتے تھے اور ہمیں معلوم تھا کہ وہ اہل جنت

سے ہیں پس جب جنگ یمامہ کا دن آیا اور ہم میں سے بعض مسلمان بنو حنیفہ کے لشکر کے دباؤ سے پیچھے ہٹ گئے تھے تو حضرت ثابت بن قیس آئے اور انہوں نے خوشبو لگا کے کفن پہنا اور انہوں نے پیچھے ہٹنے والے مسلمانوں کو ملامت کی اور کہا: تم نے اپنے حریفوں کے لیے بُری مثال چھوڑی پھر انہوں نے بنو حنیفہ کے لشکر سے قتال کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۷ طبع قدیم مسند احمد: ۱۲۳۹۹۔ ج ۱۹ ص ۳۹۳ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے:

جب حضرت ثابت بن قیس نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ میرے اعمال ضائع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ تم صفات محمودہ کے ساتھ زندہ رہو گے اور شہادت کی صورت میں مرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل کرے گا پس جنگ یمامہ کے دن وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شہید ہوئے پھر ایک مسلمان نے ان کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے بتایا کہ جب میں قتل کیا گیا تو ایک مسلمان شخص نے میری زرہ اتار لی اور اس کو لشکر کے بہت پیچھے چھپا دیا اور اس نے زرہ کے اوپر ایک ہانڈی رکھ دی اور ہانڈی کے اوپر پالان رکھ دیا تم امیر لشکر کے پاس جا کر یہ بتاؤ اور اس کو محض خواب سمجھ کر میری نصیحت کو ضائع نہ کر دینا اور جب تم مدینے پہنچو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کو یہ بتانا اور یہ کہ مجھ پر اتنا اتنا قرض ہے اور اس زرہ کو بیچ کر میرا قرض ادا کر دیا جائے فلاں فلاں غلام آزاد کر دیا جائے اس شخص نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ خبر دی تو انہوں نے اس کی وصیت کو نافذ کر دیا اور ہمیں علم نہیں کہ کسی اور شخص کی موت کے بعد اس کی خواب میں بتائی ہوئی وصیت کو نافذ کر دیا ہو۔

(المستدرک: ۵۰۳۶۔ ج ۳ ص ۲۳۶ المکتبۃ العصریہ ۱۴۲۰ھ)

٤٠ - بَابُ فَضْلِ الطَّلِيعَةِ
دشمن کی خبر لانے والوں کی فضیلت

اس باب کے عنوان میں "الطلیعۃ" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: فوج کا وہ دستہ جس کو دشمن اور اس کے احوال کی اطلاع حاصل کرنے کے لیے بھیجا جائے اس کی جمع "طلائع" ہے علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ یہ جاسوسوں کی طرح ہوتے ہیں۔

(النہایۃ لابن الاثیر ج ۳ ص ۱۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

٢٨٤٦ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ يَوْمَ الْأَحْزَابِ؟ قَالَ الزُّبَيْرُ أَنَا ثُمَّ قَالَ مَنْ يَأْتِينِي بِخَبَرِ الْقَوْمِ؟ قَالَ الزُّبَيْرُ أَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَّحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ. [اطراف الحدیث: ۲۸۴۷۔ ۲۹۹۷۔ ۳۷۱۹۔ ۴۱۱۳۔ ۷۲۶۱]

(صحیح مسلم: ۲۴۱۵ الرقم المسلسل: ۶۱۳۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے دن فرمایا: میرے پاس (بنو قریظہ کے) لوگوں کی خبر کون لے کر آئے گا؟ حضرت زبیر نے کہا: میں! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس (بنو قریظہ کے) لوگوں کی خبر کون لے کر آئے گا؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں! تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ہر نبی کے حواری (مددگار) ہوتے ہیں اور میرے مددگار زبیر ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بنو قریظہ کی جاسوسی کرنے کی پیش کش کی تو آپ نے ان کی فضیلت بیان فرمائی کہ وہ آپ کے حواری ہیں اور اس باب کا عنوان ہے: دشمن کی خبر لانے والوں کی فضیلت۔

حواری کا معنی اور اس کا بیان کہ بنو قریظہ کی جاسوسی حضرت زبیر نے کی تھی یا حضرت حذیفہ نے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''یوم الاحزاب'' کا ذکر ہے اس سے مراد غزوۂ خندق کا دن ہے اس دن کو یوم الاحزاب اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن کفار کی متعدد جماعتیں مل کر مدینہ پر حملہ آور ہوئی تھیں اور احزاب کا معنی ہے: متعدد جماعتیں۔

نیز اس حدیث میں ''حواری'' کا لفظ ہے اس سے مراد ہے: مخلصین اور مددگار اس لفظ کی اصل ''تحویر'' ہے جس کا معنی تبییض ہے یعنی سفید کرنا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ لوگ دھوبی تھے اور کپڑے کو دھو کر صاف اور سفید کرتے تھے۔ اس حدیث میں بنو قریظہ کی جاسوسی کے لیے حضرت زبیر کا ذکر ہے اور مشہور یہ ہے کہ ان کی جاسوسی کے لیے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ گئے تھے۔

امام ابن اسحاق وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ آپ نے فرمایا: کون ایسا شخص ہے جو یہ دیکھ کر آئے کہ بنو قریظہ کیا کر رہے ہیں؟ پھر وہ واپس آئے تو میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کروں گا کہ وہ اس کو جنت میں میرا رفیق بنا دے تو خوف اور گھبراہٹ کی شدت اور سخت سردی کی وجہ سے کوئی بھی نہیں کھڑا ہوا تب آپ نے فرمایا: اے حذیفہ! اٹھو! اور ان لوگوں میں گھس جاؤ اور آپ نے فرمایا: تم اٹھو! اللہ تعالیٰ تمہارے آگے اور پیچھے سے اور دائیں اور بائیں سے تمہاری حفاظت فرمائے! حتیٰ کہ تم ہماری طرف لوٹ آؤ پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے خوش ہو گئے اور ان کو کوئی مشکل پیش نہیں آئی اور حقیقت حال کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے تاہم یہ ممکن ہے کہ دونوں کی جاسوسی کے الگ الگ واقعات ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۹۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤١ - بَابٌ هَلْ يُبْعَثُ الطَّلِيعَةُ وَحْدَهُ — کیا ایک شخص کو جاسوسی کے لیے بھیجا جا سکتا ہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص کو بھی جاسوسی کے لیے بھیجا جا سکتا ہے۔

٢٨٤٧ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَدَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ قَالَ صَدَقَةُ اَظُنُّهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَ النَّاسَ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَ النَّاسَ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَاِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ. (اس حدیث کی تخریج بھی حسب سابق ہے)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابن المنکدر نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (بنو قریظہ کی خبر لانے کے لیے) لوگوں کو بلایا (امام بخاری کے استاذ) صدقہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ یہ غزوۂ خندق کا دن تھا تو حضرت زبیر نے لبیک کہا آپ نے پھر لوگوں کو بلایا تو حضرت زبیر نے لبیک کہا آپ نے پھر لوگوں کو بلایا تو حضرت زبیر نے لبیک کہا تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور بے شک میرے حواری حضرت زبیر بن العوام ہیں۔

''طلیعة'' کو حواری قرار دینے کی توجیہ

علامہ المهلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ ہر چند کہ ''طلیعة'' جاسوس کو کہا جاتا ہے لیکن ''طلیعة'' اس کا مستحق ہے کہ اس کو ناصر کہا جائے کیونکہ رسول اللہ نے ''طلیعة'' کو حواری فرمایا اور ''طلیعہ'' کو حواری کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا:

مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ — اللہ کی طرف کون میرے مددگار بنیں گے؟ حواریوں نے کہا:

أَنْصَارُ اللّٰهِ. (آل عمران:۵۲) ہم اللہ کے دین کی طرف مددگار ہیں۔

جب حضرت عیسیٰ نے یہ کہا تو حواریوں کے سوا اور کسی نے جواب نہیں دیا تھا' اسی طرح جب رسول اللہ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا کہ میرے پاس ان لوگوں کی خبر کون لائے گا؟ تو حضرت زبیر کے سوا اور کسی نے جواب نہیں دیا' اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر کو حضرت عیسیٰ کے حواریوں سے تشبیہ دی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام لوگوں کو قتال کی طرف بلائے کیونکہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ نبی ﷺ کسی معین شخص کو حکم دیتے کہ تم جاؤ اور بنو قریظہ کے احوال کی خبر لے کر آؤ اور اس شخص پر واجب اور لازم ہوتا کہ وہ ان کی خبر لے کر آئے' کیونکہ نبی ﷺ کے حکم کو بجالانا لازم اور واجب ہے' لیکن نبی ﷺ نے اس طریقے سے فرمایا کہ ان کی خبر لے کر آؤ' تاکہ جو شخص ان کی خبر لانے کے لیے اٹھے' اس کی شجاعت اور فضیلت ظاہر ہو۔

ایک آدمی کے سفر کرنے کی ممانعت کی حدیث سے حدیثِ مذکور کا تعارض اور اس کا جواب

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے' وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک سوار شیطان ہے اور دو سوار دو شیطان ہیں اور تین آدمی تین سوار ہیں۔ (سنن ابوداؤد:۲۶۰۷' سنن ترمذی:۱۶۷۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۴_۱۸۶' سنن بیہقی ج ۵ ص ۲۵۷' المستدرک ج ۲ ص ۱۰۲' مشکوٰۃ:۳۲۱۰' کنز العمال:۱۷۵۱۵' تاریخ بغداد ج ۵ ص ۳۸۳)

ایک اور حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو تنہا سفر کرنے کی ان خرابیوں کا علم ہوتا' جن کا مجھے علم ہے تو کوئی مسافر رات کو اکیلا سفر نہ کرتا۔ (سنن ترمذی:۱۶۷۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳)

بہ ظاہر پہلی حدیث کا یہ تقاضا ہے کہ ایک آدمی یا دو آدمی رات کو تنہا سفر نہ کریں اور تین آدمی رات کو سفر کر سکتے ہیں' لیکن پہلی حدیث کی سند قوی نہیں ہے اور امام ترمذی نے دوسری حدیث کی سند کو اصل قرار دیا ہے۔

ان حدیثوں کی بناء پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت حذیفہ کو رات میں تنہا سفر پر بھیجا اور ان حدیثوں میں تنہا سفر کرنے والے کو آپ نے شیطان قرار دیا ہے' سو صحیح بخاری کی روایت میں اور ان حدیثوں میں واضح تعارض ہے۔

علامہ المہلب نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ ان حدیثوں میں تعارض نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے جس حدیث میں ایک سفر کرنے والے کو شیطان فرمایا ہے' وہ اس صورت میں ہے کہ جب وہ سفر کرنے والا سفر میں کسی شخص سے مانوس نہ ہو اور اس کے لیے راستہ اجنبی ہو' گویا آپ نے اس کو اس پر برانگیختہ کیا کہ وہ کسی ساتھی کے ساتھ سفر کرے تاکہ اس کے لیے سفر آسان ہو' اگر کوئی دشواری پیش آئے تو اس کا ساتھی اس کی مدد کرے اور حضرت حذیفہ کے سفر کا معاملہ اس سے مختلف تھا' آپ نے ان کو قریش کی جاسوسی کے لیے بھیجا تھا' تاکہ معلوم ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے میں ان کے کیا عزائم ہیں اور اگر بغیر جاسوس بھیجے ان کے عزائم معلوم ہو جاتے تو اس میں زیادہ سلامتی تھی' لیکن آپ نے یہ چاہا کہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ کوئی شخص دین کی حمایت اور مسلمانوں کی منفعت میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر رات کو تنہا سفر کرے تو یہ جائز ہے اور شیطان کے مکر سے اللہ اس کا محافظ ہوگا' کیونکہ حدیث میں ہے کہ جب حضرت حذیفہ ان کے پڑاؤ میں پہنچے تو ابوسفیان نے مشرکین سے کہا: تم میں سے ہر شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے کو پہچان لے' تو حضرت حذیفہ نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے شخص سے پوچھا: تم کون ہو؟ تو اس شخص نے یہ سمجھا کہ یہ بھی (یعنی حضرت حذیفہ) اُن ہی کا ساتھی ہے۔ (صحیح مسلم:۴۶۴۰ ملخصاً) ابوسفیان کے حکم پر عمل کرنے کے لیے مجھ سے پوچھ رہا ہے کہ تم کون

ہو؟ اگر حضرت حذیفہ کے ساتھ کوئی دوسرا ساتھی بھی ہوتا تو وہ اس تدبیر پر شاید عمل نہ کر سکتے اور یہ حضرت حذیفہ کو تنہا سفر پر بھیجنے کی بلیغ حکمت تھی' اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم غیب کی دلیل ہے' کیونکہ آپ کو علم تھا کہ حضرت حذیفہ کو تنہا بھیجنے کے بعد ان کے ساتھ کیا واقعات پیش آئیں گے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ٥٦۔٥٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

٤٢ - بَابُ سَفَرِ الْاِثْنَيْنِ دو آدمیوں کا سفر کرنا

اس باب کے عنوان میں ''سفر الاثنین'' لکھا ہوا ہے۔ صحیح بخاری کے شارح علامہ داؤدی نے اس سے یہ سمجھا کہ یہاں پیر کے دن سفر کرنا مراد ہے اور پھر امام بخاری پر اعتراض کیا کہ اس باب کے تحت حدیث میں پیر کے دن سفر کرنے کا ذکر نہیں ہے' ان کا یہ اعتراض فاسد ہے' کیونکہ ''اثنین'' کے دو معنی ہیں' ایک معنی ہے: دو آدمی' اور اس حدیث کے سیاق وسباق سے یہ معنی متعین ہے کہ یہاں دو آدمیوں کے سفر کرنے کے جواز میں امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے' البتہ پیر کے دن سفر کرنے کا ذکر ایک اور حدیث میں ہے: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیر اور جمعرات کے دن سفر کرنے کو پسند کرتے تھے۔

(صحیح البخاری: ٢٩٥٠)

(نوٹ: علامہ عینی نے پیر کے دن کا بھی ذکر کیا ہے حالانکہ حدیث میں صرف جمعرات کا ذکر ہے۔ عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٠١)

٢٨٤٨ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ شِهَابٍ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ مَّالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ اِنْصَرَفْتُ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَنَا اَنَا وَصَاحِبٌ لِّیْ اَذِّنَا وَاَقِيْمَا وَلْيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوشہاب نے حدیث بیان کی از خالد الحذاء از ابی قلابہ از مالک بن الحویرث' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس سے لوٹا تو آپ نے ہم سے فرمایا' اس وقت میں تھا اور میرا ایک ساتھی تھا' آپ نے فرمایا: تم دونوں اذان دینا اور اقامت کہنا اور جو تم دونوں میں بڑا ہو' وہ امامت کرائے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مناسبت ہے کہ حضرت مالک بن الحویرث اور ان کا ساتھی دونوں اٹھ کر سفر پر جا رہے تھے' سو اس میں دو آدمیوں کے سفر پر جانے کا ذکر ہے اور اس سے علامہ داؤدی کی غلطی واضح ہو جاتی ہے کہ اس باب کے عنوان میں ''اثنین'' سے مراد دو آدمی ہیں نہ کہ پیر کا دن' اس حدیث سے مستنبط باقی مسائل اور فوائد کا ذکر' صحیح البخاری: ٦٢٨ میں کیا جا چکا ہے۔

٤٣ - بَابُ الْخَيْلِ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ گھوڑوں کی پیشانیوں کے اوپر قیامت کے دن تک خیر اور برکت بندھی ہوئی ہے

امام بخاری نے اس باب کے عنوان کی جو عبارت لکھی ہے' وہ بعینہٖ اس حدیث کی عبارت ہے۔

٢٨٤٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَيْلُ فِیْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ.

[طرف الحدیث: ٣٦٤٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت کے دن تک خیر اور برکت بندھی ہوئی ہے۔

(صحیح مسلم: ١٨٧١ الرقم المسلسل: ٤٨٣٧، مسند احمد ج ٢ ص ٢٨ طبع قدیم مسند احمد: ٨١٦، ج ٨ ص ٤٣٥ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

مجاہدین کے گھوڑوں پر خیر و برکت کے بندھے ہوئے ہونے سے مراد خیر و برکت کا لزوم ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر اور برکت بندھی ہوئی ہے یہ استعارہ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ خیر اور برکت ان کی پیشانیوں کو لازم ہے گویا کہ یہ ان کی پیشانیوں میں بندھی ہوئی ہے کیونکہ خیر اور برکت کوئی محسوس چیز نہیں ہے جس کی گھوڑوں کی پیشانیوں پر گرہ لگائی جاسکے۔

اس حدیث میں ''نواصی'' کا لفظ ہے یہ ''ناصیۃ'' کی جمع ہے اور ''ناصیۃ'' پیشانی کے ابتدائی حصے کو کہتے ہیں' جس پر سر کے بال لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں گھوڑوں کی پیشانیوں کا ذکر ہے اس سے مراد تمام گھوڑے اور ہر قسم کے گھوڑے نہیں ہیں' بلکہ اس سے مراد صرف مجاہدین کے گھوڑے ہیں۔

گھوڑوں کی پیشانیوں میں جو خیر و برکت ہے اس سے مراد دنیا کی خیر بھی ہے اور آخرت کی خیر بھی ہے' گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد کرنے سے جو مالِ غنیمت حاصل ہوتا ہے وہ دنیا کی خیر ہے اور اس کی وجہ سے جو اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے وہ آخرت کی خیر ہے۔

اس حدیث میں گھوڑوں کو اللہ کی راہ میں باندھنے کی فضیلت اور اس کی ترغیب ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٠٢ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٢٨٥٠ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُصَيْنٍ وَابْنِ أَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْجَعْدِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَقَالَ سُلَيْمَانُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ تَابَعَهُ مُسَدَّدٌ عَنْ هُشَيْمٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ. [اطراف الحدیث: ٢٨٥٢-٣١١٩-٣٦٤٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حصین و ابن ابی السفر از شعبی از عروۃ بن الجعد از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں پر قیامت کے دن تک خیر بندھی ہوئی ہے' اور سلیمان نے کہا از شعبہ از عروۃ بن ابی الجعد' سلیمان کی متابعت مسدد نے کی ہے از ہشیم از حصین از شعبی از عروہ بن ابی الجعد۔

(صحیح مسلم: ١٨٧٣، الرقم المسلسل: ٤٧٣٢، سنن ترمذی: ١٦٩٤، سنن نسائی: ٣٥٧٢، سنن ابن ماجہ: ٢٧٨٦-٢٣٠٥)

حدیث مذکور کے رجال

(١) حفص بن عمر بن الحارث (٢) شعبہ بن الحجاج (٣) حصین بن عبدالرحمٰن السلمی (٤) عبداللہ بن ابی السفر (٥) عامر الشعبی (٦) عروہ بن الجعد' ان کو عروہ بن ابی الجعد البارقی الازدی بھی کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٠٢)

٢٨٥١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَرَكَةُ فِيْ نَوَاصِي الْخَيْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابی التیاح از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے۔

[طرف الحدیث:٣٦٤٥] (صحیح مسلم:١٨٧٣' الرقم المسلسل:٤٧٤٧' سنن نسائی:٣٥٧١' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٤٨١' سنن سعید بن منصور:٢٤٤٢' مسند ابویعلی:٤١٧٣-٤١٧٧' صحیح ابن حبان:٤٦٧٠' سنن بیہقی ج ٦ ص ٣٢٩' شرح السنۃ:٢٦٤٣' مسند احمد ج ٣ ص ١١٤ طبع قدیم' مسند احمد:١٢١٢٥-ج ١٩ ص ١٧٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کا اس حدیث سے تعارض جس میں تصریح ہے کہ گھوڑوں میں نحوست ہے اور اس کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت ہے اور اس کا اس حدیث سے تعارض ہے' جس میں مذکور ہے کہ گھوڑوں میں نحوست ہے۔ (صحیح البخاری:٢٨٥٨) اس کا جواب یہ ہے کہ ان گھوڑوں میں نحوست ہے جن کو جہاد کے لیے نہ باندھا گیا ہو بلکہ ان کو فخر اور تکبر کے لیے باندھا گیا ہو' اور خیر اور برکت ان گھوڑوں میں ہے' جن کو جہاد کے لیے باندھا گیا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٠٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٤- بَابُ الْجِهَادِ مَاضٍ مَعَ الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ — جہاد جاری رہے گا خواہ حاکم نیک ہو یا بد

اس باب میں جہاد کے قیامت تک جاری رہنے کا بیان ہے خواہ حاکم نیک ہو یا بد' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر ہر امیر کی اقتداء میں جہاد کرنا واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد ہو' اور تم پر ہر مسلمان کی اقتداء میں نماز پڑھنا واجب ہے' خواہ وہ نیک ہو یا بد ہو اور خواہ وہ گناہ کبیرہ کرتا ہو' اور تم پر ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھنا واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد ہو اور خواہ وہ گناہ کبیرہ کرتا ہو۔ (سنن ابوداؤد:٢٥٣٣)

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت کے دن تک خیر بندھی ہوئی ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری:٢٨٤٩ میں مذکور ہے۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ جب قیامت تک مجاہدین کے گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر و برکت بندھی ہوئی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک جہاد ہوتا رہے گا' اور یہ بات معلوم ہے کہ آپ کی امت میں ظالم حکام بھی ہوں گے جو عدل نہیں کریں گے اور مالِ غنیمت کو جمع کریں گے' اس کے باوجود ان کی قیادت میں جہاد کو واجب قرار دیا گیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ہر نیک اور بد کی اقتداء میں جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

٢٨٥٢- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُرْوَةُ الْبَارِقِيُّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ الْاَجْرُ وَالْمَغْنَمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریاء نے حدیث بیان کی از عامر' انہوں نے بیان کیا: ہمیں عروۃ البارقی نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت کے دن تک خیر بندھی ہوئی ہے اور اجر اور مالِ غنیمت (ان کو) لازم ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٢٨٥٠ میں مذکور ہے۔ اس حدیث کی سند میں عروۃ البارقی مذکور ہے۔ البارقی میں بارق کی طرف نسبت ہے' یہ یمن کا ایک پہاڑ ہے اور علامہ رشاطی نے کہا: یہ زیبارق کی طرف نسبت ہے جو قبیلہ ہے۔

اور اس حدیث میں جہاد کے لیے گھوڑے پالنے اور رکھنے کی ترغیب ہے' نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد کبھی منقطع نہیں ہو گا۔

٤٥ - بَابُ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

جس نے اللہ کی راہ میں گھوڑے کو تیار رکھا

اس باب میں اس شخص کی فضیلت بیان کی گئی ہے جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے گھوڑے کو اس نیت سے تیار رکھا کہ ہوسکتا ہے اسے اسلام کی سرحد کی حفاظت کے لیے جہاد کی ضرورت پیش آئے تو اس کے پاس گھوڑا موجود اور تیار ہو۔

لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ﴾ (الانفال: ٦٠).

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور گھوڑوں کو تیار رکھنے میں۔ (الانفال:٦٠)

یہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ. (الانفال:٦٠)

اور اے مسلمانو! تم اپنی استطاعت کے مطابق اپنے (ہتھیاروں) کی قوت کو اور باندھے ہوئے گھوڑوں کو ان کے لیے تیار رکھو جن سے تم اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو خوف زدہ رکھو۔

٢٨٥٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ اَخْبَرَنَا طَلْحَةُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدًا الْمَقْبُرِيَّ يُحَدِّثُ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِيْمَانًا بِاللّٰهِ وَتَصْدِيْقًا بِوَعْدِهٖ فَاِنَّ شِبَعَهٗ وَرِيَّهٗ وَرَوْثَهٗ وَبَوْلَهٗ فِيْ مِيْزَانِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں طلحہ بن ابی سعید نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے سعید مقبری سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے تھے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ پر ایمان اور اس کے وعدے کی تصدیق کے ساتھ اللہ کی راہ میں گھوڑے کو تیار رکھا تو اس گھوڑے کا وہ چارہ جس کو وہ سیر ہو کر کھائے اور وہ پانی جس کو وہ سیر ہو کر پیے اور اس کی لید اور اس کا پیشاب قیامت کے دن اس کے میزان میں وزن کیا جائے گا۔

جہاد کے لیے گھوڑا تیار رکھنے کے سلسلہ میں آٹھ مباحث

علامہ ابومحمد ابی جمرہ الاندلسی المتوفی ٦٩٩ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے اللہ پر ایمان اور اس کے وعدے کی تصدیق کے ساتھ اللہ کی راہ میں گھوڑے کو تیار رکھا اور اس کو پالا پوسا تو وہ گھوڑا جو کچھ بھی کھائے اور جہاں بھی جائے تو وہ اس شخص کی نیکیاں اور اس کے اُجور ہوں گے۔ یہاں چند مباحث غور طلب ہیں۔

مبحث اوّل: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو گھوڑوں کو تیار رکھنے کا ذکر فرمایا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ وہ گھوڑے کو دشمنانِ اسلام سے جہاد کے لیے تیار رکھے' اس کے علاوہ اس کی اور کوئی نیت نہ ہو' اس کا معنی یہ ہے کہ گھوڑا اسبابِ زینت میں سے ہے اور انسان کے دل میں گھوڑے پر سوار ہونے کی محبت ہوتی ہے اور وہ اپنے گھوڑے کی وجہ سے دوسرے انسانوں پر فخر کرتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ ہے کہ وہ اخلاص کے ساتھ اس گھوڑے کو صرف جہاد کے لیے تیار رکھے اور کسی اور غرض کا اس کے دل میں شائبہ نہ ہو۔

مبحثِ ثانی: اس حدیث میں نبی ﷺ نے اللہ پر ایمان اور اس کے وعدے کی تصدیق کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اس کا یہ یقین ہو کہ اللہ ہی اس کی عبادت کا مستحق ہے اور اس کا یہ فعل صرف اللہ کی رضاجوئی کے لیے ہے' اور اس کے وعدے کی تصدیق کا مطلب یہ ہے کہ اس نے نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے احسانات اور نیک افعال پر اجر عطا فرمانے کے متعلق جو کچھ سنا ہے' اس کے متعلق اسے کوئی شک نہ ہو۔

مبحثِ ثالث: آپ نے فرمایا: اس کا گھوڑا سیر ہو کر جو کچھ کھائے گا اور پئے گا اور اس کی لید اور پیشاب کو قیامت کے دن اس کے میزان میں وزن کیا جائے گا' اس کا معنی یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں قیامت کے دن اس کی میزان میں اس کی نیکیاں ہوں گی' اسی طرح دوسری حدیث میں ہے کہ اگر وہ گھوڑا ایک بلندی یا دو بلندیوں پر چڑھے تو اس کو بھی قیامت کے دن میزان میں وزن کیا جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر فضل اور اس کی شفقت ہے۔

مبحثِ رابع: معتزلہ میزان کا اور اس میں وزن کرنے کا انکار کرتے ہیں اور اس حدیث میں میزان کے تحقق اور اس کے وجود کی دلیل ہے اور قیامت کے دن میزان موجود ہوگی اور اس میں وزن کیا جاتا ہوا دکھائی دے گا' کیونکہ نبی ﷺ کا خطاب اسی صورت پر محمول کیا جائے گا جو یہاں دنیا میں معروف اور مروّج ہے لیکن یہاں پر ایک فرق ہے۔ دنیا میں بھاری پلّہ نیچے جھکتا ہے اور ہلکا پلّہ اوپر ہوتا ہے اور قیامت کے دن وزن اس کے برعکس ہوگا' جو پلّہ بھاری ہوگا وہ اوپر ہوگا اور جو پلّہ ہلکا ہوگا وہ نیچے ہوگا۔

مبحثِ خامس: اس حدیث میں اہل سنت کے اس قول کی دلیل ہے کہ قیامت کے دن نیکیوں کا وجود ہوگا اور نیکیاں جواہر محسوسات ہوں گی' کیونکہ نبی ﷺ نے نیکیوں کا ذکر فرمایا ہے' لیکن وہاں پر نیکیوں کا ثقل اور ان کا رجحان صرف حُسنِ نیت کے اعتبار سے ہوگا' اور نبی ﷺ نے ایک اور حدیث میں اس پر اضافہ فرمایا' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کا اجر اس کی نیت کے اعتبار سے عطا فرمائے گا۔

مبحثِ سادس: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جن نیکیوں کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے' وہ باقی رہیں گی یعنی فناء نہیں ہوں گی اور بعض نیکیاں ایسی ہوں گی جو ردّ کر دی جائیں گی اور قبول نہیں ہوں گی اور بعض نیکیاں ایسی ہوں گی جو ان مظلوموں کو دے دی جائیں گی' جن کے حقوق ان نیکیوں والوں کے ذمے تھے اور انہوں نے حقوق ادا نہیں کیے۔

مبحثِ سابع: اس حدیث میں صرف گھوڑے کا ذکر ہے' اس لیے یہاں یہ سوال کیا جاتا ہے کہ آیا دوسری چیزیں جو نیک کام میں گھوڑے کے مشابہ ہوں آیا ان کا بھی وہی حکم ہے یا نہیں؟

مبحثِ ثامن: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اعمال کی دو قسمیں ہیں: دنیوی اور اخروی' اور ان میں فرق نیت سے ہوتا ہے' کبھی کوئی چیز دنیا کے لیے ہوتی ہے اور نیت کی وجہ سے وہ چیز آخرت کی طرف راجع ہو جاتی ہے اور کبھی کوئی چیز آخرت کے لیے ہوتی ہے اور نیت کی وجہ سے وہ چیز دنیا کی طرف راجع ہو جاتی ہے' بنابریں گھوڑا دنیا کے لیے ہوتا ہے کیونکہ گھوڑے کی وجہ سے اس کے مالک کی دنیا میں عزت ہوتی ہے اور زینت ہوتی ہے اور وہ مختلف مہمات میں اس کے کام آتا ہے' لیکن جب وہ اس گھوڑے میں اخلاص کے ساتھ جہاد کی نیت کر لے تو وہ آخرت کی طرف راجع ہو جاتا ہے' اور اس میں اس کو وہ ثواب ملتا ہے جس کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے' اسی طرح جو شخص علمِ دین کو حاصل کرتا ہے' اگر اس کا مقصد شہرت اور دنیا میں اپنی عزت افزائی ہو تو اسے اس کا آخرت میں اجر نہیں ملے گا بلکہ عذاب ہوگا' اور نبی ﷺ نے ایک اور حدیث میں اسی طرف اشارہ کیا ہے' آپ نے فرمایا: جس نے ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف کی' سو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اور جس کی ہجرت ایسی دنیا کی طرف ہو جس کو وہ پائے یا ایسی عورت کی طرف ہو جس سے وہ نکاح کرلے' پس اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے یعنی اس کی

نیت کی ہے اور تمام اعمال اسی طریقے پر ہیں اور محققین نے کہا ہے کہ جو فعل مباح ہو وہ بھی حسن نیت کی وجہ سے مستحب ہو جاتا ہے مثلاً کھانا' پینا' سونا' جاگنا باتیں کرنا' بیوی سے دل بہلانا' یہ سب کام مباح ہیں لیکن اگر انسان ان کاموں میں یہ نیت کر لے کہ یہ کام بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہیں یا ان کاموں سے عبادت میں تقویت حاصل ہوتی ہے تو یہ کام بھی مستحب ہیں۔

(بہجۃ النفوس شرح مختصر صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۱۸۔ ۱۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

نوٹ: علامہ ابن ابی جمرہ متوفی ۶۹۹ھ کی یہ کتاب ''بہجۃ النفوس'' بہت عرصے سے نایاب تھی' مجھے یہ کتاب میرے مخلص دوست حکیم عظمت اللہ زید مجدہٗ نے سید سجاد حیدر صاحب سے لے کر ارسال کی' اس کتاب کے چار اجزاء ہیں' اب تک میری شرح اس کتاب کے تیسرے جز کے صفحہ ۱۱۶ تک ہو چکی ہے' اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے' اسی طرح میرے ایک مخلص دوست پروفیسر سمیع اللہ زید علمہٗ وجہہٗ نے مجھے بخاری کی ایک اور شرح ''عون الباری'' ارسال کی تھی' اللہ تعالیٰ ان کے علم و فضل میں اور دنیا و آخرت میں برکتیں اور سعادتیں عطا فرمائے۔

٤٦ - بَابُ اِسْمِ الْفَرَسِ وَالْحِمَارِ
گھوڑے اور گدھے کا نام رکھنا

ہر چند کہ اس عنوان میں صرف گھوڑے اور گدھے کا ذکر ہے لیکن ان کے علاوہ دوسرے جانوروں کا مخصوص نام رکھنا بھی جائز ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چوبیس گھوڑے تھے اور ان میں سے ہر ایک کا مخصوص نام تھا' مثلاً السکب' المرتجز اور اللحیف' اور آپ کا ایک گدھا تھا' اس کا نام یعفور تھا اور آپ کا ایک خچر تھا اس کا نام دلدل تھا اور آپ کی بہت دودھ دینے والی اونٹنیاں تھیں' ان کا نام الحناء اور السمراء تھا' اور آپ کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام القصویٰ تھا اور دوسری اونٹنی تھی' اس کا نام العضباء تھا اور آپ کی سات بکریاں تھیں اور ان میں سے ہر ایک کا مخصوص نام تھا اور آپ کی ایک بکری عیشہ کے نام سے پکاری جاتی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۰۶)

٢٨٥٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَخَلَّفَ اَبُوْ قَتَادَةَ مَعَ بَعْضِ اَصْحَابِهٖ وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ فَرَاَوْا حِمَارًا وَّحْشِيًّا قَبْلَ اَنْ يَّرَاهُ فَلَمَّا رَاَوْهُ تَرَكُوْهُ حَتّٰى رَاٰهُ اَبُوْ قَتَادَةَ فَرَكِبَ فَرَسًا لَّهٗ يُقَالُ لَهُ الْجَرَادَةُ فَسَاَلَهُمْ اَنْ يُّنَاوِلُوْهُ سَوْطَهٗ فَاَبَوْا فَتَنَاوَلَهٗ فَحَمَلَ فَعَقَرَهٗ ثُمَّ اَكَلَ فَاَكَلُوْا فَقَدِمُوْا فَلَمَّا اَدْرَكُوْهُ قَالَ هَلْ مَعَكُمْ مِّنْهُ شَيْءٌ قَالَ مَعَنَا رِجْلُهٗ فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَكَلَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی از ابی حازم از عبداللہ بن ابی قتادہ از والدِ خود وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے' پھر حضرت ابوقتادہ اپنے بعض اصحاب کے ساتھ پیچھے رہ گئے اور وہ سب مُحرِم تھے اور حضرت ابوقتادہ غیر مُحرِم تھے' پس ان سب نے حضرت ابوقتادہ کے دیکھنے سے پہلے ایک جنگلی گدھا دیکھا' پھر جب ان سب نے دیکھ لیا تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ اس جنگلی گدھے کو حضرت ابوقتادہ نے بھی دیکھ لیا' وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے' جس کو الجرادہ کہا جاتا تھا' حضرت ابوقتادہ نے ان سے کہا کہ وہ ان کا چابک اٹھا کر دے دیں' انہوں نے انکار کیا' پھر انہوں نے خود چابک اٹھا لیا اور جنگلی گدھے کو زخمی کر دیا' پھر انہوں نے اس کو کھایا اور ان کے ساتھیوں نے بھی کھایا' پھر وہ آگے چلے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پا لیا' آپ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس اس جنگلی گدھے کے شکار کی کوئی چیز ہے؟ حضرت

ابوقتادہ نے کہا: ہمارے پاس ایک ٹانگ ہے تو نبی ﷺ نے اس کو کھالیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۲۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری کا اس روایت کو یہاں لانے سے یہ مقصد ہے کہ گھوڑے کا نام رکھنا جائز ہے کیونکہ حضرت ابوقتادہ کے گھوڑے کا نام جرادة تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ ان کے گھوڑے کا نام الحزوۃ تھا' لیکن صحیح وہی نام ہے جو یہاں اس حدیث میں مذکور ہے۔ (عمدة القاری ج ۱۴ ص ۲۶۰)

٢٨٥٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرَ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اُبَيُّ ابْنُ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَائِطِنَا فَرَسٌ يُّقَالُ لَهُ اللُّحَيْفُ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اَللُّخَيْفُ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معن بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اُبی بن عباس بن سہل نے حدیث بیان کی از والد خود از جدِ خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے باغ میں نبی ﷺ کا ایک گھوڑا تھا' جس کو اللُّحیف کہا جاتا تھا۔ امام ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اللخیف کہا ہے ("اللّخیف" گھوڑے کا نام)۔

اپنے جانوروں اور دیگر چیزوں کے نام رکھنے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کی ملکیت میں جو چیزیں تھیں' آپ ان کا مخصوص نام رکھتے تھے اور جن کاموں سے آپ نے منع نہیں فرمایا اور ان کاموں کو آپ نے کیا ہے' ان میں آپ کی اقتداء کرنا مستحسن ہے' پس صحیح یہ ہے کہ جس شخص پر اللہ نے انعام کیا ہو اور غلام عطاء کیے ہوں اور چوپائے عطا کیے ہوں اور پرندے عطا کیے ہوں اور چیزیں عطاء کی ہوں تو اس کو چاہیے کہ ان چیزوں کے مخصوص نام رکھے جس طرح نبی ﷺ نے اُن چیزوں کے مخصوص نام رکھے تاکہ وہ چیزیں دوسری چیزوں سے ممتاز ہوں۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۶۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٢٨٥٦ - حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ سَمِعَ يَحْيَى بْنَ اٰدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ مُّعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِمَارٍ يُّقَالُ لَهُ عُفَيْرٌ فَقَالَ يَا مُعَاذُ هَلْ تَدْرِيْ حَقَّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا وَّحَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے یحییٰ بن آدم سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عمرو بن میمون از حضرت معاذ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پیچھے دراز گوش (گدھے) پر سوار تھا' جس کو عُفیر کہا جاتا تھا' آپ نے فرمایا: اے معاذ! کیا تم جانتے ہو اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والا ہے' آپ نے فرمایا: پس بے شک اللہ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے (اُس کے کرم سے) کہ وہ اس

[اطراف الحدیث:٥٩٦٨-٦٢٦٨-٦٥٠٠-٧٣٧٣]
(صحیح مسلم:٣٠ الرقم المسلسل:١٥١ سنن ابوداؤد:٢٥٥٩)

شخص کو بالکل عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا' پس میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں لوگوں کو یہ خوش خبری نہ دے دوں! آپ نے فرمایا: ان کو خوش خبری نہ دو' ورنہ وہ اسی پر تکیہ کرلیں گے (اور نیک عمل نہیں کریں گے)۔

علامہ عبداللہ بن ابی جمرۃ اندلسی متوفی ٦٩٩ ھ نے اس حدیث کے حسب ذیل پندرہ فوائد ذکر کیے ہیں:

(١) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع اور آپ کا حسن خلق

اس حدیث میں آپ کی تواضع اور آپ کے حسن خلق پر اس طرح دلیل ہے کہ آپ اور ایک دوسرا شخص ایک سواری پر سوار ہوتے تھے۔

(٢) جب سواری میں طاقت ہو تو اس پر دو آدمیوں کا سوار ہونا

اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب سواری میں طاقت ہو تو اس پر دو آدمیوں کا سوار ہونا جائز ہے۔

(٣) سواری کا مالک اس سواری پر آگے بیٹھنے کا مستحق ہے

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سواری کا مالک اپنی سواری پر آگے بیٹھنے کا مستحق ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سواری کے مالک تھے اور آپ اس سواری پر آگے بیٹھے تھے۔

(٤) اپنے جانور کا مخصوص نام رکھنا

اس حدیث میں اپنے جانور کا مخصوص نام رکھنے کی دلیل ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سواری کا نام عفیر رکھا گیا تھا' اسی طرح آپ کی اونٹنی کا نام عضباء رکھا گیا تھا۔

(٥) کنیت کی بجائے نام سے پکارنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پکارا: یامعاذ! اس میں یہ دلیل ہے کہ کنیت کو ترک کر کے نام سے پکارنا افضل ہے' اور بیٹے کے نام کی طرف اضافت کر کے کنیت رکھنا جائز ہے کیونکہ عرب اس طرح کنیت رکھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس سے منع نہیں فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب رکھی' البتہ ایسے نام رکھنا ممنوع ہیں' جن سے اپنے نفس کی تعریف اور تحسین کی گئی ہو کیونکہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہ روایت کی ہے کہ حضرت جویریہ کا نام پہلے برّہ تھا' یعنی نیک کام کرنے والی تو آپ نے ان کا نام تبدیل کر کے جویریہ رکھ دیا اور فرمایا: تم خودستائی نہ کرو اور اپنی تعریف اور تحسین نہ کرو۔ اور اگر اس طرح کے ناموں کے ساتھ کنیت رکھنی جائز ہوتی تو سلف صالحین ان ناموں کے ساتھ کنیت رکھتے کیونکہ وہ ہدایت کے آفتاب اور اندھیروں کے چراغ تھے۔

(٦) سواری پر باتیں کرنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے سواری پر باتیں کیں' اس سے سواری پر باتیں کرنے کا جواز معلوم ہوا۔

(۷) پس پشت باتیں کرنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ کا چہرہ سامنے کی طرف تھا اور آپ کی پشت حضرت معاذ کی طرف تھی' اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص سے اس حالت میں کلام کرنا جائز ہے جب اس کا چہرہ کلام کرنے والے کے بالمقابل نہ ہو' اس کی وجہ سواری کی حالت میں کلام کرنا ہے۔

(۸) متعلم سے سوال کرنے کا جواز جب کہ متعلم کے نہ جاننے کا علم ہو

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ سے سوال کیا' حالانکہ آپ کو علم تھا کہ جس چیز کا آپ نے سوال کیا ہے اس کا حضرت معاذ کو بالکل علم نہیں ہے کیونکہ آپ نے سوال کیا تھا: اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں پر اللہ پر کیا حق ہے؟ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی شخص سے اس چیز کے متعلق سوال کیا جائے' جس کا اسے علم نہ ہو تو پھر وہ اس کے جواب کا مشتاق اور منتظر ہوگا' پھر وہ جواب اس کے ذہن میں قائم رہے گا۔

(۹) اس جواب کی حکمتیں کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے

جب نبی ﷺ نے حضرت معاذ سے مذکور سوال کیا تو انہوں نے جواب میں کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والا ہے' اسی طرح صحابہ نے جواب دیا تھا' جب آپ نے ان سے پوچھا تھا: یہ کون سا شہر ہے؟ اس جواب کی ایک حکمت یہ ہے کہ یہ ادب کے موافق ہے' دوسری حکمت یہ ہے کہ وہ آپ سے جواب سن کر سننے کا شرف اور برکت حاصل کرنا چاہتے تھے' تیسری حکمت یہ ہے کہ وہ آپ کے علم کے سامنے اپنے علم کا اظہار نہیں کرنا چاہتے تھے۔

(۱۰) اللہ کے حق اور بندوں کے حق کا فرق

آپ نے بتایا کہ اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ شرک نہ کریں اور اس حق کو ادا کرنا واجب ہے اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ جب بندے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں تو وہ ان کو بالکل عذاب نہ دے' یہ حق فی نفسہٖ واجب نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اس کو اپنے اوپر واجب کرلیا ہے۔

(۱۱) جہالت سے حق ساقط نہیں ہوتا

اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں' اگر بندوں کو اس کے حق کا پتا نہ ہو' تب بھی اللہ کی عبادت ان سے ساقط نہیں ہوگی۔

(۱۲) بغیر دلیل کے اللہ پر ایمان لانا واجب ہے

نبی ﷺ نے یہ بتایا کہ اللہ کا بندوں پر حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور یہ نہیں فرمایا کہ پہلے وہ غور و فکر کر کے اللہ کے وجود اور اس کے واحد ہونے کا علم حاصل کریں' پھر اس پر ایمان لائیں' اس سے معلوم ہوا کہ بغیر دلیل کے اللہ پر ایمان لانا واجب ہے۔

(۱۳) جس حدیث کی فہم مشکل ہو' وہ صرف ان کو سنائی جائے جو اس کے اہل ہوں

نبی ﷺ نے حضرت معاذ کو یہ بتایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کریں گے' اللہ تعالیٰ ان کو بالکل عذاب نہیں دے گا اور دوسرے لوگوں کو یہ حدیث سنانے سے منع کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس حدیث کی فہم مشکل ہو' وہ صرف ان کو سنائی جائے جو اس کے اہل ہوں' اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں کے سامنے صرف وہ حدیث بیان کرو جس کو وہ سمجھتے ہوں کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے! (صحیح البخاری۔کتاب العلم۔باب:٤٩)

(١٤) اللہ اور اس کے رسول کے سامنے اپنی کم علمی کا اعتراف کرنا

حضرت معاذ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب میں کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جواب کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دینا چاہیے اور ان کے سامنے اپنی علمیت نہیں بیان کرنی چاہیے بلکہ ان کے سامنے اپنی کم علمی کا اعتراف کرنا چاہیے۔

(١٥) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب کی حکمتیں

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سوال کے جواب میں خود ہی فرمایا کہ اللہ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ بالکل شرک نہ کریں اور بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ جب بندے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں تو وہ ان کو بالکل عذاب نہ دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جواب کی حسب ذیل حکمتیں ہیں:

(١) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر شاگرد کے سوال کرنے سے پہلے استاذ اس کو مسئلہ بتا دے تو بہت اچھا ہے کیونکہ حضرت معاذ کے سوال کرنے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بتا دیا کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے اور میں کہتا ہوں: اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ بعض اوقات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سائل کے مانگنے سے پہلے اس کو عطا کر دیتے ہیں جیسے آپ نے ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ کو ان کے مانگنے سے پہلے دودھ کا پیالہ عطا فرما دیا۔ (صحیح البخاری:٦٤٥٢)

(٢) اس حدیث میں دلیل ہے کہ راستے میں سواریوں پر بھی عمل کی ترغیب دینا جائز ہے۔

(٣) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ فرمایا کہ بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں تو اس میں اعمال کی طرف اشارہ کیا اور جب یہ فرمایا کہ وہ اس کے ساتھ بالکل شرک نہ کریں تو اس میں آپ نے عقیدہ کی طرف اشارہ کیا۔

(٤) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحیح عقیدہ اور اعمال پر دوام دونوں ضروری ہیں اگر صرف عقیدہ صحیح ہو اور اعمال نہ ہوں تب بھی نجات مشکل ہے اور اگر دائمی عمل ہو اور عقیدہ صحیح نہ ہو تب بھی نجات نہیں ہو سکتی۔

(٥) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ کو یہ بشارت دینے سے اس لیے منع فرمایا کہ کہیں لوگ اس بشارت پر توکل کر کے نہ بیٹھ جائیں اور عمل کرنا چھوڑ دیں۔ یہاں جاننا چاہیے کہ توکل کی دو قسمیں ہیں ایک توکلِ لغوی ہے جس میں انسان عمل نہ کرے اور کسی چیز کے حصول کے اسباب کو حاصل کیے بغیر اس چیز کے حصول کی اُمید رکھے اور اس حدیث میں آپ نے جس توکل سے منع فرمایا ہے وہ یہی توکلِ لغوی ہے اور دوسرا توکلِ شرعی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کرے اور تمام ان ممنوعہ کاموں سے اجتناب کرے جن سے اس نے منع کیا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی اُمید رکھے۔

(بہجۃ النفوس شرح مختصر صحیح البخاری جز ٣ ص ١٢٢۔١١٨ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٥ھ)

٢٨٥٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِينَةِ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لَنَا يُقَالُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ مدینہ

لَهُ مَنْدُوبٌ فَقَالَ مَا رَأَيْنَا مِنْ فَزَعٍ وَّاِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا.

میں (کسی وجہ سے) خوف اور گھبراہٹ پھیل گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ایک گھوڑا عاریۃً لیا' جس کو مندوب کہا جاتا تھا' پس آپ نے فرمایا: ہم نے کوئی دہشت (کی وجہ) نہیں دیکھی' پھر آپ نے فرمایا: بے شک ہم نے اس گھوڑے کو ضرور سمندر (کی طرح تیز رو) پایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٦٢٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت انس کے گھوڑے کا نام مندوب تھا اور یہی اس حدیث کو اس باب میں ذکر کرنے کی وجہ ہے۔

٤٧ - بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ شُؤْمِ الْفَرَسِ گھوڑے کی نحوست کے متعلق جو کہا جاتا ہے

اس باب کے عنوان میں "شوم" کا ذکر ہے' "شوم" کا معنی ہے: نحوست' یعنی بے برکتی۔ اس جگہ یہ بحث ہے کہ آیا اس عنوان میں تمام گھوڑوں کی نحوست مراد ہے یا بعض گھوڑوں کی۔

٢٨٥٨ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا الشُّؤْمُ فِيْ ثَلَاثَةٍ فِي الْفَرَسِ وَالْمَرْاَةِ وَالدَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نحوست صرف تین چیزوں میں ہے: گھوڑے' عورت اور گھر میں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٩٩ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے یہاں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں گھوڑے کی نحوست کا ذکر ہے۔

تین چیزوں میں نحوست کے ارشاد کا بدفالی کی مذمت کی احادیث سے تعارض اور اس کا جواب

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس میں فرمایا کہ ان تین چیزوں میں نحوست ہے' حالانکہ بدفالی نکالنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بدفالی نکالنا شرک سے ہے اور ہم میں سے ہر شخص بدفالی نکالتا ہے لیکن اللہ توکل کے سبب سے بدفالی ختم کر دیتا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٣٩١٠' سنن ترمذی: ١٦١٤' سنن ابن ماجہ: ٣٥٣٨' مسند احمد ج ١ ص ٣٨٩)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ کوئی مرض (خود بخود) متعدی ہوتا ہے اور نہ کوئی بدفالی ہے اور میں نیک فال کو پسند کرتا ہوں' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! نیک فال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھی بات (یعنی کسی بات سے اچھا مطلب نکالنا)۔ (سنن ابوداؤد: ٣٩١٦' سنن ترمذی: ١٦١٥' مسند احمد ج ٣ ص ١١٨)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان تین چیزوں میں نحوست ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ واقع میں ان تین چیزوں میں نحوست ہے' بلکہ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ جاہلیت کی حکایت کی ہے کہ وہ ان تین چیزوں میں نحوست سمجھتے تھے اور شرعی احکام کے لحاظ سے کسی چیز میں نحوست نہیں ہے جیسا کہ مذکور الصدر احادیث میں اس کی تصریح ہے۔

دوسرا جواب: اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو ان تین چیزوں میں نحوست ہوتی اور جب ان میں نحوست

نہیں ہے تو کسی چیز میں نحوست نہیں ہے اور ان تین چیزوں کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان تین چیزوں کے ساتھ انسان کا اکثر یا ہمیشہ واسطہ رہتا ہے کیونکہ کہیں آنے جانے کے لیے اس کو گھوڑے کی ضرورت پڑتی ہے' رہائش کے لیے مکان کے سوا کوئی چارہ نہیں اور گھر بسانے اور اپنی نسل بڑھانے کے لیے بیوی کے بغیر گزارہ نہیں ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ وہ اکھڑ اور سرکش ہو اور اپنی پیٹھ سے سوار کو گرا دیتا ہو' اور مکان کی نحوست یہ ہے کہ وہ مسجد سے دور ہو' اس میں اذان کی آواز نہ آتی ہو یا وہ مکان رہنے کے لیے تنگ ہو' اور بیوی کی نحوست یہ ہے کہ وہ بدخلق اور بدمزاج ہو یا وہ بانجھ ہو اور اس سے اولاد نہ ہو۔

٢٨٥٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ اَبِیْ حَازِمِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنْ کَانَ فِیْ شَیْءٍ فَفِی الْمَرْاَةِ وَالْفَرَسِ وَالْمَسْکَنِ. [طرف الحدیث:٥٠٩٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی حازم بن دینار از حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی چیز میں (نحوست) ہے تو وہ عورت' گھوڑے اور گھر میں ہے۔

٤٨ - بَابُ الْخَیْلِ لِثَلَاثَةٍ

گھوڑوں کی تین قسمیں

وَقَوْلُهُ تَعَالٰی ﴿وَالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْهَا وَزِیْنَةً﴾ (النحل:٨).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا کیے) تا کہ تم ان پر سواری کرو (اور وہ تمہاری) زینت ہوں۔ (النحل:٨)

٢٨٦٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْ صَالِحِ السَّمَّانِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَیْلُ لِثَلَاثَةٍ لِرَجُلٍ اَجْرٌ وَّلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَّعَلٰی رَجُلٍ وِزْرٌ فَاَمَّا الَّذِیْ لَهٗ اَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاَطَالَ فِیْ مَرْجٍ اَوْ رَوْضَةٍ فَمَا اَصَابَتْ فِیْ طِیَلِهَا ذٰلِكَ مِنَ الْمَرْجِ اَوِ الرَّوْضَةِ کَانَتْ لَهٗ حَسَنَاتٍ وَّلَوْ اَنَّهَا قَطَعَتْ طِیَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْ شَرَفَیْنِ کَانَتْ اَرْوَاثُهَا وَاٰثَارُهَا حَسَنَاتٍ لَّهٗ وَلَوْ اَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ یُرِدْ اَنْ یَّسْقِیَهَا کَانَ ذٰلِكَ حَسَنَاتٍ لَّهٗ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَّرِئَاءً وَّنِوَاءً لِّاَهْلِ الْاِسْلَامِ فَهِیَ وِزْرٌ عَلٰی ذٰلِكَ وَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحُمُرِ فَقَالَ مَا اُنْزِلَ عَلَیَّ فِیْهَا اِلَّا هٰذِهِ الْاٰیَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ ﴿فَمَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از زید بن اسلم از ابی صالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑوں کی تین قسمیں ہیں: (ایک گھوڑا) مرد کے لیے اجر ہے' (ایک گھوڑا) مرد کے لیے ستر ہے اور (ایک گھوڑا) مرد کے لیے گناہ ہے' سو رہا وہ گھوڑا جو آدمی کے لیے اجر ہے' یہ وہ گھوڑا ہے کہ جس کو آدمی نے اللہ کی راہ میں باندھ کر رکھا' پس اس کی رسّی گھاس کے قطعہ میں یا باغ میں لمبی رکھی ہے' پس وہ گھوڑا گھاس کے قطعہ سے یا باغ سے لمبی رسّی ہونے کی وجہ سے (وہاں جا کر جو کچھ کھائے گا) تو وہ اس شخص کی نیکیاں ہوں گی' اور اگر اس گھوڑے نے اس کی رسّی کی لمبائی کاٹ دی' پھر وہ ایک بلند جگہ پر یا دو بلند جگہوں پر چڑھا اور اس نے وہاں لید کی تو اس کا وہاں چڑھنا اور لید کرنا بھی اس شخص کی نیکیاں ہوں گی اور اگر وہ گھوڑا کسی دریا کے پاس سے گزرا اور اس نے اس سے پانی پیا اور اس کے مالک نے اس کو پانی پلانے کا ارادہ

يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهُ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهُ○﴾ (الزلزال:٧-٨).

نہیں کیا تھا' (تب بھی) یہ اس شخص کی نیکیاں ہوں گی (یعنی وہ گھوڑا جتنا پانی پیئے گا اتنی ہی وہ اس کے مالک کی نیکیاں شمار ہوں گی) اور جس مرد نے اپنے گھوڑے کو فخر اور دکھاوے اور مسلمانوں کی دشمنی کے لیے باندھ کر رکھا تو یہ گھوڑا اس کے لیے گناہ کا باعث ہے اور رسول اللہ ﷺ سے گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کے متعلق مجھ پر کوئی (خصوصی) آیت نازل نہیں ہوئی سوائے اس جامع اور منفرد آیت کے: پس جس نے ایک ذرہ کے برابر نیکی کی' وہ اس کی (جزاء) دیکھے گا○ اور جس نے کوئی ایک ذرہ کے برابر برائی کی تو وہ اس کی (سزا) دیکھے گا○ (الزلزال:٨-٧)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٧١ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض مشکل الفاظ کے معانی پھر ذکر کیے جا رہے ہیں:

اس حدیث میں ''مرج'' کا لفظ ہے' اس کا اطلاق گھاس کے قطعہ پر ہوتا ہے' اور ''روضہ'' کا لفظ ہے' اس کا اکثر اطلاق بلند جگہ پر ہوتا ہے' اور ''روضہ'' اس جگہ کو بھی کہتے ہیں جہاں پانی ہو' اور ''روضہ'' باغ کو بھی کہتے ہیں' اور اس حدیث میں ''طیل'' کا لفظ ہے اس کا معنی رسّی ہے' اور اس میں ''فَاسْتَنَّتْ'' کا لفظ ہے' یہ ''استنان'' سے ماخوذ ہے' اور اس میں ''نواء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دشمنی۔

٤٩ - بَابُ مَنْ ضَرَبَ دَابَّةَ غَيْرِهِ فِي الْغَزْوِ

جس نے دوسرے کی سواری کو جہاد میں مارا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص نے سفر جہاد میں دوسرے کی سواری کو تیز چلانے کے لیے لکڑی سے مارا تو یہ عمل جائز ہے' کیونکہ درج ذیل حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر کے سست رفتار اونٹ کو تیز چلانے کے لیے لکڑی سے ایک یا دو بار مارا۔

٢٨٦١ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَقِيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيُّ قَالَ اَتَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيَّ فَقُلْتُ لَهٗ حَدِّثْنِيْ بِمَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَافَرْتُ مَعَهٗ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ قَالَ اَبُوْ عَقِيْلٍ لَا اَدْرِيْ غَزْوَةً اَوْ عُمْرَةً فَلَمَّا اَنْ اَقْبَلْنَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّتَعَجَّلَ اِلٰى اَهْلِهٖ فَلْيُعَجِّلْ قَالَ جَابِرٌ فَاَقْبَلْنَا وَاَنَا عَلٰى جَمَلٍ لِّيْ اَرْمَكَ لَيْسَ فِيْهِ شِيَةٌ وَّالنَّاسُ خَلْفِيْ فَبَيْنَمَا اَنَا كَذٰلِكَ اِذْ قَامَ عَلَيَّ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا جَابِرُ اِسْتَمْسِكْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعقیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالمتوکل الناجی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' پس میں نے ان سے کہا: آپ مجھے ایسی حدیث بیان کیجئے جس کو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو؟ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں گیا۔ ابوعقیل راوی نے کہا: مجھے پتا نہیں وہ غزوہ کا سفر تھا یا عمرہ کا سفر تھا' پس جب ہم روانہ ہوئے تو نبی ﷺ نے فرمایا: جو اپنے گھر جلدی جانا چاہتا ہو' وہ جلدی چلا جائے۔ حضرت جابر نے کہا: اور میں ایسے اونٹ پر سوار تھا جس میں سرخ اور کالی

فَضَرَبَهُ بِسَوْطِهِ ضَرْبَةً فَوَثَبَ الْبَعِيرُ مَكَانَهُ فَقَالَ أَتَبِيعُ الْجَمَلَ قُلْتُ نَعَمْ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ فِي طَوَائِفِ أَصْحَابِهِ فَدَخَلْتُ إِلَيْهِ وَعَقَلْتُ الْجَمَلَ فِي نَاحِيَةِ الْبَلَاطِ فَقُلْتُ لَهُ هٰذَا جَمَلُكَ فَخَرَجَ فَجَعَلَ يُطِيفُ بِالْجَمَلِ وَيَقُولُ الْجَمَلُ جَمَلُنَا فَبَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَاقٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ أَعْطُوهَا جَابِرًا ثُمَّ قَالَ اسْتَوْفَيْتَ الثَّمَنَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ الثَّمَنُ وَالْجَمَلُ لَكَ.

دھاریاں تھیں' اور اس میں اس رنگ کے علاوہ اور کوئی عیب نہیں تھا' اور لوگ میرے پیچھے چل رہے تھے' پس اسی اثناء میں' میں اسی طرح جارہا تھا تو نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے جابر! ٹھہر جا! (تو میں نے اپنا اونٹ ٹھہرالیا) رسول اللہ ﷺ نے اس کو اپنے چابک سے ضرب لگائی' پس وہ اونٹ اپنی جگہ سے اچھلا' کودا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم یہ اونٹ فروخت کرو گے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! پس جب ہم مدینہ پہنچے اور نبی ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے تو میں بھی آپ کی طرف داخل ہوا اور میں نے اونٹ کو پتھریلے فرش پر باندھ دیا' پس میں نے کہا: کیا یہی آپ کا اونٹ ہے؟ تو آپ باہر آئے' پس آپ نے اونٹ کے گرد چکر لگایا' اور آپ فرمارہے تھے: یہ اونٹ ہمارا اونٹ ہے' پھر نبی ﷺ نے چند اوقیہ سونا بھیجا' پھر فرمایا: یہ جابر کو دے دو' پھر آپ نے فرمایا: تم نے قیمت پر قبضہ کرلیا' میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: قیمت بھی تمہاری ہے (اور) اونٹ بھی تمہارا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۰۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں دوسرے کی سواری کو لکڑی مارنے کا ذکر ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر کے اونٹ کو تیز چلانے کے لیے چابک مارا تھا' البتہ چند مشکل الفاظ کے معانی پھر ذکر کیے جارہے ہیں' اس حدیث میں ''ارمك'' کا لفظ ہے' یہ ''احمر'' کے وزن پر ہے' اس کا معنی ہے: وہ چیز جس میں سرخ اور سیاہ ملی جلی دھاریاں ہوں۔ اس میں لکھا ہے: ''لَيْسَ فِيهِ شِيَةٌ''' ''شية'' کا معنی ہے: عیب' جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ''مُسَلَّمَةٌ لَّاشِيَةَ فِيهَا'' (البقرہ:۷۱) اور اس میں ''البلاط'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: پتھریلی زمین' جس جگہ پتھر بچھے ہوئے ہوں۔

٥٠ - بَابُ الرُّكُوبِ عَلَى الدَّابَّةِ الصَّعْبَةِ وَالْفُحُولَةِ مِنَ الْخَيْلِ

سرکش اور نر گھوڑوں پر سواری کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سرکش اور نر گھوڑوں پر سواری کرنا جائز ہے۔

وَقَالَ رَاشِدُ بْنُ سَعْدٍ كَانَ السَّلَفُ يَسْتَحِبُّونَ الْفُحُولَةَ لِأَنَّهَا أَجْرٰى وَأَجْسَرُ.

اور راشد بن سعد نے کہا کہ سلف (صحابہ) نر جانور (پر سواری) کو پسند کرتے تھے کیونکہ وہ زیادہ تیز رفتار اور زیادہ بہادر ہوتا ہے۔

راشد بن سعد المقرائی تابعی ہیں' یہ مقراء نام کی دمشق کی بستی کے رہنے والے تھے' یہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان' حضرت ابوامامہ' حضرت معاویہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۱۶)

٢٨٦٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث

اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ فَزَعٌ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِاَبِيْ طَلْحَةَ يُقَالُ لَهٗ مَنْدُوْبٌ فَرَكِبَهٗ وَقَالَ مَا رَاَيْنَا مِنْ فَزَعٍ وَّاِنْ وَّجَدْنَاهُ لَبَحْرًا.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قتادہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سنا کہ (ایک مرتبہ) مدینہ میں دہشت پھیلی ہوئی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ کا گھوڑا عاریۃً لیا جس کو مندوب کہا جاتا تھا' پس آپ اس پر سوار ہوئے اور فرمایا: ہم نے (کسی قسم کی) دہشت نہیں دیکھی اور ہم نے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح تیز رفتار) پایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٦٢٧ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں نر گھوڑے کا ذکر ہے کیونکہ اس کا نام مندوب تھا۔

نر گھوڑوں پر سوار ہونے کی فضیلت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں کوئی فقہی مسئلہ نہیں ہے' اس باب میں صرف یہ ذکر ہے کہ نر گھوڑوں پر سواری کرنا مادہ گھوڑوں پر سواری کرنے سے افضل ہے' کیونکہ وہ بہت تیز رفتار اور بہادر ہوتے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ مدینہ منورہ مادہ گھوڑوں سے خالی نہیں تھا اور یہ معلوم نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ تمام اصحاب نے نر گھوڑے کے علاوہ کسی مادہ گھوڑے پر سواری کی ہو اور اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ نر گھوڑے مادہ گھوڑوں سے افضل تھے مگر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ سے منقول ہے کہ ان کی ایک چتکبری مادہ گھوڑی تھی۔

(شرح ابن بطال ج ٥ ص ٦٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ ھ)

مادہ گھوڑوں پر سوار ہونے کے متعلق آثار

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

امام دار قطنی نے اپنی سنن میں حضرت مقداد رضی اللہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ میں نے غزوۂ بدر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مادہ گھوڑی پر جہاد کیا۔ (سنن دار قطنی: ٤٠٩٦' دار المعرفہ' بیروت)

الولید بن مسلم نے اپنی "کتاب الجهاد" میں حضرت عبادہ بن نسی سے روایت کی ہے کہ صحابہ کرام کفار پر شب خون مارنے میں اور جب جنگی معاملات کو مخفی رکھنا ہوتا تھا تو وہ مادہ گھوڑیوں پر سوار ہونے کو پسند کرتے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ صرف مادہ گھوڑی پر سوار ہو کر قتال کرتے تھے۔

ابوعبدالرحمٰن نے حضرت معاذ بن العلاء رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ تم مادہ گھوڑیوں کو لازم رکھو کیونکہ ان کی پیٹھوں میں عزت ہے اور ان کے پیٹوں میں خزانہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢١٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

٥١ - بَابُ سِهَامِ الْفَرَسِ (مالِ غنیمت میں سے) گھوڑے کا حصہ

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ مالِ غنیمت میں سے گھوڑے کا کتنا حصہ نکالا جائے گا۔

وَقَالَ مَالِكٌ يُسْهَمُ لِلْخَيْلِ وَالْبَرَاذِيْنَ مِنْهَا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا

امام مالک نے کہا کہ گھوڑوں اور خچروں کا مالِ غنیمت میں سے حصہ نکالا جائے گا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور گھوڑے اور

وَزِيْنَةً﴾ (النحل:٨) وَلَا يُسْهَمُ لِأَكْثَرَ مِنْ فَرَسٍ.

خچر اور گدھے (پیدا کیے) تاکہ تم ان پر سواری کرو اور وہ تمہاری زینت ہوں۔ (النحل:٨) اور گھوڑے کے مالک کے لیے ایک گھوڑے سے زیادہ کا حصہ نہیں نکالا جائے گا۔

٢٨٦٣ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِصَاحِبِهِ سَهْمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابواسامہ از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے لیے دو حصے مقرر کیے اور اس کے مالک کے لیے ایک حصہ مقرر کیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٢٢٨ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مالِ غنیمت میں سے گھوڑے کا حصہ بیان کیا گیا ہے' درحقیقت گھوڑے کا جو حصہ ہوتا ہے' وہ بھی اس کے مالک کو دیا جاتا ہے' لیکن کیونکہ وہ حصہ گھوڑے کے سبب سے ملتا ہے اس لیے اس حصہ کی گھوڑے کی طرف اضافت کی جاتی ہے۔

باب مذکور کی حدیث کے موافق احادیث

ابوعمرۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم چار اشخاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہمارے ساتھ ایک گھوڑا تھا' تو آپ نے ہم میں سے ہر انسان کو ایک حصہ عطا کیا' اور گھوڑے کو دو حصے عطا کیے۔ (سنن ابوداؤد: ٢٧٣٤)

حضرت مجمع بن جاریہ الانصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کا مالِ غنیمت اہل حدیبیہ پر تقسیم کیا گیا تو اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھارہ حصے کیے' اور لشکر پندرہ سو افراد پر مشتمل تھا' ان میں تین سو گھوڑے سوار تھے' تو آپ نے گھوڑے سوار کو دو حصے دیئے اور پیادہ کو ایک حصہ دیا۔ (سنن ابوداؤد: ٢٧٣٦)

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے سال میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے لیے چار حصے مقرر کیے' ایک حصہ حضرت زبیر کے لیے اور ایک حصہ ان کی رشتہ دار حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے لیے جو حضرت زبیر کی ماں تھیں اور دو حصے ان کے گھوڑے کے لیے۔ (سنن نسائی: ٣٥٩٢' سنن دارقطنی ج ٤ ص ١١٠' مسند احمد ج ١ ص ١٦٦)

جمہور فقہاء کے نزدیک مالِ غنیمت سے گھوڑے سوار کے لیے گھوڑے کے دو حصے نکالے جائیں گے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث سے جمہور فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ گھوڑے سوار مجاہد کو مالِ غنیمت سے تین حصے دیئے جائیں گے' دو حصے اس کے گھوڑے کے لیے ہوں گے اور ایک حصہ گھوڑے کے مالک کے لیے ہوگا۔ امام مالک' امام شافعی' امام احمد' امام ابویوسف اور امام محمد کا یہی مذہب ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک مالِ غنیمت سے گھوڑے کا ایک حصہ نکالا جائے گا اور اس پر ان کے دلائل

اور امام ابوحنیفہ نے یہ فرمایا ہے کہ گھوڑے سوار کو ایک حصہ دیا جائے گا اور ایک حصہ اس کے گھوڑے کے لیے دیا جائے گا' ان کا استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

حضرت مقداد بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن وہ ایک گھوڑے پر سوار تھے' جس کا نام سبحۃ تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مالِ غنیمت سے دو حصے دیئے' ایک حصہ ان کے گھوڑے کے لیے اور ایک حصہ ان کے لیے۔

(المعجم الکبیر: ٦١٤- ج ٢٠ ص ٢٦١ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں بنو قریظہ کے خلاف جنگ میں گھوڑے پر سوار تھا' پس ایک حصہ میرے لیے رکھا گیا اور ایک حصہ میرے گھوڑے کے لیے۔ (کتاب المغازی للواقدی ج ٢ ص ٢٥ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے سوار کے لیے دو حصے رکھے اور پیدل کے لیے ایک حصہ رکھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ بحوالہ عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢١٨ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

التوضیح میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ نے تمام متقدمین اور متاخرین فقہاء کی مخالفت کی ہے اور یہ کہا ہے کہ گھوڑے سوار کو صرف ایک حصہ دیا جائے گا' اور علامہ ابن سحنون مالکی نے کہا ہے: امام ابوحنیفہ کا موقف تمام فقہاء سے منفرد ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: نہیں! بلکہ حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی موقف ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢١٨ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

٥٢ - بَابُ مَنْ قَادَ دَابَّةَ غَيْرِهٖ فِي الْحَرْبِ — جس نے جہاد میں دوسرے کی سواری کو چلایا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص میدانِ جہاد میں دوسرے کی سواری کو چلا کر لے جائے تو یہ جائز ہے۔

٢٨٦٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ قَالَ رَجُلٌ لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَفَرَرْتُمْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَالَ لٰـكِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفِرَّ اِنَّ هَوَازِنَ كَانُوْا قَوْمًا رُمَاةً وَّاِنَّا لَمَّا لَقِيْنَاهُمْ حَمَلْنَا عَلَيْهِمْ فَانْهَزَمُوْا فَاَقْبَلَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَى الْغَنَائِمِ وَاسْتَقْبَلُوْنَا بِالسِّهَامِ فَاَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَفِرَّ فَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ وَاِنَّهٗ لَعَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَاِنَّ اَبَا سُفْيَانَ اٰخِذٌ بِلِجَامِهَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ — اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

[اطراف الحدیث: ٢٨٧٤- ٢٩٣٠- ٣٠٤٢- ٤٣١٥- ٤٣١٦- ٤٣١٧] (صحیح مسلم: ١٧٧٦' الرقم المسلسل: ٤٥٠٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سہل بن یوسف نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابی اسحاق' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا آپ غزوۂ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے؟ انہوں نے کہا: لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرار نہیں ہوئے تھے' بے شک ہوازن کے لوگ تیر انداز تھے اور بے شک جب ہمارا ان سے مقابلہ ہوا تو ہم نے ان پر حملہ کیا' سو وہ شکست کھا گئے' پھر مسلمان مالِ غنیمت لوٹنے لگے' اور انہوں نے ہمیں تیروں پر رکھ لیا' پس رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ فرار نہیں ہوئے' پس تحقیق یہ ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا' آپ سفید خچر پر سوار تھے اور حضرت ابوسفیان (بن حارث) آپ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ رجز فرما رہے تھے:

میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے — میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

وادیٔ حنین کا محل وقوع' مسلمانوں کے جنگ سے فرار ہونے کی توجیہ اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جنگ سے فرار ہونے کی نسبت کی' اس کا حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حنین کا ذکر ہے' حنین ایک وادی ہے جو کہ مکہ سے تین راتوں کی مسافت پر ہے' طائف کے قریب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرار نہیں ہوئے۔ آپ کا اور تمام انبیاء علیہم السلام کا یہ حال معلوم ہے کہ وہ کبھی بھی جنگ سے فرار نہیں ہوئے' کیونکہ وہ بہت بہادر ہوتے ہیں اور انہیں اللہ عزوجل کے وعدے کی قوی تصدیق ہوتی ہے اور انہیں شہادت

کی اور اللہ عزوجل سے ملاقات کی شدید رغبت ہوتی ہے اور ان میں سے کسی کے متعلق بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ (معاذ اللہ) فرار ہوا ہو اور جس شخص نے ایسا کہا اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی' کیونکہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس وصف کا انکار کیا ہے' جس کا علم قطعی ہے اور یہ کفر ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے: ہمارے اصحاب کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کسی نقص یا عیب کی نسبت کی' اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ علامہ ابن بطال نے کہا: وہ کافر ہے' لیکن اگر اس نے کوئی تاویل کی یا کوئی عذر پیش کیا تو اس کو قبول کیا جائے گا۔

اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ فرار نہیں ہوئے' تو اس سے پہلے عبارت محذوف ہے' اصل عبارت یوں ہے: رہے ہم تو ہم تیروں کی بوچھاڑ کی وجہ سے فرار ہو گئے تھے' اور رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ فرار نہیں ہوئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ سفید خچر پر سوار تھے' اس خچر میں اختلاف ہے۔ صحیح مسلم میں ہے: یہ سفید خچر تھی جو آپ کو فروہ بن نفاثہ نے ہدیہ کی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ ملگجا خچر تھا۔ امام ابن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ دُلدُل پر سوار تھے' جو آپ کو المقوقس نے ہدیہ کیا تھا۔

اور اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابوسفیان آپ کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے' یہ ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے' ان کا نام ابوسفیان ہی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام المغیرہ ہے' یہ فضلاء صحابہ میں سے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس رجزیہ کلام کی توجیہ کہ میں نبی ہوں' یہ جھوٹ نہیں ہے اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں

اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نبی ہوں اور یہ جھوٹ نہیں ہے۔ اس کا معنی ہے: میں اپنے دعویٰ نبوت میں جھوٹا نہیں ہوں' یا اس کا معنی ہے: میں اپنے کسی قول میں جھوٹا نہیں ہوں۔

آپ نے فرمایا: میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنے دادا عبد المطلب پر فخر کیا' اور کافر آباء پر فخر کرنا جائز نہیں ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت عبد المطلب مؤمن تھے۔

اس حدیث میں ہے کہ مسلمان مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے اور ہوازن نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی (تو مسلمان بھاگ گئے)' رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آپ وہاں قائم رہے۔

وہ بارہ صحابہ جو جنگ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر فرار نہیں ہوئے

اس دن سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھاگ گئے تھے اور صرف بارہ آدمی آپ کے ساتھ تھے: حضرت عتبہ' حضرت معتب اور ابولہب کے دو بیٹے' حضرت جعفر بن ابی سفیان بن الحارث' حضرت عقیل بن ابی طالب' حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت علی' حضرت فضل بن عباس' حضرت اسامہ' حضرت قثم بن عباس' حضرت ایمن بن ام ایمن رضی اللہ عنہم' اور اس دن یہ صحابہ شہید ہو گئے: حضرت ربیعہ بن الحارث بن عبد المطلب' حضرت اُم سُلیم (حضرت انس بن مالک کی والدہ) رضی اللہ عنہا۔

حضرت عقیل بن ابی طالب کے مسلمان ہونے پر ایک اشکال کا جواب

میں کہتا ہوں: علامہ بدر الدین عینی نے اپنی مذکور الصدر عبارت میں عقیل بن ابی طالب کا صحابہ میں ذکر کیا ہے اور ان کو مسلمان لکھا ہے' اسی طرح اسماء رجال کے ماہرین نے لکھا ہے۔

حافظ جمال الدین یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ عقیل بن ابی طالب کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ جنگ بدر میں مشرکین کے ساتھ زبردستی لائے گئے تھے اور اس دن ان کو قید کیا گیا تھا' پھر یہ حدیبیہ سے پہلے اسلام لے آئے اور غزوۂ موتہ میں حاضر ہوئے' یہ اپنے بھائی جعفر بن ابی طالب سے دس سال بڑے تھے اور حضرت جعفر' حضرت علی سے دس سال بڑے تھے اور طالب' عقیل سے دس سال بڑے تھے اور طالب کفر پر مرے۔ (تہذیب الکمال ج ١٣ ص ١٣٦ 'دارالفکر' بیروت' ١٤١٤ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

عقیل بن ابی طالب بن عبدالمطلب الہاشمی' حدیبیہ سے پہلے اسلام لائے اور غزوۂ موتہ میں حاضر ہوئے تھے' اس کے بعد وہی تہذیب الکمال کی عبارت ہے۔ اس پر انہوں نے یہ مزید لکھا ہے کہ زبیر بن بکار نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے: جنگ حنین میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو صحابہ ثابت قدم رہے: حضرت عباس' حضرت علی' حضرت عقیل رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کی ایک جماعت۔ (تہذیب التہذیب ج ٧ ص ٢٢٠ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

تاہم ان عبارات پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ صحیح البخاری: ١٥٨٨ میں یہ تصریح ہے کہ عقیل اور طالب دونوں کافر تھے اور یہ دونوں ابوطالب کے وارث ہوئے اور حضرت جعفر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ان کے وارث نہیں ہوئے' کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے' اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ آئے اور آپ سے پوچھا گیا کہ کل آپ کہاں ٹھہریں گے تو آپ نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے رہنے کے لیے کوئی مکان چھوڑا ہے' اور عقیل اور طالب کفر پر مرے تھے۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ عقیل اور طالب' ابوطالب کی موت کے وقت دونوں کافر تھے لیکن عقیل صلح حدیبیہ سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے رضی اللہ عنہ' اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کی تھی' اس وقت یہ ابوطالب کے مکان پر قابض تھے اور یہ قاعدہ ہے کہ ہجرت کے وقت جو جس مکان پر قابض تھا' وہ اخیر وقت تک اس پر قابض ہی قرار پایا۔

(فتح الباری ج ٣ ص ١٥٩ 'عمدۃ القاری ج ٩ ص ٣٣٥)

بعض صحابہ کا تیروں کی بوچھاڑ سے جنگ میں پسپا ہونا' ان کی عظمت کے خلاف نہیں بلکہ یہ سیاسی مصلحت کی بناء پر تھا

اس حدیث سے یہ گمان نہ کیا جائے کہ چونکہ بعض صحابہ تیروں کی بوچھاڑ سے بھاگ گئے تھے تو ان کا یہ فعل گناہ تھا اور ہمارے لیے بھی میدان جہاد سے بھاگنا جائز ہے۔ یہ گمان صحیح نہیں ہے کیونکہ جنگ میں بعض سیاسی مصلحتیں اور سیاسی اقدام ہوتے ہیں' بعض اوقات کسی جگہ سے مصلحتاً مجاہد پیچھے ہٹتے ہیں اور کسی دوسرے محاذ سے دشمن پر حملہ کرتے ہیں' سو اس حدیث سے یہ سمجھنا چاہیے کہ جنگ کی مصلحت کی بناء پر بعض اوقات کسی مورچے سے پیچھے ہٹنا جائز ہے' بہ شرطیکہ یہ نیت ہو کہ وہ جنگ میں ثابت قدم رہیں گے اور کسی دوسرے مورچے سے پلٹ کر دشمن پر حملہ کریں گے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٢٢۔ ٢٢٠ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

جہاد میں امیر لشکر کی خدمت کا جواز' لڑائی کی شدت کے دوران اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کا جواز' اپنے نسب پر فخر کرنے کا جواز اور دیگر مسائل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کے حسب ذیل فوائد ہیں:

(١) جنگ کے دوران سربراہِ ملتِ اسلامیہ کی خدمت کرنا جیسے حضرت ابوسفیان بن حارث' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔

(۲) حالتِ جنگ میں اللہ کی راہ میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا جائز ہے' کیونکہ جب بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور صرف بارہ مرد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ گئے تو ان بارہ مردوں نے اپنی جگہ نہیں چھوڑی اور اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لازم رکھا۔

(۳) امام کا جنگ میں خچر پر سوار ہونے کا جواز' اور جنگ کی مصلحت کی وجہ سے ایک مورچے سے دوسرے مورچے کی طرف منتقل ہونے کا جواز۔

(۴) عین جہاد کے وقت اپنے نسب پر فخر کرنے کا جواز' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

(۵) آپ نے فرمایا: میں نبی ہوں' یہ جھوٹ نہیں ہے۔ اس میں آپ کی نبوت کی دلیل ہے' کیونکہ آپ کو وحی کے ذریعے یہ علم تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا اور آپ بہرحال اس جنگ میں کامیاب ہوں گے' اگرچہ جنگ کروٹیں بدل رہی تھی اور اس وقت میں کفار کا پلہ بھاری تھا اور مسلمان پسپا ہو رہے تھے' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پُر عزم تھے۔

(٦) جس نے یہ گمان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنگ میں شکست کھائی' وہ کافر ہو گیا اور اگر اس نے توبہ نہیں کی تو اس کو قتل کر دیا جائے گا' اسی طرح کسی بھی جنگ میں کسی بھی نبی علیہ السلام کے متعلق اگر کسی نے یہ کہا کہ انہوں نے اس جنگ میں شکست کھائی تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ٧٣۔ ٧٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

اس حدیث کی علامہ عینی اور علامہ ابن بطال نے بہت مفصل شرح کی ہے' لیکن حیرت ہے کہ علامہ ابن حجر نے اس کی شرح میں صرف دو سطریں لکھی ہیں اور شیخ تقی عثمانی نے اس حدیث کو سرے سے چھوڑ دیا اور ان کے شیخ' شیخ سلیم اللہ نے بعض غیر ضروری چیزوں میں بہت طویل کلام کیا ہے اور جو ضروری اور اہم مباحث تھے ان کو چھوڑ دیا ہے' ان ضروری مباحث کا علم ہمارے قائم کردہ عنوانوں سے ہوگا۔

٥٣ - بَابُ الرِّكَابِ وَالْغَرْزِ لِلدَّابَّةِ — سواری کی رکاب اور غرز

اس باب میں رکاب اور غرز کا ذکر ہے' رکاب اس چیز کو کہتے ہیں جس پر پیر رکھ کر سواری پر سوار ہوتے ہیں' غرز کا بھی یہی معنی ہے اور یہ دونوں مترادف لفظ ہیں' ایک قول یہ ہے کہ رکاب لوہے یا لکڑی کی ہوتی ہے اور غرز صرف چمڑے کی ہوتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ رکاب گھوڑے کی ہوتی ہے اور غرز اونٹ کی ہوتی ہے۔

٢٨٦٥ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا أَدْخَلَ رِجْلَهُ فِي الْغَرْزِ وَاسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ قَائِمَةً أَهَلَّ مِنْ عِنْدِ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابی اسامۃ از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا پیر رکاب میں داخل کر دیتے اور اونٹنی ذوالحلیفۃ کی مسجد کے پاس سیدھی کھڑی ہو جاتی تو آپ مُحرم ہو جاتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں رکاب کا ذکر ہے۔

٥٤ - بَابُ رُكُوبِ الْفَرَسِ الْعُرْيِ — گھوڑے کی برہنہ پشت پر سوار ہونا

اس باب کے عنوان کا مطلب یہ ہے کہ گھوڑے کی ایسی پشت پر سوار ہونا جائز ہے جس پر زین کسی ہوئی نہ ہو یا اس کی پشت پر

اور کوئی کپڑا ڈالا ہوا نہ ہو۔

٢٨٦٦ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَرَسٍ عُرْيٍ مَا عَلَيْهِ سَرْجٌ فِيْ عُنُقِهِ سَيْفٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ سے آگے نکل گئے' حالانکہ آپ گھوڑے کی برہنہ پیٹھ پر سوار تھے جس پر پالان نہیں تھی اور آپ کے گلے میں تلوار لٹکی ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٦٢٧ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں آپ کی تواضع کا ثبوت ہے' اور یہ کہ آپ کو گھوڑے پر سوار ہونے کی خوب مشق تھی' اور اس میں گلے میں تلوار لٹکانے کا ثبوت ہے۔

٥٥ - بَابُ الْفَرَسِ الْقَطُوْفِ — سست رفتار گھوڑے پر سوار ہونا

اس باب کے عنوان میں "قطوف" کا لفظ ہے' "قطوف" کا معنی ہے: جس کے قدم ہموار ہوں یا جو تنگی سے چلے' یا جو سست رفتاری سے چلے۔ الثعالبی نے کہا ہے کہ اگر گھوڑا اُچھل اُچھل کر چلے تو اسے "قطوف" کہتے ہیں اور اگر وہ اگلی ٹانگوں کو اٹھائے اور پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو تو اس کو "سبوت" کہتے ہیں اور اگر وہ اپنے سوار کو آسانی سے سوار نہ ہونے دے تو اس کو "قموص" کہتے ہیں اور اگر وہ اپنے سوار کے ساتھ سرکشی کرے تو اس کو "شموس" کہتے ہیں۔

٢٨٦٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَزِعُوْا مَرَّةً فَرَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِّأَبِيْ طَلْحَةَ كَانَ يَقْطِفُ أَوْ كَانَ فِيْهِ قِطَافٌ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ وَجَدْنَا فَرَسَكُمْ هٰذَا بَحْرًا فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يُجَارٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ ایک مرتبہ اہل مدینہ خوف زدہ ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوطلحہ کے ایک سست رفتار گھوڑے پر سوار ہوئے' یا اس گھوڑے میں سست رفتاری تھی' پھر جب واپس آئے تو آپ نے فرمایا: ہم نے تمہارے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح تیز رو) پایا' اس کے بعد اس گھوڑے پر (کوئی اور گھوڑا) سبقت نہیں لے جاتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٦٢٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں سست رفتار گھوڑے کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا ذکر ہے کہ وہ سست رفتار گھوڑا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہونے کی وجہ سے وہ اس قدر تیز رفتار ہو گیا کہ کوئی گھوڑا اس پر سبقت نہیں لے جا سکتا تھا۔

٥٦ - بَابُ السَّبْقِ بَيْنَ الْخَيْلِ — گھوڑوں کے درمیان تیز رفتاری کا مقابلہ کرانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ گھوڑوں کے درمیان بغیر شرط کے تیز رفتاری میں مقابلے کرانا جائز ہے۔

٢٨٦٨ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَجْرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ضُمِّرَ مِنَ الْخَيْلِ مِنَ الْحَفْيَاءِ اِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ وَاَجْرٰى مَالَمْ يُضَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِيْ زُرَيْقٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَكُنْتُ فِيْمَنْ اَجْرٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جن گھوڑوں میں اضمار کیا گیا تھا' ان گھوڑوں کے درمیان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حفیاء سے لے کر ثنیۃ الوداع تک مقابلہ کرایا' اور جن گھوڑوں میں اضمار نہیں کیا گیا تھا' ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الثنیۃ سے لے کر مسجد بنوزریق تک دوڑایا' حضرت ابن عمر نے بتایا کہ میں بھی ان میں شامل تھا جن کے گھوڑوں کو دوڑایا گیا تھا۔

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ سُفْيَانُ بَيْنَ الْحَفْيَاءِ اِلَى الثَّنِيَّةِ الْوَدَاعِ خَمْسَةُ اَمْيَالٍ اَوْ سِتَّةٌ وَّبَيْنَ ثَنِيَّةٍ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِيْ زُرَيْقٍ مِيْلٌ.

عبداللہ نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی' سفیان نے بتایا کہ الحفیاء سے لے کر ثنیۃ الوداع تک پانچ یا چھ میل ہیں اور ثنیہ سے لے کر مسجد بنوزریق تک ایک میل ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٢٠ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں گھوڑوں کے درمیان تیز رفتاری کے مقابلہ کرانے کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں ''اضمار'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: پہلے گھوڑوں کو خوب کھلانا پلانا اور بعد میں چند دن ان کو بھوکا رکھنا' اس عمل سے ان کا جسم قوی ہوتا ہے اور ان میں دوڑنے کی زیادہ قوت اور زیادہ برداشت پیدا ہوتی ہے۔

٥٧ - بَابُ اِضْمَارِ الْخَيْلِ لِلسَّبْقِ

دوڑ میں مقابلہ کے لیے گھوڑوں کو اضمار کرنا

٢٨٦٩ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ لَمْ تُضَمَّرْ وَكَانَ اَمَدُهَا مِنَ الثَّنِيَّةِ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِيْ زُرَيْقٍ وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ سَابَقَ بِهَا. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَمَدًا غَايَةً ﴿فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ﴾ (الحدید:١٦).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان گھوڑوں کے درمیان مقابلہ کرایا جن کو اضمار نہیں کیا گیا تھا اور ان کی آخری حد الثنیۃ سے لے کر مسجد بنوزریق تک تھی اور بے شک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (بھی) مقابلہ کیا تھا۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: ''امد'' کا معنی آخری ہے اور پس جب ان پر طویل مدت گزر گئی۔ (الحدید:١٦) میں بھی یہی معنی مراد ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٢٠ میں گزر چکی ہے۔

٥٨ - بَابُ غَايَةِ السَّبْقِ لِلْخَيْلِ الْمُضَمَّرَةِ

اضمار شدہ گھوڑوں کے مقابلہ کی آخری حد

٢٨٧٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَابَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ قَدْ اُضْمِرَتْ فَاَرْسَلَهَا مِنَ الْحَفْيَاءِ وَكَانَ اَمَدُهَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ فَقُلْتُ لِمُوْسٰى فَكَمْ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَالَ سِتَّةُ اَمْيَالٍ اَوْ سَبْعَةٌ وَّسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ لَمْ تُضَمَّرْ فَاَرْسَلَهَا مِنْ ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ وَكَانَ اَمَدُهَا مَسْجِدَ بَنِيْ زُرَيْقٍ قُلْتُ فَكَمْ بَيْنَ ذٰلِكَ قَالَ مِيْلٌ اَوْ نَحْوُهٗ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ مِمَّنْ سَابَقَ فِيْهَا.

کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جن گھوڑوں کو اضمار کیا گیا تھا' ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الحفیاء سے چھوڑ دیا (دوڑایا) اور ان کی آخری حد ثنیۃ الوداع تھی۔ راوی نے کہا: میں نے موسیٰ سے پوچھا: ان کے درمیان کتنی مسافت تھی؟ انہوں نے کہا: چھ یا سات میل اور جن گھوڑوں کو اضمار نہیں کیا گیا تھا' ان کو ثنیۃ الوداع سے چھوڑا اور ان کی آخری حد مسجد بنوزریق تھی' میں نے پوچھا: ان کے درمیان کتنی مسافت تھی؟ انہوں نے کہا: ایک میل یا اس کی مثل' اور حضرت ابن عمر ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اس دوڑ میں مقابلہ کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۰ میں گزر چکی ہے۔

٥٩ - بَابُ نَاقَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا ذکر

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی القصواء اور العضباء کا ذکر کیا جائے گا۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ اَرْدَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُسَامَةَ عَلَى الْقَصْوَاءِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو (اپنی اونٹنی) القصواء پر اپنے پیچھے بٹھایا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن مندہ نے کتاب الارداف میں اس تعلیق کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے: "اَلْقُصْوٰی" میں قاف پر پیش ہے اور یہ اسم مقصور ہے اور اہل لغت کے نزدیک اس پر زبر ہے اور یہ اسم ممدود ہے یعنی القصواء' اس کے کان کا چوتھائی حصہ کٹا ہوا تھا' یہ وہی اونٹنی ہے جس پر بیٹھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تھی' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس اونٹنی کو بنوالحریش سے خریدا تھا اور یہ ملگجی رنگ کی تھی' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ اس پر نہیں بیٹھتے تھے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو العضباء کہا جاتا تھا' یہ اس کا لقب تھا' اور اس کے کان میں شگاف نہیں تھا اور امام خلیل نے کتاب العین میں اس کی تصریح کی ہے کہ العضباء اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کے کان میں شگاف ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ الْمِسْوَرُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خَلَاَتِ الْقَصْوَاءُ.

اور حضرت المسور رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قصویٰ نہیں بیٹھی۔

اس تعلیق کا ذکر' صحیح البخاری: ۲۷۳۱ میں ہے۔

۲۸۷۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْاِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَتْ نَاقَةٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهَا الْعَضْبَاءُ.

کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی اونٹنی کو العضباء کہا جاتا تھا۔ [اطراف الحدیث:٢٨٧٢-٦٥٠١]

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ باب کے عنوان میں نبی ﷺ کی اونٹنی کا ذکر ہے اور یہ العضباء وغیرہ کو شامل ہے۔

٢٨٧٢ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَةٌ تُسَمَّى الْعَضْبَاءَ لَا تُسْبَقُ قَالَ حُمَيْدٌ اَوْ لَا تَكَادُ تُسْبَقُ فَجَاءَ اَعْرَابِيٌّ عَلٰى قَعُوْدٍ فَسَبَقَهَا فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى عَرَفَهُ فَقَالَ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِّنَ الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَهُ طَوَّلَهُ مُوْسٰى عَنْ حَمَّادٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی ایک اونٹنی تھی جس کو العضباء کہا جاتا تھا' وہ کبھی پیچھے نہیں رہتی تھی' حمید نے کہا: یا وہ پیچھے رہنے کے قریب نہیں رہتی تھی' پھر ایک اعرابی اپنے اونٹ پر آیا تو اس نے العضباء کو پیچھے چھوڑ دیا تو یہ بات مسلمانوں پر بہت دشوار گزری حتیٰ کہ نبی ﷺ نے ان کی پریشانی کو جان لیا تو آپ نے فرمایا: اللہ پر یہ حق ہے کہ جو چیز بھی دنیا میں بلند ہوتی ہے وہ اس کو پست کر دیتا ہے (کیونکہ مطلقاً بلندی صرف اللہ ہی کے لیے ہے)۔ اس حدیث کو موسیٰ نے از حماد از ثابت از حضرت انس از نبی ﷺ طوالت کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو بھی امام بخاری نے اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں اونٹنی کا ذکر ہے۔

٦٠ - بَابُ الْغَزْوِ عَلَى الْحَمِيْرِ
گدھے پر بیٹھ کر جہاد کرنا

اس باب کے تحت امام بخاری نے کوئی حدیث درج نہیں کی' اور امام بخاری کا یہ قاعدہ ہے کہ جب وہ کسی باب کے تحت حدیث ذکر نہ کریں تو وہ باب ابواب سابقہ کے ساتھ لاحق ہوتا ہے۔

٦١ - بَابُ بَغْلَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْضَاءِ
نبی ﷺ کے سفید خچر کا ذکر

قَالَهُ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

اس کو حضرت انس رضی اللہ نے بیان کیا ہے۔

اس تعلیق کے موافق سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ٢٨٦٤ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ اَهْدٰى مَلِكُ اَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ.

اور ابو حمید نے کہا کہ ایلہ کے بادشاہ نے نبی ﷺ کو سفید خچر ہدیہ کی تھی۔

ابو حمید کا پورا نام حضرت عبد الرحمان بن سعد الساعدی ہے' یہ صحابی ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ کی خلافت کے اخیر میں فوت ہوئے۔

ایلہ' یہ حجاز کی انتہاء اور شام کی ابتداء ہے اور شام اور مدینے کے درمیان پندرہ مرحلے کا فاصلہ ہے۔

جس بادشاہ نے نبی ﷺ کو خچر ہدیہ کیا تھا' اس کا نام یوحنا بن روبۃ تھا۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ ایلہ کے

بادشاہ کا قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مکتوب لے کر آیا اور اس نے آپ کو سفید خچر ہدیہ کیا' اور اس خچر کا نام دلدل تھا' اور صحیح یہ ہے کہ دلدل آپ کو المقوقس نے ہدیہ کیا تھا۔

امام بخاری کی یہ تعلیق سند موصول کے ساتھ' صحیح البخاری: ۱۴۸۱ میں مذکور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۲۹)

۲۸۷۳ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْإِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ الْحَارِثِ قَالَ مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهُ وَأَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمرو بن الحارث سے سنا' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ترکہ میں صرف سفید خچر اور ہتھیار اور ایک زمین چھوڑی تھی اور جو کچھ آپ نے چھوڑا' وہ صدقہ تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۳۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں جس زمین کا ذکر ہے' وہ فدک کی آدھی زمین تھی' اور وادی قریٰ کی تہائی زمین تھی اور خیبر کی زمین سے آپ کا حصہ تھا اور بنو نضیر سے آپ کا حق تھا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم جماعت انبیاء کا وارث نہیں بنایا جاتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۲۹)

۲۸۷۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْإِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَبَا عُمَارَةَ وَلَّيْتُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَالَ لَا وَاللّٰهِ مَا وَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ وَلّٰى سَرَعَانُ النَّاسِ فَلَقِيَهُمْ هَوَازِنُ بِالنَّبْلِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَأَبُوْسُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ آخِذٌ بِلِجَامِهَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے ابواسحاق نے حدیث بیان کی از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ان سے کہا: اے ابوعمارہ! کیا تم لوگوں نے غزوۂ حنین کے دن پیٹھ پھیری تھی؟ انہوں نے کہا: نہیں! اور اللہ کی قسم! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری تھی' لیکن جلدی میں کچھ لوگوں نے پیٹھ پھیری تھی' جن پر ہوازن کے تیروں کی بوچھاڑ ہوئی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور ابوسفیان بن الحارث اس کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

میں نبی ہوں' یہ جھوٹ نہیں ہے اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۶۴ میں گزر چکی ہے۔

۶۲ - بَابُ جِهَادِ النِّسَاءِ

عورتوں کا جہاد کرنا

اس باب میں عورتوں کے جہاد کرنے کا حکم بیان فرمایا ہے۔

۲۸۷۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از معاویہ بن اسحاق از عائشہ بنت طلحہ از حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں

قَالَتْ اِسْتَاذَنْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْجِهَادِ فَقَالَ جِهَادُكُنَّ الْحَجُّ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُّعَاوِيَةَ بِهٰذَا.

کہ میں نے نبی ﷺ سے جہاد کی اجازت طلب کی' تو آپ نے فرمایا: تمہارا جہاد حج کرنا ہے' اور عبداللہ بن الولید نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از معاویہ اسی طرح۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٢٠ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ نبی ﷺ نے بیان فرمایا کہ عورتوں کا جہاد حج کرنا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم دیکھتی ہیں کہ افضل عمل جہاد ہے' تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے۔ (صحیح البخاری: ٢٧٨٤)

٢٨٧٦ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُّعَاوِيَةَ بِهٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از معاویہ اسی طرح۔

یہاں امام بخاری نے اس حدیث کو دوسری سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

وَعَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِیْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَهٗ نِسَاءُهٗ عَنِ الْجِهَادِ فَقَالَ نِعْمَ الْجِهَادُ الْحَجُّ.

اور حبیب بن ابی عمرہ بیان کرتے ہیں: از حضرت عائشہ بنت طلحہ از حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا از نبی ﷺ' آپ سے آپ کی ازواج نے جہاد سے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: بہترین جہاد حج کرنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٢٠ میں گزر چکی ہے۔

٦٣ - بَابُ غَزْوِ الْمَرْاَةِ فِی الْبَحْرِ
عورتوں کا سمندری راستوں سے جہاد کرنا

اس باب میں سمندری راستے سے عورتوں کے جہاد کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

٢٨٧٨'٢٨٧٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْاِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنَةِ مِلْحَانَ فَاتَّكَاَ عِنْدَهَا ثُمَّ ضَحِكَ فَقَالَتْ لِمَ تَضْحَكُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِیْ يَرْكَبُوْنَ الْبَحْرَ الْاَخْضَرَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَثَلُهُمْ مَثَلُ الْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِیْ مِنْهُمْ قَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا مِنْهُمْ ثُمَّ عَادَ فَضَحِكَ فَقَالَتْ لَهٗ مِثْلَ اَوْ مِمَّ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهَا مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَتْ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِیْ مِنْهُمْ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن عبدالرحمٰن الانصاری' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ' بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے' پس ان کے پاس ٹیک لگائی' پھر آپ ہنسے تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ اللہ کی راہ میں سبز سمندر پر سواری کریں گے اور ان کی مثال ایسی ہوگی جیسے بادشاہ اپنے تختوں پر ہوتے ہیں۔ حضرت بنت ملحان نے کہا: یارسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے ان میں سے کر دے' آپ نے دعا کی: اے

اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَلَسْتِ مِنَ الْاٰخِرِيْنَ قَالَ قَالَ اَنَسٌ فَتَزَوَّجَتْ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ مَعَ بِنْتِ قَرَظَةَ فَلَمَّا قَفَلَتْ رَكِبَتْ دَابَّتَهَا فَوَقَصَتْ بِهَا فَسَقَطَتْ عَنْهَا فَمَاتَتْ.

اللہ! اس کو ان میں سے کر دے پھر آپ دوبارہ لیٹ گئے پس آپ ہنسے تو حضرت بنت ملحان نے اسی کی مثل سوال کیا یا کہا: کس وجہ سے؟ آپ نے بھی اسی کی مثل جواب دیا پس انہوں نے کہا: آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے آپ نے فرمایا: تم پہلوں میں سے ہو اور دوسروں میں سے نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت انس نے بیان کیا: پس حضرت بنت ملحان نے عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا پس وہ بنت قرظہ کے ساتھ سمندر میں سوار ہوئیں جب وہ واپس لوٹیں تو اپنی سواری پر سوار ہوئیں پس ان کی سواری نے ان کی گردن توڑ دی سو وہ اس سے گر گئیں اور اس (حادثہ) سے ان کی وفات ہوگئی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۷۸۸-۲۷۸۹ میں گزر چکی ہے۔

٦٤ - بَابُ حَمْلِ الرَّجُلِ امْرَاَتَهٗ فِي الْغَزْوِ دُوْنَ بَعْضِ نِسَائِهٖ

کسی شخص کا اپنی کسی ایک بیوی کو جہاد پر لے جانا اور دوسری بیویوں کو چھوڑ دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص جہاد پر روانہ ہو تو قرعہ اندازی کے بعد اپنی کسی ایک بیوی کو ساتھ لے جائے۔

۲۸۷۹ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ ابْنَ وَقَّاصٍ وَّعُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ كُلٌّ حَدَّثَنِيْ طَائِفَةً مِّنَ الْحَدِيْثِ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ اَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهٖ فَاَيَّتُهُنَّ يَخْرُجُ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْرَعَ بَيْنَنَا فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ فِيْهَا سَهْمِيْ فَخَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا اُنْزِلَ الْحِجَابُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن المنہال نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن عمیر النمیری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت عروہ بن الزبیر اور سعید بن المسیب اور علقمہ بن وقاص اور عبیداللہ بن عبداللہ سے حضرت عائشہ کی حدیث سنی ان سب نے مجھے حدیث کا ایک حصہ بیان کیا حضرت عائشہ نے کہا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (جہاد کے لیے) روانہ ہونے کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے پس جس کا قرعہ نکل آتا اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ لے جاتے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ میں قرعہ اندازی کی جس میں آپ نے جہاد کیا تھا پس اس میں میرا قرعہ نکل آیا حجاب کے احکام نازل ہونے کے بعد میں آپ کے ساتھ روانہ ہوئی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۵۹۳ میں گزر چکی ہے۔

٦٥ - بَابُ غَزْوِ النِّسَاءِ وَقِتَالِهِنَّ مَعَ الرِّجَالِ

عورتوں کا مردوں کے ساتھ جہاد اور قتال کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورتوں کا مردوں کے ساتھ جہاد کے لیے روانہ ہونا جائز ہے۔

٢٨٨٠ - حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ اِنْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَلَقَدْ رَاَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ اَبِيْ بَكْرٍ وَاُمَّ سُلَيْمٍ وَاِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ اَرٰى خَدَمَ سُوْقِهِمَا تَنْقُزَانِ الْقِرَبَ وَقَالَ غَيْرُهٗ تَنْقُلَانِ الْقِرَبَ عَلٰى مُتُوْنِهِمَا ثُمَّ تُفْرِغَانِهٖ فِيْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَاٰنِهَا ثُمَّ تَجِيْئَانِ فَتُفْرِغَانِهَا فِيْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ.

[اطراف الحدیث:٢٩٠٢-٣٨١١-٤٠٦٤] (صحیح مسلم:١٨١١، الرقم المسلسل:٤٥٧٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ، انہوں نے بیان کیا کہ جب غزوۂ اُحد کا دن تھا تو لوگ شکست کھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہو گئے حضرت انس نے کہا: اور میں نے حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ دونوں اپنے پائنچے اوپر کیے ہوئے تھیں اور میں ان کی پنڈلیوں کے زیور کو دیکھ رہا تھا' وہ مشک لے کے بھاگ رہی تھیں اور دوسروں نے کہا کہ وہ مشکوں کو اپنی پیٹھوں پر لاد کر لا رہی تھیں' پھر (زخمی) لوگوں کے منہ میں ان مشکوں سے پانی ڈال رہی تھیں' پھر لوٹ کر جاتیں' پس ان مشکوں کو بھر کر لاتیں' پھر (زخمی) لوگوں کے منہ میں ان مشکوں سے پانی ڈالتیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابومعمر' عبداللہ بن عمرو بن ابی الحجاج المنقری (٢) عبدالوارث بن سعید (٣) عبدالعزیز بن صہیب ابوحمزہ (٤) حضرت انس بن مالک رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٣٣)

حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت پر ایک اعتراض کا جواب

اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ اس باب کا یہ عنوان ہے: عورتوں کا مردوں کے ساتھ جہاد اور قتال کرنا۔ اور اس حدیث میں عورتوں کے قتال کا بالکل ذکر نہیں ہے' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہما زخمی مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں' لہٰذا عنوان میں عورتوں کے جہاد اور قتال سے مراد عام ہے کہ وہ خود قتال کریں یا قتال میں مجاہدین کی اعانت کریں' البتہ دوسری احادیث میں حضرت اُم سلیم کے قتال کا بھی ذکر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُم سلیم نے غزوۂ حنین میں ایک خنجر رکھا ہوا تھا' انہوں نے بتایا کہ میں نے خنجر اس لیے رکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو میں اس کے پیٹ میں یہ خنجر گھونپ دوں گی۔ (صحیح مسلم:١٨٠٩)

سو اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت اُم سلیم نے مشرکین کو قتل کرنے کے لیے خنجر تیار کر کے رکھا ہوا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین سے قتال کرنے میں وہ مردوں کے حکم میں تھیں اور اس اعتبار سے یہ حدیث عنوان کے مطابق ہے۔ غزوۂ اُحد کے بعد حجاب کے احکام نازل ہوئے ہیں' اس لیے یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ حضرت انس رضی اللہ ان خواتین کی طرف کیوں دیکھ رہے تھے۔

عورتوں' معذوروں اور تاجروں کے لیے مالِ غنیمت سے حصہ نکالنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ آیا مالِ غنیمت سے عورت کا حصہ نکالا جائے گا یا نہیں؟

اوزاعی نے کہا ہے کہ عورتوں کا حصہ نکالا جائے گا کیونکہ نبی ﷺ نے خیبر کے مالِ غنیمت سے عورتوں کا حصہ نکالا تھا اور مسلمانوں نے اس پر عمل کیا تھا' سفیان ثوری' فقہاء کوفہ' لیث اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ان کا حصہ نہیں نکالا جائے گا لیکن ان کو تھوڑا سا مال دیا جائے گا' کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت نجدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ ہم عورتوں کو مالِ غنیمت سے کچھ ملتا تھا' اور رسول اللہ ﷺ نے ہمارا حصہ مقرر نہیں کیا تھا۔

نابینا' اپاہج اور جس کے ہاتھ کٹے ہوئے ہوں' اس کے متعلق اختلاف ہے' اگر یہ لوگ جہاد میں کسی قسم کی مدد کر سکیں مثلاً اپاہج سواری پر سوار ہو کر قتال کر سکے یا نابینا تیر اٹھا کر دے سکے یا ان کی وجہ سے مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو تو ان کے لیے مالِ غنیمت سے حصہ نکالا جائے گا ورنہ نہیں۔

تاجر اور مزدور کے متعلق تین اقوال ہیں' ایک قول یہ ہے کہ جب وہ لوگوں کے ساتھ قتال میں حاضر ہوں تو ان کا حصہ نکالا جائے گا' خواہ وہ قتال کریں یا نہ کریں' دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا حصہ بالکل نہیں نکالا جائے گا اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر وہ قتال کریں تو ان کا حصہ نکالا جائے گا' ورنہ نہیں۔

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ مزدور اور تاجر کا حصہ صرف اس صورت میں نکالا جائے گا' جب وہ قتال کریں' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے' امام ابوحنیفہ سے دوسری روایت یہ ہے کہ ہر اس آزاد شخص کا حصہ نکالا جائے گا جو قتال کرے' اور یہی امام احمد کا مذہب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۳۵-۲۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦٦ - بَابُ حَمْلِ النِّسَاءِ الْقِرَبَ إِلَى النَّاسِ فِي الْغَزْوِ

عورتوں کا جہاد میں مشکوں کو اٹھا کر لوگوں کی طرف لانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورتوں کا جہاد میں مشکوں کو اٹھا کر لانا جائز ہے۔

٢٨٨١ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ثَعْلَبَةُ ابْنُ اَبِي مَالِكٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَسَمَ مُرُوْطًا بَيْنَ نِسَاءٍ مِّنْ نِّسَاءِ الْمَدِيْنَةِ فَبَقِيَ مِرْطٌ جَيِّدٌ فَقَالَ لَهٗ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهٗ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَعْطِ هٰذَا ابْنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ عِنْدَكَ يُرِيْدُوْنَ اُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِيٍّ فَقَالَ عُمَرُ اُمُّ سَلِيْطٍ اَحَقُّ وَاُمُّ سَلِيْطٍ مِّنْ نِّسَاءِ الْاَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ فَاِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ تَزْفِرُ تَخِيْطُ. [طرف الحدیث:۴۰۷۱]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از ابن شہاب' ثعلبہ بن ابی مالک نے کہا کہ بے شک حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی عورتوں میں کچھ چادریں تقسیم کیں' پس ایک نئی چادر بچ گئی تو حضرت عمر کے ہم نشینوں میں سے کسی نے کہا: یہ چادر آپ رسول اللہ ﷺ کی اس صاحب زادی کو دے دیں جو آپ کے نکاح میں ہیں' ان کی مراد حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما تھیں' تب حضرت عمر نے فرمایا: حضرت اُم سلیط رضی اللہ عنہا اس کی زیادہ مستحق ہیں' اور حضرت ام سلیط انصار کی ان خواتین میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی' حضرت عمر نے کہا: بے شک وہ غزوۂ اُحد کے دن ہمارے لیے مشکیں اٹھا کر لاتی تھیں۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: "تزفر" کا معنی ہے: وہ سیتی تھیں۔

حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما کا تذکرہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہما' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں پیدا ہوئی تھیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سے نکاح کا پیغام دیا' حضرت علی نے فرمایا: میں اس کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں' اگر آپ نے اس کو راضی کر دیا تو میں اس کا نکاح آپ کے ساتھ کردوں گا' پس حضرت علی نے حضرت ام کلثوم کو حضرت عمر کے پاس ایک چادر دے کر بھیجا اور ان سے فرمایا: تم ان سے یہ کہنا کہ یہ وہ چادر ہے جس کے متعلق میں نے آپ سے کہا تھا' حضرت ام کلثوم نے حضرت عمر سے اسی طرح کہا' حضرت عمر نے ان سے کہا: آپ حضرت علی سے کہیں کہ میں راضی ہو گیا' آپ سے اللہ راضی ہو۔ جب حضرت ام کلثوم' حضرت علی کے پاس واپس گئیں تو حضرت علی نے بتایا کہ حضرت عمر تمہارے شوہر ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ص ۲۳۶-۲۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سے نکاح کیا تھا جن کی والدہ حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں' اس وجہ سے حضرت عمر کے ہم نشینوں نے کہا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی ہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ وہ آپ کی حیات میں پیدا ہوئی تھیں اور وہ حضرت سیدہ فاطمہ کی سب سے چھوٹی صاحب زادی تھیں۔ (فتح الباری ج ۴ص ۲۸۸' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عزالدین ابن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ نکاح کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغام دیا' حضرت علی نے فرمایا: وہ ابھی کم سن ہے' حضرت عمر نے فرمایا: اے ابوالحسن! آپ اس کا میرے ساتھ نکاح کر دیں' اس کی جتنی حفاظت میں کروں گا کوئی اور اتنی حفاظت نہیں کر سکے گا' حضرت علی نے فرمایا: میں اس کو آپ کے پاس بھیجتا ہوں اگر آپ اس سے راضی ہو گئے تو میں نے اس سے آپ کا نکاح کر دیا' پس حضرت علی نے حضرت ام کلثوم کو ایک چادر دے کر حضرت عمر کی طرف بھیجا اور حضرت ام کلثوم سے فرمایا: تم ان سے یہ کہنا: یہ وہ چادر ہے جس کے متعلق میں نے آپ سے کہا تھا' حضرت ام کلثوم نے حضرت عمر سے اسی طرح کہا تو حضرت عمر نے ان سے کہا: آپ حضرت علی سے کہیں کہ میں راضی ہوں' آپ سے اللہ راضی ہو' حضرت علی نے فرمایا: اے بیٹی! یہ تمہارے شوہر ہیں' پھر حضرت عمر آ کر باغ میں بیٹھے جہاں مہاجرین اولین بیٹھے تھے' پس فرمایا: مجھے مبارک باد دو! لوگوں نے پوچھا: اے امیر المومنین! کس بات کی؟ فرمایا: میں نے حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما سے نکاح کر لیا ہے' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر نکاح اور نسب اور سسرال کا رشتہ قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا سوا میرے نکاح اور نسب اور سسرال کے رشتہ کے اور میرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نسب اور نکاح کا رشتہ تو تھا' پس میں نے چاہا کہ میں آپ کے ساتھ سسرال کا رشتہ بھی جوڑ لوں' پس لوگوں نے حضرت عمر کو مبارک باد دی' پس ان سے حضرت کا ایک بیٹا زید بن عمر اور ایک بیٹی رقیہ پیدا ہوئیں۔

حضرت رقیہ اور ان کا بیٹا زید ایک زمانہ میں پیدا ہوئے' بنو عدی کے خلاف ایک جنگ میں شہید ہو گئے تھے' وہ ان کے درمیان صلح کرانے گئے تھے' پس رات کے اندھیرے میں ایک شخص نے ان کے سر پر پتھر مار کر ان کا سر پھاڑ دیا تو وہ بے ہوش ہو کر گر گئے' پھر چند روز بعد وہ بھی فوت ہو گئے اور ان کی والدہ بھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' ان کو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھانے کے لیے آگے کیا تھا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت ام کلثوم سے عون بن جعفر نے نکاح کیا تھا۔

حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ام کلثوم بنت علی، حضرت عمر کی شہادت کے بعد بیوہ ہوگئیں تو حضرت ام کلثوم کے پاس ان کے دونوں بھائی حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آئے اور ان کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے نکاح کا معاملہ اپنے والد حضرت علی کے سپرد کر دیں، سو آپ نے ایسا کر دیا اور حضرت علی نے آپ کا نکاح عون بن جعفر سے کر دیا۔

(اسد الغابۃ ج ۷ ص ۳۸۷۔۳۷۷ ملخصا، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

یہ قصہ درج ذیل کتب میں بھی ہے، بعض میں اختصار کے ساتھ اور بعض میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے:

سنن ترمذی: ۱۹۳۸، الاصابۃ: ۱۲۲۳۷، الاستیعاب: ۳۶۶۴، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۴۶۳، تہذیب الاسماء واللغات ج ۲ ص ۳۶۵، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۵۳۷۔

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبعین میں سے آپ کے زیادہ اقرب اور زیادہ اولیٰ وہ مسلمان ہیں جو دین اسلام کی حمایت اور دین کی نصرت میں دوسروں سے بڑھ کر ہوں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ قیمتی چادروں کی تقسیم کے موقع پر صحابہ نے حضرت ام سلیط رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی سے زیادہ حق دار قرار دیا، کیونکہ حضرت اُم سلیط رضی اللہ عنہا دین اسلام کی حمایت اور نصرت میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر تھیں اور یہ قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہے:

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى. (الحدید: ۱۰)

(اے مسلمانو!) تم میں سے وہ لوگ ان کے برابر نہیں ہیں جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور قتال کیا، وہ لوگ ان مسلمانوں سے بڑے درجہ میں ہیں، جنہوں نے (فتح مکہ) کے بعد اپنے مال خرچ کیے اور دشمنانِ اسلام سے قتال کیا اور اللہ نے ان سب سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی شخص نسبی قرابت کی وجہ سے خلافت کا مستحق نہیں ہوگا بلکہ دین اسلام کی حمایت، نصرت اور دین اسلام کی حمایت میں اپنے مال کو خرچ کرنے اور دین اسلام کی خاطر دشمنانِ اسلام سے قتال کرنے میں جس کا حصہ زیادہ ہوگا، وہی آپ کے بعد خلافت کا زیادہ مستحق ہوگا۔

غیر کفو میں نکاح کے جواز کی تحقیق

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سیّدہ کا نکاح غیر سیّد سے جائز ہے، کیونکہ حضرت ام کلثوم سیّدہ تھیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ غیر سیّد تھے، اس کے باوجود حضرت علی نے حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

بعض لوگوں نے ایسا نکاح کرنے والوں کو کافر قرار دیا، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں لکھا:

حاشا للہ! اسے کفر سے کیا علاقہ! کافر کہنے والوں کو تجدید اسلام چاہیے کہ بلاوجہ مسلمان کو کافر کہتے ہیں، امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کو کہ بطن پاک حضرت بتول زہراء رضی اللہ عنہا سے تھیں، امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیں اور ان سے حضرت زید بن عمر پیدا ہوئے اور امیر المؤمنین عمر نسباً سادات میں سے نہیں۔ سیّدہ عاقلہ بالغہ اگر ولی رکھتی ہے تو جس کفو سے نکاح کرے گی، ہو جائے گا اگرچہ سیّد نہ ہو مثلاً شیخ، صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا علوی یا عباسی یا انصاری۔

غیر کفو سے بے اجازت صریحہ ولی نکاح کرے گی تو نہ ہوگا جیسے کسی شیخ' انصاری یا مغل پٹھان سے مگر جب کہ وہ معزز عالم دین ہو۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۳۹۹' سنی دارالاشاعت' فیصل آباد)

* اس مسئلہ کی مکمل تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ١١٠٥- ١٠٢٣ میں بیان کردی ہے اور مخالفین اس کا مدلل جواب دینے سے عاجز رہے ہیں۔

امام بخاری کے بیان کردہ معنی پر حافظ ابن حجر کا تعاقب کرنا

اس حدیث کے آخر میں امام بخاری نے ''تزفر'' کا معنی لکھا ہے: سیتی تھیں۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کے اس بیان کیے ہوئے معنی کا رد کیا گیا ہے کہ ''زفر'' کا لغوی معنی سینا' لغت میں معروف نہیں ہے۔ ''زفر'' کا لغوی معنی ہے: اٹھانا' امام خلیل نے کہا ہے کہ ''زفر'' کا معنی ہے: کسی چیز کو اٹھانا' اور ''زفر'' کا معنی مشک بھی ہے جب وہ پانی سے بھری ہوئی ہو اور جو باندیاں پانی سے بھری ہوئی مشک اٹھاتی ہیں' ان کو ''زوافر'' کہا جاتا ہے' اور ''الزفر'' کا معنی ہے: ''البحر الفیاض'' اور ایک قول یہ ہے کہ ''زافر'' اس شخص کو کہتے ہیں جو مشک اٹھانے میں مدد دیتا ہے' امام ابونعیم نے مستخرج میں لکھا ہے کہ ''تزفر'' کا معنی ہے: وہ اُٹھاتی ہے اور ابوصالح کاتب اللیث نے کہا ہے کہ ''تزفر'' کا معنی ہے: جوتی سیتی ہے' حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ امام بخاری کی تفسیر اسی قول پر مبنی ہو۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۸۹' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲٦ھ)

٦٧ - بَابُ مُدَاوَاةِ النِّسَاءِ الْجَرْحٰى فِي الْغَزْوِ

عورتوں کا جہاد میں زخمیوں کو دوا دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورتیں جہاد میں زخمیوں کو دوا دے سکتی ہیں خواہ زخمی مرد ہوں یا عورتیں۔

٢٨٨٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْقِي وَنُدَاوِي الْجَرْحٰى وَنَرُدُّ الْقَتْلٰى إِلَى الْمَدِينَةِ.

[اطراف الحدیث: ٢٨٨٣-٥٦٧٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن ذکوان نے حدیث بیان کی از الربیع بنت معوذ' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ زخمیوں کو پانی پلاتے تھے اور دوا دیتے تھے اور مقتولین کو مدینہ پہنچاتے تھے۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

عورتوں کے اجنبی بیمار مردوں کو دوا دینے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا غیر محرم بیمار کو دوا دینا اور پانی پلانا جائز ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عورت کا غیر محرم کو دوا دینا اور پانی پلانا کیونکر جائز ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص زخمی ہو' اس کو دوا دینے سے کوئی لذت حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے زخم دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور عورتیں صرف یہ کرتی تھیں کہ بیمار کے پاس دوا اور پانی رکھ دیتی تھیں' اور یہ اس صورت میں ہے جب کوئی مرد دوا دینے والا نہ ہو' ایسی صورت میں اس کو دوا دینا ضرورت کی وجہ سے ہے اور ضرورت کی وجہ سے ممنوع چیزیں مباح ہو جاتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۳۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦٨ - بَابُ رَدِّ النِّسَاءِ الْجَرْحٰى وَالْقَتْلٰى — عورتوں کا زخمیوں اور مقتولوں کو واپس بھیجنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ عورتیں زخمیوں کو مدینہ بھیج دیں' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ غزوۂ اُحد کے دن دو اور تین مقتولوں کو سواری پر رکھا جاتا اور عورتیں ان کو ان کی قبروں کی جگہ پر بھیج دیتیں۔

٢٨٨٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُبْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَسْقِي الْقَوْمَ وَنَخْدُمُهُمْ وَنَرُدُّ الْجَرْحٰى وَالْقَتْلٰى اِلَى الْمَدِيْنَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی از خالد بن ذکوان از حضرت الربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے' پس ہم لوگوں کو پانی پلاتے اور ان کی خدمت کرتے تھے اور زخمیوں اور مقتولوں کو مدینہ بھیج دیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨٨٢ میں گزر چکی ہے۔

٦٩ - بَابُ نَزْعِ السَّهْمِ مِنَ الْبَدَنِ — بدن سے تیر کو کھینچ کر نکالنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس مجاہد کے بدن پر آ کر تیر لگا ہو اس کے بدن سے تیر کو کھینچ کر نکالنا جائز ہے' بعض شارحین نے یہ کہا ہے کہ امام بخاری نے یہ عنوان اس لیے قائم کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ شہید کے بدن سے تیر کھینچ کر نکال لینا جائز ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ شہید کے جسم کو اس تیر کے ساتھ دفن کر دیا جائے' جس طرح اس کے جسم کو اس پر لگے ہوئے خون کے ساتھ دفن کر دیا جاتا ہے تاکہ قیامت کے دن وہ اسی طرح اس لگے ہوئے خون کے ساتھ اُٹھے' لیکن ان کی یہ توجیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس باب کا تعلق اس شخص کے ساتھ ہے جس کو تیر آ کر لگا ہو اور اس میں ابھی حیات ہو۔ اس سے بہتر توجیہ علامہ المہلب نے کی ہے کہ اس عنوان کا یہ مطلب ہے کہ مجاہد کے جسم سے تیر کھینچ کر نکال لیا جائے خواہ اس کے نتیجہ میں اس کی موت واقع ہو جائے اور یہ اس کو ہلاکت میں ڈالنا نہیں ہے کیونکہ اس سے مقصود اس کے جسم کی اصلاح ہے اور یہ اس کو دوا دینے اور اس کے علاج کا ایک طریقہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٣٨۔ ٢٣٧)

٢٨٨٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رُمِيَ اَبُوْعَامِرٍ فِيْ رُكْبَتِهٖ فَانْتَهَيْتُ اِلَيْهِ قَالَ انْزِعْ هٰذَا السَّهْمَ فَنَزَعْتُهٗ فَنَزَا مِنْهُ الْمَاءُ فَدَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ اَبِيْ عَامِرٍ.

[اطراف الحدیث: ٤٣٢٣۔ ٦٣٨٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ از ابی بردہ از حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: کہ حضرت ابو عامر کے گھٹنے میں تیر آ کر لگا تو میں ان کے پاس پہنچا' انہوں نے کہا: اس تیر کو کھینچ کر نکال دو' سو میں نے اس تیر کو کھینچا تو اس سے خون بہنے لگا' پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! عبید ابو عامر کی مغفرت فرما!

(صحیح مسلم: ٢٤٩٨' الرقم المسلسل: ٦٣٠١' الطبقات الکبریٰ ج ٤ ص ١١٥' مسند احمد ج ٤ ص ٤١٢ طبع قدیم' مسند احمد: ١٩٦٩٣۔ ج ٣٢ ص ٤٩٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عبید ابی عامر کا تذکرہ اور وفات سے پہلے مغفرت کی دعا کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' ان کا نام عبید بن وہب ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام عبید بن سلیم اشعری ہے' یہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ کے چچا ہیں اور ان کا شمار کبار صحابہ میں ہوتا ہے' یہ جنگ اوطاس میں شہید ہو گئے تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ ان کو تیر لگا ہے تو آپ نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! عبید ابی عامر کی مغفرت فرما! حالانکہ اس وقت وہ فوت نہیں ہوئے تھے' لیکن آپ کو علم تھا کہ وہ اس حادثہ میں فوت ہو جائیں گے' اس لیے آپ نے ان کی مغفرت کی دعا کی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۳۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ کسی کے فوت ہونے کے بعد اس کی مغفرت کی دعا کرنا جائز ہے۔

۷۰ - بَابُ الْحَرَاسَةِ فِي الْغَزْوِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ — جہاد کے دوران اللہ کی راہ میں حفاظت کرنا

اس باب میں اللہ کی راہ میں حفاظت کرنے کی فضیلت کا بیان ہے۔

۲۸۸۵ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهِرَ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ قَالَ لَيْتَ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِيْ صَالِحًا يَّحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ اِذْ سَمِعْنَا صَوْتَ سِلَاحٍ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقَالَ اَنَا سَعْدُ ابْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ جِئْتُ لِاَحْرُسَكَ وَنَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث: ۷۲۳۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن عامر بن ربیعہ نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ بیان فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک رات) بیدار ہوئے' پس جب آپ مدینہ آئے تو آپ نے فرمایا: کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی نیک شخص آج رات میری حفاظت کرتا! اچانک ہم نے ہتھیار کی آواز سنی' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں سعد بن ابی وقاص ہوں' میں آپ کی حفاظت کرنے کے لیے آیا ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے۔

(صحیح مسلم: ۲۴۱۰' الرقم المسلسل: ۶۱۲۴' سنن ترمذی: ۳۷۵۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۸۹-۸۸' الادب المفرد: ۸۷۸' سنن کبریٰ للنسائی: ۸۲۱۷' مسند ابویعلیٰ: ۴۸۵۶' مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۰۹۳- ج ۴۲ ص ۱۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے: اللہ کی راہ میں حفاظت کرنا' اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے: کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی مرد آج رات میری حفاظت کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی ضمانت دی ہے' پھر آپ نے کسی صحابی سے کیوں اپنی حفاظت کرائی--- اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے۔ اس حدیث میں یہ نہیں بیان کیا گیا کہ یہ واقعہ کس زمانے میں ہوا۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدینہ منورہ آنے سے پہلے کا واقعہ ہے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے' جیسا کہ درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا

ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آئے تو ایک رات بیدار ہوئے' پس فرمایا: کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی نیک مرد آج رات میری حفاظت کرتا! حضرت عائشہ فرماتی ہیں: اسی دوران ہم نے کسی ہتھیار کی کھڑکھڑاہٹ کی آواز سنی۔ آپ نے فرمایا: کون ہے؟ (آنے والے نے) کہا: میں سعد بن ابی وقاص ہوں' تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: تم اس وقت کس سبب سے آئے؟ انہوں نے کہا: میرے دل میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق خطرہ ہوا تو میں آپ کی حفاظت کے لیے آیا' رسول اللہ ﷺ نے ان کو دعا دی' پھر آپ سو گئے۔ (صحیح مسلم: ۲۴۱۰' الرقم المسلسل: ۶۱۲۵)

اس حدیث میں جو ذکر ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں آئے' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ جب آپ ابتداءً مدینہ میں آئے کیونکہ اس وقت حضرت عائشہ آپ کے پاس نہیں تھیں' اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس باب کا عنوان ہے: جہاد میں اللہ کی راہ میں حفاظت کرنا' لیکن اس حدیث میں اللہ کی راہ میں جہاد کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ ہمیشہ اللہ کی راہ میں ہوتے تھے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ. (المائدہ: ٦٧) اور اللہ آپ کی لوگوں (کے شر) سے حفاظت کرے گا۔

تو جب اللہ آپ کی حفاظت کا ذمہ لے چکا ہے تو پھر آپ کو کسی صحابی سے حفاظت کرانے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ علامہ قرطبی نے کہا ہے: جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ اپنے دین کی مدد فرمائے گا اور اس کو غلبہ عطا کرے گا' جیسا کہ درج ذیل آیت میں ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ. (الفتح: ٢٨) (اللہ) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین عطا فرما کر بھیجا تا کہ اس کو سب دینوں پر غالب کر دے۔

جس طرح اس آیت کا نزول کفار سے جہاد کے منافی نہیں ہے' سو اسی طرح "واللّٰہ یعصمک من الناس" آپ کی حفاظت کرانے کے منافی نہیں ہے۔

اس حدیث کے دیگر فوائد یہ ہیں: (۱) دشمن سے حفاظت کا بندوبست کرنا (۲) لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے سربراہ کی قتل کے خوف سے حفاظت کریں (۳) اس میں اس شخص کی تحسین کا ثبوت ہے جو از خود کوئی نیکی کرے' جیسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ از خود آپ کی حفاظت کے لیے آئے تو آپ نے ان کو نیک مرد فرمایا اور دعا دی (۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حفاظت کے اسباب کا حصول توکل کے منافی نہیں ہے۔

٢٨٨٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْبَكْرٍ عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَ الدِّرْهَمِ وَالْقَطِيْفَةِ وَالْخَمِيْصَةِ اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ وَاِنْ لَّمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ. لَمْ يَرْفَعْهُ اِسْرَائِيْلُ' عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے خبر دی از ابوحصین از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: جو دینار اور درہم کا اور القطیفہ (مخملی چادر) اور الخمیصہ (سیاہ چوکور چادر' جس میں بیل بوٹے ہوں) کا بندہ ہو' وہ ہلاک ہو گیا اگر اس کو عطا کیا جائے تو راضی ہوتا ہے' اگر عطا نہ کیا جائے تو راضی نہیں ہوتا۔ اس

[اطراف الحدیث: ٢٨٨٧-٦٤٣٥] (سنن ابن ماجہ: ٤١٣٦)

حدیث کو اسرائیل نے ابوحصین سے مرفوعاً روایت نہیں کیا۔

٢٨٨٧ - وَزَادَنَا عَمْرٌو قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ، وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ، وَ عَبْدُ الْخَمِيْصَةِ، اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ، وَاِنْ لَّمْ يُعْطَ سَخِطَ، تَعِسَ وَانْتَكَسَ وَاِذَا شِيْكَ فَلَا انْتَقَشَ طُوْبٰى لِعَبْدٍ اٰخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَشْعَثَ رَاْسُهٗ مُغْبَرَّةٍ قَدَمَاهُ اِنْ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ وَاِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ اِنِ اسْتَاْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ وَاِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ. قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ لَمْ يَرْفَعْهُ اِسْرَائِيْلُ وَمُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنْ اَبِيْ حُصَيْنٍ وَّقَالَ تَعْسًا كَاَنَّهٗ يَقُوْلُ فَاَتْعَسَهُمُ اللّٰهُ طُوْبٰى فُعْلٰى مِنْ كُلِّ شَيْءٍ طَيِّبٍ وَهِيَ يَاءٌ حُوِّلَتْ اِلَى الْوَاوِ وَهِيَ مِنْ يَطِيْبُ.

اور عمرو نے ہم کو یہ اضافہ کیا ہے: انہوں نے کہا: ہم کو عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار نے خبر دی از والدخود از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمایا: دینار کا بندہ اور درہم کا بندہ اور الخمیصہ کا بندہ ہلاک ہو گیا' اگر اس کو عطا کیا جائے تو وہ راضی ہوتا ہے اور اگر اس کو عطا نہ کیا جائے تو وہ ناراض ہوتا ہے' (اور فرمایا:) وہ ہلاک ہو گیا اور ناکام ہو گیا' اور جب اس کو کانٹا چبھے تو نہ نکلے' اس بندے کے لیے خوشی ہو جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑنے والا ہے' اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور اس کے دونوں پیر غبار آلود ہیں' اگر وہ سرحد پر پہرا دے رہا ہے (تو وہ تندہی سے) پہرہ دیتا ہے اور اگر وہ لشکر کے آخر میں دیکھ بھال کے لیے ہے (تو وہ تندہی سے) دیکھ بھال میں (مشغول) ہے' اگر وہ اجازت طلب کرے تو اس کو اجازت نہیں دی جاتی اور اگر وہ (کسی کی) شفاعت کرے تو اس کی شفاعت قبول نہیں کی جاتی۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: اس حدیث کو اسرائیل اور محمد بن جحادة نے ابوحصین سے مرفوعاً روایت نہیں کیا اور کہا: ''تعسا'' گویا کہ کہا: اللہ اس کو ہلاک کر دے! اس حدیث میں ''طوبیٰ'' ''فعلی'' کے وزن پر ہے' ہر اچھی چیز سے' نیز اس میں یا واؤ سے بدل گئی ہے اور یہ ''یطیب'' سے بنا ہے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے جو ٢٨٨٦ کی ہے اور عنقریب آ رہی ہے۔ اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے: اگر وہ سرحد پر پہرا دے رہا ہے تو وہ تندہی سے پہرا دیتا ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) یحییٰ بن یوسف' ابو یوسف (٢) ابوبکر بن عیاش بن سالم الحناط المقبری' ان کے نام میں بہت اختلاف ہے' صحیح یہ ہے کہ ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے (٣) ابوحصین' ان کا نام عثمان بن عاصم الاسدی ہے (٤) ابوصالح' ذکوان السمان الزیات (٥) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (٦) اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی (٧) محمد بن جحادہ العودی (٨) عمرو بن مرزوق باہلی (٩) عبدالرحمٰن بن دینار مولیٰ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (١٠) ان کے والد عبداللہ بن دینار۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٤٠)

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''تعس'' کا لفظ ہے' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ ''تعس'' کا معنی منہ کے بل اوندھا گر گیا' یعنی لڑکھڑایا' پھر

منہ کے بل گر گیا' قرآن مجید میں ہے: ''فَتَعْسًا لَّهُمْ'' (محمد: ۸) تو ان کے لیے ہلاکت ہے۔

اور اس میں مذکور ہے: ''عبد الدینار'' اس سے مجاز مراد ہے' یعنی اس نے اپنی حرص کی وجہ سے دینار اور درہم کو اتنا زیادہ طلب کیا گویا کہ وہ ان کا بندہ ہے' اور اس کی تمام کوشش دولت کی طلب میں ہوتی ہے' گویا کہ وہ دولت کی ہی عبادت کرتا ہے۔

''القطیفه'' اس کا معنی ہے: مخملی چادر۔

''الخمیصه'' سیاہ چوکور چادر جس میں نقش و نگار بنے ہوں۔

''انتکس'' اس پر دوبارہ مرض لوٹ آیا۔

''شیك'' اس کو ایسا کانٹا چبھ گیا' جس کو نکالنے پر وہ قادر نہ ہو سکا۔

''ان کان فی الحراسة'' یعنی وہ لشکر کے اگلے حصے میں ہو' اور ''الساقة'' سے مراد ہے: وہ لشکر کے آخری حصہ میں ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۴۲۔۲۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷۱ - بَابُ فَضْلِ الْخِدْمَةِ فِي الْغَزْوِ — جہاد میں خدمت کرنے کی فضیلت

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ غازی کے لیے خدمت کرنے کی فضیلت ہے' خواہ وہ کسی چھوٹے کی خدمت کرے یا بڑے کی یا کسی اپنے برابر کی خدمت کرے۔ اس باب میں حضرت انس سے مروی تین احادیث ہیں' پہلی حدیث میں بیان ہے کہ بڑے نے چھوٹے کی خدمت کی' دوسری حدیث میں بیان ہے کہ چھوٹے نے بڑے کی خدمت کی اور تیسری حدیث میں بیان ہے کہ کسی شخص نے اپنے برابر کے شخص کی خدمت کی۔

۲۸۸۸ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَحِبْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَكَانَ يَخْدُمُنِيْ وَهُوَ اَكْبَرُ مِنْ اَنَسٍ قَالَ جَرِيْرٌ اِنِّيْ رَاَيْتُ الْاَنْصَارَ يَصْنَعُوْنَ شَيْئًا لَّا اَجِدُ اَحَدًا مِّنْهُمْ اِلَّا اَكْرَمْتُهٗ.

(صحیح مسلم: ۲۵۱۳' الرقم المسلسل: ۶۳۲۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از یونس بن عبید از ثابت البنانی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (سفر میں) تھا' اور وہ میری خدمت کرتے تھے حالانکہ وہ حضرت انس سے بڑے تھے' حضرت جریر نے کہا: میں نے انصار کو ایسے کام کرتے ہوئے دیکھا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت' جس کی وجہ سے) میں ان میں سے جس سے بھی ملتا تھا' اس کی تعظیم کرتا تھا۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ بڑے چھوٹے کی خدمت کرتے تھے' اور یہ انصار کی فضیلت ہے اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت ہے کہ وہ تواضع کرتے تھے اور عمر میں بڑے ہونے کے باوجود سفر میں اپنے سے چھوٹے (یعنی حضرت انس) کی خدمت کرتے تھے۔

۲۸۸۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِيْ عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ بْنِ حَنْطَبٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از عمرو بن ابی عمرو مولی المطلب بن حطب' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى خَيْبَرَ اَخْدُمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاجِعًا وَّبَدَا لَهُ اُحُدٌ قَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ ثُمَّ اَشَارَ بِيَدِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحَرِّمُ مَابَيْنَ لَابَتَيْهَا كَتَحْرِيْمِ اِبْرَاهِيْمَ مَكَّةَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَمُدِّنَا.

کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف نکلا' میں آپ کی خدمت کرتا تھا' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس جارہے تھے اور آپ کے سامنے اُحد پہاڑ ظاہر ہوا تو آپ نے فرمایا: یہ ایک پہاڑ ہے' یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں' پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے مدینہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: اے اللہ! میں اس کی دو پتھریلی زمینوں کے درمیان کے خطہ کو حرم قرار دیتا ہوں' جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا' اے اللہ! ہمارے صاع اور مُد میں برکت عطا فرما!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ثبوت ہے کہ چھوٹے نے بڑے کی عزت کی' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص بڑا ہو' خواہ وہ عمر میں بڑا ہو یا قوم میں بڑا ہو یا علم میں بڑا ہو یا نیکی میں بڑا ہو یا مرتبہ میں بڑا ہو' چھوٹے کو اس کی عزت کرنی چاہیے۔

۲۸۹۰ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ اَبُو الرَّبِيْعِ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ زَكَرِيَّاءَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ مُوَرِّقٍ الْعَجَلِيِّ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرُنَا ظِلًّا الَّذِيْ يَسْتَظِلُّ بِكِسَائِهٖ وَاَمَّا الَّذِيْنَ صَامُوْا فَلَمْ يَعْمَلُوْا شَيْئًا وَّاَمَّا الَّذِيْنَ اَفْطَرُوْا فَبَعَثُوا الرِّكَابَ وَامْتَهَنُوْا وَعَالَجُوْا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُوْنَ الْيَوْمَ بِالْاَجْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن داؤد ابوالربیع نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن زکریا' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی از مورق العجلی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' اور ہم میں سے اکثر اپنی اپنی چادروں سے سایا کررہے تھے' رہے وہ لوگ جنہوں نے روزہ رکھا تھا تو انہوں نے کوئی کام نہیں کیا' اور رہے وہ لوگ جنہوں نے روزہ نہیں رکھا تھا تو انہوں نے اونٹوں کو (پانی پلانے کے لیے) اٹھایا' اور کھانا پکانے کے لیے دوسرے کام کیے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آج تو روزہ چھوڑنے والے اجر لے گئے۔

(صحیح مسلم: ۱۱۱۹' الرقم المسلسل: ۲۵۱۱' سنن نسائی: ۲۲۷۹)

روزہ چھوڑنے والوں کا زیادہ اجر اس لیے ہے کہ روزہ رکھنے والوں کا نفع صرف ان کی ذات تک محدود ہے اور روزہ چھوڑنے والوں کو روزہ رکھنے والوں کی خدمت کا اجر ملے گا' اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ خدمت کرنے کا اجر روزہ رکھنے سے زیادہ ہوتا ہے اور اس میں اپنے برابر والوں کی خدمت کا ثبوت ہے۔

٧٢ - بَابُ فَضْلِ مَنْ حَمَلَ مَتَاعَ صَاحِبِهٖ فِي السَّفَرِ

اس شخص کی فضیلت جس نے سفر میں اپنے ساتھی کا سامان اٹھایا

۲۸۹۱ - حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ سُلَامٰى عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ يُّعِيْنُ الرَّجُلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے ہر جوڑ کا اس پر ہر روز صدقہ

فِیْ دَابَّتِهٖ يُحَامِلُهٗ عَلَيْهَا اَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ وَّالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ وَكُلُّ خَطْوَةٍ يَّمْشِيْهَا اِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ وَّدَلُّ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ.

واجب ہوتا ہے' خواہ وہ کسی مرد کی اس کی سواری میں مدد کرے' اس کو اس سواری پر سوار کرے' یا اس سواری پر اس کا سامان اُٹھا کر رکھے تو یہ صدقہ ہے' اور نیک بات کہنا اور نماز کی طرف ہر قدم چلنا صدقہ ہے اور کسی کی راستے پر راہنمائی کرنا صدقہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٧٠٧ میں گزر چکی ہے۔

٧٣ - بَابُ فَضْلِ رِبَاطِ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اللہ کی راہ میں سرحد پر ایک روز پہرا دینے کی فضیلت

اس باب میں '' رباط '' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مسلمانوں اور کفار کے ملکوں کی درمیانی جگہ پر مسلمانوں کی حفاظت کے لیے پہرا دینا۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا﴾ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ (آل عمران: ٢٠٠).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اے ایمان والو! صبر کرو۔ (آل عمران: ٢٠٠) آخر آیت تک۔

یہ پوری آیت اس طرح ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا. (آل عمران: ٢٠٠)

اے ایمان والو! صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو اور اپنی سرحدوں کے لیے تیار رہو۔

زید بن اسلم نے کہا ہے کہ جہاد کی مشقت پر صبر کرو اور دشمن سے مقابلہ پر صبر کرو' اور گھوڑوں پر بیٹھ کے دشمنوں کی سرحدوں پر اسلامی ملک کی حفاظت کرو' اور حسن بصری نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ مصیبتوں پر صبر کرو اور پانچ نمازوں کی مشقت پر صبر کرو۔

٢٨٩٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ قَالَ سَمِعَ اَبَا النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا وَمَوْضِعُ سَوْطِ اَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا وَالرَّوْحَةُ يَرُوْحُهَا الْعَبْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ الْغَدْوَةُ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابونضر سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دن اللہ کی راہ میں سرحد پر پہرا دینا' دنیا سے اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے۔ اور جنت میں تم میں سے کسی ایک کے چابک جتنی جگہ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے' اور بندہ دن کا آخری حصہ جو اللہ کی راہ میں گزارے یا دن کا ابتدائی حصہ اللہ کی راہ میں گزارے' وہ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٧٩٤ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں سرحد پر پہرا دینے کا ذکر ہے۔

٧٤ - بَابُ مَنْ غَزَا بِصَبِيٍّ لِلْخِدْمَةِ
جس نے بچے کو خدمت کے لیے ساتھ لے جا کر جہاد کیا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بچے کو بھی خدمت کے لیے جہاد میں ساتھ لے جائے تو یہ جائز ہے' بہرحال

کہ بچے پر جہاد واجب نہیں ہے۔

٢٨٩٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِي طَلْحَةَ اِلْتَمِسْ لِيْ غُلَامًا مِّنْ غِلْمَانِكُمْ يَخْدُمُنِيْ حَتّٰى اَخْرُجَ اِلٰى خَيْبَرَ فَخَرَجَ بِيْ اَبُوْ طَلْحَةَ مُرْدِفِيَّ وَاَنَا غُلَامٌ رَاهَقْتُ الْحُلُمَ فَكُنْتُ اَخْدُمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَزَلَ فَكُنْتُ اَسْمَعُهٗ كَثِيْرًا يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ ثُمَّ قَدِمْنَا خَيْبَرَ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهٗ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ اَخْطَبَ وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوْسًا فَاصْطَفَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فَخَرَجَ بِهَا حَتّٰى بَلَغْنَا سَدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ فَبَنٰى بِهَا ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِيْ نِطَعٍ صَغِيْرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰذِنْ مَنْ حَوْلَكَ فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيْمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صَفِيَّةَ ثُمَّ خَرَجْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَوِّيْ لَهَا وَرَاءَهٗ بِعَبَاءَةٍ ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيْرِهٖ فَيَضَعُ رُكْبَتَهٗ فَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلٰى رُكْبَتِهٖ حَتّٰى تَرْكَبَ فَسِرْنَا حَتّٰى اِذَا اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ نَظَرَ اِلٰى اُحُدٍ فَقَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ ثُمَّ نَظَرَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا بِمِثْلِ مَا حَرَّمَ اِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْ مُدِّهِمْ وَصَاعِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ سے فرمایا: تم اپنے لڑکوں میں سے میرے لیے ایک لڑکا تلاش کرو جو میری خدمت کرے حتیٰ کہ میں خیبر کی طرف روانہ ہوں' پھر حضرت ابوطلحہ مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھا کر نکلے اور اس وقت میں بلوغت کے قریب لڑکا تھا' سو جب آپ کہیں ٹھہرتے تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا' پس میں اکثر آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنتا تھا: اے اللہ! میں پریشانی سے اور غم سے اور عاجز ہونے سے اور سستی سے اور بخل سے اور بزدلی سے اور قرض کے بوجھ سے اور مردوں کے غلبہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں! پھر ہم خیبر میں آئے' پھر جب اللہ نے آپ پر قلعہ کو فتح کر دیا اور آپ کے سامنے حضرت صفیہ بنت حُیی بن اخطب رضی اللہ عنہا کا جمال ذکر کیا گیا اور ان کے (سابق) شوہر کو قتل کر دیا گیا تھا اور اس وقت وہ دلہن تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے لیے پسند فرما لیا' پس آپ ان کو لے کر روانہ ہوئے' جب ہم مقام سد صہباء پر پہنچے تو وہ حیض سے پاک ہو چکی تھیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ شبِ زفاف گزاری' پھر حیس (کھجور اور گھی اور پنیر سے بنایا ہوا طعام) تیار کیا گیا اور چھوٹے چمڑے کے دسترخوان میں رکھا گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تمہارے اردگرد لوگ ہیں' ان میں اعلان کر دو' پس یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صفیہ کے ساتھ نکاح کا ولیمہ تھا' پھر ہم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے' پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت صفیہ کے لیے اپنے پیچھے اپنی چادر سے پردہ باندھ رہے تھے' پھر آپ اپنے اونٹ کے پاس بیٹھتے اور اپنا گھٹنا کھڑا رکھتے' پھر حضرت صفیہ اپنا پیر آپ کے گھٹنے پر رکھتیں' حتیٰ کہ اونٹ پر سوار ہو جاتیں' پھر ہم روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ نے اُحد پہاڑ کی طرف دیکھا' پس فرمایا: یہ پہاڑ ہے یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں' پھر آپ نے مدینہ کی

طرف دیکھ کر دعا کی: اے اللہ! میں اس کی دو پتھریلی زمینوں کے درمیان کی جگہ کو اس طرح حرم قرار دیتا ہوں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا' اے اللہ! ان کے لیے ان کے مُد اور صاع میں برکت فرما!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں جہاد کے دوران خدمت کرنے والے لڑکے کو ساتھ رکھنے کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں بغیر معاوضہ کے یتیم سے خدمت لینے کے جواز کا ثبوت ہے' کیونکہ حضرت انس' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغیر کسی اُجرت اور بغیر کسی خرچ کے خدمت کرتے تھے' اس لیے یہ جائز ہے کہ یتیم کو اس کی ماں یا اس کا وصی کسی کی خدمت کے لیے سپرد کر دے اور یہ بھی جائز ہے کہ یتیم کو کسی بڑے عالم کی خدمت کے لیے بغیر کسی شرط کے سپرد کر دیا جائے' اور اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ بچوں کو جہاد میں لے جانا جائز ہے' اور امام بخاری نے اسی کو ثابت کرنے کے لیے یہ باب قائم کیا ہے۔

۷۵ - بَابُ رُكُوْبِ الْبَحْرِ — سمندر پر سفر کرنا

اس باب میں امام بخاری نے یہ بیان کیا ہے کہ سمندر کے راستہ سفر کرنا جائز ہے' اور جب جہاد کے لیے سمندر کے راستہ سفر کرنا جائز ہے تو حج کے لیے سمندر کے راستہ سفر کرنا بہ طریق اولیٰ جائز ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ عورتوں کے لیے سمندری راستہ سے حج کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ اس میں ان کا ستر نہیں ہو سکتا اور بعض علماء نے مطلقاً سمندری راستہ سے سفر کرنے کو منع کیا ہے' کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو سمندری سفر سے منع کرتے تھے' سو انہوں نے اپنی پوری زندگی میں سمندری سفر نہیں کیا' اور اس میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ سنت سے ثابت ہے کہ مردوں اور عورتوں کا سمندری راستہ سے جہاد کے لیے سفر کرنا جائز ہے اور امام بخاری نے اسی لیے یہ باب قائم کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ص ۲۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۸۹۵'۲۸۹۴ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيٰى عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يَحْيٰى بْنِ حَبَّانَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ حَدَّثَتْنِيْ اُمُّ حَرَامٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا فِيْ بَيْتِهَا فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يُضْحِكُكَ فَقَالَ عَجِبْتُ مِنْ قَوْمٍ مِّنْ اُمَّتِيْ يَرْكَبُوْنَ الْبَحْرَ كَالْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَقَالَ اَنْتِ مِنْهُمْ ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَيَقُوْلُ اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ فَتَزَوَّجَ بِهَا عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ فَخَرَجَ بِهَا اِلَى الْغَزْوِ فَلَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از یحییٰ از محمد بن یحییٰ بن حبان از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ان کے گھر میں تھے' پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے' حضرت ام حرام نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کو کس وجہ سے ہنسی آ رہی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے اپنی امت کے کچھ لوگوں پر تعجب ہوا' جو سمندر میں اس طرح سفر کریں گے جس طرح بادشاہ تختوں پر ہوتے ہیں' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے ان میں سے کر دے' تو آپ نے فرمایا: تم ان کے ساتھ ہو گی' پھر آپ سو گئے' پس آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے' پھر آپ نے دو یا تین مرتبہ اسی طرح فرمایا' میں نے عرض کیا: یا رسول

رَجَعَتْ قُرِّبَتْ دَابَّةٌ لِتَرْكَبَهَا فَوَقَعَتْ فَانْدَقَّتْ عُنُقُهَا.

اللہ! آپ دعا کریں کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے تو آپ فرما رہے تھے: تم پہلوں میں سے ہو' پھر ان سے حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا' وہ ان کے ساتھ جہاد کے لیے نکلیں' جب وہ واپس آئیں تو سواری کے قریب سوار ہونے کے لیے گئیں تو وہ گر گئیں اور ان کی گردن ٹوٹ گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٧٨٨۔٢٧٨٩ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں سمندر پر سفر کرنے کا ثبوت ہے۔

٧٦ - بَابُ مَنِ اسْتَعَانَ بِالضُّعَفَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ فِي الْحَرْبِ

جہاد میں کمزوروں اور نیک لوگوں (کی دعا) سے مدد حاصل کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جہاد میں کمزوروں اور نیک لوگوں کی دعا اور ان کی برکت سے مدد حاصل کرنا جائز ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْسُفْيَانَ قَالَ قَالَ لِيْ قَيْصَرُ سَاَلْتُكَ اَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوْهُ اَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟ فَزَعَمْتَ اَنَّ ضُعَفَاءَهُمْ اتَّبَعُوْهُ وَهُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مجھے ابوسفیان نے خبر دی کہ مجھ سے قیصر نے کہا: میں نے تم سے یہ سوال کیا تھا کہ معزز لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں یا پس ماندہ لوگ؟ تو تم نے جواب دیا کہ پس ماندہ لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں اور یہی لوگ رسولوں کی پیروی کرنے والے ہوتے ہیں۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ٧ میں گزر چکی ہے۔

٢٨٩٦ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَاٰى سَعْدٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ لَهُ فَضْلًا عَلٰى مَنْ دُوْنَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ.

[اطراف الحدیث: ٣٥٩٤۔٣٦٤٩] (سنن نسائی: ٣١٧٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن طلحہ نے حدیث بیان کی از طلحہ از مصعب بن سعد' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ انہیں (اپنے مال وغیرہ کی وجہ سے) ان کے ماسوا پر فضیلت حاصل ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف کمزور لوگوں (کی دعا کے سبب سے ہی) تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

مصعب بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے اصحاب سے افضل ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کی صرف اس کے کمزور لوگوں کی وجہ سے مدد فرماتا ہے' ان کی دعاؤں کے سبب سے اور ان کی نمازوں کی وجہ سے اور ان کے اخلاص کے سبب سے۔ (سنن نسائی: ٣١٧٥)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھ کو ضعیف لوگوں میں تلاش کرو کیونکہ تم کو صرف ضعفاء کی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے اور ان ہی کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۵۹۴ ' سنن ترمذی: ۱۷۰۲ ' سنن نسائی: ۳۱۷۶)

امام ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی المتوفی ۴۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مصعب بن سعد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ضعفاء کی دعا سے مسلمانوں کی مدد کی جاتی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء: ۶۵۳۶۔ ج ۵ ص ۱۱۵ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ضعفاء کی دعاؤں کے سبب سے نصرت اور رزق کا حصول

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ ضعفاء کی عبادت اور ان کی دعا میں شدید اخلاص ہوتا ہے اور بہت زیادہ خشوع و خضوع ہوتا ہے کیونکہ ان کا دل دنیا کی خوش نما چیزوں اور اس کی زینت کے ساتھ تعلق سے خالی ہوتا ہے اور ان کے دل ان چیزوں سے صاف ہوتے ہیں جو اللہ سے دور کر دیتی ہیں' سو ان کو صرف اللہ سے قرب کے حصول کی فکر ہوتی ہے' سو وہ اپنے باطن کو صاف رکھتے ہیں' اس لیے ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ اس لیے فرمایا تھا کہ ان کو عجز اور تواضع اور تکبر کے ازالہ پر برانگیختہ کریں۔ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جو شخص دوسروں کے سامنے اپنے اوپر فخر کرے' اس کو ان دوسروں کے فضائل بیان کرنے چاہئیں تا کہ وہ کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضعفاء کا وہ حال بیان کیا جو طاقتور اور مال دار لوگوں کو حاصل نہیں ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۹۴ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ اس قصہ میں یہ حدیث روایت کی ہے:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتایئے کہ ایک مرد اپنی قوم کی حمایت کرتا ہے اور اپنے اصحاب سے دشمن کے حملوں کا دفاع کرتا ہے' کیا اس کا بھی مالِ غنیمت سے اتنا ہی حصہ ہوگا جتنا کہ دوسروں کا حصہ ہوتا ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری ماں تم پر روئے! اے سعد کی ماں کے بیٹے! تمہاری جو مدد کی جاتی ہے اور تمہیں جو رزق دیا جاتا ہے' وہ صرف تمہارے ضعفاء کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۹۷۵۲۔ ج ۵ ص ۳۰۴ ' مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۳ ' المعجم الاوسط: ۹۲۳۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص جو سمجھتے تھے کہ ان کے لیے فضیلت ہے' اس سے ان کی یہ مراد نہیں تھی کہ ان کا مرتبہ اور شرف دوسروں سے افضل ہے بلکہ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ جو مسلمان دوسرے مسلمانوں سے زیادہ بہادری کے کمال دکھائیں اور زیادہ دادِ شجاعت دیں' آیا ان کا حصہ کمزور مسلمانوں سے زیادہ ہوگا یا نہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں یہ فرمایا کہ کمزور مسلمانوں کی دعاؤں کے سبب سے ہی تم کو فتوحات حاصل ہوتی ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۹۶ ' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی المتوفی ۸۵۵ھ نے بھی اسی شرح کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۵۱ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نیکوں کے توسل سے برکات کے نزول کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے سبب سے کفار اور فساق پر ہونے والے عذاب کو دور کر دیتا ہے' اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرتا تو اس عذاب سے زمین تباہ ہو جاتی' اس کی تصدیق ان آیات میں ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ . (الانفال:٣٣) اور اللہ (کے شایانِ شان) نہیں کہ ان کافروں کو عذاب دے جب کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان میں موجود ہیں۔

لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا O (الفتح:٢٥) اور اگر وہ ایمان والے وہاں سے نکل جاتے تو ہم ان (مکہ والوں میں سے) کافروں کو دردناک عذاب دیتے O

حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گاؤں والوں کی ایک گرتی ہوئی دیوار بنا دی' حالانکہ ان لوگوں نے ان کی میزبانی اور ضیافت سے انکار کر دیا تھا اور دیوار بنانے کی اُجرت بھی نہیں لی' حضرت خضر نے اس کی وجہ بیان کی:

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا . (الکہف:٨٢) اور رہی دیوار تو وہ شہر میں رہنے والے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔

نیکوں کے توسل سے برکات کے نزول کے ثبوت میں احادیث اور آثار

حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ٧٧٤ھ لکھتے ہیں:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں ہمیشہ سات ایسے شخص رہیں گے جن کی برکت سے تمہاری مدد کی جائے گی اور جن کے وسیلہ سے تم پر بارشیں نازل ہوں گی اور جن کی وجہ سے تم کو رزق دیا جائے گا' حتیٰ کہ قیامت آ جائے گی۔

حضرت عبادۃ ابن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں تیس ابدال ہیں' ان کی وجہ سے تم کو رزق دیا جاتا ہے اور ان کے وسیلہ سے تم پر بارشیں ہوتی ہیں۔ قتادہ نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ حسن بصری بھی ان ہی میں سے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ١ ص ٣٤٦' دار الفکر' بیروت' ١٤١٩ھ)

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک ایک صالح مؤمن کی برکت سے اللہ اس کے پڑوس کے سو گھروں سے مصائب کو دور کر دیتا ہے' پھر حضرت ابن عمر نے یہ آیت پڑھی:

وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ . (البقرہ:٢٥١) اور اگر اللہ بعض (برے) لوگوں (کے عذاب) کو بعض (نیک) لوگوں (کی برکت) سے دور نہ کرتا تو زمین میں فساد ہو جاتا۔

(جامع البیان: ٤٤٨٩' الکامل لابن عدی ج ٣ ص ٣٠٧' مجمع الزوائد ج ٨ ص ١٦٧)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: انبیاء علیہم السلام زمین کی میخیں ہیں اور جب نبوت منقطع ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے ایک قوم کو پیدا کر دیا جن کو ابدال کہا جاتا ہے' وہ زیادہ روزوں اور زیادہ نمازوں کی وجہ سے لوگوں پر فضیلت نہیں رکھتے لیکن وہ حسن اخلاق' خدا خوفی' حسن نیت' تمام مسلمانوں کے لیے دلوں میں خیر خواہی' اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی' صبر' حلم' عقل مندی اور تواضع کی وجہ سے فضیلت رکھتے ہیں' وہی انبیاء علیہم السلام کے خلفاء ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند کر لیا اور ان کو اپنے لیے خاص کر لیا' یہ وہ چالیس صدیق ہیں' ان میں سے تیس ایسے اشخاص ہیں جن کا یقین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یقین کی مثل ہے' ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ زمین والوں سے آفتوں اور مصائب کو دور فرماتا ہے' ان ہی کی وجہ سے ان پر بارشیں ہوتی ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے' ان میں سے جو شخص بھی فوت ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اس کا بدل پیدا فرما دیتا ہے۔

(نوادر الاصول ج ا ص ۲۶۲ 'دار الجیل' بیروت'۱۴۱۲ھ)

۲۸۹۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَأْتِي زَمَانٌ يَغْزُو فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُقَالُ فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَالُ نَعَمْ فَيُفْتَحُ عَلَيْهِ ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ فَيُقَالُ فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَالُ نَعَمْ فَيُفْتَحُ ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ فَيُقَالُ فِيكُمْ مَنْ صَحِبَ صَاحِبَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَالُ نَعَمْ فَيُفْتَحُ. [اطراف الحدیث: ۳۵۹۴-۳۶۴۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے جابر سے سنا از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو کہا جائے گا: آیا تم میں سے کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہے؟ تو کہا جائے گا کہ ہاں! پھر ان کو فتح حاصل ہو گی' پھر ایک زمانہ آئے گا تو کہا جائے گا: آیا تم میں سے کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے مصاحبت رکھنے والا ہے؟ تو کہا جائے گا کہ ہاں! پس ان کو فتح حاصل ہو گی' پھر ایک زمانہ آئے گا تو کہا جائے گا: آیا تم میں سے ایسا شخص ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے صاحب سے مصاحبت کی ہو؟ تو کہا جائے گا کہ ہاں! پس اس کو فتح حاصل ہو گی۔

(صحیح مسلم: ۲۵۳۲ 'الرقم المسلسل ' مسند الحمیدی: ۷۴۳' مسند ابویعلیٰ: ۹۷۴' صحیح ابن حبان: ۴۷۶۸' شرح السنة: ۳۸۶۴' مسند احمد ج ۳ ص ۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۴۱ - ج ۱۷ ص ۹۲ ' مؤسسة الرسالة' بیروت)

صحابہ' تابعین اور تبع تابعین کی تعریفات

جو مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت میں رہا ہو' وہ صحابی ہے اور جو مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی مصاحبت میں رہا ہو' وہ تابعی ہے اور جو مسلمان تابعین کی مصاحبت میں رہا ہو' وہ تبع تابعی ہے۔ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ صحابہ' تابعین اور تبع تابعین کی دعاؤں سے مدد حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ دنیاوی اعتبار سے کمزور ہیں اور آخرت کے اعتبار سے قوی ہیں۔

اس حدیث میں'' فئام '' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: لوگوں کی جماعت

قرن کا معنی اور قرن کے متعلق احادیث

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: سب لوگوں میں بہترین میرا قرن ہے' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں' پھر ان کے بعد وہ لوگ آئیں گے جو موٹے ہوں گے اور موٹاپے کو پسند کریں گے' جو ان کی شہادت سے پہلے شہادت دیں گے۔ (سنن ترمذی: ۲۳۰۲' تاریخ بغداد ج ۲ ص ۵۳)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام قرون میں بہترین قرن وہ ہے' جس میں میں ہوں' پھر دوسرا قرن ہے' پھر تیسرا قرن ہے' پھر چوتھا قرن ہے' اللہ اس کی (یعنی چوتھے قرن کی) بالکل بھی پرواہ نہیں کرتا۔

(حلیة الاولیاء ج ۴ ص ۱۷۲ 'دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

حضرت سعید بن تمیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی امت میں سب سے بہترین لوگ کون

ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں اور میرے اقران' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر دوسرا قرن ہے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر تیسرا قرن ہے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! پھر کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر ایسے لوگ ہوں گے جو حلف اٹھائیں گے اور ان سے حلف نہیں لیا جائے گا' وہ گواہی دیں گے اور ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی' وہ امانت رکھیں گے اور ادا نہیں کریں گے۔

(المعجم الکبیر: ٥٤٦٠' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد: ١٦٤٠٩)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم افریقی مصری متوفی ٧١١ھ لکھتے ہیں:

قرن' زمانہ کے ایک وقت کو کہتے ہیں' اس کی مدت چالیس سال ہے' ایک قول ہے: اس کی مدت اسی (٨٠) سال ہے اور ایک قول ہے: اس کی مدت سو سال ہے' ابوالعباس نے کہا: یہی قول مختار ہے' قرآن مجید میں ہے:

اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَهْلَکْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ. کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اُن سے پہلے کتنے زمانہ کے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ (الانعام: ٦)

الازہری نے کہا: قرن ہر اُس مدت کو کہتے ہیں جس میں کوئی نبی ہو یا اس میں اہل علم کا ایک طبقہ ہو' خواہ اس کے سال کم ہوں یا زیادہ ہوں' جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تم میں بہترین میرا قرن ہے یعنی میرے اصحاب ہیں' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہوں یعنی تابعین' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہوں یعنی تبع تابعین' قرن کا اشتقاق ''اقتران'' سے ہے یعنی بعد میں آنے والے وہ لوگ جو پہلے لوگوں سے ملے ہوئے ہوں۔ (لسان العرب ج ١٢ ص ٨٧ ملخصاً' دار صادر' بیروت' ٢٠٠٣ء)

اس حدیث میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اور آپ کے اصحاب کی فضیلت ہے' آپ کا معجزہ یہ ہے کہ آپ نے قیامت تک کے لوگوں کی صفات کی خبر دی ہے اور اس میں آپ کے علم غیب کا ثبوت ہے۔

٧٧ - بَابُ لَا يَقُوْلُ فُلَانٌ شَهِيْدٌ یہ نہ کہو کہ فلاں شخص شہید ہے

یعنی قطعی طور پر کسی کے متعلق یہ نہ کہا جائے کہ وہ شہید ہے سوا اس کے جس کے متعلق وحی نازل ہوئی ہو۔

قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَنْ يُّجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِهِ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَنْ يُّكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ہی کو علم ہے کہ کون اس کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اللہ ہی کو علم ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے۔

اس تعلیق کے موافق سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ٢٧٨٧ میں ہے۔

٢٨٩٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْتَقٰى هُوَ وَالْمُشْرِكُوْنَ فَاقْتَتَلُوْا فَلَمَّا مَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَسْكَرِهٖ وَمَالَ الْاٰخَرُوْنَ اِلٰى عَسْكَرِهِمْ وَفِيْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ لَّا يَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور مشرکین کا باہم مقابلہ ہوا' پس انہوں نے ایک دوسرے سے قتال کیا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر کی طرف چلے گئے اور دوسرے اپنے لشکر کی طرف چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں ایک ایسا شخص تھا جو کسی بھی منفرد

وَلَا فَاذَّةً اِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهٖ فَقَالَ مَا اَجْزَاَ مِنَّا الْيَوْمَ اَحَدٌ كَمَا اَجْزَاَ فُلَانٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَنَا صَاحِبُهٗ قَالَ فَخَرَجَ مَعَهٗ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهٗ وَاِذَا اَسْرَعَ اَسْرَعَ مَعَهٗ قَالَ فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيْدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهٖ بِالْاَرْضِ وَذُبَابَهٗ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلٰى سَيْفِهٖ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَخَرَجَ الرَّجُلُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ الرَّجُلُ الَّذِيْ ذَكَرْتَ اٰنِفًا اَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاَعْظَمَ النَّاسُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ اَنَا لَكُمْ بِهٖ فَخَرَجْتُ فِيْ طَلَبِهٖ ثُمَّ جُرِحَ جُرْحًا شَدِيْدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهٖ فِي الْاَرْضِ وَذُبَابَهٗ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ النَّارِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ [اطراف الحدیث: ۴۲۰۲-۴۲۰۷- ۶۴۹۳-۶۶۰۷] (صحیح مسلم: ۱۱۲' الرقم المسلسل: ۲۰۷)

شخص کو نہیں چھوڑتا تھا خواہ وہ اپنے لشکر سے الگ ہو گیا ہو یا شروع سے الگ ہو مگر اس کا پیچھا کر کے اس کو قتل کر دیتا تھا' تو کسی نے کہا: آج جتنی جزاء ہم میں اس شخص کو ملے گی کسی اور کو نہیں ملے گی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہا وہ شخص تو وہ دوزخی ہے' پھر لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: میں اس کے ساتھ رہوں گا' پس وہ اس کے ساتھ نکلا' جب وہ ٹھہرتا تو وہ اس کے ساتھ ٹھہر جاتا اور جب وہ تیز چلتا تو وہ اس کے ساتھ تیز چلتا' پھر وہ شخص شدید زخمی ہو گیا' اس نے موت کو جلدی طلب کیا' اس نے تلوار کا قبضہ زمین پر اور اس کی نوک اپنے پستانوں کے درمیان رکھی اور تلوار پر جھک کر (اس کو دبایا) اور اپنے آپ کو قتل کر لیا' پھر وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں! آپ نے پوچھا: کیا ہوا؟ اس نے کہا: جس شخص کے متعلق ابھی آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے اور لوگوں پر یہ بہت شاق گزر رہا تھا' تو میں نے کہا: میں تم کو ابھی مطمئن کر دیتا ہوں' پھر میں اس کی طلب میں نکلا' وہ شخص بہت شدید زخمی ہو گیا تھا' اس نے موت کو جلدی طلب کیا' اس نے اپنی تلوار کا قبضہ زمین پر رکھا اور اس کی نوک اپنے پستانوں کے درمیان رکھی' پھر اس نے جھک کر تلوار کو دبایا اور خود کو قتل کر لیا' پس اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ایک شخص بہ ظاہر لوگوں کے نزدیک اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے اور وہ اہل دوزخ سے ہوتا ہے' اور ایک شخص بہ ظاہر لوگوں کے نزدیک اہل دوزخ کے عمل کرتا رہتا ہے اور وہ اہل جنت سے ہوتا ہے۔

جس شخص نے زخموں کی تاب نہ لا کر خودکشی کر لی تھی' وہ کون تھا؟ اور یہ کس جہاد کا واقعہ ہے؟ اور دیگر فوائد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: مسلمانوں کا اور مشرکین کا باہم مقابلہ ہوا' یہ واقعہ غزوۂ خیبر کا ہے۔ امام بخاری نے بعینہٖ اس حدیث کو غزوۂ خیبر میں روایت کیا ہے۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ اُحد کا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص کا نام قزمان تھا اور اس کا منافقین میں شمار ہوتا تھا' وہ غزوۂ اُحد میں نہیں گیا تو اس کو عورتوں نے ملامت کی اور کہا: مرد تو جہاد کے لیے روانہ ہو گئے اور تم صرف عورت ہو' پس وہ اُحد کی طرف نکلا اور اس نے صف اوّل میں قتال کیا اور سب سے پہلے تیر مارا' پھر جب مسلمان پسپا ہو کر فرار ہوئے تو اس نے اپنی تلوار کو توڑا اور چلا کر کہا: موت فرار سے بہتر ہے' اے آل اوس! اپنے خاندان کے لیے قتل کرو' پھر وہ مشرکین کے درمیان

میں گھس گیا حتیٰ کہ اس نے سات مشرکین کو قتل کیا اور زخمی ہو گیا' حضرت قتادہ بن النعمان اس کے پاس سے گزرے اور کہا: تم کو شہادت مبارک ہو! تو اس نے کہا: میں نے دین کے لیے قتال نہیں کیا' پھر اس نے خودکشی کر لی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ فاجر شخص سے اس دین کو طاقت دیتا ہے۔ (کشف المشکل ج ۴ ص ۱۰۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی' واقعہ اس کے مطابق ہو گیا اور اس میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے اور اس میں مسلمانوں کے ایمان پر مطمئن ہونے کا بیان ہے کیونکہ جیسے ہی اس شخص نے خودکشی کی تو اس صحابی نے کہا: میں آپ کے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہوں' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ اعتبار خاتمہ کا ہوتا ہے اور حسن نیت کا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شہید وہ ہوتا ہے جس کی نیت شہادت کی ہو' اور اس اعتراض کا جواب کہ وہ شخص خودکشی کر کے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا' پھر اس کو دوزخی کیوں فرمایا؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو شخص دورانِ جہاد مر جائے' وہ شہید ہو۔ حدیث میں ہے:

امام ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم شہید کس کو قرار دیتے ہو؟ انہوں نے کہا: جو شخص کسی ہتھیار سے زخمی ہوا ہو' آپ نے فرمایا: کتنے لوگ ہتھیار سے زخمی ہوتے ہیں حالانکہ وہ شہید نہیں ہوتے اور نہ ان کی تحسین کی جاتی ہے اور کتنے لوگ اپنے بستروں پر طبعی موت مرتے ہیں حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک صدیق اور شہید ہوتے ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء: ۱۲۱۸۹' طبع جدید) حافظ ابن حجر نے کہا: اس کی سند پر اعتراض ہے۔

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ شہید دوزخ میں نہیں داخل ہو گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے متعلق فرمایا کہ یہ اہل دوزخ سے ہے' اور اس شخص کا صرف یہ گناہ ظاہر ہوا تھا کہ اس نے خودکشی کر لی تھی اور اس فعل کی وجہ سے وہ صرف فاسق اور عاصی ہوا' کافر نہیں ہوا' لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے باطن میں اس کے کفر پر مطلع ہوں یا اس نے خودکشی کو حلال سمجھ کر اپنے آپ کو قتل کیا ہو تو پھر وہ حرام کو حلال قرار دینے کی وجہ سے کافر ہو گیا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۲۹۷' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٧٨ - بَابُ التَّحْرِيْضِ عَلَى الرَّمْيِ

تیراندازی پر برانگیختہ کرنا

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾ (الانفال: ٦٠).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: اور (اے مسلمانو!) تم میں جس قدر طاقت ہے ان کے لیے (ہتھیاروں کی) قوت تیار رکھو اور گھوڑوں کو باندھنے سے تم اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر دھاک بٹھاؤ۔ (الانفال: ۶۰)

حدیث میں ہے کہ قوت تیراندازی ہے' لیکن یہ اس دور کے اعتبار سے ہے' آج کل دشمنانِ اسلام کے خلاف جو ہتھیار زیادہ مؤثر ہو اس کو تیار کرنا چاہیے' جیسے راکٹ' میزائل' ٹینک' لڑاکا طیارے وغیرہ۔

٢٨٩٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سلمہ بن

مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَفَرٍ مِّنْ اَسْلَمَ يَنْتَضِلُوْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْمُوْا بَنِيْ اِسْمَاعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا اِرْمُوْا وَاَنَا مَعَ بَنِيْ فُلَانٍ قَالَ فَاَمْسَكَ اَحَدُ الْفَرِيْقَيْنِ بِاَيْدِيْهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَكُمْ لَا تَرْمُوْنَ؟ قَالُوْا كَيْفَ نَرْمِيْ وَاَنْتَ مَعَهُمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْمُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ. [اطراف الحدیث: ٣٣٧٣-٣٥٠٧] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اکوع رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو اسلم کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے' وہ تیراندازی (کی مشق) کر رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو اسماعیل! تم تیراندازی کرو' کیونکہ تمہارے باپ تیراندازی کرنے والے تھے' تم تیراندازی کرو اور میں بنو فلاں کے ساتھ ہوں۔ راوی نے کہا: پھر دو فریقوں میں سے ایک نے اپنے ہاتھ روک لیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا ہوا؟ تم تیراندازی کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا: ہم کیسے تیر ماریں جب کہ آپ ان کے ساتھ ہیں' تو آپ نے فرمایا: تم تیر اندازی کرو' میں سب کے ساتھ ہوں۔

٢٩٠٠ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْغَسِيْلِ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ اَبِيْ اُسَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ حِيْنَ صَفَفْنَا لِقُرَيْشٍ وَّصَفُّوْا لَنَا اِذَا اَكْثَبُوْكُمْ فَعَلَيْكُمْ بِالنَّبْلِ. (اطراف الحدیث: ٣٩٨٤-٣٩٨٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن الغسیل نے حدیث بیان کی از حمزۃ بن ابی اسید از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن فرمایا: جب ہم نے قریش کے مقابلہ میں صفیں بنائیں اور انہوں نے ہمارے لیے صفیں بنائیں' تو آپ نے فرمایا: جب وہ تمہارے قریب آ جائیں تو تم تیراندازی شروع کر دینا۔

اس اشکال کا جواب کہ تیر مارنے کے مناسب یہ ہے کہ دور سے تیر مارا جائے نہ کہ قریب سے

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ''کثبوا'' کا معنی ہے: وہ قریب آ جائیں' اور جب دشمن قریب ہو تو اس پر نیزوں سے حملہ کرنا مناسب ہے اور جب دشمن دور ہو' تب اس پر تیروں سے حملہ کرنا مناسب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب دشمن دور ہو اور اس پر تیروں سے حملہ کیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ تیر نشانے پر نہ لگیں اور جب دشمن قریب ہو تو پھر نشانے کے خطاء ہونے کا کم امکان ہوتا ہے' اس لیے آپ نے فرمایا: جب دشمن قریب آ جائے تو تم تیر مارنا۔

٧٩ - بَابُ اللَّهْوِ بِالْحِرَابِ وَنَحْوِهَا

نیزوں وغیرہ سے کھیلنے کا حکم

اس باب کے عنوان میں ''الحراب'' کا لفظ ہے' ''الحراب'' کا معنی ہے: آلاتِ حرب' مثلاً تلوار' کمان' تیر اور نیزہ وغیرہ۔

٢٩٠١ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَا الْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِرَابِهِمْ دَخَلَ عُمَرُ فَاَهْوٰى اِلَى الْحَصٰى فَحَصَبَهُمْ بِهَا فَقَالَ دَعْهُمْ يَا عُمَرُ وَزَادَ عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا قَالَ مَعْمَرٌ فِي الْمَسْجِدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری از ابن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حبشی نیزوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھیل رہے تھے' (اس وقت) حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ گئے' انہوں نے کنکریاں اٹھا کر ان کو ماریں تو آپ نے فرمایا: اے عمر! ان کو رہنے دو۔ اور علی نے اضافہ کیا ہے کہ ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر

نے مسجد میں خبر دی۔

(صحیح مسلم: ۸۹۳' الرقم المسلسل: ۱۹۵۳' مصنف عبدالرزاق: ۱۹۷۲۴' صحیح ابن حبان: ۵۸۶۷' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۷' شرح السنۃ: ۱۱۱۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۰۸۰۔ ج ۱۳ ص ۴۴۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

آلاتِ حرب کے ساتھ کھیلنے سے حضرت عمر کے منع کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

توضیح میں مذکور ہے کہ آلاتِ حرب سے کھیلنا سنت ہے تاکہ اس عمل سے دشمن پر حملہ کرنے کی تیاری ہو اور لوگوں کو آلاتِ حرب سے جنگ کرنے کی مشق ہو' شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس حکمت کا علم نہیں تھا' اس وجہ سے انہوں نے آلاتِ حرب سے کھیلنے والوں کو کنکریاں ماریں' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: رہنے دو۔

اس کے بعد علامہ عینی مزید لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص تاویل سے خطاء کرے' اس کو ملامت نہیں کی جاتی' اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملامت نہیں کی' کیونکہ انہوں نے اپنے اجتہاد سے آلاتِ حرب سے مشق کرنے والوں کو کنکریاں ماری تھیں' اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حبشیوں کو کنکریاں ماری تھیں' ہوسکتا ہے کہ انہوں نے یہ گمان کیا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حبشیوں کو نہیں دیکھا تھا اور ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ آپ نے ان حبشیوں کو دیکھا ہے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر نے یہ گمان کیا ہو کہ آپ نے ان کے منع کرنے سے حیاء فرمائی اور یہ وجہ زیادہ اولیٰ ہے' کیونکہ انہوں نے حبشیوں سے کہا تھا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھیل رہے ہو؟ اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اس قسم کا کھیل جس میں آلاتِ حرب کے ذریعے لڑنے کی مشق ہو تو ایسا کھیل مسجد میں کھیلنا جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۵۷' مکتبہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸۰ - بَابُ الْمِجَنِّ وَمَنْ يَّتَتَرَّسُ بِتُرْسِ صَاحِبِهِ

ڈھال کا بیان اور جو شخص دوسرے کی ڈھال سے اپنا دفاع کرے

اس باب میں ڈھال کا ذکر کیا گیا ہے' ڈھال سے آدمی مخالف کے حملے سے اپنے آپ کو بچاتا ہے۔

۲۹۰۲ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِیُّ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ اَبُوْطَلْحَةَ يَتَتَرَّسُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتُرْسٍ وَّاحِدٍ وَكَانَ اَبُوْطَلْحَةَ حَسَنَ الرَّمْیِ فَكَانَ اِذَا رَمٰی تَشَرَّفَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْظُرُ اِلٰی مَوْضِعِ نَبْلِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ ایک ڈھال سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اپنا دفاع کر رہے تھے اور حضرت ابوطلحہ بہت اچھے تیرانداز تھے' پس جب وہ تیر مارتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کر دیکھتے کہ تیر کس جگہ جا کر گرا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۸۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوطلحہ اس ڈھال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کر رہے تھے۔

حضرت ابوطلحہ کی آپ پر جاں سپاری اور آپ کو ضرر پہنچانے والوں کا انجام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ ایک ڈھال سے حضرت ابوطلحہ کا دفاع کر رہے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ تیر مارنے والا ڈھال کو نہیں پکڑ سکتا' کیونکہ وہ دونوں ہاتھوں سے تیر مار رہا ہوتا ہے' اس لیے رسول اللہ ﷺ ان کا دفاع کرتے تھے تاکہ ان کو تیر نہ لگ جائے اور حضرت ابوطلحہ بہت اچھے تیرانداز تھے اور ان کے ہاتھ میں دو یا تین کمانیں ٹوٹ گئی تھیں۔ (تاہم صحیح بخاری کا متن اس کے خلاف ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور ایک روایت میں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کرتے تھے: آپ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں ورنہ دشمن آپ کو نشانہ بنائے گا اور میرا سینہ آپ کے سینہ کے سامنے ہے' اور حضرت سہل کی حدیث میں ہے کہ جب غزوۂ اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ زخمی ہو گئے اور آپ کا خود ٹوٹ گیا اور آپ کے سامنے کے دانت مبارک شہید ہو گئے (یعنی ان کا کچھ حصہ شہید ہو گیا) اور عتبہ بن ابی وقاص نے آپ کا چہرۂ انور زخمی کر دیا اور ابن قمیئہ نے آپ کو تیر مارا اور کہا: سنبھالو اسے! تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: اللہ تجھے دوزخ میں ذلیل کر دے گا' اس کے بعد عتبہ بن ابی وقاص بکریوں کے ڈھیر میں گھسا تو اس کو ایک بکرے نے پیچھے سے سینگ مارا اور اسے بچنے کی جگہ نہیں ملی اور وہ وہیں مر گیا' اور ابی بن خلف نے آپ کو تیر مارنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوطلحہ اس کے تیر اور آپ کے درمیان حائل ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو تیر مارا تو وہ ڈھال کے اندر سے جا کر اس کے سینے میں پیوست ہو گیا اور وہ مر گیا۔

اس باب کا عنوان ہے: دوسرے کا ڈھال سے دفاع کرنا' اور اس کی مطابقت اس حدیث سے اس طرح ہے کہ نبی ﷺ اپنی ڈھال سے حضرت ابوطلحہ کا دفاع کر رہے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٥٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٩٠٣ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ لَمَّا كُسِرَتْ بَيْضَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَأْسِهٖ وَأُدْمِيَ وَجْهُهٗ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهٗ وَكَانَ عَلِيٌّ يَخْتَلِفُ بِالْمَاءِ فِي الْمِجَنِّ وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَغْسِلُهٗ فَلَمَّا رَأَتِ الدَّمَ يَزِيْدُ عَلَى الْمَاءِ كَثْرَةً عَمَدَتْ إِلٰى حَصِيْرٍ فَأَحْرَقَتْهَا وَأَلْصَقَتْهَا عَلٰى جُرْحِهٖ فَرَقَأَ الدَّمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ کے سر مبارک پر آپ کا خود ٹوٹ گیا اور آپ کا چہرہ خون آلود ہو گیا اور آپ کے سامنے کے دانت شہید ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی بھر بھر کر بار بار لا رہے تھے اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کا زخم دھو رہی تھیں' پس جب انہوں نے دیکھا کہ خون پانی سے زیادہ بڑھ رہا ہے تو انہوں نے ایک چٹائی کو جلایا اور اس (کی راکھ) کو آپ کے زخم پر رکھ دیا' جس سے خون رُک گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤٣ میں گزر چکی ہے۔

نبی ﷺ کے چہرۂ انور کے خون آلود ہونے کی حکمتیں

اس حدیث میں نبی ﷺ کی آزمائش اور آپ کے مصائب کا بیان ہے تاکہ آپ کا اجر زیادہ ہو اور اللہ کی راہ میں خون بہنے اور زخمی ہونے کے لیے آپ کی زندگی میں نمونہ ہو' تاکہ بعد میں اگر کوئی مسلمان جہاد میں زخمی ہو تو اس کو ملال نہ ہو اور وہ یہ سوچے کہ میں تو کیا چیز ہوں' خود اللہ کے رسول اس کی راہ میں زخمی ہوئے تھے' اور شیطان صحابہ کرام کے دلوں میں یہ وسوسہ نہ ڈال سکے کہ تم ان کی خاطر اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالتے اور ان کو بچانے کے لیے زخمی ہوتے ہو اور یہ آرام سے رہتے ہیں اور جب نبی ﷺ بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوئے اور آپ کا خون بہا تو اس لعین کے لیے یہ وسوسہ ڈالنے کی گنجائش نہ رہی۔

٢٩٠٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَتْ اَمْوَالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا لَمْ يُوْجِفِ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً وَّكَانَ يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَتِهٖ ثُمَّ يَجْعَلُ مَابَقِيَ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ عُدَّةً فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ.[اطراف الحدیث:٣٠٩٤-٤٠٣٣-٤٨٨٥-٥٣٥٧-٥٣٥٨-٦٧٢٨-٧٣٠٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا' ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از الزہری از مالک بن اوس بن الحدثان از حضرت عمر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ بنونضیر کے اموال' اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہ طور فے عطا فرمائے تھے اور مسلمانوں نے ان اموال کی خاطر اپنے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ' لہٰذا وہ اموال صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھے' سو آپ ان اموال کو اپنے اہل پر ایک سال کا نفقہ دینے میں خرچ کرتے تھے اور باقی اموال کو ہتھیاروں اور گھوڑوں میں خرچ فرماتے تھے تاکہ اللہ کی راہ میں جہاد کی تیاری ہوتی رہے۔

(صحیح مسلم:١٧٥٧' الرقم المسلسل:٤٤٦٦' سنن ابوداؤد:٢٩٦٥' سنن ترمذی:١٧١٩' سنن نسائی:٤١٥١' مسند الحمیدی:٢٢' مسند الشافعی ج ٢ ص ١٢٣' مسند البزار:٢٥٥' المنتقی:١٠٩٧' سنن بیہقی ج ٦ ص ٢٩٥' مسند احمد ج ١ ص ٢٥ طبع قدیم' مسند احمد:١٧١- ج ١ ص ٣٠٦-٣٠٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بنوالنضیر کا ذکر' غزوۂ بنوالنضیر کی تاریخ اور حدیث مذکور کی شرح میں علامہ عینی کا تسامح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بنوالنضیر کا ذکر ہے' بنوالنضیر اور بنوقریظہ' بنواسرائیل (یہود) کے دو قبیلے تھے۔

نیز اس حدیث میں فے کا ذکر ہے' فے ان اموال کو کہتے ہیں جو مسلمانوں کو کفار سے بغیر جنگ اور جہاد کے حاصل ہوں' کفار مسلمانوں کے ملک میں جو اپنے اموال چھوڑ کر چلے جائیں' وہ سب اموال فے ہیں (ہندو اور سکھ پاکستان میں جو اپنی جائیداد اور اموال چھوڑ کر چلے گئے' وہ بھی فے ہیں)۔

اس میں ذکر ہے:''مما لم یوجف'' یہ لفظ ''ایجاف'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: تیز چلنا اور دوڑنا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا معنی ہے: انہوں نے اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو دوڑا کر ان اموال کے حصول میں کوئی عمل نہیں کیا' غزوہ بنوالنضیر چار ہجری میں ہوا تھا اور زہری نے کہا ہے: یہ تین ہجری میں ہوا تھا۔

ایک اور حدیث میں ہے: حضرت عمر نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اموالِ فے کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص کر لیا ہے اور مسلمانوں کو اس میں سے کچھ نہیں دیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اموال میں سے اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے تھے اور ان کو ان میں سے ایک سال کا نفقہ دیتے تھے۔ (صحیح مسلم:١٧٥٧' الرقم المسلسل:٤٤٦٨' صحیح البخاری:٥٣٥٨' سنن ابوداؤد:٢٩٦٣' سنن ترمذی:١٦١٠' مسند احمد:٣٣٣)(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٢٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

میں کہتا ہوں کہ مؤخر الذکر حدیث کا تعلق اموالِ فدک سے ہے اور فدک کے اموال بھی فے تھے' جن کو خیبر کے یہودی چھوڑ گئے تھے اور یہ سات ہجری کا واقعہ ہے' علامہ عینی نے اس حدیث کو بنوالنضیر کی حدیث کی شرح میں اس لیے ذکر کر دیا کہ اموالِ فے کے ذکر میں دونوں حدیثیں مشترک ہیں۔

اس حدیث میں چونکہ اموالِ فے کا ذکر آ گیا ہے' اس لیے ہم اس کی تحقیق کر رہے ہیں:

فے کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ محمد بن اثیر الجزری المتوفی ٦٠٢ھ لکھتے ہیں:

فے کا لغوی معنی ہے: لوٹنا اور پلٹنا' اور اصطلاحِ شرع میں اس کا معنی ہے: اموالِ کفار میں سے جو مال مسلمانوں کو بغیر جنگ اور جہاد کے حاصل ہوا ہو۔ (نہایہ ج ٣ ص ٤٨٣' مؤسسۃ مطبوعاتی ایران' ١٣٦٤ھ)

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

فئی وہ مال ہے جو حربیوں سے بغیر جنگ کے حاصل ہو' جو مال صلح سے حاصل ہو جیسے جزیہ اور خراج' وہ بھی مالِ فے ہے' مالِ فے میں تصرف کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ٦ ص ٤٥٥' دار الفکر' بیروت)

فے کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ

ملک العلماء علامہ ابو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی المتوفی ٥٨٧ھ لکھتے ہیں:

فے اس مال کو کہتے ہیں جس کے حصول کے لیے مسلمانوں نے جنگ نہ کی ہو' مثلاً جو اموال مسلمانوں کے امیر کی طرف سفارت کے ذریعہ بھیجے جاتے ہوں یا وہ اموال جو اہلِ حرب سے کسی معاہدے کی بنیاد پر لیے جاتے ہوں' اس مال سے خمس نہیں لیا جاتا' کیونکہ خمس اس مال سے لیا جاتا ہے جو کفار سے بہ ذریعہ جنگ حاصل کیا گیا ہو۔

مالِ فے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصرفات کے ساتھ مخصوص ہے' خواہ آپ اپنے اوپر خرچ کریں یا جن لوگوں پر آپ خرچ کرنا چاہیں' ان کے اوپر خرچ کریں' اسی وجہ سے اموالِ فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہیں' کیونکہ ان کے حصول کے لیے صحابہ نے اونٹ اور گھوڑے نہیں دوڑائے تھے' روایت ہے کہ جب اہلِ فدک کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو خیبر سے جلاوطن کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس معاہدے پر صلح کر لی کہ وہ وہاں کی زمینوں پر کاشت کاری کریں گے اور پیداوار کا نصف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بعد کے حکام میں یہ فرق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ اموال خرچ کے لیے ہوتے تھے اور بعد کے ائمہ کے پاس جو اموالِ فے آتے ہیں' وہ عام مسلمانوں پر خرچ کے لیے ہوتے ہیں' کیونکہ یہ فتوحات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رعب اور ہیبت کی وجہ سے تھیں' جیسا کہ آپ نے فرمایا: میری اس چیز سے مدد کی گئی ہے کہ دو ماہ کی مسافت تک میرا رعب طاری کر دیا گیا ہے۔
(بدائع الصنائع ج ٧ ص ١١٦' مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی' کراچی' ١٤٠٠ھ)

٢٩٠٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ عَلِيٍّ. حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ مَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفَدِّيْ رَجُلًا بَعْدَ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اِرْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ.

[اطراف الحدیث: ٤٠٨٥-٤٠٥٩-٦١٨٤]

انہوں نے کہا: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے سعد بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن شداد از علی۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن شداد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد (سعد بن ابی وقاص) رضی اللہ عنہ کے بعد

کسی پر فداء کرنے کی دعا کی ہو' میں نے آپ سے سنا' آپ فرما
رہے تھے: تیر مارو! تم پر میرا باپ اور میری ماں فدا ہوں!

(صحیح مسلم: ۲۴۱۱'الرقم المسلسل: ۶۱۲۷'سنن نسائی: ۳۶۷۷'سنن ابن ماجہ: ۱۲۹'مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۰۲'مسند البزار: ۷۹۷'عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۹۱'شرح السنۃ: ۳۹۲۰'مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۷ طبع قدیم'مسند احمد: ۱۱۴۷۔ج ۲ ص ۳۵۷'مؤسسۃ الرسالۃ'بیروت)

اس اعتراض کا جواب کہ عنوان میں ڈھال کا ذکر ہے اور حدیث میں تیر اندازی کا

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: ڈھال کا بیان' اور عنوان کا دوسرا جزء ہے: جو شخص دوسرے کی ڈھال سے دفاع کرے' اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے دو جزوں میں سے کسی جز کے ساتھ مطابقت نہیں ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس باب سے پہلے باب کا عنوان ہے: تیر اندازی' تو اصل میں یہ حدیث اس باب میں ذکر کرنی چاہیے تھی' تو ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں نے صحیح بخاری کے نسخوں کو نقل کیا' انہوں نے اس حدیث کو اس باب کے بجائے اس باب میں ذکر کر دیا ہو' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود امام بخاری سے یہ بھول چوک ہوئی ہو' کیونکہ بہر حال امام بخاری انسان ہیں' فرشتہ نہیں ہیں۔

اس اعتراض کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد کے لیے فدا کرنے کی دعا نہیں کی۔۔۔۔۔ بلکہ حضرت زبیر کے لیے بھی یہ دعا کی ہے

اس حدیث پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد کے بعد کسی کے لیے فداء کرنے کی دعا کی ہو' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر کے لیے فداء کرنے کی دعا کی۔ (صحیح البخاری: ۳۷۲۰'صحیح مسلم: ۲۴۱۶) اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس پر مطلع نہ ہوئے ہوں' میں کہتا ہوں کہ عدم اطلاع کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف کرنے کے بجائے اگر امام بخاری کی طرف کر دی جائے تو زیادہ مناسب ہے۔

ہم نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' اس میں اس طرح مذکور ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (غزوۂ خندق کے دن) فرمایا: بنو قریظہ کے پاس کون جائے گا؟ پس میرے پاس ان کی خبر لے کر آئے' حضرت زبیر نے کہا: میں گیا! پس جب میں واپس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے اپنے ماں' باپ کو جمع کیا اور فرمایا: تم پر میرے باپ اور میری ماں فداء ہوں!

(صحیح البخاری: ۳۷۲۰'صحیح مسلم: ۲۴۱۶)

علامہ خطابی کا یہ کہنا کہ حضور کے والدین کفر پر فوت ہوئے تھے' اس پر علامہ عینی کا تعاقب اور مصنف کی تحقیق

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اس میں والدین کے حق کی تنقیص ہے (کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والدین کو حضرت سعد اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما پر فداء کیا) اس وہم کا ازالہ یہ ہے کہ آپ کے والدین کفر پر مرے تھے اور حضرت سعد مسلمان مرد تھے جو دین کی نصرت میں کفار سے قتال کر رہے تھے' لہٰذا ہر کافر کو ان پر فداء کرنا جائز ہے' ممنوع نہیں ہے۔

(اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۳۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

علامہ عینی نے اس جواب کا رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ کہنا کہ آپ کے والدین کفر پر مرے تھے' یہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ حدیث میں ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایمان لانے کے لیے ان کو زندہ کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ آپ کے والدین کے ایمان کے متعلق تین قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ وہ ایامِ فترت میں تھے اور ان ایام میں انسان مکلف نہیں ہوتا' اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ملت ابراہیمی پر فوت ہوئے تھے' اور تیسرا قول یہ ہے کہ نبی ﷺ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کو قبر میں زندہ کیا اور وہ اللہ کی توحید اور آپ کی نبوت پر ایمان لائے۔ ہم نے اس کی مکمل تحقیق اپنی تفسیر تبیان القرآن ج ۸ ص ۵۱۱-۷۶۴ میں (الشعراء: ۲۱۹-۲۱۸ کی) تفسیر میں کی ہے۔

پھر علامہ عینی نے اس اعتراض کا خود جواب دیا ہے کہ کسی پر کسی کو فداء کرنا نیکی اور محبت کے اظہار کے لیے ہوتا ہے اور باپ جیسا بھی ہو' بہر حال اس کا احترام ہوتا ہے' امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جس نے کسی مسلمان کے کافر ماں' باپ کو اذیت دی تو اس کو سزا دی جائے گی' کیونکہ اس شخص کے نزدیک اس کے ماں' باپ کا احترام ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کی اس عبارت سے بھی یہ وہم ہوتا ہے کہ آپ کے والدین (معاذ اللہ) مؤمن نہیں تھے اور یہ صحیح نہیں ہے۔

٨١ - بَابُ الدَّرَقِ

ڈھال کا بیان

اس باب میں ڈھال کے استعمال کے مشروع ہونے کا بیان ہے۔

٢٩٠٦ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُعَاثَ فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِي وَقَالَ مِزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْهُمَا فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' عمرو نے کہا: مجھے ابوالاسود نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اس وقت میرے پاس دو لڑکیاں جنگ بعاث کا ترانہ گا رہی تھیں' نبی ﷺ بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ نے اپنا چہرہ پھیر لیا' پھر حضرت ابوبکر آئے اور انہوں نے مجھے ڈانٹا اور کہا: رسول اللہ ﷺ کے پاس شیطان کا مزمار؟ رسول اللہ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے' پس فرمایا: ان کو چھوڑو! پھر جب آپ کی توجہ ہٹی تو میں نے ان لڑکیوں کو اشارہ کیا تو وہ چلی گئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۴۹ میں گزر چکی ہے۔

٢٩٠٧ - قَالَتْ وَكَانَ يَوْمَ عِيدٍ يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ فَإِمَّا سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِمَّا قَالَ تَشْتَهِينَ تَنْظُرِينَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَأَقَامَنِي وَرَاءَهُ عَلَى خَدِّي خَدِّهِ وَيَقُولُ دُونَكُمْ بَنِي أَرْفِدَةَ حَتَّى إِذَا مَلِلْتُ قَالَ حَسْبُكِ؟ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاذْهَبِي قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَحْمَدُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ فَلَمَّا غَفَلَ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ عید کے دن حبشی ڈھال اور آلاتِ حرب (مثلاً نیزوں) کے ساتھ کھیلتے تھے' پس یا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تھا یا آپ نے از خود فرمایا: کیا تم دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا (اور میرا چہرہ) آپ کے چہرے پر تھا' اور آپ فرما رہے تھے: شاباش! بنو ارفدہ حتیٰ کہ میں اُکتا گئی' آپ نے فرمایا: کیا تمہیں اتنا دیکھنا کافی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر تم جاؤ۔

امام ابوعبداللہ نے کہا: امام احمد نے ابن وہب سے روایت کیا ہے:
جب آپ کی توجہ ہٹ گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ڈھال کا ذکر ہے۔

جنگی مشقوں پر کھیل کے اطلاق کی توجیہ اور تین قسم کے کھیلوں کے جواز میں احادیث

علامہ محمد بن عبداللہ بن ابی جمرۃ اندلسی متوفی ۶۹۹ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ نے حبشیوں کی جنگی مشقوں پر کھیل کا اطلاق فرمایا' حالانکہ وہ معین فرض ہے کیونکہ ان پر جہاد کی فرضیت متعین تھی' اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

مؤمن کا کھیل تین چیزوں سے ہے اور یہ تینوں چیزیں عبادت ہیں' اس میں کوئی شک نہیں۔

میں کہتا ہوں: علامہ ابن ابی جمرہ نے جن الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی ہے' وہ مجھ کو نہیں مل سکی' البتہ حافظ سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ نے اس کے مقارب درج ذیل حدیث ذکر کی ہے:

امام ابوعبید نے کتاب الخیر میں از ابی الشعثاء از جابر بن زید رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے: تیراندازی کرو اور گھوڑوں پر سواری کرو اور تمہارا تیراندازی کرنا مجھے زیادہ پسند ہے' ہر وہ کھیل جس کو مؤمن کھیلے وہ باطل ہے' سوا تین کھیلوں کے' تمہارا اپنی کمان سے تیر چلانا' اور تمہارا اپنے گھوڑے کو سدھانا اور تمہارا اپنی بیوی سے دل لگی کرنا' سو یہ چیزیں برحق ہیں۔ (الدرالمنثور ج ۳ ص ۱۹۳' طبع ایران)

ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کے کھیلوں میں سے ہر چیز باطل ہے سوائے تین کھیلوں کے' تمہارا اپنی کمان سے تیر چلانا اور تمہارا اپنے گھوڑے کو سدھانا اور تمہارا اپنی بیوی سے دل لگی کرنا' سو یہ چیزیں برحق ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۶۹' دارالفکر' بیروت)

اس کے بعد علامہ ابن ابی جمرہ لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ہمارے زمانے میں فاضل اوقات کو جو یوں ہی گزارا جاتا ہے' یہ بدعات میں سے ہے کیونکہ یہ سلف صالحین کے طریقے کے خلاف ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ عید کا دن چھٹی کا دن ہے اور سلف صالحین اس دن جہاد کی مشقوں میں مشغول رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کیا تم اس کھیل کو دیکھنا چاہتی ہو؟ اگر یہ کھیل برحق نہ ہوتا تو آپ ایسا نہ فرماتے۔

مسجد میں کھیل کود کا عدم جواز اور حبشیوں کے مسجد میں کھیلنے کی توجیہ

اس حدیث میں مسجد میں نیزوں کے ساتھ کھیلنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں عموم مراد نہیں ہے کیونکہ اس کا عموم قرآن مجید' احادیث اور آثار کے خلاف ہے' قرآن مجید میں ہے:

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ○ (النور: ۳۶)

(وہ ہدایت یافتہ لوگ) ان گھروں میں ہیں جن کے لیے اللہ نے حکم دیا ہے کہ انہیں بلند کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے' وہ ان گھروں میں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں ○

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسجد میں صرف اللہ کا ذکر اور اس کی عبادت جائز ہے اور علماء نے کہا ہے کہ پانچ فرض نمازوں کے

بعد مساجد کو بند کر دیا جائے اور کھولا نہ جائے اور اس آیت میں ذکر سے بھی یہی مراد ہے اور اس آیت میں بلند کرنے سے مراد یہ ہے کہ مساجد کو فرائض کے علاوہ اوقات میں بند کر دیا جائے اور اس سلسلے میں حدیث یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے کسی شخص سے یہ سنا کہ وہ اپنی گم شدہ چیز کا مسجد میں اعلان کر رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ کہے: اللہ تمہاری اس چیز کو واپس نہ لوٹائے۔

(صحیح مسلم: ٥٦٨ 'سنن ابوداؤد: ٤٧٣ 'سنن ابن ماجہ: ٧٦٧ 'مسند احمد ج ٢ ص ٣٤٩)

نیز ایک اور حدیث اس طرح ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں کوئی چیز بیچ رہا ہے یا خرید رہا ہے تو اسے کہو: اللہ تمہاری تجارت میں نفع نہ دے' اور جب تم دیکھو کہ کوئی شخص مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کر رہا ہے تو تم کہو کہ اللہ تمہاری چیز کو واپس نہ کرے۔ (سنن ترمذی: ١٣٢١ 'سنن دارمی: ١٤٠١)

ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں قصاص لینے سے اور اشعار پڑھنے سے اور حدود قائم کرنے سے منع فرمایا۔ (سنن ابوداؤد: ٤٤٩٠ 'مسند احمد ج ٣ ص ٤٣٤)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں صرف عبادات ادا کرنا جائز ہے اور کھیل کود جائز نہیں' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص مسجد میں گم شدہ چیز کے اعلان کا ارادہ کرے یا شعر پڑھنے کا' وہ مسجد سے باہر نکل جائے' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد میں کچھ فروخت کرنا چاہتا تھا تو حضرت ابن مسعود نے اسے بلا کر فرمایا: تم دنیا کے بازار میں جاؤ! یہ آخرت کا بازار ہے! اس لیے مسجد میں کھیل کود جائز نہیں ہے۔

اور اس حدیث میں جو ذکر ہے کہ وہ حبشی مسجد میں نیزوں سے کھیل رہے تھے تو وہ ضرورت کی بناء پر ہے' کیونکہ اس وقت مدینہ میں اتنی گنجائش نہیں تھی اور گھر تنگ تھے اور جہاد کی تیاری کے لیے آلاتِ حرب کے ساتھ مشق کرنا ضروری تھا' پس جب اس طرح کی ضرورت ہو تو پھر مسجد میں جنگی مشقوں کا کھیل کھیلنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ شیخ ابو الحسن اللخمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

مسجد میں علم کی تدریس کے متعلق فقہاء کے نظریات

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ مسجد میں علم کی تدریس جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ علم کی تدریس نفسِ جہاد سے افضل ہے اور یہ کھیل نہیں ہے بلکہ یہ نفسِ عبادت ہے۔ اس میں دو قول ہیں' جنہوں نے علم کی تدریس کو از قبیلِ دین قرار دیا ہے' انہوں نے اس کو جائز کہا ہے اور جنہوں نے کہا ہے: یہ بشر کا کلام ہے انہوں نے اس کی اجازت نہیں دی' کیونکہ اس کی وجہ سے مسجد میں آواز بلند کرنا لازم آئے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسنِ خُلق' عورتوں کا پردہ میں رہ کر مردوں کی طرف دیکھنے کا جواز اور عبادت کے قصد سے کھیل کود دیکھنے کا جواز

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا اور میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا۔

اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع اور آپ کے حسن اخلاق کی دلیل ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حبشیوں کی طرف دیکھ رہی تھیں' اس سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ جب عورتیں پردہ میں ہوں تو ان کا مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے یا جب فتنہ کا خوف نہ ہو تو مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

علامہ ابن ابی جمرہ کی نکتہ آفرینی پر ایک اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ اس استدلال پر یہ اعتراض ہے کہ حدیث میں ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھیں' پس حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' یہ اس کے بعد کا واقعہ ہے جب ہمیں پردہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں اس سے پردہ کرو' ہم نے کہا: یارسول اللہ! کیا یہ نابینا نہیں ہے' ہم کو دیکھتا ہے نہ ہم کو پہچانتا ہے' آپ نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو' کیا تم اس کو نہیں دیکھ رہیں؟

(سنن ابوداؤد: ٤١١٢' سنن ترمذی: ٢٧٧٨' تاریخ بغداد ج ٣ ص ١٧' شرح مشکل الآثار: ٢٨٩' مسند ابویعلیٰ: ٦٩٢٢' صحیح ابن حبان: ٥٥٧٥' سنن بیہقی ج ٧ ص ٩٢۔٩١' السنن الکبریٰ للنسائی: ٩٢٤١' کتاب الآداب للبیہقی: ٧٤٧' مسند احمد ج ٦ ص ١٩٦)

اس حدیث کا بہترین جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ حبشیوں کے چہروں کی طرف نہیں دیکھ رہی تھیں' صرف ان کے کھیل کی طرف دیکھ رہی تھیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت ہو۔

اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں نبہان کا ذکر ہے جو حضرت ام سلمہ کا غلام تھا اور اس کا حال مجہول ہے' علاوہ ازیں یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث صحیحہ کے معارض ہے' اس لیے یہی کہا جائے گا کہ جب فتنہ کا خوف نہ ہو تو پھر عورتوں کا مردوں کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ عبادت کے قصد سے کھیل کو دیکھنا جائز ہے' کیونکہ حبشیوں کا کھیل جہاد کی مشق کے لیے تھا' اور اگر اس کو دیکھنا ناجائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع فرما دیتے' اور آپ اپنی ازواج کو کسی ناجائز چیز کے دیکھنے پر برقرار نہ رکھتے' جب کہ اکثر اولیاء صرف واجب یا مستحب پر عمل کرتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے متعلق یہ کیسے کہا جائے گا کہ وہ حرام کام کو دیکھ رہی تھیں۔

عورتوں کے لیے جہاد کی تعلیم کا جواز

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیکی کی اقسام کی تعلیم جائز ہے کیونکہ حبشیوں کی اس جنگی مشق سے اس چیز کی تعلیم ہوتی ہے کہ مخالف کے حملہ کا کس طرح دفاع کیا جائے گا' ہر چند کہ عورتیں جہاد کی مکلف نہیں ہیں لیکن ان کو بھی جہاد کی ضرورت پیش آسکتی ہے' جیسے ملک شام میں جنگ یرموک کے موقع پر عورتوں نے مخالفین کے حملوں کا دفاع کیا تھا۔

ظاہری علامات دیکھ کر باطن پر حکم لگانا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا: حتیٰ کہ جب میں اُکتا گئی تو آپ نے پوچھا: کیا اتنا دیکھنا تمہارے لیے کافی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! تو آپ نے فرمایا: پھر اب جاؤ!

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظاہری علامات سے باطن پر حکم لگانا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کے چہرے پر اکتاہٹ کے آثار دیکھ کر یہ اندازہ لگایا کہ وہ اب اکتا چکی ہیں' لیکن اس سے باطن پر مطلقاً حکم لگانا جائز نہیں ہے' جب تک کہ یقین حاصل نہ ہو جائے' اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ سے پوچھا: کیا تمہارے لیے اتنا دیکھ لینا کافی ہے؟ اس سے یہ بھی معلوم

ہوا کہ متعلم کے لیے اس وقت تک تعلیم کا حصول جائز ہے جب تک اس کو اکتاہٹ نہ ہو۔

عبادت کی نیت سے دنیاوی کاموں کا مستحب ہونا

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح حبشیوں کا کھیل جہاد کی مشق کی وجہ سے جائز ہے' اسی طرح ہر دنیاوی کام میں جب نیکی اور عبادت کی نیت کر لی جائے تو وہ بھی جائز ہو جائے گا' جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں حالانکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور میں بیویوں سے جماع کرتا ہوں حالانکہ مجھے شہوت نہیں ہے' آپ سے پوچھا گیا: آپ پھر کس لیے ایسا کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس اُمید سے کہ شاید اللہ تعالیٰ میری پشت سے ایسی اولاد نکالے جس سے قیامت کے دن سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت زیادہ ہو! (بہجۃ النفوس شرح البخاری ج ۳ ص ۱۲۷۔ ۱۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

علامہ ابن ابی جمرہ کی نکتہ آفرینی پر مصنف کی تنقید

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے غالباً علامہ ابن ابی جمرہ نے درج ذیل حدیث کو پیش نظر نہیں رکھا:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! مال دار لوگ تو (زیادہ) ثواب لے گئے' جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی نماز پڑھتے ہیں اور جس طرح ہم روزہ رکھتے ہیں وہ بھی روزہ رکھتے ہیں اور وہ اپنے زائد اموال کا صدقہ بھی کرتے ہیں' آپ نے فرمایا: کیا اللہ نے تمہارے لیے وہ کام نہیں رکھے جس کا تم صدقہ کرو؟ بے شک ہر تسبیح کرنا صدقہ ہے اور ہر تکبیر پڑھنا صدقہ ہے اور ہر حمد کرنا صدقہ ہے' اور ہر لا الٰہ الا اللہ پڑھنا صدقہ ہے اور نیک کام کا حکم دینا صدقہ ہے اور بُرائی سے روکنا صدقہ ہے اور تم میں سے کسی شخص کا (اپنی بیوی سے) جماع کرنا بھی صدقہ ہے' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی شخص اپنی شہوت سے جماع کرے پھر بھی اس کو اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر وہ اپنی شہوت کو حرام جگہ میں خرچ کرتا تو کیا اس کو گناہ ہوتا؟ پس اسی طرح جب وہ اپنی شہوت کو حلال جگہ میں خرچ کرے گا تو اس کو اجر ملے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۰۰۶' الرقم المسلسل: ۲۲۱۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ صرف شہوت پوری کرنے کی نیت سے اپنی بیوی سے جماع کرنا بھی نیک کام ہے اور باعثِ اجر ہے' رہا یہ کہ علامہ ابن ابی جمرہ نے حضرت عمر کا یہ اثر نقل کیا ہے کہ میں اپنی بیویوں سے جماع کرتا ہوں حالانکہ مجھے شہوت نہیں ہے' اور آپ نے فرمایا: میں صرف اس اُمید سے ایسا کرتا ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ میری پشت سے ایسی اولاد نکالے جس سے سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت زیادہ ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو حضرت عمر نے اپنے قول میں اپنی بیوی کے ساتھ شہوت کے ساتھ جماع کرنے سے منع نہیں فرمایا' صرف اپنی حسن نیت کا ذکر کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں اضافہ کے لیے ایسا کرتا ہوں' ثانیاً اگر بالفرض اس قول سے شہوت کی نفی بھی مستنبط ہوتی ہو تو حضرت عمر کا یہ اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس صریح ارشاد سے متصادم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور حضرت امام ابوحنیفہ نے یہ فرمایا ہے کہ جب مجھے قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں کسی حکم کی تصریح نہ ملے' تب میں آپ کے اصحاب میں سے کسی کے قول کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ (تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۲۶۱' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۴ھ) اس سے معلوم ہوا کہ صحابی کا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پر مقدم نہیں ہو سکتا۔

علاوہ ازیں علامہ ابن ابی جمرۃ نے اس اثر کا کوئی حوالہ نہیں دیا اور ہمیں اس قول کی سند کا حال معلوم نہیں ہے' اللہ جانے یہ حضرت عمر کا قول ہے بھی یا نہیں۔

٨٢ - بَابُ الْحَمَائِلِ وَتَعْلِيقِ السَّيْفِ بِالْعُنُقِ

تلوار کے پرتلوں کا بیان اور تلوار کو گلے میں لٹکانا

اس باب میں "حمائل" کا لفظ ہے یہ "حِمالة" کی جمع ہے اس کا معنی پرتلہ ہے یعنی چمڑے کی وہ بیلٹ یا پٹی جس کے ساتھ تلوار کو گردن میں لٹکالیا جائے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: یہ "حمیله" کی جمع ہے جس کے ساتھ تلوار کو لٹکایا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۰۰)

علامہ عینی نے اس کا رد کیا ہے کہ "حمیله" کا معنی پرتلہ نہیں ہے بلکہ "حمیله" اس کوڑے کرکٹ کو کہتے ہیں جس کو سیلاب اٹھا کر لے آتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۶۴)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس باب کے قائم کرنے سے امام بخاری کا یہ مقصد ہے کہ تلوار کو گلے میں لٹکانا چاہیے اس کے برخلاف بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ تلوار کو سینہ پر پٹی کے ساتھ لٹکانا چاہیے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۰۳)

٢٩٠٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَيْلَةً فَخَرَجُوْا نَحْوَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ اسْتَبْرَأَ الْخَبَرَ وَهُوَ عَلٰى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرْيٍ وَّفِي عُنُقِهِ السَّيْفُ وَهُوَ يَقُوْلُ لَمْ تُرَاعُوْا لَمْ تُرَاعُوْا ثُمَّ قَالَ وَجَدْنَاهُ بَحْرًا أَوْ قَالَ إِنَّهُ لَبَحْرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ بہادر تھے اور ایک رات اہل مدینہ دہشت زدہ تھے وہ اس آواز کی سمت نکلے (جس سے خوف ہوا تھا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے آگے تھے اور آپ نے ہی اس خبر کی چھان بین کی تھی اور آپ حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار تھے اور آپ کے گلے میں تلوار لٹکی ہوئی تھی اور آپ فرما رہے تھے: تم کو نہیں ڈرایا گیا' تم کو نہیں ڈرایا گیا' پھر آپ نے فرمایا: ہم نے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح تیز رو) پایا' یا فرمایا: یہ سمندر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۲۷ میں گزر چکی ہے۔

٨٣ - بَابُ مَا جَاءَ فِي حِلْيَةِ السُّيُوْفِ

تلواروں کے زیور کا بیان

اس باب کے عنوان میں "حِلية" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: سونے اور چاندی کو ڈھال کر آرائش کی جو چیزیں بنائی جائیں۔

٢٩٠٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ حَبِيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُوْلُ لَقَدْ فَتَحَ الْفُتُوْحَ قَوْمٌ مَّا كَانَتْ حِلْيَةُ سُيُوْفِهِمُ الذَّهَبَ وَلَا الْفِضَّةَ إِنَّمَا كَانَتْ حِلْيَتُهُمُ الْعَلَابِيَّ وَالْآنُكَ وَالْحَدِيْدَ.

(سنن ابن ماجہ: ۲۸۰۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے سلیمان بن حبیب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک قوم (صحابہ) نے بہت فتوحات حاصل کیں اور ان کی تلواروں کا زیور سونے اور چاندی کا (بنا ہوا) نہیں تھا' ان کی

تلواروں کا زیور صرف کچے چمڑے کا (غلاف) ہوتا تھا یا سیسہ اور
لوہے کا (بنا ہوا ہوتا) تھا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت واضح ہے' کیونکہ باب کا عنوان ہے: تلواروں کا زیور' اور اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام کچے چمڑے اور سیسہ اور لوہے سے تلواروں کو مزین کرتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن محمد بن موسیٰ ابوالعباس' ان کو مردویہ المروزی کہا جاتا تھا (۲) عبداللہ بن المبارک المروزی (۳) عبدالرحمن بن عمر الاوزاعی (۴) سلیمان بن حبیب المحاربی' یہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں دمشق کے قاضی تھے (۵) حضرت ابوامامۃ بن عجلان الباہلی رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۶۳)

''العلابی'' کا معنیٰ اور تلوار کے اوپر سونے یا چاندی کا زیور چڑھانے کا شرعی حکم

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی التوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''العلابی'' کا لفظ ہے' یہ ''العلباء'' کی جمع ہے' اور اس کا معنی ہے: اونٹ کا مضبوط پٹھا' اور ''الآنك'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سیسہ۔ (اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۳۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ماجہ کی روایت میں زیادہ تفصیل ہے:

اوزاعی بیان کرتے ہیں: مجھے سلیمان بن حبیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہم حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے ہماری تلواروں کے اوپر کچھ چاندی کا زیور لگا ہوا دیکھا' تو وہ غضب ناک ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ایک قوم (صحابہ) نے بہت فتوحات کیں اور ان کی تلواروں کے اوپر سیسے' لوہے اور کچے چمڑے کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۸۰۷)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

اسماعیلی نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے: تم اہل جاہلیت سے زیادہ بخیل ہو' بے شک اللہ تعالیٰ تم میں سے ایک شخص کو ایک درہم دیتا ہے جس کو وہ اللہ کی راہ میں سات سو دراہم کے عوض خرچ کرتا ہے' پھر تم خرچ کرنے سے بخل کرتے ہو' اور امام طبرانی نے ایک اور سند کے ساتھ سلیمان بن حبیب سے روایت کیا ہے کہ ہم روم سے لوٹتے ہوئے حمص گئے تو ہم حضرت ابوامامہ کے پاس پہنچے وہ اس وقت بوڑھے ہو چکے تھے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو پیغام دے کر بھیجا گیا' وہ آپ نے ہمیں پہنچا دیا اور تم ہماری طرف سے پیغام پہنچاتے ہو' پھر انہوں نے ہماری تلوار کی طرف دیکھا تو اس میں کچھ چاندی تھی تو وہ بہت سخت غضب ناک ہوئے۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۱۰۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٨٤ - بَابُ مَنْ عَلَّقَ سَيْفَهُ بِالشَّجَرِ فِي السَّفَرِ عِنْدَ الْقَائِلَةِ

جس نے سفر میں قیلولہ کے وقت اپنی تلوار کو درخت پر لٹکایا

اس باب کے عنوان میں قیلولہ کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: دوپہر کے وقت سونا۔

٢٩١٠ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سِنَانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ الدُّؤَلِيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے

وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَ اَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهُ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ وَّعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ وَنِمْنَا نَوْمَةً فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا وَاِذَا عِنْدَهُ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِيْ وَاَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِيْ يَدِهِ صَلْتًا فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ فَقُلْتُ اَللّٰهُ ثَلٰثًا وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ. [اطراف الحدیث: ٢٩١٣-٤١٣٤-٤١٣٥-٤١٣٦-٤١٣٩] (صحیح مسلم: ٨٤٣، الرقم المسلسل: ١٨٣٣)

کہا: مجھے سنان بن ابی سنان الدولی اور ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ وہ نجد کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے' سو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوٹے تو وہ بھی آپ کے ساتھ لوٹے' پس انہیں دوپہر کے وقت ایک ایسی وادی میں نیند آ گئی جس میں ببول کے درخت بہت زیادہ تھے' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (سواری سے) اترے اور لوگ منتشر ہو کر درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ببول کے درخت کے نیچے اترے اور اس پر اپنی تلوار لٹکا دی اور ہم بھی سو گئے' پس اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں بلا رہے تھے اور آپ کے پاس ایک اعرابی تھا' پس آپ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو اس نے مجھ پر تلوار سونت لی' میں بیدار ہوا تو وہ تلوار اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تھی' اس نے کہا: اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے تین بار کہا: اللہ! آپ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی اور بیٹھ گئے۔

اعرابی کا آپ کو تلوار سے قتل کرنے کی دھمکی دینا' پھر آپ کے حسن سلوک سے اس کا اسلام قبول کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے اپنی تلوار نکال کر کہا: یا محمد! اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ. (المائدہ: ٦٧) اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔

اس حدیث میں ذکر ہے: اچانک دیکھا تو آپ کے پاس ایک اعرابی تھا' اس اعرابی کا نام غورث تھا' الخطیب نے کہا ہے کہ اس کا نام غورک تھا۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک درخت کے نیچے اترے اور آپ نے اپنے گیلے کپڑے اتار کر ایک درخت پر سوکھنے کے لیے پھیلا دیئے جو بارش سے بھیگ گئے تھے' تو کافروں نے اپنے سردار دعثور سے کہا اور وہ بہت بہادر شخص تھا کہ اس وقت (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اکیلے ہیں' اب تم ان پر حملہ کرو' چنانچہ وہ تلوار لے کر آیا اور آپ کے سر کے اوپر کھڑا ہو گیا' اور کہنے لگا: آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ تب حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے سینہ پر ضرب لگا کر اس کو دھکا دیا تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تلوار کو پکڑ کر اٹھا لیا اور فرمایا: آج تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا: کوئی نہیں! آپ نے فرمایا: اب تم جاؤ اور اپنا کام کرو! پھر وہ دوبارہ آیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا' اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں' پھر وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔

امام بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: پس اس اعرابی کے ہاتھ سے تلوار گر گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تلوار کو پکڑ لیا اور

فرمایا: اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا: آپ تلوار پکڑنے والوں میں سے بہترین ہو جائیں! آپ نے پوچھا: تم اسلام قبول کرتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! لیکن میں آپ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ میں آپ سے قتال کروں گا اور نہ ان لوگوں کا ساتھ دوں گا جو آپ سے قتال کریں گے' پھر وہ اپنے اصحاب کے پاس گیا اور کہا: میں اس شخص کے پاس سے آ رہا ہوں جو تمام لوگوں میں سب سے افضل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب اس اعرابی نے کہا: اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ تو آپ نے تین بار کہا: اللہ! پس رسول اللہ ﷺ نے اس کی اس دھمکی کی کوئی پرواہ نہیں کی' کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ پر بہت اعتماد تھا اور بے پناہ توکل تھا' پس اس اعرابی نے جان لیا کہ وہ آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے گا' جب اس شخص نے یہ جان لیا کہ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی اور بہ ظاہر وہ آپ کو قتل کرنے پر قادر تھا اور موت بالکل سامنے تھی' اس کے باوجود نبی ﷺ نہ ڈرے' نہ گھبرائے اور بالکل مطمئن کھڑے رہے اور یہ نبی ﷺ کی عظیم کرامت تھی اور بہت روشن معجزہ تھا تو وہ آپ کی نبوت پر ایمان لے آیا۔

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ قافلہ والوں کے لیے سفر میں قیلولہ کی خاطر ادھر اُدھر منتشر ہو کر درختوں کے سائے میں آرام کرنا جائز ہے اور ان پر یہ ضروری ہے کہ وہ سربراہِ قوم کی حفاظت کا انتظام کریں۔

اور یہ دلیل ہے کہ جب مسافروں کو امن اور اطمینان ہو تو وہ اپنے ہتھیار رکھ کر سو سکتے ہیں۔

اور یہ دلیل ہے کہ قوم کا سربراہ جب کوئی نئی بات دیکھے تو لوگوں کو بلائے اور یہ کہ جب کوئی شخص سربراہ کے ساتھ بدسلوکی یا زیادتی کرے تو وہ اس کو معاف کر دے' اور اگر وہ چاہے تو اس کو دھمکائے اور اگر وہ چاہے تو اس کو معاف کر دے۔

اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ سیّدنا رسول اللہ ﷺ جاہلوں کی بدسلوکی پر صبر کرتے تھے اور انتقام لینے پر قادر ہونے کے باوجود ان کو معاف کر دیتے تھے اور آپ کی اسی درخشاں سیرت سے اسلام پھیلا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۶۶۔۲۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

٨٥ - بَابُ لُبْسِ الْبَيْضَةِ — خود پہننے کا بیان

اس باب کے عنوان میں ''البیضۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جنگ کے دوران سر پر پہننے والی لوہے کی ٹوپی۔ اس کو اُردو میں خود کہتے ہیں۔

٢٩١١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ اَبِي حَازِمٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ جُرْحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ جُرِحَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ وَهُشِمَتِ الْبَيْضَةُ عَلٰى رَاْسِهِ فَكَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ تَغْسِلُ الدَّمَ وَعَلِيٌّ يُمْسِكُ فَلَمَّا رَاَتْ اَنَّ الدَّمَ لَا يَزِيدُ اِلَّا كَثْرَةً اَخَذَتْ حَصِيرًا فَاَحْرَقَتْهُ حَتّٰى صَارَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے غزوۂ اُحد کے دن نبی ﷺ کے زخم کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ نبی ﷺ کا چہرہ زخمی ہو گیا اور آپ کے سامنے کے دانت شہید ہو گئے اور آپ کا خود آپ کے سر مبارک پر ٹوٹ گیا' حضرت (سیّدتنا) فاطمہ علیہا السلام آپ کا خون دھو رہی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پانی ڈال رہے تھے' جب حضرت فاطمہ

رَمَادًا ثُمَّ أَلْزَقَتْهُ فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ.

نے دیکھا کہ دھونے سے خون زیادہ نکل رہا ہے تو انہوں نے چٹائی جلا کر زخم میں بھر دی' پھر خون رُک گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں خَود کا ذکر ہے' ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے' اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم خَود پہن کر جہاد کرتے تھے تاکہ امت کے لیے خَود پہننے کا نمونہ ہو اور خَود پہننا آپ کی سنت ہو' حضرت سیّدہ فاطمہ نے آپ کے زخم پر راکھ بھر دی' اس میں علاج کرنے کا شرعی ثبوت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زخمی ہونا' آپ کے دانتوں کا شہید ہونا اور آپ کے چہرے سے خون بہنا اللہ کی راہ میں شہید ہونے کی اصل ہے۔

٨٦ - بَابُ مَنْ لَّمْ يَرَ كَسْرَ السِّلَاحِ عِنْدَ الْمَوْتِ

جس کے نزدیک موت کے وقت ہتھیاروں کا توڑنا جائز نہیں ہے

اس حدیث کے عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ زمانۂ جاہلیت کا یہ دستور جائز نہیں ہے کہ جب قوم کا امیر یا سربراہ فوت ہو جاتا تو وہ لوگ اس کے ہتھیار توڑ دیتے تھے اور اس کی سواریوں کو ذبح کرا دیتے تھے' اور بعض اوقات خود سربراہ اس کی وصیت کر دیتا تھا' پس شارع علیہ السلام نے ان کے اس دستور کی مخالفت کی اور اپنے وصال کے بعد اپنے ہتھیار' اپنی سواری اور اپنی زمین کو چھوڑ دیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان کے ردّ کی طرف اشارہ کرنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ ہتھیاروں کو توڑنا اور سواری کو بلا ضرورت ذبح کرنا مال کو ضائع کرنا ہے اور مال کو ضائع کرنا حرام ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اہل جاہلیت کا یہ دستور تھا' اس لیے اس کے بطلان کو ظاہر کرنے کی ضرورت تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۶۷)

٢٩١٢ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ قَالَ مَاتَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا سِلَاحَهُ وَبَغْلَةً بَيْضَاءَ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان نے حدیث بیان کی از سفیان از ابواسحاق از عمرو بن الحارث' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ہتھیار' سفید خچر اور زمین کو چھوڑا تھا' جن کو صدقہ قرار دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۳۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت ہتھیاروں کو چھوڑا تھا' یعنی ان کو توڑنے کی وصیت نہیں کی تھی۔

٨٧ - بَابُ تَفَرُّقِ النَّاسِ عَنِ الْإِمَامِ عِنْدَ الْقَائِلَةِ وَالْاِسْتِظْلَالِ بِالشَّجَرِ

قیلولہ اور درختوں کے سائے کو طلب کرنے کے وقت لوگوں کا امیر لشکر کے پاس سے منتشر ہونا

٢٩١٣ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا سِنَانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ وَأَبُو سَلَمَةَ أَنَّ جَابِرًا أَخْبَرَهُ (ح) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں سنان بن ابی سنان اور ابوسلمہ نے حدیث بیان کی کہ

اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سِنَانِ بْنِ سِنَانِ الدُّؤَلِيِّ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّهُ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِضَاهِ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ وَّهُوَ لَا يَشْعُرُبِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ سَيْفِيْ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قُلْتُ اَللّٰهُ فَشَامَ السَّيْفَ فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ.

حضرت جابر رضی اللہ نے ان کو خبر دی (ح) اور ہم کو موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم کو ابن شہاب نے خبر دی از سنان بن ابی سنان الدؤلی کہ ان کو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ نے خبر دی وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا تو ایسی وادی میں اترے جس میں ببول کے درخت بہت زیادہ تھے انہیں دوپہر کے وقت نیند آنے لگی وہ درختوں کا سایا طلب کر رہے تھے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے اترے پھر اس درخت پر اپنی تلوار لٹکا دی پھر آپ سو گئے پس آپ بیدار ہوئے تو آپ کے سامنے ایک آدمی کھڑا ہوا تھا اور آپ کو اس کا پتا نہیں تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اس شخص نے میری تلوار مجھ پر سونت لی تھی پھر کہا: اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: اللہ! پس اس نے تلوار میان میں ڈال لی اور وہ یہاں بیٹھا ہوا ہے پھر آپ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۲۹۱۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ قیلولہ کے وقت لوگوں کا سربراہ سے منتشر ہونا جائز ہے۔

٨٨ - بَابُ مَا قِيْلَ فِي الرِّمَاحِ

نیزوں کا بیان

اس باب میں نیزوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جُعِلَ رِزْقِيْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِيْ وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ اَمْرِيْ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ سے روایت کی گئی ہے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: میرا رزق میرے نیزہ کے سایا کے نیچے کر دیا گیا ہے اور ذلت اور پستی ان لوگوں پر (مسلط) کر دی گئی ہے جنہوں نے میرے حکم کی مخالفت کی۔

اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ الاشبیلی نے الجمع بین الصحیحین میں روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۶۸)

٢٩١٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ مَوْلٰى اَبِيْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِبَعْضِ طَرِيْقِ مَكَّةَ تَخَلَّفَ مَعَ اَصْحَابٍ لَّهُ مُحْرِمِيْنَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ فَرَاٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی النضر مولیٰ عمر بن عبیداللہ از نافع مولیٰ ابی قتادہ الانصاری از حضرت ابوقتادہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حتیٰ کہ مکہ کے کسی راستے میں وہ اپنے ان اصحاب کے ساتھ جو محرم تھے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) پیچھے رہ گئے خود وہ غیر محرم تھے

جِمَارًا وَّحْشِيًّا فَاسْتَوٰى عَلٰى فَرَسِهٖ فَسَاَلَ اَصْحَابَهٗ اَنْ يُّنَاوِلُوْهُ سَوْطَهٗ فَاَبَوْا فَسَاَلَهُمْ رُمْحَهٗ فَاَبَوْا فَاَخَذَهٗ ثُمَّ شَدَّ عَلَى الْحِمَارِ فَقَتَلَهٗ فَاَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبٰى بَعْضٌ فَلَمَّا اَدْرَكُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلُوْهُ عَنْ ذٰلِكَ قَالَ اِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ اَطْعَمَكُمُوْهَا اللّٰهُ.

پس انہوں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا تو حضرت ابوقتادہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے انہوں نے اپنے اصحاب سے سوال کیا کہ وہ ان کو ان کا چابک اٹھا کر دے دیں تو انہوں نے انکار کیا' پھر انہوں نے سوال کیا کہ وہ ان کو ان کا نیزہ اٹھا کر دے دیں تو انہوں نے (پھر) انکار کیا' پس انہوں نے خود وہ نیزہ اٹھالیا اور اس جنگلی گدھے پر حملہ کیا' پس اس کو قتل کر دیا' پھر نبی ﷺ کے بعض اصحاب نے اس میں سے گوشت کھایا اور بعض نے انکار کیا' پھر جب وہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے جا ملے تو آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: یہ تو وہ طعام ہے جو اللہ نے تم کو کھلایا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٨٢١ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں نیزہ کا ذکر ہے۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ فِي الْحِمَارِ الْوَحْشِيِّ مِثْلُ حَدِيْثِ اَبِي النَّضْرِ قَالَ هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَّحْمِهٖ شَيْءٌ.

اور زید بن اسلم نے از عطاء بن یسار از حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ جنگلی گدھے کی حدیث ابوالنضر کی حدیث کی مثل روایت کی ہے' (اس میں مذکور ہے:) کیا تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ چیز ہے؟

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ١٨٢١' اور ٢٥٧٠ میں گزر چکی ہے۔

٨٩- بَابُ مَاقِيْلَ فِيْ دِرْعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَمِيْصِ فِي الْحَرْبِ

جہاد میں نبی ﷺ کی زرہ اور قمیص کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی زرہ کس چیز کی بنی ہوئی تھی اور جنگ میں نبی ﷺ کی قمیص کا کیا حکم تھا۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا خَالِدٌ فَقَدِ احْتَبَسَ اَدْرَاعَهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

اور نبی ﷺ نے فرمایا: اور رہا خالد تو اس کی زرہیں اللہ کی راہ میں وقف ہیں۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ١٤٦٨ میں گزر چکی ہے۔

٢٩١٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ فَاَخَذَ اَبُوْبَكْرٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ حَسْبُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَدْ اَلْحَحْتَ عَلٰى رَبِّكَ وَهُوَ فِي الدِّرْعِ فَخَرَجَ وَهُوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے (غزوۂ بدر کے دن) ایک خیمہ میں دعا کی: اے اللہ! میں تجھے تیرا عہد اور تیرا وعدہ یاد دلاتا ہوں' اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں کی جائے گی' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: یارسول

يَقُولُ ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ○بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ○﴾ (القمر:٤٥-٤٦) وَقَالَ وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَوْمَ بَدْرٍ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اللہ! اتنی دعا آپ کے لیے کافی ہے' تحقیق آپ نے اپنے رب سے بہت اصرار کیا ہے' پھر رسول اللہ ﷺ یہ آیات پڑھتے ہوئے باہر آئے: عنقریب کافروں کا یہ لشکر شکست کھائے ہوئے ہوگا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے○ بلکہ ان سے اصل وعدہ تو قیامت کا ہے اور قیامت بڑی آفت اور بہت کڑوی ہے○ (القمر:٤٦-٤٥) اس وقت آپ زرہ پہنے ہوئے تھے' اور وہیب نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی: بدر کے دن۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ اس وقت آپ زرہ پہنے ہوئے تھے۔

اس اشکال کا جواب کہ کیا حضرت ابوبکر کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اللہ پر توکل اور اعتماد تھا

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ٣٨٨ھ لکھتے ہیں:

بہت سے علماء کے ذہنوں میں اس حدیث کی وجہ سے اشکال ہوتا ہے کہ نبی ﷺ بہت گریہ وزاری سے دعا کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پرسکون تھے اور آپ سے کہہ رہے تھے کہ آپ نے اپنے رب سے بہت دعا کی ہے اور آپ کو بھی پرسکون کر رہے تھے' اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کو اپنے رب پر جو توکل اور اعتماد تھا' وہ نبی ﷺ کو نہیں تھا اور حضرت ابوبکر کا مقام آپ سے بلند تھا اور یہ وہم قطعاً فاسد ہے۔

نبی ﷺ نے جو اس قدر اصرار سے گڑگڑا کر دعا کی' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ اپنے اصحاب پر بہت شفیق تھے کیونکہ ان کا دشمن سے یہ پہلا مقابلہ تھا' اور آپ کے اصحاب کی تعداد بہت کم تھی اور دشمن کی تعداد ان سے کئی گنا زیادہ تھی' اس لیے نبی ﷺ نے بہت اصرار سے گڑگڑا کر دعا کی تاکہ آپ کے اصحاب کے دل پرسکون ہو جائیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ کا وسیلہ مقبول ہے اور آپ کی دعا مستجاب ہے اور جب حضرت ابوبکر کو یقین ہو گیا کہ آپ کی دعا قبول ہو گئی ہے تو انہوں نے آپ سے کہا کہ آپ نے بہت دعا کر لی ہے' آپ اس پر اکتفاء کریں۔ (اعلام السنن ج ٢ ص ١٣٦٧-١٣٦٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٨ھ)

٢٩١٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهُ مَرْهُونَةٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ بِثَلَاثِينَ صَاعًا مِّنْ شَعِيرٍ وَّقَالَ يَعْلٰى حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ دِرْعٌ مِّنْ حَدِيدٍ وَّقَالَ مُعَلّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ وَقَالَ رَهَنَهُ دِرْعًا مِّنْ حَدِيدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی اور آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع جَو کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی' اور یعلیٰ نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی کہ وہ زرہ لوہے کی تھی' اور معلّٰی نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی اور کہا: آپ نے اپنی لوہے کی زرہ گروی رکھی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٦٨ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں زرہ کا ذکر ہے۔

٢٩١٧ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ مَثَلُ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ قَدِ اضْطُرَّتْ أَيْدِيهِمَا إِلٰى تَرَاقِيهِمَا فَكُلَّمَا هَمَّ الْمُتَصَدِّقُ بِصَدَقَتِهِ اتَّسَعَتْ عَلَيْهِ حَتّٰى تُعَفِّيَ أَثَرَهُ وَكُلَّمَا هَمَّ الْبَخِيلُ بِالصَّدَقَةِ انْقَبَضَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ إِلٰى صَاحِبَتِهَا وَتَقَلَّصَتْ عَلَيْهِ وَانْضَمَّتْ يَدَاهُ إِلٰى تَرَاقِيهِ فَسَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَيَجْتَهِدُ أَنْ يُوَسِّعَهَا فَلَا تَتَّسِعُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال ان دو مردوں کی طرح ہے جن پر لوہے کے دو کوٹ ہوں ان دونوں کے ہاتھ ان دونوں کی گردنوں تک بندھے ہوئے ہوں پس جب بھی صدقہ کرنے والا صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کوٹ اتنا کشادہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس کا نشان مٹ جاتا ہے اور بخیل جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کوٹ کی ہر کڑی دوسری کڑی کے ساتھ مل کر تنگ ہو جاتی ہے اور وہ اس پر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ مل جاتے ہیں پس انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: پھر بخیل اس کوٹ کو ڈھیلا کرنا چاہتا ہے لیکن وہ ڈھیلا نہیں ہوتا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٤٤٣ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں لوہے کے کوٹ کا ذکر ہے اور اس سے مراد زرہ ہے۔

٩٠ - بَابُ الْجُبَّةِ فِي السَّفَرِ وَالْحَرْبِ

سفر اور جہاد میں جبہ (لمبا کوٹ) پہننا

٢٩١٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي الضُّحٰى مُسْلِمٍ هُوَ ابْنُ صُبَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَنْ مَسْرُوقٍ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَالَ انْطَلَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ فَلَقِيتُهُ بِمَاءٍ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَيْهِ مِنْ كُمَّيْهِ فَكَانَا ضَيِّقَيْنِ فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتُ فَغَسَلَهُمَا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَعَلٰى خُفَّيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابی الضحیٰ مسلم اور وہ ابن صبیح ہیں انہوں نے کہا: مجھے حدیث بیان کی از مسروق حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے گئے پھر آپ (واپس) آئے تو میں آپ کے پاس پانی لے کر آیا اور آپ کے اوپر شامی جبہ تھا آپ نے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنا چہرہ دھویا پھر آپ اس (جبہ) کی آستینوں سے اپنے دونوں ہاتھ نکالنے لگے سو وہ آستینیں تنگ تھیں تو آپ نے اپنے ہاتھوں کو نیچے سے نکالا پھر ان ہاتھوں کو دھویا اور اپنے سر اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٨٢ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں جبہ کا ذکر ہے نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عالم کی سفر میں خدمت کرنی چاہیے۔

٩١ - بَابُ الْحَرِيْرِ فِي الْحَرْبِ
جنگ میں ریشم پہننا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنگ میں مردوں کے لیے ریشم کا لباس پہننا جائز ہے۔

٢٩١٩ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ فِيْ قَمِيْصٍ مِّنْ حَرِيْرٍ مِّنْ حِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا. [اطراف الحدیث: ٢٩٢٠-٢٩٢١-٢٩٢٢-٥٨٣٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں احمد بن المقدام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو خارش کی وجہ سے ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت دی۔

(صحیح مسلم: ٢٠٧٦' الرقم المسلسل: ٥٣٢٢' سنن ابوداؤد: ٤٠٥٦' سنن نسائی: ٥٣١٠' سنن ابن ماجہ: ٣٥٩٢' سنن بیہقی ج ٣ ص ٢٦٨' مسند احمد ج ٣ ص ١٨٠' مسند احمد: ١٢٨٦٣۔ ج ٢٠ ص ٢٢٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(١) احمد بن المقدام ابوالاشعث العجلی البصری (٢) خالد بن الحارث بن سلیم الہجیمی (٣) سعید بن ابی عروبہ (٤) قتادہ (٥) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٧٣)

ضرورت کی وجہ سے ریشم کے کپڑوں کو پہننے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

جنگ میں ریشم کا لباس پہننے کے متعلق متقدمین کا اختلاف ہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کو مکروہ کہا ہے' ابن محیریز' عکرمہ اور ابن سیرین کا بھی یہی موقف ہے' انہوں نے کہا ہے کہ جنگ میں اس کی کراہت زیادہ شدید ہے کیونکہ مسلمان جنگ میں شہید ہونے کی امید رکھتے ہیں' امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے' امام مالک نے کہا کہ میں نے کسی ایسے شخص کو جنگ میں ریشم کا لباس پہنے ہوئے نہیں دیکھا جس کی اقتداء کی جاتی ہو۔

بعض فقہاء نے جنگ میں ریشم پہننے کی اجازت دی ہے' معمر نے از ثابت یہ روایت کی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا وہ جنگ میں دیباج پہنتے تھے' عطاء نے کہا: جنگ میں دیباج پہننا ہتھیار ہے' عروہ اور حسن بصری نے بھی اس کی اجازت دی ہے' امام ابویوسف اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

ابن حبیب نے ابن ماجشون سے نقل کیا ہے کہ جہاد میں ریشم پہننا اور اس کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب ہے' تاکہ دشمن کو ڈرایا جائے اور اس کے سامنے فخر کا اظہار کیا جائے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ جن فقہاء نے جنگ اور جہاد میں ریشم پہننے کو مکروہ کہا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ریشم کی ممانعت کو ہر حال میں عام قرار دیا ہے اور جنہوں نے جنگ میں اس کی اجازت دی ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو خارش اور جوؤں کی وجہ سے ریشم کا لباس پہننے کی اجازت دی ہے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس چیز کی ایذاء خارش اور جوؤں سے زیادہ ہو' مثلاً دشمن کے ہتھیار تو اس سے بچنے کے لیے بھی ریشم پہننا جائز ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ عطاء بیان کرتے ہیں: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہماری طرف ایک جبہ نکالا جس میں دیباج کے بٹن لگے ہوئے تھے'

اورانہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اس کو جنگ میں پہنچتے تھے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۱۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

علامہ ابن ابی جمرہ کی تحقیق

علامہ ابومحمد عبداللہ بن ابی جمرۃ الاندلسی المتوفی ۶۹۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہراس پر دلالت کرتا ہے کہ خارش کی علت سے ریشم کا لباس پہننا جائز ہے اوراس میں چند مباحث ہیں:

مبحث اوّل: بعض فقہاء کے نزدیک جس کو ریشم کے سوا اور کوئی کپڑا دستیاب نہ ہو'اس کے لیے اس کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ہر ضرورت کے موقع پر ریشم کا پہننا جائز ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ جس ضرورت کا حدیث میں ذکر ہے' صرف اسی موقع پر ریشم کا پہننا جائز ہے' اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ جس شخص کو نماز پڑھنے کے لیے ریشم کے کپڑے کے سوا اور کوئی کپڑا نہ ملے تو اوّل الذکر فقہاء کے نزدیک اس کا اس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے اور ثانی الذکر کے نزدیک اس کا اس کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

مبحث ثانی: نبی ﷺ جس طرح طب ادیان کے ماہر تھے' اسی طرح طب ابدان کے ماہر تھے

نبی ﷺ جس طرح ادیان کی طب کے ماہر تھے' اسی طرح ابدان کی طب کے بھی ماہر تھے' ایک عیسائی کی کسی صحابی سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا: ہمارے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکیم بھی تھے اور تمہارے نبی حکیم نہیں تھے' تو صحابی نے کہا: ہمارے نبی ﷺ نے چار جملوں میں پورے طب کا خلاصہ بیان فرمادیا اور وہ یہ ہیں: (۱) معدہ بیماری کا گھر ہے (۲) پرہیز دواء کی اصل ہے (۳) ہر بیماری کی اصل بدہضمی ہے (۴) ہر علاج کی اصل عادت کی موافقت ہے۔ یہ سن کر اس عیسائی نے کہا: تمہارے نبی نے طب میں کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔

مبحث ثالث: نبی ﷺ کو حلال اور حرام کرنے کا اختیار ہے

نبی ﷺ کے لیے بغیر نزولِ وحی کے ابتداءً چیزوں کو حلال یا حرام کرنا جائز ہے کیونکہ آپ نے بغیر کسی آیت کے نزول کے ریشم کو حرام کردیا اور پھر بغیر کسی آیت کے نزول کے خارش زدہ کے لیے ریشم کو حلال فرمادیا' بعض علماء نے اس سے اختلاف کیا ہے اور صحیح جمہور کا قول ہے کہ نبی ﷺ کو حلال اور حرام کرنے کا اختیار ہے' اور اس کی دلیل درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ اپنی مسند پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس جب بھی کسی کام کو کرنے یا ترک کرنے کے متعلق میرا حکم آئے تو وہ کہے: مجھے نہیں معلوم! اللہ کی کتاب میں جس کا حکم ہوگا ہم (صرف) اس کی پیروی کریں گے۔

(سنن ابوداؤد: ۴۶۰۵' سنن ترمذی: ۲۶۶۳' سنن ابن ماجہ: ۱۳' مسند احمد ج ۶ ص ۸)

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو! مجھے قرآن دیا گیا اور اس کے ساتھ اس کی مثل ہے' سنو! عنقریب ایک شخص سیر ہو کر اپنے تخت پر بیٹھا ہوگا' وہ کہے گا: اس قرآن کو لازم رکھو' پس تم اس میں جو حلال پاؤ اس کو حلال قرار دو' اور جو تم اس میں حرام پاؤ اس کو حرام قرار دو' اور جس کو رسول اللہ ﷺ نے حرام کیا ہے' وہ اسی طرح ہے جس کو اللہ نے حرام کیا ہے' سنو! تمہارے لیے پالتو گدھا حلال نہیں ہے اور نہ ہر کچلیوں سے شکار کرنے والے درندے حلال ہیں اور نہ کسی ذمی کی کوئی گری ہوئی چیز حلال ہے' سوا اس کے جس سے اس کا مالک مستغنی ہو اور جو شخص کسی قوم کے پاس جائے' ان پر اس کی ضیافت کرنا

لازم ہے اور اگر وہ اس کی ضیافت نہ کریں تو اس مہمان کے لیے جائز ہے کہ وہ ان سے اپنی ضیافت کی مقدار کے موافق جرمانہ وصول کرلے۔ (سنن ابوداؤد: ٣٦٠٤ 'سنن ترمذی: ٢٦٦٤ 'سنن ابن ماجہ: ١٢ 'سنن دارمی: ٥٨٦ 'مسند احمد ج ٤ ص ١٣٢)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شارع ہیں اور ازخود احکام نافذ کرنے کے مجاز ہیں۔

(بہجۃ النفوس شرح مختصر صحیح البخاری ج ٣ ص ١٣٠۔١٢٩ 'مختصراً وموضحاً ومخرجاً 'دار الکتب العلمیہ 'بیروت '١٤٢٥ھ)

میں کہتا ہوں: تاہم یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چیزوں کو ازخود حلال یا حرام کرنا اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے' آپ مزاج شناسائے الوہیت ہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے منشاء کے خلاف کوئی حکم نافذ نہیں کرتے۔

* یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ٥٣١٥۔ ج ٦ ص ٣٥٠ پر مذکور ہے اور ہم نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ علاج کی ضرورت سے کسی حرام چیز کو اختیار کرنا جائز ہے اور جس چیز کا علاج اس حرام چیز کے سوا نہیں ہو سکتا یا مسلمان معالج کو اس کے سوا کسی حلال دواء کا علم نہیں ہے تو اس مریض کے حق میں وہ چیز حرام نہیں ہے۔

٢٩٢٠ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَّالزُّبَيْرَ شَكَوَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي الْقَمْلَ فَاَرْخَصَ لَهُمَا فِي الْحَرِيْرِ فَرَاَيْتُهُ عَلَيْهِمَا فِيْ غَزَاةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ (ح) انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جوؤں کی شکایت کی تو آپ نے ان دونوں کو ریشم کے کپڑے پہننے کی اجازت دی' پس میں نے جہاد میں ان کو ریشم کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩١٩ میں گزر چکی ہے۔

٢٩٢١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ قَتَادَةُ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ قَالَ رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فِيْ حَرِيْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ' انہوں نے کہا: مجھے قتادہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کو (جنگ میں یا جوؤں کی وجہ سے) ریشم پہننے کی اجازت دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩١٩ میں گزر چکی ہے۔

٢٩٢٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَخَّصَ اَوْ رُخِّصَ لِحِكَّةٍ بِهِمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے خارش

کی وجہ سے ان دونوں کو رخصت دی یا ان کو رخصت دی گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۱۹ میں گزر چکی ہے۔

۹۲ - بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي السِّكِّينِ

چھری کے متعلق جو ذکر کیا جاتا ہے

اس باب میں چھری کے استعمال کا جواز بیان کیا گیا ہے۔

۲۹۲۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ مِنْ كَتِفٍ يَحْتَزُّ مِنْهَا ثُمَّ دُعِيَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از جعفر بن عمرو بن امیہ از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری کے کندھے کا گوشت (چھری سے) کاٹ کر کھا رہے تھے' پھر نماز کی اذان کہی گئی تو آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں کیا۔

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَزَادَ فَأَلْقَى السِّكِّينَ.

ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری اور یہ اضافہ کیا کہ آپ نے چھری پھینک دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں چھری کے استعمال کا ذکر ہے۔

۹۳ - بَابُ مَا قِيلَ فِي قِتَالِ الرُّومِ

روم والوں سے قتال کا بیان

اس باب میں روم والوں سے قتال کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۲۹۲٤ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ أَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْأَسْوَدِ الْعَنْسِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ أَتَى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِي سَاحَةِ حِمْصَ وَهُوَ فِي بِنَاءٍ لَهُ وَمَعَهُ أُمُّ حَرَامٍ قَالَ عُمَيْرٌ فَحَدَّثَتْنَا أُمُّ حَرَامٍ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا قَالَتْ أُمُّ حَرَامٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَا فِيهِمْ؟ قَالَ أَنْتِ فِيهِمْ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ فَقُلْتُ أَنَا فِيهِمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ لَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن یزید دمشقی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثور بن یزید نے حدیث بیان کی از خالد بن معدان کہ عمیر بن الاسود العنسی نے ان کو حدیث بیان کی کہ وہ حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ حمص کے ساحل پر اتر رہے تھے اور حضرت عبادہ اپنے مکان میں تھے اور ان کے ساتھ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا تھیں' عمیر نے کہا: پس ہم کو حضرت ام حرام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے جو پہلا لشکر سمندر کے راستہ جہاد کرے گا' تحقیق یہ ہے کہ اس نے جنت کو واجب کر لیا ہے۔ حضرت ام حرام نے بتایا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں بھی ان میں ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: تم ان میں ہو گی! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا: میری امت میں سے جو پہلا لشکر قیصر کے شہر (قسطنطنیہ)
میں جہاد کرے گا' وہ بخشا ہوا ہوگا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ!
میں بھی ان میں ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: نہیں!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۸۹ میں گزر چکی ہے۔

جہاد قسطنطنیہ میں شریک ہونے کی وجہ سے یزید کی مغفرت کے متعلق علماء محققین کی آراء

یہ حدیث: ۲۷۸۹ میں بھی گزری ہے' مگر وہاں اس حدیث میں یہ جملہ مذکور نہیں تھا: میری امت میں سے جو پہلا لشکر قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) میں جہاد کرے گا وہ بخشا ہوا ہوگا۔ اب ہم اس جگہ اس جملہ کی مکمل شرح کر رہے ہیں:

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المھلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے روم میں جہاد کیا تھا' اور ان کے بیٹے یزید کی بھی فضیلت ہے جس نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا تھا۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۱۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر کا بعض علماء کے اس قول کو رد کرنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بشارت جہاد قسطنطنیہ سے پہلے حمص میں جہاد کے متعلق ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ المھلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یزید کی فضیلت ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا' علامہ ابن التین اور علامہ ابن المنیر نے ان کا رد کیا ہے کہ اس حدیث کی بشارت میں یزید کے دخول سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی اور خاص دلیل کے ذریعہ سے اس بشارت کے عموم سے خارج نہ ہو' کیونکہ اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ اس لشکر کا مغفور ہونا اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس لشکر میں مغفرت کی شرط پائی جاتی ہو' حتیٰ کہ اگر اس لشکر کا کوئی فرد (العیاذ باللہ) مرتد ہو جائے تو وہ مغفرت کے عموم میں بالاتفاق داخل نہیں ہوگا' رہا ابن التین کا یہ کہنا کہ ہوسکتا ہے کہ یزید اس لشکر میں شامل نہ ہو تو ان کا یہ کہنا اس لیے مردود ہے کہ وہ اس لشکر کا بالاتفاق امیر تھا' ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ وہ لشکر میں تو ہو مگر اس نے خود قتال نہ کیا ہو اور یہ بشارت ان کے لیے ہے جنہوں نے اہل قسطنطنیہ سے قتال کیا ہو۔

بعض علماء نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ مدینہ قیصر سے وہ شہر مراد ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے وقت قیصر روم کا شہر تھا اور وہ شہر حمص ہے نہ کہ قسطنطنیہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے وقت قیصر کا دارالخلافہ حمص ہی تھا' لیکن یہ تاویل اس لیے مردود ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جن لوگوں نے پہلے سمندر کے راستہ سے قتال کیا تھا' ان میں حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا تھیں اور حمص اس غزوہ سے پہلے فتح ہو چکا تھا' جس میں حضرت ام حرام تھیں۔ واللہ اعلم

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ یزید جس غزوہ مذکورہ میں تھا' وہ باون (۵۲) ہجری میں ہوا تھا' اور اس غزوہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تھے' پس انہوں نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کو قسطنطنیہ کے دروازہ کے پاس دفن کیا جائے اور وہاں ان کی قبر بنائی جائے' سو ایسا کیا گیا' پس کہا جاتا ہے کہ روم کے لوگ ان کی قبر کے پاس بارش کو طلب کرنے کی دعا کرتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۳۰۷' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے یزید کے لشکر کے تحت جنگ کرنے کا ذکر صحیح بخاری کے متن میں بھی ہے۔
امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ لکھتے ہیں:
محمد نے کہا: میں نے یہ حدیث ان لوگوں میں بیان کی جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت ابوایوب بھی موجود تھے جو اس غزوہ میں فوت ہوگئے تھے جس میں یزید بن معاویہ روم کی سرزمین میں ان کا امیر تھا۔ (صحیح البخاری:۱۱۸۶)
اس عبارت کی شرح میں علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
اور حال یہ ہے کہ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان اپنے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کا امیر تھا' یہ غزوہ سمندر پار قسطنطنیہ کے شہر میں ہوا تھا' یہ لوگ ۵۰ھ کے بعد اس شہر میں پہنچے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۶۲۔۳۶۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کا یزید کو مغفرت کی اس بشارت کے عموم سے خارج قرار دینا

تاہم باب مذکور کی حدیث: ۲۹۲۴ کی شرح میں علامہ عینی نے اس کے خلاف لکھا ہے' وہ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں ''مدینة قیصر'' سے مراد قسطنطنیہ ہے اور ذکر کیا گیا ہے کہ یزید بن معاویہ نے روم کے شہروں میں جہاد کیا حتیٰ کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گیا اور اس کے ساتھ اکابر صحابہ تھے' ان میں حضرت ابن عمر' حضرت ابن عباس' حضرت ابن الزبیر اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم بھی تھے' اور یہیں پر قسطنطنیہ کی سرحد کے قریب حضرت ابوایوب انصاری کی وفات ہوئی تھی اور وہیں پر ان کی قبر ہے اور جب روم کے لوگوں پر قحط پڑتا ہے تو وہ حضرت ابوایوب کی قبر کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے ہیں۔
صاحب المرآۃ نے کہا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ یزید بن معاویہ نے ۵۲ھ میں قسطنطنیہ میں جہاد کیا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت معاویہ نے ایک عظیم لشکر سفیان بن عوف کی قیادت میں قسطنطنیہ روانہ کیا تھا' وہ روم کے شہروں میں بہت دور تک گھستے چلے گئے تھے' اس لشکر میں حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر' حضرت ابن الزبیر اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم تھے اور قسطنطنیہ کے محاصرہ کے دوران حضرت ابوایوب فوت ہوگئے تھے۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ اکابر صحابہ سفیان بن عوف کی زیر قیادت جہاد کر رہے تھے اور یزید بن معاویہ کے ساتھ نہیں تھے کیونکہ وہ ان اکابر صحابہ کی قیادت کا اہل نہیں تھا' اور المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ کی فضیلت ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے سمندر کے راستہ جہاد کیا اور ان کے بیٹے یزید کی فضیلت ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے قیصر کے شہر پر حملہ کیا۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: اس میں یزید کی کون سی فضیلت ہے؟ اور اس کا حال مشہور ہے' اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اس لشکر کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ بخشا ہوا ہے' میں کہتا ہوں کہ یزید کے اس بشارت کے عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آیا کہ وہ کسی خاص دلیل کی بناء پر اس عموم سے نہ نکلے' کیونکہ اہل علم کا اتفاق ہے کہ اس لشکر کے بخشے ہوئے ہونے کی یہ شرط ہے کہ وہ اہل مغفرت سے ہوں' حتیٰ کہ اس لشکر میں شامل کوئی شخص اس کے بعد مرتد ہو جائے تو وہ اس بشارت کے عموم میں داخل نہیں رہے گا' لہٰذا معلوم ہوا کہ ان کے مغفور ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ اہل مغفرت سے ہوں۔
(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۷۸۔۲۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ قسطلانی کا اس بحث میں محاکمہ کرنا کہ یزید اس بشارت میں داخل ہے یا نہیں؟

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے بنوامیہ کی حمایت میں لکھا ہے لیکن بشارت کے عموم سے یہ لازم نہیں آتا کہ یزید کسی اور دلیل کی بناء پر اس بشارت سے خارج ہو اور علامہ سعد الدین تفتازانی نے یزید پر لعنت کی ہے کیونکہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دینے سے کافر ہو گیا تھا اور اس پر اتفاق ہے کہ جس نے حضرت حسین کو قتل کیا یا ان کو قتل کرنے کا حکم دیا یا اس کی اجازت دی اور اس پر راضی ہوا' اس پر لعنت کرنا جائز ہے' اور حق یہ ہے کہ حضرت حسین کے قتل پر یزید کا راضی ہونا اور اس کا خوش ہونا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی اہانت کرنا تواتر معنوی سے ثابت ہے' اگرچہ اس کی تفصیل اخبار آحاد میں ہے' سو ہم اس کے معاملہ میں کوئی توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان میں بھی کوئی توقف نہیں کرتے' اس پر بھی لعنت ہو اور اس کے اعوان وانصار پر بھی لعنت ہو۔

(شرح عقائد نسفی ص ۱۹۷' سکندر علی بہادر علی تاجران کتب' کراچی۔ ۳۸)

اور جو فقہاء یزید پر لعنت کرنے سے منع کرتے ہیں' وہ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے والوں پر اور اہل قبلہ پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ارشاد الساری ج ٦ ص ۴۵۵۔ ۴۵۴' دار الفکر بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ یزید مغفرت کی بشارت میں داخل ہے یا نہیں؟ وہ اس پر موقوف ہے کہ یزید کافر ہے یا نہیں؟ جن لوگوں کے نزدیک یزید کافر ہے' ان کے نزدیک وہ اس بشارت میں داخل نہیں ہے اور جن لوگوں کے نزدیک یزید کا کفر ثابت نہیں ہے' وہ اگرچہ سخت ترین عذاب کا مستحق ہے لیکن بالآخر اس کی مغفرت ہو جائے گی' اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا موقف درج ذیل ہے:

کفر اور لعنِ یزید کے متعلق اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ کا موقف

یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہل سنت فاسق و فاجر وجری علی الکبائر تھا' اس قدر پر ائمہ اہل سنت کا اطباق واتفاق ہے' صرف اس کی تکفیر ولعن میں اختلاف فرمایا' امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور ان کے اتباع وموافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص نام اس پر لعن کرتے ہیں اور اس آیہ کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں: "فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ O اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ O" (محمد: ۲۲۔ ۲۳) کیا قریب ہے کہ اگر والیٔ ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو O یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت فرمائی تو انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں O شک نہیں کہ یزید نے والیٔ ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا' حرمین طیبین وخود کعبہ معظمہ وروضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں' مسجد کریم میں گھوڑے باندھے' ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے' تین دن مسجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے اذان ونماز رہی' مکہ ومدینہ وحجاز میں ہزاروں صحابہ وتابعین بے گناہ شہید کیے' کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے' غلاف شریف پھاڑا اور جلایا' مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب ودانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا' مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تن نازنیں پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہو گئے' سر انور کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا' کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا' حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کیے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے' اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا؟ ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق وفجور نہ جانے۔ قرآن عظیم میں صراحۃً اس پر "لَعَنَهُمُ اللّٰهُ" فرمایا' لہٰذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ لعن وتکفیر سے احتیاطاً سکوت کہ اس سے فسق وفجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں' لقولہ تعالیٰ "فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا O اِلَّا مَنْ تَابَ" (مریم:

۵۹-۶۰)اور توبہ تادم غرغرہ مقبول ہے اور اس کا عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط واسلم ہے مگر اس کے فسق وفجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت و بدمذہبی صاف ہے بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں' جس میں محبت سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شمہ ہو" وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ O "(الشعراء:۲۲۷)شک نہیں کہ اس کا قائل ناصبی مردود اور اہل سنت کا عدو وعنود ہے' ایسے گمراہ بددین سے مسئلہ مصافحہ کی شکایت بے سود ہے' اس کی غایت اسی قدر تو کہ اس نے قول صحیح کا خلاف کیا اور بلاوجہ شرعی دست کشی کر کے ایک مسلمان کا دل دکھایا مگر وہ تو ان کلمات ملعونہ سے حضرت بتول زہراء و علی مرتضیٰ اور خود حضور سیّد الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کا دل دکھا چکا ہے' اللہ واحد قہار کو ایذاء دے چکا ہے" وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ O(التوبہ:۶۱)" إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا O "(الاحزاب:۵۷)۔(فتاویٰ رضویہ ج۶ ص۱۰۸-۱۰۷ طبع قدیم' مکتبہ رضویہ کراچی' ۱۴۰۵ھ)

مغفرتِ یزید کے متعلق شاہ ولی اللہ کا موقف

اس بحث میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ کی درج ذیل عبارت بہت عمدہ ہے' وہ لکھتے ہیں:

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادِ گرامی" مغفور لهم "سے بعض لوگوں نے یزید کی نجات پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ بھی اس دوسرے لشکر کا ایک حصہ تھے' بلکہ لشکر کے سرکردہ شخص اور قائد تھے جیسا کہ کتب تاریخ اس پر شاہد و گواہ ہیں' مگر درست بات یہ ہے کہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہو رہا ہے کہ اس غزوہ میں شریک ہونے سے قبل کہ جو ان کے گناہ تھے ان کی مغفرت کر دی گئی ہے' کیونکہ جہاد از قبیل کفارات ہے اور کفارات کی شان یہ ہوتی ہے کہ ان سے پہلے جو گناہ ہوئے' ان کو مٹا دیں نہ کہ بعد میں واقع ہونے والے گناہوں کو زائل کر دیں' ہاں! اس کلام کے ساتھ اگر یہ بھی ہوتا کہ قیامت تک کے لیے ان کے گناہوں کی مغفرت کر دی گئی ہے تو یہ حدیث یزید کی نجات پر دلالت کرتی' اگر یہ نہیں تو وہ بھی نہیں (یعنی جب قیامت تک کے لیے مغفرت کا ذکر نہیں ہے تو یزید کی نجات بھی ثابت نہیں ہے) بلکہ یزید نے اس غزوہ کے بعد جن قبائح کا ارتکاب کیا ہے' ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے' جیسے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت' مدینہ منورہ پر تخریب کاری اور توڑ پھوڑ' اور شراب پینے پر اصرار وغیرہ' اگر خدا نے چاہا تو وہ ان کو معاف کر دے گا یا سزا دے گا جیسا کہ دیگر تمام گناہ گاروں کے بارے میں حکم ہے۔(رسالہ شرح تراجم ابواب البخاری صحیح البخاری ج۱ ص۳۴' مکتبہ رحمانیہ' لاہور)

شیخ سلیم اللہ نے بھی اس عبارت کا حوالہ دیا ہے اور اس کو سب سے بہترین اور معتدل قول قرار دیا ہے۔

(کشف الباری۔ کتاب الجہاد والسیر ص۶۸۷' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

شیخ تقی عثمانی نے بھی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی اسی عبارت پر اعتماد کیا ہے اور ان کی عبارت کا خلاصہ لکھا ہے اور بہت مختصر لکھا ہے۔(انعام الباری ج۷ ص۱۰۶' مکتبۃ الحراء' کراچی)

اس بحث میں مصنف کا موقف درج ذیل ہے:

یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت کے سلسلہ میں مصنف کا موقف

یزید کے تین جرم متواتر ہیں' اس نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے جبری بیعت لینے کے لیے عبید اللہ بن زیاد کو روانہ کیا اور اس کو حضرت حسین کے مرتبہ اور مقام کی رعایت کرنے کی کوئی ہدایت نہیں کی۔ اس نے آپ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا یا نہیں اور قتل کی خبر سن کر خوش ہوا تھا یا نہیں؟ اس میں مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے' لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس نے قاتلین کو کوئی سزا نہیں دی جب کہ وہ سزا دینے پر پوری طرح قادر تھا اور اس میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی' اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ قتل اس کے ایماء

سے ہوا اور وہ اس قتل سے راضی تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء پر کربلا میں جو ظلم و ستم ڈھایا گیا اور پھر ظالموں سے یزید نے بحیثیت حاکم کوئی باز پرس نہیں کی' انہیں مظالم کی وجہ سے بعض علماء (امام احمد' علامہ ابن جوزی اور علامہ تفتازانی وغیرہ) نے یزید پر لعنت کی ہے' ہر چند کہ محققین اور محتاط علماء نے یزید پر شخصی لعنت کرنے سے منع کیا ہے اور اسی میں سلامتی سمجھی ہے کہ یزید کے معاملے کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔

یزید کا دوسرا جرم مدینہ منورہ پر حملہ کا حکم دینا اور تین دن کے لیے مدینہ میں لوٹ مار' قتل و غارت گری اور عصمت دری کی عام اجازت دینا ہے' اس وجہ سے بھی بعض علماء نے یزید پر شخصی لعنت کی ہے اور تیسرا جرم مکہ مکرمہ پر حملہ کا حکم دینا اور کعبہ کو جلانا ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی نے العواصم من القواصم میں لکھا ہے کہ امام احمد نے کتاب الزہد میں یزید کا ذکر اخیار تابعین میں کیا ہے۔ میں نے کتاب الزہد پوری پڑھی' اس میں یزید کا ذکر نہیں ہے۔ اس معاملہ میں یقیناً ابن عربی کو وہم ہوا ہے' علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ابن العربی کا یزید کو برحق اور حضرت حسین کو باطی قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ ہم اس نظریہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں' جس شخص نے آلِ رسول پر ظلم کیے' حرم مدینہ کی بے حرمتی کی' خانہ کعبہ کو جلایا' ہمارے دل میں اس کے بارے میں نرمی کا کوئی شمہ نہیں ہے' یہ شخص بہت بڑا ظالم اور فاسق و فاجر تھا' اگر ہمیں شرعی حدود و قیود اور قواعدِ شرعیہ کا پاس نہ ہوتا تو ہم یزید پر کفر کا حکم لگا دیتے اور اس پر شخصی لعنت کرنے میں ہمیں کوئی تامل نہ ہوتا۔ (شرح صحیح مسلم ج٦ ص ٧٦٣' فرید بک سٹال' لاہور)

ان سطور پر اب میں یہ اضافہ کر رہا ہوں کہ یزید اپنے جرائم کی وجہ سے ہر چند کہ شدید ترین عذاب کا مستحق ہے لیکن چونکہ اکابر فقہاء اسلام نے یزید کو کافر نہیں قرار دیا' اس لیے اس کی مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت داخل ہے۔

* ہم نے شرح صحیح مسلم: ١٤١٣۔ ج ٣ ص ٧٦٣۔ ٦٠٠ میں یزید کے ایمان یا کفر کے متعلق طویل بحث کی ہے' ہم اس کے عنوانات یہاں پر ذکر کر رہے ہیں:

(١) یزید کے دورِ حکومت میں خانہ کعبہ کو جلانے کا پسِ منظر و پیش منظر (٢) بیعت یزید کے سلسلہ میں حضرت حسین کا مؤقف (٣) بیعت یزید کے سلسلہ میں جمہور صحابہ کا مؤقف (٤) واقعۂ حرہ کی تفصیلات (٥) مسلم بن عقبہ صحابی نہیں تھا (٦) مسلم بن عقبہ کی عبرت ناک موت (٧) واقعۂ حرہ کی وجہ سے یزید پر لعنت کی بحث (٨) مصنف کا مؤقف (٩) یزیدی فوجوں کا کعبہ کو جلانا (١٠) خانہ کعبہ کو جلانے کی وجہ سے یزید کی تکفیر (١١) حضرت حسین کو شہید کرنے کی وجہ سے یزید پر لعنت کی بحث (١٢) شہادتِ حسین پر حافظ ابن کثیر کا تبصرہ (١٣) یزید پر لعنت کے سلسلہ میں امام غزالی کی رائے (١٤) علامہ زبیدی کی رائے (١٥) علامہ حلبی کی رائے (١٦) مصنف کا مؤقف (١٧) یزید کے کفریہ اشعار کی تحقیق (١٨) جہاد مدینہ قیصر کی بشارت میں یزید کے دخول کی تحقیق (١٩) حدیث مدینہ قیصر کی تحقیق (٢٠) حضرت حسین اور یزید کے بارے میں شیخ ابن تیمیہ کے نظریات (٢١) لعن یزید کے بارے میں ابن جوزی کا نظریہ (٢٢) لعن یزید کے بارے میں محدث دہلوی کا نظریہ (٢٣) یزید کے متعلق حافظ ابن کثیر کی رائے (٢٤) لعن یزید کے بارے میں علامہ ابن حجر مکی کی رائے (٢٥) لعنِ یزید کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی رائے (٢٦) یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت کے سلسلہ میں مصنف کا مؤقف۔

٩٤ - بَابُ قِتَالِ الْيَهُوْدِ — یہود کو قتل کرنا

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خبر کو بیان کیا گیا ہے کہ آئندہ زمانے میں یہود کو قتل کیا جائے گا اور یہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے ہے کیونکہ آپ نے غیب کی خبر دی۔

٢٩٢٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرْوِيُّ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن محمد الفروی

حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُقَاتِلُوْنَ الْيَهُوْدَ حَتّٰی يَخْتَبِئَ اَحَدُهُمْ وَرَاءَ الْحَجَرِ فَيَقُوْلُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ وَّرَائِي فَاقْتُلْهُ.

[طرف الحدیث: ۳۵۹۳] (صحیح مسلم: ۲۹۲۱ ' الرقم المسلسل: ۷۲۲۹)

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یہودیوں سے قتال کرتے رہو گے حتیٰ کہ ان میں سے کوئی ایک یہودی پتھر کے پیچھے (چھپا) ہوگا تو وہ پتھر کہے گا: یہ میرے پیچھے یہودی ہے' اس کو قتل کر دو۔

یہود کا قتل کس زمانے میں ہوگا؟ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ

اس حدیث میں مذکور ہے: تم یہودیوں سے قتال کرو گے۔ اس ارشاد میں حاضرین سے خطاب ہے اور اس سے مراد ان کے علاوہ آپ کی امت کے دوسرے افراد ہیں' کیونکہ یہ قتال اس وقت ہوگا جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے سو اس وقت مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حلیف ہوں گے اور یہودی دجال کے ساتھ ہوں گے۔

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت باقی رہے گی' کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کریں گے۔

اور اس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہے کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی ہے جو بہت بعد میں ہوگا' اور آپ نے یہ خبر دی ہے کہ پتھر کلام کریں گے اور چھپے ہوئے یہودی کی خبر دیں گے اور یہ بتائیں گے کہ یہودی کہاں چھپا ہوا ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ پتھر کہے گا: اے اللہ کے بندے! اس کی توجیہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل پتھر میں کلام پیدا کر دے گا' اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۷۸' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٩٢٦ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِي زُرْعَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تُقَاتِلُوا الْيَهُوْدَ حَتّٰی يَقُوْلَ الْحَجَرُ وَرَاءَهُ الْيَهُوْدِيُّ يَا مُسْلِمُ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ وَّرَائِي فَاقْتُلْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از عمارۃ بن القعقاع از ابی زرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ تم یہود سے قتال کرو گے' حتیٰ کہ پتھر کہے گا کہ اس کے پیچھے یہودی ہے' وہ کہے گا: اے مسلمان! یہ یہودی میرے پیچھے ہے' سو تم اس کو قتل کر دو۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

٩٥ - بَابُ قِتَالِ التُّرْكِ
ترک (تاتاریوں) کا مسلمانوں کو تہ تیغ کرنا

اس باب میں تاتاریوں کے مسلمانوں کو قتل کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

٢٩٢٧ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ تُقَاتِلُوْا قَوْمًا يَّنْتَعِلُوْنَ نِعَالَ الشَّعْرِ وَاِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ تُقَاتِلُوْا قَوْمًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابی النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حسن بصری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہمیں عمرو بن تغلب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک قیامت کی علامتوں (میں) سے یہ ہے کہ تم ایسی قوم

عِرَاضَ الْوُجُوْهِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.

[طرف الحدیث:۳۵۹۲][صحیح مسلم:۲۹۱۲'الرقم المسلسل:۷۲۰۴' سنن ابوداؤد:۴۳۰۴' سنن ترمذی:۲۲۲۲' سنن ابن ماجہ:۴۰۹۶]

سے قتال کرو گے جو بالوں کی رسیاں بنا کر اس سے جوتیاں بناتے ہوں گے اور تم ایسی قوم سے قتال کرو گے جن کے چہرے چوڑے اور چپٹے ہوں گے گویا کہ ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھال کی طرح ہوں گے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱)ابونعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) جریر بن حازم (۳)الحسن البصری (۴) عمرو بن تغلب العبدی' ان کا تعلق عبدالقیس سے ہے اور ان کا شمار اہل بصرہ (میں) سے ہوتا ہے' اس حدیث کے تمام رجال بصری ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ص ۲۸۰' مکتبہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

چند الفاظ کی تشریح اور اس سوال کا جواب کہ اس حدیث میں جو خبر دی گئی ہے' آیا اُس کا وقوع ہو چکا یا مستقبل میں ہوگا؟

علامہ محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے:''اشراط الساعة'' اس کا معنی ہے: قیامت کے دن کی علامات' اس میں مذکور ہے:''ینتعلون بنعال الشعر'' اس کا معنی ہے: وہ بالوں سے رسیاں بناتے تھے اور ان رسیوں سے جوتیاں بناتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ ان کے بال بہت گھنے اور لمبے تھے' جب وہ ان بالوں کو لٹکاتے تو وہ لباس کی طرح ساتر ہو جاتے' اور وہ بال ان کے پیروں تک پہنچتے اور ان کی جوتیوں کے حکم میں ہو جاتے' یا وہ ایسے جانوروں کی کھال کا لباس پہنتے تھے' جن کی جلد پر بہت لمبے اور گھنے بال ہوتے تھے جیسے بھیڑیا وغیرہ۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے کیونکہ آپ نے اس چیز کی خبر دی ہے جو مستقبل کے زمانے میں واقع ہوگی' اب سوال یہ ہے کہ یہ واقع ہو چکا ہے یا آئندہ ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس واقعہ کا کچھ حصہ ۶۱۷ھ میں ہو چکا ہے' اس وقت ترک کا ایک عظیم لشکر نکلا' جس نے ماوراء النہر کے رہنے والوں سے قتال کیا جو خراسان کے شہر میں رہتے تھے اور سب مسلمانوں کو قتل کر دیا' ان میں سے صرف وہ بچے جو غاروں اور جنگلوں میں چھپ گئے تھے' انہوں نے اسلامی شہروں کو پامال کیا' پھر وہ کوہستان کے شہر میں پہنچ گئے اور انہوں نے تہران' قزوین اور دیگر اسلامی شہروں کو تباہ و برباد کر دیا' انہوں نے عورتوں کو اپنے لیے مباح کر لیا' پھر وہ عراقِ ثانی تک پہنچ گئے جس کا بڑا شہر اصفہان تھا' اور بے شمار مسلمانوں کو قتل کیا اور انہوں نے مسلمانوں کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ص ۲۸۱' مکتبہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کی ترکوں سے مراد غالباً تاتاری ہیں' اور جن تاتاریوں نے مسلمانوں کے شہروں کو تباہ و برباد کیا' وہ چنگیز اور ہلاکو کی فوجیں تھیں۔

۲۹۲۸ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِىْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ الْاَعْرَجِ قَالَ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از الاعرج'

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا التُّرْكَ صِغَارَ الْاَعْيُنِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ.

[اطراف الحدیث:۲۹۲۹-۳۵۸۷-۳۵۹۰-۳۵۹۱]

انہوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم ترک سے قتال کرو جن کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی' چہرے سرخ ہوں گے اور ناک چپٹی ہوگی گویا کہ ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھال کی مانند ہوں گے اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم ان لوگوں سے قتال نہ کرو جو بالوں کی جوتیاں پہنتے ہوں گے۔

علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح

علامہ عبداللہ بن ابی جمرہ الاندلسی المتوفی ۶۹۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ جن دو گروہوں کا اس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے' ان کا ظہور قرب قیامت میں ہوگا' اور یہاں پر دو بحث ہیں:

مبحث اوّل: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے جس کا عام مشاہدہ ہوتا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس کا اس وقت مشاہدہ نہیں ہوتا لیکن ان پر ایمان لایا جاتا ہے اور ان کی تصدیق کی جاتی ہے' اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخرت کی طرف منتقل ہو گئے لیکن آپ کے معجزات قیامت تک باقی رہیں گے' اس کا بیان اس طرح ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا مشاہدہ کیا جن معجزات کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں سے ظاہر فرمایا' اور وہ ان خبروں پر بھی ایمان لائے جن کا وقوع صحابہ کے بعد ہوگا۔ اسی طرح ان کے بعد کے لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا مشاہدہ کریں گے اور یہ چیز قیامت تک مستمر رہے گی' اور یہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر بہت قوی دلیل ہے کہ آپ کے معجزات کا قیامت تک مشاہدہ ہوتا رہے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ معجزات جن کا آپ کے وصال کے بعد ظہور ہوا اور قیامت تک ان کا ظہور ہوتا رہے گا

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ابی جمرہ نے یہ بہت عمدہ لکھا ہے کہ قیامت تک لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا مشاہدہ کرتے رہیں گے لیکن اس کی کوئی مثال نہیں دی' سو ہم اپنی تحقیق اور تتبع سے اس کی دس مثالیں پیش کرتے ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو اپنا مکتوب دے کر بھیجا' اور اس کو یہ حکم دیا کہ وہ آپ کا یہ مکتوب عظیم البحرین کو جا کر دے' پس عظیم البحرین نے وہ مکتوب کسریٰ کو دے دیا' جب کسریٰ نے یہ مکتوب پڑھا تو اس کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا' حضرت ابن عباس نے کہا: پس میرا گمان ہے کہ حضرت المسیب نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خلاف دعا فرمائی کہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ (صحیح البخاری: ۶۴' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۴)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

جس کسریٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کیا تھا' اس کا نام پرویز بن ھرمز بن انوشروان تھا اور جب اس نے آپ کا مکتوب ٹکڑے ٹکڑے کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ مر جائے گا تو پھر کوئی کسریٰ نہیں ہوگا' پس کسریٰ کے اوپر اس کا بیٹا شرویہ مسلط ہو گیا اور اس نے اس کو سات ہجری میں قتل کر دیا' پھر اس کے ملک کے مکمل ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے تمام روئے زمین سے کسریٰ کی سلطنت

زائل ہوگئی۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ایران کے بادشاہوں کا لقب کسریٰ تھا' اس طرح پرویز کا لقب کسریٰ تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایران کو فتح کیا اور تمام روئے زمین سے کسریٰ کی سلطنت کا نام ونشان مٹ گیا اور یوں حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کے اثر کو دیکھا اور آپ کے اس معجزہ کا مشاہدہ کیا۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مجھے یہ بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے سونے کے دو کنگن رکھے گئے' میں ان سے گھبرایا اور ان کو ناپسند کیا تو مجھے ان پر پھونک مارنے کی اجازت دی گئی' پس وہ دونوں کنگن اُڑ گئے تو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ دو جھوٹے (نبی) نکلیں گے' عبیداللہ نے کہا: ان میں سے ایک العنسی تھا جس کو فیروز نے یمن میں قتل کر دیا اور دوسرا مسیلمہ (کذاب) تھا' صاحب الیمامۃ۔

(صحیح البخاری: ۴۳۷۰۔۳۶۲۱' صحیح مسلم: ۲۲۷۴' سنن ترمذی: ۲۲۹۲)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ دونوں جھوٹے مدعیانِ نبوت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں قتل کر دیئے گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۱۱۔۲۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اور اس طرح اس زمانہ کے مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب کے صدق اور آپ کے اس معجزہ کو دیکھ لیا۔

(۳) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہو گیا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو گیا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم ضرور ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

(صحیح البخاری: ۳۱۲۱' صحیح مسلم: ۲۹۱۹' سنن ترمذی: ۲۲۲۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۷۷)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

رہا کسریٰ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی جڑ کاٹ دی' اور اس کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کیے گئے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کے ملک اور اس کی سرزمین کا وارث بنا دیا۔ والحمد للّٰہ رب العالمین. رہا قیصر تو وہ روم کا بادشاہ تھا اور شام کا ملک اس کے قبضے میں تھا اور وہیں بیت المقدس تھا اور یہی وہ جگہ ہے کہ نصاریٰ کی قربانی صرف اسی جگہ مکمل ہوتی تھی' مسلمانوں نے اس پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور اس کے خزانوں اور مال کے وارث ہو گئے اور قیصر کے بعد قیصر نام کا کوئی اور شخص روم میں اس کا جانشین نہیں ہوا' اور اس کے بعد کوئی قیصر شام کا فرماں روا نہیں ہوا' اور آخر زمانے میں قسطنطنیہ کی فتح کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔

(اعلام السنن شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

کسریٰ اور قیصر کی موت کے بعد ایران اور شام میں اب تک اس نام کے بادشاہ نہیں ہوئے' اب تک مسلمانوں نے یہ دیکھ لیا کہ آپ کا یہ ارشاد پورا ہوا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ معجزہ ہے جسے مسلمان آپ کی وفات سے لے کر اب تک دیکھ رہے ہیں اور قیامت تک دیکھتے رہیں گے۔

(۴) علامہ ابن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ۶۳۰ھ بیان کرتے ہیں:

امام ابن عیینہ نے از ابی موسیٰ از الحسن البصری روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سراقہ بن مالک سے فرمایا: اس وقت

تمہاری کیا شان ہوگی جب تم کسریٰ کے دو کنگن اور اس کا منطقہ اور اس کا تاج پہنو گے! راوی نے کہا: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کے دو کنگن اور اس کا منطقہ اور تاج آیا (یعنی مالِ غنیمت میں) تو حضرت عمر نے سراقہ بن مالک کو بلایا اور ان کو یہ چیزیں پہنا دیں۔ (اسد الغابۃ ج ۲ ص ۴۱۴' اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

میں کہتا ہوں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ بشارت ہجرت کے موقع پر دی تھی اور آپ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ بشارت پوری ہوئی اور اس زمانے کے مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معجزہ دیکھا اور اسی طرح آپ کی دیگر بشارتیں اور پیشین گوئیاں بھی قیامت تک پوری ہوتی رہیں گی۔

(۵) قرآنِ مجید میں ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۝ (الحجر:۹)

بے شک ہم نے ہی قرآن نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۝

قرآن مجید کی حفاظت کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس میں سے کوئی آیت کم نہیں ہو سکتی اور چودہ سو سال سے دنیا کے تمام لوگ دیکھ رہے ہیں کہ قرآن مجید کی کوئی آیت کم نہیں ہوئی اور اسی طرح قیامت تک دیکھتے رہیں گے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ معجزہ ہے جو قیامت تک باقی رہے گا۔

(۶) اور اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ. (حٰم السجدہ:۴۲)

اس کتاب میں باطل نہیں آ سکتا نہ اس کے سامنے سے اور نہ اس کے پیچھے سے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا اور جو کلام غیر قرآن ہو وہ اس میں داخل نہیں ہو سکتا' اور چودہ سو سال سے دنیا دیکھ رہی ہے کہ قرآن مجید میں کسی اور کے کلام کا اضافہ نہیں ہو سکا اور آپ کا یہ معجزہ بھی قیامت تک باقی رہے گا۔

(۷) نیز قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ. (البقرہ:۲۳)

اور اگر تم اس کلام کے متعلق شک میں ہو جو ہم نے اپنے مکرم بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی کوئی سورت بنا کر لے آؤ۔

قرآن مجید کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کی مثل کوئی سورت نہیں لا سکتا' قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں اور ہر سورت کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ کوئی اس کی مثل نہیں لا سکتا اور چودہ سو سال گزر چکے ہیں' علوم وفنون میں روز بروز ترقی ہو رہی ہے اور قرآن اور اسلام کے بے شمار دشمن ہیں' اس کے باوجود آج تک کوئی قرآنِ مجید کی کسی سورت کی مثل بنا کر نہیں لا سکا' اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ معجزہ ہے جو قیامت تک باقی رہے گا۔

(۸) اور اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اِنْ کَانَتْ لَکُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ عِنْدَ اللّٰہِ خَالِصَۃً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۝ وَلَنْ یَّتَمَنَّوْہُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ. (البقرہ:۹۵-۹۴)

آپ کہیے کہ (اے یہودیو!) اگر آخرت کا گھر اللہ کے نزدیک اور لوگوں کے بجائے خصوصیت سے تمہارے لیے ہے تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۝ اور وہ ہرگز کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے' اپنے ان (برے) کاموں کی وجہ سے جو وہ پہلے کر چکے ہیں۔

قرآن مجید نے یہ پیشین گوئی کی ہے کہ یہودی کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے' یہودی نبی ﷺ کے دشمن اور مکذب تھے' انہیں چاہیے تھا کہ وہ نبی ﷺ سے کہتے کہ ہم نے موت کی تمنا کر لی' نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی یہودی نے موت کی تمنا کی تو صفحہ ہستی سے یہودیت مٹ جائے گی' تمنا دل سے ہوتی ہے اور نبی ﷺ نے ان کے دلوں کے متعلق پیشین گوئی کی کہ وہ موت کی تمنا نہیں کر سکیں گے' وہ موت کی تمنا نہ کر سکے اور قیامت تک نہیں کر سکیں گے' نبی ﷺ کا یہ معجزہ بھی قیامت تک باقی رہے گا۔

(۹) اور اسی طرح یہ آیت ہے:

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا. (البقرہ:۱۴۲)

عنقریب بے وقوف لوگ (یہودی) کہیں گے کہ مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا جس پر وہ تھے۔

اس آیت میں یہودیوں کی زبانوں پر پیشین گوئی کی ہے کہ وہ مسلمانوں پر یہ اعتراض کریں گے کہ انہوں نے بیت المقدس کو چھوڑ کر کعبہ کو کیوں قبلہ بنالیا اور یہودی چونکہ نبی ﷺ کے دشمن اور مکذب تھے تو ان کے لیے بہت آسان تھا کہ وہ نبی ﷺ کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے یہ اعتراض نہ کرتے لیکن انہوں نے یہ اعتراض کیا اور قرآن سچا ہو گیا اور آپ کی نبوت ثابت ہو گئی اور یہ آپ کا وہ معجزہ ہے جس کو عہد رسالت سے لے کر آج تک مسلمان دیکھ رہے ہیں۔

(۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی' جب تک کہ ارضِ حجاز سے ایسی آگ نمودار نہ ہو جس سے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں۔ (صحیح البخاری:۷۱۱۸' صحیح مسلم:۲۹۰۲)

نبی ﷺ کا یہ معجزہ قربِ قیامت میں ظاہر ہوگا' اسی طرح نبی ﷺ نے قیامت کی اور علامتیں جو بیان فرمائی ہیں کہ تیس جھوٹے نبیوں کا خروج ہوگا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا' دجال کا خروج ہوگا' دابۃ الارض کا ظہور ہوگا' زمین تین مرتبہ دھنسے گی' اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' ان کے علاوہ آپ نے اور بہت علامتیں بیان فرمائیں اور جب یہ علامتیں ظاہر ہوں گی تو سب نبی ﷺ کی تصدیق کریں گے اور یہ آپ کے وہ معجزات ہیں جن کا قربِ قیامت میں ظہور ہوگا۔ (تلك عشرة كاملة)

دنیا میں ہمارے نبی ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام آئے اور انہوں نے اپنی اپنی امتوں کے سامنے معجزات دکھائے خواہ وہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ہو یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ کیے ہوئے مردے ہوں' سب کے معجزات ان کے ساتھ ہی چلے گئے' اب کسی نبی کا کوئی معجزہ باقی نہیں' صرف ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے معجزات ہیں' جو قیامت تک باقی ہیں' اسی طرح کسی نبی کی لائی ہوئی کتاب اپنے اصل متن کے ساتھ موجود نہیں ہے' سب کی کتابوں میں تحریف ہو چکی ہے' صرف ہمارے نبی ﷺ کی لائی ہوئی کتاب اپنے اصل متن کے ساتھ قیامت تک موجود رہے گی۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء.

٩٦ - بَابُ قِتَالِ الَّذِيْنَ يَنْتَعِلُوْنَ الشَّعَرَ

ان لوگوں سے قتال کرنا جو بالوں کی جوتیاں پہنتے ہیں

٢٩٢٩ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا كَأَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ. قَالَ سُفْيَانُ وَزَادَ فِيْهِ أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' الزہری نے کہا از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم ان لوگوں سے قتال کرو جو بالوں کی بنی ہوئی جوتیاں پہنتے ہیں اور اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ تم ان لوگوں سے قتال کرو جن کے

اَبِی هُرَیْرَةَ رِوَایَةً صِغَارَ الْاَعْیُنِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ کَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.

چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہوں گے۔ سفیان نے کہا اور ابوالزناد نے از اعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ اضافہ کیا ہے کہ ان کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی اور ناک چپٹی ہوگی گویا کہ ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۲۸ میں گزر چکی ہے۔

۹۷ - بَابُ مَنْ صَفَّ اَصْحَابَهُ عِنْدَ الْهَزِیْمَةِ وَنَزَلَ عَنْ دَابَّتِهٖ وَاسْتَنْصَرَ

جس نے فوج کی شکست کے وقت اپنے اصحاب کی صفیں بنوائیں اور اپنی سواری سے اترا اور مدد طلب کی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے اپنے اصحاب کی شکست کے وقت ان کی صفیں بنوائیں اور خود ثابت قدم رہا' اور وہ اپنی سواری سے اترا اور اس نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی۔ اس عنوان سے امام بخاری نے غزوۂ حنین کی طرف اشارہ کیا ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اپنے دشمن سے شکست کھا کر پلٹ آئے تھے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ وَّیَوْمَ حُنَیْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَیْئًا وَّضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ○ (التوبہ:۲۵)

بے شک اللہ نے بہ کثرت مواقع پر تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جب تمہاری کثرت نے تمہیں گھمنڈ میں ڈال دیا' حالانکہ اس (کثرت) نے کسی چیز کو تم سے دور نہ کیا اور زمین اپنی فراخی کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی' پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے واپس لوٹے○

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر ثابت قدم رہے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصوصی شجاعت اور بہادری عطا کی تھی۔

۲۹۳۰ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْاِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ وَسَاَلَهٗ رَجُلٌ اَكُنْتُمْ فَرَرْتُمْ یَا اَبَا عُمَارَةَ یَوْمَ حُنَیْنٍ؟ قَالَ لَا وَاللّٰهِ مَاوَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنَّهٗ خَرَجَ شُبَّانُ اَصْحَابِهٖ وَخِفَافُهُمْ حُسَّرًا لَّیْسَ بِسِلَاحٍ فَاَتَوْا قَوْمًا رُمَاةً جَمْعَ هَوَازِنَ وَبَنِیْ نَصْرٍ مَا یَكَادُ یَسْقُطُ لَهُمْ سَهْمٌ فَرَشَقُوْهُمْ رَشْقًا مَّا یَكَادُوْنَ یُخْطِئُوْنَ فَاَقْبَلُوْا هُنَالِكَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلٰی بَغْلَتِهِ الْبَیْضَاءِ وَابْنُ عَمِّهٖ اَبُوْسُفْیَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ یَقُوْدُ بِهٖ فَنَزَلَ وَاسْتَنْصَرَ ثُمَّ قَالَ

اَنَا النَّبِیُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

ثُمَّ صَفَّ اَصْحَابَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سنا اور ان سے ایک شخص نے سوال کیا تھا کہ اے ابوعمارہ! کیا تم حنین کے دن بھاگ گئے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری لیکن آپ کے اصحاب میں سے چند نوجوان جن کے پاس بھاری اسلحہ نہیں تھا اور نہ ان کے پاس زرہ اور خود تھا' وہ ایک ایسی قوم کے سامنے آئے جو زبردست تیرانداز تھی اور انہوں نے ہوازن اور بنونصر کو جمع کر لیا' ان کا تقریباً کوئی تیر ساقط نہیں ہوتا تھا' انہوں نے ان نوجوانوں پر تاک تاک کر تیر مارے اور تقریباً ان کا کوئی نشانہ خطاء نہیں ہو رہا تھا' پس اس وقت وہ نوجوان صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' اس وقت آپ اپنی سفید خچر پر سوار تھے اور آپ کے عم زاد حضرت ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اس خچر کو چلا رہے تھے

آپ اس خچر سے اترے اور اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کی' پھر آپ نے پڑھا: بے شک میں نبی ہوں اور (دعویٰ نبوت میں) جھوٹا نہیں ہوں' اور بے شک میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں' پھر آپ نے اپنے اصحاب کی صفیں بنوائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۶۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں پسپائی کے وقت صفیں بنوانے کا ذکر ہے۔

٩٨ - بَابُ الدُّعَاءِ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ بِالْهَزِيْمَةِ وَالزَّلْزَلَةِ

مشرکین کے خلاف شکست اور زلزلہ کی دعا کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب مسلمانوں کا امیر مشرکین سے جنگ کرے تو جنگ کے وقت نبی ﷺ کی اقتداء میں ان کے خلاف شکست اور زلزلہ کی دعا کرنا جائز ہے۔ زلزلہ کا معنی ہے: زمین کا بہت زور سے اور شدید حرکت کرنا۔

۲۹۳۱ - **حَدَّثَنَا** اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْاَحْزَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلَاَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از محمد از عبیدہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ کہ جب جنگ احزاب (خندق) کا دن تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ان کے گھروں کو' اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے' جنہوں نے ہمیں درمیانی نماز پڑھنے سے مشغول رکھا' یہ آپ نے اس وقت دعا کی تھی جب سورج غروب ہو چکا تھا۔

[اطراف الحدیث: ۴۱۱۱۔ ۴۵۳۳۔ ۶۳۹۶] (صحیح مسلم: ۶۲۷' الرقم مسلسل: ۱۳۰۶' سنن ابوداؤد: ۴۰۹' سنن ترمذی: ۲۹۹۵' سنن نسائی: ۴۶۹)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے: اللہ ان کے گھروں کو' ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔ کیونکہ جب ان کے گھروں میں آگ لگے گی تو ان میں زلزلہ پیدا ہو جائے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن موسیٰ بن یزید الفراء ابو اسحاق رازی (۲) عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی (۳) ہشام' بعض علماء نے کہا: یہ ہشام الدستوائی ہیں' اور الاصیلی نے کہا: یہ ہشام بن حسان ہیں' اور کرمانی نے کہا: یہ ہشام بن عروہ ہیں (۴) محمد بن سیرین (۵) عبیدہ بن عمرو السلمانی ابو مسلم الکوفی (۶) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۸۴)

موافق اور مخالف دعا کرنے میں نبی ﷺ کی سیرتِ طیبہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے یعنی جب وہ زندہ ہوں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے یعنی ان کے مرنے کے بعد۔

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: انہوں نے ہمیں درمیانی نماز پڑھنے سے مشغول رکھا' جب مسلمانوں پر معاملہ مشکل

ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے کفار کے خلاف دعا کی تو ان کے متعلق آپ کی دعا قبول کی گئی اور نبی ﷺ کبھی کچھ لوگوں کے حق میں دعا فرماتے ہیں اور کبھی کچھ لوگوں کے خلاف دعا فرماتے ہیں اور آپ ان لوگوں کے خلاف دعا فرماتے تھے' جو مسلمانوں کو شدید اذیت پہنچاتے تھے' اور جن لوگوں کے متعلق آپ کو یہ اُمید ہوتی تھی کہ وہ مسلمانوں کی طرف لوٹ آئیں گے تو آپ ان کے حق میں ہدایت کی دعا کرتے تھے' جب آپ سے کہا گیا کہ دوس اللہ کی نافرمانی کر رہے ہیں اور انہوں نے مسلمانوں کو کوئی اذیت نہیں پہنچائی تھی' تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور انہیں ہمارے پاس لے آ!

یہ دعا آپ نے اس وقت کی جب سورج غروب ہو گیا' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ درمیانی نماز عصر کی نماز ہے' اور یہی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے' اور امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ تصریح کی ہے کہ درمیانی نماز سے مراد صبح کی نماز ہے' اس میں اور بھی اقوال ہیں جن کا ذکر ہم ''کتاب الصلوٰۃ'' میں کر چکے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۸۵)

۲۹۳۲ - حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْا فِي الْقُنُوْتِ اَللّٰهُمَّ أَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اَللّٰهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اَللّٰهُمَّ أَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيْعَةَ اَللّٰهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ اَللّٰهُمَّ سِنِيْنَ كَسِنِي يُوْسُفَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ذکوان از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ قنوت میں یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے! اے اللہ! الولید ابن الولید کو نجات دے! اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے! اے اللہ! کمزور مسلمانوں کو نجات دے! اے اللہ! مضر کے خلاف اپنی گرفت کو سخت کر دے! اے اللہ! ان پر ایسے قحط کے سال مسلط کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط کے سال تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۹۷ میں گزر چکی ہے' اور امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں مشرکین کے خلاف دعاءِ ضرر کا ذکر ہے۔

۲۹۳۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابی خالد نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب (خندق) کے دن انہوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے خلاف دعاءِ ضرر کی پس کہا: اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے' جلد حساب لینے والے! اے اللہ! (کافروں کی) ان جماعتوں کو پسپا کر دے! اے اللہ! ان کو شکست دے اور ان پر زلزلہ طاری فرما!

[اطراف الحدیث: ۲۹۶۵-۳۰۲۵-۴۱۱۵-۶۳۹۲-۷۴۸۹]

(صحیح مسلم: ۱۷۴۲' الرقم المسلسل: ۴۴۳۳' سنن ابوداؤد: ۲۶۳۱' سنن ترمذی: ۱۶۷۸' مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۵' طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۱۳۱- ج ۳۱ ص ۴۷۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اے اللہ! ان کو شکست دے اور ان پر زلزلہ طاری فرما!

اس حدیث میں مذکور ہے: جلد حساب لینے والے۔ اس کا معنی ہے: حساب کا وقت آنے کے بعد ان کا جلد حساب لینے والے یا اس کا معنی ان کے حساب میں جلدی کرنے والے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ان کو شکست دے یعنی ان کی قوت اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دے اور ان کو کسی جگہ سکون اور قرار نہ ملے۔ اس حدیث میں دعائیہ جملے ایک وزن پر ہیں جیسے "اھزمھم وزلزلھم" اس کلام کو تکلف سے ایک وزن پر نہیں لایا گیا بلکہ یہ اتفاقاً ایک وزن پر کلام ہے۔

٢٩٣٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ وَّنَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ وَنُحِرَتْ جَزُوْرٌ بِنَاحِيَةِ مَكَّةَ فَاَرْسَلُوْا فَجَاءُ وْا مِنْ سَلَاهَا وَطَرَحُوْهُ عَلَيْهِ فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ فَاَلْقَتْهُ عَنْهُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ لِاَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ وَّعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَاُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ وَّعُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَيْتُهُمْ فِيْ قَلِيْبِ بَدْرٍ قَتْلٰى قَالَ اَبُوْاِسْحَاقَ وَنَسِيْتُ السَّابِعَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ يُوْسُفُ بْنُ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ اُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ وَقَالَ شُعْبَةُ اُمَيَّةُ اَوْ اُبَيٌّ وَالصَّحِيْحُ اُمَيَّةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جعفر بن عون نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عمرو بن میمون از حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے سائے میں نماز پڑھ رہے تھے تو ابو جہل اور قریش کے لوگوں نے کہا: جاؤ! اس ذبح شدہ اونٹنی کی اوجھڑی لے آؤ! اور اس دن مکہ کی ایک جانب میں ایک اونٹنی کو نحر کیا گیا تھا تو انہوں نے کسی کو بھیجا اور وہ اس کا بچہ دان لے کر آیا اور (نماز میں) آپ پر وہ بچہ دان ڈال دیا پس سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور (آپ کے اوپر سے) وہ بچہ دان پھینک دیا تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! قریش کو پکڑ لے! اے اللہ! قریش کو پکڑ لے! اے اللہ! قریش کو پکڑ لے! ابو جہل بن ہشام کو اور عتبہ بن ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ کو اور ولید بن عتبہ کو اور ابی بن خلف کو اور عقبہ بن ابی معیط کو۔ حضرت عبداللہ (بن مسعود) نے کہا: پس تحقیق یہ ہے کہ میں نے ان سب کو بدر کے کنویں میں مقتول پڑے دیکھا۔ ابو اسحاق نے کہا: میں ساتویں کافر کا نام بھول گیا۔ امام ابو عبداللہ (بخاری) نے کہا کہ یوسف بن اسحاق نے کہا از ابی اسحاق: وہ امیہ بن خلف ہے اور شعبہ نے کہا: اُمیہ ہے یا اُبی ہے اور صحیح یہ ہے کہ اُمیہ ہے۔

بعض الفاظ کے معانی اور بعض فقہی مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ابو جہل کا ذکر ہے اس کا نام عمرو بن ہشام ہے۔

اس حدیث میں قریش کے لوگوں کا ذکر ہے ان سے مراد وہی سات لوگ ہیں جن کا آپ نے دعا میں ذکر کیا ہے۔

اس حدیث میں "سلا" کا ذکر ہے اس سے مراد وہ باریک جھلی ہے جس میں بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے اس کو بچہ دان کہتے ہیں جس

میں گوبر اور خون ہوتا ہے۔ اس حدیث سے امام مالک نے حلال جانور کے گوبر کی طہارت پر استدلال کیا ہے لیکن یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ اوّل تو اس حدیث میں گوبر کا صراحت سے ذکر نہیں ہے اور ثانی اس لیے کہ آپ نے گوبر کو نجس فرمایا ہے۔
(صحیح البخاری: ۱۵۶)

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۴۰ میں گزر چکی ہے' دیکھئے ہماری کتاب: نعمۃ الباری ج ا ص ۷۰۶۔ ۷۰۳۔

غیر مقلد اور دیوبندی علماء کا آپ کی دعاء ضرر کو بد دعا کہنا اور اس پر مصنف کا تعاقب

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: مشرکین کے خلاف شکست اور زلزلہ کی دعا کرنا۔
غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز نے اس کے ترجمہ میں لکھا: مشرکین کے خلاف شکست اور زلزلے کی بددعا کرنا۔
(ترجمہ و شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۳۵۰' مکتبہ قدوسیہ لاہور)

شیخ سلیم اللہ خان نے بھی یہاں بددعا کا لفظ لکھا ہے' ان کی عبارت یہ ہے:
اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے خلاف بددعا فرمائی ہے اور یہی مقصود ترجمہ بھی تھا۔
(کشف الباری۔ کتاب الجہاد والسیر ص ۴۲۸' مکتبہ فاروقیہ کراچی)

شیخ تقی عثمانی نے بھی لکھا ہے:
جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں بددعا کی تو یہ بات ان کو بہت گراں گزری۔ (انعام الباری ج ۲ ص ۳۹۳' مکتبۃ الحراء کراچی)
میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول بد نہیں ہے' اس لیے آپ نے مشرکین کے خلاف جو دعاء ضرر کی ہے' اس کو بددعا کہنا ناجائز اور گناہ ہے' آپ کا ہر فعل حسن اور واجب الاتباع ہے۔

۲۹۳۵ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ الْيَهُوْدَ دَخَلُوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا اَلسَّامُ عَلَيْكَ فَلَعَنْتُهُمْ فَقَالَ مَالَكِ؟ قُلْتُ اَوَلَمْ تَسْمَعْ مَاقَالُوْا قَالَ فَلَمْ تَسْمَعِيْ مَاقُلْتُ وَعَلَيْكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتے ہیں کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو کہا: ''السام علیک'' (تم پر موت آئے) تو میں نے ان پر لعنت کی' آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا کہ انہوں نے کیا کہا ہے! آپ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا کہ میں نے (ان کو) کیا جواب دیا ہے! (میں نے کہا:) ''وعلیکم'' (تم پر آئے)۔

(صحیح مسلم: ۲۱۶۵' الرقم المسلسل: ۵۵۴۹' سنن ترمذی: ۲۷۰۱' مسند الحمیدی: ۲۴۸' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۵۷۲۔ ۱۰۲۱۳' عمل الیوم واللیلۃ: ۳۸۱' مسند ابویعلیٰ: ۴۴۲۱' شعب الایمان: ۸۰۹۹' الادب المفرد: ۴۶۲' مسند احمد ج ۶ ص ۳۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۰۹۰۔ ج ۴۰ ص ۱۰۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس باب کے عنوان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کفار کے خلاف دعاء ضرر کا بیان ہے اور اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ آپ نے یہودیوں سے فرمایا: ''وعلیکم'' یعنی تم پر موت آئے' اور یہ یہودیوں کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء ضرر ہے۔

اہل کتاب کو ابتداءً سلام کرنے اور ان کے سلام کا جواب دینے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جمہور فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ اہل کتاب کو ابتداءً سلام نہ کیا جائے ماسوا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، صدی ابن عجلان اور ابن محیریز کے انہوں نے کہا ہے کہ اہل کتاب کو ابتداءً اسلام کرنا جائز ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہمارے اصحاب کا بھی یہی قول ہے علامہ ماوردی نے کہا ہے کہ ان کو واحد کے صیغہ سے سلام کر کے ''علیك'' کہا جائے اور جمع کے صیغہ کے ساتھ ''علیکم'' نہ کہا جائے اور انہوں نے کہا ہے کہ ان کو فقط ''وعلیکم السلام'' کہا جائے اور ''ورحمة الله وبرکاته'' نہ کہا جائے لیکن یہ قول ضعیف ہے اور احادیث کے خلاف ہے۔

ابراہیم اور علقمہ نے کہا ہے کہ ضرورت یا حاجت کی بناء پر ان کو ابتداءً سلام کرنا جائز ہے۔ اوزاعی نے کہا ہے کہ اگر تم نے ان کو ابتداءً سلام کیا تو متعدد صالحین نے ان کو ابتداءً سلام کیا اور اگر تم نے ان کو سلام نہیں کیا تو متعدد صالحین نے ان کو ابتداءً سلام نہیں کیا۔

کفار کے سلام کا جواب دینے میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ کفار اور مسلمین دونوں کے سلام کا جواب دینا فرض ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْرُدُّوْهَا. (النساء:۸۶) اور جب تمہیں کسی لفظ کے ساتھ سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ اس کے سلام کا جواب دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ کی مخلوق میں سے جو شخص تم کو سلام کرے تو تم اس کے سلام کا جواب دو خواہ وہ مجوسی ہو۔

علامہ ابن عبدالبر نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ جس یہودی یا نصرانی کے پاس سے گزرتے اس کو ابتداءً سلام کرتے۔

حضرت ابن مسعود حضرت ابوالدرداء اور حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہم اہل کتاب کو ابتداءً سلام کرتے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیز ان کے سلام کا جواب دیتے تھے اور ان کو ابتداءً سلام نہیں کرتے تھے ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ. (الزخرف:۸۹) سو آپ ان سے درگزر فرمائیں اور کہیں: (بس ہمارا) سلام ہو۔

اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ اہل کتاب کے سلام کا جواب نہ دیا جائے اور النساء:۸۶ میں سلام کے جواب دینے کا جو حکم ہے وہ مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے اور یہی اکثرین کا قول ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر تم کسی ذمی کو مسلمان گمان کر کے سلام کرو تو تم اپنے سلام کو واپس نہ لو اور علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اگر ناواقفیت سے کسی ذمی کو سلام کرتے تو اس سے وہ سلام واپس لے لیتے اور اس سے کہتے کہ میرا اسلام مجھے واپس کر دو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۸۹۔۲۸۸' مکتبہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

بدمذہب اور بدعقیدہ لوگوں کو ابتداءً سلام کرنے اور ان کے سلام کا جواب دینے میں مصنف کا موقف اور اس سلسلے میں ایک مشکل کا حل

میں کہتا ہوں: ہر چند کہ اہل کتاب اور دیگر کفار کو ابتداءً سلام کرنے اور ان کے سلام کا جواب دینے میں فقہاء کا اختلاف ہے لیکن صحیح قول یہی ہے کہ کفار اور اہل کتاب کو ابتداءً سلام کرنا جائز ہے نہ ان کے سلام کا جواب دینا جائز ہے اور بعض فقہاء نے النساء: ۸۶ اور الزخرف: ۸۹ سے جو اس کے جواز پر استدلال کیا ہے وہ ضعیف ہے کیونکہ یہ دونوں آیتیں مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہیں اور

اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: نہ یہود کو ابتداءً سلام کرو اور نہ نصاریٰ کو ابتداءً سلام کرو؛ پس جب تم ان میں سے کسی ایک کو راستے میں ملو تو اس کو اس راستے سے زیادہ تنگ راستے پر چلنے پر مجبور کرو۔

(صحیح مسلم: ۲۱۶۷ ٬ سنن ترمذی: ۱۶۰۲ ٬ الادب المفرد: ۱۱۰۳ ٬ شرح معانی الآثار ج ۴ ص ۳۴۱ ٬ سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۰۳ ٬ مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۳ طبع قدیم ٬ مسند احمد: ۷۵۶۷ ۔ ج ۱۳ ص ۱۴ ٬ مؤسسة الرسالة ٬ بیروت)

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کا افسر کافر یا بدعقیدہ ہوتا ہے مثلاً مرزائی ٬ رافضی یا وہابی ٬ تو جب اس کا دفتر میں اپنے اس بدعقیدہ یا بدمذہب افسر کا سامنا ہو اور وہ اس کو سلام نہ کرے یا اس کے سلام کا جواب نہ دے تو وہ افسر اس سے بغض اور عداوت رکھے گا اور اس کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوگا اور بعض اوقات اس کی ملازمت خطرے میں پڑ جائے گی اور اگر وہ اس کو سلام کرلے یا اس کے سلام کا جواب دے دے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد کی مخالفت ہوگی ٬ تو اس مشکل کا حل یہ ہے کہ اس شخص کو چاہیے کہ اس کے دائیں بائیں جو فرشتے ہیں ٬ ان کی نیت کر کے کہے: ''السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته'' جیسے کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہو اور وہ دائیں اور بائیں سلام پھیرتے وقت دائیں اور بائیں طرف کے فرشتوں کی نیت کر کے کہتا ہے: ''السلام علیکم ورحمة الله''۔

٩٩ - بَابُ هَلْ يُرْشِدُ الْمُسْلِمُ اَهْلَ الْكِتَابِ اَوْيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
آیا مسلمان کے لیے اہل کتاب کی راہنمائی کرنا یا ان کو کتاب کی تعلیم دینا جائز ہے یا نہیں؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا کسی مسلمان پر یہ واجب ہے کہ وہ کسی یہودی یا نصرانی کو اسلام کی دعوت دے اور اس میں فقہاء کا اختلاف ہے ٬ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: کسی حربی اور ذمی کو قرآنِ مجید اور فقہ کی تعلیم دینے میں کوئی حرج نہیں اور یہ امید رکھنی چاہیے کہ شاید یہ اسلام میں رغبت کرنے لگے ٬ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی ایک قول یہی ہے اور امام مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ ان کو کسی کتاب کی تعلیم دے نہ قرآن مجید کی ٬ امام شافعی کا بھی ایک یہی قول ہے ٬ اور امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر اس سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہرقل کو اپنا مکتوب بھیجا تھا ٬ جس میں اس کو اسلام کی دعوت دی تھی ٬ اس مکتوب کا خلاصہ یہ ہے:

بسم اللّٰه الرحمن الرحیم O (سیّدنا) محمد بن عبد اللہ اور اللہ کے رسول کی جانب سے روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف! اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے حمد وصلوٰۃ کے بعد میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں ٬ تم اسلام لے آؤ! سلامت رہو گے ٬ اللہ تم کو دگنا اجر عطا فرمائے گا ٬ اور اگر تم نے اعراض کیا تو تمہارے پیروکاروں کا گناہ بھی تم پر ہوگا ٬ اور اس کے بعد یہ آیت لکھی:

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ O (آل عمران: ٦٤)

اے اہل کتاب! اس بات کی طرف آ جاؤ ٬ جو ہمارے اور تمہارے درمیان متفق علیہ ہے کہ ہم اللہ کو چھوڑ کر کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی کو رب نہ قرار دے پھر اگر وہ روگردانی کریں تو تم کہہ دو کہ لوگو! گواہ رہو! بے شک ہم مسلمان ہیں O

یہ مکمل حدیث صحیح البخاری: ۷ میں مذکور ہے ٬ نیز امام طحاوی نے درج ذیل آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى

اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ طلب کرے تو

يَسْمَعَ كَلَمَ اللّٰهِ. (التوبہ:٦) آپ اس کو پناہ دے دیں حتیٰ کہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن ابی کے پاس سے گزرے اور اس وقت اس کی مجلس میں مسلمانوں' مشرکوں اور یہودیوں کی جماعت تھی' تو آپ نے ان کے سامنے قرآنِ مجید پڑھا۔

ان آیتوں اور حدیثوں سے واضح ہوا کہ اہل کتاب اور مشرکین کو اسلام کی دعوت دینا اور ان کو قرآن مجید کی تعلیم دینا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٢٨٩ ملخصاً و مزید اً و مخرجاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٩٣٦ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلٰى قَيْصَرَ وَقَالَ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيْسِيِّيْنَ.

[طرف الحدیث: ٢٩٤٠]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے بھتیجے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عم' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیصر کی طرف مکتوب لکھا کہ اگر تم نے (دین اسلام سے) روگردانی کی تو تمہارے پیروکاروں کا گناہ (بھی) تم پر ہوگا۔

اس حدیث کی شرح بہت تفصیل سے صحیح البخاری: ٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں اہل کتاب کی رہنمائی کرنے کا ثبوت ہے۔

١٠٠ - بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمُشْرِكِيْنَ بِالْهُدٰى لِيَتَأَلَّفَهُمْ

مشرکین کی تالیف قلب کے لیے ان کو ہدایت کی دعا دینا

اس باب میں مشرکین کے لیے دعاء خیر کا ذکر ہے' یہ اس وقت ہے جب ان کے نقصان پہنچانے کا خطرہ نہ ہو اور ان کی ہدایت کی توقع ہو اور جب مشرکین سے یہ خطرہ ہو کہ وہ اپنی قوت سے مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں گے تو اس وقت ان کے لیے دعاء ضرر جائز ہے۔

٢٩٣٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ أَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَدِمَ طُفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو الدَّوْسِيُّ وَأَصْحَابُهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ دَوْسًا عَصَتْ وَأَبَتْ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهَا فَقِيْلَ هَلَكَتْ دَوْسٌ قَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَّأْتِ بِهِمْ.

[اطراف الحدیث: ٤٣٩٢ـ٦٣٩٧] (صحیح مسلم: ٢٥٢٤' الرقم المسلسل: ٦٣٤٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی کہ بے شک عبدالرحمان نے کہا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ طفیل بن عمرو الدوسی اور ان کے اصحاب' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک دوس نے (اللہ تعالیٰ کی) نافرمانی کی ہے اور (اسلام لانے سے) انکار کیا ہے تو آپ ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے دعا کریں' کہا گیا کہ دوس ہلاک ہو جائیں' تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور ان سب کو لے آ!

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان الحکم بن نافع (۲) شعیب بن ابی حمزہ (۳) ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان (۴) عبدالرحمٰن' وہ ابن ھرمز الاعرج کے بیٹے ہیں (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۹۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت اس جملہ میں ہے: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور ان کو یہاں لے آ!

حضرت طفیل بن عمرو الدوسی کا تذکرہ

طفیل بن عمرو الدوسی اسلام لے آئے تھے اور انہوں نے مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی تھی' پھر وہ اپنی قوم کے شہر دوس میں چلے گئے تھے' پھر وہ وہیں مقیم رہے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کر لی' اس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' اس زمانہ میں آپ خیبر میں تھے' ان کے ساتھ ان کی قوم کے پیروکار بھی تھے' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی مقیم رہے حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی' اس کے بعد وہ مسلمانوں کے ساتھ رہے حتیٰ کہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے۔

علامہ ابو عمر ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ نے استیعاب میں لکھا ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کے دورِ خلافت میں جنگ یرموک میں شہید ہو گئے تھے' حضرت طفیل بن عمرو کو ذوالنور کہا جاتا تھا' ہشام الکلبی نے کہا ہے کہ ان کو ذوالنور اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک وفد کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! دوس کے اوپر زنا کا غلبہ ہو گیا ہے' آپ ان کے خلاف دعاءِ ضرر کیجئے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے! پھر انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ مجھے ان کی طرف بھیج دیں اور مجھے کوئی نشانی عطا فرمائیں جس سے وہ ہدایت پائیں' تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کے لیے نور بنا دے! تو ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور چمکنے لگا' تو انہوں نے دعا کی: اے میرے رب! مجھے خدشہ ہے کہ لوگ کہیں گے کہ اس کی شکل بگڑ گئی ہے' پھر وہ نور ان کے چابک کی طرف منتقل ہو گیا' اندھیری رات میں ان کا چابک روشن ہو جاتا تھا' پھر ان کو ذوالنور کہا جانے لگا۔

وہ دوسری بار اپنے اصحاب کے ساتھ خیبر میں آئے تھے' ان کے اصحاب اسّی یا نوّے کے قریب تھے۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو اور ان کے اصحاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ ان کی قوم جو اللہ کی نافرمانی کر رہی ہے' آپ اس کے خلاف ہلاکت کی دعا کریں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے ہدایت کی دعا کی اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلقِ عظیم ہے اور تمام جہانوں پر آپ کی رحمت ہے' میں کہتا ہوں کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ رحمۃ للعلمین ہیں' اس کے باوجود آپ یہ چاہتے تھے کہ لوگ اسلام میں داخل ہوں' لہٰذا آپ اس وقت تک ان کے خلاف دعاءِ ضرر نہیں کرتے تھے جب تک آپ کو یہ توقع ہوتی تھی کہ وہ اسلام کو قبول کر لیں گے' بلکہ آپ ان ہی کے لیے ہدایت کی دعا کرتے تھے جن کے متعلق آپ کو یہ توقع ہوتی تھی کہ وہ اسلام لے آئیں گے اور جن کے متعلق آپ کو یہ توقع نہیں ہوتی تھی بلکہ ان سے مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کا خطرہ ہوتا تھا' ان کے خلاف آپ دعاءِ ضرر کرتے تھے' جیسے آپ نے قریش کے خلاف دعاءِ ضرر کی تھی۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ۲ ص ۳۱۴۔۳۱۱ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

۱۰۱ - بَابُ دَعْوَةِ الْيَهُوْدِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ وَعَلٰى مَا يُقَاتَلُوْنَ عَلَيْهِ؟ وَمَا كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى كِسْرٰى

یہودی اور نصرانی کو کس طرح دعوت دی جائے؟ اور ان سے کس بات پر جنگ کی جائے؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسریٰ اور قیصر کی طرف جو مکاتیب لکھے اور انہیں

وَقَيْصَرَ وَالدَّعْوَةِ قَبْلَ الْقِتَالِ

قتال سے پہلے اسلام کی جو دعوت دی

اس باب میں یہودی اور نصرانی کو اسلام کی دعوت دینے کا بیان ہے' اور یہ بیان ہے کہ ان سے کس چیز پر جنگ کی جائے گی اور آپ نے کسریٰ اور قیصر کی طرف جو مکاتیب لکھے' ان کا ذکر ہے۔

ایران کے بادشاہوں کا لقب کسریٰ تھا اور روم (شام) کے بادشاہوں کا لقب قیصر تھا' ترکی کے بادشاہوں کا لقب خاقان تھا اور حبشہ کے بادشاہوں کا لقب نجاشی تھا اور مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون تھا اور مسلمان بادشاہوں کا لقب سلطان تھا۔

٢٩٣٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ لَمَّا اَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّكْتُبَ اِلَى الرُّوْمِ قِيْلَ لَهٗ اِنَّهُمْ لَا يَقْرَءُوْنَ كِتَابًا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مَخْتُوْمًا فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى بَيَاضِهٖ فِيْ يَدِهٖ وَنَقَشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی ابن الجعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' از قتادہ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روم والوں کی طرف مکتوب لکھنے کا ارادہ کیا تو آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ وہ صرف اسی مکتوب کو پڑھتے ہیں جس پر مہر لگی ہو تو آپ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی' پس گویا کہ میں آپ کے ہاتھ میں انگوٹھی کی سفیدی کی طرف دیکھ رہا ہوں' اس میں نقش تھا: محمد رسول اللہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٥ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں روم والوں کی طرف مکتوب لکھنے کا ذکر ہے اور روم میں قیصر کی حکومت تھی۔

٢٩٣٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهٖ اِلٰى كِسْرٰى فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّدْفَعَهٗ اِلٰى عَظِيْمِ الْبَحْرَيْنِ يَدْفَعُهٗ عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ اِلٰى كِسْرٰى فَلَمَّا قَرَاَهٗ خَرَّقَهٗ فَحَسِبْتُ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مکتوب کسریٰ کی طرف بھیجا' (پس اس مکتوب کو لے جانے والے کو) یہ حکم دیا کہ وہ مکتوب بحرین کے گورنر کو دے دے' اور بحرین کا گورنر وہ مکتوب کسریٰ کو دے دے' جب کسریٰ نے اس مکتوب کو پڑھا تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ (راوی نے کہا:) پس میرا گمان ہے کہ سعید بن مسیب نے کہا کہ آپ نے ان کے خلاف دعا ضرر کی کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں (یعنی ان کا ملک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا)۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ٦٤ میں گزر چکی ہے' جس کسریٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک پارہ پارہ کیا تھا اس کا نام پرویز تھا اور پرویز نام کے تقریباً جتنے لوگ گزرے ہیں وہ سب ہی احادیث کے مخالف تھے' جیسے مشہور منکرِ حدیث غلام احمد پرویز اور ہمارے زمانے میں پاکستان کا سابق صدر پرویز مشرف' اس نے بھی اپنے دورِ اقتدار میں حدود بل میں احادیثِ رسول کو مسترد کیا۔

۱۰۲ - بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْإِسْلَامِ وَالنُّبُوَّةِ وَأَنْ لَّا يَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام اور نبوت کی دعوت دینا اور اس کی دعوت دینا کہ کوئی شخص اللہ کے سوا کسی کو رب نہ قرار دے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی اور اس کی دعوت دی کہ کوئی شخص اللہ کو چھوڑ کر کسی کو اپنا رب نہ قرار دے یعنی یہ نہ کہے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نہ یہ کہے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک ہماری مثل بشر تھے یعنی خدا نہیں تھے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ﴾ (آل عمران:۷۹) إِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: کسی بشر کو یہ لائق نہیں کہ اللہ اس کو کتاب حکم اور نبوت دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ (آل عمران:۷۹)

۲۹٤۰ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهٗ أَخْبَرَهٗ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلٰى قَيْصَرَ يَدْعُوْهُ إِلَى الْإِسْلَامِ وَبَعَثَ بِكِتَابِهٖ إِلَيْهِ مَعَ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ وَأَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّدْفَعَهٗ إِلٰى عَظِيْمِ بُصْرٰى لِيَدْفَعَهٗ إِلٰى قَيْصَرَ وَكَانَ قَيْصَرُ لَمَّا كَشَفَ اللّٰهُ عَنْهُ جُنُوْدَ فَارِسَ مَشٰى مِنْ حِمْصَ إِلٰى إِيْلِيَاءَ شُكْرًا لِّمَا أَبْلَاهُ اللّٰهُ فَلَمَّا جَاءَ قَيْصَرَ كِتَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حِيْنَ قَرَأَهُ الْتَمِسُوْا لِيْ هَاهُنَا أَحَدًا مِّنْ قَوْمِهٖ لِأَسْأَلَهُمْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' از صالح بن کیسان از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر کی طرف مکتوب لکھا' آپ اس کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور آپ نے اپنا مکتوب حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ اس مکتوب کو بصریٰ کے گورنر کو دے دیں' تاکہ وہ اس مکتوب کو قیصر کے حوالے کرے' اور جب قیصر کو اللہ نے فارس کے لشکروں پر غالب کر دیا تو وہ حمص سے ایلیا کی طرف روانہ ہوا' تاکہ وہ اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرے (کہ اس کے مقبوضہ علاقے اس کو واپس مل گئے تھے)' پس جب قیصر کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب پہنچا تو اس نے کہا: میرے لیے اس شخص کی قوم کے کسی شخص کو تلاش کرو تاکہ میں اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کروں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۳۶ میں گزر چکی ہے۔

۲۹٤۱ - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَأَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سُفْيَانَ أَنَّهٗ كَانَ بِالشَّامِ فِيْ رِجَالٍ مِّنْ قُرَيْشٍ قَدِمُوْا تِجَارًا فِي الْمُدَّةِ الَّتِيْ كَانَتْ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ كُفَّارِ قُرَيْشٍ قَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ فَوَجَدَنَا رَسُوْلُ قَيْصَرَ بِبَعْضِ الشَّامِ فَانْطَلَقَ بِيْ وَبِأَصْحَابِيْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پس مجھے ابوسفیان نے خبر دی کہ وہ شام میں قریش کے مردوں کی ایک جماعت میں تھے' وہ وہاں پر اس صلح کی مدت میں تجارت کرنے کے لیے آئے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار قریش کے درمیان مقرر کی گئی تھی' ابوسفیان نے کہا: پس ہم نے شام کے کسی علاقہ میں قیصر کے نمائندہ کو پایا' وہ

حَتّٰی قَدِمْنَا اِيْلِيَاءَ فَاُدْخِلْنَا عَلَيْهِ فَاِذَا هُوَ جَالِسٌ فِيْ مَجْلِسِ مُلْكِهِ وَعَلَيْهِ التَّاجُ وَاِذَا حَوْلَهٗ عُظَمَاءُ الرُّوْمِ فَقَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ نَسَبًا اِلٰی هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ؟

مجھے اور میرے اصحاب کو لے گیا حتیٰ کہ ہم کو ایلیاء (بیت المقدس) میں لے گیا' پس ہم قیصر کے پاس داخل کیے گئے اس وقت وہ اپنے ملک کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے اوپر تاج تھا اور اس کے گرد روم (شام) کے سردار تھے' پس اس نے اپنے مترجم سے کہا: ان لوگوں سے پوچھو کہ ان میں سے کون اس شخص کے نسب کے قریب ہے جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ نبی ہے؟

قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ فَقُلْتُ اَنَا اَقْرَبُهُمْ اِلَيْهِ نَسَبًا قَالَ مَا قَرَابَةُ مَا بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ؟ فَقُلْتُ هُوَ ابْنُ عَمِّیْ وَلَيْسَ فِی الرَّكْبِ يَوْمَئِذٍ اَحَدٌ مِّنْ بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ غَيْرِیْ فَقَالَ قَيْصَرُ اَدْنُوْهُ وَاَمَرَ بِاَصْحَابِیْ فَجَعَلُوْا خَلْفَ ظَهْرِیْ عِنْدَ كَتِفِیْ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ قُلْ لِاَصْحَابِهٖ اِنِّیْ سَائِلٌ هٰذَا الرَّجُلَ عَنِ الَّذِیْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ فَاِنْ كَذَبَ فَكَذِّبُوْهُ.

ابوسفیان نے بیان کیا کہ میں نے کہا: میں اس کے نسب کے سب سے زیادہ قریب ہوں' قیصر نے پوچھا: تمہاری اور اس شخص کے درمیان کیا رشتہ داری ہے؟ میں نے کہا: وہ میرے چچا کا بیٹا ہے اور تاجروں کی جماعت میں اس دن میرے سوا کوئی بنو عبد مناف سے نہیں تھا' پس قیصر نے کہا: اس شخص کو میرے قریب کر دو اور اس نے میرے اصحاب کو حکم دے کر میرے پیچھے میرے کندھے کے پاس کھڑا کر دیا' پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا: اس کے اصحاب سے کہو کہ میں اس مرد کے متعلق سوال کروں گا جس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہے اگر یہ جھوٹ بولے تو تم اس کو جھوٹا قرار دے دینا۔

قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ وَاللّٰهِ لَوْلَا الْحَيَاءُ يَوْمَئِذٍ مِّنْ اَنْ يَّاْثُرَ اَصْحَابِیْ عَنِّی الْكَذِبَ لَكَذَبْتُهٗ حِيْنَ سَاَلَنِیْ عَنْهُ وَلٰكِنِّی اسْتَحْيَيْتُ اَنْ يَّاْثُرُوا الْكَذِبَ عَنِّیْ فَصَدَقْتُهٗ.

ابوسفیان نے کہا: اللہ کی قسم! اگر اس دن مجھے اس بات سے حیاء نہ آتی کہ میرے اصحاب مجھے جھوٹا کہیں گے تو میں ضرور آپ کے متعلق جھوٹ بولتا جب قیصر آپ کے متعلق مجھ سے سوال کرتا' لیکن مجھے اس سے حیاء آئی کہ میرے اصحاب میری تکذیب کریں' لہٰذا میں نے آپ کے متعلق سچ کہا۔

ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ قُلْ لَهٗ كَيْفَ نَسَبُ هٰذَا الرَّجُلِ فِيْكُمْ؟ قُلْتُ هُوَ فِيْنَا ذُوْ نَسَبٍ قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ قَبْلَهٗ؟ قُلْتُ لَا فَقَالَ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ عَلَی الْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ؟ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ؟ قُلْتُ لَا قَالَ فَاَشْرَافُ النَّاسِ يَتَّبِعُوْنَهٗ اَمْ ضُعَفَاءُ هُمْ قُلْتُ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟ قَالَ فَيَزِيْدُوْنَ اَوْ يَنْقُصُوْنَ؟ قُلْتُ بَلْ يَزِيْدُوْنَ قَالَ فَهَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ سَخْطَةً لِّدِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ؟ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ الْاٰنَ مِنْهُ فِیْ مُدَّةٍ نَحْنُ

پھر قیصر نے اپنے ترجمان سے کہا: اس سے پوچھو کہ اس شخص کا نسب تم لوگوں میں کیسا ہے؟ میں نے کہا: وہ ہم میں عمدہ نسب والے ہیں' اس نے کہا: کیا اس سے پہلے بھی تم میں سے کسی نے دعویٰ نبوت کیا تھا؟ میں نے کہا: نہیں! پھر اس نے کہا: کیا اس شخص پر دعویٰ نبوت کرنے سے پہلے بھی تم اس پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ میں نے کہا: نہیں! اس نے کہا: کیا اس کے آباء واجداد میں سے کوئی شخص بادشاہ تھا؟ میں نے کہا: نہیں! اس نے کہا: آیا معزز لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں یا پس ماندہ لوگ؟ میں نے کہا: بلکہ پس ماندہ لوگ! اس نے کہا: کیا وہ لوگ زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟

نَخَافُ اَنْ يَّغْدِرَ قَالَ اَبُوْسُفْيَانَ وَلَمْ يُمْكِنِّي كَلِمَةٌ اُدْخِلُ فِيْهَا شَيْئًا اَنْتَقِصُهٗ بِهٖ لَا اَخَافُ اَنْ تُؤْثَرَ عَنِّي غَيْرُهَا قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ وَقَاتَلَكُمْ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ حَرْبُهٗ وَحَرْبُكُمْ؟ قُلْتُ كَانَتْ دُوَلًا وَّسِجَالًا يُدَالُ عَلَيْنَا الْمَرَّةَ وَنُدَالُ عَلَيْهِ الْاُخْرٰى قَالَ فَمَاذَا يَاْمُرُكُمْ؟ قَالَ يَاْمُرُنَا اَنْ نَّعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّيَنْهَانَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا وَيَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْعَفَافِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَاَدَاءِ الْاَمَانَةِ.

میں نے کہا: بلکہ زیادہ ہو رہے ہیں‘ اس نے کہا: کیا کوئی شخص اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس کے دین کو ناپسند کر کے اس کے دین سے پلٹ جاتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! اس نے کہا: کیا وہ عہد شکنی کرتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! اور ہم اب اس کے ساتھ مدت میں ہیں تو ہمیں اس کی عہد شکنی کا خوف ہے‘ ابوسفیان نے کہا: اس بات کے علاوہ مجھے کوئی اور ایسی بات کہنا کا موقع نہیں ملا جس سے میں آپ کی تنقیص کر سکوں اور مجھے یہ خطرہ نہ ہو کہ مجھے جھوٹا کہا جائے گا‘ قیصر نے پوچھا: کیا کبھی تم نے اس سے جنگ کی ہے اور اس نے تم سے جنگ کی ہے؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: پس اس کی جنگ اور تمہاری جنگ کیسی ہوتی تھی؟ میں نے کہا: وہ کنویں کے ڈول کی طرح تھی‘ کبھی وہ ڈول ہمارے پاس آ جاتا اور کبھی اس کے پاس چلا جاتا‘ اس نے کہا: پس وہ تمہیں کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟ ابوسفیان نے کہا: وہ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ کریں اور وہ ہمیں اس طریقے سے روکتے ہیں جس کے مطابق ہمارے آباء و اجداد عبادت کرتے تھے‘ وہ ہمیں نماز پڑھنے‘ صدقہ دینے‘ پاک دامنی‘ عہد پورا کرنے اور امانت ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

فَقَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ حِيْنَ قُلْتُ ذٰلِكَ لَهٗ قُلْ لَّهٗ اِنِّيْ سَاَلْتُكَ عَنْ نَّسَبِهٖ فِيْكُمْ فَزَعَمْتَ اَنَّهٗ ذُوْ نَسَبٍ وَّكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِيْ نَسَبِ قَوْمِهَا وَسَاَلْتُكَ هَلْ قَالَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهٗ؟ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا. فَقُلْتُ لَوْكَانَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ قَالَ هٰذَا قَبْلَهٗ قُلْتُ رَجُلٌ يَّاْتَمُّ بِقَوْلٍ قَدْ قِيْلَ قَبْلَهٗ وَسَاَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ؟ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا فَعَرَفْتُ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ لِّيَدَعَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مِنْ مَّلِكٍ؟ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا فَقُلْتُ لَوْكَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مَلِكٌ؟ قُلْتُ يَطْلُبُ مُلْكَ اٰبَائِهٖ وَسَاَلْتُكَ اَشْرَافُ النَّاسِ يَتَّبِعُوْنَهٗ اَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ؟ فَزَعَمْتَ اَنَّ ضُعَفَاءَ هُمُ اتَّبَعُوْهُ وَهُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ

پس قیصر نے اپنے ترجمان سے کہا: جب میں نے اس سے یہ کہا کہ اس سے کہو کہ میں نے تم سے تمہارے درمیان اس شخص کے نسب کے متعلق سوال کیا تو تم نے کہا: ان کا عمدہ نسب ہے‘ اور اسی طرح رسول اپنی قوم کے عمدہ نسب سے مبعوث کیے جاتے ہیں‘ اور میں نے تم سے سوال کیا: کیا اس سے پہلے بھی کسی نے تم میں سے دعویٰ نبوت کیا تھا؟ تو تم نے کہا: نہیں! تو میں نے (دل میں) کہا: اگر تم میں سے کسی نے ان سے پہلے یہ دعویٰ نبوت کیا ہوتا تو میں کہتا: اس شخص نے اس دعویٰ نبوت کی پیروی کی ہے جو اس سے پہلے کیا گیا تھا‘ اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا اس دعویٰ نبوت کرنے سے پہلے تم اس پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ تو تم نے کہا: نہیں! پس میں نے جان لیا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ شخص لوگوں پر تو جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور اللہ پر جھوٹ بولے‘ اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا

وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَزِيْدُوْنَ اَوْ يَنْقُصُوْنَ؟ فَزَعَمْتَ اَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ حَتّٰى يَتِمَّ وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ سَخْطَةً لِّدِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ؟ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا فَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ حِيْنَ تَخْلِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ لَا يَسْخَطُهُ اَحَدٌ وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ؟ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا يَغْدِرُوْنَ وَسَاَلْتُكَ هَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ وَقَاتَلَكُمْ؟ فَزَعَمْتَ اَنْ قَدْ فَعَلَ وَاَنَّ حَرْبَكُمْ وَحَرْبَهُ تَكُوْنُ دُوَلًا وَّيُدَالُ عَلَيْكُمُ الْمَرَّةَ وَتُدَالُوْنَ عَلَيْهِ الْاُخْرٰى وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلٰى وَتَكُوْنُ لَهَا الْعَاقِبَةُ وَسَاَلْتُكَ بِمَا ذَا يَاْمُرُكُمْ؟ فَزَعَمْتَ اَنَّهُ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّيَنْهَاكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاؤُكُمْ وَيَاْمُرُكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَاَدَاءِ الْاَمَانَةِ قَالَ وَهٰذِهٖ صِفَةُ النَّبِيِّ قَدْ كُنْتُ اَعْلَمُ اَنَّهُ خَارِجٌ وَّلٰكِنْ لَّمْ اَظُنَّ اَنَّهُ مِنْكُمْ وَاِنْ يَّكُ مَا قُلْتَ حَقًّا فَيُوْشِكُ اَنْ يَّمْلِكَ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ وَلَوْ اَرْجُوْا اَنْ اَخْلُصَ اِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لُقِيَّهُ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ قَدَمَيْهِ قَالَ اَبُوْسُفْيَانَ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُرِئَ فَاِذَا فِيْهِ

اس کے آباء واجداد میں سے کوئی شخص بادشاہ تھا؟ تو تم نے کہا: نہیں! پس میں نے (دل میں) کہا: اگر اس کے آباء واجداد میں سے کوئی شخص بادشاہ ہوتا تو میں کہتا: یہ شخص اپنے آباء واجداد کے ملک کو طلب کر رہا ہے' اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا معزز لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں یا پس ماندہ لوگ؟ تو تم نے کہا کہ پس ماندہ لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں اور وہی رسولوں کے پیروکار ہوتے ہیں' اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا وہ زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ تو تم نے کہا: وہ زیادہ ہو رہے ہیں اور اسی طرح ایمان ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ مکمل ہو جائے اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا کوئی شخص اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس کے دین کو ناپسند کر کے اس سے پلٹ جاتا ہے؟ تو تم نے کہا: نہیں! اور ایمان کی یہی شان ہے کہ جب اس کی صداقت دل میں بیٹھ جاتی ہے تو کوئی اس سے ناراض نہیں ہوتا اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا وہ عہد شکنی کرتا ہے؟ تو تم نے کہا: نہیں! اور اسی طرح رسول عہد شکنی نہیں کرتے' اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کبھی تم نے اس سے جنگ کی ہے اور اس نے تم سے جنگ کی ہے؟ تو تم نے کہا: ایسا ہو چکا ہے اور تمہاری جنگ اور اس کی جنگ کنویں کے ڈول کی طرح ہوتی ہے' کبھی ڈول تم سے لیا جاتا ہے اور کبھی تم اس سے ڈول لے لیتے ہو' اور اسی طرح رسول آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں اور ان ہی کے لیے اچھا انجام ہوتا ہے' اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ وہ تمہیں کن چیزوں کا حکم دیتے ہیں؟ تو تم نے کہا کہ وہ تمہیں یہ حکم دیتے ہیں کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ کرو اور وہ تم کو ان طریقوں سے منع کرتے ہیں جن کے مطابق تمہارے آباء واجداد عبادت کرتے تھے اور وہ تم کو نماز پڑھنے' سچ بولنے' پاک دامن رہنے' عہد پورا کرنے اور امانت ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں' قیصر نے کہا: اور یہی نبی کی صفت ہے' اور میں جانتا تھا کہ وہ نبی ظہور پذیر ہونے والے ہیں' لیکن میرا یہ گمان نہیں تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے اور اگر جو کچھ تم نے بتایا ہے وہ برحق ہے تو وہ عنقریب میرے ان دو قدموں کی جگہ کے مالک ہو جائیں گے' اور اگر مجھے امید ہوتی کہ میں ان

تک پہنچ جاؤں گا تو میں مشقت برداشت کر کے ان سے ملاقات کرتا' اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو میں ان کے دونوں پیروں کو دھوتا۔

ابوسفیان نے کہا: پھر قیصر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب منگوایا' پس اس کو پڑھا گیا تو اس میں لکھا ہوا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ اَدْعُوْكَ بِدَعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ وَ اَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْاَرِيْسِيِّيْنَ ﴿يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۝﴾ (آل عمران:٦٤)

(یہ مکتوب' سیدنا) محمد' اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف ہے' جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو' اللہ کی حمد و ثناء کے بعد' میں تم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں' تم اسلام قبول کر لو' سلامت رہو گے' تم اسلام قبول کر لو' اللہ تم کو دو اجر عطا فرمائے گا' اور اگر تم نے اعراض کیا تو تمہارے پیروکاروں کے گناہ کا بوجھ بھی تم پر ہو گا' آپ کہیے کہ اے اہل کتاب! ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی کو رب نہ بنائے' پس اگر وہ روگردانی کریں تو تم کہہ دو کہ (لوگو!) تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۝ (آل عمران:٦٤)

قَالَ اَبُوْسُفْيَانَ فَلَمَّا اَنْ قَضٰى مَقَالَتَهٗ عَلَتْ اَصْوَاتُ الَّذِيْنَ حَوْلَهٗ مِنْ عُظَمَاءِ الرُّوْمِ وَكَثُرَ لَغَطُهُمْ فَلَا اَدْرِيْ مَاذَا قَالُوْا وَاُمِرْنَا فَاُخْرِجْنَا فَلَمَّا اَنْ خَرَجْتُ مَعَ اَصْحَابِيْ وَخَلَوْتُ بِهِمْ قُلْتُ لَهُمْ لَقَدْ اَمِرَ اَمْرُ ابْنِ اَبِيْ كَبْشَةَ هٰذَا مَلِكُ بَنِي الْاَصْفَرِ يَخَافُهٗ قَالَ اَبُوْسُفْيَانَ وَاللّٰهِ مَازِلْتُ ذَلِيْلًا مُسْتَيْقِنًا بِاَنَّ اَمْرَهٗ سَيَظْهَرُ حَتّٰى اَدْخَلَ اللّٰهُ قَلْبِيَ الْاِسْلَامَ وَاَنَا كَارِهٌ.

ابوسفیان نے کہا: جب قیصر نے اپنی بات ختم کر لی تو اس کے گرد روم (شام) کے سردار تھے' ان کی آوازیں بلند ہو گئیں اور ان کا شور بہت زیادہ ہو گیا' سو میں نہیں جانتا کہ انہوں نے کیا کہا' اور ہمیں نکل جانے کا حکم دیا گیا' سو ہم نکال دیئے گئے' پھر جب میں اپنے اصحاب کے ساتھ نکلا اور ان کے ساتھ تنہائی کا موقع ملا' تو میں نے کہا: ابوکبشہ کے بیٹے (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ بہت بڑھ گیا ہے' زرد رو لوگوں کا یہ بادشاہ بھی ان سے ڈرتا ہے' ابوسفیان نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے اس دن سے اپنی ذلت کا یقین ہو گیا تھا اور مجھے یہ یقین ہو گیا تھا کہ عنقریب ان کا دین سر بلند ہو گا' حتیٰ کہ اللہ نے میرے دل میں اسلام کو داخل کر دیا حالانکہ میں (پہلے) اس کو ناپسند کرتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں قیصر کو اسلام کی دعوت دینے کا ذکر ہے۔

۲۹۴۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يَّفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ فَقَامُوْا يَرْجُوْنَ لِذٰلِكَ اَيُّهُمْ يُعْطٰى فَغَدَوْا وَكُلُّهُمْ يَرْجُوْا اَنْ يُّعْطٰى فَقَالَ اَيْنَ عَلِيٌّ فَقِيْلَ يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ فَاَمَرَ فَدُعِيَ لَهٗ فَبَصَقَ فِيْ عَيْنَيْهِ فَبَرَاَ مَكَانَهٗ حَتّٰى كَاَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ بِهٖ شَيْءٌ فَقَالَ نُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا فَقَالَ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يُّهْدٰى بِكَ رَجُلٌ وَّاحِدٌ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ.

[اطراف الحدیث:۳۰۰۹-۳۷۰۱-۴۲۱۰] [صحیح مسلم:۲۴۰۶، الرقم المسلسل:۶۱۱۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن مسلمہ القعنبی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے غزوۂ خیبر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کل میں اس مرد کو جھنڈا عطا کروں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ خیبر کو فتح کرے گا' پس تمام صحابہ کھڑے ہوئے اس انتظار میں تھے کہ آپ کس کو جھنڈا عطا کرتے ہیں' پھر صبح ہوئی اور ہر شخص یہ اُمید کر رہا تھا کہ اس کو جھنڈا عطا کیا جائے گا' تب آپ نے پوچھا: علی کہاں ہیں؟ آپ کو بتایا گیا کہ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے' آپ نے ان کو بلانے کا حکم دیا' سو ان کو بلایا گیا' آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا' تو اسی وقت وہ تندرست ہو گئے حتیٰ کہ گویا ان کی آنکھوں میں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں' آپ نے فرمایا: ہم ان سے قتال کرتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ ہماری مثل ہو جائیں' آپ نے فرمایا: تم ٹھہرو! حتیٰ کہ تم ان کے میدان میں جاؤ اور ان کو اسلام کی دعوت دو' اور ان کو بتاؤ کہ اسلام کے کیا احکام ان پر واجب ہیں؟ پس اللہ کی قسم! اگر کوئی شخص تمہارے سبب سے ہدایت پا جائے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پھر ان کو اسلام کی دعوت دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے خیبر کا فتح ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

غزوۂ خیبر ۷ھ کی ابتداء میں ہوا تھا' اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس آئے تو مدینہ منورہ میں تقریباً بیس دن ٹھہرے' پھر آپ خیبر کی طرف روانہ ہو گئے جس کی فتح کا اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا۔

امام ابن اسحاق نے از عمرو بن الاکوع یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خیبر کے بعض قلعوں کی طرف بھیجا' انہوں نے قتال کیا' پھر لوٹ آئے اور فتح حاصل نہیں ہوئی' پھر دوسرے روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا' انہوں نے بھی قتال کیا اور واپس آ گئے اور فتح حاصل نہیں ہوئی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا' جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے' اللہ اس کے ہاتھوں سے خیبر کو فتح کرے گا' سلمہ نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا' وہ اس وقت بے ریش تھے' آپ نے ان کی آنکھوں کے درمیان لعاب دہن ڈالا' پھر آپ نے فرمایا: یہ جھنڈا لو اور روانہ ہو جاؤ! حتیٰ کہ اللہ تم کو فتح عطا فرمائے گا' پھر حضرت علی تیزی سے روانہ ہوئے اور ایک قلعہ کے نیچے پتھر میں جھنڈا گاڑ دیا' ایک یہودی نے قلعہ کے اوپر سے دیکھا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ حضرت علی نے کہا: میں علی بن ابی طالب

ہوں' اس یہودی نے کہا: اس کتاب کی قسم جو اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی ہے! تم غالب ہو' پھر حضرت علی اس وقت واپس آئے جب اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کر دیا تھا۔ امام ابن اسحاق نے کہا کہ خیبر کے قلعوں میں سب سے پہلے ناعم کا قلعہ فتح ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اس موقع پر تمام اصحاب' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طالب تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطلوب تھے' اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعابِ دہن کی برکت اور اس کی شفاء کا ثبوت ہے اور اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بے مثال شجاعت اور بہادری کا ثبوت ہے۔

٢٩٤٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا غَزَا قَوْمًا لَّمْ يُغِرْ حَتّٰى يُصْبِحَ فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا أَمْسَكَ وَإِنْ لَّمْ يَسْمَعْ أَذَانًا أَغَارَ بَعْدَ مَا يُصْبِحُ فَنَزَلْنَا خَيْبَرَ لَيْلًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' (انہوں نے کہا:) ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی قوم سے قتال کرتے تو صبح سے پہلے ان پر حملہ نہیں کرتے تھے' پس اگر آپ اذان سنتے تو (حملہ کرنے سے) رُک جاتے اور اگر اذان نہ سنتے تو صبح کے بعد ان پر حملہ کر دیتے' سو ہم خیبر میں رات کے وقت پہنچے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں غزوہ خیبر کا ذکر ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح ہونے تک حملہ کرنے میں اس لیے توقف فرماتے تھے کہ وہ لوگ صبح کو اذان دیتے ہیں یا نہیں! اگر وہ اذان دیتے تو معلوم ہو جاتا کہ وہ لوگ شعائر اسلام پر عمل کرنے والے ہیں اور وہ مسلمانوں کی بستی ہے' اس لیے آپ ان پر حملہ نہ کرتے۔

٢٩٤٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا غَزَا بِنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہمارے ساتھ (کسی جگہ) حملہ کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

٢٩٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلٰى خَيْبَرَ فَجَاءَهَا لَيْلًا وَّكَانَ إِذَا جَاءَ قَوْمًا بِلَيْلٍ لَا يُغِيْرُ عَلَيْهِمْ حَتّٰى يُصْبِحَ فَلَمَّا أَصْبَحَ خَرَجَتْ يَهُوْدُ بِمَسَاحِيْهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَّاللّٰهِ مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر کی طرف نکلے پس آپ رات کو خیبر میں آئے' اور آپ جب رات میں کسی قوم کے پاس پہنچتے تھے تو آپ ان پر حملہ نہیں کرتے تھے' حتیٰ کہ صبح ہو جاتی' پس جب صبح ہوئی تو یہود اپنی کدالیں اور ٹوکرے لے کر باہر نکلے' جب انہوں نے آپ

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ.

کو دیکھا تو کہا: (سیّدنا) محمد اور اللہ کی قسم! (سیّدنا) محمد اور لشکر (آیا ہے)؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر! خیبر تباہ ہو گیا' بے شک جب ہم کسی قوم کے صحن میں پہنچتے ہیں تو جن کو (عذاب سے) ڈرایا گیا ہے' ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

٢٩٤٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّيْ نَفْسَهُ وَمَالَهُ اِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ رَوَاهُ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی کہ بے شک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس وقت تک لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ کہیں: لا الٰہ الا اللہ' پس جس نے کہا: لا الٰہ الا اللہ' اس نے مجھ سے اپنی جان کو اور مال کو محفوظ کر لیا' سوا اللہ کے حق کے اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ اس حدیث کو حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹۹' اور ۲۵ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح

علامہ ابو محمد عبد اللہ بن ابی جمرۃ الاندلسی المتوفی ۶۹۹ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث بہ ظاہر اس پر دلالت کرتی ہے کہ مشرکین سے قتال کیا جائے حتیٰ کہ وہ اسلام قبول کر لیں اور اپنے اسلام کا اعلان کر دیں تو ان کی جان اور مال محفوظ رہے گا' سوا اس کے کہ ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کے یا بندوں کے حقوق ہوں۔ اس کی شرح میں چند مباحث ہیں:

علامہ ابن ابی جمرہ کی بیان کردہ جہاد کی اقسام پر مصنف کا ایک اور قسم کا اضافہ کرنا

مبحث اوّل: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اگر اس حکم سے مراد صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے لیے یہ حکم واجب تھا اور اگر اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت دونوں کو حکم ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ بعض اوقات یہ حکم واجب ہے اور بعض اوقات یہ حکم مستحب ہے' پھر اس کا تعین قرائن اور مصالح کے اعتبار سے ہوگا' مثلاً جب جہاد کرنا فرضِ عین ہو تو اس حکم پر عمل کرنا فرضِ عین ہوگا یعنی جب دشمن مسلمانوں کے ملک پر حملہ کرے اور جب جہاد کرنا فرضِ کفایہ ہو یعنی تبلیغ اسلام کے لیے مسلمان کافر ملک پر حملہ کریں تو اس حکم پر عمل کرنا مستحب ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ یہاں پر ایک قسم اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب مسلمانوں کے پاس دشمن سے مقابلہ کی طاقت نہ ہو اور اس سے مقابلہ کرنا خودکشی کے مترادف ہو' اور دشمن کے پاس ایسا اسلحہ ہو جو مسلمانوں کے پاس نہ ہو' جیسے امریکا کے پاس ہزاروں ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم ہیں اور جدید ترین میزائل اور جنگی طیارے ہیں اور ایٹمی آبدوزیں ہیں' ایسے میں اگر مسلمان ملک تبلیغ اسلام کے لیے امریکا پر حملہ کریں تو ان کے ہاتھ سوائے ہلاکت اور رسوائی کے کچھ

نہیں آئے گا' سوایسے دشمن پر تبلیغ اسلام کے لیے حملہ کرنا ممنوع ہوگا اور اس کی دلیل درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے' صحابہ نے پوچھا: وہ اپنے آپ کو کیسے ذلیل کرے گا؟ آپ نے فرمایا: وہ ایسی آزمائش کے درپے ہو' جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو۔

(سنن ترمذی: ٢٢٥٤' سنن ابن ماجہ: ٤٠١٦' شرح السنۃ: ٣٦٠١' مسند احمد ج ٥ ص ٤٠٥' الکامل لابن عدی ج ٦ ص ٢٣٠٧)

اس کی واضح مثال عراق ہے' عراق نے ١٩٩١ء میں امریکا سمیت تیس ملکوں سے جنگ مول لی' اس کے نتیجہ میں آٹھ دس دنوں میں امریکا نے عراق پر قبضہ کرلیا اور اٹھارہ سال گزر گئے تاحال امریکا کی فوجیں عراق میں موجود ہیں اور دن بہ دن عراق کی حالت خراب ہورہی ہے' سو جہاد کی یہ قسم ممنوع ہے' کیونکہ اس سے مسلمانوں کے ہاتھ ذلت اور پسپائی کے سوا کچھ نہیں آئے گا۔

مبحث ثانی: شریعت کے حکم پر اس کا سبب معلوم کیے بغیر عمل کرنا چاہیے

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ شریعت کے کسی حکم سے مطلوب اس پر عمل کرنا ہوتا ہے نہ کہ اس حکم کی علت پر غور کرنا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلیں' اور آپ نے اس کا سبب نہیں بیان فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم پر عمل کر کے مشرکین سے قتال کرنا شروع کر دیا' سو اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کے حکم پر اس کا سبب معلوم کیے بغیر عمل کرنا چاہیے' ہاں! جب شریعت خود کسی حکم کی علت بیان کر دے تو یہ اس کی رحمت ہے۔

مبحث ثالث: جہاد کی دو قسمیں: تلوار سے جہاد اور دلائل سے جہاد

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے قتال کا حکم دیا گیا ہے' آیا اس قتال سے مراد معروف قتال ہے جو ہتھیاروں سے ہوتا ہے یا اس سے مراد دلائل سے قتال کرنا ہے اور اس حدیث میں دونوں کا احتمال ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا○ (الفرقان: ٥٢)

سو آپ کافروں کی پیروی نہ کریں اور قرآن کے ذریعہ ان کے ساتھ بڑا جہاد کریں○

اس آیت میں "بہ" کی ضمیر قرآن مجید کی طرف راجع ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

آپ اس قرآن کے ساتھ ان سے بڑا جہاد کیجئے' حتیٰ کہ وہ اس قرآن میں مذکور اللہ تعالیٰ کے فرائض کا اقرار کرلیں اور خوشی یا ناخوشی سے اس قرآن پر عمل کریں۔ (جامع البیان جز ١٩ ص ٢٩' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اپنی زبانوں کے ساتھ مشرکین سے قتال کرو۔ (میں اس حدیث کی تخریج پر مطلع نہیں ہوسکا۔ سعیدی غفرلہٗ) اور اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے یہ حکم دیا گیا تھا کہ آپ ان کے ساتھ حجت اور برہان کے ساتھ قتال کریں اور یہ حکم ہجرت سے پہلے تھا' پھر ہجرت کے بعد آپ کو تلوار کے ساتھ قتال کا حکم دیا گیا اور یہ حکم ان کے لیے دیا گیا جو آپ سے نزاع کریں یا قتال کریں' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا. (الحج: ٣٩)

ان مسلمانوں کو (جہاد کی) اجازت دے دی گئی ہے' جن سے ناحق قتال کیا جاتا ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔

پھر آٹھ ہجری کے بعد سورۂ توبہ نازل ہوئی اور اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ تمام مشرکین سے قتال کریں حتیٰ کہ وہ اسلام کے احکام کا اقرار کرلیں یا ذلت اور پسپائی کے ساتھ جزیہ ادا کریں اور ظاہر یہ ہے کہ اس باب کی حدیث میں قتال سے مراد حجت اور

برہان کے ساتھ قتال ہے کیونکہ نبی ﷺ نے یہاں پر جزیہ کا حکم نہیں دیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد عام قتال ہو اور آپ نے یہاں جزیہ کا حکم اس لیے نہیں دیا کہ وہ دوسرے دلائل سے معلوم ہے۔

مبحث رابع: کفار کا فروع کے ساتھ مخاطب نہ ہونا اور اس پر مصنف کا تعاقب

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کفار فروع کے مخاطب نہیں ہیں کیونکہ نبی ﷺ نے یہ فرمایا ہے: مجھے ان سے قتال کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرلیں' اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو صرف توحید کا اقرار کرنے کا مکلف کیا گیا ہے اور دیگر فروعی احکام کا ان کو مکلف نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ کفار فروعی احکام کے مخاطب نہیں ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ابی جمرہ کی یہ نکتہ آفرینی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں "محمد رسول اللہ" کا بھی ذکر نہیں ہے' حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ کفار توحید اور رسالت دونوں کے اقرار کے مخاطب ہیں' نیز اس حدیث میں اجمال ہے اور قرآن مجید میں اس حکم کی تفصیل ہے' قرآن مجید میں ہے:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ. (التوبہ:٥)

سو مشرکین کو قتل کردو تم انہیں جہاں پاؤ اور ان کو گرفتار کرو اور ان کا محاصرہ کرو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو' پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ مشرکین کی جان اور مال کے تحفظ کے لیے صرف توحید اور رسالت کا اقرار کافی نہیں ہے بلکہ ان کا نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا بھی ضروری ہے اور یہ فروعی اعمال ہیں' اس سے واضح ہوا کہ مشرکین فروعی اعمال کے مخاطب ہیں۔

اور یہ آیات بھی ہماری دلیل ہیں:

اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ○ فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ ○ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ○ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ○ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ○ (المدثر: ٤٤-٣٩)

ماسوا دائیں طرف والوں کے ○ وہ جنتوں میں ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہوں گے ○ مجرموں کے متعلق ○ (پھر جنتی لوگ مجرموں سے پوچھیں گے:) تمہیں کون سی چیز دوزخ میں لے گئی؟ ○ وہ کہیں گے: ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے ○ اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے ○

ان آیات سے واضح ہوگیا کہ مشرکین جس طرح توحید اور رسالت کے اقرار کے مخاطب ہیں' اسی طرح فروعی احکام مثلاً نماز اور زکوٰۃ کے بھی مخاطب ہیں۔ دراصل صرف ایک حدیث یا ایک آیت کو دیکھ کر کوئی مؤقف قائم کرلینا صحیح نہیں ہے جب تک کہ اس موضوع سے متعلق تمام آیات اور احادیث کو نہ دیکھ لیا جائے۔

مبحث خامس: مال کی حرمت بھی جان کی مثل ہے مگر جان کی حرمت' مال کے تابع ہے

نبی ﷺ نے فرمایا: پس جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اس نے مجھ سے اپنی جان اور مال کو محفوظ کرلیا۔ آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ مال کی حرمت بھی جان کی مثل ہے کیونکہ نبی ﷺ نے دونوں کا ایک حکم بیان فرمایا ہے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مال جان کے تابع ہے' سو جس مشرک کو قتل کرنا مباح ہے' اس کا مال لینا بھی مباح ہے۔

مبحث سادس: حدیث مذکور میں استثناء کے متصل یا منفصل ہونے کی تقریر اور ہر تقریر پر مصنف کا یہ ثابت کرنا کہ کفار فروع کے مخاطب ہیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اس نے مجھ سے اپنی جان کو اور مال کو محفوظ کر لیا سوا اللہ کے حق کے۔ اس حدیث میں جو استثناء ہے وہ متصل بھی ہو سکتا ہے اور منفصل بھی۔ بہ ظاہر یہ استثناء مال کے ساتھ متعلق ہے کیونکہ وہ قریب ہے اور مال کے حق سے مراد زکوٰۃ ہے یا لوگوں کے جو مالی حقوق ہیں مثلاً اس کے ذمہ کسی کا قرض ہو؟ یا کسی کا مال غصب کیا ہو یا کسی کی امانت ادا نہ کی ہو تو اس سے زکوٰۃ اور بندوں کے مالی حقوق وصول کیے جائیں گے ورنہ اس کا مال محفوظ نہیں ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے بھی ہماری تائید ہوتی ہے کہ مشرکین فروع کے مخاطب ہیں۔

اور اگر یہ استثناء منفصل ہو تو یہ جان کے ساتھ بھی متعلق ہوگا یعنی اس کی جان اس وقت محفوظ ہوگی جب اس کی جان کے ساتھ کسی کا حق متعلق نہ ہو اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان اس کی شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں اس کو تین وجوں کے سوا قتل کرنا جائز نہیں ہے: (١) وہ شادی شدہ زانی ہو (٢) اور جان کا بدلہ جان ہے (٣) اور جو اپنے دین کو چھوڑ کر (مسلمانوں کی) جماعت سے الگ ہو جائے۔

(صحیح البخاری:٦٨٧٨، صحیح مسلم:١٦٧٦، سنن ابوداؤد:٤٣٥٢، سنن ترمذی:١٤٠٢، سنن نسائی:٤٠١٦، سنن ابن ماجہ:٢٥٣٤)

میں کہتا ہوں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ مشرکین کی جان و مال کے تحفظ کے لیے صرف توحید و رسالت کا اقرار کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جب شادی شدہ ہوں تو زنا نہ کریں اور کسی کو ناحق قتل نہ کریں اور مرتد نہ ہوں اور یہ سب فروعی احکام ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین فروع کے مخاطب ہیں سو جس حدیث سے علامہ ابن ابی جمرہ نے یہ ثابت کیا تھا کہ کفار فروع کے مخاطب نہیں ہیں اسی سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ کفار فروع کے مخاطب ہیں۔

مبحث سابع: دنیاوی احکام ظاہر پر مبنی ہیں اور باطنی معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں

اس مبحث میں علامہ ابن ابی جمرہ کے دلائل پر مصنف کا اضافہ

اس حدیث کے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ بندہ کے ذمہ جو حقوق ہیں تو حکام تو صرف اس کے ظاہر کا محاسبہ کر سکتے ہیں اور اس کے باطن کا محاسبہ کرنا اللہ کے ذمہ ہے کیونکہ انسان ظاہر اور باطن دونوں کے حقوق سے بری ہونے کا مکلف ہے قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ. (الانعام:١٥١)

اور بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○ (البقرہ:١٨٨)

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ (بہ طور رشوت) وہ مال حاکموں تک پہنچاؤ کہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ کے ساتھ (ناجائز طور پر) جان بوجھ کر تم کھا لو ○

إِنَّ الْمُنٰفِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ. (النساء:١٤٥)

بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔

منافقین اسی لیے دوزخ کے سب سے آخری طبقہ میں ہوں گے کہ وہ ایمان ظاہر کرتے تھے اور ان کے باطن میں کفر تھا۔
اسی طرح حدیث میں ہے:
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میرے پاس اپنے جھگڑے لاتے ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے مقدمہ کو زیادہ دلائل کے ساتھ پیش کرے اور میں اس کے دلائل سن کر اس کے متعلق فیصلہ کردوں' پس اگر (بہ فرض محال) میں نے اس کے بھائی کا حق اس کو دے دیا تو میں اس کو صرف آگ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں۔
(صحیح البخاری:٧١٨٥' صحیح مسلم:١٧١٣' سنن ابوداؤد:٣٥٨٣' سنن ترمذی:١٣٣٩' سنن نسائی:٥٤٠١' سنن ابن ماجہ:٢٣١٧)
اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ حکام صرف ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنے کے مکلف ہیں اور باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ابی جمرہ کی یہ نکتہ آفرینی بہت خوب ہے مگر میں نے اس مؤقف پر زیادہ واضح دلائل پیش کیے ہیں:
حضرت ابوسعید خدری کی ایک حدیث کے آخر میں ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں کی تفتیش کروں اور نہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے پیٹ چاک کروں۔ (صحیح البخاری:٤٣٥١' صحیح مسلم:١٠٦٤' الرقم المسلسل:٢٤٣١' سنن ابوداؤد:٤٣٦٤' سنن نسائی:٢٥٧٨)
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم تمہارا مواخذہ ان اعمال پر کریں گے جو ہم پر ظاہر ہوں گے۔ (صحیح البخاری:٢٦٤١)
حضرت کعب بن مالک کی طویل حدیث کے وسط میں ہے:
جو لوگ غزوۂ تبوک میں جانے سے پیچھے رہ گئے تھے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر عذر پیش کرتے اور قسمیں کھاتے اور یہ اسی (٨٠) سے زیادہ لوگ تھے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ظاہر کو قبول کرلیا اور ان کو بیعت کرلیا اور ان کے لیے استغفار کیا اور ان کے باطن کو اللہ کے سپرد کردیا۔
(صحیح البخاری:٢٩٤٨۔٢٧٥٧' صحیح مسلم:٢٧٦٩' الرقم المسلسل:٦٩١٠' سنن ابوداؤد:٢٢٠٢' سنن نسائی:٣٤٢١۔٣٤٢٠)

مبحث ثامن: دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرنا اور ظاہر و باطن میں عمل کرنا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ اس لیے مکلف کو چاہیے کہ جب تک وہ اس دنیا میں زندہ ہے' علم دین کی روشنی میں اپنے اعمال کا تجزیہ اور محاسبہ کرتا رہے' تاکہ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن اس کو نقصان کا سامنا کرنا پڑے کہ اس نے باطنی حقوق ادا نہ کیے ہوں اور اس نے کتاب وسنت کے مطابق ظاہر اور باطن میں عمل نہ کیے ہوں! اس کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا رہے اور اس کے اجر وثواب کی اُمید رکھتا رہے۔ حدیث میں ہے:
حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عقل مند شخص وہ ہے جس نے اپنے نفس کا حساب کیا اور موت کے بعد کے لیے عمل کیا اور عاجز شخص وہ ہے جس نے اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کی اور اللہ سے (ثواب کی) تمنا کی۔
(سنن ترمذی:٢٤٥٩' مسند احمد ج ٤ ص ١٢٤)

امام ترمذی اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
یعنی جو شخص دنیا میں اپنا حساب کرتا ہے' اس سے پہلے کہ قیامت کے دن اس سے حساب لیا جائے۔
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو' اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے اور سب سے بڑی پیشی

کے لیے اپنے اعمال کو مزین کرو' قیامت کے دن اسی سے خفیف حساب لیا جائے گا جو دنیا میں اپنا محاسبہ کرتا رہے گا۔
اور میمون بن مہران نے کہا: بندہ اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنا محاسبہ نہ کرے' جس طرح وہ اپنے شریک کا محاسبہ کرتا ہے کہ وہ کہاں سے کھاتا ہے اور کہاں سے پیتا ہے۔ (سنن ترمذی ص ٩٦٥' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٣ھ)

١٠٣ - بَابُ مَنْ اَرَادَ غَزْوَةً فَوَرّٰى بِغَيْرِهَا وَمَنْ اَحَبَّ الْخُرُوْجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ

جس نے کسی مقام پر جہاد کا ارادہ کیا اور توریہ سے دوسرے مقام کا ذکر کیا اور جس نے جمعرات کے دن سفر کرنے کو پسند کیا

اس باب کے دو جز ہیں: (١) جس مقام پر جہاد کا ارادہ کیا اس کی بجائے توریۃً دوسرے مقام کا ذکر کرے۔
حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:
اس عنوان میں ''وری'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اصل چیز کو چھپایا اور دوسری چیز کا ذکر کیا اور یہ لفظ ''وراء'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی پیچھے ہے' اور جو شخص توریہ کرتا ہے وہ اصل بات کو اپنے پیچھے کر دیتا ہے اور دوسری بات کا ذکر کرتا ہے۔
(٢) اس عنوان کا دوسرا جز ہے: جمعرات کے دن سفر کرنا۔ اس کی تشریح میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:
جمعرات کے دن سفر کے لیے نکلنے کا سبب وہ ہے جس کو امام طبرانی نے حضرت عبیط بن شریط رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے لیے جمعرات کے دن سفر میں برکت رکھی گئی ہے لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن سفر کو پسند کرتے تھے۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی: ٢١٢٨' مکتبۃ المعارف' ریاض) یہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ آپ ہمیشہ جمعرات کے دن سفر کریں' کیونکہ آپ کسی مانع کی وجہ سے ہفتہ کے دن بھی سفر کرتے تھے۔
(فتح الباری ج ٤ ص ٣١٥' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

حافظ بدر الدین عینی متوفی ٨٥٥ھ نے اس شرح کی بعض چیزوں سے اختلاف کیا ہے' وہ لکھتے ہیں:
جمعرات کے دن سفر کرنے کی حکمت کو اس ضعیف السند حدیث سے بیان کرنا بے سود ہے کیونکہ اس باب کی حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن سفر کرنے کو پسند فرماتے تھے اور آپ کا جمعرات کے دن سفر کو پسند فرمانا ضرور کسی حکمت پر مبنی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ کے دن بھی سفر کرنے کو پسند فرماتے تھے کیونکہ ایک حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ ہفتہ اور جمعرات کے سفر میں برکت فرمائے اور چونکہ امام بخاری کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں تھی' اس لیے انہوں نے صرف جمعرات کے دن سفر کرنے کی حدیث کو ذکر کیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٠١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٩٤٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِّنْ بَنِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَكُنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ غَزْوَةً اِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن کعب بن مالک نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن کعب رضی اللہ عنہ جو حضرت کعب بن مالک کے بیٹوں کے قائد تھے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی غزوہ کا ارادہ

فرماتے تو کسی دوسرے غزوہ سے اس کا توریہ فرماتے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٢٧٥٧ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں کسی دوسرے غزوہ کے توریہ کا ذکر ہے توریہ کا معنی ہے کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں: ایک قریب اور دوسرا بعید متکلم بعید معنی کا ارادہ کرے اور مخاطب اس لفظ کا قریب معنی سمجھے۔

٢٩٤٨ - وَحَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ اَخْبَرَنَا یُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ کَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ کَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَلَّمَا یُرِیْدُ غَزْوَةً یَّغْزُوْهَا اِلَّا وَرّٰی بِغَیْرِهَا حَتّٰی کَانَتْ غَزْوَةُ تَبُوْكَ فَغَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَرٍّ شَدِیْدٍ وَّاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِیْدًا وَّمَفَازًا وَّاسْتَقْبَلَ غَزْوَ عَدُوٍّ کَثِیْرٍ فَجَلّٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ اَمْرَهُمْ لِیَتَاَهَّبُوْا اُهْبَةَ عَدُوِّهِمْ وَاَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِیْ یُرِیْدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور مجھے احمد بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک نے خبر دی انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی جگہ جہاد کا ارادہ کرتے اور اس جگہ کے سوا کسی دوسری جگہ پر توریہ کرتے حتیٰ کہ غزوۂ تبوک آ گیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس غزوہ میں شدید گرمی میں جانا تھا اور لمبا سفر کر کے جنگلوں کو تہہ کرنا تھا اور بہت بڑے لشکر کا سامنا کرنا تھا تو آپ نے مسلمانوں سے صاف فرما دیا کہ وہ اپنے دشمن سے مقابلے کی پوری تیاری کر لیں اور آپ نے ان کو بتا دیا کہ آپ کس جگہ جانے کا ارادہ فرما رہے ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٢٧٥٧ میں گزر چکی ہے اس حدیث میں غزوۂ تبوک کا ذکر ہے یہ غزوہ رجب ۹ ہجری میں ہوا تھا اس حدیث میں "مفاز" کا ذکر ہے اس کا معنی جنگل ہے یہاں اس کو "مفاز" سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ "مفاز" کے معنی ہیں: کامیابی کی جگہ اور اس میں "تفاؤل" اور نیک شگون ہے۔

٢٩٤٩ - وَعَنْ یُّوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ کَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ کَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ کَانَ یَقُوْلُ لَقَلَّمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ اِذَا خَرَجَ فِیْ سَفَرٍ اِلَّا یَوْمَ الْخَمِیْسِ.

اور از یونس از زہری انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمان بن کعب بن مالک نے خبر دی کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر کے لیے نکلیں مگر آپ جمعرات کے دن نکلتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٢٧٥٧ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں جمعرات کے دن سفر کرنے کا ذکر ہے۔

٢٩٥٠ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ کَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِیْهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عبدالرحمان بن کعب

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْخَمِيسِ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَّخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيسِ.

مالک از والد خود رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعرات کے دن غزوۂ تبوک کے لیے نکلے اور آپ یہ پسند کرتے تھے کہ جمعرات کے دن (سفر کے لیے) نکلیں۔

١٠٤- بَابُ الْخُرُوْجِ بَعْدَ الظُّهْرِ

ظہر کے بعد (سفر کے لیے) نکلنا

٢٩٥١ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِالْمَدِينَةِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَّالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُونَ بِهِمَا جَمِيعًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت نماز پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعت نماز پڑھی (یعنی قصر نماز) اور میں نے ان سے سنا کہ وہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ کر بلند آواز سے لبیک کہہ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٨٩ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کی نماز پڑھ کر حج قران کے سفر کے لیے روانہ ہوئے تھے۔

١٠٥- بَابُ الْخُرُوْجِ اٰخِرَ الشَّهْرِ

مہینہ کے آخر میں (سفر کے لیے) نکلنا

وَقَالَ كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ لِخَمْسٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ وَقَدِمَ مَكَّةَ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ.

اور کریب نے کہا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پچیس ذی القعدہ کو روانہ ہوئے اور چار ذی الحج کو مکہ میں آئے۔

اس تعلیق کے موافق سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ١٥٤٨ میں گزر چکی ہے۔

٢٩٥٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُولُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسِ لَيَالٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ وَلَا نَرٰى إِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْ مَّكَّةَ أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهُ هَدْيٌ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَنْ يَّحِلَّ قَالَتْ عَائِشَةُ فَدُخِلَ عَلَيْنَا يَوْمَ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ مَا هٰذَا فَقَالَ نَحَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَزْوَاجِهِ قَالَ يَحْيٰى فَذَكَرْتُ هٰذَا الْحَدِيثَ لِلْقَاسِمِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از یحییٰ بن سعید از عمرہ بنت عبدالرحمان کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ٢٥ ذی القعدہ کو روانہ ہوئے اور ہمارا مقصد صرف حج تھا' پس جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا: جس کے ساتھ ھدی (قربانی کا جانور) نہیں ہے جب وہ بیت اللہ کا طواف کر لے اور صفا مروہ کے درمیان سعی کر لے تو وہ احرام کھول دے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر قربانی کے دن ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا' میں نے پوچھا: یہ کیسا گوشت ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے قربانی کی ہے۔ یحییٰ نے کہا: میں نے اس حدیث کا قاسم

بْنِ مُحَمَّدٍ فَقَالَ اَتَتْكَ وَاللّٰهِ بِالْحَدِيْثِ عَلٰى وَجْهِهٖ.

بن محمد سے ذکر کیا' تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! عمرہ بنت عبدالرحمان نے یہ حدیث تم کو صحیح طریقے سے بیان کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پچیس ذی القعدہ کو یعنی مہینہ کے آخر میں حج کے سفر کے لیے روانہ ہوئے اور یہی باب کا عنوان تھا۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

زمانۂ جاہلیت کے افعال میں یہ مشہور تھا کہ مہینہ کے اوّل میں سفر کے لیے نکلنا چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ کے آخر میں حج کا سفر کر کے یہ بتایا کہ مہینہ کے آخر میں سفر کے لیے روانہ ہونا بھی جائز ہے' اور زمانۂ جاہلیت کے افعال کی طرف آپ نے کوئی توجہ نہیں کی۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۳۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

١٠٦- بَابُ الْخُرُوْجِ فِيْ رَمَضَانَ — رمضان میں (سفر کے لیے) نکلنا

امام بخاری نے اس باب کو لانے سے ان لوگوں پر ردّ کا اشارہ کیا ہے' جو کہتے ہیں کہ رمضان میں سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

۲۹۵۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ الْكَدِيْدَ اَفْطَرَ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ الزُّهْرِيُّ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّسَاقَ الْحَدِيْثَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے زہری نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں (سفر کے لیے) روانہ ہوئے' پس آپ نے روزہ رکھا' پس آپ نے مقامِ کدید پر پہنچ کر (وقت سے پہلے) روزہ کھول دیا۔ سفیان نے بیان کیا کہ زہری نے کہا: مجھے عبیداللہ نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور پوری حدیث بیان کی۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا قَوْلُ الزُّهْرِيِّ وَاِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْاٰخِرِ مِنْ فِعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: یہ زہری کا قول ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل پر عمل کیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں رمضان میں سفر کرنے کا ذکر ہے' ابن شہاب زہری کے نزدیک رمضان میں سفر کرنے کے بعد' وقت سے پہلے روزہ چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ امام بخاری نے زہری کے اس قول کا ردّ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل یہ ہے کہ آپ نے مقامِ کدید میں وقت سے پہلے روزہ چھوڑ دیا تھا' اور آپ کے آخری فعل پر عمل کیا جاتا ہے' لہٰذا جب سفر پُر مشقت ہو اور اس میں روزہ برقرار رکھنا مشکل ہو تو وقت سے پہلے روزہ کھولنا جائز ہے۔

١٠٧ - بَابُ التَّوْدِيْعِ — مقیم کا مسافر کو رخصت کرنا

اس باب کا عنوان ہے: ''التودیع'' اس کا معنی ہے: کسی کو رخصت کرنا' خواہ مقیم مسافر کو رخصت کرے یا مسافر مقیم کو رخصت

کرے اس باب کی حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں مسافر کا مقیم کو رخصت کرنا مراد ہے۔

٢٩٥٤ - وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْثٍ وَّقَالَ لَنَا اِنْ لَقِيْتُمْ فُلَانًا وَّ فُلَانًا لِرَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ سَمَّاهُمَا فَحَرِّقُوْهُمَا بِالنَّارِ قَالَ ثُمَّ اَتَيْنَاهُ نُوَدِّعُهُ حِيْنَ اَرَدْنَا الْخُرُوْجَ فَقَالَ اِنِّيْ كُنْتُ اَمَرْتُكُمْ اَنْ تُحَرِّقُوْا فُلَانًا وَّفُلَانًا بِالنَّارِ وَاِنَّ النَّارَ لَايُعَذِّبُ بِهَا اِلَّا اللّٰهُ فَاِنْ اَخَذْتُمُوْهُمَا فَاقْتُلُوْهُمَا.

[طرف الحدیث:٣٠١٦] (سنن ترمذی:١٥٧١ 'سنن ابوداؤد:٢٦٧٤)

اور ابن وہب نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از بکیر از سلیمان بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا اور ہم سے فرمایا کہ اگر تمہاری قریش کے فلاں اور فلاں مردوں سے ملاقات ہو آپ نے ان دونوں کا نام بھی لیا تھا' تو ان دونوں کو آگ میں جلا دینا۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا: پھر ہم آپ کے پاس آئے' اس وقت ہم آپ سے رخصت ہو رہے تھے' جب ہم نے روانہ ہونے کا ارادہ کیا' تب آپ نے فرمایا: بے شک میں نے تم کو یہ حکم دیا تھا کہ تم فلاں فلاں کو آگ میں جلا دینا اور بے شک اللہ کے سوا کوئی آگ کا عذاب نہیں دیتا' پس اگر تم ان کو پکڑ لو تو ان کو قتل کر دینا۔

جن دو آدمیوں کے جلانے کا آپ نے حکم دیا تھا' ان کی تعیین' جلانے کے حکم کی وجہ اور اس حکم کو منسوخ کرنے کی وجہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

قریش کے جن دو آدمیوں کا اس حدیث میں ذکر ہے' ان میں سے ایک هبار بن اسود تھا اور دوسرا اس کا ساتھی تھا' اس کے نام میں اختلاف ہے' امام ابن اسحاق نے کہا: اس کا نام نافع بن عبد قیس تھا' اور علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اس کا نام خالد بن عبد قیس تھا۔

اس کا قصہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابوالعاص بن الربیع کو صحابہ نے گرفتار کر لیا تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط پر اس کو چھوڑنے کا حکم دیا کہ وہ آپ کی صاحب زادی کو مدینہ بھیج دے' اس نے آپ کی صاحب زادی کو روانہ کر دیا تو ہبار بن اسود اور اس کے ساتھی نے ان کا پیچھا کیا' اس نے آپ کے اونٹ پر کوئی نوک دار چیز چبھوئی' جس سے وہ اونٹ اُچھلا اور آپ اونٹ سے گر گئیں اور بیمار ہو گئیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے ایک لشکر بھیجا اور حکم دیا کہ ان کو جلا دینا' پھر فرمایا: مجھے اللہ سے حیاء آتی ہے' اللہ کے عذاب سے کسی کو عذاب نہیں دینا چاہیے۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آگ کا عذاب نہیں دیتا' یہ حدیث بہ ظاہر خبر ہے اور حقیقت میں نہی ہے' یعنی آگ سے جلانے کی ممانعت ہے۔

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ آگ سے جلانے کی ممانعت تحریم کے لیے نہیں ہے بلکہ آپ کا یہ ارشاد بہ طور تواضع ہے اور اس پر دلیل کہ آگ سے جلانا حرام نہیں ہے' یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کے چرانے والوں اور ان کے محافظوں کے قتل کرنے والوں کی آنکھوں کو جلایا اور خارجیوں کو آگ میں جلایا' اور اکثر فقہاء مدینہ نے کہا ہے کہ کافروں کے قلعوں کو آگ میں کافروں سمیت جلانا جائز ہے اور ابن بریدہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی طرف ایک مرد کو بھیجا جس نے آپ پر جھوٹ باندھا تھا اور ایک عورت سے زنا کیا تھا' آپ نے حکم دیا کہ اگر تم اس کو زندہ پاؤ تو اس کو قتل کر دینا' اور اگر تم اس کو مردہ پاؤ تو آگ سے جلا دینا' اس مرد نے دیکھا کہ وہ شخص سانپ کے ڈسنے سے مر گیا تھا' پس انہوں نے اس کو آگ سے جلا دیا' اور حدیث میں ہے کہ کسی

نبی علیہ السلام کو چیونٹی نے کاٹا تو انہوں نے حکم دیا کہ چیونٹیوں کی پوری بستی کو آگ لگا دی جائے' پس چیونٹیوں کی پوری بستی جلا دی گئی' تو اللہ تعالیٰ نے اس نبی سے فرمایا کہ آپ نے صرف ایک چیونٹی کو کیوں نہیں جلایا' اور حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں چیونٹیوں کو جلانے کی اجازت ہے کیونکہ جب ایک کو جلانا جائز ہے تو باقی چیونٹیوں کو بھی جلانا جائز ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس کلام میں جلانے کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اونٹوں کے چرانے والوں کی آنکھوں کو جو جلایا گیا تھا' وہ یا تو قصاصاً تھا یا وہ جلانا منسوخ ہو چکا ہے' اور کافروں کو ان کے قلعوں میں جلانے کا جو قصہ ہے' یہ اس صوت میں ہے جب کافروں کے خلاف فتح حاصل کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہ ہو' اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب ان کے ساتھ قلعہ میں عورتیں اور بچے نہ ہوں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس باب کی حدیث صحیح ان تمام تاویلات کو رد کرتی ہے کیونکہ اس حدیث کا ظاہر ممانعت ہے اور اس سے مراد تحریم ہے اور یہ آپ کے پہلے حکم کے لیے ناسخ ہے' خواہ آپ کا بعد کا حکم وحی سے ہو یا آپ کے اجتہاد سے ہو۔ علامہ ابن العربی نے کہا: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی حکم کو اس پر عمل کرنے سے پہلے منسوخ کرنا جائز ہے۔ الحازمی نے کہا ہے کہ ایک جماعت کا یہ موقف ہے کہ حدود میں جلانے سے منع کیا جائے گا' اور انہوں نے کہا ہے کہ اس کو تلوار سے قتل کیا جائے گا' امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور دیگر اہل کوفہ کا یہی مذہب ہے اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جو مرتد ہو' اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مذہب کے موافق آگ سے جلانا جائز ہے' کیونکہ حضرت علی نے بعض مرتدین کو آگ میں زندہ جلا دیا تھا اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جو شخص کسی کو آگ سے جلائے گا' اسے قصاص میں آگ سے جلا دیا جائے گا' امام مالک' اہل مدینہ' امام شافعی اور ان کے اصحاب' امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کسی شہر کے اکابر کے لیے مسافر کو رخصت کرنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٠٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٠٨ - بَابُ السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِلْإِمَامِ — امام کے احکام سننا اور ان کی اطاعت کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ سربراہِ ملک کے احکام کو سننا اور ان کی اطاعت کرنا واجب ہے' جب تک کہ وہ کسی معصیت کا حکم نہ دے۔

٢٩٥٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ صَبَّاحٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ حَقٌّ مَّالَمْ يُؤْمَرْ بِالْمَعْصِيَةِ فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ. [طرف الحدیث: ٧١٤٤]

(صحیح مسلم: ١٨٣٩' الرقم المسلسل: ٤٦٥٦' سنن ترمذی: ١٧٠٧' سنن ابن ماجہ: ٢٨٦٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ح) اور مجھے محمد بن صباح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن زکریا نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا کہ امیر کے احکام کو سننا اور اطاعت کرنا واجب ہے' جب تک کہ گناہ کا حکم نہ دیا جائے' پس جب گناہ کا حکم دیا جائے تو نہ کوئی حکم سنا جائے گا اور نہ اس کی اطاعت کی جائے گی۔

معصیت میں حاکم کی اطاعت نہ کرنا اور ظالم حاکم کے خلاف بغاوت نہ کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے خوارج نے استدلال کیا ہے اور ان کا یہ نظریہ ہے کہ ظالم خلفاء اور حکام کے خلاف خروج کرنا جائز ہے اور جمہور امت کا یہ نظریہ ہے کہ ان کے خلاف خروج جائز نہیں ہے اور نہ ان کی بیعت کو توڑنا جائز ہے' سوائے اس صورت کے کہ وہ ایمان کے بعد کفر کا اظہار کریں اور نمازوں کو ترک کر دیں' رہا یہ کہ اگر وہ اس سے کم ظلم کریں تو ان کے خلاف خروج کرنا جائز نہیں ہے جب کہ ان کی حکومت مستحکم ہو اور لوگ ان کا ساتھ دے رہے ہوں' کیونکہ ان کے خلاف خروج کو ترک کرنے سے عورتوں کی عصمت کی حفاظت ہوتی ہے' اور لوگوں کی جان و مال کی حفاظت ہوتی ہے اور ان کے خلاف خروج کرنے سے ملک میں انتشار ہوگا اور امت کی وحدت پارہ پارہ ہو جائے گی' نیز کسی ظالم کی موافقت میں قتال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب وہ کسی معصیت کا حکم دیں تو نہ ان کا حکم سننا اور نہ ان کی اطاعت کرنا۔ اور اسی طرح دوسری حدیث میں ہے:

خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بہترین سربراہ وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں' اور تمہارے بدترین سربراہ وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کیا ایسی صورت میں ہم ان کی بیعت توڑ نہ دیں' تو آپ نے فرمایا: نہیں! جب تک کہ وہ تم میں نماز کو قائم کرتے رہیں' پس جس شخص کا سربراہ کوئی گناہ کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ اللہ کی معصیت کو برا جانے اور اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے یعنی اس کے خلاف خروج نہ کرے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب تمہارے ایسے حکمران ہوں گے جو فساد کریں گے' اور اللہ جو ان کی وجہ سے اصلاح کرے گا وہ اس فساد سے زیادہ ہوگی' پس ان حکمرانوں میں سے جو شخص اللہ کی اطاعت کے ساتھ عمل کرے' اس کے لیے اجر ہوگا اور تم پر شکر لازم ہوگا اور ان حکمرانوں میں سے جو شخص اللہ کی معصیت کے ساتھ عمل کرے تو اس پر گناہ ہو گا اور تم پر صبر لازم ہوگا۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۴۲۔۱۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کی تائید میں مصنف کی پیش کردہ احادیث

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے جو احادیث ذکر کی ہیں' انہوں نے اگرچہ ان احادیث کا حوالہ نہیں دیا مگر وہ سب مستند احادیث ہیں' ہم ان کی تائید اور تقویت کے لیے حوالہ جات کے ساتھ احادیث ذکر کر رہے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان شخص پر حاکم کی بات سننا اور اس پر عمل کرنا لازم ہے خواہ اس کی بات اس کو پسند ہو یا ناپسند' البتہ معصیت کا حکم مستثنیٰ ہے' اگر اس کو معصیت کا حکم دیا جائے تو اس میں نہ سماع ہے نہ بلاغت۔ (صحیح مسلم: ۱۸۳۹' سنن ترمذی: ۱۷۰۷' سنن ابن ماجہ: ۱۸۶۴)

حضرت عبادۃ بن الصامت اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشکل اور آسانی میں اور خوشی اور ناخوشی میں اور خود پر ترجیح دیے جانے کی صورت میں سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت لی اور اس پر بیعت لی کہ ہم کسی شخص سے اس کے اقتدار کے خلاف جنگ نہیں کریں گے اور ہم جہاں کہیں بھی ہوں حق کے سوا کچھ نہیں کہیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ (صحیح البخاری: ۷۱۹۹' صحیح مسلم: ۱۷۰۹' سنن ابن ماجہ: ۲۸۶۶)

جنادہ بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' اس وقت وہ بیمار تھے' ہم نے کہا: اللہ تعالیٰ

آپ کو صحت عطا فرمائے ہم کو ایسی حدیث سنایئے جس کو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو اور وہ ہم کو نفع دے۔ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو بلایا' ہم نے آپ سے بیعت کی' آپ نے ہم سے جن چیزوں پر بیعت لی تھی' وہ یہ تھیں کہ ہم خوشی اور ناخوشی میں' اور مشکل اور آسانی میں اور ہم پر ترجیح دیئے جانے کی صورت میں بھی سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کریں اور جو شخص صاحبِ اقتدار ہو اس کے خلاف جنگ نہ کریں' ہاں! اگر تم کو اس میں کھلم کھلا کفر نظر آئے' جس کے کفر ہونے پر تمہارے پاس قرآن اور سنت سے واضح دلیل ہو تو یہ صورت الگ ہے۔ (صحیح البخاری: ٧٠٥٥' صحیح مسلم: ١٨٤٠' الرقم المسلسل: ٤٦٦٤)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص (حاکم کی) اطاعت سے نکل جائے اور (مسلمانوں کی) جماعت کو چھوڑ دے تو وہ جاہلیت کی موت مرا اور جو شخص اندھی تقلید میں کسی کے جھنڈے تلے جنگ کرے یا کسی کی عصبیت کی بناء پر غضب ناک ہو یا عصبیت کی دعوت دے یا عصبیت کی خاطر جنگ کرے اور مارا جائے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا اور جس شخص نے میری امت پر خروج کیا اور اچھوں اور بُروں سب کو قتل کیا' کسی مؤمن کا لحاظ کیا نہ کسی سے کیا ہوا عہد پورا کیا' وہ میرے دین پر نہیں ہے اور نہ میرا اس سے کوئی تعلق ہے۔ (صحیح مسلم: ١٨٤٨' سنن ابن ماجہ: ٣٩٤٨)

١٠٩ - بَابُ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَاءِ الْاِمَامِ وَيُتَّقٰى بِهٖ
امام کے پیچھے جنگ کی جائے اور اس کے سبب سے بچاؤ کیا جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ امام ڈھال ہے' اس کے پیچھے قتال کیا جائے' اس سے مراد یہ ہے کہ امام کی مدافعت میں قتال کیا جائے خواہ امام پیچھے ہو یا آگے ہو اور ''وراء'' کا لفظ دونوں معنی کے لیے آتا ہے۔

٢٩٥٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ اَنَّ الْاَعْرَجَ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی کہ بے شک اعرج نے ان سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم (دنیا میں) آخر ہیں اور (آخرت میں) سابق ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٨ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں کیوں ذکر کیا ہے' یہ مجھ پر منکشف نہیں ہو سکا' تاہم حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام بخاری کی عادت ہے کہ اس سند کے ساتھ پہلے اس حدیث کی روایت کرتے ہیں' بعد میں دوسری احادیث کی روایت کرتے ہیں اور علامہ ابن المنیر نے تکلف کے ساتھ اس حدیث کی مناسبت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہم ایسے آخر ہیں جو سابق ہیں' اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ ہی امام ہیں اور ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ آپ کی طرف سے قتال کرے اور آپ کی نصرت کرے' اس لیے کہ آپ اگرچہ زمانہ کے لحاظ سے مؤخر ہیں لیکن آپ اس اعتبار سے مقدم ہیں کہ آپ سے پہلے ہر نبی نے یہ عہد کیا تھا کہ اگر اس نے آپ کا زمانہ پالیا تو وہ آپ پر ایمان لائے گا اور آپ کی نصرت کرے گا۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٣١٨' دارالمعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس توجیہ میں تکلف کی وجہ بیان نہیں کی اور مجھ پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس توجیہ کا تکلف اور ضعف منکشف ہوا ہے' وہ یہ ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: امام کے پیچھے قتال کیا جائے۔ اس عبارت میں امام سے

مراد یہ ہے کہ جو کسی زمانہ میں بھی ملک کا سربراہ ہو اس سے خصوصاً نبی ﷺ کی ذاتِ گرامی مراد نہیں ہے جیسا کہ اس باب کی دوسری حدیث سے صراحتاً ظاہر ہو رہا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اس باب کے تحت اس حدیث کو ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

٢٩٥٧ - وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ يَّعْصِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ وَاِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ يُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ وَيُتَّقٰى بِهٖ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَعَدَلَ فَاِنَّ لَهٗ بِذٰلِكَ اَجْرًا وَّاِنْ قَالَ بِغَيْرِهٖ فَاِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ. [طرف الحدیث:٧١٣٧]

اور اسی سند کے ساتھ (یہ حدیث ہے کہ) جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر (سربراہِ ملک) کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور امام صرف ڈھال ہے اس کے پیچھے قتال کیا جائے اور اس کے سبب سے بچاؤ کیا جائے اگر وہ اللہ سے ڈرنے کا حکم دے اور عدل کرے تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور اگر وہ اس کے خلاف کرے تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔

(صحیح مسلم:١٨٣٥ الرقم المسلسل:٤٦٤٠ سنن نسائی:٨٧٢٨ سنن ابن ماجہ:٢٨٥٩ مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٢١٢ شرح السنۃ:٢٤٥٠ مسند احمد ج ٢ ص ٢٥٣ طبع قدیم مسند احمد:٧٤٣٤- ج ١٢ ص ٤٠٥ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

سربراہِ ملک عادل ہو یا ظالم اس کے خلاف بغاوت کرنے کا عدمِ جواز اور جنگ میں امامِ عادل کا ساتھ نہ دینے کا جواز

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ٤٣٥ھ نے کہا ہے کہ" من وراء الامام" کا معنی ہے کہ امام کے آگے قتال کیا جائے جیسا کہ قرآن مجید میں" وراء" کا لفظ اس معنی میں وارد ہوا ہے:

وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ. (الکہف:٧٩) اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے: اس کے سبب سے بچاؤ کیا جائے۔ یعنی اس کی رائے پر عمل کیا جائے اور اس کی وجہ سے دین میں خطاء سے بچا جائے اور شبہات پر عمل کرنے سے اجتناب کیا جائے اور امام لوگوں کے درمیان ڈھال ہے کیونکہ امام کے سبب سے اللہ تعالیٰ کمزور لوگوں سے شر اور فساد کو دور کرتا ہے اور ان کی حفاظت کرتا ہے سو امام ان کے لیے اور تمام مسلمان کی حرمات کے لیے ستر اور پردہ ہے۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں جو امام کے آگے قتال کرنے کا حکم دیا ہے تو اس امام سے مراد امامِ عادل ہے سو جو شخص امامِ عادل (نیک سربراہِ ملک) کے خلاف خروج (بغاوت) کرے تو تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ امام کی حمایت میں قتال کریں سوا اس صورت کے کہ امام خود اپنی خلافت کی بقاء کے لیے باغیوں سے قتال کرنا نہ چاہے جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اور اگر باغی لوگ امام کو قتل کر دیں تو ان باغیوں سے امام کا قصاص لینا واجب ہوگا۔

اور اگر امام (سربراہِ ملک) غیر عادل ہو یعنی فاسق ہو تب بھی علماء اہل سنت کے نزدیک یہ واجب ہے کہ اس کے خلاف بغاوت نہ کی جائے اس کے ساتھ حدود قائم کی جائیں اس کی اقتداء میں نمازیں پڑھی جائیں حج اور جہاد کیا جائے اور اس کو زکوٰۃ ادا کی جائے اور جو لوگ کسی تاویل سے اس کے خلاف جہاد کریں تو وہ اپنی بغاوت میں فاسق اور ظالم ہوں گے کیونکہ ان کی بغاوت کی وجہ سے

مسلمانوں میں تفرقہ ہوگا اور خون ریزی ہوگی اور اگر امام ان باغیوں سے قتال کرے تو مسلمان اس کی حمایت میں قتال نہ کریں اور تحقیق یہ ہے کہ بہت سے صحابہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں قتال کو ترک کر دیا حالانکہ دین اور عقل میں ان کا مقام کسی سے مخفی نہیں ہے اور ان صحابہ نے قتال کو فتنہ قرار دیا اور ہر فریق یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا مدمقابل باغی گروہ ہے اور اہل علم کے نزدیک یہی تعصب کا معیار ہے' اور جس شخص نے حضرت علی کی حمایت میں قتال نہیں کیا' وہ اس پر ناراض نہیں ہوئے اور انہوں نے ان لوگوں کو گناہ گار نہیں قرار دیا' حالانکہ حضرت علی نے ان کو اپنی حمایت میں قتال کرنے کی دعوت دی تھی' لیکن انہوں نے ان کی حمایت میں قتال کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت علی نے ان کو معذور قرار دیا۔ اسی طرح نیک سربراہِ ملک پر واجب ہے کہ وہ شوریٰ سے مشورہ کرے اور ان کی رائے پر عمل کرے اور ہم ''کتاب الفتن'' میں اس مسئلہ کی زیادہ وضاحت کریں گے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۴۵۔ ۱۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو جنگ ہوئی' اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ برحق تھے

میں کہتا ہوں کہ یہ درست ہے کہ بعض صحابہ نے اس جنگ میں حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما میں سے کسی کا ساتھ نہیں دیا' لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ہے کہ حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کی حیثیت برابر تھی کیونکہ جمہور مسلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس مناقشہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے صائب تھی اور وہ خلیفہ برحق تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اجتہادی خطاء لاحق ہوئی تھی' لیکن وہ اس میں اپنے اجتہاد کی وجہ سے معذور ہیں' علامہ مہلب نے جو یہ لکھا ہے کہ دونوں فریقوں میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ تھا کہ اس کا مخالف باغی ہے' اور اہل علم کے نزدیک یہی عصبیت میں ہوتا ہے۔ علامہ مہلب کے اس قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کی حیثیت برابر تھی' جب کہ یہ صحیح نہیں ہے' اس لیے ہم نے ضروری سمجھا کہ ہم علامہ المہلب کی اس غلطی سے قارئین کو آگاہ کریں۔

امیر کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دینے کی توجیہ اور امام کو ڈھال قرار دینے کا معنی

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی' اس کی وجہ یہ ہے کہ قریش اور اس زمانے کے دیگر اہل عرب امارت (امیر مقرر کرنے) کو نہیں پہچانتے تھے' وہ صرف اپنے قبیلوں کے رئیسوں کی پیروی کرتے تھے اور جب ان پر امراء کو حاکم بنا دیا گیا' تو یہ ان کو ناگوار ہوا اور ان میں سے بعض لوگ امراء کے احکام کی پیروی کرنے سے منحرف ہوئے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس ارشاد سے ان کو یہ تعلیم دی کہ امراء کی اطاعت آپ کی اطاعت کے ساتھ مربوط ہے تاکہ ان کے اوپر امراء کی اطاعت دشوار نہ ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ امام ڈھال ہے' اس میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تائید ہے کہ جس نے امراء کے کسی حکم کی اطاعت کی' پھر اس پر یہ منکشف ہوا کہ امیر کا یہ حکم غلط تھا تو وہ اس کے حکم پر عمل کرنے میں معذور ہے اور اس غلط حکم کی ذمہ داری حکم دینے والے پر ہے۔ (اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی الشافعی المتوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: امام ڈھال ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ امام مسلمانوں کو دشمن کے حملہ سے پہنچنے والی ایذاء سے بچاتا ہے اور بعض مسلمانوں کو بعض دوسرے مسلمانوں کی ایذاء سے بچاتا ہے اور اس حدیث میں امام سے مراد ہر وہ شخص ہے جو لوگوں کے معاملات کا منتظم ہو اور ان پر حاکم ہو۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۱۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ امام ڈھال ہے اور اس کے آگے قتال کیا جائے' اس کا معنی یہ ہے کہ امام کے ساتھ کفار سے اور باغیوں سے اور تمام دہشت گردوں سے قتال کیا جائے' اگر امام کے آگے ان سے قتال نہ کیا جائے تو لوگوں کو قتل کیا جائے گا اور طاقتور ضعیف کا مال کھا جائے گا اور حدود و فرائض کو ضائع کیا جائے گا اور اہل حرب مسلمانوں پر حملہ کرنے لگیں گے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ص ٣٠٩' مکتبہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١١٠ - بَابُ الْبَيْعَةِ فِي الْحَرْبِ اَنْ لَّا يَفِرُّوْا وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَلَى الْمَوْتِ

جنگ میں اس پر بیعت کرنی کہ وہ امیر کا ساتھ چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے' اور بعض لوگوں نے کہا ہے: موت پر بیعت کرنا

مراد یہ ہے کہ جنگ میں موت پر بیعت کرنا۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ اور اس پر مصنف کا محاکمہ

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: امام بخاری نے اس طرح اشارہ کیا ہے کہ ان دونوں روایتوں میں منافات نہیں ہے کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ یہ دو باتیں الگ الگ مقام پر کہی گئی ہوں یا ان میں سے ایک بات دوسری کو مستلزم ہو۔

(فتح الباری ج ٤ص ٣١٩' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی' حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس شرح پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں کسی وجہ سے منافات نہیں ہے' کیونکہ موت پر بیعت کرنے کا معنی ہی یہ ہے کہ وہ بھاگیں گے نہیں خواہ مر جائیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ص ٣١٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں: علامہ عینی نے حافظ عسقلانی پر جو رد کیا ہے' اس کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ حافظ ابن حجر نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان میں سے ایک بات دوسری کو مستلزم ہے یعنی موت پر بیعت کرنا' اس کو مستلزم ہے کہ وہ بھاگیں گے نہیں خواہ وہ مر جائیں' اور یہ بات علامہ عینی نے بھی لکھی ہے۔

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح:١٨).

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: البتہ تحقیق یہ ہے کہ اللہ مؤمنین سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ (الفتح:١٨)

٢٩٥٨ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَجَعْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَمَا اجْتَمَعَ مِنَّا اثْنَانِ عَلَى الشَّجَرَةِ الَّتِيْ بَايَعْنَا تَحْتَهَا كَانَتْ رَحْمَةً مِّنَ اللّٰهِ فَسَاَلْتُ نَافِعًا عَلٰى اَيِّ شَيْءٍ بَايَعَهُمْ عَلَى الْمَوْتِ قَالَ لَا بَلْ بَايَعَهُمْ عَلَى الصَّبْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: (صلح حدیبیہ کے بعد) ہم اگلے سال لوٹے تو ہم میں سے کوئی دو شخص اس درخت پر جمع نہیں ہوئے جس کے نیچے ہم نے بیعت کی تھی' یہ اللہ کی طرف سے رحمت تھی' (جویریہ نے کہا:) میں نے نافع

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں) سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے کس چیز پر بیعت لی تھی' کیا موت پر بیعت لی تھی؟ نافع نے کہا:نہیں! بلکہ صبر پر بیعت لی تھی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ سے ماخوذ ہے: بلکہ آپ نے ان سے صبر پر بیعت لی تھی۔ کیونکہ صبر پر بیعت کرنا اس کو مستلزم ہے کہ جنگ میں بھاگا نہ جائے اور یہ حدیث امام بخاری کی منفرد روایات میں سے ہے' یعنی وہ اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں۔

٢٩٥٩ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ زَمَنَ الْحَرَّةِ اَتَاهُ اٰتٍ فَقَالَ لَهٗ إِنَّ ابْنَ حَنْظَلَةَ يُبَايِعُ النَّاسَ عَلَى الْمَوْتِ فَقَالَ لَا اُبَايِعُ عَلٰى هٰذَا اَحَدًا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں:ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از عباد بن تمیم از حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب حرہ کا زمانہ تھا تو ان کے پاس کوئی آنے والا آیا' پس ان سے کہا کہ بے شک ابن حنظلہ لوگوں سے موت پر بیعت لے رہا ہے' تو انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے بعد میں کسی سے موت پر بیعت نہیں کروں گا۔

[طرف الحدیث:٤١٦٧][صحیح مسلم:١٨٦١' الرقم المسلسل:٤٧١٧]

واقعہ حرّہ کی تاریخ اور اس کی تفصیل اور ابن حنظلہ کا تعارف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی الشافعی المتوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

واقعہ حرہ' مدینہ میں یزید بن معاویہ کے دورِ حکومت میں ٦٣ (تریسٹھ) ہجری میں ہوا تھا' اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے جو حضرت حنظلہ بن ابی عامر کے بیٹے تھے اور حضرت حنظلہ کا لقب غسیلِ ملائکہ ہے' اس لقب کا سبب یہ ہے کہ وہ جنگِ اُحد میں جنابت کی حالت میں شہید ہو گئے تھے تو ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا اور اس رات ان کی زوجہ حاملہ ہو گئی تھیں' اور اس سے ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن حنظلہ پیدا ہوئے اور انہیں نبی ﷺ کی متعدد روایات یاد ہیں۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٣١٩' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی المتوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

الواقدی اور ابوعبید نے لکھا ہے کہ حرہ اور اقم اور اطم مدینہ کی دو شرقی جانبوں میں ہیں اور حرہ' اصل میں اس زمین کو کہتے ہیں جو سیاہ پتھروں والی ہو' اور عرب کے ملکوں میں بہت حرار ہیں' (حرار: حرہ کی جمع ہے) مشہور یہ ہے کہ تیئس حرہ ہیں' یہ یعقوب حموی کا قول ہے۔

واقعہ حرہ کا سبب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ اور دوسرے اہلِ مدینہ یزید کے پاس ایک وفد میں گئے تو انہوں نے وہاں پر کئی غیر شرعی چیزیں دیکھیں تو انہوں نے یزید کی بیعت توڑ دی' اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے بیعت کر لی' یزید نے اہلِ مدینہ کی طرف مسلم بن عقبہ کو بھیجا جس کو مُسرف بن عقبہ کہا جاتا تھا' اس نے اہلِ مدینہ کے ساتھ سخت ظلم کیا اور سترہ سو مرد قتل کر دیئے' اور عورتوں اور بچوں کے سوا ان کی تعداد دس ہزار تک پہنچتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣١٢' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٩٦٠ - حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں:ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث

يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عَدَلْتُ إِلٰى ظِلِّ الشَّجَرَةِ فَلَمَّا خَفَّ النَّاسُ قَالَ يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ أَلَا تُبَايِعُ قَالَ قُلْتُ قَدْ بَايَعْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَأَيْضًا فَبَايَعْتُهُ الثَّانِيَةَ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَا مُسْلِمٍ عَلٰى أَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تُبَايِعُوْنَ يَوْمَئِذٍ قَالَ عَلَى الْمَوْتِ.

[اطراف الحدیث:۴۱۶۹-۷۲۰۶-۷۲۰۸]

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از سلمہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی' پھر میں آپ سے مڑ کر درخت کے سائے کی طرف چلا گیا' پھر جب لوگ کم ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے ابن الاکوع! کیا تم بیعت نہیں کرو گے؟ وہ کہتے ہیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! میں بیعت کر چکا ہوں' آپ نے فرمایا: اور بھی! پس میں نے دوبارہ بیعت کی۔ (یزید بن ابی عبید کہتے ہیں:) میں نے کہا: اے ابومسلم! اس دن آپ کس چیز پر بیعت کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: موت پر۔

(اس حدیث کی تخریج وہی ہے جو ہم نے صحیح البخاری: ۲۹۵۹ میں بیان کی تھی' یہ حدیث امام بخاری کی ثلاثیات میں سے ہے)

ابن الاکوع کے دوبارہ بیعت کرنے کی توجیہ اور موت پر بیعت کرنے کی حدیثوں میں تعارض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی المتوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن الاکوع رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم بیعت نہیں کرو گے حالانکہ لوگوں کے ساتھ آپ ان سے بیعت لے چکے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے ان کی بیعت کی تاکید کا ارادہ کیا کیونکہ وہ بہت بہادر تھے اور جہاد میں ثابت قدم رہنے میں مشہور تھے۔

اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ امام ترمذی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے الفتح: ۱۸ کی تفسیر میں یہ حدیث روایت کی ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہم نہیں بھاگیں گے اور موت پر بیعت نہیں کی' اور عنقریب حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت آئے گی کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہم آپ کے احکام سنیں گے اور ان کی اطاعت کریں گے اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بیعتِ رضوان کے موقع پر یہ دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے بیعت لے رہے تھے اور میں درختوں کی شاخوں میں سے کوئی شاخ آپ کے سر سے ہٹا رہا تھا اور اس وقت ہماری تعداد ۱۴۰۰ (چودہ سو) تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۱۳' مکتبہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے اس اعتراض کا جواب نہیں لکھا' لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں تعارض نہیں ہے' کیونکہ آپ نے متعدد مواقع پر صحابہ سے بیعت لی تھی' کہیں کسی حدیث میں موت پر بیعت لینے کا ذکر ہے اور کہیں نہیں ہے' جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھا ہے۔

۲۹۶۱ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ تَقُوْلُ

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا حَيِيْنَا أَبَدًا

فَأَجَابَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار خندق کے دن یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

ہم وہ ہیں جنہوں نے (سیدنا) محمد سے بیعت کی ہے
جہاد پر جب تک ہم زندہ رہیں

فَاَکْرِمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةِ

نبی ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا:
اے اللہ! زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے
پس تو انصار اور مہاجرین کو عزت دے

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں انصار کے قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے جہاد پر تاحیات بیعت کی ہے۔

۲۹۶۳'۲۹۶۲ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فُضَیْلٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنْ مُجَاشِعٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَخِیْ فَقُلْتُ بَایِعْنَا عَلَی الْهِجْرَةِ فَقَالَ مَضَتِ الْهِجْرَةُ لِاَهْلِهَا فَقُلْتُ عَلَامَ تُبَایِعُنَا قَالَ عَلَی الْاِسْلَامِ وَالْجِهَادِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے محمد بن فضیل سے سنا از عاصم از ابی عثمان از حضرت مجاشع رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں اور میرا بھائی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' میں نے عرض کیا: آپ ہمیں ہجرت پر بیعت کر لیں' تو آپ نے فرمایا: ہجرت ان کے اہل کے لیے گزر چکی ہے' میں نے پوچھا: پھر آپ ہمیں کس چیز پر بیعت کریں گے؟ آپ نے فرمایا: اسلام اور جہاد پر۔

[اطراف الحدیث (۲۹۶۲): ۳۰۷۸-۴۳۰۵-۴۳۰۷][اطراف الحدیث (۲۹۶۳): ۳۰۷۹-۴۳۰۶-۴۳۰۸][صحیح مسلم: ۱۸۶۳' الرقم المسلسل: ۴۷۱۹]

حضرت مجاشع اور ان کے بھائی کا تذکرہ اور ان کو ہجرت پر بیعت نہ کرنے کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجاشع رضی اللہ کا پورا نام مجاشع بن مسعود السلمی ہے اور ان کے بھائی کا نام مجالد بن مسعود السلمی ہے۔ ابوعمر نے کہا: مجھے ان کے صحابی ہونے کا علم نہیں ہے اور نہ ان کی کسی روایت کا علم ہے' ان کے بھائی حضرت مجاشع فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے' امام ابن ابی حاتم نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ مجالد جنگ جمل میں شہید ہو گئے تھے اور حضرت مجاشع رضی اللہ بھی جنگ جمل میں شہید ہو گئے تھے۔

فتح مکہ تک اہل مکہ پر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا فرض تھی' اس کے بعد اس ہجرت کی فرضیت زائل ہو گئی اور حضرت مجاشع چونکہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے' اس لیے نبی ﷺ نے ہجرت پر ان کو بیعت نہیں کیا بلکہ ان کو اسلام اور جہاد پر بیعت کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۱۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام طحاوی نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ اپنے بھائی کو نبی ﷺ کے پاس لے کر گئے تا کہ آپ ان کو ہجرت پر بیعت کر لیں' تو آپ نے فرمایا: نہیں! ان کی اسلام پر بیعت کی جائے گی کیونکہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے اور ان کے بھائی تابعین میں سے ہو گئے۔ (تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار: ۲۱۷۳- ج ۶ ص ۶۱۱' دار بلنسیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۰ھ)

حدیث مذکور کی تخریج شیخ البانی سے اور مصنف کا اس پر اضافہ اور شیخ البانی کی غلطی

شیخ محمد ناصر الدین البانی' اس حدیث کی تخریج میں لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے مشکل الآثار (ج ۳ ص ۲۵۲) میں اور حاکم نے المستدرک (ج ۳ ص ۶۱۶) میں دو سندوں کے ساتھ یہ روایت ذکر

کی ہے کہ حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں فتح مکہ کے بعد اپنے بھائی مجالد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر گیا' تاکہ آپ اس کو ہجرت پر بیعت کرلیں تو آپ نے فرمایا: میں اس کو اسلام' ایمان اور جہاد پر بیعت کروں گا۔

پھر شیخ البانی نے اس حدیث کی تخریج میں صحیح البخاری: ۴۳۰۵' صحیح ابوعوانہ ج ۴ ص ۴۹۹' اور مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۹ کا ذکر کیا۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۶۶۲' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۱۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ شیخ البانی نے اس حدیث کی مکمل تخریج نہیں کی' اس کی مکمل تخریج حسب ذیل ہے:

مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۹' صحیح البخاری: ۴۳۰۶-۴۳۰۵-۲۹۶۳-۲۹۶۲' المعجم الکبیر: ۷۶۶- ج ۲۰' مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۸' صحیح مسلم: ۱۸۶۳' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۶۔

شیخ البانی نے صحیح ابن حبان: ۱۵۷۷ میں بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے' مگر اس نمبر میں یہ حدیث نہیں ہے۔

۱۱۱ - بَابُ عَزْمِ الْإِمَامِ عَلَى النَّاسِ فِيمَا يُطِيقُونَ

امام لوگوں کو ان کی طاقت کے مطابق حکم دینے کا عزم کرے

اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ لشکر کے امیر کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کو ایسے کاموں کا حکم دے جن کو وہ کرسکیں' اس عنوان میں عزم کا لفظ مذکور ہے' عزم کا معنی ہے: کسی کام کو کرنے کی پختہ نیت جس میں کوئی تذبذب اور تردّد نہ ہو۔

۲۹٦٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِي وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَقَدْ اَتَانِي الْيَوْمَ رَجُلٌ فَسَاَلَنِي عَنْ اَمْرٍ مَادَرَيْتُ مَااَرُدُّ عَلَيْهِ فَقَالَ اَرَاَيْتَ رَجُلًا مُؤْدِيًا نَشِيْطًا يَخْرُجُ مَعَ اُمَرَائِنَا فِي الْمَغَازِيْ فَيَعْزِمُ عَلَيْنَا فِيْ اَشْيَاءَ لَا نُحْصِيْهَا. فَقُلْتُ لَهُ وَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ مَااَقُوْلُ لَكَ اِلَّا اَنَّا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَسٰى اَنْ لَّا يَعْزِمَ عَلَيْنَا فِيْ اَمْرٍ اِلَّا مَرَّةً حَتّٰى نَفْعَلَهُ وَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَنْ يَّزَالَ بِخَيْرٍ مَا اتَّقَى اللّٰهَ وَاِذَا شَكَّ فِيْ نَفْسِهِ شَيْءٌ سَاَلَ رَجُلًا فَشَفَاهُ مِنْهُ وَاَوْشَكَ اَنْ لَّا تَجِدُوْهُ وَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ مَا اَذْكُرُ مَا غَبَرَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا كَالثَّغْبِ شُرِبَ صَفْوُهُ وَبَقِيَ كَدَرُهُ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابووائل' انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ تحقیق یہ ہے کہ آج میرے پاس ایک شخص آیا' اس نے مجھ سے ایسی چیز کے متعلق سوال کیا کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں اس کو کیا جواب دوں' اس شخص نے پوچھا تھا: یہ بتایئے کہ ایک شخص مسلح ہو اور خوش ہو اور وہ ہمارے امیروں کے ساتھ جہاد میں جائے اور وہ امیر ہم کو ایسے کاموں کا حکم دے جن کی ہم طاقت نہیں رکھتے؟ پس میں نے اس سے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں تمہیں کیا جواب دوں' مگر بات یہ ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے' تو آپ ہم کو کسی کام کے کرنے کا صرف ایک بار حکم دیتے تھے اور ہم اس حکم کو بجالاتے تھے' اور تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک خیریت سے رہے گا جب تک اللہ سے ڈرتا رہے گا اور جب تم میں کسی شخص کو کسی کام میں شک ہو تو وہ ایسے شخص سے سوال کرے جو اس کو شافی جواب دے سکے' اور ہوسکتا ہے کہ تم ایسے شخص کو نہ پاؤ اور اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! اب جتنی دنیا باقی رہ گئی ہے' اس کے متعلق مجھے یہی معلوم ہے کہ وہ تالاب کی طرح ہے

جس کا صاف اور شفاف پانی تو پیا جا چکا ہے اور صرف گدلا پانی اور
تلچھٹ باقی رہ گیا ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی اور امیرِ لشکر کو یہ تلقین کہ مسلمانوں کو آسان اور قابل عمل حکم دے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ''لا نحصیھا'' اس کا معنی ہے: (جن کی) ہم طاقت نہیں رکھتے۔قرآن مجید میں ہے: ''عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ'' (المزمل:۲۰) اللہ کو معلوم ہے کہ تم اس کی ہرگز طاقت نہیں رکھو گے۔

اور اس میں ''مؤدیًا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مکمل ہتھیاروں کے ساتھ مسلح۔

''ثَغب'' ایسا تالاب جس کا پانی ٹھنڈا ہو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ جو حضرت عثمان رضی اللہ کی شہادت سے پہلے فوت ہو چکے تھے' وہ یہ فرماتے ہیں کہ اب لوگ گدلے اور تلچھٹ پانی کی طرح باقی رہ گئے ہیں یعنی نیک اور اچھے لوگ دنیا سے جا چکے ہیں تو حضرت عثمان کی شہادت کے بعد اور اس کے بعد کے لوگ کیسے ہوں گے!

حضرت ابن مسعود رضی اللہ نے اس شخص کے مخصوص سوال کا جواب نہیں دیا' بلکہ پہلے یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جس کام کا حکم دیتے تھے' ہم اس کو بجالاتے تھے یعنی آپ ہمیں کسی ایسے مشکل کام کا حکم نہیں دیتے تھے جس کو ہم نہ کر سکیں' سو اسی طرح لشکر کے امیر کو بھی ایسے کام کا حکم دینا چاہیے جس کو لوگ آسانی سے کر سکیں اور کسی مشکل کام کا حکم نہیں دینا چاہیے' پھر بتایا: جب تم کو کسی مسئلہ میں تردد ہو تو کسی ایسے عالم سے سوال کرو جو تم کو شافی جواب دے سکے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۲۱-۳۲۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

تقلید شخصی پر دلائل اور غیر مقلد عالم شیخ میواتی کے اکاذیب

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن مسعود کے اس جواب میں تقلید شخصی کا ثبوت ہے' حضرت ابن مسعود نے یہ نہیں فرمایا کہ تم اس صورت میں قرآن اور حدیث کی طرف رجوع کرو کیونکہ عام آدمی از خود قرآن اور حدیث سے پیش آمدہ مسئلہ کا حل نہیں نکال سکتا' اس لیے فرمایا: تم ایسے عالم سے سوال کرو جو تم کو شافی جواب دے سکے۔

شیخ داؤد راز نے اس حدیث کی شرح میں بالکل اس کے برعکس لکھا ہے' وہ لکھتے ہیں:

اس سے تقلید شخصی کا بھی رد ہوا' یہ غلط ہے کہ عام آدمی ایک عالم ہی کے ساتھ چمٹ جائے بلکہ جو بھی عالم اس کو اچھا نظر آئے اس سے مسئلہ پوچھ لے' یہ حکم بھی ان عالموں کے لیے ہے جو زندہ موجود ہیں' پھر جن کو دنیا سے گئے ہوئے صدیاں بیت چکی ہیں' ان ہی کی تقلید کیے جانا بلکہ ان کے نام پر ایک مستقل شریعت گھڑ لینا' یہ وہ مرض ہے جس میں عام مقلدین گرفتار ہیں۔ جنہوں نے دینِ حق کو چار ٹکڑوں میں تقسیم کر کے وحدتِ ملی کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ صد افسوس! کہ امت میں پہلا مہلک فساد اسی تقلید شخصی سے شروع ہوا۔

دین حق را چار مذہب ساختند رخنہ در دین نبی انداختند

(صحیح بخاری مع ترجمہ وتشریح از محمد داؤد راز میواتی ج ۴ ص ۵۷ ' ۳' مکتبہ قدوسیہ' لاہور)

میں کہتا ہوں: غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز نے لکھا ہے کہ ایک ہی عالم کے ساتھ چمٹ جانا غلط ہے' حالانکہ جس حدیث کی وہ شرح کر رہے ہیں' اس میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ عام آدمی ایک ہی عالم کے ساتھ وابستہ نہ رہے' یہ ان کا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ پر افتراء ہے' اسی طرح انہوں نے یہ بھی افتراء کیا ہے کہ مقلدین ایک عالم کے نام پر مستقل شریعت گھڑ لیتے ہیں' اسی طرح انہوں نے بلا دلیل لکھا کہ امت میں پہلا مہلک فساد اسی تقلید شخصی سے شروع ہوا۔

ہم نے تقلیدِ شخصی کے ثبوت میں اپنی تفسیر تبیان القرآن ج ٦ ص ۴۴۴۔ ۴۳۴' النحل: ۴۳ کی تفسیر میں ایک سو آثارِ صحابہ و تابعین پیش کیے ہیں۔

شیخ راز میواتی نے مقلدین کو یہ طعنہ بھی دیا ہے کہ وہ زندہ لوگوں کے بجائے فوت شدہ ائمہ کی تقلید کرتے ہیں' حالانکہ غیر مقلدین بھی اپنے فوت شدہ امام شیخ داؤد ظاہری المتوفی ٣٠٧ھ کی تقلید کرتے ہیں اور انہوں نے اس کو بھی غلط لکھا ہے کہ عام آدمی ایک ہی عالم کے ساتھ چمٹ جائے بلکہ جو بھی عالم اس کو اچھا نظر آئے اس سے مسئلہ پوچھے' حالانکہ غیر مقلدین بھی ایک ہی عالم شیخ داؤد ظاہری متوفی ٣٠٧ھ کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں' اور ان کے علاوہ اور کسی عالم یا امام کی تحقیق پر عمل نہیں کرتے' ورنہ شیخ میواتی کے قول کے مطابق چاہیے تھا کہ وہ کبھی ایک عالم کے قول کے مطابق عمل کرتے' کبھی دوسرے عالم کے قول پر عمل کرتے' کبھی تیسرے کے قول پر۔

ہر دور میں مقلدین کے مقابلہ میں غیر مقلدین کی تعداد بہت کم رہی ہے اور شرق اور غرب کے تمام مسلمان چار اماموں میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرتے ہیں' اور غیر مقلدین مسلمانوں کی اس عظیم اکثریت کی ہر دور میں مخالفت کرتے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے مسلمانوں کی جماعت سے کٹ کر الگ ہونے والے شخص کو گمراہ اور جہنمی قرار دیا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ○ (النساء:١١٥)

اور جو شخص ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور تمام مسلمانوں کے راستے کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا اور اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ کیسا بُرا ٹھکانا ہے ○

اور حدیث میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے اور جو جماعت سے الگ ہوا' وہ جہنم میں الگ رہے گا۔ (سنن ترمذی: ٢١٦٨' مشکوٰۃ: ١٧٣)

میں غیر مقلدین حضرات سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اس وعید سے ڈریں اور تقلید نہ کرنے کو چھوڑ دیں اور مسلمانوں کی عظیم اکثریت سے وابستہ ہو جائیں۔

١١٢ - بَابُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا لَمْ يُقَاتِلْ اَوَّلَ النَّهَارِ اَخَّرَ الْقِتَالَ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب دن کے اوّل حصے میں قتال نہ کرتے تو دن کے آخری حصے میں قتال کرتے تھے حتیٰ کہ سورج ڈھل جاتا تھا

دن کے اوّل حصے میں قتال کرنے کی حکمت یہ ہے کہ جب سورج نصف النہار سے زائل ہو جاتا ہے تو فتح اور نصرت کی ہوائیں چلتی ہیں اور ٹھنڈک کے وقت قتال کرنے کی طاقت حاصل ہوتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١۴ ص ٣١۵' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١۴٢١ھ)

٢٩٦٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ مُوْسٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث

بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ أَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَكَانَ كَاتِبًا لَّهُ قَالَ كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ أَبِي أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَرَأْتُهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيهَا انْتَظَرَ حَتّٰى مَالَتِ الشَّمْسُ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از سالم بن ابی النضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ اور وہ ان کے کاتب تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے ان کی طرف ایک مکتوب لکھا انہوں نے کہا: پس میں نے اس مکتوب کو پڑھا (اس میں مذکور تھا) کہ بعض ان دنوں میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن سے مقابلہ ہوتا تو آپ انتظار کرتے رہتے حتیٰ کہ سورج ڈھل جاتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۳۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں زوال آفتاب کے بعد قتال کرنے کا ذکر ہے۔

٢٩٦٦ - ثُمَّ قَالَ فِي النَّاسِ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ لَاتَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ.

پھر آپ نے لوگوں کے سامنے فرمایا: اے لوگو! دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عافیت کا سوال کرو پس جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو صبر کرو اور یاد رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے' پھر آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے اور بادل کے چلانے والے! کافروں کی جماعتوں کو شکست دینے والے! ان کو شکست دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۱۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج کے زوال کے بعد مجاہدین سے خطاب فرمایا۔

علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح

علامہ ابومحمد عبداللہ بن ابی جمرۃ اندلسی متوفی ۶۹۹ھ نے اس حدیث کی شرح میں چند مباحث لکھے ہیں جن کو ہم اپنی ترتیب اور تلخیص کے ساتھ پیش کر رہے ہیں:

مبحث اوّل: ٹھنڈے وقت میں قتال کرنا چاہیے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن سے مقابلہ ہوتا تو آپ انتظار کرتے رہتے حتیٰ کہ سورج ڈھل جاتا۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ دشمن سے قتال میں سنت یہ ہے کہ صبح کے وقت قتال کیا جائے یا پچھلے پہر قتال کیا جائے کیونکہ ایک اور حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن کے اوّل حصہ میں قتال کرتے' پھر اس کو زوال تک چھوڑ دیتے اور اپنے اصحاب سے فرماتے: قتال کو چھوڑ و حتیٰ کہ ہوائیں چل پڑیں' اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اللہ کی مدد صرف ہواؤں سے حاصل ہوتی ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (بادِ) صبا سے میری مدد کی گئی ہے اور قوم عاد کو (بادِ) دبور سے ہلاک کیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۰۳۵' صحیح مسلم: ۹۰۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۸)

علامہ طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں: مشرق سے مغرب کی طرف چلنے والی ہوا کو صبا کہتے ہیں اور جو ہوا اس کے برعکس ہو اُسے دَبور کہتے ہیں۔ (مجمع بحار الانوار ج ۳ ص ۲۹۳ 'مکتبہ دارالایمان' مدینہ منورہ '۱۴۱۵ھ)

مبحث ثانی: مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا ذکر کرنا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب انسان کے اوپر کوئی تکلیف دِہ حادثہ نازل ہو تو اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو یاد کرے خواہ وہ اس حکم کو پہلے سے جاننے والا ہو' اس کی مثال یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر خطبہ دیا' اور اس میں یہ آیت پڑھی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ.

اور محمد (معبود نہیں) صرف رسول ہیں' ان سے پہلے اور رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید ہوں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ (آل عمران: ۱۴۴)

مبحث ثالث: ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرنا

اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اور تم اللہ سے عافیت کا سوال کرو۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ امن کے زمانے میں بھی عافیت کا سوال کرتا رہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ سے سوال کرو تو اس سے عافیت کا سوال کرو۔ (سنن ترمذی: ۳۵۲۷) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گزرا جس پر بہت زیادہ مصائب تھے' آپ نے اس سے پوچھا: کیا تم نے اللہ سے کوئی دعا کی ہے؟ تو اس نے کہا: میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا ہے کہ اے میرے رب! اگر تو نے آخرت میں میرے لیے کوئی عذاب رکھا ہے تو وہ مجھے دنیا میں ہی دے دے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم اللہ سے عفو اور عافیت کا سوال کیوں نہیں کرتے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کسی ممکن کو کرنے سے عاجز نہیں ہے' وہ جس طرح اپنے فضل سے (عذاب) اکبر سے نجات دینے پر قادر ہے' اسی طرح (عذاب) اصغر سے نجات دینے پر بھی قادر ہے' کیونکہ دنیا اور آخرت دونوں اس کی مِلک ہیں اور ان میں اس کا حکم نافذ ہے' وہ جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا' اسی طرح ہم جس حال میں ہیں' اللہ اس پر بھی قادر ہے کہ وہ دشمن سے مقابلہ کے بغیر ہماری مدد فرمائے' پس اس سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرنا چاہیے۔

مبحث رابع: اس حدیث کی توجیہ جس میں ارشاد ہے: جنت تلواروں کے سائے میں ہے'۔۔۔۔۔۔۔ اور اس میں مصنف کی تحقیق

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے' اس کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تلوار سے قتال اس وقت ہوتا ہے جب بہت شدید جنگ ہو' اور اس حالت میں کثرت کے ساتھ گرد و غبار اُڑ رہا ہو' حتیٰ کہ وہ لڑنے والوں کی طرف لوٹ کر سائے کی طرح ہو گیا ہو اور یہ سایا اس وقت حاصل ہوتا ہے جب تلواروں سے قتال کیا جائے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں تلواروں سے مراد ہتھیار لینے چاہئیں خصوصاً وہ ہتھیار جو اس زمانہ میں مروج ہوں' جب دشمن اسلام سے جنگ ہو رہی ہو کیونکہ اب تو مشین گنوں اور رائفلوں اور ٹینک اور توپوں اور میزائلوں سے جنگ ہوتی ہے اور جس طرح پہلے زمانہ میں تلوار دشمن کے خلاف ایک مؤثر ہتھیار تھی' اسی طرح جس زمانہ میں دشمن کے خلاف جو مؤثر ہتھیار ہوں ان کو حاصل کرنا چاہیے' اور اگر ان ہتھیاروں کے باوجود مجاہدین شہید ہو گئے تو شہید کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جنت میں داخل فرماتا ہے' اس لیے جنت اسے

ان ہتھیاروں کے سائے میں ملے گی۔

مبحث خامس: اللہ تعالیٰ سے دعا میں اللہ تعالیٰ کی ان تین مخصوص صفات کے ذکر کی توجیہ

اس حدیث میں نبی ﷺ کی یہ دعا ہے: اے اللہ! کتاب کو نازل فرمانے والے! بادل کو چلانے والے! اور (کفار کی) فوجوں کو شکست دینے والے! ان کو شکست دے دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما! اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اس دعا میں نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ان تین صفات کا کیوں ذکر فرمایا ہے اور کوئی دوسری صفات کا کیوں ذکر نہیں فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعا سے یہ مقصود ہے کہ دشمن اسلام بہت زیادہ تھے اور ان کے خلاف فتح حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کے سوا ممکن نہیں ہے' سو جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت سے اپنے کلام اور اپنی کتاب کو اپنے خاص بندہ پر نازل فرمایا' سو اسی عظیم قدرت سے ہم کو کفار کے خلاف فتح عطا فرما! اسی طرح بادل زمین اور آسمان کے درمیان بغیر کسی ستون کے معلق ہیں اور ان میں پانی رُکا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی عظیم قدرت سے ان بادلوں کو ہواؤں سے چلاتا ہے اور بارش نازل فرماتا ہے' اسی طرح اپنی قدرت سے مسلمانوں کی تھوڑی سی جماعت کو کفار کی بڑی جماعت کے خلاف فتح عطا فرما! اور فرمایا: کفار کی جماعتوں کو شکست دینے والے! کیونکہ حقیقت میں وہی کفار کو سرنگوں کرتا ہے اور مسلمانوں کو سربلند فرماتا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو دعا میں اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا ذکر کرے' جن صفات کا اس کی دعا کے قبول ہونے میں دخل ہو اور اثر ہو۔

مبحث سادس: شریعت اور طریقت اور مصنف کی بیان کردہ شریعت' طریقت اور حقیقت کی تعریفات

نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب بندہ پر کوئی مصیبت آئے تو وہ اس مصیبت کے ازالہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کیونکہ نبی ﷺ نے کفار کے خلاف شکست کی دعا کی اور مسلمانوں کے لیے فتح اور نصرت کی دعا کی اور نبی ﷺ نے اس موقع پر شریعت اور طریقت کو جمع فرمایا' کیونکہ ہتھیار اور مادی اسباب کو جمع کرنا شریعت ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی احتیاج کو ظاہر کرنا طریقت ہے۔

میں کہتا ہوں کہ نبی ﷺ کے اقوال پر عمل کرنا شریعت ہے اور آپ کے افعال کے مطابق عمل کرنا طریقت ہے اور آپ کے احوال اور آپ کی قلبی واردات کے مطابق اپنے قلب کو ڈھال لینا حقیقت ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے اقوال اور افعال کے مطابق عمل کرنا شریعت ہے اور مشائخ کے بتائے ہوئے وظائف کے مطابق عمل کرنا طریقت ہے اور قلب پر اس کا ثمرہ مرتب ہونا حتیٰ کہ مؤمن کا قلب تجلیاتِ الٰہیہ کا آئینہ ہو جائے' یہ حقیقت ہے۔

(بہجۃ النفوس ج ٣ ص ١٣٨۔ ١٣٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٥ھ)

١١٣ - بَابُ اِسْتِئْذَانِ الرَّجُلِ الْاِمَامَ — کسی مرد کا امام سے اجازت طلب کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رعایا میں سے کوئی شخص سلطان کی مجلس سے اٹھ کر جانا چاہے تو اس سے اجازت طلب کر کے جائے۔

لِقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ﴾ (النور: ٦٢). اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ.

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ایمان والے وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر حقیقۃً ایمان رکھتے ہیں اور جب وہ کسی اجتماعی مہم میں رسول کے ساتھ ہوتے ہیں تو ان کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاتے۔ (النور: ٦٢) آخر آیت تک۔

امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی' باقی آیت اس طرح ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسۡتَاۡذِنُوۡنَکَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ فَاِذَا اسۡتَاۡذَنُوۡکَ لِبَعۡضِ شَاۡنِہِمۡ فَاۡذَنۡ لِّمَنۡ شِئۡتَ مِنۡہُمۡ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَہُمُ اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ O (النور:٦٢)

بے شک جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں' وہی حقیقت میں اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں' پس جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت طلب کریں تو آپ ان میں سے جس کو چاہیں اجازت دے دیں اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں' بے شک اللہ بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے O

مفسرین نے کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر چڑھتے اور کوئی شخص اپنے کسی کام سے یا کسی عذر سے مسجد سے جانا چاہتا تو جب تک وہ آپ سے اجازت نہ حاصل کر لیتا' نہیں جاتا تھا' مجاہد نے کہا کہ امام کو چاہیے کہ وہ ہاتھ کے اشارہ سے اجازت دے اور اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو اجازت دینے کا حکم نہیں دیا۔

مقاتل نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' انہوں نے غزوۂ تبوک میں اپنے گھر جانے کی اجازت طلب کی تھی' تو آپ نے فرمایا: تم جاؤ! تم منافق نہیں ہو! اور آپ یہ بات منافقین کو سنانا چاہتے تھے گویا یہ بات بہ طور تعریض تھی۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣١٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٩٦٧ - حَدَّثَنَا اِسۡحَاقُ بۡنُ اِبۡرَاهِيۡمَ قَالَ اَخۡبَرَنَا جَرِيۡرٌ عَنِ الۡمُغِيۡرَةِ عَنِ الشَّعۡبِيِّ عَنۡ جَابِرِ بۡنِ عَبۡدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنۡهُمَا قَالَ غَزَوۡتُ مَعَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَتَلَاحَقَ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عَلٰى نَاضِحٍ لَّنَا قَدۡ اَعۡيَا فَلَا يَكَادُ يَسِيۡرُ فَقَالَ لِيۡ مَا لِبَعِيۡرِكَ؟ قَالَ قُلۡتُ عَيِيَ قَالَ فَتَخَلَّفَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَزَجَرَهٗ وَدَعَا لَهٗ فَمَازَالَ بَيۡنَ يَدَيِ الۡاِبِلِ قُدَّامَهَا يَسِيۡرُ فَقَالَ لِيۡ كَيۡفَ تَرٰى بَعِيۡرَكَ قَالَ قُلۡتُ بِخَيۡرٍ قَدۡ اَصَابَتۡهُ بَرَكَتُكَ قَالَ اَفَتَبِيۡعُنِيۡهِ قَالَ فَاسۡتَحۡيَيۡتُ وَلَمۡ يَكُنۡ لَّنَا نَاضِحٌ غَيۡرُهٗ قَالَ فَقُلۡتُ نَعَمۡ قَالَ فَبِعۡنِيۡهِ فَبِعۡتُهٗ اِيَّاهُ عَلٰى اَنَّ لِيۡ فَقَارَ ظَهۡرِهٖ حَتّٰى اَبۡلُغَ الۡمَدِيۡنَةَ قَالَ فَقُلۡتُ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ اِنِّيۡ عَرُوۡسٌ فَاسۡتَاۡذَنۡتُهٗ فَاَذِنَ لِيۡ فَتَقَدَّمۡتُ النَّاسَ اِلَى الۡمَدِيۡنَةِ حَتّٰى اَتَيۡتُ الۡمَدِيۡنَةَ فَلَقِيَنِيۡ خَالِيۡ فَسَاَلَنِيۡ عَنِ الۡبَعِيۡرِ فَاَخۡبَرۡتُهٗ بِمَا صَنَعۡتُ فِيۡهِ فَلَامَنِيۡ قَالَ وَقَدۡ كَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيۡ حِيۡنَ اسۡتَاۡذَنۡتُهٗ هَلۡ تَزَوَّجۡتَ بِكۡرًا اَمۡ ثَيِّبًا فَقُلۡتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از مغیرہ از شعبی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں غزوہ (تبوک) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے آ کر مجھ سے مل گئے' اس وقت میں اپنے اس اونٹ پر سوار تھا جس پر ہم پانی لاد کر لاتے تھے' وہ تھک چکا تھا اور آہستہ آہستہ چل رہا تھا' آپ نے مجھ سے پوچھا: تمہارے اونٹ کو کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا: وہ تھک چکا ہے' حضرت جابر نے بتایا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے آ کر اس کو جھڑکا اور اس کے لیے دعا کی' پھر وہ مسلسل تمام اونٹوں سے آگے چل رہا تھا' آپ نے پوچھا: اب تم اپنے اونٹ کو کیسا پا رہے ہو؟ حضرت جابر نے بتایا: میں نے کہا کہ بہت اچھا ہے! اس کو آپ کی برکت پہنچ گئی ہے' آپ نے پوچھا: کیا تم اس کو فروخت کرو گے؟ حضرت جابر نے بتایا: پس مجھے حیاء آئی اور ہمارے پاس اس اونٹ کے علاوہ پانی لانے کے لیے اور کوئی اونٹ نہیں تھا' حضرت جابر نے بتایا: میں نے کہا کہ جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر تم یہ اونٹ مجھے فروخت کر دو' تو میں نے یہ اونٹ آپ کو فروخت کر دیا' پس میں نے اس شرط پر آپ کو فروخت کیا کہ مجھے

تَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا فَقَالَ هَلَّا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ تُوُفِّيَ وَالِدِي أَوِ اسْتُشْهِدَ وَلِيَ أَخَوَاتٌ صِغَارٌ فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ مِثْلَهُنَّ فَلَا تُؤَدِّبُهُنَّ وَلَا تَقُومُ عَلَيْهِنَّ فَتَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا لِتَقُومَ عَلَيْهِنَّ وَتُؤَدِّبَهُنَّ قَالَ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ غَدَوْتُ عَلَيْهِ بِالْبَعِيرِ فَأَعْطَانِي ثَمَنَهُ وَرَدَّهُ عَلَيَّ قَالَ الْمُغِيرَةُ هٰذَا فِي قَضَائِنَا حَسَنٌ لَّا نَرٰى بِهِ بَأْسًا.

مدینہ جانے تک اس اونٹ پر سوار ہونے کی ضرورت ہے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں (تو) شادی شدہ ہوں' تو میں نے آپ سے اجازت طلب کی' پس آپ نے مجھے اجازت دے دی' سو میں مدینہ کی طرف لوگوں سے آگے نکلا حتیٰ کہ میں مدینہ پہنچ گیا' پھر مجھ سے میرے ماموں ملے تو انہوں نے مجھ سے اونٹ کے متعلق دریافت کیا تو میں نے اونٹ کے متعلق جو کچھ کیا تھا' وہ ان کو بتایا تو انہوں نے مجھ کو ملامت کی' حضرت جابر نے بتایا کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تھی تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے کنواری لڑکی سے شادی کی ہے یا بیوہ سے؟ میں نے بتایا کہ میں نے بیوہ سے شادی کی ہے' آپ نے فرمایا: تم نے کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی' تم اس سے دل لگی کرتے وہ تم سے دل لگی کرتی' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے والد فوت ہو چکے تھے' یا کہا: شہید ہو چکے تھے اور میری چھوٹی چھوٹی بہنیں تھیں تو میں نے ناپسند کیا کہ میں ان جیسی لڑکی سے شادی کرلوں جو ان کو تربیت دے سکے نہ سدھا سکے' تو میں نے بیوہ سے شادی کی جو ان کی نگاہ داشت کرے اور ان کو ادب سکھائے' حضرت جابر نے بتایا: پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو میں صبح کو آپ کے پاس اونٹ لے گیا' آپ نے مجھے اونٹ کی قیمت عطا کی اور اونٹ (بھی) مجھے واپس کر دیا۔ مغیرہ نے کہا: یہ بیع اس شرط کے ساتھ ہمارے رواج میں بہت عمدہ ہے' ہمارے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' پھر آپ سے اجازت لے کر مدینہ گئے تھے' اس حدیث کے آخر میں مغیرہ کے قول کا ذکر ہے' یہ وہی مغیرہ ہیں جن کا اس حدیث کی سند میں ذکر ہے' اور بہ ظاہر یہ تعلیق ہے۔

١١٤ - بَابُ مَنْ غَزَا وَهُوَ حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسِهِ

نئی نئی شادی ہونے کے باوجود جو شخص جہاد کے لیے روانہ ہوا

فِيهِ جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

اس روایت سے مراد وہی حدیث ہے جس کی ابھی روایت کی ہے۔

١١٥ - بَابُ مَنِ اخْتَارَ

جس نے شب زفاف کے بعد جہاد

الْغَزْوَ بَعْدَ الْبِنَاءِ
کرنے کو اختیار کیا ہو

یعنی جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ شبِ زفاف گزارنے کے بعد جہاد کے لیے جائے تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

فِيْهِ اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب کے ثبوت میں حضرت ابو ہریرہ نے نبی ﷺ سے حدیث روایت کی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کی اس روایت میں یہ ذکر ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی نے جہاد میں یہ اعلان کیا کہ میرے ساتھ کوئی ایسا شخص نہ جائے جس نے نکاح کیا ہو اور وہ شبِ زفاف گزارنے کا ارادہ کر رہا ہو' یہ حدیث صحیح البخاری: ٣١٦٧ میں مذکور ہے۔ علامہ کرمانی نے یہ لکھا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کی روایت نہیں کی کیونکہ یہ حدیث ان کی شرط کے مطابق نہیں تھی اور اس باب کے عنوان سے یہ اشارہ کیا کہ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے اور علامہ کرمانی کو یہ مستحضر نہیں تھا کہ یہ حدیث صحیح البخاری: ٣١٦٧ میں مذکور ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ٣٢٢' عمدۃ القاری ج ١۴ ص ٣١٩)

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اس باب کے تحت کوئی حدیث روایت نہیں کی' غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے صحیح البخاری: ٣١٦٧ میں اس باب کے مناسب حدیث روایت کر دی ہے' نیز امام بخاری کا اسلوب یہ ہے کہ جس باب کے تحت وہ کوئی حدیث روایت نہ کریں' وہ باب' ابوابِ سابقہ کے ساتھ لاحق ہوتا ہے۔

١١٦ - بَابُ مُبَادَرَةِ الْاِمَامِ عِنْدَ الْفَزَعِ
دہشت کے وقت امام کا سبقت کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی وجہ سے شہر میں خوف اور دہشت ہو تو امام گھوڑے پر سوار ہو کر تفتیش اور تحقیق کے لیے نکل جائے۔

٢٩٦٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَتَادَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ فَزَعٌ فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِاَبِيْ طَلْحَةَ فَقَالَ مَا رَاَيْنَا مِنْ شَيْءٍ وَّاِنْ وَّجَدْنَاهُ لَبَحْرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ' انہوں نے کہا: مجھے قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ مدینہ میں دہشت تھی تو نبی ﷺ' حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے' پس آپ نے فرمایا: ہم نے کوئی (خطرہ والی) چیز نہیں دیکھی اور ہم نے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح تیز رو) پایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٦٢٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ دوسروں پر سبقت کر کے تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر تحقیق کے لیے نکل گئے تھے۔

١١٧ - بَابُ السُّرْعَةِ وَالرَّكْضِ فِي الْفَزَعِ
دہشت کے وقت سرعت کے ساتھ گھوڑے کو ایڑ لگانا

٢٩٦٩ - حَدَّثَنَا الْفَضْلُ ابْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الفضل بن سہل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین بن محمد نے حدیث بیان

مُحَمَّدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ فَزِعَ النَّاسُ فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِاَبِيْ طَلْحَةَ بَطِيْئًا ثُمَّ خَرَجَ يَرْكُضُ وَحْدَهٗ فَرَكِبَ النَّاسُ يَرْكُضُوْنَ خَلْفَهٗ فَقَالَ لَمْ تُرَاعُوْا اِنَّهٗ لَبَحْرٌ فَمَا سُبِقَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ لوگ دہشت زدہ ہو گئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ست رفتار گھوڑے پر سوار ہوئے تو آپ تنہا اس گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے نکلے پھر لوگ آپ کے پیچھے گھوڑوں کو دوڑا رہے تھے آپ نے فرمایا: تم خوف نہ کرو یہ گھوڑا تو (تیز رفتاری میں) سمندر ہے تب اس دن کے بعد کوئی شخص اس گھوڑے پر سبقت نہیں کر سکا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۶۲۷ میں گزر چکی ہے۔

١١٨ - بَابُ الْخُرُوْجِ فِي الْفَزَعِ وَحْدَهٗ

دہشت کے وقت تنہا نکلنا

امام بخاری نے اس باب کے تحت کوئی حدیث ذکر نہیں کی اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس سے پہلی حدیث پر اکتفاء کر لیا اور شاید تکرار سے بچنے کے لیے حدیث کو ذکر نہیں کیا۔

١١٩ - بَابُ الْجَعَائِلِ وَالْحُمْلَانِ فِي السَّبِيْلِ

کسی کو اُجرت دے کر جہاد کرانا اور اللہ کی راہ میں سواری دینا

اس باب کے عنوان میں ''جعائل'' کا لفظ ہے یہ ''جعیلة'' یا ''جعالة'' کی جمع ہے اس کا معنی ہے: کسی چیز کی اُجرت مقرر کرنا اور اس میں ''حملان'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کسی شخص کو سواری مہیا کرنا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ الْغَزْوُ قَالَ اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اُعِيْنَكَ بِطَائِفَةٍ مِّنْ مَّالِيْ قُلْتُ اَوْسَعَ اللّٰهُ عَلَيَّ قَالَ اِنَّ غِنَاكَ لَكَ وَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ مِنْ مَّالِيْ فِيْ هٰذَا الْوَجْهِ.

اور مجاہد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: میں جہاد پر جانے کا ارادہ کر رہا ہوں حضرت ابن عمر نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے کچھ مال سے تمہاری مدد کروں (مجاہد کہتے ہیں:) میں نے کہا: اللہ نے مجھے بہت وسعت دی ہے حضرت ابن عمر نے فرمایا: تمہاری مالی وسعت تمہیں مبارک ہو! میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے مال میں سے کچھ حصہ جہاد میں خرچ ہو جائے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول، صحیح البخاری: ۳۸۹۹ میں مذکور ہے۔

حضرت ابن عمر کے اس قول میں یہ دلیل ہے کہ جب کوئی شخص اپنا کچھ مال نفلی طور پر جہاد میں خرچ کرنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح جب کوئی شخص کسی مجاہد کو جہاد کے لیے سواری مہیا کرے تو یہ بھی جائز ہے اختلاف صرف اس صورت میں ہے جب کوئی شخص خود اپنے آپ کو اُجرت کے عوض جہاد کے لیے پیش کرے یا اپنی سواری کو جہاد کے لیے اُجرت پر پیش کرے۔ امام مالک نے کہا: یہ مکروہ ہے۔ فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اپنے آپ کو اُجرت کے عوض جہاد کے لیے پیش کرنا مکروہ ہے ہاں! اگر مسلمانوں میں ضعف ہو اور بیت المال خالی ہو تو پھر جائز ہے سو ایسی صورت میں اگر بعض مسلمان بعض دوسرے مسلمانوں کی مدد کریں تو پھر جائز ہے امام شافعی نے کہا ہے کہ اُجرت لے کر جہاد کرنا جائز نہیں ہے اور اگر وہ اُجرت پر جہاد کرے گا تو میں اس کو مسترد کر دوں گا انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ جہاد فرضِ کفایہ ہے جس نے جہاد کیا تو اس کا فرض ادا ہو جائے گا اس لیے یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی شخص

اُجرت لے کر جہاد کرے۔

وَقَالَ عُمَرُ إِنَّ نَاسًا يَأْخُذُوْنَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ لِيُجَاهِدُوْا ثُمَّ لَا يُجَاهِدُوْنَ فَمَنْ فَعَلَهُ فَنَحْنُ اَحَقُّ بِمَالِهِ حَتّٰى نَاْخُذَ مِنْهُ مَا اَخَذَ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگ بیت المال سے جہاد کرنے کے لیے وظیفہ لیتے ہیں' پھر جہاد نہیں کرتے' سو جس نے ایسا کیا تو ہم اس کے مال کے زیادہ مستحق ہیں حتیٰ کہ جو مال اس نے لیا' وہ ہم اس سے وصول کرلیں۔

یہ تعلیق مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۸۱۶ میں مذکور ہے۔ (ج ۶ ص ۴۵۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ جس نے بیت المال سے کسی کام کے عوض کوئی وظیفہ لیا' پھر وہ کام نہیں کیا اس سے وہ وظیفہ واپس لیا جائے گا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی دینی کام کرنے کا کوئی وظیفہ لیتا ہے اور وہ اس دینی کام کرنے کا اہل نہیں ہے تو اس سے وہ مال واپس لیا جائے گا۔

وَقَالَ طَاوُسٌ وَّمُجَاهِدٌ إِذَا دُفِعَ اِلَيْكَ شَيْءٌ تَخْرُجُ بِهِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاصْنَعْ بِهِ مَاشِئْتَ وَضَعْهُ عِنْدَ اَهْلِكَ.

اور طاؤس اور مجاہد نے کہا: جب تم کو کچھ مال اس لیے دیا گیا کہ تم اس سے اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلو' تو تم اس مال سے جو چاہے کرو' اور اس مال کو اپنے گھر والوں کے پاس رکھو (یعنی ان پر خرچ کرو)۔

یہ تعلیق اس پر دلالت کرتی ہے کہ طاؤس اور مجاہد جہاد کے عوض اُجرت لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور سعید بن مسیب یہ کہتے تھے کہ جب کسی انسان کو جہاد کے عوض کوئی مال دیا جائے تو یہ اس کا حق ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

''جعائل'' یعنی جہاد پر اُجرت لینے کے مسئلہ کو زیادہ واضح کرنے کے لیے ہم اس پر مزید آثار پیش کر رہے ہیں:

''جعائل'' یعنی جہاد کی اُجرت کے متعلق آثارِ صحابہ وتابعین

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ''جعالۃ'' کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں لکھا: میں جہاد سے اپنا حصہ فروخت نہیں کرتا (یعنی جہاد کے عوض کوئی مال نہیں لیتا)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۱۹۔ ج ۴ ص ۲۳۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

عیزار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے ''جعائل'' کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: اگر تم جہاد کے لیے کچھ مال لو تو اس کو جہاد میں خرچ کرو اور اس کو نہ لینا افضل ہے' اور میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: میں اس کے عوض مال لینا نہیں چاہتا مگر وہ مال جو اللہ مجھے خود عطا فرمائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۰۔ ج ۴ ص ۲۳۴)

عبید بن الاعجم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ''جعائل'' کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: اگر تم اس مال کو اللہ کی راہ میں ہتھیاروں اور گھوڑوں پر صرف کرو تو جائز ہے اور اگر تم اس مال کو غلام یا باندیوں میں خرچ کرو تو یہ بے سود ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۱)

اسود سے ایک آدمی کے متعلق سوال کیا گیا جو اجرت پر پیسے لے کر جہاد کرتا ہے' اس کو کم پیسے ملتے ہیں اور وہ اس سے زیادہ

طلب کرتا ہے' تو انہوں نے کہا: کوئی حرج نہیں ہے اور قاضی شریح سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: جس کام میں شک ہو اس کو چھوڑ کر وہ کام کرو جس میں شک نہ ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۳۔ج ۴ ص ۲۳۴)

سعید بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ مکحول "جعالہ" میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۴۔ج ۴ ص ۲۳۴)

عبد الرحمٰن بن جبیر بن نفیر الحضرمی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے جو لوگ اُجرت لے کر جہاد کرتے ہیں' ان کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرح ہے' جو اپنے بچہ کو دودھ پلاتی تھیں اور اس کی اُجرت لیتی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۵۔ج ۴ ص ۲۳۴)

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن سیرین سے سوال کیا کہ ایک آدمی جہاد کرتا ہے اور اس کی مدد کی جاتی ہے تو انہوں نے کہا: ہمیشہ سے مسلمان ایک دوسرے کی مدد کرتے رہے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۶۔ج ۴ ص ۲۳۴)

بشر بیان کرتے ہیں کہ ربیع "جعالة" لیتے تھے اور اس کو مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۷۔ج ۴ ص ۲۳۴)

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک دن لیث کو اجرت دی تو انہوں نے اس کو قبول کر لیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۸۔ج ۴ ص ۲۳۴)

عامر بیان کرتے ہیں کہ عکرمہ' اسود اور مسروق لشکر میں "جعائل" کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۲۹۔ج ۴ ص ۲۳۴)

موسیٰ بن عبیدہ بیان کرتے ہیں کہ نعمان بن ابی عیاش' ابن قسیط اور عمر بن علقمہ "جعائل" لیتے تھے اور جہاد میں روانہ ہوتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۳۱۔ج ۴ ص ۲۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ہر چند کہ بعض صحابہ اور تابعین نے "جعائل" کو مکروہ قرار دیا ہے لیکن دوسرے صحابہ اور تابعین کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مباح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ درست ہے۔

٢٩٧٠ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ فَقَالَ زَيْدٌ سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَرَأَيْتُهُ يُبَاعُ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْتَرِيْهِ فَقَالَ لَا تَشْتَرِهِ وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے مالک بن انس سے سنا' انہوں نے زید بن اسلم سے سوال کیا تو زید نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے (کسی کو) اللہ کی راہ میں گھوڑا دیا' پھر میں نے دیکھا کہ وہ گھوڑا فروخت کیا جا رہا ہے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں اس کو خرید لوں؟ تو آپ نے فرمایا: تم اس کو مت خریدو اور اپنے صدقہ میں رجوع مت کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے یہاں پر باب کا جو عنوان قائم کیا ہے' اس حدیث کی اس باب کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ حضرت عمر نے ایک شخص کو جہاد کے لیے سواری مہیا کی اور یہ بھی اس باب کے عنوان میں داخل

ہے ہر چند کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ''جعائل'' کو صراحۃً ناپسند کیا ہے۔

٢٩٧١ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَوَجَدَهُ يُبَاعُ فَأَرَادَ أَنْ يَبْتَاعَهُ فَسَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَبْتَعْهُ وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں (کسی کو) ایک گھوڑے پر سوار کیا' پھر انہوں نے دیکھا کہ وہ گھوڑا فروخت کیا جا رہا ہے تو انہوں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تم اس کو مت خریدو اور اپنے صدقہ میں رجوع نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٨٩ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ایک گھوڑے کو اللہ کی راہ میں دینے کا ذکر ہے۔

٢٩٧٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ صَالِحٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ وَّلٰكِنْ لَّا أَجِدُ حَمُوْلَةً وَّلَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ وَيَشُقُّ عَلَيَّ أَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنِّيْ وَلَوَدِدْتُ أَنِّيْ قَاتَلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقُتِلْتُ ثُمَّ أُحْيِيْتُ ثُمَّ قُتِلْتُ ثُمَّ أُحْيِيْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید انصاری' انہوں نے کہا: ہمیں ابو صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں کسی لشکر کے پیچھے نہ رہتا لیکن میرے پاس اتنی سواریاں نہیں ہیں اور میں اتنی سواریاں نہیں پاتا کہ میں ان سب کو سوار کر سکوں اور مجھ پر یہ دشوار ہے کہ وہ (میرے اصحاب) میرے ساتھ نہ ہوں' اور مجھے یہ پسند ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتال کروں' پھر مجھے شہید کیا جائے' پھر مجھے زندہ کیا جائے' پھر شہید کیا جائے' پھر زندہ کیا جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦ میں گزر چکی ہے۔

١٢٠ - بَابُ الْأَجِيْرِ
مزدور کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جہاد میں مزدور کا کیا حکم ہے' آیا مال غنیمت سے اس کا حصہ نکالا جائے گا یا نہیں؟

وَقَالَ الْحَسَنُ وَابْنُ سِيْرِيْنَ يُقْسَمُ لِلْأَجِيْرِ مِنَ الْمَغْنَمِ.

حسن بصری اور ابن سیرین نے کہا: مال غنیمت سے مزدور کا حصہ نکالا جائے گا۔

مالِ غنیمت سے مزدور کا حصہ نکالنے میں مذاہب فقہاء

امام عبدالرزاق نے از ثوری از اشعث روایت کیا ہے کہ حسن بصری اور ابن سیرین ان دونوں نے کہا کہ مزدور کا حصہ نہیں نکالا جائے گا۔ (مصنف عبدالرزاق: ٩٥١٩- ج ٥ ص ١٥٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

یہ حدیث امام بخاری کی ذکر کردہ تعلیق کے خلاف ہے البتہ مصنف ابن شیبہ میں اس تعلیق کے موافق یہ اثر ہے:
امام ابن ابی شیبہ نے از عبدالرحیم بن سلیمان از اشعث روایت کیا ہے کہ حسن بصری ابن سیرین اور الحکم نے کہا ہے کہ غلام اور مزدور جب جہاد میں حاضر ہوں تو ان کو مال غنیمت سے پانچواں حصہ دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٣٢٠٠ ـ ج٦ ص ٤٩٦ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤١٦ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:
الثوری نے کہا ہے کہ مزدور کا حصہ صرف اس صورت میں نکالا جائے گا جب وہ قتال کرے اور جب اس کو قتال کے لیے اُجرت پر طلب کیا جائے گا تو فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک اس کا حصہ نہیں نکالا جائے گا اور دوسرے ائمہ نے کہا ہے کہ اس کا حصہ نکالا جائے گا اور امام احمد نے کہا ہے کہ اگر امام کچھ لوگوں کو لڑنے کے لیے اُجرت پر طلب کرے تو اس اُجرت کے سوا ان کا مالِ غنیمت سے حصہ نہیں نکالا جائے گا' اور امام شافعی نے کہا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب اس پر جہاد واجب نہ ہو اور رہا آزاد بالغ' مسلمان جب وہ صف میں حاضر ہو تو اس پر جہاد متعین ہے تو اس کا مالِ غنیمت سے حصہ نکالا جائے گا اور اس کی اُجرت واجب نہیں ہوگی۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٢٥ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

وَاَخَذَ عَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ فَرَسًا عَلَى النِّصْفِ فَبَلَغَ سَهْمُ الْفَرَسِ اَرْبَعَ مِائَةِ دِيْنَارٍ فَاَخَذَ مِائَتَيْنِ وَاَعْطَى صَاحِبَهُ مِائَتَيْنِ.

اور عطیہ بن قیس نے ایک گھوڑا (مالِ غنیمت کے حصہ کے) نصف کی شرط پر لیا' گھوڑے کے حصہ میں (فتح کے بعد مالِ غنیمت سے) چار سو دینار ملے' عطیہ نے دو سو دینار خود رکھ لیے اور دو سو دینار گھوڑے کے مالک کو دے دیئے۔

مالِ غنیمت کے نصف حصہ کی شرط پر گھوڑے کو کرائے پر لینے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:
عطیہ بن قیس الکلاعی ابویحییٰ الحمصی' ان کو دمشقی بھی کہا جاتا ہے' ابومسہر نے کہا: عطیہ بن قیس کی ولادت رسول اللہ ﷺ کی حیات میں سات ہجری میں ہوئی تھی' انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ١١٠ھ میں جہاد کیا' عطیہ بن قیس نے جو یہ کارروائی کی تھی' یہ امام مالک' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں' کیونکہ یہ مجہول اجارہ ہے کیونکہ پہلے مالِ غنیمت کا نصف معلوم نہیں تھا' اور ایسی صورت میں گھوڑے کے مالک کو دستور کے مطابق کرایا دیا جائے گا اور سوار کو مالِ غنیمت سے جو حصہ ملے گا' وہ اس کا ہوگا اور اوزاعی اور امام احمد نے کہا ہے کہ جہاد میں گھوڑے کے مالک کو مالِ غنیمت کا نصف دیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٢٥ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٢٩٧٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلٰى عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوْكَ فَحَمَلْتُ عَلٰى بَكْرٍ فَهُوَ اَوْثَقُ اَعْمَالِيْ فِيْ نَفْسِيْ فَاسْتَاْجَرْتُ اَجِيْرًا فَقَاتَلَ رَجُلًا فَعَضَّ اَحَدُهُمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از عطاء از صفوان بن یعلیٰ از والد خود رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں شریک ہوا' پس میں نے جوان اونٹ پر (کسی کو) سوار کیا اور میرے خیال میں یہ میرا سب سے قابل بھروسا

الْاٰخَرَ فَانْتَزَعَ يَدَهٗ مِنْ فِيْهِ وَنَزَعَ ثَنِيَّتَهٗ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْدَرَهَا فَقَالَ اَيَدْفَعُ يَدَهٗ اِلَيْكَ فَتَقْضَمُهَا كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ.

عمل تھا' پس میں نے ایک مزدور کو اُجرت پر لیا تو وہ ایک آدمی سے لڑ پڑا' ان میں سے ایک نے دوسرے (کے ہاتھ) کو دانتوں سے کاٹا' دوسرے نے اپنا ہاتھ اس کے منہ سے کھینچ لیا اور اس کے سامنے کے دانت نکال دیئے' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس (اپنے دانتوں کی دیت کا مطالبہ لے کر) گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے دانتوں کے معاوضہ کو ساقط کر دیا' پس فرمایا: کیا یہ اپنا ہاتھ تمہارے (منہ کے) پاس رہنے دیتا! اور تم اس کو بیل کی طرح چباتے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۴۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں ایک مزدور کو کرائے پر لینے کا ذکر ہے۔

۱۲۱ - بَابُ مَا قِيْلَ فِيْ لِوَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے کے متعلق احادیث

اس باب کے عنوان میں ''لواءٌ'' کا لفظ ہے' عربی میں جھنڈے کے لیے دو لفظ مستعمل ہیں: ''لواءٌ'' اور ''رَایةٌ''۔ ابن العربی نے کہا ہے کہ ایک کپڑے کو نیزے کی اوپر کی طرف باندھ کر لپیٹ دیا جاتا ہے' اس کو ''لِواءٌ'' کہتے ہیں اور ''رَایةٌ'' اس کپڑے کو کہتے ہیں جس کو نیزے کی اوپر کی طرف باندھ کر اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور ہوا اس کو لہراتی رہتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''لِـواء'' لشکر کا جھنڈا ہے اور یہ ''رأیة'' سے چھوٹا ہوتا ہے' ایک قول یہ ہے کہ ''لواء'' امیر کا جھنڈا ہے اور ''رایة'' جنگ جُو کا جھنڈا ہے۔

امام ترمذی نے ''لواء'' اور ''رایة'' میں فرق کیا ہے کیونکہ پہلے انہوں نے یہ عنوان قائم کیا: ''بـاب الالویة'' پھر اس میں یہ حدیث روایت کی:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کا لواء سفید رنگ کا تھا۔

(سنن ترمذی: ۱۶۷۹' سنن ابوداؤد: ۲۵۹۲' سنن نسائی: ۲۸۶۶' سنن ابن ماجہ: ۲۸۱۷)

پھر انہوں نے دوسرا عنوان قائم کیا: ''باب فی الرأیات'' اور اس میں یہ حدیث روایت کی:

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''رأیة'' کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: وہ سیاہ اور سفید دھاریوں کا چوکور جھنڈا تھا۔ (سنن ترمذی: ۱۶۸۰' سنن ابوداؤد: ۲۵۹۱' مسند احمد ج ۴ ص ۲۹۷)

امام ابویعلیٰ اور امام طبرانی نے از عبداللہ بن بریدۃ از والد خود روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''رأیـة'' سیاہ رنگ کا تھا اور آپ کا ''لواء'' سفید رنگ کا تھا۔ (کامل ابن عدی ج ۳ ص ۳۴۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حاکم نے المستدرک: ۲۵۰۵ میں اس کے برعکس روایت کیا ہے:

سماک بن حرب اپنی قوم کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''رأیة'' زرد رنگ کا دیکھا۔

امام ابن عدی نے روایت کیا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''رأیـة'' سیاہ رنگ کا تھا اور آپ کا ''لواء'' سفید رنگ کا تھا اور اس پر لکھا ہوا تھا: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

(المعجم الاوسط: ۲۱۹' سنن ترمذی: ۱۶۸۱' حاکم نے المستدرک: ۲۵۰۶ میں اس کے برعکس روایت کیا ہے' مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۲۴)

امام ابن ابی عاصم نے کتاب الجہاد میں از کرز بن اسامہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کیا ہے کہ آپ نے بنوسلیم کا ''رایۃ'' سرخ رنگ کا باندھا اور انہوں نے حضرت مزیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا' آپ نے انصار کا ''رایۃ'' زرد رنگ کا باندھا۔ (الاحاد والمثانی:۲۷۹۱)

مذکور الصدر احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈوں کے مختلف رنگ بیان کیے گئے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے مختلف اوقات میں مختلف رنگوں کے جھنڈے استعمال کیے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۲۳' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٩٧٤ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ثَعْلَبَةُ بْنُ أَبِي مَالِكٍ الْقُرَظِيُّ أَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَكَانَ صَاحِبَ لِوَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ الْحَجَّ فَرَجَّلَ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ثعلبہ بن ابی مالک القرظی نے خبر دی کہ حضرت قیس بن سعد الانصاری رضی اللہ عنہ' جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا اٹھانے والے تھے' انہوں نے حج کا ارادہ کیا تو اپنے بالوں کو سنوارا۔

٢٩٧٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَيْبَرَ وَكَانَ بِهِ رَمَدٌ فَقَالَ أَنَا أَتَخَلَّفُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ عَلِيٌّ فَلَحِقَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ اللَّيْلَةِ الَّتِي فَتَحَهَا فِي صَبَاحِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ أَوْ قَالَ لَيَأْخُذَنَّ غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَوْ قَالَ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَإِذَا نَحْنُ بِعَلِيٍّ وَمَا نَرْجُوهُ فَقَالُوا هٰذَا عَلِيٌّ فَأَعْطَاهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ. [اطراف الحدیث: ۳۷۰۲-۴۲۰۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ گئے' اور ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی' پس انہوں نے دل میں کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ گیا ہوں' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملے' اس رات کی شام کو جس کی صبح کو خیبر فتح ہوا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ضرور اس کو جھنڈا عطا کروں گا' یا فرمایا: ضرور صبح مجھ سے وہ شخص جھنڈا لے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہوگا' یا فرمایا: جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا تو اللہ اس کے ذریعہ خیبر فتح کرے گا' پھر اچانک حضرت علی رضی اللہ عنہ آ گئے اور ہمیں ان کے آنے کی توقع نہیں تھی تو لوگوں نے کہا: یہ حضرت علی ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جھنڈا عطا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ خیبر فتح کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں جھنڈے کا ذکر ہے۔

٢٩٧٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ نَافِعِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام

جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُولُ لِلزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا هَاهُنَا اَمَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَرْكُزَ الرَّايَةَ؟[طرف الحدیث:۴۲۸۰]

بن عروہ از والد خود از نافع بن جبیر' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے سنا کہ حضرت عباس رضی اللہ' حضرت زبیر رضی اللہ سے کہہ رہے تھے: کیا نبی ﷺ نے تمہیں اس جگہ جھنڈا گاڑنے کا حکم دیا تھا؟

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۴۲۸۰ کا ایک قطعہ ہے' اس حدیث میں یہ جملہ مذکور ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ سے یہ کہا: اے ابوعبداللہ! کیا یہ وہ جگہ ہے جہاں تم کو رسول اللہ ﷺ نے جھنڈا گاڑنے کا حکم دیا تھا (یہ جگہ مقام الحجون ہے)۔

جھنڈا گاڑنے کے لیے امام کی اجازت ضروری ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب متوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جھنڈا صرف امام کی اجازت سے گاڑا جاتا ہے کیونکہ وہ اس بات کی علامت ہے کہ امام اس جگہ موجود ہے' اس لیے جھنڈا گاڑنے میں امام کے حکم کے بغیر تصرف نہ کیا جائے' اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ غزوۂ موتہ کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا کہ اب زید بن حارثہ نے جھنڈا لیا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر بغیر کسی کے حکم کے حضرت خالد بن ولید نے جھنڈا لیا تو ان کو فتح عطا کی گئی' اور اس سے پہلے حدیث میں ہے کہ جس آدمی نے حج کا ارادہ کیا تھا تو اس نے اپنے بالوں کو سنوارا یا ان میں کنگھی کی کیونکہ وہ بال کافی عرصے سے گرد و غبار میں اَٹے ہوئے تھے' اور حدیث: ۲۹۷۵ میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ذریعہ اللہ خیبر کو فتح کرے گا۔ اس حدیث میں آپ نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ خبر صرف وحی سے حاصل ہوتی ہے اور اس میں آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۵۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

١٢٢ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ

نبی ﷺ کا یہ ارشاد: ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد کی گئی ہے

وَقَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ ﴿سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ﴾ (آل عمران: ١٥١)

اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد: جن لوگوں نے کفر کیا ہم عنقریب ان کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے' کیونکہ انہوں نے اللہ کے ساتھ ایسی چیز کو شریک کیا جس کے لیے اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔

(آل عمران: ۱۵۱)

نبی ﷺ کے معجزات اور خصائص میں سے یہ چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں میں نبی ﷺ کا خوف ڈال دیا' اس وجہ سے نبی ﷺ کو مالِ فئی عطا کیا گیا اور یہ ہر وہ مال ہے جس کے حصول کے لیے مسلمانوں نے نہ اپنے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ' اور نبی ﷺ کے رعب اور آپ کے خوف کی وجہ سے کفار اپنا جو مال چھوڑ کر چلے گئے' وہ مالِ فئی ہے' اسی طرح ان سے جو جزیہ اور خراج لیا جاتا ہے' اس کا بھی یہی حکم ہے۔

قَالَهٗ جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت جابر رضی اللہ نے نبی ﷺ سے روایت کر کے کہا۔

اس تعلیق میں صحیح البخاری: ۳۳۵ کی طرف اشارہ ہے' جس کا متن حسب ذیل ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں: (۱) ایک ماہ کی مسافت تک میرا رعب طاری کر کے میری مدد کی گئی (۲) تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور

طہارت کا ذریعہ بنادیا گیا (یعنی تیمم)' سو میری امت کا جو شخص جہاں بھی نماز کا وقت پائے وہیں نماز پڑھ لے (۳) اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے ان کو حلال نہیں کیا گیا تھا (۴) اور مجھے شفاعت عطا کی گئی (۵) اور پہلے نبی ایک مخصوص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۳۵، صحیح مسلم: ۵۲۱)

۲۹۷۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ فَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُوتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدِي قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَقَدْ ذَهَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتُمْ تَنْتَثِلُونَهَا.

[اطراف الحدیث: ۶۹۹۸۔ ۷۰۱۳۔ ۷۲۷۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جوامع الکلم کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی' میں سویا ہوا تھا کہ زمین کے خزانوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں' اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے رب کے پاس چلے گئے' اب تم ان خزانوں کو نکال رہے ہو۔

(صحیح مسلم: ۵۲۳' الرقم المسلسل: ۱۰۵۴' سنن ترمذی: ۱۵۵۹' سنن نسائی: ۳۰۸۴' سنن ابن ماجہ: ۵۶۷' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۷۴' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۸۶۷۔ ج ۱۵ ص ۵۳۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملے میں ہے کہ میری رعب کے ساتھ مدد کی گئی ہے۔

رعب اور زمین کے خزائن کی تشریح

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے' یہ وہ نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف آپ کو عنایت کی ہے اور آپ کے علاوہ کسی اور کو عطا نہیں کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: میرے پاس تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں لائی گئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب کے لوگوں کے پاس مال بہت کم تھا تو آپ نے ان کو یہ بشارت دی کہ عنقریب کسریٰ اور قیصر کے اموال انہیں دے دیئے جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے (رب کے پاس) چلے گئے' اب تم ان خزانوں کو نکال رہے ہو' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے اور آپ نے ان خزانوں میں سے کوئی چیز حاصل نہیں کی' بلکہ ان خزانوں میں سے جو کچھ ملا اس کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیا اور تمہیں ترجیح دی' پھر آج تم ان خزانوں کو آپ کے وعدہ کے مطابق نکال رہے ہو۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۵۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

''جوامع الکلم'' اور دیگر مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''جوامع الکلم'' کا لفظ ہے' ''جوامع الکلم'' اس کلام کو کہتے ہیں جس کی عبارت مختصر ہو اور اس کے معانی بہت زیادہ ہوں' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ قرآن مجید' جوامع الکلم'' ہے کیونکہ اس میں الفاظ بہت کم ہیں اور اس کے معانی بہت زیادہ ہیں اور اکثر احادیث نبویہ بھی اسی طرح ہیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ''جوامع الکلم'' اس کلام کو کہتے ہیں جس کی عبارت مختصر ہو اور اس کے معانی میں بہت تفصیل ہو۔

اسماعیلی نے کہا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے ایک یا دو جملوں میں ان مضامین کثیرہ کو جمع کر دیا جو آپ سے پہلے متعدد آسمانی کتب اور صحائف میں لکھے ہوئے تھے۔

نیز اس حدیث میں زمین کے خزانوں کی چابیوں کا ذکر ہے' علامہ ابن التین نے کہا: اس سے مراد وہ فتوحات ہیں جو آپ کے بعد آپ کی امت کو حاصل ہوئیں اور انہوں نے ان فتوحات سے اموالِ غنیمت کو حاصل کیا اور پہلے بادشاہوں نے جو خزانے جمع کر کے رکھے تھے' ان کو حاصل کر لیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زمین کے خزانوں سے مراد معدنیات ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۲۷)

میں کہتا ہوں کہ یہ آخری تفسیر بہت مناسب ہے کیونکہ زمین میں چھپے ہوئے وہ خزانے جو پہلے ظاہر نہیں تھے' وہ قدرتی گیس اور تیل ہے جن کو اس زمانے کے مسلمانوں نے حاصل کیا ہے' جزائر عرب' عرب امارات' عراق اور ایران اسی سیال دولت کی وجہ سے مالا مال ہیں۔

٢٩٧٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ وَهُمْ بِإِيْلِيَاءَ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّخَبُ فَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ وَأُخْرِجْنَا فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي حِينَ أُخْرِجْنَا لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِي كَبْشَةَ إِنَّهُ يَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی' ان کو (حضرت) ابوسفیان نے خبر دی کہ ھرقل نے ان کو بلوایا اور وہ اس وقت ایلیاء (بیت المقدس) میں تھے' پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب منگوایا' پھر جب وہ اس مکتوب کو پڑھنے سے فارغ ہو گیا تو وہاں بہت شور ہو گیا' پس آوازیں بلند ہو گئیں اور ہم کو نکال دیا گیا' پس جب ہم کو نکال دیا گیا تو میں نے اپنے اصحاب سے کہا کہ ابن ابی کبشہ (سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ بہت عظیم ہو گیا ہے' زرد رو لوگوں کا بادشاہ بھی ان سے ڈرتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ زرد رو قوم کا بادشاہ بھی ان سے ڈرتا ہے یعنی آپ کا رعب اس پر بھی چھایا ہوا ہے' اور اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد کی گئی ہے۔

١٢٣ - بَابُ حَمْلِ الزَّادِ فِي الْغَزْوِ — جہاد میں زادِ راہ کو لے جانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جہاد میں زادِ راہ کو لے جانا جائز ہے اور یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَتَزَوَّدُوْا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ (البقرۃ:١٩٧).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور سفر میں کھانے کی چیزیں تیار رکھو اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔ (البقرہ:۱۹۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوگ بغیر زادِ راہ لیے حج پر جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۲۸)

٢٩٧٩ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے

اَبُوْاُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ وَحَدَّثَتْنِيْ اَيْضًا فَاطِمَةُ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ صَنَعْتُ سُفْرَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِ اَبِيْ بَكْرٍ حِيْنَ اَرَادَ اَنْ يُّهَاجِرَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَتْ فَلَمْ نَجِدْ لِسُفْرَتِهٖ وَلَا لِسِقَائِهٖ مَانَرْبِطُهُمَا بِهٖ فَقُلْتُ لِاَبِيْ بَكْرٍ وَاللّٰهِ مَااَجِدُ شَيْئًا اَرْبِطُ بِهٖ اِلَّا نِطَاقِيْ قَالَ فَشُقِّيْهِ بِاثْنَيْنِ فَارْبِطِيْهِ بِوَاحِدٍ السِّقَاءَ وَبِالْاُخَرِ السُّفْرَةَ فَفَعَلْتُ فَلِذٰلِكَ سُمِّيَتْ ذَاتَ النِّطَاقَيْنِ.

[اطراف الحدیث:۳۹۰۷-۵۳۸۸](اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبردی اور مجھے فاطمہ نے بھی حدیث بیان کی از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہ میں نے حضرت ابوبکر کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کے لیے طعام تیار کیا' یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تھا۔ حضرت اسماء نے کہا: ہم نے آپ کے طعام اور آپ کے پانی کے لیے کوئی چیز نہیں پائی جس سے ہم اس کو باندھتے' تو میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں سوائے اپنے نطاق (ازاربند) کے کوئی چیز نہیں پاتی جس کے ساتھ ان کو باندھوں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم ازار بند کے دو ٹکڑے کر دو ایک کے ساتھ پانی کے مشکیزے کو باندھ دو اور دوسرے کے ساتھ طعام کو باندھ دو' پس میں نے ایسا کرلیا۔ راوی کہتا ہے: اسی وجہ سے ان کا لقب ذات النطاقین (دو ازار بند والی) پڑ گیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبید بن اسماعیل' ان کا نام اصل میں عبداللہ ہے' ان کی کنیت محمد الھباری القرشی الکوفی ہے' ان سے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں (۲) ابواسامہ' ان کا نام احمد بن اسامہ ہے (۳) ہشام' یہ عروہ کے بیٹے ہیں' یہ اپنے والد عروہ بن زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں (۴) فاطمہ' یہ المنذر کی بیٹی ہیں اور ہشام کی زوجہ ہیں (۵) اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۲۹)

''سُفرۃ'' اور ''نِطاق'' کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''سُفرۃ'' کا لفظ ہے' علامہ ابن الاثیر نے کہا: ''سُفرۃ'' اس طعام کو کہتے ہیں جس کو مسافر اپنے سفر کے لیے تیار کرتا ہے' اور عموماً اس کو گول چمڑے میں باندھا جاتا ہے' پھر اس لفظ کو طعام کے بجائے اس چمڑے کے غلاف کے لیے بولا جانے لگا۔

نیز حدیث میں ''سقاء'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چمڑے کا وہ مشکیزہ جس میں پانی رکھا جاتا ہے' اس کی جمع ''اسقیہ'' ہے اور ''سقایا'' اس برتن کو کہتے ہیں جس میں پیا جاتا ہے۔

نیز اس حدیث میں ''نطاق'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جس چیز سے عورت اپنے کپڑے (تہبند) کو درمیان سے باندھے تا کہ کسی کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس کا کپڑا پھسل نہ جائے' حضرت اسماء کو ''ذات النطاقین'' اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ پہلے وہ ایک کپڑے سے اپنے تہبند کو باندھتیں' پھر اس کپڑے کو ایک اور کپڑے سے باندھ لیتیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ پہلے ایک کپڑے سے اپنے تہبند کو باندھ لیتیں اور دوسرے کپڑے سے طعام اور مشکیزے کو باندھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غار میں

پہنچاتیں' تیسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ازار بند کے دو ٹکڑے کر لیے تھے' اس لیے ان کو ذات النطاقین کہتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۲۹' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۹۸۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا نَتَزَوَّدُ لُحُومَ الْأَضَاحِيِّ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از عمرو' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قربانی کا گوشت (بطور زادِ راہ) مدینہ کی طرف لے جاتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۱۹۷۲' الرقم المسلسل: ۴۹۹۷' سنن نسائی: ۴۴۲۵' السنن الکبریٰ: ۴۱۳۸' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۹۱' شرح السنۃ: ۱۹۵۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۵۷' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۴۱۲۔ ج ۲۲ ص ۳۰۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی شرح: ۱۷۱۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ ہم مدینہ کی طرف زادِ راہ لے جاتے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ' اس سے مراد ابن المدینی ہے (۲) سفیان' اس سے مراد ابن عیینہ ہے (۳) عمرو' اس سے مراد ابن دینار ہیں (۴) عطاء' اس سے مراد ابن ابی رباح ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۲۹)

توکل' زادِ راہ کو ساتھ لے جانے سے مانع نہیں' قربانی کے تین دن بعد اس کا گوشت کھانے کا جواز۔۔۔ اور دیگر مسائل

اس حدیث میں ان جاہل صوفیاء کا رد ہے جو توکل کا نام لے کر سفر کے لیے زادِ راہ لے جانے سے منع کرتے ہیں' نیز اس حدیث میں قربانی کے گوشت کو بطور زادِ راہ لے جانے کا جواز ہے۔ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے گوشت کو تین دن کے بعد کھانے سے منع فرمایا تھا' لیکن بعد میں اجازت دے دی اور فرمایا: قربانی کے گوشت کو کھاؤ اور ذخیرہ کرو اور بطور زادِ راہ لے جاؤ۔

(صحیح مسلم: ۱۹۷۱' سنن ابوداؤد: ۲۸۱۲' سنن نسائی: ۴۴۳۱)

نیز اس حدیث میں قربانی کے گوشت کو کھانے کا جواز ہے خواہ قربانی کرنے والا غنی ہو کیونکہ عادۃً زادِ راہ اس لیے لے جاتے ہیں کہ سفر میں اس کو کھائیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۲۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۹۸۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيٰى قَالَ أَخْبَرَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتّٰى إِذَا كَانُوا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ مِنْ خَيْبَرَ وَهِيَ أَدْنٰى خَيْبَرَ فَصَلَّوُا الْعَصْرَ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَطْعِمَةِ فَلَمْ يُؤْتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے بشیر بن یسار نے خبر دی کہ حضرت سوید بن النعمان رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ وہ (غزوہ) خیبر کے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ جب وہ (مقام) صہباء میں تھے اور یہ خیبر (کے مضافات) میں سے ہے اور خیبر کے نزدیک ہے تو مسلمانوں نے عصر کی نماز پڑھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کی

وَسَلَّمَ اِلَّا بِسَوِیْقٍ فَلُکْنَا فَاَکَلْنَا وَشَرِبْنَا ثُمَّ قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا وَصَلَّیْنَا۔

چیزیں منگوائیں تو آپ کے پاس صرف ستو لائے گئے' پھر ہم نے تھمے لے کر ستو کھائے اور پانی پیا' پھر نبی ﷺ نے کلی کی اور ہم نے کلی کی اور ہم نے نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں زادِراہ کا ذکر ہے۔

۲۹۸۲ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَرْحُوْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ عُبَیْدٍ عَنْ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَقَالَ خَفَّتْ اَزْوَادُ النَّاسِ وَاَمْلَقُوْا فَاَتَوُا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ نَحْرِ اِبِلِھِمْ فَاَذِنَ لَھُمْ' فَلَقِیَھُمْ عُمَرُ فَاَخْبَرُوْہُ فَقَالَ مَا بَقَاؤُکُمْ بَعْدَ اِبِلِکُمْ؟ فَدَخَلَ عُمَرُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ' مَا بَقَاؤُھُمْ بَعْدَ اِبِلِھِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَادِ فِی النَّاسِ یَاْتُوْنَ بِفَضْلِ اَزْوَادِھِمْ. فَدَعَا وَبَرَّکَ عَلَیْہِ' ثُمَّ دَعَاھُمْ بِاَوْعِیَتِھِمْ' فَاحْتَثَی النَّاسُ حَتّٰی فَرَغُوْا' ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں بشر بن مرحوم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از حضرت سلمۃ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کے زادِراہ کم ہو گئے اور وہ بھوکے رہنے کے قریب تھے تو وہ اپنے اونٹوں کو ذبح کرنے کی (اجازت لینے کے لیے) نبی ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' پھر ان کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضرت عمر کو یہ واقعہ بتایا تو انہوں نے کہا: پھر بعد میں تمہاری بقاء کیسے ہوگی! تب حضرت عمر' نبی ﷺ کے پاس گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! اونٹوں کو ذبح کرنے کے بعد پھر بعد میں ان کی بقاء کیسے ہوگی؟ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ اپنے اپنے بچے ہوئے زادِراہ لے آئیں' پھر آپ نے دعا کی اور طعام پر برکت کی (خصوصی) دعا کی' پھر آپ نے لوگوں کے برتن منگائے' پھر لوگوں نے مٹھی بھر بھر کر (ان برتنوں میں زادِراہ سے ڈالا)' حتیٰ کہ وہ فارغ ہو گئے' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۸۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں زادِراہ کا ذکر ہے۔

نبی ﷺ کا حسن خلق' تعلیم امت کے لیے حضرت عمر کی رائے کی طرف رجوع' آپ کی نبوت کی دلیل اور دیگر مسائل

(۱) اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے حسن خلق کا بیان ہے کہ آپ کے اصحاب جو آپ سے گزارشات کرتے تھے' آپ ان کو بہ غور سنتے تھے اور ان کا تدارک کرتے تھے (۲) اور یہ کہ آپ نے صحابہ کو سفر میں زادِراہ ساتھ رکھنے کی عادت پر برقرار رکھا (۳) اور اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے تعلیم امت کے لیے اپنی پہلی رائے کو ترک کر کے حضرت عمر کی رائے کی طرف رجوع فرمایا' پس اگر کوئی شخص اپنے پہلے قول سے رجوع کر کے اپنے کسی خادم اور تابع کے قول کو اختیار کر لے تو اس سے اس کی کوئی کمی نہیں

ہوتی (۴) اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ کی فضیلت ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے بعد کے احوال پر غور کیا کہ اونٹوں کو ذبح کرنے کے بعد ان کے لیے سواریوں کا مسئلہ پیدا ہوگا اور پیدل چلنے سے ان کو مشقت ہوگی (۵) اور اس حدیث میں طعام پر دعا کرنے کا ثبوت ہے (۶) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے کم طعام کے زیادہ ہونے کا ذکر ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اور آپ کی نبوت کی دلیل ہے اس لیے آپ نے کلمہ شہادت پڑھا (۷) اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جب انسان کوئی ایسی چیز دیکھے جس سے اس کا ایمان تازہ ہو تو وہ کلمہ شہادت پڑھ کر اپنے ایمان کی تجدید کرے (۸) اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کلمہ شہادت میں ''انی رسول اللہ'' (میں اللہ کا رسول ہوں) پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۳۱ 'مع زیادۃ الفوائد' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۲۴ - بَابُ حَمْلِ الزَّادِ عَلَى الرِّقَابِ — کندھوں پر زادِ راہ رکھنا

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب سواریوں پر زادِ راہ رکھنا مشکل ہو تو کندھوں پر زادِ راہ رکھنا جائز ہے۔

۲۹۸۳ - حَدَّثَنِیْ صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ نَحْمِلُ زَادَنَا عَلٰى رِقَابِنَا فَفَنِيَ زَادُنَا حَتّٰى كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا يَاْكُلُ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ تَمْرَةً قَالَ رَجُلٌ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ وَاَيْنَ كَانَتِ التَّمْرَةُ تَقَعُ مِنَ الرَّجُلِ؟ قَالَ لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِيْنَ فَقَدْنَاهَا حَتّٰى اَتَيْنَا الْبَحْرَ فَاِذَا حُوْتٌ قَدْ قَذَفَهُ الْبَحْرُ فَاَكَلْنَا مِنْهَا ثَمَانِيَةَ عَشَرَ يَوْمًا مَا اَحْبَبْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے صدقۃ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے خبر دی از ہشام از وہب بن کیسان از حضرت جابر رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم (جہاد کے لیے) روانہ ہوئے اور ہم تین سو افراد تھے' ہمارا زادِ راہ ہمارے کندھوں پر تھا' پھر ہمارا زادِ راہ ختم ہو گیا حتیٰ کہ ہم میں سے ہر مرد ہر روز ایک کھجور کھاتا تھا' ایک شخص نے کہا: اے ابو عبداللہ! وہ ایک کھجور ایک آدمی کے پیٹ میں کہاں جاتی ہوگی! حضرت جابر نے کہا: ہمیں اس ایک کھجور کی قدر تب معلوم ہوئی جب وہ ایک کھجور ملنا بھی بند ہو گئی حتیٰ کہ ہم سمندر پر آئے تو وہاں سمندر نے ایک (بہت بڑی) مچھلی کو باہر پھینک دیا تھا' پس ہم نے اس مچھلی سے اٹھارہ دن کھایا' جتنا ہم نے چاہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۸۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں کندھوں پر زادِ راہ اٹھانے کا ذکر ہے۔

۱۲۵ - بَابُ اِرْدَافِ الْمَرْاَةِ خَلْفَ اَخِيْهَا — عورت کا سواری پر اپنے بھائی کے پیچھے بیٹھنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ عورت کا سواری پر اپنے بھائی کے پیچھے بیٹھنا جائز ہے۔

۲۹۸۴ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْاَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَرْجِعُ اَصْحَابُكَ بِاَجْرِ حَجٍّ وَّعُمْرَةٍ وَلَمْ اَزِدْ عَلَى الْحَجِّ فَقَالَ لَهَا اذْهَبِيْ وَلْيُرْدِفْكِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَاَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کے اصحاب تو حج اور عمرہ کا اجر لے کر واپس جائیں گے' اور میں نے تو حج پر کوئی اضافہ

تُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ فَانْتَظَرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَعْلٰى مَكَّةَ حَتّٰى جَاءَتْ.

نہیں کیا' آپ نے فرمایا: تم جاؤ اور عبدالرحمن تم کو (سواری پر) اپنے پیچھے بٹھائیں گے' پھر آپ نے حضرت عبدالرحمن کو حکم دیا کہ وہ ان کو مقامِ تنعیم سے عمرہ کرائیں' پھر رسول اللہ ﷺ نے مکہ کے بالائی علاقہ پر ان کا انتظار کیا یہاں تک کہ وہ آ گئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ایک خاتون کا سواری پر اپنے بھائی کے پیچھے بیٹھنے کا ذکر ہے۔

٢٩٨٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَوْسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُرْدِفَ عَائِشَةَ وَاُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از عمرو بن اوس از حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا کہ مجھے نبی ﷺ نے یہ حکم دیا کہ میں حضرت عائشہ کو (سواری پر) اپنے پیچھے بٹھا کر ان کو مقامِ تنعیم سے عمرہ کراؤں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۸۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں عورت کا سواری پر اپنے بھائی کے پیچھے بیٹھنے کا ذکر ہے' اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

١٢٦ - بَابُ الْاِرْتِدَافِ فِي الْغَزْوِ وَالْحَجِّ

جہاد اور حج میں سواری پر کسی کے پیچھے بیٹھنا

٢٩٨٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رَدِيْفَ اَبِيْ طَلْحَةَ وَاِنَّهُمْ لَيَصْرُخُوْنَ بِهِمَا جَمِيْعًا الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابوقلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں (سواری پر) حضرت ابوطلحہ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور صحابہ بلند آواز سے حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں حج کے موقع پر سواری پر کسی کے پیچھے بیٹھنے کا ذکر ہے' میں کہتا ہوں: اس حدیث میں اور اس سے پہلی حدیث میں حج کے موقع پر سواری کے اوپر کسی کے پیچھے بیٹھنے کا ذکر ہے' اور جہاد کے موقع پر سواری پر کسی کے پیچھے بیٹھنے کا ذکر نہیں ہے' اگر امام بخاری مؤخر الذکر دونوں بابوں کو "کتاب الجهاد" کے بجائے "کتاب الحج" میں ذکر کر دیتے تو زیادہ مناسب ہوتا۔

١٢٧ - بَابُ الرِّدْفِ عَلَى الْحِمَارِ

گدھے کے اوپر کسی کا پیچھے بیٹھنا

اس عنوان میں "ردف" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سواری کے اوپر کسی کے پیچھے بیٹھنا۔

٢٩٨٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَفْوَانَ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوصفوان نے حدیث بیان کی از یونس بن یزید از ابن شہاب از عروۃ از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما' وہ بیان

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ عَلٰى حِمَارٍ عَلٰى اِكَافٍ عَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ وَاَرْدَفَ اُسَامَةَ وَرَاءَهٗ.[اطراف الحدیث:۴۵۶۶۔ ۵۶۶۳۔۵۹۶۴۔۶۲۰۷][صحیح مسلم:۱۷۹۸ الرقم المسلسل:۴۵۵۱]

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گدھے کے اوپر پالان رکھ کر سوار ہوئے جس پر ایک چادر بچھی ہوئی تھی اور آپ نے (حضرت) اسامہ کو اپنے پیچھے بٹھایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع اور حسن اخلاق

گدھے پر سواری کرنے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع ہے' کیونکہ گدھے کو کم تر جانور خیال کیا جاتا ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اتنا بلند مقام عطا کیا تھا' اس کے باوجود آپ گدھے پر سواری کر لیتے تھے اور اپنے کسی صاحب کو اپنے پیچھے بٹھا لیتے تھے تاکہ آپ کی اُمت اس عمل میں آپ کی اقتداء کرے' لہٰذا گدھے پر سواری کرنے کو معیوب نہیں سمجھنا چاہیے اور اس حدیث میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی بھی فضیلت ہے۔

۲۹۸۸ - حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ يُوْنُسُ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ اَعْلٰى مَكَّةَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ مُرْدِفًا اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَّمَعَهٗ بِلَالٌ وَّمَعَهٗ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ مِنَ الْحَجَبَةِ حَتّٰى اَنَاخَ فِي الْمَسْجِدِ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّاْتِيَ بِمِفْتَاحِ الْبَيْتِ فَفَتَحَ وَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ اُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَّعُثْمَانُ فَمَكَثَ فِيْهَا نَهَارًا طَوِيْلًا ثُمَّ خَرَجَ فَاسْتَبَقَ النَّاسُ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَوَّلَ مَنْ دَخَلَ فَوَجَدَ بِلَالًا وَّرَاءَ الْبَابِ قَائِمًا فَسَاَلَهٗ اَيْنَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' یونس نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح (مکہ) کے دن مکہ کے بالائی علاقہ سے اپنی اونٹنی پر آئے' آپ نے اپنے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بٹھایا ہوا تھا' اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے اور آپ کے ساتھ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ تھے جو کعبہ کے کلید برداروں میں سے تھے' حتیٰ کہ آپ نے مسجد (کے احاطہ) میں اپنی اونٹنی بٹھائی' پھر آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کی چابی لے کر آئیں' پس انہوں نے (بیت اللہ کو) کھولا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت اسامہ' حضرت بلال اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے آپ اس میں دن کے طویل حصہ تک ٹھہرے' پھر آپ باہر آئے' پس لوگوں نے (اندر جانے میں) سبقت کی اور حضرت عبداللہ بن عمر سب سے پہلے داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت بلال دروازہ کے پیچھے کھڑے ہوئے ہیں' انہوں نے حضرت بلال سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس جگہ نماز پڑھی تھی تو انہوں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی۔

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَنَسِيْتُ اَنْ اَسْاَلَهٗ كَمْ صَلّٰى مِنْ سَجْدَةٍ.

حضرت عبداللہ نے کہا: پس میں ان سے یہ سوال کرنا بھول گیا کہ آپ نے کتنی رکعات نماز پڑھی تھی؟

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام بخاری نے عنوان تو یہ قائم کیا تھا کہ گدھے پر دو آدمیوں کا بیٹھنا۔ اور اس حدیث میں اونٹنی پر دو آدمیوں کے بیٹھنے کا ذکر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کی گدھے سے مراد مطلقاً سواری ہے' خواہ وہ گدھا ہو یا اونٹنی' اور صحیح

البخاری میں حدیث کی عنوان کے ساتھ سوفی صد مطابقت تو بہت کم ہوتی ہے۔
اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۷۰۷ میں گزر چکی ہے۔

۱۲۸ - بَابُ مَنْ اَخَذَ بِالرِّكَابِ وَنَحْوِهٖ جس نے رکاب یا اس کی مثل کسی چیز کو پکڑا

یعنی جس نے کسی کو سوار ہونے میں مدد دینے کے لیے سواری کی رکاب کو پکڑا' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رکاب کو پکڑا تو حضرت زید نے کہ: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد! آپ ایسا نہ کریں! تو حضرت ابن عباس نے کہا: ہمیں علماء کی اسی طرح تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے' پھر حضرت زید نے حضرت ابن عباس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو بوسا دیا تو حضرت ابن عباس نے منع کیا' اور کہا: آپ ایسا نہ کریں' اس پر حضرت زید نے کہا: ہمیں اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کی تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۳۴)

۲۹۸۹ - حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَامٰى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَّيُعِيْنُ الرَّجُلَ عَلٰى دَابَّتِهٖ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا اَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ وَّالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَّكُلُّ خَطْوَةٍ يَّخْطُوْهَا اِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ وَّيُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے (جسم کے) ہر جوڑ پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے' کوئی شخص اپنی سواری پر کسی کی مدد کرتا ہے' اس سواری پر اس کو بٹھاتا ہے یا اس سواری پر اس کا سامان رکھتا ہے تو یہ صدقہ ہے' اور اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور ہر وہ قدم جس کے ساتھ وہ نماز کی طرف جاتا ہے وہ صدقہ ہے اور راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹاتا ہے تو وہ صدقہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۰۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ سواری پر بٹھانے کے لیے رکاب کو پکڑتے ہیں اور اس باب کے عنوان میں رکاب کو پکڑنے کا ذکر ہے۔

علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح

علامہ ابو محمد عبداللہ بن ابی جمرۃ الاندلسی متوفی ۶۹۹ ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ جس شخص نے ان افعالِ مذکورہ میں سے کوئی فعل کیا مثلاً کسی شخص کو اپنی سواری پر بٹھایا تو یہ اس کا صدقہ ہے اور اس پر اس کو اجر ملے گا' سو اس حدیث میں چند مباحث ہیں:

مبحث اوّل: انسان کے تین سو ساٹھ اعضاء ہیں اور ہر عضو کا صدقہ یہ ہے کہ وہ اس عضو سے کوئی نیک کام کرے

''سلامٰی'' کا معنی ہے: بنو آدم کے اعضاء' گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح کو تمہارے ہر عضو پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے اور انسان کے بدن میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) جوڑ ہیں اور اس پر دن میں تین سو ساٹھ بار صدقہ کرنا واجب ہے اور یہ بہت مشکل ہے کہ ہر انسان دن میں تین سو ساٹھ بار صدقہ کرے تو اس میں آسانی کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ وہ ان افعال میں سے کوئی فعل کرے تو اس کا صدقہ ادا ہو جائے گا۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً. (المجادلہ:١٢)

اے ایمان والو! جب تم رسول سے سرگوشی کا ارادہ کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ کیا کرو۔

مسلمانوں کے لیے اس حکم پر عمل کرنا بہت مشکل اور دشوار ہوا' کیونکہ ان کے پاس مال بہت کم تھا اور ہر بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنے سے پہلے کچھ صدقہ کرنا بہت دشوار تھا اور اللہ تعالیٰ کو اس حقیقت کا علم تھا اور ان کا عذر معلوم تھا تو اس نے مسلمانوں کی توبہ قبول فرمائی اور فرمایا:

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ○ (المجادلہ:١٣)

کیا تم اپنی سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ کرنے سے گھبرا گئے پس جب تم نے (صدقہ) نہ کیا اور اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی' سو تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو اور اللہ تمہارے کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے○

اسی طرح ہمارا معاملہ بہ طریق اولیٰ مشکل تھا' اور صحابہ کرام کی قوتِ ایمان اور ان کے یقین کی پختگی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے تعلق کے برابر ہم کہاں ہو سکتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جس قدر قوی محبت ان کے دلوں میں تھی' اس کا تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تو ہم اس کے زیادہ لائق نہیں کہ جب ہم ہر جوڑ کا صدقہ ادا نہ کر سکیں تو ہم پر تخفیف کی جائے' تب آپ نے ان سے فرمایا: اگر تم یہ نہ کر سکو تو کسی کو نیکی کا حکم دو یا بُرائی سے روک دو اور اگر تم یہ بھی نہ کر سکو تو چاشت کے وقت دو رکعت نماز پڑھنے سے اس صدقہ کا تدارک ہو جائے گا' سو جو شخص ایک دن میں تین سو ساٹھ جوڑوں کا صدقہ ادا کرنے سے عاجز ہو تو چاشت کی دو رکعت نماز پڑھنا اس کے لیے کافی ہو گا۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ کسی کے ساتھ نیکی کی بات کرنا صدقہ ہے اور نیکی کی بات میں قرآن مجید کی تلاوت' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو پڑھنا' علوم دینیہ کا درس' نیکی کا حکم دینا' بُرائی سے روکنا اور بھٹکے ہوئے کو راستہ دکھانا' سب شامل ہے اور یہ سب طریقے زبان کا صدقہ ہیں۔ اسی طرح باقی اعضاء کا صدقہ ہے۔

مبحث ثانی: عدل کرنے کے تین معانی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ہر جس دن سورج طلوع ہو تو دو آدمیوں کے درمیان عدل کرنا صدقہ ہے۔

عدل سے مراد یہاں کئی معانی ہیں: (١) دو لڑنے والے آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنا اور یہ معنی حکام کے ساتھ مخصوص ہے (٢) اس سے مراد اس کے مال' اس کے اہل' اس کے غلام اور اس کے حواس کے درمیان عدل کرنا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص محافظ ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ٨٩٣) (٣) اس سے مراد ہے: حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنا۔

مبحث ثالث: کسی کو سواری پر بٹھانے سے صدقہ کا ثواب تب ہو گا جب جس کو بٹھایا ہے وہ ظالم یا فاسق نہ ہو اور اس کا سامان ناجائز اور حرام نہ ہو

اس حدیث میں فرمایا ہے کہ کوئی شخص سواری پر بیٹھنے میں کسی کی مدد کرے یا کسی سواری کا سامان اپنی سواری پر رکھ لے تو یہ بھی صدقہ ہے اور اس تھوڑے سے کام کی وجہ سے اس کو اجر ملے گا۔

تاہم یہ حدیث بھی اپنے عموم پر نہیں ہے کیونکہ جس شخص کو وہ اپنی سواری پر بٹھائے گا' اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ظالم' فاسق

اور بدعتی نہ ہو کیونکہ ان لوگوں کو چھوڑنا واجب ہے لہٰذا ان کی اعانت جائز نہیں ہے۔

دوسری تخصیص یہ ہے کہ اس کے جس سامان کو وہ اپنی سواری پر رکھے گا' اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ سامان چوری کا مال نہ ہو یا شراب نہ ہو یا کسی سے چھینا ہوا مال نہ ہو' ان چیزوں میں اعانت کرنا' ان کاموں کے کرنے کی مثل ہے' کیونکہ آپ نے شراب پینے والے پر' شراب اٹھانے والے پر اور شراب پر گواہی دینے والے پر لعنت فرمائی ہے' اسی طرح باقی ممنوعات کا حکم ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی تائید ان حدیثوں میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمر (انگور کی شراب) پر لعنت فرمائی اور اس کے پینے والے پر اور اس کے پلانے والے پر اور اس کے نچوڑنے والے پر اور اس کے اٹھانے والے پر اور جس کی طرف وہ اٹھا کر لائی جائے اور اس کے فروخت کرنے والے پر اور اس کے خریدنے والے پر اور اس کی قیمت کھانے والے پر۔

(مسند البزار: ٢٩٣٧' مجمع الزوائد ج ٤ ص ٩٠)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمر پر لعنت کی اور اس کے پینے والے پر اور اس کے خریدنے والے پر اور اس کے فروخت کرنے والے پر اور اس کے نچوڑنے والے اور اس کو اٹھا کر لانے والے پر۔

(المعجم الکبیر: ٨٣٨٧' اس حدیث کی سند کا ایک راوی عبداللہ بن عیسیٰ الخزاز ضعیف ہے' مجمع الزوائد ج ٤ ص ٩٠)

مبحث رابع: اچھی بات کہہ کر خوش کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ سچی بات کہے

اس حدیث میں ہے کہ اچھی بات کہنا صدقہ ہے' اچھی بات سے اگر مراد یہ ہے کہ جس سے مخاطب خوش ہو تو یہ اپنے عموم پر نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے: اگر کوئی شخص اپنے گھر والوں کو ہنسانے کے لیے کوئی بات کرتا ہے اور اس میں (جھوٹ کی) کوئی پرواہ نہیں کرتا تو اس کو ستر سال تک دوزخ میں گرایا جاتا رہے گا۔

میں کہتا ہوں کہ بعینہٖ اس حدیث کا متن مجھے نہیں مل سکا تاہم اس کے قریب یہ حدیث ہے:

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کے لیے ہلاکت ہے' جو بات کرتا ہے' پس جھوٹ بولتا ہے تا کہ لوگوں کو ہنسائے' اس کے لیے ہلاکت ہو اور ہلاکت ہو۔

(سنن ابوداؤد: ٤٩٩٠' سنن ترمذی: ٢٣١٥' سنن کبریٰ: ١١٦٥٥' سنن بیہقی ج ١٠ ص ١٩٦' مسند احمد ج ٥ ص ٣)

اور اس زمانہ میں ایسا بہ کثرت ہوتا ہے کیونکہ ایک آدمی کسی کی خوشامد میں جھوٹ بولتا ہے اور باطن میں اس سے بغض رکھتا ہے۔

حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو ظاہر میں سچے ہوں گے اور وہ باطن میں دشمن ہوں گے' صحابہ نے پوچھا: ایسا کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا: کیونکہ وہ کسی سے رغبت رکھیں گے اور کسی سے بغض رکھیں گے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا بعینہٖ متن مجھے حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ملا' تاہم اس کے قریب قریب متن یہ ہے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اس زمانے میں اکثر آدمیوں کے چہرے تو آدمیوں کے ہوں گے اور ان کے دل پھاڑنے والے بھیڑیوں کے ہوں گے' وہ خون بہانے والے ہوں گے' اگر تم ان سے بیع کرو تو وہ تم کو فریب دیں گے' اور اگر وہ تم سے بات کریں تو جھوٹ بولیں گے اور اگر تم ان کے پاس امانت رکھو تو وہ تم سے خیانت کریں گے' اور اگر تم ان سے چھپ جاؤ تو وہ تمہاری غیبت کریں گے۔ الحدیث (کنز العمال: ٣١٥٣٩)

مبحث خامس: اعمال نامہ سے برائیوں کا مٹنا' بعض علماء کے نزدیک محسوس ہے اور بعض کے نزدیک معنوی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ قدم جس پر چل کر وہ نماز کی طرف جاتا ہے' صدقہ ہے۔اس حدیث کا ظاہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری حدیث سے معارض ہے' جس میں فرمایا کہ اس کے ایک قدم چلنے سے نیکی لکھی جاتی ہے اور دوسرا قدم چلنے سے بُرائی مٹادی جاتی ہے' یعنی جب وہ مسجد کی طرف قدموں سے چل کر جائے' لیکن حقیقت میں دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں' کیونکہ صدقہ کا معنی ہے: نیکی کا کسب کرنا' اور بُرائی نیکی کے کسب سے مٹائی جاتی ہے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ. (ھود:۱۱۴) نیکیاں بُرائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔

لہٰذا ایک قدم چلنے سے جو نیکی حاصل ہوتی ہے وہ بُرائی کو دور کر دیتی ہے۔اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا بُرائیوں کا مٹانا محسوس ہے یا معنوی۔جو یہ کہتے ہیں کہ یہ محسوس ہے' وہ کہتے ہیں کہ اعمال نامہ سے بُرائیوں کو مٹا دیا جاتا ہے' حتیٰ کہ قیامت کے دن وہ شخص اپنے اعمال نامہ میں وہ بُرائی نہیں پائے گا' اور جو کہتے ہیں: یہ مٹانا معنوی ہوتا ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کے اعمال نامہ میں بُرائی بدستور لکھی ہوئی ہوتی ہے لیکن اس بُرائی پر اس کو عذاب نہیں ہوتا' پس گویا کہ وہ معنوی طور پر مٹادی گئی۔

مبحث سادس

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: راستے سے اذیت والی چیز کو ہٹانا بھی صدقہ ہے' اس حدیث میں اذیت سے مراد وہ چیز ہے جس سے راستے پر چلنے میں اذیت ہو خواہ وہ اذیت چھوٹی ہو یا بڑی' جیسے کہ حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے راستے سے کانٹوں والی ٹہنی کو ہٹادیا' اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر افزائی کی' پس اس کو بخش دیا۔

میں کہتا ہوں یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں ہے:
صحیح البخاری: ۲۴۷۲' صحیح مسلم: ۱۹۱۴' سنن ترمذی: ۱۹۵۸۔

راستے میں اذیت والی چیز سے مراد عام ہے خواہ وہ اذیت چھوٹی ہو یا بڑی۔

۱۲۹ - بَابُ كِرَاهِيَةِ السَّفَرِ بِالْمَصَاحِفِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ

دشمن کی زمین میں قرآن مجید کے ساتھ سفر کرنا مکروہ ہے

وَكَذٰلِكَ يُرْوٰى عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور اسی طرح محمد بن بشر سے روایت کیا گیا ہے از عبید اللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس تعلیق میں جس روایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے' اس کو امام اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں اس طرح روایت کیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مکروہ قرار دیا کہ کوئی شخص دشمن کے علاقے میں قرآن مجید کے ساتھ سفر کرے کہ کہیں دشمن قرآن مجید کو نہ چھین لے' یہاں قرآن مجید سے مراد وہ مجلد کتاب ہے جس میں قرآن مجید کی آیات لکھی ہوتی ہیں اور قرآن مجید کی تعریف یہ ہے: وہ کلام جو رسول اللہ پر صلی اللہ علیہ وسلم نازل کیا گیا اور وہ مجلد کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور آپ سے تواتر کے ساتھ بلاشبہ منقول ہے اور مصحف سے مراد وہ مجلد کتاب ہے جس میں قرآن مجید لکھا ہوا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ص ۳۳۵)

وَتَابَعَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

محمد بن بشر کی ابن اسحاق نے متابعت کی ہے از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' امام بن اسحاق کی کتاب المغازی میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۳۵)

وَقَدْ سَافَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ فِيْ اَرْضِ الْعَدُوِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ الْقُرْاٰنَ.

اور تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے دشمن کے علاقے میں سفر کیا ہے اور وہ قرآن مجید کو جاننے والے تھے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے اور اس کو لانے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ سفر کرنے کی جو ممانعت ہے' اس میں قرآن مجید سے مراد نفس قرآن نہیں ہے بلکہ وہ مجلد کتاب ہے جس میں قرآن مجید کی آیات لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔

٢٩٩٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُّسَافَرَ بِالْقُرْاٰنِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمن کے علاقے میں قرآن مجید کے ساتھ سفر کرنے سے منع فرمایا۔

(صحیح مسلم: ١٨٦٩' الرقم المسلسل: ٤٧٣٢' سنن ابن ماجہ: ١٨٦٩' سنن ابوداؤد: ٢٦١٠' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٤ ص ١٥٢' شرح مشکل الآثار: ١٩٠٤' مسند احمد ج ٢ ص ٥٥ طبع قدیم' مسند احمد: ٥١٧٠۔ ج ٩ ص ١٥٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

دشمن کے علاقے میں قرآن مجید کی جلد کو لے جانے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی القرطبی المتوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جو کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب دشمن کے علاقے میں سفر کرتے تھے۔ اس سے آپ کی مراد یہ بیان کرنا ہے کہ دشمن کے علاقے میں قرآن کے ساتھ سفر کرنے کی ممانعت ہر صورت میں اور ہر حال میں نہیں ہے' بلکہ یہ ممانعت ان لشکروں میں ہے جو محفوظ نہ ہوں اور رہے بڑے بڑے لشکر تو ان میں قرآن مجید کو دشمن کے علاقے میں لے جانا جائز ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اصحاب قرآن مجید کے حافظ نہیں تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں سے بعض کے پاس قرآن مجید کا مجلد نسخہ ہو' جس کو پڑھ کر قرآن مجید کی تعلیم دیتے ہوں' اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے بڑے لشکر میں اور چھوٹے لشکر میں ممانعت کا فرق نہیں کیا' ان کے نزدیک مطلقاً قرآن مجید کے مجلد نسخہ کو دشمن کے علاقے میں لے جانا ممنوع ہے' کیونکہ اگر قرآن مجید ان کے ہاتھ آ گیا تو وہ اس کو ہاتھ سے چھوئیں گے اور کافروں سے جنابت زائل نہیں ہوتی' لہٰذا وہ ناپاک ہیں اور قرآن مجید میں ہے:

لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ○ (الواقعہ: ٧٩)

اس کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں○

اس لیے قرآن مجید کا مشرکین کے علاقے میں لے جانا ممنوع ہے' تاہم امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک یہ مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیصر کی طرف جو مکتوب بھیجا تھا' اس میں چند آیات لکھی ہوئی تھیں' اور آپ کو معلوم تھا کہ قیصر اور اس کے متبعین نجس ہیں' اور آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ وہ اس مکتوب کو پڑھیں گے جس میں آیات ہیں' تو اس سے معلوم ہوا کہ بعض صورتوں میں قرآن مجید کو مشرکین کے علاقے میں لے جانا ممنوع ہے اور یہ وہ صورت ہے جب مسلمانوں کا لشکر چھوٹا ہو اور بعض صورتوں میں قرآن مجید کو مشرکین کے علاقے میں لے جانا ممنوع نہیں اور یہ وہ صورت ہے جب مسلمانوں کا لشکر بڑا ہو۔

(شرح ابن بطال ج ٥ ص ١٦٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

١٣٠ - بَابُ التَّكْبِيْرِ عِنْدَ الْحَرْبِ

جنگ کے وقت تکبیر پڑھنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنگ کے وقت نعرۂ تکبیر بلند کرنا جائز ہے۔

٢٩٩١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَبَّحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَقَدْ خَرَجُوْا بِالْمَسَاحِيْ عَلٰى أَعْنَاقِهِمْ فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوْا هٰذَا مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ فَلَجَئُوْا إِلَى الْحِصْنِ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ وَأَصَبْنَا حُمُرًا فَطَبَخْنَاهَا فَنَادٰى مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ فَأُكْفِئَتِ الْقُدُوْرُ بِمَا فِيْهَا تَابَعَهٗ عَلِيٌّ عَنْ سُفْيَانَ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت انس رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت خیبر میں پہنچے اور وہ اس وقت اپنے کندھوں پر کدالیں رکھ کر نکل رہے تھے جب انہوں نے (ہمیں) دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ (سیدنا) محمد ہیں اور لشکر ہے یہ (سیّدنا) محمد ہیں اور لشکر ہے پھر انہوں نے قلعہ میں پناہ لی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور کہا: اللہ اکبر! خیبر ویران ہوگیا! بے شک ہم جب کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح خراب ہوتی ہے جن کو (عذاب سے) ڈرایا گیا ہے اور ہمیں (پالتو) گدھے ملے تو ہم نے ان کو پکایا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک مُنادی نے پکار کر کہا: بے شک اللہ اور اس کا رسول تم کو گدھوں کے گوشت کے کھانے سے منع فرماتا ہے تو دیگچیوں کو ان کے سالن سمیت اُلٹ دیا گیا۔ عبداللہ بن محمد کی متابعت علی نے کی ہے از سفیان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: اللہ اکبر! تاہم اس حدیث کے بعض فوائد ومسائل ذکر کیے جارہے ہیں:

آپ کے منادی کا تعین، پالتو گدھوں کی تحریم کی پانچ وجوہ اور پالتو گدھوں کی تحریم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک منادی نے پکار کر کہا۔ یہ منادی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث میں پالتو گدھوں کے گوشت کھانے کی ممانعت ہے اس ممانعت کی پانچ وجوہ ہیں:

(۱) صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کا گوشت نجس ہے۔

(۲) پالتو گدھوں کو بار برداری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں یہ لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے ان کو اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ کہیں سواریوں کی کمی نہ ہو جائے اور صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگوں کو ان کی ضرورت پیش آتی ہے۔

(۳) گدھوں کو مال خمس میں شامل نہیں کیا گیا اور حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گدھوں کے گوشت میں سے بالکل نہ کھاؤ۔ بعض لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا گوشت کھانے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ ان کو خمس میں شامل نہیں کیا گیا اور دوسروں نے کہا: آپ نے یقینی طور پر ان کو کھانے سے منع فرمایا۔

(۴) گدھوں کا ''جلالۃ'' ہونا یعنی یہ کوڑا کرکٹ اور گندگی کھالیتے ہیں اور امام ابوداؤد نے غالب بن ابجر سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے بستی کے گندگی کھانے والے جانوروں کو حرام کر دیا۔

(۵) خیبر میں گدھوں کو اس لیے حرام قرار دیا گیا کہ وہ مالِ غنیمت میں تھے اور ان کو تقسیم نہیں کیا گیا تھا' کیونکہ امام طبرانی نے سندِ جید کے ساتھ حضرت ثعلبہ بن الحکم سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ لوٹ کے مال کو کھانے سے منع فرماتے تھے۔

عاصم بن عمر بن قتادہ' عبید بن الحسن اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا مذہب یہ ہے کہ پالتو گدھوں کا گوشت کھانا جائز ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ابن ابجر نے کہا: یارسول اللہ! میرے مال سے کوئی ایسی چیز باقی نہیں ہے جسے میں اپنے گھر والوں کو کھلا سکوں' سوائے میرے پالتو گدھوں کے' تو آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کو اپنے فربہ مال سے کھلاؤ' میں نے صرف تمہارے لیے ان گدھوں کو مکروہ قرار دیا ہے جو بستی کی گندگی کھاتے ہیں۔ اس حدیث کو امام طحاوی' امام ابویعلیٰ اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۵۰۸۔۵۰۷' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

اور جمہور علماء تابعین اور ان کے بعد کے فقہاء جن میں امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور ان کے اصحاب ہیں' ان کے نزدیک پالتو گدھوں کا گوشت کھانا حرام ہے' اور ان کا استدلال اس باب کی حدیث سے ہے' غیر مقلدین کا بھی یہی قول ہے' اور ابن ابجر کی حدیث کی سند میں بہت شدید اختلاف ہے' امام بیہقی نے کہا: یہ حدیث معلول ہے' اور ابن حزم نے کہا: اس حدیث کے تمام طرق باطل ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۳۹۔۳۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۳۱ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ رَّفْعِ الصَّوْتِ فِي التَّكْبِيرِ

تکبیر پڑھتے ہوئے آواز بلند کرنا مکروہ ہے

۲۹۹۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنَّا إِذَا أَشْرَفْنَا عَلٰى وَادٍ هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يٰأَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا إِنَّهُ مَعَكُمْ إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ تَبَارَكَ اسْمُهُ وَتَعَالٰى جَدُّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عاصم از ابی عثمان از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' جب ہم کسی وادی میں اترتے تو ہم پڑھتے: لا الٰہ الا اللہ' اور اللہ اکبر! ہماری آوازیں بلند ہو جاتیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنی جانوں کے ساتھ نرمی کرو کیونکہ تم کسی بہرے کو نہیں پکار رہے اور نہ کسی غائب کو پکار رہے ہو' بے شک وہ تمہارے ساتھ ہے' بے شک وہ سننے والا ہے' قریب ہے' اس کا نام برکت والا ہے اور اس کی عظمت بہت بلند ہے۔

[اطراف الحدیث: ۴۲۰۵۔۶۳۸۴۔۶۴۰۹۔۶۶۱۰۔۷۳۸۶]

(صحیح مسلم: ۲۷۰۴' الرقم المسلسل: ۶۷۵۶' سنن ابوداؤد: ۱۵۲۷۔۱۵۲۶' سنن ترمذی: ۳۳۸۵' سنن ابن ماجہ: ۳۸۲۴' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۴۹۳' کتاب الدعاء للطبرانی: ۱۶۶۸' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۹۶۰۵۔ ج ۳۲ ص ۳۸۳' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ''اربعوا علی انفسکم'' اس کا معنی ہے: بلند آواز کے ساتھ پڑھنے سے رک جاؤ۔

(اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۴۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

علامہ ابن بطال کا فقہاء مالکیہ اور امام شافعی رحمہ اللہ سے یہ نقل کرنا کہ ابتداء میں تعلیم کے لیے ذکر بالجہر جائز تھا' اب کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب التوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جہر کے ساتھ تکبیر پڑھنے سے منع فرمایا' اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ سفر کی مشقت میں تھے تو آپ کی مراد یہ تھی کہ وہ چلا چلا کر اپنے آپ کو مزید مشقت میں نہ ڈالیں اور آپ مؤمنین کے ساتھ بہت رحم دل تھے پھر آپ نے ان کو بتایا کہ وہ آہستہ سے بھی تکبیر پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اس کو سن لے گا کیونکہ کوئی آفت اس کو سننے سے منع نہیں کر سکتی اور وہ بہت سننے والا بہت قریب ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ دعا میں آواز کو بلند کرنا مکروہ ہے' صحابہ اور تابعین کا یہی موقف ہے' قیس بن عبادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تین مواضع پر آواز بلند کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے: ذکر کے وقت' جنگ کے وقت اور جنائز میں۔

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ تین چیزیں ہیں جن کی لوگوں نے نئی ایجاد کی ہے: دعا میں آواز بلند کرنا' ہاتھ اٹھانا اور سجدہ مختصر کرنا' اور مجاہد نے دیکھا کہ ایک شخص دعا میں آواز بلند کر رہا تھا تو انہوں نے اس کو کنکری ماری۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۶۶ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر کی یہ تصریح کہ صرف قتال کے وقت ذکر بالجہر ممنوع ہے اور باقی تمام اوقات میں ذکر بالجہر مشروع ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے زیر بحث حدیث کو ''کتاب الجہاد'' میں جو درج کیا ہے' اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہنے کی کراہیت صرف قتال کے وقت کے ساتھ مخصوص ہے تاکہ دشمن کو مسلمانوں کی جگہ کا پتا نہ چلے' اس کے علاوہ بلند آواز سے ذکر کرنے کے متعلق ''کتاب الصلوٰۃ'' میں حدیث گزر چکی ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۳۲ 'دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ذکر بالجہر کے متعلق احادیث اور ان کی شروح

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب لوگ فرض نماز سے فارغ ہو کر واپس جاتے تھے تو بلند آواز سے ذکر کرنا لوگوں کا معمول تھا' حضرت ابن عباس نے کہا کہ جب لوگ واپس جاتے تھے تو مجھے معلوم ہو جاتا تھا کیونکہ میں اس ذکر کو سنتا تھا۔

(صحیح البخاری: ۸۴۱' صحیح مسلم: ۵۸۳' سنن ابوداؤد: ۱۰۰۲' سنن نسائی: ۱۳۳۱)

حضرت شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ میں ذکر کی آواز سن کر جان لیتا تھا کہ اب لوگ نماز پڑھ کر جا رہے ہیں' حُمیدی نے سفیان سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا اختتام صرف تکبیر کی آواز سے پہچانتے تھے' قاضی عیاض نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی کم سنی کی وجہ سے نماز میں دائماً حاضر نہیں ہوتے تھے' اور دوسروں نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس نماز آخری صفوں میں پڑھتے ہوں' اور ان کو سلام سے نماز کے اختتام کا نہ پتا چلتا ہو' بلکہ تکبیر کی آواز سے ان کو پتا چلتا ہو کہ

نماز ختم ہو گئی ہے' ابن دقیق العید نے کہا: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہاں مکبر نہیں تھا' جو بلند آواز سے سلام کہتا اور تکبیر پڑھتا۔

نیز حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ سلام پھیرنے کے بعد پہلے بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے ہوں' اس کے بعد تسبیحات پڑھتے ہوں۔ (فتح الباری ج ۲ص ۴۰۰۔۳۹۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث اور حافظ ابن حجر کی اس شرح میں ذکر بالجہر کے مشروع ہونے پر واضح دلیل ہے۔

ابوالزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز کے سلام پھیرنے کے بعد پڑھتے تھے: "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَـهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ ' لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّـنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ" حضرت زبیر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے بعد لا اِلٰہ الا اللہ پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۵۹۴' سنن ابوداؤد: ۱۵۰۶' سنن نسائی: ۱۳۳۵' کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ج ۱ص ۴۹۶' السنن الکبری: ۱۱۴۶۱' مسند ابویعلیٰ: ۶۸۱۰' صحیح ابن خزیمہ: ۷۴۰' صحیح ابن حبان: ۲۰۱۰' المعجم الکبیر: ۳۰۸' مسند احمد ج ۴ص ۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۱۲۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے بعد لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے' یہ اس پر محمول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلند آواز سے پڑھتے تھے' تبھی تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے یہ ذکر سن کر اس کو روایت کیا' اور اسی طرح حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو پڑھتے تھے: "لا الـه الا الله وحده لا شـريك لـه له الملك وله الحمد وهو على كل شىء قدير' اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد"۔ (صحیح البخاری: ۶۶۱۵' صحیح مسلم: ۵۹۳' سنن ابوداؤد: ۱۵۰۵' سنن نسائی: ۱۳۴۷)

(ترجمہ:) اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے' اے اللہ! جس چیز کو تو عطا کرے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس چیز سے تو منع کرے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں ہے' اور کسی دولت مند کی دولت تیرے مقابلے میں نفع نہیں دے سکتی۔

شیخ محدث دہلوی کا ذکر بالجہر کے جواز کو راجح قرار دینا اور نواب بھوپالی کا ذکر بالجہر کو مستحب قرار دینا اور علامہ ابن بطال اور امام شافعی کا ردّ کرنا

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں جو تکبیر کا ذکر ہے' اس سے مراد مطلق ذکر ہے اور بعض نے کہا: اس سے مراد وہ تکبیر ہے جو سبحان اللہ' الحمد للہ' اللہ اکبر میں تکبیر ہے' اور بعض نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے بعد تین بار یا ایک بار تکبیر پڑھا کرتے تھے' اور بعض نے کہا: اس سے وہ تکبیر مراد ہے کہ جو نماز میں ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف انتقال کے وقت تکبیر پڑھی جاتی ہے اور یہ وجہ حدیث کے الفاظ سے بعید ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کی روایت کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلند آواز سے ذکر کرتے تھے' اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلند آواز سے ذکر کرنا اپنے اصحاب کو تعلیم دینے کے لیے تھا اور علامہ نووی نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ دعا اور ذکر میں افضل اخفاء ہے خواہ امام ہو یا منفرد' ہاں! اگر تعلیم کی ضرورت ہو تو بلند آواز سے ذکر کیا جائے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بلند آواز سے ذکر کیا ہے' وہ بھی اسی پر

محمول ہے ورنہ افضل آہستہ ذکر کرنا ہے اور حق یہ ہے کہ اوقات مختلف ہوتے ہیں کبھی ذوق اور حضور اخفاء میں ہوتا ہے اور کبھی ذوق و شوق جہر میں ہوتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ذکر بالجہر بلاشبہ مشروع ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ا ص ۵۰ ۴ ـ ۴۴۹ ملخصاً مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

شیخ محمد صدیق خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ابن حزم ظاہری اور دیگر متاخرین نے ذکر بالجہر کو مستحب قرار دیا ہے اور علامہ ابن بطال اور دیگر علماء نے کہا ہے کہ ذکر بالجہر مستحب نہیں ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ آپ نے تعلیم کے لیے بلند آواز سے ذکر کیا تھا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ نے دائماً بلند آواز سے ذکر کیا تھا شیخ بھوپالی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کی یہ حدیث صحیح ان تمام اقوال کا واضح رد کرتی ہے اور اس حدیث میں تاویل کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ظاہر حقیقی کو معنی مجازی کی طرف پھیرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

(السراج الوہاج فی کشف مطالب مسلم بن حجاج ج ۲ ص ۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ)

علامہ خیر الدین رملی کا ذکر بالجہر اور ذکر خفی کے دلائل کو ذکر کر کے ذکر بالجہر کو راجح قرار دینا اور ذکر خفی کے دلائل کا محمل بیان کرنا

علامہ خیر الدین بن احمد بن نور الدین الرملی متوفی ۱۰۸۱ھ میں لکھتے ہیں:

رہا ذکر بالجہر کے لیے حلقہ بنانا اور ان میں قصائد پڑھنا تو یہاں ایسی احادیث ہیں جو جہر کا تقاضا کرتی ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندہ کے گمان کے موافق ہوتا ہے اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ میرا ذکر تنہا کرے تو میں اس کا تنہا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ میرا ذکر جماعت میں کرے تو میں اس کا ذکر اس سے افضل جماعت میں کرتا ہوں۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۷۴۰۵ صحیح مسلم: ۲۶۷۵ سنن ترمذی: ۳۶۰۳ سنن ابن ماجہ: ۳۸۲۲ مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۸)

اس حدیث میں جماعت کے ساتھ ذکر کا ثبوت ہے اور جماعت کے ساتھ جو ذکر ہوتا ہے وہ جہر کے ساتھ ہی ہوتا ہے اسی طرح حلقہ کا ثبوت بھی فرشتوں کے حلقہ بنانے سے ہے اور یہاں ایسی بھی احادیث ہیں جو آہستہ ذکر کرنے کی دلیل ہیں:

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہترین ذکر وہ ہے جو پوشیدہ ہو۔ الحدیث

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱۰ ص ۳۷۵ مسند ابو یعلیٰ: ۷۳۱ شعب الایمان: ۵۵۳ مسند احمد ج ا ص ۱۷۲ مسند احمد: ۱۴۷۷)

شعیب الارنؤط نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند کا ایک راوی محمد بن عبد الرحمن بن ابی لبیبہ ضعیف ہے پھر اس نے حضرت سعد بن مالک کو نہیں پایا سو یہ حدیث منقطع ہے۔ (حاشیہ مسند احمد ج ا ص ۱۷۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

ان مختلف حدیثوں میں اس طرح تطبیق ہے کہ اشخاص اور احوال کے اختلاف سے حکم مختلف ہوتا ہے پوشیدہ ذکر کی فضیلت اس وقت ہے جب ریاکاری کا خدشہ ہو یا جب نمازیوں اور سونے والوں کو جہر سے ایذاء ہوتی ہو اور جب یہ عوارض نہ ہوں تو پھر ذکر بالجہر افضل ہے کیونکہ اس میں زیادہ عمل ہے (دل اور زبان کا) اور اس کا فائدہ سننے والوں کو پہنچتا ہے اور یہ ذکر کرنے والے کو بیدار رکھتا ہے اور وہ اس کو غور سے سنتا ہے اور جہر نیند کو دور کرتا ہے اور نشاط کو زیادہ کرتا ہے۔ جہر پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ. (الاعراف: ۲۰۵)

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو عاجزی اور خوف سے اور زبان سے بغیر جہر کے آہستہ آہستہ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے' جب مسلمان نماز میں بلند آواز سے قرآن مجید پڑھتے تو مشرکین قرآن کو سن لیتے' پھر وہ قرآن مجید کو بُرا کہتے' اس لیے مسلمانوں کو بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمادیا تا کہ مشرکین کو قرآن مجید کی مذمت کا موقع نہ ملے اور مذمت کے ذریعہ کا سدِ باب ہو جائے' جس طرح مسلمانوں کو بتوں کی مذمت کرنے سے منع فرمایا ہے تا کہ اس کے جواب میں مشرکین اللہ تعالیٰ کی مذمت نہ کریں' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں خاص طور پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب ہے' عام مسلمانوں کو خطاب نہیں ہے' عام مسلمانوں کو جہر سے ذکر کرنا چاہیے تا کہ ان کے دل سے وسوسے دور ہو جائیں' ان کو جہر کا حکم دیا گیا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص رات کو نماز پڑھے وہ بلند آواز سے قراءت کرے کیونکہ فرشتے اس کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اس کی قراءت کو سنتے ہیں' اسی طرح مؤمنین جن بھی اس کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اس کی قراءت کو سنتے ہیں۔ الحدیث (مسند البزار: ٧١٢' مجمع الزوائد: ٣٦٠٣)

اس آیت (الاعراف: ٢٠٥) کا تیسرا جواب یہ ہے کہ اس میں چلاّ چلاّ کر ذکر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اسی طرح اس آیت سے بھی ذکر بالجہر پر اعتراض کیا جاتا ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ O (الاعراف: ٥٥)

اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ دعا کرو' بے شک وہ (اللہ) حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا O

اس کا جواب یہ ہے کہ حد سے بڑھنے سے مراد یہ ہے کہ خوب چلاّ چلاّ کر ذکر کیا جائے' اس آیت میں جہر معتدل اور جہر متوسط سے نہیں منع کیا اور ذکر بالجہر کے مشروع ہونے سے یہی مراد ہے کہ جہر متوسط کے ساتھ ذکر کیا جائے۔

اسی طرح یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ فتاویٰ قاضی خان میں مذکور ہے کہ ذکر میں آواز کو بلند کرنا حرام ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہترین ذکر وہ ہے جو مخفی اور پوشیدہ ہو' کیونکہ وہ ریاکاری سے دور ہے اور خضوع کے زیادہ قریب ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں بہ حوالہ بزازیہ علیٰ ہامش الہندیہ ج٦ ص ٣٧٩-٣٧٨' مطبعہ بولاق مصر' ١٣١٠ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت اس جہر پر محمول ہے جو جہر مفرط ہو اور مضر ہو۔

کیونکہ فتاویٰ بزازیہ میں فتاویٰ قاضی خان سے یہ منقول ہے کہ مساجد میں ذکر بالجہر سے منع نہیں کیا جائے گا تا کہ منع کرنے والا اس آیت کی وعید میں نہ داخل ہو جائے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا. (البقرہ: ١١٤)

اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہے جس نے اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام ذکر کیے جانے سے روکا اور ان کی ویرانی میں کوشش کی۔

اسی طرح یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت ابن مسعود نے بلند آواز سے ذکر کرنے والی ایک جماعت کو مسجد سے نکال دیا تھا' وہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھ رہے تھے۔ (مسند داری: ٢١٠' ص ١٨٢) اور یہ ذکر بالجہر کے جواز کے خلاف ہے:

اس کا جواب یہ ہے کہ بالفرض اگر یہ اثر صحیح ہو تو اس کا محمل یہ ہے کہ وہ لوگ بہت چلاّ چلاّ کر ذکر کر رہے تھے۔

اسی طرح حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے والوں سے فرمایا: اے لوگو! اپنی جانوں کے ساتھ نرمی کرو کیونکہ تم کسی بہرے کو نہیں پکار رہے اور نہ کسی غائب کو پکار رہے ہو۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری: ۲۹۹۲' صحیح مسلم: ۲۷۰۴' سنن ابوداؤد: ۱۵۲۶' سنن ترمذی: ۳۳۸۵' سنن ابن ماجہ: ۳۸۲۴' مسند احمد ج ۴ ص ۴۰۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ممانعت کا محمل یہ ہے کہ اس موقع پر جہر کرنا مصلحت کے خلاف تھا۔ روایت ہے کہ وہ اس وقت ایک غزوہ میں تھے اور شاید کہ بلند آواز سے ذکر کرنا کسی مصیبت کا پیش خیمہ ہوتا (کیونکہ میدانِ جنگ میں اپنے مورچوں کو دشمن سے چھپا کر رکھا جاتا ہے) اور بہر حال بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا جائز ہے۔

(فتاویٰ خیریہ علیٰ ہامش تنقیح الفتاوی الحامدیہ ج ۲ ص ۲۸۲۔۲۸۱' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

علامہ شامی کی یہ تصریح کہ تمام متقدمین اور متاخرین کے نزدیک ذکر بالجہر مستحب ہے

خاتم الفقہاء علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

صاحب بزازیہ کا ذکر بالجہر میں کلام مضطرب ہے' کبھی انہوں نے کہا: یہ حرام ہے' کبھی انہوں نے کہا: یہ جائز ہے (اس کے بعد علامہ شامی نے فتاویٰ خیریہ کی عبارت اختصار سے نقل کی ہے' پھر لکھتے ہیں:) حاشیۃ الحموی میں امام شعرانی سے منقول ہے کہ تمام متقدمین اور متاخرین فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مساجد وغیر مساجد میں جماعت کا مل کر ذکر بالجہر کرنا مستحب ہے' ہاں! اگر ان کے جہر سے کسی سننے والے کی نیند میں خلل ہو یا نمازی کی نماز میں خلل ہو یا قرآن پڑھنے والے کی تلاوت میں خلل ہو تو پھر یہ مستحب نہیں ہے (ہوسکتا ہے اس صورت میں یہ مباح ہو یا مکروہ تنزیہی ہو۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار ج ۲ ص ۳۷۶۔۳۷۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ہمارا لکھا ہوا ایک رسالہ "ذکر بالجہر" چھپا ہوا ہے' اس میں اس مسئلہ کی مکمل تحقیق کی گئی ہے' اس سے پہلے نعمۃ الباری ج ۲ ص ۸۷۴۔۸۷۱' صحیح البخاری: ۸۴۲ میں بھی اس حدیث کی شرح کی جاچکی ہے' تاہم یہاں پر رسالہ ذکر بالجہر اور نعمۃ الباری ج ۲ سے زیادہ تفصیل و تحقیق کی ہے۔ وللہ الحمد

۱۳۲ - بَابُ التَّسْبِيحِ إِذَا هَبَطَ وَادِيًا — جب وادی میں اترے تو تسبیح پڑھے

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جہاد یا حج میں مسافر جائے اور کسی وادی میں اترے تو وہ تسبیح پڑھے۔

۲۹۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا.

[طرف الحدیث: ۲۹۹۴] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از حصین بن عبد الرحمان از سالم بن ابی الجعد از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہ جب ہم کسی جگہ چڑھتے تو تکبیر پڑھتے اور جب کسی جگہ اترتے تو تسبیح پڑھتے۔

بلندی پر تکبیر پڑھنے اور پستی میں تسبیح پڑھنے کی حکمت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب ہم کسی جگہ چڑھتے۔ اس کا معنی ہے: جب ہم کسی بلند جگہ پر جاتے مثلاً پہاڑ یا ٹیلہ پر۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے: جب ہم کسی جگہ اترتے۔ یعنی کسی نچلی اور نشیب کی جگہ میں اترتے' مثلاً وادی میں۔

تکبیر کا معنی ہے: اللہ اکبر پڑھنا' اور تسبیح کا معنی ہے: سبحان اللہ پڑھنا' ہم کسی بلند جگہ پر اللہ اکبر پڑھتے اور اس جگہ کی بلندی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی کبریائی کو یاد کرتے' یعنی یہ جگہ بھی بلند ہے' مگر سب سے بلند اللہ تعالیٰ کی ذات ہے' اور کسی نچلی اور نشیب والی جگہ

میں سبحان اللہ پڑھتے یعنی یہ جگہ پست ہے اور اللہ تعالیٰ ہر پستی اور نشیب سے بری ہے اور بلند ہے اور یہ حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ سے بھی ماخوذ ہے کہ انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی اور مچھلی کا پیٹ بھی پستی اور نشیب کے حکم میں ہے پستی اور نشیب میں تسبیح پڑھنا حضرت یونس علیہ السلام کی سنت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۴۰ مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

١٣٣ - بَابُ التَّكْبِيرِ إِذَا عَلَا شَرَفًا — جب کسی بلندی پر چڑھے تو تکبیر پڑھے

یعنی مسافر جب جہاد یا حج کے سفر میں کسی بلند جگہ پر چڑھے تو پھر اللہ اکبر پڑھے۔

٢٩٩٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا إِذَا صَعِدْنَا كَبَّرْنَا وَإِذَا تَصَوَّبْنَا سَبَّحْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از حصین از سالم از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم کسی جگہ چڑھتے تو تکبیر پڑھتے اور جب کسی جگہ اترتے تو تسبیح پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے جو اس سے پہلی حدیث کی شرح میں بیان کی گئی ہے۔

٢٩٩٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ الْغَزْوَ يَقُولُ كُلَّمَا أَوْفَى عَلَى ثَنِيَّةٍ أَوْ فَدْفَدٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ قَالَ صَالِحٌ فَقُلْتُ لَهُ أَلَمْ يَقُلْ عَبْدُ اللّٰهِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ قَالَ لَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از سالم بن عبداللہ از عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج سے یا عمرہ سے واپس آتے راوی کہتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ یا جب کسی غزوہ سے واپس آتے تو جب بھی آپ کسی بلند جگہ پر پہنچتے یا کسی بنجر والی زمین پر پہنچتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر پڑھتے اور پھر یہ پڑھتے: ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ'' اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم رجوع کرنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی عبادت کرنے والے ہیں اور اس کو سجدہ کرنے والے ہیں اور اس کی حمد کرنے والے ہیں اللہ نے اپنے وعدہ کو سچا کر دیا اور اپنے (مکرم) بندے کی مدد کی اور کافروں کی جماعت کو اکیلے شکست دی۔ صالح نے کہا: میں نے راوی سے پوچھا: کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان شاء اللہ نہیں کہا تھا؟ تو

انہوں نے کہا: نہیں!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٧٩٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ آپ کسی بلند جگہ پر جا کر اللہ کی کبریائی بیان کرتے تھے۔

١٣٤ - بَابُ يُكْتَبُ لِلْمُسَافِرِ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ فِي الْإِقَامَةِ

مسافر دورانِ اقامت (یا بیمار دورانِ صحت) جو نیک کام کرتا تھا (بیماری اور) سفر میں بھی اس کے وہی نیک کام لکھے جاتے ہیں

یعنی جب مسافر سفرِ معصیت نہ کرے اور بیماری اور سفر کی مشقت کی وجہ سے ان نیک کاموں کو نہ کر سکے جو وہ دورانِ اقامت کیا کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عذر کی وجہ سے اور اپنے فضل سے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کے نامۂ اعمال میں ان نیک کاموں کو لکھتے رہیں۔

٢٩٩٦ - حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ حَدَّثَنَا الْعَوَّامُ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ اَبُوْ اِسْمَاعِيْلَ السَّكْسَكِيُّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا بُرْدَةَ وَاصْطَحَبَ هُوَ وَيَزِيْدُ بْنُ اَبِي كَبْشَةَ فِي سَفَرٍ فَكَانَ يَزِيْدُ يَصُوْمُ فِي السَّفَرِ فَقَالَ لَهُ اَبُوْ بُرْدَةَ سَمِعْتُ اَبَا مُوْسٰى مِرَارًا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيْمًا صَحِيْحًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مطر بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں العوام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم ابو اسماعیل السکسکی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابو بردہ سے سنا اور وہ یزید بن ابی کبشہ کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو یزید سفر میں روزے رکھ رہے تھے' پس ان سے ابو بردہ نے کہا کہ میں نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے متعدد بار یہ سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ بیمار ہو یا سفر کرے تو اس کے لیے ان ہی نیک اعمال کے مثل لکھے جاتے ہیں جو نیک اعمال وہ حالتِ اقامت اور حالتِ صحت میں کرتا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) مطر بن الفضل المروزی (٢) یزید بن ہارون بن زاذان الواسطی (٣) العوام بن حوشب (٤) ابراہیم بن عبدالرحمان ابو اسماعیل السکسکی (٥) ابو بردہ' ان کا نام عامر ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا نام الحارث ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے (٦) یزید بن ابی کبشہ شامی' صحیح البخاری میں ان کا صرف اسی جگہ ذکر ہے (٧) حضرت ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ۔
(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٤٢)

باب مذکور کی حدیث کی مؤید دیگر احادیث

میں کہتا ہوں کہ سنن ابو داؤد کی روایت بھی امام بخاری کی روایت کی مثل ہے:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار یا دو بار سے زیادہ مرتبہ سنا ہے کہ جب کوئی بندہ نیک عمل کرتا ہو پھر وہ کسی بیماری یا سفر کی وجہ سے وہ عمل نہ کر سکے تو اس کے لیے وہ نیک اعمال لکھ دیئے جاتے ہیں جو وہ تندرستی اور اقامت کی حالت میں کرتا تھا۔ (سنن ابو داؤد: ٣٠٩١' دار الفکر بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ اچھے طریقہ سے عبادت کرتا ہو پھر وہ بیمار ہو جائے تو جو فرشتہ اس کے سپرد ہوتا ہے اس سے کہا جاتا ہے: اس بندہ کے ان اعمال کی مثل لکھو جو یہ صحت کے زمانہ میں کرتا تھا حتیٰ کہ تم اس کو میرے حوالے کر دو۔ اس حدیث کو امام عبدالرزاق امام احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (مسند البزار: ٧٥٩، حلیۃ الاولیاء ج ٨ ص ٣٠٩، مسند احمد ج ٢ ص ٢٠٥ طبع قدیم، مسند احمد ٦١١٦)

اور امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی مسلمان بندے کے جسم کو کسی آزمائش میں مبتلا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: اس کے اسی عمل کو لکھتے رہو جو یہ زمانہ صحت میں کرتا تھا، پھر اگر اللہ عزوجل اس کو شفاء دے دیتا ہے تو اس کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور اگر اس کی روح قبض کر لیتا ہے تو اس کو بخش دیتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ٢٣٣، شرح السنۃ: ١٤٣٠، الادب المفرد: ٥٠١، مسند احمد ج ٣ ص ١٤٨، مسند احمد: ١٢٥٠٣)

اور امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا ہو (پھر کبھی) اس پر نیند غالب آ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے نماز کا اجر لکھ دیتا ہے اور اس کی نیند اس پر صدقہ ہو جاتی ہے۔ (سنن نسائی: ١٧٨٠، سنن ابوداؤد: ١٣١٤)

١٣٥ - بَابُ سَيْرِ الرَّجُلِ وَحْدَهُ بِاللَّيْلِ — کسی مرد کا رات کو اکیلے سفر کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا مرد کا رات کو تنہا سفر کرنا مکروہ ہے کہ نہیں؟ اس کا جواب باب کی پہلی دو حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے پہلی حدیث کا تقاضا ہے مکروہ نہیں ہے۔

علامہ مہلب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کو اکیلے سفر کرنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ رات کو شیاطین پھیلے ہوئے ہوتے ہیں اور اس وقت وہ اکیلے آدمی کو دیکھ کر اس کو طرح طرح کے وسوسے ڈالتے ہیں اور پریشان کرتے ہیں اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ وہ رات کو اپنے بچوں کو گھروں میں رکھیں اور باہر نکلنے نہ دیں تاہم اگر کوئی تنہا سفر کرنے کے لیے نکلا تو یہ حرام نہیں ہے مکروہ ہے۔

رہا یہ کہ اس باب کی حدیث میں حضرت زبیر کا قصہ آ رہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو رات کے وقت دشمن کی جاسوسی کرنے کے لیے بھیجا سو یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ رات کو تنہا سفر کرنا حرام نہیں ہے ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو رات میں تنہا نہ بھیجتے یہ فقط مکروہ تنزیہی ہے۔ (شرح ابن بطال ج ٥ ص ١٧٠، مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٤ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ مہلب نے یہ صحیح نہیں لکھا اگر کوئی شخص از خود رات کو تنہا سفر کرے تو وہ بے شک مکروہ تنزیہی ہوگا لیکن جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات تنہا بھیجا ہو وہ کیسے مکروہ تنزیہی ہو سکتا ہے بلکہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علم تھا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو شیاطین پریشان نہیں کر سکیں گے اس لیے آپ نے ان کو رات کے وقت دشمن کی جاسوسی کرنے کے لیے تنہا بھیجا۔

٢٩٩٧ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ نَدَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَهُمْ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَهُمْ فَانْتَدَبَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن المنکدر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خندق کے دن لوگوں کو طلب کیا پس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

الزُّبَيْرُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ قَالَ سُفْيَانُ الْحَوَارِيُّ النَّاصِرُ.

نے لبیک کہا' آپ نے پھر لوگوں کو طلب کیا' پس حضرت زبیر رضی اللہ نے لبیک کہا' آپ نے پھر لوگوں کو طلب کیا' پس حضرت زبیر نے لبیک کہا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں۔ سفیان نے کہا: حواری کا معنی ہے: مددگار۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۸۴۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں کسی مرد کو رات کے وقت تنہا بھیجنے کا ذکر ہے۔

۲۹۹۸ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْوَحْدَةِ مَا اَعْلَمُ مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَّحْدَهُ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ح) اور ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اگر لوگ تنہا سفر کرنے کے اس ضرر کو جان لیتے جس کو میں جانتا ہوں تو کوئی سوار رات کو تنہا سفر نہ کرتا۔

باب مذکور کی دونوں حدیثوں کا فرق

پہلی حدیث کی اس پر دلالت ہے کہ تنہا سفر کرنا جائز ہے اور دوسری حدیث کی اس پر دلالت ہے کہ رات کو تنہا سفر کرنا ممنوع ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ کسی ضروری کام کے لیے مرد رات کو تنہا سفر کرے اور اس کو اپنی سلامتی کا غالب گمان ہو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو رات میں تنہا بھیجا کیونکہ وہ ضروری کام سے جا رہے تھے اور انہوں نے دشمن کی جاسوسی کرنی تھی' اور ان کو اپنی سلامتی کا غالب گمان تھا' کیونکہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیج رہے تھے دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی از خود رات میں تنہا سفر کرے اور اس کی سلامتی کا کوئی قرینہ نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کا رات میں تنہا سفر کرنا مکروہ ہے' اور یہی اس باب کی دوسری حدیث کا تقاضا ہے۔

علامہ ابن ابی جمرۃ کی شرح

علامہ ابومحمد عبداللہ بن ابی جمرہ الاندلسی المتوفی ٦٩٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ کسی سوار کا رات کو سفر کرنا ممنوع ہے اور اس میں چند مباحث ہیں:

مبحث اوّل: جس طرح سوار کا رات میں تنہا سفر کرنا ممنوع ہے' اسی طرح رات میں پیدل کا تنہا سفر کرنا ممنوع ہے

اس حدیث میں سوار کو رات میں تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا ہے' اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ آیا پیدل رات کو تنہا سفر کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص پیدل ہو اس کا رات کو تنہا سفر کرنا بہ طریق اولیٰ ممنوع ہے' کیونکہ سوار کو بہرحال سواری کے ساتھ انس حاصل ہوتا اور پیدل اس انس سے خالی ہوتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص پیدل ہو اور اس کے ساتھ کوئی سواری نہ ہو تو اگر وہ راستہ میں سو جائے تو اس کو جگانے والا کوئی نہیں ہوگا اور اگر اس پر کوئی مصیبت آ جائے تو اس کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

مبحث ثانی: رات کو تنہا سفر کرنے کی ممانعت عام لوگوں کے لیے ہے' خواص کے لیے نہیں ہے

نیز رات کو تنہا سفر کرنے کی یہ ممانعت عام لوگوں کے لیے اور رہے خواص تو وہ سفر میں تنہا نہیں ہوتے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سفر میں یہ دعا کی ہے:

اللهم انت الصاحب فی السفر. — اے اللہ! تو سفر میں میرا ساتھی ہے۔

(صحیح مسلم: ١٣٤٢' الرقم المسلسل: ٣١٦٥' سنن ابوداؤد: ٢٥٩٩)

اسی طرح درج ذیل حدیث ہے:

انا جلیس من ذکرنی. — جو میرا ذکر کرے' میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

(الدر المنثور ٥: ١٣١۔ ص ١١٤' دار الفکر' بیروت ١٤١٥ھ)

اور خواص ہمیشہ اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں تو ان کو اپنے مولیٰ کی مصاحبت حاصل ہوتی ہے اور سفر میں اس کی مجالست حاصل ہوتی ہے' لہٰذا وہ سفر میں تنہا نہیں ہوتے' اس لیے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اگر سفر میں تنہا ہوں تو اللہ کی حفاظت میں ہوتے ہیں۔

مبحث ثالث: سفر سے مراد متعارف سفر نہیں بلکہ لغوی سفر مراد ہے

سفر کا معنی ہے: ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا' اور صوفیاء کے نزدیک اس سے مراد ہے: جہل سے علم کی طرف منتقل ہونا' اور رات کا اندھیرا جہل ہے' تو اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بندہ جہل سے نکل کر علم کی روشنی میں آئے اور جب علم کی روشنی میں آئے گا تو شیطان اس کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔ (بہجۃ النفوس ج ٣ ص ١٤٤۔ ١٤٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٥ھ)

١٣٦ - بَابُ السُّرْعَةِ فِي السَّيْرِ عِنْدَ الرُّجُوْعِ إِلَى الْوَطَنِ — وطن کی طرف واپسی میں تیزی سے چلنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وطن کی طرف واپسی کے وقت تیز تیز چلنا جائز ہے۔

قَالَ أَبُوْ حُمَيْدٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّىْ مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَّتَعَجَّلَ مَعِيَ فَلْيُعَجِّلْ.

ابوحمید نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں مدینہ کی طرف جلدی جا رہا ہوں' سو جو جلدی جانے کا ارادہ کرے' وہ میرے ساتھ جلدی چلے۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ١٤٨١ میں گزر چکی ہے' ابوحمید کا نام عبدالرحمٰن ہے اور یہ انصاری صحابی ہیں۔

٢٩٩٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِىْ أَبِىْ قَالَ سُئِلَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ يَحْيٰى يَقُوْلُ وَأَنَا أَسْمَعُ فَسَقَطَ عَنِّىْ عَنْ مَّسِيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ قَالَ فَكَانَ يَسِيْرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی' انہوں نے بتایا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے (سفر حج میں نبی ﷺ کی رفتار کے متعلق) سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ یحییٰ اس کو بیان کر رہے تھے اور میں

الْعَنَقَ فَإِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ.

یہ بتانا بھول گیا کہ حجۃ الوداع میں نبی ﷺ کی رفتار کیسی تھی' آپ سہولت کے ساتھ چلتے تھے' جب آپ راستہ میں کشادگی پاتے تو تیز چلتے' اور ''نصّ'' کا معنی ہے: سہولت سے زیادہ تیز چلنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٦٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا کہ اس میں نبی ﷺ کے تیز چلنے کا ذکر ہے۔

٣٠٠٠ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدٌ هُوَ ابْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بِطَرِيقِ مَكَّةَ فَبَلَغَهُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ شِدَّةُ وَجَعٍ فَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّفَقِ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعَتَمَةَ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے زید نے خبر دی اور وہ ابن اسلم ہیں' از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ مکرمہ کے راستہ میں تھا تو حضرت ابن عمر کو یہ خبر پہنچی کہ (ان کی بیوی) صفیہ بنت ابی عبید کو شدید درد ہے تو انہوں نے تیز چلنا شروع کیا حتیٰ کہ جب شفق غروب ہوگئی تو وہ سواری سے اترے اور انہوں نے مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھیں' اور انہوں نے بتایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ جب نبی ﷺ کو جلد جانا ہوتا تو آپ مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیتے اور دونوں (مغرب اور عشاء) کو ملا کر پڑھتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٩١ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر گھر جاتے وقت تیزی کے ساتھ سفر کرتے تھے۔

شیخ البانی کا دو نمازوں کو جمع کرنے کی تمام احادیث کو جمع حقیقی پر محمول کرنا

محمد ناصر الدین البانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں دو نمازوں کو جمع کرنے سے مراد جمع حقیقی ہے' اس کا معنی ہے: پہلی نماز کو دوسری نماز کے وقت تک مؤخر کرنا مثلاً ظہر اور عصر دونوں نماز کو معاً عصر کے وقت میں پڑھا جائے' اسی طرح مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشاء کے وقت میں پڑھا جائے' اور اس کے متعلق احادیث صحیحہ صریحہ ہیں اور اس میں زیادہ صریح عصر کی نماز کو مقدم کر کے ظہر کے وقت میں پڑھنا ہے اور دونوں نمازیں جمع کر کے ظہر کے وقت میں پڑھی جائیں' اسی طرح عشاء کی نماز کو مغرب کے ساتھ پڑھنا ہے' اس میں جمع صوری متصور نہیں ہے' اس کی زیادہ واضح مثال یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بارش کے وقت دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھا جائے' اس میں جمع تقدیم کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے' ان تمام کے متعلق احادیث کثیرہ صحیحہ وارد ہیں۔

(سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ٣٠٤٠۔ ج ٧' قسم اول' ص ٩٠۔ ٨٩' مکتبۃ المعارف' ریاض' ١٤٢٢ھ)

مصنف کی یہ تحقیق کہ عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ دو نمازوں کو جمع کرنے کی احادیث جمع صوری پر محمول ہیں

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا○ بے شک نماز ایمان والوں پر وقت مقرر میں فرض ہے○

(النساء:١٠٣)

اگر دو نمازوں کو جمع کر کے ایک نماز کے وقت میں پڑھا جائے تو یہ اس آیت کے خلاف ہے' عرفات میں عصر کی نماز کو مقدم کر کے ظہر کے وقت میں پڑھا جاتا ہے اور یہ جمع تقدیم ہے اور مزدلفہ میں مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشاء وقت میں پڑھا جاتا ہے' اس کو جمع تاخیر کہتے ہیں اور یہ دونوں صورتیں تواتر معنوی سے ثابت ہیں' لہٰذا یہ صورتیں النساء:١٠٣ سے مستثنیٰ ہیں' ان کے علاوہ جن دو نمازوں کو جمع کرنے کا احادیث میں ذکر ہے' وہ سب اخبار آحاد ہیں اور خبر واحد سے قرآن مجید کو منسوخ قرار دینا جائز نہیں ہے' اگر ان کی توجیہ جمع صوری کے ساتھ ہو سکے تو ان کی توجیہ کی جائے گی ورنہ قرآن مجید کے مقابلہ میں ان اخبار آحاد کو چھوڑ دیا جائے گا' جمع صوری کی مثال اس حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مغرب کی نماز کو اس کے آخری وقت میں پڑھا اور عشاء کی نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں پڑھا' شیخ البانی کا اس قسم کی تمام صورتوں کو جمع حقیقی پر محمول کرنا اخبار آحاد کو قرآن مجید پر مقدم کرنا ہے' یہ قرآن مجید کے خلاف ہے اور اس کی اہمیت کو کم کرنا ہے۔

٣٠٠١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ نَوْمَهٗ وَطَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ فَاِذَا قَضٰى اَحَدُكُمْ نَهْمَتَهٗ فَلْيُعَجِّلْ اِلٰى اَهْلِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی مولیٰ ابی بکر از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے' وہ تم میں سے کسی ایک شخص کے سونے اور اس کے کھانے اور پینے کو منع کر دیتا ہے' پس جب تم میں سے کوئی شخص اپنا کام پورا کر چکے تو وہ اپنے گھر کی طرف جلد روانہ ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٨٠٤ میں گزر چکی ہے۔

١٣٧ - بَابٌ اِذَا حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ فَرَاٰهَا تُبَاعُ

جب کسی شخص نے کسی آدمی کو گھوڑے پر سوار کیا' پھر اس گھوڑے کو فروخت ہوتے ہوئے دیکھا

یعنی جب کسی شخص نے کسی آدمی کو جہاد کرنے کے لیے اللہ کی راہ میں گھوڑا دیا' پھر دیکھا کہ وہ گھوڑا فروخت ہو رہا ہے تو آیا اس شخص کے لیے اس گھوڑے کو خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس باب کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کے لیے اس گھوڑے کو خریدنا جائز نہیں ہے۔

٣٠٠٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَوَجَدَهٗ يُبَاعُ فَاَرَادَ اَنْ يَّبْتَاعَهٗ فَسَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَبْتَعْهُ وَلَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کو اللہ کی راہ میں گھوڑے پر سوار کیا' پھر انہوں نے دیکھا کہ اس گھوڑے کو فروخت کیا جا رہا ہے تو انہوں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال

کیا تو آپ نے فرمایا: تم اس کو مت خریدو اور اپنے صدقہ میں رجوع نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۹ میں گزر چکی ہے' صدقہ میں رجوع کی اس طرح وضاحت ہے کہ اگر وہ شخص کسی اور کو گھوڑا فروخت کرے گا تو شرح صدر کے ساتھ زیادہ قیمت لگائے گا اور جب حضرت عمر اس سے وہ گھوڑا خریدیں گے تو اس کو حجاب آئے گا کہ انہوں نے ہی تو مجھے یہ گھوڑا دیا تھا' ان سے میں زیادہ پیسے کیونکر مانگوں۔

٣٠٠٢ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ حَمَلْتُ عَلٰی فَرَسٍ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَابْتَاعَهٗ اَوْ فَاَضَاعَهُ الَّذِیْ كَانَ عِنْدَهٗ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِيَهٗ وَ ظَنَنْتُ اَنَّهٗ بَائِعُهٗ بِرُخْصٍ فَسَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَشْتَرِهٖ وَاِنْ بِدِرْهَمٍ فَاِنَّ الْعَائِدَ فِیْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِیْ قَيْئِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (کسی شخص کو) اللہ کی راہ میں ایک گھوڑے پر سوار کیا' پس اس نے اس گھوڑے کو فروخت کیا یا اس کو ضائع کر دیا' جب وہ اس کے پاس تھا' تو میں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا اور میرا یہ گمان تھا کہ وہ مجھے کم پیسوں پر فروخت کر دے گا' پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: تم اس کو مت خریدو خواہ وہ تمہیں ایک درہم کے عوض فروخت کر دے' کیونکہ اپنے ہبہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی مثل ہے جو اپنی قے میں رجوع کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۰ میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس نے اس گھوڑے کو فروخت کر دیا یا اس کو ضائع کر دیا' یعنی یہاں پر راوی کو شک ہے کہ حضرت عمر نے کیا فرمایا تھا کہ وہ اس گھوڑے کو فروخت کر رہا تھا یا وہ اس کو چارا کم ڈالتا تھا' جس کی وجہ سے وہ بہت کمزور ہو گیا تھا کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ اس نے اس کو ضائع کر دیا تھا' پھر انہوں نے سوچا کہ اس کو میں خرید لوں۔

١٣٨ - بَابُ الْجِهَادِ بِاِذْنِ الْاَبَوَيْنِ

والدین کی اجازت سے جہاد کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جہاد والدین کی اجازت سے کرنا چاہیے' امام بخاری نے اس کا حکم نہیں بیان کیا کہ آیا والدین کی اجازت سے جہاد کرنا ضروری ہے' مستحب ہے یا کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے اور اس میں تفصیل ہے: اوزاعی' سفیان ثوری' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ نے یہ کہا ہے کہ کوئی شخص والدین کی اجازت کے بغیر جہاد پر روانہ نہ ہو سوائے اس صورت میں کہ دشمن نے اس کے ملک پر حملہ کر دیا ہو' اس صورت میں جہاد کرنا فرضِ عین ہو جاتا ہے اور ہر شخص پر جہاد کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اس کے لیے والدین کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے' البتہ ابن حزم نے یہ کہا ہے کہ اگر اس کے جہاد پر جانے کی وجہ سے اس کے والدین ضائع ہو جائیں تو پھر اس سے جہاد کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اور جمہور نے یہ کہا ہے: اس صورت میں بھی اس کا جہاد پر جانا والدین کی اجازت پر موقوف ہے۔ علامہ المنذری نے کہا ہے کہ یہ نفلی جہاد میں ہے لیکن جب اس پر جہاد واجب ہو تو پھر ان کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے' اگر وہ اس کو جہاد پر جانے سے منع کریں تو وہ ان کی نافرمانی کرے اور یہ اس

صورت میں ہے جب اس کے والدین مسلمان ہوں اور اگر اس کے والدین کافر ہوں تو پھر ان کی اجازت کی ضرورت نہیں خواہ جہاد نفل ہو یا فرض' اور اب ان کی اطاعت کرنا معصیت ہے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ تمام احکام اس صورت میں ہیں' جب مسلمانوں کو فتح حاصل ہو چکی ہو اور ہجرت' جہاد اور غلبہ دین کی فرضیت ساقط ہو چکی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٤٧' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٠٠٤ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ وَكَانَ لَايُتَّهَمُ فِيْ حَدِيْثِهٖ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاْذَنَهٗ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ اَحَيٌّ وَالِدَاكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ.

[طرف الحدیث: ٥٩٧٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی ثابت نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابو العباس الشاعر سے سنا' اور وہ اپنی حدیث میں متہم نہیں تھے' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' پس آپ سے جہاد کی اجازت طلب کی تو آپ نے پوچھا: آیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس تم ان کی خدمت میں جہاد کرو۔

(صحیح مسلم: ٢٥٤٩' الرقم المسلسل: ٦٣٩٩' سنن ابوداؤد: ٢٥٢٩' سنن ترمذی: ١٦٧٧' سنن نسائی: ٣١٠٣' مسند ابوداؤد الطیالسی: ٢٢٥٤' الادب المفرد: ٢٠' صحیح ابن حبان: ٣١٨' شرح السنۃ: ٢٦٣٨' سنن بیہقی ج ٩ ص ٢٥' مسند احمد ج ٢ ص ١٨٩ طبع قدیم' مسند احمد: ٦٧٦٥۔ ج ١١ ص ٧٧ ٣' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اور اس حدیث کی مؤید دیگر روایات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی المتوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے: والدین سے جہاد کی اجازت لینا۔ اور اس حدیث میں والدین سے اجازت لینے کا ذکر نہیں ہے' سو اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو یہ سوال ذکر ہے کہ کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اگر تمہارے ماں باپ زندہ ہیں تو ان سے جہاد کی اجازت طلب کرو۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک شخص آیا۔ ہوسکتا ہے کہ اس شخص سے مراد حضرت جاہمہ بن العباس بن مرداس ہوں' کیونکہ ابو عمر نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی ہے کہ معاویہ بن جاہمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ سے جہاد میں جانے کا مشورہ طلب کیا تو آپ نے پوچھا: کیا تمہاری والدہ ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس جاؤ اور ان کی تکریم کرو۔ اس حدیث کو امام نسائی اور امام احمد نے بھی معاویہ بن جاہمہ سے روایت کیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ٢٧٨١' شرح مشکل الآثار: ٢١٣٢' المستدرک ج ٢ ص ١٠٤' سنن بیہقی ج ٩ ص ٢٦' مسند احمد ج ٣ ص ٤٢٩ طبع قدیم)

اور امام ابن ابی عاصم نے سند صحیح سے روایت کیا ہے کہ جس وقت ہم مکہ اور مدینہ کے درمیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ کے پاس ایک بہت قوی اور توانا اعرابی آیا' پس وہ کہنے لگا: یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ رہوں اور میں اپنے اندر اس کی قوت پاتا ہوں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ دشمن سے قتال کروں اور میں آپ

کے سامنے شہید کیا جاؤں' آپ نے پوچھا: کیا تمہارے والدین ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: جاؤ! ان سے ملو اور ان کے ساتھ نیکی کرو اور اللہ کا شکر ادا کرو اور ان کا بھی شکر ادا کرو' اس نے پھر کہا: میں اپنے اندر دشمن سے لڑنے کی قوت پاتا ہوں' آپ نے فرمایا: جاؤ! اپنے ماں باپ سے ملو اور وہ چلا گیا اور ہم اس کی جسامت اور طاقت پر تعجب کر رہے تھے۔

(الاحاد والمثانی: ٢٧٠٣١٤١٧١٣١٤ ج ٣ ص ٥٩-٥٨' دار الرایہ' ١٤١١ھ)

امام ابوداؤد' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یمن سے ہجرت کی' آپ نے اس سے پوچھا: یمن میں تمہارا کون ہے؟ اس نے کہا: میرے ماں باپ ہیں' آپ نے پوچھا: کیا انہوں نے تمہیں اجازت دی ہے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: ان کی طرف جاؤ! پس ان سے اجازت طلب کرو' اگر وہ اجازت دے دیں تو تم جہاد کرو ورنہ ان کے ساتھ نیکی کرو۔ (سنن ابوداؤد: ٢٥٣٠)

اس حدیث میں ماں' باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی تاکید ہے اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کے کثرتِ ثواب کو بیان کیا ہے۔

١٣٩ - بَابُ مَاقِيْلَ فِي الْجَرَسِ وَنَحْوِهٖ فِيْ اَعْنَاقِ الْاِبِلِ

اونٹوں کی گردنوں میں گھنٹی وغیرہ لٹکانے کے متعلق احادیث

اس حدیث میں اونٹوں کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ جہاد کی احادیث میں زیادہ تر اونٹوں کا ذکر ہے۔

٣٠٠٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ اَنَّ اَبَا بَشِيْرٍ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ وَالنَّاسُ فِيْ مَبِيْتِهِمْ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا اَنْ لَّا يَبْقَيَنَّ فِيْ رَقَبَةِ بَعِيْرٍ قِلَادَةٌ مِّنْ وَتَرٍ اَوْ قِلَادَةٌ اِلَّا قُطِعَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن ابی بکر از عباد بن تمیم کہ حضرت ابوبشیر الانصاری رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' عبداللہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ لوگ اپنی سونے کی جگہوں میں تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قاصد بھیجا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ جس شخص کے اونٹ کی گردن میں اُون کا ہار ہو' یا فرمایا: ہار ہو' اس کو کاٹ دیا جائے۔

(صحیح مسلم: ٢١١٥' الرقم المسلسل: ٥٤٤٢' سنن ابوداؤد: ٢٥٥٢)

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبداللہ بن یوسف' ابومحمد التنیسی' یہ دمشق کے رہنے والے تھے (٢) امام مالک بن انس (٣) عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمر بن حزم (٤) عباد بن تمیم الانصاری (٥) ابوبشیر الانصاری' ایک قول ہے: ان کا نام قیس بن عبدالحریر ہے' امام ذہبی نے کہا: ابوبشیر الانصاری المازنی بیعتِ رضوان میں حاضر تھے' یہ ٤٠ھ میں فوت ہو گئے تھے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ حرہ کے بعد فوت ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٤٩)

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس باب کے عنوان میں گھنٹی کا ذکر ہے اور حدیث میں گھنٹی کا ذکر نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عموماً ہار میں گھنٹی لٹکائی جاتی ہے اور اس حدیث میں ہار کو کاٹنے کا ذکر ہے اور یہ گھنٹی کے کاٹنے کو بھی مستلزم ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ گھنٹی میں کراہت کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھنٹی شیطان کی مزمار ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۱۱۴)

دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ کراہت تحریم کے لیے ہے یا تنزیہہ کے لیے ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ نووی وغیرہ نے کہا ہے کہ جمہور کے نزدیک یہ کراہت تنزیہی ہے اور ایک قول کراہتِ تحریمی کا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر ضرورت ہو تو گھنٹی باندھنا جائز ہے' ورنہ نہیں۔

١٤٠ - بَابُ مَنِ اكْتُتِبَ فِيْ جَيْشٍ فَخَرَجَتْ اِمْرَاَتُهٗ حَاجَّةً وَّكَانَ لَهٗ عُذْرٌ هَلْ يُؤْذَنُ لَهٗ

جو شخص کسی لشکر میں اپنا نام لکھوائے' پھر اس کی بیوی حج کرنے کے لیے نکلے اور اس شخص کا عذر ہو تو کیا اس شخص کو لشکر سے جانے کی اجازت دی جائے گی یا نہیں؟

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص اپنا نام لشکر میں لکھوائے' پھر اس کی بیوی حج کو جا رہی ہو یا اس کا کوئی اور عذر ہو تو آیا اس کو لشکر سے جانے کی اجازت دی جائے گی یا نہیں؟

٣٠٠٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ وَّلَا تُسَافِرَنَّ امْرَاَةٌ اِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اكْتُتِبْتُ فِيْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا وَخَرَجَتِ امْرَاَتِيْ حَاجَّةً قَالَ اِذْهَبْ فَحُجَّ مَعَ امْرَاَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی معبد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے اور نہ کوئی عورت بغیر محرم کے سفر کرے' پھر ایک شخص کھڑا ہوا' اس نے کہا: یارسول اللہ! میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا گیا ہے اور میری بیوی حج کے لیے جا رہی ہے' آپ نے فرمایا: تم جاؤ! اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۶۲ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح

علامہ ابومحمد عبداللہ بن ابی جمرہ الاندلسی المتوفی ۶۹۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے اور کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے' اس حدیث میں چند مباحث ہیں:

مبحث اوّل: جب ایک حدیث چند احکام پر مشتمل ہو تو اس حکم کے متعلق سوال کرنا چاہیے' جس کا اس شخص کے ساتھ تعلق ہو

کوئی شخص جب کوئی ایسی حدیث سنے جس میں چند احکام ہوں تو وہ صرف اس حکم کے متعلق سوال کرے جس کا اس کی ذات کے ساتھ تعلق ہو اور زیر بحث حدیث میں دو حکم تھے' ایک حکم یہ تھا کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے اور دوسرا حکم یہ تھا کہ کوئی عورت بغیر محرم کے حج کے لیے نہ جائے اور اس شخص کا مسئلہ دوسرے حکم سے متعلق تھا' کیونکہ اس کی بیوی حج کو جا رہی تھی تو اس نے

نے جہاد میں شرکت سے اپنا یہ عذر بیان کیا۔

مبحث ثانی: دو مستحب حکموں میں سے کسی ایک مستحب حکم کو قرینہ کی بناء پر ترجیح دینا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو اپنی بیوی کے ساتھ حج پر جانے کا حکم دیا اور جہاد کو ترک کر دیا حالانکہ جہاد میں بہت فضیلت ہے جیسا کہ اس سے پہلے احادیث گزر چکی ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جہاد فرضِ عین نہیں تھا بلکہ تبلیغ اسلام کے لیے فرضِ کفایہ تھا اور اس شخص کے حق میں یہ جہاد مستحب تھا اور اس کا اپنی بیوی کے ساتھ حج کے لیے جانا یہ بھی مستحب تھا' لیکن اس دوسرے مستحب کو اس لیے ترجیح دی گئی کیونکہ جہاد میں تو اور بھی بہت سے مسلمان جا رہے تھے اور اس کی بیوی کے ساتھ حج پر جانے کے لیے کوئی محرم میسر نہیں تھا۔

مبحث ثالث: مسلمانوں کے امیر پر لازم ہے کہ وہ عوام کو اس کام کا حکم دے جس میں منفعت زیادہ ہو

مسلمانوں کے سربراہ کو چاہیے کہ وہ یہ غور کرے کہ عوام کا مفاد کس کام میں زیادہ ہے اور جس کام میں منفعت زیادہ ہو' اس کام کو کرنے کا حکم دے' اب وہ شخص اگر جہاد کرتا تو اس میں بھی اس کی منفعت تھی اور اگر اپنی بیوی کو اپنے ساتھ حج پر لے جاتا تو اس میں بھی اس کی منفعت تھی لیکن زیادہ منفعت اس دوسرے کام میں تھی کیونکہ جہاد میں تو اور بھی بہت سے مسلمان جا رہے تھے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو حج پر لے جائے۔ (بہجۃ النفوس شرح بخاری ج ۳ ص ۱۴۷' مکتبہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

۱۴۱ - بَابُ الْجَاسُوْسِ — جاسوس کا حکم

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کافروں کا جاسوس اگر پکڑ لیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ جاسوس کا لفظ تجسس سے ماخوذ ہے' اس کا وزن فاعول ہے اور اس کا معنی ہے: بواطنِ اُمور کی تفتیش کرنا۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ﴾ (الممتحنة: ١).

قرآن مجید میں ہے: اے ایمان والو! میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ (الممتحنہ: ۱)

مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ان کا قصہ اس باب کی حدیث میں آ رہا ہے۔

اَلتَّجَسُّسُ اَلتَّبَحُّثُ.

''التجسس'' کا معنی ہے: ''التبحث''۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے' انہوں نے بتایا ہے کہ ''التجسّس'' کا معنی ہے: تفتیش کرنا اور کھوج لگانا۔

٣٠٠٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ سَمِعْتُهُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ قَالَ انْطَلِقُوْا حَتّٰى تَاْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ فَاِنَّ بِهَا ظَعِيْنَةً وَّمَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوْهُ مِنْهَا فَانْطَلَقْنَا تَعَادٰى بِنَا خَيْلُنَا حَتّٰى انْتَهَيْنَا اِلَى الرَّوْضَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' میں نے ان سے دو مرتبہ سنا' انہوں نے کہا: مجھے حسن بن محمد نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن ابی رافع نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حضرت زبیر اور حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہم کو بھیجا' فرمایا: تم لوگ جاؤ حتیٰ کہ تم روضہ خاخ میں پہنچ جاؤ' بے شک وہاں پر ایک

فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِينَةِ فَقُلْنَا أَخْرِجِي الْكِتَابَ فَقَالَتْ مَا مَعِيَ مِنْ كِتَابٍ فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَأَتَيْنَا بِهِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا فِيهِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أُنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا حَاطِبُ مَا هٰذَا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ بِمَكَّةَ يَحْمُونَ بِهَا أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُونَ بِهَا قَرَابَتِي وَمَا فَعَلْتُ كُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ صَدَقَكُمْ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ قَالَ إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَكُونَ قَدِ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ قَالَ سُفْيَانُ وَأَيُّ إِسْنَادٍ هٰذَا.

[اطراف الحدیث:۳۰۸۱-۳۹۸۳-۴۲۷۴-۴۸۹۰-۶۲۵۹-۶۹۳۹] (صحیح مسلم:۲۴۹۴' الرقم المسلسل:۶۲۹۶' سنن ابوداؤد:۲۶۵۰' سنن ترمذی:۳۳۱۶' مسند الحمیدی:۴۹' السنن الکبریٰ:۱۱۵۸۵' مسند ابویعلیٰ:۳۹۴' صحیح ابن حبان:۶۴۹۹' سنن بیہقی ج۹ ص۱۴۶' دلائل النبوۃ ج۵ ص۱۷' معالم التنزیل ج۴ ص۳۲۸' مسند احمد ج۱ ص۸۰ طبع قدیم' مسند احمد:۶۰۰- ج۲ ص۷۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مسافر عورت ہے اور اس کے پاس ایک مکتوب ہے' تم وہ مکتوب اس سے لے لینا' پس ہم لوگ روانہ ہوئے اور ہم نے اپنے گھوڑوں کو دوڑایا حتیٰ کہ ہم روضہ خاخ میں پہنچ گئے' پس ہم نے وہاں ایک مسافر عورت کو دیکھا تو ہم نے اس سے کہا: وہ مکتوب نکالو! اس نے کہا: میرے پاس کوئی مکتوب نہیں ہے' پس ہم نے کہا: تم وہ مکتوب نکالو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے' اس نے اپنی مینڈھیوں کے گچھے سے وہ مکتوب نکالا' ہم اس مکتوب کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو وہ مکتوب حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی جانب سے اہلِ مکہ کے مشرک لوگوں کی طرف لکھا ہوا تھا اور اس میں مشرکین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اقدامات کی خبر دی گئی تھی' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اے حاطب! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میرے متعلق عجلت سے فیصلہ نہ کریں' میں ایسا شخص ہوں جو قریش کے ساتھ رہتا تھا اور قریش میں سے نہیں تھا اور آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں' ان کی مکہ کے مشرکین کے ساتھ رشتہ داریاں ہیں' ان رشتہ داریوں کی بناء پر ان کے گھر والے اور ان کے اموال محفوظ رہیں گے اور جب کہ میری ان کے ساتھ کوئی نسبی قرابت نہیں تھی تو میں نے چاہا کہ میں ان کے اوپر کوئی احسان کردوں اور اس احسان کی وجہ سے وہ میرے قرابت داروں کی حفاظت کریں' اور میں نے یہ فعل نہ کفر کی وجہ سے کیا ہے اور نہ ارتداد کی وجہ سے کیا ہے اور نہ اسلام کے بعد کفر پر راضی ہونے کی وجہ سے کیا ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس نے تم سے سچ کہا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن اُڑا دوں' آپ نے فرمایا: یہ شخص غزوۂ بدر میں حاضر ہوا ہے اور تمہیں کیا پتا کہ تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ بدر کی طرف متوجہ ہوا' پس فرمایا: تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا' سفیان نے کہا: اس حدیث کی سند جیسی کون سی حدیث ہوگی؟

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ' المعروف بہ ابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار المکی (۴) حسن بن محمد الحنفیہ' ابو محمد الہاشمی المدنی' یہ عبد الملک بن مروان کے زمانے میں فوت ہو گئے تھے (۵) عبید اللہ بن ابی رافع' ان کا نام ہے: اسلم' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

آزاد کردہ غلام تھے (٦) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٥٢)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں اس مسافر عورت کا ذکر ہے جو جاسوسی کے لیے جا رہی تھی' کفار کے جاسوس کو قتل کرنے کے جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

روضہ خاخ کا محل وقوع' اللہ کے اس حکم کی توجیہ کہ تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے' اور جاسوس کو قتل کرنے میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں روضہ خاخ کا ذکر ہے۔ یعقوب نے ذکر کیا ہے کہ عرب کے شہروں میں ایک سو تیس باغات ہیں' ان میں سے ایک روضہ خاخ ہے اور یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے۔

اس حدیث میں ''ظعینة'' کا لفظ ہے اور یہ اس عورت کو کہتے ہیں جو پالان میں بیٹھی ہو۔ حاکم نے اکلیل میں لکھا ہے: یہ وہ عورت تھی جو نوحہ گا کر پڑھتی تھی اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجو کرتی تھی' فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا' سو اس کو قتل کر دیا گیا اور قاضی اسماعیل نے کتاب الاحکام میں حاطب کے قصہ میں ذکر کیا ہے کہ یہ مسلمان عورت تھی اور جب حضرت علی اور ان کے اصحاب نے کہا: ہم تمہارے کپڑے اُتار دیں گے ورنہ مکتوب نکالو' تو اس نے کہا تھا: کیا تم لوگ مسلمان نہیں ہو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم!)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے کہا: مجھے اجازت دیں کہ میں اس منافق کی گردن اُڑا دوں' اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حاطب کی تصدیق کر دی تھی تو پھر حضرت عمر نے ایسا کیوں کہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تصدیق سے پہلے کہا تھا' اور راوی نے یہاں پر جملوں کی ترتیب اُلٹ پلٹ کر دی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا ہے۔ بہ ظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل بدر کو عام اجازت دے دی ہے کہ وہ خواہ نیک کام کریں یا بُرے' اللہ کی اطاعت کریں یا اس کی نافرمانی کریں' اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن الجوزی نے کہا کہ یہ جملہ مستقبل کے لیے نہیں ہے بلکہ ماضی کے لیے ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ تم نے زمانہ ماضی میں جو بھی گناہ کیے ہیں' ان کو میں نے بخش دیا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ تاویل بعید ہے کیونکہ کلامِ عرب میں امر کا صیغہ ماضی کے معنی میں نہیں آتا' پھر انہوں نے کہا کہ میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعزاز کا کلمہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ تکریم کی ہے اور ان کو یہ عزت دی ہے کہ ان کے سابقہ گناہ اللہ نے معاف فرما دیئے اور ان کو اس مرتبہ کا اہل قرار دیا کہ اگر ان سے بالفرض مزید گناہ بھی ہوئے تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے گا' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی ہر خبر کے صدق کو ظاہر فرما دیا کیونکہ تمام اہل بدر اپنی وفات تک اہل جنت کے عمل کرتے رہے اور اگر ان سے کوئی گناہ صادر ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات سے پہلے ان کو توبہ کی توفیق دے دی۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جاسوس خواہ مرد ہو یا عورت' اس کا راز فاش کرنا جائز ہے جب کہ اس کا پردہ فاش کرنے میں مصلحت ہو اور برقرار رکھنے میں خرابی ہو۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ جاسوس کو قتل کر دینا چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حاطب کو اس لیے قتل نہیں کیا تھا کہ آپ کو ان کے صدق کا علم تھا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کی دلیل ہے۔
امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جو جاسوس مسلمان ہو اس کو تعزیر لگائی جائے گی اور قتل نہیں کیا جائے گا' بشرطیکہ وہ معزز آدمی ہو اور امام ابوحنیفہ اور اوزاعی کا مذہب یہ ہے کہ اس کو دردناک سزا دی جائے گی اور اس کو لمبے عرصہ تک قید میں رکھا جائے گا اور ابن وہب مالکی نے کہا ہے کہ اگر اس نے توبہ کر لی تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔
اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ غیب کی خبر دی تھی کہ ایک عورت حضرت حاطب کا مکتوب لے کر قریش کی طرف جا رہی ہے اور وہ روضہ خاخ میں ہوگی اور یہ تمام باتیں آپ کو وحی سے معلوم ہوئیں۔
اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو عورت اللہ اور اس کے رسول کی باغیہ ہو تو اس کو ضرورت کے وقت برہنہ کرنا بھی جائز ہے۔
اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معصیت کو اس کے وقوع سے پہلے بھی بخش دینا جائز ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۵٦ ۳۔ ۵۳ ۳ ملخصاً' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

* باب مذکور کی یہ حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۲۷۹۔ ج ۶ ص ۱۱۲٦ پر مذکور ہے' اس حدیث کے وہاں یہ عنوان ہیں:
(۱) کفار کے لیے جاسوسی کرنے والے کا حکم (۲) اے اہل بدر! تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمہارے لیے مغفرت کر دی ہے' اس کی متعدد توجیہات۔
ہم نے تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۸۴۱ پر الممتحنہ: ۱ کی تفسیر میں بھی اس حدیث کی کافی تحقیق کی ہے۔

۱۴۲ - بَابُ الْكِسْوَةِ لِلْاُسَارٰى — قیدیوں کو کپڑے پہنانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیدیوں کو کپڑے پہنانا جائز ہے۔

۳۰۰۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ اُتِيَ بِاُسَارٰى وَاُتِيَ بِالْعَبَّاسِ وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ ثَوْبٌ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ قَمِيْصًا فَوَجَدُوْا قَمِيْصَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ يَقْدُرُ عَلَيْهِ فَكَسَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاهُ فَلِذٰلِكَ نَزَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيْصَهُ الَّذِيْ اَلْبَسَهُ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ كَانَتْ لَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدٌ فَاَحَبَّ اَنْ يُّكَافِئَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از عمرو' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: جس دن جنگ بدر تھی قیدیوں کو لایا گیا اور عباس کو لایا گیا اور ان پر (پورے) کپڑے نہیں تھے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے قمیص تلاش کی' پس لوگوں نے دیکھا کہ عبداللہ بن اُبی کی قمیص ان پر پوری تھی' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہ قمیص پہنچائی' سو اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی موت کے وقت اپنی قمیص اس کو (بطور) کفن پہنائی تھی۔ ابن عیینہ نے کہا: اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر احسان تھا تو آپ نے چاہا کہ اس کے احسان کا بدلہ اتاریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۷۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں قیدی کو کپڑے پہنانے کا ذکر ہے کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس وقت مشرک تھے اور مسلمانوں کی قید میں تھے۔
اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کسی کے مرنے کے بعد بھی اس کے احسان کا بدلہ اتارا جا سکتا ہے' اور اس حدیث میں قیدیوں کو

کپڑے پہنانے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر ہے اور یہ کہ مشرکین کی شرم گاہوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔

١٤٣ - بَابُ فَضْلِ مَنْ اَسْلَمَ عَلٰى يَدَيْهِ رَجُلٌ

جس شخص کے ہاتھ پر کوئی مرد مسلمان ہوا' اس کی فضیلت

٣٠٠٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيُّ عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ سَهْلٌ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَعْنِى ابْنَ سَعْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَّجُلًا يُّفْتَحُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَبَاتَ النَّاسُ لَيْلَتَهُمْ اَيُّهُمْ يُعْطٰى فَغَدَوْا كُلُّهُمْ يَرْجُوْهُ فَقَالَ اَيْنَ عَلِىٌّ فَقِيْلَ يَشْتَكِىْ عَيْنَيْهِ فَبَصَقَ فِىْ عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهٗ فَبَرَاَ كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ فَقَالَ اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا فَقَالَ انْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِىَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ بن عبد قاری نے حدیث بیان کی از ابی حازم' انہوں نے کہا: مجھے حضرت سہل رضی اللہ نے خبر دی یعنی ابن سعد نے' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے دن فرمایا: میں کل ضرور اس شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھوں پر فتح حاصل ہوگی' وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرے گا' تو لوگوں نے (اس انتظار میں) اپنی رات گزاری کہ کس کو جھنڈا دیا جائے گا؟ پھر صبح کو وہ سب اس امید میں تھے' تو آپ نے پوچھا: علی کہاں ہیں؟ سو بتایا گیا کہ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے' پس آپ نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہن ڈالا اور ان کے حق میں دعا کی' پس وہ ایسے تندرست ہو گئے کہ گویا ان کو درد تھا ہی نہیں' پس آپ نے ان کو جھنڈا عطا کیا تو حضرت علی نے کہا: میں ان سے قتال کرتا رہوں گا حتیٰ کہ وہ ہماری مثل (مسلمان) ہو جائیں' آپ نے فرمایا: تم اسی طرح جاؤ حتیٰ کہ جب تم ان کے صحن میں اترو تو ان کو اسلام کی دعوت دینا اور ان کو بتانا کہ کیا احکام ان پر واجب ہیں' سو اللہ کی قسم! اگر تمہارے سبب سے اللہ کسی ایک آدمی کو ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٤٢ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں اس شخص کی فضیلت بیان فرمائی ہے' جس کی بیعت سے کوئی شخص اسلام لائے۔

١٤٤ - بَابُ الْاَسَارٰى فِى السَّلَاسِلِ

قیدیوں کو زنجیروں میں باندھنا

اس باب میں ''اُسارٰی'' کا لفظ ہے' یہ ''اسیر'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: قیدی' اور ''سلاسل'' کا لفظ ہے' یہ ''سلسلة'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: زنجیر۔

٣٠١٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ.

[طرف الحدیث:٤٥٥٧] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس قوم پر تعجب فرمائے گا جو جنت میں داخل ہوگی حالانکہ دنیا میں زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی۔

١٤٥ - بَابُ فَضْلِ مَنْ اَسْلَمَ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابَيْنِ

یہودی اور نصرانی کے مسلمان ہونے کی فضیلت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تورات اور انجیل کے ماننے والوں میں سے جو لوگ مسلمان ہو جائیں' ان کی کیا فضیلت ہے؟

٣٠١١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ حَيٍّ اَبُوْ حَسَنٍ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بُرْدَةَ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ الرَّجُلُ تَكُوْنُ لَهُ الْاَمَةُ فَيُعَلِّمُهَا فَيُحْسِنُ تَعْلِيْمَهَا وَيُؤَدِّبُهَا فَيُحْسِنُ اَدَبَهَا ثُمَّ يُعْتِقُهَا فَيَتَزَوَّجُهَا فَلَهُ اَجْرَانِ وَمُؤْمِنُ اَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِيْ كَانَ مُؤْمِنًا ثُمَّ اٰمَنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَهُ اَجْرَانِ وَالْعَبْدُ الَّذِيْ يُؤَدِّيْ حَقَّ اللّٰهِ وَيَنْصَحُ لِسَيِّدِهٖ فَلَهُ اَجْرَانِ ثُمَّ قَالَ الشَّعْبِيُّ وَاَعْطَيْتُكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ وَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَرْحَلُ فِيْ اَهْوَنَ مِنْهَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عیینہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں صالح بن حی ابوحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے الشعبی سے سنا' وہ کہتے ہیں کہ مجھے ابوبردہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے اپنے والد سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین لوگوں کے اجر کو دوبارہ دیا جائے گا' ایک وہ شخص کہ جس کی کوئی باندی ہو' سو وہ اس کو تعلیم دے پس اس کو اچھی تعلیم دے اور اس کو ادب سکھائے' پس اس کو اچھا ادب سکھائے' پھر وہ اس کو آزاد کردے' پس اس سے نکاح کرے تو اس شخص کو دو اجر ملیں گے' (اور دوسرا شخص) اہل کتاب میں سے ایمان لانے والا ہے جو پہلے (بھی) مؤمن تھا' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایمان لے آیا تو اس شخص کو بھی دو اجر ملیں گے' (اور تیسرا شخص) وہ غلام ہے جو اللہ کا حق ادا کرتا ہے' اور اپنے مالک کی بھی خیرخواہی کرتا ہے' اس کو بھی دو اجر ملیں گے' پھر شعبی نے کہا: ہم نے تم کو یہ حدیث بغیر کسی معاوضہ کے دی ہے اور ایک آدمی اس سے کم حدیث کے لیے مدینہ تک کا سفر کرتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہودی اور نصرانی کے ایمان لانے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

علامہ ابن ابی جمرہ کی شرح

علامہ ابومحمد عبداللہ بن ابی جمرہ الاندلسی المتوفی ٦٩٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے ان تین مذکور لوگوں کو دوبارا اجر دیا جائے گا اور یہاں پر چند مباحث ہیں:

مبحث اوّل: حدیث میں مذکور تین لوگوں کے دگنے اجر کی علّت اور علامہ ابن ابی جمرہ کے ایک استدلال پر مصنف کا تعاقب

ان تین لوگوں کو جو دگنا اجر دیا جائے گا آیا وہ ان تین لوگوں کے ساتھ ہی خاص ہے یا اگر اجر دگنا کرنے کی علت دوسرے لوگوں میں بھی پائی جائے تو ان کو بھی دگنا اجر دیا جائے گا اور یہاں پر دونوں صورتیں ہو سکتی ہیں' پس اگر ہم یہ کہیں کہ یہ اجور صرف ان تین لوگوں میں ہی بند ہیں تو پھر اس حدیث میں بحث کی گنجائش نہیں ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ اگر کوئی علت مشترک ہو تو یہ دگنا اجر دوسروں کو بھی مل سکتا ہے تو پھر اس صورت میں وہ علت ایک ہے یا کئی علتیں ہیں' پس اگر وہ ایک علت ہو تو وہ علت ان کاموں کو جمع کرنے کا قصد ہے اور ان کاموں کی مشقت پر صبر کرنا ہے اور اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنا ہے' پس جس عبادت کے ساتھ بھی یہ علت پائی جائے گی' اس عبادت میں دگنے اجر کی اُمید ہوگی' ہر چند کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ اس کو قطعی طور پر دگنا اجر ملے گا کیونکہ اعمال کے اجر کی حقیقت تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر موقوف ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ دوبارا اجر ملنے کی علت الگ الگ ہے تو باندی کی وجہ سے اجر دوبار ملنے کی تین علتیں ہو سکتی ہیں: (۱) اس کو تعلیم دینے پر صبر کرنا (۲) اس کو اس وقت آزاد کرنا جب اس سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں (۳) اس سے نکاح کر کے اپنے نفس کے حصہ کو ترک کرنا اور اس باندی کے مرتبہ کو بلند کرنا اور ان تین علتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز اپنے نفس کو پسند ہوٗاس کو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرنا اور اپنے نفس کے حصہ کو ترک کر کے مجاہدہ کرنا' سو جہاں یہ علت پائی جائے' وہاں اجر کے دگنے ہونے کی امید ہوگی اور مؤمن اہل کتاب کے اجر کے دگنے ہونے کی علت یہ ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے ساتھ اپنے پہلے نبی پر ایمان کو برقرار رکھا ہے اور اگر اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ ہوتا تو اس کا پہلا ایمان ضائع ہو جاتا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے اس کے پہلے ایمان کا اجر بھی محفوظ رہے گا۔ حدیث میں ہے:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: مجھے یہ بتایئے کہ میں زمانۂ جاہلت میں جو عبادت کرتا تھا' آیا ان میں میرے لیے کوئی اجر ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے جو پہلے نیکیاں کی تھیں' ان ہی کی وجہ سے (یا ان کی برکت سے) تم اسلام لائے ہو۔ (صحیح البخاری:۲۲۲' صحیح مسلم:۱۲۳' الرقم المسلسل:۲۲۳)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے علامہ ابن ابی جمرہ کا استدلال صحیح نہیں ہے' کیونکہ علامہ ابن ابی جمرہ کا مدعا یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے جو شخص پہلے نبی پر ایمان لایا ہو' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد اس پہلے نبی پر ایمان لانے کا اس کا اجر بھی محفوظ رہے گا اور حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اہل کتاب میں سے نہیں تھے' مشرکین میں سے تھے اور انہوں نے زمانۂ جاہلت میں جو عبادت کی تھی' اس کی تفصیل صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ہے:

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں زمانۂ جاہلت میں کچھ عبادتیں کرتا تھا' میں صدقہ کرتا تھا' غلام آزاد کرتا تھا' رشتہ داروں سے ملاپ رکھتا تھا' آیا ان کا مجھے کچھ اجر ملے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے جو پہلے نیکیاں کی تھیں ان ہی کی وجہ سے تم اسلام لائے ہو۔ (صحیح مسلم:۱۲۳' الرقم المسلسل:۲۲۴)

اور ظاہر ہے ان نیکیوں سے مراد انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے کسی پر ایمان لانا نہیں ہے۔

مبحث ثانی: ادب اور علم کے متعلق احادیث

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس شخص کی کوئی باندی ہو' وہ اس کو تعلیم دے اور ادب سکھائے۔ سو جاننا چاہیے کہ علم اور ادب میں فرق ہے' علم سے مراد یہ ہے کہ جو کام دین میں فرض ہیں یا واجب ہیں یا مستحب ہیں اور جو کام دین میں حرام ہیں یا مکروہ ہیں' ان کی

تعلیم دی جائے' حدیث میں ہے: تعلیم دو اور آسانی کرو۔
میں کہتا ہوں: یہ پوری حدیث اس طرح ہے:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تعلیم دو اور آسانی کرو اور مشکل میں نہ ڈالو اور جب تم غصہ میں آؤ تو خاموش رہو اور جب تم غصہ میں آؤ تو خاموش رہو اور جب تم غصہ میں آؤ تو خاموش رہو۔
(مسند احمد ج ١ ص ٢٨٣ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٥٥٦۔ ج ٤ ص ٣٣٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)
اور ادب کا معنی یہ ہے کہ اس کو تہذیب اور حسن خلق سکھایا جائے اور اقوال اور افعال میں مکروہات پر سرزنش کی جائے۔
میں کہتا ہوں کہ ادب کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:
حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کو ادب سکھائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ ہر روز دو کلو (طعام) صدقہ کیا کرے۔
(سنن ترمذی: ١٩٥١' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ٤ ص ٣١١' المعجم الکبیر: ٢٠٣٢' الکامل لابن عدی ج ٧ ص ٢٥١٠ طبع قدیم' المستدرک ج ٤ ص ٢٦٣' شعب الایمان: ٨٦٥٥' مسند احمد ج ٥ ص ٩٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٠٩٠٠۔ ج ٣٤ ص ٤٥٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)
ایوب بن موسیٰ از والد خود از جد خود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی والد نے اپنی اولاد کو اچھے ادب سے زیادہ کوئی چیز عطا نہیں کی۔ (سنن ترمذی: ١٩٥٢' مسند احمد ج ٤ ص ٧٧ طبع قدیم)
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی اولاد کی تکریم کرو اور ان کو اچھا ادب سکھاؤ۔ (سنن ابن ماجہ: ٣٦٧١)

مبحث ثالث: باندی کو تعلیم اور ادب سکھانے کا بیان

باندی کو تعلیم دینے سے مراد یہ ہے کہ اس کو گھر کے کام کاج' گھر کے سامان کی حفاظت اور امانت داری کے متعلق بتایا جائے' اور اس کو حسنِ ادب سکھایا جائے۔
میں کہتا ہوں: حسنِ ادب کے متعلق یہ احادیث ہیں:
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نرمی اور ملائمت جس چیز میں ہوتی ہے' اس کو مزین کر دیتی ہے اور جس چیز سے نرمی اور ملائمت نکل جاتی ہے' اس کو عیب دار بنا دیتی ہے۔ (صحیح مسلم: ٢٥٩٤)
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے میرے رب نے ادب سکھایا' پس اچھا ادب سکھایا۔ (کنز العمال: ٣١٨٩٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت) (بہجۃ النفوس شرح صحیح البخاری ج ٣ ص ١٤٩۔ ١٤٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٥ھ)

١٤٦ - بَابُ اَهْلِ الدَّارِ يُبَيَّتُوْنَ فَيُصَابُ الْوِلْدَانُ وَالذَّرَارِيُّ

اگر کافروں پر شبِ خون مارا جائے اور حملہ کی زد میں ان کی اولاد اور کم سن بچے آجائیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

یعنی اگر اہل حرب پر شب خون مارا جائے اور اس میں ان کی اولاد اور بچے ہلاک ہو جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔
﴿بَيَاتًا﴾ (الاعراف: ٤) لَيْلًا ﴿لَنُبَيِّتَنَّهُ﴾ (النمل: ٤٩) لَيْلًا ﴿يُبَيِّتُ﴾ (النساء: ٨١) لَيْلًا.
"بَيَاتًا" (الاعراف: ٤) یعنی رات میں۔ "لَنُبَيِّتَنَّهُ" (النمل: ٤٩) "لَيْلًا" یعنی ہم ضرور شب خون ماریں گے۔ "يُبَيِّتُ" (النساء: ٨١)

شب خون مارا جائے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے اس سے ان کا مقصود "یُبَیِّتُوْنَ" کے معنی کی وضاحت کرنا ہے۔

٣٠١٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ قَالَ مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ وَسُئِلَ عَنْ اَهْلِ الدَّارِ يُبَيَّتُوْنَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَيُصَابُ مِنْ نِّسَائِهِمْ وَذَرَارِيْهِمْ قَالَ هُمْ مِنْهُمْ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لَا حِمٰى اِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَعَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہری نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از الصعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے الابواء یا ودّان میں گزرے اور آپ سے مشرکین کے ان گھر والوں کے متعلق سوال کیا گیا جن پر شب خون مارا گیا پس اس کی زد میں ان کی عورتیں اور ان کے بچے آ گئے آپ نے فرمایا: وہ (بھی) ان ہی میں سے ہیں اور میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حفاظت صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اور زہری سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبیداللہ سے سنا از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

(صحیح مسلم: ١٧٤٥، الرقم المسلسل: ٤٤٠٠، سنن ابوداؤد: ٢٦٧٢، سنن ترمذی: ١٥٧٠، سنن ابن ماجہ: ٢٨٣٩، مصنف عبدالرزاق: ٩٣٨٥، مصنف عبدالرزاق: ١٩٧٥، المعجم الکبیر: ٧٤١٩، سنن بیہقی ج٦ ص١٣٦، شرح السنۃ: ٢١٩٠، مسند احمد ج٤ ص٣٨ طبع قدیم، مسند احمد: ١٦٤٢٦۔ ج٢٦ ص٣٥٦، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

دارالحرب میں کافر عورتوں اور کم سن بچوں کو قتل کرنے اور قتل نہ کرنے کی دو مختلف حدیثوں میں تطبیق

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی القرطبی المتوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث پر عمل کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض فقہاء نے اس حدیث پر عمل کو ترک کر دیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ دارالحرب میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے اور انہوں نے یہ کہا ہے کہ اگر مسلمان کافروں پر حملہ کریں اور کفار اپنے بچوں اور عورتوں کو ڈھال بنالیں تو ان عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح اگر کسی قلعہ میں مسلمان قیدی ہوں اور اس میں کافروں کی عورتیں اور بچے ہوں تو اس قلعہ کو نشانہ بنانا جائز نہیں ہے اور ان کا استدلال درج ذیل حدیث کے عموم سے ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی غزوہ میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمادیا۔ (صحیح البخاری، ٣٠١٤)

یہ امام مالک اور اوزاعی کا قول ہے اور فقہاء احناف اور امام شافعی رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت اس وقت ہے جب خصوصاً عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کا قصد کیا جائے لیکن جب کفار کو قتل کرنے کا قصد کیا جائے اور وہ اپنی عورتوں اور اپنے بچوں کو ڈھال بنالیں اور ان عورتوں اور بچوں کو قتل کیے بغیر کافروں کو قتل کرنا ممکن نہ ہو تو پھر ممانعت نہیں ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو شب خون مارنے سے منع نہیں فرمایا اور یہ بات معلوم ہے کہ کافروں کے گھروں میں عورتیں اور بچے بھی ہوتے ہیں جن کو قصداً قتل کرنا حرام ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر شب خون مارنے کی

زد میں کافر عورتیں اور بچے بھی آ جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے' جیسا کہ حضرت صعب بن جثامہ کی حدیث میں ہے اور قصداً نشانہ بنا کر کافر عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا ممنوع ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار پر حملہ کرنے اور شب خون مارنے کا حکم دیا ہے اور آپ کو یہ علم تھا کہ اس حملہ کی زد میں کافر عورتیں اور بچے بھی آ سکتے ہیں' اس کے باوجود آپ نے ان پر حملہ کرنے سے منع نہیں فرمایا تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر ضمناً عورتیں اور بچے قتل کیے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے اور قصداً ان کو قتل کرنا ممنوع ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۸۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٣٠١٣ - حَدَّثَنَا الصَّعْبُ فِي الذَّرَارِيِّ كَانَ عَمْرٌو يُحَدِّثُنَا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ الصَّعْبِ قَالَ هُمْ مِنْهُمْ وَلَمْ يَقُلْ كَمَا قَالَ عَمْرٌو هُمْ مِنْ اٰبَائِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں الصعب نے الذراری کے بارے میں حدیث بیان کی کہ عمرو ہمیں حدیث بیان کرتے ہیں از ابن شہاب از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' پس ہم نے اس کو الزہری سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت الصعب رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: وہ ان سے ہیں اور اس طرح نہیں کہا جس طرح عمرو نے کہا کہ وہ اپنے آباء سے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۱۲ میں گزر چکی ہے۔

١٤٧ - بَابُ قَتْلِ الصِّبْيَانِ فِي الْحَرْبِ
بچوں کو دار الحرب میں قتل کرنے کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بچوں کو دار الحرب میں قتل کرنا ممنوع ہے کیونکہ وہ کفر کرنے سے قاصر ہیں اور ان کو زندہ رکھنے میں ان کو غلام بنانے یا ان سے فدیہ لینے کا فائدہ ہے۔

٣٠١٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ امْرَأَةً وُجِدَتْ فِي بَعْضِ مَغَازِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْتُولَةً فَأَنْكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے خبر دی از نافع کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی غزوہ میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے پر انکار فرمایا۔

[طرف الحدیث: ۳۰۱۵] (صحیح مسلم: ۱۷۴۴' الرقم المسلسل: ۴۴۳۸' سنن ابوداؤد: ۲۶۶۸' سنن ترمذی: ۱۵۶۹)

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ عورتوں اور بچوں کو قصداً قتل نہ کیا جائے اور ان کو ضمناً قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حضرت صعب بن جثامہ کی حدیث میں ہے۔

١٤٨ - بَابُ قَتْلِ النِّسَاءِ فِي الْحَرْبِ
عورتوں کو دار الحرب میں قتل کرنے کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دار الحرب میں عورتوں کو (قصداً) قتل کرنا ممنوع ہے اور ان کو ضمناً قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حضرت صعب بن جثامہ کی حدیث میں ہے۔

٣٠١٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ حَدَّثَكُمْ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وُجِدَتْ امْرَأَةٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا: میں نے ابواسامہ سے کہا: کیا تم کو عبید اللہ نے یہ حدیث بیان کی ہے از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما' انہوں

مَقْتُولَةٌ فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ.

نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی غزوہ میں ایک عورت مقتولہ پائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۱۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی سند میں یہ ذکر ہے کہ اسحاق بن ابراہیم نے ابواسامہ سے پوچھا: کیا تم کو عبید اللہ نے یہ حدیث بیان کی ہے؟ اگر ابواسامہ کہہ دیتے کہ ہاں! تو ان سے اس حدیث کی روایت کرنا صحیح ہوتا اور اگر اس کے جواب میں خاموش رہتے اور اثبات میں ان کے جواب کا قرینہ ہوتا' تب بھی ان سے روایت صحیح ہوتی اور یہاں ایسا ہی ہے کہ ابواسامہ نے سکوت کیا ہے۔

١٤٩ - بَابٌ لَا يُعَذَّبُ بِعَذَابِ اللّٰهِ

اللہ کے عذاب سے عذاب نہ دیا جائے

یعنی اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ اللہ کے عذاب سے عذاب نہ دیا جائے۔

٣٠١٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْثٍ فَقَالَ إِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَفُلَانًا فَأَحْرِقُوهُمَا بِالنَّارِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَرَدْنَا الْخُرُوجَ إِنِّي أَمَرْتُكُمْ أَنْ تُحْرِقُوا فُلَانًا وَفُلَانًا وَإِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللّٰهُ فَإِنْ وَجَدْتُمُوهُمَا فَاقْتُلُوهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از بکیر از سلیمان بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا' آپ نے فرمایا: اگر تم فلاں اور فلاں کو پاؤ تو انہیں آگ میں جلا دینا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب ہم روانہ ہونے کا ارادہ کر رہے تھے کہ میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ تم فلاں اور فلاں کو جلا دینا اور بے شک اللہ کے سوا کوئی آگ کا عذاب نہیں دے سکتا' پس اگر تم ان کو پاؤ تو ان کو قتل کر دینا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۵۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں آگ کا عذاب دینے سے ممانعت کی گئی ہے۔

٣٠١٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَرَّقَ قَوْمًا فَبَلَغَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحَرِّقْهُمْ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللّٰهِ وَلَقَتَلْتُهُمْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ.

[طرف الحدیث: ۶۹۲۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ایوب از عکرمہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو آگ میں جلا دیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا: اگر میں (ان کی جگہ ہوتا) تو ان کو آگ میں نہ جلاتا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ کے عذاب سے عذاب نہ دو اور میں ان کو قتل کر دیتا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کر دو۔

(سنن ابوداؤد: ۴۳۵۱' سنن ترمذی: ۱۴۵۸' سنن نسائی: ۴۰۷۱' سنن ابن ماجہ: ۲۵۳۵' سنن دارقطنی ج ۳ ص ۱۰۸' مصنف عبدالرزاق: ۹۰۴۱۳')

المنتقی: ۸۳۴' شرح مشکل الآثار ج ۳ ص ۶۳' صحیح ابن حبان: ۴۴۷۶' المعجم الکبیر: ۱۱۸۵۰' المستدرک ج ۵ ص ۳۳۸' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۰۲' شرح السنۃ: ۲۵۶۰' مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۷۱۔ ج ۳ ص ۳۶۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبد اللہ' یہ ابن المدینی ہیں (۲) سفیان' یہ ابن عیینہ ہیں (۳) ایوب' یہ السختیانی ہیں (۴) عکرمہ' یہ حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں (۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۶۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اللہ کے عذاب سے عذاب نہ دو۔

آگ کا عذاب دینے میں اختلافِ ائمہ

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحیح حسن ہے' اور مرتد مرد کے متعلق اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے' اور جو عورت اسلام سے مرتدہ ہو جائے' اس کے متعلق اختلاف ہے' اوزاعی' امام احمد اور اسحاق نے کہا ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے گا اور سفیان ثوری اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اس کو قید کر دیا جائے گا اور قتل نہیں کیا جائے گا۔ (سنن ترمذی ص ۶۱۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

آگ میں جلانے کے جواز پر امام مالک اور امام احمد کے دلائل

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ ھ نے کہا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آگ میں جلانے سے منع فرمایا ہے' یہ بطور تحریم نہیں ہے' یہ صرف بطور تواضع ہے اور اس لیے کہ مخلوق کو عذاب دینے میں اللہ تعالیٰ کے غضب کے ساتھ مشابہت نہ ہو' کیونکہ قتل کرنے سے بھی وہی کام ہوتا ہے جو جلانے سے ہوتا ہے۔

آگ سے جلانا حرام نہیں ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کے سامنے عرینیین کو مدینہ کی عیدگاہ میں آگ سے جلایا تھا' اور حضرت علی بن ابی طالب نے خوارج کو آگ سے جلایا تھا اور اکثر اہل مدینہ نے کفار کو ان کے قلعوں میں آگ سے جلانے کو جائز قرار دیا ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ آگ سے نہ جلانا مستحب ہے' یہ معنی نہیں ہے کہ آگ سے نہ جلانا واجب ہے۔

جن فقہاء نے کفار کو آگ میں جلانے سے منع کیا ہے' وہ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم ہیں اور امام مالک بن انس ہیں اور حضرت علی بن ابی طالب نے کفار کو آگ سے جلانے کی اجازت دی ہے' اور حضرت خالد بن ولید نے بعض مرتدین کو آگ سے جلا دیا تو حضرت عمر نے حضرت ابو بکر سے کہا: یہ شخص جو اللہ کے عذاب سے عذاب دے رہا ہے اس کو معزول کر دیں' تو حضرت ابو بکر نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس تلوار کو مشرکین پر مسلط کر دیا ہے' اس کو میان میں نہیں ڈالوں گا۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۱۸۷۔۱۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن ابی جمرہ الاندلسی کی شرح

علامہ ابو محمد عبد اللہ بن ابی جمرہ الاندلسی المتوفی ۶۹۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ سزا اور حدود جلانے سے نہیں دی جاتیں' ان میں جلانے کے بغیر سزا دی جاتی ہے اگرچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو جو قوم لوط کا عمل کرتا تھا آگ میں جلا دیا' لیکن یہ ان سے ایک مرتبہ ہوا ہے اور اس کے بعد انہوں نے ایسا نہیں کیا ہے اور پہلی بار بھی انہوں نے اس لیے ایسا کیا تھا کہ ان تک یہ حدیث نہیں پہنچی تھی

اور جب ان تک یہ حدیث پہنچ گئی تو پھر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا' اور یہاں پر چند مباحث ہیں:

مبحث اوّل: جب مجتہد کو اپنے اجتہاد کے خلاف دلیل ظاہر ہو تو وہ اپنے سابق اجتہاد سے رجوع کر لے

مجتہد کے لیے یہ جائز ہے کہ جب وہ کوئی حکم مستنبط کرے' پھر اس کے لیے اپنے اجتہاد کے خلاف کوئی حکم ظاہر ہو تو اس کے لیے اپنے اجتہاد سے رجوع کرنا جائز ہے' کیونکہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ان دو آدمیوں کو جلا دینا' اور پھر اس سے رجوع فرمالیا۔

مبحث ثانی: جب مجتہد اپنے سابق اجتہاد سے رجوع کرے تو اس کی وجہ بھی بیان کرے

مجتہد پر یہ لازم ہے کہ جب اپنے سابق اجتہاد سے رجوع کرے تو اس کی دلیل بھی بیان کرے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کو جلانے کا حکم دیا تھا' پھر بعد میں جب ان کو قتل کرنے کا حکم دیا تو آپ نے اس کی وجہ بھی بیان فرما دی کہ آگ سے اللہ کے سوا کوئی عذاب نہیں دیتا۔

مبحث ثالث: حاکم سزا دینے میں کسی کو اپنا نائب بھی بنا سکتا ہے

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو آدمیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور یہ حکم نہیں دیا کہ ان کو آپ کے سامنے پیش کیا جائے بلکہ سزا جاری کرنے میں ان صحابہ کو اپنا قائم مقام بنایا۔

مبحث رابع: جو اللہ اور اس کے رسول کی شان میں گستاخی کرے' آیا اس سے توبہ طلب کی جائے گی یا نہیں؟

علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا ہے: جو شخص اللہ عزوجل اور اس کے رسول کو گالی دے' اس کو قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی' علامہ ابن ابی جمرہ اس پر یہ دلیل قائم کرتے ہیں کہ جس شخص پر کسی وجہ سے عذاب واجب ہو' پھر اللہ عزوجل اس پر سَتر فرمادے اور اس کو اپنی نعمتیں عطا کرے اور اس کو مہلت دے اور وہ بدستور اپنی معصیت پر قائم رہے اور یہ کہے کہ میں اللہ سے معافی کی اُمید رکھتا ہوں تو اس کو چاہیے کہ وہ قیامت کے آنے سے پہلے جلدی توبہ کر لے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

أَفَرَءَيْتَ إِن مَّتَّعْنَٰهُمْ سِنِينَ ۝ ثُمَّ جَآءَهُم مَّا كَانُوا۟ يُوعَدُونَ ۝ (الشعراء: ۲۰۶-۲۰۵)

تو کیا آپ نے دیکھا اگر ہم کئی سالوں تک انہیں فائدہ اٹھانے کی مہلت دے دیں ۝ پھر ان پر وہی (عذاب) آ جائے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے ۝

(بہجۃ النفوس ج ۳ ص ۱۵۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

میں کہتا ہوں کہ کسی بُرے کام پر عذاب دینا یا اس کو معاف کر کے عذاب نہ دینا' یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے' اس لیے بندوں کو جو اللہ کی حدود جاری کرنے کا مکلف کیا گیا ہے' اس کو اس پر قیاس نہیں کیا جائے گا اور اس سلسلہ میں فقہاء احناف کا مسلک یہ ہے کہ جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے' اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا ہے: جو شخص اپنے دین کو تبدیل کر دے اس کو قتل کر دو۔ (صحیح بخاری: ۳۰۱۷)

اس کی شرح میں علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص بھی اپنے دین کو تبدیل کرے گا' اس کو قتل کیا جائے گا اور آگ سے نہیں جلایا جائے گا اور اس حدیث سے ابن ماجشون نے یہ استدلال کیا ہے کہ مرتد کو قتل کیا جائے گا اور اس سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی اور جمہور فقہاء کا مختار یہ ہے کہ اس سے توبہ طلب کی جائے گی' اگر اس نے توبہ کر لی تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور اسی حدیث سے امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ جب کوئی یہودی نصرانی ہو جائے یا نصرانی یہودی ہو جائے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا' اور امام ابوحنیفہ

رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو قتل نہیں کیا جائے گا' کیونکہ کفر کی تمام اقسام "ملة واحدة" ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ نے اس سے یہ بھی استدلال کیا ہے کہ مرتدہ عورت کو بھی قتل کیا جائے گا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مرتدہ کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو قید میں رکھا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ص ٣٦٧' مکتبہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٥٠ - بَابُ ﴿فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَآءً﴾ (محمد:٤)

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: پس یا تو ان پر احسان کر کے چھوڑ دو اور یا فدیہ لے کر چھوڑ دو۔ (محمد:٤)

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کافر قیدیوں کے متعلق حکام کو اختیار دیا گیا ہے' چاہے تو وہ ان پر احسان کر کے آزاد کر دیں' چاہے تو ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیں۔ امام بخاری نے آیت کا ایک حصہ ذکر کیا ہے' پوری آیت اس طرح ہے:

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰٓى إِذَآ أَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا. (محمد:٤)

تو جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو حتیٰ کہ جب تم اچھی طرح ان کا خون بہا چکو تو (قیدیوں کو) مضبوط باندھ لو' پھر خواہ احسان کر کے انہیں چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دو' حتیٰ کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے۔

فِيْهِ حَدِيْثُ ثُمَامَةَ.

اس میں ثمامہ کی حدیث ہے۔

یہ امام بخاری کی عبارت ہے یعنی اس باب میں حضرت ثمامہ بن اثال کی حدیث ہے جو صحیح البخاری: ٨٢ میں گزر چکی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے سواروں کو نجد کی طرف بھیجا' وہ بنی حنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لائے' جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا' پھر اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کھول دیا (یعنی اس پر احسان رکھ کر)۔

وَقَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ أَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ (حَتّٰى يَغْلِبَ فِي الْأَرْضِ) تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا﴾ (الانفال:٦٧).

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ اس کے قیدی ہوں یہاں تک کہ وہ (کافروں کا) زمین میں اچھی طرح خون بہا دے (حتیٰ کہ نبی زمین میں غائب ہو جائے)' تم (اپنے لیے) دنیا کا مال چاہتے ہو۔ (الانفال:٦٧)

امام بخاری نے یہاں پر پوری آیت نہیں لکھی' پوری آیت درج ذیل ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ (الانفال:٦٧)

کسی نبی کی شان کے یہ لائق نہیں کہ اس کے لیے قیدی ہوں حتیٰ کہ وہ زمین میں (کافروں کا) اچھی طرح خون بہا دے' تم (اپنے لیے) دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لیے) آخرت کا ارادہ کرتا ہے اور اللہ بڑا غالب اور حکمت والا ہے ○

الانفال: ٦٧ کی تفسیر

امام حاکم نے اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث ذکر کی ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیدیوں کو گرفتار کر لیا تو عباس بن عبد المطلب بھی ان قیدیوں میں تھے جن کو ایک انصاری نے گرفتار کیا تھا اور انصار نے عباس بن عبد المطلب کو ڈرایا کہ انہیں قتل کر دیں گے' نبی

ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں آج پوری رات اپنے چچا عباس کی وجہ سے سو نہیں سکا اور انصار کا یہ کہنا ہے کہ وہ ان کو قتل کر دیں گے' تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ان کے پاس جاتا ہوں' آپ نے فرمایا: ہاں! پھر حضرت عمر انصار کے پاس گئے اور ان سے کہا: عباس کو چھوڑ دو! انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہم ان کو نہیں چھوڑیں گے! تب ان سے حضرت عمر نے کہا: خواہ رسول اللہ ﷺ کی رضا ان کے چھوڑنے میں ہو' پھر بھی؟ انصار نے کہا: اگر رسول اللہ ﷺ کی یہ رضا ہے تو تم ان کو لے جاؤ' تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو پکڑ کر لے گئے اور ان سے کہا: اے عباس! اسلام قبول کر لو! پس اللہ کی قسم! تمہارا اسلام قبول کرنا مجھے میرے باپ خطاب کے اسلام قبول کرنے سے زیادہ پسند ہے' اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے اسلام لانے سے خوش ہوں گے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کے متعلق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ سب آپ کے خاندان اور قبیلہ کے لوگ ہیں' آپ ان کو چھوڑ دیں' پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا: ان سب کو قتل کر دیں' پس رسول اللہ ﷺ نے ان سے فدیہ لیا' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

کسی نبی کی شان کے یہ لائق نہیں کہ اس کے لیے قیدی ہوں حتیٰ کہ وہ زمین میں (کافروں کا) اچھی طرح خون بہادے۔ (الانفال: ٦٧)

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

(المستدرک: ٣٣٢٣۔ ج ٣ ص ٦٢۔ ٦١' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٧ھ)

مشرکین کو قتل کرنے یا ان پر احسان کر کے انہیں چھوڑنے یا فدیہ لے کر انہیں چھوڑنے میں ------ فقہاء تابعین کے مختلف اقوال

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' فقہاء تابعین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ کسی قیدی کو گرفتاری کی حالت میں قتل کرنا جائز نہیں ہے اور انہوں نے کہا کہ یہ آیت: پس مشرکین کو قتل کرو جہاں تم انہیں پاؤ۔ (التوبہ: ٥) یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہو چکی ہے: پس یا ان پر احسان کر کے انہیں چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو۔ (محمد: ٤) اور بعض دوسرے فقہاء تابعین نے کہا ہے کہ مشرک قیدیوں کو صرف قتل کرنا جائز ہے اور مجاہد نے کہا: التوبہ: ٥' محمد: ٤ کے لیے ناسخ ہے' اور ابن زید نے کہا کہ دونوں آیتیں محکم ہیں اور یہ صحیح قول ہے' کیونکہ ایک آیت دوسری آیت کی نفی نہیں کرتی' امام کو اس میں غور کرنا چاہیے کہ اس کی مصلحت کس چیز میں ہے' کافر قیدیوں کو قتل کرنے میں' یا فدیہ لے کر ان کو چھوڑنے میں' یا ان پر احسان کر کے انہیں چھوڑنے میں۔ امام مالک' امام احمد اور امام ابوثور کا یہی موقف ہے اور سیدنا رسول اللہ ﷺ نے اپنی جنگوں میں ان میں سے ہر صورت پر عمل کیا ہے۔

مشرکین کو قتل کرنے یا ان پر احسان کر کے انہیں چھوڑنے یا فدیہ لے کر انہیں چھوڑنے میں ------ امام ابوحنیفہ اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب

امام طحاوی نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مختلف اقوال ہیں' ان سے ایک قول یہ مروی ہے کہ ان کو فدیہ لے کر نہ چھوڑا جائے ورنہ وہ دوبارہ مسلمانوں سے جنگ کریں گے اور اس سے اہل حرب کو قوت حاصل ہوگی' اور ان سے دوسرا قول یہ مروی ہے کہ مشرک قیدیوں کا مسلمان قیدیوں سے تبادلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ کا بھی قول ہے' اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ ان پر احسان کر کے انہیں چھوڑنا منسوخ ہو چکا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ صرف سیدنا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا' اور ابو عبید نے یہ کہا ہے کہ ہمارا مختار قول یہ ہے کہ یہ تمام آیات محکم ہیں اور ان میں سے

کوئی منسوخ نہیں ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے ان تمام آیات پر عمل کیا ہے' آپ نے مشرکین کو قتل بھی کیا ہے اور گرفتار بھی کیا ہے اور مالی اور بدنی فدیہ لے کر ان کو چھوڑا بھی ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی' آپ نے غزوۂ بدر میں عقبہ بن ابی معیط کو قتل کیا اور نضر بن حارث کو بدر سے واپسی میں قتل کیا' پھر آپ نے مدینہ آ کر بدر کے تمام قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا' پھر بنو قریظہ سے جنگ کے دن آپ نے ان کے متعلق فیصلہ کرنے کے لیے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حاکم بنایا' انہوں نے جنگ جوؤں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور بچوں کو قید کرنے کا حکم دیا' پس رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس حکم کو نافذ اور جاری کر دیا' پھر غزوۂ بنو المصطلق میں حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے پورے قبیلہ کو زندہ رکھا اور ان کو آزاد کر دیا' پھر فتح مکہ کے موقع پر آپ نے ابن خطل اور اس کی دو باندیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اہل مکہ کو چھوڑ دیا' پھر غزوۂ حنین میں آپ نے ہوازن کے لوگوں کو قید کیا اور ان پر احسان کیا اور ابوعزہ الجمحی کو غزوۂ اُحد میں قتل کیا اور جنگ بدر میں آپ نے اس پر احسان کیا تھا اور ثمامہ بن اثال کو آپ نے چھوڑ دیا تھا' یہ احسان کرنے' فدیہ لینے اور قتل کرنے میں رسول اللہ ﷺ کے افعال ہیں اور ان میں سے کوئی چیز منسوخ نہیں ہے اور اس میں فیصلہ کرنا ملک کے سربراہ کی طرف مفوض ہے' اس کو اختیار ہے کہ وہ ان کو قتل کرے' احسان کرے یا فدیہ لے کر چھوڑ دے اور اسلام کے لیے جو چیز سود مند ہو وہی کرے اور یہ امام مالک' امام شافعی' امام احمد اور ابوثور رحمہم اللہ کا قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۶۹-۳۶۸' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۵۱ - بَابٌ هَلْ لِلْاَسِيْرِ اَنْ يَّقْتُلَ ، اَوْ يَخْدَعَ الَّذِيْنَ اَسَرُوْهُ حَتّٰى يَنْجُوَ مِنَ الْكَفَرَةِ

مسلمان قیدی کے لیے جائز ہے کہ وہ قتل کر کے یا قید کرنے والوں کو دھوکا دے کر اپنے آپ کو کافروں کی قید سے چھڑا لے

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ آیا مسلمان قیدی کے لیے اپنے آپ کو کافروں کی قید سے کسی غیر معروف طریقہ سے چھڑا لینا جائز ہے یا نہیں؟ امام بخاری نے اس کا جواب ذکر نہیں کیا' کیونکہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

کافروں کی قید سے مسلمان قیدی کے خود کو چھڑانے میں مذاہب ائمہ

امام مالک نے کہا ہے کہ مسلمان قیدی کا کافروں کی قید سے بھاگنا جائز نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ مسلمان کا اس پر عہد کرنا باطل ہے اور اس کے لیے جائز ہے کہ وہ قید کے عہد کو پورا نہ کرے' امام طبری کا بھی یہی مذہب ہے۔

فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ مسلمان قیدی کے لیے ان کی قید سے بھاگنا جائز ہے اور اس کے لیے ان کا مال لوٹنا جائز نہیں ہے' اور انہوں نے کہا ہے کہ اگر مسلمان قیدی کا کافروں کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ ہو تو ہر طریقہ سے اپنے آپ کو ان سے چھڑانا جائز ہے' خواہ اس کے لیے ان کو قتل کرنا پڑے یا ان کا مال لینا پڑے یا ان کے گھر میں آگ لگانی پڑے یا جس طرح بھی بن پڑے' اس کے لیے اپنے آپ کو آزاد کرا لینا جائز ہے۔

ابن القاسم مالکی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن پر فرض کر دیا ہے کہ وہ کافر کے احکام کے تحت نہ رہے اور ان کے ملک سے ہجرت کرنے کو اس پر واجب قرار دیا ہے' لہٰذا اس کا کسی بھی طرح ان کی قید سے نکلنا جائز ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کافروں کی قید سے نکل آئے تھے اور نبی ﷺ نے ان کے نکل آنے کو جائز قرار دیا تھا اور ان کے اس فعل سے راضی ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

فِيهِ الْمِسْوَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت مسور رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

یہ روایت صحیح البخاری: ۲۷۱۱ میں ہے اس روایت میں حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کیا ہے کہ وہ کس طرح کفار مکہ کی قید سے نکل کر آئے تھے اور اس کی مزید تفصیل صحیح البخاری: ۴۱۵۸۔۴۱۵۷ میں ان شاء اللہ آئے گی۔

١٥٢ - بَابٌ إِذَا حَرَّقَ الْمُشْرِكُ الْمُسْلِمَ هَلْ يُحَرَّقُ

اگر کوئی مشرک مسلمان کو جلا دے تو کیا اس مشرک کو (جواب میں) جلا دینا جائز ہے؟

اس باب کے عنوان کی وضاحت اس کے تحت درج حدیث سے ہو رہی ہے:

٣٠١٨ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَهْطًا مِنْ عُكْلٍ ثَمَانِيَةً قَدِمُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ ابْغِنَا رِسْلًا قَالَ مَا أَجِدُ لَكُمْ إِلَّا أَنْ تَلْحَقُوا بِالذَّوْدِ فَانْطَلَقُوا فَشَرِبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا حَتَّى صَحُّوا وَسَمِنُوا وَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ فَأَتَى الصَّرِيخُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فَمَا تَرَجَّلَ النَّهَارُ حَتَّى أُتِيَ بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ ثُمَّ أَمَرَ بِمَسَامِيرَ فَأُحْمِيَتْ فَكَحَلَهُمْ بِهَا وَطَرَحَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَسْتَسْقُونَ فَمَا يُسْقَوْنَ حَتَّى مَاتُوا. قَالَ أَبُو قِلَابَةَ قَتَلُوا وَسَرَقُوا وَحَارَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَعَوْا فِي الْأَرْضِ فَسَادًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ عکل کے آٹھ آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے پس ان کو مدینہ (کا موسم) موافق نہیں آیا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہمارے لیے (اونٹنی کے) دودھ کو مہیا کیجئے آپ نے فرمایا: میں تمہارے لیے اس کو مہیا نہیں کر سکتا سوا اس صورت کے کہ تم اونٹوں کے باڑہ میں رہو پس وہ وہاں گئے وہاں انہوں نے اونٹنیوں کے پیشاب اور دودھ کو پیا حتیٰ کہ وہ تندرست اور فربہ ہو گئے اور انہوں نے اونٹنیوں کے محافظ کو قتل کر دیا اور اونٹنیوں کو چُرا کر بھاگ گئے اور اسلام لانے کے بعد کفر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چلّانے والے فریادی کی آواز پہنچی تو آپ نے ان کو پکڑنے کے لیے (مسلمانوں کو) بھیجا پھر دن چڑھنے سے پہلے ان کو لایا گیا پس آپ نے ان کے ہاتھ اور پیر کاٹنے کا حکم دیا پھر آپ نے (لوہے کی) سلائیوں کو گرم کرنے کا حکم دیا پھر وہ ان کی آنکھوں میں پھیری گئی پھر ان کو مدینہ کی پتھریلی زمین میں ڈال دیا گیا وہ پانی مانگتے رہے لیکن ان کو پانی نہیں دیا گیا حتیٰ کہ وہ مر گئے۔ ابوقلابہ نے کہا: انہوں نے قتل کیا اور چوری کی اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی اور زمین میں دہشت گردی کی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ کسی مشرک نے مسلمان کو جلایا ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں یہ اس پر محمول ہے کہ انہوں نے چرواہوں یا محافظوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں

اس لیے ان کو یہ سزا دی اور آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنا' ان کو جلانے کے حکم میں ہے اور اس کی وضاحت درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں اس لیے پھیری تھیں کہ ان لوگوں نے اونٹنیوں کے محافظوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں۔

(صحیح مسلم:١٦٧١' الرقم المسلسل:٤٢٥١' یہ حدیث اس باب کی ساتویں حدیث ہے)

١٥٣ - بَابٌ

باب

اس باب کا امام بخاری نے کوئی عنوان نہیں لکھا اور اس باب کے تحت بغیر عنوان کے حدیث روایت کی ہے اور یہ باب ابوابِ سابقہ کے ساتھ لاحق ہے۔

٣٠١٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَرَصَتْ نَمْلَةٌ نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ فَأَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَأُحْرِقَتْ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ أَحْرَقْتَ أُمَّةً مِّنَ الْأُمَمِ تُسَبِّحُ اللَّهَ.

[طرف الحدیث:٣٣١٩] (صحیح مسلم:٢٢٤١' الرقم المسلسل:٥٧٤٢' سنن ابوداؤد:٥٢٦٦' سنن نسائی:٤٣٥٨' سنن ابن ماجہ:٣٢٢٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از سعید بن المسیب والی سلمۃ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' آپ فرما رہے تھے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹا تو انہوں نے حکم دیا کہ چیونٹی کی پوری بستی میں آگ لگا دی جائے' سو ان کی بستی میں آگ لگا دی گئی تب اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ آپ کو ایک چیونٹی نے کاٹا تو آپ نے مخلوقات میں سے ایک پوری مخلوق کو جلا ڈالا جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی تھی۔

اس حدیث کی اس سے پہلی احادیث کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ کسی کو جلانے میں حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے' اگر وہ نبی صرف اس چیونٹی کو جلاتے جس نے کاٹا تھا تو ان پر عتاب نہ ہوتا۔

ایک نبی علیہ السلام کے چیونٹیاں جلانے پر اعتراضات اور اس کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ چیونٹی کو قصاص میں جلانا کس طرح جائز ہوگا حالانکہ وہ مکلف نہیں ہے' پھر بُرائی کی سزا اس کی مثل ہوتی ہے' پھر کاٹنے والی ایک چیونٹی تھی تو دوسری چیونٹیاں جنہوں نے کاٹا نہیں تھا' ان کو سزا کیوں دی گئی' کیونکہ کسی کے گناہ کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھاتا؟ انہوں نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ ان کی شریعت میں جائز ہو' اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جو جانور طبعاً ایذاء پہنچائے' اس کو شرعاً قتل کرنا جائز ہے جیسے سانپ اور بچھو کو قتل کرنا جائز ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان کا یہ فعل اگر جائز تھا تو ان پر عتاب کیوں کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ کے حکم میں ہوتی ہیں۔

علامہ عینی نے علامہ کرمانی کی تقریر پر یہ اعتراض کیا ہے کہ چیونٹی سانپ اور بچھو کی طرح طبعاً موذی نہیں ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس نے اتفاقاً کاٹ لیا ہو اور اس نبی پر خلافِ اولیٰ کے ارتکاب پر عتاب کیا گیا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام حیوانات اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ. (بنواسرائیل:٤٤) اور ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ص ٢٧٣ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

حشرات الارض کو مارنے کے متعلق احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جانوروں میں سے پانچ کل کے کل فاسق ہیں۔ ان کو حرم میں (بھی) قتل کر دیا جائے: کوا' چیل' بچھو' چوہا' کاٹنے والا کتا۔

(صحیح البخاری:١٨٢٩' صحیح مسلم:١١٩٨' سنن نسائی:٢٨٢٩' سنن ابن ماجہ:٣٠٨٧)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار جانوروں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے: چیونٹی' شہد کی مکھی' ہدہد' لٹورا (سبز رنگ کا پرندہ جو چھوٹے پرندوں کا شکار کرتا ہے)۔ (سنن ابوداؤد:٥٢٦٧' سنن ابن ماجہ:٣٢٢٤' مسند احمد:٣٠٦٧' دارالفکر بیروت)

بعض اوقات گھروں میں چیونٹیاں' مچھر' مکھیاں' کھٹمل وغیرہ بہت زیادہ ہو جاتے ہیں جن سے لوگوں کو ضرر پہنچتا ہے' چیونٹیاں بستروں پر چڑھ جاتی ہیں اور انسان کی آنکھوں اور بدن کے دوسرے حصوں پر کاٹ لیتی ہیں' جس سے انسان شدید تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے' آیا ان کو فنس وغیرہ اسپرے کر کے مارنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خود سے ضرر کو دور کرنے کے لیے ان کو مارنا جائز ہے اور بلاوجہ کسی کو مارنا جائز نہیں ہے' اور اس کی اصل وہ احادیث ہیں جن میں آپ نے کاٹنے والے کتے' چوہے' سانپ اور بچھو کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔

حشرات الارض کو مارنے کے متعلق فقہاء کی عبارات

علامہ محمد بن محمد ابن البزاز الکردری متوفی ٨٢٧ھ لکھتے ہیں:

مختار یہ ہے کہ چیونٹی جب اذیت پہنچانے کی ابتداء کرے تو اس کو ہلاک کرنا جائز ہے' ورنہ اس کو ہلاک کرنا مکروہ ہے اور اس کو پانی میں ڈالنا مطلقاً مکروہ ہے' جوؤں کو ہلاک کرنا مکروہ نہیں ہے' اس کو اور بچھو کو آگ میں جلانا مکروہ ہے' ٹڈیوں کو ہلاک کرنا جائز ہے' بلی جب ایذاء پہنچائے تو اس کو ہلاک کرنا مکروہ ہے' اس کو چھری سے ذبح کر دیا جائے' جس بستی میں کتے ہوں اور بستی والوں کو ان کتوں سے ضرر پہنچے تو بستی والے کتوں کے مالکوں سے کہیں کہ ان کتوں کو قتل کر دے اور اگر وہ انکار کریں تو حاکم شہر ان کو قتل کرنے کا حکم دے' گھروں میں کتوں کو چوروں اور دشمنوں سے حفاظت یا شکار کے سوا نہ رکھا جائے' اسی طرح شیر اور چیتے اور باقی درندوں کو' اگر کوئی کتا راستے سے گزرنے والوں کو کاٹتا ہو اور کوئی شخص کاٹنے کے بعد اس کو قتل کر دے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے اور اگر وہ کاٹنے سے پہلے اس کو قتل کرے گا تو اس پر تاوان ہے اور ریشم کے کیڑوں کو پالنا بھی جائز ہے۔

(فتاویٰ بزازیہ علیٰ حاشش الہندیہ ج٦ ص ٣٧٠' مطبع امیریہ کبریٰ مصر ١٣١٠ھ)

ان مسائل کو فتاویٰ عالم گیری میں زیادہ تفصیل سے لکھا ہوا ہے۔

١٥٤ - بَابُ حَرْقِ الدُّوْرِ وَالنَّخِيْلِ

(حربی کافروں کے) گھروں اور کھجور کے درختوں کو جلانا

اس باب میں مشرکین کے گھروں اور ان کے کھجور کے درختوں کو جلانے کا بیان ہے۔

٣٠٢٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان

إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ قَالَ قَالَ لِي جَرِيرٌ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ وَكَانَ بَيْتًا فِي خَثْعَمَ يُسَمَّى كَعْبَةَ الْيَمَانِيَةَ قَالَ فَانْطَلَقْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ قَالَ وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ فِي صَدْرِي حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ أَصَابِعِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا فَانْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا ثُمَّ بَعَثَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْبِرُهُ فَقَالَ رَسُولُ جَرِيرٍ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُكَ حَتَّى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْوَفُ أَوْ أَجْرَبُ قَالَ فَبَارَكَ فِي خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ. [اطراف الحدیث: ٣٠٣٦-٣٠٧٦-٣٨٢٣-٤٣٥٥-٤٣٥٦-٤٣٥٧-٦٠٨٩-٦٣٣٣]

(صحیح مسلم: ٢٤٧٦' الرقم المسلسل: ٦٢٦٠)

کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل' انہوں نے کہا: مجھے قیس بن ابی حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھ سے جریر نے بیان کیا' انہوں نے کہا: مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم مجھے ذی الخلصۃ (کو تباہ کر کے) راحت نہیں پہنچاتے! حضرت جریر نے بتایا کہ ذی الخلصۃ قبیلہ خثعم کا ایک بت خانہ تھا' جس کا نام کعبہ الیمانیہ رکھا گیا تھا' حضرت جریر نے کہا: میں قبیلہ احمس کے ایک سو پچاس گھوڑے سواروں کے ساتھ روانہ ہوا اور وہ سب (اچھے) شہ سوار تھے' حضرت جریر نے کہا: میں گھوڑے پر ثابت نہیں رہتا تھا تو آپ نے میرے سینے پر ایک ضرب لگائی حتیٰ کہ میں نے آپ کی انگلیوں کا نشان اپنے سینے میں دیکھا اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھ' اور اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا' پھر وہ ذی الخلصۃ کی طرف روانہ ہوئے' پس انہوں نے اس کو منہدم کیا اور جلا دیا' پھر ایک آدمی کو اس کی خبر دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا تو حضرت جریر کے قاصد نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں آپ کے پاس اس وقت تک نہیں آیا حتیٰ کہ میں نے ذی الخلصۃ کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ خالی پیٹ والا اونٹ ہے یا خارش زدہ اونٹ ہے' انہوں نے بتایا کہ آپ نے قبیلہ احمس کے گھوڑے سواروں اور پیادوں کے متعلق پانچ بار برکت کی دعا کی۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پس انہوں نے ذی الخلصۃ کو منہدم کر دیا اور جلا دیا۔

مشکل الفاظ کے معانی اور مسائل اور فوائد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ذی الخلصہ کا ذکر ہے' علامہ ابن الاثیر نے کہا: ذی الخلصۃ' قبیلہ دوس کا بت تھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ وہ خثعم کا بت تھا جس کو وہ کعبہ یمانیہ کہتے تھے۔ اس حدیث میں مذکور ہے: گویا وہ خالی پیٹ والا اونٹ تھا' یعنی پیٹ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اس سے خالی تھا' اس کی وجہ شبہ یہ ہے کہ اس سے بالکل ہی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا تھا یا بتایا کہ وہ خارش زدہ اونٹ کی طرح تھا' یعنی جس طرح خارش زدہ اونٹ سیاہ ہو جاتا ہے' اسی طرح وہ بھی جل کر سیاہ ہو گیا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس گھر میں کفار بت بنا کر اس کی پرستش کرتے ہوں' اس کو منہدم کرنا اور اس کو جلانا جائز ہے۔

اس حدیث میں لشکر اسلام کے لیے دعا کرنے کا ثبوت ہے۔

اور اس حدیث میں باطل کو بالکلیہ مٹانے کا ثبوت ہے اور سلطان کی طرف فتح کی خبر بھیجنے کا ثبوت بھی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۷۔۳۔۴۳ ۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٣٠٢١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ حَرَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از موسیٰ بن عقبہ از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے درختوں کو جلا دیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۳۲۹ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں کھجور کے درختوں کو جلانے کا ذکر ہے۔

١٥٥ - بَابُ قَتْلِ النَّائِمِ الْمُشْرِكِ
سوئے ہوئے مشرک کو قتل کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو مشرک باعثِ شر ہو اس کو سوتے میں قتل کر دینا جائز ہے۔

٣٠٢٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّاءَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا مِّنَ الْأَنْصَارِ إِلَى أَبِي رَافِعٍ لِيَقْتُلُوهُ فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَدَخَلَ حِصْنَهُمْ قَالَ فَدَخَلْتُ فِي مَرْبِطِ دَوَابَّ لَهُمْ قَالَ وَأَغْلَقُوا بَابَ الْحِصْنِ ثُمَّ إِنَّهُمْ فَقَدُوا حِمَارًا لَهُمْ فَخَرَجُوا يَطْلُبُونَهُ فَخَرَجْتُ فِيمَنْ خَرَجَ أُرِيهِمْ أَنَّنِي أَطْلُبُهُ مَعَهُمْ فَوَجَدُوا الْحِمَارَ فَدَخَلُوا وَدَخَلْتُ وَأَغْلَقُوا بَابَ الْحِصْنِ لَيْلًا فَوَضَعُوا الْمَفَاتِيحَ فِي كَوَّةٍ حَيْثُ أَرَاهَا فَلَمَّا نَامُوا أَخَذْتُ الْمَفَاتِيحَ فَفَتَحْتُ بَابَ الْحِصْنِ ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ فَأَجَابَنِي فَتَعَمَّدْتُ الصَّوْتَ فَضَرَبْتُهُ فَصَاحَ فَخَرَجْتُ ثُمَّ جِئْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ كَأَنِّي مُغِيثٌ فَقُلْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ وَغَيَّرْتُ صَوْتِي فَقَالَ مَا لَكَ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ قُلْتُ مَا شَأْنُكَ قَالَ لَا أَدْرِي مَنْ دَخَلَ عَلَيَّ فَضَرَبَنِي قَالَ فَوَضَعْتُ سَيْفِي فِي بَطْنِهِ ثُمَّ تَحَامَلْتُ عَلَيْهِ حَتَّى قَرَعَ الْعَظْمَ ثُمَّ خَرَجْتُ وَأَنَا دَهِشٌ فَأَتَيْتُ سُلَّمًا لَهُمْ لِأَنْزِلَ مِنْهُ فَوَقَعْتُ فَوُثِئَتْ رِجْلِي فَخَرَجْتُ إِلَى أَصْحَابِي فَقُلْتُ مَا أَنَا بِبَارِحٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند انصار کو ابورافع (یہودی) کی طرف بھیجا تاکہ وہ اس کو قتل کر دیں پس ان انصار میں سے ایک مرد روانہ ہوا پس وہ یہودیوں کے قلعہ میں داخل ہو گیا انہوں نے بیان کیا: پس میں ان کے مویشیوں کے اصطبل میں داخل ہوا اور ان لوگوں نے قلعہ کے دروازہ کو بند کر دیا پھر ان لوگوں نے اپنے گدھے کو گم پایا پس وہ اس کو ڈھونڈنے کے لیے نکلے پس میں بھی ان نکلنے والوں میں شامل ہو کر نکلا میں ان لوگوں پر یہ ظاہر کر رہا تھا کہ میں بھی ان لوگوں کے ساتھ گدھے کو تلاش کر رہا ہوں پھر ان لوگوں نے گدھے کو پا لیا پس وہ (قلعہ میں) داخل ہوئے اور میں (بھی) داخل ہوا اور انہوں نے رات کو قلعہ کا دروازہ بند کر دیا پھر انہوں نے چابیاں ایک طاق پہ رکھ دیں جس کو میں دیکھ رہا تھا پس جب وہ سو گئے تو میں نے چابیاں اٹھا لیں پھر میں نے قلعہ کا دروازہ کھولا پھر میں ابورافع پر داخل ہوا پس میں نے کہا: اے ابورافع! تو اس نے مجھے جواب دیا میں نے قصداً آواز بلند کی تھی (تاکہ وہ مجھے جواب دے اور میں پہچانوں کہ یہ ابورافع ہے) سو میں نے اس کو ضرب لگائی پس وہ چیخا پس میں نکلا پھر اندر آیا پھر میں لوٹا گویا کہ میں اس کی مدد کر رہا ہوں پھر میں

حَتّٰی اَسْمَعَ النَّاعِیَةَ فَمَا بَرِحْتُ حَتّٰی سَمِعْتُ نَعَایَا اَبِیْ رَافِعٍ تَاجِرِ اَهْلِ الْحِجَازِ قَالَ فَقُمْتُ وَمَابِیْ قَلَبَةٌ حَتّٰی اَتَیْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْنَاهُ۔

[اطراف الحدیث: ٣٠٢٣-٣٠٣٨-٤٠٣٩-٤٠٤٠]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

نے آواز بدل کر کہا: اے ابورافع! اس نے کہا: تمہیں کیا ہوا؟ تمہاری ماں کو عذاب ہو! میں نے پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: مجھے پتا نہیں کون میرے پاس آیا اور اس نے مجھے ضرب لگائی تھی' انہوں نے کہا: پھر میں نے اپنی تلوار اس کے پیٹ میں گھونپ دی' پھر اس پر میں نے اپنا پورا بوجھ ڈالا حتیٰ کہ اس تلوار نے ہڈی کو کاٹ ڈالا' پھر میں اس حال میں وہاں سے نکلا کہ میں دہشت زدہ تھا' پھر میں ان کی سیڑھی کے پاس آیا تا کہ اس جگہ سے اتروں' تو میں گر پڑا اور میرے پیر میں موچ آ گئی' پھر میں اپنے اصحاب کے پاس آیا' پس میں نے کہا: میں اس وقت تک یہاں سے جانے والا نہیں ہوں حتیٰ کہ میں اس کی موت کی خبر دینے والے کی خبر کو سن لوں' پھر میں وہاں سے نہیں گیا حتیٰ کہ میں نے موت کی خبر دینے والیوں سے سنا کہ اہل حجاز کا تاجر ابورافع مر گیا! انہوں نے کہا: پس میں اس حال میں اٹھا کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی حتیٰ کہ ہم سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پس ہم نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) علی بن مسلم بن سعید' ابوالحسن الطوسی' انہوں نے بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی' ان سے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں (٢) یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ' ان کا نام میمون الہمدانی الکوفی ہے' یہ قاضی تھے (٣) ابوزکریا الہمدانی الکوفی' یہ نابینا تھے (٤) ابواسحاق' عمرو بن عبداللہ الہمدانی السبیعی الکوفی (٥) حضرت البراء بن عازب الانصاری الخزرجی الاوسی رضی اللہ عنہما۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٧٦)

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: سوئے ہوئے مشرک کو قتل کرنا حالانکہ جس وقت ابورافع کو قتل کیا تو اس وقت وہ جاگ رہا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سوئے ہوئے سے مراد لیٹا ہوا ہے۔

ابورافع یہودی کو قتل کرنے والے انصار کے اسماء' ابورافع کو قتل کرنے کا سبب اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں چند انصار کا ذکر ہے' ان کے نام یہ ہیں: حضرت عبداللہ بن عتیک' حضرت عبداللہ بن عقبہ' حضرت اسعد بن حرام اور حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہم۔ جس انصاری صحابی نے ابورافع یہودی کو قتل کیا تھا' ان کا اسم گرامی حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ ہے' اس کو قتل کرنے کے حکم دینے کا سبب یہ تھا کہ جب غزوۂ خندق ختم ہو گیا اور بنوقریظہ کا قصہ تمام ہو گیا اور ابورافع ان یہودیوں میں سے تھا جس نے کفار کی جماعتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کے لیے بھیجا تھا تو اس وقت خزرج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' اور امام ابن سعد نے لکھا ہے کہ ابورافع کو قتل کرنے کے لیے ان انصار کے جوانوں کو رمضان ٦ ہجری میں بھیجا تھا۔

اس حدیث میں ابورافع کا ذکر ہے' اس یہودی کا نام عبداللہ تھا اور اس کو سلام بن ابی الحقیق کہا جاتا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان انصار میں سے ایک مرد داخل ہوا۔ ان کا نام حضرت عبداللہ بن عتیک ہے' یہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے مخالفین کی مدد کرے خواہ اپنی جان سے مدد کرے یا اپنے مال سے یا اپنی رائے سے تو اس کو کسی بھی حیلہ سے قتل کرنا جائز ہے اور ابورافع یہودی' رسول اللہ ﷺ سے عداوت رکھتا تھا اور آپ کے مخالفین کی مدد کرتا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرکین کی جاسوسی کرنے کے لیے حیلہ سے اور خفیہ طریقہ سے ان کے گھر میں گھسنا جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن عتیک سیڑھی سے جلدی سے اترے اور ان کے پیر میں موچ آ گئی اور انہوں نے ابورافع کو قتل کرنے کے لیے اس کی حویلی میں گھس کر اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال دیا تھا' حالانکہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ممنوع ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کی سربلندی کے لیے اور رسول اللہ ﷺ کے دشمن کو قتل کرنے کے لیے اور شہادت کے حصول کے لیے ایسا کرنا جائز ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا جو ممنوع ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں اپنا کل مال خرچ کر دے اور اس کے اپنے کھانے' پینے' پہننے' اوڑھنے اور دوا دارو کے لیے کچھ نہ بچے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۷۹-۳۷۸' مکتبہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٠٢٣- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِیْ زَائِدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا مِّنَ الْاَنْصَارِ اِلٰى اَبِیْ رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَتِيْكٍ بَيْتَهٗ لَيْلًا فَقَتَلَهٗ وَهُوَ نَائِمٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی' از والد خود از ابواسحاق از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے چند انصار کو ابورافع کی طرف بھیجا' پس حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ اس کے گھر میں رات کے وقت داخل ہوئے' پس اس کو قتل کر دیا اور وہ اس وقت سویا ہوا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ تصریح ہے کہ جس وقت ابورافع کو قتل کیا گیا تھا' وہ اس وقت سویا ہوا تھا۔

١٥٦- بَابُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ

دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو

اس باب میں "اللقاء" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ملاقات' مگر یہاں اس سے مراد مقابلہ ہے۔

٣٠٢٤- حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ يُوْسُفَ الْيَرْبُوْعِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ الْفَزَارِیُّ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَالِمٌ اَبُو النَّضْرِ قَالَ كُنْتُ كَاتِبًا لِعُمَرَ ابْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ فَاَتَاهُ كِتَابُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰى رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن یوسف الیربوعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق الفزاری نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ' انہوں نے کہا: مجھے سالم ابوالنضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں عمر بن عبیداللہ کا کاتب تھا' ان کے پاس حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما کا خط آیا (جس میں لکھا تھا کہ)

الْعَدُوِّ. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح: ۲۸۱۸ میں گزر چکی ہے اس حدیث کو بعینہٖ باب کا عنوان بنایا گیا ہے۔

٣٠٢٥ - ثُمَّ قَامَ فِي النَّاسِ فَقَالَ يَآاَيُّهَا النَّاسُ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَ مُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْاَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ وَقَالَ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ اَبُو النَّضْرِ كُنْتُ كَاتِبًا لِعُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ فَاَتَاهُ كِتَابُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ.

پھر آپ لوگوں میں کھڑے ہو گئے پس آپ نے فرمایا: اے لوگو! دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو پس جب تم ان سے مقابلہ کرو تو صبر کرنا اور یاد رکھو کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے پھر فرمایا: اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے اور بادلوں کو چلانے والے اور کفار کی جماعتوں کو شکست دینے والے ان کو شکست دے! اور ہماری ان کے خلاف مدد فرما! اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ مجھے سالم ابوالنضر نے حدیث بیان کی کہ میں عمر بن عبیداللہ کا منشی تھا سو ان کے پاس حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا مکتوب آیا کہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرو۔

اس حدیث کی شرح: ۲۹۳۳ میں گزر چکی ہے۔

٣٠٢٦ - وَقَالَ اَبُوْ عَامِرٍ حَدَّثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا.

اور ابو عامر نے کہا: ہمیں مغیرہ بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ آپ نے فرمایا: دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو پس جب تمہارا اس سے مقابلہ ہو تو (جنگ کی مشقت پر) صبر کرو۔

دشمن کو مقابلہ کے چیلنج کا شرعی حکم

ان دونوں حدیثوں میں دشمن سے مقابلہ کی تمنا سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس میں اپنی قوت اور طاقت پر گھمنڈ ہے اور لوگ مشقت اور مصیبت پر صبر کرنے میں مختلف ہوتے ہیں اس سے پہلے یہ حدیث گزر چکی ہے کہ ایک شخص جہاد میں شدید زخمی ہو گیا پھر وہ زخموں کی تکلیف برداشت نہیں کر سکا تو اس نے خودکشی کر لی۔ (صحیح البخاری: ۲۸۹۸) اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں عافیت سے رہوں تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں کسی مصیبت میں مبتلا رہوں اور اس پر صبر کروں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا: اے بیٹے! تم کسی کو مقابلہ کے لیے مت للکارنا اور جو تم کو مقابلہ کی دعوت دے تو پھر اس سے مقابلہ کرنا کیونکہ وہ باغی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی مدد کا ضامن ہے جس کے خلاف بغاوت کی جائے۔

علامہ ابن المنذر نے ذکر کیا ہے کہ تمام معتمد علماء کا اس پر اجماع ہے کہ آدمی کے لیے مقابلہ کی دعوت دینا جائز ہے اور وہ ملک کے سربراہ کی اجازت سے دشمن کو مقابلہ کے لیے للکار سکتا ہے امام احمد سفیان ثوری اوزاعی اور اسحاق کا یہی موقف ہے اور امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ دشمن کو للکارنا جائز ہے اور انہوں نے اس میں امام یا غیر امام کی اجازت کا ذکر نہیں کیا اور اگر کافر اس کو مقابلہ کے لیے للکارے اور چیلنج کرے تو اس سے مقابلہ کے لیے نکلنا مستحب ہے اور یہ اس کے لیے مستحب ہے جو اپنی ذات کو آزما چکا ہو اور سربراہ ملک نے اس کی اجازت دی ہو اور امام مالک سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص صفوں کے درمیان کھڑا ہوا ہے وہ دشمن کو

مقابلہ کی دعوت دے سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ اس کی نیت پر موقوف ہے اگر وہ اس سے اللہ کی رضا کا ارادہ کرتا ہے تو مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور متقدمین ایسا کر چکے ہیں اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے البراء بن مالک مرزبان کو چیلنج کیا' پھر اس کو قتل کر دیا اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے غزوۂ حنین میں ایک شخص کو چیلنج کیا' پھر اس کو قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے چھینا ہوا سامان مجھے عطا فرما دیا اور اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ انہوں نے آپ سے اجازت لے کر دشمن کو للکارا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٨٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ ابن بطال نے اس مسئلہ کو علامہ عینی کی بہ نسبت زیادہ تفصیل سے لکھا ہے اور مذکورہ شرح اسی کا خلاصہ ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٥ ص ٢٠٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٥٧ - بَابُ الْحَرْبِ خُدْعَةٌ — جنگ ایک دھوکا ہے

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جنگ میں دشمن کو دھوکا دینا جائز ہے۔

٣٠٢٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلَكَ كِسْرٰى ثُمَّ لَا يَكُوْنُ كِسْرٰى بَعْدَهُ وَقَيْصَرُ لَيَهْلِكَنَّ ثُمَّ لَا يَكُوْنُ قَيْصَرُ بَعْدَهُ وَلَتُقْسَمَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسریٰ ہلاک ہو گیا' پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہو گا اور قیصر ضرور ہلاک ہو گا' پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہو گا اور ضرور ان کے خزانے اللہ کی راہ میں تقسیم کیے جائیں گے۔

[اطراف الحدیث: ٣١٤٠-٣٦١٨-٦٦٣٠]

(صحیح مسلم: ٢٩١٨' الرقم المسلسل: ٧٢٢١' سنن ترمذی: ٢٢٢٣' مسند الشافعی ج ٢ ص ١٨٦' مسند الحمیدی: ١٠٩٤' مسند ابو یعلیٰ: ٥٨٧٢' مشکل الآثار: ٥٠٩' سنن بیہقی ج ٩ ص ١٧٧' دلائل النبوۃ ج ٤ ص ٣٩٣' شرح السنۃ: ٣٧٢٨' مسند احمد ج ٢ ص ٢٤٠ طبع قدیم' مسند احمد: ٧٢٦٨- ج ١٢ ص ٢٠٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

٣٠٢٨ - وَسَمَّى الْحَرْبَ خُدْعَةً. آپ نے جنگ کو دھوکا قرار دیا۔

[طرف الحدیث: ٣٠٢٩] (صحیح مسلم: ١٧٤٠' الرقم المسلسل: ٤٤٣١)

دورانِ جنگ دشمن کو دھوکا دینے کی مثالیں اور قیصر و کسریٰ کے متعلق آپ کی دعا کا قبول ہونا

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی القرطبی المتوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

بعض اہل سیرت نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد غزوۂ احزاب کے دن فرمایا تھا' جب آپ نے حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ قریش' غطفان اور یہود کے درمیان حائل ہو جائیں اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جنگ میں دشمن کو دھوکا دینا فوج کی کثرت سے زیادہ مفید ہے اور بغیر علم کے کوئی قدم اٹھانے سے زیادہ نفع آور ہے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ جنگ میں عقل اور رائے کو استعمال کرنا' نیزوں کی ضرب سے زیادہ مفید ہے۔

علامہ المہلب متوفی ٤٣٥ھ نے کہا ہے: جنگ میں دشمن کو دھوکا دینا جس طرح بھی ممکن ہو' جائز ہے مگر جھوٹی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ جنگ میں جتنی جھوٹ کی گنجائش ہے اتنی اور کسی چیز میں نہیں ہے البتہ صراحۃً جھوٹ بولنے سے گریز کیا جائے اور تعریض سے کام نکالا جائے اور واقع کے خلاف کوئی خبر نہ دی جائے۔

علامہ المہلب متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس کی مثال یہ ہے کہ وہ دشمن سے کہے کہ اپنے گھوڑے کے زین کا تسمہ سنبھالو اس کی گرہ کھل چکی ہے اور اس کی مراد یہ ہو کہ زمانہ ماضی میں کبھی اس کی گرہ کھل چکی ہے اور جب دشمن اپنے گھوڑے کی زین کے تسمہ کی طرف متوجہ ہو تو وہ تلوار سے اس کی گردن اُڑا دے یا دشمن کو ایسی خبر دے جس سے وہ گھبرا جائے مثلاً اس سے کہے کہ تمہارے امیر کو تو موت آچکی ہے اور اس سے مراد نیند لے اور صراحۃً واقعہ کے خلاف کوئی بات نہ کرے۔

اس حدیث میں ہے: اس قیصر کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا۔ اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیصر کو دعا دی تھی جب اس نے آپ کا مکتوب پڑھا تو دعا کی کہ تمہارا ملک سلامت رہے پھر شام سے اس کی حکومت ختم نہیں ہوئی اور رہا کسریٰ تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے خلاف دعا کی کہ تمہارا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا سو اب تک کسریٰ کی حکومت قائم نہ ہو سکی اور اس حدیث میں نبوت کی علامت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کیے جائیں گے پس واقع میں اسی طرح ہوا۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

۳۰۲۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَصْرَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمَّى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَرْبَ خُدْعَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوبکر بن اصرم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کا نام دھوکا رکھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۰۲۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۰۳۰ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَرْبُ خُدْعَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی از عمرو انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنگ دھوکا ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۷۳۹ الرقم المسلسل: ۴۴۳۰ سنن ترمذی: ۱۶۷۵ سنن ابوداؤد: ۲۶۳۶)

جنگ میں دھوکا دینے کی وضاحت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

''خدعة'' میں تاء وحدت کی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ جنگ میں صرف ایک بار دشمنوں کو دھوکا دیں اور ''خدع'' کا معنی یہ ہے کہ آدمی ایک چیز کو ظاہر کرے اور اصل چیز کو مخفی رکھے اور اس میں اس پر برانگیختہ کیا گیا ہے کہ جنگ میں تدبّر اور رائے کو استعمال کریں علامہ ابن العربی نے کہا ہے: جنگ میں دھوکا دینے کا معنی یہ ہے کہ تعریض سے کام لے اور فکر اور رائے کو استعمال کرے بلکہ جنگ میں فکر اور رائے کو استعمال کرنا شجاعت اور بہادری سے زیادہ مفید ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۳۰۵ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۱۵۸ - بَابُ الْكَذِبِ فِى الْحَرْبِ

جنگ میں جھوٹ بولنا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ آیا جنگ میں جھوٹ بولنا جائز ہے یا نہیں؟

٣٠٣١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لِّكَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ فَاِنَّهُ قَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ اَتُحِبُّ اَنْ اَقْتُلَهُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَتَاهُ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَنَّانَا وَسَاَلَنَا الصَّدَقَةَ قَالَ وَاَيْضًا وَاللّٰهِ لَتَمَلُّنَّهُ قَالَ فَاِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ فَنَكْرَهُ اَنْ نَدَعَهُ حَتّٰى نَنْظُرَ اِلٰى مَا يَصِيْرُ اَمْرُهُ قَالَ فَلَمْ يَزَلْ يُكَلِّمُهُ حَتّٰى اسْتَمْكَنَ مِنْهُ فَقَتَلَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچائی ہے' حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ اس کو پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو قتل کردوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! راوی نے کہا: پس وہ کعب بن اشرف کے پاس گئے' پھر اس سے کہا: بے شک اس شخص نے ہم کو تھکا دیا ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور یہ ہم سے صدقہ کا سوال کرتے ہیں' کعب بن اشرف نے کہا: اللہ کی قسم! وہ تم کو ضرور ملال میں ڈالیں گے' حضرت محمد بن مسلمۃ نے کہا: پس بے شک ہم نے ان کی پیروی کی ہے اور ہم ان کو اس وقت تک چھوڑنا ناپسند کرتے ہیں حتیٰ کہ ہم یہ دیکھ لیں کہ ان کی اس مہم کا کیا انجام ہوتا ہے' راوی نے کہا: پس وہ اسی طرح کعب بن اشرف سے باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے موقع پا کر اس کو قتل کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۱۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ نے کعب بن اشرف سے جو باتیں کی تھیں' وہ بہ ظاہر جھوٹ تھیں اور در حقیقت وہ اس موقع کی تاک میں تھے کہ انہیں اس کو قتل کرنے کا موقع مل جائے۔

جھوٹ بولنے کے متعلق حدیث اور حضرت محمد بن مسلمہ کا توریہ اور تعریض

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

''کِذب'' کی رخصت کے متعلق حدیث درج ذیل ہے:

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف تین صورتوں میں جھوٹ بولنا جائز ہے' مرد اپنی عورت سے جھوٹ بولے تا کہ اس کو راضی کرے' اور جنگ میں جھوٹ بولے اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولے۔ (سنن ترمذی: ۱۹۳۹' مسند احمد ج ۶ ص ۴۵۴)

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ میں نے اپنے بعض اساتذہ سے اس حدیث کا معنی پوچھا تو انہوں نے مجھ سے کہا: جس کذب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز قرار دیا ہے' وہ تعریض ہے' یعنی اصل بات کو دل میں چھپا کر مخاطب کے سامنے کوئی اور بات ظاہر کرنا۔

علامہ المہلب نے کہا: اس باب کی حدیث میں جو جھوٹ ہے' وہ یہ ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: اس شخص نے ہم کو تھکا دیا ہے اور یہ ہم سے صدقہ کا سوال کرتا ہے' اس کلام میں یہ تاویل ہے کہ انہوں نے کعب بن اشرف پر یہ ظاہر کیا کہ وہ دنیا کے حصول کے

لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر رہے ہیں' آپ کی پیروی کرنے میں تھک چکے ہیں اور یہ جھوٹ نہیں ہے بلکہ توریہ اور تعریض ہے کیونکہ انہوں نے دل میں اس بات کو رکھا کہ وہ حق کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر رہے ہیں تاکہ انہیں آخرت میں اجر ملے اور ذکر اس تھکاوٹ کا کیا جو ان کو دنیا میں ہوتی ہے' اور حضرت محمد بن مسلمہ نے واقع کے خلاف خبر نہیں دی تھی' ان کے کلام میں فقط ظاہری الٹ پھیر تھی' ورنہ حقیقتاً ان کا کلام باطنی معنی کے موافق تھا اور انہوں نے یہ حیلہ اس لیے کیا تھا کہ کعب بن اشرف کو ایسی باتوں میں لگایا جائے جس سے وہ ان کی طرف مائل ہو اور ان کے قریب آئے اور وہ جھپٹ کر اس کو قتل کر دیں۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

١٥٩ - بَابُ الْفَتْكِ بِاَهْلِ الْحَرْبِ

خفیہ منصوبہ سے اہل حرب (دشمن) کو قتل کرنا

اس باب کے عنوان میں ''الفتك'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کوئی شخص کسی کے پاس جائے اور اس کو غافل پا کر اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دے۔

٣٠٣٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ اَتُحِبُّ اَنْ اَقْتُلَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاْذَنْ لِيْ فَاَقُوْلُ قَالَ قَدْ فَعَلْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از حضرت جابر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ تو حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: پھر آپ مجھے اجازت دیں کہ میں (مصلحت کی خاطر اپنی اور آپ کی طرف سے کوئی بہ ظاہر غلط) بات کہوں' آپ نے فرمایا: میں نے ایسا کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۱۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں دشمن کو حیلہ سے قتل کرنے کا ذکر ہے۔

١٦٠ - بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْاِحْتِيَالِ وَالْحَذَرِ مَعَ مَنْ يَّخْشٰى مَعَرَّتَهٗ

جس سے فساد کا خطرہ ہو' اس کے ساتھ حیلہ اور احتیاط کے ساتھ باتیں کرنا

اس باب کے عنوان میں ''مَعَرَّة'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: جس کے فساد کا اندیشہ ہو۔

٣٠٣٣ - قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ فَحُدِّثَ بِهٖ فِيْ نَخْلٍ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخْلَ طَفِقَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ وَابْنُ صَيَّادٍ فِيْ قَطِيْفَةٍ لَّهٗ فِيْهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن صیاد کی طرف تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے اور آپ کو یہ خبر دی گئی تھی کہ وہ (ابن صیاد) کھجور کے درختوں میں ہے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس کھجور کے درختوں میں آئے اور آپ

زَمْزَمَةٌ فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ رَّسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَاصَافِ هٰذَا مُحَمَّدٌ فَوَثَبَ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ.

کھجور کے درختوں میں چھپ رہے تھے' اور اس وقت ابن صیاد ایک چادر اوڑھے ہوئے گنگنا رہا تھا تو ابن صیاد کی ماں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیا تو اس نے کہا: اے صاف! یہ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں! پس ابن صیاد چھلانگ مار کر بھاگ گیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: اگر وہ اس کو چھوڑ دیتی تو (ابن صیاد کا معاملہ) کھل جاتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۵۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جس شخص سے فتنہ اور فساد کا خطرہ ہو' اس کی باتوں کو چپکے سے اور حیلہ سے سننا جائز ہے۔

١٦١ - بَابُ الرَّجَزِ فِي الْحَرْبِ وَرَفْعِ الصَّوْتِ فِي حَفْرِ الْخَنْدَقِ

دورانِ جنگ رجز یہ کلام پڑھنا اور خندق کھودتے ہوئے آواز کو بلند کرنا

اس باب کے عنوان میں رجز کا ذکر ہے' رجز اس کلام کو کہتے ہیں جو شعر کی صورت اور اس کے وزن پر ہو۔

اس میں ہر مصرع منفرد ہوتا ہے اور اس کے قائل کو شاعر کے بجائے راجز کہتے ہیں۔

فِيهِ سَهْلٌ وَّأَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت سہل کی اور حضرت انس کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ۳۷۹۷' اور ۲۸۳۴ میں مذکور ہے۔

اور اس میں حسب ذیل رجز یہ کلام ہے:

اے اللہ! آخرت کے عیش کے سوا کوئی عیش نہیں ہے۔

اور اس میں مذکور ہے:

اے اللہ! آخرت کی خیر کے سوا کوئی خیر نہیں ہے۔

وَفِيهِ يَزِيدُ عَنْ سَلَمَةَ.

اور اس میں یزید کی سلمہ بن اکوع سے روایت ہے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ۴۱۹۶' میں مذکور ہے۔

٣٠٣٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ يَنْقُلُ التُّرَابَ حَتّٰى وَارَى التُّرَابُ شَعَرَ صَدْرِهٖ وَكَانَ رَجُلًا كَثِيْرَ الشَّعَرِ وَهُوَ يَرْتَجِزُ بِرَجَزِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ:

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا!
فَأَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے حدیث بیان کی از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے غزوۂ خندق کے دن دیکھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مٹی کو منتقل فرما رہے تھے اور مٹی نے آپ کے سینہ کے بالوں کو چھپا لیا تھا اور آپ ایسے مرد تھے جن کے بہت زیادہ بال تھے اور آپ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے رجز یہ کلام کو پڑھ رہے تھے' جو حسب ذیل ہے:

اے اللہ! اگر تو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے

وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّا قَيْنَا
اِنَّ الْاَعْدَاءَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا
اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا
يَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهٗ.

اور نہ ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے
سو تو ہم پر سکون نازل فرما
اور اگر ہمارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ
بے شک دشمنوں نے ہم پر حملہ کیا ہے
جب وہ فتنہ کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں
آپ اس رجزیہ کلام کے ساتھ آواز بلند کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨٣٦ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں خندق کھودتے وقت رجزیہ کلام پڑھنے کا ذکر ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ محنت مشقت کے کاموں میں سربراہ ملک کو عام مسلمانوں کے ساتھ شریک ہونا چاہیے تا کہ لوگ خوشی کے ساتھ ان کاموں کو کریں' اسی وجہ سے آپ نے رجزیہ کلام پڑھا تا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ وہ کیا عمل کر رہے ہیں اور کس کے لیے عمل کر رہے ہیں اور ان کو یہ بتائیں کہ ان کی اس تھکاوٹ اور مشقت کے مقابلہ میں یہ بہت عظیم کام ہے اور اس کا اجر بہت زیادہ ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عبادت کے کاموں کو کرتے وقت آواز کو بلند کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ٥ ص ٢٠٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ ھ)

١٦٢ - بَابُ مَنْ لَّا يَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ

جو گھوڑے پر جم کر نہ بیٹھ سکتا ہو اس کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تھا' اس کے لیے نبی ﷺ نے دعا فرمائی۔

٣٠٣٥ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا حَجَبَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَاٰنِيْ اِلَّا تَبَسَّمَ فِيْ وَجْهِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ادریس نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس از حضرت جریر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں' نبی ﷺ کبھی مجھ سے حجاب میں نہیں رہے اور جب بھی آپ مجھے دیکھتے تو آپ میرے چہرے کے سامنے مسکراتے۔

(صحیح مسلم: ٢٤٧٥' الرقم المسلسل: ٦٢٥٧' سنن ترمذی: ٣٨٤٦-٣٨٤٧' المعجم الکبیر: ٢٢٨٧' شعب الایمان: ٨٠٤٥' تاریخ بغداد ج ٩ ص ٢٨٠' مسند احمد ج ٤ ص ٣٥٩ طبع قدیم' مسند احمد: ١٩٧٨٠- ج ٣١ ص ٥١٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

٣٠٣٦ - وَلَقَدْ شَكَوْتُ اِلَيْهِ اَنِّيْ لَا اَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ فِيْ صَدْرِيْ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا.

اور تحقیق یہ ہے کہ میں نے آپ سے یہ شکایت کی کہ میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تو آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر مارا اور یہ دعا کی: اے اللہ! اس کو ثابت رکھ! اور اس کو ہدایت دینے والا

اور ہدایت یافتہ بنا!

حضرت جریر پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے اوجھل نہیں رہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ حضرت جریر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے گھر بھی جاتے تھے اور ازواجِ مطہرات کو بھی دیکھتے تھے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اکثر اوقات وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رہتے تھے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص اپنی قوم میں عزت اور وجاہت رکھتا ہو اس کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی حضرت جریر کو دیکھتے تھے تو مسکراتے تھے' اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند اخلاق کا پتا چلتا ہے اور یہ وصف تکبر کے منافی ہے اور محبت کا سبب ہے۔

اس حدیث میں گھوڑے پر سواری کا ثبوت ہے اور اس کی فضیلت ہے اور جو آدمی ذوحیثیت اور ذووجاہت ہو اس کو گھوڑے پر سواری کرنی چاہیے۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حاکم یا استاذ کے لیے اپنے مخاطب کے سینہ پر ہاتھ مارنا جائز ہے اور یہ بھی تواضع کا اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا طریقہ ہے۔

اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت کا ذکر ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ اس دعا کے بعد کبھی حضرت جریر گھوڑے سے نہیں گرے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہ تمام فوائدِ حدیث' شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۰۷ میں مذکور ہیں' ان کے علاوہ اس میں یہ اعتراض بھی مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا میں کہا ہے: اے اللہ! اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا' اس میں تقدیم اور تاخیر ہے یعنی پہلے انسان خود ہدایت یافتہ ہوتا ہے' پس کسی کو ہدایت دیتا ہے' حافظ ابن حجر نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس دعا میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو ترتیب کا مقتضی ہو۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۵۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس کے جواب میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے پہلے ''مھدیًا'' فرمایا ہو اور پھر ''ھادیًا'' فرمایا اور حدیث کے راوی نے اس ترتیب کو بدل دیا ہو۔

* باب مذکور کی حدیث' شرح صحیح مسلم: ۶۲۴۴۔ ج ۶ ص ۱۱۴۱ میں مذکور ہے' وہاں اس حدیث کی شرح میں صرف حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی سوانح ذکر کی گئی ہے۔

۱۶۳ - بَابُ دَوَاءِ الْجُرْحِ بِإِحْرَاقِ الْحَصِيْرِ وَغَسْلِ الْمَرْاَةِ عَنْ اَبِيْهَا الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ وَحَمْلِ الْمَاءِ فِي التُّرْسِ

چٹائی کو جلا کر زخمی کی دوا بنانا اور عورت کا اپنے والد کے چہرے سے خون کو دھونا اور ڈھال میں پانی ڈال کر لانا

۳۰۳۷ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْحَازِمٍ قَالَ سَاَلُوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی'

اَلسَّاعِدِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِأَيِّ شَيْءٍ دُوْوِيَ جُرْحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ مَابَقِيَ مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ اَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ كَانَ عَلِيٌّ يَجِيْءُ بِالْمَاءِ فِيْ تُرْسِهٖ وَكَانَتْ يَعْنِيْ فَاطِمَةَ تَغْسِلُ الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ وَاُخِذَ حَصِيْرٌ فَاُحْرِقَ ثُمَّ حُشِيَ بِهٖ جُرْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

انہوں نے کہا: ہمیں ابوحازم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: لوگوں نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کا علاج کس دوا سے کیا گیا تھا؟ تو انہوں نے کہا کہ اب لوگوں میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں ہے جو اس بات کو مجھ سے زیادہ جانتا ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی ڈال کر لاتے تھے اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرہ سے خون دھوتی تھیں اور چٹائی لی گئی پس اس کو جلایا گیا پھر (اس کی راکھ کو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم میں بھر دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۳ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں زخم میں راکھ کو بھرنے کا ذکر ہے اور عورت کا اپنے والد کے چہرہ سے خون کو دھونے اور ڈھال میں پانی ڈال کر لانے کا ذکر ہے۔

١٦٤ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّنَازُعِ وَالْاِخْتِلَافِ فِي الْحَرْبِ وَعُقُوْبَةِ مَنْ عَصٰى اِمَامَهٗ

جنگ میں اختلاف اور جھگڑا کرنا مکروہ ہے اور جو امیر غزوہ کی نافرمانی کرے اس کی سزا کا بیان

اس باب کے عنوان میں دو لفظ ہیں: تنازع اور اختلاف' تنازع کا معنی ہے: مخاصمت اور جھگڑا کرنا' اور اختلاف کا معنی ہے: ہر فریق ایک رائے کو اختیار کرے اور اختلاف دنیا اور آخرت میں ہلاکت کا سبب ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾ (الانفال:٤٦).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ (الانفال:۴۶)

یہ مکمل آیت اور اس سے پہلی آیت اس طرح ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَO وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَO (الانفال:۴۶-۴۵)

اے ایمان والو! جب دشمن کی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہوO اور اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہےO

ان آیات میں دشمن سے مقابلہ کے وقت ثابت قدم رہنے کا حکم دیا ہے اور جب دشمن مقابلہ کے لیے للکارے تو اس کے مقابلہ میں صبر کرنے کا حکم دیا ہے' پھر اسی حال میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے' سو جس چیز کا حکم دیا ہے اس پر عمل کرو اور جس چیز سے منع کیا گیا ہے اس سے رُک جاؤ اور ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی' یعنی تمہاری قوت اور وحدت جاتی رہے گی۔

قَالَ قَتَادَةُ الرِّيْحُ الْحَرْبُ.

قتادہ نے کہا کہ "ریح" کا معنی حرب ہے۔

یہ قتادہ کی روایت ہے اور مجاہد نے کہا ہے: "ریح" سے مراد اللہ کی مدد ہے اور ایک قول ہے: "ریح" کا معنی ہے: حکومت' اور حکومت جس طرح اپنے امر کو نافذ کرتی ہے' اس کو ہواؤں کے چلنے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۹۰)

٣٠٣٨ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي بُرْدَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا وَاَبَا مُوسٰى اِلَى الْيَمَنِ قَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از شعبہ از سعید بن ابی بردہ از والدخود از جدِ خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا' فرمایا: تم دونوں آسان احکام بیان کرنا اور لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالنا اور لوگوں کو بشارت دینا اور ان کو متنفر نہ کرنا اور ایک دوسرے سے محبت کرنا اور ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٦١ میں بیان کی گئی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں اختلاف کرنے سے منع فرمایا ہے۔

٣٠٣٩ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُو اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُحَدِّثُ قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ اُحُدٍ وَّكَانُوا خَمْسِينَ رَجُلًا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ فَقَالَ اِنْ رَاَيْتُمُونَا تَخْطَفُنَا الطَّيْرُ فَلَا تَبْرَحُوا مَكَانَكُمْ هٰذَا حَتّٰى اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ وَاِنْ رَاَيْتُمُونَا هَزَمْنَا الْقَوْمَ وَ اَوْطَاْنَاهُمْ فَلَا تَبْرَحُوا حَتّٰى اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ فَهَزَمُوهُمْ قَالَ فَاَنَا وَاللّٰهِ رَاَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ قَدْ بَدَتْ خَلَا خِلُهُنَّ وَاَسْوُقُهُنَّ رَافِعَاتٍ ثِيَابَهُنَّ فَقَالَ اَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُبَيْرٍ الْغَنِيمَةَ اَيْ قَوْمِ الْغَنِيمَةَ ظَهَرَ اَصْحَابُكُمْ فَمَا تَنْتَظِرُونَ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جُبَيْرٍ اَنَسِيتُمْ مَا قَالَ لَكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالُوا وَاللّٰهِ لَنَاْتِيَنَّ النَّاسَ فَلَنُصِيبَنَّ مِنَ الْغَنِيمَةِ فَلَمَّا اَتَوْهُمْ صُرِفَتْ وُجُوهُهُمْ فَاَقْبَلُوا مُنْهَزِمِينَ فَذَاكَ اِذْ يَدْعُوهُمُ الرَّسُولُ فِي اُخْرَاهُمْ فَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا فَاَصَابُوا مِنَّا سَبْعِينَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ اَصَابَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ بَدْرٍ اَرْبَعِينَ وَمِائَةً سَبْعِينَ اَسِيرًا وَّ سَبْعِينَ قَتِيلًا فَقَالَ اَبُو سُفْيَانَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ یہ بیان کرتے تھے کہ نبی ﷺ نے غزوۂ اُحد کے دن پچاس مردوں اوپر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا' پس فرمایا کہ اگر تم دیکھو کہ ہم پر پرندے جھپٹ رہے ہیں تو تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا حتیٰ کہ میں تم کو پیغام بھیجوں اور اگر تم یہ دیکھو کہ ہم نے دشمن کو شکست دے دی ہے اور ہم نے اس کو پامال کر دیا ہے تب بھی تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا حتیٰ کہ میں تم کو پیغام دوں' پس مسلمانوں نے مشرکین کو شکست دے دی' حضرت براء نے کہا: میں مشرکوں کی عورتوں کو بھاگتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور ان کے پیروں کا زیور اور ان کی پنڈلیاں دکھائی دے رہی تھیں' اور وہ اپنے کپڑے اوپر اٹھائے ہوئے تھیں تو حضرت عبداللہ بن جبیر کے اصحاب نے کہا: مالِ غنیمت (لوٹو)' اے لوگو! مالِ غنیمت (لوٹو)' تمہارے اصحاب غالب آ گئے' پس اب تم کس بات کا انتظار کر رہے ہو! تو حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم بھول گئے کہ تم سے رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم ضرور لوگوں کے پاس جائیں گے اور مالِ غنیمت سے اپنا حصہ لیں گے' پس جب وہ (اپنا مورچہ چھوڑ کر) لوگوں کے پاس گئے پس ان کے چہرے پھیر دیئے گئے' پس وہ شکست

اَفِی الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَنَهَاهُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّجِیْبُوْهُ ثُمَّ قَالَ اَفِی الْقَوْمِ ابْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ اَفِی الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی اَصْحَابِهٖ فَقَالَ اَمَّا هٰؤُلَاءِ فَقَدْ قُتِلُوْا فَمَا مَلَكَ عُمَرُ نَفْسَهٗ فَقَالَ كَذَبْتَ وَاللّٰهِ یَا عَدُوَّ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِیْنَ عَدَدْتَّ لَاَحْیَاءٌ كُلُّهُمْ وَقَدْ بَقِیَ لَكَ مَا یَسُوْؤُكَ قَالَ یَوْمٌ بِیَوْمِ بَدْرٍ وَالْحَرْبُ سِجَالٌ اِنَّكُمْ سَتَجِدُوْنَ فِی الْقَوْمِ مُثْلَةً لَّمْ اٰمُرْ بِهَا وَلَمْ تَسُؤْنِیْ ثُمَّ اَخَذَ یَرْتَجِزُ:

خوردہ ہو کر بھاگے اور یہی (اس آیت کا موقع ہے) جب رسول ان کو پیچھے سے پکار رہے تھے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ مرد رہ گئے تھے' پس ہم میں سے ستر مرد شہید ہو گئے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے غزوۂ بدر کے ان ایک سو چالیس مردوں کو مصیبت زدہ کیا تھا' ان میں سے ستر قید کیے گئے تھے اور ستر قتل کیے گئے' پھر ابوسفیان نے تین بار کہا: کیا لوگوں میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جواب دینے سے منع کر دیا' اس نے پھر تین بار کہا: کیا لوگوں میں ابوقحافہ کا بیٹا ہے؟ پھر اس نے تین بار کہا: کیا لوگوں میں خطاب کا بیٹا ہے؟ پھر اس نے اپنے اصحاب کی طرف مڑ کر کہا: رہے یہ لوگ تو وہ بے شک قتل کر دیئے گئے' اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اوپر ضبط نہ کر سکے' پس انہوں نے کہا: تو نے جھوٹ بولا' اللہ کی قسم! اے اللہ کے دشمن! بے شک جن لوگوں کا تو نے شمار کیا ہے وہ سب ضرور زندہ ہیں اور بے شک تیرے لیے ایک ایسی چیز باقی ہے جو تجھ کو رنجیدہ کرے گی' ابوسفیان نے کہا: آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور جنگ (کنوئیں کا) ڈول ہے' بے شک تم لوگوں میں ایک مُثلہ (جس کے اعضاء کاٹ دیئے گئے ہوں) ہو گا' میں نے اس کو مثلہ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور میں اس سے رنجیدہ بھی نہیں ہوا' پھر اس نے رجز پڑھنا شروع کیا اور کہا:

اُعْلُ هُبَلْ اُعْلُ هُبَلْ.

ہبل بلند ہو! ہبل بلند ہو!

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تُجِیْبُوْا لَهٗ؟ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا نَقُوْلُ؟ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ قَالَ اِنَّ لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَكُمْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تُجِیْبُوْا؟ قَالَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا نَقُوْلُ؟ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَكُمْ. [اطراف الحدیث:٣٩٨٦-٤٠٤٣-٤٠٦٧-٤٥٦١]

(سنن ابوداؤد:٢٦٦٢)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس کا جواب نہیں دو گے؟ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا: تم کہو: اللہ بلند اور برتر ہے! ابوسفیان نے کہا: بے شک ہمارے لیے العزیٰ ہے اور تمہارا کوئی عزیٰ نہیں ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس کا جواب نہیں دو گے؟ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا: صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا: تم کہو: اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے کہا کہ مالِ غنیمت لوٹو' اور وہ اپنا مورچہ چھوڑ کر چلے گئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی' اس وجہ سے ان کو غزوہ اُحد میں

شکست ہوئی۔

مسلمانوں کے آپس کے اختلاف کی وجہ سے اللہ کا عذاب آنا' غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کی شکست کی وجہ اور حضرت عمر نے جو ابوسفیان کا جواب دیا' اس میں ان کی معصیت نہیں تھی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال المالکی القرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ تنازع اور مخالفت' دنیا اور آخرت میں ہلاکت کا سبب ہیں' قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝ (ھود:۱۱۸) اور اگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے ۝

ایک قوم نے کہا: ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مخالفت کے لیے پیدا کیا' اور دوسروں نے کہا کہ ان کو اس لیے پیدا کیا کہ اپنے اختلاف کی وجہ سے ایک فریق جنت میں جائے اور دوسرا فریق دوزخ میں' اور یہ اللہ کی کتاب میں بہت جگہ مذکور ہے' اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ایک دوسرے کی مخالفت کی وجہ سے دشمن ان مخالفین کے اوپر فتح حاصل کرے گا' یہ ایک دوسرے سے مخالفت کرتے رہیں گے اور دشمن ان پر غلبہ پالے گا۔

حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ ہے کہ ان کے اصحاب کی مخالفت کی وجہ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ان کو اس جنگ میں شکست ہوئی' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا درج ذیل ارشاد ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (النور:۶۳) سو جو لوگ رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ اس سے ڈریں کہ ان پر کوئی آفت آئے یا انہیں دردناک عذاب پہنچ جائے ۝

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب کو شکست نہیں ہوئی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ابوسفیان کی بات کا جواب دینے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ مسلمانوں کو بے مقصد بات میں غور نہیں کرنا چاہیے' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو ابوسفیان کو جواب دیا تھا کہ تم جھوٹ کہہ رہے ہو' جن کا تم نے نام لیا ہے وہ سب زندہ ہیں۔ اس سے ان کا مقصد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہیں تھی بلکہ ابوسفیان کے اس زعم کا رد کرنا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اصحاب کی کمزوری کی وجہ سے شہید ہو گئے' یہ بہ ظاہر معصیت ہے' حقیقت میں معصیت نہیں ہے۔

حضرت عمر نے کہا کہ وہ چیز باقی ہے جو تم کو رنجیدہ کرے گی' کیونکہ ابوسفیان نے یہ گمان کیا تھا کہ اسلام کی شوکت ٹوٹ گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اکابر اصحاب دنیا سے گزر گئے تو حضرت عمر نے اس کو بتایا کہ وہ سب زندہ ہیں اور عنقریب دوسرے مقابلہ میں تم کو شکست دیں گے۔

اس حدیث میں ہبل کا ذکر ہے' ہبل وہ بت ہے جس کی مشرکین زمانہ جاہلیت میں عبادت کرتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے جواب میں کہو: اللہ بلند اور برتر ہے' کیونکہ آپ اعلائے کلمۃ اللہ اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے مبعوث کیے گئے ہیں' پھر آپ نے جواب میں کہلوایا کہ اللہ اعلیٰ اور اجل ہے' کیونکہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کی اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ یہ بت ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے' اس لیے ابوسفیان اس جواب پر کوئی اعتراض نہ کر سکا' پھر اس نے اپنے ایک اور بت کا ذکر کیا اور کہا: ہمارے لیے العزیٰ ہے اور تمہارا کوئی عزیٰ نہیں ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب دینے کا حکم دیا اور کہا: تم کہو: اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا

کوئی مولی نہیں۔ اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ عزیٰ اور اس کی مثل دوسرے بت ان کی کوئی حمایت اور مدد نہیں کر سکتے' سو آپ نے ان کو جواب سے یہ بتایا کہ مدد صرف اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور بتوں کی طرف سے کوئی مدد نہیں ہوتی' اس وجہ سے ابوسفیان خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جواب اپنے اصحاب سے دلوائے اور خود جواب نہیں دیا' اور اس میں یہ تنبیہ کی کہ اس جیسے شخص کو منہ لگانا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے لائق نہ تھا۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۰۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

غزوۂ اُحد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے اصحاب کے اسماء گرامی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ اصحاب رہ گئے تھے' یہ مقاتل کا قول ہے' اور امام ابن سعد نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت قدم رہے اور آپ اپنی کمان سے مسلسل تیر مارتے رہے اور آپ کے ساتھ آپ کے چودہ اصحاب تھے' سات مہاجرین تھے اور سات انصار تھے اور البلاذری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت علی' حضرت عبدالرحمان بن عوف' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت طلحہ بن عبیداللہ' حضرت زبیر بن العوام اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم تھے' اور انصار میں سے الحباب بن المنذر' حضرت ابودجانہ' حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الافلح' حضرت الحارث بن الصمہ' حضرت اسید بن حضیر اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۶۵ - بَابٌ إِذَا فَزِعُوا بِاللَّيْلِ — جب لوگ رات کو خوف زدہ ہوں

اس باب میں یہ ذکر کیا ہے کہ جب لشکر یا شہر کے لوگ رات کو خوف زدہ ہوں تو امام یا سربراہ کو چاہیے کہ خود شہر کے گرد گشت لگا کر خوف اور دہشت کی وجہ معلوم کرے یا اپنے کسی نمائندہ کو بھیجے' اس باب کے عنوان میں "فـــزع" کا لفظ ہے' اس کا معنی اصل میں خوف اور گھبراہٹ ہے۔

۳۰۴۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَجْوَدَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ قَالَ وَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ لَيْلَةً سَمِعُوا صَوْتًا قَالَ فَتَلَقَّاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرْيٍ وَهُوَ مُتَقَلِّدٌ سَيْفَهُ فَقَالَ لَمْ تُرَاعُوا لَمْ تُرَاعُوا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدْتُهُ بَحْرًا يَعْنِي الْفَرَسَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ حسین تھے اور لوگوں میں سب سے زیادہ فیاض تھے اور لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر تھے' حضرت انس نے بتایا کہ اہل مدینہ نے رات کو ایک آواز سنی (جس سے وہ ڈر گئے) تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پشت پر بیٹھ کر لوگوں کے پاس آئے اور اس وقت آپ نے گلے میں اپنی تلوار لٹکائی ہوئی تھی' پھر آپ نے فرمایا: تم مت ڈرو! تم مت ڈرو! پھر آپ نے فرمایا: میں نے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح تیز رفتار) پایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۲۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں شہر کے لوگوں کے خوف زدہ ہونے کا ذکر ہے اور یہ ذکر ہے کہ آپ نے ان کا خوف زائل کیا۔

١٦٦ - بَابُ مَنْ رَّاَی الْعَدُوَّ فَنَادٰی بِاَعْلٰی صَوْتِهٖ یَا صَبَاحَاهُ حَتّٰی یُسْمِعَ النَّاسَ

جس نے دشمن کو دیکھ کر بہ آواز بلند کہا: ''یا صباحاہ'' حتیٰ کہ لوگوں کو سنائے

اس باب کے عنوان میں ''یا صباحاہ'' کے الفاظ ہیں' اس کا معنی ہے: صبح کے وقت میں تم کو خبردار کرتا ہوں تاکہ تم اپنی احتیاطی تدابیر اختیار کرلو' علامہ قرطبی نے کہا: اس کا معنی ہے: اس شدید مصیبت پر خبردار کرنا جو لوگوں پر اچانک پیش آنے والی ہے' اس کا معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ دشمن رات کے وقت حملہ کرتا ہے' گویا کہ یوں کہا گیا ہے کہ صبح کا وقت ہو چکا ہے' تم دشمن سے مقابلہ کے لیے تیار ہو جاؤ' کیونکہ دشمن رات کو حملہ کر کے لوٹتا ہے اور دن کے وقت دوبارہ حملہ کرنے آتا ہے' اس کا معنی یہ بھی ہے کہ منادی صبح کے وقت لوگوں کو مدد کے لیے پکارتا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ یہ وہ کلمہ ہے جس کو منادی امداد کے حصول کے لیے پکارتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٩٥)

٣٠٤١ - حَدَّثَنَا الْمَكِّیُّ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا یَزِیْدُ بْنُ اَبِیْ عُبَیْدٍ عَنْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ قَالَ خَرَجْتُ مِنَ الْمَدِیْنَةِ ذَاهِبًا نَحْوَ الْغَابَةِ حَتّٰی اِذَا كُنْتُ بِثَنِیَّةِ الْغَابَةِ لَقِیَنِیْ غُلَامٌ لِّعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قُلْتُ وَیْحَكَ مَا بِكَ؟ قَالَ اُخِذَتْ لِقَاحُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ مَنْ اَخَذَهَا؟ قَالَ غَطَفَانُ وَفَزَارَةُ فَصَرَخْتُ ثَلَاثَ صَرَخَاتٍ اَسْمَعْتُ مَا بَیْنَ لَابَتَیْهَا یَا صَبَاحَاهُ یَا صَبَاحَاهُ ثُمَّ انْدَفَعْتُ حَتّٰی اَلْقَاهُمْ وَقَدْ اَخَذُوْهَا فَجَعَلْتُ اَرْمِیْهِمْ وَاَقُوْلُ

اَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ وَالْیَوْمُ یَوْمُ الرُّضَّعِ

فَاسْتَنْقَذْتُهَا مِنْهُمْ قَبْلَ اَنْ یَّشْرَبُوْا فَاَقْبَلْتُ بِهَا اَسُوْقُهَا فَلَقِیَنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْقَوْمَ عِطَاشٌ وَّاِنِّیْ اَعْجَلْتُهُمْ اَنْ یَّشْرَبُوْا سِقْیَهُمْ فَابْعَثْ فِیْ اِثْرِهِمْ فَقَالَ یَا ابْنَ الْاَكْوَعِ مَلَكْتَ فَاَسْجِحْ اِنَّ الْقَوْمَ یُقْرَوْنَ فِیْ قَوْمِهِمْ.

[طرف الحدیث: ٤١٩٤] (صحیح مسلم: ١٨٠٦' الرقم المسلسل: ٤٥٦٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی از حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ انہوں نے ان کو خبر دی کہ میں مدینہ سے غابہ کی طرف جا رہا تھا حتیٰ کہ جب میں غابہ کی گھاٹی میں پہنچا تو مجھے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کا غلام ملا' میں نے پوچھا: تم پر افسوس ہے! تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کو لوٹ لیا گیا ہے' میں نے پوچھا: ان اونٹنیوں کو کس نے لوٹا ہے؟ اس نے بتایا: غطفان اور فزارہ نے' پس میں نے تین بار بلند آواز سے چیخ ماری' میں نے مدینہ کے دونوں کناروں کی پتھریلی زمینوں والوں کو سنا دیا: میں صبح کے وقت تم کو خبردار کر رہا ہوں! میں صبح کے وقت تم کو خبردار کر رہا ہوں! پھر میں تیزی سے روانہ ہوا' حتیٰ کہ لٹیروں تک پہنچ گیا اور وہ ان اونٹنیوں کو پکڑ چکے تھے' میں نے ان پر تیر مارنے شروع کیے اور میں کہہ رہا تھا کہ میں الاکوع کا بیٹا ہوں' اور آج کا دن کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے' پس میں نے ان اونٹنیوں کو ان لٹیروں کے پانی پینے سے پہلے چھڑا لیا' پھر میں ان اونٹنیوں کو ہنکا کر لے آیا' پھر میری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ لوگ پیاسے ہیں اور میں نے ان کے پانی پینے سے پہلے ان پر جلدی کی' آپ ان کے پیچھے کسی کو بھیجیں' آپ نے فرمایا: اے ابن الاکوع! تم ان پر غلبہ پا چکے ہو اب تم ان سے درگزر کرو! بے شک ان لوگوں کی ان کی قوم کے لوگوں میں ضیافت ہو رہی ہے۔

یہ حدیث امام بخاری کی ثلاثیات میں سے بارھویں ہے۔ کتاب المغازی' باب غزوہ ذی قرد میں اس کی زیادہ تفصیل آئے گی۔

''الغابه' یوم الرضع'' کے معانی اور حدیث مذکور کے بعض مسائل

اس حدیث میں ''الغابه'' کا ذکر ہے' یہ مدینہ سے شام کی جانب بارہ میل کی مسافت پر ایک جگہ ہے' اس حدیث میں مذکور ہے' نبی ﷺ کی ''لِقاح'' (اونٹنیاں) ''لقاح'' کا معنی ہے: دودھ دینے والی اونٹنی' اس کی جمع ''لقوح'' ہے' اور امام ابن سعد نے کہا ہے کہ نبی ﷺ کی بیس اونٹنیاں تھیں' جو ''الغابه'' میں چر رہی تھیں۔

اس حدیث میں غطفان اور فزارہ کا ذکر ہے' یہ عرب کے دو قبیلے ہیں' جو لٹیرے اونٹنیوں کو لوٹ کے لے گئے تھے' ان کا سردار عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر الفزاری تھا اور وہ غطفان کے گھوڑے سواروں میں تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: میں ابن الاکوع ہوں' الاکوع لقب ہے اور ان کا نام سنان بن عبد اللہ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''یوم الرضع'' اس کا معنی ہے: جو شدید حرص سے اپنی ماں کا دودھ پئے' ابو عمر نے کہا ہے: یہ وہ شخص ہے جو شدتِ حرص کی وجہ سے بکری یا اونٹنی کا دودھ دوہنے سے پہلے پی لے' ایک قول یہ ہے کہ ''رضع'' کا معنی ہے: کمینہ شخص' ابن درید نے کہا ہے کہ اس حدیث کی اصل یہ ہے کہ قومِ عمالقہ کے ایک مرد کے ہاں رات کو ایک مہمان آیا تو اس مرد نے رات کو بکری کے تھن سے منہ لگا کر دودھ پینا شروع کر دیا تاکہ مہمان کو پتا نہ چلے کہ وہ دودھ پی رہا ہے۔

اس حدیث میں جو ابن الاکوع کا یہ قول ہے کہ آج کا دن ''الرضع'' کا دن ہے' اس کا معنی ہے: آج کا دن کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔

اس حدیث میں ابن الاکوع کی نبی ﷺ سے ملاقات کا ذکر ہے' اس کی توضیح اس طرح ہے کہ عیینہ بن حصن الفزاری نے غطفان کے چالیس گھوڑے سواروں کے ساتھ مل کر نبی ﷺ کی دودھ دینے والی اونٹنیوں کو بدھ کی رات کو لوٹ لیا تو صبح کو ایک چیخ کی آواز آئی کہ اے اللہ کی جماعت! گھوڑوں پر سوار ہو! تو نبی ﷺ یہ آواز سنتے ہی بدھ کی صبح کو ہتھیار پہن کر نکلے تو آپ کی سب سے پہلے حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' انہوں نے زرہ پہنی ہوئی تھی سے اور سر پر خود اوڑھا ہوا تھا اور تلوار میان میں ڈالی ہوئی تھی' رسول اللہ ﷺ نے ان کے نیزے کے ساتھ کپڑا باندھ کر اس کو جھنڈا بنا دیا' نبی ﷺ نے فرمایا: تم روانہ ہو جاؤ! حتیٰ کہ گھوڑے سواروں کے ساتھ مل جاؤ اور میں تمہارے پیچھے ہوں' اور رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا دیا اور حضرت سعد بن عبادہ کو ان کی قوم کے تین سو مردوں کے ساتھ مدینہ کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا' حضرت مقداد نے کہا: میں نے دشمنوں کے پچھلے آدمیوں کو جا لیا اور حضرت ابو قتادہ نے مسعدہ کو قتل کر دیا اور حضرت عکاشہ نے ابان بن عمرو کو قتل کر دیا تھا اور حضرت مقداد نے حبیب بن عیینہ کو اور فرقد بن مالک بن حذیفہ بن بدر کو قتل کر دیا تھا اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے ان لٹیروں کو تیروں پر رکھ لیا تھا اور وہ کہہ رہے تھے: ان تیروں کو سنبھالو! میں ابن الاکوع ہوں! اور آج کا دن کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔ حضرت سلمہ نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ اور دوسرے صحابہ سے جا ملے اور یہ عشاء کا وقت تھا۔

انسان کو زیادہ مشقت والا کام کرنا چاہیے

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ انسان کو مشقت والا کام کرنا چاہیے اور ایک آدمی کو دو سے زیادہ سے مقابلہ کرنا چاہیے کیونکہ حضرت سلمہ اکیلے تھے اور انہوں نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال لیا تھا اور اس میں یہ ثبوت بھی ہے کہ جنگ میں انسان کو اپنی بہادری اور شجاعت کی خود تعریف کرنی چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۹۸۔۳۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦٧ - بَابُ مَنْ قَالَ خُذْهَا وَأَنَا ابْنُ فُلَانٍ جس نے کہا: اس تیر کو سنبھالو! اور میں فلاں کا بیٹا ہوں!

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص کا دشمن سے مقابلہ ہو تو وہ تیر مارتے وقت اس سے یہ کہے: اس تیر کو سنبھالو! اور میں فلاں کا بیٹا ہوں! حضرت ابن عمر جب کسی کو تیر مارتے اور وہ نشانے پر لگ جاتا تو وہ کہتے: اس تیر کو سنبھالو! اور میں ابوعبدالرحمان ہوں! اور یہ بھی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ابن العواتک ہوں۔

وَقَالَ سَلَمَةُ خُذْهَا وَاَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ.

اور حضرت سلمہ بن الاکوع نے کہا: اس تیر کو سنبھالو! اور میں ابن الاکوع ہوں۔

یہ تعلیق اس طویل حدیث کا ایک قطعہ ہے جو اس سے پہلے باب میں مذکور ہے، دیکھئے: صحیح البخاری: ٣٠٤١۔

٣٠٤٢ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ اِسْرَائِيلَ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ يَا اَبَا عُمَارَةَ اَوَلَّيْتُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ؟ قَالَ الْبَرَاءُ وَاَنَا اَسْمَعُ اَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُوَلِّ يَوْمَئِذٍ كَانَ اَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ اٰخِذًا بِعِنَانِ بَغْلَتِهِ فَلَمَّا غَشِيَهُ الْمُشْرِكُوْنَ نَزَلَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

قَالَ فَمَا رُئِيَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ اَشَدُّ مِنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابواسحاق، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، پس کہا: اے ابوعمارہ! کیا تم لوگوں نے غزوۂ حنین میں پیٹھ موڑی تھی؟ حضرت براء نے کہا اور میں سن رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن پیٹھ نہیں موڑی اور حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ آپ کی خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے، پس جب مشرکین نے پرزور حملہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمار ہے تھے:

میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں

حضرت براء نے کہا: اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید جنگ کرنے والا کوئی نہیں دیکھا گیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٨٦٤ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اگر کوئی شخص دورانِ جنگ اپنا تعارف کراتے ہوئے یہ کہے کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں! تو یہ جائز ہے۔

میدانِ جنگ میں اپنی کوئی امتیازی علامت بنانے میں اختلافِ ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا ہے: متقدمین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا کوئی بہادر شخص، دشمن سے مقابلہ کے وقت اپنی تعریف کر سکتا ہے یا اپنی کوئی علامت بنا سکتا ہے؟ بعض علماء نے کہا: یہ جائز ہے، جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، اور حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر کے دن اپنے سینے پر شتر مرغ کا پر لگا رکھا تھا اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک پٹی باندھی ہوئی تھی، اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر کے دن زرد رنگ کا عمامہ باندھا ہوا تھا، تو فرشتے بھی زرد رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے نازل ہوئے۔

اور دوسرے علماء نے کہا ہے: میدانِ جنگ میں اپنی کوئی امتیازی علامت بنانا مکروہ ہے، اور انہوں نے کہا: یہ فعل شہرت کا تقاضا کرتا ہے اور مسلمان کے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ خیر یا شر میں اپنی تشہیر کرے اور انہوں نے کہا کہ مؤمن کو چاہیے کہ جب وہ کوئی کام کرے تو اللہ کے لیے کرے اور لوگوں سے اس کو مخفی رکھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی۔

علامہ عینی ان دونوں فریقوں کے درمیان محاکمہ کرتے ہیں کہ فریقِ اوّل کا مؤقف صحیح ہے اور میدانِ جنگ میں اپنی کوئی

امتیازی علامت بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ وہ اس سے لوگوں کو بہادری پر برانگیختہ کرنے کا ارادہ کرے اور دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنے اور مشقت برداشت کرنے کی ترغیب کا ارادہ کرے اور دشمن کو ڈرانے کا ارادہ کرے جب کہ وہ اس کو اس کی امتیازی علامت سے پہچانتے ہوں' اور جب اس کا یہ مقصد نہ ہو بلکہ اس کا مقصد تکبر اور فخر کا اظہار ہو تو پھر یہ مکروہ ہے کیونکہ وہ اللہ کے نام کی سربلندی کے لیے لڑنے والا نہیں ہے بلکہ اپنی نام آوری کے لیے لڑنے والا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۳۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦٨ - بَابٌ إِذَا نَزَلَ الْعَدُوُّ عَلٰى حُكْمِ رَجُلٍ

جب دشمن کسی (مسلمان) مرد کے فیصلہ پر قلعہ سے اتر آئے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر دشمن کسی مسلمان مرد کے فیصلہ پر راضی ہو کر اپنے قلعہ سے اتر آئے تو آیا یہ جائز ہے؟ امام بخاری نے اس کا جواب ذکر نہیں کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! اگر لشکر کا سربراہ اس کی اجازت دے تو پھر یہ جائز ہے۔

٣٠٤٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ هُوَ ابْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ بَنُو قُرَيْظَةَ عَلٰى حُكْمِ سَعْدٍ هُوَ ابْنُ مُعَاذٍ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ قَرِيبًا مِّنْهُ فَجَاءَ عَلٰى حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا إِلٰى سَيِّدِكُمْ فَجَاءَ فَجَلَسَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ إِنَّ هٰؤُلَاءِ نَزَلُوْا عَلٰى حُكْمِكَ قَالَ فَإِنِّي أَحْكُمُ أَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ وَأَنْ تُسْبَى الذُّرِّيَّةُ قَالَ لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ الْمَلِكِ.

[اطراف الحدیث: ٣٨٠٤-٤١٢١-٦٢٦٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از ابوامامہ اور وہ ابن سہل بن حنیف ہیں از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب بنوقریظہ حضرت سعد اور وہ ابن معاذ ہیں' کے فیصلہ (کو مان کر قلعہ) سے اتر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلایا تھا اور وہ آپ کے قریب تھے تو وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر آئے' پس جب وہ قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (لوگوں سے) فرمایا: اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ! پس وہ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بیٹھ گئے' تو آپ نے فرمایا: یہ لوگ تمہارے فیصلہ پر (قلعہ سے) اتر آئے ہیں' تو حضرت سعد نے کہا: میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں جو جنگجو ہیں' ان کو قتل کر دیا جائے اور جو بچے ہیں ان کو قید کر لیا جائے' تو آپ نے فرمایا: تم نے ان کے متعلق فرشتہ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ١٧٦٨' الرقم المسلسل: ٤٤٨٧' سنن ابوداؤد: ٥٢١٥' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٤ ص ٤٢٥' السنن الکبریٰ للنسائی: ٨٢٢٢' شعب الایمان: ٨٩٢٦' سنن سعید بن منصور: ٢٩٦٤' الادب المفرد: ٩٤٥' المعجم الکبیر: ٥٣٢٣' حلیۃ الاولیاء ج ٣ ص ١٧١' سنن بیہقی ج ٦ ص ٥٧-٥٨' شرح السنۃ: ٢٧١٨' مسند احمد ج ٣ ص ٢٢ طبع قدیم' مسند احمد: ١١١٦٨-ج ١٧ ص ٢٥٩' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: جب دشمن کسی مسلمان مرد کے فیصلہ سے اپنے قلعہ سے اتر آئے اور اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ سے بنوقریظہ اپنے قلعہ سے اتر آئے۔

بنوقریظہ کو سزا دینے کے معاملہ میں حضرت سعد بن معاذ کو حاکم بنانے کی توجیہ اور بنوقریظہ کا انجام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم نے ان کے متعلق فرشتہ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس فرشتہ سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں' علامہ ابن الجوزی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اوّل تو کسی حدیث میں یہ وارد نہیں ہے کہ ان کے متعلق آسمان سے کوئی حکم نازل ہوا ہے' ثانیاً اگر ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم نازل ہوا ہوتا تو اس حکم پر عمل کرنا واجب ہوتا اور حضرت سعد بن معاذ کو حَکَم بنانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔
(کشف المشکل ج ۴ ص ۱۶۲)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں دیا' صرف یہ لکھا ہے کہ متعدد احادیثِ صحیحہ میں حضرت سعد بن معاذ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ تاہم میں نے علامہ ابن جوزی کے اعتراض پر غور کیا تو مجھے اس کا یہ جواب سمجھ آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے رابطہ رہتا تھا اور آپ کو معلوم تھا کہ اس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے' جب ہی تو آپ نے حضرت سعد بن معاذ سے فرمایا تھا کہ تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے' رہا یہ کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کو ان کے متعلق فیصلہ کرنے کا کیوں حکم دیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس معاملہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے اسی طرح حکم دیا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! ان کے متعلق فیصلہ کرو' حضرت سعد نے کہا: اللہ اور اس کا رسول یہ فیصلہ کرنے کے زیادہ حق دار ہیں' تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس فیصلہ کرنے کا تم کو حکم دیا ہے' اور امام ابن اسحاق کی حدیث مرسل میں ہے: حضرت علقمہ بن وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے ان کے متعلق وہ حکم کیا ہے جو سات آسمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۵۳' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ متعدد احادیثِ صحیحہ میں وارد ہے کہ خود بنو قریظہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ اگر آپ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ہمارے متعلق حاکم بنا دیں تو ہم قلعہ سے نیچے اتر آئیں گے' امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ غزوۂ خندق کے دن میں نکلی' میں لوگوں کے قدموں کے نشانات پر جا رہی تھی' تو میں نے اپنے پیچھے لوگوں کے قدموں کے چلنے کی آواز سنی' میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے پیچھے ان کے بھتیجے حضرت الحارث بن اوس رضی اللہ عنہ تھے' جو ان کی ڈھال اٹھائے ہوئے تھے' سو میں زمین پر بیٹھ گئی' پھر حضرت سعد گزرے اور انہوں نے لوہے کی زرہ پہنی ہوئی تھی جس سے ان کے بازو باہر نکلے ہوئے تھے' پس میں ان کے بازوؤں کے متعلق خطرہ محسوس کر رہی تھی' حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت سعد لوگوں میں سب سے زیادہ قد آور اور جسیم تھے اور وہ چلتے ہوئے یہ رجز پڑھ رہے تھے:

حمل (بن سعدانہ) تھوڑی دیر رکے تو انہوں نے جنگ کو پالیا جب زندگی کا وقت پورا ہو جائے تو موت کتنی اچھی ہے

حضرت عائشہ نے بتایا کہ میں کھڑی ہوئی' پھر ایک باغ میں داخل ہو گئی' تو وہاں چند مسلمان تھے' جن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے اور ایک شخص تھا جس کی زرہ کے حلقے اس کی گردن تک تھے' یعنی اس کے سر پر خود تھا' پس حضرت عمر نے کہا: آپ یہاں کیوں آئی ہیں؟ مجھے اپنی زندگی کی قسم! آپ بہت دلیر ہیں' آپ یہاں پر کسی اچانک مصیبت سے یا اچانک فرار ہو جانے سے کیسے بے خوف ہوئیں' وہ مجھ کو مسلسل ملامت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ زمین پھٹ جائے اور میں اس میں سما جاؤں' پھر اس شخص نے اپنے چہرے سے خود ہٹایا تو وہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ تھے' پس انہوں نے کہا: اے عمر! آپ پر افسوس ہے! آپ نے آج

بہت ملامت کی ہے اور اللہ عزوجل کو چھوڑ کر کوئی شخص اور کس کی پناہ لے سکتا ہے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ مشرکین قریش میں سے ایک شخص جس کا نام ابن العرقۃ تھا' اس نے حضرت سعد کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا اور ان سے کہا: اس تیر کو سنبھالو اور میں ابن العرقۃ ہوں! وہ تیر حضرت سعد کے بازو کے وسط میں آ کر لگا اور اس کی رگ کو قطع کر دیا' تب حضرت سعد نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! اس وقت تک مجھ پر موت طاری نہ کرنا جب تک کہ بنو قریظہ (کی ہلاکت) سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں' حضرت عائشہ نے بتایا کہ زمانۂ جاہلیت میں بنو قریظہ' حضرت سعد کے حلیف اور دوست تھے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر حضرت سعد کا خون بہنے سے رُک گیا اور اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اوپر زبردست آندھی بھیجی اور اللہ تعالیٰ اس آندھی کو بھیج کر مسلمانوں کے قتال اور جہاد سے کافی ہو گیا اور اللہ بہت قوی اور غالب ہے' پھر ابو سفیان اور اس کے ساتھی تہامہ چلے گئے اور عیینہ بن بدر اور اس کے ساتھی نجد چلے گئے اور بنو قریظہ اپنے قلعوں میں چلے گئے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ واپس آ گئے' پس آپ نے ہتھیار رکھ دیئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں خیمہ لگانے کا حکم دیا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور ان کے دانت گرد و غبار سے اَٹے ہوئے تھے' پس انہوں (آپ سے) پوچھا: کیا آپ نے ہتھیار رکھ دیئے! اور اللہ کی قسم! فرشتوں نے ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے' آپ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوں اور ان سے قتال کریں' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زرہ پہنی اور لوگوں کو کوچ کا حکم دیا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہوئے اور آپ کا بنو غنم کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے ان سے پوچھا: تمہارے پاس سے کون گزرا تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے پاس سے حضرت دحیہ کلبی گزرے تھے' حضرت دحیہ کلبی کی ڈاڑھی اور چہرہ حضرت جبریل علیہ السلام کے مشابہ تھا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچیس راتوں تک بنو قریظہ کا محاصرہ کیا' پھر جب ان پر محاصرہ سخت ہو گیا اور مصیبت زیادہ ہو گئی تو ان سے کہا گیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ کے اوپر قلعہ سے اتر آؤ' تو انہوں نے حضرت ابولبابہ بن المنذر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے اپنے گلے پر ہاتھ پھیر کر یہ اشارہ کیا کہ وہ تم کو ذبح کر دیں گے' تو بنو قریظہ نے کہا کہ ہم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر اتر آئیں گے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سعد بن معاذ کے فیصلہ پر قلعہ سے اتر آؤ' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے کسی کو بھیجا' پھر حضرت سعد بن معاذ کو لایا گیا' ایک گدھے پر کھجور کی چھال کی زین تھی جس پر وہ بیٹھے ہوئے تھے' ان کو ان کی قوم نے گھیر لیا' پس لوگوں نے کہا: اے ابو عمرو! وہ تمہارے دوست ہیں اور تمہارے حلیف ہیں' اور اب ان سے جنگ ہے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت سعد نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا اور نہ ان کی طرف کوئی توجہ کی حتیٰ کہ جب بنو قریظہ کے گھروں کے قریب پہنچے تو اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اب وہ وقت آ گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کروں۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوجہ ہوئے تو آپ نے فرمایا: اپنے سید (سردار) کی طرف کھڑے ہو اور ان کو گدھے سے اتارو! تو حضرت عمر نے کہا: ہمارا سید تو اللہ عزوجل ہے (دوسری احادیث صحیحہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) تو صحابہ نے حضرت سعد بن معاذ کو گدھے سے اتارا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنو قریظہ کے متعلق فیصلہ کرو' حضرت سعد نے کہا: میں ان کے متعلق یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں جو جنگ کرنے کے قابل ہیں ان کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر لیا جائے اور ان کے اموال کو تقسیم کر لیا جائے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے ان کے متعلق اللہ عزوجل کے فیصلہ کے مطابق اور اس کے رسول کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

حضرت عائشہ نے بتایا: پھر حضرت سعد نے یہ دعا کی: اے اللہ! اگر تو نے اپنے نبی کی قریش کے خلاف کسی جنگ کو باقی رکھنا ہے

تو مجھے اس کے لیے زندہ رکھ اور اگر تو نے اپنے نبی کی قریش کے ساتھ جنگ کو منقطع کر دیا ہے تو مجھے اپنی طرف اٹھا لے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر حضرت سعد کے زخم سے خون جاری ہو گیا اور اس سے صرف کان کی بالی کی طرح زخم دکھائی دے رہا تھا اور وہ اس خیمہ کی طرف لوٹ گئے جو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے لگوایا تھا۔ (الحدیث)

(الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۴۲۳-۴۲۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۴۱۱-۴۰۸' صحیح ابن حبان: ۷۰۸۸' المعجم الکبیر: ۵۳۳۰' دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۴۳۳' مجمع الزوائد ج ۶ ص ۱۳۷-۱۳۶' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۴ ص ۱۴-۱۲' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۲۸۲-۱۲۸۱' مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۳-۱۴۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۰۹۷-ج ۴۲ ص ۳۰-۲۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی اسناد جید ہے اور اس کے بہ کثرت شواہد ہیں' نیز حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے کہا: پھر یہ لوگ قلعہ سے اترے اور مدینہ کی خندق میں ان کی گردنیں کاٹ دی گئیں' ان میں اللہ کا دشمن حُیی بن اخطب اور ان کا سردار کعب بن اسد بھی تھا اور ان کی تعداد چھ سو یا سات سو تھی اور حضرت جابر سے مروی ہے: ان کی تعداد چار سو تھی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۷۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

دو فریقوں کے درمیان حکم بنانے کا جواز

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ دو فریقوں کی باہمی رضامندی سے کسی کو حکم بنانا جائز ہے خواہ وہ جنگ کا معاملہ ہو یا کوئی اور ہو' اور اس حدیث سے خوارج کا رد ہے جو حضرت علی پر اس لیے انکار کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے معاملہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص کو حکم بنایا تھا اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سربراہ ہو یا کوئی اور ہو' اس کے حکم اور اس کے فیصلہ سے دشمن کا قلعہ سے اترنا جائز ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص کی نیکی اور اس کی خیر معلوم ہو' اس کو حکم بنانا چاہیے۔

حضرت سعد بن معاذ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کا حکم اور جن احادیث میں قیام تعظیمی کی ممانعت ہے' ان کے جوابات

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ سلطان یا حاکم کا مسلمانوں کے سردار کی تکریم کرنا اور اس کی تعظیم کرنا جائز ہے' اور مسلمانوں کو کسی سردار کی تعظیم کے لیے قیام کرنے اور کھڑے ہونے کا حکم دینا جائز ہے۔

اگر قیام تعظیم پر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے:

ابومجلز بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابن الزبیر اور ابن عامر رضی اللہ عنہم کے پاس گئے تو ابن عامر کھڑے ہو گئے اور حضرت ابن الزبیر بیٹھے رہے تو حضرت معاویہ نے ابن عامر سے کہا: بیٹھ جاؤ! کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس کو یہ پسند ہو (یا جس کو اس سے خوشی ہو) کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں' اس کو چاہیے کہ وہ دوزخ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ بنا لے۔ (سنن ابوداؤد: ۵۲۲۹' سنن ترمذی: ۲۷۵۵' المعجم الکبیر: ۸۲۱-۸۲۰-۸۱۹-ج ۱۹ ص ۳۵۱' الادب المفرد: ۹۷۷' شرح السنۃ: ۳۳۳۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۸۹' شرح مشکل الآثار: ۱۱۲۷' مسند احمد ج ۴ ص ۹۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۸۳۰-ج ۲۸ ص ۴۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ عینی نے اس حدیث کے جواب میں لکھا ہے: یہ وعید متکبرین کی طرف راجع ہے یا ان کی طرف راجع ہے جن کے سامنے نہ کھڑا ہوا جائے تو وہ غضب ناک ہوں یا ناراض ہوں' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس صورت میں قیام مکروہ ہے کہ جس کے لیے قیام کیا جائے' وہ بیٹھا ہو اور لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ اس توجیہ کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لاٹھی پر ٹیک لگائے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم آپ کی طرف کھڑے ہوگئے تو آپ نے فرمایا: اس طرح نہ کھڑے ہو' جس طرح عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ٥٢٣٠' سنن ابن ماجہ: ٣٩٣٦)

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ عجمی سردار بیٹھا ہوا ہوتا تھا اور اس کے خدام اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔ تعظیم اور تکریم کے لیے قیام کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

قیام تعظیمی کے متعلق مزید احادیث اور آثار

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ کھڑے ہونے اور بیٹھنے میں' میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا' جب حضرت سیّدہ فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ ان کی طرف کھڑے ہوجاتے' ان کو بوسا دیتے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان کے پاس جاتے تو وہ کھڑی ہوجاتیں' آپ کو بوسا دیتیں اور آپ کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔ الحدیث

(سنن ترمذی: ٣٨٧٢' سنن ابوداؤد: ٥٢١٧' الادب المفرد: ٩٩٩١' شعب الایمان: ٨٩٢٧' مسند احمد ج ٨ ص ٢٨٢)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے' اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حجرہ میں تھے' انہوں نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف برہنہ پشت کھڑے ہوگئے اور چادر گھسیٹتے ہوئے گئے' اللہ کی قسم! میں نے اس سے پہلے نہ اس کے بعد کبھی آپ کو برہنہ پشت دیکھا' آپ نے ان کو گلے لگایا اور ان کو بوسا دیا۔

(سنن ترمذی: ٢٧٣٢' کتاب الضعفاء للعقیلی ج ٤ ص ٤٢٨)

حضرت عمر بن السائب بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے' اسی اثناء میں آپ کے رضاعی والد آ گئے' آپ نے ان کے بیٹھنے کے لیے اپنا کپڑا بچھایا' سو وہ اس پر بیٹھ گئے' پھر آپ کی رضاعی والدہ آ گئیں تو آپ نے اس کپڑے کو دوسری جانب سے ان کے لیے پھاڑ دیا' وہ اس پر بیٹھ گئیں' پھر آپ کے رضاعی بھائی آ گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لیے کھڑے ہوگئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھایا۔ (سنن ابوداؤد: ٥١٤٥)

حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ نیک مسلمانوں میں سے تھے' جب وہ یمن سے لوٹ کر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف کھڑے ہوگئے' ان کو گلے لگایا اور فرمایا: مہاجر سوار کو خوش آمدید ہو!

(المعجم الکبیر: ١٠٢١- ج ١٧ ص ٣٧٣' مجمع الزوائد ج ٩ ص ٣٨٥' اسد الغابہ ج ٤ ص ٦٨)

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جب حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی' آپ نے ان کو گلے لگایا اور اُن کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسا دیا' اور فرمایا: مجھے پتا نہیں کہ مجھے خیبر کی فتح سے زیادہ خوشی ہوئی یا جعفر کے آنے سے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٦٢٤٣' مجلس علمی' بیروت' المستدرک ج ٣ ص ٢١١' المعجم الکبیر: ١٤٧٠- ١٤٦٩' المستدرک ج ٢ ص ٦٢٤' علامہ ذہبی نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے)

عتبہ بن ابی عثمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٦٢٤٤' مجلس علمی' بیروت' مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٥٧٣٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابوبلج بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عمرو بن میمون اور اسود بن ہلال کی ملاقات ہوئی تو ہر ایک نے دوسرے کو گلے لگایا۔
(مصنف ابن ابی شیبہ:۵ ۲۶۲۴۴ مجلس علمی بیروت مصنف ابن ابی شیبہ:۲۵۷۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اجلال اور تعظیم سے یہ ہے کہ جس مسلمان کے سفید بال ہوں اس کا اکرام کیا جائے (بزرگوں کی تعظیم کی جائے) اور جو قرآن کا حافظ عالم ہو اور اس میں غلو نہ کرتا ہو اور اس سے بے وفائی نہ کرتا ہو (عالم باعمل ہو) اس کی تعظیم کی جائے اور سلطان عادل کی تعظیم کی جائے۔ (سنن ابوداؤد:۴۸۴۳)

قیام تعظیمی کے متعلق زیادہ تفصیل اور تحقیق اور اس مسئلہ میں اقوال فقہاء ہم نے المطففین:٦ کی تفسیر میں بیان کیے ہیں دیکھئے: تبیان القرآن ج ۱۲ ص ۶۲۶۔۶۲۰۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (لوگوں سے) فرمایا: اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو اس کے متعلق بعض علماء نے فرمایا ہے کہ چونکہ حضرت سعد بن معاذ بیمار تھے اس لیے ان کی طرف کھڑے ہونے کا حکم فرمایا تاکہ ان کو سواری سے اتارا جائے لیکن ان بعض علماء کا یہ لکھنا بعید ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۰۱۔۴۰۰ ملخصاً وموضحاً ومخرجاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

١٦٩ - بَابُ قَتْلِ الْأَسِيْرِ صَبْرًا وَقَتْلِ الصَّبْرِ
قیدی کو قتل کرنا اور کسی کو باندھ کر قتل کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیدی کو باندھ کر قتل کرنے کا کیا حکم ہے؟ اس عنوان میں "صبر" کا لفظ ہے اور "صبر" کا معنی ہے: کسی کو محبوس اور مقید کرنا، جب کسی شخص کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر باندھ دیئے جائیں اور کوئی شخص اس کی گردن اڑا دے تو کہا جاتا ہے: اس کو "صبرًا" (یعنی باندھ کر) قتل کیا گیا اور احادیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانوروں کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔
(صحیح البخاری:۵۵۱۳ صحیح مسلم:۱۹۵۶ سنن ابوداؤد:۲۸۱۶ سنن نسائی:۴۴۳۹ سنن ابن ماجہ:۳۱۸۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: جس چیز میں روح ہو اس کو (ہتھیار سے) نشانہ نہ بناؤ۔
(سنن ترمذی:۱۴۸۰ سنن ابن ماجہ:۳۱۸۷)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوپایوں میں سے کسی جانور کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم:۱۹۵۹ سنن ابن ماجہ:۳۱۸۸)

٣٠٤٤ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے سال (مکہ میں) داخل ہوئے اس وقت آپ کے سر پر خود تھا جب آپ نے اس خود کو اتارا تو ایک شخص نے آپ کے پاس آ کر کہا کہ بے شک ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لٹکا ہوا ہے آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۴۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن خطل کو باندھ کر قتل کرنے کا حکم دیا' کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی تھی' اور وہ اسلام سے مرتد ہو گیا تھا اور اس نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا تھا' جو اس کی خدمت کرتا تھا' اور عبداللہ بن خطل' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کرتا تھا' اور اس کی دو باندیاں تھیں جو گا گا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کرتی تھیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کرے' اس کو باندھ کر قتل کرنا جائز ہے۔

۱۷۰ - بَابٌ هَلْ يَسْتَاْسِرُ الرَّجُلُ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَاْسِرْ وَمَنْ رَّكَعَ رَكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ

آیا کوئی شخص خود کو قید کرا سکتا ہے اور جو خود کو قید نہ کرائے' اس کا کیا حکم ہے؟ اور جو شخص قتل کیے جانے کے وقت دو رکعت نماز پڑھے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیا کوئی شخص اپنے آپ کو قید کرنے کے لیے پیش کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور یہ عنوان تین اجزاء پر مشتمل ہے: (۱) آیا کوئی شخص خود کو قید کرا سکتا ہے؟ (۲) جو قید نہ کرائے' اس کا کیا حکم ہے؟ (۳) جو شخص قتل کیے جانے کے وقت دو رکعت نماز پڑھے۔

۳۰۴۵ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ بْنِ اَسِيْدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ وَهُوَ حَلِيْفٌ لِّبَنِيْ زُهْرَةَ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ رَهْطٍ سَرِيَّةً عَيْنًا وَّاَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيَّ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالْهَدْاَةِ وَهُوَ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوْا لِحَيٍّ مِّنْ هُذَيْلٍ يُّقَالُ لَهُمْ بَنُوْ لَحْيَانَ فَنَفَرُوْا لَهُمْ قَرِيْبًا مِّنْ مِّائَتَيْ رَجُلٍ كُلُّهُمْ رَامٍ فَاقْتَصُّوْا اٰثَارَهُمْ حَتّٰى وَجَدُوْا مَا كَلَهُمْ تَمْرًا تَزَوَّدُوْهُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالُوْا هٰذَا تَمْرُ يَثْرِبَ فَاقْتَصُّوْا اٰثَارَهُمْ فَلَمَّا رَاٰهُمْ عَاصِمٌ وَّاَصْحَابُهٗ لَجَئُوْا اِلٰى فَدْفَدٍ وَّاَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ فَقَالُوْا لَهُمُ انْزِلُوْا وَاَعْطُوْنَا بِاَيْدِيْكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيْثَاقُ وَلَا نَقْتُلُ مِنْكُمْ اَحَدًا قَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ اَمِيْرُ السَّرِيَّةِ اَمَّا اَنَا فَوَاللّٰهِ لَا اَنْزِلُ الْيَوْمَ فِيْ ذِمَّةِ كَافِرٍ اَللّٰهُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوْا عَاصِمًا فِيْ سَبْعَةٍ فَنَزَلَ اِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن ابی سفیان بن اسید بن جاریہ الثقفی نے خبر دی اور وہ بنو زہرہ کے حلیف تھے اور وہ حضرت ابوہریرہ کے اصحاب میں سے تھے' وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس آدمیوں کا لشکر جاسوسی کے لیے بھیجا اور حضرت عاصم بن ثابت انصاری کو ان کا امیر بنایا' وہ عاصم بن عمر بن الخطاب کے نانا تھے' سو وہ لشکر روانہ ہو گیا' جب یہ لشکر عسفان اور مکہ کے درمیان مقام ھداۃ پر پہنچا تو قبیلہ ھذیل کی ایک شاخ بنو لحیان میں ان کا ذکر کیا گیا' پس ان کے تقریباً دو سو تیر انداز ان کے پیچھے روانہ ہوئے' وہ ان کے نشانات پر چل رہے تھے' حتیٰ کہ ان کو اس لشکر کی کھائی ہوئی کھجوریں ملیں جن کو وہ مدینہ سے بہ طور زادِ راہ لائے تھے' انہوں نے کہا: یہ تو یثرب کی کھجوریں ہیں' سو وہ ان کے نشانوں پر چلنے لگے' پھر جب حضرت عاصم اور ان کے اصحاب نے ان کافروں کو دیکھ لیا تو ان سب نے پہاڑ کی ایک چوٹی پر پناہ لی اور مشرکین نے ان کا محاصرہ کر لیا اور ان سے کہا: تم لوگ نیچے اتر آؤ اور اپنے ہتھیار ہمیں دے دو' اور ہم تم سے پکا عہد کرتے ہیں کہ ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے' لشکر کے امیر حضرت عاصم بن ثابت نے کہا: رہا

بِالْعَهْدِ وَالْمِيثَاقِ مِنْهُمْ خُبَيْبٌ الْاَنْصَارِيُّ وَابْنُ دَثِنَةَ وَرَجُلٌ اٰخَرُ فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوْا مِنْهُمْ اَطْلَقُوْا اَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَاَوْثَقُوْهُمْ فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ هٰذَا اَوَّلُ الْغَدْرِ وَاللّٰهِ لَا اَصْحَبُكُمْ اِنَّ لِيْ فِيْ هٰؤُلَاءِ لَاُسْوَةً يُرِيْدُ الْقَتْلٰى فَجَرَّرُوْهُ وَعَالَجُوْهُ عَلٰى اَنْ يَّصْحَبَهُمْ فَاَبٰى فَقَتَلُوْهُ فَانْطَلَقُوْا بِخُبَيْبٍ وَّابْنِ دَثِنَةَ حَتّٰى بَاعُوْهُمَا بِمَكَّةَ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ فَابْتَاعَ خُبَيْبًا بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَّكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَّوْمَ بَدْرٍ فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ اَسِيْرًا فَاَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عِيَاضٍ اَنَّ بِنْتَ الْحَارِثِ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهُمْ حِيْنَ اجْتَمَعُوْا اِسْتَعَارَ مِنْهَا مُوْسٰى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَاَعَارَتْهُ فَاَخَذَ ابْنًا لِّيْ وَاَنَا غَافِلَةٌ حِيْنَ اَتَاهُ قَالَتْ فَوَجَدْتُهُ مُجْلِسَهُ عَلٰى فَخِذِهٖ وَالْمُوْسٰى بِيَدِهٖ فَفَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ فِيْ وَجْهِيْ فَقَالَ تَخْشَيْنَ اَنْ اَقْتُلَهٗ مَا كُنْتُ لِاَفْعَلَ ذٰلِكَ وَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ اَسِيْرًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ خُبَيْبٍ وَّاللّٰهِ لَقَدْ وَجَدْتُهٗ يَوْمًا يَّاْكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ فِيْ يَدِهٖ وَاِنَّهٗ لَمُوْثَقٌ فِي الْحَدِيْدِ وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرٍ وَّكَانَتْ تَقُوْلُ اِنَّهٗ لَرِزْقٌ مِّنَ اللّٰهِ رَزَقَهٗ خُبَيْبًا فَلَمَّا خَرَجُوْا مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوْهُ فِي الْحِلِّ قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ ذَرُوْنِيْ اَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ فَتَرَكُوْهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ لَوْ لَا اَنْ تَظُنُّوْا اَنَّ مَا بِيْ جَزَعٌ لَطَوَّلْتُهَا اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا:

وَلَسْتُ مَا اُبَالِيْ حِيْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰى اَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِيْ
وَذٰلِكَ فِيْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ يَّشَاْ
يُبَارِكْ عَلٰى اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعٍ

فَقَتَلَهُ ابْنُ الْحَارِثِ فَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ لِكُلِّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا فَاسْتَجَابَ اللّٰهُ لِعَاصِمِ

میں تو اللہ کی قسم! میں آج کسی کافر کی پناہ میں ہرگز نہیں اتروں گا' اے اللہ! ہمارے حال سے اپنے نبی کو خبر کر دے! پھر کافروں نے ان پر تیر برسانے شروع کر دیئے اور انہوں نے حضرت عاصم کو ان کے سات اصحاب سمیت شہید کر دیا' اور باقی تین اصحاب ان کے عہد و پیان پر اعتماد کر کے پہاڑی سے نیچے اتر آئے' یہ حضرت خبیب انصاری' حضرت ابن دثنہ اور ایک تیسرے صاحب (حضرت عبداللہ بن طارق) تھے' جب انہوں نے ان صحابہ پر قابو پالیا تو انہوں نے اپنی کمانوں کے تانت اتار کر ان کے ساتھ ان کو باندھ لیا' تو اس تیسرے صاحب نے کہا: یہ ان کی پہلی عہد شکنی ہے اور اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا' بے شک میرے لیے ان میں نمونہ ہے' ان کی مراد تھی: ان شہداء میں' مشرکین نے ان کو زبردستی کھینچ کر ان کو اپنے ساتھ لے جانا چاہا' پس انہوں نے انکار کیا' سو مشرکین نے ان کو بھی شہید کر دیا' پھر وہ حضرت خبیب اور حضرت ابن دثنہ کو ساتھ لے گئے اور ان کو مکہ میں لے جا کر فروخت کر دیا' یہ غزوۂ بدر کے بعد کا واقعہ ہے' حضرت خبیب کو حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف کے بیٹوں نے خرید لیا' اور حضرت خبیب نے ہی غزوۂ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا' پس حضرت خُبیب ان کے پاس قیدی رہے' پس مجھے عبید اللہ بن عیاض نے خبر دی کہ ان کو حارث کی بیٹی نے خبر دی کہ جب مشرکین (ان کو قتل کرنے کے لیے) جمع ہوئے تو انہوں نے زیر ناف بال کاٹنے کے لیے اس سے استرا مانگا تو اس نے ان کو استرا دے دیا' حضرت خبیب نے اس کے بیٹے کو پکڑ لیا اور جب اس کا بیٹا حضرت خبیب کے پاس گیا تو وہ اس سے غافل تھی' اس نے بتایا کہ اس کا بیٹا حضرت خبیب کے زانو پر بیٹھا ہوا تھا اور ان کے ہاتھ میں استرا تھا' تو وہ بہت خوف زدہ ہوئی' حضرت خبیب نے اس کے چہرے پر خوف محسوس کر کے کہا: کیا تم اس لیے ڈر رہی ہو کہ میں اس کو قتل کر دوں گا' میں ایسا نہیں کروں گا' حارث کی بیٹی نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے (حضرت) خبیب سے بہتر قیدی کبھی بھی نہیں دیکھا' اور اللہ کی قسم! میں نے ان کے ہاتھ میں ایک دن انگور کا گچھا دیکھا' جس سے وہ کھا رہے تھے' حالانکہ وہ زنجیر سے بندھے ہوئے تھے اور

بْنِ ثَابِتٍ يَوْمَ أُصِيبَ فَأَخْبَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ خَبَرَهُمْ وَمَا أُصِيبُوا وَبَعَثَ نَاسٌ مِّنْ كُفَّارِ قُرَيْشٍ إِلَى عَاصِمٍ حِينَ حُدِّثُوا أَنَّهُ قُتِلَ لِيُؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِّنْهُ يُعْرَفُ وَكَانَ قَدْ قَتَلَ رَجُلًا مِّنْ عُظَمَائِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ فَبُعِثَ عَلَى عَاصِمٍ مِثْلُ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُّسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى أَنْ يَقْطَعُوْا مِنْ لَحْمِهِ شَيْئًا.

[اطراف الحدیث:۳۹۸۹-۴۰۸۶-۷۴۰۲][سنن ابوداؤد:۲۶۶۰]

ان دنوں میں مکہ میں کوئی پھل نہیں تھا' اور وہ کہتی تھی: بے شک وہ انگور اللہ کے رزق میں سے تھے جو اللہ نے (حضرت) خبیب کو دیئے تھے' جب وہ (حضرت) خبیب کو قتل کرنے کے لیے حرم سے خارج حرم کی طرف نکلے' تو ان سے (حضرت) خبیب نے کہا: مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو' مشرکین نے ان کو چھوڑ دیا اور انہوں نے دو رکعت نماز پڑھ لی' پھر انہوں نے مشرکین سے کہا: اگر تم یہ گمان نہ کرتے کہ میں موت کے ڈر سے (لمبی نماز پڑھ رہا ہوں) تو میں نماز کو طول دیتا' اے اللہ! ان مشرکین کو ایک ایک کر کے ختم کر دے' اور پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا:

جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ اللہ کی راہ میں مجھے خواہ کسی پہلو پر گرایا جائے' اور یہ گرنا صرف اللہ کی رضا کے لیے ہے اور اگر اللہ چاہے تو وہ اس جسم کے ٹکڑوں میں بھی برکت دے سکتا ہے جس کی بوٹی بوٹی کر دی گئی ہو۔

پس حارث کے بیٹے نے حضرت خبیب کو قتل کر دیا' اور حضرت خبیب نے ہی ہر اس مسلمان کے لیے جس کو قید کر کے قتل کیا جائے (قتل سے پہلے) دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ ایجاد کیا' پس اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم بن ثابت کی شہادت کے دن کو قبول فرما لیا تھا' لہٰذا نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو ان واقعات اور ان کی شہادت کی خبر دے دی تھی' کفارِ قریش کو جب معلوم ہوا کہ حضرت عاصم کو شہید کر دیا گیا ہے تو انہوں نے ان (کی لاش) کی طرف کچھ لوگوں کو بھیجا تاکہ وہ ان کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر لے آئیں جس سے ان کی شناخت ہو سکے' (کیونکہ) حضرت عاصم نے مشرکین کے ایک سردار (عقبہ بن ابی معیط) کو غزوۂ بدر میں قتل کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم (کی لاش) پر سائبان کی طرح بھڑوں کا ایک چھتہ بھیج دیا تھا' جس نے مشرکین کے بھیجے ہوئے آدمیوں سے ان کی حفاظت کی اور وہ اس پر قادر نہ ہو سکے کہ ان کے جسم سے کوئی ٹکڑا کاٹ سکیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) ابوالیمان الحکم بن نافع (٢) شعیب بن ابی حمزۃ (٣) محمد بن مسلم الزہری (٤) عمرو بن ابی سفیان' بعض اصحاب زہری نے کہا: یہ لفظ عمر ہے (٥) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٠٤)

اس باب کے عنوان کا جزاوّل ہے: آیا کوئی شخص خود کو قید کرا سکتا ہے؟ اس کا ذکر اس حدیث میں ہے کہ حضرت خبیب' حضرت ابن الدثنہ اور ایک تیسرے شخص نے خود کو مشرکین کی قید کے حوالہ کر دیا تھا اور اس عنوان کا دوسرا جز ہے: جو خود کو قید نہ کرائے' اس کا ذکر حضرت عاصم بن ثابت اور ان کے چھ اصحاب میں ہے جو لڑ کر شہید ہو گئے اور انہوں نے خود کو مشرکین کی قید کے حوالہ نہیں کیا' اور اس عنوان کا تیسرا جز ہے: جس نے قتل کیے جانے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی' اور اس کا ذکر حدیث کے اس حصہ میں ہے: اور مشرکین سے حضرت خبیب نے کہا: مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو' مشرکین نے ان کو چھوڑ دیا اور انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔

جان بچانے کے لیے دشمن کی قید میں جانے کی رخصت' دشمن سے لڑ کر شہید ہونے کی رخصت ...... اور سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المتوفی ٤٣٥ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی آدمی کو یہ معلوم ہو کہ اس کو دشمن قتل کر دے گا تو وہ اپنی جان بچانے کے لیے رخصت پر عمل کرے اور خود کو دشمن کی قید کے حوالے کر دے' جیسا کہ حضرت خبیب اور ان کے دو ساتھیوں نے کہا۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عزیمت یہ ہے کہ مسلمان دشمن کی قید میں جانے کے بجائے لڑ کر شہید ہو جائے جیسا کہ حضرت عاصم اور ان کے چھ ساتھیوں اور حضرت خبیب کے ایک ساتھی نے کیا۔

جس شخص کو قید کے دوران قتل کیا جائے' اس کے لیے قتل کیے جانے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا حضرت خبیب کی سنت ہے۔

جو شخص قید میں ہو تو مرنے سے پہلے اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ زیر ناف بالوں کو مونڈ لے' تاکہ اللہ تعالیٰ کے پاس پاک اور صاف حالت میں جائے اور مرنے کے بعد کوئی شخص اس کی شرم گاہ کی بُری حالت پر مطلع نہ ہو' جیسا کہ حضرت خبیب نے قتل کیے جانے سے پہلے استرا مانگا۔

حضرت خبیب کے ہاتھ میں استرا تھا اور وہ حارث کی بیٹی کے بچہ کو قتل کرنے پر قادر تھے لیکن انہوں نے اس کو قتل کرنے سے احتراز کیا' کیونکہ ہو سکتا تھا کہ وہ بڑا ہو کر مسلمان ہو جاتا۔

حضرت خبیب نے ایسے اشعار پڑھے جن میں دین کی حرمت پر جان دینے والے کے لیے تسلی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جب انسان کے دین پر یا اس کی ذات پر کوئی ناگہانی آفت یا مصیبت نازل ہو تو اس کو اس طرح کے اشعار پڑھ کر اپنا غم زائل کرنا چاہیے اور اپنے آپ کو صبر کرنے کے لیے تیار رکھنا چاہیے۔

حارث کی بیٹی نے کہا: میں نے حضرت خبیب کے ہاتھوں میں انگوروں کے خوشے دیکھے اور ان دنوں میں انگوروں کا موسم نہیں تھا' اس میں حضرت خبیب کی کرامت کا ثبوت ہے اور اس میں سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی برہان ہے اور ایک کافرہ کی زبان سے اس کی تصدیق ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کی لاش کی حفاظت شہد کی مکھیوں سے کرائی اور مشرکین ان کے جسم کا کوئی

حصہ کاٹ کر نہ لے جا سکے۔

مشکل الفاظ کے معانی ٗ مبہم لوگوں کے اسماء اور بعض دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''عین'' کا لفظ ہےٗ اس سے مراد ہے: جاسوسٗ جو اپنی آنکھ سے خفیہ چیزوں کی تفتیش کرتا ہے۔

اس میں ''رھط'' کا ذکر ہےٗ اس سے مراد ہے: چھوٹی جماعت جو دس سے لے کر چالیس افراد پر مشتمل ہو۔

''سریۃ'' اس سے مراد وہ لشکر ہے جو دشمن کی طرف روانہ کیا جائے اس میں زیادہ سے زیادہ چار سو افراد ہوتے ہیں۔ حدیث میں جس لشکر کا تذکرہ کیا گیا ہےٗ اس سے الرجیع مراد ہے۔ اسے غزوۃ الرجیع بھی کہا گیا ہے۔ امام ابن سعد نے کہا: یہ لشکر چار ہجری میں روانہ ہوا تھا اور رجیعٗ عسفان سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہےٗ اور عسفانٗ حجاز کی ایک جانب ہے اور یہ کراع الغمیم سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہےٗ غمیم ایک وادی ہے اور کراع ایک سیاہ پہاڑ ہے۔ ھداۃٗ مکہ اور عسفان کے درمیان ایک جگہ ہے۔

دثنہ کے بیٹےٗ ان کا نام زید بن دثنہ ہےٗ یہ صرف غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے اور اس معرکہ میں شہید ہو گئے تھے۔ اس حدیث میں تیسرے شخص کا ذکر ہےٗ یہ حضرت عبداللہ بن طارق ہیں۔

''اوصال''، ''وصل'' کی جمع ہے۔ ''شِلْوٌ'' کا معنی عضو ہے۔ ''ممزع'' کا معنی ہے: مقطوع۔ ''الظلّۃ'' کا معنی ہے: سایا کرنے والا بادل۔ ''الدّبر'' کا معنی ہے: شہد کی مکھیاں۔

اس حدیث میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کی دعا قبول فرمائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دے دی۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۰۸۔ ۴۰۳ ملخصاً ٗ دار الکتب العلمیہ ٗ بیروت ٗ ۱۴۲۱ھ)

۱۷۱ - بَابُ فَكَاكِ الْأَسِيْرِ — قیدی کو قید سے چھڑانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیدی کو دشمن کی قید سے چھڑانا واجب ہےٗ خواہ لڑ کر چھڑایا جائے یا مال فدیہ دے کر۔

فِيْهِ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت ابوموسیٰ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث خود اس باب میں آ رہی ہےٗ جو قتیبہ بن سعید سے مروی ہے۔

٣٠٤٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُكُّوا الْعَانِيَ يَعْنِي الْاَسِيْرَ وَاَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِيْضَ. [اطراف الحدیث: ۵۱۷۴۔ ۵۳۷۳۔ ۵۶۴۹۔ ۷۱۷۳]

(سنن ابوداؤد: ۳۱۰۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کیٗ انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ ٗ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: العانی یعنی قیدی کو چھڑاؤ اور بھوکے کو کھلاؤ اور مریض کی عیادت کرو۔

قیدیوں کو چھڑانے اور بھوکوں کو کھلانے کی فرضیت اور بیماروں کی عیادت کا استحباب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

قیدی کو کافر کی قید سے چھڑانا فرضِ کفایہ ہےٗ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: قیدی کو چھڑاؤٗ اور تمام علماء کا یہی مختار ہےٗ حضرت

عمر بن الخطاب رضی اللہ نے فرمایا: مسلمان قیدیوں میں سے ہر قیدی کو بیت المال سے چھڑایا جائے گا اور یہی اسحاق کا قول ہے۔
اشہب اور ابن نافع نے روایت کیا ہے کہ امام مالک سے سوال کیا گیا کہ کیا مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ ان میں سے جس کو قید کر لیا جائے وہ اس کو چھڑائیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! کیا مسلمانوں پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ مسلمان قیدی کو چھڑانے کے لیے جنگ کریں تو وہ اپنا مال دے کر مسلمان قیدی کو کیوں نہیں چھڑائیں گے۔
امام احمد نے کہا ہے کہ قیدیوں کے تبادلہ کے ذریعہ قیدی کو چھڑایا جائے گا' اور رہا مال دے کر قیدیوں کو چھڑانا تو اس کو میں نہیں پہچانتا۔
علامہ ابن بطال فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: قیدی کو چھڑاؤ اور یہ حکم عام ہے' ہر وہ چیز جس کے عوض قیدی کو چھڑایا جا سکتا ہے' اس سے قیدی کو چھڑایا جائے اور امام احمد کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ. (البقرہ:۸۵) اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو تم ان کا (زر) فدیہ دے کر انہیں چھڑا لیتے ہو۔

نیز اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: بھوکے کو کھلاؤ۔ بھوکے کو کھانا کھلانا بھی فرضِ کفایہ ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ ایک آدمی بھوک سے مر رہا ہو اور تمہارے پاس ایسی چیز ہو جو تم اس کو کھلا سکو اور اس جگہ پر اور کوئی نہ ہو تو تم پر فرضِ عین ہے کہ تم اس کو کچھ کھلا کر اس کی رمقِ حیات قائم رکھو اور اس کو زندہ رکھو' اور جب یہ ضروری نہ رہے تو پھر یہ مستحب ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ مریض کی عیادت کرو۔ یہ حکم استحباب پر محمول ہے اور اس سے لوگوں کو نیکی کی ترغیب دلانا مقصود ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۲۱۔ ۲۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۰۴۷- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ اَنَّ عَامِرًا حَدَّثَهُمْ عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ مِّنَ الْوَحْيِ اِلَّا مَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ؟ قَالَ لَا وَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَاَ النَّسَمَةَ مَا اَعْلَمُهُ اِلَّا فَهْمًا يُّعْطِيْهِ اللّٰهُ رَجُلًا فِي الْقُرْاٰنِ وَمَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ قُلْتُ وَمَا فِي الصَّحِيْفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفَكَاكُ الْاَسِيْرِ وَاَنْ لَّا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مطرف نے حدیث بیان کی کہ بے شک عامر نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ سے پوچھا: کیا آپ کے پاس کتاب اللہ کے علاوہ بھی کچھ وحی محفوظ ہے؟ انہوں نے بتایا: نہیں! اس ذات کی قسم جس نے بیج کو چیرا اور روح کو پیدا کیا! مجھے اس کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں ہے جو اللہ نے ہر مرد کو قرآن کی فہم عطا کی ہے اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے' میں نے پوچھا: اس صحیفہ میں کیا ہے؟ انہوں نے بتایا: دیت اور قیدیوں کو چھڑانے کے احکام اور یہ کہ کسی مسلمان کو (حربی) کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں قیدیوں کو چھڑانے کا ذکر ہے۔

علم کی تعریف

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ نے قسم کھا کر فرمایا: کتاب اللہ اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ فہم کے علاوہ انہیں اور کسی چیز کا علم نہیں ہے' حضرت علی کے اس قول میں امام مالک کے اس قول کی دلیل ہے کہ علم کثرتِ روایات سے نہیں ہوتا' بلکہ علم وہ نور اور وہ فہم ہے جس کو اللہ تعالیٰ جس مسلمان کے دل میں چاہتا ہے' رکھ دیتا ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ علم کی اصل کتاب اللہ ہے' اور کتاب اللہ اور حدیث رسول سے جو فہم حاصل ہو' وہ معتبر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: جس ذات نے بیج کو چیرا' یعنی اس کو زمین میں چیرا' پھر اس سے سبزہ اُگایا' پھر اس میں پھل پیدا ہوا' پھر اس میں بہت زیادہ بیج پیدا ہو گئے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۲۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۷۲ - بَابُ فِدَاءِ الْمُشْرِكِينَ — مشرکین سے فدیہ لینا

اس باب میں مشرکین سے فدیہ لینے کا جواز بیان کیا گیا ہے۔

۳۰۴۸ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْأَنْصَارِ اسْتَأْذَنُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ائْذَنْ فَلْنَتْرُكْ لِابْنِ أُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهُ فَقَالَ لَا تَدَعُونَ مِنْهُ دِرْهَمًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ نے حدیث بیان کی کہ انصار کے چند مردوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ یارسول اللہ! آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے بھانجے عباس سے فدیہ لینے کو ترک کر دیں' آپ نے فرمایا: تم ان سے ایک درہم وصول کرنے کو بھی نہ ترک کرنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۳۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مشرک سے فدیہ لینے کا ذکر ہے کیونکہ عباس اس وقت مشرک تھے۔

۳۰۴۹ - وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَجَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَعْطِنِي فَإِنِّي فَادَيْتُ نَفْسِي وَفَادَيْتُ عَقِيلًا فَقَالَ خُذْ فَأَعْطَاهُ فِي ثَوْبِهِ.

اور ابراہیم نے کہا از عبدالعزیز بن صہیب از حضرت انس رضی اللہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے مال آیا تو آپ کے پاس حضرت عباس رضی اللہ آئے' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! مجھے عطا کیجئے! کیونکہ میں نے اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کا فدیہ بھی دیا تھا' تو آپ نے فرمایا: لے لو! پس ان کو ان کے کپڑے میں عطا فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۱ میں گزر چکی ہے۔

علامہ المہلب کا یہ کہنا غلط ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کا خون بہانے سے پہلے عباس سے فدیہ لیا تھا۔۔۔ اور اس پر اللہ نے آپ پر عتاب فرمایا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ عباس بن عبدالمطلب کو غزوۂ بدر میں قید کر لیا گیا تھا' اور وہ مال دار تھے' پس

انہوں نے قتل ہونے کے بدلہ میں اپنا فدیہ بھی دیا اور عقیل کی طرف سے بھی مال فدیہ میں دیا' پھر اس کفر کے حال میں مکہ میں خیبر کے زمانہ تک رہے' اور ایک قول یہ ہے کہ وہ آٹھ ہجری میں فتح مکہ سے پہلے اسلام لے آئے تھے' انصار نے عباس کو قید کیا تھا اور چونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے' اس لیے انصار نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکرام کی وجہ سے سوال کیا کہ ان سے فدیہ نہ لیا جائے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا انکار کیا اور مشرکین کو کمزور کرنے کے لیے اور ان کے مال سے مسلمانوں کو قوی کرنے کے لیے ان سے فدیہ لینے کا عزم فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ عباس قرض لے کر کاروبار کرتے تھے اور قبول اسلام تک وہ مقروض تھے' اس لیے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا: مجھے عطا کیجئے! کیونکہ میں نے اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کا فدیہ بھی دیا تھا' پھر ان کے اسلام لانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال فے سے عطا کر کے اس کی تلافی کی اور اس حدیث کا عنوان صحیح ہے کیونکہ مشرکین کا خون بہانے کے بعد ان سے فدیہ لینا مباح ہے' اور آپ نے عباس سے ان کا اور عقیل کا جو فدیہ لیا تھا' وہ خون بہانے سے پہلے لیا تھا' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر عتاب فرمایا تھا' لہٰذا صرف مشرکین کا خون بہانے اور مسلمانوں پر مشرکین کی قوت کم کرنے کے بعد مشرکین سے فدیہ لینا جائز ہے یا کسی اور وجہ سے' جس کی بناء پر مسلمانوں کا امیر کفار کو قتل کرنے کے بجائے ان سے فدیہ لینے کو مناسب سمجھے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۲۳۔ ۲۲۲)

میں کہتا ہوں کہ المہلب کا یہ کہنا غلط ہے کہ آپ نے کفار کا خون بہانے سے پہلے عباس سے فدیہ لیا تھا کیونکہ آپ نے ستر کافروں کا خون بہانے کے بعد عباس سے فدیہ لیا تھا اور میں کہتا ہوں کہ علامہ المہلب کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے قیدیوں سے جو فدیہ لیا تھا' اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ پر عتاب فرمایا۔ اس عتاب کی بنیاد ان کے نزدیک ایک آیت اور ایک حدیث ہے' اور ہم عنقریب اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیان کریں گے کہ یہ بنیاد صحیح نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عتاب نہیں فرمایا۔

علامہ المہلب کا منشاء غلطی

قرآن کی جس آیت کو یہ لوگ عتاب کی وجہ سمجھتے ہیں' وہ یہ ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ (الانفال: ٦٧)

کسی نبی کے یہ لائق نہیں کہ اس کے لیے قیدی ہوں حتیٰ کہ وہ زمین میں (کافروں کا) اچھی طرح خون بہا دے' تم اپنے لیے دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لیے) آخرت کا ارادہ فرماتا ہے اور اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے○

اور جس حدیث کی بنیاد پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عتاب کا قول کیا گیا ہے' وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' اس کے آخر میں ہے:

ابوزمیل نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب مسلمانوں نے قیدیوں کو گرفتار کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: ان قیدیوں کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ تو حضرت ابوبکر نے کہا: یا نبی اللہ! یہ آپ کے عم زاد اور آپ کے خاندان کے لوگ ہیں' میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں' اس سے ہمیں کفار کے خلاف قوت حاصل ہو گی' پس ہوسکتا ہے کہ اللہ ان کو اسلام کی ہدایت دے دے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابن الخطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟ تو میں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! میری وہ رائے نہیں ہے جو حضرت ابوبکر کی رائے ہے' لیکن میری رائے یہ ہے کہ آپ ہمیں ان کو قتل کرنے کا موقع دیں تو ہم ان کی گردنیں اُڑا دیں' پس آپ حضرت علی کو عقیل کو قتل کرنے کا موقع دیں تو وہ ان کی گردن اُڑا دیں اور آپ عمر کو اس کے فلاں رشتہ دار کو قتل کرنے کا موقع دیں تو میں اس کی گردن اُڑا دوں' کیونکہ یہ لوگ کفر کے ائمہ اور صنادید ہیں' سو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ' حضرت ابوبکر کے قول کی طرف مائل ہوئے اور میرے قول کی طرف مائل نہیں ہوئے۔

پھر دوسری صبح کو میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر دونوں رو رہے تھے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے بتائیں کہ آپ اور آپ کے صاحب کس سبب سے رو رہے ہیں؟ پس اگر میں رو سکا تو روؤں گا ورنہ زبردستی روؤں گا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ تمہارے جن اصحاب نے فدیہ لیا تھا' مجھ پر ان لوگوں کا عذاب اس درخت کے قریب پیش کیا گیا' وہ درخت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: کسی نبی کے یہ لائق نہیں کہ اس کے لیے قیدی ہوں' حتیٰ کہ وہ زمین میں (کافروں کا) اچھی طرح خون بہادے۔ (الانفال:٦٧) اور یہ آیت: پس تم نے جو مالِ غنیمت حاصل کیا ہے' اس میں سے کھاؤ وہ حلال اور طیب ہے۔ (الانفال:٦٩) پس اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا ہے۔

(صحیح مسلم: ١٧٦٣' سنن ابوداؤد: ٢٦٩٠' سنن ترمذی: ٣٠٨١)

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ان نومسلم افراد کے عذاب کا ذکر ہے جنہوں نے مالِ دنیا کی طمع میں فدیہ لیا تھا اور اس سے حضرت ابوبکر اور ایسے دوسرے قدیم اور مخلص صحابہ مراد نہیں ہیں اور اس وعید سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ذکر ہے۔

اور الانفال: ٦٧ سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب کی کوئی وجہ نہیں ہے' قرآن مجید میں فدیہ لینے کے جواز میں یہ آیت ہے:

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّى إِذَا أَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً. (محمد:٤)

سو جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو (تمہارا پہلا کام) ان کی گردنیں مارنا ہے حتیٰ کہ جب تم ان کا اچھی طرح خون بہا چکو تو پھر ان کو مضبوطی سے باندھ لو (اس کے بعد تمہیں اختیار ہے) خواہ محض ان پر احسان کر کے انہیں رہا کر دو یا ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو۔

امام رازی کا بھی یہ کہنا غلط ہے کہ کفار کا فدیہ قبول کرنا' آپ کی اجتہادی خطاء تھی اور اللہ نے اس وجہ سے آپ پر عتاب فرمایا

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ھ الانفال: ٦٧ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

باقی رہا کہ جب یہ ایک جائز کام تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے عتاب کیوں نازل فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زمین پر خون بہانے کی کوئی حد اور کوئی مقدار نہیں ہے اور اس کا تعین اور انضباط نہیں ہے' بلکہ اس سے یہ مقصود ہے کہ اس قدر کثرت سے کافروں کو قتل کیا جائے کہ کفار کے دلوں پر رعب پڑے اور ہیبت چھا جائے تاکہ وہ دوبارہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کی جرأت نہ کریں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس حد تک کافروں کو قتل کرنا اجتہاد پر موقوف ہے' اس لیے یہ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گمان فرمایا ہو کہ جتنے کافروں کو قتل کیا جا چکا ہے' ان سے یہ مقدار حاصل ہوگئی ہے اور فی الواقع وہ مقدار حاصل نہ ہوئی ہو' تو یہ آپ کی اجتہادی خطاء ہے کیونکہ اس حد کے سلسلہ میں کوئی نص نازل نہیں ہوئی تھی اور ہر چند کہ اجتہادی خطاء بھی موجب اجر و ثواب ہوتی ہے اور اس پر مواخذہ یا ملامت نہیں ہوتی لیکن مقربین' قربِ الٰہی کے اُس درجہ پر فائز ہوتے ہیں کہ نیکوکاروں کی نیکیاں بھی ان کے ہاں بُرائی کے حکم میں ہوتی ہیں۔ اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے ازراہِ لطف و محبت بہ طورِ تعریض فرمایا: کسی نبی کی شان کے لائق نہیں کہ وہ اچھی طرح خون بہائے بغیر کفار کو قیدی بنالے۔ صراحۃً یہ نہیں فرمایا کہ آپ کو انہیں قیدی بنانا نہیں چاہیے تھا یا آپ کا یہ اقدام غلط تھا' بلکہ تعریض اور

کنایہ سے کام لے کر نبی ﷺ کی شان اور عظمت اور مرتبہ کی رفعت کو ظاہر فرمایا کیونکہ ایسے مواقع پر صراحت کو چھوڑ کر ان ہی کے لیے تعریض اور کنایہ سے کام لیا جاتا ہے جن کا مرتبہ بلند اور اونچا ہو۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۵۱۰۔۵۰۹ 'داراحیاء التراث العربی بیروت)

صحابہ کرام کے کفار کے فدیہ کو قبول کرنے اور نبی ﷺ کے اس کو برقرار رکھنے کے متعلق مصنف کا مؤقف

میرے نزدیک اس مبحث کی تقریر اس طرح ہے:

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ○ (الانفال:۱۲)

سو کافروں کی گردنوں کے اوپر وار کرو اور کافروں کے ہر جوڑ کے اوپر ضرب لگاؤ ○

اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ تم تمام کافروں کی گردنوں کے اوپر وار کرو' اور کسی کو زندہ نہ چھوڑو' لہٰذا جب صحابہ کرام نے ستر کافروں کو قتل کر دیا تو اس آیت کے حکم پر عمل ہو گیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے سب کافروں کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور گرفتار کرنے سے منع نہیں کیا تھا' اس لیے اگر صحابہ نے بعض کافروں کو گرفتار کر کے قید کر لیا تو اس میں انہوں نے کوئی حکم عدولی اور گناہ نہیں کیا' اور جب کہ وہ کافر بعد میں اسلام لے آئے اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ محمد میں خود جنگ کے بعد کافروں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا یہ اقدام عین منشاء الٰہی کے مطابق تھا۔

علامہ ابن بطال' امام رازی' امام ابومنصور ماتریدی اور اسی طرح بعض دیگر مفسرین اور شارحین نے نبی ﷺ کے فدیہ قبول کرنے کو آپ کی اجتہادی خطاء قرار دیا ہے اور الانفال:۶۷ کو آپ پر عتاب قرار دیا ہے' میرے نزدیک نبی ﷺ کی ذات مقدسہ اس تہمت سے بری ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ ان بزرگوں کی اجتہادی خطاء ہو' میں نے یہ جو کچھ لکھا ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی عطا ہے۔ وللہ الحمد!

الانفال:۶۷ کی تفسیر میں بھی میں نے اس پر لکھا ہے' دیکھئے: تبیان القرآن ج ۴ ص ۶۹۷۔ ۶۹۴' لیکن زیر بحث حدیث کی شرح میں' میں نے اس مبحث کو بہت انضباط اور زیادہ عمدگی سے لکھا ہے۔ فللہ الحمد!

۳۰۵۰- حَدَّثَنِیْ مَحْمُوْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنْ اَبِیْهِ وَكَانَ جَاءَ فِیْ اُسَارٰی بَدْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَاُ فِی الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از محمد بن جبیر از والد خود اور وہ بدر کے قیدیوں میں آئے تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا' آپ مغرب کی نماز میں سورۃ الطور پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۷۶۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں بدر کے قیدیوں کا ذکر ہے۔

۱۷۲ - بَابُ الْحَرْبِیِّ اِذَا دَخَلَ دَارَ الْاِسْلَامِ بِغَیْرِ اَمَانٍ

جب حربی دار الاسلام میں بغیر امان کے داخل ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حربی دار الاسلام میں بغیر امان کے داخل ہو تو اس کا کیا حکم ہے' آیا اس کو قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ امام بخاری نے اس کا حکم اس لیے ذکر نہیں کیا کہ اس میں اختلاف ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ اس کا حکم اہل حرب کا ہے یعنی اس کو قتل کر دیا جائے گا' اور اوزاعی اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اہل حرب کا سفیر ہے تو اس کا دعویٰ

قبول کیا جائے گا' اور امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ اس کا یہ دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ مسلمانوں کے لیے فے ہے جس کو وہ مل جائے گا' وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۱۰)

٣٠٥١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْعُمَيْسِ عَنْ اِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْنٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَهُوَ فِيْ سَفَرٍ فَجَلَسَ عِنْدَ اَصْحَابِهِ يَتَحَدَّثُ ثُمَّ انْفَتَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُطْلُبُوْهُ وَاقْتُلُوْهُ فَقَتَلْتُهُ فَنَفَّلَهُ سَلَبَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالعمیس نے حدیث بیان کی از ایاس بن سلمۃ بن الاکوع از والدخود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (غزوۂ حنین کے) سفر میں تھے' آپ کے پاس مشرکین کا ایک جاسوس آیا' پس وہ آپ کے اصحاب کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگا' پھر چلا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو تلاش کر کے اس کو قتل کر دو' پس اس کو (حضرت سلمہ بن اکوع نے) قتل کر دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سامان ان کو عطا کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۱۷۵۴' الرقم المسلسل: ۴۴۶۳' سنن ابوداؤد: ۲۶۵۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۵۳۲' شرح مشکل الآثار: ۳۰۱۱' صحیح ابن حبان: ۴۸۴۳' المعجم الکبیر: ۶۲۴۱' سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۰۷' مسند احمد ج ۴ ص ۵۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۵۲۳۔ ج ۲۷ ص ۵۵۔ ۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بغیر امان کے داخل ہونے والے حربی کے متعلق صحیح مسلم کی مفصل روایت

اس حدیث کو امام مسلم نے زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے اور وہ حسب ذیل ہے:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوازن کے خلاف جہاد کرنے گئے' ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کا ناشتہ کر رہے تھے' اس دوران سرخ اونٹ پر سوار ایک شخص آیا' اس نے اونٹ کو بٹھایا' پھر اس نے اپنی کمر سے ایک تسمہ نکال کر اس کے ساتھ اونٹ کو باندھ دیا اور لوگوں کے ساتھ ناشتہ کرنے لگا' اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا' ہم میں کچھ لوگ کمزور تھے اور کچھ سواریوں سے خالی تھے اور کچھ پیدل تھے' اتنے میں وہ تیزی سے دوڑا اور اپنے اونٹ کے پاس آیا' اس کا تسمہ کھول کر اس کو بٹھایا اور اس پر سوار ہو گیا' اس نے اونٹ کو دوڑایا اور اونٹ اس کو لے کر بھاگا' ایک شخص نے خاکی رنگ کی اونٹنی پر اس کا تعاقب کیا' حضرت سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھی اس کے پیچھے دوڑتا ہوا بھاگا' پہلے میں اونٹنی کی سرین کے پاس تھا' پھر میں اور آگے بڑھا حتیٰ کہ میں اس کے اونٹ کی سرین کے پاس پہنچ گیا' پھر میں نے آگے بڑھ کر اونٹ کی نکیل پکڑ لی' میں نے اس اونٹ کو بٹھایا' جوں ہی اس اونٹ نے اپنا گھٹنا زمین پر ٹیکا میں نے تلوار سے آدمی کے سر پر ایک وار کیا' وہ آدمی گر پڑا' پھر میں اس آدمی کے ہتھیار اور کجاوے سمیت اس اونٹ کو لے آیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ مجھے سامنے سے آتے ہوئے ملے' آپ نے پوچھا: اس شخص کو کس نے قتل کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا: (حضرت) سلمہ بن اکوع نے' آپ نے فرمایا: اس کا سارا چھینا ہوا مال سلمہ بن اکوع کا ہے۔ (صحیح مسلم: ۴۴۶۳۔ ۱۷۵۴)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ تطبیق اور حدیث مذکور کی مزید تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث میں اور اس باب کے عنوان میں کوئی مطابقت نہیں ہے کیونکہ حدیث میں مشرکین کے جاسوس کا ذکر ہے اور باب کے عنوان میں مطلقاً اس حربی کا ذکر ہے جو دارالاسلام میں بغیر امان حاصل کیے ہوئے داخل ہوا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس حدیث میں جس جاسوس کا ذکر کیا گیا ہے' اس نے یہ ظاہر کیا تھا کہ اس کو امان حاصل ہے' پھر

جب اس نے جاسوسی کر لی تو وہ جلدی سے واپس چلا گیا' اس سے صحابہ نے یہ جان لیا کہ وہ حربی ہے اور بغیر امان کے داخل ہوا ہے' لہٰذا اس کو قتل کر دیا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ غزوۂ ہوازن کے سفر میں تھے' اس سے مراد غزوۂ حنین ہے۔ اس حدیث کو اسماعیلی نے اس طرح روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس شخص کو میرے سامنے لاؤ اور اس کو قتل کر دو' پھر لوگ اس کی طرف جھپٹے اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا اور بتایا کہ وہ مشرکین کا جاسوس ہے' تو آپ نے فرمایا: جس نے اس کو قتل کر دیا تو اس کو چھینا ہوا سامان اس کو ملے گا۔

اس چھینے ہوئے سامان سے مراد ہے: مقتول کی سواری' اس کے کپڑے' اس کے ہتھیار اور اس سواری کے اوپر جو اس کا سامان ہے' اسی طرح اگر دوسری سواری پر اس کا غلام ہو تو وہ بھی سَلَب میں شامل ہے۔

حربی' ذمی یا مسلم جاسوس کو قتل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حربی جاسوس کو قتل کر دیا جائے گا' اس پر اجماع ہے۔ رہا اس قوم کا جاسوس جس سے معاہدہ ہو یا ذمی جاسوس تو امام مالک اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ وہ جان اور مال کی حفاظت کا عہد توڑنے والا ہے' اگر ملک کا سربراہ اس کو غلام بنانا چاہے تو اس کو غلام بنا لے اور اس کو قتل کرنا بھی جائز ہے اور جمہور کے نزدیک اس کی جاسوسی سے اس کا عہد نہیں ٹوٹے گا اور اگر مسلمان جاسوس ہو تو امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور بعض مالکیہ کے نزدیک سربراہ اس کو تعزیراً کوئی سزا دے گا اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بلا اجازت دار الاسلام میں داخل ہونے والے حربی کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ کہتے ہیں:

یہ حدیث حربی جاسوس کو قتل کرنے کی اصل ہے' اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہی مختار ہے اور جو حربی دار الاسلام میں بغیر امان کے داخل ہو' اس کے متعلق اختلاف ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کے لیے فے ہے' امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے اور امام محمد نے کہا ہے کہ جو اس کو پکڑ لے یا اس کو دریافت کر لے' اس کے لیے وہ مالِ فے ہے۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ اگر وہ پکڑے جانے سے پہلے مسلمان ہو گیا تو پھر وہ فے نہیں ہے' ورنہ وہ مالِ فے ہے۔

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

ظاہر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو اس حربی کو دریافت کر لے' وہ اس کے لیے مالِ فے ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس حربی سے چھینی ہوئی چیزیں صرف حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو عطا کی تھیں کیونکہ انہوں نے اس کو قتل کیا تھا اور جنہوں نے کہا ہے کہ وہ فے ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس کے اوپر اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے اور فے کے متعلق مسلمانوں کا سربراہ جو چاہے فیصلہ کر سکتا ہے اور جنہوں نے کہا ہے کہ جو اس کو پکڑ لے' اس کا مال اس کے لیے ہے' وہ اس کو مالِ غنیمت میں سے شمار کرتے ہیں۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ قیاس یہ ہے کہ جو اس کو حاصل کر لے' اسی کے لیے اس کا مال ہے اور اس میں سے خمس نکالا جائے گا کیونکہ اس کو مسلمانوں کی قوت سے نہیں حاصل کیا گیا۔

جو حربی دار الاسلام میں داخل ہو اور یہ کہے کہ اس کو امن دیا گیا ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ اس کے متعلق مسلمانوں کے سربراہ

کو اختیار ہے اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ وہ نفے ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۲۴-۲۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

* باب مذکور کی حدیث شرح صحیح مسلم: ۴۴۵۷۔ ج ۵ ص ۳۵۱-۳۵۰ پر مذکور ہے اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① غزوۂ حنین کا مختصر بیان ② سَلَب کا لغوی معنی ③ سَلَب کی تفسیر میں مذاہب فقہاء ④ سلب کے احکام اور شرائط میں فقہاء کے نظریات ⑤ سلب کے حکم میں فقہاء احناف کے نظریات اور دلائل ⑥ جنگ بدر میں حضرت معاذ بن عمرو کو سلب کے ساتھ خاص کرنے کا سبب۔

١٧٤ - بَابُ يُقَاتَلُ عَنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ وَلَا يُسْتَرَقُّوْنَ

ذمیوں کی مدافعت میں جنگ کی جائے اور ان کو غلام نہ بنایا جائے

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ ذمی اہل کتاب کی مدافعت میں جنگ کی جائے گی کیونکہ انہوں نے اپنی جان مال اور اہل و عیال کی حفاظت کے لیے جزیہ ادا کیا ہے تو جس طرح مسلمانوں کی حفاظت کے لیے جنگ کی جاتی ہے ان کی حفاظت کے لیے بھی جنگ کی جائے گی۔

٣٠٥٢ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ وَاُوْصِيْهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَ ذِمَّةِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّوْفٰى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَاَنْ يُّقَاتَلَ مِنْ وَّرَائِهِمْ وَلَا يُكَلَّفُوْا اِلَّا طَاقَتَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از حصین از عمرو بن میمون از حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہوں نے فرمایا: میں اللہ کے ذمہ اور رسول کے ذمہ کو ادا کرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور یہ کہ (ذمیوں سے) ان کے عہد کو پورا کیا جائے اور یہ کہ ان کی مدافعت میں (ان کے دشمنوں سے) جنگ کی جائے اور یہ کہ ان کو ان کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہ کیا جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹۲ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں ذمیوں کی مدافعت میں جنگ کا ذکر ہے۔

امام بخاری پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ انہوں نے عنوان میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ذمیوں کو غلام نہ بنایا جائے اور حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ذمیوں کی حفاظت کے لیے ان کے دشمنوں سے لڑنا اس کو مستلزم ہے کہ ان کو غلام نہ بنایا جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جزیہ کی مقدار سے زیادہ ان سے نہ لیا جائے۔

١٧٥ - بَابُ جَوَائِزِ الْوَفْدِ

وفد کو انعام و اکرام عطا کرنا

وفد ان لوگوں کو کہتے ہیں جو جمع ہو کر کسی بڑے آدمی کی زیارت اور ملاقات کا قصد کرتے ہیں تاکہ وہ ان کی ضروریات کو پورا کرے اور ان کو انعام دے امام بخاری نے اس باب کے تحت کوئی حدیث ذکر نہیں کی اور خالی جگہ چھوڑ دی ان کا ارادہ ہوگا اس جگہ کوئی حدیث ذکر کریں گے لیکن اس کا اتفاق نہ ہو سکا۔

١٧٦ - بَابُ هَلْ يُسْتَشْفَعُ اِلٰى اَهْلِ الذِّمَّةِ وَمُعَامَلَتِهِمْ

کیا ذمیوں سے سفارش کی جائے اور ان سے معاملہ کیا جائے؟

۳۰۵۳- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ يَوْمُ الْخَمِيسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيسِ ثُمَّ بَكٰى حَتّٰى خَضَبَ دَمْعُهُ الْحَصْبَاءَ فَقَالَ اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ يَوْمَ الْخَمِيسِ فَقَالَ ائْتُونِي بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا فَتَنَازَعُوا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوا أَهَجَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ وَأَوْصٰى عِنْدَ مَوْتِهِ بِثَلَاثٍ أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ وَنَسِيتُ الثَّالِثَةَ وَقَالَ يَعْقُوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ سَأَلْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ فَقَالَ مَكَّةُ وَالْمَدِينَةُ وَالْيَمَامَةُ وَالْيَمَنُ وَقَالَ يَعْقُوبُ وَالْعَرْجُ أَوَّلُ تِهَامَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از سلیمان الاحول از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: جمعرات کا دن اور کیسا تھا جمعرات کا دن! پھر وہ اتنا روئے کہ کنکریاں تک ان کے آنسوؤں سے بھیگ گئیں' پھر انہوں نے بتایا کہ جمعرات کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درد زیادہ ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: میرے پاس کاغذ لاؤ تاکہ میں تمہارے لیے ایسا مکتوب لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے' تو صحابہ نے اختلاف کیا اور نبی کے سامنے اختلاف نہیں ہونا چاہیے تو انہوں نے کہا: کیا رسول اللہ (دنیا کو) چھوڑ رہے ہیں' آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو! میں جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے دعوت دے رہے ہو' اور آپ نے اپنی وفات کے وقت تین چیزوں کی وصیت کی: (۱) مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو (۲) اور وفد کو اس طرح انعام دیتے رہو جس طرح میں انعام دیتا رہا ہوں' اور تیسری وصیت کو میں بھول گیا۔ اور یعقوب بن محمد نے کہا: میں نے المغیرہ بن عبد الرحمان سے جزیرۂ عرب کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: مکہ اور مدینہ اور یمامہ اور یمن (جزیرۂ عرب ہے)' اور العرج' تہامہ کی ابتداء ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور کی وضاحت کی جا رہی ہے۔

وفد کو انعام دینے کی وجہ' جس تیسری وصیت کو حضرت ابن عباس بھول گئے تھے اس کا ذکر اور ''ھَجَر'' کا معنی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ وفد کو انعام واکرام دینا سنت ہے' اور اس سے لوگوں کے دلوں میں اُلفت ہوتی ہے' اور یہ حکم تمام وفود کے متعلق ہے خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم ہوں' کیونکہ اگر وہ روم (شام) سے آئے ہوں تو وہ اسی چیز کو لے کر آتے ہیں جس میں مسلمانوں کی منفعت اور خیر ہوتی ہے' اسی لیے آپ نے ان کو انعام واکرام دینے کی وصیت فرمائی ہے' نیز وہ مہمان ہیں اور مہمان کے متعلق فرمایا ہے کہ ایک دن اور ایک رات ان کی خاطر مدارت کی جائے۔

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ تیسری چیز جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھول گئے' وہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر کی روانگی ہے' مسلمانوں کا اس میں اختلاف تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت اس کی وصیت کی تھی۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث میں ''اَهَجَرَ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کیا آپ دنیا کو چھوڑ رہے ہیں' ''هَجَرَ'' کا معنی ہذیان اور بے تکی باتیں کرنا بھی ہوتا ہے اور یہ معنی یہاں پر متصور نہیں ہے۔

١٧٧ - بَابُ التَّجَمُّلِ لِلْوُفُوْدِ

وفود سے ملاقات کے موقع پر خوب صورت لباس پہننا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب وفود ملاقات کے لیے آئیں تو خوب صورت لباس پہننا چاہیے۔

٣٠٥٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَجَدَ عُمَرُ حُلَّةَ اِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ فِي السُّوْقِ فَاَتٰى بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ابْتَعْ هٰذِهِ الْحُلَّةَ فَتَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيْدِ وَلِلْوُفُوْدِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هٰذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَّاخَلَاقَ لَهٗ اَوْ اِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَّاخَلَاقَ لَهٗ فَلَبِثَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُبَّةِ دِيْبَاجٍ فَاَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ حَتّٰى اَتٰى بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْتَ اِنَّمَا هٰذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَّاخَلَاقَ لَهٗ اَوْ اِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَّاخَلَاقَ لَهٗ ثُمَّ اَرْسَلْتَ اِلَيَّ بِهٰذِهٖ فَقَالَ تَبِيْعُهَا اَوْ تُصِيْبُ بِهَا بَعْضَ حَاجَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از سالم بن عبد اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بازار میں دبیز ریشم کا ایک حُلّہ فروخت ہوتے ہوئے دیکھا تو وہ اس کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پس عرض کیا: یارسول اللہ! اس حلّہ کو خرید لیجئے' پھر عید اور وفود سے ملاقات کے موقع پر اس سے زینت حاصل کریں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ صرف ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' یا فرمایا: اس کو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' پھر جب تک اللہ نے چاہا آپ ٹھہرے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کی طرف ایک دیباج (ریشم) کا حلّہ بھیجا تو حضرت عمر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے کر آئے' پس کہا: یارسول اللہ! آپ نے اس کے متعلق فرمایا تھا: یہ ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا' یا فرمایا تھا: اس کو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے' پھر آپ نے یہ حُلّہ میری طرف بھیج دیا تو آپ نے فرمایا: تم اس حلّہ کو بیچ دو' یا اس کے سبب سے اپنی کوئی ضرورت پوری کرلو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٨٦ میں گزر چکی ہے اور امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں وفود سے ملاقات کے موقع پر خوب صورت لباس پہننے کا ذکر ہے۔

١٧٨ - بَابُ كَيْفَ يُعْرَضُ الْاِسْلَامُ عَلَى الصَّبِيِّ

بچے پر کس طرح اسلام پیش کیا جائے گا؟

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ بچے پر کس طرح اسلام پیش کیا جائے۔

٣٠٥٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی'

سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ انْطَلَقَ فِي رَهْطٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتّٰى وَجَدُوْهُ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ وَقَدْ قَارَبَ يَوْمَئِذٍ ابْنُ صَيَّادٍ يَحْتَلِمُ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتّٰى ضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهُ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ الْأُمِّيِّيْنَ فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا تَرٰى قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ يَأْتِيْنِي صَادِقٌ وَّكَاذِبٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيْئًا قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ هُوَ الدُّخُّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ قَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِّي فِيْهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ يَّكُنْهُ فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْهُ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِي قَتْلِهِ.

انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے ان کو یہ خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند اصحاب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے حتیٰ کہ آپ نے اس کو بنی مغالہ کے قلعوں کے پاس لڑکوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا اور اس وقت ابن صیاد بلوغت کے قریب تھا' اس کو پتا نہیں چلا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی پشت پر اپنا ہاتھ مارا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ پس ابن صیاد نے آپ کی طرف دیکھا' پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اُمیین (اَن پڑھ لوگوں) کے رسول ہیں' پھر ابن صیاد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ یہ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: میں اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاتا ہوں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: تم کیا دیکھتے ہو؟ ابن صیاد نے کہا: میرے پاس سچی خبر بھی آتی ہے اور جھوٹی خبر بھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پر خبر مشتبہ ہو گئی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہارے لیے ایک چیز چھپائی ہے' ابن صیاد نے کہا: وہ چیز الدُّخ ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دفع ہو! تو اپنی حد سے ہرگز نہیں بڑھ سکے گا۔ حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے میں اس کی گردن اُڑا دوں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ وہی (دجال) ہے تو تم اس پر مسلط نہیں ہو اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو اس کو قتل کرنے میں تمہارے لیے کوئی بھلائی نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٥٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٠٥٦ - قَالَ ابْنُ عُمَرَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُبَيُّ ابْنُ كَعْبٍ يَأْتِيَانِ النَّخْلَ الَّذِي فِيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ حَتّٰى إِذَا دَخَلَ النَّخْلَ طَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّقِي بِجُذُوْعِ النَّخْلِ وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ يَّسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَّرَاهُ وَابْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلٰى فِرَاشِهِ فِي قَطِيْفَةٍ لَّهُ فِيْهَا رَمْزَةٌ فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِي

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان کھجور کے درختوں میں گئے جن میں ابن صیاد تھا حتیٰ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کے ان درختوں میں داخل ہوئے آپ کھجور کے ان تنوں میں چھپتے ہوئے چل رہے تھے اور آپ کسی حیلہ سے ابن صیاد کے دیکھنے سے پہلے اس کی کوئی بات سننا چاہتے تھے اور ابن صیاد اس وقت اپنے بستر کے اوپر لیٹ کر چادر اوڑھے ہوئے گنگنا رہا تھا' تب ابن صیاد کی ماں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیا' اس وقت

بِجُذُوعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ أَيْ صَافِ وَهُوَ اِسْمُهُ فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ.

آپ کھجور کے درختوں کے تنوں میں چھپ رہے تھے اس کی ماں نے ابن صیاد سے کہا: ''اَیْ صَافِ'' اور یہ اس کا نام ہے تو ابن صیاد اچھل پڑا' پس نبی ﷺ نے فرمایا: اگر یہ اس کو چھوڑ دیتی تو اس کی حقیقت منکشف ہو جاتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۵۵ میں گزر چکی ہے۔ رہی دوسری حدیث تو وہ پہلی حدیث کا قطعہ ہے اور امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کو اس لیے روایت کیا ہے کہ پہلی حدیث میں نابالغ لڑکے پر اسلام کو پیش کرنے کا ذکر ہے۔

٣٠٥٧ - وَقَالَ سَالِمٌ قَالَ ابْنُ عُمَرَ ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَأَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنِّي أُنْذِرُكُمُوْهُ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ لَقَدْ أَنْذَرَهُ نُوحٌ قَوْمَهُ وَلٰكِنْ سَأَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ تَعْلَمُونَ أَنَّهُ أَعْوَرُ وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ.

[اطراف الحدیث: ۳۳۳۷-۳۴۳۹-۴۴۰۲-۶۱۷۵-۷۱۲۳-۷۱۲۷-۷۴۰۷]

اور سالم نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ پھر نبی ﷺ لوگوں میں کھڑے ہوئے' پھر آپ نے اللہ کی ایسی تعریف کی جس کے وہ لائق ہے' پھر آپ نے دجال کا ذکر کیا' پس فرمایا: بے شک میں تمہیں اس سے ڈرا رہا ہوں اور ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا' لیکن عنقریب میں تم کو دجال کے متعلق ایسی بات بتاؤں گا جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی' تم جانتے ہو کہ دجال کانا ہے اور بے شک اللہ کانا نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۹۳۰' الرقم المسلسل: ۷۲۴۸' سنن ابوداؤد: ۴۳۳۱' سنن ترمذی: ۲۲۴۹' صحیح ابن حبان: ۶۷۸۵' الادب المفرد: ۹۵۸' شرح السنۃ: ۴۲۷۰' المعجم الکبیر: ۱۳۱۴۸-۱۳۱۴۶' مسند احمد ج ۲ ص ۱۴۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۶۳۶۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں مذکور ہے: نبی ﷺ نے ابن صیاد سے فرمایا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں رسول اللہ ہوں' اور آپ نے اس قول میں بچے کو اوپر اسلام کو پیش کیا ہے کیونکہ ابن صیاد اس وقت تک نابالغ تھا۔

ابن صیاد کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی تشویش اور تفتیش

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے ابن صیاد کے اوپر اسلام اس لیے پیش کیا کہ یہ وہ دجال نہیں تھا' جس سے ڈرایا گیا ہے لیکن اس قول کو رد کیا گیا ہے کیونکہ ابن صیاد کے دجال ہونے کا بھی احتمال تھا' پس نبی ﷺ نے اس کو آزمانے کا ارادہ کیا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ابن صیاد کاہنوں کے طریقے سے خبر دیتا تھا' پس کبھی اس کی خبر صحیح نکلتی اور کبھی غلط نکلتی اور ابن صیاد کے متعلق آپ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی تو نبی ﷺ نے اس کے پاس جانے کا ارادہ کیا تا کہ اس کا امتحان لیں اور آپ جو ابن صیاد کی طرف چل کر گئے تھے اس کا یہی سبب تھا۔ امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہودیوں میں ایک عورت کے ہاں لڑکا پیدا ہوا' جس کی ایک آنکھ رگڑی ہوئی تھی اور دوسری آنکھ ٹھیک تھی' پس نبی ﷺ کو یہ خدشہ ہوا کہ شاید یہی دجال ہو۔

امام ترمذی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مدینے کے کسی راستے میں دجال ملا' آپ نے

اس کو روک لیا اور وہ یہودی لڑکا تھا اور اس کے بالوں میں مینڈھیاں تھیں اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو اس نے کہا: کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ پر ایمان لایا اور اس کے تمام فرشتوں پر اور اس کی تمام کتابوں پر اور اس کے تمام رسولوں پر اور یوم آخرت پر' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: تم کیا دیکھتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ میں پانی کے اوپر عرش کو دیکھتا ہوں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ سمندر کے اوپر ابلیس کا عرش دیکھتا ہے' آپ نے پھر فرمایا: تم کیا دیکھتے ہو؟ تو اس نے کہا: میں ایک صادق اور دو کاذب دیکھتا ہوں' یا دو صادق اور ایک کاذب دیکھتا ہوں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس پر معاملہ مشتبہ ہو گیا۔ (سنن ترمذی: ۲۲۴۷)

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے تمہارے لیے ایک بات چھپائی ہے' آپ کی مراد یہ تھی کہ آپ نے دُخان کا اسم اپنے دل میں چھپایا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ آپ نے سورۂ دخان کی یہ آیت چھپائی تھی:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝ (الدخان:۱۰) پس آپ اس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان ظاہر دھواں لائے گا ۝

ابن صیاد اس آیت تک نہ پہنچ سکا اور اس نے کہا کہ آپ نے الدُّخ چھپایا ہے۔ ابن صیاد نے جو الدُّخ کہا تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سخت گھبرا گیا تھا اور دہشت زدہ ہو گیا تھا اور علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر یہ آیت لکھی ہوئی تھی اور ابن صیاد صرف الدخ ہی بتا سکا' یعنی کسی کاہن نے اس کے دل اور دماغ میں یہ بات ڈال دی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الدُّخ کو چھپایا ہے' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: دفع ہو جاؤ! تم اپنی حد سے بڑھ نہیں سکتے' یعنی جس طرح دوسرے کاہن صرف اس بات کو محفوظ رکھتے ہیں جو ان کے دلوں میں شیاطین ڈالتے ہیں اور اس میں سچ اور جھوٹ کو ملا دیتے ہیں' سو تم بھی اسی طرح ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۱۸-۴۱۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو چپکے سے یہ بتایا ہو کہ میں نے الدخان:۱۰ کو اپنے دل میں چھپایا ہے تاکہ آپ کے اصحاب کو یہ اطمینان اور تسلی ہو کہ ابن صیاد اس آیت کو نہیں سمجھ سکا' جو آپ نے چھپائی تھی اور شیطان وہ پوری آیت نہیں سن سکا اور اس نے صرف الدخ کا لفظ سنا اور وہی ابن صیاد کو بتا دیا' اور ہماری اس تقریر پر یہ اعتراض نہیں ہوتا ہے کہ ابن صیاد کو پوری آیت نہ سہی' وہ آپ کے دل میں چھپائے ہوئے الفاظ میں سے لفظ ''دُخ'' پر بھی کیسے مطلع ہو گیا؟

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ابن صیاد کے پاس گئے اور اس کی باتیں سننے کی کوشش کی' اس سے آپ کا مقصود دجال کا امتحان لینا تھا کہ آیا وہ دجال ہے یا نہیں؟

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

لوگوں کا ابن صیاد کے متعلق شدید اختلاف ہے اور اس کا معاملہ سخت مشکل ہے' حتیٰ کہ اس کے متعلق بہت کچھ کہا گیا ہے اور یہ سوال کیا جاتا ہے کہ جس شخص نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا' اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسے برقرار رکھا اور اس کو مدینہ میں اپنے گھر میں رہنے دیا اور آپ اس کے پڑوس میں رہتے رہے' اس کی کیا وجہ تھی اور آپ نے اس کا امتحان کیوں لیا اور سورۂ دخان کی آیت اپنے دل میں کوئی چھپائی اور بعد میں یہ کیوں فرمایا: دفع ہو جا! تو اپنی حد سے نہیں بڑھ سکتا؟

میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ یہ قصہ اس وقت کا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود سے صلح کی ہوئی تھی اور ان کو اپنا حلیف بنایا ہوا تھا' جب آپ مدینہ میں آئے تو آپ نے یہود کے ساتھ ایک صلح نامہ لکھا کہ وہ آپ کے خلاف کوئی شورش نہیں کریں گے اور

آپ ان کے معاملات کو ان پر چھوڑ دیں گے اور ابن صیاد بھی ان میں سے تھا یا ان میں داخل تھا اور رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر پہنچتی رہتی تھی اور یہ خبر پہنچتی رہتی تھی کہ وہ غیب کی خبریں بیان کرنے کا دعویٰ کرتا رہتا ہے تو نبی ﷺ اس کا امتحان لینے گئے تاکہ آپ اس کے متعلق لوگوں کو بتا سکیں کہ وہ کیا چیز ہے؟ پھر جب آپ نے اس سے بات کی تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ وہ باطل اور جھوٹا ہے اور وہ من جملہ کاہنوں اور ساحروں میں سے ہے یا اس کے پاس جنات اور شیاطین کی خبریں آتی ہیں' پھر وہ اس کی زبان پر القاء کر دیتے ہیں' پس جب رسول اللہ ﷺ نے اس کی زبان سے لفظ "دُخ" سنا تو آپ نے فرمایا: دفع ہو جا! تو اپنی حد سے نہیں بڑھ سکتا' اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ یہ وہ چیز ہے جس پر شیطان مطلع ہوا' پھر اس نے اس کو ابن صیاد پر القاء کیا اور اس کی زبان پر جاری کر دیا' اور یہ آسمانی وحی کے قبیل سے نہیں ہے کیونکہ ابن صیاد ان نبیوں کے مرتبہ کا نہیں تھا جن کو علم غیب ہوتا ہے اور نہ ان اولیاء کے درجہ کا تھا' جن کو غیب کی باتوں کا الہام کیا جاتا ہے اور وہ ان کو اپنے دلوں کے نور سے حاصل کرتے ہیں اور اس کو بعض اوقات شیاطین القاء کرتے تھے اور بعض اوقات وہ باتیں صحیح ہوتی تھیں اور بعض اوقات غلط ہوتی تھیں اور ابن صیاد نے جو کہا تھا کہ میرے پاس صادق اور کاذب خبر آتی ہے' اس کا یہی مطلب ہے اور اس وقت نبی ﷺ نے اس سے فرمایا تھا: تجھ پر معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ابن صیاد ایک فتنہ ہے جس کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کو آزمائش میں مبتلا کیا تاکہ جس نے ہلاک ہونا ہے' وہ دلیل پر مطلع ہو کر ہلاک ہو اور جس نے زندہ رہنا ہے' وہ دلیل پر مطلع ہو کر زندہ رہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان کی قوم کو بچھڑے کے فتنہ میں مبتلا کیا تھا' پس جس نے ہلاک ہونا تھا وہ اس فتنہ میں ہلاک ہو گیا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی' وہ اس فتنہ سے محفوظ رہا۔

ابن صیاد کے دجال ہونے کے متعلق مختلف روایات

ابن صیاد کے معاملہ میں روایات مختلف ہیں' اسی طرح اس کے بڑی عمر کو پہنچنے کے بعد روایات مختلف ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ اس نے اپنے قول سے توبہ کر لی تھی اور وہ مدینہ میں فوت ہو گیا تھا' اور جب مسلمانوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو اس کے چہرے کو کھولا گیا اور لوگوں نے اس کو دیکھا اور ان سے کہا گیا: کلمہ شہادت پڑھو۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن صیاد کی مذمت کی تو اس نے کہا: کیا تم نے نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: دجال مکہ میں داخل نہیں ہو گا اور میں نے تمہارے ساتھ حج کیا ہے' اور آپ نے فرمایا ہے کہ دجال کی اولاد نہیں ہو گی اور میری اولاد ہوئی ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما حلف اٹھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اور وہ اس میں بالکل شک نہیں کرتے تھے' حضرت جابر سے کہا گیا کہ وہ تو مسلمان ہو گیا تھا' حضرت جابر نے کہا: خواہ وہ مسلمان ہو گیا ہو' پھر حضرت جابر سے کہا گیا کہ وہ مدینہ میں تھا اور وہ مکہ میں داخل ہوا ہے' تو حضرت جابر نے کہا: خواہ وہ مکہ میں داخل ہوا ہو' نیز حضرت جابر نے کہا: واقعہ حرہ کے دن ہم نے اس کو گم پایا۔

علامہ خطابی کہتے ہیں کہ یہ تصریح ان لوگوں کی روایت کے خلاف ہے جنہوں نے یہ کہا تھا کہ وہ مدینہ میں فوت ہو گیا تھا۔

(معالم السنن ج ۴ ص ۳۲۳-۳۲۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

١٧٩ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْيَهُوْدِ اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا

نبی ﷺ کا دجال کے متعلق یہ ارشاد کہ تم اسلام قبول کر لو' سلامت رہو گے

اس باب کے عنوان میں جو فرمایا ہے: تم سلامت رہو گے' اس کا معنی یہ ہے کہ تم دنیا میں قتل ہونے اور جزیہ دینے سے سلامت رہو گے اور آخرت میں دائمی عذاب سے محفوظ رہو گے۔

قَالَهُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ. اس قول کے قائل المقبری ہیں از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ۔

اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ حدیث' صحیح البخاری: ٣١٦٧ میں مذکور ہے اور مقبری سے مراد سعید بن ابی سعید مقبری ہیں' ان کو مقبری اس لیے کہتے تھے کہ یہ مقبرہ کے پاس رہتے تھے' ان کا نام کیسان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٤٢٠)

١٨٠ - بَابٌ اِذَا اَسْلَمَ قَوْمٌ فِي دَارِ الْحَرْبِ وَلَهُمْ مَالٌ وَّاَرَضُوْنَ فَهِيَ لَهُمْ

جب دار الحرب میں کچھ لوگ اسلام قبول کر لیں اور ان کا مال ہو اور ان کی زمینیں ہوں تو وہ ان ہی کی ملکیت ہے

دار الحرب میں مسلمان کے چھوڑے ہوئے مال کے متعلق مذاہب ائمہ

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ جب اہل حرب میں سے کچھ لوگ دار الحرب میں اسلام قبول کر لیں اور ان کے پاس دار الحرب میں مال بھی ہو اور زمینیں بھی ہوں تو یہ سب ان ہی کی مِلک میں رہے گا یعنی جب مسلمان دار الحرب پر حملہ کریں تو ان کا وہ مال اور ان کی وہ زمینیں فے یا غنیمت میں شمار نہیں ہوں گی' اور اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام شافعی' اشہب مالکی اور سحنون مالکی نے یہ کہا ہے کہ جو شخص دار الحرب میں مسلمان ہو گیا اور دار الحرب میں اس کا مال اور اس کی اولاد باقی ہو' پھر وہ مسلمان ہونے کی حالت میں ہمارے ملک میں آئے' پھر وہ مسلمانوں کے ساتھ اپنے سابق ملک میں جہاد کرے تو وہ اس ملک میں اپنے مال اور اپنی زمین کو محفوظ رکھے گا' جہاں اس کے کم سن بچے ہوں گے کیونکہ وہ اسلام کے تابع ہیں۔

امام مالک اور لیث نے کہا ہے کہ اس کے اہل' اس کا مال اور اس کی اولاد اس کی ملک میں فے ہیں' جیسا کہ دار الحرب کا حکم ہے۔

امام ابوحنیفہ نے اس کے حکم میں فرمایا ہے: انہوں نے فرمایا: جب وہ دار الحرب میں مسلمان ہو جائے' پھر وہ ہماری طرف آئے تو اس کی کم سن اولاد آزاد اور مسلمان قرار پائے گی اور اس نے کسی مسلمان یا ذمی کے پاس جو امانت رکھی ہے وہ اسی کی ملکیت قرار پائے گی' اور جو مال اس نے حربی کے پاس امانت رکھا ہے تو وہ مال اور اس کی باقی زمینیں وہاں پر فے ہیں' اور جب وہ دار الاسلام میں اسلام قبول کرے' پھر مسلمان اس کے سابق ملک پر حملہ کر کے اس پر غالب ہو جائیں تو دار الحرب میں اس کی ہر چیز فے ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دار الاسلام اور دار الحرب کے احکام میں فرق ہے اور امام شافعی اور امام مالک نے اس کے سابق دار اور دار الاسلام میں فرق نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٤٢١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

٣٠٥٨ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا فِي حَجَّتِهٖ؟ قَالَ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيْلٌ مَنْزِلًا؟ ثُمَّ قَالَ نَحْنُ نَازِلُوْنَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ الْمُحَصَّبِ حَيْثُ قَاسَمَةَ قُرَيْشٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از علی بن حسین از عمرو بن عثمان بن عفان از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اپنے حج میں کل کہاں ٹھہریں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی گھر چھوڑا ہے؟ پھر آپ نے

عَلَى الْكُفْرِ وَذٰلِكَ اَنَّ بَنِي كِنَانَةَ حَالَفَتْ قُرَيْشًا عَلٰى بَنِي هَاشِمٍ اَنْ لَّا يُبَايِعُوْهُمْ وَلَا يُؤْوُوْهُمْ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَالْخَيْفُ الْوَادِيْ.

فرمایا: کل ہم خیف بنوکنانہ (وادی) المحصب میں ٹھہریں گے جہاں قریش نے کفر (کی حمایت) پر قسمیں کھائی تھیں اس کی وجہ یہ ہے کہ بنوکنانہ نے بنوہاشم کے خلاف قریش کا ساتھ دینے پر حلف اٹھایا تھا کہ وہ بنوہاشم سے خرید وفروخت کریں گے اور نہ ان کا ساتھ دیں گے۔ الزہری نے کہا: خیف' ایک وادی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۸۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے عقیل کے اسلام قبول کرنے سے پہلے فرمایا: مکہ میں اس کا جو گھر ہے وہ اسی کا ہے' تو پھر اس کے اسلام لانے کے بعد تو بہ طریق اولیٰ وہ گھر اس کی ملکیت ہوگا' اس سے یہ واضح ہو گیا کہ جب دار الحرب میں کوئی شخص مسلمان ہو جائے تو اس کی املاک پر اس کی ملکیت باقی رہتی ہے۔

۳۰۵۹ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِسْتَعْمَلَ مَوْلًى لَّهٗ يُدْعٰى هُنَيًّا عَلَى الْحِمٰى فَقَالَ يَاهُنَيُّ اضْمُمْ جَنَاحَكَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ مُسْتَجَابَةٌ وَّاَدْخِلْ رَبَّ الصُّرَيْمَةِ وَرَبَّ الْغُنَيْمَةِ وَاِيَّايَ وَنَعَمَ ابْنِ عَوْفٍ وَّنَعَمَ ابْنِ عَفَّانَ فَاِنَّهُمَا اِنْ تَهْلِكْ مَاشِيَتُهُمَا يَرْجِعَانِ اِلٰى نَخْلٍ وَّزَرْعٍ وَّاِنَّ رَبَّ الصُّرَيْمَةِ وَرَبَّ الْغُنَيْمَةِ اِنْ تَهْلِكْ مَاشِيَتُهُمَا يَاْتِيْنِيْ بِبَنِيْهِ فَيَقُوْلُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَفَتَارِكُهُمْ اَنَا لَا اَبَا لَكَ؟ فَالْمَاءُ وَالْكَلَأُ اَيْسَرُ عَلَيَّ مِنَ الذَّهَبِ وَالْوَرِقِ وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنَّهُمْ لَيَرَوْنَ اَنِّيْ قَدْ ظَلَمْتُهُمْ اِنَّهَا لَبِلَادُهُمْ فَقَاتَلُوْا عَلَيْهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَاَسْلَمُوْا عَلَيْهَا فِي الْاِسْلَامِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ لَا الْمَالُ الَّذِيْ اَحْمِلُ عَلَيْهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا حَمَيْتُ عَلَيْهِمْ مِنْ بِلَادِهِمْ شِبْرًا. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے آزاد کردہ غلام کو ایک چراگاہ کا حاکم بنایا' اس غلام کا نام ھُنَی تھا' حضرت عمر نے اس سے فرمایا: اے ھُنَی! اپنے بازو کو مسلمانوں سے ملا کر رکھنا' اور مظلوم کی دعا سے ڈرتے رہنا' کیونکہ مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے' اور حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عفان رضی اللہ عنہ کے مویشیوں کو (چراگاہ میں نہ جانے دینا) کیونکہ اگر ان کے مویشی ہلاک ہو گئے تو وہ (اپنے گزارے کے لیے) کھجور کے درختوں اور کھیتوں کی طرف رجوع کر لیں گے اور چند اونٹوں اور چند بکریوں کے مالکوں کو (چراگاہ میں داخل ہونے دینا) کیونکہ اگر ان کے مویشی ہلاک ہو گئے تو وہ اپنی اولاد کو لے کر میرے پاس آئیں گے' پس وہ کہیں گے: اے امیر المؤمنین! (ہم فقراء اور محتاج ہیں) تیرا باپ نہ رہے! تو کیا میں ان کو چھوڑ دوں گا' پس ان کو (چراگاہ میں) پانی اور گھاس مہیا کرنا سونا اور چاندی دینے سے زیادہ آسان ہے! اور اللہ کی قسم! یہ لوگ گمان کریں گے کہ میں نے ان پر ظلم کیا ہے' بے شک یہ ان کا ملک ہے' انہوں نے اس ملک کی حفاظت کے لیے زمانہ جاہلیت میں قتال کیا ہے اور دار الاسلام میں اس پر اسلام قبول کیا ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر وہ اموال (یعنی گھوڑے) نہ ہوتے جن پر میں جہاد میں

(مجاہدین کو) سوار کرتا ہوں تو میں ان کے ملک میں ایک بالشت کو بھی چراگاہ نہ بناتا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی بستی کے راستے اور اس میں مویشیوں کی چراگاہیں بستی والوں کے حقوق سے ہیں اور سربراہ کے لیے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے' سوائے اس صورت کے کہ اس میں کوئی چیز فاضل ہو اور ضرورت سے زائد ہو۔

١٨١ - بَابُ كِتَابَةِ الْإِمَامِ النَّاسَ سربراہ ملک کا لوگوں کی مردم شماری کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر ملک کا سربراہ مردم شماری کرے اور اپنے ریکارڈ میں یہ رکھے کہ کتنے ذمّی ہیں' کتنے مسلمان ہیں اور کتنے مجاہدین ہیں تو یہ جائز ہے۔

٣٠٦٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُكْتُبُوْا لِي مَنْ تَلَفَّظَ بِالْإِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ فَكَتَبْنَا لَهُ أَلْفًا وَّخَمْسَ مِائَةِ رَجُلٍ فَقُلْنَا نَخَافُ وَنَحْنُ أَلْفٌ وَّخَمْسُ مِائَةٍ فَلَقَدْ رَأَيْتُنَا ابْتُلِيْنَا حَتّٰى إِنَّ الرَّجُلَ لَيُصَلِّي وَحْدَهُ وَهُوَ خَائِفٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے روایت بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اعمش از ابی وائل از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: میرے لیے یہ لکھو کہ لوگوں میں سے کتنے آدمیوں نے اسلام قبول کیا ہے؟ پس ہم نے آپ کے لیے ایک ہزار اور پانچ سو مرد لکھے' پس ہم نے (دل میں) کہا کہ ہم ایک ہزار اور پانچ سو ہیں اور پھر بھی ڈرتے ہیں' پس تحقیق یہ ہے کہ ہم نے دیکھا کہ ہمیں آزمائش میں مبتلا کیا گیا حتیٰ کہ ایک آدمی اکیلے نماز پڑھتے ہوئے ڈرتا تھا۔

حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ فَوَجَدْنَاهُمْ خَمْسَ مِائَةٍ قَالَ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ مَابَيْنَ سِتِّ مِائَةٍ إِلٰى سَبْعِ مِائَةٍ.

ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از اعمش' پس ہم نے ان کو پانچ سو پایا' ابو معاویہ نے کہا: چھ سو سے سات سو تک۔

(صحیح مسلم: ١٤٩' الرقم المسلسل: ٢٧١' سنن ابن ماجہ: ٤٠٢٩' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٥ ص ٦٩' مسند البزار: ٢٨٦٨' السنن الکبریٰ: ٨٨٧٥' صحیح ابن حبان: ٦٢٧٣' سنن بیہقی ج ٦ ص ٣٦٤ - ٣٦٣' شرح السنۃ: ٢٧٤٤' مسند احمد ج ٥ ص ٣٨٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٣٢٦٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مردم شماری کی مختلف روایات میں تطبیق

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت حذیفہ کی روایت میں یہ ہے کہ مردم شماری میں ایک ہزار اور پانچ سو مسلمان تھے اور ابو معاویہ کی روایت میں ہے: چھ سو سے سات سو تک تھے' ان روایات کے اندر تعارض ہے' اس میں تطبیق کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کئی دفعہ مردم شماری کی گئی' ایک بار پانچ سو تھے' دوسری بار سات سو تھے اور تیسری بار پندرہ سو تھے۔

٣٠٦١ - حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عمرو بن دینار از ابی معبد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' پس اس نے کہا: یا رسول

كُتِبْتُ فِي غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا وَامْرَأَتِي حَاجَّةٌ قَالَ ارْجِعْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ.

اللہ! میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھا گیا ہے اور میری بیوی حج پر جا رہی ہے' آپ نے فرمایا: واپس جاؤ! اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۶۲ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں ایک مرد کا مجاہدین کی فہرست میں لکھے جانے کا ذکر ہے۔

۱۸۲ - بَابُ إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

بے شک اللہ کسی فاجر مرد سے (بھی) دین کو تقویت دیتا ہے

اس باب کے عنوان میں فاجر کا ذکر ہے اور اس کا معنی ہے: جو شخص گناہوں اور حرام کاموں کو خوشی سے کرے اور اس کا معنی نافرمانی کرنا بھی ہے جیسے دعائے قنوت میں ہے: "ونترك من يفجرك" جو تیری نافرمانی کرتا ہے ہم اس کو چھوڑتے ہیں' اور "فجور" کا معنی فسق ہے اور فاجر کا معنی فاسق ہے۔

٣٠٦٢ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح) وحَدَّثَنِي مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ مِّمَّنْ يَدَّعِي الْإِسْلَامَ هٰذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالًا شَدِيْدًا فَأَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ الَّذِي قُلْتَ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَإِنَّهُ قَدْ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالًا شَدِيْدًا وَقَدْ مَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّارِ قَالَ فَكَادَ بَعْضُ النَّاسِ أَنْ يَّرْتَابَ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلٰى ذٰلِكَ إِذْ قِيلَ إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ وَلٰكِنَّ بِهٖ جِرَاحًا شَدِيْدًا فَلَمَّا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فَقَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهٗ ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَنَادٰى بِالنَّاسِ إِنَّهٗ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ وَّإِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ.

[اطراف الحدیث: ۴۲۰۳-۴۲۰۴-۶۶۰۶] (صحیح مسلم: ۱۱۱' الرقم المسلسل: ۲۰۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری (ح) اور مجھے محمود بن غیلان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از ابن المسیب از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں موجود تھے تو آپ نے ایک ایسے مرد کے متعلق فرمایا جو اسلام کا مدعی تھا کہ یہ اہلِ دوزخ سے ہے' پھر جب جنگ چھڑ گئی تو اس مرد نے بہت شدید جنگ کی' پس اس کو ایک زخم لگ گیا تو آپ سے کہا گیا: یارسول اللہ! جس مرد کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ یہ اہلِ دوزخ سے ہے' اس نے تو آج بہت زبردست جنگ کی اور وہ مر گیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دوزخ کی طرف ہے' راوی نے کہا: پس بعض لوگوں نے شک کرنے کا ارادہ کیا' پس جس وقت وہ اس کیفیت پر تھے تو اچانک بتایا گیا کہ وہ مرا نہیں ہے لیکن اس کو بہت شدید زخم لگا تھا' پس جب رات ہوئی تو وہ اس زخم پر صبر نہیں کر سکا' پس اس نے خودکشی کر لی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: اللہ اکبر! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں' پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جنت میں صرف مسلمان شخص داخل ہوگا اور بے شک اللہ اس دین کی فاجر مرد سے (بھی) تقویت فرماتا ہے۔

اس غزوہ کی تعیین جس میں ایک مرد نے خودکشی کی اور خودکشی کی دو روایتوں میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے۔ امام بخاری نے اس غزوہ کا نام ذکر نہیں کیا۔ امام ابن اسحاق' امام واقدی اور دوسروں نے کہا ہے کہ یہ غزوۂ اُحد کا واقعہ ہے اور اس مرد کا نام قزمان ہے اور اس کا شمار منافقین میں ہوتا تھا۔ یہ غزوۂ اُحد میں سب سے پیچھے رہ گیا تھا تو عورتوں نے اس کو ملامت کی اور عار دلائی تو پھر یہ جنگ کے لیے روانہ ہوا اور اس نے سات کافروں کو قتل کیا اور یہ زخمی ہو گیا' پھر اس نے خودکشی کر لی' لیکن امام ابن اسحاق وغیرہ پر رڈ کیا گیا ہے کہ قزمان کا قصہ غزوۂ اُحد میں تھا اور اس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے' اور حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث کا تعلق غزوۂ خیبر سے تھا جیسا کہ امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔ اسی وجہ سے صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں اس طرح مذکور ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ خیبر میں تھے اور یہی بات صحیح ہے کیونکہ یہ دو الگ الگ قصے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ بعض لوگوں نے شک کرنے کا ارادہ کیا' یعنی ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے صدق میں شک کرنے کا ارادہ کیا۔

جس شخص نے خودکشی کی تھی آیا وہ کافر تھا یا مسلم فاجر؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے یہ اعلان کرایا کہ جنت میں صرف مسلمان شخص جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس مرد نے نبی ﷺ کے صدق میں شک کیا تھا' اسی وجہ سے اس نے زخمی ہونے کے بعد خودکشی کر لی۔

اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کے اس اعلان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ شخص مسلمان نہیں تھا حالانکہ خودکشی کرنے سے کوئی شخص اسلام سے خارج نہیں ہوتا اور اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جاتا بلکہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ اس کے باطن پر مطلع تھے اور آپ کو وحی کے ذریعے معلوم ہو گیا تھا کہ اس شخص کے باطن میں کفر ہے۔

اس حدیث پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فاجر مرد سے بھی دین کی تقویت عطا فرماتا ہے اور یہاں فاجر سے مراد کافر ہے' کیونکہ آپ نے فرمایا: وہ اہلِ دوزخ سے ہے۔

جنگ میں کفار سے مدد لینے کی دو مختلف روایتوں میں تطبیق

یہ حدیث صحیح مسلم کی اس حدیث سے معارض ہے' جس میں آپ نے فرمایا: ہم مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے۔ (صحیح مسلم: ۱۸۱۷' سنن ابوداؤد: ۲۷۳۲' سنن ترمذی: ۱۵۵۸' سنن ابن ماجہ: ۲۸۳۲) میں کہتا ہوں: یہ تعارض نہیں ہے' اس لیے کہ مشرک اور مسلم فاجر میں فرق ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جو فرمایا تھا کہ ہم مشرک سے مدد نہیں لیتے' یہ کسی خاص وقت کے لیے تھا ورنہ آپ نے غزوۂ ہوازن میں صفوان بن امیہ سے مدد لی اور اس سے ایک سو زرہیں اور ہتھیار عاریۃً لیے اور آپ صفوان کے ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہوازن نے صفوان سے کہا کہ تم (سیدنا) محمد (ﷺ) کے ساتھ قتال کر رہے ہو حالانکہ تم ان کے دین پر نہیں ہو' تو صفوان نے جواب دیا: بعض قریشی بعض ہوازن سے افضل ہیں اور امام طحاوی نے یہ جواب دیا ہے کہ صفوان کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قتال کرنا اس کے اختیار سے تھا اور یہ آپ کے اس ارشاد کے معارض نہیں ہے کہ ہم مشرک سے مدد نہیں لیتے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کو وحی سے معلوم ہو گیا تھا کہ صفوان بن امیہ اسلام قبول کر لے گا' اسی وجہ سے آپ نے جنگِ حنین کے دن اس کو مالِ غنیمت سے وافر حصہ دیا' پھر وہ مسلمان ہو گیا۔ اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جو فرمایا: ہم مشرک سے مدد نہیں لیتے' یہ

اس مشرک کے متعلق ہے جس کا خاتمہ شرک پر ہو اور صفوان بن امیہ کے متعلق نبی ﷺ کو وحی کے ذریعے معلوم تھا کہ بالآخر یہ مسلمان ہو جائیں گے' سو اس سے مدد لینا اُس مشرک سے مدد لینا نہیں ہے' جس کا خاتمہ شرک پر ہو اور اسی وجہ سے علماء نے سلاطین اور سربراہوں کے لیے ان کی حکومت کے دوام کی دعا کرنے کو مستحسن قرار دیا ہے' خواہ ان کے اپنے اعمال ٹھیک نہ ہوں' لیکن کسی نہ کسی طریقے سے اللہ تعالیٰ ان سے دین کا کام لے لیتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۲۷-۴۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٨٣ - بَابُ مَنْ تَأَمَّرَ فِي الْحَرْبِ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ إِذَا خَافَ الْعَدُوَّ

جو شخص جنگ میں ازخود امیر بن جائے جب اسے دشمن سے خطرہ ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کو مجاہدین کا امیر نہ بنایا جائے اور جنگ کے دوران وہ ازخود امیر بننے میں مصلحت سمجھے تو اس کا امیر بننا جائز ہے۔

٣٠٦٣ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ فَفُتِحَ عَلَيْهِ وَمَا يَسُرُّنِي أَوْ قَالَ مَا يَسُرُّهُمْ أَنَّهُمْ عِنْدَنَا وَقَالَ وَإِنَّ عَيْنَيْهِ لَتَذْرِفَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی از ایوب از حمید بن ہلال از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: زید نے جھنڈا لیا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر جعفر نے جھنڈا لیا' پس وہ شہید ہو گئے پھر عبد اللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر کسی کے امیر بنانے کے بغیر خالد بن ولید نے جھنڈا لیا تو ان کو فتح عطا کی گئی اور مجھے اس سے خوشی نہیں ہے' یا فرمایا: انہیں اس سے خوشی نہیں ہوگی کہ وہ ہمارے پاس ہوتے' راوی نے کہا: جب آپ یہ فرما رہے تھے تو آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت خالد بن ولید کو غزوۂ موتہ میں کسی نے امیر نہیں بنایا تھا' وہ ازخود اپنے ہاتھ میں جھنڈا لے کر امیر بنے تھے۔

غزوۂ موتہ کا مختصر تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں غزوۂ موتہ کا ذکر ہے' عنقریب کتاب المغازی میں اس کی زیادہ تفصیل آئے گی۔

غزوۂ موتہ جمادی الاولیٰ آٹھ ہجری میں ہوا تھا' علامہ واقدی نے زہری کی روایت سے اس کا یہ سبب بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت کعب بن عمیر غفاری کو پندرہ مردوں کے ساتھ روانہ کیا حتیٰ کہ وہ شام کے علاقہ ذات الملاح میں گئے' یہ جگہ البلقاء سے ایک رات کی مسافت پر ہے' وہاں پر انہوں نے بنو قضاعہ کی ایک بہت بڑی جماعت کو دیکھا' انہوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی' ان لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور ان صحابہ پر تیر برسانے شروع کر دیئے' یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے ان سے شدید قتال کیا' پس وہ شہید ہو گئے' ان میں سے ایک زخمی صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے ان

شہداء کا انتقام لینے کے لیے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تین ہزار صحابہ کا ایک لشکر روانہ کیا اور فرمایا: اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو پھر جعفر بن ابی طالب امیر ہوں گے' اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے' سو یہ لوگ روانہ ہوئے حتیٰ کہ سرزمین شام میں معان کے مقام پر ٹھہرے' پھر ان کو یہ خبر پہنچی کہ ھرقل ایک لاکھ شامیوں کے ساتھ سرزمین البلقاء میں مآب کے مقام پر ٹھہرا ہے اور مختلف شہروں سے مزید ایک لاکھ فوجیں اس کے ساتھ شامل ہو گئی ہیں' جب یہ خبر مسلمانوں کو پہنچی تو وہ دو راتوں تک معان کے مقام پر ان کا انتظار کرتے رہے اور انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مکتوب روانہ کرتے ہیں اور آپ کو بتاتے ہیں کہ ہماری کتنی تعداد ہے اور ہمارے مقابلہ میں دشمن کی کتنی تعداد ہے' پس یا تو آپ ہماری مدد کے لیے کمک روانہ فرمائیں گے یا پھر اس صورتِ حال کے مطابق آپ جو بھی حکم دیں گے ہم اس پر عمل کریں گے' راوی نے کہا: پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے مسلمانوں کی ہمت بڑھائی اور کہا: اے لوگو! کیا تم اس مقصد کو ناپسند کر رہے ہو جس کے لیے تم روانہ ہوئے تھے تم تو شہادت کے طلب گار تھے' اور ہم تعداد اور قوت کی بنیاد پر جنگ نہیں کرتے' ہم تو صرف اس دین کی سربلندی کے لیے قتال کرتے ہیں' پس آگے بڑھو اور تمہیں دو چیزوں میں سے ایک چیز حاصل ہوگی' یا کفار کے خلاف غلبہ حاصل ہوگا یا شہادت حاصل ہوگی' پھر مسلمان آگے روانہ ہوئے حتیٰ کہ البلقاء میں پہنچ گئے جہاں ھرقل اپنے لشکر کے ساتھ موجود تھا' پھر البلقاء کا ایک گاؤں جس کا نام مُوتہ تھا وہاں ان کا مقابلہ ہوا اور جنگ ہوئی' پس حضرت زید بن حارثہ شہید ہو گئے' پھر حضرت جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا پکڑ کر لڑنا شروع کیا' حتیٰ کہ وہ بھی شہید ہو گئے' علامہ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ حضرت جعفر نے اپنے دائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑا ہوا تھا وہ ہاتھ کٹ گیا تو انہوں نے بائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑ لیا' وہ ہاتھ بھی کٹ گیا تو انہوں نے دونوں بازوؤں کو جوڑ کر جھنڈا تھاما اور پھر وہ شہید ہو گئے' اس وقت ان کی عمر ۳۳ سال تھی' اللہ تعالیٰ نے ان دو ہاتھوں کے عوض جنت میں ان کو دو بازو عطا فرمائے اور وہ جنت میں جہاں چاہتے تھے' اُڑتے پھرتے تھے' پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا لے لیا' پس وہ لڑتے رہے حتیٰ کہ وہ بھی شہید ہو گئے' پھر حضرت ثابت بن اقرم نے جھنڈا لے لیا اور کہا: اے مسلمانو! تم کسی ایک شخص کی قیادت پر متفق ہو جاؤ' مسلمانوں نے کہا: آپ ہی قیادت کریں' تو انہوں نے کہا: میں قیادت نہیں کروں گا' پھر مسلمان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت پر متفق ہو گئے' علامہ واقدی نے بیان کیا کہ جب حضرت خالد بن ولید نے جھنڈا لے لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اب جنگ کی بھٹی بھڑک اُٹھی ہے' پس اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دی اور مسلمان غالب ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۲۸۔ ۴۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸٤ - بَابُ الْعَوْنِ بِالْمَدَدِ

لشکر کی مدد کے لیے فوج روانہ کرنا

اس باب کے عنوان میں مدد کا لفظ ہے' لغت میں اس کا معنی ہے: جس چیز سے کسی کی مدد کی جائے' اور یہاں اس سے مراد ہے: جہاد میں مسلمانوں کے لیے کمک روانہ کرنا۔

۳۰٦٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ وَّسَهْلُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ رِعْلٌ وَّذَكْوَانُ وَعُصَيَّةُ وَبَنُوْ لِحْيَانَ فَزَعَمُوْا أَنَّهُمْ قَدْ أَسْلَمُوْا وَاسْتَمَدُّوْهُ عَلٰى قَوْمِهِمْ فَأَمَدَّهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعِيْنَ مِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی اور سہل بن یوسف نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنولحیان آئے' پس انہوں نے یہ گمان کیا کہ وہ اسلام لا چکے ہیں اور انہوں نے اپنی قوم کے خلاف مدد طلب کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستر (۷۰) انصار کو ان کی مدد کے لیے

الْاَنْصَارِ قَالَ اَنَسٌ كُنَّا نُسَمِّيهِمُ الْقُرَّاءَ يَحْطِبُوْنَ بِالنَّهَارِ وَيُصَلُّوْنَ بِاللَّيْلِ فَانْطَلَقُوْا بِهِمْ حَتّٰى بَلَغُوْا بِئْرَ مَعُوْنَةَ غَدَرُوْا بِهِمْ وَقَتَلُوْهُمْ فَقَنَتَ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَبَنِيْ لِحْيَانَ قَالَ قَتَادَةُ وَحَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّهُمْ قَرَءُوْا بِهِمْ قُرْاٰنًا اَلَا بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَاَرْضَانَا ثُمَّ رُفِعَ ذٰلِكَ بَعْدُ.

روانہ کیا' حضرت انس نے بتایا: ہم ان کو قُرّاء (قرآن مجید پڑھنے والے) کہتے تھے' وہ دن میں لکڑیاں لاتے تھے اور رات کو نماز پڑھتے تھے' وہ ان کے ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ بئر معونہ پر پہنچ گئے' وہاں مشرکین نے ان کو دھوکا دیا اور ان کو قتل کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینہ رعل اور ذکوان اور بنولحیان کے خلاف دعا کرتے رہے۔ قتادہ نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ (ان شہداء کے متعلق) وہ قرآن مجید میں یہ آیت پڑھتے رہے: سنو! ہماری قوم کو یہ خبر پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی' سو وہ ہم سے راضی ہو گیا اور اس نے ہم کو راضی کر دیا۔ پھر اس کے بعد اس آیت کو اٹھا لیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ رِعل اور ذکوان وغیرہ نے اپنی قوم کے خلاف مدد طلب کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر انصار کو ان کی مدد کے لیے بھیج دیا۔

منسوخ التلاوت کا معنی

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ایک آیت کے منسوخ ہونے کا ذکر کیا گیا ہے اور نسخ تکذیب نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ فقط اس آیت کی تلاوت اٹھالی گئی تھی' جیسا کہ احکام کے منسوخ ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس حکم پر عمل کو ترک کر دیا جاتا ہے' پھر بعض اوقات اس حکم کے عوض کسی اور حکم کو لایا جاتا ہے اور بعض اوقات اس حکم کے عوض کوئی اور حکم نہیں لایا جاتا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۴۲۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٨٥ - بَابُ مَنْ غَلَبَ الْعَدُوَّ فَاَقَامَ عَلٰى عَرْصَتِهِمْ ثَلَاثًا

جو شخص دشمن پر فتح پانے کے بعد تین دن تک اس کی جگہ میں رہا

اس باب کے عنوان میں ''العرصۃ'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: ایسی کھلی جگہ جس پر کوئی تعمیر نہ کی گئی ہو۔

٣٠٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ ذَكَرَ لَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا ظَهَرَ عَلٰى قَوْمٍ اَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلٰثَ لَيَالٍ تَابَعَهٗ مُعَاذٌ وَّعَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث: ٣٩٧٦] (صحیح مسلم: ٢٨٧٥' الرقم المسلسل:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: ہم سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا از حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ جب آپ کسی قوم پر غلبہ پا لیتے تو اس کی سرزمین میں تین راتوں تک رہتے۔ معاذ اور عبدالاعلیٰ نے سعید کی متابعت کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس از حضرت ابوطلحہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

١١٨ سنن ابوداؤد: ٢٦٩٥ سنن ترمذی: ١٥٥٦)

دشمن کی سرزمین میں تین دن تک قیام کرنے کی حکمت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمن کی سرزمین میں جو تین دن تک قیام کرتے تھے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ ابن الجوزی متوفی ٥٩٧ھ نے لکھا ہے: آپ اس لیے وہاں تین دن تک قیام فرماتے تھے تاکہ آپ کی فتح کے آثار کا اظہار ہو اور آپ احکام نافذ فرمائیں' گویا آپ یوں فرماتے تھے کہ ہم یہاں پر مقیم ہیں' اگر تم میں طاقت ہے تو ہم پر جوابی حملہ کرو اور اپنا علاقہ واپس لے لو۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ تین دن اس لیے قیام فرماتے تھے کہ مسافر کے سفر کی مدت زیادہ سے زیادہ تین دن ہے' اس لیے کہ چار دن کے بعد اقامت کا حکم ہے' جیسا کہ حدیث میں ہے کہ کوئی شخص حج کے احکام پر عمل کرنے کے بعد تین دن سے زیادہ نہ رہے اور اس لیے کہ ان تین دنوں میں مالِ غنیمت تقسیم کر لیا جائے اور سواریوں کو آرام مل جائے۔

(عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٣٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَقَالَ رَافِعٌ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَأَصَبْنَا غَنَمًا وَّإِبِلًا فَعَدَلَ عَشَرَةً مِّنَ الْغَنَمِ بِبَعِيْرٍ.

اور رافع نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ذی الحلیفہ میں تھے تو ہم نے بکریاں اور اونٹ حاصل کیے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ٢٤٨٨ میں مذکور ہے۔

١٨٦ - بَابُ مَنْ قَسَمَ الْغَنِيْمَةَ فِيْ غَزْوِهٖ وَسَفَرِهٖ

جس نے اپنے غزوہ میں اور سفر میں غنیمت کو تقسیم کیا

وَقَالَ رَافِعٌ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَأَصَبْنَا غَنَمًا وَّإِبِلًا فَعَدَلَ عَشَرَةً مِّنَ الْغَنَمِ بِبَعِيْرٍ.

اور رافع نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ذوالحلیفہ میں تھے تو ہم نے بکریوں اور اونٹوں کو پایا' پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا۔

٣٠٦٦ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسًا أَخْبَرَهُ قَالَ اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ھدبہ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الجعرانہ سے عمرہ کیا جہاں پر غزوۂ حنین کی غنیمتوں کو تقسیم کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٧٧٨ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ یہ بیان کریں کہ سفر میں کسی غزوہ کا مالِ غنیمت تقسیم کرنا جائز ہے۔ اس کے بعض دیگر مسائل لکھے جا رہے ہیں:

فقہاء احناف کے نزدیک دار الحرب میں مالِ غنیمت کی تقسیم جائز نہیں' اس پر حافظ ابن حجر اور علامہ المہلب کا اعتراض اور علامہ عینی کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کے عنوان سے فقہائے احناف کے قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ مالِ غنیمت کو دار الحرب میں تقسیم کرنا جائز نہیں ہے۔ انہوں نے اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ جب تک مالِ غنیمت پر غلبہ حاصل نہ ہو' اس وقت تک اس کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی اور غلبہ اس وقت مکمل ہوتا ہے جب مالِ غنیمت کو دار الاسلام میں محفوظ کر لیا جائے اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ یہ معاملہ امام کی نظر اور اس کے اجتہاد کی طرف راجع ہے اور جب مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھوں میں محفوظ ہو جائے اس وقت غلبہ مکمل ہو جاتا ہے' اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کفار اس وقت کوئی غلام آزاد کریں تو ان کا یہ آزاد کرنا نافذ نہیں ہوگا' اور اگر حربی کا غلام اسلام قبول کر لے اور مسلمانوں سے مل جائے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۶۹' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کا یہ رد مردود ہے' اس لیے کہ اس باب میں دو حدیثیں ہیں' اور ان میں سے کوئی حدیث بھی اس پر نہیں دلالت کرتی کہ مالِ غنیمت کی تقسیم دار الحرب میں ہوئی تھی' رہی حضرت رافع کی حدیث تو وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ تقسیم ذی الحلیفہ میں ہوئی تھی' اور رہی حضرت انس کی حدیث تو وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ تقسیم جعرانہ میں ہوئی تھی اور ذوالحلیفہ اور جعرانہ دونوں دار الاسلام میں ہیں' پس حقیقت میں یہ دونوں حدیثیں فقہاء احناف کی دلیل ہیں اور اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مالِ غنیمت کو تقسیم کرنا صرف دار الاسلام میں جائز ہے۔

علامہ ابو الحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ یہ تقسیم امام کی نظر اور اس کے اجتہاد پر موقوف ہے۔ امام جہاں پر لوگوں کی ضرورت محسوس کرے گا وہیں پر مالِ غنیمت کو تقسیم کرے گا' اور اگر وہ دیکھے کہ مسلمان مستغنی ہیں اور علاقے میں امن نہیں ہے تو پھر مالِ غنیمت کو مؤخر کرے گا۔ اور جن لوگوں نے دار الحرب میں مالِ غنیمت کی تقسیم کو جائز قرار دیا ہے' وہ امام مالک' امام اوزاعی' امام شافعی اور ابوثور ہیں' اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ مالِ غنیمت کو صرف دار الاسلام میں تقسیم کیا جائے گا اور صحیح قول ان کا ہے جو دار الحرب میں مالِ غنیمت کی تقسیم کو جائز قرار دیتے ہیں' اور وہ جو حدیث میں ہے کہ ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا' یہ کوئی امر لازم نہیں ہے' اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب گوشت کی جنس مختلف ہو تو اس کو کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۳۷-۲۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ المہلب کی یہ شرح صحیح نہیں ہے اور جس دلیل سے علامہ عینی نے علامہ ابن حجر کا رد کیا ہے' اسی دلیل سے علامہ المہلب کا بھی رد ہو رہا ہے۔

۱۸۷ - بَابٌ إِذَا غَنِمَ الْمُشْرِكُوْنَ مَالَ الْمُسْلِمِ ثُمَّ وَجَدَهُ الْمُسْلِمُ

جب مشرکین کسی مسلمان کا مال لوٹ لیں' پھر وہ مسلمان اسی مال کو پالے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اہل حرب مسلمان کا مال لوٹ لیں' پھر جب مسلمانوں کا ان حربیوں پر غلبہ ہو جائے اور وہ مسلمان بعینہٖ اپنے مال کو پالے تو آیا وہ اپنے اس مال کو بعینہٖ لینے کا حق دار ہے یا اس کے اس مال کو بھی مالِ غنیمت میں شمار کیا جائے

گا؟اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے اس لیے امام بخاری نے عنوان میں اس کا جواب ذکر نہیں کیا' ہم اس اختلاف کا ان شاء اللہ اس حدیث کی شرح میں ذکر کریں گے۔

٣٠٦٧ - قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ ذَهَبَ فَرَسٌ لَّهُ فَاَخَذَهُ الْعَدُوُّ فَظَهَرَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ فَرُدَّ عَلَيْهِ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَقَ عَبْدٌ لَّهُ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث:٣٠٦٨-٣٠٦٩]

(سنن ابوداؤد:٢٦٩٩' سنن ابن ماجہ:٢٨٤٧)

ابن نمیر نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کا ایک گھوڑا بھاگ گیا تھا' پس اس کو دشمن نے پکڑ لیا' پھر مسلمانوں نے اس پر غلبہ پالیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اس پر غلبہ پالیا گیا اور ان کا ایک غلام بھاگ کر روم (شام) میں چلا گیا' پھر مسلمانوں نے ان پر غلبہ حاصل کر لیا تو حضرت خالد بن ولید نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ان کو وہ غلام واپس کر دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ابن نمیر کا ذکر ہے' ان کا پورا نام عبداللہ بن نمیر الھمد انی الکوفی ہے' انہوں نے یہ حدیث عبیداللہ سے روایت کی ہے' ان کا پورا نام عبیداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب القرشی ہے' یہ حدیث تعلیق ہے کیونکہ امام بخاری نے اس کا ابن نمیر سے سماع نہیں کیا کیونکہ ابن نمیر ١٩٩ھ میں فوت ہوئے تھے اور امام بخاری ١٩٦ھ میں پیدا ہوئے تھے' امام ابوداؤد نے اس تعلیق کو سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابوداؤد:٢٦٩٩) باقی رہے نافع اور حضرت ابن عمر تو ان کا تذکرہ پہلے کئی بار کیا جا چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج١٥ص ٣)

حدیث مذکور کے متعلق امام بخاری کا مؤقف

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس گھوڑے کو دشمن نے پکڑ لیا' یعنی کسی حربی کافر نے اس گھوڑے کو پکڑ لیا اور حربی کافر غلبہ سے کسی مسلمان کے مال پر قبضہ کر لیں تو وہ اس کے مالک نہیں ہوتے اور مسلمان مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے اور اس کے بعد بھی اپنے اس مال کو لے سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں اس کا وقوع ہوا' جب کہ اس زمانہ میں صحابہ بہت زیادہ تھے اور انہوں نے اس پر انکار نہیں کیا' یہ اس مسئلہ پر استدلال کرنے کے لیے کافی ہے۔

اگر کافر مسلمان کے کسی مال پر قبضہ کر لیں تو مسلمان فتح کے بعد آیا اس مال کو لے سکتے ہیں یا نہیں؟---

اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ

- حضرت علی رضی اللہ عنہ' زہری' حسن بصری اور عمرو بن دینار نے کہا ہے کہ اس مسلمان کو وہ مال نہیں لوٹایا جائے گا' مال غنیمت سے پہلے اور نہ اس کے بعد اور وہ مال لشکر کے لیے ہوگا۔

امام ابوحنیفہ' ثوری' اوزاعی اور امام مالک نے کہا ہے کہ اگر اس مسلمان نے مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے یہ جان لیا کہ یہ اس کا مال ہے تو وہ بغیر معاوضہ کے اس مال کو لے سکتا ہے اور اگر اس مسلمان نے مال غنیمت کی تقسیم کے بعد اس مال کو پایا تو وہ قیمت کے عوض اس مال کو لے سکتا ہے' اور یہ حضرت عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما اور ابن المسیب' عطاء' قاسم اور عروہ کا قول ہے' اور ان کی دلیل

درج ذیل احادیث ہیں:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے اس اونٹ کو پالیا جس پر مشرکین نے قبضہ کرلیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: اگر تم نے مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے اس کو پالیا تو وہ تمہارا ہے اور اگر تم نے مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد اس کو پایا ہے تو تم اس کو قیمت کے عوض لے سکتے ہو۔ (سنن ابوداؤد)

مجھے سنن ابوداؤد میں یہ حدیث نہیں ملی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر حضرت عمر کے ارشاد سے استدلال

قبیصہ بن ذویب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس چیز پر مشرکین نے قبضہ کرلیا' پھر اس کو مسلمانوں نے پالیا اور اس کے مالک نے اس کو پہچان لیا' اگر اس نے اس چیز کو مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے پایا ہے تو وہ چیز اس کی ہے اور اگر اس کی تقسیم ہوچکی ہے تو پھر اس میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ (شرح معانی الآثار: ٥١٦٤۔ ج ٣ ص ١٧٦' قدیمی کتب خانہ کراچی)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا غلام دشمن کی طرف بھاگ گیا اور مسلمانوں نے اس پر غلبہ پالیا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس غلام کو واپس کردیا اور اس وقت (مالِ غنیمت) تقسیم نہیں ہوا تھا۔ (شرح معانی الآثار: ٥١٦٨' مسند احمد ج ٤ ص ٤٣٢۔ ٤٢٨۔ ج ٥ ص ١٢)

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا گھوڑا دشمن کے علاقے میں چلا گیا' بعد میں مسلمانوں نے اس گھوڑے کو پالیا تو مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے حضرت عبداللہ بن عمر نے اس کو لے لیا۔ (شرح معانی الآثار: ٥١٧١۔ ج ٣ ص ١٧٧)

امام طحاوی نے قبیصہ بن ذویب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جو اثر روایت کیا ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ قبیصہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تھا' علامہ عینی نے اس اعتراض کے جواب میں کہا ہے کہ پھر یہ حدیث مرسل ہوئی اور ہمارے مخالفین کے نزدیک حدیث مرسل حجت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٤۔ ٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٠٦٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ اَنَّ عَبْدًا لِّابْنِ عُمَرَ اَبَقَ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ فَظَهَرَ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَرَدَّهٗ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ وَاَنَّ فَرَسًا لِّابْنِ عُمَرَ عَارَ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ فَظَهَرَ عَلَيْهِ فَرَدَّهٗ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا غلام بھاگ گیا اور روم (شام) کے کافروں سے مل گیا' پھر بعد میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس پر غلبہ پالیا تو انہوں نے وہ غلام حضرت عبداللہ بن عمر کو واپس کردیا اور حضرت ابن عمر کا گھوڑا شام میں پہنچ گیا' حضرت خالد نے جب شام کو فتح کیا تو انہوں نے وہ گھوڑا حضرت ابن عمر کو واپس کردیا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَارَ مُشْتَقٌّ مِنَ الْعَيْرِ وَهُوَ حِمَارٌ وَّحْشٍ اَیْ هَرَبَ.

امام ابوعبداللہ نے کہا: (اس حدیث میں "عار" کا لفظ ہے) اور یہ "عیر" سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: جنگلی گدھا' یعنی وہ بھاگ گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٦٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٠٦٩ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث

عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ عَلٰى فَرَسٍ يَوْمَ لَقِيَ الْمُسْلِمُوْنَ وَ أَمِيرُ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بَعَثَهُ أَبُوْ بَكْرٍ فَأَخَذَهُ الْعَدُوُّ فَلَمَّا هُزِمَ الْعَدُوُّ رَدَّ خَالِدٌ فَرَسَهُ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن مسلمانوں کے لشکر (کا شامیوں سے مقابلہ ہوا) اس دن مسلمانوں کے (لشکر کے) امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے' جن کو حضرت ابوبکر نے بھیجا تھا' پھر اس گھوڑے کو دشمن نے پکڑ لیا' پھر جب دشمن کو شکست ہوگئی تو حضرت خالد نے ان کا گھوڑا واپس کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٦٧ میں گزر چکی ہے' امام بخاری مختلف سندوں کے ساتھ اس حدیث کی بار بار روایت کر رہے ہیں کیونکہ ان کے زعم میں یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف ہے کیونکہ ان کے زعم میں اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر مسلمان کے مال پر کافر قابض ہو جائے تو مسلمان کو اس کا مال واپس دیا جائے گا لیکن ان کا یہ زعم صحیح نہیں ہے کیونکہ ان تین حدیثوں میں سے کسی حدیث میں بھی یہ تصریح نہیں ہے کہ مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد حضرت ابن عمر کو ان کا گھوڑا یا ان کا غلام واپس دیا گیا' امام ابوحنیفہ کے نزدیک حضرت ابن عمر کو ان کا گھوڑا یا غلام مالِ غنیمت کی تقسیم سے پہلے دیا گیا تھا' لہٰذا یہ احادیث امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت نہیں ہیں اور اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے ہوتی ہے جس کو امام طحاوی نے روایت کیا ہے۔

١٨٨ - بَابُ مَنْ تَكَلَّمَ بِالْفَارِسِيَّةِ وَالرَّطَانَةِ

فارسی یا کسی غیر عربی زبان میں کلام کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فارسی یا غیر عربی زبان میں کلام کرنا جائز ہے' اس باب کے عنوان میں ''الرطانة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: عجمی زبان میں کلام کرنا۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ﴾ (الروم: ٢٢)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تمہاری زبانوں کا اور تمہارے رنگوں کا اختلاف۔ (الروم: ٢٢)

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ﴾ (ابراہیم: ٤).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان میں مبعوث کیا ہے۔ (ابراہیم: ٤)

الروم: ٢٢ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنا ہے اور تمہاری زبانوں کا اختلاف' یعنی تمہاری لغات کا اور کلام کی مختلف جنسوں اور شکلوں کا' اور تمام لغات کے اختلاف کی اصل حضرت ہود سے تھی' اللہ تعالیٰ نے ہر فریق کی زبان پر وہ لغت جاری کی جس سے وہ رات دن کلام کرتا ہے' نیز فرمایا: اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے' کیونکہ اگر سب کے رنگ ایک جیسے ہوتے اور سب کی شکلیں ایک جیسی ہوتیں تو بہت تجاہل اور التباس واقع ہوتا اور بہت ساری مصلحتیں فوت ہو جاتیں اور ابراہیم: ٤ میں فرمایا: اور ہم نے ہر رسول کو صرف اس کی قوم کی زبان میں مبعوث کیا ہے تاکہ وہ انہیں واضح طور پر اللہ کا پیغام پہنچا دے' پھر اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ بہت غالب اور حکمت والا ہے اور امام بخاری نے اس آیت کو ذکر کر کے یہ اشارہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام زبانوں کو پہچانتے تھے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام امتوں کی طرف بھیجا گیا تھا حالانکہ ان کی زبانیں مختلف تھیں' پس تمام امتیں آپ کی رسالت کے عموم کے اعتبار سے آپ کی قوم ہیں' پس اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ان کی زبانوں کو پہچانتے ہوں تاکہ آپ ان کی بات سمجھ سکیں اور وہ آپ کی بات سمجھ سکیں' اور آپ کی

رسالت کے عموم کی دلیل یہ آیت ہے:

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا. (الاعراف:١٥٨)

آپ کہیے: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

بلکہ آپ تمام جنات اور انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور ان سب کی زبانیں مختلف ہیں۔

٣٠٧٠ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ اَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ قَالَ اَخْبَرَنَا سَعِیْدُ بْنُ مِیْنَاءَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ذَبَحْنَا بُهَیْمَةً لَّنَا وَطَحَنْتُ صَاعًا مِّنْ شَعِیْرٍ فَتَعَالَ اَنْتَ وَنَفَرٌ فَصَاحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا اَهْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُوْرًا فَحَیَّ هَلًا بِكُمْ.

[اطراف الحدیث:٤١٠١-٤١٠٢] (صحیح مسلم:٢٠٣٩ الرقم المسلسل:٥٢٠٩، سنن ترمذی:٣٦٣٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو عاصم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حنظلہ بن ابی سفیان نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن میناء نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے اپنی بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور چار کلوگرام جَو کو پیسا ہے سو آپ اور چند مرد آئیں تو نبی ﷺ نے با آواز بلند فرمایا: اے اہلِ خندق! بے شک جابر نے طعام تیار کیا ہے پس تم سب لوگ کھانے کے لیے آؤ۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) عمرو بن علی بن بحر ابوحفص الباہلی البصری الصیرفی (٢) ابوعاصم الضحاک بن مخلد النبیل البصری (٣) حنظلہ بن ابوسفیان الجمحی القرشی یہ اہلِ مکہ سے ہیں اور ابوحنظلہ کا نام ہے: الاسود بن عبدالرحمان (٤) سعید بن میناء ابوالولید المکی (٥) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٦)

اس حدیث میں ''سوْر'' کا لفظ ہے یہ اس طعام کو کہتے ہیں جس کی دعوت دی جائے۔ دوسرا معنی ہے: مطلقاً طعام اور یہ فارسی کا لفظ ہے ایک قول یہ ہے کہ ''السوْر'' کا معنی ہے: ولیمہ اور یہ بھی فارسی کا لفظ ہے ایک قول یہ ہے کہ ''السوْر'' حبشی زبان کا لفظ ہے اور اس کا معنی ہے: طعام لیکن عرب اس سے کلام کرنے لگے تو اب یہ عربی زبان میں داخل ہوگیا اور ایک لفظ ''سؤر'' ہمزہ سے ہے اس کا معنی ہے: کھانے اور پانی کا باقی ماندہ حصہ۔

اس میں ''بُهیمه'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: چھوٹا سا جانور اور ابن فارس نے کہا: اس کا معنی ہے: بکری کا بچہ۔

اس حدیث میں ہے: ''فحی هلابکم'' اس کا معنی ہے: پس تم کو دعوت دیتا ہوں یا تم جلدی جلدی آؤ۔

٣٠٧١ - حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدِ بْنِ سَعِیْدٍ قَالَتْ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اَبِیْ وَعَلَیَّ قَمِیْصٌ اَصْفَرُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَنَهْ سَنَهْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَهِیَ بِالْحَبَشِیَّةِ حَسَنَةٌ قَالَتْ فَذَهَبْتُ اَلْعَبُ بِخَاتَمِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از خالد بن سعید از والد خود از ام خالد بنت خالد بن سعید وہ بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے والد کے ساتھ آئی اور مجھ پر زرد رنگ کی قمیص تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سَنَه، سَنَه''۔ عبداللہ نے کہا: حبشی زبان میں اس کا معنی ہے: خوب صورت۔ ام

النُّبُوَّةِ فَزَبَرَنِیْ اَبِیْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَعْهَا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبْلِیْ وَاَخْلِقِیْ ثُمَّ اَبْلِیْ وَاَخْلِقِیْ ثُمَّ اَبْلِیْ وَاَخْلِقِیْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَبَقِیَتْ حَتّٰی ذَکَنَ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۷۴-۵۸۲۳-۵۸۴۵-۵۹۹۳]

خالد نے کہا: پس میں جا کر مُہرِ نبوت سے کھیلنے لگی' پس میرے والد نے مجھے ڈانٹا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو رہنے دو' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (تم اس قمیص کو) پرانا ہونے اور پھٹنے تک پہنو' پرانا ہونے تک پہنو اور پھٹنے تک پہنو' پرانا ہونے تک پہنو اور پھٹنے تک پہنو۔ عبداللہ نے کہا: پھر وہ قمیص اتنا عرصہ باقی رہی کہ ایک زمانہ تک اُس کا تذکرہ ہوتا رہا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) حبان بن موسیٰ ابومحمد السلمی المروزی (۲) عبداللہ بن المبارۃ المروزی (۳) خالد بن سعید بن عمرو بن سعید بن العاص' یہ اسحاق بن سعید القرشی الاموی کے بھائی ہیں اور صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے' اور ان سے امام بخاری نے اس حدیث کو کئی مرتبہ روایت کیا ہے (۴) ان کے والد جن کا نام سعید ہے (۵) اُم خالد' ان کا نام امۃ بنت خالد ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۷)

زرد رنگ کی قمیص پہننے کا جواز' والدین کے سامنے بچوں کو کھیلنے دینا' غیر عربی زبان میں بات کرنا اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں زرد رنگ کی قمیص پہننے کا جواز ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے اُم خالد کے والد پر اس قمیص کی وجہ سے انکار نہیں کیا۔

اور اس حدیث میں بچوں کو کھیلنے کی اجازت دینا ہے خواہ بچے اپنے والدین کے سامنے کھیلیں اور یہ نبی ﷺ کا خلقِ عظیم ہے۔

اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جو نیا لباس پہنے' اس کو یہ دعا دی جائے کہ تم اس کو پرانا ہونے اور پھٹنے تک پہنو۔

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: ''سَنَہ ' سَنَہ'' حبشی زبان میں اس کا معنی ہے: خوب صورت' اس کا مطلب ہوا کہ غیر عربی زبان میں کلام کرنا بھی جائز ہے' البتہ جب حاضرین میں سے کوئی اس کو نہ سمجھتا ہو تو پھر اس زبان میں نہیں کلام کرنا چاہیے۔

۳۰۷۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ زِیَادٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ اَخَذَ تَمْرَةً مِّنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِیْ فِیْهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْفَارِسِیَّةِ کَخْ کَخْ اَمَا تَعْرِفُ اَنَّا لَا نَاْکُلُ الصَّدَقَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی تو نبی ﷺ نے ان سے فارسی زبان میں فرمایا: ''کَخ کَخ'' کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۶ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ کا فارسی زبان میں بولنے کا ذکر ہے۔ اس حدیث میں ''کخ کخ'' کا لفظ ہے' یہ وہ کلمہ ہے جو بچوں کو ناپسندیدہ

کام سے روکنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔اس کا معنی ہے:اس کو چھوڑ واور پھینک دو۔

١٨٩ - بَابُ الْغُلُوْلِ خیانت کا حکم

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خیانت کرنا حرام ہے'علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ خیانت کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اس باب میں خاص خیانت مراد ہے یعنی مالِ غنیمت میں خیانت کرنا۔

علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ''الغلول'' کا معنی ہے: مالِ غنیمت میں خیانت کرنا'اور مالِ غنیمت کو تقسیم کرنے سے پہلے اس میں سے کچھ چوری کر لینا۔اور جس نے بھی کسی چیز میں پوشیدہ طریقے سے کچھ خیانت کی'اس کے متعلق''غَلَّ'' کہا جاتا ہے'اور اس کا نام ''غلول'' اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس کے ہاتھوں میں قیامت کے دن ہتھکڑی ڈالی ہوئی ہوگی۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ (آل عمران:١٦١).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو خیانت کرے گا(وہ قیامت کے دن) اس چیز کو لے کر آئے گا جس میں اس نے خیانت کی تھی۔ (آل عمران:١٦١)

یہ پوری آیت اس طرح سے ہے:

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ○ (آل عمران:١٦١)

اور نبی کی شان کے لائق نہیں ہے کہ وہ خیانت کرے اور جو خیانت کرے گا وہ خیانت کردہ چیز کو قیامت کے دن لے کر آئے گا' پھر ہر شخص کو اُس کے عمل کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا○

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ غزوۂ بدر کے دن ایک سرخ چادر گم ہوگئی تو لوگوں نے کہا: شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چادر کو لیا ہو تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیانت سے برأت کے لیے یہ آیت ارشاد فرمائی۔

(سنن ترمذی:٣٠٠٩'تفسیر امام ابن ابی حاتم:٤٤٢٩۔ج ٣ص ٨٠٣'مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز'مکہ مکرمہ'١٤١٧ھ)

اس آیت میں خیانت کی تمام وجوہ اور اقسام سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنزیہ اور برأت بیان کی گئی ہے۔

٣٠٧٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اَبِيْ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ زُرْعَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْغُلُوْلَ فَعَظَّمَهٗ وَعَظَّمَ اَمْرَهٗ قَالَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ شَاةٌ لَّهَا ثُغَاءٌ عَلٰى رَقَبَتِهٖ فَرَسٌ لَّهَا حَمْحَمَةٌ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ وَعَلٰى رَقَبَتِهٖ بَعِيْرٌ لَّهٗ رُغَاءٌ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ وَعَلٰى رَقَبَتِهٖ صَامِتٌ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِيْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی'انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابی حیان'انہوں نے کہا: مجھے ابوزرعہ نے حدیث بیان کی'انہوں نے مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی'وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے' پھر آپ نے خیانت کا ذکر کیا اور آپ نے بتایا کہ خیانت کرنا بہت سنگین جرم ہے'فرمایا: میں قیامت کے دن تم میں سے کسی کو اس حال پر نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری سوار ہو اور وہ ممیارہی ہو اور اس کی گردن پر گھوڑا سوار ہو اور وہ ہنہنا رہا ہو'وہ شخص کہے گا: یارسول اللہ! میری مدد کیجئے! پس میں کہوں گا: میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں'میں تم کو پوری تبلیغ کر چکا ہوں'

قَدْ اَبْلَغْتُكَ اَوْ عَلٰى رَقَبَتِهٖ رِقَاعٌ تَخْفِقُ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِىْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ وَ قَالَ اَيُّوْبُ عَنْ اَبِىْ حَيَّانَ فَرَسٌ لَهٗ حَمْحَمَةٌ.

اور ایک شخص کی گردن پر اونٹ سوار ہو اور وہ بلبلا رہا ہو اور وہ شخص کہے گا: یارسول اللہ! میری مدد کیجئے! پس میں کہوں گا: میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تم کو پوری تبلیغ کر چکا ہوں اور ایک شخص کی گردن کے اوپر سونے اور چاندی کا ڈھیر ہوگا پس وہ شخص کہے گا: یارسول اللہ! میری مدد کیجئے! پس میں کہوں گا: میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تمہیں پوری تبلیغ کر چکا ہوں یا ایک شخص کی گردن کے اوپر کپڑوں کا ڈھیر ہوگا جو اس کی گردن کو جھکا رہا ہوگا وہ کہے گا: یارسول اللہ! میری مدد کیجئے! پس میں کہوں گا کہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تمہیں پوری طرح تبلیغ کر چکا ہوں اور ایوب نے کہا: ابوحیان سے روایت ہے کہ اس کا گھوڑا ہنہنا رہا ہوگا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٤٠٢ میں گزر چکی ہے۔امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں خیانت کا ذکر ہے۔

خیانت کی مذمت میں دیگر احادیث

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالِ فے سے ایک بال اٹھا کر فرمایا: میرے لیے اس مال سے اس بال کے برابر بھی لینا جائز نہیں ہے اور میرے لیے بھی اتنا ہی جائز ہے جتنا تمہارے لیے جائز ہے ماسوا خمس کے اور وہ بھی تمہاری طرف لوٹا دیا جائے گا پس تم دھاگے اور سوئی یا اس سے بھی کم کوئی چیز ہو تو اس کو ادا کردو اور خیانت کرنے سے بچو کیونکہ یہ (دنیا میں) عار ہے اور قیامت کے دن خیانت کرنے والے کے لیے آگ اور بے عزتی ہوگی۔

(مسند احمد ج ٤ ص ١٢٨۔ ١٢٧ 'مسند البزار: ١٧٣٤ 'المعجم الکبیر ج ١٨ ص ٢٥٩)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ اپنے فلاں غلام کی گواہی دیجئے' آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں! میں نے اس کے اوپر وہ چادر دیکھی ہے جو اس نے فلاں دن خیانت سے لی تھی۔

(مسند احمد ج ٣ ص ١٨٠۔١٥١ 'مسند ابویعلیٰ: ٤٣٢٨)

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلا اور بقیع الغرقد تک پہنچا' آپ نے میری طرف مڑ کر فرمایا: کیا تم وہ آواز سن رہے ہو جس کو میں سن رہا ہوں' میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! میں نہیں سن رہا' آپ نے فرمایا: فلاں بن فلاں کو خیبر کے دن ایک تہبند میں خیانت کرنے کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔

(مسند البزار: ١٧٥١' حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں غسان بن عبید نام کا ضعیف راوی ہے' امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے اور اس سند کے باقی راوی ثقہ ہیں' مجمع الزوائد ج ٥ ص ٣٢٨)

١٩٠ - بَابُ الْقَلِيْلِ مِنَ الْغُلُوْلِ

تھوڑی سی خیانت کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تھوڑی سی خیانت کرنے کا کیا حکم ہے' آیا وہ زیادہ خیانت کرنے کے حکم میں ہے یا نہیں؟ اور

اس کا جواب یہ ہے کہ قلیل خیانت بھی کثیر خیانت کرنے کے حکم میں ہے۔

وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ حَرَّقَ مَتَاعَهُ وَهٰذَا اَصَحُّ.

اور حضرت عبداللہ بن عمرو نے اپنی روایت میں یہ ذکر نہیں کیا کہ نبی ﷺ نے خیانت کرنے والے کا سامان جلا دیا تھا اور یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ بعض احادیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے خیانت کرنے والے کا سامان جلانے کا حکم دیا ہے وہ روایات صحیح نہیں ہیں' ان کے مقابلہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت زیادہ صحیح ہے جس میں سامان جلانے کا ذکر نہیں ہے' سامان جلانے والی روایات درج ذیل ہیں:

امام ابوداؤد نے کہا: ابوواقد نے بیان کیا کہ میں مسلمہ کے ساتھ شام کے علاقہ میں داخل ہوا' وہاں ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جس نے خیانت کی تھی' ابوواقد نے سالم سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا: میں نے اپنے والد سے سنا ہے' وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم اس شخص کو پاؤ جس نے خیانت کی ہو تو تم اس کا سامان جلا دو اور اس کو مار لگاؤ' انہوں نے کہا کہ ہم نے اس کے سامان میں مصحف کو پایا تو انہوں نے سالم سے اس مصحف کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: اس مصحف کو فروخت کر دو اور اس کی قیمت کو صدقہ کر دو۔

(سنن ابوداؤد: ۲۷۱۳' سنن ترمذی: ۱۴۶۱' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۰۳' المستدرک ج ۲ ص ۱۲۸' مشکوٰۃ: ۳۶۳۳' کنز العمال: ۱۱۰۷۴)

صالح بن محمد بیان کرتے ہیں کہ ہم الولید بن ہشام کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے اور ہمارے ساتھ سالم بن عبداللہ بن عمر بھی تھے اور عمر بن عبدالعزیز بھی تھے' پس ایک شخص نے کچھ سامان چرا لیا تو ولید نے حکم دیا کہ اس کا سامان جلا دیا جائے اور اس کو طواف کرایا گیا اور مالِ غنیمت سے اس کو اس کا حصہ نہیں دیا گیا۔

امام ابوداؤد نے کہا: یہ دونوں حدیثوں میں سے زیادہ صحیح حدیث ہے اور متعدد لوگوں سے روایت ہے کہ الولید بن ہشام نے زیاد بن سعد کا پالان جلا دیا جس نے خیانت کی تھی اور اس کو مار لگائی۔ (سنن ابوداؤد: ۲۷۱۴)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے خیانت کرنے والے کا مال جلوا دیا اور اس کو مار لگائی۔ (سنن ابوداؤد: ۲۷۱۵)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد کی پہلی دونوں حدیثوں میں ایک راوی صالح بن محمد ہے اور وہ ضعیف راوی ہے' یحییٰ بن معین اور امام دارقطنی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے' امام بخاری نے کہا ہے: اس حدیث سے خیانت کرنے والے کے مال کو جلا دینے پر استدلال کیا جاتا ہے' حالانکہ یہ شخص باطل ہے' اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور اس کی روایت پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ (التاریخ الصغیر: ۱۹۵۱) اور صحیح وہ حدیث ہے جس میں خیانت کرنے والے کے مال کو جلانے کا ذکر نہیں ہے اور امام بخاری نے تعلیق مذکور میں یہ کہہ کر کہ یہ زیادہ صحیح روایت ہے' اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۲۔۱۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۰۷۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ عَلٰى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از سالم بن ابی الجعد از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ وہ بیان

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ كَرْكَرَةُ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ فِي النَّارِ فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا.

کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کا محافظ ایک شخص تھا جس کا نام کرکرہ تھا' سو وہ مر گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دوزخ میں ہے' پس صحابہ اس کی تفتیش کرنے گئے' پس انہوں نے ایک چادر پائی جس میں اس نے خیانت کی تھی۔

قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ سَلَامٍ كَرْكَرَةُ يَعْنِي بِفَتْحِ الْكَافِ وَهُوَ مَضْبُوْطٌ كَذَا. (سنن ابن ماجہ: ٢٨٤٩)

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: ابن سلام نے کہا: (اس شخص کا نام) کرکرہ ہے' اور کاف پر زبر ہے اور یہ اسم اسی طرح منضبط ہے۔

خائن کا مال جلانے کے متعلق مذاہب ائمہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی کی ظاہر حدیث پر ایک روایت کے مطابق امام احمد نے عمل کیا ہے اور مکحول اور اوزاعی کا بھی یہی قول ہے' اور حسن بصری سے مروی ہے کہ جاندار اور مصحف کے علاوہ خیانت کرنے والے کے تمام سامان کو جلا دیا جائے گا اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کا محمل یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت تھا' جب مالی سزا دینے کا رواج تھا۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٣٧٤' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

''ثقل'' کا معنی اور خائن کو دوزخ میں ڈالنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کے لیے ''ثـقـل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی عیال ہے اور وہ سامان جس کا اٹھانا ثقیل ہو اور مسافر کے سامان کو بھی ثقل کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ چادر میں خیانت کرنے والے کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ دوزخ میں ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ چادر میں خیانت کرنا گناہ کبیرہ ہے کفر تو نہیں ہے' پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے؟ علامہ ابن التین نے علامہ داؤدی سے اس کا یہ جواب نقل کیا ہے کہ اس حدیث کا معنی ہے: اس شخص کی سزا یہ ہے کہ اس کو دوزخ میں ڈالا جائے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کو قبر میں دوزخ کا عذاب دیا جائے' پھر وہ جہنم سے نجات پا جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اصل میں منافق تھا اور اس کے نفاق کی وجہ سے اس پر دوزخ واجب ہوگئی' یا وہ خیانت کے جرم پر ہی بغیر توبہ کے مر گیا یا اس نے توبہ کر لی اور وہ اسلام پر مرا اور اپنے گناہ کی وجہ سے دوزخ میں گیا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے دل میں ذرہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ٢٢' صحیح مسلم: ١٨٤)

١٩١ - بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ ذَبْحِ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ فِي الْمَغَانِمِ

مالِ غنیمت میں سے اونٹوں اور بکریوں کو ذبح کرنے کی کراہت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مالِ غنیمت میں سے اونٹوں اور بکریوں کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔

٣٠٧٥ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے

اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ جَدِّهٖ رَافِعٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَاَصَابَ النَّاسَ جُوْعٌ وَاَصَبْنَا اِبِلًا وَّغَنَمًا وَّكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اُخْرَيَاتِ النَّاسِ فَعَجِلُوْا فَنَصَبُوا الْقُدُوْرَ فَاَمَرَ بِالْقُدُوْرِ فَاُكْفِئَتْ ثُمَّ قَسَمَ فَعَدَلَ عَشَرَةً مِّنَ الْغَنَمِ بِبَعِيْرٍ فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيْرٌ وَّفِي الْقَوْمِ خَيْلٌ يَسِيْرَةٌ فَطَلَبُوْهُ فَاَعْيَاهُمْ فَاَهْوٰى اِلَيْهِ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللّٰهُ فَقَالَ هٰذِهِ الْبَهَائِمُ لَهَا اَوَابِدُ كَاَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا نَدَّ عَلَيْكُمْ فَاصْنَعُوْا بِهٖ هٰكَذَا فَقَالَ جَدِّيْ اِنَّا نَرْجُوْ اَوْ نَخَافُ اَنْ نَّلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَّلَيْسَ مَعَنَا مُدًى اَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ؟ فَقَالَ مَا اَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلْ لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ وَسَاُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ اَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَاَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از سعید بن مسروق از عبایہ بن رفاعہ از جد خود حضرت رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ذی الحلیفہ میں تھے' پس لوگوں کو سخت بھوک لگی اور ہم نے (مالِ غنیمت میں) اونٹوں اور بکریوں کو پالیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے آخر میں تھے' پس صحابہ نے جلدی کی اور پتیلیاں چولہوں پر رکھ دیں' تو آپ نے پتیلیوں کو اُلٹنے کا حکم دیا' پھر مالِ غنیمت تقسیم کیا اور دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا' پھر ان میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا اور ان لوگوں کے پاس کم گھوڑے بھی تھے' پس انہوں نے اس اونٹ کا پیچھا کیا' اس اونٹ نے ان سب کو تھکا دیا' پھر ایک شخص نے تیر نکال کر اس اونٹ کو مارا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس اونٹ کو روک دیا تو آپ نے فرمایا: ان جانوروں میں تنفر ہوتا ہے جیسا کہ وحشی جانوروں میں تنفر اور توحش ہوتا ہے' سو جو اونٹ تم سے بھاگ جائے تو اس کے ساتھ اسی طرح کرو' تو میرے دادا نے کہا کہ ہمیں اُمید ہوتی ہے یا ہمیں یہ ڈر ہوتا ہے کہ کل ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوگا اور ہمارے پاس چھری نہ ہو تو کیا ہم سرکنڈے سے ذبح کرلیا کریں؟ آپ نے فرمایا: جو چیز بھی خون کو بہادے اور اس پر اللہ عزوجل کا نام لیا جائے تو اس سے ذبح کر کے کھالو بشرطیکہ وہ دانت اور ناخن نہ ہو اور میں عنقریب تمہیں اس کی وجہ بتاؤں گا' رہا دانت تو وہ ہڈی ہے اور رہا ناخن تو وہ حبشیوں کی چھری ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۸۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پتیلیوں کو اوندھا کرنے کا حکم دیا' پس اس کا تقاضا یہ ہے کہ مجاہدین جس جانور کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے بغیر ذبح کریں' اس کو کھانا مکروہ ہے۔

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ آپ نے پتیلیوں کو اوندھا کرنے کا اس لیے حکم دیا کہ انہوں نے ان جانوروں کو ذوالحلیفہ کے اندر ذبح کیا تھا اور ذوالحلیفہ سرزمین اسلام ہے اور اہلِ اسلام کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ارضِ اسلام میں اس جانور کو پکڑ لیں جو ان کے لیے تقسیم نہ کیا گیا ہو۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے: ان کو یہ حکم دیا تھا کہ دیگچیوں سے صرف شوربہ کو گرادیں' رہا گوشت تو اس کو انہوں نے ضائع نہیں کیا تھا۔ اور یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے کہ آپ نے اس گوشت کو مالِ غنیمت کے مجموعے کی طرف لوٹا دیا اور یہ وہم نہ کیا جائے کہ آپ نے اس گوشت کو ضائع کرنے کا حکم دیا تھا کیونکہ وہ مجاہدین اور غانمین کا مال تھا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا

ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے اس گوشت کو مالِ غنیمت کے مجموعے کی طرف لوٹا دیا تو ہم یہ کہیں گے کہ یہ بھی ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے اس گوشت کو جلایا یا ضائع کر دیا' جس طرح پالتو گدھوں کے گوشت کو ضائع کر دیا تھا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: یہ نجس ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۳)

١٩٢ - بَابُ الْبَشَارَةِ فِي الْفُتُوحِ فتوحات کی بشارت دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بشارت دینا جائز ہے' بشارت سے دل میں سرور اور خوشی کو داخل کیا جاتا ہے اور اس خوشی کا اثر انسان کے چہرے سے ظاہر ہوتا ہے اور ''بشرہ'' کھال کو کہتے ہیں' اور اس عنوان میں فتوحات کا ذکر ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جس خبر سے مسلمانوں کو خوشی ہو کہ اللہ کے دین کی سربلندی ہوئی ہے اور وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں تو اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ شکر کرنے سے وہ نعمت کو زیادہ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ . (ابراہیم:۷)

اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں زیادہ نعمت عطا کروں گا۔

٣٠٧٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَيْسٌ قَالَ قَالَ لِيْ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تُرِيْحُنِيْ مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ وَكَانَ بَيْتًا فِيْهِ خَثْعَمُ يُسَمّٰى كَعْبَةَ الْيَمَانِيَةَ فَانْطَلَقْتُ فِيْ خَمْسِيْنَ وَمِائَةٍ مِنْ اَحْمَسَ وَكَانُوْا اَصْحَابَ خَيْلٍ فَاَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَا اَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ حَتّٰى رَاَيْتُ اَثَرَ اَصَابِعِهٖ فِيْ صَدْرِيْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا فَانْطَلَقَ اِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا فَاَرْسَلَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ جَرِيْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُكَ حَتّٰى تَرَكْتُهَا كَاَنَّهَا جَمَلٌ اَجْرَبُ فَبَارَكَ عَلٰى خَيْلِ اَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ وَ قَالَ مُسَدَّدٌ بَيْتٌ فِيْ خَثْعَمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم ذی الخلصۃ (کو ڈھا کر) مجھے راحت نہیں پہنچاتے اور ذی الخلصہ قبیلہ خثعم کا بت خانہ تھا جس کا نام کعبہ یمانیہ رکھا گیا تھا۔ پس میں احمس کے ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ روانہ ہوا اور یہ بہترین گھوڑے سوار تھے' پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا کہ میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تو آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا حتیٰ کہ میں نے آپ کی انگلیوں کے نشان اپنے سینے میں دیکھے' پس آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھ اور اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا! پس وہ اس بت خانہ کی طرف روانہ ہوئے' پھر اس کو منہدم کر دیا اور اس کو جلا دیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک خوش خبری دینے والے کو بھیجا' پس حضرت جریر کے قاصد نے کہا: یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں آپ کے پاس اس وقت آیا ہوں حتیٰ کہ میں نے اس بت خانے کو ایک خالی پیٹ والے اونٹ کی طرح چھوڑ دیا ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احمس کے گھوڑے سواروں اور پیادوں کے متعلق پانچ مرتبہ برکت کی دعا کی' اور مسدد نے کہا: وہ خثعم کا بت خانہ تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۰ میں گزر چکی ہے۔امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں فتح کی خوش خبری دینے کا ذکر ہے۔

۱۹۳ - بَابُ مَا يُعْطَى لِلْبَشِيْرِ — بشارت دینے والے کو جو چیز دی جائے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بشارت دینے والے کو انعام دیا جائے اور اس انعام کو''بُشارۃ'' کہتے ہیں۔

وَاَعْطٰى كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ ثَوْبَيْنِ حِيْنَ بُشِّرَ بِالتَّوْبَةِ.

اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو دو کپڑے انعام میں دیئے جس نے ان کی توبہ قبول ہونے کی بشارت دی تھی۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۷۵۷ میں مذکور ہے۔اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۴۴۱۸ میں آئے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے' تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے آ کر ان کو بشارت دی تھی تو پھر انہوں نے دو کپڑے ان کو انعام میں دیئے تھے۔

۱۹٤ - بَابٌ لَّا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ — فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے

اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے' کیونکہ مکہ سے ہجرت اس وقت فرض تھی جب وہ دار الکفر تھا' اور اب جب کہ مکہ فتح ہو گیا اور وہ دار الاسلام بن گیا تو اب مکہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف جانا لازم نہیں رہا' اب اس ہجرت کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

۳۰۷۷ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَّاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبان نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: اب ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لیے طلب کیا جائے تو تم روانہ ہو جاؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔

۳۰۷۸'۳۰۷۹ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ مُجَاشِعِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ مُجَاشِعٌ بِاَخِيْهِ مُجَالِدِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰذَا مُجَالِدٌ يُّبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ فَقَالَ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ فَتْحِ مَكَّةَ وَلٰكِنْ اُبَايِعُهُ عَلَى الْاِسْلَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے خبر دی از خالد از ابی عثمان نہدی از حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ اپنے بھائی مجالد بن مسعود کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے' پس کہا: یہ مجالد ہے جو آپ سے ہجرت پر بیعت کرے گا' آپ نے فرمایا: فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے لیکن میں اس کو اسلام پر بیعت کرتا ہوں۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۶۳' اور ۲۹۶۲ میں گزر چکی ہے۔

٣٠٨٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو وَابْنُ جُرَيْجٍ سَمِعْتُ عَطَاءً يَقُولُ ذَهَبْتُ مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ بِثَبِيرٍ فَقَالَتْ لَنَا انْقَطَعَتِ الْهِجْرَةُ مُنْذُ فَتَحَ اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ. [اطراف الحدیث: ٣٩٠٠-٤٣١٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' عمرو اور ابن جریج نے کہا: میں نے عطاء سے سنا' وہ کہتے تھے کہ میں عبید بن عمر کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف گیا' اس وقت آپ ثبیر (پہاڑ) کے پاس ٹھہری ہوئی تھیں' پس انہوں نے ہم سے کہا: جب سے اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مکہ فتح فرمایا ہے' ہجرت منقطع ہوگئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٣١٢' اور ٣٩٠٠ میں گزر چکی ہے۔

فتح مکہ کے بعد ہجرت منقطع ہونے کا سبب

فتح مکہ کے بعد ہجرت کے منقطع ہونے کا سبب یہ ہے کہ صحابہ اپنے دین کی حفاظت کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف مدینہ بھاگ کر جاتے تھے' اس خوف سے کہ کہیں ان کو مکہ میں فتنہ میں نہ مبتلا کر دیا جائے اور اب فتح مکہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے اور اب مؤمن جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرے' لیکن جہاد اور نیت باقی ہے۔

ہجرت کے منقطع ہونے کے متعلق علامہ ابن بطال کی تحقیق اور اس پر مصنف کا تعاقب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث سے یہ واضح ہوگیا کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت منسوخ ہوگئی ہے' لیکن فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت منسوخ ہونے سے ان لوگوں سے اس کی ہجرت ساقط نہیں ہوئی جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی تھی' اس سے یہ معلوم ہوا کہ حدیث میں جو وارد ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے' یہ اپنے عموم پر نہیں ہے' کیونکہ اس پر امت کا اجماع ہے کہ جس نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی تھی اس پر مکہ کی طرف لوٹ کر جانا حرام ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کرے اور جہاں آپ جائیں وہ وہاں آپ کے ساتھ جائے تاکہ وہ آپ کی نصرت کرے اور آپ کی رفاقت سے فیض یاب ہو اور شریعت کو محفوظ کرے اور اس کی تبلیغ کر سکے' اور یہی وہ مسلمان ہیں جو مہاجرین کے لقب کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان ہی کی ہجرت کے وصف کے ساتھ مدح کی گئی ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ پر اس لیے افسوس کیا کہ وہ مکہ میں فوت ہو گئے تھے' جس زمین سے انہوں نے ہجرت کی تھی' اسی لیے آپ نے مہاجرین کے لیے یہ دعا کی تھی:

اے اللہ! میرے اصحاب کے لیے ان کی ہجرت کو برقرار رکھنا اور ان کو ان کی ایڑیوں پر نہ لوٹانا۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری: ٤٣-٧٣ ٣٩٣٦-١٢٩٥' دارالمعرفۃ بیروت)

ابوعبید نے کتاب الاموال میں ذکر کیا ہے کہ غیر اہل مکہ پر ہجرت مستحبات میں سے تھی اور فرض نہیں تھی' اس کی دلیل یہ ہے کہ جس اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق سوال کیا تھا' آپ نے اس سے فرمایا:

تم پر افسوس ہے! ہجرت کا عمل تو بہت سخت ہے' کیا تمہارے پاس اونٹنیاں ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے اس سے پوچھا: کیا تم ان کی زکوٰۃ نکالتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کیا تم ان میں سے کچھ سخاوت کرتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں!

آپ نے پوچھا: جب تم ان کو پانی پلانے گھاٹ پر لے جاتے ہو تو کیا ان کا دودھ دوہ کر لوگوں کو پلاتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پس تم سمندر کے پار عمل کرو اللہ تعالیٰ تمہارے عمل سے کسی چیز کو ترک نہیں کرے گا۔

(صحیح البخاری: ۶۱۶۵۔ ۳۹۲۳۔ ۲۶۳۳، دار المعرفۃ بیروت)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اعرابی پر ہجرت واجب نہیں کی۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہجرت صرف اس صورت میں واجب تھی جب شہر کے بعض لوگ اسلام لاتے اور بعض لوگ اسلام نہ لاتے تو ان پر اس لیے ہجرت واجب کر دی گئی کہ جو لوگ مسلمان ہوئے ہیں ان پر کفار کے احکام عائد نہ کر دیئے جائیں لیکن جب شہر کے تمام لوگ اسلام لے آئیں تو پھر ان پر ہجرت واجب نہیں ہے کیونکہ جب آپ کے پاس عبد القیس کا وفد آیا اور آپ نے ان کے سامنے احکامِ شرعیہ بیان کیے تو آپ نے ان کو ان کی سرزمین سے ہجرت کرنے کا حکم نہیں دیا۔

(صحیح البخاری: ۵۲۳۔ ۸۷۔ ۵۳، سنن ترمذی: ۱۵۹۹، سنن نسائی: ۵۰۳۶)

اور اللہ تعالیٰ نے کمزور مردوں اور عورتوں کو ہجرت کے حکم سے معذور قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ۭ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ۭ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۝ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝ (النساء: ۹۹۔ ۹۷)

بے شک جن لوگوں کی جانیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے، فرشتے (ان سے) کہتے ہیں: تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں بے بس تھے، (فرشتے) کہتے ہیں: کیا اللہ کی زمین فراخ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے، ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے ۝ مگر مردوں، عورتوں اور بچوں میں سے جو لوگ (واقعی) بے بس اور مجبور ہیں جو کسی تدبیر کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ وہ کہیں کا راستہ جانتے ہیں ۝ تو قریب ہے کہ اللہ ان سے درگزر فرمائے، اور اللہ بہت معاف فرمانے والا، بے حد بخشش والا ہے ۝

اور جو ہجرت قیامت تک باقی ہے یہ وہ ہے، جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
مہاجر وہ ہے جس نے اللہ کے منع کیے ہوئے کاموں سے ہجرت کر لی۔ (صحیح البخاری: ۱۰، صحیح مسلم: ۴۰)

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۲۴۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ قیامت تک صرف یہ ہجرت باقی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے کاموں سے ہجرت کر لی جائے بلکہ یہ ہجرت بھی باقی ہے کہ دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کر لی جائے جیسے کوئی شخص بھارت یا چین سے ہجرت کر کے پاکستان یا کسی اور اسلامی ملک میں چلا جائے، اور یہ ہجرت بھی باقی ہے کہ کوئی شخص دار الخوف سے دار الامن کی طرف ہجرت کر لے جیسے کوئی شخص بھارت سے ہجرت کر کے برطانیہ یا جرمنی چلا جائے۔

۱۹۵ - بَابٌ اِذَا اضْطَرَّ الرَّجُلُ اِلَى النَّظَرِ فِيْ شُعُوْرِ اَهْلِ الذِّمَّةِ وَالْمُؤْمِنَاتِ اِذَا عَصَيْنَ اللّٰهَ وَتَجْرِيْدِهِنَّ

ضرورت کے وقت ذمیہ یا مسلمان عورت کے بال دیکھنے کا جواز اور جب مسلمان عورت اللہ کی نافرمانی کرے تو اس کو برہنہ دیکھنے کا جواز

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی فاسقہ عورت کے کپڑے اتارنے پر مجبور ہو جائے تو وہ اس کو برہنہ دیکھ سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معصیت سے اس عورت کی عزت اور حرمت ساقط ہو جاتی ہے' کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے اس عورت کے کپڑے اتارنے کا ارادہ کیا جو حضرت حاطب کا مکتوب چھپا کر لے جا رہی تھی اور زنا کی تحریم میں مؤمنات اور کافرات مساوی ہیں' اسی طرح برہنہ عورت کو دیکھنے کی تحریم میں دونوں مساوی ہیں لیکن ضرورت کی وجہ سے ممنوع چیزیں مباح ہو جاتی ہیں۔

٣٠٨١ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ الطَّائِفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَكَانَ عُثْمَانِيًّا فَقَالَ لِابْنِ عَطِيَّةَ وَكَانَ عَلَوِيًّا اِنِّي لَاَعْلَمُ مَا الَّذِي جَرَّاَ صَاحِبَكَ عَلَى الدِّمَاءِ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالزُّبَيْرَ فَقَالَ ائْتُوا رَوْضَةَ كَذَا وَتَجِدُونَ بِهَا امْرَاَةً اَعْطَاهَا حَاطِبٌ كِتَابًا فَاَتَيْنَا الرَّوْضَةَ فَقُلْنَا الْكِتَابَ قَالَتْ لَمْ يُعْطِنِي فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ اَوْ لَاُجَرِّدَنَّكِ فَاَخْرَجَتْ مِنْ حُجْزَتِهَا فَاَرْسَلَ اِلَى حَاطِبٍ فَقَالَ لَا تَعْجَلْ وَاللّٰهِ مَا كَفَرْتُ وَلَا ازْدَدْتُ لِلْاِسْلَامِ اِلَّا حُبًّا وَلَمْ يَكُنْ اَحَدٌ مِنْ اَصْحَابِكَ اِلَّا وَلَهُ بِمَكَّةَ مَنْ يَدْفَعُ اللّٰهُ بِهِ عَنْ اَهْلِهِ وَمَالِهِ وَلَمْ يَكُنْ لِي اَحَدٌ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا فَصَدَّقَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ دَعْنِي اَضْرِبْ عُنُقَهُ فَاِنَّهُ قَدْ نَافَقَ فَقَالَ وَ مَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلَى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَهٰذَا الَّذِي جَرَّاَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبداللہ بن حوشب الطائفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے خبر دی از سعد بن عبیدہ از ابی عبدالرحمان اور وہ عثمانی تھے' پس انہوں نے ابن عطیہ سے کہا اور وہ علوی تھے' انہوں نے کہا: مجھے خوب علم ہے کہ تمہارے صاحب (یعنی حضرت علی) کو کس وجہ سے خون بہانے کی جرأت ہوئی' میں نے خود حضرت علی سے سنا ہے' وہ بیان کرتے تھے کہ مجھے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا اور فرمایا: تم فلاں باغ میں جاؤ' وہاں تم کو ایک عورت ملے گی جس کو حاطب نے ایک مکتوب دیا ہے' پس ہم اس باغ میں گئے' ہم نے (اس عورت سے) کہا: وہ خط دو! اس عورت نے کہا: انہوں نے مجھے کوئی خط نہیں دیا' ہم نے کہا: تم ضرور خط نکالو! ورنہ ہم (تلاشی لینے کے لیے) تمہارے کپڑے اتار دیں گے' تو اس عورت نے اپنے نیفہ سے وہ خط نکالا' پھر آپ نے حضرت حاطب کو بلایا' تب حضرت حاطب نے کہا: آپ میرے معاملہ میں جلدی نہ کریں اور اللہ کی قسم! میں نے کفر نہیں کیا اور میرے دل میں اسلام ہی کی زیادہ محبت ہے اور آپ کے جتنے بھی اصحاب ہیں ان کی مکہ میں ایسی قرابت ہے جس کی وجہ سے اللہ ان کے اہل اور مال سے ضرر کو دور فرمائے گا اور میرا وہاں کوئی رشتہ دار نہیں تھا تو میں نے چاہا کہ میں ان کے اوپر کوئی احسان کر دوں (جس کی وجہ سے میرے اہل اور میرا مال محفوظ رہیں) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (کے عذر) کی تصدیق کر دی' حضرت عمر نے کہا: مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن اُڑا دوں کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ یہ منافق ہے' آپ نے فرمایا: تمہیں کیا پتا کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا' پس فرمایا: تم جو چاہو عمل کرو' سو یہ وہ حدیث ہے جس نے حضرت علی کو اس (خون ریزی) پر جرأت دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۰۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ضرورت کے وقت کسی مسلمان عورت کو برہنہ کرنے کا ذکر ہے۔

معصیت کی وجہ سے عزت اور حرمت کا ساقط ہونا اور عورتوں کو برہنہ دیکھنے کی مطلقاً ممانعت ۔۔۔۔۔ اور بدری صحابی ہونے کے باوجود حضرت علی کا کسی کو ناحق قتل نہ کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی معصیت کی' اس کی کوئی حرمت نہیں ہے' اور یہ کہ معصیت عزت اور حرمت کو مباح کر دیتی ہے اور پردہ پوشی کو زائل کر دیتی ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا کہ اگر اس عورت نے وہ خط نکال کر نہیں دیا تو وہ اس عورت کے کپڑے اتار دیں گے' کیونکہ اس خط کو اہل مکہ کے پاس لے جانا مسلمانوں کے خلاف ایک قسم کی جاسوسی تھی' اور جس نے ایسا کیا اس کو امام کے اجتہاد کے موافق عبرت ناک سزا دی جائے گی خواہ اس جرم کا مرتکب مسلمان ہو یا کافر۔

اس پر اجماع ہے کہ زنا کے حرام ہونے میں مؤمنات اور کافرات میں کوئی فرق نہیں ہے' اسی طرح عورتوں کو برہنہ دیکھنے کی تحریم میں بھی مؤمنات اور کافرات میں کوئی فرق نہیں ہے اور شہادت دینے کے لیے یا ان پر حد قائم کرنے کے لیے جو عورتوں کو دیکھنا پڑتا ہے' یہ سب اُمور ان ضروریات میں سے ہیں جن کی وجہ سے ممنوعات مباح ہو جاتے ہیں۔

اس حدیث میں ابوعبدالرحمان عثمانی کے اس قول کا ذکر ہے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ تمہارے صاحب کو خون بہانے کی جرأت کس وجہ سے ہوئی ہے؟ یہ محض ان کا گمان ہے ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم اور فضل میں جو مقام ہے' اس کا یہ تقاضا ہے کہ وہ صرف اسی کو قتل کریں گے جس کو قتل کرنا واجب ہوگا خواہ بدر میں حاضر ہونے کی وجہ سے ان کو جنت کی ضمانت دی گئی ہو یا کسی اور وجہ سے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۴۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اکثر اہل سنت کے نزدیک حضرت عثمان فضیلت میں حضرت علی پر مقدم ہیں اور بعض کے نزدیک اس کے برعکس ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابوعبدالرحمان' عثمانی تھے اور ابن عطیہ' علوی تھے' عثمانی کا مطلب یہ ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے تھے جیسا کہ اکثر اہل سنت کا مذہب ہے اور علوی کا معنی یہ ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے تھے جیسا کہ اہل کوفہ کے اہل سنت کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔

ابوعبدالرحمان عثمانی کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بدگمانی

ابوعبدالرحمان عثمانی نے ابن عطیہ علوی سے کہا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ اہل بدر کو جنت کی جو بشارت دی گئی ہے' اس نے حضرت علی کو قتل کرنے پر جری کر دیا یعنی اگر انہوں نے اجتہادی خطاء سے کسی کو ناحق قتل بھی کر دیا تو قیامت کے دن ان کو معاف کر دیا جائے گا کیونکہ وہ اہل بدر میں سے ہیں' لیکن یہ ابوعبدالرحمان کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بدگمانی تھی کیونکہ حضرت علی کا علم اور تقویٰ میں جو مرتبہ تھا' اس کے پیش نظر یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ محض اپنے بدری صحابی ہونے اور اپنی مغفرت کی بشارت کی وجہ سے کسی

کو ناحق قتل کر دیں۔ علامہ داؤدی نے ابوعبدالرحمان کے اس قول کی بناء پر اس کی مذمت کی ہے۔

اس عورت نے وہ مکتوب اپنے بالوں سے نکالا تھا یا نیفہ سے؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس عورت نے اس مکتوب کو اپنے نیفہ سے نکالا اور صحیح البخاری: ۳۰۰۷ میں مذکور ہے کہ اس عورت نے اس مکتوب کو اپنے بالوں کی مینڈھیوں کی چوٹی سے نکالا تھا' ان متعارض روایات میں اس طرح تطبیق ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس نے اس مکتوب کو پہلے اپنے نیفہ میں چھپایا ہو پھر بالوں میں چھپالیا ہو' یا اس کے برعکس ہو' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے پاس دو مکتوب ہوں' ایک مکتوب کو اس نے نیفہ میں چھپایا ہو اور دوسرے مکتوب کو اس نے بالوں میں چھپایا ہو' اور جب اس نے اس مکتوب کو اپنے بالوں سے نکالا تو اس سے یہ لازم آیا کہ حضرت علی اور حضرت زبیر نے اس کے بالوں کو دیکھا ہو' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں لکھا ہے کہ ضرورت کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی معصیت کرنے والی عورت کے بالوں کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۷۔۱۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٩٦ - بَابُ اسْتِقْبَالِ الْغُزَاةِ — غازیوں کا استقبال کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب مجاہدین کسی غزوہ سے واپس آئیں تو ان کا استقبال کرنا جائز ہے۔

۳۰۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ وَّحُمَيْدُ بْنُ الْاَسْوَدِ عَنْ حَبِيْبِ ابْنِ الشَّهِيْدِ عَنِ ابْنِ اَبِی مُلَيْكَةَ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ لِابْنِ جَعْفَرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ اَتَذْكُرُ اِذْ تَلَقَّيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَنْتَ وَابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ نَعَمْ فَحَمَلَنَا وَتَرَكَكَ. (صحیح مسلم: ۲۴۲۷' الرقم المسلسل: ۶۱۶۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع اور حمید بن اسود نے حدیث بیان کی از حبیب بن شہید از ابن ابی مُلیکہ' حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن جعفر رضی اللہ عنہما سے کہا: تمہیں یاد ہے جب ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے' میں اور آپ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: ہاں! پس آپ نے ہم کو سواری پر بٹھالیا اور تم کو چھوڑ دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن ابی الاسود' یہ عبداللہ بن محمد بن حمید بن ابی الاسود ابوبکر ہیں اور یہ حافظ عبدالرحمٰن بن مہدی کے بھانجے ہیں اور ان سے صرف امام بخاری روایت کرتے ہیں (۲) یزید بن زریع' ان کا تذکرہ پہلے کئی بار ہو چکا ہے (۳) حمید بن الاسود' یہ ابوالاسود البصری صاحب الکرابیسی ہیں اور ان سے بھی صرف امام بخاری روایت کرتے ہیں (۴) حبیب بن الشہید ابومحمد الازدی الاموی البصری (۵) ابن ابی مُلیکہ' یہ عبداللہ بن عبیداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ ہیں اور ان کا نام زہیر ابومحمد المکی الاحول ہے' یہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے قاضی اور ان کے مؤذن تھے (۶) حضرت ابن الزبیر' یہ حضرت عبداللہ بن الزبیر العوام رضی اللہ عنہما ہیں (۷) ابن جعفر' اس سے مراد حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما ہیں' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت جعفر کے تین بیٹے تھے: عبداللہ' محمد اور عون' اور ظاہر ہے کہ یہ عبداللہ ہیں۔ علامہ عینی کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ انہوں نے یقین سے نہیں کہا کہ یہ عبداللہ ہیں اور دوسرے شارحین نے یقین سے کہا کہ یہ عبداللہ ہی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۸)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔

اس کی تحقیق کہ نبی ﷺ نے سواری پر بٹھانے سے حضرت ابن الزبیر کو چھوڑا تھا یا حضرت عبداللہ بن جعفر کو؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پس آپ نے ہم کو سواری پر بٹھالیا اور تم کو چھوڑ دیا' ظاہر یہ ہے کہ اس کلام کے قائل حضرت عبداللہ بن جعفر ہیں اور جن کو چھوڑ دیا تھا وہ حضرت ابن الزبیر ہیں اور صحیح مسلم کی روایت میں اس کے برعکس لکھا ہے۔ اس میں مذکور ہے: حضرت عبداللہ بن جعفر نے حضرت ابن الزبیر سے کہا۔ امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن جعفر کو سوال کرنے والا قرار دیا اور بات کرنے والا جس نے کہا: ہم کو سوار کیا' وہ حضرت عبداللہ بن زبیر کو قرار دیا' اور امام بخاری کی روایت میں ہے کہ بات کرنے والے حضرت عبداللہ بن جعفر تھے اور یہی روایت زیادہ صحیح ہے اور اس کی تقویت اس سے ہوتی ہے جو کتاب الحج میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں آئے تو بنو عبدالمطلب کے لڑکوں نے آپ کا استقبال کیا تو آپ نے ایک لڑکے کو سواری پر اپنے آگے بٹھالیا اور دوسرے لڑکے کو اپنے پیچھے بٹھالیا کیونکہ حضرت ابن جعفر بنو عبدالمطلب میں سے ہیں' اس کے برخلاف حضرت ابن الزبیر کے باپ کے نانا اگرچہ عبدالمطلب ہیں لیکن وہ بہرحال نانا کی اولاد ہیں' اور امام احمد اور امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے سواری پر ان کو اپنے پیچھے بٹھایا اور حضرت قثم بن عباس کو سواری پر اپنے آگے بٹھایا' اور امام ابن التین نے داؤدی سے نقل کیا ہے کہ یتیم کی حفاظت کرنی چاہیے' اس سے انہوں نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ شہید ہو چکے تھے تو نبی ﷺ نے ان کے بیٹے عبداللہ پر شفقت کی' پس ان کو اپنے آگے بٹھایا اور علامہ ابن التین نے عجیب بات کی کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر کو سواری پر بٹھایا اور حضرت ابن جعفر کو نہیں بٹھایا اور شاید علامہ داؤدی نے یہ گمان کیا کہ اس حدیث میں جو ہے: پس آپ نے ہم کو سواری پر بٹھایا اور تم کو چھوڑ دیا۔ یہ حضرت ابن جعفر کا کلام ہے' حالانکہ ایسا نہیں ہے اور جو علامہ داؤدی نے کہا ہے وہی صحیح بخاری کے سیاق سے ظاہر ہے' پس میں نہیں سمجھ سکا کہ علامہ ابن التین نے یہ کیسے کہہ دیا کہ اس حدیث میں علامہ داؤدی کے خلاف کی تصریح ہے اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جو عبارت صحیح بخاری میں ہے' وہی صحیح ہے اور امام مسلم کی روایت جو اس کے برعکس ہے' اس کی تاویل یہ ہے کہ حدیث میں جو ہے: ہم کو سوار کیا۔ یہ حضرت ابن جعفر کا کلام ہے' لہٰذا جن کو چھوڑ اگیا تھا' وہ حضرت ابن الزبیر تھے' اور مصنف ابن ابی شیبہ کے اندر بھی وہی صحیح روایت ہے جو امام بخاری نے روایت کی ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۷۷ ۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری میں صحیح مسلم کے موافق مذکور ہے کہ حضرت ابن الزبیر نے حضرت ابن جعفر سے کہا اور حافظ ابن حجر نے صحیح نہیں لکھا۔

حجاج اور مسافرین کا استقبال اور جس کو شارع علیہ السلام اکرام سے نوازیں' اس کا اس پر فخر کرنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ جو مسافر جہاد کر کے اور حج کر کے واپس آئے' ان سے خوشی اور فرحت کے ساتھ ملاقات کرنی چاہیے اور یہ چیز نیک کاموں کی اقسام سے ہے اور اس کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ جس کو شارع علیہ السلام اکرام سے نوازیں' اسے اس پر فخر کرنا چاہیے اور اس حدیث میں سات سال کے بچے کی روایت کا ثبوت ہے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کی تصریح ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ ایک سواری پر تین آدمیوں کا سوار ہونا جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۹۔۱۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۰۸۳ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ قَالَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ذَهَبْنَا نَتَلَقَّى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الصِّبْيَانِ إِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ.

[اطراف الحدیث: ۴۴۲۶۔۴۴۲۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی' از زہری' انہوں نے بیان کیا کہ السائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم بچوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے کے لیے ثنیۃ الوداع کی طرف گئے۔

ثنیۃ الوداع سے مراد دو گھاٹیاں ہیں' ایک گھاٹی مکہ کی سمت پر واقع ہے اور دوسری گھاٹی شام کی سمت پر

ثنیۃ الوداع سے مراد یہاں پر وہ گھاٹی ہے جو تبوک کی سمت پر واقع ہے' چونکہ امام ترمذی نے سائب بن یزید سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ تبوک سے واپس آئے تو لوگ آپ کا استقبال کرنے کے لیے ثنیۃ الوداع کی طرف گئے' پس میں بھی لوگوں کے ساتھ نکلا اور میں اس وقت لڑکا تھا' اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۷۱۸' مسند احمد ج ۳ ص ۴۴۹) اور دوسری روایات میں بھی ہو سکتا ہے کہ ثنیۃ الوداع سے مراد وہ گھاٹی ہو جس میں ہر جہت سے کسی کو رخصت کرنے والے پہنچتے ہوں اور اس کو ثنیۃ الوداع کہتے ہیں۔ ''ثنیۃ'' کا معنی ہے: گھاٹی کا راستہ' اور ''الوداع'' کا معنی ہے: رخصت کرنا' تو ثنیۃ الوداع کا معنی ہوا کہ جس گھاٹی پر کھڑے ہو کر لوگ کسی کو رخصت کرتے ہیں۔

صاحب الحکم نے نقل کیا ہے کہ ''ثنیۃ'' میں چار اقوال ہیں' پس انہوں نے کہا کہ (۱) ''ثنیۃ'' پہاڑ کے اندر کے راستے کو کہتے ہیں جیسے سرنگ ہوتی ہے (۲) ''ثنیۃ'' پہاڑ کی طرف کا راستہ ہے (۳) ''ثنیۃ'' گھاٹی ہے (۴) ''ثنیۃ'' خود پہاڑ کو کہتے ہیں۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ ثنیۃ الوداع مکہ کی سمت سے بھی ہے اور ثنیۃ الوداع تبوک میں شام کی سمت سے بھی ہے اور یہ دونوں اس طرح مقابل ہیں جس طرح مشرق اور مغرب مقابل ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں پر کوئی اور گھاٹی اس سمت میں ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی طرف آئے تو ایک گھاٹی پر کھڑے ہو کر لڑکوں اور مردوں نے آپ کا استقبال کیا اور اس گھاٹی کو ثنیۃ الوداع کہتے ہیں' اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب اس گھاٹی پر آپ کا استقبال کیا گیا تھا تو پھر اس کو ثنیۃ الوداع کیوں کہا گیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا استقبال کرنے کی وجہ سے اس گھاٹی کا نام ثنیۃ الوداع نہیں پڑا تھا بلکہ اس کا نام پہلے سے ثنیۃ الوداع تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب لوگ مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوتے تو ان کو چھوڑنے کے لیے لوگ اس گھاٹی پر آتے تھے' اس وجہ سے اس کا نام ثنیۃ الوداع پڑ گیا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے غزوۂ تبوک میں شام کی طرف گئے تو جب آپ واپس سلامتی کے ساتھ آ گئے تو مدینہ سے شام کی طرف جو گھاٹی تھی' اس پر آپ کا استقبال کیا گیا اور اس کو بھی ثنیۃ الوداع کہتے تھے کیونکہ جو لوگ مدینہ سے شام کی طرف جاتے تو مدینہ کے لوگ ان کو رخصت کرنے کے لیے اس گھاٹی پر آتے' اس لیے اس کا نام بھی ثنیۃ الوداع ہے' تو جب آپ غزوۂ تبوک سے سلامتی کے ساتھ واپس آ گئے تو بچوں نے آپ کا اس گھاٹی پر چڑھ کر استقبال کیا اور یہ شعر گا کر پڑھا:

طلع البدر علینا ☆ من ثنیات الوداع ☆ وجب الشکر علینا ☆ ما دعا للّٰہ داع

ثنیۃ الوداع سے ہم پر چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا' جب تک کوئی اللہ کے لیے دعوت دیتا ہے ہم پر اللہ کا شکر کرنا واجب

ہے۔

امام بیہقی نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔(دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۶۶-۲۶۵ ' دارالکتب العلمیہ 'بیروت ' ۱۴۲۳ھ)

ہم نے نعمۃ الباری ج ۲ ص ۱۷۰-۱۶۸ میں اس کی زیادہ تفصیل اور تحقیق کی ہے۔

علامہ المہلب المالکی متوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مسافروں اور مجاہدوں اور حجاج کو رخصت کرنے کا ثبوت ہے کیونکہ ثنیۃ الوداع کو ثنیۃ الوداع اس لیے کہتے تھے کہ لوگ حجاج اور مجاہدوں کو اس گھاٹی تک رخصت کرنے کے لیے آتے تھے اور اس گھاٹی کی طرف بچے اور بڑے ملاقات کے وقت نکلتے تھے' اور اس کے بعد بھی حجاج اور مجاہدین سے ملاقات کرنا جائز ہے۔(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۴۹ ' دارالکتب العلمیہ 'بیروت ' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ المہلب کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث میں لوگوں کو الوداع کرنے اور رخصت کرنے کا ثبوت ہے بلکہ اس حدیث سے کسی اچھی مہم سے واپس آنے کے بعد لوگوں کے استقبال کرنے کا ثبوت ہے۔ علامہ المہلب نے ثنیۃ الوداع کے لفظی معنی (رخصت کرنے کی گھاٹی) سے اس مسئلہ کو نکالا ہے اور اس پر غور نہیں کیا کہ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کرنے کا ذکر ہے اور امام بخاری نے بھی اس حدیث کا عنوان مجاہدین کا استقبال کرنا' کیا ہے۔ اگرچہ حجاج اور مجاہدین کو رخصت کرنا بھی جائز ہے لیکن خوشی اور مبارک باد دینے کا موقع وہی ہوتا ہے جب وہ جہاد کر کے اور حج کر کے واپس آتے ہیں۔

١٩٧ - بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا رَجَعَ مِنَ الْغَزْوِ — جب جہاد سے لوٹے تو کیا کہے؟

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ جب مجاہد جہاد سے واپس آئے تو کیا کہے!

٣٠٨٤ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَفَلَ كَبَّرَ ثَلَاثًا قَالَ اٰيِبُوْنَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَائِبُوْنَ حَامِدُوْنَ لِرَبِّنَا سَاجِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَ هَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ سے واپس آتے تو تین مرتبہ فرماتے: اللہ اکبر! اور فرماتے: ہم رجوع کرنے والے ہیں! ان شاء اللہ توبہ کرنے والے ہیں! ہم اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں! سجدہ کرنے والے ہیں! اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اور اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور اکیلے نے کفار کی جماعتوں کو شکست دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۹۷ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس آتے تھے تو حمد و ثناء کے کون سے کلمات ادا کرتے تھے۔

٣٠٨٥ - حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى ابْنُ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْفَلَهُ مِنْ عُسْفَانَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ وَقَدْ أَرْدَفَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عسفان سے واپسی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار تھے' اور

صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ فَعَثَرَتْ نَاقَتُهُ فَصُرِعَا جَمِيعًا فَاقْتَحَمَ أَبُو طَلْحَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ جَعَلَنِي اللّٰهُ فِدَاءَكَ قَالَ عَلَيْكَ الْمَرْأَةَ فَقَلَبَ ثَوْبًا عَلَى وَجْهِهِ وَأَتَاهَا فَأَلْقَاهُ عَلَيْهَا وَأَصْلَحَ لَهُمَا مَرْكَبَهُمَا فَرَكِبَا فَاكْتَنَفْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُ ذٰلِكَ حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِينَةَ.

آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا تو آپ کی اونٹنی لڑکھڑائی اور آپ دونوں گر گئے' پھر حضرت ابوطلحہ نے بھی اپنے آپ کو گرا دیا' پس کہا: یارسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر فدا کر دے! آپ نے فرمایا: پہلے عورت کی خبر لو! تو انہوں نے اپنے چہرے پر کپڑا ڈالا' پھر اس کپڑے کو حضرت صفیہ پر ڈال دیا اور آپ دونوں کی سواری کو درست کیا' پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے احاطہ میں لے لیا' پس جب ہم نے گردن اونچی کر کے مدینہ کو دیکھا تو آپ نے فرمایا: ہم لوٹنے والے ہیں! توبہ کرنے والے ہیں! عبادت کرنے والے ہیں! ہم اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں! آپ مسلسل یہ کلمات پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ مدینہ میں داخل ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٧ ٣ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپسی میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے کلمات پڑھتے تھے۔

حافظ دمیاطی کا امام بخاری پر یہ تعاقب کہ حضرت صفیہ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھانا خیبر سے واپسی کے موقع پر تھا نہ کہ عسفان سے واپسی پر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عسفان کا ذکر ہے یہ مکہ سے دو مرحلہ کے فاصلہ پر ہے' حافظ دمیاطی نے کہا ہے: یہ امام بخاری کا وہم ہے یہ واقعہ خیبر سے واپسی کے موقع کا ہے' کیونکہ غزوۂ عسفان جو بنولحیان کے خلاف تھا' چھ ہجری میں ہوا تھا اور غزوۂ خیبر سات ہجری میں ہوا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صفیہ سے نکاح اور ان کو اپنی سواری پر اپنے ساتھ اپنے پیچھے بٹھانا' یہ واقعہ غزوۂ خیبر کے بعد پیش آیا تھا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مرد کا اپنی بیوی کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھانا جائز ہے اور اس کو لوگوں سے پردہ میں رکھنا چاہیے۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اہل علم کو امام اور عالم کی خدمت کرنی چاہیے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب شہر قریب آئے تو لوگوں کو چاہیے کہ وہ امام یا عالم کو اپنے احاطہ میں لے لیں' نیز جب مسافر صحت اور سلامتی کے ساتھ اپنے گھر والوں میں لوٹ آئے تو اسے اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ ازواج مطہرات ہر چند کہ مؤمنوں کی مائیں ہیں لیکن ان کو لوگوں سے پردہ میں رکھنا چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

امام بخاری پر حافظ دمیاطی کے اعتراض کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ عسفان سے واپس آ رہے تھے تو آپ نے حضرت صفیہ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا ہوا تھا' حافظ دمیاطی نے امام بخاری پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت صفیہ سے آپ کا نکاح تو فتح خیبر کے بعد سات ہجری میں ہوا

تھا اور غزوۂ عسفان اس سے پہلے چھ ہجری میں ہوا تھا' امام بخاری نے اس مضمون کی دو حدیثیں دو سندوں سے ذکر کی ہیں: ۳۰۸۶' اور ۳۰۸۵۔ اور حدیث: ۳۰۸۵ میں اسی طرح مذکور ہے' بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ خیبر کے راستہ میں کوئی ایسی جگہ ہو جس کا نام عسفان ہو' لیکن یہ جواب مردود ہے اور اس کا یہ جواب ظاہر ہے کہ راوی نے غزوہ سے واپسی کی نسبت عسفان کی طرف کر دی کیونکہ غزوۂ خیبر' غزوۂ عسفان کے بعد تھا اور راوی نے ان دونوں غزووں کے درمیان جو مدت تھی اس کا اعتبار نہیں کیا کیونکہ یہ دونوں غزوے ایک دوسرے کے قریب تھے' اس کی نظیر یہ ہے کہ حضرت سلمہ بن الاکوع نے متعہ کی تحریم کی نسبت غزوۂ اوطاس کی طرف کی ہے' حالانکہ آپ نے متعہ کی تحریم مکہ میں کی تھی اور حضرت سلمہ نے اس کی تحریم کی نسبت اوطاس کی طرف کر دی کیونکہ فتح مکہ اور غزوۂ اوطاس کا زمانہ ایک دوسرے کے قریب تھا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۸ ۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

المہلب نے کہا ہے کہ صحیح البخاری: ۳۰۸۴ میں مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوہ سے لوٹتے تو تین بار اللہ اکبر فرماتے۔ علامہ المہلب نے کہا ہے کہ اس سے پہلے ایک حدیث میں یہ گزر چکا ہے کہ جب ہم کسی بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر پڑھتے اور جب کسی نشیب میں اترتے تو سبحان اللہ پڑھتے۔ (صحیح البخاری: ۲۹۹۳)

اس حدیث (صحیح البخاری: ۳۰۸۵) سے معلوم ہوا کہ مرد کو چاہیے کہ سواری پر عورت کو اپنے پیچھے بٹھائے اور اس کو لوگوں سے مستور رکھے' اور اس میں یہ تصریح ہے کہ اجنبی عورت کا چہرہ نہیں دیکھنا چاہیے کیونکہ حضرت ابوطلحہ نے حضرت صفیہ کے چہرے پر کپڑا ڈال دیا تھا۔

اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت صفیہ سواری کے لڑکھڑانے سے گر گئے تو حضرت ابوطلحہ دونوں کو اٹھانے کے لیے سواری سے کود پڑے' اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کو امام اور عالم کی اور اس کے اہل کی خدمت کرنی چاہیے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھیر لیا تھا اور وہ آپ کے گرد جمع ہو گئے تھے اور یہ اس وقت ہوا جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے' اس سے معلوم ہوا کہ جب اکابر علماء میں سے کوئی شخص شہر میں داخل ہو تو لوگوں کا اس کے استقبال کے لیے اس کے گرد جمع ہونا' یہ سنتِ قدیمہ ہے۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جب انسان کسی نیک مہم سے سلامتی کے ساتھ لوٹ کر اپنے گھر آئے تو کہے: ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے والے ہیں اور توبہ کرنے والے ہیں۔

حدیث: ۳۰۸۴ میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: ہم رجوع کرنے والے ہیں اور ان شاء اللہ توبہ کرنے والے ہیں!

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ متکلم اپنے کلام کی ابتداء میں ان شاء اللہ کہے' پھر اس کام کا ذکر کرے جو وہ کرنا چاہتا ہے اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ صاحبِ فضیلت شخص یہ دیکھے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تازہ بہ تازہ حاصل ہو رہی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اقرار کرے اور اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرے کہ وہ اس کو یہ نعمتیں ہمیشہ عطا فرماتا رہے' اگرچہ یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے والے اور اس کی حمد و ثناء کرنے والے تھے' لیکن انبیاء علیہم السلام کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرتے ہیں' اور اس کی نعمتوں کی طرف رغبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اس سے برأت کا اظہار کرتے ہیں کہ انہیں گناہوں کو ترک کرنے کی اور نیک کاموں کو بجالانے کی از خود قوت حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری میں مبالغہ کرنے کے لیے اسی کی طرف افتقار اور احتیاج کا اظہار کرتے ہیں تاکہ ان کی اُمتیں بھی اس انکسار میں ان کی پیروی کریں۔ **صلوات اللّٰہ علیہم اجمعین**۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۵۲-۲۵۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٣٠٨٦ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ اَبِي اِسْحَاقَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ اَقْبَلَ هُوَ وَاَبُوْ طَلْحَةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفِيَّةُ مُرْدِفُهَا عَلٰى رَاحِلَتِهِ فَلَمَّا كَانُوْا بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ عَثَرَتِ النَّاقَةُ فَصُرِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَرْاَةُ وَاِنَّ اَبَا طَلْحَةَ قَالَ اَحْسِبُ قَالَ اِقْتَحَمَ عَنْ بَعِيْرِهِ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَائَكَ هَلْ اَصَابَكَ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالَ لَا وَلٰكِنْ عَلَيْكَ بِالْمَرْاَةِ فَاَلْقٰى اَبُوْ طَلْحَةَ ثَوْبَهُ عَلٰى وَجْهِهِ فَقَصَدَ قَصْدَهَا فَاَلْقٰى ثَوْبَهُ عَلَيْهَا فَقَامَتِ الْمَرْاَةُ فَشَدَّ لَهُمَا عَلٰى رَاحِلَتِهِمَا فَرَكِبَا فَسَارُوْا حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِظَهْرِ الْمَدِيْنَةِ اَوْ قَالَ اَشْرَفُوْا عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُهَا حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جارہے تھے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے آپ کی اونٹنی پر بیٹھی ہوئی تھیں' جب وہ راستے میں کسی جگہ پہنچے تو اونٹنی پھسلی یا لڑکھڑائی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی زوجہ دونوں اونٹنی سے گر گئے اور حضرت ابوطلحہ نے کہا: (کیا آپ کو کوئی چوٹ آئی ہے؟) اور وہ اپنے اونٹ سے نیچے کود ے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پھر کہا: اے اللہ کے نبی! اللہ مجھے آپ کے اوپر فدا کردے! کیا آپ کو کوئی چوٹ آئی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن تم اس عورت کو سنبھالو! سو حضرت ابوطلحہ نے اپنا کپڑا ان کے چہرے پر ڈال لیا' پھر آپ کی اہلیہ کا قصد کیا اور وہ کپڑا ان کے اوپر ڈال دیا تو آپ کی اہلیہ کھڑی ہوگئیں' حضرت ابوطلحہ نے آپ دونوں کے لیے اونٹنی کو مضبوطی سے تیار کیا' پس وہ دونوں سوار ہوگئے' پھر سب روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب وہ مدینہ کی پشت پر پہنچے تو انہوں نے سر اٹھا کر مدینہ کو دیکھا تو حضرت انس نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی کہ ہم رجوع کرنے والے ہیں! توبہ کرنے والے ہیں! عبادت کرنے والے ہیں! ہم اپنے رب کی حمد و ثناء کرنے والے ہیں! پھر آپ مسلسل یہی کلمات ادا کرتے رہے حتیٰ کہ آپ مدینہ میں داخل ہوگئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٧١ میں گزر چکی ہے اور اس سے پہلی حدیث کے تحت بھی اسی حدیث کی شرح ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں بھی یہ ذکر ہے کہ جب انسان کسی اچھی مہم یا نیک مہم سے صحت و سلامتی کے ساتھ واپس آجائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے اور اس کا شکر ادا کرے۔

١٩٨ - بَابُ الصَّلٰوةِ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ — جب انسان سفر سے واپس آئے تو نماز پڑھے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کوئی مجاہد یا مسافر اپنے سفر سے واپس آئے تو مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھے اور اپنے گھر میں جانے سے پہلے اللہ کے گھر میں جائے۔

٣٠٨٧ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از

اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَلَمَّا قَدِمْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ قَالَ لِيْ اُدْخُلِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ.

محارب بن دثار انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا' پس جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ نے مجھ سے فرمایا: مسجد میں داخل ہو! پس دو رکعت نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ ثبوت ہے کہ جب مسافر کسی سفر سے واپس آ جائے تو اپنے گھر جانے سے پہلے مسجد میں آئے اور دو رکعت نماز پڑھے۔

۳۰۸۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ اَبِيْهِ وَعَمِّهِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ ضُحًى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّجْلِسَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن شہاب از عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب از والدِ خود و عمِ خود عبیداللہ بن کعب از حضرت کعب رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے چاشت کے وقت واپس آتے تو مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۵۷ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں سفر سے واپس آنے کے بعد مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ سنت یہ ہے کہ سفر سے واپس آنے کے بعد مسجد میں نماز پڑھی جائے اور سلامتی سے اپنے واپس آنے پر اللہ کا شکر ادا کیا جائے' اور اپنے وطن میں آنے کے بعد جو پہلا کلام کیا جائے' وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت ہر خیر کی کنجی ہے اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ بندہ اپنے رب سے مناجات کرے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سنت ہے اور ہمارے لیے نمونہ ہے' اور اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ ابتداء میں اپنے گھر جانے سے پہلے اللہ کے گھر جاتے اور آنے کے بعد آپ لوگوں کے لیے مسجد میں بیٹھ جاتے تاکہ لوگ آپ سے ملاقات کریں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی نے جو یہاں پر شرح کی ہے وہ بعینہٖ علامہ ابن بطال کی عبارت ہے' جو شرح ابن بطال میں موجود ہے۔

(دیکھئے: شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۵۴)

۱۹۹ - بَابُ الطَّعَامِ عِنْدَ الْقُدُوْمِ

سفر سے واپسی کے بعد کھانا تیار کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سفر سے واپسی پر کھانا تیار کرنا جائز ہے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُفْطِرُ لِمَنْ يَغْشَاهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ملاقاتیوں کو کھانا کھلاتے تھے۔

یعنی حضرت ابن عمر سے ملنے کے لیے جو لوگ آتے تھے اور جو ان کے پاس ٹھہرتے تھے' ان کے لیے کھانا تیار کرتے تھے' اور اس تعلیق کی قاضی اسماعیل نے احکام میں اپنی سند کے ساتھ نافع سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر جب مقیم ہوتے تو روزہ نہیں چھوڑتے تھے اور جب مسافر ہوتے تو روزہ نہیں رکھتے تھے اور جب وہ کسی سفر سے آتے تو کئی دن تک روزے نہیں رکھتے تھے' کیونکہ لوگ ان سے ملنے کے لیے آتے رہتے تھے اور وہ ان کو کھانا کھلاتے رہتے تھے اور پھر بعد میں روزے رکھتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

٣٠٨٩ - حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُّحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ نَحَرَ جَزُوْرًا اَوْ بَقَرَةً زَادَ مُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُّحَارِبٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اِشْتَرٰى مِنِّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيْرًا بِاَوْقِيَّتَيْنِ وَدِرْهَمٍ اَوْ دِرْهَمَيْنِ فَلَمَّا قَدِمَ صِرَارًا اَمَرَ بِبَقَرَةٍ فَذُبِحَتْ فَاَكَلُوْا مِنْهَا فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ اَمَرَنِىْ اَنْ اٰتِيَ الْمَسْجِدَ فَاُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ وَوَزَنَ لِىْ ثَمَنَ الْبَعِيْرِ. صِرَارٌ مَوْضِعٌ نَاحِيَةً بِالْمَدِيْنَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از شعبہ از محارب بن دثار از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ آئے تو آپ نے ایک اونٹ یا بیل کو نحر کیا اور معاذ نے از شعبہ از محارب یہ اضافہ کیا کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے دو اوقیہ (یعنی ٨٠ درہم) اور اس کے اوپر ایک درہم یا دو درہم کے عوض (اونٹ) خریدا' پھر جب آپ صرار پر آئے تو آپ نے بیل کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو لوگوں نے اسے کھایا' پھر جب آپ مدینہ میں آئے تو آپ نے مجھے مسجد میں آنے کا حکم دیا تا کہ میں دو رکعت نماز پڑھوں اور آپ نے وزن کر کے مجھے اونٹ کی قیمت ادا کی۔ صرار مدینہ کی جانب ایک جگہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٤٣ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ سفر سے آنے کے بعد لوگوں کو کھانا کھلایا جائے' نیز اس حدیث میں کچھ مزید وضاحت طلب باتیں ہیں' جن کو ہم ان شاءاللہ ذکر کریں گے۔

حضرت ابن عمر کا رمضان میں دورانِ سفر روزے نہ رکھنا اور بعد میں روزوں کی قضاء کرنا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ٤٤٩ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جب امام اور رئیس سفر سے واپس آئے تو وہ اپنے اصحاب کو کھانا کھلائے اور یہ عمل مستحب ہے اور صالحین کی سیرت ہے۔

ابوعبداللہ بن ابی صفرہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی تعلیق میں یہ مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر اُن لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے جو ان کو ڈھانپ لیتے تھے' یعنی جب وہ سفر سے آتے تو جو لوگ ان سے ملنے کے لیے آتے تھے' وہ ان کے ساتھ افطار کرتے تھے اور رمضان کے روزوں کی قضا کو ترک کر دیتے تھے کیونکہ وہ سفر کے دوران رمضان میں بالکل روزے نہیں رکھتے تھے' پھر جب ان کے کھانا کھلانے کا عمل ختم ہو جاتا اور لوگوں سے ملاقاتیں ختم ہو جاتیں تو سفر میں ان سے جو روزے رہ گئے تھے' ان کی قضاء کرتے تھے اور اس کو قاضی اسماعیل نے اپنی کتاب الاحکام میں تفصیل سے لکھا ہے۔

علامہ ابن بطال کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سے یہ روایت ہے کہ جب وہ مقیم ہوتے تو روزہ نہیں چھوڑتے تھے اور جب مسافر ہوتے تو روزہ نہیں رکھتے تھے اور جب سفر سے واپس آتے تو کئی دن تک روزہ نہیں رکھتے تھے کیونکہ لوگ ان سے ملنے کے لیے آتے رہتے تھے اور جب یہ سلسلہ ختم ہو جاتا تو پھر روزے رکھتے تھے' پس یہ تحریر اس پر نہیں دلالت کرتی کہ ان کا رمضان میں ہمیشہ سفر رہتا تھا نہ کہ باقی مہینوں میں' بلکہ اسماعیل نے جو کہا ہے کہ جب وہ مقیم ہوتے تھے تو روزہ نہیں چھوڑتے تھے' یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا روزہ چھوڑنا ملاقاتیوں کے رش کی وجہ سے تھا اور کبھی وہ نفلی روزے رکھتے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ملاقاتیوں کو رات میں کھانا

کھلاتے ہوں۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٣٠٩٠- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَدِمْتُ مِنْ سَفَرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محارب بن دثار از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں سفر سے آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو رکعت نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے۔

یہ ''کتاب الجهاد'' کی آخری حدیث ہے اور ہم اسی حدیث پر نعمۃ الباری کی پانچویں جلد کو ختم کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے نعمۃ الباری کی یہ پانچ جلدیں مکمل کرادی ہیں' اسی طرح نعمۃ الباری کی باقی ماندہ جلدوں کو بھی مکمل کرادے۔

''کتاب الجهاد'' کی تکمیل

''کتاب الجهاد'' میں کل تین سو چھہتر احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں سے چالیس تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں' اور اس میں دو سو چھیاسٹھ احادیث مکررہ ہیں اور خالص احادیث ایک سو دس ہیں اور اس میں ستائیس آثار صحابہ وتابعین ہیں۔

حرفِ آخر

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّدنا محمد خاتم النبیین سیّد الانبیاء والمرسلین وشفیعنا الٰی یوم الدین! آج ۱۴ ذوالقعدہ ۱۴۲۹ھ/ ۱۳ نومبر ۲۰۰۸ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء نعمۃ الباری کی پانچویں جلد مکمل ہوگئی' اس جلد کی پہلی حدیث کا نمبر: ۲۳۵۱ ہے اور اس کی آخری حدیث کا نمبر: ۳۰۹۰ ہے' اس کا مطلب ہے کہ اس جلد میں سات سو انتالیس احادیث آ گئی ہیں اور اس جلد کو میں نے ۱۵ مارچ ۲۰۰۸ء بروز ہفتہ کو شروع کیا تھا اور آج ۱۳ نومبر ۲۰۰۸ء بروز جمعرات کو یہ مکمل ہوگئی' اس کا مطلب ہے ۷ مہینے اور ۲۸ دن میں پانچویں جلد کی تکمیل ہوگئی' اس جلد کی تصنیف کے دوران میں کافی بیمار رہا' ایک دن نمازِ صبح سے پہلے وضوء کرتے ہوئے پھسل کر غسل خانہ میں گر گیا اور اس کے بعد تقریباً ۲ ماہ تک میرے بازو میں تکلیف رہی اور ایسا لگتا تھا جیسے پورے ہاتھ میں سوئیاں چبھتی ہوں' بہر حال اللہ تعالیٰ نے اس مرض سے شفا نصیب فرمائی اور اس جلد کی تکمیل ہوگئی' اس کے بعد چھٹی جلد ''کتاب الخمس'' سے شروع ہوگی اور اس کی پہلی حدیث کا نمبر ہوگا: ۳۰۹۱۔ صحیح بخاری کی کل احادیث کی تعداد ۷۵۶۳ ہے اور اس کا نصف ۳۷۸۱ء۵ ہے' اور اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ ان شاء اللہ العزیز چھٹی جلد میں صحیح البخاری کی نصف احادیث مکمل ہو جائیں گی۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جس طرح اس نے اپنے بے پناہ کرم سے اس ناکارہ کو یہ توفیق دی کہ اس نے نعمۃ الباری کی پانچ جلدوں کو مکمل کر دیا' اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ہاتھوں سے نعمۃ الباری کی باقی جلدوں کو بھی مکمل کرادے گا اور اگر میری تقدیر میں اس کی تکمیل نہیں ہے تو ان شاء اللہ اس کی تکمیل کی نیت کا ثواب مجھے ملتا رہے گا اور ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے کسی لائق شاگرد کو یہ توفیق دے کہ وہ نعمۃ الباری کی بقیہ جلدوں کی تکمیل کر دے۔

وما ذالك علی اللّٰه بعزیز.

میں آخر میں اپنے ان احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں' جنہوں نے اس کتاب کے لکھنے کے سلسلے میں میری مدد کی' وہ مفتی محمد اسماعیل

نورانی زید علمہ ہیں اور سید عمیر الحسن برنی ہیں' جنہوں نے اب تک کی نعمۃ الباری کی تمام جلدوں کے مسودہ کو پڑھا اور مجھ سے لکھنے میں جو فروگزاشت ہوئی اس کی اصلاح کی' میں ان دونوں احباب کے لیے سعادتِ دارین کے حصول کی دعا کرتا ہوں اور خصوصاً محترم مولانا حافظ محمد اکرم ساجد زید حبہ' (فاضل دار العلوم محمدیہ غوثیہ' بھیرہ شریف) کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دارین کی سعادت نصیب فرمائے کیونکہ انہوں نے بہت عرق ریزی سے نعمۃ الباری کی پروف ریڈنگ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزاء عطا فرمائے! آمین!

میں اپنے احباب اور معاونین و قارئین کے لیے دعا کرتا ہوں' خصوصاً اپنے والدین کے لیے' مفتی منیب الرحمٰن کے لیے' سید محسن اعجاز کے لیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور ان سب کو اپنی مغفرت سے نوازے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا اہل بنادے اور مرنے کے بعد آپ کی شفاعت نصیب فرمائے! ہمارے گناہوں کو بخش دے! ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ و مامون رکھے! اور اپنے فضل سے کرم سے ہمیں جنت الفردوس نصیب فرمائے! واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین اکرم الاولین والاخرین وسیلتنا فی الدارین وعلٰی اٰلہٖ المطھرین واصحابہٖ الکاملین وازواجہ الطاھرات الٰی یوم الدین وجمیع المحدثین والمفسرین والفقہاء والمجتھدین وسائر المسلمین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

خادم الحدیث' دار العلوم نعیمیہ' بلاک ۱۵' فیڈرل بی ایریا'

عقب ایوب منزل' کراچی۔ ۳۸

❁❁❁❁❁

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری' جلد خامس کی ڈائری

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعدادِ حدیث
۱۵ مارچ ۲۰۰۸ء	ابتداء کی گئی ۶ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ	منگل	۴	۴	۲۳۵۱
یکم اپریل ۲۰۰۸ء	۲۳ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ	منگل	۵۶	۵۶	۲۴۰۲
یکم مئی ۲۰۰۸ء	۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ	جمعرات	۱۰۲	۱۵۸	۲۴۷۳
یکم جون ۲۰۰۸ء	۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ	اتوار	۸۴	۲۴۲	۲۵۶۳
یکم جولائی ۲۰۰۸ء	۲۶ جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ	منگل	۱۲۳	۳۰۷	۲۶۸۹
یکم اگست ۲۰۰۸ء	۳۰ رجب ۱۴۲۹ھ	اتوار	۱۰۱	۵۰۸	۲۷۸۲
یکم ستمبر ۲۰۰۸ء	یکم شعبان ۱۴۲۹ھ	پیر	۱۳۰	۶۳۸	۲۹۱۶
یکم اکتوبر ۲۰۰۸ء	۲ شوال ۱۴۲۹ھ	ہفتہ	۱۲۱	۷۵۹	۳۰۴۳
اختتام ۱۳ نومبر ۲۰۰۸ء	۱۴ ذوالقعدہ ۱۴۲۹ھ	جمعرات	۵۶	۸۱۵	۳۰۹۰

ماخذ ومراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید
۲- تورات
۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت' متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی
۵- امام مالک بن انس اصبحی' متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۹ھ
۶- امام عبداللہ بن مبارک' متوفی ۱۸۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۷- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم' متوفی ۱۸۲ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل
۸- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد' مطبوعہ نور محمد' کارخانہ تجارت کتب' کراچی
۹- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ
۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' المسند' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۰ھ
۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود' المتوفی ۲۰۴ھ' مسند ابوداؤد الطیالسی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ
۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ' کتاب المغازی' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۳- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' مصنف عبدالرزاق' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۴- امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی' متوفی ۲۱۹ھ' المسند' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت
۱۵- امام سعید بن منصور خراسانی' مکی' متوفی ۲۲۷ھ' سنن سعید بن منصور' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۶- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' المصنف' مطبوعہ ادارہ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۷- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ دار الوطن' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۸- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ
۱۹- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' المسند' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' عالم الکتب' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۲۰- امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ' سنن دارمی' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۷ھ' دار المعرفۃ' بیروت'

۱۴۲۰ھ

۲۱- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' صحیح بخاری' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ دارارقم' بیروت

۲۲- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' الادب المفرد' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ

۲۳- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری' متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ کرمہ' ۱۴۱۷ھ

۲۴- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ' متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دارالجیل' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۲۵- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۲۶- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' مراسیل ابوداؤد' مطبوعہ نورمحمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۲۷- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' سنن ترمذی' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ' دارالجیل' بیروت' ۱۹۹۸ء

۲۸- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' شمائل محمدیہ' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۵ھ

۲۹- امام علی بن عمر دارقطنی' متوفی ۲۸۵ھ سنن دارقطنی' مطبوعہ نشرالسنہ ملتان' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۳۰- امام ابن ابی عاصم' متوفی ۲۸۷ھ' الاحاد والمثانی' مطبوعہ دارالرایہ' ریاض' ۱۴۱۱ھ

۳۱- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار' متوفی ۲۹۲ھ' البحرالزخار المعروف بہ مسند البزار' مطبوعہ مؤسستہ القرآن' بیروت

۳۲- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن نسائی' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ

۳۳- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' عمل الیوم واللیلہ' مطبوعہ مؤسستہ الکتب الثقافیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ

۳۴- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳' سنن کبریٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۱ھ

۳۵- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی' متوفی ۳۰۷ھ' مسند الصحابہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۳۶- امام احمد بن علی المثنیٰ التمیمی' المتوفی ۳۰۷ھ' مسند ابویعلیٰ موصلی' مطبوعہ دارالمامون التراث' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۳۷- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری' متوفی ۳۰۷ھ ' المنتقیٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ

۳۸- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ' متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۵ھ

۳۹- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق' متوفی ۳۱۶ھ' مسند ابوعوانہ' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ

۴۰- امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' تحفۃ الاخیار' مطبوعہ داربلنسیہ' ریاض' ۱۴۲۰ھ

۴۱- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' شرح معانی الآثار' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۴ھ

۴۲- امام ابوجعفر محمد بن احمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ' مسند الطحاوی' مطبوعہ مکتبۃ الحرمین' الدبئی' ۱۴۲۶ھ

۴۳- امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ' کتاب الضعفاء الکبیر' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۴۴- امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی' متوفی ۳۵۴ھ' الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان' مطبوعہ مؤسستہ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۷ھ

۴۵- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم صغیر' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ' مکتب اسلامی'

بیروت ۱۴۰۵ھ
۴۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم اوسط' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ دارالفکر'
بیروت' ۱۴۲۰ھ
۴۷- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم کبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۴۸- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی' المتوفی ۳۶۵ھ' الکامل فی ضعفاء الرجال' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت'
۱۴۱۲ھ
۴۹- امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ' الناسخ والمنسوخ من الحدیث' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ'
بیروت' ۱۴۱۲ھ
۵۰- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ' متوفی ۳۹۶ھ' کتاب العظمۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۵۱- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری' متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت'
۱۴۱۸ھ' المکتبہ العصریہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۵۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' حلیۃ الاولیاء' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۵۳- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالنفائس' بیروت
۵۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان
۵۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الاسماء والصفات' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۵۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' معرفۃ السنن والآثار' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۵۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ
۵۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الآداب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ
۵۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب فضائل الاوقات' مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ
۶۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' شعب الایمان' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ
۶۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی' متوفی ۴۵۸ھ' الجامع لشعب الایمان' مطبوعہ مکتبہ الرشد' ریاض' ۱۴۲۳ھ
۶۲- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' البعث والنشور' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۶۳- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی' متوفی ۴۶۳ھ' جامع بیان العلم وفضلہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۶۴- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی' المتوفی ۵۰۹ھ' الفردوس بماثور الخطاب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت'
۱۴۰۶ھ
۶۵- امام حسین بن مسعود بغوی' متوفی ۵۱۶ھ' شرح السنۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۶۶- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تاریخ دمشق الکبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۶۷- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تہذیب تاریخ دمشق' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت'
۱۴۰۷ھ
۶۸- امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' جامع المسانید' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ

۶۹- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' جامع الاصول' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۷۰- امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری' المتوفی ۶۵۶ھ' الترغیب والترہیب' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۰۷ھ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۷۱- امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' التذکرۃ فی امور الآخرہ' مطبوعہ دار البخاری' مدینہ منورہ

۷۲- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ۷۴۲ھ' مشکوٰۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دار ارقم' بیروت

۷۳- حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی' متوفی ۷۶۲ھ' نصب الرایہ' مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند' ۱۳۵۷ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۷۴- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' مجمع الزوائد' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ

۷۵- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' کشف الاستار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۷۶- امام ابو العباس احمد بن ابوبکر بوصیری' شافعی' متوفی ۸۴۰ھ' اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ

۷۷- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان' متوفی ۸۴۵ھ' الجواہر النقی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان

۷۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۸۴۸ھ' تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

۷۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

۸۰- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الجامع الصغیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۰ھ

۸۱- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جامع الاحادیث الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت ۱۴۱۴ھ

۸۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' البدور السافرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ' دار ابن حزم' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۸۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جمع الجوامع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۸۴- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الخصائص الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ

۸۵- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری' متوفی ۹۷۵ھ' کنز العمال' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت

کتب تفاسیر

۸۶- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' جامع البیان' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ' دار الفکر' بیروت

۸۷- امام عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی' متوفی ۳۲۷ھ تفسیر القرآن العزیز' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ

۸۸- امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی' متوفی ۳۳۳ھ' تاویلات اہل السنۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ

۸۹- علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری' متوفی ۴۶۸ھ' الوسیط' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۹۰- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی، متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۵ھ

۹۱- علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۹۲- قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی ۶۸۵ھ انوار التنزیل، مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع، مصر

۹۳- علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی، متوفی ۷۱۰ھ مدارک التنزیل، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

۹۴- علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ

۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۴ھ بیان القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

۹۶- شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ حاشیۃ القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

کتب شروح حدیث

۹۷- علامہ ابوالحسن علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال مالکی اندلسی متوفی ۴۴۹ھ شرح صحیح البخاری، مطبوعہ مکتبۃ الرشید، ریاض، ۱۴۲۰ھ

۹۸- حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی، متوفی ۴۶۳ھ الاستذکار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ

۹۹- حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ تمہید، مطبوعہ مکتبۃ القدوسیہ لاہور، ۱۴۰۴ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ

۱۰۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ اکمال المعلم بفوائد مسلم، مطبوعہ دار الوفا، بیروت، ۱۴۱۹ھ

۱۰۱- علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ کشف المشکل علی صحیح البخاری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ

۱۰۲- امام عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ مختصر سنن ابوداؤد، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت

۱۰۳- علامہ ابوعبداللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی، متوفی ۶۶۱ھ کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ، مکتبہ نزار مصطفیٰ، ۱۴۲۲ھ

۱۰۴- علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، التوفی ۶۵۶ھ المفہم، مطبوعہ دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۱۷ھ

۱۰۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ

۱۰۶- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی، متوفی ۷۴۳ھ شرح الطیبی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، ۱۴۱۳ھ

۱۰۷- علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ فتح الباری، دار ابن الجوزی، ریاض، ۱۴۱۷ھ

۱۰۸- علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۰۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ

۱۱۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار، دار ابن کثیر، بیروت

۱۱۱- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیر یہ مصر، ۱۳۴۸ھ، دار الکتب

العلمیہ ۱۴۲۱ھ

۱۱۲- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ شرح سنن ابوداؤد مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض ۱۴۲۰ھ
۱۱۳- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ مکمل اکمال المعلم مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ
۱۱۴- علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ ارشاد الساری مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ
۱۱۵- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ التوشیح علی الجامع الصحیح مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
۱۱۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۱۲ھ
۱۱۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ تنویر الحوالک مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
۱۱۸- علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ
۱۱۹- علامہ عبدالروف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ فیض القدیر مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ
۱۲۰- علامہ عبدالروف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ شرح الشمائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۱۲۱- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ جمع الوسائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۱۲۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح مسند ابی حنیفہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ
۱۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقات مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ مکتبہ حقانیہ پشاور
۱۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ الاسرار المرفوعۃ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ
۱۲۵- شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لامع الدراری علی جامع البخاری مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی
۱۲۶- شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ اشعۃ اللمعات مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو
۱۲۷- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ تحفۃ الذاکرین مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۰ھ
۱۲۸- شیخ عبدالرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ تحفۃ الاحوذی مطبوعہ نشر السنہ ملتان داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ
۱۲۹- شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری مطبوعہ مطبع حجازی مصر ۱۳۵۷ھ
۱۳۰- شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی
۱۳۱- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی اوجز المسالک الی موطا مالک مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
۱۳۲- شیخ محمد تقی عثمانی انعام الباری مطبوعہ مکتبہ الحراء
۱۳۳- شیخ سلیم اللہ خان کشف الباری مکتبہ فاروقیہ کراچی

کتب اسماء الرجال

۱۳۴- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ التاریخ الکبیر مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
۱۳۵- امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل دارالاحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۴ھ

۱۳۶- امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی' متوفی ۴۶۳ھ' تاریخ بغداد' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۳۷- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی' متوفی ۷۴۲ھ' تہذیب الکمال' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۳۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۳۹- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' الکاشف' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۴۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تہذیب التہذیب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۱- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تقریب التہذیب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' اللآلی المصنوعہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۴۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' طبقات الحفاظ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۴۴- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ' الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ
۱۴۵- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' تذکرۃ الموضوعات' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۴۶- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' المتوفی ۱۰۱۴ھ' موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی
۱۴۷- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی' متوفی ۱۱۶۴ھ' کشف الخفاء ومزیل الالباس' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی' دمشق

کتب لغت

۱۴۸- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی' متوفی ۱۷۵ھ' کتاب العین' مطبوعہ انتشارات اسوہ' ایران' ۱۴۱۴ھ
۱۴۹- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری' متوفی ۳۹۸ھ' الصحاح' مطبوعہ دارالعلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۵۰- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی' متوفی ۵۰۲ھ' المفردات' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۱۵۱- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۵۸۳ھ' الفائق' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۵۲- علامہ محمد بن اثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' نہایہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۵۳- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالقادر رازی متوفی ۶۶۰ھ' مختار الصحاح' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۵۴- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۱۵۵- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی' متوفی ۷۱۱ھ' لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران
۱۵۶- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' متوفی ۸۱۷ھ' القاموس المحیط' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۱۵۷- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' مجمع بحار الانوار' مطبوعہ مکتبہ دارالایمان' المدینۃ المنورہ' ۱۴۱۵ھ
۱۵۸- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر
۱۵۹- لوئیس معلوف الیسوعی' متوفی ۱۸۶۷ء' المنجد' مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ' بیروت' ۱۹۲۷ء
۱۶۰- ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی' لاہور
۱۶۱- قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ، سیرت و فضائل

۱۶۲- امام محمد بن سعد، متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۶۳- امام ابو سعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ، شرف المصطفیٰ، مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۲۴ھ

۱۶۴- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ دار القلم، بیروت

۱۶۵- حافظ ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر، متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۶۶- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۶۷- علامہ عبد الرحمٰن بن علی جوزی، متوفی ۵۹۷ھ، الوفاء، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد

۱۶۸- علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۶۹- علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۷۰- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان، متوفی ۶۸۱ھ، وفیات الاعیان، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی، ایران

۱۷۱- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ

۱۷۲- شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۹ھ

۱۷۳- علامہ تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب بن سبکی متوفی ۷۷۱ھ، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۰ھ

۱۷۴- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی، متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۷۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی، متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۷۶- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی، متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفاء، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۱ھ

۱۷۷- علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ

۱۷۸- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، متوفی ۹۴۲ھ، سبل الہدیٰ والرشاد، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ

۱۷۹- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء، مطبوعہ دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ

۱۸۰- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی، متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض، مطبوعہ دار الفکر بیروت، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ

۱۸۱- علامہ محمد عبد الباقی زُرقانی، متوفی ۱۱۲۴ھ، شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۳ھ

کتب فقہ حنفی

۱۸۲- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، ۱۳۹۸ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ

۱۸۳- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی' متوفی ۴۸۳ھ' شرح سیر کبیر' مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ' افغانستان' ۱۴۰۵ھ
۱۸۴- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی' متوفی ۵۸۷ھ' بدائع الصنائع' مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی' ۱۴۰۰ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۸۵- علامہ حسین بن منصور اوزجندی' متوفی ۵۹۲ھ' فتاویٰ قاضی خاں' مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ
۱۸۶- علامہ حسین بن منصور اوزجندی' متوفی ۵۹۲ھ' شرح الزیارات' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ
۱۸۷- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی' متوفی ۵۹۳ھ' ہدایہ اولین وآخرین' مطبوعہ شرکت علمیہ' ملتان
۱۸۸- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ' المحیط البرہانی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۲۴ھ
۱۸۹- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ' تبیین الحقائق' مطبوعہ ایچ-ایم سعید کمپنی' کراچی' ۱۴۲۱ھ
۱۹۰- علامہ محمد بن محمود بابرتی' متوفی ۷۸۶ھ' عنایہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۹۱- علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی' متوفی ۸۵۵ھ' بنایہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۱ھ
۱۹۲- علامہ کمال الدین بن ہمام' متوفی ۸۶۱ھ' فتح القدیر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۹۳- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی' متوفی ۹۵۶ھ' غنیۃ المستملی' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۱۲ھ
۱۹۴- علامہ زین الدین بن نجیم' متوفی ۹۷۰ھ' البحر الرائق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ
۱۹۵- ملا بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴' فتح باب العنایۃ' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۶ھ
۱۹۶- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی' متوفی ۱۰۸۸ھ' الدر المختار' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۱۹۷- ملا نظام الدین متوفی' ۱۱۶۱ھ' فتاویٰ عالمگیری' مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق' مصر' ۱۳۱۰ھ
۱۹۸- علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ' حاشیۃ الطحطاوی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۹۹- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' منحۃ الخالق' مطبوعہ مطبعہ علمیہ' مصر' ۱۳۱۱ھ
۲۰۰- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ' مطبوعہ دار الاشاعۃ العربی' کوئٹہ
۲۰۱- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' رسائل ابن عابدین' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۳۹۶ھ
۲۰۲- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی' متوفی ۱۲۵۲ھ' رد المحتار' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ' ۱۴۱۹ھ

کتب فقہ شافعی

۲۰۳- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' الام' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۳ھ
۲۰۴- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی' متوفی ۴۵۰ھ' الحاوی الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۰۵- علامہ ابواسحاق شیرازی' متوفی ۴۵۵ھ' المہذب' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۳۹۳ھ
۲۰۶- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح المہذب' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

۲۰۷- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی' متوفی ۲۵۶ھ' المدونۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۲۰۸- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی' متوفی ۵۹۵ھ' بدایۃ المجتہد' مطبوعہ دار الفکر' بیروت
۲۰۹- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی' متوفی ۱۱۹۷ھ' الشرح الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت
۲۱۰- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی' متوفی ۱۲۱۹ھ' حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت

کتب فقہ حنبلی

۲۱۱- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' المغنی' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ
۲۱۲- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' الکافی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۱۳- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ' متوفی ۷۲۸ھ' مجموعۃ الفتاویٰ' مطبوعہ ریاض' مطبوعہ دار الجیل' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۱۴- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن فتاح مقدسی' متوفی ۷۶۳ھ' کتاب الفروع' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت
۲۱۵- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ' کشاف القناع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

❁ ❁ ❁

تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَضٰی بِالْیَمِیْنِ عَلَی الْمُدَّعٰی عَلَیْهِ.

ملیکہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعیٰ علیہ کی قسم پر فیصلہ کیا۔

اس حدیث کی شرح: ۲۵۱۴ میں گزر چکی ہے' یہ حدیث فقہاء احناف کے مؤقف کی مؤید ہے۔

••• - بَابٌ

باب

اس باب کا امام بخاری نے کوئی عنوان قائم نہیں کیا' اور ہم اس سے پہلے کئی بار بتا چکے ہیں کہ جس باب کا کوئی عنوان نہ ہو' وہ ابوابِ سابقہ کے ساتھ ملحق (ملا ہوا) اور ان کا تتمہ ہوتا ہے۔

۲۶۶۹'۲۶۷۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ' عَنْ مَنْصُوْرٍ' عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ یَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا' لَقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ' ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ تَصْدِیْقَ ذٰلِكَ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ. اِلٰی . عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ (آل عمران:۷۷) ثُمَّ اِنَّ الْاَشْعَثَ بْنَ قَیْسٍ خَرَجَ اِلَیْنَا' فَقَالَ مَا یُحَدِّثُکُمْ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ فَحَدَّثْنَاهُ بِمَا قَالَ' فَقَالَ صَدَقَ' لَفِیَّ اُنْزِلَتْ' كَانَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ رَجُلٍ خُصُوْمَةٌ فِیْ شَیْءٍ فَاخْتَصَمْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ' فَقَالَ شَاهِدَاكَ اَوْ یَمِیْنُهٗ. فَقُلْتُ لَهٗ اِنَّهٗ اِذًا یَحْلِفَ وَلَا یُبَالِیْ' فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ' یَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا' وَهُوَ فِیْهَا فَاجِرٌ' لَقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ. فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِیْقَ ذٰلِكَ' ثُمَّ اقْتَرَاَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس نے کسی چیز پر (جھوٹا) حلف اٹھایا تا کہ وہ اس کی وجہ سے مال کا مستحق ہو' وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوگا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں سے تھوڑی قیمت خریدتے ہیں' یہ آیت ''عذاب الیم'' تک ہے۔ (آل عمران:۷۷) پھر حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے' پس کہا: حضرت ابوعبدالرحمٰن تم کو کیا چیز بیان کر رہے تھے؟ ہم نے ان کو بتایا وہ کیا کہہ رہے تھے' تو انہوں نے بتایا: انہوں نے سچ کہا ہے' یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی تھی' میرے اور ایک شخص کے درمیان کسی چیز کے متعلق جھگڑا تھا' تو ہم دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا جھگڑا پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دو گواہ ہوں گے ورنہ پھر اس کی قسم ہوگی' میں نے آپ سے عرض کیا: یہ تو قسم کھا لے گا اور کوئی پرواہ نہیں کرے گا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی چیز پر حلف اٹھایا تا کہ وہ اس حلف سے کسی مال کا مستحق ہو جائے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوگا' تب اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی' پھر انہوں نے یہ آیت (آل عمران:۷۷) پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۷' اور ۲۳۵۶ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ تمہارے دو گواہ ہوں گے ورنہ پھر اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا' اس میں یہ دلیل ہے کہ قسم صرف مدعیٰ علیہ کی ہوتی ہے' مدعی کی نہیں ہوتی اور یہی فقہاء احناف کا مذہب ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام ابن جریر طبری نے النور: ۷۔۶ کے شانِ نزول میں متعدد اسانید کے ساتھ لعان کے متعلق حضرت ہلال بن امیہ کی حدیث ذکر کی ہے اور حضرت عویمر کی حدیث ذکر نہیں کی' اسی طرح علامہ ابن بطال نے بھی علامہ المہلب کا مذکور الصدر قول ذکر نہیں کیا' علامہ عینی نے المہلب اور امام طبری کی طرف منسوب کر کے جو یہ لکھا ہے کہ امام بخاری کا اس حدیث میں حضرت ہلال بن امیہ کا ذکر کرنا صحیح نہیں ہے' دراصل علامہ عینی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے' امام طبری نے حضرت ہلال بن امیہ کی حدیث کو متعدد اسانید کے ساتھ درج کیا ہے۔ (جامع البیان جز ۱۸ ص ۹۹) اور علامہ ابن بطال نے اس حدیث کی شرح میں علامہ المہلب کے قول کا ذکر نہیں کیا۔

(شرح ابن بطال ج ۸ ص ۵۰)

۲۲ - بَابُ الْيَمِيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ

عصر کے بعد قسم کھانے کا حکم

۲۶۷۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ رَجُلٌ عَلٰى فَضْلِ مَاءٍ بِطَرِيْقٍ يَمْنَعُ مِنْهُ ابْنَ السَّبِيْلِ، وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا لَا يُبَايِعُهُ اِلَّا لِلدُّنْيَا، فَاِنْ اَعْطَاهُ مَا يُرِيْدُ وَفٰى لَهُ، وَاِلَّا لَمْ يَفِ لَهُ، وَرَجُلٌ سَاوَمَ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ، فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَقَدْ اُعْطِيَ بِهٖ كَذَا وَكَذَا، فَاَخَذَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن عبدالحمید نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ کلام نہیں فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور نہ ان کے باطن کو صاف فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے: ایک وہ شخص جس کے پاس راستہ میں فاضل پانی ہو اور وہ اس پانی سے کسی مسافر کو منع کرے' دوسرا وہ شخص جس نے کسی دوسرے شخص سے بیعت کی اور اس نے اس سے صرف دنیا کے لیے بیعت کی ہو اگر اس نے اس کو اس کے ارادہ کے موافق عطاء کر دیا تو وہ اس بیعت کو پورا کرے ورنہ وہ اس کی بیعت کو پورا نہ کرے' تیسرا وہ شخص جس نے عصر کے بعد کسی شخص کے لیے کسی چیز کی قیمت لگائی اور اس نے اللہ کی قسم کھائی کہ اس نے اس چیز کی اتنی اتنی قیمت دی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۵۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں عصر کے بعد جھوٹی قسم کھانے پر وعید ہے اور عصر کے بعد کی تخصیص اس لیے ہے کہ اس وقت میں دن کے فرشتے بندوں کے اعمال لکھ کر جا رہے ہوتے ہیں اور رات کے فرشتے بندوں کے اعمال لکھنے آ رہے ہوتے ہیں اور ہر دونوں فرشتے اس وقت کا عمل اپنے اپنے رجسٹروں میں لکھ لیتے ہیں۔

۲۳ - بَابٌ يَحْلِفُ الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ حَيْثُمَا وَجَبَتْ عَلَيْهِ الْيَمِيْنُ وَلَا يُصْرَفُ مِنْ مَّوْضِعٍ اِلٰى غَيْرِهٖ

مدعٰی علیہ اس جگہ حلف اٹھائے جہاں اس پر قسم واجب ہوئی ہے اور اس کو اس جگہ سے دوسری جگہ نہ منتقل کیا جائے

وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی-۳۸

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸-اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

الجزء السادس

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا
اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نِعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

جلد ششم

الاحادیث: ۲۸۵۰ ـــــ ۳۰۹۱

کتاب الخمس، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، کتاب بدء الخلق، کتاب احادیث الانبیاء، کتاب المناقب، کتاب فضائل الصحابۃ، کتاب مناقب الانصار

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ، کراچی-۳۸

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸-اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

الطبع الاوّل : ربیع ثانی 1433ھ / مارچ 2012ء
تصحیح : حافظ محمد اکرم ساجد' محمد اشتیاق'
: حافظ اختر حبیب اختر
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز' لاہور
قیمت : -/730 روپے

Farid Book Stall
Phone No:092-42-37312173-37123435
Fax No.092-42-37224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۳۷۳۱۲۱۷۳۔۳۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۳۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست مضامین

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد ششم)

خطبة الكتاب

بسم اللّٰه الرحمن الرحيم

الحمد للّٰه ربّ العالمين، الّذى جعلنا من المسلمين، ووصفنا بخير امّة من الامم الماضين، وانعم علينا بتنزيل القرآن الكريم وهدانا به الى الصراط المستقيم. والصلٰوة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين قائد الغرالمحجلين، الذى شرح الفرقان باحاديثه وبيانه القويم، وكشف عن اسراره وغوامضه لهداية الناس اجمعين، وانقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المبين. وعلى اله الطيبين واصحابه الطاهرين الذين قاموا باشاعة الدين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم، وعلى ازواجه الطاهرات امهات المومنين، وعلى جميع الائمة التابعين من المفسرين والمحدثين المخلصين الكاملين الى يوم الدين.

وبعد فيقول العبد الفقير الى مولاه القدير غلام رسول السعيدى دائم الاحتياج الى كرم ربه السرمدى انى بعد الفراغ من التفسير قد شرعت فى شرح الصحيح للامام البخارى (عليه نعمة البارى) توكلا على رحمة اللّٰه وفضله العميم. ولا يكون تحريره وتقريره وتكميله الا نعمته العظمٰى. فلذا سميته بنعمة البارى فى شرح صحيح البخارى.(تقبله اللّٰه بلطفه وتغمدنى بغفرانه بمحض فضله)

اشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اعوذ باللّٰه من شرور نفسى ومن سيئات اعمالى. من يهده اللّٰه فلا مضل له ومن يضلل، فلا هادى له. اللهم ارنى الحق حقًا وارزقنى اتباعه. اللهم ارنى الباطل باطلًا وارزقنى اجتنابه. اللهم اجعلنى فى تصنيف هذا الكتاب على صراط مستقيم واجعله موافقًا باسمه واحفظه من شرور الاشرار والحاسدين. اللهم اجعله خالصا لوجهك الكريم ومقبولًا عندك وعند رسولك الرؤف الرحيم واجعله شائعًا ومستفيضًا ومفيضًا مرغوبًا فى اطراف العالمين الى يوم الدين واجعله لى ولجميع من انتسب الى من المسلمين صدقة جارية الى يوم القيامة وارزقنى زيارة النبى الكريم ﷺ فى الدنيا وشفاعته فى الاخرة واحينى على الاسلام بالسلامة وامتنى على الايمان بالكرامة. اللهم انت ربى لا اله الا انت خلقتنى وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت. اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك على وابوء لك بذنبى فاغفرلى فانه لا يغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنى ان اشكر نعمتك التى انعمت على وعلى والدى وان اعمل صالحًا ترضٰه. آمين يا رب العالمين بجاه سيد المرسلين ﷺ.

خطبة الكتاب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله ربّ العالمين، الّذى جعلنا من المسلمين، ووصفنا بخير امّة من الامم الماضين، وانعم علينا بتنزيل القرآن الكريم وهدانا به الى الصراط المستقيم. والصلوٰة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين قائد الغرالمحجلين، الذى شرح الفرقان باحاديثه وبيانه القويم، وكشف عن اسراره وغوامضه لهداية الناس اجمعين، وانقذنا بحسن سيرته من الظلمات والضلال المبين. وعلى اله الطيبين واصحابه الطاهرين الذين قاموا باشاعة الدين المتين مع كمال الخلوص والجهد العظيم، وعلى ازواجه الطاهرات امهات المومنين، وعلى جميع الائمة التابعين من المفسرين والمحدثين المخلصين الكاملين الى يوم الدين.

وبعد فيقول العبد الفقير الى مولاه القدير غلام رسول السعيدى دائم الاحتياج الى كرم ربه السرمدى انى بعد الفراغ من التفسير قد شرعت فى شرح الصحيح للامام البخارى (عليه نعمة البارى) توكلا على رحمة الله وفضله العميم. ولا يكون تحريره وتقريره وتكميله الا نعمته العظمٰى. فلذا سميته بنعمة البارى فى شرح صحيح البخارى.(تقبله الله بلطفه وتغمدنى بغفرانه بمحض فضله)

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اعوذ بالله من شرور نفسى ومن سيئات اعمالى. من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل، فلا هادى له. اللهم ارنى الحق حقًا وارزقنى اتباعه. اللهم ارنى الباطل باطلًا وارزقنى اجتنابه. اللهم اجعلنى فى تصنيف هذا الكتاب على صراط مستقيم واجعله موافقًا باسمه واحفظه من شرور الاشرار والحاسدين. اللهم اجعله خالصا لوجهك الكريم ومقبولًا عندك وعند رسولك الرؤف الرحيم واجعله شائعًا ومستفيضًا ومفيضًا مرغوبًا فى اطراف العالمين الى يوم الدين واجعله لى ولجميع من انتسب الى من المسلمين صدقة جارية الى يوم القيامة وارزقنى زيارة النبى الكريم ﷺ فى الدنيا وشفاعته فى الاخرة واحينى على الاسلام بالسلامة وامتنى على الايمان بالكرامة. اللهم انت ربى لا اله الا انت خلقتنى وانا عبدك وانا على عهدك ووعدك ما استطعت. اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك على وابوء لك بذنبى فاغفرلى فانه لا يغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنى ان اشكر نعمتك التى انعمت على وعلٰى والدى وان اعمل صالحًا ترضٰه. آمين يا رب العالمين بجاه سيد المرسلين ﷺ .

❁❁❁❁❁

خطبة الكتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں، جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا، قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں ﷺ پر درود و سلام ہو، جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں، جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونۂ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولادِ پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو، جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے، اور آپ کی ازواجِ مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو، جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے ''صحیح بخاری'' کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قُوٰی اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں، اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دار و مدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے، اس کو کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مُسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے، اور صبح قیامت تک اس کو اکنافِ عالم میں مشہور و مقبول، مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے، اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں، ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں، اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یا رب العلمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

۵۷ - کِتَابُ الْخُمُسِ
مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ کا بیان

اس کتاب میں ''خمس''یعنی مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

۱ - بَابُ فَرْضِ الْخُمُسِ — خمس یعنی مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ کا فرض ہونا

یعنی اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکالنا فرض ہے۔

۳۰۹۱ - **حَدَّثَنَا** عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عَلِيُّ ابْنُ الْحُسَيْنِ اَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَلِيًّا قَالَ كَانَتْ لِيْ شَارِفٌ مِّنْ نَّصِيْبِيْ مِنَ الْمَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ وَّكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَانِيْ شَارِفًا مِّنَ الْخُمُسِ فَلَمَّا اَرَدْتُّ اَنْ اَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعَدْتُّ رَجُلًا صَوَّاغًا مِنْ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ اَنْ يَّرْتَحِلَ مَعِيَ فَنَاْتِيَ بِاِذْخِرٍ اَرَدْتُّ اَنْ اَبِيْعَهُ الصَّوَّاغِيْنَ وَاَسْتَعِيْنَ بِهٖ فِيْ وَلِيْمَةِ عُرْسِيْ فَبَيْنَا اَنَا اَجْمَعُ لِشَارِفَيَّ مَتَاعًا مِّنَ الْاَقْتَابِ وَالْغَرَائِرِ وَالْحِبَالِ وَشَارِفَايَ مُنَاخَانِ اِلٰى جَنْبِ حُجْرَةِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ رَجَعْتُ حِيْنَ جَمَعْتُ مَاجَمَعْتُ فَاِذَا شَارِفَايَ قَدِ اجْتُبَّ اَسْنِمَتُهُمَا وَبُقِرَتْ خَوَاصِرُهُمَا وَاُخِذَ مِنْ اَكْبَادِهِمَا فَلَمْ اَمْلِكْ عَيْنَيَّ حِيْنَ رَاَيْتُ ذٰلِكَ الْمَنْظَرَ مِنْهُمَا فَقُلْتُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا فَقَالُوْا فَعَلَ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَهُوَ فِيْ هٰذَا الْبَيْتِ فِيْ شَرْبٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَعَرَفَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے علی بن الحسین نے خبر دی کہ حضرت حسین بن علی علیہم السلام نے ان کو خبر دی کہ حضرت علی نے بیان کیا کہ غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت میں سے مجھے ایک جوان اونٹنی ملی تھی' اور ایک جوان اونٹنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خمس میں سے عطاء کی تھی' پس جب میں نے سیدۃ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شب باشی کا ارادہ کیا اور میں نے بنو قینقاع کے ایک سنار مرد سے یہ وعدہ لیا تھا کہ وہ میرے ساتھ جائے گا اور ہم اذخر (گھاس) لے کر آئیں گے اور میرا یہ ارادہ تھا کہ میں سناروں کو وہ گھاس فروخت کر دوں گا اور اس سے اپنی شادی کے ولیمہ میں مدد حاصل کروں گا' پس جس وقت میں ان دونوں اونٹنیوں کا سامان' پالان اور تھیلے اور رسیاں وغیرہ جمع کر رہا تھا اور وہ دونوں اونٹنیاں ایک انصاری صحابی کے گھر کے نزدیک بیٹھی ہوئی تھیں' پس میں نے جو جمع کیا تھا جب جمع کر کے واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان دونوں اونٹنیوں کے کوہان کاٹ دیئے گئے ہیں اور ان کی کوکھوں کو چیر کر ان کی کلیجیوں کو نکال لیا گیا ہے' پس جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ وَجْھِیَ الَّذِیْ لَقِیْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا لَکَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا رَاَیْتُ کَالْیَوْمِ قَطُّ عَدَا حَمْزَۃُ عَلٰی نَاقَتَیَّ فَاَجَبَّ اَسْنِمَتَھُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَھُمَا وَھَا ھُوَ ذَا فِیْ بَیْتٍ مَّعَہٗ شَرْبٌ فَدَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِرِدَائِہٖ فَارْتَدٰی ثُمَّ انْطَلَقَ یَمْشِیْ وَاتَّبَعْتُہٗ اَنَا وَزَیْدُ بْنُ حَارِثَۃَ حَتّٰی جَاءَ الْبَیْتَ الَّذِیْ فِیْہِ حَمْزَۃُ فَاسْتَاْذَنَ فَاَذِنُوْا لَھُمْ فَاِذَا ھُمْ شَرْبٌ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَلُوْمُ حَمْزَۃَ فِیْمَا فَعَلَ فَاِذَا حَمْزَۃُ قَدْ ثَمِلَ مُحْمَرَّۃً عَیْنَاہُ فَنَظَرَ حَمْزَۃُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰی رُکْبَتِہٖ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰی سُرَّتِہٖ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰی وَجْھِہٖ ثُمَّ قَالَ حَمْزَۃُ ھَلْ اَنْتُمْ اِلَّا عَبِیْدٌ لِّاَبِیْ فَعَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَدْ ثَمِلَ فَنَکَصَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی عَقِبَیْہِ الْقَھْقَرٰی وَخَرَجْنَا مَعَہٗ.

سکا‘ پھر میں نے پوچھا: یہ کارروائی کس نے کی ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ کام حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے کیا ہے اور وہ اس گھر میں بیٹھ کر انصار کے ساتھ شراب پی رہے ہیں‘ پس میں چلا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت آپ کے پاس حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے‘ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے چہرے کے تاثرات دیکھ کر سمجھ لیا کہ مجھ پر کوئی مصیبت آئی ہے‘ پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے؟ تو میں نے بتایا: یا رسول اللہ! میں نے آج کے دن جیسا صدمہ کبھی نہیں اُٹھایا‘ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے میری دونوں اونٹنیوں پر ظلم کیا ہے‘ ان کے دونوں کوہان کاٹ ڈالے اور ان کی کوکھوں کو چیر ڈالا اور وہ اس گھر میں ہیں اور ان کے ساتھ شراب پینے والے ہیں۔ (یہ سن کر) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر مانگ کر اوڑھی‘ اور پیدل چلنے لگے اور میں اور حضرت زید بن حارثہ بھی آپ کے پیچھے پیچھے گئے‘ حتیٰ کہ وہ گھر آ گیا جس میں حضرت حمزہ تھے‘ آپ نے اجازت طلب کی تو ان لوگوں نے آپ کو اجازت دے دی‘ پس اس وقت بھی وہ لوگ شراب پی رہے تھے‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ کو ان کے اس کام پر ملامت کرنی شروع کی‘ اس وقت حضرت حمزہ کی آنکھیں نشہ سے سرخ ہو رہی تھیں‘ پھر حضرت حمزہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا‘ پھر انہوں نے نظر اُٹھائی اور آپ کے گھٹنوں کو دیکھا‘ پھر انہوں نے نظر اوپر اُٹھائی اور آپ کی ناف کی طرف دیکھا‘ پھر نظر اوپر اٹھا کر آپ کے چہرے کی طرف دیکھا‘ پھر حضرت حمزہ نے کہا: تم لوگ صرف میرے باپ دادا کے غلام ہو‘ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جان لیا کہ یہ نشہ میں ہیں‘ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ایڑیوں پر لوٹ گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ نکل گئے۔

اس حدیث کی شرح ۲۰۸۹‘ اور ۲۳۷۵ میں گزر چکی ہے‘ اس باب میں چونکہ خمس کا ذکر ہے‘ اس لیے ہم خمس کی تحقیق کر رہے ہیں:

خمس کی تعریف اور خمس کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

مالِ غنیمت کے پانچ حصے کیے جاتے ہیں‘ مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ کو خمس کہا جاتا ہے اور وہ اس کے ارباب کے لیے ہے اور

مالِ غنیمت کے بقیہ چار حصوں کو مجاہدین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

رہا خمس‘ تو اس میں خمس کی تقسیم کی کیفیت بیان کی جائے گی اور اس کا مصرف بیان کیا جائے گا‘ پس ہم کہتے ہیں کہ اس پر اتفاق ہے کہ نبی ﷺ کی حیات میں مالِ غنیمت کے پانچویں حصے کے پانچ حصے کیے جاتے تھے‘ ایک حصہ نبی ﷺ کے لیے ہوتا تھا اور ایک حصہ آپ کے قرابت داروں کے لیے ہوتا تھا اور ایک حصہ یتیموں کے لیے ہوتا تھا اور ایک حصہ مسافروں کے لیے ہوتا تھا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ. (الانفال:۴۱)

اور (اے مسلمانو!) جان لو کہ تم جو کچھ غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول کے لیے ہے اور (رسول کے) قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

اس آیت میں خمس کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی کی گئی ہے‘ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پانچویں حصہ میں سے اللہ کو بھی دیا جائے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں جو پانچ حصے ذکر کیے گئے ہیں‘ ان حصوں میں خمس کو اللہ کی رضا کے لیے تقسیم کیا جائے‘ پھر رسول اللہ ﷺ کے حصے میں اور آپ کے قرابت داروں کے حصہ میں آپ کی وفات کے بعد فقہاء کا اختلاف ہے‘ رہا رسول اللہ ﷺ کا حصہ تو آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کا حصہ ساقط ہو گیا‘ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ آپ کا حصہ ساقط نہیں ہے اور آپ کی وفات کے بعد یہ حصہ آپ کے خلفاء کو دیا جائے گا‘ کیونکہ آپ کی وفات کے بعد خمس کا پانچواں حصہ آپ کو اس لیے دیا جاتا تھا کہ آپ مصالح مسلمین میں مشغول رہتے تھے اور احکامِ شرعیہ کی تبلیغ میں مصروف رہتے تھے اور اُمورِ جہاد میں منہمک رہتے تھے تو آپ کے معاش کی کفالت کے لیے آپ کو یہ حصہ دیا جاتا تھا‘ اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء بھی ان اُمور میں مشغول رہتے ہیں‘ اس لیے آپ کے بعد یہ حصہ خلفاء کو دیا جاتا ہے‘ اور ہمارا مؤقف یہ ہے کہ یہ خمس نبی ﷺ کی خصوصیت تھی‘ جیسے فئی آپ کی خصوصیت ہے۔ فئی اس مال کو کہتے ہیں جس کو کفار و مشرکین چھوڑ کر چلے جائیں اور اس مال کے حصول کے لیے مسلمانوں نے اپنے اونٹ اور گھوڑے نہ دوڑائے ہوں‘ پھر مالِ فئی میں سے کچھ بھی آپ کے بعد خلفاء راشدین کو نہیں دیا گیا تو اسی طرح واجب ہے کہ خمس میں سے بھی کسی کو کچھ نہ دیا جائے‘ پھر تحقیق یہ ہے کہ اگر یہ خمس آپ کے بعد خلفاء کو ملتا تو بہ طور وراثت ملتا اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ہم معاشر الانبیاء کا وارث نہیں بنایا جاتا‘ ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۳۵۸‘ صحیح مسلم: ۱۷۵۷‘ الرقم المسلسل: ۴۴۶۸‘ سنن ابوداؤد: ۲۹۶۳‘ سنن ترمذی: ۱۶۱۰)

الانفال: ۴۱ میں ’’ذوی القربیٰ‘‘ سے رسول اللہ ﷺ کے قرابت دار مراد ہیں یا عام مسلمانوں کے قرابت دار؟

رہا رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کا حصہ‘ تو امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ یہ حصہ اب بھی باقی ہے اور اس کو ان بنو ہاشم کی طرف خرچ کیا جائے گا جو سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہوں اور ہمارے نزدیک یہ حصہ آپ کے ان قرابت داروں کی طرف خرچ کیا جائے گا جو فقراء ہوں‘ اور جو اغنیاء ہوں ان قرابت داروں کی طرف خرچ نہیں کیا جائے گا اور رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں میں جو فقراء ہوں ان کو فقراء مسلمین پر مقدم کیا جائے گا‘ پس ہمارے نزدیک اس خمس کے تین حصے کیے جائیں گے‘ ایک حصہ یتامیٰ کے لیے اور ایک حصہ مساکین کے لیے اور ایک حصہ مسافروں کے لیے‘ اور رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں میں جو فقراء

ہیں ان کو مقدم رکھا جائے گا اور آپ کے قرابت داروں میں سے جو اغنیاء ہیں ان کو کچھ نہیں دیا جائے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ الانفال: ۴۱ میں مذکور ہے کہ "ولذی القربیٰ" اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار ہیں اور اس میں فقیر اور غنی کا فرق نہیں ہے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا اور اس میں سے ایک حصہ ذوی القربیٰ کو دیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۴۷۰) اور اس حدیث میں بھی آپ نے فقیر اور غنی کا فرق نہیں کیا۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ امام محمد بن حسن نے کتاب السیر میں یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے مالِ غنیمت کے خمس کے تین حصے کیے' ایک حصہ یتیموں کے لیے' ایک حصہ مسکینوں کے لیے اور ایک حصہ مسافروں کے لیے' اور اس تقسیم کے وقت صحابہ کرام موجود تھے اور کسی نے ان پر انکار نہیں کیا' تو گویا صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہو گیا اور اس سے واضح ہو گیا کہ ذوی القربیٰ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار نہیں ہیں کیونکہ صحابہ کرام کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جائے گا کہ انہوں نے کتاب اللہ کی اور رسول اللہ کی اپنے کسی فعل میں مخالفت کی ہو اور کسی حق دار کو اس کا حق نہ دیا ہو' اسی طرح جو صحابہ کرام اس تقسیم کے وقت حاضر تھے' ان کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جائے گا کہ انہوں نے کسی ناجائز کام پر سکوت کیا ہو' جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی سے روکتے ہیں۔ اسی طرح ظاہر آیت (الانفال: ۴۱) بھی اس پر دلالت کرتی ہے کیونکہ ذوی القربیٰ کا اسم تمام قرابات کو شامل ہے اور اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس آیت سے خصوصیت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار مراد ہیں' اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

اَلْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ. (البقرہ: ۱۸۰) وصیت والدین کے لیے ہے اور قرابت داروں کے لیے ہے۔

سو اس آیت میں بھی قرابت داروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار مراد نہیں ہیں' اور وہ جو روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرابت داروں کو بھی حصہ دیا وہ درست ہے' لیکن بحث اس میں ہے کہ کیا آپ نے خصوصیت کے ساتھ ان کو عطاء کیا تھا اور خلفاء راشدین نے جو آپ کے قرابت داروں کو خمس میں سے دیا تھا تو وہ ان کی حاجت اور فقر کی وجہ سے دیا تھا' اس حیثیت سے نہیں دیا تھا کہ وہ آپ کے قرابت دار ہیں۔

اور اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غنیموں کے معاملہ میں بہت سختی کرتے تھے' حضرت عرباض بن ساریہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ کا ایک بال اُٹھا کر فرمایا کہ میرے لیے تمہاری غنیمتوں میں سے اس بال کے برابر بھی کوئی چیز نہیں ہے سوا خمس کے اور وہ بھی تم میں لوٹا دیا جائے گا' دھاگے کو اور خیانت سے لی ہوئی چیز کو لوٹا دو' کیونکہ خیانت عار ہے اور نار ہے اور خیانت کرنے والے کے لیے قیامت کا دن باعثِ ملامت ہے۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۸۔۱۲۷' مسند البزار: ۱۷۳۴' المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۲۵۹)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمس میں سے کوئی چیز بھی اپنے قرابت داروں کے ساتھ خاص نہیں کی' بلکہ خمس کو تمام مسلمانوں کے لیے عام رکھا ہے کیونکہ اس حدیث میں آپ نے فرمایا: "خمس بھی تم میں لوٹا دیا جائے گا" پس اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کا وہی حکم ہے جو باقی فقراء مسلمین کا ہے' پس آپ کے قرابت داروں میں سے جو محتاج ہو گا' اس کو خمس میں سے اتنا دیا جائے گا جس سے اس کی ضرورت پوری ہو جائے' جس طرح باقی فقراء مسلمین کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

(بدائع الصنائع ج ۹ ص ۴۹۷۔۵۰۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت میں سے ایک جوان اونٹنی مجھے ملی تھی اور ایک جوان اونٹنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خمس میں سے عطاء کی تھی۔

حضرت علی کے اس قول سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خمس غزوۂ بدر میں مشروع ہو چکا تھا' جب کہ اہل سیرت کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ غزوۂ بدر کے دن خمس مشروع نہیں ہوا تھا۔ اسماعیل بن اسحاق نے کہا ہے کہ غزوۂ بنوقریظہ میں جب حضرت سعد بن معاذ نے یہ فیصلہ کیا کہ بنوقریظہ کے جنگ جوؤں کو قتل کر دیا جائے اور بچوں کو قید کر لیا جائے تو کہا گیا کہ یہ پہلا دن تھا جب خمس کو مشروع اور مقرر کیا گیا' انہوں نے کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ خمس کو اس کے بعد میں مشروع کیا گیا تھا' اور اس مسئلہ میں کوئی واضح حدیث نہیں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ خمس غزوۂ حنین میں مشروع کیا گیا تھا اور یہ آخری غنیمت ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے (یعنی آٹھ ہجری میں)۔

حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

غزوۂ بنوقریظہ جس میں حضرت سعد بن معاذ نے فیصلہ کیا تھا' یہ ۴ھ میں ہوا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۶۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

غزوۂ حنین ۸ھ میں ہوا تھا۔ (البدایۃ والنہایہ ج ۳ ص ۵۲۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ ابن بطال کے نزدیک آٹھ ہجری میں مالِ غنیمت میں سے خمس لینا مشروع ہوا تھا۔

اس کے بعد علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

جب یہ واضح ہو گیا کہ غزوۂ بدر کے دن خمس مشروع نہیں تھا تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جوان اونٹنی مجھے خمس میں سے عطاء کی تھی' اس قول میں تاویل کی ضرورت ہے تاکہ ان کا یہ قول اہل سیرت کے قول کے معارض نہ ہو' اور ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ معنی ہو جیسا کہ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو رجب ۲ھ میں بدر سے پہلے ایک لشکر میں مکہ اور طائف کے درمیان کھجوروں کے باغ کی طرف بھیجا' انہوں نے وہاں قریش کو پایا تو انہوں نے قریش کو قتل کیا اور ان کے قافلہ کو لوٹ لیا۔

امام ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے حضرت عبداللہ بن جحش کی اولاد کے بعض افراد نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ نے اپنے بعض اصحاب سے کہا: ہم نے جو مالِ غنیمت حاصل کیا ہے اس میں سے پانچواں حصہ (خمس) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہو گا اور اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت میں سے خمس فرض کیا ہے' یہ اس سے پہلے کی بات ہے' سو انہوں نے قافلہ کے مال سے پانچواں حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے الگ کر لیا اور باقی مال اپنے اصحاب کے درمیان تقسیم کر دیا' پھر اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کی تقسیم اس طرح مشروع کی جس طرح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اس قافلہ کے مال میں کیا تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لشکر کے بعد رمضان میں بدر کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں صنادید کفار کو قتل کر دیا' پس اس خبر سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کا معنی یہ ہے کہ غزوۂ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مالِ غنیمت میں سے جو حصہ ملا تھا' اس حصہ میں سے آپ نے حضرت علی کو ایک جوان اونٹنی عطاء کی (نہ کہ خمس میں سے کیونکہ خمس تو آٹھ ہجری میں مشروع ہوا تھا)۔

خمس کی تقسیم میں مذاہب فقہاء

خمس کی تقسیم کی کیفیت میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ خمس کا معاملہ فئے کی طرح ہے' اگر سربراہ یہ دیکھے کہ

مسلمانوں پر مصائب نازل ہوئے ہیں تو وہ خمس کو ان مسلمانوں کے لیے کر دے اور اگر وہ چاہے تو اس کو تقسیم کر دے اور ہر مسلمان کو خمس میں سے اتنی مقدار دے جس سے وہ غنی ہو جائے اور اگر سربراہ اپنے اجتہاد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقرباء کو خمس میں سے عطاء کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک ضرورت کے اعتبار سے خمس کی تقسیم میں بعض افراد کو زیادہ دینا جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ خمس کے تین حصے کیے جائیں گے: ایک حصہ یتیموں کے لیے ایک حصہ مسکینوں کے لیے اور ایک حصہ مسافروں کے لیے اور قرابت داروں کے حصہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصہ کو گھوڑوں اور ہتھیاروں میں خرچ کیا جائے گا' امام ابوحنیفہ نے اُس روایت سے استدلال کیا ہے جو محمد بن حنفیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصہ میں اور قرابت داروں کے حصہ میں اختلاف ہوا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ خلیفہ کو اور بعد کے لوگوں کو ملے گا' اور بعض نے کہا کہ قرابت داروں کا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے ہے اور بعض نے کہا: وہ خلیفہ کی قرابت کی وجہ سے ہے پھر ان کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ ان دونوں کے حصوں کو گھوڑوں اور ہتھیاروں کے حصول میں جہاد کی تیاری پر خرچ کیا جائے گا' پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خلافت میں یہی معمول رہا۔

اسماعیل بن اسحاق نے کہا: حضرت عمر ہوں یا کوئی اور ان کے لیے قرابت داروں کے حصہ کو ساقط کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ قرابت داروں کا حصہ کتاب اللہ میں مقرر کیا گیا ہے اور اس کو کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا اور جس نے ان کے حصہ کو ساقط کیا' اس نے بہت سنگین کام کا ارتکاب کیا اور امام شافعی کا یہ زعم ہے کہ خمس کے پانچ حصے کیے جائیں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ ذوی القربیٰ' یتیموں' مسکینوں اور مسافروں میں خرچ کیا جائے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۶۱۔ ۲۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

حافظ ابن حجر کے نزدیک خمس کا غزوۂ بدر سے مشروع ہونا اور علامہ ابن بطال کے دلائل کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ غزوۂ بدر میں خمس مشروع نہیں ہوا تھا اور حضرت علی نے جو کہا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جوان اونٹنی مجھے خمس میں سے دی تھی' اس کی تاویل یہ ہے کہ غزوۂ بدر سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر کو بھیجا تھا جس نے قریش کو قتل کر کے ان کے قافلہ کو لوٹ لیا تھا اور اس لوٹ کے مال میں سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خمس نکالا تھا' سو حضرت علی نے جس خمس کا ذکر کیا ہے' اس سے مراد یہ خمس ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال کی تاویل کو یہ چیز رد کرتی ہے کہ کتاب المغازی میں آنے والی روایت میں یہ مذکور ہے کہ ''اس دن اللہ نے آپ کو جو خمس عطاء کیا تھا' اس میں سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے عطاء کیا تھا''۔

(صحیح البخاری: ۴۰۰۳' صحیح مسلم: ۱۹۷۹' الرقم المسلسل: ۵۰۲۲' سنن ابوداؤد: ۲۹۸۶)

اور ابن بطال پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس روایت کو امام ابوداؤد کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کو اپنی تاویل کے لیے دلیل قرار دیا ہے اور اس سے غافل رہے کہ یہ روایت تو صحیح بخاری میں مذکور ہے جس کی وہ شرح کر رہے ہیں اور اس سے بھی غافل رہے کہ اس روایت کا ظاہر تو ان کے خلاف حجت ہے نہ کہ ان کے حق میں حجت ہے اور علامہ ابن بطال نے جو اہل سیرت سے یہ نقل کیا ہے کہ ''بدر کے اموالِ غنیمت میں خمس نہیں تھا'' میں اس پر واقف نہیں ہوا اور مزید تعجب یہ ہے کہ بدر سے پہلے جو لشکر روانہ ہوا تھا' اس کے لیے تو علامہ ابن بطال نے خمس ثابت کیا ہے اور یوم بدر میں خمس کے ثبوت کی نفی کی ہے' اور سورۃ الانفال: ۴۱ میں خمس کے فرض ہونے

کی تصریح ہے اور اس سورت کی اکثر آیات قصہ بدر میں نازل ہوئی ہیں' اور اہل سیرت نے یہ نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے اموالِ غنیمت برابر برابر تقسیم کیے تھے' جو معرکۂ بدر میں حاضر تھا' اس کو بھی مالِ غنیمت سے حصہ دیا اور جو غائب تھا اس کو بھی حصہ دیا۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۲ 'ملخصاً' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

ابتداءِ اسلام میں شراب پینے اور گانا سننے کا جواز' حالتِ نشہ میں احکام شرعیہ کا مرتب نہ ہونا اور حضرت حمزہ پر حضرت علی کی اونٹنیوں کا تاوان

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے یہ کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ابتداءِ اسلام میں مسلمان شراب پیتے تھے اور گانا سنتے تھے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرما دیا' قرآن مجید میں ہے:

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○

شراب اور جوا اور بت اور جُوئے کے تیر محض ناپاک ہیں' شیطانی کاموں سے ہیں تم ان سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ○

(المائدہ: ۹۰)

اور شراب غزوۂ اُحد کے بعد حرام کی گئی تھی' بعض اہل علم نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص نشہ میں ہو اس کے احکام باطل ہیں' اور انہوں نے کہا ہے کہ جو شخص نشہ میں ہو اس پر اگر اس حالت میں وہ احکام لازم ہو جائیں جو نشہ اترنے کے بعد اور افاقہ اور معمول کی حالت کے احکام ہوں تو اس سے لازم آئے گا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں' پھر اس سے لازم آئے گا کہ حضرت حمزہ کافر ہو جائیں اور ان کا قتل کرنا مباح ہو جائے' اسی لیے جو شخص نشہ میں ہو اس کے حالتِ نشہ میں کہے ہوئے الفاظ پر شرعی احکام مرتب نہیں ہوتے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جن دو اونٹنیوں کو حضرت حمزہ نے کاٹ ڈالا تھا اور حضرت علی کا جو نقصان کر دیا تھا' اس کا کیا ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دو اونٹنیوں کا تاوان دینا حضرت حمزہ پر لازم تھا' بہ شرطیکہ حضرت علی اس کا مطالبہ کرتے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو ان اونٹنیوں کا عوض عطاء کر دیا ہو' کیونکہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مجنونوں اور غیر مکلفین سے اموال کا تاوان ساقط نہیں ہوتا' اور ان پر اس کا تاوان لازم ہوتا ہے جیسے عقلاء پر لازم ہوتا ہے' اور جس نے کسی مباح چیز سے کچھ کھایا' پھر اس نے نشہ کیا تو وہ اس شخص کی مثل ہے جو مجنون ہو یا جس پر بے ہوشی طاری ہو یا بچہ ہو' ان سے حد قذف اور باقی حدود ساقط ہو جاتی ہیں' سوائے مالی نقصان کرنے کے' کیونکہ ان سے قلم تکلیف ساقط ہو جاتا ہے اور عبد اللہ النحال نے کہا ہے کہ جس کو کسی حلال چیز کے کھانے سے نشہ ہو گیا' اس کی طلاق واقع نہیں ہو گی' اور امام طحاوی نے نقل کیا ہے کہ اس پر علماء رحمہم اللہ کا اجماع ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

ابن جریج نے کہا ہے کہ یہ واقعہ شراب پینے کو حرام قرار دینے سے پہلے کا ہے اور اس میں ان علماء کا رد ہے جنہوں نے اس قصہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی' پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ واقعہ شراب کی تحریم سے پہلے کا ہے تو آپ نے اس پر مؤاخذہ کو اس لیے ترک فرما دیا کیونکہ انہوں نے اپنے نفس پر ضرر کو داخل نہیں کیا تھا' اور جو یہ کہتے ہیں کہ جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق واقع ہو جاتی ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اپنے اوپر نشہ کو واقع کیا اور نشہ کرنا اس پر حرام تھا تو اس پر اس کی

طلاق کو واقع کر کے اس کو سزا دی گئی' اور اس حدیث میں اس کے اثبات کی کوئی حجت ہے اور نہ اس کی نفی کی کوئی دلیل ہے۔
(فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۴' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

نشہ میں طلاق دینے والے کی طلاق کے مؤثر ہونے کے ثبوت میں آثارِ صحابہ و تابعین

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ھ' اپنی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابولبید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کی شہادت سے اس شخص کی طلاق کو جائز قرار دیا ہے جو نشہ میں ہو۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۷۰۔ ج ۹ ص ۵۵۶' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

ابونجیح بیان کرتے ہیں کہ مجاہد نے کہا: جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق جائز ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۵۸۔ ج ۹ ص ۵۵۴' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

ابراہیم نے کہا: جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق جائز ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۵۹۔ ج ۹ ص ۵۵۴' مجلس علمی' بیروت)

ایوب بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری اور محمد بن سیرین نے کہا: جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق جائز ہے اور اس کی پیٹھ پر کوڑے مارے جائیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۶۱۔ ج ۹ ص ۵۵۴)

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب نے کہا: جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق جائز ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۶۳۔ ج ۹ ص ۵۵۵)

عبدالرحمٰن بن عنبسہ بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے اس کی طلاق کو جائز کہا ہے جو نشہ میں ہو اور اس کو کوڑے مارے جائیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۶۴۔ ج ۹ ص ۵۵۵)

عبدالرحمان بن حرملۃ بیان کرتے ہیں کہ میرے ایک پڑوسی نے نشہ میں طلاق دے دی' پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میں سعید بن المسیب سے اس کا حکم معلوم کروں' تو انہوں نے کہا: اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کی جائے گی اور اس کو اسّی کوڑے مارے جائیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۶۵۔ ج ۹ ص ۵۵۵)

جعفر بیان کرتے ہیں کہ میمون نے کہا: جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق جائز ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۶۷۔ ج ۹ ص ۵۵۵)

ابن مہدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے پوچھا کہ مجھے یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ سلیمان بن یسار اور سعید بن المسیب نے بیان کیا کہ جو شخص نشہ میں ہو اس کی طلاق جائز ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۶۹۔ ج ۹ ص ۵۵۵)

اوزاعی بیان کرتے ہیں کہ زہری نے کہا کہ جب کسی شخص نے نشہ میں طلاق دی یا آزاد کیا تو یہ جائز ہے اور اس کی پشت پر حد لگائی جائے گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۷۱۔ ج ۹ ص ۵۵۶)

عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ شعبی نے کہا: اس کی طلاق جائز ہے اور اس کی پیٹھ پر حد لگائی جائے گی۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۷۲۔ ج ۹ ص ۵۵۶)

امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں از الہیثم از عامر از شریح' وہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص نشہ میں ہو' اس کی طلاق جائز ہے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۲۷۴۔ ج ۹ ص ۵۵۶' مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ)

نشہ میں طلاق دینے والے کی طلاق کے مؤثر ہونے کے ثبوت میں ایک حدیث

علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ بیان کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ بنت خویلد کو نکاح کا پیغام دیا تو ان کے والد خویلد نے ان کا نکاح کیا اور وہ اس وقت نشہ میں تھے' آپ حضرت خدیجہ کے پاس گئے' پھر جب اسلام آ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حالت نشہ میں جو نکاح کیا جائے گا اور جو طلاق دی جائے گی وہ نافذ ہو جائے گی۔

(الحاوی الکبیر ج ۱۳ ص ۱۰۷' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

اس باب کی حدیث مذکور سے مستنبط ۲۴ مسائل

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) مجاہد کو دو جہتوں سے مال غنیمت مل سکتا ہے' جیسے حضرت علی کو ایک اونٹنی مال غنیمت سے ملی اور ایک اونٹنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے خمس میں سے عطاء فرمائی۔

(۲) حضرت علی نے ان اونٹنیوں کو ایک انصاری صحابی کے گھر کے نزدیک بٹھایا' اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے شخص کے دروازہ کے پاس اونٹنی کو بٹھانا جائز ہے' بہ شرطیکہ یہ معلوم ہو کہ وہ اس پر راضی ہوگا اور اس سے اس کو ضرر نہیں ہوگا۔

(۳) حضرت علی اس اونٹنی پر اذخر گھاس لاد کر لانا چاہتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اونٹنی کا مالک اونٹنی پر جو سامان لادنا چاہے' لاد سکتا ہے۔

(۴) اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علی اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی صدمہ سے آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جائیں تو یہ جائز ہے۔

(۵) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدمہ کی زیادتی کی وجہ سے کبھی انسان اپنے آنسوؤں کو ضبط نہیں کر سکتا۔

(۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اونٹنیوں کے کوہانوں کو کاٹ ڈالا' اس سے معلوم ہوا کہ انسان پر جب ظلم ہوا اور وہ اس کو بیان کرے تو یہ غیبت اور چغلی کے زمرہ میں داخل نہیں ہے۔

(۷) کسی شخص نے آ کر حضرت علی کو بتایا کہ حضرت حمزہ فلاں گھر میں بیٹھے ہوئے شراب پی رہے ہیں' اس میں یہ دلیل ہے کہ خبر واحد کو قبول کرنا جائز ہے۔

(۸) اس وقت شراب پینا مباح تھا' اس سے معلوم ہوا کہ کسی مباح مشروب کو لوگوں کے ساتھ پینا جائز ہے۔

(۹) اس وقت حضرت حمزہ گانا سن رہے تھے اور اس وقت گانا سننا مباح تھا' اس سے معلوم ہوا کہ کسی مباح کام کے لیے جمع ہونا جائز ہے۔

(۱۰) باندی کا شعر پڑھنا اور باندی سے شعر سننا دونوں جائز ہیں کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ باندی سے شعر سن رہے تھے۔

(۱۱) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کلیجی کھائی تھی' تو اس سے معلوم ہوا کہ کلیجی کھانا جائز ہے' اگر چہ وہ خون ہے۔

(۱۲) حضرت حمزہ نشہ میں تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی ابتداء میں نشہ والی چیز کو کھانا جائز تھا' اور اس میں ان لوگوں کا ردّ ہے' جنہوں نے کہا ہے کہ نشہ کبھی بھی مباح نہیں ہوا اور ممکن ہے ان کا قول ایسے نشہ پر محمول ہو کہ جس نشہ کے بعد اصلاً تمیز نہ رہے۔

(۱۳) اس حدیث میں شادی کے بعد ولیمہ کا جواز ہے' کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ولیمہ کی تیاری کر رہے تھے۔

(۱۴) حضرت علی نے سنار کو ساتھ لیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ سونے سے زیورات کو ڈھالنا جائز ہے۔

(۱۵) حضرت علی اذخر گھاس کو کاٹ کر لانے کا پروگرام بنا رہے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ اذخر ہو یا کوئی اور گھاس ہو' اس کو کاٹ کر

فروخت کرنا جائز ہے۔

(۱۶) المہلب نے کہا ہے کہ اگر کوئی ذو رحم جنایت کرے یعنی کوئی ایسا کام کرے جس پر تاوان لازم آتا ہو تو وہ معاف ہوتا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ابن ابی شیبہ نے ابوبکر بن عیاش سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ پر ان دونوں اونٹنیوں کا تاوان لازم کیا تھا۔

(۱۷) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب معلوم ہوا کہ حضرت حمزہ کچھ انصاری صحابہ کے ساتھ ایک گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تفتیش کرنے کے لیے وہاں گئے' اس سے معلوم ہوا کہ جب قوم کے سربراہ کو معلوم ہوا کہ اس گھر میں کوئی بُرا کام ہو رہا ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ تفتیش کے لیے وہاں جائے' تاہم اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس وقت شراب پینا بُرا کام نہیں تھا۔

(۱۸) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غاصب کا جانور کو ذبح کرنا جائز ہے کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت حمزہ نے جو اونٹنیوں کے کوہان کاٹے اور ان کی کوکھوں سے کلیجی نکالی تو انہوں نے اونٹنیوں کو ذبح کرنے کے بعد یہ کارروائی کی۔

(۱۹) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب قوم کا سربراہ کسی گھر میں تفتیش کے لیے جائے تو اجازت لے کر جائے' کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس گھر میں حضرت حمزہ تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر والوں سے اندر داخل ہونے کے لیے اجازت لی' اور جب انہوں نے اجازت دی تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر گئے۔

(۲۰) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رئیس کو اجازت دی جائے تو اس کے متبعین کو بھی اجازت شامل ہوتی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی داخل ہوئے' حالانکہ انہوں نے صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اجازت دی تھی۔

(۲۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ کی اس کارروائی پر ان کو ملامت کی' اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص نشہ میں ہو اور وہ ملامت کو سمجھتا ہو تو' اس کو ملامت کرنا جائز ہے۔

(۲۲) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جانے سے پہلے اپنی چادر مانگی اور اس کو اوڑھا اور پھر گئے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کا اپنے گھر میں غیر ضروری کپڑوں کو کہیں رکھ دینا جائز ہے لیکن جب کہیں باہر جانا ہو تو اپنے پورے کپڑے پہن کر وقار کے ساتھ باہر جائے۔

(۲۳) اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت حمزہ نشہ میں ہیں' ان کی آنکھیں سرخ ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اوپر سے نیچے تک گھور رہے ہیں' پھر انہوں نے کہا: تم سب لوگ تو میرے باپ دادا کے غلام ہو' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جان لیا کہ یہ نشہ میں ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الٹے پاؤں واپس آ گئے' اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص نشہ میں ہو' اس سے کلام نہیں کرنا چاہیے۔

(۲۴) حضرت حمزہ نے جو کہا تھا کہ تم سب میرے والد کے غلام ہو' اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ تم سب میرے والد یعنی حضرت عبدالمطلب کے غلام کی مثل ہو اور اس میں حضرت عبدالمطلب کی بہت زیادہ تعظیم ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۰۹۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن

تَعَالٰی عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ اِبْنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَتْ اَبَا بَكْرِ الصِّدِّيْقَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّقْسِمَ لَهَا مِيْرَاثَهَا مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ. [اطراف الحدیث: ۳۷۱۱-۴۰۳۵-۴۲۴۰-۶۷۲۵] (صحیح مسلم: ۱۷۵۹، الرقم المسلسل: ۴۴۷۳)

زبیر نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدتنا فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو مالِ فئی عطا کیا ہے، اس میں سے ان کی میراث کو ان کے لیے تقسیم کریں۔

اس حدیث کی شرح اس کے بعد والی حدیث میں تفصیل سے آ رہی ہے۔

۳۰۹۳ - **فَقَالَ** لَهَا اَبُوْبَكْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرَتْ اَبَا بَكْرٍ فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتَهُ حَتّٰى تُوُفِّيَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ قَالَتْ وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَسْاَلُ اَبَا بَكْرٍ نَصِيْبَهَا مِمَّا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْبَرَ وَفَدَكَ وَصَدَقَتَهُ بِالْمَدِيْنَةِ فَاَبٰى اَبُوْ بَكْرٍ عَلَيْهَا ذٰلِكَ وَقَالَ لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهٖ اِلَّا عَمِلْتُ بِهٖ فَاِنِّيْ اَخْشٰى اِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِّنْ اَمْرِهٖ اَنْ اَزِيْغَ فَاَمَّا صَدَقَتُهُ بِالْمَدِيْنَةِ فَدَفَعَهَا عُمَرُ اِلٰى عَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ فَاَمَّا خَيْبَرُ وَفَدَكٌ فَاَمْسَكَهُمَا عُمَرُ وَقَالَ هُمَا صَدَقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتَا لِحُقُوْقِهِ الَّتِيْ تَعْرُوْهُ وَنَوَائِبِهٖ وَاَمْرُهُمَا اِلٰى مَنْ وَّلِيَ الْاَمْرَ قَالَ فَهُمَا عَلٰى ذٰلِكَ اِلَى الْيَوْمِ.

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِعْتَرَاكَ اِفْتَعَلْتَ مِنْ عُرَوْتِهٖ فَاَصَبْتُهٗ. وَمِنْهُ يَعْرُوْهُ وَاِعْتَرَانِيْ (قِصَّةُ فَدَكَ).

[اطراف الحدیث: ۳۷۱۲-۴۰۳۶-۴۲۴۱-۶۷۲۶] (صحیح مسلم: ۱۷۵۹، الرقم المسلسل: ۴۴۷۱، سنن ابوداؤد: ۲۹۷۰-۲۹۶۹-۲۹۶۸، سنن نسائی: ۴۱۴۱)

پس حضرت ابوبکر نے حضرت سیّدہ فاطمہ سے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم وارث نہیں بنائے جاتے اور نہ ہم وارث بناتے ہیں، ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے، تو حضرت سیّدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضب ناک ہوئیں، پس انہوں نے حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا، اور حضرت فاطمہ کا حضرت ابوبکر کو چھوڑنا مسلسل برقرار رہا، حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چھ ماہ زندہ رہی تھیں، حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت سیّدہ فاطمہ، حضرت ابوبکر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیبر کے ترکہ میں سے اور فدک سے اپنے حصہ کا سوال کرتی تھیں اور مدینہ میں آپ کے صدقہ سے اپنے حصے کا سوال کرتی تھیں، تو حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے سامنے اس کا انکار کیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بھی عمل کرتے تھے میں اس کو چھوڑنے والا نہیں ہوں اور میں وہی عمل کروں گا کیونکہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے آپ کے کسی عمل کو چھوڑ دیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا، رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ صدقہ جو مدینہ میں تھا تو اس کو حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی تحویل میں دے دیا، پس رہا خیبر اور فدک تو ان دونوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روک لیا اور کہا: یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان صدقات میں سے ہیں جن سے آپ اپنے حقوق ادا کرتے تھے اور جو ضروریات پیش آتی تھیں، اُن میں اِن کو خرچ کرتے تھے اور اب ان دونوں کا معاملہ اس کی طرف مفوّض ہوگا جو آپ کے اُمور کا والی ہوگا۔ راوی نے کہا: پس خیبر اور فدک آج تک اسی حال پر ہیں۔

امام بخاری نے کہا: ''اعتــــراك'' (ھود: ۵۴) باب افتعال سے ہے' جب تم کسی چیز کو پالو تو ''عــروتــه'' کہتے ہو اور اس سے ''یعروه'' اور ''اعترانی'' ماخوذ ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ القرشی العامری الاویسی المدنی' ان سے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں (۲) ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف ابواسحاق' القرشی الزہری المدنی (۳) صالح بن کیسان ابومحمد مؤدب ولد عمر بن عبدالعزیز (۴) محمد بن مسلم الزہری (۵) عروۃ بن الزبیر بن العوام (۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ (عمدۃ القاری ج۱۵ ص ۲۷)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے مطابق نہ ہونے کے اعتراض کا جواب

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: خمس' یعنی مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ' اور اس حدیث میں خمس کا ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب المغازی میں دوسری سند کے ساتھ روایت کیا ہے' اس میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ سیدتنا فاطمہ علیہا السلام بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف کسی کو بھیجا اور ان سے اپنی اس میراث کا سوال کیا جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ میں مالِ فئے اور فدک سے دیا تھا اور جو خیبر کے خمس کا بقیہ تھا۔
(صحیح البخاری: ۴۲۴۱۔۴۲۴۰)

اور چونکہ یہ مشہور تھا کہ حضرت فاطمہ نے خیبر کے خمس کے بقیہ کا سوال کیا تھا اور اس حدیث میں بھی حضرت فاطمہ کے فدک کے سوال کا ذکر ہے' اس لیے امام بخاری نے اس شہرت کی بناء پر اس حدیث کو خمس کے باب میں ذکر کر دیا' اگرچہ اس حدیث میں خمس کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے میراث کے سوال کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرما دیا تھا کہ ہم گروہِ انبیاء وارث بنائے جاتے ہیں نہ کسی کو وارث بناتے ہیں' تو پھر سیدتنا حضرت فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کا سوال کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سیّدتنا فاطمہ علیہا السلام نے اس وقت تک یہ حدیث نہیں سنی تھی اور ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ کسی کو اپنے ترکہ کا وارث نہ بنانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے' ان کے پیش نظر قرآن مجید کی یہ آیت تھی:

وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ. (النساء: ۱۱) اگر بیٹی ایک ہو تو اس کے لیے ترکہ کا نصف ہے۔

سو اس آیت کے عموم کے پیش نظر حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکہ سے اپنے حصہ کا سوال کیا تھا۔

علامہ ابن التین نے علامہ ابن بطال کے حوالہ سے لکھا ہے کہ شیعہ کا یہ زعم ہے کہ سیّدہ فاطمہ علیہا السلام نے میراث کا مطالبہ نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو فدک ہبہ کر دیا تھا جس کا حضرت ابوبکر کو علم نہیں تھا' لیکن یہ ہرگز ثابت نہیں ہے کہ آپ نے ان کو فدک ہبہ کیا تھا اور نہ یہ ثابت ہے کہ حضرت سیّدتنا فاطمہ علیہا السلام نے اس کا مطالبہ کیا تھا۔

شیعہ نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت سیّدتنا فاطمہ علیہا السلام نے ہبہ کے دعویٰ پر حضرت علی کو بہ طور گواہ پیش کیا تھا لیکن حضرت ابوبکر نے ان کی گواہی کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا تھا کہ حضرت علی آپ کے شوہر ہیں اور بیوی کے حق میں شوہر کی گواہی مقبول نہیں ہوتی' سو یہ بھی

من گھڑت بات ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

''لا نورث'' کے لفظ کو دو طرح پڑھا گیا ہے: ''لا نورَث'' اور اس کا معنی ہے: ہم وارث نہیں بنائے جاتے' اور'' لا نورِث'' اس کا معنی ہے: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے۔

انبیاء علیہم السلام کو وارث نہ بنانے کی حکمت

انبیاء علیہم السلام کو وارث نہ بنانے کی حکمت یہ ہے تا کہ ان کے متعلق یہ گمان نہ کیا جائے کہ انہوں نے اپنے وارثوں کے لیے مال جمع کیا تھا' دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کے وارث کے متعلق یہ خدشہ نہ ہو کہ وہ ان کی موت کی تمنا کرے' پھر وہ سخت ہلاکت میں مبتلا ہو' تیسری وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی تمام امت کے لیے بہ منزلہ باپ ہوتے ہیں اور ان کی پوری امت ان کی اولاد کے حکم میں ہوتی ہے' اس لیے ان کا تمام مال اُمت پر صدقہ ہوتا ہے۔

حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام کا حضرت ابوبکر سے ناراض ہونا اور اخیر عمر میں راضی ہونا اور ناراض ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے: پس حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا۔

المہلب نے کہا ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے جو حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا تھا' اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابوبکر سے ملاقات میں ان کی طبیعت پر بوجھ ہوتا تھا' اس لیے انہوں نے ان سے ملنا ترک کر دیا تھا' اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ انہوں نے اس طرح چھوڑ دیا جس طرح چھوڑنا حرام ہے اور جو چھوڑنا حرام ہے' وہ یہ ہے کہ جب ان کی باہمی ملاقات ہو تو وہ ایک دوسرے کو سلام نہ کریں اور کسی روایت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ ان کی باہم ملاقات ہوئی اور انہوں نے ایک دوسرے کو سلام نہیں کیا اور شرعاً مذموم یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے عداوت رکھیں' دراصل حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام اس واقعہ کے بعد اپنے گھر میں ہی رہی تھیں اور حضرت ابوبکر سے ملنے نہیں گئی تھیں' اس سے راوی نے یہ سمجھ لیا کہ حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا۔

ابوحفص بن شاہین نے کتاب الخمس میں شعبی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ علیہا السلام سے کہا: جب سے آپ مجھ پر ناراض ہوئی ہیں میری زندگی میں کوئی خیر نہیں رہی' سو اگر اس معاملہ میں آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی عہد ہے تو آپ اپنے قول میں صادقہ' مصدّقہ اور مأمونہ ہیں۔ شعبی نے کہا: حضرت ابوبکر اس مجلس سے اس وقت تک نہیں اُٹھے حتیٰ کہ حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام ان سے راضی ہو گئیں اور حضرت ابوبکر ان سے راضی ہو گئے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۶۳۔ ۲۶۲)

امام بیہقی نے شعبی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام بیمار ہو گئیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے آئے اور ان سے ملنے کی اجازت طلب کی' تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام سے کہا: اے فاطمہ! یہ حضرت ابوبکر آئے ہیں اور آپ سے ملنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں' حضرت سیدہ علیہا السلام نے حضرت علی سے پوچھا: کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ میں ان کو اجازت دوں! حضرت علی نے کہا: ہاں! تو حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام نے اجازت دی' پس حضرت ابوبکر آئے اور ان کو راضی کرنے لگے' پس حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے صرف اللہ کی رضا کے لیے اور اس کے رسول کی رضا کے لیے اور اے اہل بیت! آپ لوگوں کی رضا کے لیے گھر' مال' اہل اور خاندان کو چھوڑا ہے' پھر حضرت ابوبکر نے حضرت سیّدہ فاطمہ علیہا السلام کو راضی کیا حتیٰ کہ وہ راضی ہو گئیں۔ (سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۰۱' ملتان)

اس حدیث کی سند قوی اور جید ہے اور ظاہر یہ ہے کہ شعبی نے اس حدیث کو حضرت علی سے سنا ہے' یا اس شخص سے سنا ہے جس

نے حضرت علی سے سنا ہے۔

مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقات کا بیان

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ میں جو صدقات تھے۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ میں جو املاک تھے' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد صدقہ ہو گئے تھے' اس سے مراد بنونضیر کے اموال تھے جو مدینہ کے قریب تھے۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ املاک تھے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہ طور فئے عطاء کیے تھے' جن کے حصول کے لیے مسلمانوں نے اپنے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ان املاک میں سے ایک وہ ہے جس کی مخیّریق نے غزوۂ اُحد کے دن وصیت کی تھی اور یہ بنونضیر کے سات باغ تھے' ان میں سے دوسری ملکیت وہ ہے جو انصار نے آپ کو اپنی زمینیں پیش کی تھیں اور یہ وہ زمینیں تھیں جہاں پانی نہیں پہنچتا تھا اور ان میں بنونضیر کی زمین تھی' جب وہ مدینہ سے نکل گئے تھے' اور اسی طرح وادی القریٰ کی سرزمین کا تہائی حصہ' جس کو آپ نے یہود کے ساتھ صلح سے لیا تھا' جب یہود نے صلح کی تھی' اسی طرح خیبر کے قلعوں میں سے دو قلعے: الوطیح اور السلالم' ان کو بھی آپ نے صلح سے لیا تھا اور ان میں سے آپ کا وہ حصہ ہے جو آپ نے خیبر کے خمس میں سے لیا تھا' پس یہ کل املاک صرف سیّدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مِلک تھیں اور ان میں سے کسی کا بھی کوئی حق نہ تھا' پس آپ ان املاک سے اپنا خرچ اور اپنے اہل کا خرچ نکالتے تھے اور بقیہ مال کو مسلمانوں کی مصلحتوں میں خرچ کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنی ازواج کے خرچ کے بعد اور اپنے عاملین کے خرچ کے بعد جو بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد المسلم ج ۶ ص ۸۸۔۸۷' دارالوفاء' بیروت)

اور ابن عیینہ یہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج معتدات کے حکم میں تھیں' کیونکہ ان کا کسی سے نکاح کرنا دائماً حرام ہے تو ان کا خرچ جاری رہا اور جن حجروں میں وہ رہتی تھیں' وہ ان ہی کے تصرف میں رہے۔

حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا صدقاتِ مدینہ کا مالک نہ ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ صدقاتِ مذکورہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تحویل میں دے دیئے تاکہ وہ دونوں ان صدقات میں تصرف کریں اور اپنے حق کی مقدار کے مطابق ان سے نفع اُٹھائیں' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں تصرف کرتے تھے اور حضرت عمر نے ان دونوں کو ان صدقات کا مالک نہیں بنایا تھا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ان صدقات کے والی ہوئے تو انہوں نے ان میں کوئی تغیر نہیں کیا اور اسی طرح ان صدقات کو باقی رکھا' جس طرح وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں تھے' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان صدقات کے والی ہوئے' پھر حضرت حسین' پھر حضرت علی بن حسین' پھر حضرت حسن بن حسن' پھر زید بن الحسن' پھر عبداللہ بن حسین رضی اللہ عنہم ان صدقات کے والی ہوئے' پھر بنو عباس ان صدقات کے والی ہوئے اور ان میں سے کسی سے یہ روایت نہیں ہے کہ انہوں نے ان صدقات کو اپنی مِلک میں لے لیا اور نہ انہوں نے ان صدقات کو کسی کا وارث کیا' تو اگر شیعہ کا یہ کہنا برحق ہو کہ یہ صدقات حضرت علی کی مِلک تھے اور وہ ان صدقات کے وارث تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان صدقات کے مالک بن جاتے یا آپ کے اہل بیت میں سے جب کوئی ان صدقات کا متولی ہوا تھا وہ ان صدقات کا مالک [illegible]

(المفہم ج ۳ ص ۵۶۴' دار ابن کثیر بیروت' عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۹-۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اموالِ فئے میں سے اپنی ضروریات اور مسلمانوں کی مصلحتوں پر خرچ کرنا

علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن محمد بن علی جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

جو اموال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہ طور فئی عطا فرمائے تھے جیسے فدک اور اموالِ بنو نضیر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے اپنا خرچ نکال لیتے تھے اور اپنے اہل کا خرچ نکالتے تھے اور بقیہ آمدنی کو مسلمانوں کی ضروریات اور مصلحتوں میں خرچ کرتے تھے۔ حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے وارثوں میں دینار کو تقسیم نہیں کیا جائے گا' میں نے اپنی ازواج کے خرچ اور عاملین کے خرچ کے بعد جو چھوڑا ہے' وہ صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۰۹۶' صحیح مسلم: ۱۷۶۰' سنن ابوداؤد: ۲۹۷۴)

اور سفیان بن عیینہ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج معتدات کے حکم میں ہیں' کیونکہ ان سے نکاح دائماً جائز نہیں ہے' ان کو نفقہ دیا جائے گا اور جن حجروں میں وہ رہتی تھیں وہ حجرے ان ہی کے لیے چھوڑے جائیں گے' اور آپ نے جو فرمایا تھا: عاملین کے خرچ کے بعد' اس سے حضرت فاطمہ علیہا السلام اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا تھا کہ اس کو بھی تقسیم کیا جائے گا اور عاملین سے آپ کی مراد تھی جو آپ کے بعد خلیفہ ہوں گے' اور جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ ''ہم وارث نہیں بناتے' ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے'' تو جھگڑا ختم ہوا۔

پھر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو جب حضرت عمر نے مدینہ کے صدقات کا والی بنا دیا اور اس سے مراد اموالِ بنی نضیر ہیں کیونکہ وہ مدینہ کے قریب تھے تو ان اموال کی تقسیم میں حضرت علی اور حضرت عباس میں اختلاف ہوا تو ان دونوں نے حضرت عمر سے یہ سوال کیا کہ وہ اموالِ بنی نضیر کو ان دونوں میں برابر برابر تقسیم کر دیں' تاکہ ان میں سے ہر ایک اپنی وَلایت میں مستقل ہو۔ تو حضرت عمر نے یہ مناسب نہیں جانا کہ صدقات کو تقسیم کریں اور ان دونوں نے تقسیم کا اس لیے مطالبہ نہیں کیا تھا کہ وہ صدقات کے مالک ہو جائیں بلکہ اس لیے مطالبہ کیا تھا' کیونکہ ان میں سے ہر ایک پر یہ دشوار تھا کہ وہ جب بھی ان اموال میں کوئی عمل کرے تو دوسرے سے اجازت لے کر کرے۔

حضرت ابو بکر کی بیعت کے اجماعی ہونے پر ایک اشکال کہ حضرت علی اور بنو ہاشم نے چھ ماہ تک ان کی بیعت نہیں کی تھی اور اس کا جواب

اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابو بکر کو چھوڑ دیا' اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ کیا حضرت فاطمہ نے حضرت ابو بکر پر یہ تہمت لگائی تھی کہ ان کی روایت صحیح نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر کے پاس سے ناراض ہو کر چلی گئی تھیں' کیونکہ لوگوں میں یہ بات معلوم اور مکرر تھی کہ بیٹی باپ کے ترکہ کی وارث ہوتی ہے' پس گویا کہ انہوں نے حضرت ابو بکر کے متعلق یہ گمان کیا کہ ان کی بیان کی ہوئی روایت قرآن مجید کے خلاف ہے اور اس روایت میں انہیں کوئی شبہ واقع ہو گیا ہے اور اتفاق سے وہ بیمار ہو گئیں اور ان کی بیماری طویل ہو گئی تو لوگوں نے یہ کہا کہ انہوں نے حضرت ابو بکر کو چھوڑ دیا اور یہ بھی اتفاق پیش آیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے رُکے رہے کیونکہ ان کا گمان تھا کہ ولایت میں نسب مؤثر ہوتا ہے حتیٰ کہ جب ان پر صحیح بات منکشف ہو گئی تو انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب حضرت علی علیہ السلام' حضرت ابو بکر کی بیعت سے رُک گئے تھے اور تمام بنو ہاشم نے حضرت علی کی موافقت کی تھی تو یہ کہنا کس طرح

صحیح ہوگا کہ حضرت ابوبکر کی بیعت اجماع سے ثابت ہے' اس اعتراض کے دو جواب ہیں: پہلا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے حضرت ابوبکر سے بیعت نہیں کی تھی انہوں نے حضرت ابوبکر کی خلافت کا انکار نہیں کیا تھا بلکہ وہ مزید غور وخوض کے لیے رُکے رہے تھے' دوسرا جواب یہ ہے کہ جب بعد میں ان سب لوگوں نے حضرت ابوبکر کی خلافت پر بیعت کر لی تو پھر حضرت ابوبکر کی بیعت پر اجماع ہوگیا۔

(کشف المشکل ج ۴ ص ۱۹۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

٣٠٩٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرْوِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَّالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرٍ ذَكَرَ لِيْ ذِكْرًا مِّنْ حَدِيثِهِ ذٰلِكَ فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى أَدْخُلَ عَلٰى مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ الْحَدِيثِ فَقَالَ مَالِكٌ بَيْنَا أَنَا جَالِسٌ فِيْ أَهْلِيْ حِينَ مَتَعَ النَّهَارُ إِذَا رَسُوْلُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَأْتِيْنِيْ فَقَالَ أَجِبْ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ حَتّٰى أَدْخُلَ عَلٰى عُمَرَ فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلٰى رِمَالِ سَرِيْرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ مُتَّكِيءٌ عَلٰى وِسَادَةٍ مِّنْ أَدَمٍ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسْتُ فَقَالَ مَالِكٌ إِنَّهُ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ قَوْمِكَ أَهْلُ أَبْيَاتٍ وَقَدْ أَمَرْتُ فِيْهِمْ بِرَضْخٍ فَاقْبِضْهُ فَاقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ فَقُلْتُ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَوْ أَمَرْتَ بِهٖ غَيْرِيْ قَالَ فَاقْبِضْهُ أَيُّهَا الْمَرْءُ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَهُ أَتَاهُ حَاجِبُهُ يَرْفَأُ فَقَالَ هَلْ لَّكَ فِيْ عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّالزُّبَيْرِ وَسَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ يَّسْتَأْذِنُوْنَ قَالَ نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوْا فَسَلَّمُوْا وَجَلَسُوْا ثُمَّ جَلَسَ يَرْفَأُ يَسِيْرًا ثُمَّ قَالَ هَلْ لَّكَ فِيْ عَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ قَالَ نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمَا فَدَخَلَا فَسَلَّمَا. فَجَلَسَا فَقَالَ عَبَّاسٌ يَّا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْضِ بَيْنِيْ وَبَيْنَ هٰذَا وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِيْمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي النَّضِيْرِ فَقَالَ الرَّهْطُ عُثْمَانُ وَأَصْحَابُهٗ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْضِ بَيْنَهُمَا وَأَرِحْ أَحَدَهُمَا مِنَ الْاٰخَرِ فَقَالَ عُمَرُ تَيْدَكُمْ أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِيْ بِإِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن محمد الفروی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از مالک بن اوس بن الحدثان' اور محمد بن جبیر نے مجھ سے اپنی حدیث میں اس کا ذکر کیا' پس میں گیا حتیٰ کہ مالک بن اوس کے پاس داخل ہوا' میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو مالک بن اوس نے کہا: جس وقت میں اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تب دن چڑھ چکا تھا' اس وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قاصد میرے پاس آ رہا تھا' اس نے کہا کہ امیر المؤمنین بلا رہے ہیں ان کے پاس جاؤ' پس میں ان کے ساتھ گیا' حتیٰ کہ حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت وہ ایک تخت پر بچھی ہوئی چٹائی پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے اور چٹائی کے درمیان کوئی بستر نہ تھا اور انہوں نے ایک چمڑے کے گدے کے اوپر ٹیک لگائی ہوئی تھی' میں نے ان کو سلام کیا' پھر بیٹھ گیا' پھر انہوں نے فرمایا: اے مالک! تمہاری قوم کے کچھ گھروں سے لوگ میرے پاس آئے تھے اور میں نے ان کی کچھ تھوڑی سی مدد کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے تو تم اس رقم پر قبضہ کرو اور اس کو ان پر تقسیم کر دو' میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر آپ میرے علاوہ کسی اور کو یہ حکم دے دیں' تو حضرت عمر نے فرمایا: اے مرد! تم ہی اس پر قبضہ کرو' پس جس وقت میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا' ان کے پاس ان کا دربان یرفا آیا' پس اس نے کہا: حضرت عثمان' حضرت عبدالرحمن بن عوف' حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم آپ سے ملاقات کے لیے آئے ہیں اور اجازت طلب کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: ہاں! اور ان کو آنے کی اجازت دے دی' پس وہ سب داخل ہوئے اور ان سب نے سلام کیا اور وہ سب بیٹھ گئے' پھر یرفا بھی تھوڑی دیر بیٹھا رہا' پھر اس نے کہا کہ حضرت علی اور حضرت

صَدَقَةٌ يُرِيْدُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسَهُ قَالَ الرَّهْطُ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ فَاَقْبَلَ عُمَرُ عَلٰى عَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ فَقَالَ اَنْشُدُكُمَا اللّٰهَ اَتَعْلَمَانِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ قَالَا قَدْ قَالَ ذٰلِكَ قَالَ عُمَرُ فَاِنِّيْ اُحَدِّثُكُمْ عَنْ هٰذَا الْاَمْرِ. اِنَّ اللّٰهَ قَدْ خَصَّ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْفَيْءِ بِشَيْءٍ لَّمْ يُعْطِهِ اَحَدًا غَيْرَهُ ثُمَّ قَرَاَ ﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ. (اِلٰى قَوْلِهٖ) قَدِيْرٌO﴾ (الحشر:٦) فَكَانَتْ هٰذِهٖ خَالِصَةً لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا احْتَازَهَا دُوْنَكُمْ وَلَا اسْتَاْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ قَدْ اَعْطَاكُمُوْهَا وَبَثَّهَا فِيْكُمْ حَتّٰى بَقِيَ مِنْهَا هٰذَا الْمَالُ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هٰذَا الْمَالِ ثُمَّ يَاْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللّٰهِ فَعَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ حَيَاتَهُ اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُوْنَ ذٰلِكَ قَالُوْا نَعَمْ ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ اَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمَانِ ذٰلِكَ قَالَ عُمَرُ ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضَهَا اَبُوْبَكْرٍ فَعَمِلَ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنَّهُ فِيْهَا لَصَادِقٌ بَارٌّ رَّاشِدٌ تَابِعٌ لِّلْحَقِّ ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ اَبَابَكْرٍ فَكُنْتُ اَنَا وَلِيُّ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ مِنْ اِمَارَتِيْ اَعْمَلُ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا عَمِلَ فِيْهَا اَبُوْبَكْرٍ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنِّيْ فِيْهَا لَصَادِقٌ بَارٌّ رَّاشِدٌ تَابِعٌ لِّلْحَقِّ ثُمَّ جِئْتُمَانِيْ تُكَلِّمَانِيْ وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ وَّاَمْرُكُمَا وَاحِدٌ جِئْتَنِيْ يَا عَبَّاسُ تَسْاَلُنِيْ نَصِيْبَكَ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ وَجَاءَ نِيْ هٰذَا يُرِيْدُ عَلِيًّا يُّرِيْدُ نَصِيْبَ امْرَاَتِهٖ مِنْ اَبِيْهَا فَقُلْتُ لَكُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

عباس رضی اللہ عنہما آپ سے ملاقات کے لیے آئے ہیں' آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت عمر نے کہا: ہاں! پس ان دونوں کو اجازت دی' پھر وہ دونوں آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے' پس حضرت عباس نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کیجئے' وہ دونوں بنونضیر کے اس مالِ فئے میں لڑ رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطاء کیا تھا' حضرت عثمان اور دیگر اصحاب کی جماعت نے بھی کہا: اے امیر المؤمنین! ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیجئے اور ان میں سے ایک کو دوسرے سے راحت عطا کیجئے' حضرت عمر نے فرمایا: صبر کرو اور مہلت دو' میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں' کیا تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: ہم وارث نہیں بناتے' ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے' اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد اپنی ذات تھی' تو صحابہ کی جماعت نے کہا: ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح فرمایا تھا' پھر حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں آپ دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا آپ کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح فرمایا تھا' ان دونوں نے کہا: ہاں! آپ نے اسی طرح فرمایا تھا' حضرت عمر نے کہا: میں تم لوگوں کو اس معاملہ کے متعلق بتاتا ہوں' بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس مالِ فئے کے ساتھ خاص کر لیا اور کسی اور کو اس مال سے عطاء نہیں کیا' پھر حضرت عمر نے یہ آیت پڑھی: اور جو (مال) اللہ نے ان سے (نکال کر) اپنے رسول پر لوٹا دیئے تو تم نے ان پر نہ گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ' ہاں! اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ جو چاہے اس پر قادر ہےO (الحشر: ۶) پس یہ اموال خالص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت تھے' اللہ کی قسم! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اموال تم کو چھوڑ کر صرف اپنے ساتھ مخصوص نہیں کیے بلکہ یہ اموال تم کو عطاء کیے اور تمہاری ضرورتوں میں ان کو خرچ کیا' حتیٰ کہ ان اموال میں سے یہ مال باقی بچ گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مال سے اپنے اہل کو ایک سال کا خرچ دیتے تھے' پھر جو باقی بچ جاتا' اس کو اللہ کا مال قرار دیتے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی

لَانُوْرَثُ مَاتَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَلَمَّا بَدَا لِيْ اَنْ اَدْفَعَهُ اِلَيْكُمَا قُلْتُ اِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا عَلٰى اَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللّٰهِ وَمِيْثَاقَهُ لَتَعْمَلَانِ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِمَا عَمِلَ فِيْهَا اَبُوْبَكْرٍ وَّبِمَا عَمِلْتُ فِيْهَا مُنْذُ وَلِيْتُهَا فَقُلْتُمَا اِدْفَعْهَا اِلَيْنَا فَبِذٰلِكَ دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا فَاَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ هَلْ دَفَعْتُهَا اِلَيْهِمَا بِذٰلِكَ قَالَ الرَّهْطُ نَعَمْ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰى عَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ فَقَالَ اَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ دَفَعْتُهَا اِلَيْكُمَا بِذٰلِكَ قَالَا نَعَمْ قَالَ فَتَلْتَمِسَانِ مِنِّيْ قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ فَوَاللّٰهِ الَّذِيْ بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ لَا اَقْضِيْ فِيْهَا قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ فَاِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَادْفَعَاهَا اِلَيَّ فَاِنِّيْ اَكْفِيْكُمَاهَا.

(صحیح مسلم: ۱۷۵۷، الرقم المسلسل: ۴۴۶۸، سنن ابوداؤد: ۲۹۶۳، سنن ترمذی: ۱۶۱۰)

حیات میں اس طرح اپنے مال میں عمل کرتے رہے، میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا تمہیں اس بات کا علم ہے؟ سب نے کہا: ہاں! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا تم اس بات کو جانتے ہو؟ حضرت عمر نے بتایا کہ پھر اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفات دے دی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ولی ہوں، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس مال کو اپنے کنٹرول میں لیا، پھر اس میں وہ عمل کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں عمل کرتے تھے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ اس میں ضرور سچے تھے، نیک تھے، ہدایت یافتہ تھے، حق کی پیروی کرنے والے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو وفات دے دی، پس میں حضرت ابوبکر کا ولی ہوا، پس میں نے اپنی حکومت کے دو سالوں میں اس کو اپنے کنٹرول میں رکھا اور اس میں اس کے مطابق عمل کرتا رہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں عمل کیا تھا اور جو اس میں حضرت ابوبکر نے عمل کیا تھا، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس میں ضرور سچا ہوں، نیک ہوں، ہدایت یافتہ ہوں، حق کی پیروی کرنے والا ہوں۔ پھر آپ دونوں میرے پاس آئے، تم دونوں مجھ سے کلام کر رہے تھے اور آپ دونوں کا کلام واحد تھا اور آپ دونوں کا معاملہ واحد تھا، اور اے عباس! آپ میرے پاس آئے، آپ مجھ سے اپنے بھتیجے کے حصہ میں سے لینے کا سوال کرتے تھے اور میرے پاس یہ آئے، حضرت عمر، حضرت علی کا ارادہ کر رہے تھے۔ یہ اپنی بیوی کا ان کے والد کی میراث سے سوال کر رہے تھے۔ تو میں نے آپ دونوں سے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے، پھر جب مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ میں یہ زمین آپ دونوں کی تحویل میں دے دوں تو میں نے کہا کہ اگر آپ دونوں چاہیں تو میں یہ زمین آپ دونوں کی تحویل میں دے دوں، اس شرط پر کہ آپ دونوں پر لازم ہے کہ اللہ سے پکا عہد و میثاق کریں کہ آپ دونوں اس میں اسی طرح عمل کرتے رہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمل کیا تھا اور جس طرح اس میں حضرت ابوبکر نے عمل کیا تھا، اور

جس طرح میں نے اس میں عمل کیا ہے' جب سے میں ان اموال کا والی ہوا ہوں' پس آپ دونوں نے کہا کہ آپ یہ اموال ہماری تحویل میں دے دیں' پس اس وجہ سے میں نے یہ اموال آپ کی تحویل میں دیئے' پس میں آپ سب کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آیا میں نے یہ اموال ان کی طرف اسی شرط پر دیئے تھے؟ تو صحابہ کی جماعت نے کہا: ہاں! پھر حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف مڑ کر کہا: میں آپ دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا میں نے یہ اموال آپ کی تحویل میں اسی شرط پر دیئے تھے؟ ان دونوں نے کہا: ہاں! پھر کیا آپ دونوں مجھ سے اس کے سوا کوئی اور فیصلہ کرانا چاہتے ہیں' پس اللہ کی قسم! جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں' میں ان اموال میں اس کے سوا کوئی اور فیصلہ نہیں کروں گا' پس اگر آپ دونوں ان اموال میں اس طرح عمل کرنے سے عاجز ہیں تو آپ یہ اموال مجھے سونپ دیجئے تو بے شک میں ان اموال میں آپ کی جگہ کفایت کروں گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٠٤ میں گزر چکی ہے۔ لیکن صحیح البخاری: ٢٩٠٤ میں صرف اتنا ذکر ہے کہ بنو نضیر کے اموال اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بہ طور فئے عطا فرمائے تھے۔ اور یہ خاص رسول اللہ ﷺ کی ملکیت میں تھے اور آپ ان اموال میں سے اپنے اہل کو ایک سال کا خرچ دیتے تھے' پھر باقی اموال کو جہاد میں خرچ کرتے تھے اور وہ تمام تفصیل جو اس حدیث میں ذکر کی گئی ہے وہ حدیث: ٢٩٠٤ میں نہیں ہے' لہٰذا اس حدیث کی مکمل شرح اب کی جارہی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) اسحاق بن محمد الفروی (٢) امام مالک بن انس (٣) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (٤) مالک بن اوس (٥) محمد بن جبیر۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣١' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے کہ بنو نضیر کے یہ اموال خالص رسول اللہ ﷺ کے لیے تھے' اور ان اموال کے متعلق حضرت علی اور حضرت عباس' حضرت عمر کے پاس لڑتے ہوئے آئے تھے اور ان اموال میں وادی القریٰ کی زمین کا تیسرا حصہ بھی تھا جو آپ نے یہود سے صلح کے نتیجہ میں حاصل کیا تھا' اسی طرح خیبر کے قلعوں میں سے دو قلعے بھی تھے جن کے نام الوطیح اور السلالم تھے' آپ نے ان کو صلح سے حاصل کیا اور ان اموال میں خیبر کے خمس میں سے آپ کا حصہ بھی تھا اور جو علاقہ جنگ سے حاصل ہو وہ صرف آپ کی ملکیت ہوتا تھا اور اس میں کسی اور کا حصہ نہ ہوتا تھا۔

حضرت عباس نے حضرت علی کو کاذب' آثم' غادر اور خائن کہا' اس کی توجیہ علامہ مازری اور علامہ عینی کی طرف سے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عباس نے حضرت علی بن ابی طالب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کیجئے اور امام مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: میرے اور اس جھوٹے' گناہ گار' عہد شکن اور خائن کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۵۷)

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عباس کے لیے یہ مناسب تو نہ تھا کہ وہ حضرت علی کے متعلق یہ الفاظ کہتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں شرط محذوف ہے' یعنی اگر حضرت علی انصاف سے کام نہ لیں تو وہ کاذب' آثم' غادر اور خائن ہیں۔

اور علامہ مازری نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ نہیں کہے اور وہ ایسے الفاظ کہنے سے منزہ ہیں' تبھی امام بخاری کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں اور اس میں راوی نے اپنے وہم کی وجہ سے ان الفاظ کا اضافہ کر دیا اور اگر ان الفاظ کی نسبت راوی کی طرف نہ کی جائے تو پھر بہترین جواب یہ ہے کہ حضرت عباس نے حضرت علی کو ڈانٹتے ہوئے اور نصیحت کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے' کیونکہ حضرت عباس' حضرت علی کے والد کی جگہ ہیں' اور شاید حضرت عباس نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت علی جوان کو خطا وار سمجھتے تھے' اس کا رد کریں' اور ان اوصاف سے حضرت علی اس وقت متصف ہوتے جب وہ قصداً ایسا کرتے۔ اگرچہ حضرت علی کے اعتقاد میں یہ بات نہیں تھی کہ حضرت عباس نے دانستہ کوئی خطا کی ہے اور یہ تاویل اس لیے ضروری ہے کہ حضرت عباس نے یہ جملہ حضرت عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے کہا تھا اور ان میں سے کسی نے بھی حضرت عباس کے اس کلام پر انکار نہیں کیا' حالانکہ یہ نفوسِ قدسیہ بُرائی کے انکار کرنے میں بہت متشدد تھے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے قرینۂ حال سے یہ سمجھا تھا کہ حضرت عباس نے جو کچھ کہا ہے' اس کا خود ان کو بھی اعتقاد نہیں تھا' یعنی وہ دل میں حضرت علی کو جھوٹا' گناہ گار' خائن اور عہد شکن نہیں سمجھتے تھے۔ علامہ مازری کا جواب ختم ہوا۔

علامہ عینی کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس پورے جواب کا کوئی فائدہ نہیں' بلکہ ان الفاظ کو کتاب سے زائل کرنا واجب ہے اور حضرت عباس اس سے بَری ہیں کہ وہ ایسے الفاظ کہیں' خصوصاً حضرت عمر بن خطاب اور جماعتِ صحابہ کے سامنے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُمورِ دین میں بہت متصلّب اور سخت تھے اور وہ غلط بات پر ٹوکنے میں کسی کا لحاظ نہیں رکھتے تھے' اس لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت عباس' حضرت علی کے لیے ایسے الفاظ کہتے اور اس پر حضرت عمر خاموش رہتے' اور علامہ مازری کے جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے ایک بُرائی پر انکار کرنے کو ترک کیا اور حق کو قائم کرنے پر عاجز رہے' پس اس صورت میں لائق یہ ہے کہ ان الفاظ کو روایت سے ساقط کر دیا جائے تاکہ کسی بے فائدہ تاویل کی ضرورت نہ رہے۔

کاذب' آثم' غادر اور خائن کی توجیہ علامہ ابن حجر کی طرف سے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے بھی شعیب اور یونس کی روایت سے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس نے ایک دوسرے پر سب و شتم کیا (صحیح البخاری: ۴۰۳۳) اور ابن شہاب زہری نے کتاب الفرائض میں یہ روایت کی ہے کہ میرے اور اس ظالم کے درمیان فیصلہ کیجئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو سبّ (یعنی بُرا) کہا اور جویریہ کی روایت میں ہے کہ میرے اور اس کاذب' آثم' غادر' خائن کے درمیان فیصلہ کیجئے' اور میں نے کسی روایت میں یہ نہیں دیکھا کہ حضرت علی نے بھی حضرت عباس کے حق میں کچھ کہا ہو' البتہ عقیل کی روایت میں یہ ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے پر سبّ و شتم کیا' علامہ مازری نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث سے ان الفاظ کو حذف کر دینا چاہیے (علامہ مازری کا پورا جواب علامہ عینی کی عبارت میں آچکا ہے)۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

کاذب' آثم' غادر اور خائن کی توجیہ شیخ تقی عثمانی کی طرف سے

شیخ محمد تقی عثمانی اس بحث میں لکھتے ہیں:

پھر حضرت علی اور حضرت عباس آئے' عباس نے کہا: میرے اور حضرت علی کے درمیان فیصلہ کر دیجئے' اب یہ چچا بھتیجے کا معاملہ تھا' اس میں چچا نے بھتیجے کے لیے ذرا سخت الفاظ استعمال کیے۔ (انعام الباری ج ۷ ص ۱۱۳۲' مکتبۃ الحراء' کراچی)

حضرت علی کو کاذب' آثم' غادر اور خائن کہنے کی توجیہ مصنف کی طرف سے

میں کہتا ہوں کہ علامہ مازری اور علامہ عینی دونوں نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث سے ان الفاظ کو نکال دینا چاہیے لیکن دونوں بزرگوں نے اس امر پر غور نہیں کیا کہ اس سے صحیح مسلم کی ثقاہت پر زد پڑے گی اور اس پر اعتماد نہیں رہے گا' جب کہ صحیح بخاری کی روایت سے بھی مسلم کی روایت کی تائید ہوتی ہے کیونکہ صحیح البخاری: ۴۰۳۳ میں یہ تصریح ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے پر سبّ وشتم کیا یا ایک دوسرے کو بُرا کہا۔ میرے نزدیک حضرت عباس نے حضرت علی کے متعلق جو کہا: اس کاذب' آثم' غادر' خائن کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ اس میں حضرت عباس کا یہ قول باب تنزیل سے ہے یعنی اگرچہ حضرت علی کاذب' آثم' غادر اور خائن تو نہیں تھے لیکن انہوں نے حضرت عباس کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جو معاملہ کوئی کاذب' آثم' غادر اور خائن کسی کے ساتھ کرتا ہے۔ جیسے حضرت زید بن ارقم نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے جھوٹا قرار دیا حالانکہ میں سچا تھا۔ (سنن ترمذی: ۳۳۱۳) یعنی رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ جھوٹوں کا معاملہ کیا حالانکہ میں سچا تھا' اسی طرح حضرت عباس کے نزدیک حضرت علی جھوٹے نہیں تھے لیکن حضرت علی نے حضرت عباس کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جو کوئی جھوٹا کسی کے ساتھ کرتا ہے۔ اسی لیے انہوں نے کہا: میرے اور اس کاذب کے درمیان فیصلہ کر دیجئے' ان کا یہ مطلب نہیں تھا کہ فی الواقع حضرت علی کاذب' آثم' غادر اور خائن تھے۔

شیخ تقی عثمانی کا جواب بھی صحیح نہیں ہے' انہوں نے لکھا ہے کہ اب یہ چچا بھتیجے کا معاملہ تھا۔ تو کیا چچا بھتیجے کو بلاوجہ کاذب' آثم' غادر اور خائن کہہ سکتا ہے! پھر حضرت عباس اور حضرت علی عام چچا بھتیجا تو نہیں ہیں' یہ تو وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جو مسلمانوں کے لیے آئیڈیل' نمونہ اور مقتداء ہیں' پھر انہوں نے لکھا ہے کہ اس میں چچا نے بھتیجے کے لیے ذرا سخت الفاظ استعمال کیے' یہ اس لیے غلط ہے کہ کسی کا دوسرے کو کاذب' آثم' غادر اور خائن کہنا ذرا سخت الفاظ نہیں ہیں بلکہ بہت سخت الفاظ ہیں' کاذب پر تو لعنت کی گئی ہے: ''لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ○'' (آل عمران: ۶۱)

اس لیے اس اشکال کا صحیح جواب یہی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کاذب' آثم' غادر اور خائن نہیں تھے بلکہ ان کے نزدیک حضرت علی نے حضرت عباس کے ساتھ ایسا سلوک کیا تھا جو کوئی کاذب' آثم' غادر اور خائن دوسرے کے ساتھ کرتا ہے' اس لیے حضرت عباس نے حضرت علی کو کاذب' آثم' غادر اور خائن کے منزلہ اور حکم میں قرار دے کر کہا: میرے اور اس کاذب' آثم' غادر اور خائن کے درمیان فیصلہ کیجئے' اور علامہ مازری اور علامہ عینی نے جو کہا ہے کہ ان الفاظ کو اس روایت سے نکال دیا جائے تو اس سے پھر صحیح مسلم کی روایت پر اعتماد نہیں رہے گا اور صحیح بخاری: ۴۰۳۳ میں بھی تو ''استبّا'' کے الفاظ ہیں' یعنی دونوں نے ایک دوسرے کو سبّ وشتم کیا تو کیا ان الفاظ کو بھی صحیح بخاری سے نکالا جائے گا' نیز حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ کتاب الفرائض میں ہے: حضرت عباس نے کہا کہ میرے اور اس ظالم کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ پس ہمارے جواب کے بغیر اور کوئی مفر نہیں ہے۔

وللہ الحمد علیٰ ذالک!

جن آیات میں انبیاء کرام کی وراثت کا ثبوت ہے‘ان کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم وارث نہیں بناتے‘ ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے‘ وہ صدقہ ہے۔
علامہ قرطبی نے کہا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جماعت نہ کسی کی وارث ہوتی ہے نہ کسی کو وارث بناتی ہے‘ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے: ہم معاشر الانبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے۔

مالک بن اوس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ ہم معاشر الانبیاء نے جس چیز کو بھی چھوڑا ہے‘ وہ صدقہ ہے۔ یہ حدیث حسن بصری کے خلاف حجت ہے کیونکہ ان کا مسلک یہ ہے کہ کسی کو وارث نہ بنانا ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور دیگر انبیاء علیہم السلام خود بھی وارث ہوتے تھے اور وہ دوسروں کو وارث بھی بناتے تھے‘ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے:

يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۚ. (مریم:٦) جو میرا اور آلِ یعقوب کا وارث بنے۔
وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ. (النمل:١٦) اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے۔

اور جمہور علماء نے کہا ہے کہ ان آیتوں میں مال کی وراثت مراد نہیں بلکہ علم اور نبوت کی وراثت مراد ہے اور حکمت کی وراثت مراد ہے اور خصوصاً حضرت سلیمان کے حق میں پرندوں کی بولیوں کی وراثت مراد ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ اور کسی نبی کو مالِ فئے عطاء نہیں فرمایا‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مالِ فئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطاء فرمادیا ہے جیسا کہ جمہور فقہاء کا مذہب ہے یا اکثر فئے کے ساتھ خاص کردیا ہے جیسا کہ شافعیہ کا مذہب ہے‘ اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مالِ غنیمت صرف آپ کی امت کے لیے حلال کیا گیا ہے اور کسی امت کے لیے حلال نہیں کیا گیا‘ اسی طرح مالِ فئے بھی صرف آپ کے لیے حلال کیا گیا ہے اور کسی نبی کے لیے حلال نہیں کیا گیا۔

اس اعتراض کا جواب کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اموالِ فئی سے ایک سال کا خرچ نکال لیتے تھے‘ تو پھر آپ نے زرہ گروی رکھ کر اُدھار طعام کیوں خریدا؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو نضیر کے اموالِ فئے سے ایک سال کا خرچ لے لیتے تھے‘ اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی کیونکہ آپ نے اپنے اہل کے لیے جَو قرض لیے تھے۔ (صحیح البخاری: ٢٥١٣) تو جب آپ کے پاس ایک سال کا خرچ موجود تھا تو پھر آپ کو جَو قرض لینے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ایک سال کا خرچ نکال کر الگ رکھ لیتے تھے‘ اس کے باوجود آپ اس میں سے نیکی کی راہ میں اور جہاد پر خرچ کرتے رہتے تھے‘ حتیٰ کہ سال میں آپ کو اُدھار طعام خریدنے کی ضرورت پیش آتی تھی۔

حضرت عمر نے ابتداءً اموالِ بنو نضیر حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو کیوں نہیں دیئے؟ اور ان دونوں کے بعد میں لڑنے کی کیا وجہ تھی؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر نے خلیفہ ہونے کے دو سال بعد حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی تحویل میں اموالِ بنو نضیر دے دیئے‘ اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عمر نے اپنی خلافت کی ابتداء ہی میں ان کو یہ اموال کیوں نہیں دیئے؟ اس کا اوّلاً جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لیے اموالِ بنو نضیر ان کو دینے سے منع کیا تھا کہ وہ ان اموال کو بہ طور ملکیت طلب کر رہے تھے

اور ثانیاً جواب یہ ہے کہ حضرت عمر نے ان کو وہ اموال بہ طور تصرف عطا کیے تھے' جس طرح ان اموال میں رسول اللہ ﷺ تصرف فرماتے تھے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تصرف فرماتے تھے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس قصہ میں یہ اشکال ہے کہ جب حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے مدینہ کے صدقات حضرت عمر سے اس شرط پر لیے تھے کہ وہ ان میں اسی طرح تصرف کریں گے جس طرح ان میں نبی ﷺ تصرف فرماتے تھے' تو پھر بعد میں کیا وجہ ہوئی کہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما آپس میں لڑنے لگے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں کو اس میں شریک ہونا ناگوار تھا اور وہ چاہتے تھے کہ وہ اموال ان دونوں میں تقسیم کر دیے جائیں تاکہ ہر ایک ان میں مستقل تصرف کرے' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اس لیے منع کر دیا کہ یہ ان میں ملکیت کا باعث نہ بن جائے' اور امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اس کو بہ طور صدقہ ہی برقرار رکھا اور اس میں کوئی تغیر نہیں کیا۔

اپنی تعریف خود کرنے کا جواز' جاہل صوفیاء کا ردّ اور خبر واحد کو قبول کرنے کی دلیل اور دیگر مسائل

اگر کوئی شخص خود اپنی تعریف کرے جب کہ وہ تعریف برحق ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی آدمی اپنے لیے اور اپنے اہل کے لیے ایک سال کا سامان ذخیرہ کر سکتا ہے اور اس حدیث میں ان جاہل صوفیاء کا ردّ ہے جو مستقبل کے لیے ذخیرہ کرنے سے منع کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ جس نے کل کے لیے کوئی چیز ذخیرہ کی تو اس نے اپنے رب کے ساتھ بدگمانی کی اور اپنے رب پر ایسا توکل نہیں کیا جو اس پر توکل کرنے کا حق ہے۔

اس حدیث میں خبر واحد کو قبول کرنے کی دلیل ہے کیونکہ حضرت ابوبکر نے اس حدیث کے اوپر کسی کی شہادت طلب نہیں کی جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے پوچھا تھا: کیا تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ہم کسی کو وارث نہیں بناتے' اور حضرت ابوبکر کی اس حدیث کو قبول کیا گیا۔ کبھی کسی فقیہ اور عالم سے بعض ایسی چیزیں مخفی ہوتی ہیں جن کا دوسروں کو علم ہوتا ہے جیسا کہ حضرت فاطمہ' حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم سے یہ مخفی رہا کہ نبی ﷺ کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور یہ آپ کی خصوصیت ہے' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان سے یہ چیز مخفی نہیں تھی لیکن ان کو ذہول اور نسیان ہو گیا تھا' حتیٰ کہ ان کو جب حضرت ابوبکر نے یاد دلایا تو انہوں نے ان کی طرف رجوع کر لیا' اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو قسم دی کہ کیا آپ کو علم ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا: ہم معاشر الانبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے تو ان دونوں نے کہا: ہاں!

حضرت فاطمہ علیہا السلام نے جو اپنے والد کی میراث طلب کی اور حضرت عباس نے اپنے بھتیجے کی وراثت سے حصہ طلب کیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ احکام میں اصل یہ ہے کہ ان کو عموم پر برقرار رکھا جائے اور اگر کسی دلیل سے تخصیص ثابت ہو تو اس میں تخصیص کر لی جائے' لہٰذا قرآن مجید میں جو وارد ہے:

وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ (النساء:١١) اور اگر بیٹی ایک ہو تو اس کو نصف ملے گا۔

حضرت سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے اسی آیت کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے اپنے والد کی وراثت سے اپنا حصہ طلب کیا تھا اور جب انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ اس آیت کے عموم میں وہ داخل نہیں ہیں تو انہوں نے اپنے مطالبہ سے رجوع کر لیا۔

٢ - بَابُ اَدَاءِ الْخُمُسِ مِنَ الدِّيْنِ خمس کا ادا کرنا بھی دین سے ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خمس کا ادا کرنا بھی دین کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔

٣٠٩٥ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَبِيْ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث

جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَّبِيْعَةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ فَلَسْنَا نَصِلُ اِلَيْكَ اِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِاَمْرٍ نَّاْخُذُ مِنْهُ وَنَدْعُوْا اِلَيْهِ مَنْ وَّرَاءَنَا قَالَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ وَّاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَعَقَدَ بِيَدِهٖ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَاَنْ تُؤَدُّوْا لِلّٰهِ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ابی جمرہ الضبعی' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ عبدالقیس کا وفد آیا' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ ربیعہ کا قبیلہ ہے' ہمارے اور آپ کے درمیان مضر کے کفار حائل ہیں' سو ہم صرف حرمت والے مہینوں میں آپ تک پہنچ سکتے ہیں' تو آپ ہمیں کسی فیصلہ کن بات کا حکم دیں' جس کو ہم حاصل کریں اور جو ہمارے پیچھے لوگ ہیں ان کو اس کی طرف دعوت دیں' آپ نے فرمایا: میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں: اللہ پر ایمان لانے کا اور اس شہادت کا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' اور آپ نے اپنے ہاتھ سے عقد باندھا (یعنی واحد کا اشارہ کیا) اور نماز قائم کرنے کا اور زکوٰۃ دینے کا اور رمضان کے روزے رکھنے کا اور اللہ کو مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنے کا اور میں تم کو (خشک) کدو اور کھوکھلی لکڑی اور سبز گھڑے اور تارکول ملی ہوئی لکڑی کے برتن سے منع کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۵۳ میں گزر چکی ہے۔

بہ ظاہر اس حدیث میں پانچ چیزوں کا حکم دیا ہے لیکن اگر خمس کو زکوٰۃ میں داخل کر لیا جائے تو پھر یہ چار چیزیں ہیں: خشک کدو' کھوکھلی لکڑی' سبز گھڑا اور تارکول ملی ہوئی لکڑی کا برتن' یہ وہ ظروف ہیں جن میں نبیذ بنایا جاتا تھا۔ آپ نے پہلے ان برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا تھا اور بعد میں ان برتنوں کے استعمال کی اجازت دے دی۔ اس کی مفصل شرح نعمۃ الباری شرح صحیح البخاری ج ا ص ۲۸۸۔۲۹۱ میں گزر چکی ہے۔

۳ - بَابُ نَفَقَةِ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج کے خرچ کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج کا خرچ کس مقدار سے اور کس کیفیت سے دیا جاتا تھا؟

۳۰۹۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِيْنَارًا مَّا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمُؤْنَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے یہ خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے وارثوں میں دینار کو تقسیم نہیں کیا جائے گا' میں نے اپنی ازواج کے خرچ اور عاملین کی مشقت کے معاوضہ کو ادا کرنے

کے بعد جو کچھ چھوڑا ہے' وہ صدقہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۷۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں آپ کی ازواج کے خرچ کا ذکر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج کے خرچ کا وجوب

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے وارثوں میں نہ دینار کو تقسیم کیا جائے گا اور نہ درہم کو' آپ کے اس ارشاد میں نفی نہی کے معنی میں نہیں ہے' یعنی آپ نے اپنے وارثوں میں دینار اور درہم کو تقسیم کرنے سے منع نہیں فرمایا ہے' کیونکہ آپ نے اپنے ترکہ میں دینار اور درہم نہیں چھوڑے تھے جن کو تقسیم کیا جاتا اور جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ ایک وسق (چار کلو) جَو کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی اور جو فعل ممکن ہی نہ ہو' اس سے منع کرنا جائز نہیں ہے۔ انسان کو اس کام سے منع کیا جاتا ہے جس کا وقوع ممکن ہو' اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میرے وارثوں میں نہ دینار کو تقسیم کیا جائے گا نہ درہم کو' کیونکہ میں نے اپنے بعد دینار اور درہم کو نہیں چھوڑا۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ نے اپنی وفات کے بعد اپنی ازواج کے خرچ کو مستثنیٰ کیا ہے' کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو کسی اور کے ساتھ نکاح کرنے سے روکا ہوا تھا اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ (الاحزاب: ۵۳) ○ اور تمہیں یہ لائق نہیں کہ اللہ کے رسول کو ایذاء پہنچاؤ اور نہ تمہیں یہ لائق ہے کہ ان کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاملین کو خرچ دینے کا وجوب

اور اس حدیث میں فرمایا: اور عاملین کی مشقت کے معاوضے کو ادا کرنے کے بعد۔ اس عامل سے مراد ہے: فدک اور بنو نضیر کے فئی اور خیبر میں آپ کے حصہ میں جو باغات تھے' جن کے حصول میں مسلمانوں نے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے تو ان کھجوروں کے باغات میں عاملین جو دیکھ بھال کرتے تھے ان کا خرچ' یعنی آپ کی ازواج کے خرچ اور آپ کے باغات کے عاملین کے خرچ کے نکالنے کے بعد جو بھی آپ کا ترکہ ہے' وہ صدقہ ہے' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت تک آپ کی ازواج اور آپ کے باغات کے عاملین کو خرچ دیا جاتا رہا' پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ حکومت آیا تو انہوں نے آپ کی ازواجِ مطہرات کو یہ اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو ان کو اسی طرح خرچ دیا جاتا رہے اور اگر وہ چاہیں تو ان کو زمینیں مہیا کر دی جائیں اور وہ خود ان میں باغ لگوائیں اور اس کی آمدنی وصول کریں۔ تو حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے یہ اختیار کیا کہ ان کے لیے زمینیں مہیا کر دی جائیں تو وہ ان زمینوں میں باغات لگواتی رہیں اور اس کی آمدنی سے حصہ وصول کرتی رہیں حتیٰ کہ وہ دونوں فوت ہو گئیں۔

دین کا کام کرنے والوں کو خرچ دینے کا وجوب

امام طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے لیے کسی نیک کام کے کرنے میں مشغول ہو اور اللہ اسے نیک کام کا اجر عطاء فرماتا ہو تو اس کے لیے اپنی اس مشغولیت کے معاوضہ میں رزق حاصل کرنا جائز ہے' جبکہ اس کے عمل سے تمام

مسلمانوں یا بعض مسلمانوں سے ان کے حصہ کا عمل ساقط ہو جاتا ہو' ایسی صورت میں اس عامل کو معاوضہ دینا چاہیے' اسی وجہ سے مؤذن جو اذان دیتے ہیں تو انہیں ان کی اذان دینے کے معاوضہ میں رزق دیا جاتا ہے اور معلمین جو دینی کتابوں کی تعلیم دیتے ہیں' انہیں ان کے معاوضہ میں رزق دیا جاتا ہے۔

امام طبری کی مشکل عبارت کی تسہیل

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جو عاملین نبی ﷺ کے کھجور کے باغات کی دیکھ بھال کرتے تھے اور اس میں پانی وغیرہ دیتے تھے اور کھجوروں کو درختوں سے اتارتے تھے' تو نبی ﷺ نے ان عاملین کے معاوضہ کا ذکر فرمایا اور نبی ﷺ کے باغات کی دیکھ بھال کرنا سب مسلمانوں کا فریضہ تھا۔ تو جن عاملین نے اس کام کو اپنے ذمہ لے لیا' انہوں نے باقی مسلمانوں سے اس مشقت کو ساقط کر دیا اور نبی ﷺ نے ان عاملین کی مشقت کے معاوضہ کا استحقاق بیان فرمایا کہ میرے عاملین کی مشقت کے معاوضہ کے بعد جو ترکہ باقی ہوگا' وہ صدقہ ہے' یعنی آپ کے ترکہ سے عاملین کو ان کی مشقت کا معاوضہ ضرور دیا جائے گا۔ اسی طرح نمازوں کے لیے اذان دینا اور دینی کتابوں کی تعلیم دینا ہر مسلمان پر فرضِ کفایہ ہے اور جو مؤذن اذان دیتے ہیں اور جو معلم دینی کتابیں پڑھاتے ہیں' ان کے اس عمل کی وجہ سے باقی مسلمانوں سے اذان دینے اور دینی کتابیں پڑھانے کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے تو ان کو بھی اس مشقت کا اسی طرح معاوضہ دینا چاہیے جس طرح نبی ﷺ کے باغات کے عاملین کے معاوضہ کا نبی ﷺ نے ذکر فرمایا ہے کیونکہ تمام مسلمانوں پر نبی ﷺ کے باغات میں عمل کرنا فرض تھا اور ان عاملین کے عمل کرنے سے یہ فرض باقی مسلمانوں سے ساقط ہو گیا تو جس طرح ان عاملین کی مشقت کا معاوضہ رسول اللہ ﷺ نے عطاء فرمایا ہے' اسی طرح مؤذنین اور معلمین کی مشقت کا معاوضہ مسلمانوں کو ادا کرنا چاہیے کیونکہ اگر وہ یہ کام نہ کرتے تو دوسرے مسلمانوں پر یہ کام فرض ہوتا' اور مؤذنین اور معلمین اس وقت میں کوئی اور کام کر کے اپنے لیے کسبِ معاش کر سکتے تھے۔

اور علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص نبی ﷺ کے بعد آپ کے معاملات کا والی ہوگا' اس پر نبی ﷺ نے یہ لازم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مالِ فئی عطا کیا تھا' اس مال سے آپ کا خلیفہ ان عاملین کی مشقت کا معاوضہ ادا کرے۔ پس ظاہر ہو گیا کہ جو شخص بھی مسلمانوں کے اُمور کا متولی اور منتظم ہو' اس کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کے بیت المال سے علماء' قضاۃ (جج)' ائمہ اور خطباء کو ان کی خدمات کا معاوضہ دے۔

تجارت' ملازمت' کاشت کاری اور باغبانی کے ذریعے مال حاصل کرنے کا جواز

حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث سے یہ دلیل کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کے لیے مباح کر دیا ہے کہ وہ اپنی روزی کے حصول کے لیے اور اپنے اہل وعیال کی روزی کے حصول کے لیے اور مصائب اور آفات کے ضرر سے بچنے کے لیے مال کو جمع کریں اور زمینوں میں کاشت کاری کریں اور باغات لگائیں کیونکہ نبی ﷺ اپنے اہل وعیال کی ایک سال کی ضروریات کے لیے مال جمع کرتے تھے اور اپنی ضروریات اور عاملین کی مشقت کے معاوضہ کے بعد جو مال بچتا تھا' اس کو صدقہ قرار دیتے تھے اور اس کو اسلام کی قوت اور جہاد کی تیاری میں خرچ کرتے تھے۔

اغنیاء کا فقراء سے افضل ہونا

نبی ﷺ نے جس طرح مال کو حاصل کیا اور اس کو مستقبل کی ضروریات کے لیے جمع کیا اور اس سے اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے اپنی ضروریات کے بیان کرنے سے محفوظ رکھا' اس سے معلوم ہوا کہ فقر اور فاقہ سے غنا افضل ہے اور سنت یہ ہے کہ انسان اتنا

مال حاصل کرے کہ وہ اپنی ضروریات میں دوسروں کا دست نگر نہ رہے اور اگر فقر اور فاقہ افضل ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اموالِ بنونضیر اور فدک کے اموال سے فے حاصل نہ کرتے اور اموالِ غنیمت کو اپنے اصحاب میں تقسیم نہ فرماتے' اس لیے ان لوگوں کا قول فاسد ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ ایک دن اور ایک رات کے گزارہ کے خرچ سے زیادہ مال حاصل کرنا جائز نہیں ہے اور جو یہ کہتے ہیں کہ جس نے اپنے رات کے کھانے اور صبح کے ناشتہ کے لیے کچھ بچا کر رکھا' اس نے اپنے رب پر توکل نہیں کیا' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید المتوکلین ہیں اور آپ نے مال حاصل بھی کیا اور مال کے حصول کے لیے زمینوں پر باغات لگوائے' کاشت کاری کرائی اور ایک سال کی ضروریات کے لیے مال کو جمع بھی کیا۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۶۹۔ ۲۷۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مال ودولت بنانے کی ممانعت اور اس کا محمل

اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض احادیث میں جائیداد بنانے' زمین میں کاشت کاری کرنے اور حصولِ معاش کے لیے کوئی کسب کرنے کی ممانعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زمین داری اور پیشوں کو نہ اپناؤ' ورنہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔ (مسند الحمیدی: ۱۲۲' المستدرک ج ۴ ص ۳۲۴' سنن ترمذی: ۲۳۲۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۴۱' صحیح ابن حبان: ۷۱۰' تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۸' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۷)

اس اعتراض کا اوّلاً جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے' علامہ شعیب الارنؤوط لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں ایک راوی المغیرہ بن سعد الاخرم ہے' سوا ابن حبان اور العجلی کے اور کسی نے اس کی توثیق نہیں کی اور اس کے والد سعد بن الاخرم کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے' امام بخاری اور ابو حاتم نے اس کا ذکر تابعین میں کیا ہے اور ان کے بیٹے المغیرہ کے سوا اور کسی نے ان سے روایت نہیں کی۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۱۹) اس کے باوجود امام ترمذی نے کہا: اس کی سند حسن ہے' اور حاکم نے کہا: اس کی سند صحیح ہے' اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے اور ابن عطیہ کے سوا اس کی سند کے باقی رجال شیخین کے رجال ہیں اور ابن عطیہ بھی ثقہ راوی ہے۔ (حاشیہ مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۵۷۹۔ ج ۶ ص ۵۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر حدیث صحیح ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ زمین داری اور کسب معاش میں توسیع اختیار کرنا اور دنیا کمانے کی طرف بالکلیہ متوجہ ہو جانا ممنوع ہے' حتیٰ کہ فرائض اور واجبات کو ترک کرنا جیسا کہ اکثر دنیا دار کرتے ہیں یا فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں سستی کرنا' اور دولت کمانے کی خاطر ہر ناجائز حد کو پار کر جانا' کاروبار کے فروغ کے لیے رشوت دینا' یا سودی بینکوں میں ملازمتیں کرنا' سینما ہاؤسز اور میوزک سنٹرز میں کام کرنا' غرض دولت کمانے کے لیے انسان غیر شرعی طریقے اختیار کرے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے' ورنہ اگر وہ کوئی جائز پیشہ اختیار کر کے دولت کمائے یا زمین میں زراعت یا باغ بانی کرے یا تجارت کرے تو یہ ممنوع نہیں ہے' تاکہ وہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضرورتیں پوری کر سکے' اپنے والدین کی خدمت کر سکے اور اس کو دُکھ بیماری اور آفات وبلیات میں کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا نہ پڑے تو اس طریقہ سے دولت کمانا ممنوع نہیں ہے' بلکہ اس طریقہ سے مال کے حصول پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برانگیختہ کیا ہے اور اس کی فضیلت میں متعدد احادیثِ صحیحہ وارد ہیں۔

مال جمع کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور ان کا محمل

اسی طرح بعض احادیث میں مال کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس پر عذاب کی وعید ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس تھوڑی سی کھجوریں تھیں' آپ نے پوچھا:

یہ کیسی کھجوریں ہیں‘ میں نے کہا کہ ہم نے ان کھجوروں کو سردیوں کے لیے جمع کیا ہے‘ آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے نہیں ڈرتے کہ یہ کھجوریں تمہارے لیے دوزخ کا دھواں بن جائیں‘ اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! ہم کو کھلاؤ‘ پھر میں نے چند مُٹھیاں بھر کر آپ کو دیں‘ آپ نے فرمایا: اے بلال! اور دو‘ پس میں نے تین اور دیں‘ تو میں نے کہا کہ اب میرے پاس اور کھجوریں نہیں بچیں سوا ان کھجوروں کے جن کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ذخیرہ کر کے رکھا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۲۶) حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔ پہلی حدیث میں محمد بن الحسن بن زبالہ ایک راوی ہے اور دوسری حدیث میں طلحہ بن زید القریشی ایک راوی ہے اور یہ دونوں راوی ضعیف ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت بلال کے پاس گئے اور ان کے پاس کھجوروں کا ڈھیر تھا‘ آپ نے پوچھا: اے بلال! یہ کیسا ڈھیر ہے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے ان کھجوروں کو آپ کے لیے اور آپ کے مہمانوں کے لیے ذخیرہ کیا ہے‘ آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے نہیں ڈرتے کہ تمہارے لیے دوزخ کی آگ کے بخارات جوش مار رہے ہوں‘ اے بلال! خرچ کرو اور عرش والے کے تنگی کرنے سے نہ ڈرو۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۳۰۰‘ مسند البزار: ۳۶۵۳) حافظ الہیثمی نے کہا ہے: اس حدیث کی سند میں قیس بن الربیع ایک راوی ہے‘ جس کی شعبہ نے اور ثوری نے توثیق کی ہے اور اس پر جرح بھی ہے اور اس کے باقی رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۲۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی عیادت کی‘ انہوں نے آپ کے لیے کھجوروں کا ایک ڈھیر نکالا تو آپ نے فرمایا: اے بلال! یہ کیسا ڈھیر ہے‘ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے آپ کے لیے یہ کھجوریں ذخیرہ کی ہیں‘ آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے نہیں ڈرتے کہ دوزخ میں یہ کھجوریں تمہارے لیے بخار بن جائیں‘ اے بلال! خرچ کرو اور عرش والے کے تنگی کرنے سے ڈرو۔ (المعجم الکبیر: ۱۰۲۵-۱۰۲۶‘ مسند البزار: ۳۶۵۴-۳۶۵۵‘ مسند ابویعلیٰ: ۶۰۴۰)
حافظ الہیثمی لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند میں ایک راوی مبارک بن فضالہ ہے اور وہ ثقہ ہے اور اس پر جرح بھی ہے‘ اور اس کے باقی رجال حدیث صحیح کے رجال ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۲۶)

ان احادیث کا محمل یہ ہے کہ جب دوسرے مسلمانوں کے پاس رزق کی تنگی ہو اور اس وقت اصحابِ ثروت اپنے پاس کھانے پینے کی چیزیں جمع کریں اور ضرورت مند لوگوں کو نہ دیں تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعید فرمائی ہے اور آپ نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کے پاس کھانے پینے کی جو زائد چیزیں ہیں‘ ان کو جمع نہ کریں اور ضرورت مندوں کو اس میں سے دیں اور جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر کشادگی کر دے اور سب لوگ خوش حال ہوں تو پھر ان کے لیے مستقبل کی ضروریات کی وجہ سے مال کو ذخیرہ کرنا جائز ہے‘ جب کہ وہ اس میں سے اللہ کا حق ادا کرتے رہیں۔

۳۰۹۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَا فِیْ بَیْتِیْ مِنْ شَیْءٍ یَّاْكُلُهٗ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَطْرُ شَعِیْرٍ فِیْ رَفٍّ لِّیْ فَاَكَلْتُ مِنْهُ حَتّٰى طَالَ عَلَیَّ فَكِلْتُهٗ فَفَنِیَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا‘ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس وقت وفات ہوئی‘ اس وقت میرے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کو

کوئی جگر والا کھا سکتا' صرف تھوڑے سے جَو تھے جو میری الماری میں رکھے ہوئے تھے' پس میں اسے کھاتی رہی حتیٰ کہ مجھ پر بہت دن گزر گئے' حتیٰ کہ میں نے ان کو ماپا' پس وہ ختم ہو گئے۔

وَفِيهِ اَنَّ الْبَرَكَةَ اَكْثَرُ مَا يَكُوْنُ فِي الْمَجْهُوْلَاتِ وَالْمُبْهَمَاتِ. [طرف الحدیث:۶۴۵۱] (صحیح مسلم:۲۹۷۳' الرقم المسلسل:۷۳۴۵' سنن ابن ماجہ:۳۳۴۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زیادہ تر برکت مجہول اور مبہم چیز میں ہوتی ہے۔

اس حدیث کے باب کا عنوان تھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا خرچ' اور یہ حدیث اس باب کے اس طرح مناسب ہے کہ اس میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ جَو تھے' جن سے وہ کھاتی تھیں۔

جگر والے اور ''الرف'' کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ لفظ ہے: جگر والا۔ اس سے مراد ہے: حیوان یا انسان۔

اس حدیث میں مذکور ہے: تھوڑے سے جَو۔ قاضی عیاض نے کہا: اس سے مراد ہے: نصف وسق' یعنی دو کلو' اور اس حدیث میں لفظ ہے: ''رف'' اس سے مراد ہے: ایسی چیز جو طاق کے مشابہ ہو۔ ابن اثیر نے کہا ہے: ''الرف'' کا معنی ہے: زمین کے اوپر دیوار کے پہلو میں لکڑی کا کوئی ظرف بنایا جائے جس میں چیزیں رکھی جائیں' اس کو ''رف'' کہتے ہیں' اس کی جمع ''رفوف'' اور ''رفاف'' ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

کسی چیز کی مقدار معلوم کرنے سے اس کی برکت کا ختم ہو جانا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جَو کی مقدار کو معلوم نہیں کیا تھا اور اس کو ماپا نہیں تھا تو اس وقت تک وہ چلتے رہے اور جب ان کی پیمائش کی تو وہ ختم ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب تک کسی چیز کی مقدار معلوم نہ کی جائے' اس وقت تک اس میں برکت رہتی ہے اور چونکہ وہ تھوڑے سے جَو تھے تو حضرت عائشہ ان کے بارے میں سوچتی رہتی تھیں' اس لیے انہوں نے ایک دن ان کو ماپ لیا اور ان کی مقدار معلوم کر لی کہ وہ نصف صاع ہیں' تو ان کی برکت جاتی رہی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ جتنی مقدار نکالتی ہوں' اس کی پیمائش کرتی ہوں تا کہ جتنی ان کو ضرورت ہو اتنا خرچ ہو' پھر جب وہ زیادہ خرچ ہو گئے تو انہوں نے ان کی پیمائش کر لی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس چیز کی مقدار مجہول ہو' اس میں برکت رہتی ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۷۰' مطبوعہ ۱۴۲۴ھ)

۳۰۹۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ الْحَارِثِ قَالَ مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا سِلَاحَهٗ وَبَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَاَرْضًا تَرَكَهَا صَدَقَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا مجھے ابو اسحٰق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں صرف

ہتھیار تھے اور ایک سفید خچر تھا اور ایک زمین تھی' ان چیزوں کو آپ نے بہ طور صدقہ چھوڑا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۳۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: اور ایک زمین چھوڑی تھی' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کا خرچ آپ کی وفات کے بعد بنو نضیر اور فدک کی زمینوں سے کیا جاتا تھا جو آپ کو بہ طور فئے حاصل ہوئی تھیں۔

٤ - بَابُ مَا جَاءَ فِيْ بُيُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا نُسِبَ مِنَ الْبُيُوْتِ اِلَيْهِنَّ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے گھروں کے متعلق اور جو گھروں کی طرف منسوب ہیں' ان کے متعلق

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ﴾ (الاحزاب: ۳۳) وَ ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ﴾ (الاحزاب: ۵۳)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔ (الاحزاب: ۳۳) اور نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک تمہیں بلایا نہ جائے۔ (الاحزاب: ۵۳)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے ان دونوں آیتوں کا ایک ایک قطعہ ذکر کیا ہے' ہم پوری آیتیں ذکر کر رہے ہیں:

پہلی آیت اس طرح ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ (الاحزاب: ۳۳)

(اے نبی کی بیویو!) اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور پرانی جاہلیت کی طرح بے پردہ نہ ہو اور نماز پڑھتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو۔

اس آیت میں جو فرمایا ہے: پرانی جاہلیت کی طرح۔ اس سے مراد ہے: اپنی زینت کو ظاہر کرتے ہوئے اور مردوں کے سامنے اپنے محاسن اور بناؤ سنگھار کو ظاہر کرتے ہوئے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ زمانۂ جاہلیت سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کا زمانہ ہے' اور ابو العالیہ نے کہا کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے' اور شعبی نے کہا: جاہلیت اولیٰ وہ زمانہ ہے جس میں ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اس زمانہ میں عورت ایسا دوپٹہ اوڑھتی تھی جس میں موتی جڑے ہوئے ہوتے تھے' وہ اس دوپٹہ کو اوڑھ کر بازاروں میں چلتی تھی اور اس دوپٹہ کے علاوہ اس کے اوپر اور کوئی چیز نہیں ہوتی تھی اور وہ اپنے آپ کو مردوں کے اوپر پیش کرتی تھی اور یہ نمرود کے دور کا واقعہ ہے اور اس زمانہ میں تمام لوگ کافر تھے۔

اور دوسری آیت حسب ذیل ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ (الاحزاب: ۵۳)

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو' جب تک تمہیں کھانے کے لیے نہ بلایا جائے' (پہلے سے آ کر) کھانا پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو۔

اس آیت میں حجاب کا قصہ ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ بغیر اجازت کے نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو اور جب داخل ہو تو کھانا پکنے

کا انتظار نہ کرتے رہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں اور کھانا کھانے کے بعد منتشر نہیں ہوئے آپس میں باتیں کرتے رہے اور ان کے اتنی دیر بیٹھنے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہوئی۔

۳۰۹۹- **حَدَّثَنَا** حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰی وَ مُحَمَّدٌ قَالَا اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَّیُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَاْذَنَ اَزْوَاجَهٗ اَنْ یُمَرَّضَ فِیْ بَیْتِیْ فَاَذِنَّ لَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ اور محمد نے حدیث بیان کی ان دونوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی کہ ہمیں معمر اور یونس نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو گئے تو آپ نے اپنی ازواج سے یہ اجازت طلب کی کہ آپ میرے گھر میں بیماری کے ایام گزاریں تو انہوں نے اس کی اجازت دے دی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۹۸ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مناسبت ہے کہ اس باب کا عنوان تھا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے گھر اور اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر کی نسبت اپنی طرف کی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں رہتی تھیں۔

۳۱۰۰- **حَدَّثَنَا** ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِیْ مُلَیْکَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا تُوُفِّیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَیْتِیْ وَفِیْ نَوْبَتِیْ وَبَیْنَ سَحْرِیْ وَنَحْرِیْ وَجَمَعَ اللّٰهُ بَیْنَ رِیْقِیْ وَرِیْقِهٖ قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بِسِوَاكٍ فَضَعُفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ فَاَخَذْتُهٗ فَمَضَغْتُهٗ ثُمَّ سَنَنْتُهٗ بِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں نافع نے حدیث بیان کی (انہوں نے کہا:) میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے گھر میں اور میری باری میں اور میرے پھیپھڑے اور میرے سینہ کے بالائی حصہ کے درمیان وفات پائی اور اللہ نے میرے اور آپ کے لعابِ دہن کو جمع فرما دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن مسواک لے کر آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس مسواک کو کرنے سے ضعف تھا تو میں نے اس مسواک کو لے کر چبایا پھر اس مسواک کو آپ کے دانتوں پر ملا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۸۹۰ میں گزر چکی ہے۔

''نوبت نحر'' اور ''سحر'' کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میری باری میں یعنی ازواجِ مطہرات کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باری باری جاتے تھے تو آپ کے بیمار ہونے سے پہلے جو میری باری کا دن تھا اس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں تھے نیز اس حدیث میں ''نحر'' کا لفظ ہے ''نحر'' کا

معنی جسم کا وہ حصہ ہے جہاں پر نحر کیا جاتا ہے یعنی سینہ کا بالائی حصہ اور اس میں "سحر" کا لفظ ہے اس سے مراد جسم کا وہ حصہ ہے جہاں پر پھیپھڑے ہوتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۱۰۱ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ اَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُوْرُهُ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ فَقَامَ مَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ قَرِيْبًا مِّنْ بَابِ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهِمَا رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ فَسَلَّمَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَفَذَا فَقَالَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رِسْلِكُمَا قَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الْاِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ وَاِنِّي خَشِيْتُ اَنْ يَّقْذِفَ فِي قُلُوْبِكُمَا شَيْئًا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن خالد نے حدیث بیان کی از علی بن حسین کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنے آئیں اس وقت آپ رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں معتکف تھے پھر وہ جانے کے لیے کھڑی ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوئے تو جب آپ مسجد کے دروازے کے قریب پہنچے جہاں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کا دروازہ تھا تو دو انصار کے مرد وہاں سے گزرے پس ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا پھر وہ آگے جانے لگے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے کہا کہ تم دونوں ٹھہر جاؤ (یہ صفیہ بنت حُیی ہیں) ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یا رسول اللہ! اور ان پر یہ بات گراں گزری تھی آپ نے فرمایا: بے شک شیطان انسان کے خون کی جگہوں میں پہنچ جاتا ہے اور مجھے یہ خوف ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی بدگمانی ڈال دے گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۰۳۵ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن دونوں سے جو فرمایا تھا کہ تم ٹھہرو حتیٰ کہ تم دونوں یہ جان لو کہ میرے ساتھ صفیہ بنت حُیی ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ تھیں یہ اس لیے تھا تاکہ ان کے دل میں آپ کے متعلق کوئی بدگمانی نہ آئے۔

۳۱۰۲ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حِبَّانَ عَنْ وَّاسِعِ بْنِ حِبَّانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِرْتَقَيْتُ فَوْقَ بَيْتِ حَفْصَةَ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِيْ حَاجَتَهُ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از محمد بن یحییٰ بن حبان از واسع بن حبان از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت کر رہے تھے آپ کی پیٹھ قبلہ کی طرف تھی اور منہ شام کی طرف تھا (یعنی بیت المقدس کی طرف تھا)۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۴۵ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے گھروں کا ذکر ہے۔ پہلی حدیث میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے دروازے کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا ذکر ہے۔

۳۱۰۳ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے' حالانکہ ابھی سورج ان کے حجرے سے نہیں نکلا ہوتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۲۲ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا ذکر ہے جو کہ ان کا گھر تھا۔

۳۱۰۴ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا فَأَشَارَ نَحْوَ مَسْكَنِ عَائِشَةَ فَقَالَ هُنَا الْفِتْنَةُ ثَلَاثًا مِّنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے' پس آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسکن کی طرف اشارہ کیا' پھر تین مرتبہ فرمایا: یہاں فتنہ ہے' اور یہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

[اطراف الحدیث: ۳۲۷۹-۳۵۱۱-۵۲۹۶-۷۰۹۲-۷۰۹۳] (صحیح مسلم: ۲۹۰۵' الرقم المسلسل: ۷۱۸۶' مسند ابویعلیٰ: ۵۴۴۹' مسند احمد ج۲ ص ۲۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۵۴۱۰-ج۹ ص ۳-۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس اعتراض کا جواب کہ یہ حدیث باب کے مطابق نہیں ہے اور ازواجِ مطہرات اپنے حجروں کی مالک تھیں یا نہیں؟ اس بارے میں دو قول اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس جگہ پر اعتراض کیا گیا ہے کہ اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں' کیونکہ امام بخاری کی مراد ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر اور اس حدیث میں مسکن عائشہ کا ذکر ہے اور مسکن کو یہ لازم نہیں ہے کہ جو اس میں رہتا ہو' وہ اس کا گھر ہو' کیونکہ ہوسکتا ہے وہ اس کا عاریۃً مسکن ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اس کا کرایہ دیتا ہو' تو مسکن کو یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اس گھر کا مالک ہو' اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ علماء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو زوجہ بھی اس مسکن میں رہتی تھیں' وہ آپ کی حیات میں بھی اس گھر میں رہتی تھیں اور اس کی مالک تھیں اور آپ کی وفات کے بعد بھی اس گھر میں رہتی تھیں اور اس کی مالک تھیں' اور اگر وہ اس گھر کی مالک نہ ہوتیں تو ازواجِ مطہرات کے گھر بھی آپ کے ترکہ اور میراث میں داخل ہوتے' اور اس کی قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدتنا فاطمہ علیہا السلام جنہوں نے آپ کی میراث کو طلب کیا تھا' انہوں نے آپ کی ازواج کے گھروں کا مطالبہ نہیں کیا اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جو ازواج ان گھروں میں رہتی تھیں وہ ان گھروں کی مالک تھیں' آپ کی حیات میں بھی اور آپ کی وفات کے بعد بھی' لہٰذا اس قرینہ سے معلوم ہوگیا کہ مسکن عائشہ سے مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر ہے' اور

دوسرے علماء نے کہا ہے کہ ازواج کو ان ہی مسکنوں میں رہنے دیا گیا جن مسکنوں میں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں رہتی تھیں کیونکہ جو چیزیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آپ کے قبضہ میں تھیں' ان میں آپ کی ازواج آپ کے ترکہ کے صدقہ سے مستثنیٰ تھیں جس طرح ان کا خرچ مستثنیٰ تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ کی ازواج نے اپنی وفات کے بعد کسی کو ان مسکنوں کا وارث نہیں بنایا اور نہ ان کے ورثاء نے ان مسکنوں کو طلب کیا' پھر جب وہ اللہ کے پاس چلی گئیں تو ان کے مساکن کو مسجد نبوی میں شامل کر لیا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے مسکن کی طرف اشارہ کر کے کہا: اس جانب فتنہ ہوگا' اس سے آپ کی مراد تھی کہ مشرق کی جانب میں فتنہ ہوگا اور وہ عراق ہے اور عراق میں ہی فتنہ بھڑکنے کی جگہ تھی۔ اس حدیث میں ''قرن الشیطان'' کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: شیطان کے سر کی ایک جانب' وہ اس وقت میں اپنے سر کو مشرق کی جانب کر دیتا ہے تو جو کفار سورج کو سجدہ کرتے ہیں وہ گویا شیطان کو سجدہ کرتے ہیں' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''قرن الشیطان'' کا معنی ہے: اس کے متبعین' اس کے محبین اور اس کا گروہ' اور اس لفظ کو ''قرن الشمس'' بھی پڑھا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مذکور الصدر دو قولوں کی مزید وضاحت

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے جو بھی چھوڑا وہ صدقہ ہے' تو پھر ازواجِ مطہرات آپ کی وفات کے بعد اپنے مساکن اور حجروں میں کیوں رہتی رہیں اور جب کہ وہ ان مساکن اور حجروں کی وارث نہیں تھیں تو ان کو نکالا کیوں نہیں گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں ازواجِ مطہرات کو ان حجروں کا مالک بنا دیا تھا اور آپ کی وفات کے بعد بھی وہ اس ملکیت کے سبب سے ان میں رہتی رہیں' اور اگر ان کو یہ حجرے آپ کی وراثت سے ملے ہوتے تو ان کو صرف آٹھواں حصہ دیا جاتا' کیونکہ اگر شوہر کی اولاد ہو تو اس کی بیویوں کو شوہر کے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ دیا جاتا ہے' پھر اس آٹھویں حصہ میں تمام ازواج مشترک ہوتیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ. (الاحزاب: ۳۳) اور اے نبی کی ازواج! آپ اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان گھروں کی ازواج کی طرف نسبت کی ہے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کوئی ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالے' اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ازواجِ مطہرات کو ان کے ان حجروں میں رہنے دیا گیا جن میں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں رہتی تھیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو املاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آپ کے قبضہ میں تھیں' ان املاک سے آپ نے ازواجِ مطہرات کو مستثنیٰ رکھا ہے جیسا کہ آپ نے ان کے خرچ کو مستثنیٰ رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے اپنی ازواج کے خرچ اور اپنے عاملین کی مشقت کے معاوضہ کے بعد جو کچھ چھوڑا ہے' وہ صدقہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ازواج کو ان حجروں میں رہنے کا حق تھا لیکن وہ ان کی مالک نہیں تھیں' کیونکہ اگر وہ ان حجروں کی مالک ہوتیں تو ان کی وفات کے بعد ان کے ورثاء ان حجروں کے مالک ہو جاتے' حالانکہ ان کی وفات کے بعد ان حجروں کو مسجد نبوی میں شامل کر دیا گیا۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۷۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۱۰۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِکٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ عَنْ عَمْرَةَ ابْنَةِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن ابی بکر از عمرہ بنت عبدالرحمٰن' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت

اَخْبَرَتْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهَا وَاَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ اِنْسَانٍ يَسْتَاْذِنُ فِيْ بَيْتِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ يَّسْتَاْذِنُ فِيْ بَيْتِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرَاهُ فُلَانًا لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَاَنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ.

عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھیں اور انہوں نے کسی انسان کی آواز سنی جو حضرت حفصہ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کر رہا تھا' حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: پس میں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ مرد آپ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کر رہا ہے' آپ نے فرمایا: میں یہ گمان کرتا ہوں کہ یہ فلاں شخص ہے جو حفصہ کا رضاعی چچا ہے' اور رضاعت ان چیزوں کو حرام کر دیتی ہے جن چیزوں کو ولادت حرام کر دیتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۴۶ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا ذکر ہے۔

۵ - بَابُ مَا ذُكِرَ مِنْ دِرْعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَصَاهُ وَسَيْفِهٖ وَقَدَحِهٖ وَخَاتَمِهٖ وَمَا اسْتَعْمَلَ الْخُلَفَاءُ بَعْدَهٗ مِنْ ذٰلِكَ مِمَّا لَمْ يُذْكَرْ قِسْمَتُهٗ وَمِنْ شَعَرِهٖ وَنَعْلِهٖ وَاٰنِيَتِهٖ مِمَّا يَتَبَرَّكُ اَصْحَابُهٗ وَغَيْرُهُمْ بَعْدَ وَفَاتِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ اور آپ کے عصا اور آپ کی تلوار اور آپ کے پیالہ اور آپ کی انگوٹھی کے متعلق جو ذکر کیا گیا ہے اور ان میں سے جن چیزوں کو خلفاء نے آپ کے بعد استعمال کیا' اور آپ کے بال اور آپ کی نعلین اور آپ کے برتنوں میں سے جن کی تقسیم کا ذکر نہیں کیا گیا اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے اصحاب اور دوسروں نے جن چیزوں کو بہ طور تبرک حاصل کیا

اس باب میں امام بخاری نے چھ حدیثیں ذکر کی ہیں: (۱) تلوار کے ذکر میں (۲) نعلین کے ذکر میں (۳) دبیز چادر کے ذکر میں (۴) پیالہ کے ذکر میں (۵) انگوٹھی کے ذکر میں (۶) صدقہ کے ذکر میں۔

اور امام بخاری نے یہاں پر زرہ اور عصا کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ بال کا ذکر کیا ہے اور نہ برتن کا ذکر کیا ہے۔

زرہ کا ذکر صحیح البخاری: ۲۵۰۸ میں ہے اور عصا کا ذکر صحیح البخاری: ۱۳۶۲ میں ہے' بال کا ذکر صحیح البخاری: ۱۷۱ میں ہے اور برتن کا ذکر صحیح البخاری: ۱۹۵ میں ہے۔

۳۱۰۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ ثُمَامَةَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَمَّا اسْتُخْلِفَ بَعَثَهٗ اِلَى الْبَحْرَيْنِ وَكَتَبَ لَهٗ هٰذَا الْكِتَابَ وَخَتَمَهٗ وَكَانَ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلٰثَةَ اَسْطُرٍ مُّحَمَّدٌ سَطْرٌ وَّرَسُوْلٌ سَطْرٌ وَّاللّٰهُ سَطْرٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد اللہ انصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ثمامہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے حضرت انس کو بحرین کی طرف بھیجا اور ان کو یہ مکتوب لکھ کر دیا اور اس پر یہ مہر لگا دی اور آپ کی انگوٹھی میں تین سطریں تھیں' ایک سطر میں لکھا ہوا تھا: محمد' اور

دوسری سطر میں لکھا ہوا تھا: رسول' اور تیسری سطر میں لکھا ہوا تھا: اللہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۴۸ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں آپ کی انگوٹھی کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں بحرین کا ذکر ہے' یہ بصرہ اور عمان کے درمیان مشہور شہر ہے' یہاں کے رہنے والوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کر لی تھی' آپ نے حضرت العلاء بن الحضرمی کو اس شہر کا امیر بنایا تھا۔

۳۱۰۷ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ الْاَسَدِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا عِیْسَی بْنُ طَھْمَانَ قَالَ اَخْرَجَ اِلَیْنَا اَنَسٌ نَعْلَیْنِ جَرْدَاوَیْنِ لَھُمَا قِبَالَانِ فَحَدَّثَنِیْ ثَابِتٌ الْبُنَانِیُّ بَعْدُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّھُمَا نَعْلَا النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۵۸۵۷-۵۸۵۸] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ الاسدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن طہمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمارے لیے نعلین نکالیں جو ایسے چمڑے کی تھیں جن پر بال نہیں تھے' ان نعلین میں دو تسمے لگے ہوئے تھے' اس کے بعد ثابت البنانی نے مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین تھیں۔

اس حدیث میں ''جرداوین'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ایسا چمڑا جس پر بال نہ ہوں' یعنی اس چمڑے کے اوپر سے بال صاف کر لیے گئے ہوں' اور اس میں ''قبالان'' کا لفظ ہے' یہ ''قبال'' کا تثنیہ ہے' اس کا معنی ہے: جوتی کا تسمہ۔

۳۱۰۸ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَھَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ عَنْ حُمَیْدِ ابْنِ ھِلَالٍ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَیْنَا عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کِسَاءً مُّلَبَّدًا وَّقَالَتْ فِیْ ھٰذَا نُزِعَ رُوْحُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَزَادَ سُلَیْمَانُ عَنْ حُمَیْدٍ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَیْنَا عَائِشَۃُ اِزَارًا غَلِیْظًا مِّمَّا یُصْنَعُ بِالْیَمَنِ وَکِسَاءً مِّنْ ھٰذِہِ الَّتِیْ تَدْعُوْنَھَا الْمُلَبَّدَۃَ.

[طرف الحدیث: ۵۸۱۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از حمید بن ھلال از حضرت ابی بردہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمارے سامنے ایک پیوند لگی ہوئی اُونی چادر نکالی اور بتایا کہ یہ وہ چادر ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی گئی تھی' اور سلیمان نے از حمید از ابی بردہ یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہماری طرف ایک دبیز تہ بند نکالا جو یمن میں بنایا گیا تھا اور ایک چادر نکالی جس کو تم پیوند لگی ہوئی کہہ رہے ہو۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے دوسرے جز کے ساتھ بھی مطابقت ہو سکتی ہے' یعنی جس چیز کو آپ کے بعد خلفاء نے استعمال کیا ہو۔

۳۱۰۹ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ اَبِیْ حَمْزَۃَ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ قَدَحَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ انْکَسَرَ فَاتَّخَذَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از عاصم از ابن سیرین از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو آپ نے ٹوٹی

مَكَانَ الشَّعْبِ سِلْسِلَةً مِّنْ فِضَّةٍ قَالَ عَاصِمٌ رَأَيْتُ الْقَدَحَ وَشَرِبْتُ فِيهِ. [طرف الحدیث: ۵۶۳۸]

ہوئی جگہوں کو چاندی کی زنجیر سے جوڑ لیا۔ عاصم نے کہا: میں نے وہ پیالہ دیکھا ہے اور اس میں پیا ہے۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اس حدیث میں ''شعب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز میں ٹوٹ پھوٹ کا یا چٹخنے کا نشان ہو۔

۳۱۱۰- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي أَنَّ الْوَلِيدَ بْنَ كَثِيرٍ حَدَّثَهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ الدُّؤَلِيِّ قَالَ حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُمْ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ مِنْ عِنْدِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ مَقْتَلَ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَقِيَهُ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَقَالَ لَهُ هَلْ لَكَ إِلَيَّ مِنْ حَاجَةٍ تَأْمُرُنِي بِهَا فَقُلْتُ لَهُ لَا فَقَالَ لَهُ فَهَلْ أَنْتَ مُعْطِيَّ سَيْفِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَغْلِبَكَ الْقَوْمُ عَلَيْهِ وَايْمُ اللّٰهِ لَئِنْ أَعْطَيْتَنِيهِ لَا يُخْلَصُ إِلَيْهِمْ أَبَدًا حَتّٰى تُبْلَغَ نَفْسِي إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ خَطَبَ ابْنَةَ أَبِي جَهْلٍ عَلٰى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ فِي ذٰلِكَ عَلٰى مِنْبَرِهِ هٰذَا وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مُحْتَلِمٌ فَقَالَ إِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّي وَأَنَا أَتَخَوَّفُ أَنْ تُفْتَنَ فِي دِينِهَا ثُمَّ ذَكَرَ صِهْرًا لَهُ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ فَأَثْنٰى عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ إِيَّاهُ قَالَ حَدَّثَنِي فَصَدَقَنِي وَوَعَدَنِي فَوَفٰى لِي وَإِنِّي لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلَالًا وَلَا أُحِلُّ حَرَامًا وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ أَبَدًا.

[طرف الحدیث: ۵۲۳۰] (صحیح مسلم: ۲۴۴۹' الرقم المسلسل: ۶۲۰۱' سنن ابوداؤد: ۲۰۷۱' سنن ترمذی: ۳۸۹۳' سنن ابن ماجہ: ۱۹۹۸' السنن الکبریٰ: ۸۳۷۰' الآحاد والمثانی: ۲۹۵۵' شرح مشکل الآثار: ۴۹۸۳' صحیح ابن حبان: ۶۹۵۵' المعجم الکبیر: ۱۰۱۰-ج ۲۲' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۰' سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۰۷' شرح السنۃ: ۳۹۵۸' مسند احمد

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن محمد الجرمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی کہ الولید بن کثیر نے ان کو حدیث بیان کی از محمد بن عمر بن حلحلۃ الدؤلی' انہوں نے کہا: ان کو ابن شہاب نے حدیث بیان کی کہ حضرت علی بن حسین (زین العابدین) رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی' انہوں نے بتایا کہ جب ہم حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد یزید بن معاویہ کے پاس سے مدینہ میں آئے تو ان سے حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ ملے' پس ان سے کہا: اگر آپ کو مجھ سے کوئی ضرورت ہو تو آپ مجھے حکم دیں' پس میں نے کہا: نہیں! پھر انہوں نے حضرت زین العابدین سے کہا: کیا آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار عطاء فرمائیں گے کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ یہ لوگ (بنو امیہ) آپ پر غالب آ کر آپ سے وہ تلوار لے لیں گے' اور اللہ کی قسم! اگر آپ نے مجھے وہ تلوار دے دی تو وہ اس کی طرف کبھی بھی نہیں پہنچ سکیں گے حتیٰ کہ میری جان تک پہنچ جائیں' بے شک حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا اور اس وقت حضرت فاطمہ علیہا السلام بھی ان کے نکاح میں تھیں' پس میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بارے میں منبر پر لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور میں اس وقت بالغ تھا' پس آپ نے فرمایا: بے شک فاطمہ مجھ سے ہے اور مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں وہ اپنے دین میں فتنہ میں مبتلا ہو جائے' پھر آپ نے اپنے اس داماد کا ذکر کیا جو بنو عبد شمس سے تھے' پھر ان کا آپ کے ساتھ جو مصاہرت کا رشتہ تھا' اس میں ان کی تحسین کی۔ آپ نے فرمایا: اس نے مجھ سے جب بات کی تو سچ بولا اور جب وعدہ کیا تو پورا کیا اور میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا

ج ۴ ص ۳۲۸ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۸۹۲۶۔ ج ۳۱ ص ۲۴۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت) ہوں' لیکن اللہ کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک محل میں جمع نہیں ہوں گی۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۹۲۶ میں گزر چکی ہے۔

یہ حدیث نعمۃ الباری ج ۲ ص ۸۴۷ میں مذکور ہے' لیکن وہاں اس حدیث میں صرف اتنا مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ پچھلے پہر نماز کے بعد کھڑے ہوئے' پھر آپ نے کلمہ شہادت پڑھا اور اللہ کی ایسی حمد کی جس کا وہ اہل ہے' پھر فرمایا: اما بعد!

اور یہاں صحیح البخاری: ۳۱۱۰ میں اس حدیث کا مکمل متن مذکور ہے' اس لیے یہاں پر اس کی مفصل شرح کی جارہی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) سعید بن محمد الجرمی الکوفی' ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے (۲) یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف القرشی الزہری' ان کی کنیت ابویوسف ہے' یہ اصل میں مدنی تھے' پھر عراق چلے گئے (۳) سعد بن ابراہیم' یہ اپنے والد ابراہیم بن سعد سے اور ولید بن کثیر سے روایت کرتے ہیں' یہ المخزومی ہیں اور اہل مدینہ سے ہیں (۴) محمد بن عمرو بن حلحلہ الدؤلی (۵) علی بن حسین بن علی بن ابی طالب زین العابدین رضی اللہ عنہم۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں نبی ﷺ کی زیر استعمال اشیاء میں سے صرف تلوار کا ذکر ہے۔

نبی ﷺ کی زیر استعمال اشیاء کا آپ کی وفات کے بعد کوئی مالک نہیں ہوا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

ان احادیث میں نبی ﷺ کی زیر استعمال اشیاء میں سے آپ کی زرہ' آپ کا عصا' آپ کی تلوار' آپ کا پیالہ' آپ کی انگوٹھی اور آپ کی نعلین کا ذکر ہے' اور اس پر امت کا اتفاق ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ان چیزوں کا کوئی بھی مالک نہیں ہوا' اور یہ اس کی دلیل ہے کہ نبی ﷺ کا جو ارشاد ہے ہم کسی کو وارث نہیں بناتے' ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے' اس سے امت نے یہ سمجھا کہ آپ کا یہ ارشاد تمام چیزوں میں عام ہے خواہ وہ چھوٹی ہوں یا بڑی ہوں اور یہ اجماع معصوم ہو گیا' کیونکہ جماعتِ صحابہ کی تاویل کو خطاء قرار دینا جائز نہیں' اور اس میں ان شیعہ کا رد ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے حضرت سیّدتنا فاطمہ علیہا السلام اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی میراث سے محروم کر دیا۔

امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابواسحاق نے ابوجعفر سے پوچھا: یہ بتاؤ کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ عراق کے والی ہوئے تو انہوں نے ذوی القربیٰ کے حصے کس طرح دیئے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا: اللہ کی قسم! انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے طریقہ پر عمل کیا۔

نبی ﷺ کے بالوں اور نعلین کو بہ طور تبرک رکھنا آپ کی خصوصیت تھی اور آپ کی استعمال شدہ باقی اشیاء میں آپ کی سنت پر عمل کرنا مقصود تھا

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ امام بخاری نے یہ تمام آثار اس باب میں اس لیے ذکر کیے ہیں تا کہ انگوٹھی رکھنے میں اور ضرورت کے موقع پر انگوٹھی سے مہر لگانے میں اور جنگوں میں تلوار اور زرہ رکھنے میں نبی ﷺ کی سنت پر عمل ہو۔ باقی نبی ﷺ کے بال مبارک کو جن صحابہ اور بعد کے مسلمانوں نے بہ طور تبرک اپنے پاس رکھا' یہ صرف نبی ﷺ کی خصوصیت تھی' اور آپ کے علاوہ کسی

دوسرے شخص کا یہ مرتبہ نہیں تھا کہ اس کے بالوں کو بہ طور تبرک رکھا جائے۔اسی طرح آپ کی نعلین مبارک کو اپنے پاس بہ طور تبرک کے رکھنا یہ بھی صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے اور کسی اور کا ہرگز یہ مرتبہ نہیں ہے کہ لوگ اس کے بالوں کو اور اس کی نعلین کو بہ طور تبرک اپنے پاس رکھیں۔

حضرت مسعود بن مخرمہ نے حضرت زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار مانگی تھی' انہوں نے بھی اس کو بہ طور تبرک رکھنے کا ارادہ کیا تھا' اور یہ تلوار پہلے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی' پھر جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو حضرت مسور نے ارادہ کیا کہ حضرت زین العابدین سے یہ تلوار لے لیں' کہیں بنو امیہ ان سے یہ تلوار چھین نہ لیں' پھر انہوں نے یہ قسم کھائی کہ اگر حضرت زین العابدین نے ان کو یہ تلوار عطاء کر دی تو بنو امیہ ان سے کبھی بھی وہ تلوار چھین نہ سکیں گے۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام کے اوپر کسی اور عورت کے ساتھ نکاح کو ناپسند کرنے کی وجہ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی حضرت فاطمہ علیہا السلام کے اوپر ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا اور ان کو نکاح کا پیغام دیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا اور لوگوں کو خطبہ میں یہ بتایا کہ جس چیز کو اللہ نے حلال کیا ہے' آپ اس کو حرام نہیں کر رہے' لیکن آپ کی صاحب زادی کی عزت اور حرمت اس سے بہت زیادہ ہے کہ ان کو اللہ کے دشمن کی بیٹی کی وجہ سے تکلیف پہنچے' اور آپ نے اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے قسم کھا کر فرمایا کہ رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک محل میں جمع نہیں ہوں گی۔آپ کو یہ توقع تھی کہ اللہ آپ کی یہ قسم پوری کر دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی کھائی ہوئی قسم کو پورا کر دیتا ہے' جیسا کہ درج ذیل حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بعض لوگوں کے بال بکھرے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کو دروازوں سے بھگا دیا جاتا ہے' وہ اگر اللہ پر کسی کام کے کرنے کی قسم کھا لیں تو اللہ ان کو ان کی قسم میں سچا کر دیتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۲۲' الرقم المسلسل: ۶۵۷۷' صحیح مسلم: ۲۸۵۴' الرقم المسلسل: ۷۰۸۴)

اور جب عام مسلمانوں کا یہ مرتبہ ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ آپ کوئی قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس قسم میں سچا کر دے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ. اور (اے مسلمانو!) تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ایذاء پہنچاؤ۔ (الاحزاب: ۵۳)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی کے متعلق فرمایا کہ جس سے ان کو ایذاء پہنچتی ہے' اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچتی ہے۔ سو کسی مؤمن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایسا کام کرے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچے۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے' جو چیز ان کو ایذاء پہنچاتی ہے' وہ مجھے ایذاء پہنچاتی ہے اور جو چیز ان کو پریشان کرتی ہے وہ مجھے پریشان کرتی ہے۔(صحیح البخاری: ۵۲۳۰' سنن ترمذی: ۳۸۶۹)

حدیث مذکور کے بعض مجمل جملوں کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زین العابدین سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس تلوار کا سوال کیا تھا' ہوسکتا ہے کہ وہ تلوار حضرت

علی رضی اللہ عنہ کی آل کے پاس ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات میں وہ تلوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطاء کر دی ہو' پھر وہ تلوار حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ تک منتقل ہو گئی ہو' اور ظاہر یہ ہے کہ یہ وہی تلوار ہے جو ذوالفقار تھی' اور علامہ ابن جوزی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ ذوالفقار ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رہی' حتیٰ کہ آپ نے اپنی وفات سے پہلے وہ تلوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی' پھر وہ تلوار حضرت علی کی آل کی طرف منتقل ہوئی' اور حضرت علی کے پاس دس تلواریں تھیں' ان میں سے ایک ذوالفقار تھی جو ان کو جنگِ بدر میں ملی تھی۔

حضرت مسور بن مخرمہ نے حضرت زین العابدین سے کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ بنو امیہ اپنے زور اور طاقت کے بل بوتے پر آپ سے یہ تلوار چھین لیں گے۔ حضرت مسور بن مخرمہ نے حضرت زین العابدین کے سامنے یہ واقعہ ذکر کیا کہ حضرت علی نے ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا تھا' اس کی بیٹی کا نام جویریہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: فاطمہ مجھ سے ہے' یعنی میرے جسم کا ٹکڑا ہے اور فرمایا کہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ وہ اپنے دین میں کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائے گی۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ وہ غیرت کے سبب سے سوکن پر صبر نہیں کر سکیں گی۔ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جس داماد کی تعریف کی ہے ان کا نام ابوالعاص بن الربیع تھا اور وہ آپ کی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہوں۔ اس کلام سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا مباح تھا' لیکن آپ نے دو وجہوں سے حضرت علی کو اس سے نکاح کرنے سے منع فرمایا: ایک وجہ یہ تھی کہ اس نکاح سے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو ایذاء پہنچتی اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کی ایذاء سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نکاح سے حضرت فاطمہ علیہا السلام پر فتنہ کا خوف تھا' کیونکہ وہ غیرت کی وجہ سے سوکن کے وجود پر صبر نہ کر سکتیں۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچانا ہر حال میں اور ہر وجہ سے حرام ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۷-۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس اشکال کا جواب کہ کیا حضرت فاطمہ علیہا السلام کی دل آزاری کی رعایت کرنا دل آزاری ہے؟

میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ غیر مسلم مستشرقین اور آزاد خیال مسلمان اس جگہ یہ اعتراض کریں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی کی دل آزاری کا خیال رکھا کہ ان کے نکاح میں ہوتے ہوئے کسی دوسری عورت سے نکاح کرنے کو حرام کر دیا کہ اس سے آپ کی صاحب زادی کی دل آزاری ہوگی' ان کو ایذاء پہنچے گی اور سوکن پر صبر نہ کرنے کی وجہ سے ہو سکتا ہے وہ اپنے دین میں کسی فتنہ سے دوچار ہو جائیں' لیکن امتِ مسلمہ کی دوسری بیٹیوں کے لیے آپ نے یہ رعایت نہیں رکھی اور ان کی دل آزاری کا خیال نہیں فرمایا' تو کیا اس سے اقربا پروری کی بو نہیں آتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فعل بھی اللہ کی مرضی اور منشاء کے خلاف نہیں ہوتا اور نہ وحی الٰہی کے منافی ہوتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ. (الاعراف: ۲۰۳) آپ کہیے: میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میرے رب کی طرف سے میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

اس کا معنی یہ ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کی حیات میں حضرت علی کو دوسرے نکاح سے جو منع فرمایا تھا تو آپ کا یہ منع فرمانا اپنی طرف سے نہیں تھا بلکہ اللہ کی وحی اور اس کے حکم کے مطابق تھا' اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیّدنا محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوسرے انبیاء پر بے شمار فضیلتیں اور خصوصیات عطاء فرمائی ہیں' اسی طرح آپ کی پیاری صاحب زادی سیّدتنا فاطمہ زہراء علیہا السلام کو بھی متعدد خصوصیات عطاء فرمائی ہیں۔ مثلاً دنیا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل سیّدہ فاطمہ کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد میں ہی رکھی ہے' اور دنیا میں سیّدہ فاطمہ علیہا السلام کو حیض اور نفاس سے پاک رکھا ہے اور آخرت میں جب ان کی سواری میدانِ محشر سے گزرے گی تو سب لوگوں کو حکم دیا جائے گا کہ سروں کو جھکا لو' نگاہوں کو پست کر لو' حتیٰ کہ فاطمہ بنت محمد کی سواری گزر جائے۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام کی فضیلت کے متعلق احادیث

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات کے متعلق درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی پردے کی اوٹ سے یہ اعلان کرے گا کہ اے اہلِ محشر! اپنی نظریں جھکا لو' حتیٰ کہ فاطمہ بنت محمد گزر جائیں۔ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (المستدرک:۴۷۸۱۔ج۵'المعجم الکبیر:۱۸۰۔ج۱'المعجم الاوسط:۲۴۰۷)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک فرشتہ اپنے رب سے اجازت لے کر مجھے سلام کرنے آیا تھا اور مجھے یہ بشارت دینے کے لیے کہ حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ (السنن الکبریٰ للنسائی:۸۳۶۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک فاطمہ نے اپنی عفت کی حفاظت کی ہے تو اللہ نے ان کی اولاد کو دوزخ پر حرام کر دیا۔ (المستدرک:۴۷۷۹'مسند البزار:۱۸۲۹'المعجم الکبیر:۲۶۲۵'حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۸۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی' اس میں آپ نے فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہو' اور اس امت کی عورتوں کی سردار ہو اور مؤمنین کی عورتوں کی سردار ہو۔

(صحیح البخاری:۶۲۸۵'صحیح مسلم:۲۴۵۰'سنن ترمذی:۳۸۷۱'سنن ابوداؤد:۵۲۱۷'سنن ابن ماجہ:۱۶۲۰'المستدرک:۴۷۹۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا: تمہارے غضب کی وجہ سے اللہ غضب ناک ہوتا ہے اور تمہارے راضی ہونے کی وجہ سے اللہ راضی ہوتا ہے۔ (المستدرک:۴۷۸۳'المعجم الکبیر:۱۸۲'مسند فاطمہ:۱۲۰)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی' حضرت فاطمہ' حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے متعلق فرمایا: میں اس شخص سے جنگ کرنے والا ہوں جو ان سے جنگ کرے۔

(سنن ترمذی:۳۸۷۰'سنن ابن ماجہ:۱۴۵'مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۹۷'صحیح ابن حبان:۶۹۷۷'المعجم الکبیر:۲۶۱۹)

سو جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کے اصحاب کو یہ خصوصیت عطا کی کہ بعد کا کوئی مسلمان کتنی ہی عبادت کر لے' وہ اس صحابی کا مرتبہ نہیں پا سکتا' جس نے ایمان کے ساتھ آپ کو دیکھا ہو اور ایمان پر ہی اس کا خاتمہ ہوا ہو' اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی ازواج کو یہ عزت اور خصوصیت عطاء کی ہے کہ کوئی خاتون کتنی ہی عابدہ' زاہدہ ہو وہ آپ کی ازواج کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتی' اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کے اہل بیت کو یہ عزت و خصوصیت عطاء کی ہے کہ ان کی محبت کو امت پر واجب کر دیا اور ان پر صدقہ واجبہ کو حرام کر دیا اور ہر نماز میں ان پر صلوٰۃ بھیجنے اور ان پر برکت کی دعا کرنے کو مستحب کر دیا' اسی طرح سیدتنا فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو یہ عزت و خصوصیت عطاء کی ہے کہ ان کی حیات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر دوسری عورت کے نکاح کو حرام کر دیا۔

۳۱۱۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوْقَةَ عَنْ مُنْذِرٍ عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ لَوْ كَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ذَاكِرًا عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ذَكَرَهُ يَوْمَ جَاءَهُ نَاسٌ فَشَكَوْا سُعَاةَ عُثْمَانَ فَقَالَ لِيْ عَلِيٌّ اِذْهَبْ اِلٰى عُثْمَانَ فَاَخْبِرْهُ اَنَّهَا صَدَقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمُرْ سُعَاتَكَ يَعْمَلُوْنَ فِيْهَا فَاَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ اَغْنِهَا عَنَّا فَاَتَيْتُ بِهَا عَلِيًّا فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ضَعْهَا حَيْثُ اَخَذْتَهَا.

[طرف الحدیث: ۳۱۱۲] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از محمد بن سوقہ از منذر از ابن الحنفیہ وہ بیان کرتے ہیں کہ اگر حضرت علی رضی اللہ حضرت عثمان کے متعلق نامناسب بات کرنے والے ہوتے تو اس دن وہ بات کرتے جس دن لوگ حضرت عثمان کے (زکوٰۃ کے) عاملین کی شکایت کر رہے تھے پس مجھ سے حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: حضرت عثمان کے پاس جاؤ پس ان کو یہ خبر دو کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقات کے متعلق حکم نامہ ہے آپ اپنے عاملین کو حکم دیں کہ اس کے مطابق عمل کریں پس میں وہ حکم نامہ لے کر حضرت عثمان کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: ہم اس سے مستغنی ہیں (کیونکہ ہمارے پاس اس کی نقل موجود ہے) پھر میں حضرت علی کے پاس آیا اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی تو انہوں نے فرمایا: اس کو وہیں رکھ دو جہاں سے تم نے اس کو اٹھایا تھا۔

ملک کے سربراہ کی اگر کوئی ناگوار چیز معلوم ہو تو خیر خواہی سے اس کی اصلاح کرنی چاہیے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ جب ریاست کے سربراہ کی طرف کوئی نامناسب بات منسوب کی جائے تو اس کے اصحاب پر یہ واجب ہے کہ وہ خیر خواہی کے جذبہ سے سربراہ کو اس کی خبر دیں اور صحیح طریقہ سے عمل کرنے کی ان کو خبر دیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ نے حضرت عثمان رضی اللہ کے ساتھ معاملہ کیا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ کے عاملین کے متعلق لوگوں نے جو شکایت کی تھی ہو سکتا ہے کہ وہ شکایت باطل ہو جیسا کہ لوگوں نے حضرت عمر سے حضرت سعد بن ابی وقاص کی شکایت کی تھی کہ وہ نماز درست نہیں پڑھاتے اور یہ شکایت غلط تھی اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۷۵۵ میں مذکور ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ کے عاملوں سے بشری تقاضے سے کوئی خطاء ہو گئی ہو۔

حضرت عثمان نے حضرت علی کا صحیفہ قبول نہیں کیا اس کی توجیہ

حضرت عثمان رضی اللہ نے حضرت علی رضی اللہ کا بھیجا ہوا صحیفہ قبول نہیں کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ کے پاس بھی اس کی مثل صحیفہ موجود تھا اور وہ اس سے ناواقف نہیں تھے اور اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ اس صحیفہ میں مندرج احکام سے ناواقف تھے پھر بھی انہوں نے اس صحیفہ کو مسترد کر دیا اور حضرت عثمان اس صحیفہ میں درج احکام کے مطابق اپنے عاملین کو ہدایت دے چکے تھے اس معنی کے سوا حضرت عثمان کے متعلق کوئی اور گمان کرنا جائز نہیں ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کوئی عالم سلطان کا کوئی ناپسندیدہ کام دیکھے تو اس کو بہت نرمی اور لطافت سے تنبیہ کرنی چاہیے۔

۳۱۱۲- قَالَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُوْقَةَ قَالَ سَمِعْتُ مُنْذِرًا الثَّوْرِيَّ عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ اَرْسَلَنِيْ اَبِيْ خُذْ هٰذَا الْكِتَابَ فَاذْهَبْ بِهٖ

الحمیدی نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سوقہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے منذر الثوری سے سنا از ابن الحنفیہ انہوں نے بیان کیا کہ مجھے میرے

اِلٰی عُثْمَانَ فَاِنَّ فِیْهِ اَمْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الصَّدَقَةِ.

والد نے بھیجا کہ یہ کتاب لو اور اس کو حضرت عثمان کے پاس لے کر جاؤ کیونکہ اس میں صدقہ کے متعلق نبی ﷺ کا حکم ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۱۱ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ الدَّلِيْلِ عَلٰی اَنَّ الْخُمُسَ لِنَوَائِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَسَاكِيْنِ وَاِيْثَارِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَهْلَ الصُّفَّةِ وَالْاَرَامِلَ حِيْنَ سَاَلَتْهُ فَاطِمَةُ وَشَكَتْ اِلَيْهِ الطَّحْنَ وَالرَّحٰی اَنْ يُّخْدِمَهَا مِنَ السَّبْيِ فَوَكَلَهَا اِلَی اللّٰهِ

اس پر دلیل کہ خمس' رسول اللہ ﷺ کی ضروریات اور مساکین کے لیے ہے اور نبی ﷺ نے اصحاب صفّہ اور بیواؤں کو حضرت فاطمہ پر ترجیح دی' جب انہوں نے چکّی میں آٹا پیسنے کی مشقت بتا کر کہا کہ آپ قیدیوں میں سے ان کو کوئی خادم دے دیں تو آپ نے ان کے معاملہ کو اللہ کی طرف سونپ دیا

اس باب میں یہ دلیل ہے کہ مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کی ضروریات پر خرچ کرنے کے لیے تھا' مثلاً آپ کو جو مہمات درپیش ہوتیں' کوئی مہمان آ جاتا یا کوئی سائل آ جاتا یا گھر کے خرچ کے لیے ضرورت ہوتی تو آپ اس میں سے خرچ کرتے' اس عنوان میں ''نوائب'' کا ذکر ہے جو ''نائبة'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: پیش آمدہ مسئلہ۔

اس عنوان میں اصحابِ صفّہ کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ فقراء اور مساکین ہیں جو مسجد کے چبوترے میں رہتے تھے اور انہوں نے حصولِ علم کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا تھا' اور اس عنوان میں ''ارامل'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: بیوہ عورتیں اور مسکین مردوں اور عورتوں پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سوال کیا تھا کہ چکی میں جَو پیسنے سے ان کو مشقت ہوتی ہے' لہٰذا آپ کے پاس جو قیدی آتے ہیں' ان میں سے ان کو کوئی خادم دے دیا جائے تو نبی ﷺ نے ان کے معاملہ کو اللہ کی طرف سونپ دیا۔

٣١١٣ - حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِي الْحَكَمُ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِیْ لَيْلٰی اَخْبَرَنَا عَلِیٌّ اَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ اشْتَكَتْ مَا تَلْقٰی مِنَ الرَّحٰی مِمَّا تَطْحَنُ فَبَلَغَهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِسَبْیٍ فَاَتَتْهُ تَسْاَلُهٗ خَادِمًا فَلَمْ تُوَافِقْهُ فَذَكَرَتْ لِعَائِشَةَ فَجَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ عَائِشَةُ لَهٗ فَاَتَانَا وَقَدْ دَخَلْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْنَا لِنَقُوْمَ فَقَالَ عَلٰی مَكَانِكُمَا حَتّٰی وَجَدْتُّ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلٰی صَدْرِیْ فَقَالَ اَلَا اَدُلُّكُمَا عَلٰی خَيْرٍ مِّمَّا سَاَلْتُمَا اِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا فَكَبِّرَا اللّٰهَ اَرْبَعًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بدل بن المحبر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے الحکم نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی لیلیٰ سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خبر دی' انہوں نے بتایا کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے شکایت کی کہ ان کو چکی میں (جَو یا گندم پیسنے سے) مشقت ہوتی ہے' پھر حضرت فاطمہ کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے ہیں تو حضرت فاطمہ آپ کے پاس کسی خادم کا سوال کرنے کے لیے گئیں' پس آپ سے ملاقات نہیں ہوئی' تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا' پس جب رسول اللہ ﷺ گھر آئے تو حضرت عائشہ نے آپ سے

وَثَلَاثِيْنَ وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ فَإِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمَا مِمَّا سَأَلْتُمَاهُ.

[اطراف الحدیث: ۵۳۶۱-۵۳۶۲-۶۳۱۸-۳۷۰۵] (صحیح مسلم: ۲۷۲۷، الرقم المسلسل: ۶۸۰۹، سنن ابوداؤد: ۵۰۶۲)

اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے جبکہ ہم اپنے بستروں میں داخل ہو گئے تھے' ہم اُٹھنے لگے تو آپ نے فرمایا: تم دونوں اپنی جگہ پر رہو' حتیٰ کہ میں نے آپ کے پیروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کی' آپ نے فرمایا: کیا میں تم دونوں کو اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں جس کا تم نے سوال کیا ہے! جب تم دونوں اپنے بستروں پر جاؤ تو چونتیس مرتبہ ''اللّٰہ اکبر'' کہو اور تینتیس مرتبہ ''الحمد للّٰہ'' کہو اور تینتیس مرتبہ ''سبحان اللّٰہ'' کہو تو تم دونوں نے جس چیز کا سوال کیا ہے' یہ تسبیح اس سے زیادہ بہتر ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی ﷺ نے اہل صفہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ترجیح دی' ایک اور سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث اس طرح مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں اہل الصفہ کو چھوڑ کر تم کو خادم نہیں دوں گا' جو بھوکے رہتے ہیں اور میرے پاس ان پر خرچ کرنے کے لیے کچھ میسر نہیں ہے لیکن میں ان قیدیوں کو فروخت کر کے اس کی آمدنی کو ان کے اوپر خرچ کروں گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۹)

حدیث مذکور کی تفصیل اور اس حدیث کی سنن ابوداؤد میں روایت اور دیگر فوائد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت علی نے کہا: حتیٰ کہ میں نے آپ کے پیروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کی۔ حتیٰ سے پہلے عبارت اس طرح مقدر ہے: آپ ہمارے بستر میں داخل ہو گئے اور وہ سخت سردی کی رات تھی اور حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بستر میں داخل ہو چکے تھے اور حضرت فاطمہ نے اپنا سر لحاف میں داخل کر لیا تھا' حضرت علی نے کہا: حتیٰ کہ میں نے آپ کے پیروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کی۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث کی اس طرح روایت کی ہے: ام الحکم یا ضباعہ بنت الزبیر بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ قیدی حاصل کیے' پس میں اور میری بہن حضرت فاطمہ بنت محمد رسول اللہ کے پاس گئیں' پس ہم نے اپنے حال کی شکایت کی اور ہم نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ ہمارے لیے کچھ قیدیوں کا حکم دیں' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم پر بدر کے قیدیوں نے سبقت کر لی ہے' پھر آپ نے تسبیح کا قصہ ذکر کیا۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ تسبیح پڑھنا خادم سے کس طرح بہتر ہو گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس ذکر سے آخرت میں ثواب ہو گا' اور خادم کی وجہ سے چکی پیسنے کی مشقت سے راحت ملے گی اور آخرت کا ثواب دنیا کی مشقت کی راحت کے مقابلہ میں بہت زیادہ بہتر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خمس کی تقسیم میں مذاہب فقہاء اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی ترجیح

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اسماعیل بن اسحاق نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ امام اپنے اجتہاد کے مطابق خمس کو تقسیم کرے گا' کیونکہ نبی ﷺ کو جو قیدی ملے تھے وہ خمس میں سے تھے' ان قیدیوں کے پانچ حصے تھے' چار تو وہیں مجاہدین کو دے دیئے گئے تھے اور ان کا پانچواں حصہ نبی ﷺ کے پاس روانہ کیا گیا تھا' پھر نبی ﷺ نے یہ خمس اپنے اقربین کو نہیں دیا اور دوسروں کو دے دیا اور اسی کے موافق امام مالک اور فقہاء احناف کا مذہب ہے۔

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ خمس میں سے ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کو عطاء کرنا فرض ہے اور فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ خمس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کا حصہ معین نہیں ہے' البتہ اگر وہ فقراء ہوں تو پھر وہ فقراء اور مساکین میں داخل ہیں اور جس طرح دیگر فقراء کو حصہ دیا جائے گا' اسی طرح ان کو بھی حصہ دیا جائے گا' اور اگر وہ غنی ہوں تو پھر ان کو خمس میں سے نہیں دیا جائے گا۔

اس حدیث میں امام مالک اور فقہاء احناف کے مسلک کی تائید ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو قیدی حاصل ہوئے تھے وہ خمس میں سے تھے اور اگر خمس میں قرابت داروں کا حصہ ہوتا تو آپ کی صاحب زادی سیدتنا فاطمہ علیہا السلام نسب اور رحم کے لحاظ سے آپ کے سب سے زیادہ قریب تھیں' آپ نے قیدیوں میں ان کا حصہ نہیں رکھا اور نہ ان کو کوئی خادم دیا' اور آپ نے ان کو اللہ کے ذکر اور تحمید اور تہلیل کی طرف سونپ دیا اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے کامیابی کی اُمید رکھی۔ اس حدیث کے بقیہ فوائد حسب ذیل ہیں:

دینی طلباء کے حصہ کا مقدم ہونا' جب بیٹی اور داماد سوئے ہوئے ہوں تو ان کے درمیان بیٹھنے کا جواز' عبادت کا دنیا کے عظیم نفع سے بہتر ہونا

(۱) مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ میں علمِ دین کے طلبہ کا حصہ باقی حصہ داروں پر مقدم ہے۔ علامہ المہلب نے کہا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ دنیا سے اپنا کم سے کم حصہ لے۔ اور اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کے لیے آخرت میں جو حصہ رکھا ہے' اس کی توقع رکھے۔ (۲) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کوئی شخص اپنی بیٹی کے پاس اس وقت بھی جا سکتا ہے جب وہ اپنے خاوند کے ساتھ لیٹی ہوئی ہو یا سوئی ہوئی ہو۔ (۳) بیٹی اور داماد جب سوئے ہوئے ہوں یا لیٹے ہوئے ہوں تو ان کے درمیان بیٹھنا اور اپنے قدموں کو ان میں سے کسی کے جسم کے ساتھ ملانا۔ (۴) اعمالِ صالحہ میں سے تھوڑا عمل بھی اُمورِ دنیا کے زیادہ فوائد سے بہتر ہے' اور جب تسبیح و تہلیل کا اجر دنیا کے خادم اور اس کی خدمت سے بہت زیادہ ہے تو سوچیے نماز' حج' روزے اور زکوٰۃ کا اجر دنیاوی فوائد کے مقابلے میں کتنا زیادہ ہوگا۔

۷- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ﴾ (الانفال:٤١)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس بے شک خمس اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے (الانفال:۴۱)

يَعْنِىْ لِلرَّسُوْلِ قَسْمُ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّخَازِنٌ وَاللّٰهُ يُعْطِىْ.

یعنی رسول کے لیے خمس کو تقسیم کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: میں صرف قاسم اور خازن ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے

یعنی اس باب میں الانفال:۴۱ کا معنی بیان کیا گیا ہے اور یہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ. (الانفال:۴۱)

اور جان لو کہ تم نے مالِ غنیمت میں سے جو کچھ حاصل کیا ہے تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے ہے اور قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں کے لیے ہے اور مسکینوں کے لیے ہے اور مسافروں کے لیے ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے کہ اس نے تمام امتوں میں سے صرف اس امت کے لیے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا

ہے اور غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو کفار سے گھوڑے اور اونٹ دوڑا کر چھین کر حاصل کیا جائے' اور جو مال ان سے اس کے بغیر حاصل کیا جائے وہ فئے ہے۔ جیسے وہ اموال جو ان سے صلح کے ذریعہ حاصل کیے جائیں یا کفار مر جائیں اور مال چھوڑ جائیں' ان کا کوئی وارث نہ ہو' اور جزیہ اور خراج اور اس کی مثل دیگر اموال۔

اس عنوان میں امام بخاری نے کہا ہے: یعنی رسول نے اس کو تقسیم کرنا ہے۔علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ اس کو تقسیم کرنا رسول کے ذمہ ہے' اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام بخاری کا مقصود ان فقہاء کے قول کو ترجیح دینا ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ خمس کے پانچویں حصہ کے مالک نہیں ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس مسئلہ میں مفسرین کا اختلاف ہے' بعض نے کہا کہ خمس میں اللہ کا بھی حصہ ہے جس کو کعبہ میں صَرف کیا جائے گا' اور دوسرے فقہاء نے کہا کہ اللہ کا ذکر صرف تبرک کے لیے ہے' اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ نبی ﷺ کو جو خمس حاصل ہوگا' آپ اس کو اپنی ضروریات میں خرچ کریں گے اور مسلمانوں کی مصلحتوں میں صرف کریں گے۔اس کے بعد امام بخاری نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں صرف قاسم اور خازن ہوں اور اللہ تعالیٰ عطاء فرماتا ہے۔امام بخاری نے اس تعلیق سے ان لوگوں کے قول کا رد کرنے کا ارادہ کیا ہے' جو کہتے ہیں کہ خمس کا پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کی ملکیت ہے۔امام عبدالرزاق نے حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں صرف خازن ہوں اور اس مال کو وہاں رکھتا ہوں جہاں مجھے اس کے رکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۵۲۔۵۰ ملخصاً)

۳۱۱۴ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ وَمَنْصُوْرٍ وَّقَتَادَةَ سَمِعُوْا سَالِمَ ابْنَ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِّنَّا مِنَ الْاَنْصَارِ غُلَامٌ فَاَرَادَ اَنْ يُّسَمِّيَهُ مُحَمَّدًا قَالَ شُعْبَةُ فِيْ حَدِيْثِ مَنْصُوْرٍ اِنَّ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ حَمَلْتُهُ عَلٰى عُنُقِيْ فَاَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ وُلِدَ لَهُ غُلَامٌ فَاَرَادَ اَنْ يُّسَمِّيَهُ مُحَمَّدًا قَالَ سَمُّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِيْ فَاِنِّيْ اِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِمًا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ وَقَالَ حُصَيْنٌ بُعِثْتُ قَاسِمًا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ قَالَ عَمْرٌو اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا عَنْ جَابِرٍ اَرَادَ اَنْ يُّسَمِّيَهُ الْقَاسِمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِيْ. (صحیح مسلم: ۲۱۳۳' الرقم المسلسل: ۵۴۸۱' سنن ابوداؤد: ۴۹۶۵' سنن ابن ماجہ: ۳۷۳۵' الادب المفرد: ۸۳۹' المستدرک ج ۴ ص ۲۷۷' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۲۲۷۔ج ۲۲ ص ۱۳۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان و منصور و قتادہ' انہوں نے سالم بن ابی الجعد سے سنا' از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم انصار میں سے ایک آدمی کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔اس نے ارادہ کیا کہ اس کا نام محمد رکھیں۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ شعبہ نے منصور کی حدیث میں کہا کہ اس انصاری نے کہا کہ میں نے اس لڑکے کو اپنی گردن پر سوار کیا' پس میں اس لڑکے کو نبی ﷺ کی خدمت میں لایا اور سلیمان کی حدیث میں ہے کہ اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا تو اس نے ارادہ کیا کہ اس کا نام محمد رکھے' تو نبی ﷺ نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو' پس بے شک میں قاسم بنایا گیا ہوں' تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں' اور حصین نے کہا: میں قاسم مبعوث کیا گیا ہوں' تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔عمرو نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قتادہ' انہوں نے کہا: میں نے سالم سے سنا از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' کہ اس نے ارادہ کیا کہ اس لڑکے کا نام قاسم رکھے' تو نبی ﷺ نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔

کنیت کی تعریف' قاسم کا معنی اور نبی ﷺ کے نام اور کنیت کو جمع کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کنیت کا ذکر ہے' کنیت ہر اس مرکب اضافی کو کہتے ہیں جس کے شروع میں ''اَب'' یا ''اُم'' کا ذکر ہو' جیسے ابوبکر اور اُم کلثوم' اور یہ اَعْلام کی اقسام سے ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں قاسم بنایا گیا ہوں اور تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں' اس کا معنی یہ ہے کہ میں میراث میں اور غنیموں میں اموال کو تقسیم کرتا ہوں' اور یہ آپ کے سوا اور کسی کا منصب نہیں ہے' اس لیے قاسم کا بھی حقیقت کے اعتبار سے صرف آپ ہی پر اطلاق ہے۔ اس لیے ابوالقاسم کنیت رکھنا مطلقاً ممنوع ہے اور یہ محمد بن سیرین' امام شافعی اور اہلِ ظاہر کا مذہب ہے' خواہ اس شخص کا نام احمد ہو یا محمد ہو۔

علامہ المنذری نے کہا ہے: اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ ممانعت عام ہے یا خاص ہے۔ ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ صرف ابوالقاسم کنیت رکھنا منوع ہے' خواہ نام جو بھی ہو' اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ ابوالقاسم کنیت رکھنا اور بیٹے کا نام قاسم رکھنا یہ ممنوع ہے' اور علماء کی تیسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ جس کا نام محمد یا احمد ہو' اس کے لیے ابوالقاسم کنیت رکھنا جائز نہیں ہے۔ اور علماء کی چوتھی جماعت نے یہ کہا ہے کہ یہ ممانعت منسوخ ہے۔ علامہ قرطبی نے جمہور متقدمین اور متاخرین سے یہ نقل کیا ہے کہ ان میں سے ہر صورت جائز ہے اور حدیث یا تو منسوخ ہے یا پھر نبی ﷺ کی حیات کے ساتھ خاص ہے' کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ کے بعد میرے ہاں لڑکا پیدا ہو تو میں آپ کے نام پر اس کا نام رکھوں اور آپ کی کنیت پر اس کی کنیت رکھوں تو کیا یہ جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (سنن ترمذی: ۲۸۴۳)

۳۱۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِّنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ لَا نَكْنِيكَ أَبَا الْقَاسِمِ وَلَا نُنْعِمُكَ عَيْنًا فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وُلِدَ لِي غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ الْقَاسِمَ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ لَا نَكْنِيكَ أَبَا الْقَاسِمِ وَلَا نُنْعِمُكَ عَيْنًا فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحْسَنَتِ الْأَنْصَارُ سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي فَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از سالم بن ابی الجعد از حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے ایک مرد کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا' اس نے اس کا نام القاسم رکھا' تو انصار نے کہا: ہم تمہیں ابوالقاسم کنیت نہیں رکھنے دیں گے اور اس سے تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا نہیں ہونے دیں گے' پس وہ شخص نبی ﷺ کے پاس گیا اور کہا: یارسول اللہ! میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے' پس میں نے اس کا نام قاسم رکھا ہے تو انصار نے کہا: ہم تمہیں ابوالقاسم کنیت نہیں رکھنے دیں گے اور تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا نہیں ہونے دیں گے' تو وہ نبی ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: انصار نے اچھا کیا' تم میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو' کیونکہ صرف میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

اس حدیث کی شرح: ۳۱۱۴ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے نام رکھنے میں اور فرشتوں کے نام رکھنے میں مذاہب علماء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھنے کا ثبوت ہے کیونکہ محمد نام رکھنے میں نیک شگون ہے۔اس نام میں حمد کا معنی ہے تا کہ جس کا نام محمد ہو وہ محمود ہو جائے اور اس حدیث میں کنیت رکھنے کی ممانعت ہے کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی کو نداء کی: اے ابوالقاسم! پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مڑ کر دیکھا' تو اس شخص نے کہا: میں نے آپ کو بلانے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ (سنن ترمذی: ۲۸۴۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۴) اور یہود سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ آپ کو ابوالقاسم کے نام سے نداء کرتے تھے' پھر جب آپ مڑ کر دیکھتے تو وہ کہتے: ہم نے آپ کا ارادہ نہیں کیا تھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فتنہ کو جڑ سے کاٹنے کے لیے ابوالقاسم نام رکھنے سے منع فرما دیا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا محمد نام رکھنے سے بھی منع کیا جائے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ محمد نام رکھنے سے منع کیا جائے گا' اور صحابہ میں سے کوئی شخص یہ جرأت نہیں کرتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے نام سے پکارے' کیونکہ نام کے ساتھ پکارنے میں کوئی توقیر وتکریم نہیں ہوتی۔علامہ عینی کا یہ لکھنا درست نہیں ہے' کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: "یا محمد اخبرنی عن الاسلام" اور ظاہر ہے انہوں نے توقیر اور عزت سے آپ کو نداء کی ہے۔اسی طرح حضرت ابن عمر نے "یا محمداہ" کہہ کر فریاد کی' نیز ہجرت کے موقع پر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ شریف پہنچے تو تمام صحابہ نے یا محمد! یا رسول اللہ! کہا اور جنگوں میں مسلمانوں کا معمول تھا کہ وہ یا محمد! کہتے تھے' اور ظاہر ہے یہ سب تعظیم اور توقیر سے نداء کرتے تھے۔آپ کو آپ کے نام کے ساتھ اعرابی پکارتے تھے جو ایمان نہیں لائے تھے یا جن کے دل میں ایمان راسخ نہیں تھا۔ایک قول یہ ہے کہ محمد نام رکھنے کی ممانعت آپ کی حیات میں تھی اور بعض اہل علم کا یہی مذہب ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کی طرف لکھا: تم کسی شخص کا نام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر نہ رکھو اور انہوں نے یہ حکم دیا کہ مدینے میں جن لوگوں نے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا ہے' وہ اس کو بدل دیں' حتیٰ کہ بعض صحابہ نے حضرت عمر کو بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محمد نام رکھنے کی اجازت دی ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ محمد نام رکھنے کی ممانعت کی حدیث اہلِ نقل کے نزدیک غیر معروف ہے اور اگر اس ممانعت کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جس کا نام محمد رکھا جائے' اس کو بُرا نہ کہا جائے' اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر کے منع کرنے کا سبب یہ ہے کہ حضرت عمر نے سنا کہ ایک شخص ان کے بھتیجے محمد بن زید بن خطاب سے کہہ رہا تھا: یا محمد! اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ بُرا کرے! تو حضرت عمر نے کہا: تم ہمارے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بُرا کہہ رہے ہو' اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ ہوں' میں کسی شخص کا نام محمد نہیں رہنے دوں گا اور انہوں نے اپنے بھتیجے کا نام عبدالرحمٰن رکھ دیا۔لیکن اب اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے نام رکھنا جائز ہیں' اور صحابہ کی ایک جماعت نے انبیاء علیہم السلام کے نام رکھے۔قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ملائکہ کے نام رکھنا مکروہ ہے' اور امام مالک نے کہا ہے کہ جبریل' اسرافیل' میکائیل اور دیگر فرشتوں کے نام رکھنا مکروہ ہے۔حضرت عمر نے کہا: تم نے بنو آدم کے ناموں پر قناعت نہیں کی حتیٰ کہ فرشتوں کا نام رکھنے لگے۔(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا نام رکھنے کی تحقیق

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ مناوی نے کہا ہے کہ عبداللہ نام رکھنا مطلقاً افضل ہے' اس کے بعد عبدالرحمٰن ہے' اس کے بعد محمد نام رکھنا افضل ہے' پھر احمد

نام رکھنا' پھر ابراہیم نام رکھنا' ایک اور جگہ یہ ہے کہ عبداللہ اور عبدالرحمان کے ساتھ ان کی مثل دوسرے نام لاحق ہیں' مثلاً عبدالرحیم اور عبدالمالک وغیرہ' اور یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ محمد اور احمد نام اللہ تعالیٰ کو تمام ناموں میں سب سے زیادہ محبوب ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا وہی نام رکھا ہے جو اس کو تمام ناموں میں سب سے زیادہ محبوب ہے' اور حدیث میں ہے کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور اس نے اس کا نام محمد یا احمد رکھا تو وہ شخص اور اس کا بچہ دنوں جنت میں ہوں گے۔ اس حدیث کو امام ابن عساکر نے حضرت ابوامامہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے' حافظ سیوطی نے کہا ہے کہ اس باب میں یہ سب سے عمدہ حدیث ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

محمد نام رکھنے کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کے ہاں تین بیٹے ہوئے اور اس نے کسی کا نام محمد نہیں رکھا' اس نے جہالت کا کام کیا۔

(الکامل لابن عدی ج ٦ ص ٢١٠٧' المعجم الکبیر: ١١٠٧٧۔ ج ١١' مجمع الزوائد ج ٨ ص ٤٩' کنز العمال: ٤٥٢٠٤' مسند الحارث ص ٢٠٠۔١٩٩)

حافظ سیوطی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں موسیٰ لیث سے متفرد ہے اور وہ ضعیف ہے' لیکن اس کا ضعف وضع تک نہیں پہنچا' امام مسلم' امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام ابن ماجہ اور امام طبرانی نے اس سے احادیث کو روایت کیا ہے' اور امام ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے' یہ حدیث مسند الحارث میں بھی ہے۔ (اللآلی المصنوعہ ج ١ ص ٩٤۔ ٩٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٧ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے تین بیٹے ہوں اور وہ کسی کا نام محمد نہ رکھے تو یہ بے وفائی کے کاموں میں سے ہے' اور جب تم اس کا نام محمد رکھو تو نہ اس کو بُرا کہو اور نہ اس پر سختی کرو' نہ اس پر ناک چڑھاؤ اور نہ اس کو مارو' اس کی قدر و منزلت اور تعظیم و تکریم کرو اور اس کی قسم پوری کرو۔ (الکامل لابن عدی ج ٣ ص ٨٩٠)

امام ابن عدی متوفی ٣٦٥ھ نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے۔ حافظ سیوطی لکھتے ہیں: اس حدیث کی تقویت اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام دیلمی متوفی ٥٠٩ھ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے چار بیٹے ہوں اور وہ کسی کا نام میرے نام پر نہ رکھے' اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔ (الفردوس بماثور الخطاب: ٥٩٨١۔ ج ٣) نیز امام بکیر نے اپنی سند کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے: جب تم کسی کا نام محمد رکھو تو اس نام کی تعظیم کے سبب سے اس کی تعظیم اور توقیر کرو اور اس پر سختی نہ کرو۔

(جمع الجوامع: ٢٠١٠' اللآلی المصنوعہ ج ١ ص ٩٤' بیروت' ١٤١٧ھ)

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی کا نام محمد رکھو تو نہ اس کو مارو نہ محروم کرو۔ امام دیلمی کی روایت میں یہ اضافہ ہے: (نام) محمد میں برکت رکھی گئی ہے اور جس گھر میں (نام) محمد (والا) ہو اور جس مجلس میں (نام) محمد (والا) ہو (اس میں برکت ہوگی)۔ (مسند البزار: ١٣٥٩' مجمع الزوائد ج ٨ ص ٤٨' الفردوس بماثور الخطاب: ١٣٥٤' کنز العمال: ٤٥١٩٧)

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور اس نے میری محبت کی وجہ سے اور میرے نام سے برکت حاصل کرنے کی وجہ سے اس کا نام محمد رکھا تو وہ شخص اور اس کا بچہ دونوں جنت میں ہوں گے۔

(تنزیہ الشریعۃ ج ١ ص ١٩٨' جامع الاحادیث الکبیر: ٢٣٢٥٥' کنز العمال: ٤٥٢٢٣)

حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ اس باب میں جتنی احادیث وارد ہیں' یہ ان میں سب سے عمدہ حدیث ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

(اللآلی المصنوعہ ج ١ ص ٩٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ان احادیث میں سے بعض احادیث کی سند ضعیف ہے لیکن ہم نے ان کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف السند حدیث معتبر ہوتی ہے۔

٣١١٦ - حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاللّٰهُ الْمُعْطِيْ وَاَنَا الْقَاسِمُ وَلَا تَزَالُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از یونس از الزہری از حمید بن عبدالرحمٰن' انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطاء فرماتا ہے اور اللہ عطاء فرمانے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں اور یہ امت ہمیشہ اپنے مخالفین پر غالب رہے گی' حتیٰ کہ اللہ کا حکم آ جائے گا اور یہ لوگ غالب ہوں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں صرف قاسم ہوں۔

٣١١٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اُعْطِيْكُمْ وَلَا اَمْنَعُكُمْ اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَيْثُ اُمِرْتُ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہلال نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن ابی عمرۃ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو (از خود) عطاء کرتا ہوں نہ منع کرتا ہوں' میں صرف قاسم ہوں' میں وہیں مال رکھتا ہوں جہاں مجھے حکم دیا جاتا ہے۔

یعنی حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی عطاء کرنے والا ہے اور وہی منع کرنے والا ہے' میں صرف اسی کو عطاء کرتا ہوں یا منع کرتا ہوں جس کے متعلق مجھے وحی کی جاتی ہے۔

٣١١٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو الْاَسْوَدِ عَنِ ابْنِ اَبِيْ عَيَّاشٍ وَّاسْمُهُ نُعْمَانُ عَنْ خَوْلَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ رِجَالًا يَّتَخَوَّضُوْنَ فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوالاسود نے حدیث بیان کی از ابن ابی عیاش اور ان کا نام نعمان ہے از خولۃ الانصاریہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں' ان کو قیامت کے دن آگ کا عذاب دیا جائے گا۔

ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کی روایت میں تو امام بخاری منفرد ہیں لیکن اس کے متقارب المعنی حدیث درج ذیل ہے:

ابوالولید بیان کرتے ہیں کہ میں نے خولۃ بنت قیس سے سنا' جو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ کے نکاح میں تھیں' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ مال سرسبز میٹھا ہے' جس نے اس مال کو حق کے ساتھ حاصل کیا' اس کو اس مال میں برکت دی جائے گی اور بعض لوگ اللہ اور اس کے رسول کے مال میں اپنی خواہش کے مطابق تصرف کرتے ہیں' قیامت کے دن ان کو صرف آگ کا عذاب ہوگا۔ (سنن ترمذی: ٢٣٧٤' مسند احمد ج ٦ ص ٣٦٤)

٨ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُحِلَّتْ لَكُمُ الْغَنَائِمُ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ تمہارے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ذکر کیا گیا ہے: تمہارے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور تمہارے سوا اور کسی کے لیے غنیمتوں کو حلال نہیں کیا گیا تھا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ﴾ (الفتح: ٢٠)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جو تم (آئندہ) حاصل کرو گے' پس یہ نعمت تم کو جلدی عطاء فرمادی۔ (الفتح: ٢٠)

امام بخاری نے اس آیت کا شروع کا حصہ ذکر کیا ہے' آخری حصہ ذکر نہیں کیا' وہ آخری حصہ درج ذیل ہے:

وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ○ (الفتح: ٢٠)

اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تاکہ یہ (نعمت) مؤمنوں کے لیے نشانی ہو جائے اور (اللہ) تمہیں سیدھی راہ پر قائم رکھے ○

اس آیت میں جو فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے' اس سے مراد وہ غنیمتیں ہیں جو مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاصل کیں اور آپ کے بعد قیامت تک حاصل کرتے رہیں گے' نیز فرمایا: پس یہ نعمت تم کو جلدی عطا فرمادی' اس سے مراد ہے: خیبر کی غنیمتیں' اور فرمایا: لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا' یعنی صلح حدیبیہ کے ذریعہ قریش کے حملوں کو تم سے روک دیا' قتادہ نے کہا: اس سے مراد ہے: یہود کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا' اور مقاتل نے کہا: اس سے مراد اسد اور غطفان ہیں جو اہل خیبر کے حلیف تھے' وہ اہل خیبر کی مدد کرنے کے لیے آئے تھے' پس اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا تو وہ واپس چلے گئے۔ (الوسیط ج ٤ ص ١٤٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

٣١١٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ وَالْاَجْرُ وَالْمَغْنَمُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از عامر از عروۃ البارقی رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں سے قیامت تک (آخرت میں) خیر اور اجر اور (دنیا میں) غنیمت بندھی ہوئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨٥٠ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں مالِ غنیمت کا ذکر ہے۔

٣١٢٠ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ اَخْبَرَنَا اَبُو

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث

الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا هَلَكَ كِسْرٰی فَلَا كِسْرٰی بَعْدَهٗ وَاِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہو گیا تو پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو گیا تو پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم ضرور ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

اس حدیث کی شرح: ۳۰۲۷ میں گزر چکی ہے' بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

قیصر و کسریٰ اور ان کے ملکوں کا مختصر تعارف

حافظ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

رہا کسریٰ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی جڑ کاٹ دی اور اس کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کیے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی زمین اور اس کے ملک کا مسلمانوں کو وارث بنا دیا۔

اور رہا قیصر تو وہ شام کا بادشاہ تھا اور وہیں پر بیت المقدس ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں پر عیسائیوں کی تمام عبادات مکمل ہوتی ہیں' اور شام قریش کی تجارت کی جگہ تھا اور ان کے آنے جانے کی جگہ تھا اور مسلمانوں نے جو شام پر حملہ کیا تھا' اس سے ان کا مقصود اس مملکت پر قبضہ کرنا تھا اور اس پر قبضہ کر لیا گیا اور اس کے خزانوں کو اور اس کے اموال کو لوٹ لیا گیا اور بعد میں کوئی قیصر اس ملک کا حکمران نہیں ہوا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آخری زمانے میں قسطنطنیہ کی فتح سے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور بے شک ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ (اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۱۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

۳۱۲۱ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ سَمِعَ جَرِيْرًا عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا هَلَكَ كِسْرٰی فَلَا كِسْرٰی بَعْدَهٗ وَاِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

[اطراف الحدیث: ۳۶۱۹-۶۶۲۹] (صحیح مسلم: ۷۲۲۴-۲۹۱۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے جریر سے سنا از عبدالملک از حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہو گیا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا' اور جب قیصر ہلاک ہو گیا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم ضرور ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۱۲۰ میں آ چکی ہے۔

۳۱۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا سَيَّارٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ الْفَقِيْرُ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سیار نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید الفقیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے لیے غنیمتیں حلال کر دی گئی ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۱۲۳ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَكَفَّلَ اللّٰهُ لِمَنْ جَاهَدَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ وَتَصْدِيقُ كَلِمَاتِهِ بِأَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ يَرْجِعَهُ إِلٰى مَسْكَنِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ مَعَ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: جس شخص نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور اس کو صرف اللہ کی راہ میں جہاد نے اور اس کے کلمات کی تصدیق نے گھر سے نکالا' تو اس کے لیے اللہ اس کا ضامن ہو گیا کہ وہ اس کو جنت میں داخل کرے گا یا اسے اجر کے ساتھ یا غنیمت کے ساتھ اس کے اس گھر میں لوٹائے گا جس سے وہ نکلا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی بھی یہاں صرف اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں غنیمت کا ذکر ہے

۳۱۲٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِهِ لَا يَتْبَعْنِي رَجُلٌ مَّلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَّبْنِيَ بِهَا وَلَمَّا يَبْنِ بِهَا وَلَا أَحَدٌ بَنٰى بُيُوتًا وَّلَمْ يَرْفَعْ سُقُوفَهَا وَلَا أَحَدٌ اشْتَرٰى غَنَمًا أَوْ خَلِفَاتٍ وَّهُوَ يَنْتَظِرُ وِلَادَهَا فَغَزَا فَدَنَا مِنَ الْقَرْيَةِ صَلٰوةَ الْعَصْرِ أَوْ قَرِيبًا مِّنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ إِنَّكِ مَأْمُورَةٌ وَّأَنَا مَأْمُورٌ اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا فَحُبِسَتْ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ فَجَاءَتْ يَعْنِي النَّارَ لِتَأْكُلَهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا فَقَالَ إِنَّ فِيكُمْ غُلُولًا فَلْيُبَايِعْنِي مِنْ كُلِّ قَبِيلَةٍ رَجُلٌ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهِ فَقَالَ فِيكُمُ الْغُلُولُ فَلْيُبَايِعْنِي قَبِيلَتُكَ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ بِيَدِهِ فَقَالَ فِيكُمُ الْغُلُولُ فَجَاؤُوا بِرَأْسٍ مِّثْلِ رَأْسِ بَقَرَةٍ مِّنَ الذَّهَبِ فَوَضَعُوهَا فَجَاءَتِ النَّارُ فَأَكَلَتْهَا ثُمَّ أَحَلَّ اللّٰهُ لَنَا الْغَنَائِمَ رَأٰى ضَعْفَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام بن منبہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی نے جہاد کیا تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا: میرے ساتھ جہاد کے لیے وہ مرد نہ جائے جس نے کسی عورت کے ساتھ عقدِ نکاح کیا ہوا اور وہ اس کے ساتھ شب زفاف منانے کا ارادہ کر رہا ہو اور ابھی تک اس نے اس کے ساتھ شب زفاف نہ کی ہو' اور نہ وہ شخص جائے جس نے گھر بنایا ہو اور ابھی اس پر چھت نہ ڈالی ہو اور نہ وہ شخص جائے جس نے بکریاں یا حاملہ اونٹنیاں خریدی ہوں اور وہ ان کی ولادت کا انتظار کر رہا ہو' پس وہ نبی جہاد کے لیے گئے اور عصر کی نماز کے وقت یا اس کے وقت کے قریب ایک بستی کے پاس پہنچے اور سورج سے کہا: بے شک تو بھی محکوم ہے اور میں بھی محکوم ہوں' اے اللہ! اس سورج کو ہمارے اوپر روک لے' پس سورج کو روک لیا گیا حتیٰ کہ اللہ نے ان کو فتح عطاء فرما دی' پس انہوں نے غنیمتوں کو جمع کیا' پھر ان غنیمتوں کو کھانے کے لیے آسمان سے ایک آگ آئی' پس اس آگ نے ان

وَعِجْزَنَا فَاَحَلَّهَا لَنَا.

[طرف الحدیث:۵۱۵۷] (صحیح مسلم:۱۷۴۷' الرقم المسلسل: ۴۴۴۶' مصنف عبدالرزاق:۹۴۹۲' صحیح ابن حبان:۴۸۰۸' سنن بیہقی ج۶ ص۲۹۰' شرح السنۃ:۲۷۱۹' سنن کبریٰ:۸۸۷۸' المستدرک ج۲ ص۱۳۹' مسند احمد ج۲ ص۳۱۸ طبع قدیم' مسند احمد:۸۲۳۸۔ج۱۳ص ۵۳۸۔۵۳۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

غنیمتوں کو نہ کھایا تو اس نبی علیہ السلام نے فرمایا: بے شک تم میں کوئی خیانت کرنے والا ہے' پس تم میں سے ہر قبیلہ کا ایک آدمی آ کر مجھ سے بیعت کرے یعنی ہاتھ ملائے۔ تو ایک شخص کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چمٹ گیا تو انہوں نے فرمایا: تم میں خیانت کرنے والا ہے' پھر تمہارے پورے قبیلہ کو مجھ سے بیعت کرنی چاہیے' پھر دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چمٹ گیا' پس انہوں نے فرمایا: تم میں خیانت کرنے والا ہے' تو وہ گائے کے سر کے برابر ایک سونے کا سر لے کر آئے اور اس کو لا کر رکھ دیا' پھر آگ آ کر ان غنیمتوں کو کھا گئی' پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا' اللہ تعالیٰ نے ہمارے عجز اور ہماری کمزوری کو دیکھا تو ہمارے لیے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ اللہ نے ہمارے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن العلاء ابوکریب الہمدانی الکوفی (۲) عبداللہ بن المبارک المروزی (۳) معمر (۴) ہمام بن منبہ (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' ان کا ذکر کئی مرتبہ کیا جا چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۵ ص۵۹' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

نوشادی شدہ کو جہاد میں ساتھ نہ لے جانے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ایک نبی علیہ السلام نے یہ کہا کہ جس نے عقدِ نکاح کیا ہو اور ابھی شبِ زفاف نہ کی ہو' وہ ہمارے ساتھ نہ جائے' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ دنیا کے فتنے نفس کو ان کی حرص کی طرف بلاتے ہیں' کیونکہ جس آدمی کا نکاح ہو چکا ہو اور اس نے ابھی شبِ زفاف نہ گزاری ہو اور وہ جہاد میں چلا جائے تو اس کا دل جہاد سے واپس جانے میں معلق رہے گا اور شیطان اس کو نبی کی اطاعت سے منحرف کرے گا اور اس کے دل میں بے صبری ڈال دے گا' اسی طرح دنیا کی اور چیزوں میں اور دنیا کی متاع میں انسان کا دل اٹکا رہتا ہے۔

حدیث مذکور سے علامہ المہلب کے استنباط کردہ فوائد

(۱) اس حدیث میں مذکور ہے کہ انہوں نے سورج سے کہا کہ تو بھی محکوم ہے اور میں بھی محکوم ہوں۔ یعنی سورج غروب ہونے والا تھا اور ابھی انہوں نے دشمن کے اوپر فتح حاصل کرنی تھی تو اس لیے انہوں نے سورج سے کہا کہ تو اپنے غروب ہونے کو مؤخر کر دے۔

(۲) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ دن کے آخری حصہ میں کفار سے قتال کرنا چاہیے اور جب اللہ کی مدد کی ہوائیں چلتی ہوں تو اس وقت قتال کرنا چاہیے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے۔

(۳) اس حدیث میں مذکور ہے کہ انہوں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! سورج کو ہمارے لیے روک لے' اس دعا کا معنی یہ ہے کہ ان کے

لیے وقت کو اتنا لمبا کر دے کہ وہ اس شہر کو فتح کر لیں۔ اور ان کی اس دعا کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ غروب ہونے کے بعد سورج کو لوٹا دے اور یہ بھی معنی کیا گیا ہے کہ سورج کو سفر کرنے سے روک دیا جائے اور یہ بھی معنی کیا گیا ہے کہ سورج کی رفتار کو آہستہ کر دے اور یہ تمام اقوال میں زیادہ قریب ہے کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ سورج اپنی عادت کے مطابق چلتا رہے لیکن آہستہ چلے اگرچہ انبیاء علیہم السلام کے لیے عادتِ جاریہ کے خلاف کرنا جائز ہے۔

(۴) انبیاء متقدمین غنیمتوں کو ایک جگہ جمع کر دیتے تھے پھر آسمان سے آگ آ کر ان غنیمتوں کو جلا دیتی تھی اور یہ اس بات کی علامت ہوتی تھی کہ ان کا جہاد مقبول ہے اور اگر مالِ غنیمت میں خیانت ہو یا اس میں کوئی ناجائز مال ہو تو پھر آگ اس مالِ غنیمت کو نہیں کھاتی تھی۔ اسی طرح وہ لوگ اللہ کی راہ میں جو قربانی کرتے تھے اگر وہ قربانی مقبول ہوتی تو آگ آ کر اس کو جلا دیتی اور اگر وہ غیر مقبول ہوتی تو قربانی اسی حال میں پڑی رہتی اور آگ اس کو نہیں کھاتی تھی اور اس نبی علیہ السلام نے جو اپنی قوم کو بیعت کے لیے بلایا تو وہ اس آزمائش کے لیا تھا کہ جس نے خیانت کی ہو گی اس کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چمٹ جائے گا۔

(۵) انبیاء علیہم السلام کبھی بعض چیزوں میں حکم کرتے ہیں یا حکم دیتے ہیں اور اس سے اُن چیزوں میں ان کا معجزہ ظاہر ہوتا ہے جیسے اس نبی علیہ السلام نے لوگوں کو ان کے ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا حکم دیا اور اس سے ان کا یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ جس نے خیانت کی تھی اس کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چمٹ گیا۔

(۶) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سوائے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے اور کسی کے لیے مالِ غنیمت حلال نہیں ہے۔

(۷) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر ضرورت ہو تو بیعت کی تجدید کرنا جائز ہے جیسا کہ اس نبی علیہ السلام نے لوگوں کو تجدیدِ بیعت کا حکم دیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بیعتِ رضوان میں صحابہ سے تجدیدِ بیعت کی تھی۔

(۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرکین کے اموال اور ان کے مالِ غنیمت کو جلانا جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ مہلب کا یہ فائدہ بیان کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اموالِ مشرکین اور ان کے مالِ غنیمت کو اس نبی علیہ السلام نے یا ان کی امت نے نہیں جلایا تھا بلکہ آسمان سے ایک آگ آ کر اس مالِ غنیمت کو جلا دیتی تھی اور یہ اس جہاد کے مقبول ہونے کی علامت تھی۔ (سعیدی غفرلہٗ) (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۸۹۔۲۸۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سورج کو ٹھہرانا اور سورج کو لوٹانا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انبیاء میں سے ایک نبی نے جہاد کیا۔ امام ابن اسحاق نے کہا: یہ نبی سیدنا یوشع بن نون علیہ السلام تھے اور سورج کو صرف ان کے لیے ٹھہرایا گیا تھا اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سورج کو ٹھہرانے کی اصل یہ ہے کہ جب شبِ معراج کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس سے واپس آ رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضجنان میں بنو فلاں کا ایک قافلہ ملا اور جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس کی خبر دی اور فرمایا: اب وہ قافلہ التنعیم البیضاء کی گھاٹی میں پہنچ چکا ہے اس قافلہ کے آگے ایک خاکی رنگ کا اونٹ ہے اس پر دو بوریاں لدی ہوئی ہیں ایک سیاہ رنگ کی ہے اور دوسری دھاری دار ہے پھر لوگ جلدی جلدی اس گھاٹی پر پہنچے تو وہاں پر انہوں نے ایسا ہی قافلہ پایا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی خبر دی تھی۔

سدّی نے بیان کیا ہے کہ اس قافلہ کے پہنچنے سے پہلے سورج غروب ہونے والا تھا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ

نے اس سورج کو ٹھہرا لیا' حتیٰ کہ جس طرح آپ نے بیان فرمایا تھا' اس کے مطابق وہ قافلہ پہنچ گیا۔ امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ کسی کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا صرف آپ کے لیے اس دن سورج کو ٹھہرایا گیا اور حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے لیے سورج کو ٹھہرایا گیا' اسی طرح امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ (سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۹۰' المستدرک ج ۳ ص ۱۳۹)

علامہ عینی فرماتے ہیں: سورج کو غزوۂ خندق کے دن بھی ٹھہرایا گیا تھا' جب آپ عصر کی نماز کے وقت خندق میں مشغول رہے اور سورج غروب ہو گیا تو آپ نے عصر کی نماز پڑھ لی' اس کا قاضی عیاض نے اکمال میں ذکر کیا ہے' امام طحاوی نے کہا: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے طلوع فجر کو مؤخر کیا گیا' کیونکہ اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوں اور آپ کو یہ بھی حکم دیا تھا کہ آپ حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت ساتھ لے کر جائیں اور تابوت کی نشان دہی نہیں کی گئی حتیٰ کہ فجر طلوع ہونے والی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے یہ وعدہ کیا تھا کہ فجر طلوع ہوتے ہی وہ ان کو لے کر روانہ ہوں گے' پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ وہ طلوع فجر کو مؤخر کر دے' حتیٰ کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کو تلاش کرنے سے فارغ ہو جائیں' سو اللہ تعالیٰ نے ایسا کر دیا' اس کا ذکر بھی امام ابن اسحاق نے المبتداء میں یحییٰ بن عروہ از والد خود کی روایت سے کیا ہے۔

امام الضحاک نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے بھی ایسا واقعہ ہوا ہے:

امام حاکم نے حضرت اسماء بنت عمیس سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے' حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو حضرت علی نے کہا: یارسول اللہ! میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! بے شک تیرا بندہ علی تیرے نبی کی خدمت میں مصروف تھا تو اس کے اوپر سورج کو لوٹا دے! حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ پھر سورج پہاڑوں پر اور زمین پر طلوع ہو گیا' پھر حضرت علی نے اُٹھ کر وضوء کیا اور عصر کی نماز پڑھی' یہ واقعہ مقام صہباء میں ہوا تھا' اور امام طحاوی نے اس کا مشکل الآثار میں ذکر کیا ہے۔ (المعجم الکبیر: ۳۹۰۔ ج ۲۴ ص ۱۵۰' مشکل الآثار للطحاوی: ۳۸۵۰۔ ج ۴ ص ۲۶۸' مختصر تاریخ دمشق ج ۱۷ ص ۳۸۷' سبل الہدیٰ والرشاد ج ۹ ص ۴۳۹۔ ۴۳۵)

علامہ عینی نے امام طحاوی سے نقل کیا ہے کہ ہر عالم کو حضرت اسماء بنت عمیس کی حدیث کو حفظ کر لینا چاہیے کیونکہ اس میں علامت نبوت کا بیان ہے اور علامہ ابن جوزی نے اس حدیث پر جو اعتراض کیا ہے' اس کی طرف التفات نہیں کرنا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سورج کو ٹھہرانے اور لوٹانے میں مسند احمد کی روایت سے تعارض کا جواب

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس کے ثبوت میں احادیث کو ذکر کیا ہے کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی سورج کو ٹھہرایا گیا ہے جیسا کہ شام سے قافلہ آنے کی حدیث میں ہے اور آپ کے لیے سورج کو غروب ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نمازِ عصر کے لیے لوٹایا بھی گیا ہے جیسا کہ حضرت اسماء بنت عمیس کی حدیث میں ہے' نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج کو کسی بشر کے لیے نہیں ٹھہرایا گیا سوائے حضرت یوشع بن نون کے' جن راتوں میں وہ بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ الحدیث (مسند احمد

ج ۲ ص ۳۲۵) اور یہ حدیث ان حدیثوں کے معارض ہے جن میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سورج کو ٹھہرانے کا ثبوت ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ مسند احمد کی حدیث کا محمل یہ ہے کہ انبیاء سابقین میں سے کسی نبی کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا سوائے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے' لہٰذا یہ حدیث ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سورج کے ٹھہرانے کے خلاف نہیں ہے۔

علامہ ابن جوزی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سورج ٹھہرانے کی حدیث کو موضوعات میں درج کر کے خطاء کی ہے' اسی طرح ابن تیمیہ نے حضرت علی کے لیے سورج لوٹانے کی حدیث کو کتاب الرد علی الروافض میں موضوع قرار دیا ہے' سو یہ ابن تیمیہ کی خطاء ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۰۱' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

سابقہ امتوں اور اس امت کی قربانی کے مقبول ہونے کی کیفیت میں فرق

سابقہ امتوں میں مالِ غنیمت کو آسمانی آگ جلا دیتی تھی اور یہ ان کے جہاد کے مقبول ہونے کی علامت تھی' اسی طرح ان کی قربانی کے مقبول ہونے کی علامت یہ بھی تھی کہ ایک آسمانی آگ ان کی قربانی کو جلا دیتی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کی وجہ سے ہم پر یہ فضل فرمایا کہ ہمارے لیے مالِ غنیمت کو بھی حلال کر دیا اور قربانی کو بھی حلال کر دیا اور یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔

۹ - بَابُ الْغَنِيْمَةِ لِمَنْ شَهِدَ الْوَقْعَةَ　　غنیمت کا وہی مستحق ہوگا جو موقع پر حاضر ہو

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ غنیمت کا مستحق وہی ہوگا جو دشمن سے مقابلہ کے وقت حاضر ہو' یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہی قول ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو مالِ غنیمت سے حصہ دیا اور جو صحابہ حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ کشتی میں آئے تھے' ان کو خیبر کی غنیمتوں میں سے حصہ دیا اور یہ لوگ جنگ کے موقع پر حاضر نہیں تھے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں ان صحابہ کو مال کی شدید احتیاج تھی اور انصار نے ان کو اپنے کھجور کے درخت اور مویشی ان کی ضرورت کے تحت ان کو عطاء کیے تھے اور اس عطاء سے انصار کے احوال میں تنگی آ گئی تھی اور مہاجرین بھی مختلف کاموں میں مشغول تھے' پھر جب اللہ تعالیٰ نے خیبر کو فتح کر دیا تو مہاجرین نے انصار کے عطیات واپس کر دیئے اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ غنیمت کی دل جوئی فرمائی' جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

۳۱۲۵ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَوْ لَا اٰخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ مَا فَتَحْتُ قَرْيَةً إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ أَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں' ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن نے خبر دی از امام مالک از زید بن اسلم از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر مسلمانوں میں سے کوئی آخری شخص نہ ہوتا تو میں جس بستی کو بھی فتح کرتا اس کو وہاں کے رہنے والوں کے درمیان تقسیم کر دیتا' جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر میں کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۳۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں غنیمت کو تقسیم کرنے کا ذکر ہے۔

مفتوحہ زمینوں کو مجاہدین میں تقسیم کرنے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نظریہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر مسلمانوں میں سے آخری شخص نہ ہوتا' اس کا معنی یہ ہے کہ اگر میں کسی شہر کو فتح کرنے کے بعد اس کا تمام مالِ غنیمت فاتحین کے درمیان تقسیم کر دیتا تو بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لیے کوئی چیز نہ بچتی۔

اور اس حدیث میں مذکور ہے: جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر میں کیا تھا' اس کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے تمام اموال مجاہدین میں تقسیم نہیں کیے تھے بلکہ مال کا ایک حصہ مجاہدین میں تقسیم کر دیا تھا اور مال کے دوسرے حصہ کو تقسیم نہیں کیا تھا اور اس کو وہیں کے لوگوں کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مفتوحہ زمین کو تقسیم نہ کرنے پر اس آیت سے استدلال کیا تھا:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ. (الحشر:۷)

اللہ نے جو اموال بستیوں والوں سے نکال کر اپنے رسول پر لوٹا دیئے' سو وہ اللہ اور رسول کے لیے ہیں اور قرابت داروں کے لیے ہیں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہیں تاکہ وہ مال تمہارے مال داروں کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ. (الحشر:۱۰)

اور (اس مال میں ان کا بھی حق ہے) جو ان کے بعد (ہجرت کر کے) آئے' وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔

حضرت عمر نے کہا: اس آیت نے تمام لوگوں کا احاطہ کر لیا ہے اور جتنے بھی لوگ باقی تھے ان سب کو اس مال سے حصہ مل چکا ہے' حتیٰ کہ میرے بعد چرواہے کو بھی۔ ابو عبید نے کہا کہ حضرت علی اور حضرت معاذ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں اسی طرح کہا ہے اور حضرت عمر نے کہا ہے کہ جو لوگ ان کے بعد آئیں گے' ان کو بھی اس زمین میں سے حصہ ملے گا۔

مفتوحہ زمینوں کو تقسیم کرنے کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

مفتوحہ زمین کے حکم کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے' ابو عبید نے کہا کہ مفتوحہ زمین کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور آثارِ صحابہ میں تین قسم کے احکام ہیں:

(۱) جس زمین پر رہنے والے اس زمین پر اسلام قبول کر لیں تو وہ زمین ان کی ملکیت ہے اور یہ عشری زمین ہے' اس کے سوا اس میں اور کوئی حکم نہیں ہے۔

(۲) وہ زمین جس کو صلح سے فتح کیا گیا اور ان سے ایک معین خراج لینے پر صلح کی گئی تو ان سے جس معین خراج پر صلح کی گئی اس کے سوا ان سے اور کچھ وصول نہیں کیا جائے گا۔

(۳) جس زمین کو ان سے جنگ کر کے حاصل کیا گیا' اس زمین کے متعلق اہل اسلام کے حسب ذیل مسالک ہیں:

(ا) بعض فقہاء نے کہا: اس زمین سے جو مال حاصل کیا جائے گا اس کے پانچ حصے کیے جائیں گے' چار حصے تو فاتحین کے درمیان تقسیم کر دیئے جائیں گے اور پانچواں حصہ ان کو دیا جائے گا جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے الانفال: ۴۱ میں کیا ہے۔ علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ یہ امام شافعی اور ابو ثور کا قول ہے' اور جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر فتح کیا تو حضرت زبیر بن العوام نے اسی طرف اشارہ کیا تھا۔

(ب) ابو عبید نے کہا کہ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس کا حکم سربراہ ملک کی صواب دید پر موقوف ہے' اگر وہ مناسب سمجھے تو ان اموال کو غنیمت قرار دے اور اس کے چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر کے خمس کو اپنے لیے رکھ لے' اور اگر مناسب سمجھے تو ان تمام اموال کو

مسلمانوں کے اوپر وقف کر دے، جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوادِ عراق میں کیا تھا اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد اور ثوری کا قول ہے، جیسا کہ امام طحاوی نے اس کی حکایت کی ہے۔

(ج) امام مالک نے کہا ہے کہ سربراہ ملک اس مسئلہ میں اجتہاد کرے۔

(د) صاحب قنیہ نے کہا ہے کہ جو زمین جنگ سے فتح کی گئی ہو اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریقہ پر عمل کرے کہ اس زمین کو مجاہدین پر تقسیم نہ کیا جائے اور اس کو اپنے حال پر برقرار رکھا جائے کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے اس زمین کو تقسیم کرنے کے لیے بہت اصرار کیا تھا لیکن حضرت عمر نے ان کی رائے نہیں مانی، پھر حضرت عمر نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے ان سے کافی کر دے، پھر ایک سال گزر گیا اور ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۶۲-۶۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۰ - بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِلْمَغْنَمِ هَلْ يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ

جس نے مالِ غنیمت کے لیے قتال کیا، آیا اس کے اجر میں کمی کی جائے گی

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے مالِ غنیمت کے حصول کے لیے قتال کیا، آیا اس کے اجر میں کچھ کمی کی جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو بالکل اجر ہی نہیں ملے گا، چہ جائیکہ اس کے اجر میں سے کچھ کمی کی جائے کیونکہ مجاہد وہ ہے جو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اللہ کی راہ میں قتال کرتا ہے۔

۳۱۲۶ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ اَعْرَابِيٌّ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُذْكَرَ وَيُقَاتِلُ لِيُرٰى مَكَانُهٗ مَنْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو، انہوں نے کہا: میں نے ابووائل سے سنا، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ایک مرد مالِ غنیمت کے لیے قتال کرتا ہے اور ایک مرد اس لیے قتال کرتا ہے تاکہ اس کا ذکر کیا جائے اور ایک مرد اس لیے قتال کرتا ہے کہ اللہ کی راہ میں اس کا مقام دکھائی دے؟ آپ نے فرمایا: جو اس لیے قتال کرتا ہے کہ اللہ کا دین سربلند ہو وہ اللہ کی راہ میں ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۳ میں گزر چکی ہے۔

کسی نیک عمل کی ابتداء میں اللہ کی رضاجوئی کی نیت ہو تو عمل کے بعد کسی وسوسہ سے اس کے اخلاص میں فرق نہیں پڑتا

علامہ المہلب المتوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ جس نے ابتداء میں اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے جہاد کرنے کی نیت کی تھی، پھر بعد میں اس نے کچھ اور نیت کر لی تو وہ اللہ کی راہ میں ہی شمار کیا جائے گا اور ہم پہلے اس حدیث کی شرح میں لکھ چکے ہیں کہ ''اعمال کا

مدار نیات پر ہے'' کہ جس کے عمل کی ابتداء اللہ کے لیے ہو' پھر اگر بعد میں اس کے دل میں اور خیال آ جائیں تو اس سے اس کے اخلاص میں ضرر نہیں ہوگا' مثلاً اس کے دل میں اس عمل کے سنانے اور دکھانے کا خیال آ جائے اور وہ اپنا عمل کسی کو سنائے یا شیطان کوئی اور وسوسہ ڈالے اور اس کو اس سے خوشی ہو کہ لوگ اس کے اس نیک عمل پر مطلع ہوں اور وہ اس سے خوش ہو تو اس سے اس کے اخلاص میں کوئی ضرر نہیں ہوگا' اس کے اخلاص میں اس سے ضرر ہوگا کہ وہ ابتداء میں اللہ کی رضاء جوئی کے علاوہ کوئی اور نیت کرے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۱ - بَابُ قِسْمَةِ الْإِمَامِ مَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ وَيَخْبَأُ لِمَنْ لَّمْ يَحْضُرْهُ اَوْ يَغِيبَ عَنْهُ

جو لوگ سربراہ کے پاس پہلے آ جائیں تو ان کو وہ تقسیم کر دے اور جو اس وقت حاضر نہ ہوں ان کے لیے چھپا کر رکھ لے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سربراہ کے پاس جو مشرکین کے ہدیے آتے ہیں وہ ان کو حاضرین میں تقسیم کر دے' اور جو اصحاب اس وقت حاضر نہ ہوں' ان کے لیے ان ہدیوں کو چھپا کر رکھ لے۔

۳۱۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُهْدِيَتْ لَهٗ اَقْبِيَةٌ مِّنْ دِيْبَاجٍ مُزَرَّرَةٌ بِالذَّهَبِ فَقَسَمَهَا فِيْ اُنَاسٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ وَعَزَلَ مِنْهَا وَاحِدًا لِّمَخْرَمَةَ بْنِ نَوْفَلٍ فَجَاءَ وَمَعَهُ ابْنُهُ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَقَامَ عَلَى الْبَابِ فَقَالَ ادْعُهُ لِيْ فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَهٗ فَاَخَذَ قَبَاءً فَتَلَقَّاهُ بِهٖ فَاسْتَقْبَلَهٗ بِاَزْرَارِهٖ فَقَالَ يَا اَبَا الْمِسْوَرِ خَبَاْتُ هٰذَا لَكَ وَكَانَ فِيْ خُلُقِهٖ شِدَّةٌ وَّرَوَاهُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ اَيُّوْبَ وَقَالَ حَاتِمُ ابْنُ وَرْدَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ قَالَ قَدِمَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبِيَةٌ تَابَعَهُ اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از عبداللہ بن ابی ملیکہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیے میں کچھ ریشم کی قبائیں (شیروانیاں) آئیں جن میں سونے کے بٹن لگے ہوئے تھے' آپ نے وہ شیروانیاں اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیں اور ان میں سے ایک شیروانی حضرت مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کے لیے الگ رکھ دی' پس حضرت مخرمہ اپنے بیٹے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ آئے' پس وہ دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے لیے بلاؤ' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز سن لی' پس آپ نے ایک قباء اُٹھائی اور اس کو لے کر حضرت مخرمہ سے ملے اور اس کے بٹن ان کے سامنے کر دیئے' پس فرمایا: اے ابوالمسور! میں نے یہ قباء تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی اور حضرت مخرمہ کے مزاج میں شدت تھی۔ اس حدیث کی ابن علیہ نے ایوب سے روایت کی ہے اور حاتم بن وردان نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از المسور' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبائیں آئی تھیں۔ اس حدیث میں لیث نے ایوب کی متابعت کی ہے از ابن ابی ملیکہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۹۹ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور کی شرح بیان کی جا رہی ہے:

مشرکین کے ہدیوں میں نبی ﷺ کا تصرف اور آپ کے اخلاقِ حسنہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

مشرکین کے جو ہدیے نبی ﷺ کو پیش کیے جاتے تھے' آپ کے لیے ان کو لینا حلال تھا' کیونکہ یہ ہدیے اس مالِ فئے میں ہیں جو آپ کو کفار سے قتال کے بغیر حاصل ہوئے تھے اور ان اموال میں دوسرے مسلمانوں کا حق نہیں تھا' اور آپ کے لیے یہ جائز تھا کہ آپ ان ہدیوں میں سے جس کو جتنا چاہیں عطاء کر دیں' اور جس کو چاہیں ان ہدیوں میں سے نہ عطاء کریں' جیسا کہ اموالِ فئے میں کیا جاتا ہے' اسی وجہ سے آپ نے حضرت مخرمہ کے لیے ایک قباء چھپا کر رکھ لی' اور آپ کے بعد جو خلفاء تھے ان کے لیے یہ جائز نہیں تھا کہ مشرکین کی طرف سے ان کے پاس جو ہدیے آئیں وہ ان کو صرف اپنی ملکیت میں رکھ لیں اور دوسرے مسلمانوں کو ان میں سے نہ دیں کیونکہ ان کو وہ ہدیے مسلمانوں کے امیر ہونے کی وجہ سے پیش کیے گئے تھے۔

نیز اس حدیث سے نبی ﷺ کی تواضع اور آپ کے اخلاقِ کریمانہ کا پتا چلتا ہے کیونکہ آپ نے حضرت مخرمہ کے لیے اس قباء کو چھپا کر رکھا اور چونکہ وہ تیز مزاج تھے' اس لیے آپ نے ان سے بہت نرمی سے گفتگو فرمائی اور ان کو یہ بتایا کہ ان کی غیر حاضری میں بھی آپ نے ان کا خیال رکھا تھا اور آپ نے ان کی کنیت رکھی اور ان کو ابوالمسور سے خطاب کیا۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۹۴۔ ۲۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ ھ)

۱۲ - بَابُ كَيْفَ قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرَ وَمَا اَعْطٰى مِنْ ذٰلِكَ فِيْ نَوَائِبِهٖ

نبی ﷺ نے بنوقریظہ اور بنوالنضیر (کے اموال) کی کس طرح تقسیم کی اور اپنی ضرورتوں میں کس طرح خرچ کیا؟

بنوقریظہ اور بنونضیر یہود کے دو قبیلے تھے اور اس باب میں ان کے درمیان تقسیم کی کیفیت بیان کی گئی ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کو اچانک جو ضرورتیں پیش آتی تھیں' آپ ان میں کس طرح خرچ کرتے تھے۔

۳۱۲۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي الْاَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخَلَاتِ حِيْنَ افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرَ فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ نبی ﷺ کو کھجور کے درخت (ہدیۃً) پیش کرتے تھے' پھر جب آپ نے بنوقریظہ اور بنونضیر پر فتح حاصل کی تو آپ نے ان کے درخت واپس کر دیئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۳۰ میں گزر چکی ہے۔

اموالِ بنونضیر اور اموالِ بنوقریظہ کی تقسیم کی تفصیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جو ذکر ہے کہ لوگ نبی ﷺ کو کھجور کے درخت پیش کرتے تھے' اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کو یہ درخت بہ طور ہدیہ دیتے تھے نہ کہ بہ طور صدقہ' کیونکہ صدقہ آپ پر حرام تھا' اور رہے باقی مہاجرین تو ان میں سے ہر مہاجر کسی انصار کے پاس

رہتا تھا اور انصار اس کی ہم دردی اور غم گساری کرتے تھے' اور انہوں نے اپنے اموال تقسیم کر کے مہاجرین کو دے دیئے اور جب تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتوح حاصل نہیں ہوئیں' اس وقت تک یہ سلسلہ جاری رہا اور جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتوحات کے ذریعہ خمس اور اموال فئے عطاء کر دیئے تو آپ نے ان کے درخت واپس کر دیئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنونضیر کے ان اموال میں سے کچھ مال اپنی ضروریات کے لیے رکھ لیا اور ان میں سے اکثر حصہ مہاجرین کو عطاء فرما دیا نہ کہ انصار کو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار سے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں بنونضیر کے اموال تمہارے اور مہاجرین دونوں کے درمیان تقسیم کر دوں اور تم نے جو اپنے درختوں کے پھلوں کے ساتھ مہاجرین کی غم گساری کی ہے تم اس پر قائم رہو' اور اگر تم چاہو تو میں یہ اموال صرف مہاجرین کو دے دوں اور تم نے جو مہاجرین کو اپنے درختوں کے پھل دیئے تھے وہ تم کو واپس کر دوں' انصار نے کہا: بلکہ آپ ان اموال سے صرف مہاجرین کو عطاء کریں اور ہم نے مہاجرین کی غم گساری کے لیے ان کو جو کچھ دیا تھا ہم اس پر برقرار رہیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اموال سے صرف مہاجرین کو عطاء کیا' پھر مہاجرین اس عطیہ سے غنی ہو گئے اور انصار کو ان کے دیئے ہوئے عطیات واپس مل گئے اور وہ اس سے غنی ہو گئے۔

رہے بنوقریظہ تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو توڑ دیا اور کفار کی جماعتوں کے ساتھ مل کر مدینہ کا محاصرہ کیا' پھر اللہ تعالیٰ نے ایسی زبردست آندھی بھیجی کہ ان سب کی ہوا اُکھڑ گئی' کفار اپنے گھروں کو واپس مکہ میں بھاگ گئے اور بنوقریظہ اپنے قلعوں میں لوٹ گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے حکم سے بنوقریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کیا اور وہ لوگ حضرت سعد بن معاذ کے حکم پر اپنے قلعوں سے اتر آئے اور حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ کے مطابق بنوقریظہ کے چار سو جنگ جوؤں کو قتل کر دیا گیا اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا لیا گیا۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۲۹۵۔ ۲۹۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۳ - بَابُ بَرَكَةِ الْغَازِیْ فِیْ مَالِهٖ حَيًّا وَّمَيِّتًا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُلَاةِ الْاَمْرِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا دوسرے حکمرانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کے مال کی برکت خواہ وہ زندہ ہوں یا فوت شدہ

اس باب میں غازی کے مال کی برکت بیان کی گئی ہے' برکت کا لفظ ''بَرَكَ الْبَعِير'' سے ماخوذ ہے' یہ الفاظ اس وقت کہتے ہیں جب اونٹ بیٹھ جائے' کسی چیز کے زیادہ ہونے اور بڑھنے کو بھی برکت کہتے ہیں'' تَبَرَّكَ بِهٖ'' کا معنی ہے: اس نے کسی چیز سے برکت حاصل کی۔

۳۱۲۹ - حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ اُسَامَةَ اَحَدَّثَكُمْ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ لَمَّا وَقَفَ الزُّبَيْرُ يَوْمَ الْجَمَلِ دَعَانِیْ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَقَالَ يَا بُنَیَّ اِنَّهٗ لَا يُقْتَلُ الْيَوْمَ اِلَّا ظَالِمٌ اَوْ مَظْلُوْمٌ وَّاِنِّیْ لَا اُرَانِیْ اِلَّا سَاُقْتَلُ الْيَوْمَ مَظْلُوْمًا وَّاِنَّ مِنْ اَكْبَرِ هَمِّیْ لَدَيْنِیْ اَفَتُرٰى يُبْقِیْ دَيْنُنَا مِنْ مَّالِنَا شَيْئًا فَقَالَ يَا بُنَیَّ بِعْ مَالَنَا فَاقْضِ دَيْنِیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابواسامہ سے کہا: کیا تم کو ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ جمل کے دن حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا' پس میں ان کے پہلو کی طرف کھڑا ہوا تو انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! آج کے دن صرف وہی قتل کیا جائے گا جو ظالم ہو گا یا مظلوم ہو گا' اور بے شک

وَاَوْصٰی بِالثُّلُثِ وَثُلُثِهٖ لِبَنِيْهِ يَعْنِي عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ ثُلُثُ الثُّلُثِ فَاِنْ فَضَلَ مِنْ مَّالِنَا فَضْلٌ بَعْدَ قَضَاءِ الدَّيْنِ شَيْءٌ فَثُلُثُهٗ لِوَلَدِكَ قَالَ هِشَامٌ وَّكَانَ بَعْضُ وَلَدِ عَبْدِ اللّٰهِ قَدْ وَازٰی بَعْضَ بَنِي الزُّبَيْرِ خُبَيْبٌ وَّعَبَّادٌ وَّلَهٗ يَوْمَئِذٍ تِسْعَةُ بَنِيْنَ وَتِسْعُ بَنَاتٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَجَعَلَ يُوْصِيْنِيْ بِدَيْنِهٖ وَيَقُوْلُ يَا بُنَيَّ اِنْ عَجَزْتَ عَنْهُ فِيْ شَيْءٍ فَاسْتَعِنْ عَلَيْهِ مَوْلَايَ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَادَرَيْتُ مَا اَرَادَ حَتّٰی قُلْتُ يَا اَبَةِ مَنْ مَّوْلَاكَ قَالَ اَللّٰهُ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَاوَقَعْتُ فِيْ كُرْبَةٍ مِّنْ دَيْنِهٖ اِلَّا قُلْتُ يَا مَوْلَی الزُّبَيْرِ اِقْضِ عَنْهُ دَيْنَهٗ فَيَقْضِيْهِ فَقُتِلَ الزُّبَيْرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَلَمْ يَدَعْ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا اِلَّا اَرْضِيْنَ مِنْهَا الْغَابَةُ وَاِحْدٰی عَشْرَةَ دَارًا بِالْمَدِيْنَةِ وَدَارَيْنِ بِالْبَصْرَةِ وَدَارًا بِالْكُوْفَةِ وَدَارًا بِمِصْرَ قَالَ وَاِنَّمَا كَانَ دَيْنُهُ الَّذِيْ عَلَيْهِ اَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَاْتِيْهِ بِالْمَالِ فَيَسْتَوْدِعُهٗ اِيَّاهُ فَيَقُوْلُ الزُّبَيْرُ لَا وَلٰكِنَّهٗ سَلَفٌ فَاِنِّيْ اَخْشٰی عَلَيْهِ الضَّيْعَةَ وَمَا وَلِيَ اِمَارَةً قَطُّ وَلَا جِبَايَةَ خَرَاجٍ وَلَاشَيْئًا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ غَزْوَةٍ مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ فَحَسِبْتُ مَا عَلَيْهِ مِنَ الدَّيْنِ فَوَجَدْتُهٗ اَلْفَيْ اَلْفٍ وَّمِائَتَيْ اَلْفٍ قَالَ فَلَقِيَ حَكِيْمُ بْنُ حِزَامٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ يَا ابْنَ اَخِيْ كَمْ عَلٰی اَخِيْ مِنَ الدَّيْنِ فَكَتَمَهٗ فَقَالَ مِائَةُ اَلْفٍ فَقَالَ حَكِيْمٌ وَّاللّٰهِ مَا اُرٰی اَمْوَالَكُمْ تَسَعُ لِهٰذِهٖ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ اَفَرَاَيْتَكَ اِنْ كَانَتْ اَلْفَيْ اَلْفٍ وَّمِائَتَيْ اَلْفٍ قَالَ مَا اُرَاكُمْ تُطِيْقُوْنَ هٰذَا فَاِنْ عَجَزْتُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ فَاسْتَعِيْنُوْا بِيْ قَالَ وَكَانَ الزُّبَيْرُ اشْتَرَی الْغَابَةَ بِسَبْعِيْنَ وَمِائَةِ اَلْفٍ فَبَاعَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بِاَلْفِ اَلْفٍ وَّسِتِّ مِائَةِ اَلْفٍ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ

مجھے صرف یہ گمان ہے کہ میں مظلوماً قتل کیا جاؤں گا اور مجھے سب سے بڑی پریشانی اپنے قرض کے متعلق ہے' کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ہمارے مال سے کچھ قرض بچ جائے گا! پس انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! میرا سب مال فروخت کر دو پھر میرا قرض ادا کر دو' اور انہوں نے ایک تہائی مال کی وصیت کی اور (اس کے) ایک تہائی کی اپنے بیٹوں کے لیے یعنی حضرت عبداللہ بن الزبیر کے بیٹوں کے لیے' وہ کہہ رہے تھے کہ تہائی کا تیسرا ان کو دینا (حضرت الزبیر کے پوتوں کو)' پھر اگر قرض ادا کرنے کے بعد ہمارا کچھ مال بچ جائے تو اس کا ایک تہائی تمہارے بیٹوں کے لیے ہے' اور ہشام نے کہا: حضرت عبداللہ کے بعض بیٹوں کا حصہ حضرت الزبیر کے بعض بیٹوں کے برابر تھا یعنی خبیب اور عباد کے اور اس دن ان کے نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں' حضرت عبداللہ نے کہا: پھر حضرت الزبیر مجھے اپنے قرض کے متعلق وصیت کرتے رہے اور وہ کہہ رہے تھے: اے بیٹے! اگر تم قرض کی کچھ ادائیگی میں عاجز ہو جاؤ تو میرے مولیٰ (اللہ تعالیٰ) سے مدد طلب کرنا' حضرت عبداللہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھا کہ ان کا کیا ارادہ تھا' حتیٰ کہ میں نے پوچھا: اے ابا جان! آپ کا مولیٰ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ! حضرت عبداللہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں جب بھی اس قرض کی ادائیگی میں کسی مشکل میں پڑا تو میں نے کہا: اے زبیر کے مولیٰ! زبیر کی طرف سے ان کے قرض کو ادا کر دے' تو اللہ اس قرض کو ادا کر دیتا' پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور انہوں نے کوئی دینار چھوڑا تھا نہ درہم' مگر زمینیں چھوڑی تھیں' ان میں سے ایک غابہ میں تھی اور مدینہ میں گیارہ گھر چھوڑے تھے اور بصرہ میں دو گھر چھوڑے تھے اور ایک گھر کوفہ میں چھوڑا تھا اور ایک گھر مصر میں چھوڑا تھا' اور ان پر جو قرض ہوا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ کوئی مرد ان کے پاس امانت رکھوانے کے لیے مال لاتا تو حضرت زبیر اس سے کہتے کہ نہیں! یہ امانت نہیں ہے یہ قرض ہے' کیونکہ مجھے اس رقم کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے اور میں کسی جگہ کا امیر نہیں ہوں اور نہ میں خراج وصول کرنے کا افسر ہوں اور نہ میرے پاس اور کوئی چیز ہے' سوا اس کے

مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ حَقٌّ فَلْيُوَافِنَا بِالْغَابَةِ فَأَتَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ وَكَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ أَرْبَعُ مِائَةِ أَلْفٍ فَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ إِنْ شِئْتُمْ تَرَكْتُهَا لَكُمْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا قَالَ فَإِنْ شِئْتُمْ جَعَلْتُمُوهَا فِيمَا تُؤَخِّرُونَ إِنْ أَخَّرْتُمْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا قَالَ قَالَ فَاقْطَعُوا لِي قِطْعَةً فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَكَ مِنْ هٰهُنَا إِلٰى هٰهُنَا قَالَ فَبَاعَ مِنْهَا فَقَضٰى دَيْنَهُ فَأَوْفَاهُ وَبَقِيَ مِنْهَا أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَنِصْفٌ فَقَدِمَ عَلٰى مُعَاوِيَةَ وَعِنْدَهُ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ وَالْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ كَمْ قُوِّمَتِ الْغَابَةُ؟ قَالَ كُلُّ سَهْمٍ مِائَةُ أَلْفٍ قَالَ كَمْ بَقِيَ قَالَ أَرْبَعَةُ أَسْهُمٍ وَنِصْفٌ قَالَ الْمُنْذِرُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ قَالَ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ وَقَالَ ابْنُ زَمْعَةَ قَدْ أَخَذْتُ سَهْمًا بِمِائَةِ أَلْفٍ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ كَمْ بَقِيَ فَقَالَ سَهْمٌ وَنِصْفٌ قَالَ أَخَذْتُهُ بِخَمْسِينَ وَمِائَةِ أَلْفٍ قَالَ وَبَاعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ نَصِيبَهُ مِنْ مُعَاوِيَةَ بِسِتِّ مِائَةِ أَلْفٍ فَلَمَّا فَرَغَ ابْنُ الزُّبَيْرِ مِنْ قَضَاءِ دَيْنِهِ قَالَ بَنُو الزُّبَيْرِ اقْسِمْ بَيْنَنَا مِيرَاثَنَا قَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا أَقْسِمُ بَيْنَكُمْ حَتّٰى أُنَادِيَ بِالْمَوْسِمِ أَرْبَعَ سِنِينَ أَلَا مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى الزُّبَيْرِ دَيْنٌ فَلْيَأْتِنَا فَلْنَقْضِهِ قَالَ فَجَعَلَ كُلَّ سَنَةٍ يُنَادِي بِالْمَوْسِمِ فَلَمَّا مَضٰى أَرْبَعُ سِنِينَ قَسَمَ بَيْنَهُمْ قَالَ فَكَانَ لِلزُّبَيْرِ أَرْبَعُ نِسْوَةٍ وَرَفَعَ الثُّلُثَ فَأَصَابَ كُلَّ امْرَأَةٍ أَلْفُ أَلْفٍ وَمِائَتَا أَلْفٍ فَجَمِيعُ مَالِهِ خَمْسُونَ أَلْفَ أَلْفٍ وَمِائَتَا أَلْفٍ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یا حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ جہاد میں مشغول رہا ہوں' حضرت عبداللہ بن الزبیر نے کہا: میں نے ان کے قرض کا حساب کیا تو وہ بائیس لاکھ (۲'۲۰۰'۰۰۰) تھا' راوی نے کہا: پھر حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی' پس کہا: اے میرے بھتیجے! میرے بھائی کے اوپر کتنا قرض ہے؟ پس میں نے اصل قرض کو چھپا کر کہا: ایک لاکھ ہے' پس حضرت حکیم نے کہا: اللہ کی قسم! میں تمہارے اموال میں اس قرض کی ادائیگی کی صلاحیت نہیں پاتا' پھر ان سے حضرت عبداللہ نے کہا: یہ بتائیں کہ اگر وہ قرض بائیس لاکھ ہو تو؟ حضرت حکیم نے کہا: میرا گمان ہے کہ تم اس کو ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے' پس اگر تم اس قرض میں سے کچھ ادا نہ کر سکو تو مجھ سے مدد طلب کر لینا' حضرت عبداللہ نے بتایا کہ حضرت زبیر نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی' پس اس زمین کو عبداللہ نے ایک کروڑ چھ لاکھ میں فروخت کر دیا' پھر وہ کھڑے ہوئے تو کہا: جس کا حضرت زبیر پر کوئی حق ہو تو وہ ہمارے پاس آ کر غابہ میں لے لے' پس ان کے پاس عبداللہ بن جعفر آئے۔ پس وہ زمین ان سے حضرت عبداللہ بن جعفر نے خرید لی اور انہوں نے حضرت زبیر سے چار لاکھ روپے لینے تھے' پس انہوں نے حضرت عبداللہ بن الزبیر سے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں یہ رقم آپ پر چھوڑ سکتا ہوں' حضرت عبداللہ بن الزبیر نے کہا: نہیں! حضرت عبداللہ بن جعفر نے کہا: اگر آپ اس رقم کی ادائیگی جتنا مؤخر کرنا چاہیں میں اتنی تاخیر کر دیتا ہوں' تو حضرت عبداللہ بن الزبیر نے کہا: نہیں! حضرت عبداللہ بن جعفر نے کہا: پھر آپ میرے لیے زمین کا ایک قطعہ مقرر کر دیں' تو حضرت عبداللہ بن الزبیر نے کہا: آپ کے لیے یہاں سے یہاں تک کی زمین ہے' راوی نے کہا: حضرت ابن الزبیر نے غابہ کی زمینوں میں سے کچھ کو فروخت کیا' پس اس سے اپنا قرض ادا کر دیا اور پورا قرض ادا کر دیا اور غابہ کی زمینوں میں سے ابھی ساڑھے چار حصے باقی بچ گئے تھے' پس وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' اور ان کے پاس عمرو

بن عثمان المنذر بن الزبیر اور ابن زمعۃ بیٹھے ہوئے تھے تو ان سے حضرت معاویہ نے پوچھا کہ غابہ کی زمین کی کتنی قیمت لگائی گئی ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہر حصہ ایک لاکھ کا ہے تو حضرت معاویہ نے پوچھا کہ اب کتنا باقی ہے؟ پس حضرت ابن الزبیر نے کہا: چار حصے اور نصف باقی ہے پس المنذر بن الزبیر نے کہا: ایک حصہ ایک لاکھ کا میں نے لے لیا عمرو بن عثمان نے کہا: ایک حصہ ایک لاکھ کا میں نے لیا اور ابن زمعۃ نے کہا: ایک حصہ ایک لاکھ کا میں نے لے لیا حضرت معاویہ نے پوچھا: اب کتنا حصہ بچا ہے؟ حضرت ابن الزبیر نے کہا: ایک حصہ اور نصف حضرت معاویہ نے کہا: اس کو ایک لاکھ اور پچاس ہزار کا میں نے لے لیا راوی نے کہا: اور حضرت عبداللہ بن جعفر نے اپنا حصہ حضرت معاویہ کو چھ لاکھ میں فروخت کر دیا پھر جب حضرت ابن الزبیر اپنے قرض کی ادائیگی سے فارغ ہو گئے تو حضرت ابن الزبیر کے بیٹوں نے کہا: اب ہمارے درمیان ہماری میراث کو تقسیم کیجئے حضرت ابن الزبیر نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں تمہارے درمیان میراث کو تقسیم نہیں کروں گا حتیٰ کہ میں چار سال حج کے موسم میں یہ اعلان کر دوں کہ جس کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پر کوئی قرض ہے وہ ہمارے پاس آئے ہم اس کا قرض ادا کر دیں گے پھر حضرت ابن الزبیر ہر سال حج کے موسم میں اعلان کرتے رہے پھر جب چار سال گزر گئے تو پھر انہوں نے حضرت زبیر کے بیٹوں کے درمیان میراث کو تقسیم کیا پس حضرت زبیر کی چار بیویاں تھیں اور انہوں نے (وصیت کا) ایک تہائی مال الگ کر لیا تو ہر ہر بیوی کو بارہ لاکھ مل گئے اور حضرت زبیر کی کل جائیداد پانچ کروڑ دو لاکھ کی ہوئی۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) اسحاق بن ابراہیم بن مخلد یہ ابن راھویہ الحنظلی المروزی کے نام سے معروف ہیں (۲) ابواسامہ حماد بن اسامہ اللیثی (۳) ہشام بن عروہ بن الزبیر بن العوام (۴) عروہ بن الزبیر (۵) عبداللہ بن الزبیر (۶) حضرت الزبیر بن العوام یہ ان دس اصحاب میں سے ایک ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی تھی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حواری ہیں اور آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے ہیں یہ غزوۂ بدر میں اور اس کے بعد تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں انہوں نے دو ہجرتیں کیں اور سولہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں تلوار نکالی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۶۶۔۶۵)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

اس باب کے عنوان میں حکمرانوں کے ساتھ جہاد کرنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اور حضرت ابوبکر‘ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ جہاد کیا‘ اور اس قصہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو جہاد کی برکت اپنی زندگی میں اور اپنی وفات کے بعد حاصل ہوئی۔

جنگ جمل کا قصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بصرہ روانہ ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

سانحہ جمل ۳۶ھ میں ہوا ہے‘ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت ۳۵ھ میں ہوئی ہے‘ اس وقت حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا مکہ میں تھیں‘ اسی طرح باقی امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے بھی ۳۵ھ کو حج کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں چلی گئی تھیں تا کہ باغیوں کے فتنہ سے محفوظ رہیں‘ اور جب مکہ مکرمہ میں یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ میں شہید کر دیا گیا ہے تو انہوں نے مکہ میں ہی قیام رکھا‘ پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی اور وہ سب سے زیادہ بیعت کے مستحق تھے‘ اور اس میں حضرت علی کا اختیار نہیں تھا کہ ان کی بیعت کرنے والے وہ لوگ تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والوں کے سردار تھے‘ بنوامیہ اور ان کے ساتھ جو دیگر لوگ تھے وہ بھی بھاگ کر مکہ مکرمہ چلے گئے تھے‘ حضرت طلحہ اور حضرت الزبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھ بہت لوگ مکہ مکرمہ چلے گئے تھے‘ حضرت یعلیٰ بن امیہ‘ اور ان کے پاس ساٹھ لاکھ درہم اور چھ سو اونٹ تھے‘ وہ بھی مکہ چلے گئے تھے‘ بنوامیہ وادیٔ ابطح میں جمع ہو گئے‘ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان کے خون کے قصاص کا مطالبہ کرنے کے لیے کھڑی ہوئیں اور ان تمام لوگوں نے آپ کی موافقت کی اور یہ سب بصرہ کی طرف روانہ ہوئے‘ حضرت عائشہ کو عسکر نامی اونٹ کے ہودج میں بٹھایا گیا‘ یہ سب بصرہ کی طرف سفر کر رہے تھے۔ حَوْءَب نامی ایک جگہ پر پانی تھا‘ وہ جگہ بصرہ کے قریب تھی‘ اس جگہ پر کتے بھونکنے لگے‘ ان لوگوں نے پوچھا: یہ کون سی جگہ ہے؟ تو کسی نے جواب دیا: یہ حَوْءَب کا پانی ہے‘ جب حضرت عائشہ نے یہ سنا تو انہوں نے اپنے اونٹ کو بٹھا لیا اور بلند آواز سے فرمایا: اللہ کی قسم! میں حوءب والی ہو جاؤں گی‘ مجھے واپس لے چلو‘ مجھے واپس لے چلو‘ پھر لوگوں نے بھی اپنے اپنے اونٹ حضرت عائشہ کے اونٹ کے پاس بٹھا دیئے‘ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت آگے جانے سے انکار فرما رہی تھیں‘ اور اسی دوران حضرت عبداللہ بن الزبیر نجات‘ نجات کا نعرہ لگاتے ہوئے آئے‘ انہوں نے بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تم لوگوں کا پیچھا کرتے ہوئے آ رہے ہیں‘ پھر وہ لوگ بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

حَوْءَب کے کتوں کے بھونکنے کے متعلق یہ حدیث ہے:

قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رات کے وقت بنو عامر کے پانی پر پہنچیں تو کتے بھونکنے لگے‘ حضرت عائشہ نے پوچھا کہ یہ پانی کس جگہ پر ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حوءب کا پانی ہے‘ حضرت عائشہ نے فرمایا: اب میں صرف یہ سوچ رہی ہوں کہ میں واپس جاؤں‘ آپ کے بعض ہمراہیوں نے کہا: بلکہ آپ آگے بڑھیں‘ کیونکہ مسلمان آپ کو دیکھیں گے تو اللہ ان کے درمیان صلح کرا دے گا‘ حضرت عائشہ نے بتایا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمایا تھا: اس وقت تم میں سے کسی ایک کا کیا حال ہو گا جب حَوْءَب کے کتے اس پر بھونکیں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۲۶۰-۲۵۹‘ مسند البزار: ۳۲۷۵‘ مسند ابویعلیٰ: ۴۸۶۸‘ صحیح ابن حبان: ۶۷۳۲‘ الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۱۶۲۷‘ المستدرک ج ۳ ص ۱۲۰‘ دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۴۱۱-۴۱۰‘ مسند احمد ج ۶ ص ۵۲ طبع قدیم‘ مسند احمد: ۲۴۲۵۴‘ مؤسسۃ الرسالۃ‘ بیروت‘ حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد‘ امام ابویعلیٰ اور امام بزار نے روایت کیا

ہے اور امام احمد کی سند کے رجال' حدیث صحیح کے رجال ہیں' مجمع الزوائد ج ٧ ص ٢٣٤' دار الکتب العربی' بیروت)

جنگ جمل کا قصہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اصحابِ جمل پر فتح پانا اور حضرت عائشہ کو احترام کے ساتھ مکہ روانہ کرنا

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ تو وہ ٣٦ھ ربیع الثانی کے آخر میں مدینہ سے نکلے' ان کے ساتھ نو سو جنگجو تھے' ایک روایت یہ ہے کہ جب حضرت علی کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عائشہ' حضرت طلحہ اور حضرت الزبیر بصرہ کی طرف چلے گئے ہیں تو حضرت علی ان کے پیچھے روانہ ہوئے' ان کے ساتھ چار ہزار اہل مدینہ تھے اور ان میں چار سو وہ صحابہ تھے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی اور آٹھ سو انصار تھے اور ان کا جھنڈا ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ کے پاس تھا' دائیں جانب حضرت حسن تھے اور بائیں جانب حضرت حسین تھے' گھوڑے سواروں کے امیر حضرت عمار بن یاسر تھے اور پیادوں کے امیر محمد بن ابی بکر الصدیق تھے اور مقدمۃ الجیش میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم تھے۔

پھر یہ سب عبید اللہ بن زیاد کے محل کے پاس جمع ہو گئے' حضرت علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیس ہزار افواج تھیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہوئے جن کے ساتھ تیس ہزار لوگ تھے' پھر انہوں نے صف بندی کی اور جنگ شروع ہو گئی' حضرت الزبیر اور حضرت عمار بالمقابل ہوئے' حضرت عمار نے حضرت الزبیر پر نیزہ سے حملہ کیا' حضرت الزبیر نے اس کا دفاع کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار سے فرمایا تھا کہ تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا' بہت لوگ قتل کر دیئے گئے اور حضرت الزبیر قتال سے واپس آ گئے۔

علامہ واقدی نے کہا ہے کہ اونٹ کی مہار کعب بن مسور کے ہاتھ میں تھی اور اونٹ کی مہار وہی شخص ہاتھ میں پکڑتا تھا اور جس شخص نے بھی اونٹ کی مہار اپنے ہاتھ میں پکڑی' اس کو قتل کر دیا گیا۔ بنو ضبہ اونٹ کے گرد جمع ہو گئے اور اس اونٹ کے گرد ایسی زبردست لڑائی ہوئی جس کی مثل نہیں سنی گئی' اس اونٹ کے گرد ایک ہزار ہاتھ کاٹ دیئے گئے اور ایک ہزار مسلمان قتل کر دیئے گئے اور جنگ کا پانسہ پلٹتا رہا' کبھی اہل بصرہ غالب آ جاتے اور کبھی اہل کوفہ' بالآخر مجیر بن ولجہ کوفی نے اونٹ کی تین ٹانگوں کو کاٹ ڈالا' اونٹ بیٹھ گیا اور ھودج زمین پر گر پڑا' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور آپ کو سلام کیا' حضرت ام المؤمنین نے ان کے سلام کا جواب دیا' حضرت علی نے کہا: اللہ آپ کی مغفرت فرمائے! حضرت ام المؤمنین نے کہا: اللہ آپ کی بھی مغفرت فرمائے! اور اونٹ کے گرد جو مسلمان تھے وہ شکست کھا گئے' حضرت علی نے حکم دیا کہ مقتولین کے درمیان سے ھودج کو اٹھایا جائے اور محمد بن ابی بکر اور حضرت عمار بن یاسر کو حکم دیا کہ وہ حضرت ام المؤمنین کے لیے خیمہ لگائیں' رات کے آخری حصہ میں محمد بن ابی بکر' حضرت عائشہ کو بصرہ میں لے کر گئے اور ان کو عبداللہ بن خلف الخزاعی کے گھر میں ٹھہرایا' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ روئیں اور کہا: کاش! میں یہ دن دیکھنے سے بیس سال پہلے مر جاتی' امراء اور اعیانِ سلطنت آپ کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہو رہے تھے' حضرت علی رضی اللہ عنہ تین دن کوفہ میں ٹھہرے اور آپ نے دونوں فریقوں کے مقتولین کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

ابن الکلبی نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ کے اصحاب میں سے آٹھ ہزار افراد شہید کر دیئے گئے اور حضرت علی کے اصحاب میں سے ایک ہزار افراد شہید کیے گئے اور ایک قول یہ ہے کہ اہل بصرہ میں دس ہزار افراد قتل کیے گئے اور اہل کوفہ میں سے پانچ ہزار افراد قتل کر دیئے گئے اور مقتولین میں سے حضرت طلحہ بن عبید اللہ بھی تھے' جو ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی ہے' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ میں آئے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہایت عزت اور احترام کے ساتھ رخصت کیا۔ ان کے لیے

اور مشہور جگہ ہے' یاقوت نے کہا ہے کہ غابہ شام کی سمت پر مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے اور یہاں پر یہی جگہ مراد ہے' ویسے بحرین کی ایک بستی کا نام بھی غابہ ہے' بصرہ کے آخر میں یمامہ کی جانب ایک جگہ کا نام بھی غابہ ہے۔

مجاہد کے لیے دورانِ جنگ وصیت کرنے کا استحباب' پوتوں کے لیے وصیت کرنے کا جواز اور دیگر مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص جنگ میں مشغول ہو' اس کو وصیت کرنی چاہیے کیونکہ جنگ میں موت کا خطرہ ہوتا ہے۔

اس حدیث سے پتا چلا کہ وصی کے لیے ترکہ کی تقسیم کو مؤخر کرنا جائز ہے حتیٰ کہ میت کے تمام قرض ادا ہو جائیں اور تہائی مال سے اس کی وصیت نافذ کر دی جائے اور حضرت ابن الزبیر نے ایسا ہی کیا تھا۔

حضرت الزبیر نے اپنے پوتوں کے لیے وصیت کی تھی' اس سے معلوم ہوا کہ جب پوتوں کے وارث ہونے سے کوئی مانع ہو تو ان کے لیے وصیت کرنا جائز ہے۔

حضرت الزبیر نے کہا: اگر تم کو قرض ادا کرنے میں کوئی مشکل پیش آئے تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا' لفظ مولیٰ کے متعدد معانی ہیں' یعنی مالک' غلام' دوست اور محبّ وغیرہ' اس لیے حضرت ابن الزبیر نے پوچھا: مولیٰ سے آپ کی کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے بیان کیا کہ مولیٰ سے مراد اللہ ہے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت زبیر کا ایمان بہت قوی تھا اور ان کو ایسے پرخطر حالات میں بھی اللہ تعالیٰ پر قوی اعتماد تھا' وہ پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ تھے اور اس کے حکم پر راضی تھے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابن الزبیر کو اپنے اوپر کامل اعتماد تھا' اسی وجہ سے جب حضرت حکیم بن حزام نے ان کو قرض کی ادائیگی میں مدد کی پیش کش کی تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا' اور اس سے حضرت حکیم بن حزام کی سخاوت اور دریا دلی کا بھی پتہ چلا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۴ - بَابُ إِذَا بَعَثَ الْإِمَامُ رَسُوْلًا فِيْ حَاجَةٍ أَوْ أَمَرَهُ بِالْمُقَامِ هَلْ يُسْهَمُ لَهُ

جب سربراہ کسی شخص کو کسی کام سے بھیجے یا اس کو کسی جگہ ٹھہرنے کا حکم دے تو کیا اس کا مالِ غنیمت سے حصہ نکالا جائے گا؟

امام بخاری نے یہ نہیں بیان کیا کہ اس صورت میں اس کا مالِ غنیمت سے حصہ نکالا جائے گا یا نہیں؟ کیونکہ اس صورت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

۳۱۳۰ حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْعَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَوْهَبٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ إِنَّمَا تَغَيَّبَ عُثْمَانُ عَنْ بَدْرٍ فَإِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِّمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَّسَهْمَهُ.

[اطراف الحدیث: ۳۶۹۸-۳۷۰۴-۴۰۶۶-۴۵۱۳-۴۶۵۰-۴۶۵۱-۷۰۹۵] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن موہب نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر سے غیر حاضر تھے کیونکہ ان کے عقد نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی تھیں اور وہ بیمار تھیں تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارے لیے اس مرد کا اجر ہوگا جو غزوۂ بدر میں حاضر ہوا اور اس کا (مالِ غنیمت سے) حصہ ہوگا۔

امیر مسلمین کی اطاعت میں میدانِ جہاد سے غیر حاضر شخص کے لیے مالِ غنیمت سے حصہ نکالنے میں ۔۔۔

مذاہبِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص کسی جہاد میں حاضر نہ ہو تو اس کے لیے مالِ غنیمت سے حصہ نکالا جائے گا یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ اوران کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص کو امام کسی کام سے بھیجے حتیٰ کہ امام غنیمت کو تقسیم کرے تو اس کا حصہ نکالا جائے گا' اورانہوں نے حضرت ابن عمر کی اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

اہل سیرت نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعید بن زید کو کسی کام سے بھیجا اور حضرت طلحہ کو کسی جگہ ٹھہرنے کا حکم دیا اور آپ نے ان دونوں کا (مالِ غنیمت سے) حصہ نکالا اور آپ نے ان دونوں سے فرمایا: تم کو اسی کا حصہ ملے گا جو میدانِ جہاد میں حاضر ہو۔

امام مالک' سفیان ثوری' لیث' اوزاعی' امام شافعی' امام احمد اور ابوثور کا مذہب یہ ہے کہ مالِ غنیمت سے اُسی شخص کو حصہ ملے گا جو قتال پر حاضر ہو' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بھی یہی حکم دیا تھا اور کوفہ میں اپنے عاملین کی طرف بھی یہی حکم روانہ کیا تھا' ان کا استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت آپ خیبر میں تھے اور مسلمانوں نے خیبر کو فتح کر لیا تھا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مالِ غنیمت سے میرا حصہ بھی نکالئے! تو سعید بن العاص کے ایک بیٹے نے کہا: یارسول اللہ! اس کا حصہ نہ لگائیں' تو حضرت ابوہریرہ نے کہا: یہ شخص تو ابنِ قوقل کا قاتل ہے' سعید بن العاص کے بیٹے (ابان) نے کہا: کتنا تعجب ہے کہ یہ بلّی جیسا جانور پہاڑ کی چوٹی سے بکریاں چراتے چراتے یہاں تک آ گیا اور مجھ پر ایک مسلمان کے قتل کی تہمت لگا رہا ہے' جس کو اللہ نے میرے ہاتھوں سے عزت دی ہے اور مجھے اس کے ہاتھوں سے ذلیل ہونے سے بچا لیا' راوی کہتا ہے: مجھے پتا نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کا مالِ غنیمت سے حصہ نکالا یا نہیں۔ (صحیح البخاری: ۲۸۲۷)

امام طحاوی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی ائمہ ثلاثہ کے خلاف یہ دلیل ہے کہ حضرت عثمان' اللہ اور اس کے رسول کے کام سے گئے ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالِ غنیمت سے ان کا حصہ نکالا اور ان کے علاوہ کسی اور کا حصہ نہیں نکالا۔

امام طحاوی نے کہا کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی اطاعت میں غائب ہو' اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بمنزلہ حاضر قرار دیا ہے' اسی طرح ہر وہ شخص جو اہلِ حرب کے خلاف جہاد سے امیرِ مسلمین کے کسی کام کی وجہ سے غائب ہو تو وہ بھی حاضر کے قائم مقام ہے' رہی حضرت ابوہریرہ کی حدیث تو ہمارے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابان کو نجد کی طرف بھیجا تھا' قبل اس کے کہ ان کا خیبر کی طرف نکلنا ہوتا' حضرت ابان کو بتایا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر کی طرف چلے گئے ہیں' تو وہ اس وجہ سے خیبر سے غائب رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی کام کی وجہ سے خیبر سے غائب نہیں ہوئے تھے' جب کہ ان کا ارادہ خیبر کا تھا تو گویا وہ بھی خیبر میں حاضر تھے' پس یہ دونوں حدیثیں اس بات کی دلیل ہیں کہ جو دشمن سے قتال کر کے امیرِ مسلمین کے ساتھ نکلنے کا ارادہ کرے' پھر امیرِ مسلمین اس کو مسلمانوں سے متعلق کسی دوسرے کام کے لیے بھیج دے اور وہ اس کام میں مشغول رہے حتیٰ کہ امیر مالِ غنیمت کی تقسیم کر دے تو وہ شخص بھی میدانِ جہاد میں حاضر ہونے کے قائم مقام ہے اور اس کا بھی مالِ غنیمت سے حصہ نکالا جائے گا اور وہ شخص جو اپنے کسی کام میں مشغول رہے یا مسلمانوں کے کسی کام میں مشغول ہو' پھر اس کو بتایا جائے کہ امیرِ مسلمین دشمن سے قتال کر رہے ہیں' پھر وہ میدانِ

جہاد میں جائے تو وہ میدانِ جہاد میں حاضر ہونے والوں کے قائم مقام نہیں ہوگا' لہٰذا اس کا مالِ غنیمت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

ائمہ ثلاثہ نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کو مالِ غنیمت سے حصہ دیا تھا جبکہ وہ غزوۂ بدر میں حاضر نہیں تھے' یہ ان کی خصوصیت ہے اور خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا کہ تمہیں اس شخص کا اجر ملے گا جو غزوۂ بدر میں حاضر ہوا اور ان کا مالِ غنیمت سے بھی حصہ نکالا' اور امام طبری نے یہ کہا ہے کہ بعض اہل علم نے یہ بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن حضرت عثمان کو غنیمت میں سے ان کا حصہ نہیں دیا تھا بلکہ اپنے خمس میں سے ان کا حصہ دیا تھا اور انہوں نے اس پر اس سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے دن فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ نے جو مجھے مالِ فئے عطا کیا ہے' اس میں سے میرے لیے صرف خمس ہے اور وہ بھی تمہاری طرف لوٹا دیا جائے گا' پس یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ آپ نے کسی ایسے شخص کو غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا جو جہاد میں شامل نہ ہوا ہو۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۰۰۔۲۹۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن بطال کے دلائل کے جوابات

علامہ ابن بطال نے ائمہ ثلاثہ کی طرف سے پہلی دلیل یہ قائم کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت عثمان کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دینا حضرت عثمان کی خصوصیت تھی' کیونکہ وہ جہاد میں شامل نہیں ہوئے تھے اور آپ نے ان کو مالِ غنیمت سے حصہ دیا۔ میں کہتا ہوں: علامہ ابن بطال کی یہ دلیل اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت عثمان کی خصوصیت پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ عدم خصوصیت پر دلیل ہے کیونکہ خود علامہ ابن بطال نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعید بن زید کو اپنے کسی کام کے لیے بھیجا اور حضرت طلحہ کو کسی جگہ پر ٹھہرنے کا حکم دیا اور ان دونوں کے لیے مالِ غنیمت سے حصہ نکالا اور ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں کو وہی اجر ملے گا جو جہاد میں شامل ہونے والے کو ملے گا' سو جب آپ نے حضرت سعید بن زید اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما کو بھی جہاد میں شرکت کے بغیر مالِ غنیمت سے حصہ دیا ہے' پھر یہ حضرت عثمان کی خصوصیت کیسے ہوئی!

علامہ ابن بطال نے امام طبری کے حوالہ سے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن مالِ غنیمت سے حصہ نہیں دیا تھا بلکہ خمس میں سے جو آپ کا حصہ تھا' اس میں سے حضرت عثمان کو حصہ دیا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ جواب بھی دو وجہ سے صحیح نہیں ہے' اوّل اس لیے کہ امام طبری نے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کو مالِ غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا تھا بلکہ خمس میں سے دیا تھا اور جو دعویٰ بلا دلیل ہو' وہ مقبول نہیں ہوتا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خمس میں سے ان لوگوں کو حصہ دیتے تھے جو فقراء اور مساکین ہوں' جیسا کہ حسب ذیل آیت سے ظاہر ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ. (الانفال:۴۱)

اور اے مسلمانو! جان لو کہ تم جو کچھ مالِ غنیمت حاصل کرو' اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے اور (رسول کے) قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خمس میں سے جو حصہ ہے وہ فقراء' یتامٰی اور مساکین کے لیے ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فقیر تھے' نہ یتیم تھے' نہ مسکین تھے اور نہ مسافر تھے' وہ مدینہ کے بہت خوش حال اور امیر کبیر شخص تھے اور انہوں نے بارہا اللہ تعالیٰ کی راہ میں بڑھ چڑھ کر اپنا مال خرچ کیا' سو امام طبری کا یہ کہنا کہ حضرت عثمان کو آپ نے خمس میں سے حصہ دیا' قطعاً باطل ہے۔

اور ہماری ذکر کی ہوئی اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا موقف ہی صحیح ہے اور ائمہ ثلاثہ کا موقف صحیح نہیں ہے' لہٰذا جو امیر کے حکم کی اطاعت میں میدانِ جہاد سے غیر حاضر رہے' اس کو مالِ غنیمت سے حصہ دیا جائے گا۔

۱۵ - بَابٌ وَّمِنَ الدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ الْخُمُسَ لِنَوَائِبِ الْمُسْلِمِيْنَ

خمس مسلمانوں کی ضروریات کے لیے ہے

مَا سَاَلَ هَوَازِنُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَضَاعِهٖ فِيْهِمْ فَتَحَلَّلَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَمَا كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعِدُ النَّاسَ اَنْ يُّعْطِيَهُمْ مِنَ الْفَیْءِ وَالْاَنْفَالِ مِنَ الْخُمُسِ وَمَا اَعْطَى الْاَنْصَارَ وَمَا اَعْطٰى جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ مِنْ تَمْرِ خَيْبَرَ.

اور ھوازن نے نبی ﷺ سے اپنے دودھ کے رشتہ کی وجہ سے سوال کیا تھا (کہ آپ ان کے اموال اور قیدی واپس کر دیں) تو آپ نے اس کو مسلمانوں سے معاف کرایا اور نبی ﷺ لوگوں سے جو کچھ عطاء کرنے کا وعدہ فرماتے تھے تو وہ مالِ فئے سے عطاء فرماتے تھے اور انفال (مالِ غنیمت) کے خمس میں سے عطاء فرماتے تھے' اور آپ نے جو انصار کو عطاء کیا اور حضرت جابر بن عبداللہ کو خیبر کی کھجوریں عطاء کیں (تو وہ بھی آپ نے خمس میں سے ہی عطاء کی تھیں)۔

ابوجعفر رازی نے ابوالعالیہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مالِ غنیمت لایا جاتا تو آپ اس کے پانچ حصے کرتے' چار حصے ان مجاہدین کو عطاء فرماتے جو میدانِ جنگ میں حاضر تھے' پھر خمس یعنی پانچویں حصہ میں سے ایک حصہ کعبہ پر خرچ کرنے کے لیے مختص کرتے اور یہ اللہ کا حصہ ہے اور پھر جو باقی بچتا اس کے پانچ حصے کرتے' اس میں ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کا ہوتا اور ایک حصہ آپ کے قرابت داروں کا اور ایک حصہ یتیموں کا اور ایک حصہ مسکینوں کا اور ایک حصہ مسافروں کا' اور علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ غنیمت کے پانچ حصے کیے جاتے اور اس میں سے چار حصے تو مجاہدین کو دیئے جاتے اور پانچویں حصہ میں سے ایک حصہ اللہ کے لیے ہوتا اور ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کے لیے ہوتا اور جو حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہوتا' وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کو دیا جاتا اور آپ کے لیے کچھ نہ بچتا۔

اس عنوان میں ذکر ہے کہ ھوازن نے نبی ﷺ سے جو سوال کیا تھا' وہ رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلانے کے رشتہ کی بناء پر تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ' جنہوں نے نبی ﷺ کو دودھ پلایا تھا' وہ ھوازن میں سے تھیں۔

اور اس عنوان میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے غنیمت حاصل کرنے والے مسلمانوں سے ان کا حصہ معاف کرایا (نبی ﷺ نے ھوازن کو مال نہیں دیا تھا بلکہ ان کے جن لوگوں کو غلام اور باندی بنایا گیا تھا' وہ ان کو واپس کر دیئے تھے اور اس کے لیے آپ نے مسلمانوں سے اجازت لی تھی)۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۷۸-۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۱۳۱'۳۱۳۲ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِی اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ وَزَعَمَ عُرْوَةُ اَنَّ مَرْوَانَ ابْنَ الْحَكَمِ وَمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَاهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حِيْنَ جَاءَهٗ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِيْنَ فَسَاَلُوْهُ اَنْ يَّرُدَّ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا کہ عروہ نے یہ گمان کیا کہ مروان بن الحکم اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس ھوازن کے

وَسَبْيَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الْحَدِيْثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ فَاخْتَارُوْا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ وَقَدْ كُنْتُ اسْتَأْنَيْتُ بِهِمْ وَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَظَرَ آخِرَهُمْ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حِيْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ رَادٍّ إِلَيْهِمْ إِلَّا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ قَالُوْا فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ فَأَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هٰؤُلَاءِ قَدْ جَاءُوْنَا تَائِبِيْنَ وَإِنِّيْ قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّطَيِّبَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى حَظِّهِ حَتّٰى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا لَا نَدْرِيْ مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ فِيْ ذٰلِكَ مِمَّنْ لَّمْ يَأْذَنْ فَارْجِعُوْا حَتّٰى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ ثُمَّ رَجَعُوْا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوْهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوْا فَأَذِنُوْا فَهٰذَا الَّذِيْ بَلَغَنَا عَنْ سَبْيِ هَوَازِنَ.

مسلمانوں کا وفد آیا' پس انہوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ ان کے اموال اور ان کے قیدی ان کی طرف واپس کر دیں' تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے نزدیک پسندیدہ بات وہ ہے جو سب سے سچی ہو' سو تم دو چیزوں میں سے ایک چیز کو اختیار کر لو: قیدیوں کو یا مال کو' اور میں نے ان کا یہ معاملہ مؤخر کر دیا تھا' اور رسول اللہ ﷺ جب طائف سے واپس لوٹے تو آپ نے دس راتوں سے زیادہ تک ان کے آخری آدمی کا انتظار کیا اور جب ھوازن پر یہ منکشف ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ ان کی طرف صرف دو میں سے ایک چیز کو واپس کریں گے تو انہوں نے کہا: ہم اپنے قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں' تب رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہوئے' پس پہلے اللہ کی ایسی حمد وثناء کی جو اس کی شان کے لائق ہے' پھر فرمایا: اس کے بعد تمہیں معلوم ہو کہ تمہارے یہ بھائی ہمارے پاس توبہ کرتے ہوئے آئے ہیں اور میں نے یہ مناسب سمجھا ہے کہ ان کے قیدی ان کی طرف واپس کر دوں (سو) جو شخص خوش دلی سے اس کو پسند کرے وہ کر لے اور تم میں سے جو شخص یہ پسند کرے کہ وہ اپنے حصہ پر قائم رہے حتیٰ کہ جب اللہ ہم کو پہلا مالِ فئے عطاء فرمائے گا تو ہم اسے اس کے حصہ کا عوض دے دیں گے تو وہ ایسا کر لے' تو مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے ان کے لیے خوش دلی سے اس فیصلہ کو قبول کیا ہے' تب ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم نہیں جانتے کہ تم میں سے کس نے اس کی اجازت دی ہے اور کس نے اجازت نہیں دی' پس تم لوگ واپس جاؤ حتیٰ کہ تم ہمارے پاس اپنے معاملات کے کارندوں اور وکیلوں کو بھیجو' پھر وہ لوگ واپس چلے گئے اور انہوں نے اپنے کارندوں سے مشورہ کیا' پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف واپس گئے اور آپ کو یہ خبر دی کہ انہوں نے خوش دلی سے (قیدیوں کو واپس کرنے کی) اجازت دی ہے' (زہری نے کہا:) سو یہ ہے وہ خبر جو ہم کو ھوازن کے قیدیوں کے متعلق پہنچی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۸۔۲۳۰۷ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں ہوازن کے سوال کا ذکر ہے اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا تھا

کہ اس کے بعد نبی ﷺ کو جو اللہ تعالیٰ پہلا مالِ فئے عطاء فرمائے گا تو اس میں سے مسلمانوں کو ھوازن کے قیدیوں کے عوض اور قیدی عطاء فرما دیں گے۔

۳۱۳۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ قَالَ وَحَدَّثَنِی الْقَاسِمُ بْنُ عَاصِمٍ الْكُلَيْبِیُّ وَاَنَا لِحَدِيْثِ الْقَاسِمِ اَحْفَظُ عَنْ زَهْدَمٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ اَبِیْ مُوْسٰی فَاُتِیَ ذِكْرُ دَجَاجَةٍ وَّعِنْدَهٗ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ تَيْمِ اللّٰهِ اَحْمَرُ كَاَنَّهٗ مِنَ الْمَوَالِیْ فَدَعَاهُ لِلطَّعَامِ فَقَالَ اِنِّیْ رَاَيْتُهٗ يَاْكُلُ شَيْئًا فَقَذِرْتُهٗ فَحَلَفْتُ لَا اٰكُلُ فَقَالَ هَلُمَّ فَلَاُ حَدِّثْكُمْ عَنْ ذَاكَ اِنِّیْ اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ نَفَرٍ مِّنَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ نَسْتَحْمِلُهٗ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَحْمِلُكُمْ وَمَا عِنْدِیْ مَا اَحْمِلُكُمْ وَاُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَهْبِ اِبِلٍ فَسَاَلَ عَنَّا فَقَالَ اَيْنَ النَّفَرُ الْاَشْعَرِيُّوْنَ فَاَمَرَ لَنَا بِخَمْسِ ذَوْدٍ غُرِّ الذُّرٰی فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قُلْنَا مَا صَنَعْنَا لَا يُبَارَكُ لَنَا فَرَجَعْنَا اِلَيْهِ فَقُلْنَا اِنَّا سَاَلْنَاكَ اَنْ تَحْمِلَنَا فَحَلَفْتَ اَنْ لَّا تَحْمِلَنَا اَفَنَسِيْتَ؟ قَالَ لَسْتُ اَنَا حَمَلْتُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَمَلَكُمْ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا اَحْلِفُ عَلٰی يَمِيْنٍ فَاَرٰی غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّا اَتَيْتُ الَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ وَتَحَلَّلْتُهَا. [اطراف الحدیث: ۴۳۸۵-۴۴۱۵-۵۵۱۷-۵۵۱۸-۶۶۲۳-۶۶۴۹-۶۶۷۸-۶۶۸۰-۶۷۱۸-۶۷۱۹-۶۷۲۱-۷۵۵۵]

(صحیح مسلم: ۱۶۴۹، الرقم المسلسل: ۴۱۵۴، سنن ابوداؤد: ۳۲۷۶، سنن نسائی: ۳۷۸۰، سنن ابن ماجہ: ۲۱۰۷، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۵۲-۵۱، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۰۰، السنن الکبریٰ: ۴۷۲۱، مسند ابویعلیٰ: ۷۲۵۱، شرح السنۃ: ۲۴۳۶، مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۸، مسند احمد: ۱۹۵۵۷-ج ۳۲ ص ۳۲۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ انہوں نے کہا: اور مجھے القاسم بن عاصم الکلیبی نے حدیث بیان کی اور میں القاسم کی حدیث کو زھدم سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوں انہوں نے بیان کیا کہ ہم حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے پس مرغی کا ذکر چل پڑا اور ان کے پاس بنو تیم کا ایک شخص تھا: تیم اللہ اور اس کا رنگ سرخ تھا گویا کہ وہ روم کے قیدیوں میں سے تھا پس حضرت ابوموسیٰ نے اس کو کھانے کے لیے بلایا تو اس نے کہا: میں نے دیکھا یہ مرغی کوئی ایسی چیز کھا رہی تھی جس سے مجھے گھن آئی تو میں نے قسم کھائی کہ میں (مرغی) نہیں کھاؤں گا تو حضرت ابوموسیٰ نے کہا: ادھر آؤ! میں تم کو اس کے متعلق ایک حدیث سناتا ہوں میں اشعریین کی ایک جماعت کے ساتھ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہم آپ سے سواری طلب کر رہے تھے آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تم کو سوار نہیں کروں گا اور میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے جس پر میں تم کو سوار کروں اور رسول اللہ ﷺ کے پاس غنیمت کے اونٹ لائے گئے تو آپ نے ہمارے متعلق پوچھا پس فرمایا: وہ اشعریین کہاں گئے پس آپ نے سفید کوہان والے پانچ اونٹ ہمیں دینے کا حکم دیا پس جب ہم روانہ ہوئے تو ہم نے کہا: ہم نے جو کام کیا ہے اس میں ہمیں برکت نہیں دی جائے گی پھر ہم نبی ﷺ کے پاس واپس گئے تو ہم نے کہا: ہم نے آپ سے سواری کا سوال کیا تھا پس آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ہم کو سوار نہیں کریں گے کیا آپ بھول گئے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے تم کو سواری پر سوار نہیں کیا لیکن اللہ نے تم کو سواری پر سوار کیا ہے اور بے شک اللہ کی قسم! میں ان شاء اللہ کسی کام (کے نہ کرنے) کی قسم نہیں کھاتا پھر میں دیکھتا ہوں کہ اس قسم کے خلاف کرنا بہتر ہے تو میں اس کام کو کرتا ہوں جو بہتر ہو اور اس قسم کا کفارہ دے دیتا

ہوں۔

اگر قسم کے خلاف کرنا بہتر ہو تو قسم توڑنا مستحب ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ جس شخص نے کسی کام کو کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی اور اس قسم کو توڑنا اس قسم کو پورا کرنے سے بہتر ہو تو اس کے لیے اس قسم کو توڑنا مستحب ہے اور اس پر کفارہ لازم ہے' اس پر سب کا اتفاق ہے اور اس پر اجماع ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے اس پر کفارہ واجب نہیں ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ کفارہ ادا کرنے کو قسم توڑنے سے مؤخر کرنا جائز ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ کفارہ کو قسم پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے۔

قسم توڑنے پر کفارہ کو مقدم کرنے میں مذاہب فقہاء

اختلاف اس میں ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ سو امام مالک' امام اوزاعی' امام ثوری اور امام شافعی نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور امام شافعی نے روزہ کے ساتھ قسم کا کفارہ دینے کو مستثنیٰ کیا ہے' پس انہوں نے کہا کہ قسم توڑنے سے پہلے یہ کفارہ دینا جائز نہیں ہے اور مال کے ساتھ کفارہ دینا جائز ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور اشہب مالکی نے کہا ہے: کفارہ کو قسم توڑنے پر مقدم کرنا کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

کھانا کھانے کے درمیان اگر کوئی دوست آ جائے تو اس کو کھانے میں شریک کرنا اور گندگی کھانے والی مرغی کو کھانے سے پہلے چند دن بند رکھنا

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوموسیٰ نے ایک شخص کو مرغی کھانے کے لیے بلایا' اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کھانا کھا رہا ہو اور اس حال میں اس کے پاس کوئی شخص آئے تو اس میں حرج نہیں ہے' لیکن یہ اس وقت مستحسن ہے' جب ان کے درمیان پختہ دوستی ہو۔

اور اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ جب کسی شخص کے گھر کوئی آدمی آئے اور وہ شخص کھانا کھا رہا ہو تو وہ آنے والے کے لیے کھانے کو قریب کر دے اور اس کے مشروع ہونے کی بہت تاکید ہے' خواہ کھانا کم ہو یا زیادہ ہو اور ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو کافی ہوتا ہے اور دو آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کو کافی ہوتا ہے اور چار کا کھانا آٹھ آدمیوں کو کافی ہوتا ہے اور ایک جماعت کا کھانے کے اوپر جمع ہونا برکت کے حصول کا تقاضا کرتا ہے۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرغی کا کھانا جائز ہے اور اس کے جواز پر اجماع ہے۔ اختلاف اس مرغی کے متعلق ہے کہ جو کوڑا کرکٹ اور گندگی کھاتی ہو' آیا اس کا کھانا مکروہ ہے یا حرام ہے۔ اس سلسلہ میں درج ذیل حدیث ہے:

امام ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی المتوفی ۳۶۵ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مرغی کھانے کا ارادہ کرتے تو آپ چند دن اسے بند کرنے کا حکم دیتے' پھر اس کے بعد اس کو کھاتے۔ (الکامل ج ۷ ص ۱۰۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مرغی گندگی وغیرہ کھاتی ہو اس کو چند دن بند رکھنا چاہیے' تاکہ اس کے جسم سے اس گندگی کا اثر زائل ہو جائے اور اس کو پکا کر کھایا جائے اور جو جانور بھی گندگی کھاتا ہو' اس کا یہی حکم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۷۵ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۱۳۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً فِيْهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوْا اِبِلًا كَثِيْرًا فَكَانَتْ سِهَامُهُمْ اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيْرًا اَوْ اَحَدَ عَشَرَ بَعِيْرًا وَ نُفِّلُوْا بَعِيْرًا بَعِيْرًا. [طرف الحدیث: ۴۳۳۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر نجد کی طرف روانہ کیا' اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے' انہیں مال غنیمت میں بہت زیادہ اونٹ ملے' پس ان کا حصہ بارہ بارہ یا گیارہ گیارہ اونٹ تھا اور ایک ایک اونٹ مزید انہیں بہ طورِ انعام ملا۔

(صحیح مسلم: ۱۷۴۹' الرقم المسلسل: ۴۴۹۹' سنن ابوداؤد: ۲۷۴۴' مسند الحمیدی: ۶۹۴' سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۱۲' مصنف عبدالرزاق: ۹۳۳۶' المنتقی: ۱۰۷۴' مسند ابویعلیٰ: ۵۸۲۶' صحیح ابن حبان: ۴۸۳۲' المعجم الکبیر: ۱۳۴۲۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۴۵۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۵۷۹۔ ج ۸ ص ۱۸۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

''نفّلوا'' اور ''سریۃ'' کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''نُفِّلوا'' کا لفظ ہے' یہ ''تنفیل'' سے بنا ہے' علامہ خطابی نے کہا ہے: ''تنفیل'' وہ عطیہ ہے جو امیر المسلمین کے ساتھ خاص ہے اور جو شخص کوئی جاں فشانی کا کام کرتا ہے اور بہت جدوجہد کرتا ہے' اس کو امیر جو عطیہ دیتا ہے' اس کو ''تنفیل'' کہتے ہیں' اور کسی کافر کو قتل کرنے کے بعد اس کا سامان اور مال جو قاتل کو دیا جاتا ہے' اس کو ''تنفیل'' کہتے ہیں۔

اور اس حدیث میں ''سریہ'' کا لفظ ہے' سریہ اس لشکر کو کہتے ہیں جس میں زیادہ سے زیادہ چار سو مجاہدین ہوں۔

مالِ غنیمت کے علاوہ انعام دینے میں مذاہب فقہاء

اس حدیث سے سعید بن المسیب' الحسن البصری' اوزاعی' امام احمد اور اسحاق نے یہ استدلال کیا ہے کہ مجاہدین کو مالِ غنیمت سے ان کا حصہ دینے کے علاوہ ان کو انعام دینا بھی جائز ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بتایا کہ مالِ غنیمت سے ان کو گیارہ یا بارہ اونٹ دینے کے علاوہ ایک ایک اونٹ انعام میں بھی دیا' تو اس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار نہیں فرمایا۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ ان کو انعام اصل مالِ غنیمت سے دیا جائے گا یا خمس کے پانچویں حصہ میں سے؟ اور اس میں امام شافعی کے تین قول ہیں اور ہر قول کو فقہاء کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور ہمارے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ خمس کے پانچویں حصہ میں سے انعام دیا جائے گا' ابن المسیب' امام مالک' امام ابوحنیفہ اور دوسرے فقہاء کا یہی مختار ہے اور جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ انعام اصل مالِ غنیمت سے دیا جائے گا' یہ حسن بصری' اوزاعی اور امام احمد اور دوسرے فقہاء کا مختار ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۱۳۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں لیث نے خبر دی از عقیل از ابن شہاب از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

يُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ يَّبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا لِاَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً سِوٰى قِسْمِ عَامَّةِ الْجَيْشِ.

صلی اللہ علیہ وسلم جن لشکروں کو بھیجتے تھے ان میں شریک ہونے والے مجاہدین کو مالِ غنیمت کے علاوہ الگ سے انعام بھی دیا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم:۱۷۵۰، الرقم المسلسل:۴۴۵۴، سنن ابوداؤد:۲۷۴۶)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مجاہدین کو جو انعام دیا جائے گا وہ مالِ غنیمت سے خمس ادا کرنے کے بعد دیا جائے گا' اس کی تائید درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

معن بن یزید سُلمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ انعام صرف خمس ادا کرنے کے بعد دیا جائے گا۔ (شرح معانی الآثار:۵۱۰۵' سنن ابوداؤد:۲۷۵۳' مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۰)

۳۱۳۶ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ فَخَرَجْنَا مُهَاجِرِيْنَ اِلَيْهِ اَنَا وَاَخَوَانٌ لِّيْ اَنَا اَصْغَرُهُمْ اَحَدُهُمَا اَبُوْ بُرْدَةَ وَالْاٰخَرُ اَبُوْ رُهْمٍ اِمَّا قَالَ فِيْ بِضْعٍ وَّاِمَّا قَالَ فِيْ ثَلَاثَةٍ وَّخَمْسِيْنَ اَوْ اِثْنَيْنِ وَخَمْسِيْنَ رَجُلًا مِّنْ قَوْمِيْ فَرَكِبْنَا سَفِيْنَةً فَاَلْقَتْنَا سَفِيْنَتُنَا اِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبْشَةِ وَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ وَاَصْحَابَهُ عِنْدَهُ فَقَالَ جَعْفَرٌ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنَا هٰهُنَا وَاَمَرَنَا بِالْاِقَامَةِ فَاَقِيْمُوْا مَعَنَا فَاَقَمْنَا مَعَهُ حَتّٰى قَدِمْنَا جَمِيْعًا فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَاَسْهَمَ لَنَا اَوْ قَالَ فَاَعْطَانَا مِنْهَا وَمَا قَسَمَ لِاَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَيْبَرَ مِنْهَا شَيْئًا اِلَّا لِمَنْ شَهِدَ مَعَهُ اِلَّا اَصْحَابَ سَفِيْنَتِنَا مَعَ جَعْفَرٍ وَّاَصْحَابِهٖ قَسَمَ لَهُمْ مَعَهُمْ.

[اطراف الحدیث:۳۸۷۶-۴۲۳۰-۴۲۳۳] (صحیح مسلم: ۲۵۰۲' الرقم المسلسل:۶۳۰۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں برید بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی خبر پہنچی تو اس وقت ہم یمن میں تھے' پس ہم وہاں سے آپ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے' میں تھا اور میرے دو بھائی تھے اور میں ان سب سے چھوٹا تھا۔ ان دو بھائیوں میں سے ایک حضرت ابوبردہ تھے اور دوسرے حضرت ابورُھم تھے رضی اللہ عنہما' یا انہوں نے کہا کہ ہم چند آدمی تھے' یا انہوں نے کہا کہ ہم ترپن (۵۳) مرد تھے یا باون (۵۲) مرد تھے جو میری قوم سے تھے' پس ہم کشتی میں سوار ہوئے' پس اس کشتی نے ہم کو نجاشی کی طرف حبشہ میں پہنچا دیا' وہاں ہماری حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب سے ملاقات ہوئی جو ان کے ساتھ تھے' پس حضرت جعفر نے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہاں بھیجا ہے اور ہمیں یہاں ٹھہرنے کا حکم دیا ہے' پس آپ لوگ بھی یہاں ہمارے ساتھ ٹھہریں' پس ہم ان کے ساتھ ٹھہرے حتیٰ کہ ہم ایک ساتھ آئے' پس ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی' جس وقت آپ خیبر کو فتح کر چکے تھے' پس آپ نے مالِ غنیمت سے ہمارا حصہ نکالا' یا انہوں نے کہا: پس آپ نے ہمیں مالِ غنیمت سے عطاء کیا اور آپ نے کسی ایسے شخص کو مالِ غنیمت میں سے کچھ بھی حصہ نہیں دیا تھا جو فتح خیبر سے غائب رہا ہو' آپ نے صرف اسی کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا تھا جو آپ کے ساتھ فتح خیبر میں شریک تھا' مگر جو ہماری کشتی کے اصحاب تھے

اور ان کے ساتھ حضرت جعفر اور ان کے اصحاب تھے‘ آپ نے ان کے لیے مالِ غنیمت سے حصہ نکالا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس جملہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے مالِ غنیمت میں سے ہمارا حصہ نکالا اور ہمارے علاوہ کسی اور ایسے شخص کو مالِ غنیمت سے حصہ نہیں دیا جو آپ کے ساتھ جہاد میں شریک نہ رہا ہو۔

حضرت ابوموسیٰ اور حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو بغیر جہاد کے مالِ غنیمت عطاء کرنے کی توجیہات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے معنی میں علماء کی کئی تاویلات ہیں:

(۱) موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غنیمت حاصل کرنے والوں کے دلوں کو اپنے عطیات سے خوش کیا‘ جیسا کہ آپ نے ہوازن کے قیدیوں کے معاملہ میں کیا تھا۔

(۲) آپ نے ان کو ان اموال سے عطاء کیا تھا جو آپ کو جنگ کے ذریعے حاصل نہیں ہوئے تھے‘ یعنی اموالِ فئے سے۔

(۳) آپ نے ان کو خمس کے اس حصے سے عطاء کیا تھا جو آپ کو اموالِ فئے سے حاصل ہوا تھا‘ اور آپ کے لیے یہ جائز تھا کہ آپ اس کو اپنے اجتہاد سے جہاں چاہیں صرف کریں۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ امام بخاری کا میلان اس تیسری تاویل کی طرف ہے‘ کیونکہ انہوں نے اسی کے مطابق حدیث کا عنوان بنایا ہے اور اس کی یہ بھی دلیل ہے کہ آپ نے مجاہدین سے اجازت نہیں لی تھی‘ اگر آپ ان کو مالِ غنیمت سے عطاء کرتے تو مجاہدین سے اجازت طلب کرتے‘ جیسا کہ آپ نے ہوازن کے قیدیوں کے معاملہ میں کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۸۳‘ دارالکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

۳۱۳۷ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَدْ جَاءَ نِيْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَقَدْ اَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَلَمْ يَجِيءْ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ اَمَرَ اَبُوْبَكْرٍ مُّنَادِيًا فَنَادٰى مَنْ كَانَ لَهٗ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ اَوْعِدَةٌ فَلْيَاْتِنَا فَاَتَيْتُهٗ فَقُلْتُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ كَذَا وَ كَذَا فَحَثَا لِيْ ثَلَاثًا وَّجَعَلَ سُفْيَانُ يَحْثُوْ بِكَفَّيْهِ جَمِيْعًا ثُمَّ قَالَ لَنَا هٰكَذَا قَالَ لَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ وَقَالَ مَرَّةً فَاَتَيْتُ اَبَابَكْرٍ فَسَاَلْتُ فَلَمْ يُعْطِنِيْ ثُمَّ اَتَيْتُهٗ فَلَمْ يُعْطِنِيْ ثُمَّ اَتَيْتُهُ الثَّالِثَةَ فَقُلْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی‘ وہ کہتے ہیں: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن المنکدر نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے پاس بحرین کا مال آیا تو میں تم کو اتنا‘ اور اتنا اور اتنا دوں گا‘ پس وہ مال نہیں آیا حتیٰ کہ نبی ﷺ کی وفات ہوگئی‘ پھر جب بحرین کا مال آیا تو حضرت ابوبکر نے منادی کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی قرض لینا ہو یا آپ نے اس سے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ ہمارے پاس آئے‘ تو میں ان کے پاس آیا اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے اس طرح اور اس طرح (عطاء کرنے کا) فرمایا تھا‘ تو حضرت ابوبکر نے تین مرتبہ لَپ بھر کر مجھے عطاء کیا‘ اور سفیان نے اس کو اس طرح بیان کیا کہ

سَاَلْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِیْ ثُمَّ سَاَلْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِیْ ثُمَّ سَاَلْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِیْ فَاِمَّا اَنْ تُعْطِیَنِیْ وَاِمَّا اَنْ تَبْخَلَ عَنِّیْ قَالَ قُلْتُ تَبْخَلُ عَلَیَّ مَا مَنَعْتُكَ مِنْ مَّرَّةٍ اِلَّا وَاَنَا اُرِیْدُ اَنْ اُعْطِیَكَ قَالَ سُفْیَانُ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ عَنْ جَابِرٍ فَحَثَا حَثْیَةً وَقَالَ عُدَّهَا فَوَجَدْتُّهَا خَمْسَ مِائَةٍ قَالَ فَخُذْ مِثْلَهَا مَرَّتَیْنِ وَقَالَ یَعْنِی ابْنَ الْمُنْكَدِرِ وَاَیُّ دَاءٍ اَدْوَاُ مِنَ الْبُخْلِ.

حضرت ابوبکر نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جوڑ کر تین بار بھر بھر کر دیا' پھر سفیان نے ہم سے کہا: اس طرح ہم سے ابن المنکدر نے کہا ہے اور کبھی یوں بیان کیا کہ حضرت جابر نے کہا: میں حضرت ابوبکر کے پاس گیا' پس میں نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے نہیں دیا' میں پھر ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے نہیں دیا' میں پھر ان کے پاس تیسری بار آیا' پس میں نے اُن سے کہا: میں نے آپ سے سوال کیا تھا تو آپ نے مجھے نہیں دیا تھا' میں نے پھر آپ سے سوال کیا تو آپ نے مجھے نہیں دیا' میں نے پھر آپ سے سوال کیا تو آپ نے مجھے نہیں دیا' سو اب یا تو آپ مجھے دے دیجئے یا آپ میرے ساتھ بخل سے کام لیتے ہیں! حضرت ابوبکر نے فرمایا: آپ کہتے ہیں کہ تم میرے ساتھ بخل کرتے ہو' میں نے تم کو جس مرتبہ بھی منع کیا تو میں دل میں یہ ارادہ رکھتا تھا کہ میں تمہیں دوں' سفیان نے کہا: اور ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از محمد بن علی از حضرت جابر کہ حضرت ابوبکر نے مجھے ایک لپ بھر کر دیا' اور فرمایا: اسے گنو' میں نے گنا تو وہ پانچ سو تھے' پھر فرمایا: اتنا ہی دوبارہ لے لو' اور ابن المنکدر نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ بخل سے زیادہ بدترین بیماری اور کون سی ہو سکتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۹۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں یہ جملہ ہے: جس شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی قرض ہو یا آپ نے اس سے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ ہم سے آ کر لے لے۔

۳۱۳۸ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِیْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْسِمُ غَنِیْمَةً بِالْجِعْرَانَةِ اِذْ قَالَ لَهٗ رَجُلٌ اِعْدِلْ فَقَالَ لَهٗ شَقِیْتُ اِنْ لَّمْ اَعْدِلْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قرہ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ کے مالِ غنیمت کو تقسیم فرما رہے تھے' اچانک ایک شخص نے آپ سے کہا: عدل کیجئے' تو آپ نے فرمایا: اگر میں نے بھی عدل نہیں کیا پھر تو میں خیر سے محروم ہو جاؤں گا۔

(صحیح مسلم: ۱۰۶۳' الرقم المسلسل: ۲۳۳۹' سنن ابن ماجہ: ۱۷۲' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۸۷' صحیح ابن حبان: ۴۸۱۹' المعجم الکبیر: ۱۷۵۳' المعجم الاوسط: ۹۰۵۶' المستدرک ج ۲ ص ۱۲۱۔ ج ۵ ص ۱۸۶۔۱۸۵' مسند الحمیدی: ۱۲۷۱' الادب المفرد: ۷۷۴' مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۸۰۴۔ ج ۲۳ ص ۱۱۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

باب مذکور کی حدیث کے موافق دیگر احادیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لوگوں کو تقسیم میں ترجیح دی' اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیئے اور عیینہ کو بھی اتنے ہی اونٹ دیئے' اور عرب کے بعض سرداروں کو بھی اتنا دیا اور اس دن انہیں تقسیم میں ترجیح دی' ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا ہے' نہ اللہ کی رضامندی کا ارادہ کیا گیا ہے' حضرت ابن مسعود نے کہا: بخدا! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرور بتلاؤں گا' حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو اس کی باتیں بتلائیں' حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ آپ کا چہرہ متغیر ہو کر خون کی مانند ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: اگر اللہ اور رسول عدل نہ کریں تو پھر کون عدل کرے گا؟ پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے' ان کو اس سے زیادہ ایذاء دی گئی تھی اور انہوں نے اس پر صبر کیا۔ (صحیح البخاری: ۴۳۳۶' صحیح مسلم: ۱۰۶۲' الرقم المسلسل: ۲۳۳۶)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حنین سے واپسی پر جعرانہ میں تھے تو آپ کے پاس ایک شخص آیا' اس وقت حضرت بلال کے کپڑے میں چاندی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے مٹھی بھر بھر کر لوگوں کو دے رہے تھے' ایک شخص نے کہا: اے محمد! عدل کیجئے! آپ نے فرمایا: تمہیں عذاب ہو! اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون عدل کرے گا' اگر میں عدل نہ کرتا تو (اپنے مشن میں) ناکام اور نامراد ہو جاتا' حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے' میں اس شخص کو قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا: معاذ اللہ! کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں' یہ شخص اور اس کے اصحاب قرآن پڑھتے ہیں' مگر قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترتا' اور یہ لوگ قرآن مجید سے اس طرح صاف نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۶۳' الرقم المسلسل: ۲۳۳۸' مسند احمد ج ۳ ص ۳۵۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یمن سے کچھ سونا بھیجا جس میں کچھ مٹی بھی تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سونے کو چار آدمیوں میں تقسیم فرما دیا' اقرع بن حابس حنظلی' عیینہ بن بدر الفزاری اور علقمہ بن علاثہ عامری' پھر بنو کلاب کے ایک شخص کو اور زید خیر طائی کو' پھر بنو نبہان کے ایک شخص کو وہ سونا تقسیم کیا۔ حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ قریش ناراض ہو گئے کہ حضور نجد کے سرداروں کو دیتے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے ان لوگوں کو اس لیے عطاء کیا کہ میں ان لوگوں کی دل جوئی کروں' پھر ایک شخص آیا جس کی ڈاڑھی گھنی تھی' گال اُبھرے ہوئے تھے اور آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں' پیشانی اونچی تھی اور سر منڈا ہوا تھا' وہ کہنے لگا: اے محمد! اللہ سے ڈریئے! حضرت ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو پھر اس کی اطاعت کون کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین پر امین بنا کر بھیجا ہے اور تم مجھے امین نہیں مانتے' پھر وہ شخص پشت پھیر کر چل دیا' قوم میں سے ایک شخص نے اس کو قتل کرنے کی اجازت چاہی' لوگوں کا خیال ہے کہ وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کی نسل سے ایک ایسی قوم پیدا ہو گی جو قرآن پڑھے گی اور قرآن اس کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا' یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور کافروں کو چھوڑ دیں گے' اور یہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے' اگر میں ان لوگوں کو (یعنی ان کا زمانہ) پالیتا تو قومِ عاد کی طرح ان کو قتل کر ڈالتا۔ (صحیح البخاری: ۳۳۵۱' صحیح مسلم: ۱۰۶۴' الرقم المسلسل: ۲۳۴۰' سنن ابوداؤد: ۴۷۶۴' سنن نسائی: ۲۵۷۷' متن صحیح مسلم کا ہے)

١٦ - بَابُ مَا مَنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْأُسَارٰى مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّخَمِّسَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیدیوں پر احسان کرنا اور خمس نہ نکالنا

امام بخاری نے اس باب سے یہ اشارہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسبِ مصلحت مالِ غنیمت میں تصرف فرماتے تھے' بعض اوقات آپ مالِ غنیمت سے خمس لیتے تھے اور اس خمس میں سے اپنا حصہ رکھتے تھے اور بعض اوقات آپ قیدیوں سے فدیہ لیے بغیر ان کو چھوڑ دیتے تھے۔

۳۱۳۹ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ اُسَارٰى بَدْرٍ لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِيْ فِيْ هٰٓؤُلَآءِ النَّتْنٰى لَتَرَكْتُهُمْ لَهٗ.

(سنن ابوداؤد: ۲۶۸۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام عبدالرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از محمد بن جبیر از والد خود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے متعلق فرمایا: اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا' پھر وہ مجھ سے ان بدبودار لوگوں کی سفارش کرتا تو میں اس کی خاطر ان کو چھوڑ دیتا۔

اس حدیث میں مطعم بن عدی کا ذکر ہے' یہ غزوۂ بدر سے سات ماہ پہلے صفر کے مہینہ میں کفر پر فوت ہو گیا تھا' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین ماہ تک شعب ابی طالب میں محصور رہے تھے اور قریش نے وہاں ایک صحیفہ پر یہ لکھ کر لگا دیا تھا کہ ہاشمیہ اور مطلبیہ سے کوئی نکاح کرے نہ خرید و فروخت کرے' تو اس نے کوشش کر کے اس کو ختم کرایا تھا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف گئے تھے اور اہل طائف نے آپ کے ساتھ بدسلوکی کی تھی تو آپ نے اس کے گھر میں پناہ لی تھی' اس کے اس حسنِ سلوک کی وجہ سے آپ نے اس کی سفارش قبول کرنے کا ذکر فرمایا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۸۶)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں کہ علامہ المہلب نے کہا:

اس حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ جنگی قیدیوں پر احسان کرنا جائز ہے اور ان سے فدیہ لیے بغیر ان کو چھوڑ دینا جائز ہے' بعض تابعین کا اس میں اختلاف ہے' وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت میں یہ جائز نہیں ہے کہ آپ کسی چیز کے متعلق یہ خبر دیں کہ اگر ایسا ہوتا تو آپ ایسا کر لیتے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ بدکار لوگوں کے متعلق کسی معزز آدمی کی شفاعت قبول کر لینی چاہیے تا کہ اس کی دل جوئی ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اکثر یہی معمول تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے یہ تھی کہ جنگی قیدیوں کو قتل کرنے یا ان کو غلام بنانے سے بہتر یہ ہے کہ ان پر احسان کر کے ان کو چھوڑ دیا جائے۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم کیا ہے کہ بغیر خمس لیے ہوئے جنگی قیدیوں پر احسان کر کے ان کو چھوڑ دینا۔ ابن القصار نے کہا ہے کہ اس حدیث میں امام مالک اور امام ابوحنیفہ کی یہ دلیل ہے کہ صرف نفس غنائم کے جمع ہو جانے سے وہ غنائم مجاہدین کی ملکیت میں نہیں آتیں' جب تک کہ لشکر کا امیر ان کو مجاہدین کے درمیان تقسیم نہ کر دے' امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ صرف نفس غنیمت کے تحقق سے مجاہدین غنیمتوں کے مالک ہو جاتے ہیں۔

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: اگر نفس غنیمت سے مجاہدین غنیمتوں کے مالک ہو جاتے تو جس کا باپ یا بیٹا یا کوئی اور ذی رحم محرم جنگی قیدی ہوتا تو نفس غنیمت سے اس مجاہد پر اس جنگی قیدی کو آزاد کرنا واجب ہو جاتا اور اس کے حصہ سے اس جنگی قیدی کا حساب کیا جاتا' اور اگر مالِ غنیمت تاخیر سے تقسیم ہوتا تو جس کے حصہ میں سونا چاندی آتا' اس پر اسی وقت سے زکوٰۃ واجب ہو جاتی' جب مالِ غنیمت

جمع ہوا تھا اور اگر نفس غنیمت سے مجاہدین مالِ غنیمت کے مالک ہو جاتے تو اگر کوئی مجاہد تقسیم سے پہلے کسی باندی سے جنسی عمل کر لیتا تو اس پر حد واجب نہ ہوتی۔

امام شافعی نے ان اعتراضات کے جواب میں یہ کہا ہے کہ ذی رحم کا آزاد کرنا اس وقت لازم آتا جب وہ معین ہو جاتا' اور زکوٰۃ کے جواب میں انہوں نے کہا ہے کہ امام مالک کے نزدیک زکوٰۃ میں ایک سال کی مدت کا تعین اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب سے وہ مال اس کے قبضہ میں آتا ہے اور انہوں نے باندی سے مباشرت پر جو اعتراض کیا ہے کہ پھر اس پر حد نہیں ہونی چاہیے' یہ اعتراض اس لیے ساقط ہے کہ حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۰۸۔۳۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ بحث اپنی جگہ پر ہے لیکن بہر حال اس باب کی حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے' اور اس سے یہ ثابت ہے کہ جب تک مالِ غنیمت کو مجاہدین پر تقسیم نہ کیا جائے' وہ از خود ان کی ملکیت میں نہیں آتا۔

امام شافعی کی طرف سے ایک یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ. (الانفال:۴۱) اور (اے مسلمانو!) جان لو کہ تم جو کچھ مالِ غنیمت حاصل کرو۔

اس آیت میں مالِ غنیمت کی اضافت مسلمانوں کی طرف کی گئی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ مالِ غنیمت کا تحقق ہوتے ہی وہ مال مجاہدین کی ملکیت ہو جاتا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت اس معنی میں ہے: مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد جب تم اس کو حاصل کرو' یا اس کا معنی یہ ہے کہ کفار کو شکست دینے کے بعد تم ان سے جو کچھ حاصل کرو تو اس کا ایک حصہ اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے ہے اور قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ اس آیت کا یہ معنی نہیں ہے کہ کفار سے اموال حاصل ہوتے ہی وہ تمہاری ملکیت میں آ جائیں گے۔

علامہ داؤدی کے اعتراض کا جواب علامہ عینی اور حافظ ابن حجر سے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ بدر کے جنگی قیدیوں میں صرف دو چیزیں تھیں: (۱) ان پر احسان کر کے ان کو بغیر فدیہ کے چھوڑ دینا (۲) ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دینا' اور جن کے پاس مال نہیں تھا' ان سے کہا گیا تھا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھائیں' اس لیے امام بخاری کا اس حدیث کے عنوان میں یہ لکھنا: اور خمس نہ نکالنا' صحیح نہیں ہے کیونکہ بدر کے قیدیوں میں تو صرف دو چیزیں تھیں' اور وہاں خمس تھا ہی نہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض صحیح نہیں ہے' کیونکہ جس چیز میں اختیار ہو' اس میں ایک یا دو چیزوں کے وقوع سے اس اختیار کا مرتفع ہونا لازم نہیں آتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۸۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس اعتراض کا یہی جواب لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۱۸' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ داؤدی کے اعتراض کا جواب مصنف کی طرف سے

میں کہتا ہوں کہ علامہ داؤدی کے اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ بدر کے مالِ غنیمت سے خمس نکالنے کا حدیث صحیح میں ذکر اور ثبوت ہے' اس لیے علامہ داؤدی کا امام بخاری پر یہ اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے کہ بدر کے قیدیوں میں صرف دو چیزیں تھیں۔ جس حدیث کا ہم نے حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے:

حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک اونٹنی میرے مالِ غنیمت میں سے میرے حصہ میں سے تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

ایک اونٹنی مجھے خمس میں سے عطاء کی تھی۔ (صحیح البخاری: ۳۰۹۱-۳۰۸۹)

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر ان دونوں بزرگ شارحین کو علامہ داؤدی کے اعتراض کے جواب میں اس حدیث کو پیش کرنے کا خیال نہیں آیا' یا اس وقت ان کی نظر اس حدیث پر نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس ناکارہ کے ذہن کو اس حدیث کی طرف متوجہ کر دیا۔ وللہ الحمد!

١٧ - بَابٌ وَّمِنَ الدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ الْخُمُسَ لِلْاِمَامِ وَاَنَّهُ يُعْطِى بَعْضَ قَرَابَتِهٖ دُوْنَ بَعْضٍ مَاقَسَمَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَنِى الْمُطَّلِبِ وَبَنِىْ هَاشِمٍ مِّنْ خُمُسِ خَيْبَرَ

اس پر دلیل کہ خمس میں امام کو اختیار ہے' وہ چاہے تو اپنے کسی قرابت دار کو دے اور کسی کو نہ دے اور نبی ﷺ نے بنو مطلب اور بنو ہاشم کو خیبر کے خمس میں سے عطا فرمایا

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ امیر المسلمین اپنی صواب دید سے خمس کو مسلمانوں کی ضروریات میں خرچ کر سکتا ہے' امام بخاری نے عنوان میں امام کا ذکر کیا ہے' اس سے مراد ہے: جو رسول اللہ ﷺ کا نائب اور خلیفہ ہو اور مسلمانوں کا امیر ہو' نیز اس عنوان میں بنو المطلب کا ذکر ہے' اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کے اجداد ہیں' ہاشم اور مطلب آپس میں اخیافی (ماں شریک) بھائی ہیں اور ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت مُرّہ ہے' رسول اللہ ﷺ نے بنو المطلب اور بنو ہاشم کو خمس میں سے عطا فرمایا اور بنو نوفل اور بنو عبد شمس کو ترک کر دیا' اس سے معلوم ہوا کہ خمس میں نبی ﷺ کو اختیار ہے جس کو چاہیں عطاء فرمائیں اور جس کو چاہیں نہ عطا فرمائیں اور جہاں چاہیں خرچ فرمائیں۔

قَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ لَمْ يَعُمَّهُمْ بِذٰلِكَ وَلَمْ يَخُصَّ قَرِيْبًا دُوْنَ مَنْ اَحْوَجُ اِلَيْهِ وَاِنْ كَانَ الَّذِىْ اَعْطٰى لِمَا يَشْكُوْا اِلَيْهِ مِنَ الْحَاجَةِ وَلِمَا مَسَّتْهُمْ فِىْ جَنْبِهٖ مِنْ قَوْمِهِمْ وَحُلَفَائِهِمْ.

عمر بن عبد العزیز نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے تمام قرابت داروں کو خمس عطاء نہیں کیا اور زیادہ محتاج کو چھوڑ کر اپنے قرابت دار کو نہیں دیا' بلکہ جو زیادہ ضرورت مند تھا اسی کو عطاء فرمایا' خواہ وہ قرابت میں دور کا کیوں نہ ہو اور آپ اسی کو عطاء فرماتے تھے جو اپنی ضرورت کی شکایت کرتا تھا' اور آپ ان لوگوں کو عطاء فرماتے جن کو آپ کی طرف داری کرنے کی وجہ سے اور آپ کی مدد کرنے کی وجہ سے نقصان اٹھانا پڑا تھا۔

اس تعلیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ اپنی قرابت کی وجہ سے نہیں عطا فرماتے تھے بلکہ اسلام کے لیے ایثار کی جہت سے عطاء فرماتے تھے۔

٣١٤٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ مَشَيْتُ اَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از ابن المسیب از حضرت جبیر بن مطعم' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ' رسول اللہ

اللّٰهِ اَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ وَتَرَكْتَنَا وَنَحْنُ وَهُمْ مِنْكَ بِمَنْزِلَةٍ وَّاحِدَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بَنُو الْمُطَّلِبِ وَبَنُوْ هَاشِمٍ شَيْءٌ وَّاحِدٌ وَّقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ وَزَادَ قَالَ جُبَيْرٌ وَّلَمْ يَقْسِمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ وَّلَا لِبَنِيْ نَوْفَلٍ وَّقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ عَبْدُ شَمْسٍ وَّهَاشِمٌ وَّالْمُطَّلِبُ اِخْوَةٌ لِّاُمٍّ وَاُمُّهُمْ عَاتِكَةُ بِنْتُ مُرَّةَ وَكَانَ نَوْفَلٌ اَخَاهُمْ لِاَبِيْهِمْ. [اطراف الحدیث: ۳۵۰۲-۴۲۲۹] (سنن ابوداؤد: ۲۹۷۸، سنن نسائی: ۴۱۴۷، سنن ابن ماجہ: ۲۸۸۱)

ﷺ کے پاس گئے پس ہم نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے بنوالمطلب کو عطاء فرمایا ہے اور ہم کو آپ نے چھوڑ دیا ہے حالانکہ ہمارا آپ سے وہی رشتہ ہے جو بنوالمطلب کا آپ سے رشتہ ہے تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنوالمطلب اور بنوہاشم کا واحد رشتہ ہے۔ اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی اور یہ اضافہ کیا: جبیر نے کہا: اور نبی ﷺ نے بنوعبد شمس کے لیے تقسیم کیا اور نہ بنونوفل کے لیے۔ اور ابن اسحاق نے کہا: عبد شمس اور ہاشم اور مطلب اخیافی بھائی تھے اور ان کی ماں عاتکہ بنت مرّہ تھیں اور نوفل ان کا علاتی بھائی تھا۔

ذوی القربیٰ کے مصداق میں فقہاء کے مختلف اقوال اور ان کے حصے کے متعلق تفصیل

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں امام شافعی کے اس قول کا ردّ ہے کہ ذوی القربیٰ کا حصہ خمس کا پانچواں حصہ ہے جو ان کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔

اسماعیل بن اسحاق نے کہا: اس باب میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے قرابت داروں میں خمس کا پانچواں حصہ تقسیم کیا اور یہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے ان کے درمیان زیادہ تقسیم کیا ہو یا کم تقسیم کیا ہو کیونکہ اس حدیث میں یہ بیان نہیں کیا ہے کہ ان کا حصہ کتنا تھا' اس حدیث میں یہ بیان کیا ہے کہ بنوہاشم اور بنوالمطلب اور باقی بنوعبد مناف میں کیا فرق ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا تھا کہ ذوی القربیٰ سے مراد رسول اللہ ﷺ کے قرابت دار ہیں' اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو معین نہیں کیا تھا' آپ جس کو چاہتے تھے عطاء فرماتے تھے اور جو زیادہ ضرورت مند ہوتا تھا' آپ اس کو زیادہ دیتے تھے' سو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اس حدیث کے معارض ہے۔

امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ حسن بن محمد بن علی سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ذوی القربیٰ کے حصہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' بعض فقہاء نے کہا: ذوی القربیٰ سے مراد خلیفہ کے قرابت دار ہیں اور بعض فقہاء نے کہا کہ نبی ﷺ کا حصہ آپ کے بعد خلیفہ کے لیے ہے' پھر اس کے بعد ان سب کا اس پر اتفاق ہوگیا کہ یہ دونوں حصے جہاد کے ساز و سامان اور گھوڑوں پر خرچ کیے جائیں گے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں اسی پر عمل رہا۔

امام طحاوی نے کہا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس پر اجماع ہوگیا ہے اور اگر ذوی القربیٰ کے حصہ سے رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کا حصہ مراد ہوتا تو صحابہ اس سے منع نہ کرتے اور آپ کے قرابت داروں کے غیر پر اس کو خرچ نہ کرتے اور یہ چیز حسن بن محمد سے مخفی نہ رہتی' باوجود اس کے کہ ان کا علم میں بہت بڑا مقام ہے۔

اس حدیث میں ان لوگوں کا بھی ردّ ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ ذوی القربیٰ کا خمس میں سے ایک حصہ مقرر ہے۔ اس کی تفصیل اس باب میں گزر چکی ہے جس میں آپ کی زرہ' آپ کی لاٹھی اور آپ کی تلوار کا بیان ہے۔ دیکھئے: صحیح البخاری: ۳۱۱۰-۳۱۰۹-۳۱۰۸-۳۱۰۷-۳۱۰۶-

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ ذوی القربیٰ کے حصوں میں سے مرد کو دو حصے دیئے جائیں گے اور عورت کو ایک حصہ دیا جائے گا۔
امام شافعی کے اصحاب میں سے المزنی' ابو ثور اور تمام فقہاء نے اس کی مخالفت کی ہے اور یہ کہا ہے کہ اس میں مرد اور عورت برابر ہیں کیونکہ ان کو قرابت کی وجہ سے دیا جاتا ہے اور قرابت تفضیل کا تقاضا نہیں کرتی' جیسے کوئی شخص کسی کی اولاد کے لیے وصیت کرے تو لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر برابر دیا جاتا ہے اور لڑکوں کو لڑکیوں سے دگنا نہیں دیا جاتا' یہ تو اللہ تعالیٰ نے وراثت میں مختلف اُمور کی وجہ سے حصے مقرر کیے ہیں اور میت کی اولاد میں اور اس کے عینی اور علاتی بھائی بہنوں میں لڑکے کا حصہ لڑکی سے دگنا رکھا ہے اور اخیافی بھائی بہنوں میں برابر برابر حصہ رکھا ہے' وہ مالک الملک ہے جس طرح چاہے حصے مقرر فرمائے۔
عمر بن عبدالعزیز نے کہا: ذوی القربیٰ سے مراد صرف بنو ہاشم ہیں' اصبغ بن الفرج نے کہا: اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے تمام قریش مراد ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد آلِ محمد ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۱۱-۳۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۸ - بَابُ مَنْ لَّمْ يُخَمِّسِ الْاَسْلَابَ جس نے مقتول کے سامان سے خمس نہیں نکالا

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ مقتول سے چھینے ہوئے سامان کے علاوہ ہر قسم کی غنیمت سے خمس نکالا جائے گا' امام احمد' ابن جریر اور محدثین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے' امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ امیر المسلمین کو اس میں اختیار ہے' وہ چاہے تو اس میں سے خمس نکالے اور چاہے تو نہ نکالے' ایک قول یہ ہے کہ اگر چھینا ہوا سامان بہت زیادہ ہو تو اس میں سے خمس نکالا جائے گا' حضرت عمر بن الخطاب سے بھی اسی طرح مروی ہے اور یہی امام مالک کا مذہب ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ مقتول سے چھینا ہوا سامان انفال میں سے ہے اور انفال میں سے خمس نکالا جاتا ہے۔
امام ابوحنیفہ' امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ مقتول سے چھینا ہوا مال لشکر کا مالِ غنیمت ہے اور اس کا وہی حکم ہے جو باقی مالِ غنیمت کا حکم ہے' سوا اس صورت کے کہ امیر المسلمین یہ اعلان کر دے کہ جس شخص نے کسی کافر کو قتل کیا تو اس سے چھینے ہوئے سامان کا بھی وہی مالک ہے' اس صورت میں وہ چھینا ہوا سامان قاتل کا ہوگا' علامہ ابن قدامہ نے کہا ہے کہ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے' امام احمد نے یہ کہا ہے کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ امیر المسلمین کی اجازت کے بغیر مقتول سے چھینا ہوا سامان لیا جائے اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ وہ امیر کی اجازت کے بغیر بھی مقتول سے چھینا ہوا مال لے سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۹۰)

وَمَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا فَلَهٗ سَلَبُهٗ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّخَمَّسَ وَحُكْمِ الْاِمَامِ فِيْهِ. اور جس نے کسی مقتول کو قتل کیا تو اس سے چھینے ہوئے سامان کا وہی مالک ہے بغیر خمس کے اور بغیر امام کے حکم کے۔

اس تعلیق کی اصل حسب ذیل احادیث موصولہ ہیں:
حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین کے لیے نکلے' جب ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا تو (ابتداء میں) مسلمان بھاگنے لگے' پس میں نے دیکھا کہ ایک مشرک مسلمان پر غالب تھا' میں مسلمان کی مدد کے لیے چکر کاٹ کر پیچھے سے آیا اور اس مشرک کی گردن پر تلوار سے وار کیا' اس نے مڑ کر مجھے دبوچا اور اس کے دبانے سے مجھے موت کی خوشبو آرہی تھی کہ اچانک وہ مر گیا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا' پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے' میں نے ان سے پوچھا کہ مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے (وہ کیوں پسپا ہو رہے ہیں)؟ انہوں نے کہا: یہ اللہ کی تقدیر ہے' پھر لوگ واپس آ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جگہ بیٹھ گئے اور آپ نے فرمایا: جس نے کسی مقتول کو قتل کیا اور اس کے پاس گواہ ہو تو اس سے چھینے ہوئے سامان کا وہی مالک ہے۔ (الحدیث بطولہ)

(صحیح البخاری:۲۱۰۰'صحیح مسلم:۱۷۵۱'سنن ترمذی:۱۵۶۲'سنن ابوداؤد:۲۷۱۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین کے دن فرمایا: جس نے کسی کافر کو قتل کیا تو اس سے چھینے ہوئے سامان کا وہی مالک ہے' سو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس دن بیس مردوں کو قتل کیا اور ان سے چھینا ہوا سامان لے لیا۔ الحدیث (سنن ابوداؤد:۲۷۱۸'دارالفکر'بیروت'۱۴۲۱ھ)

امام بخاری نے ان احادیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ بغیر خمس کے اور بغیر امام کے حکم کے کافر کو قتل کرنے والا اس سے چھینے ہوئے سامان کو لے سکتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں خمس کی قید لگائی ہے نہ امام کے حکم کی قید لگائی ہے۔

۳۱۴۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ الْمَاجِشُوْنَ عَنْ صَالِحِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ بَيْنَا اَنَا وَاقِفٌ فِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ فَنَظَرْتُ عَنْ يَّمِيْنِيْ وَشِمَالِيْ فَاِذَا اَنَا بِغُلَامَيْنِ مِنَ الْاَنْصَارِ حَدِيْثَةٍ اَسْنَانُهُمَا تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ بَيْنَ اَضْلَعَ مِنْهُمَا فَغَمَزَنِيْ اَحَدُهُمَا فَقَالَ يَا عَمِّ هَلْ تَعْرِفُ اَبَا جَهْلٍ قُلْتُ نَعَمْ مَا حَاجَتُكَ اِلَيْهِ يَا ابْنَ اَخِيْ قَالَ اُخْبِرْتُ اَنَّهٗ يَسُبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَئِنْ رَّاَيْتُهٗ لَا يُفَارِقُ سَوَادِيْ سَوَادَهٗ حَتّٰى يَمُوْتَ الْاَعْجَلُ مِنَّا فَتَعَجَّبْتُ لِذٰلِكَ فَغَمَزَنِي الْاٰخَرُ فَقَالَ لِيْ مِثْلَهَا فَلَمْ اَنْشَبْ اَنْ نَّظَرْتُ اِلٰى اَبِيْ جَهْلٍ يَّجُوْلُ فِي النَّاسِ قُلْتُ اَلَا اِنَّ هٰذَا صَاحِبُكُمَا الَّذِيْ سَاَلْتُمَانِيْ فَابْتَدَرَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا فَضَرَبَاهُ حَتّٰى قَتَلَاهُ ثُمَّ انْصَرَفَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَاهُ فَقَالَ اَيُّكُمَا قَتَلَهٗ قَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اَنَا قَتَلْتُهٗ فَقَالَ هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا قَالَا لَا فَنَظَرَ فِي السَّيْفَيْنِ فَقَالَ كِلَاكُمَا قَتَلَهٗ سَلَبُهٗ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ وَكَانَا مُعَاذَ بْنَ عَفْرَاءَ وَمُعَاذَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ. قَالَ مُحَمَّدٌ سَمِعَ يُوْسُفُ صَالِحًا وَ اِبْرَاهِيْمُ اَبَاهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یوسف بن الماجشون نے حدیث بیان کی از صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف از والد خود از جد خود' انہوں نے بیان کیا کہ غزوۂ بدر کے دن جب میں صف میں کھڑا ہوا تھا تو میں نے اپنی دائیں اور بائیں جانب دیکھا تو اس وقت انصار کے دو کم عمر نوجوان لڑکے تھے' اس وقت میں نے یہ تمنا کی کہ کاش! میں ان سے زیادہ قوی لڑکے کے ساتھ ہوتا' پھر ان دونوں میں سے کسی ایک نے مجھے اشارہ کر کے کہا: اے چچا! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ اے میرے بھتیجے!' اس نے کہا: مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر میں نے اس کو دیکھ لیا تو میں اس سے اس وقت تک جدا نہیں ہوں گا حتیٰ کہ ہم میں سے جس کی موت پہلے مقدر کی گئی ہے وہ مر نہ جائے' مجھے اس بات پر تعجب ہوا' پھر دوسرے نے مجھے اشارہ کیا' اس نے بھی اسی طرح کہا' پھر تھوڑی دیر گزری تھی کہ میں نے دیکھا کہ ابوجہل لوگوں کے درمیان گھوم رہا تھا' میں نے کہا: سنو! جس شخص کے متعلق تم نے سوال کیا تھا وہ یہ رہا' پس وہ دونوں اپنی اپنی تلواریں لے کر جھپٹے اور اس پر وار کیے' حتیٰ کہ ان دونوں نے اس کو قتل کر دیا' پھر دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر آپ کو اس کے قتل کی خبر دی' آپ نے پوچھا: تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ تو ان میں سے ہر ایک نے کہا: میں نے اس کو قتل کیا ہے' پھر آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنی تلواروں کو صاف کر لیا ہے؟ ان دونوں نے کہا: نہیں! پس آپ نے ان دونوں کی

تلواروں کو دیکھا' پس فرمایا: تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے اور اس سے چھینا ہوا سامان معاذ بن عمرو بن الجموح کو ملے گا' وہ دونوں نوجوان حضرت معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہما تھا۔ محمد نے کہا: (اس حدیث کو) یوسف نے صالح سے سنا اور ابراہیم نے اپنے باپ سے سنا۔

[اطراف الحدیث: ۳۹۶۴-۳۹۸۸] (صحیح مسلم: ۱۷۵۲' الرقم المسلسل: ۴۴۶۰' مسند ابویعلیٰ: ۸۶۶' صحیح ابن حبان: ۴۸۴۰' المستدرک ج ۳ ص ۴۲۵' سنن بیہقی ج ۶ ص ۳۰۶-۳۰۵' مسند البزار: ۱۰۱۳' مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۷۳۔ ج ۳ ص ۲۰۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوجہل سے چھینے ہوئے مال سے خمس نہیں نکالا۔

ابوجہل کا سامان صرف حضرت معاذ بن عمرو کو دینے کی توجیہات' جب کہ حضرت معاذ بن عمرو اور حضرت معاذ بن عفراء دونوں نے اس کو قتل کیا تھا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ مقتول سے چھینا ہوا سامان ہر صورت میں قاتل کو ملتا ہے' خواہ امیر المسلمین نے اس کا اعلان کیا ہو یا نہ کیا ہو' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد مواقع پر یہی فیصلہ فرمایا ہے اور اس میں امام کے اعلان اور اس کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن ابوجہل سے چھینا ہوا مال حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو عطاء فرمایا تھا۔

امام شافعی کے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن عمرو کو چھینا ہوا سامان عطاء فرمایا تھا کیونکہ حضرت معاذ نے ابوجہل کا خون بہایا تھا اور حضرت معاذ بن عفراء نے زخمی ابوجہل کو مار کر اس کا کام تمام کر دیا تھا' انہوں نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک جب کوئی مسلمان کسی مشرک کا خون بہا دے اور دوسرا مسلمان اس کو ذبح کر دے تو اس مشرک کا سامان خون بہانے والے مسلمان کو دیا جائے گا اور ذبح کرنے والے کو نہیں دیا جائے گا۔

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کی تلواروں کو دیکھا اور ان تلواروں کو دیکھ کر یہ استدلال کیا کہ ان میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ مقتول کا سامان صرف اس کو دیا جائے گا جس نے اس کا خون بہایا ہو اور جس نے اس کو قتل کیا ہے اس کو فضیلت حاصل ہو گی۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کی تلواروں پر لگا ہوا خون دیکھا اور یہ دیکھا کہ ابوجہل کے جسم کی گہرائی تک کس کی تلوار پہنچی' اسی لیے آپ نے ان سے یہ سوال کیا تھا کہ تم نے اپنی تلواروں سے خون پونچھا تو نہیں تھا' کیونکہ اگر انہوں نے اس کے خون کو پونچھا ہوتا تو ان تلواروں کے اس کے جسم میں دخول کی مقدار متغیر ہو جاتی۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ "تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے" پس اگر چھینے ہوئے سامان کا قتل کی وجہ سے استحقاق ہوتا تو چونکہ وہ دونوں قتل میں شریک تھے تو آپ ابوجہل سے چھینے ہوئے سامان میں ان دونوں کو شریک کر دیتے' امام طحاوی نے کہا ہے کہ اس وقت تک آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ جس نے کسی کافر کو قتل کیا تو اس سے چھینا ہوا سامان اس قاتل کو ملے گا کیونکہ آپ نے یہ ارشاد غزوۂ حنین میں فرمایا تھا' اور یہاں پر ابوجہل کے قتل میں دونوں شریک تھے اور آپ نے ابوجہل کا چھینا ہوا سامان صرف حضرت معاذ بن عمرو کو عطاء کیا' اس سے معلوم ہوا کہ کافر کو قتل کرنے کی وجہ سے قاتل کو مقتول کا سامان نہیں ملتا بلکہ امام اپنی صواب دید سے جس کو عطاء فرمائے' اس کو ملتا ہے۔

علامہ ابن القصار مالکی نے کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں میں سے صرف ایک کو مقتول کا سامان عطاء کیا تو اس سے

معلوم ہوا کہ کافر کو قتل کرنے کی وجہ سے قاتل مقتول کے سامان کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ امام کے عطیہ کی وجہ سے اس کو مقتول کا سامان ملتا ہے' کیونکہ ہمارے نزدیک امام خمس میں سے عطاء کرتا ہے اور جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جس نے کسی مقتول کو قتل کیا' اس کا سامان قاتل کو ملے گا' یعنی اس کو خمس میں سے وہ سامان ملے گا نہ کہ مجاہدین کے مالِ غنیمت سے۔

امام شافعی کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف حضرت معاذ بن عمرو کو ابوجہل سے چھینا ہوا مال دیا تھا' حالانکہ حضرت معاذ بن عمرو اور حضرت معاذ بن عفراء دونوں نے ابوجہل کو قتل کیا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے حضرت معاذ بن عفراء سے حضرت معاذ بن عمرو کو عطاء کرنے کی اجازت حاصل کر لی تھی جیسا کہ ھوازن کے قیدیوں کو واپس کرنے کے لیے آپ نے مجاہدین سے اجازت حاصل کر لی تھی۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۱۴۔ ۳۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ ابن بطال کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے جو آخری توجیہ نقل کی ہے' وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث صحیح میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ھوازن کے قیدیوں کو واپس کرنے کی مجاہدین سے اجازت طلب کر لی تھی۔ (دیکھئے: صحیح البخاری: ۳۱۳۲۔ ۳۱۳۱) جب کہ باب مذکور کی اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن عمرو کو ابوجہل کا سامان عطاء فرمانے کے لیے حضرت معاذ بن عفراء سے اجازت طلب کر لی تھی نہ کسی اور حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن عمرو کو ابوجہل کا سامان دیا اور حضرت معاذ بن عفراء کو نہیں دیا' حالانکہ قتل دونوں نے کیا تھا' امام شافعی نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ مقتول کا سامان قاتل کا خون بہانے کی وجہ سے ملتا ہے اور ابوجہل کا خون حضرت معاذ بن عمرو نے بہایا تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ فقہاء مالکیہ اور فقہاء احناف کے نزدیک اس مسئلہ میں امام اور امیر المسلمین کو اختیار ہے' وہ اپنی صواب دید سے جس کو چاہے مقتول کا سامان عطاء کر دے' اور تیسری وجہ یہ ہے کہ ہر چند کہ دونوں نے ابوجہل کو قتل کیا تھا لیکن ابوجہل پر تلوار سے وار کرنے میں حضرت معاذ بن عمرو سابق تھے اور پہلے انہوں نے وار کیا تھا' اس لیے آپ نے ان کو ابوجہل کا سامان عطاء فرمایا۔

٣١٤٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ اَفْلَحَ عَنْ اَبِيْ مُحَمَّدٍ مَّوْلٰى اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِيْنَ جَوْلَةٌ فَرَاَيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَاسْتَدَرْتُ حَتّٰى اَتَيْتُهُ مِنْ وَّرَائِهٖ حَتّٰى ضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ عَلٰى حَبْلِ عَاتِقِهٖ فَاَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِيْ ضَمَّةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيْحَ الْمَوْتِ ثُمَّ اَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَاَرْسَلَنِيْ فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ لَهٗ مَابَالُ النَّاسِ قَالَ اَمْرُ اللّٰهِ ثُمَّ اِنَّ النَّاسَ رَجَعُوْا وَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از یحییٰ بن سعید از ابن افلح از ابی محمد مولیٰ ابی قتادہ از حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین کے لیے نکلے' پس جب ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا تو (ابتداء میں) مسلمان پسپا ہونے لگے' پھر میں نے دیکھا کہ ایک مشرک مسلمان پر غالب تھا' میں گھوم کر واپس آیا اور اس کے پیچھے سے اس پر حملہ کیا حتیٰ کی اس کی گردن کی شہ رگ پر تلوار ماری' اس نے پلٹ کر مجھے بہت زور سے اس طرح دبوچا کہ مجھے اس کے دبوچنے سے موت کی خوشبو آئی' پھر اس مشرک پر موت آ گئی تو اس نے مجھ کو چھوڑ دیا' پھر میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ملا' میں نے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ (مسلمان کیوں

مَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا لَّهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ يَّشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا لَّهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ يَّشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ الثَّالِثَةَ مِثْلَهُ فَقُمْتُ فَقَالَ رَجُلٌ صَدَقَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَلَبُهُ عِنْدِي فَأَرْضِهِ عَنِّي فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَاهَا اللّٰهِ إِذًا يَّعْمِدُ إِلٰى أَسَدٍ مِّنْ أُسُدِ اللّٰهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْكَ سَلَبَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ فَأَعْطَاهُ فَبِعْتُ الدِّرْعَ فَابْتَعْتُ بِهٖ مَخْرَفًا فِيْ بَنِيْ سَلِمَةَ فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ.

پسپا ہو رہے ہیں؟) حضرت عمر نے کہا: یہ اللہ کی تقدیر ہے' پھر لوگ (کافروں پر) پلٹ پڑے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے' پس آپ نے فرمایا: جس نے کسی مقتول کو قتل کیا اور اس پر گواہ ہو تو اس سے چھینے ہوئے سامان کا وہ مالک ہوگا' پس میں کھڑا ہوا' پس میں نے (دل میں) کہا: میرے حق میں کون گواہی دے گا! پھر میں بیٹھ گیا' آپ نے پھر فرمایا: جس نے کسی مقتول کو قتل کیا اور اس کے حق میں اس پر گواہ ہو تو اس سے چھینے ہوئے سامان کا وہ مالک ہوگا' پس میں نے (دل میں) کہا: میرے حق میں کون گواہی دے گا! پھر میں بیٹھ گیا' آپ نے پھر تیسری بار اسی طرح فرمایا' میں پھر کھڑا ہو گیا' تو ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے سچ فرمایا' اس مقتول سے چھینا ہوا سامان میرے پاس ہے' آپ حضرت ابوقتادہ کو مجھ سے راضی کر دیجئے' تب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! اللہ کے ایک شیر کے ساتھ جو اللہ اور رسول کی خاطر جنگ کرے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ساتھ ایسا نہیں کریں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو ملنے والا سامان تمہیں دے دیں' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر نے سچ کہا' پس وہ سامان مجھے دے دیا' پھر میں نے اس کی زرہ کو بیچا اور اس کی قیمت سے بنوسلمہ میں ایک باغ خرید لیا اور یہ وہ پہلا مال تھا جس کو میں نے اسلام لانے کے بعد حاصل کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو کافر سے چھینا ہوا جو مال دیا گیا تھا' اس میں سے خمس نہیں نکالا گیا تھا۔

١٩ - بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي الْمُؤَلَّفَةَ قُلُوْبُهُمْ وَغَيْرَهُمْ مِنَ الْخُمُسِ وَنَحْوِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مؤلفۃ القلوب اور دوسروں کو جو خمس وغیرہ سے عطاء فرماتے تھے

مؤلفۃ القلوب سے مراد وہ لوگ ہیں جو اخلاص کے ساتھ اسلام نہیں لائے تھے لیکن ان کے اخلاص کی توقع تھی' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو خمس میں سے مال عطاء فرما کر ان کی دل جوئی فرماتے تھے' تا کہ وہ اخلاص پر راغب ہوں' اور خمس کی مثل سے مراد ہے: خراج' جزیہ اور فئے کے اموال۔

رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(باب کے عنوان میں جو (حدیث) مذکور ہے اس کو) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی تفصیل صحیح البخاری: ۴۳۳۰ میں آئے گی۔

٣١٤٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ حَكِيْمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِيْ ثُمَّ سَاَلْتُهٗ فَاَعْطَانِيْ ثُمَّ قَالَ لِيْ يَا حَكِيْمُ اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ فَمَنْ اَخَذَهٗ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهٗ فِيْهِ وَمَنْ اَخَذَهٗ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَّمْ يُبَارَكْ لَهٗ فِيْهِ وَكَانَ كَالَّذِيْ يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى قَالَ حَكِيْمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَرْزَاُ اَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتّٰى اُفَارِقَ الدُّنْيَا فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يَّدْعُوْا حَكِيْمًا لِّيُعْطِيَهُ الْعَطَاءَ فَيَاْبٰى اَنْ يَّقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا ثُمَّ اَنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهٗ فَاَبٰى اَنْ يَّقْبَلَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنِّيْ اَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ الَّذِيْ قَسَمَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ فَيَاْبٰى اَنْ يَّاْخُذَهٗ فَلَمْ يَرْزَاْ حَكِيْمٌ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تُوُفِّيَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی از الزہری از سعید بن المسیب وعروۃ بن الزبیر کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (کچھ دینے کا) سوال کیا تو آپ نے مجھے عطاء فرمایا' میں نے پھر سوال کیا تو آپ نے مجھے عطاء فرمایا' پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: اے حکیم! یہ مال سرسبز میٹھا ہے' جس نے اس کو سخاوت نفس (استغناء) سے لیا تو اس کو اس مال میں برکت دی جائے گی اور جس نے اپنے نفس کو جھکا کر وہ مال لیا تو اسے اس مال میں برکت نہیں دی جائے گی اور وہ اس شخص کی طرح ہوگا جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے' حضرت حکیم نے بتایا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں آپ کے بعد کسی کے مال میں بالکل کمی نہیں کروں گا حتیٰ کہ میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں! پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ حضرت حکیم کو حصہ عطاء کرنے کے لیے بلاتے تھے تو وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کرتے تھے' پھر حضرت عمر رضی اللہ نے ان کو عطاء کرنے کے لیے بلایا تو انہوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا' پس حضرت عمر نے کہا: اے مسلمانوں کی جماعت! اس مال فئے میں اللہ نے جو ان کا حصہ رکھا ہے' میں اس کو دینے کے لیے انہیں بلاتا ہوں اور یہ اس کو لینے سے انکار کرتے ہیں' سو حضرت حکیم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے کسی کے مال میں کمی نہیں کی حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۷۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ حضرت حکیم بن حزام مؤلفۃ القلوب میں سے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں عطاء فرماتے تھے۔

٣١٤٤ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ كَانَ عَلَيَّ اعْتِكَافُ يَوْمٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّفِيَ بِهٖ قَالَ وَاَصَابَ عُمَرُ جَارِيَتَيْنِ مِنْ سَبْيِ حُنَيْنٍ فَوَضَعَهُمَا فِيْ بَعْضِ بُيُوْتِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھ پر زمانۂ جاہلیت کے ایک دن کے اعتکاف کی نذر ہے' تو آپ نے ان کو نذر پوری کرنے کا حکم دیا'

مَكَّةَ قَالَ فَمَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سَبْيِ حُنَيْنٍ فَجَعَلُوْا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ فَقَالَ عُمَرُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ انْظُرْ مَاهٰذَا فَقَالَ مَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّبْيِ قَالَ اذْهَبْ فَأَرْسِلِ الْجَارِيَتَيْنِ قَالَ نَافِعٌ وَّلَمْ يَعْتَمِرْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِعْرَانَةِ وَلَوِ اعْتَمَرَ لَمْ يَخْفَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ وَزَادَ جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مِنَ الْخُمُسِ وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِي النَّذْرِ وَلَمْ يَقُلْ يَوْمَ.

نافع نے بیان کیا کہ حضرت عمر کو حنین کے قیدیوں میں سے دو باندیاں ملی تھیں جن کو انہوں نے مکہ کے بعض گھروں میں رکھا تھا' نافع نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حنین کے قیدیوں پر احسان کیا تھا (اور ان کو بلا فدیہ آزاد کر دیا تھا) سو وہ گلیوں میں دوڑ رہے تھے' پس حضرت عمر نے کہا: اے عبداللہ! دیکھو یہ کیا معاملہ ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں پر احسان کیا ہے تو حضرت عمر نے کہا: پس تم جاؤ اور (ان) دو باندیوں کو چھوڑ دو' نافع نے کہا: اور رسول اللہ ﷺ نے جعرانہ سے عمرہ نہیں کیا' اور اگر آپ نے عمرہ کیا ہوتا تو وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مخفی نہ رہتا۔ اور جریر بن حازم نے از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر یہ اضافہ کیا ہے کہ (وہ دو باندیاں) خمس میں سے تھیں' اور اس کو معمر نے از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نذر میں روایت کیا ہے اور یہ نہیں کہا کہ وہ ایک دن کی نذر تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۳۲ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں حضرت ابن عمر کا یہ قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جعرانہ سے عمرہ نہیں کیا' لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت ابن عمر اس عمرہ کو بھول گئے تھے' ورنہ آپ نے مقام جعرانہ سے عمرہ کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۲۶' عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۹۷)

۳۱۴۵ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا وَّمَنَعَ اٰخَرِيْنَ فَكَاَنَّهُمْ عَتَبُوْا عَلَيْهِ فَقَالَ اِنِّيْ اُعْطِيْ قَوْمًا اَخَافُ ظَلَعَهُمْ وَجَزَعَهُمْ وَاَكِلُ اَقْوَامًا اِلٰى مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْغِنٰى مِنْهُمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ فَقَالَ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِيْ بِكَلِمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمْرَ النَّعَمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک قوم کو عطاء کیا اور دوسری قوم کو منع کیا' پس گویا کہ وہ لوگ آپ سے ناخوش ہوئے تو آپ نے فرمایا: میں ایسی قوم کو دیتا ہوں جس کے متعلق مجھے ایمان کی کم زوری اور بے صبری کا خدشہ ہوتا ہے' اور میں ایسے لوگوں پر بھروسا کرتا ہوں جن کے دلوں میں اللہ نے خیر اور استغناء کو رکھا ہے' ان میں سے عمرو بن تغلب ہیں' تو حضرت عمرو بن تغلب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے اس کے بدلہ میں اگر مجھے سرخ اونٹ بھی مل جائیں تو وہ مجھے پسند نہیں ہیں۔

وَزَادَ اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ

اور ابو عاصم نے از جریر یہ اضافہ کیا ہے کہ میں نے حسن سے

يَـقُـوْلُ حَـدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِمَالٍ اَوْ بِسَبْيٍ فَقَسَمَهُ بِهٰذَا.

سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ ہمیں حضرت عمرو بن تغلب نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مال یا قیدی لائے گئے تو آپ نے ان کو اس طرح تقسیم کیا جس طرح اس حدیث میں مذکور ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۲۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''ظلع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کج روی' راہِ مستقیم سے انحراف' نیز اس میں ''جزع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ایمان کی کمزوری اور دل کی بیماری اور اس حدیث میں ''غناء'' کا لفظ ہے' یہ فقر کی ضد ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۲۶' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

٣١٤٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ اُعْطِيْ قُرَيْشًا اَتَاَلَّفُهُمْ لِاَنَّهُمْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں قریش کو ان کی تالیف قلب کے لیے عطاء کرتا ہوں کیونکہ وہ زمانۂ جاہلیت سے نئے نئے نکلنے والے ہیں۔

[اطراف الحدیث: ۳۱۴۷-۳۵۲۸-۳۷۷۸-۳۷۹۳-۴۳۳۱-۴۳۳۲-۴۳۳۳-۴۳۳۴-۴۳۳۷-۵۸۶۰-۶۷۶۲-۷۴۴۱] (صحیح مسلم: ۱۰۵۹' الرقم المسلسل: ۲۳۲۸' سنن ترمذی: ۳۹۲۷' سنن نسائی: ۲۶۰۶)

اس حدیث کی مفصل شرح غزوۂ حنین کے باب میں آئے گی۔

٣١٤٧ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَمْوَالِ هَوَازِنَ مَا اَفَاءَ فَطَفِقَ يُعْطِيْ رِجَالًا مِّنْ قُرَيْشٍ اَلْمِائَةَ مِنَ الْاِبِلِ فَقَالُوْا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْ قُرَيْشًا وَّيَدَعُنَا وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ قَالَ اَنَسٌ فَحُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَقَالَتِهِمْ فَاَرْسَلَ اِلَى الْاَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِيْ قُبَّةٍ مِّنْ اَدَمٍ وَّلَمْ يَدْعُ مَعَهُمْ اَحَدًا غَيْرَهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا جَاءَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا كَانَ حَدِيْثٌ بَلَغَنِيْ عَنْكُمْ قَالَ لَهُ فُقَهَاؤُهُمْ اَمَّا ذَوُوْ رَاْيِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَمْ يَقُوْلُوْا شَيْئًا وَّاَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو ھوازن کے اموال سے فئے عطا فرمایا تھا' انصار کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس وقت کہا جب آپ نے اس مالِ فئے سے قریش کے لوگوں کو سو اونٹ عطاء فرمائے (تو انصار نے کہا:) اللہ (عزوجل) رسول اللہ ﷺ کی مغفرت فرمائے! آپ قریش کو عطاء فرماتے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے کفار کا خون ٹپک رہا ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کو ان کی یہ بات بتا دی گئی' تب رسول اللہ ﷺ نے انصار کو بلایا اور ان سب کو چمڑے کے خیمہ میں جمع کیا' اور ان کے علاوہ کسی اور کو ان کے ساتھ نہیں بلایا' جب

أُنَاسٌ مِّنَّا حَدِيثَةٌ أَسْنَانُهُمْ فَقَالُوا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَّيَتْرُكُ الْأَنْصَارَ وَسُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أُعْطِي رِجَالًا حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِكُفْرٍ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالْأَمْوَالِ وَتَرْجِعُونَ إِلٰى رِحَالِكُمْ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰهِ مَا تَنْقَلِبُونَ بِهٖ خَيْرٌ مِّمَّا يَنْقَلِبُونَ بِهٖ قَالُوا بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَدْ رَضِينَا فَقَالَ لَهُمْ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أُثْرَةً شَدِيدَةً فَاصْبِرُوا حَتّٰى تَلْقَوُا اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْحَوْضِ قَالَ أَنَسٌ فَلَمْ نَصْبِرْ.

وہ سب جمع ہو گئے تو ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' پس پوچھا: وہ کیسی بات ہے جو مجھے تمہاری طرف سے پہنچی ہے؟ تو ان میں سے دانش مند لوگوں نے آپ سے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے جو لوگ عقل مند ہیں انہوں نے تو کچھ نہیں کہا اور جو لوگ کم عمر ہیں' انہوں نے کہا: اللہ (عزوجل) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت فرمائے! آپ قریش کو عطاء فرماتے ہیں اور انصار کو چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے کفار کے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان لوگوں کو عطاء کرتا ہوں جو نئے نئے کفر سے نکلنے والے ہیں' کیا تم اس سے راضی نہیں ہوتے کہ لوگ مال لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر لوٹو' پس اللہ کی قسم! تم جس چیز کے ساتھ لوٹ رہے ہو' وہ اس سے بہت بہتر ہے جس چیز کے ساتھ وہ لوٹ رہے ہیں' انصار نے کہا: کیوں نہیں' یارسول اللہ! تحقیق یہ ہے کہ ہم راضی ہیں' پس آپ نے فرمایا: بے شک عنقریب تم میرے بعد یہ دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو زیادہ ترجیح دی جا رہی ہے' پس تم صبر کرنا حتیٰ کہ تم اللہ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حوض پر ملاقات کرو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر ہم سے صبر نہ ہو سکا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۶ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قریش کی تالیف قلب کے لیے ان کو مالِ فئے سے عطاء فرماتے تھے۔

۳۱۴۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأُوَيْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ أَنَّهٗ بَيْنَا هُوَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ النَّاسُ مُقْبِلًا مِّنْ حُنَيْنٍ عَلِقَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَعْرَابُ يَسْأَلُونَهٗ حَتّٰى اضْطَرُّوهُ إِلٰى سَمُرَةٍ فَخَطِفَتْ رِدَاءَهٗ فَوَقَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَعْطُونِي رِدَائِي فَلَوْ كَانَ عَدَدُ هٰذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا لَقَسَمْتُهٗ بَيْنَكُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُونِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ الاویسی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عمر بن محمد بن جبیر بن مطعم نے خبر دی کہ محمد بن جبیر نے کہا: مجھے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ کے ساتھ (دیگر) صحابہ بھی تھے' آپ غزوۂ حنین سے واپس آ رہے تھے کہ چند اعرابی آپ کے ساتھ چمٹ گئے' وہ آپ سے مالِ غنیمت مانگ رہے تھے (وہ آپ سے اس طرح چمٹے کہ انہوں نے) آپ کو ایک کیکر کے درخت کی طرف دھکیل دیا حتیٰ کہ آپ کی چادر اس میں اٹک گئی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بَخِيْلًا وَّلَا كَذُوْبًا وَّلَا جَبَانًا.

کھڑے رہ گئے اور آپ نے فرمایا: مجھے میری چادر دو پس اگر میرے پاس ان کانٹے دار درختوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں ان کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا' پھر تم مجھ کو بخیل پاتے نہ جھوٹا نہ بزدل۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۲۱ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے اعراب کے درمیان اونٹ تقسیم کرنے کا ذکر فرمایا۔

۳۱۴۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ أَمْشِيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيْظُ الْحَاشِيَةِ فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَذَبَهُ جَذْبَةً شَدِيْدَةً حَتّٰى نَظَرْتُ إِلٰى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَثَّرَتْ بِهِ حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَذْبَتِهِ ثُمَّ قَالَ مُرْ لِيْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْ عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ فَضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ. [اطراف الحدیث: ۵۸۰۹-۶۰۸۸] (صحیح مسلم: ۱۰۵۷' الرقم المسلسل: ۲۳۱۸' سنن ابن ماجہ: ۳۵۵۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۵۴۸۔ ج ۲۰ ص ۲۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا' آپ کے اوپر ایک نجرانی چادر تھی جس کا کنارہ بہت موٹا تھا' ایک اعرابی نے اس چادر کو پکڑ کر بہت زور سے کھینچا حتیٰ کہ میں نے آپ کے کندھے کی طرف دیکھا' اس کے کھینچنے کی شدت سے اس پر نشان پڑ گیا تھا' پھر اس نے کہا: آپ کے پاس جو اللہ کا مال ہے اس میں سے مجھے دینے کا حکم دیجئے' آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے' پس آپ ہنسے' پھر آپ نے اسے عطاء کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس اعرابی کا آپ کے ساتھ درشت اور ناشائستہ رویہ تھا' پھر بھی آپ نے اس کی تالیف قلب کے لیے اس کو عطاء کرنے کا حکم دیا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حکام کو جاہل لوگوں کے سخت رویہ اور ان کی دی ہوئی ایذاء پر صبر کرنا چاہیے۔

۳۱۵۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ آثَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُنَاسًا فِي الْقِسْمَةِ فَأَعْطَى الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ مِائَةً مِّنَ الْإِبِلِ وَأَعْطَى عُيَيْنَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَأَعْطَى أُنَاسًا مِّنْ أَشْرَافِ الْعَرَبِ فَآثَرَهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْقِسْمَةِ قَالَ رَجُلٌ وَّاللّٰهِ إِنَّ هٰذِهِ الْقِسْمَةَ مَا عُدِلَ فِيْهَا وَمَا أُرِيْدَ بِهَا وَجْهُ اللّٰهِ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَأُخْبِرَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: فَمَنْ يَّعْدِلُ إِذَا لَمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب غزوۂ حنین کا دن تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقسیم میں کچھ لوگوں کو ترجیح دی' پس اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیئے اور عیینہ کو بھی اس کی مثل دیئے اور عرب کے معزز لوگوں کو بھی اس دن عطاء کیا' پس ان کو بھی اس دن ترجیح دی تو ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا اور اس سے اللہ کی رضا جوئی کا ارادہ نہیں کیا گیا' پس میں نے (دل میں) کہا: اللہ کی قسم! میں ضرور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

يَعْدِلِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ رَحِمَ اللّٰهُ مُوْسٰى قَدْ اُوْذِيَ بِاَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ.

کو اس کی خبر دوں گا' پس میں آپ کے پاس آیا اور میں نے آپ کو اس کی خبر دی' تو آپ نے فرمایا: جب اللہ اور اس کا رسول عدل نہیں کرے گا تو پھر کون عدل کرے گا' اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے! ان کو اس سے زیادہ اذیت پہنچائی گئی تھی' انہوں نے اس پر صبر کیا۔

[اطراف الحدیث: ۳۴۰۵۔۴۳۳۶۔۶۰۵۹۔۶۱۰۰۔۶۲۹۱

(صحیح مسلم: ۱۰۶۲' الرقم المسلسل: ۲۳۳۶' مسند احمد ج ۱ ص ۴۱۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۹۰۲۔ ج ۷ ص ۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت) ۶۳۳۶]

اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اقرع بن حابس کا ذکر ہے' یہ مؤلفۃ القلوب میں سے ایک ہیں' اقرع اور عیینہ بن حصن دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ' حنین اور طائف کے مواقع پر حاضر تھے' ابن درید نے کہا: ان کا نام فراش تھا اور ان کا لقب اقرع تھا کیونکہ ان کا سر گنجا تھا' یہ معززین میں سے ایک تھے' حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو اس لشکر کا امیر بنایا تھا جس کو انہوں نے خراسان کی طرف بھیجا تھا' اس میں یہ جاں بحق ہو گئے تھے' اور عیینہ ابوحصن بن حذیفہ بن بدر الفزاری بھی مؤلفۃ القلوب میں سے تھے' علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ یہ احمق تھا' یہ بغیر اجازت کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گیا اور بے ادبی سے بات کی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بے ادبی اور گنوارپن پر صبر کیا' یہ مرتد ہو کر طلیحہ (مدعی نبوت) پر ایمان لے آیا تھا' پھر اس کو قید کیا گیا' پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس پر احسان کیا اور آزاد کر دیا' پھر یہ ہمیشہ اسلام کو ظاہر کرتا رہا' اس کا نام حذیفہ ہے اور اس کا لقب عیینہ ہے کیونکہ اس کی آنکھوں کی پلکیں پلٹی ہوئی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۱)

جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا: آپ عدل کریں' اس کو قتل نہ کرنے کی وجوہ

ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ کو چپکے سے یہ بتایا تو آپ سن کر سخت غضب ناک ہوئے اور آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا' حتیٰ کہ میں نے یہ تمنا کی کہ کاش! میں نے آپ کو نہ بتایا ہوتا۔ (صحیح مسلم: ۱۰۶۲) قاضی عیاض نے کہا ہے کہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا کہا وہ کافر ہو گیا اور اس کو قتل کیا جائے گا' اور اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ اس شخص کو قتل کیا گیا۔ علامہ مازری نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے کلام سے نبوت میں طعن کا مفہوم نہ نکلتا ہو اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف صرف تقسیم میں عدل کے ترک کرنے کو منسوب کیا ہو' اور ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو اس لیے سزا نہ دی ہو کہ اس کا یہ جرم ثابت نہیں ہوا تھا' صرف ایک شخص نے اس کی بدگوئی کو نقل کیا تھا' اور صرف ایک شخص کی گواہی سے خون نہیں بہایا جاتا۔ (اکمال المعلم ج ۳ ص ۶۰۷)

علامہ مازری کی تاویل کو لکھنے کے بعد قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

یہ تاویل اس لیے درست نہیں ہے کہ اس شخص نے کہا تھا کہ اے محمد! عدل کیجئے' اور کہا تھا: اے محمد! اللہ سے ڈریں۔ (صحیح مسلم: ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۳) اور اس نے صحابہ کی جماعت میں اس طرح کہا تھا' حتیٰ کہ حضرت عمر اور حضرت خالد رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: معاذ اللہ! لوگ کہیں گے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں' تو اس شخص کو قتل نہ کرنے کا یہ سبب ہے' اور آپ نے اس شخص کو ان منافقین کے حکم میں رکھا جنہوں نے متعدد بار آپ کو ایذاء دی اور آپ نے ان سے ناگفتنی باتیں سنیں' لیکن آپ نے ان کی باتوں پر صبر کیا اور تحمل کیا تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ آپ اپنے اصحاب کو قتل کر رہے

ہیں اور ہم نے اپنی کتاب شفاء کی قسم رابع میں بہت تفصیل سے لکھا ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرے وہ کافر ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۳ ص ۶۰۸۔ ۶۰۷ دارالوفاء)

علامہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقین کو قتل کیوں نہیں کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالعموم ایذاء پہنچاتے تھے اور اس یہودی کو کیوں قتل نہیں کیا جس نے آپ سے کہا تھا: ''السام علیکم'' (تم پر موت آئے) حالانکہ یہ بددعا تھی اور اس شخص کو کیوں قتل نہیں کیا جس نے آپ کی تقسیم پر اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس تقسیم سے اللہ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا گیا' اور ایک مرتبہ کہا: عدل کر! اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے منافقین کو اس لیے قتل نہیں کیا کہ وہ اسلام کا ابتدائی دور تھا' اس وقت آپ لوگوں کے ایمان لانے کی خاطر ان کی تالیف قلب (دل جوئی) کرتے تھے' اور اسلام کو ان کے دلوں میں مزین کرتے تھے' اور اس وقت مسلمانوں کی کثرت کی ضرورت تھی' اور اس وقت آپ صحابہ سے فرماتے تھے کہ لوگوں کو اپنی طرف راغب کرو اور ان کو متنفر نہ کرو' اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے بھی آپ سے یہی ارشاد فرمایا تھا:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ. (المؤمنون:۹۶) اچھے طریقہ سے بُرائی کو دُور کیجئے۔

اور آپ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ نے مجھے ان لوگوں کے قتل سے منع فرمایا ہے' اس وجہ سے آپ ان کی ایذاء رسانی کو برداشت کرتے تھے' یہی وجہ ہے کہ جب دین اسلام پھیل گیا اور تمام ادیان پر غالب آ گیا تو آپ جن گستاخوں کو قتل کرنے پر قادر ہوئے' ان کے قتل کا حکم دیا' اسی طرح آپ نے بعض گستاخوں کے خون کو مباح کر دیا' جیسے کعب بن زہیر اور ابن زبعری وغیرہ۔

منافقین کو قتل نہ کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ منافقوں کا بہ ظاہر مسلمانوں میں شمار ہوتا تھا' اور بارگاہِ رسالت میں منافقوں کے جو گستاخانہ کلمات پہنچائے گئے تھے' ان کو کسی ایک صحابی نے نقل کیا تھا' اور منافقین ان کلمات سے بَری ہونے پر قسم کھا لیتے تھے' علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایمان کے خواہش مند تھے' اس لیے ان کی ایذاء رسانیوں پر صبر کرتے تھے' جیسا کہ ہمیشہ اولوالعزم رسول کرتے رہے ہیں' یہاں تک کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کر لیا' اور ان کی وجہ سے اسلام کو بہت تقویت پہنچی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ان سے وہ گستاخانہ کلمات قطعی طور پر ثابت نہیں تھے' کیونکہ ان کلمات کو کسی بچہ نے نقل کیا تھا' یا غلام نے یا عورت نے اور نصابِ شہادت یعنی دو مردوں کی گواہی کے بغیر کسی کا خون بہانا جائز نہیں ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علم نبوت سے ان کے خلاف فیصلہ اس لیے نہیں کیا کہ بہ ظاہر ان کا شمار مسلمانوں اور صحابہ میں ہوتا تھا' اور اگر آپ ان کو اس وجہ سے قتل کر دیتے کہ آپ کے علم میں وہ منافق تھے تو مخالفین اور معاندین آپ کے خلاف پروپیگنڈا کرتے کہ آپ جس کو قتل کرنا چاہتے ہیں' اس پر نفاق کی تہمت لگا کر قتل کر دیتے ہیں اور اس سے اسلام کی تبلیغ اور اشاعت میں رکاوٹ ہوتی' یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس شخص کو قتل کرنے سے منع فرمایا جس نے آپ سے کہا تھا: ''اعدل'' اور قتل کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں' اسی وجہ سے ابن معاذ اور ابن قصار نے کہا ہے کہ یہ لوگ اگر اپنے نفاق کو ظاہر کرتے تو آپ ان کو قتل کر دیتے۔ رہا یہ کہ آپ نے اس یہودی کو قتل نہیں کیا جس نے کہا تھا: ''السّام علیکم'' (تم پر موت آئے)' اس کی وجہ یہ تھی کہ اس یہودی کا مسلمانوں سے معاہدہ تھا اور یہ ابتداء اسلام کا واقعہ تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کو قتل نہ کرنے کی وجہ یہ ہو کہ آپ کو یہ توقع تھی کہ اس کے ساتھ نرمی کرنے کی وجہ سے کچھ لوگ اسلام قبول کر لیں گے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۹۳۔ ۱۹۲' بیروت)

قاضی عیاض مالکی نے اپنی کتاب الشفاء میں جو گستاخ رسول کے متعلق فقہاء کے قول کا ذکر کیا ہے' وہ عبارت یہ ہے:

نبی ﷺ کی گستاخی کرنے والے کے متعلق ائمہ اربعہ کے مسالک

جان لو کہ امام مالک ان کے اصحاب' سلف صالحین اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ نبی ﷺ کو جس نے گالی دی اور اس کے بعد توبہ کر لی تو اس کو بہ طور حد قتل کیا جائے گا نہ بہ طور کفر' شیخ ابوالحسن قابسی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب کسی شخص نے آپ کو گالی دینے کا اقرار کیا اور اس کے بعد توبہ کر لی اور توبہ کا اظہار کر دیا تو اس کو گالی دینے کے سبب سے قتل کیا جائے گا کیونکہ یہ اس کی حد ہے' ابو محمد بن ابی زید نے بھی یہی کہا ہے' البتہ اس کی توبہ اس کو آخرت میں نفع دے گی اور وہ عنداللہ مؤمن قرار پائے گا۔

(الشفاء ج ۲ ص ۲۲۳۔ ۲۲۲' مطبوعہ ملتان)

علامہ سید محمد ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی ہو' اس کی توبہ قبول نہ کرنا امام مالک کا مشہور مذہب ہے' اور امام احمد بن حنبل کا مشہور مذہب بھی یہی ہے اور ایک روایت ان سے یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی' لہٰذا ان کا مذہب امام مالک کی طرح ہے' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس کا حکم مرتد کی طرح ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے جیسا کہ نتف وغیرہ سے منقول ہے' جب رسول اللہ ﷺ کا حکم یہ ہے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دینے والے کا حکم بہ طریق اولیٰ یہی ہو گا کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے' بہر حال یہ بات ظاہر ہو گئی کہ احناف اور شوافع کا مذہب یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور امام مالک سے بھی یہ ایک ضعیف روایت سے ثابت ہے۔

(ردالمحتار ج ۳ ص ۴۰۴۔ ۴۰۱' مطبوعہ عثمانیہ' استنبول)

۳۱۵۱- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ اَسْمَاءَ ابْنَةِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ كُنْتُ اَنْقُلُ النَّوٰى مِنْ اَرْضِ الزُّبَيْرِ الَّتِيْ اَقْطَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَأْسِيْ وَهِيَ مِنِّيْ عَلٰى ثُلُثَيْ فَرْسَخٍ وَقَالَ اَبُوْ ضَمْرَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْطَعَ الزُّبَيْرَ اَرْضًا مِّنْ اَمْوَالِ بَنِي النَّضِيْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود بن غیلان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ کو جو زمین کا ایک قطعہ دیا تھا' میں اس میں سے (کھجور کی) گٹھلیاں اپنے سر پر رکھ کر لایا کرتی تھی' وہ جگہ میرے گھر سے دو تہائی فرسخ پر تھی' اور ابوضمرۃ نے کہا از ہشام از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بنو نضیر کے اموالِ فئے سے ایک زمین کا قطعہ دیا تھا۔

[طرف الحدیث: ۵۲۲۴] (صحیح مسلم: ۲۱۸۲' الرقم المسلسل: ۵۵۸۵' سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۹۳' طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۵۱۔ ۲۵۰' سنن کبریٰ: ۹۱۷۰' صحیح ابن حبان: ۴۵۰۰' مسند احمد ج ۶ ص ۳۴۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۶۹۳۷۔ ج ۴۴ ص ۵۰۳۔ ۵۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس باب کے عنوان میں مؤلفۃ القلوب اور غیر مؤلفۃ القلوب کو عطاء کرنے کا ذکر تھا' اس سے پہلی احادیث میں مؤلفۃ القلوب کو عطاء کرنے کا ذکر تھا اور اس باب میں غیر مؤلفۃ القلوب کو عطاء کرنے کا ذکر ہے۔

باب مذکور کی وضاحت میں صحیح مسلم کی حدیث

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے نکاح کیا' اس وقت ان کے پاس ان کی زمین میں کوئی مال تھا' نہ غلام تھا نہ کوئی اور چیز تھی' صرف ایک گھوڑا تھا' میں اس گھوڑے کو چارا ڈالتی تھی اور حضرت الزبیر کی طرف سے میں اس کی خبر گیری اور نگہداشت کرتی تھی' اور ان کے اونٹ کے لیے کھجور کی گٹھلیوں کو کوٹتی تھی' ان کو چارا ڈالتی تھی اور پانی پلاتی تھی' ڈول سے پانی نکالتی تھی اور آٹا گوندھتی تھی' میں اچھی طرح روٹی نہیں پکا سکتی تھی' میرے پڑوس میں جو انصار کی عورتیں تھیں وہ مجھے روٹیاں پکا دیتی تھیں' وہ بہت مخلص عورتیں تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت الزبیر کو جو زمین عطاء فرمائی تھی' میں اس میں سے کھجور کی گٹھلیاں اٹھا کر لاتی تھی' یہ زمین دو تہائی فرسخ دور تھی' ایک دن میں سر پر کھجور کی گٹھلیاں اُٹھا کر لا رہی تھی کہ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی' آپ کے ساتھ آپ کے چند اصحاب بھی تھے' آپ نے مجھے بلایا' پھر اپنے اونٹ کو (بٹھانے کے لیے) اِخ اِخ فرمایا تاکہ آپ مجھے اپنے پیچھے بٹھالیں' حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ مجھے حیاء آئی اور مجھے تمہاری (حضرت زبیر کی) غیرت یاد آئی' آپ نے فرمایا: کیا تمہارا گٹھلیوں کو اپنے سر پر اٹھانا میرے ساتھ سوار ہونے سے زیادہ سخت نہیں ہے۔ حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت ابوبکر نے ایک خادمہ بھیجی' پھر میرے بجائے وہ گھوڑے کا کام کاج کرنے لگی' گویا کہ اس خادمہ نے مجھے آزاد کر دیا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۸۲' الرقم المسلسل: ۵۵۸۵)

بیوی پر گھر کے کام کرنے کا شرعی حکم

حضرت اسماء کا اپنے خاوند کے لیے کھانا پکانا اور گھر کے دیگر کام کاج کرنا ان اُمورِ معروفہ میں سے ہے جن کو بہ طور مروت کرنے پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے' عورت خاوند کے لیے روٹی پکاتی ہے' کپڑے دھوتی ہے اور دیگر معاملات میں اس کی خدمت کرتی ہے اور یہ تمام کام عورت کی طرف سے تبرع اور احسان ہیں اور حسنِ معاشرت اور نیک کام ہیں' بیوی پر ان میں سے کوئی چیز واجب نہیں ہے' بلکہ بیوی اگر ان کاموں میں سے کوئی کام نہ کرے تو وہ گناہ گار نہیں ہوگی اور خاوند پر لازم ہوگا کہ وہ بیوی کے لیے پکے پکائے کھانے اور دھلے دھلائے کپڑے مہیا کرے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. (البقرہ: ۲۳۳) اور جس کا بچہ ہے (ان دودھ پلانے والی ماؤں) کا کھانا اور ان کا لباس عرف کے مطابق اس کے ذمہ ہے۔

تاہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور صحابہ کرام اور اہل بیت کی ازواج اور بعد کے تابعین کی ازواج گھر کے کام کاج اور خاوند کی خدمت شروع سے کرتی چلی آئی ہیں' اس لیے یہ حکم تعامل مسلمین سے ثابت ہے۔

۳۱۵۲- حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ قَالَ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَجْلَى الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ اَرْضِ الْحِجَازِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلٰى اَهْلِ خَيْبَرَ اَرَادَ اَنْ يُّخْرِجَ الْيَهُوْدَ مِنْهَا وَكَانَتِ الْاَرْضُ لَمَّا ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلْيَهُوْدِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن المقدام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے الفضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہود اور نصاریٰ کو سرزمین حجاز سے نکال دیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اہل خیبر پر غالب ہوئے تھے تو آپ نے یہود کو اس سرزمین سے نکالنے کا ارادہ فرمایا تھا اور جب آپ

فَسَالَ الْيَهُودُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّتْرُكَهُمْ عَلٰى اَنْ يَّكْفُوا الْعَمَلَ وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُقِرُّكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ مَاشِئْنَا فَاُقِرُّوْا حَتّٰى اَجْلَاهُمْ عُمَرُ فِيْ اِمَارَتِهٖ اِلٰى تَيْمَاءَ وَاَرِيْحَا.

نے اس زمین پر قبضہ کیا تھا تو وہ زمین یہود کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانوں کی تھی' پھر یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ آپ ان کو اس زمین پر چھوڑ دیں اور آپ کی جگہ وہ اس زمین پر کام کریں گے اور ان کو نصف پھل ملیں گے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم جب تک چاہیں گے تم کو اس سرزمین پر برقرار رکھیں گے' پھر ان کو اس زمین پر برقرار رکھا گیا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے دورِ خلافت میں تیماء اور اریحاء کی طرف جلاوطن کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں گزر چکی ہے۔

اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ اس باب کا عنوان ہے: مؤلفۃ القلوب اور غیر مؤلفۃ القلوب کو عطاء کرنا' اور اس حدیث میں عطاء کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہود کو مزارعت پر زمین دینے کا ذکر ہے۔

تیماء اور اریحاء کا جغرافیائی محلِ وقوع

اس حدیث میں تیماء کا ذکر ہے۔ ابن قرقول نے کہا ہے کہ یہ جگہ بہت بڑی بستی ہے اور طے کے شہروں میں ساحل سمندر پر واقع ہے' شام کی طرف جانے والے اس بستی سے گزر کر جاتے ہیں۔

اَریحاء ملک شام کی ایک بستی ہے' یہ حضرت نوح علیہ السلام کے ایک بیٹے کے نام کے ساتھ موسوم ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۰ - بَابُ مَا يُصِيْبُ مِنَ الطَّعَامِ فِيْ اَرْضِ الْحَرْبِ

دارالحرب میں کھانے کی چیزوں کے ملنے کا شرعی حکم

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ اگر دارالحرب میں مجاہدین کو کھانے کی چیزیں مل جائیں تو ان کا شرعی حکم کیا ہے' آیا ان سے خمس نکالا جائے گا یا مجاہدین کے لیے ان کا کھانا مباح ہے' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' جمہور کے نزدیک مجاہدین جب تک دارالحرب میں رہیں' ان کے لیے سربراہ ملک کی اجازت کے بغیر اپنی ضرورت کے مطابق وہاں سے کھانا پینا جائز ہے اور مال کی تقسیم سے پہلے گائے اور بکری کا ذبح کرنا بھی جائز ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ حالت جنگ میں ان کے جانوروں پر سواری کرنا' ان کے کپڑوں کو اور ان کے ہتھیاروں کو استعمال کرنا بھی جائز ہے اور جنگ کے بعد ان کی چیزیں واپس کر دیں اور الزہری نے کہا ہے کہ کھانا ہو یا اور کوئی چیز' امیر لشکر کی اجازت کے بغیر اس کو لینا جائز نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۳)

۳۱۵۳ - حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مُحَاصِرِيْنَ قَصْرَ خَيْبَرَ فَرَمٰى اِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيْهِ شَحْمٌ فَنَزَوْتُ لِاٰخُذَهٗ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ.

[اطراف الحدیث: ۴۲۲۴-۵۵۰۸] (صحیح مسلم: ۱۷۷۲' الرقم

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حمید بن ہلال از حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم خیبر کے قلعہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے کہ کسی شخص نے ایک تھیلی پھینکی جس میں چربی بھری ہوئی تھی' میں اسے اٹھانے کے لیے بڑھا' پھر میں نے مڑ کر دیکھا تو وہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے' پس مجھے

المسلسل: ۴۴۹۶' سنن ابوداؤد: ۲۷۰۲' سنن نسائی: ۴۴۰۲) آپ سے حیاء آئی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کس قدر تعظیم اور توقیر کرتے تھے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو چربی یہود نے رکھی ہو' اس کا کھانا جائز ہے' یہ چربی یہود پر حرام تھی' امام مالک اور امام احمد کے نزدیک اس کو کھانے کے متعلق دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۴)

۳۱۵۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا نُصِيبُ فِي مَغَازِينَا الْعَسَلَ وَالْعِنَبَ فَنَاكُلُهُ وَلَا نَرْفَعُهُ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے غزوات میں شہد اور انگور ملتے تھے ہم اس کو (اسی وقت) کھا لیتے تھے لیتے تھے اور اُٹھا کر نہیں رکھتے تھے۔

اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ ہمیں غزوات میں شہد اور گھی مل جاتا تھا اور ہم اس کو وہیں کھا لیتے تھے اور جریر کی روایت میں ہے کہ جنگ یرموک کے ایام میں ہمیں طعام اور بکریاں ملیں' اور ہم ان کو ذخیرہ کرنے کے لیے نہیں اُٹھاتے تھے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ ہم ان کو تقسیم کرنے والے کے پاس نہیں لے جاتے تھے یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اجازت طلب کرنے کے لیے نہیں لے جاتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۱۵۵- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُولُ أَصَابَتْنَا مَجَاعَةٌ لَّيَالِيَ خَيْبَرَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ وَقَعْنَا فِي الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ فَانْتَحَرْنَاهَا فَلَمَّا غَلَتِ الْقُدُورُ نَادٰى مُنَادِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْفِئُوا الْقُدُورَ وَلَا تَطْعَمُوا مِنْ لُّحُومِ الْحُمُرِ شَيْئًا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقُلْنَا إِنَّمَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهَا لَمْ تُخَمَّسْ قَالَ وَقَالَ آخَرُونَ حَرَّمَهَا الْبَتَّةَ وَسَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ فَقَالَ حَرَّمَهَا الْبَتَّةَ.

[اطراف الحدیث: ۴۲۲۰-۴۲۲۲-۴۲۲۴-۵۵۲۶] (صحیح مسلم: ۱۹۳۷' الرقم المسلسل: ۴۹۰۳' سنن نسائی: ۴۳۳۴' سنن ابن ماجہ: ۳۱۹۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خیبر کی راتوں میں ہمیں سخت بھوک لگی' پھر جب خیبر کی فتح کا دن آیا' تو ہم کو پالتو گدھے ملے' سو ہم نے ان کو ذبح کر دیا' پس جب پتیلیوں میں ان کا سالن جوش مارنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے یہ اعلان کیا: اپنی پتیلیاں اُلٹا دو اور (پالتو) گدھوں کے گوشت میں سے بالکل نہ کھاؤ۔ حضرت عبداللہ نے بیان کیا: ہم نے دل میں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گدھوں کا گوشت کھانے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ ان گدھوں میں سے خمس کو نہیں نکالا گیا' یہ انہوں نے بیان کیا اور دوسروں نے کہا کہ آپ نے گدھوں کے گوشت کو قطعی طور پر حرام کر دیا تھا' اور میں نے سعید بن جبیر سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: آپ نے گدھوں کو قطعی طور پر حرام فرما دیا تھا۔

پالتو گدھوں کی تحریم کی علت میں فقہاء صحابہ کا اختلاف اور ان کی تحریم کے ثبوت میں احادیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ گدھے کی تحریم کے متعلق صحابہ نے آپس میں گفتگو کی۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ صحابہ کا اس میں اختلاف تھا کہ گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دینے کی علت کیا ہے' آیا ان کا گوشت اپنی ذات میں حرام ہے یا کسی عارض کی وجہ سے ان کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے' پس حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اس وجہ سے پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا کہ ان میں سے خمس نہیں نکالا گیا تھا' اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ جب ان سے خمس نکال لیا جائے تو پھر ان کا گوشت کھالیا جائے گا' بعض علماء نے کہا ہے کہ ان کا گوشت کھانے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ گدھے گندگی کھاتے ہیں۔ مسند دارمی میں سعید بن جبیر کا اسی طرح قول مروی ہے اور عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ نے کہا ہے کہ گدھوں کا گوشت کھانے سے اس لیے منع فرمایا ہے تا کہ وہ سواری کے لیے اور بوجھ لادنے کے لیے باقی رہیں اور لوگ ذبح کر کے کھا کر ان کی نسل کو ختم نہ کر دیں۔

پالتو گدھوں کا گوشت کھانے کے جواز میں درج ذیل حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے:

حضرت غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم کو قحط آن پہنچا' پس میرے مال میں سے کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے میں اپنے گھر والوں کو کھلا سکتا' سوائے گدھوں کے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرما چکے تھے' پھر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! ہم فاقے کر رہے ہیں اور میرے پاس اپنے گھر والوں کو کھلانے کے لیے فربہ گدھوں کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے اور بے شک آپ پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دے چکے ہیں! آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کو فربہ گدھوں کے گوشت سے کھلاؤ' میں نے ان کو اس لیے حرام قرار دیا تھا کہ وہ بستی کی گندگی کو کھاتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد: ٣٨٠٨)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ احادیثِ صحیحہ اس روایت کو مسترد کرتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ١٠٦)

میں کہتا ہوں کہ پالتو گدھوں کی تحریم پر حسبِ ذیل احادیث صحیحہ ہیں:

حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرما دیا۔

(صحیح البخاری: ٥٥٢٧' صحیح مسلم: ١٩٣٦' سنن ابن ماجہ: ٣٢٣٤)

عدی بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت البراء اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہم سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ ہمیں (خیبر کے دن) گدھے ملے' ہم نے ان کو پکا لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ پتیلیوں کو اُلٹا دو۔

(صحیح البخاری: ٤٢٢١' صحیح مسلم: ١٩٣٨)

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ خیبر کی طرف گئے' پھر اللہ نے مسلمانوں کے لیے خیبر کو فتح کر دیا' پھر جس دن خیبر فتح ہوا تھا اس دن شام کو مسلمانوں نے آگ جلائی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: یہ کیسی آگ جل رہی ہے اور تم کس چیز پر آگ جلا رہے ہو' مسلمانوں نے کہا: گوشت پر' آپ نے پوچھا: کون سے گوشت پر؟ لوگوں نے بتایا: پالتو گدھوں کے گوشت پر' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا: پتیلیوں کو اُلٹ دو اور ان کو توڑ دو' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! یا ہم گوشت پھینک دیں اور پتیلیوں کو دھولیں؟ آپ نے فرمایا: یا اس طرح کر لو۔ (صحیح مسلم: ١٩٣٩' الرقم المسلسل: ٤٩١١)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے پتا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالتو گدھوں کو کھانے سے اس لیے منع فرمایا کہ ان پر لوگوں کا سامان لادا جاتا ہے' تو آپ نے ناپسند فرمایا کہ لوگوں کے سامان لادنے کی سواری نہ رہے' یا آپ نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرما دیا تھا۔ (صحیح البخاری: ٤٢٢٧' صحیح مسلم: ١٩٣٩' الرقم المسلسل: ٤٩١٠)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے اور پالتو

گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرما دیا۔ (صحیح البخاری: ۵۱۱۵، صحیح مسلم: ۱۴۰۷، سنن ترمذی: ۱۷۹۴۔۱۱۲۱ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۱۱، مسند الحمیدی: ۳۷، سنن سعید ابن منصور: ۸۴۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۹۲۔ ج ۸ ص ۲۶۱، سنن دارمی: ۲۱۹۷، مسند ابویعلیٰ: ۵۷۶، سنن بیہقی ج اص ۲۰۱۔ ۲۰۲، مسند احمد ج ا ص ۷۹ طبع قدیم، مسند احمد: ۵۹۲۔ ج ۲ ص ۳۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس سے پہلے ان احادیث کے خلاف امام ابوداؤد کی حضرت غالب بن ابجر سے یہ روایت ذکر کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے گھر والوں کو فربہ گدھوں کے گوشت سے کھلاؤ، میں نے ان کو اس لیے حرام قرار دیا تھا کہ وہ بستی کی گندگی کو کھاتے ہیں۔ اس حدیث کے متعلق علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

عامۃ العلماء کے نزدیک پالتو گدھوں کا گوشت حرام ہے، صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کی رخصت منقول ہے اور شاید تحریم کی حدیث ان کو نہیں پہنچی اور رہی ابن ابجر کی حدیث تو اس کی اسناد میں اختلاف ہے۔

(معالم السنن جز ۴ ص ۲۳۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ عبدالحق نے لکھا ہے: یہ حدیث متصل الاسناد نہیں ہے، اور علامہ سہیلی نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور ممانعت کی احادیث کی سند صحیح ہے، اس لیے یہ حدیث ان سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

کتاب الخمس کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین، آج ۱۸ ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ/ ۱۷ دسمبر ۲۰۰۸ء بروز بدھ کتاب الخمس مکمل ہو گئی۔ اے بارِ الٰہ! جس طرح صحیح البخاری کی اس کتاب کو مکمل فرما دیا ہے، صحیح البخاری کی باقی کتب کی بھی تکمیل کرا دیں اور اپنے اس عاجز بندہ کی اور جملہ قارئین کی مغفرت فرما دیں۔ (آمین یا رب العلمین!)

۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۵۸- كِتَابُ الْجِزْيَةِ وَالْمُوَادَعَةِ

جزیہ اور اہل الذمہ اور اہل حَرب کے ساتھ موادعۃ کا بیان

۱ - بَابُ الْجِزْيَةِ وَالْمُوَادَعَةِ مَعَ اَهْلِ الذِّمَّةِ وَالْحَرْبِ

جزیہ اور اہل الذمۃ اور اہل حرب کے ساتھ موادعۃ

اس کتاب میں جزیہ وغیرہ کے احکام کا بیان ہے' جزیہ کا لفظ جزاء سے ماخوذ ہے' یہ وہ مال ہے جو اہل کتاب سے دارالاسلام میں رہائش کے عوض لیا جاتا ہے۔ دوسری تعریف یہ ہے کہ یہ وہ مال ہے جو اہل کتاب کو قتل کرنے کے بدلہ میں ان سے لیا جاتا ہے' یعنی جو شخص اسلام قبول نہ کرے اس کو قتل کرنے کا حکم ہے' لیکن ان سے مالی فدیہ لے کر ان کو قتل نہیں کیا جاتا۔ اس عنوان میں ''موادعۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: متارکت' یعنی کسی مصلحت کی وجہ سے مدتِ معینہ تک اہل حرب کو چھوڑ دینا' ایک قول یہ ہے کہ جزیہ کا تعلق اہل الذمۃ کے ساتھ ہے اور موادعۃ کا تعلق اہل حرب کے ساتھ ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَO﴾ (التوبہ:۲۹)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روزِ آخرت پر اور نہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حرام کیے ہوئے کو حرام قرار دیتے ہیں اور نہ وہ دین حق کو قبول کرتے ہیں' یہ وہ لوگ ہیں جن کو کتاب دی گئی (تم ان سے قتال کرتے رہو) حتیٰ کہ وہ ذلت کے ساتھ ہاتھ سے جزیہ دیںO (التوبہ: ۲۹)

يَعْنِيْ اَذِلَّاءُ وَمَا جَاءَ فِيْ اَخْذِ الْجِزْيَةِ مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوْسِ وَالْعَجَمِ .

یعنی ذلیل لوگوں کے متعلق اور یہود' نصاریٰ' مجوس اور عجمیوں سے جزیہ لینے کے متعلق جو احادیث وارد ہیں۔

جزیہ کے مشروع ہونے کی تاریخ اور فقہاء اسلام کے نزدیک جن لوگوں پر جزیہ مقرر ہوتا ہے

مشرکین کے احکام بیان کرنے کے بعد یہ پہلی آیت ہے' جس میں اہل کتاب کے ساتھ قتال کرنے کا حکم دیا ہے' اس وقت لوگ فوج درفوج دین اسلام میں داخل ہو رہے تھے اور جزیرۂ عرب میں اسلام پھیل چکا تھا' اور اللہ اور اس کے رسول نے یہود اور نصاریٰ کے ساتھ قتال کرنے کا حکم دیا تھا' اور یہ نو ہجری کا واقعہ ہے' اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے روم (شام) کے ساتھ قتال کرنے کی

تیاری کی اور مسلمانوں کو ان سے قتال کرنے کی دعوت دی' اور مدینہ کے گرد رہنے والے قبائل کو بھی طلب کیا' وہ بھی آپ کے ساتھ قتال کے لیے تیار ہو گئے اور تقریباً تیس ہزار لڑنے والے مہیا ہو گئے' مدینہ اور اس کے گرد و نواح میں رہنے والے بعض لوگ جو منافق تھے' وہ اس لڑائی سے پیچھے رہے' یہ قحط کا سال تھا اور سخت گرمی کا موسم تھا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رومیوں سے قتال کرنے کے لیے ملک شام روانہ ہونے کا قصد کر رہے تھے' پس آپ تبوک کے مقام پر پہنچے اور وہاں ایک چشمہ پر تقریباً بیس دن قیام فرمایا' پھر آپ نے واپس لوٹنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا' پھر لوگوں کے ضعف اور موسم کی سختی کی وجہ سے آپ واپس آ گئے۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَايُحَرِّمُوْنَ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ○ (التوبہ:۲۹)

ان لوگوں سے قتال کرو جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ روزِ آخرت پر اور نہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حرام کیے ہوئے کو حرام قرار دیتے ہیں اور نہ وہ دین حق کو قبول کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کو کتاب دی گئی (تم ان سے قتال کرتے رہو) یہاں تک وہ کو ذلت کے ساتھ ہاتھ سے جزیہ دیں○

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حتیٰ کہ وہ ذلت کے ساتھ ہاتھ سے جزیہ دیں' یعنی اگر وہ اسلام کو قبول نہ کریں تو پھر وہ مقہور اور مغلوب ہو کر اور ذلیل اور حقیر ہو کر جزیہ ادا کریں' اسی وجہ سے اہل کتاب کو عزت دینا جائز نہیں ہے اور نہ ان کو مسلمانوں سے بلند حیثیت دینا جائز ہے' بلکہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ذلیل اور کم حیثیت قرار دیئے جائیں۔

اَذِلَّاءُ: یہ امام بخاری نے "وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ" (التوبۃ:۲۹) کی تفسیر کی ہے اور ابو عبید نے ذکر کیا ہے کہ "صاغر" کا معنی ذلیل اور حقیر ہے۔

امام بخاری نے جو ذکر کیا ہے' یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے' کیونکہ ان کے نزدیک تمام عجمیوں سے جزیہ لیا جائے گا' خواہ وہ اہل کتاب سے ہوں یا مشرکین سے ہوں' اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک صرف اہل کتاب سے جزیہ لیا جائے گا' اور امام مالک کے نزدیک تمام کفار پر جزیہ مقرر کرنا جائز ہے' خواہ وہ اہل کتاب ہوں' مجوسی ہوں یا بت پرست ہوں ماسوا مرتدین کے۔ امام اوزاعی اور فقہاء شام کا بھی یہی قول ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ قُلْتُ لِمُجَاهِدٍ مَاشَاْنُ اَهْلِ الشَّاْمِ عَلَيْهِمْ اَرْبَعَةُ دَنَانِيْرَ وَاَهْلُ الْيَمَنِ عَلَيْهِمْ دِيْنَارٌ قَالَ جَعَلَ ذٰلِكَ مِنْ قِبَلِ الْيَسَارِ.

اور ابن عیینہ نے کہا از ابن ابی نجیح: میں نے مجاہد سے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے کہ اہل شام پر (جزیہ) چار دینار ہیں اور اہل یمن پر جزیہ ایک دینار ہے؟ مجاہد نے کہا: یہ آسانی اور خوش حالی کی وجہ سے ہے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' مصنف عبد الرزاق: ۱۰۱۲۸ میں مذکور ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ جزیہ کی مقدار میں اختلاف جائز ہے اور اس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۰۸۔۱۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۱۵۶ - **حَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرًا قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَّعَمْرِو بْنِ اَوْسٍ فَحَدَّثَهُمَا بَجَالَةُ سَنَةَ سَبْعِيْنَ عَامَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عمرو سے سنا' انہوں نے کہا: میں جابر بن

حَجَّ مُصْعَبُ بْنُ الزُّبَيْرِ بِاَهْلِ الْبَصْرَةِ عِنْدَ دَرَجِ زَمْزَمَ قَالَ كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْاَحْنَفِ فَاَتَانَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ فَرِّقُوْا بَيْنَ كُلِّ ذِيْ مَحْرَمٍ مِّنَ الْمَجُوْسِ وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ اَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوْسِ.

زید اور عمرو بن اوس کے پاس بیٹھا ہوا تھا' پس ان دونوں کو بن ستر میں جس سال مصعب بن زبیر نے اہل بصرہ کے ساتھ حج کیا تھا' بجالہ نے زمزم کی سیڑھی کے پاس یہ بیان کیا تھا کہ میں احنف بن قیس کے چچا جزء بن معاویہ کا کاتب تھا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی وفات سے ایک سال پہلے ہمارے پاس ان کا ایک خط آیا' اس میں یہ حکم تھا کہ جس مجوسی نے اپنے کسی محرم سے نکاح کیا ہو' ان میں علیحدگی کر دو' اور حضرت عمر مجوسی سے جزیہ نہیں لیتے تھے۔

۳۱۵۷- حَتّٰى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَهَا مِنْ مَّجُوْسِ هَجَرَ. وَفِي الْحَدِيْثِ قُبُوْلُ خَبَرِ الْوَاحِدِ.

(سنن ابوداؤد: ۳۰۴۳' سنن ترمذی: ۱۵۸۷-۱۵۸۶)

حتیٰ کہ جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے یہ شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ھَجَر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا تو پھر حضرت عمر بھی ان سے جزیہ لینے لگے۔ اور اس حدیث میں خبر واحد کو قبول کرنے کا ثبوت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ المعروف بابن المدینی (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) جابر بن زید ابوالشعثاء البصری (۵) عمرو بن اوس المکی (۶) بجالۃ بن عبدۃ' یہ کبار تابعین میں سے ہیں اور اہل بصرہ میں سے ہیں (۷) مصعب بن زبیر بن العوام ابوعبداللہ' یہ تابعین اہل مدینہ سے ہیں اور ان کا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا۔ انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے حکایت کی ہے اور اپنے والد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' اور حضرت سعد اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کی ہے' یہ بہت حسین وجمیل اور بہت بہادر تھے' یہ پانچ سال عراق کے گورنر رہے' انہیں ایک ارب درہم ملے اور وہ سب انہوں نے لوگوں میں تقسیم کر دیئے' دریائے دجلہ کے کنارے ان کو شہید کر دیا گیا تھا' یہ پندرہ جمادی الثانی ۷۲ھ کا واقعہ ہے' اس وقت ان کی عمر ۳۵ سال تھی۔ مصعب بن الزبیر کی قبر دریائے دجلہ کے کنارے معروف ہے' یہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے بھائی تھے۔

حضرت عبداللہ بن الزبیر سرزمین حجاز میں خلیفہ تھے' اور مصعب بن الزبیر ان کی طرف سے بصرہ اور کوفہ کے گورنر تھے' اسی سال میں عبدالملک بن مروان شام سے بہت بڑا لشکر لے کر ان پر حملہ آور ہوا' عبدالملک کے لشکر میں پچاس ہزار افراد تھے اور مصعب کے لشکر میں تیس ہزار افراد تھے' مصعب کے لشکر میں کچھ غدار بھی تھے' جن کی وجہ سے مصعب کو شکست ہوئی اور دونوں طرف سے بہت مسلمان شہید ہوئے' مصعب کو زائدہ بن قدامہ نے شہید کیا تھا' ایک قول یہ ہے کہ ان کو یزید بن الھمار القابسی نے شہید کیا تھا' عبیداللہ بن ظبیان ان کا سر کاٹ کر عبدالملک کے پاس لے گیا تھا' عبدالملک نے اس کو ایک ہزار دینار انعام میں دیئے تھے (۸) جزء بن معاویہ بن حُصین' یہ اھواز میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گورنر تھے' حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ ان کا صحابہ میں شمار کیا جاتا تھا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۳۳' دار المعرفہ' بیروت) علامہ عینی نے کہا ہے کہ یہ حافظ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ جُزء بن معاویہ جو احنف بن قیس کے چچا ہیں' ان کا صحابی ہونا صحیح نہیں ہے۔ (الاستیعاب ج ۱ ص ۳۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ) (۹) الاحنف بن قیس' ان کا نام الضحاک بن قیس ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام صخر بن قیس بن معاویہ ہے' حافظ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا' مگر آپ کی زیارت نہیں کی اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اسلام لے آئے تھے اور یہ نہایت اجلہ حکماء میں سے تھے' ان کا شمار بصرہ کے

کبار تابعین میں کیا جاتا ہے اور یہ کوفہ میں مصعب بن الزبیر کی امارت میں ۶۷ھ میں فوت ہو گئے تھے اور مصعب بن الزبیر ان کے جنازہ میں شریک ہوئے تھے' علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ یہ مخضرمین میں سے تھے (۱۰) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (۱۱) حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ' یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو جنت کی خوش خبری دی گئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۱۰-۱۰۹)

اس حدیث کی عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں مجوس کا ذکر ہے۔

جن کفار اور مشرکین سے جزیہ لینے کا حکم ہے' ان کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ جزیہ کس سے لیا جائے؟ ابن القاسم نے امام مالک سے روایت کیا ہے کہ اہل کتاب سے' مجوس سے' بت پرستوں سے اور تمام مشرکین سے جزیہ لیا جائے گا ماسوا مرتدین اور قریش کے۔

امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سے روایت کیا ہے کہ اہل کتاب سے اور تمام کفارِ عجم سے جزیہ لیا جائے گا اور مشرکین عرب سے اسلام یا تلوار کے سوا اور کوئی چیز قبول نہیں کی جائے گی۔

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جزیہ صرف اہل کتاب سے قبول کیا جائے گا' خواہ وہ عرب ہوں یا عجم ہوں' اور ان کا یہ زعم ہے کہ مجوس اہل کتاب ہیں' اس لیے ان سے جزیہ لیا جائے گا' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

امام طحاوی نے کہا ہے کہ عمرو بن عوف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بحرین کی طرف بھیجا کہ وہ بحرین سے جزیہ لے کر آئیں اور اہل بحرین فارسی مجوسی تھے' اور وہ عرب نہیں تھے' اس لیے ان سے جزیہ قبول فرمالیا اور آپ نے ان کو ان کی مجوسیت پر برقرار رکھا۔ امام شافعی نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے' اس کو حرام نہیں قرار دیتے اور دین حق کو قبول نہیں کرتے' یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو کتاب دی گئی ہے' ان سے قتال کرو حتیٰ کہ وہ اپنے ہاتھ سے اس حال میں جزیہ دیں کہ وہ ذلیل ہوں O (التوبہ:۲۹)

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جو لوگ اہل کتاب میں سے ہیں وہ اہل جزیہ سے نہیں ہو سکتے کیونکہ دوسروں کے متعلق حدیث میں یہ حکم ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس وقت تک لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں' پس جب وہ یہ کام کر لیں گے تو وہ مجھ سے اپنی جانوں کو اور اپنے مالوں کو محفوظ کر لیں گے' ماسوا اس کے جو اسلام کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔

(صحیح البخاری:۲۵' صحیح مسلم:۲۲-۲۱' سنن ابوداؤد:۲۶۴۰' سنن ترمذی:۲۶۱۵' سنن نسائی:۳۹۸۳' سنن ابن ماجہ:۳۹۲۷' مسند احمد ج ۳ ص ۳۹۴)

اور اہل کتاب کو اس حکم کے تحت داخل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس کلمہ کا اقرار کر لیا' اس کی جان اور اس کا مال محفوظ ہو گا۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن بطال نے امام شافعی کی طرف سے جو یہ دلیل قائم کی ہے' وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں صرف توحید کے اقرار کا ذکر نہیں بلکہ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے اقرار کا بھی ذکر ہے اور اہل کتاب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا

اقرار نہیں کرتے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن بطال لکھتے ہیں کہ امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے هَجَر (بحرین) سے مجوس سے جزیہ لیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۱۵۷) اور ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے:

امام مالک اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مجوس کا ذکر کیا' پس فرمایا: میں نہیں جانتا کہ میں ان کے معاملہ میں کیا کروں؟ تب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان کے ساتھ اہل کتاب کا معاملہ کرو۔

(موطأ امام مالک: ۴۲۔ ج ۱ ص ۱۸۰۔ کتاب الصدقۃ' باب جزیۃ اھل الکتاب والمجوس' المکتبۃ التوفیقیہ)

نیز علامہ ابن بطال لکھتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکر بھیجتے تو اس کے امیر کو یہ ہدایت دیتے کہ جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو' اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو فبہا ورنہ ان سے کہو کہ وہ جزیہ ادا کر دیں۔ اگر وہ جزیہ ادا کرنے کو مان لیں تو فبہا ورنہ پھر ان سے قتال کرو' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تصریح نہیں کی کہ فلاں مشرک کو جزیہ کی پیش کش کرنا اور فلاں مشرک کو جزیہ کی پیش کش نہ کرنا' بلکہ آپ نے تمام مشرکین کے لیے بالعموم یہ حکم دیا ہے کیونکہ کفر میں یہ تمام شریک ہیں' نیز جب تمام مشرکین کو غلام بنانا جائز ہے تو ان تمام سے جزیہ لینا بھی جائز ہے۔ البتہ مرتدین کو غلام بنانا جائز نہیں ہے' اس لیے ان سے جزیہ لینا بھی جائز نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ مشرکین سے قتال کرنے سے پہلے انہیں اسلام اور جزیہ کی دعوت دینی چاہیے' اس کے متعلق درج ذیل حدیث میں ذکر ہے:

حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شخص کو لشکر کا امیر بنا کر روانہ کرتے تو اس کو وصیت فرماتے کہ وہ اللہ سے ڈرتا رہے اور جو اس کے ساتھ مسلمان ہیں' ان کے ساتھ نیک سلوک کرے' پھر تم اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں کفار کے خلاف جہاد کرنا' تم جہاد کرو اور جوش میں نہ آؤ' عہد شکنی نہ کرو' کسی کو مُثلہ نہ کرو (اعضاء نہ کاٹو) اور کسی بچہ کو قتل نہ کرو' اور جب تمہارا مشرکین سے مقابلہ ہو' تو ان کو تین خصلتوں کی دعوت دینا' پس وہ ان میں سے جس خصلت کو بھی مان لیں تو اس کو ان سے قبول کر لینا' اور ان کے خلاف قتال کرنے سے رک جانا' پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو' اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان کا اسلام قبول کر لینا' اور ان کے خلاف قتال کرنے سے رُک جانا' پھر ان سے کہنا کہ وہ اپنا ملک چھوڑ کر مہاجرین کے ملک میں آ جائیں اور ان کو یہ خبر دینا کہ اگر انہوں نے اس کو قبول کر لیا تو ان کے وہ حقوق ہوں گے جو مہاجرین کے حقوق ہیں اور ان کے وہ فرائض ہوں گے جو مہاجرین کے فرائض ہیں' اور اگر وہ دار مہاجرین میں جانے سے انکار کریں تو ان کو بتانا کہ وہ دیہاتی مسلمانوں کی طرح ہوں گے' اور ان پر اللہ کے وہ احکام جاری ہوں گے جو مسلمانوں پر جاری ہیں' اور ان کو مال غنیمت اور مال فئے سے کوئی حصہ نہیں ملے گا' سوا اس کے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد کریں اور اگر وہ اس پیش کش کا انکار کریں تو ان سے جزیہ کا سوال کرنا' پس اگر وہ جزیہ ادا کرنے کو مان لیں تو تم اس کو ان سے قبول کر لینا اور ان کے خلاف قتال کرنے سے رُک جانا اور اگر وہ جزیہ دینے سے انکار کریں تو پھر تم اللہ سے مدد طلب کر کے ان کے خلاف قتال کرنا۔ (الحدیث)

(صحیح مسلم: ۱۷۳۱' سنن ابوداؤد: ۲۶۱۳۔ ۲۶۱۲' سنن ترمذی: ۱۶۱۷' سنن ابن ماجہ: ۲۸۵۸)

نیز جب تمام مشرکین کو غلام بنانا جائز ہے تو تمام سے جزیہ لینا بھی جائز ہوگا' اس کے برعکس مرتدین کو غلام بنانا جائز نہیں ہے تو ان سے جزیہ لینا بھی جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن بطال کا امام شافعی کے اس قول کا رد کرنا کہ غیر اہل کتاب سے جزیہ لینا جائز نہیں ہے۔۔۔۔۔

اور امام ابوحنیفہ پر یہ اعتراض کہ مجوس سے جزیہ لینے میں غیر عرب کی قید لگانا بلا دلیل ہے

امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں۔ (التوبہ:۲۹) اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اہل کتاب کے غیر سے جزیہ لینا جائز نہیں ہے' امام شافعی کا یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کے غیر سے جزیہ لینے سے منع نہیں فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی آیت کے بیان میں کوئی اضافہ فرمادیں اور اس چیز کو فرض فرمادیں جو کتاب میں مذکور نہیں ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے امہات کے ساتھ نکاح کو حرام کیا اور ان کے ساتھ دیگر رشتے دار عورتوں کے ساتھ بھی نکاح کو حرام کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر یہ اضافہ فرمایا کہ کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ جب پھوپھی اس کے نکاح میں ہو تو وہ اس کے اوپر اس کی بھتیجی کے ساتھ نکاح کرے اور خالہ اس کے نکاح میں ہو تو وہ اس کے اوپر اس کی بھانجی کے ساتھ نکاح کرے' حالانکہ یہ تحریم اور ممانعت کتاب اللہ میں نہیں ہے۔

پس اسی طرح تمام مجوسیوں سے جزیہ لینا سنتِ ثابتہ کی بناء پر جائز ہے اور اس سے امام ابوحنیفہ کے اس قول کا رد ہو جاتا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ عرب کے مجوسیوں سے جزیہ لینا جائز نہیں ہے اور ان کے علاوہ باقی مجوسیوں سے جزیہ لینا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلقاً فرمایا ہے کہ مجوسیوں سے جزیہ لینا جائز ہے' کیونکہ آپ کا ارشاد ہے: مجوسیوں کے ساتھ اہلِ کتاب کا معاملہ کرو اور جو شخص اس میں خصوصیت کا دعویٰ کرے اور یہ کہے کہ عرب کے مجوسیوں سے جزیہ لینا جائز نہیں ہے' تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس خصوصیت پر دلیل پیش کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۲۹)

علامہ ابن بطال کے اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجوسیوں کے ساتھ اہلِ کتاب کا معاملہ کرو' اس ارشاد میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو عموم کا تقاضا کرتا ہو اور اس کا یہ معنی ہو کہ ان کا ہر معاملہ اہلِ کتاب کے معاملہ کی طرح ہوگا۔ ثانیاً: ہم کہتے ہیں کہ اہلِ کتاب کی عورت سے مسلمان کا نکاح کرنا جائز ہے' لیکن اس پر اتفاق ہے کہ مجوسیوں کی عورت سے مسلمان کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے' اس سے معلوم ہوا کہ اس ارشاد میں عموم مراد نہیں ہے۔ ثالثاً: علامہ ابن بطال نے بھی یہ لکھا ہے کہ تمام مشرکین سے جزیہ لینا جائز ہے سوا مرتدین اور قریش کے' تو جس طرح امام مالک نے جزیہ لینے میں مرتدین اور قریش کے ماسوا کی تخصیص کی ہے' تو اسی طرح سے آپ کے اس ارشاد میں مجوسِ عرب کی بھی تخصیص کی جاسکتی ہے' سو جس طرح مشرکین عرب سے جزیہ نہیں قبول کیا جاتا' اسی طرح مجوسِ عرب سے بھی جزیہ نہیں قبول کیا جائے گا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جزیہ قبول کرنے میں مجوسِ عرب کے ماسوا کی جو تخصیص کی ہے' اس پر یہ قرائن ہیں۔

علامہ ابن بطال کا امام ابوحنیفہ پر یہ قوی اعتراض ہے اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی حنفی عالم نے اس کے جواب سے تعرض کیا ہو' یہ اللہ تعالیٰ کا اس ناکارہ پر خصوصی فضل اور انعام ہے کہ اس نے اس اعتراض کے جواب کے لیے اس عاجز کے ذہن کو کھول دیا۔

علامہ ابن القصار کی عبارت نقل کرنے میں علامہ ابن بطال کا تسامح

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ مجوس پہلے اہلِ کتاب تھے' پھر ان سے کتاب اُٹھالی گئی' ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ہمارے لیے ان کا ذبیحہ کھانا بھی جائز ہوتا اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا بھی جائز ہوتا اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے' نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: مجوس کے ساتھ اہلِ کتاب کا معاملہ کرو' آپ کا یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے پاس کوئی کتاب نہیں ہے' ورنہ اگر وہ اہلِ کتاب ہوتے اور کتاب ان سے اٹھالی گئی ہوتی تو ضروری ہوتا کہ وہ ان لوگوں کی طرح ہوتے جن کے پاس کوئی

کتاب نہیں ہے۔ کیونکہ جب کسی چیز کے لیے کوئی چیز ثابت ہو پھر وہ چیز اُٹھالی جائے تو پھر اس کا حکم بھی اٹھالیا جاتا ہے اور یہ ابن القصار کا قول ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۲۹)

میرے نزدیک یہ عبارت واضح نہیں ہے اور علامہ ابن بطال سے ابن القصار کا قول نقل کرنے میں تسامح ہوا ہے غالباً ابن القصار نے اس طرح کہا ہوگا کہ جب کسی چیز کے لیے کوئی وصف ثابت ہو پھر وہ وصف اٹھالیا جائے تو اس کا حکم نہیں اٹھایا جاتا' تب ہی یہ کہا جائے گا کہ اہل کتاب کی عورتوں سے ہمارا نکاح جائز ہے اور ان کا ذبیحہ کھانا ہمارے لیے جائز ہے اور جب ان سے کتاب اُٹھالی گئی تو ان کا یہ حکم نہیں اُٹھایا جائے گا اور ان کی عورتوں سے ہمارا نکاح اور ہمارے لیے ان کا ذبیحہ کھانا جائز ہونا چاہیے' حالانکہ فی الواقع اس طرح نہیں ہے۔

جزیہ کی مقدار کے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب

جزیہ کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک نے کہا ہے کہ جن کے پاس سونا ہو' ان پر جزیہ کی زیادہ سے زیادہ مقدار چار دینار ہے اور جن کے پاس چاندی ہو' ان پر جزیہ کی زیادہ سے زیادہ مقدار چالیس درہم ہے اور کم سے کم جزیہ کی مقدار کی کوئی حد نہیں ہے اور اس مسئلہ میں امام مالک کا ماخذ یہ اثر ہے:

نافع از اسلم روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سونے والوں پر چار دینار جزیہ مقرر کیا اور چاندی والوں پر چالیس درہم جزیہ مقرر کیا اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا کھانا اور تین دن کی ضیافت مقرر کی۔

(موطأ امام مالک: ۴۳۔ ج ۱ ص ۱۸۰۔ کتاب الصدقۃ۔ باب جزیہ اھل الکتاب' المکتبۃ التوفیقیہ)

اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ غنی سے اڑتالیس درہم لیے جائیں گے' اور متوسط سے چوبیس درہم لیے جائیں گے اور فقیر سے بارہ درہم لیے جائیں گے' امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے اور ان کا ماخذ یہ اثر ہے:

حارثہ بن مضرب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن حنیف کو بھیجا' پس اہل سواد پر اڑتالیس اور چوبیس اور بارہ درہم مقرر کیے۔

امام احمد بن حنبل نے کہا کہ سربراہ مسلمین کی صواب دید کے مطابق جزیہ دینے والوں کی حیثیت کے اعتبار سے ان پر جزیہ مقرر کیا جائے گا۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ غنی اور فقیر دونوں پر جزیہ ایک دینار ہے' ان کے اصحاب نے اس پر درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا: ہر بالغ سے ایک دینار وصول کرنا اور ان سے یمن کے کپڑے کا شمار کیا۔ (سنن ترمذی: ۶۲۳' سنن نسائی: ۲۴۵۰' سنن ابوداؤد: ۱۵۷۶)

ثوری نے کہا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے جزیہ کے متعلق مختلف اقوال منقول ہیں' پس مسلمانوں کے سربراہ کے لیے جائز ہے کہ وہ اس میں سے جس قول پر چاہے عمل کرے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۳۰۔ ۳۲۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اہل کتاب کے ساتھ معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دوراندیشی اور دیگر فوائد

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے ایک سال پہلے یہ حکم لکھ کر بھیجا کہ جس مجوسی نے اپنی کسی محرم سے نکاح کیا ہو' ان میں علیحدگی کردو۔

اس کی شرح میں علامہ المہلب مالکی متوفی ۴۳۵ ھ لکھتے ہیں:

رہا حضرت عمر کا یہ قول کہ جس مجوسی نے اپنی کسی محرم سے نکاح کیا ہو ان میں علیحدگی کردو تو اس قول کے دو محمل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے صرف اہل کتاب سے جزیہ لینے کا حکم دیا ہے' اور اہل کتاب محارم سے نکاح نہیں کرتے' پس جب ان میں نبی ﷺ کی اس حدیث پر عمل کیا جائے گا کہ مجوس کے ساتھ اہل کتاب کے طریقہ پر عمل کرو تو اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ ان سے صرف اس صورت میں جزیہ قبول کیا جائے کہ جب وہ نکاح کرنے میں اہل کتاب کے طریقہ پر عمل کریں۔

(۲) دوسرا محمل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طاقت سے مجوس پر غلبہ حاصل کیا' پھر ان کو ان کی زمینوں پر عمل کرنے پر برقرار رکھا' اس شرط کے ساتھ کہ وہ زمینیں مسلمانوں کی ملکیت میں رہیں گی اور وہ بہ طور غلام ان زمینوں پر کام کریں گے' پھر حضرت عمر کی رائے یہ ہوئی کہ ان غلاموں کے نکاح کے معاملات کو بھی اہل کتاب کے طریقہ کے مطابق کیا جائے اور جس طرح اہل کتاب میں محارم کے درمیان نکاح نہیں ہوتا' ان سے بھی اسی طریقہ پر عمل کرایا جائے' کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: مجوس کے ساتھ اہل کتاب کے طریقہ پر عمل کرو۔

اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں صورتوں میں سے کس صورت کا ارادہ فرمایا تھا۔

اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ پہلے حضرت عمر مجوس سے جزیہ نہیں لیتے تھے لیکن جب حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کو رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنایا کہ مجوس کے ساتھ اہل کتاب کے طریقہ پر عمل کرو تو پھر وہ مجوس سے جزیہ لینے لگے' اس سے یہ معلوم ہوا کہ کبھی عالم اور مجتہد سے بھی کوئی علم مخفی رہ جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خبر واحد کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا جائز ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۳۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۱۵۸ - حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ الْاَنْصَارِيَّ وَهُوَ حَلِيفٌ لِبَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ اِلَى الْبَحْرَيْنِ يَاْتِي بِجِزْيَتِهَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ صَالَحَ اَهْلَ الْبَحْرَيْنِ وَاَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ فَقَدِمَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْاَنْصَارُ بِقُدُوْمِ اَبِيْ عُبَيْدَةَ فَوَافَتْ صَلٰوةَ الصُّبْحِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صَلّٰى بِهِمُ الْفَجْرَ انْصَرَفَ فَتَعَرَّضُوْا لَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَاٰهُمْ وَقَالَ اَظُنُّكُمْ قَدْ سَمِعْتُمْ اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ قَدْ جَاءَ بِشَيْءٍ قَالُوْا اَجَلْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاَبْشِرُوْا وَاَمِّلُوْا مَا يَسُرُّكُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروۃ بن الزبیر نے حدیث بیان کی از حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت عمرو بن عوف الانصاری رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور وہ بنو عامر بن لوی کے حلیف تھے اور وہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے' ان کو یہ خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بحرین کی طرف بھیجا کہ وہ وہاں سے جزیہ لے کر آئیں اور رسول اللہ ﷺ نے بحرین والوں سے صلح کر لی تھی اور ان پر العلاء بن الحضرمی کو امیر بنا دیا تھا' پھر حضرت ابوعبیدہ بحرین کا مال لے کر آئے' سو انصار نے حضرت ابوعبیدہ کے آنے کی خبر سنی' پس سب لوگوں نے صبح کی نماز نبی ﷺ کے ساتھ پڑھی' پس جب نبی ﷺ نے ان کو فجر کی نماز پڑھا دی تو آپ لوگوں کی طرف مڑے' لوگ آپ کے سامنے پیش ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے جب انہیں دیکھا تو آپ مسکرائے اور آپ نے فرمایا:

فَوَاللّٰهِ لَاالْفَقْرَ اَخْشٰی عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ اَخْشٰی عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰی مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ.

[اطراف الحدیث:۴۰۱۵۔۶۴۲۵] (صحیح مسلم:۲۹۶۱' الرقم المسلسل: ۷۳۱۹' سنن کبریٰ للنسائی:۸۷۶۷' سنن بیہقی ج۹ ص۱۹۱' سنن ابن ماجہ:۳۹۹۷' الاحاد والمثانی:۱۷۶۷' مشکل الآثار: ۲۰۲۷' دلائل النبوۃ ج۶ ص۳۱۹' مسند احمد ج۴ ص۱۳۷ طبع قدیم' مسند احمد:۱۷۲۳۴۔ج۲۸ ص۴۶۹)

فرمایا: میرا گمان ہے کہ تم نے یہ خبر سن لی ہے کہ حضرت ابوعبیدہ کچھ مال لے کر آئے ہیں' صحابہ نے کہا: ہاں! یا رسول اللہ! پس آپ نے فرمایا: سو تم خوش ہو جاؤ اور اس کی اُمید رکھو جو تم کو خوش کر دے' پس اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقر کا خوف نہیں ہے لیکن مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ دنیا تم پر اس طرح کشادہ کر دی جائے گی' جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر دنیا کشادہ کر دی گئی تھی' پھر تم دنیا میں اسی طرح رغبت کرو گے جس طرح انہوں نے دنیا میں رغبت کی تھی اور دنیا کی کشادگی تم کو اسی طرح ہلاک کر دے گی جس طرح اس نے ان کو ہلاک کیا تھا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بحرین سے مال لے کر آئے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوالیمان' ان کا نام الحکم بن نافع ہے (۲) شعیب' ان کا پورا نام شعیب بن ابی حمزہ الحمصی ہے (۳) الزہری' یہ محمد بن مسلم ابن شہاب زہری ہیں (۴) عروہ بن الزبیر (۵) حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ (۶) حضرت عمرو بن عوف الانصاری رضی اللہ عنہ' ابوعمر نے کہا: یہ عمرو بن عوف الانصاری ہیں جو بنو عامر بن لوی کے حلیف ہیں' یہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے' ان کو عمیر کہا جاتا ہے (۷) حضرت ابوعبیدہ' ان کا نام عامر بن عبداللہ بن الجراح ہے' یہ اس امت کے امین ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۵ ص ۱۱۲۔۱۱۱)

حدیث مذکور کے بعض جملوں کی شرح

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بحرین سے صلح کی تھی' یہ ۹ ہجری کا واقعہ ہے۔

اس میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت العلاء بن حضرمی کو بحرین کا امیر بنایا تھا' یہ مشہور صحابی ہیں' الحضرمی کا نام عبداللہ بن مالک بن ربیعہ ہے' یہ حضر موت کے رہنے والے تھے' پھر یہ مکہ میں آ گئے' حضرت العلاء بہت پہلے اسلام لا چکے تھے' حضرت ابوعبیدہ اور حضرت العلاء یمن میں فوت ہوئے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام سے کسی وظیفہ کو طلب کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام کو چاہیے کہ وہ اپنے پیروکاروں کو اس چیز کے عطاء کرنے کی بشارت دے جس کی وہ اُمید رکھتے ہیں اور اس میں یہ ثبوت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ ثبوت ہے کہ دنیا میں رغبت کرنا بعض اوقات دین کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۵ ص ۱۱۲' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۱۵۹ - حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوْبَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيُّ وَزِيَادُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ حَيَّةَ قَالَ بَعَثَ عُمَرُ النَّاسَ فِيْ اَفْنَاءِ الْاَمْصَارِ يُقَاتِلُوْنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَاَسْلَمَ الْهُرْمُزَانُ فَقَالَ اِنِّيْ مُسْتَشِيْرُكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الفضل بن یعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن جعفر الرقی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المعتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن عبیداللہ الثقفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن عبداللہ المزنی اور زیاد بن جبیر نے حدیث بیان کی از جبیر بن حیہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر نے

فِیْ مَغَازِیْ هٰذِهٖ قَالَ نَعَمْ مَثَلُهَا وَمَثَلُ مَنْ فِیْهَا مِنَ النَّاسِ مِنْ عَدُوِّ الْمُسْلِمِیْنَ مَثَلُ طَائِرٍ لَّهٗ رَأْسٌ وَّلَهٗ جَنَاحَانِ وَلَهٗ رِجْلَانِ فَاِنْ كُسِرَ اَحَدُ الْجَنَاحَیْنِ نَهَضَتِ الرِّجْلَانِ بِجَنَاحٍ وَّالرَّأْسُ فَاِنْ كُسِرَ الْجَنَاحُ الْاٰخَرُ نَهَضَتِ الرِّجْلَانِ وَالرَّأْسُ وَاِنْ شُدِخَ الرَّأْسُ ذَهَبَتِ الرِّجْلَانِ وَالْجَنَاحَانِ وَالرَّأْسُ فَالرَّأْسُ كِسْرٰی وَالْجَنَاحُ قَیْصَرُ وَالْجَنَاحُ الْاٰخَرُ فَارِسُ فَمُرِ الْمُسْلِمِیْنَ فَلْیَنْفِرُوْا اِلٰی كِسْرٰی.

مسلمان فوجوں کو بڑے بڑے شہروں میں مشرکین سے قتال کرنے کے لیے بھیجا تو ھرمُزان مسلمان ہو گیا' پس حضرت عمر نے اس سے کہا: میں تم سے اپنی ان جنگوں کے متعلق مشورہ کر رہا ہوں' اس نے کہا: جی ہاں! اس نے کہا: ان جنگوں کی مثال اور ان شہروں میں جو لوگ مسلمانوں کے دشمن ہیں' ان کی مثال ایک پرندہ کی ہے' جس کا ایک سر ہے اور اس کے دو بازو ہیں اور اس کی دو ٹانگیں ہیں' اگر اس کا ایک بازو ٹوٹ گیا تو وہ دو ٹانگوں' ایک بازو اور سر کے ساتھ کھڑا ہو جائے گا' پس اگر اس کا دوسرا بازو (بھی) ٹوٹ گیا تو وہ ٹانگوں اور سر کے ساتھ کھڑا ہو جائے گا اور اگر اس کا سر توڑ دیا جائے تو اس کی دونوں ٹانگیں دونوں بازو اور سر بے کار ہو جائیں گے' پس سر کسریٰ ہے اور ایک بازو قیصر ہے اور دوسرا بازو فارس ہے' سو آپ مسلمانوں کو حکم دیں کہ وہ کسریٰ کی طرف حملہ کرنے روانہ ہوں۔

وَقَالَ بَكْرٌ وَّزِیَادٌ جَمِیْعًا عَنْ جُبَیْرِ بْنِ حَیَّةَ قَالَ فَنَدَبَنَا عُمَرُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَیْنَا النُّعْمَانَ بْنَ مُقَرِّنٍ حَتّٰی اِذَا كُنَّا بِاَرْضِ الْعَدُوِّ وَخَرَجَ عَلَیْنَا عَامِلُ كِسْرٰی فِیْ اَرْبَعِیْنَ اَلْفًا فَقَامَ تَرْجُمَانٌ فَقَالَ لِیُكَلِّمْنِیْ رَجُلٌ مِّنْكُمْ فَقَالَ الْمُغِیْرَةُ سَلْ عَمَّا شِئْتَ قَالَ مَا اَنْتُمْ قَالَ نَحْنُ اُنَاسٌ مِّنَ الْعَرَبِ كُنَّا فِیْ شَقَاءٍ شَدِیْدٍ وَّبَلَاءٍ شَدِیْدٍ نَمَصُّ الْجِلْدَ وَالنَّوٰی مِنَ الْجُوْعِ وَنَلْبَسُ الْوَبَرَ وَالشَّعَرَ وَنَعْبُدُ الشَّجَرَ وَالْحَجَرَ فَبَیْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرَضِیْنَ تَعَالٰی ذِكْرُهٗ وَجَلَّتْ عَظَمَتُهٗ اِلَیْنَا نَبِیًّا مِّنْ اَنْفُسِنَا نَعْرِفُ اَبَاهُ وَاُمَّهٗ فَاَمَرَنَا نَبِیُّنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّقَاتِلَكُمْ حَتّٰی تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ اَوْ تُؤَدُّوا الْجِزْیَةَ وَاَخْبَرَنَا نَبِیُّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رِّسَالَةِ رَبِّنَا اَنَّهٗ مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ اِلَی الْجَنَّةِ فِیْ نَعِیْمٍ لَّمْ یَرَ مِثْلَهَا قَطُّ وَمَنْ بَقِیَ مِنَّا مَلَكَ رِقَابَكُمْ.

[طرف الحدیث: ۷۵۳۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اور بکر بن عبداللہ اور زیاد بن جبیر دونوں نے بیان کیا' از جبیر بن حیہ' کہ حضرت عمر نے ہمیں طلب کیا اور ہم پر النعمان بن مقرن کو افسر بنایا حتیٰ کہ جب ہم دشمن کی سرزمین پر پہنچے تو ہمارے مقابلہ میں کسریٰ کا فوجی افسر چالیس ہزار افواج کے ساتھ نکلا' پھر (ان کا ایک) ترجمان کھڑا ہوا' پس اس نے کہا: تم میں سے کوئی شخص مجھ سے معاملات پر گفتگو کرے' تب حضرت المغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم جو (سوال کرنا) چاہتے ہو وہ سوال کرو' اس نے پوچھا: تم لوگ کون ہو؟ حضرت المغیرہ نے کہا: ہم عرب لوگ ہیں' ہم سخت بدبختی اور مصائب میں مبتلا تھے' ہم لوگ بھوک کی شدت سے کھال کھا لیتے تھے اور گٹھلیاں چوستے تھے' ہم اُون اور بالوں کے کپڑے پہنتے تھے' اور ہم درختوں اور پتھروں کی عبادت کرتے تھے' ہم اسی حال میں تھے کہ آسمانوں اور زمینوں کے رب نے جس کا ذکر اپنی عظمت اور جلال کے ساتھ بلند ہے' اس نے ہماری طرف ہم ہی میں سے ایک نبی بھیجا' جن کے والد اور والدہ کو ہم پہچانتے تھے' پس ہمارے نبی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تم سے اس وقت تک قتال کریں حتیٰ کہ تم اللہ وحدہٗ کی عبادت کرو یا تم جزیہ ادا کرو' اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو ہمارے رب کا یہ پیغام پہنچایا ہے کہ ہم

میں سے جو شخص قتل کیا جائے گا تو وہ جنت کی ایسی نعمت کی طرف جائے گا' جس کی مثل اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی ہوگی اور جو ہم میں سے زندہ رہیں گے وہ تمہاری گردنوں کے مالک بن جائیں گے۔

۳۱۶۰ - فَقَالَ النُّعْمَانُ رُبَمَا اَشْهَدَكَ اللّٰهُ مِثْلَهَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنَدِّمْكَ وَلَمْ يُخْزِكَ وَلٰكِنِّي شَهِدْتُ الْقِتَالَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا لَمْ يُقَاتِلْ فِي اَوَّلِ النَّهَارِ اِنْتَظَرَ حَتّٰى تَهُبَّ الْاَرْوَاحُ وَتَحْضُرَ الصَّلَوَاتُ.

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

پس النعمان نے کہا: تم کو ایسی کئی جنگوں میں اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے ساتھ شریک رکھ چکا ہے' پس اس نے (تاخیر کی وجہ سے) تم کو شرمندہ کیا نہ رسوا کیا' لیکن میں ایک جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود تھا' آپ جب دن کے اوّل حصہ میں جنگ نہ کرتے تو آپ انتظار کرتے حتیٰ کہ ہوائیں چلتیں اور نمازوں کا وقت آ جاتا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الفضل بن یعقوب الرخامی البغدادی' ان سے روایت میں امام بخاری منفرد ہیں (۲) عبداللہ بن جعفر بن غیلان ابوعبدالرحمٰن الرقی (۳) المعتمر بن سلیمان (۴) سعید بن عبیداللہ الثقفی (۵) بکر بن عبداللہ المزنی البصری (۶) زیاد بن جبیر بن حیہ الثقفی (۷) جبیر بن حیہ (۸) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۱۴۔۱۱۳)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ النعمان بن مقرن نے دشمن سے مقابلہ کرنے میں تاخیر کی اور ہواؤں کے چلنے کا انتظار کیا' حتیٰ کہ سورج ڈھل گیا اور نمازوں کا وقت آ پہنچا۔

ھُرمُزان کا تذکرہ اور مسلمانوں کا ایران کو فتح کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ھُرمُزان کے مسلمان ہونے کا ذکر ہے' ھرمزان' عجم کے بادشاہوں میں سے بہت بڑا بادشاہ تھا اور اس کے ماتحت متعدد شہر تھے' یہ اس لشکر میں تھا جس کو یزدجر نے مسلمانوں سے لڑنے کے لیے بھیجا تھا' اس وقت مسلمان القادسیۃ میں تھے' یہ جگہ کوفہ سے ایک مرحلہ کے فاصلہ پر تھی اور اس وقت مسلمانوں کے لشکر کے امیر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے اور عجم (ایران) کے لشکر کا امیر رستم تھا' اس کے پاس ایک لاکھ بیس ہزار فوج تھی اور اس کی مدد کے لیے اسّی ہزار فوج تھی' اور ان کے ساتھ تینتیس (۳۳) ہاتھی تھے' ہرمزان میمنہ (لشکر کے داہنے حصہ) کا سردار تھا' ان کے درمیان زبردست قتال ہوا جس کی اس سے پہلے مثال نہیں تھی' ان کے درمیان یہ جنگ یکم محرم ۱۴ھ کو پیر کے دن ہوئی' اس دن اللہ تعالیٰ نے زبردست آندھی بھیجی جس نے ایرانیوں کے خیمے ان کی جگہوں سے اکھاڑ دیئے' اور رستم کا تخت آندھی نے لشکر کے ابتدائی حصہ میں اڑا کر پھینک دیا' رستم ایک خچر پر سوار ہو کر بھاگا' مسلمانوں نے اس کو پکڑ کر قتل کر دیا' ایرانیوں کو شکست ہوگئی' مسلمانوں نے اس جنگ میں تیس ہزار ایرانیوں کو قتل کیا' مسلمان ایرانیوں کا تعاقب کرتے ہوئے ایرانیوں کے شہر مدائن میں داخل ہو گئے' اسی شہر میں کسریٰ کا محل تھا' ھرمزان بھی بھاگنے والے ایرانیوں میں سے تھا' پھر اس کے اور مسلمانوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی' بعد میں اس کے اور مسلمانوں کے درمیان صلح ہوگئی' پھر اس نے صلح کو توڑ دیا' پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے لشکر کو اکٹھا کیا اور تستر شہر میں ھرمزان کا محاصرہ کیا' جب محاصرہ طویل ہو گیا تو ھرمزان

نے امان طلب کی' حضرت ابوموسیٰ نے کہا: وہ اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجتے ہیں وہ اس کا فیصلہ کریں گے' حضرت ابوموسیٰ نے ھرمزان کے ساتھ مالِ غنیمت کا خمس (پانچواں حصہ) بھی روانہ کیا' جب یہ چیزیں حضرت عمر کے پاس پہنچیں اور حضرت عمر نے ان کو دیکھا تو آپ سجدۂ شکر بجالائے' پھر حضرت عمر اور ھرمُزان کے درمیان طویل مذاکرات ہوئے' پھر اس کے بعد ھرمزان بغیر کسی جبر کے خوشی سے مسلمان ہو گیا' ھرمزان کے ساتھ اس کے اہل وعیال اور خدام سب مسلمان ہو گئے' حضرت عمر اس کے اسلام لانے سے بہت خوش ہوئے اور انہوں نے اس کو اپنا مقرب بنالیا' پھر ھرمزان تاحیات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا حتیٰ کہ حضرت عمر شہید ہو گئے۔

ھرمزان کی بیان کردہ مثال کی وضاحت' اور النعمان بن مقرن کو امیر لشکر بنانے کا واقعہ

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ھرمُزان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ طلب کرنے پر کہا:

بازو قیصر ہے۔ یہ روم کا بادشاہ تھا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ کسریٰ روم کا سردار نہیں تھا' ہم اس کی تقسیم اس طرح کرتے ہیں کہ کسریٰ سب کا سردار تھا' کیونکہ اس زمانہ میں اس سے بڑا بادشاہ اور کوئی نہیں تھا اور تمام ممالک کے بادشاہ کسریٰ سے خوف زدہ رہتے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لشکر اسلام کو کسریٰ کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا کیونکہ وہ ملکوں کا بہ منزلہ سر تھا اور جب سر کٹ جائے تو پورا جسم کٹ جاتا ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر دونوں بازو یا دونوں ٹانگیں کٹ جائیں پھر بھی انسان کھڑا نہیں ہوسکتا' اس کا جواب یہ ہے کہ جو مرکزی عضو ہو وہی اصل ہوتا ہے' جب وہ عضو درست ہو تو پھر جسم درست ہوتا ہے اور جب وہ عضو فاسد ہو تو پھر جسم فاسد ہوتا ہے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نعمان بن مقرن کو ہمارا امیر مقرر کیا۔

النعمان بن مقرن' حضرت عمر کے پاس قادسیہ کی فتح کی بشارت لے کر آئے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر مسجد میں داخل ہوئے تو النعمان وہاں نماز پڑھ رہے تھے' حضرت عمر بیٹھ گئے' جب النعمان نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت عمر نے فرمایا: میں تم کو فوج کا افسر بنانا چاہتا ہوں' النعمان نے کہا: اگر آپ مجھے ٹیکس وصول کرنے والا بنائیں گے تو میں نہیں بنوں گا اور اگر غازی بنائیں گے تو میں بن جاؤں گا' حضرت عمر نے فرمایا: تم غازی بنو گے' اور امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے النعمان کو بھیجا اور ان کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بھیجا اور ایک جماعت تھی' اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ اہل بصرہ کو لے جائیں اور حضرت حذیفہ کو لکھا کہ وہ اہل کوفہ کو لے جائیں' حتیٰ کہ وہ سب نہاوند میں جمع ہو جائیں اور جب تم سب جمع ہو جاؤ تو تمہارے امیر النعمان بن مقرن ہوں گے۔

حضرت مغیرہ کا کسریٰ کے سامنے اسلام کی فضیلت بیان کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ کسریٰ کے عامل نے کہا: تم میں سے کسی شخص کو مجھ سے بات کرنی چاہیے؟ تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم جو چاہو سوال کرو' کسریٰ نے پوچھا: تم کون لوگ ہو؟

امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے: کسریٰ نے کہا کہ تم عرب لوگ بہت بھوکے ہو' اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے کچھ کھانے کی چیزوں کا حکم دیتا ہوں تم وہ لے کر چلے جاؤ' اور امام طبری کی روایت میں ہے: اس نے کہا کہ تم عرب لوگوں کو سب سے زیادہ بھوک لگتی ہے اور تم لوگ تمام لوگوں سے زیادہ خیر سے دور ہو' اور میں تیراندازوں کو تم پر تیر برسانے کا حکم اس لیے نہیں دے رہا کہ تمہارے مُردہ

جسموں سے بدبو پھیلے گی' جو ہم کو بُری لگے گی۔ حضرت مغیرہ نے کہا: پھر میں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی' پھر کہا: تم نے جو ہماری صفات کا نقشہ کھینچا ہے تو ہم پہلے ایسے ہی تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف اپنا رسول بھیجا' جن کے حسب و نسب کو ہم پہچانتے تھے اور وہ ہم میں سب سے زیادہ سچے تھے' پس ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم تم سے قتال کریں' حتیٰ کہ تم صرف اللہ وحدہٗ کی عبادت کرو' ورنہ پھر تم جزیہ ادا کرو۔

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

اس حدیث میں نعمان بن مقرن کی منقبت اور تعریف ہے' حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی فصاحت و بلاغت کا بیان ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ کا ذکر ہے اور یہ بیان ہے کہ آپ نے جس طرح فرمایا تھا' اسی طرح واقع ہوا' آپ نے فرمایا تھا: جو ہم میں سے زندہ رہیں گے وہ تمہاری گردنوں کے مالک بن جائیں گے' سو ایسا ہی ہوا' اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بڑے مرتبہ والے کو کم مرتبہ والے سے مشورہ لینا چاہیے' کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہرمزان سے مشورہ لیا' اس میں مشورہ لینے کی فضیلت ہے اور یہ کہ مشورہ لینے سے کسی کی شان میں کمی نہیں آتی اور یہ کہ کبھی افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو سردار بنا دیا جاتا ہے' کیونکہ اس لشکر میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے' اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت النعمان بن مقرن کو لشکر کا امیر بنا دیا' حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ حضرت زبیر ان سے افضل تھے' اور اس میں ہرمزان کی مثال بیان کرنے کی خوبی کا ذکر ہے' اسی وجہ سے حضرت عمر نے ان سے مشورہ طلب کیا تھا اور اس حدیث میں زوالِ آفتاب کے بعد دشمن پر حملہ کرنے کی فضیلت ہے' نیز اس حدیث میں امیر المؤمنین کی طرف فتح کی خوش خبری بھیجنے کا ذکر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مشرکین سے جزیہ لینے اور مسلمانوں سے جزیہ نہ لینے کی توجیہ

ان احادیث میں مشرکین عرب' مجوس عرب اور مرتدین کے علاوہ تمام کفار اور مشرکین سے جزیہ لینے کا حکم دیا گیا ہے' اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کفار اور مشرکین سے جزیہ لینے اور مسلمانوں سے جزیہ نہ لینے کی کیا توجیہ ہے:

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ فرماتے ہیں کہ سنت جاریہ یہ ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں پر اور ان کے بچوں پر جزیہ نہیں ہے' جزیہ صرف ان مردوں سے لیا جاتا ہے جو حد بلوغ تک پہنچ چکے ہوں' اور اہل ذمہ اور مجوس کے کھجور کے باغات اور انگوروں کے باغات اور ان کے کھیتوں پر اور ان کے مویشیوں پر صدقہ واجب نہیں ہے کیونکہ صدقہ صرف مسلمانوں پر فرض کیا گیا ہے تاکہ ان کا مال پاک ہو جائے اور وہ صدقہ ان کے فقراء پر لوٹا دیا جائے گا' اہل کتاب پر ان کی تذلیل کی وجہ سے جزیہ واجب کیا گیا ہے' پس جس شہر میں اہل کتاب سے صلح کی گئی ہے' اس شہر میں ان کے اموال میں سے ان پر صرف جزیہ واجب کیا گیا ہے' ماسوا اس صورت کے کہ وہ مسلمانوں کے شہروں میں تجارت کریں اور وہاں ان کی آمد و رفت ہو تو ان کی تجارت پر ان سے عشر (آمدنی کا دسواں حصہ) لیا جائے گا' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان پر جزیہ اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ ان کو اس شہر میں رہنے دیا جائے' جس شہر میں ان سے صلح کی گئی ہے اور اس شہر پر حملہ کرنے والوں سے ان کی طرف سے قتال کیا جائے' پھر ان میں سے جو شخص اس شہر سے نکل کر دوسرے شہروں میں تجارت کے لیے جائے گا' اس سے اس کی آمدنی کا دسواں حصہ لیا جائے گا' اور اہل کتاب سے اور مجوس سے' ان کے اموال سے اور ان کے مویشیوں سے اور ان کے باغات سے اور ان کے کھیتوں سے صدقہ نہیں لیا جائے گا' اسی کے مطابق سنت جاری ہے' اور ان کو ان کے دین پر برقرار رہنے دیا جائے گا۔ (موطأ امام مالک: ۵۰۴- کتاب الصدقۃ - باب جزیۃ اھل الکتاب)

خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اموال سے زکوٰۃ' عشر اور دیگر صدقات بطور عبادت لیے جاتے ہیں اور کفار اور مشرکین چونکہ

عبادت کے اہل نہیں ہیں' اس لیے ان سے جزیہ وصول کیا جاتا اور اس کے عوض میں ان کو اس شہر میں رہنے دیا جاتا ہے جس میں ان سے قتال کے بجائے جزیہ پر صلح کی گئی ہے اور اگر کوئی دشمن اس شہر پر حملہ کرے تو اس شہر کی حفاظت کے لیے صرف اس شہر میں رہنے والے مسلمانوں کو دشمن سے جہاد اور قتال کرنے کا مکلف کیا جاتا ہے اور جن کفار اور مشرکین سے جزیہ لیا جاتا ہے' ان کو اس شہر کی حفاظت کے لیے جہاد کا مکلف نہیں کیا جاتا۔

کیا مسلم ممالک کو غیر مسلم اقلیتوں سے جزیہ لینا چاہیے؟

اب اس زمانہ میں جو مسلم ممالک میں کفار اور مشرکین رہتے ہیں' ان سے جزیہ نہیں لیا جاتا کیونکہ ان کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ ان سے قتال کے بجائے جزیہ پر صلح کی گئی ہو' ان کی مسلم ممالک میں رہائش اقلیتوں کے بین الاقوامی قانون کے طور پر ہے' جس طرح غیر اسلامی ممالک میں جہاں کفار کی حکومت ہے وہاں مسلم اقلیتوں کو بغیر کسی معاوضہ کے رہنے دیا جاتا ہے اور وہاں کی حکومت ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی ضامن ہوتی ہے اور ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہے' اسی طرح مسلم ممالک میں مسلم حکومت کو کافر اقلیتوں کے جان اور مال کی حفاظت کرنی ہوگی اور بین الاقوامی قوانین کے اعتبار سے ہر ملک اقلیتوں کے تحفظ کا ضامن ہوتا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ. (التوبہ:۵)

پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور انہیں پکڑو اور ان کا محاصرہ کرو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب مسلمان تبلیغ اسلام کے لیے کفار کے ملکوں پر حملہ کریں اور تبلیغ اسلام کے لیے کفار پر حملہ کرنا اس وقت مشروع ہے جب مسلمان مادی اسلحہ کے اعتبار سے اتنے طاقتور ہوں کہ وہ دشمن کو مغلوب کر سکیں اور جب مسلمان کمزور ہوں اور حملہ کرنے کی صورت میں غلبہ اور کامیابی کے بجائے انہیں اپنی پسپائی کا غالب گمان ہو تو پھر ان کے لیے اپنے سے قوی کافروں پر حملہ کرنا جائز نہیں ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کے لیے اپنے آپ کو ذلیل کرنا جائز نہیں ہے' صحابہ نے پوچھا: وہ اپنے آپ کو کیسے ذلیل کرے گا؟ آپ نے فرمایا: وہ ایسی آزمائش کے درپے ہو جس کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

(سنن ترمذی: ۲۲۵۴' سنن ابن ماجہ: ۴۰۱۶' مسند احمد ج ۵ ص ۴۰۵)

اب حال یہ ہے کہ مسلمان امریکا' روس' برطانیہ' فرانس اور چین ایسے ایٹمی ممالک سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے' بلکہ اسلحہ کے حصول کے لیے ان ہی ممالک کی مدد کے محتاج ہیں تو ایسے ایٹمی ممالک کے کافروں پر اگر مسلمان حملہ کریں تو سوائے ذلت اور پسپائی کے ان کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا یا پھر مسلمان ان سے بڑھ کر ایٹمی طاقت حاصل کریں کیونکہ اب تلواروں اور نیزوں سے حملہ کا دور نہیں ہے' بلکہ ایٹمی اور لیزر گائیڈڈ میزائلوں اور ایٹمی آبدوزوں اور طیاروں سے جنگ کا زمانہ ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض کوئی مسلم ملک اپنے ملک میں رہنے والی غیر مسلم اقلیتوں کا قتل عام کرنا شروع کر دے اور اس کے ردِعمل میں کافر ملک اپنے ملک میں رہنے والی مسلم اقلیتوں کا قتل عام شروع کر دے تو جزیہ کے چند روپوں کے بدلہ میں اَن گنت مسلمانوں کا خون برداشت کرنا پڑے گا اور کچھ بعید نہیں کہ دوسرے کافر ملک اس وجہ سے مسلمانوں پر حملہ کر دیں اور مسلمانوں کو ناقابل بیان نقصان اُٹھانا پڑے۔

اس لیے اب اس کے سوا چارہ نہیں ہے کہ مسلمان جیو اور جینے دو کے اصول پر عمل کریں اور جس طرح کافر ملک مسلمان اقلیتوں کا تحفظ کر رہے ہیں' اسی طرح مسلمان بھی غیر مسلم اقلیتوں کی حفاظت کریں' تاوقتیکہ وہ بھی اتنے طاقت ور ہو جائیں کہ وہ اپنے زور بازو سے دنیا سے کفر والحاد کا خاتمہ کر سکیں اور کوشش کریں کہ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کریں' اس موضوع پر مقالات لکھیں' نئی نئی ایجادات کریں' تن آسانی' آرام طلبی اور عیاشی کو چھوڑ کر سخت کوشی' لگن اور محنت سے کام لیں' اپنے ملک میں متعدد ایٹمی پلانٹ لگائیں اور دنیا میں باعزت مقام حاصل کرنے کے لیے دن رات ایک کر دیں اور سر دھڑ کی بازی لگا دیں' یوں اسلام کی نشاۃ ثانیہ حاصل ہو جائے۔

۲ - بَابٌ إِذَا وَادَعَ الْإِمَامُ مَلِكَ الْقَرْيَةِ هَلْ يَكُونُ ذٰلِكَ لِبَقِيَّتِهِمْ

مسلمانوں کا امیر جب کسی (کافر) بستی کے بادشاہ سے صلح کر لے تو آیا یہ بستی والوں سے بھی صلح ہو گئی؟

اس باب میں ''وَادَعَ'' کا لفظ ہے' اور یہ ''موادعة'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: مصالحت اور جنگ نہ کرنے پر فریقین کا متفق ہونا' اور حقیقت میں ''موادعة'' کا معنی ہے: ''متارکه'' یعنی ہر فریق اپنے مؤقف کو ترک کر دے' امام بخاری نے اس عنوان میں استفہام ذکر کیا ہے کہ امیر مسلمین کا کسی کافر بستی کے بادشاہ سے صلح کرنے کو آیا اس بستی والوں سے بھی صلح قرار دیا جائے گا؟ اور اس کا جواب ذکر نہیں کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں!

۳۱۶۱ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَبَّاسٍ السَّاعِدِيِّ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبُوْكَ وَأَهْدٰى مَلِكُ أَيْلَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ وَكَسَاهُ بُرْدًا وَّكَتَبَ لَهٗ بِبَحْرِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سہل بن بکار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از عمرو بن یحییٰ از عباس الساعدی از ابوحمید الساعدی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں گئے اور ایلہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سفید خچر پیش کی اور آپ کو ایک چادر پہنائی اور آپ نے اس کے لیے اس بستی کی حکومت لکھ دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۱ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''ایلة'' کا ذکر ہے' یہ شام کے شہروں کے پاس ساحل سمندر پر ایک بستی ہے۔

ایلہ کے بادشاہ کو امان دینے کی تفصیل

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبوک پہنچے تو آپ کے پاس یحنہ بن روبہ ایلہ کا بادشاہ آیا' اس نے آپ سے صلح کی اور جزیہ پیش کیا اور آپ نے اس کے لیے ایک مکتوب لکھ دیا' جو حسب ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! یہ اللہ کی طرف سے اور محمد نبی رسول اللہ کی طرف سے یحنہ بن روبہ اور اہل ایلہ کے لیے امان ہے اور جو ان کے ساتھ اہل شام اور اہل یمن ہیں۔

علامہ ابن المنیر نے کہا ہے کہ امام بخاری کی ذکر کردہ حدیث میں امان دینے کے الفاظ مذکور نہیں ہیں اور نہ ایلہ کے بادشاہ کی طرف سے امان طلب کرنے کے الفاظ مذکور ہیں' لیکن عرف یہ ہے کہ جب بادشاہ کسی فریق کو ہدیہ پیش کرتا ہے تو وہ اس سے اس کا طالب ہوتا ہے کہ اس کے ملک کو باقی رکھا جائے اور اس ملک کی بقاء وہاں کے رہنے والوں کی بقاء سے ہوگی' اس سے یہ مسئلہ نکلا کہ بادشاہ سے صلح اس کی رعیت کے ساتھ صلح کے قائم مقام ہے' اور اس سے اس حدیث کی' عنوانِ باب کے ساتھ مطابقت ظاہر ہو گئی۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۳۸ 'دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:
فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب امیر مسلمین کسی بستی کے بادشاہ سے صلح کر لے تو یہ بستی کے باقی لوگوں سے بھی صلح قرار پائے گی کیونکہ بادشاہ اپنی ذات کے لیے اور اپنی رعیت کے لیے اور اپنی مملکت کا نظام چلانے والوں کے لیے صلح کرتا ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایلہ کے بادشاہ اور وہاں کے رہنے والوں کے لیے امان لکھ کر دی تھی۔

اگر کسی شہر کے معین لوگوں کو امان دی جائے تو اس امان میں ان کا امیر داخل ہے یا نہیں؟

اس میں اختلاف ہے کہ جب امیر مسلمین معین لوگوں کے لیے امان لکھ کر دے تو آیا اس میں ان کا بادشاہ داخل ہے یا نہیں؟ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے تُستَر کے قلعہ کا محاصرہ کیا' اس قلعہ کے امیر نے کہا: آپ میرے ایک سو ساتھیوں کے لیے امان لکھ دیں' تو میں آپ کے لیے قلعہ کا دروازہ کھول دیتا ہوں' حضرت ابوموسیٰ نے اس طرح لکھ دیا اور اس کے ایک سو آدمیوں کو امان دے دی اور اس قلعہ کے امیر کو قتل کر دیا۔ اس حدیث کو ابوعبید نے الفزاری سے روایت کیا ہے۔
النخعی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں اشعث بن قیس کچھ لوگوں کے ساتھ مرتد ہو گیا اور قلعہ میں محصور ہو گیا' پھر اس نے ستر آدمیوں کے لیے امان طلب کی' حضرت ابوبکر نے ستر آدمیوں کے لیے امان دے دی' وہ ستر آدمیوں کے ساتھ قلعہ سے باہر آ گیا' اس نے اپنے لیے امان طلب نہیں کی' سو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے لیے امان نہیں ہے' ہم تم سے قتال کریں گے' پس وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہن سے نکاح کر لیا۔
اصبغ اور سحنون مالکی نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص معین تعداد کے لیے امان طلب کرے تو وہ خود بھی اس امان میں داخل ہوتا ہے' خواہ اس نے اپنا ذکر نہ کیا ہو اور اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اس معین تعداد میں اپنا بھی ذکر کرے کیونکہ وہ دوسروں کے لیے تب ہی امان طلب کرے گا جب خود اس کے لیے امان حاصل ہو اور انہوں نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے فعل کا اعتبار نہیں کیا' انہوں نے کہا: اس سے کم تعداد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ھرمزان کو امان دے دی تھی۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۴۳۔ ۳۴۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳ - بَابُ الْوَصَاةِ بِاَهْلِ ذِمَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امان دی' اس امان کو قائم رکھنے کی وصیت کرنا

اس باب کے عنوان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہل ذمہ کو امان دینے کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدہ تھا' اور اس عنوان میں ''وصاۃ'' کا ذکر ہے' اس کا معنی وصیت ہے۔

وَالذِّمَّةُ الْعَهْدُ وَالْإِلُّ الْقَرَابَةُ. اور ''الذمہ'' کا معنی عہد ہے اور ''الال'' کا معنی قرابت ہے۔

امام بخاری نے ذمہ کی تفسیر عہد کے ساتھ کی ہے اور ذمہ کے لیے یہ معانی بھی ہیں: عہد' امان' ضمان' حرمت اور حق یہ ہے کہ اہل ذمہ کو اہل ذمہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے عہد اور ان کی امان میں ہوتے ہیں اور ''اِلّ'' کا معنی انہوں نے قرابت بیان کیا ہے اور ''اِلّ'' کا معنی اصل میں جید ہے اور ''اَلّ'' کا معنی شدت ہے۔

۳۱۶۲ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے

حَدَّثَنَا اَبُوْجَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ جُوَيْرِيَةَ بْنَ قُدَامَةَ التَّمِيْمِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قُلْنَا اَوْصِنَا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ اُوْصِيْكُمْ بِذِمَّةِ اللّٰهِ فَاِنَّهُ ذِمَّةُ نَبِيِّكُمْ وَ رِزْقُ عِيَالِكُمْ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوجمرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے جویریہ بن قدامہ التمیمی سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ سے سنا ہم نے کہا: اے امیر المؤمنین! ہمیں وصیت کیجئے! انہوں نے کہا: میں تم کو اللہ کے ذمہ (کو پورا کرنے کی) وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارے نبی کا ذمہ ہے اور تمہاری اولاد کا رزق ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۹۲ میں گزر چکی ہے۔

عمرو بن میمون کی روایت میں ہے: حضرت عمر نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کے ذمہ اور اس کے رسول کے ذمہ کو پورا کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ اہل ذمہ کے پس پشت قتال کیا جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہ کیا جائے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں کہ حدیث کے اس اضافہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ذمہ سے صرف اتنا جزیہ لیا جائے جس کو وہ آسانی سے ادا کر سکیں۔

اس حدیث میں فرمایا: اس میں تمہاری اولاد کا رزق ہے یعنی اہل ذمہ سے جو جزیہ اور خراج لیا جاتا ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۳۸، دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

المہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں عہد پورا کرنے کی ترغیب ہے اور یہ بتایا ہے کہ جزیہ کے علاوہ اہل ذمہ سے اور کوئی رقم نہ لی جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عہد کرنے کے بعد عہد توڑنے کی مذمت فرمائی ہے اور اس کو منافقین کی عادات میں سے شمار فرمایا ہے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۳۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ)

٤ - بَابُ مَا اَقْطَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَحْرَيْنِ وَمَا وَعَدَ مِنْ مَّالِ الْبَحْرَيْنِ وَالْجِزْيَةِ وَلِمَنْ يُّقْسَمُ الْفَيْءُ وَالْجِزْيَةُ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحرین کے مال سے جو عطا فرمایا اور بحرین کے مال اور جزیہ میں سے جو وعدہ فرمایا اور جس کے لیے فئی اور جزیہ کو تقسیم کیا جائے

اس باب کے عنوان میں ''اقطع'' کا لفظ ہے یہ ''اقطاع'' سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے کہ امیر المسلمین اللہ کے مال سے جس کو مستحق سمجھے عطاء کر دے اور اس کا زیادہ تر استعمال زمین کو عطاء کرنے پر ہوتا ہے کہ امیر المسلمین کسی مستحق کو زمین آباد کرنے کے لیے عطاء کر دے اور ''اقطاع'' میں کبھی زمین کا مالک بنا دیا جاتا ہے اور کبھی مالک نہیں بنایا جاتا، فئی کا معنی پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ کفار کے جو اموال بغیر جنگ اور جہاد کے حاصل ہوں وہ فئی ہوتے ہیں۔

٣١٦٣ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَنْصَارَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ سے سنا کہ نبی

لِيَكْتُبَ لَهُمْ بِالْبَحْرَيْنِ فَقَالُوْا لَا وَاللّٰهِ حَتّٰى تَكْتُبَ لِإِخْوَانِنَا مِنْ قُرَيْشٍ بِمِثْلِهَا فَقَالَ ذَاكَ لَهُمْ مَاشَاءَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ يَقُوْلُوْنَ لَهٗ قَالَ فَإِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ أُثْرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ.

صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا تا کہ ان کے لیے بحرین کا مال لکھ دیں' انہوں نے کہا: نہیں! حتیٰ کہ آپ ہمارے بھائی قریش کے لیے بھی اتنا مال لکھ دیں' آپ نے فرمایا: یہ ان کے لیے ہو جائے گا جب تک اللہ چاہے گا یہ مال ان کو ملتا رہے گا' آپ نے فرمایا: تم میرے بعد کچھ ترجیحات دیکھو گے تم ان پر صبر کرنا حتیٰ کہ تمہاری مجھ سے ملاقات ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۷۶ میں گزر چکی ہے۔

انصار کا اپنے اوپر مہاجرین کو ترجیح دینا

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ تھا کہ خصوصیت سے انصار کو مال عطاء کریں کیونکہ وہ مہاجرین پر فضل اور احسان کرتے تھے اور ان کو اپنے اموال میں شریک کرتے تھے' سو انہوں نے کہا: ہم اس مال کو ہرگز قبول نہیں کریں گے حتیٰ کہ آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اتنا ہی عطاء نہ کریں' یہ ان کی خصوصیت تھی کہ وہ اپنی ضروریات پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

انصار نے جو یہ کہا تھا کہ ہم اس وقت تک اس مال کو نہیں لیں گے جب تک کہ آپ اتنا ہی مال ہمارے قریشی بھائیوں کو بھی عطاء نہ کر دیں' انہوں نے اپنے اس قول سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے یہ سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے احسان کا بدلہ اتارنا چاہتے ہیں اور انہوں نے اپنے احسان کا عوض دنیا میں لینا ناپسند کیا' وہ اپنے احسان کا اجر آخرت میں لینا چاہتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عطاء کرنے کے لیے مکرر ارشاد فرمایا اور ان کے اس انکار کو مستحسن قرار دیا' نیز آپ نے فرمایا: تم میرے بعد کچھ ترجیحات دیکھو گے' یعنی بعض حکام تم کو تمہارے حقوق ادا نہیں کریں گے۔

(الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۳۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٣١٦٤ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَخْبَرَنِيْ رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ لَوْ قَدْ جَاءَ نَا مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ مَّنْ كَانَتْ لَهٗ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ فَلْيَأْتِنِيْ فَأَتَيْتُهٗ فَقُلْتُ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے روح بن القاسم نے خبر دی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ہمارے پاس بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں اتنا اور اتنا اور اتنا عطاء کروں گا' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور البحرین کا مال آ گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عطاء کرنے کا وعدہ کیا ہو' وہ میرے پاس آئے' پس میں ان کے پاس گیا' پس میں نے کہا: بے شک

لِیْ لَوْ قَدْ جَاءَ نَا مَالُ الْبَحْرَیْنِ لَاَعْطَیْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَقَالَ لِیْ اُحْثُهْ فَحَثَوْتُ حَثْیَةً فَقَالَ لِیْ عُدَّهَا فَعَدَدْتُّهَا فَاِذَا هِیَ خَمْسُ مِائَةٍ فَاَعْطَانِیْ اَلْفًا وَّخَمْسَ مِائَةٍ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا: اگر ہمارے پاس بحرین کا مال آیا تو میں تم کو اتنا اور اتنا اور اتنا عطاء کروں گا تو حضرت ابوبکر نے مجھ سے کہا: تم ایک لپ بھرو' سو میں نے لپ بھرا' پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا: اس کو شمار کرو' میں نے اس کو شمار کیا تو وہ پانچ سو تھا' پس انہوں نے مجھے ڈیڑھ ہزار عطاء فرمایا' یعنی تین لپ۔

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۹۶ میں گزر چکی ہے۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حکام اور معزز لوگوں پر یہ لازم ہے کہ جس سے وعدہ کریں' اس کو پورا کریں۔

نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ امیر المسلمین پر یہ لازم ہے کہ اس سے پہلے جس امیر نے کسی سے وعدہ کیا ہو' اس کو پورا کرے' اور یہ کہ جس چیز کو اصل میں اندازہ سے دینا ہو' اس کو بغیر ماپ تول کے دے اور بیوع میں اور قرض میں ماپ تول کر دے۔

اموالِ فئے لوگوں کو عطاء کرنے میں خلفاء راشدین اور ائمہ اربعہ کے نظریات

اموالِ فئے کی تقسیم میں صحابہ کا اختلاف تھا' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس کی تقسیم میں آزاد اور غلام اور معزز اور غیر معزز کو برابر برابر دیا جائے' انہوں نے کہا: ان کی ایک دوسرے پر جو فضلت ہے' سو وہ اللہ کے نزدیک ہے لیکن اس معاش میں ان کو برابر برابر دینا بہتر ہے' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مذہب ہے اور امام شافعی کا بھی یہی مختار ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو زیادہ عطاء کرتے تھے جو پہلے ایمان لایا ہو اور جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت ہو' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو عطاء کرنے میں وہ ان کو تمام لوگوں پر فضیلت دیتے تھے' پس وہ ہر زوجہ مطہرہ کو بارہ ہزار دیتے تھے اور سوائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے' انہوں نے اور کسی کو ان کے ساتھ نہیں ملایا' پس ان کو انہوں نے دس ہزار دیئے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کو ان کی فضیلت کے اعتبار سے دیتے تھے' امام مالک کا بھی یہی قول ہے اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے سب لوگوں کو برابر برابر دیا' اور کہا: میں حضرت عمر کے طریقہ کی مذمت نہیں کرتا' لیکن میں اس طرح کروں گا جس طرح میرے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے' آپ کے پاس جو مال آتا تھا' اسے آپ مسلمانوں کے درمیان برابر برابر تقسیم کر دیتے تھے۔

رہے فقہاء احناف تو ان کے نزدیک مال کو تقسیم کرنا امیر المسلمین کی صواب دید پر موقوف ہے' اگر وہ مناسب سمجھے تو کسی کو دوسروں سے زیادہ دے دے اور اگر مناسب سمجھے تو سب کو برابر برابر دے اور اس باب کی احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ کسی کو زیادہ دے اور یہ ان کی دلیل ہے جو اس کے قائل ہیں۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۱۶۵ - وَقَالَ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ صُهَیْبٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَیْنِ فَقَالَ انْثُرُوْهُ فِی الْمَسْجِدِ فَكَانَ اَكْثَرَ مَالٍ اُتِیَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْطِنِیْ

اور ابراہیم بن طہمان نے کہا: از عبد العزیز بن صہیب از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے مال آیا' آپ نے فرمایا: اس کو مسجد میں پھیلا دو' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اب تک جو مال آئے تھے' یہ ان میں سب سے زیادہ مال تھا' اچانک آپ کے پاس حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے' پس

إِنِّي فَادَيْتُ نَفْسِي وَفَادَيْتُ عَقِيْلًا قَالَ خُذْ فَحَثَا فِيْ ثَوْبِهِ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَقَالَ اُمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ إِلَيَّ قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَنَثَرَ مِنْهُ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ فَلَمْ يَرْفَعْهُ فَقَالَ اُمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ عَلَيَّ قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْهُ أَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَنَثَرَ ثُمَّ احْتَمَلَهُ عَلَى كَاهِلِهِ ثُمَّ انْطَلَقَ فَمَا زَالَ يُتْبِعُهُ بَصَرَهُ حَتَّى خَفِيَ عَلَيْنَا عَجَبًا مِّنْ حِرْصِهِ فَمَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَمَّ مِنْهَا دِرْهَمٌ.

کہا: یارسول اللہ! مجھے عطاء کیجئے' بے شک میں نے اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کا فدیہ بھی دیا تھا' آپ نے فرمایا: آپ لے لیں' سوانہوں نے اپنے کپڑے میں لپ بھر کر ڈالے' پھر اس کو اونچا ڈھیر بنانے لگے' پھر اس کو اٹھا نہ سکے تو انہوں نے کہا: آپ کسی سے کہیے کہ وہ اس کو میری طرف اٹھائے' آپ نے فرمایا: نہیں! آپ خود اٹھائیں۔ راوی نے کہا: انہوں نے اس سے کچھ مال گرایا' پھر اس کو اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھا' پھر چلے گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی حرص پر تعجب سے ان کو مسلسل دیکھتے رہے' حتیٰ کہ وہ ہم سے اوجھل ہو گئے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے نہیں اُٹھے' جب تک وہاں پر اس مال سے ایک درہم بھی تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۱ میں گزر چکی ہے۔

۵ - بَابُ إِثْمِ مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا بِغَيْرِ جُرْمٍ

اس شخص کا گناہ جس نے کسی ذمی کو بغیر جرم کے قتل کر دیا

اس باب کی احادیث میں اس شخص کا گناہ بیان کیا ہے جس نے کسی ذمی کو ناحق قتل کر دیا۔

اس قتل کی تحریم میں درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی ذمی کو اس کے وقت کے بغیر قتل کر دیا' اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۷۶۰' سنن نسائی: ۴۷۶۱)

۳۱۶۶ - حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَّمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيْحَهَا تُوْجَدُ مِنْ مَّسِيْرَةِ أَرْبَعِيْنَ عَامًا.

[طرف الحدیث: ۶۹۱۴] (سنن ابن ماجہ: ۲۶۸۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحسن بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مجاہد نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جس نے کسی ذمی کو (ناحق) قتل کیا وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا اور بے شک جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آتی ہے۔

ذمی کو ناحق قتل کرنے والا کتنی مسافت سے جنت کی خوشبو نہیں پائے گا' اس سلسلہ میں احادیث اور ان کے محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ذمی کو ناحق قتل کرنے والا چالیس سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔

چالیس سال کی تخصیص اس لیے ہے کہ چالیس سال کی عمر میں انسان اپنی قوت کے کمال کو پہنچ جاتا ہے اس کا عمل اور اس کا یقین زیادہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خشیت میں اس کی بصیرت قوی ہو جاتی ہے اور اپنی گزشتہ کوتاہیوں پر اس کی ندامت زیادہ ہو جاتی ہے پس ایسا شخص چالیس سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو پالیتا ہے۔

بعض احادیث میں ستر سال کی مسافت کا ذکر ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی ایسے ذمی کو قتل کیا جو اللہ کے ذمہ اور اس کے رسول کے ذمہ میں تھا' اس نے اللہ کے ذمہ کو توڑ دیا تو وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا اور جنت کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے آتی ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۴۰۳' سنن ابن ماجہ: ۲۶۸۷)

ستر سال کی وجہ یہ ہے کہ اس عمر میں انسان کے دل میں اللہ کا خوف اور ندامت بہت زیادہ ہو جاتی ہے کیونکہ اس کو اپنی موت بہت نزدیک معلوم ہوتی ہے' پس وہ ستر سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو پالیتا ہے۔

موطأ امام مالک میں پانچ سو سال کی مسافت کا ذکر ہے' یعنی جو عورتیں مکروہ لباس پہنیں گی' وہ پانچ سو سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو نہیں پائیں گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دو نبیوں کے درمیان زمانۂ فترت کی مدت پانچ سو سال ہے' پس جو شخص فترت کے آخر میں آیا اور اس نے اس نبی کی ہدایت کی اتباع کی جو فترت سے پہلے تھا تو وہ پانچ سو سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو پالے گا۔

(موطأ امام مالک ج ۲ ص ۲۸۶' المکتبۃ التوفیقیہ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مؤمن تو ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن مسلمانوں نے کوئی کبیرہ گناہ نہیں کیا' وہ جس وقت جنت کی خوشبو پاتے ہیں' یہ اس وقت جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔

ان احادیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ جنت میں بالکل نہیں جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث میں ہے: جس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا' وہ جنت میں داخل کر دیا جائے گا' جیسا کہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس کو یقین تھا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۵۸۲۷' صحیح مسلم: ۲۶' سنن ترمذی: ۲۶۳۸)

اس کا جواب یہ ہے کہ جس نے کسی ذمی کو ناحق قتل کیا' اس شخص کو یہ سزا دی جائے گی کہ وہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے جنت کی خوشبو نہیں پائے گا' یا یہ احادیث اس پر محمول ہیں کہ جو ذمی کو ناحق قتل کرے گا اور وہ اس قتل کو حلال اور جائز سمجھے گا تو وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا یا یہ احادیث قتل ناحق سے ڈرانے کے لیے تغلیظ (سختی) پر محمول ہیں۔

(الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۳۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٦ - بَابُ إِخْرَاجِ الْيَهُوْدِ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ

یہود کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا

جزیرۂ عرب طول میں عدن سے عراق تک ہے اور عرض میں جدہ سے شام تک ہے اور یہاں اس سے مراد سرزمین حجاز ہے۔

وَقَالَ عُمَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمُ اللّٰهُ بِهِ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم تم کو (یہاں) اس وقت تک برقرار رکھیں گے جب تک تم کو اللہ برقرار

رکھے گا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۱۶۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَعِیْدٌ الْمَقْبُرِیُّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ فِی الْمَسْجِدِ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْطَلِقُوْا اِلٰی یَهُوْدَ فَخَرَجْنَا حَتّٰی جِئْنَا بَیْتَ الْمِدْرَاسِ فَقَالَ اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُجْلِیَکُمْ مِنْ هٰذِهِ الْاَرْضِ فَمَنْ یَّجِدْ مِنْکُمْ بِمَالِهٖ شَیْئًا فَلْیَبِعْهُ وَاِلَّا فَاعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۶۹۴۴-۷۳۴۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید المقبری نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جس وقت ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور آپ نے فرمایا: یہود کی طرف چلو' سو ہم نکلے حتیٰ کہ ہم بیت المدراس پر آئے' آپ نے (یہود سے) فرمایا: تم اسلام قبول کرلو' تم سلامت رہو گے اور جان لو کہ زمین اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی ہے اور بے شک میں ارادہ کرتا ہوں کہ تم کو اس سرزمین سے نکال دوں' پس تم میں سے جو شخص اپنے کسی مال کو پائے وہ اس کو فروخت کر دے' ورنہ تم یاد رکھو کہ زمین اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۷۶۵' الرقم المسلسل: ۴۴۸۲' سنن ابوداؤد: ۳۰۰۳' السنن الکبریٰ: ۸۶۸۷' شرح مشکل الآثار: ۴۲۷۸' سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۰۸' مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۸۲۶- ج ۱۵ ص ۵۱۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو سرزمین حجاز سے نکالنے کا ارادہ کیا کیونکہ ان کی کئی بار آزمائش کی گئی اور انہوں نے آپ کی مخالفت کی' جب تحویل قبلہ ہوئی اور آپ نے بیت المقدس کے بجائے بیت اللہ یعنی کعبہ کو اپنا قبلہ بنالیا تو انہوں نے اس پر نکتہ چینی کی' پھر بنو نضیر نے آپ کے خلاف سازش کی اور آپ کے اوپر پتھر گرانے کا ارادہ کیا' تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ بنو نضیر کو مدینہ سے نکال دیں اور باقی یہود کو آپ نے چھوڑ دیا' پھر آپ کے وصال سے پہلے آپ پر یہ وحی کی گئی کہ جزیرۂ عرب میں دو دین باقی نہیں رکھے جائیں گے اور آپ نے اپنی وفات کے وقت اس کی وصیت کی' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حکم دیا: جس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عہد ہو وہ اس کو لائے' ورنہ میں تم کو حجاز سے نکال دوں گا' سو انہوں نے ان کو حجاز سے نکال دیا۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ اور اس پر مصنف کا محاکمہ

اس حدیث میں مذکور ہے: حتیٰ کہ ہم بیت المدراس پر آئے۔

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس جملہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

بیت المدراس سے مراد وہ عمارت ہے جس میں یہودی اپنی کتاب کا درس دیتے تھے یا مِدراس سے مراد وہ یہودی عالم ہے جو ان کی کتاب کا درس دیتا ہے اور پہلی تفسیر راجح ہے کیونکہ دوسری روایت میں مذکور ہے کہ آپ مِدراس پر آئے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۴۱' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس میں ترجیح کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ مدراس پر آنے کا معنی یہ ہے کہ آپ اس جگہ پر آئے جو تورات کا درس دینے کی جگہ تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۲۳ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کا یہ رد کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ حافظ ابن حجر یہ کہہ رہے ہیں کہ مدراس کے دو معنی ہیں: (۱) تورات کا درس دینے والا عالم (۲) تورات کا درس دینے کی جگہ اور چونکہ دوسری روایت میں مذکور ہے کہ آپ مدراس پر آئے' اس لیے یہاں عالم والا معنی نہیں ہو سکتا بلکہ دوسرے معنی کو ترجیح ہے کہ آپ ان کے مدرسہ میں آئے جہاں تورات کا درس دیا جاتا تھا' اور حافظ ابن حجر نے یہ نہیں کہا کہ دوسرے معنی کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔

۳۱٦۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ اَبِىْ مُسْلِمٍ الْاَحْوَلِ قَالَ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ يَوْمُ الْخَمِيْسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ ثُمَّ بَكٰى حَتّٰى بَلَّ دَمْعُهُ الْحَصٰى قُلْتُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَّا يَوْمُ الْخَمِيْسِ. قَالَ اِشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ فَقَالَ ائْتُوْنِىْ بِكَتِفٍ اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَّاتَضِلُّوْا بَعْدَهٗ اَبَدًا فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِىْ عِنْدَ نَبِىٍّ تَنَازُعٌ. فَقَالُوْا مَالَهٗ اَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوْهُ فَقَالَ ذَرُوْنِىْ فَالَّذِىْ اَنَافِيْهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُوْنِىْ اِلَيْهِ فَاَمَرَهُمْ بِثَلَاثٍ قَالَ اَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ اُجِيْزُهُمْ وَالثَّالِثَةُ خَيْرٌ اِمَّا اَنْ سَكَتَ عَنْهَا وَاِمَّا اَنْ قَالَهَا فَنَسِيْتُهَا. قَالَ سُفْيَانُ هٰذَا مِنْ قَوْلِ سُلَيْمَانَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از سلیمان بن ابی مسلم الاحول' انہوں نے کہا کہ انہوں نے سعید بن جبیر سے سنا' انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا: جمعرات کا دن اور کیسا تھا جمعرات کا دن' پھر وہ روئے حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے کنکریاں بھیگ گئیں' میں نے پوچھا: اے ابن عباس! جمعرات کا دن کیسا تھا؟ انہوں نے بتایا: اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درد زیادہ ہو گیا' آپ نے فرمایا: ایک شانہ کی (چوڑی) ہڈی لاؤ تاکہ میں تمہارے لیے ایسا مکتوب لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گم راہ نہیں ہو گے' تو صحابہ نے اس (حکم کی تعمیل) میں بحث کی اور نبی کے پاس بحث نہیں کرنی چاہیے تھی' انہوں نے کہا: آپ کو کیا ہوا ہے؟ کیا آپ (دنیا سے) رخصت ہو رہے ہیں؟ آپ سے دریافت کر لو' تب آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو' میں جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو' پھر آپ نے صحابہ کو تین باتوں کا حکم دیا: (۱) مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو (۲) وفود کو اسی طرح انعام و اکرام دو جس طرح میں ان کو انعام و اکرام دیتا تھا (۳) راوی نے کہا: تیسری بات کوئی نیک سلوک کرنے کی تھی' یا تو سعید نے اس کو بتایا نہیں یا میں اس کو بھول گیا۔ سفیان نے کہا: یہ سلیمان احول کا قول ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں آپ کا یہ ارشاد ہے کہ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔

اگر کفار کی کسی علاقہ میں ضرورت ہو تو ان کو وہاں رہنے دیا جائے گا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے اپنی امت کے مؤمنین کے سامنے یہ بیان فرمایا کہ مسلمانوں کے تمام شہروں سے ان لوگوں کو نکال دیا جائے جو دین اسلام کے سوا کسی اور دین کی پیروی کرتے ہیں خواہ وہ شہر ان شہروں میں سے ہوں' جہاں کے رہنے والے اسلام قبول کر چکے ہوں یا وہ شہر ان شہروں میں سے ہو جن کو مسلمانوں نے جنگ سے فتح کیا ہو' جب کہ مسلمانوں کو اس شہر والوں کی ضرورت نہ ہو' مثلاً وہاں کے لوگ اس شہر کی زمینوں کو آباد کرنے والے ہوں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آیا یہ حکم صرف مدینہ منورہ اور باقی جزیرۂ عرب کے ساتھ مخصوص ہے یا یہ حکم اسلام کے تمام شہروں کے لیے عام ہے؟ کیونکہ اگر یہ حکم اسلام کے تمام شہروں کے لیے عام ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو بیان فرماتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو اس جگہ کی ضرورت ہو تو ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا' کیا یہ معلوم نہیں ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کو جنگ سے فتح کرنے کے باوجود یہود کو وہاں کی زمین پر برقرار رکھا تا کہ وہ خیبر کی زمین کو آباد کرتے رہیں' اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خیبر کے یہود اور نجران کے نصاریٰ کے ساتھ معاملہ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کے نصاریٰ کے ساتھ معاملہ کیا' کیونکہ ان سے زمین کی آبادکاری کے لیے کام کرانے کی ضرورت تھی کیونکہ اس وقت مسلمان جہاد میں مشغول تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

یہود کا مشرکین میں داخل ہونا' جزیرۂ عرب کی تخصیص کی وجہ اور اس کی توجیہ کہ حضرت عمر نے اس حکم پر تاخیر سے عمل کیا

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو' تو پھر امام بخاری نے اس بات کا یہ عنوان کیوں قائم کیا ہے: یہود کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہود بھی مشرک ہیں کیونکہ وہ کہتے تھے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے' یا اس لیے کہ مشرکین کی بہ نسبت یہود کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا زیادہ لائق ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ جزیرۂ عرب کی تخصیص کی کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو یہ خطرہ تھا کہ یہود آپ کے بعد مسلمانوں کے خلاف کوئی سازش کریں گے' کیونکہ جب آپ دو آدمیوں کی دیت کے مسئلہ میں ان سے بات کرنے کے لیے بنو نضیر کے پاس گئے تھے تو انہوں نے مکان کی چھت سے آپ پر پتھر گرانے کا ارادہ کیا تھا' پس اللہ نے آپ کو وحی سے مطلع فرما دیا اور آپ ان کی سازش کا شکار نہیں ہوئے اور چونکہ آپ کے بعد وحی کا سلسلہ موقوف ہو جانا تھا تو آپ نے مسلمانوں کو ان کے فتنہ سے محفوظ رکھنے کے لیے فرمایا: مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر فوراً عمل کیوں نہیں کیا' حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں یہود کو خیبر سے جلا وطن کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امر اس کا تقاضا نہیں کرتا کہ اس پر فوراً عمل کیا جائے' نیز مسلمانوں کو ان ایام میں یہود سے کام لینے کی ضرورت تھی' یا پھر انہوں نے یہ انتظار کیا کہ جب یہود کی طرف سے کوئی شرارت ہو تو پھر ان کو خیبر سے نکال دیا جائے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب اہل خیبر نے ان کے ہاتھ پیر توڑ ڈالے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے' آپ نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے ان کی زمینوں کا معاملہ کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا: جب تک اللہ تمہیں برقرار رکھے گا ہم بھی برقرار رکھیں گے' اور عبداللہ بن عمرو خیبر میں اپنے اموال کے سلسلہ میں گئے تھے تو' رات میں ان کو زدوکوب کیا گیا اور ان کے ہاتھ پیر توڑ ڈالے گئے اور خیبر میں یہود کے سوا ہمارا کوئی دشمن نہیں ہے' وہی ہمارے دشمن ہیں اور ہم ان ہی پر الزام لگاتے ہیں اور میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان کو جلاوطن کر دیا جائے' جب حضرت عمر نے اس کا پختہ ارادہ کر لیا تو بنی ابو الحقیق سے ایک یہودی آیا' پس اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ ہمیں جلاوطن کر رہے ہیں؟ حالانکہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ہمیں یہاں برقرار رکھا تھا؟ اور ہم کو زمینوں پر عامل بنایا تھا؟ حضرت عمر نے فرمایا: کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد بھول گیا ہوں؟ (آپ نے فرمایا تھا:) اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا' جب تمہیں خیبر سے نکال دیا جائے گا' تمہارے اونٹ تمہیں راتوں کو لے کر دوڑتے پھریں گے! اس نے کہا: یہ تو ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے مذاق سے کہا تھا' حضرت عمر نے فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تم نے جھوٹ بولا' پھر حضرت عمر نے ان کو جلاوطن کر دیا اور ان کے پھلوں کی قیمت کچھ نقد اور اونٹ اور سامان اور رسیاں کجاوے میں ڈال کر دے دیں۔

(صحیح البخاری: ٢٧٣٠' سنن ابوداؤد: ٣٠٠٧' مسند البزار: ١٥٤' مسند احمد ج ١ ص ١٥ طبع قدیم' مسند احمد: ٩٠۔ ج ١ ص ٢٥٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں ہے: سلیمان نے کہا کہ رہی تیسری بات تو اس کو سعید نے بتایا نہیں یا میں بھول گیا۔ علامہ احمد بن اسماعیل کورانی نے کہا کہ دوسری روایت میں مذکور ہے: تیسری بات یہ تھی کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شام کی طرف لشکر روانہ کر دیا جائے۔

(الکوثر الجاری ج ٦ ص ١٤١' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

میں کہتا ہوں کہ قاضی عیاض مالکی متوفی ٥٤٤ھ نے اس جملہ کی شرح میں لکھا ہے:

المہلب نے کہا ہے کہ تیسری وصیت لشکر اسامہ کے متعلق تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تیسری وصیت یہ ہو کہ میری قبر کی پرستش اور عبادت نہ شروع کر دینا' کیونکہ امام مالک کی روایت میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جزیرۂ عرب میں دو دین باقی نہیں رکھے جائیں گے' پھر آپ نے خیبر کے یہود کو جلاوطن کر دیا۔ (موطأ امام مالک: ٨١۔ کتاب الجامع)

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ٥ ص ٣٨٣' دارالوفاء' بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ٧ ص ٤٤٦٨' مکتبہ نزار مصطفیٰ' بیروت' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آخری وصیت کے متعلق احادیث

امام محمد بن سعد متوفی ٢٣٠ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حالت وفات میں فرما رہے تھے: نماز' نماز (پڑھتے رہنا) اور اپنے غلاموں اور باندیوں (سے حسن سلوک کرتے رہنا)۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایک ساعت بے ہوشی طاری ہوئی' پھر آپ ہوش میں آئے تو فرمایا: اپنے غلاموں اور باندیوں کے متعلق اللہ سے ڈرو' اللہ سے ڈرو' ان کے جسموں پر کپڑے پہناؤ اور ان کے پیٹوں کو کھانے سے سیر کرو اور ان سے نرمی سے بات کرو۔

عمر بن عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جو آخری کلام فرمایا' وہ یہ تھا: اللہ یہود اور نصاریٰ کو ہلاک کردے! انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنا دیا اور سرزمین عرب میں دو دین باقی نہیں رکھے جائیں گے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

٧ - بَابٌ إِذَا غَدَرَ الْمُشْرِكُوْنَ بِالْمُسْلِمِيْنَ هَلْ يُعْفٰى عَنْهُمْ

جب مشرکین مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی کریں تو کیا ان کو معاف کیا جائے گا؟

اس باب کے عنوان میں ''غـدر'' کا لفظ ہے اور ''غـدر'' کا معنی ہے: خیانت کرنا اور عہد شکنی کرنا' امام بخاری نے اس عنوان میں مشرکین کی عہد شکنی کی سزا بیان نہیں کی' کیونکہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

٣١٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ اُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيْهَا سُمٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْمَعُوْا اِلَيَّ مَنْ كَانَ هَاهُنَا مِنْ يَّهُوْدَ فَجُمِعُوْا لَهٗ فَقَالَ لَهُمْ اِنِّيْ سَائِلُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَهَلْ اَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْهُ فَقَالُوْا نَعَمْ قَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَبُوْكُمْ قَالُوْا فُلَانٌ فَقَالَ كَذَبْتُمْ بَلْ اَبُوْكُمْ فُلَانٌ قَالُوْا صَدَقْتَ قَالَ فَهَلْ اَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ اِنْ سَاَلْتُ عَنْهُ فَقَالُوْا نَعَمْ يَا اَبَا الْقَاسِمِ وَاِنْ كَذَبْنَا عَرَفْتَ كَذِبَنَا كَمَا عَرَفْتَهٗ فِيْ اَبِيْنَا فَقَالَ لَهُمْ مَنْ اَهْلُ النَّارِ قَالُوْا نَكُوْنُ فِيْهَا يَسِيْرًا ثُمَّ تَخْلُفُوْنَا فِيْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَاللّٰهِ لَا نَخْلُفُكُمْ فِيْهَا اَبَدًا ثُمَّ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ اِنْ سَاَلْتُكُمْ عَنْهُ فَقَالُوْا نَعَمْ يَا اَبَا الْقَاسِمِ قَالَ هَلْ جَعَلْتُمْ فِيْ هٰذِهِ الشَّاةِ سُمًّا قَالُوْا نَعَمْ قَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَالُوْا اَرَدْنَا اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا نَسْتَرِيْحُ وَاِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ. [اطراف الحدیث: ۴۲۴۹۔ ۵۷۷۷] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب خیبر فتح کیا گیا تو نبی ﷺ کو ایک زہر آلودہ بکری ہدیہ کی گئی' پس نبی ﷺ نے فرمایا: جتنے بھی یہاں یہودی ہیں ان سب کو میرے پاس جمع کرو' سو ان کو جمع کیا گیا تو آپ نے ان سے فرمایا: میں تم سے ایک چیز کے متعلق سوال کروں گا' کیا تم مجھ کو سچ سچ بتاؤ گے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! تو نبی ﷺ نے ان سے پوچھا: تمہارا باپ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ فلاں شخص ہے' آپ نے فرمایا: تم نے جھوٹ بولا بلکہ تمہارا باپ فلاں شخص ہے' انہوں نے کہا: آپ نے سچ فرمایا' آپ نے فرمایا: اگر میں تم سے کسی چیز کے متعلق سوال کروں تو کیا تم مجھے سچ بتاؤ گے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! اے ابوالقاسم! اور اگر ہم نے جھوٹ بولا تو آپ ہمارے جھوٹ کو جان لیں گے' جیسے آپ نے ہمارے باپ کے متعلق جھوٹ کو جان لیا تھا' پس آپ نے پوچھا: اہل دوزخ میں سے کون ہے؟ انہوں نے کہا: ہم تھوڑا عرصہ دوزخ میں رہیں گے پھر آپ لوگ ہمارے خلیفہ ہو کر دوزخ میں جائیں گے' تب نبی ﷺ نے فرمایا: تم دوزخ میں ذلت کے ساتھ رہنا' اللہ کی قسم! ہم کبھی بھی تمہارے خلیفہ ہو کر دوزخ میں نہیں جائیں گے' آپ نے پھر فرمایا: اگر میں تم سے کسی چیز کے متعلق سوال کروں تو تم اس کے متعلق سچ سچ بتاؤ گے؟ پس انہوں نے کہا: ہاں! اے ابوالقاسم! آپ نے پوچھا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ڈالا

تھا' انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم کو اس چیز پر کس نے برانگیختہ کیا' انہوں نے کہا: ہمارا ارادہ یہ تھا کہ اگر آپ جھوٹے (نبی) ہیں تو ہم کو راحت مل جائے گی اور اگر آپ (واقعی) نبی ہیں تو یہ گوشت آپ کو ضرر نہیں دے گا۔

مشرکین کی غداری کی وجہ سے اگر مسلمانوں کو ضرر ہو تو ان کو سزا دینا جائز ہے

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ مہلب مالکی متوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اگر مشرکین کوئی خیانت یا غداری کریں اور اس کا تدارک اور اس کی تلافی ہو سکتی ہو تو پھر ان کو معاف کر دیا جائے گا' اور اگر مسلمانوں کا امیر ان کو سزا دینا چاہے تو وہ اس پر ان کو سزا دے سکتا ہے اور اگر مشرکین غداری سے کسی مسلمان کو قتل کریں یا ایسا نقصان پہنچائیں جس کی اصلاح نہ ہو سکے یا ان کے کسی شر سے بچاؤ نہ ہو سکتا ہو تو پھر ان کو معاف کر دینا جائز نہیں ہے' جس طرح قبیلہ عرینہ کے لوگوں نے آپ کی اونٹنیوں کے چرواہوں کو قتل کر دیا تھا اور اونٹنیوں کو چُرا کر بھاگ گئے تو آپ نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

یہودیوں نے جو آپ کو زہر آلود بکری کھلائی تھی' اس کے متعلق حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا' اس مرض میں آپ نے فرمایا: میں ہمیشہ اس طعام کا درد پاتا رہا ہوں جس کو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اب وہ وقت آ گیا ہے کہ اس زہر کے اثر سے میں اپنے دل کی رگ کے کٹنے کو محسوس کر رہا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۸' سنن ابوداؤد: ۴۵۱۲)

لیکن آپ نے ان کو اس لیے معاف فرما دیا کہ پہلے آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ اس سے آپ کی وفات ہو جائے گی کیونکہ جب آپ یہود کی سازش پر مطلع ہو گئے اور خود اس گوشت نے آپ کو بتا دیا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے تو آپ کو پوری زندگی اس زہر نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا' حتیٰ کہ جب آپ کی وفات قریب آ گئی تو آپ نے اس کا (شدید) درد محسوس کیا اور اس سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ تھا کہ اس زہر کے سبب سے آپ کی وفات کی وجہ سے آپ کو شہادت عطا فرمائے' اس لیے آپ نے ان کو سزا نہیں دی' نیز یہود نے یہ کہا تھا کہ ہم نے اس اقدام سے آپ کی نبوت کے صدق کے امتحان کا قصد کیا تھا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو اس سے آپ کو ضرر نہیں ہوگا' تو ہو سکتا ہے کہ ان کی اس تاویل کی وجہ سے آپ نے ان کو معذور قرار دیا ہو' نیز آپ اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا کرتے تھے اور جن منافقین نے آپ سے عداوت رکھی اور آپ کو ایذائیں پہنچائیں' آپ نے کبھی ان سے انتقام نہیں لیا' اور ان میں سے کسی کو قتل نہیں کیا' کیونکہ آپ خلق عظیم سے متصف تھے اور عفو و درگزر سے کام لیتے تھے اور ان اخلاق میں آپ کی نبوت کے دلائل ہیں۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

زہر آلود بکری لانے والی یہودیہ کا قصہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اہل خیبر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غداری کی اور ایک یہودی عورت کے ہاتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک زہر آلود بکری بھیجی' پھر اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے اس کو قتل کر دیا تھا یا معاف کر دیا تھا۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی عورت' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک زہر آلود بکری لائی' آپ نے اس بکری سے کھالیا' پھر اس عورت کو آپ کے پاس لایا گیا' آپ نے اس سے اس کا سبب معلوم کیا' اس نے کہا: میں نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا' آپ نے فرمایا: اللہ تجھ کو اس پر مسلط کرنے والا نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ہم اس عورت کو قتل نہ کردیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! حضرت علی نے کہا: میں اس زہر کا اثر ہمیشہ آپ کے حلق کے کوے میں دیکھتا رہا۔ (صحیح مسلم: ۲۱۹۰)

زہر آلود بکری کھلانے والی یہودیہ کو قتل کرنے اور قتل نہ کرنے کی احادیث میں تطبیق

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ نے لکھا ہے کہ اس یہودی عورت کا نام زینب بنت الحارث تھا اور یہ مرحب یہودی کی بہن تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے بتایا کہ میرا باپ اور چچا اور خاوند اور بھائی قتل کر دیا گیا تھا (سو میں نے ان کا بدلہ لیا)۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے کہا ہے کہ اس میں آثار اور اقوالِ علماء مختلف ہیں کہ آیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قتل کیا تھا یا نہیں؟ صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ حضرت علی' حضرت ابو ہریرہ اور حضرت جابر نے آپ سے پوچھا کہ اس کو قتل کریں؟ تو آپ نے منع فرمادیا۔

ابوسلمہ سے روایت ہے کہ آپ نے اس کو قتل کر دیا تھا۔

ابن سحنون نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ آپ نے اس کو قتل کر دیا تھا۔

امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ آپ کے حکم سے اس کو قتل کر دیا گیا تھا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۱۱)

ان روایات اور اقوال میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ آپ نے اس کو ابتداء میں قتل نہیں کیا تھا لیکن بعد میں جب یہ معلوم ہوا کہ وہ جادو کرتی ہے تو پھر آپ نے اس کو قتل کر دیا تھا۔

زہر دینے والے سے قصاص لینے میں مذاہب ائمہ

امام مالک نے یہ کہا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو زہر کھلا کر قتل کر دے تو اس سے بھی اسی طرح قصاص لیا جائے گا' جس طرح ہتھیار سے قتل کرنے والے سے قصاص لیا جاتا ہے اور فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اس میں قصاص نہیں ہے بلکہ اس کے عاقلہ سے دیت لی جائے گی۔

امام شافعی کے قصاص لینے کے متعلق دو قول ہیں اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہر معجزہ ہے کیونکہ آپ پر زہر نے اثر نہیں کیا تھا اور دوسرے جن لوگوں نے اس کو کھایا تھا' وہ فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہودیوں کے جواب کا ردّ اور آپ میں رسالت اور شہادت کا جمع ہونا

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم کبھی بھی تمہارے خلیفہ ہو کر دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بعض فساق مؤمنین تو دوزخ میں جائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ یہودیوں کے بعد دوزخ میں نہیں جائیں گے' بایں طور کہ وہ دخولِ جہنم میں یہودیوں کے خلیفہ ہوں۔

یہودیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دینے کی وجہ یہ بتائی کہ اگر آپ جھوٹے نبی ہیں تو ہمیں آپ سے نجات مل جائے گی اور اگر

آپ سچے نبی ہیں تو یہ زہر آپ کو ضرر نہیں دے گا۔ ان کا یہ قول جھوٹ تھا یا جہل تھا کیونکہ انبیاء علیہم السلام بشر ہیں اور دیگر انسانوں کی طرح ان پر بھی امراض طاری ہوتے ہیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ نے اس یہودی عورت کو معاف فرما دیا تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے آپ کی ذات کو جو ضرر پہنچایا تھا' اس کو آپ نے معاف فرما دیا تھا کیونکہ آپ اپنی ذات کا انتقام نہیں لیتے تھے' لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ نے اس کو قتل کرا دیا تھا کیونکہ اس زہر آلود گوشت کھانے کی وجہ سے حضرت بشر بن البراء رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تھے تو آپ نے ان کے قصاص میں اس کو قتل کرا دیا تھا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس زہر آلود بکری کی دستی کے کھانے کے بعد اس دستی نے آپ سے کہا: مجھ میں زہر ملا ہوا ہے' تو اس دستی نے کھانے سے پہلے آپ کو یہ کیوں نہیں بتایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ آپ میں رسالت اور شہادت کو جمع کر دیا جائے' اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی حیات کے آخر میں فرمایا: خیبر کے کھانے کی وجہ سے مجھے ہمیشہ درد ہوتا رہا حتیٰ کہ اب اس نے میرے دل کی رگ کو کاٹ دیا۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۸) (الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۴۳۔ ۱۴۲' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

زہر آلود بکری کی دستی کے خبر دینے اور حضرت بشر کے قصاص میں یہودیہ کو قتل کرانے کے متعلق احادیث

میں کہتا ہوں کہ علامہ کورانی نے ذکر کیا ہے کہ بکری کی دستی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دیا تھا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے' اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل خیبر کی ایک یہودی عورت نے ایک بھنی ہوئی بکری میں زہر ملا دیا' پھر اس نے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش کی' آپ نے اس کی ایک دستی کو کھایا اور آپ کے اصحاب کی ایک جماعت نے بھی کھایا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم کھانے سے اپنے ہاتھ اُٹھا لو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس یہودی کو بلایا اور اس سے پوچھا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟ اس نے کہا: آپ کو کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا: میرے ہاتھ میں اس بکری کی جو دستی ہے اس نے مجھے خبر دی ہے' اس یہودی نے کہا: ہاں! (الحدیث) (سنن ابوداؤد: ۴۵۱۰)

نیز علامہ کورانی نے اس بکری کا گوشت کھانے سے حضرت بشر بن البراء کے فوت ہونے کا ذکر کیا ہے' اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت اُم بشر رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت بشر بن البراء بن معرور فوت ہو گئے تو آپ نے اس یہودیہ کو بلایا اور اس سے پوچھا: تم کو اس کام پر کس نے برانگیختہ کیا۔ تو اس نے حضرت جابر کی حدیث کی طرح جواب دیا' تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اس یہودی عورت کو قتل کر دیا گیا۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۱۴)

نیز سنن ابوداؤد میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس زہر آلود گوشت کھانے کی وجہ سے آپ نے اپنے بازو کی ایک رگ میں فصد لگوائی تھی جو بنو بیاضہ کے ایک شخص نے لگائی تھی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۱۰)

۸ - بَابُ الدُّعَاءِ عَلٰى مَنْ نَكَثَ عَهْدًا

جس نے عہد شکنی کی' اس کے خلاف دعا کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عہد شکنی کرنے والے کے خلاف دعا کرنا جائز ہے۔

۳۱۷۰ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث

يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ الْقُنُوْتِ قَالَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ فَقُلْتُ إِنَّ فُلَانًا يَزْعُمُ أَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ كَذَبَ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَنَتَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوْعِ يَدْعُوْ عَلٰى أَحْيَاءٍ مِّنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ قَالَ بَعَثَ أَرْبَعِيْنَ أَوْ سَبْعِيْنَ يَشُكُّ فِيْهِ مِنَ الْقُرَّاءِ إِلٰى أُنَاسٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَعَرَضَ لَهُمْ هٰؤُلَآءِ فَقَتَلُوْهُمْ وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ فَمَا رَأَيْتُهُ وَجَدَ عَلٰى أَحَدٍ مَّا وَجَدَ عَلَيْهِمْ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثابت بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ سے دعائے قنوت کے متعلق سوال کیا' انہوں نے بتایا کہ وہ رکوع سے پہلے (پڑھی جاتی ہے)' میں نے کہا کہ فلاں شخص کا یہ زعم ہے کہ آپ نے بتایا ہے کہ وہ رکوع کے بعد (پڑھی جاتی ہے)' حضرت انس نے کہا: اس نے جھوٹ بولا' پھر انہوں نے ہمیں نبی ﷺ سے یہ حدیث بیان کی کہ آپ نے ایک مہینہ رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھی' آپ بنو سلیم کے کئی قبائل کے خلاف دعا کرتے تھے' حضرت انس نے کہا: آپ نے چالیس یا ستر (اس تعداد میں راوی کو شک ہے) قرآن کے قاری مشرکین کی طرف بھیجے تھے' بنو سلیم ان کے درپے ہوئے' پس انہوں نے ان کو قتل کر دیا' حالانکہ بنو سلیم اور نبی ﷺ کے درمیان معاہدہ تھا' حضرت انس نے بتایا: میں نے کسی کی موت پر نبی ﷺ کو اتنا غم زدہ نہیں دیکھا جتنا ان کی شہادت پر آپ کو غم زدہ دیکھا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں عہد شکنی کرنے والوں کے خلاف دعا کا ذکر ہے۔

نبی ﷺ کفار کے ایمان لانے سے مایوس ہونے کے بعد ان کے خلاف شر کی دعا کرتے تھے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب تک نبی ﷺ کو کسی قوم یا فرد کے متعلق کفر اور شرک سے رجوع کرنے کی اُمید ہوتی تھی' آپ اس کے خلاف شر کی دعا نہیں کرتے تھے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ سے کہا گیا کہ آپ دوس کے خلاف دعا کریں تو آپ نے ان کے حق میں ہدایت کی دعا کی' نبی ﷺ نے بنو سلیم کے خلاف اس لیے شر کی دعا کی تھی کہ انہوں نے عہد شکنی کی تھی اور آپ ان کے گمراہی سے رجوع کرنے سے مایوس ہو چکے تھے' پس اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کے صدق اور آپ کی نبوت کی دلیل کو ظاہر فرما دیا اور یہ حدیث نماز اور خطبہ میں مسلمانوں کے دشمنوں اور ان کے مخالفین کے خلاف شر کی دعا کرنے کی اصل اور دلیل ہے اور عہد شکنی کرنے والوں کے خلاف دعاء شر کرنے کی اصل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

دراصل یہ پوری عبارت علامہ ابن بطال مالکی کی ہے جس کو علامہ عینی نے ان کا ذکر کیے بغیر نقل کیا ہے' دیکھئے: شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۴۱' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۴ھ

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے صحیح البخاری: ۱۰۰۲ میں بغیر کسی تردد کے قرآن کے قراء کی تعداد ستر لکھی ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۴۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

۹ - بَابُ أَمَانِ النِّسَاءِ وَجِوَارِهِنَّ عورتوں کا کسی کو پناہ اور امان دینا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عورتیں بھی کسی شخص کو پناہ اور امان دے سکتی ہیں۔

۳۱۷۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَنَّ اَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى اُمِّ هَانِىءٍ ابْنَةِ اَبِي طَالِبٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اُمَّ هَانِىءٍ ابْنَةَ اَبِي طَالِبٍ تَقُوْلُ ذَهَبْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ فَقُلْتُ اَنَا اُمُّ هَانِىءٍ بِنْتُ اَبِي طَالِبٍ فَقَالَ مَرْحَبًا بِاُمِّ هَانِىءٍ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ قَامَ فَصَلّٰى ثَمَانَ رَكْعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَعَمَ ابْنُ اُمِّي عَلِيٌّ اَنَّهُ قَاتِلٌ رَجُلًا قَدْ اَجَرْتُهُ فُلَانُ ابْنُ هُبَيْرَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَجَرْنَا مَنْ اَجَرْتِ يَا اُمَّ هَانِىءٍ وَّذٰلِكَ ضُحًى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی النضر' جو عمر بن عبیداللہ کے آزاد شدہ غلام تھے کہ ابومرّہ جو حضرت اُم ھانی ء بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کے آزاد شدہ غلام تھے' انہوں نے اُم ھانی ء بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ وہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئیں' اس وقت آپ غسل فرمارہے تھے اور حضرت فاطمہ علیہا السلام آپ کو پردہ سے ستر کر رہی تھیں' پس میں نے آپ کو سلام کیا' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو میں نے کہا: میں اُم ھانی ء بنت ابی طالب ہوں' آپ نے فرمایا: اُم ھانی ء کو خوش آمدید ہو! پھر جب آپ غسل سے فارغ ہو گئے تو آپ نے کھڑے ہو کر آٹھ رکعات پڑھیں' آپ ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں کے بیٹے حضرت علی کا یہ گمان ہے کہ وہ اس شخص کو قتل کرنے والے ہیں جس کو میں پناہ دے چکی ہوں فلاں بن ھبیرہ کو' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اُم ھانی ء! جس کو تم نے پناہ دی ہے اس کو ہم نے پناہ دی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۰ میں گزر چکی ہے۔

عورت کی امان میں مذاہب فقہاء

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ عورت امان دے سکتی ہے اور جس کو عورت امان دے دے' اس کو قتل کرنا حرام ہے' اور بے شک حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوالعاص بن الربیع کو پناہ دی تھی' حجاز اور عراق کے فقہاء کا یہی مختار ہے' امام مالک' امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام احمد اور دوسرے فقہاء کا بھی یہی مذہب ہے' بعض فقہاء کا یہ قول شاذ ہے کہ عورت کی امان امیر مسلمین کی امان پر موقوف ہے' اگر وہ عورت کی امان کو برقرار رکھے تو صحیح ہے' ورنہ صحیح نہیں ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کو تم نے امان دی ہے اس کو ہم نے امان دی' اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا امان دینا امیر مسلمین کی اجازت پر موقوف ہے۔ جمہور فقہاء نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کا یہ معنی ہے کہ ہماری سنت اور ہمارا طریقہ یہ ہے کہ جس کو تم پناہ دو یا تم جیسی کسی اور عورت نے پناہ دی ہو' اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: تمام مسلمانوں کا خون ایک دوسرے کی مثل ہے' ان میں سے ادنیٰ شخص بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے اور عورت مسلمانوں میں ادنیٰ درجہ کی ہے اور عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے سال میں کعبہ کی سیڑھیوں پر خطبہ دیا اور فرمایا: تمام مسلمانوں کا ہاتھ

اپنے ماسوا پر برابر ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۵) (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۴۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)
علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے بھی اپنی شرح میں اس عبارت کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔
(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۲۷ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۰ - بَابٌ ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَجِوَارُهُمْ وَاحِدَةٌ يَّسْعٰى بِهَا اَدْنَاهُمْ

تمام مسلمانوں کا ذمہ اوران کا پناہ دینا برابر ہے' ان میں سے ادنیٰ مسلمان بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ تمام مسلمانوں کا کسی حربی کو پناہ دینا برابر ہے' یعنی اگر کسی مسلمان نے اہل حرب میں سے کسی کو پناہ دے دی تو یہ جائز ہے اور تمام مسلمان اس کو قبول کریں گے' خواہ پناہ دینے والا مسلمان کم درجہ کا ہو یا معزز ہو' غلام ہو یا آزاد' مرد ہو یا عورت ہو اور اس کے پناہ دینے کے بعد دوسرے کسی مسلمان کے لیے اس پناہ کو توڑنا جائز نہیں ہے' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک غلام کا کسی حربی کو پناہ دینا جائز ہے' خواہ اس نے قتال کیا ہو یا قتال نہ کیا ہو' امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک غلام کا امان دینا صرف اس وقت میں جائز ہے جب اس نے قتال کیا ہو' امام مالک نے نزدیک جب بچہ اسلام کے احکام سمجھتا ہو تو اس کا بھی امان دینا جائز ہے' امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور جمہور فقہاء نے اس سے منع کیا ہے' علامہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ بچہ اور مجنون کا کسی حربی کو امان دینا جائز نہیں ہے' اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۴۳ 'عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۲۸)

۳۱۷۲ - حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ خَطَبَنَا عَلِيٌّ فَقَالَ مَا عِنْدَنَا كِتَابٌ نَقْرَؤُهُ اِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ وَمَا فِىْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ فَقَالَ فِيْهَا الْجِرَاحَاتُ وَاَسْنَانُ الْاِبِلِ وَالْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَّا بَيْنَ عَيْرٍ اِلٰى كَذَا فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰى فِيْهَا مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَايُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَاعَدْلٌ وَّمَنْ تَوَلّٰى غَيْرَ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ مِثْلُ ذٰلِكَ وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ مِثْلُ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از الاعمش از ابراہیم التیمی از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا' پس فرمایا: ہمارے پاس کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس کو ہم پڑھیں سوائے کتاب اللہ کے اور جو اس صحیفہ میں ہے' پس فرمایا: اس میں زخموں (کی دیت مذکور ہے) اور (دیت کے) اونٹوں کی عمریں (مذکور ہیں) اور مدینہ عیر (پہاڑ) سے لے کر فلاں پہاڑ (اُحد) تک حرم ہے' جس نے اس میں کوئی جرم کیا یا کسی مجرم کو پناہ دی' اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی! اس کا کوئی فرض قبول کیا جائے گا اور نہ نفل اور جس نے اپنے آپ کو اپنے مالکوں کے غیر کی طرف منسوب کیا' اس پر بھی اسی کی مثل لعنت ہو اور تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ایک ہے' پس جس نے کسی مسلمان کے ساتھ عہد شکنی کی' اس پر بھی اسی کی مثل لعنت ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۱ میں مذکور ہے۔

۱۱ - بَابٌ اِذَا قَالُوْا صَبَأْنَا وَلَمْ يُحْسِنُوْا اَسْلَمْنَا

جب کافروں نے کہا: ہم نے دین بدل لیا اور وہ یہ نہیں کہہ سکے کہ ہم مسلمان ہو گئے

یعنی جب کفار نے جنگ کے دوران یہ کہا کہ ہم نے دین بدل لیا اور اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ہم مسلمان ہو گئے' تو آیا ان کا یہ قول ان سے جنگ موقوف کرنے کے لیے کافی ہے یا نہیں؟ امام بخاری نے عنوان میں اس کا جواب ذکر نہیں کیا' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا یہ قول کافی ہے' کیونکہ الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَجَعَلَ خَالِدٌ يَّقْتُلُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْرَاُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ .

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت خالد بن ولید (یہ سن کر بھی) قتل کرتے رہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں خالد کے فعل سے تیرے سامنے بَری ہوتا ہوں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو بنوجذیمہ کی طرف بھیجا' پس حضرت خالد نے ان کو اسلام کی دعوت دی' وہ عمدہ طریقہ سے یہ نہیں کہہ سکے کہ ہم مسلمان ہو گئے' وہ اس طرح کہنے لگے کہ ہم نے دین بدل لیا' ہم نے دین بدل لیا' پس حضرت خالد ان کو قتل کرنے لگے اور ہم میں سے ہر شخص کے حوالے اس کا قیدی کر دیا' حتیٰ کہ وہ دن آیا جب حضرت خالد نے ہم میں سے ہر شخص کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے قیدی کو قتل کر دے' تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اپنے قیدی کو ہرگز قتل نہیں کروں گا اور نہ میرے اصحاب میں سے کوئی شخص اپنے قیدی کو قتل کرے گا' حتیٰ کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گئے' پس ہم نے اس واقعہ کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ اُٹھا کر دعا کی اور دو بار کہا: اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا ہے میں تیرے سامنے اس سے بَری ہوتا ہوں۔ (صحیح البخاری: ۴۳۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۱' مصنف عبدالرزاق: ۹۴۳۴)

وَقَالَ عُمَرُ اِذَا قَالَ مَتْرَسْ فَقَدْ اٰمَنَهٗ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ الْاَلْسِنَةَ كُلَّهَا وَقَالَ تَكَلَّمْ لَا بَاْسَ.

اور حضرت عمر نے کہا: جب کسی شخص نے کسی حربی سے کہا: ''مَتَرس'' (مت ڈرو) تو اس نے اس کو امان دے دی' بے شک اللہ تمام زبانوں کو جانتا ہے اور حضرت عمر نے (ھرمزان) سے کہا: بات کرو' کوئی حرج نہیں ہے۔

اس تعلیق میں دو جز ہیں' جز اوّل کے موافق حسبِ ذیل اثر ہے:

امام عبدالرزاق از اعمش از ابووائل روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہماری طرف مکتوب لکھا:

جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرو تو یہ نہ کہو کہ اللہ کے حکم سے اور ہمارے حکم سے قلعہ سے اتر آؤ' بلکہ یہ کہو کہ تم ہمارے حکم سے اترو' پھر تم جو چاہو ان کے متعلق فیصلہ کرو اور جب کوئی شخص دوسرے شخص سے ملے اور وہ اس سے کہے: ''مترس'' (تم ڈرو مت)' تو اس نے اس کو امان دے دی اور جب وہ اس سے کہے: ''لا تدھل'' تو اس نے اس کو امان دے دی اور جب وہ اس سے کہے: مت ڈرو' تو اس نے اس کو امان دے دی' کیونکہ اللہ تمام زبانوں کو جانتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۹۴۹۲۔ ج ۵ ص ۱۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس تعلیق کے جز ثانی کے متعلق علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

جب ھرمزان کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو اس کے منہ سے بات نہیں نکل رہی تھی تو حضرت عمر نے کہا: تم کو کوئی تنگی نہیں ہوگی' تم بات کرو کیونکہ یہ عہد اور امان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۳۰۔ ۱۲۹)

اس باب میں امام بخاری نے صرف حضرت عمر کی دو تعلیقات ذکر کی ہیں اور کسی حدیث کو روایت نہیں کیا۔

۱۲ - بَابُ الْمُوَادَعَةِ وَالْمُصَالَحَةِ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ بِالْمَالِ وَغَيْرِهٖ وَإِثْمِ مَنْ لَّمْ يَفِ بِالْعَهْدِ

مشرکین کے ساتھ مال وغیرہ سے صلح کرنا اور جنگ چھوڑ دینا اور جو عہد پورا نہ کرے اس کا گناہ

اس عنوان میں ''الموادعۃ'' کا لفظ ہے اس کا حقیقی معنی ہے: ہر فریق کا اپنے مؤقف کو ترک کر دینا اور یہاں اس سے مراد ہے: جنگ نہ کرنے پر صلح کرنا۔

وَقَوْلِهٖ ﴿وَإِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا﴾ (الانفال: ٦١). جَنَحُوْا. طَلَبُوا السَّلْمَ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی اس کی طرف مائل ہو جائیں۔ (الانفال:٦١) جَنَحُوْا کا معنی ہے: صلح کو طلب کریں۔

یہ آیت صلح کی مشروعیت میں نازل ہوئی ہے۔

مجاہد نے کہا: یہ آیت بنو قریظہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس آیت کا پورا سیاق واقعۂ بدر کے متعلق ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ آیت درج ذیل آیت سے منسوخ ہے:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ.

ان لوگوں سے قتال کرو جو نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ آخرت کے دن پر۔ (التوبہ:۲۹)

حافظ ابن کثیر نے کہا: اس پر بھی یہ اعتراض ہے کہ التوبہ:۲۹ کا معنی یہ ہے کہ مشرکین سے اس وقت قتال کرو جب ان سے قتال کرنا ممکن ہو' کیونکہ جب دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہو تو ان سے صلح کرنا جائز ہے' جیسا کہ اس آیت میں اس پر دلیل ہے اور جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے دن کیا تھا' پس آیت میں تخصیص کرنے کی ضرورت ہے اور نہ اس کو منسوخ ماننے کی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۳۰)

٣١٧٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ هُوَ ابْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِىْ حَثْمَةَ قَالَ اِنْطَلَقَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ وَّمُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدِ بْنِ زَيْدٍ اِلٰى خَيْبَرَ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ فَتَفَرَّقَا فَاَتٰى مُحَيِّصَةُ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ يَتَشَحَّطُ فِيْ دَمٍ قَتِيْلًا فَدَفَنَهٗ ثُمَّ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ وَّمُحَيِّصَةُ وَحُوَيِّصَةُ ابْنَا مَسْعُوْدٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ كَبِّرْ كَبِّرْ وَهُوَ اَحْدَثُ الْقَوْمِ فَسَكَتَ فَتَكَلَّمَا فَقَالَ اَتَحْلِفُوْنَ وَتَسْتَحِقُّوْنَ قَاتِلَكُمْ اَوْ صَاحِبَكُمْ قَالُوْا وَكَيْفَ نَحْلِفُ وَلَمْ نَشْهَدْ وَلَمْ نَرَ قَالَ فَتُبْرِيْكُمْ يَهُوْدُ بِخَمْسِيْنَ فَقَالُوْا كَيْفَ نَاْخُذُ اَيْمَانَ قَوْمٍ كُفَّارٍ فَعَقَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر نے حدیث بیان کی اور وہ ابن المفضل ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از بشیر بن یسار از سہل بن ابی حثمہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ بن مسعود بن زید رضی اللہ عنہما خیبر کی طرف گئے اور وہ صلح کے ایام تھے' پس وہ متفرق ہو گئے' پس حضرت محیصہ' حضرت عبداللہ کے پاس گئے اور وہ اس وقت خون میں لت پت ہو رہے تھے' مقتول ہو چکے تھے' انہوں نے ان کو دفن کر دیا' پھر وہ مدینہ آئے' پس حضرت عبدالرحمن بن سہل اور حضرت محیصہ اور حضرت حویصہ' جو دونوں مسعود کے بیٹے تھے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے' پس حضرت عبدالرحمن بات کرنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بڑے کو بات کرنے دو' بڑے کو بات کرنے دو' اور عبدالرحمن ان لوگوں میں سب سے کم عمر تھے' پس

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ.

وہ خاموش ہو گئے، پھر ان دونوں نے بات کی، آپ نے پوچھا: کیا تم حلف اُٹھاؤ گے اور اپنے قاتل یا اپنے صاحب کے مستحق ہو گے، انہوں نے کہا: ہم کیسے حلف اُٹھا سکتے ہیں جب کہ ہم اس موقع پر موجود نہ تھے اور نہ ہم نے (قاتل کو) دیکھا تھا، آپ نے فرمایا: پھر پچاس یہودی قسمیں کھا کر تم سے بَری ہو جائیں گے، انہوں نے کہا: ہم کفار کی قسموں کا کیسے اعتبار کریں گے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پاس سے اس مقتول کی دیت ادا کر دی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۷۰۲ میں گزر چکی ہے، امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پاس سے مال یعنی دیت دے کر مشرکین سے صلح کر لی۔

یہودیوں کی طرف سے دیت ادا کرنے کی حکمتیں اور مشرکین کو مال دے کر ان سے صلح کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں:

مشرکین کو مال دے کر ان سے مصالحت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جب کہ اس سے ان کی تالیف قلب مقصود ہو، البتہ جزیہ میں کمی کرنا جائز نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ کی دیت جو اپنے پاس سے ادا کی تھی وہ بھی یہود کی تالیف قلب کے لیے تھی اور اس امید کی وجہ سے کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور تا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور مسلمانوں کو شر نہ پہنچا سکیں۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ مسلمان کسی حال میں بھی مشرکین کو کوئی چیز نہ دیں، مگر جب ان کو یہ خطرہ ہو کہ وہ اپنی اکثریت کی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں گے یا وہ مسلمانوں کو قید کر لیں گے اور بغیر فدیہ لیے ان کو نہ چھوڑیں گے تو اس ضرورت کی بناء پر ان کو فدیہ دینا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کا فدیہ دے کر دو آدمی چھڑائے تھے۔

علامہ المہلب نے کہا ہے کہ مشرکین سے صلح کرنے کی خاطر مال خرچ کرنے کے متعلق مجھے امام مالک اور فقہاء احناف کی کوئی صریح عبارت نہیں ملی، البتہ امام اوزاعی نے کہا ہے کہ اگر مسلمانوں کا امیر مسلمانوں کی بقاء کے لیے مشرکین کو خراج یا فدیہ ادا کیے بغیر ان سے صلح کرنا چاہے تو صلح کر سکتا ہے، جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے سال مشرکین سے بغیر کسی خراج کی ادائیگی کے صلح کی تھی۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۴۶ ملخصاً، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ)

مشرکین کو مال دے کر ان سے صلح کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ علامہ المہلب کی پوری مذکورہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ مسلمانوں کے امیر کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ مشرکین سے کچھ مال لے کر ان سے صلح کر لے یا ان کو کچھ مال دے کر ان سے صلح کر لے، جب کہ اس صلح میں مسلمانوں کے لیے خیر ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی اس کی طرف مائل ہو جائیں۔ (الانفال: ۶۱) اور وہ مال جو اس سے صلح کے سبب سے لیا جائے گا، اس کو جزیہ کے مصارف میں خرچ کیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۱۳ - بَابُ فَضْلِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ
عہد پورا کرنے کی فضیلت

۳۱۷۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ هِرَقْلَ اَرْسَلَ اِلَيْهِ فِي رَكْبٍ مِّنْ قُرَيْشٍ كَانُوْا تِجَارًا بِالشَّامِ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي مَادَّ فِيهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا سُفْيَانَ فِي كُفَّارِ قُرَيْشٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحیٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ' انہوں نے یہ خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ بے شک ابوسفیان بن حرب نے ان کو خبر دی کہ ھرقل نے ان کو قریش کے قافلہ والوں کے ساتھ بلالیا جو شام میں تجارت کے لیے آئے تھے' جس مدت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان سے کفارِ قریش کے متعلق صلح کی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷ میں گزر چکی ہے' اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ عہد شکنی کرنا ہر امت کے نزدیک مذموم ہے اور یہ رسولوں کی صفت نہیں ہے اور ھرقل نے ابوسفیان کو بلوا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوائے نبوت کے صدق کو آزمانا چاہا تھا کہ اگر آپ نے عہد شکنی کی اور آپ نے عہد کو پورا نہیں کیا تو آپ اللہ کے نبی نہیں ہو سکتے اور پیغمبروں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے اس شخص کی فضیلت بیان کرتے ہیں جو اپنے عہد کو پورا کرتا ہے' اور جب ابوسفیان نے ھرقل کو یہ بتایا کہ آپ عہد شکنی نہیں کرتے تو اس نے جان لیا کہ آپ کا دعوائے نبوت سچا ہے۔

۱۴ - بَابُ هَلْ يُعْفٰى عَنِ الذِّمِّيِّ اِذَا سَحَرَ
جب ذمی جادو کرے تو آیا اس کو معاف کیا جائے گا؟

اس متن کا جواب اس باب کی حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ سُئِلَ اَعَلٰى مَنْ سَحَرَ مِنْ اَهْلِ الْعَهْدِ قَتْلٌ قَالَ بَلَغَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ صُنِعَ لَهُ ذٰلِكَ فَلَمْ يَقْتُلْ مَنْ صَنَعَهُ وَكَانَ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ.

اور ابن وہب نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب' ان سے یہ سوال کیا گیا کہ ذمیوں میں سے جس نے جادو کیا تو کیا اس کو قتل کیا جائے گا؟ انہوں نے کہا: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسی طرح کیا گیا تو آپ نے جادو کرنے والے کو قتل نہیں کیا اور وہ جادو کرنے والا اہل کتاب میں سے تھا۔

مذکور الصدر تعلیق' جامع ابن وہب میں موصولاً مذکور ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب کا حکم یہ ہے کہ اہل کتاب کے جادوگر کو امام مالک کے نزدیک قتل نہیں کیا جائے گا جیسا کہ ابن شہاب کا قول ہے لیکن اس کو سزا دی جائے گی' حتیٰ کہ وہ اپنے جادو کرنے کا اقرار کرلے' پھر اس کو قتل کر دیا جائے گا' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا تھا' اس کو آپ نے حسبِ ذیل وجوہ سے قتل نہیں کیا تھا:

(۱) آپ سے یہ چیز ثابت ہے کہ آپ اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتے تھے اور اگر آپ اس کو سزا دیتے تو آپ اپنی ذات کے

لیے حاکم ہو جاتے۔

(۲) اس جادو نے آپ کو ضرر نہیں پہنچایا تھا کیونکہ آپ پر نازل ہونے والی وحی میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا' اور نہ آپ کی شریعت میں کوئی غلط چیز داخل ہوئی تھی' صرف آپ کے خیال اور وہم میں کوئی چیز داخل ہوتی تھی' لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی حالت پر برقرار نہیں رکھا بلکہ آپ کی عصمت سے اس کا تدارک کر دیا' اور آپ کو جادو کی جگہ کی خبر دے دی اور آپ کو اس جادو کے نکالنے کا طریقہ بتا دیا' جس طرح بکری کی دستی کی خبر دینے سے آپ سے زہر کا اثر دور کیا تھا۔

(۳) اس زہر نے صرف آپ کے ظاہر پر اثر کیا تھا' لیکن آپ کے قلب اور آپ کی عقل پر کوئی اثر نہیں کیا تھا اور نہ آپ کے اعتقاد پر' اور جادو امراض میں سے ایک مرض ہے اور جس طرح آپ پر دوسرے امراض طاری ہوتے ہیں' اسی طرح آپ پر جادو کا اثر ہوا' سو یہ آپ کی نبوت اور رسالت کے منافی نہیں ہے اور آپ کے دنیاوی معاملات پر جادو کا اثر ہونا ممکن ہے اور آپ دیگر لوگوں کی طرح مصائب کے محل ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۳۴)

۳۱۷۵ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُحِرَ حَتّٰی کَانَ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ اَنَّهٗ صَنَعَ شَیْئًا وَّلَمْ یَصْنَعْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا گیا' حتیٰ کہ آپ کے خیال میں آتا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے' حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا۔

[اطراف الحدیث: ۳۲۶۸۔ ۵۷۶۳۔ ۵۷۶۵۔ ۵۷۶۶۔ ۶۰۶۳۔ ۶۳۹۱]

(صحیح مسلم: ۲۱۸۹' الرقم المسلسل: ۵۵۹۶' سنن ابن ماجہ: ۳۵۴۵' مسند احمد ج ۶ ص ۵۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۳۰۰۔ ج ۴۰ ص ۳۴۳)

علامہ عینی اور دوسرے متقدمین' شارحین حدیث کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کے اثر ہونے کا قصہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

جس یہودی نے آپ پر جادو کیا تھا' اس کا نام لبید بن اعصم تھا اور تفسیر نسفی میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ وہ ایک یہودی لڑکا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا' یہود اس لڑکے کے قریب ہوئے' حتیٰ کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کی کنگھی لے لی' پھر اس کنگھی میں یہود نے جادو کر دیا اور جو اُن کا بڑا تھا اس کا نام لبید بن اعصم تھا' پھر اس نے اس کنگھی کو بنو زریق کے کنویں میں ڈال دیا جس کا نام ذروان تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو گئے اور آپ کے سر کے بال منتشر ہو گئے اور چھ ماہ تک آپ اسی حالت پر رہے' آپ یہ گمان کرتے تھے کہ آپ اپنی ازواج کے پاس گئے ہیں' حالانکہ آپ ان کے پاس نہیں گئے ہوتے تھے' اور آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے' حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا' پھر ایک دن خواب میں آپ کے پاس دو فرشتے آئے' ایک آپ کے سر کے پاس بیٹھا اور دوسرا آپ کے پیروں کے پاس' پھر جو پیروں کے پاس تھا' اس نے اس فرشتے سے کہا جو آپ کے سر کے پاس تھا: ان کو کیا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا: ان پر جادو کیا گیا ہے' اس نے پوچھا: کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: لبید بن اعصم نے' اس نے پوچھا: کس چیز میں جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: ایک کنگھی میں' اس نے پوچھا: وہ کنگھی کہاں ہے؟ دوسرے نے کہا: وہ ذروان نامی کنویں میں ایک شگوفے کے چھلکے میں ہے' اس کنویں کا پانی مہندی کے تلچھٹ کی طرح ہے' وہ شگوفہ کنویں کی تہہ میں ایک پتھر کے نیچے دبا ہوا ہے' اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوف زدہ حالت میں

بیدار ہوئے اور آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے میری بیماری کی خبر دے دی ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی' حضرت زبیر اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کو بھیجا' انہوں نے اس کنویں کے پانی کو نکالا' پھر کنویں کی تہہ سے اس پتھر کو اُٹھایا' اس میں آپ کے سر کی کنگھی تھی' اس کے دندانوں میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں' تب اللہ تعالیٰ نے ''المعوذتین'' (''قل اعوذ برب الفلق'' اور ''قل اعوذ برب الناس'') نازل فرمائیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان آیات کو پڑھتے جاتے اور وہ گرہیں کھلتی جاتیں اور جب آخری گرہ کھل گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طبیعت میں بہت تخفیف پائی اور حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر کہا: میں اللہ کے نام سے آپ پر دَم کرتا ہوں' ہر اس چیز سے جو آپ کو ایذاء دے' نظرِ بد سے اور حاسد سے اور اللہ آپ کو شفاء دے' پھر صحابہ نے آپ سے پوچھا: یارسول اللہ! کیا ہم اس خبیث کو پکڑ کر قتل نہ کر دیں؟ تو آپ نے فرمایا: اب اللہ نے مجھے شفاء دے دی ہے اور میں لوگوں میں شر (کی خبر) پھیلانے کو ناپسند کرتا ہوں' حضرت عائشہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کے لیے غضب ناک ہو کر کسی سے انتقام نہیں لیا' مگر یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے غضب میں آئے ہوں تو پھر آپ اللہ کے لیے انتقام لیتے تھے' کتاب الطب میں حضرت عائشہ کی یہ روایت آئے گی (یہ حدیث' صحیح البخاری: ۵۷۶۳ میں مذکور ہے)۔

بعض ملحدین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا جانا کس طرح جائز ہوگا حالانکہ جادو کرنا کفر ہے اور شیاطین کا عمل ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس کا ضرر کس طرح پہنچ سکتا ہے' جب کہ آپ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہیں اور فرشتے آپ کو گھیرے رہتے ہیں اور شیاطین سے آپ کی وحی محفوظ ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض فاسد ہے اور اس میں قرآن مجید سے عناد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۝ (الفلق:۱۔۵)

آپ کہیے: میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں۝ اس کی پیدا کی ہوئی ہر چیز کے شر سے۝ اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے۝ اور گرہوں میں (جادو کی) بہت پھونک مارنے والی عورتوں کے شر سے۝ اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۝

میں کہتا ہوں کہ اس سورت سے علامہ عینی کا یہ استدلال کرنا درست نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا گیا تھا' کیونکہ اس سورت میں جادو کی گرہوں پر پھونک مارنے کا ذکر ہے لیکن یہ ذکر نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جادو کی گرہ پر پھونک ماری گئی تھی' نیز اس سورت میں جادو کرنے والی عورتوں کی گرہوں پر پھونک مارنے کا ذکر ہے' جب کہ اس حدیث کے مطابق کسی عورت نے آپ پر جادو کر کے پھونک نہیں ماری تھی بلکہ یہ کام لبید بن اعصم یہودی نے کیا تھا' اس لیے سورۂ فلق سے اس واقعہ پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: آپ پر جادو کے جواز سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ پر جادو کا اثر ہمیشہ لازم رہا' یا آپ کی ذات یا آپ کی شریعت میں کوئی چیز داخل ہوگئی' بلکہ آپ پر جادو کا اثر صرف اس طرح ہوا تھا جس طرح بخار کے مریض پر بخار کے ضرر کا اثر ہوتا ہے' آپ کے کلام میں ضعف ہوا تھا اور خیال میں فرق آیا تھا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس ضرر کو زائل کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے جادو کا مکر باطل کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۳۵۔۱۳۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

متقدمین علماء کی یہی رائے تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا گیا تھا اور چھ ماہ تک اس کے ضرر کا آپ کے اوپر اثر رہا اور انہوں نے

اس کو مقامِ نبوت اور شانِ رسالت کے منافی نہیں سمجھا لیکن متاخرین علماء کی تحقیق یہ ہے کہ آپ پر جادو نہیں کیا گیا اور آپ پر جادو کیا جانا مقامِ نبوت اور شانِ رسالت کے خلاف ہے' اس کے ثبوت میں ہر چند کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر کتب میں احادیث موجود ہیں' لیکن ان میں بہت زیادہ تعارض اور تصادم ہے اور چونکہ ان کا ظاہر' مقامِ نبوت اور شانِ رسالت کے خلاف ہے' اس لیے ان پر عقیدہ کی عمارت کی بناء کرنا صحیح نہیں ہے' علامہ عینی کی عبارت کو درج کر کے ہم نے متقدمین کا نظریہ بیان کر دیا ہے' اب ہم اسی نظریہ پر ایک مزید عبارت پیش کر رہے ہیں:

علامہ محمد بن خلیفہ دشتانی اُبّی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ آپ کو یہ خیال ہوتا کہ آپ ازواج کے پاس جائیں گے لیکن آپ اس پر قادر نہ ہوتے' ایک اور روایت میں فرمایا: آپ کا خیال ہوتا کہ آپ نے ایک کام کیا ہے لیکن آپ نے وہ کام کیا نہ ہوتا' اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی بینائی میں خلل ہو گیا تھا اور آپ کو یہ گمان ہوتا کہ آپ نے اپنی ازواج میں سے کسی کو یا کسی اور شخص کو دیکھا ہے اور واقع میں ایسا نہیں ہوتا تھا کیونکہ آپ کی بصر میں کچھ قصور ہو گیا تھا' یہ وجہ نہیں تھی کہ آپ کی بصر کے علاوہ کسی اور عضو میں کچھ کمی ہو گئی تھی' کیونکہ جادو کے اثر سے آپ کی رسالت میں کوئی خلل نہیں ہو سکتا تھا' اور اس میں گمراہوں کے لیے آپ کی نبوت میں طعن کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

متقدمین کے نظریہ کو بیان کرنے کے بعد اب ہم اس موضوع پر متاخرین کا نظریہ پیش کر رہے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیے جانے کے متعلق متاخرین کا نظریہ

متاخرین میں سے علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی امام مازری کی تاویل اور توجیہ کو اختیار کیا ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات کی تائید اور توثیق کی ہے۔ (روح المعانی جز ۳۰ ص ۵۰۶-۵۰۴' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

مفتی احمد یار خاں نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں:

۷ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد رؤسا یہود نے لبید بن اعصم یہودی سے کہا: تو اور تیری لڑکیاں جادوگری میں یکتا ہیں' حضور پر جادو کر' لبید نے حضور کے ایک یہودی غلام سے حضور کی شکستہ کنگھی کے دندانے اور کچھ بال شریف حاصل کر لیے اور موم کا ایک پتلا بنایا' اس میں گیارہ سوئیاں چبھوئیں' ایک تانت میں گیارہ گرہیں لگائیں' یہ سب کچھ اس پتلے میں رکھ کر بیراوان میں پانی کے نیچے ایک پتھر کے نیچے دبا دیا' اس کا حضور کے خیال شریف میں یہ اثر ہوا کہ دنیاوی کاموں میں بھول ہو گئی' چھ ماہ تک اثر رہا' پھر جبرائیل یہ دونوں سورتیں: سورۂ فلق و ناس لائے' جن میں گیارہ آیتیں ہیں اور حضور کو اس جادو کی خبر دی' حضرت علی مرتضیٰ کو اس کنویں پر بھیجا گیا' آپ نے جادو کا یہ سامان پانی کی تہہ سے نکالا' حضور نے یہ سورتیں پڑھیں' ہر آیت پر ایک گرہ کھلتی تھی' تمام گرہیں کھل گئیں اور حضور کو شفاء ہو گئی' اس سے چند فائدے حاصل ہوئے' ایک یہ کہ جادو اور اس کی تاثیر حق ہے' دوسرے یہ کہ نبی کے جسم پر جادو کا اثر ہوتا ہے' جیسے تلوار' تیر اور نیزے کا' یہ اثر خلاف نبوت نہیں' موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جادوگر فیل ہوئے کیونکہ وہاں جادو سے معجزہ کا مقابلہ تھا بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے خیال پر بھی اس جادو نے اثر کیا۔ (نور العرفان حاشیہ قرآن ص ۹۶۵' مطبوعہ ادارہ کتب اسلامیہ' گجرات' تفسیر سورۂ فلق)

مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ لکھتے ہیں:

کسی نبی اور پیغمبر پر جادو کا اثر ہو جانا ایسا ہی ممکن ہے جیسا بیماری کا اثر ہو جانا' اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام بشری خواص سے الگ نہیں ہوتے۔ جیسے ان کو زخم لگ سکتا ہے' بخار اور درد ہو سکتا ہے' ایسے ہی جادو کا اثر بھی ہو سکتا ہے' کیونکہ وہ بھی خاص اسباب طبیعہ جنات

وغیرہ کے اثر سے ہوتا ہے اور حدیث میں ثابت بھی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ پر سحر کا اثر ہو گیا تھا' آخری آیت میں کفار نے جو آپ کو مسحور کہا اور قرآن نے اس کی تردید کی' اس کا حاصل وہ ہے جس کی طرف خلاصہ تفسیر میں اشارہ کر دیا گیا ہے کہ ان کی مراد درحقیقت مسحور کہنے سے مجنون کہنا تھا' اس کی تردید قرآن نے فرمائی ہے' اس لیے حدیث سحر اس کے خلاف اور متعارض نہیں ہے۔

(معارف القرآن ج ۵ ص ۴۹۱۔ ۴۹۰' مطبوعہ ادارۃ المعارف' کراچی' اکتوبر ۱۹۹۱ء)

بعض متقدمین اور متاخرین علماء نے ان روایات کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ نبی پر جادو کا اثر نہیں ہو سکتا۔

نبی ﷺ پر جادو کے اثر کا انکار کرنے والے علماء

امام ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے یہ زعم کیا ہے کہ نبی ﷺ پر بھی جادو کا عمل کیا گیا اور آپ پر جادو کا اثر ہوا' حتیٰ کہ آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے' حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا' اور ایک یہودی عورت نے کھجور کے کھوکھلے شگوفے میں اور کنگھی کے دندانوں میں اور کنگھی میں لگے ہوئے بالوں میں عمل کیا تھا حتیٰ کہ آپ کے پاس جبرائیل آئے اور انہوں نے بتایا کہ آپ پر ایک عورت نے کنگھی میں جادو کیا ہے جو راعوفہ کنویں کے نیچے ہے' اس کنگھی کو نکال لیا گیا اور آپ سے جادو کا اثر جاتا رہا' اور اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس دعویٰ کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا○ (بنی اسرائیل: ۴۷)
ظالم یہ کہتے ہیں کہ تم صرف ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو' جس پر جادو کیا ہوا ہے○

اور اس قسم کی احادیث ملحدین کی گھڑی ہوئی ہیں' جنہوں نے دین کو کھیل بنا لیا ہے اور وہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو باطل کرنے کی سعی میں لگے رہتے ہیں' اور وہ کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں اور جادوگروں کے افعال میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ ایک ہی قسم میں سے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی○ (طٰہٰ: ۶۹)
اور جادوگر جہاں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا○

اللہ تعالیٰ جادوگروں کی تکذیب کرتا ہے اور یہ لوگ جادوگروں کی تصدیق کرتے ہیں' اور ہو سکتا ہے کہ ایک یہودی عورت نے اپنی جہالت سے یہ کام کیا ہو اور اس سے نبی ﷺ کا قصد کیا ہو اور یہ گمان کیا ہو کہ جادو کا اجسام میں اثر ہوتا ہے تو نبی ﷺ پر بھی اثر ہو گا' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو جادو کی جگہ پر مطلع فرما دیا اور اس عورت کی جہالت اور اس کے کرتوتوں کو اور اس کی توقعات کو ظاہر فرما دیا تاکہ یہ واقعہ آپ کی نبوت کے دلائل میں سے ہو جائے اور ایسا نہیں ہوا کہ اس جادو کا آپ پر اثر ہوا ہو' اور اس سے آپ کو ضرر پہنچا ہو' اور کسی راوی نے یہ نہیں کہا کہ آپ پر معاملات مشتبہ ہو جاتے تھے' ان الفاظ کا حدیث میں اضافہ کیا گیا ہے اور ان کی کوئی اصل نہیں ہے اور معجزات اور جادو میں فرق ہوتا ہے کہ معجزات حقائق پر مبنی ہوتے ہیں اور ان کا باطن بھی ان کے ظاہر کی طرح ہوتا ہے' اور جادو میں باطن ظاہر کی طرح نہیں ہوتا بلکہ وہ باطن میں کسی چالاکی اور شعبدہ بازی پر مبنی ہوتا ہے' اور جادوگر اپنی قوتِ مخیلہ سے کام لیتا ہے اور انسان کو جو کچھ نظر آتا ہے وہ حقیقت نہیں ہوتی بلکہ جادوگر کی قوتِ مخیلہ کی کارستانی ہوتی ہے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۴۹' مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

متاخرین سے سید محمد قطب شہید ۱۳۸۵ھ لکھتے ہیں:

یہ روایات فعل اور قول میں عصمت نبویہ کی اصل کے مخالف ہیں اور جب کہ اعتقاد یہ ہے کہ نبی ﷺ کے افعال میں سے ہر

فعل اور آپ کے اقوال میں سے ہر قول سنت اور شریعت ہے اور یہ روایات اس اعتقاد کے مخالف ہیں' اسی طرح یہ روایات قرآن مجید کی نفی اور تکذیب کرتی ہیں' کیونکہ قرآن مجید نے کفار کے اس قول کو باطل قرار دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا گیا ہے اور اس کو ظلم اور گمراہی فرمایا ہے اور ان روایات میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے' اس وجہ سے ہم ان روایات کو مستبعد سمجھتے ہیں اور اخبارِ احاد کا عقائد میں اعتبار نہیں کیا جاتا' عقائد میں صرف قرآن عظیم کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور احادیث متواترہ کی طرف' اور عقائد اور اصول میں احادیث کو قبول کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ متواتر ہوں اور یہ روایات متواتر نہیں ہیں' نیز ان روایات کے مطابق یہ واقعہ مدینہ منورہ میں ہوا ہے اور سورۃ الفلق اور سورۃ الناس مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں اور یہ ایک اور وجہ ہے جو ان روایات کی بنیاد کو کم زور کرتی ہے۔ (فی ظلال القرآن جز ۳۰ ص ۲۹۴' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۸۶ھ)

رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کے متعلق امام رازی کا مؤقف

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

جمہور مفسرین نے یہ کہا ہے کہ لبید بن اعصم یہودی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گیارہ گرہوں میں جادو کیا تھا اور اس دھاگے کو زروان نامی کنویں کی تہہ میں ایک پتھر کے نیچے دبا دیا تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو گئے اور تین دن آپ پر سخت گزرے' پھر اس وجہ سے معوذتین نازل ہوئیں اور حضرت جبریل نے آ کر آپ کو جادو کی جگہ کی خبر دی' تب آپ نے حضرت علی اور حضرت طلحہ کو بھیجا اور وہ اس دھاگے کو لے کر آئے اور حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: آپ آیت پڑھتے جائیں اور گرہ کھولتے جائیں اور جب آپ آیت پڑھنے لگے تو گرہ کھلنے لگی اور آپ کی طبیعت ٹھیک ہوتی گئی۔

نیز امام رازی فرماتے ہیں: جاننا چاہیے کہ معتزلہ نے اس کا سرے سے انکار کیا ہے' قاضی نے کہا: یہ روایت باطل ہے' یہ کیسے صحیح ہو سکتی ہے' جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ'' (المائدہ:۶۷) اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰىO'' (طٰہٰ:۶۹) جادوگر جہاں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہو گاO اور اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کا اثر ماننے سے نبوت میں طعن ہوتا ہے' اور اس لیے کہ آپ پر جادو کا اثر ہونا اگر صحیح ہو تو ضروری تھا کہ جادوگر تمام انبیاء اور صالحین کو جادو سے نقصان پہنچاتے اور وہ اس پر قادر ہوتے کہ اپنے لیے کوئی بڑا ملک حاصل کر لیتے اور یہ تمام لوازم باطل ہیں اور اس لیے کہ کفار آپ کو عار دلاتے تھے کہ آپ جادو زدہ ہیں اور اگر یہ واقعہ ہوا ہوتا تو کفار اپنے اس طعن میں صادق ہوتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ عیب ہوتا' اور معلوم ہے کہ آپ میں عیب جائز نہیں ہے' ہمارے اصحاب نے کہا: یہ قصہ جمہور اہل نقل کے نزدیک صحیح ہے' اور جن وجوہ کا معتزلہ نے ذکر کیا ہے' ہم ان پر سورۂ بقرہ میں کلام کر چکے ہیں' رہا ان کا یہ کہنا کہ کفار آپ پر عیب لگاتے تھے کہ آپ جادو زدہ ہیں تو اگر آپ پر جادو کیا جاتا تو کفار اپنے اس طعن میں صادق ہوتے' اس کا جواب یہ ہے کہ مسحور کہنے سے کفار کی مراد یہ تھی کہ آپ مجنون ہیں اور جادو کے ذریعہ آپ کی عقل زائل کر دی گئی ہے' اسی وجہ سے آپ نے کفار کے دین کو ترک کر دیا' رہا یہ کہ جادو کے اثر سے آپ کے بدن میں کوئی درد ہو گیا ہو تو ہم اس کا انکار نہیں کرتے' خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر کسی شیطان' کسی انسان اور جن کو اس طرح مسلط ہونے نہیں دے گا کہ وہ آپ کے دین' آپ کی شریعت اور آپ کی نبوت میں کوئی ضرر پہنچا سکے اور رہا آپ کے بدن میں ضرر پہنچانا تو وہ بعید نہیں ہے' ہم سورۃ البقرہ میں اس مسئلہ پر مکمل بحث کر چکے ہیں۔

امام رازی کی مذکور الصدر عبارت پر مصنف کا تبصرہ

امام رازی کی اس عبارت میں حسب ذیل اُمور لائق توجہ ہیں:

(۱) امام رازی نے یہاں سورۃ الفلق کی تفسیر میں سورۃ البقرہ کی تفسیر کا حوالہ دیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ یہ پوری تفسیر امام رازی کی لکھی ہوئی ہے اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ پوری تفسیر امام رازی کی نہیں ہے اور علامہ قمولی نے اس کو مکمل کیا ہے' جیسا کہ ہم بہت جگہ اس پر تنبیہ کر چکے ہیں۔

(۲) امام رازی نے جو یہ فرمایا ہے کہ ہم سورۂ بقرہ میں معتزلہ کے دلائل کا جواب لکھ چکے ہیں' یہ امام رازی کا تسامح ہے' امام رازی نے سورۃ البقرہ کی تفسیر میں معتزلہ کی کسی دلیل کا جواب نہیں دیا' دیکھئے: تفسیر کبیر ج ۱ ص ۶۲۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت۔

(۳) امام رازی نے یہاں صرف جادوزدہ کے طعن کا جواب دیا ہے اور اس کو بہت مفسرین نے لکھا ہے لیکن معتزلہ کی قوی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: ''وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰیO'' (طٰہٰ: ۶۹) جادوگر جہاں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہوگا' اگر رسول اللہ ﷺ پر جادو کا اثر ہو جاتا تو جادوگر آپ کو ضرر پہنچانے میں کامیاب ہو جاتے' سو آپ پر جادو سے ضرر ماننا قرآن مجید کی اس آیت کی تکذیب کرنا ہے۔ علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد ج ۵ ص ۸۱۔۷۹ میں جادو پر بحث کی ہے اور معتزلہ کی اس دلیل کا ذکر کیا ہے لیکن اس کا کوئی جواب نہیں دیا' ہم نے بنی اسرائیل: ۴۷ میں اس پر تفصیل سے لکھا ہے' ہمارے نزدیک یہ تو ہوسکتا ہے کہ لبید بن اعصم یا اس کی بیٹیوں نے آپ پر جادو کیا ہو لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ اس جادو کا آپ پر اثر ہوا ہو' آپ نے کوئی کام نہ کیا ہو اور آپ کے دل میں یہ خیال ڈالا گیا ہو کہ آپ نے وہ کام کر لیا ہے' آپ اس سے مامون ہیں کہ آپ کے دل میں کوئی خلافِ واقع خیال ڈالا جائے' یا العیاذ باللہ! آپ دیکھیں کچھ اور آپ کو نظر کچھ آئے یا آپ کی قوتِ مردمی متاثر ہو' ہمارے نزدیک اس قسم کی تمام باتیں بعض راویوں کی کارستانی ہے' ہم نے ذکر کیا ہے کہ المعوذتان کے شانِ نزول میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں سورتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں اور جس قول کی بناء پر یہ دونوں سورتیں مکہ میں نازل ہوئی ہیں' ان روایات کا غیر صحیح ہونا اور بھی واضح ہو جاتا ہے' نیز اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ معجزہ کے اثر کا سبب بھی مخفی ہوتا ہے اور سحر کے اثر کا سبب بھی مخفی ہوتا ہے' معجزہ کا صدور نبی سے ہوتا ہے اور اس کا سبب اللہ سبحانہ سے قرب اور دعائیہ کلمات ہیں اور سحر کا صدور کافر سے ہوتا ہے اور اس کا سبب شیطان سے قرب اور شرکیہ اور کفریہ کلمات کا پڑھنا ہے تو اگر نبی پر سحر کا اثر مان لیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ شیطان کا مقرب رحمان کے مقرب پر اثر انداز ہو گیا اور اس کو بیمار کرنے میں کامیاب ہو گیا' حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰیO'' (طٰہٰ: ۶۹) جادوگر جہاں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہوتا۔

نبی ﷺ پر جادو کیے جانے کے متعلق مصنف کا نظریہ

ہمارے نزدیک حسب ذیل وجوہ سے نبی ﷺ پر جادو کا اثر کیے جانے کی روایات صحیح نہیں ہیں:

(۱) بعض روایات میں ہے کہ جس کنگھی اور جن بالوں پر جادو کیا گیا تھا' ان کو کنویں سے نکال لیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۷۶۵)

(۲) اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے اس کو کنویں سے نہیں نکالا۔ (صحیح البخاری: ۵۷۶۶)

(۳) بعض روایات میں ہے کہ جادو کے اثر سے آپ کو یہ خیال ہوتا کہ آپ نے کوئی کام کر لیا ہے' حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۷۶۵)

(۴) بعض احادیث میں ہے کہ آپ کی نظر متاثر ہو گئی تھی اور آپ دیکھتے کچھ تھے اور آپ کو نظر کچھ آتا تھا۔ (طبقات کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۲)

(۵) بعض احادیث میں ہے کہ جادو کے اثر سے آپ کی مردانہ قوت متاثر ہو گئی' یحییٰ بن یعمر کی روایت میں ہے کہ آپ ایک سال

تک حضرت عائشہ سے رکے رہے یعنی مقاربت نہیں کر سکے۔ (العیاذ باللہ!) (مصنف عبدالرزاق: ١٩٧٦٥)

(٦) بعض احادیث میں ہے کنویں سے جب شگوفہ نکالا گیا تو اس میں گیارہ گرہیں تھیں' اس وقت آپ پر سورۃ الفلق اور سورۃ الناس نازل ہوئیں' آپ ان میں سے ایک ایک آیت پڑھتے جاتے تھے اور گرہیں کھلتی جاتی تھیں۔

(طبقات کبریٰ ج ٢ ص ١٥٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ)

ایک تعارض تو یہ ہے کہ اور کسی روایت میں ان آیتوں سے گرہیں کھلنے کا ذکر نہیں ہے' اور دوسرا قوی اعتراض یہ ہے کہ ان کذابین کو یہ خیال نہیں رہا کہ یہ واقعہ مدینہ کا ہے اور ان سورتوں کا نزول مکہ مکرمہ میں ہوا تھا۔

(٧) جس حدیث کا متن اتنی وجوہ سے مضطرب ہو اس سے احکام میں بھی استدلال کرنا جائز نہیں ہے' چہ جائیکہ اس سے عقائد میں استدلال کیا جائے۔

(٨) جو خبر واحد صحیح ہو وہ بھی قرآن مجید کے مزاحم نہیں ہو سکتی' جب کہ یہ حدیث سنداً صحیح نہیں ہے' حدیث صحیح وہ ہوتی ہے جو غیر معلل ہو اور یہ حدیث معلل ہے کیونکہ اس میں علل خفیہ قادحہ ہیں' یہ حدیث منصب نبوت کے منافی ہے۔

(٩) اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ جادو کے اثر سے جماع پر قادر نہ ہوئے اور ایک سال تک حضرت عائشہ سے رکے رہے اور نامرد ہونا ایسی بیماری ہے جو لوگوں میں معیوب سمجھی جاتی ہے' نیز اس میں مذکور ہے کہ آپ کی نظر میں فرق آ گیا تھا اور بھینگا ہونا لوگوں میں معیوب سمجھا جاتا ہے اور نامردی اور بھینگے پن سے لوگ عار محسوس کرتے ہیں اور نبی کی شرائط میں سے یہ ہے کہ اس کو کوئی ایسی بیماری نہ ہو جو لوگوں میں معیوب اور باعث عار سمجھی جاتی ہو اور لوگوں کو اس بیماری سے گھن آتی ہو۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ٧٩٣ھ لکھتے ہیں:

نبوت کی شرائط یہ ہیں: وہ مرد ہو' اس کی عقل کامل ہو' اس کی رائے قوی ہو' وہ ان چیزوں سے سلامت ہو جن کو لوگ برا جانتے ہیں' مثلاً اس کے آباء و اجداد زنا نہ کرتے ہوں اور اس کے سلسلہ نسب میں مائیں بدکار نہ ہوں اور وہ ایسی بیماریوں سے محفوظ ہو جن کو لوگ برا جانتے ہیں' مثلاً برص اور جذام وغیرہ اور کم تر پیشوں سے اور ہر اس چیز سے جو مروت اور حکمت بعثت میں مخل ہو۔

(شرح المقاصد ج ٥ ص ٦١' مطبوعہ منشورات الرضی' ایران' ١٤٠٩ھ)

علامہ محمد بن احمد السفارینی متوفی ١١٨٨ھ لکھتے ہیں:

نبوت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ نبی ہر اس چیز سے سلامت ہو جس سے لوگ متنفر ہوں' جیسے ماں باپ کی بدکاری اور ایسے عیوب جن سے لوگ نفرت کرتے ہوں جیسے برص اور جذام وغیرہ۔ (لوامع الانوار ج ٢ ص ٢٦٧' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ١٤١١ھ)

اس پر دلیل قرآن مجید کی یہ آیتیں ہیں:

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ○ (ص: ٤٧)

بے شک وہ سب (نبی) ہمارے نزدیک پسندیدہ اور بہترین لوگ ہیں ○

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ (آل عمران: ٣٣)

بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو تمام لوگوں سے پسندیدہ بنایا ○

اور جس شخص کو ایسی بیماری ہو جائے جس سے ایک سال تک وہ اپنی ازواج سے مقاربت نہ کر سکے اور جس کو صحیح نظر نہ آئے' وہ تمام لوگوں سے پسندیدہ نہیں ہو سکتا' سو اس قسم کی وضعی روایات سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کی بنیاد ہی منہدم کر دیتی ہیں۔

(۱۰) اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ آپ پر جادو کیا گیا تھا تو جادوگر آپ کو نقصان پہنچانے میں اور آپ کے حواس اور قُویٰ معطل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰی O (طٰہٰ:۶۹) اور جادوگر کہیں سے بھی آئے وہ کامیاب نہیں ہو سکتا O

اور اللہ تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا:

اِنَّ عِبَادِیْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ O (الحجر:۴۲) بے شک میرے (مقبول) بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہوگا' سوا ان کے جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں گے O

(۱۱) یہ درست ہے کہ یہ روایات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہیں' اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی عظمت اور حرمت ہمارے دلوں میں پیوست ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور حرمت ہمارے دلوں میں ان سے کہیں زیادہ ہے بلکہ تمام مخلوق سے زیادہ ہے' یہ احادیث اضطراب اور تعارض سے قطع نظر معلل ہیں' ان میں متعدد علل خفیہ قادحہ ہیں جن کا مخالف قرآن اور منافی عظمت رسول ہونا سب سے زیادہ نمایاں ہے' ہمارے لیے یہ زیادہ آسان ہے کہ ہم ایک سال یا چھ ماہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہونے کے بجائے یہ مان لیں کہ اس حدیث کی صحت میں امام بخاری سے چوک ہو گئی' اور اس حدیث میں امام بخاری اور مسلم صحت حدیث میں اپنے مقرر کردہ معیار کو برقرار نہیں رکھ سکے' ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث روایتاً صحیح ہو لیکن یہ حدیث درایتاً صحیح نہیں ہے' اس سے پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ امام بخاری اور امام مسلم نے یہ روایت کیا ہے کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تو عباس اور حضور بھی کندھے پر پتھر رکھ کر لا رہے تھے' عباس نے آپ کا تہبند اتار کر آپ کے کندھے پر رکھ دیا' تاکہ پتھر کندھے میں نہ چبھے' آپ بے لباس ہو گئے اور بے ہوش ہو کر گر گئے اور ہوش میں آ کر فرمایا: میرا تہبند' میرا تہبند۔ یہ اعلانِ نبوت سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے' اس وقت آپ کی عمر شریف ۳۵ سال تھی' ہم نے اس جگہ بھی لکھا تھا: یہ حدیث معلل ہے اور درایتاً صحیح نہیں ہے' کسی کم عمر کے بچے کے متعلق تو یہ بات متصور ہو سکتی ہے کہ وہ اپنا تہبند کندھے پر رکھ لے' لیکن ۳۵ سال کے مرد کے لیے یہ قرین قیاس نہیں ہے اور اس عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے لباس ہو جانا ہمارے نزدیک لائق قبول نہیں ہے' اور یہ ناموسِ رسالت کے منافی ہے اور ہر ایسی حدیث لائق قبول نہیں ہے۔

(اس کی مفصل بحث کے لیے دیکھئے: تبیان القرآن ج ۴ ص ۱۰۵-۱۰۱)

(۱۲) اس حدیث کی زیادہ سے زیادہ تاویل یہ ہو سکتی ہے جو علامہ ابوبکر جصاص نے کی ہے کہ یہودیوں نے اپنے منصوبہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرایا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے منصوبہ کو ناکام کر دیا اور آپ پر جادو کا کوئی اثر نہیں ہوا اور جن احادیث میں یہ جملے مذکور ہیں کہ آپ کو خیال ہوتا تھا کہ میں نے یہ بات کہہ دی ہے' حالانکہ آپ نے نہیں کہی تھی یا آپ کو خیال ہوتا تھا کہ آپ نے یہ کام کر لیا ہے اور آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا' اسی طرح اور دوسری خرافات بیان کی ہیں' یہ سب کسی بے دین راوی کا اضافہ ہے اور حضرت ام المؤمنین پر بہتان ہے' یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد کا ہے اور اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغی' تعلیمی اور فتوحات کے اعتبار سے بہت مصروف سال گزارا ہے' اگر جادو کے اثر سے آپ کے حواس اور قُویٰ ایک سال تک معطل رہے ہوتے تو اس سال یہ تمام کام کس طرح انجام دیئے جا سکتے تھے' حدیث کی صحت کی تحقیق کرنے میں امام بخاری اور امام مسلم کی شخصیت مسلم ہے' لیکن وہ بہرحال انسان ہیں نبی یا فرشتے نہیں ہیں' یہ ہو سکتا ہے کہ راویوں کی چھان پھٹک میں بعض اوقات ان سے کوئی سہو ہو گیا ہو اور کسی ایک آدھ جگہ سہو ہو جانے سے ان کی عظمت اور مہارت میں کوئی

کمی نہیں آئے گی۔

۱۵ - بَابُ مَا يُحْذَرُ مِنَ الْغَدْرِ عہد شکنی سے ڈرانے کے متعلق احادیث

اس باب کی احادیث میں عہد شکنی کی بُرائی کے متعلق احادیث بیان کی گئی ہیں۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الانفال:٦٢)اَلْاٰيَةَ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اگر وہ آپ کو دھوکا دینے کا ارادہ کریں تو بے شک آپ کو اللہ کافی ہے وہی ہے جس نے اپنی مدد اور مسلمانوں کی جماعت سے آپ کی تائید فرمائی۔ (الانفال:۶۲)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے دشمن کی صلح کی پیش کش کو قبول کرنے کا حکم دیا تھا۔ (الانفال:۶۱) اور اس آیت میں صلح کے احکام میں سے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر وہ آپ کو دھوکا دینے کے لیے صلح کی پیش کش کریں تب بھی آپ بہ وقت ضرورت ان کی اس پیش کش کو قبول کرلیں کیونکہ احکام کا مدار ظاہر پر ہوتا ہے اور صلح ایمان سے بڑی چیز تو ہے نہیں اور جب کوئی ایمان کا اظہار کرے خواہ دل میں کفر ہو تو اس کو قبول کرلیا جاتا ہے تو پھر صلح کو بھی قبول کرلینا چاہیے۔

٣١٧٦ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ زَبْرٍ قَالَ سَمِعْتُ بُسْرَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا اِدْرِيْسَ قَالَ سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ مِّنْ اَدَمٍ فَقَالَ اُعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَوْتِيْ ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ مُوْتَانٌ يَّاْخُذُ فِيْكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ الْمَالِ حَتّٰى يُعْطَى الرَّجُلُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَيَظَلُّ سَاخِطًا ثُمَّ فِتْنَةٌ لَّا يَبْقٰى بَيْتٌ مِّنَ الْعَرَبِ اِلَّا دَخَلَتْهُ ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُوْنُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْاَصْفَرِ فَيَغْدِرُوْنَ فَيَاْتُوْنَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِيْنَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اِثْنَا عَشَرَ اَلْفًا. (سنن ابوداؤد:۵۰۰۰ سنن ابن ماجہ:۴۰۹۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن العلاء بن زَبر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے بسر بن عبیداللہ سے سنا انہوں نے ابوادریس سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ میں غزوۂ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ چمڑے کے ایک خیمہ میں تھے آپ نے فرمایا: قیامت سے پہلے چھ نشانیوں کو شمار کر رکھو: (۱) میری وفات (۲) پھر بیت المقدس کی فتح (۳) پھر بہ کثرت اموات جیسے بکریوں میں ایک وباء سے بہ کثرت اموات ہوتی ہیں (۴) پھر مال کا بہت زیادہ ہونا حتیٰ کہ اگر ایک شخص کسی کو سو دینار بھی دے گا تو وہ اس پر بھی ناراض ہوگا (۵) پھر ایک ایسا عام فتنہ جو عرب کے ہر گھر میں داخل ہو جائے گا (۶) پھر تمہارے اور زرد رو اقوام کے درمیان صلح ہوگی سو وہ تم سے غداری کریں گے وہ اسّی (۸۰) جھنڈوں کے نیچے تم پر حملہ کریں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار فوج ہوگی (ان کی فوج کی کل تعداد نو لاکھ ساٹھ ہزار ہوگی)۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحمیدی یہ عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ ہیں (۲) الولید بن مسلم القرشی ابوالعباس (۳) عبداللہ بن العلاء بن زَبر (۴) بُسر بن عبداللہ الحضرمی (۵) ابوادریس عائذ اللہ الخولانی (۶) حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ یہ ۷۳ھ میں شام میں فوت ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۳۶)

مستقبل میں آنے والے فتنے‘ علاماتِ نبوت اور بعض مشکل الفاظ کے معانی

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی التوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں علاماتِ نبوت کا ذکر ہے‘ اور یہ ذکر ہے کہ غداری اور عہد شکنی قیامت کی علامتوں میں سے ہیں اور اس آیت میں جو فرمایا ہے: بے شک اللہ آپ کو کافی ہے۔ (الانفال: ۶۲) اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پوری زندگی میں دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ رہیں گے‘ اور آپ کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ بشارت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ آپ کے لیے فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ. (المائدہ: ۶۷) اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔

مسلمانوں کا اجماع ہے کہ آپ اپنی رسالت میں معصوم ہیں اور آپ لوگوں کی سازشوں اور غداریوں سے بھی معصوم ہیں۔

اس حدیث میں ''قعاص الغنم'' کا ذکر ہے‘ صاحب العین نے کہا ہے کہ ''القعاص'' ایک ایسی بیماری ہے جو مویشیوں میں ہوتی ہے اور ان کی ناک سے خون بہنے لگتا ہے۔

اس حدیث میں ''غاية'' کا لفظ ہے‘ اس کا معنی ہے: جھنڈا‘ جھنڈے کو ''غاية'' اس لیے کہتے ہیں کہ پورے لشکر کی غایت اور اس کا مقصود وہ جھنڈا ہوتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں جن علامات کا ذکر فرمایا ہے‘ ان میں سے اکثر کا ظہور ہو چکا ہے‘ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں بہت بڑے فتنہ کا ظہور ہوا‘ اس کے بعد امت مسلمہ زیادہ تر فتنوں کی آماجگاہ بنی رہی‘ اللہ تعالیٰ ہم کو ظاہری اور باطنی فتنوں سے محفوظ رکھے‘ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا کی تھی کہ آپ کی امت آپس کی لڑائیوں اور جھگڑوں سے محفوظ رہے‘ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا کے کرنے سے منع فرما دیا اور حضرت عثمان کے زمانہ سے لے کر اب تک اُمت مسلمہ ایک دوسرے کے قتل سے ہاتھ رنگ رہی ہے اور قیامت تک یہ فتنہ جاری رہے گا۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۴۸۔ ۳۴۷‘ دارالکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ۱۴۲۴ھ)

۱۶ - بَابُ كَيْفَ يُنْبَذُ إِلٰى أَهْلِ الْعَهْدِ

جن سے معاہدہ کیا ہوا ہے‘ ان سے معاہدہ کس طرح ختم کیا جائے گا؟

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ جس قوم سے معاہدہ کیا ہو‘ اس قوم سے معاہدہ کو کس طرح ختم کیا جائے گا؟

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ﴾ (الانفال: ۵۸) اَلْاٰيَةَ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور آپ کو جس قوم سے عہد شکنی کا خدشہ ہو تو ان کا عہد برابر ان کی طرف پھینک دیں۔ (الانفال: ۵۸)

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب کسی قوم سے عہد شکنی کے آثار ظاہر ہوں اور اس کے دلائل ثابت ہوں تو پھر ان سے معاہدہ توڑ دینا واجب ہے‘ کیونکہ بنو قریظہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدہ کیا‘ پھر انہوں نے ابوسفیان اور اس کے حامی مشرکوں کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف مدد کی‘ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ قوی گمان ہوا کہ یہ آپ کے اور آپ کے اصحاب کے ساتھ بدعہدی کریں گے۔ ایسی صورت میں امیر مسلمین پر واجب ہے کہ وہ ان سے کیے ہوئے عہد کو توڑ دے اور ان سے اعلانِ جنگ کر دے‘ اور جب دوسرے فریق کی طرف سے علی الاعلان عہد کی خلاف ورزی ہو اور ان کی عہد شکنی پر قطعی یقین حاصل ہو جائے تو پھر عہد توڑنے کے اعلان کی بھی ضرورت نہیں ہے‘ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ کے ساتھ کیا‘ کیونکہ خزاعہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں تھے اور اہل مکہ نے ان کو

قتل کر دیا' تب رسول اللہ ﷺ نے معاہدۂ حدیبیہ ختم کر دیا' اور رسول اللہ ﷺ کا لشکر مرّ الظہر ان تک پہنچ گیا اور وہ مکہ سے چار فرسخ پر تھا۔ علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ معاہدہ ختم کرنے کا اعلان اس وقت ضروری ہے جب معاہدہ کی مدت ختم نہ ہوئی ہو یا فریق ثانی کی عہد شکنی مشہور نہ ہوئی ہو یا ان کی عہد شکنی یقینی اور قطعی نہ ہو' اور اگر معاہدہ کی مدت ختم ہوگئی یا فریق ثانی کی عہد شکنی مشہور اور یقینی ہو تو پھر معاہدہ ختم کرنے کے اعلان کی ضرورت نہیں ہے' یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے اہل مکہ سے کیے ہوئے معاہدہ کو ختم کرنے کے اعلان کے بغیر ان پر حملہ کیا' کیونکہ انہوں نے علی الاعلان معاہدہ کو توڑ دیا تھا' خزاعہ نبی ﷺ کے حلیف تھے اور انہوں نے بنو کنانہ کی مدد کرتے ہوئے خزاعہ کو قتل کیا۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۹۸۔۴۹۷' الجامع لاحکام القرآن جز ۷ ص ۳۹۰۔۳۸۹' روح المعانی جز ۱۰ ص ۲۳)

۳۱۷۷- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِي اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيمَنْ يُؤَذِّنُ يَوْمَ النَّحْرِ بِمِنًى لَّا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَّيَوْمُ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ يَوْمُ النَّحْرِ وَاِنَّمَا قِيلَ الْاَكْبَرُ مِنْ اَجْلِ قَوْلِ النَّاسِ الْحَجُّ الْاَصْغَرُ فَنَبَذَ اَبُوْبَكْرٍ اِلَى النَّاسِ فِيْ ذٰلِكَ الْعَامِ فَلَمْ يَحُجَّ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ الَّذِيْ حَجَّ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُشْرِكٌ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن عبدالرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں میں بھیجا جو قربانی کے دن منیٰ میں اعلان کر رہے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ بیت اللہ میں برہنہ حج کرے گا' اور الحج الاکبر کا دن یوم النحر (دس ذوالحج) ہے' اور اس کو (الحج) الاکبر اس لیے کہا گیا ہے کہ لوگ (عمرہ کو) الحج الاصغر کہتے ہیں تو اس سال حضرت ابوبکر نے لوگوں کے ساتھ اس عہد کو توڑ دیا (جو مشرکین سے حدیبیہ کے موقع پر کیا گیا تھا) پس جس سال نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کیا تھا' اس سال کسی مشرک نے حج نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۹ میں کر دی گئی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مشرکین سے کیے ہوئے معاہدہ کو توڑنے کا ذکر ہے۔

مشرکین کو حرم میں طواف کرنے سے منع کرنے کی وجوہ اور یوم الحج الاکبر کے مصداق میں اقوالِ فقہاء

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جب امیر المسلمین کو یہ خوف ہو کہ جن سے مسلمانوں کا معاہدہ ہے' وہ عہد شکنی' خیانت اور غداری کریں گے تو وہ ان سے کیے ہوئے معاہدہ کو توڑ دے' اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت (الانفال: ۵۸) بنو قریظہ کے متعلق نازل ہوئی ہے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف مشرکین کی مدد کی اور اپنے کیے ہوئے عہد کو توڑ دیا۔

علامہ المہلب المالکی المتوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کو یہ خطرہ تھا کہ جب آپ بیت اللہ کا طواف کریں گے تو وہ خیانت کریں گے اور آپ کو ان کے مکر اور سازش کا بھی خدشہ تھا' پس اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ بیت اللہ کو ان کی نجاست سے پاک کر دے' سو اس نے فرمایا:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اس کے سوا کچھ نہیں کہ سب مشرک ناپاک ہیں تو وہ اس سال

بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا. (التوبہ:۲۸) کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ ان کے برہنہ طواف کرنے سے بیت اللہ کو پاک اور صاف فرمادیں اور اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے حجۃ الاسلام کیا تھا کیونکہ انہوں نے میدانِ عرفہ میں وقوف کیا تھا اور ذوالحجہ میں وقوف کیا تھا اور میدانِ عرفہ میں وقوف کرنا کتاب اللہ کی صریح آیت سے ثابت ہے:

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ. (البقرہ:۱۹۹) پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آئیں۔

یعنی اسی جگہ سے طواف کرو جہاں سے عرب طواف کرتے ہیں' اور اہل سیرت کا اس پر اتفاق ہے کہ عرب کے دوفرقے تھے' ایک فرقہ عرفہ میں وقوف کرتا تھا اور قریش المشعر الحرام میں وقوف کرتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ ہم الحمس ہیں' پس ہم غیر حرم کی تعظیم نہیں کرتے' سو جب یوم النحر آتا تو تمام قبائل منیٰ میں جمع ہو جاتے۔

حضرت ابوہریرہ نے کہا ہے: حج اکبر کا دن یوم النحر ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ کہتے تھے کہ یہ دن حج اصغر ہے اور امام مالک اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ حج اکبر کا دن یوم النحر (قربانی کا دن) ہے اور دوسرے فقہاء نے کہا: وہ یومِ عرفہ ہے۔

امام مالک کے قول کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو اعلان کیا تھا' اس میں کہا تھا کہ حج اکبر کا دن یوم النحر ہے اور اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ تمام مسلمان یوم النحر کو تکبیرات پڑھ کر یوم النحر کی تعظیم کرتے ہیں اور اس دن عید پڑھی جاتی ہے اور قربانی کی جاتی ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کون سا دن ہے؟ پس آپ نے یوم النحر کو تمام ایام پر فضیلت دی' جس طرح اس مہینہ کو تمام مہینوں پر فضیلت دی تھی اور اس شہر کو تمام شہروں پر فضیلت دی تھی۔

(شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۵۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۱۷ - بَابُ اِثْمِ مَنْ عَاهَدَ ثُمَّ غَدَرَ جس نے معاہدہ کرنے کے بعد عہد شکنی کی' اس کا گناہ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عہد کرنے کے بعد عہد شکنی کرنے کا کتنا گناہ ہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَO﴾ (الانفال:۵۶) اَلْاٰيَةَ. وَفِيْ بَيَانِ مَا جَآءَ فِيْ تَحْرِيْمِ نَقْضِ الْعَهْدِ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ﴾ (الانفال:۵۶) اَلْاٰيَةَ وَالْغَدْرُ حَرَامٌ بِاِتِّفَاقٍ سَوَاءٌ كَانَ فِيْ حَقِّ الْمُسْلِمِ اَوِ الذِّمِّيِّ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن سے آپ نے (بارہا) معاہدہ کیا' پھر وہ ہر بار اپنے عہد کو توڑتے رہے اور وہ ذرا بھی نہیں ڈرتےO (الانفال:۵۶) یعنی عہد توڑنے کے متعلق جو بعض روایات ہیں' جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''الذین عاھدت'' (الانفال:۵۶) سے مستفاد ہیں اور دھوکا دینا بالاتفاق حرام ہے خواہ مسلمان کو دھوکا دیا جائے یا ذمی کو۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ عہد شکنی کرنا حرام ہے خواہ مسلمانوں سے کیے ہوئے عہد کو توڑا جائے یا ذمیوں سے کیے ہوئے عہد کو توڑا جائے۔

۳۱۷۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعُ خِلَالٍ مَّنْ كُنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الاعمش از عبداللہ بن مرہ از مسروق از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار خصلتیں جس میں

فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَ إِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا.

ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا: وہ شخص جو بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب عہد کرے تو اس کو توڑ دے اور جب کسی سے لڑے تو بدکلامی کرے اور جس شخص کے اندر ان میں سے ایک خصلت ہوگی تو اس میں نفاق کی خصلت ہوگی' حتیٰ کہ وہ اس کو ترک کر دے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۴ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں عہد توڑنے کے گناہ کا ذکر ہے۔

۳۱۷۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا كَتَبْنَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الْقُرْاٰنَ وَمَا فِيْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةُ حَرَامٌ مَا بَيْنَ عَائِرٍ إِلٰى كَذَا فَمَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا أَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ عَدْلٌ وَّلَا صَرْفٌ وَّذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ يَّسْعٰى بِهَا أَدْنَاهُمْ فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ. وَمَنْ وَّالٰى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از ابراہیم التیمی از والد خود از حضرت علی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کے سوا اور کچھ نہیں لکھا' اور جو کچھ اس صحیفہ میں (مکتوب) ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ عائر سے لے کر فلاں مقام تک حرام ہے' جس نے مدینہ میں کوئی جرم کیا یا کسی مجرم کو پناہ دی' اس پر اللہ کی لعنت ہو اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی! اس کا فرض قبول کیا جائے اور نہ نفل' اور تمام مسلمانوں کا پناہ دینا برابر ہے' ایک پس ماندہ مسلمان بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے' پس جو شخص کسی مسلمان کا کیا ہوا عہد توڑ ڈالے' اس پر اللہ کی لعنت ہو اور تمام فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی! اس کا کوئی فرض قبول کیا جائے گا اور نہ نفل' اور جو اپنے مالکوں کی اجازت کے بغیر کسی قوم کا غلام بن گیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہو اور تمام فرشتوں کی لعنت ہو اور تمام لوگوں کی' اس کا کوئی فرض قبول کیا جائے گا اور نہ نفل۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں بھی عہد توڑنے کے گناہ کا ذکر ہے۔

۳۱۸۰ - قَالَ أَبُوْ مُوْسٰى حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا لَمْ تَجْتَبُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا فَقِيْلَ لَهٗ وَكَيْفَ تَرٰى ذٰلِكَ كَائِنًا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ إِيْ وَالَّذِيْ نَفْسُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ عَنْ قَوْلِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ قَالُوْا عَمَّ ذَاكَ قَالَ تُنْتَهَكُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ

ابوموسیٰ نے کہا: ہمیں ہاشم بن القاسم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن سعید نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم کو (جزیہ اور خراج سے) کوئی دینار ملے گا نہ درہم' ان سے پوچھا گیا: اے ابوہریرہ! آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ ایسا ہوگا؟ انہوں نے کہا: ہاں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں

رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَشُدُّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قُلُوْبَ اَهْلِ الذِّمَّةِ فَيَمْنَعُوْنَ مَا فِيْ اَيْدِيْهِمْ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

ابوہریرہ کی جان ہے! (یہ مجھے) صادق مصدوق کی حدیث سے (معلوم ہوا)' لوگوں نے پوچھا: وہ کس طرح ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ کے عہد کو اور رسول اللہ ﷺ کے عہد کو توڑ دیا جائے گا تو اللہ اہل ذمہ کے دلوں کو سخت کر دے گا' پھر جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ہے' وہ اس کو نہیں دیں گے۔

اہل ذمہ سے عہد شکنی کا وبال

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی متوفی ۴۳۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اہل ذمہ سے عہد شکنی کرنا بھی جائز نہیں ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے اہل ذمہ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے' کیونکہ مسلمانوں کا معاش اور ان کے عیال کا رزق' ان کے جزیہ اور خراج کے ساتھ وابستہ ہے' لہٰذا جب اہل ذمہ پر ظلم کیا جائے گا تو وہ جزیہ اور خراج ادا کرنا بند کر دیں گے اور مسلمانوں سے جنگ کریں گے اور دوبارہ فتنہ ڈالیں گے اور وہ اپنے گلوں سے ذمہ کا پٹا اتار پھینکیں گے اور مسلمانوں کو ایک درہم بھی نہیں ملے گا اور ان کی معیشت تنگ ہو جائے گی۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۵۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور یہ باب بہ منزلہ فصل ہے۔

۳۱۸۱ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَمْزَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْاَعْمَشَ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا وَائِلٍ شَهِدْتَّ صِفِّيْنَ قَالَ نَعَمْ فَسَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ يَّقُوْلُ اِتَّهِمُوْا رَاْيَكُمْ رَاَيْتُنِيْ يَوْمَ اَبِيْ جَنْدَلٍ وَلَوْ اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَرُدَّ اَمْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَرَدَدْتُّهٗ وَمَا وَضَعْنَا اَسْيَافَنَا عَلٰى عَوَاتِقِنَا لِاَمْرٍ يُّفْظِعُنَا اِلَّا اَسْهَلْنَ بِنَا اِلٰى اَمْرٍ نَعْرِفُهٗ غَيْرَ اَمْرِنَا هٰذَا.

[اطراف الحدیث: ۳۱۸۲-۳۱۸۹-۴۸۴۴-۷۳۰۸] (صحیح مسلم: ۱۷۸۵' الرقم المسلسل: ۴۵۲۵' الآحاد والمثانی: ۱۹۱۱' المعجم الکبیر: ۵۵۹۸' مسند احمد ج ۳ ص ۴۸۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۹۷۴-ج ۲۵ ص ۳۴۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوحمزہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے الاعمش سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے ابووائل سے سوال کیا: آپ صفین میں موجود تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پس میں نے سہل بن حنیف سے سنا' وہ کہہ رہے تھے: تم لوگ خود اپنی رائے کو غلط قرار دو' (جو آپس میں لڑ رہے ہو) جس دن حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ آئے تھے اس دن میں نے اپنے متعلق غور کیا' اگر میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کو مسترد کر سکتا تو اس دن مسترد کر دیتا اور ہم نے جب بھی کسی مشکل کام کے لیے اپنے کندھوں پر تلواریں رکھیں تو وہ مشکل ہمارے لیے اس طرح آسان ہو گئی جس کا حل ہم پہچانتے تھے سوائے ہمارے اس فتنہ کے (یعنی جنگ صفین کے)۔

جنگ صفین کا واقعہ اور اس جنگ کی وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں صفین کا ذکر ہے' یہ وہ جگہ ہے جو فرات کے کنارے واقع ہے' اس جگہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان مشہور جنگ ہوئی تھی۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اپنی رائے کو غلط قرار دو۔ حضرت سہل نے یہ بات جنگ صفین کے دن کہی تھی' وہ اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' ان کی مراد یہ تھی کہ اس جنگ میں تمہاری رائے غلط تھی' وہ فریقین کو نصیحت کر رہے تھے' کیونکہ ان میں سے ہر فریق اپنی رائے اور اجتہاد کے موافق لڑ رہا تھا' تو ان سے حضرت سہل نے کہا: تم اپنی اپنی رائے کو غلط قرار دو' کیونکہ تم اپنے بھائیوں سے اسلام کی خاطر لڑ رہے ہو اور تمہاری رائے میں غلطی اور خطاء کی بھی گنجائش ہے' اس لیے تم احتیاط سے کام لو اور آپس میں نہ لڑو۔

حضرت سہل نے کہا: جس دن حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ آئے تھے' اس دن میں نے اپنے متعلق غور کیا' اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو مسترد کر سکتا تو اس دن مسترد کر دیتا!

اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش مکہ سے اس معاہدہ پر صلح کر چکے تھے کہ اہل مکہ کی طرف سے جو شخص مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس آئے گا تو مسلمانوں کو اسے قریش مکہ کی طرف واپس کرنا ہوگا' پھر حضرت ابو جندل مکہ سے مسلمانوں کی طرف بیڑیاں پہنے ہوئے آئے' انہیں اسلام لانے کی پاداش میں سخت عذاب دیا جا رہا تھا' حضرت ابو جندل کے والد نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! یہ پہلا معاملہ ہے جس میں' میں تمہارے خلاف فیصلہ کروں گا' پھر آپ نے حضرت ابو جندل کو اہل مکہ کی طرف واپس کر دیا' اور یہ فیصلہ مسلمانوں پر بہت شاق اور دشوار گزرا' لیکن آپ نے اس کے باوجود اس معاہدہ پر عمل کیا' حضرت سہل بن حنیف نے اس واقعہ کو سنا کر یہ بتایا کہ صلح میں خیر ہے۔

حضرت سہل نے کہا: اگر میں اس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو مسترد کرنے کی طاقت رکھتا تو مسترد کر دیتا' حضرت سہل نے اس کلام سے یہ اشارہ کیا ہے کہ تم لوگ مجھ پر جنگ صفین میں شامل نہ ہونے پر ملامت کر رہے ہو' تم لوگ میری طرف تقصیر کرنے کی نسبت کس طرح کر سکتے ہو' حالانکہ یوم حدیبیہ کے دن مجھ میں صلح کے حکم کو مسترد کرنے کی طاقت ہوتی تو میں اس صلح کو مسترد کر دیتا۔

حضرت سہل نے کہا کہ اس فتنۂ صفین کے علاوہ جب بھی ہم نے کسی مصیبت میں تلوار اٹھائی تو وہ مصیبت ہمارے لیے آسان ہو گئی' لیکن اس صفین کے فتنہ میں ایسا نہیں ہو سکا کیونکہ دونوں فریقوں کے پاس دلائل تھے' حضرت علی اور ان کے حامیوں کی دلیل یہ تھی کہ باغیوں کے خلاف اس وقت تک قتال کرنا ضروری ہے جب تک کہ وہ حق کی طرف رجوع نہ کر لیں اور حضرت معاویہ اور ان کے موافقین کی دلیل یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ظلماً قتل کیا گیا تھا اور ان کے معین قاتل حضرت علی کے لشکر میں موجود تھے' لہٰذا حضرت علی کے لشکر کے خلاف لڑنا جائز ہے' سو دونوں فریقوں کا شبہ بہت قوی تھا' حتیٰ کہ بہت سخت لڑائی ہوئی اور دونوں فریقوں میں سے بہت زیادہ مسلمان قتل کیے گئے' حتیٰ کہ واقعۂ تحکیم ہوا' پھر جو ہونا تھا وہ ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۴۲-۱۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ' حاشیہ مسند احمد ج ۲۵ ص ۳۴۷)

۳۱۸۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ ثَابِتٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ وَائِلٍ قَالَ كُنَّا بِصِفِّيْنَ فَقَامَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ فَقَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّهِمُوْا اَنْفُسَكُمْ فَاِنَّا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَلَوْ نَرٰى قِتَالًا لَّقَاتَلْنَا فَجَاءَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی ثابت نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابو وائل نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہم صفین میں تھے' پس حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ فَقَالَ بَلٰى فَقَالَ اَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ قَالَ بَلٰى قَالَ فَعَلٰى مَا نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِيْنِنَا اَنَرْجِعُ وَلَمَّا يَحْكُمِ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فَقَالَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اِنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَنْ يُّضَيِّعَنِي اللّٰهُ اَبَدًا فَانْطَلَقَ عُمَرُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ مَا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَنْ يُّضَيِّعَهُ اللّٰهُ اَبَدًا فَنَزَلَتْ سُوْرَةُ الْفَتْحِ فَقَرَاَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عُمَرَ اِلٰى اٰخِرِهَا فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَ فَتْحٌ هُوَ قَالَ نَعَمْ.

کھڑے ہوئے تو انہوں نے کہا: اے لوگو! تم اپنی رائے کو غلط قرار دو' کیونکہ ہم حدیبیہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور اگر ہماری رائے لڑنے کی ہوتی تو ہم لڑتے' پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آئے' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور یہ (کفار) باطل پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! پھر انہوں نے کہا: کیا ایسا نہیں ہے کہ ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور ان کے مقتول دوزخ میں ہیں! آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! انہوں نے کہا: پھر ہم کیوں اپنے دین میں دباؤ کو قبول کریں؟ کیا ہم لوٹ جائیں اور ابھی تک اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان کوئی حکم نازل نہیں فرمایا' آپ نے فرمایا: اے ابن الخطاب! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے ہرگز ضائع نہیں فرمائے گا' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے اس طرح کہا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا' حضرت ابوبکر نے اسی طرح جوابات دیئے تھے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جوابات دیئے تھے' پس کہا: بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ ان کو ہرگز ہرگز کبھی بھی ضائع نہیں کرے گا' پھر سورۃ الفتح نازل ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پوری سورت حضرت عمر کے سامنے پڑھی' پس حضرت عمر نے پوچھا: کیا یہ فتح ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۸۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۱۸۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَسْمَاءَ ابْنَةِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَيَّ اُمِّيْ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِيْ عَهْدِ قُرَيْشٍ اِذَا عَاهَدُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُدَّتِهِمْ مَعَ اَبِيْهَا فَاسْتَفْتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّيْ قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ رَاغِبَةٌ اَفَاَصِلُهَا قَالَ نَعَمْ صِلِيْهَا.

سابقہ (۲۶۲۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس میری ماں آئیں اور وہ قریش کے عہد میں مشرکہ تھی جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کیا تھا اور اس مدت میں حضرت اسماء اپنے والد کے پاس تھی' پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا' سو کہا: یارسول اللہ! بے شک میری ماں میرے پاس آئیں اور وہ اسلام سے اعراض کرنے والی ہیں' آیا میں ان سے صلۂ رحم کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم ان سے صلہ رحم کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۲۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۹ - بَابُ الْمُصَالَحَةِ عَلٰى ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اَوْ وَقْتٍ مَّعْلُوْمٍ

تین دن یا کسی اور معین مدت کے لیے صلح کرنا

اس باب میں مشرکین کے ساتھ تین دن کی مدت میں صلح کرنے کا ذکر ہے اور اگر تین دن سے زیادہ مدت ہو' مثلاً تین ماہ کی مدت کے لیے صلح کی جائے تو وہ بھی جائز ہے۔

۳۱۸٤ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ ابْنِ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَرَادَ اَنْ يَّعْتَمِرَ اَرْسَلَ اِلٰى اَهْلِ مَكَّةَ يَسْتَاْذِنُهُمْ لِيَدْخُلَ مَكَّةَ فَاشْتَرَطُوْا عَلَيْهِ اَنْ لَّا يُقِيْمَ بِهَا اِلَّا ثَلَاثَ لَيَالٍ وَّلَا يَدْخُلَهَا اِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ وَلَا يَدْعُوَ مِنْهُمْ اَحَدًا قَالَ فَاَخَذَ يَكْتُبُ الشَّرْطَ بَيْنَهُمْ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَكَتَبَ هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالُوْا لَوْ عَلِمْنَا اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَمْ نَمْنَعْكَ وَلَبَايَعْنَاكَ وَلٰكِنْ اُكْتُبْ هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ اَنَا وَاللّٰهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَنَا وَاللّٰهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ وَكَانَ لَا يَكْتُبُ قَالَ فَقَالَ لِعَلِيٍّ اُمْحُ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ عَلِيٌّ وَّاللّٰهِ لَا اَمْحَاهُ اَبَدًا قَالَ فَاَرِنِيْهِ قَالَ فَاَرَاهُ اِيَّاهُ فَمَحَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ فَلَمَّا دَخَلَ وَمَضَى الْاَيَّامُ اَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوْا مُرْ صَاحِبَكَ فَلْيَرْتَحِلْ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ ثُمَّ ارْتَحَلَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عثمان بن حکیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: مجھے حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے مجھے اہل مکہ کی طرف ان سے یہ اجازت لینے کے لیے بھیجا تا کہ آپ مکہ میں داخل ہوں تو انہوں نے آپ پر یہ شرط لگائی کہ آپ مکہ میں صرف تین دن تک ٹھہریں گے اور مکہ میں اپنے ہتھیاروں کو صرف میان میں رکھ کر لائیں گے اور مکہ کے کسی آدمی کو نہیں بلائیں گے۔ راوی نے کہا: اور ان شرائط کو ان کے درمیان حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لکھ رہے تھے' پس انہوں نے لکھا: یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے' مشرکین نے کہا: اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ رسول اللہ ہیں تو ہم آپ کو (مکہ میں جانے سے) منع نہ کرتے اور ہم آپ سے ضرور بیعت کر لیتے لیکن آپ یہ لکھیں کہ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے' آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں محمد بن عبداللہ ہوں اور اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ہوں۔ راوی نے کہا: حضرت علی یہ نہیں لکھ رہے تھے۔ راوی نے کہا: پس آپ نے حضرت علی سے کہا: رسول اللہ (کے الفاظ) مٹا دو' تو حضرت علی نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان الفاظ کو کبھی بھی نہیں مٹاؤں گا' آپ نے فرمایا: پس مجھے یہ الفاظ دکھاؤ۔ راوی نے کہا: پس انہوں نے یہ الفاظ آپ کو دکھائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ان الفاظ کو مٹا دیا' پس جب آپ (اگلے سال) مکہ میں داخل ہو گئے اور تین دن

گزر گئے تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اپنے پیغمبر سے عرض کریں کہ اب کوچ کریں' تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ہاں! پھر آپ (وہاں سے) روانہ ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۸۱ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں تین دن کی صلح کرنے کا ذکر ہے۔

٢٠ - بَابُ الْمُوَادَعَةِ مِنْ غَيْرِ وَقْتٍ — بغیر تعین مدت کے صلح کرنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بغیر تعین مدت کے بھی صلح کرنا جائز ہے۔

وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُقِرُّكُمْ مَا اَقَرَّكُمُ اللّٰهُ بِهٖ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ہم تم کو اس وقت تک یہاں ٹھہرائیں گے جب تک اللہ تم کو یہاں ٹھہرائے گا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۴۲۸۵ میں مذکور ہے۔

اس باب کے ثبوت میں امام بخاری نے صرف اس تعلیق کو ذکر کیا ہے۔

٢١ - بَابُ طَرْحِ جِيَفِ الْمُشْرِكِيْنَ فِي الْبِئْرِ وَلَا يُؤْخَذُ لَهُمْ ثَمَنٌ — مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینک دینا اور ان کے معاوضہ میں قیمت نہ لینا

اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینکنا جائز ہے' اور ان کے عوض قیمت لینا جائز نہیں ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ جن مشرکین کو کنوئیں میں پھینکا گیا تھا' وہ مشرکین مکہ کے رؤسا تھے اور اگر ان کے ورثاء کو یہ موقع دیا جاتا کہ وہ ان کی لاشوں کو کنویں سے نکال کر کہیں دفن کر دیں تو وہ اس کے لیے بہت زیادہ مال خرچ کر سکتے تھے' اور ان لاشوں کے عوض قیمت لینا اس لیے جائز نہیں ہے کہ وہ مردار ہیں اور مردار کو ملکیت میں لینا جائز نہیں ہے اور نہ اس کا معاوضہ لینا جائز ہے۔

امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ مشرکین نے یہ ارادہ کیا کہ مشرکین کی لاشوں کو خرید لیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو فروخت کرنے سے انکار کیا۔ (سنن ترمذی: ۱۷۱۵' مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۸)

امام ابن اسحاق نے مغازی میں ذکر کیا ہے کہ مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ آپ نوفل بن عبداللہ بن المغیرہ کی لاش ان کو بیچ دیں' جو خندق میں گر کر مر گیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمیں اس کی قیمت کی ضرورت ہے نہ اس کے جسد کی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۴۴)

٣١٨٥ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ وَّحَوْلَهٗ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِذْ جَاءَ عُقْبَةُ بْنُ اَبِيْ مُعَيْطٍ بِسَلٰى جَزُوْرٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از ابی اسحاق از عمرو بن میمون' از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں تھے اور آپ کے گرد مشرکین قریش کے لوگ تھے' اس وقت عقبہ بن ابی معیط اونٹنی

فَقَذَفَهُ عَلٰى ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرْفَعْ رَأْسَهُ حَتّٰى جَاءَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ فَأَخَذَتْ مِنْ ظَهْرِهٖ وَدَعَتْ عَلٰى مَنْ صَنَعَ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ الْمَلَأَ مِنْ قُرَيْشٍ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ اَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَّعُتْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَعُقْبَةَ بْنَ اَبِيْ مُعَيْطٍ وَ اُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ اَوْ اُبَيَّ بْنَ خَلَفٍ فَلَقَدْ رَاَيْتُهُمْ قُتِلُوْا يَوْمَ بَدْرٍ فَاُلْقُوْا فِيْ بِئْرٍ غَيْرَ اُمَيَّةَ اَوْ اُبَيٍّ فَاِنَّهُ كَانَ رَجُلًا ضَخْمًا فَلَمَّا جَرُّوْهُ تَقَطَّعَتْ اَوْصَالُهُ قَبْلَ اَنْ يُّلْقٰى فِي الْبِئْرِ.

کا بچہ دان لے کر آیا اور اس نے اس کو نبی ﷺ کی پشت مبارک پر ڈال دیا' رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر اقدس نہیں اٹھایا حتیٰ کہ حضرت سیّدتنا فاطمہ علیہا السلام آئیں' انہوں نے اس بچہ دان کو آپ کی پشت انور سے اٹھایا اور جنہوں نے یہ کام کیا تھا ان کے خلاف دعا کی' پس نبی ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! قریش کی اس جماعت کو پکڑ لے! اے اللہ! ابوجہل بن ہشام کو پکڑ لے اور عقبہ بن ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ کو اور عقبہ بن ابی معیط کو اور امیہ بن خلف کو! اور ابی بن خلف کو (حضرت ابن مسعود نے کہا:) پس میں نے ان سب کو دیکھا وہ سب غزوۂ بدر میں قتل کر دیئے گئے تھے اور ان (کی لاشوں) کو کنویں میں ڈال دیا گیا سوائے امیہ یا ابی کے کیونکہ وہ بہت بھاری بھرکم شخص تھا' جب انہوں نے اس کو گھسیٹا تو کنویں میں ڈالنے سے پہلے اس کے جوڑ الگ الگ ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں مشرکین کی لاشوں کو کنویں میں پھینک دینے کا ذکر ہے' تاہم اس عنوان کے دوسرے جز کے مطابق اس حدیث میں ذکر نہیں ہے' اس کے مطابق ہم نے سنن ترمذی اور مسند احمد سے حدیث ذکر کی ہے۔

۲۲ - بَابُ اِثْمِ الْغَادِرِ لِلْبَرِّ وَالْفَاجِرِ

غداری کا گناہ' خواہ غداری کسی نیک آدمی کے ساتھ کی جائے یا بدکار کے ساتھ

غدای کا معنی ہے: بدعہدی کرنا اور عہد شکنی اور وعدہ خلافی کرنا۔

۳۱۸۷'۳۱۸۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَعَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِّوَاءٌ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ اَحَدُهُمَا يُنْصَبُ وَقَالَ الْاٰخَرُ يُرٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُعْرَفُ بِهٖ.

(صحیح مسلم: ۱۷۳۶' الرقم المسلسل: ۴۴۴۴' سنن ابن ماجہ: ۲۸۷۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان الاعمش از ابووائل از عبداللہ اور از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہو گا' ایک راوی نے کہا: اس جھنڈے کو گاڑ دیا جائے گا' دوسرے راوی نے کہا: قیامت کے دن اس جھنڈے کو دکھایا جائے گا جس سے اس شخص کو پہچان لیا جائے گا۔

جھنڈا رئیسِ لشکر کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور تمام لشکر والے اس کے تابع ہوتے ہیں' اس حدیث میں ہے: ہر عہد شکن کا ایک جھنڈا ہوتا ہے' یعنی اس کی ایک علامت ہوتی ہے جس سے وہ لوگوں میں مشہور ہو جاتا ہے۔

۳۱۸۸ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از

عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِّوَاءٌ يُّنْصَبُ بِغَدْرَتِهٖ.

ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہر عہد شکن کے لیے اس کی عہد شکنی کی وجہ سے ایک جھنڈا گاڑ دیا جائے گا۔

[اطراف الحدیث: ۶۱۷۷-۶۱۷۸-۶۹۶۶-۷۱۱۱] (صحیح مسلم: ۱۷۳۵' الرقم المسلسل: ۴۴۲۰)

عہد شکنی کے بالعموم حرام ہونے کی توجیہ

علامہ ابوالحسن علی بن خلف ابن بطال مالکی قرطبی متوفی ۴۴۹ھ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب المالکی التوفی ۴۳۵ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ قیامت کے دن عہد شکن کی یہ سزا ہوگی کہ اس کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا تاکہ لوگ اس کی عہد شکنی کو پہچان لیں' پس لوگ اس جھنڈے کو دیکھ کر اس کے گناہ کو پہچان لیں گے اور یہ اس قسم کی سزا ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰی رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِيْنَ O (هود: ۱۸)

اور اس سے زیادہ ظالم اور کون ہے جس نے جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان باندھا' وہ لوگ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے اور گواہ کہیں گے: یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا' سنو! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے! O

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں بہ طور عموم کہا ہے: عہد شکنی کا گناہ۔ خواہ عہد شکنی کسی نیک آدمی کے ساتھ کی جائے یا بدکار کے ساتھ' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلقاً فرمایا ہے: ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا' پس اس عموم میں ہر وہ شخص داخل ہے جس کے ساتھ عہد شکنی کی جائے خواہ وہ نیک ہو یا بدکار ہو' اس سے معلوم ہوا کہ تمام لوگوں کے ساتھ عہد شکنی کرنا حرام ہے خواہ وہ نیک ہوں یا بد ہوں' کیونکہ عہد شکنی کرنا ظلم ہے اور جس طرح متقی پر ظلم کرنا حرام ہے' اسی طرح بدکار پر بھی ظلم کرنا حرام ہے اور اس لیے بھی کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو تمام مکہ والوں پر احسان فرمایا' مؤمنوں پر بھی اور منافقوں پر بھی اور ان سب کو امان دے دی اور جب آپ کی امان سب کے لیے عام ہے اور آپ کا عفو و درگزر کرنا سب کو شامل ہے تو پھر کسی کے ساتھ بھی عہد شکنی کرنا جائز نہیں ہے' کسی نیک آدمی کے ساتھ نہ کسی بدکار آدمی کے ساتھ۔ (شرح ابن بطال ج ۵ ص ۳۶۰-۳۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۱۸۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَّاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا وَقَالَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَاِنَّهٗ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَمْ يَحِلَّ لِيْ اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا يُعْضَدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: اب ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد ہے اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لیے بلایا جائے تو نکل پڑو' اور آپ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: بے شک اس شہر کو اللہ نے اس دن حرم بنایا ہے جس دن آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا' پس وہ اللہ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لیے حرام ہے اور مجھ سے پہلے اس شہر میں کسی کے لیے بھی قتال کرنا جائز نہیں ہوا

شَوْكُهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقْطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهُ فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ قَالَ إِلَّا الْإِذْخِرَ.

اور میرے لیے بھی صرف دن کی ایک ساعت کے لیے اس میں قتال حلال ہوا تھا' پس اب وہ اللہ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لیے حرام ہے' اس کا کوئی کانٹا توڑا جائے گا نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا اور نہ اس کی گری پڑی چیز اُٹھائی جائے گی' سوا اس شخص کے جو اس گری ہوئی چیز کا اعلان کرے اور نہ اس کی گھاس کاٹی جائے گی' پھر حضرت عباس رضی اللہ نے کہا: یا رسول اللہ! سوا اذخر کے کیونکہ وہ ان کے لوہاروں اور گھروں کے کام آتی ہے' تو آپ نے فرمایا: سوائے اذخر کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں عہد شکنی کے حرام ہونے کا ذکر ہے۔

آسمانوں کی تخلیق کے دن مکہ کو حرم بنانے کی وضاحت اور حدیث مذکور کو عہد شکنی کے گناہ کے باب میں ذکر کرنے کی وجوہ

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا' اسی دن مکہ کو حرم بنایا تھا' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ مکہ کو حرم بنانا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم قدیم ہے' پھر اس حکم کو آسمانوں کی پیدائش کے ساتھ مربوط کرنے کی کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دن اس حکم کا لوحِ محفوظ میں اظہار فرمایا تھا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حدیث کو عہد شکن کے گناہ کے باب میں ذکر کرنے کی کیا مناسبت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ ارشاد ہے: اور جب تم کو جہاد کے لیے بلایا جائے تو نکل پڑو۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو جہاد کے لیے بلایا جائے تو ان کا جہاد کے لیے جانا واجب ہے اور جو شخص جہاد کے لیے نہیں گیا' اس نے عہد شکنی کی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے ایک ساعت کے لیے مکہ میں قتال کیا تھا' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ میں قتال کرنا عہد شکنی نہیں تھی' نیز یہ بتانا مقصود ہے کہ عہد شکنی سے صرف یہ مراد نہیں ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ جو عہد کرتے ہیں ان کی خلاف ورزی ممنوع ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف جو کام کیا جائے وہ بھی عہد شکنی ہے' چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ○ (البقرہ: ۲۷)

وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پکا کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس چیز کو اللہ نے ملانے کا حکم دیا ہے اس کو کاٹ دیتے ہیں اور زمین میں دہشت گردی کرتے ہیں' وہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں○

اور چونکہ قریش مکہ نے عہد شکنی کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیے ہوئے عہد کی خلاف ورزی کی تھی' اس لیے ان سے مکہ میں قتال کرنے کی اجازت دی گئی۔ (الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۵۶' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

کتاب الجزیہ کی تکمیل

یہ کتاب الجزیہ ہے اور اس سے پہلے کتاب الخمس تھی اور یہ دونوں کتابیں کتاب الجہاد کا بقیہ ہیں' ان میں احادیث مرفوعہ کی تعداد ایک سو سالہ (۱۱۶) ہے' ان میں سترہ تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں اور ان میں سڑسٹھ (۶۷) مکررات ہیں اور باقی خالص احادیث ہیں۔

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّدنا محمد خاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین! آج ۱۲ محرم ۱۴۳۰ھ/ ۱۰ جنوری ۲۰۰۹ء بروز ہفتہ کتاب الجزیہ مکمل ہوگئی۔

الٰہ العلمین! اس کتاب کو قبول فرما اور قیامت تک کے لیے اس کو فیض آفرین بنا دے' اور میری' میرے والدین کی اور قارئین کی مغفرت فرما! مجھے اس کتاب کو مکمل کرنے کی توفیق عطاء فرما! (آمین یارب العلمین!)

۞۞۞۞۞

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

۵۹-كِتَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ
مخلوقات کی پیدائش کی ابتداء کی کیفیت

اس عنوان میں ''بدء الخلق'' کا لفظ ہے''بدء'' کا معنی ہے: کسی چیز کی ابتداء کرنا' یہاں مراد ہے: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی پیدائش کی کس طرح ابتداء کی؟

١ - بَابُ مَاجَاءَ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَهُوَ الَّذِىْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ (الروم:٢٧) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق: اور وہی ہے جو ابتداءً مخلوق کو پیدا کرتا ہے اور وہی پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے (الروم:٢٧)

یعنی مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے' اس میں مشرکین کا رد ہے جو مخلوق کے دوبارہ پیدا کرنے کا انکار کرتے تھے اور اس کو محال سمجھتے تھے۔

قَالَ الرَّبِيْعُ بْنُ خُثَيْمٍ وَّالْحَسَنُ كُلٌّ عَلَيْهِ هَيِّنٌ وَهَيْنٌ وَّهَيِّنٌ مِثْلُ لَيِّنٍ وَّلَيْنٍ وَّمَيْتٍ وَّمَيِّتٍ وَّضَيْقٍ وَّضَيِّقٍ ﴿اَفَعَيِيْنَا﴾ (ق:١٥) اَفَاَعْيَا عَلَيْنَا حِيْنَ اَنْشَاكُمْ وَاَنْشَاَ خَلْقَكُمْ ﴿لُغُوْبٌ﴾ (فاطر:٣٥) اَلنَّصَبُ ﴿اَطْوَارًا﴾ (نوح:١٤) طَوْرًا كَذَا وَطَوْرًا كَذَا عَدَا طَوْرَهٗ اَىْ قَدْرَهٗ.

الربیع بن خثیم اور حسن بصری نے کہا: ہر چیز اللہ پر آسان ہے' اور ''هَيِّن'' اور ''هَيْن'' کے الفاظ ''لَيِّن'' اور ''لَيْن'' کی مثل ہیں اور ''مَيِّت'' اور ''مَيْت'' کی مثل ہیں اور ''ضيق'' اور ''ضيّق'' کی مثل ہیں' تو کیا پہلی بار پیدا کر کے ہم تھک گئے ہیں؟ (ق:١٥) یعنی جب اس نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے مادے کو پیدا کیا تو کیا اس (عمل) نے ہم کو تھکا دیا تھا؟ ''لغوب'' کا معنی ہے: تھکاوٹ' اور ''اطوارًا'' کے معنی ہیں: احوال مختلفہ' کبھی اس حالت میں کبھی دوسری حالت میں'' عدا طوره'' کا معنی ہے: فلاں اپنے مرتبہ سے بڑھ گیا۔

امام بخاری نے یہ بیان کرنے کے لیے کہ ہر چیز کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے آسان ہے' الربیع بن خثیم اور حسن بصری سے دو لفظ نقل کیے ہیں: ''هَيِّنٌ'' اور ''هَيْنٌ'' (یہ دو لغتیں ہیں اور دونوں کا معنی آسان ہے) جیسے ''لَيِّن'' اور ''لَيْن'' دو لغتیں ہیں اور دونوں کا

معنی نرم اور ملائم ہے اور جیسے "مَیّت" اور "مَیْت" دو لغتیں ہیں اور دونوں کا معنی ہے: مرا ہوا اور "ضَیّق" اور "ضَیْق" دو لغتیں ہیں اور دونوں کا معنی تنگ یا تنگی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟ (ق:۱۵) امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر کی یعنی جب اس نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے مادے کو پیدا کیا تو کیا اس عمل نے ہم کو تھکا دیا تھا' اس کے بعد امام بخاری نے کہا: "لغوب" کا معنی ہے: تھکاوٹ' اس قول میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍO (ق:۳۸)

اور بے شک ہم نے آسمانوں کو اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئیO

اس تعلیق میں امام بخاری نے "طور" کا لفظ بھی لکھا ہے' اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًاO (نوح:۱۴)

اور اس نے تمہیں کئی طور سے پیدا کیاO

یعنی پہلے تم نطفہ تھے' پھر تم کو خون کا لوتھڑا بنا دیا' پھر تم کو گوشت کا ٹکڑا بنا دیا' پھر اس گوشت پر ہڈیاں پہنا دیں۔

۳۱۹۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ نَفَرٌ مِّنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا بَنِيْ تَمِيْمٍ اَبْشِرُوْا قَالُوْا بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ فَجَاءَهُ اَهْلُ الْيَمَنِ فَقَالَ يَا اَهْلَ الْيَمَنِ اقْبَلُوا الْبُشْرٰى اِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَبِلْنَا فَاَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ بَدْءَ الْخَلْقِ وَالْعَرْشِ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا عِمْرَانُ رَاحِلَتُكَ تَفَلَّتَتْ لَيْتَنِيْ لَمْ اَقُمْ.

[اطراف الحدیث:۳۱۹۱-۴۳۶۵-۴۳۸۶-۷۴۱۸] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از جامع بن شداد از صفوان بن محرز از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ بنو تمیم کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی' آپ نے فرمایا: اے بنو تمیم! خوش خبری لو' انہوں نے کہا: آپ نے ہمیں خوش خبری دی ہے تو ہمیں (مال) عطاء فرمایئے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا' پھر یمن کے لوگ آئے' آپ نے فرمایا: اے اہل یمن! خوش خبری قبول کرو' کیونکہ بنو تمیم نے خوش خبری کو قبول نہیں کیا' انہوں نے کہا: ہم نے (خوش خبری کو) قبول کیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوق کی اور عرش کی تخلیق کی ابتداء بیان کرنے لگے' پھر ایک شخص نے آ کر کہا: اے عمران! تمہاری اونٹنی بھاگ گئی' (حضرت عمران نے کہا:) کاش! میں اس مجلس سے نہ اُٹھتا۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوق اور عرش کی ابتداء کی کیفیت بیان فرمانے لگے تھے۔

مال دنیا کی طلب پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا افسوس کرنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خوش خبری دینے کا ذکر فرمایا تھا' اس سے یہ مراد تھی کہ مسلمانوں کو اُن کے نیک اعمال کی جزاء دی جائے گی اور ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا' پھر بنو تمیم میں سے جس شخص نے یہ کہا تھا کہ آپ ہمیں خوش خبری تو دے چکے ہیں' اب ہمیں مال عطاء کیجئے' اس کا نام اقرع بن حابس تھا' اس میں خانہ بدوشوں کی خصلت تھی۔

جب اقرع بن حابس نے مال کا سوال کیا تو آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا' اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے مالِ دنیا کو ترجیح دی یا اس کی وجہ یہ تھی کہ جب آپ نے مالِ غنیمت تقسیم کیا تھا تو اس موقع پر وہ حاضر نہیں تھے۔

اس حدیث میں اہل یمن کے آنے کا ذکر ہے' اس سے مراد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی قوم کے لوگ ہیں' ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ لوگ اسی وقت آئے تھے جب خیبر کی فتح کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب حبشہ سے آئے تھے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے کہا: کاش! میں اونٹنی ڈھونڈنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں نہ اُٹھتا اور آپ کی احادیث سنتا رہتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۴۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۱۹۱ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا جَامِعُ بْنُ شَدَّادٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقَلْتُ نَاقَتِي بِالْبَابِ فَأَتَاهُ نَاسٌ مِّنْ بَنِي تَمِيمٍ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرٰى يَا بَنِي تَمِيمٍ قَالُوْا قَدْ بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا مَرَّتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهِ نَاسٌ مِّنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرٰى يَا أَهْلَ الْيَمَنِ إِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيمٍ قَالُوْا قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالُوْا جِئْنَاكَ نَسْأَلُكَ عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ قَالَ كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهُ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ وَّخَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ فَنَادٰى مُنَادٍ ذَهَبَتْ نَاقَتُكَ يَا ابْنَ الْحُصَيْنِ فَانْطَلَقْتُ فَإِذَا هِيَ يَقْطَعُ دُوْنَهَا السَّرَابُ فَوَاللّٰهِ لَوَدِدْتُّ أَنِّي كُنْتُ تَرَكْتُهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جامع بن شداد نے حدیث بیان کی از صفوان بن محرز' ان کو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اپنی اونٹنی دروازہ کے ساتھ باندھ دی تھی' پھر آپ کے پاس بنوتمیم کے چند لوگ آئے' آپ نے فرمایا: اے بنوتمیم! خوش خبری کو قبول کرو' انہوں نے دو مرتبہ کہا: آپ ہمیں خوش خبری تو دے چکے ہیں' اب آپ ہمیں مال عطاء کیجئے' پھر آپ کے پاس اہل یمن کے چند لوگ آئے' آپ نے فرمایا: اے اہل یمن! خوش خبری کو قبول کرو کیونکہ بنوتمیم نے خوش خبری کو قبول نہیں کیا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے خوش خبری کو قبول کر لیا' انہوں نے کہا: ہم آپ کے پاس اس چیز کے متعلق سوال کرنے آئے تھے (یعنی تخلیق کائنات کے متعلق)' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا اور اس نے لوحِ محفوظ میں ہر چیز کو لکھ دیا اور آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا' پھر ایک منادی نے نداء کی: اے ابن الحصین! تمہاری اونٹنی بھاگ گئی' پس میں (مجلس سے) چلا گیا اور میں نے دیکھا وہ سراب کے پاس ہے' پس اللہ کی قسم! مجھے یہ پسند تھا کہ میں نے اونٹنی کو چھوڑ دیا ہوتا! (اور آپ کی احادیث سنی ہوتیں)

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے اور جو اس میں نئی باتیں ہیں' ان کی شرح ہم بیان کر رہے ہیں:

پانی پر عرش ہونے کا معنی' اوّل خلق کی متعدد احادیث میں تطبیق اور بعض مشکل الفاظ کے معانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کا عرش پانی پر تھا۔

اس ارشاد کا معنی یہ ہے کہ عرش کے نیچے صرف پانی تھا' اور اس میں یہ دلیل ہے کہ عرش اور پانی آسمانوں اور زمینوں سے پہلے پیدا کیے گئے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عرش اور پانی اس عالم کی تخلیق کا مبدأ ہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض احادیث میں دوسری چیزوں کے متعلق تصریح ہے کہ ان کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا ہے' جیسا کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا' پس فرمایا: لکھ! اس نے کہا: میں کیا لکھوں؟ فرمایا: تقدیر' لکھو جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ اَبد تک ہوگا۔

(سنن ترمذی: ۲۱۵۵' سنن ابوداؤد: ۴۷۰۰' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۷)

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام محمد بن اسحاق نے یہ روایت کی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نور اور ظلمت کو پیدا کیا ہے' پھر ان کو ایک دوسرے سے ممتاز کیا' پس ظلمت کو سیاہ رات بنادیا اور نور کو سفید دن بنادیا۔

ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پیدا کیا۔

ان روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ اوّلیت ایک امر اضافی ہے اور ہر وہ چیز جس کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ وہ اوّل ہے' وہ اپنے بعد والی چیزوں کے اعتبار سے اوّل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ان چیزوں میں تخلیق کی ترتیب اس طرح ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پانی کو پیدا کیا' پھر پانی کے اوپر عرش کو پیدا کیا' پھر قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا: جو کچھ ہونے والا ہے اس کو لکھو' پھر آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے' اس کو لکھو۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۵۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش سے پہلے عرش پانی پر تھا' اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ عرش' پانی کی سطح پر تھا اور اس سے ملاصق تھا' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ عرش پانی کی محاذات میں تھا اور عرش اور پانی کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں تھی' اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:

حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا: یارسول اللہ! مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارا رب تبارک وتعالیٰ کہاں تھا؟ آپ نے فرمایا: اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی' اس کے نیچے بھی خلاء تھا اور اس کے اوپر بھی خلاء تھا اور اس نے اپنے عرش کو پانی پر پیدا کیا۔ (سنن ترمذی: ۳۱۰۹' سنن ابن ماجہ: ۱۸۲' مسند احمد ج ۴ ص ۱۱)

ایک قول یہ ہے کہ پانی کے بعد قلم کو پیدا کیا اور جس حدیث میں ہے: سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا' وہ صحیح نہیں ہے۔

(کشف الخفاء: ۸۲۳۔ ج ۱ ص ۳۰۹)

آپ نے فرمایا: پھر اللہ نے ذکر میں ہر چیز کو لکھ دیا۔ اس سے مراد لوحِ محفوظ ہے' اس کو ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ اس میں ہر چیز کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں سراب کا لفظ ہے' اس سے مراد ریت کا قطعہ ہے جو دھوپ میں اس طرح چمکتا ہے کہ دیکھنے میں وہ پانی کا چشمہ

معلوم ہوتا ہے اور حضرت عمران بن حصین کی اونٹنی اس جگہ پر تھی۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ۱۵۹، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۹ھ)

۳۱۹۲ - وَرَوَاهُ عِيْسٰى عَنْ رَقَبَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ.

اور اس حدیث کو عیسیٰ نے روایت کیا ہے از رقبہ از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ایک جگہ کھڑے ہوئے' پس آپ نے ہم کو مخلوق کی ابتداء کی خبر دی حتیٰ کہ اہل جنت اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے اور اہل دوزخ اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے' جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ما کان وما یکون کے متعلق احادیث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوق کی ابتداء سے لے کر ان کے جنت اور دوزخ میں استقرار تک کے احوال بیان کیے' یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس واحد میں مخلوقات کے تمام احوال بیان کر دیئے' ان کی پیدائش سے ان کے فناء ہونے تک اور پھر ان کی جزاء اور سزا پانے تک۔ پس اس حدیث میں مبدأ' معاش اور معاد کی خبر دی گئی ہے اور ان تمام احوال کو مجلس واحد میں بیان کر دینا آپ کا عظیم معجزہ ہے' علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جوامع الکلم عطاء کیے گئے تھے۔ اس حدیث کی مؤید امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کی ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں' آپ نے پوچھا: کیا تم یہ جانتے ہو کہ یہ کیسی دو کتابیں ہیں' ہم نے کہا: نہیں! یا رسول اللہ! سوا اس کے کہ آپ ہمیں بتائیں' سو آپ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی: یہ کتاب رب العلمین کی طرف سے ہے' اس میں اہل جنت کے اسماء ہیں اور ان کے باپ دادا کے اسماء ہیں اور ان کے قبائل کے اسماء ہیں' پھر ان کے آخر میں ان کا میزان لکھ دیا گیا ہے' پس اس میں کبھی بھی کمی اور بیشی نہیں ہوگی' پھر آپ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی: یہ کتاب رب العلمین کی طرف سے ہے' اس میں اہل دوزخ کے اسماء ہیں اور ان کے باپ دادا کے اسماء ہیں اور ان کے قبائل کے اسماء ہیں اور ان کے آخر میں ان کا میزان لکھ دیا گیا ہے' پس اس میں کبھی بھی کمی اور بیشی نہیں ہوگی' آپ کے اصحاب نے پوچھا: یا رسول اللہ! اگر اس کام سے فراغت ہو چکی ہے تو پھر ہم کس لیے عمل کریں؟ آپ نے فرمایا: ٹھیک ٹھیک کام کرو اور درستگی کے قریب کرو کیونکہ جنتی کا خاتمہ اہل جنت کے عمل پر کیا جاتا ہے خواہ وہ اس سے پہلے کوئی عمل کرتا رہا ہو' اور دوزخی کا خاتمہ دوزخیوں کے عمل پر کیا جاتا ہے خواہ وہ اس سے پہلے کوئی عمل کرتا رہا ہو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ جھاڑے اور ان دونوں کتابوں کو ایک طرف رکھ دیا' پھر فرمایا: تمہارا رب بندوں سے فارغ ہو چکا ہے' ایک فریق جنت میں ہوگا اور دوسرا فریق دوزخ میں ہوگا۔

(سنن ترمذی: ۲۱۴۱' مسند احمد ج ۲ ص ۱٦۷)

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جنتیوں' دوزخیوں کا علم عطاء فرما دیا تھا۔

حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: یہ حدیث صحیح بخاری کی حدیث مذکور کے مشابہ ہے' اور اس کی سند حسن ہے' صحیح

بخاری میں کم وقت میں زیادہ بیان کرنے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں وسیع عبارت کو کم جگہ میں لکھنے کا ذکر ہے اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ جھاڑے اور ان کتابوں کو ایک طرف رکھ دیا' اس سے معلوم ہوا کہ وہ دونوں کتابیں صحابہ کو دکھائی دے رہی تھیں۔

حضرت حذیفہ کی حدیث میں بھی اس باب کی حدیث کے لیے شاہد ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے' پھر آپ نے اس مقام میں قیامت تک ہونے والے تمام اُمور بیان فرما دیئے اور کسی چیز کو ترک نہیں کیا' جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ (الحدیث) (صحیح البخاری: ۶۶۰۴' صحیح مسلم: ۲۸۹۱' سنن ابوداؤد: ۴۲۴۰)

میں کہتا ہوں: یہ حدیث امام ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس کے بعد لکھا ہے:

امام ابوعیسیٰ نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں حضرت مغیرہ بن شعبہ اور ابوزید بن اخطب' اور حضرت حذیفہ اور حضرت ابومریم سے بھی روایات ہیں' انہوں نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایسی حدیث بیان کی جس میں قیامت تک ہونے والے تمام اُمور کا ذکر تھا۔ (سنن ترمذی: ۲۱۹۱' مسند احمد ج ۳ ص ۷)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی زیادہ تفصیل درج ذیل ہے:

حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر چڑھے' پس آپ نے ہمیں خطبہ دیا' حتیٰ کہ ظہر کا وقت آ گیا' پھر آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی' پھر منبر پر چڑھے پس ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر کا وقت آ گیا' پھر آپ منبر سے اترے' پس نماز پڑھائی' پھر آپ منبر پر چڑھے' پس ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا' پس آپ نے ہمیں ما کان وما یکون کی خبر دی (یعنی جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے) پس ہم میں سے زیادہ جاننے والا وہ تھا جو زیادہ حافظہ والا تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۸۹۲' الرقم المسلسل: ۷۱۶۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام ترمذی نے حضرت ابوسعید کی طویل حدیث بیان کی ہے اور اس کا عنوان ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر قیامت تک ہونے والے تمام واقعات بیان کر دیئے اور اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی یہی مراد ہے کہ آپ نے دن کے اوّل حصہ سے لے کر غروبِ آفتاب تک منبر پر کھڑے قیامت تک ہونے والے تمام اُمور بیان فرما دیئے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۴۵۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کے جوابات پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں: ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ما کان وما یکون کا علم عطاء فرمایا تھا' نیز ان احادیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ایک دن میں قیامت تک کے واقعات کو بیان کر دینا کس طرح ممکن ہے؟ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کا ایک جواب یہ لکھا ہے کہ یہ آپ کا معجزہ ہے اور یہ جواب درست ہے۔ دوسرا جواب یہ لکھا ہے کہ آپ کو جوامع الکلم عطاء کیے گئے تھے۔ اس جواب سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ آپ نے تمام واقعات کو تفصیلاً جزی جزی نہیں بیان فرمایا بلکہ اجمالی طور پر اہم اہم باتیں بیان فرما دیں' میرے نزدیک یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ اس پر مبنی ہے کہ زیادہ وقت میں ہونے والا کام کم وقت میں نہیں ہو سکتا' حالانکہ آپ دیکھیے حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتی آصف بن برخیاء نے تین ماہ کی مسافت پر واقع تختِ بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے لا کر رکھ دیا تو جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک امتی تین ماہ میں ہونے والے کام کو پلک جھپکنے سے پہلے کر

سکتا ہے تو جن کے سامنے حضرت سلیمان بھی امتی کے درجہ میں ہیں' وہ ایک دن میں قیامت تک کے واقعات کیوں بیان نہیں کر سکتے بلکہ آپ چاہتے تو ایک دن کے بجائے ایک پل میں یہ تمام واقعات بیان فرما دیتے اور جو شخص ایک دن میں ان واقعات کے بیان کرنے کو مشکل سمجھتا ہو وہ واقعۂ معراج پر کس طرح ایمان لائے گا' کیونکہ واقعۂ معراج میں آپ فرش سے عرش تک گئے اور واپس آئے اور یہ سب ایک پل میں ہو گیا۔

٣١٩٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ عَنْ اَبِیْ اَحْمَدَ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُرَاهُ یَقُوْلُ اللّٰهُ شَتَمَنِی ابْنُ اٰدَمَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهٗ اَنْ یَّشْتِمَنِیْ وَیُکَذِّبُنِیْ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهٗ اَمَّا شَتْمُهٗ فَقَوْلُهٗ اِنَّ لِیْ وَلَدًا وَّاَمَّا تَکْذِیْبُهٗ فَقَوْلُهٗ لَیْسَ یُعِیْدُنِیْ کَمَا بَدَاَنِیْ.

[اطراف الحدیث: ٤٩٧٤-٤٩٧٥] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی از ابی احمد از سفیان از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے دکھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم نے مجھے گالی دی اور اس کو نہیں چاہیے تھا کہ وہ مجھے گالی دیتا' اور مجھے جھٹلاتا ہے اور یہ اس کو نہیں چاہیے تھا' رہا اس کا گالی دینا تو وہ اس کا یہ کہنا ہے کہ میرا بیٹا ہے اور رہا اس کا جھٹلانا تو وہ اس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ مجھے دوبارہ پیدا نہیں کرے گا جیسا کہ اس نے مجھے ابتداءً پیدا کیا ہے۔

''شتم'' کا معنی

اس حدیث میں ''شتم'' کا لفظ ہے جس کو اُردو میں گالی دینے سے تعبیر کرتے ہیں اور دراصل ''شتم'' کا معنی ہے: کسی شخص کا ایسا وصف بیان کرنا جس میں اس کی توہین اور اس کا نقص ہو اور وہ وصف اس کی غیرت کے منافی ہو' کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہو تو بیٹا باپ کی مثل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ واجب اور قدیم ہے تو اس کا بیٹا بھی واجب اور قدیم ہوگا اور اس سے دو قدیموں کا ہونا لازم آئے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے منافی ہے۔

محدثین نے کہا ہے کہ یہ حدیث کلامِ قدسی ہے یا پھر اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الہام اور وحی کے ذریعہ اس بات کی خبر دی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے الفاظ سے اپنی امت کو اس معنی کی خبر دی۔

٣١٩٤ - حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُغِیْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقُرَشِیُّ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَضَی اللّٰهُ الْخَلْقَ کَتَبَ فِیْ کِتَابِهٖ فَهُوَ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ اِنَّ رَحْمَتِیْ غَلَبَتْ غَضَبِیْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مغیرہ بن عبدالرحمان القرشی نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ مخلوق کو پیدا کر چکا تو اس نے اپنی اُس کتاب میں لکھا جو عرش کے اوپر ہے کہ بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

[اطراف الحدیث: ٧٤٠٤-٧٤١٢-٧٤٥٣-٧٥٥٣-٧٥٥٤] (صحیح مسلم: ٢٧٥١' الرقم المسلسل: ٦٨٦٣' سنن ترمذی: ٣٥٤٣' سنن ابن ماجہ: ٤٢٩٥-١٨٩)

قضاء کا معنی

علامہ ابو سلیمان حمد بن محمد خطابی متوفی ٣٨٨ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں قضا کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا جیسا کہ اس آیت میں ہے:

فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ. (فصلت:۱۲) پس اللہ نے دو دنوں میں ان کو سات آسمان بنایا۔

یعنی ان کو پیدا کیا اور ہر وہ کام جو پختگی اور مضبوطی سے بنایا جائے اس کو قضاء کہتے ہیں۔

نیز فرمایا: اس نے اپنی اس کتاب میں لکھا جو عرش کے اوپر ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: جو کتاب عرش کے نیچے ہے انہوں نے عرش کی تعظیم کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ کوئی مخلوق اللہ کے عرش کے اوپر نہیں ہو سکتی اور انہوں نے کہا: ''فوق'' کا معنی نیچے بھی ہوتا ہے جیسے اس آیت میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا. (البقرہ:۲۶) اللہ تعالیٰ کسی مثال کے بیان کو ترک نہیں فرماتا خواہ وہ مچھر کی مثال ہو یا اس سے بھی کم چیز کی ہو۔

اس آیت کی تاویل میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ خواہ مچھر کی مثال ہو یا اس سے بڑی چیز کی مثال ہو دوسری تاویل یہ ہے کہ خواہ وہ مچھر سے بھی چھوٹی کسی چیز کی مثال ہو کیونکہ یہاں پر مطلوب کسی چھوٹی چیز کو بیان کرنا ہے۔

لوحِ محفوظ کے عرش کے اوپر ہونے اور اللہ تعالیٰ کے عرش کے اوپر ہونے کا معنی

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: جب اللہ مخلوق کو پیدا کر چکا تو اس نے اپنی اس کتاب میں لکھا جو عرش کے اوپر ہے۔ اس حدیث میں کتاب سے مراد لوحِ محفوظ ہے جس میں تمام مخلوقات کی اقسام کا ذکر ہے اور ان کے اُمور کا بیان ہے اور ان کی مدتِ حیات اور ان کے رزق کی مقدار کا ذکر ہے اور جو ان کے متعلق فیصلے کیے گئے اور جو ان کا انجام ہے لوحِ محفوظ میں ان سب باتوں کا ذکر ہے اس حدیث میں ذکر ہے کہ وہ لوحِ محفوظ عرش کے اوپر ہے عرش اللہ عزوجل کی مخلوق ہے اور یہ محال نہیں ہے کہ اس کی مخلوق کتاب اس کو مَس کر رہی ہو کیونکہ جو فرشتے عرش کے حاملین ہیں ان کے متعلق روایت ہے کہ وہ عرش کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں اور یہ محال نہیں ہے کہ جب وہ عرش کو اُٹھائیں تو اس کو مَس کریں اگر چہ حقیقت میں عرش کا اٹھانے والا اللہ عزوجل ہے۔

مسلمان جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے تو اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کو مس کر رہا ہے یا اس پر بیٹھا ہوا ہے یا اس کی کسی جہت میں اور حیز میں ہے اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق سے مبائن اور الگ ہے اور وہ کس کیفیت سے عرش پر ہے اس کا ہم کو علم نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ. (الشوریٰ:۱۱) اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔

(اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۷۱۔۱۷۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ جب اللہ کی رحمت اس کے غضب پر سابق ہے تو پھر فساق مؤمنین کو پہلے۔۔۔ عذاب کیوں ہوگا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سابق ہے غضب سے مراد اس کا لازمی معنی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس پر غضب ہو اس سے انتقام لینے کا ارادہ کرے یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تعلق اس کے غضب کے تعلق پر سابق اور غالب ہے رحمت اس کی ذاتِ مقدسہ کا تقاضا ہے اور غضب کا تعلق بندے کے سابق عمل کے ساتھ ہے اور وہ حادث ہے۔

اب اس پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ بعض فساق مؤمنین کو پہلے ان کے گناہوں پر عذاب ہوگا' اس کے بعد انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا' جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا غضب اس کی رحمت پر سابق ہے اور یہ اس حدیث کے برعکس ہے اور اس اعتراض کے وارد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رحمت غضب پر سابق ہے' کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ پہلے رحم فرماتا ہے' پھر سزا دیتا ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ رحمت اس کی ذات کا تقاضا ہے اور غضب بندہ کے فعل حادث پر موقوف ہے اور ذات کا تقاضا بندہ کے فعل پر مقدم ہے۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ رحمت اور غضب اس کی صفاتِ فعل سے ہیں' صفاتِ ذات سے نہیں ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ بعض فعل بعض پر مقدم ہوں۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ رحمت غضب پر غالب ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جن پر رحم فرماتا ہے' ان کی تعداد ان سے بہت زیادہ ہے جن پر وہ غضب فرماتا ہے' نیز اللہ تعالیٰ بغیر استحقاق کے رحم فرماتا ہے اور غضب اسی پر فرماتا ہے جو غضب کا مستحق ہوتا ہے کیونکہ اللہ اس وقت بھی رحم فرماتا ہے جب بندہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اور جب وہ دودھ پیتا ہے اور جب وہ روٹی کھانے لگتا ہے حالانکہ اس وقت اس نے کوئی ایسی اطاعت یا عبادت نہیں کی ہوتی جس کا تقاضا اس پر رحمت ہو اور بندہ پر غضب اسی وقت فرماتا ہے جب وہ گناہ کر کے غضب کا مستحق ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٥٣۔ ١٥٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢ - بَابُ مَاجَاءَ فِيْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ　سات زمینوں کے متعلق احادیث

اس باب میں سات زمینوں کے متعلق احادیث بیان کی گئی ہیں:

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَىْءٍ عِلْمًا۝﴾ (الطلاق:١٢) اَلْاٰيَةَ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ ہی ہے جس نے سات آسمانوں کو پیدا کیا اور اتنی ہی زمینوں کو پیدا کیا' ان کے درمیان (تقدیر کے موافق) اس کا حکم (تکوینی) نازل ہوتا ہے' تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے' اور بے شک اللہ کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۝ (الطلاق:١٢)

سات زمینوں کے متعلق مفسرین کی آراء

قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ٦٨٥ھ لکھتے ہیں:

مراد یہ ہے کہ زمینوں کے عدد آسمانوں کے عدد کی مثل ہیں۔

اس عبارت کی شرح میں علامہ احمد بن محمد بن عمر خفاجی متوفی ١٠٦٩ھ لکھتے ہیں:

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ سات آسمانوں کی طرح زمینوں کے بھی سات طبقات ہیں جو ایک دوسرے سے ممتاز اور منفصل ہیں اور احادیث صحیحہ میں بھی یہی معروف ہے۔

حضرت خالد بن ولید مخزومی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا اس طرح کی:

اے اللہ! سات آسمانوں کے رب اور جن پر ان کا سایا ہے اور زمینوں کے رب اور جن کو ان زمینوں نے اُٹھایا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سات اقالیم ہیں اور یہ مسئلہ ضروریاتِ دین میں سے نہیں ہے' حتیٰ کہ اس کا منکر یا اس میں متردّد کافر ہو اور ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ سات آسمانوں کی طرح سات زمینوں کے بھی طبقات ہیں۔

(عنایۃ القاضی علی البیضاوی ج ٩ ص ٢٠٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٧ھ)

علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

جمہور کا مختار یہ ہے کہ یہ مثلیت عدد سے ہے یعنی سات آسمانوں کی طرح سات زمینیں ہیں' حدیث میں ہے: اللہ غاصب کے گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈال دے گا' ایک قول یہ ہے کہ یہ سات طبقات ہیں اور ہر دو طبقوں کے درمیان مسافت ہے اور ان میں اللہ کی مخلوق رہتی ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ ان میں جن اور فرشتے رہتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سات زمینیں پھیلی ہوئی ہیں' ایک دوسرے کے اوپر نہیں ہیں اور ان کے درمیان سمندر ہے اور ان سب کے اوپر آسمان ہے۔

(البحر المحیط ج ۱۰ ص ۲۰۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۲ھ)

سات زمینوں کے متعلق صریح احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب بیٹھے ہوئے تھے' اس وقت ان کے سروں پر سے ایک بادل گزرا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ بادل ہے اور یہ زمین کے کونے ہیں' اللہ تعالیٰ اس بادل کو اس قوم کی طرف بھیج رہا ہے جو شکر نہیں کرتی اور نہ اس کو پکارتی ہے' پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے اوپر کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ پہلا آسمان ہے' یہ محفوظ چھت ہے اور رو کی ہوئی موج ہے' پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے درمیان اور اس آسمان کے درمیان کتنی مسافت ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں! آپ نے فرمایا: تمہارے درمیان اور اس آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے' آپ نے پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو اس آسمان کے اوپر کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: اس کے اوپر دو آسمان ہیں' ان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے حتیٰ کہ آپ نے سات آسمانوں کو گنا اور ہر دو آسمانوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی آسمان اور زمین کے درمیان مسافت ہے' پھر آپ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کے اوپر عرش ہے' اس کے اور آسمان کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا دو آسمانوں کے درمیان ہے' آپ نے پھر پوچھا: کیا تم جانتے ہو تمہارے نیچے کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ زمین ہے' پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ اس زمین کے نیچے کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: اس کے نیچے ایک اور زمین ہے' ان دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے' پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! اگر تم کسی شخص کو زمین سے باندھ کر سب سے نچلی زمین تک لٹکاؤ تو وہ اللہ تعالیٰ پر گرے گا' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ○ (الحدید: ۳)

وہی اوّل ہے اور آخر ہے اور ظاہر ہے اور باطن ہے اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ○

(سنن ترمذی: ۳۲۹۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۰' کتاب الاسماء والصفات ص ۳۹۹)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے کسی پر ظلم کر کے اس کی زمین چھینی' اس کے گلے میں اتنی زمین کا سات زمینوں تک طوق بنا کر ڈالا جائے گا۔

(صحیح البخاری: ۲۴۵۲' صحیح مسلم: ۱۶۱۰' سنن ابوداؤد: ۴۷۷۲' سنن ابن ماجہ: ۱۴۲۱)

﴿وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ﴾ (الطور: ۵) اَلسَّمَآءُ. اور ''السقف المرفوع'' سے مراد آسمان ہے۔

سورۃ الطور کی آیت:۵ میں ''السقف المرفوع'' کا لفظ ہے'امام بخاری نے کہا ہے: اس سے مراد آسمان ہے' وہ آیت یہ ہے:

وَالطُّوْرِ○ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ○ فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ○ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ○ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ○ (الطور:۵-۱)
قسم ہے طور کی○ اور لکھی ہوئی کتاب کی○ کشادہ ورق میں○ اور (قسم ہے) بیت المعمور کی○ اور اونچی چھت کی○

﴿سَمْكَهَا﴾ (النازعات:۲۸). بِنَآءَ هَا.
''سمکھا'' کا معنی ہے: اس کی عمارت بنائی۔

امام بخاری نے اس عبارت سے یہ بتایا ہے کہ النّٰزعٰت:۲۸ میں ''سمکھا'' کا معنی ہے: اس کی عمارت بنائی' وہ آیت یہ ہے:

رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا○ (النّٰزعٰت:۲۸)
اللہ نے اسے بنایا' اس کی چھت اونچی کی' پھر اس کو ہم وار کیا۔

﴿الْحُبُكُ﴾ (الذاریات:۷) اِسْتِوَاؤُهَا وَحُسْنُهَا.
''الحبك'' کا معنی ہے: اس کی ہم واری اور اس کا حسن۔

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ الذٰریٰت:۷ میں ''الحبك'' کا معنی ہم واری اور حسن ہے' وہ آیت یہ ہے:

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ○ (الذاریات:۷)
قسم ہے راستوں والے آسمان کی○

﴿وَاَذِنَتْ﴾ (الانشقاق:۲) سَمِعَتْ وَاَطَاعَتْ.
اور ''اذنت'' کا معنی ہے: اس نے سنا اور اطاعت کی۔

امام بخاری نے اس عبارت سے یہ بتایا ہے کہ الانشقاق:۲-۱ میں ''اذنت'' کا معنی ہے: اس نے سنا اور اطاعت کی۔ وہ آیت یہ ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ○ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ○ (الانشقاق:۲-۱)
جب آسمان پھٹ جائے گا○ اور اپنے رب کا حکم مانے گا اور یہ اس پر حق ہے○

﴿وَاَلْقَتْ﴾ اَخْرَجَتْ ﴿مَا فِيْهَا﴾ (الانشقاق:٤).
''والقت'' کا معنی ہے: زمین میں جو مُردے ہیں اس نے ان کو باہر نکال دیا اور زمین ان سے خالی ہوگئی۔

اس کے بعد والی آیت میں جو ''القت'' کا لفظ ہے'امام بخاری اس کا معنی بیان کر رہے ہیں اور وہ آیت یہ ہے:

وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ○ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ○ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ○ (الانشقاق:۴-۲)
اور اس نے اپنے رب کا حکم مانا اور اس پر حق تھا کہ وہ اس کا حکم مانے○ اور جب زمین پھیلا دی جائے گی○ اور جو کچھ اس کے اندر ہے اس کو نکال کر زمین خالی ہو جائے گی○

مِنَ الْمَوْتٰى ﴿وَتَخَلَّتْ﴾ (انشقاق:٤) عَنْهُمْ ﴿طَحَاهَا﴾ (الشمس:٦).
مُردوں سے (خالی ہو جائے گی) (انشقاق:۴) اُن سے۔ اس نے اس کو پھیلا دیا ہے۔ (الشمس:۶)

اس عبارت سے امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ الشمس:۶ میں جو ''وما طحٰھا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: اس کو پھیلا دیا۔ وہ آیت یہ ہے:

وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا○ (الشمس:٦)
اور زمین کی قسم اور اس کی قسم جس نے اس کو پھیلایا○

دَحَاهَا ﴿السَّاهِرَةُ﴾ (النازعات:١٤) وَجْهُ الْاَرْضِ كَانَ فِيْهَا الْحَيَوَانُ نَوْمُهُمْ وَسَهَرُهُمْ.
''بالساھرۃ'' کا معنی ہے: روئے زمین جس میں جانداروں کا سونا ہے اور ان کا بیدار ہونا ہے۔

امام بخاری نے اس عبارت سے یہ اشارہ کیا ہے کہ قرآن مجید میں جو ''الساھرۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی روئے زمین ہے' وہ

آیت یہ ہے:

فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝ (النزعٰت: ۱۴)

پس وہ اچانک حشر کے کھلے میدان میں ہوں گے ۝

۳۱۹۵ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَكَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أُنَاسٍ خُصُومَةٌ فِي أَرْضٍ فَدَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَذَكَرَ لَهَا ذٰلِكَ فَقَالَتْ يَا أَبَا سَلَمَةَ اجْتَنِبِ الْأَرْضَ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ. (صحیح مسلم: ۱۶۱۲، الرقم المسلسل: ۴۰۲۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے خبر دی از علی بن المبارک' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از محمد بن ابراہیم بن الحارث از ابی سلمہ بن عبدالرحمان اور ان کے اور لوگوں کے درمیان ایک زمین میں تنازع تھا' پس وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے اس (زمین کے) تنازع کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اے ابوسلمہ! زمین سے اجتناب کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے بالشت کے برابر (بھی) زمین ظلم سے لی تو اس زمین کے نیچے سات زمینوں تک کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس شخص کو اس غصب شدہ زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور یہ سات زمینیں اس کی گردن میں طوق کی طرح ہو جائیں گی۔

۳۱۹۶ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَخَذَ شَيْئًا مِنَ الْأَرْضِ بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرَضِينَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از موسیٰ بن عقبہ از سالم از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے تھوڑی سی زمین بھی ناحق لی' اس کو اس زمین میں قیامت تک سات زمینوں تک دھنسایا جاتا رہے گا۔

اس حدیث کی شرح اس سے پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔

۳۱۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سِيرِينَ عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادٰى وَشَعْبَانَ.

(صحیح مسلم: ۱۶۷۹، الرقم المسلسل: ۴۲۷۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین از حضرت ابن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: زمانہ گھوم کر پھر اسی حالت پر آ گیا ہے جس حالت پر اس دن تھا جب اللہ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا تھا' سال کے بارہ مہینے ہیں' ان میں چار مہینے حرمت والے ہیں' تین مہینے تو لگاتار ہیں: ذوالقعدۃ' ذوالحجۃ اور محرم اور چوتھا مہینہ قبیلہ مضر کے رجب کا ہے جو جمادیٰ اور شعبان کے درمیان ہوتا ہے۔

اس باب کا عنوان ہے: سات زمینیں' اور اس حدیث میں سات زمینوں کا ذکر نہیں' اس لیے یہ حدیث اس باب کے مطابق نہیں ہے۔

۳۱۹۸ - حَدَّثَنِی عُبَیْدُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ زَیْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلٍ اَنَّهُ خَاصَمَتْهُ اَرْوٰی فِیْ حَقٍّ زَعَمَتْ اَنَّهُ اِنْتَقَصَهُ لَهَا اِلٰی مَرْوَانَ فَقَالَ سَعِیْدٌ اَنَا اَنْتَقِصُ مِنْ حَقِّهَا شَیْئًا اَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّهُ یُطَوَّقُهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ سَبْعِ اَرَضِیْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از سعید بن زید بن عمرو بن نفیل' وہ بیان کرتے ہیں کہ اروی سے ان کا ایک زمین کے متعلق تنازع ہوا' اروی کا یہ زعم تھا کہ انہوں نے اس کی زمین غصب کر لی ہے' اروی نے مروان کے پاس اس مقدمہ کو دائر کیا' سعید بن زید نے کہا: کیا میں اس کا حق دبا سکتا ہوں' حالانکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے ضرور سنا ہے: جس نے کسی شخص کی ایک بالشت کے برابر زمین بھی ظلماً غصب کر لی تو قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا طوق اس کی گردن میں ڈالا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۵۲ میں گزر چکی ہے۔

قَالَ ابْنُ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ لِیْ سَعِیْدُ بْنُ زَیْدٍ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

ابوالزناد نے کہا: از ہشام از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے سعید بن زید نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔

سات زمینوں کے متعلق اثر ابن عباس

امام ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ روایت کرتے ہیں:

ابوالضحیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے الطلاق: ۱۲ کی تفسیر میں روایت کیا ہے: یہ سات زمینیں ہیں' ہر زمین میں تمہارے نبی کی مثل ایک نبی ہے اور آدم کی مثل آدم ہیں اور نوح کی مثل نوح ہیں اور ابراہیم کی مثل ابراہیم ہیں اور عیسیٰ کی مثل عیسیٰ ہیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۸۹۱۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے' امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا' حافظ ذہبی نے بھی کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۲ ص ۴۹۳' طبع قدیم)

جبکہ علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ (البحر المحیط ج ۱۰ ص ۲۰۵)

حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو اسرائیلیات سے اخذ کیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۴۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

یہ اثر اجماع مسلمین اور صریح آیات کے مخالف ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ١٦٢ 'داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ ھ)

اثر ابن عباس پر اہم اشکال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس اثر پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ اگر ہر زمین میں سیّدنا محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں اور خاتم النبیین ہوں' پس اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہیں تو آپ خاتم النبیین نہ رہے' پس وہ آپ کی مثل نہ ہوئے کیونکہ آپ کے بعد ان زمینوں میں محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں اور اگر ان زمینوں میں آپ سے پہلے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں تو پھر وہ خاتم النبیین نہ رہے کیونکہ ان کے بعد آپ کی نبوت ہے اور جب وہ خاتم النبیین نہیں ہیں تو پھر آپ کی مثل نہ ہوئے' حالانکہ اس اثر میں یہ مذکور ہے کہ ہر زمین میں تمہارے نبی کی مثل نبی ہے۔

اشکال مذکور کا جواب شیخ قاسم نانوتوی سے

شیخ قاسم نانوتوی متوفی ١٢٩٧ ھ نے اس اشکال کے جواب میں لکھا ہے:

سوعوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں' مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں '' **ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین** '' فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ (تحذیر الناس ص ٣' مطبوعہ دیو بند' ١٣٩٥ ھ)

شیخ نانوتوی کے جواب پر علماء کے تبصرے

اس عبارت پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے تکفیر کی ہے' کیونکہ خاتم النبیین کا یہ معنی کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے بعد ہے' قطعی اور متواتر ہے اور اس کا انکار کفر ہے اور شیخ نانوتوی نے اس معنی کو عوام کا خیال لکھا ہے۔

شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ١٣٥٢ ھ اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ اثر مرّہ کی وجہ سے شاذ ہے اور جو چیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قطعی طور پر ثابت ہو' اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا انکار کفر ہے اور جو چیز آپ سے ثابت نہ ہو اس کا تسلیم کرنا اور اس پر ایمان لانا ہم پر واجب نہیں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ اثر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے' لہٰذا اس کی شرح میں اپنے آپ کو تھکانا نہیں چاہیے۔ مولانا نانوتوی نے اس اثر کی شرح میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام انہوں نے '' تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس '' رکھا ہے اور اس میں یہ تحقیق کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا اس کے منافی نہیں ہے کہ کسی اور زمین میں دوسرا خاتم ہو' جیسا کہ اثر ابن عباس میں ہے' اور مولانا نانوتوی کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر زمین کے لیے اسی طرح آسمان بھی ہے' جس طرح ہماری زمین کے لیے آسمان ہے' اور قرآن مجید سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام سات آسمان صرف اسی زمین کے لیے ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت ابن عباس کے اس اثر کے ساتھ ہماری نماز اور روزہ کا کوئی امر متعلق نہیں ہے تو اس اثر کی شرح کو چھوڑنا بہتر ہے۔ (فیض الباری ج ٣ ص ٣٣٤۔ ٣٣٣' مطبوعہ حجازی' قاہرہ' ١٣٥٧ ھ)

٣- بَابٌ فِي النُّجُومِ — ستاروں کے متعلق

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ستاروں کے متعلق کیا کہا گیا ہے۔

وَقَالَ قَتَادَةُ ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ﴾ (الملک:٥) **خَلَقَ هٰذِهِ النُّجُومَ لِثَلَاثٍ جَعَلَهَا**

اور قتادہ نے کہا: (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) اور بے شک ہم نے نزدیک کے آسمان کو چراغوں سے مزین فرمایا۔ (الملک:٥) ان

زِيْنَةً لِّلسَّمَاءِ وَرُجُوْمًا لِّلشَّيَاطِيْنِ وَعَلَامَاتٍ يُّهْتَدٰى بِهَا فَمَنْ تَاَوَّلَ فِيْهَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ اَخْطَاَ وَاَضَاعَ نَصِيْبَهٗ وَتَكَلَّفَ مَا لَا عِلْمَ لَهٗ بِهٖ.

ستاروں کو تین وجوہ سے پیدا کیا گیا: (۱) ان کو آسمان کے لیے زینت بنایا (۲) ان کو شیاطین پر مارنے کے لیے بنایا (۳) اور ان کو راستے پر ہدایت کی علامات بنایا' سو جس شخص نے ان اُمور کے علاوہ کچھ اور کہا اس نے خطاء کی اور اس نے اپنا حصہ ضائع کر دیا' اور جس چیز کا اسے علم نہیں ہے' اس میں کوشش کی۔

اس تعلیق کی امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

خطیب بغدادی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ستاروں میں نظر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ قیصر نے قس بن ساعدہ ایادی سے سوال کیا: کیا تم نے ستاروں میں نظر کی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے راستہ کی علامات دیکھنے کے لیے ستاروں پر نظر کی ہے اور اس میں غیب کا حال معلوم کرنے کے لیے نظر نہیں کی۔

امام ابوحنیفہ کی کتاب الانواء میں لکھا ہوا ہے کہ ستاروں میں اس حیثیت سے نظر کرنا کہ یہ کائنات میں تاثیر کرتے ہیں' مذموم ہے اور جس نے تاثیر کو ستاروں کے خالق کی طرف منسوب کیا اور اس کا یہ زعم تھا کہ آئندہ ہونے والے کاموں کے لیے یہ ستارے علامات ہیں' اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿هَشِيْمًا﴾ (الکہف:۴۵). مُتَغَيِّرًا.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ''ھشیم'' کا معنی متغیر ہے۔

درج ذیل آیت میں ''ھشیم'' کا لفظ ہے' جس کا معنی امام بخاری نے متغیر بتایا ہے:

فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ. (الکہف:۴۵)

پھر (وہ سبزہ) سوکھی ہوئی گھاس ہو گیا جس کو ہوائیں اُڑاتی ہیں۔

وَالْاَبُّ مَايَاْكُلُ الْاَنْعَامُ.

اور ''الاب'' کا معنی وہ (چارا) ہے جس کو مویشی کھاتے ہیں۔

امام بخاری نے جس لفظ کا معنی بیان کیا ہے' وہ درج ذیل آیت میں ہے:

وَحَدَآئِقَ غُلْبًا ○ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ○ (عبس:۳۱۔۳۰)

اور گھنے باغ ○ اور میوے اور مویشیوں کا چارا ○

وَ ﴿الْاَنَامُ﴾ (الرحمٰن:۱۰) اَلْخَلْقُ.

اور ''الانام'' کا معنی مخلوق ہے۔

''الانام'' کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ○ (الرحمٰن:۱۰)

اور اس نے زمین کو مخلوق کے لیے (نیچے) رکھا ○

﴿بَرْزَخٌ﴾ (المومنون:۱۰۰) حَاجِبٌ.

''برزخ'' کا معنی آڑ ہے۔

''برزخ'' کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ○ (الرحمٰن:۲۰)

ان کے درمیان آڑ ہے وہ ایک دوسرے کی طرف بڑھ نہیں سکتے ○

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿اَلْفَافًا﴾ (النباء:۱۶) مُلْتَفَّةً

اور مجاہد نے کہا: ''الفافا'' کا معنی ہے: گھنے (ایک دوسرے

وَالْغُلْبُ الْمُلْتَفَّةُ. سے ملے ہوئے) اور ''غلبًا'' کا معنی بھی گھنے باغ ہے۔

''الفافًا'' کا لفظ اس آیت میں ہے:

وَجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝ (النباء:۱۶) اور گھنے باغات ۝

اور ''غُلْبًا'' کا لفظ اس آیت میں ہے:

وَحَدَآئِقَ غُلْبًا ۝ (عبس:۳۰) اور گھنے باغات ۝

﴿فِرَاشًا﴾ (البقرہ:۲۲) مِهَادًا كَقَوْلِهٖ ﴿وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ﴾ (البقرہ:۳۶) ﴿نَكِدًا﴾ (الاعراف:۵۸) قَلِيْلًا. اور ''فراش'' کا معنی بچھونا ہے۔ (البقرہ:۲۲) جیسے اس آیت میں ہے: اور زمین تمہارے لیے ٹھکانا ہے۔ (البقرہ:۳۶) ''نکدا'' کا معنی قلیل ہے۔

''نکدًا'' کا لفظ اس آیت میں ہے:

وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَکِدًا. (الاعراف:۵۸) اور جو زمین خراب ہو اس سے تھوڑی پیداوار نکلتی ہے۔

امام بخاری نے ان آیات کا اس لیے ذکر کیا ہے کہ ان آیات میں زمین اور اس کی پیداوار کا ذکر فرمایا ہے۔

ہر چند کہ اس باب کا عنوان ستارے ہے' لیکن امام بخاری نے اس باب میں درج صرف پہلی آیت ذکر کی ہے جس میں ستاروں کا ذکر ہے اور اس کے بعد جتنی آیات ذکر کی ہیں' ان سب میں زمین اور اس کی پیداوار کا ذکر ہے' تاہم ان آیات کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے' نیز اس باب کے عنوان کے ثبوت میں امام بخاری نے کسی حدیث کو بھی روایت نہیں کیا۔

٤ - بَابُ صِفَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ — اس کا بیان کہ سورج اور چاند کی گردش حساب سے ہے

اس باب میں سورج اور چاند کے حساب سے چلنے کی صفت بیان کی گئی ہے۔

﴿بِحُسْبَانٍ﴾ قَالَ مُجَاهِدٌ كَحُسْبَانِ الرَّحٰى. مجاہد نے کہا: جیسے چکی معین حساب سے گردش کرتی ہے۔

یعنی سورج اور چاند معین حساب سے گردش کرتے ہیں جیسے چکی کے پاٹ معین حساب سے گردش کرتے ہیں۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ بِحِسَابٍ وَّمَنَازِلَ لَا يَعْدُوَانِهَا. اور دوسروں نے کہا: سورج اور چاند کی حساب سے منازل مقرر ہیں جن سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔

اس معنی کو امام ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حُسْبَانٌ جَمَاعَةُ حِسَابٍ مِثْلُ شِهَابٍ وَّشُهْبَانٍ. ''حُسبان'' کا معنی حساب کرنے والوں کی جماعت ہے' جیسے ''شھاب'' اور ''شھبان'' ہے۔

یعنی ''حُسبان'' کا لفظ کبھی بہ طور جمع استعمال ہوتا ہے اور کبھی بہ طور مصدر۔

﴿ضُحَاهَا﴾ (الشمس:۱) ضَوْءُهَا. ''ضحاھا'' کا معنی ہے: سورج کی روشنی۔

قرآن مجید میں ہے:

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ (الشمس:۱) قسم ہے سورج کی اور اس کی چمک کی ۝

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ اس آیت میں ''ضحٰی'' کا معنی ہے: سورج کی روشنی۔

﴿اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ﴾ (یٰس: ٤٠) لَايَسْتُرُ ضَوْءُ اَحَدِهِمَا ضَوْءَ الْاٰخَرِ وَلَايَنْبَغِیْ لَهُمَا ذٰلِكَ ﴿سَابِقُ النَّهَارِ﴾ (یٰس: ٤٠) يَتَطَالَبَانِ حَثِيْثَانِ ﴿نَسْلَخُ﴾ (یٰس: ٣٧) نُخْرِجُ اَحَدَهُمَا مِنَ الْاٰخَرِ وَنُجْرِیْ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

(سورۂ یٰسین میں ہے:) سورج چاند کو نہیں پا سکتا' اس کا معنی ہے: ان میں سے ہر ایک دوسرے کی روشنی کو چھپا نہیں سکتا' اور نہ یہ ان کو چاہیے (نیز اسی سورت میں ہے: اور نہ رات) دن پر سبقت کر سکتی ہے' اس کا معنی ہے: دن اور رات ہر ایک دوسرے کو طلب کرنے کے لیے جلدی کر رہے ہیں (اور اسی سورت میں ''نسلخ'' کا لفظ ہے) اس کا معنی ہے: ہم دن اور رات میں سے ہر ایک کو دوسرے سے نکال لیتے ہیں۔

امام بخاری نے ''ان تدرك القمر'' سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِیْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ. (یٰس: ٤٠)

نہ سورج کو لائق ہے کہ وہ چاند کو پالے اور نہ رات سبقت کرنے والی ہے دن پر۔

الضحاک نے کہا: دن کے آنے سے پہلے رات زائل نہیں ہوتی اور داؤدی نے کہا: رات اپنے وقت سے پہلے نہیں آتی۔ یعنی دونوں ایک دوسرے کو طلب کرنے کے لیے جلدی کر رہے ہیں۔

اور اس سورت میں ہے:

نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ. (یٰس: ٣٧)

ہم رات سے دن کھینچ لیتے ہیں۔

''انسلخ'' کا معنی ہے: اخراج' کہا جاتا ہے: بکری سے کھال کھینچ کر نکال لی' اس کا معنی ہے: ہم نے دن کو کھینچ کر رات سے نکال لیا' اور ہم رات اور دن میں سے ہر ایک کو کھینچ کر دوسرے سے نکال لیتے ہیں۔

﴿وَاهِيَةٌ﴾ (الحاقۃ: ١٦) وَهْيُهَا تَشَقُّقُهَا.

''واهية'' اور اس کا معنی ہے: اس کو پھاڑتی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِیَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌO (الحاقۃ: ١٦)

اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اس دن (بالکل) کمزور ہو جائے گاO

امام بخاری نے اس تفسیر سے یہ بتایا ہے کہ ''الوهی'' کا معنی تشقق ہے' یعنی پھاڑنا۔

﴿اَرْجَآئِهَا﴾ (الحاقۃ: ١٧) مَالَمْ يَنْشَقَّ مِنْهَا فَهِیَ عَلٰى حَافَتَيْهِ كَقَوْلِكَ عَلٰى اَرْجَاءِ الْبِئْرِ.

اور اسی سورت میں ''ارجائها'' ہے' یعنی جب تک آسمان پھٹے گا نہیں' فرشتے آسمانوں کے کناروں پر ہوں گے' جیسے کہتے ہیں: فلاں کنویں کے کناروں پر ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَالْمَلَكُ عَلٰى اَرْجَآئِهَا. (الحاقۃ: ١٧)

اور فرشتے اس کے کناروں پر (کھڑے) ہوں گے۔

امام بخاری یہ بتا رہے ہیں کہ اس آیت میں ''ارجاء'' کا معنی کنارہ ہے۔

﴿اَغْطَشَ﴾ (النازعات: ٢٩) وَ ﴿جَنَّ﴾ (الانعام: ٧٦) اَظْلَمَ.

اور ''اغطش'' کا اور ''جنّ'' معنی ہے: اندھیرا کر دیا' تاریک کر دیا۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا. (النزعت:٢٩) اور اس کی رات کو تاریک کر دیا۔

امام بخاری یہ بتا رہے ہیں کہ اس آیت میں "اغطش" کا معنی ہے: تاریک کر دیا۔

وَقَالَ الْحَسَنُ ﴿كُوِّرَتْ﴾ (التکویر:١) تُكَوَّرُ حَتّٰى يَذْهَبَ ضَوْؤُهَا. اور حسن بصری نے کہا: "کورت"، "تکور" سے ماخوذ ہے یعنی کسی چیز کو اس طرح لپیٹ دیا جائے کہ اس کی روشنی چلی جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ○ (التکویر:١) جب سورج لپیٹ دیا جائے گا ○

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ اس آیت میں "کورت" کا معنی ہے کہ سورج کو اس قدر لپیٹ دیا جائے گا کہ اس کی روشنی باقی نہ رہے۔

﴿وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ○﴾ (الانشقاق:١٧) جَمَعَ مِنْ دَابَّةٍ. اور "واللیل وما وسق" کا معنی ہے: جو جمع کرے جیسے چوپایوں کو جمع کرے۔

امام بخاری نے جس آیت کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:

وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ○ (الانشقاق:١٧) اور رات کی قسم اور ان چیزوں کی جس کو رات اپنے اندر سمیٹ لے! ○

﴿اتَّسَقَ﴾ (الانشقاق:١٨) اِسْتَوٰى. "اتسق" کا معنی ہے: سیدھا ہوا۔

"اتسق" کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ○ (لانشقاق:١٨) اور چاند کی قسم جب وہ پورا ہو جائے! ○

﴿بُرُوْجًا﴾ (الحجر:١٦) مَنَازِلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ. "بروجا" کا معنی ہے: سورج اور چاند کی منزلیں۔

"بروج" کا ذکر قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِىْ جَعَلَ فِى السَّمَآءِ بُرُوْجًا. (الفرقان:٦١) بڑی برکت والا ہے جس نے آسمان میں (سورج اور چاند کی) منزلیں بنائیں۔

﴿الْحَرُوْرُ﴾ (الفاطر:٢١) بِالنَّهَارِ مَعَ الشَّمْسِ. "الحرور" کا معنی ہے: دن میں دھوپ کی گرمی۔

"الحرور" کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ○ (فاطر:٢١) اور نہ سایا اور نہ تیز دھوپ ○

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْحَرُوْرُ بِاللَّيْلِ وَالسَّمُوْمُ بِالنَّهَارِ. اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "الحرور" کا معنی ہے: رات کی گرمی اور "السموم" کا معنی ہے: دن کی گرمی۔

امام ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کی ہے کہ "ظل" سے مراد جنت ہے اور "الحرور" سے مراد دوزخ ہے۔

يُقَالُ ﴿يُوْلِجُ﴾ (الحج:٦١) يُكَوِّرُ. "یولج" کا معنی ہے: لپیٹتا ہے، داخل کرتا ہے۔

''یولج'' کا لفظ اس آیت میں ہے:

یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ. (الحج:٦١)

وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے۔

﴿وَلِیْجَةً﴾ (التوبہ:١٦) کُلُّ شَیْءٍ اَدْخَلْتَهٗ فِیْ شَیْءٍ.

''ولیجۃ'' کا معنی ہے: ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنا۔

''ولیجۃ'' کا لفظ قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَکُوْا وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰھَدُوْا مِنْکُمْ وَلَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَةً. (التوبۃ:١٦)

(اے مسلمانو!) کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ تم (یوں ہی) چھوڑ دیئے جاؤ گے' حالانکہ اللہ نے تم میں سے ابھی ان لوگوں کو ظاہر نہیں فرمایا جنہوں نے جہاد کیا اور اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہیں بنایا۔

(یہ تمام تشریحات عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۶۲۔۱۵۹ سے لی گئی ہیں)

۳۱۹۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ التَّیْمِیِّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ ذَرٍّ حِیْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَتَدْرِیْ اَیْنَ تَذْهَبُ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰی تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَاْذِنُ فَیُؤْذَنُ لَهَا وَیُوْشِكُ اَنْ تَسْجُدَ فَلَا یُقْبَلُ مِنْهَا وَتَسْتَاْذِنُ فَلَا یُؤْذَنُ لَهَا یُقَالُ لَهَا ارْجِعِیْ مِنْ حَیْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَّغْرِبِهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ﴾ (یٰس:۳۸).

[اطراف الحدیث: ۴۸۰۲۔۴۸۰۳۔۷۴۲۴۔۷۴۳۳] (صحیح مسلم: ۱۵۹' سنن ابوداؤد: ۴۰۰۲' سنن ترمذی: ۲۱۹۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم التیمی از والدخود از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر سے اس وقت فرمایا جب سورج غروب ہو چکا تھا' کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا: بے شک سورج چلتا رہتا ہے حتیٰ کہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے' پھر (طلوع کی) اجازت طلب کرتا ہے' پس اس کو اجازت دی جاتی ہے اور قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے اور اس کا سجدہ نہ قبول کیا جائے اور وہ (طلوع کی) اجازت طلب کرے' پس اس کو اجازت نہ دی جائے اور اس سے کہا جائے گا: وہیں لوٹ جا جہاں سے تو آیا ہے' پھر سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مصداق ہے: اور سورج اپنی قرار گاہ تک چلتا رہتا ہے' یہ بہت غلبہ والے' بہت علم والے کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے O (یٰس:۳۸)

عرش کے نیچے سورج کے سجدہ کرنے کے اشکال پر علامہ عینی' حافظ ابن حجر اور علامہ کورانی کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ سجدہ کا معنی ہے: پیشانی کو رکھ دینا اور سورج کی پیشانی ہی نہیں ہے تو اس کا سجدہ کیسے ہوگا اور اگر سجدہ سے مراد اطاعت اور انقیاد ہو تو دائماً سورج اللہ تعالیٰ کا اطاعت گزار ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ سورج کے غروب کے وقت کو سجدہ کرنے والے کے ساتھ تشبیہ دی جائے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ سورج تو زمین میں غروب ہوتا ہے تو یہ

عرش کے نیچے سجدہ کیسے ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عرش زمین کو محیط ہے لہٰذا زمین پر سجدہ کرنا عرش کے نیچے سجدہ کرنے کے حکم میں ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اصحاب ہیئت یہ کہتے ہیں کہ سورج فلک (مدار) میں نصب (گڑا ہوا) ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ چلنا اور گردش کرنا فلک کے لیے ہو اور ظاہر حدیث کا تقاضا یہ ہو کہ یہ چلنا سورج کے لیے ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جب اہل ہیئت کا قول کلام رسول سے متصادم ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور کلام رسول برحق ہے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے اور اہل ہیئت کا کلام اندازہ اور تخمین وظن پر مبنی ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ محال نہیں ہے کہ وہ سورج کو اپنے چلنے کی جگہ سے نکال کر عرش کے نیچے لے جائے اور وہاں سورج سجدہ کر کے لوٹ آئے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ○ (یٰس: ۴۰) اور ہر سیارہ اپنے مدار میں تیر رہا ہے○

یعنی ہر سیارہ اپنے مدار میں گردش کر رہا ہے تو میں کہتا ہوں کہ سورج کا اپنے مدار میں گردش کرنا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ عرش کے نیچے وہاں سجدہ نہ کر سکے جہاں اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۶۴۔ ۱۶۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ بعض لوگوں نے سورج کے سجدہ کرنے کا انکار کیا ہے حالانکہ اس کا سجدہ کرنا صحیح ہے اور ممکن ہے۔ بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ سورج کے سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا مطیع ہے اور اس کے احکام کا پابند ہے اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ سورج اپنے چلنے کی جگہ سے نکلے اور عرش کے نیچے سجدہ کر کے لوٹ آئے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اگر انہوں نے سورج کے نکلنے سے اس کا ٹھہرنا مراد لیا ہے پھر تو واضح ہے ورنہ اس کے نکلنے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں سجدہ کرنے سے مراد سورج کا سجدہ کرنا نہ ہو بلکہ سورج کے ساتھ جو فرشتے مقرر کیے گئے ہیں ان کا سجدہ کرنا مراد ہو یا سجدہ سے مراد یہ ہو کہ وہ اپنے حال سے سجدہ کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ مطیع اور فرماں بردار ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۴ ۴ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے حافظ ابن حجر کی اس توجیہ کا رد کیا ہے کہ سورج کے سجدہ کرنے سے مراد فرشتوں کا سجدہ کرنا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس توجیہ پر کوئی دلیل نہیں ہے اس لیے یہ غیر معتبر ہے نیز یہ توجیہ ظاہر حدیث کے خلاف ہے اور اس میں حقیقت سے انحراف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ عرش کے نیچے سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ عرش کی حکومت اور اس کی سلطنت کے نیچے سجدہ کیا جائے علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ظاہر کلام اور اس کی حقیقت سے بھاگنے کی کیا ضرورت ہے علاوہ ازیں ہم یہ کہتے ہیں کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اور ان کے علاوہ تمام جہان کی چیزیں عرش کے نیچے ہیں پس جب سورج اس جگہ سجدہ کرے گا جہاں اللہ نے اس کے لیے سجدہ کرنا مقدر کر دیا ہے تو یہ کہنا صحیح ہوگا کہ سورج نے عرش کے نیچے سجدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ بعید نہیں ہے کہ وہ حیوانات اور جمادات کو سجدہ کرنے پر قادر کر دے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ سورج سجدہ کیسے کر سکتا ہے سجدہ تو پیشانی رکھنے کو کہتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں ایسی کوئی چیز وارد نہیں ہے جو اس پر دلالت کرے کہ سورج کا سر نہیں ہے بلکہ سورج کا طلوع کی اجازت طلب کرنا اس مطلب میں صریح

ہے کہ اس کا سر بھی ہے اور اس کی زبان بھی ہے اور وہ اپنے ارادہ سے حرکت کرتا ہے اور یہ توجیہ کی گئی ہے کہ سورج کے سجدہ کرنے سے مراد بہ طور تشبیہ اس کا غروب ہونا ہے' یہ توجیہ صحیح نہیں ہے' اس کی طرف توجہ نہ کی جائے' ان لوگوں نے سجدہ سے تو غروب مراد لے لیا' یہ لوگ اجازت طلب کرنے کی کیا توجیہ کریں گے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ١٦٦' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

ان بزرگ شارحین نے اشکالِ مذکور کے جو جوابات دیئے ہیں وہ اقناعی ہیں' یعنی ان کے شاگرد اور مرید تو ان جوابات سے مطمئن ہو سکتے ہیں اور قناعت کر سکتے ہیں لیکن مناظر خاموش نہیں ہوگا' خصوصاً اس دور کا کوئی سائنس کا طالب علم ان جوابات پر قناعت نہیں کرے گا' ہم نے مقدور بھر کوشش کی ہے کہ اس اشکال کی کوئی معقول توجیہ کریں جس کو سب تسلیم کر سکیں۔

فنقول وباللّٰہ التوفیق!

سورج کے سجدہ کرنے اور سجدہ میں پڑے رہنے کی مصنف کی طرف سے توجیہ

سورج کے سجدہ کرنے کے متعلق حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی جس قدر روایات بیان کی گئی ہیں' ان سب میں یہ مذکور ہے کہ غروب کے وقت سورج عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے اور پھر اسی حالت میں پڑا رہتا ہے' حتیٰ کہ اجازت لینے کے بعد پھر واپس لوٹتا ہے اور بلند ہو کر صبح کے وقت طلوع ہوتا ہے' جب کہ مشاہدہ اور عقل صریح اس کے سراسر خلاف ہے' کیونکہ سورج نہ کسی جگہ ٹھہرتا ہے نہ اُلٹے پاؤں واپس لوٹتا ہے بلکہ ہر آن اور ہر ساعت اس کا طلوع اور غروب دونوں عمل میں آ رہے ہیں' اور اس کا ایک اُفق میں غروب بعینہٖ دوسرے اُفق پر طلوع ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث سے کیا مراد ہے؟ اس کا حقیقی علم تو اللہ اور اس کے رسول ہی کو ہے' ان احادیث سے ہم جو کچھ سمجھ سکے ہیں وہ یہ ہے کہ رسول اللہ نے غروبِ آفتاب کو آفتاب کے سجدہ سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ ہر چیز کی عبادت اس کے حال کے مطابق ہوتی ہے' لہٰذا سورج جب نصف النہار کے وقت حالت استواء پر ہوتا ہے تو اس کا یہ استواء قیام ہے' زوال کے بعد جب سورج ڈھل جاتا ہے تو اس کا ڈھلنا رکوع ہے اور جب اُفق پر غروب ہوتا ہے تو یہ سجدہ سے مشابہ ہے اور جس اُفق پر سورج غروب ہوتا ہے وہ چونکہ عرش کے نیچے واقع ہے' اس لیے اس کو عرش کے نیچے سجدہ کرنے سے تعبیر فرمایا۔ رہا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج کے سجدہ کرنے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ''فلا تزال کذالك'' اس کا یہ مطلب نہیں کہ رات بھر سورج سجدہ میں پڑا رہے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حالت سجدہ (یعنی غروب) ہی میں اس سے کہا جائے گا: ''ارجعی من حیث جئت'' جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جاؤ' اور لوٹنے کا مطلب اُلٹے پاؤں واپس جانا نہیں ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے نظامِ طبعی کے تحت لوٹنا ہے' یعنی معروف طریقہ کے مطابق جس اُفق سے غروب ہوا ہے' اس کے مقابل دوسرے اُفق پر طلوع ہو' پھر اپنی منازل طے کرتا ہوا اس اُفق پر غروب ہو کر سابق اُفق پر طلوع ہو جائے' اس طرح اپنا دورہ مکمل کرنے کے بعد سورج اس اُفق سے پھر طلوع ہوتا ہے جس سے غروب ہوا تھا' قیامت تک یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے گا لیکن جب قیامت قائم ہوگی تو سورج جس اُفق سے غروب ہوا تھا' اس اُفق پر جانب غروب سے ہی طلوع ہو جائے گا۔ ''للّٰہ الحمد علی ما الھمنی من حل اشکال ھذا الحدیث''

(شرح صحیح مسلم ج ١ ص ٦٤٩-٦٤٨' فرید بک سٹال' لاہور)

اشکالِ مذکور کا مصنف کی طرف سے دوسرا جواب

اس اشکال کا ایک اور جواب میں اب پیش کر رہا ہوں' اس کی تقریر یہ ہے کہ اس سے پہلی آیتوں میں وجودِ باری تعالیٰ اور توحید باری پر دلائل قائم کیے گئے ہیں اور زمین کی روئیدگی اور اس کی پیداوار اور دن اور رات کے توارد سے یہ بتایا گیا ہے کہ زمین سے لے

کر آسمانوں تک ہر چیز اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان ہے اور اس کے احکام کے مطابق اس کائنات کا نظام چل رہا ہے' اور اب اسی سلسلہ میں یہ دلیل قائم فرمائی ہے کہ اور سورج اپنی مقرر شدہ منزل تک چلتا رہتا ہے' یہ بہت غالب' بے حد علم والے کا بنایا ہوا نظام ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی یہ وضاحت فرمائی کہ جب سورج غروب ہوتا ہے تو عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ کے اذن سے اپنے نکلنے کی جگہ سے طلوع ہوتا ہے' اس ارشاد میں آپ نے ان لوگوں کا ردّ فرمایا ہے جو سورج کی پرستش کرتے ہیں' اس کو خدا مانتے ہیں اور اس کو عبادت کا مستحق قرار دیتے ہیں' آپ نے یہ بتایا کہ خدا تو وہ ہے جس کے احکام کی اطاعت کی جائے' سورج کہاں سے حاکم ہو گیا' وہ تو خود اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کر رہا ہے' اور وہ عبادت کا مستحق کیسے ہو گیا وہ تو خود اللہ تعالیٰ کے سامنے سر بہ سجود ہے' اور سورج کے عرش کے نیچے سجدہ کرنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اپنا سر عرش کے نیچے رکھ کر ہماری طرح سجدہ کرتا ہے کیونکہ ہر چیز کی عبادت اس کے حسب حال ہوتی ہے' درختوں کی ساخت حالت قیام کے مشابہ ہے' وہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے لیے حالت قیام میں عبادت کر رہے ہیں' چوپایوں اور مویشیوں کی جسمانی بناوٹ حالت رکوع کے مماثل ہے' وہ اس طرح حالت رکوع میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں' اور پہاڑوں کی ساخت قعود کے مشابہ ہے تو وہ اس طرح حالت قعود میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں' اور حشرات الارض کی جسمانی بناوٹ حالت سجدہ کے مماثل ہے' سو وہ اس طرح سجدہ کی کیفیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں' غرض جو چیز جس حال میں ہے' وہ اسی حال میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہی ہے' جو چیزیں متحرک ہیں' وہ حالت حرکت میں اس کی عبادت کر رہی ہیں اور جو چیزیں ساکن ہیں' وہ حالت سکون میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہی ہیں' جو حقائق ناطق ہیں وہ حالت نطق میں اور جو حقائق ساکت ہیں' وہ حالت سکوت میں اس کی عبادت کر رہے ہیں اور ہر چیز نے اپنی عبادت کے طریقہ کو پہچان لیا ہے' جیسا کہ قرآن شریف میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ.

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمینوں کی کل مخلوق اور صف باندھے ہوئے اُڑنے والے پرندے' سب اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں اور ہر چیز کو اس کی نماز اور اس کی تسبیح کا علم ہے۔ (النور: ۴۱)

اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر چیز ہماری طرح نماز پڑھتی ہے اور ہماری طرح تسبیح کرتی ہے' بلکہ ہر چیز اپنے حسب حال نماز پڑھ رہی ہے اور تسبیح کر رہی ہے' اسی طرح سورج جو ہر روز عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور سجدہ میں پڑا رہتا ہے' تاوقتیکہ اس کو دوبارہ اپنے طلوع کی جگہ سے طلوع ہونے کا حکم دیا جائے اور قیامت تک یونہی ہوتا رہے گا' حتیٰ کہ اس کو حکم دیا جائے گا کہ وہ مغرب سے طلوع ہو' اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سورج حقیقۃً عرش کے نیچے پڑا رہتا ہے اور نظام شب و روز معطل ہو جاتا ہے' حتیٰ کہ یہ کہا جائے کہ یہ چیز مشاہدہ کے خلاف ہے اور سورج کا مسلسل ہر اُفق سے طلوع اور غروب اس کے تعطل کے منافی ہے' بلکہ اس حدیث کا معنی یہی ہے کہ سورج اپنے معمول کے مطابق طلوع اور غروب کر رہا ہے اور اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہے' وہ اسی کی اطاعت میں سر بہ سجود ہے' وہ اس طلوع اور غروب میں خود مختار نہیں ہے' وہ جو کچھ کر رہا ہے اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام کے مطابق کر رہا ہے' اور سورج کے عرش کے نیچے سجدہ کرنے کا یہ معنی نہیں ہے کہ سورج خود یا اس کا نفس چل کر عرش کے نیچے جاتا ہے' بلکہ اس کا محمل یہ ہے کہ عرشِ الٰہی تمام کائنات کو محیط ہے اور تمام افلاک' کواکب اور عناصر عرش کے نیچے ہیں' سو سورج بھی عرش کے نیچے ہے خواہ سورج کا طلوع ہو یا غروب ہو' اور حدیث میں غروب کے وقت کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ غروب کا وقت ہیئت سجدہ کے زیادہ مشابہ ہے' اور یہ بھی درست ہے کہ ہر وقت کہیں نہ کہیں سورج غروب ہو رہا ہے' لیکن یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ سورج کے تین سو ساٹھ (۳۶۰)

مطالع ہیں اور ہر روز سورج کا ایک نیا مطلع ہوتا ہے کسی بھی اُفق پر غروب کے بعد اس کو طلوع کا حکم دیا جاتا ہے سو کسی مخصوص اُفق (مثلاً کراچی کے اُفق) پر اس کو ہر روز طلوع کا حکم دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر روز سورج کا اس اُفق پر نئے مطلع سے طلوع ہونا یہی سورج کی عبادت ہے۔ اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ہر چیز اپنے جس حال میں ہے خواہ وہ حالت حرکت میں ہے یا حالت سکون میں اسی حال میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہی ہے سو سورج حالت حرکت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا ہے اور سورج کا اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام پر عمل کرنا اور اس کے احکام کی اطاعت کرنا ہی اس کی عبادت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عبادت کو سجدہ سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا زیادہ اظہار سجدہ میں ہوتا ہے کیونکہ عبادت معبود کے سامنے اظہارِ تذلل کو کہتے ہیں اور اقصیٰ غایت تذلل سجدہ میں ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشاء یہ ہے کہ ہمیں اپنی آنکھوں سے اس کائنات میں جو سب سے عظیم اور قوی چیز دکھائی دیتی ہے وہ سورج ہے اور یہ عظیم ترین چیز بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے سجدہ ریز ہے تو عام انسانوں کی اس کے سامنے کیا حیثیت ہے انہیں اس کی کس قدر اطاعت اور عبادت کرنی چاہیے۔ والحمد للہ رب العلمین!

قرآن مجید کی آیت (یٰس: ۳۸) اور حدیث مذکور پر میں نے بہت مطالعہ کیا ہے بے حد غور و فکر کیا اور میں نے ان کا مطلب اسی طرح سمجھا ہے جس طرح ذکر کیا ہے اور اشکال مذکور کو دور کرنے کی اپنی بساط کے مطابق کوشش کی ہے اگر یہ حق و صواب ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے ہے اور اگر اس میں نقص اور قصور ہے تو دراصل یہ میری عقل کا نقص اور میری فہم کا قصور ہے اللہ اور اس کا رسول اس سے بَری ہیں!!

۳۲۰۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ الْمُخْتَارِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْفَتَّاحِ الدَّانَاجُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُكَوَّرَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن المختار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالفتاح الدّاناج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: سورج اور چاند کو قیامت کے دن لپیٹ دیا جائے گا۔

سورج اور چاند کو دوزخ میں ڈالنے کی حکمت

علامہ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ سورج کی روشنی کو جمع کر کے اس طرح لپیٹ دیا جائے گا جس طرح عمامہ کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں: اس حدیث میں ایسا اضافہ بھی ہے جس کو امام بخاری نے ذکر نہیں کیا' وہ اس طرح ہے:

عبداللہ الداناج بیان کرتے ہیں کہ میں اور سلمۃ بن عبدالرحمان بن عوف بصرہ کی جامع مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اس وقت حسن بصری آئے اور وہ بھی وہیں بیٹھ گئے پھر انہوں نے حدیث بیان کی اور کہا کہ ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند قیامت کے دن دو بیل ہوں گے جن کو لپیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا' حسن بصری نے پوچھا: ان کا کیا گناہ ہوگا' جو انہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا؟ تو عبداللہ داناج نے کہا: میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سنا رہا ہوں تو حسن بصری خاموش ہو گئے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سورج کو لپیٹ کر جو دوزخ میں ڈالا جائے گا' یہ ان کی کوئی سزا نہیں ہوگی بلکہ سورج اور چاند کی

پرستش کرنے والوں کی مذمت اور ان کو رسوا کرنے کے لیے سورج اور چاند کو دوزخ میں ڈالا جائے گا کہ دیکھو جن کو تم خدا سمجھتے تھے اور ان کی پرستش کرتے تھے' تم کو عذاب سے بچانا تو درکنار' آج وہ خود دوزخ میں پڑے ہیں اور خود کو دوزخ سے نہیں نکال سکتے۔

(اعلام السنن فی شرح البخاری ج ۲ ص ۱۷۳۔ ۱۷۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ کسی کو دوزخ میں ڈالنے سے اس کا عذاب یافتہ ہونا لازم نہیں آتا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۶۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۰۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ عبدالرحمن بن القاسم نے کہا: انہوں نے اپنے والد سے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خبر دیتے تھے کہ آپ نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' لیکن یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں' پس جب تم ان کو دیکھو تو نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴۲ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں سورج اور چاند کا ذکر ہے اور بعض نسخوں کے مطابق اس باب کا عنوان ہے: سورج اور چاند کی صفت۔ الکوثر الجاری شرح بخاری میں یہی عنوان ہے۔

۳۲۰۲ - حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' پس جب تم گہن دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۰۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ قَامَ فَكَبَّرَ وَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ جس دن سورج کو گہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ پڑھی اور طویل قراءت کی' پھر

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ وَقَامَ كَمَا هُوَ فَقَرَاَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً وَّهِيَ اَدْنٰى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَّهُوَ اَدْنٰى مِنَ الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ سَجَدَ سُجُوْدًا طَوِيْلًا ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ سَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ اِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَافْزَعُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ.

آپ نے طویل رکوع کیا' پھر آپ نے سر اٹھایا' پس فرمایا: ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' اور کھڑے ہو گئے جس طرح پہلے کھڑے تھے پھر آپ نے طویل قراءت کی' مگر یہ پہلی قراءت سے کم تھی' پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا' پھر آپ نے طویل سجدہ کیا' پھر آپ نے دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھی' پھر آپ نے سلام پھیر دیا اور اس وقت سورج کا گہن کھل گیا تھا' پس آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا' سو آپ نے سورج اور چاند کے گہن کے متعلق فرمایا: یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں' ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے' پس جب تم ان میں گہن دیکھو تو نماز کی پناہ میں آؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۰۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَيْسٌ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمَا فَصَلُّوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل' انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی از حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: بے شک سورج اور چاند کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں' پس جب تم ان کا گہن دیکھو تو نماز پڑھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۵ - بَابُ مَا جَاءَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ﴾ (الاعراف:۵۷)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق جو کچھ وارد ہے: اور وہی ہے جو اپنی رحمت (کی بارش) سے پہلے خوش خبری دیتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے (الاعراف:۵۷)

یعنی یہ باب اس ارشاد کی وضاحت میں ہے۔

﴿قَاصِفًا﴾ (الاسراء:۶۹) تَقْصِفُ كُلَّ شَيْءٍ.

''قاصفًا'' کا معنی جو ہر چیز کو توڑ پھوڑ کو تباہ کردے۔

''قاصفًا'' کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ. (بنی اسرائیل:۶۹)

پھر وہ تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیج دے۔

﴿لَوَاقِحَ﴾ (الحجر:۲۲) مَلَاقِحَ مُلْقِحَةً.

''لواقح'' کا معنی ہے: بادلوں سے بوجھل ہوائیں۔

''لواقح'' کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ. (الحجر:۲۲)

اور ہم نے بادلوں کا بوجھ اُٹھانے والی ہوائیں بھیجیں۔

﴿إِعْصَارٌ﴾ (البقرہ:٢٦٦) رِيحٌ عَاصِفٌ تَهُبُّ مِنَ الْأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ كَعَمُودٍ فِيهِ نَارٌ.

''اعصار'' کا معنی ہے: ہلاک کرنے والی گرم ہوا' جو زمین سے اُٹھ کر آسمان کی طرف چلتی ہے جیسے کسی ستون میں آگ ہو۔

''اعصار'' کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ. (البقرہ:٢٦٦)

تو اسے گرم ہوا کا ایک بگولا پہنچا جس میں آگ تھی۔

﴿صِرٌّ﴾ (آل عمران:١١٧) بَرْدٌ.

''صِرٌّ'' کا معنی ہے: شدید سردی۔

''صِرٌّ'' کا لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ. (آل عمران:١١٧)

ایسی ہوا جس میں جلا دینے والی سخت سردی ہو۔

﴿نُشُرًا﴾ (الفرقان:٤٧) مُتَفَرِّقَةً.

''نُشُرًا'' کا معنی ہے: ''متفرقة''۔

ہماری قراءت میں یہ لفظ ''بشرًا'' ہے اور اس کا معنی ہے: بشارت دینے والی ہوائیں' اور اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ. (الاعراف:٥٧)

اور وہی ہے جو اپنی رحمت کی بارش سے پہلے خوش خبری دیتی ہوئی ہوائیں بھیجتا ہے۔

امام بخاری نے جو ''نشرًا'' کا لفظ لکھا ہے' اس کا معنی ہے: وہ منتشر ہوائیں بھیجتا ہے' اس سے مراد ہے: بارش۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ لکھتے ہیں: اس لفظ کی قراءت میں اختلاف ہے۔ عاصم بن ابی النجود کے سوا عام قراء کوفیین نے اس لفظ کو ''نَشرًا'' پڑھا ہے' اہل عرب ''نشرًا'' اِن تیز ہواؤں کو کہتے ہیں جو بادلوں کو لے آتی ہیں' اور عاصم بن ابی النجود نے اس لفظ کو ''بشرًا'' پڑھا ہے' یعنی جو ہوائیں بارش کی بشارت دینے والی ہوتی ہیں۔

(جامع البیان جز ٨ ص ٢٤٦' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٢٠٥ - حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حکم از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: میری (بادِ) صبا سے مدد کی گئی ہے اور قومِ عاد کو (باد) دبور سے ہلاک کر دیا گیا تھا۔

بادِ صبا سے مراد ہے: مغرب سے چلنے والی ہوائیں اور بادِ دبور سے مراد ہے: مشرق سے چلنے والی ہوائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٣٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٢٠٦ - حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَاٰى مَخِيلَةً فِي السَّمَاءِ أَقْبَلَ وَأَدْبَرَ وَدَخَلَ وَخَرَجَ وَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ فَإِذَا أَمْطَرَتِ السَّمَاءُ سُرِّيَ عَنْهُ فَعَرَّفَتْهُ عَائِشَةُ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَدْرِي لَعَلَّهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از عطاء از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان میں بادل کا کوئی ٹکڑا دیکھتے تو کبھی آگے جاتے کبھی پیچھے جاتے' کبھی گھر کے اندر آتے' کبھی گھر سے باہر جاتے اور آپ کا چہرہ متغیرہ ہو جاتا' پھر جب وہ بادل برسنے لگتا تو آپ کی یہ کیفیت دور ہو جاتی'

كَمَا قَالَ قَوْمٌ ﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ﴾ (الاحقاف:٢٤)الْاٰيَةَ.

پس حضرت عائشہ نے آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نہیں جانتا شاید یہ بادل بھی اس جیسا ہو جس کے متعلق قوم (عاد) نے کہا تھا: پھر جب انہوں نے اس (عذاب) کو اپنی وادیوں کی طرف آتے دیکھا۔ (الاحقاف:۲۴)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۰۶ میں گزر چکی ہے۔

آپ کی وجہ سے عذاب کے مستحقین سے عذاب اُٹھا دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ.

اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کافروں کو عذاب دے جب کہ آپ ان میں ہوں۔ (الانفال:۳۳)

یہ آیت اس حدیث میں ذکر کیے ہوئے قصہ کے بعد نازل ہوئی ہے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم ہے اور آپ کے درجہ کی بلندی ہے کہ جب آپ اپنی امت کے درمیان ہوں تو اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو عذاب نہیں دے گا' اور یا آپ کے وصال کے بعد جب آپ کی امت کے لوگ استغفار کر رہے ہوں تو وہ ان کو عذاب نہیں دے گا اور صوفیاء کرام نے اس سے یہ مستنبط کیا ہے کہ مؤمنوں کے دلوں میں جو ایمان ہے وہ ان کے جسموں کو عذاب دینے سے مانع ہے جیسا کہ آپ کا وجود ان کو عذاب دینے سے مانع ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٦ - بَابُ ذِكْرِ الْمَلَائِكَةِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ

ملائکہ صلوات اللہ علیہم کا تذکرہ

اس عنوان میں ملائکہ کا ذکر ہے' ملائکہ اجسامِ لطیفہ ہوائیہ ہیں جو مختلف اشکال سے متشکل ہونے پر قادر ہیں' ان کا مسکن آسمان ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ جوہر بسیط ہیں' ان کی زبان اور عقل ہے' یہ لوگ شہوت کی ظلمت اور غضب کی کدورت سے منزہ ہیں' ان کا کھانا تسبیح ہے اور ان کا پینا تقدیس ہے اور ان کا انس اللہ کا ذکر ہے' یہ مختلف صورتوں اور مختلف مقداروں پر پیدا کیے گئے ہیں' ان کی رہائش آسمانوں میں ہے' یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور اس کے ہر حکم کو بجالاتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۶۹)

وَقَالَ اَنَسٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَدُوُّ الْيَهُوْدِ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ بے شک حضرت جبریل علیہ السلام ملائکہ میں سے یہود کے دشمن ہیں۔

یہ تعلیق اس حدیث موصول کا ایک قطعہ ہے جس کو امام بخاری نے باب ھجرۃ النبی میں ذکر کیا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ۝﴾ (الصافات:١٦٥) الْمَلٰٓئِكَةُ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ قرآن مجید میں "انا لنحن الصافون" ہے' اس سے مراد ملائکہ ہیں۔

"انا لنحن الصافون" کا ذکر درج ذیل آیت میں ہے:

وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ۝ (الصّٰفّٰت:۱۶۵)

اور بے شک ضرور ہم ہی صف باندھنے والے ہیں۝

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات آسمانوں میں ایک قدم یا ایک بالشت یا ایک ہتھیلی کی جگہ بھی نہیں ہے مگر اسی میں ایک فرشتہ قیام میں ہے یا فرشتہ رکوع میں ہے یا فرشتہ سجود میں ہے پس جب قیامت ہو گی تو وہ سب کہیں گے: ہم نے تیری اتنی عبادت نہیں کی جتنا عبادت کا حق ہے مگر ہم نے شرک بالکل نہیں کیا۔

(المعجم الکبیر:۱۷۵۱-ج ۲ ص ۱۸۴ 'داراحیاء التراث العربی بیروت)

۳۲۰۷ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ (ح) وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ وَّهِشَامٌ قَالَا حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ مَّالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَنَا عِنْدَ الْبَيْتِ بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ وَذَكَرَ يَعْنِي رَجُلًا بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ فَاُتِيتُ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُلِئَ حِكْمَةً وَّاِيْمَانًا فَشُقَّ مِنَ النَّحْرِ اِلٰى مَرَاقِّ الْبَطْنِ ثُمَّ غُسِلَ الْبَطْنُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مُلِئَ حِكْمَةً وَّاِيْمَانًا وَّاُتِيتُ بِدَابَّةٍ اَبْيَضَ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ اَلْبُرَاقُ فَانْطَلَقْتُ مَعَ جِبْرِيْلَ حَتّٰى اَتَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قِيْلَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ وَلَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَاَتَيْتُ عَلٰى اٰدَمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنَ ابْنٍ وَّنَبِيٍّ فَاَتَيْنَا السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ وَلَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَاَتَيْتُ عَلٰى عِيْسٰى وَيَحْيٰى فَقَالَا مَرْحَبًا بِكَ مِنْ اَخٍ وَّنَبِيٍّ فَاَتَيْنَا السَّمَاءَ الثَّالِثَةَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قِيْلَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ وَلَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَاَتَيْتُ يُوْسُفَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ قَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنْ اَخٍ وَّنَبِيٍّ فَاَتَيْنَا السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قِيْلَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قِيْلَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ وَلَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَاَتَيْتُ عَلٰى اِدْرِيْسَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ھدبۃ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ (ح) اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید اور ہشام نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں بیت اللہ میں تھا اور نیند اور بیداری کی کیفیت میں تھا اور آپ نے بتایا کہ ایک مرد اور دو مردوں کے درمیان لیٹا تھا' پس میرے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا' پھر میرے پیٹ کو ہنسلی کی ہڈی سے لے کر پیٹ کے آخری حصہ تک چاک کیا گیا' پھر میرے پیٹ کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا' پھر اس کو حکمت اور ایمان سے بھرا گیا اور ایک سفید چوپایا لایا گیا جو خچر سے نیچا اور گدھے سے اونچا تھا' پس میں جبریل کے ساتھ گیا حتیٰ کہ ہم آسمانِ دنیا پر آئے' کہا گیا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل' کہا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد' کہا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا گیا: انہیں خوش آمدید ہو! بہت خوب آنے والے آئے ہیں' پھر میں حضرت آدم علیہ السلام کے پاس گیا' پس میں نے ان کو سلام کیا' انہوں نے کہا: آپ کو سلام ہو! جو میرے بیٹے ہیں اور نبی ہیں' پھر ہم دوسرے آسمان پر گئے' کہا گیا: یہ کون ہے؟ کہا: جبریل' پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' کہا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں! کہا: ان کو خوش آمدید ہو اور وہ کیا خوب آنے والے ہیں جو آئے ہیں' پھر میں حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کے پاس گیا' پس ان دونوں نے کہا: آپ کو خوش آمدید ہو!

فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنْ اَخٍ وَّنَبِيٍّ فَاَتَيْنَا السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قِيْلَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ وَلَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَاَتَيْنَا عَلٰى هَارُوْنَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنْ اَخٍ وَّنَبِيٍّ فَاَتَيْنَا عَلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قِيْلَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قِيْلَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ مَرْحَبًا بِهٖ وَلَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَاَتَيْتُ عَلٰى مُوْسٰى فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنْ اَخٍ وَّنَبِيٍّ فَلَمَّا جَاوَزْتُ بَكٰى فَقِيْلَ مَا اَبْكَاكَ قَالَ يَارَبِّ هٰذَا الْغُلَامُ الَّذِيْ بُعِثَ بَعْدِيْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِهٖ اَفْضَلُ مِمَّا يَدْخُلُ مِنْ اُمَّتِيْ فَاَتَيْنَا السَّمَاءَ السَّابِعَةَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قِيْلَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ مَرْحَبًا بِهٖ وَلَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَاَتَيْتُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنَ ابْنٍ وَّنَبِيٍّ فَرُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ فَسَاَلْتُ جِبْرِيْلَ فَقَالَ هٰذَا الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ يُصَلِّيْ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ اِذَا خَرَجُوْا لَمْ يَعُوْدُوْا اِلَيْهِ اٰخِرَ مَاعَلَيْهِمْ وَرُفِعَتْ لِيْ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى فَاِذَا نَبِقُهَا كَاَنَّهٗ قِلَالُ هَجَرَ وَوَرَقُهَا كَاَنَّهٗ اٰذَانُ الْفُيُوْلِ فِيْ اَصْلِهَا اَرْبَعَةُ اَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ فَسَاَلْتُ جِبْرِيْلَ فَقَالَ اَمَّا الْبَاطِنَانِ فَفِي الْجَنَّةِ وَاَمَّا الظَّاهِرَانِ النِّيْلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ خَمْسُوْنَ صَلٰوةً فَاَقْبَلْتُ حَتّٰى جِئْتُ مُوْسٰى فَقَالَ مَا صَنَعْتَ قُلْتُ فُرِضَتْ عَلَيَّ خَمْسُوْنَ صَلٰوةً قَالَ اَنَا اَعْلَمُ بِالنَّاسِ مِنْكَ عَالَجْتُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ وَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسَلْهُ فَرَجَعْتُ فَسَاَلْتُهٗ فَجَعَلَهَا اَرْبَعِيْنَ ثُمَّ مِثْلَهٗ ثُمَّ ثَلَاثِيْنَ ثُمَّ مِثْلَهٗ فَجَعَلَ عِشْرِيْنَ ثُمَّ مِثْلَهٗ فَجَعَلَ عَشْرًا فَاَتَيْتُ مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهٗ فَجَعَلَهَا خَمْسًا فَاَتَيْتُ مُوْسٰى فَقَالَ

بھائی اور نبی کی طرف سے' پھر ہم تیسرے آسمان پر آئے' کہا گیا: یہ کون ہیں؟ کہا: جبریل ہیں' کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا: محمد ہیں' کہا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا ہو! وہ کیا خوب آنے والے آئے ہیں' پھر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گیا' پس میں نے ان کو سلام کیا' انہوں نے کہا: آپ کو مرحبا ہو! بھائی کی طرف سے اور نبی کی طرف سے' پھر ہم چوتھے آسمان کی طرف گئے' کہا گیا: یہ کون ہیں؟ کہا: جبریل ہیں' کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا گیا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' کہا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو خوش آمدید ہو! کیا خوب آنے والے آئے ہیں' پھر میں حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس گیا' پس میں نے ان کو سلام کیا' انہوں نے کہا: آپ کو خوش آمدید ہو! بھائی اور نبی کی طرف سے' پھر ہم پانچویں آسمان پر آئے' کہا گیا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: جبریل ہیں' کہا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا گیا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' کہا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو خوش آمدید ہو! کیا خوب آنے والے آئے ہیں' پس ہم حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس آئے' سو میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے کہا: آپ کو خوش آمدید ہو! بھائی کی طرف سے اور نبی کی طرف سے' پھر ہم چھٹے آسمان پر گئے' کہا گیا: یہ کون ہے؟ کہا گیا: یہ جبریل ہیں' کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا گیا: (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' کہا گیا: بے شک ان کو بلایا گیا ہے' ان کو خوش آمدید ہو! اور کیا ہی اچھے آنے والے آئے ہیں' پس میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس آیا' سو میں نے ان کو سلام کیا' تو انہوں نے کہا: آپ کو خوش آمدید ہو! بھائی اور نبی کی طرف سے' پھر جب میں آگے گزرا تو وہ روئے' پس پوچھا گیا: آپ کو کس چیز نے رلایا ہے؟ تو انہوں نے کہا: اے میرے رب! یہ نوجوان میرے بعد مبعوث ہوا ہے' اور اس کی امت میں سے جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے وہ ان لوگوں سے افضل ہوں گے جو میری امت میں سے جنت میں داخل ہوں گے' پھر ہم ساتویں آسمان پر آئے' کہا گیا: یہ کون ہیں؟ کہا: یہ جبریل ہیں' کہا گیا: آپ کے

مَا صَنَعْتَ قُلْتُ جَعَلَهَا خَمْسًا فَقَالَ مِثْلَهُ قُلْتُ فَسَلَّمْتُ بِخَيْرٍ فَنُودِيَ اِنِّيْ قَدْ اَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِيْ وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِيْ وَاَجْزِى الْحَسَنَةَ عَشْرًا وَّقَالَ هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ.

(صحیح مسلم: ۱۶۴، الرقم المسلسل: ۴۰۵، سنن ترمذی: ۳۳۵۷، سنن نسائی: ۴۴۵)

ساتھ کون ہیں؟ کہا گیا: (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، کہا گیا: بے شک ان کو بلایا گیا ہے، ان کو خوش آمدید ہو! کیا خوب آنے والے آئے ہیں، پس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا، پھر میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے کہا: آپ کو خوش آمدید ہو! جو بیٹے اور نبی ہیں، پھر میرے لیے بیت المعمور بلند کیا گیا تو میں نے حضرت جبریل سے سوال کیا، پس انہوں نے کہا: یہ بیت المعمور ہے، اس میں ستر ہزار فرشتے ہر روز نماز پڑھتے ہیں، جب وہ نکل جاتے ہیں تو آخر وقت تک اس میں دوبارہ لوٹ کر نہیں آتے، پھر میرے لیے سدرۃ المنتہیٰ کو بلند کیا گیا، اس کے پھل ایسے تھے جیسے قلال ہجر کے مٹکے ہوتے ہیں اور پتے ایسے تھے جیسے ہاتھی کے کان، اس کی جڑ سے چار دریا نکلتے تھے، دو دریا باطنی تھے اور دو دریا ظاہری تھے، پس میں نے حضرت جبریل سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا: جو دو باطنی دریا ہیں وہ جنت میں ہیں اور جو دو ظاہری دریا ہیں، وہ نیل اور فرات ہیں، پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں، پھر جب میں واپس ہوا اور حضرت موسیٰ کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا: کیا کر کے آئے ہو؟ میں نے کہا: مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئی ہیں، انہوں نے کہا: میں آپ کی بہ نسبت لوگوں کو زیادہ جانتا ہوں، میں بنو اسرائیل کا بہت سخت تجربہ کر چکا ہوں اور بے شک آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی، سو آپ اپنے رب کی طرف واپس جائیں، پس اس سے (تخفیف کا) سوال کریں، پس میں واپس لوٹا اور میں نے تخفیف کا سوال کیا تو اللہ نے چالیس نمازیں کر دیں، پھر اسی کی مثل ہوا، پھر تیس نمازیں کر دیں، پھر اس کی مثل ہوا تو بیس نمازیں کر دیں، پھر اس کی مثل ہوا تو دس نمازیں کر دیں، پھر میں حضرت موسیٰ کے پاس آیا، انہوں نے پھر اسی طرح کہا، پھر اللہ نے ان نمازوں کو پانچ نمازیں کر دیا، پھر میں حضرت موسیٰ کے پاس آیا، انہوں نے پوچھا: کیا کر کے آئے ہیں؟ میں نے کہا: اللہ نے ان کو پانچ نمازیں کر دیا ہے، انہوں نے پھر اسی طرح کہا، میں نے کہا: اب میں خیر کے ساتھ ان کو تسلیم کر چکا ہوں، پھر نداء کی گئی کہ میں نے اپنے فریضہ کو جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی اور میں ایک نیکی کا دس

گنا اجر دوں گا۔ اور ھمام نے کہا از قتادہ از حسن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' انہوں نے البیت المعمور کے متعلق الگ روایت کی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۴۹ میں گزر چکی ہے' چند ضروری اُمور کی تفصیل یہاں کی جارہی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر معراج کے متعلق علماء کے نظریات

قاضی عیاض بن موسیٰ متوفی ۵۴۴ ھ لکھتے ہیں:

امام رازی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کے ایک لمحہ میں جو سفر معراج کیا تھا' اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ تمام واقعہ خواب کا ہے' اوران کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ. (بنی اسرائیل: ۶۰) اور ہم نے آپ کو جو جلوہ (شب معراج) دکھایا تھا اس کو صرف لوگوں کے لیے آزمائش بنایا تھا۔

ان کا استدلال اس پر مبنی ہے کہ اس آیت میں رؤیا کا معنی خواب ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ تمام واقعہ بیداری میں حقیقۃً ہوا ہے' ان کا استدلال اس آیت سے ہے: "اسریٰ بعبدہ" (بنی اسرائیل: ۱) جس نے اپنے عبد کو سیر کرائی' اور یہ نہیں فرمایا: جس نے اپنے عبد کی روح کو سیر کرائی' اور بغیر کسی دلیل کے حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کو اختیار نہیں کیا جاتا' نیز ان کا استدلال اس سے بھی ہے کہ اگر یہ محض خواب کا واقعہ ہوتا تو کفار مکہ اس کو مستبعد نہ سمجھتے اور اس کا انکار نہ کرتے اور اس کی تکذیب نہ کرتے اور فتنہ میں مبتلا نہ ہوتے اور بعض ضعیف مسلمان اس واقعہ کی وجہ سے مرتد ہو گئے' ایک قول یہ بھی ہے کہ بیداری میں مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک اسراء ہے اور اس کے بعد کا واقعہ خواب کا ہے۔

حق وہ ہے جو اکثر علماء متقدمین اور متاخرین فقہاء' محدثین اور متکلمین کا مختار ہے کہ آپ کو یہ تمام سیر جسم کے ساتھ کرائی گئی اور احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور ان کو ظاہر پر محمول کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے اور اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۴۹۸۔ ۴۹۴' دارالوفاء)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شق صدر کا بھی ذکر ہے اور صحیحین کے علاوہ دوسری کتب حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بچپن میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس تھے اس وقت بھی آپ کا شق صدر کیا گیا تھا اور اس کے بعد شب معراج سے پہلے آپ کا شق صدر کیا گیا' یہ اور معراج سے متعلق دیگر اُمور کی شرح' صحیح البخاری: ۳۴۹ میں کر دی گئی ہے۔

۳۲۰۸ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ قَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهٗ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ مَلَكًا فَيُؤْمَرُ بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ وَّيُقَالُ لَهٗ اُكْتُبْ عَمَلَهٗ وَرِزْقَهٗ وَاَجَلَهٗ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن الربیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی از الاعمش از زید بن وہب' انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ نے ہمیں حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور آپ صادق ومصدوق ہیں کہ بے شک تم میں سے کسی ایک کی خلقت اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک جمع رہتی ہے' پھر وہ اتنی ہی مدت میں جما ہوا خون بن جاتی ہے' پھر اتنی ہی مدت میں وہ گوشت کا ٹکڑا

وَشَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ فَاِنَّ الرَّجُلَ مِنْكُمْ لَيَعْمَلُ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ كِتَابُهٗ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ وَيَعْمَلُ حَتّٰى مَايَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّارِ اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ.

[اطراف الحدیث: ۳۳۳۲۔ ۶۵۹۴۔ ۷۴۵۴]

بن جاتی ہے' پھر اللہ ایک فرشتہ بھیجتا ہے' پس اس کو چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے' اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل لکھو اور اس کا رزق لکھو اور اس کی مدتِ حیات لکھو اور اس کا بدبخت (دوزخی) یا نیک بخت (جنتی) ہونا لکھو' پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے' پس بے شک ایک شخص تم میں سے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ رہ جاتا ہے' پھر اس پر اہل دوزخ کا لکھا ہوا عمل سبقت کرتا ہے' پھر وہ اہل دوزخ کے عمل کرتا ہے' اور ایک شخص عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ رہ جاتا ہے' پھر اس پر لکھا ہوا سبقت کرتا ہے' سو وہ اہل جنت کے عمل کرتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۶۴۳' الرقم المسلسل: ۶۶۱۸' سنن ابوداؤد: ۴۷۰۸' سنن ترمذی: ۲۱۴۴' سنن ابن ماجہ: ۷۶' مسند ابویعلیٰ: ۵۱۹۸' سنن بیہقی ج ۷ ص ۴۲۱' شعب الایمان: ۱۸۷' کتاب الاسماء والصفات ص ۳۸۷۔ ۳۸۶' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۹۸' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۰۹۳' مسند الحمیدی: ۱۲۶' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۲۴۶' صحیح ابن حبان: ۶۱۷۴' شرح السنۃ: ۲۶۸۸' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۰۹۰' حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۶۵' تاریخ بغداد ج ۹ ص ۶۰' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۶۲۴۔ ج ۶ ص ۱۲۶۔ ۱۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحسن بن الربیع البجلی الکوفی (۲) ابوالاحوص سلام ابن سلیم الحنفی الکوفی (۳) سلیمان الاعمش (۴) زید بن وہب ابوسلیمان الہمدانی الکوفی (۵) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۷۸)

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اور فرشتوں کی اقسام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر اللہ ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے' اور اس باب کا عنوان ہے: ملائکہ کا تذکرہ' اور ملائکہ کی اتنی اقسام ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ان کی تعداد کا علم نہیں ہے' اکابر ملائکہ چار ہیں: جبرئیل' میکائیل' عزرائیل اور اسرافیل علیہم السلام اور ان میں سے کراماً کاتبین ہیں اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جن کے سپرد بارش ہے اور زمین کی پیداوار ہے' ہوائیں ہیں اور بادل ہیں اور ان میں سے قبروں کے ملائکہ ہیں' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو زمین میں سیر کرتے ہیں اور محافل ذکر کو ڈھونڈتے ہیں' اور ان میں سے کروبیین ہیں اور حاملین عرش ہیں اور مقربین ہیں اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو شیاطین کو آگ کے گولے مارتے ہیں' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جن کے سپرد بیت المقدس کا پتھر ہے اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جن کے سپرد مدینہ طیبہ ہے' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو رحم میں نطفہ کی تصویر بناتے ہیں' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو امت کا سلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچاتے ہیں اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو میدانِ جہاد میں مجاہدین کے ساتھ ہوتے ہیں' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو آسمانوں کے دربانوں کے محافظ ہیں اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جن کے سپرد دوزخ ہے' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جن کو الزبانیہ کہا جاتا ہے' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو جنت میں درخت اُگاتے ہیں' اور ان میں سے وہ فرشتے ہیں جو اہل جنت کے زیورات ڈھالتے ہیں اور ان میں سے وہ

فرشتے ہیں جو اہل جنت کے خدام ہیں' امام بخاری نے اس باب کی احادیث میں ان میں سے بعض کا ذکر کیا ہے۔

انسان کو دفعۃً پیدا کرنے کے بجائے تدریجاً پیدا کرنے کی حکمتیں

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ ایک لمحہ میں بچہ کو پیدا کر دے' پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چالیس دن میں اس کو نطفہ بناتا ہے' پھر چالیس دن بعد اس کو جما ہوا خون بناتا ہے' پھر چالیس دن بعد اس کو گوشت کا ٹکڑا بناتا ہے' پھر ایک سو بیس دن بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے اور فرشتہ رحم میں اس کی تصویر بناتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح بہ تدریج پیدا کرنے میں حسب ذیل حکمتیں ہیں:

(۱) اگر اللہ تعالیٰ نطفہ کو دفعۃً بچہ بنا دیتا تو یہ خلقت اس کی ماں پر دشوار ہوتی کیونکہ یہ چیز اس کی عادت کے خلاف ہوتی اور بعض اوقات عورت ہلاک ہو جاتی' اس لیے پہلے نطفہ بنایا' پھر جب وہ اس کی عادی ہو گئی تو پھر اس کو جما ہوا خون بنا دیا' پھر اسی طرح ولادت تک کے مراحل طے کرا کے پورا بچہ بنا دیا۔

(۲) اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی نعمت کا اظہار ہے تا کہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کس طرح ان مراحل سے گزار کر حسین صورت میں انسان بنایا' اس کو فہم اور عقل عطاء فرمائی اور اس کو ذہانت اور فطانت سے مزین فرمایا۔

(۳) لوگوں کو یہ بتایا ہے کہ اس کو حشر اور نشر پر کامل قدرت ہے' جس طرح اس نے نجس پانی کے ایک قطرہ سے نطفہ بنایا' پھر اس کو جما ہوا خون بنایا' پھر اس کو گوشت کی بوٹی بنا دیا اور اس میں روح پھونکے جانے کی صلاحیت رکھی' سو جس طرح وہ نجس قطرہ میں روح پھونک کر انسان بنا دیتا ہے' اسی طرح مرنے کے بعد جب انسان کا جسم مٹی ہو جائے گا تو وہ اس میں بھی روح پھونک کر اس کو دوبارہ زندہ انسان بنا دے گا اور اس کو میدانِ حشر میں حساب کتاب اور جزاء اور سزا کے لیے جمع کر دے گا۔

* حدیث مذکور' شرح صحیح مسلم: ۶۵۹۹- ج ۷ ص ۲۶۰ پر مذکور ہے' اس کی شرح کے حسب ذیل عنوان ہیں:

① کیا اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں انسانوں کا جنتی یا جہنمی ہونا ان کے مکلّف ہونے کے منافی ہے ② جبر اور قدر کے اعتبار سے مسئلہ تقدیر پر اشکال اور اس کا جواب۔

۳۲۰۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مَخْلَدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَابَعَهُ اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ نَادٰى جِبْرِيْلَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ فَيُنَادِيْ جِبْرِيْلُ فِيْ اَهْلِ السَّمَاءِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ اَهْلُ السَّمَاءِ وَيُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مخلد نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع' انہوں نے کہا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مخلد کی متابعت ابو عاصم نے کی ہے از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' آپ نے فرمایا: جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو نداء کرتا ہے کہ بے شک اللہ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے سو تم اس سے محبت کرو' پس جبریل اس بندہ سے محبت کرتا ہے' پھر (حضرت) جبریل آسمان والوں میں نداء کرتے ہیں کہ بے شک اللہ فلاں شخص

سے محبت کرتا ہے سوتم اس سے محبت کرو' پس اس سے آسمان والے محبت کرتے ہیں اور زمین میں اس کی مقبولیت رکھ دیتے ہیں۔

[اطراف الحدیث: ۶۰۴۰-۷۴۸۵] (صحیح مسلم: ۲۶۳۷-۶۶۰۰، سنن ترمذی: ۳۱۶۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۹۶۷۳، مسند ابویعلیٰ: ۶۶۸۵، کتاب الزہد للبیہقی: ۷۹۸، شرح السنۃ: ۳۴۰۷، صحیح ابن حبان: ۳۶۵، شرح السنۃ: ۳۴۰۷، مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۴۳۶، حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۱۴۱، خلق افعال العباد للبخاری: ۲۶۷، المعجم الاوسط: ۲۸۲۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۷ طبع قدیم، مسند احمد: ۷۶۲۵، ج ۱۳ ص ۶۳، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نداء فرماتا ہے اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کے لیے زمین میں مقبولیت رکھ دیتا ہے یعنی جن مسلمانوں کو وہ پہچانتا ہے ان کے دلوں میں اس کی محبت رکھ دیتا ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو اللہ کا محبوب ہو وہ لوگوں کا بھی محبوب ہو جاتا ہے۔

۳۲۱۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ الْمَلٰئِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانِ وَهُوَ السَّحَابُ فَتَذْكُرُ الْأَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَاءِ فَتَسْتَرِقُ الشَّيَاطِيْنُ السَّمْعَ فَتَسْمَعُهُ فَتُوْحِيْهِ إِلَى الْكُهَّانِ فَيَكْذِبُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ۔ [اطراف الحدیث: ۳۲۸۸-۵۷۶۲-۶۲۱۳-۷۵۶۱] (صحیح مسلم: ۲۲۲۸، الرقم المسلسل: ۵۷۰۹، سنن ترمذی: ۳۲۲۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی جعفر نے حدیث بیان کی از محمد بن عبدالرحمٰن از عروۃ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک ملائکہ عنان میں نازل ہوتے ہیں اور وہ بادل ہے' پھر اس حکم کا ذکر کرتے ہیں جس کا آسمان میں فیصلہ کیا گیا ہے' پس شیاطین چوری چھپے اس بات کو سنتے ہیں' پھر اس بات کو کاہنوں کی طرف القاء کر دیتے ہیں' پھر کاہن اس بات میں اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا دیتے ہیں۔

اس حدیث کی اس باب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں فرشتوں کا ذکر ہے۔

''کُهّان'' کا معنی

اس حدیث میں ''کُهّان'' کا ذکر ہے' یہ کاہن کی جمع ہے' کاہن اُس شخص کو کہتے ہیں جو مستقبل کی خبریں دیتے ہیں اور غیب دانی اور معرفتِ اسرار کا دعویٰ کرتے ہیں اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آسمانوں کی حفاظت کی گئی اور جنات اور شیاطین پر آگ کے گولے برسا کر انہیں آسمانوں پر جانے اور فرشتوں کی باتیں سننے سے روک دیا گیا۔

(القاموس المحیط ص ۱۲۲۸، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت' ۱۴۲۴ھ)

۳۲۱۱- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَالْأَغَرِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ كَانَ عَلٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ اور اغر از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

كُلِّ بَابٍ مِّنْ اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَلٰئِكَةٌ يَّكْتُبُوْنَ الْاَوَّلَ فَالْاَوَّلَ فَاِذَا جَلَسَ الْاِمَامُ طَوَوُا الصُّحُفَ وَجَاؤُوْا يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ.

فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو مسجد کے دروازوں میں سے ہر دروازہ پر فرشتے لکھتے رہتے ہیں' جو پہلے آیا اور جو پھر اس کے بعد آیا' پس جب امام (خطیب منبر پر) بیٹھ جاتا ہے تو وہ صحیفے لپیٹ دیتے ہیں اور آ کر ذکر (نصیحت) سنتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۲۹ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں فرشتوں کا ذکر ہے۔

۳۲۱۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ مَرَّ عُمَرُ فِي الْمَسْجِدِ وَ حَسَّانُ يُنْشِدُ فَقَالَ كُنْتُ اُنْشِدُ فِيْهِ وَ فِيْهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْكَ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰى اَبِيْ هُرَيْرَةَ فَقَالَ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ اَسَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَجِبْ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ قَالَ نَعَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الزہری نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد کے پاس سے گزرے' اس وقت حضرت حسان رضی اللہ عنہ شعر پڑھ رہے تھے' پس حضرت حسان نے کہا: میں مسجد میں شعر پڑھتا تھا اور مسجد میں وہ ذات تھی جو آپ سے بہتر تھی' پھر حضرت حسان' حضرت ابوہریرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میری طرف سے مدافعت کرو' اے اللہ! اس کی روح القدس سے تائید فرما! حضرت ابوہریرہ نے کہا: ہاں! میں نے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۳ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں روح القدس کا ذکر ہے اور اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور وہ رسل ملائکہ میں سے ہیں اور اس باب میں ملائکہ کا ذکر ہے۔

مشرکین اشعار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کرتے تھے اور حضرت حسان اشعار میں ان کی ہجو کا جواب دیتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو مسجد میں سنتے تھے اور اس پر خوش ہوتے تھے اور حضرت حسان کے لیے دعا کرتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کمی اور نقص بیان کریں' ان کا مساجد میں رد کرنا جائز ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کا باعث ہے۔

۳۲۱۳ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَسَّانَ اهْجُهُمْ اَوْ هَاجِهِمْ وَجِبْرِيْلُ مَعَكَ. [اطراف الحدیث: ۴۱۲۳-۴۱۲۴-۶۱۵۳] (صحیح مسلم: ۲۴۸۶' الرقم المسلسل: ۶۲۸۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان سے فرمایا: ان کی ہجو کرو اور حضرت جبریل بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: جبریل تمہارے ساتھ ہیں' یعنی وہ تمہاری مدد کریں گے۔

٣٢١٤ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ (ح) وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ قَالَ أَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ هِلَالٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى غُبَارٍ سَاطِعٍ فِيْ سِكَّةِ بَنِيْ غَنْمٍ زَادَ مُوْسٰى مَوْكِبَ جِبْرِيْلَ.

[طرف الحدیث:۴۱۱۸] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی (ح) اور ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے خبردی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حمید بن ھلال سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ' انہوں نے کہا: گویا میں اس غبار کی طرف دیکھ رہا ہوں جو بنوغنم کی گلیوں میں اُٹھ رہا تھا' اور موسیٰ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت جبریل کے سواروں کی وجہ سے۔

حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت اور موکب کا معنی

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ اس میں موکب جبریل کا ذکر ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

موکب جبریل سے پہلے ایک لفظ مقدر ہے: ''انظر'' یعنی موکب جبریل کی طرف دیکھو' اور اس کی عبارت یوں بھی ہو سکتی ہے: یہ موکب جبریل ہے' موکب چلنے کی رفتار کی ایک قسم ہے' جو لوگ زینت کے لیے اونٹوں پر سوار ہوں ان کو موکب کہتے ہیں' اسی طرح گھوڑے سواروں کی جماعت کو بھی موکب کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۸۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٢١٥ - حَدَّثَنَا فَرْوَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ قَالَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يَأْتِيْكَ الْوَحْيُ قَالَ كُلُّ ذَاكَ يَأْتِي الْمَلَكُ أَحْيَانًا فِيْ مِثْلِ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ فَيَفْصِمُ عَنِّيْ وَقَدْ وَعَيْتُ مَا قَالَ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ وَيَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ أَحْيَانًا رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِيْ فَأَعِيْ مَا يَقُوْلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں فروۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ الحارث بن ہشام نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: آپ کے پاس وحی کس طرح آتی تھی؟ آپ نے فرمایا: ہر طرح (آتی تھی)' کبھی فرشتہ گھنٹی کی آواز کی مثل ہوتا تھا' پس وحی مجھ سے منقطع ہو جاتی اور میں اس کو یاد کر چکا ہوتا تھا اور وحی کی یہ قسم مجھ پر بہت سخت ہوتی تھی اور کبھی فرشتہ مرد کی شکل میں متشکل ہو جاتا تھا' پس وہ مجھ سے بات کرتا رہتا تھا اور میں اس کو یاد کرتا رہتا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں فرشتہ کا ذکر ہے۔

٣٢١٦ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت

يَقُوْلُ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ دَعَتْهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ اَىْ فُلُ هَلُمَّ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ ذَاكَ الَّذِىْ لَا تَوٰى عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے اللہ کی راہ میں دو چیزیں خرچ کیں' اس کو جنت کے محافظ آواز دے کر بلائیں گے: اے فلاں! ادھر آؤ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر اسے کوئی ہلاکت نہیں ہوگی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اُمید ہے تم بھی ان ہی میں سے ہوگے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۹۷ میں گزر چکی ہے' نیز اس حدیث میں جنت کے محافظوں کا ذکر ہے اور وہ فرشتے ہیں' اس وجہ سے یہ حدیث باب کے مناسب ہے۔

۳۲۱۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا يَا عَائِشَةُ هٰذَا جِبْرِيْلُ يَقْرَاُ عَلَيْكِ السَّلَامَ فَقَالَتْ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ تَرٰى مَا لَا اَرٰى تُرِيْدُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابوسلمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبریل ہیں' جو تم پر سلام پڑھ رہے ہیں' سو انہوں نے کہا: ''وعليه السلام ورحمة الله وبركاته'' آپ وہ چیزیں دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی' ان کی مراد تھی: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

[اطراف الحدیث: ۳۷۶۸-۶۲۰۱-۶۲۴۹-۶۲۵۳] (صحیح مسلم: ۶۱۹۵-۷۲۴۴' سنن ابوداؤد: ۵۲۳۲' سنن ترمذی: ۲۷۰۲' سنن ابن ماجہ: ۳۶۹۶)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: یہ جبریل ہیں جو تم پر سلام پڑھ رہے ہیں۔

حضرت جبریل نے حضرت عائشہ کو سلام کیا اور احتراماً ان کے سامنے نہیں آئے اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عظیم منقبت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے جو فرشتوں کے رسول ہیں' آپ کو سلام کیا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت جبریل علیہ السلام' حضرت عائشہ کے سامنے کیوں نہیں آئے جس طرح حضرت مریم کے سامنے آئے تھے اور ان کو بالمشافہ سلام کیوں نہیں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت مقدر کی گئی جن کا کوئی باپ نہیں تھا' تاکہ حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہونے سے پہلے پتا چل جائے کہ ان سے بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہونے والی ہے اور یہ معاملہ محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوگا تاکہ حضرت مریم حمل کے زمانہ میں پرسکون رہیں' پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت حضرت جبریل کو دوبارہ حضرت مریم کے پاس بھیجا گیا کیونکہ اس وقت وہ اکیلی تھیں اور حضرت جبریل نے کہا:

اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا.

(اے مریم!) غمگین نہ ہو' بے شک تمہارے رب نے تمہارے نیچے ایک نہر جاری کر دی ہے۔ (مریم: ۲۴)

پس حضرت جبریل نے حضرت مریم سے دونوں حالتوں میں خطاب کیا تھا' تا کہ وہ پر سکون رہیں اور مضطرب نہ ہوں' دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت مریم بے شوہر تھیں' اس لیے حضرت جبریل نے ان کے سامنے آ کر خطاب کیا اور حضرت اُم المؤمنین کے سامنے ان کے احترام کی وجہ سے نہیں آئے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو غیرت نہ آئے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' حضرت عمر کی غیرت کی وجہ سے جنت میں ان کے محل میں داخل نہیں ہوئے' جس محل کو آپ نے خواب میں دیکھا تھا اور حضرت جبریل' حضرت عائشہ کے احترام کی وجہ سے ان کے سامنے نہیں آئے' حالانکہ ان میں بالکل شہوت نہیں ہے تو منافقین نے حضرت عائشہ کی حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہما کے ساتھ جو تہمت لگائی تھی' وہ تو بہت زیادہ بعید ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرشتوں کو دیکھتے تھے اور آپ کے ساتھ جو لوگ ہوتے تھے' وہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ نے سلام کے جواب میں اضافہ کیا اور کہا: "وعلیہ السلام ورحمة اللّٰہ وبرکاته" اور اس طرح سلام کا جواب دینا سنت ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور حضرت ابن عمر خواہ ابتداءً سلام کرتے یا سلام کا جواب دیتے' وہ صرف السلام علیکم کہتے تھے۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اجنبی مرد اجنبی عورت کو سلام کر سکتا ہے جب کسی فتنہ اور فساد کا خوف نہ ہو اور اس زمانہ میں اس طریقہ کو ترک کرنا افضل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۸۶۔۱۸۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت جبریل نے جو اپنے آپ کو حضرت عائشہ پر ظاہر نہیں کیا' اس کی ایک یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ رسول کے سوا جو شخص اپنی آنکھوں سے فرشتہ کو دیکھ لے وہ آخر عمر میں نابینا ہو جاتا ہے' اس وجہ سے حضرت جبریل نے اپنے آپ کو حضرت عائشہ پر ظاہر نہیں کیا' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بھیجا' وہ آپ کے پیچھے سو گئے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ایک مرد تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مڑ کر دیکھا اور فرمایا: اے میرے پیارے! تم کب آئے؟ انہوں نے کہا: ایک ساعت ہوئی' آپ نے پوچھا: کیا تم نے میرے پاس کسی مرد کو دیکھا' انہوں نے کہا: ہاں! میں نے ایک مرد کو دیکھا' آپ نے فرمایا: وہ جبریل علیہ السلام تھے اور جبریل کو مخلوق میں سے جو بھی دیکھے گا وہ نابینا ہو جائے گا سوا اس کے کہ وہ نبی ہو' لیکن تم کو آخر عمر میں نابینا کیا جائے گا۔ (المستدرک ج ۳ ص ۳۵۶)

۳۲۱۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ (ح) وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ عُمَرَ بْنِ ذَرٍّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرِيْلَ اَلَا تَزُوْرُنَا اَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا فَنَزَلَتْ ﴿وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا﴾ (مریم: ۶۴) اَلْاٰيَةَ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۳۱۔۷۴۵۵] (سنن ترمذی: ۳۱۵۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن ذر نے حدیث بیان کی (ح) اور مجھے یحییٰ بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از عمر بن ذر از والد خود از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت جبریل سے فرمایا: آپ جتنی بار ہماری زیارت کرتے ہیں کیا اس سے زیادہ بار ہماری زیارت نہیں کر سکتے' تب یہ آیت نازل ہوئی: اور ہم (فرشتے) صرف آپ کے رب کے حکم سے نازل ہوتے

ہیں' اسی کی ملکیت ہے جو ہمارے آگے اور جو ہمارے پیچھے ہے۔
(مریم:۶۴)

اس حدیث کی مفصل شرح ان شاء اللہ سورۂ مریم کی تفسیر میں آئے گی۔

۳۲۱۹ - حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ سُلَیْمَانُ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقْرَاَنِیْ جِبْرِیْلُ عَلٰی حَرْفٍ فَلَمْ اَزَلْ اَسْتَزِیْدُهٗ حَتّٰی انْتَهٰی اِلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ. [طرف الحدیث:۴۹۹۱] (صحیح مسلم:۸۱۹' الرقم المسلسل:۱۷۸۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سلیمان نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے جبریل نے ایک حرف پر قرآن مجید پڑھایا' پس میں ہمیشہ ان سے اس میں اضافہ طلب کرتا رہا' حتیٰ کہ وہ (اضافہ) سات حرفوں پر ختم ہو گیا۔

قرآن مجید کو سات حرفوں پر پڑھنے کی وضاحت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سات حرفوں سے مراد عرب کی سات لغات ہیں' یعنی قرآن مجید میں یہ سات لغات متفرق ہیں' پس بعض لغت قریش پر ہیں اور بعض لغت ھذیل پر ہیں' اور بعض لغت ھوازن پر ہیں اور بعض لغت یمن پر ہیں' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر لفظ سات لغات پر نازل ہوا ہے' علاوہ ازیں قرآن مجید کو سترہ قراءت پر پڑھا گیا ہے جیسے ''مـالك يـوم الـديـن'' اور ''عَبَـدَ الطّـاغُـوْتَ'' ہے (المائدہ:۶۰) اس کی وضاحت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ میں نے قُرّاء کو سنا اور میں نے ان سب کو متقارب پایا' پس جس طرح تم کو قرآن مجید کی تعلیم دی گئی ہے تم اسی طرح پڑھو' پس یہ قراءات اس طرح ہیں جس طرح تم کہتے ہو: ''ھَـلُـمَّ تعال'' اور ''اَقْبِل'' (ان سب کا معنی ہے: آؤ)۔ اس حدیث کی شرح میں اور بھی اقوال ہیں اور یہ سب سے عمدہ قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۲۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا یُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَکَانَ اَجْوَدَ مَا یَکُوْنُ فِیْ رَمَضَانَ حِیْنَ یَلْقَاهُ جِبْرِیْلُ وَکَانَ جِبْرِیْلُ یَلْقَاهُ فِیْ کُلِّ لَیْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ فَیُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ یَلْقَاهُ جِبْرِیْلُ اَجْوَدُ بِالْخَیْرِ مِنَ الرِّیْحِ الْمُرْسَلَةِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ وَرَوٰی اَبُوْ هُرَیْرَةَ وَفَاطِمَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ جِبْرِیْلَ کَانَ یُعَارِضُهٗ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور آپ سب سے زیادہ سخاوت رمضان میں کرتے تھے' جب آپ سے حضرت جبریل ملاقات کرتے تھے اور حضرت جبریل رمضان کی ہر رات میں آپ سے ملاقات کرتے تھے' پس وہ آپ سے قرآن مجید کا دور کرتے تھے' پس جب حضرت جبریل' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرتے تھے تو آپ اس وقت ضرور بارش برسانے والی ہواؤں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے۔ اور حضرت عبد اللہ (بن

الْقُرْاٰنَ.

المبارک) سے روایت ہے انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے اسی سند کے ساتھ اس کی مثل حدیث روایت کی ہے اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبریل آپ پر قرآن مجید پیش کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری:۶ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۲۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ اَمَا اَنَّ جِبْرِيْلَ قَدْ نَزَلَ فَصَلّٰى اَمَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ. اِعْلَمْ مَا تَقُوْلُ يَا عُرْوَةُ قَالَ سَمِعْتُ بَشِيْرَ بْنَ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ يَّقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ يَّقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَزَلَ جِبْرِيْلُ فَاَمَّنِىْ فَصَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ يَحْسُبُ بِاَصَابِعِهٖ خَمْسَ صَلَوَاتٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب کہ عمر بن عبد العزیز نے ایک دن عصر کی نماز کچھ مؤخر کر دی، تو ان سے عروہ نے کہا: سنیے! بے شک جبریل نازل ہوئے، پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نماز پڑھائی تو عمر (بن عبد العزیز) نے کہا: سنو! اے عروہ! تم کیا کہہ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: میں نے بشیر بن ابی مسعود سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے کہ حضرت جبریل نازل ہوئے، پس انہوں نے مجھے امامت کرائی تو میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، انہوں نے اپنی انگلیوں سے گن کر پانچ نمازیں بتائیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری:۵۲۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِىْ ثَابِتٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِىْ جِبْرِيْلُ مَنْ مَّاتَ مِنْ اُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ اَوْلَمْ يَدْخُلِ النَّارَ قَالَ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از حبیب بن ابی ثابت از زید بن وہب از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبریل نے مجھے بتایا کہ آپ کی امت میں سے جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ وہ اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کرتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، یا بتایا کہ وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا، عرض کیا گیا: خواہ اس نے زنا کیا ہو خواہ اس نے چوری کی ہو، فرمایا: خواہ۔

اس حدیث میں جو بتایا ہے کہ وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں داخل نہیں ہوگا، تاکہ دوسری آیات اور احادیث کے یہ حدیث مخالف نہ ہو۔

اس حدیث کی مکمل شرح، صحیح البخاری: ۷۱۲۳ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۲۳ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَلٰئِكَةُ يَتَعَاقَبُوْنَ مَلٰئِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلٰئِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَالْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْاَلُهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ فَيَقُوْلُ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ فَيَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَاهُمْ يُصَلُّوْنَ وَاَتَيْنَاهُمْ يُصَلُّوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتے ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہتے ہیں' رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے اور وہ فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں' پھر جن فرشتوں نے تمہارے پاس رات گزاری ہوتی ہے وہ اللہ کی طرف (آسمان پر) چڑھتے ہیں پھر اللہ ان سے سوال کرتا ہے' حالانکہ وہ بہت جاننے والا ہے' پس فرماتا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو اس حال میں چھوڑا کہ ہم گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵۵ میں گزر چکی ہے۔

۷ - بَابٌ اِذَا قَالَ اَحَدُكُمْ اٰمِيْنَ وَالْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ فَوَافَقَتْ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰى غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

جب تم میں سے کوئی شخص آمین کہتا ہے اور فرشتے آسمان میں آمین (کہتے ہیں)' پھر ان میں سے ایک کی آمین دوسرے کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں

اس عنوان کے موافق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قرآن پڑھنے والا آمین کہے تو تم بھی آمین کہو' کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں' پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے' اس کے گزشتہ گناہوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۶۴۰۲' سنن ابن ماجہ: ۹۲۲)

۳۲۲۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا مَخْلَدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اُمَيَّةَ اَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهٗ اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهٗ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ حَشَوْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِسَادَةً فِيْهَا تَمَاثِيْلُ كَاَنَّهَا نُمْرُقَةٌ فَجَاءَ فَقَامَ بَيْنَ الْبَابَيْنِ وَجَعَلَ يَتَغَيَّرُ وَجْهُهٗ فَقُلْتُ مَالَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا بَالُ هٰذِهِ الْوِسَادَةِ قَالَتْ وِسَادَةٌ جَعَلْتُهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مخلد نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی از اسماعیل بن امیہ کہ بے شک نافع نے ان کو حدیث بیان کی کہ قاسم بن محمد نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک گدا بچھایا جس میں تصویریں تھیں' گویا کہ وہ دبیز چادر تھی' پس آپ آ کر دونوں دروازوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور آپ کے چہرے

لَكَ لِتَضْطَجِعَ عَلَيْهَا قَالَ اَمَا عَلِمْتِ اَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَّاَنَّ مَنْ صَنَعَ الصُّوْرَةَ يُعَذَّبُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَقُوْلُ اَحْيُوْا مَاخَلَقْتُمْ.

کا رنگ بدلنے لگا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم سے کیا (خطاء) ہوگئی؟ آپ نے فرمایا: یہ گدا کیسا ہے' میں نے عرض کیا: میں نے آپ کے لیے یہ گدا بنایا ہے تا کہ آپ اس پر لیٹا کریں' آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتیں کہ فرشتے اس گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں تصویریں ہوں' اور جس نے تصویر بنائی اس کو قیامت کے دن عذاب دیا جاتا رہے گا' اللہ فرمائے گا: اس کو زندہ کرو جس کو تم نے بنایا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں فرشتوں کا ذکر ہے' نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کپڑے پر بنی ہوئی جان دار کی تصویر بھی ناجائز ہے اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ کی روایت سے کپڑے پر بنی ہوئی تصویر کا جواز معلوم ہوتا ہے' اس سے مراد بے جان چیزوں کی تصاویر ہیں اور اس حدیث میں جان دار چیزوں کی تصویر پر آپ نے وعید سنائی ہے۔

۳۲۲۵ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا طَلْحَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةُ تَمَاثِيْلَ. [اطراف الحدیث: ۳۲۲۶-۳۳۲۲-۴۰۰۲-۵۹۴۹-۵۹۵۸] (سنن ترمذی: ۲۸۰۴' سنن نسائی: ۴۲۸۲' سنن ابن ماجہ: ۳۶۴۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عبید اللہ بن عبد اللہ' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور نہ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں جس میں تصویریں ہوں۔

علامہ خطابی کے نزدیک اگر گھر میں تصویروں کو اہانت سے رکھا جائے تو وہ رحمت کے فرشتوں کے دخول سے مانع نہیں ہیں اور علامہ نووی کے نزدیک یہ ممانعت مطلقاً ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جس کتے کی ممانعت ہے' اس سے مراد گھر میں رکھا ہوا کتا ہے اور جن فرشتوں کے داخل ہونے کی نفی ہے اس سے مراد کراماً کاتبین کے علاوہ دوسرے فرشتے ہیں' علامہ نووی نے بھی اسی طرح کہا ہے' کیونکہ دوسرے فرشتے رحمت' برکت اور استغفار کے ساتھ طواف کرتے ہیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جب کسی گھر میں وہ کتے اور وہ تصویریں ہوں جن کا رکھنا حرام ہے تو پھر اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے' لیکن جن کتوں کا رکھنا حرام نہیں ہے جیسے شکار کے کتے ہوں' یا کھیت کی حفاظت یا مویشیوں کی حفاظت کے کتے ہوں تو وہ رحمت کے فرشتوں کے دخول سے مانع نہیں ہیں' اسی طرح جن تصویروں کو گدوں' بستروں اور تکیوں پر بہ طور اہانت بنایا گیا ہو' وہ بھی رحمت کے فرشتوں کے دخول سے مانع نہیں ہیں۔

علامہ نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے لکھا ہے: ظاہر یہ ہے کہ یہ ممانعت ہر کتے اور ہر تصویر کو عام ہے۔

رحمت کے فرشتوں کے نہ داخل ہونے کا سبب' اس پر علامہ عینی کا اعتراض اور مصنف کا جواب

پھر یہ کہا گیا ہے کہ رحمت کے فرشتوں کے دخول کی نفی کا سبب کسی معصیت فاحشہ کا ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے مشابہت ہے اور ان تصاویر میں وہ بھی ہیں جن کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی جاتی ہے اور کتوں کی وجہ سے رحمت کے فرشتوں کے داخل نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر کتے نجاستوں کو کھاتے ہیں اور بعض کتوں کا نام شیطان رکھا گیا ہے اور فرشتے ان کی ضد ہیں اور کتوں سے بدبو آتی ہے اور فرشتے بدبو کو ناپسند کرتے ہیں اور جن کتوں کو رکھنے کی اجازت نہیں دی گئی' ان کو رکھنے کی وجہ سے رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے' اس وجہ سے ان کتوں کے رکھنے والوں کو یہ سزا دی جاتی ہے کہ ان کے گھروں میں رحمت کے فرشتوں کو داخل ہونے سے منع کر دیا جاتا ہے اور وہ لوگ فرشتوں کی دعاؤں' ان کی رحمتوں اور برکتوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔

علامہ عینی' علامہ نووی کی اس تقریر پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خنزیر کا معاملہ کتے سے بدتر ہے' کیوں کہ وہ نجس العین ہے اور کتا نجس العین نہیں بلکہ اس کے نجس ہونے میں بھی اختلاف ہے' تو بتلانے والی بات یہ تھی کہ جب خنزیر نجس العین ہے تو اس کو گھر میں رکھنے کے متعلق اتنے سخت احکام کیوں نہیں ہیں' جتنے سخت احکام کتے کو رکھنے کے متعلق ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ اس کی یہ وجہ ہو کہ اس زمانہ میں لوگ کتوں کے ساتھ بہت شغف رکھتے تھے' اس لیے ان کو کتوں کے ساتھ اختلاط رکھنے سے سختی سے منع کیا گیا' اس کے برخلاف خنزیر کے ساتھ لوگ اختلاط نہیں کرتے تھے بلکہ اس سے شدید نفرت کرتے تھے' اس وجہ سے ان کو خنزیر سے روکنے کے لیے سختی کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی بلکہ اس کے کھانے کو حرام قرار دینا کافی تھا۔

۳۲۲۶ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو اَنَّ بُكَيْرَ بْنَ الْاَشَجِّ حَدَّثَهٗ اَنَّ بُسْرَ بْنَ سَعِيْدٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ وَمَعَ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عُبَيْدُ اللّٰهِ الْخَوْلَانِيُّ الَّذِيْ كَانَ فِيْ حَجْرِ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَهُمَا زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ اَنَّ اَبَا طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰٓئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ قَالَ بُسْرٌ فَمَرِضَ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ فَعُدْنَاهُ فَاِذَا نَحْنُ فِيْ بَيْتِهٖ بِسِتْرٍ فِيْهِ تَصَاوِيْرُ فَقُلْتُ لِعُبَيْدِ اللّٰهِ الْخَوْلَانِيِّ اَلَمْ يُحَدِّثْنَا فِي التَّصَاوِيْرِ فَقَالَ اِنَّهٗ قَالَ اِلَّا رَقْمٌ فِيْ ثَوْبٍ اَلَا سَمِعْتَهٗ قُلْتُ لَا قَالَ بَلٰى قَدْ ذَكَرَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی کہ ان کو بکیر بن الاشج نے حدیث بیان کی کہ ان کو بسر بن سعید نے حدیث بیان کی کہ بے شک حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ نے ان کو حدیث بیان کی اور بسر بن سعید کے ساتھ عبید اللہ الخولانی بھی تھے' جو حضرت میمونہ رضی اللہ کی گود میں تھے' جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں۔ راوی نے کہا: ان دونوں کو حضرت زید بن خالد جہنی نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ نے کہا کہ انہوں نے حضرت زید بن خالد کو یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں تصویر ہو۔ بُسر نے کہا: پھر حضرت زید بن خالد بیمار ہو گئے' سو ہم ان کی عیادت کے لیے گئے' پس جس وقت ہم ان کے گھر میں تھے تو ہم نے ان کے پردہ میں تصاویر دیکھیں تو میں نے عبید اللہ الخولانی سے کہا: کیا حضرت زید بن خالد نے ہم کو تصویر کی ممانعت

کے متعلق احادیث نہیں بیان کی تھیں؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! مگر انہوں نے کہا تھا: سوا اس تصویر کے جو کپڑے میں نقش ہو' کیا تم نے ان سے یہ نہیں سنا تھا؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے کہا: کیوں نہیں! انہوں نے اس (استثناء) کا ذکر کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۲۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۲۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرٌو عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ وَعَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيلُ فَقَالَ اِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ وَّلَا كَلْبٌ. [طرف الحدیث: ۵۹۶۰]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل نے نبی ﷺ سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا' پس انہوں نے کہا: ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو اور نہ اس گھر میں جس میں کتا ہو۔

۳۲۲۸ - حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَاِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ قَوْلَ الْمَلٰئِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از سُمّی از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امام "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" کہے تو تم کہو: "اللّٰھم ربنا لك الحمد" پس جس نے فرشتوں کے قول کی موافقت کر لی' اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۹۶ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۲۹ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِي عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي عَمْرَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ فِي صَلٰوةٍ مَّا دَامَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهُ وَالْمَلَائِكَةُ تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ مَالَمْ يَقُمْ مِنْ صَلٰوتِهِ اَوْ يُحْدِثْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از ھلال بن علی از عبدالرحمان بن ابی عمرۃ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: بے شک تم میں سے کسی شخص کا اس وقت تک نماز میں ہی شمار ہوتا ہے جب تک نماز اس کو (مسجد میں) روکے رکھتی ہے اور فرشتے دعا کرتے رہتے ہیں: اے اللہ! اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما! جب تک وہ نماز کے لیے کھڑا نہ ہو یا وضوء نہ توڑے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۶ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۳۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث

عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلٰى عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ ﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ﴾ (الزخرف:۷۷) قَالَ سُفْيَانُ فِيْ قِرَاءَةِ عَبْدِاللّٰهِ وَنَادَوْا يَامَالِ.

[اطراف الحدیث:۳۲۶۶-۴۸۱۹][(صحیح مسلم:۸۷۱'الرقم المسلسل:۱۸۹۵'سنن ترمذی:۵۰۸'سنن ابوداؤد:۳۹۹۲)

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از عطاء از صفوان بن یعلٰی از والد خود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر یہ آیت پڑھ رہے تھے: اور وہ (داروغہ جہنم کو) پکاریں گے: اے مالک! (الزخرف:۷۷) اور سفیان نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) کی قراءت میں کہا: اور وہ پکاریں گے: اے مالِ (آخری حرف ک کو ترخیم کی وجہ سے گرادیا)۔

''مالك'' دوزخ کے داروغہ کا نام ہے اور وہ فرشتہ ہے' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں روایت کی ہے۔امام بخاری نے یہ آیت پوری ذکر نہیں کی' پوری آیت اس طرح ہے:

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ۝ (الزخرف:۷۷)

اور وہ (داروغہ جہنم کو) پکاریں گے: اے مالک! آپ کا پروردگار ہمارا کام تمام کردے! وہ فرمائے گا: بے شک تم دوزخ میں ہی ٹھہرے رہو گے ۝

۳۲۳۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهُ اَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ اَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ اَشَدَّ مِنْ يَوْمِ اُحُدٍ قَالَ لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِكِ مَالَقِيْتُ وَكَانَ اَشَدُّ مَا لَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ اِذْ عَرَضْتُ نَفْسِيْ عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيْلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِيْ اِلٰى مَا اَرَدْتُّ فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِيْ فَلَمْ اَسْتَفِقْ اِلَّا وَاَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا اَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ اَظَلَّتْنِيْ فَنَظَرْتُ فَاِذَا فِيْهَا جِبْرِيْلُ فَنَادَانِيْ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ اِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَاْمُرَهُ بِمَاشِئْتَ فِيْهِمْ فَنَادَانِيْ مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ ذٰلِكَ فِيْ مَا شِئْتَ اِنْ شِئْتَ اَنْ اُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْاَخْشَبَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ اَرْجُوْ اَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا.

[طرف الحدیث:۷۳۸۹][(صحیح مسلم:۱۷۹۵'الرقم المسلسل:۴۵۴۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ نے ان کو حدیث بیان کی' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: کیا آپ کے اوپر کوئی ایسا دن بھی آیا جو آپ کے نزدیک غزوۂ اُحد کے دن سے بھی زیادہ شدید تھا؟ آپ نے فرمایا: تمہاری قوم سے مجھے جو مصائب پہنچے سو پہنچے اور ان تمام مصائب میں سے سب سے زیادہ سخت مصیبت وہ تھی جو مجھے عقبہ کے دن پہنچی' جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یا لیل بن عبد کلال پر پیش کیا' اس نے میرے ارادہ کے مطابق میری دعوت کو قبول نہیں کیا' میں وہاں سے بہت مغموم حالت میں چل پڑا' پھر جب میں قرن الثعالب پر پہنچا تو میری حالت سنبھلی' پس میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو مجھ پر ایک بادل نے سایا کیا ہوا تھا' پھر میں نے غور کیا تو اس میں (حضرت) جبریل تھے' انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا: بے شک اللہ نے آپ کی قوم کی باتیں سن لی ہیں اور انہوں نے آپ کو جو جواب دیا ہے وہ بھی سن لیا ہے اور اللہ نے آپ کی طرف پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تا کہ آپ اس کو ان لوگوں کے متعلق جو چاہیں حکم دے دیں' پھر مجھ کو

پہاڑوں کے فرشتہ نے آواز دی' پس اس نے مجھ کو سلام کیا' پھر اس نے کہا: اے محمد! اس نے بھی یہی کہا: آپ جو چاہیں' اگر آپ چاہیں تو جن دو پہاڑوں کے درمیان یہ لوگ ہیں' ان دو پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں (جس سے یہ ان کے درمیان پس جائیں)' تب نبی ﷺ نے فرمایا: بلکہ مجھے یہ امید ہے کہ اللہ ان لوگوں کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو نکالے گا جو صرف اللہ وحدہٗ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کریں گے۔

طائف کے سرداروں کے پاس آپ کے جانے کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اُحد کے دن کا ذکر ہے' یہ غزوۂ اُحد کا دن تھا جو تین ہجری میں ہوا تھا۔

اس حدیث میں ''یوم العقبة'' کا ذکر ہے' یہ منیٰ میں وہ جگہ ہے جس کی طرف جمرة العقبہ منسوب ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے: جب میں نے ابن عبد یالیل پر اپنے آپ کو پیش کیا۔ یہ بعثت کے دس سال بعد کا واقعہ ہے اور یہ ابوطالب کی موت اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کا قصہ ہے' موسیٰ بن عقبہ نے از ابن شہاب یہ روایت ذکر کی ہے کہ جب ابوطالب فوت ہو گئے تو نبی ﷺ طائف کی طرف اس توقع پر گئے کہ شاید وہ آپ کو پناہ دیں گے' پس آپ طائف کے تین سرداروں کے پاس گئے اور وہ آپس میں بھائی تھے: عبد یالیل' حبیب اور مسعود' آپ نے اپنے آپ کو ان کی پناہ میں پیش کیا اور آپ کو اپنی قوم سے جو تکلیفیں پہنچی تھیں ان کا ذکر کیا تو ان لوگوں نے بہت بے دردی سے آپ کو مسترد کر دیا۔

اس حدیث میں قرن الثعالب کا ذکر ہے' یہ مکہ کے قریب ایک جگہ ہے' علامہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ یہ اہل نجد کا میقات ہے اور اس کو قرن المنازل بھی کہا جاتا ہے' یہ مکہ سے دو مرحلہ کے فاصلہ پر ہے اور قرن اصل میں اس چھوٹے پہاڑ کو کہتے ہیں جو بڑے پہاڑ سے کٹ گیا ہو۔

اس حدیث میں پہاڑوں کے فرشتے کا ذکر ہے' یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف پہاڑوں کے فرشتہ کو بھیجا ہے' یہ وہ فرشتہ ہے جس کے لیے اللہ نے پہاڑوں کو مسخر کر دیا ہے اور پہاڑوں کے معاملات اس کے ہاتھ میں کر دیئے ہیں۔

(عمدة القاری ج ۱۵ ص ۱۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

نبی ﷺ کی رحمۃ للعالمینی

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

پہاڑوں کے فرشتہ نے نبی ﷺ کے پاس حاضر ہو کر کہا: اگر آپ حکم دیں تو میں طائف کی بستی کو اس کے گرد دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں! آپ نے فرمایا: نہیں! مجھے امید ہے کہ اللہ ان لوگوں کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو نکالے گا جو صرف اللہ وحدہٗ کی عبادت کریں گے۔

یہ رحمۃ للعلمین کی شان ہے' آپ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرح یہ نہیں فرمایا:

لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ

(نوح:۲۶) چھوڑO

اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح یہ فرمایا:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا. (یونس:۸۸)

اے ہمارے رب! ان کے اموال پر ہلاکت ڈال دے اور ان کے دلوں کو سخت کردے کہ وہ ایمان نہ لاسکیں۔

(الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۸۲' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۹ھ)

۳۲۳۲- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَاَلْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰىO فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰىO﴾ (النجم:۹-۱۰) قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ رَاٰى جِبْرِيْلَ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ.

[اطراف الحدیث:۴۸۵۶-۴۸۵۷][صحیح مسلم:۱۷۴' الرقم المسلسل: ۳۲۱' سنن ترمذی:۳۲۸۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق الشیبانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے زر بن حبیش سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق پوچھا: پھر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے رب سے دو کمانوں کی مقدار نزدیک ہوئے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریبO تو اللہ نے اپنے عبد مکرم کی طرف وحی فرمائی جو وحی فرمائیO (النجم:۱۰-۹) تو انہوں نے کہا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں حدیث بیان کی کہ آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا' ان کے چھ سو پَر تھے۔

اس آیت کی تفسیر ان شاء اللہ سورۃ النجم میں بیان کی جائے گی۔

۳۲۳۳- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ﴿لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾ (النجم:۱۸) قَالَ رَاٰى رَفْرَفًا اَخْضَرَ سَدَّ اُفُقَ السَّمَاءِ.

[طرف الحدیث:۴۸۵۸] (امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا:) بے شک انہوں نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں ضرور دیکھیںO (النجم:۱۸) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبز تخت کو دیکھا جس نے آسمانوں کے کناروں کو بھر لیا تھا۔

''رفرف'' کا معنی

علامہ حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

سبز رنگ کی بچھائی جانے والی چادر کو ''رفرف'' کہتے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍO (الرحمٰن:۷۶)

تکیے لگائے ہوں گے سبز قالینوں اور نہایت نفیس خوب صورت فرشوں پرO

ایک قول یہ ہے کہ یہ جنت کے باغ ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ تکیے ہیں' اور اس آیت میں ''رفرف'' سے مراد سبز رنگ کی چادر ہے' اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے حضرت جبریل کو سبز رنگ کے زیورات میں دیکھا' جنہوں نے زمین اور آسمان کے درمیان کو بھر لیا تھا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ''رفرف'' سے مراد حضرت جبریل کے پَر ہوں۔

(اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۷۸ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

٣٢٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ أَنْبَأَنَا الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ وَلٰكِنْ قَدْ رَأَى جِبْرِيلَ فِي صُورَتِهِ وَخَلْقِهِ سَادًّا مَّا بَيْنَ الْأُفُقِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ انصاری نے حدیث بیان کی از ابن عون' انہوں نے کہا: ہمیں القاسم نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے فرمایا: جس نے یہ زعم کیا کہ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے رب کو دیکھا ہے' اس نے بہت سنگین بات کہی لیکن آپ نے حضرت جبریل کو ان کی صورت اور خلقت میں دیکھا تھا' انہوں نے آسمانوں کے کناروں کو بھر لیا تھا۔

[اطراف الحدیث: ۳۲۳۵-۳۶۱۲-۴۸۵۵-۴۳۸۰-۷۳۸۰-۷۵۳۱] (صحیح مسلم: ۱۷۷' الرقم المسلسل: ۳۲۸' سنن ترمذی: ۳۰۶۸' مسند ابویعلیٰ: ۴۹۰۱' تفسیر عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۵۲' دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۶۷' کتاب الاسماء والصفات ص ۴۲۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۱۴۷' مسند احمد ج ۶ ص ۴۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۲۲۷-ج ۴۰ ص ۲۷۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کی زیادہ تفصیل اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے سلسلہ میں حضرت عائشہ اور مسروق کا مباحثہ

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اے ابو عائشہ! تین باتیں ایسی ہیں جس نے ان میں سے کوئی ایک بات بھی کہی تو اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا' میں نے پوچھا: وہ کون سی باتیں ہیں؟ انہوں نے بتایا: جس نے یہ زعم کیا کہ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے رب کو دیکھا ہے' اس نے اللہ پر سنگین جھوٹ باندھا' مسروق نے کہا: میں ٹیک لگائے ہوئے تھا میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا' میں نے کہا: اے ام المؤمنین! مجھے مہلت دیں اور جلدی نہ کریں' کیا اللہ عزوجل نے یہ نہیں فرمایا:

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ○ (التکویر: ۲۳) اور بے شک انہوں نے اسے روشن کنارے پر دیکھا ○

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً أُخْرٰى ○ (النجم: ۱۳) اور بے شک انہوں نے اسے دوسری بار ضرور دیکھا ○

پس حضرت عائشہ نے کہا: میں اس امت میں پہلی شخصیت ہوں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا ہے' آپ نے فرمایا: وہ حضرت جبریل ہیں' جس صورت میں حضرت جبریل کو پیدا کیا گیا ہے میں نے ان دو مرتبوں کے علاوہ ان کو اس صورت میں نہیں دیکھا' میں نے ان کو دیکھا کہ وہ آسمان سے اتر رہے تھے اور ان کی عظیم خلقت نے آسمان سے لے کر زمین تک کو بھر لیا تھا' حضرت عائشہ نے کہا: کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ○ (الانعام: ۱۰۳) نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ سب نگاہوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور وہی ہر باریکی کو جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے ○

اور کیا تم نے نہیں سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَّرَاۤئِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاۤءُ اور کسی بشر کے لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا وہ کسی فرشتہ کو بھیج دے جو اس کے حکم

إِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ○ (الشوریٰ:۵۱) سے پہنچا دے جو کچھ اللہ چاہے بے شک وہ بہت بلندی والا بڑی حکمت والا ہے ○

اور جس نے یہ زعم کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی کتاب سے کچھ چھپا لیا تو بے شک اس نے اللہ تعالیٰ پر سنگین جھوٹ باندھا' اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ. (المائدہ:۶۷) اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ سب پہنچا دیجئے' اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا۔

اور جس نے یہ زعم کیا کہ آپ آئندہ کل کے واقعہ کی خبر دیتے ہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ پر سنگین جھوٹ باندھا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ. (النمل:۶۵) آپ کہیے کہ آسمانوں میں اور زمینوں میں کوئی بھی اللہ کے سوا از خود غیب نہیں جانتا۔

(صحیح مسلم: ۱۷۷' الرقم المسلسل: ۴۲۸)

حضرت جبریل کو ان کی اصل صورت میں دیکھنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا' ان کے چھ سو پَر تھے اور ان کے ہر پَر نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا تھا اور ان کے پَر سے رنگ برنگ کے موتی اور یاقوت گر رہے تھے۔

اور یہ ثابت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کبھی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آتے تھے اور کبھی اعرابی کی صورت میں آتے تھے اور وہ اپنی صورت میں دو مرتبہ آپ کے پاس آئے' ایک مرتبہ آسمان سے اترتے ہوئے اور ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور حضرت جبریل وحی کے امین ہیں اور ان کو ''الروح الامین' روح القدس'' اور ''الناموس الاکبر'' کہا جاتا ہے۔ جبریل کے لفظ میں جبر کا معنی ہے: عبد' اور ایل اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے' اس کا معنی ہے: عبد اللہ' یعنی اللہ کا بندہ۔

اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے ثبوت میں احادیث' آثار اور اقوالِ علماء

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا انکار کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے' اور حضرت عائشہ نے اپنے موقف کے ثبوت میں کوئی حدیث پیش نہیں کی بلکہ متعدد آیات سے اللہ تعالیٰ کے دکھائی نہ دینے پر استدلال کیا ہے' حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کا بھی مشہور قول یہی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے' اور یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے۔

ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درج ذیل آیت کی تفسیر میں فرمایا:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ○ (النجم:۱۱) قلب نے اس کے خلاف نہ کہا جو (آنکھ نے) دیکھا ○

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے رب عزوجل کو دوبار دیکھا۔ (صحیح مسلم:۱۷۶' کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۴۳۷' سنن ترمذی:۳۲۸۱' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۴ طبع قدیم' مسند احمد:۱۹۵۶۔ج ۳ ص ۴۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا ہے۔ (الاسماء والصفات للبیہقی ص ۴۴۴' الشریعۃ ص ۴۹۴' سنن کبریٰ للنسائی:۱۱۵۳۹' صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۷۴' المستدرک ج ۱ ص ۶۵' سنن ترمذی: ۳۲۷۹' المعجم الکبیر:۱۱۶۱۹' مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۵ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۵۸۰۔ج ۴ ص ۳۵۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور تھا۔ (صحیح مسلم:۱۷۸' الرقم المسلسل:۴۳۲' سنن ترمذی:۳۲۹۳)

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہوتا تو میں آپ سے سوال کرتا' انہوں نے کہا: تم کس چیز کے متعلق سوال کرتے؟ انہوں نے کہا: میں آپ سے یہ سوال کرتا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت ابوذر نے کہا: میں نے سوال کیا تھا' آپ نے فرمایا: میں نے نور کو دیکھا۔ (صحیح مسلم:۱۷۸' الرقم المسلسل:۴۳۳)

نیز علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

امام ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں الضحاک اور عکرمہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے' اس میں مذکور ہے:

میرے رب نے اپنے دیدار سے میری تکریم کی' بایں طور کہ میری بصر کو میرے قلب میں ثابت رکھا' میں نے اپنی بصر میں اپنے رب کے نور کو اور عرش کے نور کو دیکھا۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کسی کو حضرت ابن عباس کے پاس بھیجا اور ان سے یہ سوال کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کلام کے ساتھ خاص کر لیا اور سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رؤیت کے ساتھ خاص کر لیا' پس سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دومرتبہ اپنے رب کو دیکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دومرتبہ کلام فرمایا۔

امام عبدالرزاق نے حسن بصری سے روایت کیا ہے: وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

نقاش نے امام احمد سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس کی حدیث کے مطابق کہتا ہوں کہ آپ نے اپنی آنکھ سے اپنے رب کو دیکھا ہے' وہ بار بار یہ کہتے رہے' حتیٰ کہ ان کا سانس منقطع ہو گیا۔

امام اشعری اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ آپ نے اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا ہے اور ہر نبی کو جو کمال دیا گیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس کی مثل کمال عطاء کیا گیا اور اپنے رب کے دیدار کی آپ کو فضیلت عطاء فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو دیکھنے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اعتراض کا جواب

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ قرآن مجید میں ہے: ''لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ'' نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ (الانعام:۱۰۳) تو اس کا جواب یہ ہے کہ احاطہ کی نفی نفس رؤیت کی نفی کو مستلزم نہیں ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے کہ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور ہم بھی یہی کہتے ہیں' اس آیت کا دوسرا جواب یہ ہے کہ کفار کی آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں اور اگر اس سے مراد سب

کی آنکھیں ہوں تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ جلال اور غضب میں ہوگا' اس وقت اس کو کوئی نہیں دیکھ سکے گا اور شریعت میں کسی موجود چیز کو دیکھنا ممتنع اور محال نہیں ہے اور ہر موجود چیز کو دیکھنا جائز ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: ''لن ترانی'' آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ (الاعراف:۱۴۳) اس کا معنی ہے: آپ مجھے دنیا میں نہیں دیکھ سکتے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۳۵ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا زَکَرِیَّاءُ ابْنُ اَبِیْ زَائِدَةَ عَنِ ابْنِ الْاَشْوَعِ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ مَّسْرُوْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا فَاَیْنَ قَوْلُهٗ ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ○ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی﴾ (النجم:۸۔۹). قَالَتْ ذَاكَ جِبْرِیْلُ کَانَ یَاْتِیْهِ فِیْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ وَاِنَّهٗ اَتَاهُ هٰذِهِ الْمَرَّةَ فِیْ صُوْرَتِهِ الَّتِیْ هِیَ صُوْرَتُهٗ فَسَدَّ الْاُفُقَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریاء بن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از ابن الاشوع از الشعبی از مسروق' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ پھر اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا کیا معنی ہوگا: پھر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے رب سے دو کمانوں کی مقدار نزدیک ہوئے ○ بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ○ (النجم:۹۔۸) حضرت عائشہ نے کہا: یہ جبریل ہیں جو آپ کے پاس ایک مرد کی صورت میں آتے تھے اور بے شک اس مرتبہ وہ اپنی اصلی صورت میں آئے' پس انہوں نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۳۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۳۶ - حَدَّثَنَا مُوْسٰی قَالَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ اللَّیْلَةَ رَجُلَیْنِ اَتَیَانِیْ قَالَا الَّذِیْ یُوْقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ وَاَنَا جِبْرِیْلُ وَهٰذَا مِیْکَائِیْلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی از سمرہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے آج رات خواب دیکھا کہ دو مرد میرے پاس آئے' انہوں نے کہا: جو دوزخ کی آگ بھڑکا رہا تھا' اس کا نام مالک ہے' وہ دوزخ کا داروغہ ہے اور میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۳۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَیْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِکَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ تَابَعَهٗ شُعْبَةُ وَاَبُوْ حَمْزَةَ وَابْنُ دَاوٗدَ وَاَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی حازم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے' پس وہ انکار کرے' پس مرد اس پر غصہ میں رات گزارے تو فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے۔ ابوعوانہ کی متابعت

[اطراف الحدیث: ۵۱۹۳-۵۱۹۴] (صحیح مسلم: ۱۴۳۶ ' الرقم المسلسل: ۳۴۲۸) شعبہ اور ابوحمزہ اور ابن داؤد اور ابومعاویہ نے کی ہے از الاعمش۔

خاوند کا بیوی پر عظیم حق ہے

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ خاوند کا بیوی پر بہت عظیم حق ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی کو یہ حکم دیتا کہ وہ دوسرے کو سجدہ کرے تو بیوی کو یہ حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (سنن ترمذی: ۱۱۵۹' سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۲' سنن دارمی: ۱۴۶۴)

اور اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی ہے:

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی بیوی کو کسی کام کے لیے بلائے تو وہ اس کے پاس فوراً آ جائے خواہ وہ اس وقت تنور پر ہو۔ (سنن ترمذی: ۱۱۶۰' مسند احمد ج ۴ ص ۲۲)

۳۲۳۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ثُمَّ فَتَرَ عَنِّي الْوَحْيُ فَتْرَةً فَبَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِّنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِيْ قِبَلَ السَّمَاءِ فَاِذَا الْمَلَكُ الَّذِيْ جَاءَنِيْ بِحِرَاءٍ قَاعِدٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَجُئِثْتُ مِنْهُ حَتّٰى هَوَيْتُ اِلَى الْاَرْضِ فَجِئْتُ اَهْلِيْ فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُO اِلٰى قَوْلِهٖ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْO﴾ (المدثر: ۱-۵) قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ وَالرِّجْزُ الْاَوْثَانُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے پاس وحی کا آنا رک گیا' پس جس وقت کہ میں جا رہا تھا تو میں نے آسمان سے ایک آواز سنی' پس میں نے آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا تو وہاں پر وہی فرشتہ تھا جو میرے پاس حراء میں آیا تھا' وہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا' میں اس کو دیکھ کر اس قدر خوف زدہ ہو گیا کہ زمین پر گر پڑا' پھر میں اپنے گھر آیا' پس میں نے کہا: مجھے کچھ اُوڑھا دو' مجھے کچھ اُوڑھا دو' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: اے چادر اوڑھنے والے!O (یہ آیت یہاں تک ہے) اور بتوں کو چھوڑے رکھیے O (المدثر: ۵-۱) ابوسلمہ نے کہا: رجز کا معنی بت ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۳۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ لَيْلَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی العالیہ' انہوں نے کہا: ہمیں

أُسْرِيَ بِيْ مُوْسٰى رَجُلًا اٰدَمَ طُوَالًا جَعْدًا كَأَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَاَيْتُ عِيْسٰى رَجُلًا مَّرْبُوْعًا مَّرْبُوْعَ الْخَلْقِ اِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبْطَ الرَّاْسِ وَرَاَيْتُ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِيْ اٰيَاتٍ اَرَاهُنَّ اللّٰهُ اِيَّاهُ ﴿فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ﴾ (السجدہ:۲۳) قَالَ اَنَسٌ وَّاَبُوْبَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْرُسُ الْمَلَائِكَةُ الْمَدِيْنَةَ مِنَ الدَّجَّالِ.

تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چچا نے حدیث بیان کی یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی اس رات میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا' ان کا گندمی رنگ' قد لمبا اور بال گھنگریالے تھے' وہ ایسے لگتے تھے جیسے قبیلہ شنوءہ کا کوئی شخص ہو اور میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا' ان کا درمیانہ قد' درمیانہ جسم' رنگ سرخ و سفید اور سر کے بال سیدھے تھے' اور میں نے مالک کو دیکھا جو دوزخ کے داروغہ ہیں' اور دجال کو بھی دیکھا' یہ ان نشانیوں میں سے ہیں جو اللہ نے مجھے دکھائی تھیں' پس تم ان سے ملاقات کے متعلق کوئی شک اور شبہ نہ کرنا (السجدہ: ۲۳) حضرت انس اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہما نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح روایت کیا ہے کہ فرشتے مدینے کی دجال سے حفاظت کریں گے۔

''ادم'' اور قبیلہ شنوءۃ کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے ''ادم'' کی صفت ذکر کی ہے یہ لفظ ''ادمۃ'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: زمین کا رنگ' اور انسانوں میں اس شخص کو آدم کہتے ہیں جو سخت گندم کے رنگ کی طرح ہو' جو اونٹ سفید رنگ کا ہو اور اس کی سفیدی سیاہی مائل ہو اس کو بھی آدم کہتے ہیں' حضرت آدم علیہ السلام کا بھی گندمی رنگ تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بال گھنگریالے تھے اور دوسری احادیث میں ہے: ان کے بال سیدھے تھے' اور یہ اس پر محمول ہے کہ ان کے بال بالکل سیدھے تھے نہ سخت گھنگریالے تھے۔

اس حدیث میں قبیلہ شنوءۃ کا لفظ ہے' یہ قبیلہ ازد کی ایک شاخ ہے' اس قبیلہ کے لوگ لمبے قد کے ہوتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۰۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۸ - بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ الْجَنَّةِ وَاَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ

جنت کی صفت میں احادیث اور اس کے مخلوق ہونے کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنت پیدا کی جا چکی ہے اور اس وقت موجود ہے' اور اس میں معتزلہ کا ردّ ہے' جنہوں نے کہا ہے کہ جنت کو قیامت کے دن پیدا کیا جائے گا' یعنی ابھی وہ موجود نہیں ہے' اسی طرح انہوں نے دوزخ کے متعلق کہا ہے کہ وہ قیامت کے دن پیدا کی جائے گی' جنت کا معنی ایسا باغ ہے جس میں بہت گھنے اور سائے دار درخت ہوں' اور جنت کے لفظ کا مادہ ''جَنٌّ'' ہے اور جس لفظ میں یہ حروف ہوں' اس میں پوشیدگی کا معنی ہوتا ہے' جنت بھی ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے' اسی سے ''جَنَان'' بنا ہے' اس کا معنی دل ہے جو سینہ میں پوشیدہ ہے' پیٹ کے بچہ کو جنین کہتے ہیں' یہ بھی پیٹ میں پوشیدہ ہوتا ہے' جن بھی ایسی مخلوق ہے جو انسان کی نظر سے پوشیدہ ہے اور جنون بھی دماغ کی پوشیدہ بیماری ہے۔

قَالَ اَبُو الْعَالِیَةِ ﴿مُطَهَّرَةٌ﴾ مِّنَ الْحَیْضِ وَالْبَوْلِ وَالْبُزَاقِ.

ابوالعالیہ نے کہا ہے کہ جنت کو حیض اور پیشاب سے اور تھوک سے مطہر (پاک) رکھا گیا۔

اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَلَهُمْ فِیْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ. (البقرہ:۲۵)

اوران کے لیے جنت میں پاک بیویاں ہوں گی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ منی سے اور بچہ کی پیدائش سے پاک ہوں گی اور وہ گھناؤنی چیزوں سے اور گناہ سے پاک ہوں گی۔

﴿كُلَّمَا رُزِقُوْا﴾ اُتُوْا بِشَیْءٍ ثُمَّ اُتُوْا بِاٰخَرَ ﴿قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ﴾ اُوْتِیْنَا مِنْ قَبْلُ ﴿وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا﴾ (البقرہ:۲۵)

''کلما رزقوا'' اس کا معنی ہے: انہیں ایک چیز (پھل) دی جائے گی' پھر دوسری چیز دی جائے گی' تو وہ کہیں گے: یہ وہی ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا تھا' اوران کو ایک دوسرے سے ملتے جلتے پھل دیئے جائیں گے۔ (البقرہ:۲۵)

اس تعلیق میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا. (البقرہ:۲۵)

جب بھی انہیں جنت سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو وہ کہیں گے: یہ وہی ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا تھا' اوران کو صورت میں ایک جیسے پھل دیئے جائیں گے۔

اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ وہ کہیں گے: یہ وہی پھل ہے جو اس سے پہلے ہمیں دنیا میں دیا گیا تھا اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہ کہیں گے کہ یہ وہی پھل ہے جو ہمیں کل دنیا میں دیا گیا تھا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جنت کے پھل ایک دوسرے کے بہت زیادہ مشابہ ہوں گے۔

یُشْبِهُ بَعْضُهٗ بَعْضًا وَّیَخْتَلِفُ فِی الطُّعُوْمِ.

وہ ایک دوسرے سے صورت میں مشابہ ہوں گے اور ذائقہ میں مختلف ہوں گے۔

اس تعلیق میں درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا. (البقرہ:۲۵)

اوران کو صورت میں ایک جیسے پھل دیئے جائیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ جنت کے پھل رنگ میں اور دیکھنے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے اور ذائقہ میں مشابہ نہیں ہوں گے۔ عکرمہ نے کہا ہے کہ جنت کے پھل دیکھنے میں دنیا کے پھلوں کے مشابہ ہوں گے' مگر جنت کے پھل زیادہ لذیذ ہوں گے اور حضرت ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ جنت کے پھل صرف نام میں دنیا کے پھلوں کے مشابہ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۰۲)

﴿قُطُوْفُهَا﴾ یَقْطِفُوْنَ كَیْفَ شَآءُوْا ﴿دَانِیَةٌ﴾ (الحاقۃ:۲۳) قَرِیْبَةٌ

''قطوفها'' کا معنی ہے: وہ جس طرح چاہیں جنت کے پھلوں کو چن لیں'' دانیة'' کا معنی ہے: قریب۔

اس تعلیق میں درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ○ (الحاقۃ:۲۳)

جنت کے پھلوں کے خوشے جھکے ہوئے ہیں ○

یعنی جنتیوں کے لیے آسانی ہے' وہ جس طرح چاہیں جنت کے پھلوں کو خوشوں سے توڑ لیں۔

﴿الْأَرَآئِكُ﴾ (الکھف:٣١) السُّرُرُ.
"الارائك" کا معنی ٹیک لگانے کی جگہیں۔

اس تعلیق میں درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْأَرَآئِكِ. (الکھف:٣١)
وہ جنت میں مسندوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔

"الاریکه" کا معنی تخت ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ النَّضْرَةُ فِي الْوُجُوْهِ وَالسُّرُوْرُ فِي الْقَلْبِ.
حسن بصری نے کہا ہے کہ "النضرة" کا معنی ہے: چہروں کی تر و تازگی' اور "السرور" کا معنی ہے: دل میں خوشی۔

اس تعلیق میں حسبِ ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًاO (الدھر:١١)
اور انہیں تازگی اور فرحت بخشے گاO

اس آیت سے پہلی آیت اس طرح ہے:

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ. (الدھر:١١)
تو اس دن کی مصیبت سے اللہ انہیں بچالے گا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو اس دن کے ان مصائب سے بچالے گا جن مصائب سے وہ ڈر رہے ہوں گے اور ان کو ایسی نعمتیں عطاء فرمائے گا' جن سے ان کے دلوں میں خوشی ہوگی اور ان نعمتوں کے آثار ان کے چہروں کی تازگی سے ان پر نظر آئیں گے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ. ﴿سَلْسَبِيْلًا﴾ (الانسان:١٨) حَدِيْدَةُ الْجِرْيَةِ.
مجاہد نے کہا کہ "سلسبیل" کا معنی ہے: ایسا چشمہ جو بہت تیزی سے جاری ہوگا۔

اس تعلیق میں درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًاO (الدھر:١٨)
یہ ایک چشمہ ہے جس کو جنت میں سلسبیل کہا جاتا ہےO

اس کو سلسبیل اس لیے کہتے ہیں کہ اس چشمہ کا پانی سلامتی اور سہولت کے ساتھ حلق سے نیچے جائے گا۔

﴿غَوْلٌ﴾ وَجَعُ الْبَطْنِ.
"غول" کا معنی ہے: پیٹ کا درد۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَO (الصّٰفّٰت:٤٧)
نہ اس سے سر چکرائے گا اور نہ وہ اس سے بہکیں گےO

امام بخاری نے "غول" کی تفسیر پیٹ کے درد سے کی ہے' یہ تفسیر از مجاہد از حضرت ابن عباس مروی ہے اور قتادہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد سر کا درد ہے۔

﴿يُنْزَفُوْنَ﴾ (الصافات:٤٧) لَا تَذْهَبُ عُقُوْلُهُمْ.
"ینزفون" کا معنی ہے: ان کی عقلیں زائل نہیں ہوں گی۔

یعنی جنت کی شراب پینے سے ان کی عقلیں زائل نہیں ہوں گی۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ. ﴿دِهَاقًا﴾ (النباء:٣٤) مُمْتَلِئًا.
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "دهاقًا" کا معنی ہے: بھرے ہوئے۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَّكَاْسًا دِهَاقًاO (النباء:٣٤)
اور چھلکتے ہوئے جامO

﴿كَوَاعِبَ﴾ (النباء:٣٣) نَوَاهِدَ.
"کواعب" کا معنی ہے: "نواهد" یعنی وہ جوان لڑکیاں

جن کے پستان اُبھرے ہوئے ہوں۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ○ (النبأ:۳۳) اور نوجوان ہم عمر بیویاں ○

﴿الرَّحِيْقُ﴾ الْخَمْرُ. ''الرحیق'' کا معنی ہے: انگور کی شراب۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

رَحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ○ (المطففين:۲۵) صاف شفاف شراب جس پر مشک کی مہر لگی ہوئی ہو ○

اس آیت میں ''رحیق'' کی تفسیر انگور کی شراب سے کی گئی ہے' یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۰۳)

﴿التَّسْنِيْمُ﴾ يَعْلُوْا شَرَابَ اَهْلِ الْجَنَّةِ. ''تسنیم'' کا معنی ہے: اہل جنت کی شراب کے اوپر جنت کے چشمہ تسنیم کا پانی ہوگا۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ○ (المطففين:۲۷) اور اس شراب میں چشمہ تسنیم کے پانی کی آمیزش ہے ○

﴿خِتَامُهٗ﴾ طِيْنُهٗ ﴿مِسْكٌ﴾ (المطففين:۲۶) ''ختامه'' کا معنی ہے: وہ مشک کی مٹی سے مہر زدہ ہوگی۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ○ (المطففين:۲۵) ان کو صاف شفاف شراب پلائی جائے گی جو مشک سے مہر زدہ ہوگی ○

﴿نَضَّاخَتَانِ﴾ (الرحمٰن:۶۶) فَيَّاضَتَانِ. ''نضاختان'' کا معنی ہے: بہنے والے۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ○ (الرحمٰن:۶۶) ان میں دو بہنے والے چشمے ہیں ○

يُقَالُ ﴿مَوْضُوْنَةٌ﴾ (الواقعہ:۱۵) مَنْسُوْجَةٌ وَّمِنْهُ وَضِيْنُ النَّاقَةِ. ''موضونة'' کا معنی ہے: زر و جواہر سے بنی ہوئی' اور اسی سے ''وطين الناقة'' ماخوذ ہے' یعنی اونٹنی کی بنی ہوئی جھول۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ○ (الواقعہ:۱۵) وہ زر و جواہر کے مرصع تختوں پر ہوں گے ○

وَالْكُوْبُ مَالَا اُذُنَ لَهٗ وَلَا عُرْوَةَ وَالْاَبَارِيْقُ ذَوَاتُ الْاٰذَانِ وَالْعُرَا. اور ''کوب'' کا معنی ہے: جس کا نہ کان ہو نہ کنڈا' اور ''اباریق'' کا معنی ہے: جس کا کان اور کنڈا ہو۔

اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ (الواقعہ:۱۸) سادہ پیالے اور کنڈے والے پیالے۔

﴿عُرُبًا﴾ (الواقعہ:۳۷) مُثَقَّلَةً وَاحِدُهَا عَرُوْبٌ مِثْلُ صَبُوْرٍ وَّصُبُرٍ يُسَمِّيْهَا اَهْلُ مَكَّةَ الْعَرِبَةَ وَاَهْلُ الْمَدِيْنَةِ ''عربا'' ثقیل ہے' اس کا واحد ''عروب'' ہے' جیسے ''صبور'' اور ''صُبر'' ہے' اہل مکہ ''عروب'' کو ''العربة'' کہتے ہیں اور اہل

الْغَنِجَةَ وَاَهْلُ الْعِرَاقِ الشَّكِلَةَ. مدینہ ''غنجه'' کہتے ہیں اور اہل عراق ''شکله'' کہتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًاO عُرُبًا اَتْرَابًاO (الواقعہ:۳۶-۳۷) پس ہم نے ان کو کنواری بنایاO اپنے شوہر سے محبت کرنے والیاں' ہم عمرO

امام بخاری نے ''مشقله'' کہا ہے'اس کا معنی ثقیل ہے'را پر پیش ہے' کیونکہ پیش ثقیل ہوتا ہے اور اگر را پر جزم ہو تو وہ مسکنہ ہے' ''عرب'' کا واحد ''عروب'' ہے جیسے ''صُبر'' کا واحد ''صبور'' ہے' جو عورت متواضع اور منکسر المزاج ہو اس کو ''غنسجه'' کہتے ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿رَوْحٌ﴾ (الواقعہ:۸۹) جَنَّةٌ وَّرَخَاءٌ ﴿وَالرَّيْحَانُ﴾ الرِّزْقُ. مجاہد نے کہا: ''روح'' کا معنی جنت اور فراخی ہے' اور ''ریحان'' کا معنی رزق ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍO (الواقعہ:۸۹) تو اس کے لیے راحت ہے اور پاکیزہ رزق اور آرام کی جنتO

﴿وَالْمَنْضُوْدُ﴾ اَلْمَوْزُ ﴿وَالْمَخْضُوْدُ﴾ الْمُوْقَرُ حَمْلًا وَّيُقَالُ اَيْضًا لَا شَوْكَ لَهٗ. اور ''منضود'' کا معنی کیلے ہیں' اور ''مخضود'' کا معنی ہے: جو پھلوں کے بوجھ سے جھکا ہوا ہو یا وہ بیر کا درخت جس میں کانٹا نہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍO وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍO (الواقعہ:۲۸-۲۹) وہ بے کانٹوں کی بیریوں میں ہوں گےO اور تہ بہ تہ کیلوں میںO

وَالْعُرُبُ الْمُحَبَّبَاتُ اِلٰى اَزْوَاجِهِنَّ. ''العرب'' کا معنی ہے: وہ عورتیں جو اپنے شوہروں کو محبوب ہوں۔

اس کا ذکر الواقعہ:۳۶ میں ہے۔

وَيُقَالُ ﴿مَسْكُوْبٌ﴾ (الواقعہ:۳۱) جَارٍ. ''مسکوب'' کا معنی ہے: بہتا ہوا پانی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَاءٍ مَّسْكُوْبٍO (الواقعہ:۳۱) اور بہتے ہوئے پانی میںO

﴿وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ﴾ (الواقعہ:۳۴) بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ. ''فرش مرفوعه'' کا معنی ہے: اوپر تلے بچھے ہوئے بستر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍO (الواقعہ:۳۴) اور اونچے بچھونوں میںO

﴿لَغْوًا﴾ بَاطِلًا ﴿تَاْثِيْمًا﴾ (الواقعہ:۲۵) كَذِبًا. اور ''لغوا'' کا معنی ہے: بے فائدہ اور گناہ کا معنی ہے:

جھوٹ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا O (الواقعہ:۲۵) وہ جنت میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ گناہ کی باتO

﴿اَفْنَانٌ﴾ (الرحمٰن:٤٨) اَغْصَانٌ. ''افنان'' کا معنی ہے: شاخیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍO (الرحمٰن:۴۸) گھنی شاخوں والی جنتیںO

﴿وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍO﴾ (الرحمٰن:٥٤) مَا يُجْتَنٰى قَرِيْبٌ. ''وجنى الجنتين دان'' کا معنی ہے: جنتوں کے پھل جنتیوں کے قریب ہوں گے، خواہ وہ کھڑے ہوں یا بیٹھے ہوں، ان کے لیے پھلوں کو توڑنا آسان ہوگا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍO (الرحمٰن:۵۴) اور ان دونوں جنتوں کے پھل جھکے ہوئے ہوں گےO

﴿مُدْهَآمَّتَانِ﴾ (الرحمٰن:٦٤) سَوْدَاوَانِ مِنَ الرِّيِّ. ''مدهامتان'' (الرحمٰن:۶۴) گہرے سبز۔

یعنی وہ دونوں باغ گہرے سبز اور سیاہی مائل ہوں گے۔

٣٢٤٠ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ فَاِنَّهٗ يُعْرَضُ عَلَيْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ فَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَمِنْ اَهْلِ النَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث بن سعد نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہو جائے تو اس پر صبح اور شام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ شخص اہل جنت میں سے ہو تو اہل جنت میں سے اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے اور اگر وہ اہل دوزخ میں سے ہو تو اہل دوزخ میں سے اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۳۷۹ میں گزر چکی ہے۔

٣٢٤١ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ زَرِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَاءَ. [اطراف الحدیث: ۵۱۹۸-۶۴۴۹-۶۵۴۶] (صحیح مسلم: ۲۷۳۸، الرقم المسلسل: ۶۸۳۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلم بن زریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی از حضرت عمران بن حصین از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا: میں جنت پر مطلع ہوا تو میں نے دیکھا کہ اکثر اہل جنت فقراء ہیں اور میں دوزخ پر مطلع ہوا تو میں نے دیکھا کہ اکثر اہل دوزخ عورتیں ہیں۔

دوزخ میں عورتوں کی کثرت اور جنت میں فقراء کی کثرت کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

لال کائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن شبلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک فساق ہی اہل دوزخ ہیں' پھر آپ نے فساق کی تفسیر میں فرمایا: وہ عورتیں ہیں' صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ ہماری مائیں' بہنیں اور بیٹیاں نہیں ہیں! آپ نے فرمایا: کیوں نہیں! لیکن جب انہیں کوئی چیز دی جائے تو وہ شکرادا نہیں کرتیں اور جب وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوں تو صبر نہیں کرتیں۔

المہلب نے کہا ہے کہ عورتیں دوزخ کی اس وجہ سے مستحق ہوں گی کہ وہ اپنے خاوند کی نافرمانی کرتی ہیں۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ عورتیں جنت میں کم اس لیے ہوں گی کہ ان پر خواہشات غالب ہیں اور وہ دنیا کی طرف زیادہ مائل ہیں اور وہ دنیا کی زیب و زینت زیادہ اختیار کرتی ہیں اور وہ آخرت کے لیے نیک عمل کم کرتی ہیں اور عبادات سے اعراض کرتی ہیں اور جو شخص ان کو عبادات کی طرف بلائے' اس کا کہنا مشکل سے مانتی ہیں۔

فقراء کے زیادہ جنتی ہونے کا سبب یہ ہے کہ انسان کو مال و دولت کی کثرت گناہوں میں مبتلا کرتی ہے اور جب فقراء کے پاس زیادہ مال نہیں ہوتا تو وہ گناہوں میں مبتلا نہیں ہوتے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس سے فقراء کی فضیلت ظاہر ہوئی تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقر سے پناہ کیوں مانگی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فقر سے پناہ مانگنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے آپ نے مال و دولت کے فتنہ سے پناہ مانگی تھی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جنت میں کوئی شخص کنوارہ نہیں ہوگا اور ہر مرد کی دو بیویاں ہوں گی تو جب جنت میں عورتیں کم ہوں گی اور زیادہ عورتیں دوزخ میں ہوں گی تو پھر یہ کیسے ہوگا؟ حکیم ترمذی وغیرہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے پہلے' زیادہ عورتیں دوزخ میں ہوں گی اور جب آپ ان کی شفاعت فرمادیں گے تو پھر وہ جنت میں زیادہ ہوں گی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۰۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۳۲۴۲ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ قَالَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُنِيْ فِي الْجَنَّةِ فَاِذَا امْرَاَةٌ تَتَوَضَّأُ اِلٰى جَانِبِ قَصْرٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ فَقَالُوْا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهٗ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا فَبَكٰى عُمَرُ وَقَالَ اَعَلَيْكَ اَغَارُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ.

[اطراف الحدیث: ۳۶۸۰-۵۲۲۷-۷۰۲۳-۷۰۲۵] (صحیح مسلم: ۲۳۹۵' الرقم المسلسل: ۶۰۹۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے تو آپ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے آپ کو خواب میں جنت میں دیکھا' پس وہاں ایک عورت ایک محل کی ایک جانب میں وضوء کر رہی تھی' میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے' تو انہوں نے بتایا: یہ حضرت عمر بن الخطاب کا محل ہے تو مجھے ان کی غیرت یاد آئی' پس میں نے واپس پیٹھ پھیری تو حضرت عمر رونے لگے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا میں آپ کے اوپر غیرت کروں گا۔

جنت میں وضوء کرنے کی توجیہ اور غیرت کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ آپ نے جس عورت کو وضوء کرتے ہوئے دیکھا تھا' ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد لغوی وضوء ہو اور وہ عورت محض اپنے حسن کو نکھارنے کے لیے ہاتھ منہ دھو رہی ہو' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے شرعی وضوء مراد ہو۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جنت میں کوئی عمل نہیں ہوگا' نہ وضوء اور نہ کوئی اور عمل' کیونکہ وہ دار الجزاء ہے' دار العمل نہیں ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس عورت کا وضوء کرنا اپنے حسن اور نور میں اضافہ کرنے کے لیے تھا نہ کہ اپنے چہرے سے میل کچیل اور گرد و غبار کو زائل کرنے کے لیے تھا کیونکہ جنت میں میل کچیل نہیں ہوتا۔

علامہ ابن التین نے کہا کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وضوء کرنا ایسا عمل ہے جو جنت کی نعمتوں کی طرف پہنچاتا ہے۔

اس حدیث میں غیرت کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: حمیت' عار اور کسی کو ناپسندیدہ بات پر ملامت کرنا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۳۲۴۳ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عِمْرَانَ الْجَوْنِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ الْاَشْعَرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْمَةُ دُرَّةٌ مُّجَوَّفَةٌ طُوْلُهَا فِي السَّمَاءِ ثَلٰثُوْنَ مِيْلًا فِيْ كُلِّ زَاوِيَةٍ مِّنْهَا لِلْمُؤْمِنِ اَهْلٌ لَا يَرَاهُمُ الْاٰخَرُوْنَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ الصَّمَدِ وَالْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ اَبِي عِمْرَانَ سِتُّوْنَ مِيْلًا.

[طرف الحدیث: ۴۸۷۹] (صحیح مسلم: ۲۸۳۸' الرقم المسلسل: ۷۰۵۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابو عمران الجونی سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے ہیں از ابو بکر بن عبد اللہ بن قیس الاشعری از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جنتیوں کا) خیمہ ایک خول دار موتی ہے جس کی بلندی آسمان تک تیس میل ہے' اس کے ہر کونے پر مؤمن کی ایک بیوی ہوگی جس کو دوسرے نہیں دیکھ سکیں گے۔ ابو عبد الصمد اور حارث بن عبید نے کہا از ابی عمران: ساٹھ میل۔

اس حدیث میں بیوی سے مراد عام ہے' خواہ وہ حور ہو یا اس کی دنیاوی بیوی ہو۔

۳۲۴۴ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ اَعْدَدْتُّ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَالَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ فَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ﴾ (السجدہ: ۱۷).

[اطراف الحدیث: ۴۷۷۹-۴۷۸۰-۷۴۹۸] (صحیح مسلم: ۲۸۲۴' الرقم المسلسل: ۷۰۲۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی بشر کے قلب میں کھٹکی ہیں' پس اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: سو کسی کو معلوم نہیں جو ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے۔ (السجدہ: ۱۷)

جنت کی نعمتوں سے صرف انسان اور بشر ہی لطف اندوز ہو سکتے ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی ہے کہ جنت میں جو نعمتیں عطاء کی جائیں گی' ان کو اس سے پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ وہ نعمتیں اس سے پہلے کسی بشر کے دل میں کھٹکی ہوں گی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں بشر کی تخصیص کیوں کی گئی ہے' یوں کیوں نہیں فرمایا کہ کسی مخلوق نے ان کو نہیں دیکھا ہو گا' نہ کسی کے دل میں ان کا خیال آیا ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونے کی صلاحیت صرف انسان اور بشر میں ہے' جنات اور ملائکہ ان نعمتوں سے لطف اُٹھانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

صالحین کی تخصیص کی توجیہ

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں' اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس ارشاد میں صالحین کے لیے ان نعمتوں کا ذکر ہے اور انبیاء' صدیقین اور شہداء کا ذکر نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء' صدیقین اور شہداء ''صالحین'' میں بہ طریق اولیٰ داخل ہیں' اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کی صفات میں صالحین کا بھی ذکر فرمایا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ O (الانعام:۸۵)

اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس' تمام انبیاء صالحین میں سے ہیں O

جنت کی نعمتوں کو مخفی رکھنے کی توجیہ

جنت کی ہر نعمت کا نمونہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں رکھا ہے تاکہ انسان کا دل جنت کی نعمتوں کی طرف راغب ہو اور جنت کی نعمتوں کو مخفی اس لیے رکھا ہے کہ جب لوگوں کو یہ بتایا جائے گا کہ تم دنیا کی فلاں نعمت میں جو لذت پاتے ہو' اس کے مقابلہ میں جنت کی نعمت کی جو لذت ہے دنیا کی نعمت کی لذت اس سے کوئی نسبت نہیں رکھتی تو پھر انسان اس نعمت کے حصول کی بہت زیادہ کوشش کرے گا' اور بشر اور انسان کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ فرشتوں اور جنات میں ان نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونے کی بالکل صلاحیت نہیں ہے۔

(الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۹۰۔۱۸۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٣٢٤٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ صُوْرَتُهُمْ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَا يَبْصُقُوْنَ فِيْهَا وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ اٰنِيَتُهُمْ فِيْهَا الذَّهَبُ اَمْشَاطُهُمْ مِّنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَجَامِرُهُمُ الْاَلُوَّةُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرٰى مُخُّ سُوْقِهِمَا مِنْ وَّرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام بن منبہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پہلا گروہ جنت میں داخل ہو گا ان کی صورت چودھویں رات کے چاند پر ہو گی' وہ جنت میں نہ تھوکیں گے نہ ناک سے رطوبت نکالیں گے اور نہ پاخانہ کریں گے' جنت میں ان کے برتن سونے اور کے ہوں گے' ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی' ان کی انگیٹھیوں کا

الْحُسْنِ لَا اِخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ قُلُوْبُهُمْ قَلْبٌ وَّاحِدٌ يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا.

[اطراف الحدیث:۳۲۴۶-۳۲۵۴-۳۳۲۷] (صحیح مسلم:۲۸۳۴، الرقم المسلسل:۷۰۴۵، سنن ترمذی:۲۵۳۷، سنن ابن ماجہ:۴۳۳۳)

ایندھن عود ہوگا' ان کے پسینہ میں مشک کی خوشبو ہوگی' اور اہل جنت میں سے ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی' ان کے حسن کا یہ عالم ہوگا کہ ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اوپر سے دکھائی دے گا' ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہوگا اور نہ ان کے دلوں میں بغض ہوگا' ان سب کا دل ایک طرح ہوگا' وہ صبح اور شام اللہ کی تسبیح کریں گے۔

جنت میں بیویوں اور حوروں کی تعداد اور کھانے اور پینے کی تفصیل

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کھائیں گے اور پئیں گے' وہ پاخانہ کریں گے' نہ ناک سے رطوبت نکالیں گے اور نہ پیشاب کریں گے' ان کا طعام ایک ڈکار کی صورت میں خارج ہوگا جس میں مشک کی خوشبو ہوگی اور ان کو تسبیح اور حمد الہام کی جائے گی۔ (صحیح مسلم:۲۸۳۵، الرقم المسلسل:۷۰۴۸)

علامہ عینی نے امام نسائی کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب کے ایک شخص نے آ کر کہا: اے ابوالقاسم! آپ یہ کہتے ہیں کہ اہل جنت کھائیں گے اور پئیں گے' آپ نے فرمایا: ہاں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! ایک جنتی مرد کو جنت میں کھانے' پینے اور جماع کرنے میں سو آدمیوں کی قوت دی جائے گی' اس نے کہا: جو کھاتا اور پیتا ہے اس کو حاجت بھی ہوتی ہے اور جنت میں نجاست نہیں ہوگی! آپ نے فرمایا: ان کو حاجت کے وقت پسینہ آئے گا جو ان کی پوری کھال سے نکلے گا اور اس میں مشک کی خوشبو ہوگی۔ (المعجم الاوسط:۱۷۴۳، المعجم الکبیر:۵۰۰۴، مسند البزار:۳۵۲۲)

اس حدیث میں جو فرمایا ہے: اہل جنت میں سے ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی' اس سے مراد دنیاوی بیویاں ہیں' اور جو جنتی مردوں کو حوریں ملیں گی وہ اس کے علاوہ ہوں گی' ان کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک شخص کی ستر بیویاں ہوں گی' عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا وہ ان کی طاقت رکھے گا؟ آپ نے فرمایا: ان کو سو مردوں کی طاقت دی جائے گی۔ (مسند البزار:۳۵۲۶، سنن ترمذی:۲۵۳۶)

جنت میں تسبیح کرنے کا وقت اور اس کا مکلّف نہ ہونا

اس حدیث میں مذکور ہے: اہل جنت صبح اور شام تسبیح کریں گے' اس کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

یہ تسبیح اہل جنت پر لازم اور واجب نہیں ہوگی' اور نہ وہ اس کے مکلّف ہوں گے' اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی معرفت سے منور ہوں گے اور اس کی محبت سے معمور ہوں گے' اور جس کو کسی سے محبت ہوتی ہے وہ اس کا بہ کثرت ذکر کرتا ہے' اس لیے اہل جنت صبح اور شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ صبح اور شام کا وقت تو سورج کے طلوع اور غروب سے متحقق ہوتا ہے اور جنت میں سورج کا طلوع اور غروب نہیں ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اس سے مقدار مراد ہے' یعنی وقت کی جتنی مقدار میں صبح اور شام کا وقت ہوتا ہے' اتنی مقدار میں وہ تسبیح کرتے رہیں گے اور تسبیح سے روحانی لذت حاصل کرتے رہیں گے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دن اور رات کے بغیر وہ ان وقتوں کو کیسے پہچانیں گے؟ تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ عرش کے نیچے ایک ستارہ معلق ہے' اس کو ایک فرشتہ سکیڑتا ہے اور پھیلاتا

ہے' وہ اس کو پھیلائے گا تو اہل جنت جان لیں گے کہ اس وقت دنیا میں صبح ہوتی تھی اور جب وہ اس کو سکیڑے گا تو اہل جنت جان لیں گے کہ اس وقت دنیا میں شام ہوتی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۴۶- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالَّذِيْنَ عَلٰى اٰثَرِهِمْ كَاَشَدِّ كَوْكَبٍ اِضَاءَةً قُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ لَّا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا يُرٰى مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَّرَاءِ لَحْمِهَا مِنَ الْحُسْنِ يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا لَّا يَسْقَمُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يَبْصُقُوْنَ اٰنِيَتُهُمُ الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ وَاَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَوَقُوْدُ مَجَامِرِهِمُ الْاَلُوَّةُ قَالَ اَبُو الْيَمَانِ يَعْنِي الْعُوْدَ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْاِبْكَارُ اَوَّلُ الْفَجْرِ. وَالْعَشِيُّ مَيْلُ الشَّمْسِ اِلٰى اَنْ اُرَاهُ تَغْرُبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو پہلا گروہ جنت میں داخل ہوگا' اس کی صورت ایسی ہوگی جیسے چودھویں رات کا چاند ہو' اور جو گروہ ان کے بعد داخل ہوگا وہ ایسا ہوگا جیسے بہت روشن ستارہ ہو' سب کے دل ایک مرد کے دل کی طرح ہوں گے' ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہوگا اور نہ اُن میں آپس میں بغض ہوگا' ان میں سے ہر مرد کی دو بیویاں ہوں گی' ان کا حسن ایسا ہوگا کہ ان میں سے ہر ایک کی پنڈلی کے گوشت کے پار سے اس کا مغز دکھائی دے رہا ہوگا' وہ صبح اور شام اللہ کی تسبیح کریں گے' وہ نہ بیمار ہوں گے نہ ناک کی رطوبت نکالیں گے اور نہ تھوکیں گے' ان کے برتن سونے اور چاندی کے ہوں گے اور ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی' ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن الوہ ہوگا' اور ابوالیمان نے کہا: اس سے مراد عود ہے اور ان کا پسینہ مشک ہوگا اور مجاہد نے کہا: ''الابکار'' کا معنی ہے: فجر کا ابتدائی وقت' اور ''العشی'' کا معنی ہے: جب سورج ڈھل جائے' یعنی غروب تک۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۴۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَدْخُلَنَّ مِنْ اُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا اَوْ سَبْعُ مِائَةِ اَلْفٍ لَا يَدْخُلُ اَوَّلُهُمْ حَتّٰى يَدْخُلَ اٰخِرُهُمْ وُجُوْهُهُمْ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ. [اطراف الحدیث: ۶۵۴۳-۶۵۵۴] (صحیح مسلم: ۲۱۹' الرقم المسلسل: ۴۱۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: میری امت میں سے ضرور ستر ہزار یا سات لاکھ (جنت میں) داخل ہوں گے' ان میں سے اوّل گروہ اس وقت تک نہیں داخل ہوگا جب تک کہ آخر نہ داخل ہو جائے' ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے۔

بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہونے والوں کے مصادیق

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے رب نے مجھ سے یہ

وعدہ کیا ہے کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار کو جنت میں داخل فرمائے گا' جن سے کوئی حساب نہیں ہوگا اور نہ ان کو عذاب ہوگا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور میرے رب کے لپوں میں سے تین لپ ہوں گے۔

(سنن ترمذی:۲۴۳۷' سنن ابن ماجہ:۴۲۸۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۱ ص۴۷۱' مسند احمد ج۴ ص۱۶)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نظر لگنے اور زہریلے جانور کے کاٹنے کے سوا اور کسی چیز کے لیے دم کرانا جائز نہیں ہے' میں نے اس بات کا سعید بن جبیر سے ذکر کیا' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے سامنے تمام امتیں پیش کی گئیں اور ایک ایک اور دو دو نبی اور ان کے ساتھ ان کے ماننے والے گزر رہے تھے' اور بعض نبی ایسے بھی تھے کہ ان کے ساتھ ان کا کوئی ماننے والا نہیں تھا' حتیٰ کہ میرے سامنے سے ایک عظیم جماعت گزری' میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ کیا یہ میری امت ہے؟ بتایا گیا: یہ حضرت موسیٰ اور ان کی امت ہے' پھر کہا گیا کہ آپ آسمان کے کناروں کی طرف دیکھیں' تو وہاں ایک بہت بڑی جماعت تھی جس نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا تھا' بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان میں سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے' اس کے بعد آپ اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے' اور آپ نے اس کی تفصیل نہیں بیان کی' پھر لوگ اس کے متعلق بحث کرنے لگے' اور کہنے لگے کہ ہم ہی اللہ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے ہی اس کے رسول کی پیروی کی ہے' سو ہم یا ہماری وہ اولاد جو دین اسلام پر پیدا ہوئی ہے (اس کا مصداق ہیں) کیونکہ ہم زمانۂ جاہلیت میں پیدا ہوئے تھے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو نہ (شرکیہ کلمات سے) دم کرائیں گے نہ بدشگونی کریں گے' اور نہ داغ لگوا کر علاج کرائیں گے اور صرف اپنے رب پر توکل کریں گے' تب عکاشہ بن محصن نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا: کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا: تم پر عکاشہ سبقت کر چکے ہیں۔ (صحیح البخاری:۵۷۰۵)

علامہ بدرالدین عینی نے الکلاباذی کے حوالہ سے اس باب میں یہ حدیث ذکر کی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گم پایا تو میں نے آپ کو تلاش کیا تو آپ اپنے مچان میں نماز پڑھ رہے تھے' میں نے آپ کے سر پر تین انوار دیکھے' جب آپ نماز پڑھ چکے تو آپ نے پوچھا: کون ہے؟ میں نے بتایا: میں عائشہ ہوں! آپ نے پوچھا کہ تم نے انوار دیکھے' آپ نے فرمایا: میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے یہ بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ستر ہزار کو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل کرے گا' پھر دوسرے دن میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے یہ بشارت دی کہ بے شک اللہ تعالیٰ ان ستر ہزار میں سے ہر ایک کی جگہ ستر ہزار بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل کرے گا' پھر تیسرے دن میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے یہ بشارت دی کہ ان ستر ہزار میں سے ہر ایک کی جگہ ستر ہزار کے دو گنے چو گنے بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل فرمائے گا' میں نے عرض کیا: اے میرے رب! میری پوری امت اس عدد کو نہیں پہنچ سکے گی! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ عدد ان اعراب سے مکمل ہو جائے گا جو روزہ رکھتے ہیں نہ نماز پڑھتے ہیں۔

الکلاباذی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ایمان لانے کے تقاضے سے جو احکام ان پر لازم ہیں' ان کو انہوں نے پورا نہیں کیا اور جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا اور آپ کی دعوت کے تقاضے پر عمل کیا' یہ لوگ آپ کی امتِ اجابت اور اتباع ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۵ ص۲۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

۳۲۴۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُبَّةُ سُنْدُسٍ وَّكَانَ يَنْهٰى عَنِ الْحَرِيْرِ فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْهَا فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ اَحْسَنُ مِنْ هٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از قتادہ انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سندس (ایک قسم کا ریشم) کا جبہ ہدیہ کیا گیا اور آپ ریشم پہننے سے منع فرماتے تھے پس لوگوں کو اس ریشمی جبہ سے بہت تعجب ہوا تو آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! (حضرت) سعد بن معاذ کے جنت میں رومال اس سے زیادہ حسین ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۱۵ میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث میں ہدیہ قبول کرنے کا ثبوت ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں جنت کا ذکر ہے۔

۳۲۴۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبٍ مِّنْ حَرِيْرٍ فَجَعَلُوْا يَعْجَبُوْنَ مِنْ حُسْنِهٖ وَلِيْنِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ اَفْضَلُ مِنْ هٰذَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے ابو اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ریشم کا ایک کپڑا لایا گیا تو صحابہ اس کے حُسن اور اس کی ملائمت پر تعجب کر رہے تھے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے افضل ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۰۲ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۵۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد ساعدی' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں چابک جتنی جگہ بھی دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۵۱ - حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں روح بن عبدالمؤمن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں

قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَّا يَقْطَعُهَا. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے' ایک سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے' تب بھی اس سائے کو منقطع نہیں کر سکے گا۔

۳۲۵۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ سَنَةٍ وَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ ﴿وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾ (الواقعہ: ۳۰)۔ [طرف الحدیث: ۴۸۸۱]
(صحیح مسلم: ۲۸۲۶' الرقم المسلسل: ۷۰۳۰' سنن ترمذی: ۲۵۳۱' سنن ابن ماجہ: ۴۳۳۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہلال بن علی نے حدیث بیان کی از عبد الرحمٰن بن ابی عمرۃ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: بے شک جنت میں ایک درخت ہے' ایک سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے گا اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: اور پھیلے ہوئے لمبے سائے میں O (الواقعہ: ۳۰)

۳۲۵۳- وَلَقَابُ قَوْسِ أَحَدِكُمْ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ أَوْ تَغْرُبُ.

اور ضرور تم میں سے کسی ایک کے لیے جنت میں کمان جتنی جگہ ان سب چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے۔

جنت کے درخت کا نام اور جنت کے سائے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی متوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جس درخت کا ذکر فرمایا ہے اس کو طوبیٰ کہا جاتا ہے۔

علامہ ابن عبد البر نے حضرت عتبہ بن عبد السلمی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: درخت طوبیٰ' اخروٹ کے درخت کے مشابہ ہے' ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! اس کی جڑ کتنی بڑی ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر تم اونٹ پر سوار ہو تو وہ اونٹ چلتے چلتے بوڑھا ہو جائے اور تم اس کی جڑ کا احاطہ نہیں کر سکو گے' اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ طوبیٰ جنت کا ایک درخت ہے' جس کی شاخیں جنت کے ہر گھر میں ہیں' اور خوب صورت پھل اس درخت میں ہیں اور ہر حسین پرندہ اس درخت پر بیٹھا ہے۔

اس حدیث میں اس درخت کے سائے کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: اس درخت کی راحتیں اور اس کی نعمتیں' اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہے: اس درخت کا گھر اور اس کی سمت' کیونکہ سایا سورج کی حرارت' اس کی تمازت اور اس کی اذیت سے بچاتا ہے' اور جنت میں سورج نہیں ہے' وہاں تو پے در پے انوار ہیں' جن کی کوئی حرارت اور تمازت نہیں ہے' بلکہ وہاں پر تو پے در پے نعمتیں ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۱۶' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۵۴- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی'

اَبِیْ عَمْرَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰی صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالَّذِيْنَ عَلٰی اٰثَارِهِمْ كَاَحْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّیٍّ فِی السَّمَاءِ اِضَاءَةً قُلُوْبُهُمْ عَلٰی قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ لَّا تَبَاغُضَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَحَاسُدَ لِكُلِّ امْرِئٍ زَوْجَتَانِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ يُرٰی مُخُّ سُوْقِهِنَّ مِنْ وَّرَاءِ الْعَظْمِ وَاللَّحْمِ.

انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از بلال از عبدالرحمٰن بن ابی عمرۃ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: جو پہلا گروہ جنت میں داخل ہوگا' اس کی صورت ایسی ہو گی جیسے چودھویں رات کا چاند ہو' اور جو لوگ ان کے بعد داخل ہوں گے وہ ایسے ہوں گے جیسے آسمان میں سب سے زیادہ حسین اور روشن ستارہ ہو' ان لوگوں کے دل ایک مرد کے دل کی طرح ہوں گے' ان میں آپس میں بغض نہیں ہوگا اور نہ حسد ہوگا اور ہر مرد کے لیے بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے دو بیویاں ہوں گی' ان کی پنڈلی کی ہڈی اور گوشت کے پیچھے سے ان کا مغز دکھائی دے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۴۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۵۵ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ عَدِیُّ بْنُ ثَابِتٍ اَخْبَرَنِیْ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ قَالَ اِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِی الْجَنَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم: جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو آپ نے فرمایا: ان کے لیے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۸۲ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۵۶ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يَتَرَاءَوْنَ اَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا يَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّیَّ الْغَابِرَ فِی الْاُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ اَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تِلْكَ مَنَازِلُ الْاَنْبِيَاءِ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ قَالَ بَلٰی وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِيْنَ.

[طرف الحدیث: ۶۵۵۶] (صحیح مسلم: ۲۸۳۱' الرقم المسلسل: ۷۰۳۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے مالک بن انس نے حدیث بیان کی از صفوان بن سلیم از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اہل جنت اپنے بالا خانے والوں کو اوپر اس طرح دیکھیں گے جیسے صبح کے وقت اس چمک دار ستارے کو دیکھتے ہیں جو آسمان کے مشرقی یا مغربی کنارے میں غروب ہو گیا ہو' وہ ستارہ ایک دوسرے سے افضل ہوگا۔ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ تو انبیاء علیہم السلام کے درجات ہیں جہاں ان کے سوا اور کوئی شخص نہیں جا سکے گا؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں جا سکے گا! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی (وہ جا سکیں گے)۔

اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اس طرح ایمان لائے جو ایمان لانے کا حق ہے اور انہوں نے رسولوں کی اس طرح تصدیق کی جو تصدیق کرنے کا حق ہے' سو وہ لوگ ان بلند درجات میں ہوں گے' ورنہ ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرے' وہ نفس جنت میں داخل ہوگا۔

٩ - بَابُ صِفَةِ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ — جنت کے دروازوں کی صفت

جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور ان کی مختلف صفات ہیں' جیسے ایک دروازہ ریّان ہے' اس دروازہ سے صرف روزہ دار گزریں گے' اس دروازہ کے اندر ایک دریا ہے' روزے دار اس سے پانی پی کر سیراب ہو جائیں گے' پھر ان کو کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الْجَنَّةِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے (اللہ کی راہ میں) کسی چیز کا ایک جوڑا خرچ کیا' اس کو جنت کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' کتاب الصیام' صحیح البخاری: ۱۸۹۷' میں مذکور ہے اور کتاب الجہاد میں صحیح البخاری: ۲۸۴۱ میں بھی مذکور ہے۔

فِيْهِ عُبَادَةُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور اس باب میں حضرت عبادہ بن الصامت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے۔

اس تعلیق سے درج ذیل حدیث کی طرف اشارہ ہے:

حضرت عبادہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے یہ شہادت دی کہ اللہ واحد عبادت کا مستحق ہے' اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور حضرت عیسیٰ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جس کو اس نے حضرت مریم کی طرف ڈالا تھا اور اس کی پسندیدہ روح ہیں اور (اس نے شہادت دی) کہ جنت حق ہے اور نار حق ہے' اللہ اس کو اس کے عمل کے اعتبار سے جنت میں داخل فرما دے گا' اور جنادہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ وہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس دروازہ سے چاہے گا' داخل ہو جائے گا۔ (صحیح البخاری: ۳۴۳۵)

۳۲۵۷ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِیْ مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِی الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةَ اَبْوَابٍ فِيْهَا بَابٌ يُّسَمَّی الرَّيَّانَ لَا يَدْخُلُهٗ اِلَّا الصَّائِمُوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن مطرف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابو حازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جنت میں آٹھ دروازے ہیں' ان میں سے ایک دروازہ کا نام الریان ہے' اس میں سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۹۶ میں گزر چکی ہے۔

١٠ - بَابُ صِفَةِ النَّارِ وَاَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ — دوزخ کی صفت کا بیان اور یہ کہ وہ پیدا کی جا چکی ہے

اس باب میں دوزخ کی صفات کا ذکر ہے اور اس کا بیان ہے کہ وہ پیدا کی جا چکی ہے اور موجود ہے اور اس میں معتزلہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ جنت اور دوزخ اب موجود نہیں ہیں اور جزاء اور سزا کے دن ان کو پیدا کیا جائے گا حالانکہ اس قول سے متعدد آیات اور

احادیث کا انکار لازم آتا ہے۔

﴿وَغَسَّاقًا﴾ (النبأ:۲۵) يُقَالُ غَسَقَتْ عَيْنُهُ وَيَغْسِقُ الْجُرْحُ وَكَأَنَّ الْغَسَاقَ وَالْغَسَقَ وَاحِدٌ.

(النبأ:۲۵) میں "غساق" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: پیپ اور خون کہا جاتا ہے: "غسقت عینه" یعنی اس کی آنکھ بہہ رہی ہے اور "یغسق الجرح" یعنی اس کا زخم بہہ رہا ہے اور "غساق" اور "غسق" کا معنی واحد ہے۔

اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

اِلَّا حَمِيمًا وَّغَسَّاقًا O (النبأ:۲۵)

(وہ دوزخ میں کوئی چیز نہیں چکھیں گے) سوائے کھولتے ہوئے پانی اور (زخموں کی) پیپ کے۔

ابن درید نے کہا ہے کہ دوزخیوں کی پیپ ایک حوض میں جمع کی جائے گی اور دوزخی اس سے پئیں گے۔

﴿غِسْلِيْنَ﴾ (الحاقۃ:۳۶) كُلُّ شَيْءٍ غَسَلْتَهُ فَخَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ فَهُوَ غِسْلِيْنٌ فِعْلِيْنٌ مِّنَ الْغَسْلِ مِنَ الْجُرْحِ وَالدَّبَرِ.

(الحاقۃ:۳۶) میں "غسلین" کا لفظ ہے یہ فعلین کے وزن پر ہے اس کا معنی ہے: دھوون کسی چیز کو دھونے سے جو پانی نکلتا ہے خواہ (انسان کے) زخم کو دھونے سے پانی نکلے یا دَبَر کو دھونے سے یعنی اونٹ کے زخم کے دھونے سے۔

اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ O (الحاقۃ:۳۶)

اور نہ کوئی طعام ہے سوائے دوزخیوں کی پیپ کے O

امام بخاری نے اس تعلیق میں فعلین کا لفظ ذکر کیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ "غسلین" فعلین کے وزن پر ہے اور اس میں یاء اور نون زائد ہیں۔ اور دبر کا لفظ ذکر کیا ہے اس کا معنی ہے: اونٹ کا زخم۔ خلاصہ یہ ہے کہ دوزخیوں کو زخموں کے دھوون سے پلایا جائے گا۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ ﴿حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ (الانبیاء:۹۸) حَطَبٌ بِالْحَبَشِيَّةِ وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿حَاصِبًا﴾ (الاسراء:۶۸) الرِّيْحُ الْعَاصِفُ. وَالْحَاصِبُ مَا تَرْمِي بِهِ الرِّيْحُ وَمِنْهُ حَصَبُ جَهَنَّمَ يُرْمٰى بِهٖ فِي جَهَنَّمَ هُمْ حَصَبُهَا وَيُقَالُ حَصَبَ فِي الْاَرْضِ ذَهَبَ. وَالْحَصَبُ مُشْتَقٌّ مِّنْ حَصْبَاءِ الْحِجَارَةِ.

(الانبیاء:۹۸) میں "حصب جهنم" کا لفظ ہے اس کا معنی حبشی زبان میں لکڑیاں ہیں دوسروں نے کہا: (بنی اسرائیل:۶۸) میں "حاصبا" کا لفظ ہے اس کا معنی تند و تیز ہوا اور آندھی ہے اور "حاصب" اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس کو ہوا اُڑا کر لائے اور اسی سے "حصب جهنم" بھی ماخوذ ہے یعنی وہ ایندھن جس کو جہنم میں ڈالا جائے یعنی ان کو دوزخ میں جھونکا جائے گا اور وہ اس کا ایندھن بنیں گے اور "حصب فی الارض" کا معنی ہے: زمین میں دھنس گیا اور "حصب" کا لفظ "حصباء الحجارة" سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: کنکریاں۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی حاتم نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے ابن عرفۃ نے کہا: یہ لفظ (حصب) اصل میں حبشی زبان کا لفظ ہے عرب لوگوں نے اس کو سن کر بولنا شروع کر دیا تو یہ عربی ہو گیا ورنہ قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ نہیں ہیں اور خلیل نے کہا کہ

''حصب'' جلانے والی لکڑیوں کو کہتے ہیں۔

عکرمہ کے غیر نے کہا: ''حاصب'' کا معنی آندھی ہے' قرآن مجید میں ہے:

اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا. (بنی اسرائیل:۶۸) یا وہ تم پر پتھر برسا دے۔

ہوا جن کنکریوں کو برسائے اس کو ''حاصب'' کہتے ہیں' اس لحاظ سے ''حاصب'' کا معنی ہے: پھینکی ہوئی چیز اور دوزخیوں کو جہنم میں جھونکا جائے گا' اس اعتبار سے وہ ''حصب'' ہیں۔

﴿صَدِیْدٌ﴾ (ابراہیم:۱۶) قَیْحٌ وَّدَمٌ. ''صدید'' کا معنی ہے: پیپ اور خون۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَیُسْقٰی مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍO (ابراہیم:۱۶) اور ان کو پیپ کا پانی پلایا جائے گاO

﴿خَبَتْ﴾ (الاسراء:۹۷) طَفِئَتْ. ''خبت'' کا معنی ہے: بجھ گئی۔

اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

كُلَّمَا خَبَتْ. (بنی اسرائیل:۹۷) جب بھی وہ آگ بجھنے کے قریب ہوگی۔

﴿تُوْرُوْنَ﴾ (الواقعہ:۷۱) تَسْتَخْرِجُوْنَ اَوْرَیْتُ اَوْقَدْتُّ. ''تورون'' کا معنی ہے: تم جلاتے ہو' اور ''وریتُ'' کا معنی ہے: میں نے جلایا۔

اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَO (الواقعہ:۷۱) ذرا بتاؤ تو وہ آگ جسے تم روشن کرتے ہوO

﴿لِلْمُقْوِیْنَ﴾ (الواقعہ:۷۳) لِلْمُسَافِرِیْنَ وَالْقِیُّ الْقَفْرُ. ''المقوین'' کا معنی ہے: مسافرین' اور ''القی'' کا معنی ہے: ویران زمین۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِیْنَO (الواقعہ:۷۳) ہم نے اسے نصیحت بنایا اور مسافروں کے لیے فائدہ کی چیزO

امام بخاری نے ''مقوین'' کی تفسیر ''مسافرین'' سے کی ہے اور ''مقوین''، ''اقوی الرجل'' سے ماخوذ ہے' یہ اس وقت کہا جاتا ہے: جب کوئی شخص ویران جگہ پر ٹھہرے' اور ''القیّ'' اس جگہ کو کہتے ہیں: جہاں پر سبزہ ہو نہ پانی۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿صِرَاطِ الْجَحِیْمِ﴾ (الصافات:۲۳) سَوَاءُ الْجَحِیْمِ وَوَسَطُ الْجَحِیْمِ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ''صراط الجحیم'' کی تفسیر میں فرمایا: دوزخ کا درمیانی حصہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاهْدُوْهُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِO (الصّٰفّٰت:۲۳) پھر ان سب کو دوزخ کے راستہ پر لے چلوO

﴿لَشَوْبًا مِّنْ حَمِیْمٍ﴾ (الصافات:۶۷) یُخْلَطُ طَعَامُهُمْ وَیُسَاطُ بِالْحَمِیْمِ. ''لشوبا من حمیم'' کا معنی ہے کہ دوزخیوں کے طعام میں کھولتا ہوا پانی ملایا جائے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ O (الصّٰفّٰت:٦٧) پھر بے شک ان کے لیے اس پر (پیپ کا) ملا ہوا پانی ہوگاO

اس تعلیق میں ''شوب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ملانا اور اس میں ''یساط'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ملایا جائے گا۔

﴿زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ﴾ (ھود:١٠٦) صَوْتٌ شَدِيْدٌ وَّصَوْتٌ ضَعِيْفٌ. ''زفیر'' اور ''شھیق'' کا معنی ہے: سخت آواز سے رونا اور آہستہ آواز سے رونا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ O (ھود:١٠٦) بد بخت لوگ دوزخ میں ہوں گے' وہاں ان کا چیخنا اور چلّانا ہوگاO

ابو العالیہ نے کہا: ''زفیر'' وہ آواز ہے جو حلق سے نکلتی ہے اور ''شھیق'' وہ آواز ہے جو سینہ سے نکلتی ہے' قتادہ نے کہا: گدھے کی ابتدائی آواز کو ''زفیر'' کہتے ہیں اور اس کی آخری آواز کو ''شھیق'' کہتے ہیں۔

﴿وِرْدًا﴾ (مریم:٨٦) عِطَاشًا. ''وردًا'' کا معنی ہے: پیاسے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا O (مریم:٨٦) اور ہم مجرموں کو دوزخ کی طرف ہانک کر لے جائیں گے جس حال میں وہ پیاسے ہوں گےO

امام بخاری نے ''وردًا'' کی تفسیر پیاسوں کے ساتھ کی ہے اور اہل لغت نے کہا ہے کہ ''وردًا'' ان لوگوں کو کہتے ہیں جو پانی کے گھاٹ پر آئیں' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جو لوگ پانی کے گھاٹ پر آئیں' وہ پیاسے کیسے ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پانی کے گھاٹ پر آنا پانی پینے کو مستلزم نہیں ہے۔

﴿غَيًّا﴾ (مریم:٥٩) خُسْرَانًا. ''غیًا'' کا معنی ہے: نقصان۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا O (مریم:٥٩) سو عنقریب وہ غی (کے گڑھے) میں پہنچیں گےO

امام بخاری نے ''غی'' کی تفسیر نقصان کے ساتھ کی ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ''الغی'' جہنم میں ایک وادی ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ عنقریب ''غی'' کی گرمی کو پائیں گے' ان سے یہ بھی مروی ہے کہ جہنم میں ایک گڑھا ہے' جس کو ''غی'' کہتے ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿يُسْجَرُوْنَ﴾ (الغافر:٧٢) تُوْقَدُ بِهِمُ النَّارُ. اور مجاہد نے کہا ہے کہ ''یسجرون'' کا معنی ہے: وہ آگ کا ایندھن بنیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ O (المؤمن:٧٢) پھر ان کو بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گاO

امام بخاری نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ ان کو آگ کا ایندھن بنایا جائے گا۔

﴿وَنُحَاسٌ﴾ (الرحمٰن:٣٥) الصُّفْرُ يُصَبُّ عَلٰى رُءُوْسِهِمْ. اور ''نحاس'' کا معنی ہے: پگھلا ہوا پیتل' جو ان کے سروں کے اوپر انڈیلا جائے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ○ (الرحمٰن:۳۵)

قیامت کے دن آگ کا خالص شعلہ اور نرا کالا دھواں تم پر چھوڑا جائے گا سو تم اس کو دفع نہ کر سکو گے○

امام سعید بن منصور نے اس آیت کی تفسیر میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ''نحاس'' کا معنی ہے: پگھلا ہوا پیتل جس کو دوزخ میں کافروں کے سروں پر انڈیلا جائے گا۔

﴿ذُوْقُوْا﴾ (الحج:۲۲) بَاشِرُوْا وَجَرِّبُوْا. وَلَيْسَ هٰذَا مِنْ ذَوْقِ الْفَمِ.

''ذوقوا'' کا معنی ہے: جھیلو اور برتو' اس سے مراد منہ سے چکھنا نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ○ (الحج:۲۲)

(اور ان سے کہا جائے گا:) آگ کا عذاب چکھو○

امام بخاری نے ''باشروا'' کا لفظ لکھ کر یہ بتایا ہے کہ یہاں ''ذوقوا'' کا معنی برداشت کرنا اور تجربہ کرنا ہے' منہ سے چکھنا نہیں ہے۔

﴿مَارِجٌ﴾ (الرحمٰن:۱۵) خَالِصٌ مِّنَ النَّارِ. مَرَجَ الْاَمِيْرُ رَعِيَّتَهٗ اِذَا خَلَّاهُمْ يَعْدُوْا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ﴿مَرِيْجٍ﴾ (ق:۵) مُلْتَبِسٌ. مَرِجَ اَمْرُ النَّاسِ اِخْتَلَطَ ﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ﴾ (الرحمٰن:۱۹) مَرَجْتَ دَابَّتَكَ تَرَكْتَهَا.

• ''مارج'' کا معنی ہے: خالص آگ' عرب کہتے ہیں: ''مرج الامیر رعیته'' بادشاہ نے اپنی رعایا کو چھوڑ دیا تو وہ ایک دوسرے پر ظلم کر رہے ہیں' ''مریج'' کا معنی ہے: مشتبہ۔ عرب کہتے ہیں: ''مرج امر الناس'' لوگوں کا معاملہ مختلط ہو گیا' ''مرج البحرین'' یہ ''مرجت دابتك'' سے ماخوذ ہے' یعنی تو نے اپنا جانور چھوڑ دیا۔

''مارج'' کا لفظ قرآن مجید کی درج ذیل آیت میں ہے:

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ○ (الرحمٰن:۱۵)

اور جنات کو خالص آگ کے شعلے سے پیدا کیا○

''مریج'' کا لفظ اس آیت میں ہے:

فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ○ (ق:۵)

سو اب تک وہ اُلجھن میں پڑے ہوئے ہیں○

''مرج'' کا لفظ اس آیت میں ہے:

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ○ (الرحمٰن:۱۹)

اس نے دو سمندر بہا دیے جو ملتے ہیں○

ان تمام تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۲۴۔۲۲۰ سے ماخوذ ہے۔

۳۲۵۸- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّهَاجِرٍ اَبِى الْحَسَنِ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ ابْنَ وَهْبٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ سَفَرٍ فَقَالَ اَبْرِدْ ثُمَّ قَالَ اَبْرِدْ حَتّٰى فَاءَ الْفَيْءُ يَعْنِىْ لِلتُّلُوْلِ ثُمَّ قَالَ اَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از مہاجر ابوالحسن' انہوں نے کہا: میں نے زید بن وہب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے' آپ نے فرمایا: ٹھنڈا کرو' پھر فرمایا: ٹھنڈا کرو حتیٰ کہ سایا ٹیلوں کے نیچے سے ڈھل گیا' پھر فرمایا: نماز کو

ٹھنڈا کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہوتی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۳۵ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں دوزخ کا ذکر ہے۔

۳۲۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ذکوان از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہوتی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۳۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۶۰ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ يَا رَبِّ اَكَلَ بَعْضِيْ بَعْضًا فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ فَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ فِي الْحَرِّ وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا کہ مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی کہ اے میرے رب! میرے بعض اجزاء بعض کو کھا گئے ہیں تو اللہ نے اس کو دو مرتبہ سانس لینے کی اجازت دی ایک مرتبہ سردی میں سانس لینے کی اور دوسری بار گرمی میں سانس لینے کی، پس یہ وہ ہے جو تم گرمی میں سب سے زیادہ شدت پاتے ہو اور سب سے زیادہ سردی میں شدت پاتے ہو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۵۳۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۶۱ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ هُوَ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ قَالَ كُنْتُ اُجَالِسُ ابْنَ عَبَّاسٍ بِمَكَّةَ فَاَخَذَتْنِي الْحُمّٰى فَقَالَ اَبْرِدْهَا عَنْكَ بِمَاءِ زَمْزَمَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ اَوْ قَالَ بِمَاءِ زَمْزَمَ شَكَّ هَمَّامٌ. (صحیح مسلم: ۲۲۱۰، الرقم المسلسل: ۵۶۴۸، سنن ترمذی: ۲۰۷۴، سنن ابن ماجہ: ۳۴۷۲، مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعامر نے حدیث بیان کی وہ العقدی ہے انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از ابی جمرۃ الضبعی وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا پس مجھے بخار چڑھ گیا تو انہوں نے کہا: اس بخار کو تم زمزم کے پانی سے ٹھنڈا کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بخار جہنم کے جوش سے چڑھتا ہے سو تم اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو یا فرمایا: زمزم کے پانی سے۔ ہمام کو شک ہے۔

۳۲۶۲ - حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن عباس نے حدیث

الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْحُمّٰى مِنْ فَوْرِ جَهَنَّمَ فَابْرِدُوْهَا عَنْكُمْ بِالْمَاءِ. [طرف الحدیث:٥٧٢٦] (صحیح مسلم:٢٢١٢، الرقم المسلسل: ٥٦٥٢، سنن ترمذی:٢٠٧٣، سنن ابن ماجہ:٣٤٧٣)

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از والد خود از عبایہ بن رفاعۃ انہوں نے کہا: مجھے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بخار جہنم کے جوش سے ہے پس تم اپنے آپ سے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

٣٢٦٣ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَابْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ.

(صحیح مسلم:٢٢١٠، الرقم المسلسل:٥٦٤٨، سنن ابن ماجہ:٣٤٧١)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: بخار جہنم کے جوش سے ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

٣٢٦٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَابْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ. [طرف الحدیث:٥٧٢٣] (صحیح مسلم:٢٢٠٩، الرقم المسلسل:٥٦٤٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبید اللہ انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: بخار جہنم کے جوش سے ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

٣٢٦٥ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَارُكُمْ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا مِّنْ نَّارِ جَهَنَّمَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً قَالَ فُضِّلَتْ عَلَيْهَا بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّيْنَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا.

(صحیح مسلم:٢٨٤٣، الرقم المسلسل:٧٠٥٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری (دنیا کی) آگ دوزخ کی آگ کا سترواں حصہ ہے کہا گیا: یا رسول اللہ! اگر (دنیا جتنی بھی ہوتی تو کفار کے لیے) کافی تھی؟ آپ نے فرمایا: وہ دنیا کی آگ پر انہتر درجہ زائد ہے ہر درجہ میں دنیا کی آگ کی مثل گرمی ہے۔

دوزخ کی آگ کی کیفیت اور جنت ودوزخ کا محل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری یہ آگ جس کو بنو آدم جلاتے ہیں وہ جہنم کی آگ کی گرمی کا سترواں حصہ ہے مسلمانوں نے کہا: اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! اگر یہ آگ بھی ہوتی تو کافی ہوتی آپ نے فرمایا: جہنم کی آگ دنیا کی آگ پر انہتر درجہ زائد ہے اس کا ہر درجہ دنیا کی آگ کی مثل ہے۔ (مصنف عبدالرزاق:٢٠٨٩٧، مسند احمد ج ٢ ص ٣١٣)

اس کا بیان یہ ہے کہ اگر تمام دنیا کی لکڑیوں کو جلایا جائے تو یہ آگ دوزخ کی آگ کا سترواں حصہ ہوگی۔

امام ابن المبارک نے از معمر از محمد بن المنذر روایت کیا ہے کہ جب دوزخ کو پیدا کیا گیا تو فرشتے خوف زدہ ہو گئے اور ان کے دلوں پر گھبراہٹ طاری ہو گئی اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو وہ پر سکون ہو گئے اور میمون بن مہران نے کہا: جب اللہ نے دوزخ کو پیدا کیا تو اس نے ایک زبردست چیخ ماری اور سات آسمانوں اور زمینوں میں جو بھی فرشتہ تھا' وہ سجدہ میں گر گیا' تب ان سے رب تعالیٰ نے فرمایا: تم اپنے سروں کو اٹھاؤ' کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں نے تم کو عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور دوزخ کو نافرمانوں کے لیے پیدا کیا ہے' پھر فرشتوں نے کہا: اے ہمارے رب! جب تک ہم اہل جہنم کو دیکھ نہ لیں' ہم مطمئن نہیں ہوں گے' اس کے مصداق یہ آیت ہے:

هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ○ (المؤمنون:۵۷) وہ اپنے رب کے خوف سے کانپتے رہتے ہیں○

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک سمندر کے نیچے آگ ہے' حضرت عبداللہ نے کہا: سمندر جہنم کا ایک طبقہ ہے' اس حدیث کو علامہ ابن عبد البر نے روایت کیا ہے اور اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن النقیب نے ''یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ'' (ابراہیم:۴۸) (جس دن زمین تبدیل کر دی جائے گی) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ زمین کو جہنم بنا دیا جائے گا اور آسمانوں کو جنت۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۶۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعَ عَطَاءً يُّخْبِرُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلٰى عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ عَلَى الْمِنْبَرِ ﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ﴾ (الزخرف:۷۷).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے کہا کہ انہوں نے عطاء سے سنا' وہ صفوان بن یعلیٰ سے خبر دیتے تھے از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر پڑھ رہے تھے: اور انہوں نے نداء کی: اے مالک! (الزخرف:۷۷)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۳۰ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۶۷ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ قِيْلَ لِاُسَامَةَ لَوْ اَتَيْتَ فُلَانًا فَكَلَّمْتَهٗ قَالَ اِنَّكُمْ لَتَرَوْنَ اَنِّيْ لَا اُكَلِّمُهٗ اِلَّا اُسْمِعُكُمْ اِنِّيْ اُكَلِّمُهٗ فِي السِّرِّ دُوْنَ اَنْ اَفْتَحَ بَابًا لَّا اَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ فَتَحَهٗ وَلَا اَقُوْلُ لِرَجُلٍ اَنْ كَانَ عَلَيَّ اَمِيْرًا اِنَّهٗ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ شَيْءٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا وَمَا سَمِعْتَهٗ يَقُوْلُ قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُهٗ فِي النَّارِ فَيَدُوْرُ كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ اَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ اَيْ فُلَانُ مَا شَاْنُكَ اَلَيْسَ كُنْتَ تَاْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ كُنْتُ اٰمُرُكُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی وائل' انہوں نے کہا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کہا گیا: اگر آپ فلاں شخص (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے پاس جا کر بات کریں (تو بہت اچھا ہو' تاکہ وہ باغیوں کی شورش دبائیں)' انہوں نے کہا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں صرف تمہیں سنانے کے لیے ہی ان سے بات کرتا ہوں! میں ان سے تنہائی میں بھی اسی طرح بات کرتا ہوں' میں فساد کا دروازہ نہیں کھولتا' اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ میں سب سے پہلے فساد کا دروازہ کھولوں اور میں کسی شخص سے یہ نہیں کہتا خواہ وہ میرا امیر ہو کہ وہ سب لوگوں سے افضل ہے' جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سنی ہے' لوگوں نے پوچھا:

بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِیْهِ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاٰتِیْهِ رَوَاهُ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ.

[طرف الحدیث:۷۰۹۸] (صحیح مسلم:۲۹۸۹ الرقم المسلسل:۷۳۷۷)

آپ نے رسول اللہ ﷺ سے کون سی حدیث سنی ہے؟ حضرت اسامہ نے کہا: میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ایک شخص کو دوزخ میں جھونکا جائے گا' اس کی آنتیں آگ میں باہر نکل آئیں گی اور وہ شخص آگ میں اس طرح گردش کرے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد گردش کرتا ہے' پس اہل جہنم اس کے گرد جمع ہو کر اس سے پوچھیں گے: اے فلاں شخص! تم دوزخ میں کیسے ڈالے گئے' کیا تم ہمیں نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے اور بُرائی سے نہیں روکتے تھے؟ وہ کہے گا: میں تم کو نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نیک کام نہیں کرتا تھا اور میں تم کو بُرائی سے روکتا تھا اور خود بُرے کام کرتا تھا۔ اس حدیث کو غندر نے از شعبہ از الاعمش روایت کیا ہے۔

حاکم کو نیک مشورہ دینا اور جابر حاکم کے سامنے کلمہ حق بلند کرنے کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بات کی۔

علامہ کرمانی نے کہا کہ لوگوں میں جو فتنہ پیدا ہو گیا تھا اور حضرت عثمان کے خلاف باغی شورش کر رہے تھے' حضرت اسامہ نے اس شورش کو ختم کرنے کے لیے حضرت عثمان سے بات کی۔

التوضیح میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت عثمان کے ماں شریک بھائی الولید بن عتبہ کے خلاف لوگوں کو شکایات تھیں اور حضرت اسامہ' حضرت عثمان کے خواص اور مقربین میں سے تھے تو لوگوں نے حضرت اسامہ سے کہا کہ آپ اس مسئلہ میں حضرت عثمان سے بات کریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: کیا تم یہ سمجھتے ہو' یعنی کیا تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ میں اس مسئلہ میں ان سے بات نہیں کروں گا! اور کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں صرف تمہارے سامنے اور تم کو سنا کر ان سے بات کرتا ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ میں صرف مصلحت کی خاطر ان سے بات کرتا ہوں' فتنہ بھڑکانے کے لیے ان سے بات نہیں کرتا' اور میں یہ نہیں چاہتا کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جو مسلمانوں کے درمیان فتنہ پھیلائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اہل دوزخ نے اس شخص سے کہا: جس کی دوزخ میں آنتیں باہر نکل آئی تھیں: کیا تم نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے! نیکی سے مراد ہے: اللہ عزوجل کی عبادت کرنا اور لوگوں سے نیک سلوک کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا اور ہر وہ کام جو شریعت میں مطلوب ہو' اور تمام بُرے کاموں سے مجتنب رہنا' اس کو معروف کہتے ہیں' اور اس کے مقابلہ میں منکر ہے یعنی ہر وہ کام جس سے شریعت نے منع کیا ہو اور اس کو حرام یا مکروہ قرار دیا ہو' حکام کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو ایسے کاموں سے نرمی اور لطف سے منع کیا جائے اور ان کو تنہائی میں نصیحت کی جائے اور لوگوں کی شکایات کو ان تک پہنچایا جائے' تا کہ حتی الامکان وہ ان کاموں سے باز آ ئیں' اور اگر ان کو تنہائی میں نصیحت کرنا ممکن نہ ہو تو پھر ان کو علانیہ اور برسرِ مجلس منع کریں تا کہ ان پر حق واضح ہو جائے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ظالم حکمران کے سامنے حق بات کہنا سب سے افضل جہاد ہے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۴۴ 'سنن ترمذی: ۲۱۷۴ 'سنن ابن ماجہ: ۴۰۱۱ 'کنز العمال: ۵۵۱۲)

امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد یہ کہا ہے کہ ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا' اس وقت واجب ہے جب اس کو یہ اطمینان ہو کہ اس حق گوئی سے اسے کوئی ضرر نہیں ہوگا' حضرت حذیفہ' حضرت ابن مسعود اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم کا یہی مؤقف ہے' اور حضرت عمر اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما اور دوسروں کا مؤقف یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی حکمران کی کوئی برائی دیکھے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس کا رد کرے' اور دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس پر واجب ہے کہ وہ اس کو دل سے برا جانے اور جو شخص کسی کو نیکی کا حکم دے' اس میں خود کوئی عیب نہیں ہونا چاہیے' اور ایک جماعت کے نزدیک جو شخص نیکی کے کام نہ کرے اور برائی کے کام کرے' اس پر بھی واجب ہے کہ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۱ - بَابُ صِفَةِ اِبْلِيْسَ وَجُنُوْدِهٖ ابلیس اور اس کے لشکر کی صفت

اس باب میں ابلیس اور اس کے لشکر کی صفت کا بیان ہے اور اس کی حقیقت اور اس کی صفت کا بیان کئی انواع پر مشتمل ہے:

ابلیس کا نام

ایک بحث یہ ہے کہ ابلیس کا اسم مشتق ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ عجمی اسم ہے' اور یہ اسم علمیت اور عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ علامہ ابن الانباری نے کہا کہ اگر یہ اسم عربی ہوتا تو یہ منصرف ہوتا' اور بعض علماء نے کہا: یہ عربی اسم ہے اور "اَبْلَسَ" سے ماخوذ ہے' جب کوئی شخص مایوس ہو جائے تو اسے ابلیس کہتے ہیں' جوہری نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو گیا' اس وجہ سے اس کو ابلیس کہا گیا' ورنہ اس کا نام عزازیل تھا۔

ابلیس کی خلقت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ فرشتوں کا ایک قبیلہ جنات سے ہے اور ابلیس بھی ان ہی میں سے تھا' حضرت ابن عباس سے دوسری روایت یہ ہے کہ ابلیس فرشتوں کے اس قبیلہ سے ہے جس کو جن کہا جاتا ہے' اس کو دھوئیں والی آگ سے پیدا کیا گیا ہے' اور تمام فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے سوا اس قبیلہ کے' حسن بصری نے کہا ہے کہ ابلیس شیاطین سے ہے فرشتوں سے نہیں ہے' اور انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ. (الکہف: ۵۰) سوائے ابلیس کے وہ جنات میں سے تھا۔

مقاتل نے کہا ہے کہ وہ جنات سے تھا نہ ملائکہ سے' بلکہ وہ آگ کی ایک منفرد مخلوق ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے بنائی ہوئی منفرد مخلوق ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ ابلیس تمام جنات اور شیاطین کی اصل ہے اور وہ سب کا باپ ہے اور مجاہد سے روایت ہے کہ الجان تمام جنات کا باپ ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام تمام انسانوں کے باپ ہیں۔

ابلیس کی تعریف اور اس کی صفت

علامہ الماوردی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ ابلیس روحانی شخص ہے جس کو دھوئیں والی آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور یہ تمام شیاطین کا باپ ہے اور اس میں شہوات رکھی گئی ہیں اور یہ لفظ ابلاس سے ماخوذ ہے' یعنی جو شخص خیر سے مایوس ہو چکا ہو۔

امام طبری نے کہا ہے کہ اس کی صفت یہ ہے کہ اس کی تخلیق حسین ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کو آسمان دنیا اور زمین پر شرف اور

فضیلت عطا فرمائی اور اس کے ساتھ ساتھ اس کو جنت کے خزانوں پر مامور کیا' پھر اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے تکبر کیا اور ربوبیت کا دعویٰ کیا اور اپنے ماتحتوں کو اپنی اطاعت اور عبادت کی دعوت دی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی صورت کو مسخ کر کے اس کو شیطانِ رجیم بنا دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو جو خصوصیات عطاء کی تھیں وہ اس سے سلب کر لیں اور اس کو بدصورت بنا دیا اور اس پر لعنت کی اور اس کو آسمانوں سے دھتکار دیا اور آخرت میں اس کا مسکن اور ٹھکانا جہنم کی آگ بنا دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابلیس حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے پاس ان کو فتنہ میں ڈالنے کی طمع میں گیا' وہ ان کے پاس مختلف صورتوں میں آتا تھا' انہوں نے اس سے کہا: میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی اصلی صورت میں آؤ تو وہ بہت کریہ المنظر صورت میں آیا' اس کا جسم خنزیر کی طرح تھا' اور اس کا چہرہ بندر کی طرح تھا' اس کی آنکھیں طول میں شق کی ہوئی تھیں' اس کے تمام دانت ایک ہڈی تھے' اس کی ڈاڑھی نہیں تھی' حضرت یحییٰ علیہ السلام نے پوچھا: تجھ پر افسوس ہے! تیرے بدصورت ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا: میں فرشتوں میں مور کی شکل پر تھا' میں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس صورت میں مسخ کر دیا۔

ابلیس کی اولاد

مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے' انہوں نے کہا کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ابلیس کی بہ کثرت اولاد ہے جیسے عفاریت ہیں' اور غیلان ہیں اور سانپ ہیں اور ان کے مختلف نام ہیں اور وہ سب بنو آدم کے دشمن ہیں' اللہ تعالیٰ ان کے شر سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے' اور ابلیس بنو آدم کو گم راہ کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجتا ہے۔

ابلیس کے لشکر' اور جو لشکری اس کے نزدیک قابل تحسین ہے' ان کے متعلق احادیث

امام ابن حبان' امام حاکم اور امام طبرانی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب صبح ہوتی ہے تو ابلیس اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے' اور یہ کہتا ہے کہ جس نے کسی مسلمان کو گم راہ کیا' میں اس کو تاج پہناؤں گا۔

(صحیح ابن حبان: ۶۱۸۹' المستدرک ج ۴ ص ۳۵۰' حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۲۸)

امام مسلم نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ابلیس کا عرش (تخت) سمندر پر ہے' وہ اپنے لشکروں کو لوگوں میں فتنہ ڈالنے کے لیے بھیجتا ہے اور ابلیس کے نزدیک سب سے معظم وہ ہوتا ہے' جو سب سے بڑا فتنہ ڈالتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۳۔ ۲۱۵۳' سنن ابوداؤد: ۱۲۲۷' سنن ترمذی: ۳۵۱' سنن بیہقی ج ۲ ص ۵' شرح السنۃ: ۱۰۳۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابلیس اپنا تخت سمندر پر بچھاتا ہے' پھر اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے' پھر اس کے نزدیک جو سب سے بڑے مرتبہ کا ہوتا ہے اس کو اپنے قریب کرتا ہے اور اس کے نزدیک بڑے مرتبہ کا وہ ہوتا ہے جو بڑا فتنہ ڈالتا ہے' اس کے لشکر میں سے کوئی شخص آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے ایسا ایسا کام کیا ہے' ابلیس کہتا ہے: تم نے کچھ نہیں کیا' پھر ایک اور لشکری آ کر کہتا ہے کہ میں نے شوہر اور بیوی میں تفرقہ ڈال دیا' تو ابلیس اس کو اپنے قریب کر کے اپنے سینہ سے لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں! تم نے ہی کارنامہ انجام دیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۳' مسند ابویعلیٰ: ۱۹۰۹' صحیح ابن حبان: ۶۱۸۷' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۵)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب صبح ہوتی ہے تو ابلیس اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے' پھر کہتا ہے: جس نے آج کسی مسلمان کو گم راہ کیا میں اس کو تاج پہناؤں گا' تو ایک لشکری کہتا ہے کہ میں نے خوب کوشش کی حتیٰ کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی' ابلیس کہتا ہے کہ عنقریب وہ دوسری شادی کر لے گا' پھر دوسرا لشکری کہتا ہے: میں نے خوب کوشش کی حتیٰ کہ ایک شخص نے اپنے ماں باپ کی نافرمانی کی' ابلیس کہتا ہے: عنقریب وہ کوئی نیکی کر لے گا' پھر ایک اور لشکری کہتا ہے:

میں نے بہت کوشش کی حتیٰ کہ ایک شخص نے شرک کر لیا' ابلیس کہتا ہے: تم نے کارنامہ انجام دیا ہے' پھر ایک لشکری کہتا ہے کہ میں نے بہت کوشش کی حتیٰ کہ ایک شخص نے زنا کر لیا' ابلیس کہتا ہے: تم نے ہی کارنامہ انجام دیا ہے' پھر ایک اور لشکری آتا ہے اور وہ کہتا ہے: میں مسلسل کوشش کرتا رہا حتیٰ کہ ایک شخص نے کسی کو قتل کر دیا' پس ابلیس کہتا ہے: تم نے ہی کارنامہ انجام دیا ہے' پھر اس کو تاج پہنا دیتا ہے۔ (صحیح ابن حبان:۶۱۸۹' المستدرک ج ۴ ص ۳۵۰' مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۱۴' اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے رجال صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے رجال ہیں)

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ابلیس سے پوچھا: تم کہاں رہتے ہو؟ اس نے کہا: میں انسانوں کے سینوں میں رہتا ہوں اور ان کی رگوں میں دوڑتا رہتا ہوں' حضرت یحییٰ علیہ السلام نے پوچھا: لوگ کس طرح تمہارے شر سے محفوظ رہ سکتے ہیں؟ اس نے کہا: وہ دنیا سے بغض رکھیں اور آخرت سے محبت رکھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۳۰۔۲۲۹ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿يُقْذَفُوْنَ﴾ (الصافات:۸). يُرْمَوْنَ. ﴿دُحُوْرًا﴾ (الصافات:۹). مَطْرُوْدِيْنَ.

اور مجاہد نے کہا: ''یقذفون'' کا معنی ہے: ان کو پھینکا جاتا ہے' اور ''دحورا'' کا معنی ہے: وہ دھتکارے ہوئے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا. (الصّٰفّٰت:۹۔۸)

اور ان کو ہر طرف سے مارا جاتا ہے ۝ دھتکارنے کے لیے۔

﴿وَاصِبٌ﴾ (الصافات:۹) دَائِمٌ.

''واصب'' کا معنی ہے: دائم۔

اس تعلیق سے امام بخاری نے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ (الصّٰفّٰت:۹)

اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے ۝

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿مَدْحُوْرًا﴾ (الاعراف:۱۸) مَطْرُوْدًا.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''مدحورا'' کا معنی ہے: دھتکارے ہوئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل:۳۹)

تو ملامت کیا ہوا دھتکارا ہوا دوزخ میں جھونک دیا جائے گا ۝

يُقَالُ. ﴿مَرِيْدًا﴾ (النساء:۱۱۷) مُتَمَرِّدًا.

''مرید'' کا معنی ہے: سرکش۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۝ (النساء:۱۱۷)

اور مشرکین صرف سرکش شیطان کی پرستش کرتے ہیں ۝

﴿بَتَّكَهٗ﴾ قَطَّعَهٗ.

''بتکه'' کا معنی ہے: اس کو کاٹ دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ. (النساء:۱۱۹)

اور قسم ہے میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا اور میں ضرور ان کے دلوں میں (جھوٹی) آرزوئیں ڈالوں گا اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا کہ وہ مویشیوں کے کان چیر ڈالیں۔

قتادہ نے کہا: اس مویشی سے مراد بحیرہ ہے' جب کوئی اونٹنی پانچ بچے جنتی' جن میں سے آخری مذکر ہوتا تو وہ اس کا کان چیر دیتے اور اس سے فائدہ نہ اٹھاتے' یعنی اس کو اپنے اوپر حرام کر لیتے۔

﴿وَاسْتَفْزِزْ﴾ (الاسراء:٦٤) اِسْتَخِفَّ ﴿بِخَيْلِكَ﴾ (الاسراء:٦٤) اَلْفُرْسَانُ ﴿وَالرَّجْلُ﴾ اَلرَّجَّالَةُ وَاحِدُهَا رَاجِلٌ مِثْلُ صَاحِبٍ وَّصَحْبٍ وَّتَاجِرٍ وَّتَجْرٍ.

''استفزز'' کا معنی ہے: اپنے گھوڑوں کو آہستہ چلاؤ'' خیل'' کا معنی ہے: سواروں کی جماعت'' رجل'' اور'' رجاله'' کا معنی ہے: پیدل چلنے والے اس کا واحد'' راجل'' ہے جیسے'' صحب'' کا واحد'' صاحب'' ہے اور'' تجر'' کا واحد'' تاجر'' ہے۔

اس تعلیق میں'' استفزز'' کا لفظ ہے' اس کا ذکر درج ذیل آیت میں ہے:

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ. (بنی اسرائیل:۶۴)

اور تو ان میں سے جن کو ڈگمگا سکتا ہے ان کو اپنی آواز سے ڈگمگا دے' اور ان پر اپنے سواروں کے ساتھ اور اپنے پیادوں کے ساتھ دھاوا بول دے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: گھوڑے سوار اور پیادے جب کسی معصیت میں چلیں تو وہ شیطان کے تابع ہیں۔

﴿لَاَحْتَنِكَنَّ﴾ (الاسراء:٦٢) لَاَسْتَاْصِلَنَّ.

''لاحتنكن'' کا معنی ہے: میں ان کو ضرور جڑ سے اکھاڑ دوں گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًاO (بنی اسرائیل:۶۲)

میں چند کے سوا تمام اولادِ آدم کو (گمراہ کر کے) جڑ سے اکھاڑ دوں گاO

﴿قَرِيْنٌ﴾ (الزخرف:٣٦) شَيْطَانٌ.

''قرین'' کا معنی شیطان ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌO (الزخرف:۳۶)

اور جو رحمٰن کے ذکر کی طرف سے اندھا بن گیا' ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ (ہر وقت) اس کا ساتھی ہےO

٣٢٦٨ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سُحِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللَّيْثُ كَتَبَ اِلَيَّ هِشَامٌ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ وَوَعَاهُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُحِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَانَ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهٗ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَمَا يَفْعَلُهٗ حَتّٰى كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ دَعَا وَدَعَا ثُمَّ قَالَ اَشَعَرْتِ اَنَّ اللّٰهَ اَفْتَانِيْ فِيْمَا فِيْهِ شِفَائِيْ اَتَانِيْ رَجُلَانِ فَقَعَدَ اَحَدُهُمَا عِنْدَ رَاْسِيْ وَالْاٰخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِلْاٰخَرِ مَا وَجَعُ الرَّجُلِ قَالَ مَطْبُوْبٌ قَالَ وَمَنْ طَبَّهٗ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا گیا اور لیث نے بیان کیا کہ میری طرف ہشام نے لکھا کہ انہوں نے اس کو اپنے والد سے سنا اور اس کو یاد رکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا گیا' حتیٰ کہ آپ کو خیال ہوتا کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے اور واقع میں آپ نے وہ کام نہیں کیا ہوتا تھا' حتیٰ کہ ایک دن آپ نے (اس کے ازالہ کے لیے) دعا کی اور پھر دعا کی' پھر فرمایا: (اے عائشہ!) کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا ہے کہ کس چیز میں میری شفاء ہے'

لَبِيْدُ بْنُ الْاَعْصَمِ قَالَ فِيْمَا ذَا قَالَ فِيْ مُشْطٍ وَّمُشَاقَةٍ وَّجُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ قَالَ فَاَيْنَ هُوَ قَالَ فِيْ بِئْرِ ذَرْوَانَ فَخَرَجَ اِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لِعَائِشَةَ حِيْنَ رَجَعَ نَخْلُهَا كَاَنَّهَا رُؤُسُ الشَّيَاطِيْنِ فَقُلْتُ اِسْتَخْرَجْتَهٗ فَقَالَ لَا اَمَّا اَنَا فَقَدْ شَفَانِي اللّٰهُ وَ خَشِيْتُ اَنْ يُّثِيْرَ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ شَرًّا ثُمَّ دُفِنَتِ الْبِئْرُ.

میرے پاس دو آدمی آئے' ان میں سے ایک میرے سر کی جانب بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پیروں کی جانب بیٹھ گیا' ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: اس مرد کا درد کیسا ہے؟ اس نے کہا: اس پر جادو کیا گیا ہے' اس نے پوچھا: کس نے جادو کیا ہے؟ اس نے کہا: لبید بن اعصم نے' اس نے پوچھا: کس چیز میں جادو کیا ہے؟ اس نے کہا: کنگھی میں اور سوتی دھاگے میں اور نر کھجور کے خشک خوشے کے غلاف میں' اس نے پوچھا: وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ وہ ذروان کے کنویں میں ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے گئے' جب واپس آئے تو حضرت عائشہ سے فرمایا: وہاں پر کھجور کے درخت ایسے ہیں جیسے شیطان کی کھوپڑی ہو' میں نے عرض کیا: آپ نے اس کو نکلوایا؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن اب اللہ نے مجھے شفا دے دی ہے' اور مجھے خطرہ ہے کہ اس کی وجہ سے لوگوں میں کوئی شر نہ پھیلے' اس کے بعد اس کنویں کو پاٹ دیا گیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۱۷۵ میں گزر چکی ہے' وہاں پر دلائل سے واضح کیا گیا ہے کہ مصنف کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کرنے کی روایت صحیح نہیں ہے اور کوئی جادوگر آپ پر جادو کر کے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

۳۲۶۹ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَاْسِ اَحَدِكُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلٰثَ عُقَدٍ يَّضْرِبُ عَلٰى كُلِّ عُقْدَةٍ مَّكَانَهَا عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَاِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّاَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ كُلُّهَا فَاَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان بن بلال از یحییٰ بن سعید از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی میں تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ کی جگہ پر یہ پھونک دیتا ہے کہ لمبی رات ہے تم سو جاؤ' پھر جب وہ بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے' پس اگر وہ وضوء کرے تو دوسری گرہ (بھی) کھل جاتی ہے' پس اگر وہ نماز پڑھ لے تو تمام گرہیں کھل جاتی ہیں' پس وہ صبح کو تر و تازہ اور شاداب اُٹھتا ہے ورنہ وہ نحوست کا مارا ہوا اور سست اُٹھتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴۲ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از

عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ نَامَ لَيْلَةً حَتّٰى اَصْبَحَ قَالَ ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ اُذُنَيْهِ اَوْقَالَ فِيْ اُذُنِهٖ.

منصور از ابووائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا جو ساری رات سوتا رہتا ہے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے' آپ نے فرمایا: یہ وہ شخص ہے جس کے کانوں میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے' یا فرمایا: اس کے کان میں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۱ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِى الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَا اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَتٰى اَهْلَهٗ وَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَا فَرُزِقَا وَلَدًا لَّمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از منصور از سالم بن ابی الجعد از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے اور یہ دعا کرے: اللہ کے نام سے (میں عمل زوجیت کرتا ہوں) اے اللہ! ہم کو شیطان سے دور رکھ' اور ہم کو جو اولاد عطاء فرمائے اس کو بھی شیطان سے دور رکھنا' پھر ان کو اولاد عطاء کی جائے تو اس کو شیطان ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَبْرُزَ وَ اِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَغِيْبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے خبر دی از ہشام بن عروۃ از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب سورج کی بھوں طلوع ہو جائے تو تم نماز چھوڑ دو حتیٰ کہ وہ پوری طرح ظاہر ہو جائے' اور جب سورج کی بھوں غائب ہو جائے تو تم نماز چھوڑ دو حتیٰ کہ سورج مکمل غروب ہو جائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۸۳ میں گزر چکی ہے۔

سورج کی بھوں یا اَبرو سے مراد اس کا کنارہ ہے۔

۳۲۷۳ - وَلَا تَحَيَّنُوْا بِصَلٰوتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَىْ شَيْطَانٍ اَوِ الشَّيْطَانِ لَا اَدْرِىْ اَىَّ ذٰلِكَ قَالَ هِشَامٌ.

اور تم سورج کے طلوع اور غروب کے وقت نماز کا قصد نہ کرو کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں یا شیاطین کے دو سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے۔ عبدۃ نے کہا: میں نہیں جانتا کہ ہشام نے کیا کہا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۸۲ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں

اَبِیْ سَعِیْدٌ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَّ بَیْنَ یَدَیْ اَحَدِکُمْ شَیْءٌ وَّهُوَ یُصَلِّیْ فَلْیَمْنَعْهُ فَاِنْ اَبٰی فَلْیَمْنَعْهُ فَاِنْ اَبٰی فَلْیُقَاتِلْهُ فَاِنَّمَا هُوَ شَیْطَانٌ.

نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از حمید بن ہلال از ابوصالح از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور تمہارے سامنے سے کوئی آدمی گزرے تو اس کو روکو اگر وہ انکار کرے تو اس کو پھر روکو' اگر وہ پھر انکار کرے تو اس سے لڑو کیونکہ وہ شیطان ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۰۹ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۵ - **وَقَالَ** عُثْمَانُ بْنُ الْهَیْثَمِ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ وَکَّلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَکٰوةِ رَمَضَانَ فَاَتَانِیْ اٰتٍ فَجَعَلَ یَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ فَقَالَ اِذَا اَوَیْتَ اِلٰی فِرَاشِكَ فَاقْرَاْ اٰیَةَ الْکُرْسِیِّ لَنْ یَّزَالَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَّلَا یَقْرُبُكَ شَیْطَانٌ حَتّٰی تُصْبِحَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَكَ وَهُوَ کَذُوْبٌ ذَاكَ الشَّیْطَانُ.

اور حضرت عثمان بن الہیثم نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے رمضان کے صدقہ کی حفاظت پر مقرر کیا' میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس طعام سے لپ بھر بھر کر اُٹھانے لگا' تو میں نے اس کو پکڑ لیا' پس میں نے کہا: میں تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کروں گا' پھر انہوں نے پورا واقعہ بیان کیا' اس شخص نے کہا: جب تم بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو تو اللہ تمہاری مسلسل حفاظت کرتا رہے گا اور شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا' حتیٰ کہ صبح ہو جائے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس نے تم سے سچ کہا اور وہ ہے جھوٹا' وہ شیطان ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۱۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۶ - **حَدَّثَنَا** یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْتِی الشَّیْطَانُ اَحَدَکُمْ فَیَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ کَذَا مَنْ خَلَقَ کَذَا حَتّٰی یَقُوْلَ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَاِذَا بَلَغَهٗ فَلْیَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْیَنْتَهِ.

(صحیح مسلم: ۱۳۴' الرقم المسلسل: ۳۴۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ تم میں سے کسی ایک کے پاس شیطان آتا ہے' پس کہتا ہے کہ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا' فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا' حتیٰ کہ کہتا ہے کہ تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا' پس جب شیطان یہاں تک پہنچے تو اس کو اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہیے اور رک جانا چاہیے۔

دل میں آنے والے خیالوں کی دو قسمیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سنن ابوداؤد میں مذکور ہے: جب لوگ اس طرح کہیں تو تم کہو: "اللہ احد' اللہ الصمد" پھر بائیں جانب تین بار تھوکو اور یہ کہو: "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" یعنی شیطان کے شبہات سے اعراض کرو۔

اس حدیث میں ہے: اس کو رک جانا چاہیے اور دلائل قطعیہ سے بیان کرے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی خالق نہیں ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ اس کا فلاں خالق ہے تو پھر سوال ہوگا کہ اس کا خالق کون اور پھر اس کا خالق کون ہے؟ اور یہ سلسلہ کہیں ختم نہیں ہوگا اور اس سے تسلسل لازم آئے گا اور تسلسل باطل ہے' اس لیے یہ سوال بھی باطل ہے۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ وہ اپنے دل میں ان تفکرات سے رک جائے اور شیطان کے وسوسہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے۔

علامہ المازری نے کہا ہے کہ دل میں آنے والے تفکرات کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ خیال جو دل میں جمتا نہیں اور نہ اس پر کوئی شبہ قائم ہوتا ہے' یہ خیال اس سے اعراض کرنے سے دور ہو جاتا ہے اور اس حدیث کا بھی یہی محمل ہے اور دل میں آنے والے ایسے خیال کو وسوسہ کہتے ہیں' اور دل میں جو ایسے خیال آئیں جو جم جائیں اور ان کی بنیاد کسی شبہ پر ہو' ان کو غور وفکر کر کے دلائل سے زائل کرنا ضروری ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۳۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٢٧٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِي اَنَسٍ مَوْلَى التَّيْمِيِّيْنَ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی انس نے حدیث بیان کی جو تیمیین کے آزاد شدہ غلام ہیں کہ ان کے والد نے ان کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان داخل ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۹۸ میں گزر چکی ہے۔

٣٢٧٨ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ اَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ حَدَّثَنَا اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ مُوْسٰى قَالَ لِفَتَاهُ اٰتِنَا غَدَآءَ نَا ﴿قَالَ اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ﴾ (الكهف: ٦٣) وَلَمْ يَجِدْ مُوْسَى النَّصَبَ حَتّٰى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِيْ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا تو انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگرد سے کہا: ہمارا ناشتہ لاؤ' تو انہوں نے کہا: یہ بتایئے جب ہم نے چٹان کی طرف پناہ لی تھی تو میں آپ سے مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا اور اس کے ذکر کرنے کو مجھے صرف شیطان نے بھلایا تھا (الکہف: ۶۳)' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف اسی وقت تھکاوٹ محسوس کی

تھی جب وہ اس جگہ سے گزر رہے تھے' جس کا اللہ نے حکم دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۷۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيْرُ إِلَى الْمَشْرِقِ فَقَالَ هَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَا هُنَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے تھے: بے شک فتنہ یہاں ہو گا' بے شک فتنہ یہاں ہو گا' جہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۰۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۸۰- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَجْنَحَ اللَّيْلُ أَوْ كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ فَكُفُّوْا صِبْيَانَكُمْ فَإِنَّ الشَّيَاطِيْنَ تَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِّنَ الْعِشَاءِ فَخَلُّوْهُمْ وَأَغْلِقْ بَابَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَأَطْفِئْ مِصْبَاحَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَأَوْكِ سِقَاءَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَخَمِّرْ إِنَاءَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ وَلَوْ تَعْرُضُ عَلَيْهِ شَيْئًا. [اطراف الحدیث: ۳۳۰۴- ۳۳۱۶- ۵۶۲۳- ۵۶۲۴- ۶۲۹۵- ۶۲۹۶] (صحیح مسلم: ۲۰۱۲' الرقم المسلسل: ۵۱۴۰' سنن ابن ماجہ: ۳۴۱۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی از حضرت جابر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب رات کا اندھیرا چھلیے یا رات پر پھیلائے تو اپنے بچوں کو روک لو کیونکہ اس وقت شیاطین منتشر ہوتے ہیں' پھر جب عشاء کی ایک ساعت گزر جائے تو بچوں کو چھوڑ دو اور اپنا دروازہ بند کر دو اور اللہ کے نام کا ذکر کرو اور اپنا چراغ بجھا دو' اور اللہ کے نام کا ذکر کرو اور اپنی مشک کا منہ باندھ دو اور اللہ کے نام کا ذکر کرو اور اپنے برتن ڈھانپ دو اور اللہ کے نام کا ذکر کرو (اور اگر ڈھکن نہ ہو تو) درمیان میں کوئی چیز رکھ دو۔

رات کو شیاطین کے شر سے اپنے بچوں اور اپنے برتنوں کو محفوظ رکھنا

علامہ ابو الفرج عبد الرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رات ہو جائے تو اپنے بچوں کو روک لو' یعنی ان کو اپنے گھروں میں لازم رکھو۔ بچوں کو گھروں سے باہر نکلنے سے دو وجہوں سے منع فرمایا ہے:

(۱) شیاطین نجاست کے پاس جاتے ہیں اور چونکہ عام طور پر بچے طہارت کا اہتمام نہیں کرتے' اس لیے ان پر نجاست لگی ہوتی ہے' اس لیے وہ شیاطین کی آماجگاہ بن جاتے ہیں۔

(۲) شیاطین اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دور جاتے ہیں اور چھوٹے بچوں سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا متصور نہیں ہے۔

(۳) برتن ڈھانپنے کے وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر کا حکم دیا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر شیاطین کو ان کے تصرف سے باز رکھتا ہے۔

(کشف المشکل ج ۴ ص ۷۷-۲۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس حدیث میں آپ نے جن کاموں کا حکم دیا ہے وہ استحبابی حکم ہے' وجوبی حکم نہیں ہے۔

۳۲۸۱ - حَدَّثَنِیْ مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَنْ صَفِیَّةَ ابْنَةِ حُیَیٍّ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَکِفًا فَاَتَیْتُهُ اَزُوْرُهُ لَیْلًا فَحَدَّثْتُهُ ثُمَّ قُمْتُ فَانْقَلَبْتُ فَقَامَ مَعِیَ لِیَقْلِبَنِیْ وَکَانَ مَسْکَنُهَا فِیْ دَارِ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ فَلَمَّا رَاَیَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْرَعَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی رِسْلِکُمَا اِنَّهَا صَفِیَّةُ بِنْتُ حُیَیٍّ فَقَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ وَاِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ یَّقْذِفَ فِیْ قُلُوْبِکُمَا سُوْءًا اَوْ قَالَ شَیْئًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود بن غیلان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از علی بن الحسین از حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف میں تھے' پس میں رات کے وقت آپ کی زیارت کرنے کے لیے آئی' سو میں نے آپ سے گفتگو کی' پھر میں کھڑی ہو گئی' پس میں مڑی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ کھڑے ہوئے' تاکہ مجھے رخصت کریں اور حضرت صفیہ کا گھر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی حویلی میں تھا' پس انصار کے دو مرد گزرے' جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو جلدی جلدی چلے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں ٹھہر جاؤ' یہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ہیں' ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: بے شک شیطان انسان کے خون کی جگہوں میں دوڑتا رہتا ہے اور مجھے یہ خطرہ تھا کہ وہ تم دونوں کے دلوں میں کوئی برا وسوسہ ڈال دے گا یا کچھ کہے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَدِیِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ کُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلَانِ یَسْتَبَّانِ فَاَحَدُهُمَا احْمَرَّ وَجْهُهُ وَانْتَفَخَتْ اَوْدَاجُهُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ لَوْ قَالَهَا ذَهَبَ عَنْهُ مَا یَجِدُ لَوْ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ ذَهَبَ عَنْهُ مَا یَجِدُ فَقَالُوْا لَهٗ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ فَقَالَ وَهَلْ بِیْ جُنُوْنٌ.

[اطراف الحدیث: ۶۰۴۸-۶۱۱۵] (صحیح مسلم: ۲۶۱۰' الرقم المسلسل: ۶۵۴۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزۃ از الاعمش از عدی بن ثابت از حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور دو مرد ایک دوسرے کو برا کہہ رہے تھے' ان میں سے ایک کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایک ایسے ذکر کا علم ہے اگر یہ اس کو پڑھ لیتا تو اس کے دل میں جو غیظ و غضب ہے' وہ جاتا رہتا' اگر یہ پڑھتا: ''اعوذ باللّٰہ من الشیطان'' تو اس کے دل میں جو غیظ و غضب ہے وہ نکل جاتا' پس لوگوں نے اس شخص سے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تم ''اعوذ باللّٰہ من الشیطان'' پڑھو' اس شخص نے کہا: کیا میں دیوانہ ہوں۔

جس شخص نے ''اعوذ باللّٰہ من الشیطن'' پڑھنے سے اعراض کیا' اس کی وضاحت اور غصہ کے وقت پانی پینے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ اُس شخص کا کلام ہے جس کو اللہ کے دین کی سمجھ نہیں تھی اور جو شریعت مطہرہ کے انوار سے منور نہ تھا' اور اس کا یہ گمان تھا کہ ''اعوذ باللّٰہ من الشیطان'' پڑھنا صرف دیوانوں کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کو یہ علم نہیں تھا کہ غضب شیطان کے آثار سے ہوتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ شخص منافقین میں سے ہو یا سخت دل بدوؤں میں سے ہو۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ شیطان سے پناہ مانگنا غضب کو دور کر دیتا ہے' اور شیطان کے مکر کو دور کرنے کے لیے یہ سب سے قوی ہتھیار ہے' اور حضرت عطیہ سے روایت ہے کہ غضب شیطان کے اثر سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے بجھ جاتی ہے' سو جب تم میں سے کوئی شخص غضب ناک ہو تو وہ وضوء کر لے' اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بندہ اللہ کے غضب سے سب سے زیادہ اس وقت قریب ہوتا ہے جب وہ خود غضب میں ہوتا ہے' اور بکر بن عبداللہ نے کہا: غضب کی آگ کو دوزخ کی آگ کے ذکر سے بجھاؤ' اور بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے ابن آدم! جب تو غضب میں ہوتو میرا ذکر کر اور جب میں غضب میں ہوں گا تو میں تیرا ذکر کروں گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۸۳ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَتٰی اَهْلَهٗ قَالَ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِی الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنِیْ فَاِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَّمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ وَلَمْ يُسَلِّطْ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی از سالم بن ابی الجعد از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص جب اپنی بیوی کے پاس جائے (اور) یہ دعا کرے: اے اللہ! مجھ سے شیطان کو دور رکھ اور مجھ کو جو اولاد عطاء فرمائے' اس سے (بھی) شیطان کو دور رکھ' پھر اگر ان کے درمیان اولاد ہو تو شیطان اس کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا اور اس پر مسلط نہیں ہو سکے گا۔

قَالَ وَحَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهٗ.

شعبہ نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی از سالم از کریب از حضرت ابن عباس' اسی حدیث کی مثل۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۸۴ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ صَلّٰی صَلٰوةً فَقَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ عَرَضَ لِیْ فَشَدَّ عَلَیَّ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ عَلَیَّ فَاَمْكَنَنِی اللّٰهُ مِنْهُ فَذَكَرَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' کہ آپ نے نماز پڑھی تو آپ نے بتایا کہ شیطان میرے پاس آیا' سو اس نے مجھ پر حملہ کیا' وہ میری نماز توڑنا چاہتا تھا تو اللہ نے مجھ کو اس پر قدرت دی' پھر آپ نے پورا قصہ بیان کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۸۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ يَّحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ فَإِذَا قُضِيَ اَقْبَلَ فَإِذَا ثُوِّبَ بِهَا اَدْبَرَ فَإِذَا قُضِيَ اَقْبَلَ حَتّٰى يَخْطِرَ بَيْنَ الْاِنْسَانِ وَقَلْبِهٖ فَيَقُوْلُ اُذْكُرْ كَذَا وَكَذَا حَتّٰى لَا يَدْرِيَ اَثَلَاثًا صَلّٰى اَمْ اَرْبَعًا فَإِذَا لَمْ يَدْرِ ثَلَاثًا صَلّٰى اَوْ اَرْبَعًا سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ موڑ کر بھاگتا ہے اور اس کی آواز کے ساتھ ہوا خارج ہوتی ہے اور جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو وہ آ جاتا ہے' پھر جب اقامت کہی جاتی ہے تو وہ پھر پیٹھ موڑ کر بھاگتا ہے' پس جب اقامت پوری ہو جاتی ہے تو وہ آ جاتا ہے' حتیٰ کہ انسان اور اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے' پس کہتا ہے: فلاں چیز یاد کر' فلاں چیز یاد کر حتیٰ کہ نمازی کو یاد نہیں رہتا کہ اس نے تین رکعت نماز پڑھی ہے یا چار' پس جب اس کو یاد نہ رہے کہ اس نے تین رکعت نماز پڑھی ہے یا چار تو وہ دو سہو کے سجدے کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۶۰۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۸۶ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِي اٰدَمَ يَطْعُنُ الشَّيْطَانُ فِي جَنْبَيْهِ بِاِصْبَعِهٖ حِيْنَ يُوْلَدُ غَيْرَ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ ذَهَبَ يَطْعُنُ فَطَعَنَ فِي الْحِجَابِ.

[اطراف الحدیث: ۳۴۳۱-۳۵۴۸] (صحیح مسلم: ۲۳۶۶' الرقم المسلسل: ۶۰۶۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اولادِ آدم کا ہر فرد جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کے پہلوؤں میں اپنی انگلی چبھوتا ہے' ماسوا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے' جب شیطان ان کو انگلی چبھونے گیا تو (بچہ دان کے) پردہ میں انگلی چبھو سکا (اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام محفوظ رہے۔)

تمام انبیاء علیہم السلام کا شیطان کے کچوکوں سے محفوظ رہنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کی ظاہر فضیلت ہے کہ شیطان ان کے پہلو میں کچوکے لگانے میں ناکام رہا' کیونکہ حضرت مریم کی والدہ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی:

وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ (آل عمران: ۳۶)

اور بے شک میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں ○

امام عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو شیاطین ابلیس کے پاس آئے اور کہا: تمام بت اوندھے منہ گرے ہوئے ہیں' ابلیس نے کہا: کوئی نئی چیز رونما ہوئی ہے' پھر ابلیس نے تمام روئے زمین کو اور تمام سمندروں کو دیکھا تو اس کو پتا چلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہو چکے ہیں اور فرشتوں نے ان کو اپنے احاطہ میں لیا ہوا ہے' تب اس نے شیاطین سے کہا کہ

گزشتہ شب ایک نبی پیدا ہو چکے ہیں' کوئی عورت حاملہ نہیں ہوئی تھی اور نہ کسی نے کوئی بچہ جنا تھا' مگر میں وہاں موجود تھا' سوا اس نبی کے' پس وہ سب اس شہر میں بت پرستی سے مایوس ہو گئے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اس فضیلت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شریک ہیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اور صالحین اس سے مامون ہیں کہ ان کی پیدائش کے وقت شیطان ان کی کوکھ میں کچوکے لگائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اپنے فضل سے شیطان کے شر سے محفوظ رکھا ہے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ○ (الحجر:۴۲)

بے شک میرے خاص بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں' ہاں! جو گم راہوں میں سے تیری پیروی کرے ○

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۴۲۔۲۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۸۷ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَدِمْتُ الشَّامَ فَقُلْتُ مَنْ هَا هُنَا قَالُوْا أَبُو الدَّرْدَاءِ قَالَ أَفِيكُمُ الَّذِيْ أَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطَانِ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از المغیرہ از ابراہیم از علقمہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں شام میں آیا تو میں نے کہا: یہاں کون ہے؟ تو لوگوں نے کہا: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ آئے ہوئے ہیں' انہوں نے پوچھا: کیا تم لوگوں میں وہ شخص ہیں' جن کو اللہ نے اپنے نبی کی زبان پر شیطان کے شر سے مامون رکھا ہے۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُغِيْرَةَ وَقَالَ الَّذِيْ أَجَارَهُ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ عَمَّارًا.

ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از مغیرہ' جس کو اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر شیطان کے شر سے محفوظ رکھا تھا' اس سے آپ کی مراد حضرت عمار رضی اللہ عنہ تھے۔

[اطراف الحدیث: ۳۷۴۲۔۳۷۴۳۔۳۷۶۱۔۴۹۴۳۔۴۹۴۴۔۶۲۷۸] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما اسلام لانے میں سابق تھے اور ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی:

إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ. (النحل:۱۰۶)

مگر جس پر جبر کیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۸۸ - قَالَ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ هِلَالٍ أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ أَخْبَرَهٗ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَلَائِكَةُ تَتَحَدَّثُ فِي الْعَنَانِ وَالْعَنَانُ الْغَمَامُ بِالْأَمْرِ يَكُوْنُ فِي الْأَرْضِ فَتَسْمَعُ الشَّيَاطِيْنُ الْكَلِمَةَ فَتَقُرُّهَا

امام بخاری نے کہا: اور لیث نے بیان کیا کہ مجھے خالد بن یزید نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی ہلال کہ ابوالاسود نے خبر دی' ان کو عروہ نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرشتے العنان میں باتیں کرتے ہیں' اور العنان بادل ہے' وہ زمین میں واقع ہونے والے کسی کام کے متعلق باتیں کرتے ہیں تو

فِيْ اُذُنِ الْكَاهِنِ كَمَا تُقَرُّ الْقَارُوْرَةُ فَيَزِيْدُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كِذْبَةٍ.

شیاطین ان باتوں میں سے کوئی بات سن لیتے ہیں اور شیاطین ان باتوں کو کاہن کے کانوں میں ڈال دیتے ہیں' جیسے بوتل میں کوئی چیز ڈالی جاتی ہے' پس کاہن ان باتوں کے ساتھ اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا دیتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۱۰ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۸۹ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطٰنِ فَاِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَالَ هَا ضَحِكَ الشَّيْطَانُ.

[اطراف الحدیث: ۶۲۲۳-۶۲۲۶] (صحیح مسلم: ۲۹۹۴' الرقم المسلسل: ۷۳۸۴' سنن ترمذی: ۲۷۵۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عاصم بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جماہی لینا شیطان کی طرف سے ہے' سو جب تم میں سے کوئی شخص جماہی لے تو اس کو جہاں تک ہو سکے روکے' کیونکہ جب تم میں سے کوئی شخص (جماہی لیتے وقت) کہتا ہے: ''ہا'' تو شیطان ہنستا ہے۔

جماہی کو ناپسند کرنے کا سبب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جماہی کی کراہت کی وجہ سے اس کو شیطان کی طرف منسوب کیا ہے' کیونکہ انسان کو جماہی اس وقت آتی ہے جب وہ خوب پیٹ بھر کر کھا لیتا ہے اور اس کا بدن بھاری ہو جاتا ہے' اور اس پر سستی چڑھتی ہے اور اس کو نیند آتی ہے اور اس کی اضافت شیطان کی طرف اس لیے فرمائی ہے کہ شیطان انسان کو پُرخوری' کھانے اور پینے کی لذتوں کی طرف اُکساتا ہے' جس سے سستی اور غفلت پیدا ہوتی ہے اور اس وجہ سے انسان عبادت' اطاعت اور نیکی کے کام کرنے سے قاصر ہو جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۹۰ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ هِشَامٌ اَخْبَرَنَا عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا كَانَ يَوْمَ اُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُوْنَ فَصَاحَ اِبْلِيْسُ اَيْ عِبَادَ اللّٰهِ اُخْرَاكُمْ فَرَجَعَتْ اُوْلَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ هِيَ وَاُخْرَاهُمْ فَنَظَرَ حُذَيْفَةُ فَاِذَا هُوَ بِاَبِيْهِ الْيَمَانِ فَقَالَ اَيْ عِبَادَ اللّٰهِ اَبِيْ اَبِيْ فَوَاللّٰهِ مَا احْتَجَزُوْا حَتّٰى قَتَلُوْهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ غَفَرَ اللّٰهُ لَكُمْ. قَالَ عُرْوَةُ فَمَا زَالَتْ فِيْ حُذَيْفَةَ مِنْهُ بَقِيَّةُ خَيْرٍ حَتّٰى لَحِقَ بِاللّٰهِ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۲۴-۴۰۶۵-۶۶۶۸-۶۸۸۳-۶۸۹۰]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریاء بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامۃ نے حدیث بیان کی' ہشام نے کہا: ہمیں خبر دی از والد خود' از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب اُحد کے دن مشرکین شکست کھا گئے تو ابلیس نے چلّا کر کہا: اے اللہ کے بندو! (یعنی اے مسلمانو!) اپنے پیچھے والوں سے بچو' پس آگے کے مسلمانوں نے پیچھے کے مسلمانوں پر حملہ کر دیا' حضرت حذیفہ نے دیکھا کہ ان کے والد یمان بھی پچھلوں میں تھے' تو حضرت حذیفہ نے کہا: اے اللہ کے بندو! یہ میرے والد ہیں' یہ میرے والد ہیں' سو اللہ کی قسم! جب تک اگلے مسلمانوں نے ان کو قتل نہیں کیا نہیں چھوڑا' پھر حضرت حذیفہ نے

(صرف) اتنا کہا: اللہ تمہاری مغفرت فرمائے! عروہ نے کہا: پھر حضرت حذیفہ اپنے والد کے قاتلوں کے لیے مسلسل مغفرت کی دعا کرتے رہے' حتیٰ کہ وہ اللہ سے جا ملے۔

مسلمانوں کا غلط فہمی سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد کو قتل کرنا اور حضرت حذیفہ کا ان کو معاف کر دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابلیس نے جو کہا تھا: اے مسلمانو! اپنے پیچھے والوں سے بچو! اس سے ابلیس نے مسلمانوں کو مغالطہ دیا تھا' تا کہ مسلمان ایک دوسرے کو قتل کر دیں' پس مسلمانوں کی اگلی جماعت پیچھے والے مسلمانوں کو مشرک سمجھ کر ان کو قتل کرنے کے لیے بڑھی۔

حضرت حذیفہ کے والد کا لقب یمان تھا اور ان کا نام حسیل بن جابر العبسی تھا' وہ حضرت حذیفہ کے ساتھ اسلام لائے تھے اور انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی' وہ غزوہ اُحد میں حاضر ہوئے تھے' اور مسلمانوں نے غلط فہمی سے ان کو مشرک سمجھ کر مار ڈالا حضرت حذیفہ کہتے رہے: یہ میرے والد ہیں ان کو قتل نہ کرو' لیکن ان کی بات کسی نے نہیں سنی اور لوگ ان کے والد کو قتل کرنے سے نہیں رکے۔

حضرت حذیفہ نے ان مسلمانوں کے لیے دعا کی جنہوں نے لاعلمی سے ان کے والد کو قتل کر دیا تھا' کیونکہ حضرت حذیفہ نے ان کو معذور قرار دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے: جس نے ان کے والد کو قتل کیا تھا وہ حضرت عقبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے' سو حضرت حذیفہ نے ان کو معاف کر دیا تھا' حضرت حذیفہ تاحیات اپنے والد کے قتل کیے جانے پر غمگین رہے اور ان کے قاتلوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہے۔

۳۲۹۱ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْتِفَاتِ الرَّجُلِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوةِ أَحَدِكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن الربیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی از اشعث از والد خود از مسروق' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ جو شخص نماز میں اِدھر اُدھر دیکھے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ شیطان کا تم سے کسی ایک کی نماز کا کچھ حصہ اُچک لینا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۵۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۹۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (و) حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّيْطٰنِ فَإِذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالمغیرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن ابی قتادہ از والد خود از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' اور مجھے سلیمان بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ

حَلَمَ اَحَدُکُمْ حُلُمًا يَخَافُهٗ فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَّسَارِهٖ وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا فَاِنَّهَا لَا تَضُرُّهٗ. [اطراف الحدیث: ۵۷۴۷ ـ ۶۹۸۴ ـ ۶۹۸۶ ـ ۶۹۹۵ ـ ۶۹۹۶ ـ ۷۰۰۵ ـ ۷۰۴۴] (صحیح مسلم: ۲۲۶۱، الرقم المسلسل: ۵۷۹۰، سنن ابوداؤد: ۵۰۲۱، سنن ترمذی: ۲۲۷۷، سنن ابن ماجہ: ۳۹۰۹، مسند الحمیدی: ۴۱۸، المعجم الاوسط: ۸۷۱۹، المطالب العالیہ: ۳۱۲۶، شعب الایمان: ۴۷۶۰، شرح مشکل الآثار: ۲۱۷۸، صحیح ابن حبان: ۶۰۴۲، مسند احمد ج ۵ ص ۲۹۶ طبع قدیم، مسند احمد: ۲۲۵۲۵ ـ ج ۳۷ ص ۲۰۵، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

بن ابی قتادہ نے حدیث بیان کی از والد خود، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھے خواب اللہ کی جانب سے ہیں اور پریشان کن خواب شیطان کی طرف سے ہیں، سو جب تم میں سے کوئی شخص پریشان کن خواب دیکھے جس سے وہ خوف زدہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ بائیں جانب تھوکے اور اس خواب کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرے تو بے شک وہ خواب اس کو ضرر نہیں پہنچائے گا۔

خواب کی اقسام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''الرؤیا الصالحۃ'' کا ذکر ہے، یعنی صالح خواب اور اس خواب کو یا تو صورت کے اعتبار سے صالح فرمایا ہے یا اس کی تعبیر کے اعتبار سے، اس خواب کو ''الرؤیا الصادقۃ'' (سچے خواب) اور ''الرؤیا الحسنۃ'' (اچھے خواب) بھی کہتے ہیں۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر ''المبشرات'' کے ساتھ فرمائی ہے کیونکہ بشارت ہر اس سچی خبر کو کہتے ہیں جس کو سن کر انسان کا چہرہ متغیر ہو اور اس پر خوشی کے آثار ہوں۔

اس حدیث میں فرمایا ہے: حُلم، شیطان کی طرف سے ہے، اس سے مراد جھوٹے خواب یا بُرے خواب ہیں، حُلم کا اصل معنی ہے: خواب، خواہ اس میں اچھی صورت نظر آئے یا بُری صورت، جب انسان بُرا خواب دیکھے تو وہ بائیں جانب تھوک دے، یہ شیطان کو دھتکارنے کے لیے فرمایا، جیسے جمرات میں شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں یا جیسے انسان کسی نجس چیز کو دیکھ کر تھوک دیتا ہے، اور شیطان سے بڑھ کر تو کوئی نجس چیز ہے نہیں۔ جو خواب ناپسندیدہ ہوتا ہے وہ جھوٹا اور مکروہ ہوتا ہے، اس کو حُلم کہتے ہیں، اسی طرح جس خواب کو دیکھ کر انسان ڈر جاتا اور بیدار ہو کر پریشان ہو جاتا ہے، اس کو بھی حُلم کہتے ہیں۔ اسی قسم کے خواب دیکھ کر شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہیے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۴۶ ملخصاً، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب تین قسم کا ہے: (۱) خواب میں شیطان ڈراتا ہے تاکہ ابن آدم غمگین ہو (۲) انسان دن میں جن کاموں کا ارادہ کرتا ہے، خواب میں ان کاموں کو دیکھتا ہے (۳) خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۹۰۷، صحیح ابن حبان: ۶۰۴۲)

۳۲۹۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سُمی جو ابوبکر کے غلام ہیں از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک دن میں سو مرتبہ یہ پڑھا: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، (وہ) ایک ہے اس کا کوئی شریک

فِيْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهُ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَّكُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَّكَانَتْ لَهُ حِرْزًا مِّنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهُ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ وَلَمْ يَأْتِ اَحَدٌ بِاَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهٖ اِلَّا اَحَدٌ عَمِلَ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ.

[طرف الحدیث: ۶۴۰۳] (صحیح مسلم: ۲۶۹۱، الرقم المسلسل: ۶۷۳۷، سنن ترمذی: ۳۴۷۹)

نہیں، اسی کی حکومت ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے تو اس کو دس غلام آزاد کرنے کے برابر اجر ملے گا، اور اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے سو گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور اس دن اس کی شیطان سے حفاظت ہوگی، حتیٰ کہ شام ہو جائے اور اس سے افضل عمل کوئی نہیں کر سکے گا مگر جو شخص ان کلمات کو اس سے زیادہ مرتبہ پڑھے۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث میں ''عــدل'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: مثل، اور اس میں ''حِــرز'' کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: جو چیز حفاظت کا سبب ہو۔

۳۲۹۴ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُالْحَمِيْدِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَاهُ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ اِسْتَاْذَنَ عُمَرُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ نِسَاءٌ مِّنْ قُرَيْشٍ يُكَلِّمْنَهُ وَيَسْتَكْثِرْنَهُ عَالِيَةً اَصْوَاتُهُنَّ فَلَمَّا اسْتَاْذَنَ عُمَرُ قُمْنَ يَبْتَدِرْنَ الْحِجَابَ فَاَذِنَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُ فَقَالَ عُمَرُ اَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ عَجِبْتُ مِنْ هٰؤُلَاءِ اللَّاتِيْ كُنَّ عِنْدِيْ فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ قَالَ عُمَرُ فَاَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُنْتَ اَحَقَّ اَنْ يَّهَبْنَ. ثُمَّ قَالَ اَيْ عَدُوَّاتِ اَنْفُسِهِنَّ اَتَهَبْنَنِيْ وَلَا تَهَبْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ نَعَمْ اَنْتَ اَفَظُّ وَاَغْلَظُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَالَقِيَكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فَجًّا اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ. [اطراف الحدیث: ۳۶۸۳۔ ۶۰۸۵] (صحیح مسلم: ۲۳۹۶، الرقم المسلسل: ۶۰۹۶، صحیح ابن حبان: ۶۸۹۳، مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۲ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۵۸۱، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عبدالحمید بن عبدالرحمان بن زید نے خبر دی کہ ان کو محمد بن سعد بن ابی وقاص نے خبر دی کہ ابو سعد بن ابی وقاص نے بیان کیا کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی اور اس وقت آپ کے پاس قریش کی خواتین تھیں، جو آپ سے باتیں کر رہی تھیں اور آپ سے زیادہ چیزیں طلب کر رہی تھیں، ان کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں، جب حضرت عمر نے اجازت طلب کی تو وہ جلدی سے اُٹھ کر حجاب میں چلی گئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو اجازت دی اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس رہے تھے، حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ آپ کو ہمیشہ ہنستا رکھے! آپ نے فرمایا: جو عورتیں میرے پاس بیٹھی تھیں، مجھے ان پر تعجب ہو رہا ہے، جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو یہ جلدی سے حجاب میں چلی گئیں، حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ یہ آپ سے ڈریں، پھر حضرت عمر نے کہا: اے اپنی جان کی دشمنو! کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ڈرتیں! انہوں نے کہا: ہاں! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہ نسبت بہت سخت اور درشت ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان

ہے! جب بھی شیطان تم سے کسی راستہ میں ملتا ہے تو وہ تمہارے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلا جاتا ہے۔

خواتین قریش کے اضافہ کے مطالبہ پر حضرت عمر کا ان کو ملامت کرنا اور حضرت عمر کی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ قریش کی خواتین آپ سے کلام کر رہی تھیں (بہ ظاہر یہ خواتین ازواجِ مطہرات تھیں) اور آپ سے خرچ میں اور عطاء میں اضافہ کو طلب کر رہی تھیں اور ان کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ کے سامنے تو آواز بلند کرنا منع ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس ممانعت سے پہلے کا واقعہ ہے۔

حضرت عمر نے کہا: اللہ آپ کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تو یہ ارشاد ہے:

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا. (التوبہ: ۸۲) سو تم کو کم ہنسنا چاہیے۔

تو پھر حضرت عمر نے یہ دعا کیوں کی اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ہنسنے سے مراد اس کا لازم ہے یعنی خوشی اور سرور' یعنی اللہ آپ کو ہمیشہ مسرور رکھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں عام افرادِ امت کو حکم ہے' اس حکم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل نہیں ہیں' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ شیطان حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دور دور رہتا تھا اور اس کے لیے حضرت عمر کے دل میں وسوسہ ڈالنا ممکن نہیں تھا' سو شیطان آپ کو وسوسہ ڈالنے سے مایوس ہو گیا تھا' لہٰذا یہ حضرت عمر کی بہت بڑی فضیلت ہے' اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو وسوسہ ڈالنے پر بھی شیطان قادر نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۴۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ کورانی کی طرف سے اس کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی شدت اور سختی تھی اور مصنف کا اس جواب کو رد کرنا اور اپنے جوابات دینا' اور آپ کی نرم دلی کے متعلق احادیث

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ خواتین قریش نے حضرت عمر سے کہا: ہاں! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ سخت اور درشت ہیں' اس پر یہ اعتراض ہے کہ خواتین قریش کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی سختی اور شدت تھی' لیکن حضرت عمر سے کم تھی اور یہ چیز آپ کے مکارمِ اخلاق کے مناسب نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی سختی اور شدت تھی' لیکن وہ کفار اور منافقین کے لیے تھی۔ قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ. (التوبہ: ۷۳) اے نبی! کفار اور مشرکین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔

(دراصل یہ علامہ عینی کا جواب ہے۔ عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۴۸' الکوثر الجاری ج ۶ ص ۲۱۴)

تاہم علامہ کورانی کے جواب پر پھر یہ اعتراض ہو گا کہ خواتینِ قریش کفار اور منافقین کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سختی اور شدت کا انکار نہیں کرتی تھیں' ان کا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر سختی اور شدت کر رہے ہیں' لیکن یہ حضرت عمر کی سختی اور شدت سے کم ہے' اس لیے میرے نزدیک اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احکامِ شرعیہ کے نفاذ میں مسلمانوں پر اور ازواجِ مطہرات پر بھی سختی اور شدت کرتے تھے اور ازواجِ مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مالِ دنیا اور خرچ میں اضافہ کا جو مطالبہ کر

رہی تھیں' یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ تھا' جیسا کہ اس پر یہ آیت دلالت کرتی ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًاO وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًاO (الاحزاب:٢٩۔٢٨)

اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ! میں تمہیں مالی فائدہ دوں اور حسن سلوک کے ساتھ تمہیں چھوڑ دوںO اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت والے گھر کا ارادہ رکھتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کیا ہےO

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام مسلمانوں پر احکامِ شرعیہ نافذ کرنے میں بھی بہت سخت تھے اور کسی کی رعایت نہیں فرماتے تھے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش کے نزدیک یہ بڑا سنگین واقعہ تھا کہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی' پس انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی کون سفارش کرے گا؟ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے سوا اس کی کون جرأت کر سکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت عزیز ہیں' تب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی سفارش کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں سفارش کر رہے ہو! پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے گم راہ ہو گئے تھے کہ جب ان میں سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور اگر کوئی پس ماندہ شخص چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی چوری کرتی تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کا ہاتھ کاٹ دیتے!

(صحیح البخاری:٦٧٨٨' صحیح مسلم:١٦٨٨' سنن ترمذی:١٤٣٠' سنن نسائی:٤٨٩٩' سنن ابن ماجہ:٢٥٤٧)

اس کی تائید درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب بھی دو کاموں میں سے کسی ایک کام کا اختیار دیا گیا تو آپ اس کام کو اختیار کرتے جو دونوں میں سے زیادہ آسان ہو' بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو پس اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ اس سے سب سے زیادہ دور ہونے والے ہوتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا' سوا اس کے کہ اللہ کی حدود کو پامال کیا جائے تو آپ اس کا انتقام لیتے تھے۔ (صحیح البخاری:٣٥٦٠' صحیح مسلم:٢٣٢٧' سنن ابوداؤد:٤٧٨٥)

امام ترمذی اور دیگر ائمہ کی روایت میں اس طرح ہے:

اگر کوئی شخص اللہ کی حد کو توڑتا تو آپ اس پر سب سے زیادہ غضب فرماتے تھے۔

(شمائل ترمذی:٣٥٠' مسند احمد ج٦ ص٨٥' مصنف عبدالرزاق:١٧٩٤٢)

مصنف کے نزدیک اصل اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقین' کفار اور فساق پر جو سختی کی ہے' وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی ہے' ورنہ آپ اپنی سرشت اور طبیعت کے اعتبار سے بہت نرم ہیں' جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ. (آل عمران:١٥٩)

آپ اللہ کی بے انتہاء رحمت کی وجہ سے (مسلمانوں کے لیے) نرم دل ہیں' اگر آپ بدمزاج اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپکے گرد و پیش سے بھاگ جاتے۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا

تو کہیں فرطِ غم سے ان کے پیچھے آپ اپنی جان دے بیٹھیں

بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا O (الکہف:۶) گئے اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہ لائیں O

اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت دل ہوتے تو آپ کو اس کی کیا پرواہ ہوتی کہ کفار قرآن مجید پر ایمان نہ لا کر دوزخ میں جا رہے ہیں۔

نیز غزوۂ خیبر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اُٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا:

یارسول اللہ! میں ان سے اس وقت تک جنگ کروں گا جب تک کہ وہ ہماری مثل (مسلمان) نہ ہو جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی! ٹھہرو! حتیٰ کہ ان کے میدان میں اتر کر پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو اور ان کو بتاؤ کہ اللہ کا ان پر کیا حق ہے اللہ کی قسم! اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت مل جائے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

(صحیح البخاری: ۴۲۱۰، صحیح مسلم: ۲۴۰۶)

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت دل ہوتے تو مطلقاً کفار کو قتل کرنے کا حکم دے دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نرم دل ہونے پر درج ذیل حدیث بھی دلالت کرتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب غزوۂ بدر میں کفار قریش کو گرفتار کر لیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: ان قیدیوں کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: اے اللہ کے نبی! یہ آپ کے چچا کے بیٹے اور آپ کے خاندان کے لوگ ہیں، میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں (اور ان کو آزاد کر دیں)، اس (فدیہ) سے ہمیں کفار کے خلاف قوت حاصل ہوگی، پس ہو سکتا ہے کہ ان کو اللہ اسلام کی ہدایت دے دے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اے خطاب کے بیٹے! تمہاری کیا رائے ہے؟ تو حضرت عمر نے کہا: نہیں! یارسول اللہ! میری رائے وہ نہیں ہے جو ابوبکر کی رائے ہے! لیکن میری رائے یہ ہے کہ آپ ہمیں ان پر قدرت دیں اور ہم ان کی گردنیں اُڑا دیں، آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عقیل پر قدرت دیں سو وہ ان کی گردن اُڑا دیں، اور مجھے میرے فلاں رشتہ دار پر قدرت دیں تو میں اس کی گردن اُڑا دوں، کیونکہ یہ لوگ کفر کے امام اور سردار ہیں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر کی رائے کی طرف مائل ہوئے اور میری رائے کی طرف مائل نہیں ہوئے۔ الحدیث

(صحیح مسلم: ۱۷۶۳، سنن ابوداؤد: ۲۶۹۰، سنن ترمذی: ۳۰۸۴، مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۳)

اور اس حدیث سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نرم دلی کا پتا چلتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کیا غزوہ اُحد سے بھی زیادہ سخت کوئی دن آپ پر گزرا ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری قوم کی طرف سے میں نے جو مصائب اُٹھائے ہیں سو اُٹھائے ہیں! اور سب سے زیادہ مصیبت میں نے عقبہ کے دن اُٹھائی تھی جب میں نے اپنے آپ کو (طائف کے سردار) ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا، سو اس نے میری دعوت کو قبول نہیں کیا اور میری دعوت کو مسترد کر دیا، میں وہاں سے افسردہ ہو کر چلا گیا، پھر جب میں قرن الثعالب پر پہنچا تو میرا غم کچھ کم ہوا، پھر میں نے سر اُٹھایا تو ایک بادل نے مجھ پر سایا کیا ہوا تھا، میں نے غور کیا تو اس میں حضرت جبریل علیہ السلام تھے، پس انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی بات اور ان کا جواب سن لیا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تا کہ آپ ان لوگوں کے متعلق جو چاہیں حکم دیں، پس پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے آواز دی اور مجھے سلام کیا، پھر کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اگر آپ چاہیں تو میں ان (طائف کے) لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں اور یہ چکنا چور ہو جائیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلکہ مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ان لوگوں کو نکالے گا جو اللہ وحدہٗ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ بالکل شرک نہیں کریں گے۔ (صحیح البخاری: ۳۲۳۱، صحیح مسلم: ۱۷۹۵)

ان صحیح احادیث سے واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار کے متعلق بھی نرم دل تھے اور فساق کے متعلق نرم دل ہونے پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں عبداللہ نام کا ایک شخص تھا جس کا لقب حمار تھا' اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو شراب پینے پر کوڑے مارے تھے' ایک دن پھر اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا اور آپ کے حکم سے اس کو کوڑے مارے گئے' تو قوم میں سے ایک شخص نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت فرما! اس کو کتنی بار حد جاری کرنے کے لیے لایا گیا ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس پر لعنت نہ کرو' پس اللہ کی قسم! مجھے اس کے متعلق صرف یہ علم ہے کہ یہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ (صحیح البخاری: ٦٧٨٠)

خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب پر نرم دل تھے اور سب کے لیے رحمت تھے اور علامہ عینی اور علامہ کورانی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ آپ کے دل میں بھی سختی تھی اور کفار اور منافقین سے جہاد کرنا اور فساد پر حد جاری کرنا' آپ کے دل کی سختی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے تھا۔ والحمد للہ رب العلمین!

٣٢٩٥ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ يَزِيدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أُرَاهُ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَتَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثًا فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيتُ عَلٰى خَيْشُومِهِ.

(صحیح مسلم: ٢٣٨' الرقم المسلسل: ٥٢٤' سنن نسائی: ٩٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از یزید از محمد بن ابراہیم از عیسیٰ بن طلحہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا' میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو وہ وضو کرے' پس تین مرتبہ ناک کو صاف کرے' کیونکہ شیطان اس کے نتھنوں میں رات گزارتا ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١٦١ میں گزر چکی ہے۔

١٢ - بَابُ ذِكْرِ الْجِنِّ وَثَوَابِهِمْ وَعِقَابِهِمْ — جنات کا ذکر اور ان کے ثواب اور عقاب کا بیان

اس باب میں جنات کے وجود کا بیان ہے اور یہ بتایا ہے کہ ان کو نیک کاموں پر ثواب ملتا ہے اور بُرے کاموں پر ان کو عذاب ہوتا ہے' علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس کی تفصیل میں لکھتے ہیں:

جنات کے وجود کے متعلق مذاہب اسلام

جنات کے وجود کے متعلق اسلام کے فرقوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے' اور جمہور کفار کے نزدیک بھی جنات کا وجود ثابت ہے' اور بعض کفار جنات کا انکار کرتے ہیں' اسی طرح مسلمانوں کے بعض فرقے مثلاً جہمیہ اور معتزلہ بھی جنات کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔
جنات کے وجود کی دلیل یہ ہے کہ تواتر کے ساتھ انبیاء علیہم السلام سے جنات کے وجود کی خبریں ثابت ہیں۔ قاضی ابوبکر باقلانی نے کہا ہے کہ اکثر قدریہ پہلے جنات کے وجود کے قائل تھے اور اب انکار کرتے ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ ان کے اجسام بہت رقیق ہوتے ہیں اس لیے وہ دکھائی نہیں دیتے' بعض یہ کہتے ہیں کہ چونکہ ان کا رنگ نہیں ہوتا' اس لیے وہ دکھائی نہیں دیتے' بعض معتزلہ نے کہا کہ جنات کا وجود عقل سے ثابت نہیں ہے' کتاب وسنت کی تصریحات سے ثابت ہے۔

جنات کی تخلیق کی ابتداء

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا تھا' حضرت ابن عباس رضی اللہ نے فرمایا کہ جنات زمین پر رہنے والے تھے اور فرشتے آسمانوں پر رہنے والے تھے۔

اسحاق بن بشر نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کو پیدا کیا اور انہیں زمین کو آباد کرنے کا حکم دیا' سو وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے' جب ان کو زیادہ مدت ہوگئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور خون ریزی کی' ان میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام یوسف تھا' انہوں نے اس کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف آسمانِ دنیا کے ملائکہ کا لشکر بھیجا جس میں ابلیس بھی تھا' انہوں نے جنات کو زمین سے نکال دیا اور ان کو سمندر کے جزائر میں جلاوطن کر دیا اور ابلیس اور اس کے ساتھ جو لشکر تھا وہ زمین میں رہا۔

جنات کا مادہ تخلیق

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍO (الرحمٰن:۱۵) اور جن کو خالص آگ کے شعلہ سے پیدا کیاO

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا اور جنات کو خالص آگ کے شعلہ سے پیدا کیا گیا اور آدم کو اس چیز سے پیدا کیا گیا جس کو تمہارے لیے بیان فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم:۲۹۹۶' الرقم المسلسل:۷۳۴۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح انسان کی اصل مٹی ہے' اسی طرح جنات کی اصل آگ ہے۔

نیز جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا کہ تو نے میرے حکم کے باوجود آدم کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟ تو اس نے کہا:

اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍO (الاعراف:۱۲) میں اس سے بہتر ہوں (کیونکہ) تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہےO

سو یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ جنات کی اصل آگ ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آگ خشک ہوتی ہے اور زندگی کے لیے رطوبت ضروری ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ بغیر رطوبت کے بھی حیات پیدا فرمادے۔

جنات کا مختلف صورتوں میں ہونا

قاضی ابویعلیٰ محمد بن الحسین الفراء الحنبلی نے کہا ہے کہ جنات کئی قسم کے اجسام پر ہیں' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ رقیق ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ کثیف ہوں' علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ جنات کی تین اقسام ہیں' جیسا کہ حدیث میں ہے: ایک قسم وہ ہے جو سانپوں کی صورتوں میں ہے' دوسری قسم وہ ہے جو سیاہ کتوں کی صورتوں میں ہے' تیسری قسم وہ ہے جو اُڑنے والی ہواؤں کی صورتوں میں ہے اور جنات' سانپ' بچھو' اونٹ' گائے' بکری' گھوڑوں' خچروں اور گدھوں' پرندوں اور بنو آدم کی صورتوں میں آسکتے ہیں' قاضی ابویعلیٰ نے کہا کہ شیاطین اس پر قادر نہیں ہیں کہ اپنی خلقت کو تبدیل کرلیں' اور ازخود کسی دوسری صورت میں منتقل ہو جائیں' ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے کلمات سکھا دیئے ہوں جن کو پڑھنے سے ان کی صورت بدل جائے یا کوئی ایسا فعل سکھا دیا ہو جس کو کرنے سے ان کی صورت بدل جائے۔

جنات کی انواع

جنات کی ایک قسم غول ہے' اس کو عفریت کہتے ہیں' علماء نے کہا ہے کہ یہ ایک حیوان ہے جو جنگلات کو پسند کرتا ہے' یہ مختلف

صورتوں میں ہوتا ہے اور رات میں دکھائی دیتا ہے اور خلوت کے اوقات میں ان لوگوں کے لیے جو تنہا سفر کر رہے ہوں ان کو یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ انسان ہے اور یہ مسافر کو راستہ سے گم راہ کر دیتا ہے۔

دوسری قسم سعلاۃ ہے یہ غول سے مختلف ہے یہ اکثر جنگلوں میں ہوتا ہے جب یہ انسان کو دیکھتا ہے تو ناچتا ہے اور اس کے ساتھ اس طرح کھیلتا ہے جس طرح بلی چوہے کے ساتھ کھیلتی ہے۔

تیسری قسم غداء ہے یہ مصر اور یمن کے علاقہ میں پایا جاتا ہے انسان اس کو دیکھ کر بے ہوش ہو جاتا ہے۔

چوتھی قسم ولھان ہے یہ سمندری جزائر میں ہوتا ہے یہ انسان کی صورت میں شتر مرغ پر سوار ہوتا ہے ان میں سے بعض انسانوں کے ساتھ مانوس ہوتے ہیں لیکن ان کو ایذاء نہیں دیتے' ان میں سے بعض کنواری لڑکیوں کو اُچک کر لے جاتے ہیں' بعض چھپکلی کی صورت میں آتے ہیں اور بعض کتے کی صورت میں آتے ہیں۔

جنات کی وجہ تسمیہ

جن کا معنی ہے: مستور اور چھپا ہوا' جیسے انس کا معنی ہے: ظاہر' جنات چونکہ انسانوں کو دکھائی نہیں دیتے' اس لیے ان کو جن کہتے ہیں' اسی طرح جو چیز بھی انسان کی آنکھوں سے مستور ہو' اس کو جن کہتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ فرشتوں کو بھی جن کہتے تھے کیونکہ وہ بھی انسان کی آنکھوں سے مستور ہیں' اسی طرح جنت بھی ہم سے مستور ہے' ''جُنّـہ'' ڈھال کو کہتے ہیں وہ بھی ہتھیاروں سے ستر کرتی ہے' پیٹ میں بچے کو جنین کہتے ہیں کیونکہ وہ پیٹ میں مستور ہوتا ہے' دل کو جنان کہتے ہیں کیونکہ وہ سینہ میں مستور ہوتا ہے۔

جنات کا کھانا پینا

جنات کھاتے پیتے ہیں' نکاح کرتے ہیں اور ان کی اولاد بھی ہوتی ہے اور اس میں درج ذیل اقوال ہیں:

(۱) تمام جنات کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں' یہ قول ساقط الاعتبار ہے۔

(۲) جنات کی ایک قسم کھاتی پیتی ہے اور دوسری قسم کھاتی ہے نہ پیتی ہے۔

(۳) جنات کھاتے ہیں اور پیتے ہیں' چباتے ہیں اور نگلتے ہیں' اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور ایک آدمی کھا رہا تھا' اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی' حتیٰ کہ جب اس کے کھانے سے صرف ایک لقمہ بچ گیا تو اس نے پڑھا: ''بسم اللّٰہ اوّلہ و آخرہ'' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے' پھر فرمایا: شیطان مسلسل اس کے ساتھ کھاتا رہا' پھر جب اس نے اللہ عزوجل کا نام لیا تو اس کے پیٹ میں جو کچھ گیا تھا' اس نے اس کی قے کر دی۔ (سنن ابوداؤد: ۳۷۶۸)

(۴) وہب بن منبہ سے سوال کیا گیا کہ جنات کیا ہیں؟ اور کیا وہ کھاتے اور پیتے ہیں اور نکاح کرتے ہیں اور ان کی اولاد ہوتی ہے اور وہ مرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: جنات کی کئی اقسام ہیں: جو خالص جن ہیں وہ ہوا ہیں' وہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں' نہ نکاح کرتے ہیں اور نہ ان کی اولاد ہوتی ہے' ان کی ایک قسم سعالیٰ' غول اور قطرب ہے' یہ کھاتے پیتے ہیں' نکاح کرتے ہیں اور ان کی اولاد بھی ہوتی ہے' اس کو ابو عمر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

جنات کا مکلّف ہونا

علامہ ابو عمر نے کہا ہے کہ ایک جماعت کے نزدیک جنات مکلّف اور مخاطب ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ اے جنات اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں

يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِىْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا. (الانعام:۱۳۰) سے رسول نہیں آئے جو تمہارے سامنے میری آیات تلاوت کرتے تھے اور تمہیں اس دن کے پیش آنے سے ڈراتے تھے؟

الحشویہ نے کہا ہے: وہ اپنے افعال میں مجبور ہیں اور وہ مکلف نہیں ہیں۔

اور جو کہتے ہیں: وہ مکلف ہیں' ان کا اس میں اختلاف ہے کہ ان کو ثواب یا عذاب ہوگا یا نہیں؟

ایک جماعت نے کہا ہے کہ ان کو صرف اتنا ثواب ہوگا کہ ان کو دوزخ سے نجات مل جائے گی' پھر ان سے کہا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ' جیسا کہ بہائم سے کہا جائے گا' اور یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے جس کو ابن حزم وغیرہ نے ان سے نقل کیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کو اطاعت پر ثواب دیا جائے گا اور معصیت پر عذاب دیا جائے گا۔ یہ امام مالک' امام ابویوسف' امام محمد کا قول ہے اور امام شافعی اور امام احمد سے بھی اسی طرح منقول ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: ہاں! ان کے لیے ثواب ہے اور ان کو عذاب بھی ہوگا اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ جو جن کافر ہیں' ان کو آخرت میں عذاب ہوگا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِاسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِىْٓ اَجَّلْتَ لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ. (الانعام:۱۲۸)

اے جنات کے گروہ! تم نے بہت سے انسانوں کو گم راہ کیا اور انسانوں میں سے ان کے دوست کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمارے بعضوں نے بعض سے (ناجائز) فائدے اٹھائے' اور ہم اس میعاد کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر کی تھی' (اللہ) فرمائے گا: دوزخ ہمیشہ کے لیے تمہارا ٹھکانا ہے مگر جس کو اللہ چاہے۔

جنات میں سے مؤمنین جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں؟ اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) جمہور کے نزدیک وہ جنت میں داخل ہوں گے' امام ابویوسف کا بھی یہی مؤقف ہے۔

(۲) سفیان ثوری نے کہا: وہ جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے۔

(۳) مجاہد نے کہا: وہ جنت میں داخل ہوں گے' مگر کھائیں گے پئیں گے نہیں' ان کو تسبیح اور تقدیس کا الہام کیا جائے گا جس سے وہ ایسی لذت پائیں گے جیسی لذت اہل جنت کھانے اور پینے سے پاتے ہیں۔

(۴) الحارث المحاسبی نے کہا ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ہم کو نہیں دیکھ سکیں گے اور ہم ان کو دیکھیں گے اور یہ دنیا کے برعکس ہوگا۔

دوسری جماعت نے یہ کہا ہے کہ جنات جنت میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ جنت کے گردونواح میں ہوں گے' انسان ان کو دیکھیں گے اور وہ انسانوں کو نہیں دیکھ سکیں گے' یہ امام مالک' امام شافعی' امام احمد' امام ابویوسف اور امام محمد کا قول ہے' اس کو ابن تیمیہ نے نقل کیا ہے اور یہ ابن حزم کی نقل کے خلاف ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ جنات اعراف میں ہوں گے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ اس مسئلہ میں توقف کرنا چاہیے۔

جنات کے فرقے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جنات نے کہا:

وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ اور یہ کہ ہم میں سے کچھ نیک ہیں' اور کچھ اس کے خلاف' سو

قِدَدًا○ (الجن:۱۱) ہم کئی راہوں میں متفرق ہیں○

یعنی جنات میں کئی مذاہب ہیں' ان میں مسلمان بھی ہیں' یہودی بھی ہیں' امام احمد نے کتاب الناسخ والمنسوخ میں لکھا ہے: ان میں قدریہ' مرجئہ اور شیعہ بھی ہیں' سدی نے کہا ہے: ان میں تمام فرقے ہیں۔

حسن بصری نے کہا ہے کہ شیاطین ابلیس کی اولاد ہیں' وہ شیطان کے ساتھ مریں گے اور جنات اس سے پہلے مرجائیں گے۔

(عمدۃ القاری ج۱۵ ص ۲۵۳۔۲۵۰ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ اِلٰى قَوْلِهٖ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ○﴾ (الانعام:۱۳۰۔۱۳۲) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے جنات اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے جو تمہارے سامنے میری آیات تلاوت کرتے تھے۔ یہ آیت ''عما یعملون'' تک پڑھیں○ (الانعام:۱۳۲۔۱۳۰)

اس آیت کا بقیہ حصہ جس کو امام بخاری نے ذکر نہیں کیا' یہ ہے:

اور اس دن کے پیش آنے سے تمہیں ڈراتے تھے' وہ کہیں گے کہ ہم نے اپنی جانوں کے خلاف گواہی دی اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا اور وہ خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے○ (الانعام:۱۳۰)

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں مذکور ہے کہ رسول ان کو ڈراتے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے ان کو عذاب ہوگا' نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ○ (الانعام:۱۳۲) اور ہر ایک کے لیے ان کے اعمال کے اعتبار سے (ثواب کے) درجات ہیں اور آپ کا رب ان کے کاموں سے بے خبر نہیں ہے○

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنات میں سے جو نیک کام کریں گے' ان کو ثواب ملے گا۔

﴿بَخْسًا﴾ (الجن:۱۳). نَقْصًا. ''بخسًا'' کا معنی ہے: نقص۔

اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا○ (الجن:۱۳) سو جو اپنے رب پر ایمان لائے تو اسے (اپنی نیکی میں) کمی کا اور (بدی میں) اضافہ کا کوئی خوف نہیں ہوگا○

پس یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ جنات مکلف ہیں اور ان کو ثواب اور عذاب ہوگا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا﴾ (الصافات:۱۵۸) قَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ اَلْمَلٰٓئِكَةُ بَنَاتُ اللّٰهِ وَاُمَّهٰتُهُمْ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ قَالَ اللّٰهُ ﴿وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ○﴾ (الصافات:۱۵۸) سَيُحْضَرُوْنَ لِلْحِسَابِ. ﴿جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ﴾ (یٰس:۷۵) عِنْدَ الْحِسَابِ.

اور مجاہد نے کہا: اور مشرکوں نے اللہ اور جنات کے درمیان نسب (کا رشتہ) ٹھہرا دیا (الصّٰفّٰت:۱۵۸) کی تفسیر میں کہا: کفارِ قریش نے کہا: فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ان کی مائیں جنات کے سرداروں کی بیٹیاں ہیں' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: حالانکہ جنات یقیناً جانتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور اللہ کے سامنے حاضر کیے جائیں گے○ (الصّٰفّٰت:۱۵۸) یعنی عنقریب وہ حساب کے لیے حاضر کیے

جائیں گے۔ "جند محضرون" (یٰس:۷۵) یعنی (ان کے معبودوں کا) لشکر اللہ کے سامنے حاضر کیا جائے گا' یعنی حساب کے وقت۔

مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان نسب کا رشتہ گھڑتے تھے اور ان کا یہ زعم تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور وہ فرشتوں کو جنات کہتے تھے' کیونکہ وہ انسانوں کی نظروں سے چھپے ہوئے تھے اور جن چھپی ہوئی چیز کو کہتے ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے درمیان ایک نسبت جامعہ ہے' حالانکہ ان کو خوب علم ہے کہ جنات اور شیاطین اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کیے جائیں گے' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ میں حاضر کرے گا اور ان کو عذاب دے گا۔

امام بخاری نے یٰس:۷۵ کی پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت اس طرح ہے:

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ○ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ○ (یٰس:۷۵-۷۴)

اور انہوں نے اس اُمید پر اللہ کے سوا معبود بنا لیے کہ ان کی مدد کی جائے○ وہ ان کی مدد کی طاقت نہیں رکھتے' وہ اپنے معبودوں کے لشکر ہوں گے (اللہ کے پاس) حاضر کیے ہوئے○

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مشرکین کی انتہائی گمراہی کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ان پر واجب تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے' لیکن انہوں نے اللہ کی نعمتوں کا کفر کیا اور وہ اس توقع پر ان (معبودانِ باطلہ) کی عبادت کرنے لگے جو ان کو نفع پہنچا سکتے تھے نہ نقصان' کہ وہ ان کی مدد کریں گے' یعنی ان کو اللہ کے عذاب سے بچائیں گے' حالانکہ وہ ان کی مدد کی طاقت نہیں رکھتے' سو ان کی اُمید پوری نہ ہوئی اور وہ ناکام ہو گئے۔

٣٢٩٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ صَعْصَعَةَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَهُ اِنِّيْ اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَاِذَا كُنْتَ فِيْ غَنَمِكَ وَبَادِيَتِكَ فَاَذَّنْتَ بِالصَّلٰوةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ فَاِنَّهُ لَايَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ اِلَّا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ الانصاری از والد خود' انہوں نے ان کو خبر دی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم بکریوں سے اور جنگل سے محبت کرتے ہو' پس جب تم اپنی بکریوں میں اور اپنے جنگل میں ہو تو نماز کے لیے اذان دینا اور اپنی آواز بلند کرنا کیونکہ مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے تو خواہ جن ہو یا انسان یا کوئی چیز بھی ہو' وہ اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دے گی۔ حضرت ابوسعید نے کہا: میں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٠٩ میں گزر چکی ہے۔

١٣ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ○﴾

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور یاد کیجئے جب ہم جنات کی ایک جماعت آپ کی طرف پھیر لائے' اس کے بعد یہاں تک ہے: وہ لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں

(الاحقاف: ۲۹-۳۲) ہیں O (الاحقاف: ۳۲-۲۹)

نصیبین کے جنات کی تعداد

امام بخاری نے عنوان میں پوری آیات ذکر نہیں کیں، پوری آیات اس طرح ہیں:

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَO قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍO يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍO وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍO (الاحقاف: ۳۲-۲۹)

اور یاد کیجئے جب ہم جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف پھیر لائے بہ غور قرآن سنتے ہوئے تو جب وہ اس کے پاس حاضر ہوئے' انہوں نے (آپس میں) کہا: خاموش رہو' پھر جب (قرآن کی) قراءت ہو چکی تو وہ اپنی قوم کو ڈراتے ہوئے واپس گئےO انہوں نے کہا: اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک کتاب سنی جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے' پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہوئی' حق کی طرف ہدایت کرتی ہے اور سیدھی راہ کی طرفO اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ' اللہ تمہارے گناہوں میں سے بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گاO اور جو اللہ کی طرف بلانے والے کی بات نہ مانے تو وہ زمین کے (کسی گوشہ میں) اللہ کے قابو سے باہر نکلنے والا نہیں ہے اور اللہ کے سوا اس کا کوئی مددگار نہیں ہے' وہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیںO

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جن جنات کا اس آیت میں ذکر ہے' یہ نصیبین کے جنات میں سے سات جن تھے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ان کی قوم کی طرف قاصد بنایا' ایک قول یہ ہے کہ یہ نو جن تھے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی تعداد بارہ تھی۔

ابن درید نے ان جنات میں سے پانچ کے نام ذکر کیے ہیں: (۱) سام (۲) مام (۳) منسی (۴) ماسی (۵) احقب۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۵۷-۲۵۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

﴿مَصْرِفًا﴾ (الکہف: ۵۳) مَعْدِلًا۔ "مصرفًا" کا معنی ہے: "معدلًا" یعنی پھرنے کی جگہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًاO (الکہف: ۵۳) اور وہ اس سے بچنے کی جگہ نہ پائیں گےO

﴿صَرَفْنَا﴾ اَیْ وَجَّهْنَا۔ "صرفنا" کا معنی "وجھنا" یعنی ہم نے پھیر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ. (الاحقاف: ۲۹) اور یاد کیجئے جب ہم نے جنات کی ایک جمات کو آپ کی طرف پھیر دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف مائل کیا' دوسرا قول یہ ہے کہ ہم نے ان کو آپ کی طرف متوجہ

کیا' تیسرا قول یہ ہے کہ ہم نے ان کو ان کے شہروں سے آپ کی طرف روانہ کر دیا۔

١٤ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ﴾ (البقرہ:١٦٤)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس نے زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے۔ (البقرہ:۱۶۴)

اس باب میں جانوروں کا بیان کیا گیا ہے:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الثُّعْبَانُ الْحَيَّةُ الذَّكَرُ مِنْهَا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''ثعبان'' ان میں سے نر سانپ کو کہتے ہیں۔

اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌO (الاعراف:۱۰۷)

تو اسی وقت وہ عصا ظاہراً اژدھا بن گیاO

امام بخاری نے اس کی تفسیر نر سانپ سے اس لیے کی ہے کہ لفظ ''حیة'' کا اطلاق نر اور مادہ دونوں قسم کے سانپوں پر ہوتا ہے۔ عرب کہتے ہیں: میں نے ''حیة'' کو ''حیة'' پر دیکھا' یعنی نر کو مادہ پر دیکھا' اور ''حیة'' میں تا' تانیث کی نہیں ہے بلکہ یہ تا' ایسی ہے جیسے ''تمرة'' اور ''درة'' میں تا ہے۔

يُقَالُ الْحَيَّاتُ اَجْنَاسٌ اَلْجِنَّانُ وَالْاَفَاعِيُ وَالْاَسَاوِدُ.

کہا جاتا ہے: ''حیات'' کی کئی اجناس ہیں' ''جنان' افاعی'' اور ''اساود''۔

''جنان''' ''جان'' کی جمع ہے' ابن اثیر نے کہا ہے: یہ باریک سانپ ہے اور گھروں میں ہوتا ہے' اور ''افاعی''' ''افعٰی'' کی جمع ہے' یہ کالا سانپ ہوتا ہے اور اس کی عمر بہت طویل ہوتی ہے اور یہ ہزار سال تک زندہ رہتا ہے اور ''اساود''' ''اسود'' کی جمع ہے' یہ بہت بڑا سانپ ہوتا ہے اور اس میں سیاہی ہوتی ہے۔

﴿اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا﴾ (ھود:٥٦) فِي مِلْكِهِ وَسُلْطَانِهِ.

(اللہ) نے اس کی پیشانی کو پکڑ لیا' یعنی وہ اس کی ملک اور تصرف میں ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا. (ھود:٥٦)

اللہ نے اس کو اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑا ہوا ہے۔

یعنی ہر جانور اس کا مملوک ہے اور اس کی قدرت اور اس کے تصرف میں ہے۔

يُقَالُ ﴿صَآفَّاتٍ﴾ بُسُطٌ اَجْنِحَتَهُنَّ. ﴿يَقْبِضْنَ﴾ (الملک:١٩) يَضْرِبْنَ بِاَجْنِحَتِهِنَّ.

سورۂ ملک میں ''صافات'' کا لفظ ہے' یعنی پرندوں نے اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں اور اسی سورت میں ''یقبضن'' کا لفظ ہے' یعنی انہوں نے پر سمیٹے ہوئے ہیں۔

اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ. (الملک:١٩)

اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندوں کی طرف نہیں دیکھا جو کبھی پَر پھیلاتے ہیں اور کبھی پر سمیٹتے ہیں۔

٣٢٩٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی'

عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ عَلَی الْمِنْبَرِ یَقُوْلُ اقْتُلُوا الْحَیَّاتِ وَاقْتُلُوْا ذَا الطُّفْیَتَیْنِ وَالْاَبْتَرَ فَاِنَّهُمَا یَطْمِسَانِ الْبَصَرَ وَیَسْقِطَانِ الْحَبَلَ.

[اطراف الحدیث:۳۳۱۰۔۳۳۱۲۔۳۳۱۶۔۴۰۱۶] (صحیح مسلم:۲۲۲۳، الرقم المسلسل:۵۷۱۸)

انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا' آپ فرمارہے تھے: سانپوں کو قتل کر دو اور ان سانپوں کو جن کے سروں پر دو نقطے ہوتے ہیں اور دُم کٹے سانپ کو بھی' کیونکہ یہ نظر کی روشنی ختم کر دیتے ہیں اور حمل ساقط کر دیتے ہیں۔

''ذا الطفیتین'' اور ''ابتر'' کے معانی

اس حدیث میں مذکور ہے: جن سانپوں کے سروں پر دو نقطے ہوتے ہیں:

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ سانپوں کی ایک قسم ہے جس کی پشت پر سفید دھاریاں ہوتی ہیں' خلیل نے کہا: یہ خبیث سانپ ہوتا ہے۔

اس حدیث میں ''ابتر'' کا لفظ ہے' یہ وہ سانپ ہے جس کی دُم کٹی ہوئی ہوتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سانپوں کو اس لیے قتل کرنے کا حکم دیا ہے کہ جن ان سانپوں کی شکل میں متمثل نہیں ہوتے' علامہ داؤدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ گھروں میں رہنے والے سانپوں کو قتل نہ کرو کیونکہ ان کی شکلوں میں جن ہوتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۵۹۔۲۵۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۹۸ - قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَبَیْنَا اَنَا اُطَارِدُ حَیَّةً لِّاَقْتُلَهَا فَنَادَانِیْ اَبُوْ لُبَابَةَ لَا تَقْتُلْهَا فَقُلْتُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَرَ بِقَتْلِ الْحَیَّاتِ قَالَ اِنَّهٗ نَهٰی بَعْدَ ذٰلِكَ عَنْ ذَوَاتِ الْبُیُوْتِ وَهِیَ الْعَوَامِرُ.

[اطراف الحدیث:۳۳۱۱۔۳۳۱۳۔۴۰۱۷] (صحیح مسلم:۲۲۳۳، الرقم المسلسل:۵۷۱۸)

حضرت عبداللہ نے کہا: جس وقت میں ایک سانپ کو مارنے کے لیے ڈھونڈ رہا تھا تو مجھے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے آواز دے کر کہا: اس کو مت مارو' میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپوں کو مارنے کا حکم دیا ہے' تو انہوں نے کہا: اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو مارنے سے منع کر دیا ہے' یہ عوامر ہیں۔

حضرت ابولبابہ کا تذکرہ اور ''العوامر'' کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت عبداللہ سے مروی ہے' اس سے مراد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

اس حدیث میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' توضیح میں مذکور ہے کہ ان کا نام بشیر بن عبد المنذر بن رفاعۃ ہے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر کی طرف نکلے تو آپ نے ان کو روحاء کی طرف لوٹا دیا تھا' آپ نے ان کو مدینہ کا عامل بنایا اور مالِ غنیمت سے ان کا حصہ نکالا' یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فوت ہو گئے تھے اور ان کے بھائی مبشر بن عبد المنذر غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے اور شہید ہوئے' ان کے ایک اور بھائی رفاعہ بن عبد المنذر بیعت عقبہ اور بدر میں حاضر ہوئے اور غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔

حضرت ابولبابہ نے بیان کیا کہ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو مارنے سے منع فرما دیا تھا' ایسے سانپوں کو جنان کہتے ہیں' ان کی بہت لمبی حیات ہوتی ہے۔

اس حدیث کے آخر میں ''العوامر'' کا ذکر ہے' یہ زُہری کا کلام ہے جس کو انہوں نے حدیث میں درج کر دیا ہے' ان کو عوامر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ گھروں میں بہت عرصہ تک رہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۲۹۹- وَقَالَ عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ فَرَاٰنِیْ اَبُوْ لُبَابَةَ اَوْ زَیْدُ بْنُ الْخَطَّابِ. (صحیح مسلم: ۲۲۳۳' الرقم المسلسل: ۵۷۱۸)

اور عبدالرزاق نے کہا از معمر: پس مجھے حضرت ابولبابہ نے دیکھا یا زید بن الخطاب نے۔

امام بخاری کا اس تعلیق سے یہ ارادہ ہے کہ معمر نے اس حدیث کو زہری سے شک کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَتَابَعَهٗ یُوْنُسُ وَابْنُ عُیَیْنَةَ وَاِسْحَاقُ الْكَلْبِیُّ وَالزُّبَیْدِیُّ.

اور معمر کی متابعت یونس' ابن عیینہ' اسحاق کلبی اور زبیدی نے کی ہے۔

اس تعلیق کو امام مسلم نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

وَقَالَ صَالِحٌ وَّابْنُ اَبِیْ حَفْصَةَ وَابْنُ مُجَمِّعٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَاٰنِیْ اَبُوْ لُبَابَةَ وَزَیْدُ بْنُ الْخَطَّابِ.

اور صالح اور ابن ابی حفصۃ اور ابن مجمع نے کہا از زہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما: مجھے حضرت ابولبابہ اور حضرت زید بن الخطاب دونوں نے دیکھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے دونوں روایتوں میں تطبیق دی ہے۔

۱۵- بَابُ خَیْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ یَّتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ

مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہیں جن کو چَرانے کے لیے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھرتا رہے

۳۳۰۰- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اَبِیْ اُوَیْسٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ صَعْصَعَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْشِكُ اَنْ یَّكُوْنَ خَیْرَ مَالِ الرَّجُلِ غَنَمٌ یَّتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ یَفِرُّ بِدِیْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن عبداللہ بن عبدالرحمان بن ابی صعصعہ از والد خود از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب کسی مرد کا بہترین مال ایسی بکریاں ہوں گی جن کو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور بارش کی جگہ پر چَرائے گا اور اپنے دین (کو بچانے) کے سبب سے فتنوں سے بھاگے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۰۱- حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْفَخْرُ وَالْخُیَلَاءُ فِیْ اَهْلِ الْخَیْلِ وَالْاِبِلِ وَالْفَدَّادِیْنَ مِنْ اَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِیْنَةُ فِیْ اَهْلِ الْغَنَمِ. [اطراف الحدیث: ۳۴۹۹-۴۳۸۸-۴۳۸۹-۴۳۹۰] (صحیح مسلم: ۵۲' الرقم المسلسل: ۹۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کفر کا سر مشرق کی طرف ہے اور فخر اور تکبر کرنا گھوڑے والوں' اونٹ والوں اور خانہ بدوشوں میں سے مال داروں میں ہوتا ہے' اور سکون اور طمانیت بکریوں والوں میں ہوتی ہے۔

مشرق میں کفر کے سر کا معنی اور ''خیلاء' فدّادین' اھل وبر ''اور ''سکینہ'' کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ کفر کا سر مشرق کی طرف ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ مجوس کا کفر بہت شدید ہے' کیونکہ فارسیوں کا ملک اور ان کے موافقین عرب' مدینہ سے مشرق کی جانب تھے اور یہ لوگ بہت قوی اور کثیر تھے' حتیٰ کہ انہوں نے اپنی طاقت کے گھمنڈ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب پھاڑ ڈالا تھا' اور دجّال بھی مدینہ کی مشرقی جانب سے آئے گا' ان کے کفر کی شدت یہ ہے کہ یہ آگ کی پرستش کرتے تھے' ان کی جلائی ہوئی آگ ایک ہزار سال تک نہیں بجھی تھی۔

اس میں ''خُیلاء'' کا لفظ ہے: اس کا معنی ہے: تکبر کرنا اور دوسروں کو حقیر جاننا۔

اس میں ''فدّادین'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بہت زور سے آواز نکالنا جیسے اونٹ والے آواز نکالتے ہیں۔

اس میں ''اھل الوبر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ لوگ جو رہائش کے لیے خیمے گاڑتے ہیں۔

اس میں ''سکینہ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سکون' طمانیت اور وقار۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶۳۔ ۲۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۳۰۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَيْسٌ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو اَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ نَحْوَ الْيَمَنِ فَقَالَ الْاِيْمَانُ يَمَانٍ هٰهُنَا اَلَا اِنَّ الْقَسْوَةَ وَغِلَظَ الْقُلُوْبِ فِي الْفَدَّادِيْنَ عِنْدَ اُصُوْلِ اَذْنَابِ الْاِبِلِ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ فِيْ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ.

[اطراف الحدیث: ۳۴۹۸۔ ۴۳۸۷۔ ۵۳۰۳]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل' انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی از عقبہ بن عمرو ابی مسعود' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے یمن کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ایمان تو یہاں ہے یمن میں' سنو قساوت اور سخت دلی ان لوگوں میں ہے جو اونٹوں کی دُمیں پکڑ کر چلاتے ہیں جہاں شیطان کے دو سینگ طلوع ہوں گے' ربیعہ اور مضر میں۔

یمن کو ایمان کی جگہ قرار دینے کی توجیہ اور ربیعہ اور مضر کو شیطان کی جگہ قرار دینے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اشارہ کیا تھا' اس وقت آپ تبوک میں تھے' اور آپ مکہ کا ارادہ فرما رہے تھے' اور مدینہ اس وقت آپ کے اور یمن کے درمیان تھا' ایک قول یہ ہے کہ جس وقت آپ نے یہ اشارہ کیا تھا اس وقت آپ مدینہ میں تھے۔ علامہ نووی نے کہا: جس وقت آپ نے یمن کی طرف اشارہ کیا تھا' اس وقت آپ مکہ اور مدینہ کا ارادہ فرما رہے تھے۔

آپ نے فرمایا: ایمان یمن میں ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان کی ابتداء مکہ سے ہوئی تھی اور مکہ تہامہ میں سے ہے اور تہامہ یمن میں ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ کعبہ یمانیہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ آپ کا یہ ارشاد انصار کے لیے تھا کیونکہ وہ یمنی ہیں اور انہوں نے ایمان اور مسلمانوں کی نصرت کی تھی اور ان کو اپنے گھروں میں جگہ دی تھی' اس لیے آپ نے ایمان کی ان کی طرف نسبت کی تھی' مگر یہ قول غریب ہے۔

آپ نے ربیعہ اور مضر کا ذکر فرمایا کیونکہ یہ لوگ اونٹوں کی دُمیں پکڑ کر چلاتے تھے اور ان دونوں قبیلوں کا مسکن مشرق کی سمت میں تھا۔

آپ نے مشرق کو اس جگہ سے تعبیر فرمایا جہاں شیطان کے دو سینگ ہیں کیونکہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو شیطان اپنے سر کی دونوں جانبیں اس کی طرف کر لیتا ہے اور شیطان کی عبادت کرنے والے اس کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶۴ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۳۳۰۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ فَاسْاَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّهَا رَاَتْ مَلَكًا وَّاِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيْقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِنَّهٗ رَاٰى شَيْطَانًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ وہ فرشتہ کو دیکھتا ہے اور جب تم گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرو کیونکہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

مرغ کو اوقاتِ نماز کی معرفت اور مرغ کی تکریم اور مرغ کا فرشتہ کو پہچاننا اور گدھے کا شیطان کو

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

چونکہ مرغ بانگ دیتے وقت فرشتہ کو دیکھتا ہے' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بانگ کے وقت اللہ تعالیٰ سے فضل طلب کرنے کی دعا کا حکم دیا ہے' تاکہ فرشتے اس کی دعا پر آمین کہیں اور اس کے لیے مغفرت طلب کریں اور اس کے اخلاص پر گواہی دیں اور اس کی دعا قبول ہو' اس سے یہ مسئلہ نکالا گیا ہے کہ صالحین کی آمد کے وقت دعا کرنی چاہیے۔

صحیح ابن حبان میں یہ حدیث ہے کہ مرغ کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ نماز کی طرف بلاتا ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۵۷۳۱)

مسند بزار میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مرغ نے بانگ دی تو ایک شخص نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت فرما! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رہنے دو' یہ نماز کی طرف بلاتا ہے۔

مرغ کو وقت کی معرفت میں ایسی معرفت حاصل ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں ہے' کیونکہ وہ قسط وار بانگ دیتا ہے اور فجر سے پہلے اذان دیتا ہے اور اس میں کبھی فرق نہیں ہوتا خواہ رات چھوٹی ہو یا بڑی ہو۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرغ میں یہ ادراک پیدا کیا ہے کہ وہ فرشتے کو پہچان لیتا ہے اور اسی طرح گدھے میں یہ ادراک پیدا کیا ہے کہ وہ شیطان کو پہچان لیتا ہے اور اس سے پناہ مانگنے کا اس لیے حکم دیا ہے کہ انسان اس کے شر سے محفوظ رہے۔

علامہ ابوموسیٰ الاصبہانی نے اپنی کتاب الترغیب میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تک گدھا شیطان کو دیکھ نہ لے اس وقت تک نہیں بولتا' پس جب اس طرح ہو تو اللہ عزوجل کا ذکر کرو اور مجھ پر درود پڑھو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶۵ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۳۳۰۴ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ قَالَ اَخْبَرَنَا رَوْحٌ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں روح نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی کہ انہوں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ أَوْ أَمْسَيْتُمْ فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِّنَ اللَّيْلِ فَحُلُّوهُمْ وَأَغْلِقُوا الْأَبْوَابَ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُّغْلَقًا. قَالَ وَأَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ نَحْوَ مَا أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ وَّلَمْ يَذْكُرْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ.

نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب رات کا وقت آئے یا تمہاری شام کا وقت ہو تو اپنے بچوں کو (گھر سے باہر نکلنے سے) روک لو کیونکہ اس وقت شیاطین منتشر ہوتے ہیں' پس جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو ان کو چھوڑ دو اور گھر کے دروازے بند کر دو اور اللہ کے نام کا ذکر کرو کیونکہ شیطان بند دروازہ کو نہیں کھولتا۔ انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ سے اس حدیث کی مثل سنی' جس طرح مجھے عطاء نے خبر دی تھی اور اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ اللہ کے نام کا ذکر کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۸۰ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٠٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُقِدَتْ أُمَّةٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا يُدْرٰى مَا فَعَلَتْ وَإِنِّي لَا أُرَاهَا إِلَّا الْفَأْرَ إِذَا وُضِعَ لَهَا أَلْبَانُ الْإِبِلِ لَمْ تَشْرَبْ وَإِذَا وُضِعَ لَهَا أَلْبَانُ الشَّاءِ شَرِبَتْ فَحَدَّثْتُ كَعْبًا فَقَالَ أَنْتَ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لِي مِرَارًا فَقُلْتُ أَفَأَقْرَأُ التَّوْرَاةَ.

(صحیح مسلم: ۲۹۹۷' الرقم المسلسل: ۷۳۹۰' مسند ابو یعلیٰ: ۶۰۳۱' شرح السنۃ: ۳۲۷۱' المعجم الصغیر: ۸۸۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۱۹۷۔ ج ۱۲ ص ۱۲۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از خالد از محمد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل کے لوگوں کا ایک گروہ غائب ہو گیا اور یہ پتا نہیں چل سکا کہ ان کا کیا ہوا اور میرا یہی گمان ہے کہ ان کو چوہوں کی صورت میں مسخ کر دیا گیا' جب ان چوہوں کے سامنے اونٹنی کا دودھ رکھا جائے تو وہ اس کو نہیں پیتے اور جب ان کے سامنے بکری کا دودھ رکھا جائے تو وہ اس کو پی لیتے ہیں (کیونکہ بنو اسرائیل پر اونٹ حرام تھے)۔ میں نے یہ حدیث کعب کے سامنے بیان کی' انہوں نے پوچھا: کیا تم نے اس کو خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' میں نے کہا: ہاں! آپ نے مجھ سے یہ متعدد بار فرمایا ہے' پس میں نے کہا: اور کیا میں نے یہ تورات میں پڑھا تھا۔

جس قوم کو مسخ کر دیا جائے' آیا اُس کی نسل باقی رہتی ہے یا نہیں؟

علامہ سندھی نے کہا ہے کہ بظاہر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو چوہے آج کل موجود ہیں وہ ان ہی چوہوں کی نسل سے ہیں' کیونکہ ان چوہوں میں بنو اسرائیل کی خصلت ہے کہ وہ اونٹ کا دودھ نہیں پیتے' سو اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس قوم کو مسخ کر دیا جائے اس کی نسل باقی رہتی ہے' اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کے خلاف یہ حدیث مروی ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے بندروں کا ذکر کیا گیا' مسعر نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ خنزیر بھی مسخ شدہ ہیں' تو حضرت ابن مسعود نے کہا کہ جن کو مسخ کیا گیا تھا ان کی نسل نہیں چلی اور بندر اور خنزیر تو اس سے پہلے بھی ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۶۳)

علامہ سندھی نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحی نازل ہونے سے پہلے اپنے گمان سے اس طرح فرمایا تھا' پس کوئی

اشکال نہیں ہے۔
ہوسکتا ہے کہ بعض بنو اسرائیل کو چوہوں کی شکل میں مسخ کر دیا گیا ہو اور وہ اونٹنی کا دودھ نہ پیتے ہوں اور ان کی دیکھا دیکھی دوسرے چوہے بھی اونٹنی کا دودھ نہ پیتے ہوں اور بکری کا دودھ پی لیتے ہوں' اور یہ چیز ممکن ہے' اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں ہے۔
(حاشیہ مسند احمد ج ۱۲ ص ۱۲۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے اوپر اونٹ کو حرام کرنے کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یہ بتائیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کس چیز کو اپنے اوپر حرام کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: حضرت یعقوب کو عرق النساء (ران سے لے کر گھٹنے تک کا درد) کی بیماری ہوگئی اور سوائے اونٹ کے گوشت اور دودھ کے اور کوئی چیز ان کو موافق نہ آئی تو اس وجہ سے انہوں نے اس کو اپنے اوپر حرام کرلیا۔
(سنن ترمذی: ۳۱۱۷' مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۴)

حضرت کعب کا تذکرہ

اس حدیث میں کعب کا ذکر ہے' حضرت ابوہریرہ نے کہا: میں نے یہ حدیث کعب کے سامنے بیان کی۔
ان کا نام کعب بن مانع ہے اور یہ کعب احبار سے مشہور ہیں' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اسلام لائے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ کعب بن مانع الحمیری یہ ذوالکلاع سے تھے' پھر بنو میتم سے تھے اور وہ اہل کتاب میں سے تھے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کو پایا تھا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں اسلام لائے تھے' انہوں نے زمانۂ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں کو پایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسلاً روایت کی ہے' امام ابن سعد نے کہا ہے کہ یہ پہلے دین یہود پر تھے' پھر اسلام لائے' پھر مدینہ میں آئے' پھر شام کی طرف نکل گئے' پھر حمص میں رہے حتیٰ کہ وہاں ۳۲ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں فوت ہو گئے۔
(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۳۰۶ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْوَزَغِ الْفُوَيْسِقُ وَلَمْ اَسْمَعْهُ اَمَرَ بِقَتْلِهٖ وَزَعَمَ سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی از ابن وہب' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ' وہ حدیث بیان کرتے ہیں از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلی کو ''فویسق'' فرمایا اور میں نے نہیں سنا کہ آپ نے اس کو مارنے کا حکم دیا ہو' اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا یہ گمان ہے کہ آپ نے اس کو مارنے کا حکم دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۳۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۰۷ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقۃ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی' انہوں

الْمُسَيَّبِ اَنَّ اُمَّ شَرِيْكٍ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهَا بِقَتْلِ الْاَوْزَاغِ. [طرف الحدیث: ۱۸۳۱]

(صحیح مسلم: ۲۲۳۹، الرقم المسلسل: ۵۷۱۳، سنن ترمذی: ۳۲۲۴)

نے کہا: ہمیں عبدالحمید بن جبیر بن شیبہ نے حدیث بیان کی' از سعید بن المسیب کہ ان کو اُم شریک نے خبر دی کہ نبی ﷺ نے چھپکلیوں کو مارنے کا حکم دیا۔

چھپکلی کو مارنے کا ثبوت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۳۳۰۶ میں مذکور ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے نہیں سنا کہ آپ نے چھپکلی کو مارنے کا حکم دیا ہو' علامہ ابن التین نے کہا: اس میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ کے نہ سننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے یہ حکم نہ دیا ہو' جب کہ دوسروں نے آپ کا یہ حکم سنا ہے' جب کہ امام احمد نے ایک اور سند سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت عائشہ کے گھر میں ایک نیزہ رکھا ہوا تھا' حضرت عائشہ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: ہم اس نیزے سے چھپکلیوں کو مارتے ہیں' کیونکہ نبی ﷺ نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا' اس وقت چھپکلی کے سوا روئے زمین کا ہر جانور آگ کو بجھانے کی کوشش کر رہا تھا اور چھپکلی پھونکیں مار کر آگ کو بھڑکا رہی تھی' تب نبی ﷺ نے چھپکلی کو مارنے کا حکم دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۶۷)

میں کہتا ہوں کہ اس کے ثبوت میں حسب ذیل حوالہ جات ہیں:

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۴۰۲' سنن ابن ماجہ: ۳۲۳۱' مسند ابویعلیٰ: ۴۳۵۷' مصنف عبدالرزاق: ۸۴۰۰' مسند احمد ج ۶ ص ۸۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۵۳۴۔ ج ۴۱ ص ۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت

۳۳۰۸ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُقْتُلُوْا ذَا الطُّفْيَتَيْنِ فَاِنَّهُ يَطْمِسُ الْبَصَرَ وَيُصِيْبُ الْحَبَلَ. تَابَعَهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، اَخْبَرَنَا اُسَامَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس سانپ کے سر پر دو نقطے ہوں اس کو مار دو کیونکہ وہ نظر کی روشنی ختم کر دیتے ہیں اور حمل ساقط کر دیتے ہیں۔ ابوسلمہ کی متابعت حماد بن سلمہ نے کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت اسامہ نے خبر دی۔

۳۳۰۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْاَبْتَرِ وَقَالَ اِنَّهُ يُصِيْبُ الْبَصَرَ وَيُذْهِبُ الْحَبَلَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے دُم کٹے سانپ کو مارنے کا حکم دیا اور فرمایا: یہ نظر کی روشنی ختم کر دیتا ہے اور حمل ساقط کر دیتا ہے۔

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۱۰ - حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ عَدِيٍّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث

عَنْ أَبِي يُونُسَ الْقُشَيْرِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتِ ثُمَّ نَهَى قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدَمَ حَائِطًا لَهُ فَوَجَدَ فِيهِ سِلْخَ حَيَّةٍ فَقَالَ انْظُرُوا أَيْنَ هُوَ فَنَظَرُوا فَقَالَ اقْتُلُوهُ فَكُنْتُ أَقْتُلُهَا لِذٰلِكَ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از ابی یونس القشیری از ابن ابی ملیکہ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سانپوں کو مارتے تھے' پھر انہوں نے منع کیا اور کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک دیوار گروائی تو اس کے نیچے سے سانپ کی کینچلی نکلی' آپ نے فرمایا: دیکھو سانپ کہاں ہے' تو صحابہ نے ڈھونڈ لیا' آپ نے فرمایا: اس کو مار دو' تو میں اسی وجہ سے سانپوں کو مارتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۹۰ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۱۱- فَلَقِيتُ أَبَا لُبَابَةَ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقْتُلُوا الْجِنَّانَ إِلَّا كُلَّ أَبْتَرَ ذِي طُفْيَتَيْنِ فَإِنَّهُ يُسْقِطُ الْوَلَدَ وَيُذْهِبُ الْبَصَرَ فَاقْتُلُوهُ.

پھر میں ابولبابہ سے ملا تو انہوں نے مجھے یہ خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سانپوں کو نہ مارو سوا ہر دُم کٹے سانپ کے جس کے سر پر دو نقطے ہوں کیونکہ یہ (پیٹ کے) بچے کو ساقط کر دیتا ہے اور نظر کی روشنی ختم کر دیتا ہے' سو اس کو مار دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۹۸' اور ۳۲۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۱۲- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ وہ سانپوں کو مار دیتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۹۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۱۳- فَحَدَّثَهُ أَبُو لُبَابَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ قَتْلِ جِنَّانِ الْبُيُوتِ فَأَمْسَكَ عَنْهَا.

پس ان کو حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان کو مارنے سے رک گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۹۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۶- بَابٌ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ

پانچ جانور فاسق ہیں ان کو حرم میں (بھی) قتل کر دیا جائے گا

اس عنوان میں "دواب" کا لفظ ہے اور یہ "دابة" کی جمع ہے "دابّة" اس جاندار کو کہتے ہیں جو زمین پر چلتا ہے۔

۳۳۱۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ الْفَأْرَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْحُدَيَّا وَالْغُرَابُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: پانچ جانور فاسق ہیں' ان کو حرم میں (بھی) مار دیا جائے گا' چوہا' بچھو' چیل' کوا

اور کاٹنے والا کتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۲۹ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۱۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ مَنْ قَتَلَهُنَّ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَلْعَقْرَبُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ وَالْغُرَابُ وَالْحِدَاةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور فاسق ہیں جس نے ان کو حالت احرام میں (بھی) مار دیا اس پر کوئی گناہ نہیں ہے' بچھو' چوہا' کاٹنے والا کتا' کوا اور چیل۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۱٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ كَثِيْرٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَفَعَهُ قَالَ خَمِّرُوا الْاٰنِيَةَ وَاَوْكُوا الْاَسْقِيَةَ وَاَجِيْفُوا الْاَبْوَابَ وَاكْفِتُوْا صِبْيَانَكُمْ عِنْدَ الْعِشَاءِ فَاِنَّ لِلْجِنِّ انْتِشَارًا وَخَطْفَةً وَاَطْفِئُوا الْمَصَابِيْحَ عِنْدَ الرُّقَادِ فَاِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ رُبَّمَا اجْتَرَّتِ الْفَتِيْلَةَ فَاَحْرَقَتْ اَهْلَ الْبَيْتِ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَّحَبِيْبٌ عَنْ عَطَاءٍ فَاِنَّ لِلشَّيْطَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از کثیر از عطاء از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: برتنوں کو ڈھانپ دو اور مشکوں کا منہ بند کر دو اور دروازوں کو بند کر دو اور عشاء کے وقت بچوں کو گھروں میں روک لو' کیونکہ اس وقت جنات پھیل جاتے ہیں اور اُچکنے کی تاک میں رہتے ہیں اور سوتے وقت چراغوں کو بجھا دو' کیونکہ فاسق (چوہا) بعض اوقات چراغ کی بتی کھینچ کر لے جاتا ہے' پس گھر والوں کو جلا دیتا ہے۔ ابن جریج اور حبیب نے کہا از عطاء: کیونکہ شیطان کے لیے (انتشار ہوتا) ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۸۰ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۱۷ - حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَارٍ فَنَزَلَتْ ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا﴾ (المرسلات:۱) فَاِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيْهِ اِذْ خَرَجَتْ حَيَّةٌ مِّنْ جُحْرِهَا فَابْتَدَرْنَاهَا لِنَقْتُلَهَا فَسَبَقَتْنَا فَدَخَلَتْ جُحْرَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيْتُمْ شَرَّهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدۃ بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے خبر دی از اسرائیل از منصور از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غار میں تھے' پس یہ آیت نازل ہوئی: ان ہواؤں کی قسم جو بھیجی جاتی ہیں! (المرسلٰت:۱) ہم اس آیت کو آپ کے منہ سے سن رہے تھے کہ اچانک ایک سانپ اپنے سوراخ سے نکلا' ہم اس کو مارنے کے لیے جھپٹے تو وہ ہم پر سبقت کر کے اپنے سوراخ میں داخل ہو گیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ تمہارے شر سے اسی طرح بچایا گیا ہے جس طرح تم اس

کے شر سے بچائے گئے ہو۔

وَعَنْ إِسْرَائِيلَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ مِثْلَهُ قَالَ وَإِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيْهِ رَطْبَةً وَّتَابَعَهُ أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ مُغِيرَةَ وَقَالَ حَفْصٌ وَّأَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَ سُلَيْمَانُ ابْنُ قَرْمٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ.

از اسرائیل از اعمش از ابراہیم از علقمہ از عبداللہ اسی کی مثل مروی ہے' انہوں نے کہا: ہم اس کو آپ کے منہ سے تر و تازہ سن رہے تھے۔ اسرائیل کی متابعت ابوعوانہ نے کی ہے از مغیرہ اور حفص اور ابومعاویہ اور سلیمان بن قرم نے کہا از الاعمش از ابراہیم از اسود از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۳۰ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۱۸- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَخَلَتِ امْرَأَةٌ النَّارَ فِي هِرَّةٍ رَّبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ قَالَ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں نصر بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: ایک عورت بلی کے سبب سے دوزخ میں داخل ہوگئی' اس نے اس بلی کو باندھ دیا تھا' پس اس کو کچھ کھانے کو نہیں دیا اور نہ اس کو کھولا تا کہ وہ زمین کا کوڑا کرکٹ کھا لیتی۔ اور عبدالاعلیٰ نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کی مثل۔

۳۳۱۹- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِيْ أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَزَلَ نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَلَدَغَتْهُ نَمْلَةٌ فَأَمَرَ بِجَهَازِهٖ فَأُخْرِجَ مِنْ تَحْتِهَا ثُمَّ أَمَرَ بِبَيْتِهَا فَأُحْرِقَ بِالنَّارِ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ فَهَلَّا نَمْلَةً وَّاحِدَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن ابی اویس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انبیاء (سابقین) میں سے کوئی نبی ایک درخت کے نیچے اترا' پس اس کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تو انہوں نے حکم دیا کہ ان کا سامان درخت کے نیچے سے اٹھا لیا جائے' پھر انہوں نے حکم دیا کہ چیونٹیوں کا پورا گھر جلا دیا جائے' تب اللہ نے ان کی طرف وحی کی کہ آپ نے ایک چیونٹی کو کیوں نہیں جلایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۱۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۷- بَابٌ إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِيْ شَرَابِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ فَإِنَّ فِيْ إِحْدٰى جَنَاحَيْهِ دَاءً وَّفِي الْأُخْرٰى شِفَاءً

جب تم میں سے کسی ایک کے مشروب میں مکھی گر جائے تو وہ اس کو ڈبو دے کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفاء ہے

۳۳۲۰- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث

بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُتْبَةُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ بْنُ حُنَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابِ اَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ ثُمَّ لِيَنْزِعْهُ فَاِنَّ فِي اِحْدٰى جَنَاحَيْهِ دَاءً وَّالْاُخْرٰى شِفَاءً.

[طرف الحدیث: ۵۷۸۲] (سنن ابن ماجہ: ۳۵۰۵)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عتبہ بن مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عبید بن حنین نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے مشروب میں مکھی گر جائے تو وہ اس مکھی کو ڈبو کر پھینک دے کیونکہ اس کے دو پروں میں سے ایک میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفاء ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) خالد بن مخلد ابوالہیثم البجلی الکوفی (۲) سلیمان بن بلال ابوایوب القرشی التیمی (۳) عتبہ بن مسلم مولیٰ بنو تمیم المدنی (۴) عبید بن حنین (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۷۵)

مکھی کے پہلے بیماری کے پَر گرانے اور پھر شفاء کے پَر گرانے پر ایک اشکال کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ بعض جاہل معاندین نے کہا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ مکھی کے دو پَروں میں سے ایک میں بیماری ہو اور دوسرے میں شفاء ہو اور مکھی کو از خود یہ کیسے علم ہوگا کہ وہ بیماری کو مقدم کرے اور شفاء کو مؤخر کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عام حیوانوں میں حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست جمع ہوتی ہیں اور یہ متضاد چیزیں جب آپس میں ملتی ہیں تو فساد ہو جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور قدرت سے ان کو ایک جاندار میں جمع فرما دیا ہے اور جس نے شہد کی مکھی کو یہ الہام کیا کہ وہ اپنا بہترین گھر بنا لیتی ہے اور اس میں اپنی خوراک کا ذخیرہ کر لیتی ہے تو اگر اللہ تعالیٰ مکھی کو یہ الہام کر دے کہ وہ پہلے بیماری والا پَر مشروب میں گرائے پھر شفاء والا پَر گرائے تو کون سی حیرت کی بات ہے! (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۷۶)

۳۳۲۱- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الْاَزْرَقُ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ وَابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُفِرَ لِامْرَاَةٍ مُّوْمِسَةٍ مَّرَّتْ بِكَلْبٍ عَلٰى رَاْسِ رَكِيٍّ يَلْهَثُ قَالَ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ فَنَزَعَتْ خُفَّهَا فَاَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ فَغُفِرَ لَهَا بِذٰلِكَ.

[طرف الحدیث: ۳۴۶۷] (صحیح مسلم: ۲۲۴۵، الرقم المسلسل: ۵۷۵۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن الصباح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق ازرق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از الحسن و ابن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: اُس زانیہ عورت کی مغفرت کر دی گئی جو کنویں کے قریب ایک پیاسے کتے کے پاس سے گزری جو کیچڑ چاٹ رہا تھا اور قریب تھا کہ وہ پیاس سے مر جاتا اس عورت نے اپنا موزہ اُتارا اور اس کو اپنے دوپٹہ سے باندھا پھر اس کتے کے لیے پانی نکالا پس اس عمل کی وجہ سے اس عورت کی مغفرت کر دی گئی۔

اللہ تعالیٰ کی بے نیازی

اس حدیث میں ''مومسۃ'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: زانیہ اور اس میں ''رکی'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: کنواں۔ اس

حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو مسلمان گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اللہ تعالیٰ اس کا عمل بھی قبول فرما لیتا ہے اور تھوڑے سے نیک عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بہت زیادہ اجر عطاء فرماتا ہے' وہ بے نیاز ذات ہے' وہ چاہے تو اس عورت کو دوزخ میں ڈال دے جس نے بلی کو باندھ کر رکھا اور کھانے کو کچھ نہیں دیا اور وہ چاہے تو ایک زانیہ عورت کو پیاسے کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے بخش دے۔اس لیے بندۂ مؤمن کو اللہ عزوجل کے فضل کی اُمید بھی ہونی چاہیے اور عذاب کا خوف بھی۔

۳۳۲۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْتُهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ كَمَا اَنَّكَ هٰهُنَا قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے زہری سے اس حدیث کو اسی طرح یاد رکھا ہے' جس طرح تم یہاں ہو' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو' نہ اس گھر میں جس میں تصویر ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۲۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۲۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ.

(صحیح مسلم: ۱۵۷۰' الرقم المسلسل: ۳۹۰۷' سنن نسائی: ۴۲۷۷' سنن ابن ماجہ: ۳۲۰۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

کتوں کو قتل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام مالک اور اکثر علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو کتے قتل کرنے کے حکم سے مستثنیٰ ہیں' ان کے علاوہ ہر کتے کو قتل کرنا جائز ہے اور انہوں نے کہا کہ کتوں کو قتل کرنے کا یہ حکم منسوخ نہیں ہے بلکہ محکم ہے' اور انہوں نے کہا کہ اس پر اجماع ہے کہ کاٹنے والے کتے کو قتل کرنا جائز ہے اور جس کتے سے کوئی ضرر نہ ہو' اس کو قتل کرنے میں اختلاف ہے۔ امام الحرمین نے کہا ہے کہ پہلے شارع علیہ السلام نے سیاہ کتے کے سوا تمام کتوں کو قتل کرنے سے منع کیا' جیسا کہ سنن ترمذی' سنن ابوداؤد' سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کتے اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق نہ ہوتے تو میں سب کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیتا۔

حسن بصری اور ابراہیم نخعی سیاہ کتے کے شکار کو مکروہ قرار دیتے تھے' امام احمد اور بعض شافعیہ کا بھی یہی مذہب ہے' علامہ ابوعمر نے کہا ہے کہ جب تک کوئی کتا ضرر نہ دے' اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ حدیث میں کتے کو پانی پلانے پر ثواب کی بشارت دی گئی ہے اور آپ نے فرمایا: ہر تر جگر میں اجر ہے' اور امام شافعی کے نزدیک بغیر ضرورت کے کتوں کو رکھنا جائز نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۷۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۳۲٤ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ يَّحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَمْسَكَ كَلْبًا يَّنْقُصْ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ اِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ اَوْ كَلْبَ مَاشِيَةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی از یحییٰ' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کتے کو رکھا' اس کے عمل میں سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا سوا کھیتوں کی حفاظت کے کتے کے اور مویشیوں کی حفاظت کے کتے کے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۲۲ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۲٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ خُصَيْفَةَ قَالَ اَخْبَرَنِي السَّائِبُ بْنُ يَزِيْدَ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ اَبِيْ زُهَيْرٍ الشَّنِّيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا لَا يُغْنِيْ عَنْهُ زَرْعًا وَّلَا ضَرْعًا نَقَصَ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ فَقَالَ السَّائِبُ اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيْ وَرَبِّ هٰذِهِ الْقِبْلَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یزید بن خصیفہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے السائب بن یزید نے خبر دی' انہوں نے سفیان بن ابی زہیر الشنی سے سنا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ فرما رہے تھے: جس نے ایسا کتا رکھا جو کھیتوں کی حفاظت کرتا ہو نہ مویشیوں کی' اس کے عمل میں سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا۔ السائب نے پوچھا: کیا تم نے اس کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' انہوں نے کہا: ہاں! اس قبلہ کے رب کی قسم!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۲۳ میں گزر چکی ہے۔

''کتاب بدء الخلق'' کا اختتام

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین سیّدنا محمد وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین○

آج ۱۵ ربیع الاوّل ۱۴۳۰ھ/ ۱۳ مارچ ۲۰۰۹ء بروز جمعہ ''کتاب بدء الخلق'' کی تکمیل ہوگئی' اس کتاب میں ایک سو ساٹھ احادیث مرفوعہ ہیں' ان میں سے بائیس احادیث معلّقہ ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں' ان میں ترانوے احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث سڑسٹھ ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ نعمۃ الباری کو مکمل فرمائے اور تا قیام قیامت اس کا فیض جاری رکھے' موافقین کے لیے اس کو موجب استقامت اور طمانیت بنائے اور مخالفین کے لیے اس کو ذریعۂ ہدایت بنائے۔

میری' میرے والدین' میرے معاونین اور جملہ قارئین کی مغفرت فرمائے' ہمیں آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھے اور جنت الفردوس عطاء فرمائے!

تقریباً دو اڑھائی ماہ پہلے رات کو گلوکوز کی کمی کی وجہ سے میرے دماغ کی کارکردگی کم ہوگئی تھی اور لکھنے کا کام رک گیا تھا' کیونکہ

دماغ کی طرف خون کی ترسیل میں کمی آ گئی تھی' اللہ تعالیٰ ڈاکٹر عارف صاحب کو جزائے خیر عطاء فرمائے' ان کی تجویز کردہ دواؤں سے میری صحت بحال ہوگئی اور دوبارہ لکھنے کا سلسلہ الحمد للہ شروع ہو گیا۔

مجھے لوگ بہت زیادہ فون کرتے تھے' ان تمام کے فون سننا اور ان کو جواب دینا میرے لیے ممکن نہیں تھا' اس لیے میں نے اپنا نمبر تبدیل کر دیا ہے اور یہ نمبر سوائے چند مخصوص احباب کے اور کسی کو نہیں دیا' میں اپنے تمام قارئین سے معذرت خواہ ہوں' اور ان کے لیے دنیا اور آخرت میں صحت اور سلامتی کی دعا کرتا ہوں' والسلام!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم

٦٠ - كِتَابُ اَحَادِيْثِ الْاَنْبِيَاءِ

انبیاء علیہم السلام کی احادیث کا بیان

اس کتاب میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی احادیث کا ذکر ہے' انبیاء علیہم السلام کے عدد کے متعلق یہ حدیث ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! انبیاء کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! رسول کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تین سو تیرہ جم غفیر ہیں' میں نے کہا: بہت اچھے ہیں' میں نے پوچھا: یارسول اللہ! پہلا نبی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: آدم' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ نبی مرسل ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور ان میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی' پھر ان کو اپنے سامنے بنایا' پھر آپ نے فرمایا: اے ابوذر! چار نبی سریانی ہیں: آدم' شیث اور خنوخ' یہ ادریس ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قلم سے خط کھینچا اور نوح' اور چار نبی عرب ہیں: ھود' صالح' شعیب اور تمہارے نبی' اے ابوذر! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں نازل کیں؟ آپ نے فرمایا: سو صحیفے اور چار کتابیں' شیث پر پچاس صحیفے نازل کیے گئے' خنوخ پر تیس صحیفے نازل کیے گئے' اور ابراہیم پر دس صحیفے نازل کیے گئے اور موسیٰ پر تورات سے پہلے دس صحیفے نازل کیے گئے اور تورات' زبور' انجیل اور فرقان کو نازل کیا گیا۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۶۷' دارالکتاب العربی' ۱۴۰۷ھ' مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۶-۱۷۹' مکتب اسلامی' بیروت)

مسند احمد کی روایت میں تین سو پندرہ رسولوں کا ذکر ہے۔

١ - بَابُ خَلْقِ اٰدَمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ ذُرِّيَّتِهٖ

حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت کی تخلیق

حضرت آدم علیہ السلام کو آدم اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ ''ادمۃ الارض'' یعنی زمین کے رنگ پر پیدا کیے گئے ہیں' لفظ آدم کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہ سریانی زبان کا لفظ ہے اور الجوہری نے کہا ہے کہ یہ عربی زبان کا لفظ ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ابومحمد ہے' قتادہ نے کہا ہے کہ جنت میں صرف حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ہوگی اور ان کا شرف ظاہر کرنے کے لیے ان کو ابومحمد کہا جائے گا' اللہ تعالیٰ نے ستائیس جگہ آدم کا ذکر کیا ہے اور ذریت سے مراد اولاد ہے۔

﴿صَلْصَالٍ﴾ (الحجر:٢٦) طِيْنٌ خُلِطَ بِرَمْلٍ فَصَلْصَلَ كَمَا يُصَلْصِلُ الْفَخَّارُ.

''صلصال'' کا معنی ایسا گارا ہے جس میں ریت ملی ہو اور وہ اس طرح بجنے لگے جس طرح ٹھیکرا بجتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِO (الرحمٰن:١٤) انسان کو اس نے ٹھیکری کی طرح بجتی ہوئی مٹی سے بنایاO

وَيُقَالُ مُنْتِنٌ يُرِيْدُوْنَ بِهِ صَلَّ. كَمَا يُقَالُ صَرَّ الْبَابُ وَصَرْصَرَ عِنْدَ الْاِغْلَاقِ مِثْلُ كَبْكَبْتُهُ. ''صلصال'' کا لفظ ''صل'' سے نکلا ہے' کہا جاتا ہے: اس کا معنی بدبودار ہے' جیسے ''صر صر'' ''صر'' سے نکلا ہے' دروازہ بند کرتے وقت ''صر الباب'' کہتے ہیں' جب دروازہ بند کرنے سے آواز نکلے' جیسے ''کبکبته'' ''کب'' سے نکلا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ ارادہ کیا ہے کہ ''صلصال'' کا معنی بدبودار ہے' ''صلّ اللحم'' اس وقت کہتے ہیں جب گوشت بدبودار ہو جائے' خواہ کچا ہو یا پکایا ہوا' اسی طرح ''صرّ الباب'' اس وقت کہتے ہیں جب دروازہ بند کرنے سے آواز آتی ہے۔

يَعْنِيْ كَبْكَبْتُهُ ﴿فَمَرَّتْ بِهِ﴾ (الاعراف:١٨٩) اِسْتَمَرَّبِهَا الْحَمْلُ فَاَتَمَّتْهُ. الاعراف میں مذکور ہے: ''فمرت به'' اس کا معنی ہے: وہ چلتی پھرتی رہی اور اس نے مدتِ حمل پوری کی۔

اس تعلیق سے امام بخاری نے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ. (الاعراف:١٨٩) جب مرد نے اس کو ڈھانپ لیا تو وہ خفیف حمل کے ساتھ حاملہ ہو گئی تو وہ اس حمل کے ساتھ چلتی پھرتی رہی۔

یعنی حضرت حوا اس حمل کے ساتھ چلتی پھرتی رہیں۔

﴿اَنْ لَّا تَسْجُدَ﴾ (الاعراف:١٢) اَنْ تَسْجُدَ. ''ان لا تسجد'' کا معنی ہے: تجھ کو سجدہ کرنے سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ. (الاعراف:١٢) فرمایا: کس چیز نے تجھ کو سجدہ کرنے سے روکا۔

امام بخاری نے اس پر متنبہ کیا ہے کہ اس آیت میں لفظ ''لا'' زائدہ ہے۔

٠٠٠ - بَابٌ وَّقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً﴾ (البقرہ:٣٠)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اور یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا: بے شک میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں (البقرہ:٣٠)

جو قوم دوسری قوم کے بعد آئے' اس کو خلیفہ کہتے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ. (الانعام:١٦٥) اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں نائب بنایا۔

جب اصل شخص فوت ہو جائے تو اس کے بعد جو اس کے مشن کو انجام دے' اس کو خلیفہ کہتے ہیں' جیسے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے تو آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے خلیفہ ہوئے یا جب اصل شخص کہیں چلا جائے تو کسی دوسرے کو اپنا خلیفہ مقرر کر جائے' جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر گئے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ مقرر کر گئے۔

اللہ تعالیٰ فوت ہونے سے یا کہیں جانے سے پاک ہے' اللہ تعالیٰ کو خلیفہ کی ضرورت نہیں تھی بلکہ بندوں کو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کی ضرورت تھی' کیونکہ بندے براہِ راست اللہ تعالیٰ سے احکام وصول نہیں کر سکتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے اور بندوں کے درمیان ایک خلیفہ بنایا اور اس کا نام نبی اور رسول رکھا اور انبیاء علیہم السلام کو ایسی صلاحیت اور استعداد عطاء فرمائی کہ وہ فرشتوں کے واسطے سے یا

بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے احکام حاصل کر سکیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ﴾ (الطارق:٤) إِلَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "لما علیھا حافظ" میں "لما" کا معنی "الّا" ہے یعنی مگر اس پر کوئی محافظ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ O (الطارق:۴) کوئی شخص نہیں مگر اس پر نگہبان مقرر ہے O

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں یعنی کراماً کاتبین، قتادہ نے کہا: یہ وہ فرشتے ہیں جو تمہارے عمل کی، تمہارے رزق کی اور تمہاری مدتِ حیات کی حفاظت کرتے ہیں۔

﴿فِيْ كَبَدٍ﴾ (البلد:٤) فِيْ شِدَّةِ خَلْقٍ. "کبد" کا معنی ہے: تخلیق کی شدت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ O (البلد:۴) بے شک ہم نے انسان کو اس کی مشقت میں پیدا کیا O

﴿وَرِيَاشًا﴾ (الاعراف:٢٦) اَلْمَالُ وَقَالَ غَيْرُهُ الرِّيَاشُ وَالرِّيْشُ وَاحِدٌ وَهُوَ مَاظَهَرَ مِنَ اللِّبَاسِ.

"وریاشًا" کا معنی ہے: مال، دوسروں نے کہا: "ریاش" اور "ریش" واحد ہیں اور اس سے مراد انسان کا ظاہری لباس ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا. (الاعراف:٢٦)

اے اولادِ آدم! بے شک ہم نے تمہاری طرف ایسا لباس نازل کیا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور تمہارے لیے باعث زینت ہے۔

امام بخاری نے "ریاش" کی تفسیر مال کے ساتھ کی ہے اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور ایک قول یہ ہے کہ "ریش" کا معنی جمال اور زینت ہے۔

﴿مَا تُمْنُوْنَ﴾ (الواقعہ:٥٨) اَلنُّطْفَةُ فِيْ اَرْحَامِ النِّسَاءِ.

"ما تمنون" کا معنی ہے: جو تم عورتوں کے رحم میں نطفہ ڈالتے ہو۔

اس تعلیق سے امام بخاری نے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ O (الواقعہ:٥٨) ذرا بتاؤ تو تم جو نطفہ گراتے ہو O

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ﴾ (الطارق:٨) اَلنُّطْفَةُ فِي الْاِحْلِيْلِ.

مجاہد نے کہا: وہ اس کو لوٹانے پر قادر ہے، یعنی نطفہ کو آلۂ تناسل کے سوراخ میں لوٹانے پر قادر ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ O (الطارق:٨) بے شک اللہ اس کے لوٹانے پر ضرور قادر ہے O

امام بخاری نے مجاہد کی تفسیر ذکر کی ہے، ابن زید نے کہا: وہ اس پانی کو روکنے پر ضرور قادر ہے، قتادہ نے کہا: اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ انسان کو اس کے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر ضرور قادر ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ فَهُوَ شَفْعٌ. اَلسَّمَاءُ شَفْعٌ وَّالْوَتْرُ

ہر چیز جس کو اللہ نے پیدا کیا وہ جوڑا ہے، آسمان جوڑا ہے اور

اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ. فرد اللہ عزوجل کی ذات ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ. (الذاریات:۴۹) اور ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا بنایا۔

امام بخاری نے کہا: آسمان جوڑا ہے' اس کا معنی ہے: آسمان زمین کے ساتھ مل کر جوڑا ہے' جیسا کہ حرارت' برودت کے ساتھ مل کر جوڑا ہے۔

﴿فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ (التین:٤) فِي أَحْسَنِ خَلْقٍ. "احسن تقویم" کا معنی ہے: سب سے حسین تخلیق میں پیدا کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ O (التین:۴) بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں بنایا O

ہر چیز کا چہرہ جھکا ہوا ہے اور انسان کا چہرہ اُٹھا ہوا ہے' ہر جاندار اپنا منہ کھانے کی طرف جھکاتا ہے اور انسان اپنے ہاتھ سے کھانا اُٹھا کر اپنے منہ میں لے جاتا ہے۔

﴿أَسْفَلَ سَافِلِينَ﴾ (التین:٥) إِلَّا مَنْ آمَنَ. سب نیچوں سے زیادہ نیچے سوائے مؤمنین کے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ أَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ O (التین:۵) إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا. پھر ہم اسے پھیر لائے سب نیچوں سے زیادہ نیچے O ماسوا مؤمنین کے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں بنایا ہے لیکن اگر وہ ہمارا شکر ادا نہ کرے تو وہ سب نیچوں سے زیادہ نیچے ہوگا' ایک قول یہ ہے کہ "اسفل سافلین" کا معنی ہے: وہ ارذل عمر کو پہنچ جائے گا' اس کو دکھائی دے گا نہ سنائی دے گا' نہ وہ اپنے اعضاء سے اپنے کام کر سکے گا' لیکن جو صالحین ہوں گے وہ بڑھاپے اور اس کی صعوبتوں اور بیماریوں پر صبر کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہیں گے' اللہ تعالیٰ ان کو غیر متناہی اجر عطاء فرمائے گا' اور وہ صحت اور جوانی کے ایام میں جس طرح عبادت کرتے تھے' ان کا اجر اسی طرح لکھا جاتا رہے گا۔

﴿خُسْرٍ﴾ (العصر:٢). ضَلَالٍ ثُمَّ اسْتَثْنٰى إِلَّا مَنْ آمَنَ. "خسر" کا معنی ہے: گمراہی' پھر اس سے ایمان والوں کو مستثنیٰ فرما لیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ O (العصر:۲) بے شک انسان ضرور خسارہ میں ہے O

امام بخاری نے خسارہ کی تفسیر گمراہی کے ساتھ کی ہے۔

﴿لَازِبٍ﴾ (الصافات:١١). لَازِمٍ. "لازب" کا معنی ہے: لازم۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

إِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ O (الصّٰفّٰت:۱۱) بے شک ہم نے ان کو لیس دار مٹی سے پیدا کیا O

﴿وَنُنْشِئَكُمْ﴾ (الواقعۃ:٦١) فِي أَيِّ خَلْقٍ نَشَاءُ. اور "وننشئکم" کا معنی ہے: ہم جس طرح چاہیں تمہاری

صورت بناتے ہیں۔

امام بخاری اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَالَا تَعْلَمُوْنَ O (الواقعہ:٦١) اور تمہیں ایسی صورت میں بنا دیں جسے تم جانتے ہی نہیں O

﴿نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ﴾ (البقرہ:٣٠) نُعَظِّمُكَ. ''نسبح بحمدك'' کا معنی ہے: ہم آپ کی حمد کے ساتھ آپ کی تعظیم کرتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ. (البقرہ:٣٠) اور ہم آپ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں۔

مجاہد سے بھی یہی تفسیر مروی ہے۔

وَقَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ ﴿فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمَاتٍ﴾ (البقرہ:٣٧) فَهُوَ قَوْلُهٗ ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا﴾ (الاعراف: ٢٣). پس آدم نے اپنے رب سے چند کلمات حاصل کر لیے۔ (البقرہ:٣٧) اس کی تفسیر میں ابوالعالیہ نے کہا: وہ کلمات یہ ہیں: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

ابوالعالیہ کا نام رفیع بن مہران الریاحی ہے' یہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد اسلام لائے تھے' انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نمازیں پڑھی ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے احادیث روایت کی ہیں۔ یہ تفسیر مجاہد' سعید بن جبیر' حسن بصری' ربیع بن انس' قتادہ' محمد بن کعب القرظی' خالد بن معدان' عطاء خراسانی اور عبدالرحمان بن زید بن اسلم سے بھی مروی ہے۔

﴿فَاَزَلَّهُمَا﴾ (البقرہ:٣٦) فَاسْتَزَلَّهُمَا ''فازلهما'' کا معنی ہے: پس ان دونوں کو لغزش میں مبتلا کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ. (البقرہ:٣٦) پس شیطان نے انہیں اس درخت کے ذریعہ پھسلایا اور جہاں وہ رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا۔

﴿يَتَسَنَّهْ﴾ (البقرہ:٢٥٩) يَتَغَيَّرُ. ﴿اٰسِنٌ﴾ (محمد:١٥) مُتَغَيِّرٌ وَّالْمَسْنُوْنُ الْمُتَغَيِّرُ. اور ''يتسنه'' کا معنی ہے: متغیر ہوتا ہے' ''آسن'' کا معنی ہے: متغیر' اور ''مسنون'' کا معنی بھی ہے: متغیر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ. (البقرہ:٢٥٩) سو آپ اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کو دیکھیں وہ اب تک بدبودار نہیں ہوئیں۔

﴿حَمَاٍ﴾ (الحجر:٣٣) جَمْعُ حَمْاَةٍ وَّهُوَ الطِّيْنُ الْمُتَغَيِّرُ. ''حما'' یہ ''حماة'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: سڑی ہوئی مٹی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ O (الحجر:٣٣-٢٨-٢٦) سڑی ہوئی مٹی سے O

ابوعبیدہ نے بھی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

﴿یَخْصِفَانِ﴾ (الاعراف:۲۲) اَخَذَا الْخِصَافَ مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ یُؤَلِّفَانِ الْوَرَقَ وَیَخْصِفَانِ بَعْضَهٗ اِلٰی بَعْضٍ.

''یخصفان'' کا معنی ہے: وہ دونوں چپکانے لگے یعنی حضرت آدم اور حواء جنت کے پتے ایک دوسرے پر رکھ کر اپنے اوپر چپکانے لگے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ. (طٰہٰ:۱۲۱)

پس ان کی شرم گاہیں ان کے لیے کھل گئیں اور وہ دونوں جنت کے پتوں سے اپنے جسم کو چھپانے لگے۔

''یخصفان''، ''خصف'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: کپڑے پر پیوند لگانا یا جوتی کی مرمت کرنا۔

﴿سَوْاٰتُهُمَا﴾ (الاعراف:۲۲) کِنَایَةٌ عَنْ فَرْجِهِمَا.

''سوآتهما'' کا لفظ ان کی شرم گاہوں سے کنایہ ہے۔

یہ لفظ طٰہٰ:۱۲۱ میں ہے' اس کا ذکر ابھی گزرا ہے۔

﴿وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ﴾ (الاعراف:۲۴) هٰهُنَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَالْحِیْنُ عِنْدَ الْعَرَبِ مِنْ سَاعَةٍ اِلٰی مَا لَا یُحْصٰی عَدَدُهٗ.

''ومتاع الٰی حین'' میں ''حین'' کا معنی ہے: اب سے لے کر روزِ قیامت تک اور ''حین'' عرب کے نزدیک ایک گھنٹہ سے لے کر غیر متناہی وقت کے لیے ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ○ (البقرہ:۳۶)

اور تمہارے لیے ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھکانا اور فائدہ اُٹھانا ہے○

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی ''حین'' کا معنی اسی طرح بیان کیا ہے۔

﴿وَقَبِیْلُهٗ﴾ (الاعراف:۲۷) جِیْلُهُ الَّذِیْ هُوَ مِنْهُمْ.

''قَبِیْلُهٗ'' سے مراد شیطان کا وہ گروہ ہے جس میں وہ خود بھی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّهٗ یَرٰکُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ. (الاعراف:۲۷)

بے شک وہ (شیطان) اور اس کا کنبہ تمہیں دیکھتا ہے۔

اس تعلیق میں ''قبیل'' کا لفظ ہے' جس کا معنی ہے: جماعت' مجاہد نے کہا: ''قبیل'' سے مراد جن اور شیاطین ہیں۔

ان تمام تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۸۷۔۲۸۱ سے ماخوذ ہے۔

۳۳۲٦ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ وَطُوْلُهٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا ثُمَّ قَالَ اِذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰی اُولٰٓئِكَ مِنَ الْمَلٰٓئِکَةِ فَاسْتَمِعْ مَا یُحَیُّوْنَكَ تَحِیَّتُكَ وَتَحِیَّةُ ذُرِّیَّتِكَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ فَقَالُوْا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَزَادُوْهُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَکُلُّ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ نے آدم کو پیدا کیا اور ان کا طول ساٹھ ہاتھ (نوے فٹ) تھا' پھر فرمایا: جاؤ! ان فرشتوں کو سلام کرو اور سنو! وہ تمہیں کیا جواب دیتے ہیں' وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کے سلام کا طریقہ ہوگا پس حضرت آدم نے کہا: السلام علیکم! تو انہوں نے جواب دیا:

عَلٰی صُوْرَةِ اٰدَمَ فَلَمْ يَزَلِ الْخَلْقُ يَنْقُصُ حَتَّى الْاٰنَ.

[طرف الحدیث:٦٢٢٧] (صحیح مسلم:٢٨٤١ الرقم المسلسل:٧٠٥٧)

السلام علیک ورحمۃ اللہ پس فرشتوں نے رحمۃ اللہ کے الفاظ زیادہ کیے پس ہر شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ حضرت آدم کی صورت پر ہوگا پھر مخلوق کا قد کم ہوتا رہا حتیٰ کہ وہ ہوگیا ہے جو اب ہے۔

سلام کرنے کا طریقہ اور جنت میں کامل اور حسین صورت میں دخول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ جائیں اور ان فرشتوں کو سلام کریں یہ سلام کرنے کی پہلی مشروعیت ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ سلام کو پھیلانا دینی محبت اور دخولِ جنت کا سبب ہے علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ سلام کرنا واجب ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنے والا بیٹھے ہوئے لوگوں کو سلام کرے اور افضل یہ ہے کہ وہ السلام علیکم کہے اور اگر سلام علیکم کہا پھر بھی جائز ہے اور سلام کے جواب میں اضافہ کرنا چاہیے جیسے فرشتوں نے رحمۃ اللہ کا اضافہ کیا اور سلام کے جواب میں واؤ کو ترک کرنا بھی جائز ہے۔

نیز فرمایا: جو بھی جنت میں داخل ہوگا وہ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوگا یعنی جس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جنت میں داخل فرمائے گا وہ حسن اور جمال میں حضرت آدم کی صورت پر ہوگا اور خواہ وہ دنیا میں سیاہ فام ہو وہ جنت میں کالے رنگ کا نہیں ہوگا اسی طرح دنیا میں اگر وہ ناقص الخلقت ہو یا اپاہج ہو تو وہ جنت میں اس طرح داخل نہیں ہوگا۔

پھر فرمایا: پھر مخلوق کا طول کم ہوتا رہا یعنی ہر بعد والی صدی میں آدمیوں کے قد کی لمبائی پہلی صدی کی لمبائی سے کم ہوتی رہی حتیٰ کہ اس امت کا طول اس حد کو پہنچ گیا یعنی پانچ چھ فٹ اور اسی پر ٹھہر گیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٨٨ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٣٣٢٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَةٍ يَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ عَلٰى اَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ اِضَاءَةً لَّا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَتْفِلُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ اَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَمَجَامِرُهُمُ الْاَلُوَّةُ الْاَلَنْجُوْجُ عُوْدُ الطِّيْبِ وَاَزْوَاجُهُمُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ عَلٰى صُوْرَةِ اَبِيْهِمْ اٰدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از عُمارہ از ابی زرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جو گروہ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اس کی صورت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی پھر جو لوگ ان کے قریب ہوں گے وہ آسمان میں اس چمک دار ستارے کی طرح ہوں گے جو بہت روشن ہوں گے وہ نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ کریں گے اور نہ تھوکیں گے اور نہ ناک سے رینٹھ نکالیں گے۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی ان کا پسینہ مشک ہوگا اور ان کی انگیٹھیوں میں خوشبودار عُود جلتا ہوگا یہ نہایت خوشبودار عُود ہوگا۔ ان کی بیویاں بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی ان میں سے ایک مرد کی بناوٹ اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوگی جو آسمان میں ساٹھ ہاتھ کی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٣٢٤٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٢٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ الْغُسْلُ إِذَا احْتَلَمَتْ قَالَ نَعَمْ إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ فَضَحِكَتْ أُمُّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ تَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِمَا يُشْبِهُ الْوَلَدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از زینب بنت ابی سلمہ از حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کہ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق کو بیان کرنے سے حیاء نہیں فرماتا' کیا عورت پر بھی احتلام سے غسل واجب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب وہ پانی دیکھ لے' تو حضرت اُم سلمہ ہنسیں' سو کہنے لگیں: یارسول اللہ! کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر کس وجہ سے بچہ اس کے مشابہ ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٠ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٢٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَلَغَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ مَقْدَمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَأَتَاهُ فَقَالَ إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَّا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا نَبِيٌّ قَالَ مَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا أَوَّلُ طَعَامٍ يَّأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَمِنْ أَيِّ شَيْءٍ يَّنْزِعُ الْوَلَدُ إِلٰى أَبِيْهِ وَمِنْ أَيِّ شَيْءٍ يَّنْزِعُ إِلٰى أَخْوَالِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَّرَنِي بِهِنَّ آنِفًا جِبْرِيْلُ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُوْدِ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَّأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوْتٍ وَأَمَّا الشَّبَهُ فِي الْوَلَدِ فَإِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَشِيَ الْمَرْأَةَ فَسَبَقَهَا مَاؤُهُ كَانَ الشَّبَهُ لَهُ وَإِذَا سَبَقَ مَاؤُهَا كَانَ الشَّبَهُ لَهَا قَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ بُهُتٌ إِنْ عَلِمُوْا بِإِسْلَامِي قَبْلَ أَنْ تَسْأَلَهُمْ بَهَتُوْنِي عِنْدَكَ فَجَاءَتِ الْيَهُوْدُ وَدَخَلَ عَبْدُ اللّٰهِ الْبَيْتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ رَجُلٍ فِيْكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا أَعْلَمُنَا وَابْنُ أَعْلَمِنَا وَأَخْيَرُنَا وَابْنُ أَخْيَرِنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفزاری نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ میں آنے کی خبر پہنچی تو وہ آپ کے پاس آئے اور کہا: میں آپ سے تین ایسی چیزوں کے متعلق سوال کروں گا جن کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا' انہوں نے کہا: قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ اور اہل جنت پہلے کون سا طعام کھائیں گے؟ اور کس چیز کے سبب سے بچہ اپنے باپ کے مشابہ ہوتا ہے؟ اور کس چیز کے سبب سے وہ اپنے ماموؤں کے مشابہ ہوتا ہے؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ابھی حضرت جبریل نے ان چیزوں کی خبر دی ہے' حضرت عبداللہ نے کہا: فرشتوں میں سے وہی یہود کا دشمن ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رہی قیامت کی پہلی علامت تو وہ ایک آگ ہے جو تمام لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی' اور رہا اہل جنت کا طعام تو وہ مچھلی کی کلیجی کا لٹکا ہوا ٹکڑا ہوگا' اور رہا بچہ کی مشابہت کا سوال تو جب مرد عورت کو ڈھانپ لیتا ہے' پس اس کا پانی عورت پر سبقت کرے تو وہ بچہ مرد کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر عورت کا پانی سبقت کرے تو بچہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے' حضرت عبداللہ نے کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' پھر انہوں نے کہا: یارسول اللہ!

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ عَبْدُاللّٰهِ قَالُوْا اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَخَرَجَ عَبْدُاللّٰهِ اِلَيْهِمْ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالُوْا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا وَوَقَعُوْا فِيْهِ.

[اطراف الحدیث:۳۹۱۱-۳۹۳۸-۴۴۸۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

یہود جھوٹے لوگ ہیں' اگر آپ کے سوال کرنے سے پہلے انہیں میرے اسلام لانے کا پتا چل گیا تو وہ مجھے آپ کے سامنے جھوٹا قرار دیں گے' پس یہود آئے اور حضرت عبداللہ گھر میں داخل ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: عبداللہ بن سلام تم میں کیسے شخص ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ ہم میں سب سے بڑے عالم ہیں اور ہمارے سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں اور وہ ہم میں سب سے بہترین اور سب سے بہتر کے بیٹے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: یہ بتاؤ! اگر عبداللہ اسلام لے آئیں' انہوں نے کہا: اللہ ان کو اسلام سے اپنی پناہ میں رکھے! پس حضرت عبداللہ نکل کر ان کی طرف آئے' پس کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ (سیّدنا) محمد اللہ کے رسول ہیں' پس یہود نے کہا: یہ ہم میں سب سے بُرا ہے اور ہم میں سب سے بُرے کا بیٹا ہے اور ان کی مذمت کرنے لگے۔

اس حدیث میں ''بھت'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بہتان لگانے والا۔

۳۳۳۰ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ يَعْنِيْ لَوْلَا بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ وَلَوْ لَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ اُنْثٰى زَوْجَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اسی کی مثل' یعنی اگر بنو اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت نہ سڑتا اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی۔

[طرف الحدیث:۳۳۹۹] (صحیح مسلم:۱۴۷۰' الرقم المسلسل:۳۵۴۰' المستدرک ج ۴ ص ۱۷۵' مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۰۳۲- ج ۱۳ ص ۴۰۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری کے اثناء سند میں ''مثلہٗ'' کا لفظ لکھنے پر اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حدیث مذکور کو ہمام کی سند سے روایت کر کے کہا: اسی کی مثل یہ حدیث ہے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ''نحوہٗ'' یا ''مثلہٗ'' یعنی اسی کی مثل' اس وقت کہا جاتا ہے جب ایک حدیث ایک سند اور ایک متن کے ساتھ گزر چکی ہو' پھر محدث اس حدیث کو دوسری سند کے ساتھ دوبارہ روایت کرنے کا ارادہ کرے تو پھر کہتا ہے کہ اس دوسری سند کے ساتھ بھی اس کی مثل مروی ہے اور متن حدیث کو دوبارہ ذکر نہیں کرتا' فقط اس کی دوسری سند کے ذکر پر اکتفاء کرتا ہے' کیونکہ مثل کا لفظ اس کی خبر دیتا ہے' اور یہاں پہلے اس متن حدیث کا ذکر نہیں ہے تو پھر اس کی مثل کہنا غلط ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے اس سے پہلے اس طرح روایت کی تھی:

از محمد بن رافع از عبدالرزاق از معمر از ھمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: اگر بنواسرائیل نہ ہوتے تو طعام خراب نہ ہوتا اور گوشت نہ سڑتا اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت کبھی بھی اپنے خاوند کی نافرمانی نہ کرتی' پھر امام بخاری نے اس کی دوسری سند سے روایت کی از بشر بن محمد از عبداللہ از معمر از ھمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' پھر کہا: اس سند سے بھی اسی کی مثل مروی ہے' پھر بعد میں اس کی مثل کی تفسیر کی کہ اگر بنواسرائیل نہ ہوتے تو کھانا نہ سڑتا اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی۔ لیکن ناقلین نے اس روایت کا پہلا حصہ ذکر نہیں کیا جس کی وجہ سے ''مثلہٗ'' کے لفظ پر اعتراض ہوا۔

بنی اسرائیل کی وجہ سے گوشت کے سڑنے اور حضرت حواء کی خیانت کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر بنواسرائیل نہ ہوتے تو گوشت نہ سڑتا۔ اس کی توضیح حسب ذیل ہے:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ بنواسرائیل پر طلوع فجر سے لے کر طلوع شمس تک مَن اور سلویٰ برف باری کی طرح نازل ہوتا تھا' وہ اس میں سے اتنی مقدار اُٹھاتے تھے جو انہیں اس دن کے لیے کافی ہوتی تھی' سوا جمعہ کے دن کے' چنانچہ وہ جمعہ اور ہفتہ کے لیے اس میں سے بچا کر رکھ لیتے تھے' پھر جب انہوں نے بہ کثرت اس طرح کرنا شروع کیا تو جو طعام وہ بچا کر رکھتے تھے وہ خراب ہونا شروع ہو گیا۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ جب ان پر دسترخوان نازل ہوا تو ان سے کہا گیا تھا کہ اس کو ذخیرہ نہ کرنا' لیکن انہوں نے اس کو ذخیرہ کیا' پھر وہ خراب ہونے لگا' ایک قول یہ ہے کہ ان سے کہا گیا تھا کہ سلویٰ کو ذخیرہ نہ کرنا' پھر جب انہوں نے ذخیرہ کیا تو اس وقت سے ذخیرہ کرنے کی وجہ سے گوشت بدبودار ہونے لگا۔

حضرت حواء کے خیانت کرنے کی تفصیل یہ ہے کہ انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس ممنوع درخت سے کھانے کی دعوت دی تھی۔ الماوردی نے کہا ہے کہ وہ گندم کا درخت تھا' ایک قول ہے: وہ انجیر کا درخت تھا' دوسرا قول ہے: وہ انگور کا درخت تھا' اور ایک قول یہ ہے کہ وہ دوام کا درخت تھا جس سے فرشتے کھاتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٩١۔ ٢٩٠ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

میں نے بعض علماء سے یہ سنا ہے کہ حضرت حواء کی خیانت یہ تھی کہ انہوں نے اس درخت سے تین دانے توڑے' ایک دانہ انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیا اور ایک دانہ خود کھا لیا اور ایک دانہ چھپا لیا' ان کی اس خیانت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میراث میں بیٹیوں کا حصہ مرد کے حصہ کا نصف رکھا ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٢٣٣' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٣٣٣١ - حَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ وَّ مُوْسَى بْنُ حِزَامٍ قَالَا حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مَّيْسَرَةَ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَّإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ. [اطراف الحدیث: ٥١٨٤۔ ٥١٨٦] (صحیح مسلم: ١٤٦٨' الرقم المسلسل: ٣٥٣٤' سنن ترمذی: ١١٩٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوکریب اور موسیٰ بن حزام نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں حسین بن علی نے حدیث بیان کی از زائدہ از میسرہ الاشجعی از ابی حازم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے ساتھ خیرخواہی کرو کیونکہ عورت کو ایک پسلی سے بنایا گیا ہے' اور پسلی کی اوپر والی ہڈی ٹیڑھی ہے' پس اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو تو توڑ دو گے اور اگر تم اس کو چھوڑ دو گے تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی' سو تم عورتوں کے ساتھ خیرخواہی کرو۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابوکریب اور ان کا نام محمد بن العلاء ہے (۲) موسیٰ بن حزام ابوعمران الترمذی العابد (۳) حسین بن علی بن الولید ابوعبداللہ الجعفی (۴) زائدہ بن قدامہ ابوالصلت الثقفی (۵) میسرہ بن عمار الاشجعی (٦) ابوحازمؒ ان کا نام سلیمان الاشجعی الغطفانی ہے (۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۹۳۔۲۹۱)

بہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت نہیں ہے' کیونکہ یہ باب انبیاء علیہم السلام کی احادیث میں ہے' لیکن اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ عورت کو ایک پسلی سے بنایا گیا ہے اور اس سے مراد حضرت حواء ہیں جن کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے بنایا گیا ہے۔

عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے کا معنیٰ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو۔ قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ اس کا معنیٰ ہے: میں تم کو عورتوں کے ساتھ نیکی کرنے کی وصیت کرتا ہوں' سو تم ان کے متعلق میری وصیت کو قبول کرو۔

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ تم عورتوں کے حق میں دوسروں سے نیکی کی وصیت طلب کرو۔

دیگر علماء نے کہا کہ اس کا معنیٰ ہے: ان کے متعلق میری وصیت کو قبول کرو اور اس پر عمل کرو اور ان پر صبر کرو اور ان کے ساتھ نرمی کرو اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔

حضرت حواء کو حضرت آدم کی پسلی سے پیدا کرنے میں اقوال

نیز فرمایا: عورت کو ایک پسلی سے پیدا کیا گیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں رکھا تو ایک مدت کے بعد ان کو گھبراہٹ ہوئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے تنہائی کی شکایت کی' پس انہوں نے خواب میں ایک حسین عورت کو دیکھا' پھر جب وہ بیدار ہوئے تو وہ ان کے پاس بیٹھی ہوئی تھی' حضرت آدم نے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: میں حواء ہوں' مجھے اللہ تعالیٰ نے اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ تم مجھ سے سکون پاؤ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت حواء کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا۔

مجاہد نے کہا کہ عورت کو ''مَرْاَۃٌ'' اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ ''المرء'' یعنی حضرت آدم سے پیدا کی گئی ہے۔

مقاتل بن سلیمان نے کہا: حضرت آدم جنت میں سو گئے تو حضرت حواء کو ان کی دائیں جانب سے بغیر کسی درد کے پیدا کیا گیا اور اگر انہیں درد ہوتا تو کبھی کوئی مرد عورت پر رحم نہ کرتا۔

الربیع بن انس نے کہا: حضرت حواء کو حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی سے پیدا کیا گیا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ○ (الانعام: ۲۰) — وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے ○

لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ. (الاعراف: ۱۸۹) — وہی (اللہ) ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔

پسلی کو توڑنے سے مراد عورت کو طلاق دینا ہے

پھر فرمایا: اگر تم اس پسلی کو سیدھا کرنے لگو تو توڑ دو گے۔

اس ارشاد میں طلاق کی مثال دی گئی ہے' یعنی اگر تم یہ ارادہ کرو کہ اس کے ٹیڑھے پن کو ترک کر دو تو یہ معاملہ اس کی طلاق کی طرف لے جائے گا' اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک عورت ایک پسلی سے پیدا کی گئی ہے' وہ پسلی تمہارے لیے ہرگز سیدھی نہیں ہوگی' اگر تم اس عورت سے فائدہ حاصل کرو تو اس حال میں فائدہ حاصل کرو گے کہ اس میں وہ ٹیڑھ برقرار ہوگی اور اگر تم اس ٹیڑھ کو سیدھا کرو گے تو اس کو توڑ دو گے اور اس کو توڑنا اس کو طلاق دینا ہے۔

(صحیح مسلم: ٦٨: ١٤٦٨' الرقم المسلسل: ٣٥٣٦)

اس حدیث میں عورتوں کا ذکر ایک تمثیل سے کیا گیا ہے اور ان کے اخلاق میں جو کجی ہے' اس کی مثال پسلی کے ٹیڑھے پن سے دی گئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٩٣۔ ٢٩٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٣٣٢ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ اِنَّ خَلْقَ اَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ اِلَيْهِ مَلَكًا بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ فَيَكْتُبُ عَمَلَهٗ وَاَجَلَهٗ وَرِزْقَهٗ وَشَقِیٌّ اَوْ سَعِيْدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ فَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَا يَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُ النَّارَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہم کو عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو زید بن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث بیان کی اور آپ سب سے زیادہ سچے ہیں' (آپ نے فرمایا:) تم میں سے کسی شخص کی تخلیق (نطفہ) کو اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک جمع کیا جاتا ہے' پھر اتنے دنوں میں وہ نطفہ جما ہوا خون ہو جاتا ہے' پھر اتنے دنوں میں وہ گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے' پھر اللہ اس کی طرف فرشتہ کو چار کلمات کے ساتھ بھیجتا ہے' پس وہ اس کا عمل' اس کی مدتِ حیات اور اس کا رزق لکھتا ہے اور اس کا بدبخت یا نیک بخت ہونا لکھتا ہے' پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے' پس بے شک مرد اہل دوزخ کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے' پھر اس پر لکھا ہوا غالب آتا ہے تو وہ اہل جنت کے عمل کرتا ہے' پس وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور بے شک مرد اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے' پھر اس پر لکھا ہوا غالب آتا ہے' پھر وہ اہل دوزخ کے عمل کرتا ہے' پس وہ دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۰۸' اور ۳۱۸ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ یہ باب کے مطابق نہیں ہے' کیونکہ اس باب کا عنوان ہے: انبیاء علیہم السلام کی احادیث' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کی پیدائش کا بیان ہے اور باب کے ساتھ اتنی مناسبت کافی ہے۔

٣٣٣٣ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا فَيَقُوْلُ يَارَبِّ نُطْفَةٌ يَارَبِّ عَلَقَةٌ يَارَبِّ مُضْغَةٌ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْلُقَهَا قَالَ يَارَبِّ اَذَكَرٌ اَمْ اُنْثٰى يَارَبِّ شَقِيٌّ اَمْ سَعِيْدٌ فَمَا الرِّزْقُ فَمَا الْاَجَلُ فَيُكْتَبُ كَذٰلِكَ فِىْ بَطْنِ اُمِّهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عبیداللہ بن ابی بکر بن انس از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رحم (شکم مادر) کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کیا ہے' وہ کہتا ہے: اے رب! یہ نطفہ ہے' اے رب! یہ جما ہوا خون ہے' اے رب! یہ گوشت کا ٹکڑا ہے' پس جب اللہ اس کی تخلیق کا ارادہ کرے تو وہ کہتا ہے: اے رب! مذکر بناؤں یا مؤنث؟ اے رب! یہ بدبخت ہوگا یا نیک بخت؟ اس کا رزق کتنا ہے؟ اس کی مدتِ حیات کتنی ہے؟ پھر اسی طرح اس کی ماں کے پیٹ میں لکھ دیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۸ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٣٤ - حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ اَنَسٍ يَّرْفَعُهٗ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لِاَهْوَنِ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا لَّوْ اَنَّ لَكَ مَا فِى الْاَرْضِ مِنْ شَىْءٍ اَكُنْتَ تَفْتَدِىْ بِهٖ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَقَدْ سَاَلْتُكَ مَاهُوَ اَهْوَنُ مِنْ هٰذَا وَاَنْتَ فِىْ صُلْبِ اٰدَمَ اَنْ لَّا تُشْرِكَ بِىْ فَاَبَيْتَ اِلَّا الشِّرْكَ.

[اطراف الحدیث: ٦٥٣٨-٦٥٥٧] (صحیح مسلم: ۲۸۰۵' الرقم المسلسل: ٦٩٧٧' شرح السنۃ: ۴۴۰۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۴۳' سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۴٦' مسند ابویعلیٰ: ۴۱۹۸' صحیح ابن حبان: ۷۴۵' مسند احمد ج ۲ ص ۱۳۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۳۱۲۔ ج ۱۹ ص ۳۲۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی عمران الجونی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ (قیامت کے دن) اس شخص سے پوچھے گا جسے دوزخ کا سب سے کم عذاب دیا ہوگا: اگر تمام روئے زمین تمہاری ملکیت میں ہوتی تو کیا تم اس عذاب سے نجات کے لیے اس کو فدیہ میں دیتے' وہ شخص کہے گا: جی ہاں! تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جب تم آدم کی پشت میں تھے تو میں نے تم سے اس سے بھی کم چیز کا سوال کیا تھا' (میں نے فرمایا تھا:) تم کسی کو میرا شریک نہ بنانا' سو تم نے شریک بنانے کا بالکل انکار کیا تھا۔

یعنی اس شخص نے دنیا میں آ کر شرک کیا اور اس نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں جو اللہ تعالیٰ سے شرک نہ کرنے کا عہد کیا تھا' اس کو پورا نہیں کیا۔

٣٣٣٥ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِىْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُرَّةَ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث

مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن مرہ نے حدیث بیان کی از مسروق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا' اس کے قتل کے گناہ کا ایک حصہ آدم کے پہلے بیٹے پر ہوگا کیونکہ اس نے سب سے پہلے قتل کا طریقہ ایجاد کیا۔

[اطراف الحدیث: ٦٨٦٧۔ ٧٣٢١] (صحیح مسلم: ١٦٧٧' الرقم المسلسل: ٤٢٧٠' سنن ترمذی: ٢٦٧٧' سنن نسائی: ٣٩٨٥' سنن ابن ماجہ: ٢٦١٦' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٨ ص ٣٦٤' مصنف عبدالرزاق: ١٩٧١٨' مسند الحمیدی: ١١٨' السنن الکبریٰ: ١١١٤٢' مسند ابویعلیٰ: ٥١٧٩' صحیح ابن حبان: ٥٩٨٣' المعجم الکبیر: ١٠٤٢٩' شرح السنۃ: ١١١' مسند احمد ج ١ ص ٣٨٣ طبع قدیم' مسند احمد: ٣٦٣٠۔ ج ٦ ص ١٣٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا پہلا بیٹا قابیل تھا' جس نے ھابیل کو قتل کیا تھا۔

قابیل نے ھابیل کو کس سبب سے قتل کیا تھا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

جس وقت قابیل نے ھابیل کو قتل کیا تھا اس وقت قابیل کی عمر پچیس سال تھی اور ھابیل کی عمر بیس سال تھی۔

ھابیل کو قتل کرنے کا سبب یہ تھا' جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کے دونوں بیٹوں کو قربانی کرنے کا حکم دیا' جس کی بکریاں تھیں اس نے سب سے عمدہ بکری کی قربانی دی' اور جس کے کھیت تھے اس نے سب سے ردّی کھیت کا صدقہ کیا' پس اللہ تعالیٰ نے پہلی قربانی کو قبول فرمالیا ہے۔

مجاہد' سعید بن جبیر' عطاء وغیرہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت حوّاء کے ہاں ہر بار ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے' جب حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں اترے ہوئے ایک سو سال ہوگئے تو ان کے ہاں قابیل اور ایک لڑکی پیدا ہوئی' پھر ھابیل اور ان کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی' حضرت آدم اپنے بیٹے کا نکاح اُس کے ساتھ کرتے تھے جو اس کی جڑواں بہن نہیں ہوتی تھی' جب قابیل اور ھابیل دونوں بالغ ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو حکم دیا کہ وہ قابیل کا نکاح' ھابیل کی بہن یوزا سے کردیں' اور ھابیل کا نکاح قابیل کی بہن اقلیما سے کردیں اور وہ تمام عورتوں سے زیادہ حسین وجمیل تھی' قابیل اس پر راضی نہیں ہوا' اس نے کہا: میں اپنی بہن کے ساتھ نکاح کرنے کا زیادہ حق دار ہوں' میں اور میری بہن جنت کی اولاد سے ہیں اور ھابیل اور اس کی بہن دنیا کی اولاد سے ہیں' تب حضرت آدم نے کہا: تم دونوں قربانی پیش کرو' قابیل کے کھیت تھے اور ھابیل کی بکریاں تھیں' قابیل نے اپنے ردّی کھیت سے طعام کے ڈھیر کی قربانی دی اور دل میں یہ رکھا کہ جب ھابیل میری بہن سے نکاح کرے گا تو پھر مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میری قربانی قبول ہوتی ہے یا نہیں' ھابیل نے اپنی بکریوں میں سے ایک بہترین اور فربہ بکری کی قربانی دی اور دل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو رکھا' اور جب کسی کی قربانی قبول ہوتی تھی تو آسمان سے ایک سفید آگ نازل ہو کر اس کو کھا جاتی تھی' سو آگ نازل ہو کر ھابیل کی قربانی کو کھا گئی اور قابیل کی قربانی میں سے کچھ بھی نہیں کھایا تو قابیل نے اپنے دل میں یہ بات رکھی اور ھابیل کو قتل کردیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٩٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

٢- بَابٌ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ

روحیں جھنڈ کے جھنڈ لشکر ہیں

اس عنوان سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد جھنڈ کے جھنڈ لشکر ہیں۔

٣٣٣٦ - قَالَ وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُّجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ قَالَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ بِهٰذَا. (صحیح مسلم: ٢٦٣٨، الرقم المسلسل: ٦٦٠٣، صحیح ابن حبان: ٦١٦٨، الادب المفرد: ٩٠١، تاریخ بغداد ج ٣ ص ٣٢٩، شرح السنۃ: ٣٤٧١، مسند احمد ج ٢ ص ٢٩٥، مسند احمد: ٧٩٣٥۔ ج ١٣ ص ٣١٩، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری نے کہا کہ لیث نے یحییٰ بن سعید سے روایت کی از عمرۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ روحیں جھنڈ کے جھنڈ لشکر ہیں، جو وہاں ایک دوسرے سے متعارف ہوتی ہیں، وہ یہاں ایک دوسرے سے محبت کرتی ہیں اور جو وہاں ایک دوسرے سے اجنبی ہوتی ہیں، وہ یہاں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ یحییٰ بن ایوب نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے اسی طرح حدیث بیان کی۔

ارواح کا معنی اور ارواح کے مجتمع لشکر ہونے کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "الارواح" کا ذکر ہے، یہ "الروح" کی جمع ہے، روح وہ جوہر ہے جو جسم کے ساتھ قائم ہے اور اسی کی وجہ سے جسم میں حیات ہوتی ہے۔

اور اس حدیث میں "جنود مجندہ" کا ذکر ہے، اس سے جماعاتِ مجمعہ اور انواعِ مختلفہ مراد ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ اجناسِ مجنسہ ہیں، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ارواح اعراض نہیں ہیں اور وہ اجسام سے پہلے موجود ہیں اور وہ اجسام کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہیں اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے بھائی اُحد میں شہید ہو گئے تو اللہ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دیا۔ (سنن ابوداؤد: ٢٥٢٠)

نیز فرمایا: جو روحیں آپس میں متعارف ہوں۔ تعارف کا معنی یہ ہے کہ جن صفات پر اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا، وہ ان صفات میں ایک دوسرے کے موافق ہوں، علامہ خطابی نے کہا: اس کی حسب ذیل دو صورتیں ہیں:

(١) اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ خیر اور شر میں ہم شکل ہوں، جن روحوں میں خیر ہو وہ اپنی نظیر کی طرف مائل ہوتی ہیں اور جن روحوں میں شر ہو، وہ اپنی جیسی روحوں کی طرف مائل ہوتی ہیں اور جب یہ شکلیں متفق ہوں تو روحیں ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں اور جب یہ شکلیں مختلف ہوں تو پھر روحیں ایک دوسرے سے اجنبی ہوتی ہیں۔

(٢) روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا کیا اور وہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتی تھیں، پھر جب ارواح اجساد میں منتقل ہوئیں تو ان کو وہ پہلا تعارف یاد آ گیا، پھر ہر ایک ان میں سے دوسرے شخص کو پہچانتی تھیں یا اجنبی رہتی تھیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص کسی نیک آدمی سے متنفر ہو تو اس کو اپنے اوصاف کی تفتیش کرنی چاہیے، ضرور اس میں کوئی بُرائی ہو گی جس کی وجہ سے وہ اس نیک آدمی سے متنفر ہے، پھر اس کو چاہیے کہ وہ اس بُری خصلت کے ازالہ کی کوشش کرے، اسی طرح جب کوئی شخص کسی بُری عادتوں والے شخص کی طرف مائل ہو تو اس کو سمجھنا چاہیے کہ اس میں کوئی بُری خصلت ہے، جب ہی وہ اس بُرے آدمی کی طرف مائل ہوا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٩٧، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ارواح مجتمع لشکر ہیں' میں کہتا ہوں: یہ معنی صرف ارواح کی کثرت پر دلالت کرتا ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نیک اور شریف لوگ نیک اور شریف لوگوں سے محبت کرتے ہیں' اسی طرح بُرے لوگ بُرے لوگوں سے محبت کرتے ہیں' لیکن یہ معنی حدیث سے ظاہر نہیں ہوتا' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب ارواح کو پیدا کیا گیا تو بعض ارواح بعض سے متعارف ہوئیں تو دنیا میں جن جسموں میں وہ روحیں آئیں ایک دوسرے سے متعارف ہوئیں اور جو روحیں وہاں متعارف نہیں ہوئی تھیں' وہ دنیا میں بھی متعارف نہیں ہوئیں' اسی وجہ سے تم دیکھتے ہو کہ انسان اپنی بعض اولاد سے محبت کرتا ہے اور بعض سے محبت نہیں کرتا' اگرچہ وہ جن سے محبت نہیں کرتا وہ دوسری اولاد سے زیادہ نیک ہوتی ہے' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ارواح کو اجساد سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور یہ کہ ارواح لطیف اجسام ہیں اور ان میں عقل اور نطق بھی ہے' جیسا کہ اہل حق کا مذہب ہے۔

(الکوثر الجاری ج ١٥ ص ٢٣٦' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٣ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ﴾ (ھود:٢٥)

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا (ھود:٢٥)

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو قابیل کی اور ان کے موافقین کی طرف بھیجا جو شیث کی اولاد سے تھے' اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کی عمر باون سال تھی' ایک قول یہ ہے کہ اس وقت اُن کی عمر ساڑھے تین سو سال تھی اور ایک قول یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر چار سو اسی سال تھی۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿بَادِیَ الرَّأْیِ﴾ (ھود:٢٧) مَا ظَهَرَ لَنَا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''بادی الرأی'' کا معنی ہے: جو بات ہم پر ظاہر ہوئی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ. (ھود:٢٧)

تو ان کی قوم میں سے کافر سرداروں نے کہا: (اے نوح!) ہم تمہیں اپنے جیسا ہی بشر سمجھتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف ان لوگوں نے کی ہے جو بہ ظاہر ہم میں سے حقیر اور ذلیل ہیں۔

اس آیت میں ''اراذل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ شخص جو ہر ایک سے کم تر ہو۔

﴿اَقْلِعِیْ﴾ (ھود:٤٤) اَمْسِكِیْ.

''اقلعی'' کا معنی ہے: رک جا اور ٹھہر جا!

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ.

اور حکم دیا گیا: اے زمین! اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان! رک جا! (ھود:٤٤)

﴿وَفَارَ التَّنُّوْرُ﴾ (ھود:٤٠) نَبَعَ الْمَآءُ.

اور ''فار التنور'' کا معنی ہے: پانی اُبل پڑا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

حَتّٰى إِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ. (ھود:۴۰) حتیٰ کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور تنور نے جوش مارا۔

''فار'' کا معنی ہے: دیگچی کا جوش میں آنا' اور تنور فارسی کا لفظ ہے' جس کو عربی بنایا گیا ہے۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ وَجْهُ الْاَرْضِ. اور عکرمہ نے کہا: (تنور سے مراد ہے:) زمین کا چہرا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿اَلْجُوْدِيُّ﴾ (ھود:٤٤) جَبَلٌ بِالْجَزِيْرَةِ. اور مجاہد نے کہا: ''الجودی'' جزیرہ میں ایک پہاڑ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ. (ھود:۴۴) اور کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری۔

''الجودی'' دجلہ اور فرات کے درمیان ایک پہاڑ ہے جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ٹھہر گئی تھی۔

﴿دَاْبٌ﴾ (المؤمن:۳۱) مِثْلُ حَالٍ. ''داب'' کا معنی عادت کی مثل ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ. (المؤمن:۳۱) جیسے نوح کی قوم کا طریقہ تھا۔

٠٠٠ - قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿إِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا إِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ○﴾ (نوح:۱) إِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ آپ اپنی قوم کو دردناک عذاب کے آنے سے پہلے ڈرائیں○ (نوح:۱) آخر سورت تک

اس باب میں سورۂ نوح کا ذکر ہے' اس میں بائیس آیات ہیں اور دردناک عذاب سے مراد ہے: ان پر طوفان کا جو عذاب آیا تھا جس میں حضرت نوح علیہ السلام کے منکر کافر غرق ہو گئے تھے۔

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (یونس:۷۱-۷۲)

اور آپ ان پر نوح کا قصہ بیان کیجئے جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر میرا تمہارے درمیان رہنا اور اللہ کی آیتوں کے ساتھ میرا نصیحت کرنا تم پر شاق گزرتا ہے تو (یاد رکھو) کہ میں نے صرف اللہ پر بھروسا کیا ہے' یہ آیت ''مسلمین'' تک پڑھی۔ (یونس:۷۲-۷۱)

امام بخاری نے ان آیتوں کا بقیہ حصہ جو ذکر نہیں کیا' ان کا ترجمہ درج ذیل ہے:

سو اب تم سب مل کر اپنی تدبیر پکی کر لو اور اپنے معبودوں کو (بھی ساتھ) ملا لو پھر تمہاری تدبیر تم پر بالکل مخفی نہ رہے' پھر تم جو کچھ میرے ساتھ کر سکتے ہو کر لو' اور مجھے مہلت نہ دو○ پس اگر تم اعراض کرو تو میں تم سے (اپنی نصیحت کا) کچھ صلہ نہیں مانگتا' میرا اجر تو صرف اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے' اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں○ (یونس:۷۲-۷۱)

۳۳۳۷ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَالِمٌ وَّقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از یونس از زہری'

عَنْهُمَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَأَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنِّيْ لَمُنْذِرُكُمُوْهُ وَمَا مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا اَنْذَرَهُ قَوْمَهُ لَقَدْ اَنْذَرَ نُوْحٌ قَوْمَهُ وَلٰكِنِّيْ اَقُوْلُ لَكُمْ فِيْهِ قَوْلًا لَّمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِّقَوْمِهِ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ اَعْوَرُ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِاَعْوَرَ.

سالم نے کہا: اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے، پس آپ نے اللہ عزوجل کی ایسی حمد و ثناء کی جو اس کی شان کے لائق ہے، پھر آپ نے دجال کا ذکر کیا، پس فرمایا: میں تم کو دجال سے ڈرا رہا ہوں اور ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے، حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا، لیکن میں تم کو دجال کے متعلق ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی، تم جانتے ہو وہ کانا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٠٥٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٣٨ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَّحْيٰى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَاحَدَّثَ بِهِ نَبِيٌّ قَوْمَهُ اِنَّهُ اَعْوَرُ وَاِنَّهُ يَجِيْءُ مَعَهُ بِمِثَالِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَالَّتِيْ يَقُوْلُ اِنَّهَا الْجَنَّةُ هِيَ النَّارُ وَاِنِّيْ اُنْذِرُكُمْ بِهِ كَمَا اَنْذَرَ بِهِ نُوْحٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَوْمَهُ. (صحیح مسلم: ٢٩٣٦، الرقم المسلسل: ٧٢٦٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو دجال کی خبر نہ دوں؟ کسی نبی نے اپنی قوم کو یہ نہیں بتایا کہ دجال کانا ہے، بے شک وہ کانا ہے، وہ اپنے ساتھ جنت اور دوزخ کی مثال لائے گا، پس جس کے متعلق وہ کہے گا: یہ جنت ہے، وہ دراصل دوزخ ہے اور میں تم کو اس سے اس طرح ڈراتا ہوں جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔

جنت کی مثال سے مراد ہے: جنت کی تصویر، حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ڈرانے کی مشابہت اس میں ہے کہ وہ جنت کی تصویر لائے گا ورنہ دجال سے ڈرانا حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

٣٣٣٩ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِيْءُ نُوْحٌ وَّاُمَّتُهُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُوْلُ نَعَمْ اَيْ رَبِّ فَيَقُوْلُ لِاُمَّتِهِ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ لَا مَاجَاءَنَا مِنْ نَّبِيٍّ فَيَقُوْلُ لِنُوْحٍ مَنْ يَّشْهَدُ لَكَ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُمَّتُهُ فَنَشْهَدُ اَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ وَهُوَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (البقرۃ: ١٤٣) وَالْوَسَطُ الْعَدْلُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن زیاد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابوصالح از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت آئیں گے، پس اللہ تعالیٰ پوچھے گا: کیا آپ نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: جی ہاں! اے میرے رب! پس اللہ تعالیٰ ان کی امت سے پوچھے گا: کیا انہوں نے تم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: نہیں! ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا، پھر اللہ تعالیٰ حضرت نوح سے فرمائے گا: تمہارے حق میں کون

[اطراف الحدیث:۷۳۴۹-۴۴۸۷] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

گواہی دے گا' پس وہ کہیں گے: (سیّدنا) محمد ﷺ اور ان کی امت' پس ہم گواہی دیں گے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی' اور یہ اللہ عزوجل کے ارشاد کا مصداق ہے: (اے مسلمانو!) اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ (البقرہ:۱۴۳) اور وسط سے مراد بہترین ہے۔

دوسری احادیث میں ہے کہ حضرت نوح کی قوم کہے گی: سیّدنا محمد ﷺ کی امت ہمارے متعلق کیسے گواہی دے گی جب کہ ہم پہلی امت ہیں اور وہ آخری اُمت ہیں' پھر ہم کہیں گے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف رسول بھیجا اور ان پر کتاب نازل کی اور اس کتاب میں تمہاری خبر تھی۔

٣٣٤٠ - **حَدَّثَنِیْ** اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَیْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَیَّانَ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ دَعْوَةٍ فَرُفِعَ اِلَیْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً وَّقَالَ اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ هَلْ تَدْرُوْنَ بِمَنْ یَّجْمَعُ اللّٰهُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ فَیُبْصِرُهُمُ النَّاظِرُ وَیُسْمِعُهُمُ الدَّاعِیْ وَتَدْنُوْ مِنْهُمُ الشَّمْسُ فَیَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ اَلَا تَرَوْنَ اِلٰی مَا اَنْتُمْ فِیْهِ اِلٰی مَابَلَغَكُمْ اَلَا تَنْظُرُوْنَ اِلٰی مَنْ یَّشْفَعُ لَكُمْ اِلٰی رَبِّكُمْ فَیَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ اَبُوْكُمْ اٰدَمُ فَیَاْتُوْنَهٗ فَیَقُوْلُ یَا اٰدَمُ اَنْتَ اَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِیَدِهٖ وَنَفَخَ فِیْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَمَرَ الْمَلٰٓئِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ وَاَسْكَنَكَ الْجَنَّةَ اَلَا تَشْفَعُ لَنَا اِلٰی رَبِّكَ اَلَا تَرٰی مَانَحْنُ فِیْهِ وَمَا بَلَغَنَا فَیَقُوْلُ رَبِّیْ غَضِبَ غَضَبًا لَّمْ یَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَا یَغْضَبُ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ وَنَهَانِیْ عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَیْتُهٗ نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ اِذْهَبُوْا اِلٰی نُوْحٍ فَیَاْتُوْنَ نُوْحًا فَیَقُوْلُوْنَ یَانُوْحُ اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ وَسَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُوْرًا اَمَا تَرٰی اِلٰی مَانَحْنُ فِیْهِ اَلَا تَرٰی اِلٰی مَابَلَغَنَا اَلَا تَشْفَعُ لَنَا اِلٰی رَبِّكَ فَیَقُوْلُ رَبِّیْ غَضِبَ الْیَوْمَ غَضَبًا لَّمْ یَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَا یَغْضَبُ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ نَفْسِیْ نَفْسِیْ اِئْتُوا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوحیان نے حدیث بیان کی از ابی زرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک دعوت میں تھے' پس نبی ﷺ کے پاس ایک بکری کی دستی لائی گئی اور آپ کو وہ پسند تھی' آپ نے اس کا کچھ حصہ دانتوں سے کھایا اور فرمایا: میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا' کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اوّلین اور آخرین کو ایک زمین میں جمع فرمائے گا' (اس طرح کہ) دیکھنے والا ان سب کو دیکھ سکے گا اور ان کو بلانے والا ان تک آواز پہنچا سکے گا اور سورج ان سے قریب ہو جائے گا' پس کوئی شخص کہے گا: کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ تم کس حال میں ہو اور تمہیں کہاں تک مصیبت پہنچ چکی ہے' کیا تم کسی شخص کو نہیں دیکھتے جو تمہارے رب تک تمہاری سفارش کر سکے' پس کوئی شخص کہے گا: تمہارے باپ حضرت آدم ہیں' پھر لوگ ان کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے آدم! آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے' اور آپ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی ہے اور فرشتوں کو آپ کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا ہے' سو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا ہے اور آپ کو جنت میں ٹھہرایا تھا' کیا آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش نہیں کرتے' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کتنی سخت مصیبت میں ہیں اور ہماری مصیبت کہاں تک پہنچ چکی ہے' تو حضرت آدم کہیں گے کہ آج میرا رب اتنے شدید

وَسَلَّمَ فَيَاْتُوْنِيْ فَاَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ لَّا اَحْفَظُ سَائِرَهٗ.

[اطراف الحدیث:۳۳۶۱۔۴۷۱۲] (صحیح مسلم:۱۹۴' الرقم المسلسل: ۴۶۸' سنن ابن ماجہ:۴۳۱۲)

غضب میں ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں نہیں آیا' اور نہ آج کے بعد کبھی اتنے غضب میں آئے گا اور میرے رب نے مجھے ایک درخت سے منع کیا تھا' پس میں نے (بھول کر یا اپنے اجتہاد سے) اس کی نافرمانی کی' مجھے اپنے نفس کی فکر ہے' مجھے اپنے نفس کی فکر ہے' تم لوگ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ' تم نوح کے پاس جاؤ' پھر لوگ حضرت نوح کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے نوح! آپ زمین والوں کی طرف پہلے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت شکر گزار بندہ فرمایا ہے' کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس مصیبت میں ہیں اور ہماری مصیبت کہاں تک پہنچ چکی ہے' کیا آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت نہیں کریں گے' پس وہ کہیں گے کہ آج میرا رب اتنے شدید غضب میں ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں نہیں آیا اور نہ اس کے بعد کبھی اتنے غضب میں آئے گا' مجھے اپنے نفس کی فکر ہے' مجھے اپنے نفس کی فکر ہے' تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ' پھر لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں عرش کے نیچے سجدہ کروں گا' پس کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھائیے اور شفاعت کیجئے' آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطاء کیا جائے گا۔ محمد بن عبید نے کہا: مجھے پوری حدیث یاد نہیں ہے۔

بکری کی دستی کو پسند فرمانے کی وجہ اور دنیا اور آخرت میں آپ کی سیادت پر اشکال کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری کی دستی پسند تھی' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اچھی طرح پک جاتی ہے' زود ہضم ہوتی ہے اور زیادہ لذیذ ہوتی ہے۔

نیز اس حدیث میں فرمایا: میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا' قیامت کے دن کی تخصیص اس لیے فرمائی ہے کہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی تمام اولاد آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوگی۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہونا' دنیا میں آپ کے سردار ہونے کے منافی نہیں ہے' سو آپ دنیا اور آخرت دونوں میں تمام لوگوں کے سردار ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: مجھے انبیاء کے درمیان فضیلت مت دو۔ (صحیح البخاری:۶۹۱۶' صحیح مسلم:۲۳۷۴' سنن ابوداؤد:۴۶۶۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۱ص۵۲۶' مسند احمد ج۳ص۳۱' مشکوٰۃ: ۵۷۰۹' کنز العمال:۳۲۴۷۴)

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی بندہ کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں

یونس بن متی سے افضل ہوں۔ (صحیح البخاری: ۳۴۱۳، صحیح مسلم: ۲۳۷۷، سنن ابوداؤد: ۴۶۶۹، اتحاف ج ۲ ص ۱۰۵)

یہ احادیث نبی ﷺ کے دنیا اور آخرت میں سردار ہونے کے منافی ہیں، ان احادیث کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) نبی ﷺ کے یہ ارشاد اس زمانہ پر محمول ہیں جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کی سیادت کی خبر نہیں دی تھی۔

(۲) نبی ﷺ نے جو فرمایا: مجھے یونس بن متی پر فضیلت مت دو، یہ آپ کی تواضع اور انکسار ہے۔

(۳) ان احادیث کا یہ معنی ہے کہ نفس نبوت اور رسالت میں مجھے کسی نبی پر فضیلت مت دو کیونکہ نفس نبوت اور رسالت میں سب نبی اور رسول برابر ہیں، اور آپ کی فضیلت آپ کے بلند درجات اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ قرب اور اللہ تعالیٰ کی آپ سے زیادہ محبت اور لطف اور آپ کی زیادہ کرامات کے اعتبار سے ہے۔

(۴) ان احادیث کا محمل یہ ہے کہ مجھے تم فضیلت مت دو کیونکہ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے۔

(۵) مجھے دوسرے رسولوں پر اس طرح فضیلت نہ دو جو دوسرے رسولوں کی تنقیص کو مستلزم ہو۔

جیسے یہ شعر ہے:

آج یوسف بھی ان کی غلامی میں ہے　　　　تم نے دیکھا زلیخا ہمارا نبی

مؤخر الذکر دو جواب اس ناکارہ کا اضافہ ہیں۔

نوٹ: یہ شعر حدائق بخشش میں نہیں ہے، لہٰذا اعلیٰ حضرت کی طرف اس شعر کی نسبت صحیح نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے غضب میں ہونے پر اعتراض کا جواب اور حضرت نوح علیہ السلام کے اوّل الرسل ہونے کی توجیہات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آج اللہ اتنے شدید غضب میں ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنے غضب میں نہیں آیا۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ غضب کا معنی ہے: خون کا جوش میں آنا اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غضب سے مراد ہے: عذاب دینے کا ارادہ کرنا، اور یہ غضب کا لازمی معنی ہے، اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے نافرمانوں سے انتقام لینے کا ارادہ فرمائے اور میدانِ محشر میں جن ہولناک چیزوں کا ظہور ہوگا، جیسے جب اس دن بچے بوڑھے ہو جائیں گے، آسمان اس دن کی شدت سے پھٹ جائے گا تو ایسی ہولناک چیزوں کا پہلے کبھی ظہور ہوا تھا اور نہ بعد میں کبھی ہو گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: "نفسی نفسی" اس کا معنی ہے: آج تو مجھے خود اپنے لیے شفاعت کی ضرورت ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام سے لوگوں نے کہا: آپ پہلے رسول ہیں، اس پر یہ اعتراض ہے کہ پہلے رسول تو حضرت آدم ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نوح تمام زمین والوں کے رسول ہیں اور حضرت آدم کے زمانہ میں زمین والے موجود نہ تھے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی رسالت تشریع کے لیے نہ تھی، صرف اولاد کی تربیت کے لیے تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت تشریع کے لیے تھی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام صرف نبی تھے، رسول نہ تھے اور حضرت نوح رسول تھے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم رسول تھے مگر اولوالعزم رسول نہ تھے اور حضرت نوح اولوالعزم رسول تھے۔

پانچواں جواب علامہ داؤدی نے دیا ہے کہ ایک روایت میں ہے: حضرت آدم مرسل تھے، اس لیے یہی صحیح ہے کہ حضرت نوح

زمین والوں کی طرف پہلے رسول تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۰۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

قیامت کے دن نبیوں کے پاس طلب شفاعت کے لیے جانے کی تفصیل

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ حضرت آدم رسول نہیں ہیں اس قول کو علامہ کرمانی نے نقل کیا ہے علامہ عینی فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ حضرت آدم نبی اور رسول ہیں ان پر حضرت جبریل نازل ہوئے اور ان پر صحیفے نازل کیے گئے اور انہوں نے اپنی اولاد کو احکامِ شرعیہ کی تعلیم دی اور علامہ ابن بطال کا قول صحیح نہیں ہے۔

اور جس نے یہ کہا کہ حضرت آدم رسول ہیں اور نبی نہیں ہیں اس کا قول فاسد ہے کیونکہ ہر رسول نبی ہوتا ہے اور نبوت رسالت کے لوازم میں سے ہے۔

حضرت نوح نے کہا: تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ۔ اس سے مراد ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کیونکہ آپ نے فرمایا: پھر لوگ میرے پاس آئیں گے۔

اس حدیث کے راوی محمد بن عبید نے کہا: مجھے یہ حدیث مکمل یاد نہیں ہے کیونکہ یہ بہت طویل حدیث ہے اور دوسری روایات میں دیگر انبیاء علیہم السلام کا بھی ذکر ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت نوح علیہ السلام کے اس قول کا ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ یہ محمد بن عبید کا وہم ہے ان لوگوں کو حضرت نوح علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف رہنمائی کی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف رہنمائی کی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف رہنمائی کی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رہنمائی کی۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ لوگوں کے حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف جانے میں ایک ہزار سال کا عرصہ لگا اسی طرح ہر نبی کی طرف جانے میں ایک ہزار سال کا عرصہ لگا حتیٰ کہ لوگ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے۔ (میں کہتا ہوں: یہ قول بھی مخدوش ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

جو رسولوں کی سب سے زیادہ اتباع کرنے والے ہوں گے وہ بھی قیامت کے دن شفاعت کریں گے اور سب سے پہلے ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کریں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۰۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

قیامت کے دن لوگوں کا طلبِ شفاعت کے لیے تمام نبیوں کے پاس جانا

میں کہتا ہوں کہ ان احادیث میں مذکور ہے کہ لوگ پانچ نبیوں کے پاس طلبِ شفاعت کے لیے جائیں گے لیکن صحیح یہ ہے کہ لوگ تمام نبیوں کے پاس طلبِ شفاعت کے لیے جائیں گے اور ہر نبی انہیں دوسرے نبی کے پاس بھیج دے گا اور آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیج دیں گے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ دو زانو بیٹھے ہوں گے ہر امت اپنے اپنے نبی کے پاس جائے گی وہ کہیں گے: اے فلاں! شفاعت کیجئے حتیٰ کہ یہ (طلب) شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر ختم ہوگی پس یہی وہ دن ہے جب اللہ آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔ (صحیح البخاری: ۴۷۱۸)

ہمارے بعض کرم فرماؤں نے دو وجہوں سے اس صحیح حدیث کو مسترد کر دیا ہے ایک وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے بلکہ حضرت ابن عمر کا قول ہے اور حدیث موقوف ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں

ایک راوی ہے: اسماعیل بن ابان' اور وہ شیعہ ہے' پہلے ہم پہلے اعتراض کا جواب ذکر کرتے ہیں:

قیامت کے دن تمام نبیوں کے پاس طلبِ شفاعت کے لیے جانے کی حدیث حکماً مرفوع ہے

ہم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول حکماً مرفوع ہے' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے' کیونکہ اس قول کا تعلق احوالِ آخرت کے ساتھ ہے اور صحابی کے جس قول کا تعلق قیاس اور اجتہاد سے نہ ہو بلکہ احوالِ آخرت کے ساتھ ہو' وہ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہوتا ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

جو حدیث قولی حکماً مرفوع ہو' اس کی مثال یہ ہے کہ جو صحابی اسرائیلیات سے اخذ نہ کرتا ہو اور اس قول میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو اور اس کا تعلق لغوی معنی کے بیان یا غیر مانوس لفظ کی شرح سے نہ ہو' جیسے ابتداءِ خلق کی ماضی کی خبریں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خبریں یا جنگوں اور فتنوں کی مستقبل کی خبریں اور یومِ قیامت کے احوال کی خبریں۔

(شرح نخبۃ الفکر ص ۷۸۔۷۷' الرحیم اکیڈمی' کراچی' ۱۴۱۸ھ)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول میں احوالِ یومِ قیامت کی خبر ہے' لہٰذا ان کا یہ قول حکماً حدیث مرفوع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے۔

متشیع اور شیعہ رافضی کا فرق

ہمارے کرم فرما نے صحیح بخاری کی اس صحیح حدیث کو مسترد کرنے کے لیے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ اس کا ایک راوی اسماعیل بن ابان ازدی شیعہ ہے اور اس کے ثبوت میں انہوں نے یہ لکھا ہے کہ حافظ شمس الدین ذہبی نے ان کے متعلق لکھا ہے: ''کان یتشیع'' (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۱۲) اور اس کا ترجمہ انہوں نے یہ کیا ہے کہ وہ شیعہ مذہب کے پیرو تھے' اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کے متعلق لکھا ہے: ''اسماعیل بن ابان تکلم فیہ للتشیع'' (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۴۱) اور اس عبارت کا ترجمہ انہوں نے اس طرح کیا ہے: یعنی اسماعیل بن ابان شیعہ ہونے کی وجہ سے مختلف فیہ ہیں۔ (الذنب فی القرآن ص ۵۱۷۔۵۱۶ ملخصاً)

حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر دونوں نے ''تشیع'' کا لفظ لکھا ہے اور اس کا ترجمہ شیعہ مذہب کا پیرو کرنا صحیح نہیں ہے' بلکہ یہ غلط فہمی یا مغالطہ آفرینی پر مبنی ہے' حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر دونوں نے تشیع اور شیعہ کا فرق بیان کیا ہے:

حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

بدعت کی دو قسمیں ہیں: ایک بدعت صغریٰ' جیسے تشیع کا غلو یا غلو اور تحریف کے بغیر تشیع اور یہ اکثر تابعین اور تبع تابعین میں ہے' جو متقی اور صادق تھے' اگر ان کی احادیث کو مسترد کر دیا جائے تو بہ کثرت احادیث نبویہ مسترد ہو جائیں گی اور اس بات کا فساد بالکل واضح ہے۔

دوسری قسم بدعت کبریٰ ہے' جیسے مکمل رافضی ہونا اور اس میں غلو کرنا اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا مرتبہ کم کرنا اور اس کی دعوت دینا' سو اس قسم کے راویوں کی روایت سے استدلال نہیں کیا جاتا۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

متقدمین کے عرف میں تشیع یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی جائے اور یہ کہا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی تمام جنگوں میں حق پر تھے اور ان کا مخالف خطاء پر تھا' اور وہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو حضرت علی پر مقدم رکھتا ہو

اور افضل قرار دیتا ہو اور ان میں سے بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت علی رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل تھے اور جب وہ شخص اس اعتقاد کے ساتھ متقی اور صادق ہو تو اس وجہ سے اس کی روایت مسترد نہیں کی جائے گی' اور متأخرین کے عرف میں تشیع محض رافضی ہونے کو کہتے ہیں' لہٰذا رافضی غالی کی روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۸۶۔ ۸۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

نیز اگر متقدمین راویوں میں سے کسی کے متعلق یہ لکھا ہو کہ وہ تشیع کرتا تھا اور اس وجہ سے اس کی روایت کو مسترد کر دیا جائے تو بہت ساری مستند اور صحیح احادیث کو مسترد کرنا پڑے گا' دیکھئے امام احمد اور امام بخاری کے استاد امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ کے متعلق بھی لکھا ہوا ہے کہ وہ تشیع کرتے تھے' حالانکہ تمام محدثین کے نزدیک ان کی روایت حجت ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر متوفی ۸۵۲ھ' امام عبدالرزاق کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابن عدی نے کہا کہ امام عبدالرزاق کی بہ کثرت روایات ہیں اور بہت ثقہ مسلمانوں اور اماموں نے ان سے حدیث لینے کے لیے ان کی طرف سفر کیا ہے اور ان کی روایات کو لکھا ہے' مگر انہوں نے ان کی طرف تشیع کی نسبت کی ہے اور انہوں نے فضائل میں ایسی احادیث روایت کی ہیں جن کی کسی نے متابعت نہیں کی' اس وجہ سے ان کی روایت کی مذمت کی گئی ہے اور جہاں تک ان کے صدق کا تعلق ہے تو مجھے امید ہے' اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیوت' ۱۴۱۵ھ)

اسماعیل بن ابان کے متعلق ائمہ حدیث کی آراء

ہمارے کرم فرمانے صحیح بخاری کی حدیث صحیح کو اسماعیل بن ابان کی وجہ سے مسترد کر دیا ہے۔ آیئے! دیکھتے ہیں کہ اسماعیل بن ابان کے متعلق ائمہ حدیث کی کیا آراء ہیں:

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ' اسماعیل بن ابان کے متعلق لکھتے ہیں:

اسماعیل بن ابان ابواسحاق الوراق الازدی الکوفی' انہوں نے یعقوب القمی اور عبدالحمید بن بہرام سے سماع کیا ہے اور یہ بہت صادق ہیں۔ (التاریخ الکبیر: ۱۰۹۲۔ ج ۱ ص ۳۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حافظ جمال الدین ابی الحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ھ' اسماعیل بن ابان کے متعلق لکھتے ہیں:

عبداللہ بن احمد بن حنبل نے اپنے والد سے روایت کی کہ وہ ثقہ ہے۔

احمد بن منصور الرمادی' امام ابوداؤد اور محمد بن عبداللہ الحضرمی نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

امام بخاری نے کہا: وہ بہت صادق ہے۔

امام نسائی نے کہا: اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عباس الدوری نے یحییٰ بن معین سے روایت کی کہ اسماعیل بن ابان الوراق ثقہ ہے اور اسماعیل بن ابان الغنوی کذاب ہے۔

ابواحمد بن عدی نے کہا کہ وہ کوفیوں کے تشیع کی طرف مائل تھا اور جہاں تک صدق کا تعلق ہے تو وہ روایت میں بہت سچا تھا۔

(تہذیب الکمال ج ۲ ص ۱۲۰۔ ۱۱۹' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ' اسماعیل بن ابان کے متعلق لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کہا: یہ بہت صادق ہیں' اور دوسروں نے کہا: یہ تشیع کرتے تھے' اور حاکم نے دارقطنی سے روایت کی ہے کہ یہ میرے نزدیک قوی نہیں ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

واضح رہے کہ یہ دارقطنی کی منفرد رائے ہے' اور انہوں نے تو امام اعظم رحمہ اللہ کو بھی ضعیف کہا ہے۔ ہمارے کرم فرمانے میزان

الاعتدال کی عبارت سے امام بخاری کا یہ قول نقل نہیں کیا کہ وہ بہت صادق تھے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ اسماعیل بن ابان کے متعلق لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل' احمد بن منصور رمادی' امام ابوداؤد اور مطین نے کہا: یہ ثقہ ہیں۔
امام بخاری نے کہا: یہ بہت سچے ہیں' امام نسائی نے کہا: ان میں کوئی حرج نہیں' ابن معین نے کہا: اسماعیل بن ابان الوراق ثقہ ہیں اور اسماعیل بن ابان الغنوی کذاب ہیں' الجوز جانی نے کہا: یہ حق سے اعراض کرتے تھے لیکن حدیث میں جھوٹ نہیں بولتے تھے' ابن عدی نے کہا: ان میں کوفیوں کا تشیع تھا اور رہا صدق تو وہ روایت کرنے میں بہت سچے تھے۔
حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ان کا عیب شدتِ تشیع تھا' سماعِ حدیث میں ان کا کوئی عیب نہیں ہے۔ دار قطنی نے کہا: وہ ثقہ مامون ہیں' امام احمد نے ان کی تحسین کی لیکن میرے نزدیک وہ قوی نہیں ہیں' ابن شاہین نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے' عثمان بن ابی شیبہ نے کہا: اسماعیل بن الوراق ثقہ اور صحیح الحدیث ہیں اور ابواحمد الحاکم نے کہا: وہ ثقہ ہیں اور ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے' ابن المدینی نے کہا: ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے اور جعفر بن محمد نے کہا: وہ ثقہ ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ١ ص ٢٤٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اسماعیل بن ابان الوراق الازدی کو دار قطنی کے سوا تمام محدثین نے ثقہ اور صدوق لکھا ہے اور رہا ان کے متعلق تشیع کا قول تو ہم اس کی پہلے وضاحت کر چکے ہیں کہ متقدمین میں تشیع کوئی عیب نہیں تھا' ہاں! متاخرین میں تشیع رفض کے مترادف ہے اور اسماعیل بن ابان الازدی متقدمین میں سے ہیں' ان کی وفات ٢١٦ھ میں ہوئی ہے اور وہ امام بخاری کے بلاواسطہ استاذ ہیں اور ان کی وجہ سے صحیح بخاری کی حدیث کو ضعیف قرار دینا سراسر تعصب اور ہٹ دھرمی ہے۔

تمام انبیاء سے طلبِ شفاعت کے لیے لوگوں کے جانے کے متعلق مستند علماء کی تصریحات

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ نے بھی صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث (٤٧١٨) سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت پر استدلال کیا ہے۔ (خصائص کبریٰ ج ٢ ص ٣٨٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٥ھ)

علامہ یوسف نبہانی متوفی ١٣٥٠ھ لکھتے ہیں:

شیخ عزالدین عبدالسلام نے اپنی کتاب "نہایت السؤل فی ما نسخ من تفضیل الرسول" میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیاء پر کئی وجوہ سے فضیلت عطاء فرمائی ہے' ازاں جملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے ذنوب (بہ ظاہر خلافِ اولیٰ کاموں) کو بخش دیا ہے اور یہ منقول نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باقی انبیاء علیہم السلام میں سے کسی اور کے متعلق بھی اس طرح خبر دی ہو' بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ خبر نہیں دی' کیونکہ ان میں سے ہر نبی سے جب محشر میں شفاعت طلب کی جائے گی تو وہ اپنی (ظاہری) خطاء کو یاد کریں گے اور نفسی نفسی کہیں گے اور اگر ان میں سے ہر نبی کو اپنی اس (ظاہری) خطاء کی مغفرت کا علم ہوتا تو وہ اس طرح نہ کہتے اور جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخلوق شفاعت طلب کرے گی تو آپ فرمائیں گے: "انا لھا" میں ہی اس شفاعت کے لیے نامزد ہوں۔ (جواہر البحار ج ٤ ص ٢٥٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٩ھ)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد الخفاجی المتوفی ١٠٦٩ھ لکھتے ہیں:

ہر امت اپنے نبی کا نام لے کر یہ سوال کرے گی کہ وہ اپنے رب کے پاس ان کے لیے شفاعت کریں' تاکہ وہ محشر کی ہولناکی سے نجات پا جائیں اور ہر نبی ان کو یہ جواب دے گا کہ وہ اس شفاعت پر قادر نہیں ہیں' پھر وہ دوسرے رسولوں کے پاس جائیں گے اور

وہ بھی ان کو اسی طرح جواب دیں گے' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک شفاعت پہنچے گی' یعنی تمام امتیں اور ان کے رسول ایک کے بعد ایک کر کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچیں گے اور آپ سے شفاعت کی التجاء کریں گے' سو آپ ان کی التجاء قبول کریں گے اور ان کے لیے شفاعت کریں گے' پس آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

اور صحیح یہ ہے کہ تمام انبیاء اور مرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین اس مقام پر شفاعت کرنے سے عاجز اور قاصر ہوں گے اور سوائے سیّد المرسلین و امام النبیین کے سب عذر پیش کریں گے کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نہایت قرب اور عزت مخصوص ہے اور آپ محمود اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں' اسی وجہ سے دوسری احادیث میں یہ وارد ہے کہ تمام انبیاء یہ کہیں گے کہ ہم اس کام کے لائق نہیں ہیں اور عذر پیش کریں گے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۰۸' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ' بلوچستان)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جو کہیں گے کہ میں شفاعت کا اہل نہیں ہوں' تو یہ ان کی تواضع ہے اور لوگوں کے سوال پورا کرنے کو اپنے مقام سے بڑا اور برتر سمجھنا ہے' یعنی یہ مقام ان کے لیے نہیں بلکہ دوسرے کے لیے ہے اور ان نبیوں میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف رہنمائی کرے گا' حتیٰ کہ شفاعت کرنے کا مرتبہ اس کے اہل تک پہنچ جائے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان نبیوں کو یہ علم ہو کہ یہ شفاعت ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منصب ہے' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کی اس درخواست کو قبول فرمایا کیونکہ یہ عزت اور یہ مقام آپ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ ص ۵۷۷' دار الوفاء' ۱۴۱۹ھ)

علامہ محی الدین نووی متوفی ۶۷۶ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام رسل' بشر' ملائکہ مقربین بلکہ تمام مخلوق سے افضل ہیں کیونکہ اس عظیم مقام اور اس شفاعت عظمیٰ پر آپ کے سوا کوئی اور قادر نہیں ہوا۔

(شرح صحیح مسلم بشرح النواوی ج ۲ ص ۱۰۵۶' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ' مرقات ج ۹ ص ۵۱۶' المکتبۃ الحقانیہ' پاکستان)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

اس دن آدم صفی اللہ سے عیسیٰ کلمۃ اللہ تک سب انبیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نفسی نفسی فرمائیں گے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''انا لھا انا لھا'' میں ہوں شفاعت کے لیے' میں ہوں شفاعت کے لیے (فرمائیں گے)' انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین سب ساکت ہوں گے اور وہ متکلم' سب سر بگریباں' وہ ساجد و قائم' سب محلِ خوف میں وہ امن و ناعم' سب اپنی فکر میں انہیں فکرِ عوالم' سب زیرِ حکومت وہ مالک و حاکم' بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کریں گے' ان کا رب انہیں فرمائے گا: **''یا محمد! ارفع رأسك وقل تسمع وسل تعطه واشفع تشفع''** اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ تمہاری عرض سنی جائے گی اور مانگو کہ تمہیں عطاء ہوگا' اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہے۔ اس وقت اوّلین وآخرین میں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حمد و ثناء کا غلغلہ پڑ جائے گا اور دوست' دشمن' موافق' مخالف ہر شخص حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی افضلیت کبریٰ و سیادتِ عظمیٰ پر ایمان لائے گا۔ **والحمد للہ رب العٰلمین!**

(فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۱۷۱۔۱۷۰' رضاء فاؤنڈیشن' لاہور' تجلی الیقین ص ۳۵)

حرفِ آخر اور پانچ نبیوں کے خصوصی ذکر کی توجیہ

الحمد للہ رب العٰلمین! ہم نے صحیح حدیث سے بیان کر دیا کہ قیامت کے دن لوگ طلبِ شفاعت کے لیے تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس جائیں گے اور اس حدیث پر جو یہ اعتراض کیا گیا تھا کہ یہ حضرت عبد اللہ بن عمر کی حدیث موقوف ہے' تو ہم نے واضح کر دیا کہ یہ

حدیث حکماً مرفوع ہے اور اس حدیث کی سند پر یہ اعتراض کیا گیا تھا کہ اسماعیل بن ابان شیعہ راوی ہے' سو ہم نے یہ بتا دیا کہ یہ راوی شیعہ نہیں ہے متشیع ہے اور قدیم راویوں میں متشیع صحیح العقیدہ ہوتا ہے اور اس کی روایت مقبول اور حجت ہوتی ہے اور ہم نے اس پر اسماء رجال کے ماہرین کی توثیق بھی پیش کر دی اور آخر میں ان مستند علماء کے حوالہ جات پیش کر دیئے' جنہوں نے اس حدیث سے استدلال کر کے یہ لکھا ہے کہ میدانِ حشر میں لوگ تمام نبیوں کے پاس جائیں گے اور آخر میں ہمارے نبی سیّدنا محمد ﷺ کے پاس جائیں گے۔

بعض احادیث میں یہ مذکور ہے کہ قیامت کے دن لوگ پانچ نبیوں کے پاس جائیں گے' پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس' پھر حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس جائیں گے' اس کی کیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ لوگ جائیں گے تو سب نبیوں کے پاس لیکن ان احادیث میں خصوصیت کے ساتھ ان پانچ نبیوں کا ذکر کیا گیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام تمام نبیوں بلکہ تمام انسانوں کے باپ ہیں اور باقی چار نبی اولوالعزم نبی ہیں' اس لیے ان کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا۔

اس مقام پر دو حدیثوں کا ذکر ہے' ایک نبی ﷺ کی صریح مرفوع حدیث ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ عرصہ محشر میں لوگ پانچ نبیوں کے پاس طلبِ شفاعت کے لیے جائیں گے' دوسری نبی ﷺ کی حکماً مرفوع حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن لوگ دو زانو بیٹھے ہوں گے' ہر امت اپنے اپنے نبی کے پاس جائے گی' وہ کہیں گے: اے فلاں! شفاعت کیجئے! حتیٰ کہ یہ (طلب شفاعت نبی ﷺ کے پاس آ کر ختم ہوگی' پس یہی وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔ (صحیح البخاری: ۴۷۱۸)

ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے' ایک کے ثبوت سے دوسری کی نفی اور ایک کے اقرار سے دوسری کا انکار لازم نہیں آتا' جس حدیث میں صرف پانچ نبیوں کا ذکر ہے اس میں اجمال ہے اور جس حدیث میں سب نبیوں کا ذکر ہے' اس میں تفصیل ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

ایک حدیث میں اس طرح مذکور ہے: اس حدیث کو ہمارے کرم فرما نے تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۴۲ کے حوالے سے ذکر کیا ہے' لیکن تفسیر ابن کثیر کوئی حدیث کی کتاب نہیں ہے' اس لیے ہم اس حدیث کو اصل ماخذ سے لکھ رہے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھ پر امتیں پیش کی گئیں' پس ایک نبی کے ساتھ امت گزر رہی تھی' اور ایک نبی کے ساتھ جماعت گزر رہی تھی' اور ایک نبی کے ساتھ دس آدمی گزر رہے تھے اور ایک نبی کے ساتھ پانچ آدمی گزر رہے تھے اور ایک نبی تنہا اور اکیلے گزر رہے تھے۔ (الحدیث) (صحیح البخاری: ۶۵۴۱' صحیح مسلم: ۲۲۰' سنن ترمذی: ۲۴۴۶' صحیح ابن حبان: ۶۴۳۰' شعب الایمان: ۱۱۶۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۱ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۴۴۸۔ ج ۴ ص ۲۶۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سنن ترمذی اور سنن نسائی میں ہے کہ یہ واقعہ شب معراج کا ہے اور اس کے الفاظ یوں ہیں کہ جب نبی ﷺ کو معراج کرائی گئی تو نبی ﷺ ایک نبی اور نبیوں کے ساتھ گزرتے اور ان کے ساتھ لوگ ہوتے اور نبی اور نبیوں کے ساتھ گزرتے اور ان کے ساتھ جماعت ہوتی اور ایک نبی اور نبیوں کے ساتھ گزرتے اور ان کے ساتھ ایک شخص بھی نہ ہوتا۔ (الحدیث) (سنن ترمذی: ۲۴۴۶)

پس اگر یہ حدیث محفوظ ہے تو یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ معراج متعدد بار ہوئی ہے اور مدینہ میں بھی ہوئی ہے' سو اس معراج کے جو مکہ میں ہوئی تھی' کیونکہ امام احمد اور امام بزار نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج رات

تمام انبیاء مجھ پر پیش کیے گئے' ایک نبی گزرتا اور اس کے ساتھ تین آدمی ہوتے اور ایک نبی گزرتا اور اس کے ساتھ ایک جماعت ہوتی اور امام بزار نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ ایک بار' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی' حتیٰ کہ بعض اصحاب مسجد میں سو گئے (الیٰ ان قال) اس کے سوا اور بھی کئی بار ایسا ہوا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں انبیاء کو دیکھا' ان میں سے آپ نے بعض مرتبہ مکہ میں دیکھا اور بعض مرتبہ مدینہ میں ہجرت کے بعد دیکھا' اور زیادہ تر آپ نے انبیاء کو خواب میں دیکھا ہے' حاصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے متبعین کا عدد مختلف ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۶۱۴۔ ۶۱۳ ملتقطاً' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ:

جب ایسے بھی نبی ہیں جن کے ساتھ ایک امتی بھی نہیں ہے تو پھر (طلب شفاعت کی بحث میں) تمام انبیاء کرام مراد نہیں ہیں اور نہ ہی ہو سکتے ہیں۔ (الذنب فی القرآن ص ۵۲۲)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث میں جو یہ مذکور ہے کہ ہر امت اپنے نبی کے پاس جائے گی' اس سے مراد وہی نبی ہیں جن کے ساتھ ان کی امتیں ہوں گی اور جس نبی کے ساتھ کوئی امت نہیں ہو گی' وہ اس عموم اور استغراق سے خارج ہے اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اس سے مراد استغراقِ حقیقی نہیں ہے' استغراقِ عرفی ہے اور اس کی بہت نظائر ہیں' جیسے ''کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ '' (آل عمران:۱۸۵) (ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر بھی نفس کا اطلاق فرمایا ہے' فرمایا: ''كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ '' (الانعام: ۵۴) (تمہارے رب نے اپنے نفس پر رحمت کو لازم کر لیا ہے) سو جس طرح اللہ کا موت کو نہ چکھنا ''كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ '' کے عموم کے منافی نہیں' اسی طرح کسی نبی کے امتی کا نہ ہونا بھی ہر امت کے اپنے نبی کے پاس جانے کے منافی نہیں ہے۔ فتدبر وتشکر۔

اس مسئلہ کی جس قدر مفصل تحقیق یہاں نعمۃ الباری میں کی گئی ہے' اس میں اس ناکارہ کا کوئی کمال نہیں ہے' یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور نعمۃ الباری ہے اور اس کے رسولِ برحق کی عنایت اور فیضان ہے اور شاید کہ قارئین کو اس موضوع پر اس قدر جامع اور مکمل بحث کہیں اور نہیں ملے گی۔ وللہ الحمد!

۳۳۴۱- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۝﴾ (القمر: ۱۵) مِثْلَ قِرَاءَةِ الْعَامَّةِ. [اطراف الحدیث: ۳۳۴۵۔ ۳۳۷۶۔ ۴۸۶۹۔ ۴۸۷۰۔ ۴۸۷۱۔ ۴۸۷۲۔ ۴۸۷۳۔ ۴۸۷۴] (صحیح مسلم: ۸۲۳' الرقم المسلسل: ۱۷۹۸' سنن ابوداؤد: ۳۹۹۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں نصر بن علی بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو احمد نے خبر دی' از سفیان از ابی اسحاق از اسود بن یزید از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا۝ (القمر: ۱۵) آپ نے عام قراءت کی مثل پڑھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے قصہ سے عبرت حاصل کرنے کی تفصیل

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت اس طرح ہے:

وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَا اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۝ (القمر: ۱۵) بے شک ہم نے اس (کشتیِ نوح کے واقعہ) کو نشانی بنا کر

چھوڑا ہے' تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا O

یعنی ہم نے کشتی نوح کو عبرت کی علامت بنا کر چھوڑ دیا' حتیٰ کہ اس امت سے پہلے لوگوں نے دیکھا کہ وہ کشتی بعد میں راکھ ہو چکی تھی۔ قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کو جزیرہ کی زمین پر ڈال دیا' ایک قول یہ ہے کہ وہ کشتی ایک بڑے عرصہ تک جودی پہاڑ پر پڑی رہی۔ حتیٰ کہ اس امت سے پہلے لوگوں نے اس کو دیکھا' تو کیا ان میں سے کوئی اس کشتی سے نصیحت حاصل کرنے والا تھا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنے والا تھا! یعنی وہ طوفانِ نوح کے عذاب سے ڈرے کہ جن لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا تھا' ان پر طوفان کا کیسا سخت عذاب آیا' پھر وہ اس عذاب سے ڈر کر اور عبرت پکڑ کر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لے آئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے عام لوگوں کی قراءت کی مثل پڑھا' یعنی" مدکر" پڑھا اور اس آیت کی یہی مشہور قراءت ہے' ورنہ اصل میں یہ لفظ" مذتکر" ہے' ذال کو دال سے تبدیل کیا گیا اور تاء کو دال بنا کر دال میں ادغام کر دیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٠٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤- بَابٌ ﴿وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ○ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ○ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ○ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ○ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ○ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ○﴾ (الصافات: ١٢٣-١٢٩) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُّذْكَرُ بِخَيْرٍ ﴿سَلَامٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ○ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ○ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ○﴾ (الصافات: ١٣٠-١٣٢)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک الیاس ضرور پیغمبروں میں سے ہیں O جب انہوں نے اپنے (مخاطبین) سے کہا: تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو O کیا تم بعل کی عبادت کرتے ہو اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑتے ہو O اللہ کو جو تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے O تو انہوں نے ان کی تکذیب کی' سو وہ بے شک ضرور (عذاب میں) حاضر کیے جائیں گے O سوا اللہ کے برگزیدہ بندوں کے O اور بعد میں آنے والوں میں ہم نے ان کا ذکر چھوڑا O (الصّٰفّٰت: ١٢٩-١٢٣) سلام ہو الیاس پر O ہم نیکوکاروں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں O بے شک وہ ہمارے کامل ایمان والے بندوں میں سے ہیں O (الصّٰفّٰت: ١٣٢-١٣٠)

آیاتِ مذکورہ کی مختصر تفسیر

اس باب میں حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر ہے' ان کا نام ہے: حضرت الیاس بن نسبی بن فنحاص بن العیز ار بن ہارون بن عمران۔ یہ امام ابن اسحاق کا قول ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت الیاس ہی حضرت ادریس ہیں اور وہ رسولوں میں سے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ الیسع کے چچا ہیں۔

جب حضرت الیاس نے کہا: کیا تم ڈرتے نہیں ہو! یعنی کیا تم اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرتے کہ اس پر ایمان لے آؤ۔
کیا تم بعل کی عبادت کرتے ہو؟ یہ ایک بت کا نام ہے جس کی وہ عبادت کرتے تھے اسی وجہ سے ان کے شہر کا نام بعلبک پڑ گیا' یہ شہر شام میں تھا۔
اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑتے ہو! یعنی تم اللہ کی عبادت نہیں کرتے جو تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا رب ہے۔
تو انہوں نے ان کی تکذیب کی' یعنی حضرت الیاس کی۔
سو بے شک وہ ضرور (عذاب میں) حاضر کیے جائیں گے' یعنی دوزخ کے عذاب میں' سوا ان لوگوں کے جو ان کی قوم کے مخلص بندے تھے' کیونکہ وہ عذاب سے نجات پا گئے۔
سلام ہو الیاس پر! ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام یاس تھا' پھر اس پر الف لام داخل ہو گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۰۸۔۳۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ اِلْيَاسَ هُوَ اِدْرِيْسُ. اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے کہ بے شک حضرت الیاس ہی حضرت ادریس ہیں' علیہ السلام۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تعلیق کو امام ابن ابی حاتم نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تعلیق کو امام ابن جریر نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۵۲۵' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٥ - بَابُ ذِكْرِ اِدْرِيْسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر

اس باب میں حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کیا گیا ہے۔

وَهُوَ جَدُّ اَبِیْ نُوْحٍ وَّيُقَالُ جَدُّ نُوْحٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ. اور وہ حضرت نوح کے والد کے دادا ہیں اور ان کو حضرت نوح علیہ السلام کا دادا کہا جاتا ہے۔

کیونکہ حضرت نوح' ابن لمک بن متوشلخ بن خنوخ ہیں اور وہ حضرت ادریس ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا۝﴾ (مریم:۵۷). اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے انہیں بلند مکان پر اُٹھا لیا۝ (مریم:۵۷)

حضرت ادریس علیہ السلام کا تذکرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
بلند مکان سے مراد چوتھا آسمان ہے اور بلاشبہ وہ بلند مقام ہے' بعض علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت ادریس کے علاوہ دوسرے انبیاء علیہم السلام ان سے بھی زیادہ بلند مکان پر ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ادریس کے علاوہ کسی اور نبی کو زندہ بلند مکان پر نہیں اُٹھایا گیا۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی زندہ چوتھے آسمان پر اُٹھایا گیا ہے' جیسا کہ صحیح حدیث مرفوع میں ہے' اور حضرت ادریس کا زندہ چوتھے آسمان پر اُٹھایا جانا قوی مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہے' بلکہ سند ضعیف سے ثابت ہے۔
امام طبری نے مریم:۵۷ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ ایک فرشتہ حضرت ادریس علیہ السلام کا دوست تھا' حضرت ادریس نے اس سے سوال کیا تو وہ حضرت ادریس کو اپنے پروں پر اُٹھا کر آسمانوں پر لے گیا' جب وہ چوتھے آسمان

پر پہنچے تو ان کی حضرت ملک الموت سے ملاقات ہوئی' اس فرشتہ نے ملک الموت سے پوچھا کہ حضرت ادریس کی کتنی زندگی باقی ہے' ملک الموت نے پوچھا: حضرت ادریس کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ میرے ساتھ ہیں' ملک الموت نے کہا: یہ عجیب بات ہے' مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں چوتھے آسمان میں ان کی روح قبض کروں' میں نے کہا: اگر وہ زمین میں ہوتے تو پھر کیسے ہوتا' پس انہوں نے ان کی روح کو قبض کر لیا اور یہ اس آیت کا معنی ہے کہ ہم نے انہیں بلند مکان پر اٹھایا۔ (مریم:٥٧) یہ حدیث اسرائیلیات میں سے ہے اور اس کی صحت کا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے' ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو ساڑھے تین سو سال کی عمر میں آسمان پر اُٹھایا گیا تھا' اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس طویل حدیث میں ہے جس کو امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت ادریس نبی رسول تھے اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم سے لکیر کھینچی۔ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے بہت کام پہلی مرتبہ کیے ہیں' ان میں سے یہ ہے کہ انہوں نے پہلی مرتبہ کپڑا سیا۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٥٢٧' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٣٣٤٢ - قَالَ عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح). حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ اَنَسٌ كَانَ اَبُوْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ سَقْفُ بَيْتِيْ وَاَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ فَفَرَجَ صَدْرِيْ ثُمَّ غَسَلَهٗ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُّمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّاِيْمَانًا فَاَفْرَغَهَا فِيْ صَدْرِيْ ثُمَّ اَطْبَقَهٗ ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِيْ فَعَرَجَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ فَلَمَّا جَاءَ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ اِفْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا جِبْرِيْلُ قَالَ مَعَكَ اَحَدٌ قَالَ مَعِيْ مُحَمَّدٌ قَالَ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَافْتَحْ فَلَمَّا عَلَوْنَا السَّمَاءَ اِذَا رَجُلٌ عَنْ يَّمِيْنِهٖ اَسْوِدَةٌ وَّعَنْ يَسَارِهٖ اَسْوِدَةٌ فَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهٖ ضَحِكَ وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَكٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا يَاجِبْرِيْلُ قَالَ هٰذَا اٰدَمُ وَهٰذِهِ الْاَسْوِدَةُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ نَسَمُ بَنِيْهِ فَاَهْلُ الْيَمِيْنِ مِنْهُمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْاَسْوِدَةُ الَّتِيْ عَنْ شِمَالِهٖ اَهْلُ النَّارِ فَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهٖ ضَحِكَ وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَكٰى ثُمَّ عَرَجَ بِيْ جِبْرِيْلُ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ لِخَازِنِهَا اِفْتَحْ فَقَالَ لَهٗ خَازِنُهَا مِثْلَ مَاقَالَ الْاَوَّلُ فَفَتَحَ.

عبدان نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از زہری (ح) انہوں نے کہا: ہمیں احمد بن صالح نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور میں اس وقت مکہ میں تھا' پس حضرت جبریل نازل ہوئے' پس انہوں نے میرے سینہ میں شگاف کیا' پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا' پھر وہ سونے کا ایک تھال لائے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا' پس اس تھال کو میرے سینہ میں انڈیل دیا' پھر میرے سینہ کو منطبق کر دیا' پھر مجھے آسمان کی طرف معراج کرائی گئی' پس جب وہ آسمانِ دنیا کی طرف آئے تو حضرت جبریل نے آسمان کے محافظ سے کہا: (دروازہ) کھولو' اس نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ جبریل ہے' اس نے پوچھا: تمہارے ساتھ کوئی ہے؟ انہوں نے کہا: میرے ساتھ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں' اس نے پوچھا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ حضرت جبریل نے کہا: ہاں! پس آسمان (کا دروازہ) کھول دیا گیا' جب آسمان کے اوپر چڑھے تو وہاں ایک آدمی تھا' اس کے دائیں طرف بھی لوگ تھے اور بائیں طرف بھی لوگ تھے' جب وہ دائیں طرف کے لوگوں کو دیکھتے تو ہنستے اور جب وہ بائیں طرف کے لوگوں کو دیکھتے تو روتے' پس انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بیٹے کو خوش آمدید! میں نے کہا: اے جبریل!

یہ کون ہیں' انہوں نے کہا: یہ آدم ہیں اور جو لوگوں کی جماعتیں ان کی دائیں جانب اور بائیں جانب ہیں' یہ ان کی اولاد کی روحیں ہیں' پس ان میں سے دائیں جانب والے اہل جنت ہیں اور ان میں سے بائیں جانب والے اہل دوزخ ہیں' پس وہ جب دائیں جانب والوں کو دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب وہ بائیں جانب والوں کو دیکھتے ہیں تو روتے ہیں' پھر حضرت جبریل مجھے لے کر اوپر چڑھے' حتیٰ کہ دوسرے آسمان پر آئے' پس اس کے محافظ سے کہا: (دروازہ) کھولو' اس کے محافظ نے بھی پہلے محافظ کی طرح بات کی' پس (دروازہ) کھول دیا۔

قَالَ اَنَسٌ فَذَكَرَ اَنَّهُ وَجَدَ فِي السَّمٰوَاتِ اٰدَمَ وَ اِدْرِيْسَ وَمُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَاِبْرَاهِيْمَ وَلَمْ يُثْبِتْ لِيْ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ غَيْرَ اَنَّهُ قَدْ ذَكَرَ اَنَّهُ وَجَدَ اٰدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَاِبْرَاهِيْمَ فِي السَّادِسَةِ.

حضرت انس نے کہا کہ حضرت ابوذر نے بتایا کہ آپ نے آسمانوں میں حضرت آدم' حضرت ادریس' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم کو پایا اور یہ نہیں بتایا کہ اُن کے کہاں کہاں ٹھکانے تھے' سوا اس کے کہ انہوں نے یہ بتایا کہ آپ نے حضرت آدم کو آسمانِ دنیا میں پایا اور حضرت موسیٰ کو چھٹے آسمان میں پایا۔

وَقَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِيْلُ بِاِدْرِيْسَ قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَ الْاَخِ الصَّالِحِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اِدْرِيْسُ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوْسٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا مُوْسٰى ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيْسٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ عِيْسٰى ثُمَّ مَرَرْتُ بِاِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اِبْرَاهِيْمُ.

اور حضرت انس نے بتایا کہ جب حضرت جبریل حضرت ادریس کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا کہ نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید ہو! پس میں نے پوچھا: یہ کون ہیں' تو حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت ادریس ہیں' پھر میں حضرت موسیٰ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید ہو! میں نے پوچھا: یہ کون ہیں' تو حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت موسیٰ ہیں' پھر میں حضرت عیسیٰ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید ہو! میں نے پوچھا: یہ کون ہیں' تو حضرت جبریل نے بتایا کہ یہ حضرت عیسیٰ ہیں' پھر میں حضرت ابراہیم کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بیٹے کو خوش آمدید ہو! میں نے پوچھا: یہ کون ہیں' تو حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت ابراہیم ہیں۔

قَالَ وَاَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَاَبَا حَيَّةَ الْاَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُوْلَانِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُرِجَ بِيْ حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى اَسْمَعُ

مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابوحیہ انصاری دونوں یہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر مجھے اوپر چڑھایا گیا حتیٰ کہ میں مقامِ مستویٰ پر پہنچا' وہاں پر میں قلموں کے چلنے کی

صَرِيفَ الْاَقْلَامِ.

آواز سن رہا تھا۔

قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَّاَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلَىَّ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ حَتّٰى اَمُرَّ بِمُوْسٰى فَقَالَ لِىْ مُوْسٰى مَاالَّذِىْ فُرِضَ عَلٰى اُمَّتِكَ قُلْتُ فُرِضَ عَلَيْهِمْ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً قَالَ فَرَاجِعْ رَبَّكَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَرَجَعْتُ فَرَاجَعْتُ رَبِّىْ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَذَكَرَ مِثْلَهٗ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَاتُطِيْقُ ذٰلِكَ فَرَجَعْتُ فَرَاجَعْتُ رَبِّىْ فَقَالَ هِىَ خَمْسٌ وَّهِىَ خَمْسُوْنَ لَايُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَىَّ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَقُلْتُ قَدِ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَّبِّىْ ثُمَّ انْطَلَقَ حَتّٰى اَتَى السِّدْرَةَ الْمُنْتَهٰى فَغَشِيَهَا اَلْوَانٌ لَّا اَدْرِىْ مَاهِىَ ثُمَّ اُدْخِلْتُ فَاِذَا فِيْهَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ وَاِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ.

ابن حزم اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ پھر مجھ پر اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض کردیں' میں ان نمازوں کو لے کر لوٹا حتیٰ کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا' حضرت موسیٰ نے پوچھا: آپ کی امت پر کیا فرض کیا گیا؟ میں نے کہا: ان پر پچاس نمازیں فرض کر دی گئی ہیں' انہوں نے کہا: آپ اپنے رب کے پاس واپس جائیں' پس بے شک آپ کی امت ان نمازوں کی طاقت نہیں رکھے گی' پس میں واپس گیا' پس میں نے اپنے رب سے رجوع کیا تو اس نے نمازوں کی آدھی مقدار کم کر دی' میں پھر حضرت موسیٰ کی طرف لوٹا تو انہوں نے کہا: اپنے رب کی طرف واپس جائیں' آپ نے پھر اس کی مثل ذکر کیا' پس اللہ تعالیٰ نے نمازوں کا ایک حصہ کم کر دیا' پھر میں حضرت موسیٰ کی طرف گیا' پس ان کو خبر دی' پس انہوں نے کہا: آپ پھر اپنے رب کے پاس جائیں کیونکہ آپ کی امت اتنی نمازوں کی طاقت نہیں رکھے گی' پس میں واپس گیا اور اپنے رب سے رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ (عدد میں) پانچ (نمازیں) ہیں اور (اجر و ثواب میں) پچاس نمازیں ہیں' میرے قول میں تبدیلی نہیں کی جاتی' پس میں حضرت موسیٰ کی طرف لوٹا تو انہوں نے کہا: اپنے رب کے پاس واپس جائیے' میں نے کہا: اب مجھے اپنے رب سے حیاء آتی ہے' پھر میں گیا' حتیٰ کہ میں السدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا جس کو کئی رنگوں نے ڈھانپا ہوا تھا' میں ازخود نہیں جانتا وہ کیسے رنگ تھے' پھر مجھے (ان میں) داخل کیا گیا تو اس میں موتیوں کی رسیاں تھیں اور اس کی مٹی مشک تھی۔

اس باب کا عنوان ہے: حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر' اور اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: پس جب حضرت جبریل حضرت ادریس کے پاس سے گزرے' اور اس جملہ میں انہوں نے آسمانوں میں حضرت ادریس علیہ السلام کو پایا۔

٦ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ اَلْاٰيَةَ (الاعراف:٦٥'ھود:٥٠)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی (ہم قبیلہ) ھود کو بھیجا' انہوں نے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو (الاعراف:٦٥'ھود:٥٠)

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی طرف حضرت ھود علیہ السلام کو بھیجا۔

وَقَوْلِهٖ ﴿اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ اِلٰی قَوْلِهٖ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ۝﴾ (الاحقاف: ٢١-٢٥)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کیجئے جب قوم عاد کے بھائی (ہم قبیلہ) نے اپنے مخاطبین کو احقاف (ریگستانی بستی) میں اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔ (یہ آیت یہاں تک پڑھیں:) ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۝ (الاحقاف: ٢٥-٢١)

امام بخاری نے یہ پوری آیات ذکر نہیں کی' ہم ان آیات کا مربوط ترجمہ ذکر کر رہے ہیں:

اور یاد کیجئے جب قوم عاد کے بھائی (ہم قبیلہ) نے اپنے مخاطبین کو احقاف (ریگستانی بستی) میں اللہ کے عذاب سے ڈرایا' اور ان سے پہلے کئی ڈرانے والے پیغمبر گزر چکے تھے اور ان کے بعد (بھی) کہ اللہ کے سوا تم کسی کی عبادت نہ کرو' بے شک مجھے تمہارے متعلق بہت بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۝ انہوں نے جواب دیا: کیا آپ ہمارے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ہمارے معبودوں سے ہم کو بے زار کر دیں' تو آپ ہمارے اوپر وہ عذاب لے آئیے جس سے آپ ہم کو ڈرا رہے ہیں' اگر آپ سچے ہیں۝ پیغمبر نے کہا: (اس کا) علم تو اللہ ہی کے پاس ہے' اور میں تمہیں وہی پیغام سناتا ہوں جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے' لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم جاہل لوگ ہو۝ پھر جب انہوں نے اس (عذاب) کو بادل کی طرح اپنے میدانوں کی طرف آتے دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا' (نہیں!) بلکہ یہ تو وہ (عذاب) ہے جس کو تم نے جلدی طلب کیا تھا' یہ سخت آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۝ یہ ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے برباد کر ڈالے گی' پھر وہ اس طرح ہو گئے کہ سوا ان کے گھروں کے اور کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی' ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۝ (الاحقاف: ٢٥-٢١)

حضرت ھود علیہ السلام کا مختصر تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت ھود علیہ السلام نے جب اپنی قوم کے لیے ہلاکت کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر سات راتیں اور آٹھ دن تک لگاتار سخت آندھی بھیجی' اس کی ابتداء بدھ کے دن صبح سے ہوئی تھی اور آٹھویں دن کی شام تک یہ آندھی چلتی رہی' حضرت ھود علیہ السلام اور ان کے ساتھ جو مؤمنین تھے وہ محفوظ مقام پر رہے اور ان کے لیے نرم اور خوش گوار ہوا چلتی رہی' مجاہد نے کہا: حضرت ھود علیہ السلام کے ساتھ چار ہزار لوگ ایمان لائے اور وہ سب آندھی کے عذاب سے محفوظ اور مامون رہے' جیسا کہ اس آیت میں ارشاد ہے:

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا هُوْدًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا. (ھود: ٥٨)

اور جب ہمارا عذاب آ گیا تو ہم نے ھود اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی۔

پس وہ آندھی درختوں کو جڑ سے اکھاڑ رہی تھی اور گھروں کو منہدم کر رہی تھی اور جو لوگ اپنے گھروں میں نہیں تھے' ان کو جنگلوں اور پہاڑوں نے ہلاک کر دیا۔

سدّی نے کہا ہے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ اونٹ اور انسان آسمان اور زمین کے درمیان فضاء میں اُڑ رہے ہیں تو وہ اپنے گھروں کی طرف دوڑے' جب وہ اپنے گھروں میں گھسے تو ان کے پیچھے آندھی بھی ان کے گھروں میں گھس گئی' آندھی نے ان کو گھروں سے باہر نکال پھینکا اور ہلاک کر دیا' پھر اللہ تعالیٰ نے سیاہ پرندے بھیجے جنہوں نے ان کے مردہ جسموں کو اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیا' پھر ان کے ہلاک ہونے کے بعد حضرت ھود علیہ السلام جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا زندہ رہے' پھر وہ فوت ہو گئے اور ان کی عمر

اس وقت ایک سو پچاس سال تھی اور خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ وہ چار سو ساٹھ سال زندہ رہے اور ان کے اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان آٹھ سو سال کا عرصہ تھا۔

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ھود علیہ السلام کس جگہ فوت ہوئے؟ ایک قول یہ ہے کہ وہ حضر موت کے شہروں میں ارض شحر میں فوت ہوئے اور ان کی قبر اس جگہ ظاہر ہے' اس قول کو امام ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے' اور عبدالرحمان بن سابا ط سے روایت ہے کہ رکن' مقام اور زمزم کے درمیان ننانوے نبیوں کی قبریں ہیں' اور حضرت ھود' حضرت شعیب' حضرت صالح' اور حضرت اسماعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبریں بھی اسی جگہ ہیں' اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی قبر جامع دمشق میں دیوار قبلہ میں ہے اور بعض لوگوں کا گمان ہے کہ وہی حضرت ھود کی قبر ہے' واللہ اعلم! اور ابن الکلبی نے کہا ہے کہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کے درمیان صرف حضرت ھود اور حضرت صالح علیہما السلام ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

فِيهِ عَنْ عَطَاءٍ وَّ سُلَيْمَانَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں از عطاء وسلیمان از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی روایت ہے۔

یہ تعلیق سورۃ الاحقاف کی تفسیر میں ہے:

٠٠٠ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ﴾ شَدِيْدَةٍ ﴿عَاتِيَةٍ﴾ (الحاقۃ: ٦) قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ. عَتَتْ عَلَى الْخُزَّانِ ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمَانِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا﴾ (الحاقۃ: ٧) مُتَتَابِعَةً ﴿فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ اُصُوْلُهَا ﴿فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ﴾ (الحاقۃ: ٦-٨) بَقِيَّةٌ.

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور رہے قوم عاد کے لوگ تو وہ ایک سخت گرجتی ہوئی نہایت تیز آندھی سے ہلاک کیے گئے ○ ابن عیینہ نے اس آیت کے لفظ "عاتیہ" کی تشریح میں کہا: وہ اپنے محافظ فرشتوں کے قابو میں نہ رہی جسے اللہ نے ان پر مسلط کر دیا تھا سات راتوں اور آٹھ دن تک متواتر (تو اے مخاطب!) تو ان لوگوں کو ان (راتوں اور دنوں میں) اس طرح گرا ہوا (ان کی لاشوں کو) دیکھتا ہے گویا وہ کھجور کے گرے ہوئے درختوں کی جڑیں ہیں ○ تو کیا تو ان میں سے کسی کو باقی دیکھتا ہے ○ (الحاقہ: ٨-٦)

اس باب میں الحاقہ: ٨-٦ کی تفسیر بیان کی گئی ہے' جس کا کچھ بیان اس سے پہلے باب میں گزر چکا ہے۔

ابن عیینہ نے کہا: اس سے مراد سفیان بن عیینہ ہیں' اس آیت میں "صرصر" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: حد سے زیادہ تیز۔ ابن عیینہ کے قول میں "خزّان" کا لفظ ہے' یہ "خازن" کی جمع ہے' اس سے مراد ہے: آندھی کے محافظ فرشتے' یعنی وہ آندھی اس قدر تیز تھی کہ اپنے محافظ فرشتوں کے قابو میں نہ رہی' "صرصر" کا معنی شدید گرج دار آواز بھی ہے' "سخرھا" کا معنی ہے: وہ آندھی ان پر بھیج کر مسلط کر دی گئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہوا یا بارش کا جو قطرہ بھی بھیجتا ہے وہ معین حساب سے بھیجتا ہے' سوا یومِ عاد اور یومِ نوح کے' اس دن ہوا اور بارش محافظ فرشتوں کے قابو سے باہر تھی۔

اس آیت میں ''حسوما'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مسلسل اور متواتر۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۱۳)

۳۳۴۳ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: میری صبا (مشرقی ہوا) سے مدد کی گئی ہے اور قومِ عاد کو دبور (مغربی ہوا) سے ہلاک کر دیا گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۳۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۴۴ - قَالَ وَقَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نُعْمٍ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ بَعَثَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذُهَيْبَةٍ فَقَسَمَهَا بَيْنَ الْاَرْبَعَةِ الْاَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ الْحَنْظَلِیِّ ثُمَّ الْمَجَاشِعِیِّ وَعُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ الْفَزَارِیِّ وَزَيْدٍ الطَّائِیِّ ثُمَّ اَحَدِ بَنِیْ نَبْهَانَ وَعَلْقَمَةَ بْنِ عَلَاثَةَ الْعَامِرِیِّ ثُمَّ اَحَدِ بَنِیْ كِلَابٍ فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ وَّالْاَنْصَارُ قَالُوْا يُعْطِیْ صَنَادِيْدَ اَهْلِ نَجْدٍ وَّيَدَعُنَا قَالَ اِنَّمَا اَتَاَلَّفُهُمْ فَاَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاتِیءُ الْجَبِيْنِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مَحْلُوْقٌ الرَّاْسِ فَقَالَ اتَّقِ اللّٰهَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ اِذَا عَصَيْتُ اَيَاْمَنُنِیَ اللّٰهُ عَلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ فَلَا تَاْمَنُوْنِیْ فَسَاَلَهٗ رَجُلٌ قَتْلَهٗ اَحْسِبُهٗ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَمَنَعَهٗ فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ اِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا اَوْ فِیْ عَقِبِ هٰذَا قَوْمٌ يَّقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَقْتُلُوْنَ اَهْلَ الْاِسْلَامِ وَيَدَعُوْنَ اَهْلَ الْاَوْثَانِ لَئِنْ اَنَا اَدْرَكْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ.

[اطراف الحدیث: ۳۶۱۰-۴۳۵۱-۴۶۶۷-۵۰۵۸-۶۱۶۳-۶۹۳۱-۶۹۳۳-۷۴۳۲-۷۵۶۲] (صحیح مسلم: ۱۰۶۴' الرقم المسلسل: ۲۳۴۰' سنن ابوداؤد: ۴۷۶۴' سنن نسائی: ۲۵۷۴)

امام بخاری نے کہا: اور ابن کثیر نے بیان کیا از سفیان از والد خود از ابن ابی نعم از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سونے کا ایک چھوٹا ٹکڑا بھیجا' سو آپ نے اس کو چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا' الاقرع بن حابس الحنظلی' پھر المجاشعی اور عیینہ بن بدر الفزاری اور زید الطائی کے درمیان' پھر بنو نبھان میں سے ایک شخص اور علقمہ بن علاثہ العامری' پھر بنو کلاب میں سے ایک شخص (کے درمیان تقسیم کر دیا) تو قریش اور انصار غضب ناک ہوئے اور کہا کہ آپ اہل نجد کے سرداروں کو دیتے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں' آپ نے فرمایا: میں صرف ان کی تالیف قلب کرتا ہوں' پھر ایک ایسا شخص آیا جس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں اور کلّے اُبھرے ہوئے تھے' پیشانی اُٹھی ہوئی تھی' ڈاڑھی گھنی تھی' سر منڈا ہوا تھا' پس اس نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اللہ سے ڈریئے! تو آپ نے فرمایا: جب میں اللہ کی نافرمانی کروں گا تو کون اللہ کی اطاعت کرے گا! اللہ تعالیٰ تو مجھے زمین والوں پر امین قرار دیتا ہے' کیا پس تم مجھے امین نہیں سمجھتے! پھر ایک شخص نے اس کو قتل کرنے کا سوال کیا' میرا گمان ہے وہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ تھے' تو آپ نے ان کو منع کیا' پھر جب وہ شخص پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو آپ نے فرمایا: اس شخص کی اصل سے یا اس شخص کی پشت سے ایسے لوگ نکلیں گے جو قرآن مجید کی تلاوت کریں گے اور قرآن مجید ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا' وہ

دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے (دوسری طرف) نکل جاتا ہے' یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے' اگر میں نے ان لوگوں کا زمانہ پایا تو ان کو اس طرح قتل کروں گا جس طرح قوم عاد کو قتل کیا گیا تھا۔

اس حدیث کے باب کے عنوان میں قوم عاد کا ذکر ہے' اس طرح اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت ہے' تاہم اس پر یہ اعتراض ہے کہ قوم عاد کو تو ایک گرج دار تند و تیز آندھی سے ہلاک کیا گیا تھا اور اس حدیث میں ان کو قتل کرنے کا ذکر ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آندھی نے بھی ان کو بالکلیہ ہلاک کر دیا تھا اور اس حدیث میں بھی ان کو قتل کرنے سے مراد ہے: ان کو بالکلیہ ہلاک کر دینا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن کثیر ابوعبداللہ العبدی البصری (۲) سفیان ثوری (۳) ان کے والد سعید بن مسروق بن حبیب الثوری الکوفی (۴) ابن ابی نُعم البجلی' ان کا نام عبدالرحمن ابوالحکم البجلی الکوفی العابد ہے اور یہ اہل کوفہ کے ان عابدوں میں سے تھے جو دائمی بھوک پر صبر کرتے تھے' حجاج نے ان کو قتل کرنے کے لیے گرفتار کر لیا' اور ان کو ایک اندھیری کوٹھڑی میں پندرہ روز تک بند رکھا' پھر پندرہ روز بعد کوٹھڑی کا دروازہ کھولا تا کہ ان کو نکال کر دفن کرے' جب وہ کوٹھڑی کھول کر اندر گئے تو دیکھا کہ وہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے' پھر ان سے حجاج نے کہا: آپ جہاں جانا چاہتے ہیں' چلے جائیں (۵) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' ان کا نام سعید بن مالک بن سنان الانصاری ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۵ص ۳۱۴)

اس حدیث میں مذکور بعض اسماء کا تعارف اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان چار آدمیوں کا ذکر ہے جن کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کے ٹکڑے کو تقسیم کیا تھا' ان میں سے ایک الاقرع بن حابس ہیں' یہ مؤلفۃ القلوب میں سے ایک ہیں۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد الاقرع بن حابس تمیمی' عطارد بن حاجب کے ساتھ آئے تھے اور الاقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن فتح مکہ' حنین اور طائف میں حاضر تھے' ابوعبیدہ نے لکھا ہے کہ ان کی بائیں ٹانگ لنگڑی تھی اور یہ تیرہ ہجری میں جنگ یرموک میں اپنے دس بیٹوں سمیت شہید ہو گئے تھے۔

ان چار میں دوسرے عیینہ بن بدر الفزاری تھے' ان کا نام حذیفہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر تھا' اور ان کا لقب عیینہ تھا' کیونکہ ان کی ایک آنکھ میں زخم لگ گیا تھا' یہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لے آئے تھے' ان کی بیٹی کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شادی کی تھی' ان کو الاحمق المطاع کہا جاتا تھا۔

تیسرے شخص زید الطائی تھے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ ان کا نام زید الخیر الطائی ہے اور ایک روایت میں زید الخیل ہے' کیونکہ عرب میں ان سے زیادہ گھوڑے پر سواری کرنے والا اور کوئی نہیں تھا' ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ یہ شاعر' خطیب' بہادر اور فیاض تھے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے جانے کے بعد بخار میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے تھے' ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں فوت ہوئے تھے۔

یہ نو ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام زید الخیر رکھا اور ان کے علاقہ میں ان کو زمینیں عطاء کیں اور ان کی کنیت ابومنذر رکھی' جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ان کو تکیہ دیا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تکیہ پر بیٹھنا ادب کے خلاف سمجھا' اور تکیہ واپس کر دیا' آپ نے پھر ان کو تین بار لوٹایا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کئی دعائیں سکھائیں' ان کی دعاؤں کا قبول ہونا معروف تھا' یہ بارش کے لیے دعا کرتے تھے تو بارش ہو جاتی تھی' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے سو گھوڑے عطاء کیجئے' میں ان کی مدد سے رومیوں (شامیوں) کے خلاف جہاد کروں گا' واپس آنے کے بعد وہ چند دن زندہ رہے' پھر بخار چڑھا اور فوت ہو گئے۔

ایک شخص وہ ہیں جو بنونبہان میں سے ایک تھے اور وہ ابن عمرو بن الغوث بن طی ہیں' یہ تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔

اور چوتھے شخص علقمہ بن عُلاثہ ہیں' یہ اپنی قوم کے سرداروں میں سے تھے اور حلیم اور عاقل تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف کی طرف گئے تو یہ مرتد ہو گئے تھے' پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایامِ خلافت میں دوبارہ اسلام لے آئے تھے' پھر اسلام لا کر انہوں نے بہت نیک کام کیے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حوران کا عامل بنایا تھا' یہ پھر وہیں فوت ہو گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: میں صرف ان کی تالیف قلب کرتا ہوں' یعنی میں ان کے ساتھ نرمی کرتا ہوں' تاکہ یہ اسلام پر ثابت قدم رہیں' اور ان کو جو مال ملے' اس کی وجہ سے اسلام میں رغبت کریں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر ایک شخص آگے بڑھا' صحیح مسلم میں مذکور ہے: وہ شخص بنوتمیم سے تھا' اس کو ذوالخویصرۃ کہا جاتا تھا اور اس کا نام حرقوص بن زہیر تھا اور اس کا لقب ذوالثدیہ تھا' ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ ذوالثدیۃ ان خوارج میں سے ایک تھا جن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حروراء (کوفہ کی ایک جانب) میں قتل کیا تھا' یہ سیاہ فام شخص تھا۔

حضرت خالد بن ولید نے کہا: میں اس شخص کو قتل کر دوں' تو آپ نے منع فرمایا' اس کی وجہ یہ تھی کہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ آپ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۱۹۔۳۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٣٤٥ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝﴾ (القمر:١٧).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از الاسود' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پڑھتے ہوئے سنا: کوئی ہے نصیحت قبول کرنے والا ۝ (القمر:١٥)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۴۱ میں گزر چکی ہے۔

٧ - بَابُ قِصَّةِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ — یاجوج اور ماجوج کا قصہ

اس پر اتفاق ہے کہ یاجوج اور ماجوج حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں' یہ مجاہد کا قول ہے' زمخشری نے کہا: یاجوج ترک سے ہیں اور ماجوج جیل اور دیلم سے ہیں اور یہ بہت جنگجو اور فساد پھیلانے والے ہیں' ثعلبی نے کعب احبار سے روایت کی ہے کہ یہ بغیر حواء کے حضرت آدم کی اولاد سے ہیں' کیونکہ حضرت آدم سو گئے اور آپ کو احتلام ہوا اور آپ کی منی مٹی سے لتھڑ گئی' جب آپ بیدار ہوئے تو آپ کو اس منی کے خروج پر افسوس ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس منی سے یاجوج اور ماجوج کو پیدا فرما دیا۔ علامہ نووی نے بھی اس قول کو نقل کیا ہے' لیکن علماء نے اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے' حافظ ابن

کثیر نے کہا ہے کہ یہ رد کرنے کے لائق ہے کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ نصوص کے خلاف ہے کیونکہ نص قرآن سے ثابت ہے کہ اب تمام لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ حدیث میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر احتلام ممنوع ہے۔

علامہ قرطبی نے حدیث مرفوع ذکر کی ہے کہ یاجوج ایک امت ہے اس کے چار سو امیر ہیں اسی طرح ماجوج ان کی ایک قسم ہے اس کا طول ایک سو بیس ہاتھ ہے روایت ہے کہ یہ سانپ اور بچھو غیرہ تمام حشرات الارض کھا جاتے ہیں اسی طرح تمام جان دار پرندوں کو کھا جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ایسی اور کوئی مخلوق نہیں جس کی ایک سال میں ان کی طرح نشوونما ہوتی ہو ان میں سے بعض کے سینگ ہیں اور دُم ہے اور ان کی ڈاڑھیں ظاہر ہیں اور یہ کچا گوشت کھا جاتے ہیں۔

امام ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یاجوج اور ماجوج کا ذکر کیا اور فرمایا: ان میں سے ایک فرد اس وقت فوت ہوتا ہے جب اس کی پشت سے ایک ہزار مرد پیدا ہو جاتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان میں سے ایک قسم کی لمبائی ایک بالشت ہے اور اس کے درندوں کی طرح پنجے ہیں اور درندوں کی طرح ڈاڑھیں ہیں اس کے لمبے لمبے بال ہیں جو اس کو سردی اور گرمی سے بچاتے ہیں اور اس کے بڑے بڑے کان ہیں۔

مقاتل بن حیان نے عکرمہ سے یہ مرفوع روایت ذکر کی ہے کہ شبِ معراج اللہ تعالیٰ نے مجھے یاجوج ماجوج کی طرف بھیجا میں نے ان کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دی انہوں نے میری دعوت کو قبول کرنے سے انکار کیا سو وہ دوزخ میں اولادِ آدم میں سے دوسرے نافرمانوں کے ساتھ ہوں گے اور اولادِ ابلیس کے ساتھ ہوں گے۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٢١-٣١٩ ملخصاً دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ (الكهف: ٩٤)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں۔ (الکہف: ٩٤)

حضرت ذوالقرنین کا تذکرہ

قرآن مجید میں جو ذوالقرنین کا ذکر ہے یہ لوگوں کی زبانوں میں اسکندر نام سے معروف ہے اور یہ اسکندر یونانی نہیں ہے کیونکہ وہ مشرک تھا اور اس کا وزیر ارسطا طالیس تھا اور جس اسکندر کا قرآن مجید میں ذکر ہے وہ مؤمن تھا اس کا نام عبداللہ بن الضحاک بن معد ہے یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف بھی یہ قول منسوب ہے دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام مُصعب بن عبداللہ بن قنان بن عبداللہ بن منصور بن عبداللہ ہے۔

وہب بن منبہ نے کہا: اس کا نام اسکندر ہے میں کہتا ہوں: وہ نام میں اسکندر یونانی کا شریک ہے اور بہت سے لوگ مغالطہ سے دونوں کو ایک سمجھتے ہیں اور یہ فاسد گمان ہے کیونکہ اسکندر یونانی جس نے اسکندریہ کی بنیاد رکھی وہ کافر اور مشرک تھا اور ذوالقرنین نیک بندہ تھا اس نے زمین کے مشرق اور مغرب کا سفر کیا تھا حتیٰ کہ ایک جماعت نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ نبی تھا الضحاک اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہی مؤقف ہے دوسرا قول یہ ہے کہ وہ رسول تھے الثعلبی نے کہا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ نبی تھا اور رسول نہیں تھا اور اس کے وزیر حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔

ذوالقرنین کے زمانہ میں بھی اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ وہ قرنِ اوّل میں تھے اور یافث بن نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے تھے یہ حضرت علی رضی اللہ کا قول ہے اور یہ سرزمین روم میں پیدا ہوئے تھے حسن بصری نے یہ کہا ہے کہ یہ نمرود لعنہ اللہ کے بعد پیدا ہوئے مقاتل نے کہا: یہ حضرت اسحاق کی اولاد میں سے عیص کی اولاد تھے ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے زمانوں کے درمیان پیدا ہوئے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں پیدا ہوئے تھے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے اور ان کے ساتھ شام میں مجتمع ہوئے تھے جب ان سے آبِ حیات فوت ہو گیا اور حضرت خضر علیہ السلام نے اس کو حاصل کر لیا تو ان کو بہت رنج ہوا اور ان کو موت کا یقین ہو گیا اور وہ دومۃ الجندل میں فوت ہو گئے اور وہیں ان کا گھر تھا' یہ قصہ حضرت علی رضی اللہ سے مروی ہے' ایک قول شہرزور کا ہے اور دوسرا قول ارضِ بابل کا ہے' انہوں نے دنیا کو ترک کر دیا تھا اور زاہد ہو گئے تھے اور یہی زیادہ صحیح ہے' ابوبکر واسطی نے کہا ہے: ان کی عمر پانچ سو سال تھی' اور مجاہد نے کہا ہے کہ ان کی عمر حضرت آدم کی طرح ایک ہزار سال تھی' ابن عساکر نے کہا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ان کی عمر چھتیس سال تھی اور ایک قول بتیس سال کا ہے۔ (ہو سکتا ہے کہ امام ابن عساکر نے اس اسکندر کو اسکندر یونانی سمجھا ہو)۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان کا نام ذوالقرنین کیسے پڑ گیا' حضرت علی سے یہ روایت ہے کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو دعوت دی تو انہوں نے ان کی دائیں جانب ضرب لگائی' پس یہ فوت ہو گئے' پھر ان کو زندہ کیا گیا' تو پھر انہوں نے ان کو دعوت دی تو پھر انہوں نے ان کی بائیں جانب ضرب لگائی' پس یہ فوت ہو گئے' پھر ان کو زندہ کیا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ فارس اور روم کے بادشاہ تھے اس لیے ان کو ذوالقرنین کہا گیا اور یہ بھی کہ ان کے سر میں دو مینڈھیاں تھیں اس لیے ان کو ذوالقرنین کہا گیا' ایک قول یہ ہے کہ ان کے سر میں سینگوں کے مشابہ کوئی چیز تھی' ثعلبی نے کہا ہے کہ ان کو ظاہر اور باطن کا علم دیا گیا تھا' اس لیے ان کو ذوالقرنین کہا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٢٢۔٣٢١ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَیْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا○اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ وَاٰتَیْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا○ فَاَتْبَعَ سَبَبًا○﴾ طَرِیْقًا اِلٰی قَوْلِهٖ ﴿اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ﴾ (الکہف: ٨٣۔ ٩٦)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے نبی مکرم!) یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھتے ہیں' آپ کہیے کہ میں ابھی تم سے ان کا ذکر بیان کرتا ہوں○ بے شک ہم نے انہیں زمین میں سلطنت عطا فرمائی اور ہم نے انہیں ہر چیز سے ساز و سامان عطا فرما دیا○...... تم میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ۔ (الکہف: ٩٦۔ ٨٣)

ان آیتوں کے بعد ذوالقرنین کے قصہ میں جو آیتیں امام بخاری نے ترک کر دی ہیں' ان کا ترجمہ یہ ہے:

تو وہ (سفرِ مغرب کے لیے) سامان تیار کرنے کے درپے ہوئے○ حتیٰ کہ وہ اس جگہ پہنچے جہاں سورج ڈوب رہا تھا' انہوں نے سورج کو سیاہ دلدل کے چشمے میں ڈوبتا ہوا محسوس کیا اور وہاں انہوں نے ایک قوم کو پایا' ہم نے فرمایا: اے ذوالقرنین! (اگر یہ ایمان نہ لائیں) تو آپ انہیں عذاب دیں (اور اگر یہ ایمان لے آئیں) تو آپ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کریں○ (ذوالقرنین نے) عرض کیا: جس نے ظلم کیا تو ہم اس کو عنقریب سزا دیں گے' پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اسے بدترین عذاب دے گا○ اور جو ایمان لایا اور اس نے نیک کام کیے تو (آخرت میں) اس کی نیک جزاء ہے اور عنقریب ہم اس کو ایسا حکم دیں گے جس پر عمل کرنا اس کے لیے آسان ہو گا○ پھر وہ (سفرِ مشرق کے) سامان کے درپے ہوئے○ حتیٰ کہ جب وہ طلوعِ آفتاب کی جگہ پہنچے تو انہوں نے

سورج کو ایسی قوم پر طلوع ہوتے ہوئے پایا جن کے لیے ہم نے سورج سے کوئی حجاب نہیں رکھا تھاO اسی طرح (قصہ ہے) اور جو کچھ ان ذوالقرنین کے پاس تھا ہم نے اپنے علم سے اس کا احاطہ کیا ہوا ہےO پھر وہ (ایک اور مقصد کے لیے) سامان کے درپے ہوئےO حتیٰ کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو انہوں نے ان پہاڑوں کی دوسری طرف ایسی قوم کو پایا جو (ان کی) کوئی بات نہیں سمجھتے تھےO انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں تو کیا ہم آپ کے لیے اس شرط پر کچھ مال مہیا کردیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان (آڑ کے لیے) ایک (اونچی اور مضبوط) دیوار بنا دیںO انہوں نے کہا: جس چیز پر میرے رب نے مجھے قدرت دی ہے وہ (تمہارے مال) سے بہتر ہے سو تم محنت (کے کام) میں میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان نہایت مضبوط دیوار بنادوں گاO تم میرے پاس لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لاؤ حتیٰ کہ جب انہوں نے اس دیوار کو دو پہاڑوں کے کناروں کے ساتھ برابر کر دیا تو فرمایا: پوری طاقت سے آگ دہکاؤ یہاں تک کہ جب اسے (سرخ آگ) کر دیا تو فرمایا: میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ میں اسے اس پر انڈیل دوںO پس یاجوج ماجوج اس پر نہ چڑھ سکے اور نہ اس میں سوراخ کر سکےO ذوالقرنین نے کہا: یہ میرے رب کی رحمت (کے اثر) سے ہے پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو وہ اس (دیوار) کو ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ برحق ہےO (الکہف:٩٨۔٨٥)

وَاحِدُهَا زُبْرَةٌ وَّهِيَ الْقِطَعُ.

(الکہف:٩٦ میں ''زبر'' کا لفظ ہے) اس کا واحد ''زبرۃ'' ہے اور اس کا معنی ہے: ٹکڑے۔

ابوعبیدہ نے بھی اسی طرح تفسیر کی ہے اور کہا ہے کہ ''زبر الحدید'' کا معنی ہے: لوہے کے ٹکڑے۔

﴿حَتّٰى إِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ﴾ (الکہف:٩٦) يُقَالُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْجَبَلَيْنِ. وَالسَّدَّيْنِ الْجَبَلَيْنِ.

(الکہف:٩٦ میں یہ الفاظ ہیں:) ''حتی اذا ساوی بین الصدفین '' حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر میں کہا ہے: دو پہاڑ اور ''سدین'' کا معنی بھی دو پہاڑ ہیں۔

ابوعبیدہ نے کہا: پہاڑوں کے دو کناروں کے درمیان حضرت ابن عباس کی تفسیر کو امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے۔

﴿خَرْجًا﴾ (الکہف:٩٤) أَجْرًا.

(الکہف:٩٤ میں) ''خرجا'' (کا لفظ ہے) اس کا معنی ہے: اجر۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس کی روایت سے ذکر کیا ہے اس کا معنی ہے: اجر عظیم۔

﴿قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰى إِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِىْٓ أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًاO﴾ (الکہف:٩٦) أَصُبُّ عَلَيْهِ رَصَاصًا وَّيُقَالُ الْحَدِيْدُ وَيُقَالُ الصُّفْرُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلنُّحَاسُ.

ذوالقرنین نے کہا: اس پر آگ دہکاؤ حتیٰ کہ جب اسے سرخ آگ کر دیا تو کہا: میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ جس کو میں اس پر انڈیل دوںO (الکہف:٩٦) ''قطرا'' کا معنی سیسہ ہے اور اس کو لوہا بھی کہا جاتا ہے اور پیتل بھی کہا جاتا ہے اور حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر تانبے کے ساتھ کی ہے۔

مفسرین نے کہا ہے کہ دو پہاڑوں کے درمیان جو خلا تھا اس کو انہوں نے پگھلے ہوئے لوہے سے بھر دیا تھا۔

﴿فَمَا اسْطَاعُوْٓا أَنْ يَّظْهَرُوْهُ﴾ (الکہف:٩٧) يَعْلُوْهُ إِسْطَاعَ إِسْتَفْعَلَ مِنْ أَطَعْتُ لَهٗ فَلِذٰلِكَ فُتِحَ أَسْطَاعَ

(الکہف:٩٧ میں ہے:) ''فما اسطاعوا ان یظهروه'' یعنی یاجوج ماجوج اس دیوار پر چڑھ نہ سکے۔ یہ ''اطاع'' سے باب استفعال

يَسْطِيعُ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِسْتَطَاعَ يَسْتَطِيعُ.

ہے اور بعض علماء نے کہا: یہ "استطاع" "یستطیع" سے بنا ہے اس کا معنی ہے: وہ اس پر چڑھ نہ سکے۔

یعنی یاجوج ماجوج اس دیوار پر چڑھنے پر قادر نہ ہو سکے' اس کے بعد امام بخاری نے "اسطاعوا" کی لفظی اور صرفی تحقیق کی ہے۔

﴿وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهُ نَقْبًا○ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهُ دَكَّآءَ﴾ (الكهف:٩٧- ٩٨) اَلْزَقَهُ بِالْاَرْضِ وَنَاقَةٌ دَكَّاءُ لَاسَنَامَ لَهَا وَالدَّكْدَاكُ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلُهُ حَتّٰى صَلُبَ مِنَ الْاَرْضِ وَتَلَبَّدَ ﴿وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا○ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ﴾ (الكهف:٩٨- ٩٩).

اور نہ وہ اس دیوار میں سوراخ کر سکے' (ذوالقرنین نے) کہا: یہ میرے رب کی رحمت سے ہے جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو وہ اسے ریزہ ریزہ کر دے گا○ (الکہف:۹۸) "دَكَّاء" کا معنی ہے: زمین کے ساتھ چپکا دیا' جس اونٹنی کا کوہان نہ ہو اس کو کہا جاتا ہے: "ناقة دكاء" اور "الدكداك من الارض" اس مثال کے لیے بولتے ہیں جو زمین ہموار ہو کر سخت ہو گئی ہو اور فی نفسہٖ سخت نہ ہو' (اور انہوں نے کہا:) میرے رب کا وعدہ برحق ہے اور اس دن ہم بعض یاجوج اور ماجوج کو چھوڑ دیں گے حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو جائیں گے۔ (الکہف:۹۹-۹۸)

اس تعلیق سے امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اس سدّ اور دیوار کو قائم کرنا اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے اور عظیم نعمت ہے۔

نیز امام بخاری نے اس تعلیق میں کہا: اور اس دن ہم بعض یاجوج اور ماجوج کو چھوڑ دیں گے۔

روایت ہے کہ یاجوج اور ماجوج سمندر پر آئیں گے اور اس کا پانی پی جائیں گے اور سمندر کے جانوروں کو کھا جائیں گے' اور درختوں کو کھا جائیں گے اور جو لوگ محفوظ نہیں ہوں گے' ان کو بھی کھا جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا ہے کہ وہ لوگوں کی طرف نکلیں گے اور سارا پانی پی جائیں گے۔

مقاتل نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے جب وہ نکلیں گے تو سب سے پہلے دجلہ اور فرات کا پانی پی جائیں گے' پھر کہیں گے کہ کبھی یہاں پانی تھا!

﴿حَتّٰى إِذَا فُتِحَتْ يَاجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ○﴾ (الانبیاء:٩٦) قَالَ قَتَادَةُ حَدَبٌ اَكَمَةٌ

حتیٰ کہ جب یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی سے دوڑ پڑیں گے○ (الانبیاء:۹۶) قتادہ نے کہا: "حدب" کا معنی ہے: ٹیلا۔

یعنی جب سدّ سکندری یا اس دیوار کو کھول دیا جائے گا تو یاجوج ماجوج ہر بلندی یا ہر ٹیلے سے دوڑ پڑیں گے۔

قَالَ رَجُلٌ لِّلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ السَّدَّ مِثْلَ الْبُرْدِ الْمُحَبَّرِ قَالَ قَدْ رَاَيْتَهُ.

ایک صحابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں نے اس دیوار کو دھاری دار چادر کی طرح دیکھا ہے' آپ نے فرمایا: واقعی تم نے اس کو دیکھا ہے۔

اس تعلیق میں دھاری دار چادر کا ذکر ہے کیونکہ اس دیوار کی ایک لکیر سفید تھی اور دوسری لکیر سیاہ یا سرخ تھی۔

نعیم بن حماد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت قتادہ رضی اللہ سے روایت کیا ہے' ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے وہ دیوار دیکھی ہے اور لوگ مجھے جھٹلاتے ہیں' آپ نے پوچھا: تم نے کس طرح دیکھی تھی؟ انہوں نے کہا: میں نے دھاری دار چادر کی طرح دیکھی تھی' آپ نے فرمایا: تم نے سچ کہا' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں نے شبِ معراج اس دیوار کو دیکھا' اس کی ایک اینٹ چاندی کی تھی اور ایک اینٹ سونے کی تھی۔

الحوفی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک سو فرسخ کا بُعد تھا' ذوالقرنین نے اُن کے درمیان پچاس فرسخ گہری بنیاد کھودی اور ان دو پہاڑوں کے درمیان پتھروں' لوہے' پیتل اور تانبے کو پگھلا کر بھرائی کی۔

ان تمام تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٢٦۔٣١٩ سے ملخصاً لی گئی ہے۔

بعض ظاہر بین لوگ اس قصہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر یہ دیوار دنیا میں کہیں ہوتی تو اس ترقی یافتہ دور میں ضرور اس کا پتا چل جاتا اور سیٹلائٹ کے ذریعہ اس دیوار کی نشان دہی ہو جاتی' لیکن ایک صحابی نے اس دیوار کو دیکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کی اور مزید احادیث ان شاء اللہ کتاب الفتن میں آئیں گی' ہمارے نزدیک یہ احادیث حجت ہیں اور ہو سکتا ہے کہ سائنسی آلات میں کوئی کمی ہو یا کوئی خرابی ہو جس کی وجہ سے اس دیوار کا پتا نہ چل سکا ہو' بعض لوگ دیوارِ چین کو اس دیوار کا مصداق قرار دیتے ہیں' لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

٣٣٤٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ زَيْنَبَ ابْنَةَ اَبِيْ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ بِنْتِ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُنَّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهٖ وَحَلَّقَ بِاِصْبَعِهِ الْاِبْهَامِ وَالَّتِيْ تَلِيْهَا قَالَتْ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ.

[اطراف الحدیث: ٣٥٩٨۔٧٠٥٩۔٧١٣٥] (صحیح مسلم: ٢٨٨٠' سنن ترمذی: ٢١٩٤' سنن ابن ماجہ: ٣١٥٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر کہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت اُم حبیبہ بنت ابی سفیان از حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس گھبرائے ہوئے آئے' آپ فرما رہے تھے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' عرب کی ہلاکت ہو! اس شر سے جو قریب آ گیا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی سے حلقہ بنا کر فرمایا: آج یاجوج ماجوج نے دیوار میں اتنا سوراخ کر دیا ہے' حضرت زینب بنت جحش نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے حالانکہ ہم میں نیک لوگ موجود ہیں' آپ نے فرمایا: ہاں! جب خبث زیادہ ہو جائے گا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) یحییٰ بن بکیر' یہ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر ابو زکریا المخزومی ہیں (٢) حضرت لیث بن سعد رضی اللہ (٣) عقیل بن خالد مولیٰ عثمان بن عفان (٤) محمد بن مسلم بن شہاب زہری (٥) عروہ بن زبیر بن عوام (٦) حضرت زینب بنت ابی سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد المخزومی' یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لے پالک تھیں' اور حضرت عمر بن ابی سلمہ کی بہن تھیں اور ان دونوں کی والدہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں (٧) حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا ان کا نام رملہ بنت ابی سفیان ہے' ابوسفیان کا نام صخر بن حرب بن اُمیہ ہے'

یہ بھی نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں (۸) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا' یہ بھی نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۲۷)

نبی ﷺ نے جوانگوٹھے اور ساتھ والی انگلی سے حلقہ بنایا' اس سے مراد نوے کا عقد ہے اور اللہ ہی جانتا ہے' اس سے آپ کی کیا مراد تھی' اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے: جب خبث زیادہ ہو جائے گا' اس سے آپ کی مراد ہے: جب زنا بہ کثرت ہوگا' دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مطلقاً معاصی ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب زنا بہ کثرت ہو یا گناہ زیادہ ہوں تو نیک لوگوں کے ہونے کے باوجود عذاب آ جاتا ہے۔

۳۳۴۷ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَتَحَ اللّٰهُ مِنْ رَدْمِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلَ هٰذَا وَعَقَدَ بِيَدِهٖ تِسْعِيْنَ.

[طرف الحدیث:۷۱۳۶] (صحیح مسلم:۲۸۸۱' الرقم المسلسل:۷۱۳۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یاجوج ماجوج کی دیوار سے اتنا کھول دیا ہے' پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے نوے کا عقد بنایا۔

۳۳۴۸ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا اٰدَمُ فَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ فَيَقُوْلُ اَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ قَالَ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ فَعِنْدَهٗ يَشِيْبُ الصَّغِيْرُ ﴿وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ۝﴾ (الحج:۲) قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَيُّنَا ذٰلِكَ الْوَاحِدُ قَالَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ مِنْكُمْ رَجُلًا وَّمِنْ يَّاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ اَلْفٌ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبْعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ مَا اَنْتُمْ فِي النَّاسِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِيْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَبْيَضَ اَوْ كَشَعْرَةٍ بَيْضَاءَ فِيْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَسْوَدَ. [اطراف الحدیث:۴۷۴۱-۶۵۳۰-۷۴۸۳] (صحیح مسلم:۲۲۲' الرقم المسلسل:۴۲۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: ہمیں ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اے آدم! وہ کہے گا: میں حاضر ہوں' تیرا حکم بجالانے کے لیے کھڑا ہوں' اور تمام بھلائی تیرے ہاتھوں میں ہے' پس وہ فرمائے گا: دوزخ میں جانے والوں کو نکال لو' وہ پوچھیں گے: دوزخ میں جانے والے کتنے ہیں؟ وہ فرمائے گا: ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے' پس اس وقت بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرا دے گی' اور تم لوگوں کو مدہوش دیکھو گے اور وہ مدہوش نہیں ہوں گے' لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۝ (الحج:۲) صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! وہ ایک شخص ہم میں سے کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: تمہیں بشارت ہو تم میں سے ایک شخص ہوگا اور ایک ہزار یاجوج ماجوج میں سے ہوں گے' پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! مجھے اُمید ہے کہ تم (تمام) اہل جنت کے چوتھائی ہوگے' پس ہم نے کہا: اللہ اکبر! پھر آپ نے فرمایا: مجھے اُمید ہے کہ تم اہل جنت کے تہائی ہوگے'

پس ہم نے کہا: اللہ اکبر! پھر آپ نے فرمایا: مجھے اُمید ہے کہ تم اہل جنت کے نصف ہو گے' پس ہم نے کہا: اللہ اکبر! پھر آپ نے فرمایا: تم لوگوں میں اسی طرح ہو گے جس طرح سفید بیل میں کالا بال ہوتا ہے یا کالے بیل میں سفید بال ہوتا ہے۔

قیامت کی ہولناکی اور جنت میں دیگر اُمتوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس وقت ہر بچہ بوڑھا ہو جائے گا' اس کا معنی ہے کہ قیامت کے دن کی ہولناکی اور شدت سے ہر بچہ بوڑھا ہو جائے گا۔ ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرا دے گی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قیامت کے دن کسی عورت کا حمل ہوگا اور نہ کوئی عورت بچہ جنے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ وقوعِ قیامت کے وقت جو زلزلہ آئے گا' اس سے حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں مجاز مراد ہے یعنی قیامت کے دن اتنی سخت ہولناکی ہو گی کہ اگر کوئی عورت حاملہ ہوتی تو اس وقت اس کا حمل ساقط ہو جاتا۔

ہم نے کہا: اللہ اکبر! یعنی ہم نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو بہت عظیم جان کر خوشی سے نعرۂ تکبیر لگایا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے یہ بتایا کہ تم اہل جنت کے چوتھائی ہو گے' پھر بتایا کہ تم اہل جنت کے تہائی ہو گے' پھر بتایا کہ تم اہل جنت کے نصف ہو گے۔ آپ نے پہلی بار ہی یہ نہیں بتایا کہ تم اہل جنت کے نصف ہو گے بلکہ بتدریج بتایا' کیونکہ بار بار عطاء کا ذکر کرنا فرحت اور سرور کا باعث ہوتا ہے تاکہ مسلمان بار بار اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور اس کی نعمت پر اس کا شکر ادا کریں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب مسلمان سفید بیل میں ایک سیاہ بال کی طرح ہوں گے تو وہ اہل جنت کے نصف کیوں کر ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس مثال میں یہ دلیل ہے کہ اہل دوزخ بہت زیادہ ہیں اور ان کی اہل جنت کی طرف کوئی نسبت نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۳۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٨ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا۝﴾ (النساء:١٢٥)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنایا۝ (النساء:۱۲۵)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اس لیے بنایا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بہت شدید محبت رکھتے تھے' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضا کے لیے اس کی عبادت میں بہت کوشش کرتے تھے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا' اسی طرح مجھے بھی خلیل بنایا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۳۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَوْلِهٖ ﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا﴾ (النحل: ١٢٠).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ابراہیم (بہ نفس نفیس) فرماں بردار امت تھے۔ (النحل:۱۲۰)

النحل: ۱۲۰' میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پوری امت فرمایا' یعنی پوری اُمت مل کر جتنا عمل کرتی ہے تنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام اتنا عمل کرتے تھے' اور التوبہ: ۱۱۴' میں حضرت ابراہیم کو ''اوّاہ'' فرمایا ہے' ''اوّاہ'' کا معنی ہے: خوفِ خدا سے بہت زیادہ رونے والا' بہت زیادہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا اور بہت زیادہ دعا کرنے والا۔

وَقَوْلِهٖ ﴿اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌO﴾ (التوبہ:١١٤) وَقَالَ اَبُوْمَيْسَرَةَ الرَّحِيْمُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ.

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ابراہیم بہت نرم دل نہایت حلم والے تھےO (التوبہ:١١٤) ابومیسرہ نے کہا: (''اوّاہ'' کا معنی) حبشی زبان میں رحیم ہے۔

اس تعلیق کو امام وکیع نے اپنی تفسیر میں سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

٣٣٤٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَاَ ﴿كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَآ اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَO﴾ (الانبیاء:١٠٤) وَاَوَّلُ مَنْ يُّكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِبْرَاهِيْمُ وَاِنَّ اُنَاسًا مِّنْ اَصْحَابِيْ يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ اَصْحَابِيْ اَصْحَابِيْ فَيُقَالُ اِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰٓى اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ اِلٰى قَوْلِهٖ الْحَكِيْمُO﴾ (المائدہ:١١٧) [اطراف الحدیث: ٣٤٤٧، ٤٦٢٥، ٤٦٢٦، ٤٧٤٠، ٦٥٢٤، ٦٥٢٥، ٦٥٢٦] (صحیح مسلم: ٢٨٦٠، الرقم المسلسل: ٧٠٩٤، سنن ترمذی: ٢٤٢٣، سنن نسائی: ٢٠٨١، مسند الحمیدی: ٤٨٣، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٣ ص ٢٤٧-٢٤٦، مسند ابویعلیٰ: ٢٣٩٦، مسند احمد ج ١ ص ٢٢٠ طبع قدیم، مسند احمد: ١٩١٣۔ ج ٣ ص ٣٩٥، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں المغیرہ بن النعمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے ارشاد فرمایا: تمہارا حشر اس حال میں کیا جائے گا کہ تم ننگے پیر، ننگے بدن اور غیر مختون ہو گے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: جس طرح ہم نے پہلے تخلیق کی ابتداء کی تھی (اسی طرح) ہم اس کا اعادہ کریں گے، یہ ہمارا وعدہ ہے، ہم اسے ضرور پورا کرنے والے ہیں۔ (الانبیاء:١٠٤) اور قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے اور بے شک میرے اصحاب میں سے بعض لوگوں کو بائیں جانب لے جایا جائے گا، پس میں کہوں گا: یہ میرے اصحاب ہیں، یہ میرے اصحاب ہیں، پس کہا جائے گا کہ جب سے آپ ان سے جدا ہوئے تھے یہ ہمیشہ (دین سے) اپنی ایڑیوں پر پھرے رہے، پھر میں اس طرح کہوں گا جس طرح (اللہ کے) نیک بندے نے کہا تھا: اور میں جب تک ان میں رہا ان پر نگہبان تھا (اور جب تو نے مجھے اٹھالیا تو ان پر تو ہی نگہبان تھا)، یہ آیت ''الحکیمO'' تک پڑھی۔ (المائدہ:١١٧)

حشر کے دن برہنہ اُٹھانے کے خلاف احادیث کی توجیہات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ننگے بدن اُٹھایا جائے گا، اس کے خلاف حسب ذیل احادیث ہیں:

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ پر موت کا وقت آیا تو انہوں نے چند نئے کپڑے منگا کر ان کو پہنا، پھر کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میت کو ان ہی کپڑوں میں اُٹھایا جائے گا جن کپڑوں میں وہ فوت ہوا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٣١١٤)

امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ بہز بن حکیم نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمہارا حشر پیدل اور سواری پر کیا جائے گا اور تمہیں اپنے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۴۲۴' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۳ھ)

ان احادیث کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کو ان کی قبروں سے ان کے اُن کپڑوں میں اُٹھایا جائے گا جن میں یہ فوت ہوں گے' پھر حشر کے وقت ان سے وہ کپڑے اُتار لیے جائیں گے اور ان کا ننگے بدن حشر کیا جائے گا یا یہ حساب کی جگہ پر ننگے بدن آئیں گے' پھر ان کو جنت کے کپڑے پہنائے جائیں گے اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ جس حدیث میں ہے: ان کو ان کے لباس میں اُٹھایا جائے گا' اس سے مراد ہے: ان کو ان کے اعمال کے لباس میں اُٹھایا جائے گا خواہ وہ اعمال اچھے ہوں یا بُرے ہوں' کیونکہ قرآن مجید میں نیک اعمال پر بھی لباس تقویٰ کا اطلاق ہے۔

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ. (الاعراف:۲۶) اور تقویٰ کا لباس سب سے بہتر ہے۔

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر بندے کو اس حال میں اُٹھایا جائے گا جس پر وہ مرا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۷۸' سنن ابن ماجہ: ۴۲۳۰)

بعض علماء نے اس حدیث کو شہداء پر محمول کیا ہے جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کو ان کے کپڑوں میں لپیٹ دیا جائے اور ان ہی میں دفن کر دیا جائے' اور ان کے حال میں کسی چیز کی تبدیلی نہ کی جائے' علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوسعید نے اس حدیث کو شہداء کے متعلق سنا ہو' پھر اس کو عموم پر محمول کر دیا ہو۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس باب کی حدیث پر درج ذیل آیت دلالت کرتی ہے:

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ. (الانعام:۹۴) اور بے شک اب تم ہمارے پاس اسی طرح تنہا آئے ہو جس طرح ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔

اور اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ○ (الاعراف:۲۹) اللہ نے جس طرح تمہیں پہلے پیدا کیا تھا' اسی طرح تم لوٹو گے۔

قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنانے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔

اس حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم منقبت اور فضیلت ہے اور ان کی خصوصیت ہے' جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ سب سے پہلے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر سے اُٹھیں گے اور اس وقت آپ دیکھیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پائے کے ساتھ مُعلق ہیں اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ سے افضل ہوں' بلکہ قیامت کے دن آپ ہی سب سے افضل ہوں گے اور اگر کسی شخص کو کسی ایک وصف میں فضیلت حاصل ہو جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مطلقاً افضل ہو' اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ قائل اپنے کلام کے عموم سے خارج ہوتا ہے' یعنی یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اوّلیت اضافی ہے' گویا دوسرے لوگوں کی بہ نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے کپڑے پہنائے جائیں گے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی پہلے ان کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے' پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

کپڑے پہنائے جائیں گے۔

امام ابونعیم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارا رب عزوجل فرمائے گا: میرے خلیل کو کپڑے پہناؤ' پھر دو سفید کپڑے ان کو پہنائے جائیں گے' پس وہ عرش کے سامنے کھڑے ہوں گے' پھر میرے کپڑے لائے جائیں گے تو میں ان کو پہن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دائیں جانب کھڑا ہوں گا' پھر تمام اوّلین اور آخرین میری تحسین کریں گے۔

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنت سے حلّہ پہنایا جائے گا اور ایک کرسی لا کر عرش کی دائیں جانب رکھی جائے گی' پھر مجھے لایا جائے گا اور مجھے حلّہ پہنایا جائے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے حُلّہ پہنانے کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ ان کو برہنہ کر کے آگ میں ڈالا گیا تھا' دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ستر میں مبالغہ کرنے کے لیے سب سے پہلے شلوار پہنی تھی' خصوصاً نماز میں اور جب انہوں نے ایسا کیا تو اس کی جزاء میں قیامت کے دن سب سے پہلے ان کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ میرے بعض اصحاب کو بائیں جانب لے جایا جائے گا تو میں یہ کہوں گا کہ یہ میرے اصحاب ہیں' یہ میرے اصحاب ہیں تو کہا جائے گا کہ جب آپ ان سے جدا ہوئے تھے' اس کے بعد یہ ہمیشہ (دین سے) اپنی ایڑیوں پر پھرے رہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ سے ان کا حال کیسے مخفی رہا' حالانکہ آپ نے یہ خبر دی ہے کہ آپ کے اوپر آپ کی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ آپ کی امت نہ تھے' آپ پر صرف اہل ایمان کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں نہ کہ مرتدین اور منافقین کے۔

علامہ نووی نے کہا: ان لوگوں سے مراد منافقین اور مرتدین ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ کے زمانہ میں مسلمان تھے' پھر آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے' اور آپ پر مؤمنین کے احوال پیش کیے جاتے ہیں نہ کہ مرتدین اور منافقین کے۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٣٥۔٣٣٣ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میدانِ حشر میں ان منافقین یا مرتدین کا علم تھا یا نہیں' یہ بحث بہت اہم ہے کیونکہ دیوبندی علماء اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم ماکان وما یکون کی نفی کرتے ہیں' ہم نے شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ٧٥٣۔٧٤٦ میں اس پر کافی مفصل بحث کی ہے' ہم چاہتے ہیں کہ اس بحث کو نعمۃ الباری میں بھی من وعن نقل کر دیں تاکہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی ہماری دونوں شرحوں میں یہ بحث آ جائے اور ہماری دونوں شرحوں کے قارئین اس بحث سے مستفیض ہو سکیں:

جن لوگوں کو حضور نے حوض پر آنے سے روک دیا' ان کے متعلق حضور کا علم اور حدیث عرض اعمال

اس حدیث میں ہے کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد مرتد ہو گئے تھے' وہ جب حوض پر آئیں گے تو آپ فرمائیں گے: یہ میرے صحابہ ہیں' پھر آپ سے کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے یہ لوگ آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے' تب آپ فرمائیں گے: دوری ہو' دوری ہو۔ اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ صحابہ میں سے کون اسلام پر قائم رہا اور کون بعد میں مرتد ہو گیا اور یہ کہ آپ کو قیامت تک کے تمام لوگوں کے اسلام اور کفر کا حال معلوم نہیں تھا' ورنہ آپ ان مرتدین کو دیکھ کر ''اصیحابی اصیحابی'' نہ فرماتے اور آپ سے یہ نہ کہا جاتا کہ آپ نہیں جانتے' انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعات نکالی تھیں۔

حالانکہ مسند بزار میں ہے کہ آپ پر امت کے تمام اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

اس سوال کے چند جوابات ہیں: پہلا جواب یہ ہے کہ حدیث میں یہ عبارت ہے:

پس کہا جائے گا: کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا عمل کیا ہے؟ (صحیح مسلم ج ٢ ص ٢٤٩)

یہ استفہام انکاری ہے یعنی آپ کو معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ زیادہ تر احادیث میں یہ الفاظ ہیں:

''انك لا تدری ما احدثوا بعدك'' آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعات نکالی ہیں۔

اس حدیث میں درایت کی نفی ہے اور درایت علم سے خاص ہے کیونکہ درایت کے معنی ہیں: کسی چیز کو اٹکل اور حیلہ سے جاننا۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

خاص حیلوں سے کسی چیز کے جاننے کو درایت کہتے ہیں۔ (المفردات ص ١٦٨، ایران)

علامہ زبیدی متوفی ١٢٠٥ھ لکھتے ہیں:

درایت علم سے خاص ہے، کسی چیز کو کسی حیلہ سے جاننا درایت ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے علم پر درایت کا اطلاق نہیں ہوتا۔

(تاج العروس ج ١٠ ص ١٢٦، مصر)

اور جب یہ واضح ہو گیا کہ اس حدیث میں درایت کی نفی کی ہے اور درایت علم سے خاص ہے اور خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی، اس لیے درایت کی نفی سے علم کی نفی نہیں ہوگی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان مرتدین کا علم وحی ربانی سے تھا، اٹکل اور حیلہ سے نہیں تھا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن آپ اپنی امت کو دوسری امتوں سے متمیز کریں گے، امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت حوض پر آئے گی درآں حالیکہ میں لوگوں کو اس سے منع کر رہا ہوں گا، جیسا کہ کوئی شخص دوسرے اونٹوں کو اپنے اونٹوں سے الگ کرتا ہے، صحابہ نے پوچھا: یا نبی اللہ! آپ ہم کو پہچان لیں گے؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ایک نشانی ہوگی جو تمہارے علاوہ اور کسی میں نہیں ہوگی، تم میرے پاس آؤ گے درآں حالیکہ تمہارا چہرہ اور ہاتھ پیر آثار وضوء سے چمک رہے ہوں گے اور تم میں سے ایک جماعت کو مجھ سے دُور کیا جائے گا وہ مجھ تک نہیں آ سکیں گے، میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرے صحابہ ہیں! پھر فرشتہ آ کر مجھ سے کہے گا: کیا آپ جانتے ہیں انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعتیں نکالی تھیں؟ (صحیح مسلم ج ١ ص ١٢٦، مطبوعہ کراچی)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جن لوگوں کو حضور حوض سے دور کریں گے، اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس میں کئی اقوال ہیں:

(١) اس سے مراد منافقین اور مرتدین ہیں اور یہ جائز ہے کہ ان کا حشر بھی چہرہ اور ہاتھ پیروں کی سفیدی کے ساتھ ہو اور اس علامت کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو (''اصیحابی'' فرما کر) نداء کریں، پھر آپ کو یہ بتایا جائے گا کہ یہ وہ لوگ نہیں ہیں جن سے آپ نے وعدہ کیا تھا، ان لوگوں نے آپ کے بعد دین بدل لیا اور ان کی موت اسلام پر نہیں ہوئی۔

(٢) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ کے زمانہ میں مسلمان تھے اور پھر بعد میں مرتد ہو گئے، اگر چہ ان لوگوں پر آثار وضوء کی نشانی نہیں ہوگی، لیکن آپ ان کو دنیا کی واقفیت کی بناء پر پکاریں گے، کیونکہ آپ کی حیات میں یہ مسلمان تھے، پھر آپ کو بتایا جائے

گا کہ یہ آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔

(۳) اس سے مراد گناہ کبیرہ کرنے والے وہ لوگ ہیں جو دین اسلام پر فوت ہو گئے' یا وہ بدعتی لوگ مراد ہیں جو اپنی بدعات کی بناء پر اسلام سے خارج نہیں ہوئے' اس تقدیر پر یہ قطعی طور پر نہیں کہا جائے گا کہ یہ لوگ عذاب نار کی بناء پر حوض سے دُور کیے گئے' بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے زجر و توبیخ کی وجہ سے ان کو ہٹایا گیا ہو اور پھر اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو اور اللہ تعالیٰ ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کر دے' اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان لوگوں کا چہرہ اور ہاتھ پیر آثارِ وضوء سے سفید ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے ہوں یا بعد کے ہوں' اور آپ نے ان کو وضوء کی علامت سے پہچانا ہو۔

امام حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ جس شخص نے بھی دین میں کوئی بدعت نکالی وہ حوض سے دور کر دیا جائے گا' جیسے خوارج' روافض اور دیگر باطل فرقے اور ظالم' فاسق و فاجر اور علی الاعلان گناہ کبیرہ کرنے والے یہ سب وہ لوگ ہیں جن کے متعلق یہ خدشہ ہے کہ ان کو حوض سے دور کر دیا جائے گا۔ (نعوذ باللہ منہم) (شرح مسلم مع صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۶' کراچی)

شیخ عثمانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان دور کیے جانے والوں میں تین احتمال ہیں: (۱) مرتدین (۲) تارکین سنت (۳) تارکین استقامت' اور ان تین میں سے پہلا قول مختار ہے' لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: میری حیات بھی تمہارے لیے خیر ہے اور میری ممات بھی تمہارے لیے خیر ہے' تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں' پس جو اچھا عمل ہوتا ہے میں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جو بُرا عمل ہوتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ امام بزار نے اس حدیث کو سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۷' کراچی' الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۴' بیروت' ۱۳۸۸ھ' البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۷۵' دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴) (یعنی جب آپ کو امت کے احوال معلوم ہوتے ہیں تو پھر آپ ان مرتدین کو ''اصیحابی'' کیوں فرمائیں گے؟) اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آپ پر امت کے اعمال اجمالاً پیش کیے جاتے ہیں' پس کہا جاتا ہے کہ آپ کی امت نے بُرا کام کیا یا اچھا کام کیا' اور کام کرنے والوں کی تعیین کیے بغیر اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ اس جواب کو علامہ وشتانی ابی مالکی نے ذکر کیا ہے لیکن یہ جواب مستبعد ہے' کیونکہ ابن مبارک نے ابن مسیّب سے روایت کیا ہے کہ ہر روز صبح اور شام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ امت کو وضوء کے آثار اور ان کے اعمال سے پہچانیں گے' اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کو ''اصیحابی'' کہہ کر نداء کرنا ان میں زیادہ حسرت اور عذاب پیدا کرنے کے لیے ہے' کیونکہ جب آپ ان کو ''اصیحابی'' کہہ کر نداء فرمائیں گے تو ان کو نجات کی اُمید ہو جائے گی اور جب ''سحقًا سحقًا'' فرمائیں گے تو اُمید ٹوٹ جائے گی اور اُمید بندھ کر پھر ٹوٹ جانا زیادہ حسرت اور عذاب کا باعث ہے' اور فرشتوں کا یہ کہنا کہ انہوں نے دین کو بدل دیا تھا' یہ بھی ان کے عذاب میں زیادتی کا سبب ہے' علامہ زرقانی نے شرح المؤطا میں یہی جواب دیا ہے' (شیخ عثمانی لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ حدیث بزار کے سیاق و سباق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جس امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' وہ امت اجابت ہے کیونکہ اچھے اعمال پر اللہ کی حمد کرنا اور بُرے اعمال پر استغفار کرنا انہی کے حق میں متصور ہے۔

شیخ عثمانی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر حشر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرتدین کو نہیں پہچانا (یعنی ان کو مرتد نہیں جانا) تو کوئی حرج نہیں کیونکہ آپ کو ان کا پہلے علم بھی نہیں تھا' آپ کو تو صرف اپنی امت کا علم تھا جن کے اعمال آپ پر پیش کیے جاتے تھے۔ رہے مرتد اور کافر تو ان کے اعمال آپ پر پیش کیے جاتے تھے' نہ آپ کو ان کا علم تھا' اب اگر اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ آپ کو

حشر کے دن ان کے کفر اور ارتداد کا علم نہ ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے' اور اس کا حدیث عرض اعمال سے کوئی تعارض نہیں ہے۔
(فتح الملہم ج ا ص ١٢٦' مکتبۃ الحجاز' کراچی)

مصنف کے نزدیک شیخ عثمانی کی یہ تقریر صحیح نہیں ہے کیونکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے' جس شخص کو نور اور حیات کا علم ہو' وہ نور اور حیات کی نفی سے ظلمت اور موت کو جان لے گا' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان اور اعمالِ صالحہ کی علامات کو جان لیا تو آپ کے لیے کفر اور فسق کی علامات متعین ہو گئیں' یعنی جن لوگوں میں ایمان اور اعمالِ صالحہ کی علامات نہیں ہوں گی وہ کافر اور فاسق ہوں گے' خصوصاً جبکہ قرآن مجید میں کفر کی علامات بتا دی گئی ہیں کہ کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے: ''یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ'' (آل عمران: ١٠٦) جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ۔ اور کفار بائیں طرف ہوں گے: ''وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝'' (الواقعہ: ٩) اور بائیں طرف والے (بد بخت) کیا (ہی بُرے) ہیں بائیں طرف والے ۝ مارے خوف کے کفار کی آنکھیں نیلی ہوں گی: ''وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۝'' (طٰہٰ: ١٠٢) اور اس دن ہم مجرموں کو ایسی حالت میں اُٹھائیں گے ان کی آنکھیں (خوف سے پتھرا کر) نیلگوں ہوں گی ۝ کفار کے چہرے خاک آلود ہوں گے اور ان پر سیاہی چھائی ہو گی: ''وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝'' (العبس: ٤٢-٤٠) کتنے منہ اس دن خاک آلود ہوں گے ۝ ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہو گی ۝ یہی لوگ کافر بدکار ہیں ۝ اس دن کفار زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے: ''وَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ۝'' (ابراہیم: ٤٩) اور اس دن آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ (ایک دوسرے کے ساتھ) زنجیروں میں جکڑے ہوں گے ۝ ان نشانیوں سے کفار' منافقین اور مرتدین کسی شخص پر میدانِ حشر میں مشتبہ نہیں ہوں گے اور ہر شخص کو ان کا علم ہو گا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ'' (الرحمٰن: ٤١) اس دن مجرم اپنی صورتوں سے پہچانے جائیں گے۔ اس لیے شیخ عثمانی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ آپ کو صرف اپنی امت کا علم تھا اور کفار اور منافقین کا علم نہیں تھا' اس لیے آپ نے ان کو نہیں جانا۔

علاوہ ازیں یہاں اشکال تو اس وجہ سے ہے کہ آپ نے ان مرتدین کو ''اصیحابی'' فرمایا اور جب آپ پر اپنی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ اپنی امت کو پہچانتے ہیں تو پھر آپ نے ان مرتدین کے متعلق ''میرے صحابہ'' کیسے فرمایا' نیز عرض اعمال کے علاوہ آپ کی امت کا چہرہ سفید ہو گا بلکہ وہ غرّ محجّل (جن کے چہرے اور ہاتھ پیر سفید ہوں) ہوں گے وہ دائیں جانب ہوں گے' ان کی عبادات کا نور ان کے آگے آگے ہو گا' ان کے چہرے خوش و خرم ہوں گے' وہ اپنے رب کے دیدار میں محو ہوں گے' ان علامات سے قیامت کے دن کسی شخص کو بھی مؤمن اور کافر میں اشتباہ نہیں ہو گا اور ہر شخص کے نزدیک وہ متمیز ہوں گے' اس لیے یہ اشکال پیدا ہو گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مرتدین کو ''اصیحابی'' میرے اصحاب کیسے فرمایا؟

اس لیے اس سوال کا صحیح جواب وہی ہے جو علامہ زرقانی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلے ان کو ''اصیحابی'' فرمانا' اس لیے تھا کہ ان کی اُمید قائم تھی اور بعد میں ''سحقًا سحقًا'' فرما کر ان کی اُمید کو توڑ دیا اور امید بندھ کر ٹوٹ جانا زیادہ حسرت اور عذاب کا موجب ہوتا ہے' علامہ زرقانی نے دوسرا جواب یہ لکھا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پہلے منافقین کو مسلمانوں کے حکم میں رکھا اور پھر ان کا نفاق ظاہر کر کے ان کو رسوا کر دیا۔ اسی طرح ان منافقین کو پہلے مسلمانوں کی علامت کے ساتھ اُٹھایا جائے گا اور یہ بھی غرّ محجّل ہوں گے اور پھر ان کا نفاق اور ارتداد ظاہر کر کے ان کو رسوا کر دیا جائے گا' لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کو ''اصیحابی'' فرمانا ان کے غرّ محجّل ہونے کے اعتبار سے ہے اور بعد میں ''سحقًا سحقًا'' فرما کر ان کو اپنے حوض سے دُور کر دینا ایسے ہی ہے جیسے دنیا میں آپ

نے منافقین کو مسجد نبوی سے نکال دیا تھا اور مرتدین پر یہ توجیہ اس طرح منطبق ہوتی ہے کہ مرتدین پہلے اسلام لائے اور پھر دین اسلام سے منحرف ہو گئے تو آپ کا ان کو ''اصیحابی'' فرمانا ان کے پہلے حال اسلام کے اعتبار سے ہے اور بعد میں ''سحقًا سحقًا'' فرما کر ان کو حوض سے دور کر دینا ان کے ارتداد کی سزا ہے۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ یہ توجیہ زیادہ ظاہر ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ منافقین کو ایک نور دیا جائے گا اور ان کی ضرورت کے وقت اس نور کو بجھا دیا جائے گا' پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے ظاہر ایمان کی وجہ سے ان کو نور عطا کیا تا کہ وہ اس سے دھوکا کھائیں اور ان کی ضرورت کے وقت پل صراط پر اس نور کو بجھا دیا' اسی طرح یہ مستبعد نہیں ہے کہ پہلے ان کے چہرے اور ہاتھ پیروں کو سفید کر کے غرّہ اور تحجیل کے ساتھ ان کا حشر کیا جائے اور آپ اس علامت کی وجہ سے ان کو ''اصیحابی'' فرمائیں اور جب ان کو حوض پر پانی پینے کی ضرورت ہو تو آپ ان کو ''سحقًا سحقًا'' فرما کر حوض سے دور کر دیں' اور اللہ تعالیٰ مکر کرنے والوں کو ان کے مکر کی یونہی جزاء دیتا ہے۔ (شرح المؤطا للزرقانی ج ۱ ص ۶۰' مصر)

میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اگر عرض اعمال کی حدیث صحیح ہو' تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر وقت آپ کے ذہن میں وہ لوگ محفوظ رہیں' خاص طور پر حشر کے وقت بھی۔ (اوجز المسالک ج ۱ ص ۶۲' ھند)

یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو ان کے ارتداد اور نفاق کا علم ہو لیکن محشر کی حشر سامانیوں کی بناء پر اس طرف توجہ نہ رہے' یہ جواب بھی صحیح اور درست ہے۔

شیخ تھانوی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علمِ غیب کی نفی ثابت کرنے کے بیان میں لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں ہے کہ بعض امتیوں کی نسبت قیامت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا جائے گا: ''انک لا تدری ما احدثوا بعدک'' اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے بعض ازمنہ تک بھی کہ آخر عمر سے بہت متاخر ہے' آپ پر بعض کونیات ظاہر نہیں ہوئے نہ بالذات نہ بالعطاء۔ (بسط البنان مع حفظ الایمان ص ۱۷' مکتبہ نعمانیہ' دیو بند)

تھانوی صاحب کی تصریح کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لوگوں کے کفر اور ارتداد کا علم نہیں تھا' حالانکہ قرآن مجید کے مطابق میدانِ حشر میں کافروں اور مرتدوں کی علامات ہر شخص پر عیاں اور بیاں ہوں گی' ان کے چہرے کالے اور غبار آلود ہوں گے' آنکھیں پتھرائی ہوئی نیلگوں ہوں گی اور وہ زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہوں گے' اور ان کی علامات کی وجہ سے ان کی پہچان کا تعلق علمِ غیب کی بجائے علمِ شہادت سے ہوگا' اور میدانِ حشر میں موجود ہر شخص جان لے گا کہ کافر کون ہے اور مسلمان کون ہے' کس قدر حیرت کی بات ہے کہ علمِ رسالت کے انکار میں یہ لوگ اس قدر جری ہو گئے کہ علمِ غیب تو الگ رہا' اب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علمِ شہادت کی بھی نفی کرنے لگے!

میرے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہٗ العزیز نے بھی اس حدیث کی روشنی میں علم رسالت پر گفتگو کی ہے جس کو میں یہاں من و عن تبرکاً نقل کر رہا ہوں:

رہا قیامت کا واقعہ جس میں مذکور ہے کہ جماعت مرتدین کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''اصیحابی اصیحابی'' فرما کر بلائیں گے اور اس وقت آپ سے کہا جائے گا کہ آپ کو نہیں معلوم' انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور کو قیامت کے دن بھی بعض باتوں کا علم نہ ہوگا۔ یہ عجیب قسم کا شبہ ہے' جو حدیث مثبتِ علم ہو اس کو نفی میں پیش کیا جا رہا ہے۔ غور فرمایئے! یہ واقعہ قیامت کے دن ہوگا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو پہلے بیان فرما رہے ہیں' علم نہ تھا تو بیان کیسے فرمایا۔

رہی یہ بات کہ پھر حضور سے یہ کیوں کہا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ

مسلم شریف جلد ثانی، مطبوعہ مطبع انصاری، دہلی، ص ۲۴۹ میں منکرین کی یہی پیش کردہ حدیث بایں الفاظ موجود ہے:
''فیقال اما شعرت ما عملوا بعدك'' حضور ﷺ سے کہا جائے گا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کام کیے۔
''ما شعرت'' جملہ منفیہ پر ہمزہ استفہام انکاری داخل ہوا، نفی کا انکار اثبات ہوتا ہے۔ لہٰذا حدیث مبارکہ سے مرتدین کے اعمال کا علم حضور سیّد عالم ﷺ کے لیے ثابت ہوا۔ چونکہ واقعہ ایک ہے، صرف اس کی روایتوں میں تعدد ہے، اس لیے جب ایک روایت میں ہمزۂ استفہام مذکور ہو گیا تو ہر روایت میں اس کے معنی ملحوظ رہیں گے اور جس روایت میں وہ مذکور نہیں، وہاں محذوف ماننا پڑے گا، مثلاً ''انك لا تدری'' والی حدیث میں ہمزہ مذکور نہیں تو یہاں محذوف مانیں گے اور اصل عبارت یوں ہوگی کہ ''أإنك لا تدری'' کیا آپ نہیں جانتے!...... ورنہ حدیثوں میں تعارض ہوگا کیونکہ ہمزہ استفہام کا محذوف ہونا تو صحیح ہے جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں محذوف ہے، حضرت ابراہیم کا مقولہ ''ھذا ربی'' میں مفسرین نے ''اھذا ربی'' فرمایا ہے۔ یعنی کیا یہ میرا رب ہے لیکن اس کا زائد ہونا صحیح نہیں ہے۔
اگر ''انك لا تدری'' والی روایت میں ہمزہ استفہام محذوف نہ مانیں تو ''اما شعرت'' والی روایت میں ہمزہ کو زائد ماننا پڑے گا جو کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا، خصوصاً جبکہ حضور سیّد عالم ﷺ کے کمال علمی کی نفی ہوتی ہو۔
پھر یہ کہ احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو اپنی امت کے تمام اچھے اور بُرے اعمال کا علم ہے، ترمذی شریف میں حدیث وارد ہے:
''عرضت علی اعمال امتی حسنها و قبيحها'' میری امت کے تمام اچھے اور بُرے اعمال مجھ پر پیش کیے گئے۔
اب غور فرمائیے کہ مرتدین بھی حضور ﷺ کی امت میں داخل تھے، ان کا مرتد ہونا عمل قبیح ہے۔ اعاذنا اللّٰہ تعالٰی منه.
جب امت کے تمام اعمالِ حسنہ اور قبیحہ حضور کے سامنے پیش کیے گئے تو ان کا ارتداد جو عمل قبیح ہے، وہ بھی ضرور پیش ہوا، پھر حضور ﷺ کو ان کے عملوں کا علم نہ ہونا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حدیث مذکور کے یہی معنی صحیح ہیں کہ اے حبیب ﷺ! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے کیا عمل کیے۔ آپ کو معلوم تو ہے، پھر بھی آپ غلبۂ رحمت کے حال میں ان کو اپنی طرف لے جا رہے ہیں۔
یہ حقیقت ہے کہ جب کریم کو سخاوت کرنے کے لیے بٹھا دیا جائے تو اس وقت اس کے دریائے سخا میں ایسا جوش ہوتا ہے کہ دشمن کی دشمنی کی طرف اس کی توجہ نہیں رہتی اور وہ بے اختیار اپنے کرم کا دامن اس کی طرف پھیلا دیتا ہے اور جب اسے توجہ دلائی جائے تو اس وقت متوجہ ہوتا ہے۔
یہاں بالکل یہی معاملہ ہے۔
ساقیٔ کوثر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ حوضِ کوثر پر رونق افروز ہیں، اپنے غلاموں کو چھلکتے ہوئے جام پلا رہے ہیں۔ مرتدین کی جماعت ادھر سے گزرتی ہے، حضور کو ان کے عملوں کا پورا پورا علم ہے، مگر اس وقت دریائے جود و سخا موجزن اور شانِ رحمت کا ظہور اتم ہے، اس لیے ان کی بداعمالیوں کی طرف خیال مبارک جاتا ہی نہیں اور اپنے لطفِ عمیم اور کرمِ جسیم کے غلبہ حال میں بے اختیار فرما دیتے ہیں: ''اصیحابی، اصیحابی''۔
لیکن جب توجہ دلائی جاتی ہے کہ ''اما شعرت ما احدثوا بعدك'' پیارے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے

کیا کیا؟

پس فوراً توجہ مبارکہ ان کی بداعمالیوں کی طرف مبذول ہو جاتی ہے اور ارشاد فرماتے ہیں:

''سحقاً سحقاً'' انہیں دور لے جاؤ' دور لے جاؤ۔

طالب حق کے لیے اس حدیث کا صحیح مطلب سمجھنے کے لیے یہ بیان کافی ہے۔

(مقالات کاظمی ج ۲ ص ۱۲۵۔ ۱۲۳' مکتبہ فریدیہ ساہیوال' ۱۳۹۷ھ)

۳۳۵۰ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِي أَخِي عَبْدُالْحَمِيدِ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَلْقٰى إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ آزَرَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَعَلٰى وَجْهِ آزَرَ قَتَرَةٌ وَّغَبَرَةٌ فَيَقُولُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ أَلَمْ أَقُلْ لَّكَ لَاتَعْصِنِي فَيَقُولُ أَبُوْهُ فَالْيَوْمَ لَاأَعْصِيكَ فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ يَارَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَّنِي أَنْ لَّاتُخْزِيَنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ فَأَيُّ خِزْيٍ أَخْزٰى مِنْ أَبِي الْأَبْعَدِ فَيَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى إِنِّي حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ ثُمَّ يُقَالُ يَا إِبْرَاهِيمُ مَاتَحْتَ رِجْلَيْكَ فَيَنْظُرُ فَإِذَا هُوَ بِذِيْخٍ مُلْتَطِخٍ فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهٖ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۶۸۔ ۴۷۶۹] (سنن کبریٰ للنسائی: ۱۱۳۷۵' المستدرک ج ۲ ص ۲۳۸' کنز العمال: ۳۲۲۹۲' مشکوۃ: ۵۵۳۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی عبدالحمید نے خبر دی از ابن ابی ذئب از سعید المقبری از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' آپ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے (عرفی) باپ آزر سے قیامت کے دن ملاقات کریں گے اور آزر کے چہرے پر سیاہی اور گردوغبار ہوگا' حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے کہیں گے: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میری نافرمانی نہ کرو' ان کا (عرفی) باپ کہے گا: پس آج میں تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا' پس حضرت ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے: اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے قیامت کے دن رسوا نہیں کرے گا تو اس سے بڑھ کر اور کیا رسوائی ہوگی کہ میرا (عرفی) باپ تیری رحمت سے بہت زیادہ دور ہے' پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے جنت کو کافروں پر حرام کر دیا ہے' پھر کہا جائے گا: اے ابراہیم! آپ کے پیروں کے نیچے کیا ہے؟ تو حضرت ابراہیم دیکھیں گے تو وہاں ایک ذبح شدہ جانور خون میں لتھڑا ہوا پڑا ہوگا! پھر اس کے پاؤں کو پکڑ کر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

آزر کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کی توجیہ

حضرت ابراہیم کے عرفی باپ کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کا اس آیت میں ذکر ہے:

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرٰهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ أَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرٰهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ○ (التوبہ: ۱۱۴)

اور ابراہیم کا اپنے (عرفی) باپ کے لیے استغفار کرنا صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو ابراہیم نے اس سے کیا تھا اور جب ان پر یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے' بے شک ابراہیم بہت نرم دل اور بہت بردبار تھے ○

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس اصول سے لاعلم نہیں تھے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کی مغفرت نہیں فرمائے گا' پھر انہوں نے آزر کی سفارش کیوں کی؟ نیز اس آیت میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر سے بیزار ہو گئے تھے' پھر وہ قیامت کے دن آزر

کی شفاعت کیوں کریں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم اللہ تعالیٰ سے آزر کے لیے جو دعا کریں گے' اس سے آزر کی شفاعت کرنا مقصود نہیں ہوگا بلکہ اس دعا سے آزر کے سامنے یہ عذر پیش کرنا مقصود ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو اللہ تعالیٰ سے ان کی شفاعت کر دی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ کافروں کو جنت میں داخل نہیں فرماتا اور اللہ تعالیٰ اپنے قانون کی خلاف ورزی نہیں کرتا' سوتمہاری مغفرت ممکن ہی نہیں ہے' اگر تمہاری مغفرت ممکن ہوتی تو ضرور میری شفاعت سے تمہاری مغفرت ہو جاتی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آزر کے کفر اور شرک کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی زندگی میں ہی اس سے بیزار ہو چکے تھے' لیکن قیامت کے دن کی ہولناکی اور میدانِ محشر کی دہشت سے آپ کا ذہن اس کے شرک اور کفر کی طرف متوجہ نہیں ہوگا اور آپ اس کی شفاعت کریں گے' پھر جب اللہ تعالیٰ آزر کے کفر اور شرک کو بجو کی صورت میں مسخ کر کے گندگی میں لتھڑا ہوا آپ کے پیروں میں ڈال دے گا تو پھر آپ کا ذہن اس کے شرک کی طرف متوجہ ہوگا اور جس طرح آپ اپنی زندگی میں اس سے بیزار ہوئے تھے' قیامت کے دن بھی اس سے بیزار ہو جائیں گے۔

٣٣٥١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَمْرٌو اَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ وَجَدَ فِيهِ صُوْرَةَ اِبْرَاهِيمَ وَصُوْرَةَ مَرْيَمَ فَقَالَ اَمَا هُمْ فَقَدْ سَمِعُوْا اَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُوْرَةٌ هٰذَا اِبْرَاهِيمُ مُصَوَّرٌ فَمَالَهُ يَسْتَقْسِمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ بکیر نے ان کو حدیث بیان کی از کریب مولیٰ ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت مریم کی (مجسم) تصویر دیکھی تو آپ نے فرمایا: رہے یہ (قریش) لوگ تو انہوں نے یہ سنا ہوا ہے کہ فرشتے اس گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں تصویر ہو اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی (مجسم) تصویر بنی ہوئی ہے' پس وہ فال کے تیر نہیں نکالتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٩٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٥٢ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَاَى الصُّوَرَ فِي الْبَيْتِ لَمْ يَدْخُلْ حَتّٰى اَمَرَبِهَا فَمُحِيَتْ وَرَاٰى اِبْرَاهِيمَ وَاِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ بِاَيْدِيهِمَا الْاَزْلَامُ فَقَالَ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهِ اِنِ اسْتَقْسَمَا بِالْاَزْلَامِ قَطُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں مجسم تصویریں دیکھیں تو آپ بیت اللہ میں داخل نہیں ہوئے' حتیٰ کہ آپ نے ان تصویروں کو مٹانے کا حکم دیا' سو وہ تصویریں مٹائی گئیں اور آپ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے ہاتھوں میں فال نکالنے کے تیر دیکھے تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہلاک کر دے! اللہ کی

قسم! انہوں نے کبھی فال کے تیر نہیں نکالے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۵۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ اَبِي سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَكْرَمُ النَّاسِ قَالَ اَتْقَاهُمْ فَقَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَيُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيْلِ اللّٰهِ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْاَلُوْنَ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا قَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ وَمُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۳۳۷۴-۳۳۸۳-۳۴۹۰-۴۶۸۹] (صحیح مسلم: ۲۳۷۸' الرقم المسلسل: ۶۰۵۵' سنن دارمی: ۲۲۳' السنن الکبریٰ: ۱۱۲۴۹' صحیح ابن حبان: ۶۴۸' الادب المفرد: ۱۲۹' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۹۵۶۸- ج ۱۵ ص ۳۴۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! (اللہ کے نزدیک) سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو سب سے زیادہ متقی ہو' صحابہ نے عرض کیا: ہم اس کے متعلق آپ سے سوال نہیں کر رہے' تو آپ نے فرمایا: وہ یوسف نبی اللہ ہیں جو ابن نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ ہیں' صحابہ نے کہا: ہم آپ سے اس کے متعلق سوال نہیں کر رہے' آپ نے فرمایا: تم عرب کے معادن کے متعلق سوال کر رہے ہو' ان میں جو زمانۂ جاہلیت میں سب سے بہتر تھے وہ زمانہ اسلام میں بھی سب سے بہتر ہیں جب وہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔ ابواسامہ اور معتمر نے کہا از عبید اللہ از سعید از حضرت ابو ہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث کی مثل۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس حیثیت سے ہے کہ اس حدیث میں خلیل اللہ کا ذکر ہے۔

سب سے زیادہ متقی' معادن اور فقہ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سب سے زیادہ معزز کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: جس کا تقویٰ سب سے زیادہ ہو' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ. (الحجرات: ۱۳) بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔

حدیث مذکور میں فرمایا: پس یوسف نبی اللہ ہیں' یعنی سب سے زیادہ مکرم اور مشرف حضرت یوسف علیہ السلام ہیں' کیونکہ جو اپنے رب عزوجل سے ڈرتا ہے وہ سب سے زیادہ معزز ہوتا ہے' کیونکہ خوفِ خدا اس کو عزت کے اسباب پر برانگیختہ کرتا ہے' اس لیے وہ خوفِ خدا کی وجہ سے اکثر مباحات سے بھی پرہیز کرتا ہے' چہ جائیکہ وہ گناہوں کا ارتکاب کرے۔

اس حدیث میں معادن عرب کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: عرب کے وہ اجداد جن پر وہ فخر کرتے تھے' ان کو معادن جمع کے صیغہ سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ ان کی صلاحیتیں مختلف ہیں۔ ان کو معادن سے اس لیے تعبیر فرمایا ہے کہ جس طرح معادن جواہر نفیسہ کا ظرف ہوتے ہیں' اسی طرح وہ اجداد علوم کا ظرف ہوتے ہیں' پھر اس میں یہ قید لگائی کہ جب وہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں' کیونکہ جو شخص زمانۂ جاہلیت میں شریف ہے وہ اس شخص سے بہتر ہے جو زمانۂ جاہلیت میں شریف نہیں تھا' فقہ سے مراد علم ہے اور عرف میں اس

سے مراد علم شریعت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٣٨، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

٣٣٥٤ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ حَدَّثَنَا عَوْفٌ حَدَّثَنَا اَبُوْرَجَاءٍ حَدَّثَنَا سَمُرَةُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِىَ اللَّيْلَةَ 'اتِيَانِ فَاَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ طَوِيْلٍ لَا اَكَادُ اَرٰى رَاْسَهٗ طُوْلًا فِى السَّمَآءِ وَاِنَّهٗ اِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

قَوْلُهٗ فَاَتَيْنَا اَىْ فَذَهَبَا بِىْ حَتّٰى اَتَيْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مؤمل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات میرے پاس دو آنے والے آئے سو ہم ایک طویل مرد کے پاس آئے وہ اس قدر لمبے تھے کہ میں ان کا سر نہیں دیکھ سکا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٨٤٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٥٥ - حَدَّثَنِىْ بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا النَّضْرُ اَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَذَكَرُوْا لَهُ الدَّجَّالَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوْبٌ كَافِرٌ اَوْ كَ فَ رَ. قَالَ لَمْ اَسْمَعْهُ وَلٰكِنَّهٗ قَالَ اَمَّا اِبْرَاهِيْمُ فَانْظُرُوْا اِلٰى صَاحِبِكُمْ وَاَمَّا مُوْسٰى فَجَعْدٌ 'ادَمُ عَلٰى جَمَلٍ اَحْمَرَ مَخْطُوْمٍ بِخُلْبَةٍ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ انْحَدَرَ فِى الْوَادِىْ يُكَبِّرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے بیان بن عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی از مجاہد انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے ان سے دجال کا ذکر کیا کہ اس کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا یا ک ف ر لکھا ہوگا حضرت ابن عباس نے کہا: میں نے اس کو نہیں سنا لیکن آپ نے یہ فرمایا تھا کہ رہے حضرت ابراہیم علیہ السلام تو تم اپنے پیغمبر کی طرف دیکھو اور رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام تو ان کا جسم گٹھا ہوا ہے اور وہ گندم گوں رنگ کے ہیں وہ سرخ اونٹ پر سوار تھے اس کی ناک میں کھجور کی چھال کی مہار تھی گویا کہ میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں وہ اللہ اکبر کہتے ہوئے ایک وادی میں اتر رہے ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٥٥٢ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٥٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقُرَشِىُّ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَتَنَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيْنَ سَنَةً بِالْقَدُوْمِ. حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ بِالْقَدُوْمِ مُخَفَّفَةً تَابَعَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ وَتَابَعَهٗ عَجْلَانُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مغیرہ بن عبدالرحمان القرشی نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مقام قدوم میں اسّی (٨٠) سال کی عمر میں ختنہ کرایا۔ ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی کہ القدوم بغیر

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ.

[طرف الحدیث:۶۲۹۸] (صحیح مسلم:۲۳۷۱'الرقم المسلسل:۶۰۳۹)

تشدید کے ہے'عبدالرحمان بن اسحاق نے شعیب کی متابعت کی ہے از ابی الزناد اور عبدالرحمان بن اسحاق کی متابعت عجلان نے کی ہے از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور اس حدیث کو محمد بن عمرو نے از ابی سلمہ روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں ہے۔

ختنہ کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اور ختنہ کے مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ختنے کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر اسّی سال تھی۔ قاضی عیاض نے کہا کہ امام مالک اور اوزاعی نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے اور اس میں مذکور ہے کہ اس وقت ان کی عمر ایک سو بیس سال تھی' اور اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اسّی سال زندہ رہے' امام حبان نے اپنی صحیح میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ اس وقت ان کی عمر ستر سال تھی' ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم ایک سو ستر سال زندہ رہے۔

اس حدیث میں ''القدوم'' کا ذکر ہے''القدوم'' دال کی تشدید کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور بغیر تشدید کے بھی پڑھا گیا ہے' بغیر تشدید کے اس کا معنی ہے: لکڑی کاٹنے کی آری اور تشدید کے ساتھ اس کا معنی ہے: شام کی ایک بستی' اور بعض نے کہا ہے کہ ہر صورت میں اس کا معنی بستی ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ختنہ کرایا تو ان کی اولاد میں ختنہ کرانا سنت ہو گیا' اور بنو اسرائیل بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک ختنہ کراتے رہے تھے اور عیسائیوں نے اس حکم کو بدل دیا' امام شافعی کے نزدیک ختنہ کرانا واجب ہے اور اکثر علماء کے نزدیک ختنہ کرانا سنت ہے اور بلوغ کے بعد ختنہ کرانا واجب ہو جاتا ہے' مستحب یہ ہے کہ ولادت کے ساتویں دن ختنہ کرایا جائے۔

(عمدۃ القاری ج۱۵ص۳۴۰' دارالکتب العلمیہ بیروت'۱۴۲۱ھ)

۳۳۵۷ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ تَلِيْدٍ الرُّعَيْنِيُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكْذِبْ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَّا ثَلَاثًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن تلید الرعینی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے جریر بن حازم نے خبر دی از ایوب از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین (ظاہری) جھوٹ بولے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۲۱۷ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۵۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمْ يَكْذِبْ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَّا ثَلٰثَ كَذَبَاتٍ ثِنْتَيْنِ مِنْهُنَّ فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ قَوْلُهُ ﴿اِنِّيْ سَقِيْمٌ﴾ (الصافات:۸۹) وَقَوْلُهُ ﴿بَلْ فَعَلَهٗ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ہمیں محمد بن محبوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین ظاہری جھوٹ بولے تھے' ان میں سے دو تو اللہ عزوجل کی ذات کے متعلق تھے' ایک ان کا قول یہ

كَبِيْرُهُمْ هٰذَا﴾ (الانبیاء:٦٣) وَقَالَ بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَّسَارَةُ اِذْ اَتٰى عَلٰى جَبَّارٍ مِّنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيْلَ لَهُ اِنَّ هَاهُنَا رَجُلًا مَّعَهُ اِمْرَاَةٌ مِّنْ اَحْسَنِ النَّاسِ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَسَاَلَهُ عَنْهَا فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ قَالَ اُخْتِيْ فَاَتٰى سَارَةَ قَالَ يَاسَارَةُ لَيْسَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِيْ وَغَيْرَكِ وَاِنَّ هٰذَا سَاَلَنِيْ فَاَخْبَرْتُهُ اَنَّكِ اُخْتِيْ فَلَا تُكَذِّبِيْنِيْ فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ ذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهٖ فَاُخِذَ فَقَالَ اُدْعِي اللّٰهَ لِيْ وَلَا اَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَاُطْلِقَ ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّانِيَةَ فَاُخِذَ مِثْلَهَا اَوْ اَشَدَّ فَقَالَ اُدْعِي اللّٰهَ لِيْ وَلَا اَضُرُّكِ فَدَعَتْ فَاُطْلِقَ فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهٖ فَقَالَ اِنَّكُمْ لَمْ تَاْتُوْنِيْ بِاِنْسَانٍ اِنَّمَا اَتَيْتُمُوْنِيْ بِشَيْطَانٍ فَاَخْدَمَهَا هَاجَرَ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فَاَوْمَاَ بِيَدِهٖ مَهْيَمْ قَالَتْ رَدَّ اللّٰهُ كَيْدَ الْكَافِرِ اَوِالْفَاجِرِ فِيْ نَحْرِهٖ وَاَخْدَمَ هَاجَرَ. قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ فَتِلْكَ اُمُّكُمْ يَا بَنِيْ مَاءِ السَّمَاءِ.

تھا کہ بے شک میں بیمار ہوں (الصافات:٨٠) دوسرا قول یہ تھا کہ یہ کام ان کے اس بڑے نے کیا ہے (الانبیاء:٦٣) اور (تیسرا ظاہری جھوٹ یہ تھا) کہ ایک دن وہ اور حضرت سارہ ظالموں میں سے ایک ظالم بادشاہ (کے ملک میں) آئے' اس بادشاہ کو بتایا گیا کہ بے شک یہاں ایک آدمی آیا ہے اور اس کے ساتھ ایسی عورت ہے جو تمام لوگوں سے زیادہ حسین ہے' بادشاہ نے ان کی طرف کسی کو بھیجا اور اس عورت کے متعلق سوال کیا' پس پوچھا کہ یہ کون ہے؟ حضرت ابراہیم نے کہا: یہ میری (دینی) بہن ہے' پھر حضرت ابراہیم حضرت سارہ کے پاس آئے اور کہا: اے سارہ! اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا اور کوئی مؤمن نہیں ہے اور اس نے مجھ سے سوال کیا ہے تو میں نے اس کو بتایا ہے کہ تم میری (دینی) بہن ہو' سو تم میری تکذیب نہ کرنا' ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا' جب وہ ان کے پاس گیا اور اپنے ہاتھ سے ان کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو اس کا ہاتھ مفلوج ہو گیا' پس اس نے کہا: آپ اللہ سے میرے لیے دعا کریں اور میں آپ کو کوئی ضرر نہیں دوں گا' حضرت سارہ نے اللہ سے دعا کی تو اس کا ہاتھ درست کر دیا گیا' اس نے دوسری بار ان کو پکڑا' وہ پھر اسی طرح مفلوج ہو گیا یا اس سے زیادہ' اس نے پھر کہا: آپ اللہ سے میرے لیے دعا کریں اور میں آپ کو ضرر نہیں دوں گا' حضرت سارہ نے دعا کی تو اس کو درست کر دیا گیا' پھر اس نے اپنے کسی محافظ کو بلایا اور کہا: تم میرے پاس کسی انسان کو نہیں لائے ہو' تم تو میرے پاس جنّیہ کو لائے ہو' پھر اس نے حضرت سارہ کو حضرت ھاجَر بہ طور خادمہ دے دی' حضرت ابراہیم کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے' انہوں نے ہاتھ کے اشارہ سے پوچھا: کیا ہوا؟ انہوں نے بتایا: اللہ تعالیٰ نے کافر یا فاجر کی سازش کو اس کے اوپر اُلٹ دیا اور ھاجَر بہ طور خادمہ دے دی۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: یہ تمہاری ماں ہیں' اے بارش کے بیٹو!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢١٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٥٩ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى اَوِ ابْنُ سَلَامٍ عَنْهُ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ سَعِيْدِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی یا ان سے ابن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے

بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أُمِّ شَرِيكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَقَالَ كَانَ يَنْفُخُ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی از عبدالحمید بن جبیر از سعید بن المسیب از حضرت اُم شریک رضی اللہ عنہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھپکلی کو مارنے کا حکم دیا اور فرمایا: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام (کی آگ) پر پھونک مار رہی تھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۳۰۷ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٦٠- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿الَّذِينَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (الانعام: ٨٢) قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ قَالَ لَيْسَ كَمَا تَقُوْلُوْنَ لَمْ يَلْبِسُوْا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ بِشِرْكٍ أَوَلَمْ تَسْمَعُوْا إِلٰى قَوْلِ لُقْمَانَ لِابْنِهٖ ﴿يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ○﴾ (لقمان: ١٣).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے باپ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا۔ (الانعام: ۸۲) تو ہم نے کہا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کون شخص ہے جو اپنی جان پر ظلم نہیں کرتا؟ آپ نے فرمایا: اس طرح نہیں ہے جس طرح تم کہہ رہے ہو۔ "لم یلبسو ایمانهم بظلم" کا معنی ہے جس نے اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ نہیں ملایا۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا: اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ (کسی کو) شریک نہ بنانا، بے شک شرک کرنا (سب سے) بڑا ظلم ہے○ (لقمان: ۱۳)

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۲ میں گزر چکی ہے۔

٩- بَابُ ﴿يَزِفُّوْنَ﴾ اَلنَّسَلَانُ فِي الْمَشْيِ

"یَزِفُّون" (الصّٰفّٰت: ۹۴) کا معنی ہے: دوڑ کر چلے

امام بخاری نے اس آیت کا ایک لفظ ذکر کیا ہے، پوری آیات حسب ذیل ہیں:

فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ○ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ○ فَرَاغَ إِلٰى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُوْنَ○ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ○ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ○ فَأَقْبَلُوْا إِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ○ قَالَ أَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ○ (الصّٰفّٰت: ٨٩-٩٥)

پس (ابراہیم نے) کہا: بے شک میں بیمار ہونے والا ہوں○ تو وہ ان سے پیٹھ پھیر کر چلے گئے○ پھر (ابراہیم) ان کے معبودوں کی طرف خاموشی سے گئے، پس فرمایا: کیا تم کھاتے نہیں؟○ تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم بولتے نہیں○ پھر چپکے سے جا کر ان کے دائیں ہاتھ پر کاری ضرب لگائی○ تو لوگ ان کی طرف دوڑتے ہوئے آئے○ (ابراہیم نے) کہا: تم ان بتوں کو پوجتے ہو جن کو تم خود تراشتے ہو○

٣٣٦١- حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَصْرٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم بن نصر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بِلَحْمٍ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَجْمَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ وَيُنْفِذُهُمُ الْبَصَرُ وَتَدْنُو الشَّمْسُ مِنْهُمْ فَذَكَرَ حَدِيْثَ الشَّفَاعَةِ فَيَاْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ وَخَلِيْلُهٗ مِنَ الْاَرْضِ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ فَيَقُوْلُ فَذَكَرَ كَذَبَاتِهٖ نَفْسِيْ نَفْسِيْ اِذْهَبُوْا اِلٰى مُوْسٰى تَابَعَهٗ اَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

بیان کی از ابی حیان از ابی زرعہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گوشت بھیجا گیا' پس آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام اوّلین اور آخرین کو ایک میدان میں اس طرح جمع کرے گا کہ پکارنے والا سب کو اپنی بات سنا سکے گا اور سب کو دیکھ سکے گا' اور سورج ان کے قریب ہو جائے گا' پھر آپ نے شفاعت کی حدیث کا ذکر کیا' پس لوگ حضرت ابراہیم کے پاس آئیں گے' سو کہیں گے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں اور زمین والوں میں سے اللہ کے خلیل ہیں' آپ ہمارے لیے اپنے رب کے پاس شفاعت کیجئے' پس حضرت ابراہیم اپنی ظاہری خلاف واقع باتوں کا ذکر کریں گے (اور) کہیں گے: مجھے اپنی فکر ہے' مجھے اپنی فکر ہے' تم حضرت موسیٰ کی طرف جاؤ۔ حضرت ابوہریرہ کی متابعت حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کی ہے از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۴۰ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٦٢ - حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ اَبُوْ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَرْحَمُ اللّٰهُ اُمَّ اِسْمٰعِيْلَ لَوْلَا اَنَّهَا عَجِلَتْ لَكَانَ زَمْزَمُ عَيْنًا مَّعِيْنًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن سعید ابوعبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی از والد خود از ایوب از عبداللہ بن سعید بن جبیر از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل کی ماں پر رحم فرمائے! اگر وہ جلدی نہ کرتیں (اور اس کے گرد منڈیر نہ بناتیں) تو زمزم ایک بہنے والا چشمہ (دریا) ہوتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۶۸ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٦٣ - قَالَ الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَمَّا كَثِيْرُ بْنُ كَثِيْرٍ فَحَدَّثَنِيْ قَالَ اِنِّيْ وَعُثْمَانُ ابْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ جُلُوْسٌ مَّعَ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ مَاهٰكَذَا حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ اَقْبَلَ اِبْرَاهِيْمُ بِاِسْمَاعِيْلَ وَاُمِّهٖ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَهِيَ تُرْضِعُهٗ مَعَهَا شَنَّةٌ لَّمْ يَرْفَعْهُ ثُمَّ جَاءَ بِهَا اِبْرَاهِيْمُ وَبِابْنِهَا اِسْمَاعِيْلَ.

انصاری نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' رہے کثیر بن کثیر سو انہوں نے مجھے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں اور عثمان بن ابی سلیمان' سعید بن جبیر کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس طرح حدیث نہیں بیان کی' انہوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم علی علیہ السلام' حضرت اسماعیل اور ان کی ماں علیہا السلام کو لے کر آئے اور وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلا رہی تھیں' ان کے ساتھ ایک پرانی مشک تھی' حضرت ابن عباس نے اس حدیث کو مرفوع بیان نہیں کیا' پھر حضرت ابراہیم

علیہ السلام ان کو اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل کو لے کر آئے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٣٦٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٦٤ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَكَثِيْرِ بْنِ كَثِيْرِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ اَبِيْ وَدَاعَةَ يَزِيْدُ اَحَدُهُمَا عَلَى الْاٰخَرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَوَّلَ مَا اتَّخَذَ النِّسَاءُ الْمِنْطَقَ مِنْ قِبَلِ اُمِّ اِسْمَاعِيْلَ اتَّخَذَتْ مِنْطَقًا لِّتُعَفِّيَ اَثَرَهَا عَلٰى سَارَةَ ثُمَّ جَاءَ بِهَا اِبْرَاهِيْمُ وَبِابْنِهَا اِسْمٰعِيْلَ وَهِيَ تُرْضِعُهُ حَتّٰى وَضَعَهُمَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِيْ اَعْلَى الْمَسْجِدِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ اَحَدٌ وَّلَيْسَ بِهَا مَاءٌ فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيْهِ تَمْرٌ وَّسِقَاءٌ فِيْهِ مَاءٌ ثُمَّ قَفّٰى اِبْرَاهِيْمُ مُنْطَلِقًا فَتَبِعَتْهُ اُمُّ اِسْمٰعِيْلَ فَقَالَتْ يَا اِبْرَاهِيْمُ اَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهٰذَا الْوَادِي الَّذِيْ لَيْسَ فِيْهِ اِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ فَقَالَتْ لَهٗ ذٰلِكَ مِرَارًا وَّجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ اِلَيْهَا فَقَالَتْ لَهٗ آللّٰهُ الَّذِيْ اَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَتْ اِذَنْ لَّا يُضَيِّعُنَا. ثُمَّ رَجَعَتْ فَانْطَلَقَ اِبْرَاهِيْمُ حَتّٰى اِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهٗ اِسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ ثُمَّ دَعَا بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ ﴿رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ حَتّٰى بَلَغَ يَشْكُرُوْنَ﴾ (ابراہیم: ٣٧) وَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ تُرْضِعُ اِسْمَاعِيْلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ حَتّٰى اِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ اِلَيْهِ يَتَلَوّٰى اَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَيْهِ فَوَجَدَتِ الصَّفَا اَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْاَرْضِ يَلِيْهَا فَقَامَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرٰى اَحَدًا فَلَمْ تَرَ اَحَدًا فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْاِنْسَانِ الْمَجْهُوْدِ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ ثُمَّ اَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ایوب السختیانی اور کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وداعہ ان میں سے ایک دوسرے پر اضافہ کرتا تھا از سعید بن جبیر انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ سب سے پہلے عورتوں میں کمر پر پٹی باندھنے کا رواج حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ سے چلا ہے سب سے پہلے انہوں نے کمر میں پٹی اس لیے باندھی تھی تاکہ ان کے نشانات کو حضرت سارہ نہ پا سکیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر آئے اور وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلا رہی تھیں حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں کو بیت اللہ کے پاس ایک گھنے درخت کے نیچے بٹھا دیا وہ اس جگہ تھا جہاں زمزم ہے مسجد کی بلند جانب میں اور ان دنوں مکہ میں کوئی نہیں تھا نہ وہاں پانی تھا پس حضرت ابراہیم نے ان کو وہاں بٹھا دیا اور ان کے پاس ایک تھیلا رکھ دیا جس میں کھجوریں تھیں اور ایک مشک رکھ دی جس میں پانی تھا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام پیٹھ موڑ کر روانہ ہوئے پس حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں ان کے پیچھے گئیں پس کہا: اے ابراہیم! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ اور ہم کو ایسی وادی میں چھوڑ رہے ہیں جس میں کوئی انسان ہے نہ کوئی اور چیز ہے حضرت ھاجر نے یہ بات کئی مرتبہ کہی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے تب حضرت ھاجر نے یہ کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم نے کہا: ہاں! حضرت ھاجر نے کہا: تب اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع ہونے نہیں دے گا پھر وہ لوٹ گئیں پس حضرت ابراہیم روانہ ہو گئے حتیٰ کہ جب وہ ثنیہ (پہاڑی) پر پہنچے جہاں سے لوگ ان کو نہیں دیکھ رہے تھے تو انہوں نے بیت اللہ کی طرف اپنا چہرہ کیا پھر انہوں نے ان الفاظ کے ساتھ دعا کی اور اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے: اے ہمارے

وَنَظَرَتْ هَلْ تَرٰى اَحَدًا فَلَمْ تَرَ اَحَدًا فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ.

رب! بے شک میں نے اپنی کچھ اولاد کو ایسی وادی میں ٹھہرایا ہے جو بنجر (بے آباد) ہے تیرے حرمت والے گھر کے پاس! یہ دعا انہوں نے ''یشکرون'' تک پڑھی' حضرت اسماعیل کی ماں' حضرت اسماعیل کو دودھ پلاتی تھیں اور (مشک سے) پانی پیتی تھیں' حتیٰ کہ جب مشک کا پانی ختم ہو گیا تو وہ بھی پیاسی رہیں اور ان کا بیٹا بھی پیاسا رہا' وہ اپنے بیٹے کی طرف دیکھ رہی تھیں' جو (پیاس کی شدت سے) مضطرب ہو رہا تھا' یا (راوی نے) کہا: وہ زمین پر بل کھا رہا تھا' وہ اس کی طرف دیکھنے سے آزردگی کی وجہ سے وہاں سے ہٹ گئیں' انہوں نے دیکھا کہ ان کے نزدیک ترین صفا پہاڑ ہے' وہ اس پر کھڑی ہو گئیں' پھر وہ وادی کی طرف منہ کر کے دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی انسان دکھائی دے' سو انہوں نے کسی کو نہیں دیکھا' پھر وہ صفا پہاڑ سے اُتریں' حتیٰ کہ جب وہ وادی میں پہنچیں تو انہوں نے اپنی قمیص کے دامن کو اٹھایا (تاکہ اس سے نہ اُلجھیں) پھر کسی بے کل انسان کی طرح پوری قوت کے ساتھ دوڑیں' حتیٰ کہ وادی سے نکل گئیں' پھر مروہ پہاڑ پر آئیں' پھر اس پر کھڑی ہو گئیں اور دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی نظر آئے' پس انہیں کوئی نظر نہیں آیا' پس انہوں نے اسی طرح سات بار کیا۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذٰلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا اَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا فَقَالَتْ صَهٍ تُرِيْدُ نَفْسَهَا ثُمَّ تَسَمَّعَتْ فَسَمِعَتْ اَيْضًا فَقَالَتْ قَدْ اَسْمَعْتَ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ غُوَاثٌ فَاِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ فَبَحَثَ بِعَقِبِهٖ اَوْقَالَ بِجَنَاحِهٖ حَتّٰى ظَهَرَ الْمَاءُ فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهٗ وَتَقُوْلُ بِيَدِهَا هٰكَذَا وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِيْ سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُوْرُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا: اسی کی اتباع میں لوگ صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ دوڑتے ہیں۔ (ساتویں بار) جب انہوں نے مروہ پر چڑھ کر جھانکا تو انہوں نے ایک آواز سنی: انہوں نے کہا: خاموش! یہ انہوں نے اپنے آپ سے کہا' انہوں نے پھر دوبارہ آواز سنی تو انہوں نے کہا: تم نے اپنی آواز سنادی ہے' اگر تمہارے پاس کوئی مدد ہے (تو مدد کرو)' اچانک جس جگہ زمزم ہے وہاں ایک فرشتہ تھا' اس نے اپنی ایڑی سے گڑھا کیا۔ حضرت ابن عباس نے کہا: یا اس نے اپنے پَر سے گڑھا کیا' حتیٰ کہ پانی نکل آیا۔ وہ اس پانی کو جمع کرنے لگیں اور اپنے ہاتھ سے اس کو اس طرح (حوض کی شکل میں) بنانے لگیں اور چلّو سے پانی لے کر اس کو اپنی مشک میں ڈالنے لگیں' اور چلّو سے پانی لینے کے بعد وہاں چشمہ اُبل پڑا۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ أَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَّعِينًا قَالَ فَشَرِبَتْ وَأَرْضَعَتْ وَلَدَهَا فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ لَا تَخَافُوا الضَّيْعَةَ فَإِنَّ هٰهُنَا بَيْتَ اللّٰهِ يَبْنِيهِ هٰذَا الْغُلَامُ وَأَبُوهُ وَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَهْلَهُ وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِّنَ الْأَرْضِ كَالرَّابِيَةِ تَأْتِيهِ السُّيُولُ فَتَأْخُذُ عَنْ يَّمِينِهِ وَشِمَالِهِ فَكَانَتْ كَذٰلِكَ حَتّٰى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِّنْ جُرْهُمَ أَوْ أَهْلُ بَيْتٍ مِّنْ جُرْهُمَ مُقْبِلِينَ مِنْ طَرِيقِ كَدَاءٍ فَنَزَلُوا فِي أَسْفَلِ مَكَّةَ فَرَأَوْا طَائِرًا عَائِفًا فَقَالُوا إِنَّ هٰذَا الطَّائِرَ لَيَدُورُ عَلٰى مَاءٍ لَّعَهْدُنَا بِهٰذَا الْوَادِي وَمَا فِيهِ مَاءٌ فَأَرْسَلُوا جَرِيًّا أَوْ جَرِيَّيْنِ فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ فَرَجَعُوا فَأَخْبَرُوهُمْ بِالْمَاءِ فَأَقْبَلُوا قَالَ وَأُمُّ إِسْمٰعِيلَ عِنْدَ الْمَاءِ فَقَالُوا أَتَأْذَنِينَ لَنَا أَنْ نَّنْزِلَ عِنْدَكِ فَقَالَتْ نَعَمْ وَلٰكِنْ لَّا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ قَالُوا نَعَمْ.

حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل کی ماں پر رحم فرمائے! اگر وہ اس کو یوں ہی چھوڑ دیتیں تو وہ بہتا ہوا چشمہ (دریا) ہوتا' یا فرمایا: اگر وہ پانی کے چلو نہ بھرتیں تو زمزم بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ حضرت ابن عباس نے بتایا: انہوں نے پانی پیا اور اپنے بچہ کو دودھ پلایا' پس ان سے فرشتہ نے کہا: آپ لوگ اپنے ضائع ہونے کا خوف نہ کریں کیونکہ اسی جگہ یہ لڑکا اور اس کا والد بیت اللہ بنائیں گے' اور بے شک اللہ اپنے (خاص) بندوں کو ضائع نہیں کرتا اور بیت اللہ کی جگہ ٹیلہ کی طرح زمین سے بلند تھی' سیلاب اس کے دائیں اور بائیں سے زمین کاٹ کر لے جاتا تھا' یوں ہی وقت گزرتا رہا' حتیٰ کہ وہاں سے جُرہم کا قافلہ گزرا یا جُرہم کے گھر والے گزرے' وہ مقام کداء (بلند جگہ) کے راستے سے آ رہے تھے' پھر وہ مکہ کے نشیب میں اتر کر ٹھہرے' انہوں نے چند پرندوں کو اُڑتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ پرندے پانی کے گرد چکر لگا رہے ہیں' ہم اس وادی میں پہلے ٹھہرے تھے اور اس وقت یہاں پر بالکل پانی نہیں تھا' پس انہوں نے اپنا ایک آدمی یا دو آدمی بھیجے تو انہوں نے واقعی وہاں پانی دیکھا' وہ واپس آئے اور ان کو پانی کی خبر دی' پھر وہ لوگ وہاں آئے' راوی نے کہا: اور حضرت اسماعیل کی ماں پانی کے پاس بیٹھی تھیں' تو انہوں نے پوچھا: کیا آپ اجازت دیتی ہیں کہ ہم آپ کے پاس ٹھہر جائیں' انہوں نے کہا: ہاں! لیکن تمہارا پانی میں کوئی حق نہیں ہوگا' انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَلْفٰى ذٰلِكَ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ وَهِيَ تُحِبُّ الْإِنْسَ فَنَزَلُوا وَأَرْسَلُوا إِلٰى أَهْلِيهِمْ فَنَزَلُوا مَعَهُمْ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِهَا أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِّنْهُمْ وَشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ وَأَنْفَسَهُمْ وَأَعْجَبَهُمْ حِينَ شَبَّ فَلَمَّا أَدْرَكَ زَوَّجُوهُ امْرَأَةً مِّنْهُمْ وَمَاتَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيلَ فَجَاءَ إِبْرَاهِيمُ بَعْدَ مَا تَزَوَّجَ إِسْمَاعِيلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ فَلَمْ يَجِدْ إِسْمَاعِيلَ فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا ثُمَّ سَأَلَهَا

حضرت ابن عباس نے بتایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حضرت اسماعیل کو لوگ مل گئے اور وہ (حضرت ھاجر) انسانوں کا قرب پسند کرتی تھیں' پس وہ لوگ وہاں ٹھہر گئے اور انہوں نے اپنے گھر والوں کو بھی بلا لیا' پس وہ بھی وہاں ٹھہر گئے حتیٰ کہ وہاں ان کے کئی گھر آباد ہو گئے اور حضرت اسماعیل جوان ہو گئے اور انہوں نے ان سے عربی زبان سیکھ لی' حضرت اسماعیل جب جوان ہوئے تو وہ جُرہم میں سب سے زیادہ حسین اور خوب صورت تھے' پس انہوں نے اپنی ایک عورت کی ان سے شادی کر دی' حضرت اسماعیل کی والدہ

عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ نَحْنُ بِشَرٍّ نَحْنُ فِيْ ضِيْقٍ
وَشِدَّةٍ فَشَكَتْ إِلَيْهِ قَالَ فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِيْ
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقُوْلِيْ لَهُ يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهِ فَلَمَّا جَاءَ
إِسْمٰعِيْلُ كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئًا فَقَالَ هَلْ جَاءَكُمْ مِّنْ أَحَدٍ
قَالَتْ نَعَمْ جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا فَسَأَلَنَا عَنْكَ
فَأَخْبَرْتُهُ. وَسَأَلَنِيْ كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا فِيْ جَهْدٍ
وَّشِدَّةٍ قَالَ فَهَلْ أَوْصَاكِ بِشَيْءٍ قَالَتْ نَعَمْ أَمَرَنِيْ أَنْ
أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ قَالَ ذَاكِ
أَبِيْ وَقَدْ أَمَرَنِيْ أَنْ أُفَارِقَكِ اِلْحَقِيْ بِأَهْلِكِ فَطَلَّقَهَا
وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرٰى فَلَبِثَ عَنْهُمْ إِبْرَاهِيْمُ مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ
أَتَاهُمْ بَعْدُ فَلَمْ يَجِدْهُ فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ فَسَأَلَهَا عَنْهُ
فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِيْ لَنَا قَالَ كَيْفَ أَنْتُمْ وَسَأَلَهَا عَنْ
عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ نَحْنُ بِخَيْرٍ وَّسَعَةٍ وَّأَثْنَتْ
عَلَى اللّٰهِ فَقَالَ مَاطَعَامُكُمْ قَالَتِ اللَّحْمُ قَالَ فَمَا
شَرَابُكُمْ قَالَتِ الْمَاءُ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ
وَالْمَاءِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَكُنْ
لَّهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ وَّلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيْهِ قَالَ فَهُمَا
لَا يَخْلُوْ عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ.

فوت ہو گئیں' حضرت اسماعیل کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم اپنے
چھوڑے ہوئے لوگوں کو دیکھنے کے لیے آئے' تو آپ نے حضرت
اسماعیل علیہ السلام کو نہ پایا' پس آپ نے ان کی بیوی سے ان کے متعلق
سوال کیا تو انہوں نے بتایا: وہ ہماری روزی کی تلاش میں گئے ہوئے
ہیں' پھر حضرت ابراہیم نے اس سے ان کی معاشی حالت اور گزارے
کے متعلق سوال کیا تو اس نے کہا: ہم بُری حالت میں ہیں' اور کہا:
ہم بہت تنگی اور سختی میں ہیں اور ان سے شکایت کی' حضرت ابراہیم
نے کہا: جب تمہارا خاوند آ جائے تو ان کو میرا سلام کہنا اور ان سے کہنا
کہ وہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ کو تبدیل کر لیں' پس جب حضرت
اسماعیل آئے تو گویا انہوں نے کوئی مانوس خوشبو محسوس کی' سو پوچھا:
کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا' ان کی بیوی نے کہا: ہمارے پاس اس
طرح' اس طرح کے ایک بوڑھے آئے تھے' انہوں نے ہم سے
آپ کے متعلق سوال کیا' تو میں نے ان کو بتایا اور انہوں نے مجھ
سے پوچھا: تمہارے معاشی حالات کیسے ہیں تو میں نے ان کو بتایا
کہ ہم بہت تنگی اور سختی میں ہیں' حضرت اسماعیل نے پوچھا: کیا
انہوں نے تمہیں کوئی اور وصیت کی؟ اس نے کہا: انہوں نے آپ کو
سلام کہنے کے لیے کہا اور یہ کہا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل لیں'
حضرت اسماعیل نے کہا: وہ میرے والد تھے اور انہوں نے مجھے یہ
حکم دیا ہے کہ میں تم کو الگ کر دوں' تم اپنے گھر والوں کے پاس
چلی جاؤ' پھر حضرت اسماعیل نے اس کو طلاق دے دی اور بنو جرھم
کی ایک دوسری لڑکی سے شادی کر لی' پھر جب تک اللہ کو منظور ہوا
حضرت ابراہیم رُکے رہے' پھر ان کے پاس گئے تو حضرت
اسماعیل علیہ السلام کو نہ پایا' پس وہ ان کی بیوی کے پاس گئے اور ان کی
بیوی سے حضرت اسماعیل کے متعلق دریافت کیا تو اس نے بتایا: وہ
ہماری روزی کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں' حضرت ابراہیم نے
پوچھا: تم لوگوں کا کیا حال ہے؟ اور ان کی معاشی حالت اور
گزارے کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا: ہم بہت اچھے حال اور
کشادگی میں ہیں' اور اس نے اللہ تعالیٰ کی بہت حمد و ثناء کی' پھر
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے کھانے کے متعلق دریافت کیا تو

اس نے بتایا: ہم گوشت کھاتے ہیں' پھر حضرت ابراہیم نے ان کے مشروب کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا: ہم پانی پیتے ہیں' پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی: اے اللہ! ان کے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان دنوں ان کے ہاں اناج اور غلہ نہیں ہوتا تھا' اور اگر ان کے ہاں اناج ہوتا تو آپ اس کے لیے بھی دعا فرماتے' آپ نے فرمایا: صرف گوشت اور پانی پر زندگی گزارنا مکہ مکرمہ کے علاوہ اور کسی جگہ کے موافق نہیں تھا۔

قَالَ فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِيْ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَمُرِيْهِ يُثْبِتُ عَتَبَةَ بَابِهٖ فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيْلُ قَالَ هَلْ أَتَاكُمْ مِّنْ أَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ فَسَأَلَنِيْ عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهٗ فَسَأَلَنِيْ كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهٗ أَنَّا بِخَيْرٍ قَالَ فَأَوْصَاكِ بِشَيْءٍ قَالَتْ نَعَمْ هُوَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُثْبِتَ عَتَبَةَ بَابِكَ قَالَ ذَاكَ أَبِيْ وَأَنْتِ الْعَتَبَةُ أَمَرَنِيْ أَنْ أُمْسِكَكِ ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَإِسْمَاعِيْلُ يَبْرِيْ نَبْلًا لَّهٗ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيْبًا مِّنْ زَمْزَمَ فَلَمَّا رَاٰهُ قَامَ إِلَيْهِ فَصَنَعَا كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ ثُمَّ قَالَ يَا إِسْمٰعِيْلُ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِيْ بِأَمْرٍ قَالَ فَاصْنَعْ مَا أَمَرَكَ رَبُّكَ قَالَ وَتُعِيْنُنِيْ قَالَ وَأُعِيْنُكَ قَالَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِيْ أَنْ أَبْنِيَ هٰهُنَا بَيْتًا وَّأَشَارَ إِلٰى أَكَمَةٍ مُّرْتَفِعَةٍ عَلٰى مَا حَوْلَهَا قَالَ فَعِنْدَ ذٰلِكَ رَفَعَا الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ فَجَعَلَ إِسْمَاعِيْلُ يَأْتِيْ بِالْحِجَارَةِ وَإِبْرَاهِيْمُ يَبْنِيْ حَتّٰى إِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ جَاءَ بِهٰذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهٗ لَهٗ فَقَامَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْنِيْ وَإِسْمٰعِيْلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَهُمَا يَقُوْلَانِ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۝﴾ قَالَ فَجَعَلَا يَبْنِيَانِ حَتّٰى يَدُوْرَا حَوْلَ الْبَيْتِ وَهُمَا يَقُوْلَانِ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۝﴾ (البقرہ:١٢٧)

حضرت ابراہیم نے اس سے فرمایا: جب تمہارے شوہر آئیں تو ان کو میرا سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ وہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ کو قائم رکھیں' جب حضرت اسماعیل علیہ السلام آئے تو انہوں نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی شخص آیا تھا؟ تو ان کی بیوی نے کہا: ایک خوب صورت بزرگ آئے تھے اور اس نے ان کی تعریف کی' انہوں نے آپ کے متعلق پوچھا تو میں نے ان کو بتا دیا' انہوں نے پوچھا: تمہاری زندگی کیسی گزر رہی ہے تو میں نے ان کو بتایا کہ ہم بہت اچھے حال میں ہیں۔ حضرت اسماعیل نے پوچھا: کیا انہوں نے تمہیں کوئی وصیت کی؟ اس نے کہا: ہاں! انہوں نے آپ کو سلام کیا تھا اور آپ کو یہ حکم دیا تھا کہ آپ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو قائم رکھیں۔ حضرت اسماعیل نے فرمایا: وہ میرے والد ہیں اور تم دروازہ کی چوکھٹ ہو' انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اپنے نکاح میں برقرار رکھوں' پھر جتنا عرصہ اللہ کو منظور ہوا' اتنا عرصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے دور ٹھہرے رہے' پھر حضرت ابراہیم اس کے بعد آئے' اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام زمزم کے قریب ایک گھنے درخت کے نیچے اپنا تیر درست کر رہے تھے' جب حضرت اسماعیل نے حضرت ابراہیم کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور جس طرح باپ بیٹے اور بیٹا باپ سے ملتا ہے' اسی طرح وہ دونوں ایک دوسرے سے ملے' پھر حضرت ابراہیم نے کہا: اے اسماعیل! بے شک اللہ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے' حضرت اسماعیل نے کہا: آپ کے رب نے جو آپ کو حکم دیا ہے' آپ اس کام کو کیجئے' حضرت ابراہیم نے پوچھا: تم میری مدد کرو گے؟ حضرت اسماعیل نے کہا: میں آپ

کی مدد کروں گا' حضرت ابراہیم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں یہاں پر ایک گھر بناؤں اور انہوں نے ایک بلند ٹیلہ اور اس کے اردگرد کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت ابن عباس نے بتایا: پس اس وقت ان دونوں نے بیت اللہ کی بنیادیں بلند کیں' پس حضرت اسماعیل پتھر لے کر آتے تھے اور حضرت ابراہیم تعمیر کرتے تھے' حتیٰ کہ جب اس کی دیوار بلند ہوگئی تو حضرت اسماعیل اس پتھر کو لے کر آئے اور اس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم تعمیر کرنے لگے' حضرت اسماعیل انہیں پتھر لا لا کر دیتے تھے اور وہ دونوں یہ دعا کرتے تھے: اے ہمارے رب! اس کو ہم سے قبول فرما! بے شک تو بہت سننے والا بہت جاننے والا ہے O (البقرہ: ١٢٧) حضرت ابن عباس نے بتایا: وہ دونوں تعمیر کرتے رہے اور اس کے گرد طواف کرتے رہے اور وہ دونوں یہ دعا کرتے رہے: اے ہمارے رب! اس کو ہم سے قبول فرما! بے شک تو بہت سننے والا بہت جاننے والا ہے O (البقرہ: ١٢٧)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٦٨ میں گزر چکی ہے' مگر وہاں چند سطروں کی مختصر حدیث ہے اور یہاں پر مفصل حدیث ہے۔

''منطقه'' کا معنی اور اس کے استعمال کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

سب سے پہلے عورتوں میں کمر پر پٹی باندھنے کا رواج حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ سے چلا ہے۔

اس پٹی کو عربی میں ''منطقه'' کہتے ہیں' اور اس حدیث میں یہی لفظ ہے ''منطقه'' اس چیز کو کہتے ہیں جس کو کمر پر تہبند کے اوپر باندھا جاتا ہے' اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت سارہ نے حضرت ھاجَر' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دی تھیں' پھر وہ حضرت اسماعیل کی حاملہ ہوگئیں' جب حضرت اسماعیل پیدا ہو گئے تو حضرت سارہ کو ان پر غیرت آئی اور انہوں نے قسم کھائی کہ وہ حضرت ھاجَر کے تین اعضاء کاٹ ڈالیں گی' تب حضرت ھاجَر نے اپنی کمر پر ''منطقه'' باندھ لیا اور اپنی قمیص کے دامن کو لمبا چھوڑ دیا' تاکہ ان کے قدموں کے نشانات حضرت سارہ سے مخفی رہیں' حدیث میں جو مذکور ہے: تاکہ ان کے نشانات کو حضرت سارہ نہ پا سکیں' اس کا یہی مطلب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم نے حضرت ھاجَر کی سفارش کی اور فرمایا کہ آپ اپنی قسم اس طرح پوری کر لیں کہ ھاجَر کے کانوں میں سوراخ کر دیں۔

غیر اللہ سے مدد طلب کرنے کا ثبوت اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عربی میں کلام کرنے کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ھاجَر نے آواز سن کر کہا: اگر تمہارے پاس کوئی مدد ہے تو میری مدد کرو' اسی طرح حدیث:

اغث ان کان عندك خیرٌ. اگر تمہارے پاس کوئی خیر ہے تو مدد کرو۔

حدیث کے اس جملہ میں یہ دلیل ہے کہ غیر اللہ سے مدد طلب کرنا مطلقاً شرک نہیں ہے' شرک اس وقت ہوتا ہے جب جس سے مدد طلب کی جائے اس کو مدد کرنے میں مستقل بالذات اعتقاد کیا جائے' اور حضرت ھاجرؑ اور دیگر متقدمین نے جو غیر اللہ سے مدد طلب کی ہے' انہوں نے جس سے مدد طلب کی اس کو مستقل بالذات نہیں اعتقاد کیا' بلکہ ان کا یہی اعتقاد تھا کہ وہ خدا کی دی ہوئی طاقت سے مدد کرتے ہیں' اصل اور حقیقی مدد کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ مقربین اللہ تعالیٰ کی مدد کے مظہر ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جرہم سے عربی سیکھ لی' اس پر یہ اعتراض ہے کہ حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت اسماعیل نے عربی زبان میں کلام کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حاکم کی روایت کا محمل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عربی میں کلام کیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پہلی بیوی کا نام

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جرہم نے اپنے قبیلہ کی ایک عورت کے ساتھ حضرت اسماعیل کی شادی کر دی۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے: اس عورت کا نام جداعہ بنت سعد تھا' اور امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اس کا نام عمارۃ بنت سعد بن اسامہ تھا۔

حضرت اسماعیل کی والدہ فوت ہو گئیں' عطاء بن السائب نے بیان کیا ہے: پس حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے اور حضرت ھاجرؑ فوت ہو چکی تھیں' اس وقت ان کی عمر نوے سال تھی' حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان کو اس جگہ دفن کیا جہاں اب حطیم ہے۔

اس کی تحقیق کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں یا حضرت اسحاق علیہ السلام؟

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چھوڑے ہوئے لوگوں کو دیکھنے کے لیے آئے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام تھے' کیونکہ حضرت ابراہیم کے بیٹے کو اس وقت ذبح کرنے کا حکم دیا تھا جب وہ دوڑنے کے قابل ہوئے تھے اور اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل کو اس وقت چھوڑ کر گئے تھے جب وہ دودھ پیتے تھے اور لوٹ کر اس وقت آئے جب ان کی شادی ہو چکی تھی' پس اگر حضرت اسماعیل کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا ہوتا تو حضرت ابراہیم ان کے دودھ پینے کے زمانہ اور ان کی شادی کے زمانہ کے درمیان آتے' جب وہ لڑکپن میں دوڑنے کی عمر کو پہنچے تھے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ○فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ○ (الصّٰفّٰت: ١٠٢-١٠١)

تو ہم نے انہیں حلم والے لڑکے کی بشارت دی○ پس جب وہ ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچے تو انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! بے شک میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں' تو اب غور کرو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے عرض کی کہ اے ابا جان! آپ وہی کام کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے' آپ ان شاء اللہ! مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے○

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بچپن کی عمر میں ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور صحیح بخاری کی اس حدیث

سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے بیٹے سے ملاقات ان کے دودھ پینے کے زمانہ کے بعد اس وقت ہوئی جب ان کی شادی ہو چکی تھی تو اس سے معلوم ہوا کہ ذبیح حضرت اسحاق ہیں نہ کہ حضرت اسماعیل علیہما السلام۔

علامہ کرمانی نے اس دلیل کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں مذکور نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دودھ پینے کے زمانہ سے لے کر ان کی شادی تک کے درمیان میں ان سے ملنے نہیں آئے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: بلکہ اس حدیث میں ان کے درمیان میں آنے کی بالکل نفی نہیں ہے بلکہ حدیث میں ان کے بار بار آنے کا ذکر ہے کیونکہ حضرت ابوجہم سے یہ روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر مہینہ براق پر سوار ہو کر حضرت ھاجرؑ سے ملنے کے لیے آتے تھے' وہ صبح مکہ میں پہنچ جاتے اور شام کو واپس اپنے گھر میں پہنچ جاتے تھے۔ مصنف کے نزدیک پیغمبر کی سیرت کا یہی تقاضا ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کی خبر گیری کرتے رہیں اور یہ ان کی سیرت سے بہت بعید ہے کہ وہ دودھ پیتے بچے کو چھوڑ جائیں' پھر اپنی اہلیہ کی وفات اور اپنے بیٹے کی شادی کے بعد ان سے ملنے کے لیے آئیں۔

باپ کے حکم سے بیوی کو طلاق دینے کا وجوب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان سے کہنا وہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ تبدیل کرلیں۔

حضرت اسماعیل نے اپنی بیوی سے کہا کہ وہ میرے والد تھے اور انہوں نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تم کو الگ کردوں' لہٰذا تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر باپ حکم دے تو بیٹے کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ سو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس کو طلاق دے دی اور بنو جرھم کی دوسری لڑکی سے شادی کرلی۔

علامہ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ اس (دوسری) لڑکی کا نام سامہ بنت مھلھل تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا نام عاتکہ تھا' اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

بیٹے کا باپ سے ملنے کا طریقہ اور تعمیر کعبہ کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت اسماعیل' حضرت ابراہیم سے اس طرح ملے جس طرح بیٹا باپ اور باپ بیٹے سے ملتا ہے۔ یعنی ان کو گلے لگایا اور مصافحہ کیا اور ان کے ہاتھ چومے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اللہ نے ایک کام کا حکم دیا ہے' کیا تم اس میں میری مدد کرو گے' یعنی کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا ہے' جس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا' اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال تھی اور اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیس سال تھی۔

حضرت ابوجھم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی بنیادوں پر کعبہ کی بنیاد اٹھائی تھی' اس کا طول نو ہاتھ تھا اور زمین میں اس کا عرض تیس ہاتھ تھا اور انہوں نے حطیم کو کعبہ میں داخل رکھا تھا' انہوں نے پتھر ایک دوسرے پر رکھ کر کعبہ کی دیواریں بنائیں اور اس کی چھت نہیں بنائی' اس کا ایک دروازہ بنایا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷ ۵۴' عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۵۶-۳۵۲)

٣٣٦٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْعَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا كَانَ بَيْنَ اِبْرَاهِيْمَ وَبَيْنَ اَهْلِهٖ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر عبدالملک بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن نافع نے حدیث بیان کی از کثیر بن کثیر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

مَا كَانَ خَرَجَ بِإِسْمَاعِيْلَ وَاُمِّ إِسْمٰعِيْلَ وَمَعَهُمْ شَنَّةٌ فِيْهَا مَاءٌ فَجَعَلَتْ اُمُّ إِسْمَاعِيْلَ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ فَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلٰى صَبِيِّهَا حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ فَوَضَعَهَا تَحْتَ دَوْحَةٍ ثُمَّ رَجَعَ إِبْرَاهِيْمُ إِلٰى اَهْلِهٖ فَاتَّبَعَتْهُ اُمُّ إِسْمٰعِيْلَ حَتّٰى لَمَّا بَلَغُوْا كَدَاءً نَادَتْهُ مِنْ وَّرَائِهٖ يَا إِبْرَاهِيْمُ إِلٰى مَنْ تَتْرُكُنَا قَالَ إِلَى اللّٰهِ قَالَتْ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ قَالَ فَرَجَعَتْ فَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلٰى صَبِيِّهَا حَتّٰى لَمَّا فَنِيَ الْمَاءُ قَالَتْ لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّيْ اُحِسُّ اَحَدًا قَالَ فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ هَلْ تُحِسُّ اَحَدًا فَلَمْ تُحِسَّ اَحَدًا فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِيَ سَعَتْ وَاَتَتِ الْمَرْوَةَ فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ اَشْوَاطًا ثُمَّ قَالَتْ فَإِذَا هُوَ عَلٰى حَالِهٖ كَاَنَّهٗ يَنْشَغُ لِلْمَوْتِ فَلَمْ تُقِرَّهَا نَفْسُهَا فَقَالَتْ لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّيْ اُحِسُّ اَحَدًا فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ فَلَمْ تُحِسَّ اَحَدًا حَتّٰى اَتَمَّتْ سَبْعًا ثُمَّ قَالَتْ لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَافَعَلَ فَإِذَا هِيَ بِصَوْتٍ فَقَالَتْ اَغِثْ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ فَإِذَا جِبْرِيْلُ قَالَ فَقَالَ بِعَقِبِهٖ هٰكَذَا وَغَمَزَ عَقِبَهٗ عَلَى الْاَرْضِ قَالَ فَانْبَثَقَ الْمَاءُ فَدَهَشَتْ اُمُّ إِسْمَاعِيْلَ فَجَعَلَتْ تَحْفِرُ قَالَ فَقَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ كَانَ الْمَاءُ ظَاهِرًا قَالَ فَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الْمَاءِ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلٰى صَبِيِّهَا قَالَ فَمَرَّ نَاسٌ مِّنْ جُرْهُمَ بِبَطْنِ الْوَادِيْ فَإِذَا هُمْ بِطَيْرٍ كَاَنَّهُمْ اَنْكَرُوْا ذَالِكَ وَقَالُوْا مَايَكُوْنُ الطَّيْرُ إِلَّا عَلٰى مَاءٍ فَبَعَثُوْا رَسُوْلَهُمْ فَنَظَرَ فَإِذَاهُمْ بِالْمَاءِ فَاَتَاهُمْ فَاَخْبَرَهُمْ فَاَتَوْا إِلَيْهَا فَقَالُوْا يَا اُمَّ إِسْمٰعِيْلَ اَتَاْذَنِيْنَ لَنَا اَنْ نَّكُوْنَ مَعَكِ اَوْ نَسْكُنَ مَعَكِ فَبَلَغَ ابْنُهَا فَنَكَحَ فِيْهِمِ امْرَاَةً قَالَ ثُمَّ اَنَّهٗ بَدَا لِإِبْرَاهِيْمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِاَهْلِهٖ إِنِّيْ مُطَّلِعٌ تَرِكَتِيْ قَالَ فَجَاءَ فَسَلَّمَ فَقَالَ اَيْنَ إِسْمَاعِيْلُ فَقَالَتِ امْرَاَتُهٗ ذَهَبَ يَصِيْدُ قَالَ قُوْلِيْ لَهٗ إِذَا جَاءَ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ فَلَمَّا

انہوں نے بیان کیا کہ جب حضرت ابراہیم اور ان کی اہلیہ کے درمیان جو ہوا سو ہوا' تو حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل اور حضرت اسماعیل کی والدہ کو لے کر نکلے' اور ان کے ساتھ ایک مشک تھی جس میں پانی تھا' پس حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں اس مشک سے پانی پیتی تھیں اور اپنے بچے کو دودھ پلاتی تھیں' حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ میں آئے' پس انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کو ایک گھنے درخت کے نیچے ٹھہرایا' پھر حضرت ابراہیم اپنے گھر کی طرف لوٹ گئے' حضرت اسماعیل کی ماں نے ان کا پیچھا کیا' حتیٰ کہ جب وہ مقام کداء پر پہنچے تو انہوں نے ان کو پیچھے سے آواز دی: اے ابراہیم! آپ ہمیں کس پر چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضرت ابراہیم نے کہا: اللہ (کے سہارے) پر' حضرت اسماعیل کی والدہ نے کہا: میں اللہ پر راضی ہوں' حضرت ابن عباس نے بتایا: پھر وہ لوٹ آئیں' پس وہ مشک سے پانی پیتیں اور اپنے بچے کو دودھ پلاتیں' حتیٰ کہ جب پانی ختم ہو گیا تو انہوں نے اپنے دل میں کہا: اگر میں جاؤں اور اِدھر اُدھر دیکھوں' شاید میں کسی شخص کو پالوں' حضرت ابن عباس نے بتایا: پھر وہ گئیں اور صفا پہاڑ پر چڑھیں' پس انہوں نے دیکھا اور دیکھا کہ شاید وہ کسی کو پالیں' پس انہوں نے کسی کو نہیں پایا' پھر جب وہ وادی میں پہنچیں تو پھر وہ دوڑیں اور مروہ پر آئیں' پھر انہوں نے کئی بار چکر لگائے' پھر انہوں نے دل میں کہا: اگر میں جاؤں' پس دیکھوں کہ بچہ کیا کر رہا ہے! پھر وہ گئیں اور دیکھا تو بچہ اپنے حال پر تھا' گویا وہ تکلیف کی شدت سے موت کے لیے تڑپ رہا تھا' وہ پھر بے قرار ہوئیں اور انہوں نے دل میں کہا: پھر دیکھوں شاید کوئی نظر آئے' وہ پھر گئیں اور صفا پہاڑ پر چڑھیں' پس انہوں نے دیکھا اور دیکھا تو انہوں نے کسی کو نہیں پایا' حتیٰ کہ انہوں نے سات چکر پورے کر لیے' پھر انہوں نے دل میں کہا کہ میں دیکھوں کہ بچہ کیا کر رہا ہے' تو اچانک انہوں نے ایک آواز سنی تو انہوں نے کہا: اگر تیرے پاس کوئی خیر ہے تو مدد کر' پس وہ حضرت جبریل تھے' حضرت ابن عباس نے بتایا کہ انہوں نے اپنی ایڑی سے اس طرح کیا' اور اپنی ایڑی سے زمین کو کھودا' حضرت ابن عباس نے بتایا:

جَاءَ اَخْبَرَتْهُ قَالَ اَنْتِ ذَاكِ فَاذْهَبِیْ اِلٰی اَهْلِكِ قَالَ ثُمَّ اَنَّهُ بَدَا لِاِبْرَاهِیْمَ فَقَالَ لِاَهْلِهٖ اِنِّیْ مُطَّلِعٌ تَرِكَتِیْ قَالَ فَجَاءَ فَقَالَ اَیْنَ اِسْمَاعِیْلُ فَقَالَتِ امْرَاَتُهٗ ذَهَبَ یَصِیْدُ فَقَالَتْ اَلَا تَنْزِلُ فَتَطْعَمَ وَتَشْرَبَ فَقَالَ وَمَا طَعَامُكُمْ وَمَا شَرَابُكُمْ قَالَتْ طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَشَرَابُنَا الْمَاءُ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِیْ طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ قَالَ فَقَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَرَكَةٌ بِدَعْوَةِ اِبْرَاهِیْمَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ اِنَّهُ بَدَا لِاِبْرَاهِیْمَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِاَهْلِهٖ اِنِّیْ مُطَّلِعٌ تَرِكَتِیْ فَجَاءَ فَوَافَقَ اِسْمٰعِیْلُ مِنْ وَّرَاءِ زَمْزَمَ یُصْلِحُ نَبْلًا لَّهٗ فَقَالَ یَا اِسْمٰعِیْلُ اِنَّ رَبَّكَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَبْنِیَ لَهٗ بَیْتًا قَالَ اَطِعْ رَبَّكَ قَالَ اِنَّهٗ قَدْ اَمَرَنِیْ اَنْ تُعِیْنَنِیْ عَلَیْهِ قَالَ اِذَنْ اَفْعَلَ اَوْكَمَا قَالَ. قَالَ فَقَامَا فَجَعَلَ اِبْرَاهِیْمُ یَبْنِیْ وَاِسْمَاعِیْلُ یُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَیَقُوْلَانِ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُO﴾ قَالَ حَتّٰی ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ وَضَعُفَ الشَّیْخُ عَلٰی نَقْلِ الْحِجَارَةِ فَقَامَ عَلٰی حَجَرِ الْمَقَامِ فَجَعَلَ یُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَیَقُوْلَانِ ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُO﴾ (البقرہ:۱۲۷).

پھر وہاں سے پانی پھوٹ نکلا' پھر حضرت اسماعیل کی ماں ڈریں (کہیں یہ پانی غائب نہ ہو جائے)' پس وہ زمین کھودنے لگیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ابوالقاسم ﷺ نے بتایا کہ اگر اُم اسماعیل اس کو یوں ہی چھوڑ دیتیں تو وہ پانی زمین پر (دریا کی طرح) بہتا رہتا۔ حضرت ابن عباس نے بتایا: پس وہ اس پانی سے پینے لگیں اور اپنے بچہ کو دودھ پلانے لگیں' حضرت ابن عباس نے بتایا: پھر جُرھم کے چند لوگ وادی کے نشیب سے گزرے تو انہوں نے وہاں پر پرندے دیکھے' ان کو یہ خلافِ عادت لگا اور انہوں نے کہا کہ پرندے تو صرف پانی پر آتے ہیں تو انہوں نے وہاں اپنا سفیر بھیجا' اس سفیر نے دیکھا تو وہاں پر پانی موجود تھا' وہ جرھم کے پاس گیا اور ان کو خبر دی تو وہ لوگ حضرت ھاجَر کے پاس آئے' پس انہوں نے کہا: اے اسماعیل کی ماں! کیا آپ ہم کو یہ اجازت دیتی ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ ہوں' یا آپ کے ساتھ رہیں؟ پھر ان کے بیٹے (حضرت اسماعیل) بالغ ہو گئے' اور انہوں نے جرھم کی ایک عورت سے نکاح کر لیا' حضرت ابن عباس نے بتایا کہ پھر حضرت ابراہیم کو اپنے اہل کا خیال آیا اور انہوں نے اپنی اہلیہ (حضرت سارہ) سے کہا: میں جن لوگوں کو مکہ چھوڑ آیا تھا ان کی خبر لینے جاؤں گا' حضرت ابن عباس نے بتایا: پھر وہ (مکہ) آئے اور انہوں نے سلام کیا' پس کہا: اسماعیل کہاں ہیں؟ ان کی بیوی نے بتایا کہ وہ شکار کرنے گئے ہیں' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جب وہ آئیں تو ان سے کہنا کہ اپنے گھر کی چوکھٹ تبدیل کر لیں' پھر جب حضرت اسماعیل آئے تو حضرت اسماعیل کی بیوی نے ان کو خبر دی' حضرت اسماعیل نے کہا: وہ چوکھٹ تم ہو' سو تم اپنے گھر والوں کی طرف چلی جاؤ' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خیال آیا تو انہوں نے اپنی اہلیہ (سارہ) سے کہا: میں اپنے چھوڑے ہوئے اہل کو جا کر دیکھتا ہوں' حضرت ابن عباس نے بتایا کہ پھر حضرت ابراہیم آئے' پس پوچھا کہ اسماعیل کہاں ہیں؟ حضرت اسماعیل کی بیوی نے بتایا کہ وہ شکار کرنے گئے ہیں' پھر ان کی بیوی نے کہا: کیا آپ کچھ دیر ٹھہرتے نہیں! تاکہ میں آپ کو کچھ کھلاؤں اور پلاؤں! حضرت ابراہیم نے پوچھا: تمہارا

طعام کیا ہے اور تمہارا مشروب کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہمارا طعام گوشت ہے اور ہمارا مشروب پانی ہے' حضرت ابراہیم نے دعا کی: اے اللہ! ان کے طعام میں اور ان کے مشروب میں برکت عطاء فرما! حضرت ابن عباس نے بتایا کہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی برکت ہے (جواب تک چلی آ رہی ہے)' حضرت ابن عباس نے بتایا کہ پھر حضرت ابراہیم کو اپنے چھوڑے ہوئے اہل کا خیال آیا تو انہوں نے اپنی بیوی (حضرت سارہ) سے کہا: میں اپنے چھوڑے ہوئے لوگوں کو (جا کر) دیکھتا ہوں' پھر وہ آئے تو زمزم کے پیچھے حضرت اسماعیل سے ملاقات ہوئی' وہ اس وقت اپنے تیر کو درست کر رہے تھے' پس حضرت ابراہیم نے کہا: اے اسماعیل! بے شک میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس کا گھر بناؤں۔ حضرت اسماعیل نے کہا: آپ اپنے رب کے حکم کی اطاعت کیجئے' حضرت ابراہیم نے کہا: بے شک میرے رب نے فرمایا ہے کہ تم اس کام میں میری مدد کرو گے' حضرت اسماعیل نے کہا: میں (مدد) کروں گا' یا جس طرح انہوں نے کہا۔ حضرت ابن عباس نے بتایا کہ پس وہ دونوں کھڑے ہو کر تعمیر کرنے لگے' حضرت اسماعیل' حضرت ابراہیم کو پتھر لا کر دیتے تھے اور وہ دونوں یہ دعا کرتے تھے: اے ہمارے رب! (اس کو) ہم سے قبول فرما! بے شک تو بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہےO (البقرہ:١٢٧) حضرت ابن عباس نے بتایا: حتیٰ کہ وہ دیوار بہت بلند ہوگئی اور حضرت ابراہیم کو پتھر منتقل کرنے میں ضعف عارض ہوا تو وہ مقام (ابراہیم) کے پتھر پر کھڑے ہو گئے' پھر حضرت اسماعیل ان کو پتھر لا کر دیتے رہے اور وہ دونوں یہ دعا کرتے تھے: اے ہمارے رب! (اس تعمیر کو) ہم سے قبول فرما! بے شک تو بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہےO (البقرہ:١٢٧)

١٠ - بَابٌ

باب

٣٣٦٦ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

اللّٰهِ اَیُّ مَسْجِدٍ وُّضِعَ فِی الْاَرْضِ اَوَّلُ قَالَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی قُلْتُ كَمْ كَانَ بَیْنَهُمَا قَالَ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً ثُمَّ اَیْنَمَا اَدْرَكَتْكَ الصَّلٰوةُ بَعْدُ فَصَلِّهِ فَاِنَّ الْفَضْلَ فِیْهِ.

[طرف الحدیث: ٣٤٢٥] (صحیح مسلم: ٥٢٠، الرقم المسلسل: ١٠٤٨، سنن نسائی: ٦٨٦، سنن ابن ماجہ: ٧٥٣)

ہمیں ابراہیم التیمی نے حدیث بیان کی از والد خود انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! روئے زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی تھی؟ آپ نے فرمایا: مسجد حرام' میں نے پوچھا: پھر کون سی مسجد بنائی گئی تھی؟ آپ نے فرمایا: مسجد اقصیٰ' میں نے پوچھا: ان دونوں کے درمیان کتنا عرصہ تھا؟ آپ نے فرمایا: چالیس سال' پھر اس کے بعد جہاں تمہیں نماز کا وقت آ جائے تم وہیں نماز پڑھ لینا کیونکہ اسی میں فضیلت ہے۔

اس حدیث کا باب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ہے اور یہ حدیث باب کے عنوان کے ساتھ اس وجہ سے مطابق ہے کہ اس میں مسجد حرام کا ذکر ہے اور مسجد حرام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔

کعبہ اور بیت المقدس کی تعمیر کے درمیانی عرصہ پر ایک اشکال کا جواب

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو بنایا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کو بنایا ہے اور ان کے درمیان ایک ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ ہے؟ علامہ قرطبی نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ آیت کریمہ اور حدیث کی اس پر دلالت نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت سلیمان نے سب سے پہلے کعبہ اور بیت المقدس کو بنایا تھا' بلکہ انہوں نے ان مسجدوں کی تعمیر کی تجدید کی ہے جن کو دوسروں نے بنایا تھا اور روایت ہے کہ سب سے پہلے بیت اللہ کو حضرت آدم نے بنایا تھا' سو یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی اولاد میں سے کسی نے کعبہ کی تعمیر کے چالیس سال بعد بیت المقدس کو بنایا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٦١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٣٦٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِیْ عَمْرٍو مَوْلَی الْمُطَّلِبِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهُ اُحُدٌ فَقَالَ هٰذَا جَبَلٌ یُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَاِنِّیْ اُحَرِّمُ مَابَیْنَ لَابَتَیْهَا وَرَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از عمرو بن ابی عمرو مولیٰ المطلب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اُحد پہاڑ نظر آیا تو آپ نے فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں' اے اللہ! بے شک حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور بے شک میں اس کے درمیان کی دو پتھریلی زمینوں کو حرم قرار دیتا ہوں۔ اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٧٣٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٦٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ ابْنَ اَبِیْ بَكْرٍ اَخْبَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ کہ ابن ابی بکر نے حضرت عبداللہ بن

تَعَالٰی عَنْهُمْ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَمْ تَرٰی اَنَّ قَوْمَكَ بَنَوا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَرُدُّهَا عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ لَوْ لَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ سَمِعَتْ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُرٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ اِلَّا اَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ.

عمر رضی اللہ عنہما کو خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وہ بیان کرتی ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتیں کہ جب تمہاری قوم نے کعبہ کو بنایا تو انہوں نے حضرت ابراہیم کی بنیادوں سے کمی کی، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ اس کو حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر نہیں لوٹا دیتے؟ آپ نے فرمایا: اگر تمہاری قوم کفر سے نئی نئی نکلی ہوئی نہ ہوتی (تو میں ایسا کر دیتا)، پس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے تو میرا یہی گمان ہے کہ کعبہ کے جو دو کونے حطیم کے قریب ہیں، ان کی تعظیم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لیے ترک کر دیتے تھے کہ اس وقت بیت اللہ حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر نہیں تھا (اور حطیم کعبہ سے خارج تھا)۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۶ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۶۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن انس نے خبر دی از عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم از والد خود از عمرو بن سلیم الزرقی، انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم آپ پر کیسے صلوٰۃ پڑھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کہو: اے اللہ! سیّدنا محمد پر صلوٰۃ نازل فرما اور ان کی ازواج پر اور ان کی اولاد پر! جس طرح تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے اور سیّدنا محمد پر برکت نازل فرما اور ان کی ازواج پر اور ان کی اولاد پر جس طرح تو نے حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل فرمائی ہے، بے شک تو تعریف کیا ہوا بہت بلند ہے۔

[طرف الحدیث: ۶۳۶۰] (صحیح مسلم: ۴۰۷، الرقم المسلسل: ۷۹۷، سنن ابوداؤد: ۱۵۳۰، سنن ترمذی: ۴۸۵، مصنف عبدالرزاق: ۳۱۰۵، شرح مشکل الآثار: ۲۲۳۱، حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۵۶، السنن الکبریٰ: ۱۲۱۱، المعجم الاوسط: ۶۸۳۴، مسند الحمیدی: ۱۲۷، مسند احمد ج ۴ ص ۲۴۱ طبع قدیم، مسند احمد: ۱۸۱۰۴۔ ج ۳۰ ص ۳۱۔۳۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ نازل کرنے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دینے اور برکت کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اے اللہ! (سیّدنا) محمد پر صلوٰۃ نازل فرما! اس کا معنی ہے: دنیا میں ان کے ذکر کو بلند کر کے اور ان کی دعوت کو غلبہ دے کر اور ان کی شریعت کو بقاء عطاء کر کے ان کو عظمت عطاء فرما اور آخرت میں ان کی شفاعت کو قبول فرما کر اور ان کے اجر وثواب کو دگنا چوگنا کر کے ان کو مکرم فرما' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تو نے ہم کو ان پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا ہے' ہم ان کے مرتبہ اور مقام سے واقف نہیں ہیں' اے اللہ! تو ہی ان کے مرتبہ اور مقام کو جاننے والا ہے' سو تو ہی ان پر صلوٰۃ نازل فرما۔

نیز اس حدیث میں ہے: جس طرح تو نے حضرت ابراہیم پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم مشبہ بہ ہیں' اور مشبہ بہٖ مشبہ سے اقویٰ ہوتا ہے' اس لیے حضرت ابراہیم کی صلوٰۃ ہمارے نبی سیّدنا محمد کی صلوٰۃ سے قوی ہے بلکہ اس کا یہ معنی ہے کہ ہمیں اس صلوٰۃ کی کیفیت معلوم نہیں ہے' تو جس طرح کی صلوٰۃ تو نے حضرت ابراہیم پر نازل فرمائی ہے' اسی طرح کی صلوٰۃ ہمارے نبی پر نازل فرما اور یا یہ کاف تعلیل کا ہے' یعنی کیونکہ تو نے حضرت ابراہیم پر صلوٰۃ نازل فرمائی ہے' اس لیے ہمارے نبی پر بھی صلوٰۃ نازل فرما۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ: تو (سیّدنا) محمد پر برکت نازل فرما! اس کا معنی ہے: تو ان کے لیے برکت کو ثابت کر' اور ان کو جو شرف وکرامت عطاء فرمائی ہے اس کو دوام عطا فرما! عرب والے جب اونٹ کو اپنی جگہ پر بٹھاتے ہیں تو ''بَرَكَ الْبَعِيْرُ'' کہتے ہیں اور اس کا اطلاق مطلقاً زیادتی اور اضافہ پر بھی کیا جاتا ہے۔

٣٣٧٠ - حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ وَّمُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ قُرَّةَ مُسْلِمُ بْنُ سَالِمٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِيْسٰى سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِيْ لَيْلٰى قَالَ لَقِيَنِيْ كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ فَقَالَ أَلَا أُهْدِيْ لَكَ هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ بَلٰى فَاهْدِهَا لِيْ فَقَالَ سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

[اطراف الحدیث: ٤٧٩٧-٦٣٥٧] (صحیح مسلم: ٤٠٦' الرقم المسلسل: ٧٩٤' سنن ترمذی: ٤٨٣' سنن ابن ماجہ: ٩٠٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص اور موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن زیاد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوقرہ مسلم بن سالم الہمدانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے سنا' انہوں نے کہا: مجھ سے کعب بن عجرہ نے ملاقات کی تو انہوں نے کہا: کیا میں آپ کو وہ ہدیہ پیش نہ کروں جس کو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! آپ مجھے وہ ہدیہ پیش کریں! تو انہوں نے بتایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا' پس ہم نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم آپ اہل بیت پر کس طرح صلوٰۃ بھیجیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو ہمیں تعلیم دے دی ہے کہ آپ پر کس طرح سلام بھیجیں! آپ نے فرمایا: تم کہو: اے اللہ! (سیّدنا) محمد پر اور آلِ (سیّدنا) محمد پر ایسی صلوٰۃ نازل فرما جیسی صلوٰۃ تو نے حضرت ابراہیم پر اور حضرت ابراہیم کی آل پر نازل فرمائی ہے' بے شک تو تعریف کیا ہوا بلند ہے' اے اللہ! (سیّدنا) محمد پر اور (سیّدنا) محمد کی آل پر ایسی برکت نازل فرما جیسی تو نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر برکت نازل فرمائی ہے'

بے شک تو تعریف کیا ہوا بلند ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ہمیں اللہ تعالیٰ نے سلام کی تعلیم دے دی ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے تشہد میں بتا دیا ہے کہ "السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبركاته" پڑھو باقی صلوٰۃ نازل کرنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دینے اور برکت کے معنی کا بیان حدیث سابق میں کیا جا چکا ہے۔

٣٣٧١ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْمِنْهَالِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَيَقُولُ إِنَّ أَبَاكُمَا كَانَ يُعَوِّذُ بِهَا إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحٰقَ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ.

(سنن ابوداؤد: ٤٧٣٧، سنن ترمذی: ٢١٦٠، سنن ابن ماجہ: ٣٥٢٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از المنہال از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے تھے اور فرماتے تھے: بے شک تم دونوں کے والد (حضرت ابراہیم علیہ السلام) ان کلمات کے ساتھ حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق کو (اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے تھے وہ فرماتے تھے:) میں اللہ کے پورے کلمات کے ساتھ ہر شیطان سے ہر زہریلے جانور سے اور ہر نظر بد سے تم کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

اللہ کے کلمات کے معانی اور اللہ تعالیٰ کے کلام کے غیر مخلوق ہونے پر دلیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں کلمات اللہ کا ذکر ہے اس سے مراد مطلقاً اللہ کا کلام ہے ایک قول یہ ہے کہ اس سے یہ کلمات مراد ہیں:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيٓ إِسْرَآءِيْلَ. اور آپ کے رب کا اچھا وعدہ بنو اسرائیل پر پورا ہو گیا۔

(الاعراف: ١٣٧)

اس حدیث میں جو تامہ کا ذکر ہے اس سے مراد ہے: کاملہ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد نافعہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد شافیہ ہے اور ایک قول ہے: اس سے مراد مبارکہ ہے اور ایک قول ہے: اس سے مراد فیصلہ کن کلمات ہیں جن کو کوئی چیز تبدیل نہیں کر سکتی۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ امام احمد اس حدیث سے یہ استدلال کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے کلام کی پناہ طلب کی ہے اور آپ کسی مخلوق کی پناہ نہیں طلب کر سکتے تھے۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٥٥٢، دار المعرفہ بیروت، ١٤٢٦ھ)

١١ - بَابٌ قَوْلُهٗ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرٰهِيْمَ ۝ إِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ﴾ اَلْاٰيَةَ (الحجر: ٥١-٥٢) لَا تَوْجَلْ لَا تَخَفْ ﴿وَإِذْ قَالَ

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور انہیں ابراہیم کے مہمانوں کا حال سنائیے ۝ جب وہ ان کے پاس آئے (الحجر: ٥٢-٥١) "لا توجل" کا معنی ہے: آپ مت ڈریں اور جب ابراہیم نے کہا: اے

اِبْرَاهِيمُ رَبِّ اَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَلٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي﴾ (البقرۃ: ٢٦٠)

میرے رب! مجھے دکھا تو کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا (یہاں تک پڑھیں) لیکن اس لیے تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے (البقرۃ: ٢٦٠)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصوں میں سے ایک قصہ کی طرف اشارہ ہے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کے آنے کا قصہ ہے' یہ وہ فرشتے تھے جنہیں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے گوشت کھانے کے لیے رکھا' انہوں نے گوشت کھانے سے انکار کیا' اس سے حضرت ابراہیم ڈرے کہ وہ بغیر طے شدہ وقت کے اور بغیر اجازت کے آئے تھے۔ ان آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ میرے بندوں کو حضرت ابراہیم کے مہمانوں کا قصہ سنایئے' اور ان کے مہمانوں کا قصہ یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بہت بے حیائی کے کام کرتی تھی' اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے سے باز نہیں آتی تھی اور حضرت لوط جتنا منع کرتے وہ اتنی زیادہ نافرمانی کرتی اور انہوں نے حضرت لوط سے کہا: اگر آپ سچے ہیں تو اللہ کے پاس سے عذاب لے کر آئیں' تب حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ ان کی قوم کے خلاف ان کی مدد فرمائے! پس اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حضرت جبریل' حضرت میکائیل' حضرت اسرافیل اور حضرت دردائیل' چار فرشتوں کو انہیں ہلاک کرنے کے لیے بھیجا اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دینے کے لیے بھی آئے تھے' سو وہ حسین اور بے ریش لڑکوں کی صورت میں حضرت ابراہیم کے گھر آئے' وہ مہمان پندرہ راتوں تک حضرت ابراہیم کے پاس رہے' حضرت ابراہیم بغیر مہمان کے کھانا نہیں کھاتے تھے' حضرت ابراہیم نے اس سے پہلے اتنے حسین وجمیل مہمان نہیں دیکھے تھے' حضرت ابراہیم ان کے لیے ایک بھنا ہوا بچھڑا لے کر آئے' انہوں نے اس کو ان کے سامنے رکھا تو انہوں نے اپنے ہاتھ کھینچ لیے' پھر حضرت ابراہیم نے کہا: میں تم سے خوف زدہ ہوں' انہوں نے کہا: آپ مت ڈریں' ہم تو آپ کو ایک حلم والے بیٹے کی خوش خبری دینے آئے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٦٦-٣٦٥)

﴿وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي﴾ (البقرۃ: ٢٦٠). لیکن اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ (البقرۃ: ٢٦٠)

یہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي. (البقرۃ: ٢٦٠)

اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھا دے تو کس طرح مردے زندہ کرے گا! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا آپ کو اس پر یقین نہیں ہے' عرض کیا: کیوں نہیں! مگر اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔

یہ سوال اس لیے تھا کہ جیسے انسان کو کسی بات پر یقین ہوتا ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس کو دیکھ لے یعنی وہ علم الیقین سے عین الیقین کی طرف مشاہدہ کرنا چاہتا ہے' اسی طرح حضرت ابراہیم یہ جاننا چاہتے تھے کہ مردے کے اجزاء متفرق اور منتشر ہو جاتے ہیں تو وہ کس کیفیت سے جمع ہوں گے اور ان کی کھال پٹھوں سے کس طرح متصل ہو گی؟ اس لیے انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ علم الیقین' عین الیقین اور حق الیقین کو جمع کر لیں۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک ایسے جانور کے پاس سے گزرے جس کو دوسرے جانوروں اور درندوں

نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا تو انہوں نے کہا: اے رب! مجھے دکھا دے تو کس طرح مردے زندہ کرے گا! (البقرہ:٢٦٠) تا کہ وہ اس کا مشاہدہ کر لیں' کیونکہ انسان دیکھنے کا مشتاق ہوتا ہے' جیسا کہ حدیث میں ہے: خبر معائنہ کی مثل نہیں ہے۔ (مسند احمد ج ا ص ٢٧١)

ابن درید نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم ایک مچھلی کے پاس سے گزرے جو آدھی خشکی میں تھی اور آدھی پانی میں تھی' اس کا جو حصہ پانی میں تھا اس کو سمندری جانوروں نے کھالیا تھا اور جو حصہ خشکی پر تھا اس کو خشکی کے جانوروں نے کھالیا تھا' تب ابلیس خبیث نے حضرت ابراہیم سے کہا: اے ابراہیم! اللہ تعالیٰ ان جانوروں کے پیٹوں سے اس مچھلی کو کب جمع کرے گا' تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے رب! مجھے دکھا دے تو کس طرح مردے زندہ کرے گا' اور عرض کیا: مگر اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ادب سے یہ سوال کیا تھا کہ مجھے مردوں کے زندہ کرنے پر قادر کر دے' تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔

مجاہد نے بیان کیا کہ یہ چار پرندے' مرغ' مور' کوا اور کبوتر تھے' حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ وہ ان چار پرندوں کو ذبح کر دیں' اس میں یہ اشارہ ہے کہ انسان کو حیاتِ ابدیہ اس وقت حاصل ہوگی کہ جب وہ اپنی شہوت اور حسن و زیبائش کو ذبح کر دے جو مور کی صفت ہے اور دوسروں پر حملہ کرنے کے جذبہ کو فنا کر دے جو مرغ کی صفت ہے اور نفس کی خساست اور گھٹیا پن کو فنا کر دے جو کوے کی صفت ہے اور اپنی خواہشات کو جلدی پورا کرنے کی عادت کو دور کر دے جو کبوتر کی صفت ہے' روایت ہے کہ حضرت ابراہیم کو حکم دیا تھا کہ وہ ان پرندوں کو ذبح کر دیں' ان کے پَر نوچ ڈالیں اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو خلط ملط کر دیں' پھر ان منتشر اجزاء کو مختلف پہاڑوں پر ڈال دیں' پھر ان کو بلائیں' جب حضرت ابراہیم نے ان کو بلایا تو وہ اجزاء متمیز ہوئے اور ہر جسم کے اجزاء آپس میں مل گئے اور اخیر میں ان کا سر ان کے ساتھ جڑ گیا۔ (انوار التنزیل ص ٦٠' مصر) (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٦٧۔٢٦٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

٣٣٧٢ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ اَحَقُّ مِنْ اِبْرَاهِيْمَ اِذْ قَالَ ﴿رَبِّ اَرِنِىْ كَيْفَ تُحْىِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ﴾ (البقرہ:٢٦١) وَيَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ كَانَ يَاْوِىْ ﴿اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ﴾ (ھود:٨٠) وَلَوْ لَبِثْتُ فِى السِّجْنِ طُوْلَ مَالَبِثَ يُوْسُفُ لَاَجَبْتُ الدَّاعِىَ.

[اطراف الحدیث: ٣٣٧٥۔٣٣٨٧۔٤٥٣٧۔٤٦٩٤۔ ٦٩٩٢] (صحیح مسلم: ١٥١' الرقم المسلسل: ٢٧٥' سنن ابن ماجہ: ٤٠٢٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن وسعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم حضرت ابراہیم کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ حق دار ہیں' جب انہوں نے یہ کہا تھا: اے میرے رب! مجھے دکھا دے تو کس طرح مُردے زندہ کرے گا! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا آپ کو اس پر یقین نہیں ہے؟ عرض کیا: کیوں نہیں! مگر اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ (البقرہ:٢٦٠) اور اللہ حضرت لوط پر رحم فرمائے! جو کسی مضبوط جائے پناہ کی پناہ لینے کی تمنا کرتے تھے اور اگر میں قید خانے میں اتنی لمبی مدت گزارتا جتنی لمبی مدت حضرت یوسف نے گزاری تھی تو میں (قید خانے سے نکل کر) بلانے والے کی بات مان لیتا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) احمد بن صالح' یہ ابوجعفر المصری ہیں (۲) ابن وہب' یہ عبداللہ بن وہب المصری ہیں (۳) یونس' یہ ابن زید الایلی ہیں (۴) ابن شہاب' یہ محمد بن مسلم الزہری ہیں' باقی رجال کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳٦۸)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی توجیہات کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ حق دار ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم حضرت ابراہیم کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ حق دار ہیں۔ حدیث کے اس جملہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بہ ظاہر اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مردوں کے زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک تھا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک کرنا تو کفر ہے' پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسے فرمایا: ہم حضرت ابراہیم کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ حق دار ہیں' یہ اور بھی زیادہ قابل اعتراض ہے' اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) امام شافعی وغیرہ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کرنا محال ہے' اس لیے اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر بہ فرضِ محال انبیاء علیہم السلام کا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کرنا ممکن ہوتا تو میں ان کی بہ نسبت اللہ کی قدرت میں شک کرنے کا زیادہ حق دار تھا' لیکن جب انبیاء علیہم السلام کا اللہ کی قدرت میں شک کرنا ممکن ہی نہیں ہے تو نہ حضرت ابراہیم کو اس میں شک تھا اور نہ میں اس میں شک کرنے کا زیادہ حق دار ہوں۔

(۲) اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کی اس دعا کو تم شک گمان کرتے ہو یہ شک نہیں ہے' اگر یہ شک ہوتا تو میں یہ شک کرنے کا زیادہ حق دار تھا لیکن یہ شک نہیں ہے' انہوں نے یہ دعا اس لیے کی تھی تا کہ ان کو مزید یقین حاصل ہو جائے۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا: ہم شک کرنے کے زیادہ حق دار ہیں' اس کا معنی یہ ہے کہ ہماری امت شک کرنے کی زیادہ حق دار ہے۔

(۴) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تواضعاً اس طرح فرمایا۔

حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ حضرت لوط پر رحم فرمائے!

حضرت لوط' حضرت ابراہیم کے عم زاد تھے' یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے ان کے ساتھ مصر کی طرف ہجرت کی' پھر ان کے ساتھ ہی شام کی طرف لوٹ آئے' حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں ٹھہرے اور حضرت لوط علیہ السلام اُردن میں ٹھہرے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اہل سدوم کی طرف بھیج دیا اور یہ ایک دوسری بستی ہے۔

مقاتل نے کہا ہے کہ ان کے شہر شام اور حجاز کے درمیان زغر کی جانب ہیں' یہ بارہ بستیاں ہیں جن کا نام المؤتفکات ہے' یہ لوگ بتوں کی پرستش کرتے تھے اور بے حیائی کے کام کرتے تھے' اس کے علاوہ اور بھی بُرے کام کرتے تھے' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سترہ جگہ پر حضرت لوط کا ذکر فرمایا ہے' لفظ لوط علَم ہے اور عجمہ ہے' اس کے باوجود یہ اس لیے اسم منصرف ہے کہ یہ اسم ساکن الاوسط ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ کسی مضبوط جائے پناہ کی پناہ لینے کی تمنا کرتے تھے۔

اس حدیث میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍO (ھود:٨٠)

لوط نے کہا: کاش! تمہارے مقابلہ کی مجھ میں قوت ہوتی' یا میں کسی مضبوط جائے پناہ کی پناہ لیتاO

علامہ الطیبی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ کلام اس لیے فرمایا کہ حضرت لوط علیہ السلام اس بستی کے فحش لوگوں کے خلاف کسی مدد کے آنے سے بالکل مایوس ہو گئے تھے اور آپ نے ان کے اس قول کو بہت نادر اور غیر معروف جانا۔

زمخشری نے کہا: مضبوط جائے پناہ سے ان کی مراد پہاڑ کی طرح کوئی مضبوط جگہ تھی۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ لینا بھول گئے ہوں جس کی پناہ لے کر وہ اپنے مہمانوں کی عزت کی حفاظت کریں کیونکہ ان کی قوم کے بدمعاش لوگ ان کے مہمانوں کے ساتھ بدفعلی کرنا چاہتے تھے' یا انہوں نے اللہ کی پناہ لی تھی اور اپنے مہمانوں کے سامنے "رکن شدید" کا اس لیے ذکر کیا تا کہ ان کے سامنے اپنا عذر بیان کریں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے مقابلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تواضع

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: اگر میں قید خانہ میں اتنی لمبی مدت گزارتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ میں سات سال' سات مہینہ اور سات دن گزارے تھے۔

فرماتے ہیں: تو میں قید خانہ سے نکالنے والے کی بات مان لیتا۔ یعنی میں قید خانہ سے نکلنے میں جلدی کرتا کیونکہ میں اپنا عذر پیش کر چکا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌO (یوسف:٥٠)

اور بادشاہ نے کہا: تم یوسف کو میرے پاس لے آؤ' پس جب ان کے پاس قاصد آیا تو انہوں نے کہا: اپنے رب کے پاس واپس جاؤ' پھر اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے' بے شک میرا رب ان کے مکر و فریب کو خوب جانتا ہےO

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت یوسف کے قید سے نہ نکلنے کو صبر فرمایا' یہ آپ کی تواضع ہے ورنہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر آپ حضرت یوسف علیہ السلام کی جگہ ہوتے تو جلد نکل آتے' اور اگر کوئی بڑا آدمی تواضع کرے تو وہ چھوٹا نہیں ہو جاتا۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٦٩۔٣٦٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

مصنف کے نزدیک یہ تواضع نہیں تھی بلکہ تنبیہ تھی

مصنف کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تواضع نہیں ہے' بلکہ یہ تنبیہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے اولیٰ اور افضل یہی تھا کہ جب ان کو قید سے نکالا جا رہا تھا تو وہ قید سے نکل آتے' کیونکہ عالم کے لیے قید خانہ میں رہنے کے بجائے قید خانہ سے باہر رہنا افضل ہے کیونکہ عالم کا منصب ہے: نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا' اور یہ کام وہ قید خانہ سے باہر رہ کر ہی احسن طریقہ سے انجام دے سکتا ہے' اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا منصب ہے: ایمان کی دعوت دینا اور اعمالِ صالحہ کی ترغیب

دینا' شرک اور کفر اور حرام کام سے روکنا اور اس تبلیغ کے زیادہ مواقع قید خانہ سے باہر ہی میسر ہوتے ہیں' اس لیے آپ نے فرمایا: اگر میں اتنی لمبی مدت قید خانہ میں گزارتا تو میں قید خانہ سے نکالنے والے کی بات مان لیتا' کیونکہ فرائضِ نبوت کے ادا کرنے کے لیے یہی مناسب تھا۔

١٢ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾ (مریم:٥٤)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے نبی مکرم!) آپ کتاب میں اسماعیل کو یاد کیجئے بے شک وہ وعدہ کے سچے تھے۔ (مریم:۵۴)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا صادق الوعد ہونا

اس باب میں حضرت اسماعیل کا تذکرہ ہے' اس آیت کے آخر میں ہے: وہ رسول نبی تھے۔ (مریم:۵۴) مفسرین نے ان کے صادق الوعد کی تفسیر میں کہا ہے کہ انہوں نے ایک شخص سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا اور وہ ایک طویل مدت تک اس کا انتظار کرتے رہے' اس مدت میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک سال تک اس کا انتظار کرتے رہے' حتیٰ کہ حضرت جبریل نے آ کر آپ کو بتایا کہ جس شخص نے آپ سے وعدہ کیا تھا وہ جھوٹا تھا اور ابلیس علیہ اللعنۃ تھا' اور اس آیت میں آپ کے رسول ہونے کا ذکر ہے کیونکہ آپ جُرہم کی طرف رسول تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۵۴۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صادق الوعد ہونا

عبداللہ بن ابی الحمساء بیان کرتے ہیں: میں نے بعثت سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی چیز فروخت کی اور آپ کا کچھ بقایا میرے پاس رہ گیا' میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں آپ کے پاس اسی جگہ آؤں گا' پھر میں بھول گیا اور مجھے تین دن بعد یاد آیا' جب میں آیا تو آپ اسی جگہ میرا انتظار فرما رہے تھے' آپ نے فرمایا: اے شخص! تم نے مجھے بہت مشکل میں ڈالا' میں تین دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (سنن ابوداؤد:۴۹۹۶)

٣٣٧٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَفَرٍ مِّنْ اَسْلَمَ يَنْتَضِلُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْمُوْا بَنِيْ اِسْمَاعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا وَّاَنَا مَعَ بَنِيْ فُلَانٍ قَالَ فَاَمْسَكَ اَحَدُ الْفَرِيْقَيْنِ بِاَيْدِيْهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَكُمْ لَا تَرْمُوْنَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ نَرْمِيْ وَاَنْتَ مَعَهُمْ قَالَ اِرْمُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (قبیلہ) اسلم کے چند لوگوں کے پاس سے گزرے جو تیراندازی کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بنو اسماعیل! تیراندازی کرو کیونکہ تمہارے والد بھی تیرانداز تھے اور بے شک میں بنو فلاں کے ساتھ ہوں' پھر دو فریقوں میں سے ایک نے اپنے ہاتھوں کو روک لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا وجہ ہے تم کیوں تیراندازی نہیں کر رہے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم کیسے تیراندازی کریں جب کہ آپ ان کے ساتھ ہیں' آپ نے فرمایا: تم تیراندازی کرو' میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۹۹ میں گزر چکی ہے۔

۱۳ - بَابٌ قِصَّةُ إِسْحٰقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

حضرت اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کا قصہ

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت سارہ سے حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی' اس وقت حضرت سارہ کی عمر نوے سال تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی اور حضرت ھاجَر کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حمل ہو گیا اور دونوں کا ایک ساتھ حمل ہوا' علامہ ابن الجوزی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ایک سو اسّی سال زندہ رہے اور وہب بن منبہ نے کہا ہے: وہ ایک سو پچاسی سال زندہ رہے اور وہ اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر کے پاس مدفون ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۷۰-۳۶۹)

فِيهِ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث ہیں از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت ابن عمر کی حدیث حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں آئے گی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اگلے باب میں آ رہی ہے۔

۱٤ - بَابٌ ﴿أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُونَ ○﴾ (البقرہ:۱۳۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب کی وفات ہوئی' یہ آیت یہاں تک ہے: اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں ○ (البقرہ:۱۳۳)

یہ آیت اور اس سے پہلی آیت کا ترجمہ اس طرح ہے:

اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اسی دین کی وصیت کی تھی اور یعقوب نے بھی کہ اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے یہ دین تمہارے لیے چن لیا ہے' سو تم اسی حال میں مرنا کہ مسلمان ہو ○ کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب پر وفات آئی تھی' جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا: ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی' ایک معبود کی اور ہم سب اسی کے فرماں بردار ہیں ○ (البقرہ: ۱۳۳-۱۳۲)

۳۳۷٤ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ سَمِعَ الْمُعْتَمِرَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قِيلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ قَالَ أَكْرَمُهُمْ أَتْقَاهُمْ قَالُوا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيلِ اللّٰهِ قَالُوا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِي قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے المعتمر سے سنا از عبید اللہ از سعید بن ابی سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ (اللہ کے نزدیک) مکرم کون ہے؟ آپ نے فرمایا: سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو' صحابہ نے کہا: یا نبی اللہ! ہم آپ سے اس کے متعلق نہیں پوچھ رہے' آپ نے فرمایا: پھر لوگوں میں سب سے زیادہ مکرم یوسف نبی اللہ ہیں جو ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ ہیں' صحابہ

خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا.

نے کہا: ہم اس کے متعلق آپ سے سوال نہیں کر رہے' آپ نے فرمایا: پھر معادن عرب کے متعلق تم مجھ سے سوال کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: پھر جاہلیت میں جو تم میں سب سے بہتر تھے وہی اسلام میں بھی سب سے بہتر ہیں' جب ان کو دین کی سمجھ ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۵۳ میں گزر چکی ہے۔

اس آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام' حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں' اس طرح یہ حدیث باب کے مناسب ہے۔

۱۵ - بَابٌ ﴿وَلُوْطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ أَتَأْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ إِلَّآ أَنْ قَالُوْٓا أَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝ فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهٗٓ إِلَّا امْرَأَتَهٗ قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝﴾ (النمل: ٥٤-٥٨).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (یاد کیجئے) جب لوط نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم دیکھتے ہوئے بے حیائی کے کام کرتے ہو! ۝ کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر نفسانی خواہش کے لیے مردوں کے پاس ضرور جاتے ہو؟ بلکہ تم جاہل لوگ ہو ۝ تو ان کی قوم کا صرف یہ جواب تھا: آلِ لوط کو اپنی بستی سے نکال دو' یہ بہت پاک باز بنتے ہیں ۝ سو ہم نے لوط کو اور ان کے گھر والوں کو نجات دے دی سوائے ان کی بیوی کے' ہم نے مقدر فرما دیا تھا کہ وہ رہ جانے والوں میں سے ہے ۝ اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش کی تو وہ اُن پر کیسی بُری بارش تھی جن کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا تھا ۝ (النمل: ۵۸-۵۴)

آیاتِ مذکورہ کی مختصر تفسیر

اس آیت میں ''الفاحشۃ'' کا ذکر ہے' اس سے مراد قومِ لوط کا عمل ہے' یعنی مرد کا مرد میں دخول کرنا' اور آگے فرمایا: تم دیکھتے ہوئے بے حیائی کے کام کرتے ہو' کیونکہ وہ اپنی مجالس میں ایک دوسرے کے سامنے یہ بے حیائی کا کام کرتے تھے اور وہ سرکشی سے اس کام کو چھپ کر نہیں کرتے تھے' اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حالانکہ تم کو اس بات کی بصیرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کی شہوت کو پورا کرنے کے لیے عورت کو پیدا کیا ہے اور مرد کو مرد سے اور عورت کو عورت سے قضاء شہوت کے لیے پیدا نہیں کیا اور اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حالانکہ تم کو خوب علم ہے کہ تم سے پہلے یہ قبیح کام کسی نے نہیں کیا۔

اور اس آیت میں فرمایا: تم جاہل لوگ ہو' یعنی تم اس قبیح فعل کی سزا سے جاہل ہو یا تم یوم الجزاء سے جاہل ہو' اور اس کی ایک تفسیر

یہ ہے کہ تم اس سے جاہل ہو کہ کس جگہ قضاء شہوت کرنی چاہیے۔
نیز اس آیت میں ان بدکاروں کا قول ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کے بارے میں کہتے ہیں: یہ بہت پاک باز بنتے ہیں یعنی مردوں کی دبروں میں قضاء شہوت سے اجتناب کرتے ہیں۔
آخر میں فرمایا: ہم نے اُن پر پتھروں کی بارش کی یہ وہی عذاب تھا جس سے ان کو ڈرایا گیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۷۳۔۲۷۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۳۷۵ - حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لِلُوْطٍ اِنْ كَانَ لَیَاْوِیْ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام کی مغفرت فرمائے جو کسی مضبوط جائے پناہ کی پناہ لینے کی تمنا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۷۲ میں گزر چکی ہے۔
مضبوط جائے پناہ سے مراد ہے: مضبوط قبیلہ لیکن حضرت لوط علیہ السلام نے اس کی پناہ نہیں لی' بلکہ اللہ تعالیٰ کی پناہ لی' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے دل میں اللہ تعالیٰ کی پناہ لی ہو اور اپنے مہمانوں کے سامنے بہ طور عذر یہ قول ظاہر کیا ہو' ان کے مہمان دراصل خوب صورت بے ریش لڑکوں کی شکل میں فرشتے تھے' ان کی قوم کے بدمعاش لوگ ان سے بدفعلی کرنا چاہتے تھے' حضرت لوط علیہ السلام نے ''رکن شدید'' یعنی مضبوط پہاڑ کا اس لیے ذکر کیا' تا کہ اس کے سبب سے وہ ان بدمعاشوں کو روک سکیں۔

١٦ - بَابٌ ﴿فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ نِ الْمُرْسَلُوْنَ○ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ○﴾ (الحجر: ٦١۔٦٢)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس جب آلِ لوط کے پاس فرشتے آئے○ تو لوط نے کہا: بے شک تم اجنبی لوگ ہو○ (الحجر: ٦٢۔٦١)

اس باب میں ان آیتوں کی مختصر تفسیر ذکر کی جائے گی۔
اس آیت میں ''المرسلون'' کا لفظ ہے' اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے آئے تھے۔
حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: بے شک تم اجنبی لوگ ہو یعنی میں تم کو نہیں پہچانتا' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قومِ لوط پر عذاب نازل کرنے کا قصہ بیان فرمایا۔

﴿بِرُكْنِهٖ﴾ (الذاریات: ٣٩) بِمَنْ مَّعَهٗ لِاَنَّهُمْ قُوَّتُهٗ. اپنی قوت سے اور اپنے ساتھیوں کی قوت سے کیونکہ اس کے فوجی افسر اس کی قوت تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:
فَتَوَلّٰی بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ○ پس اس (فرعون) نے اپنی قوت کے گھمنڈ میں (موسیٰ سے) روگردانی کی اور کہا: یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے○ (الذاریات: ٣٩)

اس آیت سے پہلے یہ آیت ہے:

وَفِيْ مُوْسٰى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍO (الذاریات:٣٨) اور موسیٰ (کے واقعہ) میں (ہماری نشانیاں ہیں) جب ہم نے انہیں واضح دلیل کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجاO

﴿تَرْكَنُوْا﴾ (هود:١١٣) تَمِيْلُوْا. ''تر کنوا'' کا معنی ہے: تم مائل ہوتے ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا. (هود:١١٣) اور تم ظالموں کی طرف مائل نہ ہونا۔

اس آیت کا حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ سے کوئی تعلق نہیں ہے' لیکن امام بخاری نے اس آیت کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں بھی لفظ ''رکن'' کا مادہ ہے یعنی: ''تر کنوا'' اسی طرح الذاریات:٣٩ کا بھی ذکر کیا کیونکہ اس میں بھی ''رکن'' کا لفظ ہے جو کہ حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ میں بھی مذکور ہے: ''اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍO'' (هود:٨٠) یعنی میں کسی مضبوط جائے پناہ کی پناہ لیتاO

فَاَنْكَرَهُمْ وَنَكِرَهُمْ وَاسْتَنْكَرَهُمْ وَاحِدٌ. پس ان کو اجنبی پایا' اور ''نکرھم'' اور ''استنکرھم'' کا معنی واحد ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ. (هود:٧٠) پھر جب (ابراہیم نے) دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھتے تو ابراہیم نے ان کو اجنبی سمجھا۔

اس تعلیق کو بھی حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ میں ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ فرشتوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اجنبی سمجھا تھا نہ کہ حضرت لوط علیہ السلام نے' تاہم امام بخاری کی طرف سے یہ توجیہ کی جا سکتی ہے کہ چونکہ یہ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو عذاب دینے کے لیے بھیجے گئے تھے' اس لیے امام بخاری نے اس آیت کا حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ میں ذکر کر دیا۔

﴿يُهْرَعُوْنَ﴾ (هود:٧٨) يُسْرِعُوْنَ. ''یُھرعون'' کا معنی ہے: وہ لوگ دوڑتے ہوئے آئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ. (هود:٧٨) اور لوط کے پاس ان کی قوم کے لوگ دوڑتے ہوئے آئے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے ان کی قوم کو یہ خبر دے دی تھی کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بے ریش اور خوب صورت لڑکے بہ طور مہمان آئے ہیں' جو دراصل فرشتے تھے۔

﴿دَابِرَ﴾ (الحجر:٦٦) اٰخِرَ. ''دابر'' کا معنی ہے: آخر یا انجام۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَO (الحجر:٦٦) اور ہم نے لوط کو اس فیصلہ سے آگاہ کر دیا کہ ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جائے گی جب وہ صبح کر رہے ہوں گےO

﴿صَيْحَةً﴾ (يٰسٓ:٢٩) هَلَكَةٌ. ''صیحۃ'' کا معنی ہے: ایسی چنگھاڑ جس کو سن کر لوگ ہلاک ہو جائیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَO (یٰس:۲۹)
وہ صرف ایک چنگھاڑ تھی جس سے وہ اچانک بجھ کر رہ گئےO

اس آیت کا حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ سے کوئی تعلق نہیں اور یہاں کوئی تاویل بھی نہیں ہو سکتی۔

﴿لِلْمُتَوَسِّمِیْنَ﴾ (الحجر:۷۵) لِلنَّاظِرِیْنَ . ''للمتوسمین'' کا معنی ہے: بصیرت والوں کے لیے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَO (الحجر:۷۵)
بے شک اس (سزا) میں اہل بصیرت کے لیے نشانیاں ہیںO

ضحاک نے اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے اور مجاہد نے کہا: اس کا معنی ہے: فراست والوں کے لیے۔

﴿لَبِسَبِیْلٍ﴾ (الحجر:٧٦) لَبِطَرِیْقٍ. ''بسبیل'' کا معنی ہے: راستہ پر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنَّهَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍO (الحجر:۷٦)
اور بے شک وہ (ہلاک شدہ بستیاں) ایسی راہ پر ہیں جس پر آمد و رفت اب تک جاری ہےO

ابوعبیدہ نے بھی اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے اور کہا ہے: اس سے مراد قوم لوط کے شہر ہیں۔

ان تمام تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۷۴۔۲۷۳ سے لی گئی ہے۔

٣٣٧٦ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَرَاَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍO﴾ (القمر:۱۷).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواحمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از الاسود از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: پس کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والاO (القمر:۱۵۔۱۷۔۲۲۔۳۲۔۴۰۔۵۱)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ اس آیت کے بعد قوم لوط کا ذکر ہے اور وہ یہ آیت ہے:

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ بِالنُّذُرِO (القمر:۳۳)
قوم لوط نے رسولوں کو جھٹلایاO

١٧ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا﴾ (الاعراف:٧٣' ھود:٦١)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا (الاعراف:۷۳' ھود:٦١)

اس آیت میں حضرت صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کا بھائی فرمایا ہے' حالانکہ حضرت صالح ان کے نسبی بھائی نہیں تھے' بلکہ وہ ثمود کے قبیلہ سے تھے' اس لیے یہاں بھائی سے مراد ہم قبیلہ ہے۔

قوم ثمود کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

ثمود کے متعلق اختلاف ہے' الجوہری نے کہا کہ ثمود قدیم عرب کا ایک قبیلہ ہے' اور یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ہے' الفراء نے

کہا: ان کو ثمود اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کا پانی بہت کم تھا' الزجاج نے کہا ہے کہ ثمد کا معنی ہے: کم پانی' ایک قول یہ ہے کہ ثمود ایک شخص کا نام ہے' عکرمہ نے کہا: ان کا نام ہے: ثمود بن جابر بن ارم بن سام بن نوح' الکلبی نے کہا: یہ وہ قبیلہ ہے جو وادی القریٰ میں شام کے کنارے ساحل سمندر پر آباد تھا' ان کی عمریں بہت طویل ہوتی تھیں' یہ لوگ رہنے کے لیے جو مکان بناتے تھے وہ منہدم ہو جاتے تھے' پھر جب بار بار ایسا ہونے لگا تو انہوں نے پہاڑوں کو تراش کر ان کے اندر مکان بنانے شروع کر دیئے' ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی اور غیر اللہ کی پرستش شروع کر دی' پس اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا تو بہت کم لوگوں نے ان کی اتباع کی۔

حضرت صالح علیہ السلام کا تعارف

حضرت صالح علیہ السلام کا نام ہے: صالح بن عبید بن جاثر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام' اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

مجاہد نے کہا: حضرت صالح اور ثمود کے درمیان سو سال ہیں' اور ان کی قوم' قوم عاد کے بقایا میں سے ہے' اور ان کے قد کا طول اور ان کی ہیئت قوم عاد کی طرح ہے' انہوں نے لوہے کا ایک بت بنایا ہوا تھا' جس کے اندر سال میں ایک مرتبہ شیطان داخل ہوتا تھا' اور ان لوگوں سے کلام کرتا تھا' حضرت صالح کے والد نے اس بت کو توڑنے کا قصد کیا تھا تو لوگوں نے ان کو قتل کر دیا' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ان کو زندہ کر دیا' جب حضرت صالح علیہ السلام بلوغت کے قریب پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو قوم ثمود کی طرف مبعوث کر دیا' یہ وہب بن منبہ کا قول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب ان کی عمر کے چالیس سال مکمل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو قوم ثمود کی طرف بھیجا' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کا پانچ مقامات پر ذکر فرمایا ہے اور ان کی قوم کے ساتھ ان کے قصہ کا ذکر فرمایا ہے' جب اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کو ہلاک کر دیا تو حضرت صالح علیہ السلام فلسطین میں آ کر آباد ہو گئے اور رملہ میں قیام کیا۔

السدی نے کہا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام اپنے مؤمن اصحاب کے ساتھ آ کر مکہ میں آباد ہو گئے اور وہاں عبادت کرتے رہے حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی' ان کی قبریں کعبہ کے غربی جانب دار الندوۃ اور حجر کے درمیان ہیں۔

ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم میں بیس سال رہے اور ایک سو پچاسی سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔

خطیب بغدادی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کی عمر تین سو چھتیس سال تھی اور یہ زیادہ ظاہر ہے' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام یمن میں فوت ہوئے تھے اور وہاں اس جگہ ان کی قبر ہے جس کو شبوہ کہا جاتا ہے' الفربری نے ذکر کیا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام مؤمنین کے ساتھ شام کی طرف نکلے اور فلسطین میں رہے اور وہیں ان کی وفات ہوئی اور حضرت صالح اور حضرت ھود علیہما السلام کے درمیان ایک سو سال کا عرصہ تھا اور حضرت صالح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے درمیان چھ سو تیس سال کا عرصہ تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۵۷ ۳۔ ۳۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

﴿كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ﴾ (الحجر: ۸۰). اور بے شک وادیٔ حجر والوں نے (رسولوں کو) جھٹلا دیا۔ (الحجر: ۸۰)

اَلْحِجْرُ مَوْضِعُ ثَمُوْدَ ﴿وَاَمَّا حَرْثٌ حِجْرٌ﴾ (الانعام: ۱۳۸) حَرَامٌ وَّكُلُّ مَمْنُوْعٍ فَهُوَ حِجْرٌ مَّحْجُوْرٌ وَالْحِجْرُ كُلُّ بِنَاءٍ بَنَيْتَهُ وَمَا حَجَرْتَ عَلَيْهِ مِنَ الْاَرْضِ

حجر' ثمود کی جگہ ہے' لیکن (سورۃ الانعام میں) جو "حرث حجر" کا لفظ ہے' وہاں حجر کے معنی حرام اور ممنوع ہیں' اور ہر ممنوع چیز حجر محجور ہے' اور حجر ہر اس عمارت کو بھی کہتے ہیں جس کو تم نے بنایا

فَهُوَ حِجْرٌ وَّمِنْهُ سُمِّيَ حَطِيْمُ الْبَيْتِ حِجْرًا كَاَنَّهُ مُشْتَقٌّ مِّنْ مَّحْطُوْمٍ مِثْلُ قَتِيْلٍ مِّنْ مَّقْتُوْلٍ وَّيُقَالُ لِلْاُنْثٰى مِنَ الْخَيْلِ الْحِجْرُ وَيُقَالُ لِلْعَقْلِ حِجْرٌ وَحِجًى. وَاَمَّا حَجْرُ الْيَمَامَةِ فَهُوَ مَنْزِلٌ.

ہو اور جس زمین کو تم (دیوار یا باڑ سے) گھیر لو اس کو بھی حجر کہتے ہیں' اسی اعتبار سے بیت اللہ کے حطیم کو حجر کہتے ہیں' یہ "محطوم" سے ماخوذ ہے جیسے "قتیل"' "مقتول" سے ماخوذ ہے' اور گھوڑیوں کو بھی حجر کہا جاتا ہے' اور عقل کو بھی حجر اور حجی کہتے ہیں اور رہا حجر الیمامہ تو وہ ایک منزل ہے۔

لفظ "حجر" کی تحقیق

الحجر: ٨٠ میں فرمایا: وادیٔ حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ اس آیت میں وادیٔ حجر سے مراد ثمود کا مقام ہے اور یہ مدینہ اور شام کے درمیان ایک مقام ہے' اور رسولوں سے مراد حضرت صالح علیہ السلام ہیں' ہر چند کہ حضرت صالح واحد ہیں اور قواعد کے اعتبار سے ان کو رسول فرمانا چاہیے تھے لیکن ان کو جمع سے اس لیے تعبیر فرمایا کہ ایک رسول کی تکذیب تمام رسولوں کی تکذیب کو مستلزم ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت صالح علیہ السلام اور مؤمنین میں سے ان کے اصحاب ہیں۔

امام بخاری نے کہا: رہا "حرث حجر" کا لفظ تو وہاں "حرث" کا معنی حرام اور ممنوع ہے۔ امام بخاری نے اس قول سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا. (الانعام: ١٣٨)

اور انہوں نے کہا: یہ مویشی اور کھیت ممنوع ہیں' ان کو وہی کھائے گا جس کو ہم چاہیں گے' ان کے زعم باطل کے مطابق اور کچھ ایسے مویشی ہیں جن پر سواری کرنا ممنوع ہے۔

امام بخاری نے کہا: ہر ممنوع چیز کو حجر کہا جاتا ہے' امام بخاری کی باقی عبارت واضح ہے' اخیر میں امام بخاری نے کہا: رہا حجر الیمامہ تو وہ ایک منزل اور مقام ہے' یعنی وہ شام کی جانب وادی القریٰ کے نزدیک ایک مقام ہے' وہاں ثمود رہتے تھے۔

٣٣٧٧ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ الَّذِيْ عَقَرَ النَّاقَةَ فَقَالَ انْتَدَبَ لَهَا رَجُلٌ ذُوْ عِزٍّ وَّمَنَعَةٍ فِيْ قُوَّةٍ كَاَبِيْ زَمْعَةَ.

[اطراف الحدیث: ٤٩٤٢-٥٢٠٤-٦٠٤٢] (صحیح مسلم: ٢٨٥٥' الرقم المسلسل: ٧٠٨٥' سنن ترمذی: ٣٣٤٥' سنن ابن ماجہ: ١٩٨٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپ نے اس شخص کا ذکر کیا جس نے (حضرت صالح علیہ السلام) کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں' آپ نے فرمایا: اس اونٹنی کے درپے جو شخص ہوا تھا وہ (ظاہراً) بہت عزت اور شوکت والا شخص تھا' جیسے ابوزمعہ ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت بالکل واضح ہے کیونکہ اونٹنی کی کونچیں کاٹنا حضرت صالح علیہ السلام کے قصہ میں ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کے اونٹنی نکالنے کا معجزہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت صالح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دی تو انہوں نے اس معجزہ کا مطالبہ کیا کہ وہ اونٹنی

نکال کر دکھائیں کیونکہ وہ اونٹ پالنے والے لوگ تھے اور ان کے ہاں اونٹنیاں بہت کمیاب تھیں' انہوں نے کہا: وہ اونٹنی گہری سیاہ ہو اور وہ دس ماہ کی ہو' حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ ان کو کھلی جگہ پر لے جائیں' پس حضرت صالح ان کو لے گئے' پھر پوچھا: تم کہاں سے چاہتے ہو کہ میں اونٹنی نکالوں' تو انہوں نے ایک چٹان کی طرف اشارہ کیا' حضرت صالح علیہ السلام نے کہا: اللہ کے اذن سے نکل آ! تو وہ چٹان پھٹی اور اس کے اندر سے ایسی ہی اونٹنی نکل آئی' جس طرح کی اونٹنی کا انہوں نے مطالبہ کیا تھا' پھر اس کے پیچھے اس کا بچہ بھی نکل آیا' یہ دیکھ کر حاضرین میں سے بہت لوگ ایمان لے آئے' ان کا بادشاہ بھی ایمان لے آیا' اور بعض لوگوں نے تکذیب کی اور بادشاہ کے بھائی نے حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی۔

ایک شخص جو بہت طاقت اور اقتدار والا تھا' جس طرح ابوزمعہ ہے' اس نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں' یعنی ٹخنوں کے اوپر کے پٹھے کاٹ ڈالے' اس شخص کا نام قدار بن سالف تھا' علامہ سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ وہ ولد الزنا تھا' وہ سرخ رنگ کا تھا اور اس رنگ کو ثمود منحوس سمجھتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٧٨-٣٧٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٣٧٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِيْنٍ اَبُو الْحَسَنِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ بْنِ حَيَّانَ اَبُوْ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَ الْحِجْرَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَمَرَهُمْ اَنْ لَّا يَشْرَبُوْا مِنْ بِئْرِهَا وَلَا يَسْتَقُوْا مِنْهَا فَقَالُوْا قَدْ عَجَنَّا مِنْهَا وَاسْتَقَيْنَا فَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّطْرَحُوْا ذٰلِكَ الْعَجِيْنَ وَيُهْرِيْقُوْا ذٰلِكَ الْمَاءَ وَيُرْوٰى عَنْ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ وَاَبِى الشُّمُوْسِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِاِلْقَاءِ الطَّعَامِ وَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اعْتَجَنَ بِمَائِهٖ.

[طرف الحدیث:٣٣٧٩](صحیح مسلم:٢٩٨١' الرقم المسلسل:٧٣٦٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مسکین ابوالحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حسان بن حیان ابوزکریاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوہ تبوک میں وادی الحجر میں پہنچے تو آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس کے کنویں سے پانی نہ پئیں اور نہ اس سے (اپنے جانوروں کو) پانی پلائیں' صحابہ نے کہا: ہم تو اس کے پانی سے آٹا گوندھ چکے ہیں اور پانی نکال چکے ہیں' تو آپ نے حکم دیا کہ اس آٹے کو پھینک دیں اور اس پانی کو گرا دیں۔ سبرہ بن معبد اور ابی شموس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طعام کو پھینکنے کا حکم دیا اور حضرت ابوذر نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس پانی سے آٹا گوندھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) محمد بن مسکین الیمانی' یہ امام بخاری اور امام مسلم کے شیخ ہیں (٢) یحییٰ بن حسان' یہ اسم منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح ہے' یہ ابن حیان التنیسی ہیں (٣) سلیمان' یہ ابن بلال ابو یوب ہیں' قاسم بن محمد کے آزاد شدہ غلام ہیں' یہ بربری ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٧٨)

اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت واضح ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: جب آپ وادیٔ حجر میں پہنچے۔ اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں ثمود کے مکانات ہیں۔

اس میں مذکور ہے: اس پانی کو گرا دیں۔ آپ نے یہ حکم اس لیے دیا تھا کہ صحابہ اس پانی کو نہ پئیں تاکہ ان میں قوم ثمود کی سنگ دلی نہ پیدا ہو جائے' یا اس سے انہیں کوئی اور ضرر نہ پہنچے۔

٣٣٧٩ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ النَّاسَ نَزَلُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْضَ ثَمُوْدَ الْحِجْرَ فَاسْتَقَوْا مِنْ بِئْرِهَا وَاعْتَجَنُوْا بِهٖ فَاَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّهْرِيْقُوْا مَا اسْتَقَوْا مِنْ بِئْرِهَا وَاَنْ يَّعْلِفُوا الْاِبِلَ الْعَجِيْنَ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّسْتَقُوْا مِنَ الْبِئْرِ الَّتِيْ كَانَتْ تَرِدُهَا النَّاقَةُ تَابَعَهٗ اُسَامَةُ عَنْ نَّافِعٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از نافع کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثمود کی وادیٔ حجر میں پہنچے تو انہوں نے ان کے کنویں سے پانی نکالا اور اس سے آٹا گوندھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا کہ انہوں نے ثمود کے کنویں سے جو پانی نکالا ہے' اس کو گرا دیں اور جو آٹا گوندھا ہے وہ اونٹوں کو کھلا دیں اور ان کو حکم دیا کہ اس کنویں سے پانی نکالیں جس پر اونٹنی آتی تھی۔ عبیداللہ کی متابعت اسامہ نے کی ہے از نافع۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٧٨ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قوم ثمود کے کنوؤں سے پانی لینا مکروہ ہے اور اسی کے حکم میں ان کنوؤں اور چشموں کا پانی ہے' جن اقوام کو اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب دیا گیا تھا اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی ہے۔

٣٣٨٠ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا مَرَّ بِالْحِجْرِ قَالَ لَا تَدْخُلُوْا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مَا اَصَابَهُمْ ثُمَّ تَقَنَّعَ بِرِدَائِهٖ وَهُوَ عَلَى الرَّحْلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از معمر از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی از والد خود رضی اللہ عنہم کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وادی الحجر کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا: تم ظالموں کے گھروں کے پاس سے نہ گزرنا مگر اس حال میں کہ تم رو رہے ہو' کہیں تم پر بھی وہ عذاب نازل نہ ہو جو ان پر نازل ہوا تھا' پھر آپ نے اپنے آپ کو اپنی چادر میں چھپا لیا اور اس وقت آپ اونٹ کے پالان پر تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٣٣ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٨١ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبٌ حَدَّثَنَا اَبِيْ سَمِعْتُ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُوْا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِثْلُ مَا اَصَابَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی کہ میں نے یونس سے سنا از الزہری از سالم کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے' تم ان کے گھروں میں نہ داخل ہونا مگر اس حال میں کہ تم رونے والے ہو' کہیں تم پر بھی ایسا عذاب نازل نہ ہو جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ٤٣٣ میں گزر چکی ہے۔

١٨ - بَابٌ ﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ﴾ (البقرہ:١٣٣)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب فوت ہوئے (البقرہ:١٣٣)

یہ باب مکرر ہے' تین بار پہلے گزر چکا ہے اور صحیح البخاری کے اکثر نسخوں میں یہ باب نہیں ہے۔

٣٣٨٢ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اَلْكَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ. [اطراف الحدیث:٣٣٩٠-٤٦٨٨] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم' (حضرت) یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت جو وصیت کی تھی' اس میں حضرت یوسف علیہ السلام بھی داخل تھے۔

کریم کا معنی

اس حدیث میں حضرت یوسف علیہ السلام کی صفت کریم بیان کی گئی ہے۔ "کریم" لئیم (ملامت زدہ) کی ضد ہے' کریم اس شخص کو کہتے ہیں جو دنیا اور آخرت میں نیک ہو۔

علامہ نووی نے کہا: کریم اصل میں اس کو کہتے ہیں جس میں بہ کثرت خیر ہو' حضرت یوسف علیہ السلام نے شرف نبوت کے ساتھ تمام مکارمِ اخلاق کو جمع کر لیا تھا' اور وہ تین متناسل انبیاء (حضرت یعقوب' حضرت اسحاق اور حضرت ابراہیم) علیہم السلام کے بیٹے تھے اور جب وہ دنیاوی ریاست کے امیر ہوئے تو انہوں نے انتہائی عدل وانصاف سے کام کیا۔

١٩ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ○﴾ (یوسف:٧)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک یوسف اور ان کے بھائیوں (کے قصہ) میں پوچھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں ○ (یوسف:٧)

آیات کی تفسیر اور بارہ بھائیوں کے اسماء

اس آیت میں آیات کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: عبرت انگیز واقعات' اور اس میں "سائلین" کا لفظ ہے' اس سے مراد ہے: یہودی' ایک قول یہ ہے کہ آیات سے مراد ہے: اللہ تعالیٰ کی قدرت کی علامات اور اس پر دلائل اور ہر چیز میں اس کی حکمت' دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر علامات اور دلائل مراد ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے یہ نام ہیں: (١) فروبیل' یہ سب سے بڑے بھائی تھے (٢) شمعون (٣) لاوی (٤) یہودا (٥) رویالون (٦) یشجر یا ساخر' ان سب کی ماں لیا بنت لایان تھیں (٧) دانی (٨) یفتالی (٩) جاد (١٠) آشر' یہ سب دو باندیوں سے پیدا ہوئے تھے' پھر لیا فوت ہو گئیں تو حضرت یعقوب نے ان کی بہن راحیل سے شادی کر لی اور ان سے حضرت یوسف

اور بنیامین پیدا ہوئے پس یہ کل بارہ بھائی تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۳۸۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۳۸۳ - حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ بْنُ إِسْمٰعِیْلَ عَنْ اَبِیْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَکْرَمُ النَّاسِ قَالَ اَتْقَاهُمْ لِلّٰهِ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَاَکْرَمُ النَّاسِ یُوْسُفُ نَبِیُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِیِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِیِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِیْلِ اللّٰهِ قَالُوْا لَیْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَّعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْاَلُوْنِیْ النَّاسُ مَعَادِنُ خِیَارُهُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُهُمْ فِی الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از عبیداللہ انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی سعید نے خبر دی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ مکرم کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے صحابہ نے کہا: ہم آپ سے اس کے متعلق سوال نہیں کر رہے آپ نے فرمایا: پھر سب لوگوں سے زیادہ مکرم یوسف نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ ہیں صحابہ نے کہا: ہم ان کے متعلق آپ سے سوال نہیں کر رہے آپ نے فرمایا: پھر تم عرب کے معادن کے متعلق سوال کر رہے ہو لوگ معادن ہیں جو زمانہ جاہلیت میں سب سے بہتر تھے وہ زمانہ اسلام میں سب سے بہتر ہیں جب وہ دین میں سمجھ حاصل کرلیں۔

اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

ہمیں محمد بن سلام نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے خبر دی از عبیداللہ از سعید از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۳۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۸٤ - حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِیْمَ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا مُرِیْ اَبَابَکْرٍ یُّصَلِّیْ بِالنَّاسِ قَالَتْ إِنَّهٗ رَجُلٌ اَسِیْفٌ مَتٰی یَقُمْ مَقَامَكَ رَقَّ فَعَادَتْ قَالَ شُعْبَةُ فَقَالَ فِی الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ إِنَّکُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ مُرُوْا اَبَابَکْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بدل بن المحبر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از سعد بن ابراہیم انہوں نے کہا: میں نے عروہ بن الزبیر سے سنا از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ نے کہا: وہ بہت رقیق القلب مرد ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان پر رقت طاری ہوگی پھر انہوں نے اپنی بات دہرائی۔ شعبہ نے کہا: آپ نے تیسری یا چوتھی بار فرمایا: بے شک تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتیں ہو ابوبکر سے کہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۹۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۳۸۵ - حَدَّثَنَا الرَّبِیْعُ بْنُ یَحْیَی الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ ابْنِ اَبِیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الربیع بن یحییٰ البصری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی

مُوْسٰی عَنْ اَبِیْهِ قَالَ مَرِضَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ اِنَّ اَبَابَكْرٍ رَجُلٌ فَقَالَ مِثْلَهٗ فَقَالَتْ مِثْلَهٗ فَقَالَ مُرُوْهُ فَاِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ فَاَمَّ اَبُوْبَكْرٍ فِیْ حَیَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ حُسَیْنٌ عَنْ زَائِدَةَ رَجُلٌ رَّقِیْقٌ.

از عبدالملک بن عمیر از ابی بردہ بن ابی موسیٰ از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ بیمار ہو گئے تو آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بے شک ابوبکر ایسے مرد ہیں۔ پس راوی نے اس کی مثل کہا' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی مثل کہا' آپ نے فرمایا: ان سے کہو' تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتیں ہو' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی حیات میں نمازیں پڑھائیں۔ پس حسین نے کہا: از زائدہ: وہ رقیق القلب مرد ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٧٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٨٦- حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ حَدَّثَنَا اَبُوالزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ عَیَّاشَ بْنَ اَبِیْ رَبِیْعَةَ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِیْدَ بْنَ الْوَلِیْدِ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰی مُضَرَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِیْنَ كَسِنِیْ یُوْسُفَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے! اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے! اے اللہ! الولید بن الولید کو نجات دے! اے اللہ! ضعیف مؤمنین کو نجات دے! اے اللہ! مضر کو شدت سے روند ڈال! اے اللہ! ان پر حضرت یوسف کے زمانہ کے قحط کے سال مسلط کر دے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٩٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٨٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ ابْنِ اَخِیْ جُوَیْرِیَةَ حَدَّثَنَا جُوَیْرِیَةُ بْنُ اَسْمَاءَ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ اَنَّ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ وَاَبَا عُبَیْدٍ اَخْبَرَاهُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ كَانَ یَاْوِیْ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ وَّلَوْ لَبِثْتُ فِی السِّجْنِ مَالَبِثَ یُوْسُفُ ثُمَّ اَتَانِی الدَّاعِیْ لَاَجَبْتُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی جو حضرت جویریہ کے بھتیجے ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء نے حدیث بیان کی از امام مالک از الزہری کہ بے شک سعید بن المسیب اور ابوعبید' دونوں نے ان کو خبر دی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت لوط پر رحم فرمائے! وہ مضبوط قبیلہ کی پناہ کی تمنا کرتے تھے اور اگر میں قید خانہ میں اتنا عرصہ رہتا جتنا عرصہ حضرت یوسف علیہ السلام رہے تھے' پھر میرے پاس قید سے نکال کر بلانے والا آتا تو میں اس کی بات مان لیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٧٢ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٨٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ فُضَیْلٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث

حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْتُ اُمَّ رُوْمَانَ وَهِيَ اُمُّ عَائِشَةَ عَمَّا قِيْلَ فِيْهَا مَاقِيْلَ قَالَتْ بَيْنَمَا اَنَا مَعَ عَائِشَةَ جَالِسَتَانِ اِذْ وَلَجَتْ عَلَيْنَا امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَهِيَ تَقُوْلُ فَعَلَ اللّٰهُ بِفُلَانٍ وَّفَعَلَ قَالَتْ فَقُلْتُ لِمَ قَالَتْ اِنَّهٗ نَمٰى ذِكْرَ الْحَدِيْثِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ اَيُّ حَدِيْثٍ فَاَخْبَرَتْهَا قَالَتْ فَسَمِعَهٗ اَبُوْبَكْرٍ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ نَعَمْ فَخَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا فَمَا اَفَاقَتْ اِلَّا وَعَلَيْهَا حُمّٰى بِنَافِضٍ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِهٰذِهٖ قُلْتُ حُمّٰى اَخَذَتْهَا مِنْ اَجْلِ حَدِيْثٍ تُحُدِّثَ بِهٖ فَقَعَدَتْ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَئِنْ حَلَفْتُ لَا تُصَدِّقُوْنِيْ وَلَئِنِ اعْتَذَرْتُ لَا تَعْذِرُوْنِيْ فَمَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ يَعْقُوْبَ وَبَنِيْهِ ﴿وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَاتَصِفُوْنَ۝﴾ (یوسف:١٨) فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ مَااَنْزَلَ فَاَخْبَرَهَا فَقَالَتْ بِحَمْدِ اللّٰهِ لَابِحَمْدِ اَحَدٍ. [اطراف الحدیث: ۴۱۴۳-۴۶۹۱-۴۷۵۱]

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از شقیق از مسروق' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت اُم رومان سے سوال کیا اور وہ حضرت عائشہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ماں تھیں' اس افواہ کے متعلق جو حضرت عائشہ کے بارے میں کہی گئی تھی' انہوں نے بیان کیا کہ میں جس وقت (حضرت) عائشہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی تو ہمارے پاس ایک انصاری خاتون آئی اور وہ کہہ رہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں (یعنی حضرت مسطح) کے ساتھ ایسا ایسا کرے' حضرت عائشہ نے پوچھا: آپ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں؟ انہوں نے کہا: اس نے بُری خبر پھیلائی ہے' حضرت عائشہ نے پوچھا: کون سی خبر پھیلائی ہے؟ تو انہوں نے (ان کے تہمت لگانے کا واقعہ) بتایا' حضرت عائشہ نے پوچھا: کیا اس خبر کو حضرت ابوبکر نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن لیا ہے؟ اس انصاری خاتون نے کہا: جی ہاں! پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان پر بے ہوش ہو کر گر گئیں' پھر جب ان کو ہوش آیا تو ان کو سردی کے ساتھ بخار چڑھا ہوا تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو آپ نے پوچھا کہ ان کو کیا ہوا ہے؟ تو اس انصاریہ نے کہا: ان کو اس تہمت کی خبر سن کر بخار آ گیا جو تہمت آپ کو بتائی گئی ہے' پھر حضرت عائشہ اُٹھ کر بیٹھ گئیں اور کہا: اللہ کی قسم! اگر میں قسم کھا کر کہوں (کہ میں بے قصور ہوں) تو آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں عذر بیان کروں تو آپ لوگ مجھے معذور قرار نہیں دیں گے! پس میری اور آپ لوگوں کی مثال تو حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کی طرح ہے' پس آپ لوگ میرے متعلق جو کچھ کہتے ہیں تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے۝ پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس چلے گئے' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ (کی برأت) کے متعلق وہ آیات نازل فرمائیں جو نازل فرمائیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کو ان (آیات) کی خبر دی' تو حضرت عائشہ نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گی اور کسی کی حمد نہیں کروں گی۔

امام بخاری کی اس روایت کی سند پر بحث ونظر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ حدیث از مسروق روایت کی ہے کہ مسروق نے یہ حدیث حضرت اُم رومان رضی اللہ عنہا سے سنی ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے متصل نہیں ہے ہوسکتا ہے کہ مسروق نے اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہو امام ابن سعد نے کہا کہ حضرت اُم رومان ٦ یا ۵ یا ۴ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں فوت ہوگئی تھیں اس وجہ سے مسروق کا ان سے تہمت کے واقعہ کو سننا ممکن نہیں ہے لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث متصل ہے کیونکہ ابواسحاق حربی نے کہا ہے کہ مسروق نے حضرت اُم رومان سے اس وقت سوال کیا تھا جب ان کی عمر پندرہ سال تھی اور اٹھہتر سال کی عمر میں فوت ہوئے تھے اور حضرت اُم رومان مسروق سے مقدم تھیں، حافظ ابونعیم نے بیان کیا ہے کہ حضرت اُم رومان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بڑے عرصہ تک زندہ رہیں لہٰذا یہ حدیث متصل ہے۔

الخطیب نے کہا ہے کہ الحربی پر تعجب ہے کہ ان سے یہ بات کیسے مخفی رہی کہ مسروق کا حضرت اُم رومان سے سوال کرنا محال ہے، اسی وجہ سے امام مسلم نے اس سند کے ساتھ حدیث کو روایت نہیں کیا اور انہوں نے اس حدیث کو مسترد کردیا اور اگر مسروق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں زندہ تھے تو انہوں نے اس حدیث کو آپ سے کیوں نہیں سنا۔

حضرت مسطح کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے ان کا پورا نام مسطح بن اُثاثہ بن عباد المطلب ہے۔ حافظ ابوعمر نے کہا ہے کہ ان کا نام عوف ہے لیکن اس پر مسطح کا غلبہ ہوگیا، یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے غزوۂ بدر میں حاضر تھے اور چھپن سال کی عمر میں چونتیس ہجری میں فوت ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کا ساتھ دیا تھا اور جب قرآن مجید میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت نازل ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر حدقذف لگائی یعنی اسّی کوڑے مارے۔ حضرت ابوبکر ان کے فقر اور افلاس کی وجہ سے ان کو خرچ دیتے تھے جب ان پر حد لگی تو حضرت ابوبکر نے قسم کھائی کہ اب وہ ان کو خرچ نہیں دیں گے، تب یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○ (النور: ۲۲)

اور تم میں سے جو لوگ اصحاب فضل اور وسعت ہیں وہ یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہیں دیں گے انہیں چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کر دیں (اے ایمان والو!) کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت کر دے، پھر انہوں نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کا خرچ واگزار کر دیا اور قسم کھائی کہ میں اب کبھی یہ خرچ بند نہیں کروں گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت اُم المؤمنین عائشہ کے اس کلام کی توجیہ کہ میں آپ کی طرف نہیں کھڑی ہوں گی‘ -------- اس کے متعلق دیگر شارحین کی تقریر

یہ حدیث دوسری جگہ بھی مذکور ہے‘ اس میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جب اللہ تعالیٰ نے تہمت سے برأت نازل کر دی تو حضرت اُم رومان نے حضرت عائشہ سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف (تعظیماً) قیام کرو‘ حضرت عائشہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ کی طرف نہیں کھڑی ہوں گی اور اللہ عزوجل کے سوا کسی کی حمد نہیں کروں گی۔ (صحیح البخاری: ۴۱۴۱)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس قول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف تعریض کی ہے‘ یعنی اس اعلانِ برأت کی وجہ سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حمد نہیں کروں گی کیونکہ ان کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منافقین کے اس قول کی بناء پر حضرت عائشہ سے تحقیق اور باز پرس کی تھی اور حضرت عائشہ کی برأت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نازل کی تھی جو تا قیامت پڑھا جاتا رہے گا اور حضرت عائشہ کی پاک دامنی بیان ہوتی رہے گی۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٢٧٧‘ داراحیاء التراث العربی‘ بیروت‘ ۱۴۲۹ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

بعض اصحاب عبداللہ بن مبارک نے یہ کہا ہے کہ میں حضرت عائشہ کے اس قول کو بہت سنگین قرار دیتا ہوں اور غالباً حضرت عائشہ نے یہ اس وجہ سے کہا تھا کہ بعض احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا: اٹھ کر اللہ کی حمد کرو‘ سو انہوں نے اس سے یہ سمجھا کہ اس موقع پر وہ صرف اللہ کی حمد کریں۔ (ارشاد الساری ج ٧ ص ٣٦٤‘ دارالفکر‘ بیروت‘ ۱۴۲۱ھ)

حضرت اُم المؤمنین کے اس کلام کی توجیہ میں مصنف کی تقریر

ہر چند کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ جملہ بہت سنگین ہے کہ میں صرف اللہ کی حمد کروں گی‘ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حمد نہیں کروں گی‘ لیکن بعض اوقات احباء مقامِ ناز میں اپنے محبوب کے ساتھ ایسا کلام کرتے ہیں جو بہ ظاہر بہت سخت اور سنگین ہوتا ہے‘ لیکن اگر غور کیا جائے تو اس کا وہ مطلب نہیں ہوتا جو ان لفظوں سے مفہوم ہوتا ہے‘ اس کی مثال درج ذیل حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غزوۂ بدر میں دعا کرتے ہوئے کہا: اے اللہ! میں تجھے تیرا عہد اور تیرا وعدہ یاد دلاتا ہوں‘ اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۲۹۱۵)

امام مسلم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور اپنے اصحاب کی طرف دیکھا تو وہ تین سو اور تیرہ مرد تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کیا‘ پھر اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے‘ پھر اپنے رب سے اس طرح دعا کی: اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا کر! اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو عطاء کر! اے اللہ! اگر مسلمانوں کی یہ جماعت آج ہلاک ہوگئی تو روئے زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی‘ پھر آپ اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے مسلسل قبلہ کی طرف دعا کر کے اسی طرح اپنے رب سے دعا کرتے رہے‘ حتیٰ کہ آپ کی چادر آپ کے کندھوں سے ڈھلک گئی۔ الحدیث (صحیح مسلم: ۱۷٦۳‘ الرقم المسلسل: ۴۵۰۷‘ سنن ابوداؤد: ۲٦۹۰‘ سنن ترمذی: ۳۰۸۱)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اللہ سے یہ کہنا کہ اگر مسلمانوں کی یہ جماعت آج ہلاک ہوگئی تو روئے زمین پر تیری عبادت نہیں ہوگی‘ بہ ظاہر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ جملہ بھی اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت سخت ہے لیکن احباء مقامِ ناز میں اپنے محبوبین سے اسی طرح کا کلام کرتے ہیں۔ اس کی دوسری مثال درج ذیل حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں ضرور جانتا ہوں جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ کیسے اس کو پہچان لیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو تم کہتی ہو: ربِ محمد کی قسم! اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: ربِ ابراہیم کی قسم! حضرت عائشہ نے بیان کیا: میں نے کہا: اسی طرح ہے اور اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! میں صرف آپ کے نام کو چھوڑتی ہوں (یعنی آپ کی ذات کو نہیں چھوڑتی ہوں)۔ (صحیح البخاری: ۵۲۲۸، صحیح مسلم: ۲۴۳۹، مسند ابویعلیٰ: ۴۸۹۴، سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۷، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۶۱، شرح السنہ: ۲۳۳۸، سنن کبریٰ: ۹۱۵۶، صحیح ابن حبان: ۴۳۳۱)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ تھا کہ جتنی مدت میری ناراضگی رہتی ہے، میں اس مدت میں آپ کے نام کو چھوڑ دیتی ہوں لیکن آپ کی ذاتِ شریف کو نہیں چھوڑتی اور حضرت عائشہ نے اس کو ہجرت سے تعبیر کیا جو اس پہ دلالت کرتا ہے کہ آپ کے نام کو چھوڑنے کی وجہ سے مجھے تکلیف ہوتی ہے لیکن ناراضگی کی وجہ سے اس پر اختیار نہیں ہوتا اور وہ آپ سے کامل وصال کی طلب میں رہتی ہیں۔

(مرقات ج ۶ ص ۳۹۳، مکتبہ حقانیہ پشاور)

یہ حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مقامِ ناز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناراض ہوتیں اور آپ کا نام نہیں لیتیں اور ربِ ابراہیم کی قسم کھاتیں، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ جان لیتے تھے کہ کسی بات سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مجھ سے ناراض ہیں اور ان کا یہ ناراض ہونا بھی مقامِ ناز کی بناء پر تھا۔ امت کے کسی اور فرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی بات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہو یا آپ پر غضب ناک ہو۔

علیٰ ھذا القیاس! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تہمت لگنے والی حدیث میں کہا: میں صرف اپنے رب کی حمد کروں گی، یعنی آپ کی حمد نہیں کروں گی۔ تو حضرت عائشہ کا یہ ارشاد بھی مقامِ ناز میں تھا، امت کے کسی اور فرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ آپ کے متعلق ایسا کہے اور اگر کہے تو اس کی گردن اُڑا دی جائے۔

دراصل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ناراضگی اس وجہ سے تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس تہمت کے متعلق حضرت عائشہ سے باز پرس کی اور تفتیش کی تو اس طرح فرمایا: اے عائشہ! تمہارے متعلق جو مجھے تہمت کی خبر پہنچی ہے، اگر تم اس سے بَری ہو تو عنقریب اللہ تم کو اس سے بَری کر دے گا اور اگر تم نے کوئی گناہ کر لیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور اس سے توبہ کرو، کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے۔

اس کے جواب میں حضرت عائشہ نے کہا: بے شک اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ آپ لوگوں نے یہ بات سن لی ہے اور آپ لوگوں کے دلوں میں یہ بات جم گئی ہے اور آپ لوگوں نے اس کی تصدیق کر دی ہے، پس اگر میں آپ لوگوں سے یہ کہوں کہ میں اس تہمت سے بَری ہوں تو آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں کسی گناہ کا اعتراف کر لوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس گناہ سے بَری ہوں تو آپ لوگ میری ضرور تصدیق کریں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اللہ کی قسم! ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ سے نہیں اُٹھے تھے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں بَری کر دیا ہے، تو مجھ سے میری ماں نے کہا: آپ کی طرف کھڑی ہو، تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی، میں تو صرف اللہ عزوجل کی حمد کروں گی۔

(صحیح بخاری:۴۱۴۱'۲۱۳۸'سنن ابوداؤد:۸'سنن ابن ماجہ:۱۹۷۰'مسند احمد ج۶ ص ۱۱۷)

اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو اس طرح فرمایا تھا' یہ مقامِ ناز میں آپ کے کلمات ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس معاملہ میں باز پرس کی تھی اور اجنبیوں کی طرح کلام کیا تھا' وہ محض اتمامِ حجت کے لیے تھا تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ آپ نے اپنی اہلیہ کی جانب داری کی' ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ حضرت عائشہ اس تہمت سے بَری ہیں اور اسی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے اپنی اہلیہ کے متعلق سوائے خیر اور بھلائی کے اور کسی چیز کو نہیں جانا۔

حافظ بدرالدین عینی' حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر نامور شارحین نے اس حدیث کی شرح کی ہے' لیکن انہوں نے حضرت عائشہ ام المؤمنین کے اس کلام کی توجیہ کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں لکھا' اپنی اور تمام مؤمنوں کی ماں سے جو مجھے شدید محبت ہے' اس نے یہ گوارا نہیں کیا کہ میں اس مقام سے ایسے ہی گزر جاؤں' سو میں نے اُمّی و اُمّ المؤمنین کے اس کلام کی توجیہ کی اور اپنی ماں سے اس اعتراض کی گرد جھاڑ دی' لہٰذا یقین واثق ہے کہ قیامت کے دن آپ بھی میری شفاعت کر کے میرے چہرے سے گناہوں کی گرد جھاڑ دیں گی کہ ہر چند کہ یہ نکما اور ناکارہ ہے' مگر ہے تو میرا بیٹا' اس کو جانے دو۔

۳۳۸۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتِ قَوْلَهُ ﴿حَتّٰى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا﴾ (یوسف:۱۱۰) أَوْ كُذِبُوا قَالَتْ بَلْ كَذَّبَهُمْ قَوْمُهُمْ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَيْقَنُوا أَنَّ قَوْمَهُمْ كَذَّبُوهُمْ وَمَا هُوَ بِالظَّنِّ فَقَالَتْ يَا عُرَيَّةُ لَقَدِ اسْتَيْقَنُوا بِذٰلِكَ قُلْتُ فَلَعَلَّهَا أَوْ كُذِبُوا قَالَتْ مَعَاذَ اللّٰهِ لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذٰلِكَ بِرَبِّهَا. وَأَمَّا هٰذِهِ الْآيَةُ قَالَتْ هُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِينَ اٰمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَصَدَّقُوهُمْ وَطَالَ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ وَاسْتَأْخَرَ عَنْهُمُ النَّصْرُ حَتّٰى إِذَا اسْتَيْأَسَتْ مِمَّنْ كَذَّبَهُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ وَظَنُّوا أَنَّ أَتْبَاعَهُمْ كَذَّبُوهُمْ جَاءَهُمْ نَصْرُ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عُقیل از ابن شہاب' انہوں نے بیان کیا کہ مجھے عروہ نے خبر دی' انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: آپ یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں: حتیٰ کہ جب رسول (اپنی قوم کے ایمان سے) نا اُمید ہونے لگے اور لوگوں نے گمان کر لیا کہ ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا ہے (یوسف:۱۱۰) (یہ لفظ ''کُذِّبوا'' ہے) یا ''کُذِبو'' (یعنی ان کی تکذیب کی گئی ہے یا ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا ہے) حضرت عائشہ نے فرمایا: بلکہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی تھی' تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! ان رسولوں کو تو یہ یقین تھا کہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی ہے اور ان کو اس کا گمان نہیں تھا' پس حضرت عائشہ نے کہا: اے عریّہ! بے شک ان کو اس کا یقین تھا' میں نے کہا: پس شاید یہ لفظ ''او کُذِبوا'' (ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا ہے) ہے' حضرت عائشہ نے فرمایا: معاذ اللہ! اللہ کے رسول اپنے رب کے ساتھ ایسا گمان نہیں کرتے اور رہی یہ آیت تو یہ لوگ رسولوں کے پیروکار تھے' جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی تھی اور ان پر مصائب کی مدت دراز ہو گئی اور مدد کے آنے میں تاخیر ہو گئی' حتیٰ کہ ان کی قوم کے جن

لوگوں نے تکذیب کی تھی وہ مایوس ہو گئے اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ رسولوں کے پیروکاروں نے ان سے جھوٹ کہا تھا تو ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی مدد آ گئی۔

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ ﴿اِسْتَيْاَسُوْا﴾ اِفْتَعَلُوْا مِنْ يَئِسْتُ ﴿مِنْهُ﴾ (یوسف: ٨٠) مِنْ يُّوْسُفَ ﴿لَا تَيْاَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ﴾ (یوسف: ٨٧) مَعْنَاهُ الرَّجَاءُ.

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: ''استیئسوا'' ''افتعلوا'' کے وزن پر ہے' یہ ''یئست'' سے ماخوذ ہے' یعنی زلیخا حضرت یوسف سے نا اُمید ہو گئی' اللہ کی رحمت سے نا اُمید مت ہو' یعنی اس سے اُمید رکھو۔

[اطراف الحدیث: ٤٥٢٥-٤٦٩٥-٤٦٩٦] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

عروہ کے سوال اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

عروہ کو جو اشکال پیدا ہوا تھا' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسولوں کو یہ یقین تھا کہ ان کی تکذیب کی گئی' اور قرآن مجید میں مذکور ہے کہ ان کو گمان تھا کہ ان کی تکذیب کی گئی ہے' حضرت عائشہ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں گمان بہ معنی یقین ہے' یعنی رسولوں نے یہ خبر دی تھی کہ اللہ کے منکر کافروں پر عذاب آئے گا لیکن جب ان پر عذاب آنے میں تاخیر ہوئی تو رسولوں کے پیروکاروں کے متعلق کافروں نے یہ گمان کیا کہ ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا تھا تو پھر اللہ کی مدد آئی اور کافروں پر عذاب آ گیا۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣٨٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٣٩٠ - اَخْبَرَنِىْ عَبْدَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْكَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمُ السَّلَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبدۃ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم' یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٨٢ میں گزر چکی ہے۔

٢٠ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○﴾ (الانبیاء: ٨٣)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایوب کو (یاد کیجئے) جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے (سخت) تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ○ (الانبیاء: ٨٣)

حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ اور اس کا بیان کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو کوئی گھناؤنی بیماری نہیں ہوئی تھی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ایوب' اسم عجمی ہے اور عجمہ اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے' اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کا پانچ جگہ ذکر فرمایا ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے جو فرمایا تھا: اے رب! مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے' اس تکلیف کے بیان میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) حضرت ایوب کو اس سے تکلیف پہنچی کہ لوگوں نے کہا کہ حضرت ایوب جو اس مرض میں مبتلا ہوئے' اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کوئی بہت بڑا گناہ کیا تھا جس کی انہیں یہ سزا ملی ہے۔ (معاذ اللہ)

(۲) ان پر چالیس دن تک وحی نہیں آئی تھی' جس سے انہوں نے یہ گمان کیا کہ ان کے رب نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔

(۳) یہ انہوں نے اس وقت دعا کی تھی کہ جب کیڑوں نے ان کے تمام جسم کو کھا لیا تھا' پھر کیڑے ان کے دل کی طرف چلنے لگے۔ مصنف کے نزدیک یہ قول محض باطل ہے' اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں پر ایسی بیماری نہیں ڈالتا جو لوگوں کے نزدیک قابلِ نفرت ہو' جسم میں کیڑے پڑنا دیکھنے والوں کے لیے موجبِ نفرت ہے' اللہ کے نبی پُرکشش ہوتے ہیں تا کہ لوگ ان کی طرف رغبت کریں اور ان کی بات سنیں' نہ کہ وہ ایسے حال میں ہوں کہ لوگ ان سے بھاگیں اور نفرت کریں۔

(۴) حضرت ایوب علیہ السلام نے یہ دعا اس وقت کی تھی جب ان کی بیوی ان کو چھوڑ کر چلی گئی تھی اور کوئی ان کی دیکھ بھال کرنے والا نہ تھا۔

(۵) حسن بصری نے بیان کیا کہ ابلیس لعین ان کی بیوی کے پاس ایک بکری کا بچہ لے کر آیا اور کہا: تم حضرت ایوب سے کہو کہ وہ اس کو میرے نام پر ذبح کر دیں' پھر وہ تندرست ہو جائیں گے' وہ اس کو لے کر آئیں اور یہ پیغام پہنچایا تو حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا: تم تو مجھ کو ہلاک کرنے لگی تھیں' جب اللہ نے مجھے شفاء دے دی تو میں تمہیں سو کوڑے ماروں گا' تم مجھ سے یہ کہتی تھیں کہ میں اس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کروں' پھر حضرت ایوب نے اپنی بیوی کو گھر سے نکال دیا اور گھر میں اکیلے رہ گئے' تب انہوں نے کہا کہ مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام کو ابتداءً تکلیف ہوئی تو انہوں نے اس وقت دعا کیوں نہیں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو علم تھا کہ یہ اللہ کی تقدیر ہے اور بندہ اپنے مولیٰ کی تقدیر میں تصرف نہیں کر سکتا' دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے ابتداءً بیماری کو دور کرنے کی دعا اس لیے نہیں کی تا کہ اس بیماری کی وجہ سے ان کو زیادہ ثواب ملے' لہٰذا انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیماری کو دور کرنے کی دعا نہیں کی۔

اور اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ انہوں نے کہا: تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ بہ ظاہر یہ چاہیے تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے کہ تو میری اس سخت تکلیف کو دور فرما! لیکن انہوں نے یہ دعا کی کہ تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے' اور اس میں بیماری کو زائل کرنے کی تعریض ہے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی کہ وہ بہت رحیم ہے اور کریم کی ثناء کرنا اس سے سوال کو متضمن ہوتا ہے' گویا کہ انہوں نے کہا کہ تو میرے حال پر رحم فرما اور مجھے اس مرض سے شفاء عطاء فرما!

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کے قصہ کے متعلق امام ابن ابی حاتم' امام ابن جریر' امام ابن حبان اور حاکم نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام اپنے مرض میں تیرہ سال لگاتار مبتلا رہے اور ان کو ان کے تمام قریب اور بعید رشتہ داروں نے چھوڑ دیا' اور احمد بن وہب نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ایوب علیہ السلام اپنی مصیبت میں اٹھارہ سال مبتلا رہے' اور خالد بن دریک نے کہا ہے: اسّی سال کی عمر میں ان پر یہ مصیبت آئی تھی' اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ وہ اس مصیبت میں سات سال مبتلا رہے اور ان پر یہ مصیبت ستر سال کی عمر میں آئی تھی۔

حسن بصری نے کہا ہے: حضرت ایوب علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے کچرا گھر میں پھینک دیا گیا تھا اور وہ سات سال تک اس میں پڑے رہے تھے۔

مصنف کے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے' اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو باوقار حالت میں رکھتا ہے اور ان کو کوڑے کرکٹ کی جگہ پھینک دینا اور سات سال تک ان کا وہاں پڑے رہنا' ان کے وقار اور ان کی عظمت کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کے متعلق فرماتا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ (آل عمران: ٣٣)

بے شک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور آلِ ابراہیم اور آل عمران کو (ان کے زمانے کے) سارے جہان والوں پر ○

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ (الانعام: ٨٤-٨٦)

اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطاء کیے' اور ہم نے سب کو ہدایت دی اور اس سے پہلے ہم نے نوح کو ہدایت دی اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو ہدایت دی اور ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں ○ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس (سب کو ہدایت دی) یہ سب صالحین میں سے ہیں ○ اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط (کو ہدایت دی) اور ہم نے ان سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطاء فرمائی ○

ہم نے جو آل عمران کی آیات نقل کی ہیں' ان میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا: ہم نے ان کو چن لیا' یعنی پسند کر لیا اور منتخب کر لیا اور جو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہو' اس کے بارے میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ سات سال تک کچرا کنڈی یا کوڑے میں پڑا رہا' اور ہم نے سورۃ الانعام کی جو آیات نقل کی ہیں' ان میں حضرت ایوب علیہ السلام سمیت دیگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا ہے: ہم نے ان کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے' تو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہو' وہ سات سال تک کچرا کنڈی یا کوڑے میں پڑا رہا ہو۔ (معاذ اللہ!)

اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو پسندیدہ اور مرغوب اور دلکش شخص بنا کر دنیا میں بھیجتا ہے تا کہ لوگ ان کی طرف رغبت کریں اور ان سے مانوس ہوں اور وہ جو اللہ کا پیغام سنائیں وہ اس کو قبول کریں اور جو شخص سات سال تک کچرا کنڈی پر پڑا رہے گا' اس سے لوگ متنفر ہوں گے یا اس کی شخصیت سے متاثر ہو کر اس کا پیغام سنیں گے۔ یہ روایت انبیاء علیہم السلام کے مقام اور منصب کے بالکل خلاف ہے' اور اللہ تعالیٰ جس حکمت کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں بھیجتا ہے' اس حکمت کے منافی ہے' علامہ عینی پر لازم تھا کہ وہ اس روایت کو اپنی شرح میں درج نہ کرتے اور اگر درج کر دیا تھا تو اس کو رد کر دیتے۔

حضرت ایوب علیہ السلام پر کوئی سخت بیماری مسلط کی گئی تھی لیکن وہ بیماری ایسی نہیں تھی جس سے لوگ گھن کھائیں' حدیث صحیح مرفوع میں اس قسم کی کسی چیز کا ذکر نہیں ہے' صرف ان کی اولاد اور ان کے مال مویشی کے مر جانے اور ان کے بیمار ہونے پر صبر کا ذکر ہے' علماء اور واعظین کو چاہیے کہ وہ حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف ایسے احوال منسوب نہ کریں جن سے لوگوں کو گھن آئے اور اس سلسلہ میں

درج ذیل آیت کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے:

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ○ (ص:٤٧) اور یہ سب ہمارے پسندیدہ اور نیک لوگ ہیں○

* اس مسئلہ کی مزید تحقیق کے لیے تبیان القرآن ج ٧ ص ٦٥٤-٦٤٨ الانبیاء: ٨٣ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

طبری اور ابن الجوزی نے کہا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی عمر ترانوے سال تھی اور ملکِ شام میں ان کی قبر ظاہر ہے۔

﴿اُرْكُضْ﴾ (ص:٤٣) اِضْرِبْ ﴿يَرْكُضُوْنَ﴾ (الانبیاء:١٢). يَعْدُوْنَ. "اُرکض" کا معنی ہے: ماریئے اور "یرکضون" کا معنی ہے: وہ اُچھلتے کودتے ہیں۔

امام بخاری نے اپنی اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ ۢبَارِدٌ وَّشَرَابٌ○ (ص:٤٢) (ہم نے حکم دیا:) زمین پر اپنا پاؤں مارؤ یہ ٹھنڈا چشمہ ہے نہانے اور پینے کے لیے○

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو حکم دیا تو انہوں نے اپنا پیر زمین پر مارا' پس اس سے چشمہ اُبل پڑا' سو انہوں نے اس چشمے میں غسل کیا اور ان پر بیماری کا کوئی اثر باقی نہیں رہا اور ان کا شباب اور حسن و جمال لوٹ آیا' پھر دوسرا پیر مارا تو اس سے دوسرا چشمہ اُبل پڑا' اور اس پانی کو انہوں نے پیا' تو اس سے ان کی تمام بیماریاں جاتی رہیں اور وہ تندرست ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایک بار پیر مارنا ہی کافی تھا تو انہیں دو بار پیر مارنے کا حکم کیوں دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی بار دفعِ ضرر کے لیے پیر مارا اور دوسری بار فرحت اور نشاط کے حصول کے لیے پیر مارا۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٢٨٣-٢٨٢' ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر)

٣٣٩١ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا اَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا خَرَّ عَلَيْهِ رِجْلُ جَرَادٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ يَحْثِيْ فِیْ ثَوْبِهٖ فَنَادٰی رَبُّهٗ يَا اَيُّوْبُ اَلَمْ اَكُنْ اَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرٰی قَالَ بَلٰی يَارَبِّ وَلٰكِنْ لَّا غِنٰی لِیْ عَنْ بَرَكَتِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ھمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: جب حضرت ایوب علیہ السلام برہنہ غسل کر رہے تھے' تو ان پر ایک ٹڈی گر پڑی جو سونے کی تھی' حضرت ایوب اس کو اپنے کپڑے میں دونوں ہاتھوں سے جمع کرنے لگے تو ان کے رب نے ان کو نداء کی: اے ایوب! کیا میں نے آپ کو اس سے غنی نہیں کر دیا جس کو آپ دیکھ رہے ہیں' حضرت ایوب نے عرض کیا: کیوں نہیں! اے رب! لیکن میں تیری برکت سے مستغنی نہیں ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٧٩ میں گزر چکی ہے۔

٢١ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَاذْكُرْ فِی الْكِتَابِ مُوْسٰی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اے رسولِ مکرم!) آپ کتاب میں موسیٰ کو یاد کیجئے بے شک وہ چنے ہوئے

اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ۝ ﴿كَلَّمَهٗ﴾ ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ۝﴾ (مریم:۵۱-۵۳)

تھے اور رسول نبی تھے ۝ اور ہم نے ان کو طور کی دائیں جانب سے نداء فرمائی اور ہم نے انہیں اپنا رازدار بنانے کے لیے مقرب بنایا ۝ اور ہم نے ان کو اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون عطاء فرمائے ۝ (مریم:۵۳-۵۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان آیتوں میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا قصہ ہے' حضرت ہارون علیہ السلام عمر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے۔

مقاتل نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قرآن مجید میں ایک سو اٹھارہ جگہ ذکر کیا ہے' اور حضرت ہارون علیہ السلام کا گیارہ جگہ ذکر کیا ہے' ان دونوں کی ماں کا نام یوخایذ ہے۔

موسیٰ کا لغوی معنی بال مونڈنا ہے' لیث نے کہا: مو کا معنی پانی ہے اور سا کا معنی درخت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۹۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

يُقَالُ لِلْوَاحِدِ وَلِلْاِثْنَيْنِ وَالْجَمْعِ نَجِيٌّ. وَيُقَالُ ﴿خَلَصُوْا نَجِيًّا﴾ (یوسف:۸۰) اِعْتَزَلُوْا نَجِيًّا. وَالْجَمْعُ اَنْجِيَةٌ يَتَنَاجَوْنَ.

واحد' تثنیہ اور جمع کے لیے "نجیی" ہے "خلصو نجیا" کا معنی ہے: اکیلے میں مشورہ کرنے لگے اور "اعتزلوا نجیاً" کا معنی ہے: وہ نکل کر مشورہ کرنے لگے اور اس کی جمع "انجیه" بھی ہوتی ہے "یتناجون" کا لفظ بھی اسی سے ماخوذ ہے۔

امام بخاری نے "خلصوا نجیّا" سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ۝ (یوسف:۸۰)

پھر جب وہ اس کی طرف سے مایوس ہو گئے تو تنہائی میں مشورہ کرنے لگے ۝

امام بخاری نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ وہ بادشاہ کے دربار سے نکل کر مشورہ کرنے لگے۔

امام بخاری نے "یتناجون" کے لفظ سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. (المجادلہ:۸)

(اے رسول مکرم!) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جن کو (بُری) سرگوشی کرنے سے منع کیا گیا تھا' پھر وہ اسی چیز کی طرف لوٹے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور بُری سرگوشی اور سرکشی کرنے لگے۔

یہ آیت ان یہودیوں کے متعلق نازل ہوئی جن کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ تھا' جب ان یہودیوں کے پاس سے کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی گزرتا تو یہودی اس کو دیکھ کر آپس میں سرگوشی کرتے' جس سے وہ صحابی یہ گمان کرتا کہ یہ لوگ اس کو قتل

کرنے کے متعلق سرگوشی کر رہے ہیں' پس وہ ان کے خوف سے راستہ بدل دیتا' جب نبی ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے یہودیوں کو سرگوشی کرنے سے منع فرمایا لیکن وہ باز نہیں آئے اور دوبارہ سرگوشی کرنے لگے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تَلَقَّفُ﴾ (الاعراف:١١٧) تَلَقَّمُ.

''تلقف'' کا معنی ہے: وہ نگلنے لگا۔

﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيْمَانَهٗٓ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌO﴾ (المؤمن:٢٨)

اور فرعون کے متبعین میں سے ایک مرد مومن جو (آل فرعون سے) اپنا ایمان مخفی رکھتا تھا (یہ آیت یہاں تک ہے:) جو حد سے تجاوز کرنے والا جھوٹا ہوO

اس تعلیق سے امام بخاری نے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَO (الاعراف:١١٧)

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی: اپنا عصا ڈال دو تو وہ فوراً ان (کے جادو) کی فریب کاری کو نگلنے لگاO

٣٣٩٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ سَمِعْتُ عُرْوَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَرَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى خَدِيْجَةَ يَرْجُفُ فُؤَادُهٗ فَانْطَلَقَتْ بِهٖ اِلٰى وَرَقَةَ بْنِ نَوْفَلٍ وَّكَانَ رَجُلًا تَنَصَّرَ يَقْرَاُ الْاِنْجِيْلَ بِالْعَرَبِيَّةِ فَقَالَ وَرَقَةُ مَاذَا تَرٰى فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِيْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى وَاِنْ اَدْرَكَنِيْ يَوْمُكَ اَنْصُرْكَ نَصْرًا مُّؤَزَّرًا. اَلنَّامُوْسُ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِيْ يُطْلِعُهٗ بِمَا يَسْتُرُهٗ عَنْ غَيْرِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: میں نے عروہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: پس نبی ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹ کر گئے' اس وقت آپ کا دل کپکپا رہا تھا' سو وہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور وہ ایک نصرانی مرد تھے' عربی میں انجیل پڑھتے تھے' پس ورقہ نے پوچھا: آپ کیا دیکھتے ہیں؟ سو آپ نے بتایا' پس ورقہ نے کہا: یہ وہ ناموس (فرشتہ) ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا' اگر اس وقت تک میں زندہ رہا تو میں آپ کی نہایت قوی مدد کروں گا۔ ناموس اس محرم راز کو کہتے ہیں جو اس راز پر مطلع ہو جس کو انسان دوسروں سے چھپائے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ اس جملہ میں مناسبت ہے کہ یہ وہ ناموس ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا' کیونکہ یہ باب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احوال کے متعلق ہے۔

٢٢ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰىO اِذْ رَاٰ نَارًا﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًىO﴾ (طٰہٰ:٩-١٢)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کیا آپ کے پاس موسیٰ کی خبر آئیO جب انہوں نے آگ کو دیکھا...... پاک میدان طوی میں' تک (طٰہٰ:١٢-٩)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ

امام بخاری نے پوری آیتیں ذکر نہیں کی' ہم ان کا ترجمہ ذکر کر رہے ہیں:

اور کیا آپ کے پاس موسیٰ کی خبر آئی O جب انہوں نے آگ کو دیکھا تو اپنی بیوی سے فرمایا: ٹھہرو! بے شک میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں تمہارے لیے اس میں سے کوئی انگارا لے آؤں یا آگ پر کوئی راہ پاؤں O پھر جب وہ آگ کے پاس آئے تو انہیں نداء کی گئی: اے موسیٰ! O بے شک میں آپ کا رب ہوں تو آپ اپنے جوتے اتار دیں' یقیناً آپ پاک میدان طویٰ میں ہیں O (طٰہٰ:۱۲-۹)

وہب نے بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام سے اپنی والدہ کے پاس جانے کی اجازت طلب کی' پس وہ اپنی اہلیہ کو لے کر روانہ ہوئے' وہ سردی کی رات تھی' اندھیرا تھا اور برف باری ہو رہی تھی' وہ اسی طرح سفر کر رہے تھے کہ انہیں راستہ کے بائیں جانب آگ دکھائی دی' تو انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا: تم یہاں ٹھہرو' شاید میں اس آگ سے تمہارے لیے کچھ انگارے لے آؤں' یا شاید مجھے کوئی دین کا راستہ مل جائے' جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس آگ کے پاس پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک سرسبز درخت ہے اور اس میں نیچے سے اوپر تک سفید آگ جل رہی ہے اور انہوں نے فرشتوں کی تسبیح سنی اور نورِ عظیم دیکھا' پہلے وہ خوف زدہ ہوئے' پھر ان کے دل پر طمانیت نازل کر دی گئی اور یہ نداء کی گئی: اے موسیٰ! بے شک میں آپ کا رب ہوں' آپ اپنے جوتے اتار دیں۔

جوتے اتارنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ جوتے مُردہ گدھے کی کھال سے بنائے گئے تھے' سو حضرت موسیٰ نے ان جوتوں کو اتار دیا اور ان کو وادی کے پیچھے پھینک دیا اور آپ کو بتایا گیا کہ آپ مقدس وادی میں ہیں۔

﴿اٰنَسْتُ﴾ (طٰہٰ:۱۰) اَبْصَرْتُ ﴿نَارًا لَّعَلِّیْٓ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ﴾ (طٰہٰ:۱۰) اَلْاٰیَةَ　　"آنست" کا معنی ہے: میں نے دیکھا۔ بے شک میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں اس سے تمہارے پاس کوئی انگارہ لاؤں (طٰہٰ:۱۰) الایہ۔

یعنی "آنست" کا لفظ "ایناس" سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: کسی چیز کو اچھی طرح دیکھنا حتیٰ کہ اس میں کوئی اشتباہ نہ رہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اَلْمُقَدَّسُ﴾ اَلْمُبَارَكُ.　　حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: المقدس کا معنی ہے: المبارک۔

حضرت ابن عباس کا یہ قول سند متصل کے ساتھ تفسیر امام ابن ابی حاتم میں مذکور ہے۔

﴿طُوًی﴾ اِسْمُ الْوَادِیْ.　　طویٰ' وادی کا نام ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس وادی کا نام طویٰ اس لیے ہے کہ طویٰ کا معنی ہے: لپیٹنا اور تہہ کرنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس وادی کی مسافت کو ایک رات میں لپیٹ لیا تھا۔

﴿سِیْرَتَهَا﴾ (طٰہٰ:۲۱) حَالَتَهَا.　　"سیرتھا" کا معنی ہے: اپنی حالت پر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

سَنُعِیْدُهَا سِیْرَتَهَا الْاُوْلٰی O (طٰہٰ:۲۱)　　ہم ابھی اس کو پہلی حالت کی طرف لوٹائے دیتے ہیں O

حضرت ابن عباس' مجاہد اور قتادہ سے مروی ہے کہ سیرت کا معنی ہے: ہیئت۔

﴿وَالنُّهٰی﴾ (طٰہٰ:٥٤). اَلتُّقٰی. "النهی" کا معنی بچانے والی چیز یعنی عقل۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰیO (طٰہٰ:٥٤) بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیےO

امام ابن جریر طبری نے کہا ہے: ان نشانیوں کو عقل والوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے کیونکہ وہی لوگ غور وفکر کرتے ہیں اور عبرت حاصل کرتے ہیں۔

﴿بِمَلْكِنَا﴾ (طٰہٰ:٨٧) بِاَمْرِنَا. "بملكنا" کا معنی ہے: ہم نے اپنے اختیار سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا. (طٰہٰ:٨٧) انہوں نے کہا: ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی۔

امام بخاری نے "ملکنا" کی تفسیر "ہمارے اختیار سے" کی ہے اور امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس اور قتادہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

﴿هَوٰی﴾ (طٰہٰ:٨١) شَقِیَ. "هوی" کا معنی ہے: بدبخت ہوا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰیO (طٰہٰ:٨١) اور جس پر میرا غضب نازل ہوا تو بے شک وہ ہلاکت میں گراO

امام بخاری نے "هوی" کی تفسیر شقاوت سے کی ہے اور اسی طرح امام ابن جریر اور امام حاتم نے کی ہے۔

﴿فٰرِغًا﴾ (القصص:١٠) اِلَّا مِنْ ذِكْرِ مُوْسٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. "فارغًا" کا معنی ہے: حضرت موسیٰ کی ماں کا دل موسیٰ علیہ السلام کی یاد کے سوا ہر چیز سے خالی ہوا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فٰرِغًا. (القصص:١٠) اور موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا دل ہر چیز سے خالی ہو گیا۔

یعنی موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل حضرت موسیٰ کی یاد کے علاوہ ہر چیز سے خالی ہو گیا' اسی طرح امام ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر حضرت ابن عباس سے نقل کی ہے۔

﴿رِدْءًا﴾ (القصص:٣٤) کَیْ یُصَدِّقَنِی النَّاسُوْسُ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِیْ یَطْلُبُهٗ بِمَا یَسْتُرُهٗ عَنْ غَیْرِهٖ. "رِدًا" کا معنی ہے: تاکہ وہ میری تصدیق کرے۔ ناسوس اس محرم راز کو کہتے ہیں جو اس راز پر مطلع ہو جس کو انسان دوسرے سے چھپائے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْٓ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِO (القصص:٣٤) اور میرے بھائی ہارون جو مجھ سے زیادہ فصیح زبان والے ہیں' سو تو انہیں میری مدد کے لیے رسول بنا کر میرے ساتھ بھیج دے

تا کہ وہ میری تصدیق کرے' بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے O

امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ ''یصدقنی'' سے پہلے لفظ ''کی'' محذوف ہے۔ اور مجاہد اور قتادہ نے بیان کیا ہے کہ ''رِدًا'' کا معنی ہے: مدد' اور ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: مددگار۔

وَيُقَالُ مُغِيْثًا اَوْ مُعِيْنًا. اور اس کی تفسیر میں ''مغیث'' اور ''معین'' بھی کہا جاتا ہے' یعنی مددگار۔

امام بخاری نے ''ردًا'' کی تفسیر ''مغیث'' اور ''معین'' کے ساتھ کی ہے اور ان دونوں کا معنی مددگار ہے۔

﴿يَبْطُشُ﴾ وَيَبْطِشُ. ''یبطُش'' اور یہ لفظ ''یبطِش'' بھی پڑھا گیا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَمَّآ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا. پھر جب موسیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ اس شخص پر حملہ کریں جوان دونوں کا دشمن ہے۔ (القصص:١٩)

اس مقام پر قراءت مشہورہ ''یبطِش'' ہے یعنی طا کی زیر کے ساتھ' اور ''یبطُش'' طا کے پیش کے ساتھ بھی ہے' یہ حسن بصری اور ابن جعفر کی قراءت ہے۔

﴿يَاْتَمِرُوْنَ﴾ (القصص:٢٠) يَتَشَاوَرُوْنَ. ''یأتمرون'' کا معنی ہے: وہ مشورہ کررہے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ. (القصص:٢٠) بے شک فرعون کے درباری آپ کو قتل کرنے کے بارے میں مشورہ کررہے ہیں۔

ابوعبیدہ اور ابن قتیبہ نے بھی اسی طرح تفسیر کی ہے' اور مشورہ کا معنی ہے: کسی دوسرے کو حکم دینا۔

﴿وَالْجِذْوَةُ﴾ قِطْعَةٌ غَلِيْظَةٌ مِّنَ الْخَشَبِ لَيْسَ فِيْهَا لَهَبٌ. اور ''الجذوہ'' کا معنی ہے: جلتی ہوئی لکڑی کا موٹا ٹکڑا' جس میں شعلہ نہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ. (القصص:٢٩) آگ کی چنگاری۔

ابوعبیدہ نے بھی اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

﴿سَنَشُدُّ﴾ (القصص:٣٥) سَنُعِيْنُكَ. ''سنشد'' کا معنی ہے: ہم عنقریب آپ کی مدد کریں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ. (القصص:٣٥) ہم آپ کے بازو کو عنقریب آپ کے بھائی کے ساتھ مضبوط کردیں گے۔

ابوعبیدہ نے اس کی تفسیر میں کہا ہے: ہم عنقریب آپ کو آپ کے بھائی کے ساتھ طاقت دیں گے اور اس کے سبب سے مدد کریں گے۔

كُلَّمَا عَزَّرْتَ شَيْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهُ عَضُدًا.
جب تم کسی چیز کو سہارا دو تو گویا تم نے اس کو بازو دیا۔

یہ بھی بازو کو مضبوط کرنے کی تفسیر ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ كُلَّمَا لَمْ يَنْطِقْ بِحَرْفٍ أَوْفِيهِ تَمْتَمَةٌ أَوْ فَأْفَأَةٌ فَهِيَ عُقْدَةٌ.
اور دوسروں نے کہا: جب بھی کوئی شخص کسی حرف کو نہ بول سکے یا اس کو اس میں تردد ہو یا ہکلاہٹ ہو تو کہا جاتا ہے: اس کی زبان میں گرہ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ○وَيَسِّرْلِيْٓ اَمْرِيْ○وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ○(طٰہٰ:٢٧-٢٥)
اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کشادہ کر دے○اور میرا کام میرے لیے آسان کر دے○اور میری زبان کی گرہ کھول دے○

امام ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ فرعون کی بیوی آسیہ حضرت موسیٰ کو ان کے بچپن میں گود میں لے کر جُھلا رہی تھیں' پھر اس نے حضرت موسیٰ کو فرعون کی گود میں دے دیا' حضرت موسیٰ نے فرعون کی ڈاڑھی نوچ لی' فرعون نے غصے میں آ کر قصائیوں کو بلایا کہ ان کو ذبح کر دیں' تو آسیہ نے کہا: یہ ناسمجھ بچہ ہے' پھر اس نے حضرت موسیٰ کے سامنے کچھ انگارے اور یاقوت ڈال دیئے اور کہا کہ اگر یہ یاقوت کو اُٹھا لے تو اس کو ذبح کر دیں گے اور اگر یہ انگارہ اٹھا لے تو سمجھ لینا ناسمجھ بچہ ہے' پھر حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں انگارہ تھما دیا اور وہ انہوں نے منہ میں رکھ دیا۔ اس وجہ سے اس دن سے ان کی زبان میں گرہ پڑ گئی تھی۔

﴿اَزْرِيْ﴾ (طٰہٰ:٣١) ظَهْرِيْ.
''ازری'' کا معنی ہے: میری پشت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اُشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ○وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ○ (طٰہٰ:٣٢-٣١)
اس سے میری کمر کو مضبوط کر دے○اور اسے میرے کار (نبوت) میں میرا شریک بنا دے○

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کی ہے۔

﴿فَيُسْحِتَكُمْ﴾ (طٰہٰ:٦١) فَيُهْلِكَكُمْ.
''فیسحتکم'' کا معنی ہے: پس وہ تم کو ہلاک کر دے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَّقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى○(طٰہٰ:٦١)
ان سے موسیٰ نے کہا: تم پر افسوس ہے! تم جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان نہ باندھو' وہ عذاب سے تم کو ملیا میٹ کر دے گا اور جس نے اللہ پر بہتان باندھا وہ ناکام ہوا○

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح تفسیر نقل کی ہے' اور ابو عبیدہ نے کہا: ''سحت'' اور ''اسحت'' کا معنی واحد ہے۔

﴿اَلْمُثْلٰى﴾ (طٰہٰ:٦٣) تَانِيْثُ الْاَمْثَلِ يَقُوْلُ بِدِيْنِكُمْ. يُقَالُ خُذِ الْمُثْلٰى خُذِ الْاَمْثَلِ.
''المثلی'' ''الامثل'' کی تانیث ہے' وہ کہتے تھے: تمہارے اچھے طریقہ کو' عرب کہتے ہیں: اچھا طریقہ لو' اچھا حکم لو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ یُرِیْدٰنِ اَنْ یُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَیَذْهَبَا بِطَرِیْقَتِكُمُ الْمُثْلٰیO (طٰہٰ:٦٣) کہنے لگے: بے شک یہ دونوں جادوگر ہیں' یہ چاہتے ہیں کہ تم کو اپنے جادو کے ذریعے تمہارے ملک سے نکال دیں اور تمہارے اچھے طریقہ کو نیست و نابود کر دیںO

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ ''مثلٰی''،''امثل'' کی تانیث ہے اور دین سے مراد پسندیدہ اور اچھا طریقہ ہے' یعنی درباریوں نے فرعون سے کہا کہ موسیٰ اور ہارون تمہارے پسندیدہ طریقہ کو مٹانا چاہتے ہیں' دوسری تفسیر یہ ہے کہ تمہارے طریقہ کو اپنانے والوں کو مٹانا چاہتے ہیں۔

﴿ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا﴾ (طٰہٰ:٦٤). ''ثم ائتوا صفًا'' کا معنی ہے: پھر تم اپنی صفیں بنالو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَجْمِعُوْا كَیْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا وَقَدْ اَفْلَحَ الْیَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰیO (طٰہٰ:٦٤) سو تم اپنے تمام داؤ پیچ جمع کر لو' پھر صفیں بنا کر آؤ بے شک آج وہ فلاح پائے گا جو غالب رہے گاO

یہ فرعون کی قوم کے جادوگروں نے اپنے ٹولوں سے خطاب کیا تھا۔

یُقَالُ هَلْ اَتَیْتَ الصَّفَّ الْیَوْمَ یَعْنِی الْمُصَلَّی الَّذِیْ یُصَلّٰی فِیْهِ . کہا جاتا ہے کہ آج تو صف میں گیا تھا؟ یعنی جائے نماز پر گیا تھا جہاں نماز پڑھی جاتی ہے۔

امام بخاری نے یہ صف کے متعلق ابوعبیدہ کی تفسیر نقل کی ہے اور بعض فصحاء عرب سے یہ جملہ منقول ہے کہ میں آج صف میں نہیں جا سکا' یعنی مصلّٰی پر نہیں جا سکا۔

﴿فَاَوْجَسَ﴾ اَضْمَرَ خَوْفًا. فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ ﴿خِیْفَةً﴾ (طٰہٰ:٦٧) لِكَسْرَةِ الْخَاءِ. ''فاوجس'' کا معنی ہے: دل میں خوف رکھا' ''خیفة'' اصل میں ''خوف'' تھا' خاء کی کسرہ کی وجہ سے خوف کی واؤ یا سے بدل گئی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰیO (طٰہٰ:٦٧) تو موسیٰ نے اپنے دل میں خوف پایاO

امام بخاری نے ''اوجس'' کی تفسیر یہ کی ہے کہ انہوں نے اپنے دل میں خوف رکھا' اور یہ بتایا ہے کہ ''خیفة'' دراصل خوف تھا' صرف کے قانون سے واؤ یا سے بدل گئی کیونکہ واؤ ساکن ہے اور اس کا ماقبل مکسور ہے۔

﴿فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ﴾ (طٰہٰ:٧١) عَلٰی جُذُوْعٍ . ''فی جذوع النخل'' کا معنی ہے: کھجور کے تنے کے اوپر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ. (طٰہٰ:٧١) اور میں ضرور کھجور کے تنوں پر تمہیں سولی چڑھاؤں گا۔

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ اس آیت میں ''فِیْ'' بہ معنی ''عَلٰی'' ہے۔

﴿خَطْبُكَ﴾ (طٰہٰ:٩٥) بَالُكَ. ''خطبك'' کا معنی ہے: تمہارا حال۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِیُّ○(طٰہٰ:٩٥) موسیٰ نے کہا: اے سامری! اب تیرا کیا حال ہے؟○

سامری کا نام ہے: موسیٰ بن ظفر' اس کا قصہ مشہور ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر گئے ہوئے تھے' ان کے پیچھے سامری نے بنی اسرائیل کے مصر سے لائے ہوئے سونے کے زیورات کو پگھلا کر ایک بچھڑا بنالیا' اور حضرت جبریل کی سواری کے نقش قدم کی مٹی سے ایک مٹھی بھر لی اور اس مٹی کو بچھڑے میں ڈال دیا تو وہ خدا کی قدرت سے بولنے لگا' سامری نے کہا: یہی موسیٰ کا خدا ہے' اور لوگوں کو اس بچھڑے کی پرستش پر لگا دیا۔

﴿مِسَاسَ﴾ (طٰہٰ:٩٧) مَصْدَرُ مَاسَّهٗ مِسَاسًا . "مساس" (چھونا) یہ "ماسه مساسًا" کا مصدر ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِی الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَامِسَاسَ. (طٰہٰ:٩٧) موسیٰ نے (سامری سے) کہا: دفع ہو! یقیناً تا حیات تیری یہ سزا ہے کہ تو یہ کہتا رہے گا: مجھے نہ چھونا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا میں یہ وحشت ناک سزا دی کہ اس کا لوگوں سے ملنا جلنا ممنوع ہو گیا اور اس کا لوگوں سے باتیں کرنا' خرید و فروخت کرنا' ہر قسم کا معاملہ ممنوع ہو گیا اور جو مرد اور عورت اس کو چھوتے تھے' اس کو فوراً بخار چڑھ جاتا تھا اور وہ چیخ مار کر کہتا تھا: نہ چھونا۔

﴿لَنَنْسِفَنَّهٗ﴾ (طٰہٰ:٩٧) لَنُذْرِيَنَّهٗ . "لننسفنّه" کا معنی ہے: ہم اس کو دریا میں بہا دیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْيَمِّ نَسْفًا○(طٰہٰ:٩٧) ہم اس کو ضرور جلا کر بھسم کر دیں گے' پھر اس (کی راکھ) کو (اُڑا کر) دریا میں بہا دیں گے○

حکایت ہے کہ وہ بچھڑا گوشت اور پوست کا بن گیا تھا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ذبح کر کے جلا دیا' پھر اس کی راکھ کو دریا میں بہا دیا۔

﴿الضَّحَاءُ﴾ الْحَرُّ. "الضحٰی" کا معنی ہے: گرمی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُ فِيْهَا وَلَا تَضْحٰی○(طٰہٰ:١١٩) بے شک آپ وہاں نہ پیاسے ہوں گے نہ دھوپ کی تپش پائیں گے○

اس آیت کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے کوئی مناسبت نہیں ہے' اس آیت میں جنت کی کیفیت بتائی ہے کہ اس میں جنتیوں کو پیاس لگے گی نہ دھوپ کی تپش ہوگی۔

﴿قُصِّيْهِ﴾ (القصص:١١) اِتَّبِعِیْ اَثَرَهٗ. وَقَدْ يَكُوْنُ اَنْ تَقُصَّ الْكَلَامَ ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ﴾ (یوسف:٣) "قصيه" کا معنی ہے: ان کے قدم کے نشان کے پیچھے جاؤ' اور کبھی اس کا معنی ہوتا ہے: کلام سے قصہ بیان کرنا' جیسے (قرآن مجید میں ہے:) ہم آپ کے سامنے قصہ بیان کرتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ. (القصص:١١) اور موسیٰ کی ماں نے اس کی بہن سے کہا: اس کے پیچھے جاؤ۔

یعنی حضرت موسیٰ کی خبر معلوم کرو‘ حضرت موسیٰ کی بہن کا نام مریم بنت عمران تھا۔

اور قصہ بیان کرنے کے متعلق یہ آیت ہے:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ. (یوسف:٣) ہم آپ کے سامنے بہترین قصہ بیان کرتے ہیں۔

﴿عَنْ جُنُبٍ﴾ (القصص:١١) عَنْ بُعْدٍ. ”عن جنبٍ“ کا معنی ہے: دور سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ سوموسیٰ کی بہن نے ان کو دور سے دیکھا‘ اس حال میں کہ وہ (القصص:١١) لوگ بے خبر تھے ۝

امام بخاری نے ”جنب“ کی تفسیر بُعد سے کی ہے‘ یعنی حضرت موسیٰ کی بہن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دور سے دیکھا‘ اس حال میں کہ قومِ فرعون کو اس کا پتا نہ چل سکا۔

وَّعَنْ جَنَابَةٍ وَّعَنِ اجْتِنَابٍ وَّاحِدٌ. ”عن جنابةٍ“ اور ”عن اجتنابٍ“ دونوں کا معنی واحد ہے (یعنی بُعد)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ”جنبٌ‘ جنابةٌ“ اور ”اجتنابٌ“ تینوں کا ایک معنی ہے: یعنی بُعد‘ اور اسی مادے کی اصل بُعد پر دلالت کرتی ہے۔ اسی وجہ سے ”مُحتلم“ کو جنبی کہتے ہیں‘ کیونکہ وہ نماز سے اور قراءتِ قرآن سے دور ہوتا ہے۔

قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿عَلٰى قَدَرٍ﴾ (طٰہٰ:٤٠) عَلٰى مَوْعِدٍ. مجاہد نے کہا: ”علٰی قدرٍ“ کا معنی ہے: مقرر کردہ وقت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ۝ (طٰہٰ:٤٠) سو آپ کئی سال مدین والوں میں رہے‘ پھر اللہ کے مقرر کردہ وقت پر آپ آ گئے‘ اے موسیٰ! ۝

امام بخاری نے ”علٰی قدرٍ“ کی تفسیر ”علٰی موعدٍ“ سے کی ہے‘ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام‘ حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس مدین میں اٹھائیس سال رہے‘ ان میں دس سال خدمت ان کی بیوی صفورا بنت شعیب کا مہر تھا‘ پھر بعد میں اٹھارہ سال مزید رہے حتیٰ کہ مدین میں ان کی اولاد ہوئی‘ پھر اللہ کے مقرر کردہ وقت پر مصر میں آئے۔

﴿لَاتَنِيَا﴾ (طٰہٰ:٤٢) لَا تَضْعُفَا. ”لاتنیا“ کا معنی ہے: تم دونوں کمزور نہ پڑنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۝ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ (طٰہٰ:٤٣-٤٢) اور تم دونوں میری یاد میں سستی نہ کرنا ۝ سو تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ بے شک اس نے بہت سرکشی کی ہے ۝

امام بخاری نے ”لاتنیا“ کی تفسیر ”لا تضعف“ کے ساتھ کی ہے‘ کیونکہ ”ونٰی ینی“ کا معنی ضعف ہے‘ یعنی کمزوری اور سستی‘ اور اس آیت میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون (علیہما السلام) دونوں کو خطاب ہے۔

﴿مَكَانًا سُوًى﴾ (طٰہٰ:٥٨) مَنْصَفٌ بَيْنَهُمْ. ”مکانًا سوًی“ کا معنی ہے: وہ جگہ جو دونوں فریقوں کے درمیان برابر ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهُ نَحْنُ وَلَآ أَنْتَ مَكَانًا سُوًى○ (طٰہٰ:۵۸)
پس تم ہمارے اور اپنے درمیان ایک میعاد مقرر کرو کہ نہ ہم اس کے خلاف کریں اور نہ تم' یہ مقابلہ کھلے میدان میں ہو○

''مکانًا سوًی'' کا معنی ہے: ایسی جگہ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہو۔ امام بخاری نے جو تفسیر کی ہے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے مستفاد ہے' یعنی ایسی جگہ جو فریقین کے درمیان مساوی ہو' یعنی اس کی مسافت فریقین کے درمیان برابر ہو' اور اس جگہ کی مسافت اتنی ہی ہو جتنی دوسرے فریق کی مسافت ہے۔

﴿يَبَسًا﴾ (طٰہٰ:۷۷) يَابِسًا. ''یبسًا'' کا معنی ہے: خشک۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخَافُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشَى○ (طٰہٰ:۷۷)
اور بے شک ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ' پھر دریا میں ان کے لیے خشک راستہ نکال دو' آپ کو نہ پکڑے جانے کا خوف ہوگا اور نہ کوئی اور خطرہ○

امام بخاری نے ''یبسًا'' کی تفسیر ''یابس'' کے ساتھ کی ہے' یعنی خشک اور یہ بالکل واضح ہے۔

﴿مِنْ زِينَةِ الْقَوْمِ﴾ (طٰہٰ:۸۷). الْحُلِيِّ الَّذِي اسْتَعَارُوْهُ مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ.
''من زینۃ القوم'' کا معنی ہے: وہ زیورات جو بنی اسرائیل نے آلِ فرعون سے عاریۃً لیے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَا أَوْزَارًا مِّنْ زِينَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ أَلْقَى السَّامِرِيُّ. (طٰہٰ:۸۷)
لیکن (فرعون کی) قوم کے زیورات کے بھاری بوجھ ہم پر لاد دیئے گئے تھے تو ہم نے انہیں آگ میں ڈال دیا' پھر اسی طرح سامری نے اپنے حصے کے زیورات کو آگ میں ڈالا۔

اس آیت میں ''اوزار'' کا معنی گناہ نہیں ہے بلکہ بوجھ ہے' بنی اسرائیل نے عید کے دن پہننے کے لیے زیورات آلِ فرعون سے عاریۃً لیے تھے' پھر جب وہ مصر سے جانے لگے تو انہوں نے وہ زیورات واپس نہیں کیے' کیونکہ ان کو ڈر تھا کہ پھر آلِ فرعون ان کو مصر سے نکلنے نہیں دیں گے۔

﴿فَقَذَفْتُهَا﴾ أَلْقَيْتُهَا ﴿أَلْقَى﴾ (طٰہٰ:۸۷) صَنَعَ.
''فقذفتها'' کا معنی ہے: میں نے اس کو ڈال دیا' ''القٰی'' کا معنی ہے: کوئی کام کیا۔

امام بخاری یہ بتا رہے ہیں کہ طٰہٰ:۸۷ میں جو ''فقذفنٰها'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ہم نے ان زیورات کو آگ میں ڈال دیا۔

﴿فَنَسِيَ مُوسَى﴾ (طٰہٰ:۸۸) هُمْ يَقُوْلُوْنَهُ أَخْطَأَ الرَّبَّ ﴿أَنْ لَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا﴾ (طٰہٰ:۸۹) فِي الْعِجْلِ.
پس موسیٰ بھول گئے اور وہ یہ کہتے تھے کہ موسیٰ نے رب کو پہچاننے میں خطاء کی' وہ بچھڑا ان کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ إِلٰهُكُمْ وَإِلٰهُ مُوسَى فَنَسِيَ○ أَفَلَا يَرَوْنَ أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ
پس اس نے ان کے لیے بچھڑے کا بے جان جسم (بنا کر) نکالا جو بیل کی (سی) آواز نکالتا تھا تو لوگوں نے کہا: یہ ہے تمہارا

قَوْلًا وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ○ (طٰہٰ ٨٩۔٨٨)

معبود اور موسیٰ کا معبود' موسیٰ تو بھول گئے ○ تو کیا یہ لوگ (اتنا بھی) نہیں سمجھتے کہ وہ انہیں کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا اور نہ وہ ان کے لیے کسی نقصان کا مالک ہے اور نہ کسی نفع کا ○

یعنی سامری اور اس کے موافقین نے کہا کہ موسیٰ تمہیں یہ بتانا بھول گئے کہ یہ بچھڑا ان کا خدا ہے اور وہ لوگ یہ کہتے تھے کہ موسیٰ نے اپنے رب کو پہچاننے میں غلطی کی' ان کا رب تو بچھڑا تھا جو یہاں موجود تھا اور وہ طور پہاڑ پر اپنے رب کو ڈھونڈنے گئے اور ان لوگوں نے بچھڑے کو اپنا رب قرار دیا' جو ان کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا تھا۔ (معاذ اللہ!)

ان تمام تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٤٠٠۔ ٣٩٠ سے ماخوذ ہے۔

٣٣٩٣ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَّالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ أُسْرِيَ بِهِ حَتَّى السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَإِذَا هَارُوْنُ قَالَ هٰذَا هَارُوْنُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ تَابَعَهُ ثَابِتٌ وَّعَبَّادُ بْنُ أَبِيْ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ہدبۃ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو شب معراج کی خبر دی' حتیٰ کہ پانچویں آسمان کے متعلق بتایا کہ وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تھے' حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت ہارون ہیں' پس آپ ان کو سلام کیجئے سو میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے اس کا جواب دیا' پھر کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو سلام ہو! قتادہ کی متابعت ثابت نے اور عباد بن علی نے کی ہے از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٠٧ میں گزر چکی ہے۔

٢٣ - بَابٌ ﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيْمَانَهٗ﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ. ﴿مُسْرِفٌ كَذَّابٌ﴾ (المؤمن:٢٨)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایک مرد مؤمن نے فرعون والوں میں سے کہا جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا۔ یہ آیت: جو حد سے گزرنے والا سخت جھوٹا ہو' تک ہے۔ (المؤمن:٢٨)

أَيْ هٰذَا بَابٌ يُّذْكَرُ فِيْهِ ﴿وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيْمَانَهٗ أَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا أَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ وَإِنْ يَّكُ كٰذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَإِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ○﴾ (المؤمن:٢٨) وَقَعَتْ هٰذِهِ التَّرْجَمَةُ هٰكَذَا بِغَيْرِ حَدِيْثٍ

یعنی اس باب میں اس آیت کو ذکر کیا جائے گا: اور ایک مرد مؤمن نے فرعون والوں سے کہا جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا: کیا تم ایک مرد کو اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے' حالانکہ وہ یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے چمکتی ہوئی نشانیاں لے کر آئے اور اگر (بالفرض) وہ سچے نہ ہوں تو ان کے سچے نہ ہونے کا وبال ان ہی پر ہے اور اگر وہ سچے ہوں تو تم پر

فَكَأَنَّهُ أَرَادَ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا حَدِيثًا وَّلَمْ يَظْفُرْ بِهِ عَلَى شَرْطِهِ فَبَقِيَتْ كَذَا وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

وہ عذاب نازل ہوگا جس کا وہ تم سے وعدہ فرماتے ہیں' بے شک اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزرنے والا سخت جھوٹا ہوO (المؤمن:٢٨) یہ عنوان اسی طرح بغیر حدیث کے مذکور ہے' گویا کہ امام بخاری نے اس باب کے تحت کوئی حدیث وارد کرنے کا ارادہ کیا تھا اور ان کو اپنی شرط کے مطابق حدیث نہیں مل سکی تو پھر یہ باب اسی طرح باقی رہا۔ واللہ اعلم!

مردِ مؤمن کے نام کے متعلق اقوال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس مردِ مؤمن کے نام کے متعلق چھ اقوال ہیں:

(١) شمعان: امام دارقطنی نے کہا ہے کہ شمعان نام کا آدمی صرف یہی مردِ مؤمن تھا جو آلِ فرعون سے تھا۔

(٢) یوشع بن نون: ابن التین نے اس کا یقین سے ذکر کیا ہے اور یہ بعید ہے' کیونکہ یوشع' حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے' وہ آلِ فرعون میں سے نہیں تھے۔

(٣) حزقیل بن برھایا: اس پر اکثر علماء کا اتفاق ہے۔

(٤) حابوت: یہ وہ شخص ہے جس نے تابوت میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نکالا تھا۔

(٥) حبیب: یہ فرعون کا عم زاد تھا' یہ امام ابن اسحاق کا قول ہے۔

(٦) حیزور: یہ امام ابن جریر کا قول ہے' مقاتل نے کہا: یہ ایک قبطی شخص تھا' جو ایک سو سال سے فرعون سے اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھا۔

اس شخص نے کہا: کیا تم ایک مرد کو اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔

اس شخص نے آلِ فرعون پر انکار کیا تھا اور ان پر سخت غصہ کا اظہار کیا تھا اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف ایک دلیل نہیں لائے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت چمکتے ہوئے دلائل لائے ہیں' پھر انہوں نے کہا: حضرت موسیٰ دو حال سے خالی نہیں ہیں: یا وہ صادق ہیں یا کاذب ہیں' اگر وہ کاذب ہیں تو ان کے کذب کا وبال خود ان پر ہوگا اور اگر وہ صادق ہیں تو تم پر ضرور وہ عذاب نازل ہوگا جس کا انہوں نے تم سے وعدہ کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٣ ص ٤٠١۔ ٤٠٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٤ - بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَهَلْ أَتٰكَ حَدِيثُ مُوْسٰى O﴾ (طٰہٰ:٩) ﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوْسٰى تَكْلِيمًا﴾ (النساء:١٦٤)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کیا آپ کے پاس موسیٰ کی خبر آئی O (طٰہٰ:٩) اور اللہ نے موسیٰ سے بہ کثرت کلام فرمایا O (النساء:١٦٤)

اس پر دلائل کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقۃً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ فرماتے ہیں:

طٰہٰ: ۹ کی تشریح اس سے پہلے گزر چکی ہے:

النساء: ۱۶۴ میں فرمایا ہے: اور اللہ نے موسیٰ سے بہ کثرت کلام فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے انبیاء علیہم السلام کے احوال بیان فرمائے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حال نہیں بیان کیا تھا تو لوگوں نے آپ کی نبوت میں شک کیا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ. (البقرہ: ۲۵۳) رسولوں میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حقیقۃً کلام فرمایا نہ کہ حکماً' اس کے برخلاف قدریہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے درخت میں کلام پیدا فرمادیا تھا جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سن لیا تھا' اور یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں تھا' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ علم تھا کہ یہ اللہ کا کلام ہے' کیونکہ مخلوق اس کلام کی مثل لانے سے عاجز ہے' نیز البقرہ: ۲۵۳ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے موسیٰ سے بہ کثرت کلام فرمایا اور اس کو تاکید سے بیان فرمایا' جب کہ درخت سے کلام سننے کا واقعہ صرف ایک بار ہوا تھا اور یہ اس کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے حقیقۃً کلام فرمایا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۰۱)

۳۳۹٤ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ رَاَيْتُ مُوْسٰى وَاِذَا هُوَ رَجُلٌ ضَرْبٌ رَجُلٌ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَاَيْتُ عِيْسٰى فَاِذَا هُوَ رَجُلٌ رَبْعَةٌ اَحْمَرُ كَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ وَّاَنَا اَشْبَهُ وَلَدِ اِبْرَاهِيْمَ بِهٖ ثُمَّ اُتِيْتُ بِاِنَاءَيْنِ فِيْ اَحَدِهِمَا لَبَنٌ وَّفِي الْاٰخَرِ خَمْرٌ فَقَالَ اِشْرَبْ اَيَّهُمَا شِئْتَ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهٗ فَقِيْلَ اَخَذْتَ الْفِطْرَةَ اَمَا اِنَّكَ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ.

[اطراف الحدیث: ۳۴۳۷-۴۷۰۹-۵۵۷۶-۵۶۰۳]

(صحیح مسلم: ۱۶۸' الرقم المسلسل: ۴۱۳' سنن ترمذی: ۳۱۳۰' مصنف عبد الرزاق: ۹۷۱۹' صحیح ابن حبان: ۵۱' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۳۸۷' سنن دارمی: ۲۰۸۸' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۸۶' مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۴' طبع قدیم' مسند احمد: ۷۷۸۹- ج ۱۳ ص ۱۹۹' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی (اس رات) میں نے حضرت موسیٰ کو دیکھا وہ سیدھے بالوں والے تھے' گویا کہ وہ قبیلہ شنوءۃ کے مردوں میں سے تھے' اور میں نے حضرت عیسیٰ کو دیکھا' وہ متوسط قامت کے مرد تھے' وہ سرخ رنگ کے تروتازہ تھے گویا کہ وہ ہمیشہ سائے میں رہے ہوں (ان پر دھوپ نہ پڑی ہو) اور میں حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے سب سے زیادہ ان کے مشابہ ہوں' پھر میرے پاس دو برتن لائے گئے' ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب تھی' پس حضرت جبریل نے کہا: آپ ان میں سے جس برتن سے چاہیں پی لیں' سو میں نے دودھ کا پیالہ لے کر اس کو پی لیا' تو کہا گیا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا اور اگر آپ شراب کا پیالہ لے لیتے تو آپ کی اُمت گم راہ ہو جاتی۔

مشکل الفاظ کے معانی

''رَجِل'' وہ سیدھے بالوں والے تھے' یعنی ان کے بال گھونگھریالے نہیں تھے۔

''شنوءۃ'' یہ یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے' وہاں کے لوگوں کو شنائی کہتے ہیں۔

''ربعۃ'' وہ متوسط قد کے تھے' نہ لمبے نہ چھوٹے۔

"دیماس" جو شخص ہمیشہ سائے میں یا پردہ میں رہا ہو اس پر کبھی دھوپ نہ پڑی ہو اس کا معنی سراب اور حمام بھی ہے یعنی وہ ایسے تروتازہ تھے گویا ابھی غسل کر کے نکلے ہوں۔

آپ کو فطرت کی ہدایت دی گئی' یہ اس لیے کہا کہ انسان کی ابتدائی غذا دودھ ہے۔

(حاشیہ مسند احمد ج ١٣ ص ٢٠١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر آپ شراب کا پیالہ لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی کیونکہ شراب اُم الخبائث ہے اور یہ حال اور مستقبل میں انواع واقسام کی خرابیوں کی حامل ہے۔

٣٣٩٥ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْعَالِيَةِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَايَنْبَغِي لِعَبْدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى وَنَسَبَهٗ اِلٰى اَبِيْهِ.

[اطراف الحدیث: ٣٤١٣-٤٦٣٠-٧٥٣٩] (صحیح مسلم: ٢٣٧٧' الرقم المسلسل: ٦٠٥٤' سنن ابوداؤد: ٤٦٦٩-٤٦٧٣' سنن ترمذی: ٣١٤٨' سنن ابن ماجہ: ٤٣٠٨' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٦ ص ٣١٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: میں نے ابوالعالیہ سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں تمہارے نبی کے عم زاد نے حدیث بیان کی' یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: کسی بندہ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کہے کہ میں حضرت یونس بن مَتّٰی سے افضل ہوں' آپ نے ان کے نام کو ان کے والد کی طرف منسوب کیا۔

٣٣٩٦ - وَذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ فَقَالَ مُوْسٰى اٰدَمُ طُوَالٌ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَقَالَ عِيْسٰى جَعْدٌ مَّرْبُوْعٌ وَّذَكَرَ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَذَكَرَ الدَّجَّالَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی تو حضرت موسیٰ گندمی رنگ اور لمبے قد کے تھے گویا کہ وہ شنوءہ (قبیلہ) کے مردوں میں سے تھے' اور فرمایا: حضرت عیسیٰ گھونگھریالے بالوں والے متوسط قامت کے تھے اور آپ نے دوزخ کے محافظ مالک کا ذکر کیا اور دجال کا ذکر کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٣٩ میں گزر چکی ہے۔

حضرت یونس بن متی علیہ السلام کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ فربری نے کہا ہے کہ حضرت یونس کے والد مَتّٰی نیک مرد تھے' ان کی نرینہ اولاد نہیں تھی' وہ اور ان کی اہلیہ اس چشمہ پر گئے جس میں حضرت ایوب علیہ السلام نے غسل کیا تھا' اور دونوں نے وہاں غسل کیا اور نماز پڑھی اور دعا کی کہ اللہ ان کو مبارک مرد عطاء فرمائے جس کو وہ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمائے' اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کے ہاں حضرت یونس علیہ السلام پیدا ہوئے' ابھی حضرت یونس اپنی ماں کے پیٹ میں چار ماہ کے تھے کہ متی فوت ہو گئے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہی مچھلی والے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اہل موصل کی طرف بھیجا تھا' علماء نے کہا ہے کہ حضرت یونس کا تعلق اس بستی سے تھا جس کا نام نینویٰ تھا' ان کی قوم بتوں کی پوجا کرتی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت یونس کو اللہ تعالیٰ نے تیس سال کی عمر میں ان کی طرف مبعوث فرمایا تھا' وہ ان کو تیس

سال تک توحید کی دعوت دیتے رہے اور صرف دو آدمی ایمان لائے' ان میں سے ایک کا نام روبیل تھا اور وہ عالم اور حکیم تھا اور دوسرے کا نام تنوخ تھا' وہ زاہد اور عابد تھا۔

حضرت یونس بن متی کو ہمارے نبی پر فضیلت دینے سے منع کرنے کی توجیہ

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا: مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو۔ یہ آپ کی تواضع اور انکسار ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے: میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور آپ نے یہ بہ طورِ فخر نہیں فرمایا تھا بلکہ اظہارِ حقیقت کے لیے فرمایا تھا' اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کے اعتراف کے لیے فرمایا تھا۔

(۲) آپ نے جو حضرت یونس بن متی پر فضیلت دینے سے منع فرمایا' یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ کو اس کی اطلاع نہیں دی گئی تھی کہ آپ افضل الخلق ہیں۔

(۳) اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مجھے حضرت یونس پر اس طرح فضیلت نہ دو جو ان کی تخفیف کو مستلزم ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۴۰۴۔ ۴۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٣٩٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ السَّخْتِيَانِيُّ عَنِ ابْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ وَجَدَهُمْ يَصُوْمُوْنَ يَوْمًا يَعْنِيْ عَاشُوْرَاءَ فَقَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ عَظِيْمٌ وَّهُوَ يَوْمٌ نَجَّى اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسٰى وَأَغْرَقَ اٰلَ فِرْعَوْنَ فَصَامَ مُوْسٰى شُكْرًا لِّلّٰهِ فَقَالَ أَنَا أَوْلٰى بِمُوْسٰى مِنْهُمْ فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب سختیانی نے حدیث بیان کی از ابن سعید بن جبیر از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو اہل مدینہ کو اس حال میں پایا کہ وہ ایک دن کا روزہ رکھتے تھے یعنی دس محرم کا' انہوں نے کہا: یہ وہ عظیم دن ہے' اس دن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو نجات دی تھی اور آلِ فرعون کو غرق کر دیا تھا تو حضرت موسیٰ نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اس دن کا روزہ رکھا' آپ نے فرمایا: میں حضرت موسیٰ کی بہ نسبت اس دن کے روزہ (رکھنے) کا زیادہ مستحق ہوں' سو آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۰۴ میں گزر چکی ہے۔

٢٥ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

﴿وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّأَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً. وَقَالَ مُوْسٰى لِأَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ۝

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور انہیں مزید دس راتوں سے پورا کیا تو ان کے رب کی مقرر فرمائی ہوئی مدت چالیس رات پوری ہوگئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے فرمایا: میری امت میں میرے نائب (کی حیثیت سے) رہو اور اصلاح کرنا اور فساد کرنے والوں کی راہ پر نہ

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ۝﴾ (الاعراف:١٤٢ـ ١٤٣)

چلنا۝ اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمایا تو انہوں نے عرض کیا: اے میرے رب! مجھے اپنی ذات دکھا میں تجھے دیکھوں' فرمایا: تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے' ہاں! اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر یہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تم مجھے دیکھ لو گے' پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گرے' پھر جب ہوش میں آئے تو عرض کیا: تو پاک ہے' تیری بارگاہ میں میری توبہ ہے اور میں سب سے پہلا مؤمن ہوں۝ (الاعراف: ۱۴۳۔ ۱۴۲)

آیاتِ مذکورہ کا خلاصہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصر میں بنو اسرائیل سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمن کو ہلاک کر دیا تو وہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک کتاب لائیں گے' جس میں یہ لکھا ہوگا کہ ان پر کیا کام کرنے واجب ہیں اور کیا کام کرنے ممنوع ہیں' لہٰذا جب فرعون ہلاک ہو گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے اس کتاب کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تیس دن کے روزے رکھنے کا حکم دیا اور یہ ماہ ذوالقعدہ کے روزے تھے' ایک ماہ کے روزے رکھنے کے بعد حضرت موسیٰ نے اپنے منہ کی بو ناگوار محسوس کی تو انہوں نے اس کے ازالہ کے لیے مسواک کی تو فرشتوں نے کہا: ہمیں آپ کے منہ سے مشک کی خوشبو آتی تھی' آپ نے مسواک کر کے اس خوشبو کو زائل کر دیا' تب اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ذوالحجہ کے دس دن روزے اور رکھیں' اس لیے فرمایا: ہم نے ان کو دس دنوں سے مکمل کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا تو ان کو نصیحت کی کہ آپ مفسدین کا راستہ نہ اختیار کریں' یعنی آپ بنی اسرائیل کے ساتھ نرمی کریں اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور یہ محض تنبیہ اور تذکیر تھی' ورنہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے اور بہت شریف اور کریم تھے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا بہت بڑا مرتبہ تھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان سے بلاواسطہ کلام کیا تو ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا شوق ہوا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے زیادہ لطف کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے یعنی دنیا میں' کیونکہ احادیث متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم اپنی ایک تجلی طور پہاڑ پر ڈالیں گے' اگر یہ اپنی جگہ قائم رہا تو آپ بھی ہم کو دیکھ لیں گے' لیکن ہوا یہ کہ اس تجلی کے اثر سے پہاڑ طور تو ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے' پھر جب حضرت

موسیٰ علیہ السلام ہوش میں آئے تو انہوں نے کہا: میں طلبِ دیدار کے سوال سے رجوع کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے اس پر ایمان لاتا ہوں کہ تجھ کو دنیا میں نہیں دیکھا جا سکتا۔

يُقَالُ دَكَّهُ. زَلْزَلَهُ. ''دکّہ'' کا معنی ہے: اس پر زلزلہ طاری کر دیا۔

اس تعلیق سے امام بخاری نے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

جَعَلَهُ دَكًّا. (الاعراف:۴۳) اللہ نے اس پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق میں یہ بیان کیا ہے کہ ''دکّا'' کا معنی ہے: کسی چیز پر زلزلہ آنا۔

﴿فَدُكَّتَا﴾ (الحاقۃ:١٤) فَدُكِكْنَ جَعَلَ الْجِبَالَ كَالْوَاحِدَةِ. زمین اور پہاڑوں کو ہلا دیا پس ان پر زلزلہ طاری ہو گیا اور یہاں پہاڑوں کو ایک چیز کی مثل قرار دیا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً O اور زمین اور پہاڑوں کو اُٹھا لیا جائے گا تو وہ ایک ہی بار میں (الحاقۃ:۱۴) ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے O

قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ ''فدکتا'' (تثنیہ کے صیغہ کے بجائے) جمع کا صیغہ لایا جاتا اور ''فدککن'' کہا جاتا' کیونکہ ''جبال'' جمع ہے اور ''ارض'' بھی جمع کے حکم میں ہے' لیکن ان دونوں کو واحد کی مثل قرار دیا اور تثنیہ کا صیغہ لایا گیا۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا﴾ (الانبیاء:۳۰) وَلَمْ يَقُلْ كُنَّ رَتْقًا مُلْتَصِقَتَيْنِ. جیسے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے: بے شک آسمان اور زمین دونوں بند تھے۔ (الانبیاء:۳۰) (اور جمع کے صیغہ سے) یوں نہیں فرمایا: وہ سب بند اور جڑے ہوئے تھے۔

یعنی جس طرح ''فدکتا'' تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ فرمایا ہے اور جمع کے صیغہ کے ساتھ ''فدککن'' نہیں فرمایا' اسی طرح تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ ''کانتا رتقا'' فرمایا ہے اور جمع کے صیغہ کے ساتھ ''کنّ رتقا'' نہیں فرمایا۔ گویا الاعراف: ۴۳ کی نظیر الانبیاء:۳۰ ہے۔

﴿اُشْرِبُوْا﴾ (البقرہ:۹۳). ثَوْبٌ مُّشْرَبٌ مَّصْبُوْغٌ. ''اشربوا'' (کا معنی ہے: وہ رنگے گئے' جیسے کہا جاتا ہے:) کپڑا پلایا ہوا یعنی رنگ پلایا ہوا' رنگا ہوا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ. (البقرہ:۹۳) اور ان کے دلوں میں بچھڑے (کی محبت) پلائی گئی تھی۔

یعنی جس طرح کہا جاتا ہے: کپڑا رنگ پلایا ہوا ہے اور اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ کپڑا رنگا ہوا ہے' اسی طرح فرمایا ہے: ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت پلائی گئی تھی' یعنی وہ اس کے رنگ میں رنگے گئے تھے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اِنْبَجَسَتْ﴾ (الاعراف:١٦٠) اِنْفَجَرَتْ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''انبجست'' کا معنی ہے: پھٹ گئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا. (الاعراف:۱۶۰) تو اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

یہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اِذِ اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ. (الاعراف:١٦٠)

اور ہم نے بنو اسرائیل کو بارہ قبیلوں میں گروہ در گروہ کر کے تقسیم کر دیا' اور جب موسیٰ کی امت نے موسیٰ سے پانی مانگا تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اس پتھر پر اپنا عصا مارو تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر گروہ نے اپنا اپنا گھاٹ پہچان لیا۔

﴿وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ﴾ (الاعراف:١٧١) رَفَعْنَا.

''واذ نتقنا الجبل'' کا معنی ہے: ہم نے ان کے اوپر پہاڑ اُٹھا لیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ. (الاعراف:١٧١)

اور جب ہم نے ان کے اوپر پہاڑ اُٹھا لیا گویا کہ وہ سائبان ہو۔

اس کا قصہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ اپنی امت کے پاس تورات لے کر آئے تو انہوں نے اس کے احکام پر عمل کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ تورات میں بہت مشکل اور سخت احکام تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل (جو اس وقت چھ لاکھ تھے) کی تعداد کے مطابق پہاڑ اُٹھا کر ان کے سروں پر معلق کر دو' اگر انہوں نے تورات کے احکام پر عمل کرنے کا اقرار نہیں کیا تو وہ پہاڑ ان پر گرا دیا جائے گا۔

ان تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٤٠٧۔٤٠٥ سے ماخوذ ہے۔

٣٣٩٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلنَّاسُ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ فَاِذَا اَنَا بِمُوْسٰى اٰخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِّنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِيْ اَفَاقَ قَبْلِيْ اَمْ جُوْزِيَ بِصَعْقَةِ الطُّوْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن یحییٰ از والد خود از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہو جائیں گے' پس میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو اس وقت میں دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش کے پایوں کو پکڑے ہوئے کھڑے ہوں گے' پس میں از خود نہیں جانتا کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے تھے یا پہاڑ طور کی بے ہوشی کی جزاء میں وہ اب بے ہوش نہیں ہوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤١٢ میں گزر چکی ہے۔

٣٣٩٩ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ وَلَوْ لَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ اُنْثٰى زَوْجَهَا الدَّهْرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ھمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر بنو اسرائیل نہ ہوتے (اگر وہ سلویٰ کا گوشت بچا کر نہ رکھتے) تو گوشت کبھی نہ سڑتا' اور

اگر حوا ء نہ ہوتیں (اگر وہ حضرت آدم کو نہ بہکاتیں) تو کوئی عورت اپنے خاوند سے کبھی بھی خیانت نہ کرتی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٣٣٠ میں گزر چکی ہے۔

٢٦ - بَابُ طُوْفَانِ مِنَ السَّيْلِ سیلاب سے طوفان

امام بخاری نے اس عنوان سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ. (الاعراف: ١٣٣) پس ہم نے ان پر طوفان بھیج دیا اور ٹڈی دل اور جوئیں اور مینڈک اور خون یہ الگ الگ نشانیاں (بھیجیں)۔

طوفان کے مصداق میں اختلاف ہے۔ امام بخاری نے کہا: یہ طوفان اس سیلاب کی وجہ سے تھا جو زیادہ بارشوں کی وجہ سے آتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ طوفان سے مراد بہت زیادہ بارشیں ہیں جو فصلوں اور باغات کو تلف اور برباد کر دیتی ہیں اور امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: طوفان سے مراد موت ہے امام ابن مردویہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی دوسری روایت اسی طرح ہے۔

وَ يُقَالُ لِلْمَوْتِ الْكَثِيْرِ طُوْفَانٌ اَرَادَ بِهِ الْمَوْتَ الْمُتَتَابِعَ بہ کثرت اموات کو بھی طوفان کہا جاتا ہے، بہ کثرت اموات سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ لوگوں کو لگا تار موت آئے۔

﴿اَلْقُمَّلُ﴾ (الاعراف: ١٣٣) اَلْحُمْنَانُ يُشْبِهُ صِغَارَ الْحَلَمِ. ''القمل'' اس چچڑی کو کہتے ہیں جو چھوٹی جوں کے مشابہ ہوتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''القمل'' سے مراد سُرسُریاں ہیں جو پرانے گندم یا آٹے میں رکھے رکھے پیدا ہو جاتی ہیں، حضرت ابن عباس سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس سے مراد چھوٹی ٹڈی ہے جس کے پر نہیں ہوتے۔ عبدالرحمان بن یزید بن اسلم نے کہا: قمل سے مراد پسو ہیں، ابن جریر نے کہا: قمل جمع ہے اس کا واحد ''قملة'' ہے اس سے مراد جوں کے مشابہ کوئی جانور ہے۔

﴿حَقِيْقٌ﴾ (الاعراف: ١٠٥). حَقٌّ. ''حقیق'' کا معنی ہے: برحق اور سچی بات۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

حَقِيْقٌ عَلٰى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ. (الاعراف: ١٠٥) میری شان یہی ہے کہ میں اللہ کے متعلق صرف سچی بات کہوں۔

امام ابوعبیدہ نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ میں اللہ کے متعلق صرف سچی بات کہنے پر حریص ہوں۔

﴿سُقِطَ﴾ (الاعراف: ١٤٩) كُلُّ مَنْ نَدِمَ فَقَدْ سُقِطَ فِيْ يَدِهٖ. ''سقط'' ہر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو نادم ہو، عرب کہتے ہیں: فلاں شخص اپنے ہاتھ میں گر گیا (یعنی نادم ہوا)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَمَّا سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا. (الاعراف: ١٤٩) اور جب وہ سخت نادم ہوئے اور سمجھے کہ ہم گمراہ ہو گئے۔

امام بخاری نے ''سَقَط'' کی تفسیر ندامت سے کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۰۹ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٧ - بَابٌ حَدِيْثُ الْخَضِرِ مَعَ مُوْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی حدیث

اس باب میں حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

٣٤٠٠ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ تَمَارٰى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسٍ الْفَزَارِيُّ فِيْ صَاحِبِ مُوْسٰى قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ خَضِرٌ فَمَرَّ بِهِمَا اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ اِنِّيْ تَمَارَيْتُ اَنَا وَصَاحِبِيْ هٰذَا فِيْ صَاحِبِ مُوْسَى الَّذِيْ سَاَلَ السَّبِيْلَ اِلٰى لُقِيِّهٖ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَاْنَهٗ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَمَا مُوْسٰى فِيْ مَلَاءٍ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ جَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ هَلْ تَعْلَمُ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْكَ قَالَ لَا فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى مُوْسٰى بَلٰى عَبْدُنَا خَضِرٌ فَسَاَلَ مُوْسَى السَّبِيْلَ اِلَيْهِ فَجُعِلَ لَهُ الْحُوْتُ اٰيَةً وَّقِيْلَ لَهٗ اِذَا فَقَدْتَّ الْحُوْتَ فَارْجِعْ فَاِنَّكَ سَتَلْقَاهُ فَكَانَ يَتْبَعُ الْحُوْتَ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ لِمُوْسٰى فَتَاهُ ﴿اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسَانِيْهُ اِلَّا الشَّيْطَانُ اَنْ اَذْكُرَهٗ﴾ (الکہف: ٦٣) فَقَالَ مُوْسٰى ﴿ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا۝﴾ (الکہف: ٦٤). فَوَجَدَا خَضِرًا فَكَانَ مِنْ شَاْنِهِمَا الَّذِيْ قَصَّ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب کہ حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ نے ان کو خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کا اور حر بن قیس الفزاری کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صاحب کے متعلق مباحثہ ہوا' حضرت ابن عباس نے کہا: وہ حضرت خضر تھے' پس ان دونوں کے پاس سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ گزرے' حضرت ابن عباس نے ان کو بلایا' پس کہا: بے شک میرا اور میرے اس صاحب کا حضرت موسیٰ کے اس صاحب کے متعلق مباحثہ ہوا ہے جس سے ملاقات کرنے کا حضرت موسیٰ نے سوال کیا تھا' کیا آپ نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے متعلق کچھ ذکر فرمایا ہے؟ حضرت ابی بن کعب نے کہا: ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کی ایک جماعت میں تھے' ان سے ایک شخص نے آ کر پوچھا: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ سے بڑا کوئی عالم ہے؟ حضرت موسیٰ نے کہا: نہیں! تب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی کی: کیوں نہیں! ہمارا بندہ خضر ہے' تب حضرت موسیٰ نے اس کی طرف (جانے کا) راستہ پوچھا' پس مچھلی کو اس کی نشانی بنا دیا گیا اور ان سے کہا گیا: جب تم مچھلی کو گم پاؤ تو واپس آنا' پس بے شک تم عنقریب ان سے ملاقات کر لو گے' تو حضرت موسیٰ سمندر میں مچھلی کے نشان پر چلتے رہے' پھر حضرت موسیٰ سے ان کے شاگرد نے کہا: یہ بتائیں! جب ہم نے چٹان پر آرام کیا تھا' تو میں آپ سے مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا اور مجھے صرف شیطان نے اس کا ذکر کرنا بھلایا تھا (الکہف: ٦٣) تو حضرت موسیٰ نے کہا: اسی چیز کو تو ہم ڈھونڈ رہے تھے' پھر وہ دونوں اپنے

پیروں کے نشانوں پر چل پڑے (الکہف:٦٤) پس ان دونوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پالیا' پھر ان کا وہ مکالمہ ہوا جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٠١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ ابْنُ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ نَوْفًا الْبَكَالِيَّ يَزْعُمُ اَنَّ مُوْسٰى صَاحِبَ الْخَضِرِ لَيْسَ هُوَ مُوْسٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اِنَّمَا هُوَ مُوْسٰى اٰخَرُ فَقَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ مُوْسٰى قَامَ خَطِيْبًا فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ فَسُئِلَ اَيُّ النَّاسِ اَعْلَمُ فَقَالَ اَنَا فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ اِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ بَلٰى لِيْ عَبْدٌ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ اَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ اَيْ رَبِّ وَمَنْ لِّيْ بِهٖ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ اَيْ رَبِّ وَكَيْفَ لِيْ بِهٖ قَالَ تَاْخُذُ حُوْتًا فَتَجْعَلُهٗ فِيْ مِكْتَلٍ حَيْثُمَا فَقَدْتَّ الْحُوْتَ فَهُوَ ثَمَّ وَرُبَّمَا قَالَ فَهُوَ ثَمَّهْ وَاَخَذَ حُوْتًا فَجَعَلَهٗ فِيْ مِكْتَلٍ ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَفَتَاهُ يُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ حَتّٰى اَتَيَا الصَّخْرَةَ وَضَعَا رُؤُوْسَهُمَا فَرَقَدَ مُوْسٰى وَاضْطَرَبَ الْحُوْتُ فَخَرَجَ فَسَقَطَ فِي الْبَحْرِ ﴿فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا﴾ (الکہف:٦١) فَاَمْسَكَ اللّٰهُ عَنِ الْحُوْتِ جِرْيَةَ الْمَاءِ فَصَارَ مِثْلَ الطَّاقِ فَقَالَ هٰكَذَا مِثْلُ الطَّاقِ فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ بَقِيَّةَ لَيْلَتِهِمَا وَيَوْمِهِمَا حَتّٰى اِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ ﴿قَالَ لِفَتَاهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا﴾ (الکہف:٦٢) وَلَمْ يَجِدْ مُوْسَى النَّصَبَ حَتّٰى جَاوَزَ حَيْثُ اَمَرَهُ اللّٰهُ قَالَ لَهٗ فَتَاهُ ﴿اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسَانِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا﴾ (الکہف:٦٣) فَكَانَ لِلْحُوْتِ سَرَبًا وَّلَهُمَا عَجَبًا قَالَ لَهٗ مُوْسٰى ﴿ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے خبر دی' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ نوف البکالی کا یہ زعم ہے کہ جو موسیٰ صاحب الخضر تھے وہ بنو اسرائیل کے موسیٰ نہیں تھے' وہ کوئی اور موسیٰ تھے' تو حضرت ابن عباس نے کہا: وہ اللہ کا دشمن جھوٹ بولتا ہے' ہمیں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو ان سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضرت موسیٰ نے فرمایا: میں ہوں! تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف علم کو نہیں لوٹایا' پس ان سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیوں نہیں! مجمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ ہے وہ آپ سے بڑا عالم ہے' حضرت موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! مجھے کون اس سے ملائے گا؟ اور کبھی سفیان نے یوں کہا: اے میرے رب! میں کیسے اس تک پہنچوں گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ایک مچھلی لے کر اس کو ٹوکری میں رکھو' پس جہاں تم اس مچھلی کو گم پاؤ گے' وہیں وہ ہوں گے اور بعض اوقات کہا: پس وہ اس جگہ ہوں گے' اور انہوں نے ایک مچھلی لی اور اس کو ٹوکری میں رکھا' پھر حضرت موسیٰ اور ان کے شاگرد یوشع بن نون روانہ ہوئے' حتیٰ کہ وہ دونوں ایک چٹان پر آئے اور ان دونوں نے اس پر سر رکھا' پس حضرت موسیٰ سو گئے' اور مچھلی ٹوکری میں مضطرب ہوئی' پس وہ نکلی اور سمندر میں کود گئی' پس اس نے سمندر میں سرنگ کی طرح راستہ بنا لیا' پس اللہ تعالیٰ نے مچھلی سے پانی کے بہاؤ کو روک دیا' پس وہ پانی محراب کی مثل ہو گیا' حضرت اُبی بن کعب نے اپنے ہاتھوں سے

قَصَصًا﴾ (الکہف:٦٤) رَجَعَا يَقُصَّانِ آثَارَهُمَا حَتّٰى انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِذَا رَجُلٌ مُّسَجًّى بِثَوْبٍ فَسَلَّمَ مُوْسٰى فَرَدَّ عَلَيْهِ فَقَالَ وَأَنّٰى بِأَرْضِكَ السَّلَامُ قَالَ أَنَا مُوْسٰى قَالَ مُوْسٰى بَنِي إِسْرَائِيلَ قَالَ نَعَمْ أَتَيْتُكَ لِتُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا قَالَ يَا مُوْسٰى إِنِّي عَلٰى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيهِ اللّٰهُ لَا تَعْلَمُهُ وَأَنْتَ عَلٰى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَكَهُ اللّٰهُ لَا أَعْلَمُهُ قَالَ هَلْ أَتَّبِعُكَ ﴿قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا○ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا○﴾ إِلٰى قَوْلِهِ ﴿إِمْرًا﴾ (الکہف:٦٨ ـ ٧١) فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِينَةٌ كَلَّمُوْهُمْ أَنْ يَحْمِلُوْهُمْ فَعَرَفُوا الْخَضِرَ فَحَمَلُوْهُ بِغَيْرِ نَوْلٍ فَلَمَّا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ جَاءَ عُصْفُوْرٌ فَوَقَعَ عَلٰى حَرْفِ السَّفِينَةِ فَنَقَرَ فِي الْبَحْرِ نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ قَالَ لَهُ الْخَضِرُ يَا مُوْسٰى مَا نَقَصَ عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ إِلَّا مِثْلَ مَا نَقَصَ هٰذَا الْعُصْفُوْرُ بِمِنْقَارِهِ مِنَ الْبَحْرِ إِذْ أَخَذَ الْفَأْسَ فَنَزَعَ لَوْحًا قَالَ فَلَمْ يَفْجَأْ مُوْسٰى إِلَّا وَقَدْ قَلَعَ لَوْحًا بِالْقَدُّوْمِ فَقَالَ لَهُ مُوْسٰى مَا صَنَعْتَ قَوْمٌ حَمَلُوْنَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَ إِلٰى سَفِينَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا ﴿لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا○ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا○ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا○﴾ (الکہف:٧١ ـ ٧٣) فَكَانَتِ الْأُوْلٰى مِنْ مُّوْسٰى نِسْيَانًا فَلَمَّا خَرَجَا مِنَ الْبَحْرِ مَرُّوْا بِغُلَامٍ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَأَخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهِ فَقَلَعَهُ بِيَدِهِ هٰكَذَا وَأَوْمَأَ سُفْيَانُ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِهِ كَأَنَّهُ يَقْطِفُ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ مُوْسٰى ﴿أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا○ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَّكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا○ قَالَ إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّي عُذْرًا○ فَانْطَلَقَا حَتّٰى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا

محراب کی مثل بنائی‘ پس وہ دونوں رات اور دن کے بقیہ حصے میں چلتے رہے‘ حتیٰ کہ جب دوسرا دن آیا تو حضرت موسیٰ نے اپنے شاگرد سے کہا: ہمارا ناشتہ لاؤ! ہم اس سفر سے تھک گئے ہیں‘ اور حضرت موسیٰ کو اسی وقت تھکاوٹ ہوئی تھی جب وہ اس جگہ سے آگے نکلے تھے جس جگہ کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا‘ ان کے شاگرد نے ان سے کہا: یہ بتایئے! جب ہم چٹان کی طرف گئے تھے تو میں آپ سے مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا اور مجھے اس کا ذکر کرنا صرف شیطان نے بھلایا تھا اور مچھلی نے عجیب طرح سے سمندر میں اپنا راستہ بنالیا تھا اور مچھلی کے لیے سمندر میں سرنگ بن گئی تھی اور یہ ان دونوں کے لیے تعجب کی بات تھی‘ حضرت موسیٰ نے ان سے کہا: یہی وہ جگہ تھی جس کی ہم کو تلاش تھی‘ پس وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات پر واپس لوٹے‘ حتیٰ کہ وہ اس چٹان پر پہنچ گئے تو وہاں ایک شخص چادر میں لپٹے ہوئے تھے‘ حضرت موسیٰ نے ان کو سلام کیا‘ انہوں نے ان کے سلام کا جواب دیا تو انہوں نے کہا: آپ کی سرزمین میں سلامتی کہاں ہے! حضرت موسیٰ نے بتایا کہ میں موسیٰ ہوں‘ انہوں نے پوچھا: بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ حضرت موسیٰ نے کہا: جی ہاں! میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ آپ مجھے ان علوم میں سے بعض کی تعلیم دیں جو آپ کو علوم ہدایت عطاء کیے گئے ہیں‘ حضرت خضر نے کہا: اے موسیٰ! مجھے اللہ تعالیٰ کے (دیئے ہوئے) علم سے ان چیزوں کا علم ہے جن کا آپ کو علم نہیں ہے‘ اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم سے ان چیزوں کا علم ہے جو آپ کو اللہ نے تعلیم دی ہیں جن کا مجھے علم نہیں ہے‘ حضرت موسیٰ نے کہا: کیا میں آپ کی پیروی کروں؟ حضرت خضر نے کہا: آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے اور آپ کیسے اس بات پر صبر کریں گے جس کی آپ کو خبر نہیں ہے‘ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ’’امرًا‘‘ تک (پڑھیں‘ بہرحال) وہ دونوں سمندر کے کنارے کنارے چلنے لگے‘ پھر ان دونوں کے پاس سے ایک کشتی گزری‘ انہوں نے کشتی والوں سے بات کی کہ وہ ان کو سوار کرلیں‘ انہوں نے حضرت خضر کو پہچان لیا‘ اور ان کو بغیر اجرت کے سوار کرلیا‘ ایک چڑیا آئی اور وہ کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی‘ پھر اس

اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ﴾ مَائِلًا اَوْمَاَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَاَشَارَ سُفْيَانُ كَاَنَّهٗ يَمْسَحُ شَيْئًا اِلٰى فَوْقُ فَلَمْ اَسْمَعْ سُفْيَانَ يَذْكُرُ مَائِلًا اِلَّا مَرَّةً قَالَ قَوْمٌ اَتَيْنَاهُمْ فَلَمْ يُطْعِمُوْنَا وَلَمْ يُضَيِّفُوْنَا عَمَدْتَّ اِلٰى حَائِطِهِمْ ﴿لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا۝ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا۝﴾ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِدْنَا اَنَّ مُوْسٰى كَانَ صَبَرَ فَقَصَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا مِنْ خَبَرِهِمَا قَالَ سُفْيَانُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى لَوْكَانَ صَبَرَ يُقَصُّ عَلَيْنَا مِنْ اَمْرِهِمَا وَقَرَاَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا وَاَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا وَّكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ ثُمَّ قَالَ لِيْ سُفْيَانُ سَمِعْتُهٗ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ وَحَفِظْتُهٗ مِنْهُ قِيْلَ لِسُفْيَانَ حَفِظْتَهٗ قَبْلَ اَنْ تَسْمَعَهٗ مِنْ عَمْرٍو اَوْ تَحَفَّظْتَهٗ مِنْ اِنْسَانٍ فَقَالَ مِمَّنْ اَتَحَفَّظُهٗ وَرَوَاهُ اَحَدٌ عَنْ عَمْرٍو غَيْرِيْ سَمِعْتُهٗ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا وَحَفِظْتُهٗ مِنْهُ.

نے سمندر میں ایک یا دو چونچیں ماریں' حضرت خضر نے حضرت موسیٰ سے کہا: میرے علم نے اور آپ کے علم نے اللہ تعالیٰ کے علم سے صرف اتنا کم کیا ہے جتنا (بہ ظاہر) اس چڑیا نے اپنی چونچ سے سمندر کا پانی لیا ہے' پھر حضرت خضر نے ایک کلہاڑا پکڑا اور کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا' حضرت موسیٰ کو اس وقت پتا چلا جب تختہ اکھڑ کر ان کے قدموں کے پاس گرا' حضرت موسیٰ نے ان سے کہا: یہ آپ نے کیا کیا؟ ان لوگوں نے ہمیں بغیر اجرت کے اپنی کشتی میں سوار کیا اور آپ نے ان کی کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا تا کہ آپ کشتی میں بیٹھنے والوں کو ڈبو دیں' آپ نے (بہت) بُرا کام کیا ہے' حضرت خضر نے کہا: کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے' حضرت موسیٰ نے کہا: آپ میری بھول پر میرا مواخذہ نہ کریں اور میرے کام میں مجھ پر دشواری نہ ڈالیں' سو پہلی بار حضرت موسیٰ سے بھول ہوئی' پھر جب وہ دونوں سمندر سے باہر آئے' تو وہ ایک لڑکے کے پاس سے گزرے جو دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا' حضرت خضر نے اپنا ہاتھ مار کر اس کا سرتن سے اس طرح الگ کر دیا۔ سفیان نے اپنی انگلیوں کے سروں سے اس طرح اشارہ کیا جیسے وہ کوئی چیز توڑ رہے ہوں تو حضرت موسیٰ نے ان سے کہا: کیا آپ نے پاکیزہ جان کو بغیر کسی جان کے عوض کے قتل کر دیا' یہ تو آپ نے (بہت) بُرا کام کیا' حضرت خضر نے کہا: کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ بے شک آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے! حضرت موسیٰ نے کہا: اگر میں اس کے بعد آپ سے کسی چیز کے متعلق سوال کروں تو بے شک آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں' بے شک آپ میری طرف سے عذر کو پہنچ چکے ہیں' پھر وہ دونوں (آگے) چلے' یہاں تک کہ جب وہ ایک بستی والوں کے پاس پہنچے تو (مہمانی کے حق میں) ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے ان کی مہمان نوازی سے صاف انکار کر دیا' پھر انہوں نے اس بستی کی ایک دیوار ایسی پائی جو گرا ہی چاہتی تھی' حضرت خضر نے اپنے ہاتھ سے اس طرح درست کر دیا۔ سفیان نے اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا جیسے وہ کسی چیز پر اوپر تک ہاتھ پھیر رہے

ہوں' راوی نے کہا: میں نے سفیان سے دیوار کے گرا چاہنے کا ذکر صرف ایک بار سنا تھا' حضرت موسیٰ نے کہا: ہم ان لوگوں کے پاس آئے اور انہوں نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی' اور نہ ہم کو کھانا کھلایا' اور آپ نے ان کی دیوار کو بنانے کا قصد کیا' اگر آپ چاہیں تو اپنے اس کام کی اُجرت ہی لے لیں' حضرت خضر نے کہا: یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی (کا وقت) ہے' عنقریب میں آپ کو ان باتوں کی توجیہ بتاتا ہوں جن پر آپ صبر نہیں کر سکتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہماری یہ خواہش تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کی خبر کا مزید قصہ بیان فرماتا' سفیان نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ پر رحم فرمائے! اگر وہ صبر کرتے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے واقعہ کا مزید قصہ بیان فرماتا' حضرت ابن عباس نے بتایا کہ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر صحیح اور سالم کشتی کو غصب کر لیتا تھا' اور رہا وہ لڑکا تو وہ کافر تھا اور اس کے والدین مؤمن تھے۔ راوی نے کہا: مجھ سے سفیان نے کہا: میں نے اس واقعہ کو حضرت ابن عباس سے دو مرتبہ سنا اور یاد رکھا' سفیان سے پوچھا گیا: کیا آپ نے اس کو اس طرح یاد رکھا ہے جس طرح آپ نے اس کو عمرو بن دینار سے سنا تھا یا آپ نے اس کو کسی اور انسان سے (سن کر) یاد رکھا ہے؟ تو انہوں نے کہا: کیا میں (عمرو بن دینار کے سوا) کسی اور سے سن کر یاد کرتا! کیا اس حدیث کو میرے سوا کسی اور نے بھی عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے! میں نے اس حدیث کو عمرو بن دینار سے دو یا تین مرتبہ سن کر یاد کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٠٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَصْبَهَانِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا سُمِّيَ الْخَضِرَ أَنَّهُ جَلَسَ عَلٰى فَرْوَةٍ بَيْضَاءَ فَإِذَا هِيَ تَهْتَزُّ مِنْ خَلْفِهِ خَضْرَاءَ. قَالَ الْحَمَوِيُّ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ بْنِ مَطَرٍ الْفَرَبْرِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ عَنْ سُفْيَانَ بِطُوْلِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سعید الاصبھانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے خبر دی از معمر از ھمام بن منبہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: حضرت خضر کا نام خضر اس لیے رکھا گیا کہ وہ سوکھی ہوئی زمین پر بیٹھے تو ان کے اٹھنے کے بعد وہ زمین سرسبز ہو کر لہلہانے لگی۔ الحموی نے بیان کیا کہ محمد بن یوسف بن مطر الفربری نے کہا: ہمیں علی بن خشرم نے طول کے ساتھ حدیث بیان کی از سفیان۔

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

حضرت خضر علیہ السلام کا نام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مجاہد نے کہا: ان کا نام الیسع بن ملکان بن فالغ بن عامر بن شالخ بن ارفخشند بن سام بن نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے' مقاتل نے کہا: ان کا نام بلیاء بن ملکان بن یقطن بن فالغ الخ ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام خضرون بن عمایئیل بن الیفز بن العیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام ہے' یہ کعب کا قول ہے' اور ابن اسحاق نے کہا: ان کا نام ارمیا بن حلقیا ہے اور یہ ہارون بن عمران کی اولاد سے ہیں' اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام کا نبی ہونا

جمہور کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اور یہی صحیح ہے' کیونکہ اس قصہ میں ان کے نبی ہونے کی دلیل ہے' حضرت ابن عباس کا بھی یہی قول ہے' ایک قول یہ ہے کہ وہ ولی تھے اور یہ حضرت علی سے مروی ہے کہ یہ ایک صالح مرد تھے' ایک قول یہ ہے کہ وہ فرشتہ تھے اور یہ بہت غریب قول ہے۔

مصنف کے نزدیک ان کے ولی ہونے کا قول تحقیق کے خلاف ہے کیونکہ اگر وہ ولی ہوتے تو ان پر الہام ہوتا اور الہام ایک ظنی چیز ہے اور انہوں نے بغیر کسی شرعی دلیل کے ایک لڑکے کو قتل کر دیا تھا اور ظنی دلیل سے کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے' نیز اگر وہ ولی ہوتے تو ولی سے نبی افضل ہوتا ہے اور افضل کا مفضول کے پاس حصولِ علم کے لیے جانا صحیح نہیں ہے اور رہا یہ قول کہ وہ فرشتہ تھے' (اور سید مودودی نے بھی اسی طرح کہا ہے) تو یہ بالکل مردود ہے' کیونکہ قرآنِ مجید میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر دونوں نے بستی والوں سے کھانا طلب کیا' جب کہ فرشتے کھانا نہیں کھاتے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی حیات

جمہور مشائخ طریقت اور اصحابِ مجاہدات اور مکاشفات کے نزدیک حضرت خضر زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے اور جنگلات میں ان کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز' ابراہیم بن ادھم' بشر حافی' معروف کرخی' سری السقطی' جنید بغدادی' ابراہیم الخواص وغیرہم رضی اللہ عنہم سے اسی طرح منقول ہے' اور اس حدیث میں ایسے دلائل ہیں جو ان کی حیات پر دلالت کرتے ہیں' جن کا ہم نے اپنی تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے۔

امام بخاری' ابراہیم الحربی' ابن الجوزی اور ابوالحسین منادی نے یہ تصریح کی ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں اور ان کا استدلال ان آیتوں سے ہے:

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ○ (الانبیاء: ۳۴)

اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے دائمی حیات مقدر نہیں کی' پس اگر آپ وفات پا جائیں تو کیا یہ لوگ یہاں ہمیشہ رہیں گے؟○

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ. (الانبیاء: ۳۵)

ہر جان نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔

اور ان کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آخری حیات میں عشاء کی نماز پڑھائی' پھر فرمایا: مجھے بتاؤ!

یہ کون سی رات ہے' کیونکہ اس رات کے ایک سو سال بعد ان لوگوں میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا جو روئے زمین پر اب زندہ ہیں۔

(صحیح البخاری:١١٦' صحیح مسلم:٢٥٣٦' سنن ابوداؤد:٤٣٤٨' سنن ترمذی:٢٢٥٨)

جمہور نے الانبیاء:٣٥۔٣٤ کا یہ جواب دیا ہے کہ ہم نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ان کو دائمی حیات حاصل ہے اور یہ کہ وہ دنیا کے اختتام تک زندہ رہیں گے' بہر حال جب قیامت کا صور پھونکا جائے گا تو ان کی بھی وفات ہو جائے گی' اور صحیح بخاری کی اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا ظاہر متروک ہے کیونکہ ایک جماعت ایک سو سال سے زیادہ زندہ رہی ہے' ان میں سے حضرت سلمان فارسی ہیں جو تین سو سال تک زندہ رہے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ کیا' اور حضرت حکیم بن حزام ایک سو بیس سال زندہ رہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بات تحقیق طلب ہے کہ کیا یہ حضرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی ایک سو سال سے زیادہ زندہ رہے؟ بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا' اس وقت حضرت خضر علیہ السلام روئے زمین پر نہیں تھے' سمندر پر تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے اس ارشاد سے حضرت خضر مستثنیٰ ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٣١٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت خضر علیہ السلام کا مفصل قصہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے اپنی کتاب ''المبتداء'' میں اپنے اصحاب سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اپنی موت کے وقت طوفان کی خبر دی اور ان کو بلایا کہ ان کے جسم کی حفاظت کر کے ان کو دفن کر دیں' پھر اسی طرح جب طوفان آیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ وہ ان کے جسم کی حفاظت کر کے اس کو دفن کر دیں' حتیٰ کہ حضرت خضر نے ان کو دفن کیا۔

خیثمہ بن سلیمان نے حضرت جعفر صادق کی سند سے یہ روایت کی ہے کہ ایک فرشتہ ذوالقرنین کا دوست تھا' انہوں نے اس سے پوچھا کہ کوئی ایسی چیز بتائیں جس سے ان کی عمر لمبی ہو جائے تو اس نے ان کو آبِ حیات کے چشمہ کی طرف رہنمائی کی اور وہ اندھیرے میں تھا' وہ اس کی طرف روانہ ہوا اور حضرت خضر ان سے آگے تھے' پس حضرت خضر اس چشمہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور ذوالقرنین کامیاب نہیں ہوئے۔

مکحول نے کعب احبار سے یہ روایت کی ہے کہ چار انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور وہ زمین والوں کے لیے امان ہیں' اُن میں دو نبی زمین پر ہیں: حضرت خضر اور حضرت الیاس' اور دو نبی آسمان میں ہیں: حضرت ادریس اور حضرت عیسیٰ (علیہم السلام اجمعین)۔

ابن عطیہ البغوی نے اکثر اہل علم سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت خضر نبی ہیں' پھر ان کے رسول ہونے میں اختلاف ہے' القشیری نے کہا ہے کہ وہ ولی ہیں۔

النقاش نے بہ کثرت خبریں روایت کی ہیں جو حضرت خضر کی بقاء پر دلالت کرتی ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی حجت نہیں ہے' ابن عطیہ نے کہا: اگر وہ باقی ہوتے تو ابتداء اسلام میں ان کا ظہور ہوتا اور اس میں سے کوئی چیز بھی ثابت نہیں ہے' الثعلبی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ تمام اقوال کے مطابق وہ عمر رسیدہ ہیں لیکن لوگوں کی نگاہوں سے چھپے ہوئے ہیں' انہوں نے کہا کہ ایک قول یہ ہے کہ وہ صرف آخر زمانہ میں فوت ہوں گے' جب قرآن مجید اٹھا لیا جائے گا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جمہور کے نزدیک وہ نبی ہیں اور قرآن مجید کی آیت اس پر دلیل ہے' کیونکہ نبی علیہ السلام اپنے سے کم علم والے سے علم حاصل نہیں کرتے اور اس لیے کہ باطن کے حکم پر صرف انبیاء علیہم السلام ہی مطلع ہوتے ہیں۔

علامہ ابن الصلاح نے کہا کہ جمہور علماء کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور عام لوگوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ بعض محدثین نے ان کی حیات کا انکار کیا ہے اور وہ شاذ ہے' علامہ نووی نے بھی اسی کی اتباع کی ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ صوفیاء اور صالحین کا ان کی حیات پر اتفاق ہے اور ان کو دیکھنے اور ان سے ملاقات کے متعلق اتنی حکایات ہیں' جو شمار سے باہر ہیں۔

حیاتِ خضر کی نفی پر دلائل

اور جس چیز پر یقین ہے' وہ یہ ہے کہ وہ اب موجود نہیں ہیں' کیونکہ امام بخاری' ابراہیم الحربی' ابوجعفر المنادی' ابویعلیٰ بن الفراء' ابوطاہر العبادی' ابوبکر بن العربی اور ایک جماعت کا یہی نظریہ ہے اور ان کی دلیل وہ حدیث مشہور ہے جس کی حضرت جابر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات کے آخر میں فرمایا: جو لوگ اب روئے زمین پر زندہ ہیں' ایک سو سال کے بعد ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا' اور جو لوگ حضرت خضر کی حیات کے قائل ہیں' وہ اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ حضرت خضر اس وقت زمین پر نہیں تھے' سمندر پر تھے یا وہ اس حدیث کے عموم سے مخصوص ہیں' جس طرح ابلیس بھی بالاتفاق اس حدیث کے عموم سے مستثنیٰ ہے۔

مانعین حیاتِ خضر کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ. (الانبیاء:٣٤) اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے دائمی حیات نہیں کی۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ہے:

اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر اس سے یہ پکا عہد لیا کہ اگر (سیّدنا) محمد مبعوث ہو گئے اور وہ زندہ ہوا تو وہ ضرور اس پر ایمان لائے گا اور ضرور اس کی مدد کرے گا۔ امام بخاری نے اس حدیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہے' حافظ ابن کثیر متوفی ٧٧٤ھ نے بھی اس حدیث کو امام بخاری کے حوالے سے درج کیا ہے۔ (البدایۃ والنہایہ ج ٤ ص ٦٧٣) مگر صحیح بخاری میں یہ حدیث نہیں ہے' ہوسکتا ہے کہ ان کی کسی اور کتاب میں یہ حدیث ہو۔

اور کسی صحیح حدیث میں یہ وارد نہیں ہے کہ حضرت خضر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور نہ کسی حدیث میں یہ وارد ہے کہ انہوں نے آپ کے ساتھ قتال کیا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن یہ دعا کی تھی: اے اللہ! اگر یہ جماعت آج ہلاک ہو گئی تو زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ (صحیح مسلم:١٧٦٣' سنن ابوداؤد:٢٦٩٠' سنن ترمذی:٣٠٨١)

پس اگر حضرت خضر موجود ہوتے تو یہ نفی صحیح نہ ہوتی' کیونکہ حضرت خضر زمین پر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ پر رحم فرمائے' ہماری خواہش ہے کہ حضرت موسیٰ صبر کرتے' حتیٰ کہ ہم پر ان کا مزید قصہ بیان کیا جاتا' پس اگر حضرت خضر موجود ہوتے تو یہ تمنا مستحسن نہ ہوتی۔

جن حکایات سے حیاتِ خضر ثابت ہے' ان پر تبصرہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت خضر کے اجتماع کی ایک ضعیف السند حدیث ہے' جس کو امام ابن عدی نے اپنی سند کے ساتھ

روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے مسجد میں ایک کلام سنا' آپ نے فرمایا: اے انس! جاؤ دیکھو! یہ کون بات کر رہا ہے اور اس سے کہو کہ وہ میری مغفرت کے لیے دعا کرے' حضرت انس ان کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ سے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام نبیوں پر ایسی فضیلت عطاء کی ہے' جیسے رمضان کی تمام مہینوں پر فضیلت ہے۔ راوی نے کہا: پس صحابہ ان کو دیکھنے کے لیے گئے تو وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے' اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

امام ابن عساکر نے اس حدیث کی اس سے زیادہ ضعیف سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

امام دارقطنی نے ''الافراء'' میں حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت خضر اور حضرت الیاس ہر سال حج کے موسم میں پر جمع ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کا سر مونڈتا ہے اور وہ دونوں یہ کلمات پڑھ کر جدا ہوتے ہیں: ''بسم اللّٰہ ما شاء اللّٰہ''۔ (الحدیث)

اس حدیث کی سند میں محمد بن احمد بن زید ہے اور یہ ضعیف راوی ہے۔

امام ابن عساکر نے اس حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ دونوں زمزم سے اتنا پانی پیتے ہیں جو انہیں آئندہ سال تک کے لیے کافی ہوتا ہے' یہ حدیث معضل ہے۔

امام احمد نے کتاب الزھد میں یہ حدیث اس اضافہ کے ساتھ روایت کی ہے کہ وہ دونوں بیت المقدس میں رمضان کے روزے رکھتے ہیں' اس حدیث کی سند حسن ہے۔

امام طبری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ وہ طواف کرنے والوں میں داخل ہوئے تو انہوں نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: اے وہ جس کو ایک کی بات سننے سے دوسرے کی بات سننے میں کوئی ممانعت نہیں ہے' پس وہ حضرت خضر تھے۔

امام ابن عساکر نے اس حدیث کی دو سندوں کے ساتھ روایت کی ہے اور دونوں سندیں ضعیف ہیں۔

صحابہ کی حضرت خضر کے ساتھ ملاقات کی بہت خبریں ہیں اور ان میں سے اکثر کی اسانید ضعیف ہیں:

امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ جب نبی ﷺ وصال فرما گئے تو ایک شخص ان کو پھلانگتا ہوا آیا اور اس نے تعزیت کی' حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ حضرت خضر ہیں' اس حدیث کی سند میں عباد بن عبدالصمد ہے اور وہ ضعیف راوی ہے' ایک اور سند میں مجہول راوی ہے۔

ابن المنکدر کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی تو انہوں نے کسی کہنے والے سے یہ سنا کہ ہم پر سبقت نہ کرنا اور اس میں میت کے لیے دعا کا ثبوت ہے' حضرت عمر نے کہا: اس شخص کو بلاؤ تو وہ غائب ہو گیا اور اس کے قدم کا نشان ایک ہاتھ کا تھا' حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! یہ حضرت خضر تھے' اس حدیث کی سند میں مجہول راوی ہیں اور یہ سند منقطع ہے۔

امام احمد نے کتاب الزھد میں عون بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن الزبیر کے فتنہ کے زمانہ میں ایک شخص مصر میں مغموم بیٹھا تھا کہ ان سے ایک شخص نے ملاقات کی' انہوں نے اس سے اس فتنہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کو تفصیل سے بتایا تو انہوں نے دعا کی: اے اللہ! مجھے سلامت رکھ اور میری طرف سے سلامتی رکھ' مسعر نے کہا: ان کا خیال یہ تھا کہ وہ حضرت خضر تھے۔

یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ ابن عبیدہ نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ عمر بن عبدالعزیز کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر چل رہا تھا' جب وہ شخص چلا گیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ یہ شخص کون تھا؟ انہوں نے پوچھا: کیا تم نے اس کو دیکھا؟ میں نے کہا: جی ہاں! انہوں نے بتایا: وہ ایک مرد صالح تھا' اس نے مجھے یہ بشارت دی کہ میں عنقریب والی بنایا

جاؤں گا اور عدل کروں گا۔ اس اثر کی سند کے رجال میں کوئی سقم نہیں ہے۔

اس اثر کے علاوہ مجھے اب تک کوئی خبر یا اثر ایسی سند کے ساتھ نہیں مل سکا جو اس حدیث کے معارض ہو، جس میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ جو لوگ اب زندہ ہیں، سو سال بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا اور یہ واقعہ سو سال پورے ہونے سے پہلے کا ہے۔

امام ابن عساکر نے ابراہیم التیمی سے روایت کی ہے کہ میں صحن کعبہ میں بیٹھا ہوا اللہ کا ذکر کر رہا تھا تو ایک شخص آیا اور اس نے مجھے سلام کیا، وہ بہت حسین اور بہت خوشبودار تھا، میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں تمہارا بھائی خضر ہوں، پھر انہوں نے مجھے ایسے کاموں کی تعلیم کی جن کو میں کرلوں تو مجھے خواب میں نبی ﷺ کی زیارت ہوگی۔ اس اثر کی سند میں مجہول اور ضعیف راوی ہیں۔

امام ابن عساکر نے ابوزرعہ رازی کی سوانح میں سند صحیح کے ساتھ یہ روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے ان کو امراء کے دروازے پر جانے سے منع کیا، پھر جب وہ بہت بوڑھے ہو گئے تب بھی انہوں نے اس شخص کو پہلی حالت میں دیکھا اور اس نے اب بھی ان کو امراء کے دروازے پر جانے سے منع کیا، میں اس شخص سے بات کرنے کے لیے مڑا لیکن وہ مجھے نظر نہیں آیا، تب میرے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ حضرت خضر ہیں۔

الفاکہی نے تاریخ مکہ میں یہ روایت کی ہے کہ جعفر بن محمد نے بیان کیا: انہوں نے ایک بہت بوڑھے شخص کو دیکھا جو ان کے والد سے بات کر رہا تھا، پھر وہ چلا گیا، ان کے والد نے کہا: اس کو بلاؤ! انہوں نے کہا: میں نے اس کو تلاش کیا مگر وہ مجھے نہیں ملا، تو میرے والد نے کہا: وہ حضرت خضر تھے۔ اس روایت کی سند میں مجہول راوی ہیں۔

امام بیہقی نے حجاج بن قرافصہ کی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس دو آدمی خرید و فروخت کر رہے تھے تو ایک شخص آیا اور اس نے ان کو خرید و فروخت میں اللہ کی قسم کھانے سے منع کیا اور نصیحت کی، حضرت ابن عمر نے ان دونوں میں سے ایک سے کہا: اس نصیحت کو لکھ لو، اور ان کا گمان یہ تھا کہ یہ نصیحت کرنے والے حضرت خضر تھے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ٥٧٦۔ ٥٧٥ ملخصاً، دار المعرفہ بیروت، ١٤٢٦ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس شرح سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کی طرح وہ بھی حیاتِ خضر کے قائل نہیں ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور حیات کے متعلق علامہ کورانی حنفی کا نظریہ

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد الکورانی الحنفی المتوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت پر اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان سے علم حاصل کرنے گئے، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کسی شرعی حکم کا علم حاصل نہیں کیا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی مرسل اور اولوالعزم انبیاء میں سے ہیں، ان کے پاس تورات تھی جس میں ہر اس چیز کا واضح بیان تھا جس کی دین میں ضرورت ہوتی ہے، ان کا حضرت خضر علیہ السلام کی اتباع کرنا اللہ کی طرف سے ان کی آزمائش تھی، کیونکہ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اس کو جانتے ہیں جو آپ سے بڑا عالم ہے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں! اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا کیونکہ مناسب یہ تھا کہ وہ کہتے کہ اللہ سب سے بڑا عالم ہے۔

علامہ نووی متوفی ٦٧٦ھ نے کہا ہے کہ اکثر علماء اس پر متفق ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام اب بھی زندہ ہیں اور اس پر صوفیاء کا اتفاق ہے اور اس سلسلہ میں ان کی حکایات شمار سے باہر ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دجال جس شخص کو قتل کر کے پھر زندہ کرے گا وہ حضرت

خضر ہوں گے اور حقیقت حال کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۱ ص ۱۷۲' داراحیاء التراث العربی بیروت '۱۴۲۹ھ)

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور حیات کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

جمہور علماء کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور ہمارے درمیان موجود ہیں' اور صوفیاء اور صالحین اور عارفین کا اس پر اتفاق ہے' حضرت خضر کی زیارت' ان سے ملاقات' ان سے علم اور فیض کے حصول اور ان سے سوال اور ان کے جواب کے متعلق اس قدر حکایات ہیں جو شمار سے باہر ہیں۔

شیخ ابو عمرو بن الصلاح نے کہا ہے کہ جمہور علماء اور صالحین کے نزدیک وہ زندہ ہیں اور عام مسلمین بھی ان سے متفق ہیں' البتہ بعض محدثین نے اس کا انکار کیا ہے اور ان کا قول شاذ ہے۔

ابو عمرو نے کہا: وہ نبی ہیں اور ان کے رسول ہونے میں اختلاف ہے' القشیری اور دیگر صوفیاء نے کہا: وہ ولی ہیں۔

الماوردی نے اپنی تفسیر میں ان کے متعلق تین قول نقل کیے ہیں: (۱) وہ نبی ہیں (۲) وہ ولی ہیں (۳) وہ فرشتوں میں سے ہیں' یہ آخری قول غیر معروف اور باطل ہے۔

المازری نے کہا ہے کہ ان کی نبوت اور ولایت میں اختلاف ہے' جو ان کی نبوت کے قائل ہیں' وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک لڑکے کو بغیر وجوبِ قصاص کے قتل کر دیا اور یہ حرام ہے اور انہوں نے کہا: میں نے یہ کام اپنی طرف سے یعنی اپنے اجتہاد سے نہیں کیا۔ (الکہف: ۸۲) اس سے معلوم ہوا کہ اس کام کے متعلق ان پر وحی کی گئی تھی' ان کو ولی ماننے والے اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ممکن ہے اس زمانہ میں کوئی اور نبی ہو اور اس پر یہ وحی کی گئی ہو کہ خضر سے کہو کہ اس لڑکے کو قتل کر دیں' سو ان کا یہ فعل ان کے ولی ہونے کے خلاف نہیں۔

مصنف کے نزدیک یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ محض احتمال ہے' اس پر کوئی دلیل نہیں اور جو احتمال بلا دلیل ہو' وہ مردود ہوتا ہے۔

الثعلبی المفسر نے کہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام تمام اقوال کے مطابق نبی ہیں اور اکثر لوگوں کی نگاہوں سے محجوب ہیں' ایک قول یہ ہے کہ وہ آخر زمانہ میں فوت ہوں گے' جب قرآن مجید اٹھا لیا جائے گا۔

ثعلبی نے ان کے متعلق تین قول ذکر کیے ہیں' ایک یہ ہے کہ وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے زمانہ میں تھے یا اس کے کچھ عرصہ بعد تھے یا بہت بعد تھے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۰ ص ٦٢٤٦-٦٢٤٥' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور ان کی حیات کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

علماء اس مسئلہ میں مضطرب ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی تھے؟ جو ان کی نبوت کے قائل ہیں' وہ الکہف: ۸۲ سے استدلال کرتے ہیں اور اس سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ ان سے حصول علم کے لیے گئے تھے اور یہ بہت بعید ہے کہ نبی' ولی سے علم حاصل کرنے کے لیے جائے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۹ ص ٦۵' ۳' دار الوفاء)

علامہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الأبی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے متعلق ابن الصلاح نے کہا ہے کہ جمہور علماء اور صالحین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام

زندہ ہیں اور مواضع خیر میں ان کو دیکھنے' ان سے ملاقات کرنے اور ان سے استفادہ کرنے کے متعلق اتنی حکایات ہیں جو شمار سے باہر ہیں اور بعض محدثین کا انکار کرنا شاذ ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ آخر زمانہ میں ان کی وفات ہوگی' جب قرآن مجید اُٹھ جائے گا۔

علامہ ابی کہتے ہیں کہ ان کی حیات کا طویل ہونا ممکن ہے اور اس سلسلہ میں بہ کثرت حکایات ہیں۔

(اکمال اکمال المعلم ج ٨ ص ١٤٦۔١٤٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ ابی کے شاگرد علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ٨٩٥ھ نے اپنی شرح میں اس عبارت کو من وعن نقل کر دیا ہے۔

(معلم اکمال الاکمال ج ٨ ص ١٤٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور ان کی حیات کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد الجوزی الحنبلی المتوفی ٥٩٧ھ لکھتے ہیں:

بہ کثرت علماء کا یہ نظریہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ وہ نیک بندے تھے' علماء کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ وہ اب تک زندہ ہیں یا نہیں؟ الماوردی نے اس میں دو قول نقل کیے ہیں: حسن بصری یہ کہتے تھے کہ وہ انتقال کر چکے ہیں' ہمارے اصحاب میں سے ابن المنادی اس شخص کی مذمت کرتے تھے جو ان کو زندہ کہتا تھا' ابوبکر صحیح البخاری:١١٦ سے استدلال کر کے کہتے تھے: وہ انتقال کر چکے ہیں۔ (زادالمسیر ج ٥ ص ١٦٨' المکتب الاسلامی' بیروت' ١٤٠٧ھ)

شیوخ غیر مقلدین کا حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور حیات کے متعلق نظریہ

شیخ محمد صدیق حسن بھوپالی القنوجی المتوفی ١٣٠٧ھ لکھتے ہیں:

علامہ المازری نے لکھا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت الکہف: ٨٢ سے ثابت ہے اور اس سے کہ وہ حضرت موسیٰ سے زیادہ عالم تھے' اگر وہ ولی ہوتے تو نبی کا ولی کے پاس حصول علم کے لیے جانا بہت بعید ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام ہمارے درمیان موجود ہیں اور اس پر صوفیاء اور صالحین اور عارفین کا اتفاق ہے اور ان کو دیکھنے' ان سے ملاقات کرنے اور ان سے استفادہ کرنے کے متعلق اس قدر حکایات ہیں' جو شمار سے باہر ہیں۔

امام بخاری نے ان کی حیات کا انکار کیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حق' مختار اور راجح قول ان ہی کا ہے اور وہ جو ان کے زندہ ہونے اور ان سے ملاقات اور استفادہ کرنے کے متعلق حکایات ہیں تو ہو سکتا ہے کہ دیکھنے اور ملاقات کرنے اور استفادہ کرنے والے شخص نے کسی اور نیک آدمی سے ملاقات کی ہو اور اس نے اپنا نام خضر بتایا ہو اور دیکھنے والے نے یہ گمان کیا ہو کہ یہ وہ خضر ہیں جن کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی' جو اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں۔

امام بخاری نے اپنے مؤقف پر صحیح البخاری:١١٦ سے استدلال کیا ہے اور اس کے جو جوابات دیئے گئے ہیں وہ بہت رکیک اور ضعیف ہیں۔ (السراج الوہاج فی کشف مطالب مسلم بن الحجاج ج ٧ ص ٢٨۔٢٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

شیخ وحیدالزمان متوفی ١٣٢٨ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ وہ پیغمبر تھے یا نہیں؟ اور اب وہ زندہ ہیں یا نہیں؟ جمہور علماء اور صالحین یہ کہتے ہیں کہ خضر اب تک زندہ ہیں اور وہ قیامت تک زندہ رہیں گے اور امام بخاری اور ابن مبارک' حربی اور ابن جوزی اور ایک طائفہ علماء نے کہا ہے کہ وہ مر گئے اور اگر وہ زندہ ہوتے تو آنحضرت ﷺ کے پاس ضرور حاضر ہوتے۔ واللہ اعلم بالصواب!

(تیسیر الباری ج ا ص ٧ ٢١ ' نعمانی کتب خانہ لاہور جون ١٩٩٠ء)

شیخ محمد داؤد راز میواتی لکھتے ہیں:

اکثر علماء وصوفیاء کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں مگر حضرت امام بخاری اور محققینِ اُمت اہل حدیث نے کہا ہے کہ وہ موجود نہیں ہیں۔

(ترجمہ وحاشیہ صحیح البخاری ج ۴ ص ٦٨٦ ' مکتبہ قدوسیہ لاہور)

شیوخ دیو بند کا حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت اور حیات کے متعلق نظریہ

سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں:

حضرت خضر نبی ہیں یا نہیں؟

صاحب روح المعانی نے آیت ''اٰتَیۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا'' کے تحت لکھا کہ رحمت سے مراد بعض کے نزدیک حلال رزق اور تنعم کی زندگی ہے' بعض نے کہا کہ لوگوں سے یکسوئی اور ان سے بے غرضی واستغناء کہ یہ اُمور بھی خصوصیت سے اہلِ علم کے لیے نہایت گرانقدر نعمتیں ہیں' کسی نے کہا کہ طویل زندگی مع عمدہ صحت وسلامتی اعضاء۔ علامہ قشیری وغیرہ نے کہا کہ وہ ولی تھے' نبی ورسول نہیں لیکن جمہور علماء اُمت کی رائے یہ ہے کہ رحمت سے مراد وحی ونبوت ہے اور اس پر رحمت کا اطلاق قرآن مجید میں دوسرے مواضع میں بھی ہوا ہے' ابن ابی حاتم نے حضرت عباس سے بھی اسی کو نقل کیا ہے۔

حضرت خضر کو نبی ماننے والوں میں سے اکثر کی رائے یہ ہے کہ وہ نبی تھے' رسول نہیں تھے' اور بعض نے کہا کہ وہ رسول بھی تھے' مذہب منصور جمہور ہی کا ہے اور اس کے دلائل وشواہد آیات وحدیث میں بہ کثرت موجود ہیں' جن کے مجموعہ سے ان کی نبوت کا ثبوت قریب بدرجہ یقین ہو جاتا ہے۔ (روح المعانی ج ۱۵ ص ٣٢٠)

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ میرا گمان ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام پیغمبر ہی ہوں گے۔

حضرت خضر زندہ ہیں یا نہیں؟

حافظ ابن حجر نے لکھا: ابن صلاح نے کہا کہ جمہور علماء کی رائے میں حضرت خضر زندہ ہیں اور رائے عامہ بھی ان ہی کے ساتھ ہے' صرف بعض محدثین نے اس سے انکار کیا ہے' امام نووی نے بھی ابن صلاح کا اتباع کیا ہے' بلکہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ حیاتِ خضر کا مسئلہ صوفیاء واہلِ صلاح میں متفق علیہا ہے اور ان کے دیکھنے اور ملاقاتوں کے واقعات غیر محصور ہیں' جن حضرات نے ان کی موجودہ زندگی سے انکار کیا ہے' وہ امام بخاری' ابراہیم حربی' ابوجعفر بن المناوی' ابویعلی بن الفراء' ابوطاہر العبادی' ابوبکر بن العربی وغیرہ ہیں' ان کا استدلال حدیث مشہور سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آخری حیات میں فرمایا کہ اب سے ایک سو سال کے بعد کوئی بھی جو آج موجود ہے' زندہ باقی نہ رہے گا۔

راوی حدیث حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرن ایک سو سال میں ختم ہو جائے گا' قائلین حیات نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد زمین پر رہنے والوں سے ہے اور حضرت خضر اس وقت بحر پر تھے' یا وہ اس سے مخصوص ومستثنیٰ ہیں' جیسے کہ ابلیس کہ وہ بالاتفاق مستثنیٰ ہے۔

دوسری دلیل آیت: ''وَمَا جَعَلۡنَا لِبَشَرٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ الۡخُلۡدَ'' ہے' تیسری دلیل حدیث ابن عباس ہے کہ ہر نبی سے عہد لیا جاتا تھا کہ اگر اس کی زندگی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی تو وہ ان پر ایمان لائے گا اور مدد کرے گا۔ (رواہ البخاری) اور کسی خبر صحیح سے ثابت نہیں ہوا کہ حضرت خضر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے ہوں اور آپ کے ساتھ ہو کر دشمنانِ اسلام سے قتال کیا ہو' چوتھی دلیل یہ

ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بدر کے موقع پر حق تعالیٰ سے عرض کیا: اگر یہ جماعت فنا ہوگئی تو آپ کی عبادت روئے زمین پر نہ ہو سکے گی۔ اگر حضرت خضر موجود ہوتے تو یہ عام و مطلق نفی صحیح نہ ہوتی' پانچویں دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے تمنا فرمائی: کاش! حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے اور ہمیں مزید اسرارِ کونیہ کا علم ہو جاتا' پس اگر حضرت خضر موجود ہوتے تو آپ ان کو بلا کر بہت سی باتیں معلوم کر لیتے' تمنا کی ضرورت نہ ہوتی' پھر ان کے عجائب و غرائب قصوں کے سبب بہت سے کٹر قسم کے کافر و مشرک بھی خصوصاً اہلِ کتاب اسلام لے آتے' اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام کے اجتماع کی حدیث ضعیف ہے' پھر حافظ نے وہ آثار و روایات ذکر کی ہیں جن سے حیاتِ خضر کا ثبوت ہو سکتا ہے' اور ان سب کی تضعیف کی ہے بجز حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اثر کے کہ آپ نے فرمایا: خضر علیہ السلام مجھ سے ملے اور بشارت دی کہ میں والی بنوں گا اور عدل کروں گا۔ حافظ نے لکھا کہ اس روایت کے رجال اچھے ہیں اور مجھے ابھی تک کوئی خبر یا اثر اس کے سوا سند جید کے ساتھ نہیں ملی' اور یہ اثر ایک سو سال والی حدیث کے معارض نہیں' کیونکہ یہ بات ایک سو سال کے اندر کی ہے۔ (فتح الباری ج٦ ص ٢٧٥)

حافظ عینی نے لکھا: جمہور خصوصاً مشائخ طریقت و حقیقت اور اربابِ مجاہدات و مکاشفات کی رائے یہی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں' ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں اور ان کو صحراؤں میں دیکھا گیا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز' ابراہیم بن ادھم' بشر حافی' معروف کرخی' سری سقطی' جنید' ابراہیم خواص وغیرہم نے ان کو دیکھا ہے' اور بہت سے دلائل و حجج ان کی زندگی پر شاہد ہیں' جن کو ہم نے اپنی تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے۔

امام بخاری' ابن عربی' ابن جوزی' ابو الحسن مناوی کی رائے ہے کہ وہ مر چکے' ان کا استدلال آیت ''وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ'' اور حدیث ایک سو سال پر قرن ختم ہونے سے ہے' جمہور نے آیت کا یہ جواب دیا کہ ہم بھی حضرت خضر علیہ السلام کے لیے دائمی حیات نہیں مانتے کہ خلود لازم آئے' صرف یہ کہتے ہیں کہ وہ ختم دنیا تک رہیں گے اور نفخ صور قیامت پر وفات پا جائیں گے' حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کا ظاہر مراد نہیں ہے' کیونکہ بہت سے صحابہ کا انتقال ایک سو سال کے بعد ہوا ہے' حکیم بن حزام کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی اور سلیمان فارسی کی تو تین سو سال تک کہی گئی ہے' بعض نے جواب دیا کہ اس وقت حضرت خضر بحر کے علاقہ میں تھے زمین پر نہ تھے' بعض نے کہا کہ وہ مستثنیٰ ہیں جیسے ابلیس مستثنیٰ ہے۔ (عمدۃ القاری ج١٥ ص ٣٠٠' طبع منیریہ)

صاحب روح المعانی نے اس مسئلہ پر نہایت تفصیل سے بحث کی ہے اور طرفین کے دلائل و جوابات جمع کیے ہیں اور حافظ ابن تیمیہ کو بھی منکرینِ حیات میں لکھا' نقل کیا کہ ان سے پوچھا گیا تو فرمایا: اگر خضر زندہ ہوتے تو ضروری تھا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے' آپ سے استفادہ کرتے اور آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے' اور حضور ﷺ کے ساتھ غزوۂ بدر کے موقع پر ٣١٣ نفر تھے' جن کے نام و نسب سب ذکر کیے گئے ہیں' اس وقت حضرت خضر کہاں تھے؟

علامہ آلوسی نے اور جوابات کے ساتھ حافظ موصوف کے استدلال کے بھی جوابات نقل کیے ہیں' مثلاً لکھا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں واجب و ضروری طور پر آنے کا حکم صحیح نہیں کیونکہ بہت سے مؤمن حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں تھے جو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے' نہ آپ ﷺ سے براہِ راست استفادہ کیا' اور نہ آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شرکت کی' مثلاً خیر التابعین حضرت اویس قرنی یا نجاشی وغیرہ۔

دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام' آپ ﷺ کے پاس خفیہ طور سے آتے ہوں اور ان کو کسی حکمت و مصلحت کے تحت حکم خداوندی ملا ہو کہ علانیہ نہ آئیں اور شرکت جہاد کی تو روایت بھی موجود ہے (علامہ آلوسی نے اس کو ذکر بھی کیا ہے)۔

غزوۂ بدر والی دلیل کا یہ جواب دیا گیا کہ حضور ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ غلبہ وظہور کے ساتھ عبادت نہ ہو سکے گی' یہ مطلب نہیں تھا کہ بالکل ہی کوئی عبادت کرنے والا باقی نہ رہے گا' کیونکہ ظاہر ہے بہت سے مسلمان مدینہ طیبہ میں بھی اس وقت موجود تھے' جو غزوۂ بدر میں اس وقت شریک نہیں ہوئے' دوسرے یہ کہ عدم ذکر سے ذکر عدم لازم نہیں آتا' لیلۃ المعراج میں حضور ﷺ کی اقتداء تمام انبیاء نے کی ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے وہاں حاضر نہ ہونے کی کوئی وجہ ہی نہیں ہو سکتی مگر وہاں بھی ان کی موجودگی کا ذکر کہیں نہیں آیا تو کیا یہ انصاف کی بات ہوگی کہ وہاں بھی ان کے وجود سے انکار کر دیا جائے۔

خلود والی آیت کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ قائلینِ حیات بھی حضرت خضر علیہ السلام کے لیے خلود نہیں مانتے۔ بعض کی رائے ہے کہ وہ قتالِ دجال کے بعد وفات پا جائیں گے' بعض نے کہا کہ رفع قرآن کے زمانہ میں انتقال فرمائیں گے' بعض نے کہا کہ آخر زمانہ میں وفات ہوگی۔ (روح المعانی ج ١٥ ص ٣٢٣)

اگرچہ علامہ آلوسی کا خود اپنا رجحان عدم حیات ہی کی طرف ہے مگر انہوں نے دلائل طرفین کے خوب تفصیل سے لکھے ہیں' واللہ اعلم بالصواب! کسی دوسری فرصت میں اس مسئلہ کی مزید تحقیق کی جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

(انوار الباری شرح صحیح البخاری ج ٥ ص ١٠٥۔ ١٠٣' ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان)

علامہ آلوسی کی یہ مفصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم ج ٦ ص ٨٥٧۔ ٨٥٤ میں نقل کر دی ہے' اس کے علاوہ دیگر فقہاء اسلام کی عبارات بھی نقل کی ہیں۔ دیکھئے: شرح صحیح مسلم: ٦٠٤٢۔ ج ٦ ص ٨٦٠۔ ٨٥٢' اتنی مفصل بحث شاید کسی اور شرح میں نہیں ملے گی' لیکن یہاں نعمت الباری میں جو ہم نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے' وہ شرح صحیح مسلم کی بحث سے کہیں زیادہ ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے متعلق خلاصۂ بحث اور مصنف کا نظریہ

علامہ عینی حنفی' علامہ کورانی حنفی' علامہ نووی شافعی' علامہ ابن الصلاح شافعی' علامہ ثعلبی شافعی' علامہ اُبی مالکی اور علامہ سنوسی مالکی کا یہ نظریہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اب تک زندہ ہیں اور قربِ قیامت میں فوت ہوں گے' شیوخ دیوبند کا بھی یہی نظریہ ہے اور علامہ ابن الجوزی مالکی اور علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی' علامہ آلوسی حنفی' امام بخاری' دیگر محدثین اور شیوخ غیر مقلدین کا یہ نظریہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اب زندہ نہیں ہیں' وہ وفات پا چکے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے حضرت خضر علیہ السلام کے وفات یافتہ ہونے پر جو دلائل نقل کیے ہیں' مصنف کے نزدیک وہ دلائل مضبوط اور راجح ہیں' تاہم یہ مسئلہ چونکہ اختلافی ہے اور دوسری جانب بھی کبار علماء ہیں' اس لیے مصنف کے نزدیک اس وقت ان کی حیات کو ماننے میں زیادہ حرج نہیں ہے اور اس کو رد کرنے میں شدت اختیار نہیں کرنی چاہیے۔

٢٨ - بَابٌ
باب

٣٤٠٣ - حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ لِبَنِيْ إِسْرَائِيْلَ ﴿وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ﴾ (البقرہ: ٥٨) فَبَدَّلُوْا وَدَخَلُوْا يَزْحَفُوْنَ عَلٰى أَسْتَاهِهِمْ وَقَالُوْا حَبَّةٌ فِيْ شَعْرَةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ھمام بن منبہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ تم دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور یہ کہتے ہوئے کہ معاف کر دو (البقرۃ: ٥٧) انہوں نے اس حکم کو

[اطراف الحدیث:٤٤٧٩-٤٦٤١] تبدیل کر دیا' وہ گھسٹتے ہوئے سرین کے بل دروازہ میں داخل ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ گندم جَو میں ہے۔

اس دروازہ سے مراد ہے: بستی کا دروازہ' اور سجدہ سے حقیقت سجدہ مراد نہیں ہے' بلکہ مراد یہ ہے کہ جھکتے ہوئے داخل ہوں' اس حدیث میں ''حِطّۃٌ'' کہنے کا حکم ہے' اس کا معنی ہے: معاف کر دو۔ بنی اسرائیل نے اس لفظ کو تبدیل کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہتے تھے: گندم جَو میں ہے' یہ مہمل کلام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٤١٤-٤١٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٤٠٤ - حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ وَّخِلَاسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مُوْسٰى كَانَ رَجُلًا حَيِيًّا سِتِّيْرًا لَّا يُرٰى مِنْ جِلْدِهٖ شَيْءٌ اِسْتِحْيَاءً مِّنْهُ فَاٰذَاهُ مَنْ اٰذَاهُ مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ فَقَالُوْا مَا يَسْتَتِرُ هٰذَا التَّسَتُّرَ إِلَّا مِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهٖ إِمَّا بَرَصٌ وَّإِمَّا أُدْرَةٌ وَّإِمَّا اٰفَةٌ وَّإِنَّ اللّٰهَ أَرَادَ أَنْ يُّبَرِّئَهُ مِمَّا قَالُوْا لِمُوْسٰى فَخَلَا يَوْمًا وَّحْدَهُ فَوَضَعَ ثِيَابَهُ عَلَى الْحَجَرِ ثُمَّ اغْتَسَلَ فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ إِلٰى ثِيَابِهٖ لِيَأْخُذَهَا وَإِنَّ الْحَجَرَ عَدَا بِثَوْبِهٖ فَأَخَذَ مُوْسٰى عَصَاهُ وَطَلَبَ الْحَجَرَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ ثَوْبِيْ حَجَرٌ ثَوْبِيْ حَجَرٌ حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى مَلَإٍ مِّنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ فَرَاَوْهُ عُرْيَانًا أَحْسَنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ وَأَبْرَأَهُ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ وَقَامَ الْحَجَرُ فَأَخَذَ ثَوْبَهُ فَلَبِسَهُ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا بِعَصَاهُ فَوَاللّٰهِ إِنَّ بِالْحَجَرِ لَنَدَبًا مِّنْ أَثَرِ ضَرْبِهٖ ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا أَوْ خَمْسًا فَذٰلِكَ قَوْلُهُ ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّأَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا﴾ (الاحزاب:٦٩).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از الحسن' محمد اور خلاس از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ بہت حیاء والے اور پردہ دار شخص تھے' ان کی شدتِ حیاء کی وجہ سے ان کی کھال کا کوئی حصہ دکھائی نہیں دیتا تھا' پس ان کو بنی اسرائیل میں سے کسی شخص نے ایذاء پہنچائی جو پہنچائی' اس نے کہا: یہ اتنا سخت پردہ جو کرتے ہیں تو ضرور ان کی کھال میں کوئی عیب ہے' یا تو ان کو برص کی بیماری ہے یا ان کے خصیے سوجے ہوئے ہیں یا ان پر کوئی اور آفت ہے' اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو اس تہمت سے بَری کرنے کا ارادہ کیا' جو انہوں نے حضرت موسیٰ کے متعلق کہی تھی' پس ایک دن حضرت موسیٰ تنہائی میں گئے اور انہوں نے اپنے کپڑے پتھر پر رکھ دیئے' پھر انہوں نے غسل کیا' پھر جب وہ غسل سے فارغ ہو کر اپنے کپڑے لینے کے لیے گئے تو ایک پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ گیا' حضرت موسیٰ نے اپنی لاٹھی لی اور اس پتھر کے پیچھے بھاگے' اور وہ یہ کہتے جا رہے تھے کہ اے پتھر! میرے کپڑے دے! اے پتھر! میرے کپڑے دے! حتیٰ کہ وہ بنو اسرائیل کی جماعت تک پہنچے' انہوں نے حضرت موسیٰ کو برہنہ دیکھ لیا' تو اللہ تعالیٰ نے ان کا بہت حسین جسم بنایا تھا اور وہ ان کی لگائی ہوئی تہمت سے بَری تھے' وہ پتھر ٹھہر گیا اور حضرت موسیٰ نے اپنے کپڑے اس سے لے کر پہن لیے' اور انہوں نے اس پتھر پر اپنی لاٹھی ماری' پس اللہ کی قسم! اس پتھر پر ان کی لاٹھی کے تین' چار یا پانچ نشان تھے' اور یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق ہے: اے ایمان والو! تم اُن لوگوں کی طرح

نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ نے موسیٰ کو اس بات سے بَری فرما دیا جو لوگوں نے ان کے متعلق کہی تھی اور موسیٰ اللہ کے نزدیک بہت معزز ہیں O (الاحزاب:٦٩)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٧٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٠٥ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْمًا فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ هٰذِهِ لَقِسْمَةٌ مَا اُرِيْدُ بِهَا وَجْهُ اللّٰهِ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ فَغَضِبَ حَتّٰى رَاَيْتُ الْغَضَبَ فِيْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى قَدْ اُوْذِيَ بِاَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: میں نے ابووائل سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند چیزیں تقسیم کیں تو ایک شخص نے کہا: بے شک اس تقسیم سے اللہ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا' پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر اس کی بات بتائی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضب ناک ہوئے' حتیٰ کہ میں نے آپ کے چہرے پر غضب کے آثار دیکھے' پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم فرمائے! ان کو اس سے بہت زیادہ ایذاء دی گئی تھی' پس انہوں نے صبر کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣١٥٠ میں گزر چکی ہے۔

٢٩ - بَابٌ ﴿يَعْكُفُوْنَ عَلٰى اَصْنَامٍ لَّهُمْ﴾ (الاعراف:١٣٨)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس وہ ایسی قوم کے پاس سے گزرے جو اپنے بتوں پر جمے بیٹھے تھے (الاعراف:١٣٨)

امام بن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ وہ گائے کی صورت کے بُت بنا کر اس کی عبادت کرتے تھے۔

﴿مُتَبَّرٌ﴾ (الاعراف:١٣٩) خُسْرَانٌ. "متبر" کا معنی ہے: نقصان زدہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ O (الاعراف:١٣٩)

یقیناً جس کفر میں یہ لوگ ہیں' وہ برباد ہونے والا ہے اور جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں' محض بے بنیاد ہے O

امام بخاری نے "متبر" کی تفسیر نقصان سے کی ہے اور "متبر"'' "تتبیر" کا اسم مفعول ہے اور اس کا معنی ہے: ہلاک کرنا' اور "تبار" کا معنی ہلاک ہے اور یہ اسم فاعل کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے' یعنی وہ لوگ جو گائے کے بت کی پرستش کر رہے تھے تو یہ کام ان کو ہلاک کرنے والا تھا۔

﴿وَلِيُتَبِّرُوْا﴾ (الاسراء:٧) يُدَمِّرُوْا. ﴿مَا عَلَوْا﴾ (الاسراء:٧) مَا غَلَبُوْا.

"وليتبروا" کا معنی ہے: خراب کریں" "وما علوا" کا معنی ہے: جس جگہ حکومت پائیں' غالب ہوں۔

امام بخاری نے اس آیت سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا۝ (الاسراء:٧) اور وہ جس چیز پر غلبہ پائیں اسے تباہ و برباد کر ڈالیں۝

امام بخاری نے ''لیتبروا'' کی تفسیر ''یدمّروا'' سے کی ہے جو ''تدمیر'' سے بنا ہے اور اس کا معنی بھی ہلاک کرنا ہے اور ''ما علوا'' کی تفسیر ''ما غلبوا'' کے ساتھ کی ہے یعنی جس چیز پر غلبہ پائیں۔

٣٤٠٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجْنِي الْكَبَاثَ وَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ مِنْهُ فَإِنَّهُ أَطْيَبُهُ قَالُوْا أَكُنْتَ تَرْعَى الْغَنَمَ قَالَ وَهَلْ مِنْ نَّبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ رَعَاهَا. [طرف الحدیث:٥٤٥٣] (صحیح مسلم:٢٠٥٠، الرقم المسلسل:٥٢٤٣، سنن کبریٰ:٦٧٣٤، مسند ابویعلیٰ:٢٠٦٢، صحیح ابن حبان:٥١٤٣، دلائل النبوۃ ج٥ ص٢٩، مسند احمد ج٣ ص٣٢٦ طبع قدیم، مسند احمد:١٤٤٩٧۔ ج٢٢ ص٣٨٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں پیلو کے پھل چن رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ تم سیاہ رنگ کے پھل چنو کیونکہ وہ زیادہ لذیذ ہوتے ہیں، صحابہ نے پوچھا: کیا آپ بکریاں چَراتے رہے تھے؟ آپ نے فرمایا: ہر نبی نے بکریاں چَرائی ہیں۔

حدیثِ مذکور کی ابوابِ سابقہ کے ساتھ مناسبت اور نبیوں کے بکریاں چَرانے کی حکمتیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

یہ ابواب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احوال کے متعلق ہیں اور بہ ظاہر اس حدیث کی ان ابواب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے، تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی بکریاں چَرائی ہیں اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہر نبی نے بکریاں چَرائی ہیں، اس اعتبار سے یہ حدیث ان ابواب کے مطابق ہے۔

اس حدیث میں ''الکباث'' کا ذکر ہے، اس کا معنی ہے: پیلو کے درخت کا پھل۔

نیز اس حدیث میں ہے: ہر نبی نے بکریاں چَرائی ہیں، علامہ خطابی نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیاداروں اور سرمایہ داروں کو نبوت عطاء کرنا نہیں چاہتا تھا بلکہ منکسرین اور متواضعین کو نبوت عطاء کرنا چاہتا تھا، اس لیے ہر نبی کو بکریاں چَرانے پر مامور کیا، نیز بکریاں چَرانے والا اپنی بکریوں کو بھیڑیوں سے بچاتا ہے، اسی طرح نبی بھی اپنی اُمت کو شیطان کے شر سے بچاتا ہے اور روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام درزی تھے اور حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے اور قرآن مجید میں ہے:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ. (الانعام:١٢٤) اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے گا۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بکریاں چَرانے کی حکمت یہ ہے کہ وہ تواضع کو اختیار کریں اور تنہائی میں اپنے باطن کو صاف رکھنے کی مشق کریں اور بکریوں کی حفاظت کے انتظام سے اپنی امت کی حفاظت اور سیاست کی طرف منتقل ہوں، اس کی کچھ تفصیل کتاب الاجارہ میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج١٥ ص٤١٨، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

٣٠ - بَابٌ ﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً﴾ (البقرہ:٦٧) اَلْاٰیَةَ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کیجئے جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم گائے کو ذبح کرو (البقرہ:٦٧)

بنی اسرائیل کے گائے کو ذبح کرنے کا قصہ

امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس الرازی ابن ابی حاتم متوفی ٣٢٧ھ لکھتے ہیں:

بنی اسرائیل میں ایک شخص بانجھ اور لاولد تھا اور اس کے پاس بہت زیادہ مال تھا' اور اس کا بھتیجا اس کا وارث تھا' اس نے اپنے چچا کو قتل کر دیا' پھر اس کی لاش کو اٹھا کر کسی اور آدمی کے گھر کے دروازہ پر رکھ دیا' پھر جب صبح ہوئی تو اس نے ان گھر والوں کے خلاف قتل کا دعویٰ کیا حتیٰ کہ وہ لوگ مسلح ہو کر گئے اور ایک دوسرے پر الزام رکھا' پھر ان میں سے ایک دانش مند شخص نے کہا: تم کیوں ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہو' حالانکہ اللہ کے رسول تمہارے درمیان موجود ہیں' پھر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور یہ قصہ بیان کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے' تو انہوں نے کہا: کیا آپ ہمارے ساتھ مذاق کر رہے ہیں' حضرت موسیٰ نے فرمایا: میں جاہلوں کا کام کرنے سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں: اگر وہ اس پر اعتراض نہ کرتے اور وہ کوئی بھی گائے ذبح کر دیتے تو ان کے لیے کافی ہوتا' لیکن انہوں نے گائے کی تعیین میں شدت کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر شدت کی' حتیٰ کہ وہ اس گائے تک پہنچ گئے جس کو ذبح کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا' پھر انہوں نے اس گائے کو ایسے شخص کے پاس پایا جس کے پاس اس گائے کے سوا اور کوئی گائے نہیں تھی' اس شخص نے کہا: میں اس گائے کو اس سے کم قیمت پر نہیں دوں گا کہ تم اس کی کھال میں سونا بھر دو' انہوں نے اس گائے کی کھال میں سونا بھر کر اس سے وہ گائے خرید لی' انہوں نے اس گائے کو خرید کر اس کو ذبح کیا اور اس کے کسی عضو کو اس مردہ شخص پر مار کر کہا: تم کو کس نے قتل کیا تھا؟ اس نے اپنے بھتیجے کی طرف اشارہ کر کے کہا: مجھے اس نے قتل کیا تھا' یہ کہہ کر وہ مر گیا' پھر اس کے مال سے اس کے بھتیجے کو کچھ نہیں دیا گیا اور اس کے وارث کو اس سے کچھ نہیں دیا گیا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج١ ص١٣٦' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

قَالَ اَبُو الْعَالِیَةِ ﴿الْعَوَانُ﴾ النِّصْفُ بَیْنَ الْبِكْرِ وَالْهَرِمَةِ.

''العوان'' کا معنی ہے: جوانی اور بڑھاپے کے درمیان نصف۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ عَوَانٌۢ بَیْنَ ذٰلِكَ. (البقرہ:٦٨)

بے شک وہ ایسی گائے ہے جو نہ بوڑھی ہے اور نہ جوان ہے' ان کے درمیان ہے۔

یعنی بڑھاپے اور جوانی کے درمیان ہے۔

﴿فَاقِعٌ﴾ (البقرہ:٦٩). صَافٍ.

''فاقع'' کا معنی ہے: صاف اور چمک دار۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ○ (البقرہ:٦٩)

یقیناً وہ زرد گائے ہے گہرے چمک دار رنگ کی' دیکھنے والوں کو اچھی لگتی ہے○

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اس کا رنگ گہرا زرد تھا' حضرت ابن عمر نے کہا: اس کے کھر زرد رنگ کے تھے' سعید بن جبیر نے کہا: اس کے سینگ اور کھر زرد رنگ کے تھے' حسن بصری نے کہا کہ وہ سخت سیاہ رنگ کے تھے' لیکن یہ قول غریب ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۱ ص ۱۳۹ ۔ ۱۳۷ ' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

﴿لَاذَلُوْلٌ﴾ (البقرہ:۷۱) لَمْ يُذِلَّهَا الْعَمَلُ ﴿تُثِيْرُ الْاَرْضَ﴾ لَيْسَتْ بِذَلُوْلٍ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَعْمَلُ فِي الْحَرْثِ. ''لا ذلول'' کا معنی ہے: اس کو ہل چلانے کے کام نے کم زور اور لاغر نہ کر دیا ہو' ایسی کمزور نہ ہو کہ نہ زمین میں ہل چلا سکے اور نہ کھیت میں پانی دے سکے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ. (البقرہ:۷۱) وہ گائے نہ محنت کش ہو کہ کھیت میں ہل چلاتی ہو اور نہ وہ کھیت میں پانی دیتی ہو۔

یعنی وہ گائے نہ کھیت میں ہل چلانے کے لیے رکھی گئی ہو اور نہ کھیت میں پانی دینے کے لیے۔

﴿مُسَلَّمَةٌ﴾ مِنَ الْعُيُوْبِ. ''مسلّمة'' کا معنی ہے: وہ عیب سے خالی ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

مُسَلَّمَةٌ لَّاشِيَةَ فِيْهَا. (البقرہ:۷۱) وہ صحیح وسالم ہو جس میں کوئی داغ دھبہ نہ ہو۔

﴿لَاشِيَةَ﴾ (البقرہ:۷۱) بَيَاضٌ. ''لا شية'' کا معنی ہے: اس میں سفیدی نہ ہو۔

یعنی اس کا رنگ مکمل زرد ہو اور اس میں سفیدی کا کوئی نشان نہ ہو۔

﴿صَفْرَاءُ﴾ (البقرہ:۶۹) اِنْ شِئْتَ سَوْدَاءُ وَيُقَالُ صَفْرَاءُ كَقَوْلِهٖ ﴿جِمٰلَتٌ صُفْرٌO﴾ (المرسلات:۳۳). ''صفراء'' کا معنی تم چاہو تو سیاہ کرو اور صفراء زرد کو بھی کہتے ہیں اور کہا جاتا ہے: زردی مائل سیاہ اونٹO (المرسلت:۳۳)

امام بخاری کی اس تعلیق سے یہ غرض ہے کہ ''صفرۃ'' میں دو احتمال ہیں' ایک اس کا مشہور معنی ہے' یعنی زرد اور اس کا دوسرا معنی ہے: سیاہ' جیسے اس آیت میں ہے:

جِمٰلَتٌ صُفْرٌO (المرسلت:۳۳) زردی مائل سیاہ اونٹO

﴿فَادّٰرَءْتُمْ﴾ (البقرہ:۷۲) اِخْتَلَفْتُمْ. ''فادّا رأتم'' کا معنی ہے: تم نے اختلاف کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا. (البقرہ:۷۲) پھر جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا' پھر اس کے قتل کا الزام ایک دوسرے پر رکھنے لگے۔

''تدارٔی'' کا معنی ہے: آپس میں لڑنا۔

۳۱ - بَابُ وَفَاةِ مُوْسٰى وَذِكْرِهٖ بَعْدُ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اور اس کے بعد کا ذکر

اس باب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اور اس کے بعد کے واقعات کا ذکر کیا جائے گا:

۳٤۰۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث

اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ اِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَلَمَّا جَاءَهٗ صَكَّهٗ فَرَجَعَ اِلٰى رَبِّهٖ فَقَالَ اَرْسَلْتَنِيْ اِلٰى عَبْدٍ لَّا يُرِيْدُ الْمَوْتَ. قَالَ ارْجِعْ اِلَيْهِ فَقُلْ لَّهٗ يَضَعُ يَدَهٗ عَلٰى مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهٗ بِمَا غَطَّتْ يَدُهٗ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ قَالَ اَیْ رَبِّ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ قَالَ فَالْاٰنَ قَالَ فَسَاَلَ اللّٰهَ اَنْ يُّدْنِيَهٗ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ ثَمَّ لَاَرَيْتُكُمْ قَبْرَهٗ اِلٰى جَانِبِ الطَّرِيْقِ تَحْتَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ قَالَ وَاَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ابن طاؤس از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف ملک الموت کو بھیجا گیا جب وہ ان کے پاس آیا تو حضرت موسیٰ نے اس کو تھپڑ مارا (جس سے اس کی آنکھ نکل گئی)' ملک الموت اپنے رب کے پاس گئے' پس کہا: آپ نے مجھے ایسے بندہ کے پاس بھیجا ہے جو مرنے کا ارادہ ہی نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اس کے پاس واپس جاؤ' پس اس سے کہو: آپ اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھ دیں' آپ کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے تو ہر بال کے بدلہ میں آپ کی عمر کا ایک سال بڑھا دیا جائے گا' حضرت موسیٰ نے پوچھا: اے میرے رب! پھر کیا ہوگا؟ فرمایا: پھر موت ہوگی' حضرت موسیٰ نے کہا: پھر ابھی (موت) آ جائے' پھر حضرت موسیٰ نے اللہ سے یہ دعا کی کہ وہ ان کو ارضِ مقدسہ سے پتھر پھینکے جانے کی مقدار قریب کر دے۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اس جگہ ہوتا تو میں تمہیں راستہ کی جانب سرخ ٹیلہ کے نیچے ان کی قبر دکھاتا۔ امام بخاری نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی مثل حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۳۹ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٠٨ - حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِي اصْطَفٰى مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ فِيْ قَسَمٍ يُّقْسِمُ بِهٖ فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ وَالَّذِي اصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَى الْعٰلَمِيْنَ فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ عِنْدَ ذٰلِكَ يَدَهٗ فَلَطَمَ الْيَهُوْدِيَّ فَذَهَبَ الْيَهُوْدِيُّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ الَّذِيْ كَانَ مِنْ اَمْرِهٖ وَاَمْرِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی (لڑے) اور ایک دوسرے کو برا کہا' مسلمان نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی! یہ ایسی قسم میں کہا جس کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے' یہودی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی! یہ سن کر اس مسلمان نے اپنا ہاتھ اُٹھایا اور اس یہودی

الْمُسْلِمِ فَقَالَ لَا تُخَيِّرُوْنِي عَلٰى مُوْسٰى فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيْقُ فَإِذَا مُوْسٰى بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِيْ أَكَانَ فِيْمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِيْ أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ.

کے منہ پر تھپڑ مارا' تو یہودی نبی ﷺ کے پاس گیا اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی جو اس کے اور اس مسلمان کے درمیان ہوا تھا' پس آپ نے فرمایا: مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت مت دو' کیونکہ لوگ بے ہوش ہو جائیں گے' پس سب سے پہلے میں ہوش میں آ ؤں گا تو حضرت موسیٰ عرش کی ایک جانب کو پکڑے کھڑے ہوں گے' پس میں (از خود) نہیں جانتا کہ وہ بے ہوش ہوئے تھے' پس مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ رکھا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۴۱۱ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٠٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَّ اٰدَمُ وَمُوْسٰى فَقَالَ لَهُ مُوْسٰى أَنْتَ اٰدَمُ الَّذِيْ أَخْرَجَتْكَ خَطِيْئَتُكَ مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالَ لَهُ اٰدَمُ أَنْتَ مُوْسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ ثُمَّ تَلُوْمُنِيْ عَلٰى أَمْرٍ قُدِّرَ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰى مَرَّتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حمید بن عبد الرحمان کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں مباحثہ ہوا' ان سے حضرت موسیٰ نے کہا: آپ وہ آدم ہیں جن کو آپ کی خطاء نے جنت سے نکال دیا' پس حضرت آدم نے ان سے کہا: آپ وہ موسیٰ ہیں جن کو اللہ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام کے لیے چن لیا' آپ مجھے ایسے کام پر ملامت کر رہے ہیں جس کام کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے پہلے مقدر کر دیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا: پس حضرت آدم' حضرت موسیٰ پر غالب آ گئے۔

[اطراف الحدیث:۳۷۳۶۔۴۷۳۸۔۴۷۳۸۔۶۶۱۴۔۷۵۱۵] (صحیح مسلم:۲۶۵۲' الرقم المسلسل:۶۶۴۳' سنن ابوداؤد:۴۷۰۱' سنن ابن ماجہ:۸۰' مسند الحمیدی:۱۱۱۵' السنن الکبریٰ:۱۱۱۸۷' مسند ابویعلیٰ:۶۲۴۵' صحیح ابن خزیمہ ج۱ ص۱۲۶' صحیح ابن حبان:۶۱۸۰' کتاب الاسماء والصفات ص۱۹۰' شرح السنۃ:۶۸' مسند احمد ج۲ ص۲۴۸ طبع قدیم' مسند احمد:۷۳۸۷۔ ج۱۲ ص۳۴۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا مباحثہ کس وقت اور کس جگہ ہوا تھا؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا یہ مباحثہ کس جگہ ہوا تھا' ایک احتمال یہ ہے کہ ان دونوں کی روحوں میں مباحثہ ہوا ہو' دوسرا احتمال یہ ہے کہ قیامت کے دن یہ مباحثہ ہوگا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ظاہر پر محمول کیا جائے اور یہ دونوں شخصی طور پر جمع ہوئے تھے۔ حدیث معراج سے یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بیت المقدس میں اور آسمانوں میں جمع ہوئے اور نبی ﷺ نے ان کو نماز پڑھائی اور

یہ بعید نہیں ہے کہ وہ زندہ ہوں' جس طرح شہداء زندہ ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات کا واقعہ ہو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا ہو کہ وہ ان کی حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کرائے۔

آیا ہم بھی اپنے گناہوں پر تقدیر کو عذر بنا سکتے ہیں؟

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام' حضرت موسیٰ کی ملامت کو اُٹھا کر غالب آ گئے' اس لیے کہ کسی آدمی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دوسرے آدمی کو تقدیری امر پر ملامت کرے' کیونکہ کسی آدمی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ تقدیر کے لکھے ہوئے کو ٹال سکے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ امر مقدر تھا' لہٰذا آپ اس پر مجھے ملامت نہ کریں' نیز یہ ملامت شرعی تھی عقلی نہیں تھی' کیونکہ جب حضرت آدم نے اپنی (ظاہری) خطاء پر توبہ کر لی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی تو ان سے ملامت زائل ہو گئی' لہٰذا اب جو اُن کو ملامت کرے گا وہ شرعاً مغلوب ہو گا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص گناہ کرنے کے بعد تقدیر میں پیشگی لکھے ہوئے کو عذر بنائے تو آیا یہ جائز ہے؟ اور کیا اس سے ملامت ساقط ہو جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اپنے گناہوں پر تقدیر میں پیشگی لکھے ہوئے کو عذر نہیں بنا سکتے اور ہم سے ملامت ساقط نہیں ہو گی' کیونکہ ہم دارالتکلیف میں ہیں اور حضرت آدم بھی جب تک دارالتکلیف میں رہے' اپنی ظاہری خطاء پر استغفار کرتے رہے اور معافی مانگتے رہے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا اور ان کی توبہ قبول فرمالی۔

(عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٤٢٣۔ ٤٢٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٤١٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ وَرَاَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْأُفُقَ فَقِيْلَ هٰذَا مُوْسٰى فِيْ قَوْمِهٖ. [اطراف الحدیث: ٥٧٠٥۔ ٥٧٥٢۔ ٦٤٧٢۔ ٦٥٤١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین بن نمیر نے حدیث بیان کی از حصین بن عبدالرحمان از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: مجھ پر امتیں پیش کی گئیں اور میں نے ایک بہت بڑی جماعت کو دیکھا جس نے آسمان کے کناروں کو بھر لیا تھا' پس بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ اپنی امت میں ہیں۔

(صحیح مسلم: ٢٢٠' الرقم المسلسل: ٤١٥' سنن ترمذی: ٢٤٤٦' شعب الایمان: ١١٦٣' شرح السنۃ: ٤٣٢٢' مسند احمد ج ١ ص ٢٧١ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٤٨۔ ج ٤ ص ٢٦١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت) (یہ ایک طویل حدیث ہے' اس کا آخری حصہ متن میں مذکور ہے۔)

اس حدیث میں ''سواد'' کا لفظ ہے' اس کا معنی عظیم جماعت ہے' اور ''اُفق'' کا لفظ واحد ہے' اس کی جمع ''آفاق'' ہے' آسمان اور زمین کے کناروں کو آفاق کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٤٢٤)

٣٢ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَةَ فِرْعَوْنَ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَكَانَتْ مِنَ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ایمان والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرمائی' یہ آیت یہاں تک پڑھی جائے: اور وہ اطاعت

الْقَانِتِينَ ۞﴾ (التحریم:۱۱۔۱۲). گزاروں میں سے تھی ۞ (التحریم:۱۲۔۱۱)

امام بخاری نے یہ پوری آیتیں ذکر نہیں کیں، ہم ان دونوں آیتوں کا مکمل ترجمہ ذکر کر رہے ہیں:

اور ایمان والوں کے لیے اللہ نے فرعون کی بیوی کی مثال ذکر فرمائی، جب کہ اس نے عرض کی کہ اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچا لے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے دے! ۞ اور عمران کی بیٹی مریم (کی مثال بھی) جس نے اپنی عفت کی (ہر طرح) حفاظت کی تو ہم نے (جبریل کے واسطہ سے) اس کے چاک گریبان میں اپنی طرف سے روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزاروں میں سے تھی ۞ (التحریم:۱۲۔۱۱)

حضرت آسیہ بنت مزاحم اور حضرت مریم بنت عمران کا تذکرہ

فرعون کی بیوی کا نام آسیہ بنت مزاحم ہے، جب فرعون کے جادوگروں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غلبہ پالیا تو وہ حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئیں اور جب فرعون کو آسیہ کے ایمان کا پتہ چل گیا تو اس نے ان کے ہاتھوں اور پیروں میں کیلیں ٹھونک دیں اور ان کو دھوپ میں گرا دیا اور ان کے اوپر ایک بھاری پتھر رکھنے کا حکم دیا، جب وہ لوگ اس پتھر کو لائے تو حضرت آسیہ نے دعا کی: اے میرے رب! میرے لیے جنت میں گھر بنا دے! تو انہوں نے دیکھا کہ جنت میں ان کا گھر سفید موتیوں سے بنا ہوا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ان کی روح قبض فرمائی، جب ان پر وہ پتھر رکھا گیا تو ان کے جسم سے ان کی روح نکل چکی تھی، سو فرعون کے عذاب سے ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔

حسن بصری اور ابن کیسان سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی کو جنت کی طرف اُٹھا لیا، وہ وہاں کھاتی اور پیتی تھیں۔

(جامع البیان جز ۲۸ ص ۱۹۲، داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ)

اور مریم بنت عمران ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ مریم بنت عمران کی مثال بیان فرماتا ہے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں کرامت ثابت ہے اور ان کو دنیا کی تمام عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے، باوجود اس کے کہ ان کی قوم کے لوگ کافر تھے اور وہ ان لوگوں میں سے تھیں جو اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار تھے، ایک قول یہ ہے کہ وہ عمالقہ میں سے تھیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے تھیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں (امام بخاری کا مقصد اس آیت سے صرف آسیہ بنت مزاحم کا ذکر کرنا تھا)۔

(معالم التنزیل ج ۵ ص ۱۲۴۔۱۲۳، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے حضرت سعد بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے جنت میں مریم بنت عمران سے، فرعون کی بیوی (آسیہ) سے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے میرا نکاح کر دیا ہے۔

(الدر المنثور ج ۸ ص ۲۱۴، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳٤١١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از شعبہ از عمرو بن مرۃ از مرۃ الہمدانی از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں میں تو بہت لوگ کامل ہیں

النِّسَاءِ اِلَّا اٰسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ وَمَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ.

اورعورتوں میں سے صرف آسیہ فرعون کی بیوی اور مریم بنت عمران کامل ہیں اور (حضرت) عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی عورتوں پر فضیلت اس طرح ہے جس طرح ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔

[اطراف الحدیث: ٣٤٣٣-٣٤٦٩-٣٧٦٩-٥٤١٨] (صحیح مسلم: ٢٤٣١، الرقم المسلسل: ٦١٦٦، سنن ترمذی: ١٨٤١، سنن نسائی: ٣٩٥٧، سنن ابن ماجہ: ٣٢٨٠)

عورتوں میں نبوت کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عورتوں میں سے کامل عورتوں کا ذکر ہے، اس سے مراد ہے: جن عورتوں کو مردوں کے تمام فضائل حاصل ہیں۔

بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت آسیہ اور مریم نبیہ تھیں کیونکہ نوع انسان میں وہی کامل ہیں، یعنی انبیاء ہیں، پھر اولیاء ہیں، پھر صدیقین ہیں، پھر شہداء ہیں، اگر یہ دونوں نبیہ نہ ہوں تو لازم آئے گا کہ عورتوں میں نہ کوئی ولیہ ہو نہ صدیقہ ہو اور نہ شہیدہ ہو، حالانکہ واقع میں بہت سی خواتین ان صفات سے متصف ہیں، گویا کہ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ ان کے سوا عورتوں میں سے کسی کو نبیہ نہیں بنایا گیا۔

اس دلیل کو رد کر دیا گیا ہے کیونکہ ان خواتین کے کامل ہونے کی وجہ سے ان کا نبیہ ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ان کے کامل ہونے کا یہ معنی ہے کہ حضرت آسیہ اور حضرت مریم خواتین کے تمام فضائل کی جامع ہیں۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی خاتون کو نبیہ نہیں بنایا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت مریم نبیہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کی وساطت سے ان کی طرف وحی کی تھی اور حضرت آسیہ کی نبوت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ قرطبی کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نبی کی طرف وحی فرماتا ہے اور اس کو اپنے احکام کی تبلیغ کے لیے مخلوق کی طرف بھیجتا ہے، حضرت مریم کو احکام کی تبلیغ کے لیے مبعوث نہیں فرمایا تھا، نہ ان پر وحی کی گئی تھی، ان پر صرف الہام کیا گیا تھا، اور علامہ قرطبی کا یہ قول اجماع مسلمین کے خلاف ہے۔

حضرت فاطمہ، حضرت خدیجہ، حضرت مریم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن کی فضیلت کے متعلق احادیث

ثرید اس طعام کو کہتے ہیں جس میں گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑے ڈال دیئے جائیں اور گوشت تمام کھانوں کا سردار ہے، حدیث میں ہے:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل دنیا اور اہل جنت کے کھانوں کا سردار گوشت ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ٣٣٠٥، کشف الخفاء ج ١ ص ٤٦١)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دنیا اور آخرت میں تمام عورتوں کی سردار ہیں۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دنیا اور آخرت میں فضیلت تو لازم آتی ہے لیکن ان کا دنیا اور آخرت میں تمام عورتوں سے افضل ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ دوسری احادیثِ صحیحہ سے حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کی

افضلیت کا ثبوت ہے اور وہ احادیث درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تمام عورتوں میں سب سے بہتر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

(۲) امام احمد' امام ابن حبان' امام ابویعلیٰ' امام طبرانی' امام ابوداؤد نے کتاب الزہد اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل حضرت خدیجہ بنت خویلد' فاطمہ بنت محمد' مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم زوجۂ فرعون ہیں۔

(۳) امام نسائی' امام ابویعلیٰ' امام ابن عساکر اور امام احمد نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں ماسوا مریم بنت عمران کے۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت مریم ان چاروں عورتوں میں سب سے افضل ہیں' رہا یہ کہ ان دونوں میں کون زیادہ افضل ہے تو اس پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے:

(۴) امام ابن عساکر اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کی تمام عورتوں کی سردار مریم بنت عمران ہیں' پھر فاطمہ ہیں' پھر خدیجہ ہیں' پھر آسیہ زوجۂ فرعون ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۲۷۔۴۲۵ ملخصاً وموضحاً ومخرجاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۳ - بَابٌ ﴿إِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى﴾ (القصص: ۷٦) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک قارون (پہلے) موسیٰ کی قوم سے تھا (القصص: ۷٦) پوری آیت پڑھیں

امام بخاری نے مذکور الصدر پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت کا ترجمہ اس طرح ہے:

بے شک قارون (پہلے) موسیٰ کی قوم سے تھا تو اس نے ان کے خلاف سرکشی کی' اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ بے شک ان کی کنجیاں مضبوط طاقت ور گروہ کو تھکا دیتیں' جب اس کی قوم نے اس سے کہا کہ تو (مارے خوشی کے) مغرور نہ ہو' بے شک اللہ غرور کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا O (القصص: ۷٦)

القصص: ۷٦ کی تفسیر

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

قارون کا لفظ علمیت اور عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

اس آیت میں قوم موسیٰ کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ حضرت موسیٰ کے خاندان اور قبیلہ سے تھا' اس کے نسب کے متعلق تین قول ہیں: (۱) وہ حضرت موسیٰ کا عم زاد تھا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن جریج نے کہا: اس کا نام عبداللہ بن الحارث تھا (۲) عطاء نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ حضرت موسیٰ کا خالہ زاد بھائی تھا (۳) امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ کا چچا تھا۔

قارون پہلے حضرت موسیٰ پر ایمان لے آیا تھا اور وہ سب سے زیادہ تورات کا قاری تھا' لیکن وہ سامری کی طرح منافق تھا۔ اس نے کہا کہ نبوت حضرت موسیٰ کو ملی اور قربانی کرنے کا منصب حضرت ہارون کو ملا تو مجھے کیا ملا! سو اس نے حضرت موسیٰ کے خلاف سرکشی

کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ حضرت موسیٰ کے خلاف اس کی سرکشی یہ تھی کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک فاحشہ عورت کے ساتھ بدکاری کی تہمت لگائی تھی' الضحاک نے کہا: اس کی سرکشی یہ تھی کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا' قتادہ نے کہا: اس نے تکبر کیا۔

اس کے خزانوں کی چابیوں کے بوجھ کو اٹھانے سے ایک جماعت تھک جاتی تھی۔

اس آیت میں ''العصبة اولی القوة'' کا ذکر ہے' اس سے مراد ہے: بڑی جماعت' اس میں سے دس سے چالیس تک لوگ مراد ہیں۔

روایت ہے کہ قارون کے خزانوں کی چابیوں کو ساٹھ خچر اُٹھاتے تھے' ہر خزانہ کی ایک چابی تھی اور ہر چابی ایک انگلی کے برابر تھی' اس چابی کے مادے کے متعلق تین قول ہیں: (۱) وہ اونٹ کی کھال کی چابی تھی (۲) وہ لوہے کی چابی تھی (۳) وہ لکڑی کی چابی تھی' وہ جہاں بھی جاتا' اپنے خزانوں کو ساتھ لے جاتا تھا۔

اس آیت میں فرمایا ہے: تو (مارے خوشی کے) مغرور نہ ہو' یعنی تو ان خزانوں پر اترا نہیں' اللہ تعالیٰ اِترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا' دوسرا قول یہ ہے کہ تم فساد نہ پھیلاؤ' اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

(جامع البیان جز ۲۰ ص ۱۲۹۔۱۲۳ ملخصاً' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

﴿لَتَنُوْٓءُ﴾ (القصص:٧٦) لَتَثْقُلُ. ''لتنوء'' کا معنی ہے: وہ بھاری ہو جاتی تھیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ. (القصص:٧٦) بے شک ان کی کنجیاں طاقت ور گروہ کو تھکا دیتیں۔

''لتنوء'' کی تفسیر تھکانے کے ساتھ کی ہے' جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اُوْلِی الْقُوَّةِ﴾ (القصص:٧٦) لَا يَرْفَعُهَا الْعُصْبَةُ مِنَ الرِّجَالِ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''اولی القوة'' کا معنی ہے کہ مردوں کی ایک جماعت (چابیوں کے بوجھ کو) نہیں اُٹھا سکتی تھی۔

اس کی تفسیر ہم ابھی امام ابن جریر کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں۔

يُقَالُ ﴿اَلْفَرِحِيْنَ﴾ (القصص:٧٦). اَلْمَرِحِيْنَ. اترانے والوں کو ''الفرحین'' کہا جاتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَO (القصص:٧٦) بے شک اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتاO

یہ حضرت ابن عباس کی تفسیر ہے' جس کو امام ابن جریر نے ذکر کیا ہے۔

﴿وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ﴾ (القصص:٨٢) مِثْلُ ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ﴾ ''ویکانّ الله'' کا معنی اس کی مثل ہے: کیا تم کو نہیں معلوم کہ بے شک اللہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ اور کل جن لوگوں نے اس (قارون) کے مرتبہ کی تمنا کی تھی'

وَيۡكَاَنَّ اللّٰهَ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وَيَقۡدِرُ لَوۡلَاۤ اَنۡ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيۡنَا لَخَسَفَ بِنَا وَيۡكَاَنَّهٗ لَا يُفۡلِحُ الۡكٰفِرُوۡنَ○ (القصص:۸۲)

صبح کو کہنے لگے: افسوس! (ہمیں معلوم نہ تھا) اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے رزق) تنگ کر دیتا ہے' اور اگر اللہ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو ہمیں (بھی) زمین میں دھنسا دیتا' ہائے تعجب! (ہم کو معلوم نہیں تھا کہ) کافر فلاح نہیں پاتے○

ابوالحسن نے کہا: ''وَی'' اسم فعل ہے اور کاف حرفِ خطاب ہے اور اس کا معنی ہے: مجھے اس پر تعجب ہے کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے' رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

قتادہ نے کہا ہے کہ ''ویکانه'' کا معنی ہے: کیا تم کو معلوم نہیں کہ......

کوفہ کے بعض نحویوں نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: کیا تم اللہ تعالیٰ کی کاری گری کو نہیں دیکھتے' انہوں نے بیان کیا ہے کہ ایک دیہاتی عورت نے اپنے خاوند سے پوچھا: ہمارا بیٹا کہاں ہے؟ تو اس کے شوہر نے کہا:

ویکانه وراء البیت؟ کیا تم نہیں دیکھتیں کہ وہ گھر کے پیچھے ہے؟

بعض نحویوں نے کہا ہے کہ ''ویك'' اصل میں ''ویلك'' ہے اور اس میں لام محذوف ہے' یعنی تم پر افسوس ہے! تم جان لو کہ وہ گھر کے پیچھے ہے۔

بعض دوسرے نحویوں نے کہا: ''وی'' حرف تنبیہ ہے اور ''کانّ'' دوسرا حرف ہے اور ''لَعلّ'' کے معنی میں ہے' یعنی شاید معاملہ اس طرح ہو اور میرا گمان ہے کہ معاملہ اس طرح ہے۔

ان اقوال میں زیادہ صحیح قول قتادہ کا ہے یعنی کیا تم کو معلوم نہیں کہ......

(جامع البیان جز ۲۰ ص ۱۴۱۔۱۴۰ ملخصاً' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

﴿يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ﴾ (الرعد:۲٦) وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ (الرعد:۲٦)

امام بخاری نے اس تعلیق سے دوسری آیت کی طرف اشارہ کیا ہے' جو درج ذیل ہے:

قُلۡ اِنَّ رَبِّیۡ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ. (سباء:۳٦) آپ کہیے: بے شک میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے' اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

يُوَسِّعُ عَلَيۡهِ وَيُضَيِّقُ. فراخی کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے۔

امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ ''یبسط'' کا معنی فراخی کرتا ہے اور ''یقدر'' کا معنی ہے: تنگی کرتا ہے۔

٣٤ - بَابُ قَوۡلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِلٰى مَدۡيَنَ اَخَاهُمۡ شُعَيۡبًا﴾ (الاعراف:٨٥' هود:٨٤' العنكبوت:٣٦)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور مدین کی طرف ان کے قومی بھائی شعیب کو بھیجا (الاعراف:۸۵' ھود:۸۴' العنکبوت:۳٦)

حضرت شعیب علیہ السلام کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

شعیب عربی نام ہے' مقاتل نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نو جگہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر کیا ہے' ان کا پورا نام یہ ہے: شعیب بن میکیل بن یشجر بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔

اہل مدین ایسے لوگ تھے جو راستوں میں لوٹ مار کرتے تھے اور ڈاکے ڈالتے تھے' ناپ تول میں کمی کرتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک ماننے کی دعوت دی اور ناپ تول کو درست رکھنے کا حکم دیا۔

علماء سیرت نے بیان کیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کے ہلاک ہونے کے بعد کافی مدت تک مدین میں رہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس پہنچے اور ان کی صاحب زادی سے نکاح کیا۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ پھر حضرت شعیب علیہ السلام مکہ چلے گئے اور وہیں فوت ہو گئے' اس وقت ان کی عمر ایک سو چالیس سال تھی اور ان کو مسجد حرام میں حجر اسود کے سامنے دفن کیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٤٢٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اِلٰی اَهْلِ مَدْيَنَ لِاَنَّ مَدْيَنَ بَلَدٌ وَ مِثْلُهٗ ﴿وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ﴾ وَاسْاَلِ ﴿الْعِيْرَ﴾ (یوسف:٨٢) يَعْنِيْ اَهْلَ الْقَرْيَةِ وَاَهْلَ الْعِيْرِ.

مدین سے اہل مدین مراد ہیں' کیونکہ مدین شہر ہے' اسی کی مثل ہے: بستی سے پوچھیے۔ (یوسف:٨٢) اور مراد ہے: بستی والوں سے پوچھیے' اور فرمایا: قافلہ سے پوچھیے' اور مراد ہے: قافلہ والوں سے پوچھیے۔

امام بخاری کا مطلب یہ ہے کہ شہر اور قافلہ سے سوال نہیں کیا جاتا بلکہ شہر والوں اور قافلہ والوں سے سوال کیا جاتا ہے۔

مدین حضرت شعیب علیہ السلام کا شہر ہے' یہ بحر قلزم پر تبوک کی محاذات میں تبوک سے چھ مراحل دور ہے' یہیں پر وہ کنواں ہے جہاں سے پانی لینے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے تھے' اب یہ کنواں ویران ہو چکا ہے۔

﴿وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا﴾ (ھود:٩٢). لَمْ تَلْتَفِتُوْا اِلَيْهِ وَيُقَالُ اِذَا لَمْ تَقْضِ حَاجَتَهٗ ظَهَرْتَ حَاجَتِيْ وَجَعَلْتَنِيْ ظِهْرِيًّا قَالَ الظِّهْرِيُّ اَنْ تَاْخُذَ مَعَكَ دَابَّةً اَوْ وِعَاءً تَسْتَظْهِرُ بِهٖ.

(اور تم نے اسے) پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے' (یعنی) تم اس کی طرف توجہ نہیں کرتے' جب کسی کی حاجت پوری نہ ہو تو کہا جاتا ہے: تم نے اسے پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے یا کہا جاتا ہے: تم نے مجھ کو پیٹھ کے پیچھے کر دیا۔ امام بخاری نے کہا: ''الظھری'' اس جانور یا اس تھیلے کو کہتے ہیں جس کو تم قوت کے حصول کے لیے اپنے ساتھ رکھو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا. (ھود:٩٢)

شعیب نے کہا: اے میری قوم! کیا میرا قبیلہ تمہارے نزدیک اللہ سے زیادہ معزز ہے' اور تم نے اسے (گویا) پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے۔

پھر امام بخاری نے اس کی تفسیر کی کہ تم اللہ کی طرف توجہ نہیں کرتے' جب کسی شخص کی کوئی حاجت پوری نہ ہو تو وہ کہتا ہے: تم نے مجھے اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے۔

اور جو شخص کسی جانور کو یا تھیلے کو قوت حاصل کرنے کے لیے اپنے ساتھ لے جائے اس کو بھی "ظھری" کہتے ہیں۔

﴿مَكَانَتُهُمْ﴾ وَمَكَانُهُمْ وَاحِدٌ. ان کی مکانت اور ان کے مکان کا ایک معنی ہے (یعنی اپنی جگہ)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ. اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو۔

(الانعام:١٣٥ ھود:٩٣ الزمر:٣٩)

یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ امام بخاری نے اپنی تعلیق میں "مکانتھم" لکھا ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام کے قصہ میں "مکانتکم" ہے البتہ "مکانتھم" قرآن مجید میں ایک اور جگہ ہے: مگر وہ حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ نہیں ہے:

وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ. (یٰس:٦٧) اور اگر ہم چاہتے تو انہیں ان کی جگہ پر مسخ کر دیتے۔

﴿يَغْنَوْا﴾ (الاعراف:٩٢) يَعِيْشُوْا. "یغنوا" کا معنی ہے: وہ رہتے تھے۔

اس تعلیق سے امام بخاری نے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا. (ھود:٦٨) گویا کہ وہ ان میں کبھی رہتے ہی نہ تھے۔

﴿يَاْيَسْ﴾ يَحْزَنُ. "یایس" کا معنی ہے: وہ غم کرتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ○ (المائدہ:٢٦) سو آپ نافرمان لوگوں (کے انجام) پر غمگین نہ ہوں ○

قرآن مجید میں "لَا تَاْسَ" ہے لیکن امام بخاری نے "تاس" کا معنی بیان کیا ہے جیسے قرآن مجید میں "لم یغنوا" ہے اور امام بخاری نے "یغنوا" کا معنی بیان کیا ہے۔

﴿اٰسٰى﴾ (الاعراف:٩٣) اَحْزَنُ. "اسٰی" کا معنی ہے: میں غم کروں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ○ (الاعراف:٩٣) تو میں اب کافروں پر کیوں کر غم کروں ○

وَقَالَ الْحَسَنُ ﴿اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ○﴾ (ھود:٨٧) يَسْتَهْزِءُوْنَ بِهٖ. اور حسن بصری نے کہا: بے شک آپ تو بڑے تحمل والے عقل مند ہیں ○ (ھود:٨٧) یہ انہوں نے حضرت شعیب کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا تھا۔

ان کی اس کلام سے غرض یہ تھی کہ آپ غیر بردبار اور بے وقوف ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿لَيْكَةُ﴾ اَلْاَيْكَةُ. اور مجاہد نے کہا: "لیکۃ"، "الایکۃ" ہے (یعنی جنگل)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ○ (الشعراء:١٧٦) جنگل والوں نے رسولوں کو جھٹلایا ○

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے گھروں کا نام "الایکہ" ہے یہ مدین میں سمندر کے کنارے پر ہے اور لغت میں "الایکۃ" کا معنی گھنے درخت ہیں یعنی جنگل۔

﴿يَوْمِ الظُّلَّةِ﴾ (الشعراء:١٨٩) إِظْلَالُ الْغَمَامِ الْعَذَابُ عَلَيْهِمْ. ''یوم الظلة'' کا معنی ہے: بادلوں کا سایا جوان پر عذاب تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ. (الشعراء:١٨٩) تو انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا۔

روایت ہے کہ ان سے ہوا روک لی گئی اور ان پر سخت گرمی مسلط کر دی گئی' پس ان کا دم گھٹنے لگا تو وہ جنگل کی طرف بھاگے تو ان پر بادل نے سایا کیا' جس میں ٹھنڈک تھی' وہ سب اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے' پھر اس سے آگ برسنے لگی' پھر وہ سب جل کر مر گئے۔

ان تمام تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ١٥ ٤٣-٤٢٨ سے اخذ کی گئی ہے۔

٣٥ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ○﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَهُوَ مُلِيْمٌ○﴾ (الصافات:١٣٩-١٤٢)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک یونس ضرور رسولوں میں سے ہیں○ یہ آیت یہاں تک ہے: وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے والے تھے○ (الصّٰفّٰت: ١٤٢-١٣٩)

ان پوری آیات کا ترجمہ درج ذیل ہے:

اور بے شک یونس ضرور رسولوں میں سے ہیں○ جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگے○ پھر قرعہ اندازی کرائی گئی تو وہ مغلوبین میں سے ہو گئے○ پس ان کو مچھلی نے نگل لیا' اس حال میں کہ وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے والے تھے○ (الصّٰفّٰت: ١٤٢-١٣٩)

حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ

ان کا نام یونس بن متّٰی ہے' متّٰی ان کی ماں کا نام ہے' ماں کی طرف نسبت سے صرف دو نبی مشہور ہیں: حضرت عیسیٰ اور حضرت یونس علیہما الصلوٰۃ والسلام۔

امام عبدالرزاق نے یہ روایت کی ہے کہ متّٰی ان کی ماں کا نام ہے' لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ ان کے باپ کا نام ہے' ان کے باپ اہلِ بیتِ نبوت سے ایک صالح مرد تھے' ان کا کوئی بیٹا نہیں تھا' پھر یہ اس چشمہ پر گئے جس پر حضرت ایوب علیہ السلام نے غسل کیا تھا' پس انہوں نے اور ان کی زوجہ نے غسل کیا' پھر ان دونوں نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو مبارک بیٹا عطاء فرمائے اور اس کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو حضرت یونس عطاء فرمائے۔ حضرت یونس ابھی اپنی ماں کے پیٹ میں چار ماہ کے تھے کہ ان کے والد متّٰی فوت ہو گئے' ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت بنیامین کے پوتے تھے اور یہ موصل کی اس بستی کے رہنے والے تھے' جس کا نام نینویٰ ہے۔

امام بخاری اور امام ابن جریر طبری کا تسامح

قَالَ مُجَاهِدٌ مُّذْنِبٌ. مجاہد نے کہا: (''ملیم'' کا معنی) گناہ گار ہے۔

امام ابن جریر طبری نے بھی مجاہد سے اسی طرح تفسیر نقل کی ہے۔ (جامع البیان جز ٢٣ ص ١١٨' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری اور امام ابن جریر طبری دونوں نے ''ملیم'' کی تفسیر مذنب (گناہ کرنے والا) سے کی اور یہ دونوں

تفسیریں غلط ہیں' تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور حضرت یونس علیہ السلام بھی معصوم ہیں' "مـلـیـم" کا معنی ہے: ملامت کرنے والا' اور ملامت صرف گناہ پر نہیں کی جاتی بلکہ اجتہادی خطاء پر بھی کی جاتی ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے اجتہادی خطاء سے شجر ممنوع سے کھا لیا' پھر عرصہ دراز تک اس پر استغفار کرتے رہے' اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام بھی اپنی بستی سے اللہ تعالیٰ سے اذنِ مخصوص لیے بغیر نکل گئے اور یہ ان کی اجتہادی خطاء تھی اور اس پر وہ اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے اور یہ تسبیح پڑھتے رہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّی كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ (الانبیاء:٨٧) اے اللہ! تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو پاک ہے' بے شک میں (اپنے نفس پر) زیادتی کرنے والوں میں سے تھا ○

انبیاء علیہم السلام تواضع اور انکسار سے اپنے متعلق جو چاہیں کہیں' لیکن کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں کہ انہیں ظالم یا گناہ کرنے والا کہے' انبیاء علیہم السلام سے جو اجتہادی خطائیں ہوئیں' ان ظاہری خطاؤں پر انہیں اجر ملتا ہے اور ان کی اجتہادی خطائیں نیکوکاروں کی نیکیوں سے بڑھ کر ہیں' اس لیے کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ انہیں گناہ کرنے والا کہہ کر اپنی حد سے بڑھے' اللہ تعالیٰ امام بخاری اور امام ابن جریر طبری کو معاف فرمائے! یہ خوش عقیدہ لوگ تھے مگر ان سے خطاء ہو گئی۔

﴿اَلْمَشْحُوْنُ﴾ اَلْمُوْقَرُ. "المشحون" کا معنی ہے: بھری ہوئی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○ (الصّٰفّٰت:١٤٠) جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگے ○

امام ابن جریر متوفی ٣١٠ھ نے لکھا ہے کہ وہ کشتی لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔

(جامع البیان جز ٢٣ ص ١١٦' داراحیاء التراث العربی بیروت' ١٤٢١ھ)

﴿فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ○﴾ الْاٰیَةَ (الصافات: ١٤٣) پس اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے ○ (الصّٰفّٰت: ١٤٣) آیت کو پورا کرو۔

امام بخاری نے اس کے بعد والی آیت کا ذکر نہیں کیا اور وہ یہ ہے:

لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ○ (الصّٰفّٰت:١٤٤) تو وہ ضرور مچھلی کے پیٹ میں حشر کے دن تک رہتے ○

یعنی اگر اس واقعہ سے پہلے حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اس کا ذکر کرنے والے نہ ہوتے تو وہ قیامت تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وہ راحت کے ایام میں بہت طویل نماز پڑھتے تھے' اور اگر نیک عمل کرنے والے سے کوئی ظاہری خطاء ہو جائے تو اس کا نیک عمل اس کے لیے نجات کی راہ نکال دیتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں یہ تسبیح پڑھی: "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" تو عرش کے نیچے ان کی یہ دعا پہنچی' پس فرشتوں نے کہا: اے رب! یہ بہت ضعیف اور اچھی آواز ہے' جو کسی اجنبی جگہ سے آئی ہے' اللہ تعالیٰ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو یہ کون ہے! فرشتوں نے پوچھا: اے رب! یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ میرا بندہ یونس ہے' فرشتوں نے کہا: یہ وہی تیرے بندے یونس ہیں جن کے ہمیشہ مقبول اعمال اور مقبول دعائیں یہاں پہنچتی تھیں' فرشتوں نے عرض کیا: اے رب! یہ راحت کے ایام میں جو نیک عمل کرتے تھے کیا تو ان کے وسیلہ سے ان کو

اس مصیبت سے نجات نہیں دے گا! فرمایا: کیوں نہیں! پھر مچھلی کو حکم دیا کہ وہ ان کو کھلے میدان میں ڈال دے۔
(جامع البیان جز ٢٣ ص١١٩' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ الحسین بن مسعود البغوی الشافعی المتوفی ٥١٦ھ لکھتے ہیں:
حضرت یونس کتنی مدت مچھلی کے پیٹ میں رہے؟ اس میں اختلاف ہے' مقاتل بن حیان نے کہا: تین دن رہے' عطاء نے کہا: سات دن رہے' الضحاک نے کہا: بیس دن رہے' سدی' کلبی اور مقاتل بن سلیمان نے کہا: چالیس دن رہے۔
(معالم التنزیل ج ٤ ص ٤٨-٤٧' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٠ھ)

﴿فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ﴾ بِوَجْهِ الْاَرْضِ ﴿وَهُوَ سَقِيْمٌ﴾ (الصافات:١٤٥).
پس ہم نے ان کو کھلے میدان میں ڈال دیا' یعنی زمین پر' اس حال میں کہ وہ بیمار تھے۔ (الصّٰفّٰت:١٤٥)

امام محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ مچھلی نے ان کو ساحل پر ڈال دیا۔
قتادہ نے کہا: ایسی زمین پر ڈال دیا جہاں پر سبزہ تھا نہ کوئی اور چیز تھی۔
اس آیت میں فرمایا ہے: وہ بیمار تھے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ وہ نوزائیدہ بچے کی طرح کمزور تھے۔
(جامع البیان جز ٢٣ ص ١٢١' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

﴿وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ۝﴾ (الصافات: ١٤٦) مِنْ غَيْرِ ذَاتِ اَصْلِ الدُّبَّاءِ وَنَحْوِهٖ.
اور ہم نے ان پر زمین پر پھیلنے والی کدو (لوکی یا گھیا) کی بیل اُگا دی۝ (الصّٰفّٰت:١٤٦) اس درخت سے مراد ایسا درخت ہے جو اپنی جڑ پر کھڑا نہیں رہتا' جیسے کدو کی بیل وغیرہ۔

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ٥١٦ھ لکھتے ہیں:
اس آیت میں جو "یقطین" کا لفظ ہے تو تمام مفسرین کے نزدیک اس سے کدّو (لوکی یا گھیا) مراد ہے' حسن اور مقاتل نے کہا ہے: اس سے مراد وہ سبزہ (بیل) ہے جو روئے زمین پر پھیل جاتا ہے اور اس کا تنا نہیں ہوتا اور وہ سردیوں میں باقی نہیں رہتا' جیسے کدو اور لوکی۔ مقاتل بن حیان نے کہا: پس حضرت یونس علیہ السلام درخت کے سائے میں رہتے' ان کے پاس ایک بکری آتی تھی جس کا وہ صبح اور شام دودھ پیتے تھے' حتیٰ کہ ان پر گوشت چڑھ گیا اور ان کے بال اُگ آئے اور وہ توانا ہو گئے' ایک دن وہ نیند سے بیدار ہوئے تو وہ درخت سوکھ چکا تھا' ان کو اس کا بہت غم ہوا اور جب ان پر دھوپ آئی تو وہ رونے لگے' تب اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس حضرت جبریل کو بھیجا اور فرمایا: آپ ایک درخت کی جدائی پر رو رہے ہیں اور اپنی امت کے ایک لاکھ افراد پر نہیں روتے' وہ اسلام لا چکے ہیں اور توبہ کر چکے ہیں۔

اللہ کے نزدیک حضرت یونس علیہ السلام کا ملامت زدہ نہ ہونا

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں فرمایا ہے: پس ہم نے ان کو کھلے میدان میں ڈال دیا۔ (الصّٰفّٰت:١٤٥)
اور دوسری آیت میں فرمایا ہے:
لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ۝ (القلم:٤٩)
اگر ان کے رب کی نعمت ان کی دست گیری نہ فرماتی تو وہ ضرور کھلے میدان میں ڈال دیئے جاتے' مذمت کیے ہوئے۝

اس آیت میں جو اگر کا لفظ ہے' یہ نفی پر دلالت کرتا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو کھلے میدان میں نہیں ڈالا گیا اور یہ ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ جب مقید پر نفی آئے تو وہ قید کی طرف راجع ہوتی ہے اور یہاں پر کھلے میدان میں ڈال دیئے جانے کا جملہ مقید ہے اور اس کی قید ہے' مذمت کیے ہوئے یعنی ان کو کھلے میدان میں اس حال میں ڈالا گیا کہ ان کی مذمت نہیں کی گئی تھی۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۴۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

یعنی اگر اللہ تعالیٰ ان کی دست گیری نہ فرماتا تو وہ مذمت کیے ہوئے ہوتے' لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کی دست گیری فرمادی تو وہ مذمت کیے ہوئے نہ تھے۔

﴿وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ۝﴾ (الصافات: ١٤٧) اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا زیادہ لوگوں کی طرف بھیجا۔ (الصّٰفّٰت: ۱۴۷)

اس زیادتی کے عدد میں اختلاف ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ بیس ہزار تھے' اور اس کی حضرت ابی بن کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے' حسن بصری نے کہا: وہ تیس ہزار سے زیادہ تھے' اور سعید بن جبیر نے کہا: وہ ستر ہزار تھے۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۴۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

﴿فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِيْنٍ۝﴾ (الصافات: ١٤٨) سو وہ (لوگ) ان پر ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں ایک (مقرر) وقت تک فائدہ پہنچایا۝ (الصّٰفّٰت: ۱۴۸)

یعنی حضرت یونس علیہ السلام کو جن لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا' وہ عذاب کی علامات دیکھ کر حضرت یونس پر ایمان لے آئے تو ہم نے مقرر اور مقدر وقت تک ان کو فائدہ پہنچایا۔ (معالم التنزیل ج ۴ ص ۴۸' بیروت)

﴿وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰی وَهُوَ مَكْظُوْمٌ﴾ (القلم: ٤٨) كَظِيْمٌ وَّهُوَ مَغْمُوْمٌ. اور آپ مچھلی والے کی طرح نہ ہوں جنہوں نے اپنے رب کو اس وقت پکارا جب وہ غمگین تھے۝ (القلم: ۴۸) ''کظیم'' کا معنی مغموم ہے۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ آپ مچھلی والے (حضرت یونس علیہ السلام) کی طرح جلدی نہ کریں اور اپنی اُمت پر غضب نہ کریں۔ (جامع البیان جز ۲۹ ص ۵۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٤١٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي الْاَعْمَشُ. (ح) حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ اِنِّيْ خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ زَادَ مُسَدَّدٌ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے اعمش نے حدیث بیان کی' (ح) مجھے ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' از الاعمش از ابووائل از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں حضرت یونس سے بہتر ہوں۔ مسدد نے یہ اضافہ کیا ہے کہ میں حضرت یونس بن متّٰی سے بہتر ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۹۵ میں گزر چکی ہے۔

٣٤١٣ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِی الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَنْبَغِیْ لِعَبْدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اِنِّیْ خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰی وَنَسَبَهٗ اِلٰی اَبِيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از ابی العالیہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم' آپ نے فرمایا: کسی بندہ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں حضرت یونس بن متّٰی سے بہتر ہوں' انہوں نے حضرت یونس کی ان کے باپ کی طرف نسبت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ٣٣٩٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٤١٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَی بْنُ بُكَيْرٍ عَنِ اللَّيْثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا يَهُوْدِیٌّ يَعْرِضُ سِلْعَتَهٗ اُعْطِیَ بِهَا شَيْئًا كَرِهَهٗ فَقَالَ لَا وَالَّذِی اصْطَفٰی مُوْسٰی عَلَی الْبَشَرِ فَسَمِعَهٗ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَامَ فَلَطَمَ وَجْهَهٗ وَقَالَ تَقُوْلُ وَالَّذِی اصْطَفٰی مُوْسٰی عَلَی الْبَشَرِ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا فَذَهَبَ اِلَيْهِ فَقَالَ اَبَا الْقَاسِمِ اِنَّ لِیْ ذِمَّةً وَّعَهْدًا فَمَا بَالُ فُلَانٍ لَطَمَ وَجْهِیْ فَقَالَ لِمَ لَطَمْتَ وَجْهَهٗ فَذَكَرَهٗ فَغَضِبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی رُئِیَ فِیْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ لَا تُفَضِّلُوْا بَيْنَ اَنْبِيَاءِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ يُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَيَصْعَقُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ اُخْرٰی فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ بُعِثَ فَاِذَا مُوْسٰی اٰخِذٌ بِالْعَرْشِ فَلَا اَدْرِیْ اَحُوْسِبَ بِصَعْقَتِهٖ يَوْمَ الطُّوْرِ اَمْ بُعِثَ قَبْلِیْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی از لیث از عبد العزیز بن ابی سلمۃ از عبد اللہ بن الفضل از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ایک یہودی اپنا سودا پیش کر رہا تھا جس کے عوض اس کو اتنی قیمت دی جا رہی تھی جو اس کو ناپسند تھی تو اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ کو تمام بشروں پر فضیلت دی ہے! ایک انصاری نے یہ سنا تو کھڑے ہو کر اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا اور کہا: تو یہ کہتا ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ کو تمام بشروں پر فضیلت دی ہے! اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں' پس وہ یہودی آپ کے پاس گیا اور کہا: اے ابو القاسم! بے شک میرا ذمہ اور عہد ہے تو فلاں شخص کو کیا ہوا کہ اس نے میرے منہ پر تھپڑ مارا' آپ نے اس شخص سے پوچھا: تم نے اس کے منہ پر تھپڑ کیوں مارا! تو انہوں نے یہ واقعہ سنایا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غضب میں آ گئے' حتیٰ کہ آپ کے چہرے پر آثارِ غضب ظاہر ہوئے' پھر آپ نے فرمایا: انبیاء اللہ کے درمیان (کسی کو) فضیلت مت دو کیونکہ صور میں پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں اور زمینوں میں ہیں' وہ سب بے ہوش ہو جائیں گے سوا ان کے جن کو اللہ چاہے' پھر اس (صور) میں دوبارہ پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے مجھے اُٹھایا جائے گا تو اس وقت حضرت موسیٰ عرش کو پکڑے ہوئے کھڑے ہوں گے' پس میں از خود نہیں جانتا کہ آیا طور کے دن کی بے ہوشی سے ان کا حساب کر لیا گیا یا ان کو مجھ سے پہلے اٹھا لیا گیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤١١ میں گزر چکی ہے۔

٣٤١٥ - وَلَا أَقُوْلُ إِنَّ أَحَدًا أَفْضَلُ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى. اور میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی شخص (بھی) حضرت یونس بن متّٰی سے افضل ہے۔

[اطراف الحدیث: ٣٤١٦-٣٦٠٤-٤٦٠٤-٤٦٣١-٤٨٠٥] (صحیح مسلم: ٢٣٧٣، الرقم المسلسل: ٦٠٤٥، سنن ابوداؤد: ٤٦٧١، السنن الکبریٰ: ٧٧٥٨، شرح السنۃ: ٤٣٠٢، مسند احمد ج ٢ ص ٢٦٤ طبع قدیم، مسند احمد: ٧٥٨٦ - ج ١٣ ص ٢٩، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اس باب کی عنوان کے ساتھ مطابقت آخری حدیث سے واضح ہے، کیونکہ اس میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے نبیوں پر فضیلت نہ دینے کی وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ایک یہودی اپنا سودا پیش کر رہا تھا، یعنی وہ اپنا سامان لوگوں کو دکھا رہا تھا، تا کہ وہ اس سامان کو خریدنے میں رغبت کریں تو اس کو اس سامان کی قیمت اس کی مطلوبہ قیمت سے کم بتائی گئی، پس اس نے قسم کھائی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ذمہ اور عہد، یعنی اس یہودی کے منہ پر طمانچہ مار کر اس کی جان کی حفاظت کا مسلمانوں نے جو عہد کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: انبیاء اللہ کے درمیان (کسی کو) فضیلت مت دو، یعنی کسی نبی کو دوسرے نبی پر اس طرح فضیلت مت دو جس سے اس نبی کی کمی ہو، ہر چند کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے انبیاء علیہم السلام سے مطلقاً افضل ہیں، یا اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم اپنی خواہش سے مجھے فضیلت مت دو، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش نہیں ہوئے تھے یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوش میں آ گئے تھے اور ہر صورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت معلوم ہوتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فضیلت جزوی ہے اور یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کُلّی کے منافی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٦، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ) (جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو اوّل بشر ہونے کی فضیلت حاصل ہے یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کی فضیلت حاصل ہے یا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اوّل کلیم اللہ ہونے کی فضیلت حاصل ہے لیکن یہ سب جزوی فضیلتیں ہیں اور یہ فضیلتیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کلّی فضیلت کے منافی نہیں ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کلی فضیلت پر درج ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں:

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کلی کے متعلق احادیث

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا (یہ میں اظہارِ حقیقت کے لیے بتا رہا ہوں) مجھے اس پر فخر نہیں ہے، اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہو گا، اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے، اور اس دن ہر نبی خواہ وہ حضرت آدم ہوں یا کوئی اور وہ سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، اور میں وہ ہوں جس سے سب سے پہلے زمین شق ہو گی (اور یہ بھی اظہارِ حقیقت اور تحدیث نعمت ہے) مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔

(سنن ترمذی: ٣٦١٥، مسند احمد ج ٣ ص ٢، سنن ابن ماجہ: ٤٣٠٨، مشکوٰۃ: ٥٧٦١)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب (آپ کے حجرے کے باہر) آپ کا انتظار کر رہے تھے، آپ باہر نکلے حتیٰ کہ ان کے قریب ہوئے اور آپ نے ان کی باتیں سنیں، ان میں سے کسی نے کہا: تعجب کی بات ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق میں کسی کو خلیل بنایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، دوسرے نے کہا: اس سے زیادہ تعجب اس پر ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا' پھر ایک اور نے کہا: پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ اور اس کی (پسندیدہ) روح ہیں' ایک اور نے کہا: حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے چن لیا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس آئے اور آپ نے ان کو سلام کیا اور فرمایا: میں نے تمہاری باتیں اور تمہارا تعجب کرنا سن لیا' بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں اور وہ اسی طرح واقع میں ہیں' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں اور وہ اسی طرح واقع میں ہیں' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی (پسندیدہ) روح ہیں اور وہ واقع میں اسی طرح ہیں' اور حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا اور وہ واقع میں اسی طرح ہیں' اور سنو! میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں (اور یہ اظہارِ حقیقت ہے) مجھے اس پر فخر نہیں ہے' اور میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اُٹھانے والا ہوں اور مجھے (اس پر بھی) فخر نہیں ہے' اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میں وہ ہوں جس کی شفاعت قیامت کے دن سب سے پہلے قبول کی جائے گی' اور (مجھے اس پر بھی) فخر نہیں ہے' اور میں وہ ہوں کہ سب سے پہلے جنت کی کنڈی کو کھٹکھٹاؤں گا' پھر اللہ تعالیٰ اس کو میرے لیے کھول دے گا' پھر مجھے اس (جنت) میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ فقراء مؤمنین ہوں گے اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے' اور میں تمام اوّلین اور آخرین میں سب سے زیادہ معزز ہوں (اور یہ سب میں اظہارِ حقیقت اور تحدیثِ نعمت کے لیے بیان کر رہا ہوں) اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ٣٦١٦' سنن دارمی: ٤٨' مسند احمد ج ٢ ص ٢٤٣' مشکوٰۃ: ٥٧٦٢)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمام رسولوں کا قائد ہوں (یہ اظہارِ حقیقت ہے) مجھے اس پر فخر نہیں ہے' اور میں خاتم النبیین ہوں (یہ تحدیثِ نعمت ہے) مجھے اس پر فخر نہیں ہے' اور میں سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں' اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی (یہ محض اللہ کا فضل و کرم ہے)' مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔
(سنن دارمی: ٥٠' مشکوٰۃ: ٥٧٦٤)

یعنی یہ میرے فخر کی بات نہیں ہے کہ میں رسولوں کا قائد ہوں' فخر تو ان رسولوں کو کرنا چاہیے جنہیں مجھ جیسا قائد مل گیا۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہو گا تو میں تمام نبیوں کا امام اور خطیب ہوں گا اور ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا' (یہ محض بیانِ واقعہ ہے) مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ٣٦١٠' مشکوٰۃ: ٥٧٦٨' مسند احمد ج ٥ ص ٥٩)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وسیلہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ جنت میں سب سے بلند درجہ ہے جو صرف ایک شخص کو ملے گا' اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں گا۔ (سنن ترمذی: ٣٦١٢' مشکوٰۃ: ٥٧٦٧' مسند احمد ج ٢ ص ٢٦٥)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے جنت کے حلّوں میں سے ایک حلّہ پہنایا جائے گا اور میں عرش کی دائیں جانب کھڑا ہوں گا اور میرے سوا کوئی اور شخص اس مقام پر فائز نہیں ہو گا۔ (سنن ترمذی: ٣٦١١' مشکوٰۃ: ٥٧٦٦)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے پیروکار ہوں گے اور سب سے پہلے جنت کا دروازہ میں کھٹکھٹاؤں گا۔ (صحیح مسلم: ٣٣١' مشکوٰۃ: ٥٧٤٢)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر آ کر اس کو کھلواؤں گا تو جنت کا خازن کہے گا: آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا: میں محمد ہوں' وہ کہے گا: مجھے آپ کے لیے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔ (صحیح مسلم: ٣٣٣' مسند احمد ج ٣ ص ١٣٦' مشکوٰۃ: ٥٧٤٣)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے: مجھے جوامع

الکلم عطاء کیے گئے' رعب سے میری مدد کی گئی' میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا' تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور آلۂ تیمم بنا دیا گیا اور مجھے تمام مخلوق کا رسول بنا کر بھیجا گیا اور مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کیا گیا۔ (صحیح مسلم: ۵۲۳' مشکوٰۃ: ۵۷۴۸' مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو اتنے معجزات دیئے گئے ہیں جن کی مثل پر کوئی بشر ایمان لا سکتا ہے اور مجھے وحی دی گئی جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی (یعنی قرآنِ مجید) اور مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے پیروکار ہوں گے۔ (صحیح البخاری: ۴۹۸۱' صحیح مسلم: ۲۳۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۱' مشکوٰۃ: ۵۷۴۶)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بے ہوش نہ ہونے پر ایک اعتراض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے: آیا طور کے دن بے ہوشی سے ان کا حساب کر لیا گیا' طور کے دن کی بے ہوشی کا ذکر اس آیت میں ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا. (الاعراف: ۱۴۳)

پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو فوت ہو چکے ہیں' اب وہ بے ہوش کیسے ہوں گے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور جب قیامت کے دن صور میں پھونکا جائے گا تو عام لوگ تو سب مر جائیں گے اور انبیاء علیہم السلام اور شہداء بے ہوش ہو جائیں گے' پھر جب دوبارہ صور میں پھونکا جائے گا تو تمام لوگ زندہ کر دیئے جائیں گے اور انبیاء علیہم السلام ہوش میں آ جائیں گے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ سب سے پہلے مجھے اٹھایا جائے گا اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہو گی اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۶۱۵' سنن ابن ماجہ: ۴۳۰۸' مسند احمد ج ۳ ص ۲' مشکوٰۃ: ۵۷۶۱)

پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا: میں از خود نہیں جانتا کہ آیا طور کی بے ہوشی سے ان کا حساب کر لیا گیا (یعنی وہ بے ہوش نہیں ہوئے) یا ان کو مجھ سے پہلے اُٹھا لیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ کلام تواضع اور انکسار پر محمول ہے۔ علامہ عینی نے بھی اس حدیث کی شرح میں اسی طرح لکھا ہے۔

٣٤١٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْبَغِيْ لِعَبْدٍ اَنْ يَّقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم' انہوں نے کہا: میں نے حمید بن عبدالرحمان سے سنا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: کسی بندہ کے لیے یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ میں حضرت یونس بن متّٰی سے افضل ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۴۱۵ سے واضح ہو چکی ہے کہ آپ کا یہ کلام تواضع اور انکسار پر محمول ہے' ورنہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام سے مطلقاً افضل ہیں۔

٣٦ - بَابٌ

﴿وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ﴾ (الاعراف:١٦٣)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان سے اس بستی کا حال پوچھئے جو دریا کے کنارے واقع تھی جب وہ ہفتہ کے دن کے بارے میں حد سے بڑھنے لگے (الاعراف:١٦٣)

امام بخاری نے یہ پوری آیت ذکر نہیں کی' اس پوری آیت کا ترجمہ اس طرح ہے:

اور (اے نبی مکرم!) ان سے اس بستی کا حال پوچھئے! جو دریا کے کنارے واقع تھی' جب وہ ہفتہ کے دن کے بارے میں حد سے بڑھنے لگے' جب ان کی مچھلیاں ان کے ہفتہ کے دن (پانی پر) تیرتی ہوئیں ان کے پاس بہ کثرت آنے لگیں اور جس دن ہفتہ نہ ہوتا تو وہ ان کے پاس نہ آتیں' اسی طرح ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا' اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے O (الاعراف:١٦٣)

اس باب میں اس آیت کی تفسیر بیان کی جائے گی:

ہفتہ کے دن شکار کی ممانعت کا قصہ

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ٥١٦ھ لکھتے ہیں:

یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ ان سے سوال کیجئے' یہ سوال اس واقعہ کو جاننے کے لیے نہیں تھا کیونکہ وہ واقعہ تو اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو اس آیت میں بتا دیا ہے' بلکہ یہ سوال ان کو جھڑکنے اور ان کو ڈانٹنے کے لیے ہے۔ یہ سوال اس بستی کے متعلق ہے جو ساحل سمندر کے قریب آباد تھی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اس بستی کو ایلہ کہا جاتا تھا اور یہ بستی مدین اور پہاڑ طور کے درمیان ساحل سمندر کے قریب واقع تھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب وہ ہفتہ کے دن کے بارے میں حد سے بڑھنے لگے۔

وہ اس دن مچھلی کا شکار کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے تجاوز کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب ان کی مچھلیاں ان کے ہفتہ کے دن (پانی پر تیرتی ہوئیں) ان کے پاس بہ کثرت آنے لگیں۔

اس آیت میں ''شُرَّعًا'' کا لفظ ہے' یہ ''شارع'' کی جمع ہے' یعنی اس دن بہت زیادہ مچھلیاں ظاہر ہوتیں اور ''شروع'' کا معنی ظہور ہے' ضحاک نے کہا کہ وہ مچھلیاں بہ کثرت لگاتار آتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جس دن ہفتہ نہ ہوتا تو وہ ان کے پاس نہ آتیں۔

یعنی وہ مچھلیاں ہفتہ کے دن کے علاوہ ان کے پاس نہیں آتی تھیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ ہفتہ کے دن کی تعظیم نہیں کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسی طرح ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا' اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ (الانفال:١٦٣)

اس کا قصہ یہ ہے کہ شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار کرنے سے منع نہیں کیا بلکہ ہفتہ کے دن مچھلیاں کھانے سے منع کیا ہے' سو تم ہفتہ کے دن مچھلیاں شکار کر لو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ شیطان نے ان کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ تم کو ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑنے سے منع کیا ہے' تم ایسا کرو کہ سمندر کے کنارے کے قریب ایک حوض بنا لو' ہفتہ کے دن جب بہ کثرت مچھلیاں سمندر میں آئیں گی تو تم ایک نالی کے ذریعہ سمندر کا پانی اس حوض میں جمع کر لو' پس پانی کے ساتھ وہ مچھلیاں بھی حوض میں آ جائیں گی' سو تم ہفتہ کے دن مچھلیاں نہ پکڑنا' دوسرے دن اتوار کو مچھلیاں پکڑ لینا' پس بنی اسرائیل کافی مدت تک

اس طرح کرتے رہے' پھر انہوں نے جسارت کر کے ہفتہ کے دن ہی مچھلیاں پکڑنی شروع کر دیں اور کہنے لگے: ہمارا گمان یہ ہے کہ ہفتہ کے دن شکار کرنا ہمارے لیے حلال کر دیا گیا ہے' پس وہ ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑتے اور کھاتے اور ان کی خرید و فروخت کرتے۔ (معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۴۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ہفتہ کے دن کو معزز نہیں قرار دیا تھا' یہ ان کی خود اختیار کردہ بدعت تھی' انہوں نے ہفتہ کے دن کو مقدس قرار دیا اور اس دن شکار کرنے کو حرام کہا' پھر وہ آزمائش میں ڈالے گئے اور ان پر ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار کو ممنوع قرار دیا گیا۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمائش میں ڈالا اور ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار کو حرام قرار دیا' تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ان میں سے کون اطاعت کرنے والا ہے اور کون نافرمانی کرنے والا ہے' اور بعض نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لیے آزمائش میں ڈالا کہ وہ چھپ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے تھے تاکہ لوگوں پر ان کا فسق اور نافرمانی ظاہر نہ ہو جائے تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ان کو بغیر کسی فسق اور جرم کے عذاب دیا گیا ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۷۱-۷۰ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

يَعْدُوْنَ يَتَعَدُّوْنَ يَتَجَاوَزُوْنَ فِي السَّبْتِ ﴿اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا﴾ (الاعراف:١٦٣) شَوَارِعَ. اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ﴾ (الاعراف: ١٦٦)

''یعدون'' کا معنی ہے: وہ ہفتہ کے دن حد سے آگے بڑھتے تھے' جب ان کی مچھلیاں' ان کے ہفتہ کے دن (پانی پر تیرتی ہوئی) ان کے پاس بہ کثرت آئیں۔ (الاعراف:۱۶۳) ''شُرَّعًا'' کی تفسیر ''شوارع'' ہے۔ یہ آیت یہاں تک ہے: تم ذلیل بندر بن جاؤ۔ (الاعراف:۱۶۶-۱۶۴)

امام بخاری نے ''شُـرَّعًا'' کی تفسیر ''شوارع'' سے کی ہے' یہ غلط ہے' کیونکہ ''شُـرَّعًا''، ''شـارعًـا'' کی جمع ہے اور ''شوارع''، ''شارعۃ'' کی جمع ہے' اس کا مادہ ظہور پر دلالت کرتا ہے' یعنی اس دن مچھلیاں بہت ظاہر ہوتی تھیں۔

امام بخاری نے یہ آیتیں پوری ذکر نہیں کیں' ہم ان آیات کا مکمل ترجمہ ذکر کر رہے ہیں:

اور جب ان کے ایک گروہ نے (نصیحت کرنے والوں سے) کہا: تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے' انہوں نے (جواب میں) کہا: ہم (یہ نصیحت) تمہارے رب کی بارگاہ میں اپنی معذرت پیش کرنے کے لیے کرتے ہیں اور اس اُمید پر کہ شاید یہ لوگ نافرمانی سے باز آ جائیں O تو جب انہوں نے ان سب باتوں کو بھلا دیا جن کے ساتھ انہیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو بُرائی سے روکتے تھے اور ظالموں کو بہت بُرے عذاب میں پکڑ لیا کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے O پھر جب وہ انتہائی سرکشی اختیار کر کے وہی کام کرتے رہے جس کام سے ان کو روکا گیا تھا تو ہم نے ان سے کہا: تم ذلیل بندر بن جاؤ O (الاعراف:۱۶۶-۱۶۴)

ہفتہ کے دن شکار کے متعلق بنی اسرائیل کے تین فرقے

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ ان لوگوں کے تین فرقے تھے' ایک گروہ ان کو نصیحت کرتا تھا اور دوسرا فرقہ وہ تھا جو ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرتا تھا جس کو نصیحت کی جاتی تھی' اور تیسرا فرقہ وہ تھا جو نصیحت کرنے والوں سے کہتا تھا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت

کرتے ہو، جن کو اللہ تعالیٰ عذاب دینے والا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اس تیسرے فرقہ کا کیا انجام ہوا۔

ابوصالح بیان کرتے ہیں کہ اتوار سے جمعہ تک چھ دن تھے، یہود نے اپنی طرف سے ایک دن مقرر کیا اور اس کا نام اپنی طرف سے سبت رکھا، اور اس سے پہلے سبت کا دن نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر جمعہ کے بعد سبت (ہفتہ) کا دن مقرر کر دیا اور اس دن انہیں مچھلیوں کے شکار کی ممانعت سے مکلف کیا، پھر یہ لوگ ہفتہ کے دن شکار کرنے سے باز رہنے لگے، حتیٰ کہ ان میں سے ایک شخص نے کہا: اللہ نے سبت کا دن ہم پر مقرر نہیں کیا ہم نے خود اس دن کو مقرر کیا ہے، پس کاش! میں اس دن مچھلی کا شکار کروں، پھر اس نے ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کیا، اس کے پڑوسی نے یہ سنا تو وہ عذاب سے ڈرا اور گھر سے بھاگ گیا، پھر جب کافی عرصہ تک اس پر عذاب نہیں آیا تو دوسروں نے بھی ہفتہ کے دن شکار کیا، پھر وہ ہفتہ کے دن عید مناتے اور خوب شراب پیتے اور گاتے بجاتے، پھر ان میں جو نیک اور صالح لوگ تھے، انہوں نے کہا: تم پر افسوس ہے! تم کیا کر رہے ہو؟ ان کاموں سے رک جاؤ، ورنہ اللہ تم پر سخت عذاب نازل فرمائے گا، مگر یہ لوگ نہیں باز آئے تو صالحین نے کہا: ہم اپنے اور ان کے درمیان ایک دیوار کھینچ دیتے ہیں، سو انہوں نے ایسا ہی کیا، اور جب ہفتہ کی رات آتی تو ان نیک لوگوں کو ان لوگوں کے گانے بجانے اور شور وشغب سے ایذاء پہنچتی، حتیٰ کہ جس رات ان کو مسخ کر کے بندر بنا دیا گیا اس رات صالحین کو ان کے شور وشغب کی آواز نہیں آئی تو انہوں نے آپس میں کہا: کیا وجہ ہے کہ آج رات ان کی آوازیں نہیں آئیں؟ بعض نے کہا: شاید یہ لوگ شراب کے نشہ میں سو چکے ہیں، پھر کسی نے کہا: چلو! دیوار پر چڑھ کر ان کا حال دیکھو، پھر انہوں نے دیوار پر چڑھ کر دیکھا تو بندروں کی ٹولیوں کی ٹولیاں آ رہی تھیں، انہوں نے ان میں سے کسی کو علامتوں سے پہچان کر پوچھا: کیا تم فلاں ہو؟ تو اس نے اپنے ہاتھ سے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کیا، یعنی میں وہی ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ قصہ اسی طرح مروی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جوان میں سے پہلے جوان تھے ان کو بندر بنا دیا گیا اور جو ان میں سے بوڑھے تھے ان کو خنزیر بنا دیا گیا۔ (جامع البیان جز ۹ ص ۱۲۲۔۱۱۸، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

جنہوں نے ہفتہ کے دن شکار کرنے کو بُرا جانا اور منع نہیں کیا، ان کا انجام

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم نے یہ سنا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو بُرائی سے روکتے تھے اور ظالموں کو بہت بُرے عذاب میں پکڑ لیا۔ (الاعراف: ۱۶۵)

حضرت ابن عباس نے کہا: میں نہیں جانتا کہ اس فرقہ کا کیا انجام ہوا جو خاموش رہا تھا، یعنی جس نے بُرائی سے نہیں روکا تھا، عکرمہ نے اُن سے کہا: اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے! کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے تجاوز کرنے والوں کے کام کو بُرا جانا تھا اور کہا تھا: تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کرنے والا ہے۔ (الاعراف: ۱۶۴)

ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے ان خاموش رہنے والوں کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ میں نے ان کو نجات دے دی مگر ان کے متعلق یہ بھی نہیں فرمایا کہ میں نے ان کو ہلاک کر دیا، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو عکرمہ کا جواب بہت پسند آیا۔

(معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۴۳، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تبلیغ کرنا فرضِ کفایہ ہے، جب صالحین نے تبلیغ کر دی اور ہفتہ کے دن شکار کرنے

سے منع کر دیا تو جو خاموش رہے تھے ان سے تبلیغ کرنے کی فرضیت ساقط ہوگئی اور اس قاعدہ کے مطابق وہ بھی نجات یافتہ ہیں اگر چہ ان کا درجہ برائی سے روکنے والوں سے کم ہے۔

بَئِيْسٌ: شَدِيْدٌ. "بئیس" کا معنی ہے: شدید۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے الاعراف:۱۶۶ کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس شدید عذاب سے مراد ہفتہ کے دن شکار کرنے والوں کو بندر بنا دینا ہے۔

امام بخاری نے اس باب میں صرف تعلیقات ذکر کی ہیں کوئی حدیث روایت نہیں کی۔

٣٧ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا۝﴾ (بنی اسرائیل:۵۵) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے داؤد کو زبور دی۝ (النساء:۱۶۳ بنو اسرائیل:۵۵)

امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی ہم اس پوری آیت کا ترجمہ ذکر کر رہے ہیں:

(اے رسول مکرم!) ہم نے نوح کی طرف اور ان کے بعد دوسرے نبیوں کی طرف وحی کی اور ہم نے وحی کی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں کی طرف اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف اور ہم نے داؤد کو زبور دی۝ (النساء:۱۶۳)

حضرت داؤد علیہ السلام کا تذکرہ

داؤد اسم عجمی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عبرانی زبان میں اس کا معنی ہے: کم عمر والا کہا جاتا ہے کہ ان کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ انہوں نے دل کے زخموں کا علاج کیا تھا مقاتل نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کا بارہ جگہ ذکر کیا ہے ان کا پورا نام داؤد بن ایشا بن یہوذا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے۔

زبور اس کتاب کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل فرمائی تھی اس میں ایک سو پچاس سورتیں ہیں جن میں پچاس سورتوں میں نصیحتیں اور حکمتیں ہیں اس میں حلال اور حرام اور حدود اور احکام نہیں ہیں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زبور رمضان کے مہینے میں نازل فرمائی تھی۔ (عمدۃ القاری ج۱۶ ص۸)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم مجھے گزشتہ رات دیکھتے اس وقت میں تمہاری قراءت سن رہا تھا بے شک تمہیں آل داؤد کی مزامیر میں سے ایک مزمار دی گئی ہے حضرت ابوموسیٰ نے کہا: سنئے! یا رسول اللہ! اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو میں آپ کی خاطر اس کو زیادہ عمدہ طریقہ سے پڑھتا۔

(صحیح مسلم:۲۳۶ صحیح ابن حبان:۷۱۹۷ سنن بیہقی ج۱۰ ص۲۳۱-۲۳۰ صحیح البخاری:۵۰۴۸ سنن ترمذی:۳۸۵۵ المستدرک ج۳ ص۳۶۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھانے کے لیے عبادت کرنا یا نیک عمل کرنا جائز ہے اور یہ ریاکاری نہیں ہے۔

زبور کی لفظی تحقیق اور اس کا تعارف

اَلزُّبُرُ. اَلْكُتُبُ وَاحِدُهَا زَبُوْرٌ. زَبَرْتُ. كَتَبْتُ "الزبر" کا معنی ہے: "الکتب" (کتابیں) اس کا واحد زبور ہے "زبرت" کا معنی ہے: میں نے لکھا۔

امام الحسین بن مسعود البغوی المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

الاعمش اور حمزہ نے زُبور پڑھا ہے‘ اس کا معنی ہے: ہم نے داؤد کو لکھی ہوئی کتابیں اور صحیفے دیئے‘ اور دوسروں نے زَبور پڑھا ہے اور یہ اس کتاب کا نام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل کیا تھا‘ اس میں اللہ عزوجل کی حمد و ثناء ہے‘ حضرت داؤد علیہ السلام لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر زبور پڑھتے تھے‘ علماء بنی اسرائیل آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے اور عوام‘ علماء کے پیچھے کھڑے ہوتے اور جنات عام لوگوں کے پیچھے کھڑے ہوتے اور جو جانور پہاڑوں پر ہوتے وہ بھی ان کے ساتھ آ کر کھڑے ہو جاتے اور پرندے ان کے سروں پر بولتے تھے۔ (معالم التنزیل ج ا ص ۲۲۷‘ داراحیاء التراث العربی بیروت‘ ۱۴۲۰ھ)

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَO اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ﴾ (سبا: ١٠-١١)

اور ہم نے داؤد کو فضیلت عطاء فرمائی‘ اے پہاڑو! (خوش الحانی) سے داؤد کے ساتھ تسبیح پڑھو‘ اور اے پرندو! (تم بھی) اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھاO کہ آپ مکمل زرہیں بنائیں اور مناسب اندازے سے ان کی کڑیاں جوڑیں۔ (سباء: ١١-١٠)

اس آیت میں فضیلت سے مراد ہے: نبوت اور کتابِ زبور کا عطاء فرمانا اور ان کو خوش الحانی عطاء فرمانا اور ان کو ایسی قوت اور قدرت عطاء فرمانا جس سے انہوں نے پہاڑوں کو مسخر کیا اور پرندوں کو تابع کیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٨‘ دارالکتب العلمیہ بیروت‘ ١٤٢١ھ)

قَالَ مُجَاهِدٌ سَبِّحِيْ مَعَهٗ.

مجاہد نے کہا: ”اوّبی“ کا معنی ہے: ان کے ساتھ تسبیح پڑھو۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا: اس کا معنی ہے: اے پہاڑو! ان کے ساتھ تسبیح پڑھو‘ ابومیسرہ نے کہا: یعنی حبشی زبان میں ان کے ساتھ تسبیح پڑھو۔ (جامع البیان جز ٢٢ ص ٧٩‘ داراحیاء التراث العربی بیروت‘ ١٤٢١ھ)

﴿وَالطَّيْرَ﴾.

اور پرندے۔

ابن زید نے کہا: جس طرح پہاڑوں کو نداء کر کے حضرت داؤد کے ساتھ تسبیح پڑھنے کا حکم دیا تھا‘ اسی طرح پرندوں کو بھی ان کے ساتھ تسبیح پڑھنے کا حکم دیا تھا‘ اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ ہم نے پرندوں کو ان کے لیے مسخر کر دیا تھا۔

(جامع البیان جز ٢٢ ص ٧٩‘ داراحیاء التراث العربی بیروت‘ ١٤٢١ھ)

﴿وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ﴾.

اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔ (سباء: ١٠)

یعنی ہم نے ان کے لیے لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا تھا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ ان کے لیے آمدنی کا ایسا ذریعہ بنا دے جس کی وجہ سے وہ بیت المال سے مستغنی ہو جائیں‘ سو وہ لوہے سے زرہ بنا کر روزی کماتے اور اپنے اہل و عیال کو کھلاتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٥ ص ٩)

﴿اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ﴾ اَلدُّرُوْعَ.

کہ پوری کشادہ زرہیں بنایئے۔ (سباء: ١١) ”سٰبِغٰت“ کا معنی ہے: (کشادہ) زرہیں۔ ”الدروع“ اس کا معنی: زرہیں ہے۔

اس آیت میں ”اَنْ اعمَل“ کا لفظ ہے‘ یہ ”اَن“ تفسیر کے لیے ہے‘ جیسے اس آیت میں ہے:

فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ. (المؤمنون: ٢٧)

پس ہم نے نوح کی طرف وحی فرمائی کہ کشتی بنائیں۔

﴿وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ﴾ (سبا: ١١) اَلْمَسَامِيْرِ. وَالْحَلَقِ وَلَا يُدِقُّ الْمِسْمَارَ فَيَتَسَلْسَلَ وَلَا تُعَظِّمْ فَيَفْصِمَ.

اور اندازہ سے (زرہ کی کڑیاں) جوڑیں۔ (سباء: ١١) (یعنی زرہ کی) کیلوں اور حلقوں میں (اندازہ رکھیں)‘ کیلوں کو اتنا باریک

بھی نہ کریں کہ ڈھیلی ہو جائیں اور نہ اتنی بڑی رکھیں کہ ٹوٹ جائیں۔

امام بخاری نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ کیلوں کو درمیانی اندازہ پر رکھیں۔

اَفْرِغْ اَنْزِلْ. ''افرغ'' کا معنی ہے: نازل فرما!

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا. (البقرہ:٢٥٠) اور جب وہ جالوت اور اس کے لشکر کے سامنے آئے تو انہوں نے دعا کی کہ اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے۔

امام بخاری نے اس باب میں اس تعلیق کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ طالوت کے لشکر کا قصہ ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام اسی لشکر میں تھے۔

امام عبدالرحمان بن ادریس ابن ابی حاتم رازی متوفی ٣٢٧ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

طالوت نے حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا: اگر تم نے جالوت کو قتل کر دیا تو میں اپنی لڑکی سے تمہاری شادی کر دوں گا اور اپنے مال سے تم کو انعام دوں گا۔ الخ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ٢ ص ٤٧٧، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ١٤١٧ھ)

اس آیت میں صبر طلب کرنے کی دعا کا ذکر ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبر کے بجائے عافیت کی طلب کی دعا کا حکم دیا ہے۔

امام ترمذی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا، ایک شخص دعا کر رہا تھا: اے اللہ! میں تجھ سے صبر کا سوال کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ سے بلاء (مصیبت) کا سوال کیا ہے (یعنی مصیبت آئے تو تم اس پر صبر کرو گے) پس تم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو۔ (سنن ترمذی: ٣٥٢٧، مسند احمد ج ٥ ص ٢٣١)

اور اس آیت کا جواب یہ ہے کہ یہ سابقہ اُمت کی دعا ہے، جب ان پر جالوت سے جنگ کی مصیبت نازل ہو چکی تھی اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مصیبت آنے سے پہلے صبر کی دعا نہ کی جائے، اور مصیبت آنے کے بعد اس مصیبت پر صبر و استقامت کی دعا کی جائے۔

﴿بَسْطَةً﴾ زِيَادَةً وَّفَضْلًا. ''بسطة'' کا معنی ہے: زیادہ اور فضل۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ. (البقرہ:٢٤٧) بے شک اللہ نے اسے تم پر چن لیا اور اسے علم اور جسم میں زیادہ کشادگی عطاء فرمائی۔

یہ آیت بھی طالوت کے قصہ سے متعلق ہے، اور امام بخاری نے ''بسطة'' کی تفسیر زیادہ قوت اور مال میں افزودگی سے فرمائی ہے اور جنگ میں مہارت کے ساتھ۔

﴿وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ○﴾ (سباء:١١) اور تم سب نیک عمل کرتے رہو، بے شک میں تمہارے تمام کاموں کو خوب دیکھنے والا ہوں○ (سباء:١١)

یعنی پھر میں تمہیں ان کا اچھا بدلہ عطاء کروں گا۔

٣٤١٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے

الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خُفِّفَ عَلٰی دَاوٗدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ الْقُرْاٰنُ فَکَانَ یَاْمُرُ بِدَوَابِّہٖ فَتُسْرَجُ فَیَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّہٗ وَلَا یَاْکُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ یَدِہٖ رَوَاہُ مُوْسَی بْنُ عُقْبَۃَ عَنْ صَفْوَانَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ھمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام پر (زبور کی) قراءت میں آسانی کر دی گئی تھی' وہ اپنی سواریوں پر زین بچھانے کا حکم دیتے' پس زین بچھائی جاتی اور وہ سواریوں پر زین بچھائی جانے سے پہلے (زبور کی) قراءت مکمل کر لیتے اور وہ صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ اس حدیث کو موسیٰ بن عقبہ نے از صفوان از عطاء بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۷۳ میں گزر چکی ہے۔

٣٤١٨ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ اَخْبَرَہٗ وَاَبَا سَلَمَۃَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَقُوْلُ وَاللّٰہِ لَاَصُوْمَنَّ النَّهَارَ وَلَاَقُوْمَنَّ اللَّیْلَ مَا عِشْتُ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْتَ الَّذِیْ تَقُوْلُ وَاللّٰہِ لَاَصُوْمَنَّ النَّهَارَ وَلَاَقُوْمَنَّ اللَّیْلَ مَا عِشْتُ قُلْتُ قَدْ قُلْتُہٗ قَالَ اِنَّکَ لَا تَسْتَطِیْعُ ذٰلِکَ فَصُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ فَاِنَّ الْحَسَنَۃَ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا وَذٰلِکَ مِثْلُ صِیَامِ الدَّهْرِ فَقُلْتُ اِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ فَصُمْ یَوْمًا وَّاَفْطِرْ یَوْمَیْنِ قَالَ قُلْتُ اِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ قَالَ فَصُمْ یَوْمًا وَّاَفْطِرْ یَوْمًا وَّذٰلِکَ صِیَامُ دَاوٗدَ وَهُوَ عَدْلُ الصِّیَامِ قُلْتُ اِنِّیْ اُطِیْقُ اَفْضَلَ مِنْہُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ لَا اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِکَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب کہ سعید بن مسیّب نے ان کو خبر دی کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ رہوں گا میں ضرور دن میں روزہ رکھوں گا اور ضرور رات کو (نماز میں) قیام کروں گا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: کیا (واقعی) تم نے یہ کہا ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں گا میں ضرور دن میں روزہ رکھوں گا اور میں ضرور (رات میں) قیام کروں گا! میں نے عرض کیا: بے شک میں نے یہ کہا ہے' آپ نے فرمایا: تم اس کی طاقت نہیں رکھتے' تم روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو (یعنی روزہ نہ رکھو) اور رات کو قیام کرو اور نیند بھی کرو' اور تم ایک مہینہ میں تین دن کے روزے رکھ لو' کیونکہ ایک نیکی کا دس گنا اجر ہوتا ہے اور اس سے تمام عمر کے روزوں کا اجر حاصل ہوگا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا: پھر تم ایک دن روزہ رکھو اور دو دن افطار کرو' میں نے کہا: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' آپ نے فرمایا: پھر تم ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور یہ متوسط روزے ہیں' میں نے عرض کیا: میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: اس سے افضل کوئی چیز نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔

۳٤۱۹ - حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ اَبِىْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِى الْعَبَّاسِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَمْ اُنَبَّاْ اَنَّكَ تَقُوْمُ اللَّيْلَ وَتَصُوْمُ النَّهَارَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ فَاِنَّكَ اِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ هَجَمَتِ الْعَيْنُ وَنَفِهَتِ النَّفْسُ صُمْ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَذٰلِكَ صَوْمُ الدَّهْرِ اَوْ كَصَوْمِ الدَّهْرِ قُلْتُ اِنِّىْ اَجِدُنِىْ قَالَ مِسْعَرٌ يَعْنِىْ قُوَّةً قَالَ فَصُمْ صَوْمَ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا وَّلَا يَفِرُّ اِذَا لَاقٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبیب بن ابی ثابت نے حدیث بیان کی از ابی العباس از حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم رات کو (نماز میں) قیام کرتے ہو اور دن میں روزہ رکھتے ہو' میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم بے شک جب یہ کرو گے تو تمہاری آنکھیں کمزور ہو جائیں گی اور بدن لاغر ہو جائے گا' تم ہر مہینہ سے تین دن کے روزے رکھ لیا کرو تو یہ تمام عمر کے روزے ہیں' یا (فرمایا:) تمام عمر کے روزوں کی مثل ہیں' میں نے کہا: میں اپنے اندر اس کی طاقت پاتا ہوں' مسعر نے کہا: یعنی قوت' آپ نے فرمایا: پھر تم حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو' وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور جب میدانِ جہاد میں مقابلہ کرتے تو فرار نہیں ہوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۱۳۱ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے تینوں مؤخر الذکر احادیث اس لیے روایت کی ہیں کہ ان میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر ہے۔

۳۸ - بَابٌ اَحَبُّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوٗدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَحَبُّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوٗدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ عَلِىٌّ وَّهُوَ قَوْلُ عَائِشَةَ مَا اَلْفَاهُ السَّحَرُ عِنْدِىْ اِلَّا نَائِمًا.

اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں' حضرت داؤد علیہ السلام آدھی رات سوتے تھے اور تہائی رات قیام کرتے تھے اور (پھر) رات کے چھٹے حصے میں سوتے تھے' اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ سحر کے وقت میں نے آپ کو جب بھی پایا آپ میرے پاس سوئے ہوئے ہوتے تھے

٣٤٢٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ الثَّقَفِيِّ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوُدَ كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَأَحَبُّ الصَّلٰوةِ إِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوُدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از عمرو بن اوس الثقفی' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں' وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے' وہ آدھی رات تک سوتے تھے اور تہائی رات (نماز میں) قیام کرتے تھے اور (پھر رات کے) چھٹے حصہ تک سوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٣١ میں گزر چکی ہے۔

فرض کیجئے رات بارہ گھنٹے کی ہو تو حضرت داؤد علیہ السلام پہلے چھ گھنٹے تک سوتے تھے' پھر چار گھنٹے تک نماز میں قیام کرتے' پھر دو گھنٹے تک سوتے تھے' اور ظاہر ہے اس طرح سو کر درمیان میں اُٹھنا اور اُٹھ کر طویل قیام کرنا معمولی بات نہیں ہے۔

٣٩ - بَابٌ ﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ ○ إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ﴾ إِلٰى قَوْلِهِ ﴿وَفَصْلَ الْخِطَابِ﴾ (ص: ١٧ ـ ٢٠)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یاد کیجئے ہمارے طاقت ور بندے داؤد کو' بے شک وہ (ہماری طرف) رجوع کرنے والے تھے ○ ان آیتوں کو "قول فیصل" تک پڑھیں (ص: ٢٠ ـ ١٧)

امام بخاری نے یہ پوری آیات ذکر نہیں کیں' ہم ان آیات کا مکمل ترجمہ لکھ رہے ہیں:

اور یاد کیجئے ہمارے طاقت ور بندے داؤد کو بے شک وہ (ہماری طرف) بہت رجوع کرنے والے تھے ○ بے شک ہم نے پہاڑوں کو ان کے ساتھ تابع کر دیا' وہ شام کو اور سورج چمکتے (وقت) تسبیح کرتے تھے ○ اور پرندے جمع کیے ہوئے سب ان کے تابع فرمان تھے ○ اور ہم نے ان کی حکومت کو مضبوط کر دیا اور ہم نے ان کو حکمت دی اور قول فیصل عطاء فرمایا ○

حضرت داؤد علیہ السلام کے طاقتور ہونے کا بیان

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی متوفی ٣٣٣ھ لکھتے ہیں:

ص: ١٧ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق فرمایا: وہ ہمارے طاقت ور بندے تھے۔

مجاہد اور قتادہ نے کہا ہے کہ ان کو عبادت کرنے کی بہت طاقت تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ وہ احکام جاری کرنے اور نافذ کرنے میں بہت طاقتور تھے' کیونکہ ان کے لیے لوہا نرم کر دیا گیا تھا اور وہ لوہے سے زرہ اور دیگر اسلحہ بنا لیتے تھے اور پہاڑوں اور پرندوں کو ان کے تابع کر دیا تھا اور وہ ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے' اور اس آیت میں "اوّاب" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: وہ بہت زیادہ تسبیح کرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ عبادت کرنے والے تھے' اور نیک عمل کرنے والے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں کا تسبیح کرنا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر کنکریوں کا تسبیح کرنا

ص:۱۸ میں پہاڑوں کی تسبیح کرنے کا ذکر ہے اور یہ خبر دی ہے کہ پہاڑ اور پرندے حضرت داؤد علیہ السلام کی تسبیح کے وقت تسبیح کرتے تھے‘ اس میں اللہ عزوجل نے یہ بتایا ہے کہ پہاڑ اپنی شدید سختی کے باوجود نرم ہو جاتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام کی تسبیح کے وقت تسبیح کرتے تھے اور ان کی تسبیح کو جان لیتے تھے‘ اس آیت میں یہ تنبیہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو ملائم کر دیا‘ اسی طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار کے سخت دلوں کو بھی نرم کر دے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے جھک جائیں‘ کیونکہ وہ بہر حال پہاڑ سے زیادہ سخت تو نہیں ہیں اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جو کافر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی تسبیح نہیں کرتے‘ وہ پہاڑوں اور پتھروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایک خصوصیت عطاء کی ہے‘ حضرت داؤد کے ساتھ پہاڑ تسبیح کرتے تھے اور اس نوع کی تسبیح اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی عطاء فرمائی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند کنکریاں لیں تو وہ آپ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں‘ حتیٰ کہ حاضرین نے اس تسبیح کو سنا اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ آپ کی انگلیاں تسبیح کرتی تھیں اور اس کی مثالیں بہت زیادہ ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اس کے چند نظائر بیان کیے ہیں‘ ان میں سے ایک یہ ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم معجزات کو برکت شمار کرتے تھے اور تم ان کو خوف کی علامت شمار کرتے ہو‘ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے‘ پس پانی کم ہو گیا‘ آپ نے فرمایا: فالتو پانی تلاش کرو‘ تو لوگ ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لائے‘ آپ نے اپنا ہاتھ اس برتن میں داخل کیا اور فرمایا: آؤ مبارک پانی کی طرف اور اللہ کی برکت کی طرف! پس تحقیق یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کو (چشمہ کی طرح) اُبلتے ہوئے دیکھا اور تحقیق یہ ہے کہ ہم طعام کی تسبیح کو سنا کرتے تھے اور وہ کھایا جا رہا ہوتا تھا۔ (صحیح البخاری:۳۵۷۹‘ سنن ترمذی:۳۶۳۳‘ صحیح ابن خزیمہ:۲۰۴‘ مسند ابویعلیٰ:۵۳۷۲‘ دلائل النبوۃ ج ۴ ص۱۲۹‘ شرح السنۃ:۳۷۱۳‘ مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۱ ص ۴۷۴‘ دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۲ ص۵۸۱‘ مسند احمد ج۱ ص ۴۶۰ طبع قدیم‘ مسند احمد:۴۳۹۳۔ ج۷ ص۴۰۱‘ مؤسسۃ الرسالۃ‘ بیروت‘ الدر المنثور ج۵ ص۲۵۸)

تحقیق یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ زبان قال سے تسبیح کرتے تھے نہ کہ زبانِ حال سے

ص:۱۹ میں فرمایا: اور پرندے جمع کیے ہوئے‘ یعنی پرندے بھی ان کے لیے مسخر کر دیئے گئے تھے۔

وہ سب ان کے تابع تھے‘ اور فرمایا: وہ شام کو اور سورج چمکتے وقت تسبیح کرتے تھے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے حقیقۃً شام کا اور اشراق کا وقت مراد ہو‘ لیکن یہاں مراد یہ ہے کہ وہ ہر وقت ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے‘ لہٰذا شام کا وقت رات سے کنایہ ہے اور اشراق کا وقت دن سے کنایہ ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس سے ان کی تسبیح حالی مراد ہے‘ یعنی پہاڑوں کا مضبوطی سے اپنی جگہ قائم رہنا اور پرندوں کا اُڑنا اور چہچہانا‘ زبانِ حال سے یہ بتا رہا ہے کہ ان کے خالق نے ان میں یہ صفات پیدا کی ہیں اور اس سے زبانِ قال مراد نہیں ہے‘ یعنی وہ انسانوں کی طرح نطق اور کلام سے تسبیح نہیں کرتے‘ لیکن ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اس طرح تو صرف پہاڑ اور پرندے نہیں‘ کائنات کی ہر چیز زبانِ حال سے اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ. (بنی اسرائیل:۴۴) اور ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے۔

اس لیے صحیح یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ اور پرندے زبانِ قال کے ساتھ یعنی انسانوں کی طرح نطق اور کلام کے

ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتے تھے۔

حکمت اور قولِ فیصل کے معانی

ص: ۲۰ میں فرمایا: اور ہم نے ان کو حکمت دی اور قولِ فیصل عطاء فرمایا۔

حکمت سے مراد نبوت ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد ہو: ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرنا۔

اور فصل خطاب یعنی قول فیصل سے مراد ہے: مقدمات کا فیصلہ کرنا' ظالم کو ظلم سے روکنا اور حق دار کو اس کا حق پہنچانا۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ فصل خطاب سے مراد ہے: اما بعد کے کلمات' لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔

ابوعوسجہ نے کہا: فصل خطاب سے مراد ہے: جھگڑے کا فیصلہ کرنا۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۸ ص ٦١٤ ـ ٦١٠ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲٦ ھ)

قَالَ مُجَاهِدٌ اَلْفَهْمُ فِي الْقَضَاءِ. مجاہد نے کہا: (''فصل الخطاب'' کا معنی ہے:) فیصلہ کی فہم۔

امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ھ نے اپنی سند سے یہ روایت کی ہے:

مجاہد نے کہا کہ ''فصل الخطاب'' سے مراد ہے: صحیح فیصلہ اور اس کی فہم۔

(جامع البیان جز ۲۳ ص ۱٦۴' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

امام عبدالرحمان محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: جس نے سب سے پہلے اما بعد کہا وہ حضرت داؤد رضی اللہ عنہ ہیں اور یہی ''فصل الخطاب'' ہے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۱۸۳۲۴ ـ ج ۱۰ ص ۳۲۳۸' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ ھ)

﴿وَلَا تُشْطِطْ﴾ لَا تُسْرِفْ. ''ولا تشطط'' کا معنی ہے: حد سے تجاوز نہ کرنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ○ (ص: ۲۲)

انہوں نے کہا: آپ گھبرائیں نہیں! ہم لڑنے والے دو فریق ہیں' ہمارے ایک فریق نے دوسرے پر زیادتی کی ہے' سو آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کریں اور حق سے تجاوز نہ کریں اور ہمیں سیدھی راہ بتائیں ○

﴿وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ○﴾ (ص: ۲۲) اور ہمیں سیدھی راہ بتائیں ○ (ص: ۲۲)

حق سے تجاوز نہ کریں' کے بعد اس کا ذکر کیا ہے' سیدھی راہ سے مراد ہے: درمیانی راستہ۔

﴿اِنَّ هٰذَآ اَخِىْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِىَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا﴾ (ص: ۲۳)

بے شک یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے اب یہ کہتا ہے کہ وہ (ایک دنبی بھی) مجھے دے دے۔ (ص: ۲۳)

امام بخاری نے اس تعلیق میں پوری آیت ذکر نہیں کی' ہم پوری آیت اور اس کا ترجمہ ذکر کر رہے ہیں:

اِنَّ هٰذَآ اَخِىْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِىَ نَعْجَةٌ بے شک یہ میرا بھائی ہے اس کی ننانوے دُنبیاں ہیں اور

وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ O قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ O (ص:۲۴-۲۳)

میرے پاس ایک (دُنبی) ہے' تو اس نے کہا: وہ بھی مجھے دے دے اور اس نے بات میں مجھ پر دباؤ ڈالا O (داؤد نے) کہا: بے شک اس نے تیری دُنبی کو اپنی دُنبیوں کے ساتھ ملانے کا سوال کر کے تجھ پر ظلم کیا اور بے شک اکثر شریک ضرور دوسرے شریکوں پر زیادتی کرتے ہیں' سوا ان کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور وہ بہت کم ہیں اور داؤد نے یہ گمان کیا کہ ہم نے ان کی آزمائش کی ہے تو (فوراً) انہوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور سجدہ میں گر گئے اور اللہ کی طرف رجوع کیا O

اس آیت میں ایک شخص نے دوسرے کو جو بھائی کہا ہے' اس سے مراد دینی بھائی یا کاروبار میں شریک مراد ہے' اور دُنبی سے مراد عورت ہے۔

يُقَالُ لِلْمَرْاَةِ نَعْجَةٌ وَّيُقَالُ لَهَا اَيْضًا شَاةٌ. مِثْلُ ﴿وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّآ﴾ (آل عمران:۳۷) ضَمَّهَا.

عورت کو دُنبی کہا جاتا ہے اور اس کو بکری بھی کہا جاتا ہے۔ اور زکریا کو اس کا کفیل بنایا۔ (آل عمران:۳۷)

امام بخاری نے آل عمران:۳۷ کو نقل کر کے یہ بتایا کہ حضرت زکریا نے مریم بنت عمران کو اپنے نفس کے ساتھ ملایا' اسی طرح ص:۲۳ کا معنی ہے کہ وہ ایک دُنبی بھی میری دُنبیوں کے ساتھ ملا دے۔

امام ابو منصور ماتریدی نے بھی بعض مفسرین سے ''اِكْفِلْ'' کا یہ معنی نقل کیا ہے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج۸ ص۶۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

﴿وَعَزَّنِيْ﴾ غَلَبَنِيْ صَارَ اَعَزَّمِنِّيْ اَعْزَزْتُهٗ جَعَلْتُهٗ عَزِيْزًا.

''وعزنی'' کا معنی ہے: مجھ پر غالب آ گیا' (کہا جاتا ہے:) وہ مجھ سے زیادہ غالب ہو گیا ''اعززتہ'' کا معنی ہے: میں نے اس کو کلام میں غالب کر دیا۔

اسی طرح تفسیر ماتریدی میں ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج۸ ص۶۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

فِي ﴿الْخِطَابِ﴾ يُقَالُ الْمُحَاوَرَةُ. ﴿قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ﴾ (ص:٢٤)

(خطاب کے لیے) کہا جاتا ہے: ''المحاورۃ'' یعنی خطاب کو ''محاورۃ'' بھی کہا جاتا ہے۔ (داؤد نے) کہا: بے شک اس نے تیری دُنبی کو اپنی دُنبیوں کے ساتھ ملانے کا سوال کر کے تجھ پر ظلم کیا۔ (ص:۲۴)

حضرت داؤد علیہ السلام نے اس شریک کے دُنبی کے مطالبہ کو ظلم قرار دیا اور اس کی مذمت کی۔

﴿وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿اِنَّمَا فَتَنّٰهُ﴾ (ص: ٢٤)

اور بے شک اکثر شریک (''خلطاء'' کا معنی شرکاء ہے) زیادتی کرتے ہیں' یہ آیت یہاں تک پڑھیں: (داؤد نے گمان کیا کہ) ہم نے ان کی آزمائش کی۔ (ص:۲۴)

ہم اس سے پہلے یہ پوری آیت ذکر کر چکے ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِخْتَبَرْنَاهُ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس کا معنی ہے: ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا۔

یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ یقین ہو گیا کہ دو آدمیوں کا ان کے پاس آ کر بہ ظاہر لڑنا' ان کو اس پر متنبہ کرنے کے لیے تھا کہ ان سے لغزش ہوئی ہے۔

وَقَرَاَ عُمَرُ فَتَّنَّاهُ بِتَشْدِيْدِ التَّاءِ. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھا: ''فتّناہ'' تاء پر تشدید کے ساتھ۔

علامہ عینی نے کہا: یہ قراءت شاذہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٤)

﴿فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ۝﴾ (ص:٢٤) تو انہوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور سجدہ میں گر گئے اور اللہ کی طرف رجوع کیا۝ (ص:٢٤)

اس آیت میں سجدہ کو رکوع سے تعبیر کیا ہے' کیونکہ دونوں میں جھکنا ہوتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے استغفار کی توجیہ کے محامل

موجودہ تورات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت داؤد کی ننانوے بیویاں تھیں' ان کی اوریاہ کی بیوی پر نظر پڑی اور انہوں نے اوریاہ کو قتل کرایا اور اس کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ (کتاب مقدس' پرانا عہد نامہ' ص ٣٠٥-٣٠٣ ملخصاً)

ہمارے مفسرین نے اس واقعہ کے حسب ذیل محامل بیان کیے ہیں:

علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ٥٩٧ھ لکھتے ہیں:

یہ اسرائیلی روایت سند کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے اور معنی کے اعتبار سے جائز نہیں ہے' کیونکہ انبیاء علیہم السلام ایسے فعل سے منزہ ہیں' اور حضرت داؤد علیہ السلام پر جس وجہ سے عتاب کیا گیا تھا' اس کے درج ذیل محامل ہیں:

(١) حضرت داؤد علیہ السلام نے اوریاہ سے کہا: تم اپنی بیوی کو چھوڑ دو اور اس کو میرے حوالہ کر دو۔

(٢) حضرت داؤد علیہ السلام نے اس عورت کو دیکھ کر یہ تمنا کی تھی: کاش! وہ میری بیوی ہوتی' پھر اتفاق سے اس کا خاوند جہاد میں گیا اور ہلاک ہو گیا' اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کی کسی کارروائی کا دخل نہیں تھا' جب آپ کو اس کی موت کی خبر پہنچی تو آپ کو اس کی موت پر اتنا افسوس نہیں ہوا جتنا دوسروں سپاہیوں کی موت پر افسوس ہوتا تھا' پھر آپ نے اس کی بیوی سے عقد کر لیا۔

(٣) اس کی بیوی پر آپ کی اتفاقاً نظر پڑی' پھر آپ نے نظر ہٹائی نہیں اور اس کو دیکھتے رہے۔

(٤) اوریاہ نے اس عورت کو نکاح کا پیغام دیا تھا' اس کے علم کے باوجود حضرت داؤد نے اس کو نکاح کا پیغام دیا' اس سے اوریاہ کو رنج ہوا۔ (زاد المسیر ج ٧ ص ١١٦-١١٥ مکتب اسلامی' بیروت' ١٤٠٧ھ)

امام رازی نے ان محامل کے علاوہ ایک یہ محمل بیان کیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک فریق کی بات سنے بغیر دوسرے فریق کے حق میں فیصلہ کر دیا تھا' اس لیے ان پر عتاب ہوا۔ (تفسیر کبیر ج ٩ ص ٣٨١-٣٨٠' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ٧٥٤ھ نے لکھا ہے:

آنے والے دو آدمیوں کے متعلق آپ نے یہ گمان کیا تھا کہ وہ آپ کو ضرر پہنچانے آئے ہیں' لیکن جب ایسا نہیں ہوا تو آپ نے ان کے متعلق غیر صحیح گمان پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا۔ (البحر المحیط ج ٩ ص ١٥١' دار الفکر' بیروت' ١٤١٢ھ)

علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ مالکی متوفی ٥٤٣ھ نے اس پر دلائل قائم کیے ہیں کہ آنے والے دو شخص انسان نہیں تھے' بلکہ فرشتے

تھے اور انہوں نے ایک فرضی صورت بیان کر کے حضرت داؤد علیہ السلام سے سوال کیا تھا' علامہ محمود بن عمر الزمخشری متوفی ۵۳۸ھ کا بھی یہی مختار ہے۔ (احکام القرآن ج ۴ ص ۷۴' الکشاف ج ۴ ص ۸۷)

امام رازی اور علامہ ابوالحیان اندلسی کا مختار یہ ہے کہ وہ فرشتے نہیں تھے' انسان ہی تھے۔

(تفسیر کبیر ج ۹ ص ۳۸۲' البحر المحیط ج ۹ ص ۱۵۱)

* حضرت داؤد علیہ السلام کے اس واقعہ کی پوری تفصیل ہم نے تبیان القرآن' سورۃ ص: ۲۰۔۱۷ میں لکھ دی ہے' دیکھئے: تبیان القرآن ج ۱۰ ص ۸۵۔۵۳۔

تاہم اس مسئلہ میں میری رائے یہ ہے کہ علامہ ابن جوزی کے ذکر کردہ محامل میں سے پہلا محمل بہ ظاہر قرآن مجید کے مضمون کے زیادہ قریب ہے۔

تبیان القرآن میں حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ کے عنوانات

ہم نے تبیان القرآن میں اس کی جو تفسیر کی ہے' اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

① حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ ② حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت کی وجوہ ③ چاشت اور اشراق پڑھنے کی فضیلت میں احادیث ④ اشراق کی نماز کا وقت ⑤ نمازِ چاشت کی رکعات کی تعداد اور اس کا وقت ⑥ پہاڑوں اور پرندوں کا حضرت داؤد کے ساتھ تسبیح کرنا ⑦ حضرت داؤد علیہ السلام کی ہیبت ⑧ حضرت داؤد کا محافظ ان کا لشکر تھا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محافظ اللہ تعالیٰ تھا ⑨ حکمت کی تعریفات ⑩ فصل خطاب کی تفسیر میں متعدد اقوال ⑪ مشکل الفاظ کے معانی ⑫ حضرت داؤد علیہ السلام کے حجرہ کی دیوار پھاند کر آنے والے آیا انسان تھے یا فرشتے تھے؟ ⑬ آنے والوں کے فرشتہ ہونے پر علامہ ابوبکر ابن العربی کے دلائل ⑭ آنے والوں کے انسان ہونے پر امام رازی کے دلائل ⑮ آنے والوں کے فرشتہ ہونے کی توجیہ ⑯ مذکورہ توجیہ کا امام رازی کی طرف سے جواب ⑰ مذکورہ توجیہ کا مصنف کی طرف سے جواب ⑱ آنے والوں کے انسان ہونے پر علامہ ابوالحیان اندلسی کے دلائل ⑲ حضرت داؤد علیہ السلام نے صرف ایک فریق کے بیان پر کیوں فیصلہ کیا؟ ⑳ حضرت داؤد علیہ السلام کے استغفار کی توجیہات ㉑ سورۂ ص کے سجدہ کے وجوب میں اختلافِ فقہاء ㉒ سورۂ ص کے سجدۂ تلاوت کے متعلق احادیث اور آثار ㉓ نماز اور خارج از نماز' رکوع سے سجدۂ تلاوت کا ادا ہونا ㉔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے جس فعل پر اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کی تھی' اس کے متعلق موجودہ تورات کا بیان ㉕ بعض قدیم مفسرین کا تورات کی محرف روایت کو نقل کر کے اس سے استدلال کرنا ㉖ جن محتاط مفسرین نے اس اسرائیلی روایت کو مسترد کر دیا ㉗ حضرت داؤد علیہ السلام کے استغفار کی توجیہات اور محامل ㉘ خلیفہ کا معنی اور اس سے حضرت داؤد علیہ السلام کی عصمت پر استدلال ㉙ انسانی معاشرہ میں خلیفہ کی ضرورت ㉚ انبیاء علیہم السلام کا عموماً اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خصوصاً خلیفۃ اللہ ہونا ㉛ خلیفہ کا خواہش کی اتباع کرنا کیوں عذابِ شدید کا موجب ہے؟ ㉜ خلافت علیٰ منہاج النبوت کی تحقیق ㉝ آیت استخلاف کی تحقیق ㉞ خلافت کی تعریف ㉟ خلافت منعقد کرنے کے طریقے ㊱ خلیفہ کو منتخب کرنے والوں کے لیے شرائط ㊲ موجودہ مغربی جمہوریت اور اسلامی ریاست کا فرق۔

۳۴۲۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ سَمِعْتُ الْعَوَّامَ عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ نَسْجُدُ فِيْ ﴿ص﴾ فَقَرَأَ ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ﴾ حَتّٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سہل بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے العوام سے سنا از مجاہد' انہوں نے کہا: میں نے

اَتٰی .﴿فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (الانعام: ٨٤ ـ ٩٠) فَقَالَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ اُمِرَ اَنْ يَّقْتَدِيَ بِهِمْ.

[اطراف الحدیث: ٣٦٣٢-٤٨٠٦-٤٨٠٧] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: آیا ہم سورۂ ص میں سجدہ کریں' پس انہوں نے یہ آیت پڑھی: اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان ہیں' حتیٰ کہ یہاں تک پڑھا: پس آپ ان سب کی ہدایت کی پیروی کیجئے۔ (الانعام: ٩٠-٨٤) پس انہوں نے کہا: تمہارے نبی ان میں سے ہیں جن کو ان سب نبیوں کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

اس پر دلیل کہ ہم کو بھی سورۂ ص کا سجدہ کرنا چاہیے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا منشاء یہ تھا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سب نبیوں کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور ان سب نبیوں میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی ہیں اور حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ سجدہ کیا تھا' سو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس سجدہ کا حکم دیا گیا ہے' اور آپ کی پیروی میں ہم کو بھی یہ سجدہ کرنا چاہیے۔

٣٤٢٢ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَيْسَ ﴿ص﴾ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُوْدِ. وَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِيْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: سورۂ ص (کا سجدہ) مؤکد سجدوں میں سے نہیں ہے اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٦٩ میں گزر چکی ہے۔

٤٠ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمٰنَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ﴾ (ص: ٣٠)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمائے' وہ کیا ہی اچھے بندے ہیں' بے شک وہ (ہماری طرف) بہت رجوع کرنے والے ہیں ○ (ص: ٣٠)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی مدح کا سبب

اس آیت میں حضرت سلیمان کی مدح کی یہ وجہ بیان فرمائی ہے کہ وہ توبہ کے ذریعہ یا تسبیح کے ذریعہ ہماری طرف بہت رجوع کرنے والے ہیں۔

اَلرَّاجِعُ الْمُنِيْبُ .

(''اوّاب'' کا معنی ہے:) رجوع کرنے والا اور انابت کرنے والا۔

رجوع کا معنی ہے: گناہ سے رجوع کرنے والا' انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں' ان کے لیے جب یہ لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کا معنی ہوتا ہے: اس کام سے رجوع کرنے والے جو بہ ظاہر خلافِ اولیٰ ہوئی نفسہٖ وہ کام جائز ہوتا ہے مگر ان کی شان اور ان کے مقام

سے بعید ہوتا ہے وہ توبہ کر کے اس کام سے اولیٰ اور افضل کام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

وَقَوْلِهٖ ﴿وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ﴾ (ص:٣٥) (حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی:) اور مجھے ایسی بادشاہی عطاء فرما! جو میرے بعد کسی کو سزاوار نہ ہو۔ (ص:٣٥)

علامہ ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ٣٣٣ھ لکھتے ہیں:

اس دعا میں درج ذیل تاویلات ہیں:

(١) اللہ تعالیٰ ان کو ایسا ملک عطاء فرمائے جوان کی زندگی میں کوئی ان سے چھین نہ سکے کیونکہ پہلے ان سے ملک چھن گیا تھا' جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔

(٢) جب تک وہ زندہ رہیں وہ ملک ان کے لیے ثابت رہے اور اس ملک کا تا حیات ان کے لیے ثابت رہنا' ان کی نبوت کی دلیل اور معجزہ ہو جائے۔

(٣) انہوں نے یہ دعا اس لیے کی کہ مخلوق کی زبان پر ان کا ذکر خیر جاری رہے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ٨ ص ٦٢٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

وَقَوْلِهٖ ﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ﴾ (البقرہ:١٠٢) اور وہ اس (جادو) کے پیچھے لگ گئے' جسے سلیمان کے عہد حکومت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے۔ (البقرہ:١٠٢)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ لکھتے ہیں:

شہر بن حوشب نے بیان کیا کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام سے ان کا ملک چھن گیا تھا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے غائب ہونے کی مدت میں شیاطین جادو لکھتے تھے' پھر انہوں نے اس جادو کے کاغذات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کے نیچے دفن کر دیا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام فوت ہو گئے تو ابلیس نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا: اے لوگو! (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) نبی نہیں تھے وہ صرف جادوگر تھے' پھر لوگ ان کے گھر کے سامان میں جادو کے آثار کو تلاش کرنے لگے تو شیطان نے اس جگہ کی رہنمائی کی جہاں اس نے جادو کے کاغذات رکھے تھے' تو لوگوں نے کہا: ہاں! اللہ کی قسم! (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) جادوگر تھے' پس مؤمنوں نے کہا: نہیں! بلکہ وہ نبی اور مؤمن تھے' پھر جب اللہ تعالیٰ نے سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ نے انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا ذکر فرمایا تو یہودیوں نے کہا: دیکھو! (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حق کے ساتھ باطل کو ملاتے ہیں اور (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) کا انبیاء میں ذکر کرتے ہیں حالانکہ وہ جادوگر تھے اور ہوا پر سواری کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے یہ براءت نازل فرمائی۔

اور وہ اس جادو کے پیچھے لگ گئے جس کو شیاطین سلیمان کے عہد حکومت میں پڑھا کرتے تھے' اور سلیمان نے کفر نہیں کیا' ہاں! شیطانوں نے ہی کفر کیا' وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ (البقرہ:١٠٢) (جامع البیان جز ١ ص ٥١٨' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

امام عبدالرحمن بن محمد بن ادریس رازی ابن ابی حاتم متوفی ٣٢٧ھ نے اس قصہ کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ٩٨٤۔ ٩٨٣۔ ٩٨٢۔ ج ١ ص ١٨٦۔ ١٨٥' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی متوفی ٣٣٣ھ نے اس قصہ کے علاوہ یہ روایت بھی ذکر کی ہے:

شیاطین نے جادو کے کلمات لکھ کر لوگوں میں پھیلا دیئے' جب حضرت سلیمان علیہ السلام اس پر مطلع ہوئے تو آپ نے جادو کے

کاغذات کو اپنے تخت کے نیچے دفن کر دیا تا کہ لوگ جادو کے فتنہ میں مبتلاء نہ ہوں' آپ کی وفات کے بعد شیاطین نے جادو کے کاغذات کو تخت کے نیچے سے نکالا اور کہا: یہی (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) کا وہ علم ہے جس کو وہ چھپاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی برأت کی اور البقرہ: ۱۰۲ نازل فرمائی۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۱ ص ۵۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

آیا جادو صرف نظر بندی ہے یا اس سے حقیقت بھی بدل سکتی ہے؟

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

جادو کی حقیقت میں اختلاف ہے' بعض علماء کا قول ہے کہ وہ محض دھوکا ہے' نظر بندی ہے اور شعبدہ بازی ہے اور جادوگر کسی چیز کی حقیقت کو تبدیل نہیں کر سکتا' اور دوسرے علماء نے کہا کہ بعض اوقات جادوگر اپنے جادو سے انسان کو گدھا بنا دیتا ہے اور حقائق تبدیل کر دیتا ہے' انہوں نے کہا: اگر جادو سے حقیقت نہ بدلتی اور جادو صرف نظر بندی اور تخییل ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ کیوں خبر دیتا:

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ. (البقرہ: ۱۰۲) پس لوگ ان فرشتوں سے اس جادو کو سیکھ لیتے جس کے ذریعہ وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈالتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جادو کی حقیقت تھی اور یہ محض نظر بندی نہیں تھی' ورنہ جادو کے ذریعہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی کیسے ہوتی! (جامع البیان ج ۱ ص ۵۳۰۔۵۲۸' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

﴿وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ﴾ (سباء: ۱۲) اور سلیمان کے لیے ہوا کو قابو میں کر دیا' اس کی صبح کی رفتار ایک ماہ کی تھی' اور شام کی رفتار ایک ماہ کی تھی۔ (سباء: ۱۲)

یعنی ہم نے سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا' دوسری آیت میں فرمایا ہے:

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ۝ (ص: ۳۶) پس ہم نے ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا' وہ ان کے حسب فرمان نرمی سے چلتی تھی' جس جگہ کا وہ ارادہ کرتے تھے ۝

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ' ابن وہب سے روایت کرتے ہیں:

حضرت سلیمان کے پاس لکڑی کی ایک سواری تھی' جس میں ایک ہزار رکن تھے' ہر رکن میں ایک ہزار گھر تھے جس میں جن اور انس سوار ہوتے تھے' جن اور انس مل کر اس سواری کو اوپر اُٹھاتے تھے' جب وہ اوپر اُٹھ جاتی تو پھر ہوا اس کو چلاتی تھی' حضرت سلیمان علیہ السلام ایک ماہ کی مسافت کے فاصلہ پر ایک قوم کے پاس قیلولہ کرتے اور ایک ماہ کی مسافت پر دوسری قوم کے پاس شام کو پہنچتے۔

(جامع البیان: ۲۱۹۴۶۔ جز ۲۲ ص ۸۵۔۸۴' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

﴿وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ﴾ (سباء: ۱۲) اَذَبْنَا لَهٗ عَيْنَ الْحَدِيْدِ. اور ہم نے ان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا۔ (سباء: ۱۲) یعنی ان کے لیے لوہے کا چشمہ بہا دیا۔

''القطر'' کا معنی بیان کرنے میں امام بخاری کی خطاء

اس آیت میں ''القطر'' کا لفظ ہے' امام بخاری نے اس کا معنی لوہا کیا ہے' لیکن لغت میں اس کا معنی پگھلا ہوا تانبا ہے۔ علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی نے لکھا ہے:

''القطر: النحاس الذائب'' (القاموس المحیط ص ۴۶۳) قطر کا معنی ہے: پگھلا ہوا تانبا۔

اسی طرح المنجد' اُردو میں مذکور ہے۔ (ص ۸۱۶) نیز مفسرین نے بھی اسی طرح لکھا ہے:

امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے حسن بصری' قتادہ' ابن زید اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے لکھا ہے: اس کا معنی پگھلا ہوا تانبا ہے۔ (جامع البیان: ۲۱۹۵۰۔ ۲۱۹۴۹۔ ۲۱۹۴۸۔ جز ۲۲ ص ۸۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابو منصور ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ نے لکھا ہے کہ اس کا معنی تانبا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی پیتل ہے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۸ ص ۴۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

﴿وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿مِنْ مَّحَارِيْبَ﴾ (سباء: ۱۲۔ ۱۳)

اور جنات میں سے بعض ان کے سامنے کام کرتے تھے۔ (سبا: ۱۳۔ ۱۲) یہ آیت "من محاریب" تک پڑھیں۔

امام بخاری نے اپنی تعلیق میں ان آیات کا ذکر نہیں کیا' ہم ان آیات کو لکھ کر ان کا ترجمہ لکھ رہے ہیں:

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِO يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُO (سباء: ۱۳۔ ۱۲)

اور جنات میں سے بعض ان کے سامنے اپنے رب کے حکم سے کام کرتے تھے' (اور سلیمان نے کہا:) ان میں سے جو ہمارے حکم سے کجروی اختیار کرے گا ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب چکھائیں گےO وہ سلیمان کے لیے وہ سب بناتے تھے جو وہ چاہتے تھے' اونچے قلعے اور مجسمے اور حوض جیسی بڑی دیگ اور (چولہوں پر) جمی ہوئی بڑی دیگچی' اے آلِ داؤد! تم شکر گزاری کے لیے نیک کام کرو اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیںO

قَالَ مُجَاهِدٌ بُنْيَانٌ مَّادُوْنَ الْقُصُوْرِ.

مجاہد نے کہا: ("محراب" کا معنی ہے:) قلعہ سے چھوٹی عمارت۔

امام ابن جریر طبری نے "محاریب" کی تفسیر میں لکھا ہے:

مجاہد نے کہا: وہ ایسی عمارت ہے جو محل یا قلعہ سے چھوٹی ہو۔ (۲۱۹۵۲)

قتادہ نے کہا: وہ قلعے اور مساجد ہیں۔ (۲۱۹۵۳)

ابن زید نے کہا. وہ مساکن ہیں۔ (۲۱۹۵۴)

ضحاک نے کہا: وہ مساجد ہیں۔ (۲۱۹۵۵) (جامع البیان جز ۲۲ ص ۸۶' دار الفکر' بیرت' ۱۴۱۵ھ)

﴿وَتَمَاثِيْلَ﴾

اور "تماثیل" یعنی مجسمے۔

ضحاک نے کہا: اس سے مراد شیشے کی مجسم صورتیں ہیں۔ (۲۱۹۵۸) (جامع البیان جز ۲۲ ص ۸۷' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

وَ ﴿جِفَانٍ كَالْجَوَابِ﴾ كَالْحِيَاضِ لِلْاِبِلِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَالْجَوْبَةِ مِنَ الْاَرْضِ.

اور حوض جیسی بڑی دیگ۔ (سباء: ۱۳) جیسے اونٹوں کے لیے حوض ہوتے ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جیسے زمین میں بڑا گڑھا ہو۔

قرآن مجید میں "جفان" کا لفظ ہے' یہ نالہ یا ٹب کو کہتے ہیں' اور اس سے بڑی دیگ بھی مراد ہو سکتی ہے۔

﴿وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ اِلٰى قَوْلِهٖ الشَّكُوْرُ﴾ (سباء: ۱۳)

اور چولہوں پر جمی ہوئی بڑی دیگیں' یہ آیت "الشکور" تک مراد ہے۔ (سباء: ۱۳)

قتادہ نے کہا: ''راسیات'' کا معنی ہے: وہ اپنی جگہ سے ہٹ نہ سکیں' جیسے پہاڑ اپنی جگہ ثابت ہوتے ہیں۔(۲۱۹۶۵)

قتادہ نے کہا: شکر کا معنی ہے: اللہ سے ڈرنا اور اس کے احکام کی اطاعت کرنا۔(۲۱۹۶۷)

ابن زید نے کہا: اس کا معنی ہے: میں نے تم کو نعمتیں عطاء کیں اور علم دیا اور تمہارے لیے ان چیزوں کو مسخر کر دیا جو دوسروں کے لیے مسخر نہیں کیں' سوائے آل داؤد! تم میرا شکر ادا کرو اور حمد بھی شکر کا ایک حصہ ہے۔(۲۱۹۶۹)

فرمایا: میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: میرے بندوں میں سے میری توحید کو ماننے والے کم ہیں۔(۲۱۹۷۰)(جامع البیان جز ۲۲ ص ۸۹۔۸۸' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَادَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ﴾ اَلْاَرْضَةُ ﴿تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ﴾ عَصَاهُ ﴿فَلَمَّا خَرَّ اِلٰى﴾ قَوْلِهٖ ﴿الْمُهِيْنُ﴾ (سباء:١٤)

سو جب ہم نے ان پر موت کا حکم نافذ کر دیا تو جنات کو کسی نے ان کی موت پر رہنمائی نہیں کی سوائے زمین کی دیمک کے جو سلیمان کے عصا کو کھاتی رہی۔ ''دابۃ الارض'' کا معنی ہے: زمین کی دیمک' اور ''منساۃ'' کا معنی ہے: عصا' پھر جب سلیمان زمین پر آ رہے' یہ آیت ''المھین'' تک پڑھیں۔(سباء:۱۴)

دیمک سے مراد زمین کا وہ کیڑا ہے جو لکڑی کو کھا جاتا ہے' امام بخاری نے آیت کا جو حصہ چھوڑ دیا ہے' وہ درج ذیل ہے:

فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِO (سبا:۱۴)

جب سلیمان زمین پر آ رہے تو جنات پر یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اگر ان کو علمِ غیب ہوتا تو وہ اس ذلت کے عذاب میں مبتلا نہ رہتےO(سبا:۱۴)

وہ ذلت والا عذاب یہ تھا کہ وہ مسلسل حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کے مطابق کام کرتے رہے' حالانکہ حضرت سلیمان علیہ السلام فوت ہو چکے تھے اور وہ انہیں زندہ سمجھ کر کام کرتے رہے۔

﴿حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ﴾ (ص:۳۲) مِنْ ذِكْرِ رَبِّيْ.

(بے شک میں نے) مال کی محبت اپنے رب کی یاد (کی) وجہ سے پسند کی (ص:۳۲) اپنے رب کے ذکر کی وجہ سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِO (سباء:۳۲)

پس کہا: میں نے مال کی محبت اپنے رب کی یاد (کی) وجہ سے پسند کی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیاO

قتادہ نے بیان کیا ہے کہ خیر کی محبت سے مراد مال اور گھوڑوں کی محبت ہے۔(۲۲۹۶۱)

یعنی میں نے مال سے محبت کی' حتیٰ کہ میں اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گیا اور اس مشغولیت میں عصر کی نماز جو فرض تھی' وہ قضا ہوگئی۔

قتادہ نے کہا: رب کی یاد سے مراد عصر کی نماز ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ''توارت بالحجاب'' سے مراد ہے: سورج مغرب میں غروب ہو گیا۔(۲۲۹۶۷)

(جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۸۵۔۱۸۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

﴿فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ﴾ (ص:۳۳)

پس وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

يَمْسَحُ اَعْرَافَ الْخَيْلِ وَعَرَاقِيْبَهَا. (ص:٣٣) یعنی گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر۔

خلاصہ یہ ہے کہ پچھلے پہر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے نہایت اصیل اور تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے' حضرت سلیمان علیہ السلام ان گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور اس مشغولیت میں ان سے عصر کی نماز فوت ہو گئی تو وہ اس پر بہت غمگین ہوئے' انہوں نے کہا: ان گھوڑوں کو دوبارہ میرے پاس لاؤ اور اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے تلوار سے ان گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں کو کاٹ ڈالا' یعنی جس سبب سے ان کی نماز قضا ہوئی تھی' اس سبب کا قلع قمع کر دیا۔

(محصلہ جامع البیان جز ٢٣ ص ١٨٥۔ ١٨٣' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

﴿اَلْاَصْفَادُ﴾ (ص:٣٨) اَلْوَثَاقُ. "الاصفاد" کا معنی ہے: بیڑیاں اور زنجیریں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّ اٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِO (ص:٣٨) اور دوسرے سرکش شیطان زنجیروں میں جکڑے ہوئےO

سدی نے بیان کیا ہے کہ ان کے ہاتھوں کو گردنوں کے ساتھ ملا کر زنجیروں سے باندھ دیا گیا تھا۔

(جامع البیان جز ٢٣ ص ١٩٣' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿اَلصَّافِنَاتُ﴾ صَفَنَ الْفَرَسُ رَفَعَ اِحْدٰى رِجْلَيْهِ حَتّٰى تَكُوْنَ عَلٰى طَرَفِ الْحَافِرِ ﴿اَلْجِيَادُ﴾ (ص:٣١) اَلسِّرَاعُ.

اور مجاہد نے کہا: "الصافنات" "صفن الفرس" سے ماخوذ ہے' یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب گھوڑا ایک پاؤں اُٹھا کر کھر کی نوک پر کھڑا ہو جائے' "الجیاد" کا معنی ہے: تیز رفتار گھوڑے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُO (ص:٣١) جب ان کے سامنے پچھلے پہر نہایت اصیل اور تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئےO

امام بخاری نے "الصافنات" کی جو تفسیر کی' اسی تفسیر کو امام طبری نے ابن زید کی روایت سے لکھا ہے اور "جیاد" کی جو تفسیر کی ہے' اسی تفسیر کو امام طبری نے مجاہد کی روایت سے لکھا ہے۔

(جامع البیان: ٢٢٩٥٩۔ ٢٢٩٥٧۔ جز ٢٣ ص ١٨٤۔ ١٨٣' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

امام بخاری اور امام طبری دونوں کا اسرائیلی روایات کے مطابق "جسدًا" کی تفسیر شیطان کے ساتھ کرنا

﴿جَسَدًا﴾ (ص:٣٤) شَيْطَانًا. "جسدًا" سے مراد ہے: شیطان۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَO (ص:٣٤) بے شک ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا' پھر (انہوں نے) ہماری طرف رجوع کیاO

امام بخاری نے "جسدًا" کی تفسیر جو شیطان سے کی ہے' یہی تفسیر امام ابن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ نے کی ہے' وہ لکھتے ہیں: اس جسد سے مراد شیطان ہے جو انسان کی شکل میں تھا' مفسرین نے کہا ہے: اس کا نام صخر تھا' اور ایک قول ہے: اس کا نام آصف تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ وہ جسد شیطان تھا جس کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی انگوٹھی دی تھی اور اس نے

اس کو سمندر میں پھینک دیا تھا اور حضرت سلیمان کی حکومت اس انگوٹھی میں تھی اور اس شیطان کا نام صخر تھا۔(٢٢٩٧٦)
مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ اس شیطان کا نام آصف تھا' ایک دن اس سے حضرت سلیمان نے پوچھا: تم لوگوں کو کس طرح فتنہ میں ڈالتے ہو؟ اس نے کہا: آپ مجھے اپنی انگوٹھی دکھائیں پھر میں آپ کو بتاتا ہوں' آصف نے اس انگوٹھی کو سمندر میں پھینک دیا اور حضرت سلیمان زمین میں پھرتے رہے' اور ان کا ملک ان کے ہاتھ سے نکل گیا اور آصف ان کی کرسی پر بیٹھ گیا' اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کو اس سے ممنوع رکھا' وہ ان سے مقاربت نہ کر سکا' انہوں نے اس کو اجنبی مرد گمان کیا۔ مجاہد نے کہا: پس حضرت سلیمان علیہ السلام کھانا طلب کرتے' پس فرماتے: کیا تم پہچانتے ہو میں سلیمان ہوں' پس لوگ ان کی تکذیب کرتے' حتیٰ کہ ایک عورت نے ان کو ایک مچھلی دی' انہوں نے اس کو چیرا تو اس کے پیٹ سے وہ انگوٹھی نکل آئی' پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف ان کا ملک واپس آ گیا۔(٢٢٩٨٠) (جامع البیان جز ٢٣ ص ١٨٧۔١٨٦' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی المتوفی ٤٥٠ھ لکھتے ہیں:

ہر چند کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف اس قصہ کی سند صحیح ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے اس قصہ کو یہودی علماء سے سنا ہے اور یہودیوں میں ایک ایسا فرقہ بھی تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت کا معتقد نہیں تھا' اس لیے وہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر جھوٹ باندھتے تھے اور ان کا سب سے بڑا جھوٹ یہ تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج پر ایک جن مسلط تھا' اور تمام ائمہ سلف نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کو اس جن کے تسلط سے محفوظ رکھا اور یہ آپ کی ازواج کی تکریم کے لیے تھا۔ (النکت والعیون ج ٥ ص ٩٥۔٩٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے مذکور الصدر روایت پر حسب ذیل تنقید کی ہے:

(١) یہ بہت بعید ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی انگوٹھی کسی دوسرے شخص کو دے دیں' جب کہ انہیں یہ علم ہو کہ ان کی حکومت اس انگوٹھی کی وجہ سے قائم ہے۔
(٢) شیطان کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ نبی مرسل کی کرسی پر بیٹھے' جس نبی کو اتنی عظیم حکومت دی گئی ہو۔
(٣) اس آیت میں جس جسد کا ذکر ہے' وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیٹا تھا کیونکہ جب وہ پیدا ہوا تو شیاطین نے دھمکی دی تھی کہ ہم اس کو قتل کر دیں گے' جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے بادل کو حکم دیا کہ وہ ان کے بیٹے کو اٹھا کر لے جائے تاکہ شیاطین جنات ان کے بیٹے کو ضرر نہ پہنچا سکیں' اللہ تعالیٰ نے اس پر عتاب فرمایا (کہ انہوں نے بادل سے مدد چاہی) سو وہ بیٹا مر گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس مردہ بیٹے کو ان کی کرسی پر ڈال دیا۔ (ص: ٣٤) دوسرے محامل کی بہ نسبت اس آیت کا یہی محمل زیادہ مناسب ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے مقام کے زیادہ موافق اور زیادہ لائق ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

امام بخاری نے جسد کی تفسیر شیطان کے ساتھ کی ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو بلاتبصرہ نقل کر دیا ہے۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٥٩٥' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جسد کی تفسیر شیطان کے ساتھ کی ہے اور دوسروں نے کہا ہے کہ اس سے مراد ان کا وہ بیٹا ہے جس کو انہوں نے جنات کے خوف سے بادلوں کے سپرد کر دیا تھا۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٠٤' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ تمام روایات اسرائیلیات میں سے ہیں' زیادہ ظاہر یہ ہے کہ جسد کو اس ناتمام بچے پر محمول کیا جائے جس کے متعلق حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا تھا کہ میں آج رات نوّے عورتوں سے مقاربت کروں گا تو ہر ایک سے ایک مجاہد پیدا ہوگا' انہوں نے بھول کر ان شاء اللہ نہیں کہا تھا تو صرف ایک بیوی سے ناتمام بچہ پیدا ہوا' سو اس آیت میں جسد سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ناتمام بچے کو ان کی کرسی پر ڈال دیا۔ (صحیح البخاری: ۳۴۲۴) اس حدیث کی شرح ان شاء اللہ عنقریب آ رہی ہے۔

(ارشاد الساری ج ۷ ص ۴۲۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ ھ نے اس تعلیق پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

(شرح الکرمانی جز ۱۴ ص ۷۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ ھ)

صحیح بخاری کے مشہور شارحین میں سے علامہ عینی' علامہ کورانی اور علامہ قسطلانی نے امام بخاری کی اس تعلیق کو ردّ کر دیا ہے جس میں انہوں نے جسد کی تفسیر شیطان کے ساتھ کی ہے۔

دیگر مشہور علماء میں سے علامہ زمخشری متوفی ۵۳۸ ھ' امام رازی متوفی ۶۰۶ ھ' علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ ھ' علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ ھ اور علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ ھ نے قوی دلائل کے ساتھ ان اسرائیلی روایات کو ردّ کر دیا ہے' جن کی بناء پر جسد کی تفسیر شیطان کے ساتھ کی گئی ہے۔

* ان تمام مباحث کی تفصیل ہم نے سباء: ۳۴ میں ذکر کی ہے' دیکھئے تبیان القرآن ج ۱۰ ص ۱۰۴۔۹۶۔

﴿رُخَآءً﴾ طَـيِّـبَةً ﴿حَيْثُ اَصَابَ﴾ (ص:۳۶) حَيْثُ شَاءَ. "رخاءً" کا معنی ہے: نرمی اور خوشی سے "حیث اصاب" کا معنی ہے: جہاں وہ جانا چاہتے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِىْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ O (ص:۳۶) سو ہم نے ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا' وہ ان کے حسب حکم نرمی سے چلتی تھی جہاں کا وہ ارادہ کرتے تھے O

اسی طرح امام طبری نے "رخاءً" کا معنی نرمی لکھا ہے۔ (جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۹۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

﴿فَامْنُنْ﴾ اَعْطِ ﴿بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (ص:۳۹) بِغَيْرِ حَرَجٍ. "فامنن" کا معنی ہے: بغیر حساب کے اور بغیر تنگی کے عطاء کریں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ O (ص:۳۹) یہ ہماری عطاء ہے تو (آپ جس پر چاہیں) احسان کریں یا (جس سے چاہیں) روک لیں' آپ سے کچھ حساب نہیں O

حسن بصری نے کہا: ہم نے آپ کو جو ملک عطاء کیا ہے' آپ اس میں سے جس کو جو چاہیں عطاء کر دیں اور جس کو جس سے چاہیں روک لیں' آپ سے اس کا کچھ حساب نہیں ہے۔ (۲۳۰۱۱)

ضحاک نے کہا: آپ جو چاہیں عطاء کریں اور جو چاہیں روک لیں' آپ پر کچھ تنگی نہیں ہے۔ (۲۳۰۱۲)

عکرمہ نے کہا: آپ دیں یا روک لیں' آپ سے کوئی حساب نہیں ہے۔ (۲۳۰۱۳)

(جامع البیان جز ۲۳ ص ۱۹۴، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

٣٤٢٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ عِفْرِيْتًا مِّنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ الْبَارِحَةَ لِيَقْطَعَ عَلٰى صَلَاتِي فَأَمْكَنَنِي اللّٰهُ مِنْهُ فَأَخَذْتُهُ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَرْبُطَهُ عَلٰى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى تَنْظُرُوْا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ دَعْوَةَ أَخِي سُلَيْمَانَ ﴿رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي﴾ (ص:٣٥) فَرَدَدْتُّهُ خَاسِئًا عِفْرِيْتٌ مُّتَمَرِّدٌ مِّنْ إِنْسٍ أَوْ جَانٍّ مِثْلُ زِبْنِيَةٍ جَمَاعَتُهَا الزَّبَانِيَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے بتایا کہ ایک سرکش جن گزشتہ رات مجھ پر حملہ آور ہوا' تاکہ میری نماز منقطع کر دے' سو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت عطاء کی' میں نے اس کو پکڑ کر مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھنے کا ارادہ کیا' حتیٰ کہ تم سب اس کو دیکھ لیتے' پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آ گئی: اے میرے رب! مجھے ایسا ملک عطاء فرما جو میرے بعد کسی اور کے لائق نہ ہو۔ (ص:۳۵) پھر میں نے اس کو نامراد لوٹا دیا۔ ''عفریت'' کا معنی ہے: سرکش انسان یا جن' یہ ''زبنیه'' کی مثل ہے' اس کی جمع ''زبانیة'' ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶۱ میں گزر چکی ہے۔

''زبنیة''، ''زبن'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: دھتکارنا اور دفع کرنا' اس کا اطلاق دوزخ کے سپاہیوں پر کیا جاتا ہے' کیونکہ وہ کفار کو دوزخ میں جھونک دیتے ہیں۔

٣٤٢٤ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَأَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى سَبْعِيْنَ امْرَأَةً تَحْمِلُ كُلُّ امْرَأَةٍ فَارِسًا يُّجَاهِدُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَمْ يَقُلْ وَلَمْ تَحْمِلْ شَيْئًا إِلَّا وَاحِدًا سَاقِطًا إِحْدٰى شِقَّيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَالَهَا لَجَاهَدُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ. قَالَ شُعَيْبٌ وَابْنُ أَبِي الزِّنَادِ تِسْعِيْنَ وَهُوَ أَصَحُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مغیرہ بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے بیان فرمایا: حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے کہا: میں آج رات ضرور ستر (۷۰) بیویوں کے پاس جاؤں گا' ان میں سے ہر بیوی ایک شہسوار سے حاملہ ہوگی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا' ان کے ایک صاحب نے ان سے کہا: آپ ان شاء اللہ کہیں' لیکن انہوں نے نہیں کہا' سو ان کی کسی بیوی کو حمل نہیں ہوا' سوا ایک بیوی کے' وہ ناتمام بچہ سے حاملہ ہوئی جس کی دو میں سے ایک جانب ساقط تھی' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو (ان کے سب بیٹے) اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔ شعیب اور ابو الزناد نے نوے (۹۰) بیویوں کا ذکر کیا اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۱۹ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٢٥ - حَدَّثَنِیْ عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ التَّیْمِیُّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ مَسْجِدٍ وُّضِعَ اَوَّلُ قَالَ اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ ثُمَّ الْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی قُلْتُ كَمْ كَانَ بَیْنَهُمَا قَالَ اَرْبَعُوْنَ ثُمَّ قَالَ حَیْثُمَا اَدْرَكَتْكَ الصَّلٰوةُ فَصَلِّ وَالْاَرْضُ لَكَ مَسْجِدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم التیمی نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کون سی مسجد سب سے پہلے بنائی گئی تھی' آپ نے فرمایا: مسجد حرام' میں نے پوچھا: پھر کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ نے فرمایا: پھر مسجد اقصیٰ بنائی گئی' میں نے پوچھا: ان کے درمیان کتنی مدت تھی؟ آپ نے فرمایا: چالیس (سال)' پھر آپ نے فرمایا: تمہیں جہاں بھی نماز کا وقت آ جائے وہیں نماز پڑھ لو' اور (تمام) روئے زمین تمہارے لیے مسجد ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٦٦ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٢٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَثَلِیْ وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ تَقَعُ فِی النَّارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان' انہوں نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری مثال اور لوگوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی تو پروانے اور کیڑے مکوڑے اس میں گرنے لگے۔

[طرف الحدیث: ٦٤٨٣] (صحیح مسلم: ٢٢٨٤' الرقم المسلسل: ٥٨٤٩' سنن ترمذی: ٢٨٨٣' شرح السنۃ: ٩٨' مسند احمد ج ٢ ص ٣١٢ طبع قدیم' مسند احمد: ٨١١٧۔ ج ١٣ ص ٤٧٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری نے اس حدیث کو جو یہاں روایت کیا ہے' اس کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔

پروانوں کے ساتھ دی گئی مثال کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مخالفین کو پروانوں اور کیڑوں مکوڑوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح پروانے دنیا کی آگ میں گرتے ہیں' اسی طرح یہ مخالفین جہنم کی آگ میں گر رہے ہیں اور ان دونوں میں وجہ مشترک یہ ہے کہ یہ دونوں خواہش کی پیروی کرتے ہیں اور ہر ایک کو اپنی جان کو ہلاک کرنے کی حرص ہے۔ علامہ ابن العربی نے کہا ہے: یہ مثال کثیر المعانی ہے' اس سے مقصود یہ ہے کہ لوگ اپنی ظاہری منفعت اور اپنی خواہش کی پیروی کی وجہ سے جہنم کی آگ میں گر رہے ہیں اور ان کا مقصد اپنے آپ کو آگ میں جلانا نہیں ہے' جس طرح پروانوں کا مقصد اپنے آپ کو جلانا نہیں ہوتا بلکہ ان کا مقصد روشنی کا حصول اور روشنی کی مصاحبت ہوتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۳ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳٤۲۷- وقال كَانَتِ امْرَاَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ اِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ صَاحِبَتُهَا اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ وَقَالَتِ الْاُخْرٰى اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ فَتَحَاكَمَا اِلٰى دَاوُدَ فَقَضٰى بِهٖ لِلْكُبْرٰى فَخَرَجَتَا عَلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ فَاَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُوْنِىْ بِالسِّكِّيْنِ اَشُقُّهٗ بَيْنَهُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرٰى لَا تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضٰى بِهٖ لِلصُّغْرٰى. قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ وَاللّٰهِ اِنْ سَمِعْتُ بِالسِّكِّيْنِ اِلَّا يَوْمَئِذٍ وَّمَا كُنَّا نَقُوْلُ اِلَّا الْمُدْيَةَ.

[طرف الحدیث: ٦٧٦٩] (سنن نسائی: ۵۴۱۷)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا: دو عورتیں تھیں' ان دونوں کے ساتھ ان کے بیٹے تھے' اچانک بھیڑیا آیا اور ان دونوں میں سے ایک کا بیٹا لے کر چلا گیا' ایک عورت کی ساتھ والی عورت نے کہا: بھیڑیا تمہارا بیٹا لے گیا ہے' دوسری نے کہا: نہیں! وہ تیرا بیٹا لے گیا ہے' پھر وہ دونوں حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس اپنا مقدمہ لے گئیں' حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا' پھر وہ دونوں حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس گئیں اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی تو انہوں نے کہا: میرے پاس چھری لاؤ' میں اس بیٹے کے دو ٹکڑے کر کے تم دونوں کو دے دیتا ہوں' تب چھوٹی عورت نے کہا: ایسا نہ کریں! آپ پر اللہ رحم فرمائے! یہ اسی کا بیٹا ہے' تب حضرت سلیمان نے چھوٹی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا' حضرت ابوہریرہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے ''سکین'' کا لفظ اسی دن سنا' ہم چھری کو ''مُدیہ'' کہتے تھے۔

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں کا اجتہاد سے حکم لگانا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے اجتہاد کی فضیلت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا تھا' اس کی توجیہ میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا فتویٰ تھا' ان کا حکم نہیں تھا' اسی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جائز ہوا کہ وہ اس فتوے سے اپنے اجتہاد کی بناء پر اختلاف کریں۔

علامہ قرطبی نے اس توجیہ کو رد کر دیا ہے کہ نبی علیہ السلام کا فتویٰ بھی ان کے حکم کی مثل ہوتا ہے' پھر اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے حضرت داؤد کے حکم کو توڑنا کس طرح جائز ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں کا حکم وحی کے مطابق تھا اور حضرت سلیمان کا حکم حضرت داؤد کے حکم کے لیے ناسخ تھا' اور اگر حضرت سلیمان کا حکم اجتہاد سے تھا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا اجتہاد زیادہ قوی تھا' کیونکہ انہوں نے ایک لطیف حیلہ سے معلوم کر لیا کہ حقیقت میں وہ بیٹا کون سی عورت کا ہے۔

علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے باہم مشورہ کیا تھا' حضرت داؤد کو حضرت سلیمان علیہما السلام کی رائے صحیح لگی تو انہوں نے ان کی رائے پر عمل کو نافذ کر دیا۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ حیلہ حق کو ظاہر کرنے کے لیے کیا تھا اور چھوٹی عورت نے بیٹے کے ٹکڑے ہونے کے خوف سے بڑی کے لیے اس بیٹے کو مان لیا تو حضرت سلیمان نے سمجھ لیا کہ بیٹا درحقیقت اسی کا ہے۔

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ ان دونوں نے اپنے اپنے اجتہاد سے فیصلہ کیا تھا' کیونکہ اگر یہ فیصلہ وحی سے ہوتا تو پھر اس کے خلاف کرنا جائز نہ تھا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذہانت اور فہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہبی ہوتی ہے' ہماری اُمت میں بھی

مجتہدین اجتہاد کرتے ہیں اور ان سے اجتہاد میں کبھی خطاء ہوتی ہے اور کبھی وہ صحت اور صواب کو پہنچتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کو اجتہاد میں خطاء پر برقرار نہیں رکھا جاتا اور وحی کے ذریعہ ان کو صحت پر متنبہ کر دیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٤ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

اس حدیث میں چھری کے لیے ''مدیہ'' اور ''سکین'' کا ذکر ہے۔

چھری کو ''مدیہ'' اس لیے کہتے ہیں کہ وہ مدتِ حیات کو منقطع کر دیتی ہے اور چھری کو ''سکّین'' اس لیے کہتے ہیں کہ وہ حیوان کی حرکت کو ساکن کر دیتی ہے۔

٤١ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ﴾ اِلٰی قَوْلِهٖ. ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ O﴾ (لقمان: ١٢-١٨)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر ادا کریں' یہ آیت یہاں تک پڑھیں: بے شک اللہ کسی اکڑنے والے متکبر کو پسند نہیں فرماتا O (لقمان: ١٨-١٢)

امام بخاری نے جن آیات کو چھوڑ دیا ہے' ان کا ترجمہ اس طرح ہے:

اور بے شک ہم نے لقمان کو حکمت عطاء فرمائی کہ اللہ کا شکر ادا کریں' اور جو شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لیے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً اللہ بے نیاز ہے حمد کیا ہوا O اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا' بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے O اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق (نیکی کرنے) کا حکم فرمایا' اس کی ماں نے اسے (پیٹ میں) اٹھایا کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر کہ میری ہی طرف لوٹنا ہے O اور اگر وہ (والدین) تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت نہ کر اور دنیا میں ان کی بھلائی کے ساتھ رفاقت اختیار کر اور جس نے میری طرف رجوع کیا تم اس کی پیروی کرو' پھر تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے' پھر میں تمہیں ان کاموں کی خبر دوں گا جو تم کرتے تھے O (لقمان نے کہا:) اے میرے بیٹے! بے شک اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر (بھی) ہو' پھر وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں یا زمینوں میں کہیں (چھپی ہو) اللہ اسے لے آئے گا' یقیناً اللہ ہر باریکی کو خوب جاننے والا ہر چیز سے باخبر ہے O اے میرے بیٹے! نماز قائم رکھ! اور نیکی کا حکم دے اور بُرائی سے روک اور جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کر' بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں O اور (تکبر کے ساتھ) لوگوں سے اپنا رخ نہ پھیر اور زمین میں اکڑتا ہوا نہ چل' بے شک اللہ کسی اکڑنے والے متکبر کو پسند نہیں فرماتا O (لقمان: ١٨-١٣)

لقمان کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ لقمان کا نام ہے: لقمان بن باعور بن ناعور بن تارخ اور وہ آذر ہیں جو حضرت ابراہیم کے عرفی باپ تھے' ان کے نام میں اور بھی اقوال ہیں۔

لقمان اہل ایلہ میں سے تھے' حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانۂ نبوت کے دس سال بعد پیدا ہوئے۔

مقاتل نے کہا ہے کہ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے' ایک قول یہ ہے کہ وہ ان کے ماموں زاد بھائی تھے۔

امام ابن اسحاق نے کہا کہ وہ ایک ہزار سال بعد پیدا ہوئے اور انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا اور ان سے علم حاصل

کیا۔

علامہ ثعلبی نے ابن المسیب کی روایت سے بیان کیا کہ وہ سیاہ فام شخص تھے‘ ان کے ہونٹ موٹے تھے اور وہ سوڈان کے لوگوں میں سے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: وہ حبشی تھے اور تجارت کرتے تھے‘ ایک قول یہ ہے کہ وہ درزی تھے‘ اور ایک قول ہے کہ وہ بکریاں چراتے تھے‘ ایک قول ہے کہ وہ جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے تھے‘ علامہ واقدی نے کہا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے قاضی تھے اور ایلہ اور مدین شہر میں رہتے تھے۔

اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ وہ حکیم تھے اور نبی نہیں تھے‘ تاہم عکرمہ کا یہ قول ہے کہ وہ نبی تھے۔

علامہ واقدی اور سدّی نے کہا ہے کہ وہ ایلہ میں فوت ہوئے تھے اور قتادہ نے کہا ہے کہ وہ رملہ (فلسطین) میں فوت ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٦۔٢٥‘ دارالکتب العلمیہ‘ بیروت‘ ١٤٢١ھ)

﴿وَلَا تُصَعِّرْ﴾ (لقمان:١٨) اَلْاِعْرَاضُ بِالْوَجْهِ. ”ولا تصعر“ کا معنی ہے: چہرے کے ساتھ کسی سے اعراض کرنا (یعنی اس کی طرف توجہ نہ کرنا)۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ. (لقمان:١٨) اور تکبر کے ساتھ لوگوں سے اپنا رخ نہ پھیر۔

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ نے اس آیت کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

مجاہد نے کہا: چہرے کے ساتھ لوگوں سے اعراض نہ کرو۔ (٢١٤١٣)

جعفر بن میمون بن مہران نے کہا: ”تصعیر“ یہ ہے کہ کوئی اس سے بات کر رہا ہو اور وہ اپنا منہ دوسری طرف پھیر لے۔ (٢١٤١٥)

ضحاک نے کہا: یعنی لوگوں کی طرف توجہ کرو اور ان کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔ (٢١٤١٧)

ابن زید نے کہا: ”تصعیر الخدّ“ کا معنی ہے: لوگوں کے ساتھ تکبر سے پیش آنا اور ان کو حقیر جاننا۔ (٢١٤١٨)

(جامع البیان جز ٢٠ ص ٩٠‘ دارالفکر‘ بیروت‘ ١٤١٥ھ)

٣٤٢٨ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (الانعام:٨٢) قَالَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّنَا لَمْ يَلْبِسْ اِيْمَانَهٗ بِظُلْمٍ فَنَزَلَتْ ﴿لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۝﴾ (لقمان:١٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ‘ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملاتے۔ (الانعام:٨٢) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا: ہم میں سے کون اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملاتا‘ تب یہ آیت نازل ہوئی: اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا‘ بے شک شرک کرنا بہت بڑا ظلم ہے۝ (لقمان:١٣)

اس حدیث کی شرح‘ صحیح البخاری: ٣٢ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٢٩ - حَدَّثَنِی اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا عِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (الانعام:٨٢) شَقَّ ذٰلِكَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّنَا لَا یَظْلِمُ نَفْسَهٗ قَالَ لَیْسَ ذٰلِكَ اِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ اَلَمْ تَسْمَعُوْا مَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ وَهُوَ یَعِظُهٗ ﴿یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۝﴾ (لقمان:١٣).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا: جب یہ آیت نازل ہوئی: وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا۔ (الانعام:٨٢) تو یہ چیز مسلمانوں پر بہت دشوار ہوئی' پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کون ہے جو اپنے نفس پر (کوئی نہ کوئی) ظلم نہیں کرتا' آپ نے فرمایا: (ظلم سے) یہ مراد نہیں ہے' یہاں اس سے مراد صرف شرک ہے' کیا تم نے نہیں سنا کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا جب وہ اس کو نصیحت کر رہے تھے: اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا' بے شک شرک کرنا بہت بڑا ظلم ہے۝ (لقمان:١٣)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢ میں گزر چکی ہے۔

٤٢ - بَابُ ﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْیَةِ﴾ (یٰس:١٣)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے لیے بستی والوں کی مثال بیان کیجئے (یٰس:١٣)

پوری آیت کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

اور ان کے لیے بستی والوں کی مثال بیان کیجئے جب ان کے پاس رسول آئے۝ (یٰس:١٣)

اس بستی سے مراد انطاکیہ ہے۔

جب ان کے پاس رسول آئے۔ (یٰس:١٣)

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے رسول تھے' جن رسولوں کو پہلے بھیجا تھا ان کے ناموں میں اختلاف ہے' امام ابن اسحاق نے کہا: وہ قاروص اور ماروص تھے' وہب نے کہا: وہ یحییٰ اور یونس تھے' مقاتل نے کہا: وہ نومان اور مالوس تھے' وہ صادق اور صدوق تھے اور تیسرے رسول کا نام شمعون الصفا تھا جو تمام حواریوں کا سردار تھا' اور اکثر مفسرین کا یہی قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٧٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

﴿فَعَزَّزْنَا﴾ (یٰس:١٤) قَالَ مُجَاهِدٌ شَدَّدْنَا.

''فعززنا'' (کی تفسیر میں) مجاہد نے کہا: ہم نے قوت دی۔

مجاہد کے اس قول کو امام ابن جریر طبری نے نقل کیا ہے۔ (جامع البیان جز ١٢ ص ١٨٧' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿طَآئِرُكُمْ﴾ (یٰس:١٩) مَصَائِبُكُمْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''طائرکم'' (کی تفسیر ہے:) تمہارے مصائب۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ

انہوں نے کہا: تمہاری بدشگونی تمہارے ساتھ ہے' کیا اگر

مُّسْرِفُوْنَO(یٰس:١٩) تمہیں نصیحت کی جائے (تو تم اسے بُرا سمجھتے ہو) بلکہ تم لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہوO

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کو تسامح ہوا ہے' حضرت ابن عباس نے "طائر کم" کی تفسیر تمہارے مصائب سے نہیں کی' بلکہ انہوں نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ ہیں۔ (جامع البیان جز ١٢ ص ١٨٩' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ عینی نے امام بخاری کی تفسیر کے لیے امام ابن ابی حاتم کا حوالہ دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٧)

میں کہتا ہوں: یہ بھی غلط ہے' امام ابن ابی حاتم نے بھی اس کی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ ہیں۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ١٠ ص ٣١٩٢' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

٤٣ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

﴿ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّاO اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّاO قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًاO اِلٰى قَوْلِهٖ. لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّاO﴾ (مریم:٢-٧)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (یہ) ذکر (ہے) آپ کے رب کی رحمت کا اس کے بندے زکریا پرO جب انہوں نے اپنے رب کو پست آواز سے پکاراO عرض کیا: اے میرے رب! بے شک میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور سر بڑھاپے سے (شعلہ کی طرح) بھڑک اُٹھاO اس کے بعد یہاں تک پڑھیں: ہم نے اس سے پہلے ان کا کوئی ہم نام نہیں بنایاO (مریم:٧-٢)

سورۂ مریم کی باقی ماندہ آیات کا ترجمہ

(زکریا نے اپنی دعا میں کہا:) اور اے میرے رب! میں تجھے پکار کر (کبھی) ناکام نہیں رہاO اور بے شک مجھے اپنے بعد اپنے رشتہ داروں کا خوف ہے' اور میری بیوی بانجھ ہے' سو تو مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطاء فرما دےO جو میرا اور آلِ یعقوب کا وارث بنے اور اے میرے رب! اس کو پسندیدہ (وارث) بناO اے زکریا! بے شک ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوش خبری سناتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے ہم نے اس سے پہلا اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایاO (مریم:٧-٣)

حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت زکریا علیہ السلام کا نام ہے: زکریا بن آدن بن مسلم بن صدوق بن نخشان بن داؤد بن سلیمان بن مسلم بن صدیق بن ناخور بن شلوم بن بہفا شاط بن اسا بن افیا بن رحیم بن سلیمان بن داؤد علیہما السلام۔ یہ نسب علامہ ثعلبی نے ذکر کیا ہے اور امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے: زکریا بن برخیا اور زکریا بن دان بھی کہا جاتا ہے اور زکریا بن آدن بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی تھے۔

(صحیح مسلم:٩٧ ٤٣' سنن ابن ماجہ:٢١٥٠)

اور ان کے بیٹے یحییٰ علیہ السلام ہیں' یہ لفظ حیات سے ماخوذ ہے' علامہ زمخشری نے کہا کہ لفظ یحییٰ عجمی ہے' اور یہ معرفہ اور عجمہ ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے جیسے لفظ موسیٰ اور لفظ عیسیٰ ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ ان کا نام یحییٰ کس وجہ سے ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیونکہ ان کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان کی ماں کا بانجھ پن دور فرما دیا' قتادہ نے کہا: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو ایمان اور نبوت کے ساتھ زندہ رکھا اور لفظ یحییٰ' حیات سے ماخوذ ہے' ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ زندہ رکھا' حتیٰ کہ انہوں نے کوئی معصیت کی نہ معصیت کے متعلق دل میں سوچا' حضرت یحییٰ کی ماں کا نام اشیاع بنت فاقوذا ہے اور وہ حنہ کی بہن ہیں جو حضرت مریم کی ماں ہیں۔ امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت زکریا اور ان کے بیٹے حضرت یحییٰ علیہما السلام ان انبیاء میں سے ہیں جن کو بنو اسرائیل میں سے سب سے آخر میں مبعوث کیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص٢٩-٢٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ عینی نے اس بحث میں یہ بھی لکھا ہے کہ لفظ زکریا کو دو طرح پڑھنا جائز ہے' زکریاء اور زکریا' یعنی الف ممدودہ اور الف مقصورہ دونوں کے ساتھ' قرآن مجید میں زکریا ہے اور صحیح مسلم کی حدیث میں زکریاء ہے' دارالفکر کی مطبوعہ صحیح بخاری میں زکریاء ہے

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ. مِثْلًا.　حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''مِثْلًا''۔

یعنی مریم: ٧ میں جو ''سمیا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: یحییٰ کی مثل نام۔

يُقَالُ ﴿رَضِيًّا﴾ مَرْضِيًّا.　کہا جاتا ہے: ''رضیا مرضیا'' یعنی پسندیدہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا O (مریم:٦)　اور اے میرے رب! اس کو پسندیدہ (وارث) بناO

﴿عِتِيًّا﴾ (مریم:٨) **﴿عَصِيًّا﴾** (مریم:١٤) عَتَايَعْتُوْا.　''عتیا'' کا معنی ہے: ''عصیا'' یہ ''عتایعتو'' سے ماخوذ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا O (مریم:٨)　اور میں بڑھاپے کی وجہ سے سوکھ جانے کی حد کو پہنچ گیا ہوںO

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ ''عتیا'' کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ لفظ ''عتا یعتو عات'' بھی ہے اور ''عسٰی یعسو عاسٍ'' بھی ہے اور اس کا معنی ہے: ہر وہ شخص جو بڑھاپے' فساد یا کفر میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہو' اس کو ''عاتٍ'' اور ''عاسٍ'' کہتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے تمام معمولاتِ نبویہ کو جان لیا' سوا اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر اور عصر کی نمازوں میں کون سی سورت کی قراءت کرتے تھے اور یہ کہ آپ ''قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا'' پڑھتے تھے یا ''عسیًّا'' پڑھتے تھے۔ (جامع البیان جز١٨ ص٦٤' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں بھی مذکور ہے:

سنن ابوداؤد: ٨٠٩' المستدرک ج٢ ص٢٤٤' مجمع الزوائد ج٧ ص١٥٥' مسند احمد ج١ ص٢٤٩ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٢٤٦- ج٤ ص١١٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت۔

شعیب الارنؤوط نے تحقیق کی ہے کہ اس حدیث کی اسناد امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

(حاشیہ مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

﴿قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلَامٌ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا﴾ وَيُقَالُ صَحِيْحًا.

(زکریا نے) عرض کیا: اے میرے رب! میرے لیے لڑکا کہاں سے ہوگا۔ اس کو یہاں تک پڑھیں: تم تین رات (دن) تندرست ہونے کے باوجود لوگوں سے کلام نہ کرسکو گے۔ (مریم: ۱۰۔۸) اور صحیح بھی کہا جاتا ہے یعنی تندرست۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے پوری آیتیں ذکر نہیں کیں' ہم پوری آیات ذکر کر کے ان کا ترجمہ لکھ رہے ہیں:

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ○ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ○ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ○ (مریم: ۱۰۔۸)

(زکریا نے) عرض کیا: اے میرے رب! میرے لیے لڑکا کہاں سے ہوگا حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی وجہ سے سوکھ جانے کی حالت کو پہنچ گیا ہوں ○ فرمایا: اسی طرح ہوگا' آپ کے رب نے فرمایا: وہ میرے لیے آسان ہے اور اس سے پہلے میں نے تمہیں پیدا کیا تھا' اس وقت تم کچھ بھی نہ تھے ○ (زکریا نے) کہا: اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرمادے' فرمایا: تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم تین رات (دن) تندرست ہونے کے باوجود لوگوں سے کلام نہ کرسکو گے ○

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

قتادہ نے ''عتیاً'' کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس وقت حضرت زکریا کی عمر ستر اور چند سال تھی۔ (۱۷۷۱۱)

ابن زید نے کہا: وہ اولاد سے مایوس ہوچکے تھے۔ (۱۷۷۱۲)

امام طبری نے ''کذالك'' کی تفسیر میں لکھا: آپ بوڑھے ہیں اور آپ کی بیوی بانجھ ہے' اس حال میں آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہونا اس سے زیادہ حیرت انگیز تو نہیں ہے کہ جب آپ کچھ بھی نہ تھے تو میں نے آپ کو پیدا کردیا تھا۔

حضرت زکریا تندرست ہونے کے باوجود تین دن تک لوگوں سے بات نہ کرسکے' اس کی تفسیر میں حسب ذیل اقوال ہیں:

حضرت ابن عباس نے فرمایا: بغیر کسی مرض کے ان کی زبان بند ہوگئی تھی۔ (۱۷۷۱۶)

مجاہد نے کہا: ان کو باتیں کرنے سے کوئی مرض مانع نہیں تھا۔ (۱۷۷۱۷)

قتادہ نے کہا: وہ بغیر کسی خوف اور گونگے پن کے باتیں نہیں کرسکتے تھے' ان پر یہ عتاب اس لیے کیا گیا کہ جب انہوں نے بالمشافہ فرشتوں کو دیکھ لیا تھا تو پھر انہیں مزید کسی علامت کا سوال نہیں کرنا چاہیے تھا' انہیں جب کوئی ضروری بات کرنی ہوتی تو وہ اشاروں سے بات کرتے تھے۔ (جامع البیان جز ۱۸ ص ٦٦' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

﴿فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ○ (مریم: ۱۱)﴾ فَاَوْحٰى فَاَشَارَ.

سو وہ اپنے لوگوں کے سامنے (عبادت کے) حجرہ سے باہر آئے' پس ان کی طرف اشارہ کیا کہ صبح اور شام (اللہ کی) تسبیح کرتے رہو ○ (مریم: ۱۱) ''فاوحٰی'' کا معنی ہے: اشارہ کیا۔

محراب کے پیچھے لوگ حضرت زکریا کا انتظار کر رہے تھے کہ ابھی وہ ان کے لیے دروازہ کھولیں گے اور لوگ ان کے ساتھ نماز

پڑھیں گے کہ اچانک ان کے پاس حضرت زکریا تشریف لائے' ان کا رنگ متغیر ہو رہا تھا تو لوگوں کو تعجب ہوا' انہوں نے کہا: اے زکریا! کیا ہوا ہے؟ تو حضرت زکریا نے اپنے ہاتھ سے اور سر سے اشارہ کیا کہ صبح اور شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو' یہ اس صبح کا واقعہ ہے جس رات ان کی بیوی حاملہ ہوئی تھی۔ (معالم التنزیل ج ۳ ص ۲۲۷' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

﴿یَا یَحْیٰی خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ﴾ اِلٰی قَوْلِہٖ ﴿وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا﴾ (مریم:۱۲۔۱۵) اے یحییٰ! پوری قوت کے ساتھ کتاب تھام لو' اس کو یہاں تک پڑھیں: جس دن وہ زندہ اُٹھائے جائیں۔ (مریم:۱۵۔۱۲)

امام بخاری نے اس تعلیق میں جن آیات کا ذکر نہیں کیا' وہ درج ذیل ہیں:

یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ وَ اٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّاO وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَکٰوۃً وَکَانَ تَقِیًّاO وَّبَرًّا بِوَالِدَیْہِ وَلَمْ یَکُنْ جَبَّارًا عَصِیًّاO وَسَلٰمٌ عَلَیْہِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّاO (مریم:۱۵۔۱۲)

اے یحییٰ! پوری قوت کے ساتھ کتاب تھام لو' اور ہم نے انہیں بچپن ہی میں نبوت دیO اور اپنے پاس سے نرم دلی اور پاکیزگی عطاء فرمائی اور وہ نہایت متقی تھےO اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے اور سرکش اور نافرمانی کرنے والے نہ تھےO اور یحییٰ پر سلامتی ہے! ان کی پیدائش کے دن اور ان کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اُٹھائے جائیںO

ان تین اوقات میں حضرت یحییٰ علیہ السلام پر سلام بھیجنے کی تخصیص کی گئی کیونکہ یہ تین اوقات بہت مشکل اور سخت اوقات ہیں۔

﴿حَفِیًّا﴾ (مریم:٤٧) لَطِیْفًا. "حفیًّا" کا معنی ہے: لطیف۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْکَ سَاَسْتَغْفِرُ لَکَ رَبِّیْ اِنَّہٗ کَانَ بِیْ حَفِیًّاO (مریم:۴۷)

(ابراہیم نے آزر سے) کہا: تجھے سلام! عنقریب میں تیرے لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا' بے شک وہ مجھ پر بہت مہربان ہےO

تاہم جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ یہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے۔

﴿عَاقِرًا﴾ (مریم:٥). اَلذَّکَرُ وَالْاُنْثٰی سَوَاءٌ. "عاقرًا" کا معنی ہے: بانجھ' خواہ وہ مرد ہو یا عورت' اس میں برابر ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے مریم:۵' اور مریم:۸ کی طرف اشارہ کیا ہے' جس مرد سے اولاد نہ ہو اس کو بھی عاقر کہا جاتا ہے اور جس عورت سے اولاد نہ ہو اس کو بھی عاقر کہا جاتا ہے۔

۳٤٣٠ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ یَحْیٰی حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَّالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَیْلَةٍ اُسْرِیَ بِهٖ ثُمَّ صَعِدَ حَتّٰی اَتَی السَّمَاءَ الثَّانِیَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِیْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِیْلُ قِیْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِیْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَیْهِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا خَلَصْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ھدبۃ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شبِ معراج کے متعلق یہ حدیث بیان کی کہ پھر آپ دوسرے آسمان پر چڑھے' پھر حضرت جبریل نے

فَاِذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى وَهُمَا ابْنَا خَالَةٍ قَالَ هٰذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ.

دروازہ کھلوایا' پس کہا گیا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے' کہا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں' کہا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! پس جب میں دوسرے آسمان پر پہنچ گیا تو وہاں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تھے اور وہ دونوں (آپس میں) خالہ زاد تھے' حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہیں' آپ ان دونوں کو سلام کیجئے' پس میں نے سلام کیا' سو ان دونوں نے جواب دیا' پھر ان دونوں نے کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو سلام ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٠٧ میں گزر چکی ہے۔

٤٤ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا۝﴾ (مریم:١٦)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کتاب میں مریم کو یاد کیجئے جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر مشرقی جگہ میں چلی گئیں۝ (مریم:١٦)

اس باب میں اس آیت کی تفسیر بیان کی جائے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: مجھے سب سے زیادہ اس کا علم ہے کہ نصاریٰ نے مشرق کو قبلہ کیوں بنایا ہے' کیونکہ حضرت مریم گھر والوں سے الگ ہو کر مشرقی جگہ چلی گئی تھیں' پس انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی جگہ کو قبلہ بنالیا۔ (١٧٧٦٠)

سدّی نے کہا ہے کہ جب حضرت مریم کو حیض آ گیا تو وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر محراب کی مشرقی جانب چلی گئیں۔

(جامع البیان جز ١٦ ص ٧٥-٧٤' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

﴿اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ﴾ (آل عمران:٤٥)

جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ تجھے ایک کلمہ کی خوش خبری دیتا ہے۔ (آل عمران:٤٥)

یہ آیت درج ذیل آیت سے بدل ہے:

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ۝ (آل عمران:٤٢)

اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ نے تجھے چن لیا اور تجھے خوب پاک کیا اور تجھے تمام جہان کی عورتوں پر فضیلت دی۝

آل عمران: ٤٥ میں فرمایا ہے: "بکلمة منه" یعنی تجھے ایسے بیٹے کی بشارت دیتا ہے جس کا وجود اللہ تعالیٰ کے کلمہ "کن" سے ہوگا اور وہ دنیا میں المسیح عیسیٰ ابن مریم کے نام سے مشہور ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام جہانوں کی عورتوں میں چار عورتیں سب سے افضل ہیں: مریم بنت عمران' آسیہ بنت مزاحم' خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (سنن ترمذی: ٣٨٧٨' مسند احمد ج ٣ ص ١٣٥' مصنف عبد الرزاق: ٢٠٩١٩' مسند ابو یعلیٰ: ٣٠٣٩' صحیح ابن حبان: ٦٥٥١' المستدرک ج ٣ ص ١٥٧' حلیۃ الاولیاء ج ٢ ص ٣٤٤' شرح السنۃ ج ٧ ص ٢٣٠)

﴿إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ إِبْرَاهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ.﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍO﴾ (آل عمران: ۳۳-۳۷)

بے شک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو (ان کے زمانہ کے) سارے جہان (والوں) پرO (آل عمران: ۳۳) اس آیت کو یہاں تک پڑھیں: بے شک اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہےO

اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو فضیلت دی ہے کیونکہ ان کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور ان میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی اور اپنے فرشتوں سے ان کو سجدہ کرایا اور ان کو تمام چیزوں کے ناموں کا علم دیا اور ان کو اپنی جنت میں رکھا' اور حضرت نوح علیہ السلام کو یہ فضیلت دی کہ جب زمین پر لوگوں نے بتوں کی عبادت کی تو ان کو مخلوق کی ہدایت کے لیے پہلا تشریعی رسول بنا کر بھیجا اور آلِ ابراہیم کو فضیلت دی' ان ہی میں سے سیّد البشر اور خاتم الانبیاء سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آل عمران کو فضیلت دی' ان ہی میں سے حضرت عمران ہیں جو حضرت مریم اُمِ عیسیٰ علیہ السلام کے والد ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّاٰلُ عِمْرَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ وَ اٰلِ عِمْرَانَ وَاٰلِ يٰسِيْنَ وَ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ﴾ (آل عمران: ۶۸) وَهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: آل عمران' آلِ ابراہیم میں سے مؤمنین ہیں اور آلِ عمران اور آلِ یاسین اور آلِ (سیّدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بے شک تمام لوگوں میں ابراہیم سے قریب تر وہی لوگ تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی۔ (آل عمران: ۶۸) اور وہی مؤمن ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کے الفاظ ہر چند کہ عام ہیں مگر اس سے مخصوص لوگ مراد ہیں' یعنی جو ان کی آل میں مؤمن ہیں' جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے' اور آلِ یاسین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے: بے شک الیاس رسولوں میں سے ہیں' اور ایک قول ہے: اس سے حضرت ادریس علیہ السلام مراد ہیں' نیز اس آیت میں فرمایا ہے: ابراہیم سے قریب تر وہی لوگ تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی۔ (آل عمران: ۶۸) اور وہ مؤمنین ہیں' یعنی جن لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی نہیں کی' ان کا ان کی آل میں شمار نہیں ہوگا' خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند کہ آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کے لفظ عام ہیں مگر ان سے مراد مخصوص ہے یعنی مؤمنین۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۴۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَيُقَالُ اٰلُ يَعْقُوْبَ أَهْلُ يَعْقُوْبَ فَإِذَا صَغَّرُوْا اٰلَ ثُمَّ رَدُّوْهُ إِلَى الْأَصْلِ قَالُوْا أُهَيْلٌ.

اور اہل یعقوب کو آلِ یعقوب کہا جاتا ہے' پس جب وہ آل کی تصغیر کرتے ہیں تو اس کو اصل کی طرف لوٹاتے ہیں' وہ کہتے ہیں: ''اهیل''۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس طرح اشارہ کیا ہے کہ آل کی اصل اہل ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب وہ آل کی تصغیر بناتے ہیں تو ''اهیل'' کہتے ہیں' کیونکہ تصغیر میں الفاظ کو ان کی اصل کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔

۳۴۳۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ بَنِي آدَمَ مَوْلُودٌ إِلَّا يَمَسُّهُ الشَّيْطَانُ حِينَ يُولَدُ فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ غَيْرَ مَرْيَمَ وَابْنِهَا ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ ﴿وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۝﴾ (آل عمران:٣٦).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر بنو آدم جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کے انگلی چھوتا ہے تو وہ شیطان کے (انگلی چھونے سے) چیخ مار کر روتا ہے سوا مریم اور ان کے بیٹے کے۔ پھر حضرت ابوہریرہ نے یہ آیت پڑھی: (عمران کی بیوی نے دعا کی:) میں مریم کو اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم (کے شر) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں!۝ (آل عمران:٣٦)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٣٢٨٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٥ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِينَ۝ يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ۝ ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ۝﴾ (آل عمران:٤٢-٤٤)

اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ نے تم کو منتخب کر لیا اور تمہیں پاک کر دیا اور تمہیں تمام جہانوں کی عورتوں پر برگزیدگی دی۝ اے مریم! اپنے رب کی فرمانبرداری کرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۝ یہ غیب کی بعض خبریں ہیں جن کی ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں' اور آپ (اس وقت) ان کے پاس نہ تھے جب وہ (قرعہ اندازی) کے لیے اپنے قلموں کو ڈال رہے تھے کہ ان میں کون مریم کی کفالت کرے گا؟ اور آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۝ (آل عمران: ٤٢-٤٤)

امام بخاری نے اس تعلیق میں آل عمران:٤٥-٤٧ کے جس حصہ کو ذکر نہیں کیا' ہم اس کو ذکر کر کے اس کا ترجمہ کر رہے ہیں:

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ۝ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصّٰلِحِينَ۝ قَالَتْ رَبِّ أَنّٰى يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ إِذَا قَضٰى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۝ (آل عمران:٤٥-٤٧)

دنیا اور آخرت میں عزت والا' اور اللہ کے مقربین میں سے ہے۝ اور وہ لوگوں سے یکساں کلام کرے گا گہوارے میں اور پختہ عمر میں اور نیکوں میں سے ہوگا۝ مریم نے کہا: اے میرے رب! میرے بچہ کیسے ہوگا؟ مجھے تو کسی آدمی نے چھوا تک نہیں' فرمایا: اللہ یونہی پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے' جب کسی امر کا حکم فرمائے تو فرماتا ہے کہ "ہو جا" سو وہ فوراً ہو جاتا ہے۝

يُقَالُ يَكْفُلُ. يَضُمُّ. كَفَلَهَا. ضَمَّهَا. مُخَفَّفَةً لَيْسَ مِنْ كَفَالَةِ الدُّيُونِ وَشِبْهِهَا.

کہا جاتا ہے کہ "یکفل" کا معنی ہے: ملاتا ہے' "کفلھا" کا معنی ہے: اس کو ملایا' اس پر تشدید نہیں ہے۔ یہ قرضہ جات کی کفالت اور اس کے مشابہ چیزوں سے نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق میں بعض مشکل الفاظ کے معانی بیان کیے ہیں۔

٣٤٣٢ - حَدَّثَنِی اَحْمَدُ بْنُ اَبِی رَجَاءٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِی اَبِی قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ خَیْرُ نِسَاءِ هَا مَرْیَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ وَخَیْرُ نِسَائِهَا خَدِیْجَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا. [طرف الحدیث:٣٨١٥]

(صحیح مسلم:٢٤٣٠، الرقم المسلسل:٦١٦٥، سنن ترمذی:٣٩٠٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن جعفر سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمام عورتوں میں سب سے افضل مریم بنت عمران ہیں اور تمام عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) احمد بن ابی رجاء، ان کا نام عبداللہ بن ایوب ابوالولید الحنفی الھروی ہے (٢) النضر بن شمیل (٣) ہشام بن عروہ (٤) ان کے والد عروۃ بن الزبیر بن العوام (٥) عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب (٦) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص ٣٣)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت مریم اور حضرت خدیجہ دونوں تمام عورتوں سے افضل کیسے ہو سکتی ہیں؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ تمام عورتوں میں سب سے افضل مریم بنت عمران ہیں، اس کا محمل یہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کی تمام عورتوں میں سب سے افضل ہیں، قاضی عیاض نے کہا: وہ روئے زمین کی تمام عورتوں سے افضل ہیں، علامہ کرمانی نے کہا: وہ بنواسرائیل کی تمام عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔

نیز اس حدیث میں ہے: تمام عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ ہیں، اس کا محمل یہ ہے کہ وہ عرب کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں یا اس امت کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔

امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد اور مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی ہیں۔ (یہ حدیث المستدرک ج ٣ ص ١٨٥۔ ١٦٠ میں مذکور ہے)

(عمدۃ القاری ج١٦ ص ٣٤، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

دراصل اس حدیث میں حضرت مریم اور حضرت خدیجہ دونوں کے متعلق ذکر ہے کہ وہ تمام عورتوں میں سب سے افضل ہیں، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سب سے افضل تو ایک ہی ہوگی، دو تو سب سے افضل نہیں ہو سکتیں، اس لیے علامہ عینی نے حضرت مریم اور حضرت خدیجہ دونوں کے افضل ہونے کے الگ الگ محمل بیان کیے کہ وہ اپنے اپنے زمانہ کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں یا ایک بنی اسرائیل کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں اور دوسری ہماری اُمت کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔

٤٦ - بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ.﴾ اِلٰی قَوْلِهٖ. ﴿فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ٥﴾

جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! اللہ تمہیں اپنی طرف سے ایک (خاص) کلمہ کی خوشخبری دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے (اس آیت تک) تو اسے فرماتا ہے: ''ہو جا'' اور وہ

فوراً ہو جاتی ہے ○ (آل عمران: ۴۷-۴۵)

(آل عمران: ٤٥-٤٧)

﴿يُبَشِّرُكِ﴾ وَيَبْشُرُكِ وَاحِدٌ ﴿وَجِيهًا﴾ شَرِيفًا وَّقَالَ إِبْرَاهِيمُ ﴿الْمَسِيحُ﴾ الصِّدِّيقُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْكَهْلُ. اَلْحَلِيمُ ﴿وَالْاَكْمَهُ﴾ مَنْ يُّبْصِرُ بِالنَّهَارِ وَلَا يُبْصِرُ بِاللَّيْلِ. وَقَالَ غَيْرُهُ مَنْ يُّوْلَدُ اَعْمٰى.

''يُبَشِّرك'' اور ''يَبشرك'' دونوں کا معنی ایک ہے'' وجيها'' کا معنی ہے معزز' اور ابراہیم نے کہا: (المسيح) کا معنی ہے صدیق اور مجاہد نے کہا: (الكهل) کا معنی ہے بردبار (الاكمه) کا معنی ہے جو دن میں دیکھتا ہو اور رات کو نہ دیکھتا ہو اور دوسروں نے کہا: جو شخص پیدائشی اندھا ہو۔

٣٤٣٣ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِي مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَّلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ اٰسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرہ' انہوں نے کہا: میں نے مرہ الہمدانی سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے ہیں از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ کی عورتوں پر فضیلت ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے' مردوں میں تو بہت کامل ہوئے ہیں اور عورتوں میں صرف مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کامل ہوئی ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۴۱۱ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٣٤ - وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نِسَاءُ قُرَيْشٍ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْاِبِلَ اَحْنَاهُ عَلٰى طِفْلٍ وَّاَرْعَاهُ عَلٰى زَوْجٍ فِيْ ذَاتِ يَدِهٖ يَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَ عَلٰى اِثْرِ ذٰلِكَ وَلَمْ تَرْكَبْ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ بَعِيْرًا قَطُّ تَابَعَهُ ابْنُ اَخِي الزُّهْرِيِّ وَاِسْحٰقُ الْكَلْبِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

اور ابن وہب نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قریش کی عورتیں ان سب عورتوں سے بہتر ہیں جو اونٹوں پر سوار ہوتی ہیں' بچے پر بہت شفیق ہوتی ہیں اور خاوند کے پاس جو مال ہوتا ہے' اس کی بہت حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں' اس کے بعد حضرت ابوہریرہ نے یہ کہا کہ مریم بنت عمران کبھی کسی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں۔ یونس نے زہری کے بھتیجے اور اسحاق کلبی کی متابعت کی ہے از الزہری۔

[اطراف الحدیث: ۵۰۸۲-۵۳۶۵] (صحیح مسلم: ۲۵۲۷' الرقم المسلسل: ۶۳۵۱' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۶۰۳' صحیح ابن حبان: ۶۲۶۸' السنن الکبریٰ: ۹۶۳۴' مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۷۶۵۰- ج ۱۳ ص ۸۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں مذکور بعض الفاظ کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ''احناه علٰى طفل'' یعنی بچہ پر بہت شفیق اور مہربان ہے' قیاس کا تقاضا ''احناهن'' ہے لیکن عرب

ایسی مثالوں میں صرف مفرد کو استعمال کرتے ہیں' اسی طرح ''ارعاہ'' ہے جو کہ ''ارعاهن'' ہونا چاہیے تھا۔

''فی ذات یدہ'' کا معنی ہے: شوہر کا مال۔

مریم بنت عمران کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں' کیونکہ اونٹوں پر سوار ہونا عربوں کا خاصہ ہے۔

٤٧ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی

﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِه وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝﴾ (النساء: ۱۷۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو' اور اللہ کے متعلق صرف سچ بات کہو' مسیح ابن مریم صرف اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں' جس کو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا' اور اس کی (طرف سے) روح ہیں' سو تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور (یہ) نہ کہو کہ تین معبود ہیں' (ایسی بات کہنے سے) باز رہو' یہ تمہارے لیے بہتر ہے بے شک اللہ صرف اکیلا مستحق عبادت ہے' وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو' آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ صرف اسی کی ملکیت ہے اور اللہ کافی کارساز ہے ۝ (النساء: ۱۷۱)

اس باب میں اس آیت کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔

امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی متوفی ۳۳۳ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے دین میں غلو نہ کرو' یعنی اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی بات نہ کہو جو اس کی شان کے لائق نہ ہو اور (بلاضرورت) دین کی گہرائی میں نہ جاؤ اور جو بات جائز نہ ہو اور اس کی شان کے مناسب نہ ہو' وہ نہ کہو۔

نیز فرمایا: اور اللہ کے متعلق صرف سچ بات کہو' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ نہ کہو کہ اس کا بیٹا ہے اور اس کی بیوی ہے اور نہ یہ کہو کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔

نیز فرمایا: مسیح ابن مریم صرف اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نصاریٰ کے ان کے متعلق تین فرقے ہو گئے' بعض نے کہا: وہ مستحق عبادت ہیں' اور بعض نے کہا: وہ اللہ کے بیٹے ہیں اور بعض نے کہا: وہ تین میں سے تیسرے ہیں' یعنی رب' مسیح اور ان کی ماں میں سے ایک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کی اور فرمایا: وہ مریم کے بیٹے ہیں' اور یہ بتایا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور اگر حضرت عیسیٰ خدا ہوتے تو ان کی ماں بہ درجہ اولیٰ خدا ہوتیں کیونکہ وہ ان سے پہلے تھیں۔

نیز فرمایا: وہ اللہ کا کلمہ ہیں جس کو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا اور اس کی طرف سے روح ہیں۔

کلمہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کُن'' (ہو جا!) سو وہ ہو گئے' اور تمام مخلوق اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثل ہے'

کیونکہ اس نے سب کے لیے فرمایا: ''کن'' سو وہ سب ہو گئے' تو اللہ کا کلمہ ہونے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو کلمۃ اللہ فرمایا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی طرف ایک کلمہ ڈالا تھا اور ہم نہیں جانتے کہ وہ کون سا کلمہ تھا اور اسی کلمہ سے حضرت عیسیٰ کو پیدا کیا گیا' جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا تو ان کی نسبت مٹی کی طرف کر دی اور حضرت حوّاء کو حضرت آدم کی پسلی سے پیدا فرمایا تو ان کی نسبت حضرت آدم کی پسلی کی طرف کر دی اور تمام مخلوق کو نطفہ سے پیدا کیا تو ان کی نسبت نطفہ کی طرف کر دی' اسی طرح جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کلمہ سے پیدا فرمایا جس کو حضرت مریم کی طرف ڈالا تھا تو ان کی نسبت اس کلمہ کی طرف کر دی اور ان کو کلمۃ اللہ فرمایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس میں خصوصیت یہ ہے کہ باقی مخلوق کی تخلیق میں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال میں تغیر ہوتا ہے' یعنی وہ پہلے نطفہ ہوتا ہے' پھر جما ہوا خون ہوتا ہے' پھر گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے' پھر اس کو ہڈیاں پہنائی جاتی ہیں' پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں یہ انتقالات اور تغیرات نہیں تھے' وہ دفعۃً صرف اس کلمہ سے پیدا ہوئے اور یہ ان کی خصوصیت ہے۔

نیز فرمایا: اور وہ اس کی طرف سے روح ہیں۔ ان کو روح اس لیے فرمایا کہ وہ مُردوں کو زندہ کرتے ہیں جس طرح قرآن کو بھی روح فرمایا ہے۔ (الشوریٰ: ۵۲) کیونکہ وہ دلوں کو زندہ کرتا ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ روح سے مراد رسول ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ روح سے مراد اللہ کا امر ہے۔

نیز فرمایا: اور یہ نہ کہو کہ تین معبود ہیں (الیٰ قولہٖ) بے شک اللہ اکیلا مستحقِ عبادت ہے' وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اس سے منزہ کیا ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو' کیونکہ چار وجوہ سے بیٹے کی ضرورت ہوتی ہے: کسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے' یا تنہائی میں گھبراہٹ کو دور کرنے کے لیے یا دشمن کے غلبہ کے خوف سے یا اپنی موت کے بعد اس کو اپنا وارث بنانے کے لیے اور ان میں سے کوئی ضرورت اللہ تعالیٰ کو پیش نہیں آئی' اس لیے وہ اپنا بیٹا بنانے سے مستغنی ہے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ۳ ص ۲۲۷۔ ۲۲۴ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

قَالَ اَبُوْ عُبَيْدٍ ﴿كَلِمَتُهٗ﴾ كُنْ فَكَانَ.

ابوعبید نے کہا: وہ اس کا کلمہ ''کن'' (ہو جا!) ہیں' سو وہ ہو گئے۔

اسی کی مثل امام عبدالرزاق نے معمر سے روایت کی ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ ﴿وَرُوْحٌ مِّنْهُ﴾ اَحْيَاهُ فَجَعَلَهٗ رُوْحًا.

اور دوسروں نے کہا: ''روح منہ'' کا معنی ہے: اللہ نے ان کو زندہ کیا' پھر ان کو روح بنا دیا۔

اور مجاہد نے کہا کہ ''روح منہ'' کا معنی ہے: ''رسول منہ'' اور دوسرا قول ہے: ''محبۃ منہ'' یعنی وہ اللہ کی طرف سے رسول ہیں یا اللہ کی طرف سے محبت ہیں۔

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ﴾.

اور یہ نہ کہو کہ وہ تین ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ اور عیسیٰ اور ان کی ماں کے متعلق یہ نہ کہو کہ وہ تین خدا ہیں بلکہ اللہ صرف واحد ہے اور مستحقِ عبادت ہے' وہ اولاد اور بیوی سے منزہ ہے اور حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ دونوں اس کی مخلوق ہیں۔

٣٤٣٥ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ ابْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے

الْاَوْزَاعِیّ قَالَ حَدَّثَنِی عُمَیْرُ بْنِ هَانِئٍ قَالَ حَدَّثَنِی جُنَادَةُ بْنُ اَبِی اُمَیَّةَ عَنْ عُبَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّ عِیْسٰی عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ وَالْجَنَّةَ حَقٌّ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰی مِنَ الْعَمَلِ.

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی از الاوزاعی انہوں نے کہا: مجھے عمیر بن ھانیء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے جنادہ بن ابی اُمیہ نے حدیث بیان کی از حضرت عبادہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: جس نے یہ شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور بے شک محمد اس کے بندہ اور اس کے رسول ہیں اور عیسیٰ اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جس کو اس نے مریم کی طرف ڈالا اور اس کی طرف سے روح ہیں اور جنت حق ہے تو اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا خواہ اس کا جو بھی عمل ہو۔

قَالَ الْوَلِیْدُ حَدَّثَنِی ابْنُ جَابِرٍ عَنْ عُمَیْرٍ عَنْ جُنَادَةَ وَزَادَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِیَةِ اَیُّهَا شَاءَ.

(صحیح مسلم:٢٨ الرقم المسلسل:٤٧)

الولید نے کہا: مجھے ابن جابر نے حدیث بیان کی از عمیر از جنادہ اور انہوں نے یہ اضافہ کیا کہ وہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس دروازہ سے چاہے گا چلا جائے گا۔

عیسائیوں کے اس اعتراض کا جواب کہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ اللہ کا جز ہیں۔۔۔۔۔۔ اور "روح منه" اور "کلمة الله" کے معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ گمراہی پر مبنی ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں تمام ضروری عقائد کا بیان ہے اور اس میں یہ بیان ہے کہ انسان ان عقائد کی وجہ سے تمام انواع کفر سے نکل جاتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بندہ ہونے کے بعد ان کے رسول ہونے کا بھی ذکر فرمایا کیونکہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا انکار کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ کے متعلق فرمایا ہے: "وروح منه" اس سے عیسائی یہ ثابت کرتے ہیں کہ قرآن مجید کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا جز ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ. (الجاثیہ:١٣)

اور اس نے تمہارے کام میں لگا دیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب کو اپنی طرف سے۔

پس جس طرح آسمانوں اور زمینوں کے ساتھ "جمیعا منه" فرمانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آسمان اور زمین "وما فیهما" اللہ تعالیٰ کا جز ہوں اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ "وروح منه" فرمانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا جز ہوں۔

سے موجود ہیں' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو پیدا کیا اور وہ اس کی طرف سے روح ہیں' یعنی اس کی قدرت اور حکمت سے موجود ہیں۔

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: وہ اللہ کا کلمہ ہیں' اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ بندوں پر اللہ کی حجت ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور ان کو اس وقت بولنے والا بنایا جس وقت میں بچے بولتے نہیں ہیں اور ان کے ہاتھ پر مُردوں کو زندہ کیا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے کلمہ کن سے پیدا کیا' اس لیے ان کو ''کلمة الله'' فرمایا اور جس طرح کہا جاتا ہے: اللہ کی تلوار اور اللہ کا شیر' اس طرح ان کو اللہ کا کلمہ کہا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ انہوں نے پیدا ہوتے ہی کہا: میں اللہ کا بندہ ہوں' اس لیے ان کو ''کلمة الله'' کہا گیا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۰۹' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٨ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا﴾ (مریم:١٦)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور کتاب میں مریم کو یاد کیجئے جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر (مشرقی جگہ میں چلی گئیں) (مریم:١٦)

اس باب میں حضرت مریم کے احوال بیان کیے گئے ہیں' امام بخاری نے یہاں جو عنوان قائم کیا ہے' باب: ۴۵ میں بھی یہی عنوان تھا۔

﴿نَبَذْنَاهُ﴾ أَلْقَيْنَاهُ اِعْتَزَلَتْ ﴿شَرْقِيًّا﴾ (مریم: ١٦) مِمَّا يَلِي الشَّرْقَ.

''نبذناه'' کا معنی ہے: ہم نے ان کو ڈال دیا' وہ مشرقی جانب نکل گئیں' یعنی اس جانب جو مشرق کے قریب ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق میں ''نبذناه'' کا معنی بیان کیا ہے' یہ لفظ درج ذیل آیت میں ہے:

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ۝ (الصّٰفّٰت:١٤٥) سو ہم نے انہیں کھلے میدان میں ڈال دیا' اس وقت وہ بیمار تھے ۝

''نبذناه'' کا معنی بیان کرنے کی یہاں کوئی وجہ نہیں ہے' کیونکہ اس باب کے عنوان میں امام بخاری نے جو آیت ذکر کی ہے' اس میں ''نبذناه'' کا لفظ نہیں ہے' بلکہ اس میں ''انتبذت'' کا لفظ ہے اور ''انتبذت'' کا معنی وہ نہیں ہے جو ''نبذناه'' کا معنی ہے۔ ''انتبذت'' کا معنی وہ ہے جس کا امام بخاری نے اس طرح ذکر کیا: وہ مشرقی جانب نکل گئیں' یعنی ان کے گھر سے مشرق کی جانب جو جگہ تھی وہ وہاں چلی گئیں تاکہ تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں۔

﴿فَأَجَآءَ هَا﴾ (مریم:٢٣) أَفْعَلْتُ مِنْ جِئْتُ يُقَالُ أَلْجَأَهَا اِضْطَرَّهَا.

''فاجاء ها'' یہ ''جئت'' کے مادہ سے باب افعال کا صیغہ ہے' ''الجأ ها'' کا معنی ہے: ان کو مجبور اور لاچار کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَأَجَآءَ هَا الْمَخَاضُ إِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ. (مریم:٢٣) پھر انہیں دردِ زہ کھجور کے ایک درخت کی طرف لے آیا۔

امام بخاری نے جو کہا ہے: ''افعلت من جئت'' اس عبارت سے یہ لفظ بنایا ہے' لفظ ''اجاء'' مزید فیہ ہے کیونکہ ''جاء'' جو مجرد ہے وہ لازم ہے' اس کا معنی ہے: آیا' اور ''اجاء'' مزید فیہ ہے اور یہ متعدی ہے' اس کا معنی ہے: لے آیا' اور ''الجأ'' کا معنی ہے: اس کو مجبور اور لاچار کر دیا۔

﴿تُسَاقِطْ﴾ (مریم:٢٥). تَسْقُطْ.

''تساقط'' کا معنی ''تسقط'' یعنی گریں گی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَهُزِّيْ إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّاO (مریم:٢٥) اور کھجور کا تنا اپنی طرف ہلاؤ' وہ تم پر تروتازہ پکی کھجوریں گرائے گاO

حمزہ نے تاء کی زبر اور سین کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے' اور حفص نے از عاصم تاء کے پیش اور قاف کی زیر سے پڑھا ہے' ہماری بھی یہی قراءت ہے اور ''رطبًا'' کا معنی ہے: تروتازہ۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص ٤٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

﴿قَصِيًّا﴾ (مریم:٢٢) قَاصِيًا. ''قصیًا'' کا معنی ہے: ''قاصیًا'' یعنی دور دراز۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّاO (مریم:٢٢) سو مریم نے اسے پیٹ میں رکھ لیا' پھر اس کو لیے ہوئے ایک دور کے مقام پر چلی گئیںO

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: وہ اس حمل کے ساتھ دور دراز مقام پر چلی گئیں۔

(جامع البیان جز١٦ ص٨٠' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

﴿فَرِيًّا﴾ (مریم:٢٧) عَظِيمًا. ''فریًا'' کا معنی ہے: عظیم' یعنی سنگین کام۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّاO (مریم:٢٧) ان کی قوم کے لوگوں نے کہا: اے مریم! تم نے یقیناً بہت سنگین کام کیا ہےO

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ لکھتے ہیں:

جب قوم نے حضرت مریم کو دیکھا اور ان کے ساتھ ان کے نوزائیدہ بیٹے کو دیکھا تو انہوں نے کہا: اے مریم! تم بہت عجیب چیز لائی ہو اور تم نے بہت سنگین کام کیا ہے۔ (جامع البیان جز١٦ ص٩٦' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿نِسْيًا﴾ (مریم:٢٣) لَمْ أَكُنْ شَيْئًا. وَقَالَ غَيْرُهُ النِّسْيُ الْحَقِيْرُ. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''نسیًا'' کا معنی ہے: میں کچھ بھی نہ ہوتی' اور دوسروں نے کہا: ''النسیء'' کا معنی ہے: حقیر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّاO (مریم:٢٣) مریم نے کہا: کاش! میں اس سے پہلے مرجاتی اور بھولی بسری ہو جاتیO

قتادہ نے اس کی تفسیر میں کہا: میں ایسی چیز ہو جاتی کہ جس کو نہ کوئی پہچانتا اور نہ اس کا ذکر کرتا۔

(جامع البیان جز١٦ ص٨٤' دار الفکر' بیرت' ١٤١٥ھ)

قَالَ أَبُوْ وَائِلٍ عَلِمَتْ مَرْيَمُ أَنَّ التَّقِيَّ ذُوْ نُهْيَةٍ حِيْنَ قَالَتْ ﴿إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا﴾ (مریم:١٨). ابووائل نے کہا: حضرت مریم نے جان لیا کہ اللہ سے ڈرنے والا وہ شخص ہوتا ہے جو عقل والا ہو' جب انہوں نے یہ کہا: اگر تو اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّاO (مریم:١٨)

مریم نے کہا: میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ لیتی ہوں (میرے قریب نہ آ) اگر تو متقی ہےO

جب اللہ کا فرشتہ انسانی پیکر میں مریم کے پاس آیا تو انہوں نے اسے مرد گمان کیا اور کہا: اے مرد! میں تجھ سے رحمان کی پناہ لیتی ہوں کہ تم مجھ سے وہ طلب کرو جس کو اللہ نے تم پر حرام کر دیا ہے' اگر تم اللہ کے حرام کردہ کاموں اور گناہوں سے اجتناب کرتے ہو' کیونکہ جو متقی ہو وہ ایسے کاموں سے اجتناب کرتا ہے۔ (جامع البیان جز١٦ ص٧٧-٧٦' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

قَالَ وَكِيْعٌ عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ ﴿سَرِيًّا﴾ (مریم:٢٤) نَهْرٌ صَغِيْرٌ بِالسُّرْيَانِيَّةِ.

وکیع نے کہا از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء کہ سریانیہ میں ''سریًّا'' کا معنی چھوٹا دریا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّاO (مریم:٢٤)

(فرشتہ نے) انہیں ان کے نیچے سے پکارا کہ (اے مریم!) غمگین نہ ہو! بے شک تمہارے رب نے تمہارے نیچے ایک (چھوٹا) دریا جاری کر دیا ہےO

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ نے کہا: تمہارے نیچے سے مراد ہے درخت کے نیچے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت مریم کو حضرت جبریل نے نداء کی تھی اور حضرت عیسیٰ نے اس وقت تک کلام نہیں کیا تھا حتیٰ کہ وہ اپنی قوم کے پاس آئیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ ''سریًّا'' سے مراد نہر ہے۔ (جامع البیان جز١٦ ص٨٨' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

٣٤٣٦ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي الْمَهْدِ اِلَّا ثَلَاثَةٌ عِيْسٰى وَكَانَ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ رَجُلٌ يُّقَالُ لَهٗ جُرَيْجٌ كَانَ يُصَلِّيْ جَاءَتْهُ اُمُّهٗ فَدَعَتْهُ فَقَالَ اُجِيْبُهَا اَوْ اُصَلِّيْ فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتّٰى تُرِيَهٗ وُجُوْهَ الْمُوْمِسَاتِ وَكَانَ جُرَيْجٌ فِيْ صَوْمَعَتِهٖ فَتَعَرَّضَتْ لَهُ امْرَاَةٌ وَّكَلَّمَتْهُ فَاَبٰى فَاَتَتْ رَاعِيًا فَاَمْكَنَتْهُ مِنْ نَّفْسِهَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَقَالَتْ مِنْ جُرَيْجٍ فَاَتَوْهُ فَكَسَرُوْا صَوْمَعَتَهٗ وَاَنْزَلُوْهُ وَسَبُّوْهُ فَتَوَضَّاَ وَصَلّٰى ثُمَّ اَتَى الْغُلَامَ فَقَالَ مَنْ اَبُوْكَ يَا غُلَامُ قَالَ الرَّاعِيْ قَالُوْا نَبْنِيْ صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ لَا اِلَّا مِنْ طِيْنٍ وَّكَانَتِ امْرَاَةٌ تُرْضِعُ ابْنًا لَّهَا مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ فَمَرَّ بِهَا رَجُلٌ رَّاكِبٌ ذُوْ شَارَةٍ فَقَالَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: گہوارہ میں صرف تین (بچوں) نے کلام کیا ہے: حضرت عیسیٰ نے اور بنی اسرائیل میں جریج نام کا ایک شخص تھا' وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی ماں اس کے پاس آئی اور اس کو بلایا' اس نے (دل میں کہا:) میں اس کے بلانے پر جاؤں یا نماز پڑھتا رہوں' اس کی ماں نے کہا: اے اللہ! اس کو اس وقت تک نہ مارنا حتیٰ کہ اس کو فاحشہ عورتوں کو چہرہ نہ دکھا دینا' اور جریج اپنے معبد میں تھے' ان کے پاس ایک عورت آئی اور ان سے بات کی (کہ اس کی خواہش پوری کریں)' جریج نے انکار کر دیا' وہ ایک چرواہے کے پاس گئی اور اس کو اپنے نفس پر قدرت دی' پس اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا' اس عورت نے بتایا کہ یہ جریج سے ہے' پھر لوگوں نے آ کر

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اِبْنِیْ مِثْلَهٗ فَتَرَكَ ثَدْيَهَا وَاَقْبَلَ عَلَى الرَّاكِبِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ مِثْلَهٗ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰی ثَدْيِهَا يَمَصُّهٗ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَصُّ اِصْبَعَهٗ ثُمَّ مُرَّ بِاَمَةٍ فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِیْ مِثْلَ هٰذِهٖ فَتَرَكَ ثَدْيَهَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَهَا فَقَالَتْ لِمَ ذَاكَ فَقَالَ الرَّاكِبُ جَبَّارٌ مِّنَ الْجَبَابِرَةِ وَهٰذِهِ الْاَمَةُ يَقُوْلُوْنَ سَرَقْتِ زَنَيْتِ وَلَمْ تَفْعَلْ.

اس کے معبد کو توڑ دیا' اور اس کو وہاں سے نکال دیا اور اس کی مذمت کی' سو جریج نے وضوء کیا اور نماز پڑھی' پھر وہ اس لڑکے کے پاس گئے اور پوچھا: اے لڑکے! تمہارا باپ کون ہے؟ اس نے کہا: وہ چرواہا ہے' تب لوگوں نے کہا: ہم آپ کا معبد سونے کا بنا دیتے ہیں' جریج نے کہا: نہیں! مٹی سے بنا دو! (تیسرے بچے کا قصہ اس طرح ہے:) بنی اسرائیل کی ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی تو وہاں گھوڑے پر سوار ایک شخص گزرا جو عمدہ پوشاک پہنے ہوئے تھا' اس عورت نے دعا کی: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس شخص کی مثل بنا دینا! بچہ نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور سوار کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: اے اللہ! مجھے اس کی مثل نہ بنانا' پھر وہ اس کے پستان سے دودھ چوسنے لگا' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: گویا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا آپ اپنی انگلی چوس رہے تھے' پھر وہ بچہ ایک باندی کے پاس سے گزرا تو اس کی ماں نے دعا کی: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس کی مثل نہ بنانا' بچہ نے پھر دودھ چھوڑ دیا' پس کہا: اے اللہ! مجھے اس کی مثل بنا دینا' اس عورت نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس بچہ نے کہا: وہ سوار ظالموں میں سے ایک ظالم تھا اور اس باندی کے متعلق لوگ الزام لگاتے تھے کہ اس نے چوری کی ہے اور زنا کیا ہے' اور اس نے کچھ نہیں کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٠٦ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٣٧ - حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَّعْمَرٍ حَدَّثَنِیْ مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ لَقِيْتُ مُوْسٰی قَالَ فَنَعَتَهٗ فَاِذَا رَجُلٌ حَسِبْتُهٗ قَالَ مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الرَّاْسِ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ قَالَ وَلَقِيْتُ عِيْسٰی فَنَعَتَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَبْعَةٌ اَحْمَرُ كَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ يَعْنِی الْحَمَّامَ وَرَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ وَاَنَا اَشْبَهُ وَلَدِهٖ بِهٖ قَالَ وَاُتِيْتُ بِاِنَاءَيْنِ اَحَدُهُمَا لَبَنٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر' انہوں نے کہا: مجھے محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی' اس رات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملا' راوی نے کہا: پھر آپ نے ان کا حلیہ بیان کیا' اس نے کہا: میرا گمان ہے کہ وہ مضطرب تھے' ان کے بال سیدھے تھے جیسے قبیلہ شنوءۃ کے لوگ ہوتے ہیں' آپ نے فرمایا: میں نے حضرت عیسیٰ سے بھی

وَالْاٰخَرُ فِيْهِ خَمْرٌ فَقِيْلَ لِيْ خُذْ اَيَّهُمَا شِئْتَ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهُ فَقِيْلَ لِيْ هُدِيْتَ الْفِطْرَةَ اَوْ اَصَبْتَ الْفِطْرَةَ اَمَا اِنَّكَ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ.

ملاقات کی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بھی حلیہ بیان کیا' آپ نے فرمایا کہ ان کا قد متوسط تھا اور وہ سرخ رنگ کے تھے جیسے وہ ابھی "دیماس" یعنی غسل خانے سے باہر آئے ہوں' اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور میں ان کی اولاد میں سب سے زیادہ ان کے مشابہ ہوں' آپ نے فرمایا: میرے پاس دو برتن لائے گئے' ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب تھی' مجھ سے کہا گیا کہ آپ ان میں سے جو چاہیں لے لیں' میں نے دودھ کا برتن لے لیا اور پی لیا' مجھ سے کہا گیا کہ آپ نے فطرت کی ہدایت پائی' یا آپ نے فطرت کو پالیا' اگر آپ شراب کو لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٩٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٣٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْرَائِيْلُ اَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ عِيْسٰى وَمُوْسٰى وَاِبْرَاهِيْمَ فَاَمَّا عِيْسٰى فَاَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِيْضُ الصَّدْرِ وَاَمَّا مُوْسٰى فَاٰدَمُ جَسِيْمٌ سَبْطٌ كَاَنَّهُ مِنَ الرِّجَالِ الزُّطِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن المغیرہ نے خبر دی از مجاہد از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے حضرت عیسیٰ' حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا' رہے حضرت عیسیٰ تو وہ سرخ رنگ کے تھے' ان کے گھنگھریالے بال تھے اور چوڑا سینہ تھا' اور حضرت موسیٰ وہ گندم گوں رنگ کے جسیم شخص تھے' ان کے سیدھے بال تھے' جیسے کوئی شخص قبیلہ زط کا ہو۔

٣٤٣٩- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى عَنْ نَّافِعٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَيْنَ ظَهْرَيِ النَّاسِ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِاَعْوَرَ اَلَا اِنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی از نافع کہ حضرت عبداللہ نے بیان کیا کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے مسیح دجال کا ذکر کیا اور فرمایا: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے لیکن مسیح دجال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا' گویا اس کی آنکھ اُبھرے ہوئے انگور کی طرح ہوگی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٥٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٤٠- وَاَرَانِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فِي الْمَنَامِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ كَاَحْسَنِ مَا يُرٰى مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهُ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ رَجِلُ الشَّعْرِ يَقْطُرُ رَاْسُهُ مَاءً وَّاضِعًا يَّدَيْهِ

(آپ نے فرمایا:) اور مجھے آج رات کعبہ کے پاس خواب میں دکھایا کہ ایک مرد گندمی رنگ کا ہے' وہ گندمی رنگ کا حسین ترین شخص ہے' اس کے سر کے بال کندھوں کے درمیان لٹکے ہوئے تھے

عَلٰی مَنْکِبَیْ رَجُلَیْنِ وَھُوَ یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ فَقُلْتُ مَنْ ھٰذَا فَقَالُوْا ھٰذَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ثُمَّ رَاَیْتُ رَجُلًا وَّرَاءَہٗ جَعْدًا قَطِطًا اَعْوَرَ عَیْنِ الْیُمْنٰی کَاَشْبَہِ مَنْ رَّاَیْتُ بِابْنِ قَطَنٍ وَاضِعًا یَّدَیْہِ عَلٰی مَنْکِبَیْ رَجُلٍ یَّطُوْفُ بِالْبَیْتِ فَقُلْتُ مَنْ ھٰذَا قَالُوْا الْمَسِیْحُ الدَّجَّالُ تَابَعَہٗ عُبَیْدُ اللّٰہِ عَنْ نَّافِعٍ.

[اطراف الحدیث:۳۴۴۱-۳۴۴۲-۵۹۰۲-۶۹۹۹-۷۰۲۶-۷۱۲۸]

اور بال سیدھے تھے' سر سے پانی ٹپک رہا تھا' وہ دونوں ہاتھ دو آدمیوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے کعبہ کا طواف کر رہے تھے' میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو فرشتوں نے کہا: یہ حضرت المسیح بن مریم علیہ السلام ہیں' پھر میں نے ان کے پیچھے ایک شخص کو دیکھا' جس کے بال گھنگھریالے تھے اور اس کی دائیں آنکھ کانی تھی وہ ابن قطن کے زیادہ مشابہ تھا' وہ اپنے دونوں ہاتھ ایک آدمی کے کندھوں پر رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا' میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو فرشتوں نے کہا: یہ مسیح الدجال ہے۔ موسیٰ بن عقبہ کی متابعت عبید اللہ نے کی ہے از نافع۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی اور بعض روایات میں تطبیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حدیث:۳۴۳۹ میں مذکور ہے: "بین ظھری الناس" اور بعض روایات میں مذکور ہے:

"بین ظھرانی الناس" اس کا معنی ہے: آپ لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے' اس سے مراد ہے: آپ لوگوں میں ظاہراً بیٹھے ہوئے تھے' چھپ کر نہیں بیٹھے ہوئے تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: دجال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا اور سنن ابن ماجہ:۴۰۷۱ میں مذکور ہے: دجال بائیں آنکھ سے کانا ہو گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر یہ مقصد ہے کہ اس کی دونوں آنکھوں میں سے ایک آنکھ کانی ہوگی' ایک آنکھ درست ہوگی اور دوسری آنکھ میں عیب ہوگا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ گویا اس کی آنکھ اُبھرے ہوئے انگور کی طرح ہوگی۔ مسند ابوداؤد الطیالسی میں حضرت اُبی بن کعب سے روایت ہے: گویا اس کی ایک آنکھ سبز شیشہ کی ہوگی' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس کی ایک آنکھ رگڑی ہوئی ہوگی اور دوسری آنکھ خون آلود ہوگی' خلاصہ یہ ہے کہ اس کی دونوں آنکھیں مختلف ہوں گی۔

۳۴۴۱- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَکِّیُّ قَالَ سَمِعْتُ اِبْرَاھِیْمَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِی الزُّھْرِیُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ لَا وَاللّٰہِ مَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعِیْسٰی اَحْمَرُ وَلٰکِنْ قَالَ بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اَطُوْفُ بِالْکَعْبَۃِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ سَبْطُ الشَّعْرِ یُھَادٰی بَیْنَ رَجُلَیْنِ یَنْطُفُ رَاْسُہٗ مَاءً اَوْیُھْرَاقُ رَاْسُہٗ مَاءً فَقُلْتُ مَنْ ھٰذَا قَالُوْا ابْنُ مَرْیَمَ فَذَھَبْتُ اَلْتَفِتُ فَاِذَا رَجُلٌ اَحْمَرُ جَسِیْمٌ جَعْدُ الرَّاْسِ اَعْوَرُ عَیْنِہِ الْیُمْنٰی کَاَنَّ عَیْنَہٗ عِنَبَۃٌ طَافِیَۃٌ قُلْتُ مَنْ ھٰذَا قَالُوْا ھٰذَا الدَّجَّالُ وَاَقْرَبُ النَّاسِ بِہٖ شَبَھًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد المکی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابراہیم بن سعد سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے زہری نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عیسیٰ کے متعلق یہ نہیں فرمایا: وہ سرخ رنگ کے ہیں' لیکن یہ فرمایا تھا کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا ہوں' پس وہاں گندمی رنگ کا ایک شخص تھا جس کے سیدھے بال تھے' وہ دو آدمیوں کے کندھوں کے درمیان چل رہا تھا' اس کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا' یا فرمایا: اس کا سر پانی گرا رہا تھا' میں نے

ابْنُ قَطَنٍ قَالَ الزُّهْرِيُّ رَجُلٌ مِّنْ خُزَاعَةَ هَلَكَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.

پوچھا: یہ کون ہے؟ تو (فرشتوں نے) کہا: یہ ابن مریم ہیں' پھر میں نے مڑ کر دیکھا تو ایک سرخ رنگ کا جسیم مرد تھا' اس کے گھونگریالے بال تھے' اس کی سیدھی آنکھ کانی تھی' گویا اس کی آنکھ اُبھرا ہوا انگور تھا' میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو (فرشتوں نے) کہا: یہ دجال ہے اور لوگوں میں اس کے سب سے زیادہ مشابہ ابن قطن ہے۔ الزہری نے بتایا: وہ شخص قبیلہ خزاعہ کا ایک مرد تھا جو زمانۂ جاہلیت میں ہلاک ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٤٤٠ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٤٢ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِابْنِ مَرْيَمَ وَالْأَنْبِيَاءُ أَوْلَادُ عَلَّاتٍ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں تمام لوگوں کی بہ نسبت حضرت ابن مریم کے زیادہ قریب ہوں اور انبیاء باپ شریک بھائی ہیں' میرے اور حضرت ابن مریم کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

[طرف الحدیث: ٣٤٤٣] (صحیح مسلم: ٢٣٦٥' الرقم المسلسل: ٦٠٢٤' سنن ابوداؤد: ٤٦٧٥' مصنف عبدالرزاق: ٢٣٦٥' صحیح ابن حبان: ٦١٩٤' شرح السنۃ: ٣٦١٩' مسند احمد ج ٢ ص ٣١٩ طبع قدیم' مسند احمد: ٨٢٤٨۔ ج ١٣ ص ٥٤٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ہمارے نبی کے حضرت عیسیٰ سے زیادہ قریب ہونے کی توجیہ اور اس پر اعتراض کے جوابات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قرب کی جو تخصیص فرمائی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور بعثت کی بشارت دی تھی اور فرمایا تھا کہ میں اپنے بعد ایک رسول کے آنے کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام احمد ہے' اس لیے آپ نے فرمایا: میں تمام لوگوں کی بہ نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہوں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ آپ کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہے' اس لیے آپ ان کے زیادہ قریب ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا. (آل عمران: ٦٨)

بے شک تمام لوگوں میں ابراہیم سے زیادہ قریب وہی لوگ تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور جو ایمان لائے (وہ ان کے زیادہ قریب ہیں)۔

اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں۔

علامہ کرمانی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہ طور تابع زیادہ قریب ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہ طور متبوع زیادہ قریب ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کا جواب یہ دیا کہ اس آیت اور اس حدیث میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ آپ قوتِ اقتداء کے اعتبار سے حضرت ابراہیم کے زیادہ قریب ہیں اور زمانہ کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ کے زیادہ قریب ہیں۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۶۲۰ ' دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

تمام انبیاء کے باپ شریک بھائی ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے: اور انبیاء باپ شریک بھائی ہیں' اور امام مسلم کی روایت میں ہے: ان کی مائیں الگ الگ ہیں' یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کے اصول اور عقائد ایک ہیں اور ان کی شریعتیں الگ الگ ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے دین اور اصول واحد ہونے پر یہ آیت دلیل ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ. (الشوریٰ: ۱۳)

اُسی دین کا راستہ تمہارے لیے مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جس (دین) کی ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

اور ہر نبی کی شریعت اور فروعی احکام الگ الگ ہونے کی دلیل یہ آیت ہے:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا. (المائدہ: ۴۸)

ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے الگ شریعت اور واضح راہِ عمل بنائی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے اور حضرت ابن مریم کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے اس حدیث سے استدلال کر کے یہ کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے' لیکن یہ استدلال قوی نہیں ہے کیونکہ روایات میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان جرجیس اور خالد بن سنان تھے اور یہ دونوں نبی تھے' اس بناء پر اس حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ میرے اور حضرت عیسیٰ کے درمیان شریعت مستقلہ کے ساتھ کوئی نبی نہیں ہے۔ مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ جرجیس اور خالد کے متعلق کوئی روایت ثابت نہیں ہے اور صحیح حدیث اس کو مسترد کرتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۵۰ ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۴۴۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَالْاَنْبِيَاءُ اِخْوَةٌ لِّعَلَّاتٍ اُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھلال بن علی نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن ابی عمرہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں دنیا اور آخرت میں تمام لوگوں سے زیادہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے قریب ہوں اور انبیاء علیہم السلام باپ شریک بھائی ہیں' ان کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین واحد ہے۔

وَقَالَ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مُّوْسَی بْنِ عُقْبَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَیْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

اور ابراہیم بن طہمان نے کہا از موسیٰ بن عقبہ از صفوان بن سلیم از عطاء بن یسار از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۴۴۲ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٤٤- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاٰی عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَجُلًا یَسْرِقُ فَقَالَ لَهٗ سَرَقْتَ قَالَ کَلَّا وَاللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَقَالَ عِیْسٰی اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَکَذَّبْتُ عَیْنِیْ.

(صحیح مسلم: ۲۳۶۸' الرقم المسلسل: ۶۰۳۱' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۷' سنن ابوداؤد: ۹۴۹۹' شرح السنۃ: ۴۷۱۹' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۴ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۱۵۴۔ ج ۱۳ ص ۴۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے اس سے فرمایا: تم نے چوری کی ہے؟ اس نے کہا: ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ پر ایمان لایا اور میں نے اپنی آنکھوں کی تکذیب کی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد کی توجیہ کہ میں نے اپنی آنکھوں کی تکذیب کی!

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جو ارشاد ہے: تم نے چوری کی ہے۔ بہ ظاہر یہ انہوں نے یقین کے ساتھ خبر دی ہے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ سوالیہ جملہ ہو اور وہ اس کی تحقیق کرنا چاہتے ہوں کہ اس نے چوری کی ہے یا نہیں' لیکن علامہ قرطبی کا یہ کلام صحیح نہیں ہے' کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یقین کے ساتھ بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

اس شخص نے قسم کھا کر کہا: میں نے ہرگز چوری نہیں کی! تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ پر ایمان لایا اور میں نے اپنی آنکھوں کی تکذیب کی! یعنی میں نے اللہ کی قسم کی تصدیق کی اور میں نے جو اس کو کوئی چیز لیتے ہوئے دیکھا تھا اس کو چوری قرار دینے کی تکذیب کی' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس نے جس مال کو لیا تھا اس میں اس کا حق ہو' یا اس مال کے مالک نے اس کو اس مال کے لینے کی اجازت دی ہو۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ شبہات سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۵۲۔۵۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث کی کیا توجیہ ہوگی کہ پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس شخص پر چوری کا حکم لگایا' پھر اس سے رجوع فرما لیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے انہوں نے اس پر صورۃً اور ظاہراً چوری کا حکم لگایا' پھر انہوں نے اس اعتبار سے رجوع فرمایا کہ شاید وہ اس کا اپنا مال ہو یا مشترک مال ہو یا اس کے بیٹے کا مال ہو۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس پر چوری کا حکم نہ لگایا ہو بلکہ اس سے پوچھا ہو کہ کیا تم نے چوری کی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو چوری کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (الکوثر الجاری ج٦ ص٣٢٠' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٣٤٤٥ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُوْلُ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے زہری سے سنا' وہ کہتے ہیں: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ منبر پر بیان کر رہے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے' آپ فرما رہے تھے: میری شان میں غلو نہ کرو جس طرح نصاریٰ نے حضرت ابن مریم کی شان میں غلو کیا ہے' پس میں صرف اللہ کا بندہ ہوں' پس تم کہو: اللہ کے بندے اور اس کے رسول۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤٦٢ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''لا تطرونی'' کے الفاظ ہیں' یہ ''اطراء'' سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: باطل صفت کے ساتھ مدح کرنا' دوسرا قول ہے: کسی کی مدح میں حد سے تجاوز کرنا' جس طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کے متعلق کہا: وہ خدا ہیں یا خدا کے بیٹے ہیں' آپ نے فرمایا: میں صرف اللہ کا بندہ ہوں' یہ آپ کی تواضع اور انکسار ہے' ورنہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین اور رحمۃ للعلمین فرمایا اور حدیث میں ہے: آپ تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں اور قائد المرسلین ہیں۔

٣٤٤٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا صَالِحُ بْنُ حَيِّي اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ خُرَاسَانَ قَالَ لِلشَّعْبِيِّ فَقَالَ الشَّعْبِيُّ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَدَّبَ الرَّجُلُ اَمَتَهٗ فَاَحْسَنَ تَاْدِيْبَهَا وَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا كَانَ لَهٗ اَجْرَانِ وَاِذَا اٰمَنَ بِعِيْسٰى ثُمَّ اٰمَنَ بِيْ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَالْعَبْدُ اِذَا اتَّقٰى رَبَّهٗ وَاَطَاعَ مَوَالِيَهٗ فَلَهٗ اَجْرَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں صالح بن حی نے خبر دی کہ اہل خراسان کے ایک مرد نے شعبی سے کہا تو شعبی نے کہا: مجھے ابو بردہ نے خبر دی از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی باندی کو ادب سکھائے' پس اچھا ادب سکھائے اور اس کو تعلیم دے' پس اچھی تعلیم دے' پھر اس کو آزاد کر دے' پس اس سے شادی کرے تو اس کے لیے دو اجر ہیں' اور جب کوئی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے' پھر مجھ پر ایمان لائے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور بندہ جب اپنے رب سے ڈرتا ہے اور اپنے مالکوں کی اطاعت کرتا ہے تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے

الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُحْشَرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَاَ ﴿كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَآ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ O﴾ (الانبیاء:١٠٤) فَاَوَّلُ مَنْ يُّكْسٰى اِبْرَاهِيْمُ ثُمَّ يُؤْخَذُ بِرِجَالٍ مِّنْ اَصْحَابِيْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ اَصْحَابِيْ فَيُقَالُ اِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ O﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ O﴾ (المائدہ:١١٧ ـ ١١٨) قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الْفِرَبْرِيُّ ذُكِرَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ قَبِيْصَةَ قَالَ هُمُ الْمُرْتَدُّوْنَ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰى عَهْدِ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَاتَلَهُمْ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از المغیرہ بن النعمان از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں ضرور قیامت کے دن اس حال میں جمع کیا جائے گا کہ تم ننگے بدن' ننگے پیر' غیر مختون ہو گے' پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: جیسے ہم نے پہلے تخلیق کی ابتداء کی تھی' (اسی طرح) ہم پھر اس کا اعادہ کریں گے' یہ ہم پر وعدہ ہے ہم اس کو ضرور پورا کرنے والے ہیں O (الانبیاء:۱۰۴) پس سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا' پھر میرے اصحاب کو دائیں جانب اور بائیں جانب سے پکڑا جائے گا' تو میں کہوں گا: یہ میرے اصحاب ہیں' پس کہا جائے گا: جب سے آپ ان سے جدا ہوئے ہیں یہ مسلسل اپنی ایڑیوں پر پھرے رہے' تو میں اس طرح کہوں گا جس طرح نیک بندے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کہا تھا: اور میں (اس وقت تک) ان پر نگہبان تھا جب تک ان میں رہا' پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو ان پر تو ہی نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر نگہبان ہے O اس آیت کو ''العزیز الحکیم'' تک پڑھیں O (المائدہ:۱۱۸۔۱۱۷) محمد بن یوسف الفربری نے کہا از ابوعبد اللہ از قبیصہ' ذکر کیا گیا ہے: یہ وہ مرتدین ہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں مرتد ہو گئے تھے' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

٤٩ - بَابُ نُزُوْلِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا زمین پر نازل ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر نزول ہوگا۔

٣٤٤٨ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب کہ سعید بن المسیب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! عنقریب تم میں ابن مریم علیہ السلام

وَيَفِيضُ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ اَحَدٌ حَتّٰى تَكُوْنَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَاقْرَؤُوْا اِنْ شِئْتُمْ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا۝﴾ (النساء:١٥٩).

نازل ہوں گے' وہ حکم دینے والے ہوں گے' عدل کرنے والے ہوں گے' پس وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو منسوخ کر دیں گے' اور مال اس قدر ہو جائے گا کہ اس کو کوئی قبول نہیں کرے گا' حتیٰ کہ ایک سجدہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہوگا' پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ یہ کہتے تھے کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: (اور نزولِ عیسیٰ کے وقت) اور اہل کتاب میں سے ہر شخص عیسیٰ پر ان کی موت سے پہلے ضرور بہ ضرور ایمان لے آئے گا اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر گواہ ہوں گے۝ (النساء:١٥٩)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٢٢ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٤٩ - حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ نَّافِعٍ مَوْلٰى اَبِيْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ تَابَعَهٗ عُقَيْلٌ وَالْاَوْزَاعِيُّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از نافع مولیٰ ابوقتادہ الانصاری کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب حضرت ابن مریم علیہ السلام تم میں نازل ہوں گے اور امام تم میں سے ہوگا۔ اس حدیث میں یونس کی متابعت عقیل اور اوزاعی نے کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٢٢ میں گزر چکی ہے۔

٥٠ - بَابُ مَا ذُكِرَ عَنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ
بنی اسرائیل کے متعلق احادیث

اس باب میں بنی اسرائیل کے متعلق احادیث بیان کی جائیں گی۔

٣٤٥٠ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو لِّحُذَيْفَةَ اَلَا تُحَدِّثُنَا مَاسَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اِنَّ مَعَ الدَّجَّالِ اِذَا خَرَجَ مَاءً وَّنَارًا فَاَمَّا الَّذِيْ يَرَى النَّاسُ اَنَّهَا النَّارُ فَمَاءٌ بَارِدٌ وَّاَمَّا الَّذِيْ يَرَى النَّاسُ اَنَّهٗ مَاءٌ بَارِدٌ فَنَارٌ تُحْرِقُ فَمَنْ اَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِي الَّذِيْ يَرٰى اَنَّهَا نَارٌ فَاِنَّهٗ عَذْبٌ بَارِدٌ.

[طرف الحدیث: ٧١٣٠] (صحیح مسلم: ٢٩٣٤' الرقم المسلسل: ٧٢٦٢' سنن ابوداؤد: ٤٣١٥' شرح مشکل الآثار: ٥٦٩١' المعجم الاوسط:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک بن عمیر نے حدیث بیان کی از ربعی بن حراش' انہوں نے کہا کہ عقبہ بن عمرو نے حضرت حذیفہ رضی اللہ سے کہا: کیا آپ ہم کو وہ حدیث نہیں بیان کریں گے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک جب دجال خارج ہوگا تو اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی' پس جس کو لوگ آگ سمجھیں گے وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور جس کو لوگ ٹھنڈا پانی سمجھیں گے وہ جلانے والی آگ ہوگی' پس تم میں سے جو شخص اس کو پائے' وہ اس

۲۵۲۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۱۳۴ 'مسند احمد ج ۵ ص ۳۹۳ طبع میں واقع ہو جس کو وہ آگ سمجھتا ہو کیونکہ وہ میٹھا اور ٹھنڈا پانی ہوگا۔
قدیم 'مسند احمد: ۲۳۳۳۸۔ ج ۳۸ ص ۳۶۳ 'مؤسسۃ الرسالۃ 'بیروت)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: اس حدیث کی شرح کتاب الفتن میں آئے گی 'امام بخاری کی اس حدیث کو یہاں وارد کرنے سے غرض یہ ہے کہ اس مرد کا قصہ بیان کیا جائے جو لوگوں کو بیعت کرتا تھا۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۶۲۷ 'دار المعرفہ 'بیروت '۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں ایسا کوئی قصہ نہیں بیان کیا گیا جس کا حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے۔

٣٤٥١ - قَالَ حُذَيْفَةُ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اِنَّ رَجُلًا كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اَتَاهُ الْمَلَكُ لِيَقْبِضَ رُوْحَهُ فَقِيْلَ لَهُ هَلْ عَمِلْتَ مِنْ خَيْرٍ قَالَ مَا اَعْلَمُ قِيْلَ لَهُ اُنْظُرْ قَالَ مَا اَعْلَمُ شَيْئًا غَيْرَ اَنِّيْ كُنْتُ اُبَايِعُ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا فَاُجَازِيْهِمْ فَاُنْظِرُ الْمُوْسِرَ وَاَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَاَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا 'آپ فرما رہے تھے: تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا 'اس کے پاس اس کی روح قبض کرنے کے لیے ملک الموت آیا 'اس سے پوچھا گیا: کیا تم نے کوئی نیکی کا کام کیا ہے؟ اس نے کہا: مجھے معلوم نہیں! اس سے کہا گیا: تم غور کرو 'اس نے کہا: میں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں جانتا کہ میں دنیا میں لوگوں کو چیزیں فروخت کرتا تھا 'پس میں ان سے تقاضا کرتا تھا جو مال دار ہوتا اس کو مہلت دیتا اور جو تنگ دست ہوتا 'اس سے درگزر کرتا 'پس اللہ تعالیٰ نے اسے جنت میں داخل فرما دیا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۲۰۷۷ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٥٢ - فَقَالَ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اِنَّ رَجُلًا حَضَرَهُ الْمَوْتُ فَلَمَّا يَئِسَ مِنَ الْحَيَاةِ اَوْصٰى اَهْلَهُ اِذَا اَنَا مُتُّ فَاجْمَعُوْا لِيْ حَطَبًا كَثِيْرًا وَّاَوْقِدُوْا فِيْهِ نَارًا حَتّٰى اِذَا اَكَلَتْ لَحْمِيْ وَخَلَصَتْ اِلٰى عَظْمِيْ فَامْتَحَشَتْ فَخُذُوْهَا فَاطْحَنُوْهَا ثُمَّ انْظُرُوْا يَوْمًا رَّاحًا فَاذْرُوْهُ فِي الْيَمِّ فَفَعَلُوْا فَجَمَعَهُ اللّٰهُ فَقَالَ لَهُ لِمَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ قَالَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَغَفَرَ اللّٰهُ لَهُ قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو وَاَنَا سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ ذٰلِكَ وَكَانَ نَبَّاشًا. [اطراف الحدیث: ۳۴۷۹۔ ۶۴۸۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص کے پاس موت کا وقت نزدیک آیا 'جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو نصیحت کی کہ جب میں مر جاؤں تو تم لوگ بہت سی لکڑیاں جمع کرنا اور مجھے ان میں ڈال دینا اور ان میں آگ لگا دینا 'حتیٰ کہ جب آگ میرا گوشت کھا لے اور خالص ہڈیاں رہ جائیں اور آخری ہڈی بھی جل جائے 'پھر تم ان ہڈیوں کو پیسنا اور اس دن کا انتظار کرنا جب بہت تیز ہوا چل رہی ہو 'پھر میری ہڈیوں کے سفوف کو دریا میں بہا دینا 'سو اس کے گھر والوں نے اسی طرح کیا 'اللہ تعالیٰ نے اس کے اجزاء کو جمع کیا اور اس سے پوچھا: تم نے اس طرح وصیت کیوں کی تھی! اس نے کہا: تیرے خوف سے 'سو اللہ نے اس کو بخش دیا۔ حضرت عقبہ بن عمرو نے کہا: میں نے ربعی بن حراش سے سنا 'وہ یہ بیان کرتے تھے اور وہ شخص کفن چور تھا۔

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے آخر میں ہے: وہ شخص کفن چور تھا' زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اضافہ ہے' لیکن امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ روایت کی ہے کہ ایک کفن چور نے اپنے بیٹوں کو یہ نصیحت کی تھی' اور امام طبرانی نے حضرت ابومسعود اور حضرت ابوحذیفہ دونوں سے روایت کی ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک مرد کفن چراتا تھا' پھر یہ حدیث ذکر کی اور اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری نے اسی وجہ سے اس حدیث کو بنی اسرائیل کے باب میں ذکر کیا ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۶۲۷' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٣٤٥٣' ٣٤٥٤ - حَدَّثَنِی بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنِیْ مَعْمَرٌ وَّیُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَائِشَةَ وَابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ قَالَا لَمَّا نَزَلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ یَطْرَحُ خَمِیْصَةً عَلٰی وَجْهِهٖ فَاِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَّجْهِهٖ فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِهِمْ مَسَاجِدَ یُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے معمر اور یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نزع کی کیفیت طاری ہوئی تو آپ بار بار اپنے چہرۂ مبارک پر اپنی چادر ڈال لیتے' پھر جب شدت ہوتی تو اپنا چہرہ کھول لیتے' پھر آپ نے اسی حالت میں فرمایا: یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو! انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا' آپ ان کے کاموں سے ڈرا رہے تھے۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۶-۴۳۵ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٥٥ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَازِمٍ قَالَ قَاعَدْتُّ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ خَمْسَ سِنِیْنَ فَسَمِعْتُهٗ یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِیَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِیٌّ خَلَفَهٗ نَبِیٌّ وَّاِنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَسَیَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَیَكْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ فُوْا بِبَیْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ.

(صحیح مسلم: ۱۸۴۲' الرقم المسلسل: ۴۶۶۶' سنن ابن ماجہ: ۲۸۷۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از فرات القزاز' انہوں نے کہا: میں نے ابوحازم سے سنا' انہوں نے کہا: میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس پانچ سال بیٹھا' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تھے' آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل کے انبیاء ان کی سیاست (اصلاح) کرتے تھے' جب بھی کوئی نبی فوت ہو جاتا تو اس کا خلیفہ دوسرا نبی ہو جاتا اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور عنقریب بہت خلفاء ہوں گے' صحابہ نے پوچھا: آپ ان کے متعلق ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: پہلے کی بیعت پوری کرو پھر پہلے کی بیعت پوری کرو اور ان کے حقوق کو ادا کرو' پس بے شک اللہ ان سے ان کی رعایا کے ساتھ سلوک کے متعلق سوال کرے گا۔

سیاست کی تعریف'خَلَف اور خَلْف کا فرق اور دوسرے خلیفہ کی بیعت کا حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: بنی اسرائیل کے انبیاء ان کی سیاست کرتے تھے یعنی وہ ان کے معاملات کی حفاظت کرتے تھے' جیسے امراء اور حکام اپنی قوم کے معاملات کی دیکھ بھال کرتے ہیں' سیاست کا معنی ہے: کسی چیز کی اصلاح کرنا' کیونکہ بنی اسرائیل میں جب کوئی خرابی یا بگاڑ یا فساد پیدا ہو جاتا تو اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کے لیے ان میں نبی مبعوث فرما دیتا' جو ان کے اس بگاڑ اور فساد کی اصلاح کر دیتا اور ان کے معاملات درست کر دیتا اور انہوں نے تورات کے احکام میں جو تغیر کیا تھا' اس کو زائل کر دیتا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: جب بھی کوئی نبی فوت ہو جاتا تو اس کا خلیفہ دوسرا نبی ہو جاتا۔ ''خَـلَف'' کا معنی ہے: جو پہلے کا قائم مقام ہو' یعنی ہر وہ شخص جو کسی گزشتہ کے بعد آئے وہ اس کا خلیفہ ہو' مگر جو بعد میں نیک آئے اس کو ''خَـلَف'' کہتے اور جو بعد میں بُرا آئے اس کو ''خَلْف'' کہتے ہیں (جیسے خلفاء راشدین کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ''خَلَفْ'' ہیں اور یزید ''خَلْف'' ہے)۔

قرآن مجید میں ہے:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ. (الاعراف:۱۶۹)

پس ان کے بعد وہ بُرے لوگ آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا۔

اس حدیث میں ہے: پہلے کی بیعت پوری کرو' پھر پہلے کی بیعت پوری کرو' یعنی جب ایک خلیفہ کے بعد دوسرے خلیفہ کی بیعت کی جائے اور پہلے خلیفہ کی بیعت صحیح ہو تو اس کی بیعت کو پورا کرنا واجب ہے اور دوسرے کی بیعت باطل ہے اور اس کی بیعت کو پورا کرنا حرام ہے' خواہ ان کو پہلے خلیفہ کی بیعت کا علم ہو یا نہ ہو' خواہ دو خلفاء دو شہروں میں ہوں یا زیادہ میں ہوں' کیونکہ دوسری حدیث میں ہے: دوسرے کی گردن اُڑا دو' پس اس کو تلوار سے قتل کر دو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

(عمدۃ القاری ج۱۶ ص ۶۰-۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

(اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ یزید کی بیعت ہونے کے بعد امام حسین اور ابن الزبیر نے خلافت کا دعویٰ کیا تو کیا وہ بھی گردن زنی کا مصداق ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب پہلے کی بیعت پر تمام اُمت متفق ہو جائے جیسا کہ خلفاء ثلاثہ کی بیعت پر امت متفق تھی اور حضرت امام حسین اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہم کا معاملہ اس طرح نہیں تھا۔ سعیدی غفرلہٗ)

علامہ عینی نے جو حدیث ذکر کی ہے' وہ درج ذیل ہے:

حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: عنقریب یہاں پر فتنے ہوں گے سو جو شخص اس امت میں تفرقہ ڈالنے کا ارادہ کرے جب کہ یہ امت مجتمع ہو تو اس کو تلوار سے قتل کر دو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

(صحیح مسلم: ۱۸۵۲' سنن ابوداؤد: ۴۷۶۲' سنن نسائی: ۴۰۲۰)

٣٤٥٦ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَّذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ سَلَكُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوْهُ قُلْنَا يَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے زید بن اسلم نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور بہ ضرور پہلے لوگوں کی اتباع کرو گے' بالشت بہ بالشت اور ہاتھ بہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ.

[طرف الحدیث:٧٣٢٠] (صحیح مسلم:٢٦٦٩، الرقم المسلسل: ٦٦٧٦، سنن ابوداؤد الطیالسی:٢١٧٨، صحیح ابن حبان:٦٧٠٣، شرح السنۃ:٤١٩٦، مسند احمد ج ٣ ص ٨٥ طبع قدیم، مسند احمد:١١٨٠٠۔ ج ١٨ ص ٣٢٢، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

ہاتھ حتیٰ کہ اگر پہلے لوگ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے تو تم بھی ضرور اس راستہ پر چلو گے، ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا وہ لوگ یہود اور نصاریٰ ہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر اور کون ہیں!

گوہ کے ذکر کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں گوہ کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ گوہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ حیوانوں کا قاضی ہے، زیادہ ظاہر وجہ یہ ہے کہ گوہ کا سوراخ بہت تنگ اور ردّی ہوتا ہے، اس کے باوجود اگر پہلے لوگ مشقت برداشت کر کے اس کے سوراخ میں داخل ہوئے تو ضرور بعد کے لوگ ان کی پیروی کریں گے۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٦٢٨، دارالمعرفہ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

گوہ کے ذکر کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ گوہ زمین کھودنے میں بہت احتیاط کرتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ تمام وحشی جانوروں اور پرندوں کا قاضی ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٢٦، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ١٤٢٩ھ)

٣٤٥٧- حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ فَذَكَرُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے (اذان کے اعلان کے لیے) آگ کا اور ناقوس کا ذکر کیا، پس یہود اور نصاریٰ کا ذکر کیا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ دو دو بار اذان کے کلمات کہیں اور ایک ایک بار اقامت کے کلمات کہیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری:٦٠٣ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری نے بنو اسرائیل کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہود بنو اسرائیل سے تھے۔

٣٤٥٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِى الضُّحٰى عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا كَانَتْ تَكْرَهُ اَنْ يَّجْعَلَ يَدَهُ فِىْ خَاصِرَتِهٖ وَتَقُوْلُ اِنَّ الْيَهُوْدَ تَفْعَلُهُ. تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ کوکھ پر ہاتھ رکھنے کو مکروہ قرار دیتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ یہود اس طرح کرتے ہیں۔ اس حدیث کی شعبہ نے الاعمش سے متابعت کی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

کتاب الصلوٰۃ کے آخر میں اس مسئلہ پر بحث گزر چکی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا ممنوع

ہے۔(فتح الباری ج ۴ ص ٦٢٨ 'دارالمعرفہ'بیروت'١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

کوکھ پر ہاتھ رکھنا متکبرین کا طریقہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ دوزخی عذاب سے راحت حاصل کرنے کے لیے کوکھ پر ہاتھ رکھیں گے' دوسرا قول یہ ہے کہ جس پر اچانک مصیبت آئے وہ کوکھ پر ہاتھ رکھتا ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ جب شیطان کو زمین پر دھتکارا گیا تو اس نے کوکھ پر ہاتھ رکھے تھے۔(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٦١ 'دارالکتب العلمیہ'بیروت'١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی نے لکھا ہے کہ کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی کراہت نماز کے ساتھ مخصوص نہیں ہے' اگرچہ نماز میں اس طرح رکھنا شدید مکروہ ہے۔(الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٢٦ 'داراحیاء التراث العربی'بیروت'١٤٢٩ھ)

٣٤٥٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَجَلُكُمْ فِيْ اَجَلِ مَّنْ خَلَا مِنَ الْاُمَمِ مَابَيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ وَاِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ نِّصْفِ النَّهَارِ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارٰى مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ قَالَ اَلَا فَاَنْتُمُ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ اَلَا لَكُمُ الْاَجْرُ مَرَّتَيْنِ فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى فَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ عَمَلًا وَّاَقَلُّ عَطَاءً قَالَ اللّٰهُ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِّنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنَّهٗ فَضْلِيْ اُعْطِيْهِ مَنْ شِئْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: گزشتہ امتوں کے مقابلہ میں دنیا میں تمہارے قیام کی مدت اتنی ہے جتنا نمازِ عصر سے نمازِ مغرب تک کا وقت ہے اور تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسے ہے' جیسے ایک شخص نے چند مزدوروں کو کام کرنے کے لیے بلایا اور کہا: کون میرے لیے ایک قیراط اُجرت پر دوپہر تک کام کرے گا' پس یہود نے دوپہر تک ایک ایک قیراط اُجرت کے عوض کام کیا' پھر اس نے کہا: کون میرے لیے ایک ایک قیراط اُجرت کے عوض دوپہر سے نمازِ عصر تک کام کرے گا' پس نصاریٰ نے دوپہر سے نمازِ عصر تک ایک ایک قیراط اُجرت کے عوض کام کیا' پھر اس نے کہا: کون میرے لیے دو دو قیراط اُجرت کے عوض نمازِ عصر سے نمازِ مغرب تک کام کرے گا؟ آپ نے فرمایا: سنو! تم وہ لوگ ہو جو دو دو قیراط اُجرت کے عوض نمازِ عصر سے نمازِ مغرب تک کام کر رہے ہو' سنو! تم کو دگنا اجر مل رہا ہے' تب یہود اور نصاریٰ غضب ناک ہوئے اور انہوں نے کہا: ہم نے عمل زیادہ کیا ہے اور ہم کو اُجرت کم ملی ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تم کو تمہارے حق سے کچھ کم دیا ہے! انہوں نے کہا: نہیں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ میرا فضل ہے! میں جس کو جتنا چاہوں عطا فرماؤں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٥٥٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٦٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَاتَلَ اللّٰهُ فُلَانًا اَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمُ فَجَمَّلُوْهَا فَبَاعُوْهَا. تَابَعَهُ جَابِرٌ وَّ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ یہ کہہ رہے تھے: اللہ تعالیٰ فلاں کو ہلاک کر دے! کیا وہ نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت فرمائے! ان پر چربی حرام کی گئی تو انہوں نے چربی کو پگھلا کر فروخت کیا۔ حضرت ابن عباس کی متابعت حضرت جابر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے کی ہے از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢٢٣ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٦١ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ كَبْشَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً وَّحَدِّثُوْا عَنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

(سنن ترمذی: ٢٦٦٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم الضحاک بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حسان بن عطیہ نے خبر دی از ابی کبشہ از حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری طرف سے پہنچا دو خواہ وہ ایک آیت ہو اور بنی اسرائیل سے حدیث بیان کرو اور کوئی حرج نہیں ہے اور جس نے عمداً مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہوئی آیت کی تبلیغ کا محمل اور بنی اسرائیل کی احادیث کی تبلیغ کا حکم

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: میری طرف سے پہنچا دو خواہ وہ ایک آیت ہو۔ قاضی بیضاوی نے کہا ہے: اس سے مراد قرآن مجید کی آیت ہے' آپ نے حدیث نہیں فرمایا حالانکہ تمام آیات کے پہنچانے کا اللہ تعالیٰ کفیل ہے' اور ان کو پہنچانا واجب ہے' کیونکہ حدیث کی تبلیغ بہ طریق اولیٰ معلوم ہے' اور آپ نے آیت اس لیے فرمایا تا کہ ہر سننے والا آپ سے سنی ہوئی بات کو پہنچانے میں جلدی کرے' اگر چہ اس نے آپ سے کم بات سنی ہو' تا کہ اللہ کے پاس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بھی احکام لائے ہیں ان کو پہنچا دیا جائے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: بنی اسرائیل سے حدیث بیان کرو۔ امام مالک نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل جو اُمورِ مستحبہ بیان کریں ان کی روایت کرو اور جن باتوں کے متعلق معلوم ہو کہ وہ جھوٹ ہیں' ان کو نہ بیان کرو۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کی وہ احادیث روایت کرو جو قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ کے مطابق ہوں اور جو ان کے خلاف ہو ان کو نہ بیان کرو خواہ ان احادیث کی اسانید متصل ہوں یا منقطع ہوں۔

نیز اس حدیث میں ہے: اور کوئی حرج نہیں ہے' یعنی ان سے احادیث روایت کرنے میں تم پر کوئی تنگی نہیں ہے' یہ آپ نے اس لیے فرمایا ہے کہ پہلے آپ نے ان کی کتابوں کو پڑھنے سے منع فرمایا تھا اور یہ ممانعت قواعدِ دینیہ اور احکامِ شرعیہ کے مقرر ہونے سے پہلے تھی اور جب قواعدِ دینیہ مقرر ہو گئے اور ان کی احادیث بیان کرنے میں کسی خرابی کا اندیشہ نہیں رہا تو پھر آپ نے ان کی احادیث بیان کرنے کی اجازت دے دی۔ ایک قول یہ ہے کہ تم جو بنی اسرائیل سے عجیب و غریب واقعات سنو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ اس قسم کے واقعات بیان کرتے ہیں۔

اس کا ایک معنی یہ ہے کہ پہلے فرمایا: بنی اسرائیل سے احادیث بیان کرو اور یہ امر کا صیغہ ہے اس سے بہ ظاہر معلوم ہوتا تھا کہ ان سے احادیث روایت کرنا واجب ہے بعد میں فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ اس پر قرینہ ہے کہ یہاں امر وجوب کے لیے نہیں ہے۔

اس حدیث کے آخر میں ہے: جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے اس پر مفصل بحث کتاب العلم صحیح البخاری: ۱۰۷ میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ٦٣ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٣٤٦٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ اَبُوْسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى لَا يَصْبُغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب انہوں نے بتایا کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہود اور نصاریٰ بالوں کو نہیں رنگتے سو تم ان کی مخالفت کرو۔

[طرف الحدیث: ۵۸۹۹] (صحیح مسلم: ۲۱۰۳ الرقم المسلسل: ۵۴۰۳ سنن ابوداؤد: ۴۲۰۳ سنن نسائی: ۵۲۴۱۔ ۵۰۷۲ سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۱ مسند الحمیدی: ۱۱۰۸ مسند ابویعلیٰ: ۵۹۵۷ شرح مشکل الآثار: ۳۶۷۲ سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۰۹ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۴۳۱ تاریخ بغداد ج ۴ ص ۷۷ مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۰ طبع قدیم مسند احمد: ۷۲۷۴۔ ج ۱۲ ص ۲۱۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

سفید بالوں کو رنگنے کا حکم اور سیاہ رنگ سے رنگنے کی ممانعت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سفید بالوں کو رنگنے کا حکم ہے اور یہ مستحب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود اور نصاریٰ کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے جو بالوں کو نہیں رنگتے تھے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بالوں کی سفیدی کو زائل کرنے کی ممانعت بھی وارد ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ رنگنے سے سفیدی زائل نہیں ہوتی دوسرا جواب یہ ہے کہ اس ممانعت کا محمل یہ ہے کہ سفید بالوں کو اکھاڑا نہ جائے امام مالک سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: مجھے یہ علم نہیں ہے کہ سفید بالوں کو اکھاڑنا حرام ہے اور اس کو ترک کرنا میرے نزدیک مستحب ہے سفید بالوں کو رنگنے کے حکم میں یہ قید ہے کہ سیاہ رنگ سے اجتناب کیا جائے کیونکہ اس سلسلہ میں احادیث ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضرت ابوقحافہ رضی اللہ کو پیش کیا گیا ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال ثغامہ (سفید پھولوں) کی طرح سفید تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو کسی چیز سے تبدیل کرو اور سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔

(صحیح مسلم: ۲۱۰۲ سنن ابوداؤد: ۴۲۰۴ سنن نسائی: ۵۰۷٦)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں کچھ لوگ کبوتر کے پوٹوں کی طرح سیاہ رنگ سے اپنے بالوں کو رنگیں گے وہ (میدانِ حشر میں) جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۲۰۴ سنن نسائی: ۵۰۷٦)

علامہ نووی کا مختار یہ ہے کہ سیاہ رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگنا مکروہ تحریمی ہے اور الحلیمی سے منقول ہے کہ یہ کراہت مردوں کے ساتھ خاص ہے عورتوں کا اپنے خاوند کی خاطر بالوں کو سیاہ رنگ سے رنگنا مکروہ نہیں ہے امام مالک نے کہا کہ مہندی اور سیاہ رنگ کو ملا

کر لگانے میں بہت وسعت ہے اور بغیر سیاہ رنگ کے رنگنا میرے نزدیک مستحب ہے اور مجاہد اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔

آیا نبی ﷺ نے اپنے بالوں کو رنگا ہے یا نہیں؟

اس میں اختلاف ہے کہ آیا نبی ﷺ نے اپنے بالوں کو رنگا ہے یا نہیں؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رہا زرد رنگ تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے ساتھ اپنے بالوں کو رنگتے تھے اور میں بھی اس کے ساتھ رنگنا پسند کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری:١٦٦' صحیح مسلم:١١٨٧' سنن ابوداؤد:١٧٧٢' سنن نسائی:١١٧' سنن ابن ماجہ:٣٦٢٦)

ایک قول یہ ہے کہ اس زرد رنگ سے مراد کپڑوں کو رنگنا ہے' ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ایک بار رنگا۔ امام مالک نے کہا: نبی ﷺ نے بالوں کو نہیں رنگا' نہ حضرت علی نے اور نہ حضرت ابی بن کعب نے اور نہ ابن المسیب نے اور نہ السائب بن یزید نے اور نہ ابن شہاب نے' امام مالک نے کہا: اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے بالوں کو نہیں رنگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بالوں کو نہیں رنگتے تھے اور اگر وہ رنگتے تو میں بھی رنگتی۔

امام مالک نے کہا: سیاہ رنگ کے ساتھ رنگنے کے متعلق میں نے کوئی چیز نہیں سنی اور اس کے علاوہ کسی رنگ سے رنگنا میرے نزدیک مستحب ہے اور مہندی اور سیاہ رنگ کو ملا کر رنگنے میں بہت گنجائش ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٦٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

نبی ﷺ کے بالوں کو رنگنے کے متعلق احادیث

میں کہتا ہوں کہ نبی ﷺ کی بالوں کو رنگنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا نبی ﷺ نے بالوں کو رنگا تھا؟ تو انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ کے سفید بال بہت کم تھے۔ (صحیح البخاری:٥٨٩٤' صحیح مسلم:٢٣٤١)

ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی ﷺ بالوں کو رنگتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: آپ کے بال رنگنے کی حد کو نہیں پہنچے' اگر تم چاہو تو میں آپ کی ڈاڑھی کے سفید بال گن کر بتاؤں۔ (صحیح البخاری:٥٨٩٥' سنن ابوداؤد:٤٢٠٩)

عثمان بن عبداللہ بن موہب بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے گھر والوں نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پانی کا ایک پیالہ دے کر بھیجا' اسرائیل نے تین انگلیاں پکڑ کر بتایا کہ وہ چھوٹا پیالہ تھا' حضرت اُم سلمہ چاندی کی ایک ڈبیا لے کر آئیں جس میں نبی ﷺ کے بالوں میں سے ایک بال تھا اور جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا کوئی تکلیف ہوتی تو وہ آپ کے پاس ایک برتن بھیجتا' پس میں نے اس ڈبیا میں دیکھا تو اس میں نبی ﷺ کے سرخ بال تھے۔ (صحیح البخاری:٥٨٩٦' سنن ابن ماجہ:٣٦٢٣)

عثمان بن عبداللہ بن موہب بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے ہمارے لیے نبی ﷺ کا ایک رنگا ہوا بال نکالا۔ (صحیح البخاری:٥٨٩٧)

ابن موہب بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو نبی ﷺ کا ایک سرخ بال دکھایا۔ (صحیح البخاری:٥٨٩٨)

نبی ﷺ کے بالوں کو رنگنے اور نہ رنگنے کی احادیث میں تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

شیبان بن عبدالرحمان سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کا بال مہندی اور کتم (سیاہ رنگ) سے رنگا ہوا تھا۔

ابواسحاق نے عثمان بن موہب کی حدیث میں روایت کیا ہے کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس نبی ﷺ کی ڈاڑھی کا ایک بال

تھا جس میں مہندی اور کتم سے رنگنے کا اثر تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن کو یقین ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بالوں کو رنگا ہے جیسا کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ظاہر ہے اور جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: آپ نے زرد رنگ سے اپنے بالوں کو رنگا تو ان حضرات نے اپنے مشاہدہ کو بیان کیا ہے اور یہ بعض اوقات میں تھا اور جنہوں نے بالوں کو رنگنے کی نفی کی تو یہ آپ کے غالب احوال پر محمول ہے۔

امام مسلم' امام احمد' امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈاڑھی میں صرف چند بال سفید تھے اور جب آپ تیل لگاتے تھے تو وہ بال چھپ جاتے تھے تو ہو سکتا ہے کہ جن صحابہ نے رنگنے کو ثابت کیا ہے' انہوں نے آپ کے سفید بالوں کا مشاہدہ کیا ہو اور جب وہ بال تیل لگانے سے چھپ گئے تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ آپ نے بالوں کو رنگا ہے۔ واللہ اعلم! (فتح الباری ج ۷ ص ٨٦-٨٥' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفید بالوں کی تعداد

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم میں یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفید بال بہت کم تھے' اور قلیل کی تعداد میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ آپ کے انیس بال سفید تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کے بیس بال سفید تھے' ابو القاسم نے کتاب الشیب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ کے پندرہ بال سفید تھے' امام محمد سعد کے نزدیک آپ کے سترہ یا اٹھارہ بال سفید تھے' الہیثم بن دھر کی حدیث میں ہے کہ آپ کے تیس بال سفید تھے' اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ کے سر اور ڈاڑھی کے بالوں میں صرف چند بال سفید تھے۔

آپ کے بالوں کو رنگنے میں بھی اختلاف ہے' حضرت انس اور اکثر صحابہ نے کہا ہے کہ آپ نے بالوں کو نہیں رنگا اور بعض نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیثوں کی وجہ سے رنگنے کا اثبات کیا ہے' ان میں تطبیق یہ ہے کہ آپ رنگ دار خوشبو بالوں میں لگاتے تھے جس کو بعض نے رنگ گمان کیا۔ (عمدۃ القاری ج ٢٢ ص ٤٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٤٦٣ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنِیْ حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا جُنْدُبُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فِیْ هٰذَا الْمَسْجِدِ وَمَا نَسِیْنَا مُنْذُ حَدَّثَنَا وَمَا نَخْشٰی اَنْ یَّكُوْنَ جُنْدُبٌ كَذَبَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِیْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهٖ جُرْحٌ فَجَزِعَ فَاَخَذَ سِكِّیْنًا فَحَزَّ بِهَا یَدَهٗ فَمَا رَقَاَ الدَّمُ حَتّٰی مَاتَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی بَادَرَنِیْ عَبْدِیْ بِنَفْسِهٖ حَرَّمْتُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے حجاج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از الحسن' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جندب بن عبد اللہ نے اس مسجد میں حدیث بیان کی اور جب سے ہم نے اس کو سنا ہے ہم نہیں بھولے اور ہمیں حضرت جندب رضی اللہ عنہ پر یہ خطرہ نہیں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھا ہو گا' انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص زخمی ہو گیا' اس نے بے صبری کی اور چھری لے کر اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا' پھر اس کا خون نہیں رہا حتیٰ کہ وہ مر گیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندہ نے اپنی جان لینے میں مجھ پر سبقت کی میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۶۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں تغلیظاً فرمایا ہے کہ میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا' یا اس نے خودکشی کو حلال سمجھا تھا' اس لیے اس پر جنت کو حرام کر دیا' یا اس پر کسی خاص جنت کو حرام کر دیا جیسے جنت الفردوس کو' اور اس پر مطلقاً جنت کو حرام نہیں فرمایا کیونکہ خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے' کفر بہر حال نہیں ہے۔

٥١ - بَابٌ حَدِيثُ اَبْرَصَ وَاَقْرَعَ وَاَعْمٰى فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ

بنی اسرائیل میں کوڑھی' گنجے اور اندھے کی حدیث

اس باب میں بنی اسرائیل کے ان تین آدمیوں کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جن میں سے ایک کوڑھی تھا اور ایک گنجا تھا اور ایک اندھا تھا۔

٣٤٦٤ - حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ عَمْرَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ اَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ عَمْرَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ ثَلٰثَةً فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَبْرَصَ وَاَقْرَعَ وَاَعْمٰى بَدَا لِلّٰهِ اَنْ يَّبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ اِلَيْهِمْ مَلَكًا فَاَتَى الْاَبْرَصَ فَقَالَ اَيُّ شَيْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ لَوْنٌ حَسَنٌ وَّجِلْدٌ حَسَنٌ قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ عَنْهُ فَاُعْطِيَ لَوْنًا حَسَنًا وَّجِلْدًا حَسَنًا فَقَالَ اَيُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ الْاِبِلُ اَوْ قَالَ الْبَقَرُ هُوَ شَكَّ فِيْ ذٰلِكَ اَنَّ الْاَبْرَصَ وَالْاَقْرَعَ قَالَ اَحَدُهُمَا الْاِبِلُ وَقَالَ الْاٰخَرُ الْبَقَرُ فَاُعْطِيَ نَاقَةً عُشَرَاءَ فَقَالَ يُبَارَكُ لَكَ فِيْهَا وَاَتَى الْاَقْرَعَ فَقَالَ اَيُّ شَيْءٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ شَعَرٌ حَسَنٌ وَّيَذْهَبُ عَنِّيْ هٰذَا قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ وَاُعْطِيَ شَعَرًا حَسَنًا قَالَ فَاَيُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ الْبَقَرُ قَالَ فَاَعْطَاهُ بَقَرَةً حَامِلًا. وَقَالَ يُبَارَكُ لَكَ فِيْهَا وَاَتَى الْاَعْمٰى فَقَالَ اَيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن عاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ نے حدیث بیان کی کہ ان کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے (ح) اور مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے خبر دی از اسحٰق بن عبداللہ' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمان بن ابی عمرۃ نے خبر دی کہ ان کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے: کوڑھی' گنجا اور اندھا' اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کو آزمائش میں مبتلا کرے تو ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا' وہ کوڑھی کے پاس گیا اور اس سے پوچھا: تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: خوب صورت رنگ اور خوب صورت کھال' لوگ مجھ سے گھن کھاتے ہیں' آپ نے بتایا: پس فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس سے کوڑھ چلی گئی' پس اس کو خوب صورت رنگ اور خوب صورت کھال دی گئی' پھر اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: اونٹ' یا فرمایا: گائے' اس میں راوی کو

شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْكَ قَالَ یَرُدُّ اللّٰهُ اِلَیَّ بَصَرِیْ فَاُبْصِرُ بِهِ
النَّاسَ فَمَسَحَهٗ فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَیْهِ بَصَرَهٗ قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ
اَحَبُّ اِلَیْكَ قَالَ الْغَنَمُ فَاَعْطَاهُ شَاةً وَّالِدًا فَاُنْتِجَ هٰذَانِ
وَوَلَّدَ هٰذَا فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِّنْ اِبِلٍ وَّلِهٰذَا وَادٍ مِّنْ بَقَرٍ
وَّلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْغَنَمِ ثُمَّ اِنَّهٗ اَتَى الْاَبْرَصَ فِیْ صُوْرَتِهٖ
وَهَیْئَتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِّسْكِیْنٌ تَقَطَّعَتْ بِیَ الْحِبَالُ فِیْ
سَفَرِیْ فَلَا بَلَاغَ الْیَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ اَسْئَلُكَ بِالَّذِیْ
اَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِیْرًا
اَتَبَلَّغُ عَلَیْهِ فِیْ سَفَرِیْ فَقَالَ لَهٗ اِنَّ الْحُقُوْقَ كَثِیْرَةٌ
فَقَالَ لَهٗ كَاَنِّیْ اَعْرِفُكَ اَلَمْ تَكُنْ اَبْرَصَ یَقْذَرُكَ النَّاسُ
فَقِیْرًا فَاَعْطَاكَ اللّٰهُ فَقَالَ لَقَدْ وَرِثْتُ لِكَابِرٍ عَنْ كَابِرٍ
فَقَالَ اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَیَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰى مَا كُنْتَ وَاَتَى
الْاَقْرَعَ فِیْ صُوْرَتِهٖ وَهَیْئَتِهٖ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ مَاقَالَ لِهٰذَا
فَرَدَّ عَلَیْهِ مِثْلَ مَارَدَّ عَلَیْهِ هٰذَا فَقَالَ اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا
فَصَیَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰى مَا كُنْتَ وَاَتَى الْاَعْمٰى فِیْ صُوْرَتِهٖ
فَقَالَ رَجُلٌ مِّسْكِیْنٌ وَّابْنُ سَبِیْلٍ وَتَقَطَّعَتْ بِیَ الْحِبَالُ
فِیْ سَفَرِیْ فَلَا بَلَاغَ الْیَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ اَسْئَلُكَ
بِالَّذِیْ رَدَّ عَلَیْكَ بَصَرَكَ شَاةً اَتَبَلَّغُ بِهَا فِیْ سَفَرِیْ فَقَالَ
قَدْ كُنْتُ اَعْمٰى فَرَدَّ اللّٰهُ بَصَرِیْ وَفَقِیْرًا فَقَدْ اَغْنَانِیْ
فَخُذْ مَا شِئْتَ فَوَاللّٰهِ لَا اَجْهَدُكَ الْیَوْمَ بِشَیْءٍ اَخَذْتَهٗ
لِلّٰهِ. فَقَالَ اَمْسِكْ مَالَكَ فَاِنَّمَا ابْتُلِیْتُمْ فَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ
تَعَالٰى عَنْكَ وَسَخِطَ عَلٰى صَاحِبَیْكَ.

[طرف الحدیث: ٦٦٥٣] (صحیح مسلم: ٢٩٦٤' الرقم المسلسل: ٧٣٢٥)

شک ہے کہ کوڑھی اور گنجے میں سے ایک نے اونٹ کہا تھا اور
دوسرے نے گائے کہا تھا' سو اس کو دس اونٹنیاں دی گئیں' پس کہا:
اللہ تعالیٰ تمہیں ان میں برکت دے! اور فرشتہ گنجے کے پاس گیا'
پس اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟
اس نے کہا: خوب صورت بال اور میرا یہ گنج چلا جائے' لوگ مجھ سے
گھن کھاتے ہیں' آپ نے بتایا کہ پھر فرشتہ نے اس کے سر پر ہاتھ
پھیرا تو اس کا گنج چلا گیا اور اس کو خوب صورت بال دیئے گئے' پھر
اس سے پوچھا: تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس
نے بتایا: گائے' تو فرشتہ نے اس کو ایک گابھن گائے دی اور کہا: اللہ
تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے! اور فرشتہ اندھے کے پاس گیا'
پس اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟
اس نے کہا: اللہ تعالیٰ میری بینائی لوٹا دے اور میں اس سے لوگوں کو
دیکھوں' فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی
لوٹا دی' (پھر) کہا: کون سا مال تم کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس
نے کہا: بکریاں' تو اس نے اس کو ایک گابھن بکری دی' تو ان
دونوں کے ہاں بچے ہوئے اور اس کے ہاں بھی بچے ہوئے' پس
اس کے ہاں اونٹوں سے وادی بھر گئی اور اس کے ہاں گایوں سے
وادی بھر گئی اور اس کے ہاں بکریوں سے وادی بھر گئی' پھر کوڑھی کے
پاس فرشتہ اسی شکل وصورت میں گیا اور کہا: میں ایک مسکین مرد ہوں'
میرے سفر میں میرے ذرائع آمدنی منقطع ہو گئے' اللہ کے سوا اب
میرا اور کوئی سہارا نہیں ہے' پھر میں تم سے اس ذات (کے نام) سے
سوال کرتا ہوں جس نے تم کو خوب صورت رنگ اور خوب صورت
کھال عطاء کی ہے اور اونٹوں کا مال عطاء کیا ہے' تم مجھے ایک اونٹ
دے دو جس کے سبب سے میں اپنے سفر کو جاری رکھ سکوں' اس نے
کہا: میرے ذمہ بہت زیادہ حقوق ہیں' پس فرشتہ نے کہا: شاید میں
تمہیں پہچانتا ہوں' کیا تم کوڑھی نہیں تھے! تم سے لوگ گھن کھاتے
تھے' تم فقیر تھے' پس تم کو اللہ تعالیٰ نے (مال) عطاء کیا' اس نے کہا:
میں اس مال کا اپنے بڑوں سے' پھر بڑوں سے وارث ہوا ہوں' فرشتہ
نے کہا: اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں پہلی حالت کی طرف لوٹا

دے' (پھر) فرشتہ اسی شکل وصورت میں گنجے کے پاس گیا اور اس سے بھی اسی طرح سوال کیا' اس نے بھی اس کو اسی طرح جواب دیا' پس فرشتہ نے کہا: اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں پہلی حالت کی طرف لوٹا دے' (پھر) وہ اسی صورت میں اندھے کے پاس گیا' پس کہا: میں مسکین مرد ہوں' مسافر ہوں' میرے سفر میں میرے ذرائع آمدنی منقطع ہو چکے ہیں' اللہ کے سوا اب میرا اور کوئی سہارا نہیں ہے' پھر میں تم سے اس ذات (کے نام) سے سوال کرتا ہوں جس نے تمہاری بینائی تمہیں لوٹائی ہے کہ تم مجھے ایک بکری دے دو جس کے سبب سے میں اپنے سفر کو جاری رکھ سکوں' اس شخص نے کہا: میں اندھا تھا تو اللہ تعالیٰ نے میری بصارت لوٹا دی اور میں محتاج تھا تو اس نے مجھے غنی کر دیا' پس تم جو چاہتے وہ لے لو' پس اللہ کی قسم! آج تم جو کچھ بھی اللہ (کی رضا) کے لیے لو گے میں تم کو اس سے نہیں روکوں گا' فرشتہ نے کہا: تم اپنا مال اپنے پاس رکھو' تم سب کی آزمائش کی گئی تھی' اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو گیا اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہو گیا۔

عبرت اور نصیحت کے لیے گزشتہ اُمتوں کے واقعات بیان کرنے کا جواز اور ''بدا'' کی تاویل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اندھے کا مزاج اپنے دونوں ساتھیوں کے مزاج سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ کوڑھ وہ بیماری ہے جو مزاج کے فساد اور طبیعت کے خلل سے پیدا ہوتی ہے اور گنج کی بیماری بھی اسی سبب سے ہوتی ہے' اس کے برخلاف نابینا ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے' بلکہ کسی خارجی امر سے بھی انسان کبھی نابینا ہو جاتا ہے' اسی وجہ سے نابینا کی طبیعت اچھی ہوتی ہے اور دوسروں کی طبیعت خراب ہوتی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبرت اور نصیحت کے لیے گزشتہ اُمتوں کے واقعات بیان کرنا جائز ہیں اور یہ غیبت نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ حدیث میں ان تینوں کے نام نہیں لیے گئے اور نہ یہ بتایا گیا کہ بعد میں ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے سے ڈرایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرنے اور ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کی ترغیب دی ہے۔

نیز اس حدیث میں صدقہ کرنے کی فضیلت ہے اور کمزوروں اور حاجت مندوں کے ساتھ نرمی کرنے کی اور ان کا اکرام کرنے کی اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی فضیلت ہے۔

نیز اس حدیث میں بخل کرنے کی مذمت ہے اور یہ بتایا ہے کہ بخل آدمی کو جھوٹ بولنے پر اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے پر برانگیختہ کرتا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۳۲' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: "بدء اللّٰه ان یبتلیهم" اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کی آزمائش کرے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ "بدا" کا معنی ہے: کسی چیز کا بعد میں اللہ تعالیٰ پر منکشف ہونا' اور یہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے' اس لیے یہ روایت خطاء ہے' میں کہتا ہوں کہ اس لفظ کے ظاہری معنی کا محال ہونا یہ تقاضا نہیں کرتا کہ اس روایت کو مسترد کیا جائے بلکہ اس کی تاویل کی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا اور اس کا یہ معنی نہیں کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ پر ظاہر ہوا۔

(الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٢٩' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٥٢ - بَابٌ ﴿اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ﴾ (الکہف:٩)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا آپ نے سمجھا کہ غار والے اور کتبے والے (الکہف:٩)

اس باب میں مذکور الصدر آیت کی تفسیر بیان کی جائے گی:

﴿اَلْكَهْفُ﴾ اَلْفَتْحُ فِی الْجَبَلِ. پہاڑ میں جو درہ ہو' اس کو کہف کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا○ (الکہف:٩)

کیا آپ نے سمجھا کہ غار والے اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے○

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جن کا ذکر کیا ہے' یہ چند نوجوان تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر مسلمان تھے اور ان کا بادشاہ بت پرست تھا' اس نے ان کو بتوں کی عبادت کی طرف بلایا' وہ اس سے اپنے دین کو بچانے کے لیے بھاگ گئے اور ایک غار میں جا کر چھپ گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ "الرقیم" فلسطین کے پاس عسفان اور ایلہ کے درمیان ایک وادی ہے۔ کعب نے کہا: "الرقیم" ایک بستی ہے۔

سعید بن جبیر نے کہا: "الرقیم" پتھر کی ایک لوح ہے جس پر اصحاب الکہف کا قصہ لکھا ہوا ہے' پھر اس لوح کو غار کے دروازہ پر نصب کر دیا گیا۔ (جامع البیان جز ١٥ ص ٢٤٨۔ ٢٤٧' دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

﴿وَالرَّقِيْمُ﴾ اَلْكِتَابُ ﴿مَرْقُوْمٌ﴾ (المطففین:٩) مَكْتُوْبٌ مِّنَ الرَّقْمِ.

"الرقیم" کا معنی ہے: لکھا ہوا' یہ "الرقم" سے بنا ہے' جس کا معنی ہے: لکھنا۔

یہ تفسیر سعید بن جبیر سے منقول ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔

﴿وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ (الکہف:١٤) اَلْهَمْنَاهُمْ صَبْرًا.

"ربطنا علٰی قلوبهم" کا معنی ہے: ہم نے ان پر صبر کا الہام کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. (الکہف:١٤)

اور ہم نے ان کے دلوں کو قوت پہنچائی جب وہ (بادشاہ کے سامنے) کھڑے ہوئے' پس انہوں نے (بے دھڑک) کہا: ہمارا

رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے۔

امام بخاری نے جو "ربطنا" کی تفسیر کی ہے' یہی تفسیر امام ابن جریر نے کی ہے۔

(جامع البیان جز ۱۵ ص ۲۵۹' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

﴿شَطَطًا﴾ (الکھف: ١٤) إِفْرَاطًا. "شططًا" کا معنی ہے: ظلم میں بہت غلو کرنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا O (الکھف: ۱۴) ہم اللہ کے سوا کسی کی ہرگز عبادت نہیں کریں گے ورنہ یہ بہت ناحق کام ہوگا O

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

"شططًا" کا معنی ہے: وہ بات جس میں جھوٹ غالب ہو' اور جس چیز میں حد سے زیادہ غلو ہو۔

(جامع البیان جز ۱۵ ص ۲۶۰' دارالفکر' بیروت)

﴿اَلْوَصِيْدُ﴾ اَلْفِنَاءُ وَجَمْعُهٗ وَصَائِدُ وَوُصُدٌ. وَيُقَالُ الْوَصِيْدُ اَلْبَابُ. ﴿مُؤْصَدَةٌ﴾ (البلد: ٢٠' الھمزہ: ٨) مُطْبَقَةٌ' اَصَدَ الْبَابَ وَاَوْصَدَ.

"وصید" کا معنی ہے: صحن' اس کی جمع "وصائد" اور "وُصد" آتی ہے' "وصید" دہلیز کو بھی کہتے ہیں' "مؤصدة" (البلد: ۲۰' الھمزہ: ۸) کا معنی ہے: وہ مکان جس کا دروازہ ہر طرف سے بند کیا ہوا ہو' عرب کہتے ہیں: "اصد الباب" اور "اوصد" یعنی دروازہ بالکل بند کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ. (الکھف: ۱۸) اور ان کا کتا (غار کے) دہانے پر اپنے بازو پھیلائے بیٹھا تھا۔

امام ابن جریر متوفی ۳۱۰ھ نے سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ "وصید" کا معنی صحن ہے۔

(جامع البیان جز ۱۵ ص ۲۶۷' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ "مؤصدة" کا معنی "مطبقه" یا "مغلقه" ہے یعنی جو جگہ ہر طرف سے بند ہو۔ (جامع البیان جز ۳۰ ص ۳۷۸' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

﴿بَعَثْنَاهُمْ﴾ (الکھف: ١٩) اَحْيَيْنَاهُمْ. "بعثناهم" کا معنی ہے: ہم نے ان کو زندہ کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ. (الکھف: ۱۹) اور اسی طرح ہم نے انہیں اُٹھایا تا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے (احوال) پوچھیں۔

امام ابن جریر نے لکھا ہے: اس کا معنی ہے: ہم نے ان کو نیند سے اُٹھایا۔ (جامع البیان جز ۱۵ ص ۲۶۷' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

﴿اَزْكٰى﴾ (الکھف: ١٩) اَكْثَرُ رَيْعًا. "ازکی" کا معنی ہے: جو زیادہ پاکیزہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ. (الکہف:١٩) پس وہ غور سے دیکھے کہ کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے سو وہ اس سے تمہارے لیے کھانے کو لائے۔

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی متوفی ٣٣٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انہوں نے زیادہ حلال اور پاکیزہ طعام لانے کے لیے اس وجہ سے کہا تھا کہ وہ لوگ بتوں کی عبادت کرتے تھے اور بتوں کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ٧ ص ١٥٢ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٦ھ)

﴿فَضَرَبَ اللّٰهُ عَلٰى اٰذَانِهِمْ﴾ فَنَامُوْا. پس اللہ نے غار میں ان کے کانوں پر ضرب لگائی یعنی ان کو سلا دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝ (الکہف:١١) پھر ہم نے انہیں غار میں گنتی کے کئی سال گہری نیند سلا دیا ۝

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی متوفی ٣٣٣ھ لکھتے ہیں:

کانوں پر ضرب لگانے کا معنی یہ ہے کہ کانوں سے سماعت کو محو کر دیا' اس کا ایک معنی یہ ہے کہ ان ارواح کو محو کر دیا جن سے نفوس زندہ رہتے ہیں' یعنی ان پر موت طاری کر دی' دوسرا معنی یہ ہے کہ اس سے مراد موت نہیں ہے' بلکہ اس کا معنی ہے: ان کے سننے والی قوت کو معطل کر دیا۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ٧ ص ١٤٢ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٦ھ)

﴿رَجْمًا بِالْغَيْبِ﴾ (الکہف:٢٢) لَمْ يَسْتَبِنْ. ''رجما بالغیب'' کا معنی ہے: ان پر واضح نہیں ہوا تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ. (الکہف:٢٢) عنقریب لوگ کہیں گے: وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے اور (بعض) کہیں گے: وہ پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے' یہ محض اندازہ سے بلا دلیل اقوال ہیں۔

امام بخاری نے ''رجما بالغیب'' کا معنی یہ کیا ہے کہ ان پر واضح نہیں ہوا تھا' ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ وہ یہ عدد محض گمان سے بیان کرتے تھے اور قتادہ نے کہا ہے: وہ بغیر یقین کے غیب پر حکم لگاتے تھے۔

(تاویلات اہل السنۃ ج ٧ ص ١٥٦ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٦ھ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿تَقْرِضُهُمْ﴾ (الکہف:١٧) تَتْرُكُهُمْ. مجاہد نے کہا: ''تقرضهم'' کا معنی ہے: ان کو چھوڑ دیتی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ. (الکہف:١٧) اور (تم دیکھو گے کہ) جب سورج نکلتا ہے تو دھوپ ان کے غار سے دائیں طرف جھکی رہتی ہے' اور جب وہ غروب ہوتا ہے تو ان سے بائیں طرف پھر جاتی ہے۔

امام ابن جریر متوفی ٣١٠ھ نے بھی مجاہد' سعید بن جبیر اور قتادہ سے نقل کیا ہے کہ ''تقرضهم'' کا معنی ہے: ان کو چھوڑ دیتی ہے۔

(جامع البیان جز ١٥ ص ٢٦٥ دارالفکر بیروت ١٤١٥ھ)

امام بخاری نے یہ باب اصحابِ کہف کے متعلق قائم کیا ہے' لیکن اس باب میں انہوں نے اصحاب کہف کے متعلق کوئی حدیث ذکر نہیں کی' غالباً اس موضوع پر امام بخاری کو اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں مل سکی' اس لیے انہوں نے صرف تعلیقات پر قناعت کر لی۔

٥٣ - بَابٌ حَدِيْثُ الْغَارِ
غار کی حدیث

اس حدیث میں ان تین آدمیوں کا حال بیان کیا گیا ہے جنہوں نے غار میں پناہ لی تھی' اور غار کے منہ پر ایک پتھر گر گیا تھا' جس کے بعد ان کے غار سے نکلنے کا راستہ نہ رہا' پھر انہوں نے اپنے اپنے نیک عمل کے وسیلہ سے دعا کی' اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور غار کے منہ سے پتھر ہٹ گیا۔ اس باب سے پہلے اصحابِ کہف کا ذکر تھا اور کہف کا معنی بھی غار ہے' اس مناسبت سے امام بخاری نے اصحابِ کہف کے باب کے بعد غار کی حدیث کے باب کا ذکر کیا ہے۔

٣٤٦٥ - **حَدَّثَنَا** اِسْمٰعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا ثَلٰثَةُ نَفَرٍ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ يَمْشُوْنَ اِذَا اَصَابَهُمْ مَطَرٌ فَاَوَوْا اِلٰى غَارٍ فَانْطَبَقَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اِنَّهٗ وَاللّٰهِ يَا هٰؤُلَآءِ لَا يُنْجِيْكُمْ اِلَّا الصِّدْقُ فَلْيَدْعُ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْكُمْ بِمَا يَعْلَمُ اَنَّهٗ قَدْ صَدَقَ فِيْهِ فَقَالَ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ كَانَ لِيْ اَجِيْرٌ عَمِلَ لِيْ عَلٰى فَرَقٍ مِّنْ اَرُزٍّ فَذَهَبَ وَتَرَكَهٗ وَاَنِّيْ عَمَدْتُّ اِلٰى ذٰلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهٗ فَصَارَ مِنْ اَمْرِهٖ اَنِّيْ اشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَّاَنَّهٗ اَتَانِيْ يَطْلُبُ اَجْرَهٗ فَقُلْتُ لَهٗ اعْمِدْ اِلٰى تِلْكَ الْبَقَرِ فَسُقْهَا فَقَالَ لِيْ اِنَّمَا لِيْ عِنْدَكَ فَرَقٌ مِّنْ اَرُزٍّ فَقُلْتُ لَهٗ اعْمِدْ اِلٰى تِلْكَ الْبَقَرِ فَاِنَّهَا مِنْ ذٰلِكَ الْفَرَقِ فَسَاقَهَا فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا فَانْسَاحَتْ عَنْهُمُ الصَّخْرَةُ. فَقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ كَانَ لِيْ اَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ فَكُنْتُ اٰتِيْهِمَا كُلَّ لَيْلَةٍ بِلَبَنِ غَنَمٍ لِّيْ فَاَبْطَاْتُ عَلَيْهِمَا لَيْلَةً فَجِئْتُ وَقَدْ رَقَدَا وَاَهْلِيْ وَعَيَالِيْ يَتَضَاغَوْنَ مِنَ الْجُوْعِ فَكُنْتُ لَا اَسْقِيْهِمْ حَتّٰى يَشْرَبَ اَبَوَايَ فَكَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا وَكَرِهْتُ اَنْ اَدَعَهُمَا فَيَسْتَكِنَّا لِشَرْبَتِهِمَا فَلَمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے خبر دی از عبید اللہ بن عمر از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (تم سے پہلی امتوں میں سے) تین مرد جا رہے تھے' اس اثناء میں اچانک ان کو بارش نے آلیا' تو انہوں نے ایک غار کی پناہ لی' وہ غار ان پر بند ہو گیا' تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: اللہ کی قسم! اے لوگو! آج سچ کے سوا کوئی چیز تم کو پناہ نہیں دے گی' تم میں سے ہر شخص ایسی دعا کرے جس کے متعلق اسے علم ہو کہ اس نے سچ کہا ہے' تب ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ! بے شک تجھے علم ہے کہ میرا ایک مزدور تھا جس نے تین صاع (بارہ کلوگرام) چاولوں کے معاوضہ پر میرے لیے کام کیا' وہ اپنے چاولوں کو چھوڑ کر چلا گیا' پھر میں نے ان چاولوں کی کاشت کرنے کا قصد کیا' پس میں نے ان کو بویا' پھر ان کی آمدنی یہاں تک بڑھی کہ میں نے اس سے گائیں خرید لیں اور بے شک وہ اپنی اُجرت طلب کرنے کے لیے میرے پاس آیا' میں نے اس سے کہا: ان گایوں کو ہانک کر لے جاؤ' اس نے کہا: وہ اُجرت تو صرف تین صاع چاول تھے' میں نے اس سے کہا: تم ان گایوں کو لے جاؤ' یہ ان ہی تین صاع سے ہیں' سو وہ ان گایوں کو لے گیا' پس اگر تجھے یہ علم ہے کہ میں نے یہ کام محض تیرے خوف سے کیا ہے تو ہم پر تو اس غار کو کھول دے' تو وہ پتھر اس غار کے منہ سے (کچھ) ہٹ گیا' دوسرے نے کہا: اے اللہ! بے شک تجھے علم ہے کہ میرے ماں

اَرْلُ اَنْتَظِرُ حَتّٰی طَلَعَ الْفَجْرُ فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا فَانْسَاحَتْ عَنْهُمُ الصَّخْرَةُ حَتّٰی نَظَرُوْا اِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ كَانَ لِیْ اِبْنَةُ عَمٍّ مِّنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیَّ وَاَنِّیْ رَاوَدْتُّهَا عَنْ نَّفْسِهَا فَاَبَتْ اِلَّا اَنْ اٰتِيَهَا بِمِائَةِ دِيْنَارٍ فَطَلَبْتُهَا حَتّٰی قَدَرْتُ فَاَتَيْتُهَا بِهَا فَدَفَعْتُهَا اِلَيْهَا فَاَمْكَنَتْنِیْ مِنْ نَّفْسِهَا فَلَمَّا قَعَدْتُّ بَيْنَ رِجْلَيْهَا فَقَالَتْ اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ اِلَّا بِحَقِّهٖ فَقُمْتُ وَتَرَكْتُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا فَفَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَخَرَجُوْا.

باپ بہت بوڑھے تھے' میں ہر رات ان کے لیے اپنی بکری سے دودھ نکال کر لاتا تھا' ایک مرتبہ مجھے تاخیر ہوگئی' پس جب میں آیا تو وہ دونوں سو چکے تھے اور میرے اہل اور میرے عیال (بال بچے) بھوک سے بلبلا رہے تھے' اور میں ان کو اس وقت تک دودھ نہیں پلاتا تھا حتیٰ کہ میرے ماں باپ (دودھ) نہ پی لیں' پس میں نے ان کو جگانا ناپسند کیا اور میں نے یہ (بھی) ناپسند کیا کہ وہ دونوں دودھ (نہ) پینے کی وجہ سے کمزور ہو جائیں' سو میں ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا حتیٰ کہ فجر طلوع ہوگئی' (اے اللہ!) اگر تجھے یہ علم ہے کہ میں نے یہ کام محض تیرے خوف کی وجہ سے کیا ہے تو تو ہم پر کشادگی کر دے' پھر وہ پتھر (کچھ اور) ہٹ گیا' حتیٰ کہ انہوں نے آسمان کی طرف دیکھ لیا' پھر تیسرے شخص نے کہا: اے اللہ! بے شک تجھے علم ہے کہ میری ایک چچازاد تھی جو مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھی' میں نے اس سے اپنی خواہش طلب کی' اس نے انکار کیا حتیٰ کہ میں اس کو سو دینار لا کر دوں' میں نے ان کو طلب کیا حتیٰ کہ میں ان پر قادر ہو گیا' پھر میں وہ دینار اس کے پاس لے کر آیا اور وہ اس کو میں نے دیئے' اس نے مجھے اپنے نفس پر قدرت دے دی' پس جب میں اس کی دو ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا: اللہ سے ڈر! اور ناحق (بکارت کی) مہر کو نہ توڑ! سو میں اُٹھ گیا اور سو دینار بھی چھوڑ دیئے' پس اگر تجھے یہ علم ہے کہ میں نے یہ کام محض تیرے خوف کی وجہ سے کیا ہے تو ہم پر اس غار کو کشادہ کر دے! پس اللہ تعالیٰ نے ان پر کشادگی کر دی اور وہ (سب) غار سے باہر نکل آئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۱۵ میں گزر چکی ہے۔

٥٤ - بَاب　باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور یہ باب ابواب سابقہ سے فصل کے قائم مقام ہے۔

٣٤٦٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَا امْرَاَةٌ تُرْضِعُ ابْنَهَا اِذْ مَرَّ بِهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن' ان کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ میں

رَاكِبٌ وَّهِيَ تُرْضِعُهُ فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْ اِبْنِي حَتّٰى يَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَاتَجْعَلْنِي مِثْلَهُ ثُمَّ رَجَعَ فِي الثَّدْيِ وَمُرَّ بِامْرَاَةٍ تُجَرَّرُ وَيُلْعَبُ بِهَا فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ اِبْنِي مِثْلَهَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا فَقَالَ اَمَّا الرَّاكِبُ فَاِنَّهُ كَافِرٌ وَّاَمَّا الْمَرْاَةُ فَاِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ لَهَا تَزْنِي وَتَقُوْلُ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَيَقُوْلُوْنَ تَسْرِقُ وَتَقُوْلُ حَسْبِيَ اللّٰهُ.

نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ فرما رہے تھے کہ (پچھلی امتوں میں) جس وقت ایک عورت اپنے بیٹے کو دودھ پلا رہی تھی' اس وقت اس عورت کے پاس سے ایک سوار گزرا اور وہ اس وقت اس بچے کو دودھ پلا رہی تھی' اس عورت نے دعا کی: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس وقت تک نہ مارنا جب تک کہ وہ اس شخص کی مثل نہ ہو جائے! اس بچے نے کہا: اے اللہ! مجھے اس شخص کی مثل نہ بنانا! پھر وہ دودھ پینے لگا' اور وہ بچہ ایک عورت کے پاس سے گزارا گیا جس کو گھسیٹا جا رہا تھا اور اس کا مذاق اُڑایا جا رہا تھا' اس عورت نے دعا کی: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس کی مثل نہ بنانا! اس کے بیٹے نے کہا: اے اللہ! مجھے اس کی مثل بنانا! رسول اللہ ﷺ نے بتایا: وہ سوار کافر تھا' اور اس عورت کے متعلق لوگ کہہ رہے تھے کہ یہ زنا کرتی ہے' اور وہ کہتی تھی: مجھے اللہ کافی ہے! اور لوگ کہتے تھے کہ وہ چوری کرتی ہے' اور وہ کہتی تھی کہ مجھے اللہ کافی ہے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٠٦ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٦٧ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ تَلِيْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا كَلْبٌ يُّطِيْفُ بِرَكِيَّةٍ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ اِذَا رَاَتْهُ بَغِيٌّ مِّنْ بَغَايَا بَنِي اِسْرَائِيْلَ فَنَزَعَتْ مُوْقَهَا فَسَقَتْهُ فَغُفِرَ لَهَا بِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن تلید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جریر بن حازم نے خبر دی از ایوب از محمد بن سیرین از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (گزشتہ امتوں میں) ایک کتا کنویں کے گرد چکر کاٹ رہا تھا گویا کہ اس کو پیاس نے ہلاک کر دیا تھا' اچانک بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت نے اسے دیکھا' اس نے اپنا موزہ اتارا' پس اس کو پانی پلایا' سو اس سبب سے اس عورت کو بخش دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٢١ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٦٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِي سُفْيَانَ عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ فَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِّنْ شَعَرٍ كَانَتْ فِي يَدَيْ حَرَسِيٍّ فَقَالَ يَا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ مِّثْلِ هٰذِهٖ وَيَقُوْلُ اِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُوْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از حمید بن عبدالرحمان' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے اس سال منبر پر سنا جس سال انہوں نے حج کیا تھا' انہوں نے بالوں کا وہ گچھا لیا جو ایک سپاہی کے ہاتھوں میں تھا' پس کہا: اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے نبی ﷺ کو اس کی

إِسْرَائِيلَ حِينَ اتَّخَذَهَا نِسَاؤُهُمْ. [اطراف الحدیث: ۳۴۸۸۔ ۵۹۳۲۔ ۵۹۳۸] (صحیح مسلم: ۲۱۲۷، الرقم المسلسل: ۵۴۷۱، سنن ابوداؤد: ۴۱۶۷، سنن ترمذی: ۲۷۸۱، سنن نسائی: ۵۲۴۵)

مثل سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ فرماتے تھے: بنی اسرائیل صرف اس وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے' جب ان کی عورتوں نے یہ گچھے بنانے شروع کر دیئے تھے۔

علماء مدینہ کے بُرے کاموں پر انکار نہ کرنے کی توجیہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ نے کہا: تمہارے علماء کہاں ہیں؟ اس میں یہ اشارہ ہے کہ اس وقت علماء کی تعداد کم تھی' کیونکہ زیادہ تر صحابہ اس وقت فوت ہو چکے تھے اور عام جہلاء اس طرح کے کام کرتے تھے' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ کیا کہ علماء کو بتائیں کہ انہوں نے ایسے کاموں پر انکار کرنے کو کیوں ترک کر دیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باقی صحابہ اور اکابر تابعین نے اس پر انکار کو ترک کر دیا ہو' کیونکہ ان کے نزدیک یہ کام حرام نہیں تھا اور انہوں نے اس کو مکروہ تنزیہی پر محمول کیا تھا' یا انہوں نے اس وجہ سے اس کام پر انکار نہیں کیا کہ اس زمانہ کے حکام اس انکار کو اپنے خلاف اعتراض سمجھیں گے' یا اُن کو اس کام کی خبر بالکل نہیں پہنچی تھی یا ان کو اس کی خبر تو پہنچی تھی لیکن انہوں نے اس پر توجہ نہیں کی' حتیٰ کہ حضرت معاویہ نے ان کو توجہ دلائی' اس وقت جو علماء موجود تھے ان کی طرف سے یہ اعذار ممکن ہیں اور حضرت معاویہ نے جو خطبہ میں فرمایا تھا: تمہارے علماء کہاں ہیں؟ تو شاید یہ جمعہ کا خطبہ نہیں تھا اور اس خطبہ میں علماء حاضر نہیں تھے' اس لیے حضرت معاویہ نے حاضرین سے فرمایا: تمہارے علماء کہاں ہیں؟ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۶۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا پیشانی کے بالوں کا گچھا بنانا بنی اسرائیل پر حرام تھا' اسی وجہ سے اور دیگر حرام کاموں کی وجہ سے ان کو ہلاک کیا گیا' نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب عام لوگ بُرائی میں مبتلا ہوں تو ان کی مذمت کرنی چاہیے۔

٣٤٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهُ قَدْ كَانَ فِيمَا مَضَى قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ وَإِنَّهُ إِنْ كَانَ فِي أُمَّتِي هَذِهِ مِنْهُمْ فَإِنَّهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ. [طرف الحدیث: ۳۶۸۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم سے پہلے گزشتہ امتوں میں محدث ہوتے تھے اور بے شک اگر میری امت میں ان میں سے کوئی محدث ہے تو وہ عمر بن الخطاب ہیں۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

ہماری امت میں بہ کثرت محدثین کا ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں بھی مذکور ہے' اس میں فرمایا ہے: بنی اسرائیل میں محدث ہوتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ توقع تھی کہ آپ کی امت میں بھی محدث ہوں گے' گویا آپ کو یہ اطلاع نہیں تھی کہ آپ کی امت میں محدث ہوں گے' اور الحمد للہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توقع کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ محدث ہوئے اور ان کے علاوہ اور بھی بے شمار محدث گزرے ہیں۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۶۴۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

محدث کی تعریفات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

محدث میں دال مشدد پر زبر ہے اور مُحَدَّثُون مُحَدَّث کی جمع ہے۔

علامہ خطابی متوفی ۳۸۹ھ نے کہا ہے: محدَّث وہ شخص ہے جس کے دل پر الہام کیا جائے، گویا وہ اپنے گمان کے مطابق جو بات کہتا ہے وہ درست ہوتی ہے اور یہ اولیاء اللہ کے درجات میں ایک عظیم درجہ ہے۔

دوسری تعریف یہ ہے کہ محدَّث وہ ہے جس کی زبان سے صحیح بات نکلے۔

تیسری تعریف یہ ہے کہ محدَّث وہ ہے جس کی زبان سے فرشتے کلام کریں۔

امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ نے کہا ہے کہ ابوعیینہ کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ محدَّث وہ شخص ہوتا ہے جس کو فہم عطاء کی جاتی ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے: محدَّث صاحبِ فراست کو کہتے ہیں۔

علامہ نووی نے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ جس کی زبان سے صحیح بات نکلے وہ محدَّث ہوتا ہے۔

یہ تمام تعریفات متقارب المعنی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٧٦، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

علامہ اسماعیل بن احمد کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس میں شک نہیں تھا کہ آپ کی امت میں محدَّث ہوگا یا نہیں، کیونکہ جب بنی اسرائیل میں محدَّث تھے تو آپ کی امت تو خیر الامم ہے، بلکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر اس امت میں ایک بھی محدَّث ہوا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے اور اس میں ان کی انتہائی تعریف ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٣٥، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ١٤٢٩ھ)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی کرامات قیامت تک منقطع نہیں ہوں گی۔

بنی اسرائیل کے قاتل کا قصہ

٣٤٧٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي الصِّدِّيْقِ النَّاجِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ اِنْسَانًا ثُمَّ خَرَجَ يَسْاَلُ فَاَتٰى رَاهِبًا فَسَاَلَهٗ فَقَالَ لَهٗ هَلْ مِنْ تَوْبَةٍ قَالَ لَا فَقَتَلَهٗ فَجَعَلَ يَسْاَلُ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اِئْتِ قَرْيَةَ كَذَا وَكَذَا فَاَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهٖ نَحْوَهَا فَاخْتَصَمَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلٰئِكَةُ الْعَذَابِ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى هٰذِهٖ اَنْ تَقَرَّبِيْ وَاَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى هٰذِهٖ اَنْ تَبَاعَدِيْ وَقَالَ قِيْسُوْا مَابَيْنَهُمَا فَوُجِدَ اِلٰى هٰذِهٖ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَ لَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از قتادہ از ابوالصدیق الناجی از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: بنو اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے (۹۹) انسانوں کو قتل کر دیا، پھر وہ یہ مسئلہ معلوم کرنے کے لیے نکلا، پس وہ ایک راہب کے پاس آیا، پس اس سے سوال کیا کہ کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا: نہیں! اس نے اس کو بھی قتل کر دیا، پھر اس نے اپنا مسئلہ معلوم کیا تو اس سے ایک (عالم) مرد نے کہا: تم فلاں فلاں بستی میں جانا، پس اس کو (راستہ میں) موت نے آ لیا، تو اس نے اپنے سینہ کو (اس) بستی کے قریب کر دیا، تب رحمت کے فرشتوں میں اور عذاب کے فرشتوں میں اس کے متعلق بحث ہوئی، پس اللہ

(صحیح مسلم:٢٧٦٦' الرقم المسلسل:٦٩٠٢' سنن ابن ماجہ:٢٦٢٢' صحیح ابن حبان:٦١٥' حلیۃ الاولیاء ج٣ص١٠٢' مسند احمد ج٣ص٢٠ طبع قدیم' مسند احمد:١١١٥٤۔ج١٧ص٢٤٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

تعالیٰ نے اس فاصلہ کے متعلق وحی فرمائی کہ تو قریب ہو جا اور اس جگہ کے متعلق وحی فرمائی کہ تو بعید ہو جا اور فرمایا: ان دونوں جگہوں کی پیائش کرو' بستی والی جگہ ایک بالشت قریب تھی' سو اس کو بخش دیا گیا۔

صحیح مسلم کی حدیث سے حدیث مذکور کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر وہ مسئلہ معلوم کرنے کے لیے نکلا' یعنی یہ معلوم کرنے کے لیے نکلا کہ آیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں' صحیح مسلم میں قتادہ سے منقول ہے کہ وہ پوچھتا پھر رہا تھا کہ روئے زمین کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کی ایک راہب کی طرف رہنمائی کی گئی۔

پس وہ راہب کے پاس گیا' راہب رہبان نصاریٰ کا واحد ہے' اس کا معنی ہے: جو اللہ سے ڈرنے والا اور عبادت گزار ہو اور دنیا کے عیش و عشرت اور لذائذ کو ترک کرنے والا ہو' اس میں یہ خبر ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے بعد کا واقعہ ہے' کیونکہ رہبانیت کی بدعت حضرت عیسیٰ کے پیروکاروں نے نکالی تھی' جیسا کہ قرآن مجید میں منصوص ہے۔

اس سے ایک مرد نے کہا: تم فلاں فلاں بستی میں جاؤ۔ ہشام کی روایت میں ہے کہ وہاں ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں' تم ان کے ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کرو' اور اپنے علاقہ میں لوٹ کر نہ جاؤ' کیونکہ وہ بُرا علاقہ ہے' پس وہ روانہ ہوا' ابھی وہ آدھے راستہ میں تھا کہ اس کو موت نے آ لیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس پر موت کی علامات آ گئیں۔

تو اس نے اپنے سینہ کو اس بستی کے قریب کر دیا' تو اس کے متعلق فرشتوں نے بحث کی۔

ہشام کی روایت میں ہے: رحمت کے فرشتوں نے کہا: یہ ہمارے پاس توبہ کرتے ہوئے اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہوئے آیا تھا' اور عذاب کے فرشتوں نے کہا: اس نے کوئی نیک عمل نہیں کیا تھا' تب ان کے پاس ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا اور اس نے کہا: ان دونوں زمینوں کے فاصلہ کی پیائش کر لو اور وہ جس زمین کے قریب ہو' اس کو اسی کے ساتھ ملا دو۔

تب اللہ تعالیٰ نے وحی کی: یعنی جس بستی کی طرف وہ جا رہا تھا' اس زمین کی طرف وحی کی کہ تو سمٹ جا اور جس زمین سے وہ چلا تھا اس کی طرف وحی کی کہ تو پھیل جا اور دور دور ہو جا!

ابواللیث سمرقندی نے تنبیہ الغافلین میں ذکر کیا کہ نیک لوگوں کی زمین کا نام نصرۃ تھا اور دوسری بستی کا نام کفرۃ تھا۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس نے سو آدمیوں کو قتل کیا تھا اور آدمیوں کے حقوق توبہ سے نہیں ساقط ہوتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کی توبہ قبول کر لیتا ہے تو جن لوگوں کے اس پر حقوق ہیں' ان کو راضی کر دیتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج١٦ص٧٧۔٧٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

قاتل کی مغفرت کی توجیہات اور اولیاء اللہ کی فضیلت اور کرامت

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ قتل سمیت تمام کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنا مشروع ہے' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ توبہ تمام گناہوں کی طرح قتل کے گناہ کو بھی مٹا دیتی ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ قتل کا گناہ معاف نہیں ہوتا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا O (النساء: ٩٣)

اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے' وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہوگا اور وہ اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا اور اللہ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے O

اس اعتراض کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(١) جب مشتق پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس کا ماخذ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے اور یہاں مشتق ''مؤمنًا'' کا لفظ ہے اور اس کا ماخذ اشتقاق ایمان ہے' سو اس آیت کا معنی ہے: جس شخص نے کسی مؤمن کو اس کے ایمان کے سبب سے قتل کیا تو اس کی سزا دائمی جہنم ہے اور جو شخص کسی مؤمن کو اس کے ایمان کے سبب سے قتل کرے تو وہ کافر ہوگا اور اس کی سزا دائمی جہنم ہے اور جو شخص کسی مؤمن کو اس کے ایمان کی وجہ سے نہ قتل کرے بلکہ کسی اور سبب سے قتل کرے تو اس کی یہ سزا نہیں ہے۔

(٢) اس آیت میں ہر چند کہ عموم ہے' مگر اس سے مراد یہ ہے کہ جو کافر کسی مؤمن کو قتل کرے تو اس کی سزا دائمی جہنم ہے اور یہ آیت عام مخصوص عنہ البعض ہے۔

(٣) اور اگر بالفرض اس آیت میں کسی مسلمان کا دوسرے مسلمان کو قتل کرنا مراد ہو تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ مسلمان دائمی جہنم کی سزا کا مستحق ہے' اس کا یہ معنی نہیں کہ اس کو ضرور وہ سزا ملے گی۔

(٤) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس آیت میں خلود سے مراد دوام نہ ہو' بلکہ مکث طویل مراد ہو' یعنی وہ طویل عرصہ تک جہنم میں رہے گا' یہ مراد نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

(٥) اس آیت میں یہ شرط محذوف ہے کہ اگر اس کی مغفرت نہ کی گئی یا اس کی توبہ قبول نہ کی گئی' گویا اس صورت میں وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

(٦) یہ آیت انشاء تخویف پر محمول ہے' یعنی مسلمانوں کو ڈرانے کے لیے دائمی عذاب کا ذکر فرمایا ہے۔

(٧) اگر کسی مسلمان نے قتل کو معمولی کام سمجھا تو اس کی یہ سزا ہے' مطلقاً قتل کی یہ سزا نہیں ہے۔

(٨) اگر کسی نے قتل مسلم کے حرام ہونے کا انکار کر دیا تو پھر اس کی یہ سزا ہے۔

(٩) اگر کسی نے حلال اور جائز سمجھ کر مسلمان کو قتل کر دیا تو پھر اس کی یہ سزا ہے۔

(١٠) یہ آیت تغلیظ کے لیے ہے اور زجر و توبیخ پر محمول ہے۔

اس حدیث میں عالم کی عابد پر فضیلت کا بیان ہے' کیونکہ جس نے پہلے اس قاتل سے کہا تھا: تمہاری بخشش نہیں ہوگی' وہ عابد تھا اور جس نے کہا تھا کہ تم فلاں بستی میں جا کر توبہ کرو اور عبادت کرو تو تمہاری توبہ قبول ہو جائے گی' وہ عالم تھا۔

اس حدیث میں اولیاء اللہ کی فضیلت ہے کہ ان کے پاس جا کر عبادت کرنے سے توبہ قبول ہو جاتی ہے۔

واقع میں اولیاء کی بستی کا فاصلہ زیادہ تھا' لیکن اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو سمٹنے کا حکم دیا' کیونکہ اگر وہ زمین نہ سمٹتی تو اولیاء اللہ کی فضیلت ظاہر نہ ہوتی' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی فضیلت کو ظاہر کرنے کے لیے زمین کی طبعی اور واقعی پیمائش کو بدل ڈالا' یعنی یہ تو ہوسکتا ہے کہ زمین کی پیمائش بدل جائے' یہ نہیں ہوسکتا کہ اولیاء اللہ کی فضیلت میں کمی آئے۔

یہ بنی اسرائیل کے اولیاء اللہ کی بستی تھی' تو سوچئے! ہمارے نبی ﷺ کے اولیاء اللہ کی بستی کی فضیلت کا کیا عالم ہوگا۔

پھر غور طلب بات یہ ہے کہ وہ قاتل ابھی اولیاء اللہ کی بستی تک پہنچا نہیں تھا' ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی' توبہ نہیں کی تھی' اس جگہ عبادت نہیں کی تھی' صرف وہاں جانے کا قصد کیا تھا تو بخش دیا گیا تو جو اولیاء اللہ کے پاس پہنچا ہو' ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہو اور ان کے ساتھ عبادت کی ہو تو اس کی بخشش کا کیا عالم ہوگا اور یہ تو اسرائیلی اولیاء تھے جو محمدی اولیاء تک پہنچا ہو' غوثِ اعظم تک پہنچا ہو' خواجہ اجمیری کے پاس گیا ہو' داتا گنج بخش کے ہاتھ پر بیعت کی ہو' اس کی مغفرت اور اس کے فیوض کا کیا ٹھکانا ہوگا!

٣٤٧١ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ بَيْنَا رَجُلٌ يَّسُوْقُ بَقَرَةً اِذْ رَكِبَهَا فَضَرَبَهَا فَقَالَتْ اِنَّا لَمْ نُخْلَقْ لِهٰذَا اِنَّمَا خُلِقْنَا لِلْحَرْثِ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ بَقَرَةٌ تَكَلَّمَ فَقَالَ فَاِنِّيْ اُوْمِنُ بِهٰذَا اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَمَاهُمَا ثَمَّ وَبَيْنَمَا رَجُلٌ فِيْ غَنَمِهٖ اِذْ عَدَا الذِّئْبُ فَذَهَبَ مِنْهَا بِشَاةٍ فَطَلَبَ حَتّٰى كَاَنَّهٗ اسْتَنْقَذَهَا مِنْهُ فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ هٰذَا اسْتَنْقَذْتَهَا مِنِّيْ فَمَنْ لَّهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَارَاعِيَ لَهَا غَيْرِيْ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ ذِئْبٌ يَّتَكَلَّمُ قَالَ فَاِنِّيْ اُوْمِنُ بِهٰذَا اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَمَاهُمَا ثَمَّ. وَحَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مِّسْعَرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از ابوسلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی' پھر آپ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: (گزشتہ امتوں میں) جس وقت ایک شخص گائے کو لے جا رہا تھا جب وہ اس پر سوار ہو گیا اور اس کو مارا تو گائے نے کہا: میں اس لیے نہیں پیدا کی گئی ہوں' ہم کو تو صرف ہل چلانے کے لیے پیدا کیا گیا ہے' تو لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! گائے نے کلام کیا ہے' پس بے شک اس پر میں ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر اور عمر' اور اس وقت اس مجلس میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر حاضر نہیں تھے' پھر جس وقت ایک مرد اپنی بکریوں میں تھا' اچانک بھیڑیا حملہ کر کے ان میں سے ایک بکری لے گیا' اس مرد نے اس بکری کو تلاش کیا' حتیٰ کہ اس بکری کو بھیڑیے سے چھڑا لیا تو اس مرد سے بھیڑیے نے کہا: تو نے اس کو مجھ سے چھڑا لیا ہے' پس درندوں کی حکومت کے دن اس کو کون چھڑائے گا جس دن میرے سوا کوئی محافظ نہیں ہوگا' تو لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! بھیڑیے نے کلام کیا' آپ نے فرمایا: اس کلام پر میں ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر اور عمر اور اس وقت اس مجلس میں وہ دونوں حاضر نہیں تھے۔ اور ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از مسعر از سعد بن ابراہیم از ابی سلمہ از ابوہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے اس کی مثل فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٢٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٧٢ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰى رَجُلٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی از معمر از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مِنْ رَّجُلٍ عَقَارًا لَّهُ فَوَجَدَ الرَّجُلُ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ فِيْ عَقَارِهِ جَرَّةً فِيْهَا ذَهَبٌ فَقَالَ لَهُ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ خُذْ ذَهَبَكَ مِنِّيْ إِنَّمَا اشْتَرَيْتُ مِنْكَ الْأَرْضَ وَلَمْ أَبْتَعْ مِنْكَ الذَّهَبَ وَقَالَ الَّذِيْ لَهُ الْأَرْضُ إِنَّمَا بِعْتُكَ الْأَرْضَ وَمَا فِيْهَا فَتَحَاكَمَا إِلَى رَجُلٍ فَقَالَ الَّذِيْ تَحَاكَمَا إِلَيْهِ أَلَكُمَا وَلَدٌ قَالَ أَحَدُهُمَا لِيْ غُلَامٌ وَّقَالَ الْآخَرُ لِيْ جَارِيَةٌ قَالَ أَنْكِحُوا الْغُلَامَ الْجَارِيَةَ وَأَنْفِقُوْا عَلَى أَنْفُسِهِمَا مِنْهُ وَتَصَدَّقَا. (صحیح مسلم:١٧٢١' الرقم المسلسل:٤٣٨٨' صحیح ابن حبان: ٦٠٧٢' شعب الایمان:٥٢٩٠' شرح السنۃ:٢٢١٢' مسند احمد ج ٢ ص ٣١٦ طبع قدیم' مسند احمد:٨١٩١- ج ١٣ ص ٥١٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

(گزشتہ اُمتوں میں) ایک مرد نے دوسرے مرد سے زمین خریدی' پس خریدنے والے مرد نے اس زمین میں ایک گھڑا مدفون پایا جس میں سونے کی اشرفیاں تھیں' تو اس مرد نے جس سے زمین خریدی تھی' اس سے کہا: تم اپنا سونا لے لو' میں نے تم سے صرف زمین خریدی تھی سونا نہیں خریدا تھا' زمین فروخت کرنے والے نے کہا: میں نے تم کو زمین اور زمین میں جو کچھ تھا وہ فروخت کر دیا' پھر ان دونوں نے ایک تیسرے مرد کو حَکَم بنایا' پھر جس کو حَکَم بنایا تھا' اس نے پوچھا: کیا تم دونوں کی اولاد ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا: میرا لڑکا ہے' اور دوسرے نے کہا: میری لڑکی ہے' اس نے کہا: تم اس لڑکے کی لڑکی سے شادی کر دو اور ان دونوں پر اس سونے سے خرچ کرو اور صدقہ کرو۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس اعتبار سے ہے کہ وہ دونوں مرد بنی اسرائیل میں سے تھے۔

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''عقار'' کا لفظ ہے' ''عقار'' اصل میں زمین اور اس سے متصل مالیت کو کہتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ گھر اور اولاد کو ''عقار'' کہتے ہیں' بعض نے کہا: یہ کھجور کے درختوں کے ساتھ خاص ہے۔

اس میں ''جرّۃ'' کا لفظ ہے' مٹی کے برتن کو ''جرّہ'' کہتے ہیں' جیسے مٹکا یا گھڑا۔

کیا تم دونوں کی اولاد ہے؟ اس کا معنی ہے: کیا تم میں سے ہر ایک کی اولاد ہے' کیونکہ دونوں کی مشترک اولاد تو نہیں ہو سکتی۔

حَکَم کے حُکم نافذ ہونے میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں تیسرے مرد کو حَکَم (حاکم) بنانے کا ذکر ہے' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اگر حَکَم کی رائے قاضی شہر کی رائے کے موافق ہو گی تو اس کا حکم نافذ ہو گا ورنہ نہیں۔

امام مالک نے اس کو مطلقاً جائز کہا ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ اگر اس میں فیصلہ کرنے کی اہلیت ہے تو اس کا حکم نافذ ہو گا' خواہ اس کا حکم قاضی شہر کی رائے کے موافق ہو یا نہ ہو۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جس شخص کو انہوں نے حَکَم بنایا تھا' اس نے کسی فریق پر بھی حکم نہیں لگایا' بلکہ اس نے دونوں فریقوں کی دیانت اور تقویٰ کو دیکھ کر ان کی نسل اور ان کی اولاد کی خیر خواہی کے لیے ان کی بہتری کا فیصلہ کیا۔

دفینہ کا شرعی حکم

علامہ مازری نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص کوئی زمین خریدے اور اس میں کوئی چیز مدفون ہو تو اگر وہ چیز زمین کی جنس سے ہے جیسے ہیرے' جواہرات اور لعل اور یاقوت وغیرہ تو وہ خریدار کی ملکیت ہو گی اور اگر وہ زمانہ جاہلیت کے دفینوں کی قسم سے ہو جیسے سونے اور چاندی کے سکے تو وہ رکاز کے حکم میں ہے اور اگر وہ مسلمانوں کے دفینوں کی قسم سے ہو تو وہ لقطہ کے حکم میں ہے اور اگر اس کا یقین

نہ ہو سکے کہ وہ مسلمانوں کا دفینہ ہے یا نہیں تو اگر وہاں بیت المال ہو تو اس مال کو بیت المال میں محفوظ کر لیا جائے گا' ورنہ اس مال کو فقراء اور مساکین میں اور دینی ضروریات میں اور مصالح مسلمین میں صرف کیا جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٨٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر مال مدفون زمانۂ جاہلیت کا ہو تو وہ رکاز کے حکم میں ہے اور اگر وہ زمانۂ اسلام کا ہو تو وہ لقطہ کے حکم میں ہے تو پھر حَکَم نے یہ فیصلہ کیوں کیا کہ وہ ان دونوں کی اولاد پر خرچ کیا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دفینہ کا حال معلوم نہیں تھا اور چونکہ وہ ارضِ مملوک میں موجود تھا' اس لیے وہ خریدار کی ملکیت تھا اور جب خریدار نے اس مال کو لینے سے انکار کر دیا تو حَکَم نے دونوں کی اولاد کے متعلق اس کا فیصلہ کر دیا' نیز شرائع مختلف ہوتی ہیں' اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس شخص نے اس زمانہ کی شریعت کے مطابق فیصلہ کیا ہو' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان کو زُہد اور دنیا سے بے رغبتی کرنی چاہیے اور تقویٰ کو اختیار کرنا چاہیے' کیونکہ ان دونوں میں سے کوئی فریق بھی اپنے حق کے بغیر مال لینا نہیں چاہتا تھا۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٣٧' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

میں کہتا ہوں: یہ اس زمانے کے متقی لوگ تھے کہ کوئی فریق بھی بغیر شرعی دلیل کے دفینہ کو لینے پر تیار نہ تھا' آج ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر ہم ایسی صورتِ حال سے دوچار ہوں تو خریدار کہے گا: اس دفینہ پر میرا حق ہے اور زمین فروخت کرنے والا کہے گا: اس پر میرا حق ہے' اور اگر حکومت کو پتا چل جائے تو وہ اس پر قبضہ کر لے گی' دیانت اور خدا خوفی سے ہم لوگ خالی ہو چکے ہیں۔

(اللہ تعالیٰ ہدایت عطاء فرمائے!)

٣٤٧٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَعَنْ اَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَسْاَلُ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ مَاذَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الطَّاعُوْنِ فَقَالَ اُسَامَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلطَّاعُوْنُ رِجْسٌ اُرْسِلَ عَلٰى طَائِفَةٍ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَوْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَاِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَّاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِّنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر' اور از ابی النضر مولیٰ عمر بن عبید اللہ از عامر بن سعد بن ابی وقاص از والد خود' انہوں نے ان سے سنا' وہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سوال کر رہے تھے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طاعون کے متعلق کیا سنا ہے؟ تو حضرت اسامہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: طاعون ایک عذاب ہے جو بنو اسرائیل کی ایک جماعت پر بھیجا گیا تھا یا تم سے پہلے لوگوں پر بھیجا گیا تھا' پس جب تم سنو کہ کسی زمین میں طاعون ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب اس زمین میں طاعون آ جائے جہاں تم ہو تو طاعون سے بھاگ کر اس زمین سے نہ نکلو۔

قَالَ اَبُو النَّضْرِ لَا يُخْرِجُكُمْ اِلَّا فِرَارًا مِّنْهُ.

ابو النضر نے کہا: یعنی بھاگنے کے سوا اور کوئی غرض نہ ہو تو نہ نکلو۔

[اطراف الحدیث: ٥٧٢٨-٦٩٧٤] (صحیح مسلم: ٢٢١٨' الرقم المسلسل: ٥٦٦٥' سنن ترمذی: ١٠٦٧)

طاعون کے متعلق قدیم علماء کی تعریف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

طاعون' طعن سے ماخوذ ہے اور فاعول کے وزن پر ہے' اس کو اس موت کے لیے وضع کیا گیا ہے جس کا وقوع عام ہو' اس کو وباء کہتے ہیں' خلیل نے کہا ہے کہ وباء کا معنی طاعون ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ طاعون اس عام مرض کو کہتے ہیں جس میں بہ کثرت لوگ مبتلا ہوں اور یہ مرض ایک نوع کا ہو' حکماء نے کہا ہے کہ طاعون وباء ہے لیکن ہر وباء طاعون نہیں ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ طاعون کا معنی ہے: موتِ کثیر' چوتھا قول یہ ہے کہ طاعون ایک پھنسی ہے جس پر ورم آتا ہے اور اس میں شدید درد ہوتا ہے اور اس کے اردگرد کی کھال سیاہ ہو جاتی ہے یا سبز ہو جاتی ہے' اس سے دل میں گھبراہٹ ہوتی ہے' اس کی وجہ سے قے آتی ہے' یہ پھنسی بغلوں میں نکلتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱٦ ص ۸۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ نے لکھا ہے: طاعون وباء ہے۔

(القاموس المحیط ص ۱۲۱۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

طاعون کے متعلق جدید تحقیق

کیپٹن اختر ایم۔ بی۔ پی۔ ایس لکھتے ہیں:

طاعون یعنی پلیگ

پلیگ ایک گرام نیگٹیو بیکٹریا وائی پسئس کی وجہ سے ہوتی ہے' جو کہ جنگلی چوہوں سے گھریلو چوہوں میں منتقل ہوتا ہے' جب ان چوہوں کی تعداد کم ہونے لگتی ہے تو ان کو کاٹنے والی مکھیاں انسانوں کو کاٹ کر بیماری پھیلانے کا باعث بنتی ہیں۔ کبھی کبھار یہ متاثرہ شخص کا پاخانہ جلد کے ساتھ لگ جانے اور سانس کے بخارات کے ذریعے سے بھی پھیلتی ہے' اس کی چار قسمیں اب تک معلوم ہو چکی ہیں:

بوبونک' نمونک' سیپٹسمک اور کوٹینیس (جلدی)

(۱) بوبونک پلیگ: یہ سب سے عام قسم ہے اور نوے فیصد متاثرہ لوگوں کو یہی ہوتی ہے' انفیکشن لگنے کے ایک ہفتے کے بعد شدت سے ظاہر ہوتی ہے اور شدید بخار ہوتا ہے' سردی لگتی ہے' سر میں درد اور جسم میں درد اور متلی ہوتی ہے اور اُلٹی بھی آتی ہے' شدید کمزوری اور نقاہت ہوتی ہے' اس کے بعد بغل میں درد خاص طور پر رانوں کے جوڑوں میں سخت گلٹیاں بن جاتی ہیں' ایک سے دو ہفتے میں ان سے پیپ نکلنی شروع ہو جاتی ہے اور آنتوں میں یا پھیپھڑوں اور پیشاب کے راستے میں خون بھی آ سکتا ہے' قوتِ شنید کم ہو جاتی ہے' آواز بھرا جاتی ہے' زبان سوج جاتی ہے اور سفید اور خشک ہو جاتی ہے' زہر پھیل جانے پر مریض گھبرایا ہوا نظر آتا ہے۔

(۲) نمونک پلیگ: اس میں اچانک سخت نمونیا' خون والی بلغم اور سانس کی تنگی ہو جاتی ہے اور رنگ نیلا پڑ جاتا ہے اور اس میں تقریباً تمام متاثر مریض چل بستے ہیں۔

(۳) سیپٹسمک پلیگ: اس میں شدید انفیکشن ہوتا ہے اور نالیوں میں خون جم جاتا ہے اور مریض شاک میں چلا جاتا ہے' اگر علاج نہ ہو تو ۲ سے ۵ دن میں موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس میں ضروری نہیں ہے کہ جسم میں گلٹیاں بھی بنیں۔

(۴) کوٹینیس پلیگ: اس میں جلد پر دانے نکل آتے ہیں یا پسینے کے غدود یا بالوں کی جڑوں میں پیپ پڑ جاتی ہے' یا جلد اس طرح ہو جاتی ہے جیسے جل گئی ہو' یا سارے جسم پر نیلے دھبے (پرپرا) پڑ جاتے ہیں جو کہ گل جاتے ہیں یا گینگرین ہو جاتا ہے۔

تشخیص

لمف نوڈ کے مواد' خون کا کلچر اور بلغم کے معائنہ میں جراثیم کی موجودگی سے ہوتی ہے اور علاج کلچر کی رپورٹ آنے سے پہلے شروع ہو جانا چاہیے۔

سٹرپٹو مائی سین ٹیکے ۱/۲ گرام (.Inj. Sreptomycine 1/2g) ۴۸ گھنٹے تک ہر ۴ گھنٹے بعد پھر ۱/۲ گرام ہر چھ گھنٹے بعد پانچ دن کے لیے (الرجی سے محتاط رہیں)۔ یا' ٹیٹرا سائیکلین کیپسول (.Tetracycline Cap) دو یا تین کیپسول ہر چھے گھنٹے بعد ۱۴ دن کے لیے۔ یا' سٹرپٹو مائی سین ۱/۲ گرام (.Inj. Sreptomycine 1/2g) پنسلین ۴ لاکھ یونٹ (.Inj Penicilline 4 Lacunit) ملا کر ایک ٹیکہ روزانہ ۱۰ دن تک لگائیں' الرجی کا خیال رکھیں۔ یا' ہلکی صورت میں سلفا ڈایازین کی دو گولیاں صبح' دوپہر' شام دینی چاہئیں۔

الرجی کے لیے .Inj. Decadran 1ml (ڈیکاڈران) فوراً لگائیں۔ (پریکٹس آف میڈیسن ص ۱۹۵۔ ۱۹۴' منہاس پبلشرز لاہور)

طاعون زدہ علاقہ میں جانے سے ممانعت کی توجیہ

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جب کسی زمین میں طاعون ہو اور تم اس زمین میں ہو تو طاعون سے بھاگ کر اس زمین سے نہ نکلو۔ اگر تم اعتراض کرو کہ یہ تو ظاہر ہے کیونکہ وہ شخص اللہ پر توکل کرے گا اور اس کو یہ یقین ہوگا کہ اس پر جو بھی مصیبت آئے گی' وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وابستہ ہے' لیکن جس زمین میں طاعون ہو' وہاں جانے سے بھی حدیث میں منع کیا گیا ہے اور بہ ظاہر یہ ممانعت توکل کے منافی ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت اس لیے ہے کہ اگر اس جگہ جانے کے بعد اس کو طاعون ہو گیا تو شیطان اس کو یہ وسوسہ نہ ڈالے کہ اس جگہ جانے سے تم کو طاعون ہو گیا ہے' اگر وہاں نہ جاتے تو تم کو طاعون نہ ہوتا۔

(الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٣٨' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٣٤٧٤ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَشَاءُ وَأَنَّ اللّٰهَ جَعَلَهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِيْنَ لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ يَقَعُ الطَّاعُوْنُ فَيَمْكُثُ فِيْ بَلَدِهٖ صَابِرًا مُحْتَسِبًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يُصِيْبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ شَهِيْدٍ۔

[اطراف الحدیث: ٥٧٣٤۔ ٦٦١٩] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں داؤد بن ابی الفرات نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن بریدہ نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن یعمر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق سوال کیا تو آپ نے مجھے یہ خبر دی کہ طاعون ایک عذاب ہے' اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اس عذاب کو بھیج دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو مؤمنین کے لیے رحمت بنا دیا ہے' جس شہر میں طاعون ہو اس شہر میں جو شخص بھی صبر کر کے ثواب کی نیت سے اس یقین کے ساتھ وہاں ٹھہرا رہے گا کہ اس پر صرف وہی مصیبت آ سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دی ہے تو اس کو ایک شہید کی مثل اجر ملے گا۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر کتنا کرم فرمایا ہے کہ جو چیز دوسری اُمتوں کے لیے عذاب ہے اس کو اس امت کے لیے رحمت بنادیا ہے۔

٣٤٧٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْاَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِيْ سَرَقَتْ فَقَالُوْا وَمَنْ يُكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا وَمَنْ يَّجْتَرِئُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُ اُسَامَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ ابْنَةَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ قریش کے لیے سخت پریشانی کا باعث یہ تھا کہ بنومخزوم کی ایک عورت نے چوری کی تھی' انہوں نے کہا کہ اس کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون بات کرے گا' لوگوں نے کہا: اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے کی جرأت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے سوا اور کون کرسکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں' سو حضرت اسامہ نے آپ سے بات کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد میں سفارش کررہے ہو' پس آپ نے خطبہ دیا' پھر فرمایا: تم سے پہلی امتیں صرف اس لیے ہلاک ہوگئی تھیں کہ جب ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور جب ان میں سے کوئی پس ماندہ آدمی چوری کرتا تو وہ اس پر حد جاری کردیتے اور اللہ کی قسم! (بالفرض) اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹ ڈالتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٦٤٨ میں گزرچکی ہے۔

٣٤٧٦ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّزَّالَ بْنَ سَبْرَةَ الْهِلَالِيَّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَاَ وَّسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ خِلَافَهَا فَجِئْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ فَعَرَفْتُ فِيْ وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ وَقَالَ كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ وَّلَا تَخْتَلِفُوْا فَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اِخْتَلَفُوْا فَهَلَكُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک بن میسرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے نزال بن سبرہ الہلالی سے سنا' از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرد سے قراءت سنی اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف قراءت سنی تھی' سو میں اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آیا' پھر میں نے آپ کو (واقعہ) بتایا تو میں نے آپ کے چہرہ پر ناپسندیدگی پائی اور آپ نے فرمایا: تم دونوں ٹھیک ہو اور ایک دوسرے سے اختلاف نہ کرو' کیونکہ تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تو وہ ہلاک ہوگئے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤١٠ میں گزرچکی ہے۔

٣٤٧٧- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِي نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَأَدْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ وَيَقُولُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ.

[طرف الحدیث:٦٩٢٩] (صحیح مسلم:١٧٩٢، الرقم المسلسل: ٤٥٣٨، سنن ابن ماجہ:٤٠٢٥، مسند ابویعلیٰ:٥٢٠٥، صحیح ابن حبان: ٩٧٣، مسند احمد ج ٢ ص ٣٨٠ طبع قدیم، مسند احمد:٣٦١١۔ ج٦ ص ١٠٣ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے شقیق نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: گویا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا، آپ انبیاء میں سے کسی نبی کا واقعہ بیان کر رہے تھے، ان کو ان کی قوم نے مارا، پس خون آلود کر دیا اور وہ اپنے چہرے سے خون صاف کر رہے تھے اور یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ علم نہیں رکھتے!

آپ جس نبی کا واقعہ بیان فرما رہے تھے، اس نبی کے تعین میں اختلافِ شارحین اور علامہ قرطبی کا ردّ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ جس نبی کا آپ نے واقعہ بیان فرمایا ہے، وہ بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے کوئی نبی تھے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ حضرت نوح علیہ السلام ہوں، کیونکہ ان کی قوم ان کو پکڑ کر ان کا گلا گھونٹنے لگتی حتیٰ کہ ان پر غشی طاری ہو جاتی اور جب ان کو ہوش آتا تو وہ یہ دعا کرتے: اے اللہ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ ان کو علم نہیں ہے!

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس صورت میں یہ حدیث باب کے مطابق نہیں ہو گی کیونکہ یہ باب بنی اسرائیل کے متعلق ہے اور حضرت نوح علیہ السلام بنی اسرائیل سے کافی مدت پہلے گزرے ہیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نبی کا قصہ بیان فرمایا ہے، اس سے مراد خود آپ کی اپنی ذاتِ گرامی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٨٤۔ ٨٣، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

علامہ قرطبی کا یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اُحد میں مشرکین کی مغفرت کی دعا کی اور اس کا ابطال

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

ہوسکتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خود یہ واقعہ پیش آیا تو آپ نے اپنے اصحاب سے ذکر کیا کہ ایسا واقعہ آپ سے پہلے ایک اور نبی کے ساتھ بھی پیش آ چکا ہے، آپ کے ساتھ غزوۂ اُحد کے دن یہ واقعہ پیش آیا تھا، جب آپ کے سر پر چوٹ لگی اور اس سے خون بہا تو اس حال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سے پہلے نبی کا قصہ یاد آ گیا تو آپ نے اپنے اصحاب کی دل جوئی کے لیے یہ قصہ سنایا۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکایت بیان کی ہے اور آپ خود ہی اس کا محکی عنہ (مصداق) ہیں، گویا اس قصہ کے وقوع سے پہلے آپ کی طرف اس کی وحی کی گئی تھی اور اس نبی کا نام نہیں لیا گیا تھا، اور جب آپ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تو متعین ہو گیا کہ اس قصہ میں نبی سے مراد آپ ہی کی ذاتِ گرامی ہے۔

علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ علامہ قرطبی کی اس تقریر پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کے باب کا عنوان بنی اسرائیل ہے، اس لیے

اس حدیث کو بنی اسرائیل کے انبیاء پر محمول کرنا متعین ہے اور صحیح ابن حبان میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما کیونکہ وہ علم نہیں رکھتے۔ (صحیح ابن حبان: ۹۷۳) امام ابن حبان نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ اُحد میں یہ دعا کی تھی' جب آپ کے سر پر چوٹ ماری گئی تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! میرے سر پر چوٹ مارنے کے ان کے گناہ کو معاف فرما! یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ نے ان کے لیے مطلقاً مغفرت کی دعا کی تھی' کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ کی دعا مقبول ہوتی اور اگر آپ کی یہ دعا مقبول ہوتی تو غزوۂ اُحد کے تمام کفار مسلمان ہو جاتے' امام ابن حبان کا یہ کلام اس پر مبنی ہے کہ آپ کی دعا کا کسی کے حق میں قبول نہ ہونا جائز نہیں ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا میں سے دو چیزیں عطاء کیں اور ایک چیز سے مجھ کو منع کر دیا۔

پھر مجھے مسند احمد میں ایسی حدیث ملی جو علامہ قرطبی کی تاویل سے مانع ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الجعرانہ میں حنین کی غنیمتوں کو تقسیم کیا تو آپ پر لوگوں کا ازدحام ہو گیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے اپنے ایک بندے کو ایک قوم کی طرف مبعوث کیا تو انہوں نے اس کی تکذیب کی اور اس کا سر پھاڑ دیا' وہ نبی اپنی پیشانی سے خون کو پونچھ رہے تھے اور یہ دعا کر رہے تھے: اے میرے رب! میری قوم کو معاف فرما! کیونکہ یہ علم نہیں رکھتے۔ حضرت ابن مسعود نے کہا: گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا' آپ اپنی پیشانی پونچھ کر اس نبی کی حکایت کر رہے تھے۔ (مسند احمد ج۱ ص ۴۲۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۴۰۵۷۔ ج۷ ص ۱۴۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' مسند ابو یعلیٰ: ۴۹۹۲' علامہ شعیب الارنؤوط نے کہا ہے: اس حدیث کی سند حسن ہے)

اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی پیشانی سے خون نہیں پونچھا تھا بلکہ اس نبی علیہ السلام کے خون پونچھنے کی حکایت کی تھی' اس سے ظاہر ہو گیا کہ علامہ قرطبی کا یہ قول فاسد ہے کہ اس حکایت کے آپ خود ہی محکی عنہ (مصداق) ہیں۔

(فتح الباری ج۴ ص ۷۶۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس نبی سے مراد خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے' لیکن علامہ قرطبی کا یہ قول دو وجہ سے صحیح نہیں ہے' اوّلاً اس لیے کہ اس حدیث کے باب کا عنوان بنی اسرائیل ہے' اس لیے اس نبی سے مراد بنی اسرائیل کے کوئی نبی ہیں' ثانیاً اس لیے کہ غزوۂ اُحد کی حدیث کے آخر میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس قوم پر اللہ کا شدید غضب ہوتا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ خون آلود کر دے۔ (صحیح البخاری: ۴۰۷۴' صحیح مسلم: ۲۷۹۳) اور اس نبی کے قصہ کے آخر میں ہے کہ وہ نبی اپنی پیشانی سے خون پونچھ رہے تھے اور دعا کر رہے تھے: اے میرے رب! قوم کو معاف فرما! کیونکہ وہ علم نہیں رکھتے۔ (مسند احمد ج۸ ص ۴۲۷) اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ اس نبی سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی ذات نہیں تھی۔ (الکوثر الجاری ج۶ ص ۳۴۰۔۳۳۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ کورانی کی ذکر کردہ حدیث کی تفصیل یہ ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت اپنے چہرے سے خون صاف کر رہے تھے' اس وقت آپ نے فرمایا: وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا اور اس کے سامنے کے چار دانت شہید کر دیئے اور آپ انہیں اللہ کی طرف دعوت دے رہے تھے۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۸۸ ۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۴۰۷۲- ج ۲۱ ص ۴۵۶' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ الارنؤ وط نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور اس حدیث میں یہ جملہ نہیں ہے کہ اے اللہ! میری قوم کی مغفرت کر دے کیونکہ وہ علم نہیں رکھتے' لہٰذا علامہ قرطبی کی تقریر کا صحیح نہ ہونا مزید ظاہر ہو گیا۔

٣٤٧٨ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَبْدِ الْغَافِرِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَجُلًا كَانَ قَبْلَكُمْ رَغَسَهُ اللّٰهُ مَالًا فَقَالَ لِبَنِيْهِ لَمَّا حُضِرَ اَىَّ اَبٍ كُنْتُ لَكُمْ قَالُوْا خَيْرَ اَبٍ قَالَ فَاِنِّىْ لَمْ اَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ فَاِذَا مُتُّ فَاحْرِقُوْنِىْ ثُمَّ اسْحَقُوْنِىْ ثُمَّ ذَرُّوْنِىْ فِىْ يَوْمٍ عَاصِفٍ فَفَعَلُوْا فَجَمَعَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ مَاحَمَلَكَ قَالَ مَخَافَتُكَ فَتَلَقَّاهُ بِرَحْمَتِهٖ وَقَالَ مُعَاذٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدٍ اَلْخُدْرِىَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ۶۴۸۱-۷۵۰۸] (صحیح مسلم: ۲۷۵۷' الرقم المسلسل: ۶۸۷۸' صحیح ابن حبان: ۶۴۹' کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۵۱۱- ۵۱۰' مسند احمد ج ۳ ص ۷۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۶۶۴- ج ۱۸ ص ۲۰۴- ۲۰۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از عقبہ بن عبدالغافر از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں سے ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطاء فرمایا' جب اس پر موت کی علامات آئیں تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: میں تمہارے لیے کیسا باپ تھا؟ انہوں نے کہا: آپ بہترین باپ تھے! اس نے کہا: میں نے بالکل کوئی نیک عمل نہیں کیا' پس جب میں مر جاؤں تو تم مجھے جلا دینا' پھر میری ہڈیوں کو پیسنا' پھر جس دن تیز ہوا چل رہی ہو اس دن مجھے چھوڑ دینا' انہوں نے ایسا کیا' پھر اللہ عزوجل نے اس (کے اجزاء) کو جمع کر کے پوچھا: تجھے اس بات پر کس نے برانگیختہ کیا! اس نے کہا: تیرے خوف نے' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس کے ساتھ ملاقات کی۔ اور معاذ نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: میں نے عقبہ بن عبدالغافر سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح عنقریب صحیح البخاری: ۳۴۸۱ میں آ رہی ہے۔

٣٤٧٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ قَالَ عُقْبَةُ لِحُذَيْفَةَ اَلَا تُحَدِّثُنَا مَاسَمِعْتَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اِنَّ رَجُلًا حَضَرَهُ الْمَوْتُ لَمَّا اَيِسَ مِنَ الْحَيٰوةِ اَوْصٰى اَهْلَهٗ اِذَا مُتُّ فَاجْمَعُوْا لِىْ حَطَبًا كَثِيْرًا ثُمَّ اَوْرُوْا نَارًا حَتّٰى اِذَا اَكَلَتْ لَحْمِىْ وَخَلَصَتْ اِلٰى عَظْمِىْ فَخُذُوْهَا فَاطْحَنُوْهَا فَذَرُّوْنِىْ فِى الْيَمِّ فِىْ يَوْمٍ حَارٍّ اَوْ رَاحٍ فَجَمَعَهُ اللّٰهُ فَقَالَ لِمَ فَعَلْتَ قَالَ خَشْيَتَكَ فَغَفَرَ لَهٗ قَالَ عُقْبَةُ وَاَنَا سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ. حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْمَلِكِ وَقَالَ فِىْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از عبدالملک بن عمیر از ربعی بن حراش' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عقبہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ ہمیں وہ حدیث نہیں سناتے جس کو آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص کے پاس موت (کی علامات) آئیں' جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو میرے لیے بہت لکڑیاں جمع کرنا' پھر ان میں آگ لگا دینا' حتیٰ کہ جب آگ میرا گوشت کھا لے اور میری ہڈیوں تک پہنچ جائے تو پھر ان

يَوْمٍ رَاحٍ.

ہڈیوں کو لے کر پیسنا' پھر مجھے سخت گرمی' یا فرمایا: سخت آندھی کے ان دریا میں پھینک دینا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس (کے اجزاء) کو جمع کیا' پس پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا: تیرے خوف کی وجہ سے' پس اللہ نے اس کو بخش دیا' حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا۔ ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک نے حدیث بیان کی اور کہا: سخت آندھی کے دن میں۔

٣٤٨٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يُدَايِنُ النَّاسَ فَكَانَ يَقُولُ لِفَتَاهُ إِذَا أَتَيْتَ مُعْسِرًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا قَالَ فَلَقِيَ اللّٰهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی لوگوں کو قرض پر مال دیتا تھا' اور وہ اپنے نوکروں سے کہتا تھا کہ جب تمہارے پاس کوئی تنگ دست آئے تو اس سے درگزر کرنا' شاید کہ اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر کرے' آپ نے فرمایا: پس اس نے اللہ سے ملاقات کی تو اللہ نے اس سے درگزر کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٧٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٨١ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُسْرِفُ عَلٰى نَفْسِهِ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ لِبَنِيهِ إِذَا أَنَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِي ثُمَّ اطْحَنُونِي ثُمَّ ذَرُّونِي فِي الرِّيحِ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَيَّ رَبِّي لَيُعَذِّبَنِّي عَذَابًا مَا عَذَّبَهُ أَحَدًا فَلَمَّا مَاتَ فُعِلَ بِهِ ذٰلِكَ فَأَمَرَ اللّٰهُ الْأَرْضَ فَقَالَ اجْمَعِي مَا فِيكِ مِنْهُ فَفَعَلَتْ فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا صَنَعْتَ قَالَ يَا رَبِّ خَشْيَتُكَ فَغَفَرَ لَهُ. وَقَالَ غَيْرُهُ مَخَافَتُكَ يَا رَبِّ. [طرف الحدیث: ٧٥٠٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از حمید بن عبدالرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: ایک شخص اپنی جان پر زیادتی کرتا تھا' جب اس پر موت (کی علامات) آئیں تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا' پھر (میری ہڈیوں کو) پیس دینا' پھر مجھے سخت ہوا میں اُڑا دینا' پس اللہ کی قسم! اگر اللہ نے مجھ پر تنگی کی تو وہ مجھے ایسا عذاب دے گا کہ ایسا عذاب اس نے کسی کو نہیں دیا ہوگا' پھر جب وہ مر گیا تو اس کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا' پس اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ تم میں جو اس کے اجزاء ہیں ان کو جمع کر لو' پس زمین نے ایسا کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوا' اللہ تعالیٰ نے پوچھا: تم نے جو کام کیا اس پر تم کو کس نے برانگیختہ

کیا! اس نے کہا: اے رب! تیرے خوف نے‘ سو اللہ نے اس کو بخش دیا‘ دوسروں نے کہا: یا رب! تیری خشیت (خوف) کی وجہ سے۔

اگر دہشت سے مغلوب ہو کر یا جہالت سے کلمۂ کفر نکل جائے تو اس کا اعتبار نہیں ہوتا

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اگر اللہ نے مجھ پر تنگی کی‘ یہاں پر متن حدیث میں یہ الفاظ ہیں: ”لئن قدر علیّ ربی“۔ بعض علماء نے قدر کو قدرت سے ماخوذ قرار دے کر اس کا یہ معنی کیا ہے: اگر میرا رب مجھ پر قادر ہوا‘ پھر اس پر یہ اعتراض کیا کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک تھا‘ پھر تو وہ مؤمن بھی نہیں تھا‘ تو اس کی مغفرت کیسے ہو سکتی تھی‘ پھر اس کا یہ جواب دیا کہ قدر کا معنی تنگی کرنا ہے۔

علامہ نووی نے کہا: یہ لفظ اپنے ظاہر پر محمول ہے کیونکہ اس نے دہشت سے مغلوب ہو کر یہ الفاظ کہے یا غفلت سے اور بھول کر کہے‘ اس لیے اس سے ان الفاظ پر مواخذہ نہیں ہوا‘ یا وہ اس زمانہ میں تھا جس میں صرف توحید کا عقیدہ رکھنا نجات کے لیے کافی تھا یا ان کے زمانہ میں کافر کی مغفرت بھی ہو سکتی تھی۔

علامہ خطابی نے کہا: چونکہ اس شخص نے کہا تھا کہ میں نے تیرے خوف کی وجہ سے یہ وصیت کی تھی‘ اس سے معلوم ہوا کہ وہ شخص مؤمن تھا‘ رہا یہ کہ اس نے کہا تھا: اگر میرا رب مجھ پر قادر ہوا تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا منکر نہیں تھا‘ بلکہ اس نے لاعلمی کی وجہ سے کہا تھا۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص ٨٧-٨٦‘ دارالکتب العلمیہ بیروت‘ ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ اگر اس حدیث میں قدر کا معنی تنگی کیا جائے جیسا کہ ہم نے کیا ہے تو پھر اس تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔

٣٤٨٢ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ اَسْمَاءَ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُذِّبَتِ امْرَاَةٌ فِیْ هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ لَاهِيَ اَطْعَمَتْهَا وَلَا هِيَ سَقَتْهَا اِذْ حَبَسَتْهَا وَلَاهِيَ تَرَكَتْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی‘ انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ایک عورت کو بلی کے سبب سے عذاب دیا گیا جس کو اس نے قید کر دیا تھا‘ حتیٰ کہ وہ بلی مر گئی‘ پس وہ عورت اس وجہ سے دوزخ میں داخل ہو گئی‘ اس عورت نے بلی کو کھلایا تھا نہ پلایا تھا‘ جب (سے) اس کو قید کیا تھا اور نہ اس بلی کو چھوڑا تھا کہ وہ زمین کا کوڑا کرکٹ کھا لیتی۔

اس حدیث کی شرح‘ صحیح البخاری: ٢٣٦٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٨٣ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ عَنْ زُهَيْرٍ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ حَدَّثَنَا اَبُوْمَسْعُوْدٍ عُقْبَةُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَافْعَلْ مَاشِئْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی از زہیر‘ انہوں نے کہا: ہمیں منصور نے حدیث بیان کی از ربعی بن حراش‘ انہوں نے کہا: ہمیں ابو مسعود عقبہ نے حدیث بیان کی‘ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں نے انبیاء

[اطراف الحدیث: ٣٤٨٤-٣٤٨٣-٦١٢٠] (سنن ابوداؤد: ٤٧٩٧ 'سنن ابن ماجہ: ٤١٨٣) سابقین کے جن بعض ارشادات کو پایا' ان میں یہ کلام بھی تھا: جب تم حیاء نہ کرو تو جو چاہے کرو۔

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: ''بنی اسرائیل کی احادیث'' اور اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں جن انبیاء کا ذکر ہے' ان سے مراد انبیاء بنی اسرائیل ہیں۔

جب انسان میں حیاء نہ رہے تو وہ جو چاہے کرتا ہے' اس کلام کے محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات ہیں:

(١) جب تمہیں کسی کے ڈانٹنے سے حیاء نہ آئے اور نہ کسی کے ملامت کرنے کا خوف ہو تو پھر جو تمہارے جی میں آئے وہ کرو' خواہ وہ کام اچھا ہو یا بُرا ہو' اس حدیث میں بہ ظاہر امر کا صیغہ ہے مگر اس سے مراد زجر و توبیخ ہے۔

(٢) اس کا معنی وعید ہے' جیسے قرآن مجید میں ہے: ''اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُم (حٰم السجدہ: ٤٠)'' جو چاہو کیے جاؤ' یعنی تم جو بھی ناجائز کام کرو گے' اس پر تم کو سزا ملے گی۔

(٣) تم کو نیکی کے کام سے حیاء منع نہیں کرے گی۔

(٤) یہ کلمہ تہدید ہے' یعنی اس میں دھمکایا گیا ہے کہ تم جو چاہو کرو' تم کو اللہ تعالیٰ سزا دے گا۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٨٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ٨٩٣ ھ لکھتے ہیں:

اس کا معنی یہ ہے کہ انسان کو بُرے اور مذموم کام سے حیاء روکتی ہے اور جب انسان میں حیاء نہ رہے تو وہ جو چاہے کرتا ہے۔

(الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٤٢' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٤٨٤ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رِبْعِيَّ بْنَ خِدَاشٍ يُّحَدِّثُ عَنْ اَبِي مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' از منصور انہوں نے کہا: میں نے ربعی بن خداش سے سنا' وہ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک لوگوں نے جو کلام نبوت حاصل کیا اس میں سے یہ ہے کہ جب تم حیاء نہ کرو تو جو چاہو کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٤٨٣ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صحیح لفظ ربعی بن خداش نہیں بلکہ ربعی بن حراش ہے جیسا کہ صحیح البخاری: ٣٤٨٣ میں مذکور ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

٣٤٨٥ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَّجُرُّ اِزَارَهٗ مِنَ الْخُيَلَاءِ خُسِفَ بِهٖ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

الْأَرْضِ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ تَابَعَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ. [طرف الحدیث:٥٧٩٠] (سنن نسائی:٥٣٤١)

نے فرمایا: جس وقت ایک مرد تکبر سے اپنا تہبند گھسیٹ رہا تھا تو اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا' پس وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔ یونس کی متابعت عبدالرحمان بن خالد نے کی از زہری۔

اس حدیث میں ''یتجلجل'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: آواز کے ساتھ حرکت کرنا' ابن فارسی نے کہا: اس کا معنی ہے: کسی چیز کا مزاحمت کے ساتھ زمین میں دھنسنا۔

٣٤٨٦ - **حَدَّثَنَا** مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ طَاوٗسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بَيْدَ كُلِّ اُمَّةٍ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَاُوْتِيْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ فَهٰذَا الْيَوْمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَغَدًا لِّلْيَهُوْدِ وَبَعْدَ غَدٍ لِّلنَّصَارٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والدخود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: ہم (بعثت میں) آخر ہیں اور قیامت کے دن مقدم ہوں گے' تاہم ہر امت کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور ہمیں ان کے بعد کتاب دی گئی ہے' پس یہ وہ (جمعہ کا) دن ہے جس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا' پس یہود نے آئندہ کل کا دن بنایا' اور نصاریٰ نے اس کے بعد کا دن بنایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٨٧ - **عَلٰى** كُلِّ مُسْلِمٍ فِي كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَوْمٌ يَّغْسِلُ رَاْسَهٗ وَجَسَدَهٗ.

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ہر سات دن میں ایک دن اپنا سر اور (باقی) جسم دھوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٩٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٨٨ - **حَدَّثَنَا** اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَدِمَ مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِي سُفْيَانَ الْمَدِيْنَةَ اٰخِرَ قَدْمَةٍ قَدِمَهَا فَخَطَبَنَا فَاَخْرَجَ كُبَّةً مِّنْ شَعَرٍ فَقَالَ مَا كُنْتُ اُرٰى اَنَّ اَحَدًا يَّفْعَلُ هٰذَا غَيْرَ الْيَهُوْدِ وَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمَّاهُ الزُّوْرَ يَعْنِي الْوِصَالَ فِي الشَّعَرِ تَابَعَهٗ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما مدینہ میں آئے اور وہ ان کا مدینہ میں آخری بار آنا تھا' پس انہوں نے ہمیں خطبہ دیا اور بالوں کا گچھا نکال کر فرمایا: میں نہیں سمجھتا کہ یہود کے علاوہ کوئی اور اس طرح کرتا ہوگا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام جھوٹی تزیین رکھا ہے' یعنی بالوں کو (مصنوعی) بالوں سے جوڑنا۔ آدم کی متابعت غندر نے کی ہے از شعبہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٤٦٨ میں گزر چکی ہے۔

کتاب احادیث الانبیاء و بنی اسرائیل کی تکمیل

الحمد للہ رب العلمین! آج تیرہ جمادی الثانی ١٤٣٠ھ/سات جون ٢٠٠٩ء بروز اتوار بعد از نمازِ ظہر کتاب احادیث الانبیاء اور

احادیث بنی اسرائیل کی تکمیل ہوگئی' ان میں دوسونو (٢٠٩) احادیث مرفوعہ ہیں' جن میں ایک سوستائیس (١٢٧) احادیث مکرر ہیں اور خالص احادیث بیاسی (٨٢) ہیں' ان میں تیس تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں۔

الٰہ العٰلمین! جس طرح یہاں تک محض اپنے فضل وکرم سے پہنچا دیا ہے' صحیح البخاری کی باقی کتب اور ابواب کو بھی مکمل کرادے اور مصنف کی' اس کے والدین کی اور تمام قارئین کی مغفرت فرما دے! اس کتاب کو تا قیام قیامت باقی اور فیض آفریں کردے!

(آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

۞۞۞۞۞

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم

٦١- كِتَابُ الْمَنَاقِبِ
فضائل کا بیان

اس کتاب کا عنوان ہے: "المناقب" یہ "المنقبة" کی جمع ہے اس کا معنی سوراخ ہے۔ فضیلت کو منقبت اس لیے کہتے ہیں کہ کسی کی فضیلت کو سن کر اس کے مخالف کے دل میں سوراخ ہو جاتا ہے یہ مجاز ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے دل میں تکلیف ہوتی ہے۔

١ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ (الحجرات:١٣)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تم کو قومیں اور قبیلے بنا دیا تا کہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرو بے شک تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار رہو (الحجرات: ١٣)

وَقَوْلِهٖ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۝﴾ (النساء:١)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ سے ڈرو جس کے سبب سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے سے ڈرو بے شک تم پر اللہ نگہبان ہے۝ (النساء:١)

الحجرات: ١٣ کے بعض الفاظ کی تفسیر

اس آیت میں ایک مرد اور ایک عورت کا ذکر ہے مرد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور عورت سے مراد حضرت حواء ہیں۔ نیز اس آیت میں "شعوب" کا لفظ ہے یہ "شعب" کی جمع ہے قبائل کے مجموعہ کو "شعب" کہتے ہیں اور قبیلہ کا معنی جماعت ہے یہ "قبائل الشجرة" سے ماخوذ ہے یعنی ایک درخت کی شاخیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ایک قبیلہ ہے اسی طرح حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد ایک قبیلہ ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ١٢٧٠ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں زہری سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی عورت کا ابو ہند سے نکاح کر دیں انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم اپنی بیٹیوں کا نکاح اپنے

آزاد کردہ غلاموں سے کر دیں؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے۔

امام بیہقی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے باپ دادا کی وجہ سے جاہلیت کی نخوت اور تکبر کو دور کر دیا ہے، تم سب آدم اور حواء کی اولاد ہو، جس طرح دو صاع برابر ہوتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو لہٰذا تمہارے پاس جو بھی ایسا شخص آئے جس کے دین اور امانت پر تم راضی ہو اس سے (اپنی لڑکیوں) کا نکاح کر دو۔ اس حدیث کو امام احمد اور ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔

(شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۹-۲۸۸، طبع بیروت)

النساء:۱ کی تفسیر

اس آیت میں رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور قطع تعلق کرنے سے منع کیا ہے، اور اس کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ تم سب ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیے گئے ہو، سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، اس لیے رنگ اور نسل میں اختلاف کے باوجود ان سب کو ایک دوسرے پر رحم کرنا چاہیے۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (صحیح البخاری: ۵۹۸۴، صحیح مسلم: ۲۵۵۶، سنن ترمذی: ۱۹۰۹)

امام احمد بن عمرو بزار متوفی ۲۹۲ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کی عمر بڑھائی جائے، اس کے رزق میں وسعت کی جائے اور اس سے بُری موت کو دور کیا جائے، وہ اللہ سے ڈرے اور رشتہ داروں سے تعلق جوڑے۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار ار:۱۸۷۹، المعجم الاوسط:۵۶۲۲)

یہ بھی باب کے عنوان کا ایک حصہ ہے، یعنی زمانۂ جاہلیت میں میت پر جس طرح نوحہ کیا جاتا تھا، جیسے کہا جاتا تھا: ہائے فلاں! اس کی ممانعت کے متعلق جو احادیث وارد ہیں۔

اَلشُّعُوْبُ وَمَا يُنْهٰى عَنْ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ اَلنَّسَبُ الْبَعِيْدُ وَالْقَبَائِلُ دُوْنَ ذٰلِكَ.

''شعوب'' نسب بعید ہیں اور قبائل اس سے کم ہیں، ان کا معنیٰ: اور وہ جو زمانۂ جاہلیت کی چیخ و پکار سے منع کیا جاتا ہے۔

نسب بعید سے مراد ہے: جیسے مُضر اور ربیعہ، اور قبائل سے مراد ہے: جیسے قریش اور تمیم۔

٣٤٨٩ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ الْكَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا﴾ (الحجرات:۱۳) **قَالَ اَلشُّعُوْبُ الْقَبَائِلُ الْعِظَامُ وَالْقَبَائِلُ الْبُطُوْنُ.** (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن یزید الکاہلی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از ابی حصین از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، انہوں نے (الحجرات:۱۳ کی تفسیر) اور ہم نے تم کو قوموں اور قبیلے بنایا تا کہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرو، میں فرمایا: ''شعوب'' سے مراد ہے: بڑے قبیلے اور قبائل سے مراد بڑے قبیلہ کی شاخیں ہیں۔

یہ حدیث باب کے عنوان میں مذکور آیت کے مطابق ہے، کیونکہ اس میں ''شعوب'' اور قبائل کا ذکر ہے۔

٣٤٩٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ ابْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از

عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَكْرَمُ النَّاسِ قَالَ اَتْقَاهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَيُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ.

عبیداللہ انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی از والدِ خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو سب سے زیادہ متقی ہو انہوں نے کہا: ہم اس کے متعلق نہیں سوال کر رہے؟ آپ نے فرمایا: پھر حضرت یوسف نبی اللہ ہیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۳۵۳ میں گزر چکی ہے۔

۳٤۹۱ - حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا كُلَيْبُ بْنُ وَائِلٍ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ رَبِيْبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبُ ابْنَةُ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ قُلْتُ لَهَا اَرَاَيْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَانَ مِنْ مُّضَرَ قَالَتْ فَمِمَّنْ كَانَ اِلَّا مِنْ مُّضَرَ مِنْ بَنِي النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ. [طرف الحدیث: ۳٤۹۲] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں کلیب بن وائل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لے پالک حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا: یہ بتائیں کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (قبیلہ) مضر سے تھے؟ انہوں نے کہا: پھر آپ کس قبیلہ سے تھے! آپ مضر (کی شاخ) بنونضر بن کنانہ سے تھے۔

یہ حدیث اس باب کے عنوان کے اس طرح مطابق ہے کہ مُضَر ''شعوب'' سے ہے۔

۳٤۹۲ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا كُلَيْبٌ حَدَّثَتْنِيْ رَبِيْبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَظُنُّهَا زَيْنَبَ قَالَتْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُقَيَّرِ وَالْمُزَفَّتِ وَقُلْتُ لَهَا اَخْبِرِيْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ كَانَ مِنْ مُّضَرَ كَانَ قَالَتْ فَمِمَّنْ كَانَ اِلَّا مِنْ مُّضَرَ كَانَ مِنْ وَّلَدِ النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں کلیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لے پالک نے حدیث بیان کی اور میرا گمان ہے کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خشک کدو سبز گھڑے، کھوکھلی لکڑی اور تارکول ملے ہوئے برتن میں مشروب پینے سے منع فرمایا اور میں نے ان سے پوچھا کہ مجھے یہ خبر دیں کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (قبیلہ) مضر سے تھے؟ انہوں نے کہا: اگر آپ مضر میں سے نہیں تھے تو پھر اور کس (قبیلہ) سے تھے! آپ نضر بن کنانہ کی اولاد میں سے تھے۔

مضر کے فضائل اور نسب کی معرفت حاصل کرنے کا حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مضر کو برا نہ کہو کیونکہ وہ مسلمان تھے اور حضرت ابراہیم علیہ

الصلوٰۃ والسلام کی ملت پر تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مضر کو بُرا نہ کہو اور نہ ربیعہ کو بُرا کہو کیونکہ وہ دونوں مسلمان تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب لوگوں میں اختلاف ہو تو حق مضر کے ساتھ ہوتا ہے اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: بے شک اللہ عزوجل نے مضر میں سے اس قبیلہ کو اختیار فرمالیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ انساب کی معرفت ضروری ہے اور اس کی تعلیم کا حکم وارد ہے' امام ابونعیم نے حضرت العلاء بن خارجہ المدنی سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے انساب کا علم حاصل کرو جس کی وجہ سے تم اپنے رشتہ داروں سے میل جول رکھو گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کی معرفت' اُمہات المؤمنین کے اسماء اور اکابر صحابہ کی معرفت ضروری ہے

یہ جاننا فرض ہے کہ سیّدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محمد بن عبداللہ القریشی الہاشمی ہیں' آپ مکہ میں تھے' پھر آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی' اور جس نے اس میں شک کیا کہ آپ قریشی تھے یا یمانی تھے یا تمیمی تھے یا عجمی تھے' تو وہ کافر ہے اور وہ اپنے دین کو پہچاننے والا نہیں ہے مگر یہ کہ وہ بہت جاہل ہو' تب بھی اس پر اس کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح اُمہات المؤمنین کے اسماء کی معرفت اور مہاجرین اور انصار میں سے اکابر صحابہ کی معرفت اور ان سے محبت رکھنا ضروری ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی علامت انصار سے محبت رکھنا ہے اور نفاق کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٩٥۔ ٩٤ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٤٩٣ - حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَجِدُوْنَ النَّاسَ مَعَادِنَ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا وَتَجِدُوْنَ خَيْرَ النَّاسِ فِيْ هٰذَا الشَّأْنِ أَشَدَّهُمْ لَهٗ كَرَاهِيَةً. [اطراف الحدیث: ٣٤٩٦۔ ٣٥٨٨]

(صحیح مسلم: ٢٥٢٦' الرقم المسلسل: ٦٣٤٩' صحیح ابن حبان: ٥٧٥٧' شرح السنۃ: ٣٨٤٤' مسند احمد ج ٢ ص ٥٢٥ طبع قدیم' مسند احمد: ١٠٧٩١۔ ج ١٦ ص ٤٦١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از عمارہ از ابوزرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: تم لوگوں کو معدنیات پاؤ گے' جو (ان میں سے) جاہلیت میں عمدہ تھے وہ اسلام میں عمدہ ہوں گے' جب ان کو دین کی فہم ہو' اور تم خلافت یا امارت میں سب سے عمدہ ان لوگوں کو پاؤ گے جو اس کو سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہوں۔

٣٤٩٤ - وَتَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِيْ يَأْتِيْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَّيَأْتِيْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ.

[اطراف الحدیث: ٦٠٥٨۔ ٧١٧٩] (صحیح مسلم: ٢٥٢٦' الرقم المسلسل: ٦٣٤٩)

اور تم سب سے زیادہ بُرا اس کو پاؤ گے جس کے دو چہرے ہوں' وہ ان لوگوں کے ساتھ ایک چہرے سے ملاقات کرے اور اُن لوگوں کے ساتھ دوسرے چہرے سے ملاقات کرے۔

معادن کے ساتھ لوگوں کی وجہ تشبیہ' امارت کو ناپسند کرنے کی وجہ اور دو چہرے والوں کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''مـعـادن'' کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں اس کی وضاحت ہے' آپ نے فرمایا: لوگ معدنیات ہیں جیسے سونے اور چاندی کی معدنیات ہوتی ہیں۔لوگوں کو معدنیات کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح معدنیات مختلف جواہر پر مشتمل ہوتی ہیں' ان میں بڑھیا اور گھٹیا ہر قسم کے جواہر ہوتے ہیں' اسی طرح لوگ بھی ہر طرح کے ہوتے ہیں' پس جو شخص زمانۂ جاہلیت میں شریف ہو' اسلام لا کر اس کی شرافت میں اور اضافہ ہوتا ہے اور اگر وہ دین کی فہم حاصل کر لے تو وہ شرافت کے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے اور زمانۂ جاہلیت میں ان کے اندر عمدہ لوگ تھے جو بُرے کاموں سے اجتناب کرتے تھے۔

اس حدیث میں فقہ کا ذکر ہے' فقہ کا اصل معنی ہے: فہم' اور عرف میں یہ شرعی اور فرعی اُمور کے علم کے ساتھ خاص ہے۔

نیز اس حدیث میں ذکر ہے: سب سے عمدہ لوگ وہ ہیں جو امارت کو سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہوں' اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو معلوم ہے کہ لوگوں کے درمیان عدل کرنا بہت مشکل ہے اور جو عدل نہیں کرتا اس کی آخرت میں نجات مشکل ہو جاتی ہے۔

اور اس حدیث میں دو چہروں والے کی مذمت کی ہے' دو چہرے والا منافق ہوتا ہے' وہ مسلمانوں کے ساتھ اور چہرے کے ساتھ ملتا ہے اور کفار کے ساتھ اور چہرے کے ساتھ ملتا ہے۔(عمدۃ القاری ج١٦ ص٩٦۔٩٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٤٩٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ النَّاسُ تَبَعٌ لِّقُرَيْشٍ فِيْ هٰذَا الشَّأْنِ مُسْلِمُهُمْ تَبَعٌ لِّمُسْلِمِهِمْ وَكَافِرُهُمْ تَبَعٌ لِّكَافِرِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المغیرہ نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ (اس خلافت کے معاملہ میں) قریش کے تابع ہیں' مسلمان مسلمانوں کے تابع ہیں اور کافر کافروں کے تابع ہیں۔

٣٤٩٦ - وَالنَّاسُ مَعَادِنُ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا تَجِدُوْنَ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ أَشَدَّهُمْ كَرَاهِيَةً لِّهٰذَا الشَّأْنِ حَتّٰى يَقَعَ فِيْهِ.

اور لوگ معدنیات ہیں' جو ان میں جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بہتر ہیں جب وہ دین کی فہم حاصل کر لیں' تم دیکھو گے کہ جو لوگوں میں سب سے بہتر ہیں وہ سب سے زیادہ اس خلافت اور امارت کو ناپسند کرنے والے ہیں' حتیٰ کہ وہ اس میں مبتلاء ہو جائیں۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٣٤٩٤ کو ملاحظہ فرمائیں۔

... - بَابٌ

باب

یہ باب گزشتہ ابواب کے لیے بہ منزلہ فصل ہے۔

٣٤٩٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ (الشوریٰ:٢٣) قَالَ فَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ قُرْبٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِّنْ قُرَيْشٍ إِلَّا وَلَهُ فِيْهِ قَرَابَةٌ فَنَزَلَتْ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ' انہوں نے کہا: مجھے عبدالملک نے حدیث بیان کی از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: ماسوا قرابت داروں کی محبت کے۔(الشوریٰ:٢٣) سعید بن جبیر نے کہا: اس سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار ہیں' تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

إِلَّا اَنْ تَصِلُوْا قَرَابَةَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ.

[طرف الحدیث:۴۸۱۸] (سنن ترمذی:۳۲۵۱)

نے کہا کہ قریش کی ہر شاخ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت موجود تھی' اسی لیے آپ پر یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ تم میری اور اپنی قرابت میں ملاپ رکھو۔

قرابت داروں سے محبت کے محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں سے محبت رکھی جائے اور وہ آپ کے اہل بیت ہیں' آلِ ہاشم اور ان کے بعد کے اہل بیت۔

(۲) اس سے مراد قریش سے محبت رکھنا ہے۔

(۳) اس سے مراد سیّدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد ہے' یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

(۴) عکرمہ نے کہا: قریش رشتہ داروں سے ملاپ رکھتے تھے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو انہوں نے آپ سے قطع تعلق کیا' تب آپ نے فرمایا: تم مجھ سے تعلق جوڑو جیسے پہلے تم رشتہ داروں سے تعلق جوڑتے تھے۔

(۵) صوفیاء نے کہا: جو اللہ تعالیٰ کا مقرب ہو' اس سے محبت رکھو۔ (عمدۃ القاری ج۱۶ ص۹۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٤٩٨ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ اَبِي مَسْعُوْدٍ يَّبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ هٰهُنَا جَاءَتِ الْفِتَنُ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْجَفَاءُ وَغِلَظُ الْقُلُوْبِ فِي الْفَدَّادِيْنَ اَهْلِ الْوَبَرِ عِنْدَ اُصُوْلِ اَذْنَابِ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ فِيْ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس از ابی مسعود' وہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچاتے تھے' آپ نے فرمایا: یہاں سے فتنے آئیں گے' مشرق کی طرف سے اور بے وفائی اور سنگ دلی ان لوگوں میں ہے جو اونٹوں اور گایوں کی دُموں کے پاس چلاّتے رہتے ہیں' یعنی ربیعہ اور مضر کے لوگوں میں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۰۲ میں گزر چکی ہے۔

٣٤٩٩ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي الْفَدَّادِيْنَ اَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِيْنَةُ فِيْ اَهْلِ الْغَنَمِ وَالْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَّالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ سُمِّيَتِ الْيَمَنَ لِاَنَّهَا عَنْ يَّمِيْنِ الْكَعْبَةِ وَالشَّامَ عَنْ يَّسَارِ الْكَعْبَةِ وَالْمَشْاَمَةُ الْمَيْسَرَةُ. وَالْيَدُ الْيُسْرَى الشُّوْمٰى وَالْجَانِبُ الْاَيْسَرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فخر اور تکبر' چیخنے اور چلاّنے والے اونٹوں کو چَرانے والوں میں ہے' اور نرمی اور ملائمت بکریاں چَرانے والوں میں ہے' اور ایمان یمن میں ہے اور حکمت بھی یمنی ہے۔ ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا کہ یمن کو یمن اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ کعبہ کے دائیں جانب ہے' اور

الْأَشَامُ. شام کو شام اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ کعبہ کے بائیں جانب ہے اور ''مشامه'' بائیں جانب کو کہتے ہیں اور بائیں ہاتھ کو ''شومٰی'' کہتے ہیں اور بائیں جانب کو ''الاشام'' کہتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۳۰۱ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حکمت کا ذکر ہے' حکمت کا معنی ہے: اُن امور کا علم جن سے اللہ عزوجل کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور تہذیب نفس کا پتا چلتا ہے اور حق کی تحقیق اور اس پر عمل کرنے کا علم ہوتا ہے اور بُری خواہشوں اور باطل سے اجتناب کا طریقہ معلوم ہوتا ہے' دوسری تعریف یہ ہے کہ ہر وہ بات جو تمہیں نیکی پر اُبھارے اور بُرائی سے روکے' وہ حکمت ہے۔

٢ - بَابُ مَنَاقِبِ قُرَيْشٍ — قریش کے مناقب اور فضائل

اس باب میں چند اُمور وضاحت طلب ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اجداد میں سے سب سے پہلے قریش کس کا نام تھا؟

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: قریش فہر بن مالک کا نام ہے اور جو اس کی اولاد میں سے نہ ہو' وہ قریش نہیں ہے۔

ابن شہاب سے روایت ہے کہ فہر کی ماں نے جو اس کا نام رکھا تھا وہ قریش تھا' ابن درید نے کہا: قریش کا معنی ہے: ہتھیلی کے برابر چکنا پتھر' اور یہ لفظ مؤنث ہے۔

ابوذر الہروی نے کہا: یہ لفظ مذکر اور مؤنث ہے' ابن ہشام نے کہا: النضر' قریش ہے اور جو ان کی اولاد ہے وہ قریشی ہے اور جو ان کی اولاد سے نہیں ہے وہ قریشی نہیں ہے اور یہ جمہور کا قول ہے' کیونکہ حدیث میں ہے:

حضرت الاشعث بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں کندہ کے وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا یہ گمان ہے کہ آپ ہم میں سے ہیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہم بنوالنضر بن کنانہ ہیں' ہم اپنی ماں پر تہمت لگاتے ہیں نہ اپنے باپ پر تہمت لگاتے ہیں' اور حضرت اشعث یہ کہتے تھے کہ میرے پاس جو ایسا شخص لایا گیا جس نے قریش کی نضر بن کنانہ سے نفی کی' میں اس پر حد لگاؤں گا۔ (مسند ابن المبارک:۱۷۱' مسند الطیالسی:۱۰۴۹' سنن ابن ماجہ:۲۶۱۲' الاحاد والمثانی: ۲۴۲۵۔۸۹۷' المعجم الکبیر:۶۴۵' مسند احمد ج ۵ ص ۲۱۱ طبع قدیم' مسند احمد:۲۱۸۳۹۔ ج ۳۶ ص ۱۶۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

عبدالملک بن مروان نے کہا کہ قُصَی کو قریش کہا جاتا تھا اور اس سے پہلے کسی کو قریش نہیں کہا گیا۔

پہلے دو قولوں کو متعدد ائمہ علم النسب نے بیان کیا ہے اور صحیح جمہور کا قول ہے اور وہ النضر ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ صحیح فہر ہے۔

قریش کی وجہ تسمیہ اور اس سلسلہ میں اقوال

(۱) ابن ہشام نے کہا: قریش کا لفظ ''تقرش'' سے بنا ہے' اس کا معنی کسب کرنا اور تجارت ہے اور قریش خرید و فروخت کرتے تھے۔

(۲) ابن اسحاق نے کہا: قریش کو قریش اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ متفرق اُمور کے جامع تھے اور جامع کو قریش کہتے ہیں۔

(۳) ابن الکلبی نے کہا کہ نضر کو قریش اس لیے کہا گیا کہ وہ ضرورت مندوں کی حاجات کو پورا کرتے تھے اور ان کے بیٹے حج کے ایام میں حجاج کی ضروریات کو معلوم کر کے ان کو پورا کرتے تھے' اور قریش کا معنی قطع کرنا ہے اور وہ حاجات کو قطع کرتے تھے۔

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لفظ قریش' قرش کی تصغیر ہے اور قرش نام کا سمندر میں ایک جانور ہے' جو ہر چھوٹے بڑے جانور کو کھا جاتا ہے۔

(۵) نضر بن کنانہ اپنی قوم کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: یہ جمل قریش ہے' یعنی شدید اونٹ ہے۔

قریش کے متعلق احادیث

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے قریش کی اہانت کا ارادہ کیا' اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دے گا۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے کنانہ کو حضرت اسماعیل کی اولاد سے پسند کر لیا اور قریش کو کنانہ سے پسند کر لیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو پسند کر لیا اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو پسند فرما لیا۔ (صحیح مسلم: ۲۲۷۶' سنن ترمذی: ۳۶۰۵۔۳۶۰۶) (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۰۲۔۱۰۰ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۵۰۰ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ كَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ يُّحَدِّثُ اَنَّهُ بَلَغَ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ عِنْدَهُ فِيْ وَفْدٍ مِّنْ قُرَيْشٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يُحَدِّثُ اَنَّهُ سَيَكُوْنُ مَلِكٌ مِّنْ قَحْطَانَ فَغَضِبَ مُعَاوِيَةُ فَقَامَ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهُ بَلَغَنِيْ اَنَّ رِجَالًا مِّنْكُمْ يَتَحَدَّثُوْنَ اَحَادِيْثَ لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا تُوْثَرُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُولٰٓئِكَ جُهَّالُكُمْ فَاِيَّاكُمْ وَالْاَمَانِيَّ الَّتِيْ تُضِلُّ اَهْلَهَا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ فِيْ قُرَيْشٍ لَّا يُعَادِيْهِمْ اَحَدٌ اِلَّا كَبَّهُ اللّٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ مَا اَقَامُوا الدِّيْنَ. [طرف الحدیث: ۷۱۳۹] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا کہ محمد بن جبیر بن مطعم حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک خبر پہنچی اور وہ اس وقت قریش کے وفد میں تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ عنقریب (قرب قیامت میں) بنو قحطان سے ایک حکمران اُٹھے گا' یہ سن کر حضرت معاویہ غضب ناک ہوئے' پس کھڑے ہو کر خطبہ دیا' پھر اللہ کی شان کے مطابق اس کی حمد کی' پھر اس کے بعد فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم میں سے بعض لوگ ایسی احادیث بیان کرتے ہیں جو نہ کتاب اللہ میں ہیں اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں' یہی لوگ تم میں جاہل ہیں' تم ان سے اور ان کے خیالات سے بچتے رہو جنہوں نے ان کو گمراہ کر دیا ہے' کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ خلافت قریش میں رہے گی اور جو شخص ان سے دشمنی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سر کے بل گرا دے گا' جب تک کہ قریش دین کو قائم رکھیں گے۔

بنو قحطان کی حکمرانی پر حضرت معاویہ کا اعتراض اور حافظ ابن حجر اور علامہ ابن التین کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایت کا انکار کیا ہے لیکن اس انکار پر یہ اعتراض ہے کہ ان کی حدیث میں یہ قید ہے کہ قریش میں اس وقت تک خلافت رہے گی جب تک وہ دین پر قائم رہیں گے اور ہو سکتا ہے کہ قرب قیامت میں وہ دین پر قائم نہ رہیں اور ان سے خلافت جاتی رہے اور بنو قحطان میں سے کوئی شخص اس وقت ان سے خلافت کو چھین لے۔ علامہ ابن التین نے حضرت معاویہ کے انکار پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت کو اس پر محمول کیا ہے کہ بنو قحطان تمام بلادِ اسلامیہ پر قابض ہو کر اپنی خلافت کو قائم کر لیں گے اور ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی مراد یہ ہو کہ وہ کسی ایک

صوبہ یا کسی ایک شہر میں خروج کر کے اپنی حکومت قائم کر لیں گے اور ان کی مراد خلافت کو قائم کرنا نہ ہو' حافظ ابن حجر نے علامہ ابن التین پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ توجیہ بعید ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی ظاہر حدیث کا یہ محمل نہیں ہے بلکہ اس کا محمل خلافت ہی ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۵۸' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

تیس سال خلافت رہنے پر بارہ خلفاء کی حدیث سے معارضہ اور اس کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ نے کہا ہے کہ اس کا کیا جواب ہوگا کہ ہمارے زمانہ میں قریش کی حکومت نہیں ہے؟ پھر اس کا جواب یہ دیا ہے کہ عرب کے ممالک میں قریش کی حکومت ہے' اسی طرح مصر میں خلیفہ ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ مصر میں صرف نام کا خلیفہ ہے اور یہ کس نے کہا ہے کہ عرب کے ممالک میں خلیفہ ہے اور اگر ان کے قول کو صحیح مان لیا جائے تو اس سے خلیفہ کا تعدد لازم آئے گا' حالانکہ ایک سے زیادہ کا خلیفہ ہونا جائز نہیں ہے' کیونکہ شارع علیہ السلام نے امام کی بیعت کرنے اور اس کی بیعت پوری کرنے کا حکم دیا ہے' پھر جو اس امام سے خلافت میں جھگڑا کرے' اس کی گردن مارنے کا حکم دیا ہے' حدیث میں ہے:

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خلافت تیس سال تک رہے گی پھر اس کے بعد مِلک ہو جائے گا' حضرت سفینہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال تک رہی' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت دس سال تک رہی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال تک رہی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت چھ سال تک رہی۔

(سنن ابوداؤد: ۴۶۴۷' الاحاد والمثانی: ۱۱۳' مسند البزار: ۳۸۲۸' شرح مشکل الآثار: ۳۳۴۹' صحیح ابن حبان: ۶۹۴۳' شرح السنۃ: ۳۸۶۵' السنن الکبریٰ: ۸۱۵۵' المعجم الکبیر: ۱۳۶' الکامل لابن عدی ج ۳ ص ۱۲۳۵' المستدرک ج ۳ ص ۱۴۵' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۱۴۵' مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۹۱۹۔ ج ۳۶ ص ۲۴۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ الارنؤوط نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے اور اس کے رجال ثقات ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ساڑھے پانچ سو سال تھی اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی خلافت چھ ماہ رہی اور اس طرح خلافت علیٰ منہاج النبوت کی مدت تیس سال پوری ہوگئی۔ حضرت سفینہ کی اس حدیث پر درج ذیل حدیث سے اعتراض ہوتا ہے:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں کا معاملہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک ان کی ولایت بارہ مردوں میں رہے گی' پھر آپ نے چپکے سے فرمایا: وہ سب قریش سے ہوں گے۔

(صحیح البخاری: ۷۲۲۲' صحیح مسلم: ۱۸۲۱' الرقم المسلسل: ۴۵۹۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے' پہلی حدیث کا محمل یہ ہے کہ تسلسل کے ساتھ خلافت تیس سال تک رہے گی اور دوسری حدیث کا محمل یہ ہے کہ بارہ مردوں میں خلافت علیٰ منہاج النبوت رہے گی خواہ وہ بارہ مرد پے در پے ہوں یا متفرق ہوں' حضرت علی کے بعد حضرت حسن خلیفہ ہوئے' چھٹے خلیفہ حضرت معاویہ' ساتویں عمر بن عبدالعزیز' آٹھویں المہتدی بامراللہ العباسی' نویں امام مہدی' پھر ان کے بعد تین اور خلفاء ہوں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۰۳' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۵۰۱- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث

قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ هٰذَا الْأَمْرُ فِيْ قُرَيْشٍ مَّا بَقِيَ مِنْهُمُ اثْنَانِ.

[طرف الحدیث: ٧١٤٠] (صحیح مسلم: ١٨٢٠ الرقم المسلسل: ٤٥٩٧)

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عاصم بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ خلافت ہمیشہ قریش میں رہے گی جب تک ان میں سے دو مرد بھی باقی ہوں گے۔

اب تک خلافت قریش میں رہی ہے ہر چند کہ بعض زمانوں میں دوسرے لوگ غلبہ سے اقتدار پر قابض رہے ہیں لیکن وہ بھی اس کے معترف تھے کہ خلافت قریش ہی کا حق ہے۔

٣٥٠٢ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ مَشَيْتُ أَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ وَتَرَكْتَنَا وَإِنَّمَا نَحْنُ وَهُمْ مِنْكَ بِمَنْزِلَةٍ وَّاحِدَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا بَنُوْ هَاشِمٍ وَّبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَّاحِدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از ابن المسیب از حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما (آپ کے پاس) گئے پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے بنو عبدالمطلب کو عطاء فرمایا ہے اور ہم کو ترک کر دیا ہے حالانکہ ہم اور وہ آپ سے درجہ واحدہ میں ہیں تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنوہاشم اور بنوعبدالمطلب صرف ایک چیز ہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٣١٤٠ میں گزر چکی ہے۔

٣٥٠٣ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ أَبُو الْأَسْوَدِ مُحَمَّدٌ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ ذَهَبَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ مَعَ أُنَاسٍ مِّنْ بَنِيْ زُهْرَةَ إِلٰى عَائِشَةَ وَكَانَتْ أَرَقَّ شَيْءٍ عَلَيْهِمْ لِقَرَابَتِهِمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث: ٣٥٠٥- ٦٠٧٣] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اور لیث نے کہا: مجھے ابوالاسود محمد نے حدیث بیان کی از عروۃ بن الزبیر وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بنی زہرہ کے لوگوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور وہ بنو زہرہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قرابت کی وجہ سے بہت زیادہ نرم دل تھیں۔

ام المؤمنین کے بنو زہرہ کے ساتھ نرم دل ہونے کی دو وجہیں اور بنو زہرہ کا تعارف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا دو وجہوں سے بنو زہرہ کے لیے بہت نرم دل تھیں:

ایک وجہ یہ تھی کہ بنو زہرہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کے قرابت دار تھے کیونکہ آپ کی والدہ حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرۃ تھیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ بنو زہرہ قصی بن کلاب بن مرۃ کے بھائی تھے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد کے والد تھے۔

زہرۃ ایک مرد کا نام ہے اور زہرۃ کا نام المغیرہ ہے ابن قتیبہ نے کہا کہ مغیرہ باپ کا نام ہے اور زہرہ ان کی بیوی کا نام ہے اور ان کی اولاد ان کی ماں کی طرف منسوب ہوگئی پھر یہ نام غالب ہوگیا حتیٰ کہ یہ گمان کیا گیا کہ زہرہ باپ کا نام ہے پس کہا گیا: زہرۃ بن

کلاب۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۵۸ 'دار المعرفہ بیروت '۱۴۲۶ھ)

٣٥٠٤ - حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدٍ (ح) قَالَ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ هُرْمُزَ الْاَعْرَجُ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشٌ وَّالْاَنْصَارُ وَجُهَيْنَةُ وَمُزَيْنَةُ وَاَسْلَمُ وَاَشْجَعُ وَغِفَارٌ مَوَالِیَّ لَيْسَ لَهُمْ مَوْلًی دُوْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.

[طرف الحدیث: ۳۵۱۲] (صحیح مسلم: ۲۵۲۰ 'الرقم المسلسل: ۶۳۳۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سعد (ح) یعقوب بن ابراہیم نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از والد خود انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن ھرمز الاعرج نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریش اور انصار اور جہینہ اور مزینہ اور اسلم اور اشجع اور غفار (یہ سب) میرے مددگار ہیں اور اللہ اور رسول کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں۔

اس حدیث میں ''موالی'' کا لفظ ہے' ''موالی'' ''مولی'' کی جمع ہے' ''مولی'' کے متعدد معانی ہیں لیکن یہاں پر مقام کے مناسب اس کا معنی ناصر اور محبّ ہے' اور ولی اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی قوم کی ضروریات کا کفیل ہو اور ان کے معاملات کا متولی ہو۔

٣٥٠٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوالْاَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ اَحَبَّ الْبَشَرِ اِلٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَكْرٍ وَّكَانَ اَبَرَّ النَّاسِ بِهَا وَّكَانَتْ لَاتُمْسِكُ شَيْئًا مِّمَّا جَاءَهَا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ تَصَدَّقَتْ فَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَنْبَغِیْ اَنْ يُّؤْخَذَ عَلٰی يَدَيْهَا فَقَالَتْ اَيُؤْخَذُ عَلٰی يَدَیَّ عَلَیَّ نَذْرٌ اِنْ كَلَّمْتُهٗ. فَاسْتَشْفَعَ اِلَيْهَا بِرِجَالٍ مِّنْ قُرَيْشٍ وَّبِاَخْوَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً فَامْتَنَعَتْ فَقَالَ لَهُ الزُّهْرِيُّوْنَ اَخْوَالُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوْثَ وَالْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ اِذَا سْتَاْذَنَّا فَاقْتَحِمِ الْحِجَابَ. فَفَعَلَ فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا بِعَشْرِ رِقَابٍ فَاَعْتَقَتْهُمْ ثُمَّ لَمْ تَزَلْ تُعْتِقُهُمْ حَتّٰی بَلَغَتْ اَرْبَعِيْنَ فَقَالَتْ وَدِدْتُّ اَنِّیْ جَعَلْتُ حِيْنَ حَلَفْتُ عَمَلًا اَعْمَلُهٗ فَاَفْرُغُ مِنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوالاسود نے حدیث بیان کی از عروہ بن الزبیر' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک حضرت عبداللہ بن الزبیر تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھے اور وہ تمام لوگوں سے زیادہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نیکی کرتے تھے' اور حضرت عائشہ کے پاس اللہ کے رزق سے جو کچھ بھی آتا وہ اس کو محفوظ نہیں کرتی تھیں بلکہ صدقہ کر دیتی تھیں' پس حضرت ابن الزبیر نے کہا کہ (ہمیں) چاہیے کہ ان کے ہاتھوں کو پکڑ لیا جائے' حضرت عائشہ نے فرمایا: کیا میرے ہاتھوں کو پکڑا جائے گا! اگر میں اس سے بات کروں تو مجھ پر نذر ہے' پھر قریش کے مردوں نے اور خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموؤں نے (حضرت ابن الزبیر کی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سفارش کی تو آپ نے انکار کر دیا' پس الزہریون نے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے' جن میں عبدالرحمان بن اسود بن عبد یغوث اور حضرت مسور بن مخرمہ بھی تھے' انہوں نے حضرت ابن الزبیر سے کہا: جب ہم ان کی اجازت سے ان کے پاس جائیں تو تم بھی حجاب میں داخل ہو جانا' سو انہوں نے ایسا ہی کیا' (جب حضرت عائشہ راضی

ہو گئیں تو) انہوں نے حضرت عائشہ کے پاس دس غلام (کفارۂ قسم ادا کرنے کے لیے) بھیجے' پس حضرت عائشہ نے ان کو آزاد کر دیا' پھر حضرت عائشہ مسلسل غلام آزاد کرتی رہیں' حتیٰ کہ چالیس غلام آزاد کر دیئے' اور حضرت عائشہ نے کہا: جس وقت میں نے قسم کھائی تھی تو میں نذر کو معین کر دیتی' حتیٰ کہ میں (چند غلام آزاد کر کے) نذر سے بَری ہو جاتی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۳۵۰۳ بھی دیکھئے۔

حدیث مذکور کی وضاحت

یہ حدیث صحیح البخاری: ۳۵۰۳ کے ساتھ متصل ہے' اس میں مذکور تھا کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بنی زہرہ کے لوگوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور حضرت عائشہ بنی زہرہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے بہت زیادہ نرم دل تھیں۔

اس حدیث کی وضاحت اس طرح ہے کہ:

حضرت عبداللہ بن الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے' حضرت اسماء بنت ابی بکر کی ماں کا نام قیلہ بنت عبدالعزیٰ تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ماں کا نام اُم رومان تھا' اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ کی باپ شریک بہن تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن الزبیر سے بہت زیادہ محبت کرتی تھیں' حضرت ابن الزبیر نے کہا: حضرت عائشہ بہت صدقہ کرتی ہیں' وہ اس سے رک جائیں ورنہ میں ان پر پابندی لگا دوں گا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: اچھا! اس نے یہ کہا ہے' پھر انہوں نے قسم کھائی کہ اگر اب میں نے اس سے بات کی تو مجھ پر صدقہ کرنے کی نذر ہے' پھر جب حضرت ابن الزبیر کو پتا چلا کہ حضرت عائشہ ان پر غضب ناک ہو گئی ہیں تو انہوں نے ان کو راضی کرنے کے لیے بنی زہرہ سے سفارش کرائی' بنی زہرہ نے کہا: جب ہم اجازت لے کر ان کے پاس جائیں تو آپ بھی اپنے آپ کو حجاب کے اندر گرا دینا' حضرت ابن الزبیر نے اس طرح کیا' پھر جب حضرت عائشہ ان سے راضی ہو گئیں اور ان سے بات کر لی تو حضرت ابن الزبیر نے ان کی قسم کے کفارہ کے لیے دس غلام بھیجے جن کو حضرت عائشہ نے آزاد کر دیا اور چونکہ انہوں نے یہ قسم کھائی تھی کہ اگر میں ان سے بات کروں تو مجھ پر صدقہ کرنا لازم ہے اور صدقہ کو معین نہیں کیا تھا' اس لیے وہ مسلسل صدقہ کرتی رہیں حتیٰ کہ انہوں نے چالیس غلام آزاد کر دیئے' پھر انہوں نے کہا: کاش! میں نذر معین کر دیتی کہ اگر میں نے ابن الزبیر سے بات کی تو مجھ پر اتنے غلاموں کے آزاد کرنے کا صدقہ ہے تو پھر میں اتنے غلاموں کو آزاد کر کے اس نذر سے فارغ ہو جاتی' یا میں کسی اور عبادت کو معین کر کے نذر مانتی' مثلاً مجھ پر ایک ماہ کے روزے ہیں یا ایک سو نوافل ہیں' تو میں وہ عبادت کر کے اس نذر سے بَری ہو جاتی' اور چونکہ انہوں نے نذر میں عبادت کو معین نہیں کیا تھا' اس لیے وہ ایک دو غلام آزاد کر کے مطمئن نہیں ہوئیں۔

نذر مبہم میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مبہم نذر مانی تھی اور فرمایا تھا: اگر میں اس سے بات کروں تو مجھ پر نذر ہے اور مبہم نذر میں فقہاء کے حسب ذیل مسالک ہیں:

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ ایسی نذر منعقد ہو جائے گی اور اس پر قسم کا کفارہ لازم ہے۔
امام شافعی نے ایک مرتبہ یہ کہا کہ اس پر نذر کی اتنی مقدار فرض ہے جس پر کم سے کم نذر کا اطلاق ہو سکے اور دوسری بار یہ کہا کہ یہ قسم منعقد نہیں ہوگی۔
اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے:
حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نذر کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔
(صحیح مسلم: ١٦٤٥، سنن ابوداؤد: ٣٣٢٣، سنن ترمذی: ١٥٢٨)
ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک یہ حدیث نہ پہنچی ہو اگر ان تک یہ حدیث پہنچ جاتی تو وہ قسم کا کفارہ دے دیتیں اور اس طرح نہ فرماتیں کہ جس وقت میں نے قسم کھائی تھی اس وقت میں نذر کو معین کر دیتی حتیٰ کہ میں نذر سے بَری ہو جاتی اور آپ چالیس غلام آزاد نہ کرتیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٠٨۔١٠٧، دارالکتب العلمیہ بیروت، ١٤٢١ھ)

٣ - بَابٌ نُزِلَ الْقُرْاٰنُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ — قرآن مجید کا قریش کی زبان پر نازل ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید قریش کی لغت پر نازل ہوا ہے:

٣٥٠٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ عُثْمَانَ دَعَا زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَّعَبْدَاللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَسَخُوْهَا فِي الْمَصَاحِفِ. وَقَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّيْنَ الثَّلَاثَةِ اِذَا اخْتَلَفْتُمْ اَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ فَاكْتُبُوْهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَاِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوْا ذٰلِكَ. [اطراف الحدیث: ٤٩٨٤۔٤٩٨٧] (سنن ترمذی: ٣١٠٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن الزبیر، حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو بلایا تو انہوں نے قرآن مجید کو مصاحف میں لکھا اور حضرت عثمان نے تین قریشیوں کی جماعت سے فرمایا: جب تم میں اور زید بن ثابت میں قرآن مجید کے کسی لفظ کو لکھنے میں اختلاف ہو تو اس کو قریش کی زبان (لغت) پر لکھنا کیونکہ قرآن مجید صرف ان کی زبان پر نازل ہوا ہے سو انہوں نے اسی طرح کیا۔

صحابہ کرام کا قرآن مجید کو لغت قریش پر لکھنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں مذکور ہے: جب تمہارا اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اختلاف ہو۔ علامہ داؤدی نے کہا: یعنی جب تمہارا اور ان کا کسی لفظ کے لہجے میں اختلاف ہو اور ابوالحسن نے کہا: اس سے مراد ہے: جب تمہارا اور ان کا اعراب میں اختلاف ہو اس کی مثال یہ ہے کہ: اہل حجاز کی لغت میں ہے: "مَا هٰذَا بَشَرًا" (یوسف: ٣١) اور تمیم کی لغت میں ہے: "مَا هٰنَا بَشَرٌ"۔
قریش کی لغت میں لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:
وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ. (ابراہیم: ٤) اور ہم نے ہر رسول کو اس کے قبیلہ کی زبان میں بھیجا۔
کیونکہ قرآن مجید قریش کی زبان پر نازل ہوا ہے اور جب ان کا "التابوت" میں اختلاف ہوا تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

نے کہا: یہ لفظ ''التابوہ'' ہے اور دوسرے تین صحابہ نے کہا کہ یہ لفظ ''التابوت'' ہے' تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ اس کو قریش کی زبان پر ''التابوت'' لکھیں تو انہوں نے حضرت عثمان کے حکم کے مطابق اس کو ''التابوت'' لکھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٠٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤ - بَابُ نِسْبَةِ الْيَمَنِ اِلٰى اِسْمَاعِيْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یمن کی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف نسبت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یمن کی حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی طرف نسبت ہے۔

اور ربیعہ اور مضر کی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف نسبت ہے اور یمن کی نسبت قحطان کی طرف ہے۔

مِنْهُمْ اَسْلَمُ بْنُ اَفْصٰى بْنِ حَارِثَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ مِّنْ خُزَاعَةَ.

اہل یمن میں سے اسلم بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر قبیلہ خزاعہ میں سے ہیں۔

یہ اسلم بن افصیٰ ہیں اور افصیٰ خزاعۃ ہیں۔

٣٥٠٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَوْمٍ مِّنْ اَسْلَمَ يَتَنَاضَلُوْنَ بِالسُّوْقِ فَقَالَ اِرْمُوْا بَنِيْ اِسْمَاعِيْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا وَّاَنَا مَعَ بَنِيْ فُلَانٍ لِّاَحَدِ الْفَرِيْقَيْنِ فَاَمْسَكُوْا بِاَيْدِيْهِمْ فَقَالَ مَالَهُمْ قَالُوْا وَكَيْفَ نَرْمِيْ وَاَنْتَ مَعَ بَنِيْ فُلَانٍ قَالَ اِرْمُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلم قبیلہ کی طرف نکلے' وہ بازار میں تیراندازی کر رہے تھے' آپ نے فرمایا: اے بنو اسماعیل! تیراندازی کرو! کیونکہ تمہارے والد بھی تیرانداز تھے اور میں دو فریقوں میں سے ایک بنوفلاں کے ساتھ ہوں' تو انہوں نے اپنے ہاتھ روک لیے' آپ نے پوچھا: ان کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: ہم کیسے تیراندازی کریں حالانکہ آپ بنوفلاں کے ساتھ ہیں' آپ نے فرمایا: تم تیراندازی کرو اور میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨٨٩ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ تصریح ہے کہ قبیلہ اسلم حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہے۔

٥ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم نہیں کیا اور یہ باب بہ منزلہ فصل ہے۔

٣٥٠٨ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ يَعْمَرَ اَنَّ اَبَا الْاَسْوَدِ الدِّيْلِيَّ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از الحسین از عبداللہ بن بریدہ' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن یعمر نے حدیث

اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَیْسَ مِنْ رَّجُلٍ ادَّعٰی لِغَیْرِ اَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُهٗ اِلَّا کَفَرَ وَمَنِ ادَّعٰی قَوْمًا لَّیْسَ لَهٗ فِیْهِمْ نَسَبٌ فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ. [طرف الحدیث:٦٠٤٥] (صحیح مسلم:٦١'الرقم المسلسل:١٢١' سنن ابن ماجہ:٢٣١٩' شرح مشکل الآثار:٨٠٢' الادب المفرد:٤٣٣۔٤٣٢' شرح السنۃ:٣٥٥٢' مسند احمد ج٥ ص١٦٦ طبع قدیم' مسند احمد:٢١٤٦٥۔ج٣٥ص٣٦٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بیان کی کہ ابوالاسود دیلی نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے بھی علم کے باوجود اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا وہ کافر ہو گیا اور جس شخص نے بھی اپنے آپ کو اس قوم کی طرف منسوب کیا جس سے وہ نہیں ہے' وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔

غیر باپ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے تکفیر کے محامل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جس شخص نے علم کے باوجود اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا' وہ کافر ہو گیا۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرنا' گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں کفر سے مراد کفرانِ نعمت ہے' یا یہ حدیث زجر و توبیخ پر محمول ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے ایسا کام کیا جو کافروں کے کام کے مشابہ ہے' یا یہ اس شخص پر محمول ہے جس کو یہ علم تھا کہ یہ کام حرام ہے اور اس نے حرام کو حلال سمجھ کر یہ کام کیا۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو اس قوم کی طرف منسوب کیا جس سے وہ نہیں ہے' وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ وہ شخص اس سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ کبھی اس کو یہ سزا دی جاتی ہے اور کبھی اس کو معاف کر دیا جاتا ہے اور کبھی وہ شخص اس گناہ پر توبہ کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی یہ سزا معاف فرما دیتا ہے' تاہم امام احمد بن حنبل' امام حمیدی' علامہ الصیرفی اور علامہ سمعانی نے کہا ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتا ہے' اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زجر و توبیخ کی وجہ سے تغلیظ کے لیے گناہوں پر کفر کا اطلاق جائز ہے۔

(عمدۃ القاری ج٦ ص١١١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٥٠٩- حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَیَّاشٍ حَدَّثَنَا حَرِیْزٌ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰهِ النَّصْرِیُّ قَالَ سَمِعْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْاَسْقَعِ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْفِرٰی اَنْ یَّدَّعِیَ الرَّجُلُ اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ اَوْ یُرِیَ عَیْنَهٗ مَالَمْ تَرَ اَوْیَقُوْلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَالَمْ یَقُلْ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عیاش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حریز نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبدالواحد بن عبیداللہ النصری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑی جھوٹی باتوں میں سے یہ بات ہے کہ کوئی شخص (اپنے آپ کو) اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کرے یا جو چیز اس نے خواب میں نہیں دیکھی اس کو دیکھنے کا دعویٰ کرے یا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وہ

بات کہے جو آپ نے نہیں فرمائی۔

جھوٹا خواب بیان کرنے والے کو سب سے بڑا جھوٹا قرار دینے کی توجیہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جھوٹا خواب بیان کرنا بیداری میں جھوٹ بولنے کی مثل ہے' پھر اس کی زیادہ سزا کیوں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خواب نبوت کے اجزاء میں سے ایک جز ہے اور نبوت صرف وحی سے حاصل ہوتی ہے تو جو شخص جھوٹا خواب بیان کر رہا ہے' وہ گویا اللہ پر جھوٹ باندھ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو نبوت کا ایک جز عطاء کیا ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو وہ جز عطاء نہیں کیا اور جو اللہ پر جھوٹ باندھنے والا ہو تو اس کا جھوٹ دوسری جھوٹی باتوں کی بہ نسبت زیادہ بڑا جھوٹ ہے۔

رہا رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنا تو وہ شریعت پر افتراء ہے اور شریعت بھی اللہ تعالیٰ کی وحی سے حاصل ہوتی ہے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ٦٦٣' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

٣٥١٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَبِي جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا مِنْ هٰذَا الْحَيِّ مِنْ رَّبِيْعَةَ قَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ فَلَسْنَا نَخْلُصُ اِلَيْكَ اِلَّا فِيْ كُلِّ شَهْرٍ حَرَامٍ فَلَوْ اَمَرْتَنَا بِاَمْرٍ نَاْخُذُهٗ عَنْكَ وَنُبَلِّغُهٗ مَنْ وَّرَآئَنَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ وَاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ: اَلْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَاَنْ تُؤَدُّوْا اِلَى اللّٰهِ خُمُسَ مَاغَنِمْتُمْ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد کے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ابی جمرہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس عبد القیس کے وفد نے آکر کہا: یارسول اللہ! ہم اس قبیلہ ربیعہ سے ہیں' ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر حائل ہیں' پس ہم آپ کے پاس حرمت والے مہینوں کے سوا نہیں آسکتے تو اگر آپ ہمیں کسی ایسی چیز کا حکم دیں جس کو ہم آپ سے حاصل کر کے ان لوگوں کو پہنچا دیں جو ہمارے پیچھے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں: اللہ پر ایمان لانا' یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور یہ کہ تم مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف ادا کرو اور میں تم کو خشک کھوکھلے کدو' سبز رنگ کے گھڑوں' کھوکھلی لکڑی اور تارکول ملے ہوئے برتنوں کے استعمال سے منع کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۳ میں گزر چکی ہے۔

٣٥١١ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ اَلَا اِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا يُشِيْرُ اِلَى الْمَشْرِقِ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' از الزہری از سالم بن عبد اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: سنو! فتنہ یہاں ہوگا آپ مشرق کی طرف اشارہ کر رہے تھے جہاں سے

شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣١٠٤ میں گزر چکی ہے۔

٦ - بَابُ ذِكْرِ اَسْلَمَ وَغِفَارَ وَمُزَيْنَةَ وَجُهَيْنَةَ وَاَشْجَعَ

اسلم، غفار، مزینہ، جہینہ اور اشجع کا ذکر

اس باب میں عنوان میں ذکر کیے ہوئے قبائل کا بیان کیا گیا ہے۔

٣٥١٢ - حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشٌ وَّالْاَنْصَارُ وَجُهَيْنَةُ وَمُزَيْنَةُ وَاَسْلَمُ وَغِفَارُ وَّاَشْجَعُ مَوَالِيَّ لَيْسَ لَهُمْ مَّوْلًى دُوْنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از عبدالرحمان بن ہرمز از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قریش اور انصار اور جہینہ اور مزینہ اور اسلم اور غفار اور اشجع میرے مددگار ہیں، اللہ اور رسول کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٥٠٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٥١٣ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ صَالِحٍ حَدَّثَنَا نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى الْمِنْبَرِ غِفَارٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ. (صحیح مسلم: ٢٥١٨، الرقم المسلسل: ٦٣٣٠، سنن ترمذی: ٣٩٦٧، صحیح ابن حبان: ٧٢٨٩، شرح السنۃ: ٣٨٥١، ابوداود الطیالسی: ١٩١٥، تاریخ بغداد ج ٦ ص ١٩٧، مسند احمد ج ٢ ص ٢٠ طبع قدیم، مسند احمد: ٤٧٠٢۔ ج ٨ ص ٣٢٦، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن غریر الزہری نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از والد خود از صالح، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں نافع نے حدیث بیان کی کہ ان کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر دعا کی کہ غِفار کی اللہ مغفرت فرمائے! اور اسلم کو اللہ سلامت رکھے! اور عُصَیّہ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔

غفار اور اسلم کے لیے دعا کرنے اور عُصَیّہ کے لیے دعا نہ کرنے کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو قبیلوں کے لیے دعا کی ہے کیونکہ یہ دونوں بغیر جنگ کے اسلام میں داخل ہوئے، قبیلہ غفار پر پہلے حُجاج کی چوری کی تہمت تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ ان کا یہ داغ دھل جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ ان کے پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں، اس لیے ان کی مغفرت کی دعا کی۔ آپ نے عُصَیّہ کے متعلق فرمایا: انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے، کیونکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھیجے ہوئے ستر (٧٠) قاریوں کو شہید کر دیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے رہے اور رِعل اور ذکوان پر لعنت کرتے رہے اور آپ فرماتے تھے: عُصَیّہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١١٣، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

٣٥١٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان

عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَغِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا.

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب الثقفی نے خبر دی از ایوب از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے دعا کی: اسلم کو اللہ سلامت رکھے! اور غفار کی اللہ مغفرت فرمائے!

(صحیح مسلم: ٢٥١٥، الرقم المسلسل: ٦٣٢٧)

اس حدیث کی شرح کے لیے اس سے پہلی حدیث کا مطالعہ کریں۔

٣٥١٥ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وحَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِىٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتُمْ اِنْ كَانَ جُهَيْنَةُ وَمُزَيْنَةُ وَاَسْلَمُ وَغِفَارُ خَيْرًا مِّنْ بَنِىْ تَمِيْمٍ وَّبَنِىْ اَسَدٍ وَّمِنْ بَنِىْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ غَطَفَانَ وَمِنْ بَنِىْ عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ فَقَالَ رَجُلٌ خَابُوْا وَخَسِرُوْا فَقَالَ هُمْ خَيْرٌ مِّنْ بَنِىْ تَمِيْمٍ وَّمِنْ بَنِىْ اَسَدٍ وَّمِنْ بَنِىْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ غَطَفَانَ وَمِنْ بَنِىْ عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی اور مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی از سفیان از عبدالملک بن عمیر از عبدالرحمان بن ابی بکرہ از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ بتاؤ کہ اگر جہینہ اور مزینہ اور اسلم اور غفار بنوتمیم اور بنواسد اور بنی عبداللہ بن غطفان سے بہتر ہوں اور بنی عامر بن صعصعہ سے بہتر ہوں! (تو ایک مرد نے کہا: وہ بہتر ہیں)۔ تو ایک مرد نے کہا: وہ ناکام ہو گئے اور نقصان زدہ ہو گئے پس آپ نے فرمایا: وہ تمیم بنواسد بنوعبداللہ بن غطفان اور بنوعامر بن صعصعہ سے بہتر ہیں۔

[اطراف الحدیث: ٣٥٩٦-٣٥١٦-٦٦٣٥] (صحیح مسلم: ٢٥٢٢، الرقم المسلسل: ٦٣٣٩، سنن دارمی: ٣٥٢٣، مسند احمد ج ٥ ص ٥١ طبع قدیم مسند احمد: ٢٠٥١٠- ج ٣٤ ص ١٤٥-١٤٤، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

اس کے بعد والی حدیث: ٣٥١٦ میں اس کی تفصیل آ رہی ہے۔

٣٥١٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اَبِىْ يَعْقُوْبَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِىْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ الْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ قَالَ لِلنَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا تَابَعَكَ سُرَّاقُ الْحَجِيْجِ مِنْ اَسْلَمَ وَغِفَارَ وَمُزَيْنَةَ وَاَحْسِبُهُ وَجُهَيْنَةَ ابْنُ اَبِىْ يَعْقُوْبَ شَكَّ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ اَسْلَمُ وَغِفَارُ وَمُزَيْنَةُ وَاَحْسِبُهُ وَجُهَيْنَةُ خَيْرًا مِّنْ بَنِىْ تَمِيْمٍ وَّبَنِىْ عَامِرٍ وَّاَسَدٍ وَغَطَفَانَ خَابُوْا وَخَسِرُوْا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنَّهُمْ لَاَخْيَرُ مِنْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن ابی یعقوب انہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمان بن ابی بکرہ سے سنا از والد خود کہ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: آپ سے صرف ان لوگوں نے بیعت کی ہے جو حُجاج کا سامان چرایا کرتے تھے یعنی (قبیلہ) اسلم اور غفار اور مزینہ کے لوگ۔ راوی نے کہا: میرا گمان ہے کہ عبدالرحمان نے جہینہ کا بھی ذکر کیا' یہ ابن یعقوب کا شک ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اسلم' غفار اور مزینہ' اور میرا گمان ہے کہ آپ نے جہینہ کا بھی ذکر فرمایا' (یہ بتاؤ کہ یہ چاروں قبیلے) بنوتمیم' بنوعامر اور اسد اور غطفان سے بہتر نہیں ہیں!

(یہ قبائل) کیا نا کام اور نقصان زدہ نہیں ہوئے! اقرع نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! یہ ان سے بہتر ہیں۔

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اوّل الذکر قبائل ثانی الذکر قبائل سے بہتر ہیں۔

٣٥١٦م - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ أَسْلَمُ وَغِفَارُ وَّشَيْءٌ مِّنْ مُزَيْنَةَ وَجُهَيْنَةَ أَوْقَالَ شَيْءٌ مِّنْ جُهَيْنَةَ أَوْ مُزَيْنَةَ خَيْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ أَوْ قَالَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ أَسَدٍ وَّتَمِيمٍ وَّهَوَازِنَ وَغَطَفَانَ.

(صحیح مسلم:٢٥٢١، الرقم المسلسل:٦٣٣٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، از حماد از ایوب از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: اسلم اور غفار اور کچھ مزینہ اور جہینہ، یا فرمایا: کچھ جہینہ سے یا مزینہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہیں، یا فرمایا: قیامت کے دن اسد اور تمیم سے اور ھوازن اور غطفان سے (بہتر ہوں گے)۔

یہ حدیث بھی احادیثِ سابقہ کی مثل ہے۔

٧ - بَابُ ذِكْرِ قَحْطَانَ
قحطان کا ذکر

اس باب میں صرف قحطان کا ذکر کیا گیا ہے۔

٣٥١٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ رَجُلٌ مِّنْ قَحْطَانَ يَسُوْقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ.

[طرف الحدیث:٧١١٧] (صحیح مسلم:٢٩١٠، الرقم المسلسل:٧٢٠٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از ثور بن زید از ابی الغیث از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ قحطان سے ایک شخص نکلے اور وہ لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہنکا کر لے جائے۔

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

اس شخص کا نام ابن ارفشید بن شالخ بن ارم بن سام بن نوح ہوگا، اس حدیث میں ہے: وہ اپنی لاٹھی سے لوگوں کو ہنکا کر لے جائے گا۔ اس میں اس کی انتہائی قوت، شوکت اور غلبہ کی طرف اشارہ ہے، گویا تمام لوگ اس کے مقابلہ میں بھیڑ بکریوں کی طرح ہوں گے اور کسی کو اس کا حکم ماننے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہوگا۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٥٧، داراحیاء التراث العربی بیروت، ١٤٢٩ھ)

٨ - بَابُ مَا يُنْهٰى عَنْ دَعْوَةِ الْجَاهِلِيَّةِ
زمانۂ جاہلیت کی چیخ و پکار سے ممانعت

اس باب میں زمانۂ جاہلیت کی چیخ و پکار کی مذمت کی گئی ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے، زمانۂ جاہلیت میں جب دو فریقوں میں جنگ ہوتی تو ایک فریق اپنے حامیوں کو پکار کر بلاتا اور اس کے حامی آ کر اس کی مدد کرتے خواہ وہی ظالم ہو، جب اسلام کے احکام آئے تو اس سے منع کر دیا گیا۔

٣٥١٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيْدَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرُو ابْنُ دِيْنَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مخلد بن یزید نے خبر دی، انہوں نے کہا: ہمیں

جَابِرًا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ ثَابَ مَعَهُ نَاسٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ حَتّٰى كَثُرُوْا وَكَانَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَجُلٌ لَّعَّابٌ فَكَسَعَ اَنْصَارِيًّا فَغَضِبَ الْاَنْصَارِيُّ غَضَبًا شَدِيْدًا حَتّٰى تَدَاعَوْا وَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَا لِلْاَنْصَارِ وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَمَا بَالُ دَعْوٰى اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ قَالَ مَاشَانُهُمْ فَاُخْبِرَ بِكَسْعَةِ الْمُهَاجِرِيِّ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهَا فَاِنَّهَا خَبِيْثَةٌ وَّقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ ابْنُ سَلُوْلَ اَقَدْ تَدَاعَوْا عَلَيْنَا ﴿لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ﴾ (المنافقون:۸) فَقَالَ عُمَرُ اَلَا نَقْتُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْخَبِيْثَ لِعَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّهٗ كَانَ يَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ.[اطراف الحدیث:۴۹۰۵۔۴۹۰۷]

(صحیح مسلم:۲۵۸۴' الرقم المسلسل:۶۴۷۷' سنن ترمذی:۳۳۲۳' المعجم الکبیر:۲۰۵۸۲' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۷ طبع قدیم' مسند احمد:۱۹۲۹۵۔ ج ۳۲ ص ۵۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے' آپ کے پاس بہ کثرت مہاجرین بھاگ کر آئے اور مہاجرین میں سے ایک شخص بہت مذاق کرنے والا تھا' اس نے ایک انصاری کی سرین پر ضرب لگائی تو اس انصاری کو بہت غصہ آیا' حتیٰ کہ اس نے اپنے حامیوں کو (مدد کے لیے) پکارا' اور اس انصاری نے کہا: اے لوگو! انصار کی مدد کے لیے آؤ' اور اس مہاجر نے کہا: اے لوگو! مہاجرین کی مدد کے لیے آؤ' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اپنے خیمہ سے) باہر نکلے' پھر آپ نے پوچھا: یہ کیسی زمانۂ جاہلیت کی چیخ و پکار ہے! تو آپ کو خبر دی گئی کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کی مقعد پر ضرب لگائی تھی' آپ نے فرمایا: اس بات کو چھوڑو! یہ بہت خبیث بات ہے' اور عبداللہ بن ابی بن سلول نے کہا: کیا ان مہاجرین نے ہمارے خلاف دہائی دی ہے! اگر ہم مدینہ پہنچے تو مدینہ میں عزت والے وہاں سے ذلت والوں کو نکال دیں گے۔ (المنافقون:۸) حضرت عمر رضی اللہ نے عبداللہ بن ابی کے متعلق پوچھا: یارسول اللہ! ہم اس خبیث کو قتل نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا: کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر دیتے ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد' تمام سندوں میں اسی طرح بغیر نسبت کے محمد کا ذکر ہے' ابونعیم نے کہا: اس سے مراد محمد بن سلام ہیں' اسی طرح متخرج میں ہے (۲) مخلد بن یزید' یہ ابوالحسن الحرانی الجزری ہیں' یہ ۱۹۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج المکی (۴) عمرو بن دینار القرشی الاثرم المکی (۵) حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۲۱)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: آپ نے پوچھا: یہ کیسی زمانۂ جاہلیت کی چیخ و پکار ہے!

غزوہ کی تعیین اور جس نے مذاق کیا تھا اور جس کے ساتھ مذاق کیا تھا' ان کے اسماء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم ایک غزوہ میں تھے' یہ غزوۃ المریسیع تھا' صحیح مسلم میں مذکور ہے: سفیان نے کہا: یہ غزوہ' غزوۂ بنی المصطلق تھا اور یہی غزوۃ المریسیع تھا' اس کا وقوع چھ ہجری میں ہوا تھا۔

اس حدیث میں ایک مذاق کرنے والے مہاجر کا ذکر ہے' ان کا نام جھجاہ بن قیس الغفاری ہے' یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

اس حدیث میں ''فکسع'' کا لفظ ہے''کسع'' کا معنی ہے: اپنا ہاتھ یا اپنا پیر کسی انسان کی مقعد پر مارا جائے۔
اس حدیث میں اس انصاری کا ذکر ہے جن کی مقعد پر اس مہاجر نے ہاتھ مارا تھا' ان کا نام سنان بن وبرہ تھا' یہ قبیلہ بنوسالم الخزرجی کے حلیف تھے۔

زمانۂ جاہلیت کی چیخ وپکار کی وعید کے متعلق حدیث اور اس کی سزا کے متعلق اقوالِ فقہاء

اس میں ذکر ہے کہ آپ نے پوچھا: یہ کیسی جاہلیت کی چیخ وپکار ہے! جب آپ کو ماجرا بتایا گیا تو آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑو! اور اس کی وجہ بیان فرمائی کہ یہ قبیح اور بُری بات ہے۔ حدیث میں ہے:

حضرت الحارث الاشعری رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث کے آخر میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے زمانۂ جاہلیت کی طرح کسی کو پکارا وہ جہنم کی جماعت میں سے ہے' صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! خواہ وہ روزہ رکھے' خواہ وہ نماز پڑھے؟ آپ نے فرمایا: خواہ وہ روزہ رکھے' خواہ وہ نماز پڑھے اور اس کا یہ زعم ہو کہ وہ مسلمان ہے' مسلمانوں کو ان کے ناموں سے پکارو (یعنی اس طرح نہ کہو: اے انصار! آؤ! اے مہاجرو! آؤ!) اللہ تعالیٰ نے ان کا نام مسلمان اور مؤمن رکھا ہے۔

(سنن ترمذی: ٢٨٦٣' مسند ابویعلیٰ: ١٥٧١' صحیح ابن خزیمہ: ١٨٩٥' صحیح ابن حبان: ٦٢٣٣' المعجم الکبیر: ٣٤٢٨' المستدرک ج١ ص٤٢١' الاحاد والمثانی: ٢٥١٠' سنن کبریٰ: ١١٣٤٩' مسند احمد ج٤ ص١٣٠ طبع قدیم' مسند احمد: ١٧١٧٠۔ ج٢٨ ص٤٠٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ جو شخص زمانۂ جاہلیت کی طرح پکارے اس کی سزا کے متعلق فقہاء کے تین اقوال ہیں:
(١) اس کو پچاس کوڑے مارے جائیں (٢) اس کو دس سے کم کوڑے مارے جائیں (٣) اس کی سزا حاکم کی صواب دید پر موقوف ہے۔

حدیث میں مذکور قصہ کی تفصیل

اس کا مفصل قصہ اس طرح ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے لیے کام کرنے والا جس کا نام جھجاہ بن قیس تھا' وہ اپنے حوض پر کھڑا ہوا تھا' وہاں اچانک وبرہ بن سنان انصاری آیا جو عبداللہ بن ابی کا حلیف تھا' مہاجر نے مذاق سے اس کی مقعد پر ہاتھ مارا' پس دونوں نے اپنے اپنے قبیلوں کا نام لے کر پکارنا شروع کر دیا' تب عبداللہ بن ابی نے کہا: جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے' عزت والوں سے مراد اس کی اپنی ذات تھی اور ذلت والوں سے اس کی مراد (العیاذ باللہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم اس خبیث کو قتل نہ کر دیں! تو آپ نے منع فرمایا: (ایسا مت کرو) کیونکہ لوگ کہیں گے کہ سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں اور اس سے لوگ دین اسلام میں داخل ہونے سے متنفر ہوں گے اور ایک دوسرے سے کہیں گے کہ اگر تم نے اسلام قبول کر لیا تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم کو قتل نہیں کر دیا جائے گا اور تمہارے متعلق یہ کہا جائے گا کہ اس کے باطن میں کفر ہے اور اس وجہ سے تمہاری جانوں اور مالوں کو مباح سمجھ لیا جائے گا' سو تم اپنی جانوں کو خطرہ میں نہ ڈالو اور عبداللہ بن ابی کو قتل کرنا لوگوں کے دینِ اسلام سے متنفر ہونے کا سبب بن جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص١٢٣۔ ١٢٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٥١٩ - حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ثابت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از عبداللہ بن مرہ از مسروق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

یہ حدیث کتاب الجنائز میں اس باب میں گزر چکی ہے: جس نے اپنے چہرے پر طمانچے مارے' وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

وَعَنْ سُفْيَانَ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

اور از سفیان از زبید از ابراہیم از مسروق از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے اپنے چہرے پر طمانچے مارے اور گریبان پھاڑا اور زمانہ جاہلیت کی طرح پکارا۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۱۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

٩ - بَابُ قِصَّةِ خُزَاعَةَ

خزاعۃ کا قصہ

اس باب میں خزاعہ کے قصہ کا بیان ہے' الرشاطی نے کہا ہے کہ خزاعۃ عمرو بن ربیعہ ہے' اور اس ربیعہ کا تعلق حی بن حارثہ بن عمرو سے ہے' یہ ان کا مذہب ہے جن کا یہ نظریہ ہے کہ خزاعۃ یمن سے ہے اور جن کا یہ نظریہ ہے کہ خزاعہ مضر سے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ وہ عمرو بن ربیعہ بن قمعۃ ہے' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکثم بن ابی الجون الخزاعی سے فرمایا: میں نے عمرو بن لُحی بن قمعۃ بن خندف کو دیکھا' وہ دوزخ میں اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۵۲۲) یہ حدیث عنقریب آ رہی ہے۔

٣٥٢٠ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَمْرُو بْنُ لُحَيِّ بْنِ قَمَعَةَ بْنِ خِنْدِفَ أَبُوْ خُزَاعَةَ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے خبر دی از ابی حصین از ابی صالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمرو بن لحی بن قمعۃ بن خندف خزاعۃ کا باپ ہے۔

ابوخزاعۃ' ازد کے قبیلہ سے ہے۔

٣٥٢١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ الْبَحِيْرَةُ الَّتِي يُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِيْتِ وَلَا يَحْلُبُهَا أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ وَالسَّائِبَةُ الَّتِي كَانُوْا يُسَيِّبُوْنَهَا لِآلِهَتِهِمْ فَلَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَيْءٌ قَالَ وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرِ بْنِ لُحَيِّ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ.

[طرف الحدیث: ۴۶۲۳] (صحیح مسلم: ۲۸۵۶' الرقم المسلسل: ۷۰۸۶' شرح مشکل الآثار: ۱۴۷۹' صحیح ابن حبان: ۶۲۶۰' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۹'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا' انہوں نے کہا: البحیرہ وہ (اونٹنی) ہے جس کا بتوں کی وجہ سے دودھ دوہنے سے منع کیا جاتا تھا اور لوگوں میں سے کوئی بھی اس کا دودھ نہیں دوہتا تھا' اور سائبہ اس (اونٹنی) کو کہتے ہیں جس کو وہ اپنے بتوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے' اس پر کوئی بوجھ لادتا تھا نہ سواری کرتا تھا' انہوں نے بتایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے عمرو بن عامر بن لحی الخزاعی کو دیکھا' وہ دوزخ میں اپنی آنتوں کو گھسیٹ

سنن کبریٰ: ١١١٥٦' مسند ابویعلیٰ: ٦١٢١' مسند احمد ج ٢ ص ٣٦٦ طبع قدیم' رہا تھا' یہ وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے سائبہ کی رسم ایجاد کی۔
مسند احمد: ٨٧٨٧۔ ج ١٤ ص ٣٩١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حام کی تعریفات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

''البحیرۃ'': زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی اونٹنی پانچ بچے جنتی اور اس کے آخر میں نر بچہ ہوتا تو وہ اس اونٹنی کے کان چیر دیتے اور اس پر سوار ہونے کو اور اس کا دودھ دوہنے کو حرام قرار دیتے' اس کو کسی گھاٹ پر پانی پینے سے منع کیا جاتا اور نہ کسی چراگاہ میں چرنے سے روکا جاتا' اس کو صرف بتوں کی تعظیم کے لیے چھوڑ دیا جاتا اور وہ لوگ اس اونٹنی کو ''البحیرۃ'' کہتے تھے۔

سائبہ: زمانۂ جاہلیت میں کوئی شخص کہتا تھا: اگر میں سفر سے واپس آ گیا یا میں بیماری سے تندرست ہو گیا تو میری اونٹنی سائبہ ہو گی' اور سائبہ وہ اونٹنی ہوتی تھی جس کو وہ اپنے بتوں کی تعظیم کے لیے چھوڑ دیتے تھے' اس کے بعد اس پر کسی قسم کا بوجھ نہیں لادا جاتا تھا۔

التلویح میں مذکور ہے کہ ہر قسم کے مویشیوں کی مادہ اولاد کو وہ سائبہ کہتے تھے' ایک شخص اپنی اونٹنیوں' گایوں اور بکریوں میں سے جس کو چاہتا اپنے بتوں کے لیے چھوڑ دیتا اور وہ صرف مادہ جانور کو بتوں کے لیے چھوڑتا تھا' پھر اس مادہ کی پشت' اس کے بال اور اس کا اُون صرف ان کے بتوں کے لیے مخصوص ہوتا تھا' اور اس کا دودھ اور اس کے دیگر منافع صرف مردوں کے لیے ہوتے تھے نہ کہ عورتوں کے لیے۔

''الوصیلہ'': امام ابن اسحاق کی روایت ہے کہ جس بکری کے سات بچے ہوتے' پس اگر اس کا ساتواں بچہ نہ ہوتا تو وہ اس کو ذبح کر کے بتوں کی بھینٹ چڑھا دیتے' اور اگر وہ مادہ ہوتی تو وہ اس کو زندہ رہنے دیتے اور اگر وہ نر اور مادہ دو بچے جنتی تو وہ نر کو مادہ کی وجہ سے زندہ رہنے دیتے اور کہتے کہ یہ اپنے بھائی سے مل گئی ہے' پس اس کو ذبح نہ کرتے۔

مقاتل نے کہا ہے کہ اس کی منفعت مردوں کے لیے ہوتی تھی نہ کہ عورتوں کے لیے' اور اگر وہ مردہ بچہ جنتی تو اس کے کھانے میں مرد اور عورت دونوں شریک ہوتے۔

''الحام'': یہ اس نر کو کہتے تھے جس کے بچہ کے بچہ پر بھی سواری کی جاتی اور یہ عدد دس یا اس سے کچھ کم تک پہنچ جاتا' اس پر سواری کی جاتی نہ اس پر بوجھ لادا جاتا' اس کو کسی گھاٹ پر پانی پینے سے منع کیا جاتا نہ کسی چراگاہ میں چرنے سے' اس کو کبھی بھی ذبح نہیں کیا جاتا' حتیٰ کہ وہ طبعی موت مر جاتا' پھر اس کو مرد کھاتے تھے' عورتیں نہیں کھاتی تھیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے عمرو بن لُحی کو دیکھا وہ اپنی آنتوں کو دوزخ میں گھسیٹ رہا تھا' یہ وہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین کو تبدیل کر دیا' اس نے بتوں کے لیے جانوروں کی بھینٹ چڑھانے کو مقرر کیا' اس نے سائبہ کو بتوں کے لیے نامزد کیا اور بحیرہ کی رسم ایجاد کی اور وصیلہ اور حامی کی اصطلاح وضع کی۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٢٧۔ ١٢٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

عمرو بن لحی وہ پہلا شخص ہے' جس نے عرب کے شہروں میں بت پرستی کو ایجاد کیا' اس نے ملکِ شام سے ھبل نامی بت خریدا اور اس کو کعبہ شریف کے اندر رکھ دیا' یہ پست قامت شخص تھا۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٥٩' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

١٠ - بَابُ قِصَّةِ اِسْلَامِ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا قصہ

اس کی تفصیل اگلے باب میں آ رہی ہے۔

١١ - بَابُ قِصَّةِ زَمْزَمَ

زمزم کا قصہ

٣٥٢٢ - حَدَّثَنَا زَيْدٌ هُوَابْنُ اَخْزَمَ قَالَ اَبُوْقُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ حَدَّثَنِیْ مُثَنَّی بْنُ سَعِيْدٍ الْقَصِيْرُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْجَمْرَةَ قَالَ قَالَ لَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاِسْلَامِ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْنَا بَلٰی قَالَ قَالَ اَبُوْذَرٍّ كُنْتُ رَجُلًا مِّنْ غِفَارٍ فَبَلَغَنَا اَنَّ رَجُلًا قَدْ خَرَجَ بِمَكَّةَ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ فَقُلْتُ لِاَخِیْ اِنْطَلِقْ اِلٰی هٰذَا الرَّجُلِ كَلِّمْهُ وَاْتِنِیْ بِخَبَرِهٖ فَانْطَلَقَ فَلَقِيَهٗ ثُمَّ رَجَعَ فَقُلْتُ مَاعِنْدَكَ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُ رَجُلًا يَّاْمُرُ بِالْخَيْرِ وَيَنْهٰی عَنِ الشَّرِّ فَقُلْتُ لَهٗ لَمْ تَشْفِنِیْ مِنَ الْخَبَرِ فَاَخَذْتُ جِرَابًا وَّعَصًا ثُمَّ اَقْبَلْتُ اِلٰی مَكَّةَ فَجَعَلْتُ لَا اَعْرِفُهٗ وَاَكْرَهُ اَنْ اَسْاَلَ عَنْهُ وَاَشْرَبُ مِنْ مَّاءِ زَمْزَمَ وَاَكُوْنُ فِی الْمَسْجِدِ قَالَ فَمَرَّبِیْ عَلِیٌّ فَقَالَ كَاَنَّ الرَّجُلَ غَرِيْبٌ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ. قَالَ فَانْطَلِقْ اِلَی الْمَنْزِلِ قَالَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهٗ لَا يَسْاَلُنِیْ عَنْ شَیْءٍ وَّلَا اُخْبِرُهٗ فَلَمَّا اَصْبَحْتُ غَدَوْتُ اِلَی الْمَسْجِدِ لِاَسْاَلَ عَنْهُ وَلَيْسَ اَحَدٌ يُّخْبِرُنِیْ عَنْهُ بِشَیْءٍ قَالَ فَمَرَّبِیْ عَلِیٌّ فَقَالَ اَمَا نَالَ لِلرَّجُلِ يَعْرِفُ مَنْزِلَهٗ بَعْدُ قَالَ قُلْتُ لَا. قَالَ اِنْطَلِقْ مَعِیَ قَالَ فَقَالَ مَااَمْرُكَ وَمَا اَقْدَمَكَ هٰذِهِ الْبَلْدَةَ قَالَ قُلْتُ لَهٗ اِنْ كَتَمْتَ عَلَیَّ اَخْبَرْتُكَ قَالَ فَاِنِّیْ اَفْعَلُ قَالَ قُلْتُ لَهٗ بَلَغَنَا اَنَّهٗ قَدْ خَرَجَ هٰهُنَا رَجُلٌ يَّزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ فَاَرْسَلْتُ اَخِیْ لِيُكَلِّمَهٗ فَرَجَعَ وَلَمْ يَشْفِنِیْ مِنَ الْخَبَرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَلْقَاهُ فَقَالَ لَهٗ اَمَا اِنَّكَ قَدْ رَشَدْتَّ هٰذَا وَجْهِیْ اِلَيْهِ فَاتَّبِعْنِیْ اُدْخُلْ حَيْثُ اَدْخُلُ فَاِنِّیْ اِنْ رَاَيْتُ اَحَدًا اَخَافُهٗ عَلَيْكَ قُمْتُ اِلَی الْحَائِطِ كَاَنِّیْ اُصْلِحُ نَعْلِیْ وَامْضِ اَنْتَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زید نے حدیث بیان کی وہ ابن اخزم ہیں' ابوقتیبہ سلم بن قتیبہ نے کہا: مجھے مثنیٰ بن سعید القصیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوجمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا میں تم کو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی خبر نہ دوں! ابوجمرہ نے کہا: کیوں نہیں! حضرت ابن عباس نے کہا: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں قبیلہ غفار کا ایک مرد تھا' ہمیں یہ خبر پہنچی کہ مکہ میں ایک شخص نکلا ہے' اس کا یہ زعم ہے کہ وہ نبی ہے' تو میں نے اپنے بھائی سے کہا: تم اس مرد کے پاس جاؤ' اس سے بات کرو اور میرے پاس اس کی خبر لاؤ' سو وہ گئے ان سے ملے' پھر لوٹ آئے' پس میں نے پوچھا: تمہارے پاس کیا خبر ہے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تحقیق یہ ہے کہ میں نے ایسے مرد کو دیکھا ہے جو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے' پس میں نے ان سے کہا کہ تمہاری اطلاع سے میری تشفی نہیں ہوئی' پس میں نے اپنا تھیلا اور لاٹھی لی' پھر میں مکہ کی طرف روانہ ہوا' سو میں ان کو پہچانتا نہیں تھا اور ان کے متعلق سوال کرنے کو ناپسند کرتا تھا اور میں زمزم کا پانی پیتا تھا اور میں مسجد میں ٹھہرتا تھا' حضرت ابوذر نے بتایا: پھر میرے پاس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ گزرے' تو انہوں نے کہا: شاید یہ شخص مسافر ہے' میں نے کہا: جی ہاں! انہوں نے کہا: گھر کی طرف چلو' حضرت ابوذر نے بتایا: پس میں ان کے ساتھ گیا' وہ مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال کرتے تھے نہ میں ان کو کچھ بتاتا تھا' پھر جب صبح ہوئی تو میں مسجد کی طرف گیا تاکہ ان کے متعلق سوال کروں' اور مجھے کوئی شخص ان کے متعلق کچھ بھی نہیں بتاتا تھا' پھر حضرت علی میرے پاس سے گزرے' پس انہوں نے کہا: کیا ابھی تک اس شخص کو اپنا ٹھکانا نہیں ملا! میں

فَمَضٰى وَمَضَيْتُ مَعَهُ حَتّٰى دَخَلَ وَدَخَلْتُ مَعَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ اِعْرِضْ عَلَيَّ الْاِسْلَامَ فَعَرَضَهُ فَاَسْلَمْتُ مَكَانِيْ فَقَالَ لِيْ يَا اَبَا ذَرٍّ اُكْتُمْ هٰذَا الْاَمْرَ وَارْجِعْ اِلٰى بَلَدِكَ فَاِذَا بَلَغَكَ ظُهُوْرُنَا فَاَقْبِلْ فَقُلْتُ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَاَصْرُخَنَّ بِهَا بَيْنَ اَظْهُرِهِمْ فَجَاءَ اِلَى الْمَسْجِدِ وَقُرَيْشٌ فِيْهِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِنِّيْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَقَالُوْا قُوْمُوْا اِلٰى هٰذَا الصَّابِئِ. فَقَامُوْا فَضُرِبْتُ لِاَمُوْتَ فَاَدْرَكَنِيَ الْعَبَّاسُ فَاَكَبَّ عَلَيَّ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ. وَيْلَكُمْ تَقْتُلُوْنَ رَجُلًا مِّنْ غِفَارٍ وَّمَتْجَرُكُمْ وَمَمَرُّكُمْ عَلٰى غِفَارٍ فَاَقْلَعُوْا عَنِّيْ فَلَمَّا اَنْ اَصْبَحْتُ الْغَدَ رَجَعْتُ فَقُلْتُ مِثْلَ مَا قُلْتُ بِالْاَمْسِ فَقَالُوْا قُوْمُوْا اِلٰى هٰذَا الصَّابِئِ فَصُنِعَ بِيْ مِثْلَ مَا صُنِعَ بِالْاَمْسِ وَاَدْرَكَنِيَ الْعَبَّاسُ فَاَكَبَّ عَلَيَّ وَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهٖ بِالْاَمْسِ قَالَ فَكَانَ هٰذَا اَوَّلَ اِسْلَامِ اَبِيْ ذَرٍّ رَحِمَهُ اللّٰهُ.

[طرف الحدیث:٣٨٦١] (صحیح مسلم:٢٤٧٤ الرقم المسلسل:٦٢٥٦)

نے کہا: نہیں! انہوں نے کہا: میرے ساتھ چلو! پھر کہا: تمہارا کیا معاملہ ہے؟ اور کس وجہ سے تم اس شہر میں آئے ہو؟ حضرت ابوذر نے بتایا؟ میں نے ان سے کہا: اگر اس بات کو تم راز میں رکھو تو میں تمہیں بتاتا ہوں' حضرت علی نے کہا: میں ایسا ہی کروں گا' میں نے ان سے کہا: ہمیں یہ معلوم ہوا کہ یہاں ایک ایسا مرد نکلا ہے جس کا زعم یہ ہے کہ وہ نبی ہے' سو میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تا کہ وہ ان سے بات کرے' سو وہ لوٹ آیا اور مجھے اس کی خبر سے تسلی نہیں ہوئی تو میں نے خود ان سے ملاقات کا ارادہ کیا' حضرت علی نے ان سے فرمایا: تم نے صحیح کام کیا' اب میں ان ہی کی طرف جا رہا ہوں' تم میرے پیچھے پیچھے آؤ اور جہاں میں داخل ہوں وہاں داخل ہو' پس بے شک اگر میں نے کسی ایسے آدمی کو دیکھا جس سے مجھے تم پر خطرہ ہوا تو میں دیوار کی طرف ایسے کھڑا ہوں گا جیسے اپنی جوتی ٹھیک کر رہا ہوں اور تم چلتے رہنا' پس حضرت علی رضی اللہ عنہ چل پڑے اور میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا' حتیٰ کہ وہ (کہیں) داخل ہوئے اور میں بھی ان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس داخل ہو گیا' پس میں نے آپ سے کہا کہ آپ مجھ پر اسلام پیش کریں' تو آپ نے اسلام پیش کیا' سو میں اسی جگہ مسلمان ہو گیا' پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر! اس بات کو مخفی رکھنا' اور اپنے شہر کی طرف لوٹ جاؤ' جب تم کو ہمارے غلبہ کی خبر ملے تو پھر آ جانا' پس میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں ضرور ان (لوگوں) کے سامنے (اپنے اسلام کا) اعلان کروں گا' پس حضرت ابوذر مسجد میں آئے اور وہاں قریش تھے' تو انہوں نے کہا: اے قریش کی جماعت! بے شک میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ (سیّدنا) محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' تو ان لوگوں نے کہا: اس دین بدلنے والے کی طرف کھڑے ہو' پس وہ کھڑے ہوئے اور مجھے مارا پیٹا گیا تا کہ میں مر جاؤں' پس عباس نے مجھے دیکھ لیا' وہ مجھ پر اوندھے گر گئے' پھر ان لوگوں کی طرف مڑ کر کہا: تم پر افسوس ہے! تم قبیلہ غِفار کے ایک مرد کو قتل کر رہے ہو اور تمہاری تجارت کا راستہ اور تمہاری

گزرگاہ قبیلہ غِفار سے ہے' تو وہ مجھ سے ہٹ گئے' پس جب میں نے دوسرے دن صبح کی تو میں پھر واپس گیا اور میں نے گزشتہ روز کی طرح اعلان کیا' تو ان لوگوں نے کہا: اس دین بدلنے والے کی طرف کھڑے ہو' پھر میرے ساتھ گزشتہ کل کی طرح سلوک کیا گیا' پھر' عباس نے مجھے دیکھ لیا' پس وہ مجھ پر اوندھے گر گئے اور انہوں نے گزشتہ روز کی طرح تقریر کی' سو یہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی ابتداء کا قصہ ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) زید بن اخزم' ابوطالب الطائی الحافظ البصری' ان کو ۲۵۷ ھ میں زنگیوں نے قتل کر دیا تھا جب انہوں نے بصرہ میں خروج کیا تھا' ان سے صرف امام بخاری روایت کرتے ہیں (٢) سَلم بن قتیبہ' ابوقتیبہ الشعیر ی الخراسانی' ان کی رہائش بصرہ میں تھی اور یہ وہیں پر دوسری صدی ہجری کی حدود میں وفات پا گئے تھے (٣) مثنیٰ بن سعید القصیر (٤) ابوجمرۃ' ان کا نام نصر بن عمران الضبعی البصری ہے (٥) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١١٨)

اس حدیث کے باب کا عنوان ہے: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا قصہ اور وہ اس حدیث میں مذکور ہے' نیز اس حدیث کا عنوان ہے: زمزم کا قصہ' سو اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوذر زمزم کا پانی پیتے تھے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا قدماء اسلام میں سے ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے اپنے بھائی سے کہا: اس شخص کی طرف جاؤ۔ امام مسلم کی روایت میں ہے: اس کی وادی کی طرف سفر کرو اور مجھے اس شخص کی خبر لا کر دو جس کا زعم ہے کہ اس کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں' ان کی باتیں سننا اور پھر میرے پاس آنا' حضرت ابوذر کے بھائی کا نام انیس تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس صابیء کی طرف کھڑے ہو۔ یہ لفظ ''صبأ'' ''یصبؤ'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: جو شخص ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف منتقل ہو' عرب کے لوگ دین بدلنے والے کو صابیء کہتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ قدماء اسلام میں سے ہیں' لیکن حضرت ابوذر' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے کافی مدت بعد اسلام لائے تھے' کیونکہ اس حدیث میں حضرت ابوذر کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا ذکر ہے اور یہ ذکر ہے کہ حضرت علی نے انہیں اپنا مہمان بنایا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٢٠۔١١٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابوذر بغیر معجزہ دیکھے اسلام کیسے لائے اور انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کر کے آپ کے حکم کی مخالفت کیوں کی؟

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بغیر کوئی معجزہ دیکھے کیسے اسلام لے آئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام لانے کے لیے معجزہ کو دیکھنا ضروری نہیں ہے یا ان پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کی آیات پڑھی تھیں اور ان کو اسلام لانے کی دعوت دی تھی'

لیکن انہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور دیکھتے ہی انہیں یقین ہو گیا کہ یہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں ہے' اسی لیے انہوں نے فوراً کہا کہ آپ مجھ پر اسلام پیش کریں اور آپ کے اسلام پیش کرتے ہی وہ فوراً بغیر کسی تردد کے اسلام لے آئے۔

علامہ کورانی لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنا اسلام چھپانے کا حکم دیا تھا' پھر انہوں نے کیسے آپ کے حکم کی خلاف ورزی کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی جان کی حفاظت کی خاطر بہ طور رخصت یہ حکم دیا تھا لیکن حضرت ابوذر پر عزیمت غالب تھی اور ان کا یہ گمان تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر اپنا اسلام چھپانے کو واجب نہیں قرار دیا تھا اور بہ طور شفقت فرمایا تھا کہ ان لوگوں سے اپنا اسلام چھپانا' پھر جب انہوں نے اس پر انکار کیا اور اسلام پر راضی رہے تو آپ نے انہیں اللہ کے دین کو ظاہر کرنے سے منع نہیں فرمایا۔ (الکوثر الجاری ج٦ص ٣٦٢' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

١٢ - بَابُ قِصَّةِ زَمْزَمَ وَجَهْلِ الْعَرَبِ

زمزم کا قصہ اور عرب کی جہالت

اس باب میں زمزم کا قصہ اور عرب کی جہالت کو بیان کیا گیا ہے۔

٣٥٢٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ أَسْلَمُ، وَغِفَارُ، وَشَيْءٌ مِّنْ مُزَيْنَةَ وَ جُهَيْنَةَ أَوْ قَالَ شَيْءٌ مِّنْ جُهَيْنَةَ أَوْ مُزَيْنَةَ خَيْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ. أَوْ قَالَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. مِنْ أَسَدٍ، وَتَمِيمٍ، وَهَوَازِنَ، وَ غَطَفَانَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از محمد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اسلم اور غفار اور کچھ مزینہ اور جہینہ سے' یا فرمایا: کچھ جہینہ اور مزینہ سے' اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہیں' یا فرمایا: قیامت کے دن اسد اور تمیم اور ھوازن اور غطفان سے۔

یہ حدیث اس سے پہلے صحیح البخاری: ٣٥١٦' میں گزر چکی ہے' وہاں پر یہ حدیث اس باب کے تحت تھی: اسلم' غفار' مزینہ' جہینہ اور اشجع کا ذکر۔ سو یہ حدیث اسی باب کے مطابق ہے اور یہاں پر جس باب کے تحت اس کو ذکر کیا ہے' اس کے بالکل مطابق نہیں ہے کیونکہ اس میں زمزم کا ذکر نہیں ہے۔

٣٥٢٤ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ إِذَا سَرَّكَ أَنْ تَعْلَمَ جَهْلَ الْعَرَبِ فَاقْرَأْ مَا فَوْقَ الثَّلَاثِينَ وَمِائَةٍ فِي سُورَةِ الْأَنْعَامِ ﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ○﴾ (الانعام: ١٤٠).

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے فرمایا: جب تمہیں اس سے خوشی ہو کہ تم عرب کی جہالت کو جانو تو سورۃ الانعام کی ایک سو تیس آیت کے بعد پڑھو: بے شک وہ لوگ برباد ہو گئے جنہوں نے حماقت کی وجہ سے بغیر علم کے اپنی اولاد کو قتل کیا۔ (الانعام: ١٤٠) اس آیت کو یہاں تک پڑھو: بے شک وہ گمراہ ہو گئے اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے ○ (الانعام: ١٤٠)

یہ حدیث بھی باب کے مطابق بالکل نہیں ہے' کیونکہ باب کا عنوان ہے: زمزم کا قصہ اور اس حدیث میں زمزم کا ذکر بالکل نہیں ہے' امام بخاری نے جو آیت ذکر کی ہے اس میں مشرکین عرب کی جہالت کا ذکر ہے کہ وہ اپنی اولاد کو قتل کرتے تھے اور انسان کی اولاد

اس کے بڑھاپے میں کام آتی ہے' نیز انہوں نے اپنی اختیار کردہ بدعت سے بعض حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر کے اپنے رزق کو تنگ کر دیا' یہ ان کا دنیا میں نقصان ہے اور آخرت میں ان کا بہت بُرا ٹھکانا ہوگا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ یہ آیت ربیعہ اور مُضر کے متعلق نازل ہوئی ہے جو زمانۂ جاہلیت میں اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے' قتادہ نے کہا کہ اہل جاہلیت رزق میں تنگی اور قید ہونے کے خطرہ کی وجہ سے اپنی بیٹیوں کو قتل کر دیتے تھے' ماسوا بنو کنانہ کے' وہ یہ کام نہیں کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٢٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٣ - بَابُ مَنِ انْتَسَبَ اِلٰی اٰبَائِهٖ فِی الْاِسْلَامِ اَوِ الْجَاهِلِيَّةِ

جو شخص زمانۂ اسلام یا جاہلیت میں اپنے باپ دادا کی طرف منسوب ہوا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی شخص کے باپ دادا جو زمانۂ اسلام یا جاہلیت میں گزر چکے ہیں' ان کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا جائز ہے۔ بعض علماء نے اس کو مطلقاً مکروہ کہا ہے' اور بعض دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ ان آباء پر فخر کی وجہ سے اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرے' تب مکروہ ہے۔

حضرت ابوریحانہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے آپ کو اپنے نو کافر آباء کی طرف منسوب کیا اور وہ ان کی وجہ سے عزت اور کرامت کے حصول کا ارادہ کرتا تھا تو وہ ان میں سے دسواں شخص ہوگا جو دوزخ میں جائے گا۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ (التاریخ الکبیر للبخاری ج ٢ ص ٣٥٦۔٣٥٥ طبع قدیم' مسند ابویعلیٰ: ١٤٣٩' المعجم الاوسط: ٤٤٦٦' شعب الایمان: ٥١٣٢' مجمع الزوائد ج ٨ ص ٨٥' مسند احمد ج ٤ ص ١٣٤ طبع قدیم' مسند احمد: ١٧٢١٢۔ ج ٢٨ ص ٤٤٥۔٤٤٤ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَاَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْكَرِيْمَ ابْنَ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللّٰهِ.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم' یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت صحیح البخاری: ٣٣٨٢ میں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح البخاری: ٣٣٥٣ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ الْبَرَاءُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ.

اور حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

یہ حدیث موصول' صحیح البخاری: ٢٨٦٤ میں گزر چکی ہے۔

پہلی تعلیق میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد کریم حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا ذکر ہے اور دوسری تعلیق میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جد امجد حضرت عبدالمطلب کا ذکر فرمایا' یوں یہ دونوں تعلیقیں باب کے عنوان کے مطابق ہیں کیونکہ باب کے عنوان میں اپنے باپ دادا کی طرف نسبت کرنے کا ذکر ہے۔

٣٥٢٥ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو

﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ (الشعراء:٢١٤) جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَادِي يَابَنِي فِهْرٍيَا بَنِي عَدِيٍّ بِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ.

بن مرہ نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ اپنے زیادہ قریبی رشتہ داروں کو (عذاب سے) ڈرائیںO (الشعراء:۲۱۴) تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے قبیلوں کو نداء کرتے تھے: اے بنی فہر! اے بنی عدی!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۹۴ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کا امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح نہ ہونا

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ یہ آیت مکہ میں نبوت کے ابتدائی سال میں نازل ہوئی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہجرت سے تین سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے' حضرت ابن عباس نے کسی اور صحابی سے اس کو سنا ہوگا' تاہم قوی اعتراض یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح حدیث کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ حدیث متصل ہو اور یہ حدیث مرسل ہے اور امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح نہیں ہے۔

٣٥٢٦- وَقَالَ لَنَا قَبِيْصَةُ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ (الشعراء: ٢١٤) جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْهُمْ قَبَائِلَ قَبَائِلَ.

اور ہم سے قبیصہ نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از حبیب بن ابی ثابت از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: آپ اپنے زیادہ قریبی رشتہ داروں کو عذاب سے ڈرائیںO (الشعراء:۲۱۴) تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبائل' قبائل کو پکار کر بلاتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' حدیث سابق میں ملاحظہ کریں۔

٣٥٢٧- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ اَخْبَرَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ اللّٰهِ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ اللّٰهِ يَا اُمَّ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ اِشْتَرِيَا اَنْفُسَكُمَا مِنَ اللّٰهِ لَا اَمْلِكُ لَكُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا سَلَانِيْ مِنْ مَّالِيْ مَاشِئْتُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے خبر دی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بنوعبد مناف! اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ سے خرید لو! اے بنو عبد المطلب! اپنی جانوں کو اللہ سے خرید لو! اے زبیر بن العوام کی ماں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی! اے فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! تم دونوں اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ سے خرید لو! میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے (از خود) کسی چیز کا مالک نہیں ہوں' تم دونوں میرے مال سے جو چاہے سوال کرو۔

اس حدیث کی مفصل شرح: ۲۷۵۳ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قرابت داروں اور عام مسلمانوں کو نفع پہنچانے کے مالک ہیں

علامہ محمد بن الفضیل الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے قرابت داروں کو نفع پہنچانے کا مالک بنائے گا بلکہ اپنی امت کو نفع پہنچانے کا بھی مالک بنائے گا اور آپ شفاعتِ خاصہ اور شفاعتِ عامہ فرمائیں گے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٨ ص ٣٠٥' مکتبۃ الرشد الریاض' ١٤٣٠ھ)

علامہ مناوی نے علامہ ابن حجر ہیتمی مکی اور علامہ طیبی کے حوالوں سے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (فیض القدیر ج ٥ ص ٣٦' طبع قدیم)

مؤمنین کے اپنی جانوں کو خریدنے کی توجیہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا ہے: اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ سے خرید لو' حالانکہ مؤمنین اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کرنے والے ہیں' قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. (التوبہ:١١١)

اللہ نے مؤمنین سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مؤمنین جہنم کے عذاب سے نجات کے بدلہ میں اپنی اپنے جانوں کو خریدنے والے ہیں اور جنت کے حصول کے بدلہ میں اپنی جانوں کو فروخت کرنے والے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٣٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کر دیا' اللہ تعالیٰ نے جنت کو اس کی ثمن (قیمت) قرار دے دیا ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٦٤' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٣٠ھ)

١٤ - بَابٌ اِبْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ وَمَوْلَى الْقَوْمِ مِنْهُمْ

قوم کے بھانجے کا قوم میں شمار ہوتا ہے اور قوم کے آزاد کردہ غلام کا بھی قوم میں شمار ہوتا ہے

٣٥٢٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَنْصَارَ فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ اَحَدٌ مِّنْ غَيْرِكُمْ قَالُوْا لَا اِلَّا ابْنُ اُخْتٍ لَّنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو بلایا' پس فرمایا: کیا تم میں تمہارے علاوہ بھی کوئی ہے! انہوں نے کہا: نہیں! لیکن ہمارا بھانجا ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی قوم کا بھانجا بھی اسی قوم سے ہوتا ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣١٤٦ میں گزر چکی ہے۔

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کی وجہ یہ ہے کہ قوم کا بھانجا ذوالارحام میں ہے اور وہ اس قوم کا وارث ہوتا ہے۔

(الکوثر الجاری ج ٦ ص ٣٦٥' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٣٠ھ)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی التوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ قوم کا بھانجا اس قوم سے ہوتا ہے اور اس حدیث کے عنوان میں قوم کے آزاد کردہ غلام کا بھی ذکر ہے' اس کا بیان کتاب الفرائض میں ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قوم کا مولیٰ بھی اس قوم سے ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری:

٦٧٦١)اور مولیٰ سے مراد ہے: آزاد کردہ غلام یا قوم کا حلیف جو قوم کی نصرت اور معاونت کرے' نیز انصار نے اپنے جس بھانجا کا ذکر کیا تھا' اس کا نام نعمان بن مقرن مزنی ہے اور نبی ﷺ کا انصار سے یہ مکالمہ غزوۂ حنین کے دن ہوا تھا۔

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی التوفی (الفجر الساطع ج ٨ ص ٣٠٦' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٣٠ھ)

١٥ - بَابُ قِصَّةِ الْحَبَشِ — حبشیوں کا قصہ

اس عنوان میں "حَبَش" کا لفظ ہے "حبش" اور "حبشة" سیاہ فام لوگوں کی جنس سے ہیں' الجوہری نے کہا ہے: یہ حام بن نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے ہیں' یہ لوگ اہل یمن کے پڑوس میں رہتے تھے۔ حدیث: ٣٥٣٠ میں ان کا ذکر ہے۔

وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِيْ اَرْفِدَةَ. اور نبی ﷺ کا ارشاد: اے بنی ارفدہ!

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ٣٥٣٠ میں آ رہی ہے۔

٣٥٢٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِيْ اَيَّامِ مِنًى تُغَنِّيَانِ وَتُدَفِّفَانِ وَتَضْرِبَانِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهٖ فَانْتَهَرَهُمَا اَبُوْبَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ فَقَالَ دَعْهُمَا يَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّهَا اَيَّامُ عِيْدٍ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ اَيَّامُ مِنًى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے گھر آئے' اس وقت ان کے پاس دو لڑکیاں تھیں وہ ایام منیٰ کے نغمے گا رہی تھیں اور دف بجا رہی تھیں اور نبی ﷺ نے اپنا کپڑا اوڑھ رکھا تھا' حضرت ابوبکر نے ان کو ڈانٹا تو نبی ﷺ نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا' پس فرمایا: اے ابوبکر! ان کو رہنے دو' کیونکہ یہ عید کے ایام ہیں اور یہ ایامِ منیٰ ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٩٤٩ میں پڑھیں۔

اسلامی تقریبات میں گانے اور بجانے کے شرعی احکام

علامہ الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی التوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

یہ دونوں عبداللہ بن اُبی کی لڑکیاں تھیں' ان میں سے ایک کا نام حمامہ تھا۔ (الفجر الساطع ج ٨ ص ٣٠٧' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٣٠ھ)

شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی التوفی ١٤٢١ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ایامِ عید میں عورتوں کا گانا بجانا جائز ہے' ظاہر یہ ہے کہ مردوں کا بھی یہی حکم ہے' کیونکہ جب اس وقت میں عورتوں کا گانا بجانا جائز ہے تو دوسرے وقت میں مردوں کے گانے بجانے سے بھی کوئی مانع نہیں ہے' کیونکہ دونوں کی علت ایک ہے' بلکہ عورتوں کے گانے بجانے کی تحریم زیادہ شدید ہے اور ان کا فتنہ زیادہ خطرناک ہے' پس جب عید کے ایام میں اظہارِ مسرت کے لیے ان کا گانا بجانا جائز ہے تو مردوں کے لیے گانا بجانا بہ طور اولیٰ جائز ہوگا۔ (شرح صحیح البخاری ج ٣ ص ٩' مکتبۃ الطبری' قاہرہ' ١٤٢٩ھ)

تاہم دوام و استمرار کے ساتھ گانا بجانا جائز نہیں ہے' خوشی کے ایام میں اور اسلامی تقریبات مثلاً نکاح' ولیمہ اور ختنہ کی تقریبات میں تھوڑے وقت کے لیے گانا بجانا جائز ہے اور اس میں اتنا اشتغال جس سے انسان فرائض اور واجبات سے غافل ہو جائے' یہ جائز نہیں ہے۔

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''تغنیان'' کا لفظ ہے' یہ ''غناء'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: آواز کو مزین کرنے کے لیے بلند کرنا' حدیث میں ہے: جس نے قرآن کو غناء کے ساتھ نہیں پڑھا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (صحیح البخاری: ۷۵۲۷' سنن ابوداؤد: ۱۴۶۹)

وہ لڑکیاں اوس اور خزرج کے درمیان جنگ بعاث کے نغمات گا رہی تھیں' یہ جنگ ہجرت سے تین یا چھ سال پہلے ہوئی تھی' نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر کو ڈانٹنے سے منع فرمایا کیونکہ ان کے نغموں میں کوئی حرام چیز نہیں تھی' بلکہ جنگ کی توصیف تھی اور یہ شجاعت کو اُبھارتی ہے' نیز آپ نے فرمایا: یہ ایامِ عید ہیں' ان ایام میں اظہارِ مسرت سے تسامح کیا جاتا ہے۔

(الکوثر الجاری ج ۳ ص ٦٦' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

علامہ کورانی کی اس تعلیل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جس غناء میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہو یا رسول اللہ ﷺ کی نعت ہو یا اولیاء کرام کی منقبت ہو یا شجاعت کے نغمات ہوں یا نصیحت آمیز مضمون ہو وہ غنا جائز ہے اور جس غناء میں عورتوں کے حسن و جمال اور فسق و فجور کی ترغیب ہو یا فلمی گانے ہوں' سو ایسا غناء جائز نہیں ہے۔

۳۵۳۰ - **وَقَالَتْ** عَائِشَةُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ وَهُمْ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ فَزَجَرَهُمْ عُمَرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُمْ أَمْنًا بَنِي أَرْفِدَةَ يَعْنِي مِنَ الْأَمْنِ.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ مجھے چھپا رہے تھے اور میں حبشیوں کی طرف دیکھ رہی تھی' اور وہ مسجد میں کھیل رہے تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ان کو رہنے دو! (اور حبشیوں سے فرمایا:) اے بنی ارفدۃ! تم بے خوف ہو کر کھیلو!

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۴۵۴ میں گزر چکی ہے۔

صوفیہ کے رقص کا شرعی حکم

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے: اس حدیث میں (مردوں کے) رقص کے مباح ہونے پر بہت قوی دلیل ہے۔

(اکمال المعلم ج ۳ ص ۳۱۰)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ صوفیہ کی ایک جماعت نے اس باب کی حدیث سے آلاتِ غناء کے سننے اور رقص کے جواز پر استدلال کیا ہے' اور جمہور نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ دونوں مقصدوں میں اختلاف ہے' کیونکہ حبشیوں کا کھیل جہاد میں آلاتِ حرب کی مشق کے لیے تھا' لہٰذا اس سے بہ طور لھو و لعب رقص کے جواز پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ٦٧٢' دارالمعرفۃ' بیروت)

علامہ زرھونی لکھتے ہیں: حافظ ابن حجر کی تقریر پر یہ اعتراض ہے کہ صوفیہ نے جس رقص کو ثابت کیا ہے' اس سے ان کا مقصود لھو و لعب نہیں ہوتا' وہ اس قصد سے بَری ہیں' ان کا مقصد ذکر کے لیے جمع ہونا ہے اور قلب اور قالب اور تمام اعضاء کے ساتھ ذکر کی طرف توجہ ہوتی ہے اور یہ صحیح قصد ہے' کیونکہ ذکر کی کثرت کرنے میں بہت احادیث ہیں' خواہ ذکر کرنے والا کسی حال میں ہو' لہٰذا اس حدیث سے رقص پر استدلال کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ (الفجر الساطع ج ۸ ص ۳۰۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

١٦ - بَابُ مَنْ أَحَبَّ أَنْ لَّا يُسَبَّ نَسَبُهُ
جس نے یہ پسند کیا کہ اس کے نسب کو بُرا نہ کہا جائے

یعنی اس کے نسب پر سبّ و شتم نہ کیا جائے۔

٣٥٣١ - حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتِ اسْتَاْذَنَ حَسَّانُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هِجَاءِ الْمُشْرِكِیْنَ فَقَالَ كَیْفَ بِنَسَبِیْ فَقَالَ حَسَّانُ لَاَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِیْنِ وَعَنْ اَبِیْهِ قَالَ ذَهَبْتُ اَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ لَا تَسُبَّهُ فَاِنَّهُ كَانَ یُنَافِحُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

[اطراف الحدیث:٤١٤٥-٦١٥٠] (صحیح مسلم:٢٤٨٩، الرقم المسلسل:٦٢٨٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسان رضی اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت طلب کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: میرے نسب کا کیا ہوگا؟ تو حضرت حسان نے کہا: میں آپ کو مشرکین سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح بال کو گوندھے ہوئے آٹے سے نکالا جاتا ہے۔ عروہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں حضرت عائشہ کے سامنے حضرت حسان کو بُرا کہہ رہا تھا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: ان کو بُرا نہ کہو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرتے تھے۔

حدیث میں مذکور بعض جملوں کی شرح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے نسب کا کیا ہوگا! یعنی تم قریش کی ہجو کیسے کرو گے حالانکہ میں ان کے ساتھ نسب میں مجتمع ہوں۔

حضرت حسان نے کہا: میں آپ کو ان سے نکال لوں گا' یعنی میں ان کی ہجو اس طرح کروں گا کہ وہ ہجو صرف ان کے ساتھ مخصوص ہوگی۔

جس طرح بال گوندھے ہوئے آٹے سے نکالا جاتا ہے۔ بال کو گوندھے ہوئے آٹے کے ساتھ اس لیے معین کیا ہے کہ گوندھا ہوا آٹا نرم ہوتا ہے' اگر کسی سخت چیز سے بال نکالا جائے تو وہ ٹوٹ جائے گا۔

(عمدۃ القاری ج١٦ ص ١٣٢-١٣١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

قَالَ اَبُو الْهَیْثَمِ نَفَحَتِ الدَّابَّةُ اِذَا رَمَحَتْ بِحَوَافِرِهَا وَنَفَحَهُ بِالسَّیْفِ اِذَا تَنَاوَلَهُ مِنْ بَعِیْدٍ.

ابوالہیثم نے کہا' "نفحت الدابة" اس وقت کہا جاتا ہے جب سواری اپنے پیروں کو مارے اور "نفحه" بالسیف اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ دور سے تلوار کا وار کرے۔

١٧ - بَابُ مَا جَاءَ فِیْ اَسْمَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء کے متعلق احادیث

یعنی اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اسماء بیان کیے گئے ہیں۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ﴾ (الفتح:٢٩)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں' کفار پر بہت سخت ہیں۔ (الفتح:٢٩)

وَقَوْلِهٖ ﴿مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ﴾ (الصف:٦).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو میرے بعد (آئیں گے) ان کا نام احمد ہے۔ (الصف:٦)

امام بخاری نے ان دو آیتوں کا اس لیے ذکر کیا ہے کہ ان میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو زیادہ مشہور ناموں کا ذکر ہے' آپ کے زیادہ مشہور دو نام ہیں: محمد اور احمد۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محمد ہونے سے پہلے احمد تھے' یعنی آپ نے اپنے رب کی حمد کی' اس سے پہلے کہ لوگ آپ کی حمد کرتے' اس وجہ سے سابقہ کتب سماویہ میں آپ کا نام احمد ہے اور قرآن مجید میں آپ کا نام محمد ہے۔

(الشفاء ج ۱ ص ۲۶۰' دارالفکر' بیروت)

محمد کا معنی ہے: جس کی بار بار حمد کی گئی ہو' خود اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایسی حمد کی ہے جو کسی اور نے نہیں کی' اور آپ کو ایسے محامد عطاء کیے جو کسی اور کو عطاء نہیں کیے اور قیامت کے دن آپ کو ایسی حمد کا الہام فرمائے گا جو کسی اور کو الہام نہیں کی ہوگی۔

احمد کا معنی ہے: تمام حمد کرنے والوں سے زیادہ حمد کرنے والے۔ (الفجر الساطع ج ۸ ص ۳۰۹۔۳۰۸' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

۳۵۳۲ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَعْنٌ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيْ خَمْسَةُ اَسْمَاءٍ اَنَا مُحَمَّدٌ وَّاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِيَ الَّذِيْ يَمْحُوا اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِيْ وَاَنَا الْعَاقِبُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے معن نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از محمد بن جبیر بن مطعم از والد خود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پانچ نام ہیں: میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور میں ماحی ہوں جس کے سبب سے اللہ کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں میرے قدموں میں لوگوں کو جمع کیا جائے' اور میں عاقب ہوں۔

[طرف الحدیث: ۴۸۹۶] (صحیح مسلم: ۲۳۵۴' الرقم المسلسل: ۵۹۹۹' سنن الترمذی: ۲۸۴۹' مسند الحمیدی: ۵۵۵' طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۵۷' اخبار مکہ للفاکھی: ۱۸۱۷' الاحاد والمثانی: ۳۷۴' مسند ابویعلیٰ: ۷۳۹۵' المعجم الکبیر: ۱۵۲۲' دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۱۹' شرح السنۃ: ۳۶۲۹' مسند احمد ج ۴ ص ۸۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۷۳۴۔ ج ۲۷ ص ۲۹۳' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

پانچ ناموں پر اقتصار کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے پانچ نام ہیں۔ اس جگہ یہ سوال ہے کہ آپ نے پانچ ناموں پر کیوں اقتصار فرمایا ہے حالانکہ آپ کے اسماء پانچ سے زیادہ ہیں' امام ابوبکر بن العربی نے شرح الترمذی میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار اسم ہیں' اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی ایک ہزار اسم ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عدد میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا' اس لیے پانچ اسماء کے ذکر کرنے سے زیادہ اسماء کی نفی نہیں ہوتی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر اسماء

مجاہد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں رسول الرحمت ہوں' اور میں رسول الملحمۃ ہوں' میں ہتھیاروں کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں' آلات زراعت کے ساتھ مبعوث نہیں کیا گیا اور کتاب الشفاء میں ہے کہ میں قثم ہوں یعنی کامل جامع ہوں' اور قرآن مجید میں آپ کے یہ اسماء ہیں: "المزمل' المدثر' النور' المنذر' البشیر' الشاهد' الشهید' الحق' المبین' قدم صدق' نعمۃ اللّٰہ' العروۃ الوثقٰی' الصراط المستقیم' النجم الثاقب' الکریم' داعی اللّٰہ' المصطفٰی' المجتبٰی' الحبیب'

رسول رب العٰلمین، الشفیع، المشفّع، المتقی، المصلح، الظاهر، الصادق، المصدوق، الهادی ''اور احایث میں یہ اسماء ہیں: ''سیّد ولد آدم، سیّد المرسلین، امام المتقین، قائد الغر المحجلین، حبیب اللّٰه، خلیل الرحمٰن، صاحب الحوض المورود والشفاعة، صاحب المقام المحمود، صاحب الوسیلة والفضیلة والدرجة الرفیعة، صاحب التاج والمعراج، صاحب اللواء، صاحب القضیب، راکب البراق والناقة، النجیب، صاحب الحجة، السلطان، العلامة، البرهان، صاحب الهراوة والنعلین، المختار، مقیم السنة، المقدس، روح القدس، روح الحق ''۔انجیل میں جو ''الفارقلیط ''مذکور ہے، اس کا بھی یہی معنی ہے، ثعلب نے کہا: ''فارقلیط'' کا معنی ہے: جوحق اور باطل میں فرق کرے، اور ''ماذ ماذ'' اس کا معنی ہے: طیب طیب، اور ''البرقلیطس'' رومی لفظ ہے، ثعلب نے کہا: اس کا معنی ہے: خاتم جو انبیاء کی آمد کو ختم کرے، اور خاتم کا معنی ہے: جو تمام انبیاء میں خَلق اور خُلق کے لحاظ سے سب سے بہتر ہو اور سریانیہ میں آپ کا نام ہے: ''مشفع'' اور ''المنحمنا'' اور تورات میں ہے: ''احید'' اس کا معنی ہے: ''الواحد'' قاضی عیاض نے کہا: اس کا معنی ہے: ''صاحب السیف'' عراقی نے الدرالمنظم میں لکھا ہے کہ آپ کے اسماء ہیں: ''المصدق، المسلم، الامام المهاجر، العامل، اذن خیر، الاٰمر، الناهی، المحلل، المحرم، الواضع، الرافع، المجیر ''ابن دحیہ نے کہا: آپ کے اسماء صفات تین سو سے زائد ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٣٥۔ ١٣٤، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

''ماحی، حاشر ''اور ''عاقب ''کے معانی

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرهونی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میں ماحی ہوں جس کے سبب سے اللہ کفر کو مٹائے گا، یعنی جزیرۂ عرب سے یا اکثر ملکوں سے کفر کو زائل کردے گا یا اس سے مراد یہ ہے کہ تمام شہروں میں کفر کو ذلیل اور رسوا کردے گا، نیز فرمایا: اور میں حاشر ہوں، اللہ میرے قدموں میں لوگوں کو جمع کرے گا، یعنی میرے بعد کیونکہ آپ ان سے پہلے میدانِ حشر میں آئیں گے کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اور فرمایا: اور میں عاقب ہوں، یعنی میں انبیاء کے بعد آنے والا ہوں اور ان کا خاتم ہوں، امام مسلم کی روایت میں ہے: آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ٢٣٥٤) امام ترمذی کی روایت میں ہے: عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(سنن ترمذی: ٢٩٩٦) (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٨ ص ٣١٠، مکتبۃ الرشد، ریاض، ١٤٣٠ھ)

٣٥٣٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تَعْجَبُوْنَ كَيْفَ يَصْرِفُ اللّٰهُ عَنِّي شَتْمَ قُرَيْشٍ وَّلَعْنَهُمْ يَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَّيَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا وَّأَنَا مُحَمَّدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی الزناد از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم (اس پر) تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح مجھ سے قریش کی مذمت اور سب وشتم کو دور کردیا، وہ مذمم کو سب وشتم کرتے ہیں اور مذمم پر لعنت کرتے ہیں اور میں محمد ہوں۔

کفار قریش کے مذمم کہنے کی وجہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

کفار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سخت نفرت کرتے تھے اس لیے وہ آپ کو محمد نہیں کہتے تھے کیونکہ یہ نام آپ کی تعظیم پر دلالت کرتا تھا' اس لیے آپ کو وہ محمد کی ضد مذمم کہتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٣٥ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت '١٤٢١ ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کسی قسم کے نقص اور عیب کا نہ ہونا

میں کہتا ہوں کہ محمد کا معنی ہے: جس کی بے حد حمد اور تعریف کی گئی ہو اور تعریف ہمیشہ حسن اور کمال پر کی جاتی ہے اور جس میں نقص اور عیب ہو اس کی مذمت کی جاتی ہے' اسی لیے کفارِ قریش آپ کو محمد کی بجائے مُذَمَّم کہتے تھے' اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلقاً محمد فرمایا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ میں کسی وجہ سے نقص اور عیب نہیں ہے' اگر آپ میں کسی وجہ سے بھی نقص اور عیب ہوتا تو آپ مطلقاً محمد نہ ہوتے' اور جب آپ مطلقاً محمد ہیں تو آپ میں کسی وجہ سے بھی نقص اور عیب نہیں ہے۔

ایک دفعہ ایک عالم نے مجھ پر یہ اعتراض کیا کہ بتاؤ غیر کا محتاج ہونا کمال اور حسن ہے یا نقص اور عیب ہے' اگر غیر کا محتاج ہونا کمال ہے تو تمام صفاتِ کمالیہ کا جامع اللہ تعالیٰ ہے' لہٰذا اس کو بھی غیر کا محتاج ہونا چاہیے' اور اگر غیر کا محتاج ہونا نقص اور عیب ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر کے محتاج تو ہیں کیونکہ آپ اللہ کے محتاج ہیں' سو آپ میں نقص اور عیب ثابت ہو گیا۔

میں نے اس کے جواب میں کہا کہ غیر کا محتاج ہونا قبیح لذاتہٖ ہے اور حسن لغیرہٖ ہے اور چونکہ یہ قبیح لذاتہٖ ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ غیر کا محتاج نہیں ہے اور حسن لغیرہٖ ہے اور اس وجہ سے یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت ہے' کیونکہ بندہ کا کمال یہ ہے وہ اپنے مولیٰ کا محتاج ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور یہ آپ کے لیے باعث کمال ہے' جس طرح جہاد قبیح لذاتہٖ ہے' کیونکہ یہ انسانوں کو قتل کرنا اور شہروں کو ویران کرنا ہے اور حسن لغیرہٖ ہے کیونکہ یہ اللہ کے دین کے سر بلند ہونے کا سبب اور وسیلہ ہے۔

١٨- بَابُ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس باب میں خاتم کا معنی بیان کیا گیا ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء میں سے ایک اسم خاتم النبیین ہے۔

٣٥٣٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِيْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا فَاَكْمَلَهَا وَاَحْسَنَهَا اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَدْخُلُوْنَهَا وَيَتَعَجَّبُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ. (صحیح مسلم: ٢٢٨٧' الرقم المسلسل: ٥٨٥٧' سنن ترمذی: ٢٨٦٢' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١١ ص ٤٩٩' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ١ ص ٣٦٦۔ ٣٦٥' مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٧٨٥' شعب الایمان: ١٤٨٥' مسند احمد ج ٣ ص ٣٦١ طبع قدیم' مسند احمد: ١٤٨٨٨۔ ج ٢٣ ص ١٦٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیم بن میناء نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری مثال اور انبیاء (سابقین) کی مثال اس مرد کی طرح ہے جس نے مکان بنایا پس اس کو مکمل کر دیا اور اس کو مزین کر دیا مگر ایک اینٹ کی جگہ (چھوڑ دی) پس لوگ اس مکان میں داخل ہو کر تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں: کاش! ایک اینٹ کی جگہ (چھوڑی ہوئی) نہ ہوتی۔

انبیاء سابقین کو عمارت کے ساتھ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اینٹ کے ساتھ تشبیہ دینے کی وضاحت

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی المتوفی ١٣١٨ ھ لکھتے ہیں:

ابن ذکری نے اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: اس مکان کا بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور انبیاء علیہم السلام کو اس مکان

کے ساتھ تشبیہ دی ہے' جس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑی ہوئی تھی' اور نبی ﷺ کو اس اینٹ کے ساتھ تشبیہ دی ہے' پس آپ وہ اینٹ ہیں جس سے قصرِ انبیاء مکمل ہوتا ہے' اور انبیاء علیہم السلام کا دائرہ صرف آپ سے تمام پذیر ہوتا ہے' اس دائرہ کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہے اور اس کی انتہاء ہمارے نبی ﷺ پر ہے' اور ان کے درمیان جو انبیاء علیہم السلام ہیں وہ دائرہ ہیں اور دائرہ حقیقت میں انتہاء سے مکمل ہوتا ہے' اسی طرح اس مکان کی بنیاد حضرت آدم ہیں اور اس کی دیواروں کی بنیاد ہمارے نبی ﷺ ہیں اور اس کے باقی اجزاء دیگر انبیاء علیہم السلام ہیں اور کسی مکان کی تکمیل اس کی دیواروں کی بنیاد سے ہوتی ہے۔

پس ہمارے نبی ﷺ نے ظہورِ نبوت کو کامل کر دیا اور انبیاء علیہم السلام کے مراتب کو اور ان کے معجزات کو اور ان کے اخلاق کو اور ان کی خصوصیات اور ان کی امتوں کے ساتھ ان کے معاملات کو ظاہر اور آشکار کر دیا' پس انبیاء علیہم السلام کی ہیئت اجتماعیہ کو ایک مکمل اور مزین مکان کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ (حاشیۃ ابن ذکری ج ٢ ص ٥٨)

امام ابن العربی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ وہ اینٹ ہیں جو عمارتِ نبوت کی بنیاد ہے اور اگر بنیاد نہ ہو تو عمارت منہدم ہو جاتی ہے۔

علامہ اُبّی نے اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس اینٹ کو اپنی جگہ پر رکھنا اس عمارتِ نبوت کے حسن کی تکمیل کے لیے ہے' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس اینٹ کے بغیر اس عمارت میں کوئی حسن نہیں تھا کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: لوگ اس عمارت کے حسن کی تعریف اور تحسین کرتے تھے' سو نبی ﷺ کی بعثت عمارتِ نبوت کے حسن و جمال کو تمام و کمال تک پہنچانے کے لیے ہے۔

اسی معنی کے قریب حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس مثال سے یہ مراد نہیں ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام کی شریعتیں ناقص تھیں اور ہمارے نبی ﷺ نے ان کو کامل کر دیا کیونکہ ہر نبی کی شریعت اپنے زمانہ کے اعتبار سے کامل ہوتی ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ تمام انبیاء کی شریعتیں کامل تھیں اور ہمارے نبی ﷺ کی شریعت اکمل ہے' ان کی شریعتیں صرف اپنے زمانوں کے لیے تھیں اور آپ کی شریعت قیامت تک کے لیے ہے۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٦٧٧) یہاں پر علامہ زرھونی کی شرح مکمل ہوئی۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٨ ص ٣١٣۔٣١١' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

٣٥٣٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلَ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِیْ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَيْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِّنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَيَعْجَبُوْنَ لَهٗ وَيَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ. (صحیح مسلم: ٢٢٨٦' الرقم المسلسل: ٥٨٥٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از ابی صالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس مرد کی طرح ہے جس نے ایک مکان بنایا پس اس کو بہت حسین و جمیل بنایا مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی' پس لوگ اس مکان کے گرد چکر لگاتے اور اس کی تحسین کرتے اور کہتے ہیں کہ اس میں وہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی! پس میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث سابق کی شرح کا مطالعہ کریں۔

١٩- بَابُ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — نبی ﷺ کی وفات

مازری سے نقل کیا ہے کہ محققین اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ یہ صرف آپ کی ظاہری حیات میں ممنوع تھا تاکہ کوئی شخص آپ کو ابوالقاسم کہہ کر آپ کو ایذاء نہ پہنچائے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۷ ص ۷) اور یہی صحیح ہے۔

(الفجر الساطع ج ۸ ص ۳۱۴' مکتبۃ الرشد' ریاض '۱۴۳۰ھ)

٣٥٣٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَسَمَّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از منصور از سالم از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا نام تو رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۱۴ میں گزر چکی ہے۔

٣٥٣٩ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَاهُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ أَبُوالْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا بِاسْمِي وَلَاتَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ایوب از ابن سیرین' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۰ میں گزر چکی ہے۔

٢١ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان نہیں لکھا اور یہ ابوابِ سابقہ سے بہ منزلہ فصل ہے۔

٣٥٤٠ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنِ الْجُعَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَأَيْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ ابْنَ أَرْبَعٍ وَّتِسْعِيْنَ جَلْدًا مُّعْتَدِلًا فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ مَامُتِّعْتُ بِهِ سَمْعِي وَبَصَرِي إِلَّا بِدُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ خَالَتِي ذَهَبَتْ بِي إِلَيْهِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِي شَاكٍ فَادْعُ اللّٰهَ لَهُ قَالَ فَدَعَالِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ مجھے الفضل بن موسیٰ نے خبر دی از الجعید بن عبدالرحمان' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت السائب بن یزید کو چورانوے سال کی عمر میں دیکھا' وہ بہت قوی اور توانا تھے' انہوں نے بتایا کہ مجھے یقین ہے کہ میں اپنے کانوں اور آنکھوں سے جو فائدہ حاصل کر رہا ہوں وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت کی وجہ سے ہے' بے شک میری خالہ مجھے آپ کے پاس لے گئیں' پس انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! بے شک میرا بھانجا بیمار ہے' آپ اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے دعا کیجئے تو آپ نے میرے لیے دعا فرمائی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۹۰ میں گزر چکی ہے۔

رسول اللہ کا لفظ بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے

علامہ الفضیل بن الفاطمی الحیثمی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں لفظ رسول اللہ کا ذکر ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ لفظ رسول اللہ بھی ہمارے نبی ﷺ کا اسم ہے' ہر چند کہ یہ لفظ دوسرے رُسُل کو بھی شامل ہے لیکن آپ کے لیے اس کا غالب استعمال ہوتا ہے اور جب رسول اللہ کا لفظ مطلقاً بولا جائے تو اس سے صرف آپ ہی کی ذات مراد ہوتی ہے' علامہ قسطلانی نے رسول اللہ کے لفظ کو آپ کے اسماء میں شمار کیا ہے۔

(المواہب مع شرح الزرقانی ج ۳ ص ۱۳۱)

علامہ ابن ابی جمرہ نے بھی اس لفظ کو آپ کے اسماء میں لکھا ہے' بلکہ اس کو سب سے اعلیٰ احب (محبوب ترین) اسم قرار دیا ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۱۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

٢٢ - بَابُ خَاتَمِ النُّبُوَّةِ
مُہر نبوت کا بیان

مُہر نبوت آپ کے دو کندھوں کے درمیان تھی اور اہل کتاب آپ کی نبوت کو اس مُہر سے پہچانتے تھے۔

٣٥٤١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنِ الْجُعَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ قَالَ ذَهَبَتْ بِیْ خَالَتِیْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَ اُخْتِیْ وَجِعٌ فَمَسَحَ رَاْسِیْ وَدَعَا لِیْ بِالْبَرَكَةِ وَتَوَضَّاَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَّضُوْئِهٖ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَنَظَرْتُ اِلٰی خَاتَمٍ بَيْنَ كَتِفَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از الجعید بن عبد الرحمان' انہوں نے کہا: میں نے حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے سنا کہ مجھے میری خالہ' رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئیں' پس انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ میرا بھانجا ہے اس کے سر میں تکلیف ہے' تو رسول اللہ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی اور آپ نے وضوء کیا تو میں نے آپ کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو پیا' پھر میں آپ کی پشت کے پیچھے کھڑا ہو گیا' پس میں نے آپ کے دو کندھوں کے درمیان مُہر (نبوت) کو دیکھا۔

قَالَ ابْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْحُجْلَةُ مِنْ حُجَلِ الْفَرَسِ الَّذِیْ بَيْنَ عَيْنَيْهِ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ.

(''زِر الحجلة'' میں) ابن عبید اللہ نے کہا: ''الحجلة''، ''حجل الفرس'' سے ماخوذ ہے' یہ گھوڑے کی اس سفیدی کو کہتے ہیں جو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ہوتی ہے۔ ابراہیم بن حمزہ نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ لفظ ''زر الحجلة'' ہے (نہ کہ ''رِز الحجلة'')۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۹۰ میں گزر چکی ہے۔

''زِر الحجلة'' اور ''رِز الحجلة'' کا فرق

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ اگر لفظ ''زِر الحجلة'' ہے تو اس کا معنی ہے: دلہن کی مسہری کی گھنڈی اور اگر یہ لفظ ''رِز الحجلة'' ہے تو اس کا معنی ہے: پرندے کا انڈا۔ ''الحجلة'' ایک معروف پرندہ کا نام ہے' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ مُہر نبوت کبوتر کے انڈے کی مثل تھی۔ (سنن ترمذی: ۳۶۴۴) یہاں پر علامہ ابن اثیر کی عبارت ختم ہوئی۔

(النہایہ لابن الاثیر ج ۲ ص ۲۷۲)

امام بخاری نے محمد بن عبید اللہ کے قول کے ردّ کی طرف اشارہ کیا ہے' کیونکہ جو سفیدی گھوڑے کی دونوں آنکھوں کے درمیان ہوتی ہے' اس کو ''غُرّہ'' کہتے ہیں نہ کہ جمل' جمل گھوڑے کے پیروں کی سفیدی کو کہتے ہیں' اس لیے یہ لفظ ''زِر الحجلة'' نہیں ہے بلکہ ''رِز الحجلة'' ہے جیسا کہ امام ابن اثیر نے بیان کیا ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ۱۷۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

مُہر نبوت کے متعلق متعدد احادیث اور ان کی تطبیق

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

مُہر نبوت کی صفت میں متعدد متقارب المعنی احادیث وارد ہیں:

امام مسلم کی روایت ہے: گویا کہ وہ کبوتر کا انڈا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۴۴)

امام ابن حبان کی روایت ہے: وہ شتر مرغ کے انڈے کی مثل ہے۔ (الاحسان ج ۱۴ ص ٦) تاہم یہ غلط ہے۔

امام ابن حبان کی ایک اور روایت ہے: وہ غلیل کی گولی کی مثل گوشت کا ابھار ہے۔ (الاحسان ج ۱۴ ص ۲۱) وہ تلوں کا گچھا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۴٦)

امام ترمذی کی روایت ہے: وہ کبوتر کے انڈے کی مثل ہے۔ (سنن ترمذی: ۳٦۴۴)

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ احادیثِ ثابتہ اس پر متفق ہیں کہ آپ کے بائیں کندھے کے پاس گوشت کا اُبھار تھا جس کا رنگ سرخ تھا اور اس کی مقدار کبوتر کے انڈے کی مثل تھی۔ (المفہم ج ٦ ص ۱۳٦)

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ مُہر نبوت کے متعلق راویوں کے اقوال مختلف ہیں لیکن یہ حقیقت میں اختلاف نہیں ہے' جس راوی نے مہر نبوت کو جس طرح دیکھا اس پر وہ جس طرح ظاہر ہوئی' اس نے اس طرح اس کو بیان کر دیا اور ان تمام روایات کا مآل واحد ہے کہ وہ گوشت کا اُبھرا ہوا ٹکڑا تھا' جس پر بال تھے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۱۹' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

۲۳- بَابُ صِفَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفاتِ ظاہرہ اور باطنہ کو بیان کیا گیا ہے۔

۳٥٤۲ - حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ حُسَيْنٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلّٰى اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ الْعَصْرَ ثُمَّ خَرَجَ يَمْشِيْ فَرَاَى الْحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَحَمَلَهٗ عَلٰى عَاتِقِهٖ وَقَالَ بِاَبِيْ شَبِيْهٌ بِالنَّبِيِّ لَا شَبِيْهٌ بِعَلِيٍّ وَّعَلِيٌّ يَضْحَكُ. [طرف الحدیث: ۳۷٥۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از عمر بن سعید بن ابی حسین از ابن ابی ملیکہ از حضرت عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھی' پھر وہ باہر نکل کر جا رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو حضرت ابوبکر نے ان کو اٹھا کر اپنے کندھے پر بٹھا لیا اور کہا: ان پر میرے باپ فدا ہوں! یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہیں حضرت علی کے مشابہ نہیں ہیں! اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو عاصم الضحاک بن مخلد' یہ نبیل کے نام سے مشہور ہیں (۲) عمرو بن سعید بن ابی حسین النوفلی القرشی (۳) عبد اللہ بن ابی

مُلیکہ (۴) حضرت عقبہ بن الحارث بن عامر القرشی النوفلی المکی۔ (عمدۃ القاری ج۱٦ ص ۱۴۲)

اس حدیث کی باب کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری حسن کا بیان ہے جس کے حضرت حسن رضی اللہ عنہ مشابہ تھے۔

ان کا بیان جو صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے اور دیگر فوائد اور مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عصر کی نماز کے بعد باہر جا رہے تھے۔ اسماعیلی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چند روز بعد کا ہے' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی طرف آ رہے تھے۔

اس میں مذکور ہے: اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے' حضرت علی کی ہنسی اس پر دلیل ہے کہ وہ بھی حضرت ابوبکر کے اس قول کے موافق تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہیں۔

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ پانچ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے: (۱) حضرت جعفر بن ابی طالب (۲) حضرت حسن بن علی (۳) حضرت قثم بن العباس (۴) حضرت ابوسفیان بن الحارث (۵) حضرت السائب بن عبید رضی اللہ عنہم۔

عیون الاثر میں مذکور ہے: حضرت عبداللہ بن عامر بن کعب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے' آپ نے ان کو بچپن میں دیکھ کر فرمایا: یہ ہمارے مشابہ ہے۔

المرأۃ میں مذکور ہے کہ ان میں مسلم بن معتب بھی شامل ہیں اور انس بن ربیعہ بن مالک بصری بھی ہیں' یہ تمام لوگوں سے زیادہ صورت اور سیرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب ان کو دیکھتے تو ان سے معانقہ کرتے اور روتے اور فرماتے: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنا چاہتا ہو وہ ان کو دیکھ لے' حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے ان کو بلایا' کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور ان کو گلے لگایا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسا دیا' ان کو مال پیش کیا اور زمین نذر کی' انہوں نے مال واپس کر دیا اور زمین کو قبول کر لیا۔

اس حدیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت معلوم ہوئی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل سے محبت کرتے تھے' اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کم سن لڑکے کا کھیلنا جائز ہے کیونکہ اس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عمر سات سال تھی' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سنی ہیں اور ان کو یاد رکھا ہے اور ان کا کھیل ان اُمور پر محمول ہے جو اس زمانہ میں مباح تھے' بلکہ ان اُمور پر محمول ہے جن کا تعلق جسمانی ورزش کے ساتھ تھا۔ (عمدۃ القاری ج۱٦ ص ۱۴۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٥٤٣ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْحَسَنُ يُشْبِهُهٗ.

[طرف الحدیث: ۳۵۴۴] (صحیح مسلم: ۲۳۴۳' الرقم المسلسل: ۵۹۷۵' سنن ترمذی: ۲۸۳۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے مشابہ تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث سابق کا مطالعہ کریں' یعنی صحیح البخاری ۳۵۴۲ کا۔

٣٥٤٤ - حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث

حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جُحَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ يُشْبِهُهُ قُلْتُ لِاَبِيْ جُحَيْفَةَ صِفْهُ لِيْ قَالَ كَانَ اَبْيَضَ قَدْ شَمِطَ وَاَمَرَلَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثَ عَشْرَةَ قَلُوْصًا قَالَ فَقُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ نَقْبِضَهَا.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابی خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور حضرت حسن بن علی علیہما السلام آپ کے مشابہ تھے راوی نے کہا: میں نے حضرت ابوجحیفہ سے کہا: میرے لیے آپ کی صفت بیان کریں انہوں نے کہا: آپ گورے رنگ کے تھے آپ کے سر کے کچھ بال سفید ہو گئے تھے (اکثر سیاہ تھے) آپ نے حکم دیا کہ ہم کو تیرہ اونٹنیاں دی جائیں ابھی ہم نے ان اونٹنیوں پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۳۵۴۲ کا مطالعہ کریں۔

٣٥٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ وَّهْبٍ اَبِيْ جُحَيْفَةَ السُّوَائِيِّ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَيْتُ بَيَاضًا مِّنْ تَحْتِ شَفَتِهِ السُّفْلٰى الْعَنْفَقَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہم کو اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از وہب از ابی جحیفہ السوائی وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی میں نے دیکھا کہ آپ کے نچلے ہونٹ کے نیچے ٹھوڑی کے کچھ بال سفید تھے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۴۲، الرقم المسلسل: ۵۹۷۴، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۸)

اس حدیث میں "عنفقه" کا لفظ ہے نچلے ہونٹ کے نیچے جو چند بال ہوتے ہیں ان کو "عنفقه" کہتے ہیں اردو میں اس کو بچہ ڈاڑھی کہتے ہیں۔

٣٥٤٦ - حَدَّثَنَا عِصَامُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا حَرِيْزُ بْنُ عُثْمَانَ اَنَّهٗ سَاَلَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ بُسْرٍ صَاحِبَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرَاَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ شَيْخًا قَالَ فِيْ عَنْفَقَتِهٖ شَعَرَاتٌ بِيْضٌ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عصام بن خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حریز بن عثمان نے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ سے سوال کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے انہوں نے پوچھا: کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی (جب) آپ بوڑھے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ کے نچلے ہونٹ کے نیچے چند سفید بال تھے۔

یہ حدیث بھی حدیث سابق کی مثل ہے۔

٣٥٤٧ - حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِلَالٍ عَنْ رَّبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَصِفُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَبْعَةً مِّنَ الْقَوْمِ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ اَزْهَرَ اللَّوْنِ لَيْسَ بِاَبْيَضَ اَمْهَقَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی از خالد از سعید بن ابی ہلال از ربیعہ بن ابی عبدالرحمان انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سنا وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت بیان کر رہے تھے انہوں نے کہا: آپ لوگوں کے درمیانے قد کے

وَلَا اٰدَمَ لَيْسَ بِجَعْدٍ قَطِطٍ وَّلَا سَبْطٍ رَّجِلٍ اُنْزِلَ عَلَيْهِ وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعِيْنَ فَلَبِثَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ وَقُبِضَ وَلَيْسَ فِي رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعَرَةً بَيْضَاءَ قَالَ رَبِيْعَةُ فَرَاَيْتُ شَعَرًا مِّنْ شَعَرِهٖ فَاِذَا هُوَ اَحْمَرُ فَسَاَلْتُ فَقِيْلَ اِحْمَرَّ مِنَ الطِّيْبِ.

(صحیح مسلم: ۲۳۴۷ الرقم المسلسل: ۵۹۸۳)

تھے بہت طویل نہ بہت پست تھے آپ کا کھلتا ہوا رنگ تھا' نہ میدہ کی طرح سفید تھا اور نہ گندمی تھے آپ کے بال سخت گھونگریالے نہ تھے اور نہ بالکل سیدھے لٹکے ہوئے تھے' چالیس سال کی عمر میں آپ پر وحی نازل ہوئی' آپ نے دس سال تک مکہ میں قیام کیا اور اس عرصہ میں آپ پر وحی نازل ہوتی رہی اور مدینہ میں بھی آپ کا قیام دس سال تک رہا' آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں ہوئے تھے' ربیعہ نے کہا: میں نے آپ کے بالوں میں سے ایک بال سرخ رنگ کا دیکھا' میں نے اس کے متعلق پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ خوشبو لگانے سے سرخ ہو گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر کے متعلق جمہور کا قول

اس حدیث میں مذکور ہے کہ چالیس سال کی عمر میں آپ پر وحی نازل ہوئی' دس سال آپ مکہ میں رہے اور دس سال مدینہ میں رہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کی عمر ساٹھ سال تھی' حالانکہ مشہور یہ ہے کہ آپ تیرہ سال مکہ میں رہے اور دس سال مدینہ میں رہے اور آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی اور اس کا ثبوت اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیے گئے' پس آپ تیرہ سال مکہ میں رہے' آپ پر وحی نازل ہوتی رہی' پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا' پھر دس سال آپ ہجرت کی سرزمین میں رہے اور جس وقت آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ (صحیح البخاری: ۳۹۰۲-۳۹۰۳-۴۴۶۵-۴۹۷۹' صحیح مسلم: ۲۳۵۱-۳۸۵۱' سنن ترمذی: ۳۶۷۲' مصنف عبد الرزاق: ۶۷۸۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۵۳' مسند احمد ج ۱ ص ۲۲۸)

یہی جمہور کا قول ہے' صحیح بخاری: ۳۵۴۷ میں مذکور ہے: آپ دس سال مکہ میں رہے' حالانکہ آپ تیرہ سال مکہ میں رہے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ایام فترت وحی کے تین سالوں کو شمار نہیں کیا گیا یا پھر اس میں دہائی کا ذکر ہے اور اکائی اور کسر کے تین سالوں کو حذف کر دیا۔

۳۵۴۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ رَّبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ وَلَا بِالْاَبْيَضِ الْاَمْهَقِ وَلَيْسَ بِالْاٰدَمِ وَلَيْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّبْطِ بَعَثَهُ اللّٰهُ عَلٰى رَاْسِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَاَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ فَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ وَلَيْسَ فِيْ رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعَرَةً بَيْضَاءَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی از ربیعہ بن ابی عبد الرحمٰن از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت لمبے قد کے نہیں تھے اور نہ بہت پست قد کے تھے' آپ کا رنگ میدہ کی طرح سفید تھا نہ گندمی رنگ تھا' اور آپ کے بال نہ سخت گھونگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے لٹکے ہوئے تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث فرمایا' پس آپ مکہ میں دس سال رہے اور مدینہ میں دس سال رہے' پھر اللہ تعالیٰ نے جس وقت آپ

کو وفات دی اس وقت آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۴۷ میں کر دی گئی ہے۔

۳۵۴۹ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَّاَحْسَنَهٗ خَلْقًا لَّيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ.

[طرف الحدیث: ۳۵۴۸] (صحیح مسلم: ۲۳۳۷' الرقم المسلسل: ۵۹۵۸' سنن ابوداؤد: ۴۰۷۲' سنن ترمذی: ۲۸۲۰' سنن نسائی: ۵۲۴۲-۵۳۲۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن سعید ابوعبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء (بن عازب) رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھا اور آپ کے اخلاق تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے' آپ کا قد بہت زیادہ لمبا تھا نہ بہت چھوٹا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کی عظمت

علامہ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی المتوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

جان لو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکمل ایمان تب ہوگا جب یہ اعتقاد ہو کہ آدمی کے جسم میں جتنے محاسن ظاہرہ ہو سکتے ہیں وہ سب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم میں موجود تھے اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ محاسنِ ظاہرہ محاسنِ باطنہ پر اور اخلاقِ ذکیہ پر دلیل ہوتے ہیں اور ان محاسن میں کوئی شخص آپ سے بڑھ کر ہے نہ آپ کے برابر ہے' اسی وجہ سے علامہ قرطبی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام حسن ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ صحابہ آپ کو دیکھنے کی تاب نہ لاتے۔ (اشرف الوسائل الی فہم الشمائل ج ۱ ص ۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ کی عظمت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کے اخلاق تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔

علامہ احمد بن حجر ہیتمی متوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فطرت میں اخلاقِ کریمہ تھے' آپ نے حسن اخلاق کے حصول کے لیے کوئی ریاضت اور مشقت نہیں کی بلکہ انوار و معارف مسلسل آپ کے قلب کو روشن رکھتے تھے' حتیٰ کہ آپ کے اندر غیر متناہی اور لامحدود خصالِ حمیدہ جمع ہو گئے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ (القلم: ۴) اور بے شک آپ ضرور بہت عظیم خلق پر ہیں ○

اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلق کو عظیم فرمایا کیونکہ آپ کے اخلاق میں کرم اور سخاوت غالب تھی' آپ مؤمنوں پر رؤف اور رحیم تھے' کفار پر سخت تھے' ان کے دلوں پر آپ کی ہیبت چھائی رہتی تھی اور ایک ماہ کی مسافت سے ان پر آپ کا رعب طاری رہتا تھا' موطأ امام مالک میں یہ حدیث ہے کہ میں اس لیے مبعوث کیا گیا ہوں کہ مکارمِ اخلاق کو پورا کر دوں۔ (موطأ امام مالک: ۸- کتاب حسن الخلق) آپ اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متصف تھے' اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ کا خلق قرآن ہے۔ (صحیح مسلم: ۷۴۶) پس جس طرح قرآن مجید کے معانی غیر متناہی ہیں' اسی طرح آپ کے خلق عظیم کے اوصاف غیر متناہی ہیں۔

(اشرف الوسائل الی فہم الشمائل ج ۲ ص ۴۹۶ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۱۹ ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم کے متعلق چند احادیث

خارجہ بن زید بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ چند لوگ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سنایئے' انہوں نے کہا: میں تمہیں کیا کیا بتاؤں' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوس میں رہتا تھا' جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ مجھے بلواتے' پس میں آپ کے لیے وحی لکھتا' پھر جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تو آپ ہمارے ساتھ دنیا کا ذکر کرتے اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آپ ہمارے ساتھ آخرت کا ذکر کرتے اور جب ہم طعام کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ طعام کا ذکر کرتے۔ (المعجم الکبیر: ۴۸۸۲ ' شرح السنۃ: ۳۵۷۳)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خُلق کامل تھا' آپ اپنے اصحاب کے ساتھ حسنِ معاشرت کے ساتھ رہتے اور ان پر انتہائی لطف فرماتے تھے' تاکہ وہ آپ کے پاس آتے رہیں' آپ دنیا اور طعام کا ذکر کرتے اور اس کے ساتھ فوائد علمیہ بیان فرماتے اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ بڑے آدمی کو چھوٹوں کے ساتھ امور مباحہ میں بھی مشغول ہونا چاہیے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی' آپ نے کبھی مجھ سے اُف تک نہیں کہا' اور میں نے کوئی کام کیا ہو تو آپ نے یہ نہیں فرمایا' تم نے یہ کام کیوں کیا اور کبھی کسی کام کو چھوڑ دیا ہو تو یہ نہیں فرمایا: تم نے اس کو کیوں چھوڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھا اور کوئی ریشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ سے زیادہ ملائم نہیں تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ سے کوئی مشک اور عطر خوشبودار نہیں تھا۔ (سنن ترمذی: ۲۰۱۵ ' شرح السنۃ: ۳۵۵۸)

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم اور صبر سب سے زیادہ تھا کیونکہ اتنے طویل عرصہ میں کوئی بات طبعی طور پر آپ کو ناگوار بھی ہوئی ہوگی لیکن آپ نے اس پر بھی برہمی کا اظہار نہیں فرمایا اور اس میں حضرت انس کی بھی فضیلت ہے کہ انہوں نے اتنے طویل عرصہ میں کوئی خلاف شرع کام نہیں کیا ورنہ آپ خلاف شرع کام پر سکوت نہیں فرماتے تھے اور ضرور اس کی مذمت فرماتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبعاً بے حیائی کی اور قبیح باتیں کرتے تھے نہ تکلف سے' اور نہ بازاروں میں اونچی آواز سے بات کرتے تھے اور نہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دیتے تھے لیکن معاف کر دیتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔

(سنن ترمذی: ۲۰۱۶ ' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۵۲۰ ' مسند احمد ج ٦ ص ۱۷۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاف کرنے کی یہ مثال کافی ہے کہ جن کافروں نے غزوۂ اُحد میں آپ کے سامنے کے چار دانت شہید کر دیئے اور آپ کا چہرہ خون آلود کر دیا' آپ نے ان کو معاف کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۴۰۷۵) آپ نے ان کافروں کے خلاف دعا نہیں کی کیونکہ بدلہ لینا آپ کا حق تھا اور غزوۂ خندق میں جن کافروں کی وجہ سے نماز قضاء ہوئی' ان کے خلاف دعا کی اور دعا کی: اے اللہ! جنہوں نے ہم کو نمازِ وسطیٰ نمازِ عصر سے مشغول رکھا' ان کے پیٹوں کو اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔ (صحیح البخاری: ٦۳۹۶) یہاں آپ نے ان کے خلاف اس لیے دعا کی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: یارسول اللہ! دوس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے اور اسلام لانے سے انکار کیا ہے' آپ ان کے خلاف دعا کیجئے' لوگوں کا گمان تھا کہ اب آپ ان کے خلاف دعا کریں گے' آپ نے دعا کی: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور ان کو یہاں لے آ! (صحیح البخاری: ٦۳۹۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر اپنے قرض کا تقاضا کیا اور بہت سخت باتیں

کیں' آپ کے اصحاب نے اس کو مارنے کا ارادہ کیا' آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو جس کا حق ہوتا ہے اس کو بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۴۰۱' سنن نسائی: ۴۶۱۷' سنن ابن ماجہ: ۲۴۲۳' سنن ترمذی: ۱۳۱۶)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے زید بن سعنہ (یہودی عالم) کو ہدایت دینے کا ارادہ فرمایا تو زید بن سعنہ نے کہا: نبوت کی تمام علامتوں کو میں نے (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے چہرے میں پہچان لیا ہے' جب (بھی) میں نے ان کے چہرے کی طرف دیکھا سوا دو علامتوں کے' ان دو علامتوں کو میں نے ان میں نہیں پایا' ایک یہ کہ نبی کا حلم اس کے غضب پر غالب ہوتا ہے' دوسری یہ کہ غضب کی شدت بھی اس کے حلم کو زیادہ کرتی ہے' پس میں کسی حیلہ سے ان میں ان علامتوں کو بھی آزماؤں گا' ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرات سے باہر نکلے اور آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے' آپ کے پاس ایک مرد اپنی سواری پر آیا' وہ اعرابی اور بدوی کی طرح تھا' اس نے کہا: یارسول اللہ! بنوفلاں کی بستی کے لوگ مسلمان ہو چکے ہیں اور بارش نہ ہونے کی وجہ سے وہ لوگ سخت قحط میں مبتلاء ہیں' یارسول اللہ! مجھے یہ خطرہ ہے کہ وہ لوگ طعام کے لالچ میں اسلام سے نکل جائیں گے' اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان کی مدد کر دیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طرف کھڑے ہوئے ایک مرد کی طرف دیکھا' میرا گمان ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اس مال میں سے کچھ بھی نہیں بچا' زید بن سعنہ نے کہا: پھر میں آپ کے قریب ہوا اور میں نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ کا کیا خیال ہے آپ فلاں کے باغ سے ایک مدت معین کے ادھار پر کھجوریں خرید لیں' آپ نے فرمایا: نہیں! اے یہودی! لیکن میں تم سے ایک مدتِ معین کے اُدھار پر کھجوریں خریدوں گا اور میں فلاں کے باغ کا نام نہیں لوں گا' میں نے کہا: ٹھیک ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے اُدھار کھجوریں خرید لیں' پس میں نے اپنی ہتھیلی کھول کر ان کھجوروں کے عوض آپ کو اسّی (۸۰) مثقال سونا دیا کہ آپ مجھے فلاں تاریخ کو اتنی کھجوریں دے دیں گے' آپ نے وہ اسّی (۸۰) مثقال اس بدوی کو دے دیئے اور فرمایا: جلد جاکر ان قحط زدہ لوگوں کی مدد کرو' زید بن سعنہ نے کہا: ابھی ان کھجوروں کی ادائیگی میں دو تین دن رہتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے نکلے' آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور چند دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے' جب آپ نے نمازِ جنازہ پڑھا دی تو آپ ایک دیوار کے پاس بیٹھ گئے' میں نے آپ کی قمیص کا دامن پکڑ کر آپ کو غصہ سے گھور کر کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! کیا آپ میرا حق نہیں ادا کریں گے! پس اللہ کی قسم! مجھے یہ علم نہیں تھا کہ بنو عبدالمطلب تاخیر سے قرض ادا کرتے ہیں اور اب جب میرا تم سے معاملہ ہوا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ تم ادائیگی میں تاخیر کرتے ہو اور میں نے حضرت عمر کی طرف دیکھا' ان کی آنکھیں ان کے چہرے میں چکی کی طرح گردش کر رہی تھیں اور انہوں نے غصہ سے مجھے گھور کر کہا: اے اللہ کے دشمن! تو رسول اللہ سے ایسی بکواس کر رہا ہے جو میں سن رہا ہوں' پس اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے' اگر مجھے احتیاط کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اپنی تلوار سے تیری گردن اُڑا دیتا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اطمینان اور سکون سے حضرت عمر کی طرف دیکھ رہے تھے' آپ نے فرمایا: اے عمر! ہمیں تم سے اس کے علاوہ کسی اور بات کی توقع تھی' تمہیں چاہیے تھا کہ تم مجھ سے کہتے کہ آپ اس کا قرض اچھی طرح ادا کر دیں اور اس سے کہتے کہ یہ عمدگی سے تقاضا کیا کرے' اے عمر! جاؤ اس کا قرض اس کو ادا کر دو اور تم نے جو اس کو دھمکی دی ہے اس کے عوض اس کو بیس صاع (اسّی ۸۰ کلوگرام) زیادہ ادا کرنا' پس حضرت عمر مجھے لے گئے اور میرا قرض ادا کیا اور بیس صاع کھجوریں زیادہ عطاء کیں' میں نے پوچھا: یہ اضافہ کیسا ہے' تو حضرت عمر نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں نے تم کو جو دھمکایا ہے اس کے عوض تم کو بیس صاع کھجوریں زیادہ ادا کروں' میں نے کہا: اے عمر! کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں! تم کون ہو؟ میں نے کہا: میں زید بن سعنہ ہوں' انہوں نے پوچھا: یہودی عالم ہو! میں نے کہا: جی

ہاں! میں یہودی عالم ہوں' انہوں نے پوچھا: پھر تم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس قدر بدتمیزی کے ساتھ سخت باتیں کیوں کی تھیں؟ میں نے کہا: اے عمر! میں رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی طرف جب بھی دیکھتا تو میں آپ میں نبوت کی تمام علامات پالیتا سوا دو علامتوں کے' میں نے آپ میں یہ نہیں آزمایا تھا کہ آپ کا حلم آپ کے غضب پر غالب ہے اور شدتِ غضب سے بھی آپ کے حلم میں اضافہ ہی ہوتا ہے' سو اب میں نے ان دونوں باتوں کو آزمالیا' پس اے عمر! میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں اللہ کو رب مان کر اور اسلام کو دین مان کر اور سیدنا محمد ﷺ کو نبی مان کر راضی ہوں اور میں بہت مال دار ہوں اور میرا نصف مال سیدنا محمد ﷺ کی امت پر صدقہ ہے' حضرت عمر نے کہا: تم آپ کی کچھ امت پر صدقہ کردو کیونکہ کل امت پر تم صدقہ نہیں کرسکو گے' میں نے کہا: چلو! کچھ امت پر' پھر حضرت عمر اور حضرت زید دونوں رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے تو حضرت زید نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور بے شک محمد اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں ﷺ' سو وہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ متعدد غزوات میں حاضر رہے' پھر انہوں نے غزوۂ تبوک میں وفات پائی وہ جہاد میں آگے بڑھنے والے تھے' پیٹھ موڑنے والے نہ تھے۔ (صحیح ابن حبان: ٢٨٨' دلائل النبوۃ لابی نعیم: ٤٨' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٦ ص ٢٨٠-٢٧٨' المستدرک ج ٣ ص ٦٠٥-٦٠٤' المعجم الکبیر: ٥١٤٧' سنن ابن ماجہ (مختصراً): ٢٢٨١)

رسول اللہ ﷺ کے خلقِ عظیم کی یہ صرف ایک مثال نہیں ہے' بلکہ ایسی بہت مثالیں ہیں: سراقہ بن مالک نے انعام کے لالچ میں ہجرت کی شب آپ کو قتل کرنے کے لیے آپ کا تعاقب کیا' پھر جب اس نے معافی مانگی تو آپ نے اس کو معاف کر دیا' اس نے کہا: مجھے امان لکھ کر دے دیں تو آپ نے اس کو امان لکھ کر دے دی۔ (صحیح البخاری: ٣٩٠٥ ملخصاً)

غور کیجئے! رسول اللہ ﷺ اس شخص کو امان لکھ کر دے رہے ہیں جو سو اونٹوں کے لالچ میں آپ کو قتل کرنے کے لیے نکلا تھا۔

عمیر بن وہب آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے زہر میں بجھی ہوئی تلوار لے کر مسجد نبوی میں داخل ہوا' آپ نے اس کو معاف کر دیا اور اس نے آپ کا کلمہ پڑھ لیا' پھر وہ اسلام کے مبلغ بن گئے۔ (الاستیعاب: ٢٠٢٠' اسد الغابہ: ٤٠٩٦' الاصابہ: ٦٠٧٣)

عبداللہ بن اُبی غزوۂ اُحد میں اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر لشکر سے نکل گیا تھا' اس نے آپ سے کہا تھا: اپنی سواری دور کرو' مجھے اس سے بدبو آتی ہے' اس نے ایک غزوہ میں کہا تھا: مدینہ پہنچ کر عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے' اس نے آپ کی حرم محترم سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا پر ناپاک تہمت لگائی لیکن جب اس نے مرتے وقت کفن کے لیے آپ سے آپ کی قمیص مانگی تو آپ نے اس کو قمیص عطا کر دی' نمازِ جنازہ پڑھانے کی درخواست کی تو حضرت عمر کے شدید منع کرنے کے باوجود آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دی۔ (صحیح البخاری: ١٢٦٦' سنن ترمذی: ٣٠٩٧' سنن نسائی: ١٩٦٥' صحیح ابن حبان: ٣١٧٦' مسند احمد ج ١ ص ١١٦)

جب عبداللہ بن اُبی کی شدید عداوت کے باوجود آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دی تو آپ کے اس خلقِ عظیم کو دیکھ کر اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئے۔ (فتح الباری ج ٨ ص ٣٣٦' طبع لاہور)

ابوسفیان نے مدینہ پر متعدد بار حملے کیے' فتح مکہ کے بعد جب اس نے معافی طلب کی تو آپ نے اس کو معاف کر دیا' وحشی نے آپ کے محبوب چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا' ان کے جسم اطہر کے ٹکڑے کیے گئے' ہندہ نے ان کا کلیجہ نکال کر کچا چبایا' آپ نے وحشی کو بھی معاف کر دیا اور ہند کو بھی معاف کر دیا۔ (الکامل فی التاریخ ج ٢ ص ١٦٦-١٦٤' دار الکتب العربیہ' بیروت)

ھبار بن اسود نے آپ کی صاحب زادی سیدتنا زینب رضی اللہ عنہا کی پشت پر نیزہ مارا جس سے ان کا حمل سقط ہو گیا' اس نے آپ کے پاس آ کر کلمہ پڑھا' آپ نے اس کا اسلام قبول کر کے اس کو معاف کر دیا۔

(کتاب المغازی الواقدی ج ۲ ص ۸۵۸۔۸۵۷ عالم الکتب بیروت)

آپ کی پوری سیرت ایسے ہی خلق عظیم سے عبارت ہے اللہ تعالیٰ نے یونہی تو نہیں فرمایا تھا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ O (القلم: ۴) اور بے شک آپ ضرور خلق عظیم پر ہیں O

یہی آپ کا وہ خلق عظیم ہے جس کی وجہ سے پورے جزیرۂ نما عرب میں اسلام پھیل گیا تھا۔

۳۵۵۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا هَلْ خَضَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اِنَّمَا كَانَ شَيْءٌ فِيْ صُدْغَيْهِ.

[اطراف الحدیث: ۵۸۹۴۔۵۸۹۵] (صحیح مسلم: ۲۳۴۱ الرقم المسلسل: ۵۹۶۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از قتادہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالوں کو رنگا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ کی کنپٹیوں میں کچھ سفیدی تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کو رنگنے اور نہ رنگنے کی احادیث میں تطبیق

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنپٹیوں کے علاوہ سفید بال نہیں تھے یعنی آنکھ اور کان کے درمیان سو آپ کو بالوں کو رنگنے کی ضرورت نہیں تھی۔

امام مسلم کی روایت میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بالوں کو نہیں رنگا آپ کے نچلے ہونٹ کے نیچے اور کنپٹیوں میں اور سر میں متفرق بال سفید تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۴۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ امام مسلم کی اس روایت سے اس حدیث کے ساتھ تطبیق ہو جاتی ہے کہ آپ کے نچلے ہونٹ کے نیچے کچھ بال سفید تھے حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ جب انسان پر بڑھاپا آئے تو دوسری جگہوں کی بہ نسبت اس کے نچلے ہونٹ کے نیچے زیادہ بال سفید ہوتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۸۷)

الشمائل میں مذکور ہے: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ بوڑھے ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا: مجھے سورۂ ھود سورۃ الواقعہ ''عم یتساء لون'' اور سورۂ ''اذا الشّمس کوّرت'' نے بوڑھا کر دیا۔

(الشمائل للترمذی: ۴۱ سنن ترمذی: ۳۲۹۷ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۵۰ المستدرک ج ۲ ص ۳۴۳)

علامہ کرمانی نے کہا ہے: اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۵۸۵۱ صحیح مسلم: ۱۱۸۷) تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے بعض اوقات بالوں کو رنگا ہے اور اکثر اوقات نہیں رنگا سو ہر صحابی نے اسی چیز کی خبر دی ہے جو اس نے دیکھا ہے اور ہر صحابی صادق ہے۔

(الکواکب الدراری ج ۷ ص ۱۴۱۔۱۴۰) (الفجر الساطع ج ۸ ص ۳۲۷ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۳۰ھ)

۳۵۵۱ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوْعًا بَعِيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَهُ شَعَرٌ يَبْلُغُ شَحْمَةَ اُذُنِهِ رَاَيْتُهُ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ لَمْ اَرَ شَيْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ قَالَ يُوْسُفُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوسط قد کے تھے آپ کے دو کندھوں کے درمیان بُعد تھا (آپ کا سینہ کشادہ تھا) آپ کے سر کے بال کانوں کی لو تک پہنچتے تھے میں

اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْهِ اِلٰی مَنْكِبَیْهِ.

[اطراف الحدیث: ۵۸۴۸۔۵۹۰۱] (صحیح مسلم: ۲۳۳۷، الرقم المسلسل: ۵۹۵۸، سنن ابوداؤد: ۴۱۸۴۔۴۰۷۲، سنن ترمذی: ۲۸۲۰، سنن نسائی: ۵۳۲۴۔۵۲۴۲)

نے ایک مرتبہ آپ کو سرخ حلّہ (دو سرخ چادروں کے جوڑے) میں دیکھا' میں نے آپ سے زیادہ حسین کسی چیز کو نہیں دیکھا۔ یوسف بن ابی اسحاق نے اپنے والد سے روایت کر کے کہا: آپ کے بال کندھوں تک پہنچتے تھے۔

نبی ﷺ کے بال کانوں کی لَو تک تھے یا کندھوں تک تھے؟

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی التوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں دو روایتیں ہیں: ایک روایت میں ہے آپ کے بال کانوں کی لَو تک پہنچتے تھے اور دوسری روایت اس طرح ہے کہ آپ کے بال کندھوں تک پہنچتے تھے۔ ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ آپ کے اکثر بال کانوں کی لَو تک تھے اور جب بال لٹکتے تو وہ کندھوں تک پہنچتے تھے یا پھر بعض اوقات آپ کے بال کانوں کی لَو تک پہنچتے تھے اور بعض اوقات کندھوں تک' جب بال کانوں کی لَو تک ہوں تو ان کو "وفرہ" کہتے ہیں اور جب کندھوں تک ہوں تو ان کو "جمۃ" کہتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۸۷' دارالمعرفہ بیروت)

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۲۷' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

۳۵۵۲- حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سُئِلَ الْبَرَاءُ اَكَانَ وَجْهُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ السَّیْفِ قَالَ لَا بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی ﷺ کا چہرہ تلوار کی طرح تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں! بلکہ چاند کی طرح تھا۔

آپ کے چہرہ کو چاند کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجوہ

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

سائل کا مقصد یہ تھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کا چہرہ تلوار کی طرح لمبوترا تھا' حضرت البراء نے جواب دیا: نہیں! وہ چاند کی طرح گول تھا' دوسرا معنی یہ ہے کہ سائل کا مقصد یہ تھا کہ کیا آپ کا چہرہ تلوار کی طرح روشن اور چمک دار تھا؟ تو حضرت البراء نے جواب دیا: نہیں! وہ تلوار سے بڑھ کر روشن اور چمک دار اور چاند کی طرح تھا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۸۸۔۶۸۷' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی التوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت البراء نے آپ کے چہرہ کو چاند سے تشبیہ دی ہے' سورج سے تشبیہ نہیں دی کیونکہ انہوں نے چاند سے تشبیہ دے کر آپ کے چہرہ کی ملاحت کا ارادہ کیا تھا اور سورج کے ساتھ تشبیہ سے اشراق اور چمک کا ارادہ کیا جاتا ہے' دوسرے صحابہ نے آپ کے چہرہ کو سورج کے ساتھ بھی تشبیہ دی ہے اور ان تشبیہات سے مقصود یہ ہے کہ سب سے حسین چیز کے ساتھ آپ کے چہرہ کو تشبیہ دی جائے ورنہ چاند ہو یا سورج' سب آپ کے نور سے پیدا کیے گئے ہیں اور سب آپ کے نور سے روشن ہیں' سو یہ تمام چیزیں فروع ہیں اور اصل آپ کا نور ہے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۲۸' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

۳۵۵۳- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَبُوْعَلِیٍّ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْاَعْوَرُ بِالْمَصِّیْصَةِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن منصور ابوعلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حجاج بن محمد الاعور المصیصہ

الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جُحَيْفَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ اِلَى الْبَطْحَاءِ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ قَالَ شُعْبَةُ وَزَادَ فِيْهِ عَوْنٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ جُحَيْفَةَ قَالَ كَانَ يَمُرُّ مِنْ وَّرَائِهَا الْمَرْاَةُ وَقَامَ النَّاسُ فَجَعَلُوْا يَاْخُذُوْنَ يَدَيْهِ فَيَمْسَحُوْنَ بِهَا وُجُوْهَهُمْ قَالَ فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ فَوَضَعْتُهَا عَلٰى وَجْهِىْ فَاِذَا هِىَ اَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَاَطْيَبُ رَائِحَةً مِّنَ الْمِسْكِ.

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوپہر کے وقت البطحاء سے نکلے' آپ نے ظہر کی نماز دو رکعت (قصر) پڑھی اور عصر کی نماز دو رکعت (قصر پڑھی) اور آپ کے سامنے (سُترہ) آپ کا نیزہ تھا' اور اس روایت میں عون نے از والد خود از حضرت ابوجحیفہ یہ اضافہ کیا: اس نیزہ کے پیچھے سے عورت گزر رہی تھی' پھر صحابہ کھڑے ہوئے اور آپ کے ہاتھوں کو پکڑ کر اپنے چہروں کے ساتھ لگا رہے تھے' حضرت ابوجحیفہ نے کہا: میں نے بھی آپ کے دست مبارک کو پکڑ کر اپنے چہرے پر رکھا تو آپ کا مبارک ہاتھ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کی خوشبو کا ذکر ہے' یہ خوشبو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ پر لگائی ہوئی نہیں تھی بلکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کی خوشبو تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کی خوشبوئیں

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوشبودار نہ کسی عنبر کو سونگھا نہ کسی مشک کو۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳۰' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۱ ص ۴۷۲' مسند ابویعلیٰ: ۳۸۶۶' مسند احمد ج ۳ ص ۲۰۰ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۰۷۴۔ ج ۲۰ ص ۳۶۰' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس دوپہر کو آ کر سو گئے اور آپ کو پسینہ آیا' میری ماں حضرت اُم سُلیم رضی اللہ عنہا ایک شیشی لے کر آئیں اور اس میں آپ کا پسینہ جمع کرنے لگیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ نے پوچھا: اے اُم سلیم! یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ آپ کا پسینہ ہے ہم اس کو اپنی خوشبوؤں میں رکھیں گے اور یہ سب سے عمدہ خوشبو ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۳۱' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۱۲۱' مسند ابویعلیٰ: ۳۵۸۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۶ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۳۹۶۔ ج ۱۹ ص ۳۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے راستوں میں سے کسی راستے سے گزرتے تو اس راستے سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور لوگ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی راستے سے گزرے ہیں۔

(مسند ابویعلیٰ: ۳۲۷۹' حافظ الہیثمی نے کہا: اس سند کے رجال کی توثیق کی گئی ہے' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۸۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۸۸)

حضرت انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہماری طرف آتے تو ہم آپ کی پاکیزہ خوشبو کی وجہ سے آپ کو پہچان لیتے تھے۔ (المعجم الاوسط: ۲۷۷۲' مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۷ھ)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پانی کا ایک ڈول لایا گیا' آپ نے اس سے پانی پیا' پھر آپ نے اس ڈول میں کلی کی' پھر اس ڈول کا پانی کنویں میں ڈال دیا گیا تو اس کنویں سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ (المعجم الکبیر ج ٢٢ ص ١٩' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ا ص ٢٥٧' مسند احمد ج ۴ ص ٣١٥ طبع قدیم' مسند احمد: ١٨٨٣٨۔ ج ٣١ ص ١٣۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ شعیب الارنؤوط نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (حاشیہ مسند احمد: ١٨٨٣٨)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ٦٨٨)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مصافحہ کرتا یا میرے جسم کی کھال آپ کی مبارک کھال سے مَس کرتی' پھر میرے ہاتھ پر پسینہ آتا تو تین دن کے بعد تک اس سے مشک کی خوشبو آتی رہتی تھی۔

(المعجم الکبیر ج ٢٢ ص ٣١' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ٦٨٨' دارالمعرفہ' بیروت)

٣٥٥٤- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَاَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ جواد تھے اور آپ کی زیادہ سخاوت رمضان میں ہوتی تھی' جب آپ سے حضرت جبریل علیہ السلام ملاقات کرتے اور حضرت جبریل علیہ السلام آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملاقات کرتے تھے' پس وہ آپ سے قرآن مجید کا دور کرتے' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور برسانے والی ہواؤں سے زیادہ سخاوت کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''جود'' کا ذکر ہے اور ''جود'' کا معنی ہے: جو چیز دینی چاہیے وہ اس کے مستحق کو دی جائے۔

٣٥٥٥- حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا مَسْرُوْرًا تَبْرُقُ اَسَارِيْرُ وَجْهِهٖ فَقَالَ اَلَمْ تَسْمَعِيْ مَاقَالَ الْمُدْلِجِيُّ لِزَيْدٍ وَّاُسَامَةَ وَرَاٰى اَقْدَامَهُمَا اِنَّ بَعْضَ هٰذِهِ الْاَقْدَامِ مِنْ بَعْضٍ.

[اطراف الحدیث: ٣٧٣١۔ ٦٧٧٠۔ ٦٧٧١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس خوش خوش تشریف لائے' آپ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا' آپ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا کہ المدلجی نے زید اور اسامہ کے متعلق کیا کہا ہے! اس نے ان دونوں کے قدم دیکھ کر کہا: یہ بعض قدم' بعض قدموں کا جز

ہیں۔

(صحیح مسلم: ١٤٥٩، الرقم المسلسل: ٣٥٠٧، سنن ابوداؤد: ٢٢٦٨، سنن ترمذی: ٢١٢٩، سنن نسائی: ٣٤٩٠، مصنف عبدالرزاق: ١٣٨٣٤، مسند الحمیدی: ٢٣٩، السنن الکبریٰ: ٥٦٨٨، مسند ابویعلیٰ: ٤٤٢٢، شرح مشکل الآثار: ٤٧٨٠، صحیح ابن حبان: ٤٠٥٧، سنن دارقطنی ج ٤ ص ٢٤٠، سنن بیہقی ج ١٠ ص ٢٦٢، شرح السنۃ: ٢٣٨١، مسند احمد ج ٦ ص ٣٨ طبع قدیم، مسند احمد: ٢٤٠٩٩۔ ج ٤٠ ص ١١٨، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

المدلجی کا تعارف، حضرت اسامہ کے نسب پر جاہلوں کے طعن کی وجہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوش ہونے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مدلجی کا ذکر ہے، اس کا نام مجزِّز تھا اور اس کی مدلج بن مرّۃ بن عبدمناف بن کنانہ کی طرف نسبت ہے۔ کنانہ قیافہ شناسی میں مشہور تھا، وہ قیافہ سے کسی شخص کی اس کے باپ اور بھائی سے مشابہت کو پہچانتا تھا۔

زمانۂ جاہلیت میں کچھ لوگ حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ کے نسب میں طعن کرتے تھے، کیونکہ حضرت اسامہ کالے تھے اور حضرت زید گورے تھے، ایک دن وہ دونوں چادر اوڑھ کر سوئے ہوئے تھے اور چادر کے نیچے سے دونوں کے پیر باہر نکلے ہوئے تھے، مجزِّز ان کے پاس سے گزرا تو اس نے کہا: ان پیروں میں سے ایک پیر دوسرے کا جز ہے، جب اس قیافہ شناس نے حضرت اسامہ کا نسب حضرت زید سے ملا دیا اور عرب قیافہ شناس کے قول پر اعتماد کرتے تھے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوئے کہ عرب کے اصول پر حضرت اسامہ کا حضرت زید سے نسب ثابت ہو گیا۔

حضرت اسامہ کی ماں برکہ تھیں، وہ سیاہ فام حبشیہ تھیں اور ان کی ماں اُم ایمن تھی جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کی تھی، حضرت اسامہ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاڈلے اور محبوب کہلاتے تھے۔

قیافہ شناس کے قول پر عمل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

قیافہ شناس کے قول پر عمل کرنے کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، امام شافعی اس کے قول پر عمل کرنے کو جائز کہتے ہیں اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، امام مالک باندیوں میں قائف کے قول کا اعتبار کرتے ہیں اور آزاد عورتوں میں اس کے قول کا اعتبار کرنے سے منع کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ قائف کے قول کا مطلقاً انکار کرتے ہیں، ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ. (بنی اسرائیل: ٣٦) اور جس بات کا تمہیں یقین نہیں ہے، اس کے متعلق قیافہ نہ کرو۔

اور المدلجی کی حدیث قائف کے قول پر وجوب عمل کی دلیل نہیں ہے، کیونکہ حضرت اسامہ کا حضرت زید کے ساتھ نسب پہلے سے ثابت تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی قائف کے قول سے کبھی استدلال نہیں کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر انکار اس لیے نہیں کیا کہ اس سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوئی، اور آپ کا خوش ہونا اس وجہ سے تھا کہ حضرت اسامہ کا نسب عربوں کے طریقہ سے ثابت ہو گیا تھا اور ان کا طعن دور ہو گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٥٣، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

٣٥٥٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُّحَدِّثُ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ تَبُوْكَ قَالَ فَلَمَّا سَلَّمْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبدالرحمان بن عبداللہ بن کعب کہ عبداللہ بن کعب نے کہا: میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ غزوۂ

عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهٗ مِنَ السُّرُوْرِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهٗ حَتّٰى كَاَنَّهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَّكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ مِنْهُ.

تبوک میں اپنے شریک نہ ہونے کا واقعہ بیان کر رہے تھے انہوں نے کہا: جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا تو آپ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ اس طرح منور ہو جاتا گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم آپ کے چہرے سے آپ کی خوشی کو پہچان لیتے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۲۷۵۷ میں گزر چکی ہے۔

علامہ مغربی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں: اس حدیث میں آپ کے چہرہ کو مکمل چاند کے ساتھ تشبیہ نہیں دی، بلکہ چاند کے ٹکڑے کے ساتھ تشبیہ دی ہے، علامہ دمامینی نے بیان کیا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مکمل چاند میں سیاہ رنگ کا دھبہ بھی ہے اور آپ کا چہرہ ہر قسم کے داغ اور دھبہ سے پاک ہے، اس لیے آپ کے چہرہ کو چاند کے اس حصہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو صاف اور روشن ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۲۹، مکتبۃ الرشد، ریاض، ۱۴۳۰ھ)

۳۵۵۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ فِيْهِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از عمرو از سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں بنو آدم کی بہترین قرنوں (صدیوں) سے قرن بہ قرن مبعوث کیا گیا ہوں، حتیٰ کہ میں اس قرن میں آیا جس میں، میں ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء اور اُمہات کا مؤمن ہونا

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''قرون'' کا لفظ ہے، یہ ''قرن'' کی جمع ہے، قرن لوگوں کے اس طبقہ کو کہتے ہیں جو کسی ایک زمانہ میں جمع ہوں، اس کی مدت ایک سو سال ہے، ایک قول ستر سال کا ہے، یعنی ہر دور میں مجھے اس قرن سے مبعوث کیا گیا جو تمام قرنوں میں خیر تھا (یعنی اس زمانہ کے مؤمن اور صالح لوگوں میں سے مجھے مبعوث کیا گیا)، تمام قرنوں میں بہترین آپ کا قرن ہے، پھر صحابہ کا قرن ہے، پھر تابعین کا قرن ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت آدم سے لے کر جن آباء کی پشتوں میں اور جن اُمہات کے ارحام میں آپ منتقل ہوتے رہے وہ سب خیر تھے (یعنی مؤمن اور صالح تھے)۔ (الکوثر الجاری ج ۶ ص ۳۷۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۹ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آباء کی پشتوں میں قرناً فقرناً منتقل ہوتے رہے، (حضرت آدم کے بعد) آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں منتقل ہوئے، پھر کنانہ میں، پھر قریش میں، پھر بنو ہاشم میں۔

(ارشاد الساری ج ۸ ص ۶۴، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ کے نسب میں تمام آباء کرام مؤمن تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خیر وہی ہوتا ہے جو مؤمن ہو' ہم نے تبیان القرآن جلد ٨ میں الشعراء: ٢١٩ کے تحت اس کو بہت تفصیل اور بسط سے لکھا ہے اور آپ کے تمام آباء کا ایمان ثابت کیا اور ملا علی قاری اور دیگر منکرین کا تفصیل سے رد کیا ہے۔ دیکھئے: تبیان القرآن ج ٨ ص ٥١٠۔٤٧٦' اس موضوع پر اتنی تفصیل شاید آپ کو اور کہیں نہ مل سکے۔

٣٥٥٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْدِلُ شَعَرَهُ وَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَفْرُقُوْنَ رُؤُوْسَهُمْ فَكَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُوْنَ رُؤُوْسَهُمْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَهْلِ الْكِتَابِ فِيْمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيْهِ بِشَيْءٍ ثُمَّ فَرَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهُ. [اطراف الحدیث: ٣٩٤٤۔٥٩١٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے خبر دی از عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بالوں میں سیدھی کنگھی کرتے تھے اور مشرکین اپنے بالوں میں فرق کر کے کنگھی کرتے تھے اور اہل کتاب اپنے بالوں میں سیدھی کنگھی کرتے تھے اور جن چیزوں میں رسول اللہ ﷺ کو کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا' ان میں آپ اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے' پھر بعد میں رسول اللہ ﷺ اپنے بالوں میں فرق کر کے کنگھی کرنے لگے۔

(صحیح مسلم: ٢٣٣٦' الرقم المسلسل: ٥٩٥٦' سنن ابوداؤد: ٤١٨٨' سنن نسائی: ٥٢٥٣' سنن ابن ماجہ: ٣٦٣٢' مسند ابویعلیٰ: ٢٣٧٧' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٨ ص ٤٤٩' الآداب للبیہقی: ٧٠٣' مسند احمد ج ١ ص ٢٤٦ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٢٠٩۔ ج ٤ ص ٨٦' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

رسول اللہ ﷺ کے سر کے بالوں کی کیفیت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ ﷺ اپنے بالوں کو لٹکاتے تھے' یعنی اپنے بالوں کو پیشانی پر چھوڑ دیتے تھے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ علماء نے کہا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنے بالوں کو چھوڑ دیتے تھے اور ان کا گچھا بنا لیتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ معنی آپ کی شان سے بعید ہے اور اس کا متبادر وہی معنی ہے جو ہم نے ترجمہ میں کیا ہے' نیز مذکور ہے کہ مشرکین اپنے سر کے بالوں میں فرق کرتے تھے یعنی سر کی دو جانبوں میں سے ایک جانب بال ڈال دیتے تھے اور پیشانی پر بال نہیں چھوڑتے تھے' بعد میں رسول اللہ ﷺ بھی اسی طریقہ سے اپنے بال بناتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٧٥' ٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٥٥٩- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ اَبِيْ حَمْزَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا وَكَانَ يَقُوْلُ اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزۃ از الاعمش از ابی وائل از مسروق از حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ طبعاً فحش گو نہیں تھے اور نہ تکلف سے فحش باتیں کرتے تھے' آپ فرمایا کرتے تھے: تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

[اطراف الحدیث: ٣٧٥٩۔٦٠٢٩۔٦٠٣٥] (صحیح مسلم: ٢٣٢١' الرقم المسلسل: ٥٩٢٧' سنن ترمذی: ١٩٧٥' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٨ ص ٥١٤'

صحیح ابن حبان: ٦٤٧٧' مسند احمد ج ٢ ص ١٦١ طبع قدیم' مسند احمد: ٦٥٠٤ - ج ١١ ص ٩٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

یعنی بے حیائی کی باتیں کرنا آپ کا فطری خُلق تھا نہ کسبی۔

٣٥٦٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ اِلَّا اَخَذَ اَيْسَرَهُمَا مَالَمْ يَكُنْ اِثْمًا فَاِنْ كَانَ اِثْمًا كَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ اِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ بِهَا.

[اطراف الحدیث: ٦١٢٦-٦٧٨٦-٦٨٥٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب بھی دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے اس کو اختیار کیا جو ان دونوں میں آسان تھی' جب کہ وہ گناہ نہ ہو' اگر وہ چیز گناہ ہوتی تو آپ تمام لوگوں سے زیادہ اس سے دور رہنے والے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کا بدلہ نہیں لیا' ہاں! اگر اللہ کی حدود کو پامال کیا جاتا تو آپ اللہ کے لیے اس کا بدلہ لیتے تھے۔

(صحیح مسلم: ٢٣٢٧' الرقم المسلسل: ٥٩٣٩' سنن ابوداؤد: ٤٧٨٥' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٩ ص ٦٠' السنن الکبریٰ: ٩١٦٥' سنن دارمی: ٢٢١٨' المعجم الاوسط: ٧٦٤' سنن بیہقی ج ٧ ص ٤٥' مسند احمد ج ٦ ص ٣٢ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٠٣٤ - ج ٤٠ ص ٧٣' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس اعتراض کا جواب کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گناہ کا اختیار دینا آپ کی شان کے خلاف ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اگر وہ چیز گناہ ہوتی تو آپ تمام لوگوں سے زیادہ اس سے دور رہنے والے تھے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گناہ میں اختیار کیسے دیا جا سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ اختیار کفار کی طرف سے دیا گیا تو پھر اس میں کوئی اشکال نہیں جیسے کفار نے کہا تھا: اگر آپ کو سرداری یا مال چاہیے تو وہ لے لیں اور ہمارے بتوں کو بُرا کہنے سے باز آ جائیں' اور اگر اللہ کی طرف سے یا مسلمانوں کی طرف سے آپ کو اختیار دیا گیا ہو تو اس کا یہ معنی ہے کہ جب تک وہ کام کسی گناہ تک نہ پہنچائے' جیسے میانہ روی سے عبادت کرنے اور اس میں بہت مجاہدہ کرنے کا اختیار ہے لیکن عبادت میں مجاہدہ کرنا کبھی ہلاکت کا باعث ہو جاتا ہے اور یہ گناہ ہے۔

علامہ عینی اور علامہ واقدی کی طرف سے اس اعتراض کا جواب کہ بعض اوقات آپ نے اپنی ذات کی طرف سے انتقام بھی لیا ہے

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے کبھی اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ عقبہ بن ابی معیط اور عبداللہ بن خطل وغیرہما آپ کو ایذاء پہنچاتے تھے اور آپ نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ آپ کو ایذاء پہنچانے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی حدود کو بھی پامال کرتے تھے' اس لیے آپ نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا' علامہ داؤدی نے یہ جواب دیا ہے کہ جس نے آپ کو مالی نقصان پہنچایا' اس سے آپ نے انتقام نہیں لیا اور جس نے آپ کی عزت کے خلاف کوئی بات کہی' اس سے آپ نے انتقام لیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٥٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

مصنف کی طرف سے اعتراض مذکور کا جواب

میں کہتا ہوں کہ اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ آپ نے ازخود اپنی ذات کا کبھی انتقام نہیں لیا' ہاں! جب اللہ تعالیٰ کو آپ پر کوئی زیادتی گوارہ نہیں ہوئی اور اس نے انتقام لینے کا حکم دیا تو آپ نے اس سے انتقام لیا اور مذکورہ مثالیں اسی طرح کی ہیں' کیونکہ آپ کا ہر فعل اتباع وحی کے موافق ہوتا تھا۔قرآن مجید میں ہے:

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ. (الانعام:٥٠) میں صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

اور یہ آیت اس معنی میں بہت واضح ہے:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى. (الانفال:١٧) (اے رسول مکرم!) آپ نے وہ (خاک) نہیں پھینکی جب آپ نے (وہ خاک) پھینکی تھی لیکن وہ (خاک) اللہ نے پھینکی تھی۔

جنگ بدر میں کافروں کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خاک بہ ظاہر پھینکی تھی' اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ حقیقۃً آپ نے وہ خاک نہیں پھینکی بلکہ وہ خاک اللہ نے پھینکی تھی تا کہ آپ پر یہ الزام نہ آئے کہ آپ نے کفارِ بدر سے انتقام اور بدلہ لیا ہے' حقیقت میں یہ انتقام اللہ تعالیٰ نے لیا ہے' سو ایسی تمام صورتوں میں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف انتقام لینے کی نسبت ہے' وہ صرف صورۃً نسبت ہے اور حقیقت میں اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے' اور جہاں آپ نے کسی کو انتقام لینے کا حکم دیا ہے تو وہ حکم آپ نے اپنی طرف سے نہیں دیا بلکہ اتباعِ وحی سے دیا ہے۔

کم مصیبت کو اختیار کرنے کی مثالیں اور دیگر مسائل

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جب انسان دو مصیبتوں میں مبتلا ہو تو آسان یا کم مصیبت کو اختیار کر لینا چاہیے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کو منہدم کر کے ازسرِنو بنانے کے بجائے حطیم کو کعبہ سے خارج رکھنے کو اختیار کر لیا' کیونکہ دوسری صورت میں بعض مسلمانوں کے مرتد ہونے کا خطرہ تھا' اسی طرح آپ نے صلح حدیبیہ میں بہ ظاہر دب کر کفار کی شرائط مان لیں اور بے سروسامانی اور بغیر ہتھیاروں کے کفارِ مکہ سے جنگ کرنے کو اختیار نہیں کیا' یہ اس کے مقابلہ میں بڑی مصیبت تھی' اس حدیث میں اپنی ذات کے لیے انتقام نہ لینے اور معاف کرنے کی ترغیب دی ہے اور دین کی حرمت کے لیے انتقام لینے کا حکم دیا ہے۔

٣٥٦١ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا مَسِسْتُ حَرِيْرًا وَّلَا دِيْبَاجًا اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمِمْتُ رِيْحًا قَطُّ اَوْعَرْفًا قَطُّ اَطْيَبَ مِنْ رِّيْحِ اَوْ عَرْفِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی ریشم اور دیباج کو نہیں چھوا' جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ ملائم ہو اور نہ میں نے کسی خوشبو یا عطر کو سونگھا' جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے جسم) کی خوشبو یا آپ کے پسینہ سے زیادہ خوشبودار ہو۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری:١١٤١ میں گزر چکی ہے۔

٣٥٦٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ عُتْبَةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از قتادہ از

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَيَاءً مِّنَ الْعَذْرَاءِ فِیْ خِدْرِهَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَابْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ مِثْلَهٗ وَاِذَا كَرِهَ شَيْئًا عُرِفَ فِیْ وَجْهِهٖ.

[اطراف الحدیث: ٦١٠٢۔ ٦١١٩]

عبداللہ بن ابی عتبہ از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیاء کرنے والے تھے۔ ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ اور ابن مہدی نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے اس کی مثل حدیث بیان کی اور جب آپ کو کوئی چیز ناپسند ہوتی تو آپ کے چہرہ سے معلوم ہوجاتا۔

(صحیح مسلم: ٢٣٢٠' الرقم المسلسل: ٥٩٢٦' مسند احمد ج ٣ ص ٧٩ طبع قدیم' مسند احمد: ١١٧٤٨۔ ج ١٨ ص ٢٧٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حیاء کا معنی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حیاء دار ہونے کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حیاء کا لفظ ہے' حیاء کا معنی ہے: کسی کام پر ملامت یا مذمت کے خوف سے اس کو ترک کر دینا اور اگر کوئی اس کام کو کرتے ہوئے دیکھ لے تو چہرہ پر ندامت کی کیفیت کا طاری ہونا۔

اس حدیث میں پردہ کا ذکر ہے کیونکہ کنواری لڑکی کو پردہ میں رکھا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٥٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حیاء دار ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ ہمیشہ ایسے کاموں سے مجتنب اور دور رہتے تھے جن کاموں پر ملامت اور طعن کا خدشہ ہوتا ہے۔

٣٥٦٣ - حَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ الْجَعْدِ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ مَا عَابَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ اِنِ اشْتَهَاهُ اَكَلَهٗ وَاِلَّا تَرَكَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے علی بن الجعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از الاعمش از ابی حازم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا' اگر آپ کو وہ کھانا پسند ہوتا تو آپ اس کو کھا لیتے ورنہ اس کو چھوڑ دیتے۔

[طرف الحدیث: ٥٤٠٩] (صحیح مسلم: ٢٠٦٤' الرقم المسلسل: ٥٢٧٤' سنن ابوداؤد: ٣٧٦٣' سنن ترمذی: ٢٠٣١' سنن ابن ماجہ: ٢٠٥٩)

جس طعام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی عیب نہیں نکالا' اس سے مراد طعام مباح ہے۔

٣٥٦٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ بُحَيْنَةَ الْاَسَدِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى نَرٰى اِبْطَيْهِ قَالَ وَقَالَ ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ بَيَاضَ اِبْطَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن مضر نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از الاعرج از حضرت عبداللہ بن مالک بن بحینہ الاسدی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں میں کشادگی رکھتے' حتیٰ کہ ہم آپ کی بغلوں کو دیکھتے۔ راوی نے بیان کیا کہ ابن بکیر نے کہا: ہمیں بکر نے حدیث بیان کی کہ ہم بغلوں کی سفیدی (یعنی سفیدی کی جگہ) کو دیکھتے

تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۰۹۰ میں گزر چکی ہے۔

٣٥٦٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ دُعَائِهٖ اِلَّا فِي الْاِسْتِسْقَاءِ فَاِنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُرٰى بَيَاضُ اِبْطَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ استسقاء کے سوا کسی دعا میں اپنے ہاتھوں کو (بہت زیادہ) بلند نہیں کرتے تھے' پس آپ اس میں اپنے ہاتھوں کو اتنا بلند کرتے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آتی۔

وَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَرَاَيْتُ بَيَاضَ اِبْطَيْهِ.

اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی اور اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۱۰۳۱ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعا میں ہاتھوں کو بلند کرنا

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

بہ ظاہر اس حدیث کا معنی عام ہے کہ آپ کسی دعا میں ہاتھ بلند نہیں کرتے تھے' مگر اس سے مراد خاص ہے' یعنی آپ کسی خطبہ میں ہاتھ بلند نہیں کرتے تھے سوائے استسقاء کے خطبہ کے کہ اس میں آپ دعا کرتے ہوئے ہاتھ بلند کرتے تھے اور یہ تخصیص ضروری ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت مواقع پر اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور ان مواقع کی تعداد تیس سے زیادہ ہے' اس بناء پر ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت انس کی حدیث عام ہے اور اس سے مراد خاص ہے' یعنی خطبہ میں دعا کرتے ہوئے آپ صرف استسقاء کے خطبہ کی دعا میں ہاتھ بلند کرتے تھے' ورنہ آپ نے بہ کثرت مواقع پر اپنے ہاتھوں کو بلند کیا ہے' صفا و مروہ میں میدانِ عرفات میں وقوف کے وقت اور شیطان کو کنکریاں مارتے وقت' اور بعض دوسرے علماء نے حضرت انس کی حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ آپ استسقاء کی دعا میں بہت زیادہ ہاتھ بلند کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی لیکن ہم نے جو تاویل کی ہے' وہ اولیٰ ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۹۱-۹۰' مکتبۃ الطبری' قاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

العثیمین کی شرح پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ شیخ العثیمین کو یوں لکھنا چاہیے تھا کہ نمازِ استسقاء کے علاوہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازوں کی دعا میں ہاتھ بلند کیے ہیں' انہوں نے خارج از نماز دعا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ بلند کرنے کی مثالیں دی ہیں' جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ نمازِ استسقاء کے علاوہ اور کسی نماز میں دعا کے وقت ہاتھ بلند کرنا جائز نہیں ہے' حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیگر نمازوں میں بھی ہاتھ بلند کر کے دعا کی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھتے تھے تو ستر (۷۰) قاریوں کے قاتلوں کے خلاف دونوں ہاتھ بلند کر کے دعائے ضرر کرتے تھے۔ (سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۱۱)

٣٥٦٦ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَوْنَ بْنَ اَبِیْ جُحَیْفَةَ ذَكَرَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ دُفِعْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْاَبْطَحِ فِیْ قُبَّةٍ كَانَ بِالْهَاجِرَةِ خَرَجَ بِلَالٌ فَنَادٰی بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ دَخَلَ فَاَخْرَجَ فَضْلَ وَضُوْءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَعَ النَّاسُ عَلَیْهِ یَاْخُذُوْنَ مِنْهُ ثُمَّ دَخَلَ فَاَخْرَجَ الْعَنَزَةَ وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی وَبِیْصِ سَاقَیْهِ فَرَكَزَ الْعَنَزَةَ ثُمَّ صَلَّی الظُّهْرَ رَكْعَتَیْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَیْنِ یَمُرُّ بَیْنَ یَدَیْهِ الْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن الصباح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سابق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن مغول نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے عون بن ابی جحیفہ سے سنا' وہ اپنے والد سے روایت کرتے تھے' انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی ﷺ کے پاس بھیجا گیا' اس وقت نبی ﷺ وادیٔ ابطح کے خیمہ میں تھے' دو پہر کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور انہوں نے نماز کے لیے اذان دی' پھر وہ (خیمہ میں) داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے وضوء کا بچا ہوا پانی نکالا' لوگ اس پانی پر ٹوٹ پڑے اور اس سے پانی لیتے تھے' پھر حضرت بلال داخل ہوئے اور نیزہ نکالا' اور رسول اللہ ﷺ باہر نکلے اور میں آپ کی پنڈلیوں کی چمک کی طرف دیکھ رہا تھا' حضرت بلال نے نیزہ گاڑا' پھر آپ نے ظہر کی دو رکعت نماز (قصر) پڑھائی اور عصر کی دو رکعت نماز قصر پڑھائی' آپ کے آگے سے گدھا اور عورت گزر رہے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١٨٧ میں گزر چکی ہے۔

صحابہ کا نبی ﷺ کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کو بہ طور تبرک اپنے جسموں پر ملنا

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ١٤٢١ھ لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ صحابہ کا آپ کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو اپنے جسموں پر ملنا بہ طور تبرک تھا' یہ واقعہ حجۃ الوداع میں وادیٔ ابطح کا ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ١ ص ٣٦٦' مکتبۃ الطبری' قاہرہ' ١٤٢٩ھ)

٣٥٦٧ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ الْبَزَّارُ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یُحَدِّثُ حَدِیْثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَاَحْصَاهُ.

[طرف الحدیث: ٣٥٦٨] (صحیح مسلم: ٢٤٩٣' الرقم المسلسل: ٦٢٩٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن الصباح البزار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ اس طرح (ٹھہر ٹھہر کر) باتیں کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص آپ کے الفاظ گن لینا چاہتا تو گن سکتا تھا۔

اس حدیث میں آپ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ آپ آہستہ آہستہ بات کرتے تھے تاکہ لوگ سمجھ سکیں۔

٣٥٦٨ - وَقَالَ اللَّیْثُ حَدَّثَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّهٗ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ اَلَا یُعْجِبُكَ اَبُوْ فُلَانٍ جَاءَ فَجَلَسَ اِلٰی جَانِبِ حُجْرَتِیْ یُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُسْمِعُنِیْ

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ تمہیں ابوفلاں (حضرت ابوہریرہ) پر تعجب نہیں ہوا' وہ آئے اور میرے حجرہ کے ایک کونے میں بیٹھ کر

ذٰلِكَ وَكُنْتُ اُسَبِّحُ فَقَامَ قَبْلَ اَنْ اَقْضِيَ سُبْحَتِيْ وَلَوْ اَدْرَكْتُهُ لَرَدَدْتُّ عَلَيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَسْرُدُ الْحَدِيْثَ كَسَرْدِكُمْ.

مجھے سنانے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرنے لگے اور میں اس وقت نماز پڑھ رہی تھی اور وہ میری نماز ختم ہونے سے پہلے ہی چلے گئے' اگر میں ان سے ملاقات کرتی تو ان پر رد کرتی اور ان کو یہ بتاتی کہ رسول اللہ ﷺ تمہاری طرح جلدی جلدی باتیں نہیں کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح وہی ہے جو صحیح البخاری: ۳۵٦۷ میں گزر چکی ہے۔

٢٤ - بَابٌ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ

نبی ﷺ کی آنکھیں سوتی تھیں اور آپ کا دل نہیں سوتا تھا

رَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس حدیث کی سعید بن میناء نے از حضرت جابر رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ روایت کی ہے۔

اس تعلیق کی حدیث موصول' صحیح البخاری: ۷۲۸۱ میں مذکور ہے۔

٣٥٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ قَالَتْ مَا كَانَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُّصَلِّيْ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ قَالَ تَنَامُ عَيْنِيْ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از سعید المقبری از حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمان رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کیسی تھی؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: رمضان ہو یا غیر رمضان آپ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے' آپ چار رکعات پڑھتے تم ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' آپ پھر چار رکعات پڑھتے تم ان کے حسن اور طول کو نہ پوچھو' پھر آپ تین رکعت پڑھتے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں! آپ نے فرمایا: میری آنکھ سوتی ہے اور میرا دل نہیں سوتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۴۷ میں گزر چکی ہے۔

٣٥٧٠ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ نَمِرٍ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُّحَدِّثُنَا عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَّسْجِدِ الْكَعْبَةِ جَاءَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ قَبْلَ اَنْ يُّوْحٰى اِلَيْهِ وَهُوَ نَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ اَوَّلُهُمْ اَيُّهُمْ هُوَ فَقَالَ اَوْسَطُهُمْ هُوَ خَيْرُهُمْ وَقَالَ اٰخِرُهُمْ خُذُوْا خَيْرَهُمْ فَكَانَتْ تِلْكَ فَلَمْ يَرَهُمْ حَتّٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از شریک بن عبداللہ بن ابی نمر' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ ہم کو نبی ﷺ کی اس شب کے متعلق حدیث بیان کر رہے تھے' جب آپ رات کو مسجد کعبہ سے نکلے (انہوں نے بیان کیا کہ معراج سے پہلے) آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے آپ کے پاس تین فرشتے آئے' اس

جَاءُوْا لَيْلَةً أُخْرٰى فِيْمَا يَرٰى قَلْبُهُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَائِمَةٌ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ. وَكَذٰلِكَ الْاَنْبِيَاءُ تَنَامُ اَعْيُنُهُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوْبُهُمْ فَتَوَلَّاهُ جِبْرِيْلُ ثُمَّ عَرَجَ بِهٖ اِلَى السَّمَاءِ.

[اطراف الحدیث: ۴۹۶۴-۵۶۱۰-۶۵۸۱-۷۵۱۷] (صحیح مسلم: ۱۶۲' الرقم المسلسل: ۳۰۰' مسند ابویعلیٰ: ۳۳۷۵' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۳۸۲' شرح السنۃ: ۳۷۵۳' مسند احمد ج ۳ ص ۱۴۹ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۵۰۵' ج ۱۹ ص ۴۸۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

وقت آپ مسجد حرام میں (حضرت حمزہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب) کے درمیان سوئے ہوئے تھے' ایک فرشتہ نے پوچھا: وہ کون ہیں (جن کو لے جانے کا حکم ہے)؟ دوسرے نے کہا: وہ درمیان والے ہیں وہی سب سے بہتر ہیں' تیسرے فرشتے نے کہا: جوان میں سب سے بہتر ہیں ان ہی کو لے چلو' اس رات صرف اتنا ہی واقعہ ہوا' پس آپ نے ان کو نہیں دیکھا' حتیٰ کہ وہ فرشتے ایک اور رات میں آئے جس میں آپ دل کی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں سوئی ہوئی تھیں اور دل سویا ہوا نہیں تھا' اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کے دل نہیں سوتے' الغرض! حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو ساتھ لیا اور آپ کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے۔

واقعۂ معراج کی بعض تفصیلات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: تین فرشتے آئے۔ یہ حضرت جبریل' حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام تھے' کیونکہ معراج کی اکثر کتابوں میں مذکور ہے کہ یہ فرشتے براق کو ساتھ لے کر آئے تھے۔

اس حدیث میں ہے: آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے اکثر روایات میں یہ الفاظ نہیں ہیں' اور یہ الفاظ محفوظ ہیں' پھر اس رات کے بعد فرشتے نہیں آئے' بلکہ اس کے دو سال بعد آئے کیونکہ آپ کو ہجرت سے تین سال پہلے معراج کرائی گئی تھی' ایک قول دو سال پہلے کا ہے اور ایک قول ایک سال پہلے کا ہے۔

اس میں مذکور ہے: ایک فرشتہ نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت حمزہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب کے درمیان سوئے ہوئے تھے' اس لیے فرشتہ نے پوچھا: وہ کون ہیں جن کو لے کر جانے کا حکم ہے؟ تو دوسرے فرشتہ نے بتایا جو درمیان میں سوئے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دوسری روایات میں مذکور ہے: آپ کو معراج بیداری میں کرائی گئی اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس وقت آپ سوئے ہوئے تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر معراج متعدد بار ہوئی ہے تو پھر اس میں کوئی اشکال نہیں ہے' اور اگر معراج ایک بار ہی ہوئی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب فرشتہ پہلی بار آپ سے ملا تو آپ سوئے ہوئے تھے اور اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ پورے واقعۂ معراج میں سوئے رہے تھے۔

٢٥ - بَابُ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ فِي الْاِسْلَامِ — زمانہ اسلام میں نبوت کی علامات

معجزہ اور کرامت میں فرق' قرآن مجید کی وجہ اعجاز اور معجزات کی تعداد

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

اس باب کے عنوان میں علامات کا ذکر ہے' علامات' علامۃ کی جمع ہے' یہ اس امر کو کہتے ہیں جو نبوت کی صحت اور مدعیٔ نبوت کے

صدق پر دلیل ہو' یہ تعریف معجزہ اور کرامت دونوں پر صادق آتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ دونوں ثابت ہیں۔ان میں فرق یہ ہے کہ معجزہ میں تحدّی (للکار یا چیلنج) کی شرط ہے' بایں طور کہ نبی یہ کہے کہ اگر میں نے یہ خلاف عادت کام کر لیا تو کیا تم میرے نبی ہونے کی تصدیق کرو گے؟ اور کرامت میں یہ شرط نہیں ہے۔اس عنوان میں زمانۂ اسلام کا بھی ذکر ہے' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے لے کر آپ کی آخر حیات تک جتنے اُمور خلاف عادت واقع ہوئے' وہ سب آپ کی نبوت کی علامت ہیں۔

علامہ قرطبی مالکی متوفی ٦٥٦ ھ نے لکھا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ سے جتنے خلاف عادت اُمور ظاہر ہوئے' وہ سب معجزات کی قسم سے ہیں کیونکہ ہر خلاف عادت فعل کے ساتھ تحدّی اور للکار لازم نہیں ہے کہ اس فعل کو میرے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا' اس لیے یہ خلاف عادت فعل میری نبوت کی دلیل ہے' بلکہ اس کے لیے ایک کلّی قول کافی ہے جو خلاف عادت افعال پر مقدم ہوں گے' مثلاً رسول یہ کہے کہ میرے دعویٰ نبوت کے صدق کی دلیل یہ ہے کہ میرے ہاتھ سے خلاف عادت کام ظاہر ہوں گے' پھر اس کے بعد نبی کے ہاتھ سے ہر خلاف عادت کام کا ظہور اس کی نبوت کی دلیل ہوگا اور معجزہ ہوگا' یا یہ کہا جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے دعویٰ نبوت پر مسلسل قائم رہنا' آپ کی دائمی تحدّی اور للکار کی دلیل ہے۔(المفہم ج٦ ص ٦٣)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سب سے زیادہ مشہور اور عظیم معجزہ قرآن مجید ہے کیونکہ آپ نے قرآن مجید کے ساتھ تمام عرب کو چیلنج کیا کہ اگر تم میرا دعویٰ نبوت تسلیم نہیں کرتے تو تم اس قرآن کی مثل بنا کر لے آؤ' یا اس قرآن کی سورتوں کی مثل دس سورتیں بنا کر لے آؤ' یا اس کی کسی ایک سورت کی مثل بنا کر لے آؤ خواہ وہ سب سے چھوٹی سورت ہو جیسے سورت الکوثر ہے' وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید عداوت رکھتے تھے اور آپ سے معارضہ کرنے پر بہت حریص تھے اور انہیں کلامِ عرب پر بہت دسترس تھی' اس کے باوجود وہ اس کی کسی چھوٹی سورت کی مثل بھی نہیں لا سکے اور اب جب کہ علوم اور فنون میں بہت ترقی ہو چکی ہے اور تمام دنیا اسلام کی مخالف ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کے درپے ہے' پھر بھی کوئی اس کی مثل نہیں لا سکا' تو واضح ہو گیا کہ آپ کا دعویٰ نبوت سچا ہے اور آپ کے مخالفین جھوٹے ہیں۔

قرآن مجید کا معجزہ ہونا اس کی فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے ہے اور اس کے کلمات کی حسین تالیف اور ترتیب کے اعتبار سے ہے' اس کے غیر معہولی اسلوب کے اعتبار سے ہے اور اس اعتبار سے ہے کہ اس میں ماضی اور مستقبل کی خبریں ہیں' سچی پیش گوئیاں ہیں' اس کی تلاوت میں ہیبت ہے اور سننے والے پر خشیت طاری ہوتی ہے' اس کے پڑھنے اور سننے سے کبھی اکتاہٹ نہیں ہوتی' اس کو حفظ کرنا آسان ہے' اتنی ضخیم کتاب کا قرآن مجید کے علاوہ اور کوئی حافظ نہیں ہے' اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہے' چودہ سو سال گزر گئے اس سے کوئی آیت کم ہوئی نہ اس میں کسی آیت کا اضافہ ہوا نہ اس کی کسی آیت کی کوئی مثل لا سکا' قرآن مجید کی چھ ہزار دو سو چھتیس (٦٢٣٦) آیتیں ہیں اور ہر آیت میں تین معجزے ہیں' اس میں کمی نہ ہونا' اس میں اضافہ نہ ہونا اور اس کی مثل نہ ہونا' اس طرح صرف قرآن مجید کے صداقت اور اس کے معجز ہونے پر اٹھارہ ہزار سے زائد دلیلیں ہیں۔

امام بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کی تعداد ایک ہزار ہے' علامہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ یہ تعداد بارہ سو ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ تعداد تین ہزار ہے۔(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج٨ ص ٣٥٤-٣٥٣' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

قرآن مجید کے علاوہ دیگر معجزات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

قرآن مجید کے علاوہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات ہیں کہ آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوئے' تھوڑا طعام زیادہ ہو گیا'

چاند کے دو ٹکڑے ہوئے، بے جان چیزوں نے کلام کیا، آپ نے سچی پیش گوئیاں کیں اور غیب کی خبریں دیں، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور یہ سب تواتر سے ثابت ہیں، جیسے حاتم کی سخاوت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت تواتر سے ثابت ہے، اگرچہ ان میں سے ہر ایک کا الگ الگ ثبوت خبر واحد سے ہے، لیکن مجموعی طور پر ان کا ثبوت تواتر سے ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۶۹۵، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

٣٥٧١ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ زَرِيْرٍ سَمِعْتُ اَبَا رَجَاءٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ اَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَسِيْرٍ فَاَدْلَجُوْا لَيْلَتَهُمْ حَتّٰى اِذَا كَانَ وَجْهُ الصُّبْحِ عَرَّسُوْا فَغَلَبَتْهُمْ اَعْيُنُهُمْ حَتَّى ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ فَكَانَ اَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ مِنْ مَّنَامِهٖ اَبُوْبَكْرٍ وَّكَانَ لَا يُوْقَظُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَّنَامِهٖ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ فَاسْتَيْقَظَ عُمَرُ فَقَعَدَ اَبُوْبَكْرٍ عِنْدَ رَاْسِهٖ فَجَعَلَ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهٗ حَتَّى اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَ وَصَلّٰى بِنَا الْغَدَاةَ فَاعْتَزَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّ مَعَنَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا فُلَانُ مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تُصَلِّيَ مَعَنَا قَالَ اَصَابَتْنِيْ جَنَابَةٌ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّتَيَمَّمَ بِالصَّعِيْدِ ثُمَّ صَلّٰى وَجَعَلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَكُوْبٍ بَيْنَ يَدَيْهِ وَقَدْ عَطِشْنَا عَطَشًا شَدِيْدًا فَبَيْنَمَا نَحْنُ نَسِيْرُ اِذَا نَحْنُ بِامْرَاَةٍ سَادِلَةٍ رِجْلَيْهَا بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ فَقُلْنَا لَهَا اَيْنَ الْمَاءُ فَقَالَتْ اِنَّهٗ لَا مَاءَ فَقُلْنَا كَمْ بَيْنَ اَهْلِكِ وَبَيْنَ الْمَاءِ قَالَتْ يَوْمٌ وَّلَيْلَةٌ فَقُلْنَا انْطَلِقِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَلَمْ نُمَلِّكْهَا مِنْ اَمْرِهَا حَتَّى اسْتَقْبَلْنَا بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثَتْهُ بِمِثْلِ الَّذِيْ حَدَّثَتْنَا غَيْرَ اَنَّهَا حَدَّثَتْهُ اَنَّهَا مُؤْتِمَةٌ فَاَمَرَ بِمَزَادَتَيْهَا فَمَسَحَ فِي الْعَزْلَاوَيْنِ فَشَرِبْنَا عِطَاشًا اَرْبَعِيْنَ رَجُلًا حَتّٰى رَوِيْنَا فَمَلَاْنَا كُلَّ قِرْبَةٍ مَّعَنَا وَاِدَاوَةٍ غَيْرَ اَنَّهٗ لَمْ نَسْقِ بَعِيْرًا وَّهِيَ تَكَادُ تَنِضُّ مِنَ الْمِلْءِ ثُمَّ قَالَ هَاتُوْا مَا عِنْدَكُمْ فَجُمِعَ لَهَا مِنَ الْكِسَرِ وَالتَّمْرِ حَتّٰى اَتَتْ اَهْلَهَا قَالَتْ لَقِيْتُ اَسْحَرَ النَّاسِ اَوْهُوَ نَبِيٌّ كَمَا زَعَمُوْا فَهَدَى اللّٰهُ ذَاكَ الصِّرْمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سلم بن زریر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: میں نے ابورجاء سے سنا، انہوں نے کہا: ہمیں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، وہ رات کے اندھیرے میں سفر کرتے رہے حتیٰ کہ جب صبح قریب تھی تو انہوں نے پڑاؤ ڈالا، پھر ان سب کی آنکھوں پر نیند غالب آ گئی، حتیٰ کہ سورج بلند ہو گیا، پس سب سے پہلے اپنی نیند سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی نیند سے کوئی شخص بیدار نہیں کرتا تھا حتیٰ کہ آپ خود بیدار ہوں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے، پس حضرت ابوبکر آپ کے سرہانے بیٹھ گئے اور وہ بلند آواز سے اللہ اکبر، اللہ اکبر پڑھنے لگے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہو گئے، آپ اس وادی سے نیچے اترے اور ہم کو صبح کی نماز پڑھائی، جماعت میں سے ایک شخص نکل گیا اور اس نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے (اس شخص سے) پوچھا: اے فلاں! تمہیں ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کیا چیز مانع تھی! اس نے بتایا: مجھے احتلام ہو گیا تھا، آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ پاک مٹی سے تیمم کرے، پھر اس شخص نے نماز پڑھی۔ حضرت عمران نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (پانی کی تلاش کے لیے) چند سواروں میں آگے بھیج دیا، اور ہم کو شدید پیاس لگی ہوئی تھی، پس جس وقت ہم جا رہے تھے ہم نے دیکھا کہ ایک عورت دو پکھالوں (بڑی مشکوں) کے درمیان ٹانگیں لٹکائے ہوئے بیٹھی تھی، ہم نے اس سے پوچھا: پانی کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا یہاں پانی نہیں ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا: تمہارے گھر اور پانی کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ اس نے کہا: ایک دن اور ایک رات کی مسافت ہے۔ ہم نے اس سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلو، اس نے

بِتِلْكَ الْمَرْاَةِ فَاَسْلَمَتْ وَاَسْلَمُوْا.

پوچھا: رسول اللہ کون ہیں؟ حضرت عمران نے کہا: ہم اس کے کسی امر پر قادر نہ ہوئے حتیٰ کہ ہم نے اس کو نبی ﷺ کے سامنے پیش کر دیا۔ اس نے آپ سے بھی وہی بات کہی جو وہ ہم سے کہہ چکی تھی سوا اس کے کہ اس نے یہ بتایا کہ اس کے یتیم بچے ہیں' سو آپ کے حکم سے اس کی دونوں پکھالوں کو (سواری سے) اتارا گیا۔ آپ نے ان پکھالوں کے دہانوں پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا' سو ہم چالیس پیاسے مردوں نے اس سے پانی پیا حتیٰ کہ ہم سیر ہو گئے' ہمارے پاس جتنی مشکیں اور دیگر برتن تھے ہم نے وہ سب بھر لیے تاہم ابھی ہم نے اونٹوں کو پانی نہیں پلایا تھا اور اس کی پکھالیں پانی سے اس قدر بھری ہوئی تھیں کہ لگتا تھا کہ ابھی چھلک پڑیں گی پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ لے آؤ' سو اس کے سامنے روٹیوں کے ٹکڑے اور کھجوریں لا کر رکھ دیئے گئے حتیٰ کہ وہ اپنے گھر آ گئی' اس نے کہا: میں لوگوں میں سب سے بڑے جادوگر سے ملی ہوں یا پھر وہ شخص نبی ہے' جیسا کہ ان لوگوں کا گمان ہے' سو اللہ تعالیٰ نے اس بستی کے لوگوں کو اس عورت کے سبب سے ہدایت دی' وہ عورت بھی مسلمان ہو گئی اور اس بستی کے لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۴۴ میں گزر چکی ہے۔

آپ کی برکت سے کم پانی کے زیادہ ہونے کا معجزہ

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

اس عورت کی پکھال کے پانی سے سب سیراب ہو گئے اور سب نے اپنے برتن بھر لیے اور پکھال کا پانی بالکل کم نہیں ہوا بلکہ پہلے سے زیادہ ہو گیا اور اس میں رسول اللہ ﷺ کا یہ معجزہ ہے کہ آپ کی برکت سے کم پانی زیادہ ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا: ہم نے تمہارے پانی کو کم نہیں کیا لیکن ہمیں اللہ نے پانی پلایا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ جب آپ کو اللہ نے پانی پلایا تھا تو اس عورت سے پانی لینے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس عورت سے پانی اس لیے لیا تا کہ اس خاص پانی میں آپ کا معجزہ ظاہر ہو اور یہ معجزہ اس عورت اور اس کی بستی کے لوگوں کے قبول اسلام کا سبب بن جائے ورنہ رسول اللہ ﷺ اس پر قادر تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے بارش نازل کرنے کی دعا کرتے تو بارش ہو جاتی۔ (شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۴۸' مکتبۃ الطبری القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

۳۵۷۲ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاِنَاءٍ وَّهُوَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مقام زوراء (مدینہ

بِالزَّوْرَاءِ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ فَتَوَضَّاَ الْقَوْمُ قَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ لِاَنَسٍ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ ثَلَاثَ مِائَةٍ اَوْ زُهَاءَ ثَلَاثِ مِائَةٍ.

کے بازار) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک برتن لایا گیا' آپ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے (چشمہ کی طرح) پانی ابل کر نکلنے لگا' سو تمام لوگوں نے وضو کر لیا۔ قتادہ نے کہا: میں نے حضرت انس سے پوچھا: آپ لوگ کتنی تعداد میں تھے انہوں نے کہا: ہم لوگ تین سو تھے یا تین سو کے لگ بھگ تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١٦٩ میں گزر چکی ہے۔

٣٥٧٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَالْتُمِسَ الْوَضُوْءُ فَلَمْ يَجِدُوْهُ فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوْءٍ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فِيْ ذٰلِكَ الْإِنَاءِ فَاَمَرَ النَّاسَ اَنْ يَّتَوَضَّؤُوْا مِنْهُ فَرَاَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ اَصَابِعِهٖ فَتَوَضَّاَ النَّاسُ حَتّٰى تَوَضَّؤُوْا مِنْ عِنْدِ اٰخِرِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' از مالک از اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اس وقت عصر کی نماز کا وقت آ چکا تھا' پس پانی تلاش کیا گیا' سو صحابہ کو پانی نہیں ملا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وضو کا پانی لایا گیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک اس برتن میں رکھا' پھر آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس برتن سے وضو کریں' پس میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی انگلیوں کے نیچے سے نکل رہا تھا' سو تمام لوگوں نے وضو کر لیا حتیٰ کہ آخری شخص تک نے وضو کر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٩ میں گزر چکی ہے۔

جہاں عادتاً پانی نہ ہو وہاں سے پانی نکالنے کا معجزہ

اس حدیث میں آپ کے اس معجزہ کا ذکر ہے کہ خلاف عادت آپ کی انگلیوں سے پانی ابل کر نکلنے لگا حالانکہ انگلیوں میں عادتاً پانی نہیں ہوتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین پر لاٹھی مار کر پانی نکالا تھا مگر زمین کے اندر پانی ہوتا ہے' آپ نے وہاں سے پانی نکالا جہاں عادتاً پانی ہوتا ہی نہیں ہے۔

٣٥٧٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُبَارَكٍ حَدَّثَنَا حَزْمٌ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ مَخَارِجِهٖ وَمَعَهٗ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَانْطَلَقُوْا يَسِيْرُوْنَ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلَمْ يَجِدُوْا مَاءً يَّتَوَضَّؤُوْنَ فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِقَدَحٍ مِّنْ مَّاءٍ يَّسِيْرٍ فَاَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ مَدَّ اَصَابِعَهُ الْاَرْبَعَ عَلَى الْقَدَحِ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَتَوَضَّؤُوْا فَتَوَضَّاَ الْقَوْمُ حَتّٰى بَلَغُوْا فِيْمَا يُرِيْدُوْنَ مِنَ الْوَضُوْءِ وَكَانُوْا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد الرحمان بن مبارک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حزم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حسن سے سنا: وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی سفر میں روانہ ہوئے' آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب میں سے چند لوگ تھے' وہ سفر کر رہے تھے کہ نماز کا وقت آ گیا اور انہیں وضو کرنے کے لیے پانی نہیں ملا' پس ان لوگوں میں سے ایک شخص گیا اور ایک پیالہ میں تھوڑا سا پانی لایا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیالہ کے پانی سے وضو کیا' پھر آپ نے اپنے ہاتھ کی چار انگلیوں کو

سَبْعِيْنَ اَوْنَحْوَهُ.

پیالہ پر رکھا' پھر فرمایا: اُٹھو! پس وضو کرو تو لوگوں نے وضو کیا حتیٰ کہ جو لوگ وضو کرنا چاہتے تھے سب نے وضو کر لیا اور وہ لوگ ستر (٧٠) یا اسّی (٨٠) کی مثل تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:١٦٩ میں گزر چکی ہے اور حدیث سابق میں بھی اس کی مختصر شرح کی گئی ہے۔

٣٥٧٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ يَزِيْدَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيْبَ الدَّارِ مِنَ الْمَسْجِدِ يَتَوَضَّأُ وَبَقِيَ قَوْمٌ فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِخْضَبٍ مِّنْ حِجَارَةٍ فِيْهِ مَاءٌ فَوَضَعَ كَفَّهُ فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ اَنْ يَّبْسُطَ فِيْهِ كَفَّهُ فَضَمَّ اَصَابِعَهُ فَوَضَعَهَا فِي الْمِخْضَبِ فَتَوَضَّاَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا قُلْتُ كَمْ كَانُوْا قَالَ ثَمَانُوْنَ رَجُلًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے یزید سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کا وقت آ گیا' سو جس کا گھر مسجد کے قریب تھا وہ وضو کرنے گیا اور کچھ لوگ باقی بچ گئے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پتھر کا ایک برتن لایا گیا جس میں پانی تھا' وہ برتن اس سے چھوٹا تھا کہ اس میں آپ کی ہتھیلی پھیل جاتی تو آپ نے اپنی انگلیوں کو (آپس میں) ملایا' پھر ان کو اس برتن میں رکھا' پس تمام لوگوں نے وضو کر لیا۔ راوی نے کہا: میں نے (حضرت انس رضی اللہ عنہ سے) پوچھا: آپ لوگ کل کتنے تھے؟ انہوں نے بتایا وہ اسّی (٨٠) مرد تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری:١٦٩ میں گزر چکی ہے۔

٣٥٧٦- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّاَ فَجَهِشَ النَّاسُ نَحْوَهُ فَقَالَ مَالَكُمْ قَالُوْا لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّاُ وَلَا نَشْرَبُ اِلَّا مَا بَيْنَ يَدَيْكَ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَثُوْرُ بَيْنَ اَصَابِعِهِ كَاَمْثَالِ الْعُيُوْنِ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّاْنَا قُلْتُ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ اَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشَرَةَ مِائَةً.

[اطراف الحدیث: ٤١٥٢-٤١٥٣-٤١٥٤-٤٨٤٠-٥٦٣٩]

(صحیح مسلم: ١٨٥٦' الرقم المسلسل: ٤٧٠٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از سالم بن ابی الجعد از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ (صلح) حدیبیہ کے دن قوم پیاسی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے چمڑے کا ایک چھوٹا سا ڈول تھا' آپ نے اس سے وضو کیا' پس لوگ اس میں سے پانی کے لیے جھپٹ پڑے۔ آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے بتایا ہمارے پاس وضو کرنے کے لیے اور پینے کے لیے پانی نہیں ہے سوا اس ڈول کے جو آپ کے سامنے ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ڈول میں اپنا ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے جوش کے ساتھ اس طرح پانی نکلنے لگا جس طرح چشموں سے پانی نکلتا ہے' سو ہم نے پانی پیا (بھی) اور وضو (بھی) کیا۔ راوی نے کہا: میں نے پوچھا: آپ لوگ کل کتنے تھے؟ انہوں نے کہا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو ہمیں وہ پانی کافی ہو جاتا لیکن ہم پندرہ سو

افراد تھے۔

اس حدیث میں بھی یہ ثبوت ہے کہ آپ نے پانی وہاں سے جاری کیا جہاں عادتاً پانی نہیں ہوتا۔ سب سے افضل پانی آپ کا لعاب دہن ہے پھر وہ پانی ہے جو آپ کی انگلیوں سے جاری ہوا' پھر جنت کے دریاؤں کا پانی ہے پھر آب زمزم ہے۔

٣٥٧٧ - حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَرْبَعَ عَشَرَةَ مِائَةٍ وَّالْحُدَيْبِيَةُ بِئْرٌ فَنَزَحْنَاهَا حَتّٰى لَمْ نَتْرُكْ فِيْهَا قَطْرَةً فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَفِيْرِ الْبِئْرِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ وَمَجَّ فِي الْبِئْرِ فَمَكَثْنَا غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ اسْتَقَيْنَا حَتّٰى رَوِيْنَا وَرَوَتْ أَوْ صَدَرَتْ رَكَائِبُنَا. [اطراف الحدیث: ٤١٥٠-٤١٥١]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ ہم (صلح) حدیبیہ کے دن چودہ سو افراد تھے اور حدیبیہ ایک کنواں ہے' ہم نے اس سے تمام پانی نکال لیا حتیٰ کہ ہم نے اس میں ایک قطرہ بھی نہیں چھوڑا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے' آپ نے پانی منگوا کر کلی کی' پھر اس کنویں میں کلی کر دی' پھر ہم تھوڑی دیر ٹھہرے پھر ہم نے (اس کنویں سے) پانی پیا حتیٰ کہ ہم سیراب ہو گئے اور ہمارے اونٹ بھی سیراب ہو گئے یا پانی پی کر لوٹ گئے۔

اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔

حدیبیہ میں صحابہ کی تعداد کے متعلق تعارض کا جواب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حدیبیہ میں چودہ سو صحابہ تھے اور اس سے پہلے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں گزرا ہے کہ حدیبیہ میں پندرہ سو صحابہ تھے۔ تحقیق یہ ہے کہ حدیبیہ میں چودہ سو صحابہ ہی شریک تھے اور جس روایت میں پندرہ سو صحابہ کا ذکر ہے وہ راوی کا وہم ہے' کیونکہ اکثر روایات میں چودہ سو صحابہ کا ہی ذکر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٦٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

متعدد محدثین کی یہ تصریح کہ انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا آپ کا قطعی معجزہ ہے اور یہ آپ کی خصوصیت ہے

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی متوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو بار معجزے ظاہر ہوئے' ایک بار آپ نے چمڑے کے ڈول میں ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہو گیا جیسا کہ صحیح البخاری: ٣٥٧٦ میں ہے اور دوسری بار آپ اس کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے جس میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ تھا' آپ نے اس کنویں میں کلی کی تو اس میں اتنا پانی نکل آیا جس سے انسان اور اونٹ سب سیراب ہو گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں سے متعدد مقامات پر پانی جاری ہوا ہے' امام بخاری نے یہاں پر صرف ان احادیث کا ذکر کیا ہے جو ان کی شرط کے مطابق ہیں۔ ورنہ حافظ ابن عبد البر نے تمہید میں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس سے زیادہ واقعات لکھے ہیں۔

علامہ قرطبی مالکی متوفی ٦٥٦ھ نے لکھا ہے کہ آپ کی انگلیوں سے متعدد بار پانی جاری ہوا اور یہ بہ کثرت سندوں سے مروی ہے اور اس کے مجموعہ سے علم قطعی مستفاد ہوتا ہے اور یہ تواتر معنوی کے قائم مقام ہے۔ (المفہم ج ٦ ص ٥٢' دار ابن کثیر' ١٤١٧ھ)

قاضی عیاض نے الشفاء میں لکھا ہے کہ اس کو جم غفیر اور عدد کثیر نے روایت کیا ہے اور کسی صحابی سے اس کا انکار منقول نہیں ہے اور یہ معجزہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات قطعیہ کے ساتھ ملحق ہے۔ (الشفاء ج ١ ص ٢٩٦-٢٩٤ طبع مصر)

علامہ ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ نے لکھا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا صرف آپ کی خصوصیت ہے اور کسی کے لیے یہ ثابت نہیں ہے۔ (القبس فی شرح موطاء مالک بن انس ج ۱ ص ۱۵٦ دار الغرب الاسلامی ۱۹۹۲ء)

حافظ ابوعمر بن عبد البر المتوفی ۴٦۳ھ نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو یہ معجزہ عطا کیا گیا ہے یہ باقی انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے بہت واضح ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر لاٹھی ماری تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور یہ بعید نہیں ہے کیونکہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ پتھروں سے پانی نکل آتا ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی آدمی میں یہ مشاہدہ نہیں کیا گیا کہ اس کی انگلیوں سے پانی نکل آیا ہو۔ (تمہید ج ۱ ص ۲۲۱۔ ۲۲۰ مطبوعات وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ)

اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ ان واقعات میں کم پانی زیادہ نہیں ہوا تھا بلکہ آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہوا تھا۔ قاضی عیاض مالکی اور حافظ ابن حجر شافعی کی بھی یہی تحقیق ہے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۵٦ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۳۰ھ)

۳۵۷۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ لِاُمِّ سُلَيْمٍ لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيْفًا اَعْرِفُ فِيْهِ الْجُوْعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ قَالَتْ نَعَمْ فَاَخْرَجَتْ اَقْرَاصًا مِّنْ شَعِيْرٍ ثُمَّ اَخْرَجَتْ خِمَارًا لَّهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ يَدِيْ وَلَاثَتْنِيْ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ اَرْسَلَتْنِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَهَبْتُ بِهٖ فَوَجَدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَكَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِطَعَامٍ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ مَّعَهُ قُوْمُوْا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ حَتّٰى جِئْتُ اَبَا طَلْحَةَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ فَقَالَتِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَانْطَلَقَ اَبُوْ طَلْحَةَ حَتّٰى لَقِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ طَلْحَةَ مَعَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمِّيْ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ مَاعِنْدَكِ فَاَتَتْ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ فَاَمَرَبِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُتَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہما سے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سنی اس میں کمزوری تھی میں نے اس میں بھوک کو محسوس کیا' کہا: پس تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پس انہوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں' پھر اپنا دوپٹہ نکالا' پھر اس میں کچھ روٹیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ لپیٹ دیا' اور اس دوپٹہ کے دوسرے حصہ کو میرے ہاتھ کے نیچے دبا دیا اور اس کو نہیں موڑا' پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔ میں اس کو لے گیا' پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں دیکھا' آپ کے ساتھ (اور) لوگ بھی تھے' میں ان کے پاس کھڑا ہو گیا' پس مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کو ابوطلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھانے کے ساتھ؟ میں نے کہا: جی ہاں! پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا: جو آپ کے ساتھ تھے اٹھو! پھر آپ چل پڑے اور میں ان کے سامنے سے چل پڑا' حتیٰ کہ میں حضرت ابوطلحہ کے پاس پہنچا اور میں نے ان کو خبر دی' پس حضرت ابوطلحہ نے کہا: اے ام سلیم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی لوگوں کو لے کر آ رہے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں ہے جو انہیں کھلا دیں! حضرت ام سلیم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں' پس حضرت

وَعَصَرَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً فَأَدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَقُولَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتّٰى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتّٰى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ أَكَلُوا حَتّٰى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ حَتّٰى شَبِعُوا وَالْقَوْمُ سَبْعُونَ أَوْ ثَمَانُونَ رَجُلًا.

ابوطلحہ چل پڑے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی' پس حضرت ابوطلحہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ تھے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلیم! ادھر آؤ' تمہارے پاس کیا ہے؟ تو وہ ان روٹیوں کو لے کر آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان روٹیوں کو چُورا کرنے کا حکم دیا اور حضرت ام سلیم نے (گھی کی) کپّی کو نچوڑا تو وہ سالن بن گیا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اللہ نے چاہا اس پر پڑھا' پھر آپ نے فرمایا: دس آدمیوں کو آنے کی اجازت دو' سو انہوں نے اجازت دی۔ پس انہوں نے کھایا' سو وہ سیر ہو گئے' پھر وہ نکل گئے' پھر آپ نے فرمایا: دس (اور) آدمیوں کو اجازت دو' سو انہوں نے کھایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے پھر وہ چلے گئے' پھر آپ نے فرمایا: دس (مزید) آدمیوں کو اجازت دو' انہوں نے اجازت دی' پس انہوں نے کھایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے' پھر وہ نکل گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: دس (اور) آدمیوں کو اجازت دو' پس تمام لوگوں نے کھانا کھا لیا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے اور وہ لوگ ستر (۷۰) یا اسّی (۸۰) مرد تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۴۲۲ میں گزر چکی ہے۔

کم کھانے کو زیادہ کرنے کا معجزہ

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں غزوہ خندق کے واقعہ کا ذکر ہے' نیز اس میں مسجد کا ذکر ہے' یہ وہ جگہ ہے جس کو غزوہ خندق میں نماز پڑھنے کے لیے متعین کیا گیا تھا۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا: اٹھو' یعنی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف چلو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حضرت ابوطلحہ کے ہاں جانے کا حکم دیا حالانکہ حضرت ابوطلحہ نے ان کو نہیں بلایا تھا کیونکہ آپ کو حضرت ابوطلحہ کی محبت کا پتا تھا اور آپ نے جو اپنے اصحاب کو بلایا اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عظیم معجزہ تھا کہ کم کھانا زیادہ لوگوں کے لیے کافی ہو گیا' اس سے ان کا آپ کی نبوت پر ایمان زیادہ ہوا اور بھوکے لوگوں نے پیٹ بھر کر کھا لیا اور ان لوگوں نے جو کھانا کھایا وہ آپ کے معجزہ سے حاصل ہوا تھا۔

حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو طعام کی دعوت دی جائے تو وہ اپنی مجلس میں بیٹھنے والوں کو بھی اس دعوت میں لے جائے خواہ ان کو دعوت دینے والوں نے نہ بلایا ہو' مگر میرے نزدیک یہ اس صورت پر محمول ہے کہ جب دعوت دینے والا اس سے خوش ہو اور وہ کھانا ان سب کے لیے کافی ہو۔

(تمہید ج ۱ ص ۲۹۰' وزارت الاوقاف والشئون الاسلامیہ)

جب حضرت ابوطلحہ نے حضرت ام سلیم کو یہ بتایا کہ ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے لیے کافی ہو تو حضرت ام سلیم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ گویا حضرت ام سلیم یہ جان گئی تھیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے کی کم مقدار کے باوجود اتنے اصحاب کو اس لیے لے کر آئے ہیں تاکہ آپ کا یہ معجزہ ظاہر ہو کہ کم کھانا آپ کی برکت سے زیادہ ہو جاتا ہے۔

امام مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے: پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طعام سے کھانا کھایا اور گھر والوں نے کھایا' اس کے بعد بھی کافی کھانا بچ گیا جو ہم نے پڑوسیوں کو ہدیہ کیا۔ (صحیح مسلم: ۲۰۴۰) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس دس اصحاب کو باری باری کھانے کے لیے بلایا تھا' یک بارگی سب کو ایک ساتھ نہیں بلایا' اس کی وجہ یہ تھی کہ گھر چھوٹا تھا اور سب یک بارگی نہیں آ سکتے تھے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۲۵۸۔۲۵۷' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

۳۵۷۹ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَیْرِیُّ حَدَّثَنَا اِسْرَائِیْلُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ کُنَّا نَعُدُّ الْاٰیَاتِ بَرَکَةً وَّاَنْتُمْ تَعُدُّوْنَهَا تَخْوِیْفًا کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَاءُ فَقَالَ اُطْلُبُوْا فَضْلَةً مِّنْ مَّاءٍ فَجَاؤُوْا بِاِنَاءٍ فِیْهِ مَاءٌ قَلِیْلٌ فَاَدْخَلَ یَدَهٗ فِی الْاِنَاءِ ثُمَّ قَالَ حَیَّ عَلَی الطَّهُوْرِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَکَةُ مِنَ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَیْتُ الْمَاءَ یَنْبُعُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ کُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِیْحَ الطَّعَامِ وَهُوَ یُؤْکَلُ. (سنن ترمذی: ۳۶۳۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواحمد الزبیری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از منصور از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: ہم معجزات کو برکت شمار کرتے تھے اور تم ان کو وعید شمار کرتے ہو۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو پانی کم ہو گیا تو آپ نے فرمایا: تم فالتو پانی ڈھونڈ کر لاؤ تو صحابہ ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لے کر آئے' پس آپ نے اپنا ہاتھ پانی میں داخل کیا' پھر آپ نے فرمایا: آؤ مبارک پانی کی طرف' پھر آپ نے فرمایا: یہ برکت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' حضرت عبداللہ نے کہا: پس بے شک میں نے دیکھا آپ کی مبارک انگلیوں کے درمیان سے پانی چشمہ کی طرح ابل رہا تھا اور جس وقت طعام کھایا جاتا تھا تو ہم اس کی تسبیح کی آواز سنتے تھے۔

صحابہ کا کھانے کی تسبیح کو سننا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم ایک سفر میں تھے۔ امام بیہقی نے جزم کے ساتھ کہا ہے کہ یہ سفر حدیبیہ کا تھا اور امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں کہا ہے کہ یہ سفر غزوۂ خیبر کا تھا۔

آپ نے فرمایا: یہ برکت اللہ کی طرف سے ہے' یعنی اس زائد پانی کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے کیونکہ کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

ہم کھانے کے دوران طعام کی تسبیح کو سنتے تھے۔ یہ عہد رسالت کا واقعہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۷۱۔۱۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بعض نشانیوں کا ڈرانے کے لیے ہونا اور بعض نشانیوں کا اللہ کی برکت کے اظہار کے لیے ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نشانیوں کو تخویف (ڈرانا) گمان کرتے ہو اس گمان کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيَاتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا O (بنی اسرائیل:٥٩) ہم نشانیاں صرف ڈرانے کے لیے بھیجتے ہیں O

لیکن درحقیقت نہ تمام نشانیاں ڈرانے کے لیے ہوتی ہیں نہ تمام نشانیاں برکت کے اظہار کے لیے ہوتی ہیں' بعض نشانیاں خوف دلانے کے اظہار کے لیے ہوتی ہیں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ (صحیح البخاری:١٠٤٨) اور بعض نشانیاں اللہ تعالیٰ کی برکت کے اظہار کے لیے ہوتی ہیں جیسے کم کھانے سے کثیر لوگوں کا سیر ہو جانا۔

برکت کا خالق اللہ عزوجل ہے

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی برتن میں تھوڑا سا پانی منگوایا' اس کی حکمت یہ تھی کہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی کو ایجاد اور پیدا کرنے والے ہیں بلکہ پانی کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے' وہی چیزوں کو عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے کم پانی زیادہ ہو گیا اور اس برکت کا خالق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس برکت کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ سے ظاہر فرمایا: اور یہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے۔

طعام اور کنکریوں کے تسبیح پڑھنے کی متعدد احادیث

اسماعیل نے اس حدیث میں یہ تصریح کی ہے کہ ابو احمد الزبیری بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور ہم کھانے کی تسبیح کو سنتے تھے۔ اور امام بیہقی نے اس حدیث کا ایک شاہد بیان کیا ہے کہ حضرت ابوالدرداء اور حضرت سلمان نے ایک دوسرے کی طرف مکتوب لکھا اور اس میں پیالہ کی نشانی بیان کی کہ وہ دونوں ایک پیالہ میں کھانا کھا رہے تھے کہ وہ پیالہ اور پیالہ کا طعام تسبیح کرنے لگا' اور قاضی عیاض نے محمد سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیل ہو گئے تو آپ کے پاس حضرت جبریل ایک تھال لے کر آئے' اس میں انگور اور تازہ کھجوریں تھیں' آپ نے ان سے کھایا تو انہوں نے تسبیح کی۔

میں کہتا ہوں کہ کنکریوں کی تسبیح کرنا مشہور ہے' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات کنکریاں اٹھائیں تو وہ تسبیح کرنے لگیں' پھر آپ نے ان کنکریوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھا تو وہ تسبیح کرنے لگیں۔ اس حدیث کو امام بزار نے اور امام طبرانی نے معجم الاوسط میں ضعیف سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور امام طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ جو لوگ حلقہ میں تھے انہوں نے اس تسبیح کو سنا۔

امام ابن الحاجب نے بعض شیعہ سے روایت کی ہے کہ چاند کا شق ہونا اور کنکریوں کا تسبیح پڑھنا اور کھجور کے تنے کا چیخ مار کر رونا اور ہرنی کا آپ کو آ کر سلام کرنا یہ سب اخبار احاد ہیں حالانکہ ان کی روایت کرنے کے بہت ذرائع تھے تاہم انہوں نے ان کے راویوں کی تکذیب نہیں کی' اگرچہ یہ واقعات خبر واحد سے منقول ہیں لیکن ان کا مجموعہ قطعیت کا فائدہ دیتا ہے' چاند کے شق ہونے اور کھجور کے تنے کی مشہور روایات ہیں جو قطعیت کو مفید ہیں اور کنکریوں کی تسبیح صرف اس سند ضعیف سے ثابت ہے اور ہرنی کے سلام کرنے کی ہمیں کوئی سند نہیں ملی قوی نہ ضعیف۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٧٠٣' دارالمعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

٣٥٨٠- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَامِرٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اَبَاهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

تُوُفِّيَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنَّ اَبِيْ تَرَكَ عَلَيْهِ دَيْنًا وَلَيْسَ عِنْدِيْ اِلَّا مَا يُخْرِجُ نَخْلُهٗ وَلَا يَبْلُغُ مَا يُخْرِجُ سِنِيْنَ مَا عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ مَعِيَ لِكَيْ لَايُفْحِشَ عَلَيَّ الْغُرَمَاءُ فَمَشٰى حَوْلَ بَيْدَرٍ مِّنْ بَيَادِرِ التَّمْرِ فَدَعَا ثُمَّ اٰخَرَ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ فَقَالَ انْزِعُوْهُ فَاَوْفَاهُمُ الَّذِيْ لَهُمْ وَبَقِيَ مِثْلُ مَا اَعْطَاهُمْ.

مجھے عامر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد فوت ہو گئے اور ان پر قرض تھا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' پس میں نے کہا: میرے والد پر قرض ہے اور میرے پاس صرف وہی چیز ہے جو ان کے کھجوروں کے باغ سے پیداوار نکلے گی اور اس پیداوار سے تو کئی سالوں میں بھی قرض ادا نہیں ہو سکتا' سو آپ میرے ساتھ چلیں تا کہ (آپ کو دیکھ کر) قرض خواہ بدزبانی نہ کریں' (جب قرض خواہ نہیں مانے تو) آپ نے کھجوروں کے ڈھیروں میں سے ایک ڈھیر کے گرد چکر لگائے' پھر آپ نے دعا کی' پھر دوسرے ڈھیر کے گرد چکر لگائے' پھر اس پر آپ بیٹھ گئے' پھر فرمایا: کھجوریں اتار کر انہیں پوری پوری دو' سو سارا قرض ادا ہو گیا اور جتنی کھجوریں انہیں دی تھیں اتنی ہی باقی بچ گئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۷' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی یہ ثبوت ہے کہ آپ کی برکت سے اس باغ کی کم کھجوریں زیادہ ہو گئیں۔ حضرت جابر کا پورا قرض ادا ہو گیا اور اتنی ہی کھجوریں پھر بھی بچ گئیں۔

٣٥٨١ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ اَبِيْهِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ اَنَّهٗ حَدَّثَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ وَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَرَّةً مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَّمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اَرْبَعَةٍ فَلْيَذْهَبْ بِخَامِسٍ اَوْ سَادِسٍ اَوْ كَمَا قَالَ وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ وَّانْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ وَّاَبُوْ بَكْرٍ وَّثَلَاثَةً قَالَ فَهُوَ اَنَا وَاَبِيْ وَاُمِّيْ وَلَا اَدْرِيْ هَلْ قَالَ امْرَاَتِيْ وَخَادِمِيْ بَيْنَ بَيْتِنَا وَبَيْنَ بَيْتِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّاَنَّ اَبَا بَكْرٍ تَعَشّٰى عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰى صَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰى تَعَشّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضٰى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ قَالَتْ لَهٗ امْرَاَتُهٗ مَا حَبَسَكَ عَنْ اَضْيَافِكَ اَوْ ضَيْفِكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعثمان نے حدیث بیان کی کہ ان کو حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ اصحاب الصفہ فقراء لوگ تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا: جس آدمی کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچویں کو لے جائے یا چھٹے کو لے جائے یا جس طرح آپ نے فرمایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ کر تین کو لے گئے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس کو لے گئے اور حضرت ابوبکر کے ساتھ تین نفر تھے وہ میں تھا اور میرے والد تھے اور میری ماں تھیں اور مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی اور اپنے خادم کا بھی ذکر کیا تھا یا نہیں' وہ ہمارے گھر اور حضرت ابوبکر کے گھر کے درمیان تھے اور حضرت ابوبکر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رات کا کھانا کھایا' پھر آپ کے پاس ٹھہرے رہے حتیٰ کہ عشاء کی

قَالَ اَوَ عَشَّيْتِهِمْ قَالَتْ اَبَوْا حَتّٰى تَجِيْءَ قَدْ عَرَضُوْا عَلَيْهِمْ فَغَلَبُوْهُمْ فَذَهَبْتُ فَاخْتَبَاْتُ فَقَالَ يَاغُنْثَرُ فَجَدَّعَ وَسَبَّ وَقَالَ كُلُوْا وَقَالَ لَا اَطْعَمُهُ اَبَدًا قَالَ وَاَيْمُ اللّٰهِ مَاكُنَّا نَاْخُذُ مِنَ اللُّقْمَةِ اِلَّا رَبَا مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرُ مِنْهَا حَتّٰى شَبِعُوْا وَصَارَتْ اَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلُ فَنَظَرَ اَبُوْبَكْرٍ فَاِذَا شَيْءٌ اَوْ اَكْثَرُ فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ يَا اُخْتَ بَنِيْ فِرَاسٍ قَالَتْ لَا وَقُرَّةِ عَيْنِيْ لَهِيَ الْاٰنَ اَكْثَرُ مِمَّا قَبْلُ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ فَاَكَلَ مِنْهَا اَبُوْبَكْرٍ وَّقَالَ اِنَّمَا كَانَ الشَّيْطَانُ يَعْنِيْ يَمِيْنَهٗ ثُمَّ اَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً ثُمَّ حَمَلَهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصْبَحَتْ عِنْدَهٗ وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَمَضَى الْاَجَلُ فَفَرَّقْنَا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا مَّعَ كُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ اُنَاسٌ اَللّٰهُ اَعْلَمُ كَمْ مَّعَ كُلِّ رَجُلٍ غَيْرَ اَنَّهٗ بَعَثَ مَعَهُمْ قَالَ اَكَلُوْا مِنْهَا اَجْمَعُوْنَ اَوْ كَمَا قَالَ وَغَيْرُهُمْ يَقُوْلُ مَغْرِفْنَا مِنَ الْغَرَافَةِ.

نماز پڑھ لی' پھر واپس آئے' پھر ٹھہرے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کا کھانا کھا لیا' پھر جب رات کا اتنا حصہ گزر گیا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا تب حضرت ابوبکر آئے' ان کی بیوی نے کہا: آپ کو اپنے مہمانوں سے یا کہا: مہمان سے کس چیز نے روک رکھا تھا؟ حضرت ابوبکر نے پوچھا: کیا تم نے ان کو کھانا نہیں کھلایا؟ ان کی بیوی نے کہا: مہمانوں نے آپ کے آنے کے بغیر کھانے سے انکار کر دیا۔ ان پر کھانا پیش کیا گیا تھا لیکن وہ نہیں مانے اور گھر والوں پر غالب رہے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: سو میں جا کر چھپ گیا۔ حضرت ابوبکر نے (غصہ سے) کہا: اے سستی کے مارے (یا جاہل)! اللہ کرے تیری ناک کٹ جائے اور ان کو برا کہا اور مہمانوں سے کہا: کھاؤ اور میں اس کھانے کو کبھی نہیں کھاؤں گا' حضرت عبدالرحمان نے کہا: اللہ کی قسم! ہم ایک لقمہ لیتے تو نیچے سے اس سے زیادہ نکل آتا حتیٰ کہ وہ سب سیر ہو گئے اور وہ کھانا پہلے سے بہت زیادہ تھا' حضرت ابوبکر نے دیکھا کہ وہ کھانا بہت زیادہ ہے تو اپنی بیوی سے کہا: اے بنی فراس کی بہن! انہوں نے کہا: میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم! یہ کھانا تو اب پہلے سے تین گنا زیادہ ہے' پھر اس میں سے حضرت ابوبکر نے کھایا اور کہا: وہ جو میں نے اس کھانے کو نہ کھانے کی قسم کھائی تھی وہ شیطان کی طرف سے تھی' پھر اس میں سے ایک لقمہ کھایا' پھر وہ کھانا اٹھا کر نبی ﷺ کے پاس لے گئے' وہ کھانا ان کے پاس رہا' اور ہمارے اور ایک قوم کے درمیان صلح کا معاہدہ تھا' پس (اس کی) مدت گزر گئی تھی' ہم نے ان کی بارہ جماعتیں بنا دیں اور ان میں سے ہر مرد کے ساتھ بھی کچھ لوگ تھے' اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ ہر مرد کے ساتھ کتنے مرد تھے؟ لیکن یہ معلوم ہے کہ آپ نے (وہ تمام طعام) لشکر والوں کے ساتھ بھیجا۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام لشکریوں نے اس سے کھایا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٦٠٢ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں نبی ﷺ کا یہ معجزہ ہے کہ تھوڑا طعام زیادہ لوگوں کے لیے کافی ہو گیا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں وہ طعام تین گنا زیادہ ہو گیا تھا لیکن وہ طعام نبی ﷺ کے پاس پہنچا تو وہ اتنا زیادہ ہو گیا کہ پورے لشکر کے لیے کافی ہو گیا اور یہ رسول اللہ ﷺ کا عظیم معجزہ ہے اور یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظیم کرامت ہے۔

٣٥٨٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ وَّعَنْ يُّوْنُسَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَصَابَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ قَحْطٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ جُمُعَةٍ اِذْ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْكُرَاعُ هَلَكَتِ الشَّاءُ فَادْعُ اللّٰهَ يَسْقِيْنَا فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا قَالَ اَنَسٌ وَّاِنَّ السَّمَاءَ كَمِثْلِ الزُّجَاجَةِ فَهَاجَتْ رِيْحٌ اَنْشَاَتْ سَحَابًا ثُمَّ اجْتَمَعَ ثُمَّ اَرْسَلَتِ السَّمَاءُ عَزَالِيَهَا فَخَرَجْنَا نَخُوْضُ الْمَاءَ حَتّٰى اَتَيْنَا مَنَازِلَنَا فَلَمْ تَزَلْ نُمْطَرُ اِلَى الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى فَقَامَ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الرَّجُلُ اَوْ غَيْرُهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ فَادْعُ اللّٰهَ يَحْبِسُهٗ فَتَبَسَّمَ ثُمَّ قَالَ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَنَظَرْتُ اِلَى السَّحَابِ تَصَدَّعَ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ كَاَنَّهٗ اِكْلِيْلٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز از حضرت انس رضی اللہ عنہ و از یونس از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اہل مدینہ پر قحط آ گیا' پس جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے' ایک مرد کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! گھوڑے (بھوک سے) مر گئے اور بکریاں مر گئیں' سو آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ ہم پر بارش نازل فرمائے' پس آپ نے اپنے ہاتھ بلند کیے اور دعا کی۔ حضرت انس نے کہا: اس وقت آسمان شیشہ کی طرح شفاف تھا' پھر پُر جوش ہوا چلی اور اس نے بادلوں کو اٹھایا' پھر وہ بادل جمع ہوئے' پھر آسمان نے اپنے دہانے کھول دیئے اور (زوردار) بارش ہوئی کہ ہم بارش میں ڈوبتے ہوئے چل رہے تھے حتیٰ کہ ہم اپنے گھروں میں پہنچے' پھر دوسرے جمعہ تک مسلسل بارش ہوتی رہی' پھر وہی مرد کھڑا ہوا یا کوئی دوسرا شخص' پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! مکانات منہدم ہو گئے' سو آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ اس بارش کو روک دے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے' پھر آپ نے دعا کی: ہمارے ارد گرد بارش ہو' ہم پر بارش نہ ہو پس میں نے بادلوں کی طرف نظر کی تو وہ مدینہ کے گرد پھٹ چکے تھے گویا کہ مدینہ (زر و جواہر سے مرصّع) تاج کی طرح ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٩٣٢' میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معجزہ ہے کہ آپ کی دعا فوراً قبول ہوتی ہے

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معجزہ کا بیان ہے کہ آسمان شفاف تھا' اس میں کہیں بادل کا نام و نشان نہیں تھا لیکن جیسے ہی آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے' فوراً بادل امڈ آئے اور اتنی بارش ہوئی کہ جل تھل ہو گئے' پھر جب آپ نے بارش روکنے کے لیے دعا کی تو اسی وقت بارش رک گئی اور آپ جس سمت اشارہ فرماتے تھے بادل اسی طرف چلے جاتے تھے۔

٣٥٨٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيْرٍ اَبُوْ غَسَّانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَفْصٍ وَّاسْمُهٗ عُمَرُ بْنُ الْعَلَاءِ اَخُوْ اَبِيْ عَمْرِو بْنِ الْعَلَاءِ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ اِلٰى جِذْعٍ فَلَمَّا اتَّخَذَ الْمِنْبَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن کثیر ابو غسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو حفص نے حدیث بیان کی اور ان کا نام عمر بن العلاء ہے وہ ابو عمرو بن العلاء کے بھائی ہیں' انہوں نے کہا: میں نے نافع سے سنا از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ

تَحَوَّلَ اِلَيْهِ فَحَنَّ الْجِذْعُ فَاَتَاهُ فَمَسَحَ يَدَهُ عَلَيْهِ. وَقَالَ عَبْدُ الْحَمِيْدِ اَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ اَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ نَّافِعٍ بِهٰذَا وَرَوَاهُ اَبُوْعَاصِمٍ عَنِ ابْنِ اَبِىْ رَوَّادٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

نبی ﷺ ایک کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے' پس جب منبر بنالیا گیا تو آپ اس کی طرف مڑ گئے' پس وہ تنا آواز سے رویا' سو آپ اس کے پاس آئے اور اس کے اوپر اپنا ہاتھ پھیرا۔ عبدالحمید نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن العلاء نے خبر دی از نافع اسی طرح بیان کیا۔ اس حدیث کی ابوعاصم نے از ابن ابی رواد روایت کی از نافع از ابن عمر از نبی ﷺ۔

٣٥٨٤- حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِىْ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْمُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلٰى شَجَرَةٍ اَوْ نَخْلَةٍ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَوْ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا نَجْعَلُ لَكَ مِنْبَرًا قَالَ اِنْ شِئْتُمْ فَجَعَلُوْا لَهُ مِنْبَرًا فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ دُفِعَ اِلَى الْمِنْبَرِ فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ صِيَاحَ الصَّبِيِّ ثُمَّ نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَمَّهُ اِلَيْهِ تَئِنُّ اَنِيْنَ الصَّبِيِّ الَّذِىْ يُسَكَّنُ قَالَ كَانَتْ تَبْكِىْ عَلٰى مَاكَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ عِنْدَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جمعہ کے دن ایک درخت (کے تنے) سے ٹیک لگاتے تھے یا کہا کھجور کے درخت سے' انصار کی ایک عورت نے یا مرد نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے لیے ایک منبر بنا دیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو' پھر جب جمعہ کا دن آیا تو آپ منبر پر بیٹھ گئے تو وہ کھجور کا درخت (کا تنا) بچوں کی طرح چیخ کر رونے لگا۔ نبی ﷺ (منبر سے) اترے پس اس تنے کو اپنے ساتھ لپٹایا' وہ اس بچہ کی طرح سسکیاں لے کر رو رہا تھا جس کو چپ کرایا جا رہا ہو' وہ اس وجہ سے رو رہا تھا کہ وہ اس جگہ ذکر سنتا تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٤٤٩ میں گزر چکی ہے۔

وہ آپ کی محبت میں رو رہا تھا کہ اب وہ آپ سے دور ہو گیا تھا اور آپ کے خطبہ کی آواز سننے سے بھی دور ہو گیا تھا۔

٣٥٨٥- حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَخِىْ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ حَفْصُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ كَانَ الْمَسْجِدُ مَسْقُوْفًا عَلٰى جُذُوْعٍ مِّنْ نَخْلٍ فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ يَقُوْمُ اِلٰى جِذْعٍ مِّنْهَا فَلَمَّا صُنِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ وَكَانَ عَلَيْهِ فَسَمِعْنَا لِذٰلِكَ الْجِذْعِ صَوْتًا كَصَوْتِ الْعِشَارِ حَتّٰى جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان بن بلال از یحییٰ بن سعید انہوں نے کہا: مجھے حفص بن عبیداللہ بن انس بن مالک نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ مسجد کی چھت کھجور کے تنوں کی چھت سے بنی ہوئی تھی' پس نبی ﷺ جب خطبہ دیتے تو کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا لیتے' سو جب آپ کے لیے منبر بنا دیا گیا اور آپ اس پر بیٹھ گئے تو ہم نے اس تنے کی آواز سنی جیسے

يَدَهٗ عَلَيْهَا فَسَكَنَتْ.

دس ماہ کی حاملہ اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس آئے اور آپ نے اپنا ہاتھ اس کے اوپر رکھا' پھر وہ تنا پرسکون ہو گیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۴۴۹' میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معجزہ کہ کھجور کا تنا آپ کی محبت سے آپ کے فراق میں رویا حضرت عیسیٰ کے مردے زندہ کرنے سے افضل ہے

امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی المتوفی ۲۵۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کے تنے کے رونے کی آواز سنی تو آپ اس کے پاس آئے اور اس کے اوپر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا: اگر تم چاہو تو تمہیں اس جگہ بو دوں جس جگہ تم پہلے تھے اور اگر تم چاہو تو میں تم کو جنت میں بو دوں اور تم جنت کے دریاؤں اور چشموں کا پانی پیتے رہو' پھر تم سے عمدہ سبزہ اور پھل پیدا ہوں اور اولیاء اللہ تمہارے پھلوں اور کھجوروں کو کھائیں' حضرت بریدہ نے کہا کہ اس تنے نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سنی اور اس نے آپ سے دو مرتبہ کہا: جی ہاں! آپ ایسا کر دیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا: آپ مجھے جنت میں بو دیں۔ (سنن دارمی: ۳۲' ج ۱ ص ۳۵' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی امام دارمی کی اس روایت سے استدلال کیا ہے' نیز وہ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے کہا ہے کہ کھجور کے تنے کا رونا ان امور میں سے ہے جن پر تمام متقدمین اور متاخرین نے اعتماد کیا ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جمادات میں بھی اللہ تعالیٰ نے حیوانوں کی طرح ادراک پیدا کیا ہے بلکہ ان سے افضل ادارک پیدا کیا ہے اور اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ. (بنی اسرائیل: ۴۴) اور ہر چیز اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے O

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ مناقب شافعی میں یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کھجور کے تنے کے رونے کا معجزہ عطا کیا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مردے زندہ کرنے سے افضل ہے کیونکہ آپ نے کھجور کے تنے کی آواز سنی۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۱۲' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۵۸۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ شُعْبَةَ وَحَدَّثَنِیْ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَیْمَانَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ یُّحَدِّثُ عَنْ حُذَیْفَةَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَیُّکُمْ یَحْفَظُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْفِتْنَةِ فَقَالَ حُذَیْفَةُ اَنَا اَحْفَظُ کَمَا قَالَ قَالَ هَاتِ اِنَّكَ لَجَرِیْءٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِیْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَجَارِهٖ تُکَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ اور مجھے بشر بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان' انہوں نے کہا: میں نے ابووائل سے سنا وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرتے تھے' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا' تم میں سے کس کو فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث یاد ہے؟ حضرت حذیفہ نے کہا: مجھے یاد ہے جس طرح آپ نے ارشاد فرمایا تھا' حضرت عمر نے کہا: آپ بیان کریں بے شک آپ اس پر

قَالَ لَيْسَتْ هٰذِهِ وَلٰكِنِ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا بَاْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا اِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُّغْلَقًا قَالَ يُفْتَحُ الْبَابُ اَوْ يُكْسَرُ؟ قَالَ لَا بَلْ يُكْسَرُ قَالَ ذَاكَ اَحْرٰى اَنْ لَّا يُغْلَقَ قُلْنَا عَلِمَ الْبَابَ قَالَ نَعَمْ كَمَا اَنَّ دُوْنَ غَدٍ اللَّيْلَةَ اِنِّيْ حَدَّثْتُهٗ حَدِيْثًا لَيْسَ بِالْاَغَالِيْطِ فَهِبْنَا اَنْ نَّسْاَلَهٗ وَاَمَرْنَا مَسْرُوْقًا فَسَاَلَهٗ فَقَالَ مَنِ الْبَابُ قَالَ عُمَرُ.

جرأت رکھتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مرد کا اس کی بیوی' اس کے مال اور اس کے پڑوسی کے متعلق جو فتنہ ہوتا ہے اس کا کفارہ نماز سے' صدقہ سے' نیکی کا حکم دینے سے اور برائی سے روکنے سے ہو جاتا ہے۔ حضرت عمر نے کہا: یہ فتنہ میری مراد نہیں ہے بلکہ میری مراد وہ فتنہ ہے جو سمندر کی موجوں کی طرح امڈ کر آئے گا۔ حضرت حذیفہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے' آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک مقفل دروازہ ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا: آیا اس دروازہ کو کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ حضرت حذیفہ نے کہا: بلکہ اس کو توڑا جائے گا' حضرت عمر نے فرمایا: پھر وہ دروازہ کبھی بند نہیں ہو سکے گا' ہم نے پوچھا: کیا حضرت عمر نے اس دروازہ کو جان لیا تھا' حضرت حذیفہ نے کہا: ہاں! انہوں نے اس کو اس طرح جان لیا تھا جس طرح صبح کے بعد رات ہے اور میں نے ان کو ایسی حدیث بیان کی ہے جو پہیلی نہیں ہے' پس ہم ان سے سوال کرنے سے ڈرے اور ہم نے مسروق سے کہا کہ آپ ان سے سوال کریں' پس مسروق نے ان سے پوچھا کہ دروازہ سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت عمر۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۲۵ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غیب کی خبریں دینا اور یہ آپ کا معجزہ ہے

اس باب میں معجزات کا بیان ہے اور چونکہ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو مستقبل کی خبریں بتائی تھیں سو یہ غیب کی خبر ہے اور آپ کا معجزہ ہے' اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے مطابق ہے۔

۳۵۸۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ وَحَتّٰى تُقَاتِلُوا التُّرْكَ صِغَارَ الْاَعْيُنِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس قوم کے ساتھ جنگ نہ کرلو جو بالوں والے جوتے پہنے گی اور جب تک تم ترکوں سے جنگ نہ کرلو' جن کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی' چہرے سرخ ہوں گے' ناک چھوٹی اور چپٹی ہوگی گویا ان کے چہرے تہ بہ تہ ڈھال کی طرح ہوں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۲۸' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں نبی ﷺ نے مستقبل کی خبر دی ہے اور یہ غیب کی خبر ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔

۳۵۸۸ - وَتَجِدُوْنَ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ اَشَدَّهُمْ كَرَاهِيَةً لِّهٰذَا الْاَمْرِ حَتّٰى يَقَعَ فِيْهِ وَالنَّاسُ مَعَادِنُ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ.

اور تم حکومت کے لیے سب سے بہتر شخص اس کو قرار دو گے جو حکومت کرنے کو سب سے زیادہ برا جانے گا' حتیٰ کہ وہ اس میں مبتلا ہو جائے' لوگ معدنیات کی طرح ہیں' جو جاہلیت میں عمدہ تھے وہ اسلام میں عمدہ ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۴۹۳' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی غیب کی خبر دی گئی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۳۵۸۹ - وَلَيَاْتِيَنَّ عَلٰى اَحَدِكُمْ زَمَانٌ لَّاَنْ يَّرَانِيْ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ مِثْلُ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ.

اور تم میں سے کسی ایک شخص پر ضرور ایسا زمانہ آئے گا کہ اس کو اپنے گھر بار اور مال و دولت سے زیادہ یہ محبوب ہوگا کہ وہ میری زیارت کر لے۔

(صحیح مسلم: ۲۳۶۴' الرقم المسلسل: ۶۰۲۳' صحیح ابن حبان: ۶۷۶۵' دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۵۳۶' شرح السنۃ: ۳۸۴۲' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۸۱۴۱۔ ج ۱۳ ص ۴۸۷' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث میں بھی نبی ﷺ نے مستقبل میں واقع ہونے والے ایک امر کی خبر دی اور یہ بھی غیب کی خبر ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔

۳۵۹۰ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا خُوْزًا وَّكَرْمَانَ مِنَ الْاَعَاجِمِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ فُطْسَ الْاُنُوْفِ صِغَارَ الْاَعْيُنِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ. تَابَعَهٗ غَيْرُهٗ عَنْهُ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تم (ایران کے شہر) خوز اور کرمان سے جنگ نہ کر لو' ان عجمیوں سے جن کے چہرے سرخ ہوں گے' ناک چپٹی ہوگی' آنکھیں چھوٹی ہوں گی' ان کے چہرے تہ بہ تہ ڈھال کی طرح ہوں گے اور وہ بالوں والے چمڑے کی جوتیاں پہنے ہوئے ہوں گے۔ یحییٰ کے غیر نے اس حدیث کی متابعت عبدالرزاق سے کی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۹۲۸' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی نبی ﷺ نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۳۵۹۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ اِسْمٰعِيْلُ اَخْبَرَنِيْ قَيْسٌ قَالَ اَتَيْنَا اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ اسماعیل نے کہا کہ مجھے قیس نے خبر دی' انہوں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ سِنِيْنَ لَمْ اَكُنْ فِي شَيْءٍ اَحْرَصَ عَلٰى اَنْ اَعِيَ الْحَدِيْثَ مِنِّيْ فِيْهِنَّ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ وَقَالَ هٰكَذَا بِيَدِهٖ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ وَهُوَ هٰذَا الْبَارِزُ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً وَّهُمْ اَهْلُ الْبَارِزِ.

نے کہا کہ ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں تین سال رہا ہوں مجھے اپنی پوری زندگی میں کبھی حدیث یاد کرنے کی اتنی حرص نہیں ہوئی جتنی ان تین سالوں میں ہوئی میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا: تم قرب قیامت میں ایسی قوم سے جنگ کرو گے جو بالوں والے چمڑے کی جوتیاں پہنیں گے اور وہ یہ بارز ہے (یعنی ایرانی) اور سفیان نے ایک بار کہا: وہ اہل بازر ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۹۲۸' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۳۵۹۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا يَنْتَعِلُوْنَ الشَّعَرَ وَتُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے الحسن سے سنا وہ کہتے تھے: ہمیں عمرو بن تغلب نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: قرب قیامت میں تم ایسی قوم سے جنگ کرو گے جو بالوں والے چمڑے کی جوتیاں پہنیں گے اور ایسی قوم کے ساتھ جنگ کرو گے جن کے چہرے تہ بہ تہ ڈھالوں کی طرح ہوں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۲۷' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۳۵۹۳ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُقَاتِلُكُمُ الْيَهُوْدُ فَتُسَلَّطُوْنَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُ الْحَجَرُ يَا مُسْلِمُ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ وَّرَائِيْ فَاقْتُلْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبد اللہ نے خبر دی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: تم سے یہود جنگ کریں گے پس تم ان پر غالب ہو جاؤ گے پھر پتھر کہے گا: اے مسلم یہ یہودی میرے پیچھے ہے تم اس کو قتل کر دو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۲۵' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۳۵۹۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث

عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَغْزُوْنَ فَیُقَالُ فِیْکُمْ مَنْ صَحِبَ الرَّسُوْلَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ عَلَیْهِمْ ثُمَّ یَغْزُوْنَ فَیُقَالُ لَهُمْ هَلْ فِیْکُمْ مَنْ صَحِبَ مَنْ صَحِبَ الرَّسُوْلَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیُفْتَحُ لَهُمْ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از جابر از حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ جنگ کریں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہے؟ پس وہ کہیں گے کہ ہاں! تو ان کو فتح ہوگی' پھر وہ جنگ کریں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی کا صحابی ہو؟ وہ کہیں گے ہاں! تو ان کو فتح ہوگی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۹۷' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۳۵۹۵ - **حَدَّثَنِیْ** مُحَمَّدُ بْنُ الْحَکَمِ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ اَخْبَرَنَا اِسْرَائِیْلُ اَخْبَرَنَا سَعْدٌ الطَّائِیُّ اَخْبَرَنَا مُحِلُّ بْنُ خَلِیْفَةَ عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ بَیْنَا اَنَا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَتَاهُ رَجُلٌ فَشَکَا اِلَیْهِ الْفَاقَةَ ثُمَّ اَتَاهُ اٰخَرُ فَشَکَا اِلَیْهِ قَطْعَ السَّبِیْلِ فَقَالَ یَا عَدِیُّ هَلْ رَاَیْتَ الْحِیْرَةَ قُلْتُ لَمْ اَرَهَا وَقَدْ اُنْبِئْتُ عَنْهَا قَالَ فَاِنْ طَالَتْ بِكَ حَیَاةٌ لَتَرَیَنَّ الظَّعِیْنَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِیْرَةِ حَتّٰی تَطُوْفَ بِالْکَعْبَةِ لَاتَخَافُ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ قُلْتُ فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ نَفْسِیْ فَاَیْنَ دُعَّارُ طَیِّئٍ الَّذِیْنَ قَدْ سَعَّرُوا الْبِلَادَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَیٰوةٌ لَتُفْتَحَنَّ کُنُوْزُ کِسْرٰی قُلْتُ کِسْرَی بْنُ هُرْمُزَ قَالَ کِسْرَی بْنُ هُرْمُزَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَیَاةٌ لَتَرَیَنَّ الرَّجُلَ یُخْرِجُ مِلْءَ کَفِّهٖ مِنْ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ یَطْلُبُ مَنْ یَّقْبَلُهٗ مِنْهُ فَلَا یَجِدُ اَحَدًا یَّقْبَلُهٗ مِنْهُ وَلَیَلْقَیَنَّ اللّٰهَ اَحَدُکُمْ یَوْمَ یَلْقَاهُ وَلَیْسَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَهٗ تَرْجُمَانٌ یُّتَرْجِمُ لَهٗ فَیَقُوْلَنَّ اَلَمْ اَبْعَثْ اِلَیْكَ رَسُوْلًا فَیُبَلِّغَكَ فَیَقُوْلُ بَلٰی فَیَقُوْلُ اَلَمْ اُعْطِكَ مَالًا وَّاُفْضِلْ عَلَیْكَ فَیَقُوْلُ بَلٰی فَیَنْظُرُ عَنْ یَّمِیْنِهٖ فَلَا یَرٰی اِلَّا جَهَنَّمَ وَیَنْظُرُ عَنْ یَّسَارِهٖ فَلَا یَرٰی اِلَّا جَهَنَّمَ قَالَ عَدِیٌّ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِتَّقُوا النَّارَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن الحکم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں سعد الطائی نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں محل بن خلیفہ نے خبر دی از حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا کہ جب آپ کے پاس ایک مرد آیا' اس نے آپ سے فاقہ کی شکایت کی' پھر آپ کے پاس دوسرا مرد آیا' اس نے آپ سے راستوں میں ڈاکوؤں کی شکایت کی' آپ نے پوچھا: اے عدی! کیا تم نے حیرہ کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا: میں نے اس کو نہیں دیکھا لیکن میں نے اس کی خبر سنی ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر تمہاری زندگی طویل ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک مسافر عورت حیرہ سے سفر کرے گی حتیٰ کعبہ کا طواف کرے گی اور وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گی۔ میں نے اپنے دل میں کہا: پھر بنو طے کے ان ڈاکوؤں کا کیا ہوگا جنہوں نے شہروں میں لوٹ مار کر رکھی ہے۔ (اور آپ نے فرمایا:) اگر تمہاری زندگی مزید طویل ہوئی تو تم دیکھو گے کہ کسریٰ کے خزانے فتح کیے جائیں گے۔ میں نے پوچھا: کسریٰ بن ہرمز کے؟ آپ نے فرمایا: کسریٰ بن ہرمز کے اور اگر تمہاری زندگی طویل ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک آدمی اپنی ہتھیلی میں سونا یا چاندی بھر کر نکلے گا اور وہ کسی ایسے شخص کو تلاش کرے گا جو اس کو قبول کرلے اور اسے

وَلَوْ بِشِقَّةِ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ شِقَّةَ تَمْرَةٍ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ قَالَ عَدِيٌّ فَرَاَيْتُ الظَّعِينَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيرَةِ حَتّٰى تَطُوْفَ بِالْكَعْبَةِ لَاتَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ وَكُنْتُ فِيمَنِ افْتَتَحَ كُنُوْزَ كِسْرٰى بْنِ هُرْمُزَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِكُمْ حَيٰوةٌ لَتَرَوُنَّ مَا قَالَ النَّبِيُّ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْرِجُ مِلْءَ كَفِّهٖ. حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ اَخْبَرَنَا سَعْدَانُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْمُجَاهِدٍ حَدَّثَنَا مُحِلُّ بْنُ خَلِيفَةَ سَمِعْتُ عَدِيًّا كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کو قبول کرنے والا کوئی شخص نہیں ملے گا' اور تم میں سے ایک شخص ضرور اللہ تعالیٰ سے اس کی ملاقات کے دن ملاقات کرے گا اور اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی ترجمہ کرنے والا ترجمان نہیں ہوگا' پس اللہ تعالیٰ ضرور فرمائے گا: کیا میں نے تمہاری طرف رسول نہیں بھیجا تھا جس نے تم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ بندہ کہے گا: کیوں نہیں! پھر اللہ فرمائے گا: کیا میں نے تم کو مال عطاء نہیں کیا تھا؟ اور تم کو فضیلت نہیں دی تھی؟ وہ بندہ کہے گا: کیوں نہیں! وہ اپنی دائیں طرف نظر کرے گا تو صرف دوزخ دیکھے گا اور اپنی بائیں طرف نظر کرے گا تو صرف دوزخ دیکھے گا۔ حضرت عدی کہتے ہیں کہ میں نے سنا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: دوزخ سے بچو خواہ کھجور کا ٹکڑا صدقہ کر کے (اور اگر وہ نہ ملے تو) اچھی بات سے۔ حضرت عدی نے کہا: پس میں نے دیکھا کہ ایک مسافر عورت حیرہ سے چلتی تھی حتیٰ کہ کعبہ کا طواف کرتی تھی' اور وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتی تھی اور میں ان مسلمانوں میں سے تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو فتح کیا تھا اور اگر تمہاری حیات طویل ہوئی تو تم ضرور اس بات کو دیکھو گے جو نبی ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی کہ ایک مرد اپنی ہتھیلی میں سونا یا چاندی بھر کر نکلے گا۔ مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعدان بن بشر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابومجاہد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محل بن خلیفہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عدی سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۱۳' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی آپ نے کئی غیب کی خبریں دی ہیں اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٥٩٦ - حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ شُرَحْبِيلٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلّٰى عَلٰى اَهْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَهٗ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّيْ فَرَطُكُمْ وَاَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰى حَوْضِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے سعید بن شرحبیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید از ابی الخیر از حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے' آپ نے اہل احد پر نماز پڑھی جو جنازہ کی نماز تھی' پھر آپ منبر کی طرف لوٹے' پس آپ نے فرمایا: میں

الْاٰنَ وَاِنِّیْ قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ بَعْدِیْ اَنْ تُشْرِكُوْا وَلٰكِنْ اَخَافُ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا.

تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور بے شک اللہ کی قسم! ضرور میں اب اپنے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں اور بے شک اللہ کی قسم! مجھے اپنے بعد تم (سب کے) شرک کرنے کا خطرہ نہیں ہے لیکن مجھے یہ خوف ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۴' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد پیش گوئیاں کی ہیں اور غیب کی خبریں دی ہیں اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٥٩٧ - حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ اُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُطُمٍ مِّنَ الْاٰطَامِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰى اِنِّیْ اَرَى الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ مَوَاقِعَ الْقَطْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹیلوں میں سے کسی ٹیلے کے اوپر سے جھانکا پس فرمایا: کیا تم ان چیزوں کو دیکھ رہے ہو جن کو میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے گھروں میں فتنے اس طرح گر رہے ہیں جیسے بارش کے قطرے گرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۷۸' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٥٩٨ - حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ زَيْنَبَ ابْنَةَ اَبِیْ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتَ اَبِیْ سُفْيَانَ حَدَّثَتْهَا عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا يَّقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلُ هٰذَا وَحَلَّقَ بِاِصْبَعِهٖ وَبِالَّتِیْ تَلِيْهَا فَقَالَتْ زَيْنَبُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے حدیث بیان کی کہ زینب بنت ابی سلمہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس گھبرائے ہوئے آئے آپ فرما رہے تھے: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' عرب کی ہلاکت اس شر سے آئے گی جس کے وقوع کا زمانہ قریب آ پہنچا ہے' آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں اتنا شگاف ہو گیا ہے آپ نے اپنی انگلی اور اس کے قریب والی انگلی سے حلقہ بنا کر دکھایا' حضرت زینب نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم لوگ ہلاک ہو جائیں گے حالانکہ ہم میں نیک لوگ بھی ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! جب خباثتیں زیادہ ہو جائیں گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٤٦' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٥٩٩ - وَعَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَتْنِي هِنْدٌ بِنْتُ الْحَارِثِ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ قَالَتِ اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْخَزَائِنِ وَمَاذَا اُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ.

اور الزہری سے روایت ہے: انہوں نے کہا: مجھے ھند بنت الحارث نے حدیث بیان کی کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے بیدار ہو کر فرمایا: سبحان اللہ! کیا کیا خزانے نازل کیے گئے اور کیا کیا فتنے نازل کیے گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٥' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی غیب کی خبر ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦٠٠ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ الْمَاجِشُوْنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ صَعْصَعَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ اِنِّيْ اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَتَتَّخِذُهَا فَاَصْلِحْهَا وَاَصْلِحْ رُعَامَهَا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ تَكُوْنُ الْغَنَمُ فِيْهِ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ اَوْسَعَفَ الْجِبَالِ فِيْ مَوَاقِعِ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ بن الماجشون نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن ابی صعصعہ از والد خود از حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بکریوں سے محبت کرتے ہو اور ان کو پالتے ہو' سو تم ان کی اچھی طرح نگہداشت کرو اور ان کے چرواہوں کی بھی اصلاح کرو کیونکہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمانوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ مسلمان کا سب سے عمدہ مال اس کی بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلا جائے گا یا بارش گرنے کی جگہوں پر چلا جائے گا' اس طرح وہ اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لیے بھاگتا رہے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٩' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں بھی نبی ﷺ نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦٠١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ الْاُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ فِتَنٌ الْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِيْ وَالْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ وَمَنْ تُشْرِفْ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ وَمَنْ وَجَدَ مَلْجَاً اَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهٖ. [اطراف الحدیث: ٧٠٨١-٧٠٨٢]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز الاویسی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از ابن شہاب از ابن المسیب و ابی سلمۃ بن عبدالرحمان انہوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عنقریب فتنے ہوں گے اس وقت بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہوا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا اور جو ان فتنوں میں جھانکے گا فتنے اس کو ہلاک کر دیں گے اور جس کو کوئی پناہ یا

عافیت کی جگہ مل جائے وہ اس پناہ کو حاصل کر لے۔

(صحیح مسلم:٢٨٨٦'الرقم المسلسل:٧١٤١'صحیح ابن حبان:٥٩٥٩'شرح السنۃ:٤٢٢٩'مسند ابوداؤد الطیالسی:٢٣٤٤'سنن بیہقی ج ٨ ص ١٩٠'مسند احمد ج ٢ ص ٢٨٢'طبع قدیم'مسند احمد:٧٧٩٦'ج ١٣ ص ٢٠٧'مؤسسۃ الرسالۃ'بیروت)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جو شخص فتنوں میں جھانکے گا' اس کا مطلب ہے جو شخص فتنہ اور شر پھیلا رہا ہو تو جو شخص اس کے شر کا سامنا کرے گا اور اس کے شر کے درمیان واقع ہو گا تو وہ بھی اس شر کی لپیٹ میں آ جائے گا۔

اس حدیث میں آپ نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦٠٢- وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ اَبُوْبَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُطِيْعِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ نَوْفَلِ بْنِ مُعَاوِيَةَ مِثْلَ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ هٰذَا اِلَّا اَنَّ اَبَا بَكْرٍ يَّزِيْدُ مِنَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةٌ مَنْ فَاتَتْهُ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ.

واز ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن مطیع بن الاسود از نوفل بن معاویہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی مثل روایت ہے مگر ابوبکر نے نماز کا اضافہ کیا ہے کہ جس کی نماز فوت ہو گئی اس کے اہل و عیال اور مال فوت ہو گیا۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

ہر چند کہ اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت نہیں ہے کیونکہ یہ باب معجزات کے بیان میں ہے اور حدیث میں نماز کو قضاء کرنے کے نقصان کا بیان ہے' نیز اس حدیث میں نماز سے مراد نماز عصر ہے جیسا کہ صحیح البخاری:٥٥٢' میں اس کی تصریح ہے۔ امام بخاری نے اس اضافہ کی تبعاً روایت کی ہے کیونکہ اس اضافہ کا بھی اسی حدیث میں ذکر ہے۔

علامہ عینی کا عدم تتبع

علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ اس نماز سے مراد نماز عصر ہے' جیسا کہ سنن نسائی میں اس کی تصریح ہے کہ عصر کی نماز قضاء کرنے کا نقصان اس طرح ہے جیسے اس کے اہل و عیال اور مال کا نقصان ہوا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ١٩١'دار الکتب العلمیہ' بیروت'١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے زیادہ تتبع اور چھان بین نہیں کی ورنہ یہ حدیث صحیح البخاری:٥٥٢' میں بھی ہے اور سنن نسائی کے بجائے صحیح بخاری کا حوالہ دینا زیادہ مستند اور قوی ہے۔

٣٦٠٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتَكُوْنُ اَثَرَةٌ وَّاُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِيْ عَلَيْكُمْ وَتَسْاَلُوْنَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَكُمْ.

[طرف الحدیث: ٧٠٥٢] (صحیح مسلم: ١٨٤٣'الرقم المسلسل: ٤٦٦٨'سنن ترمذی:٢١٩٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از زید بن وھب از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: عنقریب ایسا زمانہ آئے گا جس میں تم پر دوسروں کو مقدم کیا جائے گا اور ایسے امور سامنے آئیں گے جن کو تم برا سمجھو گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسے زمانہ میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم پر جو فرائض ہیں تم ان کو ادا کرتے رہنا اور اپنے حقوق کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا۔

جمہور صحابہ کا ظالم حکمرانوں کی بیعت پر قائم رہنا

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ایسا زمانہ آئے گا جس میں تم پر دوسروں کو مقدم کیا جائے گا جیسے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما' حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایسے اکابر اور جلیل القدر صحابہ کے ہوتے ہوئے' یزید بن معاویہ' پھر مروان بن الحکم اور پھر عبدالملک بن مروان کو حکمران بنالیا گیا' ان کے گورنر شراب پیتے تھے اور رقص وسرود کے دلدادہ تھے۔

آپ نے فرمایا: تم پر جو فرائض ہیں وہ ادا کرتے رہنا یعنی حکمرانوں کے احکام سننا اور ان کی غیر معصیت میں اطاعت کرنا اور جب تک تم ان کا کفر بواح نہ دیکھ لو اس وقت تک ان کے خلاف بغاوت نہ کرنا اور جمہور صحابہ نے آپ کے اس ارشاد پر عمل کیا اور ان حکمرانوں کے فسق وفجور کے باوجود ان کی بیعت پر قائم رہے۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبریں دی ہیں اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦٠٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِى التَّيَّاحِ عَنْ اَبِىْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهْلِكُ النَّاسَ هٰذَا الْحَىُّ مِنْ قُرَيْشٍ قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ لَوْ اَنَّ النَّاسَ اعْتَزَلُوْهُمْ قَالَ مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْدَاوُدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِى التَّيَّاحِ سَمِعْتُ اَبَا زُرْعَةَ. [اطراف الحدیث: ٣٦٠٥-٧٠٥٨] (صحیح مسلم: ٢٩١٧' الرقم المسلسل: ٧٢١٩' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٦ ص ٤٦٤' مسند احمد ج ٢ ص ٣٠١' طبع قدیم' مسند احمد: ٨٠٠٥' ج ١٣ ص ٣٨١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو معمر اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از ابوزرعۃ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قریش کا یہ قبیلہ لوگوں کو ہلاک کر دے گا۔ صحابہ نے پوچھا: ہمیں ایسی صورت میں آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کاش لوگ ان (ظالموں) سے الگ رہیں۔ محمود نے کہا: ہمیں ابوداؤد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ابی التیاح' انہوں نے کہا: میں نے ابوزرعہ سے سنا۔

حکمرانوں کے تنازع کے وقت ان سے الگ رہنے میں سلامتی ہے

آپ نے فرمایا: کاش لوگ ان سے الگ رہیں' یعنی جب ان کا حکومت میں تنازع ہو اور بعض' بعض کی حمایت کریں اس وقت ان سے الگ رہنے میں سلامتی ہے کیونکہ ان میں سے کسی ایک کی تائید اور حمایت کرنا شر اور فساد کا باعث ہوگا۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦٠٥ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّىُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ الْاُمَوِىُّ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كُنْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ فَسَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ يَقُوْلُ هَلَاكُ اُمَّتِىْ عَلٰى يَدَىْ غِلْمَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ غِلْمَةٌ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اِنْ شِئْتَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد المکی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ بن سعید الاموی نے حدیث بیان کی از جد خود' انہوں نے کہا: میں مروان اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا' پس میں نے سنا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ کہہ رہے تھے کہ میں نے الصادق المصدوق کو یہ فرماتے ہوئے سنا

اَنْ اُسَمِّيَهُمْ بَنِي فُلَانٍ وَّبَنِي فُلَانٍ.

ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں کے ہاتھ سے ہوگی' مروان نے پوچھا: لڑکوں سے؟ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: اگر تم چاہو تو میں ان کے نام بیان کروں' بنوفلاں اور بنوفلاں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۰۴' میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبریں دی ہیں اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦٠٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْحَضْرَمِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُوْاِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيُّ اَنَّهٗ سَمِعَ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ يَقُوْلُ كَانَ النَّاسُ يَسْاَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ اَسْاَلُهٗ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ اَنْ يُّدْرِكَنِي فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَّشَرٍّ فَجَاءَ نَا اللّٰهُ بِهٰذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ قَالَ نَعَمْ وَفِيْهِ دَخَنٌ قُلْتُ وَمَا دَخَنُهٗ قَالَ قَوْمٌ يَّهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِي تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ قُلْتُ فَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ دُعَاةٌ اِلٰى اَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ اَجَابَهُمْ اِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيْهَا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صِفْهُمْ لَنَا فَقَالَ هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُوْنَ بِاَلْسِنَتِنَا قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِي اِنْ اَدْرَكَنِي ذٰلِكَ قَالَ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِمَامَهُمْ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَّلَا اِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ اَنْ تَعَضَّ بِاَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَاَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ.

[اطراف الحدیث: ۳۶۰۷' ۷۰۸۴] (صحیح مسلم: ۱۸۴۷' الرقم المسلسل: ۴۶۷۷' سنن ابن ماجہ: ۳۹۷۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن جابر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے بسر بن عبیداللہ الحضرمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوادریس الخولانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: انہوں نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے متعلق سوال کرتے تھے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شر کے متعلق سوال کرتا تھا اس خوف سے کہ کہیں مجھے شر کا سامنا ہو' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم زمانہ جاہلیت میں اور شر میں تھے' پس اللہ تعالیٰ ہمارے پاس اس خیر کو لے آیا' آیا اس خیر کے بعد شر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: آیا اس شر کے بعد خیر ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور اس میں دھواں ہوگا' میں نے پوچھا: وہ دھواں کیسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: کچھ لوگ میری سیرت کے خلاف عمل کریں گے' تم ان کے بعض کاموں کو پہچانو گے اور بعض کا انکار کرو گے۔ میں نے پوچھا: کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! کچھ لوگ دوزخ کے دروازوں کی طرف بلائیں گے' جو لوگ ان کے بلانے پر جائیں گے وہ ان کو دوزخ میں جھونک دیں گے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمیں ان لوگوں کی صفات بیان فرمائیں! آپ نے فرمایا: وہ لوگ ہماری ہی طرح ہوں گے اور ہماری ہی زبان بولیں گے' میں نے عرض کیا: اگر میں ان کو پاؤں تو آپ مجھے ان کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ لازم رہنا' میں نے پوچھا: اگر مسلمانوں کی جماعت ہو نہ ان کا امام ہو؟ آپ نے فرمایا: پھر تم ان تمام فرقوں سے الگ رہنا' خواہ تم کو

درخت کی جڑ چبا کر کھانی پڑے حتیٰ کہ تمہیں اسی حالت میں موت آ جائے۔

قبل از اسلام جاہلیت اور بعد از اسلام خیر اور شر کے معانی

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم جاہلیت اور شر میں تھے یعنی ہم کافر تھے اور قتل و غارت گری اور لوٹ مار کرتے تھے۔اس خیر کے بعد: یعنی ایمان اور امن و سلامتی کے بعد اور اس خیر کے بعد جو شر ہوگا' اس میں ان فتنوں کی طرف اشارہ ہے جو حضرت عثمان کی شہادت کے بعد پیدا ہوئے۔

اور اس خیر میں دھواں ہوگا' یعنی فساد اور اختلاف اور شورش ہوگی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے کہا ہے کہ خیر سے مراد مسلمانوں کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق ہے اور دھوئیں سے مراد ان کے زمانہ کے خراب حکام ہیں جیسے زیاد وغیرہ۔

ابن ذکری نے کہا: خیر سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہے اور دھوئیں سے مراد ان کے خلاف خوارج کا خروج ہے۔

تم ان کے بعض کاموں کو پہچانو گے یعنی نیک کاموں کو اور بعض کا انکار کرو گے' یعنی ان کے برے کاموں اور برے اعتقاد کا انکار کرو گے۔

وہ دوزخ کے دروازوں کی طرف بلانے والے ہوں گے' اس سے مراد خوارج ہیں۔

ابن ذکری نے کہا: اس سے مراد ظالم حکمران اور گمراہ کرنے والے علماء ہیں اور وہ فقراء ہیں جو نیک کاموں سے زیادہ برے کام کرتے ہوں گے۔

تم ان تمام فرقوں سے الگ رہنا خواہ تم کو درخت کی جڑ چبا کر کھانی پڑے' یعنی تم مشکلات اور سختیوں کو برداشت کرنا اور صبر کرنا۔(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۸ ص ۳۰۷۔۳۶۹' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

٣٦٠٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنِيْ قَيْسٌ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ تَعَلَّمَ اَصْحَابِي الْخَيْرَ وَتَعَلَّمْتُ الشَّرَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از اسماعیل' انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی' از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میرے اصحاب خیر کا علم حاصل کرتے تھے اور میں شر کا علم حاصل کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۰۶ میں گزر چکی ہے۔

٣٦٠٨ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْسَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَقْتَتِلَ فِئَتَانِ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحکم بن نافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک ایسی دو جماعتیں

آپس میں قتال نہ کریں جن دونوں کی دعوت واحد ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٦٠٩ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَقْتَتِلَ فِئَتَانِ فَيَكُوْنُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيْمَةٌ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ وَّلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبًا مِّنْ ثَلَاثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ہمام از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دو جماعتیں قتال کریں اور ان کے درمیان بہت بڑی جنگ ہو اور ان دونوں کی دعوت واحد ہوگی' اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ تیس (٣٠) کے قریب دجال اور کذاب کے نہ آ جائیں اور ان میں سے ہر ایک کا یہ زعم ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٨٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٦١٠ - حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْسِمُ قِسْمًا اِذْ اَتَاهُ ذُوالْخُوَيْصِرَةِ وَهُوَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ تَمِيْمٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِعْدِلْ فَقَالَ وَيْلَكَ وَمَنْ يَّعْدِلُ اِذَا لَمْ اَعْدِلْ قَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ اِنْ لَّمْ اَكُنْ اَعْدِلُ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِّیْ فِيْهِ فَاَضْرِبَ عُنُقَهٗ فَقَالَ دَعْهُ فَاِنَّ لَهٗ اَصْحَابًا يَّحْقِرُ اَحَدُكُمْ صَلٰوتَهٗ مَعَ صَلٰوتِهِمْ وَصِيَامَهٗ مَعَ صِيَامِهِمْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ يُنْظَرُ اِلٰى نَصْلِهٖ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَیْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰى رِصَافِهٖ فَمَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَیْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰى نَضِيِّهٖ وَهُوَ قِدْحُهٗ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَیْءٌ ثُمَّ يُنْظَرُ اِلٰى قُذَذِهٖ فَلَا يُوْجَدُ فِيْهِ شَیْءٌ قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ اٰيَتُهُمْ رَجُلٌ اَسْوَدُ اِحْدٰى عَضُدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْاَةِ اَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ وَيَخْرُجُوْنَ عَلٰى حِيْنِ فُرْقَةٍ مِّنَ النَّاسِ قَالَ اَبُوْسَعِيْدٍ فَاَشْهَدُ اَنِّیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے خبر دی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے' آپ اس وقت (حنین کا مال غنیمت) تقسیم فرما رہے تھے' اچانک آپ کے پاس ذوالخویصرہ آیا اور وہ بنو تمیم کا ایک مرد تھا' اس نے کہا: یا رسول اللہ! عدل کیجئے' آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے' جب میں عدل نہیں کروں گا تو کون عدل کرے گا' بے شک میں ناکام اور نامراد ہوں گا اگر میں نے عدل نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے میں اس کی گردن اڑا دوں' آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو کیونکہ اس کے ایسے اصحاب ہیں کہ تم میں سے ہر شخص ان کی نمازوں کے مقابلہ میں اپنی نمازوں کو حقیر سمجھے گا' اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھے گا' وہ قرآن پڑھیں گے (لیکن) قرآن ان کے گلوں کے نیچے سے نہیں اترے گا' وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے' وہ اگر تیر کے پھل کی طرف دیکھے گا تو اس پر کچھ (خون) نظر نہیں آئے گا' پھر اگر نیزے کی اوپر کی جگہ کو دیکھے گا تو وہاں بھی کچھ

سَمِعْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَشْهَدُ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ قَاتَلَهُمْ وَاَنَا مَعَهُ فَاَمَرَ بِذٰلِكَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ فَاُتِيَ بِهٖ حَتّٰى نَظَرْتُ اِلَيْهِ عَلٰى نَعْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ نَعَتَهٗ.

دکھائی نہیں دے گا' پھر اگر تیر میں لگائی جانے والی لکڑی کو دیکھے گا اور وہ اس کا پر ہے تو وہاں بھی کچھ دکھائی نہیں دے گا' حالانکہ گندگی اور خون سے وہ تیر گزرا ہے' ان کی علامت ایک سیاہ فام شخص ہوگا جس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح ہوگا یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح حرکت کر رہا ہوگا' یہ لوگ مسلمانوں کے بہترین فرقے کے خلاف خروج کریں گے۔ حضرت ابوسعید نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب نے ان (خوارج) کے خلاف جنگ کی تھی اور میں ان کے ساتھ تھا اور انہوں نے اس مرد کو تلاش کرنے کا حکم دیا' پس اس کو تلاش کر کے لایا گیا' جب میں نے اس کو دیکھا تو اس کا وہی حلیہ تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حلیہ بیان فرمایا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٤٤' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مستقبل کے واقعات بیان فرمائے ہیں اور یہ آپ کا علم غیب ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦١١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَاَنْ اَخِرَّ مِنَ السَّمَاءِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَكْذِبَ عَلَيْهِ وَاِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ فَاِنَّ الْحَرْبَ خَدْعَةٌ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَاْتِيْ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ حُدَثَاءُ الْاَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْاَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ اِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ فَاَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَاِنَّ قَتْلَهُمْ اَجْرٌ لِّمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. [اطراف الحدیث: ٥٠٥٧-٦٩٣٠] (صحیح مسلم: ١٠٦٦' الرقم المسلسل: ٢٣٥١' سنن ابوداؤد: ٤٧٦٧' سنن نسائی: ٤١٠٩' مسند البزار: ٥٦٨' امسند ابویعلی: ٢٦١' سنن بیہقی ج ٨ ص ١٧٠' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٦ ص ٤٣٠' مسند احمد ج ١ ص ٨١' طبع قدیم' مسند احمد: ٦١٦' ج ٢ ص ٥٢' مؤسسۃ الرسالۃ'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از الاعمش از خیثمہ از سوید بن غفلہ' انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جب میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث سناؤں تو میں آسمان سے گرنے کو اس کی بہ نسبت پسند کرتا ہوں کہ میں آپ پر جھوٹ باندھوں اور جب میں آپس میں کوئی بات کروں تو بے شک جنگ ایک دھوکا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اخیر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن کے چھوٹے چھوٹے دانت ہوں گے' وہ کم عقل اور بے وقوف ہوں گے۔ وہ افضل الخلق (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی احادیث بیان کریں گے اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا' تم ان کو جہاں پاؤ ان کو قتل کر دو' کیونکہ ان کو قتل کرنے سے قاتل کو قیامت کے دن اجر ملے گا۔ (میں کہتا ہوں کہ آج کل کے دہشت گردوں میں یہ نشانیاں مکمل طور پر پائی جاتی ہیں' وہ کم عمر بھی ہوتے ہیں اور کم عقل بھی اور ان نشانیوں کو

بیروت)

بیان فرمانا یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے۔سعیدی غفرلہ)

حضرت علی امام برحق تھے اور تمام جنگوں میں مصیب تھے

اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا ذکر ہے کہ جنگ ایک دھوکا ہے۔

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو جنگیں لڑی ہیں ان میں حضرت علی برحق تھے کیونکہ اس وقت وہی امام تھے یہی اہل سنت اور جمہور علماء کا مسلک ہے۔

علامہ ابوالعباس قرطبی نے کہا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امام برحق تھے اور ان کی جماعت بہترین جماعت تھی اور وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل تھے۔(المفہم ج ٣ ص ١١٦' دار ابن کثیر' بیروت) الشیخ عبدالقاہر الجرجانی نے کہا ہے کہ تمام علماء کا اس پر اجماع ہے ان میں امام مالک' امام شافعی' امام ابوحنیفہ' اوزاعی اور جمہور متکلمین شامل ہیں کہ صفین اور جمل کی جنگوں میں حضرت علی مصیب اور برحق تھے۔امام ابومنصور ماتریدی نے بھی اس اجماع کا ذکر کیا ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٨ ص ٢٧٣' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

٣٦١٢ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ اِسْمَاعِیْلَ حَدَّثَنَا قَیْسٌ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ شَکَوْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَّهٗ فِیْ ظِلِّ الْکَعْبَةِ قُلْنَا لَهٗ اَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا اَلَا تَدْعُو اللّٰهَ لَنَا قَالَ کَانَ الرَّجُلُ فِیْمَنْ قَبْلَکُمْ یُحْفَرُ لَهٗ فِی الْاَرْضِ فَیُجْعَلُ فِیْهِ فَیُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ فَیُوْضَعُ عَلٰی رَاْسِهٖ فَیُشَقُّ بِاثْنَتَیْنِ وَمَا یَصُدُّهٗ ذٰلِكَ عَنْ دِیْنِهٖ وَیُمْشَطُ بِاَمْشَاطِ الْحَدِیْدِ مَا دُوْنَ لَحْمِهٖ مِنْ عَظْمٍ اَوْ عَصَبٍ وَّمَا یَصُدُّهٗ ذٰلِكَ عَنْ دِیْنِهٖ وَاللّٰهِ لَیُتِمَّنَّ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰی یَسِیْرَ الرَّاکِبُ مِنْ صَنْعَاءَ اِلٰی حَضْرَ مَوْتَ لَا یَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ اَوِ الذِّئْبَ عَلٰی غَنَمِهٖ وَلٰکِنَّکُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ.

[اطراف الحدیث: ٣٨٥٢-٦٩٤٣] (سنن ابوداؤد: ٢٦٤٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی از خباب بن الارت' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (مصائب کی) شکایت کی' اس وقت آپ چادر سے ٹیک لگائے ہوئے کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے' ہم نے آپ سے عرض کیا: کیا آپ ہمارے لیے مدد طلب نہیں کرتے؟ کیا آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص کے لیے زمین میں گڑھا کھودا جاتا' اس کو اس گڑھے میں ڈال دیا جاتا' پھر اس کے سر پر آری رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور یہ عمل اس کو اس کے دین سے نہیں پھیرتا تھا اور لوہے کی کنگھی اس کے گوشت' اس کی ہڈیوں اور اس کے پٹھوں کے نیچے گھسا کر چلائی جاتی اور یہ عمل (بھی) اس کو اس کے دین سے نہیں پھیرتا تھا' اور اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ ضرور اس دین کو مکمل فرمائے گا حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور وہ اللہ کے سوا کسی چیز سے نہیں ڈرے گا' یا فرمایا نہ اسے اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا خوف ہوگا' لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔

مصائب کے ازالہ میں جلدی نہیں کرنی چاہیے بلکہ صبر سے برداشت کر کے کشادگی کا انتظار کرنا چاہیے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: کیا آپ ہمارے لیے مدد نہیں طلب کرتے یعنی کیا آپ کفار کے مظالم کے خلاف ہمارے لیے مدد نہیں طلب کرتے' ان کا یہ قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مدد کی طلب پر برانگیختہ کرنے کے لیے تھا۔

اس حدیث میں صنعاء اور حضر موت کا ذکر ہے' ان شہروں کے درمیان چار دنوں کی مسافت ہے۔

نیز فرمایا: لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔ یعنی تم لوگ مظالم اور مصائب سے گھبرا کر امن اور عافیت کو طلب کرنے میں جلدی نہ کرو کیونکہ تم سے پہلی امتوں پر اس سے زیادہ مظالم کیے گئے لیکن انہوں نے ان مصائب کو برداشت کیا' سو تم بھی برداشت کرو' پھر عنقریب یہ مصائب دور ہو جائیں گے اور تم پر امن اور عافیت کا زمانہ آ جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۰۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

۳۶۱۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَزْهَرُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ اَنْبَاَنِيْ مُوْسَى بْنُ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا اَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهُ فَاَتَاهُ فَوَجَدَهُ جَالِسًا فِيْ بَيْتِهِ مُنَكِّسًا رَاْسَهُ فَقَالَ مَاشَاْنُكَ فَقَالَ شَرٌّ كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاَتَى الرَّجُلُ فَاَخْبَرَهُ اَنَّهُ قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ مُوْسَى بْنُ اَنَسٍ فَرَجَعَ الْمَرَّةَ الْاٰخِرَةَ بِبِشَارَةٍ عَظِيْمَةٍ فَقَالَ اِذْهَبْ اِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ اِنَّكَ لَسْتَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَلٰكِنْ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ. [طرف الحدیث: ۴۸۴۶] (صحیح مسلم: ۱۱۹' الرقم المسلسل: ۲۱۵' مسند ابویعلیٰ: ۳۳۳۱' صحیح ابن حبان: ۷۱۶۸' سنن کبریٰ: ۸۲۲۷' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۷' طبع قدیم' مسند احمد: ۱۲۳۹۹' ج ۱۹ ص ۳۹۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ازہر بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن انس نے خبر دی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو (کئی روز) نہیں دیکھا۔ تب ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کو اس کی خبر لا کر دوں گا' تو وہ حضرت ثابت کے پاس گئے' پس انہوں نے دیکھا وہ اپنے گھر میں سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے پوچھا: آپ کو کیا ہوا ہے؟ تو انہوں نے بتایا بہت برا ہوا ہے' انہوں نے کہا کہ بات کرتے ہوئے ان کی آواز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند ہوتی ہے' سو ان کے (نیک) عمل ضائع ہو گئے اور وہ اہل دوزخ سے ہیں' پھر اس مرد نے آ کر آپ کو خبر دی کہ حضرت ثابت نے اس طرح کہا ہے' پس موسیٰ بن انس نے بیان کیا کہ وہ مرد دوبارہ ان کے پاس بہت بڑی خوش خبری لے کر گیا' آپ نے فرمایا: تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ تم اہل دوزخ سے نہیں بلکہ اہل جنت سے ہو۔

جس مرد نے کہا: میں آپ کو حضرت ثابت کی خبر لا کر دوں گا اس کا مصداق اور الحجرات: ۲ کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس کے متعلق فرمایا بلکہ وہ اہل جنت

سے ہے اور اس بات پر نبی ﷺ کے سوا کوئی اور شخص مطلع نہیں ہو سکتا تھا' سو یہ غیب کی خبر ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس ہمارے درمیان چلتے تھے اور ہمیں یقین تھا کہ یہ اہل جنت سے ہیں' جنگ یمامہ کے دن وہ آگے بڑھ کر حملہ کر رہے تھے حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔
موسیٰ بن انس بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ O (الحجرات:٢)

اے ایمان والو! اس نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور ان کے سامنے زیادہ اونچی آواز سے بات نہ کرو جیسے تم ایک دوسرے کے ساتھ اونچی آواز سے بات کرتے ہو' (ایسا نہ ہو کہ) تمہارے عمل ضائع ہو جائیں اور تمہیں شعور (بھی) نہ ہو O

پھر حضرت ثابت یہ سمجھ کر اپنے گھر میں بیٹھ گئے کہ ان کی آواز نبی ﷺ کی آواز سے اونچی ہے' سو وہ دوزخی ہیں' تب نبی ﷺ نے بشارت دی کہ وہ جنتی ہیں اور اس آیت کا محمل یہ ہے کہ جو شخص گستاخی کے قصد سے اپنی آواز آپ کی آواز پر بلند کرے وہ دوزخی ہے اور حضرت ثابت بن قیس کی آواز گستاخی سے بلند نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ طبعاً بلند آواز تھے۔
اس حدیث میں ہے: ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کو اس کی خبر لا کر دوں گا۔ وہ شخص حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے۔
امام مسلم روایت کرتے ہیں:
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب الحجرات:٢ نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور کہا: میں اہل دوزخ سے ہوں' اور وہ نبی ﷺ سے کئی روز تک غائب رہے' تب نبی ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ سے پوچھا: اے اباعمرو! ثابت کا کیا معاملہ ہے' کیا وہ بیمار ہے؟ تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ میرے پڑوسی ہیں اور مجھے معلوم ہے کہ وہ بیمار نہیں ہیں' پھر حضرت سعد حضرت ثابت کے پاس گئے اور ان کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے متعلق پوچھ رہے تھے' تب حضرت ثابت نے بتایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ الحجرات:٢ نازل ہو چکی ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آواز پر میری آواز آپ سب سے بلند ہے' سو میں اہل دوزخ سے ہوں' حضرت سعد نے ان کے اس جواب کا نبی ﷺ سے ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلکہ وہ اہل جنت سے ہے۔ (صحیح البخاری:٤٨٤٦' صحیح مسلم:١١٩)

حضرت ثابت بن قیس کو جنت کی بشارت عشرہ مبشرہ کی تخصیص کے منافی نہیں ہے

علامہ عینی فرماتے ہیں: اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس حدیث میں حضرت ثابت بن قیس کو جنت کی بشارت دی گئی ہے حالانکہ جنت کی بشارت جن دس صحابہ کو دی گئی ہے ان میں یہ شامل نہیں ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ان دس صحابہ پر حضرت ثابت بن قیس کا اضافہ اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ تخصیص بالعدد اضافہ کے منافی نہیں ہوتی' علاوہ ازیں عشرہ مبشرہ وہ دس صحابہ ہیں جن کو دفعتاً واحدۃً ایک مجلس میں جنت کی بشارت دی گئی تھی' ان کے علاوہ اور بھی متعدد صحابہ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا: وہ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا: وہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن قطعاً اہل جنت سے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص ٢٠٢-٢٠١' مخرجاً وموضحاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦١٤ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِیَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: کہ مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَرَاَ رَجُلٌ الْكَهْفَ وَفِي الدَّارِ الدَّابَّةُ فَجَعَلَتْ تَنْفِرُ فَسَلَّمَ فَاِذَا ضَبَابَةٌ اَوْسَحَابَةٌ غَشِيَتْهُ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِقْرَاْ فُلَانُ فَاِنَّهَا السَّكِيْنَةُ نَزَلَتْ لِلْقُرْاٰنِ اَوْ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْاٰنِ.

[اطراف الحدیث: ۴۸۳۹-۵۰۱۱][صحیح مسلم: ۷۹۵ الرقم المسلسل: ۱۷۴۱ سنن ترمذی: ۲۸۸۵ مسند ابویعلیٰ: ۱۷۲۲ مسند ابوداؤد الطیالسی: ۷۱۴ صحیح ابن حبان: ۷۶۹ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳۴۲ دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۷ ص ۸۳ مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۱ طبع قدیم مسند احمد: ۱۸۴۷۴ ج ۳۰ ص ۴۲۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا کہ ایک شخص نے سورۃ الکہف کو پڑھا اور اس کے گھر میں ایک چوپایہ تھا جو اچھلنے لگا' اس شخص نے یہ معاملہ اللہ کے سپرد کیا' پھر اچانک کہر نے یا بادل نے اس کے گھر کو ڈھانپ لیا' اس شخص نے اس واقعہ کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا' آپ نے فرمایا: اے فلاں! قرآن پڑھتے رہو' یہ بادل "سکینة" (طمانیت) ہے جو قرآن (پڑھنے) کی وجہ سے نازل ہوئی ہے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیب کی خبر دینے کا ذکر ہے کہ سواری کا اچھلنا اس وجہ سے تھا کہ اس نے فرشتوں کو دیکھا تھا اور سکینہ سے مراد وہ فرشتے ہیں جو قرآن کی قراءت کے وقت نازل ہوتے ہیں' ان میں طمانیت اور رحمت ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۰۳-۲۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٦١٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ اَبُوالْحَسَنِ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْاِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَبْنَ عَازِبٍ يَقُوْلُ جَاءَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلٰى اَبِيْ فِيْ مَنْزِلِهٖ فَاشْتَرٰى مِنْهُ رَحْلًا فَقَالَ لِعَازِبٍ اِبْعَثِ ابْنَكَ يَحْمِلْهُ مَعِيَ قَالَ فَحَمَلْتُهُ مَعَهُ وَخَرَجَ اَبِيْ يَنْتَقِدُ ثَمَنَهُ فَقَالَ لَهُ اَبِيْ يَا اَبَابَكْرٍ حَدِّثْنِيْ كَيْفَ صَنَعْتُمَا حِيْنَ سَرَيْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ اَسْرَيْنَا لَيْلَتَنَا وَمِنَ الْغَدِ حَتّٰى قَامَ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ وَخَلَا الطَّرِيْقُ لَا يَمُرُّ فِيْهِ اَحَدٌ فَرُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ طَوِيْلَةٌ لَهَا ظِلٌّ لَمْ تَاْتِ عَلَيْهِ الشَّمْسُ فَنَزَلْنَا عِنْدَهٗ وَسَوَّيْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَانًا بِيَدِيْ يَنَامُ عَلَيْهِ وَبَسَطْتُّ عَلَيْهِ فَرْوَةً وَّقُلْتُ نَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَنَا اَنْفُضُ لَكَ مَاحَوْلَكَ فَنَامَ وَخَرَجْتُ اَنْفُضُ مَاحَوْلَهٗ فَاِذَا اَنَا بِرَاعٍ مُقْبِلٍ بِغَنَمِهٖ اِلَى الصَّخْرَةِ يُرِيْدُ مِنْهَا مِثْلَ الَّذِيْ اَرَدْنَا فَقُلْتُ لِمَنْ اَنْتَ يَا غُلَامُ فَقَالَ لِرَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اَوْ مَكَّةَ قُلْتُ اَفِيْ غَنَمِكَ لَبَنٌ قَالَ نَعَمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا: ہمیں احمد بن یزید بن ابراہیم ابوالحسن الحرانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر بن معاویہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے والد (حضرت عازب بن الحارث) کے پاس ان کے گھر آئے اور ان سے ایک پالان خریدا' پس حضرت عازب سے کہا: اپنے بیٹے کو میرے ساتھ بھیجیں کہ وہ یہ پالان اٹھا کر لے چلیں' حضرت البراء نے کہا: میں اس پالان کو اٹھا کر ان کے ساتھ لے گیا اور میرے والد اس کی قیمت کے روپے پرکھوانے گئے' پھر ان سے میرے والد نے کہا: اے ابوبکر! مجھے بتائیں کہ آپ دونوں نے اس رات کیا کیا تھا جب آپ رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے۔ حضرت ابوبکر نے کہا: ہم اس ساری رات سفر کرتے رہے' پھر دن میں بھی سفر کرتے رہے حتیٰ کہ دوپہر ہوگئی اور راستہ بالکل سنسان تھا' وہاں سے کوئی شخص نہیں گزر رہا تھا' پھر ہمیں بہت لمبی چٹان دکھائی دی' اس کا سایا تھا جس پر دھوپ نہیں تھی' ہم وہاں ٹھہرے اور میں نے

قُلْتُ اَفَتَحْلُبُ قَالَ نَعَمْ فَاَخَذَ شَاةً فَقُلْتُ انْفُضِ الضَّرْعَ مِنَ التُّرَابِ وَالشَّعَرِ وَالْقَذٰی قَالَ فَرَاَیْتُ الْبَرَاءَ یَضْرِبُ اِحْدٰی یَدَیْهِ عَلَی الْاُخْرٰی یَنْفُضُ فَحَلَبَ فِیْ قَعْبٍ كُثْبَةً مِّنْ لَبَنٍ وَّمَعِیَ اِدَاوَةٌ حَمَلْتُهَا لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرْتَوِیْ مِنْهَا یَشْرَبُ وَیَتَوَضَّاُ فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَكَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَهٗ فَوَافَقْتُهٗ حِیْنَ اسْتَیْقَظَ فَصَبَبْتُ مِنَ الْمَاءِ عَلَی اللَّبَنِ حَتّٰی بَرَدَ اَسْفَلُهٗ فَقُلْتُ اِشْرَبْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَشَرِبَ حَتّٰی رَضِیْتُ ثُمَّ قَالَ اَلَمْ یَاْنِ لِلرَّحِیْلِ قُلْتُ بَلٰی قَالَ فَارْتَحَلْنَا بَعْدَ مَامَالَتِ الشَّمْسُ وَاتَّبَعَنَا سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ فَقُلْتُ اُتِیْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَدَعَا عَلَیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَطَمَتْ بِهٖ فَرَسُهٗ اِلٰی بَطْنِهَا اُرٰی فِیْ جَلَدٍ مِّنَ الْاَرْضِ شَكَّ زُهَیْرٌ فَقَالَ اِنِّیْ اُرَاكُمَا قَدْ دَعَوْتُمَا عَلَیَّ فَادْعُوَا لِیْ فَاللّٰهُ لَكُمَا اَنْ اَرُدَّ عَنْكُمَا الطَّلَبَ فَدَعَا لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَنَجَا فَجَعَلَ لَایَلْقٰی اَحَدًا اِلَّا قَالَ كَفَیْتُكُمْ مَاهُنَا فَلَا یَلْقٰی اَحَدًا اِلَّا رَدَّهٗ قَالَ وَوَفٰی لَنَا.

اپنے ہاتھ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک جگہ صاف کی جس پر آپ سوئیں اور اس پر میں نے ایک چادر بچھا دی اور میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ سو جائیں اور میں آپ کے لیے اردگرد کی جگہ کا خیال رکھتا ہوں' پس آپ سو گئے اور میں آپ کے اردگرد پہرہ دینے لگا' اس وقت میں نے دیکھا ایک چرواہا اپنی بکریوں کو لے کر اس چٹان کی طرف آ رہا تھا اور اس کا بھی اس چٹان پر وہی ارادہ تھا جو ہمارا ارادہ تھا' میں نے اس سے پوچھا: تم کس کے غلام ہو؟ اس نے کہا: میں مکہ یا مدینہ والوں میں سے ایک شخص کا غلام ہوں' میں نے پوچھا: کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں نے پوچھا: کیا تم میرے لیے دودھ دوہو گے؟ اس نے کہا: جی ہاں! پس اس نے بکری پکڑی' میں نے کہا: اس کے تھن کو مٹی اور بالوں سے اور تنکوں سے صاف کر لو' ابواسحاق راوی نے کہا کہ میں نے حضرت البراء کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر تھن کو صاف کرنے کی کیفیت بیان کی' پس اس چرواہے نے لکڑی کے ایک پیالہ میں دودھ دوہا' میرے ساتھ چمڑے کا ایک مشکیزہ تھا جس کو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اٹھا کر لایا تھا' آپ اس سے پانی پیتے تھے اور وضو کرتے تھے' پس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' سو میں نے آپ کو بیدار کرنا' ناپسند کیا' پھر جب آپ (خود) بیدار ہو گئے تو میں آپ کے پاس آیا' پھر میں نے اس دودھ کے اوپر پانی ڈالا حتیٰ کہ اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا' میں نے کہا: یارسول اللہ! (دودھ) پی لیجئے' حضرت ابوبکر نے بتایا کہ آپ نے اتنا دودھ پیا حتیٰ کہ میں راضی ہو گیا' پھر آپ نے پوچھا: کیا ابھی کوچ کا وقت نہیں آیا؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! حضرت ابوبکر نے بتایا کہ جب سورج ڈھل گیا تو ہم نے کوچ کیا اور سراقہ بن مالک ہمارا پیچھا کر رہا تھا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اب تو یہ ہم تک پہنچ گیا ہے' آپ نے فرمایا: تم غم نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے' پھر آپ نے اس کے خلاف دعا کی تو اس کا گھوڑا اس سمیت پیٹ تک زمین میں دھنس گیا- میرا خیال ہے کہ زمین بہت سخت تھی' یہ شک راوی زہیر کو تھا' سراقہ نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ دونوں نے میرے

خلاف دعا کی ہے' پس اب آپ دونوں میرے حق میں دعا کریں تو اللہ کی قسم میں آپ دونوں کی تلاش میں آنے والوں کو لوٹا دوں گا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں دعا کی تو وہ نجات پا گیا' پھر سراقہ کو جو شخص بھی ملتا وہ اس سے کہتا: میں تلاش کر چکا ہوں وہ یہاں تک نہیں ہیں اور اس کو جو شخص بھی ملتا وہ اس کو واپس کر دیتا۔ حضرت ابوبکر نے کہا: اس نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کر دیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری ۲۴۳۹' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے سراقہ کے خلاف دعاءِ ضرر کی تو اس کا گھوڑا زمین میں پیٹ تک دھنس گیا اور جب اس کی معذرت کے بعد اس کے حق میں دعا کی تو گھوڑا زمین سے نکل آیا اور یہ آپ کے دو معجزے ہیں۔

٣٦١٦ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ مُخْتَارٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى اَعْرَابِيٍّ يَعُوْدُهٗ قَالَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ عَلٰى مَرِيْضٍ يَعُوْدُهٗ قَالَ لَابَاْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقَالَ لَهٗ لَا بَاْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ قَالَ قُلْتَ طَهُوْرٌ كَلَّا بَلْ هِيَ حُمّٰى تَفُوْرُ اَوْ تَثُوْرُ عَلٰى شَيْخٍ كَبِيْرٍ تُزِيْرُهُ الْقُبُوْرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَعَمْ اِذًا. [اطراف الحدیث: ٥٦٥٦۔ ٥٦٦٢۔ ٧٤٧٠] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلیٰ بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مختار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی (دیہاتی) کے پاس گئے' آپ اس کی عیادت کر رہے تھے۔ حضرت ابن عباس نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مریض کی عیادت کرتے تو فرماتے: کوئی حرج نہیں یہ (بخار) ان شاء اللہ پاک کرنے والا ہے' سو آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں یہ (بخار) ان شاء اللہ پاک کرنے والا ہے۔ اس اعرابی نے کہا: آپ نے کہا: پاک کرنے ولا ہے! ہرگز نہیں! بلکہ یہ بخار جوش مار رہا ہے یا کہا: بوڑھے کھوسٹ پر جوش مار رہا ہے' اس کو قبرستان دکھا کر چھوڑے گا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چلو پھر ایسا ہی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیماروں کی عیادت کرنا اور ان کو تسلی دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

آپ نے فرمایا: یہ (بخار) ان شاء اللہ پاک کرنے والا ہے' اس سے مراد یہ تھی کہ یہ بخار ان شاء اللہ تمہارے گناہوں کو دھونے والا ہے۔

جس اعرابی کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کرنے گئے تھے اس کا نام قیس بن ابی حازم تھا اور یہ اس قیس بن ابی حازم کا غیر ہے جو

مخضرمین سے تھا کیونکہ جس کی آپ نے عیادت کی تھی وہ آپ کی حیات میں فوت ہو گیا تھا۔
آپ نے فرمایا: چلو پھر ایسا ہی ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق فوت ہو گیا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے انکار کیا تو پھر ایسا ہی ہوگا جیسا تم کہہ رہے ہو اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر نافذ ہونے والی ہے، پھر اگلے دن شام سے پہلے وہ فوت ہو گیا۔ (المعجم الکبیر: ٧٢١٣)

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٠٦، دارالکتب العلمیہ بیروت، ١٤٢١ھ)

٣٦١٧- حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَجُلٌ نَصْرَانِيًّا فَاَسْلَمَ وَقَرَاَ الْبَقَرَةَ وَاٰلَ عِمْرَانَ فَكَانَ يَكْتُبُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَادَ نَصْرَانِيًّا فَكَانَ يَقُوْلُ مَايَدْرِىْ مُحَمَّدٌ اِلَّا مَاكَتَبْتُ لَهٗ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ فَدَفَنُوْهُ فَاَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ فَقَالُوْا هٰذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِهٖ لَمَّا هَرَبَ مِنْهُمْ نَبَشُوْا عَنْ صَاحِبِنَا فَاَلْقَوْهُ فَحَفَرُوْا لَهٗ فَاَعْمَقُوْا فَاَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ فَقَالُوْا هٰذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِهٖ نَبَشُوا عَنْ صَحَابِنَا لَمَّا هَرَبَ مِنْهُمْ فَاَلْقَوْهُ خَارِجَ الْقَبْرِ، فَحَفَرُوْا لَهٗ وَاَعْمَقُوْا لَهٗ فِى الْاَرْضِ مَا اسْتَطَاعُوْا، فَاَصْبَحَ قَدْ لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ فَعَلِمُوْا اَنَّهٗ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ فَاَلْقَوْهُ.

(صحیح مسلم: ٢٧٨١، الرقم المسلسل: ٦٩٣٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عیسائی مسلمان ہو گیا اور اس نے سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران پڑھی، وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کاتب بن گیا، وہ پھر دوبارہ نصرانی ہو گیا، وہ کہتا تھا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے جو کچھ میں لکھتا تھا اس کے سوا ان کو اور کچھ پتا نہیں تھا، پس اللہ تعالیٰ نے اس کو مار دیا، لوگوں نے اس کو دفن کر دیا، صبح ہوئی تو دیکھا زمین نے اس کی لاش کو باہر پھینک دیا۔ عیسائیوں نے کہا: یہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب کا فعل ہے جنہوں نے ہمارے ساتھی کو (قبر سے باہر نکال کر) پھینک دیا ہے کیونکہ وہ ان کے دین سے بھاگ گیا تھا۔ انہوں نے دوبارہ اس کے لیے خوب گہری قبر کھودی، صبح ہوئی تو پھر زمین اس کو قبر سے باہر پھینک چکی تھی، عیسائیوں نے کہا: یہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کا فعل ہے جنہوں نے ہمارے ساتھی کو قبر سے باہر نکال کر پھینک دیا ہے کیونکہ وہ ان کے دین سے بھاگ گیا تھا، انہوں نے پھر اس کے لیے خوب گہری قبر کھودی جتنی وہ کھود سکتے تھے، صبح ہوئی تو پھر زمین اسے باہر پھینک چکی تھی۔ تب انہیں یقین آیا کہ یہ لوگوں کا کام نہیں ہے۔ پھر انہوں نے اس کو زمین پر ڈال دیا۔

قبر کا گستاخ رسول کو قبول نہ کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:
اس باب کا عنوان ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس معجزہ کا بیان ہے کہ جس عیسائی نے مرتد ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کی اس کو قبر نے قبول نہیں کیا اور دوبارہ اس کو قبر سے باہر نکال کر پھینک دیا۔

٣٦١٨- حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بکیر نے حدیث

يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ وَاَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهُ وَاِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب انہوں نے کہا: اور مجھے ابن المسیب نے خبر دی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا اور اس ذات کی قسم کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان اس کے قبضہ و قدرت میں ہے! تم ضرور ان دونوں کے خزانوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

قیصر و کسریٰ کے متعلق پیش گوئی

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٢٧' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے غیب کی خبر دی ہے اور کسریٰ کے ہلاک ہونے کے بعد کوئی کسریٰ نام کا بادشاہ نہیں ہوا اور قیصر کے ہلاک ہونے کے بعد کوئی قیصر نام کا بادشاہ نہیں ہوا' اور عراق میں کسریٰ باقی نہیں رہا اور شام میں قیصر باقی نہیں رہا اور حضرت عمر رضی اللہ کے دور خلافت میں جب عراق اور شام فتح ہو گئے تو ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٠٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦١٩ - حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَفَعَهُ قَالَ اِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهُ وَاِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ وَذَكَرَ وَقَالَ لَتُنْفِقُنَّ كُنُوْزَهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبد الملک بن عمیر از حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا اور ذکر فرمایا: تم ضرور ان دونوں کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

اس اشکال کا جواب کہ قیصر و کسریٰ کی ہلاکتوں کے بعد بھی ان کی حکومتیں باقی رہی ہیں

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

کسریٰ فارس کا بادشاہ تھا اور قیصر روم (شام) کا بادشاہ تھا' اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ کسریٰ کی ہلاکت کے بعد فارس کی مملکت باقی رہی ہے کیونکہ ان کا آخری بادشاہ حضرت عثمان رضی اللہ کے زمانہ میں قتل ہوا تھا اور روم کی مملکت بھی باقی رہی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ کسریٰ عراق میں باقی نہیں رہے گا اور قیصر روم میں باقی نہیں رہے گا' یہ جواب امام شافعی سے منقول ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ قیصر کے بعد کسی قیصر کی ایسی حکومت نہیں ہوگی جیسی اس قیصر کی تھی کیونکہ شام میں بیت المقدس ہے اور نصاریٰ کی کوئی عبادت بیت المقدس کے بغیر مکمل نہیں ہوتی اور جو بھی روم کا بادشاہ ہوا وہ بیت المقدس

میں داخل ہوتا تھا خواہ خفیہ خواہ اعلانیہ پس جب قیصر ہلاک ہو گیا اور اس کے خزانے فتح کر لیے گئے تو اس کے بعد کوئی قیصر اس کے ساتھ لاحق نہیں ہوا۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٨ ص ٧٧-٣٧٦، مکتبۃ الرشد ریاض، ١٤٣٠ھ)

٣٦٢٠ - حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ إِنْ جَعَلَ لِيْ مُحَمَّدٌ الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِهٖ تَبِعْتُهُ وَقَدِمَهَا فِيْ بَشَرٍ كَثِيْرٍ مِّنْ قَوْمِهٖ فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَّفِيْ يَدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِطْعَةُ جَرِيْدٍ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى مُسَيْلِمَةَ فِيْ أَصْحَابِهٖ فَقَالَ لَوْ سَأَلْتَنِيْ هٰذِهِ الْقِطْعَةَ مَا أَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعْدُوَ أَمْرَ اللّٰهِ فِيْكَ وَلَئِنْ أَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللهُ وَإِنِّيْ لَأَرَاكَ الَّذِيْ أُرِيْتُ فِيْكَ مَا رَأَيْتُ.

[اطراف الحدیث: ٤٣٧٣، ٤٣٧٨، ٧٠٣٣، ٧٤٦١] (صحیح مسلم: ٢٢٧٣، الرقم المسلسل: ٥٨٢٨)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از عبداللہ بن ابی حسین انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن جبیر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مسیلمۃ الکذاب (مدینہ میں) آیا اور کہنے لگا کہ اگر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے بعد خلافت میرے لیے مقرر کر دیں تو میں ان کی پیروی کر لوں گا اور وہ مدینہ میں اپنی قوم کے بہت انسانوں کے ساتھ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ بھی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں شاخ کا ایک ٹکڑا تھا حتیٰ کہ آپ اپنے اصحاب میں مسیلمہ کے پاس ٹھہرے اور فرمایا: اگر تم مجھ سے اس شاخ کے ٹکڑے کا بھی سوال کرو گے تو میں تم کو یہ بھی نہیں دوں گا (خلافت تو دور کی بات ہے) اور تیرے متعلق جو اللہ کی تقدیر ہے تو اس سے نہیں بھاگ سکتا اور اگر تم نے اسلام سے پیٹھ پھیری تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے گا اور میرا گمان یہ ہے کہ تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا۔

مسیلمہ کذاب کا مختصر تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مسیلمہ کذاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں آیا۔

مسیلمہ نو ہجری میں مدینہ آیا تھا اور یہ وفود کے آنے کا سال تھا۔ امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بنو حنیفہ کا وفد آیا ان میں مسیلمہ بن حبیب بھی تھا۔ ابن ہشام نے کہا: اس کا نام مسیلمہ بن ثمامہ ہے اور اس کی کنیت ابو ثمامہ ہے۔ علامہ سہیلی نے کہا: اس کا نام مسیلمہ بن ثمامہ بن کبیر ابن حبیب بن الحارث ہے۔ اس کا نام رحمان بھی رکھا گیا اور اس کو رحمان الیمامہ کہا جاتا تھا۔ امام ابن اسحاق نے کہا: پھر یہ وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے واپس گیا اور جب یہ لوگ یمامہ پہنچے تو وہ اللہ کا دشمن مرتد ہو گیا اور نبوت کا دعویٰ کیا اور ان سے جھوٹ بولا اور کہا: میں آپ کے ساتھ نبوت میں شریک ہوں پھر اس نے قرآن مجید کی آیتوں کے اوزان پر کچھ اشعار بنائے اور اس کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قتل کر دیا گیا اس کو یمامہ میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا جس وقت اس کو قتل کیا گیا اس کی عمر ایک سو پچاس سال تھی۔

مسیلمہ کی طرف رسول اللہ ﷺ کے جانے کی توجیہ اور دیگر مسائل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسیلمہ اور اس کی قوم کی طرف آئے۔آپ ان لوگوں کی تالیف قلب اور ان کے اسلام لانے کی توقع پر آئے تھے اور تاکہ انہیں اسلام کے احکام کی تبلیغ کریں۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کے شہر میں آپ سے ملاقات کے لیے آیا تھا' اس لیے آپ بھی ملاقات کے لیے اس کے پاس گئے اور اس وقت مسیلمہ اسلام کو ظاہر کرتا تھا' اس کا کفر اس ملاقات کے بعد ظاہر ہوا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اور آپ کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شماس تھے۔آپ نے ان کو ساتھ اس لیے رکھا تھا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے خطیب تھے اور آپ کے پاس جو وفد آتے تھے ان کے خطبوں کا جواب یہی دیتے تھے۔آپ نے فرمایا: تیرے متعلق جو اللہ کی تقدیر ہے تو اس سے نہیں بھاگ سکتا۔آپ کے اس ارشاد کا یہ معنی ہے: تم نے جو اپنی نبوت کی امید قائم کی تھی اس میں' میں نے تم کو نامراد اور ناکام کر دیا ہے اور تمہاری ہلاکت قضاء وقدر میں مقرر ہو چکی ہے۔

نیز آپ نے فرمایا: اگر تو نے اسلام سے پیٹھ پھیری تو اللہ تجھے ہلاک کر دے گا' یعنی اگر تو نے میری اطاعت سے انحراف کیا تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے گا' اور جب اس نے آپ کی اطاعت نہیں کی تو جنگ یمامہ کے دن حضرت ابوبکر کی خلافت میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی پوری ہوگئی اور یہ آپ کا معجزہ ہے اس لیے امام بخاری نے اس حدیث کو باب المعجزات میں روایت کیا ہے۔

نیز آپ نے فرمایا: اور میرا گمان یہی ہے کہ تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا' یعنی میرا گمان یہی ہے کہ تو وہی شخص ہے جس کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢١٠-٢٠٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦٢١ - فَاَخْبَرَنِىْ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُ فِىْ يَدَىَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَاَهَمَّنِىْ شَاْنُهُمَا فَاُوْحِىَ اِلَىَّ فِى الْمَنَامِ اَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَاَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِىْ فَكَانَ اَحَدُهُمَا الْعَنْسِىَّ وَالْاٰخَرُ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابَ صَاحِبَ الْيَمَامَةِ.

[اطراف الحدیث: ٤٣٧٤۔ ٤٣٧٥۔ ٤٣٧٩۔ ٧٠٣٤۔ ٧٠٣٧] (صحیح مسلم: ٢٢٧٤' الرقم المسلسل: ٥٨٣٠)

پس مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے کنگن ہیں تو مجھے ان دونوں کی وجہ سے غم ہوا تو خواب میں میری طرف یہ وحی کی گئی کہ میں ان پر پھونک ماروں' پس میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں کنگن اڑ گئے تو میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ میرے بعد دو جھوٹوں کا ظہور ہوگا' ان میں سے ایک العنسی ہے اور دوسرا مسیلمہ کذاب صاحب الیمامہ ہے۔

آپ کے خواب کی تعبیر کی توجیہ اور اسود عنسی کا تذکرہ اور یمامہ اور صنعاء کا بیان

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

آپ نے خواب میں دو سونے کے کنگن دیکھے۔سونے کے کنگن بادشاہ پہنتے ہیں یعنی وہ دونوں بادشاہ ہوں گے اور سونا چمک دمک پر دلالت کرتا ہے اور بعض اوقات چمک دمک ملمع کاری سے ہوتی ہے یعنی ان کے دعویٰ میں تلبیس ہوگی۔

آپ نے فرمایا: میرے بعد ان کا ظہور ہوگا' علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ دونوں آپ کے زمانہ میں موجود تھے' آپ کا مطلب یہ ہے کہ ان کی شوکت اور ان کی طاقت کا ظہور میرے بعد ہوگا۔

اس حدیث میں العنسی کا ذکر ہے: اس کا نام الاسود الصنعانی ہے' ایک قول ہے اس کا نام عبلہ بن کعب ہے' اس کو ایک صحابی حضرت فیروز دیلی رضی اللہ نے صنعاء میں قتل کر دیا تھا' وہ اس کے پاس گئے اور اس کی گردن اڑا دی۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی حیات کا واقعہ ہے۔ اس وقت آپ اس مرض میں تھے جس میں آپ کی وفات ہوگئی آپ نے صحابہ کو اس کے قتل کی بشارت دی تھی۔

یمامہ: یمن کا شہر ہے جو مکہ سے چار مراحل کے فاصلہ پر ہے اور طائف سے دو مرحلوں کے فاصلہ پر ہے۔

صنعاء: یمن کا سب سے بڑا اور آباد شہر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢١١۔ ٢١٠' موضحاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اس حدیث میں آپ کے اس معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے خواب کی جو تعبیر بتائی اسی طرح واقع میں ہوا۔

٣٦٢٢ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهٖ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسٰى أُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أُهَاجِرُ مِنْ مَكَّةَ إِلٰى أَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهَلِي إِلٰى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ أَوْ هَجَرُ فَإِذَا هِيَ الْمَدِينَةُ يَثْرِبُ وَرَأَيْتُ فِي رُؤْيَايَ هٰذِهٖ أَنِّي هَزَزْتُ سَيْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهُ فَإِذَا هُوَ مَا أُصِيبَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ أُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهُ بِأُخْرٰى فَعَادَ أَحْسَنَ مَا كَانَ فَإِذَا هُوَ مَا جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِينَ وَرَأَيْتُ فِيهَا بَقَرًا وَّاللّٰهُ خَيْرٌ فَإِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ أُحُدٍ وَّإِذَا الْخَيْرُ مَا جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْخَيْرِ وَثَوَابِ الصِّدْقِ الَّذِي اٰتَانَا اللّٰهُ بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ.

[اطراف الحدیث: ٣٩٨٧۔ ٤٠٨١۔ ٧٠٣٥۔ ٧٠٤١] (صحیح مسلم: ٢٢٧٢' الرقم المسلسل: ٥٨٢٧' سنن ابن ماجہ: ٣٩٢١)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن العلا نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن اسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبد اللہ بن ابی بردہ از جد خود ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں گمان کرتا ہوں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے اس سرزمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جس میں کھجوروں کے درخت ہیں' میرا خیال اس طرف گیا کہ یہ جگہ یمامہ ہے یا ھجر (یمن کا ایک شہر) ہے' پس منکشف ہوا کہ یہ جگہ مدینہ' یثرب ہے' اور میں نے اپنے اس خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار ہلائی تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا اور اس میں اس مصیبت کی طرف اشارہ تھا جو مسلمانوں کو غزوہ احد میں پیش آئی' پھر میں نے دوبارہ تلوار کو ہلایا تو وہ پہلے سے اچھی صورت میں ہوگئی' پس اس میں اس طرف اشارہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی تھی اور مسلمان مجتمع ہوگئے تھے اور میں نے اس خواب میں گائیں دیکھیں اور اللہ تعالیٰ (کے ہر کام میں) خیر ہے۔ ان گایوں سے ان مسلمانوں کی طرف اشارہ تھا جو غزوہ احد میں (شہید ہوگئے) تھے اور خیر وہ ہے جو اس صدق کا ثواب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے بعد ہمیں عطا فرمایا۔

نبی ﷺ کے خواب اور اس کی تعبیر کی توجیہات اور مدینہ کو یثرب کہنے کی توجیہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ کے اس معجزہ کا بیان ہے کہ آپ نے اپنے خواب کی جو تعبیر بیان فرمائی واقع میں اسی طرح ہوا' اس میں آپ کے علم غیب کا ثبوت ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ جگہ مدینہ (یثرب) ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ دوسری حدیث میں مدینہ کو یثرب کہنے سے منع فرمایا ہے' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں حالانکہ یہ مدینہ ہے (صحیح البخاری: ١٨٧١) اور یہاں اس حدیث

میں آپ نے اس کو خود یثرب فرمایا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے مدینہ کو یثرب فرما کر یہ بیان فرما دیا کہ مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت تحریم کے لیے نہیں ہے بلکہ تنزیہ کے لیے ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے یثرب اس لیے فرمایا کہ پہلے مدینہ کو یثرب ہی کہا جاتا تھا تو آپ نے اس لیے اس کو یثرب فرمایا تا کہ جو لوگ اس کو یثرب کے نام سے ہی پہچانتے ہیں ان کو بھی پتہ چل جائے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ عطف بیان ہے۔

التوضیح میں مذکور ہے کہ مدینہ کو یثرب کہنے سے منع فرما دیا گیا ہے حتیٰ کہ اگر کسی کو اس ممانعت کا علم ہو اور وہ پھر مدینہ کو یثرب کہے تو وہ گنہگار ہوگا (یثرب کہنے سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ تثریب کا معنی: ہے ملامت کرنا) پہلے مدینہ بیماریوں کا گھر تھا' جو مدینہ جاتا تھا وہ بیمار ہو جاتا تھا تو اس کو ملامت کی جاتی تھی کہ تم کیوں مدینہ گئے اور جا کر بیمار ہو گئے' نہ مدینہ جاتے نہ بیمار ہوتے لیکن یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے کی بات تھی' ہجرت سے پہلے مدینہ دارالوباء تھا' آپ کے ہجرت کرنے کے بعد وہ دارالشفاء بن گیا ہے۔ پہلے مدینہ جانے پر ملامت ہوتی تھی اب اگر کوئی شخص حج کرنے جائے اور مدینہ ہو کر نہ آئے تو لوگ اس کو مدینہ نہ جانے پر ملامت کرتے ہیں۔ (سعیدی غفرلہ) غرض یہ کہ یثرب کا معنی قبیح تھا' پس جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیگر قبیح ناموں کو بدل دیا اس طرح آپ نے یثرب نام کو بھی بدل دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اس تعبیر میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ جو اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ اس سے مراد فتح مکہ ہے۔ اس حدیث میں مذکور ہے: اور اللہ خیر ہے۔ اس کا معنی ہے اللہ کا ثواب خیر ہے یا اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو شہادت عطا فرمائی ہے وہ دنیا میں ان کے مقام سے خیر ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے خواب میں یہ کلمات سنے ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢١٢-٢١١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦٢٣- حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِيْ كَاَنَّ مِشْيَتَهَا مَشْيُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْحَبًا بِابْنَتِيْ ثُمَّ اَجْلَسَهَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ اَوْ عَنْ شِمَالِهٖ ثُمَّ اَسَرَّ اِلَيْهَا حَدِيْثًا فَبَكَتْ فَقُلْتُ لَهَا لِمَ تَبْكِيْنَ ثُمَّ اَسَرَّ اِلَيْهَا حَدِيْثًا فَضَحِكَتْ فَقُلْتُ مَا رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ فَرَحًا اَقْرَبَ مِنْ حُزْنٍ فَسَاَلْتُهَا عَمَّا قَالَ فَقَالَتْ مَا كُنْتُ لِاُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْتُهَا.

[اطراف الحدیث: ٣٦٢٥-٣٧١٥-٤٤٣٣-٦٢٨٥] (صحیح مسلم: ٢٤٥٠' الرقم المسلسل: ٦٢٠٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا نے حدیث بیان کی از فراس از عامر از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چل کر آئیں گویا ان کا چلنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چلنا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری بیٹی کو خوش آمدید ہو' پھر آپ نے ان کو اپنی دائیں جانب یا بائیں جانب بٹھایا' پھر آپ نے چپکے سے ان سے کوئی بات کی تو وہ رونے لگیں' پس میں نے ان سے کہا: آپ کیوں روتی ہیں؟ پھر آپ نے ان سے چپکے سے کوئی بات کی تو وہ ہنسنے لگیں' میں نے دل میں کہا: میں نے آج کی طرح کسی غم کو خوشی کے اتنے قریب نہیں دیکھا: پس میں نے حضرت فاطمہ سے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا تھا' تو انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز کو فاش کرنے والی نہیں ہوں حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا پھر میں نے ان سے پوچھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا چلنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چلنے کے مشابہ تھا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح

چلتے تھے گویا بلندی سے نیچے اتر رہے ہوں یعنی جب آپ چلتے تھے تو گویا زمین آپ کے سامنے جھکتی جاتی تھی۔

٣٦٢٤ - فَقَالَتْ اَسَرَّ اِلَيَّ اَنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُنِي الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ مَّرَّةً وَّاِنَّهُ عَارَضَنِي الْعَامَ مَرَّتَيْنِ وَلَا اُرَاهُ اِلَّا حَضَرَ اَجَلِيْ وَاِنَّكِ اَوَّلُ اَهْلِ بَيْتِيْ لَحَاقًا بِيْ فَبَكَيْتُ فَقَالَ اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَوْنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ فَضَحِكْتُ لِذٰلِكَ.

[اطراف الحدیث: ٣٦٢٦-٣٧١٦-٤٤٣٤-٦٢٨٦] (صحیح مسلم: ٢٤٥٠، الرقم المسلسل: ٦٢٠٦، سنن ابن ماجہ: ١٦٢١)

پس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف یہ سرگوشی کی کہ حضرت جبریل سال میں ایک بار میرے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور اس سال انہوں نے دو بار میرے ساتھ قرآن مجید کا دور کیا ہے اور اب میں صرف یہی سمجھتا ہوں کہ میری وفات (قریب) آ چکی ہے اور بے شک میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے آ کر ملو گی تو میں رونے لگی پس آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم تمام اہل جنت کی خواتین کی سردار ہو! یا مومنین کی خواتین کی سردار ہو تو میں اس وجہ سے ہنسی تھی۔

اس حدیث میں آپ کے معجزات کا بیان سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رونے اور ہنسنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں آپ کا یہ معجزہ ہے کہ آپ نے اپنی مدت وفات کا بیان فرمایا اور آپ نے غیب کی یہ خبر دی کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی خواتین کی سردار ہیں اور آپ نے یہ خبر دی کہ آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے وہ آپ سے ملیں گی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پہلی بار اس لیے روئی تھیں کہ آپ نے یہ بتایا کہ اب آپ کی وفات قریب آ چکی ہے اور دوسری بار اس لیے ہنسیں کہ سب سے پہلے وہ آپ سے ملیں گی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد ان کا وصال ہو گیا تھا جب کہ اس حدیث میں یہ ہے کہ آپ جنت میں خواتین کی سرداری کی بشارت پر ہنسی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢١٣ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٣٦٢٥ - حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ ابْنَتَهُ فِيْ شَكْوَاهُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ ثُمَّ دَعَاهَا فَسَارَّهَا فَضَحِكَتْ. قَالَتْ فَسَاَلْتُهَا عَنْ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی اس بیماری میں بلایا جس میں آپ کی وفات ہو گئی تھی آپ نے ان سے چپکے سے کوئی بات کی تو وہ روئیں آپ نے پھر ان کو بلایا پس ان سے چپکے سے بات کی تو وہ ہنسیں۔ حضرت عائشہ نے کہا: پس میں نے ان سے اس بات کے متعلق سوال کیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٣٦٢٣ میں گزر چکی ہے۔

٣٦٢٦ - فَقَالَتْ سَارَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّهُ يُقْبَضُ فِيْ وَجَعِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ فَبَكَيْتُ ثُمَّ سَارَّنِيْ فَاَخْبَرَنِيْ اَنِّيْ اَوَّلُ اَهْلِ بَيْتِهِ اَتْبَعُهُ

حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے چپکے سے خبر دی کہ اس دود میں آپ کی روح قبض کر لی جائے گی جس میں آپ کی وفات ہو گئی تھی پس میں روئی پھر مجھے چپکے

فَضَحِكْتُ.

سے خبر دی کہ آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں آپ سے ملوں گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٢٤' میں گزر چکی ہے۔

٣٦٢٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُدْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ إِنَّ لَنَا أَبْنَاءً مِّثْلَهُ فَقَالَ إِنَّهُ مِنْ حَيْثُ تَعْلَمُ فَسَأَلَ عُمَرُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ۝﴾ (النصر:١) فَقَالَ أَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمَهُ إِيَّاهُ قَالَ مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَعْلَمُ.

[اطراف الحدیث: ٤٢٩٤۔٤٤٣٠۔٤٩٦٩۔٤٩٧٠] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہیں قریب کرتے تھے تو ان سے حضرت عبد الرحمان بن عوف نے کہا: ہمارا بھی ان کی مثل ایک بیٹا ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا: اس کی وجہ تم جانتے ہو' پھر حضرت عمر نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کے متعلق سوال کیا: ''جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے گی'' ۝ (النصر:١) تو حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کی معیاد بیان کی گئی ہے' آپ نے یہ بات ان کو بتائی ہے' حضرت عمر نے فرمایا: مجھے اس آیت کا صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تم کو علم ہے۔

حضرت ابن عباس کو ان کی علمی فضیلت کی وجہ سے دیگر صحابہ پر مقدم رکھنا اور سورۃ النصر میں آپ کی اجل کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ یہ باب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں ہے اور اس حدیث میں یہ بیان فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بتا دیا کہ اس سورت میں آپ کی زندگی کی میعاد اور مدت کا بیان ہے اور یہ آپ کی وفات کے وقوع سے پہلے اس کی خبر دینا ہے اور پھر اسی طرح ہوا۔ (سو یہ آپ کا علم غیب ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔ سعیدی غفرلہ)

حضرت عبدالرحمان بن عوف نے کہا: ہمارا بھی ان کی مثل ایک بیٹا ہے' یعنی حضرت ابن عباس کی عمر کی مثل ہمارا بیٹا بھی ہے۔ ان کی غرض یہ تھی کہ ہم بوڑھے ہیں اور یہ نوجوان ہیں' پھر آپ کس وجہ سے ان کو ہم پر مقدم رکھتے ہیں اور ان کو اپنا مقرب بناتے ہیں؟ حضرت عمر کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ میں ان کو ان کی علمی فضیلت کی وجہ سے اپنا مقرب بناتا ہوں۔

حضرت عمر نے فرمایا: مجھ کو اس آیت کا اتنا ہی علم ہے جتنا تمہیں علم ہے۔ یعنی حضرت ابن عباس کا یہ علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢١٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن عباس کے لیے یہ دعا فرمائی تھی: اے اللہ اس کو دین کی فقہ عطا فرما اور اس کو تاویل کا علم عطا فرما۔

(صحیح البخاری: ٧٥' مسند احمد ج ١ ص ٢٦٦۔ ٣١٤' المعجم الکبیر: ١٠٦١٤' المستدرک ج ٣ ص ٥٣٤)

میں کہتا ہوں کہ سورۃ النصر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجل کا بیان ہے' اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ''اذا جاء نصر اللہ والفتح'' کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی وفات کی خبر دی گئی ہے گویا اس سال میری روح قبض کر لی جائے گی۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۷، طبع قدیم، مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۶، مؤسسۃ الرسالۃ، المعجم الکبیر: ۱۱۹۰۷، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۷ ص ۱۶۷، سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۷۱۲)

٣٦٢٨ - حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ حَنْظَلَةَ ابْنِ الْغَسِيْلِ حَدَّثَنَا عِكْرَمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ بِمِلْحَفَةٍ قَدْ عَصَّبَ بِعِصَابَةٍ دَسْمَاءَ حَتّٰى جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُوْنَ وَيَقِلُّ الْاَنْصَارُ حَتّٰى يَكُوْنُوْا فِي النَّاسِ بِمَنْزِلَةِ الْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ فَمَنْ وَّلِيَ مِنْكُمْ شَيْئًا يَّضُرُّ فِيْهِ قَوْمًا وَّيَنْفَعُ فِيْهِ اٰخَرِيْنَ فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُّسِيْئِهِمْ فَكَانَ اٰخِرَ ذٰلِكَ مَجْلِسٍ جَلَسَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن سلیمان بن حنظلۃ بن الغسیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی تھی اس مرض میں آپ اس حال میں باہر نکلے کہ آپ نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی اور سر پر سیاہ پٹی باندھی ہوئی تھی حتیٰ کہ آپ منبر پر بیٹھ گئے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: بے شک لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا اور انصار کم ہوتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ اتنی تعداد میں رہ جائیں گے جتنا طعام میں نمک ہوتا ہے سو تم میں سے جو شخص حاکم ہو اور وہ بعض لوگوں کو ضرر پہنچا سکتا ہو اور دوسروں کو نفع پہنچا سکتا ہو وہ ان کی نیکیوں کو قبول کرلے اور ان کی کوتاہیوں سے درگزر کرے۔ یہ آخری مجلس تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۹۲۷، میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ لوگ زیادہ ہوتے رہیں گے اور انصار کم ہوتے رہیں گے اور یہ غیب کی خبر ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔

اس حدیث کی سند میں حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے یہ حالت جنابت میں شہید ہوگئے تھے اور ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا ان کا لقب غسیل ملائکہ تھا۔ یہ جنگ احد میں شہید ہوئے تھے ان کو ابوسفیان بن حرب نے قتل کیا تھا (فتح مکہ کے بعد ابوسفیان مسلمان ہوگئے تھے رضی اللہ عنہ)۔

اس حدیث میں ''عصابۃ دسماء'' کا لفظ ہے اس کا لفظی معنی ہے: چکنی پٹی لیکن علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہاں پر مراد ہے سیاہ پٹی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۱۵، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٣٦٢٩ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَخْرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ الْحَسَنَ فَصَعِدَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حسین الجعفی نے حدیث بیان کی از ابی موسیٰ از الحسن از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی

بِهٖ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِبْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَّلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ.

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت الحسن رضی اللہ عنہ کو باہر نکالا اور ان کو منبر کے اوپر چڑھایا اور فرمایا: میرا یہ بیٹا سید ہے اور شاید اللہ اس کے سبب سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے اندر صلح کرائے گا۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ٢٧٠٤ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کرائیں گے اور واقع میں ایسا ہی ہوا اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کو سید کہنے کی اصل اور دلیل

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو سید فرمایا ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل اور اولاد کو سید کہنے کی اصل ہے، چنانچہ اب تک دیار مصر اور برصغیر میں ان کو سید کہا جاتا ہے اور ترک، مغرب اور عرب میں شریف کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کا ذکر ہے، ان میں سے ایک حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی جماعت تھی اور دوسری حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت تھی، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرانا مستحب ہے اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمین کا اطلاق فرمایا۔ اس حدیث میں ان روافض کا رد ہے جو حضرت معاویہ اور ان کی جماعت پر تبرا کرتے ہیں۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٧ ص ٤٧، مکتبۃ الرشد، ریاض، ١٤٣٠ھ)

٣٦٣٠ - حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ حُمَیْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعٰی جَعْفَرًا وَّزَیْدًا قَبْلَ اَنْ یَّجِیْءَ خَبَرُهُمْ وَعَیْنَاهُ تَذْرِفَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از حمید بن ہلال از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے ان کی شہادت کی خبر دے دی اور اس وقت آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ١٢٤٦ میں گزر چکی ہے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہما دونوں غزوہ موتہ میں شہید ہوئے اور ان کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ان کی شہادت کی خبر دی یہ غیب کی خبر ہے، اس حدیث میں آپ کے علم غیب کا ثبوت ہے۔

یہ دونوں صحابہ جمادی الاولی آٹھ ہجری میں شہید ہوئے تھے۔ (حافظ ابن حجر نے غزوہ موتہ کا ایک قول ٧ ہجری کا بھی نقل کیا ہے) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ کسی کی شہادت پر آنسوؤں سے رونا جائز ہے، البتہ آواز نکال کر اور چلا چلا کر رونا اور کسی کی مرگ کی خبر سن کر بال نوچنا اور سینہ پیٹنا ممنوع ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٤ ص ٦٤، مکتبۃ الرشد، ریاض، ١٤٣٠ھ)

غزوہ موتہ کے شہداء کی خبر

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ١٤٢١ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا ذکر ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان تینوں شہداء کو منکشف کر دیا گیا تھا' سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے' وہ اس لشکر کے امیر تھے' پھر ان کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے' وہ بہت مشہور اور بہادر مرد تھے' پھر ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے' پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ازخود جھنڈا اٹھا کر لشکر کی قیادت سنبھال لی' ان کو امیر بنانے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم نہیں دیا تھا' آپ نے فرمایا تھا تمہارے امیر زید بن حارثہ ہوں گے' پھر اگر وہ شہید ہو جائیں تو جعفر امیر ہوں گے' پھر اگر وہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے۔

(صحیح البخاری: ۴۲۶۲' المستدرک ج ۳ ص ۴۴' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱۳)

رہے خالد بن ولید تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر نہیں بنایا تھا۔ وہ ضرورت کے وقت ازخود امیر بن گئے تھے' سو اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی۔ (شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۳۰۹' مکتبۃ الطبرانی' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

۳۶۳۱ - حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِیٍّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَّكُمْ مِنْ اَنْمَاطٍ قُلْتُ وَاَنّٰی یَكُوْنُ لَنَا الْاَنْمَاطُ قَالَ اَمَا اِنَّهٗ سَیَكُوْنُ لَكُمُ الْاَنْمَاطُ فَاَنَا اَقُوْلُ لَهَا یَعْنِی امْرَاَتَهٗ اَخِّرِیْ عَنِّیْ اَنْمَاطَكِ فَتَقُوْلُ اَلَمْ یَقُلِ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ لَكُمُ الْاَنْمَاطُ فَاَدَعُهَا. [طرف الحدیث: ۵۱۶۱] (صحیح مسلم: ۲۰۸۳' الرقم المسلسل: ۵۳۴۲' سنن ابوداؤد: ۴۱۴۵' سنن ترمذی: ۲۷۷۴' سنن نسائی: ۳۳۸۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ان کی شادی کے موقع پر) ان سے پوچھا: کیا تمہارے پاس قالین ہیں؟ میں نے کہا: ہمارے پاس قالین کیسے ہو سکتے ہیں؟ (ہم تو تنگ دست ہیں) آپ نے فرمایا: سنو! تمہارے پاس قالین ہوں گے پس اب جب میں اپنی بیوی سے کہتا ہوں کہ میرے پاس سے اپنے یہ قالین نکال دو تو وہ کہتی ہیں: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ عنقریب تمہارے پاس قالین ہوں گے تو میں ان کو چھوڑ دیتا ہوں۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے حضرت جابر کو یہ پیشگی خبر دی کہ تمہارے پاس عنقریب قالین ہوں گے۔ یہ غیب کی خبر ہے اور واقع میں ایسا ہی ہوا اور اس حدیث میں آپ کے علم غیب کا ثبوت ہے۔

۳۶۳۲ - حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ اِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی حَدَّثَنَا اِسْرَائِیْلُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِنْطَلَقَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ مُّعْتَمِرًا قَالَ فَنَزَلَ عَلٰی اُمَیَّةَ بْنِ خَلَفٍ اَبِیْ صَفْوَانَ وَكَانَ اُمَیَّةُ اِذَا انْطَلَقَ اِلَی الشَّامِ فَمَرَّ بِالْمَدِیْنَةِ نَزَلَ عَلٰی سَعْدٍ فَقَالَ اُمَیَّةُ لِسَعْدٍ اِنْتَظِرْ حَتّٰی اِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ وَغَفَلَ النَّاسُ انْطَلَقْتَ فَطُفْتَ فَبَیْنَا سَعْدٌ یَطُوْفُ اِذَا اَبُوْ جَهْلٍ فَقَالَ مَنْ هٰذَا الَّذِیْ یَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ فَقَالَ سَعْدٌ اَنَا سَعْدٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عمرو بن میمون از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کرنے کے لیے گئے تو وہ امیہ بن خلف ابی صفوان کے پاس ٹھہرے' اور امیہ جب شام کی طرف جاتا اور مدینہ سے گزرتا تو وہ حضرت سعد کے پاس ٹھہرتا تھا' پس امیہ نے حضرت سعد سے کہا: آپ انتظار کیجیے حتیٰ کہ جب دوپہر ہو جائے اور لوگ غافل ہو جائیں اس وقت جا کر (کعبہ کا)

فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ تَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ اٰمِنًا وَّقَدْ اٰوَيْتُمْ مُحَمَّدًا وَّاَصْحَابَهٗ فَقَالَ نَعَمْ فَتَلَاحَيَا بَيْنَهُمَا فَقَالَ اُمَيَّةُ لِسَعْدٍ لَّا تَرْفَعْ صَوْتَكَ عَلٰى اَبِي الْحَكَمِ فَاِنَّهٗ سَيِّدُ اَهْلِ الْوَادِيْ ثُمَّ قَالَ سَعْدٌ وَّاللّٰهِ لَئِنْ مَّنَعْتَنِيْ اَنْ اَطُوْفَ بِالْبَيْتِ لَاَقْطَعَنَّ مَتْجَرَكَ بِالشَّامِ قَالَ فَجَعَلَ اُمَيَّةُ يَقُوْلُ لِسَعْدٍ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ وَجَعَلَ يُمْسِكُهٗ فَغَضِبَ سَعْدٌ فَقَالَ دَعْنَا عَنْكَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزْعُمُ اَنَّهٗ قَاتِلُكَ قَالَ اِيَّايَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَاللّٰهِ مَا يَكْذِبُ مُحَمَّدٌ اِذَا حَدَّثَ فَرَجَعَ اِلَى امْرَاَتِهٖ فَقَالَ اَمَا تَعْلَمِيْنَ مَاقَالَ لِيْ اَخِي الْيَثْرِبِيُّ قَالَتْ وَمَا قَالَ؟ قَالَ زَعَمَ اَنَّهٗ سَمِعَ مُحَمَّدًا يَّزْعُمُ اَنَّهٗ قَاتِلِيْ قَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا يَكْذِبُ مُحَمَّدٌ قَالَ فَلَمَّا خَرَجُوْا اِلٰى بَدْرٍ وَّجَاءَ الصَّرِيْخُ قَالَتْ لَهٗ امْرَاَتُهٗ اَمَا ذَكَرْتَ مَاقَالَ لَكَ اَخُوْكَ الْيَثْرِبِيُّ قَالَ فَاَرَادَ اَنْ لَّا يَخْرُجَ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ جَهْلٍ اِنَّكَ مِنْ اَشْرَافِ الْوَادِيْ فَسِرْ يَوْمًا اَوْ يَوْمَيْنِ فَسَارَ يَوْمَيْنِ مَعَهُمْ فَقَتَلَهُ اللّٰهُ.

[طرف الحدیث: ۳۹۵۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

طواف کرلیں، پس جس وقت حضرت سعد طواف کررہے تھے اچانک ابوجہل آ گیا اس نے کہا: یہ کون کعبہ کا طواف کررہا ہے۔ حضرت سعد نے کہا: میں سعد ہوں! ابوجہل نے کہا: تم اتنے اطمینان سے کعبہ کا طواف کررہے ہو! حالانکہ تم نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب کو پناہ دی ہوئی ہے؟ حضرت سعد نے کہا: ہاں! پس وہ دونوں بلند آواز سے بحث کرنے لگے، پس امیہ نے حضرت سعد سے کہا: آپ ابوالحکم (ابوجہل) کے سامنے بلند آواز سے بات نہ کریں کیونکہ وہ اہل وادی (مکہ) کا سردار ہے، پھر حضرت سعد نے کہا: اللہ کی قسم! اگر تم نے مجھے بیت اللہ کے طواف سے روکا تو میں تمہارا شام کا تجارتی سفر منقطع کردوں گا (کیونکہ یہ راستہ مدینہ سے ہوکر نکلتا تھا)، پھر امیہ حضرت سعد سے یہی کہتا رہا کہ آپ اپنی آواز بلند نہ کریں اور ان کو روکتا رہا، پس حضرت سعد کو غصہ آ گیا، انہوں نے کہا: تم ہمیں اپنے حال پر چھوڑ دو، کیونکہ میں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابوجہل تم کو قتل کرانے والا ہے۔ امیہ نے پوچھا: مجھ کو؟ حضرت معاذ نے کہا: ہاں! امیہ نے کہا: اللہ کی قسم! (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب بات کرتے ہیں تو جھوٹ نہیں بولتے، پھر امیہ اپنی بیوی کے پاس گیا، سو اس سے کہا: کیا تم کو علم نہیں کہ میرے یثربی بھائی نے میرے متعلق کیا بتایا ہے، اس نے پوچھا: کیا بتایا ہے؟ امیہ نے کہا: وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابوجہل مجھ کو قتل کرانے والا ہے۔ اس نے کہا: پس اللہ کی قسم! (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ راوی نے کہا: جب یہ لوگ (اہل مکہ) وادی بدر کی طرف جانے لگے اور کسی بلانے والے نے پکارا تو امیہ کی بیوی نے کہا: کیا تمہیں یاد نہیں تمہارے یثربی بھائی نے کیا بتایا تھا، راوی نے کہا: پھر امیہ نے نہ جانے کا ارادہ کیا تو اس سے ابوجہل نے کہا: تم اس وادی کے سرداروں میں سے ہو، تم ایک یا دو دن کے لیے چلے جاؤ، سو وہ ان کے ساتھ دو دن کے لیے گیا، پس اللہ نے اس کو قتل کر دیا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) احمد بن اسحاق بن الحصین بن جابر ابو اسحاق السلمی السرماری' سرمار بخارا کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے۔ (٢) عبید اللہ بن موسیٰ بن باذام ابو محمد العبسی الکوفی' یہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ایک ہیں۔ (٣) اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی۔ (٤) ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ السبیعی۔ (٥) عمرو بن میمون الازدی الکوفی۔ (٦) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢١٧)

اس حدیث کا باب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کے بیان میں ہے اور اس حدیث میں آپ کے اس معجزہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ آپ نے امیہ بن خلف کے قتل کی پیشگی خبر دی تھی' سو ایسا ہی ہوا اس کو غزوہ بدر میں بنی مازن کے ایک انصاری مرد نے قتل کر دیا تھا اور ابن ہشام نے لکھا ہے' اس کو معاذ بن عفراء' خارجۃ بن زید اور خبیب بن اساف نے مل کر قتل کیا تھا' پس اس حدیث میں آپ کے علم غیب کا ثبوت ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢١٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

وہ تم کو قتل کرنے والا ہے' اس کا فاعل ابو جہل ہے یا حضور ہیں' اس میں حافظ ابن حجر اور علامہ کرمانی کا نزاع اور مصنف کا محاکمہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف کو یہ خبر دی کہ عنقریب اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ علامہ کرمانی نے اس حدیث کی شرح میں یہ کہا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ نے جو امیہ بن خلف سے یہ کہا تھا کہ وہ تم کو قتل کرنے والا ہے اس سے مراد ہے کہ ابو جہل تم کو قتل کرنے والا ہے' پھر اس پر یہ اشکال ہوگا کہ ابو جہل تو امیہ بن خلف کے دین پر تھا' وہ اس کو کیسے قتل کر سکتا تھا؟ اس کا یہ جواب دیا کہ امیہ بن خلف کے مکہ سے نکلنے کا سبب ابو جہل تھا اور وہ مکہ سے نکلنے کے سبب سے جنگ میں مارا گیا تھا اس وجہ سے اس قتل کی نسبت ابو جہل کی طرف کی گئی۔ حافظ ابن حجر علامہ کرمانی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ عجب فہم ہے' حضرت سعد کا اس کلام سے یہ ارادہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو قتل کرنے والے ہیں۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٧٣٣' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے سیاق و سباق سے علامہ کرمانی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ امیہ بن خلف ابو جہل کی تائید کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اس کے سامنے اونچی آواز سے نہ بولو تو حضرت سعد نے کہا: تم کس کی حمایت کر رہے ہو! تم اس کی حمایت کر رہے ہو جو تمہیں قتل کرانے والا ہے! اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ابو جہل تم کو قتل کرانے والا ہے' یعنی وہ تم کو بدر میں بھیج کر تمہارے قتل کا سبب بنے گا۔

٣٦٣٣ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مُّوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ النَّاسَ مُجْتَمِعِيْنَ فِیْ صَعِيْدٍ فَقَامَ اَبُوْبَكْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَيْنِ وَفِیْ بَعْضِ نَزْعِهٖ ضَعْفٌ وَّاللّٰهُ يَغْفِرُلَهٗ ثُمَّ اَخَذَهَا عُمَرُ فَاسْتَحَالَتْ بِيَدِهٖ غَرْبًا فَلَمْ اَرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبد الرحمان بن شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرحمان بن المغیرہ نے حدیث بیان کی از والد خود از موسیٰ بن عقبہ از سالم بن عبد اللہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک میدان میں جمع ہیں' ابو بکر اٹھے اور انہوں نے (کنویں سے) ایک یا دو ڈول پانی نکالا اور ان کے ڈول سے پانی نکالنے میں کچھ ضعف تھا اور اللہ تعالیٰ ان

عَبْقَرِيًّا فِي النَّاسِ يَفْرِيْ فَرِيَّهُ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ وَّقَالَ هَمَّامٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَعَ اَبُوْبَكْرٍ ذَنُوْبَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ٣٦٧٦- ٣٦٨٢- ٧٠١٩- ٧٠٢٠] (صحیح مسلم: ٢٣٩٢' الرقم المسلسل: ٦٠٨٦)

کی مغفرت فرمائے' پھر عمر نے اس ڈول کو لیا' ان کے ہاتھ میں وہ بڑا ڈول ہو گیا اور میں نے لوگوں میں کوئی غیر معمولی کام کرنے والا شخص نہیں دیکھا جو ان کی طرح کام کر سکے (انہوں نے اتنے ڈول پانی نکالا) حتیٰ کہ لوگ (اپنے اونٹوں کو پانی پلا کر) اونٹوں کو ٹھکانوں پر لے گئے اور ہمام نے بیان کیا از حضرت ابو ہریرہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: پس ابو بکر نے دو ڈول پانی نکالا۔

امام بخاری نے اس حدیث کو باب المعجزات میں اس لیے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں اپنے خواب کو بیان فرمایا اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور جس طرح آپ نے خواب دیکھا تھا اسی طرح یہ واقع ہوا۔

حضرت ابو بکر کے ڈول سے پانی نکالنے میں ضعف تھا اور آپ نے ان کے لیے مغفرت کی دعا کی' اس سے ان کی فضیلت میں کمی مراد نہیں ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابو بکر کے ڈول سے پانی نکالنے میں کچھ ضعف تھا۔ اس ارشاد سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو کم کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ اس ارشاد سے واقعہ کو بیان کرنا مقصود ہے کیونکہ حضرت ابو بکر مرتدین سے قتال اور جہاد کرنے میں مشغول رہے' اس وجہ سے وہ ممالک کو فتح کرنے اور ان سے مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے فارغ نہ ہو سکے اور ان کی مدت خلافت بھی کم تھی' ان کی خلافت دو سال تین ماہ اور بیس دن رہی۔ اسی طرح آپ نے ان کے حق میں دعا کی: اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے' اس دعا سے بھی ان کی کسی تنقیص یا گناہ کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٢٠) بلکہ مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ مغفرت کی دعا سے کوئی شخص مستغنی نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق جو سب سے پہلے اسلام لائے اور سفر اور حضر میں ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اور آپ کے رفیق رہے' جن کی فضیلت میں قرآن مجید کی کئی آیات نازل ہوئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بہت مناقب بیان فرمائے' جو صحابہ میں سب سے بڑھ کر آپ کے محبوب تھے' جب وہ مغفرت کی دعا سے مستغنی نہیں ہیں تو کوئی اور مغفرت کی دعا سے کیسے مستغنی ہو سکتا ہے' سو ہر مسلمان کو مغفرت کی دعا کی احتیاج ہے۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر دن میں سو مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتے تھے' سو ہر شخص کو اپنی مغفرت کی دعا کرنی چاہیے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت ہے کہ ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغفرت کی دعا فرمائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیر معمولی صلاحیتیں

نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر کے ہاتھ میں وہ بڑا ڈول ہو گیا۔ ان کے ہاتھ میں وہ ڈول اس لیے بڑا ہو گیا کہ ان کے ایام خلافت بہت کثیر تھے اور ان کے ہاتھوں سے بہت شہر فتح ہوئے اور ان کے عہد حکومت میں غنیمتوں کے ذریعہ بہت اموال حاصل ہوئے اور انہوں نے متعدد شہر بسائے اور دواوین مرتب کیے۔

علامہ نووی نے کہا ہے: اس خواب میں ان دونوں خلیفوں کے ایام میں جو امور ظاہر ہوئے اور لوگوں نے ان سے جو نفع اٹھایا اس کی مثال بیان کی گئی ہے اور یہ تمام فتوحات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ماخوذ ہیں کیونکہ آپ نے ہی تمام قواعد کو مقرر کیا' پھر آپ کے بعد دو سال تک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ رہے۔ انہوں نے مرتدین سے قتال کیا اور ان کی جڑ کاٹ دی' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے' ان

کے زمانہ میں حلقہ اسلام بہت وسیع ہو گیا' پس آپ نے مسلمانوں کے امر کو کنویں کے ساتھ تشبیہ دی' جس کے پانی سے ان کی حیات اور صلاح ہے اور اس کے پینے سے ان کو تر و تازگی حاصل ہوتی ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو عبقری فرمایا ہے' عبقری اس شخص کو کہتے ہیں جو غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہو اور اپنے کام میں ماہر ہو۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ عبقری اس چیز کو کہتے ہیں جو خیر اور شر میں اپنی انتہا پر ہو۔

نیز آپ نے فرمایا: میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو ان کی طرح قوت اور مہارت سے کام کر سکے اور حضرت عمر کی تدبیر اور فراست سے مسلمانوں کی مہم اپنے تمام اور کمال کو پہنچ گئی۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٢٠ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ١٤٢١ھ)

٣٦٣٤ - حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ النَّرْسِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ قَالَ أُنْبِئْتُ أَنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ أُمُّ سَلَمَةَ فَجَعَلَ يُحَدِّثُ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُمِّ سَلَمَةَ مَنْ هٰذَا أَوْ كَمَا قَالَ قَالَ قَالَتْ هٰذَا دِحْيَةُ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ أَيْمُ اللّٰهِ مَا حَسِبْتُهُ إِلَّا إِيَّاهُ حَتّٰى سَمِعْتُ خُطْبَةَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَبَرِ جِبْرِيلَ أَوْ كَمَا قَالَ قَالَ فَقُلْتُ لِأَبِي عُثْمَانَ مِمَّنْ سَمِعْتَ هٰذَا قَالَ مِنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ.

[طرف الحدیث: ٤٩٨٠] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عباس بن الولید النرسی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے ہمیں ابوعثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس وقت آپ کے پاس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ (آپ سے) بات کرتے رہے' پھر اٹھ کر چلے گئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے پوچھا: یہ کون تھے؟ یا جو آپ نے فرمایا' حضرت ام سلمہ نے کہا: یہ حضرت دحیہ تھے' حضرت ام سلمہ نے بتایا کہ میں نے ان کو اسی طرح گمان کیا تھا' حتیٰ کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سنا جس میں آپ حضرت جبریل کے آنے کی خبر دے رہے تھے' یا جس طرح آپ نے فرمایا' راوی نے کہا: میں نے ابوعثمان سے پوچھا: آپ نے یہ حدیث کس سے سنی ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے۔

اس حدیث میں حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے اور وہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی خبریں پہنچاتے تھے' نیز اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا: یہ جو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں ہیں یہ حضرت جبریل ہیں اور حضرت جبریل کو پہچاننا اور بتانا علم غیب ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔

حضرت ام سلمہ' حضرت دحیہ کلبی اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کا تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ہے' ھند بنت امیہ' آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے ایک زوجہ ہیں۔

حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ معروف صحابی ہیں' آپ کا نام دحیہ بن خلیفہ الکلبی ہے' یہ تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے اور حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان ہی کی صورت میں آتے تھے اور حضرت جبریل علیہ السلام دوسروں کے سامنے اپنی صورت میں آتے تھے اور بعض اوقات حضرت جبریل کو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی دیکھ پاتے تھے۔

نیز اس حدیث میں حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ کا ذکر ہے۔ ان کی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کی تھی' حضرت اسامہ کے متعلق کہا جاتا تھا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاڈلے اور محبوب ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اٹھارہ سال کی عمر میں عامل بنایا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخیر عہد میں اٹھاون یا انسٹھ ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٢١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٦ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

﴿يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۝﴾ (البقرہ:١٤٦)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ اس (نبی) کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں' اور بے شک ان میں سے ایک گروہ جان بوجھ کر یقیناً حق کو چھپاتا ہے۝ (البقرۃ:١٤٦)

یعنی یہ باب البقرۃ:١٤٦ کی تفسیر میں ہے۔ امام بخاری نے اس آیت کے شروع کا حصہ ذکر نہیں کیا' وہ اس طرح ہے: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے' وہ اس نبی کو ایسے پہچانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اہل کتاب کے نزدیک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نبی ہونا اس طرح معروف تھا جس طرح ان کے نزدیک ان کے اپنے بیٹے کا نسب معروف تھا۔ اہل عرب جب کسی چیز کی صحت کو بیان کرتے تو اس طرح کہتے تھے: وہ چیز میرے نزدیک اس طرح صحیح ہے جس طرح میرے نزدیک میرے بیٹے کا نسب صحیح ہے۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس طرح پہچانتے تھے جس طرح تم اپنے بیٹے کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! اس سے زیادہ۔ حضرت جبریل علیہ السلام آسمان سے آپ کی صفات لے کر نازل ہوئے تو میں نے آپ کو پہچان لیا' اور میں نہیں جانتا کہ میرے بیٹے کی ماں کیا کرتی رہی تھی' ایک قول یہ ہے کہ جس طرح کوئی شخص دوسروں کے بیٹوں میں سے اپنے بیٹے کو پہچان لیتا تھا اور جس طرح کوئی شخص دوسروں کے بیٹوں کے درمیان اپنے بیٹے کو پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں کرتا تھا نہ کوئی شک کرتا تھا اسی طرح وہ آپ کے نبی ہونے کے متعلق کوئی شک نہیں کرتا تھا اور یہ اہل کتاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان صفات کو چھپاتے تھے جو ان کی کتابوں میں لکھی ہوئی تھیں حالانکہ ان کو یقین تھا کہ حق وہی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات کے متعلق ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تورات کو پڑھے بغیر بتا دیا کہ تورات میں زنا کی کیا سزا لکھی ہوئی ہے اور یہ آپ کی نبوت کی عظیم علامت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٢٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٦٣٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ الْيَهُوْدَ جَاءُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهٗ اَنَّ رَجُلًا مِّنْهُمْ وَامْرَاَةً زَنَيَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَجِدُوْنَ فِي التَّوْرَاةِ فِيْ شَاْنِ الرَّجْمِ فَقَالَ نَفْضَحُهُمْ وَيُجْلَدُوْنَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ اِنَّ فِيْهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک بن انس نے خبر دی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پس انہوں نے آپ سے ذکر کیا کہ ان میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا ہے' تب ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم تورات میں رجم (سنگسار) کے متعلق کیا لکھا ہوا پاتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ہم ان کو رسوا کرتے

الرَّجْمَ فَاتَوْا بِالتَّوْرَاةِ فَنَشَرُوْهَا فَوَضَعَ اَحَدُهُمْ يَدَهُ عَلٰى اٰيَةِ الرَّجْمِ فَقَرَاَ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا فَقَالَ لَهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ اِرْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ يَدَهُ فَاِذَا فِيْهَا اٰيَةُ الرَّجْمِ فَقَالُوْا صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ فِيْهَا اٰيَةُ الرَّجْمِ فَاَمَرَبِهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَرَاَيْتُ الرَّجُلَ يَحْنَأُ عَلَى الْمَرْاَةِ يَقِيْهَا الْحِجَارَةَ.

ہیں اور کوڑے لگاتے ہیں' پس حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے جھوٹ بولا تورات میں سنگسار کرنے کا حکم ہے۔ پس وہ تورات لے کر آئے' پھر اس کو کھولا' پس ان میں سے ایک شخص نے اپنا ہاتھ رجم کی آیت پر رکھ دیا اور اس سے پہلے اور بعد کی آیت پڑھی' پھر اس سے حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: اپنا ہاتھ اٹھاؤ' پس اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو تورات میں رجم کی آیت لکھی ہوئی تھی' پس انہوں نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ نے سچ فرمایا ہے اس میں آیت رجم لکھی ہوئی ہے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سنگسار کرنے کا حکم دیا' پس ان دونوں کو سنگسار کیا گیا' حضرت عبداللہ نے کہا: میں نے دیکھا کہ مرد اس عورت پر جھک کر اس کو پتھروں سے بچا رہا تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۳۲۹' میں گزر چکی ہے۔

اس باب کا عنوان ہے' علامات نبوت اور معجزات' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تورات کو نہیں پڑھا تھا اس کے باوجود آپ نے فرمایا کہ تورات میں آیت رجم ہے اور پھر تورات میں آیت رجم نکل آئی اور یہودی بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدق کے معترف ہو گئے۔ یہ آپ کی نبوت کی عظیم علامت اور معجزہ ہے۔

٢٧ - بَابُ سُوَالِ الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّرِيَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰيَةً فَاَرَاهُمْ اِنْشِقَاقَ الْقَمَرِ

مشرکین کا سوال کرنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو معجزہ دکھائیں' تو آپ نے ان کو چاند کا شق ہونا دکھایا

چاند کا شق ہونا بہت عظیم معجزہ تھا' یہ معجزات کی عادت سے خارج تھا۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ چاند کا شق ہونا بہت عظیم معجزہ تھا۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں سے کوئی معجزہ اس کے برابر نہیں ہے کیونکہ یہ معجزہ اس عالم طبعی سے خارج میں واقع ہے اور کسی شخص کی قدرت میں یہ نہیں ہے کہ وہ اس معجزہ کی نظیر لا سکے' لہٰذا اس معجزہ کے ساتھ نبوت کو ثابت کرنا بہت واضح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٢٤)

٣٦٣٦ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِقَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْهَدُوْا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی از ابن ابی نجیح از مجاہد از ابی معمر از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گواہ ہو جاؤ۔

[اطراف الحدیث: ۳۸۶۹' ۳۸۷۰' ۴۸۶۴' ۴۸۶۵] (صحیح مسلم: ۲۸۰۰' الرقم المسلسل: ۶۹۶۵' سنن ترمذی: ۳۲۸۵' السنن الکبریٰ: ۱۱۵۵۳' مسند ابویعلیٰ: ۴۹۶۸' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۲۶۴' المعجم الکبیر: ۹۹۹۷' مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۷' طبع قدیم' مسند احمد: ۳۵۸۳۔ ج ۶ ص ۶۰' مؤسسۃ

الرسالۃ' بیروت)

معجزہ شق القمر کی توجیہات اور اعتراضات کے جوابات

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی التوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

جس وقت یہ معجزہ رونما ہوا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیٰ میں تھے' اور آپ کے ساتھ مومن بھی تھے اور مشرک بھی تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے حتیٰ کہ لوگوں نے حرا پہاڑ کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا تو ابوجہل نے کہا: یہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا سحر (جادو) ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۸٦۴)

اس حدیث کی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ ہے:

وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○ اور (کافر) اگر کوئی نشانی دیکھیں تو منہ پھیر لیں اور کہیں (یہ تو) چلتا پھرتا جادو ہے ○ (القمر:۲)

پھر جب چاروں طرف سے لوگ آئے تو انہوں نے چاند کے شق ہونے کی خبر دی اور یہ بہت عظیم اور بہت عجیب و غریب معجزہ ہے۔ یہ عالم ملکوت میں تصرف ہے پس یہ کسی طرح متواتر نہیں ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ چاند کے شق ہونے کے متعلق قرآن مجید کی درج ذیل آیت بہت صریح ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ (القمر:۱) قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا ○

اور قرآن مجید کی اس آیت کے تواتر نے شق القمر کے معجزہ کو دیگر نقول متواترہ سے مستغنی کر دیا۔

بعض علماء نے کہا کہ اس معجزہ کا وقوع رات میں ہوا تھا اور اس وقت اکثر لوگ سوئے ہوئے تھے اور اس کا وقوع اچانک ایک لحہ میں ہو گیا تھا' اس لیے جو لوگ جاگ رہے تھے وہ بھی اس کو نہیں دیکھ سکے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ رات میں چاند کو گہن لگتا ہے اور اکثر لوگ اس پر مطلع نہیں ہوتے' میں کہتا ہوں کہ اس توجیہ کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عظیم مجمع میں مشرکین کے سوال کرنے سے یہ معجزہ دکھایا تھا اور بعد میں ہر طرف سے آنے والوں نے اس کی خبر دی تھی۔

(الکوثر الجاری ج٦ ص۴۲۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے معجزہ شق القمر کے متعلق حضرت ابن مسعود' حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی احادیث ذکر کی ہیں' رہے حضرت انس اور حضرت ابن عباس تو وہ اس موقع پر حاضر نہیں تھے کیونکہ یہ واقعہ ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے کا ہے۔ حضرت ابن عباس اس وقت تک پیدا نہیں ہوئے تھے اور رہے حضرت انس تو اس وقت ان کی عمر چار یا پانچ سال تھی اور وہ اس وقت مدینہ میں تھے' ان کے علاوہ جو دوسرے صحابہ تھے ممکن ہے انہوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہو۔ جن صحابہ نے اس کو دیکھنے کی تصریح کی ہے ان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں' یہاں پر امام بخاری نے مختصر حدیث روایت کی ہے اور اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت ابن مسعود اس موقع پر حاضر تھے' البتہ کتاب التفسیر میں امام بخاری نے مفصل حدیث روایت کی ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ: ''گواہ ہو جاؤ'' اور امام بخاری کی حدیث معلق میں ذکر ہے کہ یہ واقعہ مکہ میں حبشہ کی طرف ہجرت سے پہلے واقع ہوا تھا' امام ابونعیم نے دلائل نبوت میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابن مسعود نے بیان کیا کہ میں نے چاند کا ایک ٹکڑا منیٰ کے پہاڑ پر دیکھا اور ہم اس وقت مکہ میں تھے' اس کی باقی تفصیل عنقریب آئے گی۔ (فتح الباری ج۴ ص ۷۳۵۔ ۷۳۴' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲٦ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب التفسیر میں اس حدیث کی شرح نہیں لکھی اور یہ لکھ دیا کہ ہم سیرت نبویہ کی ابتدا میں اس حدیث کی شرح لکھ چکے ہیں (غالباً حافظ ابن حجر حسب عادت بھول گئے کہ انہوں نے کتاب التفسیر میں اس حدیث کی شرح لکھی تھی۔ سعیدی غفرلہ) (فتح الباری ج ۴ ص ۴۲ ' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر معجزہ شق القمر کا وقوع ہوا ہوتا تو تمام روئے زمین کے لوگوں سے یہ واقعہ منقول ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تمام روئے زمین کے لوگوں کے لیے چاند ایک حد پر واقع نہیں ہے کیونکہ چاند ایک قوم سے پہلے دوسری قوم پر طلوع ہوتا ہے اور کبھی وہ زمین کی اطراف میں سے دوسری زمین کی ضد پر واقع ہوتا ہے اور کبھی ایک قوم اور چاند کے درمیان بادل حائل ہو جاتا ہے یا پہاڑ حائل ہو جاتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ کسی ملک میں چاند گرہن ہوتا ہے اور دوسرے ملک میں نہیں ہوتا اور کسی ملک میں جزوی گرہن لگتا ہے اور دوسرے ملک میں کلی گرہن لگتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۲۵)

نیز ایک اور حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں چاند شق ہو گیا حتیٰ کہ اس کا ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر تھا اور دوسرا ٹکڑا دوسرے پہاڑ پر تھا تو کافروں نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہم پر جادو کر دیا ہے' پھر انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: اگر انہوں نے ہم پر جادو کر دیا ہے تو وہ سب پر جادو تو نہیں کر سکتے۔

(سنن ترمذی: ۳۲۸۹' مسند احمد ج ۴ ص ۸۱)

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ واقعہ منیٰ میں ہوا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جس وقت چاند شق ہوا اس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۲۶' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ شعیب الارنؤوط لکھتے ہیں:

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں شق القمر ہوا ہے' اس کے ثبوت میں احادیث متواترہ منقول ہیں جن کے احاطہ سے قطعیت کا ثبوت ہوتا ہے۔ (السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۱۱۴)

ابواسحاق الزجاج نے معانی القرآن میں لکھا ہے کہ بعض مبتدعین نے چاند کے شق ہونے کے متعلق ملت اسلامیہ کی مخالفت کی ہے اور اس معجزہ کا انکار کیا ہے اور عقل کے نزدیک اس کا انکار صحیح نہیں ہے کیونکہ چاند اللہ کی مخلوق ہے' وہ اس میں جو چاہے تصرف فرما سکتا ہے' کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ چاند کو لپیٹ دے گا اور اس کو فنا کر دے گا۔ بعض لوگوں نے کہا: اگر ایسا ہوا ہوتا تو یہ واقعہ تواتر سے منقول ہوتا اور تمام روئے زمین کے لوگ اس کی معرفت میں مشترک ہوتے اور اس کی معرفت صرف اہل مکہ کے ساتھ خاص نہ ہوتی اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ رات میں ہوا اور اکثر لوگ اس وقت سوئے ہوئے تھے اور دروازے بند تھے اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ لوگ ساری رات آسمان پر نظر جما کر بیٹھے رہیں اور رات میں چاند کو گہن لگتا ہے اور بڑے بڑے ستارے ظاہر ہوتے ہیں' اس کے علاوہ اور امور بھی ہوتے ہیں اور گنے چنے لوگ ہی اس کا مشاہدہ کرتے ہیں' نیز چاند کے شق ہونے کا واقعہ ایک لحہ میں ہو گزرا تھا اور ضروری نہیں کہ سب اس وقت آسمان کی طرف دیکھ رہے ہوں۔ (حاشیہ مسند احمد ج ۶ ص ۶۲' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

۳۶۳۷ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا یُوْنُسُ امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے

حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ (ح) وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً فَأَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ.

[اطراف الحدیث: ٣٨٦٨- ٣٨٦٧- ٤٨٦٨] (صحیح مسلم: ٢٨٠٢، الرقم المسلسل: ٦٩٧٠، سنن ترمذی: ٣٢٩٧)

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (ح) مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہوں نے لوگوں کو یہ حدیث بیان کی کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ وہ ان کو کوئی معجزہ دکھائیں تو آپ نے انہیں چاند کو شق کر کے دکھایا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے احادیث سابقہ کی شرح کا مطالعہ کریں۔

٣٦٣٨- حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَالِدٍ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ الْقَمَرَ انْشَقَّ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [اطراف الحدیث: ٣٨٧٠- ٤٨٦٦] (صحیح مسلم: ٢٨٠٣، الرقم المسلسل: ٦٩٧٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں خلف بن خالد القرشی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن مضر نے حدیث بیان کی از جعفر بن ربیعہ از عراک بن مالک از عبید اللہ بن عبد اللہ بن مسعود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند شق ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی احادیث سابقہ کی شرح کا مطالعہ کریں۔

٢٨- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا اور یہ باب ابواب سابقہ کے لیے بہ منزلہ فصل ہے۔

٣٦٣٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُعَاذٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ يُضِيئَانِ بَيْنَ أَيْدِيهِمَا فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَاحِدٌ حَتّٰى أَتٰى أَهْلَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معاذ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قتادہ انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے دو مرد اندھیری رات میں نکلے اور ان کے ساتھ دو چراغوں کی مثل چیزیں تھیں وہ ان دونوں کے سامنے روشنی کر رہی تھیں جب وہ الگ الگ ہوئے تو ان میں سے ہر ایک کے ساتھ وہ چیز تھی حتیٰ کہ وہ اپنے گھر پہنچ گیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ٤٦٥ میں گزر چکی ہے۔

صحابہ اور ان کے بعد کے مسلمانوں کی کرامات دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں۔

کرامات کی تحقیق

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ١٤٢١ھ لکھتے ہیں:

اولیاء اللہ کی کرامات اس امت میں اور اس سے پہلی امتوں میں ثابت ہیں اور اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب اولیاء کی کرامات کی تصدیق ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں سے جو خلاف عادت کام ظاہر فرماتا ہے اور ان کو انواع علوم اور مکاشفات عطا فرماتا ہے ان کی تصدیق ہے۔ شیخ ابن تیمیہ نے ''العقیدۃ الواسطیہ'' میں اسی طرح لکھا ہے اور انہوں نے اپنی کتاب میں اولیاء رحمان اور اولیاء شیطان کی کافی مثالیں ذکر کی ہیں اور یہ بتایا ہے کہ اولیاء شیطان سے بھی بعض اوقات خلاف عادت امور ظاہر ہوتے ہیں جس کی وجہ سے بعض لوگ انہیں اولیاء رحمان گمان کرتے ہیں۔ (شرح صحیح البخاری ج ٢ ص ٥٥' مکتبۃ الطبری' القاہرہ' ١٤٢٩ھ)

٣٦٤٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ حَدَّثَنَا يَحْيٰی عَنْ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِيْنَ حَتّٰى يَاْتِيَهُمْ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ.

[اطراف الحدیث: ٧٣١١ - ٧٤٥٩] (صحیح مسلم: ١٩٢١' الرقم المسلسل: ٤٨٤٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل' انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ ہمیشہ غالب رہیں گے حتیٰ کہ اللہ کا حکم آجائے گا اور وہ اس وقت بھی غالب ہوں گے۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پیشین گوئی کی ہے کہ آپ کی امت کا ایک گروہ قیامت تک غالب رہے گا اور الحمد للہ عہد رسالت سے لے کر آج تک یہ پیش گوئی پوری ہوئی ہے اور یہ آپ کا علم غیب ہے اور معجزہ ہے۔

قیامت تک دین حق پر قائم رہنے والے مومنین کے مصداق میں متعدد اقوال اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میری امت کے کچھ لوگ ہمیشہ غالب رہیں گے۔ فقہاء حنبلیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ کسی زمانہ کا مجتہد سے خالی ہونا جائز نہیں ہے۔

نیز فرمایا: حتیٰ کہ اللہ کا حکم آجائے گا اور وہ اس وقت بھی غالب ہوں گے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اللہ کے حکم سے مراد وہ ہوا ہے جو ہر مومن مرد اور مومن عورت کی روح نکال لے گی' ایک روایت میں ہے کہ حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے گی یعنی قرب قیامت میں ایسی ہوا چلے گی۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ اس گروہ سے مراد اہل علم کی جماعت ہے' امام احمد بن حنبل نے کہا: اس سے مراد محدثین کی جماعت ہے اور اگر اس سے مراد محدثین نہ ہوں تو پھر میں نہیں جانتا وہ کون لوگ ہیں۔ قاضی نے کہا: اس گروہ سے مراد اہل السنۃ والجماعۃ ہیں اور جو اہل حق کے عقیدہ پر ہوں۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کی متعدد انواع ہوں' بعض بہادر جنگجو مجاہدین ہوں' بعض فقہاء ہوں' بعض محدثین ہوں' بعض زاہدین اور عبادت گزار ہوں' بعض نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے علماء ہوں اور اس میں اہل خیر کی اور بھی انواع مراد ہو سکتی ہیں (مثلاً مصنفین ہوں' مدرسین ہوں' فقراء اور حفاظ ہوں' نعت گو شعراء اور نعت خواں ہوں وغیرہم۔ سعیدی غفرلہ) اور یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ سب مجتمع ہوں بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ روئے زمین پر مختلف علاقوں میں ہوں' اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے اور حجیت اجماع پر اس حدیث سے استدلال کرنا زیادہ صحیح ہے بہ نسبت اس حدیث کے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی' کیونکہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ج ۸ ص ۵۲۹۷ ' مکتبہ نزار مصطفیٰ ' بیروت ' ۱۴۱۷ ھ 'عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۲۷ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۲۱ ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ ھ لکھتے ہیں:

اہل اصول نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اجماع حجت ہے' اجماع کی تعریف ہے: ایک زمانہ کے مجتہدین کا کسی حکم شرعی پر متفق ہونا۔ (الکوثر الجاری ج ۱ ص ۱۶۷ ' داراحیاء التراث العربی ' بیروت ' ۱۴۲۹ ھ)

علامہ ابویحییٰ زکریا الانصاری المصری الشافعی المتوفی ۹۲۶ ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے اور اس حدیث سے اجماع کی حجیت پر استدلال کرنا زیادہ صحیح ہے بہ نسبت اس حدیث کے کہ '' میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی'' کیونکہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

(تحفۃ الباری ج ٦ ص ٦٦١ ـ ٦٦٠ ' مکتبہ الرشد' ریاض ' ۱۴۲۶ ھ)

جدید شارح علامہ موسیٰ شاہین لاشین نے علامہ نووی کی اتباع میں اس حدیث کو ضعیف لکھا ہے۔

(فتح المنعم شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۵۹۷ ' دار الشروق' القاہرہ ۱۴۲۹ ھ)

اس حدیث کی تحقیق کہ '' میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی''

علامہ نووی' علامہ عینی' علامہ زکریا الانصاری اور علامہ شاہین لاشین نے جو اس حدیث کو مطلقاً ضعیف لکھا ہے یہ صحیح نہیں ہے' اس حدیث کے متعدد متابعات اور شواہد ہیں اس لیے یہ حدیث زیادہ سے زیادہ صحیح لغیرہ اور حسن لذاتہٖ ہے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ میری امت کو یا فرمایا: امت محمد کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے اور جو جماعت سے الگ ہوگا وہ دوزخ میں الگ ہوگا۔ (سنن ترمذی: ۲۱٦۷)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ابوبصرہ الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل سے چار چیزوں کا سوال کیا تو اس نے مجھے تین چیزیں عطا فرمائیں اور ایک چیز سے مجھے منع فرمادیا' میں نے اللہ عزوجل سے سوال کیا کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہو تو اس نے مجھے یہ عطا فرمادیا' اور میں نے اللہ عزوجل سے یہ سوال کیا کہ ان پر ایسا دشمن مسلط نہ ہو جو ان کا غیر ہو تو اس نے مجھے یہ عطا کر دیا اور میں نے اللہ عزوجل سے یہ سوال کیا کہ وہ ان کو قحط سے ہلاک نہ کرے جیسا کہ اس سے پہلی امتوں کو ہلاک کیا ہے' تو اس نے مجھے یہ عطا کر دیا اور میں نے اللہ عزوجل سے یہ سوال کیا کہ ان کے مختلف فرقے نہ کرنا اور ان کو ایک دوسرے سے نہ لڑانا' تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس دعا سے روک دیا۔

(مسند احمد ج ٦ ص ۳۹٦ ' المعجم الکبیر: ۲۱۷۱ ' مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۲۲ ـ ۲۲۱ ' المستدرک ج ۱ ص ۱۱٦ ' الاحادیث الصحیحۃ للالبانی: ۱۳۳۱)

علامہ شمس الدین محمد بن عبد الرحمان السخاوی المتوفی ۹۰۲ ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کا متن مشہور ہے اور اس کی بہ کثرت اسانید ہیں اور متعدد شواہد ہیں۔

(المقاصد الحسنۃ ص ۴۵۵ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۰۷ ھ)

۳٦۴۱ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے

يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ عُمَيْرٌ فَقَالَ مَالِكُ بْنُ يُخَامِرَ قَالَ مُعَاذٌ وَّهُمْ بِالشَّامِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ هٰذَا مَالِكٌ يَزْعُمُ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاذًا يَّقُوْلُ وَهُمْ بِالشَّامِ.

کہا: مجھے ابن جابر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمیر بن ھانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے دین اور اس کے احکام پر قائم رہے گا' جو ان کو رسوا کرنا چاہے گا یا ان کی مخالفت کرنا چاہے گا وہ ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکے گا حتیٰ کہ قیامت آ جائے آ جائے گی اور وہ اسی دین اور اسی شریعت پر قائم ہوں گے۔ عمیر نے کہا: پس مالک بن یخامر نے بیان کیا کہ معاذ نے کہا اور وہ اس وقت شام میں تھے' معاویہ نے کہا: یہ مالک یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے معاذ سے سنا ہے اور وہ اس وقت شام میں تھے۔

اس حدیث کی شرح کا بعض حصہ حدیث سابق کی شرح میں گزر چکا ہے اور بعض دوسرے امور یہاں بیان کیے جا رہے ہیں۔

مومنین کی ایک جماعت کے قیامت تک دین حق پر قائم رہنے کا سبب

جدید شارح علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

اسلام آخری دین ہے اور اس کی شریعت قیامت تک کے لیے فرض کی گئی ہے تاہم اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکمت سے ایسا ہوتا رہا ہے کہ ہر امت اپنے رسول کے چلے جانے کے بعد اس کی تعلیمات سے دور ہوتی رہی ہے' ہر رسول کی تعلیمات کا نور اس کی امت کے رگ و پے میں جاری رہتا ہے لیکن آہستہ آہستہ یہ نور مضمحل ہوتا رہتا ہے اور جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے لوگوں میں دین کے احکام پر عمل کرنے میں وہ پہلا سا جوش و خروش نہیں رہتا اور ان پر سستی اور کاہلی اور نیک اعمال سے بے رغبتی چھاتی جاتی ہے اور شیطان کے اثر سے وہ بہ تدریج زیادہ سے زیادہ برائیوں میں ملوث ہوتے رہتے ہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ بہترین زمانہ تھا' پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ تھا جو آپ کے قریب تھے' پھر ان کے بعد تابعین کا زمانہ تھا' پھر آہستہ آہستہ دین کا اثر و نفوذ کم ہوتا جاتا ہے۔ پہلی امتوں میں انبیاء علیہم السلام کے بعد حوارین ہوتے تھے اور ہمارے دین اسلام میں علماء اور صالحین ہوتے ہیں۔

علماء اور صالحین بھی وقت گزرنے کے ساتھ کمزور پڑتے جاتے ہیں۔ بعض اوقات دنیا میں مشغول ہونے کی وجہ سے اور بعض اوقات ظالم حکام کے خوف سے اور بعض اوقات نفسانی خواہشوں کے غلبہ کی وجہ سے اور بعض اوقات فتنہ اور فساد کی وجہ سے' ایسے دور میں دین پر گرفت قائم رکھنا انگاروں پر گرفت قائم رکھنے کے مترادف ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تاریک حقیقت کی اپنے اصحاب کو خبر دی تھی اور فرمایا تھا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم نیکی کا حکم نہیں دو گے اور برائی سے نہیں روکو گے' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ایسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس سے بھی زیادہ شدید ہوگا۔ (فتح المنعم ج ۷ ص ۵۹۶۔۵۹۵' دار الشروق' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ آپ کی اس حدیث کے موافق مزید درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہاری عورتیں سرکشی کریں گی اور تمہارے لڑکے فسق و فجور کریں گے! صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ایسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس

سے زیادہ شدید ہوگا جب تم نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا چھوڑ دو گے۔ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا ایسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور اس سے زیادہ شدید ہوگا جب تم برائی کو اچھائی گمان کرو گے اور اچھائی کو برائی گمان کرو گے۔

(مسند ابویعلیٰ: ٦٤٢٠، دار الثقافة العربیہ بیروت، ١٤١٣ھ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم لوگوں کے تلچھٹ میں رہ جاؤ گے! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اس وقت کے لیے مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تم صبر کرنا، صبر کرنا، تم لوگوں سے خوش خلقی سے پیش آنا اور ان کے (برے) اعمال کی مخالفت کرنا۔

(المعجم الاوسط للطبرانی: ٤٧٣٤، مکتبۃ المعارف، ریاض، ١٤٠٥ھ)

عمدہ چیز نکل جانے کے بعد جو بے کار اور خراب چیز باقی رہ جاتی ہے اس کو تلچھٹ کہتے ہیں جیسے آٹے سے میدہ اور سوجی نکالنے کے بعد بھوسی باقی رہ جاتی ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پڑوسی نے کہا: حضرت جابر بن عبد اللہ نے آ کر مجھے سلام کیا تو میں نے ان کو لوگوں کے مختلف فرقوں اور ان کی بدعات کے متعلق بتایا تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوں گے، پھر فوج در فوج نکل جائیں گے۔ (مسند احمد ج ٣ ص ٣٤٣، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس شر پر عرب کے لیے افسوس ہے جو قریب آ پہنچا ہے، اندھیری رات کے فتنے تھوڑے تھوڑے ہو کر آئیں گے، ایک مرد صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہوگا۔ لوگ دنیا کے تھوڑے سامان کے عوض دین کو بیچ دیں گے، اس زمانہ میں اپنے دین پر گرفت رکھنا انگاروں پر گرفت رکھنے کی مثل ہوگا۔

(سنن ترمذی: ٢٢٦٠-٣٠٥٨، سنن ابوداؤد: ٤٣٤١، سنن ابن ماجہ: ٤٠١٤، صحیح ابن حبان: ٣٨٥، مسند احمد ج ٢ ص ٣٩١)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ زمین میں اللہ اللہ نہ کیا جائے۔

(صحیح مسلم: ١٤٨، سنن ترمذی: ٢٢٠٧، المستدرک ج ٤ ص ٤٩٤، تاریخ بغداد ج ٣ ص ٨٢)

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

یہ صورت حال آخر زمانہ میں ہوگی جب زمین پر کوئی بھی اللہ کا نام لینے والا نہیں رہے گا، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بشارت دی کہ تم مطمئن رہو یہ دین ہمیشہ برقرار رہے گا اور اس کی شریعت پر عمل ہوتا رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس گئے گزرے دور میں بھی عقائد صحیحہ پر قائم رہے گی اور نیک اعمال کرتی رہے گی اور جو ان کا مخالف ہوگا اس سے مزاحمت کرتی رہے گی اور مخالفین اس کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچا سکیں گے حتیٰ کہ جب ان میں سے ایک فرد بھی باقی نہیں رہے گا تو قیامت آ جائے گی۔

اللہ تعالیٰ آخر زمانہ میں دجال کو بھیجے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور وہ دجال کو قتل کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ ایک ایسی ہوا بھیجے گا جو مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی اور ریشم سے زیادہ نرم ہوگی، وہ ہوا مومنین مخلصین کی ارواح کو قبض کر لے گی، پس روئے زمین پر صرف لوگوں کا تلچھٹ اور اشرار باقی رہ جائیں گے اور زمین پر کوئی بھی ایسا شخص باقی نہیں رہے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو سوان پر قیامت قائم ہو جائے گی۔

(فتح المنعم ج ٧ ص ٥٩٤-٥٩٥، دار الشروق، القاہرہ، ١٤٢٩ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس کے موافق یہ حدیث ہے:

حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ فتنہ دجال کی ایک طویل حدیث کے آخر میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جو ہر مومن کی روح قبض کر لے گی اور زمین پر جو لوگ باقی ہوں گے وہ گدھوں کی طرح لڑتے رہیں گے سوان پر قیامت آ جائے گی۔ (سنن ترمذی: ۲۲۴۰ 'مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۱)

باب مذکور کی اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦٤٢ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا شَبِيْبُ بْنُ غَرْقَدَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْحَيَّ يُحَدِّثُوْنَ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهُ دِيْنَارًا يَّشْتَرِيْ لَهُ بِهِ شَاةً فَاشْتَرٰى لَهُ بِهِ شَاتَيْنِ فَبَاعَ اِحْدَاهُمَا بِدِيْنَارٍ وَّجَاءَهُ بِدِيْنَارٍ وَّشَاةٍ فَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فِيْ بَيْعِهِ وَكَانَ لَوِ اشْتَرَى التُّرَابَ لَرَبِحَ فِيْهِ قَالَ سُفْيَانُ كَانَ الْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ جَاءَنَا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْهُ قَالَ سَمِعَهُ شَبِيْبٌ مِّنْ عُرْوَةَ فَاَتَيْتُهُ فَقَالَ شَبِيْبٌ اِنِّيْ لَمْ اَسْمَعْهُ مِنْ عُرْوَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْحَيَّ يُخْبِرُوْنَهُ عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں شبیب بن غرقدہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے الحی سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے ہیں از عروہ' انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک دینار عطا کیا کہ وہ اس سے آپ کے لیے ایک بکری خریدیں' انہوں نے اس دینار سے دو بکریاں خریدیں' پھر ان میں سے ایک بکری کو ایک دینار کے عوض فروخت کر دیا اور آپ کے پاس ایک بکری اور ایک دینار لے کر آئے۔ آپ نے ان کی خرید وفروخت میں برکت کی دعا کی' پھر وہ اگر مٹی بھی خریدتے تو ان کو اس میں نفع ہوتا۔ سفیان نے کہا: ہم کو حسن بن عمارۃ نے یہ حدیث عروہ سے سنائی اور کہا: اس حدیث کو شبیب نے عروہ سے سنا تو میں ان کے پاس گیا' پس شبیب نے کہا: میں نے اس حدیث کو عروہ سے نہیں سنا' انہوں نے کہا: میں نے الحی سے سنا' وہ اس حدیث کی عروہ سے روایت کرتے ہیں۔

٣٦٤٣ - وَلٰكِنْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْخَيْرُ مَعْقُوْدٌ بِنَوَاصِي الْخَيْلِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ وَقَدْ رَاَيْتُ فِيْ دَارِهِ سَبْعِيْنَ فَرَسًا قَالَ سُفْيَانُ يَشْتَرِيْ لَهُ شَاةً كَاَنَّهَا اُضْحِيَةٌ.

لیکن میں نے ان سے سنا ہے وہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے تھے: قیامت تک خیر گھوڑوں کی پیشانی میں بندھی ہوئی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے ان کے گھر میں ستر (۷۰) گھوڑے دیکھے' سفیان نے بتایا کہ عروہ نے جو آپ کے لیے بکری خریدی تھی وہ گویا قربانی کی بکری تھی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۸۵۰' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں آپ کے اس معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے عروہ کے لیے برکت کی دعا کی تو وہ مٹی کو بھی خریدتے تو ان کو اس میں نفع ہوتا۔

حدیث مذکور پر یہ اعتراض کہ اس حدیث کہ سند میں الحی کا واسطہ مبہم ہے اور اس کے جوابات

علامہ الفضیل میں الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن القطانی نے کہا ہے کہ اس باب میں حدیث وارد کرنے سے امام بخاری کا مقصود صرف گھوڑوں کے متعلق حدیث ہے

اور انہوں نے بکری کے متعلق حدیث نہیں وارد کی اور انہوں نے ان علماء پر بہت سخت رد کیا ہے جن کا یہ گمان ہے کہ امام بخاری نے بکری کے متعلق حدیث روایت کی ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ شبیب اور عروہ کے درمیان (الحی کا) واسطہ مبہم ہے اور یہ امام بخاری کی شرط کے خلاف ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن القطان کا اعتراض صحیح ہے لیکن واسطہ کے مبہم ہونے کی وجہ سے اس حدیث کی روایت کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے کیونکہ الحی نام کے بہ کثرت راوی ہیں اور ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا عادۃً محال ہے۔ علاوہ ازیں امام احمد' امام ابوداؤد' امام ترمذی اور امام ابن ماجہ کی روایت میں ان کے متعدد شواہد اور متابعات ہیں اور اس باب میں اس روایت کو داخل کرنے سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اس حدیث کو علامات نبوت اور معجزات میں داخل کیا جائے کیونکہ عروہ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا قبول ہوگئی حتیٰ کہ وہ مٹی بھی خریدتے تو ان کو نفع ہوتا۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۴۳' دار المعرفہ' بیروت)

علامہ ابوبکر بن العربی نے کہا ہے کہ عروہ کی حدیث صحیح ہے اور وہ خبر واحد سے اکثر ہے کیونکہ انہوں نے عروہ سے سماع کی تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ لوگ حدیث بیان کرتے ہیں' سو یہ خبر واحد سے نکل کر خبر مستفیض میں داخل ہوگئی اور شبیب یہ کہتے تھے کہ مجھے ایک مرد نے حدیث بیان کی از الحی' پھر انہوں نے اس حدیث کو الحی سے سنا تو انہوں نے کبھی اس حدیث کا اسناد الحی کی طرف کیا اور کبھی ایک مرد کی طرف کیا گویا اس نے بھی ان سے سنا ہے۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۳ ص ۲۴۰)

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ امام بخاری نے گھوڑوں کی حدیث اس لیے وارد کی ہے کہ اس میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیب کی خبر دی ہے کہ ان کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر بندھی ہوئی ہے اور آپ نے جو خبر دی ہے' واقع میں اسی طرح ہے' سو یہ آپ کا معجزہ ہے۔
(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ٦ ص ٢٨٨) (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٨ ص ٣٨٦' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

٣٦٤٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِىْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِىْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لیے خیر بندھی ہوئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۴۹' میں گزر چکی ہے۔

٣٦٤٥- حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِى التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِىْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قیس بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی التیاح' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر بندھی ہوئی ہے۔

٣٦٤٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِىْ صَالِحِ السَّمَّانِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از زید بن اسلم از ابی صالح السمان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ اَلْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ لِرَجُلٍ اَجْرٌ وَّلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَّعَلٰى رَجُلٍ وِزْرٌ فَاَمَّا الَّذِيْ لَهٗ اَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَطَالَ لَهَا فِيْ مَرْجٍ اَوْرَوْضَةٍ وَّمَا اَصَابَتْ فِيْ طِيَلِهَا مِنَ الْمَرْجِ اَوِ الرَّوْضَةِ كَانَتْ لَهٗ حَسَنَاتٍ وَّلَوْ اَنَّهَا قَطَعَتْ طِيَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْشَرَفَيْنِ كَانَتْ اَرْوَاثُهَا حَسَنٰتٍ وَّلَوْ اَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ وَلَمْ يُرِدْ اَنْ يَّسْقِيَهَا كَانَ ذٰلِكَ حَسَنَاتٍ لَّهٗ وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَّسِتْرًا وَّتَعَفُّفًا وَّلَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْ رِقَابِهَا وَظُهُوْرِهَا فَهِيَ لَهٗ كَذٰلِكَ سِتْرٌ. وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَّرِيَاءً وَّنِوَاءً لِّاَهْلِ الْاِسْلَامِ فَهِيَ وِزْرٌ وَّسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحُمُرِ فَقَالَ مَا اُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهَا اِلَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗO وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗO﴾ (الزلزال:٧-٨)

گھوڑے تین قسم کے ہیں' ایک قسم مرد کے لیے باعث اجر ہے اور دوسری مرد کے لیے پردہ پوشی کا سبب ہے اور تیسری قسم مرد کے لیے گناہ ہے۔ رہا وہ گھوڑا جو مرد کے لیے باعث اجر ہے یہ وہ گھوڑا ہے جس کو اس نے اللہ کے راستہ میں باندھا ہے' پس اس کی رسی چراگاہ میں یا باغ میں لمبی کر رکھی ہے' وہ اس چراگاہ یا باغ کے طول میں جو کچھ چرتا ہے وہ اس کی نیکیاں ہوتی ہیں' اگر وہ اپنی رسی تڑا کر ایک بلندی پر یا دو بلندیوں پر جائے تو اس کی لید بھی اس کی نیکیاں قرار پاتی ہیں اور اگر وہ کسی دریا کے پاس سے گزر کر پانی پیئے' خواہ مالک کا ارادہ اس کو پانی پلانے کا نہ ہو تو یہ بھی اس کی نیکیاں شمار ہوتی ہیں اور دوسری قسم وہ ہے کہ ایک مرد نے گھوڑا ضرورت کی وجہ سے اور پردہ پوشی کے لیے اور سوال سے بچنے کے لیے باندھا ہے اور وہ اس گھوڑے کی گردن اور اس کی پیٹھ میں اللہ تعالیٰ کے حق کو نہیں بھولا تو یہ گھوڑا اس کے لیے پردہ پوشی کا باعث ہوگا' اور تیسری قسم یہ ہے کہ ایک مرد نے گھوڑا فخر کرنے کے لیے اور ریاکاری کے لیے اور مسلمانوں سے عداوت کرنے کے لیے باندھا ہے' پس یہ گھوڑا باعث گناہ ہے' اور نبی ﷺ سے گدھوں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کے متعلق مجھ پر کوئی چیز نازل نہیں ہوئی ماسوا اس جامع اور منفرد آیت کے: سو جو شخص ایک ذرہ کے برابر نیکی کرے تو وہ اس کی جزا پائے گاO اور جو شخص ایک ذرہ کے برابر برائی کرے تو وہ اس کی سزا پائے گاO (الزلزال:٨-٧)

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری:٢٣٧١' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ گھوڑے ان تین قسموں سے باہر نہیں ہیں اور گھوڑوں کی یہ تین قسمیں بیان کرنا بھی غیب کی خبر ہے اور آپ کا معجزہ ہے۔

٣٦٤٧ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ مُّحَمَّدٍ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ صَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بُكْرَةً وَّقَدْ خَرَجُوْا بِالْمَسَاحِيْ فَلَمَّا رَاَوْهُ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ وَاَحَالُوْا اِلَى الْحِصْنِ يَسْعَوْنَ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ وَقَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ صبح سویرے خیبر پہنچ گئے' اس وقت یہودی اپنے پھاوڑے لے کر باہر نکل رہے تھے۔ جب انہوں نے آپ کو

خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ.

دیکھا تو کہنے لگے: (سیدنا) محمد (ﷺ) لشکر کے ساتھ ہیں' اور وہ قلعوں کی طرف پناہ کے لیے بھاگے۔ نبی ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے فرمایا: اللہ اکبر! خیبر برباد ہو گیا' بے شک جب ہم کسی قوم کے صحن میں پہنچتے ہیں تو ان لوگوں کی صبح بری ہوتی ہے جن کو (اللہ کے عذاب) سے ڈرایا گیا ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۷۱' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں آپ کے اس معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے فرمایا تھا: خیبر برباد ہو گیا: سو آپ کے ارشاد کے مطابق اہل خیبر شکست کھا گئے اور مسلمانوں نے اس کو فتح کر لیا۔

٣٦٤٨ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْفُدَيْكِ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي سَمِعْتُ مِنْكَ حَدِيْثًا كَثِيْرًا فَأَنْسَاهُ قَالَ ابْسُطْ رِدَائَكَ فَبَسَطْتُهُ فَغَرَفَ بِيَدِهِ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّهُ فَضَمَمْتُهُ فَمَا نَسِيْتُ حَدِيْثًا بَعْدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی الفدیک نے حدیث بیان کی از ابن ابی ذئب از المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ سے بہ کثرت احادیث سنتا ہوں' پس ان کو بھول جاتا ہوں' آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی چادر پھیلاؤ' سو میں نے اپنی چادر پھیلائی' آپ نے اپنے ہاتھ سے (ہوا میں) ایک لپ بھر کر اس میں ڈال دیا' پھر فرمایا: (اس چادر کو اپنے ساتھ) ملا لو' سو میں نے اس چادر کو (اپنے ساتھ) ملا لیا' پھر اس کے بعد میں آپ کی کوئی حدیث نہیں بھولا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۱۸' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ کے کئی معجزات کا ذکر ہے' ایک یہ کہ آپ نے ہوا میں لپ بھر کر اس چادر میں ڈالا اور فرمایا: اس چادر کو اپنے ساتھ ملاؤ تو اس کی برکت سے حضرت ابو ہریرہ کا حافظہ قوی ہو گیا اور وہ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے بن گئے' نیز اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ صرف احکام شرعیہ بتانے والے نہیں ہیں بلکہ ہر درد کا درماں اور علاج ہیں اور اس میں آپ کے علم غیب کا ثبوت ہے کیونکہ یہ حدیث آپ کے اس ارشاد کو متضمن ہے کہ اس کے بعد تم کوئی حدیث نہیں بھولو گے' سو ایسا ہی ہوا۔

کتاب المعجزات کا نبی ﷺ کے عظیم معجزہ پر اختتام

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی ﷺ کے اس معجزہ کا ذکر ہے کہ پہلے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ سے سنی ہوئی حدیث بھول جاتے تھے اور آپ کے ہاتھ سے مس کی ہوئی چادر کو اپنے جسم کے ساتھ ملانے کے بعد ان کی اس طرح کایا پلٹ گئی کہ نہ صرف یہ کہ وہ آپ سے سنی ہوئی حدیث نہیں بھولتے تھے بلکہ کوئی بات بھی نہیں بھولتے تھے خواہ وہ حدیث ہو یا کوئی اور چیز ہو۔

(شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۴۴' مکتبۃ الطبری' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

اس باب میں نبی ﷺ کے معجزات کا ذکر ہے اور امام بخاری نے اس باب کو نبی ﷺ کے اس عظیم معجزہ پر ختم کیا ہے۔

امام بخاری نے نبی ﷺ کے مناقب میں شروع سے لے کر یہاں تک ایک سو ننانوے (١٩٩) احادیث روایت کی ہیں، ان میں سے سترہ (١٧) تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں اور ان میں اٹھتر (٧٨) احادیث مکررہ ہیں اور ایک سو ایک (١٠١) خالص احادیث ہیں، اور امام بخاری نے نبی ﷺ کے معجزات کے بیان میں جو احادیث روایت کی ہیں ان میں سے پچاس احادیث میں علم غیب کا ثبوت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کا یہ اہم عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین۔ آج ٢٦ رجب شب معراج ١٤٣٠ھ/ ١٩ جولائی ٢٠٠٩ء بہ روز اتوار بعد از نماز عصر کتاب فضائل النبی ﷺ مکمل ہوگئی۔

الٰہ العالمین! جس طرح آپ نے محض اپنے کرم سے صحیح بخاری کی شرح نعمۃ الباری کو یہاں تک پہنچا دیا ہے اسی طرح کرم اور نعمت فرما کر صحیح البخاری کی باقی احادیث کی شرح کو بھی مکمل فرما دیں اور میرا ایمان پر خاتمہ فرمائیں اور میری، میرے والدین کی، میرے اساتذہ اور احباب کی اور میرے قارئین کی مغفرت فرما دیں، ہمیں دنیا اور آخرت کی مشکلات اور مصائب سے محفوظ رکھیں اور ہمیں دارین کی نعمتیں سعادتیں اور برکتیں عطا فرمائیں۔ امین۔ یا رب العالمین بجاہ حبیبك رحمة للعٰلمین.

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

٦٢ - کِتَابُ فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ [اَلْمَنَاقِبِ]

فضائل صحابہ کا بیان

١ - بَابٌ فِیْ فَضَائِلِ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کے فضائل

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔فضائل' فضیلت کی جمع ہے اور یہ نقصیت کی ضد ہے جس طرح فضل' نقص کی ضد ہے۔لغت میں فضل کا معنی اضافہ اور زیادہ ہے' فضائل سے مراد وہ خصائل اور اوصاف ہیں جو پسندیدہ اور لائق مدح ہوں۔

وَمَنْ صَحِبَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْ رَاٰهُ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَهُوَ مِنْ اَصْحَابِهٖ.

اور جو مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مصاحب رہا یا جس نے آپ کو دیکھا' پس وہ آپ کے اصحاب میں سے ہے۔

امام بخاری نے اس عبارت سے صحابی کی تعریف کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

صحابی کی تعریف میں متعدد اقوال

(۱) جو مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا ہو یا اس نے آپ کو دیکھا ہو تو وہ آپ کے اصحاب میں سے ہے۔یہ تعریف صحابی کی دو قسموں کو شامل ہے' پہلی قسم وہ ہے جو مسلمان آپ کے ساتھ رہا ہو لیکن اس نے آپ کو دیکھا نہ ہو جیسے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ یہ نابینا تھے اور دوسری قسم وہ ہے جس مسلمان نے آپ کو دیکھا ہو خواہ اس کو آپ کے ساتھ رہنے یا آپ کی مجلس میں شریک ہونے بیٹھنے یا چلنے پھرنے کا موقع میسر نہ آیا ہو' اس تعریف میں مسلمان کی قید اس لیے لگائی ہے تا کہ اس سے کفار خارج ہو جائیں کیونکہ کفار بھی آپ کے ساتھ رہتے تھے یا آپ کو دیکھتے تھے لیکن وہ صحابی نہیں ہیں۔

امام بخاری کو اس تعریف میں یہ قید بھی لگانی چاہیے تھی کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو تا کہ صحابی کی تعریف سے ابن خطل' ربیعہ بن امیہ اور مقیس بن صبابہ اور ان کی مثل خارج ہو جائیں کیونکہ ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کو دیکھا مگر بعد میں یہ مرتد ہو گئے تھے' اس لیے یہ صحابی نہیں ہیں۔

(۲) ابوالمظفر السمعانی نے یہ تعریف کی ہے: وہ مسلمان جو طویل عرصہ تک آپ کے ساتھ رہا ہو اور آپ کی مجلس میں بہ کثرت شریک رہا ہو اور اس نے آپ سے احادیث سنی ہوں' انہوں نے کہا کہ لغت کے اعتبار سے ایسے مسلمان پر ہی صحابی کا اطلاق ہوتا ہے۔

انہوں نے کہا: ظاہر یہ ہے کہ محدثین صحابی کا اطلاق ہر اس مسلمان پر کرتے ہیں جس نے آپ سے کوئی حدیث یا کوئی کلمہ روایت کیا ہو اور وہ اس میں توسع کر کے کہتے ہیں کہ جس صحابی نے آپ کو دیکھا اور پھر مرتد ہو گیا' پھر وہ آپ کی وفات کے بعد دوبارہ اسلام لے آیا اور اس نے آپ کو دوبارہ نہیں دیکھا تو صحیح یہ ہے کہ اس کا شمار بھی صحابہ میں ہوتا ہے کیونکہ محدثین کا اتفاق ہے کہ وہ اشعث بن قیس اور اس کی امثال کو صحابہ میں شمار کرتے ہیں اور ان کی احادیث کو اپنی مسانید میں روایت کرتے ہیں۔

آمدی نے کہا: حق کے مشابہ یہ ہے کہ صحابی وہ مسلمان ہے جس نے آپ کو دیکھا ہو خواہ وہ آپ کے ساتھ نہ رہا ہو۔ امام شافعی اور ان کے اکثر اصحاب کے نزدیک یہی تعریف مختار ہے۔

(۳) سعید بن مسیب نے یہ تعریف کی ہے کہ صحابی وہ مسلمان ہے جو آپ کے ساتھ ایک سال یا دو سال رہا ہو یا اس نے آپ کے ساتھ ایک غزوہ میں یا دو غزووں میں شرکت کی ہو۔ اس تعریف میں کافی تنگی ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی اور ان کی امثال کو صحابہ میں نہ شمار کیا جائے حالانکہ ان کے صحابی ہونے پر اتفاق ہے۔

(۴) آمدی نے یہ تعریف کی ہے کہ جو مسلمان طویل عرصہ تک آپ کے ساتھ رہا اور اس نے آپ سے احادیث سنی ہوں وہ صحابی ہے۔

(۵) واقدی نے یہ تعریف کی ہے کہ جس مسلمان عاقل بالغ نے آپ کو دیکھا ہو وہ صحابی ہے۔

(۶) یحییٰ بن سلیمان مصری نے یہ تعریف کی ہے کہ جس مسلمان نے آپ کا زمانہ پایا ہو وہ صحابی ہے خواہ اس نے آپ کو دیکھا نہ ہو۔

صحابی کی معرفت کا طریقہ

کسی شخص کے صحابی ہونے کی معرفت کا ذریعہ خبر متواتر ہے جیسے حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور باقی عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم یا خبر متواتر سے کم ہو یعنی خبر مشہور ہو' حضرت عکاشہ بن محصن اور ضمام بن ثعلبہ اور ان کی امثال کا صحابی ہونا خبر مشہور سے ثابت ہے یا بعض صحابہ کسی شخص کے متعلق یہ خبر دیں کہ وہ صحابی ہے' جیسے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ شہادت دی کہ حضرت حممہ بن ابی حممہ الدوسی جو اصبہان میں پیٹ کی بیماری میں فوت ہو گئے تھے' وہ صحابی ہیں' بہ شرطیکہ اس خبر سے پہلے ان کا عادل اور متقی ہونا ثابت ہو' یا وہ شخص عادل اور متقی ہو اور وہ خود سے خبر دے کہ وہ صحابی ہے' ہمارے شیخ نے یہ قید بھی لگائی ہے کہ اس شخص کے صحابی ہونے کا دعویٰ اس وقت مقبول ہو گا جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال پر ایک سو سال گزرنے سے پہلے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا ہو کیونکہ اگر اس نے آپ کے وصال پر ایک سو سال گزرنے کے بعد صحابی ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کا دعویٰ باطل اور مردود ہو گا کیونکہ حدیث صحیح میں مذکور ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات کے آخر میں' ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی۔ آپ نے سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: مجھے بتاؤ یہ کون سی رات ہے کیونکہ اس رات کے ایک سو سال بعد ان لوگوں میں سے روئے زمین پر کوئی زندہ نہیں رہے گا جو اب زندہ ہیں۔ (صحیح البخاری:۱۱۶' صحیح مسلم: ۲۵۳۷' سنن ترمذی:۲۲۵۱' سنن ابوداؤد:۴۳۴۸)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ کی وفات کے ایک سو سال بعد کوئی صحابی زندہ نہیں رہا' لہٰذا جس نے آپ کے وصال کے ایک سو سال بعد صحابی ہونے کا دعویٰ کیا اس کا دعویٰ باطل اور مردود ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۳۶۔ ۲۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳٦٤٩ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو

عَنْهُمَا يَقُوْلُ حَدَّثَنَا اَبُوْسَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُوْ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيَقُوْلُوْنَ اَفِيْكُمْ مَّنْ صَاحَبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ لَهُمْ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُوْ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُقَالُ هَلْ فِيْكُمْ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُوْ فِئَامٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُقَالُ هَلْ فِيْكُمْ مَّنْ صَاحَبَ مَنْ صَاحَبَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ.

انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ کہتے تھے: ہمیں حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ جب ان کی جماعت جہاد کرے گی تو لوگ ان سے پوچھیں گے: کیا تم میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا صحابی ہے؟ وہ ان سے کہیں گے: ہاں! تو ان کو فتح حاصل ہوگی' پھر لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کی ایک جماعت جہاد کرے گی تو اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کا کوئی صاحب ہے؟ وہ کہیں گے: ہاں! تو ان کو فتح حاصل ہوگی' پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جس میں لوگوں کی ایک جماعت جنگ کرے گی' پس ان سے پوچھا جائے گا: کیا تم میں سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب میں سے کسی صاحب کا ہے؟ تو وہ لوگ کہیں گے: ہاں! پھر ان کو فتح دے دی جائے گی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۸۹۷' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں صحابہ اور تابعین کی فضیلت ہے۔

علامہ زرھونی مالکی نے لکھا ہے کہ امام ابوزرعہ رازی سے منقول ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ موجود تھے جنہوں نے آپ سے احادیث کو سنا اور روایت کیا۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۳-۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۲۰ھ)

٣٦٥٠ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ حَدَّثَنَا النَّضْرُ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ سَمِعْتُ زَهْدَمَ بْنَ مُضَرِّبٍ قَالَ سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ اُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ قَالَ عِمْرَانُ فَلَا اَدْرِيْ اَذَكَرَ بَعْدَ قَوْلِهٖ قَرْنَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ اِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَّشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَنْذُرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ابی جمرۃ' انہوں نے کہا: میں نے زھدم بن مطرب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میری امت کا بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے' پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں' پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں' حضرت عمران نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے دو قرنوں یا تین قرنوں کے بعد فرمایا: پھر تمہارے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو (از خود) گواہی دیں گے' ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی' اور وہ خیانت کریں گے اور ان کو امین نہیں بنایا جائے گا' اور وہ نذر مانیں گے اور پوری نہیں کریں گے اور ان

میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۲۶۵۱' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی فضیلت ہے۔

قرن کا معنی اور مصداق

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

ایک زمانہ کے متقارب لوگوں کو قرن کہا جاتا ہے جو امور مقصودہ میں سے کسی امر میں مشترک ہوں، قرن کی مدت میں اختلاف ہے، زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کی کوئی مدت متعین نہیں ہے، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرن صحابہ ہیں اور ان کی مدت بعثت نبوی سے لے کر اس وقت تک ہے جب آخری صحابی نے وفات پائی اور وہ حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ مدت ایک سو بیس سال ہے، اور تابعین کے قرن کی مدت ستر (۷۰) سال سے لے کر ایک سو (۱۰۰) سال تک ہے اور تبع تابعین کے قرن کی مدت ستر سال سے لے کر تقریباً دو سو بیس سال تک ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس مدت میں بدعتوں کا بہت زیادہ ظہور ہوا ہے۔ معتزلہ نے اپنی زبانیں کھولیں اور فلاسفہ نے اپنے سروں کو اٹھایا، اور علماء کو اس آزمائش میں ڈالا گیا کہ وہ کہیں کہ قرآن مجید مخلوق ہے۔

آیا صحابہ کرام سے بعد کے مسلمان افضل ہو سکتے ہیں یا نہیں

اس میں اختلاف ہے کہ قرن کے افضل ہونے کا کیا معنی ہے؟ آیا قرن اول کا ہر فرد بعد کے دو قرنوں سے افضل ہے اور قرن ثانی کا ہر فرد قرن ثانی سے افضل ہے اور یہ جمہور کا قول ہے یا قرن اول کا مجموعہ بعد کے دو قرنوں سے افضل ہے، اس طرح قرن ثانی کے لوگوں کا مجموعہ قرن ثالث کے لوگوں سے افضل ہے اور یہ امام ابن عبدالبر کی رائے ہے، وہ کہتے ہیں کہ صحابہ کے قرن کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو بعض صحابہ سے افضل ہوں گے ماسوا اہل بدر اور حدیبیہ کے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے، یہ پتا نہیں ہوگا کہ اس کے اول میں خیر ہے یا آخر میں۔ (سنن ترمذی: ۲۸۶۹، مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۰)

حافظ ابن حجر نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا یا آپ کے زمانہ میں آپ کے حکم سے جہاد کیا یا آپ کی وجہ سے اپنے مال کو خرچ کیا یا آپ کی طرف ہجرت یا نصرت میں سبقت کی یا آپ سے حاصل کردہ شریعت کو منضبط کرنے کے درپے ہوا یا آپ کے بعد والوں کو تبلیغ کی، ان صحابہ کے برابر کوئی نہیں ہو سکتا اور رہے وہ صحابہ جن کے یہ کام ظاہر نہیں ہوئے اور ان کی فضیلت صرف اتنی ہے کہ انہوں نے آپ کی زیارت کی ہے تو وہ محل بحث ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۱۷ ۴، دارالمعرفہ، بیروت)

امام المازری نے کہا ہے کہ صحابیت خواہ ایک لحہ کی ہو اس کی فضیلت کے برابر کوئی عمل نہیں ہے، اور دیگر فضائل اس کے درجہ کو نہیں پا سکتے اور یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور بعض محدثین اور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ فضیلت آپ کے بعض خواص اصحاب کے لیے ہے جنہوں نے آپ کے ساتھ جہاد کیا اور آپ کی نصرت کی اور اپنا مال خرچ کیا نہ کہ ان اصحاب کے لیے جنہوں نے آپ کو صرف ایک بار دیکھا یا فتح مکہ اور اسلام کے مستحکم ہونے کے بعد آپ کے ساتھ رہے اور صحیح قول اکثریت کا ہے کہ یہ فضیلت تمام اصحاب کے لیے ہے کیونکہ ظاہر آثار اس کی تائید کرتے ہیں۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حق وہ ہے جس کو علماء کی اکثریت نے کہا ہے کہ جو مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مصاحب ہوا یا جس نے آپ

کو دیکھا خواہ زندگی میں ایک بار وہ بعد میں آنے والے تمام مسلمانوں سے بہتر ہے اور صحابیت کی فضیلت کے برابر کوئی عمل نہیں ہے پھر انہوں نے حافظ ابن عبد البر کے قول کو آٹھ وجوہ سے رد کیا ہے۔

نیز علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ متقدمین اور متاخرین کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تمام صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور شیعہ اور اہل بدعت کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (المفہم ج ٦ ص ٢٣٨)

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی کے درمیان افضل ہونے میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کی فضیلت ترتیب خلافت کے اعتبار سے ہے۔ امام اشعری کا اسی طرف میلان ہے' ایک قول توقف کا ہے' امام مالک نے المدونہ میں اسی کو تحریر کیا ہے۔

ابو منصور بغدادی نے کہا ہے کہ ہمارے اصحاب کا اس پر اجماع ہے کہ افضل الصحابہ خلفاء اربعہ ہیں' ترتیب خلافت کے مطابق' پھر تمام عشرہ مبشرہ ہیں' پھر اہل بدر ہیں' پھر اہل احد ہیں' پھر اہل بیعت رضوان ہیں۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس پر اہل سنت کا اجماع ہے کہ فضیلت میں صحابہ کی ترتیب ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی محبت اور اتباع پر ہمارا خاتمہ فرمائے۔ (آمین)

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٩ ص ٥۔٣ ملخصاً' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٣٠ھ)

٣٦٥١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ يَجِيْءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ يَمِيْنَهُ وَيَمِيْنُهُ شَهَادَتَهُ. قَالَ اِبْرَاهِيمُ وَكَانُوا يَضْرِبُونَا عَلَى الشَّهَادَةِ وَالْعَهْدِ وَنَحْنُ صِغَارٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از منصور از ابراہیم از عبیدہ از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام لوگوں میں سے بہترین میرے زمانہ کے لوگ ہیں' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں' پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں' پھر ایسے لوگ آئیں گے کہ گواہی دینے سے پہلے ان کی زبانوں پر قسم آئے گی اور ان کی قسم سے پہلے ان کی شہادت آئے گی' ابراہیم نے کہا: جب ہم چھوٹے تھے تو (ہمارے بزرگ) شہادت اور عہد کے الفاظ زبان پر لانے کی وجہ سے ہم کو مارا کرتے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٦٥٢' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے وارد کیا ہے کہ اس میں صحابہ' تابعین اور تبع تابعین کی فضیلت کا ذکر ہے۔

٢- بَابُ مَنَاقِبِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَفَضْلِهِمْ — مہاجرین کے مناقب اور ان کے فضائل

مہاجرین سے مراد وہ مسلمان ہیں جنہوں نے اللہ کی رضا کے لیے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ایک قول یہ ہے کہ مہاجرین سے مراد انصار کے ماسوا ہیں اور ان کے ماسوا ہیں جو فتح مکہ کے دن اسلام لائے' اس اعتبار سے صحابہ کی تین اقسام ہیں' انصار' اوس اور خزرج اور ان کے خلفاء اور موالی۔

مِنْهُمْ اَبُوْ بَكْرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ التَّيْمِيُّ — ان میں سے حضرت ابوبکر عبد اللہ بن ابی قحافہ التیمی رضی اللہ عنہ

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ . ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ افاضل اور اکابر مہاجرین میں سے ہیں۔ امام بخاری نے اس پر جزم کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کا نام عبداللہ ہے۔ التلویح میں مذکور ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان کا نام عبدالکعبۃ تھا اور زمانہ اسلام میں ان کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ حضرت ابوبکر کے والد کا نام عثمان بن عامر ابوقحافہ ہے۔ ان کی والدہ کا نام سلمٰی بنت صخر ام الخیر ہے' حضرت ابوبکر کے مناقب میں یہ ہے کہ ان کے والدین اور ان کی تمام اولاد مسلمان اور صحابی ہیں۔ حضرت ابوبکر کا نام زمانہ اسلام میں صدیق بھی ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور جب سب نے واقعہ معراج کی تکذیب کی تو حضرت ابوبکر نے اس کی تصدیق کی۔ حضرت ابوبکر کا لقب عتیق ہے کیونکہ ان کو دوزخ سے آزاد کر دیا گیا۔ حضرت ابوبکر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ڈھائی سال خلیفہ رہے' دو سال چار ماہ اور دو سال تین ماہ کا بھی قول ہے' پھر تریسٹھ (٦٣) سال کی عمر میں ان کی وفات ہوگئی اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو رات کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں دفن کیا گیا۔ حضرت ابوبکر کی وفات پیر کے دن منگل کی شب ٢٢ جمادی الثانیہ کو ہوئی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٣٩۔ ٢٣٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ۝﴾ (الحشر:٨)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: (یہ اموال) ان فقراء مہاجرین کے لیے (بھی) ہیں' جو اپنے گھروں اور اپنے اموال اور جائیداد سے نکال دیئے گئے وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں' وہی سچے ہیں۝ (الحشر:٨)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس کا عطف مناقب مہاجرین اور ان کے فضائل پر ہے اور یہ آیت بھی باب کے عنوان کا حصہ ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو جو اموال فئے عطا کیے ہیں وہ ان مہاجرین کے لیے بھی ہیں جن کو کفار مکہ نے ان کے گھروں سے نکال دیا' وہ اپنی ہجرت سے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضا کو طلب کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے نبی کی شریعت کی مدد کرتے تھے۔ یہی لوگ سچے ہیں' انہوں نے جو کچھ کہا تھا اس کو اپنے افعال سے ثابت کر دیا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے جہاد کے لیے اپنے گھروں اور اپنے مالوں کو چھوڑ دیا۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ. اِلٰى قَوْلِهٖ. اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ (التوبہ:٤٠).

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اگر تم نے رسول کی مدد نہ کی تو بے شک اللہ نے ان مدد فرمادی (یہ آیت یہاں تک ہے) بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (التوبۃ:٤٠)

اس کا عطف بھی باب کے عنوان پر ہے اور یہ آیت بھی باب کے عنوان کا حصہ ہے۔ امام بخاری نے یہ آیت مکمل ذکر نہیں کی' مکمل آیت اس طرح ہے:

اگر تم نے رسول کی مدد نہ کی تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمادی' جب کافروں نے رسول اللہ کو بے وطن کیا' اس حال میں کہ وہ دو میں سے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں تھے وہ اپنے صاحب سے کہہ رہے تھے کہ تم غمگین نہ ہو بے شک اللہ ہمارے ساتھ

ہے' پھر اللہ نے ان پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور ان کی ایسے لشکروں سے مدد فرمائی جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کی بات کو نیچا کر دیا اور اللہ کا کلمہ ہی اونچا ہے' اور اللہ غلبہ والا بڑی حکمت والا ہے O (التوبۃ: ٤٠)

اس آیت میں فرمایا ہے: دو میں سے دوسرے۔ اور وہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ روایت ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ کو مکہ سے نکلنے کا حکم پہنچایا تو آپ نے پوچھا: میرے ساتھ کون نکلے گا' حضرت جبریل نے بتایا: حضرت ابوبکر۔

اس آیت میں فرمایا: وہ اپنے صاحب سے کہہ رہے تھے' اس آیت میں صاحب سے مراد حضرت ابوبکر ہیں' علماء نے کہا ہے کہ جس نے حضرت ابوبکر کے صحابی ہونے کا انکار کیا وہ کافر ہو گیا کیونکہ اس نے کلام اللہ کا انکار کیا' اور باقی صحابہ کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہے۔

نیز اس آیت میں فرمایا: اللہ نے ان پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی۔ یعنی رسول اللہ ﷺ پر اپنی تائید اور نصرت نازل فرمائی۔ ہر چند کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت رہتی تھی لیکن یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اس خاص موقع پر بھی آپ کے اوپر تائید اور نصرت نازل فرمائی ہو۔

اور فرمایا: ان کی ایسے لشکروں سے مدد فرمائی جن کو تم نے نہیں دیکھا: یعنی فرشتوں سے مدد فرمائی۔

نیز فرمایا: اور کافروں کی بات کو نیچے کر دیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کافروں کی بات سے مراد ہے: شرک اور اللہ کے کلمہ سے مراد ہے: **لا الہ الا اللہ**۔

اور فرمایا: اور اللہ بہت غلبہ والا ہے' یعنی وہ اپنی تدبیر سے کافروں سے انتقام لے گا۔

امام بخاری نے اس عنوان میں پہلے الحشر: ٨ کو ذکر کیا' اس آیت میں مہاجرین کی فضیلت ہے' اس کے بعد التوبۃ: ٤٠ کو ذکر کیا' اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے۔

قَالَتْ عَائِشَةُ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ وَّابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَارِ.

حضرت عائشہ اور حضرت ابوسعید اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ غار میں نبی ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

نبی ﷺ کی ہجرت کا مفصل واقعہ صحیح البخاری: ٣٩٠٥' میں آ رہا ہے' اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی ﷺ غار ثور میں داخل ہوئے تھے۔ امام ابن حبان نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم میرے (دینی) بھائی ہو اور غار میں میرے صاحب ہو۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٤٠۔ ٢٣٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعض فضائل

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

امام ابن عبد البر نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر کا نام جاہلیت میں عبد الکعبہ تھا' پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام عبد اللہ رکھا' ان کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے عتیق کہا جاتا تھا' یا اس وجہ سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ وہ اس شخص کی طرف دیکھے جو عتیق من النار ہے یعنی دوزخ سے آزاد کر دیا گیا ہے تو وہ ان کی طرف دیکھے' پس آپ نے ان کا نام عتیق رکھا اور ان کا لقب صدیق ہے کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے نبی ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی تھی اور ان کی کنیت ابوبکر ہے اور ان کا نسب عبد اللہ

بن عثمان ہے اور ان کے والد کی کنیت ابوقحافہ ہے' اور ان کی والدہ کا نام سلمیٰ ہے اور ان کی کنیت ام الخیر ہے' وہ اسلام لائیں اور انہوں نے ہجرت کی۔ حضرت ابوبکر کے مناقب میں سے یہ ہے ان کے والدین اور ان کی اولاد اور ان کے پوتے سب مسلمان اور صحابی ہیں۔ جس دن نبی ﷺ کی وفات ہوئی اس دن ان کی خلافت پر بیعت کی گئی تھی۔ (الاستیعاب ج ۳ ص ۹۱)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ ﷺ کی کل ایک سو بیالیس احادیث حفظ تھیں جن میں سے صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں اٹھارہ احادیث ہیں۔

نیز علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ قطعی بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ ﷺ کی اتنی احادیث حفظ تھیں جتنی دوسروں کو حفظ نہیں تھیں اور جتنا حضرت ابوبکر کو آپ سے علم حاصل ہوا ہے اتنا دوسروں کو علم حاصل نہیں ہوا کیونکہ وہ آپ کے خلیل اور صفی تھے اور دن اور رات سفر اور حضر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے' تاہم وہ احادیث بیان کرنے اور روایت کرنے کے لیے فارغ نہیں ہو سکے کیونکہ وہ اس سے زیادہ اہم کاموں میں مشغول تھے۔ (المفہم ج ٦ ص ٢٣٧' دار ابن کثیر' بیروت) غار کا قصہ عنقریب حدیث ہجرت میں آئے گا۔ (الفجر الساطع ج ۹ ص ۸۔۷' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

٣٦٥٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: اِشْتَرٰى اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنْ عَازِبٍ رَحْلًا بِثَلَاثَةَ عَشَرَ دِرْهَمًا فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ لِعَازِبٍ مُرِ الْبَرَاءَ فَلْيَحْمَلْ اِلَيَّ رَحْلِيْ فَقَالَ عَازِبٌ لَا حَتّٰى تُحَدِّثَنَا كَيْفَ صَنَعْتَ اَنْتَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَرَجْتُمَا مِنْ مَكَّةَ وَالْمُشْرِكُوْنَ يَطْلُبُوْنَكُمْ قَالَ اِرْتَحَلْنَا مِنْ مَّكَّةَ فَاَحْيَيْنَا اَوْسَرَيْنَا لَيْلَتَنَا وَيَوْمَنَا حَتّٰى اَظْهَرْنَا وَقَامَ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ فَرَمَيْتُ بِبَصَرِيْ هَلْ اَرٰى مِنْ ظِلٍّ فَاٰوِيَ اِلَيْهِ فَاِذَا صَخْرَةٌ اَتَيْتُهَا فَنَظَرْتُ بَقِيَّةَ ظِلٍّ لَّهَا فَسَوَّيْتُهُ ثُمَّ فَرَشْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ ثُمَّ قُلْتُ لَهُ اِضْطَجِعْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَاضْطَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْطَلَقْتُ اَنْظُرُ مَاحَوْلِيْ هَلْ اَرٰى مِنَ الطَّلَبِ اَحَدًا فَاِذَا اَنَا بِرَاعِيْ غَنَمٍ يَّسُوْقُ غَنَمَهُ اِلَى الصَّخْرَةِ يُرِيْدُ مِنْهَا الَّذِيْ اَرَدْنَا فَسَاَلْتُهُ فَقُلْتُ لَهُ لِمَنْ اَنْتَ يَا غُلَامُ قَالَ لِرَجُلٍ مِّنْ قُرَيْشٍ سَمَّاهُ فَعَرَفْتُهُ فَقُلْتُ هَلْ فِيْ غَنَمِكَ مِنْ لَّبَنٍ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَهَلْ اَنْتَ حَالِبٌ لَّنَا قَالَ نَعَمْ فَاَمَرْتُهُ فَاعْتَقَلَ شَاةً مِّنْ غَنَمِهِ ثُمَّ اَمَرْتُهُ اَنْ يَّنْفُضَ ضَرْعَهَا مِنَ الْغُبَارِ ثُمَّ اَمَرْتُهُ اَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تیرہ درہم میں حضرت عازب رضی اللہ عنہ سے پالان خریدا' پس حضرت ابوبکر نے حضرت عازب سے کہا: آپ حضرت البراء کو یہ حکم دیں کہ وہ یہ پالان اٹھا کر میرے ساتھ چلیں' حضرت عازب نے کہا: نہیں! حتیٰ کہ آپ ہمیں یہ واقعہ بیان کریں کہ جب آپ اور رسول اللہ ﷺ مکہ سے نکلے تھے اور مشرکین آپ کو تلاش کر رہے تھے تو آپ نے اور رسول اللہ ﷺ نے کیا کیا تھا۔ حضرت ابوبکر نے بیان کیا: ہم مکہ سے روانہ ہوئے' ہم ساری رات اور سارا دن چلتے رہے حتیٰ کہ ہم نے ظہر کا وقت پا لیا اور دوپہر ہوگئی' پس میں نے نظر دوڑائی کہ مجھے کہیں سایا نظر آئے جس کی طرف میں پناہ لوں' پھر میں ایک چٹان کے پاس آیا تو میں نے اس چٹان کے باقی حصہ کا سایا دیکھا' میں نے اس چٹان کو صاف کیا پھر میں نے نبی ﷺ کے لیے اس پر فرش بچھایا' پس میں نے آپ سے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپ اس پر لیٹ جائیں' سو نبی ﷺ اس پر لیٹ گئے' پھر میں چل کر اپنے ارد گرد دیکھنے لگا کہ کیا کوئی ہماری تلاش میں آ رہا ہے' پس اچانک میں نے دیکھا کہ ایک بکریوں کو چرانے والا اپنی بکریوں کو ہنکاتا ہوا اس طرف آ رہا ہے' وہ بھی اس چٹان سے

يَنْفُضَ كَفَّيْهِ فَقَالَ هٰكَذَا ضَرَبَ إِحْدٰى كَفَّيْهِ بِالْأُخْرٰى فَحَلَبَ لِي كُثْبَةً مِّنْ لَّبَنٍ وَّقَدْ جَعَلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِدَاوَةً عَلٰى فَمِهَا خِرْقَةٌ فَصَبَبْتُ عَلَى اللَّبَنِ حَتّٰى بَرَدَ أَسْفَلُهُ فَانْطَلَقْتُ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَافَقْتُهُ قَدِ اسْتَيْقَظَ فَقُلْتُ لَهُ إِشْرَبْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَشَرِبَ حَتّٰى رَضِيْتُ ثُمَّ قُلْتُ قَدْ اٰنَ الرَّحِيْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بَلٰى فَارْتَحَلْنَا وَالْقَوْمُ يَطْلُبُوْنَا فَلَمْ يُدْرِكْنَا أَحَدٌ مِّنْهُمْ غَيْرُ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ عَلٰى فَرَسٍ لَّهُ فَقُلْتُ هٰذَا الطَّلَبُ قَدْ لَحِقَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ ﴿لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ (التوبہ: ٤٠).

وہی ارادہ کر رہا تھا جو ہمارا ارادہ تھا' میں نے اس سے پوچھا: اے لڑکے! تم کس کے (غلام) ہو؟ اس نے قریش کے ایک مرد کا نام لیا' پس میں نے اس کو پہچان لیا' میں نے اس سے پوچھا: کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں نے پوچھا: کیا تم ہمارے لیے ان کا دودھ دوہو گے؟ اس نے کہا: جی ہاں! سو میں نے اس سے دودھ دوہنے کے لیے کہا' سو اس نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری کو باندھا' پھر میں نے اس سے کہا کہ وہ اس کے تھن کو گرد و غبار سے صاف کر لے' پھر میں نے اس سے کہا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو بھی جھاڑ ے' پس میں نے اپنی ہتھیلیوں میں سے ایک ہتھیلی کو دوسری پر مار کر بتایا' سو اس نے میرے لیے تھوڑا سا دودھ دوہا اور میں رسول اللہ ﷺ کے لیے پہلے ہی چمڑے کا ایک برتن لایا تھا (جس میں ٹھنڈا پانی تھا) سو میں نے دودھ پر ٹھنڈا پانی ڈالا حتیٰ کہ اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا' پس میں وہ دودھ نبی ﷺ کے پاس لے گیا تو میں نے دیکھا آپ بیدار ہو چکے تھے۔ میں نے آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ دودھ پیجئے' پس آپ نے دودھ پیا حتیٰ کہ میں خوش ہو گیا' پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اب کوچ کا وقت آ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! پس ہم روانہ ہو گئے اور لوگ ہم کو تلاش کر رہے تھے' پس ان میں سے کسی نے ہم کو نہیں پایا سوائے سراقہ بن مالک بن جعشم کے وہ گھوڑے پر سوار تھا' پس میں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ ڈھونڈنے والا ہم سے آ ملا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم غم نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ (التوبہ: ٤٠)

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۴۳۹' میں گزر چکی ہے۔

تُرِيْحُوْنَ بِالْعَشِيِّ وَتَسْرَحُوْنَ بِالْغَدَاةِ.

''تریحون'' کا لفظ سہ پہر کے وقت جانے کے لیے بولا جاتا ہے اور ''تسرحون'' کا لفظ صبح کے وقت جانے کے لیے بولا جاتا ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی اس تعلیق کی اس حدیث کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں ''تریحون'' کا لفظ ہے نہ ''تسرحون'' کا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۴۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٦٥٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا فِي الْغَارِ لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ تَحْتَ قَدَمَيْهِ لَأَبْصَرَنَا فَقَالَ مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا۔ [اطراف الحدیث: ٣٩٢٢- ٤٦٦٣] (صحیح مسلم: ٢٣٨١' الرقم المسلسل: ٦٠٦٣' سنن ترمذی: ٣٠٩٦' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٧' مسند البزار: ٣٦' مسند ابویعلیٰ: ٦٦' صحیح ابن حبان: ٦٢٧٨' مسند احمد ج ١ ص ٤' طبع قدیم' مسند احمد: ١١ ج ١ ص ١٨٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی از ثابت البنانی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں غار میں تھا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: اگر ان میں سے کسی ایک نے اپنے قدموں کے نیچے دیکھا تو وہ ہم کو دیکھ لے گا' تب آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہارا ان دو کے متعلق کیا گمان ہے جن میں تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ اسی طرح مطابقت ہے کہ یہ حدیث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ان دو میں کا تیسرا اللہ ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اعانت ان دونوں کے ساتھ ہے۔ یہ عبارت اصل میں اس طرح ہے: ہم دو ہیں اور ہمارا ناصر اور معین اللہ تعالیٰ ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خصائص اور مناقب

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے تھے اور ان کے ایمان کی کوئی نظیر نہیں تھی' حتیٰ کہ ان کو صدیق کا لقب دیا گیا۔ انہوں نے اسلام کی تبلیغ پر اپنا تمام مال خرچ کر دیا' جس وقت وہ اسلام لائے تھے ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے' انہوں نے وہ سب اسلام کی راہ میں خرچ کر دیے۔ جن غلاموں کو اسلام لانے کی پاداش میں ایذا دی جا رہی تھی ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ہجرت پر اپنا مال خرچ کیا' اپنی صاحب زادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقد کیا' وہ تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک رہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کیا' وہ امت کے معاملات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے وزیر اور مشیر تھے' وہ غار میں دو میں کے دوسرے تھے۔ سفر ہجرت میں آپ کے رفیق تھے' اس سفر میں وہ کبھی آپ سے مقدم ہو جاتے اور کبھی آپ سے موخر ہو جاتے۔ جب ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ کبھی مجھے آپ کے آگے خطرہ معلوم ہوتا تو میں آگے ہو جاتا اور کبھی مجھے آپ کے پیچھے خطرہ معلوم ہوتا تو میں آپ کے پیچھے ہو جاتا تا کہ میں آپ کی حفاظت کر سکوں۔

حضرت ابوبکر تمام مردوں سے زیادہ آپ کو محبوب تھے۔ (صحیح مسلم: ٢٣٨٤) آپ نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ میں ایک مکتوب لکھوں جس میں ابوبکر کو خلیفہ بنانے کی وصیت کروں لیکن میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ابوبکر کے غیر کی خلافت کا انکار کر دے گا اور مومنین بھی ابوبکر کے غیر کا انکار کر دیں گے۔ [خواہ میں ان کو خلیفہ بناؤں یا نہ بناؤں] (صحیح مسلم: ٢٣٨٧)

ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنانے کے واضح اشارے کیے ہیں' آپ نے مسجد میں حضرت ابوبکر کے دروازہ کے سوا ہر ایک کا دروازہ بند کر دیا۔ (صحیح بخاری: ٤٦٦' صحیح مسلم: ٢٣٨٢' سنن ترمذی: ٣٦٨٠) آپ نے نو ہجری میں حضرت ابوبکر کو مسلمانوں کا امیر حج بنا کر بھیجا۔ (صحیح البخاری: ١٦٢٢' صحیح مسلم: ١٣٤٧' سنن ابوداؤد: ١٩٤٦) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک عورت مسئلہ

معلوم کرنے کے لیے آئی تو آپ نے فرمایا: اگلے سال آنا' اس نے کہا: اگر میں آپ کو اگلے سال نہ پاؤں تو؟ آپ نے فرمایا: پھر ابوبکر کے پاس آنا۔ (صحیح البخاری:۳۶۵۹' صحیح مسلم:۲۳۸۶) جب نبی ﷺ مرض کی شدت کی وجہ سے نماز پڑھانے کے لیے مسجد نہ جا سکے تو آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' سو حضرت ابوبکر تین دن تک رسول اللہ ﷺ کے مصلّٰی پر نماز پڑھاتے رہے [اس وجہ سے صحابہ میں سے کسی نے کہا کہ ہم اس شخص کی دنیا میں امامت پر کیوں نہ راضی ہوں' جس شخص کی دین میں امامت پر ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ راضی تھے]۔ (صحیح البخاری:۷۱۶' صحیح مسلم:۴۱۸) (فتح المنعم ج۹ ص ۲۸۲' دارالشروق' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

نوٹ: اس بریکٹ کے اندر جو عبارت ہے وہ حدیث کے الفاظ نہیں ہیں' علامہ لاشین نے وضاحت کے لیے کسی سیرت کی کتاب سے لکھے ہیں۔

٣ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُدُّوا الْاَبْوَابَ اِلَّا بَابَ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی ﷺ کا ارشاد: ابوبکر کے دروازے کے سوا (مسجد میں کھلنے والے) تمام دروازے بند کر دو' اس حدیث کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے

اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں حدیث موصول کے ساتھ صحیح البخاری:۴۶۷ میں روایت کیا ہے اور یہاں باب کے عنوان میں اس حدیث کی بالمعنی روایت کی ہے۔ وہاں اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

سُدُّوْا عَنِّيْ كُلَّ خَوْخَةٍ فِي الْمَسْجِدِ.

میری طرف سے مسجد میں کھلنے والا ہر ذیلی دروازہ بند کر دو۔

٣٦٥٤ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ اَبُو النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهٗ فَاخْتَارَ ذٰلِكَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ فَبَكٰى اَبُوْبَكْرٍ فَعَجِبْنَا لِبُكَائِهٖ اَنْ يُّخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدٍ خُيِّرَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمُخَيَّرُ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ اَعْلَمَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِيْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبَابَكْرٍ وَّلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا غَيْرَ رَبِّيْ لَاتَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ وَّلٰكِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهٗ لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ اِلَّا سُدَّ اِلَّا بَابُ اَبِيْ بَكْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعامر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سالم ابوالنضر نے حدیث بیان کی از بسر بن سعید از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا' آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو دنیا اور اپنے پاس رہنے کے درمیان اختیار دیا تو اس بندہ نے اس اجر کو اختیار کر لیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے' انہوں نے بیان کیا کہ یہ سن کر حضرت ابوبکر رونے لگے' تو ہم کو ان کے رونے سے تعجب ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بندہ کے متعلق خبر دی ہے جس کو اختیار دیا گیا (یعنی اس کو سن کر رونے کی کیا وجہ ہے؟ بعد میں پتا چلا کہ) رسول اللہ ﷺ کو ہی اختیار دیا گیا تھا اور حضرت ابوبکر ہم سب سے زیادہ علم والے تھے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک ابوبکر تمام لوگوں سے زیادہ اپنی مصاحبت اور مال سے مجھ

پر احسان کرنے والے ہیں اور اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن اسلام کی اخوت اور محبت (ہر اخوت اور محبت سے افضل ہے)' مسجد میں کھلنے والا کسی کا (ذیلی) دروازہ باقی نہیں رکھا جائے گا مگر بند کر دیا جائے گا ماسوا ابوبکر کے ذیلی دروازہ کے۔

(اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٤٦٦' میں گزر چکی ہے)

حضرت ابوبکر کے افضل امت ہونے پر دلائل

شیخ محمد صالح العثیمین التوفی ١٤٢١ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں تین وجوہ سے حضرت ابوبکر کے افضل الامت ہونے کی تصریح ہے۔ اول اس لیے کہ آپ نے فرمایا: ابوبکر تمام لوگوں سے زیادہ اپنی مصاحبت اور مال سے مجھ پر احسان کرنے والے ہیں ثانی' اس لیے کہ آپ نے فرمایا: ابوبکر کے دروازہ کے سوا مسجد میں کھلنے والا ہر ایک کا دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ ثالث اس لیے کہ صرف حضرت ابوبکر نے یہ سمجھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس ارشاد سے اپنی وفات کی خبر دی ہے اس لیے وہ روئے تھے اور حضرت ابوسعید خدری نے کہا ہے: وہ ہم سب سے زیادہ عالم تھے۔

رافضی حضرت ابوبکر اور عمر کی مذمت کرتے ہیں حالانکہ دنیا میں بھی یہ دونوں آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: میں آیا اور ابوبکر اور عمر اور میں گیا اور ابوبکر اور عمر (صحیح البخاری: ٣٦٨٥' صحیح مسلم: ٢٣٨٦) اور قبر میں بھی ان دونوں کی قبریں آپ کی قبر مبارک کے ساتھ ہیں اور قیامت میں بھی یہ سب ایک ساتھ اٹھیں گے۔ (شرح صحیح البخاری ج ٢ ص ٥٧۔ ٥٦' مکتبۃ الطبری القاہرہ' ١٤٢٩ھ)

٤ - بَابُ فَضْلِ اَبِیْ بَکْرٍ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نبی ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت

اس عنوان میں بعدیت سے مراد بعدیت زمانی نہیں ہے بلکہ بعدیت مرتبہ ہے کیونکہ حضرت ابوبکر کی فضیلت نبی ﷺ کی حیات میں بھی تھی۔

٣٦٥٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ عَنْ یَّحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کُنَّا نُخَیِّرُ بَیْنَ النَّاسِ فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنُخَیِّرُ اَبَا بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ. [اطراف الحدیث: ٣٦٥٥۔ ٣٦٩٧] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے زمانہ میں لوگوں کے درمیان فضیلت دیتے تھے' پس ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے' پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس امت میں سب سے افضل ہیں' حضرت عثمان کے بعد اہل سنت کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ہے۔

٥ - بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نبی ﷺ کا یہ ارشاد: اگر میں کسی کو خلیل بناتا'

لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا قَالَهُ أَبُوْ سَعِيْدٍ

یہ حضرت ابوسعید کی روایت ہے

اس عنوان میں باب: ۳ کی روایت کی طرف اشارہ ہے۔

٣٦٥٦- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ أُمَّتِيْ خَلِيْلًا لَّا تَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ وَلٰكِنْ أَخِيْ وَصَاحِبِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرے (دینی) بھائی ہیں اور میرے صاحب ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٤٦٧' میں گزر چکی ہے۔

٣٦٥٧- حَدَّثَنَا مُعَلَّى ابْنُ أَسَدٍ وَّمُوْسٰى قَالَا حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوْبَ وَقَالَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَّاتَّخَذْتُهُ خَلِيْلًا وَّلٰكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوْبَ مِثْلَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلیٰ بن اسد اور موسیٰ نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی از ایوب اور آپ نے فرمایا: اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ان کو (یعنی حضرت ابوبکر کو) خلیل بناتا' لیکن اسلام کی اخوت افضل ہے۔ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی از ایوب' اس حدیث کی مثل۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٤٦٧' میں گزر چکی ہے۔

٣٦٥٨- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ كَتَبَ أَهْلُ الْكُوْفَةِ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي الْجَدِّ فَقَالَ أَمَّا الَّذِيْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ خَلِيْلًا لَّاتَّخَذْتُهُ أَنْزَلَهُ أَبًا يَعْنِيْ أَبَا بَكْرٍ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے خبر دی از ایوب از عبداللہ بن ابی ملیکہ' انہوں نے بیان کیا: اہل کوفہ نے دادا (کی وراثت) کے متعلق حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو خط لکھا تو انہوں نے کہا: رہے وہ شخص جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اگر میں اس امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ان کو خلیل بناتا۔ وہی یہ فرماتے تھے کہ میں دادا کو باپ کا قائم مقام کرتا ہوں۔ ان کی مراد ابوبکر تھے۔

یعنی وراثت کے استحقاق میں دادا باپ کی مثل ہے۔

٠٠٠- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان نہیں لکھا اور یہ باب ابواب سابقہ کے لیے بہ منزلہ فصل ہے۔

٣٦٥٩- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی اور محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن

بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَتِ امْرَاَةٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا اَنْ تَرْجِعَ اِلَيْهِ قَالَتْ اَرَاَيْتَ اِنْ جِئْتُ وَلَمْ اَجِدْكَ كَاَنَّهَا تَقُوْلُ الْمَوْتُ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنْ لَّمْ تَجِدِيْنِيْ فَاْتِيْ اَبَا بَكْرٍ. [اطراف الحدیث:٧٢٢٠-٧٣٦٠]

سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از محمد بن جبیر بن مطعم از والد خود وہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ کے پاس ایک عورت آئی آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ آپ کے پاس پھر آئے اس نے کہا: یہ بتائیے کہ اگر میں پھر آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ گویا وہ کہتی تھی کہ آپ کی وفات ہو جائے! آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم مجھے نہ پاؤ تو پھر ابوبکر کے پاس آنا۔

(صحیح مسلم:٢٣٨٦ الرقم المسلسل:٦٠٧٣ سنن ترمذی:٣٦٧٦ مسند ابوداؤد الطیالسی:٩٤٤ صحیح ابن حبان:٦٦٥٦ المعجم الکبیر:١٥٥٧ سنن بیہقی ج٨ ص١٥٣ شرح السنة:٣٨٦٨ مسند احمد ج٤ ص٨٢ طبع قدیم مسند احمد:١٦٧٥٥ ج٢٧ ص٣٢٠ مؤسسة الرسالة بیروت)

حضرت ابوبکر کی خلافت کی طرف اشارہ اور رسول اللہ ﷺ کا علم غیب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے اور اس حدیث میں یہ بھی اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ ہوں گے اور اس سے زیادہ صریح دلالت درج ذیل حدیث میں ہے:

امام طبرانی عصمة بن مالک سے روایت کرتے ہیں: ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپ کے بعد اپنے اموال کے صدقات کس کو ادا کریں؟ آپ نے فرمایا ابوبکر صدیق کو۔ (عمدة القاری ج١٦ ص٢٤٨ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ ان حدیثوں میں رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کا بھی ثبوت ہے کیونکہ آپ کو جزم اور یقین تھا کہ آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ ہوں گے اس لیے آپ نے فرمایا: میرے بعد ابوبکر کے پاس جانا یا میرے بعد اپنے اموال کے صدقات ابوبکر کو ادا کرنا۔

٣٦٦٠ - حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ اَبِي الطَّيِّبِ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُجَالِدٍ حَدَّثَنَا بَيَانُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ وَّبَرَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمَّارًا يَّقُوْلُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا مَعَهُ اِلَّا خَمْسَةُ اَعْبُدٍ وَّامْرَاَتَانِ وَاَبُوْبَكْرٍ.

[طرف الحدیث:٣٨٥٧] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: کہ مجھے احمد بن ابی الطیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن مجالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں بیان بن بشر نے حدیث بیان کی از وبرہ بن عبدالرحمٰن از ہمام انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام دو عورتیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی منفرد فضیلت اور ان غلاموں اور عورتوں کا بیان جو سب سے پہلے ایمان لائے تھے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی منفرد فضیلت ہے کیونکہ آپ سب سے پہلے اسلام لائے تھے اور آپ سے پہلے آزاد مردوں میں سے کسی نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

اس حدیث میں پانچ مسلمان غلاموں کا ذکر ہے وہ یہ ہیں: (١) حضرت بلال (٢) حضرت زید بن حارثہ (٣) حضرت عامر بن

فہیرہ' یہ حضرت ابوبکر کے غلام تھے اور حضرت ابوبکر کے ساتھ بہت پہلے اسلام لائے تھے اور (۴) حضرت فکیہہ یہ صفوان بن امیہ بن خلف کے غلام تھے' امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے' یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسلام لائے تھے' ان کو بھی امیہ نے عذاب دیا تھا تو حضرت ابوبکر نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا اور (۵) حضرت عبید بن زید الحبشی رضی اللہ عنہم۔

تلویح میں مذکور ہے: وہ پانچ غلام یہ ہیں: (۱) حضرت عمار' (۲) حضرت زید بن حارثہ' (۳) حضرت بلال' (۴) حضرت عامر بن فہیرہ' (۵) حضرت شقران رضی اللہ عنہم اور دو عورتوں کے نام یہ ہیں: (۱) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا (۲) حضرت ام الفضل حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی زوجہ' دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دو عورتیں حضرت خدیجہ اور حضرت ام ایمن یا حضرت سمیہ رضی اللہ عنہن ہیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ حضرت عمار بن یاسر بنو مخزوم کے غلام تھے اور ان کی ماں سمیہ بنت خیاط تھیں۔ حضرت عمار اور ان کے والد دونوں کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں عذاب دیا جا رہا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے گزرے اس وقت ان کو عذاب دیا جا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: اے آل یاسر! صبر کرو تم سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٦٦١ - حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَائِذِ اللّٰهِ اَبِيْ اِدْرِيْسَ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَتْ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَ اَبُوْبَكْرٍ اٰخِذًا بِطَرَفِ ثَوْبِهٖ حَتّٰى اَبْدٰى عَنْ رُكْبَتِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا صَاحِبُكُمْ فَقَدْ غَامَرَ فَسَلَّمَ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ ابْنِ الْخَطَّابِ شَيْءٌ فَاَسْرَعْتُ اِلَيْهِ ثُمَّ نَدِمْتُ فَسَاَلْتُهٗ اَنْ يَّغْفِرَلِيْ فَاَبٰى عَلَيَّ فَاَقْبَلْتُ اِلَيْكَ فَقَالَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا اَبَا بَكْرٍ ثَلَاثًا ثُمَّ اِنَّ عُمَرَ نَدِمَ فَاَتٰى مَنْزِلَ اَبِيْ بَكْرٍ فَسَاَلَ اَثَمَّ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالُوْا لَا فَاَتٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَجَعَلَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَعَّرُ حَتّٰى اَشْفَقَ اَبُوْبَكْرٍ فَجَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ اَنَا كُنْتُ اَظْلَمَ مَرَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِيْ اِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ صَدَقَ وَوَاسَانِيْ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَهَلْ اَنْتُمْ تَارِكُوْلِيْ صَاحِبِيْ مَرَّتَيْنِ فَمَا اُوْذِيَ بَعْدَهَا. [طرف الحدیث: ۴۶۴۰]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ہشام بن عمار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں صدقہ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زید بن واقد نے حدیث بیان کی از بسر بن عبید اللہ از عائذ اللہ ابی ادریس از حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا' اچانک حضرت ابوبکر اپنے کپڑے کو ایک کنارے سے اٹھائے ہوئے آئے حتیٰ کہ ان کے گھٹنے ظاہر ہو گئے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لگتا ہے تمہارے ساتھی کسی سے لڑ کر آئے ہیں' پس انہوں نے سلام کیا' اور کہا: یا رسول اللہ! میرے اور خطاب کے بیٹے کے درمیان کچھ رنجش ہو گئی ہے' سو میں نے جلدی میں انہیں کچھ کہہ دیا' پھر میں نادم ہوا' پس میں نے ان سے سوال کیا کہ وہ مجھے معاف کر دیں' انہوں نے مجھے معاف کرنے سے انکار کیا' پس میں آپ کی طرف آیا' تو آپ نے تین بار فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں اللہ معاف کرے' پھر حضرت عمر نادم ہوئے اور حضرت ابوبکر کے گھر گئے' سو پوچھا: کیا وہاں ابوبکر ہیں؟ گھر والوں نے کہا: نہیں! پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو سلام کیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ متغیر ہونے لگا' حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خوف زدہ ہوئے اور انہوں نے دو زانو بیٹھ کر دو مرتبہ کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میں ہی ظلم کر رہا تھا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف

مبعوث فرمایا' پس تم لوگوں نے کہا: تم جھوٹے ہو' اور ابوبکر نے سچا کہا اور اپنی جان اور مال سے میری غم خواری کی' پھر دو مرتبہ فرمایا: پس کیا تم لوگ میرے صاحب کو ستانا چھوڑتے ہو یا نہیں! پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر کو ایذا نہیں دی گئی۔

اس حدیث کی اس باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے تھے۔

حضرت ابوبکر اور حضرت ربیعہ کے درمیان تنازع کا واقعہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس قصہ کے مشابہ قصہ امام احمد نے حضرت ربیعہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک زمین کا قطعہ ان کو عطا کیا اور ایک زمین کا قطعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عطا کیا' پھر کھجور کے ایک خوشہ میں ان کا تنازع ہو گیا' میں نے کہا: یہ میری حد میں ہے اور حضرت ابوبکر نے کہا: یہ میری حد میں ہے' پھر ہم دونوں میں جھگڑا ہوا۔ حضرت ابوبکر نے کوئی سخت بات کہہ دی' پھر وہ نادم ہوئے اور کہنے لگے: تم مجھے جواب میں ایسی سخت بات کہہ دو تا کہ قصاص ہو جائے۔ میں نے انکار کیا' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے' آپ نے پوچھا تمہارا صدیق سے کیا تنازع ہوا؟ پھر انہوں نے قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے تم ان کو سخت بات نہ کہو لیکن یہ کہہ دو کہ اے ابوبکر! اللہ تمہیں معاف کر دے۔ میں نے اس طرح کہا تو حضرت ابوبکر رونے لگے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۵۹) (فتح الباری ج ۴ ص ۷۵۷' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت ابوبکر کے افضل الصحابہ ہونے پر دلیل' منہ پر تعریف کرنے کا جواز' مظلوم سے معافی مانگنے کا وجوب اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں سب سے افضل ہیں کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگرچہ محترم صحابی ہیں لیکن چونکہ وہ حضرت ابوبکر پر ناراض ہوئے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر غضب ناک ہوئے' اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو اپنے سے افضل شخص سے ناراض نہیں ہونا چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے سامنے ان کی تعریف کی' اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے منہ پر اس کی تعریف کرنی جائز ہے جب کہ یہ اطمینان ہو کہ وہ اپنی تعریف سن کر مغرور نہیں ہو گا۔

حضرت ابوبکر نے غضب میں آ کر حضرت عمر کو کوئی سخت بات کہی' اس سے معلوم ہوا کہ کوئی عظیم المرتبت شخص بھی بشری تقاضوں سے مستثنیٰ نہیں ہے' اور اس سے بھی کوئی خلاف اولیٰ کام ہو جاتا ہے' لیکن جس پر خوف خدا غالب ہو وہ فوراً رجوع کر لیتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَٰئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَٰنِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ○ (الاعراف: ۲۰۱)

بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں جب انہیں شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھوتا ہے تو وہ فوراً سنبھل جاتے ہیں اور اس

وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں O

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر نبی خواہ کتنا ہی متقی کیوں نہ ہو وہ معصوم نہیں ہوتا۔

حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے معافی طلب کی' اس سے معلوم ہوا کہ مظلوم سے اس کا حق معاف کرا لینا چاہیے اور مظلوم پر واجب ہے کہ وہ معاف کر دے کیونکہ حضرت عمر کے معاف نہ کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٥١' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢٢ھ)

٣٦٦٢ - حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ الْمُخْتَارِ قَالَ خَالِدُ الْحَذَّاءُ حَدَّثَنَا عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ عَلٰى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَاَتَيْتُهُ فَقُلْتُ اَيُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ فَقُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ فَقَالَ اَبُوْهَا قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَعَدَّ رِجَالًا. [طرف الحدیث: ٤٣٥٨]

(صحیح مسلم: ٢٣٨٤' الرقم المسلسل: ٦٠٧١' سنن ترمذی: ٣٨٨٥' السنن الکبریٰ: ٨١١٧' سنن بیہقی ج ٦ ص ٤٠٧' شرح السنۃ: ٣٨٦٩' صحیح ابن حبان: ٦٩٠٠' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٤ ص ٤٠٠' المستدرک ج ٤ ص ٢' مسند ابویعلیٰ: ٧٣٤٥' مسند احمد ج ٤ ص ٢٠٣' مسند احمد: ١٧٨١١' ج ٢٩ ص ٣٤٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلیٰ بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن المختار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: خالد الحذاء نے کہا: ہمیں حدیث بیان کی از ابوعثمان' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا' پس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سے پوچھا: کہ آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: (حضرت) عائشہ۔ میں نے پوچھا مردوں میں؟ تو آپ نے فرمایا: ان کے والد۔ میں نے پوچھا: پھر کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر عمر بن الخطاب ہیں' پھر آپ نے کئی مردوں کو گنا۔

ذات السلاسل کی وجہ تسمیہ' اس غزوہ کی تاریخ اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل کے باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ تصریح ہے کہ مردوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب حضرت ابوبکر تھے اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر تھے۔

اس حدیث میں غزوۂ ذات السلاسل کا ذکر ہے' یہ غزوہ وادی القریٰ میں ہوا تھا' جو مدینہ منورہ سے دس دن کی مسافت پر ہے' اس کو ذات السلاسل اس سے کہا گیا ہے کہ اس غزوہ میں مشرکین نے ایک دوسرے کو زنجیروں سے باندھ لیا تھا اس خوف سے کہ وہ بھاگ نہ جائیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس جگہ کا نام السلاسل تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ ریتلی زمین زنجیر کی طرح تھی۔ ابن ابی خالد نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے' یہ غزوہ سات (٧) ہجری میں ہوا تھا۔ امام ابن سعد اور حاکم نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ جمادی الاخرۃ آٹھ (٨) ہجری میں ہوا تھا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس لشکر کا امیر بنا دیا تھا جس میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے تو ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ رسول

اللہ ﷺ کے نزدیک حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے بھی زیادہ محبوب ہیں اس لیے انہوں نے واپس آ کر آپ سے پوچھا: آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ انہوں نے پوچھا: مردوں میں؟ تو آپ نے فرمایا: ابوبکر انہوں نے پوچھا: پھر کون تو آپ نے فرمایا: عمر انہوں نے پوچھا: پھر کون تو آپ نے فرمایا: ابوعبیدہ بن الجراح' پھر وہ خاموش ہو گئے مبادا ان کا نام سب کے آخر میں آئے۔ (عمدة القاری ج ١٦ ص ٢٨٢ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت'١٤٢١ھ)

حضرت عمرو بن العاص کو اکابر صحابہ پر امیر بنانے کی توجیہ

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

امام ابن سعد متوفی ٢٣٠ھ نے ذکر کیا ہے کہ قضاعة کی جماعت اکٹھی ہوئی اور انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ مدینہ منورہ کا اس کی اطراف سے گھیراؤ کریں تو نبی ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو سفید جھنڈا عطا فرمایا اور ان کو تین سو اکابر مہاجرین اور انصار کے لشکر کا سالار بنا کر روانہ کیا' پھر ان کی امداد کے لیے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو دو سو سواروں کے ساتھ بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ مل جائیں اور ایک دوسرے سے اختلاف نہ کریں' حضرت ابوعبیدہ نے نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو ان کو حضرت عمرو نے منع کیا اور کہا: تم صرف میری مدد کے لیے آئے ہو اور امیر میں ہوں' تو حضرت ابوعبیدہ نے ان کی بات مان لی اور حضرت عمرو نے نماز پڑھائی۔

امام حاکم نے روایت کی ہے کہ حضرت عمرو نے اس غزوہ میں ان کو حکم دیا کہ وہ آگ نہ جلائیں حالانکہ وہ سرد رات تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر انکار کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کو چھوڑو' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اسی لیے امیر بنایا ہے کہ ان کو جنگ کی زیادہ مہارت ہے' تب حضرت عمر خاموش ہو گئے۔ امام ابن حبان نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عمرو نے کہا: جس شخص نے آگ جلائی میں اس کو اسی آگ میں پھینک دوں گا' پھر مسلمانوں کا دشمن سے مقابلہ ہوا اور انہوں نے دشمن کو شکست دے دی' تب مسلمانوں نے دشمن کا پیچھا کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت عمرو بن العاص نے ان کو منع کیا' پس مسلمانوں نے اس کی موافقت کی۔ جب وہ واپس آئے تو مسلمانوں نے نبی ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ نبی ﷺ نے حضرت عمرو سے ان کے ان احکام کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ میں نے رات کو آگ جلانے سے اس لیے منع کیا تھا کہ دشمن کو آگ کی روشنی میں ہماری کم تعداد کا علم ہو جائے گا' سو میں نے اس کو ناپسند کیا' اور میں نے دشمن کا پیچھا کرنے سے اس لیے منع کیا تھا کہ مجھے خطرہ تھا کہ دشمن کو کمک پہنچ جائے گی اور میں نے اس کو ناپسند کیا' سو نبی ﷺ نے ان کے احکام کی تحسین فرمائی۔ (فتح المنعم ج ٩ ص ٢٨٥ 'دار الشروق' القاہرہ'١٤٢٩ھ)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اکابر صحابہ کے ہوتے ہوئے حضرت عمرو بن العاص کو لشکر کا امیر اس لیے بنایا تھا کہ ان میں جنگ کی زیادہ مہارت تھی اور ان کے فیصلے دور اندیشی پر مبنی تھے۔

٣٦٦٣ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَمَا رَاعٍ فِيْ غَنَمِهٖ عَدَا عَلَيْهِ الذِّئْبُ فَاَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِيْ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ الذِّئْبُ فَقَالَ مَنْ لَّهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَيْسَ لَهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: کہ ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمان بن عوف نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت ایک چرواہا اپنی بکریوں کے درمیان میں تھا اس (ریوڑ) پر ایک بھیڑیے نے حملہ کیا اور ان میں

رَاعٍ غَيْرِي وَبَيْنَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقَرَةً قَدْ حَمَلَ عَلَيْهَا فَالْتَفَتَتْ إِلَيْهِ فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَتْ إِنِّي لَمْ أُخْلَقْ لِهٰذَا وَلٰكِنِّي خُلِقْتُ لِلْحَرْثِ قَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي أُوْمِنُ بِذٰلِكَ وَأَبُو بَكْرٍ وَّعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا.

سے ایک بکری پکڑ لی' چرواہے نے اس بکری کو ڈھونڈ لیا' تو بھیڑیے نے چرواہے کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا: درندوں کے دن بکریوں کا محافظ کون ہوگا؟ جس دن میرے سوا ان کا کوئی چرانے والا نہیں ہوگا! اور جس دن ایک مرد ایک گائے کو ہنکا کر لے جا رہا تھا اور اس نے اس گائے پر سامان لاد دیا' گائے نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا' پس اس سے کلام کیا' اور کہا: میں اس لیے نہیں پیدا کی گئی بلکہ میں ہل چلانے کے لیے پیدا کی گئی ہوں۔ لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اس پر ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۲۴' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حاضرین کو بھیڑیے اور گائے کے کلام کرنے کا واقعہ سنایا تو انہوں نے اس پر تعجب کیا اور کہا: سبحان اللہ! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اس واقعہ پر بغیر اظہار تعجب کے ایمان لائے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ وہ جس مخلوق میں چاہے انسانوں کی طرح کلام پیدا فرما دے خواہ وہ حیوانات ہوں یا جمادات ہوں کیونکہ شجر و حجر نے بھی آپ کو دیکھ کر آپ پر سلام پڑھا ہے۔

٣٦٦٤- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي عَلٰى قَلِيبٍ عَلَيْهَا دَلْوٌ فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ أَخَذَهَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ فَنَزَعَ بِهَا ذَنُوْبًا أَوْ ذَنُوْبَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَّاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهٗ ضَعْفَهٗ ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَأَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِّنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ.

[اطراف الحدیث: ۷۰۲۱-۷۰۲۲-۷۴۷۵] (صحیح مسلم: ۲۳۹۲' الرقم المسلسل: ٦٠٨٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از یونس از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابن المسیب نے خبر دی' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کنویں کی منڈیر کے اوپر ایک ڈول ہے' میں نے اس ڈول کے ذریعہ سے جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا پانی نکالا' پھر اس ڈول کو ابوقحافہ کے بیٹے نے لے لیا' انہوں نے کنویں سے ایک ڈول یا دو ڈول پانی نکالا اور ان کے پانی نکالنے میں ضعف تھا اور اللہ تعالیٰ ان کے ضعف کی مغفرت فرمائے' پھر وہ بڑا ڈول ہو گیا' پس اس کو خطاب کے بیٹے نے پکڑ لیا' پس میں نے لوگوں میں عمر کی طرح غیر معمولی پانی نکالنے والا نہیں دیکھا حتیٰ کہ لوگ (اونٹوں کو پانی پلا کر) ان کے بیٹھنے کی جگہ لے گئے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر کنویں سے پانی نکالنے میں حضرت عمر پر سابق اور مقدم تھے' رہا یہ کہ ان کے پانی نکالنے میں ضعف تھا تو یہ ان کا نقص نہیں

ہے کیونکہ ان کی خلافت کا زمانہ کم تھا۔

٣٦٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّ اَحَدَ شِقَّيْ ثَوْبِيْ يَسْتَرْخِيْ اِلَّا اَنْ اَتَعَاهَدَ ذٰلِكَ مِنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ لَسْتَ تَصْنَعُ ذٰلِكَ خُيَلَاءَ قَالَ مُوْسٰى فَقُلْتُ لِسَالِمٍ اَ ذَكَرَ عَبْدُ اللّٰهِ مَنْ جَرَّ اِزَارَهُ قَالَ لَمْ اَسْمَعْهُ ذَكَرَ اِلَّا ثَوْبَهُ.

[اطراف الحدیث: ٥٧٨٣، ٥٧٨٤، ٥٧٩١، ٦٠٦٢] (صحیح مسلم: ٢٠٨٥، الرقم المسلسل: ٥٣٤٦، سنن ترمذی: ١٧٣١، سنن نسائی: ٥٣٢٦، سنن ابن ماجہ: ٣٥٦٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از سالم بن عبداللہ از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے کپڑے کو تکبر سے گھسیٹا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے کپڑے کا ایک پلو لٹک جاتا ہے ماسوا اس کے کہ میں اس کی حفاظت کروں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم یہ عمل تکبر سے نہیں کرتے۔ موسیٰ نے کہا: میں نے سالم سے پوچھا: کیا حضرت عبداللہ نے یہ ذکر کیا تھا کہ جس نے اپنے تہبند کو گھسیٹا انہوں نے کہا: میں نے صرف یہ سنا ہے کہ انہوں نے کپڑے کا ذکر کیا تھا۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ تکبر سے کپڑا نہیں گھسیٹتے۔

تکبر پر قرآن مجید اور حدیث صحیح میں وعید اور تکبر کی تعریف

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

انسان کو تکبر نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ انسان کے تکبر کی مذمت کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ○ (بنی اسرائیل: ٣٧)

اور زمین میں اکڑتے ہوئے نہ چلو بے شک تم ہرگز زمین کو چیر نہ سکو گے اور نہ پہاڑوں کی بلندی تک پہنچ سکو گے ○

اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کو ایک حقیر بوند سے پیدا کیا جو اگر کپڑے کو لگ جائے تو کپڑا نجس ہو جاتا ہے وہ مسکین تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو عزت دے کر سر بلند کیا تو وہ مغرور ہو گیا اور اس نے یہ گمان کیا کہ وہ تمام مخلوقات سے افضل ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو علم کے سمندر سے ایک قطرہ عطا کیا تو اس نے گمان کیا کہ وہ سب سے بڑا عالم ہے حالانکہ قرآن مجید میں پڑھتا ہے:

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ○ (بنی اسرائیل: ٨٥)

اور تم کو جتنا علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہے ○

وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ○ (یوسف: ٧٦)

اور ہر ہر تنا ہی علم والے کے اوپر (اس سے زیادہ) علم والا ہے ○

انسان یہ بھول گیا کہ وہ جمادات اور اجرام فلکیہ کے مقابلہ میں ایک ذرہ سے بھی کم تر ہے اور اپنے جہل اور غرور کی وجہ سے وہ یہ سمجھتا ہے کہ جب وہ زمین پر چلے گا تو اپنے قدموں سے زمین کو پھاڑ ڈالے گا اور اپنا سر اس طرح بلند کرتا ہے گویا وہ پہاڑوں سے بھی سر بلند ہے۔ اگر انسان اپنی ابتداء اور انتہاء پر غور کر لیتا کہ اس کی ابتدا بھی مٹی ہے اور انتہا میں بھی وہ مٹی میں مل جائے گا تو تکبر سے وہ

اپنے کپڑوں کو نہ گھسیٹتا اور اپنے قد سے بڑے کپڑے نہ سلواتا۔

تکبر کرنے والوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے قارون کے حال سے عبرت پکڑنی چاہیے' اس کے خزانوں کی چابیاں اتنی زیادہ تھیں کہ گھوڑے ان کا بار نہیں اٹھا سکتے تھے' وہ تکبر میں آ کر اپنے منعم کو بھول گیا اور کہنے لگا کہ یہ خزانے تو میں نے صرف اپنے علم سے حاصل کیے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا وَّلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ۝ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ۝ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ۝ (القصص: ٧٨-٨١)

قارون نے کہا: یہ خزانہ تو مجھے صرف اپنے علم کی وجہ سے ملا ہے جو میرے پاس ہے' کیا اس نے یہ نہیں جانا کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر دیا جو اس سے زیادہ شدید اور قوی تھیں اور اس سے زیادہ مال جمع کرنے والی تھیں' اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے متعلق (تحقیق کے لیے) سوال نہیں کیا جائے گا۝ تو وہ اپنی زیب و زینت کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے نکلا' پس جو لوگ دنیاوی زندگی کے خواہش مند تھے وہ کہنے لگے: اے کاش! ہمارے پاس بھی اتنا (مال) ہوتا جتنا قارون کو دیا گیا ہے بے شک وہ بہت نصیب والا ہے۝ اور جو لوگ علم والے تھے انہوں نے کہا: تم پر افسوس ہے اللہ کا ثواب بہت اچھا ہے اس کے لیے جو ایمان لایا اور اس نے نیک کام کیے اور یہ عمل صرف صبر کرنے والوں کو ملتا ہے۝ سو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اس کے پاس کوئی ایسا گروہ نہ تھا جو اللہ کے سوا اس کے عذاب سے بچانے میں اس کی مدد کرتا اور نہ ہی وہ خود اپنے آپ کو بچا سکا۝

یہ تو تکبر کرنے والے قارون کا دنیاوی عذاب تھا اور آخرت میں متکبرین کو زیادہ شدید عذاب ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ ان پر غضب فرمائے گا' ان کی طرف نظر رحمت نہ کرے گا نہ ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ان کو ان کے گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کو دردناک عذاب دے گا۔

جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سر بلند کرتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا اور آخرت میں ذلیل و خوار کرتا ہے۔ (فتح المنعم ج ٨ ص ٣٤٠-٣٣٩' دار الشروق' القاہرہ' ١٤٢٩ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ موسیٰ شاہین لاشین نے تکبر کی مذمت میں صرف قرآن مجید کی آیات پیش کی ہیں حالانکہ تکبر کی مذمت میں احادیث بھی بہ کثرت وارد ہیں' ازاں جملہ یہ حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا' ایک مرد نے کہا: بے شک مرد یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی اچھی ہو' آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند فرماتا ہے' تکبر حق (بات) کا انکار کرنا ہے اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

(صحیح مسلم: ٩١' سنن ابوداؤد: ٤٠٩١' ٢٠٠٥' سنن ابن ماجہ: ٤١٧٣)

اس حدیث میں تکبر پر وعید بھی ہے اور تکبر کی تعریف بھی ہے اور کپڑوں کو گھسیٹ کر چلنا چونکہ تکبر کی علامت ہے اس لیے اس سے احتراز لازم ہے البتہ اگر نادانستہ طور پر کپڑا ڈھلک کر قدموں کے نیچے آ جائے تو حرج نہیں ہے جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

٣٦٦٦ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ شَيْءٍ مِّنَ الْاَشْيَاءِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ دُعِيَ مِنْ اَبْوَابِ يَعْنِي الْجَنَّةَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا خَيْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصِّيَامِ وَبَابِ الرَّيَّانِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَّا عَلٰى هٰذَا الَّذِي يُدْعٰى مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ وَّقَالَ هَلْ يُدْعٰى مِنْهَا كُلِّهَا اَحَدٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ وَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ يَا اَبَابَكْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے حمید بن عبدالرحمان بن عوف نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے اللہ کی راہ میں کسی چیز کا ایک جوڑا خرچ کیا اس کو جنت کے دروازوں میں سے بلایا جائے گا: اے اللہ کے بندہ! یہ خیر ہے سو جو نمازیوں میں سے ہوگا اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا۔ اور جو مجاہدین سے ہوگا اس کو باب الجہاد سے بلایا جائے گا اور جو اہل الصدقہ سے ہوگا اس کو باب الصیام اور باب الصدقہ سے بلایا جائے گا اور جو روزہ داروں سے ہوگا اس کو باب الریان سے بلایا جائے گا' حضرت ابوبکر نے کہا: اس شخص کو تو کوئی خوف نہیں ہوگا جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا! اور کہا: یا رسول اللہ! کیا کوئی ایسا شخص ہے جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں ہے اور اے ابوبکر! مجھے امید ہے کہ وہ شخص تم ہو گے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٨٩١' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس منفرد فضیلت کا ذکر ہے کہ ان کو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔

٣٦٦٧ - حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَاَبُوْ بَكْرٍ بِالسُّنْحِ قَالَ اِسْمٰعِيْلُ يَعْنِي بِالْعَالِيَةِ فَقَالَ عُمَرُ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَقَالَ عُمَرُ وَاللّٰهِ مَاكَانَ يَقَعُ فِي نَفْسِي اِلَّا ذَاكَ وَلَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ فَلَيَقْطَعَنَّ اَيْدِيَ رِجَالٍ وَّاَرْجُلَهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروۃ از عروۃ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم' وہ بیان کرتی ہیں کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مقام سنح میں تھے' اسماعیل نے کہا: یعنی موالی کے ایک گاؤں میں تھے' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے: اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے' حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! میرے دل میں

فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ فَكَشَفَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلَهٗ قَالَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ طِبْتَ حَيًّا وَّمَيِّتًا وَّالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَايُذِيْقُكَ اللّٰهُ الْمَوْتَتَيْنِ اَبَدًا ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ اَيُّهَا الْحَالِفُ عَلٰى رِسْلِكَ فَلَمَّا تَكَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ جَلَسَ عُمَرُ.

یہی بات آئی ہے اور ضرور اللہ تعالیٰ آپ کو اٹھائے گا' پس آپ مردوں کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹ ڈالیں گے' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ آ گئے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے کپڑا ہٹایا' پس آپ کو بوسہ دے کر کہا: آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں' آپ زندگی میں بھی پاکیزہ تھے اور وفات کے بعد بھی پاکیزہ ہیں' اور اللہ کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں آپ کی جان ہے' اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں کبھی نہیں چکھائے گا' پھر حضرت ابوبکر باہر آ گئے' پس (حضرت عمر سے) کہا: اے قسم کھانے والے! ذرا ٹھہرو' پس جب حضرت ابوبکر نے بات کرنی شروع کی تو حضرت عمر بیٹھ گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۱' میں گزر چکی ہے۔

٣٦٦٨ - فَحَمِدَ اللّٰهَ اَبُوْبَكْرٍ وَّاَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ اَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَیٌّ لَّايَمُوْتُ وَقَالَ ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَO﴾ (الزمر: ٣٠) وَقَالَ ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّسَيَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَO﴾ (آل عمران: ١٤٤) قَالَ فَنَشَجَ النَّاسُ يَبْكُوْنَ قَالَ وَاجْتَمَعَتِ الْاَنْصَارُ اِلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فِیْ سَقِيْفَةِ بَنِیْ سَاعِدَةَ فَقَالُوْا مِنَّا اَمِيْرٌ وَّمِنْكُمْ اَمِيْرٌ فَذَهَبَ اِلَيْهِمْ اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ وَّعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فَذَهَبَ عُمَرُ يَتَكَلَّمُ فَاَسْكَتَهٗ اَبُوْبَكْرٍ وَكَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ: وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتُّ بِذٰلِكَ اِلَّا اَنِّیْ قَدْ هَيَّاْتُ كَلَامًا قَدْ اَعْجَبَنِیْ خَشِيْتُ اَنْ لَّا يَبْلُغَهٗ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ تَكَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ فَتَكَلَّمَ اَبْلَغَ النَّاسِ فَقَالَ فِیْ كَلَامِهٖ نَحْنُ الْاُمَرَاءُ وَاَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ فَقَالَ حُبَابُ بْنُ الْمُنْذِرِ لَا وَاللّٰهِ لَا نَفْعَلُ مِنَّا اَمِيْرٌ وَّمِنْكُمْ اَمِيْرٌ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ لَا وَلٰكِنَّا الْاُمَرَاءُ وَاَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ

پھر حضرت ابوبکر نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور کہا: سنو! جو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو بے شک (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور جو اللہ (عزوجل) کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اس کو موت نہیں آئے گی' اور یہ آیت پڑھی: بے شک آپ فوت ہونے والے ہیں اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں O (الزمر: ۳۰) اور یہ آیت پڑھی: اور محمد (معبود نہیں) صرف رسول ہیں' ان سے پہلے اور رسول گزر چکے ہیں' تو کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے' اور جو الٹے پاؤں پھرے گا تو وہ اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچائے گا اور عنقریب اللہ شکر گزاروں کو (نیک) بدلہ عطا فرمائے گا O (آل عمران: ۱۴۴) راوی نے کہا: پھر لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے' اور انصار بنو ساعدہ کے چبوترہ میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ کی طرف جمع ہو گئے' پس انہوں نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور دوسرا امیر تم میں سے ہوگا' پھر حضرت ابوبکر الصدیق اور حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم لوگوں کے پاس آئے۔ حضرت عمر بات کرنے لگے تو حضرت ابوبکر نے ان کو خاموش کرا دیا۔ حضرت عمر کہا کرتے تھے' اللہ کی قسم! میں نے صرف اس لیے بات کرنی چاہی تھی کہ میں نے پہلے سے ہی اس موقع کے لیے ایک تقریر تیار کر لی تھی جو مجھے بہت

هُمْ اَوْسَطُ الْعَرَبِ دَارًا وَّ اَعْرَبُهُمْ اَحْسَابًا فَبَايِعُوْا عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ فَقَالَ عُمَرُ بَلْ نُبَايِعُكَ اَنْتَ فَاَنْتَ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَاَحَبُّنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهٖ فَبَايَعَهٗ وَبَايَعَهُ النَّاسُ فَقَالَ قَائِلٌ قَتَلْتُمْ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فَقَالَ عُمَرُ قَتَلَهُ اللّٰهُ.

پسند تھی' پھر بھی مجھے خدشہ تھا کہ وہ حضرت ابوبکر کے مقابلہ کی تقریر نہیں ہوگی' پھر حضرت ابوبکر نے انتہائی بلاغت کے ساتھ بات کرنی شروع کی۔ انہوں نے اپنے اثناء کلام میں کہا: ہم امراء ہیں اور تم وزراء ہو' تو حباب بن المنذر نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہم اس طرح نہیں کریں گے' ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک امیر تم میں سے ہوگا' پس حضرت ابوبکر نے کہا: نہیں! لیکن ہم امراء ہیں اور تم وزراء ہو۔ (اس کی وجہ یہ ہے کہ) قریش عرب میں عمدہ خاندانوں سے ہیں اور ان کا ملک سارے عرب کے وسط میں ہے' سو اب تم کو اختیار ہے کہ تم حضرت عمر سے بیعت کر لو یا حضرت ابوعبیدہ بن الجراح سے بیعت کر لو' حضرت عمر نے کہا: بلکہ ہم آپ سے بیعت کریں گے۔ آپ ہمارے سردار ہیں اور ہم سب سے افضل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آپ ہم سب سے زیادہ محبوب تھے' پس حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑا اور ان سے بیعت کی اور تمام لوگوں نے ان سے بیعت کر لی' پھر کسی کہنے والے نے کہا: تم نے تو حضرت سعد بن عبادہ کو مار ڈالا' حضرت عمر نے کہا: ان کو اللہ نے مار ڈالا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۲' میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دو موتوں کی نفی کا محمل

شیخ محمد بن صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں کبھی نہیں چکھائے گا۔ حضرت ابوبکر نے اپنے اس قول سے حضرت عمر کے اس قول کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ کرے گا اور آپ ان لوگوں کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالیں گے جو آپ کو مردہ گمان کر رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رد کی تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ حضرت ابوبکر کی مراد یہ تھی کہ جس طرح عام مسلمانوں پر قبر میں سوال و جواب کے بعد موت طاری کر دی جاتی ہے اس طرح آپ پر قبر میں موت نہیں آئے گی حتیٰ کہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں ہوں گی۔ دنیا میں تو آپ پر موت آ چکی ہے' قبر میں آپ پر موت نہیں آئے گی (یعنی قبر مبارک میں آپ زندہ ہیں) یا اس کا معنی ہے کہ ایک موت آپ کے جسم پر آ چکی ہے دوسری موت آپ کی شریعت پر نہیں آئے گی یعنی آپ کی شریعت قیامت تک باقی رہے گی' پھر حضرت عمر کے صراحۃً رد کے لیے آپ نے آل عمران: ۱۴۴ کی تلاوت کی۔ (شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۳۰۵' مکتبۃ الطبری' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے متعلق اہل سنت کا موقف

اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہے: سنو! جو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو بے شک (سیدنا) محمد

ﷺ وفات پا گئے۔

حضرت ابوبکر کے اس ارشاد سے غیر مقلدین یہ ثابت کرتے ہیں کہ اب نبی ﷺ زندہ نہیں ہیں لیکن ان کا یہ قول باطل ہے۔

نبی ﷺ پر ایک آن کے لیے موت آئی تھی' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیات عطا فرما دی اور آپ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔

سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ١٣٦٧ھ' الزمر: ٣٠ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

کفار تو زندگی میں بھی مرے ہوئے ہیں اور انبیاء کی موت ایک آن کے لیے ہوتی ہے' پھر انہیں حیات عطا فرمائی جاتی ہے' اس پر بہت سی شرعی برھانیں قائم ہیں۔ (حاشیہ کنز الایمان: ص ٧٤٣' تاج کمپنی' لاہور)

مفتی احمد یار خاں نعیمی متوفی ١٣٩١ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حقیقتاً ایک آن کے ملیے نہ کہ ہمیشہ کے لیے' کیونکہ قرآن کریم شہداء کے بارہ میں فرماتا ہے: بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ○ (بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے○)۔

خیال رہے کہ موت کی دو صورتیں ہیں: روح کا جسم سے الگ ہونا اور روح کا جسم میں تصرف چھوڑ دینا' پرورش ختم کر دینا۔ انبیاء کی موت پہلے معنی میں ہے یعنی روح کا جسم سے خروج اور عوام کی موت پہلے اور دوسرے دونوں معنوں میں ہے' لہٰذا نبی کی روح جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہے' جس بنا پر ان کا دفن' کفن وغیرہ سب کچھ ہوتا ہے۔ مگر ان کی روح ان کے جسم کی پرورش کرتی رہتی ہے۔ اس لیے ان کے جسم گلتے نہیں اور زائرین کو پہچانتے ہیں' ان کا سلام سنتے ہیں' ان کی فریاد رسی اور مشکل کشائی کرتے ہیں۔

(حاشیہ کنز الایمان مسمّٰی بہ نور العرفان' ص ٧٣٦' دار الکتب اسلامیہ' گجرات)

نبی ﷺ کی قبر میں حیات اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الوفات کے متعلق احادیث

حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارے تمام دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے' تم اس دن میں مجھ پر بہ کثرت صلوٰۃ پڑھا کرو' کیونکہ تمہاری صلوٰۃ (درود شریف) مجھ پر پیش کی جاتی ہے' صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر ہماری صلوٰۃ کیسے پیش کی جائے گی حالانکہ آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کے کھانے کو حرام کر دیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ١٠٤٧' سنن نسائی: ١٣٧٣' سنن ابن ماجہ: ١٠٨٥' مسند احمد ج ٤ ص ٨' سنن کبریٰ بیہقی ج ٣ ص ٢٤٩' المستدرک ج ٤ ص ٥٦٠' البدایہ والنہایہ ج ٤ ص ٢٥٨)

سنن ابن ماجہ اور البدایہ والنہایہ میں اس حدیث کے بعد یہ بھی مذکور ہے کہ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اس کو رزق دیا جاتا ہے۔

سعید بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ ایام حرہ میں نبی ﷺ کی مسجد میں تین دن تک اذان نہیں دی گئی اور نہ جماعت کھڑی ہوئی اور سعید بن المسیب مسجد سے نہیں نکلے اور انہیں نماز کے وقت کا صرف اس آواز سے پتا چلتا تھا جو نبی ﷺ کی قبر سے آتی تھی۔

(سنن دارمی: ٩٤' مشکوٰۃ: ٥٩٥١)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں ابوالقاسم (ﷺ) کی جان ہے' عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے' اس حال میں کہ وہ امام عادل ہوں گے' وہ ضرور صلیب کو توڑ دیں گے اور وہ ضرور خنزیر کو قتل کریں گے اور وہ ضرور لڑنے والوں کے درمیان صلح کرائیں گے اور وہ ضرور کینہ اور بغض کو دور کریں گے' اور ضرور ان پر مال پیش کیا جائے گا' سو وہ اس کو قبول نہیں کریں گے' پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر پکاریں:

''یا محمد'' تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔

(مسند ابویعلیٰ: ٦٥٨٤' المطالب العالیہ للعسقلانی: ٤٧٥٧' اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج ٨ ص ٥)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی شب حضرت موسیٰ کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا' وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح مسلم: ٢٣٧٥' سنن نسائی: ١٦٣١' مسند ابویعلیٰ: ٣٣٢٥' صحیح ابن حبان: ٥٠' حلیۃ الاولیاء ج ٦ ص ٢٥٣' مسند احمد ج ٣ ص ١٤٨' مسند احمد: ١٢٥٠٤' ج ١٩ ص ٤٨٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان جا رہے تھے' آپ نے پوچھا: یہ کون سی وادی ہے؟ صحابہ نے کہا: یہ وادی ازرق ہے۔ آپ نے فرمایا: گویا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں' پھر آپ نے ان کے رنگ اور بالوں کا ذکر کیا' آپ نے فرمایا: وہ اپنے کانوں میں انگلیاں دیئے ہوئے بلند آواز سے تلبیہ پڑھ رہے ہیں اور اس وادی سے گزر رہے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: پھر ہم ثنیہ پر آئے' آپ نے پوچھا: یہ کون سی گھاٹی ہے؟ صحابہ نے کہا: هرشئی یا لغت' آپ نے فرمایا: گویا میں حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں وہ سرخ اونٹنی پر سوار ہیں ان پر اونی جبہ ہے' ان کی اونٹنی کی مہار کھجور کی چھال کی ہے اور وہ اس وادی سے تلبیہ پڑھتے ہوئے گزر رہے ہیں۔ (صحیح مسلم: ١٦٦' الرقم المسلسل: ٣١٠)

نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمانوں میں حضرت آدم' حضرت ادریس' حضرت عیسیٰ' حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم صلوٰت اللہ علیہم اجمعین کو پایا۔ (صحیح مسلم: ١٦٣' صحیح بخاری: ٣٤٩' سنن نسائی: ٤٤٦' مسند ابویعلیٰ: ٣٣٧٥' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٢ ص ٣٨٢-٣٨٤' شرح السنۃ: ٣٧٥٣' مسند احمد ج ٣ ص ١٤٨' طبع قدیم' مسند احمد: ١٢٥٠٥' ج ١٩ ص ٤٨٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہ اپنی قبروں میں مقید نہیں ہیں' جب چاہیں جہاں چاہیں اذن الٰہی سے جا سکتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کے متعلق مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی کی صریح عبارت

نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ١٣٠٧ھ لکھتے ہیں:

قبر میں آپ کو ''ضغطه نهوا و كذالك الانبياء'' حالانکہ اس ضغطہ سے کوئی صالح وغیرہ سالم نہیں رہتا اور نہ سباع آپ کا جسد کھا سکتے ہیں ''و كذالك الانبياء'' اور کسی مضطر کو کھانا نبی کو جائز نہیں' اور آپ زندہ ہیں اپنی قبر میں اور نماز پڑھتے ہیں اندر اوسکے اذان و اقامت کے ساتھ ''و كذالك الانبياء'' ولہذا یہ بات کہی ہے کہ آپ کی ازواج پر عدت نہیں ہے اور آپ کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو صلاۃ مصلین آپ کو پہنچاتا ہے ''اللهم صل على سيدنا محمد و على آله و بارك وسلم'' اعمال امت کے آپ پر عرض کیے جاتے ہیں' آپ امت کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ (الشمامۃ العنبریۃ من مولد خیر البریۃ: ١٣٠٥)

٣٦٦٩ - وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَالِمٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ اَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ شَخَصَ بَصَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى ثَلَاثًا وَقَصَّ الْحَدِيْثَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَا كَانَتْ مِنْ خُطْبَتِهِمَا مِنْ

اور عبداللہ بن سالم نے کہا از الزبیدی' عبدالرحمان بن القاسم نے کہا: مجھے القاسم نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ (وفات سے پہلے) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نظر بلند کی' پھر تین مرتبہ فرمایا: (اے اللہ! مجھے) رفیق اعلیٰ میں (داخل فرما) اور قاسم نے پوری حدیث بیان کی' حضرت عائشہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر اور

خُطْبَةٍ إِلَّا نَفَعَ اللّٰهُ بِهَا لَقَدْ خَوَّفَ عُمَرُ النَّاسَ وَإِنَّ فِيهِمْ لِنِفَاقًا فَرَدَّهُمُ اللّٰهُ بِذٰلِكَ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں کے خطبوں میں سے جو بھی خطبہ تھا' اللہ تعالیٰ نے اس سے نفع پہنچایا' حضرت عمر نے لوگوں کو ڈرایا اور بے شک (بعض) لوگوں میں نفاق تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس خطبہ کے ذریعہ ان کو (افواہیں پھیلانے سے) باز رکھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۱' میں گزر چکی ہے۔

٣٦٧٠ - ثُمَّ لَقَدْ بَصَّرَ أَبُوبَكْرٍ النَّاسَ الْهُدٰى وَعَرَّفَهُمُ الْحَقَّ الَّذِى عَلَيْهِمْ وَخَرَجُوا بِهٖ يَتْلُونَ ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ إِلٰى ﴿الشَّاكِرِينَ○﴾ (آل عمران: ١٤٤).

پھر یہ تحقیق ہے کہ حضرت ابوبکر نے لوگوں کو بصیرت سے ہدایت دی اور یہ بتایا کہ ان کے اوپر کیا حق ہے اور جب لوگ وہاں سے نکلے تو سب یہ آیت پڑھ رہے تھے: اور محمد (خدا نہیں ہیں) صرف رسول ہیں ان سے پہلے (دیگر) رسول گزر چکے ہیں' یہ آیت شاکرین تک پڑھی (آل عمران: ۱۴۴)

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۲' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں پر اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تمام صحابہ پر فضیلت ہے کیونکہ تمام صحابہ نے ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔

ہم نے یہاں پر اس حدیث کی مختصر شرح کی ہے اور صحیح البخاری: ۱۲۴۱' میں اس حدیث کی بہت مفصل شرح کی ہے۔

(دیکھئے نعمۃ الباری ج ۳ ص ۳۹۷-۳۸۶)

٣٦٧١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا جَامِعُ بْنُ أَبِى رَاشِدٍ حَدَّثَنَا أَبُويَعْلٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِى أَىُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُوبَكْرٍ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ وَخَشِيتُ أَنْ يَقُولَ عُثْمَانُ قُلْتُ ثُمَّ أَنْتَ قَالَ مَا أَنَا إِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ. (سنن ابوداؤد: ۴۶۲۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں جامع بن ابی راشد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابویعلیٰ نے حدیث بیان کی از محمد بن الحنفیہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں نے پوچھا: پھر کون ہے؟ انہوں نے کہا: پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں' مجھے یہ خوف ہوا کہ اب وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے تو میں نے کہا: پھر آپ ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: میں تو مسلمانوں میں سے ایک مرد ہوں۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اور محمد بن حنفیہ کا مختصر تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ باب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ہے اور اس حدیث میں حضرت علی کا یہ ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں اور پھر حضرت عمر ہیں' اس اعتبار سے یہ حدیث اس باب کے مطابق ہے۔

اس حدیث میں محمد بن حنفیہ کا ذکر ہے۔ ان کا نام ہے: محمد بن علی بن ابی طالب اور ان کی کنیت ابوالقاسم ہے' ان کے نام میں ان کی ماں کی طرف نسبت مشہور ہے۔ یہ یمامہ کے قیدیوں میں سے تھیں' ان کا نام خولہ بنت جعفر ہے۔ ان کے پردادا کا نام دؤل بن حنفیہ ہے' اس لیے یہ حنفیہ کے لقب سے مشہور ہوگئے۔ محمد بن حنفیہ اکیاسی (٨١) ہجری میں فوت ہوگئے تھے' ان کی وفات رضوٰی میں ہوئی تھی' یہ مدینہ میں ایک پہاڑ ہے اور البقیع میں ان کو دفن کیا گیا۔

اہل سنت و جماعت کا حضرت علی اور حضرت عثمان کے درمیان افضلیت میں اختلاف

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے اپنے والد سے پوچھا: اے میرے والد! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ سنن دارقطنی میں یہ روایت زیادہ تفصیل سے ہے:

محمد بن علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا: اے میرے والد! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! کیا تم نہیں جانتے؟ میں نے عرض کیا: نہیں! اور مجھے یہ خوف تھا کہ کہیں آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہ لیں۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے حق کے اظہار سے کیوں خوف کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل تھے۔

حضرت علی نے فرمایا: میں تو مسلمانوں میں سے ایک مرد ہوں۔ حضرت علی کا یہ ارشاد کسر نفس اور تواضع پر مبنی ہے۔

اس مسئلہ میں اہل سنت و جماعت کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک حضرت علی' حضرت عثمان سے افضل ہیں اور اکثرین کے نزدیک حضرت عثمان' حضرت علی سے افضل ہیں۔ رضی اللہ عنہما۔ (عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٢٦٠۔ ٢٥٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے افضل الامت ہونے کے متعلق سنی اور شیعہ احادیث

امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

وھب سوائی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں پوچھا: اس امت میں اس کے نبی کے بعد کون سب سے افضل ہے؟ میں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا: نہیں! اس امت میں اس کے نبی کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں' پھر حضرت عمر ہیں اور ہم اس کو بعید نہیں سمجھتے کہ حضرت عمر کی زبان پر وحی کلام کرتی تھی۔

(مسند احمد ج ا ص ١٠٦' طبع قدیم' مسند احمد: ٨٣٤' ج ٢ ص ٢٠٠' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند قوی ہے۔

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوجحیفہ! کیا میں تم کو یہ خبر نہ دوں کہ اس امت میں اس کے نبی کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! اور میرا یہ گمان نہیں تھا کہ حضرت علی سے کوئی افضل ہوگا' حضرت علی نے فرمایا: اس امت کے نبی کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں اور حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر ہیں رضی اللہ عنہما اور ان کے بعد ایک تیسرے شخص ہیں اور آپ نے ان کا نام نہیں لیا۔

(مسند احمد ج ا ص ١٠٦' طبع قدیم' مسند احمد: ٨٣٥' ج ٢ ص ٢٠١' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ حضرت ابوجحیفہ بیان کرتے ہیں کہ اس امت کے نبی کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں اور حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر ہیں اور اگر میں تم کو تیسرے شخص کے بارے میں بتانا چاہوں تو بتادوں گا۔ (مسند احمد ج ا ص ١٠٦' طبع قدیم' مسند احمد: ٨٣٦' ج ٢ ص ٢٠١' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اور شیعہ روایت یہ ہے:

ابوعبداللہ علیہ السلام نے کہا: ہمیں اور حدیث سنائیں تو انہوں نے بیان کیا: مجھے سفیان ثوری نے از محمد بن المنکدر یہ حدیث سنائی کہ میں نے دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام کوفہ میں منبر پر بیٹھے ہوئے فرما رہے تھے: اگر میرے پاس ایسا شخص لایا گیا جو مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر فضیلت دیتا ہو تو میں اس کو ایسی سزا دوں گا جو جھوٹے کو دی جاتی ہے۔ ابوعبداللہ علیہ السلام نے کہا: ہمیں اور حدیث سنائیں تو انہوں نے بیان کیا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از جعفر انہوں نے کہا کہ حضرت علی نے فرمایا: ابوبکر اور عمر سے محبت رکھنا ایمان ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔ (رجال الکشی ص ٣٣٨ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات کربلا)

٣٦٧٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ اَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ اِنْقَطَعَ عِقْدٌ لِّيْ فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهٖ وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَاَتَى النَّاسُ اَبَا بَكْرٍ فَقَالُوْا اَلَا تَرٰى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ اَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِالنَّاسِ مَعَهٗ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَاْسَهٗ عَلٰى فَخِذِيْ قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ قَالَتْ فَعَاتَبَنِيْ وَقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ وَجَعَلَ يَطْعُنُنِيْ بِيَدِهٖ فِيْ خَاصِرَتِيْ فَلَا يَمْنَعُنِيْ مِنَ التَّحَرُّكِ اِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَخِذِيْ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَاءٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوْا فَقَالَ اُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ مَا هِيَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا اٰلَ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِيْ كُنْتُ عَلَيْهِ فَوَجَدْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی سفر میں آپ کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ جب ہم مقام البیداء یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ڈھونڈنے کے لیے قیام کیا اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ قیام کیا' وہ لوگ پانی کے پاس نہیں تھے اور نہ ان کے ساتھ پانی تھا تو لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ حضرت عائشہ نے کیا کام کیا ہے؟ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ٹھہرا لیا اور آپ کے ساتھ لوگوں کو اور یہ لوگ پانی کے پاس نہیں ہیں اور نہ ان لوگوں کے ساتھ پانی ہے' پس حضرت ابوبکر آئے اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر میرے زانو پر رکھ کر سوئے ہوئے تھے' پس حضرت ابوبکر نے کہا: تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور لوگوں کو ٹھہرا لیا اور وہ پانی کے پاس نہیں ہیں اور نہ ان کے پاس پانی ہے۔ حضرت عائشہ نے بتایا: پس حضرت ابوبکر مجھ پر ناراض ہوئے اور جو اللہ نے چاہا وہ انہوں نے کہا اور وہ اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں چٹکیاں لیتے رہے اور مجھے ہلنے سے اس کے سوا کوئی چیز مانع نہیں تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے زانو پر (سر رکھ کر) آرام کر رہے تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے حتیٰ کہ (لوگوں نے) بغیر پانی کے صبح کی' پس اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل کر دی' سو لوگوں نے تیمم کیا' پھر حضرت اسید بن الحضیر نے کہا: اے آل ابی! بکر یہ آپ کی پہلی برکت نہیں ہے' پس حضرت عائشہ نے کہا: پھر ہم نے

اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو ہم نے اس کے نیچے اس ہار کو پالیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۳۴' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا ذکر ہے کیونکہ حضرت اسید بن حضیر نے کہا: اے آل ابی بکر! یہ آپ کی پہلی برکت نہیں ہے' دراصل یہ فضیلت تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تھی کیونکہ ان کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی لیکن اولاد کی فضیلت دراصل باپ کی فضیلت ہوتی ہے' اس لیے یہ حدیث حضرت ابوبکر کے فضائل میں ہے۔

٣٦٧٣ - **حَدَّثَنَا** اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِيْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَّا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ تَابَعَهٗ جَرِيْرٌ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوٗدَ وَاَبُوْمُعَاوِيَةَ وَمُحَاضِرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: میں نے ذکوان سے سنا از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کو برا نہ کہو پس اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کر دے تو وہ ان کے خرچ کیے ہوئے ایک کلوگرام یا اس کے نصف کے برابر بھی نہیں ہوگا۔ جریر اور عبداللہ بن داؤد اور ابومعاویہ اور محاضر نے شعبہ کی متابعت کی ہے از الاعمش۔

(صحیح مسلم: ۲۵۴۱' الرقم المسلسل: ۶۳۸۳' سنن ابوداؤد: ۴۶۵۸' سنن ابن ماجہ: ۱۶۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۷۵۔ ۱۷۴' سنن ترمذی: ۳۸۶۱' مسند ابویعلیٰ: ۱۱۹۸' صحیح ابن حبان: ۷۲۵۵' شرح السنۃ: ۳۸۵۹' معجم الصغیر للطبرانی: ۹۸۲' مسند احمد ج ۳ ص ۱۱' طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۰۷۹' ج ۱۷ ص ۱۳۸' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت

یہ حدیث خصوصیت کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نہیں ہے' بلکہ یہ حدیث تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت میں ہے کہ وہ اپنے غیر سے افضل ہیں' لہٰذا یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب یہ حدیث تمام صحابہ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے تو حضرت ابوبکر کی فضیلت پر اس حدیث کی دلالت زیادہ قوی اور زیادہ مؤکد ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر تمام صحابہ سے افضل ہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں' اس وجہ سے یہ حدیث باب کے مطابق ہے۔

صحابہ کی نیکیوں پر بعد کے مسلمانوں کی بہ نسبت اجر وثواب کا زیادہ ہونا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت خالد بن الولید اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہما کے درمیان کوئی مناقشہ تھا تو حضرت خالد نے ان کو برا کہا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب کو برا نہ کہو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کر دے تو وہ ان کے خرچ کیے ہوئے ایک کلوگرام یا اس کے نصف کے برابر نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۴۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کا مورد خاص ہے لیکن اس کا حکم سب کے لیے عام ہے یعنی کوئی شخص میرے اصحاب کو برا نہ کہے خواہ وہ برا کہنے والا میرے اصحاب میں سے ہو یا بعد کے لوگوں میں سے ہو۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر کسی صحابی نے ایک کلوگرام کھجوریں صدقہ کی ہیں تو وہ بعد کے لوگوں کے احد پہاڑ کے برابر صدقہ کرنے سے افضل ہیں' اس حدیث کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی. (الحدید:١٠)

(اے مسلمانو!) تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور جہاد کیا ان کے برابر وہ لوگ نہیں ہیں جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور جہاد کیا' اِن سے اُن کا درجہ بہت بڑا ہے اور اللہ نے ان سب سے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور جہاد کرنا بہت ہمت اور جرأت کا کام تھا' اس وقت اسلام کے لیے اس خدمت کی بہت ضرورت تھی کیونکہ اس کے بعد تو مسلمانوں کی بہت کثرت ہوگئی تھی اور لوگ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہو رہے تھے۔

اس آیت میں صحابہ کے خرچ کرنے کی فضیلت ہے کیونکہ انہوں نے اسلام کے لیے اپنا مال اس وقت خرچ کیا تھا جب مسلمانوں پر تنگی کا زمانہ تھا اور بعد کے لوگوں کا ایسا حال نہیں تھا' نیز وہ اپنے مال کو رسول اللہ ﷺ کی نصرت اور حمایت میں خرچ کرتے تھے اور بعد کے لوگوں کو یہ سعادت حاصل نہیں ہوئی' اسی طرح ان کا جہاد اور ان کی دوسری عبادات ان کا خشوع' ان کی تواضع اور ان کا ایثار اور ان کو جو رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور معیت حاصل تھی بعد والوں کی کوئی عبادت اور کوئی نیکی اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔

صحابہ کو برا کہنے کی تحریم اور ان کی باہمی جنگوں میں ان کی مناسب تاویل کرنے کا لزوم

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

اس حدیث میں صحابہ کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ مسلمان کو گالی دینا اور اس پر لعنت کرنا گناہ کبیرہ ہے اور جتنے بڑے مرتبہ کے مسلمان کو گالی دی جائے گی اتنا زیادہ بڑا گناہ ہوگا' حدیث میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک سب سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ کوئی مرد اپنے والدین کو گالی دے۔ آپ سے کہا گیا: یارسول اللہ! کوئی شخص اپنے والدین کو کیسے گالی دے گا؟ آپ نے فرمایا: کوئی مرد دوسرے مرد کے باپ کو گالی دے گا تو وہ اس کے باپ کو گالی دے گا اور اس کی ماں کو گالی دے گا۔

(صحیح البخاری: ٥٩٧٣' صحیح مسلم: ٩٠' سنن ابوداؤد: ٥١٤١)

اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین انبیاء اور رسل کے بعد روئے زمین پر سب سے افضل بشر ہیں اور ان کا قرن خیر القرون ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو علم تھا کہ صحابہ کے درمیان جنگیں ہوں گی اور اختلافات ہوں گے اور بعد کے لوگ ان کی جنگوں اور اختلافات کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک فریق پر طعن کریں گے اور اس کی مذمت کریں گے اور اس پر لعنت کریں گے تو آپ نے اس کا سدباب کرنے کے لیے انہیں پہلے ہی صحابہ کو برا کہنے سے منع فرمادیا' سو بعد کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ صحابہ کے مشاجرات اور تنازعات میں نہ پڑیں اور ان میں سے کسی فریق کو برا نہ کہیں اور ان کی نیکیوں اور اسلام کے لیے ان کی خدمات کا ذکر کریں اور ان کی باہمی جنگوں میں ان کی مناسب تاویل کریں اور سوائے خیر کے ان کا ذکر نہ کریں۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحابہ کو گالی دینا حرام ہے اور فحش محرمات میں سے ہے کیونکہ ان کے درمیان جو جنگیں ہوئیں وہ ان میں مجتہد تھے اور تاویل کرتے تھے۔ قاضی عیاض نے کہا: ان میں سے کسی ایک صحابی کو بھی گالی دینا حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے' جس نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو کافر کہا وہ خود کافر ہو گیا' اسی طرح جس صحابی کے ایمان کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصریح کی یا اس کو جنت کی بشارت دی اس کو کافر کہنا بھی کفر ہے کیونکہ اس کو کافر کہنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کو مستلزم ہے۔

(فتح المنعم ج ۹ ص ۵۹۱-۵۸۹ 'ملخصاً' دار الشروق' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

مشاجرات اور تنازعات صحابہ میں مصنف کا موقف

صحابہ کے درمیان دو مشہور جنگیں ہوئیں جنگ جمل' یہ جنگ حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوئی تھی اور جنگ صفین یہ جنگ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوئی تھی۔ جنگ جمل میں کوئی فریق خطا پر نہیں تھا۔ حضرت القعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے دونوں فریقوں میں صلح ہو چکی تھی اور دونوں فریق جنگ نہ کرنے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لینے پر متفق ہو چکے تھے۔ علامہ عبد الرحمان بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں:

جب قاتلین عثمان کو یہ خبر ملی کہ فریقین میں صلح ہو گئی ہے تو انہوں نے یہ سازش کی کہ ان کا ایک فریق رات میں ان مسلمانوں پر حملہ کر دے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھے تاکہ لوگ یہ گمان کریں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بدعہدی ہوئی ہے اور ان کا دوسرا فریق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں پر حملہ کر دے تاکہ وہ یہ گمان کریں کہ حضرت عائشہ کے ساتھیوں کی طرف سے بدعہدی ہوئی ہے' یوں اس غلط فہمی کی بنا پر فریقین میں جنگ چھڑ گئی اور جو نہ ہونا تھا وہ ہو گیا۔

(تاریخ ابن خلدون ج ۱ ص ۵۰۴-۵۰۲ 'ملخصاً' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اس جنگ میں بہ کثرت مسلمان شہید ہوئے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افسوس سے اس قدر روتی تھیں کہ آنسوؤں سے آپ کا دوپٹہ بھیگ جاتا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے کہتے تھے: کاش! میں اس واقعہ سے پہلے مر جاتا اور بھولا بسرا ہو جاتا۔ (تاریخ طبری ج ۳ ص ۵۴۲ 'ملخصاً' مؤسسۃ الاعلی للمطبوعات' بیروت)

* اس کی زیادہ تفصیل الاحزاب: ۳۳ کی تفسیر تبیان القرآن ج ۹ ص ۳۴۷-۳۴۷ میں دیکھئے۔

صحابہ کرام میں دوسری جنگ' جنگ صفین ہوئی تھی جو حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوئی تھی۔ جمہور اہل اسلام کے نزدیک اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف صحیح تھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اجتہادی خطاء لاحق ہوئی۔ ہمارا بھی یہی موقف ہے تاہم اس وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرنا اور ان کے فضائل میں کمی کرنا جائز نہیں کیونکہ ان کو بھی اس اجتہاد میں بہر حال ایک اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ سے عاقبت حسنیٰ یعنی جنت کا وعدہ فرما لیا ہے۔

روافض کی تکفیر کے متعلق مصنف کا موقف

اس باب کی حدیث کے برخلاف روافض تمام صحابہ کو برا کہتے ہیں' ان کو کافر اور مرتد قرار دیتے ہیں اور ان پر لعنت کرتے ہیں ان کے متعلق ہمارا موقف یہ ہے کہ جو لوگ قرآن مجید میں تحریف کا قول کریں یا ام المؤمنین طیبہ طاہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگائیں یا حضرت ابوبکر کے صحابی ہونے کا انکار کریں یا حضرت علی کی خدائی کے قائل ہوں یا ان کو انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دیں یا جو کسی امام کو معصوم کہیں اور اس کو نبی پر فضیلت دیں یا جو کہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد تین یا چار صحابہ کے سوا باقی تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے ان میں سے ہر ایک قول کرنے والے کا کفر قطعی اور یقینی ہے۔

اور جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر لعنت کرے یا ان کی خلافت کا انکار کرے اس کا کفر فقہی ہے کیونکہ شوافع اور حنابلہ ان کی تکفیر نہیں کرتے اور فقہاء احناف میں سے بھی ملا علی قاری اور علامہ شامی ان کی تکفیر نہیں کرتے اور علامہ ابن ہمام کو بھی اس میں تامل ہے اور جو لوگ حضرت علی کو خلفاء ثلاثہ پر فضیلت دیتے ہیں وہ اہل بدعت ہیں ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

تاہم امام احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں' ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے' ان کے ساتھ تو مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے۔

(ردالرفضۃ' ص ١٦' مشہور پریس' کراچی)

٣٦٧٤ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِينٍ أَبُو الْحَسَنِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ شَرِيكِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ خَرَجَ فَقُلْتُ لَأَلْزَمَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَأَكُونَنَّ مَعَهُ يَوْمِي هٰذَا قَالَ فَجَاءَ الْمَسْجِدَ فَسَأَلَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا خَرَجَ وَوَجَّهَ هٰهُنَا فَخَرَجْتُ عَلٰى إِثْرِهِ أَسْأَلُ عَنْهُ حَتّٰى دَخَلَ بِئْرَ أَرِيسٍ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ وَبَابُهَا مِنْ جَرِيدٍ حَتّٰى قَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهُ فَتَوَضَّأَ فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلٰى بِئْرِ أَرِيسٍ وَتَوَسَّطَ قُفَّهَا وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ فَقُلْتُ لَأَكُونَنَّ بَوَّابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَدَفَعَ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَأَقْبَلْتُ حَتّٰى قُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ ادْخُلْ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَجَلَسَ عَنْ يَمِينِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ فِي الْقُفِّ وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ كَمَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ وَقَدْ تَرَكْتُ أَخِي يَتَوَضَّأُ وَيَلْحَقُنِي فَقُلْتُ إِنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا يُرِيدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مسکین ابوالحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حسان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی از شریک بن ابی نمر از سعید بن المسیب' انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے اپنے گھر میں وضو کیا' پھر باہر نکلے' پس میں نے (دل میں) کہا کہ آج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لازم رہوں گا اور آج کا پورا دن آپ کے ساتھ گزاروں گا۔ انہوں نے بتایا کہ پھر وہ مسجد میں آئے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سوال کیا تو لوگوں نے بتایا کہ آپ باہر نکل گئے اور آپ اس طرف گئے ہیں تو میں بھی آپ کے متعلق پوچھتا ہوا آپ کے پیچھے پیچھے نکلا حتیٰ کہ آپ اَریس نام کے کنویں پر گئے' پس میں دروازہ پر بیٹھ گیا اور اس کا دروازہ شاخوں کا بنا ہوا تھا' حتیٰ کہ رسول اللہ قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے' پس آپ نے وضو کیا' میں آپ کے پاس کھڑا ہو گیا' پس اس وقت آپ اریس کے کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ آپ نے اپنی پنڈلیاں کھولی ہوئی تھیں اور کنویں میں لٹکائی ہوئی تھیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور واپس جا کر دروازہ پر بیٹھ گیا۔ میں نے دل میں کہا: میں آج ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربان رہوں گا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے دروازہ کو دھکا دیا' میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا: ابوبکر ہے۔ میں نے کہا: آپ ٹھہریں' پھر میں (آپ کے پاس) گیا' پس میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ ابوبکر ہیں جو اجازت طلب کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: ان کو اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دو' پھر میں آیا حتیٰ کہ میں نے حضرت ابوبکر سے کہا: آپ داخل ہوں

أَخَاهُ يَأْتِ بِهِ فَإِذَا إِنْسَانٌ يُحَرِّكُ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ ثُمَّ جِئْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ هٰذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَّهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَجِئْتُ فَقُلْتُ ادْخُلْ وَبَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُفِّ عَنْ يَّسَارِهِ وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ إِنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا يَّأْتِ بِهِ فَجَاءَ إِنْسَانٌ يُّحَرِّكُ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ فَجِئْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ائْذَنْ لَّهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُهُ فَجِئْتُهُ فَقُلْتُ لَهُ ادْخُلْ وَبَشَّرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيْبُكَ فَدَخَلَ فَوَجَدَ الْقُفَّ قَدْ مُلِئَ فَجَلَسَ وُجَاهَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ قَالَ شَرِيْكٌ قَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فَأَوَّلْتُهَا قُبُوْرَهُمْ.

[اطراف الحدیث: ٣٦٩٣، ٣٦٩٥، ٦٢١٦، ٧٠٩٧، ٧٢٦٢]

(صحیح مسلم: ٢٤٠٣، الرقم المسلسل: ٦١٠٦، سنن ترمذی: ٣٧١٠، مصنف عبدالرزاق: ٢٠٤٠٢، صحیح ابن حبان: ٦٩١١، المعجم الکبیر: ٣٦٩٥، الادب المفرد: ١١٥١، دلائل النبوة ج٦ ص ٣٨٨، اتحاف المھرة ج١٠ ص٢٥، حلیة الاولیاء ج١ ص٥٨، مسند احمد ٤ ص ٣٩٣، طبع قدیم، مسند احمد: ١٩٥٠٩، ج٣٢ ص٢٦٨، مؤسسة الرسالة، بیروت)

اور رسول اللہ ﷺ آپ کو جنت کی بشارت دے رہے ہیں، پس حضرت ابوبکر داخل ہوئے، اور کنویں کی منڈیر پر آپ کی دائیں جانب بیٹھ گئے اور انہوں نے (بھی) اپنی ٹانگیں کنویں میں لٹکا لیں جس طرح نبی ﷺ نے کیا تھا اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا ہٹا لیا، پھر میں واپس جا کر (دروازہ پر) بیٹھ گیا اور میں اپنے بھائی کو وضو کرتا ہوا چھوڑ کر آیا تھا کہ وہ آ کر مجھ سے ملیں گے، پس میں نے (دل میں) کہا: اگر اللہ نے فلاں کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا ان کی مراد اپنا بھائی تھا تو وہ (اللہ عزوجل) اس کو لے آئے گا، پھر کسی انسان نے دروازہ ہلایا، میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: یہ عمر بن الخطاب ہے۔ میں نے کہا: آپ ٹھہریے، پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، پس میں نے آپ کو سلام کیا، پھر عرض کیا کہ یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں جو اجازت طلب کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا: ان کو اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دو، پس میں آیا اور میں نے ان سے کہا: آپ (باغ) کے اندر آئیں اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور کنویں کی منڈیر پر رسول اللہ ﷺ کے بائیں جانب بیٹھ گئے اور اپنی ٹانگیں کنویں میں لٹکا دیں، میں لوٹا اور (دروازے پر) بیٹھ گیا، پھر میں نے دل میں کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تو اس کو لے آئے گا۔ پھر کوئی انسان آیا اور اس نے دروازہ کو ہلایا میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ عثمان بن عفان ہے۔ میں نے کہا: آپ ٹھہریے، پھر میں نے آ کر رسول اللہ ﷺ کو ان کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: ان کو اجازت دے دو اور ان کو جنت کی بشارت دو (اور کہو کہ) آپ کو مصائب پہنچیں گے، پس میں آیا اور میں نے ان سے کہا: آپ آیئے اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے (اور بتایا ہے کہ) آپ کو مصائب پہنچیں گے (یا آپ کی آزمائش ہوگی)، پس حضرت عثمان داخل ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ منڈیر بھر چکی تھی پھر وہ منڈیر کی دوسری جانب آپ کے سامنے بیٹھ گئے، شریک نے بیان کیا کہ سعید بن مسیّب نے کہا: میں اس کی تاویل ان کی قبروں

سے کرتا ہوں۔

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی فضیلت کی تصریح ہے اور چونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دی تھی اور وہ اس باغ کے کنویں کی منڈیر پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائیں جانب بیٹھے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر ان تینوں میں سب سے افضل ہیں اور یہی اس باب سے مقصود ہے کیونکہ یہ باب حضرت ابوبکر کے فضائل میں ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن مسکین بن نمیلہ الیمامی۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے اور یہ امام مسلم کے استاذ بھی ہیں۔ (۲) یحییٰ بن حسان بن حبان ابوزکریاء التنیسی' امام بخاری نے حسن بن عبدالعزیز سے حکایت کی ہے کہ یہ ۲۰۸ ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (۳) سلیمان بن بلال ابوایوب اور ابومحمد القرشی التیمی' یہ القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق کے آزاد کردہ غلام ہیں' یہ بربر تھے اور ۱۷۰ ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (۴) شریک بن عبداللہ بن ابی نمر' ابوعبداللہ القرشی ان کو لیثی بھی کہا جاتا ہے' یہ ۱۴۰ ھ میں فوت ہو گئے تھے اور یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔ (۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۶۳۔ ۲۶۲)

بیرِ اَریس کا معنیٰ' ازخود دربان بننے کا جواز' سعید بن المسیب کی تاویل کی توجیہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت

اس حدیث میں اریس کا ذکر ہے' یہ قبا کے قریب مدینہ منورہ کا مشہور باغ ہے۔ اسی باغ کے کنویں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی انگلی سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی گر گئی تھی۔

علامہ کورانی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے اس انگوٹھی کو کنویں سے نکالنے کی بہت کوشش کی مگر وہ انگوٹھی نہیں مل سکی اور اسی کے بعد سے حضرت عثمان کے خلاف شورش اور ہنگامے شروع ہوئے۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ۴۴۲)

حضرت ابوموسیٰ نے دل میں کہا: میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربان بنوں گا۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو اپنا دربان نہ بنائیں تو پھر بھی کسی کا ازخود دربان بننا جائز ہے' مگر اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ درج ذیل حدیث اس کے خلاف ہے:

امام ترمذی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گیا' پس آپ انصار کے باغ (اریس) میں داخل ہو گئے۔ آپ نے قضاء حاجت کے بعد مجھ سے فرمایا: اے ابوموسیٰ! اس دروازہ پر پہرہ دو' پس کوئی شخص میری اجازت کے بغیر میرے پاس نہ آئے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۱۰) سنن ترمذی کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری ازخود دربان نہیں بنے تھے اور صحیح بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ ازخود دربان بنے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابتداءً حضرت ابوموسیٰ اشعری کے دل میں ازخود دربان بننے کا خیال آیا تھا اور بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دربان بننے کا حکم دیا۔

اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس کے معارض یہ حدیث ہے کہ کتاب الجنائز میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی دربان نہیں تھا۔ (صحیح البخاری: ۱۲۸۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ آپ کے دائمی دربان نہیں تھے۔

حضرت ابوموسیٰ نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تو وہ اس کو لے آئے گا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری کی یہ خواہش تھی کہ ان کے بھائی بھی اس باغ میں آئیں تا کہ وہ ان کے آنے کی اجازت طلب کرتے' پھر وہ جا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع دیتے تو شاید آپ ان کو بھی جنت کی بشارت دے دیتے اور یہ ان کے لیے بڑی فضیلت ہوتی مگر ایسا نہیں ہوا۔

حضرت عثمان کے متعلق فرمایا: ان کو جنت کی بشارت دو (اور ان سے کہو:) تم کو مصائب پہنچیں گے۔

ان مصائب سے مراد وہ واقعات ہیں جن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر میں شہید کر دیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان نے یہ سن کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور کہا: اللہ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے۔ امام احمد کی روایت میں مذکور ہے: حضرت عثمان نے دعا کی: اے اللہ صبر عطا فرما' اے اللہ! صبر عطا فرما' اور پھر بیٹھ گئے۔

سعید بن المسیب نے کہا: میں اس واقعہ کی تاویل ان کی قبروں کے ساتھ کرتا ہوں۔

سعید بن المسیب کی تاویل کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تو اس باغ کے کنویں کی منڈیر پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' اسی طرح ان دونوں کی قبریں بھی آپ کی قبر مبارک کے ساتھ ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ منڈیر پر نہیں بیٹھے تھے بلکہ آپ کی منڈیر کے بالمقابل جو منڈیر تھی اس پر بیٹھے تھے' اسی طرح ان کی قبر بھی آپ کی قبر مبارک کے ساتھ نہیں ہے بلکہ البقیع میں آپ کی قبر بنائی گئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٦٤-٢٦٢ 'ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایام فتنہ میں جو مصائب پہنچے تھے آپ نے تقریباً پچیس سال پہلے ان کی خبر دے دی اور آپ نے ان تین صحابہ کے جنتی ہونے کی جو خبر دی ہے اس میں آپ کے علم غیب کا ثبوت ہے۔

٣٦٧٥- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَّاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَقَالَ اثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَّصِدِّيْقٌ وَّشَهِيْدَانِ.

[اطراف الحدیث: ٣٦٨٦-٣٦٩٩] (سنن ابوداؤد: ٤٦٥١' سنن ترمذی: ٣٦٩٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ انہوں نے بتایا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے انہیں حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ ان کی وجہ سے لرزنے لگا تو آپ نے فرمایا: اے احد! پرسکون رہ (حرکت نہ کر) تجھ پر تو (اس وقت) نبی اور صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو صدیق فرمایا اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا حدیث مذکور میں مناقشہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں احد پہاڑ کا ذکر ہے' یہ مدینہ منورہ کا مشہور پہاڑ ہے (یہ مدینہ منورہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے' اسی پہاڑ کے

نزدیک غزوہ احد میں نبی ﷺ کے عم محترم حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ شہید ہوئے تھے اور نبی ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا تھا اور آپ کے سامنے کے چار دانت شہید ہوئے تھے۔سعیدی غفرلہ) امام مسلم اور امام ابویعلیٰ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ان اصحاب کے ساتھ حراء پہاڑ پر چڑھے تھے تو وہ لرزنے لگا تھا' پس آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ پرسکون ہو جائے' اور امام بخاری کی روایت میں احد پہاڑ پر چڑھنے کا ذکر ہے۔امام بخاری کی روایت زیادہ صحیح ہے اور اگر ان کا مخرج واحد نہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ متعدد واقعات ہیں یعنی ایک قصہ میں حراء پہاڑ پر چڑھنے کا ذکر ہے اور دوسرے میں احد پر چڑھنے کا ذکر ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۶۷۷' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ متعدد واقعات ہیں: کیونکہ امام احمد نے بریدہ کی سند سے لفظ حراء کی روایت کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور امام ابویعلیٰ نے حضرت سہل بن سعد کی سند سے اس کی لفظ احد کے ساتھ روایت کی ہے اور اس کی بھی سند صحیح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۶۴' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٦٧٦ - حَدَّثَنِي اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا صَخْرٌ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا اَنَا عَلٰى بِئْرٍ اَنْزِعُ مِنْهَا جَاءَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ فَاَخَذَ اَبُوْبَكْرٍ الدَّلْوَ فَنَزَعَ ذَنُوْبًا اَوْذَنُوْبَيْنِ وَفِيْ نَزْعِهٖ ضَعْفٌ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهٗ ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ مِنْ يَدِ اَبِيْ بَكْرٍ فَاسْتَحَالَتْ فِيْ يَدِهٖ غَرْبًا فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا مِّنَ النَّاسِ يَفْرِيْ فَرِيَّهٗ فَنَزَعَ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ. قَالَ وَهْبٌ الْعَطَنُ مَبْرَكُ الْاِبِلِ يَقُوْلُ حَتّٰى رَوِيَتِ الْاِبِلُ فَاَنَاخَتْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن سعید ابوعبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وھب بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں صخر نے حدیث بیان کی از نافع' انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت میں کنویں سے (پانی کے ڈول) نکال رہا تھا تو میرے پاس ابوبکر اور عمر آئے' پس ابوبکر نے ڈول لیا اور ایک یا دو ڈول (پانی) نکالا اور ان کے ڈول نکالنے میں کم زوری تھی اور اللہ ان کی مغفرت فرمائے' پھر اس ڈول کو ابن الخطاب نے ابوبکر کے ہاتھ سے لیا تو وہ ان کے ہاتھ میں بڑا ڈول بن گیا اور میں نے لوگوں میں ان کی طرح غیر معمولی کام کرنے والا نہیں دیکھا' انہوں نے پانی نکالا حتیٰ کہ لوگوں نے (اپنے اونٹوں کو پانی پلا کر) اونٹوں کو ان کی جگہ پر بٹھا دیا' وھب نے کہا: عطن کا معنی ہے' اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ' وہ یہ کہتے تھے: حتیٰ کہ اونٹ (پانی سے) سیر ہو گئے' پھر ان کو بٹھا دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۳۳' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ نبی ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ خلیفہ ہوں گے اور اس میں حضرت عمر اور دوسروں پر مقدم ہے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت ابوبکر تمام صحابہ سے افضل ہیں۔

٣٦٧٧ - حَدَّثَنِي الْوَلِيْدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے الولید بن صالح نے

بْنُ یُوْنُسَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِیْدِ بْنِ اَبِی الْحُسَیْنِ الْمَکِّیُّ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اِنِّیْ لَوَاقِفٌ فِیْ قَوْمٍ فَدَعَوُا اللّٰهَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ وُضِعَ عَلٰی سَرِیْرِهٖ اِذَا رَجُلٌ مِّنْ خَلْفِیْ قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهٗ عَلٰی مَنْکِبِیْ یَقُوْلُ رَحِمَكَ اللّٰهُ اِنْ کُنْتُ لَاَرْجُوْ اَنْ یَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَیْكَ لِاَنِّیْ کَثِیْرًا مِّمَّا کُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ کُنْتُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ وَانْطَلَقْتُ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ فَاِنْ کُنْتُ لَاَرْجُوْ اَنْ یَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَهُمَا فَالْتَفَتُّ فَاِذَا هُوَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ.

[طرف الحدیث: ٣٦٨٥] (صحیح مسلم: ٢٣٨٩، الرقم المسلسل: ٦٠٨١، سنن ابن ماجہ: ٩٨)

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن سعید بن ابوالحسین المکی نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں لوگوں میں کھڑا ہوا تھا' پس انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی' اس وقت ان کا جنازہ چارپائی پر رکھا ہوا تھا' اتنے میں ایک شخص نے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھی' وہ یہ دعا کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے' بے شک مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے دونوں صاحبوں کے ساتھ رکھے گا کیونکہ میں کتنی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنتا تھا آپ فرماتے تھے: ''میں تھا اور ابوبکر اور عمر' اور میں نے اور ابوبکر اور عمر نے کیا' اور میں اور ابوبکر اور عمر گئے۔'' پس بے شک مجھے ضرور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان دونوں کے ساتھ رکھے گا' پھر میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ ہر چند کہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں کی فضیلت کا ذکر ہے لیکن چونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر مقدم ہے اس لیے اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے افضل الصحابہ ہونے کی دلیل ہے' نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتے تھے اور ان کے لیے دعا و ثناء کرتے تھے اور ان کے افضل ہونے کے قائل تھے اور روافض جو اس کے خلاف کہتے ہیں وہ باطل ہے۔

٣٦٧٨- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ یَزِیْدَ الْکُوْفِیُّ حَدَّثَنَا الْوَلِیْدُ عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ عَنْ یَّحْیَی ابْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ قَالَ سَاَلْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو عَنْ اَشَدِّ مَاصَنَعَ الْمُشْرِکُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ عُقْبَةَ بْنَ اَبِیْ مُعَیْطٍ جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یُصَلِّیْ فَوَضَعَ رِدَاءَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ فَخَنَقَهٗ بِهٖ خَنْقًا شَدِیْدًا فَجَاءَ اَبُوْبَکْرٍ حَتّٰی دَفَعَهٗ عَنْهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ﴿اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ﴾ (المؤمن:٢٨).

[اطراف الحدیث: ٣٨٥٦- ٤٨١٥] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن یزید الکوفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی از الاوزاعی از یحییٰ بن ابی کثیر از محمد بن ابراہیم از عروہ بن الزبیر انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے بڑا ظلم کون سا کیا تھا' انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے' عقبہ بن ابی معیط نے آ کر اپنی چادر آپ کے گلے میں ڈال کر آپ کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا' پس بہت شدت سے گلا گھونٹا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور اس کو دھکا دے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور کیا' پھر یہ آیت پڑھی: کیا تم ایک مرد کو اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ یقیناً وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے چمکتی ہوئی نشانیاں لے کر آئے ہیں۔ (المؤمن:٢٨)

اس حدیث میں عقبہ بن ابی معیط کا ذکر ہے' یہ غزوہ بدر میں مارا گیا تھا۔

اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ کی عظیم منقبت ہے کہ انہوں نے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کیا جب کوئی اور آپ کا دفاع کرنے کے لیے موجود نہیں تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ کی وفات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

الزبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تپ دق کے مرض میں فوت ہوئے تھے' اور علامہ الواقدی نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ٹھنڈے پانی سے غسل کیا تھا' اس کی وجہ سے ان کو پندرہ دن بخار آیا تھا' ایک قول یہ ہے کہ یہودیوں نے ان کو زہر آلود کھانا کھلایا تھا جس کی وجہ سے ان کی وفات ہوگئی' وہ تریسٹھ سال کی زندگی گزار کر بائیس جمادی الثانیہ تیرہ ہجری کو فوت ہوئے' ان کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر کے برابر تھی۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۶۹' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

(تاہم مشکوٰۃ کی ایک حدیث میں یہ مذکور ہے کہ غار ثور میں جو سیدنا ابوبکر کو سانپ نے ڈسا تھا اسی کے اثر سے ان کی موت واقع ہوئی۔ مشکوٰۃ: ۶۰۳۴' سعیدی غفرلہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات خیبر کی یہودی عورت کے زہر آلود گوشت کھلانے کی وجہ سے ہوئی تھی جس کا اثر اس وقت تو نہیں ہوا لیکن تین سال بعد اسی کے اثر سے آپ کے سر مبارک میں درد ہوا اور آپ کی وفات ہوگئی' اسی طرح حضرت ابوبکر کی وفات بھی یہودیوں کے زہر کھلانے کی وجہ سے ہوئی یا سانپ کے زہر کے اثر سے ہوئی اور یوں حضرت ابوبکر کی وفات کا سبب آپ کی وفات کے سبب کے مماثل ہوگیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ کے فضائل میں صحیح بخاری کے علاوہ دوسری کتب حدیث کی احادیث

(۱) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سنو! میں ہر خلیل کی خلت سے بری ہوں' اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا' بے شک تمہارے پیغمبر اللہ کے خلیل ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے' لیکن ابوبکر میرے بھائی اور میرے صحابی ہیں۔ (صحیح مسلم: ۲۳۸۳' سنن ترمذی: ۳۶۷۵' سنن ابن ماجہ: ۹۳)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں فرمایا: تم میرے لیے اپنے والد ابوبکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ حتیٰ کہ میں ایک مکتوب لکھ دوں کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کوئی کہنے والا کہے گا کہ میں زیادہ مستحق ہوں اور اللہ اور مومنین ابوبکر کے غیر کا انکار کردیں گے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۸۷)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم میں سے کون آج صبح روزہ دار تھا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے کہا: میں' آپ نے پوچھا: تم میں سے کون آج جنازہ کے ساتھ گیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں' آپ نے پوچھا: تم میں سے آج کس نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے' آپ نے پوچھا: تم میں سے آج کس نے مریض کی عیادت کی ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں بھی یہ صفات مجتمع ہوں گی وہ جنتی ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۲۳۸۸)

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ ہمارے سردار ہیں اور ہم سب سے افضل ہیں اور رسول اللہ کے نزدیک ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۶۵۶)

(۵) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلند درجے والوں کو نچلے درجے والے ایسے دیکھتے ہیں جیسے تم آسمان کے کنارے میں طلوع ہونے والے ستاروں کو دیکھتے ہو اور ابوبکر اور عمر ان میں سے ہیں اور بہت اونچے درجے کے ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۶۵۸، مسند احمد ج ۳ ص ۲۷)

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر کے سوا جس شخص نے بھی ہمارے ساتھ کوئی نیکی کی ہم نے اس کا بدلہ اتار دیا' کیونکہ ابوبکر کی ہمارے پاس ایک نیکی ہے جس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دے گا اور مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۶۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۳)

(۷) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کی اقتداء کرنا جو میرے بعد ہیں' ابوبکر اور عمر۔
(سنن ترمذی: ۳۶۶۲، سنن ابن ماجہ: ۹۷، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۳)

(۸) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: میں از خود نہیں جانتا کہ میری بقاء تم میں کب تک ہے' پس تم میرے بعد ان کی اقتداء کرنا اور آپ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ فرمایا۔ (سنن ترمذی: ۳۶۶۳، مسند احمد ج ۵ ص ۳۹۹)

(۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا: یہ دونوں اولین اور آخرین میں سے جنت کے ادھیڑ عمر لوگوں کے سردار ہیں ماسوا نبیوں اور رسولوں کے۔
(سنن ترمذی: ۳۶۶۶۔ ۳۶۶۵۔ ۳۶۶۴، سنن ابن ماجہ: ۹۵)

(۱۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب میں سے مہاجرین اور انصار کی طرف نکلے' اور وہ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے' ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ ان میں سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے علاوہ کوئی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نظر نہیں اٹھاتا تھا' وہ دونوں آپ کی طرف دیکھتے تھے اور آپ ان کی طرف دیکھتے تھے' وہ آپ کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے اور آپ ان کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۶۸، مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۰)

(۱۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر نکلے اور مسجد میں داخل ہوئے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما میں سے ایک آپ کی دائیں طرف تھے اور دوسرے بائیں طرف تھے اور آپ ان دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: ہم اسی طرح قیامت کے دن مبعوث ہوں گے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۶۹)

(۱۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم میرے حوض پر بھی صاحب ہو اور غار میں بھی صاحب ہو۔ (سنن ترمذی: ۳۶۷۰)

(۱۳) حضرت عبداللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر فرمایا: یہ میری سماعت اور بصر ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۶۷۱)

(۱۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس قوم میں ابوبکر موجود ہوں اس قوم میں ابوبکر کے سوا کسی اور کا نماز پڑھانا جائز نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۷۳)

(۱۵) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا' اس دن اتفاق سے میرے پاس مال تھا' میں نے دل میں کہا: اگر میں کسی دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سبقت کر سکتا ہوں تو آج سبقت کروں گا' پس میں

اپنا آدھا مال لے کر آیا' تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی رکھا ہے؟ حضرت عمر نے کہا: میں نے ان کے لیے اتنا ہی مال باقی رکھا ہے' اور حضرت ابوبکر کے پاس جتنا مال تھا وہ سب لے کر آ گئے۔ آپ نے پوچھا: اے ابوبکر! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا باقی رکھا ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو باقی رکھا ہے۔ حضرت عمر نے کہا: تب میں نے دل میں کہا: میں حضرت ابوبکر پر کبھی بھی سبقت نہیں کر سکتا۔

(سنن ترمذی:٣٦٧٥' سنن ابوداؤد:١٦٧٨)

(١٦) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کے دروازہ کے سوا (مسجد میں کھلنے والے) تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔ (سنن ترمذی:٣٦٧٨)

(١٧) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: تم دوزخ سے اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ ہو' اس دن سے ان کا نام عتیق (دوزخ سے آزاد کردہ) پڑ گیا۔ (سنن ترمذی:٣٦٧٩)

(١٨) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے آسمان والوں میں سے دو وزیر ہوتے ہیں اور زمین والوں میں سے دو وزیر ہوتے ہیں' آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر حضرت جبریل اور حضرت میکائیل ہیں اور زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابوبکر اور عمر ہیں۔ (سنن ترمذی:٣٦٨٠)

(١٩) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی' پھر ابوبکر سے' پھر عمر سے' پھر میں اہل بقیع کے پاس آؤں گا' سو ان کا میرے ساتھ حشر کیا جائے گا' پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا' حتیٰ کہ میرا حرمین کے درمیان حشر کیا جائے گا۔ (سنن ترمذی:٣٦٩٢)

(٢٠) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبریل آئے' انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا' پھر انہوں نے مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت جنت میں داخل ہوگی' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میری خواہش ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا حتیٰ کہ میں اس دروازہ کی طرف دیکھتا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! تم میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔ (سنن ابوداؤد:٤٦٥٢)

(٢١) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے سامنے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو وہ رونے لگے' اور کہا: میری خواہش ہے کہ میرے تمام (نیک) اعمال کے بدلہ میں حضرت ابوبکر کے ایک دن کا اور ان کی ایک رات کا عمل ہو جاتا۔ رہا رات کا عمل تو وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار میں گئے جب وہ دونوں غار تک پہنچ گئے تو حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! آپ غار میں نہ داخل ہوں حتیٰ کہ آپ سے پہلے میں داخل ہو جاؤں' پس اگر اس میں کوئی ضرر ہو تو وہ آپ کے بجائے مجھے پہنچے' پس حضرت ابوبکر غار میں داخل ہوئے' پھر اس کو صاف کیا' پھر انہوں نے دیکھا کہ اس کی ایک جانب سوراخ ہے تو انہوں نے اپنے تہبند کو پھاڑ کر اس کے سوراخ کو بند کیا' اس میں دو سوراخ پھر بھی باقی رہ گئے' انہوں نے ان سوراخوں پر اپنے دونوں پیر رکھ دیئے' پھر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اب آپ آ جائیں۔ سو رسول اللہ ﷺ غار میں داخل ہو گئے اور آپ نے اپنا سر ان کی گود میں رکھ دیا' پھر اس سوراخ سے حضرت ابوبکر کے پیر میں ڈنک مارا گیا۔ حضرت ابوبکر ہلے بھی نہیں کہ کہیں رسول اللہ ﷺ بیدار نہ ہو جائیں' پس ان کا آنسو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ پر گرا تو آپ نے پوچھا: اے ابوبکر! تم کو کیا ہوا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں' مجھے ڈنک مارا گیا ہے' پس رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب مبارک لگایا تو حضرت ابوبکر کا

ضرر جاتا رہا' پھر ان کا وقت کم ہوا اور وہی زہر ان کی موت کا سبب ہو گیا' اور رہی ان کی دن کی نیکی تو جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی اور بعض عرب مرتد ہو گئے اور انہوں نے کہا: ہم زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے تو حضرت ابوبکر نے کہا: اگر یہ ایک رسی دینے سے بھی منع کریں تو میں ان کے خلاف جہاد کروں گا' پس میں نے کہا: اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! لوگوں کے ساتھ نرمی کریں تو انہوں نے مجھ سے کہا: کیا تم جاہلیت میں سخت تھے اور اسلام میں کم زور ہو گئے ہو! بے شک وحی منقطع ہو چکی ہے اور دین مکمل ہو چکا ہے' کیا میرے زندہ ہوتے ہوئے دین میں کمی کی جائے گی! اس حدیث کی رزین نے روایت کی ہے۔

(مشکوٰۃ: ٦٠٣٤' الریاض النضرۃ ج ١ ص ١٠٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(٢٢) حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے کہا: میں نے خواب دیکھا گویا ایک میزان آسمان سے اتری' پس آپ کو اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وزن کیا گیا تو آپ کا وزن زیادہ تھا' پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو وزن کیا گیا تو حضرت ابوبکر کا وزن زیادہ تھا' پھر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا وزن کیا گیا تو حضرت عمر کا وزن زیادہ تھا' پھر اس میزان کو اٹھا لیا گیا۔

(سنن ابوداؤد: ٤٦٣٤' سنن ترمذی: ٢٢٨٧' مسند احمد ج ٥ ص ٥٠)

(٢٣) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک چاندنی رات میں رسول اللہ ﷺ کا سر میری گود میں تھا کہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا کسی شخص کی اتنی نیکیاں ہیں جتنے آسمان کے ستارے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! عمر کی نیکیاں ہیں۔ میں نے پوچھا: پھر حضرت ابوبکر کی نیکیاں کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا: عمر کی تمام نیکیاں ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کی مثل ہیں۔ اس حدیث کی رزین نے روایت کی ہے۔ (مشکوٰۃ: ٦٠٦٨)

(٢٤) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے اوپر چالیس ہزار خرچ کیے۔

(صحیح ابن حبان: ٦٨٥٩)

(٢٥) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے دودھ سے بھری ہوئی ایک کپی دی گئی' میں نے اس سے دودھ پیا حتیٰ کہ میں سیر ہو گیا' پس میں نے دیکھا کہ وہ دودھ میری رگوں میں میری کھال اور گوشت کے درمیان بہ رہا ہے' پھر میں نے اس میں سے دودھ بچایا اور میں نے وہ دودھ ابوبکر کو دے دیا۔ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ وہ علم تھا جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا تھا حتیٰ کہ آپ اس علم سے پُر ہو گئے' پس اس سے جو علم بچا وہ آپ نے حضرت ابوبکر کو دے دیا' آپ نے فرمایا: تم نے صحیح کہا۔ (صحیح ابن حبان: ٦٨٥٤)

(٢٦) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک مرد داخل ہوگا جس کو ہر گھر اور بالا خانہ والے مرحبا کہیں گے' حضرت ابوبکر نے کہا: یا رسول اللہ! اس مرد کو تو اس دن کوئی نقصان نہیں ہوگا! آپ نے فرمایا: ہاں! وہ مرد تم ہو گے۔ (صحیح ابن حبان: ٦٨٦٧)

(٢٧) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر کی وفات کے دن میں ان کے پاس تھی' انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا؟ میں نے بتایا: تین کپڑوں میں' انہوں نے کہا: میں جو دو کپڑے پہنے ہوئے ہوں مجھے ان ہی دو کپڑوں میں کفن دے دینا اور ان کے بجائے ایک نیا کپڑا خرید لینا کیونکہ مردہ کی بہ نسبت زندہ کو نئے کپڑے کی زیادہ ضرورت ہے' کیونکہ یہ کپڑے تو پیپ سے لتھڑ جائیں گے۔ (صحیح ابن حبان: ٣٠٣٦) یہ حدیث ان کی انکسار اور ایثار پر دلیل ہے۔

(٢٨) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اللہ کی قسم! میں ایک دن اپنے گھر میں تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب صحن میں تھے اور میرے اور ان کے درمیان پردہ تھا۔ اچانک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کو اس سے خوشی ہو کہ وہ اس شخص کو دیکھے جس کو دوزخ سے آزاد کر دیا گیا تو وہ ابوبکر کی طرف دیکھے۔ (مسند ابویعلیٰ: ٤٨٩٩)

(٢٩) حکیم بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ حلف اٹھا کر کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے حضرت ابوبکر کا نام صدیق نازل کیا ہے۔ (المعجم الکبیر: ١٤)

(٣٠) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے آسمان دنیا کی طرف معراج کرائی گئی' میں جس آسمان سے بھی گزرا وہاں میرا نام تھا' محمد رسول اللہ اور میرے بعد ابوبکر صدیق کا نام تھا۔

(مسند ابویعلیٰ: ٦٦٠٧' اس حدیث کی سند ضعیف ہے مگر مناقب میں ضعاف معتبر ہوتی ہیں)

(٣١) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج فرمایا: میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: ابوبکر آپ کی تصدیق کریں گے اور وہ صدیق ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ٩ ص ٤١' دار الکتاب العربی' بیروت)

(٣٢) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ان سے آگے نہ چلو جو تم سے افضل ہیں' جن لوگوں پر سورج طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے ان میں سب سے افضل ابوبکر ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ٩ ص ٤٤۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے مگر مناقب میں ضعاف معتبر ہوتی ہیں)

(٣٣) حضرت اسعد بن زرارۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے مڑ کر دیکھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نظر نہیں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر' ابوبکر' بے شک روح القدس حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے ابھی خبر دی ہے کہ آپ کی امت میں سب سے افضل ابوبکر صدیق ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ٩ ص ٤٤' اس حدیث کی سند ضعیف ہے' مگر مناقب میں ضعاف مقبول ہوتی ہیں)

(٣٤) حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وصال سے پانچ دن پہلے فرمایا: ہر نبی کا اس کی امت میں کوئی خلیل ہوتا ہے اور بے شک میرے خلیل ابوبکر بن ابی قحافہ ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے پیغمبر کو خلیل بنایا ہے۔ (المعجم الکبیر ج ١٩ ص ٤١' اس حدیث کی سند میں علی بن یزید ضعیف ہے۔)

(٣٥) حضرت سھل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے مشورہ کیا' صحابہ نے کہا: حضرت ابوبکر کی رائے صحیح ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو ابوبکر کا خطا پر ہونا ناپسند ہے۔

(مجمع الزوائد ج ٩ ص ٤٦' اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں)

(٣٦) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے اس مرض میں بیٹھ کر نماز پڑھی جس میں آپ کی وفات ہوگئی تھی۔ (سنن ترمذی: ٣٦٢' مسند احمد ج ٦ ص ١٥٩)

(٣٧) امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی ہے' تو یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ آپ نے دوسری بار بھی

حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی ہو۔

(۳۸) موسیٰ بن عقبہ نے اپنی مغازی میں یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر نے پیر کے دن صبح کی نماز کی ایک رکعت پڑھائی اور یہ وہی دن ہے جس دن میں نبی ﷺ کی وفات ہوئی تھی' پس نبی ﷺ نے اپنی طبیعت میں تخفیف محسوس کی تو آپ حجرہ سے نکلے اور حضرت ابوبکر کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور جب حضرت ابوبکر نے سلام پھیرا تو آپ نے کھڑے ہو کر ایک رکعت نماز پڑھی' پس ہوسکتا ہے کہ جس نے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے مرض میں حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی اس سے مراد یہی نماز ہو' رہی وہ نماز جس میں آپ کے مرض میں حضرت ابوبکر نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی تھی وہ ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز تھی۔ اس حدیث کو ہم نے حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے' پس ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ (سنن بیہقی ج ۳ ص ۸۳' نشر السنۃ' ملتان)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے اپنی زندگی کی جو آخری نماز پڑھی وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی تھی اور آپ امت کو حضرت ابوبکر کی اقتداء میں چھوڑ کر دنیا سے گئے تھے۔

(۳۹) رسول اللہ ﷺ نے ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز حضرت ابوبکر کے پیچھے بیٹھ کر پڑھی تھی' اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا مرض زیادہ ہوگیا تو حضرت بلال آپ کو نماز کی اطلاع دینے آئے تو آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ نے کہا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ابوبکر نرم دل مرد ہیں اور جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو (قرآن) نہیں سنا سکیں گے' پس اگر آپ حضرت عمر کو فرما دیں' آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ نے کہا: میں نے حضرت حفصہ سے کہا: آپ کہیں کہ حضرت ابوبکر نرم دل مرد ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نہیں سنا سکیں گے' پس اگر آپ حضرت عمر کو فرما دیں' سو حضرت حفصہ نے اس طرح کہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک تم ضرور حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتیں ہو' ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ نے بتایا: پھر صحابہ نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ وہ نماز پڑھائیں۔ جب حضرت ابوبکر نے نماز شروع کی تو نبی ﷺ نے اپنے مرض میں کمی محسوس کی' پس آپ دو مردوں کے سہارے سے کھڑے ہوئے۔ آپ اپنے پیروں کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے چل رہے تھے' جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت ابوبکر نے آپ کی آہٹ محسوس کی' وہ پیچھے ہٹنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو اشارے سے منع فرمایا: اپنی جگہ کھڑے رہو' پھر رسول اللہ ﷺ آئے اور حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے۔ حضرت عائشہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر نماز میں نبی ﷺ کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ نماز میں حضرت ابوبکر کی اقتداء کر رہے تھے۔ (صحیح مسلم: ۴۱۸' الرقم المسلسل: ۸۲۷)

رسول اللہ ﷺ نے تیسری بار جو حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی اس کی تفصیل درج ذیل حدیث میں ہے:

(۴۰) حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بنو عمرو بن عوف کے ہاں ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے چلے گئے' پھر نماز کا وقت آ گیا تو مؤذن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو میں اقامت کہوں' حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! پس حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی' پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور لوگ نماز میں تھے' رسول اللہ ﷺ صفوں کو چیرتے ہوئے آئے حتیٰ کہ پہلی صف میں کھڑے ہو گئے' لوگ ہاتھ پر ہاتھ مارنے لگے'

حضرت ابوبکر نماز میں اِدھر اُدھر مڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔ جب لوگوں نے زیادہ ہاتھ بجائے تو حضرت ابوبکر مڑے' پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' رسول اللہ ﷺ نے ان کو اشارہ کیا کہ وہ اپنی جگہ برقرار رہیں۔ حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ کی اس پر حمد کی کہ آپ نے انہیں نماز پڑھاتے رہنے کا حکم دیا ہے' پھر حضرت ابوبکر پچھلی صف میں برابر کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! جب میں نے تم کو نماز پڑھاتے رہنے کا حکم دیا تھا تو تمہیں میرے حکم پر عمل کرنے سے کس چیز نے منع کیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا: ابوقحافہ کے بیٹے کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نماز پڑھائے' تب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ میں نے تمہیں اتنی زیادہ تالیاں بجاتے ہوئے دیکھا؟ جس کو نماز میں کوئی چیز پیش آ جائے تو وہ سبحان اللہ کہے کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو اس کی طرف مڑ کر دیکھا جائے گا۔ ہاتھ بجانا صرف عورتوں کے لیے جائز ہے۔

(صحیح مسلم: ۴۲۱' الرقم المسلسل: ۸۳۵)

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ حضرت ابوبکر کو امامت کا شرف عطا کیا ہے: (۱) جب آپ بنوعمرو بن عوف کے ہاں صلح کرانے گئے۔ (۲) ایام علالت میں ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز میں۔ (۳) پیر کے دن صبح کی نماز میں آپ نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور ایام علالت میں حضرت ابوبکر نے سترہ نمازیں پڑھائیں اور آپ نے ان نمازوں کو مقرر رکھا اور تین مرتبہ آپ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی گویا حدیث قولی' حدیث تقریری اور حدیث فعلی ہر طرح سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت ثابت ہے۔

ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں جو احادیث ذکر کی ہیں ان کے علاوہ ان کی فضیلت میں اور بھی بہ کثرت احادیث ہیں لیکن ہم یہاں پر صرف چالیس احادیث ذکر کرنا چاہتے ہیں تاکہ نبی ﷺ کی چالیس احادیث کی تبلیغ کرنے والے علماء اور فقہاء میں ہمارا بھی شمار ہو جائے اور تاکہ میں بھی قیامت کے دن آپ کی شفاعت کا امیدوار ہو جاؤں۔

حضرت ابوبکر کے نام' لقب' ان کے اسلام' غار ثور میں رفاقت' ان کی خلافت اور وفات کا بیان

علامہ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر قرطبی مالکی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن ابی قحافہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ: آپ کا نام زمانہ جاہلیت میں عبدالکعبۃ تھا' پھر رسول اللہ ﷺ نے آپ کا نام عبداللہ رکھا' آپ کے والد کا نام ابوقحافہ عثمان بن عامر القرشی التیمی ہے۔ آپ کی والدہ کا نام ام الخیر بنت صخر بن عامر ہے۔

علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو اس سفر ہجرت میں آپ کے اصحاب میں سے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے رفیق تھے اور غار میں آپ کے مونس اور غم گسار تھے اور ہجرت کے بعد غزوہ بدر میں آپ کے ساتھ تھے اور وہ مردوں میں سب سے پہلے شخص تھے جو آپ پر ایمان لائے اور وہ سب سے پہلے مرد ہیں جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی' حضرت ابوبکر کا لقب عتیق ہے' حدیث میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو اس سے خوشی ہو کہ وہ اس شخص کو دیکھے جس کو دوزخ سے آزاد کر دیا گیا ہے تو وہ اس کو دیکھے۔

(المستدرک ج ۳ ص ۶۱' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۴۴' کنز العمال: ۳۲۶۱۷)

ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جتنے دن غار میں رہے اس کی مدت میں اختلاف ہے۔ مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر تین دن غار میں آپ کے ساتھ رہے۔ حدیث مرسل میں ہے کہ آپ دس دن سے زیادہ غار میں

رہے مگر اکثر علماء نے مجاہد کے قول پر اعتماد کیا ہے۔
حضرت ابوبکر کا لقب صدیق اس لیے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بات بھی کہتے حضرت ابوبکر اس کی سب سے پہلے تصدیق کرتے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے واقعہ معراج کی تصدیق کی تو ان کو صدیق کہا گیا۔
عروہ نے کہا ہے کہ جب حضرت ابوبکر اسلام لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے وہ انہوں نے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خرچ کر دیئے۔ حضرت ابوبکر نے سات ایسے غلاموں کو آزاد کیا جن کو اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا تھا' ان میں حضرت بلال اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما ہیں۔
الحسن البصری نے قیس بن عبادہ سے روایت کی ہے کہ مجھ سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی راتیں اور کئی دن بیمار رہے' جب اذان دی جاتی تو آپ فرماتے کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال کر گئے تو میں نے غور کیا کہ نماز اسلام کی علامت اور دین کا قوام ہے' لہٰذا ہم اپنی دنیا کے لیے اس شخص کی امامت پر راضی ہو گئے جس کی ہمارے دین میں امامت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی تھے' سو ہم نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی۔
حضرت ابوبکر کہتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ ہوں' اسی طرح ان کو خلیفۂ رسول اللہ کہا جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی پہلے خلیفہ رسول اللہ کہا جاتا تھا' پھر انہوں نے امیر المؤمنین کا لقب اختیار کر لیا۔ جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا' اُسی دن سقیفہ بنو ساعدہ میں حضرت ابوبکر کی بیعت خلافت کی گئی' پھر دوسرے دن منگل کے روز عام بیعت کی گئی' حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور خزرج کی ایک جماعت اور قریش کا ایک گروہ اس بیعت میں حاضر نہیں ہوا' پھر حضرت سعد کے علاوہ باقی لوگوں نے بیعت کر لی۔
ایک قول یہ ہے کہ قریش میں سے حضرت علی' حضرت زبیر' حضرت طلحہ اور حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہم نے بیعت نہیں کی' پھر بعد میں انہوں نے بھی بیعت کر لی۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بیعت کی تھی' اس کے بعد وہ ہمیشہ حضرت ابوبکر کے احکام سنتے رہے اور ان کی اطاعت کرتے رہے اور ان کی تعریف اور تحسین کرتے رہے۔
امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر دو سال تین ماہ اور بارہ دن خلافت کی زندگی گزار کر فوت ہو گئے' وہ بائیس جمادی الثانیہ تیرہ ہجری تھی۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت طلحہ اور حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر ان کی قبر میں اترے' ان کو رات کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں دفن کیا گیا' اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ان کی وفات کے وقت ان کی عمر تریسٹھ (٦٣) سال تھی اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر تھی۔

(الاستیعاب ج ۳ ص ۱۰۱۔۹۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی التوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک سو بیالیس (۱۴۲) احادیث مروی ہیں جن میں سے امام بخاری اور امام مسلم چھ حدیثوں پر متفق ہیں' امام بخاری گیارہ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

٦- بَابُ مَنَاقِبِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَبِیْ حَفْصٍ الْقُرَشِیِّ الْعَدَوِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت عمر بن الخطاب ابوحفص القرشی العدوی رضی اللہ عنہ کے مناقب

حضرت عمر کے والد کا نام خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ تھا اور ان کی والدہ کا نام خیتمہ یا خیثمہ تھا۔ یہ ہاشم بن المغیرہ کی بیٹی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کی کنیت ابوحفص رکھی تھی' ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ان کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ ان کا لقب بالاتفاق فاروق ہے۔ امام ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عمر کو یہ لقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا تھا اور بغوی کی روایت ہے کہ حضرت جبریل نے ان کو یہ لقب دیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٦٧)

٣٦٧٩ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ الْمَاجِشُوْنَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُنِيْ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِالرُّمَيْصَاءِ امْرَأَةِ أَبِيْ طَلْحَةَ وَسَمِعْتُ خَشْفَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ هٰذَا بِلَالٌ وَّرَأَيْتُ قَصْرًا بِفِنَائِهٖ جَارِيَةٌ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا فَقَالَ لِعُمَرَ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَدْخُلَهٗ فَأَنْظُرُ إِلَيْهِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ فَقَالَ عُمَرُ بِأَبِيْ وَأُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَعَلَيْكَ أَغَارُ. [اطراف الحدیث: ٥٢٢٦-٧٠٢٤-٧٠٢٤] (صحیح مسلم: ٢٣٩٤' الرقم المسلسل: ٦٠٩٢' السنن الکبریٰ للنسائی: ٨١٢٥' مسند ابویعلیٰ: ٢٠١٤' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٢٨' مسند الحمیدی: ١٢٣٥' مسند احمد ج ٣ ص ٣٠٩' طبع قدیم' مسند احمد: ١٤٣٢١' ج ٢٢ ص ٢٢٣' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز الماجشون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن المنکدر نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں خواب میں جنت میں داخل ہوا' وہاں میں نے ابوطلحہ کی بیوی الرمیصاء کو دیکھا' اور میں نے (چلنے کی) آہٹ سنی میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو (حضرت جبریل نے) کہا: یہ بلال ہیں اور میں نے ایک محل دیکھا اس کے صحن میں ایک کنیز تھی' میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟ تو (حضرت جبریل نے) کہا: یہ حضرت عمر کا محل ہے۔ میں نے اس کو دیکھنے کے لیے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو مجھے تمہاری غیرت یاد آئی تو حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر میری ماں اور باپ فدا ہوں' کیا میں آپ پر غیرت کروں گا!

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت' رُمَیْصَاء کا معنی اور مصداق اور غیرت کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مناقب اور حدیث مذکور اس باب کے اس وجہ سے مناسب ہے کہ اس باب میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں حضرت عمر کا جنت میں محل دیکھا۔

اس حدیث میں رمیصاء کا ذکر ہے' یہ رَمصاء کی تصغیر ہے اور وہ اَرْمَص کی مونث ہے' ان کا نام سہلہ بنت ملحان ہے اور ان کی کنیت ام سلیم ہے' یہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ رمص کا معنی آنکھ کا میل ہے' ان کی آنکھ میں میل رہتا تھا اس لیے ان کا لقب رمیصاء ہو گیا۔

اس حدیث میں خشفۃ کا ذکر ہے: معمولی سی آواز یا آہٹ کو خشفۃ کہتے ہیں۔

یہ بلال ہیں: اس قول کے قائل بھی حضرت بلال ہیں یا کوئی فرشتہ ہے یا خود حضرت جبریل ہیں۔

یہ حضرت عمر کا محل ہے: اس قول کے قائل بھی حضرت جبریل ہیں یا فرشتوں کی جماعت ہے۔

کیا میں آپ پر غیرت کروں گا! غیرت کا معنی ہے: کسی چیز سے اتنی زیادہ محبت کرنا حتیٰ کہ اس میں دوسرے کی شرکت ناگوار ہو۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٦٨-٢٦٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نسب اس طرح ہے: عمر بن الخطاب بن نفیل العدوی بن عدی بن کعب بن لؤی۔ کعب بن لؤی میں حضرت عمر کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے۔ حضرت عمر ہاتھیوں کے واقعہ کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے تھے' اور انچاس (۴۹) مردوں اور گیارہ عورتوں کے ایمان لانے کے بعد ایمان لائے تھے۔ (علامہ زرھونی نے لکھا ہے کہ چالیس مردوں اور گیارہ عورتوں کے اسلام لانے کے بعد نبوت کے چھٹے سال میں اسلام لائے تھے' انہوں نے پانچ سو سینتیس (۵۳۷) احادیث روایت کی ہیں' صحیحین میں ان کی اکتیس (۳۱) احادیث ہیں۔ (الفجر الساطع ج۹ ص ۴۳)

علامہ کورانی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اسلام لانے کی دعا کی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی تھی: اے اللہ! ابوجہل یا عمر بن الخطاب ان دو مردوں میں سے جو تجھے محبوب ہو اس سے اسلام کو غلبہ عطا فرما۔ حضرت ابن عمر نے کہا: ان دونوں میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کو محبوب تھے۔

(سنن ترمذی: ۳۶۸۱' مسند احمد ج ۲ ص ۹۵' المستدرک ج ۳ ص ۸۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اسلام کو عمر بن الخطاب سے غلبہ عطا فرما۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۰۵' المعجم الکبیر: ۱۴۲۸)

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور کرم سے حضرت عمر کی مساعی کو مشکور فرمایا اور وہ تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں شہید ہو گئے۔

(الکوثر الجاری ج ۶ ص ۴۴۶۔۴۴۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل اور خصائص

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ امیر المومنین ہیں' ان کے فضائل اور مناقب بہت زیادہ ہیں۔ حضرت عمر کی بہت بڑی فضیلت یہ ہے کہ انہوں نے سقیفہ بنو ساعدہ میں خلافت کی بحث ختم کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے ہم آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرتے ہیں' پھر صحابہ پے در پے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے' حضرت عمر اپنی خلافت میں سب سے زیادہ دنیا سے بے رغبتی کرتے تھے اور سب سے زیادہ عدل و انصاف کرتے تھے۔

حضرت عمر جب اسلام لائے تو چالیس مرد مسلمانوں کا عدد مکمل ہو گیا۔ (اس عدد میں اختلاف ہے۔ سعیدی غفرلہ) ان کا اسلام لانا ایک فرد کا اسلام نہیں تھا بلکہ ایک امت کا اسلام تھا۔ اسلام ان کی تمنا کرتا تھا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا سے ظاہر ہوتا ہے جو آپ نے ان کے اسلام لانے کے لیے کی تھی' تمام صحابہ اسلام کے طالب تھے اور حضرت عمر اسلام کے مطلوب تھے۔ ان کے اسلام قبول کرنے سے اسلام کو غلبہ حاصل ہوا۔ پہلے مسلمان چھپ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے' ان کے اسلام لانے کے بعد مسلمان علی الاعلان اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگے' پہلے مسلمان صنادید قریش سے اپنے اسلام کو چھپاتے تھے' جب حضرت عمر اسلام لے آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ! آیا ہم حق پر ہیں یا باطل پر ہیں' آپ نے فرمایا: ہم حق پر ہیں۔ حضرت عمر نے کہا: پھر ہم اپنے دین کو کیوں چھپائیں حالانکہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے' پہلے میں جس کفر کی مجلس میں بیٹھتا تھا اب میں اسی مجلس میں بیٹھ کر اپنے اسلام لانے کو ظاہر کروں گا۔ وہ مسلمان صحابہ کو اپنی بہن کے گھر

سے لے کر کعبہ میں گئے' کفار ان کو دیکھ رہے تھے اور انہیں کوئی اعتراض کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اسی روز سے ان کو فاروق کا لقب دیا گیا کیوں کہ ان کے اسلام لانے کے بعد مسلمان چھپ کر دین پر عمل کرنے کی بجائے کھل کر اسلام کا اظہار کرنے لگے۔

حضرت عمر کی رائے کے موافق متعدد آیات اور اسلام کے احکام نازل ہوئے۔ حضرت عمر نے کہا: کاش! ہم مقام ابراہیم کو اپنی نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں تو یہ آیت نازل ہوگئی:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى. (البقرۃ:١٢٥) اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔

اسی طرح حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: آپ اپنی ازواج کو حجاب میں رکھیں کیونکہ آپ کے پاس نیک اور بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں تو پردہ کے احکام نازل ہوگئے' اسی طرح شراب کی تحریم کی آیات بھی حضرت عمر کی رائے کے موافق نازل ہوئیں۔

حضرت عمر کی زبان پر حق جاری ہوتا تھا' ان کا رعب اس قدر تھا کہ شیطان ان کو دیکھ کر راستہ بدل دیتا تھا۔ رضی اللہ عنہ و ارضاہ عنا. (فتح المنعم ج ۹ ص ۳۰۰-۲۹۹' دار الشروق' القاہرہ' ۱۴۲۰ھ)

٣٦٨٠- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِىْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِىْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ قَالَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُنِىْ فِى الْجَنَّةِ فَاِذَا امْرَاَةٌ تَتَوَضَّاُ اِلٰى جَانِبِ قَصْرٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ فَقَالُوْا لِعُمَرَ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهٗ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا فَبَكٰى وَقَالَ اَعَلَيْكَ اَغَارُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا میں نے (خواب میں) اپنے آپ کو جنت میں دیکھا تو وہاں ایک عورت ایک محل کی جانب میں وضو کر رہی تھی۔ میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟ تو مجھے (فرشتوں نے) بتایا: یہ حضرت عمر کا محل ہے' پس مجھے ان کی غیرت یاد آئی تو میں پیٹھ موڑ کر چل دیا' پس حضرت عمر رونے لگے اور کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا!

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۲۴۲' میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں ان کا محل دکھایا گیا اور یوں یہ حدیث باب کے موافق ہے۔

حافظ ابن حجر اور علامہ خطابی کا جنت میں وضو کو مستبعد قرار دینا اور علامہ موسیٰ شاہین کا اس وضو کو لغوی وضو قرار دینا

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جنت میں محل کی ایک جانب ایک عورت وضو کر رہی تھی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ خطابی نے جنت میں وضو کرنے کو مستبعد قرار دیا ہے کیونکہ جنت دار تکلیف نہیں ہے' علامہ موسیٰ شاہین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں وضو کرنے کا

معنی شرعی مراد نہیں ہے بلکہ لغوی معنی مراد ہے یعنی وہ عورت پانی سے اپنے اعضاء وضو کو چمکا رہی تھی۔

(فتح المنعم ج ۹ ص ۳۰۳ ' دار الشروق' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

مصنف کی تحقیق کہ جنت میں عبادات اسقاط تکلیف کے لیے نہیں بلکہ حصول لذت کے لیے ہیں

میں کہتا ہوں کہ اس توجیہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ دنیا میں عبادات کو بہ طور تکلیف ادا کیا جاتا ہے یعنی اگر مکلفین ان عبادات کو ادا نہیں کریں گے تو وہ سزا کے مستحق ہوں گے لیکن صالحین اس دنیا سے منتقل ہونے کے بعد بھی ان عبادات کو ادا کرتے ہیں کیونکہ ان عبادات کے ادا کرنے سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا وہ اس نماز کے مکلف نہیں تھے' وہ حصول لذت کے لیے نماز پڑھ رہے تھے۔ صالحین کو جنت میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے جو لذت حاصل ہوگی وہ لذت حور و قصور سے حاصل نہیں ہوگی' سو اس عورت کا وضو کرنا بھی اس صورت پر محمول ہے' لہٰذا نہ یہ مستبعد ہے اور نہ اس کو لغوی وضو پر محمول کرنے کی ضرورت ہے۔

٣٦٨١ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْتِ اَبُوْ جَعْفَرٍ اَلْکُوْفِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَکِ عَنْ یُّوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ حَمْزَةُ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ شَرِبْتُ یَعْنِی اللَّبَنَ حَتّٰی اَنْظُرَ اِلَی الرِّیِّ یَجْرِیْ فِیْ ظُفُرِیْ اَوْ فِیْ اَظْفَارِیْ ثُمَّ نَاوَلْتُ عُمَرَ فَقَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَهٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلْعِلْمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن الصلت ابو جعفر الکوفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے حدیث بیان کی از یونس از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے حمزہ نے خبر دی از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے (خواب میں) دودھ پیا حتیٰ کہ میں دیکھ رہا تھا کہ (دودھ سے) سیری میرے ناخن سے یا (فرمایا:) میرے ناخنوں سے بہ رہی تھی پھر میں نے (بقیہ دودھ) عمر کو دے دیا' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تعبیر کی ہے' آپ نے فرمایا: علم۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۲' میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ ان کا علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم سے مستفاد ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ کی علم سے اس لیے تعبیر فرمائی ہے کہ دودھ بدن کی غذا ہے اور علم روح کی غذا ہے اور دودھ اور علم دونوں میں بہت زیادہ نفع ہے اور خیر کثیر ہے۔

٣٦٨٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ سَالِمٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُرِیْتُ فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَنْزِعُ بِدَلْوِ بَکْرَةٍ عَلٰی قَلِیْبٍ فَجَاءَ اَبُوْ بَکْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَیْنِ نَزْعًا ضَعِیْفًا وَاللّٰهُ یَغْفِرُ لَهٗ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِیًّا یَفْرِیْ فَرِیَّهٗ حَتّٰی رَوِیَ النَّاسُ وَضَرَبُوْا بِعَطَنٍ قَالَ ابْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوبکر بن سالم نے حدیث بیان کی از سالم از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ میں کنویں سے ایک ڈول کھینچ رہا ہوں جو لکڑی کی چرخی پر لگا ہوا ہے' پھر ابوبکر آئے اور انہوں نے ایک ڈول یا دو ڈول کھینچے اور ان کے کھینچنے میں ضعف تھا اور اللہ تعالیٰ ان

جُبَيْرٍ الْعَبْقَرِيُّ عِتَاقُ الزَّرَابِيِّ وَقَالَ يَحْيَى الزَّرَابِيُّ الطَّنَافِسُ لَهَا خَمْلٌ رَّقِيقٌ ﴿مَبْثُوثَةٌ﴾ (الغاشیۃ:١٦) كَثِيرَةٌ.

کی مغفرت فرمائے' پھر عمر بن الخطاب آئے اور (ان کے ہاتھ میں) وہ بہت بڑا ڈول ہوگیا اور میں نے ان کی مثل غیر معمولی کام کرنے والا نہیں دیکھا حتیٰ کہ انہوں نے تمام لوگوں کو سیراب کر دیا ور وہ اونٹوں کو (پانی پلا کر) ان کے ٹھکانوں پر لے گئے۔ ابن جبیر نے کہا: عبقری کا معنی ہے: بہت عمدہ چادریں اور یحییٰ نے کہا: ''الزرابی'' ان چادروں کو کہتے ہیں جن کے کنارے بہت باریک اور بہت پھیلے ہوئے ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٣٢' میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں ان کی یہ فضیلت ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو عبقری فرمایا ہے اور عبقری اس شخص کو کہتے ہیں جو حیرت انگیز کارنامے انجام دیتا ہو اور اس کی مہارت بے مثل ہو اور وہ یگانہ روزگار ہو۔

٣٦٨٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ اسْتَأْذَنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ نِسْوَةٌ مِّنْ قُرَيْشٍ يُّكَلِّمْنَهُ وَيَسْتَكْثِرْنَهُ عَالِيَةً أَصْوَاتُهُنَّ عَلَى صَوْتِهِ فَلَمَّا اسْتَأْذَنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قُمْنَ فَبَادَرْنَ الْحِجَابَ فَأَذِنَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عُمَرُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُ فَقَالَ عُمَرُ أَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجِبْتُ مِنْ هٰؤُلَاءِ اللَّاتِي كُنَّ عِنْدِي فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ فَقَالَ عُمَرُ فَأَنْتَ أَحَقُّ أَنْ يَّهَبْنَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ عُمَرُ يَا عَدُوَّاتِ أَنْفُسِهِنَّ أَتَهَبْنَنِي وَلَا تَهَبْنَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَ نَعَمْ أَنْتَ أَفَظُّ وَأَغْلَظُ مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبدالحمید نے خبر دی کہ ان کو محمد بن سعد نے خبر دی کہ ان کے والد نے کہا: مجھے عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب از عبدالحمید بن عبدالرحمان بن زید از محمد بن سعد بن ابی وقاص از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے رسول اللہ ﷺ سے (آنے کی) اجازت طلب کی۔ اس وقت آپ کے پاس قریش کی خواتین تھیں جو آپ سے باتیں کر رہی تھیں اور آپ سے زیادہ خرچ طلب کر رہی تھیں' ان کی آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند ہو رہی تھی' پس جب حضرت عمر بن الخطاب نے اجازت طلب کی تو وہ (ازواج مطہرات) جلدی سے کھڑی ہو کر حجاب میں چلی گئیں' رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر کو اجازت دی تو وہ اندر آئے اور رسول اللہ ﷺ ہنس رہے تھے' پس حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو ہنستا ہوا رکھے' تب نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے ان خواتین پر تعجب ہو رہا ہے یہ میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں' پس جیسے ہی انہوں نے تمہاری آواز سنی تو یہ جلدی سے حجاب میں چلی گئیں' پس حضرت

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيْهًا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ.

عمر نے کہا: یا رسول اللہ! یہ خواتین آپ سے ڈرنے کی زیادہ مستحق ہیں' پھر حضرت عمر نے کہا: اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ ﷺ سے نہیں ڈرتیں! (ازواج مطہرات نے) کہا: ہاں! تم رسول اللہ ﷺ سے زیادہ سخت اور درشت مزاج ہو۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' شیطان جب تمہیں کسی راستہ پر جاتے ہوئے ملتا ہے تو وہ تمہارے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر جاتا ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٢٩٤' میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ شیطان ان کو دیکھ کر اپنا راستہ بدل دیتا ہے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان خواتین سے مراد عام خواتین ہوں لیکن اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ وہ آپ سے خرچ میں اضافہ طلب کر رہی تھیں' یہ اس پر قرینہ ہے کہ وہ خواتین ازواج مطہرات تھیں۔

ازواج مطہرات نے کہا: ہاں! تم رسول اللہ ﷺ سے زیادہ سخت مزاج ہو' اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی سختی کرتے تھے لیکن آپ ہمیشہ سختی نہیں فرماتے تھے صرف اللہ کی حدود کو نافذ کرنے میں سختی کرتے تھے اور حضرت عمر بعض مکروہ کاموں پر بھی سختی کرتے تھے۔

٣٦٨٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ مَا زِلْنَا اَعِزَّةً مُنْذُ اَسْلَمَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. [طرف الحدیث: ٣٨٦٣] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسمٰعیل' انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تھے اس وقت سے ہم ہمیشہ غالب رہے ہیں۔

حضرت عمر کے اسلام لانے کی وجہ سے غلبہ اسلام کی احادیث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ اور امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا غلبہ کا سبب تھا اور ان کی ہجرت نصرت کا سبب تھی اور ان کی خلافت رحمت تھی۔ اللہ کی قسم! ہم پہلے بیت اللہ میں علی الاعلان نماز نہیں پڑھ سکتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمر اسلام لے آئے۔

حضرت عمر کے اسلام لانے کے قصہ کو امام دارقطنی نے روایت کیا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر تلوار لٹکائے ہوئے گھر سے نکلے' ان سے بنو زہرہ کا ایک مرد راستہ میں ملا' پھر انہوں نے یہ قصہ بیان کیا کہ حضرت عمر اپنی بہن کے گھر داخل ہوئے اور اپنی بہن اور بہنوئی حضرت سعید بن زید کے اسلام لانے پر شدید انکار کیا اور حضرت عمر نے سورۃ طٰہٰ پڑھی اور اسلام لانے پر راغب ہوئے۔ اس وقت حضرت خباب رضی اللہ عنہ باہر نکل آئے اور کہا:

اے عمر! خوش خبری قبول کرو مجھے امید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا تمہارے حق میں قبول ہو چکی ہے۔ آپ نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! اسلام کو عمر سے یا عمرو بن ہشام سے غلبہ عطا فرما۔

* یہ مفصل واقعہ تبیان القرآن ج ۷ ص ۳۲۴ سورہ طٰہٰ کے مقدمہ میں مذکور ہے۔

ابو جعفر بن ابی شیبہ نے اس کی مثل اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ اس کے آخر میں ہے کہ حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! ہم چھپ کر نمازیں کیوں پڑھیں! پھر ہم دو صفوں میں نکلے ایک صف میں میں تھا اور دوسری صف میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے قریش نے ہماری طرف دیکھا اور ان کے چہرے افسوس اور غم سے اس طرح تاریک ہو گئے کہ پہلے کبھی نہ ہوئے تھے۔

امام ابن ابی خیثمہ نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ جب میں اسلام لایا تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف انتالیس (۳۹) مسلمان مرد تھے پس اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے چالیس مسلمانوں کا عدد مکمل کر دیا پس اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کر دیا اور اسلام کو عزت دی۔

امام بزار نے اس کی مثل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اس میں یہ مذکور ہے کہ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

يَآيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ○ (الانفال: ٦٤) اے نبی مکرم! آپ کو اللہ کافی ہے اور وہ مومنین جنہوں نے آپ کی پیروی کی ہے○

امام ابن ابی خیثمہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! عمر کے ذریعہ اسلام کی تائید فرما۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسلام کو عمر سے غلبہ عطا فرما اور اس کی مثل امام حاکم نے سند صحیح سے روایت کی ہے۔

امام ترمذی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ کے ساتھ آپ کی دعا روایت کی ہے: اے اللہ! ابو جہل یا عمر میں سے جو تجھے محبوب ہو اس سے اسلام کو غلبہ عطا فرما پس اللہ کو ان دونوں میں سے حضرت عمر محبوب تھے۔ امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام ابن حبان نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام ابن سعد نے حضرت صہیب سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر اسلام لائے تو مشرکین نے کہا: آج ہماری قوم کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ امام بزار اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۵۷۷ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

٣٦٨٥ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ وُضِعَ عُمَرُ عَلٰى سَرِيْرِهٖ فَتَكَنَّفَهُ النَّاسُ يَدْعُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ قَبْلَ اَنْ يُّرْفَعَ وَاَنَا فِيْهِمْ فَلَمْ يَرُعْنِيْ اِلَّا رَجُلٌ اٰخِذٌ مَنْكِبِيْ فَاِذَا عَلِيٌّ فَتَرَحَّمَ عَلٰى عُمَرَ وَقَالَ مَا خَلَّفْتَ اَحَدًا اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ بِمِثْلِ عَمَلِهٖ مِنْكَ وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَاَظُنُّ اَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ وَحَسِبْتُ اِنِّيْ كُنْتُ كَثِيْرًا اَسْمَعُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن سعید نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ چارپائی پر رکھا گیا تو ان کو لوگوں نے گھیر لیا وہ ان کا جنازہ اٹھانے سے پہلے ان کے لیے دعا کر رہے تھے اور ان کے لیے مغفرت طلب کر رہے تھے اور میں بھی ان میں تھا۔ میں صرف اس چیز سے خوف زدہ ہوا کہ ایک شخص نے میرا کندھا پکڑا پس وہ

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذَهَبْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَدَخَلْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَخَرَجْتُ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ حضرت عمر کے لیے رحمت کی دعا کر رہے تھے' انہوں نے کہا: آپ نے کسی ایسے شخص کو نہیں چھوڑا جو میرے نزدیک آپ سے زیادہ پسندیدہ ہو کہ میں اس کی طرح عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے جاملوں' اور اللہ کی قسم! میں ضرور یہ گمان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں صاحبوں کے ساتھ رکھے گا' اور میرا یہ گمان اس وجہ سے ہے کہ میں نے کتنی بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں اور ابوبکر اور عمر گئے' اور میں اور ابوبکر اور عمر آئے اور میں اور ابوبکر اور عمر نکلے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٧٧' میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے دعا کی اور استغفار کیا اور یہ بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت مرتبہ اپنے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر فرماتے تھے۔ اس حدیث میں نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا کرنے کی بہت قوی دلیل ہے۔

٣٦٨٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ قَالَ وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ وَكَهْمَسُ بْنُ الْمِنْهَالِ قَالَا حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اُحُدٍ وَّمَعَهٗ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَضَرَبَهٗ بِرِجْلِهٖ قَالَ اثْبُتْ اُحُدُ فَمَا عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ اَوْ صِدِّيْقٌ اَوْ شَهِيْدَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں محمد بن سواء اور کہمس بن المنہال نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ کی طرف چڑھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے' وہ پہاڑ ان کے ساتھ لرزنے لگا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا پیر مارا (اور) فرمایا: اے احد! پرسکون رہ' تجھ پر صرف نبی ہے یا صدیق ہے یا دو شہید ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٧٥' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو شہید فرمایا ہے' اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے کیونکہ آپ نے حضرت عمر اور حضرت عثمان کو شہید فرمایا اور واقعہ میں وہ دونوں شہید ہوئے۔

٣٦٨٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمَرُ هُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ اَسْلَمَ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَاَلَنِيْ ابْنُ عُمَرَ عَنْ بَعْضِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھ کو ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمر نے حدیث بیان کی اور وہ ابن محمد ہیں کہ زید

شَأْنِهِ يَعْنِي عُمَرَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا قَطُّ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حِينَ قُبِضَ كَانَ أَجَدَّ وَأَجْوَدَ حَتّٰى انْتَهٰى مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ.
(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

بن اسلم نے ان کو حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت ابن عمر نے اپنے والد یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعض احوال پوچھے تو میں نے ان کو خبر دی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد کسی شخص کو حضرت عمر بن الخطاب سے زیادہ جدوجہد کرنے والا اور سخاوت کرنے والا نہیں دیکھا اور یہ خصائل حضرت عمر بن الخطاب پر ختم ہو گئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کی مدت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ دین کے لیے جدوجہد کرنے والے تھے اور سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے' اسی لیے امام بخاری نے اس حدیث کی حضرت عمر کے فضائل کے باب میں روایت کی ہے۔

٣٦٨٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّاعَةِ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَمَاذَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ لَا شَيْءَ إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ فَمَا فَرِحْنَا بِشَيْءٍ فَرَحَنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ فَأَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَأَرْجُوْ أَنْ أَكُوْنَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ وَإِنْ لَّمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ. [اطراف الحدیث: ٦١٦٧ـ ٦١٧١ـ ٧١٥٣] (صحیح مسلم: ٢٦٣٩' الرقم المسلسل: ٦٦٠٥' کتاب الزہد ابن المبارک: ١٠١٨' مسند الحمیدی: ١١٩٠' مسند ابویعلیٰ: ٣٥٥٦' شرح مشکل الآثار: ٤٧٥' صحیح ابن حبان: ٥٦٣' حلیۃ الاولیاء ج ٧ ص ٣٠٩' تاریخ بغداد ج ١ ص ٢٥٥' شرح السنۃ: ٣٤٧٦' مسند احمد ج ٣ ص ١١٠' طبع قدیم' مسند احمد: ١٢٠٧٥' ج ١٩ ص ١٣١' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (وقوع) قیامت کے متعلق سوال کیا' پس اس نے کہا: قیامت کب ہوگی؟ آپ نے پوچھا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا: کوئی چیز نہیں' مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں' آپ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو۔ حضرت انس نے کہا: ہمیں کسی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے خوشی ہوئی ''تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو۔'' حضرت انس نے کہا: پس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے محبت کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میں اپنی محبت کی وجہ سے ان کے ساتھ ہوں گا خواہ میں ان کے اعمال کی طرح عمل نہ کروں۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عمل کے ساتھ مقرون ہے۔

قیامت کے متعلق سوال کرنے والے متعدد اشخاص

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے متعلق سوال کیا' اس سائل کے مصداق کے متعلق متعدد اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ مرد ذوالخویصرۃ الیمانی تھا۔ ابن بشکوال کا یہ زعم ہے کہ یہ شخص حضرت ابوموسیٰ الاشعری یا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ تھے اور عنقریب کتاب الادب میں یہ حدیث آئے گی کہ یہ سائل ایک اعرابی تھے۔ سنن دارقطنی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ یہ وہ اعرابی تھے جنہوں نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا۔

اللہ اور رسول سے محبت کرنے والا جنت میں ہوگا لیکن یہ لازم نہیں کہ ان کے درجہ میں ہو

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جنت میں بہت درجات ہیں تو حضرت انس رضی اللہ عنہ جنت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجہ میں کس طرح ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ وہ جنت میں آپ کے ساتھ ہوں گے' یہ مراد نہیں ہے کہ وہ جنت میں آپ کے درجہ میں آپ کے ساتھ ہوں گے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: ہم بھی آپ سے محبت کرتے ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ ہم بھی جنت میں آپ کے ساتھ ہوں گے۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص ٢٧٥۔ ٢٧٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

مصنف کہتا ہے کہ میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے محبت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں بھی یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان کے ساتھ جنت میں رکھے گا۔

اللہ اور اس کے رسول سے محبت کے تقاضے

ایک روایت میں اس حدیث کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد سے باہر نکل رہے تھے' تو ہمیں مسجد کی چوکھٹ کے پاس ایک شخص ملا' سو اس نے سوال کیا: یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ پہلے وہ شخص خاموش رہا' پھر اس نے کہا: میں نے اس کے لیے بہت (نفلی) نمازیں نہیں پڑھیں' نہ (نفلی) روزے رکھے ہیں نہ (نفلی) صدقہ دیا ہے لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: پس تم جن کے ساتھ محبت کرتے ہو اُن کے ساتھ ہو گے۔ (صحیح البخاری: ٦١٧١' صحیح مسلم: ٢٦٣٩' الرقم المسلسل: ٦٦١٠)

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ٥٤٤ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے رسول کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان ان کی اطاعت پر دوام کرے اور ان کی مخالفت کو ترک کر دے' اور جب وہ ان سے محبت کرے گا تو شریعت کے احکام اور آداب پر عمل کرے گا اور ان کی حدود پر ٹھہرا رہے گا یعنی شریعت کی حدود سے تجاوز نہیں کرے گا' نیز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی علامت یہ ہے کہ وہ صالحین سے محبت کرے اور دل سے ان کی طرف مائل ہو' یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے ایمان کی صحت کا ثمرہ ہے اور یہ اطاعت کے اعلیٰ درجات میں سے ہے خواہ اس کے اعمال ان صالحین کی مثل نہ ہوں' اللہ تعالیٰ اس کو ان کے ساتھ جنت میں رکھے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے: وہ جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اولیاء اللہ کا افضل مقام اور اصفیاء کا اعلیٰ درجہ ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج٨ ص ١٢١۔١١٩' دارالوفاء)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ' اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' صالحین اور اہل خیر سے محبت کی فضیلت ہے خواہ وہ صالحین حیات ہوں یا

وفات پا چکے ہوں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کی علامت یہ ہے کہ مسلمان ان کے احکام پر عمل کرتا ہے اور جن کاموں سے انہوں نے منع کیا ہو ان سے باز رہتا ہے۔ صالحین سے محبت میں یہ شرط نہیں ہے کہ انسان ان کے اعمال کی مثل عمل کرے کیونکہ اگر وہ ان کے اعمال کی مثل کرے گا تو وہ خود صالحین میں سے ہوگا اور ان کی مثل ہوگا نہ کہ ان کے محبین میں سے ہوگا۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پس اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو کسی قوم سے محبت کرتا ہو اور ابھی تک ان سے ملا نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی اس کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت رکھے۔ (صحیح مسلم: ٢٦٤٠، الرقم المسلسل: ٦٦١٣)

پھر صالحین کے ساتھ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ان کے درجہ میں ہو اور اس کو ہر اعتبار سے ان کی مثل جزا ملے۔

(صحیح مسلم شرح النووی ج ١٠ ص ٦٦٨٥، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ١٤١٧ھ)

اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت سے یہ لازم نہیں کہ بندہ گناہ نہ کرے

علامہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ٨٢٨ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ محبت کرنے والا معصیت کو ترک کرے اور نہ ہی یہ محبت کو لازم ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے ایک شخص بار بار شراب پیتا تھا اور اس پر حد لگتی تھی۔ بعض حاضرین نے اس پر لعنت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع کیا اور فرمایا: یہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ (صحیح البخاری: ٦٧٨٠)

ہمارے شیخ نے کہا: جو محبت اطاعت کے ساتھ نہ ہو وہ جھوٹی ہے تو میں نے اس حدیث سے ان پر معارضہ کیا تو انہوں نے جواب دیا: وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگا لیکن وہ صالحین کے درجہ کو نہیں پا سکے گا۔ (میرے نزدیک اس معارضہ کا صحیح جواب یہ ہے کہ وہ صحابی تھے بعد کے لوگوں کو ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ سعیدی غفرلہ)

(اکمال اکمال المعلم ج ٨ ص ٦١٦-٦١٥، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤١٥ھ)

ناقصین کی محبت کے متعلق مصنف کی تحقیق

یعنی اللہ اور اس کے رسول سے کامل محبت کرنے والے تو وہی ہیں جو ان کی معصیت نہ کریں اور یہی کامل محبت کا تقاضا ہے لیکن جو گناہ گار مسلمان ہیں وہ بھی کسی درجہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والے ہیں باقی رہے ان کے گناہ اگر وہ کبائر ہیں تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق دے اور ان کے گناہوں کو معاف فرما دے یا اللہ سے ان کی محبت کی وجہ سے ان کو اپنے فضل محض سے معاف فرما دے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی وجہ سے آپ ان کی شفاعت فرما دیں یا پھر دنیا میں ان پر جو بیماریاں اور مصائب آئے ہوں ان کو ان کے لیے کفارہ سیئات بنا دے اور اللہ عز و جل ہر چیز پر قادر ہے اور اس کا فضل بہت وسیع ہے۔

٣٦٨٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ فَإِنْ يَكُ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَإِنَّهُ عُمَرُ زَادَ زَكَرِيَّاءُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ سَعْدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے پس اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہیں۔ زکریا بن ابی زائدہ نے اضافہ کیا ہے از سعد از ابی سلمہ از

عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ رِجَالٌ يُكَلَّمُونَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونُوا أَنْبِيَاءَ فَإِنْ يَكُنْ مِنْ أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَعُمَرُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوتے تھے جن سے کلام کیا جاتا تھا بغیر اس کے کہ وہ انبیاء ہوں' پس اگر ان میں سے کوئی میری امت میں ہے تو وہ عمر ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَا مِنْ نَبِيٍّ وَّلَا مُحَدَّثٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (الحج: ٥٢) میں یوں پڑھا: ''ما من نبی ولا محدث.''

یہ حضرت ابن عباس کی منفرد قراءت ہے' وہ اس طرح پڑھتے تھے: ''وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی و لا محدث'' اور قرآن مجید میں و لا محدث کے الفاظ نہیں ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٤٦٩' میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں مذکور ہے: تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوتے تھے جن سے کلام کیا جاتا تھا یعنی فرشتے ان سے کلام کرتے تھے۔

اس حدیث میں ہے: اگر ان میں سے کوئی میری امت میں ہے۔ یہاں پر ''ان'' کا لفظ شک کے لیے نہیں ہے کیونکہ آپ کی امت تمام امتوں سے افضل ہے' سو اگر سابقہ امتوں میں کوئی ایسا تھا تو اسی امت میں بہ طریق اولیٰ ایسا ہوگا۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٧٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

محدث کی تحقیق

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ محدث وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے دلوں میں غیب کی صحیح باتوں کا الہام کیا جاتا ہے' پھر جس طرح ان کے دل میں کسی بات کا الہام ہوتا ہے' واقع میں اسی طرح ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی کرامت ہے' وہ جس کو چاہتا ہے یہ کرامت عطا فرماتا ہے۔ (المفہم ج ٦ ص ٢٥٩' دار ابن کثیر' بیروت)

حضرت عمر کی رائے کے موافق قرآن مجید کی کئی آیتیں نازل ہوئیں اور ایک مرتبہ حضرت عمر نے کہا: اے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ میں ہو جاؤ اور اس وقت پہاڑ کی اوٹ میں ہونے میں ہی سلامتی تھی۔ (الفجر الساطع ج ٩ ص ٣٨' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

محدث میں دال پر زبر ہے۔ اس کی تاویل میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: جس پر الہام کیا گیا ہو' اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ محدث وہ شخص ہے جس کا گمان صادق ہو اور یہ وہ شخص ہے جس کے دل میں کوئی بات ملاء اعلیٰ سے القاء کی گئی ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ جس کی زبان پر بلا قصد صحیح بات آئے' دوسرا قول یہ ہے کہ وہ شخص نبی نہ ہو مگر اس سے فرشتے کلام کریں' جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے' تیسرا قول یہ ہے: محدث وہ ہے جس کے منہ سے صحیح بات نکلے' اس کی تائید سنن ترمذی کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل میں حق بات کو رکھ دیا ہے۔

محدث کے وجود میں حکمت یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں بہ کثرت انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے رہے اور اس امت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم کر دی گئی ہے' پس جب اس امت میں نبی نہیں آ سکتے تھے تو اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے اس امت میں

محدث پیدا کر دیئے۔ علامہ طیبی نے کہا ہے کہ محدث سے مراد وہ شخص ہے جس کے کلام کا صدق نبی کے صدق کے مرتبہ کو پہنچا ہوا ہو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے محدث ہونے کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ سنن ترمذی اور مسند احمد میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر نبی ہوتے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۷۸۔۷۷۷ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

٣٦٩٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَا سَمِعْنَا اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا رَاعٍ فِيْ غَنَمِهٖ عَدَا الذِّئْبُ فَاَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهَا حَتّٰى اسْتَنْقَذَهَا فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ الذِّئْبُ فَقَالَ لَهٗ مَنْ لَّهَا يَوْمَ السَّبُعِ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ غَيْرِيْ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّيْ اُوْمِنُ بِهٖ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَمَا ثَمَّ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سعید بن المسیب و ابی سلمۃ بن عبدالرحمٰن ان دونوں نے کہا: ہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت ایک چرواہا اپنی بکریوں میں تھا تو ایک بھیڑیے نے حملہ کیا اور ان میں سے ایک بکری پکڑ لی چرواہے نے اس بکری کو تلاش کیا حتیٰ کہ اس کو بھیڑیے سے چھڑا لیا پس بھیڑ نے اس کی طرف مڑ کر کہا: درندوں کے دن ان بکریوں کے لیے کون ہوگا! جب میرے سوا ان کا کوئی چرواہا (محافظ) نہیں ہوگا تو لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر میں ایمان لاتا ہوں اور ابو بکر اور عمر ایمان لاتے ہیں اور اس جگہ حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما موجود نہیں تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۲۲۴ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے اس عجیب و غریب واقعہ پر ان کے ایمان کا ذکر فرمایا۔

٣٦٩١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ اُمَامَةَ بْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُ النَّاسَ عُرِضُوْا عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُوْنَ ذٰلِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ اجْتَرَّهٗ قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الدِّيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے ابوامامۃ بن سہل بن حنیف نے خبر دی از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس وقت میں سویا ہوا تھا میں نے (خواب) میں دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے اور ان پر قمیصیں تھیں پس ان میں سے بعض کی قمیصیں پستانوں تک تھیں اور بعض کی قمیصیں اس سے بھی کم تھیں اور میرے سامنے عمر پیش کیے گئے اور ان پر جو قمیص تھی (وہ اتنی لمبی تھی) کہ وہ اس کو گھسیٹ رہے تھے۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ نے

اس کی کیا تعبیر لی ہے تو آپ نے فرمایا: دین۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۳' میں گزر چکی ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عمر کی قمیص سب سے لمبی تھی تو کیا ان کی قمیص حضرت ابوبکر سے بھی لمبی تھی؟

امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت مذکور ہے کہ ان کی قمیص سب سے لمبی تھی' اس پر یہ اعتراض ہے کہ کیا حضرت عمر کی قمیص حضرت ابوبکر کی قمیص سے لمبی تھی' اس کے دو جواب ہیں: اول یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن صحابہ کو چھوٹی قمیص پہنے ہوئے دیکھا تھا ان میں حضرت ابوبکر نہیں تھے۔ یہ علامہ عینی کا جواب ہے' اور دوسرا جواب اس کم علم اور کم عقل کا ہے کہ فضیلت کا مدار عمل کی مقدار پر نہیں' اس کی کیفیت پر ہوتا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کل تین حج کیے ہیں' اگر کوئی شخص چالیس حج کر لے تو اس کے حج مقدار میں زیادہ ہیں کیفیت میں زیادہ نہیں ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صرف ایک حج بلکہ آپ کا صرف ایک طواف بھی اس کے چالیس حج سے افضل ہوگا کیونکہ جس خوف خدا اور رضاء الٰہی کے حصول کے جذبہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طواف کیا کوئی اُمتی اس کا عشر عشیر بھی نہیں پا سکتا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرب الٰہی کا جو مقام میسر ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے اعمال پر جتنا زیادہ اجر وثواب عطا فرماتا ہے اس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا' اسی طرح حضرت ابوبکر کے اعمال کی کیفیت حضرت عمر کے اعمال کی کیفیت سے بہت بڑھ کر ہے' پس ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر کی قمیص حضرت عمر کی قمیص سے چھوٹی ہو تو یہ حضرت عمر کے عمل کی مقدار کے زائد ہونے کی دلیل ہے کیفیت میں بڑھنے کی دلیل نہیں ہے۔

٣٦٩٢ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ جَعَلَ يَأْلَمُ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكَأَنَّهُ يُجَزِّعُهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَلَئِنْ كَانَ ذَاكَ لَقَدْ صَحِبْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ ثُمَّ فَارَقْتَهُ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ أَبَا بَكْرٍ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ ثُمَّ فَارَقْتَهُ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ صُحْبَتَهُمْ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُمْ وَلَئِنْ فَارَقْتَهُمْ لَتُفَارِقَنَّهُمْ وَهُمْ عَنْكَ رَاضُونَ قَالَ أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِضَاهُ فَإِنَّمَا ذَاكَ مَنٌّ مِنَ اللّٰهِ تَعَالَى مَنَّ بِهِ عَلَيَّ وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ أَبِي بَكْرٍ وَرِضَاهُ فَإِنَّمَا ذَاكَ مَنٌّ مِنَ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهُ مَنَّ بِهِ عَلَيَّ وَأَمَّا مَا تَرٰى مِنْ جَزَعِي فَهُوَ مِنْ أَجْلِكَ وَأَجْلِ أَصْحَابِكَ وَاللّٰهِ لَوْ أَنَّ لِي طِلَاعَ الْأَرْضِ ذَهَبًا لَافْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَبْلَ أَنْ أَرَاهُ قَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے اور انہوں نے اس کے درد کا اظہار کیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے گویا ان کو تسلی دیتے ہوئے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر (آپ کو) یہ تکلیف ہے (تو آپ یہ بھی تو سوچیں) کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت میں رہے تو آپ نے بہت اچھی مصاحبت کی' پھر آپ ان سے اس حال میں جدا ہوئے کہ وہ آپ سے راضی تھے' پھر آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مصاحبت میں رہے تو آپ نے ان کی بہت اچھی مصاحبت کی' پھر آپ ان سے اس حال میں جدا ہوئے کہ وہ آپ سے راضی تھے' پھر آپ نے مسلمانوں کی مصاحبت کی تو آپ نے ان کی بہت اچھی مصاحبت کی اور اب اگر آپ ان سے جدا ہوں گے تو اس حال میں جدا ہوں گے کہ وہ سب آپ سے راضی ہوں گے۔ حضرت عمر نے فرمایا: تم نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت اور آپ کے راضی ہونے کا

حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ دَخَلْتُ عَلٰی عُمَرَ بِهٰذَا. (امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

ذکر کیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا وہ احسان ہے جو اس نے مجھ پر فرمایا اور وہ جو تم نے حضرت ابوبکر کی مصاحبت اور ان کے راضی ہونے کا ذکر ہے تو یہ بھی اللہ جل ذکرہ کا وہ احسان ہے جو اس نے مجھ پر فرمایا ہے اور وہ جو تم میرے درد کے اظہار (اور پریشانی) کو دیکھ رہے ہو تو وہ تمہاری اور تمہارے اصحاب کی فکر کی وجہ سے ہے اور اللہ کی قسم! اگر میرے پاس روئے زمین کے برابر (بھی) سونا ہوتا تو میں اللہ عزوجل کے عذاب سے بچنے کے لیے اسے فدیہ میں دے دیتا اس سے پہلے کہ میں اس عذاب کو دیکھتا۔ حماد بن زید نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت ابن عباس کہ میں حضرت عمر کے ہاں داخل ہوا۔ یہ حدیث اسی طرح ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی حضرت عمر کے فضائل کے اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس عظیم فضیلت کا ذکر ہے کہ ان سے اخیر وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی راضی تھے' حضرت ابوبکر بھی راضی تھے اور ان کے زمانہ خلافت میں ان سے تمام مسلمان بھی راضی رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کا سبب اور تاریخ اور ان کی انتہائی خدا خوفی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زخمی ہونے کا ذکر ہے' اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت المغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولولو فیروز نے چھبیس (۲۶) ذوالحجہ تیئس (۲۳) ھجری کو بدھ کے دن صبح کو نماز فجر میں حضرت عمر کی کوکھ میں خنجر کے کئی وار کیے جس کی وجہ سے وہ زخمی ہو کر گر گئے اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ گویا کہ حضرت ابن عباس ان کو تسلی دے رہے تھے یعنی ان کے درد کو زائل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

''میں روئے زمین کے برابر (بھی) سونا فدیہ میں دے دیتا اس سے پہلے کہ میں عذاب کو دیکھتا'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کلام اس خوف کے غلبہ کی وجہ سے تھا جو ان کو رعایا کے حقوق میں تقصیر کے گمان کی وجہ سے تھا اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی انتہائی خدا خوفی کی علامت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۷۸۔ ۲۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

٣٦٩٣ - حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰی حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ النَّهْدِیُّ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَائِطٍ مِّنْ حِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَهٗ فَاِذَا هُوَ اَبُوْ بَكْرٍ فَبَشَّرْتُهٗ بِمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عثمان بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعثمان النہدی نے حدیث بیان کی از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے باغات میں سے ایک باغ میں تھا' پس ایک مرد آیا اور اس نے دروازہ کھلوایا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے دروازہ کھول دو

وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَحَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ لَهٗ فَاِذَا هُوَ عُمَرُ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ فَقَالَ لِیْ اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰی بَلْوٰی تُصِیْبُهٗ فَاِذَا عُثْمَانُ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ.

اور اس کو جنت کی بشارت دو' سو میں نے اس کے لیے دروازہ کھول دیا تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے' پس میں نے ان کو وہ بشارت دی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی' تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی' پھر ایک مرد آیا' سو اس نے دروازہ کھلوایا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اس کو جنت کی بشارت دو' پس میں نے اس کے لیے دروازہ کھولا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے' پس میں نے ان کو اس کی خبر دی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا' پس انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی' پھر ایک مرد نے دروازہ کھلوایا' آپ نے مجھ سے فرمایا: اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اس کو جنت کی بشارت دو' اس آزمائش کے ساتھ جو اس کو پہنچے گی' تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے' میں نے ان کو بتایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی' پھر کہا: اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۷۴' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی فضائل عمر کے باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے بھی جنت کی بشارت کا ذکر ہے۔

٣٦٩٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حَيْوَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ عُقَيْلٍ زُهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ جَدَّهٗ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ هِشَامٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. [اطراف الحدیث: ۶۲۶۴-۶۶۳۲] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حیوۃ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابوعقیل زہرۃ بن معبد نے حدیث بیان کی' انہوں نے اپنے دادا عبداللہ بن ہشام سے سنا' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' اس وقت آپ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔

امام بخاری نے اس حدیث کی فضائل عمر کے باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے غایت درجہ کی محبت تھی اور ان پر بہت شفقت تھی' اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ نے ان کا ہاتھ نہ پکڑا ہوا ہوتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل' صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے تین چیزوں میں اپنے رب کی موافقت کی ہے' مقام ابراہیم میں' حجاب میں اور بدر کے قیدیوں میں۔ (صحیح مسلم: ۲۳۹۹)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ابوجہل یا عمر بن الخطاب' ان دو مردوں میں سے جو تجھے محبوب ہو اس سے اسلام کو عزت اور غلبہ عطا فرما اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت عمر بن الخطاب محبوب تھے۔

(سنن ترمذی: ۳۶۸۱' مسند احمد ج ۲ ص ۹۵)

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل میں حق کو رکھ دیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب بھی مسلمانوں کو کوئی معاملہ درپیش ہوا' اور لوگوں نے اس کے متعلق کوئی بات کہی اور حضرت عمر نے اس کے متعلق کوئی دوسری بات کہی تو قرآن مجید حضرت عمر کے قول کے موافق نازل ہوا۔

(سنن ترمذی: ۳۶۸۲' مسند احمد ج ۲ ص ۵۳)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی' اے اللہ! اسلام کو ابوجہل بن ہشام یا عمر سے غلبہ عطا فرما: پس صبح کو حضرت عمر اسلام لے آئے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۳)

(۵) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ہیں' تب حضرت ابوبکر نے کہا: اگر آپ نے یہ کہا ہے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سورج کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو عمر سے بہتر ہو۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۴)

(۶) محمد بن سیرین نے کہا: میں یہ گمان نہیں کرتا کہ جو شخص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تنقیص کرتا ہو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوگا۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۵)

(۷) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب (نبی) ہوتے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۶)

(۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں (خواب میں) جنت میں داخل ہوا تو میں نے سونے کا ایک محل دیکھا' میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے؟ تو (فرشتوں نے) کہا: یہ قریش کے ایک جوان کا (محل) ہے۔ میرا گمان تھا کہ وہ میں ہوں تو میں نے پوچھا: وہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: وہ عمر بن الخطاب ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۸۸' مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۷)

(۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا' پس پوچھا: اے بلال! تم نے کس سبب سے جنت میں مجھ پر سبقت کی؟ میں جب بھی (خواب میں) جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تمہارے چلنے کی آہٹ سنی' پس میں گزشتہ رات جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تمہارے چلنے کی آہٹ سنی اور میں ایک چوکور بلند سونے کے محل کے پاس گیا تو میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ (فرشتوں نے) کہا: عرب کے ایک مرد کا ہے۔ میں نے کہا: میں عربی ہوں یہ محل کس کا ہے؟ انہوں نے کہا: قریش کے ایک مرد کا ہے۔ میں نے کہا: میں قریشی ہوں یہ محل کس کا ہے؟ انہوں نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت کے ایک مرد کا ہے۔ میں نے کہا: میں محمد ہوں یہ محل کس کا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ عمر بن الخطاب کا ہے۔ حضرت بلال نے کہا: یارسول اللہ! میں جب بھی اذان دیتا ہوں تو دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور میں جب بھی بے وضو ہوتا ہوں تو اسی وقت وضو کر لیتا ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ کے لیے مجھ پر دو رکعت نماز ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان ہی باتوں کی وجہ سے (میں نے تمہیں اپنے آگے جنت میں دیکھا)۔

(سنن ترمذی: ۳۶۸۹' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۴)

(۱۰) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوہ میں نکلے' جب آپ واپس آئے تو ایک سیاہ فام عورت آئی' پس کہنے لگی یارسول اللہ! میں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو سلامتی کے ساتھ واپس لے آیا تو میں آپ کے سامنے

دف بجاؤں گی اور گاؤں گی' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے نذر مانی ہے تو دف بجاؤ ورنہ نہیں' پس وہ عورت دف بجانے لگی' سو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ دف بجاتی رہی' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور وہ دف بجاتی رہی' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور وہ دف بجاتی رہی' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو اس نے دف نیچے رکھا اور اس پر بیٹھ گئی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! تم سے شیطان ڈرتا ہے۔ میں بیٹھا ہوا تھا اور یہ دف بجا رہی تھی' پھر ابوبکر آئے اور یہ دف بجا رہی تھی' پھر علی آئے اور یہ دف بجا رہی تھی' پھر عثمان آئے اور یہ دف بجا رہی تھی' پھر اے عمر! تم آئے تو اس نے دف اپنے نیچے رکھ لیا۔ (سنن ترمذی: ٣٦٩٠' مسند احمد ج ٥ ص ٣٥٣' امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث صحیح غریب ہے۔)

(١١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے تو ہم نے شور اور بچوں کی آوازیں سنیں' پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تو ایک حبشی عورت رقص کر رہی تھی اور اس کے گرد بچے تھے۔ تو آپ نے فرمایا: اے عائشہ! آؤ پس دیکھو' پس میں آئی اور میں نے اپنا چہرہ رسول اللہ ﷺ کے کندھے پر رکھ دیا۔ پس میں رسول اللہ ﷺ کے کندھے اور سر کے درمیان سے دیکھنے لگی' رسول اللہ ﷺ پوچھ رہے تھے آیا تم سیر ہو گئیں؟ آیا تم سیر ہو گئیں؟ اور میں کہہ رہی تھی: نہیں! میں دیکھ رہی تھی کہ آپ کے نزدیک میرا کتنا مرتبہ ہے' پھر لوگ بھی رقص کرنے لگے' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں شیاطین جن اور انس کی طرف دیکھ رہا ہوں جو عمر کی طرف دیکھ کر بھاگ رہے ہیں' حضرت عائشہ نے بتایا' پھر میں لوٹ گئی۔

(سنن ترمذی: ٣٦٩١' امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے)

فائدہ

حدیث: ٣٦٩٠' پر یہ اعتراض ہے کہ وہ سیاہ فام عورت نبی ﷺ کے سامنے دف بجاتی رہی اور حضرت عمر آئے تو وہ دف کو اپنے نیچے رکھ کر بیٹھ گئی اور آپ نے فرمایا کہ اے عمر شیطان تم سے ڈرتا ہے۔ تو یہ کس طرح جائز ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے شیطانی کام ہوتا رہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے جائز خوشی کے موقع پر دف بجانا جائز ہے اور اس میں زیادہ اشتغال ممنوع ہے' تو جب تک وہ آپ کے سامنے دف بجا رہی تھی وہ اباحت کی حد میں تھا اور جب وہ اباحت کی حد سے متجاوز ہوئی تو یہی وہ وقت تھا جب حضرت عمر آئے اور اس نے دف اپنے نیچے رکھا تو آپ نے فرمایا: اے عمر! شیطان تم سے ڈرتا ہے' نیز اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے دف بجانے کی اجازت کا ذکر ہے گانے کی اجازت کا ذکر نہیں ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ اجنبی عورت کا مردوں میں گانا یا اس کی آواز سننا جائز نہیں ہے۔

اور حدیث: ٣٦٩١' پر یہ اعتراض ہے کہ وہ حبشی عورت رقص کر رہی تھی اور نبی ﷺ دیکھ رہے تھے حالانکہ اجنبی عورت کو دیکھنا جائز نہیں ہے' پھر بعد میں لوگ بھی اس کے ساتھ رقص میں شامل ہو گئے اور یہ بھی جائز نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث حجاب کے احکام نازل ہونے کے زمانہ سے پہلے پر اور لہو ولعب کی ممانعت سے پہلے پر محمول ہے۔ بہرحال اب اجنبی عورت کا رقص دیکھنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح اجنبی عورتوں اور مردوں کا باہم مل کر رقص کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

(١٢) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی' پھر ابوبکر سے' پھر عمر سے پھر میں اہل بقیع کے پاس آؤں گا تو ان کا میرے ساتھ حشر ہوگا' پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا حتیٰ کہ حرمین کے درمیان میرا حشر ہوگا۔ (سنن ترمذی: ٣٦٩٢)

(١٣) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے پس کہا:

اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بے شک آسمان والے حضرت عمر کے اسلام لانے سے خوش ہو رہے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ١٠٣)

(١٤) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حق (تعالیٰ) سب سے پہلے جس سے مصافحہ کرے گا وہ عمر ہیں' اور سب سے پہلے جس کو سلام کرے گا' اور سب سے پہلے جس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کرے گا۔ (یعنی اپنی شان کے مطابق۔ سعیدی غفرلہ) (سنن ابن ماجہ: ١٠٤)

(١٥) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل (حضرت) ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ١٠٦)

(١٦) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اس کو بعید نہیں سمجھتے تھے کہ حضرت عمر کی زبان پر وحی الٰہی کلام کرتی ہے۔

(دلائل النبوۃ بیہقی ج ٦ ص ٣٦٩' شرح السنۃ: ٣٨٧٧)

(١٧) امام عبدالمالک بن ہشام المعافری المتوفی ٢١٣ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ مجھ تک جو خبر پہنچی ہے اس کے مطابق حضرت عمر کے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت عمر کی بہن فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہا حضرت سعید بن زید کے نکاح میں تھیں وہ اسلام لا چکی تھیں' اور ان کے شوہر سعید بن زید بھی مسلمان ہو چکے تھے اور وہ دونوں اپنے اسلام کو حضرت عمر سے مخفی رکھتے تھے۔ بنو عدی کے ایک شخص نعیم بن عبداللہ بھی مسلمان ہو چکے تھے اور وہ بھی اپنی قوم کے خوف سے اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے' اور حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ قرآن مجید پڑھانے کے لیے حضرت فاطمہ بنت الخطاب کے گھر جایا کرتے تھے' ایک دن حضرت عمر تلوار حمائل کیے ہوئے (العیاذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو قتل کرنے کے ارادہ سے گھر سے نکلے اور حضرت عمر کو یہ بتایا گیا تھا کہ وہ سب صفا پہاڑ کے پاس ایک گھر میں ہیں اور اس وقت مسلمان مردوں اور عورتوں کی تعداد چالیس کے قریب تھی اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے عم محترم سیدنا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب' حضرت ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اور دیگر مسلمان تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ میں ہی مقیم تھے اور حبشہ نہیں گئے تھے۔ جب حضرت عمر سے حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ملے تو ان سے پوچھا: اے عمر! تم کہاں جا رہے ہو؟ حضرت عمر نے کہا: میں نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارادہ کیا ہے جو دین بدلنے والے ہیں' جنہوں نے قریش میں پھوٹ ڈال دی ہے اور ان کے نوجوان اور کم عقل لڑکوں کو بہکایا ہے' ان کے دین کی مذمت کی ہے اور ان کے خداؤں کو برا کہا ہے' سو میں ان کو قتل کروں گا۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمر! تم دھوکے میں مبتلا ہو' کیا تم سمجھتے ہو کہ بنو عبد مناف تم کو زمین پر چلنے کے لیے چھوڑ دیں گے اور تم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کر چکے ہو گے! تم اپنے گھر کی خبر کیوں نہیں لیتے! حضرت عمر نے کہا: میرے گھر کو کیا ہوا ہے؟ حضرت نعیم نے کہا: تمہارے بہنوئی اور تمہارے عم زاد سعید بن زید اور تمہاری بہن فاطمہ بنت الخطاب' خدا کی قسم! دونوں مسلمان ہو چکے ہیں اور وہ دونوں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دین کی پیروی کرتے ہیں تو پہلے ان سے نمٹو' حضرت عمر اپنی بہن اور بہنوئی کا قصد کر کے واپس ہوئے' اس وقت ان کے پاس حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں لکھا تھا: طٰہٰ' وہ ان کو وہ صحیفہ پڑھا رہے تھے' جب ان دونوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آہٹ سنی تو انہوں نے حضرت خباب کو گھر میں کہیں چھپا دیا اور حضرت فاطمہ بنت الخطاب نے وہ صحیفہ بھی چھپا دیا۔ حضرت عمر نے حضرت خباب کے قرآن پڑھانے کی آواز سن لی تھی۔ جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو پوچھا: یہ کیسی آواز تھی' ان دونوں نے کہا: ہم نے تو کوئی آواز نہیں

سنی' حضرت عمر نے کہا: کیوں نہیں' خدا کی قسم! مجھے اطلاع مل چکی ہے کہ تم دونوں (سیدنا) محمد (ﷺ) کے دین کی پیروی کر رہے ہو' پھر انہوں نے اپنے بہنوئی حضرت سعید بن زید کے ایک تھپڑ مارا' ان کی بہن اپنے شوہر کو بچانے کے لیے کھڑی ہوئی تو اس کو بھی مارا' اور ان کا سر پھاڑ دیا' جب انہوں نے بہت مارا تو ان کی بہن اور بہنوئی نے کہا: ہاں! ہم مسلمان ہو چکے ہیں' ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے ہیں' اب جو تمہارے جی میں آئے کرو' جب حضرت عمر نے اپنی بہن کا خون ابلتے ہوئے دیکھا تو ان کو اپنے مارنے پر ندامت ہوئی اور وہ مارنے سے رک گئے اور اپنی بہن سے کہا: اچھا! مجھے اپنا وہ صحیفہ دکھاؤ جس کو تم ابھی پڑھ رہے تھے۔ میں بھی دیکھوں (سیدنا) محمد (ﷺ) کیا پیغام لے کر آئے ہیں اور حضرت عمر پڑھے لکھے انسان تھے' جب حضرت عمر نے یہ کہا: تو ان کی بہن نے کہا: ہمیں خطرہ ہے کہ تم اس صحیفہ کی توہین نہ کرو' حضرت عمر نے کہا: تم مجھ سے مت ڈرو اور اپنے بتوں کی قسم کھا کر کہا: وہ اس صحیفہ کو واپس کر دیں گے۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ٤٣٥' سنن کبریٰ ج ١ ص ٨٨) جب حضرت عمر نے یہ کہا تو ان کی بہن کو امید ہوئی کہ شاید وہ اسلام لے آئیں۔ انہوں نے کہا: اے بھائی! تم ناپاک ہو اور مشرک ہو اور قرآن مجید کو پاک شخص کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا' حضرت عمر نے غسل کیا اور ان کی بہن نے ان کو صحیفہ دے دیا جس میں لکھا ہوا تھا' طٰہٰ' جب انہوں نے اس کی ابتدائی آیات پڑھیں تو انہوں نے کہا: یہ کس قدر حسین اور عظیم کلام ہے۔ جب حضرت خباب نے حضرت عمر کا یہ قول سنا تو وہ اپنی چھپی ہوئی جگہ سے باہر آ گئے اور انہوں نے کہا: اے عمر! اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا تیرے حق میں خصوصیت کے ساتھ قبول کر لی ہے کیونکہ میں نے آپ کو یوں دعا کرتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ! اسلام کی ابو الحکم بن ہشام سے تائید فرما یا عمر بن الخطاب سے (سنن الترمذی: ٣٦٨١' الطبقات الکبریٰ ج ٣ ص ٢٦٧' مسند احمد ج ٢ ص ٩٥' صحیح ابن حبان: ٦٨٨١' المستدرک ج ٣ ص ٨٢' دلائل النبوۃ ج ٢ ص ٢١٥) اس وقت حضرت عمر نے کہا: اے خباب (سیدنا) محمد (ﷺ) کی طرف میری رہنمائی کرو تاکہ میں اسلام لاؤں۔ حضرت خباب نے کہا: وہ پہاڑ صفا کے پاس ایک گھر میں ہیں اور ان کے ساتھ ان کے اصحاب بھی ہیں۔ حضرت عمر نے اپنی تلوار لٹکائی اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کی طرف چل پڑے اور جا کر ان کا دروازہ کھٹکھٹایا' جب انہوں نے دستک کی آواز سنی تو اصحاب میں سے کسی نے اٹھ کر دروازہ کی جھری میں سے جھانک کر دیکھا اور گھبرا کر کہا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو عمر ہے' وہ تلوار لٹکائے ہوئے آیا ہے۔ حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کو آنے دو' اگر وہ کسی نیکی کے ارادہ سے آیا تو ہم اس کو خوش آمدید کہیں گے اور اگر وہ کسی برائی کے ارادہ سے آیا تو ہم اس کو اسی کی تلوار سے قتل کر دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو آنے کی اجازت دو' پھر اس نے اجازت دے دی۔ رسول اللہ ﷺ اپنا تہبند سنبھالتے ہوئے کھڑے ہوئے' پھر حضرت عمر کو اپنی طرف زور سے کھینچا اور فرمایا: اے عمر! تم کس لیے آئے ہو؟ پس اللہ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے حتیٰ کہ اللہ تم پر کوئی سخت عذاب بھیج دے۔ حضرت عمر نے کہا: میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں تاکہ میں اللہ پر' اس کے رسول پر اور اللہ کے پاس سے لائی ہوئی چیزوں پر ایمان لاؤں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے بہ آواز بلند فرمایا: اللہ اکبر' حتیٰ کہ گھر میں موجود تمام اصحاب نے جان لیا کہ عمر اسلام لے آئے ہیں۔

امام ابن ہشام لکھتے ہیں: امام ابن اسحاق نے حضرت عمر کے اسلام لانے کا دوسرا واقعہ یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے کہا: میں اسلام سے بہت دور تھا' میں زمانہ جاہلیت میں شراب پیتا تھا' ہماری ایک مجلس تھی جس میں ہمارے دوست احباب جمع ہوتے تھے اور شراب پیتے تھے' میں ایک دن وہاں گیا تو مجھے وہاں پر کوئی نہیں ملا' میں نے سوچا کہ میں فلاں شراب فروخت کرنے والے کے پاس

جاؤں تو اس سے شراب لے کر پیوں۔ میں اس کے پاس گیا تو مجھے وہ ملا نہیں' پھر میں نے سوچا کہ میں کعبہ میں چلا جاؤں اور اس کے سات طواف کر لوں' پھر میں مسجد میں پہنچا تا کہ میں کعبہ کا طواف کروں۔ اچانک میں نے دیکھا کہ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں' جب آپ نماز پڑھتے تو شام (بیت المقدس) کی طرف منہ پھیرتے تھے اور کعبہ کو اپنے اور شام کے درمیان کر لیتے تھے اور حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان نماز پڑھتے تھے' جب میں نے آپ کو دیکھا تو سوچا کہ دیکھوں تو سہی یہ نماز میں کیا پڑھتے ہیں۔ میں آپ کے قریب ہو گیا (علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ شریح بن عبید کی روایت میں ہے: اس وقت آپ سورۃ الحاقہ پڑھ رہے تھے) مجھے قرآن مجید کے الفاظ کی ترتیب سے بہت تعجب ہوا' میں نے دل میں کہا: خدا کی قسم! یہ ضرور شاعر ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: ''اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍO وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَO'' (الحاقہ: ٤١-٤٠) بے شک یہ قرآن بزرگ رسول کا قول ہےO یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے' تم بہت کم یقین کرتے ہوO پھر میں نے سوچا کہ یہ کاہن ہیں ان کو میرے دل کی بات کا پتا چل گیا ہے' پھر آپ نے یہ آیتیں پڑھیں ''وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَO تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَO (الحاقہ: ٤٣-٤٢) اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے' تم بہت کم نصیحت حاصل کر رہے ہوO یہ تو رب العالمین کا نازل کردہ ہےO (پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخیر تک سورہ الحاقہ پڑھی) حضرت عمر نے کہا: جب میں نے قرآن سنا تو میرا دل نرم ہو گیا' میں آبدیدہ ہو گیا اور میرے دل میں اسلام داخل ہو گیا' میں اسی جگہ کھڑا رہا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ کر واپس چلے گئے اور اپنے مقررہ راستے سے گزرتے ہوئے اپنے گھر جانے لگے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے آپ کا پیچھا کیا حتیٰ کہ جب آپ دار عباس اور دار ازھر میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری آہٹ سن لی اور مجھے پہچان لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ گمان کیا کہ میں نے آپ کو ضرر پہنچانے کے لیے آپ کا پیچھا کیا ہے' آپ نے پوچھا: اے ابن الخطاب! اس وقت کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا: میں اس لیے آیا ہوں کہ اللہ پر ایمان لاؤں اور اس کے رسول پر اور اس پر جو اللہ کی طرف سے آیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی حمد کی اور فرمایا: اے عمر! بے شک تمہیں اللہ نے ہدایت دے دی' پھر آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا کی' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے چلا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر تشریف لے گئے۔ امام ابن اسحاق نے کہا: اللہ ہی کو علم ہے کہ کون سا واقعہ درست ہے۔

(السیرۃ النبویہ ج ١ ص ٣٨٥-٣٨١' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٥ھ' انسان العیون ج ٢ ص ١٢٦-١٢٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ' دلائل النبوۃ ج ٢ ص ٥' الطبقات الکبریٰ ج ٩ ص ١٤١' الاستیعاب رقم: ١٨٩٩' اسد الغابہ رقم: ٣٨٣٠' الاصابہ رقم: ٥٧٥٢' سبل الھدی والرشاد ج ٢ ص ٣٧٣-٣٧٠' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٤ھ)

* ہم نے ان دونوں حدیثوں کو اپنی تفسیر میں سورہ طٰہٰ کے مقدمہ میں بھی لکھا ہے: دیکھئے تبیان القرآن ج ٧ ص ٣٢٦-٣٢٤)

(١٨) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ مرد میری امت میں سے جنت کے سب سے بلند درجہ میں ہو گا۔ حضرت ابو سعید نے کہا: اللہ کی قسم! ہم صرف یہ گمان کرتے تھے کہ اس سے مراد حضرت عمر بن الخطاب ہیں حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی۔ (یعنی انبیاء علیہم السلام اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے بلند درجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہو گا۔ سعیدی غفرلہ)

(سنن ابن ماجہ: ٤٠٧٧)

(١٩) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو قریش کو ان کے اسلام لانے کی خبر نہیں تھی' تو حضرت عمر نے لوگوں سے پوچھا کہ اہل مکہ میں کون سب سے زیادہ خبر کو پھیلانے والا ہے' تو لوگوں نے بتایا وہ جمیل بن معمر

اُنجی ہے۔حضرت عمر اس کے پاس گئے اور میں بھی ان کے پیچھے جا رہا تھا اور میں جو کچھ دیکھ رہا تھا اس کو سن اور سمجھ رہا تھا۔ حضرت عمر اس کے پاس گئے اور کہا: اے جمیل! میں اسلام لا چکا ہوں۔جمیل نے کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ مسجد (حرام) میں جا کر کھڑا ہو گیا اور بہ آواز بلند کہا: اے قریش کی جماعت! بے شک خطاب کے بیٹے نے دین بدل لیا ہے۔حضرت عمر نے کہا: یہ جھوٹ بول رہا ہے لیکن میں اسلام لا چکا ہوں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لا چکا ہوں اور اس کے رسول کی تصدیق کر چکا ہوں' پس وہ سب حضرت عمر پر پل پڑے' حضرت عمر نے ان سے قتال کیا حتیٰ کہ سورج ان کے سروں پر آ گیا' حتیٰ کہ حضرت عمر تھک کر بیٹھ گئے' پس وہ سب حضرت عمر کے سر پر کھڑے ہو گئے' حضرت عمر نے کہا: جو تمہارے دل میں آئے کرو' وہ اسی حال میں کھڑے ہوئے تھے کہ ایک مرد ریشمی حلہ اور کناروں پر کام والی قمیص پہنے ہوئے آیا' پس اس نے پوچھا: کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا: خطاب کے بیٹے نے دین بدل لیا ہے۔اس مرد نے کہا: چھوڑو اس مرد نے اپنے لیے ایک دین کو اختیار کر لیا ہے' کیا تمہارا گمان ہے کہ بنو عدی اپنا ساتھی تمہارے حوالے کر دیں گے؟ پھر اس شخص نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا' پھر میں نے بعد میں حضرت عمر سے مدینہ میں پوچھا: وہ مرد کون تھا جس نے اس دن آپ کو لوگوں سے بچایا تھا؟ حضرت عمر نے کہا: اے میرے بیٹے! وہ عاص بن وائل تھا۔(صحیح ابن حبان: ٦٨٧٩' امام ابن حبان نے کہا: اس حدیث کی سند قوی ہے۔)

(٢٠) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔آپ نے پوچھا: تمہارے یہ کپڑے نئے ہیں یا دھلے ہوئے ہیں؟ حضرت عمر نے کہا: بلکہ نئے ہیں۔تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نئے کپڑے پہنو اور ستودہ صفات زندگی گزارو اور شہادت پاؤ' امام عبد الرزاق نے از اسماعیل بن ابی خالد یہ اضافہ کیا ہے: اور اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا اور آخرت میں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمائے۔

(صحیح ابن حبان: ٦٨٩٧' امام ابن حبان نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے)

(٢١) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اہل جنت میں سے ہیں۔

(صحیح ابن حبان: ٦٨٨٤' امام ابن حبان نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے۔)

(٢٢) حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابولؤلؤ فیروز حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور وہ چکیاں بناتا تھا اور حضرت مغیرہ ہر روز اس سے چار درہم خراج لیتے تھے' پس ابولؤلؤ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! مغیرہ مجھ سے زیادہ خراج لیتے ہیں' آپ ان سے کہیں کہ وہ کم خراج لیں' حضرت عمر نے اس سے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے مولیٰ سے حسن سلوک کرو' تو وہ غلام غضب میں آ گیا اور کہنے لگا: آپ میرے علاوہ سب لوگوں کے ساتھ عدل کرتے ہیں اور دل میں ان کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا' اور دو دھاری خنجر کو زہر آلود کر لیا' پھر اس نے ہرمزان کو وہ خنجر دکھایا اور اس سے پوچھا: یہ کیسا ہے؟ اس نے کہا: تم جس کو بھی یہ خنجر مارو گے اس کو قتل کر دو گے۔ابولؤلؤ حضرت عمر کی گھات میں رہا' پس وہ صبح کی نماز میں ان کے پاس پہنچ گیا حتیٰ کہ حضرت عمر کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔جب نماز کی اقامت کہی جاتی تو حضرت عمر کہتے تھے: اپنی اپنی صفیں قائم کر لو' پس جب حضرت عمر نے اللہ اکبر کہا تو ابولؤلؤ نے ان کے کندھے پر خنجر مار کر ان کی کوکھ سے نکالا' حضرت عمر گر گئے اور وہ تیرہ نمازیوں کو خنجر سے زخمی کرتا ہوا نکل بھاگا جن میں سے سات شہید ہو گئے' حضرت عمر کو اٹھا کر ان کے گھر پہنچایا گیا' لوگوں میں چیخ و پکار ہو گئی حتیٰ کہ سورج طلوع ہونے کے قریب تھا تو حضرت عبد الرحمان بن عوف نے لوگوں کو پکار کر کہا: اے لوگو! صلاۃ' صلاۃ' پھر لوگ گھبرا کر نماز کی طرف آئے' حضرت عبد الرحمان بن عوف نے آگے بڑھ کر دو چھوٹی چھوٹی سورتوں کے ساتھ نماز

پڑھائی' نماز کے بعد لوگ حضرت عمر کی طرف گئے' حضرت عمر نے مشروب منگوایا تا کہ زخم کا اندازہ کریں' پس نبیذ منگوایا' انہوں نے اس کو پیا تو وہ ان کے زخم سے نکل گیا اور یہ پتا نہیں چلا کہ وہ نبیذ ہے یا خون ہے' پھر انہوں نے دودھ منگوا کر پیا تو وہ بھی ان کے زخم سے نکل گیا' لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ حضرت عمر نے کہا: اگر قتل خطرہ ہے تو میں قتل کیا جا چکا ہوں' پھر لوگ حضرت عمر کی تعریف اور تحسین کرنے لگے' اور کہنے لگے: اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کو نیک جزا عطا فرمائے آپ ایسے تھے اور آپ ایسے تھے' پھر وہ لوگ چلے گئے اور دوسرے لوگ آ گئے اور وہ ان کی تحسین کرنے لگے' پس حضرت عمر نے کہا: تم جو تحسین کر رہے ہو اللہ کی قسم! میری خواہش ہے کہ یہ سب برابر برابر ہو جائے' نہ مجھے سزا ملے اور نہ مجھے اجر ملے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میری مصاحبت سلامت رہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کے سرہانے کھڑے ہوئے تھے' انہوں نے کہا: نہیں اللہ کی قسم! آپ کا معاملہ برابر سرابر نہیں ہوگا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے' آپ نے ان کی مصاحبت کی اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض کی گئی وہ آپ سے راضی تھے' پھر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ کی مصاحبت کی' آپ ان کے احکام جاری کرتے تھے اور آپ ان کے حامی اور ناصر تھے' اے امیر المؤمنین! پھر آپ کو حاکم بنایا گیا' سو آپ نے بہترین حکومت کی' پھر حضرت عمر کو حضرت ابن عباس کی باتوں سے راحت ملی' تو انہوں نے کہا: اے ابن عباس! اپنی باتوں کو دہراؤ' تو حضرت ابن عباس نے اپنی باتیں دہرائیں' پس حضرت عمر نے کہا: سنو! خدا کی قسم! جیسا تم کہتے ہو تو اگر میرے پاس روئے زمین کے برابر (بھی) سونا ہوتا تو میں اس دن کے خوف سے بچنے کے لیے اس کو فدیہ میں دے دیتا اور میں نے چھ (٦) مسلمانوں پر مشتمل مجلس شوریٰ بنا دی ہے: (١) حضرت عثمان (٢) حضرت علی بن ابی طالب (٣) حضرت طلحہ بن عبیداللہ (٤) حضرت زبیر بن العوام (٥) حضرت عبدالرحمان بن عوف (٦) حضرت سعد بن ابی وقاص' رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان میں داخل نہیں تھے لیکن ان کو ان کا مشیر بنا دیا اور ان میں اہم تین تھے اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا' ان سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رضوان نازل ہو۔

(صحیح ابن حبان: ٦٩٠٥)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پانچ سو انتالیس (٥٣٩) احادیث مروی ہیں جن میں سے امام بخاری اور امام مسلم دس (١٠) احادیث پر متفق ہیں۔ امام بخاری نو (٩) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم پندرہ (١٥) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ٢ ص ٣٣٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٤ھ)

٧- بَابُ مَنَاقِبِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَبِيْ عَمْرٍو الْقُرَشِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عثمان بن عفان ابی عمرو القرشی رضی اللہ عنہ کے مناقب

حضرت عثمان کا پورا نام اس طرح ہے: عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف' ان کا نسب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کے ساتھ عبد مناف میں جمع ہو جاتا ہے اور ان کی کنیت ابو عمرو ہے۔ اس پر اتفاق ہے اور اس میں یہ دو قول بھی ہیں: (١) ابو عبداللہ (٢) ابو یعلیٰ۔ الزہری نے کہا: ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے' یہ ان کے اس بیٹے کے نام پر ہے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کی زوجہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عطا فرمایا تھا اور مشہور ہے کہ ان کا لقب ذوالنورین ہے کیونکہ ان کے علاوہ اور کسی

کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا کہ اس کے عقد نکاح میں نبی ﷺ کی دو صاحب زادیاں ہوں۔ ان کی والدہ کا نام اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف ہے اور نانی کا نام ام حکیم البیضاء بنت عبد المطلب ہے جو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٧٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت عثمان کے بعض نجی احوال اور ان کی شہادت کا سبب

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جو صاحب زادے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے تھے' ان کا نام حضرت عبد اللہ تھا' وہ چھ سال کی عمر میں فوت ہو گئے تھے۔ امام ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ ان کی وفات چار (٤) ہجری میں ہوئی تھی اور ان کی والدہ حضرت رقیہ اس سے دو سال پہلے فوت ہو گئی تھیں۔

حضرت عثمان بہت مال دار تھے اور وہ اپنا اکثر مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے۔ وہ خلیفہ ثالث تھے' رشتہ داروں پر خرچ کرنے میں ان کی مثال بیان کی جاتی تھی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کی شہادت کا یہ سبب بیان کیا ہے کہ شہروں کے حکام ان کے رشتہ دار تھے' پورے شام میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حکمران تھے' بصرہ میں سعید بن ابی العاص تھے' مصر میں عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح تھے' خراسان میں عبد اللہ بن عامر تھے۔ جب ان شہروں سے لوگ حج کے لیے آتے تو وہ اپنے حاکم کی شکایت کرتے تھے' حضرت عثمان نرم مزاج' کثیر الاحسان اور بہت متحمل تھے' وہ بعض حکام کو تبدیل کر دیتے اور شکایت کرنے والوں کو راضی کر دیتے تھے' حتیٰ کہ مصر کے لوگوں نے عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کی شکایت کی۔ حضرت عثمان نے ان کو معزول کر دیا اور یہ حکم لکھ دیا کہ ان کی جگہ محمد بن ابو بکر صدیق کو حاکم مقرر کر دیا جائے' وہ لوگ اس سے راضی ہو گئے' ابھی وہ راستہ میں تھے کہ انہوں نے اونٹنی پر ایک سوار کو جاتے ہوئے دیکھا' تفتیش سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت عثمان کا بھیجا ہوا ہے اور اس کے پاس سے حضرت عثمان کی طرف سے یہ مکتوب برآمد ہوا کہ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو ان کے عہدہ پر بحال رکھا جائے۔ ان لوگوں نے اس خط پر قبضہ کر لیا اور دوبارہ مدینہ پہنچے اور اس سلسلہ میں حضرت عثمان سے بات کی' حضرت عثمان نے حلف اٹھا کر کہا: انہوں نے یہ خط لکھا ہے نہ اس کے لکھنے کا حکم دیا ہے۔ ان لوگوں نے مطالبہ کیا کہ آپ اپنے کاتب مروان کو ہمارے حوالے کریں۔ حضرت عثمان کو یہ خطرہ تھا کہ یہ لوگ مروان کو قتل کر دیں گے' پس وہ لوگ غضب ناک ہو گئے اور انہوں نے حضرت عثمان کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ صحابہ کی ایک جماعت حضرت عثمان کی حمایت میں کھڑی ہوئی لیکن حضرت عثمان نے ان کو قتال کرنے سے منع کر دیا' حتیٰ کہ ان لوگوں نے حضرت عثمان کے گھر میں داخل ہو کر ان کو شہید کر دیا۔ صحابہ پر یہ امر بہت شاق گزرا' پھر فتنہ کا دروازہ کھل گیا اور جو نہ ہونا تھا وہ ہو گیا۔ (فتح المنعم ج ٩ ص ٣٢٠۔٣١٩' دارالشروق' القاہرہ' ١٤٢٩ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّحْفِرُ بِئْرَ رُوْمَةَ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَحَفَرَهَا عُثْمَانُ وَقَالَ مَنْ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَجَهَّزَهُ عُثْمَانُ.

اور نبی ﷺ نے فرمایا: جو رومۃ کا کنواں کھودے گا تو اس کو جنت ملے گی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو کھودا تھا اور آپ نے فرمایا: جس نے تنگی کے لشکر میں سامان مہیا کیا تو اس کے لیے جنت ہے' پس حضرت عثمان نے اس کا سامان مہیا کیا۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ٢٧٧٨' میں گزر چکی ہے اور وہاں اس کی مفصل شرح کی جا چکی ہے۔

حضرت عثمان نے کنواں کھودا نہیں تھا وہ کھودنے کا سبب تھے' انہوں نے اس زمین کو خریدا تھا۔ حافظ ابن عبد البر نے الاستیعاب

میں لکھا ہے کہ انہوں نے یہ کنواں بیس ہزار میں خریدا تھا اور امام نسائی کی روایت میں ہے' انہوں نے یہ کنواں بیس ہزار یا پچیس ہزار میں خریدا تھا۔ (السنن الکبریٰ: ۴۳۹۱) اور امام بغوی نے روایت کی ہے کہ انہوں نے یہ کنواں پینتیس ہزار (۳۵۰۰۰) درہم میں خریدا تھا۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۴۲' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

حضرت عثمان نے اس لشکر کے لیے نوسو پچاس (۹۵۰) اونٹ اور پچاس گھوڑے فراہم کیے اور نبی ﷺ کی خدمت میں ایک ہزار دینار پیش کیے۔ (الکوکب الدراری للکرمانی ج ۱۴ ص ۲۲۹' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۱ھ)

٣٦٩٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا وَّأَمَرَنِيْ بِحِفْظِ بَابِ الْحَائِطِ فَجَاءَ رَجُلٌ يَّسْتَأْذِنُ فَقَالَ اِئْذَنْ لَّهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَإِذَا أَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ اِئْذَنْ لَّهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَإِذَا عُمَرُ ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ يَسْتَأْذِنُ فَسَكَتَ هُنَيْهَةً ثُمَّ قَالَ اِئْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى سَتُصِيبُهُ فَإِذَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ قَالَ حَمَّادٌ وَّحَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ وَعَلِيُّ بْنُ الْحَكَمِ سَمِعَا أَبَا عُثْمَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مُوسٰى بِنَحْوِهِ وَزَادَ فِيْهِ عَاصِمٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ قَاعِدًا فِيْ مَكَانٍ فِيْهِ مَاءٌ قَدِ انْكَشَفَ عَنْ رُكْبَتَيْهِ أَوْ رُكْبَتِهِ فَلَمَّا دَخَلَ عُثْمَانُ غَطَّاهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی عثمان از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھے باغ کے دروازہ کی حفاظت کا حکم دیا' پس ایک شخص آیا اور وہ اجازت طلب کر رہا تھا' آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دو اور جنت کی بشارت دو' پس وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے' پھر ایک اور شخص آیا اور وہ اجازت طلب کر رہا تھا' آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دو اور جنت کی بشارت دو' پس وہ حضرت عمر تھے' پھر ایک اور شخص آیا اور وہ اجازت طلب کر رہا تھا' آپ کچھ دیر خاموش رہے' پھر فرمایا: اس کو اجازت دو اور جنت کی بشارت دو' ان مصائب کے ساتھ جو اس کو عنقریب پہنچیں گے۔ پس وہ حضرت عثمان بن عفان تھے۔ حماد نے کہا: اور ہمیں عاصم احول نے اور علی بن الحکم نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے ابوعثمان سے سنا' وہ حضرت ابوموسیٰ سے اسی کی مثل حدیث بیان کرتے ہیں اور عاصم نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ نبی ﷺ ایسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے جس میں پانی تھا' اور آپ نے اپنے دونوں گھٹنوں سے یا ایک گھٹنے سے کپڑا ہٹایا ہوا تھا' پس جب حضرت عثمان داخل ہوئے تو آپ نے ان کو ڈھانپ لیا۔

بعض راویوں نے اس حدیث کی اس طرح روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ اپنے گھر میں اپنی ران کھولے ہوئے بیٹھے تھے۔ پس ابوبکر بیٹھ گئے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور آپ اسی حالت میں تھے' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو نبی ﷺ نے اپنی ران کو ڈھانپ لیا' آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: عثمان بہت حیاء والا مرد ہے' اگر وہ مجھ سے اس حال میں ملتا تو وہ اپنی ضرورت نہیں بیان کر سکتا تھا۔ (صحیح مسلم: ۲۴۰۲) نیز حضرت عثمان سے حیاء کرنا زیادہ لائق تھا کیونکہ وہ آپ کے داماد تھے اور بیٹی کا شوہر بیٹی کے باپ سے بہت زیادہ حیاء کرتا ہے' اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مذی کا حکم خود نہیں پوچھا تھا بلکہ پوچھنے کے لیے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔

(عمدة القاری ج ١٦ ص ٢٨٠)

میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے یہ واقعہ اس سے پہلے کا ہو جب آپ نے گھٹنے یا ران کو شرم گاہ قرار دیا تھا۔
باقی متن میں جو حدیث ذکر ہے اس کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٧٤' میں گزر چکی ہے۔
امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عثمان کے لیے جنت کی بشارت کا ذکر ہے۔

٣٦٩٦- حَدَّثَنِی اَحْمَدُ بْنُ شَبِیْبٍ قَالَ حَدَّثَنِی اَبِی عَنْ یُوْنُسَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِی عُرْوَةُ اَنَّ عُبَیْدَ اللّٰهِ بْنَ عَدِیِّ بْنِ الْخِیَارِ اَخْبَرَهُ اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ یَغُوْثَ قَالَا مَا یَمْنَعُكَ اَنْ تُكَلِّمَ عُثْمَانَ لِاَخِیْهِ الْوَلِیْدِ فَقَدْ اَكْثَرَ النَّاسُ فِیْهِ فَقَصَدْتُّ لِعُثْمَانَ حَتّٰی خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوةِ قُلْتُ اِنَّ لِیْ اِلَیْكَ حَاجَةً وَّهِیَ نَصِیْحَةٌ لَّكَ قَالَ یٰاَیُّهَا الْمَرْءُ مِنْكَ قَالَ مَعْمَرٌ اُرَاهُ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ فَانْصَرَفْتُ فَرَجَعْتُ اِلَیْهِمْ اِذْ جَاءَ رَسُوْلُ عُثْمَانَ فَاَتَیْتُهٗ فَقَالَ مَا نَصِیْحَتُكَ فَقُلْتُ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَیْهِ الْكِتَابَ وَكُنْتَ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَهَاجَرْتَ الْهِجْرَتَیْنِ وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَیْتَ هَدْیَهٗ وَقَدْ اَكْثَرَ النَّاسُ فِیْ شَاْنِ الْوَلِیْدِ قَالَ اَدْرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لَا وَلٰكِنْ خَلَصَ اِلَیَّ مِنْ عِلْمِهٖ مَا یَخْلُصُ اِلَی الْعَذْرَاءِ فِیْ سِتْرِهَا قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ فَكُنْتُ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اٰمَنْتُ بِمَا بُعِثَ بِهٖ وَهَاجَرْتُ الْهِجْرَتَیْنِ كَمَا قُلْتَ وَصَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَبَایَعْتُهٗ فَوَاللّٰهِ مَا عَصَیْتُهٗ وَلَا غَشَشْتُهٗ حَتّٰی تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اَبُوْبَكْرٍ مِّثْلُهٗ ثُمَّ عُمَرُ مِثْلُهٗ ثُمَّ اسْتُخْلِفْتُ اَفَلَیْسَ لِیْ مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِیْ لَهُمْ قُلْتُ بَلٰی قَالَ فَمَا هٰذِهِ الْاَحَادِیْثُ الَّتِیْ تَبْلُغُنِیْ عَنْكُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن شبیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از یونس' ابن شہاب نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ عبید اللہ بن عدی بن الخیار نے ان کو خبر دی' کہ حضرت المسور بن مخرمہ اور عبد الرحمان بن الاسود بن عبد یغوث' ان دونوں نے کہا: تمہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کے بھائی ولید کے متعلق بات کرنے سے کیا چیز مانع ہے کیونکہ لوگ اس کی بہت شکایتیں کرتے ہیں' پس میں نے حضرت عثمان سے بات کرنے کا قصد کیا حتیٰ کہ وہ نماز کی طرف نکلے' میں نے کہا: مجھے آپ سے ایک کام ہے اور اس میں آپ کی خیر خواہی ہی ہے۔ حضرت عثمان نے کہا: اے مرد! تم سے' معمر نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے کہا: میں تم سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں' پس میں واپس آ گیا' اور ان لوگوں کی طرف گیا (جنہوں نے بھیجا تھا)' اتنے میں حضرت عثمان کا قاصد (بلانے) آیا' پس میں ان کے پاس گیا' انہوں نے پوچھا: وہ تمہاری خیر خواہی کیا ہے؟ پس میں نے کہا: بے شک اللہ سبحانہ نے (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا' اور آپ پر کتاب نازل فرمائی اور آپ (بھی) ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا' پس آپ نے دو ہجرتیں کیں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت کی' اور آپ نے ان کی سیرت کو دیکھا' اور اب لوگوں نے ولید (گورنر کوفہ) کے متعلق بہت شکایتیں کی ہیں' حضرت عثمان نے پوچھا: کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا تھا؟ میں نے کہا: نہیں لیکن مجھ تک (آپ کی احادیث کا) وہ علم پہنچ گیا ہے جو کنواری لڑکی تک اس کے پردے میں پہنچ چکا ہے۔ حضرت عثمان نے کہا: حمد و صلوٰۃ کے بعد' سنو! بے شک اللہ تعالیٰ

أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ شَأْنِ الْوَلِيدِ فَسَنَأْخُذُ فِيهِ بِالْحَقِّ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ دَعَا عَلِيًّا فَأَمَرَهُ أَنْ يَجْلِدَهُ فَجَلَدَهُ ثَمَانِينَ.

[اطراف الحدیث: ۳۸۷۲۔ ۳۹۲۷] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

نے (سیدنا) محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا' پس میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت کو قبول کیا' اور آپ کو جس دین کے ساتھ بھیجا میں اس پر ایمان لایا اور جیسا کہ تم نے کہا ہے میں نے دو ہجرتیں کیں اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت کی اور آپ سے بیعت کی' پس اللہ کی قسم! میں نے آپ کی کوئی نافرمانی نہیں کی نہ آپ کو کبھی دھوکا دیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی مثل تھے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی مثل تھے' پھر مجھے خلیفہ بنایا گیا تو کیا میرے لیے وہ حق نہیں ہے جو ان بزرگوں کے لیے تھا! میں نے کہا: کیوں نہیں! حضرت عثمان نے کہا: پھر یہ کس قسم کی باتیں ہیں جو تم لوگوں کی طرف سے مجھے پہنچ رہی ہیں! رہی وہ شکایت جو تم نے ولید کے متعلق کی ہے تو عنقریب ہم اس کو حق کے مطابق سزا دیں گے ان شاء اللہ' پھر حضرت عثمان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں یہ حکم دیا کہ وہ ولید کو اسی (۸۰) کوڑے ماریں۔

امام بخاری نے اس حدیث کی فضائل عثمان کے باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عثمان کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ ان سے جو حق بات کہی جائے وہ اس کا اعتراف کرتے تھے اور جو مجرم ہو اس کو سزا دیتے تھے خواہ وہ ان کا عزیز اور رشتہ دار کیوں نہ ہو' نیز اس حدیث میں حضرت عثمان کی منفرد فضیلت یہ ہے کہ انہوں نے دو ہجرتیں کی تھیں اور باقی خلفاء کی صرف ایک ہجرت ہے۔

ولید بن عقبہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ولید بن عقبہ بن ابی معیط حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ماں شریک بھائی تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید کو کوفہ کا گورنر بنا دیا تھا۔ اس سے پہلے ولید الجزیرۃ کا گورنر تھا۔ حضرت عثمان نے اس کو وہاں سے بلا کر کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ اس سے پہلے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر تھے۔ حضرت عثمان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق انہیں کوفہ کا گورنر بنایا تھا' پھر حضرت عثمان نے حضرت سعد کو معزول کر کے ولید بن عقبہ کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ حضرت سعد کو معزول کرنے کا سبب یہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیت المال کے عامل تھے' حضرت سعد نے ان سے کچھ مال قرض لیا تھا۔ حضرت ابن مسعود نے ان سے تقاضا کیا' پھر ان دونوں میں جھگڑا ہوا۔ حضرت عثمان تک یہ خبر پہنچی تو وہ ان دونوں پر غضب ناک ہوئے' پھر انہوں نے حضرت سعد کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا اور ولید بن عقبہ کو الجزیرہ سے بلا کر کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا۔

ولید بن عقبہ کے خلاف شکایات

ولید بن عقبہ کے خلاف یہ شکایات تھیں کہ ایک دن اس نے اہل کوفہ کو صبح کی نماز چار رکعات پڑھا دیں اور نمازیوں کی طرف مڑ کر کہا: اور زیادہ پڑھاؤں؟ اور وہ اس وقت نشہ میں تھا۔ حضرت عثمان تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے اس پر شراب پینے کی حد قائم نہیں کی' اس پر لوگوں نے چہ میگوئیاں کیں اور حضرت عثمان پر اعتراض کیا اور لوگوں نے اس پر بھی اعتراض کیا کہ حضرت عثمان نے حضرت سعد کو معزول کر دیا تھا' حالانکہ وہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور اہل شوریٰ میں سے تھے اور ان کو اپنی بزرگی' علم' دین داری اور اسلام میں سبقت کے لحاظ سے وہ فضائل حاصل تھے کہ ولید ان کے پاسنگ بھی نہیں تھا۔ (حضرت سعد اسلام لانے والے پانچویں شخص تھے' اسلام کی راہ میں کفار کے خلاف سب سے پہلے انہوں نے تیر چلایا تھا اور وہی فاتح ایران تھے۔ سعیدی غفرلہ) پھر جب حضرت عثمان پر ولید بن عقبہ کا بدکردار ہونا منکشف ہو گیا تو انہوں نے اس کو معزول کر دیا' انہوں نے اس پر حد لگانے میں اس لیے تاخیر کی تھی کہ اس معاملہ کی تفتیش ہو جائے اور اس کی شراب نوشی پر گواہیاں قائم ہو جائیں اور جب گواہیوں سے اس کی شراب نوشی ثابت ہو گئی تو پھر انہوں نے اس پر حد قائم کر دی۔

ولید بن عقبہ کی حد میں چالیس اور اسّی کوڑوں کی دو روایتیں

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علی نے ولید بن عقبہ کو اسّی (۸۰) کوڑے لگائے' اور معمر کی روایت میں مذکور ہے کہ ولید کو چالیس کوڑے مارے تھے اور معمر کی روایت یونس کی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔ یونس کی روایت میں شبیب بن سعید کو وہم ہوا ہے اور معمر کی روایت اس لیے راجح ہے کہ صحیح مسلم میں بھی وہی روایت ہے اور امام بخاری نے بھی چالیس کوڑے مارنے کی حدیث روایت کی ہے۔ (صحیح البخاری:۳۸۷۲)

امام مسلم کی روایت اس طرح ہے:

ولید بن عقبہ کو حضرت عثمان کے پاس لایا گیا جب کہ اس نے صبح کی نماز دو رکعت پڑھا کر نمازیوں سے کہا: کیا میں تم کو اور رکعت نماز پڑھاؤں؟ اس کے خلاف دو مردوں نے گواہی دی' ان میں سے ایک عمران تھے جو کہ حضرت عثمان کے آزاد کردہ غلام تھے۔ انہوں نے گواہی دی تھی کہ اس نے شراب پی ہے۔ حضرت عثمان نے کہا: اے علی! آپ کھڑے ہو کر اس پر حد لگائیں۔ حضرت علی نے کہا: اے حسن! تم اس پر حد لگاؤ' حضرت حسن نے کہا: اس حد کی گرمی کا وہ والی ہے جو اس کی ٹھنڈک کا والی ہے گویا کہ ان کو اس پر ترس آیا' پھر انہوں نے کہا: اے عبداللہ بن جعفر! تم کھڑے ہو کر اس پر حد لگاؤ تو انہوں نے اس پر کوڑے مارے اور حضرت علی گن رہے تھے' جب انہوں نے چالیس کوڑے مار لیے تو حضرت علی نے کہا: اب ٹھہر جاؤ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت ابوبکر نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمر نے اسّی (۸۰) کوڑے مارے اور ان میں سے ہر مقدار سنت ہے اور میرے نزدیک چالیس کوڑے مارنا زیادہ پسندیدہ ہے۔ (صحیح مسلم:۱۷۰۷)

ولید کی شراب نوشی پر دوسرا گواہ

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ولید کی شراب نوشی پر دوسرا گواہ کون تھا جس کا اس روایت میں ذکر نہیں ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مشہور صحابی حضرت الصعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اس کی یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں روایت کی ہے اور امام طبری نے لکھا ہے کہ دوسرے گواہ حضرت الصعب کے بیٹے تھے' ان کا نام جثامہ تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ دوسرے گواہ زہیر بن الحارث بن عوف تھے' غرض دوسرے گواہ کے مصداق میں کافی اختلاف ہے۔

شراب نوشی کی حد میں مذاہب فقہاء

ہمارے اصحاب نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس کو خمر یا کسی نبیذ کے پینے سے نشہ ہو تو اس کی حد اسی (۸۰) کوڑے ہیں اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس کی حد چالیس کوڑے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمر پینے پر درخت کی شاخیں اور جوتے مارے اور حضرت ابوبکر نے چالیس کوڑے مارے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ جو درخت کی شاخوں اور جوتوں کی روایت ہے تو ہر ضرب دو ضربوں کے برابر ہے اور اس کی دلیل حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں خمر میں دو جوتے مارے گئے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو ہر جوتے کے بدلہ میں چابک مارا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٨٤۔ ٢٨١ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ پر صرف صحیح البخاری کی اس حدیث سے استدلال کیا جائے جس میں یہ ذکر ہے کہ شراب نوشی کی حد اسی (۸۰) کوڑے ہے' کیونکہ شراب کے نشہ میں آدمی کسی کی عزت کے خلاف بول دیتا ہے اور حد قذف اسی (۸۰) کوڑے ہے۔

حدیث مذکور کے دیگر فوائد

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت عثمان نے عبید اللہ بن عدی سے پوچھا: کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا تھا؟ یعنی کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سنی تھیں؟ انہوں نے کہا: نہیں' دراصل عبید اللہ بن عدی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا تھا کیونکہ وہ آپ کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے لیکن انہوں نے آپ کی احادیث نہیں سنی تھیں۔ حضرت عثمان نے ان سے یہ اس لیے پوچھا تھا تا کہ ان کو یہ تنبیہ کریں کہ وہ جو یہ سمجھ رہے ہیں کہ حضرت عثمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کر رہے ہیں تو ان کا یہ گمان صحیح نہیں ہے' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام احمد نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عثمان نے خطبہ میں فرمایا: اللہ کی قسم! میں سفر اور حضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت میں رہا ہوں اور بعض ایسے لوگ مجھے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سکھا رہے ہیں جنہوں نے غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا بھی نہیں ہے۔ (مسند احمد ج ١ ص ٦٩)

عبد اللہ بن عدی نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو نہیں لیکن مجھ تک وہ علم پہنچ گیا ہے جو کنواری لڑکی تک اس کے پردے میں پہنچ گیا ہے۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی مکمل اشاعت ہو چکی ہے حتیٰ کہ کنواری لڑکی تک بھی آپ کی شریعت کا علم پہنچ گیا ہے۔
(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٩ ص ٤٤' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

٣٦٩٧- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسًا رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُمْ قَالَ صَعِدَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحُدًا وَّمَعَهُ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ وَقَالَ اُسْكُنْ اُحُدُ اَظُنُّهُ ضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ فَلَيْسَ عَلَيْكَ اِلَّا نَبِىٌّ وَّصِدِّيْقٌ وَّشَهِيْدَانِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے' اور ان کے ساتھ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم تھے تو وہ پہاڑ لرزنے لگا' آپ نے فرمایا: اے احد پرسکون ہو جا! اور میرا گمان ہے' آپ نے اس پر اپنا پیر مارا' (فرمایا:) تجھ پر تو ایک نبی اور صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٧٥' میں گزر چکی ہے۔
امام بخاری نے اسی حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بعد افضل الصحابہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

صحابہ میں افضلیت کی ترتیب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں مذکور ہے: پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو چھوڑ دیتے تھے اور ان کے درمیان کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے۔
علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ۳۸۸ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ اس سے مراد معمر صحابہ ہیں اور یہ وہ اصحاب ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی اہم معاملے میں مشورہ کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جوان تھے' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے اس قول سے حضرت علی کی فضیلت میں کمی کا ارادہ نہیں کیا اور نہ یہ ارادہ کیا ہے کہ ان کی فضیلت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد ہے۔ کیونکہ حضرت علی کی فضیلت مشہور ہے۔ حضرت ابن عمر اور نہ ہی کوئی دوسرا اصحابی ان کی فضیلت کا منکر تھا۔
علامہ عینی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ جمہور اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ حضرت عثمان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ پر مقدم ہیں اور ان کے بعد بقیہ عشرہ مبشرہ تمام اصحاب پر مقدم ہیں اور پھر اہل بدر باقی صحابہ پر مقدم ہیں۔
علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت ابن عمر کی مراد یہ ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں کسی زمانہ میں ایسا تھا اور یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ بعد میں اس پر اجماع ہو گیا کہ حضرت عثمان کے بعد حضرت علی سب سے افضل ہیں۔
(الکواکب الدراری جز ۱۴ ص ۲۳۳)
علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اجماع کے دعویٰ پر اعتراض ہے کیونکہ بعض اہل سنت حضرت علی کو حضرت عثمان سے افضل قرار دیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۱۶ ص ۲۸۵۔ ۲۸۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٦٩٨ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيْعٍ حَدَّثَنَا شَاذَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ سَلَمَةَ الْمَاجِشُوْنَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَعْدِلُ بِاَبِيْ بَكْرٍ اَحَدًا ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ نَتْرُكُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ تَابَعَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن حاتم بن بزیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شاذان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ الماجشون نے حدیث بیان کی از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ہم کسی کو بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں قرار دیتے تھے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے برابر' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو قرار نہیں دیتے تھے' پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو چھوڑ دیتے اور ان کے درمیان کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے۔ شاذان کی متابعت عبداللہ بن صالح نے کی ہے از عبدالعزیز۔

٣٦٩٩ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی'

مِصْرَ حَجَّ الْبَيْتَ فَرَاٰى قَوْمًا جُلُوْسًا فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ قَالَ هٰؤُلَاءِ قُرَيْشٌ قَالَ فَمَنِ الشَّيْخُ فِيْهِمْ قَالُوْا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ يَا ابْنَ عُمَرَ اِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدِّثْنِيْ عَنْهُ هَلْ تَعْلَمُ اَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ وَّلَمْ يَشْهَدْ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ تَعْلَمُ اَنَّهٗ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَ اُبَيِّنْ لَكَ اَمَّا فِرَارُهٗ يَوْمَ اُحُدٍ فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَفَا عَنْهُ وَغَفَرَ لَهٗ وَاَمَّا تَغَيُّبُهٗ عَنْ بَدْرٍ فَاِنَّهٗ كَانَتْ تَحْتَهٗ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَكَ اَجْرَ رَجُلٍ مِّمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَّسَهْمَهٗ. وَاَمَّا تَغَيُّبُهٗ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ اَحَدٌ اَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهٗ مَكَانَهٗ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ اِلٰى مَكَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذِهٖ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى يَدِهٖ فَقَالَ هٰذِهٖ لِعُثْمَانَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ اِذْهَبْ بِهَا الْاٰنَ مَعَكَ.

انہوں نے کہا: ہمیں عثمان نے حدیث بیان کی' وہ ابن موہب ہیں' انہوں نے بیان کیا کہ اہل مصر سے ایک شخص آیا' اس نے بیت اللہ کا حج کیا' پھر اس نے چند لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ (ان میں سے کسی نے کہا:) یہ قریش ہیں۔ اس نے پوچھا: ان میں بزرگ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اس نے کہا: اے ابن عمر! میں آپ سے چند چیزوں کے متعلق سوال کرتا ہوں سو آپ مجھے ان کے بارے میں بتایئے! کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) غزوہ احد میں بھاگ گئے تھے! حضرت ابن عمر نے کہا: ہاں! اس نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ غزوہ بدر میں غائب تھے اور حاضر نہیں ہوئے تھے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ہاں! اس نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ بیعت رضوان میں غائب تھے اور حاضر نہیں ہوئے تھے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ہاں! اس نے کہا: اللہ اکبر' حضرت ابن عمر نے کہا: آؤ! میں تم کو (ان کی وجوہ) بیان کرتا ہوں' رہا ان کا غزوہ احد کے دن بھاگنا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا اور ان کی مغفرت کر دی' اور رہا ان کا غزوہ بدر میں غائب ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا) ان کے عقد نکاح میں تھیں اور وہ بیمار تھیں (وہ ان کی تیمارداری میں مصروف تھے)' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم کو غزوہ بدر میں حاضر ہونے والے شخص کے برابر اجر ملے گا اور مال غنیمت سے حصہ ملے گا' اور رہا ان کا بیعت رضوان سے غائب ہونا (تو اس کی وجہ یہ ہے) کہ اگر مکہ والوں کے نزدیک حضرت عثمان سے زیادہ کوئی معزز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عثمان کی جگہ اس کو مکہ میں بھیج دیتے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کو مکہ بھیج دیا اور بیعت رضوان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکہ جانے کے بعد ہوئی تھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیا' پس اس ہاتھ کو اپنے ہاتھ پر مارا اور فرمایا: یہ عثمان کی بیعت ہے' پس حضرت ابن عمر نے فرمایا: اب تم ان جوابات کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ١٣٠٠٣' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو فضائل عثمان کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بہت عظیم فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا اور ان کی مغفرت فرما دی اور غزوہ بدر میں شریک نہ ہونے کے باوجود ان کو اس میں جہاد کا اجر عطا فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مال غنیمت سے حصہ دیا اور ان کے سوا کسی اور کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیا اور یہ بہت عظیم فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی۔ اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٧٥' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے فضائل عثمان کے باب میں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی بشارت ہے۔

٨ - بَابُ قِصَّةِ الْبَيْعَةِ وَالْإِتِّفَاقِ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَفِيْهِ مَقْتَلُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عثمان کی بیعت کا قصہ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر اتفاق اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر ہے

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مقدم کیا گیا اور ان کی بیعت کرنے پر سب کا اتفاق ہو گیا۔

٣٧٠٠ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَبْلَ أَنْ يُّصَابَ بِأَيَّامٍ بِالْمَدِيْنَةِ وَقَفَ عَلٰى حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وَعُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ كَيْفَ فَعَلْتُمَا أَتَخَافَانِ أَنْ تَكُوْنَا قَدْ حَمَّلْتُمَا الْأَرْضَ مَا لَا تُطِيْقُ قَالَ حَمَّلْنَاهَا أَمْرًا هِيَ لَهُ مُطِيْقَةٌ مَا فِيْهَا كَبِيْرُ فَضْلٍ قَالَ انْظُرَا أَنْ تَكُوْنَا حَمَّلْتُمَا الْأَرْضَ مَا لَا تُطِيْقُ قَالَ قَالَا لَا فَقَالَ عُمَرُ لَئِنْ سَلَّمَنِيَ اللّٰهُ لَأَدَعَنَّ أَرَامِلَ أَهْلِ الْعِرَاقِ لَا يَحْتَجْنَ إِلٰى رَجُلٍ بَعْدِيْ أَبَدًا قَالَ فَمَا أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا رَابِعَةٌ حَتّٰى أُصِيْبَ قَالَ إِنِّيْ لَقَائِمٌ مَا بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ إِلَّا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ غَدَاةَ أُصِيْبَ وَكَانَ إِذَا مَرَّ بَيْنَ الصَّفَّيْنِ قَالَ اسْتَوُوْا حَتّٰى إِذَا لَمْ يَرَ فِيْهِنَّ خَلَلًا تَقَدَّمَ فَكَبَّرَ وَرُبَّمَا قَرَأَ سُوْرَةَ يُوْسُفَ أَوِ النَّحْلَ أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى حَتّٰى يَجْتَمِعَ النَّاسُ فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ كَبَّرَ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ قَتَلَنِيْ أَوْ أَكَلَنِي الْكَلْبُ حِيْنَ طَعَنَهُ فَطَارَ الْعِلْجُ بِسِكِّيْنٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از حصین از عمرو بن میمون انہوں نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مدینہ میں اپنے اوپر حملہ کیے جانے سے چند دن پہلے حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہما کے پاس کھڑے ہوئے تھے حضرت عمر نے ان سے پوچھا: تم لوگوں نے (عراق کی اراضی کے متعلق) کیا فیصلہ کیا؟ کیا تم کو یہ خدشہ تو نہیں ہے کہ تم لوگوں نے عراق کی زمین پر اتنا خراج لگا دیا ہے جتنی اس میں طاقت نہیں ہے! ان دونوں نے کہا: ہم نے اس زمین پر اتنا ہی خراج لگایا ہے جس کی اس میں طاقت ہے' اس میں زیادہ خراج نہیں ہے۔ حضرت عمر نے کہا: (پھر) غور کر لو' کہیں تم نے اس پر اتنا خراج تو نہیں مقرر کر دیا جس کی اس میں طاقت نہیں؟ ان دونوں نے کہا: نہیں! حضرت عمر نے کہا: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے سلامت رکھا تو میں اہل عراق کی بیوہ عورتوں کے لیے اتنا (مال) ضرور چھوڑ دوں گا کہ وہ میرے بعد کبھی کسی شخص کی محتاج نہیں ہوں گی۔ عمرو بن میمون نے کہا: ابھی اس گفتگو پر صرف چار دن گزرے

ذَاتِ طَرَفَيْنِ لَا يَمُرُّ عَلٰى اَحَدٍ يَّمِيْنًا وَّلَا شِمَالًا اِلَّا طَعَنَهُ حَتّٰى طَعَنَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا مَّاتَ مِنْهُمْ سَبْعَةٌ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ طَرَحَ عَلَيْهِ بُرْنُسًا فَلَمَّا ظَنَّ الْعِلْجُ اَنَّهُ مَاْخُوْذٌ نَحَرَ نَفْسَهُ وَتَنَاوَلَ عُمَرُ يَدَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَدَّمَهُ فَمَنْ يَّلِيْ عُمَرَ فَقَدْ رَاَى الَّذِيْ اَرٰى. وَاَمَّا نَوَاحِي الْمَسْجِدِ فَاِنَّهُمْ لَا يَدْرُوْنَ غَيْرَ اَنَّهُمْ قَدْ فَقَدُوْا صَوْتَ عُمَرَ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَصَلّٰى بِهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ صَلٰوةً خَفِيْفَةً فَلَمَّا انْصَرَفُوْا قَالَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ انْظُرْ مَنْ قَتَلَنِيْ فَجَالَ سَاعَةً ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ غُلَامُ الْمُغِيْرَةِ قَالَ اَلصَّنَعُ قَالَ نَعَمْ قَالَ قَاتَلَهُ اللّٰهُ لَقَدْ اَمَرْتُ بِهٖ مَعْرُوْفًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَجْعَلْ مِيْتَتِيْ بِيَدِ رَجُلٍ يَدَّعِي الْاِسْلَامَ قَدْ كُنْتَ اَنْتَ وَاَبُوْكَ تُحِبَّانِ اَنْ تَكْثُرَ الْعُلُوْجُ بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَ الْعَبَّاسُ اَكْثَرَهُمْ رَقِيْقًا فَقَالَ اِنْ شِئْتَ فَعَلْتُ اَيْ اِنْ شِئْتَ قَتَلْنَا قَالَ كَذَبْتَ بَعْدَ مَا تَكَلَّمُوْا بِلِسَانِكُمْ وَصَلَّوْا قِبْلَتَكُمْ وَحَجُّوْا حَجَّكُمْ فَاحْتُمِلَ اِلٰى بَيْتِهٖ فَانْطَلَقْنَا مَعَهُ وَكَانَ النَّاسُ لَمْ تُصِبْهُمْ مُصِيْبَةٌ قَبْلَ يَوْمَئِذٍ فَقَائِلٌ يَّقُوْلُ لَا بَاْسَ. وَقَائِلٌ يَّقُوْلُ اَخَافُ عَلَيْهِ فَاُتِيَ بِنَبِيْذٍ فَشَرِبَهُ فَخَرَجَ مِنْ جَوْفِهٖ ثُمَّ اُتِيَ بِلَبَنٍ فَشَرِبَهُ فَخَرَجَ مِنْ جُرْحِهٖ فَعَلِمُوْا اَنَّهُ مَيِّتٌ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ وَجَاءَ النَّاسُ يُثْنُوْنَ عَلَيْهِ وَجَاءَ رَجُلٌ شَابٌّ فَقَالَ اَبْشِرْ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِبُشْرَى اللّٰهِ لَكَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدَمٍ فِي الْاِسْلَامِ مَاقَدْ عَلِمْتَ ثُمَّ وُلِّيْتَ فَعَدَلْتَ ثُمَّ شَهَادَةٌ قَالَ وَدِدْتُّ اَنَّ ذٰلِكَ كَفَافٌ لَّا عَلَيَّ وَلَا لِيْ فَلَمَّا اَدْبَرَ اِذَا اِزَارُهٗ يَمَسُّ الْاَرْضَ قَالَ رُدُّوْا عَلَيَّ الْغُلَامَ قَالَ ابْنَ اَخِيْ اِرْفَعْ ثَوْبَكَ فَاِنَّهٗ اَبْقٰى لِثَوْبِكَ وَاَتْقٰى لِرَبِّكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ انْظُرْ مَاعَلَيَّ مِنَ الدَّيْنِ فَحَسَبُوْهُ فَوَجَدُوْهُ سِتَّةً وَّثَمَانِيْنَ اَلْفًا اَوْنَحْوَهٗ قَالَ اِنْ وَّفٰى لَهٗ مَالُ اٰلِ عُمَرَ

تھے کہ حضرت عمر زخمی کر دیے گئے۔ انہوں نے بتایا کہ جس صبح کو وہ زخمی کیے گئے تھے اس دن میرے اور ان کے درمیان صرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے' حضرت عمر کا معمول تھا کہ جب وہ دو صفوں کے درمیان سے گزرتے تو کہتے جاتے: برابر برابر کھڑے ہو' حتیٰ کہ جب دو لوگوں کے درمیان خلل نہ پاتے' تو آگے بڑھ کر اللہ اکبر کہتے' اور بسا اوقات پہلی رکعت میں سورۃ یوسف یا سورۃ النحل یا ان کی مثل پڑھتے حتیٰ کہ لوگ جمع ہو جاتے' پس ابھی انہوں نے اللہ اکبر ہی کہا تھا کہ میں نے ان کو یہ کہتے سنا: مجھے مار ڈالا' یا مجھے کتے نے کاٹ لیا' جس وقت ان کو (ابولؤلؤ نے) زخمی کیا تھا' پھر وہ عجمی غلام دو دھاری خنجر لے کر بھاگا وہ دائیں اور بائیں جس طرف سے بھی گزرتا (نمازیوں کو) زخمی کرتا جاتا حتیٰ کہ اس نے تیرہ مردوں کو زخمی کر دیا جن میں سے سات شہید ہو گئے۔ جب مسلمانوں میں سے کسی نے یہ (منظر) دیکھا تو اس کے اوپر چادر پھینک دی۔ جب اس عجمی غلام کو یہ یقین ہو گیا کہ اب وہ پکڑا جائے گا تو اس نے خنجر سے اپنا گلا کاٹ لیا۔ حضرت عمر نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں (مصلیٰ) پر آگے کر دیا۔ جو لوگ حضرت عمر کے قریب تھے انہوں نے بھی وہ منظر دیکھا جو میں نے دیکھا تھا۔ رہے وہ لوگ جو مسجد کی اطراف میں تھے انہیں کچھ پتا نہیں چلا' سوا اس کے جب انہوں نے حضرت عمر کی (قراءت کی) آواز نہیں سنی تو وہ سبحان اللہ' سبحان اللہ کہتے رہے' پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ان کو تخفیف سے نماز پڑھائی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت عمر نے کہا: اے ابن عباس دیکھو! مجھ پر کس نے قاتلانہ حملہ کیا ہے؟ حضرت ابن عباس نے کچھ دیر گھوم کر دیکھا' پھر آ کر بتایا: وہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا غلام ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا: وہ جو کاریگر ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر نے کہا: اللہ اس کو برباد کرے' میں نے تو اس کو نیکی کا حکم دیا تھا' اللہ کا شکر ہے جس نے میری موت کسی ایسے شخص کے ہاتھ میں نہیں رکھی جو اسلام کا مدعی ہو' تم اور تمہارے والد یہ بہت چاہتے تھے کہ مدینہ میں عجمی غلاموں کی کثرت ہو اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ

فَاَدِّهِ مِنْ اَمْوَالِهِمْ وَاِلَّا فَسَلْ فِيْ بَنِيْ عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ
فَاِنْ لَّمْ تَفِ اَمْوَالُهُمْ فَسَلْ فِيْ قُرَيْشٍ وَّلَا تَعْدُهُمْ اِلٰى
غَيْرِهِمْ فَاَدِّ عَنِّيْ هٰذَا الْمَالَ اِنْطَلِقْ اِلٰى عَائِشَةَ اُمِّ
الْمُؤْمِنِيْنَ فَقُلْ يَقْرَاُ عَلَيْكِ عُمَرُ السَّلَامَ وَلَا تَقُلْ
اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاِنِّيْ لَسْتُ الْيَوْمَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَمِيْرًا وَّقُلْ
يَسْتَاْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَنْ يُّدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيْهِ فَسَلَّمَ
وَاسْتَاْذَنَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهَا فَوَجَدَهَا قَاعِدَةً تَبْكِيْ فَقَالَ
يَقْرَاُ عَلَيْكِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ السَّلَامَ وَيَسْتَاْذِنُ اَنْ
يُّدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيْهِ فَقَالَتْ كُنْتُ اُرِيْدُهُ لِنَفْسِيْ وَلَاُوْثِرَنَّهُ
بِهِ الْيَوْمَ عَلٰى نَفْسِيْ فَلَمَّا اَقْبَلَ قِيْلَ هٰذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ
عُمَرَ قَدْ جَاءَ قَالَ ارْفَعُوْنِيْ فَاَسْنَدَهُ رَجُلٌ اِلَيْهِ فَقَالَ
مَالَدَيْكَ قَالَ الَّذِيْ تُحِبُّ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَذِنَتْ قَالَ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَاكَانَ مِنْ شَيْءٍ اَهَمُّ اِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ فَاِذَا اَنَا
قَضَيْتُ فَاحْمِلُوْنِيْ ثُمَّ سَلِّمْ فَقُلْ يَسْتَاْذِنُ عُمَرُ بْنُ
الْخَطَّابِ فَاِنْ اَذِنَتْ لِيْ فَاَدْخِلُوْنِيْ وَاِنْ رَدَّتْنِيْ رُدُّوْنِيْ
اِلٰى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَجَاءَتْ اُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ حَفْصَةُ
وَالنِّسَاءُ تَسِيْرُ مَعَهَا فَلَمَّا رَاَيْنَاهَا قُمْنَا فَوَلَجَتْ عَلَيْهِ
فَبَكَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً وَّاسْتَاْذَنَ الرِّجَالُ فَوَلَجَتْ دَاخِلًا
لَّهُمْ فَسَمِعْنَا بُكَاءَهَا مِنَ الدَّاخِلِ فَقَالُوْا اَوْصِ يَا اَمِيْرَ
الْمُؤْمِنِيْنَ اسْتَخْلِفْ قَالَ مَا اَجِدُ اَحَقَّ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْ
هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ اَوِ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَسَمّٰى عَلِيًّا وَّعُثْمَانَ
وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَسَعْدًا وَّعَبْدَالرَّحْمٰنِ وَقَالَ يَشْهَدُكُمْ
عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَلَيْسَ لَهُ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ كَهَيْئَةِ التَّعْزِيَةِ
لَهُ فَاِنْ اَصَابَتِ الْاِمْرَةُ سَعْدًا فَهُوَ ذَاكَ وَاِلَّا فَلْيَسْتَعِنْ
بِهٖ اَيُّكُمْ مَا اُمِّرَ فَاِنِّيْ لَمْ اَعْزِلْهُ عَنْ عَجْزٍ وَّلَا خِيَانَةٍ وَقَالَ
اُوْصِي الْخَلِيْفَةَ مِنْ بَعْدِيْ بِالْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ اَنْ
يَّعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ وَيَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ وَاُوْصِيْهِ
بِالْاَنْصَارِ خَيْرًا الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ

کے بہت زیادہ غلام تھے۔ تب حضرت ابن عباس نے کہا: اگر آپ چاہیں تو ہم بھی یہ کر گزریں یعنی اگر آپ چاہیں تو ہم ان عجمی غلاموں کو قتل کر ڈالیں۔ حضرت عمر نے کہا: یہ تم نے غلط بات کہی' جب وہ تمہاری زبان میں بات کرتے ہیں اور تمہارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور تمہاری طرح حج کرتے ہیں! پھر حضرت عمر کو اٹھا کر ان کے گھر پہنچایا گیا' پس ہم بھی ان کے ساتھ گئے اور گویا کہ اس دن سے پہلے لوگوں پر ایسی مصیبت نہیں آئی تھی۔ کسی کہنے والے نے کہا: کوئی حرج نہیں ہے (تندرست ہو جائیں گے) اور کسی نے کہا: مجھے ان پر موت کا خطرہ ہے' پھر ان کو نبیذ لا کر پلایا گیا جو ان کے پیٹ سے نکل گیا' پھر ان کو دودھ لا کر پلایا گیا جو ان کے زخم سے نکل گیا' پھر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اب ان کی شہادت یقینی ہے' پھر ہم ان کے پاس آئے اور لوگ ان کے پاس آ کر ان کی تعریف اور تحسین کر رہے تھے۔ ایک نوجوان نے آ کر کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کو بشارت ہو اور اللہ کی طرف سے آپ کو خوش خبری ہو' آپ کو رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت حاصل تھی اور آپ کو علم ہے کہ آپ پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں' پھر آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ نے عدل کیا' پھر آپ شہید ہونے والے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا: میں چاہتا ہوں یہ سب برابر برابر ہو جائے مجھے عذاب ہو نہ ثواب ہو۔ جب وہ پیٹھ موڑ کر جانے لگا تو اس کا تہبند زمین پر گھسٹ رہا تھا' حضرت عمر نے کہا: اس جوان کو واپس میرے پاس لاؤ' حضرت عمر نے کہا: اے بھتیجے! اپنا تہبند اوپر کرو' یہ تمہارے کپڑے کو زیادہ دیر باقی رکھے گا اور تمہیں اپنے رب سے زیادہ ڈرنے والا بنائے گا۔ اے عبداللہ بن عمر! مجھ پر کتنا قرض ہے؟ پس انہوں نے اس کا حساب کیا تو وہ چھیاسی ہزار یا اس کے قریب تھا' حضرت عمر نے کہا: اگر یہ قرض آل عمر کے اموال سے پورا ہو جائے تو اس کو ان کے اموال سے ادا کر دینا ورنہ بنو عدی بن کعب سے سوال کرنا' اگر ان کے اموال سے بھی قرض پورا نہ ہو تو (پھر) قریش سے سوال کرنا اور ان کے سوا دوسروں سے سوال نہ کرنا' سو تم میرا یہ قرض ادا کر دینا' اور تم حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ' پس ان

اَنْ يُّقْبَلَ مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَاَنْ يُّعْفٰى عَنْ مُّسِيْئِهِمْ وَاُوْصِيْهِ بِاَهْلِ الْاَمْصَارِ خَيْرًا فَاِنَّهُمْ رِدْءُ الْاِسْلَامِ وَجَبَاةُ الْمَالِ وَغَيْظُ الْعَدُوِّ وَاَنْ لَّا يُؤْخَذَ مِنْهُمْ اِلَّا فَضْلُهُمْ عَنْ رِضَاهُمْ. وَاُوْصِيْهِ بِالْاَعْرَابِ خَيْرًا فَاِنَّهُمْ اَصْلُ الْعَرَبِ وَمَادَّةُ الْاِسْلَامِ اَنْ يُّؤْخَذَ مِنْ حَوَاشِيْ اَمْوَالِهِمْ وَيُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ وَاُوْصِيْهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَذِمَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّوْفٰى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَاَنْ يُّقَاتَلَ مِنْ وَّرَائِهِمْ وَلَا يُكَلَّفُوْا اِلَّا طَاقَتَهُمْ فَلَمَّا قُبِضَ خَرَجْنَا بِهٖ فَانْطَلَقْنَا نَمْشِيْ فَسَلَّمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ يَسْتَاْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَتْ اَدْخِلُوْهُ فَاُدْخِلَ فَوُضِعَ هُنَالِكَ مَعَ صَاحِبَيْهِ فَلَمَّا فُرِغَ مِنْ دَفْنِهٖ اجْتَمَعَ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطُ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ اِجْعَلُوْا اَمْرَكُمْ اِلٰى ثَلَاثَةٍ مِّنْكُمْ فَقَالَ الزُّبَيْرُ قَدْ جَعَلْتُ اَمْرِيْ اِلٰى عَلِيٍّ فَقَالَ طَلْحَةُ قَدْ جَعَلْتُ اَمْرِيْ اِلٰى عُثْمَانَ وَقَالَ سَعْدٌ قَدْ جَعَلْتُ اَمْرِيْ اِلٰى عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ اَيُّكُمَا تَبَرَّاَ مِنْ هٰذَا الْاَمْرِ فَنَجْعَلُهٗ اِلَيْهِ وَاللّٰهُ عَلَيْهِ وَالْاِسْلَامُ لَيَنْظُرَنَّ اَفْضَلَهُمْ فِيْ نَفْسِهٖ فَاُسْكِتَ الشَّيْخَانِ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ اَفَتَجْعَلُوْنَهٗ اِلَيَّ وَاللّٰهُ عَلَيَّ اَنْ لَّا اٰلُوْا عَنْ اَفْضَلِكُمْ قَالَا نَعَمْ فَاَخَذَ بِيَدِ اَحَدِهِمَا فَقَالَ لَكَ قَرَابَةٌ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَدَمُ فِي الْاِسْلَامِ مَا قَدْ عَلِمْتَ فَاللّٰهُ عَلَيْكَ لَئِنْ اَمَّرْتُكَ لَتَعْدِلَنَّ وَلَئِنْ اَمَّرْتُ عُثْمَانَ لَتَسْمَعَنَّ وَلَتُطِيْعَنَّ ثُمَّ خَلَا بِالْاٰخَرِ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ فَلَمَّا اَخَذَ الْمِيْثَاقَ قَالَ اِرْفَعْ يَدَكَ يَا عُثْمَانُ فَبَايَعَهٗ فَبَايَعَ لَهٗ عَلِيٌّ وَّوَلَجَ اَهْلُ الدَّارِ فَبَايَعُوْهُ.

سے کہو کہ عمر آپ کو سلام عرض کرتا ہے اور تم امیر المؤمنین نہ کہنا کیونکہ آج میں مومنین کا امیر نہیں ہوں' اور کہنا: عمر آپ سے اپنے صاحبوں کے ساتھ مدفون ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ سو حضرت عبداللہ بن عمر نے (حضرت عائشہ کو) سلام کیا اور اجازت طلب کی' پھر ان کے پاس گئے' پس دیکھا وہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہیں' پس انہوں نے کہا: عمر بن الخطاب آپ کو سلام عرض کرتے ہیں اور اجازت طلب کرتے ہیں کہ ان کو ان کے صاحبوں کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔ حضرت عائشہ نے کہا: میں اس جگہ کا اپنے لیے ارادہ رکھتی تھی لیکن آج میں عمر کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں' پھر جب حضرت ابن عمر آ گئے تو حضرت عمر کو بتایا گیا: یہ حضرت ابن عمر آ گئے ہیں' حضرت عمر نے کہا: مجھے اٹھاؤ' پھر ایک شخص نے ان کی ٹیک لگائی' حضرت عمر نے پوچھا: تمہارے پاس کیا خبر ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: وہ جو آپ کی خواہش تھی' حضرت عائشہ نے اجازت دے دی' حضرت عمر نے کہا: الحمد للہ میرے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ اہم نہیں تھی' پس جب میری وفات ہو جائے تو مجھے اٹھا کر (حضرت عائشہ کے پاس) لے جانا' پھر سلام کے بعد عرض کرنا' پس کہنا: عمر بن الخطاب اجازت طلب کرتا ہے' پس اگر حضرت عائشہ میرے لیے اجازت دے دیں تو مجھے (ان کے حجرہ میں) داخل کر دینا اور اگر وہ مجھے واپس کر دیں تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان کی طرف لوٹا دینا اور ام المؤمنین حضرت حفصہ آئیں اور ان کے ساتھ دوسری خواتین بھی آئیں۔ جب ہم نے ان کو دیکھا تو ہم کھڑے ہو گئے' وہ حضرت عمر کے پاس گئیں اور کچھ دیر ان کے پاس روئیں اور مردوں نے اجازت طلب کی تو وہ خواتین گھر کے اندر چلی گئیں' پھر ہم نے گھر کے اندر ان کے رونے کی آواز سنی' لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! وصیت کیجیے اور خلیفہ مقرر کر دیجئے۔ حضرت عمر نے کہا: میں خلافت کا حق دار ان لوگوں کی جماعت یا ان کے گروہ سے زیادہ کسی کو نہیں پاتا' جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وصال کے وقت راضی تھے' پھر حضرت عمر نے حضرت علی' حضرت عثمان' حضرت زبیر' حضرت طلحہ' حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کا نام لیا اور

کہا: عبداللہ بن عمر تم لوگوں پر گواہ ہوں گے اور ان کا خلافت سے
کوئی تعلق نہیں ہوگا' گویا وہ ان کی دل جوئی کر رہے تھے' پس اگر
خلافت حضرت سعد کو پہنچے تو وہ اس کے مستحق ہیں ورنہ جو شخص بھی
خلیفہ بنے وہ ان سے مدد طلب کرتا رہے' کیونکہ میں نے حضرت
سعد کو (کوفہ کی گورنری سے) کسی نااہلی یا خیانت کی وجہ سے معزول
نہیں کیا تھا' اور کہا: میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو مہاجرین
اولین کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ وہ ان
کے حق کو پہچانے اور ان کے احترام کو ملحوظ رکھے اور میں انصار کے
ساتھ بھی خیر خواہی کی وصیت کرتا ہوں جو دار الہجرت اور دار الایمان
میں ان کے آنے سے پہلے مقیم تھے' ان کی نیکیوں کو قبول کیا جائے
اور ان کی کوتاہیوں کو معاف کر دیا جائے اور میں شہر کے لوگوں کے
ساتھ بھی خیر خواہی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ لوگ اسلام کی مدد'
مال کے حصول کا ذریعہ اور دشمنوں کے لیے مصیبت ہیں اور یہ کہ ان
سے صرف ان کا زائد مال ان کی رضا سے وصول کیا جائے اور میں
دیہاتیوں کے ساتھ بھی خیر خواہی کی وصیت کرتا ہوں' کیونکہ وہ
عرب کی بنیاد ہیں اور اسلام کی جڑ ہیں کہ ان سے ان کا فاضل مال
لیا جائے اور ان کے فقراء میں لوٹا دیا جائے اور میں آئندہ ہونے
والے خلیفہ کو اللہ تعالیٰ کے عہد اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد کو
پورا کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ دیہاتیوں کی حفاظت کے
لیے جنگ کی جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان کو مکلف نہ کیا
جائے۔ جب حضرت عمر کی روح قبض کر لی گئی تو ہم ان کا جنازہ میں
حضرت عثمان کے حق میں دستبردار ہو گیا' اور حضرت سعد بن وقاص
نے کہا: میں حضرت عبدالرحمان بن عوف کے حق میں دست بردار
ہو گیا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے (حضرت علی اور حضرت
عثمان سے) کہا: تم دونوں میں سے جو بھی خلافت سے دست بردار
ہو گیا ہم اس کو خلیفہ بنا دیں گے اللہ اس کا نگہبان ہو گا اور اسلام کے
احکام اس پر لازم ہوں گے' ہر شخص اپنے دل میں غور کرے کہ ان
میں سے کون سب سے افضل ہے' پس حضرت عثمان اور حضرت علی
خاموش رہے۔ پس حضرت عبدالرحمان نے کہا: کیا تم یہ معاملہ میرے

سپرد کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! مجھ پر لازم ہے کہ میں تم میں سے افضل کو
نہ ترک کروں تو ان دونوں نے کہا: جی ہاں! پس انہوں نے ان
دونوں میں سے ایک کا ہاتھ (حضرت علی کا ہاتھ) پکڑ کر کہا: رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی رشتہ داری ہے اور اسلام میں تقدم کا
جو شرف ہے وہ آپ کو معلوم ہے' پس اللہ آپ پر نگران ہے' اگر میں
آپ کو خلیفہ بنا دوں تو آپ ضرور عدل کریں گے اور اگر میں حضرت
عثمان کو خلیفہ بنا دوں تو آپ ضرور ان کا حکم قبول کریں گے اور ضرور
ان کی اطاعت کریں گے' پھر انہوں نے دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اس
سے اسی طرح کہا' جب انہوں نے پختہ عہد لے لیا تو انہوں نے کہا:
اے عثمان اپنا ہاتھ بلند کریں' پس ان سے بیعت کر لی اور حضرت علی
نے بھی ان سے بیعت کر لی اور حویلی کے تمام افراد آئے اور سب
نے حضرت عثمان سے بیعت کر لی۔

اس حدیث کے بعض حصہ کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٩٢' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو مناقب عثمان کے باب میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کے پیش منظر اور پس منظر کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت بالکل عیاں ہے۔

سوادِ عراق کے خراج اور جزیہ کی تفصیل اور حضرت عمر کی شہادت کی مزید توضیح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ تم دونوں نے سوادِ عراق (عراق کی مفتوحہ اراضی) کے متعلق کیا فیصلہ کیا؟

اس کا قصہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے ان دونوں کو عراق بھیجا تھا کہ یہ وہاں کی مفتوحہ زمینیں دیکھ کر یہ فیصلہ کریں کہ ان زمینوں کی زراعت کی آمدنی سے کتنا خراج وصول کیا جائے اور وہاں کے باشندوں سے کتنا جزیہ وصول کیا جائے' امام ابن ابی شیبہ نے اسی سند سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت حذیفہ نے کہا: اگر آپ چاہیں تو اس خراج کی رقم کو دگنا کر دیں اور حضرت عمر نے حضرت عثمان بن حنیف سے پوچھا: اگر میں ہر شخص کے جزیہ پر دو درہم زیادہ کر دوں اور ہر جریب (٢۴٠٠ گز زمین) پر ایک درہم اور طعام کی ایک بوری کا اضافہ کر دوں تو آیا یہ ان کے لیے قابل برداشت ہے۔ حضرت عثمان بن حنیف نے کہا: جی ہاں!

عمرو بن میمون نے کہا: ابھی اس گفتگو پر صرف چار دن گزرے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی کر دیئے گئے۔

امام ابواسحاق کی ایک روایت میں ہے: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام ابولؤلؤ فیروز آیا اور اس نے حضرت عمر پر دو دھاری خنجر کے تین وار کیے' حضرت عمر نے کہا: اس کتے کو پکڑو جس نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا ہے۔

امام ابن سعد نے سند صحیح سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی بالغ قیدی کو مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے

تھے حتیٰ کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ امیر کوفہ نے ان کو خط لکھا کہ ان کے پاس ایک غلام ہے جو زبردست کاری گر ہے' وہ لوہار بھی ہے' نقاش بھی ہے اور بڑھئی بھی ہے' آپ اسے مدینہ میں آنے کی اجازت دے دیں اس سے لوگوں کو بہت فائدہ ہوگا' حضرت عمر نے اس کو جازت دے دی' حضرت مغیرہ اس سے ایک سو (درہم) ماہانہ خراج لیتے تھے۔ اس نے حضرت عمر سے حضرت مغیرہ کی شکایت کی کہ وہ اس سے زیادہ خراج لیتے ہیں' حضرت عمر نے اس سے کہا: تمہاری کاری گری کے لحاظ سے یہ زیادہ خراج نہیں ہے۔ وہ ناراض ہو کر چلا گیا' چند دن بعد وہ غلام پھر ملا حضرت عمر نے اس سے کہا: کیا تم نے یہ نہیں بتایا تھا کہ تم ہوا سے چلنے والی چکی بھی بنا سکتے ہو؟ اس نے حضرت عمر کی طرف مڑ کر ماتھے پر بل ڈال کر کہا: میں آپ کے لیے ایسی چکی بنا کر دوں گا کہ لوگ اس کا دیر تک چرچا کرتے رہیں گے۔ حضرت عمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اس غلام نے مجھے دھمکی دی ہے۔ چند دن بعد اس غلام نے دو دھاری خنجر تیار کیا اور صبح کو منہ اندھیرے مسجد کے ایک کونے میں چھپ گیا' حضرت عمر لوگوں کو جگانے کے لیے نکلے' وہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہتے جا رہے تھے' جب حضرت عمر اس کے قریب سے گزرے تو اس نے چھلانگ لگا کر ان کی ناف کے نیچے خنجر سے تین وار کیے۔ (میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کی روایت میں ہے' اس نے نماز کے دوران آپ پر خنجر سے تین وار کیے تھے اور امام ابن سعد کی روایت پر امام بخاری کی روایت راجح ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور امام مسلم نے مہران بن ابی طلحہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے خطبہ میں کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھے تین ٹھونگیں ماری ہیں اور میں اس خواب سے یہی سمجھا ہوں کہ اب میری اجل قریب آ گئی ہے۔

یہ واقعہ چھبیس ذوالحجہ تیئیس ہجری کو پیش آیا تھا۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ ایک عراقی نے اپنی ٹوپی اس پر پھینکی جس کی وجہ سے وہ گر گیا تو وہ اس پر چڑھ کر بیٹھ گیا' اور جب اس نے یہ سمجھا کہ اب وہ بچ نہیں سکے گا تو اس نے اسی خنجر سے خودکشی کر لی۔

حضرت عمر نے تکبیر پڑھنے کے بعد نماز شروع کرنے سے پہلے حضرت عبدالرحمان بن عوف کو نماز میں آگے کر دیا' انہوں نے تخفیف سے نماز پڑھائی' ایک رکعت میں سورۃ انا اعطیناك الکوثر پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۃ ''اذا جاء نصر الله والفتح'' پڑھی۔

حدیث مذکور سے مستنبط ہونے والے متعدد اہم مسائل

(۱) اس حدیث سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عام مسلمانوں پر اور اہل ذمہ پر کتنے شفیق تھے کیونکہ آپ نے بعد میں آنے والے خلیفہ کے لیے دونوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی وصیت کی۔ (۲) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر کو اپنے ذاتی اور نجی معاملات سے زیادہ دینی معاملات کی فکر تھی۔ (۳) نیز اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو آخر وقت میں قرض کی ادائیگی کی وصیت کرنی چاہیے۔ (۴) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کے قرب میں دفن ہونے کی خواہش کرنی چاہیے کیونکہ حضرت عمر کی یہ خواہش تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قرب میں مدفون ہوں۔ (۵) نیز اس سے معلوم ہوا کہ ملک کے سربراہ کو مشورہ سے مقرر کرنا چاہیے کیونکہ حضرت عمر نے اس کے لیے چھ مؤقر صحابہ کی مجلس شوریٰ قائم کر دی تھی۔ (۶) اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہر حال میں نیکی کا حکم دینا چاہیے اور برائی سے روکنا چاہیے کیونکہ جس نوجوان کا تہبند ٹخنوں کے نیچے لٹکا ہوا تھا حضرت عمر نے اس حال میں بھی اس کو حکم دیا کہ تہبند کو ٹخنوں سے اوپر اٹھا لے۔ (۷) نیز اس حدیث میں صفوں کو برابر کرنے کی تاکید ہے۔ (۸) اور اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ خراج اور جزیہ اتنا زیادہ مقرر نہیں کرنا چاہیے کہ اہل ذمہ اس کو ادا نہ کر سکیں کیونکہ حضرت عمر کو اخیر عمر میں اسی کی فکر تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۹۵۔ ۲۸۹ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب

(۱) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کا ایک رفیق ہے اور جنت میں میرے رفیق عثمان ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۶۹۸)

(۲) ابوعبدالرحمٰن السلمی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا گیا تو انہوں نے اپنے گھر کے اوپر سے جھانک کر (بلوائیوں سے) کہا: میں تمہیں اللہ (کا خوف) دلاتا ہوں' کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب حراء لرزنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے حراء پرسکون ہو جا تجھ پر تو ایک نبی ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے' تو انہوں نے کہا: ہاں! حضرت عثمان نے کہا: میں تمہیں اللہ (کا خوف) دلاتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنگی کے لشکر (غزوہ تبوک) میں فرمایا: کون ایسا خرچ کرے گا جو قبول کیا جائے؟ اور لوگ سخت تنگی میں تھے' تو میں نے اس لشکر کے لیے سامان فراہم کیا تو انہوں نے کہا: ہاں!' پھر حضرت عثمان نے کہا: میں تمہیں اللہ (کا خوف) دلاتا ہوں' کیا تمہیں معلوم ہے کہ رومہ کے کنویں سے کوئی شخص قیمت دیئے بغیر پانی نہیں پی سکتا تھا' پس میں نے اس کنویں کو خرید لیا اور اس کنویں کو امیر' غریب اور مسافر کے لیے وقف کر دیا' انہوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عثمان نے اور بھی کئی چیزیں یاد دلائیں۔ (سنن ترمذی: ۳۶۹۹' سنن نسائی: ۳۶۱۲' مسند احمد ج ۱ ص ۵۹)

(۳) حضرت عبدالرحمٰن بن خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک کے لشکر پر خرچ کرنے کے لیے لوگوں کو برانگیختہ کر رہے تھے' پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! سو اونٹ ان کے پالانوں اور کپڑوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں۔ آپ نے پھر برانگیختہ کیا تو حضرت عثمان نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! دو سو اونٹ ان کے پالانوں اور کپڑوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں' آپ نے پھر لشکر کے خرچ پر برانگیختہ کیا تو حضرت عثمان بن عفان نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! تین سو اونٹ ان کے پالانوں اور کپڑوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں' پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اترے اور آپ فرما رہے تھے' اس عمل کے بعد عثمان جو عمل بھی کریں تو انہیں کوئی ضرر نہیں ہوگا۔ اس عمل کے بعد عثمان جو عمل بھی کریں تو انہیں کوئی ضرر نہیں ہوگا (دوبار فرمایا)۔

(سنن ترمذی: ۳۷۰۰)

(۴) حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک ہزار دینار لے کر آئے' یہ غزوہ تبوک کے موقع پر لائے تھے' حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دیناروں کو اپنی گود میں الٹ پلٹ رہے تھے اور دو مرتبہ آپ نے فرمایا: آج کے بعد عثمان جو عمل بھی کریں ان کو ضرر نہیں ہوگا۔

(سنن ترمذی: ۳۷۰۱' مسند احمد ج ۵ ص ۶۳)

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اب حضرت عثمان خواہ حرام کام کریں ان سے مواخذہ نہیں ہوگا بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اب اللہ ان کا ضامن ہو گیا ہے' وہ ان سے کوئی غلط کام ہونے نہیں دے گا۔

(۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیعت رضوان لینے کا حکم دیا گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ کی طرف بھیجا ہوا تھا' آپ نے لوگوں سے بیعت لی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک عثمان اللہ کے کام سے اور اس کے رسول کے کام سے گئے ہوئے ہیں' پھر آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں ہاتھ حضرت عثمان کے لیے تھے اور یہ لوگوں کے اپنے ہاتھوں سے بہتر تھے۔

(سنن ترمذی: ۳۷۰۲)

(٦) ثمامہ بن حزن القشیری بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حویلی کو دیکھ رہا تھا' اس وقت حضرت عثمان نے بلوائیوں کی طرف جھانک کر کہا: اپنے ان دو ساتھیوں کو بلاؤ جنہوں نے تم کو میرے خلاف جمع کیا ہے' پس ان دونوں کو لایا گیا گویا کہ وہ دونوں اونٹ یا گدھے تھے۔ ثمامہ نے کہا: حضرت عثمان نے ان کی طرف جھانک کر کہا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں! کیا تم جانتے ہو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو وہاں رومۃ کے سوا کوئی میٹھے پانی کا کنواں نہیں تھا تو آپ نے فرمایا: کون رومۃ کے کنویں کو خرید کر اس کے ڈولوں کو مسلمانوں کے لیے وقف کرے گا اس کو اس کا بہتر عوض جنت میں ملے گا! تو میں نے اس کنویں کو اپنے خالص مال سے خریدا' اور تم آج مجھے اس کنویں کا پانی نہیں پینے دیتے' حتیٰ کہ میں سمندر کا (کھاری) پانی پیتا ہوں! (بلوائیوں نے) کہا: جی ہاں! حضرت عثمان نے کہا: میں تمہیں اللہ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں! کیا تم جانتے ہو کہ مسجد (نبوی) نمازیوں کے لیے تنگ تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آل فلاں سے زمین کا ٹکڑا کون خریدے گا' پس اس کا مسجد میں اضافہ کرے گا اس کو جنت میں اس کا اچھا عوض ملے گا' تو میں نے اس زمین کے ٹکڑے کو اپنے خالص مال سے خریدا' پس آج تم لوگ مجھ کو اس مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے نہیں دیتے! (بلوائیوں نے) کہا: جی ہاں! حضرت عثمان نے کہا: میں تم کو اللہ تعالیٰ کی اور اسلام کی قسم دیتا ہوں! کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے ثبیر (نامی) پہاڑ پر کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے اور میں تھا تو وہ پہاڑ لرزنے لگا حتیٰ کہ اس کے پتھر نشیب میں لڑھکنے لگے' آپ نے اس پہاڑ پر اپنا پیر مارا' اور فرمایا: اے ثبیر! پرسکون ہو جا تجھ پر صرف ایک نبی ہے' ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ انہوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عثمان نے کہا: اللہ اکبر! انہوں نے میرے حق میں گواہی دے دی اور تین مرتبہ کہا: رب کعبہ کی قسم! میں شہید ہوں۔ (سنن ترمذی: ۳۷۰۳' سنن النسائی: ۳۶۱۰)

(۷) حضرت مرۃ بن کعب رضی اللہ عنہ نے ایام فتنہ میں کھڑے ہو کر کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث نہ سنی ہوتی تو میں کھڑا نہ ہوتا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ وہ قریب ہیں۔ اس وقت ایک شخص ایک کپڑے سے چہرہ ڈھانپے ہوئے گزرا' آپ نے فرمایا: اس دن یہ ہدایت پر ہوں گے' میں ان کے قریب گیا تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے' میں نے آپ کی طرف مڑ کر پوچھا: یہ؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (سنن ترمذی: ۳۷۰۴' مسند احمد ج ۴ ص ۲۳۶)

(۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا' پس اگر لوگ اس کو اتارنے کا ارادہ کریں تو ان کے لیے تم اس کو نہ اتارنا۔

(سنن ترمذی: ۳۷۰۵' سنن ابن ماجہ: ۱۱۲' مسند احمد ج ۶ ص ۲۳۶)

(۹) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کیا: پس آپ نے حضرت عثمان کے متعلق فرمایا: یہ ان فتنوں میں مظلوم قتل کیا جائے گا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۰۸' مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۵)

(۱۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا تاکہ آپ اس پر نماز پڑھیں' آپ نے اس پر نماز نہیں پڑھی' آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! ہم نے نہیں دیکھا کہ آپ نے اس سے پہلے کسی کی نماز جنازہ ترک کی ہو؟ آپ نے فرمایا: یہ عثمان سے بغض رکھتا تھا' اس لیے اللہ نے اس سے بغض رکھا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۰۹)

(۱۱) ابوسہلۃ بیان کرتے ہیں کہ مکان کے محاصرہ کے دن مجھ سے حضرت عثمان نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا

میں اس پر صابر ہوں۔ (سنن ترمذی:۳۷۱۱، مسند احمد ج ۱ ص ۵۸)

(۱۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کے دروازہ کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملے، پس آپ نے فرمایا: اے عثمان! یہ جبریل ہیں جنہوں نے مجھے ابھی خبر دی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے (سیدہ) ام کلثوم کا تمہارے ساتھ (سیدہ) رقیہ کے مہر کی مثل کے عوض نکاح کر دیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ:۱۱۰)

(۱۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! اگر اللہ تمہیں کسی دن خلافت عطا فرمائے، پھر منافقین یہ ارادہ کریں کہ جو قمیص اللہ تعالیٰ نے تمہیں پہنائی ہے وہ اس کو اتار دیں تو تم اس کو نہ اتارنا، آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ (سنن ابن ماجہ:۱۱۲، سنن ترمذی:۳۷۰۵)

(۱۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام میں فرمایا: میں چاہتا ہوں میرے پاس میرے بعض اصحاب ہوتے! ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے لیے حضرت ابوبکر کو نہ بلائیں، آپ خاموش رہے، ہم نے عرض کیا: کیا ہم آپ کے لیے حضرت عمر کو نہ بلائیں آپ خاموش رہے، ہم نے عرض کیا: کیا ہم آپ کے لیے حضرت عثمان کو نہ بلائیں، آپ نے فرمایا: ہاں! پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آ گئے، پس آپ ان سے تنہائی میں ملے، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے بات کرتے رہے اور حضرت عثمان کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا، قیس نے کہا: مجھے حضرت عثمان کے آزاد کردہ غلام ابوسہلۃ نے بتایا کہ حضرت عثمان نے محاصرہ کے دن فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا، پس میں اس پر صابر ہوں۔

(سنن ابن ماجہ:۱۱۳، سنن ترمذی:۳۷۱۱)

(۱۵) ابوسعید جو ابو اسید الانصاری کے آزاد کردہ غلام ہیں ان کی ایک طویل روایت کے آخر میں ہے:

میں نے دیکھا کہ حضرت عثمان نے ایک بار پھر اپنے مکان سے جھانک کر خطبہ دیا اور محاصرہ کرنے والے بلوائیوں کو نصیحت کی اور ان کو خوف خدا یاد دلایا لیکن ان لوگوں پر آپ کی نصیحت سے کوئی اثر نہیں ہوا۔

تب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ سے کہا: دروازہ کھول دو اور انہوں نے قرآن مجید کو اپنے سامنے رکھ لیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے گزشتہ رات خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تھی اور آپ نے ان سے فرمایا تھا: آج رات ہمارے پاس (روزہ) افطار کرنا، پھر ان کے پاس (بلوائیوں میں سے) ایک شخص آیا تو حضرت عثمان نے اس سے کہا: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے، پس وہ شخص نکل گیا اور اس نے حضرت عثمان کو چھوڑ دیا، پھر (ان میں سے) دوسرا شخص آیا، حضرت عثمان نے اس سے بھی کہا: میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے اور آپ کے سامنے مصحف (قرآن مجید) رکھا ہوا تھا، اس شخص نے قرآن مجید پر تلوار مارنے کے لیے اٹھائی حضرت عثمان نے اپنے ہاتھ سے قرآن مجید کو بچایا، تو اس نے آپ کا ہاتھ کاٹ دیا، راوی نے کہا: پتا نہیں ہاتھ الگ ہوا یا نہیں۔ ابوسعید کے علاوہ دوسری روایت میں ہے، پھر تجیبی داخل ہوا، اس نے حضرت عثمان کے چھرا مارا تو آپ کا خون اس آیت پر گرا:

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ پس عنقریب اللہ ان سے آپ کا بدلہ لے گا اور وہ بہت سننے والا بے حد جاننے والا ہے ○ (البقرۃ:۱۳۷)

(صحیح ابن حبان:۶۹۱۹، تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۵۶۔ ۳۵۴، المطالب العالیہ للحافظ ابن حجر ج ۴ ص ۲۸۶۔ ۲۸۴، حافظ ابن حجر نے اس روایت کی مسند اسحاق بن راھویہ کی طرف نسبت کی ہے اور لکھا ہے، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، اور فتح الباری میں اس کی نسبت صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی طرف کی

ہے)

جس جگہ کوئی شہید ہوتا ہے وہ جگہ اس کی شہادت کی گواہی دیتی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے سامنے شہید ہوئے' ان کی گواہی قرآن کے اوراق دیں گے' کسی کی شہادت کے وقت اس کا خون بدر واحد کی زمین پر گرا' حضرت عثمان کی شہادت کے وقت ان کا خون قرآن مجید کی آیات پر گرا' جو جس حال میں جان دیتا ہے قیامت کے دن اسی حال میں اٹھتا ہے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قیامت کے دن قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اٹھیں گے۔ حضرت عثمان اسلامی حکومت کے فرماں روا تھے' اسلامی افواج اور جان نثار صحابہ آپ کے اشارے کے منتظر تھے' آپ چاہتے تو وہ مٹھی بھر باغیوں کا سر کچل دیتے لیکن آپ نے ان کے پیہم اصرار کے باوجود منع کر دیا' آپ نے کہا: میں اپنی جان کی بقاء کے لیے مسلمانوں کو باہم لڑانا نہیں چاہتا' حضرت معاویہ نے بہت کہا کہ آپ ملک شام میں آجائیں وہاں آپ کو تحفظ حاصل رہے گا لیکن آپ نے کہا: میں اپنی جان بچانے کے لیے آخر وقت میں مدینہ چھوڑنا نہیں چاہتا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء پر فرات کا پانی بند کیا گیا تھا لیکن حضرت عثمان پر تو وہ پانی بند کر دیا گیا تھا جس کو انہوں نے خود خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا اور ان کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا جس کی زمین انہوں نے خود خرید کر مسجد کے لیے وقف کی تھی کیا' کبھی چشم فلک نے ایسا بھی صابر' ایثار کیش اور مظلوم دیکھا تھا!

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے چھیالیس (۴۶) احادیث مروی ہیں جن میں تین حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور آٹھ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور پانچ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۲۷۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

٩ - بَابُ مَنَاقِبِ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَلْقُرَشِيِّ الْهَاشِمِيِّ اَبِی الْحَسَنِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت علی بن ابی طالب القرشی الہاشمی ابو الحسن رضی اللہ عنہ کے مناقب

اس باب میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل پر مشتمل احادیث بیان کی گئی ہیں' ان کے گھر والوں نے ان کی کنیت ابو الحسن رکھی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی کنیت ابو تراب رکھی تھی۔ جب آپ نے ان کو مسجد میں لیٹا ہوا دیکھا ان کی پشت سے چادر ڈھلک گئی تھی اور اس پر مٹی لگ گئی تھی تو آپ نے فرمایا: اے ابو تراب! اٹھو۔ حضرت علی کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا ہیں' یہ کبار صحابیات میں سے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں فوت ہو گئی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۲۹۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجاہدانہ سیرت

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب بن عبد المطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد ہیں' ان کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تقریباً تیس سال کم تھی۔ یہ کم سنی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت میں رہے' جس وقت ان کے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حامی تھے اور آپ کی طرف سے مدافعت کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہجرت کے بعد حضرت علی سے عقد نکاح کر دیا

تھا' حضرت علی رضی اللہ عنہ صحابہ میں سب سے زیادہ شجاع تھے۔ غزوہ بدر میں آپ نے کفار کو للکارا اور جب مسلمانوں نے کئی روز تک خیبر کے یہودیوں کا محاصرہ کیے رکھا اور فتح حاصل نہیں ہوئی تو ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی کی گئی کہ مسلمان عنقریب علی کی قیادت میں فتح حاصل کریں گے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان صحابہ سے فرمایا جو خیبر کا طویل محاصرہ کر کے تھک گئے تھے' آپ نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہو گا' اور اس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے اور عنقریب اس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ خیبر کو فتح کرے گا۔ ہر صحابی کی یہ تمنا تھی کہ یہ شرف عظیم اس کو حاصل ہو' حتیٰ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اس دن کے سوا کسی دن امارت کی تمنا نہیں کی' تمام صحابہ صبح کا انتظار کر رہے تھے اور سب گردنیں اوپر اٹھائے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف گئے' وہ اس شرف کے حصول کی امید کر رہے تھے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ حضرت علی بیمار تھے' ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں' وہ گزشتہ ایام میں حاضر نہیں تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم سے حضرت علی کو بلایا گیا۔ ان کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا لعاب دہن لگایا' پھر وہ آنکھیں اس طرح ٹھیک ہو گئیں گویا کبھی دکھی نہیں تھیں۔ دن گزرتے گئے۔ متعدد غزوات ہوتے رہے' فتح خیبر کے بعد فتح مکہ' حنین' اوطاس' طائف ہر غزوہ میں ہم نے حضرت علی کو بڑھ چڑھ کر جہاد کرتے ہوئے دیکھا۔ اگر ان کو لشکر کے اگلے حصہ میں رکھا جاتا تو وہ وہاں داد شجاعت دیتے اور اگر ان کو لشکر کے پچھلے حصہ میں رکھا جاتا تو وہ وہاں جواں مردی کے جوہر دکھاتے' وہ قیادت پر حریص نہیں تھے ہر چند کہ قیادت کے اہل تھے اور نہ قیادت کے نہ ملنے پر متاسف ہوتے تھے اور اسلام کی یہی تربیت ہے' سب سے زیادہ مشکل اور خطرناک غزوہ' غزوہ تبوک تھا اور ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس غزوہ میں حضرت علی کو ساتھ نہیں لے گئے اور انہیں بچوں اور عورتوں کی حفاظت کے لیے مدینہ میں چھوڑ دیا اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے اصحاب کی تربیت کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے ہارون' موسیٰ کے لیے تھے' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنی قوم میں چھوڑ کر خود اپنے رب سے مناجات کے لیے پہاڑ طور پر چلے گئے تھے۔ حضرت علی نے کہا: یا رسول اللہ! میں راضی ہوں۔

(فتح المنعم ج ٩ ص ٣٣١۔٣٣٠' دار الشروق' القاہرہ' ١٤٢٩ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّىْ وَاَنَا مِنْكَ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں

یہ تعلیق باب عمرۃ القضاء میں ایک طویل حدیث: ٤٢٥١ کا ایک ٹکڑا ہے' اس حدیث میں اور بھی کئی جملے ہیں' آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں' اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم میری صورت اور سیرت کے مشابہ ہو' اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم ہمارے بھائی ہو اور ہمارے آزاد کردہ غلام ہو۔ (صحیح البخاری: ٤٢٥١)

علامہ عینی لکھتے ہیں: حضرت علی سے آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تم نسب اور علم کے اعتبار سے مجھ سے متصل ہو' اور میں بھی نسب اور علم کے اعتبار سے تم سے متصل ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے: تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ یعنی حضرت علی کا آپ کے ساتھ اتصال جہت نبوت سے نہیں ہے' باقی رہا جہت خلافت سے اتصال تو وہ بھی نہیں ہے کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے وصال فرما گئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی حیات میں غزوہ تبوک میں گئے تھے صرف اسی وقت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے خلیفہ تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٩٦۔٢٩٥' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمہارا علم اور نسب مجھ سے ہے اور میرے کمالات ولایت کا ظہور تم سے ہوگا یا میری نسل کا ظہور تم سے ہوگا۔

وَقَالَ عُمَرُ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس حال میں ہوئی کہ وہ حضرت علی سے راضی تھے۔

اس تعلیق کے مطابق حدیث موصول صحیح البخاری: ١٣٩٢ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٠١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَّجُلًا يَّفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ قَالَ فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوْكُوْنَ لَيْلَتَهُمْ اَيُّهُمْ يُعْطَاهَا فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوْا اَنْ يُّعْطَاهَا فَقَالَ اَيْنَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالُوْا يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَيْهِ فَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَمَّا جَاءَ بَصَقَ فِيْ عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهٗ فَبَرَاَ حَتّٰى كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا فَقَالَ اُنْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل میں ضرور اس شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جس کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ فتح دے گا' حضرت سہل نے کہا: پھر لوگوں نے اس حال میں رات گزاری کہ وہ غور کرتے رہے کہ آپ کس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے' پھر جب صبح ہوئی تو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے ہر ایک یہ امید کر رہا تھا کہ آپ اس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے' آپ نے پوچھا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ صحابہ نے بتایا: یا رسول اللہ! ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں' آپ نے فرمایا: ان کی طرف کسی کو بھیجو اور ان کو میرے پاس لاؤ' پس جب حضرت علی آئے تو آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور ان کے حق میں دعا کی تو وہ تندرست ہوگئے' حتیٰ کہ گویا کہ ان کو درد تھا ہی نہیں' پس آپ نے ان کو جھنڈا عطا کیا' پھر حضرت علی نے کہا: یا رسول اللہ! میں ان سے اس وقت تک قتال کرتا رہوں گا حتیٰ کہ وہ ہماری مثل (مسلمان) ہو جائیں' آپ نے فرمایا: تم اسی حالت میں جاؤ حتیٰ کہ تم ان کے صحن (علاقہ) میں پہنچو' پھر تم ان کو اسلام کی دعوت دو اور ان کو بتاؤ کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے کیا حقوق واجب ہیں' پس اللہ کی قسم! اگر تمہارے سبب اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٩٤٢ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور میں حضرت علی کے فضائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی مناقب علی میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی واضح فضیلت ہے اوران کی شجاعت کا ذکر ہے اوراس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر خیبر فتح کرے گا جس کو آپ جھنڈا عطا فرمائیں گے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٩٦)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے اوراس کا ثبوت ہے کہ آپ کو علم ہے کہ کل کیا ہوگا یعنی کل جس کو آپ جھنڈا عطا فرمائیں گے وہی خیبر فتح کرے گا' اوراس حدیث میں آپ کے شافی الامراض ہونے کا بھی ثبوت ہے' کیونکہ آپ نے حضرت علی کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا تو وہ اس طرح ٹھیک ہوگئیں گویا کبھی دکھی ہی نہیں تھیں اوراس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ فتح خیبر کے موقع پر تمام صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فتح کے جھنڈے کے طالب تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے مطلوب تھے' نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار کو قتل کرنے سے زیادہ فضیلت کفار کو مسلمان کرنے میں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہارے سبب سے اللہ تعالیٰ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے۔

مجھے معلوم ہوا کہ لندن کے ایک تفضیلی عالم نے کہا کہ حضرت علی نے سینکڑوں کافروں کو قتل کیا اور حضرت ابوبکر نے ایک چڑیا بھی نہیں ماری تو حضرت ابوبکر حضرت علی سے کیسے افضل ہو سکتے ہیں؟ میں کہتا ہوں کہ اس سے قطع نظر کہ یہ طعن تو (العیاذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ہو سکتا ہے۔ زیر بحث حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کفار کو قتل کرنے کی بہ نسبت کفار کو مسلمان کرنے میں زیادہ فضیلت ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے حضرت طلحہ اسلام لائے' حضرت زبیر اسلام لائے' حضرت عثمان بن عفان اسلام لائے' حضرت عبدالرحمان بن عوف اسلام لائے' اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اسلام لائے اور یہ وہ صحابہ ہیں جو اسلام کی اساس اور اسلام کا افتخار ہیں۔ (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۴۰۔۴۳۸' دارالفکر) اوراس پائے کی فضیلت اور کسی کو حاصل نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیات

علامہ عینی لکھتے ہیں: التلویح میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خواص میں سے یہ ہے کہ وہ تمام صحابہ سے زیادہ قضاء کا علم رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اپنے پیچھے چھوڑ کر گئے تھے اور حضرت علی علم کا شہر ہیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ میں اونچائی پر رکھے ہوئے بتوں کو توڑنے کا ارادہ کیا تو آپ نے حضرت علی کو ان کے پیروں سے اٹھا کر اپنے کندھے پر چڑھایا۔ اس حدیث کی مفصل روایت مسند احمد ج ١ ص ٨' مصنف ابن شیبہ ج ١۴ ص ۴٨٨' مسند البزار: ٧٦٩' مسند ابویعلیٰ ٢٩٢ اور کنز العمال: ٣٦٥١٦ میں ہے۔ سعیدی غفرلہ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٩٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١۴٢١ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پانچ سو سینتیس (۵٣٧) احادیث محفوظ ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اتنی ہی احادیث محفوظ ہیں' (المفہم ٦ ص ٢٧١) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بہ روز جمعہ پچیس (٢۵) ذوالحجہ پینتیس ہجری کو ان کی بیعت خلافت کی گئی۔ مہاجر اور انصار جتنے حاضرین تھے' سب نے ان کی بیعت کر لی اور تمام اسلامی شہروں میں ان کی بیعت کا حکم لکھ کر بھیجا گیا اور شام میں حضرت معاویہ کے سوا سب نے اس حکم کی اطاعت کر لی' پھر بعد میں ان کے درمیان ایسی جنگ ہوئی جس کی مثل نہیں سنی گئی اور حضرت علی کو اس جنگ میں فتح حاصل نہیں ہوئی' حتیٰ کہ فریقین کے درمیان حَکَم بنانے کا واقعہ ہوا' اس بنا پر خوارج

ان سے الگ ہو گئے اور انہوں نے حضرت علی کی تکفیر کر دی' انہوں نے کہا: اللہ کے سوا کسی کو حاکم بنانا قرآن مجید کے خلاف ہے' حضرت علی نے نہروان میں ان سے جنگ کی اور اکثر خوارج مارے گئے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۵۸۔۵۷' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزید فضائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد ہیں۔ آپ کے والد کا نام عبد مناف تھا' صحیح قول کے مطابق آپ بعثت سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچپن سے ہی آپ کی تربیت کی تھی۔ آپ ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور آپ کی وفات تک کبھی آپ سے جدا نہیں ہوئے۔ ان کی والدہ سیدتنا فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہیں۔ یہ اسلام لائیں' شرف صحابیت حاصل کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں فوت ہو گئیں۔ امام احمد' اسماعیل قاضی' امام نسائی اور ابوعلی نیشاپوری نے لکھا ہے کہ صحابہ میں سے کسی کے متعلق اتنی اسانید جیدہ سے احادیث مروی نہیں ہیں جتنی حضرت علی کے متعلق احادیث مروی ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ ان سے متاخر ہیں۔ ان کے زمانہ میں اختلاف ہوا' اور بعض لوگوں نے خروج کیا اور یہ چیز آپ کے مخالفین پر رد کرنے کے لیے اور آپ کے مناقب کے پھیلنے کا باعث ہوا' پس لوگوں کے دو فرقے ہو گئے لیکن ان میں مبتدعین بہت کم تھے' پھر ایک جماعت نے حضرت علی سے جنگ کی اور خطبوں میں حضرت علی کی تنقیص کی اور منبروں کے اوپر ان پر سب وشتم اور لعن طعن کو اپنا شعار بنا لیا' خوارج نے ان کی موافقت کی بلکہ ان سے بڑھ کر حضرت علی کی تکفیر کی' پھر حضرت علی کے متعلق تین گروہ ہو گئے: (۱) اہل السنّت (۲) خوارج (۳) بنو امیہ میں سے ان کے خلاف جنگ کرنے والے اور ان کے موافقین' لہٰذا اہل سنت کو ان کے فضائل پھیلانے کی ضرورت پیش آئی اور کیونکہ مخالفین بہت تھے اس لیے ان کے فضائل کے ناقلین بھی بہت زیادہ ہو گئے ورنہ چاروں خلفاء راشدین کے فضائل اہل سنت و جماعت کے قول سے باہر نہیں ہیں۔

صحیح البخاری: ۳۷۰۱ میں مذکور ہے کہ حضرت علی اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ان سے محبت کرتے ہیں۔ اس محبت سے مراد کوئی خاص محبت ہے ورنہ ہر مومن اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتا ہے۔ اس حدیث میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. (آل عمران: ۳۱) آپ کہیے: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اتباع کرنے والے تھے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ متصف ہو گئے' اسی وجہ سے ان سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے۔ (اس کا ذکر عنقریب آئے گا۔) (فتح الباری ج ۴ ص ۷۹۵۔ ۷۹۴' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مولود کعبہ ہونا

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ لکھتے ہیں:

اخبار متواترہ سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو جوف کعبہ میں جنم دیا۔ (المستدرک ج ۳ ص ۴۸۳' دار الباز للنشر والتوزیع' مکہ مکرمہ)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی المتوفی ۸۴۸ ھ نے بھی امام حاکم کی اس عبارت کو برقرار رکھا ہے۔

(تلخیص المستدرک ج ۳ ص ۸۳ دارالباز' مکہ مکرمہ)

شیخ مومن بن حسن الشبلنجی لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ البیت الحرام کے اندر پیدا ہوئے۔ ابن الصباغ نے کہا ہے: ان سے پہلے کوئی شخص کعبہ میں پیدا نہیں ہوا۔

(نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار ص ۱۰۳' المطبعۃ العامرۃ العثمانیہ' مصر' ۱۳۰۴ ھ)

تاہم بسیار تلاش کے باوجود دیگر ذرائع سے اس واقعہ کا ثبوت نہیں ملا۔

۳۷۰۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ قَدْ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَيْبَرَ وَكَانَ بِهٖ رَمَدٌ فَقَالَ اَنَا اَتَخَلَّفُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ عَلِيٌّ فَلَحِقَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ اللَّيْلَةِ الَّتِيْ فَتَحَهَا اللّٰهُ فِيْ صَبَاحِهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ اَوْ لَيَاْخُذَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُّحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَوْقَالَ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَاِذَا نَحْنُ بِعَلِيٍّ وَّمَا نَرْجُوْهُ فَقَالُوْا هٰذَا عَلِيٌّ فَاَعْطَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از سلمہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خیبر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے اور ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی تو انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ جاؤں گا! پھر حضرت علی نکلے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل گئے' جب اس رات کی شام آئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی تھی' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس کو عطا کروں گا یا فرمایا کل جھنڈا وہ شخص لے گا جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے' یا فرمایا: وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اللہ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا' پس اس وقت اچانک حضرت علی ہمارے ساتھ تھے اور ہمیں ان کی امید نہیں تھی' پس لوگوں نے کہا: یہ حضرت علی (آگئے ہیں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا' پس اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۹۷۵ میں گزر چکی ہے۔

خیبر کا جھنڈا اٹھانے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

امام حاکم نے الاکلیل میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خیبر کے بعض قلعوں کی طرف بھیجا۔ انہوں نے وہاں قتال کیا اور سخت کوشش کی اور فتح حاصل نہیں ہوئی' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو فتح حاصل نہیں ہوئی' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا کیا اور انہیں بھیجا۔ اس حدیث کی حضرت ابو ہریرہ' حضرت علی' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت زبیر بن العوام' حضرت حسن بن علی' حضرت ابن عباس' حضرت جابر بن عبداللہ' حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت ابوسعید الخدری' حضرت سلمہ بن الاکوع' حضرت عمران بن حصین' حضرت ابولیلیٰ انصاری' حضرت بریدہ' حضرت عامر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اور دوسروں نے روایت کی ہے۔

اس سے پہلی حدیث میں حضرت علی کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالنے کا ذکر ہے اور سلمہ کی حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

روایت ہے کہ حضرت علی نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا سر اپنی گود میں رکھا' پھر اپنی ہتھیلی میں اپنا لعاب دہن ڈالا' پھر اس کو میری آنکھوں میں ملا' پھر دعا کی: اے اللہ! اس کی آنکھیں گرمی میں دکھیں نہ سردی میں۔ حضرت علی نے بتایا کہ پھر میری آنکھیں ابھی تک نہیں دکھیں۔ ایک روایت میں دعا کے یہ الفاظ ہیں: اے اللہ! اس کی مدد فرما اور اس سے دوسروں کی مدد فرما۔ اس پر رحم فرما اور اس کی وجہ سے دوسروں پر رحم فرما اور اس کی مدد فرما اور اس کی وجہ سے دوسروں کی مدد فرما' اے اللہ! اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے' اور اس سے عداوت کر جو اس سے عداوت کرے۔

حضرت ابن عباس نے کہا: اس واقعہ کے بعد ہر جگہ رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا حضرت علی کے ساتھ ہوتا تھا' حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! قیامت کے دن آپ کا جھنڈا کون اٹھائے گا؟ آپ نے فرمایا: میرا جھنڈا وہ اٹھائے گا جو دنیا میں میرا جھنڈا اٹھاتا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٩٨' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٧٠٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلٰى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ فَقَالَ هٰذَا فُلَانٌ لِّاَمِيْرِ الْمَدِيْنَةِ يَدْعُوْ عَلِيًّا عِنْدَ الْمِنْبَرِ قَالَ فَيَقُوْلُ مَاذَا قَالَ يَقُوْلُ لَهٗ اَبُوْ تُرَابٍ فَضَحِكَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا سَمَّاهُ اِلَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا كَانَ لَهٗ اِسْمٌ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْهُ فَاسْتَطْعَمْتُ الْحَدِيْثَ سَهْلًا وَّقُلْتُ يَا اَبَا عَبَّاسٍ كَيْفَ قَالَ دَخَلَ عَلِيٌّ عَلٰى فَاطِمَةَ ثُمَّ خَرَجَ فَاضْطَجَعَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ قَالَتْ فِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ اِلَيْهِ فَوَجَدَ رِدَاءَهٗ قَدْ سَقَطَ عَنْ ظَهْرِهٖ وَخَلَصَ التُّرَابُ اِلٰى ظَهْرِهٖ فَجَعَلَ يَمْسَحُ التُّرَابَ عَنْ ظَهْرِهٖ فَيَقُوْلُ اِجْلِسْ يَا اَبَا تُرَابٍ مَّرَّتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود کہ ایک شخص حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' پس اس نے کہا: فلاں شخص مدینہ کا امیر ہے' وہ منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ناشائستہ باتیں کرتا ہے۔ حضرت سہل نے پوچھا: وہ کیا کہتا ہے! اس نے کہا' وہ ان کو ابوتراب کہتا ہے' پس انہوں نے ہنس کر کہا: حضرت علی کا نام تو نبی ﷺ نے ابوتراب رکھا تھا' اور ان کو اس نام سے زیادہ کوئی نام محبوب نہیں تھا۔ راوی نے کہا: پس میں نے حضرت سہل سے پورا قصہ جاننا چاہا اور کہا: اے ابوعباس! اس کا کیا سبب تھا؟ تو انہوں نے بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت سیدۃ فاطمہ کے گھر داخل ہوئے پھر باہر نکلے' اور مسجد میں لیٹ گئے تو نبی ﷺ نے (حضرت سیدہ سے پوچھا:) تمہارا عم زاد کہاں ہے؟ انہوں نے بتایا: مسجد میں' نبی ﷺ ان کی طرف نکلے' پس ان کو اس حال میں پایا کہ ان کی چادر ان کی پشت سے ڈھلکی ہوئی تھی' اور مٹی ان کی پشت پر لگی ہوئی تھی۔ آپ ان کی پشت سے مٹی جھاڑ رہے تھے اور دو مرتبہ یہ فرما رہے تھے: اے ابوتراب! (مٹی والے) اٹھ کر بیٹھو۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٤٤١ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو مناقب علی کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ نبی ﷺ کو وہ اس قدر عزیز تھے کہ آپ ان کو دیکھنے مسجد میں گئے اور ان کی پشت سے مٹی جھاڑی اور شفقت سے ان کو راضی کیا کیونکہ ان کے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کوئی رنجش ہوگئی تھی اس لیے حضرت علی مسجد میں جا کر لیٹ گئے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عارضی طور پر مسجد میں لیٹنا جائز ہے اور جو شخص غم وغصہ میں ہو اس کو راضی کرنا چاہیے۔ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع اور انکسار اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا ثبوت ہے۔

٣٧٠٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ اَبِیْ حَصِيْنٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى ابْنِ عُمَرَ فَسَاَلَهٗ عَنْ عُثْمَانَ فَذَكَرَ عَنْ مَّحَاسِنِ عَمَلِهٖ قَالَ لَعَلَّ ذَاكَ يَسُوْءُكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَرْغَمَ اللّٰهُ بِاَنْفِكَ ثُمَّ سَاَلَهٗ عَنْ عَلِيٍّ فَذَكَرَ مَحَاسِنَ عَمَلِهٖ قَالَ هُوَ ذَاكَ بَيْتُهٗ اَوْسَطُ بُيُوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَعَلَّ ذَاكَ يَسُوْءُكَ قَالَ اَجَلْ قَالَ فَاَرْغَمَ اللّٰهُ بِاَنْفِكَ اِنْطَلِقْ فَاجْهَدْ عَلَيَّ جَهْدَكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن رافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین نے حدیث بیان کی از زائدہ از ابی حصین از سعد بن عبیدہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا' اور اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے حضرت عثمان کے نیک اعمال بیان کیے' فرمایا: شاید اس بات سے تمہیں تکلیف ہوئی ہے؟ اس نے کہا: ہاں! حضرت ابن عمر نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری ناک کو خاک آلودہ کرے' پھر اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال کیا' پس حضرت ابن عمر نے ان کے نیک اعمال بیان کیے' فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں سے یہ متوسط گھر ان کا ہے۔ پھر فرمایا: شاید اس بات سے (بھی) تمہیں تکلیف ہوئی ہے! اس نے کہا: ہاں! حضرت ابن عمر نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری ناک کو خاک آلودہ کرے! دفع ہو جا! اور میرے خلاف جو کر سکتا ہے وہ کر۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣١٣٠ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو مناقب علی کے باب میں اس لیے ذکر کیا کہ اس حدیث میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے فضائل کا ذکر ہے۔ حضرت عثمان کے نیک اعمال میں سے یہ ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کے لیے اپنے مال سے رومۃ کا کنواں خریدا' مسجد نبوی کی توسیع کی اور غزوہ تبوک کے لیے سامان فراہم کیا اور حضرت علی کے نیک اعمال میں سے یہ ہیں: کہ انہوں نے خیبر کو فتح کیا' مرحب یہودی کو قتل کیا اور تمام غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شخص سے کہا: اللہ تیری ناک خاک آلود کرے'' یہ عرب کا محاورہ ہے' اس کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ تجھ کو ذلیل اور رسوا کرے اور اللہ تعالیٰ تجھے زمین پر اوندھا گرا دے اور تیرا چہرہ خاک آلود ہو جائے اور تو اپنے مقصد میں ناکام ہو جائے۔

٣٧٠٥ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِیْ لَيْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ اَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ شَكَتْ مَا تَلْقٰى مِنْ اَثَرِ الرَّحَا فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْیٌ فَانْطَلَقَتْ فَلَمْ تَجِدْهُ فَوَجَدَتْ عَائِشَةَ فَاَخْبَرَتْهَا فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ بِمَجِیْءِ فَاطِمَةَ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْنَا وَقَدْ اَخَذْنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم' انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی لیلیٰ سے سنا' انہوں نے کہا کہ ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے شکایت کی کہ چکی پیسنے سے ان کے ہاتھوں میں نشانات پڑ گئے ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چند قیدی آئے تھے' پس حضرت سیدہ (آپ کے پاس) گئیں

مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْتُ لِاَقُوْمَ فَقَالَ عَلٰى مَكَانِكُمَا فَقَعَدَ بَيْنَنَا حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلٰى صَدْرِي وَقَالَ اَلَا اُعَلِّمُكُمَا خَيْرًا مِّمَّا سَاَلْتُمَانِي اِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا تُكَبِّرَا اَرْبَعًا وَّثَلٰثِيْنَ وَتُسَبِّحَا ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَتَحْمَدَا ثَلٰثَةً وَّثَلٰثِيْنَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمَا مِنْ خَادِمٍ.

تو آپ کو نہیں پایا۔ پھر وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملیں اور ان کو خبر دی' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (گھر) تشریف لے آئے تو حضرت عائشہ نے حضرت سیدہ فاطمہ کے آنے کی خبر دی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس اس وقت تشریف لائے جب ہم اپنے بستروں میں جا چکے تھے' میں اٹھنے لگا تو آپ نے فرمایا: تم دونوں اپنی جگہ پر رہو' پس آپ ہمارے درمیان بیٹھ گئے حتیٰ کہ میں نے آپ کے قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کی' آپ نے فرمایا: تم دونوں نے جس چیز کا سوال کیا ہے کیا میں تم کو اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں! جب تم دونوں اپنے بستروں پر جاؤ تو تم دونوں چونتیس (٣٤) مرتبہ اللہ اکبر پڑھو اور تینتیس (٣٣) مرتبہ سبحان اللہ پڑھو اور تینتیس (٣٣) مرتبہ الحمد للہ پڑھو تو یہ تمہارے لیے خادم (کے حصول) سے بہتر ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣١١٣ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی فضائل علی کے باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر پر حضرت علی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کے درمیان بیٹھ گئے اور حضرت علی کو اس وقت اپنی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے سے منع فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک حضرت علی کا مرتبہ بہت عظیم تھا۔

٣٧٠٦ - **حَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اِبْرَاهِيْمَ بْنَ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى.

[طرف الحدیث: ٤٤١٦] (صحیح مسلم: ٢٤٠٤' الرقم المسلسل: ٦١١١' سنن ترمذی: ٣٧٥٢' سنن ابن ماجہ: ١١٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: کہ مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد' انہوں نے کہا: میں نے ابراہیم بن سعد سے سنا از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے۔

یہ حدیث صحیح مسلم میں زیادہ تفصیل سے ہے:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو غزوہ تبوک میں چھوڑ دیا' تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں! آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے لیے تھے' مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(صحیح مسلم: ٢٤٠٤' الرقم المسلسل: ٦١١٢)

حضرت علی کو خلیفہ بلافصل بنانے کی دلیل کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی سے یہ اس وقت فرمایا تھا جب آپ غزوہ تبوک کے لیے روانہ ہوئے اور آپ نے حضرت علی کو ساتھ نہیں لیا تو حضرت علی نے کہا: آپ مجھے بچوں کے ساتھ چھوڑ رہے ہیں! تو نبی ﷺ نے یہ مثال بیان کی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے گئے تھے تو اپنے پیچھے قوم کے پاس حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے' اس سے آپ کی یہ مراد نہیں تھی کہ آپ کے وصال کے بعد حضرت علی خلیفہ ہوں گے کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوگئی تھی اور حضرت ہارون صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات میں خلیفہ ہوئے تھے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی صرف غزوہ تبوک کے موقع پر نبی ﷺ کی حیات میں خلیفہ ہوئے تھے۔

٣٧٠٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اقْضُوْا كَمَا كُنْتُمْ تَقْضُوْنَ فَاِنِّيْ اَكْرَهُ الْاِخْتِلَافَ حَتّٰى يَكُوْنَ لِلنَّاسِ جَمَاعَةٌ اَوْ اَمُوْتَ كَمَا مَاتَ اَصْحَابِيْ فَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يَرٰى اَنَّ عَامَّةَ مَايُرْوٰى عَلٰى عَلِيٍّ الْكَذِبُ.

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن الجعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از ایوب از ابن سیرین از عبیدہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ' آپ نے (اہل عراق سے) کہا: تم جس طرح پہلے فیصلے کرتے تھے اسی طرح فیصلے کرتے رہو کیونکہ میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں حتیٰ کہ (سب لوگ ایک فیصلہ پر) جمع ہو جائیں یا میری وفات ہو جائے جس طرح میرے اصحاب کی وفات ہو چکی ہے' پس ابن سیرین کا یہ گمان تھا کہ (شیخین کی مخالفت میں) حضرت علی سے جو عام روایات منقول ہیں وہ جھوٹ پر مبنی ہیں۔

حضرت علی کا جماعت صحابہ کی طرف رجوع کرنا اور ام ولد کو آزاد کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جس طرح پہلے فیصلے کرتے تھے اسی طرح فیصلے کرتے رہو۔ حضرت علی نے یہ بات اہل عراق سے فرمائی تھی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت علی عراق میں آئے تو انہوں نے کہا کہ پہلے میری رائے حضرت عمر کے ساتھ تھی کہ ام ولد کو آزاد کر دیا جائے اور اب میری رائے یہ ہے کہ ان کو بہ دستور باندی قرار دیا جائے۔ اس پر حضرت عبیدہ نے کہا: آپ کی پہلی رائے جو جماعت صحابہ کے ساتھ تھی وہ اب کی رائے سے زیادہ بہتر تھی جو ان سے مختلف ہے۔ اس پر حضرت علی نے کہا: تم اسی طرح فیصلے کرتے رہو جس طرح پہلے فیصلے کرتے تھے اور فرمایا کہ میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں' یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی رائے سے اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں۔

علامہ کرمانی نے کہا کہ اختلاف امت تو رحمت ہے' پھر حضرت علی نے اس کو کیوں ناپسند کیا' علامہ عینی نے اس کے جواب میں لکھا کہ حضرت علی نے اس اختلاف کو ناپسند کیا جو نزاع اور فتنہ کا سبب ہو۔

ابن سیرین کا یہ گمان تھا کہ حضرت علی سے جو عام روایات منقول ہیں وہ جھوٹ پر مبنی ہیں۔

ابن سیرین کا یہ گمان اس لیے تھا کہ اہل کوفہ میں سے اکثر لوگ رافضی تھے اور وہ حضرت علی سے جو اکثر روایات بیان کرتے تھے وہ جھوٹی ہوتی تھیں۔

متقدمین میں ام ولد کی بیع میں اختلاف رہا ہے' حضرت علی' حضرت ابن الزبیر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے نزدیک ان کو فروخت کرنا مباح تھا۔ داؤد ظاہری اور امام شافعی کا قدیم قول یہی ہے اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ حضرت علی سے

ثابت ہے کہ انہوں نے جماعت صحابہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے (اپنی) باندی سے مباشرت کی' پھر اس سے بچہ ہو گیا تو وہ باندی اس کے مرنے کے بعد آزاد ہو گی۔ (سنن ابن ماجہ: ٢٥١٦' مصنف عبد الرزاق: ١٣٢١٩' المستدرک ج ٢ ص ١٩' سنن بیہقی ج ١٠ ص ٣٤٦' مسند احمد ج ١ ص ٣٠٣)

امام ابوحنیفہ کا موقف بھی اسی حدیث کے مطابق ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٠٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب

(١) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ اور مدینہ کے درمیان خم کے چشمہ پر خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے' آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور نصیحت کی اور اللہ تعالیٰ (کا خوف) یاد دلایا' پھر آپ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا: اے لوگو! سنو میں فقط ایک بشر ہوں' عنقریب اللہ کا فرشتہ بلانے آئے گا اور میں چلا جاؤں گا اور میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں' ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے' پس تم اللہ کی کتاب پکڑ لو اور اس کو تھام کر رکھو' پھر آپ نے اللہ کی کتاب پر برانگیختہ کیا اور اس میں رغبت دلائی پھر فرمایا: اور (دوسری عظیم چیز) میرے اہل بیت ہیں' میں تمہیں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں اللہ (کا خوف) یاد دلاتا ہوں' میں تمہیں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں اللہ (کا خوف) یاد دلاتا ہوں' میں تمہیں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں اللہ (کا خوف) یاد دلاتا ہوں' (تین بار فرمایا) حصین نے پوچھا: اے زید! اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج اہل بیت نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: آپ کی ازواج بھی اہل بیت سے ہیں' لیکن یہاں اہل بیت (سے مراد) وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ لینا حرام ہے۔ حصین نے پوچھا: اور وہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ آل علی ہیں اور آل عقیل ہیں اور آل جعفر ہیں اور آل عباس ہیں' حصین نے پوچھا: ان سب پر صدقہ لینا حرام ہے؟ حضرت زید بن ارقم نے کہا: ہاں! (صحیح مسلم: ٢٤٠٨)

(٢) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولیٰ (محبوب) ہوں' علی (بھی) اس کے مولیٰ (محبوب) ہیں۔ (سنن ترمذی: ٣٧١٣)

(٣) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے' انہوں نے اپنی بیٹی سے میرا عقد کیا اور مجھے دار ہجرت میں ساتھ لے گئے اور اپنے خالص مال سے بلال کو آزاد کیا اور اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے' وہ حق بات کہتے ہیں خواہ کڑوی ہو اور حق گوئی کی وجہ سے ان کا کوئی محب نہیں رہا اور اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے' ان سے فرشتے حیاء کرتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ علی پر رحم فرمائے' اے اللہ! حق کو اسی طرف پھیر دے جس طرف علی ہیں۔ (سنن ترمذی: ٣٧١٤)

(٤) حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ (سنن ترمذی: ٣٧١٦)

(٥) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم معشر الانصار ضرور منافقین کو پہچانتے تھے۔ نفاق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے کی علامت ہے۔ (سنن ترمذی: ٣٧١٧)

(٦) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: منافق علی سے محبت نہیں کرتا اور مسلمان علی سے بغض نہیں رکھتا۔ (سنن ترمذی: ٣٧١٧' مسند احمد ج ٦ ص ٢٩٢)

(٧) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے چار مردوں سے محبت کرنے کا

حکم دیا ہے اور مجھے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ (بھی) ان سے محبت کرتا ہے' عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ ہم کو ان کے نام بتائیں! آپ نے تین مرتبہ فرمایا: علی ان میں سے ہیں' اور ابوذر' مقداد اور سلمان ہیں اور مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم ہے اور مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۱۸' مسند احمد ج ۵ ص ۳۵۱)

(۸) حبشی بن جنادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور میری طرف سے ادائیگی صرف میں کروں گا یا علی کریں گے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۱۹' مسند احمد ج ۴ ص ۱۶۴)

(۹) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا' پس حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے اپنے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور آپ نے مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

(سنن ترمذی: ۳۷۲۰)

(۱۰) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک (بھنا ہوا) پرندہ تھا' آپ نے دعا کی: اے اللہ! جو تجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہو اس کو بھیج دے جو میرے ساتھ یہ پرندہ کھائے' پس حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے آپ کے ساتھ وہ پرندہ کھایا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲۱)

(۱۱) عبداللہ بن عمرو بن ہند الجملی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے کہا: جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتا تو آپ مجھے عطا فرماتے اور جب میں خاموش رہتا تو آپ مجھ سے ابتدا کرتے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲۲)

(۱۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

(سنن ترمذی: ۳۷۲۳)

(۱۳) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے حضرت سعد کو امیر بنایا اور ان سے پوچھا: تمہیں ابوتراب کو برا کہنے سے کیا چیز منع کرتی ہے؟ حضرت سعد نے کہا: مجھے تین چیزیں یاد ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہیں اس لیے میں ان کو کبھی بھی برا نہیں کہوں گا! اگر ان میں سے ایک چیز بھی میرے لیے ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا جب آپ نے ان کو کسی غزوہ میں چھوڑ دیا تو حضرت علی نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ دیا! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے حضرت ہارون تھے' علیہما السلام مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا' اور میں نے آپ کو خیبر کے دن یہ کہتے ہوئے سنا کہ کل میں اس مرد کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتا ہوگا' انہوں نے کہا: ہم اس کے انتظار میں تھے تو آپ نے فرمایا: علی کو بلاؤ' ہم ان کو لائے' ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی' آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا' پس جھنڈا ان کو دے دیا' سو اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی اور یہ آیت نازل کی گئی:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ . (آل عمران: ۶۱)

آپ کہیے: آؤ ہم اپنے بیٹے بلائیں اور تم اپنے بیٹے بلاؤ اور ہم اپنی عورتیں بلائیں اور تم اپنی عورتیں بلاؤ۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا' پس کہا: اے اللہ! یہ میرے

اہل ہیں! (سنن ترمذی: ۳۷۲۴، مسند احمد ج۱ ص ۱۸۵)

(۱۴) حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو لشکر بھیجے، ایک پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور دوسرے پر خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور فرمایا: جب جنگ شروع ہو تو علی امیر ہوں گے، پس حضرت علی نے ایک قلعہ فتح کیا اور اس سے ایک باندی کو لے لیا، حضرت براء نے کہا: پس حضرت خالد نے میرے ہاتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ لکھ کر ایک مکتوب بھیجا، پس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وہ مکتوب لے گیا، آپ نے اس کو پڑھا، سو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا، پھر فرمایا: تمہاری اس شخص کے متعلق کیا رائے ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے! میں نے کہا: میں اللہ کے غضب اور اس کے رسول کے غضب سے پناہ طلب کرتا ہوں! میں تو صرف قاصد ہوں! پھر آپ خاموش ہو گئے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲۵)

(۱۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ طائف کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، پس ان سے سرگوشی کی تو لوگوں نے کہا: آپ کی اپنے عم زاد کے ساتھ لمبی سرگوشی ہوئی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اس کے ساتھ سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے اس کے ساتھ سرگوشی کی ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲۶)

(۱۶) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! اس مسجد میں میرے اور تمہارے سوا کوئی جنبی نہیں ہو سکتا، علی بن المنذر نے کہا: میں نے ضرار بن صرد سے پوچھا کہ اس حدیث کا کیا معنی ہے؟ انہوں نے کہا: میرے اور تمہارے سوا کوئی حالت جنابت میں مسجد سے گزر نہیں سکتا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲۷)

(۱۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن مبعوث ہوئے اور منگل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔ (سنن ترمذی: ۳۷۲۸)

(۱۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسجد (میں کھلنے والے تمام ذیلی) دروازوں کو بند کر دو سوائے علی کے دروازے کے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۳۲، مسند احمد ج۱ ص ۳۳۰)

(۱۹) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے والد سے محبت کی اور ان کی والدہ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۳۳)

(۲۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس نے سب سے پہلے نماز پڑھی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۷۳۴)

(۲۱) امام ترمذی نے کہا: اسی مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا: سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے، اور بعض نے کہا: سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور بعض نے کہا: مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق اسلام لائے اور حضرت علی جس وقت اسلام لائے اس وقت وہ لڑکے تھے اور ان کی عمر آٹھ سال تھی اور عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں۔ (سنن ترمذی: ص ۱۴۲۲، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۳ھ)

(۲۲) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے، عمرو بن مرۃ نے کہا: میں نے اس حدیث کا ابراہیم نخعی سے ذکر کیا، انہوں نے کہا: سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

(سنن ترمذی: ۳۷۳۵، مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۸)

(۲۳) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ (بھی) تھے' حضرت ام عطیہ نے کہا: میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! تو مجھے اس وقت تک وفات نہ (دینا) حتیٰ کہ تو مجھے علی کو دکھا دے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۳۷)

(۲۴) عباد بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اللہ کا بندہ ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں' میرے بعد جو یہ بات کہے گا وہ صرف جھوٹا ہوگا' میں نے سات سال کی عمر میں لوگوں سے پہلے نماز پڑھی۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۲۰' علامہ بوصیری نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے رجال ثقات ہیں۔)

(۲۵) حضرت عمرو بن شاس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے علی کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی۔ (صحیح ابن حبان: ۶۹۲۳)

(۲۶) حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ہر مرد کو قسم دیتا ہوں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس وقت سنا جب آپ خم کے تالاب پر کھڑے ہوئے تھے تو لوگوں نے گواہی دی کہ انہوں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: کیا تم نہیں جانتے کہ میں تمام مومنین سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہوں' لوگوں نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: میں جس کا مولیٰ (محبوب) ہوں تو بے شک یہ اس کے مولیٰ (محبوب) ہیں' اے اللہ! اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اور اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے۔ حضرت ابوالطفیل نے کہا: میرے دل میں اس حدیث کے متعلق تردد تھا' میری حضرت زید بن ارقم سے ملاقات ہوئی' میں نے ان سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (صحیح ابن حبان: ۶۹۳۱' مسند احمد ج ۴ ص ۳۷۰)

(۲۷) حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی' پھر بادشاہت ہو جائے گی' حضرت سفینہ نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال رہی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت دس سال رہی' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال رہی' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت چھ سال رہی۔

(صحیح ابن حبان: ۶۹۴۳' المستدرک ج ۲ ص ۴۸۲۔۴۸۱)

(۲۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کو کوئی چیز دو' انہوں نے کہا: میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے تو آپ نے فرمایا: تمہاری حطمی زرہ کہاں ہے!

(صحیح ابن حبان: ۶۹۴۵' سنن ابوداؤد: ۲۱۲۵)

(۲۹) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں ایک چادر اور چمڑے کا گدا دیا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (صحیح ابن حبان: ۶۹۴۷' مسند احمد ج ۱ ص ۸۴)

(۳۰) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے نکاح کا پیغام دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی وہ کم سن ہے' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا تو آپ نے حضرت سیدہ کا حضرت علی سے نکاح کر دیا۔ (رضی اللہ عنہما) (صحیح ابن حبان: ۶۹۴۸' المستدرک ج ۲ ص ۱۶۸۔۱۶۷)

(۳۱) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی' اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی' اور جس نے علی کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علی

کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (المستدرک: ۴۶۷۵، دارالمعرفہ بیروت)

(۳۲) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے علی کو برا کہا: اس نے مجھے برا کہا۔

(المستدرک: ۴۶۷۳، دارالمعرفہ بیروت، مسند احمد ج ٦ ص ۳۲۳، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے رجال ثقات ہیں، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۳۰)

(۳۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور علی عرب کے سردار ہیں۔

(المستدرک: ۴۶۸۳، دارالمعرفہ بیروت، المعجم الاوسط: ۱۴۹۱، اس کی سند میں ایک راوی خاقان بن عبداللہ ہے، اس کو امام ابوداؤد نے ضعیف قرار دیا ہے۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۱٦)

(۳۴) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے علی سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

(المستدرک: ۴۷۰۴، دارالمعرفہ بیروت، المعجم الکبیر: ٦۰۹۷، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۳۲)

(۳۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم یہ باتیں کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سب سے عمدہ فیصلہ کرنے والے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ (المستدرک: ۴۷۱۲، دارالمعرفہ بیروت، المعجم الکبیر: ۸۵۹۳، المعجم الاوسط: ۳۴۳)

(۳٦) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت تین مردوں کی مشتاق ہے: علی، عمار اور سلمان (رضی اللہ عنہم)۔

(المستدرک: ۴۷۳۱، المعجم الکبیر: ٦۰۴۵، حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۲۵)

(۳۷) حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب عزوجل سے یہ دعا کی ہے کہ میں اپنی امت میں سے جس کا بھی نکاح کروں اور جس کے ساتھ بھی نکاح کروں تو وہ میرے ساتھ جنت میں ہو تو میرے رب نے مجھے اس دعا کی قبولیت عطا کر دی۔

(المستدرک: ۴۷۲۲، حافظ الہیثمی نے کہا: ہے اس حدیث کی سند میں عمار بن سیف ہے، ایک جماعت نے اس کو ضعیف کہا ہے اور ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے۔ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۷، حافظ ابن حجر نے اس حدیث کا شاہد ذکر کیا ہے۔ المطالب العالیہ: ۴۰۲۰-۴۰۱۹)

(۳۹) ابوعثمان النہدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا اور ہم مدینہ کی گلیوں میں تھے، اچانک ہم ایک باغ کے پاس سے گزرے، میں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ کتنا حسین باغ ہے۔ آپ نے فرمایا: جنت میں تمہارے لیے اس سے زیادہ حسین باغ ہے۔

(المستدرک: ۴۷۲۷، مسند ابویعلیٰ ج ۱ ص ۴۲٦، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۱۸، المطالب العالیہ لابن حجر: ۳۹٦۰)

(۴۰) حضرت علی بن حسین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ام کلثوم کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا اور کہا: اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیں، حضرت علی نے کہا: میں اپنے بھتیجے عبداللہ بن جعفر کے ساتھ اس کا نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ حضرت عمر نے کہا: آپ اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیں اللہ کی قسم! لوگوں میں سے کوئی بھی اس کا وہ خیال نہیں رکھے گا جو خیال میں رکھوں گا، پس حضرت علی نے حضرت عمر سے ان کا نکاح کر دیا، پھر حضرت عمر مہاجرین کے پاس آئے اور کہا: کیا تم مجھے مبارک باد نہیں دو گے! لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! کس بات کی؟ حضرت عمر نے کہا: ام کلثوم بنت علی اور بنت فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ میرے نکاح کی، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر

نسب اور سبب (نکاح) قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا سوائے میرے نسب اور سبب کے، پس میں نے چاہا کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان نسب اور سبب قائم ہو جائے۔ (المستدرک: ۹۳۹ ۴ ۷ ، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۴۶۳ ، السنن الکبریٰ ج ۷ ص ۶۳ ، حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۳۴ ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۷۳ ، المطالب العالیہ: ۴۲۵۸ ، ۴۰۲۱ ، ۴۰۲۰)

(۴۱) صعصعہ بن صوحان بیان کرتے ہیں کہ جب ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ وار کیا تو ہم نے کہا: اے امیر المؤمنین! ہم پر کوئی خلیفہ مقرر کر دیجیے! تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم کو اسی طرح چھوڑتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو چھوڑ دیا تھا، ہم نے عرض کیا تھا: یا رسول اللہ! ہم پر کسی کو خلیفہ بنا دیں تو آپ نے فرمایا: اگر اللہ نے تمہارے ساتھ خیر کا ارادہ کیا تو جو تم میں سب سے بہتر ہوگا اس کو تمہارا والی بنا دے گا۔ حضرت علی نے کہا: پس اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا ہم میں سب سے بہتر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمارا والی بنا دیا۔

(المستدرک: ۴۵۲۷ ، اس حدیث کی سند میں موسیٰ بن مطیر ضعیف راوی ہیں لیکن اس حدیث کے متابعات ہیں)

(۴۲) حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکلے، آپ کے اوپر سیاہ بالوں کی بنی ہوئی ایک چادر تھی، پس حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آئے تو آپ نے ان دونوں کو اپنے ساتھ اس چادر میں داخل کر لیا، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو آپ نے ان کو ان دونوں کے ساتھ داخل کر لیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو ان کو ان سب کے ساتھ اس سیاہ چادر میں داخل کر لیا، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

اللہ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ اے رسول کے گھر والو! تم سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور فرما دے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر کے خوب پاکیزہ کر دے۔ (الاحزاب: ۳۳) (صحیح مسلم: ۲۴۲۴ ، المستدرک: ۴۷۰۶ ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۲۱۹ ، مسند احمد ج ۶ ص ۱۶۲)

(۴۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، سیدہ فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھ کر فرمایا: جو تم سے جنگ کرے گا اس سے میں جنگ کروں گا اور جو تم سے صلح رکھے گا میں اس سے صلح رکھوں گا۔

(المستدرک: ۴۷۶۷ ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۲ ، المعجم الکبیر: ۲۶۲۱ ، تاریخ بغداد ج ۷ ص ۱۳۷)

(۴۴) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! ہم اہل بیت سے جو شخص بھی بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا۔

(المستدرک: ۴۷۷۴ ، صحیح ابن حبان: ۶۹۷۸ ، مسند البزار: ۳۳۴۸)

(۴۵) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو اور تمہیں بھی (آل عمران: ۶۱) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، سیدہ فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا پس کہا: اے اللہ! یہ میرے اہل ہیں۔ (المستدرک: ۴۷۷۳)

(۴۶) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکلے حتیٰ کہ ہم کعبہ پر آئے، مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم بیٹھو اور آپ میرے کندھوں پر چڑھے تو میں آپ کو اٹھانے لگا، پس آپ نے میری ناطاقتی کو دیکھا تو آپ اتر آئے اور میرے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے اور فرمایا: اب تم میرے کندھوں پر چڑھو، تو میں آپ کے کندھوں پر چڑھا، اس وقت مجھے یہ خیال آ رہا تھا کہ اگر میں چاہتا تو آسمان کے کناروں تک پہنچ جاتا حتیٰ کہ میں بیت اللہ تک پہنچ گیا، اور اس پر پیتل کے مجسمے (بت) رکھے ہوئے تھے، میں ان بتوں کو کعبہ کے دائیں اور بائیں اور سامنے اور پیچھے سے ہٹا رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا: ان بتوں کو گرادو' سو میں نے ان بتوں کو گرا دیا' وہ اس طرح ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو گئے جس طرح شیشہ ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو جاتا ہے' پھر میں آپ کے کندھوں سے اترا' پھر میں اور رسول اللہ ﷺ وہاں سے دوڑتے ہوئے جارہے تھے حتیٰ کہ ہم گھروں میں چھپ گئے اس خطرہ سے کہ ہمیں لوگوں میں سے کوئی مل جائے گا۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۸۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۴۸۸' مسند البزار: ۷۶۹' مسند ابویعلیٰ: ۲۹۲' المستدرک ج ۲ ص ۳۶۶)

اس حدیث کی سند کے متعلق شعیب الارنؤوط لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند ضعیف ہے' کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی نعیم بن حکیم ہے۔ اس کی العجلی اور ابن حبان نے توثیق کی ہے اور اس کے متعلق ابن حصین کا قول مختلف ہے۔ الساجی نے اس کو ضعیف کہا ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے۔ ابن سعد نے کہا: وہ اس پائے کا نہیں۔ (حاشیۃ مسند احمد ج ۲ ص ۴۷' مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

یہ نبی ﷺ کے اعلان نبوت کی ابتدا اور ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے اور حافظ الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ نے کہا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (الفتح الربانی ج ۳ ص ۳۸۱۵' بیت الافکار الدولیۃ' اردن' ۲۰۰۷ء)

(۴۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ نے اپنی کنپٹیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: تمہیں یہاں اور یہاں ضرب لگائی جائے گی' پھر ان سے خون بہے گا حتیٰ کہ تمہاری ڈاڑھی رنگین ہو جائے گی اور تمہارا قاتل بدترین شخص ہوگا جیسے قوم ثمود کا بدترین شخص وہ تھا جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں۔

(المستدرک: ۴۶۴۷' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۳۷' المطالب العالیہ لابن حجر: ۴۵۱۰)

(۴۸) شرحبیل بن سعد القرشی بیان کرتے ہیں کہ پینتیس (۳۵) ہجری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا' اس وقت ان کی عمر اٹھاون سال اور چند مہینے تھی اور چالیس (۴۰) ہجری جمعہ کے دن سترہ رمضان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا' اس وقت ان کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔ (المستدرک: ۴۶۹۹' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۳۶' الاصابۃ ج ۲ ص ۵۰۹' طبع قدیم)

علامہ احمد بن عبدالرحمٰن البناء المتوفی ۱۳۷۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب میں ہم اتنی ہی احادیث بیان کرنا چاہتے تھے۔ دیگر خلفاء راشدین کی بہ نسبت ہم نے حضرت علی کے فضائل اور مناقب میں زیادہ احادیث روایت کی ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی کے فضائل میں زیادہ احادیث روایت کی گئی ہیں جیسا کہ ہم نے شروع میں حافظ ابن حجر عسقلانی سے نقل کیا ہے اور ان ہی احادیث کو ذکر کیا ہے جو کتب صحاح میں اور دیگر معتبر کتب احادیث میں مذکور ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پانچ سو چھیاسی (۵۸۶) احادیث مروی ہیں جن میں سے بیس احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' امام بخاری نو (۹) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم پندرہ (۱۵) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۳۱۰' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اب ہم فضائل صحابہ میں امام بخاری کی روایت کردہ دیگر احادیث کی شرح کر رہے ہیں۔ فنقول و باللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ

١٠ - بَابُ مَنَاقِبِ جَعْفَرَ بْنِ اَبِی طَالِبٍ الْهَاشِمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت جعفر بن ابی طالب الہاشمی رضی اللہ کے مناقب

اس باب میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ کے مناقب بیان کیے گئے ہیں جو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ کے سگے بھائی ہیں' یہ حضرت علی سے دس سال بڑے تھے' آٹھ ہجری کو ان کی شہادت ہوئی تھی' ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ ان کے القاب یہ تھے' ذوالجناحین' ذوالہجرتین' الشجاع' الجواد۔ یہ متقدمین اسلام میں سے تھے' ان ہی کی وجہ سے نجاشی اسلام لائے تھے' پھر انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی' پھر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ موتہ کے لشکر کا امیر بنایا اور جب غزوہ موتہ میں ان کے دونوں بازو کٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں دو پر عطا کیے جن کے ساتھ یہ اڑتے پھرتے تھے' رضی اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٠٢)

وَقَالَ لَـهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْبَهْتَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم میری صورت اور سیرت کے مشابہ ہو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول باب عمرۃ القضاء صحیح البخاری: ٤٢٥١ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٠٨ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِبْـرَاهِيْمَ بْنُ دِيْنَارٍ اَبُـوْعَبْـدِ اللّٰهِ الْجُهَنِیُّ عَنِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَكْثَرَ اَبُوْهُرَيْرَةَ وَاِنِّیْ كُنْتُ اَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِبَعِ بَطْنِیْ حَتّٰی لَا اٰكُلُ الْخَمِيْرَ وَلَا اَلْبَسُ الْحَبِيْرَ وَلَا يَخْدُمُنِیْ فُلَانٌ وَّلَا فُلَانَةٌ وَّكُنْتُ اُلْصِقُ بَطْنِیْ بِالْحَصْبَاءِ مِنَ الْجُوْعِ وَاِنْ كُنْتُ لَاَسْتَقْرِئُ الرَّجُلَ الْاٰيَةَ هِیَ مَعِیَ كَیْ يَنْقَلِبَ بِیْ فَيُطْعِمَنِیْ وَكَانَ اَخْيَرَ النَّاسِ لِلْمِسْكِيْنِ جَعْفَرُ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَّكَانَ يَنْقَلِبُ بِنَا فَيُطْعِمُنَا مَا كَانَ فِیْ بَيْتِهٖ حَتّٰی اِنْ كَانَ لَيُخْرِجُ اِلَيْنَا الْعُكَّةَ الَّتِیْ لَيْسَ فِيْهَا شَیْءٌ فَنَشُقُّهَا فَنَلْعَقُ مَا فِيْهَا.

[طرف الحدیث: ٥٤٣٢] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابراہیم بن دینار ابوعبد اللہ الجہنی نے حدیث بیان کی از ابن ابی ذئب از سعید المقبری از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بہت زیادہ احادیث بیان کرتے ہیں' اور میں پیٹ بھرنے کے بعد ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتا تھا حتیٰ کہ میں خمیری روٹی کھاتا تھا نہ دھاری دار لباس پہنتا تھا' اور نہ فلاں مرد اور نہ فلاں عورت میری خدمت کرتی تھی اور میں بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھے رہتا تھا' اور میں کسی شخص سے کوئی آیت پوچھتا تھا حالانکہ وہ مجھے یاد ہوتی تھی تاکہ وہ شخص مجھے اپنے ساتھ لے جا کر کھانا کھلائے' اور مسکینوں کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرنے والے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تھے۔ وہ ہمیں ساتھ لے جاتے اور جو بھی ان کے گھر میں کھانا ہوتا وہ ہمیں کھلاتے حتیٰ کہ کبھی وہ (شہد) کی خالی کپی نکال کر لاتے' پس ہم اس کو پھاڑ کر اس میں جو کچھ ہوتا اس کو چاٹ لیتے۔

حضرت ابو ہریرہ کی زیادہ روایت حدیث کی توجیہ

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المغربی المالکی التوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابو ہریرہ بہت زیادہ احادیث بیان کرتے ہیں۔

امام ابن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث بیان کرتے ہو جو میں نے

آپ سے نہیں سنی' حضرت ابوہریرہ نے کہا: اے اماں جان! آپ کو آئینہ اور سرمہ دانی مشغول رکھتے ہیں اور مجھے کوئی چیز مشغول نہیں رکھتی۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۶۴' طبع قدیم)

حضرت جعفر مسکینوں کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرنے والے تھے' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۶۱' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

۳۷۰۹ - حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ اِذَا سَلَّمَ عَلٰى ابْنِ جَعْفَرَ قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن ابی خالد نے خبر دی از الشعبی' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حضرت جعفر کے بیٹے کو سلام کرتے تو کہتے: اے دو پروں والے کے بیٹے! السلام علیک۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَلْجَنَاحَانِ كُلَّ نَاصِيَتَيْنِ.

امام بخاری نے کہا: الجناحان سے مراد دو کونے ہیں۔

[طرف الحدیث: ۴۲۶۴] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔)

حضرت جعفر بن ابی طالب کی فضیلت میں مزید احادیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی حضرت جعفر بن ابی طالب کے مناقب سے اس طرح مطابقت ہے کہ حضرت جعفر پر ذوالجناحین کا اطلاق ان کی عظیم منقبت ہے۔

امام طبرانی نے سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن جعفر سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہیں مبارک ہو' تمہارے والد فرشتوں کے ساتھ آسمانوں میں اڑتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۹۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے جعفر بن ابی طالب کو فرشتوں کے ساتھ اڑتے ہوئے دیکھا۔ (المستدرک: ۴۹۸۸' سنن ترمذی: ۳۷۶۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آج رات جعفر فرشتوں کی جماعت کے ساتھ میرے پاس سے گزرے' ان کے پر خون سے رنگین تھے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۷۹۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں گزشتہ رات خواب میں جنت میں داخل ہوا' میں نے دیکھا جنت میں جعفر فرشتوں کے ساتھ اڑ رہے ہیں۔ (المستدرک: ۴۹۸۶) (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت اسماء بنت عمیس بھی آپ کے قریب تھیں' اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کا جواب دیا' پھر فرمایا: اے اسماء! یہ جعفر بن ابی طالب حضرت جبریل' حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل کے ساتھ تھے' انہوں نے ہم پر سلام پیش کیا' سو تم بھی ان کے سلام کا جواب دو اور انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ فلاں فلاں دن ان کا مشرکین سے مقابلہ ہوا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرنے سے تین چار دن پہلے' انہوں نے کہا: میرا

مشرکین سے مقابلہ ہوا تو مجھے تہتر (۷۳) تیروں' نیزوں اور تلواروں کے زخم لگے' پھر میں نے اپنے دائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑ لیا' سو میرا وہ ہاتھ کاٹ دیا گیا' پھر میں نے بائیں ہاتھ سے جھنڈا پکڑ لیا' سو وہ ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ان دو ہاتھوں کے عوض دو پر عطا فرمائے جن سے میں حضرت جبریل اور حضرت میکائیل کے ساتھ اڑتا ہوں اور جنت میں جہاں چاہتا ہوں اتر تا ہوں اور جہاں سے چاہتا ہوں جنت کے پھل کھاتا ہوں۔ حضرت اسماء نے کہا: حضرت جعفر کو وہ خیر مبارک ہو جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی ہے لیکن مجھے خطرہ ہے کہ لوگ اس کی تصدیق نہیں کریں گے' سو آپ منبر پر چڑھ کر اس کی خبر دیں' پس آپ منبر پر چڑھے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی' پھر فرمایا: اے لوگو! بے شک جعفر' جبریل اور میکائیل کے ساتھ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دو ہاتھوں کے بدلہ میں دو پر عطا فرمائے ہیں اور انہوں نے مجھ پر سلام پیش کیا ہے' پھر آپ نے لوگوں کو بتایا کہ ان کا کس طرح مشرکین سے مقابلہ ہوا' پھر اس دن کے بعد سے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خبر دینے سے معلوم ہوا کہ حضرت جعفر کا مشرکین سے مقابلہ ہوا اور اس وجہ سے ان کا نام جعفر طیار ہو گیا۔ (المستدرک: ۴۹۹۰' المعجم الکبیر: ۱۴۷۱' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۷۲' الاصابۃ ج ۱ ص ۲۳۸' طبع قدیم' حافظ ابن حجر نے اس کا اختصار سے ذکر کیا ہے۔ فتح الباری ج ۴ ص ۷۹۹)

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ ھ لکھتے ہیں:

ان کے فضائل میں احادیث ہیں مگر ان سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۱۸۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

۱۱ - بَابُ ذِكْرِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا ذکر

یہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس بن عبد المطلب کا ذکر ہے' ان کی عمر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو یا تین سال زیادہ تھی۔ مشہور قول کے مطابق یہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے پہلے اسلام لائے تھے۔

۳۷۱۰ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُثَنّٰى عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ كَانَ اِذَا قَحِطُوْا اِسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسن بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبد اللہ الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد عبد اللہ ابن المثنیٰ نے حدیث بیان کی از ثمامۃ بن عبد اللہ بن انس از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' حضرت عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے تھے پس دعا کرتے: اے اللہ! ہم (پہلے) اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بارش کی دعا کراتے تھے' سو تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب ہم تیری طرف اپنے نبی کے عم محترم کا وسیلہ پیش کرتے ہیں' سو تو ہم پر بارش نازل فرما' حضرت انس نے کہا: سو (ان پر) بارش نازل کی جاتی تھی۔

اس حدیث کی مفصل شرح 'صحیح البخاری: ۱۰۱۰' میں کی جا چکی ہے۔

صحیح البخاری: ۱۰۱۰ میں ہم نے اس حدیث کی شرح میں فتح الباری کی عبارت نقل کی تھی مگر وہاں توسل اور وسیلہ کے مسئلہ میں اہل سنت و جماعت اور مبتدعین اتباع ابن تیمیہ کے درمیان محل نزاع کا تعین نہیں کیا تھا اور نہ خصوصی دلائل کے ساتھ ان کا رد کیا تھا' اب یہاں پر ہم پہلے وسیلہ کی تعریف ذکر کریں گے' پھر فریقین کے درمیان محل نزاع کا ذکر کریں گے' پھر قوی دلائل کے ساتھ اہل بدعت کا رد کریں گے۔ فنقول و باللہ التوفیق .

وسیلہ کی تعریف

علامہ ابن اثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

جس چیز سے کسی دوسری چیز تک رسائی حاصل کی جائے اور اس کا قرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

(النہایہ ج ۵ ص ۱۸۵' ایران' ۱۳۶۴ھ)

علامہ محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

امام لغت علامہ جوہری نے کہا ہے کہ جس چیز سے غیر کا قرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

(صحاح جوہری ج ۵ ص ۱۸۴۱' لسان العرب ج ۱۵ ص ۲۱۳' دار صادر' بیروت' ۲۰۰۳ء)

وسیلہ قرب کا ذریعہ ہے اور یہ اس سے عام ہے کہ ذات سے قرب حاصل کیا جائے یا نیک عمل سے قرب حاصل کیا جائے۔

اہل بدعت کے نزدیک وسیلہ کا معنی

اہل بدعت ذات سے قرب کے حصول کا انکار کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قرب صرف نیک اعمال سے حاصل کرنا جائز ہے اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی ذوات کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا جائز نہیں ہے۔

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی المتوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

اگر سوال صرف ذات الانبیاء اور صالحین سے کیا جائے تو وہ جائز نہیں ہے' اس سے ایک سے زائد علماء نے منع کیا ہے' اس کے برخلاف جو صالحین کی دعا سے اور اعمال صالحہ کے وسیلہ سے دعا کرے تو یہ جائز ہے' کیونکہ صالحین کی دعا ہمارے مطلوب کے حصول کا سبب ہے' اسی طرح اعمال صالحہ بھی سبب ہیں۔ (الی قولہ) اور وسیلہ یہی اعمال صالحہ ہیں۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۳۴' دار الجیل' ریاض' ۱۴۱۸ھ)

شیخ محمد صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

رہا کسی کی ذات اور وجاہت کو وسیلہ بنانا تو وہ بدعت منکرہ ہے کیونکہ یہ جائز نہیں ہے کہ ہم بغیر دلیل کے اللہ کی طرف کسی کو وسیلہ بنائیں۔ (شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۴۷' مکتبۃ الطبری مصر' ۱۴۲۹ھ)

غیر مقلد عالم شیخ محمد راز میواتی حدیث مذکور (صحیح البخاری: ۱۰۱۰) کی شرح میں لکھتے ہیں:

خیر القرون میں دعا کا یہی طریقہ تھا اور سلف کا عمل بھی اسی پر رہا کہ مُردوں کو وسیلہ بنا کر وہ دعا نہیں کرتے تھے' انہیں تو عام حالات میں دعا کا شعور بھی نہیں ہوتا بلکہ کسی زندہ مقرب بارگاہ ایزدی کو آگے بڑھا دیتے تھے' آگے بڑھ کر وہ دعا کرتے اور لوگ ان کی دعا پر آمین کہتے جاتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر موجود یا مُردوں کو وسیلہ بنانے کی کوئی صورت حضرت عمر کے سامنے نہیں تھی' سلف کا یہی معمول تھا۔ (ترجمہ وتشریح صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۶۰ مکتبہ قدوسیہ لاہور' ۲۰۰۴ء)

ذات اور جاہ کے وسیلہ سے دعا کرنے کے جواز پر قرآن مجید سے استدلال

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید' حدیث صحیح اور اسلاف کے معمولات سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی مقرب بندہ کی ذات اور وجاہت کو وسیلہ بنا کر پیش کرنا جائز ہے' اور اس کے توسل سے دعا کرنا جائز ہے۔قرآن مجید میں ہے:

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ○ (البقرۃ:۸۹)

اور وہ (یہود) اس سے پہلے (اس نبی کے وسیلہ سے) کفار کے خلاف فتح (کے حصول) کی دعا کرتے تھے' اور جب ان کے پاس وہ آ گئے جن کو وہ جان اور پہچان چکے تھے تو انہوں نے ان کے ساتھ کفر کیا' سو کافروں پر اللہ کی لعنت ہو○

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان یہودیوں کے پاس جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کتاب آ گئی جو ان کتابوں کی تصدیق کرتی تھی جو ان کے پاس تھیں' جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید سے پہلے نازل کیا تھا تو انہوں نے اس کا کفر کیا حالانکہ وہ سیدنا محمد ﷺ کے وسیلہ سے کفار کے خلاف مدد طلب کرتے تھے۔

امام ابوجعفر نے اس تفسیر پر اپنی سند کے ساتھ اس روایت سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہود اوس اور خزرج کے خلاف جنگ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کے وسیلہ سے فتح طلب کرنے کی دعا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عرب میں مبعوث کر دیا تو جو کچھ وہ آپ کے متعلق کہتے تھے اس کا انکار کر دیا۔ ایک دن حضرت معاذ بن جبل اور حضرت بشر بن البراء بن معرور رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: اے یہودیو! اللہ سے ڈرو! اور اسلام لے آؤ' جب ہم مشرک تھے تو تم ہمارے خلاف سیدنا محمد ﷺ کے وسیلہ سے فتح کی دعا کرتے تھے' تم ہم کو یہ خبر دیتے تھے کہ وہ نبی مبعوث ہونے والے ہیں اور تم اس نبی کی وہی صفات بیان کرتے تھے جو آپ میں موجود ہیں' اس کے جواب میں بنونضیر کے سلام بن مشکم نے کہا: وہ کوئی ایسی چیز لے کر نہیں آئے جس کو ہم پہچانتے ہوں اور یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کا ہم تم سے ذکر کیا کرتے تھے۔

تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (جامع البیان ج ۱ ص ۵۷۸۔۵۷۷ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جریر کی اسی روایت سے استدلال کیا ہے' اس کے بعد لکھتے ہیں:

امام ابوالعالیہ نے کہا ہے کہ یہود سیدنا محمد ﷺ کے وسیلہ سے مشرکین عرب کے خلاف مدد طلب کرتے تھے' وہ کہتے تھے: اے اللہ! اس نبی کو مبعوث فرما جس کو ہم اپنی کتاب میں لکھا ہوا پاتے ہیں حتیٰ کہ ہم مشرکین کو عذاب دیں اور قتل کریں' پھر جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کو مبعوث فرما دیا اور انہوں نے دیکھا کہ وہ نبی دوسروں میں مبعوث ہوا ہے تو عرب سے حسد کی وجہ سے انہوں نے اس نبی کا انکار کیا حالانکہ ان کو یقین تھا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۵۰' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ (روح المعانی ج ۱ ص ۵۰۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ لکھتے ہیں:

قرآن کے اترنے سے پہلے جب یہودی کافروں سے مغلوب ہوتے تو خدا سے دعا مانگتے کہ "ہم کو نبی آخر الزمان اور جو کتاب

ان پر نازل ہوگی ان کے طفیل سے کافروں پر غلبہ عطا فرما'' جب حضور پیدا ہوئے اور وہ سب نشانیاں بھی دیکھ چکے تو منکر ہو گئے اور ملعون ہوئے۔ (حاشیہ بر قرآن مجید ص ١٧ ' دارالتصنیف لمیٹڈ' شاہراہ لیاقت' صدر کراچی۔ ٣)

مفتی تقی عثمانی (دیوبندی) لکھتے ہیں:

٦١ ...... جب یہودیوں کی بت پرستوں سے جنگ ہوتی یا بحث ومباحثہ ہوتا تو وہ یہ دعائیں مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ! آپ نے تورات میں جس آخری نبی کی خبر دی ہے اسے جلدی بھیج دیجیے تا کہ ہم ان کے ساتھ مل کر بت پرستوں پر فتح حاصل کریں' مگر جب وہ نبی (حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لے آئے تو وہ اس حسد میں مبتلا ہو گئے کہ انہیں بنی اسرائیل کے بجائے بنو اسماعیل میں کیوں بھیجا گیا؟ چنانچہ یہ جان لینے کے باوجود کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وہ ساری علامتیں صادق آتی ہیں جو تورات میں نبی آخر الزمان کی بیان کی گئی ہیں انہوں نے آپ کو ماننے سے انکار کر دیا۔ (آسان ترجمہ قرآن تشریحات کے ساتھ ج ١ ص ٨٧ ' مکتبہ معارف القرآن' کراچی' ١٤٢٩ھ)

غیر مقلد عالم شیخ عبدالستار دہلوی اپنے تفسیری حواشی میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیدا ہونے سے پہلے یہود اور مشرکین میں لڑائی ہوتی تو دعا کرتے کہ یا اللہ ہماری مدد کے لیے نبی آخر الزماں (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جلدی بھیج تا کہ ہم ان کے ساتھ ہو کر مشرکین کا مقابلہ کریں' لیکن جب نبی علیہ السلام مبعوث ہوئے اور تمام نشانیاں جو تورات میں تھیں سب آپ میں دیکھ لیں تو حسد اور تکبر وعناد سے آپ کی نبوت کا انکار کر دیا' اور اللہ کی لعنت میں گرفتار ہو گئے۔ (قرآن مجید: ص ٢٠ ' دارالسلام محمدی مسجد برنس روڈ' کراچی' ١)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ١٣٠٧ھ نے بھی البقرۃ: ٨٩ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہود آپ کے وسیلہ سے مشرکین کے خلاف فتح اور نصرت کی دعا کرتے تھے۔

(فتح البیان ج ١ ص ١٤٣ ' مطبعہ کبریٰ بولاق' مصر' ١٣٠٠ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے وسیلہ سے فتح کی دعا کرتے تھے اور تمام معتبر متقدمین اور متاخرین مفسرین نے اس کو صراحت سے لکھا ہے اور یہ ذات اور وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرنے کی نہایت واضح دلیل ہے۔

اگر کوئی اس پر یہ شبہ پیش کرے کہ یہ تو یہود کا فعل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے ان کے اس فعل کو بلا انکار بیان فرمایا ہے اور ان کے اس فعل سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی صداقت پر استدلال کیا ہے اور یہود کی مذمت اس بات پر کی ہے کہ انہوں نے اس کے باوجود حسد سے آپ کی نبوت کا انکار کیا۔

ذات اور جاہ کے وسیلہ سے دعا کرنے کے جواز پر حدیث صحیح سے استدلال

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی المتوفی ٧٢٨ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام سے (اجتہادی) خطاء ہو گئی تو انہوں نے سر اوپر اٹھا کر دعا کی: اے میرے رب! تو حق محمد سے میری مغفرت کر دے' پس ان کی طرف وحی کی گئی کہ محمد کیا ہیں؟ اور محمد کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا: اے میرے رب! جب تو نے میری تخلیق کو مکمل فرمایا تو میں نے سر اٹھا کر تیرے عرش کی طرف دیکھا تو اس پر لکھا ہوا تھا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' تو میں نے جان لیا کہ یہ شخص تیری مخلوق میں سب سے زیادہ مکرم ہے کیونکہ تو نے ان کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر رکھا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! میں نے تمہاری مغفرت کر دی اور یہ

تمہاری اولاد میں سے آخر الانبیاء ہیں اور اگر یہ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ سو یہ حدیث اس سے پہلی حدیث کی تائید کرتی ہے اور یہ دونوں حدیثیں احادیث صحیحہ کی تفسیر کے مرتبہ میں ہیں۔ (مجموعۃ الفتاوی ج ٢ ص ٩٦۔٩٥' دار الجیل' ریاض' ١٤١٨ھ)

میں کہتا ہوں کہ شیخ ابن تیمیہ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ حدیث امام ابونعیم کی دلائل النبوۃ میں نہیں ہے بلکہ امام بیہقی کی دلائل النبوۃ میں ہے۔ (ج ٥ ص ٤٨٩)

اس حدیث کو امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ٣٦٠ھ نے بھی روایت کیا ہے۔

(المعجم الصغیر ج ٢ ص ٨٣' المکتبۃ السلفیۃ' المدینۃ المنورۃ' ١٣٨٨ھ)

امام عبدالرحمان بن علی بن محمد الجوزی المتوفی ٥٩٧ھ نے بھی اس سے استشہاد کیا ہے۔

(الوفاء باحوال المصطفیٰ: ٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٨ھ)

اس حدیث میں یہ واضح تصریح ہے کہ ذات اور وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرنا جائز ہے اور یہ حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔

امام محمد بن محمد جزری متوفی ٨٣٣ھ آداب دعا میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرے۔

(حصن حصین مع تحفۃ الذاکرین ص ٥٠ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر' ١٣٥٠ھ)

شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ١٢٥٥ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کے توسل پر وہ حدیث دلیل ہے جس کی امام ترمذی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس کی روایت کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی روایت کے موافق صحیح ہے:

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ دعا کیجیے کہ اللہ میری بینائی کھول دے' آپ نے فرمایا: یا میں رہنے دوں! اس نے کہا: یا رسول اللہ! مجھ پر بینائی کا نہ ہونا بہت دشوار ہے' آپ نے فرمایا: اچھا تم جاؤ اور وضو کرو' پھر دو رکعت نماز پڑھو' پھر یوں دعا کرو کہ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں محمد نبی الرحمۃ کے وسیلہ سے۔ (الحدیث) اور صالحین سے توسل کے جواز پر صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے دعا کرائی۔ (تحفۃ الذاکرین ص ٥٠' مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر' ١٣٥٠ھ)

نابینا شخص کی یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں بھی مذکور ہے:

(سنن ترمذی: ٣٥٧٨' السنن الکبریٰ للنسائی: ١٠٤٩٥' عمل الیوم واللیلۃ: ٦٥٩' سنن ابن ماجہ: ١٣٨٥' صحیح ابن خزیمہ: ١٢١٩' المستدرک ج ١ ص ٣١٣' المعجم الکبیر: ٨٣١١' مسند احمد ج ٤ ص ١٣٨' طبع قدیم' مسند احمد: ١٧٢٤٠' ج ٢٨ ص ٤٧٨' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شیخ محمد عبدالرحمان مبارک پوری متوفی ١٣٥٣ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو اس کے حق میں شفاعت کرنے والا اور اس کی دعا کی قبولیت میں وسیلہ بنایا' اس میں یہ دلیل ہے کہ آپ بھی اس کے ساتھ دعا کرنے میں شریک تھے۔

شیخ عبدالغنی نے انجاح الحاجۃ میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے شیخ عابد سندھی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث وسیلہ کے جواز پر دلیل ہے اور آپ سے شفاعت طلب کرنے کے جواز پر دلیل ہے۔ یہ آپ کی حیات میں ہے اور آپ کی وفات کے بعد وسیلہ کے

جواز پر حضرت عثمان بن حنیف کی حدیث دلیل ہے جس کی امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے۔

(تحفۃ الاحوذی ج ١٠ ص ٣٥ 'ملخصا' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٩ھ)

علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ لکھتے ہیں:

علامہ سبکی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنا مستحسن ہے' متقدمین اور متاخرین میں سے ابن تیمیہ کے سوا کسی نے اس کا انکار نہیں کیا' یہ اس کی بدعت ہے' اس سے پہلے کسی عالم نے اس کا انکار نہیں کیا۔

(رد المحتار ج ٩ ص ٤٨٥ 'دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٩ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد اور اس کی شرح میں متعدد حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرنا جائز اور مستحسن ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے وسیلہ سے دعا کرنے کے ثبوت میں احادیث صحیحہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اور اسی طرح صالحین کی وفات کے بعد ان کے وسیلہ سے دعا کرنے کے متعلق شیخ محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

(توسل کا) تیسرا معنی یہ ہے کہ کسی کے بارے میں یہ سمجھنا کہ یہ اللہ کا نیک بندہ ہے اور اللہ کے ہاں اس کی دعا قبول ہوتی ہے' اس لیے اس سے درخواست کرے کہ آپ میرے حق میں اس مراد کے لیے دعا کر دیں' گویا یہ توسل بہ معنی طلب الدعاء یا شفاعت فی الدعاء ہے' یعنی میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ میری مراد پوری ہو جائے یا یہ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ میری دعا قبول فرمائیں' اس صورت میں یہ شرک نہیں ہے لیکن اس کا ثبوت صرف احیاء کے ساتھ خاص ہے اور اموات سے ایسا کرنا ثابت نہیں ہے' یعنی جو زندہ بزرگ ہیں آدمی ان کے پاس جائے اور کہے کہ میرے لیے دعا فرما دیجیے تو ایسا کرنا جائز ہے' البتہ اموات سے یہ کہنا کہ میرے لیے دعا کر دیجیے یا میرے حق میں سفارش کر دیں یہ بات کہیں ثابت نہیں ہے' اس لیے اس کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔

(انعام الباری ج ٤ ص ١٩٤ 'مکتبۃ الحراء کراچی)

میں کہتا ہوں کہ احادیث صحیحہ اور عبارات علماء سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اور اسی طرح صالحین کی وفات کے بعد ان کے وسیلہ سے دعا کرنا جائز اور ثابت ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے:

مالک الدار بیان کرتے ہیں اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں طعام کے خازن تھے' انہوں نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں (اٹھارہ ہجری) میں قحط پڑ گیا تو ایک مرد (حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر گئے' پس کہا: یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجیے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں' تو اس مرد کو خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی' پس اس سے فرمایا گیا: تم عمر کے پاس جاؤ اور انہیں سلام کہو اور ان کو یہ خبر دو کہ عنقریب تم پر بارش ہونے والی ہے اور ان سے کہو: تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے' تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے (دو بار فرمایا)' پھر وہ حضرت عمر کے پاس گئے اور ان کو خبر دی تو حضرت عمر رونے لگے اور کہا: اے میرے رب! میں صرف وہی کام ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوتا ہوں۔

اور سیف نے فتوح میں روایت کی ہے کہ جس شخص نے یہ مذکور خواب دیکھا تھا وہ حضرت بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ تھے جو صحابہ میں سے ایک ہیں۔ (فتح الباری ج ٢ ص ٥٣٦ 'دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں مذکور ہے:
مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٢٦٦٥، مجلس علمی، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ: ٣٢٠٠٢، دار الکتب العلمیہ، بیروت، مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ٣٢، ادارۃ القرآن، کراچی، امام بخاری متوفی ٢٥٦ھ نے بھی اس حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ تاریخ کبیر: ١٢٩٤۔ ج ٧ ص ١٨٢، کتاب الجرح والتعدیل: ٩٤٤، امام ابن عساکر متوفی ٥٧١ھ نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔ تاریخ دمشق ج ٦٠ ص ٣، دار احیاء التراث العربی، بیروت، حافظ ابن کثیر متوفی ٧٧٤ھ نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔ البدایہ والنہایہ ج ٥ ص ١٦٧، دار الفکر، بیروت، ١٤١٩ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، پس حدیث صحیح سے واضح ہوگیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ایک صحابی حضرت بلال بن الحارث المزنی نے آپ سے درخواست کی کہ آپ بارش کے لیے دعا کریں، لہٰذا شیخ عثمانی کا یہ لکھنا باطل ہے کہ اموات سے یہ کہنا کہ میرے لیے دعا کر دیجیے یا میرے حق میں سفارش کر دیں یہ کہیں ثابت نہیں ہے۔

وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل کے ثبوت میں درج ذیل حدیث صحیح بھی مروی ہے:

امام سلیمان بن احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابوامامۃ بن سہل بن حنیف اپنے چچا حضرت عثمان بن حنیف سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے کسی کام کے سلسلہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا رہتا تھا اور حضرت عثمان اس کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے اور نہ اس کے کام میں غور کرتے تھے، اس نے حضرت ابن حنیف سے ملاقات کی اور اس بات کی ان سے شکایت کی، تب حضرت عثمان بن حنیف نے اس سے کہا: تم وضو کرنے کی جگہ جاؤ، پس وضو کرو، پھر تم مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو، پھر یہ دعا کرو کہ اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں ہمارے نبی (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی الرحمۃ کے وسیلہ سے، یا محمد! میں، آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو جائے، اور تم اپنی حاجت کا ذکر کرو اور (حضرت عثمان کے پاس) جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گا، پس وہ شخص چلا گیا اور اس نے حضرت عثمان بن حنیف کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا، پھر وہ حضرت عثمان کے دروازہ پر گیا، پس دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا، حضرت عثمان نے اس کو اپنے ساتھ اپنی چادر پر بٹھایا اور فرمایا: تمہاری کیا حاجت ہے؟ اس نے اپنی حاجت ذکر کی اور حضرت عثمان نے اس کی حاجت کو پورا کر دیا، پھر اس سے کہا: تم نے اب تک اپنی حاجت کو کیوں ذکر نہیں کیا تھا اور کہا: جب بھی تمہیں کوئی کام ہو تو اس کا ذکر کیا کرو، اس کے بعد وہ شخص وہاں سے چلا گیا اور اس کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی، اس نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو نیک جزا دے، حضرت عثمان میری طرف توجہ نہیں کرتے تھے اور نہ میری طرف غور کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی، حضرت عثمان بن حنیف نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے ان سے کوئی بات نہیں کی بلکہ میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر تھا جب آپ کے پاس ایک نابینا آیا اور اس نے اپنی بینائی جانے کی شکایت کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم صبر کرو، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس کوئی راستہ دکھانے والا نہیں ہے اور یہ مجھ پر بہت دشوار ہے، تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم وضو کرنے کی جگہ جاؤ، پس وضو کرو، پھر دو رکعت نماز پڑھو، پھر یہ دعا کرو۔ حضرت ابن حنیف نے کہا: پس اللہ کی قسم! ہم الگ نہیں ہوئے تھے حتیٰ کہ وہ نابینا شخص آیا گویا کہ اس کو کوئی تکلیف نہیں تھی۔ (امام طبرانی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔) (المعجم الصغیر ج ١ ص ١٨٤۔ ١٨٣، دار الکتب العلمیہ، بیروت، المعجم الکبیر: ٨٣١٠، ج ٩ ص ٣١۔ ٣٠، دار احیاء التراث العربی، بیروت، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ٦٢٨، المستدرک ج ١ ص ٥٢٦)

اس صحیح حدیث میں بھی نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے وسیلہ سے دعا کرنے کا ثبوت ہے کیونکہ حضرت عثمان بن حنیف نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس شخص کو آپ کے وسیلہ سے دعا کرنے کی تعلیم دی تھی' لہٰذا اس صحیح حدیث سے بھی شیخ تقی عثمانی کا یہ لکھنا باطل ہو گیا کہ اموات سے یہ کہنا کہ ''میرے لیے دعا کر دیجیے یا میرے حق میں سفارش کر دیں یہ کہیں سے ثابت نہیں ہے۔''

صالحین کی قبور کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرنا اور حضرت ابوایوب انصاری کی قبر کے وسیلہ سے دعا کرنا

علامہ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی متوفی ٤٦٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر قسطنطنیہ کی سرحد کے قریب آج بھی معلوم ہے' اس کی تعظیم کی جاتی ہے' لوگ اس قبر کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے ہیں اور ان پر بارش نازل ہوتی ہے۔ (الاستیعاب ج ٢ ص ١٠' دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٥ھ)

حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ٥٧١ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس سال فوت ہوئے جب یزید بن معاویہ نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا' یہ ٥٢ھ کا واقعہ ہے' یزید بن معاویہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کی قبر سرزمین روم میں قسطنطنیہ کے قلعہ کی بنیاد کے پاس ہے اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل روم ان کی قبر کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور جب ان پر قحط آئے تو ان کی قبر کے پاس بارش کے لیے دعا کرتے ہیں۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ١٨ ص ٤٥- ٤٤' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ ابن الاثیر علی بن محمد الجزری المتوفی ٦٣٠ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری' جس لشکر کے ساتھ قسطنطنیہ جہاد کے لیے گئے تھے اس کا امیر یزید بن معاویہ تھا۔ حضرت ابوایوب بیمار ہو گئے' یزید عیادت کے لیے آیا اور پوچھا: آپ کی کوئی خواہش ہو تو بتائیں' حضرت ابوایوب نے بتایا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے دشمن کے علاقہ میں دور تک لے جانا' پھر مجھے وہاں دفن کر کے لوٹ آنا۔ جب حضرت ابوایوب فوت ہو گئے تو ان کو قسطنطنیہ کے قریب دفن کر دیا' وہاں ان کی قبر ہے اور لوگ ان کی قبر کے پاس بارش کی طلب کے لیے دعا کرتے ہیں۔

(اسد الغابة ج ٢ ص ١٢٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ٧٤٨ھ لکھتے ہیں:

الواقدی نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل روم ان کی قبر کی حفاظت کرتے ہیں اور وہاں بارش کے حصول کی دعا کرتے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ٤ ص ٦٥- ٦٤ دارالفکر' بیروت' ١٤١٧ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری کی قبر قسطنطنیہ کی سرحد کے قریب معروف ہے' اس کی آج تک تعظیم کی جاتی ہے' لوگ وہاں بارش کی طلب کے لیے دعا کرتے ہیں تو وہاں بارش ہو جاتی ہے۔ (عمدة القاری ج ٢ ص ٢٠٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

امام بخاری کی قبر کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرنا اسی طرح حضرت معروف کرخی کی قبر کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرنا

علامہ تاج الدین عبدالوہاب بن علی السبکی المتوفی ٧٧١ھ لکھتے ہیں:

ابوالفتح سمرقندی بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری کی وفات کے دو سو سال بعد سمرقند میں خشک سالی کی وجہ سے قحط نمودار ہو گیا'

لوگوں نے بار ہا نماز استسقاء پڑھی' دعائیں مانگیں مگر بارش نہ ہوئی' پھر ایک مرد صالح قاضی شہر کے پاس گیا اور اس کو مشورہ دیا کہ تم شہر کے لوگوں کو لے کر امام بخاری کی قبر پر جاؤ اور وہاں جا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگو شاید اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کر لے' قاضی شہر نے یہ مشورہ قبول کر لیا اور شہر کے لوگوں کو لے کر امام بخاری کی قبر پر حاضر ہوا' لوگوں نے وہاں گریہ وزاری کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ سے نہایت خضوع وخشوع سے دعا مانگی اور امام بخاری سے قبولیت دعا کے لیے سفارش کی' اسی وقت آسمان پر بادل اُمڈ آئے اور سات دن تک لگا تار اس قدر بارش ہوتی رہی کہ لوگوں کے لیے خرتنگ سے سمرقند تک پہنچنا مشکل ہو گیا۔

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ نے بھی اس واقعہ کو اسی تفصیل سے نقل کیا ہے۔

(ارشاد الساری ج ۱ ص ٦٧' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے۔ (مرقات ج ۱ ص ۵۷' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

علامہ سید ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت معروف کرخی بن فیروز' مشائخ کبار سے ہیں' یہ مستجاب الدعوات تھے' ان کی قبر کے وسیلہ سے بارش کے لیے دعا کی جاتی ہے' یہ حضرت سری سقطی کے استاذ تھے۔ دوسو (۲۰۰) ہجری میں ان کی وفات ہوئی تھی۔

(ردالمحتار ج ۱ ص ۱۴۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

وفات شدہ اولیاء اللہ سے استمداد اور توسل کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحقیق

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

بہر حال بعض فقہاء نے اہل قبور سے مدد طلب کرنے سے انکار کیا ہے' اگر یہ انکار اس وجہ سے ہے کہ اہل قبور سنتے نہیں ہیں اور ان کو زائرین کے احوال کا علم نہیں ہوتا تو اس کا باطل ہونا ظاہر ہے (کیونکہ سماع موتیٰ ثابت ہے' اسی وجہ سے قبر والوں کو سلام کرنے کا حدیث میں حکم ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور اگر یہ انکار اس وجہ سے ہے کہ اہل قبور کے لیے برزخ میں قدرت اور تصرف ثابت نہیں' بلکہ جن حالات میں وہ مبتلا ہیں ان کی وجہ سے وہ مقید اور پابند ہو چکے ہیں اور انہیں دوسروں سے روک دیا گیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے' خصوصاً متقین کے حق میں جو اولیاء اللہ ہیں اور ہو سکتا ہے کہ انہیں برزخ میں وہی مرتبہ حاصل ہو جیسا کہ قیامت میں انہیں منصب شفاعت عطاء ہوگا جس کی وجہ سے وہ ان زائرین کے لیے دعا اور شفاعت کریں گے جو ان سے توسل کریں گے اور اس کی نفی پر کون سی دلیل قائم ہے' علامہ بیضاوی نے آیہ کریمہ "والنازعات غرقًا" کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے مراد وہ ارواح کاملہ ہیں جو اپنے بدنوں سے عالم ملکوت کی طرف منتقل ہوتی ہیں اور وہاں سیر وسیاحت کرتی ہیں اور اپنے شرف اور قوت کی وجہ سے ان فرشتوں کی طرح ہو جاتی ہیں جو عالم میں تدبیر کرتے ہیں' اور کاش ان منکرین کے سامنے میری سمجھ موجود ہوتی' آخر یہ اولیاء سے استمداد کا کیوں انکار کرتے ہیں؟ جو ہم نے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے' وہ اس بندہ مقرب کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے کہ اے بار الٰہ! اس بندہ مقرب کی برکت سے جسے تو نے بے اندازہ لطف واکرام سے نوازا ہے میری حاجت کو پورا فرما کہ تو ہی عطا کرنے والا ہے' یا دعا مانگنے والا اس بندۂ مقرب کو ندا کرتا ہے کہ اے اللہ کے ولی! میری شفاعت کر اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر کہ مجھے میرا سوال اور مطلوب عطا فرمائے اور یہ بندۂ مقرب درمیان میں صرف وسیلہ ہوتا ہے اور قادر اور فاعل اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا اور اولیاء اللہ تو اللہ کے فعل اور اس کی قدرت میں فناء ہو چکے ہیں اور اولیاء کو نہ اب قبروں میں کسی چیز

پر قدرت ہوتی ہے اور نہ جس وقت وہ دنیا میں تھے اس وقت انہیں کسی چیز پر قدرت تھی اور امداد اور استمداد کا جو معنی میں نے ذکر کیا ہے اگر وہ موجب شرک اور غیر اللہ کی طرف توجہ کو مستلزم ہوتا' جیسا کہ منکرین کا زعم فاسد ہے تو چاہیے تھا کہ زندگی میں بھی صالحین سے دعا کرانا اور ان کا وسیلہ لینا ناجائز ہوتا' حالانکہ یہ بالاتفاق نہ صرف جائز بلکہ مستحسن اور مستحب ہے اور اگر منکرین یہ کہیں کہ اولیاء اللہ موت کے بعد اپنے مرتبہ سے معزول ہو جاتے ہیں اور زندگی میں ان کو جو فضیلت اور کرامت حاصل تھی وہ اب باقی نہیں رہی تو اس پر کیا دلیل ہے؟ اگر وہ یہ کہیں کہ موت کے بعد وہ ایسی آفات و بلیات میں مبتلا ہوئے کہ انہیں دعا وغیرہ کی فرصت نہ رہی تو یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور نہ اس پر دلیل ہے کہ اولیاء کے لیے ابتلاء قیامت تک رہتا ہے' زیادہ سے زیادہ جو کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر اہل قبر سے استمداد سود مند نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اولیاء جذب و استغراق کی کیفیت میں ہوں اور عالم لاہوت کے مشاہدہ میں اس طرح منہمک ہوں کہ اس دنیا کے حالات کی طرف توجہ اور شعور نہ رہے' سو وہ اس دنیا میں تصرف نہ کریں جیسا کہ دنیا میں بھی اولیاء اللہ کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ ہاں! اگر اولیاء اللہ کے حق میں زائرین کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ مدد کرنے میں مستقل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کیے بغیر خود ذاتی قدرت سے امداد کرتے ہیں' جیسے بعض جہلاء کا عقیدہ ہے کہ وہ قبر کو بوسا دیتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور یہ تمام افعال ممنوع اور حرام ہیں اور ناواقف عوام کے افعال کا کوئی اعتبار نہیں اور وہ خارج از بحث ہیں اور شریعت کا عارف اور احکام دین کا عالم ان تمام برے کاموں سے سخت بے زار ہے اور مشائخ اور اہل کشف نے ارواح کاملہ سے استفادہ کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے وہ شمار سے باہر ہے اور وہ ان کی کتابوں میں مشہور اور مذکور ہے' ہمیں اس کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ متعصبین اور منکرین کو اس سے فائدہ نہ ہو' اللہ تعالیٰ ہم کو اس بدعقیدگی سے محفوظ رکھے۔ یہاں علم اور شریعت کے اعتبار سے گفتگو ہے' ہاں! زیارت قبر کے وقت قبر والے کو سلام کرنا اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا مسنون ہے لیکن اس سے ان سے استمداد کی نفی نہیں ہوتی' پس اہل قبور کی زیارت کرنا' ان کی امداد کرنا اور ان سے استمداد کرنا' زائرین کے مختلف احوال کی وجہ سے دونوں امور جائز ہیں۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ اہل قبور سے استمداد کے جواز میں جو بعض علماء کا اختلاف ہے وہ انبیاء علیہم السلام کے ماسوا میں ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام بالاتفاق حیات حقیقی دنیاوی کے ساتھ زندہ ہیں اور اولیاء حیات اخروی وحضوی کے ساتھ زندہ ہیں۔ اس زمانہ میں ایک فرقہ (ابن تیمیہ کے متبعین) ظاہر ہوا ہے جو ان اولیاء اللہ سے استمداد کا منکر ہے جو دار فناء سے دار بقاء کی طرف منتقل ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خوش حال ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے اور یہ منکرین ان کی بارگاہ میں توجہ کرنے والوں کو مشرک کہتے ہیں اور جو منہ میں آتا ہے وہ کہہ دیتے ہیں۔ مدت سے یہ خیال تھا کہ میں اس مسئلہ کی تحقیق اور تفصیل لکھوں اور اب اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو میں نے اس کو قلم بند کیا' تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں' اے اللہ! ہمیں حق دکھلا اور اس کی اتباع کی توفیق عطا کر اور باطل کے بطلان کو ہم پر ظاہر کر اور اس سے اجتناب کی توفیق مرحمت فرما اور اللہ ہی خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم کامل ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۴۰۲۔۴۰۱' تیج کمار لکھنؤ' اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۴۲۳۔۴۲۲' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش طلب کی تھی اور ان سے بارش کے نزول کے لیے دعا کرائی تھی' اس مناسبت سے ہم نے یہاں پر وسیلہ کی بحث کی ہے اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی اس عبارت پر ہم یہ بحث ختم کر رہے ہیں اور پھر حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے مناقب کی طرف رجوع کر رہے ہیں:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو سال پہلے پیدا ہوئے تھے' ان کی والدہ کا نام نتیلہ بنت خباب ہے۔ حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ پہلی عربی خاتون ہیں جنہوں نے کعبہ پر ریشم اور دیباج کا غلاف چڑھایا' اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عباس کم سنی میں گم ہوگئے تھے تو انہوں نے نذر مانی تھی کہ اگر ان کو حضرت عباس مل گئے تو وہ کعبہ پر غلاف چڑھائیں گی۔ حضرت عباس زمانہ جاہلیت میں سردار تھے اور ان کی اطاعت کی جاتی تھی' اور حجاج کو پانی پلانے کا منصب اور مسجد حرام کی تعمیر ان ہی کے سپرد تھی۔ یہ غزوہ بدر سے پہلے اسلام لا چکے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف لکھا کہ آپ کا مکہ میں رہنا ہمارے لیے بہتر ہے کیونکہ وہ مشرکین کی خبریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچاتے تھے اور جب ان کو غزوۂ بدر میں قید کیا گیا تو انہوں نے کہا: مجھے زبردستی لایا گیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اس عذر کو قبول نہیں کیا اور فرمایا: ہم ظاہر کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں' پس جب ان کو قید کیا گیا تو ان کو بہت کس کر سختی سے باندھا گیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری رات بیدار رہے اور آپ نے اپنے بعض اصحاب سے فرمایا: میں عباس کے کراہنے کی آواز سن رہا ہوں تو ایک صحابی گئے اور ان کی بندشیں ڈھیلی کر دیں تو آپ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ اب ان کے کراہنے کی آواز نہیں آ رہی تو اس صحابی نے کہا: میں نے ان کی بندشیں ڈھیلی کر دی ہیں تو آپ نے فرمایا: تمام قیدیوں کی بندشیں ڈھیلی کر دو۔ حضرت عباس بہت حسین اور فیاض تھے۔

(الکوثر الجاری ج ٦ ص ٤٦٩' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مشہور یہ ہے کہ حضرت عباس فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تھے' اور یہ بعید نہیں ہے اور حضرت ابو رافع کا غزوہ بدر کے قصہ میں یہ قول ہے: ہم اہل بیت پر اسلام داخل ہو چکا ہے' یہ اس وقت حضرت عباس کے اسلام پر دلیل نہیں ہے' کیونکہ غزوہ بدر کے دن ان کو قید کیا گیا تھا اور انہوں نے اپنا اور اپنے بھتیجے عقیل بن ابی طالب کا فدیہ دیا تھا اور کیونکہ انہوں نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت نہیں کی تھی اور حضرت عمر ان کی فضیلت کے معترف تھے اور ان کے وسیلہ سے بارش طلب کی تھی' اس کے باوجود انہوں نے حضرت عباس کو اہل شوریٰ میں داخل نہیں کیا تھا۔ حضرت عباس کی کنیت ابو الفضل ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اسّی (۸۰) سال سے زائد عمر گزار کر بتیس (۳۲) ھ میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ (فتح الباری ج ٤ ص ٧٩٩' دارالمعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے مناقب میں مزید احادیث

(۱) عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حالت غضب میں آئے' اس وقت میں بھی آپ کے پاس تھا' آپ نے پوچھا: آپ کو کس نے غضبناک کیا؟ تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! قریش کو کیا ہوا ہے جب وہ آپس میں ملتے ہیں تو ہنسی خوشی ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو اس طرح نہیں ملتے! انہوں نے بتایا کہ پس رسول اللہ غضب میں آگئے اور آپ کا چہرہ انور سرخ ہوگیا' پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہوگا جب تک کہ وہ آپ لوگوں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے محبت نہ رکھے' پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! جس نے میرے عم محترم کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی کیونکہ ہر شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۵۸' مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۷)

(٢) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عباس مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں۔

(سنن ترمذی: ٣٧٥٩' مسند احمد ج ١ ص ٣٠٠)

(٣) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہیں اور ہر شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی: ٣٧٦١' مسند احمد ج ٢ ص ٣٢٢)

(٤) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: پیر کے دن صبح کو آپ خود اپنی اولاد کو لے کر میرے پاس آئیں تاکہ میں آپ کے لیے ایسی دعا کروں جس سے اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی اولاد کو نفع پہنچائے' پھر صبح کو ہم حضرت عباس کے ساتھ آپ کے پاس گئے تو آپ نے ہم کو ایک چادر اوڑھائی' پھر دعا کی: اے اللہ! عباس اور اس کی اولاد کے لیے ظاہری اور باطنی مغفرت فرما اور ان کے کسی گناہ کو نہ چھوڑ' اے اللہ ان کی اولاد کی حفاظت فرما۔

(سنن ترمذی: ٣٧٦٢)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے پینتیس (٣٥) احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم تین حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ٢ ص ٤٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

١٢ - بَابُ مَنَاقِبِ قَرَابَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْقَبَةِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کے مناقب اور سیدہ فاطمہ علیہا السلام بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کے مناقب بیان کیے گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار وہ ہیں جو آپ کے جد اقرب حضرت عبدالمطلب کی طرف منسوب ہوں اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہوں یا انہوں نے آپ کے صحابی کو دیکھا ہو' اور وہ حضرت علی ہیں اور ان کی اولاد میں سے حضرت حسن' حضرت حسین' حضرت محسن' اور ام کلثوم رضی اللہ عنہم ہیں جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے' اور حضرت جعفر اور ان کی اولاد ہیں' حضرت عبداللہ' حضرت عون اور حضرت محمد رضی اللہ عنہم۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب کا نام احمد ہے اور حضرت عقیل بن ابی طالب اور ان کی نرینہ اولاد: الفضل' عبداللہ' قثم' عبیداللہ' الحارث' معبد' عبدالرحمان' کثیر' عون اور تمام رضی اللہ عنہم۔ ایک قول یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ حضرت جعفر کی صاحب زادیاں یہ ہیں: ام حبیب' آمنہ اور صفیہ رضی اللہ عنہن۔ حضرت جعفر کی اکثر اولاد لبابۃ ام الفضل کے بطن سے ہیں' اور معتب بن ابی لہب اور عباس بن عتبہ بن ابی لہب اور وہ آمنہ بنت العباس کے شوہر تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن الزبیر بن عبدالمطلب اور ان کی بہن ضباعۃ' اور وہ حضرت المقداد بن الاسود کی زوجہ تھیں' اور حضرت ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اور ان کے بیٹے جعفر اور

نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب اوران کے دو بیٹے المغیرہ اورالحارث اور عبدالمطلب کی بیٹیاں اروی اور عاتکہ اور صفیہ۔صفیہ اسلام لائی تھیں اور صحابیہ تھیں اور باقیات میں اختلاف ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد کے بعد نکاح کیا تھا' اس وقت ان کی عمر پندرہ سال اور ساڑھے پانچ ماہ تھی اور حضرت علی کی عمر اس وقت اکیس سال اور پانچ ماہ تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٠٦-٣٠٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول' صحیح البخاری: ٣٦٢٤' میں گزر چکی ہے۔

٣٧١١ - **حَدَّثَنَا** اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ اَرْسَلَتْ اِلٰى اَبِي بَكْرٍ تَسْاَلُهُ مِيْرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَطْلُبُ صَدَقَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ بِالْمَدِيْنَةِ وَفَدَكٍ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروۃ بن الزبیر نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کے متعلق پیغام بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو مال فے عطاء کیا تھا اس میں سے ان کی میراث دیں' وہ آپ سے مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ کا اور فدک کا اور خیبر کے خمس میں سے باقی حصہ کا مطالبہ کررہی تھیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٠٩٢' میں گزر چکی ہے۔

٣٧١٢ - **فَقَالَ** اَبُوْبَكْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ اِنَّمَا يَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ مِّنْ هٰذَا الْمَالِ يَعْنِيْ مَالَ اللّٰهِ لَيْسَ لَهُمْ اَنْ يَّزِيْدُوْا عَلَى الْمَاْكَلِ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِّنْ صَدَقَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهَا فِيْ عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَاَعْمَلَنَّ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ ثُمَّ قَالَ اِنَّا قَدْ عَرَفْنَا يَا اَبَا بَكْرٍ فَضِيْلَتَكَ وَذَكَرَ قَرَابَتَهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَقَّهُمْ فَتَكَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِيْ.

پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہمارا وارث نہیں بنایا جاتا' ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آل صرف اس مال سے کھائے گی یعنی اللہ کے مال سے اوران کا کھانے پینے کے اخراجات کے علاوہ اور کوئی حق نہیں ہوگا' اور اللہ کی قسم! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان صدقات میں جو آپ کے عہد میں تھے میں ان میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا اور میں ان میں وہی عمل کروں گا جو ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمل کرتے تھے' پھر حضرت علی نے کلمہ شہادت پڑھا' پھر کہا: اے ابوبکر! ہمیں آپ کی فضیلت کا اعتراف ہے' پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی قرابت کا ذکر کیا اور اپنے حق کا ذکر کیا۔پس حضرت ابوبکر نے کلام کیا اور کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں سے حسن سلوک کرنا میرے نزدیک اپنے قرابت داروں سے حسن سلوک سے ضرور زیادہ

پسندیدہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۹۳' میں گزر چکی ہے۔

حضرت سیدہ کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے وراثت کا سوال کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر سے مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ کا سوال کر رہی تھیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وہ کس طرح صدقہ کو طلب کرتی تھیں حالانکہ وہ تمام مومنین کے لیے صدقہ تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس صدقہ کو طلب کر رہی تھیں جو ان کے گمان میں واقع میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت تھا۔ علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ صدقہ کا لفظ راوی کا اضافہ ہے۔

حضرت ابوبکر نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے' ہمارا وارث نہیں بنایا جاتا' اس جگہ یہ اعتراض ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے تو پھر حضرت سیدہ نے حضرت ابوبکر سے وراثت کا سوال کیوں کیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سیدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا علم نہیں تھا۔

٣٧١٣ - اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الْوَھَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ وَّاقِدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ قَالَ اُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِہٖ.

[طرف الحدیث: ۳۷۵۱] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن عبدالوہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از واقد' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کرتے تھے از حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کا خیال رکھو۔

اہل بیت کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ تم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کی حفاظت کرو' تم ان کو ایذا نہ پہنچاؤ اور نہ ان کو برا کہو اور آپ کے اہل بیت یہ ہیں: سیدہ فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم' کیونکہ آپ نے ان کے اوپر چادر ڈالی اور فرمایا: یہ میرے اہل بیت ہیں یا یہ اور آپ کی ازواج اہل بیت ہیں کیونکہ اہل بیت سے متبادر آپ کی ازواج ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے اہل بیت میں حضرت علی کا ذکر نہیں کیا لیکن علامہ زکریا انصاری شافعی نے اہل بیت میں حضرت علی کا ذکر کیا ہے۔ (منحۃ الباری ج ۷ ص ۵۹' الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۷ ص ۶۵)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

اہل بیت آپ کی اولاد ہیں' آپ کی ازواج ہیں' اور حضرت علی' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم ہیں کیونکہ یہ ہمیشہ آپ کے ساتھ لازم رہتے تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۲۵ ص ۲۰۹' طبع مصر)

٣٧١٤ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِیْدِ حَدَّثَنَا ابْنُ عُیَیْنَۃَ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث

عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّيْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِيْ.

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از ابن ابی ملیکہ از مسور بن مخرمہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے' جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٢٦' میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں حضرت سیدہ فاطمہ کی صریح فضیلت ہے۔

٣٧١٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ ابْنَتَهُ فِيْ شَكْوَاهُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهَا فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ ثُمَّ دَعَاهَا فَسَارَّهَا فَضَحِكَتْ قَالَتْ فَسَاَلْتُهَا عَنْ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یحییٰ بن قزعۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس مرض میں فوت ہو گئے تھے آپ نے اس مرض میں اپنی صاحب زادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا' پھر ان سے چپکے سے کوئی بات کی تو وہ رونے لگیں' آپ نے ان کو پھر بلایا' پس چپکے سے کوئی بات کی تو وہ ہنسنے لگیں' حضرت عائشہ نے بتایا: میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٢٣' میں گزر چکی ہے۔

٣٧١٦ - فَقَالَتْ سَارَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّهُ يُقْبَضُ فِيْ وَجَعِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ فَبَكَيْتُ ثُمَّ سَارَّنِيْ فَاَخْبَرَنِيْ اَنِّيْ اَوَّلُ اَهْلِ بَيْتِهِ اَتْبَعُهُ فَضَحِكْتُ.

پس حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چپکے سے مجھے خبر دی کہ اس درد میں آپ کی روح قبض کر لی جائے گی جس درد میں آپ کی وفات ہوگئی' تو میں روئی' پھر چپکے سے مجھے خبر دی کہ آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں آپ کے پیچھے جاؤں گی تو میں ہنسی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٢٤' میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی نے امام بخاری پر اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث یحییٰ بن قزعۃ کی روایت سے باب علامات النبوۃ کے اواخر میں بعینہٖ اسی سند اور متن کے ساتھ گزر چکی ہے' سو یہ تکرار بلا فائدہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٠٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب میں مزید احادیث

(١) حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منبر پر سنا' آپ فرما رہے تھے کہ بنو ہشام بن المغیرۃ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب سے کر دیں' سو میں ان کو اس کی اجازت نہیں دیتا' سو میں ان کو اس کی اجازت نہیں دیتا' سو میں ان کو اس کی اجازت نہیں دیتا۔ (تین بار فرمایا) سوائے اس کے کہ ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لیں' کیونکہ میری بیٹی میرے جسم کا ٹکڑا ہے' جو چیز اس کو پریشان

کرتی ہے وہ مجھے پریشان کرتی ہے اور جو چیز اس کو ایذا دیتی ہے وہ مجھے ایذا دیتی ہے۔

(صحیح البخاری: ۵۲۳۰، صحیح مسلم: ۲۴۴۹، الرقم المسلسل: ۶۲۰۳، سنن ابوداؤد: ۲۰۷۱، سنن ترمذی: ۳۸۹۳، سنن ابن ماجہ: ۱۹۹۸)

(۲) ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت علی بن حسین (زین العابدین) نے حدیث بیان کی کہ جب وہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد یزید بن معاویہ کے پاس سے مدینہ آئے تو ان کی حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' انہوں نے حضرت زین العابدین سے کہا: اگر آپ کا کوئی کام ہے تو آپ مجھے اس کا حکم فرمائیں' حضرت زین العابدین نے ان سے کہا: نہیں' حضرت مسور نے ان سے کہا: آپ کے پاس جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تلوار ہے کیا آپ وہ مجھے دیں گے؟ کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ لوگ آپ پر غلبہ پا کر اس تلوار پر قبضہ کرلیں گے اور اللہ کی قسم! اگر آپ نے مجھے وہ تلوار دے دی تو وہ اس تلوار کو کبھی حاصل نہیں کر سکیں گے حتیٰ کہ میری جان چلی جائے' بے شک حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اوپر ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا تو میں نے سنا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لوگوں کو اس منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اور میں اس وقت بالغ تھا' آپ نے فرمایا: فاطمہ مجھ سے ہے اور مجھے یہ خطرہ ہے کہ اس سے اس کے دین میں فتنہ ہوگا' پھر آپ نے بنو شمس سے اپنے داماد کا ذکر کیا اور اس کی تحسین کی کہ اس نے بہت اچھا سلوک کیا۔ اس نے مجھ سے جو بات کی تو سچ بولا اور مجھ سے جو وعدہ کیا تو اس کو پورا کیا اور میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہوں لیکن اللہ کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی اور عدو اللہ کی بیٹی ایک محل میں کبھی بھی جمع نہیں ہوں گی۔

(صحیح البخاری: ۹۲۶، صحیح مسلم: ۲۴۴۹، الرقم المسلسل: ۶۲۰۳، سنن ابوداؤد: ۲۰۷۰، سنن ابن ماجہ: ۱۹۹۹)

اس اعتراض کا جواب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کو اپنی بیٹی پر سوکن نہ لانے کا حکم دیا کیا' یہ جانب داری نہیں ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اگر (حضرت) علی بن ابی طالب نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرلیا تو مجھے خطرہ ہے کہ اس سے (سیدہ) فاطمہ کے دین میں فتنہ ہوگا یعنی انہیں اپنی سوکن ناگوار ہوگی اور وہ اس ناگواری پر صبر نہیں کر سکیں گی اور ہوسکتا ہے کہ وہ اس ناگواری کی وجہ سے حضرت علی پر غضب ناک ہوں اور غضب کی وجہ سے حضرت علی بہ حیثیت شوہر حقوق ادا نہ کرسکیں اور ان کی نافرمانی کریں اور گناہ میں مبتلا ہو جائیں اور میں ان کو فتنہ میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ غیر مسلم متشرقین اور آزاد خیال مسلمان یہ کہیں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی بیٹی کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خیال کیا اور امت کی لاکھوں بیٹیوں کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خیال نہیں کیا کیونکہ جب آپ نے ہر مسلمان مرد کو چار عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دی ہے تو امت کی جس بیٹی پر دوسری عورت سے نکاح کیا جائے گا اس کو بھی ناگوار ہوگا اور وہ بھی اس خطرہ میں ہے کہ وہ غضب کی وجہ سے شوہر کی نافرمانی کرے گی تو آپ نے اپنی بیٹی کے فتنہ میں مبتلا ہونے کی تو رعایت کی اور امت کی لاکھوں بیٹیوں کے فتنہ میں مبتلا ہونے کی رعایت نہیں کی اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادلانہ سیرت سے بہت بعید ہے!

اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہر قول اور ہر فعل وحی کے موافق ہوتا ہے' وحی کے قول کے موافق ہونے کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۞ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۞ (النجم: ۴-۳)

وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے ۞ ان کا کلام وہی ہوتا ہے جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے ۞

اور نقل کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ. آپ کہیے: میں اسی کی پیروی کرتا ہوں جس کی میرے رب کی جانب سے میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ (الاعراف: ۲۰۳)

پس واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے حضرت علی کو جو دوسرے نکاح سے منع کیا تھا یہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اس کی وحی کے موافق کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو خصوصی درجات سے نوازتا ہے' جس طرح ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام کا سردار بنایا' آپ کو قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے نبی بنایا' آپ کو خاتم الانبیاء بنایا' رحمۃ للعالمین بنایا اور بہت درجات کی بلندی عطا فرمائی' آپ کی امت کو بہترین امت بتایا' ان کے لیے قربانی کے جانور کو کھانا حلال کر دیا' مال غنیمت کو لینا جائز کر دیا' تمام روئے زمین کو ان کے لیے مسجد اور آلۂ تیمم بنا دیا اور آپ کی آل کو بہت خصوصیات عطا فرمائیں۔ آل محمد پر صدقہ حرام کر دیا' ہر نماز میں ان پر صلوٰۃ اور رحمت بھیجنے کو مشروع کر دیا' اسی طرح آپ کی صاحبزادی سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بہت خصوصیات عطا فرمائیں' ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر دوسرا نکاح حرام کر دیا اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دیگر خصوصیات پر اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے کہ اللہ نے اس نبی کو رحمت للعٰلمین کیوں بنایا' اور ان کی امت پر مال غنیمت کیوں حلال کیا اور آل محمد پر صدقہ کیوں حرام کیا اسی طرح یہ اعتراض بھی صحیح نہیں ہے کہ سیدہ فاطمہ کے ہوتے ہوئے حضرت علی پر دوسرا نکاح کیوں حرام کیا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَO (الانبیاء: ۲۳) اللہ تعالیٰ سے ان کاموں کے متعلق نہیں پوچھا جا سکتا جو وہ کرتا ہے البتہ لوگوں سے سوال کیا جائے گاO

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے بنو شمس میں سے اپنے داماد کا ذکر کیا اور اس کی تحسین کی۔

اس کی شرح میں علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

اس داماد کا نام ابوالعاص بن الربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے۔ ان کی والدہ ھالۃ بنت خویلد تھیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب بنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان سے نکاح کر دیا' یہ مکہ کے چند مال دار لوگوں میں سے تھے۔ ان کی امانت اور تجارت مشہور تھی' حضرت زینب رضی اللہ عنہا اسلام لے آئیں اور یہ اسلام نہیں لائے' (اس وقت تک مشرکین سے نکاح ممنوع نہیں تھا) اور یہ غزوہ بدر میں کفار کی طرف سے جنگ کر رہے تھے' ان کو قید کر لیا گیا اور جب قریش نے اپنے قیدیوں کے لیے فدیہ کی رقوم بھیجیں تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کے فدیہ کے لیے وہ ہار بھیجا جو ان کی والدہ حضرت خدیجہ نے ابوالعاص کے ساتھ ان کے نکاح کے موقع پر دیا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ ہار دیکھا تو آپ پر رقت طاری ہو گئی اور آپ نے مسلمانوں سے فرمایا: اگر تم لوگ چاہو تو ابوالعاص کو بغیر فدیہ کے آزاد کر دو اور ان کا ہار واپس کر دو' چنانچہ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوالعاص پر یہ شرط عائد کی کہ وہ حضرت زینب کو مدینہ بھیج دے' سو اس نے یہ شرط پوری کی۔

جمادیٰ چھ ہجری میں ابوالعاص قریش کا قافلہ لے کر شام کی طرف نکلے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو ایک سو ستر سواروں کے ساتھ اس قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا' مقام العیص پر مسلمانوں کے لشکر کا اس قافلہ کے ساتھ مقابلہ ہوا' اس قافلہ میں

ابوالعاص بھی تھا۔ مسلمانوں نے کہا: اے ابوالعاص! تم قریش کے شریف مرد ہو اور تم رسول اللہ ﷺ کے داماد ہو اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ اور اہل مکہ کے اموال میں سے تم کو بھی مال غنیمت کا حصہ ملے؟ ابوالعاص نے کہا: تم نے مجھے بہت برا مشورہ دیا ہے کہ میں دھوکا دے کر اپنے دین کو بدل لوں! پھر مسلمانوں نے اس کو اور دیگر قریش کو گرفتار کر لیا اور قافلہ کو لوٹ لیا اور مدینہ پہنچ گئے اور قیدیوں کو مسجد میں باندھ دیا' حضرت زینب کو ابوالعاص کی گرفتاری کا پتہ چل گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھی تو حضرت زینب نے بلند آواز سے کہا: میں نے ابوالعاص بن الربیع کو پناہ دے دی ہے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے کہا: کیا تم نے سن لیا جو میں نے سنا ہے؟ مسلمانوں نے کہا: جی ہاں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' مجھے سننے سے پہلے علم نہیں تھا کہ کیا ہوا ہے' اور مسلمانوں کا ادنیٰ فرد بھی کسی مشرک کو پناہ دے سکتا ہے' جس کو زینب نے پناہ دی ہے ہم نے اس کو پناہ دے دی' پھر آپ نے حضرت زینب کو حکم دیا کہ وہ آپ سے مقاربت نہ کرے' پھر حضرت زینب نے مطالبہ کیا کہ قافلہ کا مال ابوالعاص کو واپس کر دیا جائے' سو آپ نے ایسا کر دیا' پھر ابوالعاص مکہ گئے اور لوگوں کے جو حقوق تھے وہ ان کو لوٹا دیئے' پھر انہوں نے کھڑے ہو کر پوچھا: اے اہل مکہ! کیا میں نے تمہارا ذمہ ادا کر دیا' لوگوں نے کہا: جی ہاں! تب انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور بے شک (سیدنا) محمد اللہ کے رسول ہیں' پھر وہ فتح مکہ سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے' پس رسول اللہ ﷺ نے ان کی بیوی ان کے حوالے کر دیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے حضرت ابوالعاص بن الربیع رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا ہوا جس کا نام علی رکھا گیا' وہ اپنے والد کی حیات میں فوت ہو گئے' اس وقت وہ قریب بہ بلوغ تھے۔ ان کی ایک بیٹی ہوئی جس کا نام امامہ رکھا گیا' رسول اللہ ﷺ ان کو نماز میں اٹھا لیتے تھے' وہ زندہ رہیں حتیٰ کہ ان کی خالہ سیدہ فاطمہ کی وفات کے بعد حضرت علی نے ان سے نکاح کر لیا' اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بارہ (١٢) ہجری میں فوت ہو گئے۔ (فتح المنعم ج ٩ ص ٢١٦' دار الشروق' القاہرہ' ١٤٢٩ھ)

حافظ ابن الاثیر علی بن محمد الجزری المتوفی ٦٣٠ھ نے حضرت ابوالعاص کے قصہ کو اس سے زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔

(اسد الغابة ج ٦ ص ١٨٣۔ ١٨٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے بھی حضرت ابوالعاص کے قصہ کو بہت تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

(الاصابہ ج ٧ ص ٢١٠۔ ٢٠٦ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

(٣) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کی ازواج آپ کے پاس تھیں' ان میں سے کوئی باقی نہیں تھی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چل کر آئیں' ان کا چلنا بالکل رسول اللہ ﷺ کے چلنے کے مشابہ تھا' جب آپ نے ان کو دیکھا تو فرمایا: میری بیٹی مرحبا! پھر ان کو اپنی دائیں جانب یا بائیں جانب بٹھایا' پھر ان سے چپکے چپکے بات کی تو وہ بہت زیادہ روئیں۔ جب آپ نے ان کی بے قراری دیکھی تو پھر دوبارہ چپکے چپکے بات کی تو وہ ہنسیں' میں نے ان سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنی تمام ازواج سے سرگوشی میں بات کرنے کے ساتھ خاص کر لیا ہے' پھر آپ روئیں تھیں' پھر جب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے تو میں نے ان سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ نے آپ سے کیا فرمایا تھا؟ تو انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے راز افشا کرنے والی نہیں ہوں' حضرت عائشہ نے بتایا کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے تو میں نے ان سے کہا: میرا جو آپ کے اوپر حق ہے میں آپ کو اس کی قسم دیتی ہوں مجھے بتائیں کہ آپ سے رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا تھا! تو انہوں نے کہا: ہاں! اب میں بتا دیتی ہوں' پہلی بار جب آپ نے مجھ سے سرگوشی کی تو آپ نے فرمایا: حضرت جبریل میرے ساتھ ہر سال ایک

مرتبہ دور کرتے تھے اور انہوں نے اب دو مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا ہے اور اب بے شک میرا یہی گمان ہے کہ اجل قریب آ چکی ہے' پس تم اللہ سے ڈرو اور صبر کرو' پس میں تمہارے لیے کیا ہی اچھا پیش رو ہوں' پھر انہوں نے کہا: پس میں روئی جو آپ نے دیکھا تھا' پھر جب آپ نے میری بے قراری دیکھی تو مجھ سے دوبارہ سرگوشی کی' پس فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم تمام مومنین کی عورتوں کی سردار ہو یا فرمایا: اس امت کی عورتوں کی سردار ہو۔ انہوں نے بتایا کہ پس میں ہنسی اور یہ میری وہی ہنسی تھی جو آپ نے دیکھی تھی۔ (سنن ترمذی: ۳۸۷۲ میں ہے کہ آپ سیدہ فاطمہ کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے تھے اور ان کو بوسا دیا تھا۔ اور سنن ترمذی: ۳۸۷۳ میں ہے: اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی)۔

(صحیح البخاری: ۳۶۲۳' صحیح مسلم: ۲۴۵۰ الرقم المسلسل: ۶۲۰۶' سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۱)

صحیح البخاری: ۳۶۲۳ میں دوسری بار حضرت فاطمہ رضی اللہ کے ہنسنے کی یہ وجہ مذکور ہے کہ تم جنت میں تمام مومنین کی عورتوں کی سردار ہو گی اور صحیح البخاری: ۳۷۱۶ میں یہ وجہ مذکور ہے کہ آپ نے خبر دی کہ آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں آپ کے پیچھے جاؤں گی اور یہ تعارض ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے آپ نے دونوں بشارتیں دی ہوں اور سیدہ فاطمہ نے دونوں بشارتیں بتائی ہوں لیکن ایک راوی نے حدیث میں ایک بشارت کا ذکر کیا اور دوسرے راوی نے دوسری بشارت کا ذکر کیا۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے۔ آپ نے بتایا کہ اس مرض میں آپ کی وفات ہو جائے گی اور آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے سیدہ فاطمہ آپ کے ساتھ واصل ہوں گی۔

(۴) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب سیدہ فاطمہ تھیں اور مردوں میں سب سے زیادہ محبوب ان کے شوہر تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۸۶۸)

(۵) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی' سیدہ فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا: جس سے تم جنگ کرو گے میں اس سے جنگ کروں گا اور جس سے تم صلح کرو گے میں اس سے صلح کروں گا۔

(سنن ترمذی: ۳۸۷۰)

(۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن' حضرت حسین' حضرت علی اور سیدہ فاطمہ کو چادر اوڑھائی اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور خاص ہیں' ان سے ناپاکی دور فرما اور ان کو خوب پاک کر دے' حضرت ام سلمہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان میں شامل ہوں؟ آپ نے فرمایا: تم خیر کی طرف ہو۔ (سنن ترمذی: ۳۸۷۱' مسند احمد ج ۶ ص ۲۹۸)

(۷) جمیع بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تھا؟ تو انہوں نے بتایا: فاطمہ' پوچھا گیا: اور مردوں میں' تو حضرت عائشہ نے بتایا: ان کے شوہر' وہ بہت روزے رکھنے والے اور بہت قیام کرنے والے تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۸۷۴)

(۸) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام جہان کی عورتوں میں سب سے افضل مریم بنت عمران ہیں اور خدیجہ بنت خویلد ہیں اور فاطمہ بنت محمد ہیں اور فرعون کی بیوی آسیہ ہیں۔

(صحیح ابن حبان: ۶۹۵۱' اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۴۰۲' رقم: ۱۰۰۴)

(۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: میں نے دیکھا کہ آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض میں آپ سے جھک کر باتیں کیں تو آپ روئیں' پھر دوبارہ آپ نے جھک کر باتیں کیں تو آپ ہنسیں'

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: جب میں پہلی بار آپ پر جھکی تو آپ نے بتایا کہ آپ فوت ہونے والے ہیں' سو میں روئی اور جب میں دوبارہ آپ پر جھکی تو آپ نے فرمایا: آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں آپ کے ساتھ واصل ہوں گی اور میں اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہوں' ماسوا مریم بنت عمران کے' تو میں ہنسی۔ (صحیح ابن حبان: ٦٩٥٢' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ١٢٦)

ہم نے اس حدیث کو دوبارہ اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں یہ تصریح ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہیں' نیز اس حدیث میں ہماری اس شرح کی تائید ہے کہ آپ نے دونوں بشارتیں ایک ساتھ دی تھیں ایک یہ کہ آپ کے اہل میں سے سیدہ سب سے پہلے آپ کے ساتھ واصل ہوں گی اور سیدہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی۔ فالحمدللہ رب العلمین

(١٠) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو سیدہ فاطمہ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کے مشابہ ہو اور جب وہ آپ کے پاس آتیں تو آپ کھڑے ہو جاتے' پس ان کو بوسا دیتے اور ان کو خوش آمدید کہتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنی جگہ بٹھاتے اور جب آپ سیدہ فاطمہ کے پاس آتے تو وہ آپ کی طرف کھڑی ہو جاتیں' وہ آپ کو بوسا دیتیں اور آپ کا ہاتھ پکڑ لیتیں۔ (صحیح ابن حبان: ٦٩٥٣' سنن ابوداؤد: ٥٢١٧' سنن ترمذی: ٣٨٧٢' المستدرک ج ٤ ص ٢٧٣۔ ٢٧٢' سنن نسائی: ٣٥٤' سنن ابن ماجہ: ١٦٢١)

اس حدیث میں قیام تعظیمی کا ثبوت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ نہیں تھا۔ **صلوات اللہ علیہم اجمعین۔**

(الفتح الربانی: ٢٠٧٠ ١١٣' مسند احمد: ١٢٧٠٣' عالم الکتب ج ٣ ص ١٦٤' سنن ترمذی: ٣٧٧٦' صحیح ابن حبان: ٦٩٧٣' مصنف عبدالرزاق: ٧٩٨٠)

(١١) حضرت مسور رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن حسن نے ان کی بیٹی سے نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا: ان سے کہو کہ مجھ سے عشاء کے وقت ملاقات کریں' پس انہوں نے ان سے ملاقات کی تو حضرت مسور نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا: اللہ کی قسم کوئی نسب اور کوئی سبب (نکاح) اور کوئی سسرال مجھے آپ کے سبب اور آپ کے سسرال سے زیادہ پسند نہیں ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے' (سیدہ) فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو چیز اس کو ناراض کرے وہ مجھے ناراض کرتی ہے اور جو چیز اس کو خوش کرے وہ مجھے خوش کرتی ہے اور قیامت کے دن تمام انساب منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے نسب' میرے سبب اور میری سسرال کے' اور تمہارے نکاح میں سیدہ فاطمہ کی بیٹی ہے اور اگر میں نے تم سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا تو وہ ناراض ہوگی۔ حضرت مسور یہ عذر بیان کر کے چلے گئے۔ (الفتح الربانی: ٥٠٧٥ ١١٣' مسند احمد: ١٩١١٤' عالم الکتب' مسند احمد ج ٤ ص ٣٢٣)

(١٢) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں' ماسوا مریم بنت عمران کے۔

(الفتح الربانی: ٦٠٧٦ ١١٣' مسند احمد: ١١٦٤١' عالم الکتب' سنن ترمذی: ٣٧٦٨' صحیح ابن حبان: ٦٩٥٩)

(١٣) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آسمان سے فرشتہ اترا' اس نے اللہ تعالیٰ سے مجھے سلام کرنے کی اجازت طلب کی' وہ اس سے پہلے آسمان سے نہیں اترا تھا' اس نے مجھے یہ بشارت دی کہ سیدہ فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ (المستدرک: ٤٧٧٥' مسند احمد ج ٥ ص ٣٩١' صحیح ابن حبان: ٢٢٢٩' تاریخ بغداد ج ٦ ص ٣٧٢' المعجم الکبیر: ٢٦٠٧' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

(١٤) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ سب سے پہلے جنت میں' میں داخل ہوں گا' پھر فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم۔ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! پس ہم سے محبت کرنے والے؟ آپ نے فرمایا: وہ تمہارے پیچھے ہوں گے۔ (المستدرک: ٤٧٢٦' مسند فاطمہ: ٨٧' حافظ ذہبی نے کہا: اس کی سند ضعیف ہے۔)

(١٥) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ آپ نے (ان کو زہد کی تعلیم دینے کے لیے) ان کی گردن سے سونے کی زنجیر اتار لی' انہوں نے بتایا: یہ مجھے ابوالحسن نے ہدیہ کی تھی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! کیا تمہیں اس بات سے خوشی ہوگی کہ لوگ کہیں کہ یہ فاطمہ بنت محمد ہے اور تمہارے ہاتھ میں آگ کی زنجیر ہو' پھر آپ چلے گئے اور بیٹھے نہیں' پھر حضرت فاطمہ نے اس زنجیر سے ایک غلام خریدا اور اس کو آزاد کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اللہ کی حمد ہے جس نے فاطمہ کو دوزخ سے نجات دے دی۔

(المستدرک: ٤٧٢٨' سنن کبریٰ للنسائی: ٩٤٤٠' مسند احمد ج ٥ ص ٢٧٨' مسند ابوداؤد الطیالسی: ٩٩٠' المعجم الکبیر: ١٤٤٨)

(١٦) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک فاطمہ نے اپنی عفت کی حفاظت کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو دوزخ پر حرام کر دیا۔ (المستدرک: ٤٧٢٩' مسند البزار: ٢٦٥١' المعجم الکبیر: ٢٦٢٥' حلیۃ الاولیاء ج ٤ ص ١٨٨' المطالب العالیہ لابن حجر: ٣٩٨٧' مجمع الزوائد ج ٩ ص ٢٠٢)

(١٧) حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت کا دن قائم ہوگا تو حجاب کے پیچھے سے ایک منادی نداء کرے گا: اے اہل محشر! فاطمہ بنت محمد سے اپنی نظریں نیچی کر لو حتیٰ کہ وہ گزر جائیں۔

(المستدرک: ٤٧٨١' المعجم الکبیر ج ١ ص ١٠٨)

(١٨) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تمہارے غضب سے اللہ تعالیٰ غضب میں آتا ہے اور تمہاری رضا سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

(المستدرک: ٤٧٨٣' المعجم الکبیر ج ١ ص ١٠٨! حافظ ذہبی نے کہا: اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے)

(١٩) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے' پس کہا: اے فاطمہ! اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آپ سے زیادہ محبوب کسی کو نہیں دیکھا' اور اللہ کی قسم! آپ کے والد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد میرے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہے۔ (المستدرک: ٤٧٨٩' مسند فاطمہ: ١٨٥)

(٢٠) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی سفر پر جاتے تو سب سے آخر میں سیدہ فاطمہ کو نصیحت کرتے اور جب آپ سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے سیدہ فاطمہ کو نصیحت کرتے۔

(المستدرک: ٤٧٩٢' حافظ ذہبی نے کہا: اس کی سند میں ابراہیم نامی راوی ضعیف ہے۔)

(٢١) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت خدیجہ کے بطن سے دو بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں' حضرت قاسم' حضرت عبداللہ' سیدہ فاطمہ' حضرت ام کلثوم' حضرت رقیہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہم۔ (المستدرک: ٤٨١٢)

(٢٢) جعفر بن محمد بیان کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اکیس سال کی عمر میں وفات پا گئی تھیں اور آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے اکتالیس سال بعد پیدا ہوئی تھیں۔ (میں کہتا ہوں کہ آپ کی عمر میں اختلاف ہے۔ سعیدی غفرلہ) (المستدرک: ٤٨١٩)

(٢٣) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد فوت ہوگئی تھیں۔ محمد بن عمرو نے کہا:

یہ روایت ہمارے نزدیک زیادہ ثابت ہے۔ محمد بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ بنت محمد تین رمضان کو فوت ہوئی تھیں۔

(المستدرک: ۴۸۱۵' الاصابہ ج ۴ ص ۳۷۷)

(۲۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رات کے وقت دفن کیا گیا تھا' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور دفن کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خبر نہیں دی۔

(المستدرک: ۴۸۱۸' طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۹-۲۸ طبع قدیم)

علامہ ابوعمر ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ ھ نے لکھا ہے کہ المدائنی نے کہا ہے کہ سیدہ فاطمہ منگل کے دن تین رمضان' ۱۱ ہجری کو فوت ہوئیں' اس وقت ان کی عمر ۲۹ سال تھی' وہ اعلان نبوت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئی تھیں۔

(الاستیعاب ج ۴ ص ۴۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

حضرت سیدہ فاطمہ کو وفات کے بعد غسل دینے کی تحقیق' یعنی آپ کو کس نے غسل دیا تھا؟

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی المتوفی ۱۰۸۸ ھ لکھتے ہیں:

شوہر کو اس کی بیوی کے غسل دینے سے منع کیا جائے گا اور صحیح مذہب کے مطابق اس کو چھونے' اس کی طرف دیکھنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔

اور ائمہ ثلاثہ (امام مالک' امام شافعی اور امام محمد) کے نزدیک یہ جائز ہے کیونکہ حضرت علی نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا' ہم کہتے ہیں کہ یہ اس پر محمول ہے کہ ان کی (حضرت فاطمہ کے ساتھ) زوجیت باقی تھی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ہر سبب اور نسب منقطع ہو جاتا ہے سوا میرے سبب (نکاح) اور نسب کے۔ (المستدرک ج ۳ ص ۱۴۲' حافظ ذہبی نے کہا: اس کی سند منقطع ہے) علاوہ ازیں بعض صحابہ نے حضرت علی کے غسل دینے پر اعتراض کیا تھا۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۳ ص ۸۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ ھ اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

مصنف (علامہ حصکفی) نے لکھا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پالنے والی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے غسل دیا تھا' پس حضرت علی کے غسل دینے کی روایت اس پر محمول ہے کہ انہوں نے سیدہ فاطمہ کے غسل کے لیے اسباب مہیا کیے تھے' اور اگر یہ روایت ثابت ہو کہ حضرت علی نے غسل دیا تھا تو یہ ان کی خصوصیت ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب حضرت ابن مسعود نے حضرت فاطمہ کو غسل دینے کی وجہ سے حضرت علی پر اعتراض کیا تو انہوں نے کہا: کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بے شک فاطمہ دنیا اور آخرت میں تمہاری زوجہ ہے۔ (سنن دار قطنی ج ۲ ص ۷۹' حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۴۳' سنن بیہقی ج ۳ ص ۳۹۶' اس حدیث کی سند حسن ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو خصوصیت کا دعویٰ کیا اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک مرد کا اپنی بیوی کو غسل دینا (بالعموم) جائز نہیں ہے۔

(رد المحتار ج ۳ ص ۸۵' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ احناف کے نزدیک مرد کا اپنی بیوی کو غسل دینا جائز نہیں ہے کیونکہ موت سے نکاح منقطع ہو جاتا ہے اور معتبر روایات کے مطابق حضرت علی نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا' یہ ان کی خصوصیت ہے کیونکہ موت سے ان کا نکاح منقطع نہیں ہوا تھا۔

معتبر روایات کے مطابق سیدہ فاطمہ کو حضرت علی نے غسل دیا تھا (رضی اللہ عنہما)

ہم نے لکھا ہے کہ معتبر روایات کے مطابق حضرت علی نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا' سو وہ روایات حسب ذیل ہیں:

امام محمد بن سعد متوفی ٢٣٠ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ محمد بن موسیٰ نے کہا کہ حضرت علی بن ابی طالب نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٨ ص ٢٨ 'دار صادر' بیروت' ١٣٨٨ھ)

امام علی بن دار قطنی متوفی ٢٨٥ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ وصیت کی تھی کہ انہیں ان کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء غسل دیں۔ (سنن دار قطنی: ١٨٢٧' ج ٢ ص ٨٧ 'دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ متوفی ٤٣٠ھ اپنی سند کے ساتھ ام جعفر سے روایت کرتے ہیں:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء سے کہا: جب میں فوت ہو جاؤں تو آپ اور علی مجھے غسل دیں اور کوئی اور مجھ پر داخل نہ ہو' سو جب سیدہ فاطمہ فوت ہو گئیں تو حضرت علی اور حضرت اسماء نے ان کو غسل دیا۔ رضی اللہ عنہم۔

(حلیۃ الاولیاء ج ٢ ص ٤٣ 'دار الکتاب العربی' بیروت' ١٤٠٧ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت اسماء بنت عمیس نے بیان کیا کہ سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ وصیت کی کہ ان کو ان کے شوہر حضرت علی بن ابی طالب غسل دیں اور اسماء بنت عمیس' نیز وہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ کو میں نے اور حضرت علی نے غسل دیا۔

(سنن بیہقی ج ٣ ص ٣٩٧-٣٩٦ 'نشر السنۃ ملتان' معرفۃ السنن والآثار: ٢٠٧٦-٢٠٧٥ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٢ھ)

محدثین اور فقہاء کی تصریحات کہ سیدہ فاطمہ کو حضرت علی نے غسل دیا تھا (رضی اللہ عنہا)

علامہ ابوعمر یوسف بن عبداللہ محمد بن عبدالبر قرطبی مالکی متوفی ٤٦٣ھ لکھتے ہیں:

سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے آپ کے ساتھ واصل ہوئیں' حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ہی حضرت اسماء بنت عمیس کے ساتھ آپ کو غسل دیا تھا۔ (الاستیعاب ج ٤ ص ٤٥٢ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ عزالدین ابن الاثیر علی بن محمد الجزری الشافعی المتوفی ٦٣٠ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی اور حضرت اسماء نے سیدہ فاطمہ کو غسل دیا' رضی اللہ عنہم۔ (اسد الغابہ ج ٧ ص ٢٢١)

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ علامہ حصکفی نے کہا ہے کہ سیدہ فاطمہ کو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے غسل دیا تھا۔ (رد المحتار ج ٣ ص ٨٥)

ہم کو یہ روایت کسی کتاب میں نہیں ملی' ہاں! علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ نے آپ کو غسل دیا تھا' لیکن علامہ ابن اثیر نے اس روایت کو رد کر کے یہ لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت علی اور حضرت اسماء نے آپ کو غسل دیا تھا' رضی اللہ عنہا۔ (اسد الغابہ ج ٧ ص ٢٢١ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبدالبر نے سیدہ کی وفات کے قصہ میں نقل کیا ہے کہ سیدہ فاطمہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کو حضرت علی اور حضرت اسماء بنت عمیس غسل دیں' ابن فتحون نے اس کو مستبعد قرار دیا ہے کیونکہ حضرت اسماء اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں' وہ حضرت علی کے ساتھ کیسے منکشف ہو کر سیدہ فاطمہ کو غسل دیتیں۔ (الاصابہ ج ٨ ص ٢٦٦ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

میں کہتا ہوں کہ ابن فتحون کا یہ بالکل سطحی اعتراض ہے' حضرت اسماء بنت عمیس حضرت علی کے ساتھ سیدہ فاطمہ کو غسل دے رہی تھیں اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ وہ حضرت علی کے سامنے بے حجاب ہو کر غسل دے رہی ہوں اور یوں کیوں نہیں ہو سکتا کہ حضرت

علی پانی لا کر رکھ رہے ہوں اور حضرت سیدہ فاطمہ کے جسم پر پانی حضرت اسماء ڈال رہی ہوں۔ حافظ ابن حجر اس کے بعد اگلے صفحے پر لکھتے ہیں:

امام ابن سعد نے محمد بن موسیٰ کی روایت سے لکھا ہے: حضرت علی نے سیدہ فاطمہ کو غسل دیا۔

(الاصابۃ ج ٨ ص ٢٦٧ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

ہو سکتا ہے کہ اس روایت کا یہ محمل ہو کہ حضرت علی نے تنہا' حضرت اسماء کی وساطت کے بغیر سیدہ فاطمہ کو غسل دیا اور اس صورت میں حضرت علی کے غسل دینے پر ابن فتحون کا اعتراض بھی لازم نہیں آتا۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی نے غسل دیا اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(عمدۃ القاری ج ٣ ص ٢٥٨ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت علی کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دینے پر ایک شبہ کا ازالہ

بعض علماء احناف نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے:

یہ کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خود اپنے ہاتھ سے غسل دیا۔ میں کہتا ہوں کہ فقہ حنفی اور اہل سنت کے اور بھی مسائل ہیں جو حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہیں' پھر حضرت علی کے غسل دینے کے مسئلہ میں حدیث صحیح کا مطالبہ کیوں کیا جاتا ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے حالانکہ یہ سنت سنن ابوداؤد کی جس حدیث سے ثابت ہے وہ بالاتفاق ضعیف ہے۔

حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرویات

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اٹھارہ احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک ایک حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ٣ ص ٥٠٢ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

علامہ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی حنفی متوفی ٧٦٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کی (سنن ابوداؤد: ٧٥٦) میں عبد الرحمٰن بن اسحاق سے روایت کی ہے اور وہ بالاتفاق ضعیف ہے۔ (نصب الرایۃ ج ١ ص ٣٩٣ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

بیس رکعت تراویح مصنف ابن ابی شیبہ: ٧٦٩١ (دار الکتب علمیہ) سے ثابت ہے اور علامہ زیلعی حنفی نے لکھا ہے: اس کی سند میں ابراہیم ہے اور وہ بالاتفاق ضعیف ہے۔ (نصب الرایہ ج ٢ ص ١٥٠ ' دار الکتب علمیہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

سونے اور چاندی کی زکوٰۃ میں نصاب کی مقدار اور نصاب پر ایک سال گزرنے کی شرط کا ثبوت' سنن ابوداؤد: ١٥٧٣ ' سے ہے اور یہ حارث اعور کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور علامہ زیلعی نے لکھا ہے کہ حارث اعور کذاب ہے اور سنن دارقطنی ج ٢ ص ٩٠ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہے اور اس کی سند میں اسماعیل بن عیاش ہے اور وہ ضعیف ہے۔

(نصب الرایۃ ج ٢ ص ٣٣٥ ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنے کی حدیث متعدد روایات سے ثابت ہے' علامہ عبد الرحمان سخاوی متوفی ٩٠٢ھ لکھتے

ہیں: ان میں سے کوئی مرفوع حدیث صحیح نہیں ہے۔ (المقاصد الحسنہ: ١٠٢١ ص ٣٨٤۔ ٣٨٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٧ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ١٣٤٠ھ لکھتے ہیں:

حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جب کہ محل احتیاط ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ٤٩٤' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ١٤١٤ھ)

اہل علم کے عمل کرنے سے بھی حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ٤٧٥' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ١٤١٤ھ)

فضائل اعمال و تفضیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و ماخوذ ہیں مقطوع ہوں خواہ مرسل نہ ان کی مخالفت کی جائے نہ انہیں رد کریں' ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ٤٧٩' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ١٤١٤ھ)

فضائل و مناقب میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ٤٧٨' رضا فاؤنڈیشن' لاہور' ١٤١٤ھ)

حضرت علی نے جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا وہ احادیث متعدد اسانید سے مروی ہیں۔ وہ احادیث کم از کم حسن ہیں' جب کہ فضائل اور مناقب میں حدیث ضعیف السند بھی معتبر ہوتی ہے اور یہ حدیث حضرت علی کی منقبت میں ہے کیونکہ حضرت علی کی یہ خصوصیت ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ کی وفات کے بعد بھی ان کا نکاح حضرت سیدہ سے قائم رہا حالانکہ دوسرے مسلمانوں کا بیوی کے فوت ہونے کے بعد اس سے ان کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے] اس لیے ان کا اپنی بیویوں کو غسل دینا جائز نہیں ہے اور چونکہ حضرت سیدہ کی وفات کے بعد بھی حضرت علی کا ان سے نکاح قائم رہا اس لیے حضرت علی کا حضرت سیدہ فاطمہ کو ان کی وفات کے بعد غسل دینا جائز تھا اور یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ کسی اور مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔ ہم نے دیکھا کہ بعض علماء حضرت علی کی اس فضیلت اور منقبت کا انکار کر رہے ہیں اس لیے ہم نے اس مسئلہ میں بہت تفصیل کی اور احادیث' آثار اور مذاہب علماء کے اقوال سے اس مسئلہ کو مدلل اور واضح کیا اور منکرین کے شبہات کا ازالہ کیا' سو امید ہے کہ حضرت علی رضی اللہ قیامت کے دن اس ناکارہ اور گناہگار کی شفاعت فرمائیں گے۔

١٣ - بَابُ مَنَاقِبِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ کا پورا نام حضرت زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب ہے۔ ان کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کے ساتھ قصی میں جمع ہو جاتا ہے۔ ان کی والدہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔ حضرت زبیر ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی۔ یہ غزوہ بدر میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں حاضر تھے۔ انہوں نے دو ہجرتیں کی تھیں۔ جس وقت یہ اسلام لائے اس وقت ان کی عمر سولہ سال تھی۔ جمادی الاولیٰ چھتیس ہجری میں' جنگ جمل میں ان کو شہید کر دیا گیا تھا۔ ان کا قاتل عمرو بن جرموز تھا' ان کی قبر بصرہ کی ایک جانب وادی السباع میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٠٨' دارالکتب العلمیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ غزوۂ احد میں حضرت طلحہ اور دیگر دس صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کافروں سے حفاظت کر رہے تھے۔ حضرت زبیر بن العوام کی خصوصی فضیلت غزوہ خندق میں ہے۔ جب بنو قریظہ کے یہودیوں نے عہد شکنی کی تھی اور کفار کا ساتھ دیا تھا اور کفار کی فوجوں سے تعاون کیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: وہ بنو قریظہ میں جا کر جاسوسی کریں اور ان کی

سرگرمیوں کی اطلاع دیں۔ آپ نے فرمایا: کوئی شخص ان کی خبر لائے تو اس کو جنت ملے گی' یہود کی دھوکا دہی کی وجہ سے سب خاموش رہے تو حضرت زبیر نے کہا: یارسول اللہ! میں جا کر ان کی خبر لاؤں گا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا: کون میرے پاس ان کی خبر لائے گا تو اس کو جنت ملے گی؟ پھر بھی حضرت الزبیر کے علاوہ سب خاموش رہے۔ حضرت الزبیر نے کہا: یارسول اللہ! میں جا کر ان کی خبر لاؤں گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر تیسری بار دہرایا تو صرف حضرت زبیر نے کہا: یارسول اللہ! میں جا کر ان کی خبر لاؤں گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ پر توکل کرو' تم پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں! حضرت الزبیر گھوڑے پر سوار ہو کر گئے اور انہوں نے یہود بنوقریظہ کی سرگرمیوں کی جاسوسی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خبریں لا کر پہنچائیں' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں یعنی مخلص مددگار اور میرے حواری الزبیر ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔ (فتح المنعم ج ۹ ص ۲۴۹' دارالشروق' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ وہ پہلے صحابی ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں تلوار کو میان سے باہر نکالا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا تو ان کو سلامۃ بن سلام کا بھائی بنایا۔ غزوہ بدر میں وہ زرد رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے اور فرشتے وہی لباس پہن کر نازل ہوئے' علامہ ابن عبدالبر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت الزبیر کے پاس ایک ہزار غلام تھے جو ان کو خراج ادا کرتے تھے اور وہ ان میں سے ایک درہم بھی اپنے گھر نہیں لاتے تھے بلکہ صدقہ کر دیا کرتے تھے۔ یہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور حضرت عمر نے ان کو مجلس شوریٰ میں داخل کیا تھا' شہادت کے وقت ان کی عمر سڑسٹھ سال تھی۔

(الکوثر الجاری ج ٦ ص ۴٧٣' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ حَوَارِيُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُمِّيَ الْحَوَارِيُّوْنَ لِبَيَاضِ ثِيَابِهِمْ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ (حضرت الزبیر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری ہیں' ان کو حواری اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے کپڑے سفید تھے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح البخاری: ۴۶٦۵' میں آ رہی ہے۔

الحواری کا معنی ہے: مددگار' اور اس کا دوسرا معنی ہے: خالص۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تمام صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار ہیں تو حضرت الزبیر کو حواری کے لقب کے ساتھ مخصوص کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق میں تین بار پوچھا: میرے پاس بنوقریظہ کی خبر کون لائے گا؟ تو ہر بار حضرت الزبیر نے رضامندی ظاہر کی۔ اس وجہ سے آپ نے فرمایا: وہ میرے حواری ہیں۔

ان کا نام الحوارییین اس لیے رکھا گیا تھا کہ ان کے کپڑے سفید تھے۔

یہ امام بخاری کا کلام ہے: ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے حواریوں کو حواری اس لیے کہا جاتا تھا کہ ان کے کپڑے سفید تھے۔ ابوارطاۃ نے کہا: وہ لوگ دھوبی تھے اور کپڑے دھو کر سفید کر دیتے تھے۔ الثعلبی نے کہا: وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص صحابہ اور ان کے مددگار تھے۔ عبداللہ بن مبارک نے کہا: وہ نورانی لوگ تھے' ان کی عبادتوں کا نور ان کے چہروں پر دکھائی دیتا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱٦ ص ۳۰۹)

۳۷۱۷- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَخْبَرَنِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از ہشام

مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ أَصَابَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رُعَافٌ شَدِيدٌ سَنَةَ الرُّعَافِ حَتّٰى حَبَسَهُ عَنِ الْحَجِّ وَاَوْصٰى فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ قَالَ اسْتَخْلِفْ قَالَ وَقَالُوْهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمَنْ فَسَكَتَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ اٰخَرُ اَحْسِبُهُ الْحَارِثُ فَقَالَ اسْتَخْلِفْ فَقَالَ عُثْمَانُ وَقَالُوْا فَقَالَ نَعَمْ قَالَ وَمَنْ هُوَ فَسَكَتَ قَالَ فَلَعَلَّهُمْ قَالُوا الزُّبَيْرَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَمَا وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ اِنَّهٗ لَخَيْرُهُمْ مَا عَلِمْتُ وَاِنْ كَانَ لَاَحَبَّهُمْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[طرف الحدیث: ۳۷۱۸] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں۔)

بن عروہ از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے مروان بن الحکم نے خبر دی کہ جس سال نکسیر آنے کی وباء آئی' اس سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شدید نکسیر آئی حتیٰ کہ وہ حج کو نہ جاسکے اور انہوں نے وصیت بھی کر دی' پس ان کے پاس قریش کے ایک شخص آئے (اور) کہا: آپ (کسی کو) خلیفہ بنا دیں' حضرت عثمان نے پوچھا: یہ لوگوں نے کہا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! حضرت عثمان نے پوچھا: اور کس نے کہا ہے؟ تو وہ خاموش رہا' پھر ان کے پاس ایک اور شخص آیا' میرا گمان ہے وہ حارث تھا' پس اس نے (بھی) کہا: آپ خلیفہ بنا دیں' حضرت عثمان نے پوچھا: اور لوگوں نے (بھی) کہا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! حضرت عثمان نے پوچھا: اور وہ کون لوگ ہیں؟ تو وہ خاموش رہا' لوگوں نے کہا: حضرت الزبیر' تو اس نے کہا: جی ہاں! حضرت عثمان نے کہا: سنو! اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! وہ ان سب سے افضل ہیں' جن کا مجھے علم ہے' اور بے شک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ضرور سب سے زیادہ محبوب تھے۔

اس حدیث میں الحارث کا ذکر ہے' اس سے مراد الحارث بن الحکم ہے' یہ مروان بن الحکم کا بھائی ہے۔

۳۷۱۸- حَدَّثَنِىْ عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ اَخْبَرَنِىْ اَبِىْ سَمِعْتُ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ كُنْتُ عِنْدَ عُثْمَانَ اَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اسْتَخْلِفْ قَالَ وَقِيْلَ ذَاكَ قَالَ نَعَمْ الزُّبَيْرُ قَالَ اَمَا وَاللّٰهِ اِنَّكُمْ لَتَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ خَيْرُكُمْ ثَلَاثًا.

(الفتح الربانی: ۱۱۷۰۵' مسند احمد: ۴۵۵' عالم الکتب' مسند احمد ج ۱ ص ۶۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے مروان بن الحکم سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان کے پاس تھا' (اس وقت) آپ کے پاس ایک شخص آیا' اس نے کہا: آپ خلیفہ بنا دیں' حضرت عثمان نے پوچھا: کیا یہ کہا گیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! حضرت الزبیر نے کہا ہے۔ حضرت عثمان نے کہا: سنو! اللہ کی قسم! تم لوگ خوب جانتے ہو کہ وہ تم سب میں افضل ہیں۔ یہ انہوں نے تین بار کہا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۳۷۱۷ دیکھیں۔

ہوسکتا ہے اس حدیث سے یہ مراد ہو کہ حضرت الزبیر حسن اخلاق میں سب سے افضل تھے۔

۳۷۱۹- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ هُوَ ابْنُ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَاِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ.

اور وہ ابن ابی سلمہ ہیں' از محمد بن المنکدر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور بے شک میرے حواری الزبیر بن العوام ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۴۶ میں گزر چکی ہے۔

۳۷۲۰ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ يَوْمَ الْاَحْزَابِ جُعِلْتُ اَنَا وَعُمَرُ بْنُ اَبِيْ سَلَمَةَ فِي النِّسَاءِ فَنَظَرْتُ فَاِذَا اَنَا بِالزُّبَيْرِ عَلٰى فَرَسِهٖ يَخْتَلِفُ اِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا فَلَمَّا رَجَعْتُ قُلْتُ يَا اَبَتِ رَاَيْتُكَ تَخْتَلِفُ قَالَ اَوَ هَلْ رَاَيْتَنِيْ يَا بُنَيَّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يَّاْتِ بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَيَاْتِيْنِيْ بِخَبَرِهِمْ فَانْطَلَقْتُ فَلَمَّا رَجَعْتُ جَمَعَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ فَقَالَ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ. (صحیح مسلم: ۲۴۱۶' الرقم المسلسل: ۶۱۳۹' سنن ترمذی: ۳۷۶۴' سنن ابن ماجہ: ۱۲۳' الفتح الربانی: ۷۰۸۳' مسند احمد: ۱۴۳۹۸' عالم الکتب' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروۃ نے خبر دی از والد خود از حضرت عبداللہ الزبیر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احزاب کے دن مجھے اور عمر بن ابی سلمہ کو عورتوں میں رکھا گیا (کیونکہ اس وقت یہ دونوں کم عمر تھے) پس میں نے اچانک دیکھا تو حضرت زبیر اپنے گھوڑے پر دو یا تین بار بنوقریظہ کی طرف جا اور آ رہے تھے' پس جب میں واپس آیا تو میں نے پوچھا: اے ابا جان! میں نے آپ کو بار بار جاتے آتے دیکھا تھا؟ انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! کیا تم نے (واقعی) مجھ کو دیکھا تھا' میں نے کہا: جی ہاں! تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: کون بنوقریظہ کے پاس جا کر ان کی سرگرمیوں کی خبر میرے پاس لائے گا؟ سو میں گیا' پھر جب میں واپس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے اپنے والدین کو جمع کیا اور یوں فرمایا: تم پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں۔

اس حدیث کی حضرت زبیر کے فضائل کے باب کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کے لیے فرمایا: تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں' اور یہ ان کی بہت عظیم فضیلت ہے۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں کم عمر بچے کے سماع حدیث کی دلیل ہے کیونکہ حضرت ابن الزبیر کی عمر اس وقت دو سال اور چند مہینے تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۱۱)

۳۷۲۱ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لِلزُّبَيْرِ يَوْمَ وَقْعَةِ الْيَرْمُوْكِ اَلَا تَشُدُّ فَنَشُدُّ مَعَكَ فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ فَضَرَبُوْهُ ضَرْبَتَيْنِ عَلٰى عَاتِقِهٖ بَيْنَهُمَا ضَرْبَةٌ ضُرِبَهَا يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ عُرْوَةُ فَكُنْتُ اُدْخِلُ اَصَابِعِيْ فِيْ تِلْكَ الضَّرَبَاتِ اَلْعَبُ وَاَنَا صَغِيْرٌ. [اطراف الحدیث: ۳۹۷۳-۳۹۷۵] (امام بخاری اس حدیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے جنگ یرموک کے واقعہ کے دن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ (رومیوں پر) حملہ کیوں نہیں کرتے' پس ہم (بھی) آپ کے ساتھ حملہ کریں' سو حضرت زبیر نے ان پر حملہ کیا' رومیوں نے آپ کے کندھے پر دو کاری زخم

کی روایت میں منفرد ہیں)

لگائے' ان کے درمیان وہ زخم تھا جو غزوہ بدر میں ان کو لگا تھا۔ عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں زخموں (کے نشانوں) میں اپنی انگلیاں ڈال کر کھیلتا تھا اور اس وقت میں کم سن تھا۔

جنگ یرموک کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جنگ یرموک کا ذکر ہے۔ یہ شام کی جانب ایک جگہ ہے اور دمشق کے بہت قریب ہے۔ سیف بن عمر نے کہا ہے کہ جنگ یرموک کا واقعہ تیرہ ہجری میں دمشق کی فتح سے پہلے ہوا تھا اور ابوعبید اور ولید بن لہیعہ نے کہا ہے کہ یہ واقعہ دمشق کی فتح کے بعد پندرہ ہجری میں ہوا تھا۔ ابن الکلبی نے کہا ہے کہ یہ واقعہ ۵ رجب ۱۵ھ میں فتح دمشق کے بعد ہوا ہے' ابن عساکر نے کہا ہے کہ یہی تاریخ صحیح ہے' جنگ یرموک میں مسلمانوں کو بہت عظیم فتح حاصل ہوئی تھی' اس وقت ہرقل کے لشکر کا سالار ماہان ارمنی تھا اور مسلمانوں کے لشکر کے سالار حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے درمیان پانچ زبردست جنگیں ہوئی تھیں' بالآخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور مسلمانوں نے ایک لاکھ پانچ ہزار رومی قتل کر دیئے اور چالیس ہزار رومیوں کو گرفتار کر لیا۔ اس جنگ میں چار ہزار مسلمان شہید ہو گئے تھے۔ ماہان دمشق میں قتل کیا گیا تھا' پھر حضرت ابوعبیدہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور دس مہاجرین اور انصار کے ہاتھ فتح کی بشارت کا مکتوب لکھ کر بھیجا' اور مسلمانوں نے اس جنگ میں بھاری مال غنیمت حاصل کیا حتیٰ کہ گھوڑے سواروں کو چوبیس ہزار مثقال سونا اور اتنی ہی چاندی ملی' اس جنگ میں پینتالیس ہزار مسلمان شریک ہوئے تھے جن میں سے چار ہزار مسلمان شہید ہو گئے تھے اور اس جنگ میں نو لاکھ رومی شریک ہوئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۱۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی منقبت میں مزید احادیث

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زبیر میری پھوپھی کا بیٹا ہے اور میرے امتیوں میں سے میرا حواری (ناصر) ہے۔ (الفتح الربانی: ۱۱۷۰۰' مسند احمد: ۱۴۲۷۷' عالم الکتب' مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۴' سنن النسائی: ۱۰۸)

(۲) حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابن جرموز نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملنے کی اجازت طلب کی' اس وقت میں بھی حضرت علی کے پاس تھا' پس حضرت علی نے فرمایا: حضرت صفیہ کے بیٹے کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دو' پھر حضرت علی نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرا حواری الزبیر ہے۔

(الفتح الربانی: ۱۱۷۰۱' مسند احمد: ۶۸۱' عالم الکتب' مسند احمد ج ۱ ص ۸۹' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۱۶۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۹۳' سنن ترمذی: ۳۷۴۴' مسند البزار: ۵۵۶)

(۳) حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا: اے میرے بیٹے! اللہ کی قسم! تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے اپنے باپ اور ماں کو جمع کیا' آپ ان دونوں کو مجھ پر فدا کرتے تھے اور فرماتے تھے: تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں۔ (الفتح الربانی: ۱۱۷۰۳' مسند احمد: ۱۴۰۹' عالم الکتب' مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۹۳' سنن ابن ماجہ: ۱۲۳' مسند البزار: ۹۶۶' عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ص ۱۹۹' مسند ابویعلیٰ: ۶۷۲)

(۴) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ کی ریشم کی دو آستینیں تھیں جو ان کو

نبی ﷺ نے جہاد کرنے کے لیے عطا فرمائی تھیں۔ (الفتح الربانی: ١١٧٠٤' مسند احمد: ٢٧٥١٥' عالم الکتب' مسند احمد ج ٦ ص ٣٥٢)

(۵) ہشام بن عروۃ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اس وقت ان کی عمر سولہ سال تھی اور جس وقت وہ شہید ہوئے اس وقت ان کی عمر ساٹھ اور چند سال تھی۔ (المستدرک: ٥٥٩٧' المعجم الکبیر ج ١ ص ٢٣٧)

(٦) عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور انہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی اور مدینہ کی طرف ہجرت کی اور وہ کسی غزوہ میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے نہیں رہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھائی بنادیا تھا' وہ نہ بہت لمبے تھے نہ بہت چھوٹے اور ان کا رنگ گندمی تھا۔

(المستدرک: ٥٦٠٢' طبقات ابن سعد ج ١ ص ١٠٣-١٠٢)

(۷) عروۃ بن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ نے بتایا: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ جس غزوہ کے لیے بھی نکلے' میں اس میں آپ کے ساتھ تھا۔ (المستدرک: ٥٦٠٧)

(۸) حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے اوپر غزوہ بدر کے دن زرد رنگ کا عمامہ تھا' پس اہل بدر پر جو فرشتے نازل ہوئے ان کے سروں پر بھی زرد رنگ کے عمامے تھے۔

(المستدرک: ٥٦٠٨' طبقات ابن سعد ج ٣ ص ١٠٣' المعجم الکبیر ج ١ ص ٢٣٠)

(۹) ہشام بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ مجھے رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کیجئے تاکہ میں آپ کی روایت سے وہ حدیث بیان کروں کیونکہ صحابہ کے بیٹے اپنے آباء سے احادیث بیان کرتے ہیں' تو انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! جس صحابی نے رسول اللہ ﷺ کی جتنی مصاحبت کی ہے میں نے بھی اتنی مصاحبت کی ہے یا اس سے زیادہ مصاحبت کی ہے' اور تم کو معلوم ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما میرے نکاح میں تھیں' اور تمہاری خالہ حضرت عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما ہیں اور تم کو معلوم ہے کہ میری والدہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا ہیں اور میرے ماموں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہیں اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما ہیں اور رسول اللہ ﷺ میرے ماموں کے بیٹے ہیں اور الحمدللہ میں نے آپ کے ساتھ عمدہ مصاحبت کی ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے میرے متعلق وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

(المستدرک: ٥٦١١' حضرت الزبیر نے جو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بیان کیا ہے وہ صحیح البخاری: ١٠٧' سنن ابوداؤد: ٣٦٥١' مسند احمد ج ١ ص ١٦٧ اور سنن ابن ماجہ: ٣٦ میں مذکور ہے اور قرابت کی تفصیل ان میں سے کسی کتاب میں نہیں ہے مگر یہ تفصیل برحق ہے اور واقع میں اسی طرح ہے۔)

(۱۰) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ ﷺ کے منہ سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے: طلحہ اور الزبیر جنت میں میرے پڑوسی ہیں۔ (المستدرک: ٥٦١٦' سنن ترمذی: ٣٧٤١)

(۱۱) حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انصار کے ایک شخص نے حرہ کی زمین میں پانی بہنے کی نالی میں میرے ساتھ زیادتی کی (وہ مرد منافق تھا)' آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم اس نالی سے اپنی زمینوں میں پانی دے لو' پھر یہ پانی اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو' اس انصاری نے کہا: یا رسول اللہ! بے شک یہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں' پس رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم پانی دو' پھر پانی کو روک لو حتیٰ کہ وہ دیواروں تک پہنچ جائے' پھر پانی کو اپنے

پڑوسی کی طرف چھوڑ دو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر کو ان کا پورا حق دیا' حضرت الزبیر نے کہا: میرا گمان ہے کہ یہ آیت میرے حق میں نازل ہوئی ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (النساء:٦٥)

آپ کے رب کی قسم! وہ لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ آپ کو آپس کے جھگڑوں میں حاکم نہ مان لیں۔

(المستدرک:٥٦١٩' صحیح البخاری:٢٢٣١' صحیح مسلم:٢٣٥٧' سنن ابن ماجہ:١٥' سنن ترمذی:١٣٦٣' سنن ابوداؤد:٣٦٣٧)

(١٢) حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ کا قاتل دروازہ پر کھڑا ہے' تو حضرت علی نے فرمایا: صفیہ کے بیٹے کے قاتل کو دوزخ مبارک ہو' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں۔

(المستدرک:٥٦٣٢' طبقات ابن سعد ج ٣ ص ١٠٥' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٣ ص ٩٣' مسند احمد ج ١ ص ٨٩' المعجم الکبیر ج ١ ص ٧٩)

(١٣) عبداللہ الزبیری بیان کرتے ہیں کہ حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ مدینہ کی طرف جانے لگے تو عمرو بن جرموز نے ان کا پیچھا کیا اور وادی السباع میں ان کو دھوکے سے شہید کر دیا۔ عمرو بن جرموز نے ان کو رجب ٣٦ھ میں شہید کیا تھا۔

(المستدرک:٦٠٣' المعجم الکبیر ج ١ ص ١٥٤' طبقات ابن سعد ج ٣ ص ١١٠)

(١٤) حافظ ابن کثیر متوفی ٧٧٤ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی کے لشکر میں سے عمرو بن جرموز نے حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا سر مبارک کاٹ دیا' عمرو بن جرموز آپ کا سر مبارک کاٹ کر اس امید پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا کہ وہ اس کو کوئی انعام دیں گے اور ملنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا: اس کو ملنے کی اجازت نہ دو اور اس کو دوزخ کی بشارت دو۔ ابن جرموز کے پاس حضرت زبیر کی تلوار تھی۔ حضرت علی نے اسے دیکھ کر فرمایا: اس تلوار نے کتنی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ سے کرب دور کیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ٥ ص ٣٤٧۔٣٤٦ ملخصاً' دارالفکر بیروت' ١٤١٩ھ)

حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی مرویات

علامہ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے ٣٨' حدیثیں مروی ہیں جن میں سے دو حدیثوں پر شیخین متفق ہیں اور ٧ حدیثوں کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ١ ص ٣٦٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

١٤ - بَابُ مَنَاقِبِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: طلحہ بن عبیداللہ ابن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب۔ ان کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کے ساتھ مرہ بن کعب میں جمع ہو جاتا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ تیم بن مرہ میں جمع ہو جاتا ہے۔ حضرت طلحہ کی کنیت ابوطلحہ ہے' ان کی ماں کا نام الصعبۃ بنت الحضرمی ہے' جو حضرت علاء بن الحضرمی کی بہن ہیں۔ وہ اسلام لائیں اور انہوں نے ہجرت کی اور اپنے بیٹے کے بعد چند روز زندہ رہیں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں ایک تیر لگنے سے چھتیس ہجری میں

شہید ہو گئے تھے۔ متعدد اسانید سے مروی ہے کہ مروان بن الحکم نے ان کو تیر مارا تھا جو ان کے گھٹنے میں آ کر لگا اور خون جاری ہو گیا' پھر وہ خون رکا نہیں حتیٰ کہ حضرت طلحہ شہید ہو گئے اور اس دن وہ سب سے پہلے شہید تھے' ان کی عمر میں اختلاف ہے' اکثر کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کی عمر پچھتر سال تھی' یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی اور ان آٹھ صحابہ میں سے ایک ہیں جنہوں نے اسلام کی طرف سبقت کی تھی اور ان پانچ صحابہ میں سے ایک ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام لائے اور ان چھ اصحاب شوریٰ میں سے ایک ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کے وقت راضی تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣١٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام طلحۃ الفیاض' اور طلحۃ الجود اور طلحۃ الخیر رکھا تھا' ان کو حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا تھا۔ علامہ واقدی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت سعید بن زید کے ساتھ شام کے راستہ سے بدر کی طرف جاسوسی کے لیے بھیجا تھا' پھر یہ دونوں غزوہ بدر کے دن مدینہ واپس آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے لیے مال غنیمت سے حصہ رکھا تھا' حضرت طلحہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! اجر بھی ملے گا؟ آپ نے فرمایا: اجر بھی ملے گا۔ علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ علماء ثقات کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ حضرت طلحہ کا قاتل مروان بن الحکم ہے اور وہ ان کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر میں تھا۔ اس نے حضرت طلحہ کو اس لیے قتل کیا تھا کیونکہ وہ (مروان) بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کا مددگار تھا۔

(الکوثر الجاری ج ٦ ص ٤٧٦' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

وَقَالَ عُمَرُ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفات پائی تو وہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے راضی تھے۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول صحیح البخاری: ١٣٩٢ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عمر نے کہا: اس خلافت کے سب سے زیادہ حق دار وہ لوگ ہیں جن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے وقت راضی تھے' پھر انہوں نے چھ صحابہ کا نام لیا: حضرت علی' حضرت عثمان' حضرت زبیر' حضرت طلحہ' حضرت سعد اور حضرت عبد الرحمٰن۔

٣٧٢٢' ٣٧٢٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ لَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ تِلْكَ الْأَيَّامِ الَّتِي قَاتَلَ فِيهِنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ طَلْحَةَ وَسَعْدٍ عَنْ حَدِيثِهِمَا.

[اطراف الحدیث: ٤٠٦٠-٤٠٦١] (صحیح مسلم: ٢٤١٤' ٦١٣٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن ابی بکر المقدمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی عثمان وہ بیان کرتے ہیں کہ بعض ان جنگوں میں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قتال کیا تھا ان میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوائے حضرت طلحہ اور حضرت سعد کے کوئی باقی نہیں رہا تھا' یہ ان دونوں کی حدیث سے (روایت) ہے۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

غزوہ احد میں جب مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ کر فرار ہو رہے تھے تو سوائے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی باقی نہیں رہا تھا' اس واقعہ میں حضرت طلحہ کی عظیم منقبت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣١٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ دو زرہیں پہن کر آئے تھے۔ آپ ایک چٹان پر چڑھنے لگے تو چڑھ نہ سکے تو حضرت طلحہ نے آپ کو پشت سے سہارا دے کر اس چٹان پر چڑھایا' پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طلحہ نے (جنت کو) واجب کر لیا' اے ابوبکر! جب بھی احد کے دن کا ذکر کیا جائے گا تو یہ پورا دن طلحہ کے نام ہوگا۔ (الکوثر الجاری ج ٦ ص ٤٧٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٣٧٢٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ رَاَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ الَّتِیْ وَقٰى بِهَا النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَلَّتْ.

[طرف الحدیث: ٤٠٦٣] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی خالد نے حدیث بیان کی از قیس بن ابی حازم' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس ہاتھ کو دیکھا جس ہاتھ سے انہوں نے نبی ﷺ کو (تیروں سے) بچایا تھا' وہ ہاتھ بالکل شل (بے کار) ہو چکا تھا۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) مسدد' ان کا متعدد بار ذکر ہو چکا ہے۔ (٢) خالد' یہ ابن عبداللہ واسطی ہیں۔ (٣) ابن ابی خالد' یہ اسماعیل ہیں' اور ابی خالد کا نام سعد ہے' ان کو ہرمز الاحمسی البجلی کہا جاتا ہے۔ (٤) قیس بن ابی حازم' ان کا نام عوف الاحمسی البجلی ہے۔ یہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ آئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣١٣)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ کے دفاع میں جان نثاری

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت طلحہ کے ہاتھ میں تیر آ کر لگا تھا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بعض مشرکین نے نبی ﷺ پر تیر مارنے کا ارادہ کیا تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ آگے کر دیا' اور مسند الطیالسی میں حضرت عائشہ کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم غزوہ احد کے دن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ہم نے ان پر ستر (٧٠) سے زیادہ زخم پائے اور ان کی انگلیاں کٹ چکی تھیں اور ابن المبارک کی روایت میں ہے: ان کی وہ انگلی کٹ چکی تھی جو انگوٹھے کے قریب ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے' ان کا ہاتھ شل ہو چکا تھا یعنی وہ ہاتھ بے کار ہو چکا تھا یا مفلوج ہو چکا تھا۔

حضرت طلحہ نے بہت مال چھوڑا تھا جو تین کروڑ تھا' صحابہ میں طلحہ نام کے بیس افراد تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣١٤۔ ٣١٣ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت طلحہ بن عبیداللہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت طلحہ بن عبیداللہ سے ٣٨ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ایک حدیث پر شیخین متفق ہیں اور دو حدیثوں کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور تین حدیثوں کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔ (خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال ج ٢ ص ١٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

١٥ - بَابُ مَنَاقِبِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ الزُّهْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَ بَنُوْ زُهْرَةَ اَخْوَالُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ

حضرت سعد بن ابی وقاص الزہری رضی اللہ عنہ' بنو زہرہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماموؤں کے فضائل اور وہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی' ان کی کنیت ابواسحاق ہے' ان کو اسلام کا شہ سوار بھی کہا جاتا ہے' یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر چلایا' یہ مستجاب الدعوات تھے' یہ اسلام لانے والوں میں ساتویں شخص تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر ایران کو فتح کیا' مدینہ سے دس میل کی مسافت پر عقیق میں ان کا محل تھا' اس میں ان کی وفات ہوئی' لوگ ان کے جنازہ کو مدینہ میں لے گئے اور ان کو البقیع میں دفن کیا گیا' مروان بن الحکم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' یہ عشرہ مبشرہ میں سے فوت ہونے والے آخری صحابی ہیں' ان کی وفات پچپن ہجری میں ہوئی تھی۔ جس دن ان کی وفات ہوئی اس دن ان کی عمر تراسی سال تھی' ایک قول کے مطابق تہتر سال تھی۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣١٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

ابووقاص کا نام مالک بن اھیب بن عبد مناف بن زھرۃ بن کلاب ہے اور یہیں ان کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب سے ملتا ہے' یہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں اور چھ اصحاب شوریٰ میں سے ایک ہیں۔

(الکوثر الجاری ج ١٦ ص ٧٦' ٤' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

علامہ موسیٰ شاہین لاشین لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے اسلام لانے میں سبقت کی تھی' اور عظیم مجاہدین میں سے ہیں' یہ شہسواری میں' شجاعت میں' ذکاوت میں اور فراست میں بہت مشہور تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت میں ان کی مثال دی جاتی تھی' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہر تکلیف کو دور کرنے میں بہت حریص تھے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے آپ کے دروازہ پر پہرہ دیتے تھے اور ہتھیاروں سے مسلح ہو کر کھڑے رہتے تھے' میدان جنگ میں خطرہ کے وقت اپنا سینہ آپ کے آگے کر دیتے تھے' غزوہ احد میں جب مسلمان پسپا ہو کر بھاگ رہے تھے تو یہ استقامت کا پیکر تھے' انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرکین نے گھیرا ہوا ہے اور آپ کے ساتھ دس سے بھی کم صحابہ تھے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے حصار میں لیا ہوا ہے اور وہ اپنے سینوں کو آپ کے اوپر قربان کر رہے ہیں۔ حضرت سعد زبردست تیر انداز تھے' وہ مشرکین کے اوپر تیر برسا رہے تھے حتیٰ کہ ان کے ترکش میں تیر ختم ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ترکش میں تیر بھر رہے تھے' (اور فرما رہے تھے:) اے سعد! تم تیر چلاؤ تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ بعض صحابہ واپس آ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: تم بھی اپنے تیر چلاؤ' اور حضرت سعد مشرکین کے سینوں میں تیر مار رہے تھے حتیٰ کہ وہ (مشرکین) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور ہو گئے اور مسلمانوں سے دور ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد کے لئے دعا کر رہے تھے: اے اللہ! اس کے تیروں کو نشانہ پر رکھ اور اس کی دعاؤں کو قبول فرما۔ سو جس طرح وہ ماہر تیر انداز تھے' اسی طرح

مستجاب الدعوات تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جنگوں میں مدد کرتے رہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کسریٰ کے خلاف لشکر کا سپہ سالار مقرر کر دیا تھا' انہوں نے کسریٰ کے شہروں کو فتح کیا اور عراق کو فتح کیا' انہوں نے شہر کوفہ کی بنیاد رکھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفہ کا گورنر بنا دیا اور جب کوفہ کے ایک شخص کی شکایت پر انہیں گورنری سے معزول کیا اور تحقیق سے واضح ہو گیا کہ سعد کی یہ شکایت جھوٹی تھی تو حضرت عمر نے اپنی وصیت میں کہا: میں نے انہیں کسی قصور کی بناء پر معزول نہیں کیا تھا اور ان کو چھ اصحاب شوریٰ میں شامل کیا۔ (فتح المنعم ج ۹ ص ۳۴۰' دارالشروق' القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

اور بنو زہرۃ نبی ﷺ کے ماموں ہیں کیونکہ نبی ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ رحمہا اللہ بنو زہرۃ میں سے تھیں اور ماں کے رشتہ دار ماموں ہوتے ہیں اور وہ سعد بن مالک ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ابو وقاص کے والد کا نام مالک بن وھب ہے اور ان کی والدہ کا نام حمنۃ بنت سفیان ابن امیہ بن عبد شمس ہے اور وہ اسلام نہیں لائیں۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۸۰۵' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۷۲۵- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيٰى قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا يَقُوْلُ جَمَعَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ يَوْمَ اُحُدٍ.

[اطراف الحدیث: ۴۰۵۵-۴۰۵۶-۴۰۵۷] (صحیح مسلم: ۲۴۱۲' الرقم المسلسل: ۶۱۲۹' سنن ترمذی: ۳۷۴۷' سنن ابن ماجہ: ۱۳۰' مسند ابویعلیٰ: ۸۳۳' مصنف عبدالرزاق: ۲۰۴۲۰' مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۶' طبع قدیم' مسند احمد: ۱۶۱۶' ج ۳ ص ۱۶۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ غزوہ احد کے دن نبی ﷺ نے میرے لئے اپنے باپ اور ماں کو جمع کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے میرے لئے اپنے باپ اور ماں کو جمع کیا یعنی فرمایا: تم تیر چلاؤ تم پر میرے باپ اور ماں قربان ہوں۔

۳۷۲۶- حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاَنَا ثُلُثُ الْاِسْلَامِ.

[اطراف الحدیث: ۳۷۲۷-۳۸۵۸] (سنن ترمذی: ۳۷۱۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم بن ہاشم نے حدیث بیان کی از عامر بن سعد از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں مسلمانوں کا تیسرا حصہ تھا' یعنی میں تیسرا مسلمان تھا۔

امام بخاری کے نزدیک حضرت سعد بن ابی وقاص تیسرے مسلمان ہیں اور حافظ ابن عبدالبر کے نزدیک ساتویں مسلمان ہیں' ان میں سے کس کا قول صحیح ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: میں مسلمانوں کا تیسرا حصہ تھا یعنی میں تیسرا وہ شخص تھا جو سب سے پہلے اسلام لایا تھا' اور مجھ سے پہلے صرف دو فرد اسلام لائے تھے' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یا نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر اور ان کی مراد آزاد

اور مرد تھے' اور حافظ ابن عبد البر نے ذکر کیا ہے کہ وہ ساتویں نمبر پر اسلام لانے والے تھے کیونکہ حضرت عمار کی حدیث میں ہے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے' تو یہ کل چھ مسلمان ہوئے اور ساتویں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ (الاستیعاب ج ۱ ص ۱۷۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۴۵ھ) یا حضرت سعد نے یہ اپنے علم کے اعتبار سے فرمایا تھا کہ میں تیسرا مسلمان ہوں' اس کا سبب یہ ہے کہ اس وقت جو بھی اسلام لاتا تھا وہ اپنا اسلام مخفی رکھتا تھا تو اس اعتبار سے حضرت سعد نے کہا: میں تیسرا مسلمان ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میرے نزدیک حافظ ابن عبد البر کی عبارت کی بہ نسبت امام بخاری کی روایت کو ظاہر پر محمول کرنا زیادہ لائق ہے اور صحیح یہی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تیسرے نمبر پر اسلام لانے والے تھے۔

٣٧٢٧ - حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِیْ زَائِدَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ یَقُوْلُ مَا اَسْلَمَ اَحَدٌ اِلَّا فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ اَسْلَمْتُ فِیْهِ وَلَقَدْ مَکَثْتُ سَبْعَةَ اَیَّامٍ وَّاِنِّیْ لَثُلُثُ الْاِسْلَامِ. تَابَعَهٗ اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن ابی زائدہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم بن ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: جو بھی اسلام لایا ہے وہ اسی دن اسلام لایا ہے جس دن میں اسلام لایا تھا اور میں سات دن اسی حال میں ٹھہرا رہا کہ میں اسلام لانے والا تیسرا شخص تھا۔ ابن ابی زائدہ کی متابعت ابو اسامہ نے کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم نے حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح کے لئے اس سے پہلی حدیث صحیح البخاری: ۳۷۲۶ کا مطالعہ کریں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہما بھی اسی دن اسلام لائے تھے جس دن میں اسلام لایا تھا اور میں اسلام لانے والا تیسرا شخص تھا اور اس کے سات دن بعد دوسرے لوگ اسلام لائے۔

٣٧٢٨ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ قَیْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَکُنَّا نَغْزُوْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَالَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰی اِنَّ اَحَدَنَا لَیَضَعُ کَمَا یَضَعُ الْبَعِیْرُ اَوِ الشَّاةُ مَالَهٗ خِلْطٌ ثُمَّ اَصْبَحَتْ بَنُوْ اَسَدٍ تُعَزِّرُنِیْ عَلَی الْاِسْلَامِ لَقَدْ خِبْتُ اِذًا وَّضَلَّ عَمَلِیْ وَکَانُوْا وَشَوْا بِهٖ اِلٰی عُمَرَ قَالُوْا لَا یُحْسِنُ یُصَلِّیْ. [اطراف الحدیث: ۵۴۱۲- ۶۴۵۳] (صحیح مسلم: ۲۹۶۶' الرقم المسلسل: ۷۳۲۷' سنن ترمذی: ۲۳۶۵' سنن ابن ماجہ: ۱۳۱'

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: میں وہ پہلا عرب ہوں' جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حال میں جہاد کرتے تھے کہ ہمارے پاس درخت کے پتوں کے سوا اور کوئی کھانے کی چیز نہیں ہوتی تھی حتیٰ کہ ہم میں سے کوئی ایک شخص اونٹ یا بکری کی مینگنیوں کی طرح قضاء حاجت کرتا تھا' اور وہ مینگنیاں خشک ہوئی تھیں' آپس میں ملی ہوئی نہیں ہوتی تھیں' اور اب حال یہ ہے کہ بنو اسد اسلام پر عمل کرنے میں میرے عیب نکالتے ہیں' (اگر ایسا ہے تو) میں

بالکل ناکام ہو گیا اور میرے اعمال برباد ہو گئے' اور بنو اسد نے حضرت عمر کی طرف ان کی (جھوٹی) شکایت کی تھی کہ وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے۔

مسند ابوداؤد الطیالسی: ٢١٢' مسند الحمیدی: ٧٨' سنن دارمی: ١٤١٥' مسند ابویعلیٰ: ٧٣٢' صحیح ابن حبان: ٦٩٨٩' شرح السنۃ: ٣٩٢٣' مسند احمد ج ١ ص ١٧٤' طبع قدیم' مسند احمد: ١٤٩٨ ج ٣ ص ٩٠' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

جس لشکر میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے اسلام کی راہ میں پہلا تیر چلایا تھا اس لشکر کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص نے جس جہاد میں سب سے پہلا تیر چلایا تھا' یہ عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب کا لشکر تھا اور یہ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان پہلی جنگ تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لشکر کو ہجرت کے پہلے سال میں بھیجا تھا' آپ نے چند مسلمانوں کو رابغ کی طرف بھیجا تا کہ وہ قریش کے قافلہ سے مقابلہ کریں' پھر ان دونوں نے ایک دوسرے پر تیر چلائے' مسلمان اس لشکر میں ساٹھ افراد تھے' اور حضرت سعد بن ابی وقاص مہاجرین میں سے وہ پہلے صحابی تھے جنہوں نے مشرکین پر تیر مارے' اس لشکر کا جھنڈا حضرت سعد کے ہاتھ میں تھا اور یہ پہلا جھنڈا تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنایا تھا' قریش کی کمان عبیدہ اور ابوسفیان اموی کے ہاتھ میں تھی اور یہ کفر اور اسلام کا پہلا معرکہ تھا اور اس میں کفار پر تیر مارنے والے پہلے صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کی جو شکایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف لگائی گئی تھی کہ یہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے یہ شکایت لگانے والا ابوسعدہ اسامۃ بن قتادہ تھا' حضرت عمر نے اس کی تحقیق کی اور یہ شکایت جھوٹی تھی' حضرت سعد بن ابی وقاص نے اس شخص کے خلاف دعاء ضرر کی تھی جو قبول ہوئی' اس کی تفصیل صحیح البخاری: ٧٥٥' میں مذکور ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٢ ص ٣١٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی منقبت میں مزید احادیث

(١) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سب سے پہلے اس دروازہ سے داخل ہوگا وہ اہل جنت میں سے ہوگا۔ (الفتح الربانی: ١١٧٢٠' مسند احمد: ٧٠٦٩' عالم الکتب' بیروت' مسند احمد ج ٢ ص ٢٢٢)

(٢) حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری رات جاگتے رہے اور وہ آپ کے پہلو میں تھیں' حضرت عائشہ بتاتی ہیں کہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کو کیا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: کاش! میرے اصحاب میں سے کوئی نیک شخص ہوتا اور وہ ساری رات میری حفاظت کرتا' اسی دوران میں نے ہتھیاروں کی آواز سنی' آپ نے پوچھا: کون ہے؟ تو آنے والے نے کہا: میں سعد بن مالک ہوں' آپ نے پوچھا: تم کیوں آئے ہو؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کی حفاظت کے لیے آیا ہوں' حضرت عائشہ نے بتایا' پھر آپ سو گئے اور میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی۔ (الفتح الربانی: ١١٧٢٢' مسند احمد: ٢٥٦٠٦' مسند احمد ج ٦ ص ١٤١' صحیح البخاری: ٢٨٨٥' صحیح مسلم: ٢٤١٠' سنن ترمذی: ٣٧٧٧' صحیح ابن حبان: ٦٩٨٦)

(٣) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے متعلق قرآن مجید کی کئی آیات نازل ہوئی ہیں' انہوں نے کہا کہ میری ماں نے قسم کھائی کہ جب تک میں اپنے دین کا انکار نہیں کروں گا وہ مجھ سے کبھی بات نہیں کریں گی اور نہ کچھ کھائیں گی اور نہ پئیں گی اور انہوں نے کہا کہ قرآن نے تمہارے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے اور میں تمہاری ماں ہوں اور تمہیں

دین اسلام سے کفر کرنے کا حکم دیتی ہوں' حضرت سعد نے کہا: میں تین دن تک ٹھہرا رہا حتیٰ کہ میری ماں پر بے ہوشی طاری ہو گئی' پھر ان کا دوسرا بیٹا جس کا نام عمارہ تھا' اس نے ان کو پانی پلایا اور وہ مجھے بددعا دے رہی تھیں' تب یہ آیات نازل ہوئیں:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَّفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُO وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَO (لقمان: ١٥-١٤)

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا مؤکد حکم دیا' اس کی ماں نے اسے پیٹ میں اٹھایا کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اور اس کا دودھ چھوڑنا دو برس میں ہے (اور یہ حکم دیا کہ) میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر' میری ہی طرف لوٹنا ہےO اور اگر وہ تجھ پر یہ زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک قرار دے جس کا تجھے کچھ علم نہیں' سو تو ان کی اطاعت نہ کر اور دنیا میں ان کے ساتھ نیکی سے مصاحبت کر اور جس نے میری طرف رجوع کیا ہے اس کے راستہ پر چل' پھر تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے' سو میں تم کو خبر دوں گا جو کچھ تم کرتے تھےO

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت عظیم مال غنیمت حاصل ہوا' اس میں ایک تلوار تھی جس کو میں نے اٹھا لیا' پھر میں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے آیا اور میں نے کہا: یہ مجھ کو دے دیجئے کیونکہ میں وہ ہوں جس کا حال آپ کو معلوم ہے' آپ نے فرمایا: اس کو وہیں رکھ دو جہاں سے اٹھایا ہے' پس میں چلا گیا' حتیٰ کہ جب میں نے اس کو مال غنیمت کے ڈھیر میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو پھر میرے دل نے ملامت کی' میں پھر آپ کے پاس گیا اور میں نے کہا: آپ یہ مجھ کو عطا کر دیجئے' آپ نے سختی سے فرمایا: اس کو وہیں رکھ دو جہاں سے اس کو اٹھایا ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَO (الانفال: ١)

یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ کہیے: غنیمتیں اللہ اور رسول کی ہیں' سو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے معاملات کو درست رکھو' اور اگر تم مومن ہو تو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانوO

میں بیمار ہو گیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا' آپ میرے پاس تشریف لائے' میں نے عرض کیا: آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنا مال جس طرح چاہوں تقسیم کروں' تو آپ نے انکار فرمایا' میں نے کہا: نصف (تقسیم کردوں)' آپ نے انکار فرمایا' میں نے کہا: تہائی؟ تو آپ خاموش رہے' پھر اس کے بعد ترکہ میں سے تہائی دینا جائز ہو گیا' انہوں نے کہا: میں انصار اور مہاجرین کی ایک جماعت کے پاس آیا' انہوں نے کہا: ہم آپ کو کھانا کھلاتے ہیں اور انگور کی شراب پلاتے ہیں' اور یہ انگور کی شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے' سو میں ایک باغ میں ان کے پاس گیا: ان کے پاس اونٹ کا بھنا ہوا گوشت تھا اور انگور کی شراب کی مشک تھی' پس میں نے ان کے ساتھ کھایا اور شراب پی' پھر میں نے ان کے سامنے انصار اور مہاجرین کا ذکر کیا' سو میں نے کہا: مہاجرین انصار سے افضل ہیں' تو ایک شخص نے (اونٹ کے) جبڑے کی ہڈی مجھے ماری اس سے میری ناک زخمی ہو گئی' سو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر اس کی خبر دی تو اللہ عزوجل نے میرے سبب سے انگور کی شراب کو حرام قرار دینے کے متعلق یہ آیت

نازل فرمائی:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○ (المائدہ:۹۰)

شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر (سب) ناپاک ہیں شیطانی کاموں سے ہیں تم ان سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ○

(صحیح مسلم:۱۷۴۸، مسند ابوداؤد الطیالسی:۲۰۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۶۴، الادب المفرد:۲۴، سنن ابوداؤد:۲۷۴۰، سنن ترمذی:۳۱۸۹۔ ۳۰۷۹، مسند البزار:۱۱۴۹، مسند ابویعلیٰ:۶۹۶، الفتح الربانی:۱۱۷۲۱، مسند احمد:۱۵۶۷، مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ چھ افراد تھے تو مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا: ان لوگوں کو اپنے پاس سے بھگا دیں، یہ ہمارے سامنے آنے کی جرأت نہ کریں، حضرت سعد نے کہا: میں تھا، حضرت ابن مسعود تھے، ھذیل کا ایک شخص تھا، حضرت بلال تھے اور دو مرد اور تھے جن کا میں نے نام نہیں لیا، تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمادی:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ○ (الانعام:۵۲)

اور (ان مسکین مومنوں کو اپنے سے) دور نہ کیجئے جو اپنے رب کی صبح اور شام عبادت کرتے ہیں صرف اس کی رضا چاہتے ہوئے، آپ کے ذمہ ان کا حساب نہیں ہے اور نہ آپ کا حساب ان کے ذمہ ہے، (پھر بھی اگر آپ نے بالفرض انہیں اپنے سے) دور کر دیا تو آپ ناانصافی کرنے والے ہو جائیں گے○

(صحیح مسلم:۲۴۱۳، سنن ابن ماجہ:۴۱۲۸)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن مالک (ابو وقاص) رضی اللہ عنہ سے ۱۷۰ حدیثیں مروی ہیں، جن میں سے ۴۳ حدیثوں پر شیخین متفق ہیں، امام بخاری ۲۶ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ۵۲ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۴۰۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ)

١٦ - بَابُ ذِكْرِ اَصْهَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ اَبُو الْعَاصِ بْنُ الرَّبِيْعِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دامادوں کا بیان، ان دامادوں میں سے ابو العاص بن الربیع ہیں

اس عنوان میں اصہار کا لفظ ہے اور اصہار وہ لوگ ہیں جنہوں نے آپ کی بیٹیوں سے نکاح کیا، صہر کا اطلاق بیوی کے تمام رشتہ داروں پر ہوتا ہے، خلیل نے کہا ہے کہ صہر کا اطلاق تمام دیوروں اور دامادوں پر ہوتا ہے، اسی طرح بیوی کے بھائی اور اس کے باپ پر بھی صہر کا اطلاق ہوتا ہے اور عام عربوں کے نزدیک بیٹی کے خاوند (داماد) کو صہر کہتے ہیں۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابو العاص کا نام لقیط اور مقسم ہے، یہ ربیع بن الربیعۃ بن عبد العزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف کے بیٹے ہیں، یہ اپنی کنیت ابو العاص کے ساتھ مشہور ہیں، ان کی والدہ ھالۃ بنت خویلد ہیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی سب سے بڑی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا اعلان نبوت سے پہلے ان سے عقد نکاح کیا تھا، ابو العاص کو غزوہ بدر میں مشرکین کے ساتھ قید کیا گیا تھا تو سیدہ زینب نے ان کی رہائی کے فدیہ کے لیے اپنا ہار بھیجا تھا، یہ حضرت خدیجہ نے ان کو عقد نکاح کے موقع پر دیا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو

یہ ہار دیکھ کر حضرت خدیجہ کی یاد آ گئی' آپ نے مسلمانوں سے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ ہار ان کو واپس کر دو' اور نبی ﷺ نے ابوالعاص کی رہائی کے لیے یہ شرط لگائی کہ وہ سیدہ زینب کو مدینہ بھیج دیں' سو انہوں نے یہ شرط پوری کی' اس وجہ سے آپ نے فرمایا: اس نے مجھ سے جو وعدہ کیا اس کو پورا کیا' ابوالعاص کو دوبارہ قید کر لیا گیا تو سیدہ زینب نے ان کو پناہ دی' پس وہ مسلمان ہو گئے اور نبی ﷺ نے اسی نکاح سے یا نکاح جدید سے ان کو سیدہ زینب کی طرف لوٹا دیا' ان ہی سے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں جن کو کندھے پر سوار کر کے نبی ﷺ نے نماز پڑھی تھی' حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣١٨۔٣١٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا زیادہ تفصیل سے تذکرہ میں نے صحیح البخاری: ٣٧١٦ کی شرح میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب میں مزید احادیث کی شرح میں کیا ہے' وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

٣٧٢٩ - حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا خَطَبَ بِنْتَ اَبِيْ جَهْلٍ فَسَمِعَتْ بِذٰلِكَ فَاطِمَةُ فَاَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَزْعُمُ قَوْمُكَ اَنَّكَ لَا تَغْضَبُ لِبَنَاتِكَ وَهٰذَا عَلِيٌّ نَاكِحٌ بِنْتَ اَبِيْ جَهْلٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ حِيْنَ تَشَهَّدَ يَقُوْلُ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ اَنْكَحْتُ اَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيْعِ فَحَدَّثَنِيْ وَصَدَقَنِيْ وَاِنَّ فَاطِمَةَ بَضْعَةٌ مِّنِّيْ وَاِنِّيْ اَكْرَهُ اَنْ يَّسُوْءَهَا وَاللّٰهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ عِنْدَ رَجُلٍ وَّاحِدٍ فَتَرَكَ عَلِيٌّ الْخِطْبَةَ وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَلِيٍّ عَنْ مِّسْوَرٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ صِهْرًا لَّهُ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ فَاَثْنٰى عَلَيْهِ فِيْ مُصَاهَرَتِهِ اِيَّاهُ فَاَحْسَنَ قَالَ حَدَّثَنِيْ فَصَدَقَنِيْ وَوَعَدَنِيْ فَوَفٰى لِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے علی بن حسین نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات سن لی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں' پس کہا: آپ کی قوم یہ گمان کرتی ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کے لیے غضب ناک نہیں ہوتے اور یہ (حضرت) علی' ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے والے ہیں' پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے (اور) آپ نے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد فرمایا: میں نے ابوالعاص بن الربیع کے ساتھ (اپنی بیٹی سیدہ زینب کا) نکاح کیا' اس نے مجھ سے بات کی اور سچ بولا' اور بے شک فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے اور میں اس کے رنج کو ناپسند کرتا ہوں اور اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک مرد کے پاس جمع نہیں ہوں گی' پھر حضرت علی نے (اس لڑکی سے) منگنی کو ترک کر دیا' اور محمد بن عمرو بن حلحلۃ نے از ابن شہاب از علی از مسور یہ اضافہ کیا ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے' آپ نے بنو عبد شمس سے اپنے داماد کا ذکر کیا' پس اس سے نکاح کے رشتہ کی تعریف کی کہ اس نے آپ کے ساتھ نیکی کی' آپ نے فرمایا: اس نے مجھ سے بات کی تو سچ بولا اور مجھ سے وعدہ کیا تو پورا کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٢٦ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے آپ کے دامادوں کے بیان کے باب میں اس حدیث کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں آپ کے دو دامادوں حضرت علی اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے۔

١٧ - بَابُ مَنَاقِبِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

ان کا نام ہے: حضرت زید بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبدالعزیٰ الکلبی ۔ زمانہ جاہلیت میں ان کو قید کر لیا گیا تھا' پھر ان کو حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے خرید لیا' پھر انہوں نے زید بن حارثہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبہ کر دیا۔ روایت ہے کہ حضرت زید بن حارثہ کی والدہ یمن سے اپنی قوم سے ملنے کے لیے آئیں تو ان پر ڈاکہ پڑا اور ڈاکو حضرت زید بن حارثہ کو اٹھا کر لے گئے' اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی اور ان کو عکاظ کے بازار میں فروخت کرنے کے لیے لے گئے' تو حکیم بن حزام نے ان کو چار سو درہم میں خرید لیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ سے نکاح کیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انہیں ہبہ کر دیا' پھر ان کے گھر والوں کو خبر ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣١٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ ھ لکھتے ہیں:

بنو کلب کے کچھ لوگ یمن سے حج کرنے کے لیے مکہ آئے تو انہوں نے حضرت زید کو دیکھ کر پہچان لیا' وہ وہاں سے یمن گئے اور ان کے والد کو خبر دی اور بتایا کہ فلاں جگہ پر ان کا بیٹا ہے تو حضرت زید کے والد حارثہ اور ان کے بھائی کعب مکہ میں آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سوال کیا تو بتایا گیا کہ آپ مسجد میں ہیں وہ وہاں پر گئے اور کہا: اے عبدالمطلب کے بیٹے! اے ان کی قوم کے سردار! آپ اللہ کے حرم کے رہنے والے ہیں' آپ قیدیوں کو چھڑاتے ہیں اور اسیروں کو کھلاتے ہیں' ہم اپنے بیٹے اور آپ کے غلام کے سلسلہ میں آئے ہیں' آپ ہم پر احسان فرمائیں اور عمدگی سے اس کا فدیہ قبول کر لیں' آپ نے پوچھا: وہ غلام کون ہے تو انہوں نے کہا: وہ زید بن حارثہ ہے' آپ نے فرمایا: اس کو بلاؤ اور اس کو اختیار دے دو' اگر اس نے تمہارے ساتھ جانے کو اختیار کر لیا تو وہ بغیر فدیہ کے تمہارا ہے' اور اگر اس نے مجھے اختیار کر لیا تو اللہ کی قسم! میں وہ نہیں ہوں کہ فدیہ کے عوض اس کو تمہارے حوالے کر دوں' پھر حضرت زید بن حارثہ کو بلایا' آپ نے ان سے پوچھا: کیا تم ان لوگوں کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! یہ میرے والد ہیں اور یہ میرے چچا ہیں' ؟ آپ نے فرمایا: اور میں وہ ہوں جس کو تم جانتے ہو اور تم میری مصاحبت کو بھی جان چکے ہو' اب تم چاہو مجھے اختیار کر لو یا ان کو اختیار کر لو۔ حضرت زید نے کہا: میں آپ کے مقابلہ میں کسی کو اختیار نہیں کروں گا' آپ میرے والد اور چچا کی جگہ ہیں' ان کے باپ اور چچا نے کہا: افسوس ہے اے زید! تم آزادی کے مقابلہ میں غلامی کو اختیار کر رہے ہو! اور اپنے باپ' اور چچا اور اپنے گھر والوں کے مقابلہ میں ایک اجنبی کو اختیار کر رہے ہو! انہوں نے کہا: جی ہاں! میں نے اس شخص کو ایسا پایا ہے کہ میں ان کے مقابلہ میں کسی کو اختیار نہیں کروں گا! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ماجرا دیکھا تو آپ نے حضرت زید کو اپنی گود میں اٹھا لیا اور فرمایا: تم سب گواہ ہو جاؤ زید میرا بیٹا ہے' یہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا وارث ہوں' جب حضرت زید کے والد اور چچا نے یہ منظر دیکھا تو ان کے دل خوش ہو گئے اور وہ واپس چلے گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید کو بیٹا بنا لیا تو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے

ان کا عقد نکاح کر دیا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں اور ان سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا عقد نکاح' اپنی باندی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے کیا تھا جن سے حضرت اسامہ پیدا ہوئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ پہلے ہم زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىٕهِمْ (الاحزاب:٦) لوگوں کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو۔

حضرت زید بن حارثہ غزوہ بدر اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں حاضر رہے اور غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو لشکر بھی بھیجتے اس کا امیر حضرت زید بن حارثہ کو بناتے۔

امام ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ سے فرمایا: اے زید! تم میرے آزاد کردہ غلام ہو اور مجھ سے ہو اور میری طرف سے ہو اور مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔ امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت زید بن حارثہ مدینہ میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں تھے' وہ آپ کے پاس آئے' پس دروازہ کھٹکھٹایا' آپ ان کی طرف کھڑے ہوئے حتیٰ کہ ان سے مصافحہ کیا اور ان کو بوسا دیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے زیادہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو وظیفہ دیا' میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ ان کے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہارے والد سے زیادہ محبوب تھے' یہ حدیث صحیح ہے۔

علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ غزوہ موتہ میں پچپن (٥٥) سال کی عمر میں شہید ہو گئے اور حضرت زید کے سوا اور کسی صحابی کا نام قرآن مجید میں مذکور نہیں ہے۔ (الاصابہ ج ٢ ص ٤٩٧۔ ٤٩٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

وَقَالَ الْبَرَاءُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ أَخُوْنَا وَمَوْلَانَا.

اور حضرت البراء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ہمارے بھائی ہو اور ہمارے آزاد کردہ غلام ہو۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول صحیح البخاری: ٢٦٩٩ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٣٠ - حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا وَّأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ بَعْضُ النَّاسِ فِيْ إِمَارَتِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ تَطْعَنُوْا فِيْ إِمَارَتِهٖ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِيْ إِمَارَةِ أَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ وَايْمُ اللّٰهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِّلْإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهٗ.

[اطراف الحدیث: ٤٢٥٠۔ ٤٤٦٨۔ ٤٤٦٩۔ ٦٦٢٧۔ ٧١٨٧]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اس کا امیر بنا دیا تو بعض لوگوں نے ان کو امیر بنانے پر اعتراض کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اس کو امیر بنانے پر اعتراض کر رہے ہو تو اس سے پہلے تم اس کے باپ کو امیر بنانے پر اعتراض کرتے تھے اور اللہ کی قسم! وہ امیر بنانے کے ضرور لائق تھے اور وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھے اور ان کے بعد یہ (اسامہ) مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

(صحیح مسلم: ٢٤٢٦' سنن ترمذی: ٣٨١٦' السنن الکبریٰ للنسائی: ٨١٨١' صحیح ابن حبان: ٧٠٤٣' سنن بیہقی ج ١٠ ص ٤٤' شرح السنہ: ٣٩٣٩' مسند احمد ج ٢ ص ١١٠' طبع قدیم' مسند احمد: ٥٨٨٨۔ ج ١٠ ص ١٢٩' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت اسامہ کی امارت پر معترض کا مصداق اور افضل کے اوپر مفضول کو امیر بنانے کا جواز

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مغازی کے آخر میں امام بخاری نے بتایا ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی امارت پر اعتراض کرنے والے عیاش بن ربیعہ المخزومی تھے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ موتہ کے لشکر کا امیر بنایا تھا' اس لشکر میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے' اسی وجہ سے بعض لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا تھا' اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ کبیر کے اوپر صغیر کو اور افضل کے اوپر مفضول کو امیر بنانا جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۸۰۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٣٧٣١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ قَائِفٌ وَّالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدٌ وَّأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَّزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ مُضْطَجِعَانِ فَقَالَ إِنَّ هٰذِهِ الْأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ قَالَ فَسُرَّ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْجَبَهُ فَأَخْبَرَ بِهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از الزہری از عروۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک قیافہ شناس آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے اور حضرت اسامہ بن زید اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما دونوں لیٹے ہوئے تھے تو اس نے کہا: یہ بعض قدم بعض کا جز ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بہت خوش ہوئے اور آپ کو یہ اچھا لگا' اور آپ نے یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتائی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۵۵۵' میں گزر چکی ہے۔

قائف کا معنی' حضرت عائشہ کے پاس قائف کے آنے کی توجیہ اور قائف کی بات پر آپ کے خوش ہونے کا سبب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں قائف کا لفظ ہے یعنی قیافہ شناس جو مشابہت اور علامات کے ذریعے فروع کو اصول کے ساتھ اور ابناء کو آباء کے ساتھ ملاتا ہے' اس حدیث میں ذکر ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا' یعنی احکام حجاب نازل ہونے سے پہلے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لیے خوش ہوئے کہ حضرت اسامہ سیاہ فام تھے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ گورے تھے اس وجہ سے لوگ ان کے نسب میں شک کرتے تھے اور جب قیافہ شناس نے تصدیق کر دی کہ یہ ان میں سے ایک دوسرے کا جز ہے تو عربوں کے اصول کے مطابق حضرت اسامہ کے نسب کی تصدیق ہو گئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۲۰' موضحاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٨ - بَابُ ذِكْرِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ — حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا ذکر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید بن شراحیل بن عبد العزیٰ ان کا پورا نام ہے' ان کو محبوب ابن المحبوب کہا جاتا تھا کیونکہ یہ دونوں باپ بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب تھے' ان کی کنیت ابو محمد اور ابو زید ہے' ان کی والدہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالنے والی تھیں'

امام ابن سعد نے کہا ہے کہ حضرت اسامہ زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے اور جس وقت نبی ﷺ کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر بیس سال تھی' نبی ﷺ نے ان کو شام پر حملہ کرنے والے عظیم لشکر کا امیر بنایا تھا' لشکر کے روانہ ہونے سے پہلے نبی ﷺ کی وفات ہوگئی' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو روانہ کیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی بہت تعظیم اور تکریم کرتے تھے' اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ ان کو عطا کرتے تھے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت اسامہ فتنوں سے الگ رہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اواخر میں فوت ہوئے' حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ وہ پینتالیس (۴۵) ہجری میں فوت ہوئے تھے۔ (الاصابہ ج ۱ ص ۲۰۳۔۲۰۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

٣٧٣٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَخْزُومِيَّةِ فَقَالُوا مَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ قریش کو مخزومی عورت کے معاملہ نے بہت پریشان کر رکھا تھا' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کی سفارش کی جرأت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے سوا کون کر سکتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے محبوب (چہیتے) ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۶۴۸ میں گزر چکی ہے۔

اس مخزومی عورت کا نام فاطمہ بنت اسود تھا۔

٣٧٣٣- وَحَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ ذَهَبْتُ أَسْأَلُ الزُّهْرِيَّ عَنْ حَدِيثِ الْمَخْزُومِيَّةِ فَصَاحَ بِي قُلْتُ لِسُفْيَانَ فَلَمْ تَحْتَمِلْهُ عَنْ أَحَدٍ قَالَ وَجَدْتُهُ فِي كِتَابٍ كَانَ كَتَبَهُ أَيُّوبُ بْنُ مُوسٰى عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ امْرَأَةً مِّنْ بَنِي مَخْزُومٍ سَرَقَتْ فَقَالُوا مَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَجْتَرِئْ أَحَدٌ أَنْ يُكَلِّمَهُ فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَ إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ قَطَعُوهُ لَوْ كَانَتْ فَاطِمَةُ لَقَطَعْتُ يَدَهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں المخزومیہ کی حدیث کے متعلق سوال کرنے کے لیے الزہری کے پاس گیا تو وہ مجھ پر چلائے (ناراض ہوئے)' میں نے سفیان سے پوچھا! آپ نے یہ حدیث اور کسی سے نہیں حاصل کی' انہوں نے کہا: یہ حدیث مجھ کو ایک کتاب میں ملی تھی جس کو ایوب بن موسیٰ نے زہری کی روایت سے لکھا تھا از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ بنو مخزوم کی ایک عورت تھی' اس نے چوری کی تو لوگوں نے کہا: نبی ﷺ سے اس کی سفارش کون کرے گا؟ سو کسی نے اس کی سفارش کی جرأت نہیں کی' تب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے اس کی سفارش کی' تو آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل میں جب کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی پس ماندہ آدمی چوری کرتا تو وہ اس کا ہاتھ کاٹ دیتے اور اگر (بالفرض) فاطمہ (بھی) چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۶۴۸' میں گزر چکی ہے۔

٠٠٠ - بَابٌ

باب

یہ باب ابواب سابقہ کے لیے بہ منزلہ فصل ہے۔

۳۷۳٤ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْعَبَّادٍ يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا الْمَاجِشُوْنَ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ نَظَرَ ابْنُ عُمَرَ يَوْمًا وَّهُوَ فِي الْمَسْجِدِ اِلٰى رَجُلٍ يَّسْحَبُ ثِيَابَهٗ فِيْ نَاحِيَةٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَقَالَ اُنْظُرْ مَنْ هٰذَا لَيْتَ هٰذَا عِنْدِيْ قَالَ لَهٗ اِنْسَانٌ اَمَا تَعْرِفُ هٰذَا يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هٰذَا مُحَمَّدُ بْنُ اُسَامَةَ قَالَ فَطَاْطَاَ ابْنُ عُمَرَ رَاْسَهٗ وَنَقَرَ بِيَدَيْهِ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ قَالَ لَوْ رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَحَبَّهٗ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے الحسن بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعباد یحییٰ بن عباد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الماجشون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر نے ایک دن ایک شخص کو مسجد میں دیکھا کہ وہ اپنا کپڑا ایک کونے میں پھیلا رہے تھے' انہوں نے کہا: دیکھو یہ کون شخص ہے؟ کاش! یہ میرے نزدیک ہوتا' ایک شخص نے کہا: اے ابو عبدالرحمان! کیا آپ اس کو نہیں پہچانتے؟ یہ محمد بن اسامہ ہے' سو حضرت ابن عمر نے اپنا سر جھکا لیا' پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے زمین کریدنے لگے' پھر کہا: اگر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ لیتے تو اس پر شفقت فرماتے۔

حضرت ابن عمر نے کہا: کاش! یہ میرے نزدیک ہوتا یعنی میں اس کو نصیحت کرتا اور سمجھاتا' نیز حضرت ابن عمر نے کہا: اگر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ لیتے تو اس پر شفقت فرماتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو علم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اسامہ سے اور ان کے والد سے اور ان کی اولاد سے محبت کرتے تھے۔

۳۷۳۵ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ حَدَّثَنَا اَبُوْعُثْمَانَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَدَّثَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَاْخُذُهٗ وَالْحَسَنَ فَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَحِبَّهُمَا فَاِنِّيْ اُحِبُّهُمَا. [اطراف الحدیث: ۳۷۴۷-۶۰۰۳]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعثمان نے حدیث بیان کی از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ آپ ان کو اور حضرت حسن کو پکڑ کر (بارگاہِ الٰہیہ میں) عرض کرتے: اے اللہ! ان دونوں سے محبت کر کیونکہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔

اس حدیث کی حضرت اسامہ کے مناقب کے باب سے مطابقت ظاہر ہے۔

۳۷۳٦ - وَقَالَ نُعَيْمٌ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِيْ مَوْلًى لِّاُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ الْحَجَّاجَ ابْنَ اَيْمَنَ بْنِ اُمِّ اَيْمَنَ وَكَانَ اَيْمَنُ ابْنُ اُمِّ اَيْمَنَ اَخَا اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ لِّاُمِّهٖ وَهُوَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَرَاٰهُ ابْنُ

اور نعیم نے کہا: از ابن المبارک: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت اسامہ بن زید کے آزاد کردہ غلام نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ الحجاج بن ایمن بن ام ایمن اور ایمن بن ام ایمن حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے ماں شریک

عُمَرَ لَمْ يُتِمَّ رُكُوْعَهُ وَلَا سُجُوْدَهُ فَقَالَ أَعِدْ.

[اطراف الحدیث: ٣٧٤٧ ـ ٦٠٠٣] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

بھائی تھے اور وہ انصاری مرد تھے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ وہ اپنی نماز میں پورا رکوع اور سجود نہیں کرتے تھے تو انہوں نے ان سے کہا: اپنی نماز دہراؤ۔

اس حدیث کی روایت امام بخاری نے اس لیے کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت اسامہ کے ماں شریک بھائی کا ذکر ہے جو سنت کے مطابق نماز نہیں پڑھتے تھے تو اس لیے حضرت ابن عمر نے ان سے کہا: تم اپنی نماز دہراؤ' میں کہتا ہوں کہ اس میں حضرت اسامہ کی کوئی فضیلت نہیں ہے کہ ان کا بھائی سنت کے مطابق نماز نہیں پڑھتا تھا بلکہ اس میں حضرت ابن عمر کی فضیلت ہے کہ انہوں نے اس کو غلط کام پر ٹوکا اور حضرت اسامہ سے اس کی قرابت کا کوئی لحاظ نہیں کیا' اس لیے امام بخاری کو چاہیے تھا کہ وہ اس حدیث کی حضرت ابن عمر کے مناقب کے باب میں روایت کرتے' اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے' جس طرح حضرت ابن عمر نے حق بات کہنے میں حضرت اسامہ کی قرابت کا لحاظ نہیں کیا اسی طرح میں نے بھی حق بات کہنے میں امام بخاری کی عظمت اور ان کے مقام اور مرتبہ کا خیال نہیں کیا۔

٣٧٣٧ - قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَحَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ نَمِرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ مَوْلٰى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ بَيْنَمَا هُمَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ إِذْ دَخَلَ الْحَجَّاجُ بْنُ أَيْمَنَ فَلَمْ يُتِمَّ رُكُوْعَهُ وَلَا سُجُوْدَهُ فَقَالَ أَعِدْ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ لِيَ ابْنُ عُمَرَ مَنْ هٰذَا قُلْتُ الْحَجَّاجُ بْنُ أَيْمَنَ ابْنِ أُمِّ أَيْمَنَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَوْ رَاٰى هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَحَبَّهُ فَذَكَرَ حُبَّهُ وَمَا وَلَدَتْهُ أُمُّ أَيْمَنَ قَالَ أَوْزَادَنِيْ بَعْضُ أَصْحَابِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ وَكَانَتْ حَاضِنَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں بھی منفرد ہیں)

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: اور مجھے سلمان بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن نمر نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام حرملہ نے حدیث بیان کی' جس وقت یہ دونوں (حرملہ اور حضرت اسامہ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے اس وقت الحجاج بن ایمن داخل ہوئے اور وہ نماز میں رکوع اور سجود پورا پورا نہیں کر رہے تھے تو حضرت ابن عمر نے (ان سے) کہا: نماز دہراؤ' جب وہ پیٹھ پھیر کر چلے گئے تو حضرت ابن عمر نے مجھ سے پوچھا: یہ کون تھے؟ میں نے بتایا: یہ الحجاج بن ایمن تھے جو حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں' تب حضرت ابن عمر نے کہا: اگر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ لیتے تو ان سے ضرور محبت کرتے' پھر انہوں نے آپ کی محبت کا ذکر کیا' اور حضرت ام ایمن کی اولاد سے محبت کا ذکر کیا امام بخاری نے کہا: یا میرے بعض اصحاب نے از سلیمان یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت ام ایمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالنے والی تھیں۔

حضرت ایمن بن ام ایمن رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور حضرت اسامہ کے ماں شریک بھائی ہونے کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حجاج بن ایمن کا ذکر ہے یہ انصاری خزرجی ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ حبشی ہیں' دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالنے والی تھیں ان کے بیٹے ہیں اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی ہیں' امام ابن اسحاق

نے کہا: یہ غزوہ حنین کے دن شہید ہو گئے تھے اور ان کا ایک بیٹا تھا جس کا نام حجاج تھا' حافظ ذہبی نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے' تجرید الصحابہ میں مذکور ہے کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے پہلے جو شادی کی تھی (اس شخص کا نام عبید تھا اور وہ بھی حبشی تھا) اس سے ایمن پیدا ہوئے تھے اور ایمن نے اپنے باپ کی طرف نسبت کرنے کے بجائے اپنی ماں حضرت ام ایمن کی طرف نسبت کی کیونکہ انہیں ان کی باپ کی بہ نسبت شرف حاصل تھا اور اہل بیت نبوی میں ان کی شہرت تھی اس کے بعد حضرت ام ایمن نے حضرت زید بن حارثہ سے شادی کی اور ان سے حضرت اسامہ پیدا ہوئے اور یوں ایمن بن ام ایمن حضرت اسامہ کے ماں شریک بھائی ہوئے کیونکہ ایمن بن ام ایمن بھی حضرت ام ایمن کے بیٹے تھے اور حضرت اسامہ بھی ان کے بیٹے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٢٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی سوانح اور ان کی خصوصیات

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر القرطبی المتوفی ٤٦٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خادمہ تھیں' ان ہی کا نام برکتہ ہے' انہوں نے عبید سے شادی کی تھی جو حبشی تھا' اس سے ایمن پیدا ہوئے' وہ ابن ام ایمن کے نام سے مشہور ہیں' پھر اس کے بعد حضرت ام ایمن نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے شادی کی جن سے حضرت اسامہ پیدا ہوئے۔ (یوں ایمن بن ام ایمن حضرت اسامہ کے شریک بھائی ہوئے۔)

(الاستیعاب ج ٤ ص ٤٧٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ عزالدین ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ٦٣٠ھ لکھتے ہیں:

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باندی اور خادمہ تھیں اور آپ کو پالنے والی تھیں اور یہ حبشیہ تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ نے ان کو آزاد کر دیا تھا' اور یہ بہت پہلے اسلام لائی تھیں' انہوں نے حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں' انہوں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیا تھا' تیسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کی باندی تھیں اور یہ وہی ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیشاب مبارک پی لیا تھا اور آپ نے فرمایا: تھا تمہارے پیٹ میں اب کبھی درد نہیں ہوگا۔ حضرت برکتہ کی کنیت ام ایمن ہے اور ایمن ان کے وہ بیٹے ہیں جو حبشی عبید سے پیدا ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: ام ایمن میری ماں کے بعد ماں ہیں اور آپ ان کے گھر ان سے ملاقات کے لیے جاتے تھے۔ ابن شہاب نے کہا ہے کہ ام ایمن حضرت اسامہ بن زید کی بھی ماں ہیں اور یہ حبشیہ تھیں' جب حضرت آمنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو حضرت ام ایمن نے آپ کو پالا' حتیٰ کہ آپ بڑے ہو گئے' پھر آپ نے حضرت ام ایمن کو آزاد کر دیا اور حضرت زید بن حارثہ سے ان کا نکاح کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے پانچ یا چھ ماہ بعد ان کی وفات ہو گئی۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ان کی زیارت کے لیے جاتے تھے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے ملاقات کے لیے جاتے تھے۔

(اسد الغابہ ج ٧ ص ٢٩١۔ ٢٩٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ان تمام امور کو لکھا ہے' مزید یہ لکھا ہے کہ حضرت ایمن بن ام ایمن رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے اور غزوہ خیبر میں شہید ہو گئے تھے اور یہ لکھا ہے کہ حضرت ام ایمن نے پہلے عبید بن زید سے شادی کی تھی جو انصاری تھے اور قبیلہ خزرج سے تھے (میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ وہ حبشی تھے جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر اور حافظ ابن الاثیر نے لکھا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

امام واقدی نے اپنی سند کے ساتھ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام ایمن کو دیکھ کر فرماتے تھے' یہ میرے اہل بیت میں سے بقایا ہیں۔

سفیان بن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام ایمن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بہت لطف کے ساتھ پیش آتی تھیں' اور آپ نے فرمایا: جس کو اس بات سے خوشی ہو کہ وہ اہل جنت کی عورت سے شادی کرے اسے چاہیے کہ وہ ام ایمن سے شادی کرے' تب حضرت زید بن حارثہ نے ان سے شادی کی۔ (طبقات کبریٰ ج ٨ ص ١٦٢' کنز العمال: ٣٤٤١٦)

حضرت ام ایمن بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مٹی کا گھڑا تھا جس میں آپ رات کو اٹھ کر پیشاب کرتے تھے اور میں صبح اس گھڑے کو خالی کر دیتی تھی' ایک رات میں بہت پیاسی تھی تو میں نے اس سے وہ پیشاب پی لیا' پھر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اس کے بعد تمہیں کبھی بھی پیٹ کی بیماری نہیں ہوگی۔

امام احمد' امام بخاری اور امام ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے مال سے باغات دیئے حتیٰ کہ آپ کے لیے بنوقریظہ اور بنونضیر فتح ہو گئے' اس کے بعد آپ نے اس شخص کو وہ باغات واپس کر دیئے' حضرت انس نے کہا: میرے گھر والوں نے بھی مجھے حکم دیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان باغات یا ان میں سے بعض کا سوال کروں جو وہ آپ کو دے چکے تھے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ باغات حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو عطا کر چکے تھے' تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان باغات کا سوال کیا' آپ نے مجھے وہ عطا کر دیئے' پھر حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے میری گردن میں کپڑا ڈال دیا اور وہ کہہ رہی تھیں' ہرگز نہیں! اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ میں تم کو وہ باغات نہیں دوں گی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے وہ عطا کر چکے ہیں۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ان سے) فرمایا: آپ کو میں (ان کے بدلہ میں) اتنے اور اتنے باغ دوں گا' اور وہ کہتی تھیں: ہرگز نہیں اللہ کی قسم! اور آپ فرما رہے تھے: میں آپ کو اتنے اور اتنے (باغات) دوں گا۔ حضرت انس نے کہا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس سے دس گنا باغات عطا کر دیئے۔ (مسند احمد: ١٣٣٢٤' عالم الکتب' مسند احمد ج ٣ ص ٢١٩' صحیح البخاری: ٤١٢٠۔ ٤٠٣٠۔ ٣١٢٨' صحیح مسلم: ١٧٧١' صحیح ابن حبان: ٤٥٠٥' مسند ابو یعلیٰ: ٤٠٧٩)

ابن السکن نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ام ایمن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے پانچ ماہ بعد وفات پا گئیں۔

(الاصابہ ج ٨ ص ٣٦٢۔ ٣٥٨ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ بیروت' ١٤١٥ھ)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی منقبت میں مزید احادیث

(١) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرض کا غلبہ ہوا تو میں مدینہ کی بلندی میں واقع اپنے گھر سے اتر کر آیا اور لوگ بھی میرے ساتھ اتر کر مدینہ آئے' پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس داخل ہوا اور آپ مرض کے غلبہ کی وجہ سے بات نہیں کر رہے تھے' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے' پھر وہ ہاتھ میرے اوپر رکھ دیئے' اس سے میں نے یہ جانا کہ آپ میرے لیے دعا فرما رہے ہیں۔

(مسند احمد: ٢٢٠٩٨' عالم الکتب' مسند احمد ج ٥ ص ٢٠١' سنن ترمذی: ٣٨١٧)

(٢) شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کسی شخص کے لیے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنا جائز نہیں ہے جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص اللہ عزوجل اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہے پس وہ اسامہ سے محبت رکھے۔ (مسند احمد: ٢٥٧٤٨' عالم الکتب' مسند احمد ج ٦ ص ١٥٧)

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما دروازہ کی چوکھٹ سے گر پڑے اور ان کی پیشانی سے خون بہنے لگا' مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کا یہ خون صاف کر دو' مجھے اس سے گھن آئی' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا خون چوستے' پھر کلی کر دیتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر اسامہ لڑکی ہوتی تو میں اس کو کپڑے اور زیور پہنا تا حتیٰ کہ لوگ اس سے منگنی کرنے میں رغبت کرتے۔ (مسند احمد: ۲۶۳۸۶' مسند احمد ج ٦ ص ۲۲۳' سنن ابن ماجہ: ۱۹۷٦' صحیح ابن حبان: ۷۰۵٦)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خود حضرت اسامہ کا خون صاف کیا' یہ آپ کے بلند اخلاق' کمال تواضع اور حضرت اسامہ سے محبت کی دلیل ہے' آپ نے فرمایا: اگر یہ لڑکی ہوتی تو میں اس کو عمدہ کپڑے اور زیور پہنا تا حتیٰ کہ لوگ اس سے منگنی کرنے میں رغبت کرتے' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت اسامہ کی والدہ ام ایمن حبشیہ تھی اور ان کا رنگ کالا تھا' اس وجہ سے حضرت اسامہ کا رنگ بھی کالا تھا اور لوگ کالی لڑکی سے منگنی کرنے میں رغبت نہیں کرتے' اس لیے آپ نے فرمایا: میں اس کو عمدہ کپڑے اور زیور پہنا تا تا کہ لوگ اس وجہ سے اس سے منگنی کرنے میں رغبت کرتے۔

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت اسامہ کی رینٹ (ناک کی رطوبت) صاف کر دیں' حضرت عائشہ نے کہا: آپ مجھے اجازت دیں میں یہ کام کر دوں' آپ نے فرمایا: اے عائشہ! اس سے محبت کرو کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ (سنن ترمذی: ۳۸۱۸)

(۵) عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا' اس وقت حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما اجازت طلب کرتے ہوئے آئے' پس ان دونوں نے کہا: اے اسامہ! ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کرو' پس میں نے کہا: یا رسول اللہ! حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما اجازت طلب کر رہے ہیں! آپ نے پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ کیوں آئے ہیں؟ میں نے کہا: میں نہیں جانتا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لیکن میں جانتا ہوں' آپ نے ان کو اجازت دی تو وہ دونوں داخل ہو گئے' ان دونوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم یہ معلوم کرنے آئے ہیں کہ آپ کو اپنے گھر والوں میں سے کون سب سے زیادہ محبوب ہے' آپ نے فرمایا: فاطمہ بنت محمد' ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے اہل کے متعلق سوال کرنے نہیں آئے' آپ نے فرمایا: مجھے اپنے اہل میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جس پر اللہ نے انعام کیا ہے اور میں نے انعام کیا ہے اور وہ اسامہ بن زید ہے (حضرت زید بن حارثہ) ان دونوں نے پوچھا: پھر کون ہے؟ آپ نے فرمایا: پھر علی بن ابی طالب ہیں' پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے اپنے چچا کو سب سے آخر میں رکھا! آپ نے فرمایا: علی نے تم سے پہلے ہجرت کی تھی۔ (سنن ترمذی: ۳۸۱۹)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے ۱۲۸' حدیثیں مروی ہیں' جن میں سے ۱۵' حدیثوں پر شیخین متفق ہیں اور ان میں سے ہر ایک دو حدیثوں کے ساتھ منفرد ہے۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۷۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

۱۹ - بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت ابوعبدالرحمن ہے' یہ مکی اور مدنی ہیں' یہ اپنے والد کے ساتھ بہت پہلے اسلام لائے تھے'اس وقت یہ نابالغ تھے' یہ فقہاء صحابہ اور مکثرین حدیث میں سے ہیں' ان کی والدہ کا نام زینب یا رائطہ بنت مظعون ہے' یہ تہتر ہجری (۷۳) میں مکہ میں فوت ہوئے تھے' اس وقت ان کی عمر چھیاسی (۸٦) سال تھی' ان کی موت کا سبب یہ تھا کہ حجاج بن یوسف نے اپنے نیزہ کی زہر آلود نوک ان کے پیر پر ماری تھی' اس سے وہ بیمار رہوئے حتیٰ کہ فوت ہو گئے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٢٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

غزوہ بدر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جہاد میں شریک ہونے کے لیے پیش کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کم عمر قرار دیا' پھر انہوں نے احد میں اپنے آپ کو پیش کیا' پھر اسی طرح ہوا' پھر انہوں نے غزوہ خندق میں اپنے آپ کو پیش کیا تو آپ نے قبول فرما لیا' اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔

کتاب الزہد میں امام احمد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ قریش کے جوانوں میں سب سے زیادہ اپنے نفس پر ضبط کرنے والے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

ابوسعید نے سند صحیح کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ ہم میں سے ہر شخص مال دنیا کی طرف مائل ہوا سوا حضرت عبداللہ بن عمر کے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فوت ہوئے اس حال میں کہ وہ فضیلت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مثل تھے اور ایک اور سند کے ساتھ ابوسلمہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں نظیریں تھیں اور حضرت ابن عمر کے زمانہ میں ان کی کوئی نظیر نہیں تھی۔

معجم البغوی میں سند حسن کے ساتھ روایت ہے کہ سعید بن المسیب نے کہا: اگر میں اہل جنت میں سے کسی کے پاس حاضر ہوتا تو حضرت ابن عمر کے پاس حاضر ہوتا' اور سند صحیح کے ساتھ روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب حضرت ابن عمر فوت ہوئے تو وہ باقی ماندہ لوگوں میں سے سب سے افضل تھے۔

عبداللہ بن ابی عثمان نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنی ایک پسندیدہ باندی ''رمثہ'' کو آزاد کیا اور یہ آیت پڑھی:

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ. تم اس وقت تک ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیز کو (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو۔ (آل عمران: ۹۲)

امام عبدالرزاق نے سالم سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے کبھی اپنے کسی خادم پر لعنت نہیں کی سوا ایک کے' پھر اس کو آزاد کر دیا۔

امام ابن المبارک نے نافع سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے تو انہوں نے ایک درہم کے انگور خریدے' پس ایک مسکین آیا تو' انہوں نے کہا: یہ انگور اس کو دے دو' پھر ایک دوسرا شخص آیا' اس نے ایک درہم کے انگور خریدے اور وہ آپ کے پاس لایا' پھر ایک سائل آیا تو آپ نے فرمایا: یہ اس کو دے دو' پھر ایک اور شخص آیا' اس نے آپ کے لیے ایک درہم کے انگور خریدے اور اس نے سائل کو واپس لوٹا دیا' اگر حضرت ابن عمر کو اس کا پتا چل جاتا تو آپ ان انگوروں کو نہ چکھتے۔

(الاصابۃ ج ۴ ص ۱۵۹-۱۵٦' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

٣٧٣٨ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيْ حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاٰى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَمَنَّيْتُ اَنْ اَرٰى رُؤْيَا اَقُصُّهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ غُلَامًا اَعْزَبَ وَكُنْتُ اَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَاَنَّ مَلَكَيْنِ اَخَذَانِيْ فَذَهَبَابِيْ اِلَى النَّارِ فَاِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ وَاِذَا لَهَا قَرْنَانِ كَقَرْنَيِ الْبِئْرِ وَاِذَا فِيْهَا نَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ فَلَقِيَهُمَا مَلَكٌ اٰخَرُ فَقَالَ لِيْ لَنْ تُرَعْ فَقَصَصْتُهَا عَلٰى حَفْصَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں جب کوئی شخص خواب دیکھتا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس کو بیان کرتا تو میں نے تمنا کی کہ میں کوئی خواب دیکھوں اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیان کروں اور میں نوجوان لڑکا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مسجد میں سوتا تھا' پس میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے گئے' میں نے دیکھا کہ وہ کنویں کی طرح پیچ در پیچ تھی اور کنویں کی طرح اس کے دو کنارے تھے اور اس دوزخ میں کئی لوگ تھے جن کو میں پہچانتا تھا' پس میں کہہ رہا تھا کہ میں دوزخ سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں' میں دوزخ سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں' پھر ان فرشتوں سے ایک اور فرشتہ ملا' اس نے مجھ سے کہا: تم کو دوزخ سے نہیں ڈرایا جائے گا' سو میں نے یہ خواب حضرت حفصہ کے سامنے بیان کیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۴۴۰ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مناقب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حضرت عبداللہ بن عمر کی یہ منقبت ہے کہ ان کو دوزخ سے بے خوف کر دیا گیا ہے۔

٣٧٣٩ - فَقَصَّتْهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ سَالِمٌ فَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ اِلَّا قَلِيْلًا.

انہوں نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیان کیا' آپ نے فرمایا: عبداللہ خوب آدمی ہے' کاش! وہ رات کو تہجد کی نماز پڑھا کرتا' سالم نے بتایا کہ پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو بہت کم سوتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۱۲۲ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ فضیلت ہے کہ وہ رات کو بہت کم سوتے تھے اور تہجد پڑھتے تھے۔

٣٧٤١'٣٧٤٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُّوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اُخْتِهٖ حَفْصَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس' از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از ہم شیر خود[1]

[1] عام طور پر بہن کو ہم شیرہ کہا جاتا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ ساتھ پڑھنے والی لڑکی کو ہم سبق یا ہم درس یا ہم کلاس کہا جاتا ہے۔ ہم سبقہ یا ہم درسہ یا ہم کلاسہ نہیں کہا جاتا' نیز مونث تو وہی لڑکی ہے دودھ تو مونث نہیں ہے کہ ہم شیرہ کہا جائے' لہٰذا صحیح یہ ہے کہ ہم شیر کہا جائے۔

قَالَ لَهَا اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ صَالِحٌ. حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: عبداللہ نیک مرد ہے۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ١١٢٢' میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی عظیم منقبت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نیک مرد فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی منقبت میں مزید احادیث

(١) مجاہد بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فتح مکہ میں حاضر ہوئے تو ان کی عمر صرف بیس سال تھی' اور ان کے ساتھ ایک سرکش گھوڑا تھا' اور بھاری نیزہ تھا' پس حضرت ابن عمر اپنے گھوڑے کے لیے تازہ گھاس کاٹنے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک عبداللہ (نوجوان مجاہد ہے)' بے شک عبداللہ (نوجوان مجاہد ہے) (دوبار فرمایا)۔

(مسند احمد: ٤٦٠٠' عالم الکتب' مسند احمد ج ٢ ص ١٢)

علامہ عبدالرحمان الساعاتی التوفی ١٣٧٨ھ نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مختصر ارشاد کلام فصیح ہے' اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند بھی صحیح ہے۔ (الفتح الربانی ج ٤ ص ٦٣ ٣٣ ' بیت الافکار الدولیہ' الاردن: ٢٠٠٧ء)

(٢) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو غزوہ احد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا' اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی تو آپ نے ان کو (جہاد کی) اجازت نہیں دی' پھر انہوں نے اپنے آپ کو غزوہ خندق میں پیش کیا' اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ (مسند احمد: ٤٦٦١' مسند احمد ج ٢ ص ١٧' مصنف عبدالرزاق: ٩٧١٦۔ ج ١٢ ص ٥٣٩' سنن ابوداؤد: ٢٩٥٧' سنن ابن ماجہ: ٢٥٤٣' سنن ترمذی: ١٣٦١)

غزوہ احد تین ہجری میں ہوا تھا اور غزوہ خندق شوال چار ہجری میں ہوا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مرویات

علامہ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی التوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ١٦٢٣' احادیث مروی ہیں' شیخین ١٧٠' حدیثوں پر متفق ہیں اور امام بخاری ٨١' حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ٣١' حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ٢ ص ٩٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

٢٠ - بَابُ مَنَاقِبِ عَمَّارٍ وَّحُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت عمار اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالیقظان ہے' یہ اور ان کے والد قدیم الاسلام ہیں' ان کو اسلام لانے کی وجہ سے تکلیفیں دی جاتی تھیں' ابوجہل نے ان کی والدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کو قتل کر دیا تھا اور یہ اسلام میں پہلی شہیدہ تھیں' اور ان کے والد بھی بہت پہلے وفات پا گئے تھے اور حضرت عمار زندہ رہے یہاں تک کہ وہ جنگ صفین میں شہید ہوئے اور وہ حضرت علی بن ابی طالب کے ساتھ تھے اور جماعت عادلہ میں تھے اور حضرت حذیفہ بن یمان بن جابر العبسی رضی اللہ عنہما انصار سے تھے' وہ اور ان کے والد یمان اسلام لے آئے تھے اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فوت ہوئے۔ امام بخاری نے ان دونوں کا تذکرہ ایک باب میں جمع کیا ہے کیونکہ ان دونوں کا تذکرہ

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں مذکور ہے۔(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٢٥ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی والدہ کا نام سمیہ تھا' یہ قریش کی باندی تھیں' یہ سابقین اولین میں سے ہیں' ان کو اوران کے والد کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی وجہ سے تکلیفیں دی جاتی تھیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس سے گزرتے تو فرماتے: اے آل یاسر! صبر کرو تم سے جنت کا وعدہ ہے۔حبشہ کی طرف ان کی ہجرت کرنے میں اختلاف ہے' انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور تمام غزوات میں حاضر رہے۔ جنگ یمامہ میں ان کا کان کٹ گیا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ کا گورنر بنایا اور مسلمانوں کی طرف لکھا کہ یہ نجباء صحابہ میں سے ہیں۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت زر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو پہلے سات حضرات اسلام لائے تھے ان میں سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ہیں۔

امام بخاری نے حضرت عمار سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام' اور دو عورتیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔(صحیح البخاری: ٣٦٦٠)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دو' طیب مطیب کو مرحبا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عمار اپنے بدن کے جوڑوں تک ایمان سے بھرا ہوا ہے۔(سنن ترمذی: ٣٧٩٨)

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث متواتر ہے کہ حضرت عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا' اور اس پر اجماع ہے کہ حضرت عمار جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے کی وجہ سے ربیع الاول سینتیس (٣٧) ہجری میں شہید کئے گئے' اس وقت ان کی عمر ترانوے (٩٣) سال تھی اور اس پر اتفاق ہے کہ درج ذیل آیت ان کے متعلق نازل ہوئی ہے:

إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ. (النحل: ١٠٦) مگر جس سے جبراً کفر کہلوایا گیا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا۔

(الاصابۃ ج ٤ ص ٤٧٦-٤٧٥ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

محمد بن عمار بن یاسر بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا اور ان کو بہت سخت عذاب پہنچایا حتیٰ کہ انہوں نے مشرکین کے جبر سے کلمہ کفر پڑھ دیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس سے گزرے تو حضرت عمار نے آپ سے اس کی شکایت کی' آپ نے پوچھا: اب تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: میرا دل ایمان سے مطمئن ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ دوبارہ تم کو عذاب دیں تو تم دوبارہ اسی طرح کرنا۔(جامع البیان جز ١٤ ص ٢٧٧ 'دارالفکر' بیروت' ١٤١٥ ھ)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے باسٹھ (٦٢) احادیث مروی ہیں' دو حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' امام بخاری تین حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب الکمال ج ٢ ص ٣٢٥ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ ھ)

علامہ ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ٦٣٠ ھ حضرت حذیفہ کی سوانح میں لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما اور وہ حذیفہ بن حسل ہیں اور یمان حسل بن جابر کا لقب ہے۔

انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کی تو آپ نے ان کو ہجرت اور نصرت کے درمیان اختیار دیا تو انہوں نے نصرت کو اختیار کر لیا' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ احد میں حاضر ہوئے تھے اور اس غزوہ میں ان کے والد کو قتل (شہید) کر دیا گیا تھا' حضرت حذیفہ کو منافقین کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رازدان کہا جاتا تھا' حضرت حذیفہ کے علاوہ اور کسی کو منافقین کا علم نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو منافقین کی خبر دی تھی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: کیا میرے عُمال میں سے کوئی منافق ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ایک ہے پوچھا: وہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: میں نہیں بتاؤں گا' پھر انہوں نے بتا دیا تھا تو حضرت عمر نے اس کو معزول کر دیا' جب کوئی شخص فوت ہو جاتا تو حضرت عمر' حضرت حذیفہ کا پتا کرتے' اگر وہ اس کے جنازہ میں شریک ہوتے تو حضرت عمر اس کی نماز جنازہ پڑھاتے ورنہ نہیں۔

حضرت حذیفہ جنگ نہاوند میں حاضر ہوئے اور جب لشکر کے امیر حضرت النعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو انہوں نے جھنڈا سنبھال لیا۔ انہوں نے ھمدان' رے (طہران) اور دینور کو فتح کیا اور الجزیرہ کی فتح میں حاضر تھے اور نصیبین میں ٹھہرے اور وہاں شادی کی۔

یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شر کے متعلق سوال کرتے تھے تا کہ اس سے مجتنب رہیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو غزوہ خندق میں رات کو بھیجا تا کہ کفار کی خبر لے کر آئیں' یہ غزوہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے کیونکہ کفار نے ان سے حلف لے لیا تھا کہ وہ ان کے خلاف قتال نہیں کریں گے' تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ وہ قتل کریں یا نہیں' تو آپ نے فرمایا: بلکہ ہم ان کے عہد کو پورا کریں گے اور ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں گے۔ (المستدرک ج ٣ ص ٣٧٩' المعجم الکبیر ج ٣ ص ١٧٩' سنن بیہقی ج ١٠ ص ١٤٥)

زید بن اسلم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے کہا: تم لوگ تمنا کرو تو ان لوگوں نے تمنا کی کہ ان کا گھر مال اور جواہر سے بھر جائے جس کو وہ اللہ کی راہ میں خرچ کریں' پس حضرت عمر نے کہا: لیکن میں یہ تمنا کرتا ہوں کہ مجھے ابوعبیدہ' معاذ بن جبل اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم ایسے لوگ مل جائیں اور میں ان کو اللہ عزوجل کی اطاعت میں استعمال کروں' پھر حضرت عمر نے حضرت ابوعبیدہ کی طرف مال بھیجا اور کہا: دیکھو وہ اس مال کا کیا کرتے ہیں' سو انہوں نے اس مال کو تقسیم کر دیا' پھر انہوں نے وہ مال حضرت حذیفہ کی طرف بھیجا' اور کہا: دیکھو وہ اس مال کا کیا کرتے ہیں' سو انہوں نے بھی اس مال کو تقسیم کر دیا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہی بات میں نے تم سے کہی تھی۔

لیث بن ابی سلیم نے کہا: جب حضرت حذیفہ پر موت کا وقت آیا تو ان کو بہت گھبراہٹ ہوئی اور وہ بہت زیادہ روئے' ان سے کسی نے پوچھا: آپ اس قدر کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں دنیا پر افسوس کی وجہ سے نہیں رو رہا بلکہ موت مجھے زیادہ محبوب ہے' میں تو اس پر رو رہا ہوں کہ میں نہیں جانتا کہ آیا اللہ مجھ سے راضی ہو گا یا نہیں! کہا گیا ہے کہ جب ان پر موت آئی تو انہوں نے کہا: یہ میری دنیا میں آخری ساعت ہے' اے اللہ! بے شک تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں' سو تو اپنی ملاقات میں میرے لیے برکت فرما پھر وہ فوت ہو گئے۔

ان کی وفات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چالیس دن بعد چھتیس ہجری میں ہوئی تھی۔

(اسد الغابۃ ج ١ ص ٧٠٦-٧٠٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سابقین میں سے ہیں' جلیل القدر صحابی ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں قیامت تک کے فتنوں اور حوادث میں سے ما کان وما یکون کی خبر دے دی تھی۔ ان سے ایک سو سے زیادہ احادیث مروی ہیں جن میں سے بارہ احادیث پر شیخین متفق ہیں اور امام بخاری آٹھ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم سترہ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۲۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٧٤٢- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَدِمْتُ الشَّامَ فَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قُلْتُ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ لِي جَلِيسًا صَالِحًا فَأَتَيْتُ قَوْمًا فَجَلَسْتُ إِلَيْهِمْ فَإِذَا شَيْخٌ قَدْ جَاءَ حَتّٰى جَلَسَ إِلٰى جَنْبِي قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا أَبُو الدَّرْدَاءِ فَقُلْتُ إِنِّي دَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُّيَسِّرَ لِي جَلِيسًا صَالِحًا فَيَسَّرَكَ لِي قَالَ مِمَّنْ أَنْتَ قُلْتُ مِنْ أَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالَ أَوَلَيْسَ عِنْدَكُمُ ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادِ وَالْمِطْهَرَةِ وَفِيكُمُ الَّذِي أَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطَانِ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَلَيْسَ فِيكُمْ صَاحِبُ سِرِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ غَيْرُهُ ثُمَّ قَالَ كَيْفَ يَقْرَأُ عَبْدُ اللّٰهِ ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى﴾ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰىO وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰىO وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى﴾ (اللیل:١-٣) قَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ أَقْرَأَنِيهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِيهِ إِلٰى فِيَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از المغیرہ از ابراھیم از علقمہ' انہوں نے کہا: میں شام گیا' پس میں نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر میں نے دعا کی: اے اللہ! مجھے نیک ہم نشیں عطا فرما' پھر میں کچھ لوگوں کی طرف گیا اور ان کے پاس بیٹھ گیا' پس اچانک ایک بوڑھا آیا حتیٰ کہ وہ میرے پہلو میں بیٹھ گیا' میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ہیں' پس میں نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ مجھے نیک ہم نشیں میسر فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے آپ کو میسر کر دیا' انہوں نے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا: میں اہل کوفہ سے آیا ہوں' انہوں نے کہا: کیا تمہارے ہاں حضرت ابن ام عبد (حضرت ابن مسعود) رضی اللہ عنہ نہیں ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین' گدا اور مسواک اٹھانے والے تھے اور کیا تمہارے ہاں وہ نہیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا سے شیطان سے محفوظ رکھا ہے (یعنی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما) اور کیا تمہارے پاس وہ نہیں ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز دار تھے اور جن کے علاوہ اور کوئی آپ کے راز کو نہیں جانتا تھا (یعنی حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ)' پھر پوچھا حضرت عبداللہ بن مسعود "والليل اذا يغشٰى" (اللیل:١) کی کس طرح قراءت کرتے ہیں؟ تو میں نے پڑھا: "والليل اذا يغشٰىO والنهار اذا تجلّٰىO وما خلق الذكر والانثٰىO" (اللیل:٣-١) تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سورت اسی طرح پڑھائی ہے اپنے منہ سے میرے منہ کی طرف۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٢٨٧ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حضرت عمار بن یاسر اور حضرت حذیفہ بن یمان

رضی اللہ عنہم کا ذکر ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی منقبت میں مزید احادیث

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمار کو جب بھی دو کاموں کے درمیان اختیار دیا گیا تو انہوں نے اس میں سے زیادہ مشکل کام کو اختیار کیا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۹۹ ـ ۳۷٬ مسند احمد ج ٦ ص ۱۱۳)

(۲) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے٬ آپ نے فرمایا: میں (از خود) نہیں جانتا کہ میں کب تک تم میں باقی رہوں گا٬ تم میرے بعد ان لوگوں کی اقتداء کرنا اور آپ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ کیا اور عمار کی سیرت سے ہدایت حاصل کرنا اور ابن مسعود تم کو حدیث بیان کریں تو اس کی تصدیق کرنا۔

(سنن ترمذی: ۳۷۹۹ ـ ۳٬ مسند احمد ج ۵ ص ۳۹۹)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمار کو بشارت دو کہ اس کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ (سنن ترمذی: ۳۸۰۰)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر باغی کے اطلاق کی تحقیق

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ نے قتل کیا تھا٬ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی ظاہر کے اعتبار سے فرمایا ہے کیونکہ انہوں نے خلیفہ برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکم عدولی کی اور ان کے خلاف جنگ کی لیکن یہ حضرت معاویہ کی اجتہادی خطاء تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی تھی: اے اللہ! معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور ان کے سبب سے ہدایت دے (سنن ترمذی: ۳۸۴۲) اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقۃً باغی ہوتے تو وہ ان کے خلاف کبھی جنگ موقوف کر کے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو دونوں فریقوں کے درمیان حکم نہ بناتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۝ (الحجرات: ۹)

پھر اگر ان میں سے ایک گروہ٬ دوسرے کے خلاف بغاوت کرے تو باغی گروہ سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کر لے پس اگر وہ رجوع کر لے تو ان میں عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو بے شک اللہ انصاف سے کام کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۝

اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقۃً باغی ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان سے جنگ ختم کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے انحراف کو مستلزم ہوتا کیونکہ حضرت معاویہ نے اپنے موقف سے رجوع نہیں کیا تھا اور ان کے رجوع کے بغیر ان سے جنگ ختم کرنا اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی ہے٬ مجھ سے ایک شخص نے کہا: ان کے گروہ کا نیزوں پر قرآن اٹھا لینا اور دو حاکموں کا مقرر کرنا ہی ان کا رجوع ہے٬ میں نے کہا: نہیں حضرت معاویہ کا رجوع یہ ہوتا کہ وہ حضرت علی کو خلیفہ برحق مان لیتے اور شام کی خلافت سے دست بردار ہو جاتے مگر اس شخص نے میرا یہ جواب نہیں مانا اور اپنی ضد پر ڈٹا رہا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ حقیقۃً باغی نہیں تھے٬ اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ:

حارث اعور بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین سے لوٹ کر فرمایا: اے لوگو! معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرنا کیونکہ

اگر تم نے ان کو گم کر دیا تو تم دیکھو گے کہ تمہارے سر تمہارے کندھوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جس طرح اندرائن کے پھل درخت سے گرتے ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۶۳۴' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

عبداللہ بن عروہ نے کہا: مجھے اس شخص نے خبر دی جو صفین کی جنگ میں حاضر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی رات باہر نکلے' آپ نے اہل شام کی طرف دیکھ کر یہ دعا کی: اے اللہ! میری مغفرت فرما اور ان کی مغفرت فرما' پھر حضرت عمار لائے گئے تو آپ نے ان کے لیے بھی یہ دعا کی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

یزید بن اصم بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے متعلق سوال کیا گیا' تو آپ نے فرمایا: ہمارے مقتول اور ان کے مقتول جنت میں ہیں اور یہ معاملہ میرے اور معاویہ کے درمیان سونپ دیا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۸۶۹' کنز العمال: ۳۱۷۰۰' تاریخ دمشق الکبیر ج ۶۲ ص ۹۷' بیروت)

نعیم بن ابی ھند اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں میں صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو نماز کا وقت آ گیا تو ہم نے بھی اذان دی اور اہل شام نے بھی اذان دی' ہم نے بھی اقامت کہی اور انہوں نے بھی اقامت کہی' پھر ہم نے نماز پڑھی اور انہوں نے بھی نماز پڑھی' پھر حضرت علی نے مڑ کر دیکھا تو ہمارے درمیان بھی مقتولین تھے اور ان کے درمیان بھی مقتولین تھے' جب حضرت علی نماز سے فارغ ہو گئے تو میں نے ان سے پوچھا: آپ ہمارے مقتولین اور ان کے مقتولین کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو ہم میں سے اور ان میں سے اللہ کی رضا اور آخرت کے لیے لڑتا ہوا قتل کیا گیا' وہ جنت میں ہے۔

(سنن سعید بن منصور: ۲۹۶۸' ج ۲ ص ۳۴۵۔ ۳۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

اگر حضرت علی کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقۃً باغی ہوتے تو وہ ان کے لیے اور ان کے لشکر کے لیے مغفرت کی دعا نہ فرماتے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کے نزدیک حضرت معاویہ حقیقۃً باغی نہ تھے اور ان کا حضرت علی سے اختلاف اجتہادی خطاء پر مبنی تھا لیکن ہمارے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت خلیفہ برحق تھے' اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اجتہادی خطاء لاحق ہوئی اور احادیث میں جو ان پر باغی کا اطلاق ہے وہ ظاہر کے اعتبار سے ہے' جیسے قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام پر ظاہر کے اعتبار سے عاصی کا اطلاق ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی ۝ (طٰہٰ: ۱۲۱) اور آدم نے اپنے رب کی (بہ ظاہر) معصیت کی تو وہ (جنت کی سکونت سے) بے راہ ہوئے ۝

حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام نے حقیقۃً اپنے رب کی معصیت نہیں کی تھی' بھولے سے درخت ممنوع سے کھا لیا تھا اور یہ معصیت نہیں ہے' اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر احادیث میں باغی کے اطلاق کا معاملہ ہے' وہ بھی بہ اعتبار ظاہر اور مجازاً ہے۔

ہماری اس تحقیق کی تائید حضرت ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ کی اس عبارت سے ہوتی ہے' وہ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: معاویہ کبھی مغلوب نہیں ہو گا' جب حضرت علی کو یہ حدیث پہنچی' تو انہوں نے کہا: اگر مجھے اس کا (پہلے) علم ہوتا تو میں ان سے جنگ نہ کرتا۔ (شرح الشفاء للقاضی عیاض ج ۱ ص ۶۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے بھی واضح ہو گیا کہ ان کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقۃً باغی نہیں تھے۔ حضرت معاویہ کے گروہ پر باغی کے اطلاق کی وضاحت کے بعد اب پھر ہم حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی منقبت میں احادیث کو بیان کر رہے ہیں:

(۴) حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے درمیان مناقشہ ہو رہا تھا' میں نے ان سے درشت کلام کیا' پس حضرت عمار نے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری شکایت کی' حضرت خالد نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے' حضرت عمار سے درشت لہجہ میں بات کی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے' آپ بات نہیں کر رہے تھے' پس حضرت عمار رونے لگے اور کہا: یارسول اللہ! کیا آپ ان کو نہیں دیکھ رہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر اقدس اٹھا کر فرمایا: جس نے عمار سے عداوت رکھی اس سے اللہ عداوت رکھے گا اور جس نے عمار سے بغض رکھا اس سے اللہ بغض رکھے گا۔ حضرت خالد نے کہا: پھر میں اس حال میں باہر نکلا کہ مجھے حضرت عمار کو راضی کرنے سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں تھی۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۸۹' صحیح ابن حبان: ۷۰۸۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۲۰' السنن الکبریٰ: ۸۲۶۸)

(۵) اہل مصر کے ایک شخص نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ہدیے پیش کیے تو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو زیادہ ہدیے دیئے' حضرت عمرو بن العاص سے اس کی شکایت کی گئی تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۱۹۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۳۰۲' مسند ابویعلیٰ: ۷۳۴۲)

(۶) عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حضرت علی اور حضرت عمار کو برا کہنے لگا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: رہے حضرت علی تو میں ان کے متعلق کچھ کہنے والی نہیں ہوں اور رہے حضرت عمار تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عمار کو جن دو کاموں کے متعلق اختیار دیا جائے تو وہ اس کو اختیار کرتے ہیں جو ہدایت کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

(مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۳' سنن ترمذی: ۳۷۹۹' السنن الکبریٰ: ۸۲۷۶' سنن ابن ماجہ: ۱۴۸' المستدرک ج ۲ ص ۳۸۸)

(۷) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابن سمیہ (حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما) پر جب بھی دو کام پیش کیے گئے تو انہوں نے اس کو اختیار کیا جو ہدایت کے زیادہ قریب تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۱۹' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۹' المستدرک ج ۳ ص ۸۸' المعجم الکبیر: ۱۰۰۷۲)

(۸) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس نے خبر دی' جو مجھ سے افضل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا جب وہ خندق کھود رہے تھے آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا: ابن سمیہ پر افسوس ہے اس کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۰۷' صحیح مسلم: ۲۹۱۵' السنن الکبریٰ: ۸۵۴۸' الاحاد والمثانی: ۱۸۷۰' سنن بیہقی ج ۸ ص ۱۸۹)

بہ کثرت احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ نے قتل کیا تھا' اس میں یہ دلیل ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اجتہادی خطاء لاحق ہوئی۔

علامہ احمد عبد الرحمان البناء متوفی ۱۳۷۸ھ لکھتے ہیں' علامہ نووی نے کہا ہے کہ:

اس حدیث میں اس پر حجت ظاہرہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف صحیح تھا اور وہ حق پر تھے اور دوسری جماعت بظاہر باغی تھی لیکن وہ مجتہد تھے' ان پر کوئی گناہ نہیں ہے اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی معجزے ہیں۔ (۱) حضرت عمار شہید ہو کر فوت ہوں گے۔ (۲) ان کو قتل کرنے والے (ظاہراً) باغی ہوں گے۔ (۳) صحابہ کرام آپس میں جنگ کریں گے' اور آپ کی دی ہوئی یہ غیب کی خبریں روشن صبح کی طرح صادق ہوئیں۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱۱ ص ۱۶۳۷ 'الفتح الربانی ج ۴ ص ۴۳۸۷' بیت الافکار الدولیۃ' اردن: ۲۰۰۷ء)

(۹) عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے اور اپنے بیٹے علی سے فرمایا: تم دونوں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے حدیث سنو' انہوں نے کہا: جب ہم دونوں گئے تو حضرت ابوسعید باغ میں تھے' جب انہوں نے ہم کو دیکھا تو انہوں نے اپنی چادر لی' پس ہمارے پاس آ کر بیٹھ گئے' پھر ہم کو حدیث بیان کرنے لگے حتیٰ کہ مسجد کو بنانے کا ذکر آ گیا تو وہ کہنے لگے: ہم ایک ایک اینٹ لا رہے تھے اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں لا رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھا تو ان سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا: تم ایک ایک اینٹ کیوں نہیں اٹھا کر لا رہے ہو' جس طرح تمہارے دوسرے اصحاب لا رہے ہیں؟ حضرت عمار نے کہا: میں اللہ تعالیٰ سے (زیادہ) اجر چاہتا ہوں' حضرت ابوسعید نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا: افسوس ہے عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا' وہ ان کو جنت کی دعوت دے گا اور وہ گروہ ان کو دوزخ کی دعوت دے گا' پھر حضرت عمار یہ کہا کرتے تھے: میں فتنوں سے رحمٰن کی پناہ طلب کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری: ۷۰۴۴' صحیح ابن حبان: ۷۰۸۰' مسند احمد ج ۳ ص ۹۱)

حضرت معاویہ کا گروہ دوزخ کی طرف بلاتا تھا' اس کی تاویل

علامہ احمد عبدالرحمان البناء المتوفی ۱۳۷۸ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ جو مخالف کو جنت کی دعوت دیتے تھے اس سے مراد ہے: وہ ان کو جنت کے سبب کی طرف دعوت دیتے تھے اور وہ سبب امام کی اطاعت ہے جس کی اطاعت کرنا واجب ہے کیونکہ امام برحق اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور دوسرا گروہ امام برحق کی مخالفت کی دعوت دیتا تھا جس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوزخ کی طرف بلانے سے تعبیر فرمایا اور اس سے مراد ہے: دوزخ کا سبب کیونکہ امام برحق کی مخالفت دوزخ کا سبب ہے لیکن یہ گروہ اپنے اجتہاد اور اس کی تاویل کی وجہ سے معذور ہے جو ان پر ظاہر ہوئی تھی۔

(الفتح الربانی ج ۴ ص ۴۳۸۷' بیت الافکار الدولیۃ' اردن' ۲۰۰۷ء)

علامہ عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حدیث میں "الفئة الباغية" کے الفاظ ہیں' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ تاویل کی تھی کہ باغیہ کا معنی ہے طالبہ اور ہم وہ گروہ ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قصاص کے طالب ہیں' لہٰذا یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں ہے۔

(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۸ ص ۴۵۹' دارالوفاء: ۱۴۱۹ھ)

(۱۰) سالم بن ابی الجعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند اصحاب کو بلایا جن میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بھی تھے' پس کہا: میں تم سے سوال کرتا ہوں اور میں پسند کرتا ہوں کہ تم میری تصدیق کرو' میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں' کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کو تمام لوگوں پر ترجیح دیتے تھے' اور بنو ہاشم کو تمام قریش پر ترجیح دیتے تھے' تو سب لوگ خاموش رہے' پھر حضرت عثمان نے کہا: اگر میرے ہاتھ میں جنت کی کنجیاں ہوتیں تو میں تمام بنو امیہ کو جنت میں داخل کر دیتا' پھر حضرت عثمان نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو بلا کر کہا: کیا میں تم کو حضرت عمار کے متعلق حدیث نہ سناؤں! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آیا' ہم ایک وسیع میدان میں جا رہے تھے حتیٰ کہ حضرت عمار کے باپ اور ماں رضی اللہ عنہما کے پاس سے اس حال میں گزرے کہ ان کو (ایمان لانے کی پاداش میں) عذاب دیا جا رہا تھا' پس حضرت عمار کے والد نے کہا: یا رسول اللہ! کیا تمام عمر مجھے یونہی عذاب دیا جاتا رہے گا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم صبر کرو' پھر دعا کی: اے اللہ! آل یاسر کی مغفرت

فرمااور یہ دعا قبول ہو چکی ہے۔ (مسند احمد ج ا ص ٦٢)

(١١) حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا: مجھے بتائیے کہ جس شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے وقت راضی تھے' کیا وہ نیک شخص نہیں ہوگا' انہوں نے کہا: کیوں نہیں' اس شخص نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے وقت تک آپ سے محبت کرتے تھے اور انہوں نے آپ کو لشکر کا افسر بنایا تھا' حضرت عمرو بن العاص نے کہا: ہاں! مجھے آپ نے افسر بنایا تھا' پس اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ آپ کا مجھے افسر بنانا مجھ سے محبت کی وجہ سے تھا یا مجھ سے خدمت لینے کی وجہ سے تھا' لیکن میں تم کو بتاتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو آدمیوں سے وفات کے وقت تک محبت کرتے تھے' ان میں سے ایک حضرت عبداللہ بن مسعود تھے اور دوسرے حضرت عمار بن یاسر تھے' رضی اللہ عنہم۔

(مسند احمد ج ٤ ص ٢٠٣' سنن الکبریٰ: ٨٢٧٤' المستدرک ج ٣ ص ٣٩٢)

٣٧٤٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ اِبْرَاهِيمَ قَالَ ذَهَبَ عَلْقَمَةُ اِلَى الشَّامِ فَلَمَّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ قَالَ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْلِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَجَلَسَ اِلٰى اَبِي الدَّرْدَاءِ فَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ مِمَّنْ اَنْتَ قَالَ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالَ اَلَيْسَ فِيْكُمْ اَوْمِنْكُمْ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِيْ لَا يَعْلَمُهُ غَيْرُهُ يَعْنِيْ حُذَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ بَلٰى قَالَ اَلَيْسَ فِيْكُمْ اَوْ مِنْكُمُ الَّذِيْ اَجَارَهُ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ يَعْنِيْ عَمَّارًا قُلْتُ بَلٰى قَالَ اَلَيْسَ فِيْكُمْ اَوْمِنْكُمْ صَاحِبُ السِّوَاكِ اَوِ السِّرَارِ قَالَ بَلٰى قَالَ كَيْفَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقْرَاُ ﴿وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى۝وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى﴾ قُلْتُ ﴿وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى﴾ قَالَ مَا زَالَ بِيْ هٰؤُلَاءِ حَتّٰى كَادُوْا يَسْتَنْزِلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از مغیرہ از ابراہیم' انہوں نے کہا: علقمہ شام کی طرف گئے' پس جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو انہوں نے دعا کی: اے اللہ! تو مجھے نیک ہم نشین میسر کر' پس وہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی طرف بیٹھے تو انہوں نے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ تو انہوں نے کہا: اہل کوفہ سے' تو حضرت ابوالدرداء نے کہا: کیا تم یا تم میں سے وہ شخص نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان رازوں کو جانتا تھا جن کو ان کے سوا کوئی اور نہیں جانتا تھا؟ یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ' علقمہ نے بیان کیا: میں نے کہا: کیوں نہیں! حضرت ابوالدرداء نے کہا: کیا تم یا تم میں سے وہ شخص نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر شیطان سے پناہ میں رکھا تھا؟ یعنی حضرت عمار رضی اللہ عنہ' میں نے کہا: کیوں نہیں! انہوں نے کہا: کیا تم میں یا تم میں سے وہ شخص نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسواک اور آپ کا تکیہ اٹھاتا تھا؟ علقمہ نے کہا: کیوں نہیں! انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کس طرح قراءت کرتے تھے؟ ''والیل اذا یغشی۝والنھار اذا تجلی۝ (الیل: ٢-١)'' میں نے کہا: ''والذکر والانثی'' انہوں نے کہا: میرا ان لوگوں سے ہمیشہ مباحثہ رہا ہے حتیٰ کہ وہ مجھے اس حدیث سے پھیرنا چاہتے تھے جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٨٧ میں گزر چکی ہے۔

٢١ - بَابُ مَنَاقِبِ اَبِیْ عُبَیْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ کے مناقب

حضرت ابوعبیدہ کا نام عامر بن عبداللہ بن الجراح بن ھلال بن اھیب بن ضبۃ بن الحارث بن فھر ہے' ان کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فھر بن مالک میں مجتمع ہو جاتا ہے اور ان کے اور آپ کے آباء کے درمیان پانچ آباء کا فاصلہ ہے' ان کا لقب ہے "امت کے امین" ان کے والد جنگ بدر میں حالت کفر میں مارے گئے تھے' ایک قول یہ ہے کہ خود انہوں نے ہی اپنے والد کو قتل کیا تھا' حضرت ابوعبیدہ کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے شام کا امیر مقرر کیا تھا اور وہ شام میں اٹھارہ ہجری میں طاعون عمواس میں فوت ہوئے تھے' ان کی قبر عمتا نام کی بستی میں غور بیسان نام کی جگہ میں ہے' ان کی نماز جنازہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ نے پڑھائی تھی۔ حضرت ابوعبیدہ کی عمر ٥٨ سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص ٣٢٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوعبیدہ' حضرت عثمان بن مظعون' حضرت عبیدہ بن الحارث' حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دارارقم میں داخل ہونے سے پہلے ایک ساعت میں اسلام لائے تھے' ان کی والدہ کا نام امیمہ بنت غنم ہے' یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جنہوں نے اسلام لانے میں سبقت کی تھی' اور دو ہجرتیں کی تھیں اور غزوہ بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر رہے تھے' یہ وہی ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے لوہے کی دو کڑیاں نکالی تھیں جس کی وجہ سے آپ کے سامنے کے دانت شہید ہو گئے تھے' اور ان کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح ہے۔

الواقدی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت سعد بن معاذ کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا' اور یہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ سے (طاعون کی وباء میں) کہا تھا: کیا ہم اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بھاگ جائیں[1] تو حضرت عمر نے کہا: اے ابو عبیدہ! کاش! تمہارے علاوہ کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی' ہاں! ہم اللہ تعالیٰ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

امام ابویعلیٰ نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ عبداللہ بن شقیق نے حضرت عائشہ رضی اللہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس سے زیادہ محبت تھی' تو انہوں نے کہا: حضرت ابوبکر سے' پھر حضرت عمر سے' پھر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح سے رضی اللہ عنہم۔

حضرت ابوعبیدہ مہندی اور کتم (ایک بوٹی جس سے سیاہ رنگ نکلتا ہے) کو ملا کر خضاب لگاتے تھے۔

٣٧٤٤- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰی حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِیْنًا وَّاِنَّ اَمِیْنَنَا اَیَّتُهَا الْاُمَّةُ اَبُوْ عُبَیْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ.

[اطراف الحدیث: ٤٣٨٢-٧٢٥٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از ابی قلابہ' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور

[1] حضرت ابوعبیدہ نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب حضرت عمر رضی اللہ نے یہ مشورہ دیا تھا کہ لوگوں سے کہو کہ عمواس سے نکل جائیں۔

(الاصابہ ج٣ ص ٤٧٨-٤٧٥ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

اے امت! ہمارا امین ابوعبیدہ بن الجراح ہے۔

(صحیح مسلم:۲۴۱۹' الرقم المسلسل:۶۱۴۶' طبقات ابن سعد ج ۳ص ۴۱۲' مسند ابو یعلیٰ:۳۰۹۸' مسند احمد ج ۳ص ۲۴۵' طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۵۶۳' ج۲۱ص ۱۸۹' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت ابوعبیدہ کا خصوصی وصف امانت اور دیگر صحابہ کے خصوصی اوصاف

اس حدیث میں مذکور ہے اے امت! یہ بہ ظاہر نداء ہے' مگر اس سے مراد اختصاص ہے یعنی تمام امتوں میں ہماری امت اسی وصف کے ساتھ مخصوص ہے کہ اس کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے۔

ہر چند کہ تمام صحابہ امین ہیں مگر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ امین ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبار صحابہ میں سے ہر صحابی کو ایک منفرد اور مخصوص فضیلت کے ساتھ موصوف فرمایا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر ہیں' اور اللہ کے دین میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں' اور سب سے زیادہ حیاء کرنے والے عثمان ہیں' اور سب سے عمدہ فیصلہ کرنے والے علی ہیں' اور حلال اور حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے معاذ بن جبل ہیں' اور کتاب اللہ کی سب سے اچھی قراءت کرنے والے ابی (بن کعب ہیں)' اور وراثت کے احکام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے زید بن ثابت ہیں' اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے' اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔ (سنن ابن ماجہ:۱۵۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

(سنن ترمذی:۳۷۲۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم یہ باتیں کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سب سے عمدہ فیصلہ کرنے والے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ (المستدرک:۴۷۱۲' دارالمعرفہ بیروت' المعجم الکبیر:۸۵۹۳' المعجم الاوسط:۳۴۳)

۳۷۴۵ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ صِلَةَ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَهْلِ نَجْرَانَ لَاَبْعَثَنَّ يَعْنِيْ عَلَيْكُمْ اَمِيْنًا حَقَّ اَمِيْنٍ فَاَشْرَفَ اَصْحَابُهٗ فَبَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ. [اطراف الحدیث: ۴۳۸۰-۴۳۸۱-۷۲۵۴] (صحیح مسلم:۲۴۲۰' الرقم المسلسل:۶۱۴۸' سنن ترمذی:۳۷۹۷' سنن ابن ماجہ:۱۳۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از صلۃ از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل نجران سے فرمایا: میں ضرور تمہارے پاس بھیجوں گا یعنی ایک امین جو حقیقی امین ہوگا' سو تمام صحابہ اس کے منتظر تھے (کہ کس کو بھیجتے ہیں)' پس آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

نجران کا محل وقوع اور نجران کے وفد کی تعداد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نجران یمن کا ایک شہر ہے اور اس کے اہل یہ تھے: العاقب اور اس کا نام عبدالمسیح ہے' اور السید اور ابوالحارث بن علقمۃ' اور اس کا بھائی کرز اور اوس اور زید بن قیس اور شیبہ اور خویلد اور عمرو اور عبیداللہ۔

امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ نجران کا وفد نو ہجری میں آیا تھا اور یہ ان کے شہر کے چودہ معزز افراد تھے یہ عیسائی تھے اور اس

وقت تک اسلام نہیں لائے تھے' السید اور العاقب چند دن ٹھہرنے کے بعد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ نجران کے وفد میں ساٹھ سوار تھے' ان میں سے چوبیس ان کے معزز افراد تھے' اور تین ان کے کارمختار تھے' العاقب' السید اور ابوحارثہ' یہ لوگ جب مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو بہت زرق برق لباس پہنے ہوئے تھے' نماز کا وقت آ چکا تھا' انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو' ان میں سے گفتگو کرنے والے ابوحارثہ' السید اور العاقب تھے' انہوں نے درخواست کی کہ ان کے ساتھ کوئی امین بھیج دیں تو آپ نے ان کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بھیجا' ابوحارثہ رسول اللہ ﷺ کے برحق ہونے کو پہچان چکا تھا لیکن اس کی سرداری اور بڑائی نے اس کو حق کی پیروی کرنے سے باز رکھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٢٩ '٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے مناقب میں مزید احادیث

(١) شریح بن عبید اور راشد بن سعد وغیرھما نے بیان کیا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سرغ (تبوک میں شام کی جانب ایک قصبہ) میں پہنچے تو ان کو یہ خبر ملی کہ شام میں شدید وباء پھیلی ہوئی ہے' انہوں نے کہا: مجھے یہ خبر ملی ہے کہ شام میں شدید وباء ہے تو میں نے دل میں کہا: اگر مجھے موت آ گئی اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ زندہ ہوئے تو میں ان کو خلیفہ بنا دوں گا' پس اگر مجھ سے اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ تم نے (سیدنا) محمد ﷺ کی امت پر کس کو خلیفہ بنایا ہے' تو میں کہوں گا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر نبی کا ایک امین ہوتا ہے اور میرے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں' تو لوگوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہا: قریش کے دیگر معززین کو کیوں خلیفہ نہیں بناتے' ان کی مراد بنوفہر تھے' پھر حضرت عمر نے کہا: اگر میری موت گئی اوو حضرت ابو عبیدہ فوت ہو چکے ہوں تو میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناؤں گا' اگر مجھ سے میرے رب عزوجل نے پوچھا: تم نے ان کو کیوں خلیفہ بنایا ہے تو میں کہوں گا کہ میں نے تیرے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن معاذ بن جبل علماء پر مقدم ہوں گے۔ (مسند احمد ج ١ ص ١٨' طبقات ابن سعد ج ٣ ص ٣١٤' الاحاد والمثانی ج ٣ ص ١٨٤' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٢ ص ١٣٥' المعجم الکبیر ج ٢٠' رقم: ٤١' حلیۃ الاولیاء ج ١ ص ٢٢٩)

(٢) عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے اصحاب میں سے کس سے سب سے زیادہ محبت تھی؟ انہوں نے بتایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے' میں نے پوچھا: پھر کس سے؟ انہوں نے بتایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے' میں نے پوچھا: پھر کس سے؟ انہوں نے بتایا: حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے' میں نے پوچھا: پھر کس سے؟ تو وہ خاموش ہو گئیں۔ (صحیح مسلم: ٢٣٨٥' الرقم المسلسل: ٦٠٧٢)

(٣) ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے حتیٰ کہ میں آپ سے بیعت کروں' کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ اس امت کے امین ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ نے کہا: میں اس شخص کے سامنے مقدم نہیں ہو سکتا جس کو رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا تھا کہ وہ ہمارے امام بنیں' سو انہوں نے ہماری امامت کی حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

(مسند احمد ج ١ ص ٣٥' المستدرک ج ٣ ص ٢٦٧' یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ ابوالبختری کی حضرت عمر سے ملاقات ثابت نہیں)

(٤) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نجران کے دو صاحب العاقب اور السید آئے' انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے مباہلہ کریں تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان سے مباہلہ نہ کرو' اللہ کی قسم! اگر یہ (واقعی) نبی ہیں

اور انہوں نے ہم پر لعنت کی تو ہم کبھی فلاح نہیں پا سکیں گے اور نہ ہماری نسل آگے چلے گی' پھر وہ دونوں آپ کے پاس آئے اور کہا: ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرتے' لیکن آپ ہم کو جو حکم دیں گے اس کو ہم بجا لائیں گے' سو آپ ہمارے ساتھ کوئی امانت دار شخص بھیج دیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ضرور تمہارے ساتھ ایک حقیقی امین شخص بھیج دوں گا' راوی نے کہا: پس تمام اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منتظر تھے کہ آپ کس کو بھیجتے ہیں' پھر آپ نے فرمایا: اے ابوعبیدہ بن الجراح! تم کھڑے ہو' جب وہ دونوں چلے گئے تو آپ نے فرمایا: یہ اس امت کا امین ہے۔

(سنن ابن ماجہ:١٣٦' السنن الکبریٰ:٨١٩٦' المستدرک ج ٣ ص ٢٦٧' مسند احمد ج ١ ص ٤١٤)

وفد نجران کا قصہ

علامہ احمد عبد الرحمن البناء متوفی ١٣٧٨ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل نجران کی طرف مکتوب لکھا اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا: اگر تم اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے ہو تو جزیہ دو' اور اگر تم جزیہ دینے سے بھی انکار کرتے ہو تو میں تم سے اعلان جنگ کرتا ہوں' تو وہ ساٹھ سوار مدینہ میں آئے' ان میں سے چودہ معززین تھے جن میں سے تین کارمختار تھے: (١) العاقب (٢) السید (٣) ابوحارثہ بن علقمہ' یہ لوگ عمدہ پوشاک پہنے عصر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' اس وقت ان کی نماز کا وقت آ گیا تھا' انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی' صحابہ نے ان کو منع کرنے کا ارادہ کیا' تو آپ نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو' وہ کئی دن مدینہ میں رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے اور اپنے دیگر موضوعات باطلہ کے متعلق مناظرہ کرتے رہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوی دلائل اور مسکت براھین سے ان کا رد کرتے رہے لیکن وہ نہیں مانے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی' مباہلہ کی تعریف یہ ہے کہ جب دو فریقوں میں حق اور باطل کا اختلاف ہو تو ان میں سے ہر فریق یہ کہے کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو' پھر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور اس سے ڈرے کہ ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو' سورہ آل عمران کی ابتدائی اسی (٨٠) آیات اس کے متعلق نازل ہوئی ہیں' پھر انہوں نے اس پر صلح کر لی کہ وہ دو ہزار حلے اور ایک ہزار درہم ہر سال جزیہ ادا کریں گے۔

(الفتح الربانی ج ٤ ص ٣٣٤٣' بیت الافکار الدولیۃ' اردن' ٢٠٠٧ء)

(٥) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اہل یمن (نجران) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' تو انہوں نے کہا: آپ ہمارے ساتھ کوئی شخص بھیجیں جو ہمیں سنت اور اسلام کی تعلیم دے' تو آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: یہ اس امت کا امین ہے۔ (صحیح مسلم:٢٤١٩' الرقم المسلسل:٦١٤٧)

(٦) شہر بن حوشب اپنی قوم کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ وہ عمواس کے طاعون میں حاضر تھے' جب بیماری پھیل گئی تو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے کھڑے ہو کر لوگوں میں خطبہ دیا اور کہا: اے لوگو! یہ بیماری تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے اور تمہارے نبی کی دعا ہے اور تم سے پہلے نیک مسلمانوں کی موت ہے' اور بے شک ابوعبیدہ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے کہ وہ اس کے لیے اس کا حصہ مقدر کر دے' پھر حضرت ابوعبیدہ کو طاعون ہو گیا اور ان کی وفات ہو گئی' اور انہوں نے لوگوں کے اوپر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنا دیا اور انہوں نے ان کے بعد خطبہ دیا اور کہا: اے لوگو! یہ بیماری تمہارے رب کی رحمت اور تمہارے نبی کی دعا ہے اور تم سے پہلے نیک مسلمانوں کی موت ہے' اور بے شک معاذ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے

کہ وہ آل معاذ کے لیے اس کا حصہ مقدر کر دے پھر ان کے بیٹے عبد الرحمان بن معاذ کو طاعون ہو گیا' پس وہ فوت ہو گئے' پھر وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے لیے اپنے رب سے دعا کی' پھر ان کی ہتھیلی میں گلٹی ہو گئی' پس میں نے دیکھا وہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے' پھر وہ اپنی ہتھیلی کی پشت کی طرف متوجہ ہوئے' پھر وہ کہہ رہے تھے کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ مجھے تیرے عوض کچھ دنیا مل جائے' پھر جب وہ فوت ہو گئے تو انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے اوپر اپنا جانشین بنا دیا' پھر وہ ہم میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: اے لوگو! جب یہ بیماری آتی ہے تو وہ لوگوں میں آگ کی طرح پھیل جاتی ہے' پس تم لوگ اس سے بچنے کے لیے پہاڑوں پر چلے جاؤ' راوی نے کہا: تب حضرت عمرو بن العاص سے ابو واثلہ الھذلی نے سخت کلامی کی' اور کہا: تم نے جھوٹ بولا' اللہ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مصاحبت میں رہا ہوں' حضرت عمرو بن العاص نے کہا: اللہ کی قسم! میں تمہاری بات کا رد نہیں کرتا' پھر وہ چلے گئے اور لوگ بھی چلے گئے اور منتشر ہو گئے' اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرو بن العاص کی لوگوں سے مدافعت کی' پھر حضرت عمر بن الخطاب تک حضرت عمرو بن العاص کی رائے پہنچی تو اللہ کی قسم! انہوں نے اس کو ناپسند نہیں کیا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۶)

اس حدیث کی سند میں شہر بن حوشب ضعیف راوی ہے۔ (حاشیۃ المسند ج ۳ ص ۲۲۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جو لوگوں سے کہا تھا کہ تم طاعون سے بچنے کے لیے پہاڑوں پر چلے جاؤ' تا کہ تم اس وباء کے شر سے بچ جاؤ' انہوں نے یہ حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ اس وباء کے شر سے بچنے کے اسباب کو اختیار کریں اور ان کو علم تھا کہ اللہ کی تقدیر کو کوئی چیز نہیں ٹال سکتی' جو وہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔

حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں ابو واثلہ الھذلی کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص پر یہ اعتراض حضرت شرجیل بن حسنہ نے کیا تھا اور اس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص پر کئی لوگوں نے اعتراض کیا ہو۔ میرے علم کے مطابق اس حدیث کی امام احمد کے علاوہ اور کسی نے روایت نہیں کی۔ (الفتح الربانی ج ۴ ص ۴۴۳۵' بیت الافکار الدولیۃ' ۲۰۰۷ء)

طاعون متعدی مرض ہے

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے نزدیک بعض امراض متعدی ہوتے ہیں' اسی لیے انہوں نے لوگوں کو خطبہ دیا کہ عمواس میں طاعون پھیلا ہوا ہے اس لیے تم لوگ عمواس سے پہاڑوں پر چلے جاؤ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے اس خطبہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا' اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی بعض امراض متعدی ہوتے ہیں' رہا حضرت ابو واثلہ الھذلی اور حضرت شرجیل کا اس پر اعتراض کرنا تو یہ کوئی تشویش کی بات نہیں ہے کیونکہ ہر اجتہادی مسئلہ میں بعض لوگوں کو اختلاف تو ہوتا ہے۔

••• - بَابُ مَنَاقِبِ مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ — حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت مصعب بن عمیر کا پورا نام ہے' مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی القرشی' ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے' یہ اجلہ صحابہ سے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو ہجرت سے پہلے' عقبہ ثانیہ کے بعد قرآن مجید اور دین کے احکام کی تعلیم دینے کے لیے مدینہ بھیجا تھا' ان کو قاری اور مقری کہا جاتا تھا' ایک قول یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے انہوں نے مسلمانوں کو جمع کر کے جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھائی' یہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ان کو ابن قمیۃ لیثی نے شہید کیا تھا' اس وقت ان کی

عمر چالیس سال یا اس سے زیادہ تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے کے بعد یہ اسلام لائے تھے' ان کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دار ارقم میں اسلام کی تبلیغ فرما رہے ہیں' تو یہ دار ارقم میں داخل ہوئے اور اسلام قبول کر لیا' انہوں نے اپنے ماں باپ کے خوف سے اسلام کو مخفی رکھا' یہ چھپ چھپ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاتے تھے' ایک دن عثمان بن طلحہ نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا' اس نے ان کی قوم اور ان کی ماں کو خبر کر دی' انہوں نے ان کو قید کر لیا' اور ان کو قید میں ہی رکھا حتیٰ کہ یہ سرزمین حبشہ کی طرف نکل گئے اور وہاں ہجرت کی' اس کے بعد یہ معرکہ بدر میں حاضر ہوئے۔

امام بخاری نے صرف ان کے مناقب کا عنوان قائم کیا ہے اور اس باب میں کوئی حدیث درج نہیں کی' شاید انہیں اپنی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں ملی (تاہم کتاب الجنائز میں انہوں نے ان کی فضیلت میں ایک حدیث روایت کی ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٢٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٩ھ)

علامہ احمد عبد الرحمن البناء المتوفی ١٣٧٨ھ لکھتے ہیں:

مدینہ میں ان کے ہاتھ پر حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسد بن حضیر رضی اللہ عنہما اسلام لائے اور یہ ان کی فضیلت اور شرف کے لیے بہت کافی ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا: مدینہ میں مہاجرین میں سے جو سب سے پہلے ہمارے پاس آئے وہ حضرت مصعب بن عمیر تھے' وہ غزوہ بدر اور احد میں حاضر ہوئے اور احد میں شہید ہوئے اور ان ہی کے پاس مسلمانوں کا جھنڈا تھا' وہ بہت فیاض تھے اور ان کے اخلاق بہت عمدہ تھے' وہ بہت حسین تھے' اور بہت اچھے کپڑے پہنتے تھے اور نفیس خوشبو لگاتے تھے اور جب وہ اسلام لائے تو ان کے ماں باپ نے ان سے سب کچھ چھین لیا' ان کے پاس صرف ایک پیوند لگی ہوئی چادر تھی' حضرت مصعب نے حضرت حمنہ بنت جحش سے شادی کی تھی رضی اللہ عنہما۔ (الفتح الربانی ج ٤ ص ١٠٤٤' بیت الافکار الدولیہ' اردن' ٢٠٠٧ء)

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں یہ حدیث ہے:

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے محض رضاء الٰہی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی' پس ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور ہم میں سے بعض فوت ہو گئے اور ان کو دنیا میں اپنے اجر سے کچھ نہیں ملا اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کے (اجر کے) پھل پک گئے اور وہ ان کو چن رہے ہیں' اور بے شک حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور انہوں نے ایک کپڑے کے سوا کچھ نہیں پہنا تھا' (جب وہ شہید ہوئے تو) مسلمانوں نے ان کا سر ڈھانپا تو ان کے پیر کھل گئے اور جب ان کے پیر ڈھانپے تو ان کا سر کھل گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کا سر ڈھانپ دو اور ان کے پیروں کے اوپر اذخر گھاس رکھ دو۔

(سنن ترمذی: ٣٨٥٣' صحیح البخاری: ١٢٧٦۔٣٨٩٧۔٦٤٣٢۔٦٤٤٨' صحیح مسلم: ٩٤٠' سنن نسائی: ١٩٠٢' مسند احمد ج ٥ ص ١٠٩)

٢٢ - بَابُ مَنَاقِبِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے مناقب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ ان کے فضائل اور مناقب بے حد و بے حساب ہیں۔ حضرت حسن نے خلافت کو کسی قلت اور ذلت کی بناء پر ترک نہیں کیا تھا' بلکہ اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ کے تحقق کی بناء پر ترک کیا تھا' کیونکہ آپ نے فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ اس کے سبب مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرا دے گا' ایک گروہ

ان کا تھا' اور دوسرا گروہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ حضرت حسن کو زہر کھلایا گیا تھا' اس وجہ سے وہ مدینہ میں انچاس (٤٩) ہجری میں فوت ہو گئے تھے' حضرت حسن کی ولادت اور حضرت حسین کے حمل کے درمیان صرف ایک طہر کا فاصلہ تھا' حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ہنان بن انس النخعی نے دس محرم' جمعہ کے دن اکسٹھ (٦١) میں عراق کی زمین کربلاء میں شہید کیا تھا' حضرت حسن کی ولادت رمضان تین (٣) ہجری میں ہوئی تھی' اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت شعبان چار (٤) ہجری میں ہوئی تھی' یہ اکثر علماء کا قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٣٠-٣٢٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو لوگوں نے یزید کو خلیفہ بنا دیا' حضرت حسین نے ان کی طرف خروج کیا' عبیداللہ بن زیاد ان سے پہلے کوفہ پہنچ گیا اور کوفہ کے اکثر لوگ خوف یا طمع کی وجہ سے اس کے تابع ہو گئے' اور اس نے حضرت حسین کے عم زاد مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا اور حضرت حسین ان کی شہادت سے پہلے اہل کوفہ سے بیعت لینے پہنچ گئے' پھر عبیداللہ بن زیاد نے ان کی طرف ایک لشکر روانہ کیا جس نے حضرت حسین سے قتال کیا' حتیٰ کہ حضرت حسین اور ان کے اہل بیت کی ایک جماعت شہید ہو گئی اور یہ قصہ مشہور ہے' ہم اس کے ذکر سے اپنی شرح کو طویل نہیں کریں گے اور ہو سکتا ہے کہ ہم کتاب الفتن میں اس کا ذکر کریں۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٨١٤' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

نیز حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں:

حضرت حسن بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف الہاشمی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے اور آپ کی خوشبو ہیں۔ امیر المومنین ابو محمد۔

امام ابو یعلیٰ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے' پس جب آپ سجدہ میں گئے تو حضرت حسن اور حضرت حسین اچھل کر آپ کی پشت پر بیٹھ گئے' جب لوگوں نے ان کو منع کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اشارہ کیا کہ ان کو رہنے دو' اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے ان دونوں کو اپنی گود میں بٹھا لیا' پس فرمایا: جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ ان دونوں سے محبت کرے۔

(مسند ابو یعلیٰ: ٥٠١٧' مسند البزار: ٢٦٢٤' مجمع الزوائد ج ٩ ص ١٨٠' صحیح ابن حبان: ٦٩٦٤' المعجم الکبیر: ٢٥٩١' مسند البزار: ٢٦٣٩)

امام محمد بن سعد نے اپنی سند کے ساتھ عمرو بن دینار سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فتنہ کو سخت ناپسند کرتے ہیں تو انہوں نے ان کو صلح کا پیغام بھیجا کہ اگر ان کو کوئی حادثہ پیش آ گیا اور حضرت حسن زندہ ہوئے تو وہ خلافت ان کو سونپ دیں گے۔ حضرت حسن نے عبداللہ بن جعفر سے مشورہ کیا کہ میری یہ رائے ہے کہ خلافت حضرت معاویہ کو سونپ دوں اور خود مدینہ چلا جاؤں' ورنہ بہت فتنہ ہو گا اور مسلمانوں کا خون بہے گا اور راستے منقطع ہو جائیں گے۔ عبداللہ بن جعفر نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے نیک جزاء عطا فرمائے' پھر انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا: میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں' حضرت حسن بار بار اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ وہ راضی ہو گئے۔

ھلال بن خباب بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن نے اہل عراق کے سرداروں کو قصر مدائن میں جمع کر کے کہا کہ تم سب نے مجھ سے اس پر بیعت کی تھی کہ جس سے میں صلح کروں گا اس سے تم صلح کرو گے' اور جس سے میں جنگ کروں گا اس سے تم جنگ کرو گے' میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی ہے' پس تم ان کے احکام سنو اور ان کی اطاعت کرو۔

عمیر بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا ایک صاحب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس گئے تو انہوں نے بتایا کہ آج میں نے اپنے جگر کے ٹکڑے تھوکے ہیں' مجھے کئی بار زہر دیا گیا ہے لیکن آج کی مثل کبھی زہر نہیں دیا گیا' پھر وہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس گئے' پس انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ کو کس نے زہر دیا ہے تو انہوں نے بتانے سے انکار کر دیا۔

(الاصابۃ ج ۲ ص ٦٦-٥٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ مدینہ میں مقیم تھے حتیٰ کہ ان کے والد رضی اللہ عنہ کوفہ چلے گئے' پھر وہ ان کے ساتھ جنگ جمل' جنگ صفین اور قتل خوارج میں حاضر رہے' اور ان کے ساتھ رہے حتیٰ کہ انہیں شہید کر دیا گیا' پھر وہ اپنے بھائی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سونپ دی' پھر وہ اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ منتقل ہو گئے' اور وہیں رہے حتیٰ کہ حضرت معاویہ کا انتقال ہو گیا' پھر وہ مکہ کی طرف نکل گئے یہاں تک کہ ان کے پاس اہل عراق کے خطوط آئے کہ انہوں نے ان سے بیعت کر لی ہے تو آپ نے اپنے عم زاد مسلم بن عقیل بن ابی طالب کو ان کی طرف بھیج دیا' انہوں نے اہل کوفہ سے بیعت لے لی اور ان کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ آ جائیں' پھر ان کی شہادت کا وہ قصہ ہے جو ہوا۔ حضرت حسین کوفہ کے لیے روانہ ہو گئے' حتیٰ کہ جب ان کے اور قادسیہ کی طرف تین میل رہ گئے تو ان کی حر بن یزید تمیمی سے ملاقات ہوئی' اس نے کہا: آپ لوٹ جائیں کیونکہ میرے پیچھے آپ کے لیے خیر نہیں ہے' اور ان کو حضرت مسلم کی شہادت کی خبر دی' حضرت حسین نے واپس جانے کا ارادہ کیا مگر ان کے ساتھ مسلم بن عقیل کے بھائی تھے' انہوں نے کہا: ہم بدلہ لیے بغیر نہیں جائیں گے' خواہ ہم کو قتل کر دیا جائے' سو وہ روانہ ہو گئے اور عبید اللہ بن زیاد نے ان سے مقابلہ کے لیے لشکر تیار کیا ہوا تھا' پس حضرت حسین کربلاء پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ پینتالیس گھوڑے سوار اور ایک سو کے قریب پیادہ افراد تھے' پھر حضرت حسین سے مخالفین کے لشکر کے امیر عمر بن سعد بن ابی وقاص کی ملاقات ہوئی اور عبید اللہ نے اس سے طہران کی گورنری کا وعدہ کیا تھا' جب ان کی ملاقات ہوئی تو اس سے حضرت حسین نے کہا: تم تین باتوں میں سے ایک بات کو اختیار کر لو (۱) میں کسی سرحد پر چلا جاؤں (۲) میں واپس مدینہ چلا جاؤں (۳) میں اپنا ہاتھ یزید بن معاویہ کے ہاتھ میں دے دوں[۱]' عمر بن سعد نے حضرت حسین سے اس کو قبول کر لیا' اور عبید اللہ کی طرف ان امور کو لکھ کر بھیجا' مگر عبید اللہ نے کہا: میں ان امور کو اس وقت تک قبول نہیں کروں گا جب تک کہ وہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں نہیں دیں گے' حضرت حسین نے اس سے انکار کیا تو مخالفین نے حضرت حسین سے قتال کیا' حضرت حسین کے اصحاب کو شہید کیا گیا اور ان میں سے ان کے اہل بیت میں سے سترہ جوانوں کو شہید کیا گیا اور آخر میں حضرت حسین کو شہید کیا گیا رضی اللہ عنہ' اور ان کا سر مبارک عبید اللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا' اس نے آپ کے سر کو اور باقی اہل بیت کو یزید کے پاس بھیج دیا اور ان میں علی بن الحسین زین العابدین بھی تھے جو بیمار تھے' اور ان میں زین العابدین کی پھوپھی زینب بھی تھیں' جب یہ لوگ یزید کے پاس پہنچے' تو اس نے ان کو اپنے گھر والوں میں داخل کیا' پھر ان کو مدینہ روانہ کر دیا۔

(حافظ ابن حجر لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ متقدمین میں سے بہت لوگوں نے شہادت حسین کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں جن میں صحیح اور غلط اور قوی اور ضعیف سب طرح کی باتیں لکھی ہیں اور جس قدر میں نے یہ واقعہ لکھا ہے وہ کافی ہے۔ حضرت ابن عباس

---

[۱] حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے عقبہ بن سمعان سے روایت کی ہے کہ میں حضرت حسین کی شہادت تک ان کے ساتھ رہا ہوں انہوں نے کسی جگہ بھی یہ باتیں نہیں کہیں' انہوں نے صرف یہ کہا تھا کہ مجھے واپس جانے دو کسی اور جگہ جانے دو حتیٰ کہ میں دیکھوں کہ لوگوں کا رجوع کس طرف ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ٦٨٢' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوپہر کے وقت غبار آلود بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ ہیں' آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے' میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ حسین اور اس کے اصحاب کا خون ہے جس کو میں آج دن بھر سے جمع کر رہا ہوں اور یہ وہی دن تھا جس دن ان کو شہید کیا گیا تھا۔

الزبیر بن بکار نے کہا: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دس محرم اکسٹھ ہجری میں شہید کیا گیا' یہ جمہور کا قول ہے' اس کے علاوہ دیگر اقوال شاذ ہیں۔ (الاصابہ ج ٢ ص ٦٧-٦٩ ملتقطاً ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

قَالَ نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَانَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ.

نافع بن جبیر نے کہا از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا۔

یہ حدیث سند موصول کے ساتھ صحیح البخاری: ٢١٢٢ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٤٦ - حَدَّثَنَا صَدَقَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُوْسٰى عَنِ الْحَسَنِ سَمِعَ أَبَا بَكْرَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ إِلٰى جَنْبِهٖ يَنْظُرُ إِلَى النَّاسِ مَرَّةً وَّإِلَيْهِ مَرَّةً وَّيَقُوْلُ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ وَّلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو موسیٰ نے حدیث بیان کی از الحسن' انہوں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منبر پر سنا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں تھے آپ ایک بار لوگوں کی طرف دیکھتے اور دوسری بار ان کی طرف دیکھتے اور فرماتے: میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٧٠٤ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی یہ منقبت ہے کہ آپ نے ان کو سید فرمایا ہے۔

٣٧٤٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُهٗ وَالْحَسَنَ وَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا أَوْ كَمَا قَالَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المعتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عثمان نے حدیث بیان کی از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو پکڑ کر یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر' یا جس طرح آپ نے دعا کی۔

یہ حدیث صحیح البخاری: ٣٧٣٥ کے تحت گزر چکی ہے۔

٣٧٤٨ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن الحسین بن

قَالَ حَدَّثَنِيْ حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اُتِيَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ بِرَاْسِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَجُعِلَ فِيْ طَسْتٍ فَجَعَلَ يَنْكُتُ وَقَالَ فِيْ حُسْنِهٖ شَيْئًا فَقَالَ اَنَسٌ كَانَ اَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مَخْضُوْبًا بِالْوَسْمَةِ.

ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حسین بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین بن علی علیہ السلام کا سر ایک طشت میں لایا گیا' وہ اس کو لکڑی سے کریدنے لگا' اور اس نے آپ کے حسن کے متعلق کوئی بات کہی' حضرت انس نے کہا: وہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے' اور آپ کے بالوں میں سیاہی مائل خضاب لگا ہوا تھا۔

عبیداللہ بن زیاد کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عبیداللہ بن زیاد کا ذکر ہے' اس کا پورا نام عبیداللہ بن زیاد بن ابوسفیان ہے' یہ وہی زیاد ہے جس کے متعلق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ ان کا باپ شریک بھائی ہے یعنی حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے' اور انہوں نے اس کو اپنے والد کے نسب کے ساتھ ملا لیا تھا' اور اس کو زیاد ابن ابیہ کہا جاتا تھا' اور زیاد بن سمیہ بھی کہا جاتا تھا' اور سمیہ' حضرت ابوبکرہ نفیع کے والد حارث کی باندی تھی۔ ابن معین نے کہا: ابن زیاد کو ابن مرجانہ بھی کہا جاتا تھا' اور یہ زیاد کی ماں تھی' اور دوسروں نے کہا: یہ مجوسیہ تھی' امام بخاری نے کہا: مرجانہ اصفہان سے قید کر کے لائی گئی تھی' زیاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھا' جب حضرت معاویہ نے اس کو اپنے نسب کے ساتھ ملایا تو یہ حضرت علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد رضی اللہ عنہم سے شدید بغض رکھنے لگا' اور عبیداللہ اس کا بیٹا' تھا یہ وہی ہے جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے قتال کے لیے لشکر بھیجا تھا' اور اس وقت وہ یزید بن معاویہ کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا' اس کے لشکر میں ایک ہزار گھوڑے سوار تھے اور ان کا سردار حر بن یزید تمیمی تھا اور مقدمۃ الجیش میں الحصین بن نمیر الکوفی تھا' پھر جو ہونا تھا وہ ہوا' اور آخر کار حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کے مصداق میں متعدد اقوال

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کے تعین میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) الحصین بن نمیر (۲) مہاجر بن اوس التمیمی (۳) کثیر بن عبداللہ الشعبی (۴) شمر بن ذوالجوشن (۵) سنان بن ابی اوس بن عمرو النخعی اور یہ زیادہ مشہور ہے' اس نے حضرت حسین کا سر پکڑ کر خولی بن یزید کو دے دیا' سنان نے آپ کو نیزہ مارا' آپ گر گئے تو اس نے خولی سے کہا: ان کا سر کاٹ لو' اس نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا تو اس پر لرزہ طاری ہو گیا اور وہ کمزور پڑ گیا' تو اس نے سنان سے کہا: اللہ تعالیٰ تیرا بازو توڑ دے اور تیرے ہاتھ کاٹ ڈالے' پھر وہ حضرت حسین کی طرف اترا تا کہ ان کو ذبح کر دے' اور وہ جمعہ کا دن تھا' محرم کی دس تاریخ تھی اور اکسٹھ ہجری تھی' پھر وہ حضرت حسین کے سر اور ان کے اصحاب میں سے دیگر شہداء کے سروں کو عبیداللہ بن زیاد کی طرف کوفہ میں لے گیا' ان سروں کی تعداد بہتر (۷۲) تھی' خولی بن یزید نے حضرت حسین کا سر اٹھایا' کندہ نے تیرہ سر اٹھائے اور ہوازن نے بیس اور بنوتمیم نے بیس اور بنواسد نے سات' اور مذحج نے گیارہ' ان سروں کے ساتھ اور قیدیوں کے ساتھ شمر بن ذی الجوشن' قیس بن الاشعث' عمرو بن الحجاج اور عروۃ بن قیس تھے' سو وہ روانہ ہوئے حتیٰ کہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس پہنچ گئے' اب ہم ذکر

کریں گے کہ جب ملعون عبیداللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر پہنچا تو پھر کیا ہوا۔

عبیداللہ بن زیاد کا اپنے دربار میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر اقدس کی بے توقیری کرنا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ایک طشت میں رکھا گیا' عبیداللہ بن زیاد آپ کے سر پر لکڑی مار رہا تھا' امام طبرانی نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ لعین آپ کی آنکھوں اور ناک میں لکڑی مار رہا تھا تو میں نے کہا: اپنی لکڑی اٹھا' میں نے اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیار کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ اپنے اہل بیت میں حضرت حسین سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔

امام بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے اس ملعون سے کہا: جس جگہ تو نے لکڑی رکھی ہے وہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا منہ رکھتے ہوئے دیکھا ہے۔

امام طبری نے حمید بن مسلم سے روایت کی ہے کہ میں اس وقت موجود تھا جب ابن زیاد آپ کے دانتوں میں لکڑی مار رہا تھا' جب حضرت زید بن ارقم نے دیکھا تو بول پڑے کہ: ان ہونٹوں سے اپنی لکڑی کو دور کر' پس اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہونٹوں سے ان ہونٹوں پر بوسا دے رہے تھے' پھر حضرت زید بن ارقم رونے لگے' ابن زیاد نے کہا: اللہ تیری آنکھوں کو روتا رکھے' اللہ کی قسم! اگر تو بوڑھا اور سٹھیایا ہوا نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔

حضرت زید بن ارقم جاتے ہوئے کہہ رہے تھے: اے عرب کے لوگو! آج کے بعد تم غلام ہو' تم نے ابن فاطمہ کو قتل کر دیا اور ابن مرجانہ کو امیر بنا دیا' وہ تمہارے نیک لوگوں کو قتل کر رہا ہے اور برے لوگوں کو عزت دے رہا ہے' سو وہ لوگ خیر سے دور رہیں گے جو ذلت اور عار پر راضی ہو گئے۔

میں کہتا ہوں کہ اعیان صحابہ میں سے اللہ ہی کے لیے زید بن ارقم کی نیکی ہے' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سترہ غزوات میں شریک رہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاص احباب میں سے تھے اور جنگ صفین میں ان کے ساتھ تھے اور وہ کوفہ میں چھیاسٹھ (٦٦) ہجری میں فوت ہو گئے۔

ابن زیاد کا عبرت ناک انجام

اللہ تعالیٰ نے اس ظالم' فاسق عبیداللہ بن زیاد کو یہ سزا دی کہ ابراہیم بن الاشتر نے ہفتہ آٹھ (٨) ذوالحجہ چھیاسٹھ (٦٦) ہجری میں اس کو سرزمین الجازر میں قتل کر دیا' اس جگہ اور موصل کے درمیان پانچ فرسخ کا فاصلہ ہے' مختار بن ابوعبیدہ الثقفی نے اس کو ابن زیاد کے قتل کے لیے بھیجا تھا' جب اس نے ابن زیاد کو قتل کیا تو اس کا سر اس کے اصحاب کے سامنے لاکر المختار کے سامنے ڈال دیا اور ایک باریک سانپ آیا اور ابن مرجانہ یعنی ابن زیاد کے منہ میں داخل ہو گیا اور اس کے نتھنوں سے نکلا اور پھر نتھنوں میں داخل ہو کر اس کے منہ سے نکل گیا' پھر المختار نے اس کا سر اور دیگر قاتلین اہل بیت کے سر محمد بن الحنفیہ کے پاس بھیج دیئے اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے پاس بھیج دیئے اور ان سروں کو مکہ میں گاڑ دیا' اور ابن الاشتر نے ابن زیاد اور باقی قاتلوں کے جسموں کو جلا دیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٣٣۔٣٣١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تفصیل میں سے کسی چیز کو نہیں لکھا۔

حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما دونوں کا عقیقہ کیا تھا' حضرت حسین بہت دین دار تھے' بہ کثرت (نفلی) نمازیں پڑھتے تھے' روزے رکھتے تھے اور حج کرتے تھے۔

مصعب نے کہا ہے کہ حضرت حسین نے پیدل چل کر پچیس حج کیے تھے۔

ابن الصباغ نے کہا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کربلاء میں دفن کیا گیا' وہاں آپ کا مزار معروف ہے اور تمام علاقوں سے لوگ آپ کی زیارت کے لیے آتے ہیں' یعنی آپ کا جسم مبارک وہاں دفن کیا گیا اور آپ کا سر اقدس ابن زیاد کی طرف منتقل کیا گیا تھا' اسی طرح آپ کے باقی رفقاء جو کربلاء میں شہید کیے گئے تھے ان کو بھی وہیں دفن کیا گیا تھا اور ان کو بنو اسد میں سے بنو عامر نے دفن کیا تھا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو اہل کوفہ نے آپ کی طرف خطوط لکھے کہ وہ ان کی اطاعت پر قائم ہیں اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ کوفہ آئیں تو حضرت حسین نے پہلے اپنے عم زاد مسلم بن عقیل کو بھیجا تا کہ لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت کر لیں' جب یزید نے یہ سنا' تو اس نے عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ بھیجا' اس نے وہاں کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کر لیا اور مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا' اور حضرت حسین سے مقابلہ کے لیے ایک لشکر بھیج دیا' ان کا کربلاء میں مقابلہ اور قتال ہوا اور حضرت حسین اور ان کے اہل بیت میں سے سب شہید کر دیئے گئے اور ان کی اولاد میں سے صرف علی بن حسین بچ گئے' آپ کا سر مبارک تن سے جدا کر دیا گیا اور آپ کے ساتھ بہتر (٧٢) نفوس شہید کر دیئے گئے اور جو بچے اور خواتین بچ گئیں ان کو پہلے ابن زیاد کے پاس اور پھر یزید کے پاس قید کر کے بھیج دیا گیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

علامہ مناوی نے کہا ہے کہ اس قصہ کی تفصیل سے جگر پارہ پارہ ہو جاتا ہے' پس اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے ان کو قتل کیا یا جس نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا یا جو ان کے قتل پر راضی ہوا۔

حافظ ابو العلاء الھمدانی نے ذکر کیا ہے کہ یزید بن معاویہ نے آپ کا سر مبارک مدینہ منورہ میں بھیج دیا تھا' پھر مدینہ کے عامل عمرو بن سعید بن العاص نے اس کو کفن پہنایا اور اس کو البقیع میں ان کی والدہ کی قبر کے پاس دفن کر دیا اور یہ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ صحیح قول ہے اور یہ الزبیر بن بکار کا قول ہے اور وہ سنت کے سب سے زیادہ عالم تھے اور اس مسئلہ میں سب سے افضل عالم تھے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ جو کہا گیا ہے کہ آپ کا سر مبارک عسقلان میں یا القاہرہ میں دفن ہے یہ باطل ہے قطعاً ثابت نہیں ہے۔

(فیض القدیر ج ١ ص ٢٦٥) (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٩ ص ٨٤-٨١' ملتقطا ملخصا' مکتبۃ الرشد ریاض' ١٤٢٠ھ)

٣٧٤٩- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الْمِنْهَالِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِي عَدِيٌّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلٰى عَاتِقِهٖ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن المنہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عدی نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور حضرت الحسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے کندھے پر سوار تھے اور آپ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں' سو تو اس سے محبت کر۔

(صحیح مسلم: ٢٤٢٢' الرقم المسلسل: ٦١٥٢' سنن ترمذی: ٣٧٨٣' مسند ابو داؤد الطیالسی: ٧٣٢' حلیۃ الاولیاء ج ٢ ص ٣٥' مصنف ابن ابی شیبہ

ج ۱۲ ص ۱۰۱' الادب المفرد: ۸٦' السنن الکبریٰ: ۸۱٦۳' صحیح ابن حبان: ٦۹٦۲' المعجم الکبیر: ۸۵۸۲' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۳۳' شرح السنة: ۳۹۳۲' المعجم الاوسط: ۱۹۹۳' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۴' مسند احمد: ۱۸۵۰۱' ج ۳۰ ص ۴٦۱)

۳۷۵۰- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُمَرُ بْنُ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ حُسَیْنٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ رَاَیْتُ اَبَابَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَحَمَلَ الْحَسَنَ وَهُوَ یَقُوْلُ بِاَبِیْ شَبِیْهٌ بِالنَّبِیِّ لَیْسَ شَبِیْهٌ بِعَلِیٍّ وَّعَلِیٌّ یَضْحَكُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمر بن سعید بن ابی حسین نے خبر دی از ابن ابی ملیکہ از عقبہ بن الحارث' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا' انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھایا ہوا تھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ ان پر میرے والد فدا ہوں یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہیں علی کے مشابہ نہیں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۴۲ میں گزر چکی ہے۔

۳۷۵۱- حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ مُعِیْنٍ وَّصَدَقَةُ قَالَا اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ وَّاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ اُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِهٖ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن معین اور صدقہ نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی از شعبہ از واقد بن محمد از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا آپ کے اہل بیت (کے ساتھ محبت) میں تلاش کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱۳ میں گزر چکی ہے۔

۳۷۵۲- حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ یُوْسُفَ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَنَسٍ وَّقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ اَخْبَرَنِیْ اَنَسٌ قَالَ لَمْ یَکُنْ اَحَدٌ اَشْبَهَ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا.

(سنن ترمذی: ۳۷۷٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی از معمر از الزہری از حضرت انس' اور عبدالرزاق نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی انہوں نے کہا کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ نہیں تھا۔

امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی یہ عظیم منقبت ہے کہ وہ سب سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے۔

حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی آپ سے مشابہت کی حدیثوں میں تعارض اور اس کا جواب' مصنف سے اور دوسرے شارحین سے

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ صحیح البخاری: ۳۷۴۸' میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھے اور اگلی حدیث (۳۷۴۹) میں مذکور ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں ہی آپ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے اور حضرت حسن کی آپ سے سب سے زیادہ مشابہت حقیقی ہے اور حضرت حسین کی

آپ سے مشابہت اضافی ہے' یعنی حضرت حسن کے علاوہ باقی صحابہ اور اہل بیت میں سے سب سے زیادہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ سے مشابہ تھے۔

یہ مصنف کا جواب ہے اور علامہ عینی نے بعض شارحین سے یہ جواب نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں حضرت حسن سب سے زیادہ آپ کے مشابہ تھے اور آپ کی وفات کے بعد سب سے زیادہ حضرت حسین آپ کے مشابہ تھے' دوسرا جواب امام ترمذی نے دیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ کے جسم کے بالائی حصہ کے مشابہ تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ کے زیریں حصہ کے مشابہ تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٣٤)

لیکن یہ دونوں جواب بعید از فہم ہیں' دوسرا جواب اس لیے کہ مشابہت کا مدار چہرے پر ہے نہ کہ جسم کے نچلے حصہ پر اور پہلا جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں حضرت حسن زیادہ مشابہ ہوں اور آپ کی وفات کے بعد حضرت حسین زیادہ مشابہ ہوں یہ عقل اور قیاس سے بعید ہے' کیا آپ کی وفات کے بعد ان کے چہروں کے نقوش تبدیل ہو گئے تھے! اس لیے اس تعارض کا صحیح جواب وہی ہے جو ہم نے لکھا ہے کہ یہ دونوں ہی سب سے زیادہ آپ کے مشابہ تھے لیکن حضرت حسن کی آپ سے سب سے زیادہ مشابہت حقیقی تھی اور حضرت حسین کی آپ سے سب سے زیادہ اضافی تھی یعنی حضرت حسن کے بعد حضرت حسین سب سے زیادہ آپ کے مشابہ تھے اور اب صحیح البخاری کی ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے اور یہ جواب عقل اور قیاس کے مطابق ہے۔

والحمد لله علی ذالك.

٣٧٥٣ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ یَعْقُوْبَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِیْ نُعْمٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ وَسَاَلَهٗ عَنِ الْمُحْرِمِ قَالَ شُعْبَةُ اَحْسِبُهٗ یَقْتُلُ الذُّبَابَ فَقَالَ اَهْلُ الْعِرَاقِ یَسْاَلُوْنَ عَنِ الذُّبَابِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ ابْنَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هُمَا رَیْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْیَا.

[طرف الحدیث: ٥٩٩٤] (سنن ترمذی: ٣٧٧٠' صحیح ابن حبان: ٦٩٦٩' شرح السنة: ٣٩٣٥' مسند احمد: ٥٥٦٨' ج ٩ ص ٢٠٢' مسند احمد ج ٢ ص ٥٨' مؤسسة الرسالة' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن ابی یعقوب' انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی نُعم سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا اور اس نے ان سے محرم کے متعلق سوال کیا' شعبہ نے کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ اس نے یہ سوال کیا کہ آیا محرم مکھی کو مار سکتا ہے؟ (یعنی اس وجہ سے محرم کو گناہ تو نہیں ہوگا) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اہل عراق مکھی کو مارنے کے متعلق پوچھ رہے ہیں حالانکہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو قتل کر چکے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں (نواسوں) کے متعلق فرمایا تھا: یہ دونوں دنیا میں میرے دو خوشبودار پھول ہیں۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل بہت سنگین واقعہ تھا اور یہ حضرت حسین کی فضیلت کو مستلزم ہے' نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرات حسنین کریمین السلام علیہما دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو خوشبودار پھول ہیں اور یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی واضح منقبت ہے۔

اہل عراق کے نزدیک مکھی کا خون بہانا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون بہانے سے زیادہ سنگین تھا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اس پر تعجب ہوا کہ اہل عراق پوچھتے ہیں کہ اگر کوئی محرم (احرام والا) مکھی کو قتل کر دے تو اس پر کتنا فدیہ دینا لازم ہوگا اور اس کی ان کو فکر ہے حالانکہ انہوں نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے ہیں اور اس کی انہیں کوئی فکر نہیں ہے' معمولی جرم کی ان کو فکر ہے اور اتنے عظیم جرم کی ان کوئی فکر نہیں ہے! اس حدیث میں مذکور ہے: حسن اور حسین دنیا میں میرے خوشبو دار پھول ہیں' سنن ترمذی میں یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کو سونگھتے تھے اور اپنے ساتھ لپٹاتے تھے اور امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں یہ حدیث روایت کی ہے: حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا' تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آپ کے سامنے کھیل رہے تھے' میں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں ان سے کیسے محبت نہ کروں' یہ دنیا میں میرے خوشبو دار پھول ہیں' میں ان کو سونگھتا ہوں۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص ٣٣٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی منقبت میں مزید احادیث

(١) حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (سنن ترمذی: ٣٧٦٨' مسند احمد ج ٣ ص ٦٢)

(٢) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات کسی کام سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے' اس وقت آپ نے کچھ اٹھایا ہوا تھا جس کا مجھے پتا نہیں چلا' جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو میں نے پوچھا: یہ کیا چیز تھی جس کو آپ نے اٹھایا ہوا تھا' تو آپ نے کھول کر دکھایا' پس وہ آپ کی گود میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما تھے' آپ نے فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ (سنن ترمذی: ٣٧٦٩)

(٣) سلمٰی بیان کرتی ہیں: میں حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا کے پاس گئی' وہ رو رہی تھیں' میں نے پوچھا: آپ کو کیا چیز رلا رہی ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اور ڈاڑھی پر گرد و غبار تھا' میں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں ابھی حسین کے قتل کی جگہ پر موجود تھا۔ (سنن ترمذی: ٣٧٧١)

(٤) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آپ کو اپنے اہل بیت میں سے کون زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: حسن اور حسین' اور آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے تھے: میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ' پھر آپ ان کو سونگھتے تھے اور ان کو اپنے ساتھ لپٹاتے تھے۔ (سنن ترمذی: ٣٧٧٢)

(٥) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے' اچانک حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آئے' ان پر دو سرخ قمیصیں تھیں' وہ لڑکھڑاتے ہوئے چل رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر سے اتر کر ان کو اٹھایا اور ان کو اپنے سامنے بٹھا دیا پھر کہا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے: ''اِنَّمَآ اَمۡوَالُکُمۡ وَ اَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَۃٌ'' (التغابن: ١٥) تمہارے مال اور تمہاری اولاد محض آزمائش ہیں۔

میں نے ان دو بچوں کو لڑکھڑا کر چلتے ہوئے دیکھا تو میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں نے خطبہ منقطع کیا اور ان کو اٹھایا۔

(سنن ترمذی: ٣٧٧٤' سنن ابوداؤد: ١١٠٩' سنن نسائی: ١٤١٢' سنن ابن ماجہ: ٣٦٠٠' مسند احمد ج ٥ ص ٣٥٤)

(٦) حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں' اللہ اس سے محبت رکھے جو حسین سے محبت رکھے' حسین میرے نواسوں میں سے ایک نواسا ہے۔

(سنن ترمذی: ۳۷۷۵' سنن ابن ماجہ: ۱۴۴' مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۲)

(۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابن زیاد کے پاس تھا' پس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا' ابن زیاد آپ کی ناک پر لکڑی مار کر کہہ رہا تھا: میں نے اس جیسا حسن نہیں دیکھا' حضرت انس بیان کرتے ہیں' میں نے کہا: یہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مشابہ تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۷۸' مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۱)

(۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حسن سینہ سے لے کر سر تک سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مشابہ تھے اور حسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نچلے حصہ کے مشابہ تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۷۹' مسند احمد ج ۱ ص ۹۹)

(۹) عمارۃ بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے اصحاب کے سر لائے گئے تو ان کو مسجد کے صحن میں رکھا گیا' میں ان کے پاس گیا تو وہ کہہ رہے تھے کہ اچانک ایک سانپ سروں کے درمیان سے آیا حتیٰ کہ وہ عبید اللہ بن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہو گیا' پھر وہ کچھ دیر ٹھہرا' پھر نکل کر غائب ہو گیا۔ (الحدیث) (سنن ترمذی: ۳۷۸۰)

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۱۰) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میری والدہ نے پوچھا: تم کب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملے تھے؟ میں نے کہا کہ میں فلاں فلاں وقت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نہیں ملا' تو انہوں نے مجھ کو برا کہا' میں نے کہا: مجھے اجازت دیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جاؤں اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھوں اور آپ سے یہ سوال کروں کہ آپ میرے لیے اور آپ کے لیے مغفرت کی دعا کریں' سو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس گیا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی' آپ نے نماز پڑھائی حتیٰ کہ عشاء کی نماز پڑھائی' پھر آپ واپس گئے' میں آپ کے پیچھے پیچھے گیا' آپ نے میری آواز سنی تو پوچھا: یہ کون ہے' حذیفہ ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: تمہیں کیا کام ہے؟ اللہ تعالیٰ تمہاری اور تمہاری ماں کی مغفرت فرمائے' پھر آپ نے فرمایا: یہ ایک فرشتہ ہے جو آج رات سے پہلے زمین پر نازل نہیں ہوا' اس نے اپنے رب سے مجھے سلام کرنے کی اجازت لی ہے اور مجھے یہ بشارت دی ہے کہ فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۷۸۱' مسند احمد ج ۵ ص ۳۹۱)

(۱۱) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنے کندھے پر بٹھایا ہوا تھا اور آپ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! بے شک میں اس سے محبت کرتا ہوں' سو تو بھی اس سے محبت کر۔

(سنن ترمذی: ۳۷۸۳' مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۳)

(۱۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا تو ایک شخص نے دیکھ کر کہا: اے لڑکے! تم کتنی عمدہ سواری پر سوار ہو! تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اور یہ سوار بھی تو بہت عمدہ ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۷۸۴)

(۱۳) حضرت ابو ہریرہ الدوسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دن کے کسی حصہ میں باہر نکلے' آپ مجھ سے بات کر رہے تھے نہ میں آپ سے بات کر رہا تھا حتیٰ کہ آپ بنو قینقاع کے بازار میں آئے' پھر آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے صحن میں بیٹھ گئے' پس پوچھا: کیا یہاں بچہ ہے؟ کیا یہاں بچہ ہے؟ حضرت سیدہ نے انہیں کچھ دیر روک لیا' میں نے گمان کیا کہ وہ ان کو ہار پہنا رہی ہیں یا نہلا رہی ہیں' آپ نے فرمایا: حسن بن علی کو بلاؤ' پھر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما چلتے ہوئے آئے اور ان کے گلے میں

ہار تھا' پھر نبی ﷺ اور حضرت حسن بن علی دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے' آپ نے دعا کی: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں' سو تو بھی اس سے محبت کر' اور جو بھی اس سے محبت کرے اس سے محبت کر' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کے بعد میرے نزدیک حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا۔

(صحیح البخاری: ۵۸۸۴۔ ۲۱۲۲' صحیح مسلم: ۲۴۲۱' الادب المفرد: ۱۱۸۳' مسند احمد ج ۲ ص ۵۳۳)

مصنف کو بھی حضرت حسن اور تمام صحابہ اور اہل بیت سے سب سے زیادہ محبت ہے' اے اللہ! تو مصنف سے بھی محبت فرما۔

(۱۴) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی زبان یا ہونٹ چوس رہے تھے ''صلوات اللہ علیہ'' اور بے شک جس زبان یا ہونٹ کو رسول اللہ ﷺ نے چوسا ہو اس کو اللہ کبھی عذاب نہیں دے گا۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۹۳' البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۶' مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۷۷)

(۱۵) عمیر بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا' پس ہماری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ نے حضرت حسن سے کہا: مجھے وہ جگہ دکھائیں جہاں آپ کو رسول اللہ ﷺ نے بوسا دیا تھا' حضرت حسن نے قمیص اٹھائی تو حضرت ابو ہریرہ نے ان کی ناف پر بوسا دیا۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۵' صحیح ابن حبان: ۵۵۹۳' المعجم الکبیر: ۶۷۶۵' المستدرک ج ۳ ص ۱۶۸)

(۱۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے' اور آپ کے ساتھ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما تھے' آپ نے ایک کندھے پر حضرت حسن کو اور دوسرے کندھے پر حضرت حسین کو اٹھایا ہوا تھا' آپ کبھی ان میں سے ایک کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی دوسرے کی طرف' حتیٰ کہ ہمارے پاس آئے' پھر ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ ان دونوں سے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۰)

(۱۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ رہے تھے' پس جب آپ نے سجدہ کیا تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اچھل کر آپ کی پشت پر بیٹھ گئے' پھر جب آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو آپ نے پیچھے سے ان میں سے کسی ایک کو آہستگی سے اٹھایا اور ان کو زمین پر بٹھا دیا' پھر جب آپ نے دوسرا سجدہ کیا تو وہ پھر آ کر آپ کی پشت پر بیٹھ گئے' حتیٰ کہ جب آپ نے نماز پڑھ لی تو آپ نے ان کو اپنی رانوں پر بٹھا لیا۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: پس میں آپ کی طرف کھڑا ہوا اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں ان کو لے جاؤں؟ آپ نے فرمایا: ان کو ان کی ماں کے پاس لے جاؤ۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۵۱۳' مسند البزار: ۲۶۳۰' مسند ابویعلیٰ: ۲۴۲۸' المعجم الاوسط: ۳۹۱۹)

حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی مرویات

علامہ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے تیرہ احادیث مروی ہیں جو انہوں نے اپنے نانا اور اپنے والد سے روایت کی ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۲۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے آٹھ احادیث مروی ہیں جو انہوں نے اپنے نانا سے اور اپنے والد سے اور اپنی والدہ سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہیں۔ (خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۲۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

۲۳ - بَابُ مَنَاقِبِ بِلَالِ بْنِ رَبَاحٍ مَوْلٰى اَبِىْ بَكْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت بلال بن رباح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

حضرت بلال کی والدہ کا نام ہے: حمامۃ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو پانچ اوقیہ میں خریدا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۳۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

حضرت بلال بن رباح حبشی ہیں' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موذن تھے' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو مشرکین سے اس وقت خریدا تھا جب وہ ان کو اس بات پر عذاب دے رہے تھے کہ وہ اللہ کو واحد کہہ رہے تھے' سوانہوں نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لازم رہے' آپ کے لیے اذان دیتے تھے اور تمام غزوات میں آپ کے ساتھ رہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کا بھائی بنایا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہ جہاد کرنے کے لیے نکل گئے' یہاں تک کہ شام میں ان کی وفات ہوگئی۔ حضرت بلال کے مناقب مشہور ہیں' جب دوپہر کے وقت دھوپ خوب گرم ہو جاتی تو امیہ بن خلف ان کو نکالتا اور ان کو پیٹھ کے بل مکہ کے میدان میں لٹا دیتا اور بھاری پتھر ان کے سینہ پر رکھ دیتا اور کہتا: یہ پتھر تم پر اسی طرح رہے گا حتیٰ کہ تم مر جاؤ یا (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرو' اور وہ اس حال میں بھی احد احد (اللہ ایک ہے) کہتے تھے' پس حضرت ابوبکر نے ان کو مشرکین سے خرید کر آزاد کر دیا۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شام میں فوت ہو گئے تھے۔

ابن بکیر نے کہا ہے کہ یہ عمواس کے طاعون میں فوت ہوئے تھے' عمرو بن علی نے کہا ہے کہ یہ بیس (۲۰) ہجری میں حلب میں فوت ہوئے تھے۔ (الاصابہ ج ۱ ص ۴۵۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ ھ)

وَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَىَّ فِى الْجَنَّةِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہاری جوتیوں کی آواز اپنے سامنے جنت میں سنی۔

اس تعلیق کے موافق حدیث صحیح البخاری: ۱۱۴۹ میں گزر چکی ہے۔

۳۷۵۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ اَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ اَبُوْبَكْرٍ سَيِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَيِّدَنَا يَعْنِىْ بِلَالًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی از محمد بن المنکدر' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ ہمارے سردار ابوبکر نے ہمارے سردار کو آزاد کیا یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اس حدیث میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی یہ منقبت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کے متعلق یہ فرمایا کہ یہ ہمارے سید ہیں' اور اس میں حضرت عمر کی تواضع ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما دونوں کے متعلق یہ فرمایا کہ یہ ہمارے سید ہیں۔

۳۷۵۵ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ عَنْ قَيْسٍ اَنَّ بِلَالًا قَالَ لِاَبِىْ بَكْرٍ اِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی از محمد بن عبید' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی

كُنْتَ إِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِي لِنَفْسِكَ فَأَمْسِكْنِي وَإِنْ كُنْتَ إِنَّمَا اشْتَرَيْتَنِي لِلّٰهِ فَدَعْنِي وَعَمَلَ لِلّٰهِ.

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

از قیس وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال نے حضرت ابو بکر رضی اللہ سے کہا: اگر آپ نے مجھے اپنی ذات کے لیے خریدا ہے تو مجھے اپنے پاس رکھیں اور اگر آپ نے مجھے اللہ کے لیے خریدا ہے تو مجھے اللہ کے لیے عمل کرنے کے ساتھ چھوڑ دیں۔

حضرت ابو بکر کے حضرت بلال کو مدینہ میں روکنے اور حضرت بلال کے نہ رکنے کی توجیہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الکشمیہنی کی روایت میں اس طرح مذکور ہے: مجھے اور میرے عمل کو اللہ (کی رضا) کے لیے چھوڑ دیں۔ علامہ کرمانی نے لکھا ہے: حضرت بلال نے ارادہ کیا تھا کہ مدینہ سے ہجرت کر جائیں' حضرت ابو بکر نے ان کو منع کیا' ان کا ارادہ تھا کہ وہ مسجد نبوی میں اذان دیتے رہیں تو حضرت بلال نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بغیر مدینہ میں رہنا نہیں چاہتا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقام کو آپ سے خالی دیکھنے کو برداشت نہیں کر سکتا۔

امام ابن سعد نے الطبقات میں یہ روایت کی ہے کہ میرے نزدیک مومن کا سب سے افضل عمل فی سبیل اللہ جہاد ہے' اس لیے میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اللہ کی رضا کے لیے اسلام کی سرحدوں کی حفاظت کروں گا اور حضرت ابو بکر نے کہا: میں تم کو اللہ کی اور اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ تم مدینہ میں رہو' پھر حضرت بلال' حضرت ابو بکر کی حیات تک مدینہ میں رہے' پھر جب حضرت ابو بکر کی وفات ہو گئی تو حضرت عمر نے ان کو اجازت دے دی' پھر وہ جہاد کرنے کے لیے شام چلے گئے اور اٹھارہ ہجری میں عمواس کے طاعون میں ان کی وفات ہو گئی' ایک قول ہے کہ بیس ہجری میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت بلال رضی اللہ کی منقبت میں مزید احادیث

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے بلال! مجھے بتاؤ تم نے اسلام میں کون سا ایسا عمل کیا ہے جس کے اجر کی تم کو سب سے زیادہ توقع ہے کیونکہ میں نے آج رات (خواب میں) جنت میں اپنے آگے تمہارے چلنے کی آواز سنی؟ تب حضرت بلال رضی اللہ نے کہا: میں نے اسلام لا کر کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس کی منفعت کی مجھے زیادہ امید ہو' سوا اس کے کہ میں دن اور رات کے وقت میں جب بھی مکمل وضو کرتا ہوں تو میں اس وضو سے اتنی نماز پڑھتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے مقرر کی ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۱۴۹' صحیح مسلم: ۲۴۵۸' صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۰۸' صحیح ابن حبان: ۷۰۸۵' السنن الکبریٰ: ۸۲۳۶' شرح السنۃ: ۱۰۱۱' مسند ابو یعلیٰ: ۶۱۰۴' مسند احمد ج ۲ ص ۳۳۳)

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک دن) حضرت بلال رضی اللہ صبح کی نماز میں دیر سے آئے تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا: تمہیں کس چیز نے آنے سے روکے رکھا؟ انہوں نے بتایا: میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ کے پاس سے گزرا' وہ چکی پیس رہی تھیں اور بچہ رو رہا تھا' میں نے ان سے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی جگہ چکی پیسوں اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی جگہ بچے کو سنبھالوں' حضرت سیدہ نے فرمایا: تمہاری بہ نسبت میں بچے کو اچھی طرح سنبھالوں گی' سو اس کام نے مجھے روک لیا تھا' آپ نے فرمایا: تم نے فاطمہ پر رحم کیا اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۱)

حضرت بلال کی مرویات

حضرت بلال رضی اللہ سے چوالیس (۴۴) احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور

دو حدیثوں کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور ایک حدیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔
(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۱۵۵ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۲۲ ھ)

۲۴ - بَابُ ذِكْرِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد ہیں' ان کی کنیت ابو العباس ہے' یہ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے تھے اور اڑسٹھ (۶۸) ہجری میں طائف میں فوت ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۴۷ ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۲۱ ھ)

جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر دس سال تھی۔ (صحیح یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی کیونکہ وہ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے تھے' حافظ ابن حجر نے بھی یہ بات لکھی ہے۔ سعیدی غفرلہ) علامہ الواقدی نے لکھا ہے کہ اس میں ہمارے علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت ابن عباس اس وقت پیدا ہوئے تھے جب قریش نے آپ کو گھاٹی میں محصور کیا ہوا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی۔

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہمارے پاس بصرہ میں آئے' عرب میں ان کی مثل' حسین' عالم اور خوش لباس کوئی نہیں تھا۔

امام احمد نے کریب سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی' آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچا حتیٰ کہ مجھے اپنے برابر کر دیا' جب آپ اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو میں پیچھے ہٹ گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے مجھ سے پوچھا: کیا بات تھی؟ (جو تم پیچھے ہٹ جاتے تھے) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کسی کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ نماز میں آپ کے برابر کھڑا ہو! حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں! تب آپ نے میرے لیے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرے علم اور فہم میں اضافہ کرے۔

امام ابن سعد نے شعبی سے روایت کی ہے کہ حضرت عباس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو ان سے ان کے بیٹے نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص کو دیکھا' انہوں نے کہا: وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔ عبد اللہ بن المبارک نے شعبی سے روایت کی ہے کہ حضرت زید بن ثابت سوار ہوئے' تو حضرت ابن عباس نے ان کے گھوڑے کی رکاب پکڑ لی' انہوں نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زاد! ایسا نہ کریں' حضرت ابن عباس نے کہا: ہمیں اسی طرح علماء کی تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے' پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ کو بوسا دیا اور کہا: ہمیں اسی طرح اپنے نبی علیہ السلام کے اہل بیت کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔

(الاصابہ ج ۴ ص ۱۲۶۔۱۲۱ ملخصاً ' دار الکتب العلمیہ ' بیروت ' ۱۴۱۵ ھ)

۳۷۵۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَمَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى صَدْرِهٖ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ. حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ خَالِدٍ مِّثْلَهٗ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی از خالد از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے سینے کے ساتھ لپٹایا اور دعا کی: اے اللہ! اس کو حکمت کا علم عطا فرما' ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں

وَالْحِكْمَةُ الْإِصَابَةُ فِي غَيْرِ النُّبُوَّةِ.

عبدالوارث نے حدیث بیان کی اور کہا: اے اللہ! اس کو کتاب کا علم عطا فرما' ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وھیب نے حدیث بیان کی از خالد' اس حدیث کی مثل۔ غیر نبی میں حکمت کا معنی ہے: رائے کا صحیح ہونا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حکمت کا ذکر ہے' علامہ علی بن محمد الشریف الجرجانی المتوفی ۸۱۶ھ نے حکمت کی گیارہ تعریفات ذکر کی ہیں:

حکمت کی تعریفات

(۱) حکمت وہ علم ہے جس میں طاقت بشریہ کے مطابق حقائق اشیاء کے وجود سے بحث کی جاتی ہے' سو یہ علم نظری ہے' نیز حکمت اس قوت عقلیہ علمیہ کی ہیئت کو کہتے ہیں جو عقل کی افراط اور تفریط کے درمیان متوسط ہے (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ قرآن کے حلال اور حرام کو جاننا حکمت ہے (۳) لغت میں حکمت' علم کے موافق عمل کو کہتے ہیں (۴) انسان کی طاقت کے مطابق کسی چیز کو نفس الامر اور واقع کے مطابق جاننا حکمت ہے (۵) وہ کلام جو حق کے موافق ہو وہ حکمت ہے (۶) کسی چیز کو اس کی جگہ میں رکھنا حکمت ہے (۷) جس چیز کا انجام لائق تحسین ہو وہ حکمت ہے (۸) جس علم میں موجودات خارجیہ کے ان احوال سے بحث کی جائے جو ہماری قدرت اور اختیار میں نہیں ہیں وہ علم حکمت ہے (۹) جو کلام معقول ہو اور فضول الفاظ سے خالی ہو وہ حکمت ہے (۱۰) حقائق اشیاء کو اس طرح جاننا جس طرح وہ واقع میں ہیں اور ان کے تقاضے پر عمل کرنا حکمت ہے' اس وجہ سے حکمت کی دو قسمیں ہیں: حکمت علمیہ اور حکمت نظریہ (۱۱) حقیقت کے وہ اسرار جن پر علماء اور عوام مطلع نہیں ہیں جیسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحیم ہے جتنا ماں اپنی اولاد پر رحیم ہوتی ہے' اور ماں اپنے نافرمان بچوں کو آگ میں ڈالنا نہیں چاہتی' اور اللہ تعالیٰ اپنے نافرمان بندوں کو دوزخ میں ڈال دیتا ہے' اس کے اسرار کا نام حکمت ہے یا جیسے دوزخ کے محافظ فرشتوں کی تعداد انیس (۱۹) ہے' آسمان اور زمین کی تعداد سات ہے' حج میں طواف کے سات چکر ہیں کم یا زیادہ کیوں نہیں' اس کے اسرار۔ (سعیدی غفرلہ)

(کتاب التعریفات ص ٦٦' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی منقبت میں مزید احادیث

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے' پس میں نے رات کو آپ کے وضو کے لیے پانی رکھا' حضرت میمونہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ کے وضو کے لیے عبداللہ بن عباس نے پانی رکھا ہے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو دین کی فقہ (فہم) اور تاویل کا علم عطاء فرما۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۸' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۱۱' صحیح ابن حبان: ۷۰۵۵' المعجم الکبیر: ۱۰۵۸۷' الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳٦۵)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رات کے آخری حصے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا' سو میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی: آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھسیٹا' پس مجھے اپنے برابر کر دیا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نماز شروع کر دی تو میں پیچھے آ گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی' جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں اپنے برابر کرتا تھا اور تم پیچھے آ جاتے تھے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا کسی کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ آپ کے برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھے' حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب عطاء کیا ہے' حضرت ابن

عباس نے کہا: آپ کو یہ بات پسند آئی تو آپ نے میرے لیے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرے علم اور فہم میں اضافہ فرمائے۔ (مسند احمد ج ا ص ۳۱۱ علامہ شعیب الارنؤوط نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے' حاشیہ مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۸' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا' اور آپ کے پاس ایک شخص تھا جس سے آپ سرگوشی کر رہے تھے اور آپ میرے والد سے گویا اعراض کر رہے تھے' پس ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے' پھر میرے والد نے مجھ سے کہا: اے میرے بیٹے! کیا تم نے اپنے عم زاد کی طرف نہیں دیکھا گویا وہ مجھ سے اعراض کر رہے تھے' میں نے کہا: اے ابا جان! ان کے پاس ایک شخص تھا جس سے وہ سرگوشی کر رہے تھے' حضرت ابن عباس نے بتایا' پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس واپس گئے تو میرے والد نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے عبد اللہ سے اس طرح اس طرح کہا تو اس نے مجھے یہ بتایا کہ آپ کے پاس ایک شخص تھا جس سے آپ سرگوشی کر رہے تھے تو کیا آپ کے پاس واقعی کوئی تھا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اے عبد اللہ! کیا تو نے اس کو دیکھا تھا' حضرت ابن عباس نے بتایا' میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے اور ان کی وجہ سے میں تمہاری طرف متوجہ نہ ہوا۔

(مسند احمد ج ا ص ۲۹۴' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۷۰۸' المعجم الکبیر: ۱۰۵۸۴' الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳۷۰' سنن ترمذی: ۳۸۲۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی التوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ (۱۶۶۰) احادیث مروی ہیں' امام بخاری اور امام مسلم ان میں سے پچھتر (۷۵) احادیث پر متفق ہیں' امام بخاری اٹھائیس (۲۸) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم انچاس (۴۹) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔ (خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

۲۵ - بَابُ مَنَاقِبِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: ابوسلیمان خالد بن الولید بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ مرہ بن کعب' ان کا نسب مرہ بن کعب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے۔ یہ گھوڑے سوار صحابہ میں سے تھے' فتح مکہ اور حدیبیہ کے درمیانی عرصہ میں اسلام لائے' ایک قول ہے: غزوہ موتہ سے دو ماہ پہلے اسلام لائے اور یہ جمادی الاولیٰ آٹھ ہجری تھی' اس کے بعد رمضان میں فتح مکہ ہوئی' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے اور داد شجاعت دی' مرتدین کا قتل بھی ان کے ہاتھوں ہوا' یہ اپنے بستر پر حمص یا مدینہ میں اکیس (۲۱) ہجری میں فوت ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۳۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ زمانہ جاہلیت میں اشراف قریش میں سے تھے' زمانہ جاہلیت میں گھوڑوں کی لگامیں ان ہی کے ہاتھ میں تھیں' یہ سات ہجری میں فتح خیبر سے پہلے اسلام لائے تھے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جا رہا تھا' تو میری خالد بن الولید سے ملاقات ہوئی' یہ فتح مکہ سے پہلے کا واقعہ ہے اور وہ مکہ سے آ رہے تھے' میں نے پوچھا: اے ابوسلیمان! کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا: میں

اسلام قبول کرنے جا رہا ہوں' پھر ہم دونوں آئے' پھر خالد آگے بڑھ کر اسلام لائے اور بیعت کی' پھر میں بھی قریب گیا اور بیعت کی' پھر میں لوٹ گیا' پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ غزوہ موتہ میں گئے' پھر جب مسلمانوں کا تیسرا امیر شہید ہو گیا تو حضرت خالد نے جھنڈا اٹھا لیا اور فتح یاب ہوئے' حضرت خالد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ میں تھے' پھر حنین میں اور طائف میں پھر العزیٰ کو گرانے میں۔

امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک جگہ ٹھہرے' پس لوگ گزر رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھ رہے تھے: یہ کون ہے؟ میں کہتا: یہ فلاں ہے حتیٰ کہ حضرت خالد گزرے' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: یہ خالد بن الولید ہے' آپ نے فرمایا: یہ اللہ کا نیک بندہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد کو اکیدومہ کی طرف بھیجا' وہ اس کو گرفتار کر کے لے آئے' آپ نے اس سے جزیہ پر صلح کر لی' حضرت ابو بکر نے ان کو مرتدین سے قتال کے لیے بھیجا تو انہوں نے ان سے عظیم قتال کیا' پھر ان کو فارس اور روم کے خلاف جنگ میں بھیجا تو اس میں انہوں نے شدید قتال کیا اور دمشق کو فتح کیا۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت خالد جنگ یمامہ سے فارغ ہوئے تو حضرت ابو بکر نے ان کو شام کی طرف بھیج دیا اور وہاں انہوں نے اللہ کے دشمن کو شکست دی' حضرت ابو بکر نے ان کو شام کی طرف بھیجا تھا' اور حضرت عمر نے ان کو معزول کر دیا' امام بخاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے خطبہ دیا اور حضرت خالد کو معزول کرنے پر عذر پیش کیا' تو ابو عمرو بن حفص بن المغیرہ نے کہا: آپ نے اس کو معزول کر دیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عامل بنایا تھا اور اس شخص کو سرنگوں کر دیا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سربلند کیا تھا' تو حضرت عمر نے کہا: تم اپنے عم زاد کی وجہ سے غضب ناک ہو رہے ہو۔

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابو عبیدہ کو شام کا عامل بنایا اور حضرت خالد بن الولید کو معزول کر دیا تو حضرت خالد نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تم پر اس امت کے امین کو بھیج دیا' تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۹۰' کنز العمال: ۳۳۲۸۰)

امام سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ جنگ یرموک میں حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی گم ہو گئی تو انہوں نے کہا: اس کو ڈھونڈو' پھر اس کو بڑی مشکل سے تلاش کرایا' حضرت خالد سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کرنے کے بعد اپنا سر مبارک منڈایا تو لوگ آپ کے بالوں کی طرف جھپٹے' تو میں نے آپ کی پیشانی کے بالوں کو اس ٹوپی میں رکھ دیا' پھر میں جس جنگ میں بھی گیا تو یہ ٹوپی میرے ساتھ ہوتی تھی اور مجھے فتح حاصل ہوتی تھی' امام ابو یعلیٰ نے بھی اس کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے' اس کے آخر میں مذکور ہے کہ میں اس ٹوپی کو پہن کر جہاں بھی گیا تو مجھے فتح حاصل ہوئی۔

امام بخاری نے حضرت خالد بن الولید سے روایت کی ہے کہ غزوہ موتہ میں میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔

امام مالک بن انس نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابو بکر سے کہا: آپ خالد سے کہیں کہ وہ آپ کے حکم کے بغیر کسی کو کچھ نہ دیا کریں' حضرت ابو بکر نے اس طرح لکھا تو حضرت خالد نے جواب دیا: آپ مجھے میرے عمل پر چھوڑ دیں یا اپنی ذمہ داری واپس لے لیں' مگر حضرت ابو بکر نے ان کو ان کے عمل پر برقرار رکھا' جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی حضرت خالد سے یہی کہا: حضرت خالد نے پھر یہی جواب دیا' پھر حضرت عمر نے ان کو معزول کر دیا۔

حضرت خالد مدینہ میں فوت ہوئے تھے اور حضرت عمران کی وصیت کے مطابق ان کے جنازہ میں گئے تھے۔

(الاصابۃ ج ۲ ص ۲۱۹۔۲۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۳۰ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام شہروں میں یہ مکتوب لکھ کر بھیجا کہ میں نے خالد کو کسی غصہ یا کسی خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا لیکن لوگ اس کو بہت عظیم قرار دیتے ہیں اور اس کی وجہ سے اس فتنہ میں ہیں (کہ تمام فتوحات خالد کی وجہ سے ہوتی ہیں)' سو مجھے یہ خطرہ ہے کہ لوگ (فتوحات میں) خالد پر توکل کریں گے' پس میں نے یہ پسند کیا کہ لوگ یہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہی فتح دینے والا ہے اور وہ کسی فتنہ میں نہ پڑ جائیں اور حضرت خالد سے جو مال لیا تھا وہ ان کو واپس کر دیا۔

(الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۳۷۶' دارالکتاب العربی' ۱۴۰۰ھ)

۳۷۵۷- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى زَيْدًا وَّجَعْفَرًا وَّابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰى اَخَذَهَا سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن واقد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از حمید بن ھلال از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید اور حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ کی شہادت کی خبر لوگوں کو دی قبل اس کے کہ ان کے پاس ان کی (شہادت کی) خبر آتی' آپ نے فرمایا: زید نے جھنڈا پکڑا' پھر وہ شہید ہو گیا' پھر جعفر نے جھنڈا پکڑا' پھر وہ شہید ہو گیا' پھر ابن رواحہ نے جھنڈا پکڑا' پھر وہ شہید ہو گیا' اور آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے' حتیٰ کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا پکڑا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان (اہل موتہ) کے خلاف فتح عطاء فرمائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۶ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی حضرت خالد کے مناقب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں آپ نے حضرت خالد کو اللہ کی تلوار فرمایا ہے اور امام ابن حبان اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خالد کو اذیت نہ دو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کفار پر سونت رکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۳۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مناقب میں مزید احادیث

(۱) حضرت عبدالرحمن بن ازھر رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ ایک دن نکلے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھوڑ سواروں میں سے تھے' پس جب اللہ تعالیٰ نے کفار کو شکست دے دی اس کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا' اس وقت مسلمان اپنے پالانوں میں واپس جا رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے درمیان چل رہے تھے اور فرما رہے تھے: خالد بن ولید کے پالان کی کون راہ نمائی کرے گا' پس میں آپ کے آگے جا رہا تھا' اس وقت میں بالغ ہو چکا تھا' اور میں

بھی کہہ رہا تھا کہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے پالان کی کون راہ نمائی کرے گا' پس اچانک ہم نے دیکھا حضرت خالد اپنے پالان کے پچھلے حصہ کی ٹیک لگائے ہوئے ہیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس آئے ان کے زخم کو دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۱' مسند احمد ج ۴ ص ۸۸' مصنف عبدالرزاق: ۹۷۴۱' الاحاد والمثانی: ۹۶۳' سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۱۹' مسند شافعی ج ۲ ص ۹۰)

شعیب الارنؤوط نے کہا: اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ الزہری کا عبدالرحمن بن الازہر سے سماع ثابت نہیں ہے۔

(حاشیہ مسند احمد ج ۲۷ ص ۳۶۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ تعدادِ اسانید کی وجہ سے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے جب کہ مناقب میں ضعیف السند حدیث بھی معتبر ہوتی ہے۔

(۲) حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کیا خوب اللہ کا بندہ ہے خالد بن ولید' جو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جس کو اللہ نے کفار اور منافقین پر سونت رکھا ہے۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۸' المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۲۲۷' اس حدیث کے رجال ثقات ہیں)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گئے حتیٰ کہ جب ہم مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گھاٹی کے نیچے پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دیکھو یہ کون شخص ہے؟ حضرت ابوہریرہ نے کہا: یہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ کا کیا خوب بندہ ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۸۴۶' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۲۳' مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۰)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سے اٹھارہ احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور ایک حدیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۳۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

٢٦ - بَابُ مَنَاقِبِ سَالِمٍ مَوْلٰى أَبِیْ حُذَيْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت سالم' حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حضرت سالم بن معقل رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے' یہ اصطخر کے اہل فارس میں سے تھے' ایک قول یہ ہے کہ عجم الفارس میں سے تھے' یہ اکابر اور فضلاء صحابہ میں سے تھے' اور ان کا شمار مہاجرین میں ہے' کیونکہ جب ان کو ان کی مالکہ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہما کی بیوی نے آزاد کر دیا تو حضرت ابوحذیفہ نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا' اس وجہ سے ان کو مہاجرین میں شمار کیا گیا اور ان کو انصار میں بھی شمار کیا گیا ہے کیونکہ حضرت ابوحذیفہ کی بیوی جو ان کی مالکہ تھیں وہ انصاریہ تھیں' یہ قباء میں مہاجرین کے امام تھے' جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے' یہ مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پہلے کا واقعہ ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کی تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت معاذ بن ماعص کا بھائی بنایا تھا' روایت ہے کہ حضرت عمر نے کہا: اگر حضرت سالم زندہ ہوتے تو میں شوریٰ نہ بناتا' حضرت ابوحذیفہ نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا تو انہیں ان کی طرف منسوب کیا جاتا تھا' اور کہا جاتا تھا: سالم بن ابوحذیفہ حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ (الاحزاب:۵)　ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے باپ ہی کا بیٹا کہہ کر بلایا کرو۔

حضرت سالم ثبیتہ بنت یعار انصاریہ کے غلام تھے حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ حضرت سالم بدر میں حاضر تھے اور جنگ یمامہ میں وہ اور ان کے مالک ابو حذیفہ دونوں شہید ہو گئے تھے۔

حضرت ابو حذیفہ فضلاء صحابہ اور مہاجرین اولین میں سے تھے انہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور دو ہجرتیں کیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام لائے تھے وہ بدر احد خندق حدیبیہ اور تمام غزوات میں حاضر تھے اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے اس وقت ان کی عمر ترپن یا چون سال تھی۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٣٩-٣٣٨ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس اکابر صحابہ میں سے تھے یہ غزوہ بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے ان کے والد اس دن حالت کفر میں قتل کر دیے گئے تھے ان کو اس کا بہت رنج تھا ان کو توقع تھی کہ وہ اسلام لے آئیں گے کیونکہ وہ عقل مند شخص تھے حضرت ابو حذیفہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے اور رہے حضرت سالم تو وہ سابقین اولین میں سے تھے حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ وہ قرآن مجید کے عالم تھے اور کتاب الصلوٰۃ میں یہ گزر چکا ہے کہ جب مہاجرین مکہ سے آئے تو یہ قباء میں امام تھے حضرت سالم بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر تھے ایک قول یہ ہے کہ ان کے باپ کا نام معقل تھا یہ انصار کی ایک عورت کے غلام تھے جب اس سے حضرت حذیفہ نے شادی کی تو انہوں نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا حضرت سالم بھی جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔

(فتح الباری ج ٤ ص ٨١٩ دار المعرفہ بیروت ١٤٢٦ھ)

٣٧٥٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ ذُكِرَ عَبْدُ اللّٰهِ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَقَالَ ذَاكَ رَجُلٌ لَّا أَزَالُ أُحِبُّهُ بَعْدَ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِسْتَقْرِؤُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَبَدَاَ بِهِ وَسَالِمٍ مَّوْلَى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ لَا اَدْرِيْ بَدَاَ بِاُبَيٍّ اَوْ بِمُعَاذٍ.

[اطراف الحدیث: ٣٧٦٠-٣٨٠٦-٣٨٠٨-٤٩٩٩] (صحیح مسلم: ٢٤٦٤ الرقم المسلسل: ٦٢٢٨ سنن ترمذی: ٣٨٢٦)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرہ از ابراہیم از مسروق انہوں نے کہا: حضرت عبد اللہ بن عمرو کے پاس حضرت عبد اللہ بن مسعود کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ ایسے شخص ہیں جن سے میں ہمیشہ محبت کرتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کو سننے کے بعد کہ چار مردوں سے قرآن حاصل کرو عبد اللہ بن مسعود سے آپ نے ان کا پہلے ذکر کیا اور سالم مولیٰ ابو حذیفہ سے اور ابی بن کعب سے اور معاذ بن جبل سے انہوں نے کہا: مجھے پتا نہیں کہ آپ نے حضرت ابی کا نام پہلے لیا یا حضرت معاذ کا۔

قرآن مجید کو حاصل کرنے کے لیے چار صحابہ کی تخصیص کی توجیہ

اس حدیث میں قرآن مجید کے حصول کے لیے چار مردوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان چار صحابہ کو دوسروں کی بہ نسبت قرآن مجید کے الفاظ زیادہ منضبط تھے اور یہ ان الفاظ کی ادائیگی دوسروں سے زیادہ عمدگی سے کرتے تھے اگر چہ

بعض دوسرے صحابہ کو ان کی بہ نسبت قرآن مجید کی فہم اور مسائل کے استنباط کا ملکہ ان سے زیادہ تھا' ان چاروں میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر سب سے پہلے فرمایا تا کہ یہ معلوم ہو کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ان سب سے افضل ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٣٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

حضرت سالم کی منقبت میں حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنے میں دیر کی' آپ نے پوچھا: اے عائشہ! تم کو کس چیز نے آنے سے روکا تھا؟ انہوں نے بتایا: یا رسول اللہ مسجد میں ایک شخص تھا' میں نے اس سے عمدہ قرآن پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا! پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (دیکھنے) گئے تو وہ حضرت سالم تھے جو حضرت ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام تھے رضی اللہ عنہما' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے لیے حمد ہے کہ اس نے میری امت میں تم جیسا مرد رکھا ہے۔ (صحیح مسلم: ٧٣٨' صحیح البخاری: ١١٤٠' سنن ابو داؤد: ١٣٣٤' السنن الکبریٰ: ١٤٢٣' سنن بیہقی ج ٣ ص ٦' شرح السنۃ: ٩٠٢' مسند احمد ج ٦ ص ١٦٥' متن مسند احمد کی روایت کا ہے)

٢٧ - بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

ان کی والدہ کا نام ہے: ام عبد بنت عبدود' وہ اسلام لے آئی تھیں اور ان کو مصاحبت حاصل ہوئی' اور ان کے والد زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے' حضرت عبداللہ پہلے اسلام لا چکے تھے' امام ابن حبان نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ یہ اسلام لانے والے چھٹے مرد تھے' انہوں نے دو ہجرتیں کی تھیں اور یہ غزوہ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین اٹھاتے تھے' یہ بتیس (٣٢) ہجری میں مدینہ میں فوت ہوئے تھے' اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال سے زائد تھی۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ٨٩٣ ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: عبداللہ بن مسعود بن غافل الھذلی اور ھذیل بن مدرکۃ بن الیاس ہیں' ان کا نسب مدرکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے' ان کی والدہ کا نام ہے' ام عبد بنت عبدود' انہوں نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی' پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی' یہ بارگاہ رسالت میں مقرب تھے' ان کو صاحب الطہور والوساد والنعلین کہا جاتا تھا' یعنی یہ آپ کو وضو کراتے تھے' اور آپ کا گدا اور نعلین اٹھاتے تھے' علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے: یہ آپ کے آگے چلا کرتے تھے اور جب آپ سو جاتے تھے تو آپ کو بیدار کرتے تھے' اور جب آپ غسل کرتے تھے تو یہ آپ کے لیے پردہ قائم کرتے تھے' آپ نے فرمایا: میں اپنی امت کے لیے ان کاموں پر راضی ہوں جن کاموں پر ام عبد کے بیٹے راضی ہیں اور ان کاموں پر ناراض ہوں جن پر یہ ناراض ہیں۔

(الاستیعاب ج ٣ ص ٩٨٩)

حضرت ابن مسعود کہتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اصحاب سے بہتر نہیں ہوں لیکن مجھے علم ہے کہ قرآن مجید کی کون سی آیت کب نازل ہوئی اور کس کے متعلق نازل ہوئی اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کسی شخص کو مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کا علم ہے تو میں اونٹ پر سفر کر کے ضرور اس کے پاس جاتا' یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے' انہوں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ مجھے رات میں دفن کیا جائے' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی' حضرت ابن مسعود ہی

وہ صحابی ہیں جنہوں نے غزوہ بدر میں ابوجہل کا سر کاٹا تھا۔ (الکوثر الجاری ج٦ ص٤٩٦۔٤٩٥ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٩ھ)

٣٧٥٩ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ سَمِعْتُ مَسْرُوْقًا قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَاحِشًا وَقَالَ اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان انہوں نے کہا: میں نے ابو وائل سے سنا انہوں نے کہا: میں نے مسروق سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالطبع قبیح بات کرتے تھے نہ تکلف سے اور آپ نے فرمایا: میرے نزدیک تم میں سے زیادہ پسندیدہ شخص وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٥٥٩ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٦٠ - وَقَالَ اِسْتَقْرِئُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِّنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّسَالِمٍ مَّوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ.

اور انہوں نے کہا کہ چار مردوں سے قرآن حاصل کرو حضرت عبداللہ بن مسعود سے اور حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ سے اور حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٧٥٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٦١ - حَدَّثَنَا مُوْسٰى عَنْ اَبِيْ عَوَانَةَ عَنْ مُّغِيْرَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ دَخَلْتُ الشَّامَ فَصَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْلِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا فَرَاَيْتُ شَيْخًا مُّقْبِلًا فَلَمَّا دَنَا قُلْتُ اَرْجُوْ اَنْ يَّكُوْنَ اسْتَجَابَ اللّٰهُ قَالَ مِنْ اَيْنَ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالَ اَفَلَمْ يَكُنْ فِيْكُمْ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالْوِسَادِ وَالْمِطْهَرَةِ اَوَ لَمْ يَكُنْ فِيْكُمُ الَّذِيْ اُجِيْرَ مِنَ الشَّيْطَانِ. اَوَلَمْ يَكُنْ فِيْكُمْ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِيْ لَا يَعْلَمُهٗ غَيْرُهٗ كَيْفَ قَرَاَ ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ ﴿وَاللَّيْلِ﴾ فَقَرَاْتُ ﴿وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىO وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰىO اَلذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى﴾ (اللیل: ١-٣) قَالَ اَقْرَاَنِيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاهُ اِلٰى فِيَّ فَمَا زَالَ هٰؤُلَاءِ حَتّٰى كَادُوْا يَرُدُّوْنَنِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی از ابی عوانہ از مغیرہ از ابراہیم از علقمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں (ملک) شام میں داخل ہوا پس میں نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر میں نے یہ دعا کی: اے اللہ! مجھے نیک ہم نشین میسر کر، سو میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا میری طرف آ رہا ہے، پس جب وہ قریب آیا تو میں نے کہا: مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی، اس نے کہا: تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا: اہل کوفہ سے، اس نے کہا: کیا تم میں سے وہ نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین، گدا اور لوٹا اٹھانے والا ہے؟ کیا تم میں وہ نہیں ہے جس کو شیطان سے پناہ دی گئی تھی؟ کیا تم میں وہ نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس راز کو جاننے والا ہے جس راز کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، ام عبد کے بیٹے نے سورہ واللیل کس طرح پڑھی ہے تو میں نے پڑھا: وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىO وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰىO وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰىO (اللیل: ٣-١) قسم ہے رات کی جب وہ دن کو چھپا لےO اور دن کی جب وہ روشن ہوO اور قسم ہے نر کی اور مادہ کیO انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سورت مجھے اسی طرح پڑھائی ہے، اس وقت آپ

کا منہ میرے منہ کی طرف تھا' اور یہ لوگ مجھے (اس قراءت) سے لوٹا رہے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۸۷ میں گزر چکی ہے۔

مراد یہ ہے کہ یہ لوگ مجھے اس قراءت سے "وما خلق الذکر والانثی" کی طرف لوٹا رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ سورۃ واللیل کی متواتر قراءت یہی اور حضرت ابن مسعود کی قراءت شاذ ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

٣٧٦٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَزِيدَ قَالَ سَأَلْنَا حُذَيْفَةَ عَنْ رَجُلٍ قَرِيبِ السَّمْتِ وَالْهَدْيِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى نَأْخُذَ عَنْهُ فَقَالَ مَا أَعْرِفُ أَحَدًا أَقْرَبَ سَمْتًا وَّهَدْيًا وَّدَلًّا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ.

[طرف الحدیث: ٦٠٩٧] (سنن ترمذی: ٣٨٠٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عبدالرحمٰن بن یزید' انہوں نے کہا: ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور آپ کے طریقہ کے قریب تھا' حتیٰ کہ ہم اس سے کچھ حاصل کریں تو انہوں نے کہا کہ میں ام عبد کے بیٹے کے سوا اور کسی کو نہیں جانتا جو آپ کی سیرت آپ کی ہدایت اور آپ کے طریقہ کے زیادہ قریب ہو۔

٣٧٦٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ بْنِ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَدِمْتُ أَنَا وَأَخِي مِنَ الْيَمَنِ فَمَكَثْنَا حِينًا مَّا نَرٰى إِلَّا أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا نَرٰى مِنْ دُخُولِهِ وَدُخُولِ أُمِّهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[طرف الحدیث: ٤٣٨٤] (صحیح مسلم: ٢٤٦٠' الرقم المسلسل: ٦٢٢١' سنن ترمذی: ٣٨٣٢)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: مجھے اسود بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں اور میرا بھائی یمن سے آئے' پس ہم کچھ عرصہ (مدینہ میں) ٹھہرے' ہم صرف یہی سمجھتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت میں سے ہیں کیونکہ ہم ان کا اور ان کی والدہ کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنا جانا دیکھتے تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بھائیوں کا ذکر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے دو بھائی تھے' ابورھم اور ابو بردہ رضی اللہ عنہما' ایک قول یہ ہے کہ ان کے ایک اور بھائی بھی تھے جن کا نام محمد تھا' اور ان کے مشہور بھائی ابو بردہ تھے جن کا نام عامر تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بہ کثرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنا جانا تھا یہ ان کی خصوصیت اور ان کی فضیلت کی دلیل ہے' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب میں روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب میں مزید احادیث

(۱) حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ بتائیں کہ جس شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاحیات محبت کرتے ہوں کیا وہ نیک شخص نہیں ہوگا؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! اس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاحیات محبت کرتے تھے اور انہوں نے آپ کو (لشکر کا) افسر بھی بنایا تھا' حضرت عمرو بن العاص نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ آپ مجھ سے محبت کرتے تھے یا مجھ سے خدمت لینا چاہتے تھے لیکن میں تم کو بتاتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرمانے تک دو مردوں سے محبت کرتے تھے' (۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۲۰۳' السنن الکبریٰ: ۸۲۷۴' المستدرک ج ۳ ص ۳۹۲)

ایک اور حدیث میں ہے:

(۲) ابن ابی عقرب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنی موت کے وقت بہت گھبرا رہے تھے' جب ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے ان کی یہ گھبراہٹ اور پریشانی دیکھی تو کہا: اے ابوعبداللہ! یہ کیسی پریشانی اور گھبراہٹ ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو اپنے قریب کرتے تھے اور آپ کو (لشکر کا) افسر بناتے تھے' حضرت عمرو بن العاص نے کہا: اے میرے بیٹے! واقعہ اسی طرح ہے اور میں تمہیں اس کی وجہ بتاتا ہوں' بے شک اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل میری محبت کی وجہ سے تھا یا میری تالیف قلب کے لیے تھا لیکن میں دو مردوں کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے تو ان سے محبت کرتے تھے' ایک سمیہ کے بیٹے (حضرت عمار بن یاسر) اور دوسرے ام عبد کے بیٹے (حضرت ابن مسعود) رضی اللہ عنہما' یہ حدیث بیان کر کے حضرت عمرو بن العاص نے اپنی ٹھوڑی کے نیچے اپنا ہاتھ رکھ کر کہا: اے اللہ! تو نے ہم کو حکم دیا تو ہم نے اس کو فراموش کر دیا' تو نے ہمیں جن کاموں سے روکا تو ہم نے وہ کام کیے' سوا تیری مغفرت کے ہماری اور کوئی پناہ نہیں اور یہ کہہ کر حضرت عمرو بن العاص نے اپنی جان' جان آفرین کے سپرد کر دی۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۲۰۰' یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے)

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے' میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا' آپ نے فرمایا: اے اُم عبد کے بیٹے! (حضرت ابن مسعود) تم دعا کرو تمہیں دیا جائے گا' پس حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے دعا میں سبقت کی' حضرت عمر نے کہا: جب بھی حضرت ابوبکر نے کسی چیز میں مجھ پر سبقت کی تو حضرت ابوبکر مجھ پر سبقت کر لیتے ہیں' پس ان دونوں نے دعا کی' پس حضرت ابن مسعود نے کہا: میری جو دعا ہے جس کو میں کبھی نہیں چھوڑتا وہ یہ ہے: اے اللہ! میں تجھ سے ایسی نعمت کا سوال کرتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہو' اور ایسی آنکھوں کی ٹھنڈک جو کبھی فنا نہ ہو اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنت کے سب سے بلند درجہ' جنت الخلد میں رفاقت۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۶' مسند ابو داؤد الطیالسی: ۳۴۰' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۲۷' المعجم الکبیر: ۸۴۱۳' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۳۳۲' السنن الکبریٰ: ۱۰۷۵' المستدرک ج ۳ ص ۳۱۷' حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح السند ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔)

(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں مؤمنین کے مشورہ کے بغیر کسی کو امیر بناتا تو ام عبد کے بیٹے (حضرت ابن مسعود) کو امیر بناتا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۷۶' الطبقات ج ۵ ص ۲۷' شعیب الارؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔)

(۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو وہ ایک درخت پر چڑھے' آپ نے ان کو

حکم دیا تھا کہ وہ اس درخت سے کوئی چیز لے کر آئیں' ان کے اصحاب ان کو دیکھ رہے تھے' جب وہ درخت پر چڑھے تو وہ حضرت ابن مسعود کی پتلی پتلی پنڈلیوں کو دیکھ کر ہنسے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ کے اس بندے پر ہنس رہے ہو جو قیامت کے دن میزان پر احد پہاڑ سے زیادہ بھاری ہوگا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۱۴' الطبقات ج ۳ ص ۱۵۵' الادب المفرد: ۲۳۷' مسند ابویعلیٰ: ۵۳۹۰' المعجم الکبیر: ۸۵۱۶' علامہ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کے رجال صحیح ہیں۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۸۸' شعیب الارؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے۔ حاشیہ مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۴)

(۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ پیلو کے درخت کی مسواک (شاخ) توڑ رہے تھے تو لوگ ہنسنے لگے' رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم کیوں ہنس رہے ہو؟ انہوں نے بتایا: ہم ان کی پنڈلیوں کی باریکی پر ہنس رہے ہیں' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اس کی پنڈلیاں میزان میں احد پہاڑ سے زیادہ بھاری ہوں گی۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۴۲۱' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۳۵۵' الطبقات ج ۳ ص ۱۵۵' مسند البزار: ۲۶۷۸' مسند ابویعلیٰ: ۵۳۱۰' المعجم الکبیر: ۸۴۵۲' حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۲۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۱۱۳' حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۸۹' شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح لغیرہ ہے' حاشیہ مسند احمد ج ۷ ص ۹۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی التوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آٹھ سو اڑتالیس (۸۴۸) احادیث مروی ہیں' جن میں سے چھیالیس (۴۶) احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام بخاری اکیس (۲۱) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم پینتیس (۳۵) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔ (خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۱۱۸-۱۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

۲۸ - بَابُ ذِكْرِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا ذکر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان کا نام معاویہ بن ابوسفیان صخر بن حرب بن امیۃ بن عبدشمس بن عبدمناف القرشی الاموی ہے' ان کی ماں کا نام ھند بنت عتبہ ربیعہ بن عبدشمس ہے۔ حضرت معاویہ اور ان کے والد فتح مکہ کے وقت اسلام لائے تھے' ایک قول یہ ہے کہ حضرت معاویہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں اسلام لے آئے تھے' حضرت معاویہ نبی ﷺ کے کاتب تھے اور ان کے بھائی یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی وفات کے بعد انیس (۱۹) ہجری میں' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حکم سے دمشق کے گورنر مقرر ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پورے زمانہ تک اس منصب پر مقرر رہے' پھر بعد میں حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما سے جنگ کے زمانہ میں بھی دمشق کے حاکم رہے' پھر اکتالیس (۴۱) ہجری میں سب مسلمانوں کا حضرت معاویہ کی تمام ممالک اسلامیہ کی خلافت پر اتفاق ہوگیا' پھر شام میں ان کی حکومت چالیس سال سے زیادہ عرصہ تک رہی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۴۱-۳۴۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مشہور قول یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے مبعوث ہونے سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے۔ علامہ واقدی نے یہ حکایت کی ہے کہ حضرت معاویہ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لے آئے تھے اور انہوں نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا حتیٰ کہ فتح مکہ کے سال

انہوں نے اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا اور یہ عمرۃ القضاء میں مسلمان تھے لیکن یہ قول حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث کے معارض ہے کہ ہم نے حج کے مہینوں میں عمرہ کیا اور اس وقت یہ کافر تھے' تاہم اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کا یہ قول حضرت معاویہ کے ظاہر حال پر محمول ہے کیونکہ انہوں نے اپنے اسلام کو چھپایا ہوا تھا۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ نے کہا: میں نے مروہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال کاٹے' اور اس حدیث کی اصل صحیح بخاری میں ہے کہ میں نے قینچی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال کاٹے' اس حدیث میں مروہ کا ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمرہ کا موقع تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے سر کے بال منڈوائے تھے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔

امام ابونعیم کی روایت ہے کہ یہ عمدہ اور اچھا لکھنے والوں میں سے اور فصحاء میں سے تھے اور بہت بردبار اور صاحب وقار تھے۔

خالد بن معدان سے روایت ہے کہ یہ طویل قامت اور گورے رنگ کے تھے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت کی اور آپ کے کاتب تھے' ان کے بھائی حضرت یزید بن ابی سفیان کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو شام کا عامل بنا دیا' حضرت عثمان نے ان کو اس منصب پر مستقل برقرار رکھا' انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی' پھر ان سے جنگ کی اور شام کی حکومت پر برقرار رہے' پھر مصر کو بھی اس کے ساتھ ملا لیا' پھر حکمین کے واقعہ کے بعد یہ خلیفہ کے نام سے موسوم ہوئے' پھر جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے صلح کر لی اور تمام مسلمانوں کا ان کی خلافت پر اتفاق ہو گیا تو پھر یہ بالاتفاق خلیفہ ہو گئے اور وہ سال ''عام الجماعۃ'' یعنی اتفاق کا سال کہلایا۔

امام بغوی نے عبدالملک بن مروان سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ بیس سال امیر رہے اور بیس سال خلیفہ رہے لیکن یہ مجاز پر محمول ہے' حضرت علی سے جنگ اور حضرت حسن سے صلح کے بعد یہ انیس سال خلیفہ رہے۔

امام ابن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ یہ کہتے تھے کہ میں عمرۃ القضاء سے پہلے اسلام لے آیا تھا لیکن میں مدینہ جانے سے ڈرتا تھا کیونکہ میری ماں نے کہا تھا کہ اگر تم مدینہ گئے تو وہ لوگ تم کو قتل کر دیں گے۔

امام ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں حضرت معاویہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کر رہے تھے اور میں آپ کے پیچھے کھڑا تھا' جب آپ نے وضو کر لیا تو مجھے دیکھ کر فرمایا: اے معاویہ! جب تمہیں کسی جگہ کا حاکم بنا دیا جائے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل کرنا' جب سے مجھے یہ یقین رہا ہے کہ مجھے حاکم بنایا جائے گا۔

امام بیہقی کی دلائل النبوۃ اور تاریخ بخاری میں معمر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت معاویہ سے زیادہ کسی کی حکومت کو میٹھا نہیں پایا اور امام بغوی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ کو دیکھ کر کہتے تھے: یہ عرب کا کسریٰ ہے۔

المدائنی نے کہا ہے کہ حضرت زید بن ثابت وحی لکھتے تھے اور حضرت معاویہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب کے حکمرانوں کے نام خطوط لکھواتے تھے۔

مسند احمد میں ہے اور اس کی اصل صحیح مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معاویہ کو میرے پاس بلاؤ' کیونکہ وہ آپ کے کاتب تھے۔

امام ابن الدنیا نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے کہا: میرے بعد تفرقہ نہ کرنا' اگر تم نے تفرقہ کیا تو جان لو کہ معاویہ شام میں ہے۔

صحیح روایت کے مطابق (بائیس) رجب ۶۰ ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی۔

(الاصابۃ ج ۶ ص ۱۲۳ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

بائیس رجب کے کونڈوں کی تحقیق

عام طور پر لوگ بائیس رجب کو حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی نیاز دلاتے ہیں اور ان کے لیے ایصال ثواب کرتے ہیں لیکن بائیس رجب حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی تاریخ وفات نہیں ہے' بلکہ بائیس رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے' شیعہ چونکہ حضرت معاویہ سے بغض اور عناد رکھتے ہیں اس لیے اس دن ان کی وفات پر خوشی مناتے ہیں اور کھیر اور حلوہ پوری وغیرہ پکاتے ہیں اور اہل سنت کے ڈر سے انہوں نے اس میں یہ التزام کیا ہوا ہے کہ جس جگہ امام جعفر کی نیاز دلائی جائے اس کھانے کو وہیں کھایا جائے باہر نہ نکالا جائے' اب شیعہ اور سنیوں کے ساتھ ساتھ رہنے کی وجہ سے یہ رسم سنیوں نے بھی اختیار کر لی ہے اور وہ بھی اسی تاریخ کو کونڈوں میں کھانے پینے کی یہ چیزیں رکھ کر حضرت جعفر صادق کی نیاز دلاتے ہیں اور ایک وزیر اور لکڑ ہارے کا منظوم قصہ بھی پڑھتے ہیں جس کا کوئی ثبوت نہیں ہے' اب ہم پہلے یہ بیان کر رہے ہیں کہ بائیس رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے۔

حافظ جمال الدین ابی الحجاج یوسف المزی المتوفی ۷۴۲ ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ دمشق میں جمعرات کے دن فوت ہوئے' جب رجب کے اختتام میں آٹھ دن رہتے تھے یعنی بائیس رجب انسٹھ ۵۹ ھ میں اس وقت ان کی عمر بیاسی (۸۲) سال تھی' اب ان کی خلافت انیس (۱۹) سال تین مہینے اور بیس دن رہی' ایک قول یہ ہے کہ ان کی عمر بہتر سال تھی اور ایک قول یہ ہے کہ ان کی عمر چھیاسی سال تھی۔

(تہذیب الکمال ج ۱۸ ص ۲۰۲ 'دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ ھ' الاستیعاب ج ۳ ص ۴۷۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اور حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی تاریخ وفات کے متعلق شیعہ عالم ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ ھ لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف نہیں ہے کہ وفات آں حضرت ۱۴۸ ھ میں واقع ہوئی' مشہور زیادہ یہ ہے کہ ماہ شوال میں آپ نے وفات فرمائی اور بعضوں نے دوشنبہ پندرھویں ماہ رجب سن مذکور لکھی ہے اور اکثر عمر شریف پینسٹھ سال اور بعضے اڑسٹھ سال لکھتے ہیں۔

(جلاء العیون ج ۲ ص ۳۹۴ (مترجم) شیعہ جنرل بک ایجنسی' لاہور)

تاہم حضرت جعفر صادق کے لیے ایصال ثواب کرنا ہر روز جائز ہے اور بائیس رجب کو بھی جائز ہے لیکن اس تاریخ میں چونکہ حضرت معاویہ کی وفات ہوئی ہے اس لیے اس تاریخ میں ان کے لیے بھی ایصال ثواب کرنا چاہیے' اور کونڈوں کی نیاز میں جو بے جا قیود لگائی گئی ہیں کہ اتنی مقدار میں سوجی اور اتنی مقدار میں گھی ہو اور فاتحہ کا کھانا اسی جگہ پر بیٹھ کر کھایا جائے' باہر بالکل نہ لے جایا جائے اور فاتحہ کے وقت لکڑ ہارے اور وزیر کا منظوم قصہ بھی پڑھا جائے ان امور کی کوئی شرعی اصل نہیں ہے اس لیے ان امور سے اجتناب کیا جائے۔

۳۷۶۴ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا الْمُعَافَى عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ أَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ وَّعِنْدَهُ مَوْلًى لِّابْنِ عَبَّاسٍ فَأَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ دَعْهُ. فَإِنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث: ۳۷۶۵] (اس

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المعافی نے حدیث بیان کی از عثمان بن ابی الاسود از ابن ابی ملیکہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک رکعت وتر کی نماز پڑھی اور ان کے پاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام تھے' وہ حضرت ابن

حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

عباس کے پاس آئے (اور انہوں نے حضرت معاویہ کی شکایت کی) ' حضرت ابن عباس نے فرمایا: ان کو چھوڑو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت کی ہے۔

حضرت معاویہ کے ایک رکعت وتر پڑھنے کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ہے: حضرت ابن عباس نے اپنے آزاد کردہ غلام (عکرمہ) سے کہا: حضرت معاویہ کو چھوڑو یعنی ان پر انکار اور اعتراض نہ کرو کیونکہ وہ فقیہ ہیں' رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں اور وہ فقہی احکام کے عارف ہیں۔

(عمدۃ القاری ج١٦ ص ٣٤٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ عکرمہ نے جو ایک رکعت وتر پڑھنے پر اعتراض کیا تھا اس میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک وتر کی تین رکعت پڑھنا معروف تھا' تاہم حضرت معاویہ کے ایک رکعت پڑھنے کی تاویل یہ ہے کہ وہ ایک رکعت آخری دوگانہ کے ساتھ ملی ہوئی تھی اور یہ تاویل اس لیے ضروری ہے کہ نبی ﷺ نے ایک رکعت نماز کو دم کٹی نماز فرمایا ہے اور اس سے منع فرمایا ہے۔

حافظ ابن عبدالبر مالکی متوفی ٤٦٣ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے دم کٹی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے کہ کوئی آدمی ایک رکعت پڑھ کر اس کے ساتھ وتر کرے۔ (التمہید ج ٥ ص ٢٥٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٩ھ)

٣٧٦٥ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنِی ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَةَ قِیْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ هَلْ لَّكَ فِیْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ مُعَاوِیَةَ فَاِنَّهٗ مَا اَوْتَرَ اِلَّا بِوَاحِدَةٍ قَالَ اَصَابَ اِنَّهٗ فَقِیْهٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں نافع بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ مجھے ابن ابی ملیکہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ آپ کی امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا رائے ہے' انہوں نے وتر کی صرف ایک رکعت پڑھی ہے' حضرت ابن عباس نے کہا: انہوں نے (اپنے نزدیک) صحیح عمل کیا' وہ فقیہ ہیں یعنی مجتہد ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧٦٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٦٦ - حَدَّثَنِیْ عَمْرُوْبْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِی التَّیَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ اَبَانَ عَنْ مُعَاوِیَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِنَّكُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوةً لَقَدْ صَحِبْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاَیْنَاهُ یُصَلِّیْهَا وَلَقَدْ نَهٰی عَنْهُمَا یَعْنِی الرَّكْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی التیاح' انہوں نے کہا: میں نے حمران بن ابان سے سنا از حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: تم ایک نماز پڑھتے ہو حالانکہ ہم نبی ﷺ کی مصاحبت میں رہے ہیں' ہم نے آپ کو یہ دو رکعتیں پڑھتے نہیں دیکھا اور تحقیق یہ ہے کہ نبی ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے

سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٥٨٧ میں گزر چکی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں مزید احادیث

(١) حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی: اے اللہ! اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔

(سنن ترمذی: ٣٨٤٢' مسند احمد ج ٤ ص ٢١٦)

(٢) حضرت عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر کے سوا نہ کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا ہے: اے اللہ! معاویہ کے سبب سے ہدایت دے۔ (سنن ترمذی: ٣٨٤٣)

(٣) حضرت عرباض بن ساریہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رمضان کے مہینہ میں سحر کے وقت سنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے: آؤ مبارک غذا کی طرف' پھر میں نے سنا' آپ یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! معاویہ کو کتاب کا علم عطاء فرما اور اس کو عذاب سے بچا۔ (مسند احمد ج ٤ ص ١٢٧' صحیح ابن خزیمہ: ١٩٣٨' المعجم الکبیر ج ١٨' رقم: ٦٢٨' سنن بیہقی ج ٤ ص ٢٣٦' السنن الکبریٰ: ٢٤٧٣' شرح مشکل الآثار: ٥٥٠٣' صحیح ابن حبان: ٣٤٦٥' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ٩' مسند البزار: ٩٧٧' مجمع الزوائد ج ٩ ص ٣٥٦)

علامہ سندھی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ دعا کی: اے اللہ! ان کو کتاب اور حساب کا علم عطاء فرما کیونکہ امراء کو اس کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ دعا کی کہ ان کو عذاب سے بچا کیونکہ امراء سے عادۃً اپنی امارت میں کوئی نہ کوئی تقصیر ہو جاتی ہے' پس اگر ان سے کوئی تقصیر ہو جائے سو تو ان کو اس تقصیر سے بچا لینا۔

(حاشیۂ مسند احمد ج ٢٨ ص ٣٨٤۔ ٣٨٣' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

(٤) ابوامیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وضو کرانے کا برتن لے لیا' حضرت ابوہریرہ بیمار ہو گئے تھے' حضرت معاویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کرا رہے تھے تو آپ نے وضو کرتے ہوئے ایک یا دو مرتبہ سر اٹھا کر دیکھا' پھر فرمایا: اے معاویہ! جب تمہیں کسی جگہ کا حاکم بنایا جائے تو اللہ عزوجل سے ڈرنا اور عدل کرنا' حضرت معاویہ نے کہا: جب سے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے یہ یقین تھا کہ مجھے کسی جگہ کا حاکم بنایا جائے گا حتیٰ کہ میں حکومت میں مبتلا ہو گیا۔ (مسند احمد ج ٤ ص ١٠١' تاریخ کبیر البخاری ج ٣ ص ٩٦-٩٤' طبع قدیم' مجمع الزوائد ج ٥ ص ١٨٦' مسند ابویعلیٰ: ٧٣٨٠' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١١ ص ١٤٨۔ ١٤٧' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٦ ص ٤٤٦)

علامہ شعیب الارنؤوط نے کہا ہے کہ اس حدیث کے رجال صحیح اور ثقات ہیں' تاہم ابوامیہ کے دادا اور وہ سعید بن العاص ہیں ان کا حضرت معاویہ سے سماع ہم پر واضح نہیں ہوا' اور حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور اس کے رجال صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد ج ٥ ص ١٨٦) (حاشیۂ مسند احمد ج ٢٨ ص ١٣٠' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ سعید بن العاص کا حضرت معاویہ سے سماع ثابت نہ ہونا ہمیں مضر نہیں ہے کیونکہ ہمارے اور مالکیہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلق مقبول ہوتی ہے اور اگر اس کی سند ضعیف بھی ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ فضائل میں ضعیف السند حدیث بھی مقبول ہوتی ہے۔ اور علامہ احمد البناء المتوفی ١٣٧٨ھ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث المعجم الاوسط میں بھی ہے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے یہ الفاظ ہیں: اے اللہ! ان کی نیکیوں کو قبول فرما اور ان کی تقصیرات سے درگزر فرما۔

(الفتح الربانی ج ۴ ص ۴۴۰٦ 'بیت الافکار الدولیۃ اردن' ۲۰۰۷ء)

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے بال قینچی سے کاٹے' راوی کہتا ہے کہ ہم نے حضرت ابن عباس سے کہا: ہم کو یہ حدیث صرف حضرت معاویہ سے پہنچی ہے تو انہوں نے کہا: حضرت معاویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تہمت لگانے والے نہیں ہیں۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۹۵' المعجم الکبیر ج ۱۹' رقم: ٦۹۷' الاحاد والمثانی: ۵۳۱)

ابن ابی عاصم کی روایت میں ہے کہ ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب طواف سے فارغ ہو گئے تو میں نے مروہ کے پاس قینچی سے آپ کے بال کاٹے (الاحاد والمثانی: ۵۳۱) اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ بتائیں کہ جس نے تمتع کیا اور قربانی بھیج دی کیا وہ اپنے بال کاٹ سکتا ہے؟ تو میں نے کہا: نہیں' تب حضرت معاویہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے طواف سے فارغ ہو گئے تو میں نے مروہ کے پاس قینچی سے آپ کے بال کاٹے۔ (المعجم الکبیر ج ۱۹ رقم: ٦۹۸)

علامہ شعیب الارنؤوط نے لکھا ہے کہ مسند احمد کی سند صحیح ہے اور موخر الذکر حدیثوں کی سند ضعیف ہے کیونکہ ان کی سند میں محمد بن اسحاق ہے اور وہ مدلس ہے۔ (حاشیۃ مسند احمد ج ۲۸ ص ۸۷' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

میں کہتا ہوں کہ محمد بن اسحاق کا مدلس ہونا ہمیں مضر نہیں ہے کیونکہ اگر اس کو ساقط بھی کر دیا جائے تو یہ حدیث مرسل ہو گی اور حدیث مرسل ہمارے اور مالکیہ کے نزدیک مطلقاً مقبول ہے۔

حضرت معاویہ نے اپنی وفات کے وقت کہا: اے میرے بیٹے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے وہ چادر عطا کی تھی جو آپ کے جسم کے ساتھ لگی ہوتی تھی' میں نے اس چادر کو اس دن کے لیے چھپا کر رکھا تھا' اس کو میرے کفن کا اندرونی حصہ بنا دینا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بال کاٹے اور ناخن تراشے وہ میں نے آپ سے لے لیے' ان کو میں نے اس دن کے لیے چھپا کر رکھا تھا' ان بالوں اور ناخنوں کو میرے منہ پر اور میری آنکھوں پر اور میرے اعضاء سجود پر رکھ دینا' اگر مجھے کوئی چیز نفع دے گی تو یہی چیزیں ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے۔ (الاستیعاب ج ۳ ص ۴۷۳)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک سو تریسٹھ احادیث مروی ہیں جن میں سے چار حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام بخاری چار حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم پانچ حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۳ ص ۱۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

۲۹ - بَابُ مَنَاقِبِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ

حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں سیدہ فاطمہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناقب ہیں' ان کی والدہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا زمانہ اسلام میں پیدا ہوئیں' ان کی ولادت اس وقت ہوئی جب قریش کعبہ کو بنا رہے تھے اور قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت سے سات سال اور چھ ماہ پہلے کعبہ کو بنانا شروع کیا تھا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب سے غزوۂ احد کے بعد ان کا

نکاح کیا تھا۔ نکاح کے ساڑھے نو ماہ بعد ان کی رخصتی ہوئی تھی' ان کی عمر اس وقت پندرہ سال اور پانچ ماہ تھی' (علامہ عینی نے جو حضرت فاطمہ کی تاریخ پیدائش ذکر کی ہے اس کے حساب سے اس وقت ان کی عمر تقریباً بائیس سال تھی۔ سعیدی غفرلہ) علامہ ابوعمر نے کہا: ان سے حضرت حسن' حضرت حسین' حضرت ام کلثوم اور حضرت زینب پیدا ہوئیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ہوتے ہوئے کوئی اور نکاح نہیں کیا' حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی' ان کی وفات تین رمضان گیارہ ہجری' بہ روز منگل ہوئی' المدائنی نے کہا: ان کی نماز جنازہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھائی' علامہ کرمانی نے کہا: حضرت علی نے ان کو غسل دیا اور انہوں نے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی وصیت کے مطابق رات کے وقت ان کو دفن کیا' علامہ ابوعمر نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد فوت ہوگئی تھیں' محمد بن علی نے کہا: چھ ماہ بعد فوت ہوئی تھیں' عمرو بن دینار نے کہا: آٹھ ماہ بعد فوت ہوئی تھیں اور ابن بریدہ نے کہا: یہ اپنے والد علیہ السلام کی وفات کے بعد ستر دن زندہ رہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت فاطمۃ الزہراء بنت امام المتقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحب زادی تھیں اور آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔

حافظ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ آپ کی سب سے بڑی بیٹی حضرت زینب تھیں' پھر حضرت رقیہ' پھر حضرت ام کلثوم' پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ المدائنی نے کہا ہے کہ یہ اس وقت پیدا ہوئیں جب کعبہ کو بنایا جا رہا تھا اور اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر پینتیس (٣٥) سال تھی' یہ اعلان نبوت سے تقریباً ایک سال پہلے پیدا ہوئیں' ان کی عمر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پانچ سال زیادہ تھی' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے اوائل عمر میں دو ہجری میں نکاح کیا' حضرت فاطمہ کے علاوہ دوسری صاحب زادیوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل نہیں چلی۔

امام ابن سعد نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کے وقت حضرت علی سے فرمایا: فاطمہ کو اپنی وہ زرہ دے دو جو تم کو غزوہ بدر میں ملی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار خطوط کھینچے اور فرمایا: اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ' فاطمہ' مریم اور آسیہ ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کی عورتوں کی سردار فاطمہ ہیں سوائے مریم کے۔ (المستدرک ج ٣ ص ١٨٥)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے' جو چیز اس کو تکلیف دے وہ مجھے تکلیف دیتی ہے۔ (مسند احمد ج ٣ ص ٨٠)

امام ابن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو غسل دیا رضی اللہ عنہما۔

(الاصابہ ج ٨ ص ٢٦٧۔ ٢٦٢' ملتقطاً و ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

یہ حدیث باب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عنوان میں درج ہے۔

٣٧٦٧ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي فَمَنْ أَغْضَبَهَا فَقَدْ أَغْضَبَنِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از ابن ابی ملیکہ از المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھ کو ناراض کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٩٢٦ میں گزر چکی ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ کے افضل النساء ہونے کی تحقیق

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

امام سبکی نے کہا ہے: جس پر ہمیں یقین ہے وہ یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے افضل ہیں' حتیٰ کہ حضرت خدیجہ اور باقی ازواج مطہرات سے بھی افضل ہیں۔ رضی اللہ عنہن' اور حضرت آسیہ سے بھی افضل ہیں' علامہ بدرالدین الزرکشی' علامہ الخیضری' مقرزی' حافظ سیوطی' علقمی اور علامہ مناوی کا یہی مختار ہے۔ (فیض القدیر ج١ ص ٣٨١' طبع قدیم)

علامہ سیوطی نے کہا ہے کہ اس پر دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے: مریم اپنے زمانہ کی عورتوں سے افضل ہیں اور فاطمہ اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار ہیں۔ (الخصائص الکبریٰ ج ٢ ص ٣٤٨' طبع قدیم)

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا ہے کہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہیں' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ بیمار تھیں' آپ نے ان کی عیادت کی اور ان سے پوچھا: اے بیٹی! تم اپنے آپ کو کیسا پاتی ہو؟ انہوں نے کہا: مجھے درد ہے اور اس وجہ سے اور زیادہ تکلیف ہے کہ میرے پاس کھانے کے لیے کوئی طعام نہیں ہے' آپ نے پوچھا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم تمام جہان کی عورتوں کی سردار ہو؟ انہوں نے کہا: اے ابا جان! پھر حضرت مریم بنت عمران کا کیا مرتبہ ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنے جہان کی عورتوں کی سردار ہیں اور تم اپنے جہان کی عورتوں کی سردار ہو۔ (الاستیعاب: ١٨٩٥)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سیدہ فاطمہ حضرت مریم سے افضل ہیں' علامہ العلقمی نے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ حضرت مریم سے افضل ہیں' اور ان کے علاوہ باقی عورتوں سے بھی' ہمارے شیخ حافظ سیوطی کا یہی مختار ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: فاطمہ تمام اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں' اور تمام عورتوں میں حضرت مریم' حضرت آسیہ' حضرت خدیجہ وغیرھا داخل ہیں۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٩ ص ٩٦' مکتبۃ الرشد' ١٤٣٠ھ)

میں کہتا ہوں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے افضل النساء ہونے میں کوئی شک نہیں مگر وہ ازواج مطہرات کے بعد سب سے افضل ہیں' ازواج مطہرات کے افضل النساء ہونے پر صریح قرآن ناطق ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ. (الاحزاب: ٣٢)

اے نبی کی ازواج! تم عورتوں میں سے کسی کی مثل نہیں ہو اگر تم (اللہ سے) ڈرتی رہو۔

اور حضرت سیدہ فاطمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیسے افضل ہو سکتی ہیں حالانکہ آپ کی ماں ہیں' اور ماں بیٹی سے افضل ہوتی ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ ازواج مطہرات کے علاوہ باقی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

سیدہ فاطمہ کی منقبت میں دیگر احادیث

(١) حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر فرما رہے تھے: بنو ھشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا علی بن ابی طالب سے نکاح کر دیں' سو میں اجازت نہیں دیتا' پھر اجازت نہیں دیتا' پھر اجازت نہیں دیتا (تین بار فرمایا) سوا اس صورت کے کہ علی بن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دینے کا ارادہ کریں اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لیں' کیونکہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے' جو کام اس کو تکلیف دیتا ہے وہ مجھے تکلیف دیتا ہے اور جس کام سے اس کو اذیت ہوتی ہے اس سے مجھ کو اذیت ہوتی ہے۔

(سنن ترمذی: ٣٨٦٧' صحیح البخاری: ٣٧١٤' سنن ابوداؤد: ٢٠٧١' سنن ابن ماجہ: ١٩٩٨' مسند احمد ج ٤ ص ٣٢٨)

(٢) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تھی اور مردوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے۔ (سنن ترمذی: ٣٨٦٨' اس حدیث کی روایت میں امام ترمذی منفرد ہیں' علاوہ ازیں صحیح البخاری: ٣٦٦٢' میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کو سب سے زیادہ محبت حضرت عائشہ سے ہے اور مردوں میں سب سے زیادہ محبت ان کے والد سے ہے اور امام بخاری کی روایت امام ترمذی کی روایت پر راجح ہے۔)

(٣) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی' سیدہ فاطمہ' حضرت حسن اور حضرت حسین سے فرمایا: میں اس سے جنگ کروں گا جس سے تم جنگ کرو گے اور میں اس سے صلح کروں گا جس سے تم صلح کرو گے۔

(سنن ترمذی: ٣٨٧٠' سنن ماجہ: ١٤٥)

(٤) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن' حضرت حسین' حضرت علی اور سیدہ فاطمہ کو چادر اوڑھائی' پھر فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص ہیں' ان سے ناپاکی دور کر دے اور ان کو خوب پاک کر دے' حضرت ام سلمہ نے پوچھا: میں بھی ان کے ساتھ ہوں' آپ نے فرمایا: تم زیادہ اچھائی پر ہو۔ (سنن ترمذی: ٣٨٧١' مسند احمد ج ٦ ص ٢٩٨)

(٥) عائشہ بنت طلحہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت' آپ کے طریقہ اور آپ کے اٹھنے اور بیٹھنے کے مشابہ نہیں پایا' وہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاتیں تو آپ ان کے لیے کھڑے ہو جاتے' پس ان کو بوسا دیتے اور ان کو اپنی نشست پر بٹھاتے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس جاتے تو وہ آپ کے لیے کھڑی ہو جاتیں اور آپ کو بوسا دیتیں اور آپ کو اپنی نشست پر بٹھاتیں' پس جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو گئے تو سیدہ فاطمہ آئیں اور آپ پر جھکیں اور آپ کو بوسا دیا' پھر وہ اپنا سر اٹھا کر رونے لگیں' پھر دوبارہ آپ پر جھکیں' پھر اپنا سر اٹھا کر ہنسنے لگیں اور مجھے یہ یقین تھا کہ وہ ہماری خواتین میں سب سے زیادہ عقل والی تھیں' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو گئے تو میں نے سیدہ فاطمہ سے پوچھا: یہ بتائیں کہ جب آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھکیں' پھر سر اٹھا کر روئیں' پھر دوبارہ جھکیں اور سر اٹھا کر ہنسیں تو اس کا کیا سبب تھا' سیدہ فاطمہ نے بتایا کہ جب میں پہلی بار جھکی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی کہ آپ اس بیماری میں فوت ہونے والے ہیں' اس پر میں روئی اور جب میں دوسری بار جھکی تو آپ نے بتایا کہ آپ کے اہل میں سے سب سے پہلے میں آپ سے ملوں گی' اس لیے میں ہنسی۔ (سنن ترمذی: ٣٨٧٢' سنن ابوداؤد: ٥٢١٧' مسند احمد ج ٦ ص ٢٨٢)

(٦) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے وصال کی خبر دی تو میں روئی' پھر آپ نے خبر دی کہ حضرت مریم کے سوا میں اہل جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہوں گی تو میں ہنسی۔ (سنن ترمذی: ٣٨٧٤)

بہ ظاہر اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت میں ازواج مطہرات سے بھی افضل ہوں گی جیسا کہ بعض مالکی علماء کا مختار ہے لیکن اس حدیث میں حضرت مریم کا استثناء ہے کیونکہ وہ جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہوں گی' سو آپ کی باقی ازواج مطہرات بھی اسی حکم میں ہیں' نیز حضرت فاطمہ جنت میں حضرت علی کے ساتھ اور آپ کے درجہ میں ہوں گی' نیز ہم (الاحزاب: ٣٢) کے حوالے سے بتا چکے ہیں کہ کوئی عورت ازواج مطہرات کی مثل نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں ازواج مطہرات کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سب عورتوں سے افضل ہیں اور ان کی سردار ہیں۔

(٧) جمیع بن عمیر تیمی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور میں نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں میں سب سے زیادہ کس سے محبت تھی؟ انہوں نے کہا: سیدہ فاطمہ سے' میں نے پوچھا: اور مردوں میں تو انہوں نے کہا: ان کے خاوند سے' وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والے اور بہت زیادہ نماز میں قیام کرنے والے تھے۔

(سنن نسائی: ٣٨٧٤)

یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بلند اخلاق اور ان کی تواضع اور انکسار ہے کیونکہ ان کو علم تھا کہ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے اور مردوں میں ان کے والد سے محبت ہے جیسا کہ ہم صحیح البخاری: ٣٦٦٢ کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

(٨) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جس کی گفتگو سیدہ فاطمہ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہو' جب وہ آپ کے پاس جاتیں تو آپ انہیں مرحبا کہتے اور کھڑے ہو جاتے' پھر ان کا ہاتھ پکڑتے' ان کو بوسا دیتے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے۔

(المستدرک: ٤٧٨٥' صحیح البخاری: ٣٦٢٦' صحیح مسلم: ٢٤٥٠' سنن ابن ماجہ: ١٦٢١' سنن ترمذی: ٣٨٧١' سنن ابوداؤد: ٥٢١٧)

(٩) حضرت علی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت کا دن قائم ہوگا تو ایک منادی حجاب کے پیچھے سے ندا کرے گا: اے اہل محشر! اپنی آنکھیں جھکالو حتیٰ کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر جائیں۔

(المستدرک: ٤٧٨١' المعجم الکبیر ج ا ص ١٠٨' علامہ ذہبی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ایک راوی عباس ہے۔ دارقطنی نے کہا: وہ کذاب ہے' ذہبی نے قسم کھا کر کہا: یہ حدیث موضوع ہے۔ المستدرک ج ٣ ص ١٦١' قدیم)

(١٠) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک فاطمہ نے اپنی عفت کی حفاظت کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو دوزخ پر حرام کر دیا۔ (المستدرک: ٤٧٧٩' مسند البزار: ٢٦٥١' العقیلی ج ٣ ص ١٨٤' المعجم الکبیر: ٢٦٢٥' حلیۃ الاولیاء ج ٤ ص ١٨٨' مجمع الزوائد ج ٩ ص ٢٠٢' المطالب العالیہ لابن حجر: ٣٩٨٧)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی التوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

سیدہ فاطمہ سے اٹھارہ حدیثیں مروی ہیں' جن میں سے ایک حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ٣ ص ٥٠٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

٣٠ - بَابُ فَضْلِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ حضرت صدیق اکبر کی بیٹی ہیں (رضی اللہ عنہما) ان کی والدہ کا نام ام رومان بنت عامر ہے' ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ عائشہ سے مکہ میں ہجرت سے دو سال پہلے نکاح کیا' ایک قول ہے کہ ہجرت سے تین سال پہلے نکاح کیا' دوسرا قول ہے کہ ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے نکاح کیا' اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی اور رخصتی کے بعد شب زفاف اس وقت ہوئی جب ان کی عمر نو سال تھی' یہ واقعہ ہجرت کے بعد مدینہ کا ہے جب آپ شوال دو ہجری میں غزوہ بدر سے واپس آ چکے تھے' اس کے بعد وہ تقریباً پچاس سال زندہ رہیں' جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر تقریباً اٹھارہ سال تھی' اس کے بعد وہ تقریباً پچاس سال زندہ رہیں' لوگوں نے ان سے بہ کثرت احادیث روایت کی ہیں' ان سے احکام کے متعلق جو احادیث روایت کی گئی ہیں ان کی تعداد ایک ہزار دس ہے' ان کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اولاد نہیں ہوئی' ان کی کنیت ام عبداللہ ہے' اس سے مراد ان کے بھانجے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی عاصم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں تو خولہ بنت حکیم نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ شادی نہیں کرتے؟ آپ نے پوچھا: کس سے؟ انہوں نے کہا: آپ چاہیں تو کنواری سے اور آپ چاہیں تو بیوہ سے' آپ نے پوچھا: کنواری کون ہے؟ انہوں نے کہا: وہ ان کی بیٹی ہے جو آپ کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے' یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی' پھر آپ نے پوچھا کہ بیوہ کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا: وہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ہیں جو آپ پر ایمان لائیں اور انہوں نے آپ کی پیروی کی' آپ نے فرمایا: اچھا! آپ جائیں اور ان سے میرا ذکر کریں' پس وہ گئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئیں' پس حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے ملیں' انہوں نے پوچھا: کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے بتایا: ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا ہے' وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام دے رہے ہیں' انہوں نے کہا: میں چاہتی ہوں آپ حضرت ابوبکر کا انتظار کر لیں' اتنے میں حضرت ابوبکر آ گئے' تو حضرت ام رومان نے ان سے ذکر کیا' پس انہوں نے کہا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کیسے جائز ہو سکتی ہے وہ تو ان کی بھتیجی ہے' حضرت خولہ واپس گئیں اور آپ سے ذکر کیا' آپ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو! وہ میرے دینی بھائی ہیں اور ان کی بیٹی میرے لیے حلال ہے' پس حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ کا آپ سے نکاح کر دیا' اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی۔ عطاء بن ابی رباح نے کہا: حضرت عائشہ تمام لوگوں سے زیادہ فقیہہ تھیں اور تمام لوگوں سے زیادہ عالمہ تھیں اور ان کی رائے عام لوگوں سے بہت عمدہ تھی۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب بھی ہمیں کوئی اشکال پیش آتا تو ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے تو ہم ان کے پاس اس کے متعلق علم پاتے۔

زہری نے کہا: اگر تمام امہات المومنین اور تمام عورتوں کے علم کو جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ کا علم زیادہ ہوگا۔ ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عائشہ کو برا کہا تو انہوں نے کہا: دفع ہو' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزیز ترین زوجہ کو اذیت پہنچا رہا ہے۔

ابومحمد مولیٰ الغفار نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! جنت میں آپ کی زوجہ کون ہوگی؟ فرمایا: تم ان میں سے ہو۔

امام ابن سعد نے ام درہ سے روایت کی ہے کہ میں حضرت عائشہ کے پاس ایک لاکھ درہم لے گئی' انہوں نے وہ اسی وقت تقسیم

کر دیئے اور وہ اس دن روزے سے تھیں' میں نے کہا: کاش! آپ ان دراہم میں سے ایک درہم کا گوشت خرید لیتیں جس سے آپ روزہ افطار کر لیتیں! آپ نے فرمایا: اگر تم مجھے پہلے یاد دلا دیتیں تو میں ایسا کر لیتی۔ حضرت عائشہ کی وفات سترہ رمضان منگل کے روز اٹھاون ہجری کو ہوئی اور آپ کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ (الاصابۃ ج ٨ ص ٣٣٥-٢٣٢' ملخصا' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

٣٧٦٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَبُوْسَلَمَةَ اِنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا يَا عَائِشُ هٰذَا جِبْرِيْلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ فَقُلْتُ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ تَرٰى مَالَا اَرٰى تُرِيْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب' انہوں نے بیان کیا کہ ابوسلمہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن فرمایا: اے عائشہ! یہ جبریل ہیں جو تمہیں سلام کہہ رہے ہیں' سو میں نے کہا: ان پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اور برکتیں ہوں' آپ ان کو دیکھ لیتے ہیں جن کو میں نہیں دیکھتی' ان کی مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢١٧ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت جبریل علیہ السلام کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کرنا ان کی عظیم فضیلت ہے' مگر اس حدیث سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حضرت عائشہ سے افضل ہونے پر استدلال کیا گیا ہے کیونکہ حضرت خدیجہ کے متعلق ایک مقام پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک حضرت جبریل آپ کے رب کی طرف سے آپ کو سلام کہہ رہے ہیں یعنی حضرت عائشہ پر حضرت جبریل کا سلام ہے اور حضرت خدیجہ پر اللہ عزوجل کا سلام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤٤)

٣٧٦٩ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُرَّةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَّلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: اور ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از عمرو بن مرہ از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مردوں میں بہت لوگ کامل ہیں اور عورتوں میں سے صرف مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کاملہ ہیں' اور عائشہ کی عورتوں پر فضیلت ایسے ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٤١١ میں گزر چکی ہے۔

امام ابن حبان نے کہا ہے کہ اس حدیث میں عورتوں سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج ہیں تا کہ اس حدیث کا اس حدیث سے تعارض لازم نہ آئے جس میں مذکور ہے کہ اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں عورتوں سے مراد آپ کے زمانہ کی عورتیں ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

۳۷۷۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلَى الطَّعَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن عبدالرحمٰن' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عائشہ کی عورتوں پر فضیلت اس طرح ہے جس طرح ثرید کی فضیلت دیگر کھانوں پر ہے۔

[اطراف الحدیث: ۵۴۱۹-۵۴۲۸] (صحیح مسلم: ۲۴۴۶' الرقم المسلسل: ۶۱۹۳' سنن ترمذی: ۳۹۱۳' سنن ابن ماجہ: ۳۹۸۱' مسند ابویعلیٰ: ۳۶۷۰' صحیح ابن حبان: ۷۱۱۳' شرح السنۃ: ۳۹۶۳' مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۴' طبع قدیم' مسند احمد: ۱۳۷۸۵' ج ۲۱ ص ۳۰۲' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حضرت عائشہ کے متعلق کنایۃً فرمانا کہ وہ عورتوں کی سردار ہیں اور اس کا حسن

گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑوں کو ڈال کر جو طعام بنایا جائے اس کو ثرید کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۴۵) خلاصہ یہ ہے کہ ثرید گوشت سے بنتا ہے اور حدیث میں ہے کہ کھانوں کا سردار گوشت ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ اہل دنیا اور اہل جنت کے طعام کا سردار گوشت ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۳۳۰۵)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی عورتوں پر فضیلت ثرید کی طرح ہے اور ثرید گوشت سے بنتا ہے اور کھانوں کا سردار گوشت ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عائشہ تمام عورتوں کی سردار ہیں۔

اوائل تدریس میں میری ایک شیعہ سے بحث ہوئی' اس نے کہا: حدیث میں ہے: حضرت فاطمہ تمام عورتوں کی سردار ہیں' سو وہ حضرت عائشہ کی بھی سردار ہیں' میں نے کہا: حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ کی فضیلت عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح ثرید کی فضیلت کھانوں پر ہے اور تمام کھانوں کا سردار گوشت ہے' لہٰذا حضرت عائشہ بھی تمام عورتوں کی سردار ہیں' اس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے متعلق اس طرح صراحۃً نہیں فرمایا جس طرح حضرت فاطمہ کے متعلق صراحۃً فرمایا ہے' میں نے کہا: حضرت عائشہ کے متعلق کنایۃً فرمایا ہے اور ''الکنایۃ اَلذّمن التصریح'' کنایہ میں بات کرنا صراحت سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے' اور محبوب کے متعلق کنایہ میں بات کی جاتی ہے' حضرت عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں اس لیے آپ نے ان کے متعلق کنایہ میں بات کی' یہ سن کر وہ شیعہ خاموش ہو گیا۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت فاطمہ بھی عورتوں کی سردار ہوں اور حضرت عائشہ بھی عورتوں کی سردار ہوں' یہ کیسے ہو سکتا ہے تو میں کہتا ہوں: اس میں کوئی حرج نہیں' جیسے ہمارے دیکھنے کے لیے دو آنکھیں ہیں' اسی طرح ہمارے ایمان کی دو آنکھیں ہیں' ایک آنکھ حضرت فاطمہ ہیں اور دوسری آنکھ حضرت عائشہ ہیں' اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان میں سے دائیں آنکھ کون سی ہے اور بائیں آنکھ کون سی ہے تو میں کہوں گا کہ یہ دونوں ہی دائیں آنکھیں ہیں جس طرح حدیث میں ہے کہ رحمٰن عزوجل کے دو ہاتھ ہیں اور دونوں دائیں ہاتھ ہیں۔

۳۷۷۱ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَنَّ عَائِشَةَ اشْتَكَتْ فَجَاءَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ يَا اُمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب بن عبدالمجید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از القاسم

الْمُؤْمِنِيْنَ تَقْدَمِيْنَ عَلٰى فَرَطِ صِدْقٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى اَبِىْ بَكْرٍ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۵۳۔ ۴۷۵۴] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

بن محمد' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما (عیادت کے لیے) آئے اور کہا: اے ام المومنین! آپ ان کے پاس جا رہی ہیں جو صدق میں سابق ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس۔

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں: اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ سے پہلے جنت کی طرف گئے ہیں اور اب آپ ان سے ملنے والی ہیں اور انہوں نے آپ کے لیے جنت میں ٹھکانا بنا دیا ہے' تو اب آپ غم نہ کریں اور اس پر خوش ہوں کہ آپ ان سے ملنے والی ہیں۔

۳۷۷۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَ عَلِيٌّ عَمَّارًا وَّالْحَسَنَ اِلَى الْكُوْفَةِ لِيَسْتَنْفِرَهُمْ خَطَبَ عَمَّارٌ فَقَالَ اِنِّىْ لَاَعْلَمُ اَنَّهَا زَوْجَتُهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ابْتَلَاكُمْ لِتَتَّبِعُوْهُ اَوْ اِيَّاهَا.

[اطراف الحدیث: ۷۱۰۰۔ ۷۱۰۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از الحکم' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابووائل سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو کوفہ کی طرف بھیجا تا کہ ان سے مدد طلب کریں تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور اس میں کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دنیا و آخرت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو آزمائش میں ڈالا ہے کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے ہو (جو خلیفہ برحق ہیں) یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی۔

اس حدیث کی حضرت عائشہ کے مناقب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ کے متعلق یہ کہا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ حضرت عائشہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا اور آخرت میں زوجہ ہیں' اور یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہت عظیم فضیلت ہے۔

جنگ جمل میں حضرت عائشہ' حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کی تاویل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علی نے حضرت عمار اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو کوفہ کی طرف بھیجا' یعنی جنگ جمل میں تا کہ کوفہ کے لوگ حضرت علی کے لشکر کی مدد کریں' اس جنگ میں جو حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بصرہ میں ہو رہی تھی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ نے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے کہ تم حضرت علی کی پیروی کرتے ہو یا حضرت عائشہ کی۔

اس سے مراد یہ ہے کہ تم حکم شرعی کی اتباع کرو اور امام کی اتباع کرو اور اس کے خلاف خروج نہ کرو۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کو یہ حکم دیا ہے کہ ''وَقَرْنَ فِىْ بُيُوْتِكُنَّ'' . (الاحزاب: ۳۳) ''تم اپنے گھروں میں رہو' اسی وجہ سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں اونٹ کی پشت پر سوار نہیں ہوں گی حتیٰ کہ میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر لوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تاویل کرنے والی تھیں اسی طرح حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما بھی تاویل کرنے والے تھے' اور ان کی مراد

لوگوں کے درمیان صلح کرانی تھی' اور حضرت عثمان رضی اللہ کے قاتلوں سے قصاص لینا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

* اس بحث کو زیادہ تحقیق کی ساتھ ہم نے الاحزاب: ٣٣ کی تفسیر میں لکھا ہے' دیکھئے: تبیان القرآن ج ٩ ص ٤٣٧۔٤٢٧

٣٧٧٣ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِّنْ أَصْحَابِهِ فِي طَلَبِهَا فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلٰوةُ فَصَلَّوْا بِغَيْرِ وُضُوْءٍ فَلَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكَوْا ذٰلِكَ إِلَيْهِ فَنَزَلَتْ آيَةُ التَّيَمُّمِ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ جَزَاكِ اللّٰهُ خَيْرًا فَوَاللّٰهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ لَكِ مِنْهُ مَخْرَجًا وَّجَعَلَ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ بَرَكَةً.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامۃ نے حدیث بیان کی از ھشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ سے ہار عاریۃً لیا تو وہ گم ہو گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے تلاش کرنے کے لیے اپنے کچھ اصحاب کو بھیجا' سو ان کو نماز (کے وقت) نے آ لیا تو انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی' پھر جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے اس کی شکایت کی' تب آیت تیمّم نازل ہوئی تو اسید بن حضیر نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر عطاء فرمائے' پس اللہ کی قسم! آپ پر جب بھی کوئی مصیبت نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اس سے نکلنے کی صورت پیدا کر دی اور مسلمانوں کے لیے اس میں برکت رکھ دی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٣٤ میں گزر چکی ہے۔

جس مسلمان کو نماز کے وقت پانی اور پاک مٹی میسر نہ ہو اس کی نماز کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی' علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب مسلمان کو وضو کے لیے پانی ملے نہ تیمّم کرنے کے لیے پاک مٹی ملے تو وہ اسی حال میں نماز پڑھ سکتا ہے' امام شافعی کے اس مسئلہ میں چار اقوال ہیں:

(١) اس پر واجب ہے کہ وہ نماز پڑھے اور جب پانی مل جائے تو وہ نماز دہرا لے اور یہ ان کا سب سے زیادہ صحیح قول ہے۔

(٢) اس پر اس حال میں نماز پڑھنا حرام ہے اور پانی ملنے کے بعد نماز کا اعادہ کرنا واجب ہے۔

(٣) اس نماز کا اعادہ واجب نہیں ہے لیکن اس نماز کو قضاء کرنا مستحب ہے۔

(٤) اس پر اس حال میں نماز پڑھنا واجب ہے اور اس پر اعادہ واجب نہیں ہے' مزنی کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ شخص نماز پڑھنے سے رکا رہے گا اور اس پر تشبہ بالصلوٰۃ واجب نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اس پر تشبہ بالصلوٰۃ واجب ہے اور اس نماز کی قضاء پڑھنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٤٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

تشبہ بالصلوٰۃ کا معنی یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کو نماز کے وقت وضو کے لیے پانی ملے نہ تیمّم کرنے کے لیے مٹی ملے مثلاً وہ کسی

ایسے کمرے میں قید ہو جس کے فرش اور دیواروں پر گوبر سے لپائی کی گئی ہو اور اس کو تیمم کے لیے پاک مٹی میسر نہ ہو تو وہ نیت کرے کہ میں اس وقت حقیقۃً نماز نہیں پڑھ سکتا کیونکہ میں بے وضو ہوں لیکن میں صورۃً نماز پڑھتا ہوں جو صورۃً نماز کے مشابہ ہے اور وہ نماز کے تمام افعال کرے لیکن اس کو نماز نہ قرار دے اور بعد میں اس کی قضاء کر لے۔

٣٧٧٤ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَانَ فِي مَرَضِهٖ جَعَلَ يَدُوْرُ فِي نِسَائِهٖ وَيَقُوْلُ أَيْنَ أَنَا غَدًا أَيْنَ أَنَا غَدًا حِرْصًا عَلٰى بَيْتِ عَائِشَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمِي سَكَنَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بیمار تھے تو آپ باری باری اپنی ازواج کے پاس منتقل ہوتے تھے اور فرماتے تھے: میں کل کہاں ہوں گا' میں کل کہاں ہوں گا کیونکہ آپ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر رہنے کی حرص تھی' حضرت عائشہ نے بتایا: پس جب میری باری کا دن ہوتا تو آپ کو سکون ہوتا اور قرار اور چین آتا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٨٩٠ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٧٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَاجْتَمَعَ صَوَاحِبِي إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْنَ يَا أُمَّ سَلَمَةَ وَاللّٰهِ إِنَّ النَّاسَ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ وَإِنَّا نُرِيْدُ الْخَيْرَ كَمَا تُرِيْدُهٗ عَائِشَةُ فَمُرِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّأْمُرَ النَّاسَ أَنْ يُّهْدُوْا إِلَيْهِ حَيْثُ مَا كَانَ أَوْ حَيْثُ مَا دَارَ قَالَتْ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ أُمُّ سَلَمَةَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَأَعْرَضَ عَنِّيْ فَلَمَّا عَادَ إِلَيَّ ذَكَرْتُ لَهٗ ذَاكَ فَأَعْرَضَ عَنِّيْ فَلَمَّا كَانَ فِي الثَّالِثَةِ ذَكَرْتُ لَهٗ فَقَالَ يَا أُمَّ سَلَمَةَ لَا تُؤْذِيْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ فَإِنَّهٗ وَاللّٰهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَأَنَا فِيْ لِحَافِ امْرَأَةٍ مِّنْكُنَّ غَيْرِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھشام نے حدیث بیان کی از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ اپنے ہدیے (تحائف) دینے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کرتے تھے' حضرت عائشہ بتاتی ہیں: پس میری تمام سوکنیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جمع ہوئیں' پس کہا: اے ام سلمہ! اللہ کی قسم! لوگ اپنے ہدیے پیش کرنے کے لیے حضرت عائشہ کی باری کو تلاش کرتے ہیں اور ہم خیر کا ارادہ کرتی ہیں جیسے حضرت عائشہ اس کا ارادہ کرتی ہیں' پس آپ رسول اللہ ﷺ سے کہیں کہ وہ لوگوں کو یہ حکم دیں کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں وہ آپ کو ہدیے پیش کریں یا آپ جس کے گھر میں بھی ہوں' حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت ام سلمہ نے اس بات کا نبی ﷺ سے ذکر کیا' انہوں نے بتایا کہ آپ نے مجھ سے اعراض کیا' پھر جب آپ دوبارہ میرے پاس آئے تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا' آپ نے پھر مجھ سے اعراض کیا' پھر جب آپ تیسری مرتبہ آئے تو میں نے پھر آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اے ام سلمہ! مجھے عائشہ کے متعلق اذیت نہ پہنچاؤ' پس بے شک اللہ کی قسم! تم

میں سے کسی کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی ماسوا عائشہ
کے۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۲۵۷۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دو وجہوں سے منقبت ہے' ایک اس وجہ سے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ کو اذیت دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینا ہے اور دوسرے اس وجہ سے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی صرف اس دن نازل فرماتا ہے جس دن آپ ازواج میں سے حضرت عائشہ کے گھر ہوں' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے دل میں بھی یہ بات ڈال دی تھی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے ہدیے اور تحفے اسی دن پیش کرتے تھے جب آپ حضرت عائشہ کے گھر ہوتے تھے۔

سیدہ فاطمہ' حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن کے درمیان افضلیت کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظیم منقبت ہے' اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بھی افضل ہیں مگر یہ استدلال دو وجہوں سے لازم نہیں ہے' اول اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جو یہ فرمایا تھا: ''تم میں سے کسی کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی ماسوا عائشہ کے'' ہوسکتا ہے کہ آپ نے اس ارشاد میں حضرت خدیجہ کو داخل کرنے کا ارادہ نہ فرمایا ہو اور آپ کے اس ارشاد میں صرف حضرت ام سلمہ اور ان کی وہ صواحبات داخل ہوں جنہوں نے حضرت ام سلمہ کو اس مسئلہ پر بات کرنے کے لیے بھیجا تھا' ثانی اس لیے کہ اگر حضرت خدیجہ اس عموم میں داخل ہوں تو اس سے یہ ثابت ہوگا کہ تمام ازواج میں حضرت عائشہ کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کے بستر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی ہے لیکن یہ خصوصیت حضرت خدیجہ کی افضلیت مطلقہ کے خلاف نہیں ہے جیسے آپ نے فرمایا: تم سب میں سے عمدہ قاری ابی بن کعب ہیں اور تم میں سب سے زیادہ وراثت کے مسائل کے عالم زید بن ثابت ہیں' یہ احادیث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت مطلقہ کے معارض نہیں ہیں اور اس کی اور بہت مثالیں ہیں' ہاں! یہ سوال کیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ کی اس خصوصیت کی حکمت کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی یہ خصوصیت ان کے والد حضرت ابوبکر کی وجہ سے ہے جو اکثر اوقات اور غالب احوال میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں ہوئے' سو یہ وصف ان کی بیٹی کو بھی حاصل ہوا' علاوہ ازیں حضرت عائشہ سے آپ سب سے زیادہ محبت کرتے تھے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عائشہ ازواج مطہرات میں سے سب سے زیادہ آپ کے کپڑوں کو صاف کرتی تھیں اور اس کی حکمت کا اصل علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے' اس کی مزید تفصیل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے باب میں آئے گی' علامہ سبکی کبیر نے یہ کہا ہے کہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت فاطمہ سب سے افضل ہیں' پھر حضرت خدیجہ ہیں اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن ہیں' اور اس مسئلہ میں اختلاف مشہور ہے' ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ کے درمیان فضیلت کی وجوہ بہت متقارب ہیں' گویا انہوں نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے' شیخ ابن قیم نے کہا ہے کہ اگر افضلیت سے مراد اللہ تعالیٰ کے نزدیک کثرت ثواب ہے تو یہ ایسی چیز ہے کہ اس پر کوئی مطلع نہیں ہے' کیونکہ دل کا عمل اعضاء ظاہرہ کے عمل سے افضل ہوتا ہے' اور اگر افضلیت سے مراد کثرت علم ہے تو لامحالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں' اور اگر اس سے مراد اصل اور ذاتی شرف ہے تو لامحالہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں' اور یہ ایسی فضیلت ہے جس میں ان کی بہنوں کے سوا ان کا کوئی شریک نہیں ہے اور اگر شرف سیادت مراد ہے تو اس کی تصریح صرف سیدہ فاطمہ کے لیے ہے' میں کہتا ہوں کہ سیدہ فاطمہ اپنی بہنوں سے اس وجہ سے ممتاز ہیں کہ وہ سب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں فوت ہوگئی تھیں' اور حضرت عائشہ اگر

فضیلت علم کی وجہ سے ممتاز ہیں تو حضرت خدیجہ کا یہ امتیاز ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے اسلام کو قبول کیا اور انہوں نے نبی ﷺ کی دین اسلام پر مدد کی اور آپ کی ڈھارس بندھائی اور اپنی جان و مال کے ساتھ آپ کی خدمت کی اور ان کے بعد آنے والوں کے اجر کی مثل بھی ان کو ملے گی اور ان کے مرتبہ کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' ایک قول یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ کے افضل ہونے پر اجماع ہے اور اختلاف صرف حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ کے درمیان ہے۔

فرع

علامہ رافعی نے ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ کی ازواج اس امت کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں' پس اگر سیدہ فاطمہ کا اس وجہ سے استثناء کیا جائے کہ وہ آپ کا جز ہیں تو ان کی بہنیں بھی اس فضیلت میں ان کی شریک ہیں' امام طحاوی اور امام حاکم نے سند جید کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ آپ کی صاحب زادی سیدہ زینب کو جب مکہ سے نکلتے وقت ایذاء دی گئی تو آپ نے فرمایا: یہ میری بیٹیوں میں سب سے افضل ہے جس کو میری وجہ سے ایذاء پہنچی' اور مسند ابویعلیٰ میں یہ ہے کہ یہ سیدہ فاطمہ کو افضل النساء قرار دینے سے پہلے کی حدیث ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۸۲۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی منقبت میں مزید احادیث

(۱) ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سبز ریشم کے ایک ٹکڑے میں ان کی تصویر لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا: یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی زوجہ ہیں۔ (سنن ترمذی: ۳۸۸۰)

(۲) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو کسی حدیث کے معنی سمجھنے میں کوئی مشکل پیش آتی تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے اور ان کے پاس اس کا علم ہوتا۔ (سنن ترمذی: ۳۸۸۳)

(۳) موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو فصیح نہیں پایا۔ (سنن ترمذی: ۳۸۸۴)

(۴) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ذات السلاسل کے لشکر کا سالار بنایا تو میں آپ کے پاس آیا اور میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ' انہوں نے پوچھا: اور مردوں میں! تو آپ نے فرمایا: ان کے والد۔ (سنن ترمذی: ۳۸۸۵' صحیح البخاری: ۳۶۶۲' مسند احمد ج ۴ ص ۲۰۳)

(۵) عمرو بن غالب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا کہا گیا تو انہوں نے اس سے کہا: تجھ پر کتے بھونکیں دفع ہو جا' تو رسول اللہ ﷺ کی عزیز ترین زوجہ کو اذیت پہنچا رہا ہے! (سنن ترمذی: ۳۸۸۸)

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے شوال میں نکاح کیا اور میں شوال میں ہی آپ پر پیش کی گئی' اور آپ کی ازواج میں سے کون مجھ سے زیادہ حصہ پانے والی تھی! آپ یہ پسند کرتے تھے کہ آپ کی ازواج آپ پر شوال میں پیش کی جائیں۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۵۴' سنن ترمذی: ۱۰۹۳' سنن النسائی: ۳۲۵۳' سنن ابن ماجہ: ۱۹۹۰' مصنف عبدالرزاق: ۱۰۴۵۹' سنن دارمی: ۲۲۱۱' صحیح ابن حبان: ۴۰۵۸' سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۹۰)

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر مدینہ کی طرف ہجرت سے دو سال پہلے یا تین سال پہلے مجھ سے نکاح کیا اور میں اس وقت سات سال کی تھی (اکثر روایات میں چھ سال کی عمر کا ذکر ہے۔ (سعیدی غفرلہ) پھر جب ہم مدینہ میں آئے تو میرے پاس عورتیں آئیں' اس وقت میں ایک کھلونے سے کھیلتی تھی اور میرے بال کندھے پر پڑے ہوتے تھے' سو وہ مجھ کو لے گئیں اور مجھے تیار کیا' پھر وہ مجھ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لائیں' آپ نے

میرے ساتھ شب زفاف گزاری اور اس وقت میری عمر نو سال تھی۔
(مسند احمد ج ٦ ص ٢٨٠ 'مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٤٥٤ 'سنن ابوداؤد: ٤٩٣٣ 'ابویعلیٰ: ٤٦٠٠ 'دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٢ ص ٤٠٩)

(٨) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں گڑیوں کے ساتھ کھیلتی تھی' میری سہیلیاں آئیں' سو وہ بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں' پھر جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتیں تو وہ بھاگ جاتی تھیں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو میرے ساتھ شامل کرتے تھے اور وہ میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٥٧ 'صحیح ابن حبان: ٥٨٦٦ 'مسند الحمیدی: ٢٦٠ 'صحیح البخاری: ٦١٣٠ 'صحیح مسلم: ٢٤٤٠ 'سنن ابو داؤد: ٤٩٣١ 'السنن الکبریٰ: ٥٥٦٩ 'سنن ابن ماجہ: ١٩٨٢ 'سنن بیہقی ج ١٠ ص ٢١٩ 'شرح السنۃ: ٢٢٥٧)

(٩) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرماتے تھے: جب تم ناراض ہوتی ہو تو میں تمہاری ناراضگی کو پہچان لیتا ہوں اور جب تم راضی ہوتی ہو تو میں تمہاری رضا کو پہچان لیتا ہوں' حضرت عائشہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ یہ کیسے پہچان لیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب تم ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: یا محمد' اور جب راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو: یا رسول اللہ۔
(مسند احمد ج ٦ ص ٣٠ 'حلیۃ الاولیاء ج ٩ ص ٢٢٧ 'سیر اعلام النبلاء ج ٢ ص ١٦٩)

یہ حدیث غیر محفوظ ہے اور اگلی حدیث محفوظ ہے: (حاشیۃ المسند ج ٤٠ ص ١٢)

(١٠) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میں ضرور جانتا ہوں جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو' حضرت عائشہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ آپ کو کیسے پتا چلتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب تم راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو رب محمد کی قسم! اور جب تم ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: رب ابراہیم علیہ السلام کی قسم! میں نے کہا: جی ہاں! لیکن میں صرف آپ کے نام کو چھوڑتی ہوں۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٦١ 'صحیح البخاری: ٥٢٢٨ 'صحیح مسلم: ٢٤٣٩ 'مسند ابویعلیٰ: ٤٨٩٤ 'سنن بیہقی ج ١٠ ص ٢٧ 'تاریخ بغداد ج ٣ ص ٦١ 'شرح السنۃ: ٣٣٣٨ 'سنن کبریٰ: ٩١٥٦ 'صحیح ابن حبان: ٤٣٣١)

(١١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: مجھے تم کو خواب میں دو بار دکھایا گیا' ایک آدمی نے تمہاری صورت کو ریشم کے ایک کپڑے میں اٹھایا ہوا تھا' پس اس نے کہا: یہ آپ کی بیوی ہے تو میں نے کہا: اگر یہ اللہ کی طرف سے تو اللہ اس کو نافذ کر دے۔
(مسند احمد ج ٦ ص ٤١ 'صحیح البخاری: ٥١٢٥ 'صحیح مسلم: ٢٤٣٨ 'مسند ابویعلیٰ: ٤٤٩٨ 'سنن بیہقی ج ٣ ص ٤١٠ 'تاریخ بغداد ج ٥ ص ٤٢٨)

(١٢) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے شادی کی (شب زفاف گزاری) تو میری عمر نو سال تھی اور جب آپ کی وفات ہوئی تو میری عمر اٹھارہ سال تھی۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٤٢ 'صحیح مسلم: ١٤٢٢ 'طبقات ابن سعد ج ٨ ص ٦٠ 'مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٣ ص ٤٦ 'السنن الکبریٰ: ٥٣٦٨ 'سنن بیہقی ج ٧ ص ١١٤)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی التوفی ٩٢٣ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دو سو دس (٢٢١٠) احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک سو سینتالیس (١٤٧) احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور امام بخاری چون (٥٤) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم اڑسٹھ احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔ (خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ٣ ص ٩٩ ٤ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسوله الکریم

٦٣- كِتَابُ مَنَاقِبِ الْأَنْصَارِ
مناقب الانصار کا بیان

١ - بَابُ مَنَاقِبِ الْأَنْصَارِ
انصار کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

انصار نصیر کی جمع ہے' جیسے اشراف شریف کی جمع ہے' انصار اسلامی نام ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس اور خزرج کا نام انصار رکھا' اوس' اوس بن حارثہ کی طرف منسوب ہیں' اور خزرج' خزرج بن حارثہ کی طرف منسوب ہیں' یہ دونوں قبیلہ بنت الارقم کے بیٹے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں قبیلہ بنت کاہل کے بیٹے ہیں اور ان کے باپ کا نام حارثہ بن ثعلبہ ہے' وہ یمن کے رہنے والوں میں سے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ۳۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

انصار ان لوگوں کا نام ہے جنہوں نے ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کی تھی' اور یہ دو قبیلے ہیں اوس اور خزرج' اور قحطان کی اولاد سے ہیں جو ان کے حلیف تھے' یہ لوگ یمن کے ملک میں رہتے تھے' سیلاب نے ان لوگوں کو منتشر کر دیا' یہ لوگ سبا بن یشجب کی اولاد سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کی منقبت کے بعد انصار کی منقبت فرمائی ہے' جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے۔

(الکوثر الجاری ج ۷ ص ۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوْتُوْا﴾ (الحشر:۹).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ (اموال) ان لوگوں کے لیے ہیں جو دار ہجرت میں اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنا چکے ہیں اور وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے اور وہ اپنے دلوں میں اس چیز کی کوئی طلب نہیں پاتے جو ان مہاجروں کو دی گئی ہے۔ (الحشر:۹)

اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کی مدح فرمائی ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ

یہ اموال ان فقراء مہاجرین کے لیے ہیں جن کو گھروں سے

وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَO (الحشر:٨)

اور ان کے اموال سے نکال دیا گیا وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا کو طلب کرتے ہیں اور اللہ (کے دین) کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں وہی لوگ سچے ہیںO

سورۃ الحشر کی اس آیت میں مہاجرین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی محبت اور آپ کی نصرت کے لیے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی' قتادہ نے کہا: یہ وہ مہاجرین ہیں جنہوں نے اپنے گھروں' اپنے اموال اور اپنے عزیزوں' رشتہ داروں اور اپنی اولاد کو اور اپنے وطن کو رسول اللہ ﷺ کی خاطر چھوڑ دیا' کفار نے ان کو ان کے گھروں سے نکال دیا تھا اور ان کو ان کا وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور یہ ایک سو افراد تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ١٨ ص ٢٠' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

الحشر: ٩ کی تفسیر یہ ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جن لوگوں نے مدینہ کو اپنا گھر بنایا وہ انصار ہیں' نیز اس آیت میں فرمایا ہے: وہ مہاجرین سے پہلے ایمان میں اپنی جگہ بنا چکے ہیں' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ مہاجرین سے پہلے ایمان لا چکے ہیں' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ مہاجرین کے آنے سے پہلے مدینہ میں ایمان والوں کے لیے گھر بنا چکے تھے' اس آیت میں ''تبــــوؤا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: انہوں نے ٹھکانا بنا لیا' اور انہوں نے مدینہ میں نبی ﷺ کے پہنچنے سے دو سال پہلے وہاں مسجد بنالی تھی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی تحسین اور مدح فرمائی۔ (الکشف والبیان' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٢ھ)

٣٧٧٦ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ اَرَاَيْتَ اسْمَ الْاَنْصَارِ كُنْتُمْ تُسَمُّوْنَ بِهٖ اَمْ سَمَّاكُمُ اللّٰهُ قَالَ بَلْ سَمَّانَا اللّٰهُ كُنَّا نَدْخُلُ عَلٰى اَنَسٍ فَيُحَدِّثُنَا مَنَاقِبَ الْاَنْصَارِ وَمَشَاهِدَهُمْ وَيُقْبِلُ عَلَيَّ اَوْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَزْدِ فَيَقُوْلُ فَعَلَ قَوْمُكَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا. [طرف الحدیث: ٣٨٤٤] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مہدی بن میمون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غیلان بن جریر نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ بتایئے کہ انصار کا نام آپ لوگوں نے رکھا ہے یا' اللہ نے آپ کا یہ نام رکھا ہے' انہوں نے بتایا کہ اللہ نے ہمارا یہ نام رکھا ہے' ہم حضرت انس کے پاس جاتے تھے تو وہ ہمیں انصار کے مناقب اور مشاہد بیان کرتے تھے' پھر میری طرف متوجہ ہو کر یا قبیلہ ازد کے ایک اور شخص کی طرف متوجہ ہو کر کہتے کہ تمہاری قوم نے فلاں' فلاں اور فلاں دن یہ کام کیا۔

قرآن مجید میں انصار کے نام کی آیت

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی غیلان بن جریر بن عبداللہ البجلی نے روایت کی ہے' یہ یمن کے سرداروں میں سے تھے' عنقریب ان شاء اللہ ان کے مناقب آئیں گے اور وہاں پر ان کے بقیہ احوال لکھے جائیں گے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ آیا آپ لوگوں نے از روئے افتخار اپنا نام انصار رکھا ہے یا اللہ تعالیٰ نے آپ کا یہ نام رکھا ہے تو انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام انصار رکھا ہے اور انہوں نے سچ فرمایا کیونکہ قرآن مجید میں یہ نام مذکور ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ. اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے۔

(التوبہ:١٠٠)

اس حدیث میں ازد کے ایک شخص کا ذکر ہے' یہ یمن کے عرب سے تھا' اور ازد کے بھی کئی گروہ ہیں' الجوہری نے کہا: ازد سردار ہیں اور اوس اور خزرج ان ہی میں سے ہیں۔ (الکوثر الجاری ج ٧ ص ٦' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٣٧٧٧ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَوْمُ بُعَاثَ يَوْمًا قَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَؤُهُمْ وَقُتِلَتْ سَرَوَاتُهُمْ وَجُرِّحُوا فَقَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دُخُولِهِمْ فِي الْإِسْلَامِ. [اطراف الحدیث: ٣٨٤٦-٣٩٣٠] (امام بخاری اس حدیث کی روایت میں بھی منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ یوم بعاث کی جنگ (جو قبل از اسلام اوس اور خزرج کے درمیان ہوئی تھی) کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے برپا کیا تھا' سو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو وہاں کے قبائل آپس کی لڑائیوں میں مبتلاء تھے' اور ان کے کئی سردار مارے جا چکے تھے اور زخمی ہو چکے تھے' اللہ تعالیٰ نے اس جنگ کو اس لیے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رکھا تا کہ یہ ان کے اسلام میں داخل ہونے کا سبب بن جائے۔

بعاث کا مصداق اور اوس اور خزرج کے درمیان لڑائی کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بعاث کا ذکر ہے' اس دن اوس اور خزرج کے درمیان مشہور جنگ ہوئی تھی' ابوموسیٰ المدینی نے کہا ہے کہ بعاث اوس کا قلعہ ہے' ابن قرقول نے کہا ہے کہ یہ قلعہ مدینہ سے دو راتوں کی مسافت پر ہے' اس جگہ اوس اور خزرج کے درمیان عظیم معرکہ ہوا تھا جس میں دونوں طرف سے بہت زیادہ لوگ مارے گئے تھے' اس جنگ میں اوس کے امیر حضیر تھے جو حضرت اسید بن حضیر کے والد تھے' وہ اس جنگ میں قتل کر دیئے گئے تھے' ان کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ دوسری طرف خزرج کے امیر کا نام واقم تھا' ان کا بھی مضبوط قلعہ تھا' یہ جنگ ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوئی تھی' ایک قول یہ ہے کہ چالیس سال پہلے ہوئی تھی' الواعی میں مذکور ہے کہ ان کے درمیان یہ جنگ ایک سو بیس سال تک جاری رہی حتیٰ کہ اسلام آ گیا' الجامع میں مذکور ہے کہ اس جنگ کو بعاث اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس جنگ میں دونوں قبائل ایک دوسرے کے خلاف کھڑے ہو گئے تھے' اور یہی بعاث کا معنی ہے' ابوالفرج الاصبہانی نے کہا ہے کہ اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ ان کے درمیان یہ مقرر اور معروف تھا کہ اصل شخص کو حلیف کے بدلہ میں نہیں قتل کیا جائے گا' پھر ایک شخص جو خزرج کا حلیف تھا اس کو اوس نے قتل کر دیا' تو خزرج نے کہا کہ اوس اس قاتل کو قید کر دیں' پس اوس نے اس بات کو نہیں مانا' لہٰذا اس وجہ سے ان دونوں قبیلوں کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے سے پہلے اس جنگ کو برپا کیا تھا' کیونکہ اگر دونوں قبیلوں کے سردار زندہ ہوتے تو وہ اپنی سرداری سے محبت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے انحراف کرتے' سو آپ کے مدینہ آنے سے پہلے دونوں قبیلوں کے سردار مارے جا چکے تھے اور اب ان قبیلوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے سے کوئی مانع نہیں تھا۔

٣٧٧٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَأَعْطٰى قُرَيْشًا وَّاللّٰهِ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْعَجَبُ إِنَّ سُيُوفَنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَاءِ قُرَيْشٍ وَّغَنَائِمُنَا تُرَدُّ عَلَيْهِمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا الْأَنْصَارَ قَالَ فَقَالَ مَا الَّذِي بَلَغَنِي عَنْكُمْ وَكَانُوا لَا يَكْذِبُونَ فَقَالُوا هُوَ الَّذِي بَلَغَكَ قَالَ أَوَلَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَّرْجِعَ النَّاسُ بِالْغَنَائِمِ إِلٰى بُيُوتِهِمْ وَتَرْجِعُونَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى بُيُوتِكُمْ لَوْ سَلَكَتِ الْأَنْصَارُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ أَوْ شِعْبَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی التیاح' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن انصار نے کہا: آپ نے قریش کو (مال غنیمت سے) عطا کیا ہے' یہ بہت تعجب کی بات ہے' کہ ہماری تلواروں سے قریش کے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں اور ہماری غنیمتیں ان کو واپس کی جا رہی ہیں! یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی تو آپ نے انصار کو بلا کر فرمایا: مجھے یہ تمہاری کیسی خبر پہنچی ہے! اور وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے' اس لیے انہوں نے کہا: وہی خبر ہے جو آپ کو پہنچی ہے' آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ غنیمتوں کو لے کر اپنے گھروں میں جائیں اور تم اللہ کے رسول کو لے کر اپنے گھروں میں جاؤ' اگر انصار کسی وادی یا گھاٹی میں جائیں تو میں اسی وادی یا گھاٹی میں جاؤں گا جس میں انصار گئے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣١٤٦ میں گزر چکی ہے۔

انصار کی اتباع کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جن غنیمتوں کو دینے کا ذکر ہے یہ غزوہ حنین کی غنیمتیں تھیں اور یہ غزوہ فتح مکہ کے دو ماہ بعد ہوا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ انصار جس گھاٹی میں جائیں گے میں بھی اسی گھاٹی میں جاؤں گا' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی اتباع کریں گے' کیونکہ مطاع مطلق اور مقتدا و پیشوا تو آپ کی ذات ہے اور ہر مومن مرد اور عورت پر آپ کی اتباع کرنا واجب ہے' بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کے نزدیک انصار کی موافقت کرنا مستحسن ہے اور ان کو دوسروں پر ترجیح دینا مناسب ہے کیونکہ آپ نے دیکھا کہ وہ اپنے عہد کو پورا کرنے والے تھے اور انہوں نے اپنے پڑوسی ہونے کا بہترین حق ادا کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٥٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ مِّنَ الْأَنْصَارِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ہوتا

قَالَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یہ حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

یہ تعلیق صحیح البخاری: ٤٣٣٠ کا ایک ٹکڑا ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر ہجرت کا تعلق دین سے نہ ہوتا اور مجھے ہجرت کا حکم نہ دیا گیا ہوتا تو میں تمہاری طرف منسوب ہوتا' اس سے مقصود یہ ہے کہ ہجرت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت سے بڑھ کر اور کسی عبادت میں فضیلت نہیں ہے' اور اس میں انصار کی

فضیلت کا بیان ہے کہ اگر مہاجرین کی وہ فضیلت نہ ہوتی جو ہے تو میں خود کو انصار میں سے شمار کرتا۔

٣٧٧٩ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّ الْأَنْصَارَ سَلَكُوْا وَادِيًا أَوْ شِعْبًا لَّسَلَكْتُ فِیْ وَادِی الْأَنْصَارِ وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَا ظَلَمَ بِأَبِیْ وَأُمِّیْ آوَوْهُ وَنَصَرُوْهُ أَوْ كَلِمَةً أُخْرٰى. [طرف الحدیث:٧٢٤٤]

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از محمد بن زیاد از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا انہوں نے بتایا کہ نبی ابو القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر انصار کسی وادی یا گھاٹی میں جائیں تو میں (بھی) انصار کی وادی میں جاؤں گا' اور اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا' پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ پر میرے باپ اور میری ماں فدا ہوں' آپ نے اپنے اس ارشاد میں کوئی ظلم نہیں کیا' انصار نے آپ کو اپنے شہر میں جگہ دی اور آپ کی مدد کی یا اس کے سوا کوئی دوسری بات کی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے اس ارشاد میں کوئی ظلم نہیں کیا یعنی آپ نے اس ارشاد میں انصار کی ان کے مرتبہ سے زیادہ تعریف نہیں کی' بلکہ جو بات فرمائی ہے انصار اس کے اہل ہیں۔

٣ - بَابُ إِخَاءِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنانا

٣٧٨٠ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ آخَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّسَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنِّیْ أَكْثَرُ الْأَنْصَارِ مَالًا فَأَقْسِمُ مَالِیْ نِصْفَيْنِ وَلِیْ امْرَأَتَانِ فَانْظُرْ أَعْجَبَهُمَا إِلَيْكَ فَسَمِّهَا لِیْ أُطَلِّقْهَا فَإِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَتَزَوَّجْهَا قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِیْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ أَيْنَ سُوْقُكُمْ فَدَلُّوْهُ عَلٰى سُوْقِ بَنِیْ قَيْنُقَاعَ فَمَا انْقَلَبَ إِلَّا وَمَعَهٗ فَضْلٌ مِّنْ أَقِطٍ وَّسَمْنٍ ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ ثُمَّ جَاءَ يَوْمًا وَّبِهٖ أَثَرُ صُفْرَةٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ قَالَ تَزَوَّجْتُ قَالَ كَمْ سُقْتَ إِلَيْهَا قَالَ نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ أَوْ وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ شَكَّ إِبْرَاهِيْمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا' حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمٰن سے کہا: میں انصار میں سب سے زیادہ مال دار ہوں' سو میں اپنے مال کے دو حصے کرتا ہوں' اور میری دو بیویاں ہیں' ان میں سے جو آپ کو اچھی لگے آپ اس کا نام مجھے بتائیں میں اس کو طلاق دیتا ہوں' پس جب اس کی عدت گزر جائے تو آپ اس سے شادی کر لیں' حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے اہل اور مال میں برکت دے' آپ کا بازار کہاں ہے؟ پھر لوگوں نے ان کو بنو قینقاع کا بازار بتایا' پھر وہ اس بازار سے اسی وقت واپس آئے جب ان کے پاس (پہلے سے) زیادہ پنیر اور گھی تھا' پھر اس کے بعد وہ اگلے دن گئے' پھر اس کے بعد وہ اگلے دن

گئے اور ان کے اوپر زرد رنگ کے نشانات تھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تمہاری کیا خبر ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے شادی کر لی ہے! آپ نے پوچھا: تم نے بیوی کو کیا دیا' انہوں نے بتایا کہ سونے کی ایک گٹھلی یا ایک گٹھلی کے برابر سونا' راوی ابراہیم کو شک ہے (کہ انہوں نے کیا کہا تھا)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۴۸ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٨١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَّاٰخٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ وَكَانَ كَثِيْرَ الْمَالِ فَقَالَ سَعْدٌ قَدْ عَلِمَتِ الْاَنْصَارُ اَنِّيْ مِنْ اَكْثَرِهَا مَالًا سَاَقْسِمُ مَالِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ شَطْرَيْنِ وَلِيَ اِمْرَاَتَانِ فَانْظُرْ اَعْجَبَهُمَا اِلَيْكَ فَاُطَلِّقُهَا حَتّٰى اِذَا حَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ فَلَمْ يَرْجِعْ يَوْمَئِذٍ حَتّٰى اَفْضَلَ شَيْئًا مِّنْ سَمْنٍ وَّاَقِطٍ فَلَمْ يَلْبَثْ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى جَاءَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِّنْ صُفْرَةٍ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ قَالَ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ مَا سُقْتَ فِيْهَا قَالَ وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ نَوَاةً مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا تھا اور وہ بہت زیادہ مال دار تھے' پس حضرت سعد نے کہا: تحقیق یہ ہے کہ انصار کو معلوم ہے کہ میں ان سب سے زیادہ مال دار ہوں' میں عنقریب اپنے مال کو اپنے اور تمہارے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دوں گا اور میری دو بیویاں ہیں سو تم ان کو دیکھو ان میں سے جو تم کو زیادہ اچھی لگے' میں اس کو طلاق دے دوں گا حتیٰ کہ جب اس کی عدت گزر جائے تو تم اس سے نکاح کر لینا' پس حضرت عبدالرحمان نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری بیوی میں برکت دے' پھر اس دن وہ اس وقت تک واپس نہیں آئے حتیٰ کہ زیادہ گھی اور پنیر لے کر آئے' پھر چند دن بعد وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس حال میں آئے کہ ان کے کپڑوں پر زرد رنگ لتھڑا ہوا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: کیا ہوا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کر لیا ہے' آپ نے پوچھا: تم نے اس عورت کو کتنا مہر دیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے ایک گٹھلی کی مقدار سونا دیا ہے یا بتایا کہ سونے کی ایک گٹھلی دی ہے' آپ نے فرمایا: تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۴۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں وضر کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے خوشبودار لیپ یا کریم کو کپڑوں یا بدن پر ملنا' جس طرح آج کل دولہا کے بدن یا کپڑوں پر ابٹن ملتے ہیں۔

٣٧٨٢ - حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَبُوْهَمَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ اَقْسِمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ النَّخْلَ قَالَ لَا قَالَ تَكْفُوْنَنَا الْمَؤُوْنَةَ وَتُشْرِكُوْنَنَا فِی التَّمْرِ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد ابو ہمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے مغیرہ بن عبدالرحمن سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں ابو الزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار نے کہا کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان کھجور کے درختوں کو تقسیم کر دیجئے' آپ نے فرمایا: نہیں' انصار نے کہا: تم ہماری جگہ (باغ بانی کی) مشقت کرو ہم تمہیں کھجوروں میں شریک کریں گے' مہاجرین نے کہا: ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۲۵ میں گزر چکی ہے۔

٤ - بَابُ حُبِّ الْاَنْصَارِ مِنَ الْاِيْمَانِ

انصار کی محبت ایمان کی علامات میں سے ہے

٣٧٨٣ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَدِیُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا يُبْغِضُهُمْ اِلَّا مُنَافِقٌ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا یا کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار سے صرف مومن محبت کرتا ہے اور ان سے فقط منافق بغض رکھتا ہے' سو جس نے ان سے محبت کی اس سے اللہ تعالیٰ محبت رکھے گا اور جس نے ان سے بغض رکھا اس سے اللہ تعالیٰ بغض رکھے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن التین اور علامہ داؤدی کی خلاف حدیث شرح اور اس پر مصنف کا تعاقب

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث سے مراد تمام انصار سے محبت رکھنا یا تمام انصار سے بغض رکھنا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۵۵)

میں کہتا ہوں یہ غلط ہے' جس نے ایک انصاری سے بھی بغض رکھا اس کے دل میں نفاق ہوگا۔ علامہ داؤدی نے کہا: یہ نفاق نہیں ہے بلکہ گناہ کبیرہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۵۵)

میں کہتا ہوں یہ بھی غلط ہے' جس نے انصار سے بغض رکھا وہ منافق ہی ہے' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے' علاوہ ازیں گناہ کبیرہ کا تعلق واجب کو ترک کرنے یا مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے ہے اور انصار سے محبت یا بغض رکھنے کا تعلق ایمان سے اور دل کی کیفیات سے ہے۔

٣٧٨٤ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَبْرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰيَةُ الْإِيْمَانِ حُبُّ الْاَنْصَارِ وَاٰيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْاَنْصَارِ.

عبدالرحمن بن عبداللہ بن جبر از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی علامت انصار سے محبت رکھنا ہے اور نفاق کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٧ میں گزر چکی ہے۔

٥ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ اَنْتُمْ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انصار سے یہ ارشاد کہ تم میرے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو

٣٧٨٥ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ مُقْبِلِيْنَ قَالَ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ مِنْ عُرْسٍ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُمْثِلًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتُمْ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ قَالَهَا ثَلَاثَ مِرَارٍ. [طرف الحدیث: ٥١٨٠] (صحیح مسلم: ٢٥٠٨' الرقم المسلسل: ٦٣١٢' مسند احمد ج ٣ ص ١٧٦' طبع قدیم' مسند احمد: ١٢٧٩٧' ج ٢٠ ص ١٩٠' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے گمان کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو کسی شادی سے آتے ہوئے دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف شفقت سے کھڑے ہو گئے اور تین بار فرمایا: تم مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔

حدیث مذکور کا ایک حدیث سے تعارض اور اس کا جواب

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا ہے: وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ (صحیح البخاری: ٣٦٦٢)

اور یہ حدیث اس باب کی حدیث سے متعارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں پورے گروہ انصار کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں' اور حضرت عائشہ اور حضرت ابوبکر کے متعلق جو حدیث ہے وہ افراد کے متعلق ہے۔

٣٧٨٦ - حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ كَثِيْرٍ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ هِشَامُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَّهَا فَكَلَّمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّكُمْ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ مَرَّتَيْنِ.

[اطراف الحدیث: ٥٢٣٤-٦٦٤٥] (صحیح مسلم: ٢٥٠٩' الرقم المسلسل: ٦٣١٣' مسند احمد ج ٣ ص ١٢٩' طبع قدیم' مسند احمد: ١٢٣٠٦' ج ١٩ ص ٣١٧' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بہز بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ہشام بن زید نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ انصار کی ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کلام کرتے ہوئے دو بار فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' بے شک تم لوگ مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث سابق کا مطالعہ کریں۔

٦ - بَابُ اَتْبَاعِ الْاَنْصَارِ

انصار کے پیروکاروں کی فضیلت

٣٧٨٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعْتُ اَبَا حَمْزَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ لِكُلِّ نَبِيٍّ اَتْبَاعٌ وَّاِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاكَ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَ اَتْبَاعَنَا مِنَّا فَدَعَا بِهٖ فَنَمَيْتُ ذٰلِكَ اِلَى ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ قَدْ زَعَمَ ذٰلِكَ زَيْدٌ.

[طرف الحدیث:۳۷۸۸] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے کہا: میں نے ابوحمزہ سے سنا از حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار نے کہا: ہر نبی کے پیروکار ہوتے ہیں اور بے شک ہم نے آپ کی پیروی کی ہے' آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے پیروکاروں کو بھی ہم میں سے کردے' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی دعا کی' پھر میں نے اس کا ذکر ابن ابی لیلیٰ سے کیا تو انہوں نے کہا: حضرت زید (بن ارقم) کا بھی یہی گمان ہے۔

٣٧٨٨ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَمْزَةَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَتِ الْاَنْصَارُ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ اَتْبَاعًا وَّاِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاكَ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَ اَتْبَاعَنَا مِنَّا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَتْبَاعَهُمْ مِنْهُمْ قَالَ عَمْرٌو فَذَكَرْتُهُ لِابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ قَدْ زَعَمَ ذَاكَ زَيْدٌ قَالَ شُعْبَةُ اَظُنُّهُ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن مرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابو حمزہ سے سنا جو انصار کے ایک مرد ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ انصار نے کہا: ہر قوم کے پیروکار ہوتے ہیں اور ہم نے آپ کی پیروی کی ہے' سو آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے پیروکاروں کو ہم میں سے کردے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا کی: اے اللہ! ان کے پیروکاروں کو ان میں سے کردے' عمرو نے کہا: میں نے اس حدیث کا ابن ابی لیلیٰ سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: حضرت زید کا بھی یہی گمان ہے' شعبہ نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ ان کی مراد حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ تھے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

ابوحمزہ اس حدیث کو حضرت حذیفہ سے اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے مرسلاً روایت کرتے ہیں اور عمرو بن مرہ سے بھی روایت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۵۷' دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٧ - بَابُ فَضْلِ دُوْرِ الْاَنْصَارِ

انصار کے گھروں کی فضیلت

٣٧٨٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْ اُسَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ ثُمَّ بَنُوْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ خَزْرَجٍ ثُمَّ بَنُوْ سَاعِدَةَ وَفِيْ كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَيْرٌ فَقَالَ سَعْدٌ مَّا اَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَدْ فَضَّلَ عَلَيْنَا فَقِيْلَ قَدْ فَضَّلَكُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ وَّقَالَ عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ سَمِعْتُ اَنَسًا قَالَ اَبُوْ اُسَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا وَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ.

[اطراف الحدیث: ۳۷۹۰-۳۸۰۷-۶۰۵۳] (صحیح مسلم: ۲۵۱۱، الرقم المسلسل: ۶۳۱۶، سنن ترمذی: ۳۹۳۳، حلیۃ الاولیاء ج ۶ ص ۳۵۴، مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۶، طبع قدیم، مسند احمد: ۹۲ ۳ ج ۱ ص ۴۵۵، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از حضرت ابی اسید رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انصار کے گھروں میں بہترین گھر بنو النجار کا' پھر بنو عبدالاشہل کا گھر ہے' پھر بنو الحارث بن خزرج کا' پھر بنو ساعدہ کا اور تمام انصار کے گھروں میں خیر ہے' پس سعد نے کہا: میرا صرف یہ گمان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم پر (چند قبیلوں) کو فضیلت دی ہے' پس کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم کو بھی بہت لوگوں پر فضیلت دی ہے' اور عبدالصمد نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس سے سنا' ابو اسید نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح روایت کی ہے اور سعد بن عبادہ نے کہا۔

بنو النجار کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: انصار کے گھروں میں سب سے بہترین گھر بنو النجار کا ہے یعنی نجار کے بیٹوں کا' نجار کا نام ہے: تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج' اس الخزرج سے مراد وہی ہے جو اوس کا بھائی ہے۔ تیم اللہ کا نام نجار اس لیے پڑا ہے کیونکہ اس نے مقام قدوم میں ختنہ کیا تھا' ایک قول یہ ہے کہ مقام قدوم میں کسی شخص نے اس کو زخمی کر دیا تھا اور نجار کے بیٹوں کا مصداق حضرت سعد بن معاذ اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہما کا قبیلہ ہے۔ (نجار کا معنی ہے: لکڑی کاٹنے والا یعنی بڑھئی یا ترکھان)۔

ان ہی میں سے ابو قیس صرمۃ بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار' النجاری ہے' یہ زمانہ جاہلیت میں راہب ہو گیا تھا' ٹاٹ کا لباس پہنتا تھا' اس نے بتوں سے کنارا کر لیا تھا' اور یہ غسل جنابت کرتا تھا' یہ پہلے نصرانی تھا' پھر اس سے اعراض کر کے اس نے کہا: حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رب کی عبادت کرو' پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ آئے تو یہ اسلام لے آیا اور اسلام کے احکام پر عمدگی سے عمل کیا اور رہا طائفہ النجاریہ تو وہ حسین النجار کی طرف منسوب ہے جس نے بشر بن غیاث المریسی سے علم حاصل کیا تھا اور وہ خلق قرآن کا قائل تھا۔

بنو عبدالاشہل کا تذکرہ

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر بنو عبدالاشہل ہیں' یہ اوس کی اولاد میں سے ہیں اور عبدالاشہل کا نام ہے: عبدالاشہل بن جشم بن الحارث بن الخزرج الاصغر بن عمرو اور یہ نبیت بن مالک بن اوس بن حارثہ ہے' ابن درید نے کہا: ان کا زعم ہے کہ اشہل ایک بت ہے اور اس کی نسبت اشھلی ہے' ان ہی میں سے حضرت اسید بن حضیر ہیں۔

بنو الحارث اور بنو ساعدہ کا تذکرہ

بنو الحارث کا نام ہے: الحارث بن الخزرج بن عمرو بن مالک بن اوس' حارثہ کے بیٹوں میں سے حضرت رافع بن خدیج ہیں' پھر بنو ساعدہ ہیں اور یہ بھی خزرج مذکور میں سے ہیں اور ان کا نام ساعدہ بن کعب بن خزرج ہے' ابن درید نے کہا: ساعدہ شیر کے ناموں

میں سے ایک نام ہے ان میں سے حضرت سعد بن عبادہ ہیں اور ابوحزیمہ ہیں' خطیب نے کہا: وہ خزیمہ ہیں۔
آپ نے فرمایا: ان کے تمام گھروں میں خیر ہے یعنی ان کے تمام قبیلوں میں خیر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۵۹۔۳۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۷۹۰- حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ الطَّلْحِيُّ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى قَالَ أَبُوْسَلَمَةَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ أُسَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَيْرُ الْأَنْصَارِ أَوْ قَالَ خَيْرُ دُوْرِ الْأَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ وَبَنُوْ عَبْدِ الْأَشْهَلِ وَبَنُو الْحَارِثِ وَبَنُوْ سَاعِدَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعد بن حفص الطلحی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ' ابوسلمہ نے کہا: مجھے ابواسید نے خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بہترین انصار یا فرمایا: انصار کے بہترین گھر بنوالنجار ہیں' بنوعبدالاشہل ہیں' بنوالحارث ہیں اور بنو ساعدہ ہیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے حدیث سابق کی شرح دیکھیں۔

۳۷۹۱- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ أَبِيْ حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ خَيْرَ دُوْرِ الْأَنْصَارِ دَارُ بَنِي النَّجَّارِ ثُمَّ بَنِيْ عَبْدِ الْأَشْهَلِ ثُمَّ دَارُ بَنِي الْحَارِثِ ثُمَّ بَنِيْ سَاعِدَةَ وَفِيْ كُلِّ دُوْرِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ فَلَحِقْنَا سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فَقَالَ أَبُوْ أُسَيْدٍ أَلَمْ تَرَ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيَّرَ الْأَنْصَارَ فَجَعَلَنَا أَخِيْرًا فَأَدْرَكَ سَعْدٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خُيِّرَ دُوْرُ الْأَنْصَارِ فَجُعِلْنَا آخِرًا فَقَالَ أَوَلَيْسَ بِحَسْبِكُمْ أَنْ تَكُوْنُوْا مِنَ الْخِيَارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از عباس بن سہل از ابو حمید از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: انصار کے بہترین گھر بنونجار کے گھر ہیں' پھر بنوعبدالاشہل کے گھر ہیں' پھر بنوالحارث کے گھر ہیں' پھر بنوساعدہ کے گھر ہیں اور تمام انصار کے گھروں میں خیر ہے' پھر ہم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے ملے تو حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو سب سے اچھا قرار دیا' پس آپ نے ہم کو سب سے آخر میں رکھا' پھر حضرت سعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا کر ملے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے انصار کے گھروں کو سب سے عمدہ قرار دیا پس ہم کو آخر میں رکھا گیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تم بھی بہترین لوگوں میں سے ہو!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۱ میں گزر چکی ہے۔
یعنی کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تم بھی اسلام کی طرف سبقت کرنے والوں میں سے ہو اور تم بھی دین اسلام کو سربلند کرنے والوں میں سے ہو۔

۸- بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْأَنْصَارِ اِصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ قَالَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ عَنِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انصار سے ارشاد: ''تم صبر کرنا حتیٰ کہ تم مجھ سے حوض پر ملاقات کرو'' یہ حدیث حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی

النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس حوض سے مراد حوض کوثر ہے جو میدان حشر میں ہوگا' یہ مکمل حدیث غزوہ حنین میں آئے گی' دیکھئے: صحیح البخاری: ٤٣٣٠

٣٧٩٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَا تَسْتَعْمِلُنِيْ كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا قَالَ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ أَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ.

[طرف الحدیث: ٧٠٥٧] (صحیح مسلم: ١٠٥٩' الرقم المسلسل: ٢٣٢٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ از حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ' کہ انصار کے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے اس طرح عامل نہیں بنائیں گے جس طرح آپ نے فلاں کو عامل بنایا ہے' آپ نے فرمایا: عنقریب تم میرے بعد دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی' سو تم صبر کرنا حتیٰ کہ تم حوض پر مجھ سے ملاقات کرو۔

انصار پر دوسروں کو ترجیح دینے کی پیش گوئی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک انصاری نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے اس طرح عامل نہیں بناتے جس طرح فلاں کو عامل بنایا ہے؟ یعنی کیا آپ مجھے صدقہ وصول کرنے کا عامل نہیں بناتے یا آپ مجھے کسی شہر کا حاکم نہیں بناتے جس طرح آپ نے فلاں کو عامل بنایا ہے' یعنی جس طرح آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ کو لشکر کا سالار بنایا ہے۔

آپ نے فرمایا: عنقریب تم دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی' یعنی دوسروں کو تم سے زیادہ مال فئے دیا جائے گا' یعنی حکام مال حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے لڑیں گے اور تم کو حصول مال میں شریک نہیں کریں گے' میں کہتا ہوں کہ جس طرح آپ نے خبر دی تھی اسی طرح ہو گیا اور یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی دلیل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٦٠)

٣٧٩٣ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْأَنْصَارِ إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ أَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ وَمَوْعِدُكُمُ الْحَوْضُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: عنقریب تم دیکھو گے کہ میرے بعد تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی' سو تم صبر کرنا حتیٰ کہ تم مجھ سے ملاقات کرو اور میرا تم سے حوض (کوثر) پر ملاقات کا وعدہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣١٤٦ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٩٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از

تَعَالٰی عَنْهُ حِيْنَ خَرَجَ مَعَهُ اِلَى الْوَلِيْدِ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَنْصَارَ اِلٰى اَنْ يُّقْطِعَ لَهُمُ الْبَحْرَيْنِ فَقَالُوْا لَا اِلَّا اَنْ تُقْطِعَ لِاِخْوَانِنَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ مِثْلَهَا قَالَ اِمَّا لَا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِیْ فَاِنَّهٗ سَيُصِيْبُكُمْ بَعْدِیْ اَثَرَةٌ.

یحییٰ بن سعید انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' جس وقت یحییٰ حضرت انس کے ساتھ ولید کی طرف گئے تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انصار کو بلایا تا کہ انہیں بحرین کی جاگیر عطاء فرما دیں تو انہوں نے کہا: نہیں! صرف اس صورت میں ہم لیں گے جب آپ ہمارے مہاجرین بھائیوں کو بھی اس کی مثل عطاء کر دیں' آپ نے فرمایا: اگر تم اب نہیں لے رہے ہو تو پھر میرے بعد بھی صبر کرنا' حتیٰ کہ تمہاری مجھ سے (حوض پر) ملاقات ہو' کیونکہ عنقریب تم پر یہ مصیبت آئے گی کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٧٦ میں گزر چکی ہے۔

انصار پر دوسروں کو ترجیح دینے کی ایک مثال

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت انس بن مالک نے بصرہ سے دمشق کی طرف سفر کیا تھا کیونکہ حجاج نے ان کو ستایا تھا تو وہ اس کی شکایت کرنے ولید بن عبد الملک بن مروان کے پاس گئے تھے' اس وقت یحییٰ بھی ان کے ساتھ تھے' ولید بن عبد الملک نے ان کی شکایت کا ازالہ کیا' اس موقع پر حضرت انس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد یاد آیا کہ انصار پر یہ مصیبت آئے گی کہ ان پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی اور یہ کم مصیبت تھی کہ اجلہ صحابہ پر یزید ایسے ظالم اور سفاک شخص کو حاکم مقرر کر دیا گیا تھا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ١٢' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے۔

٩ - بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْلِحِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا: (اے اللہ!) انصار اور مہاجرین کی اصلاح فرما

٣٧٩٥ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِيَاسٍ مُعَاوِيَةُ بْنِ قُرَّةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ
فَاَصْلِحِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو ایاس معاویہ بن قرہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (خندق کھودتے وقت) یہ دعا کی: زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے' پس تو انصار اور مہاجرین کی اصلاح فرما۔

وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ وَقَالَ فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ.

اور از قتادہ از انس' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس کی مثل روایت کرتے ہیں اور آپ نے کہا: پس انصار کی مغفرت فرما۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨٣٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٩٦ - حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ تَقُوْلُ.

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَا حَيِيْنَا اَبَدًا

فَاَجَابَهُمْ:

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَهْ
فَاَكْرِمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حمید الطویل' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انصار غزوہ خندق کے دن یوں کہہ رہے تھے:

ہم وہ لوگ ہیں' جنہوں نے (سیدنا) محمد سے بیعت کی ہے جب تک ہم زندہ ہیں' تا ابد ان کے ساتھ مل کر جہاد کرتے رہیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جواب میں کہا:

اے اللہ! حقیقی زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے پس تو انصار اور مہاجرین پر کرم فرما۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨٣٤ میں گزر چکی ہے۔

٣٧٩٧ - حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلٍ قَالَ جَاءَ نَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَحْفِرُ الْخَنْدَقَ وَنَنْقُلُ التُّرَابَ عَلٰى اَكْتَادِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ
فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ

[اطراف الحدیث: ٤٠٩٨-٦٤١٤] (صحیح مسلم: ١٨٠٤' الرقم المسلسل: ٤٥٦٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبیداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از سہل' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم خندق کھود رہے تھے ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور ہم اپنے کندھوں پر مٹی اٹھا رہے تھے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا:

اے اللہ! حقیقی زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے' پس تو مہاجرین اور انصار کی مغفرت فرما۔

١٠ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (الحشر: ٩)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور وہ دوسروں کو اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو شدید ضرورت ہو (الحشر: ٩)

امام بخاری نے اس باب کا عنوان اس آیت کو اس لیے بنایا ہے کہ یہ آیت انصار کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے۔ اس آیت میں ''یوثرون'' کا لفظ ہے' اس کا مادہ ایثار ہے' یعنی یہ لوگ اپنے اموال ضرورت مندوں کو دے دیتے ہیں خواہ خود ان کو ان اموال کی شدید ضرورت ہو۔

٣٧٩٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ اِلٰى نِسَائِهٖ فَقُلْنَ مَا مَعَنَا اِلَّا الْمَاءُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن داؤد نے حدیث بیان کی از فضیل بن غزوان از ابی حازم از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا' آپ نے اس کو

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّضُمُّ اَوْ يُضِيْفُ هٰذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَا فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلٰى امْرَاَتِهٖ فَقَالَ اَكْرِمِيْ ضَيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ مَاعِنْدَنَا اِلَّا قُوْتُ صِبْيَانِيْ فَقَالَ هَيِّئِيْ طَعَامَكِ وَاَصْبِحِيْ سِرَاجَكِ وَنَوِّمِيْ صِبْيَانَكِ اِذَا اَرَادُوْا عَشَاءً فَهَيَّاَتْ طَعَامَهَا وَاَصْبَحَتْ سِرَاجَهَا وَنَوَّمَتْ صِبْيَانَهَا ثُمَّ قَامَتْ كَاَنَّهَا تُصْلِحُ سِرَاجَهَا فَاَطْفَاَتْهُ فَجَعَلَا يُرِيَانِهٖ اَنَّهُمَا يَاْكُلَانِ فَبَاتَا طَاوِيَيْنِ فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِكَ اللّٰهُ اللَّيْلَةَ اَوْ عَجِبَ مِنْ فَعَالِكُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَّمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝﴾ (الحشر:٩)۔

[طرف الحدیث:۴۸۸۹][صحیح مسلم:۲۰۵۴' الرقم المسلسل: ۵۲۵۴' سنن ترمذی:۳۳۰۴)

اپنی ازواج کی طرف (کھانا کھلانے کے لیے) بھیج دیا' ازواج نے کہا: ہمارے پاس تو صرف پانی ہے' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کو کون اپنے ساتھ ملا کر لے جائے گا یا فرمایا: کون اس کو مہمان بنائے گا؟ پس انصار کے ایک شخص نے کہا: میں (اس کو مہمان بناؤں گا)' سو وہ اس شخص کو مہمان بنا کر اپنی بیوی کے پاس لے گیا' پس اس سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی تکریم کرو' اس کی بیوی نے کہا: میرے پاس تو صرف اپنے بچوں کا کھانا ہے' اس انصاری نے کہا: اپنا کھانا لے آؤ' اور اپنا چراغ بجھا دو' اور اپنے بچوں کو سلا دو' جب وہ رات کے کھانے کا ارادہ کریں' پس اس کی بیوی نے کھانا پیش کیا اور چراغ بجھا دیا اور اپنے بچوں کو سلا دیا' پھر وہ خاتون اس طرح کھڑی ہوگئی جیسے وہ چراغ کو درست کر رہی ہو' پس اس نے چراغ کو بجھا دیا' یوں وہ دونوں میاں بیوی مہمان پر یہ ظاہر کر رہے تھے کہ گویا وہ بھی کھا رہے ہیں' سو ان دونوں نے بھوکے رات گزاری' پھر جب صبح کو وہ انصاری شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس رات تم دونوں کے کاموں سے بہت خوش ہوا سو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اور وہ دوسروں کو اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود شدید ضرورت ہو' اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا' سو وہی لوگ کامیاب ہیں۝ (الحشر:٩)

جس انصاری شخص نے اپنے بچوں کا کھانا مہمان کو کھلا دیا تھا اس کے متعدد مصادیق

علامہ محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے اس انصاری شخص کو اپنی ازواج مطہرات کی طرف بھیجا تا کہ وہ شخص ان سے اپنی ضیافت کی مقدار کھانے کو طلب کرے۔

ازواج مطہرات نے کہا: ہمارے پاس صرف پانی ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: اس شخص کو' کون اپنے ساتھ ملا کر لے جائے گا؟ یعنی کون اس شخص کو کھانا کھلائے گا؟ انصار کے ایک شخص نے کہا: حمیدی کے کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ شخص حضرت ابوطلحہ زید بن سہل تھے' خطیب بغدادی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ شخص اتنا غریب تھا کہ اس کے گھر میں صرف بچوں کو کھلانے کے لیے کھانا تھا' اور حضرت ابوطلحہ تو مدینہ کے بہت مال دار شخص تھے' سو یہ کوئی اور شخص ہے جس کی کنیت ابوطلحہ تھی' قاضی اسماعیل نے کہا ہے: وہ شخص حضرت ثابت بن قیس بن الشماس تھے اور ابن بشکوال نے کہا ہے: وہ شخص حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے' ایک قول یہ ہے کہ وہ شخص خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے جو اس حدیث کے

راوی ہیں-

امام واحدی نے اس آیت کے شان نزول میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ صحابہ میں سے ایک شخص کو بکری کی سری ہدیہ کی گئی' اس نے کہا: میرا بھائی اور اس کے اہل وعیال اس سری کے مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہیں' سو اس نے وہ سری اس کے گھر بھیج دی' پھر اس نے وہ سری کسی اور ضرورت مند کے گھر بھیج دی' پھر یوں ہی ہر ایک دوسرے کے گھر وہ سری بھیجتا رہا حتیٰ کہ وہ سری سات گھروں میں گھومنے کے بعد پھر پہلے شخص کے گھر لوٹ آئی' تو یہ آیت نازل ہوئی کہ ''وہ دوسروں کو اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود شدید ضرورت ہو اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچالیا گیا' سو وہی لوگ کامیاب ہیں O (الحشر:۹)

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۶۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١١ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْبَلُوْا مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُّسِيْئِهِمْ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد: ان کے نیک لوگوں (کی نیکیوں) کو قبول کرو اور ان کے غلط کاروں کی غلطیوں سے درگزر کرو

٣٧٩٩ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى اَبُوْعَلِيٍّ حَدَّثَنَا شَاذَانُ اَخُوْ عَبْدَانَ حَدَّثَنَا اَبِيْ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ مَرَّ اَبُوْبَكْرٍ وَّالْعَبَّاسُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بِمَجْلِسٍ مِّنْ مَّجَالِسِ الْاَنْصَارِ وَهُمْ يَبْكُوْنَ فَقَالَ مَايُبْكِيْكُمْ قَالُوْا ذَكَرْنَا مَجْلِسَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَّا فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ بِذٰلِكَ قَالَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ عَصَبَ عَلٰى رَاْسِهٖ حَاشِيَةَ بُرْدٍ قَالَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ وَلَمْ يَصْعَدْهُ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اُوْصِيْكُمْ بِالْاَنْصَارِ فَاِنَّهُمْ كَرِشِيْ وَعَيْبَتِيْ وَقَدْ قَضَوُا الَّذِيْ عَلَيْهِمْ وَبَقِيَ الَّذِيْ لَهُمْ فَاقْبَلُوْا مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُّسِيْئِهِمْ.

[طرف الحدیث:۳۸۰۱] (صحیح مسلم:۲۵۱۰' الرقم المسلسل:۶۳۱۵)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن یحییٰ ابو علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شاذان نے حدیث بیان کی' جو عبدان کے بھائی ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ بن الحجاج نے خبر دی از ہشام بن زید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما انصار کی محافل میں سے ایک محفل کے پاس سے گزرے اور وہ لوگ رو رہے تھے' انہوں نے پوچھا: تم کس وجہ سے رو رہے ہو' تو انہوں نے بتایا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل کو یاد کر رہے تھے' پس وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں باہر نکلے کہ آپ کے سر کے اوپر چادر کے کنارے کی پٹی بندھی ہوئی تھی' راوی نے کہا: پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر چڑھے اور اس دن کے بعد آپ منبر پر نہیں چڑھے تھے' سو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی' پھر اس کے بعد فرمایا: میں تمہیں انصار کے ساتھ خیر خواہی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ میرا معدہ اور لباس رکھنے کی جگہ ہیں' ان پر جو فرض تھا وہ انہوں نے ادا کر دیا اور ان کے حقوق باقی ہیں' سو تم ان میں سے نیکو کاروں کی قدر کرو اور جو ان میں سے غلط کار ہیں ان سے درگزر کرو۔

علامہ بدرالدین عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ اور دیگر فوائد حدیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ انصار کی محفل کے پاس سے گزرے' عباس سے مراد حضرت عباس بن عبدالمطلب ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم ہیں' ان کا گزرنا اس وقت تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار تھے اور انصار رو رہے تھے' پس انہوں نے پوچھا: آپ لوگ کیوں رو رہے ہیں؟ ہوسکتا ہے کہ حضرت عباس نے پوچھا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

میں اس پر واقف نہیں ہوا کہ یہ سوال کس نے کیا تھا' کیا سوال حضرت ابوبکر نے کیا تھا یا حضرت عباس نے کیا تھا اور میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ یہ سوال حضرت عباس نے کیا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۴' دارالمعرفہ)

علامہ عینی اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں اس پر کوئی قرینہ نہیں ہے کہ یہ سوال حضرت عباس نے کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۶۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے بعد لکھتے ہیں:

انصار اس لیے رو رہے تھے کہ ان کو اندیشہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بیماری سے وصال فرما جائیں گے' پھر وہ آپ کی محفل کے فیض سے محروم ہو جائیں گے اس لیے وہ رو رہے تھے' اور میں نے جو یہ کہا کہ یہ سوال حضرت عباس نے کیا تھا اس پر قرینہ یہ ہے کہ یہ حدیث ان کے بیٹے نے بھی راویت کی ہے تو ہوسکتا ہے انہوں نے اپنے والد سے سن لیا ہو۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۴' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی اس پر دوبارہ رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ یہ پہلے سے بھی زیادہ بعید بات ہے کیونکہ حضرت ابن عباس کی روایت میں (صحیح البخاری: ۳۸۰۰) آپ کی وصیت اس سے زیادہ عام ہے اور حضرت عباس کی حدیث میں وصیت انصار کے ساتھ خاص ہے' سو اس سے یہ کیسے ثابت ہوسکتا ہے کہ یہ سوال حضرت عباس نے کیا ہو۔

نیز اس حدیث میں انصار کے متعلق مذکور ہے: وہ میرا معدہ اور عیبۃ ہیں' معدہ جسم کے اندر ہوتا ہے اور عیبۃ اس صندوق کو کہتے ہیں جس میں کپڑے رکھے جاتے ہیں' سو معدہ باطن ہے اور لباس ظاہر ہے یعنی انصار میرا باطن اور ظاہر ہیں اور یہ عرب کا محاورہ ہے اور یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کسی کے متعلق یہ بتانا ہو کہ وہ اس کو بہت عزیز ہے۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ معدہ سے مراد کسی شخص کے اہل و عیال ہیں' اور العیبۃ سے مراد وہ صندوق ہے جس میں آدمی اپنے کپڑے رکھتا ہے یعنی انصار کے پاس میرے راز اور میری امانتیں ہیں۔

نیز آپ نے فرمایا: ان پر جو فرض تھا وہ انہوں نے ادا کر دیا' یعنی انہوں نے لیلۃ العقبۃ کو جو وعدہ کیا تھا اور اس پر بیعت کی تھی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پناہ دیں گے اور آپ کی مدد کریں گے اور اس پر ان کو جنت ملے گی' سو انہوں نے اس وعدہ اور بیعت کو پورا کر دیا' اور ان کا حق باقی ہے اور وہ جنت میں داخل ہونا ہے۔

اس حدیث میں عظیم وصیت ہے اور انصار کی عظیم فضیلت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۶۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۸۰۰- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْغَسِيْلِ سَمِعْتُ عِكْرَمَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ مُّتَعَطِّفًا بِهَا عَلٰى مَنْكِبَيْهِ وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَاءُ حَتّٰى جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ اَيُّهَا النَّاسُ فَاِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُوْنَ وَتَقِلُّ الْاَنْصَارُ حَتّٰى يَكُوْنُوْا كَالْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ فَمَنْ وَّلِيَ مِنْكُمْ اَمْرًا يَضُرُّ فِيْهِ اَحَدًا اَوْ يَنْفَعُهُ فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُّسِيْئِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن الغسیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عکرمہ سے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے اور آپ نے اپنے کندھوں پر ایک چادر کو لپیٹا ہوا تھا اور (سر مبارک) پر ایک چکنی پٹی تھی حتیٰ کہ آپ منبر کے اوپر بیٹھ گئے' سو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اس کی ثناء کی' پھر آپ نے فرمایا: حمد وثناء کے بعد اے لوگو! لوگ زیادہ ہوتے جا رہے ہیں اور انصار کم ہو رہے ہیں حتیٰ کہ وہ اتنے رہ جائیں گے جتنا نمک پانی میں ہوتا ہے' پس تم میں سے جو شخص کسی ایسے منصب پر فائز ہو جو کسی کو نقصان پہنچا سکے یا کسی کو نفع دے سکے' تو وہ ان میں سے نیکوں (کی نیکیوں) کو قبول کرے اور ان کے غلط کاروں سے درگزر کرے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۲۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں چکنی پٹی کا ذکر ہے' اس سے مراد عمامہ ہے یا رومال ہے یا کوئی اور کپڑا ہے' علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ وہ عمامہ گرد وغبار یا پسینہ سے میلا ہو گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج۱۶ ص ۳۶۷)

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفائی پسند طبیعت سے یہ بہت بعید ہے کہ آپ نے میلا عمامہ باندھا ہوا ہو۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ انصار اتنے رہ جائیں گے جتنا پانی میں نمک ہوتا ہے' اس میں وجہ تشبیہ یہ ہے کہ نمک طعام میں بہت کم ہوتا ہے اسی طرح انصار بھی مہاجرین اور ان کی اولاد کے مقابلہ میں بہت کم رہ جائیں گے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو مناصب پر فائز ہوئے وہ خلفاء راشدین تھے اور وہ سب مہاجرین میں سے تھے اور ان کے بعد بنی امیہ اور بنو عباس ملوک ہوئے اور وہ سب مہاجرین کی اولاد سے تھے۔

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ انصار میں خلافت نہیں ہو گی۔ (فتح الباری ج۵ ص ۱۵' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۸۰۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاَنْصَارُ كَرِشِيْ وَعَيْبَتِيْ وَالنَّاسُ سَيَكْثُرُوْنَ وَيَقِلُّوْنَ فَاقْبَلُوْا مِنْ مُّحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا ہے از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: انصار میرا معدہ ہیں اور میرا راز ہیں (میرے جسم و جان ہیں)' ایک دور ایسا آئے گا کہ لوگ زیادہ ہو جائیں گے اور انصار کم ہو جائیں گے تم ان میں سے نیک لوگوں کے کاموں کو قبول کرنا اور

ان میں سے خطا کاروں کی خطاؤں سے درگزر کرنا۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۳۷۹۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۲ - بَابُ مَنَاقِبِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مناقب

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن معاذ کا تعلق اوس سے تھا' انہوں نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا' جب ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو تعلیم دینے کے لیے مدینہ بھیجا تھا' چنانچہ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو انہوں نے بنو عبدالاشہل سے کہا: مجھ پر تمہارے مردوں اور عورتوں سے اس وقت تک کلام کرنا حرام ہے جب تک کہ تم لوگ مسلمان نہ ہو جاؤ' ان کی اسلام میں سب سے زیادہ برکت تھی' (ان کی تبلیغ سے ایک ہزار افراد اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ سعیدی غفرلہ) یہ غزوہ بدر' احد اور خندق میں حاضر ہوئے تھے' غزوہ خندق میں حبان بن عراقہ نے ان کے بازوؤں پر تیر مارا جس کی وجہ سے یہ ایک ماہ بیمار رہے پھر اس کے بعد شہید ہو گئے' غزوہ بنو قریظہ کی چند راتوں کے بعد یہ شہید ہوئے تھے' ان کی والدہ کا نام سید تنا کبشہ بنت رافع تھا اور وہ صحابیہ تھیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۶۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبدالبر مالکی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا کہ وہ فوت ہونے والے ہیں اور ان کے زخم کا خون نہیں رک رہا تو انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! میری روح اس وقت تک قبض نہ کرنا حتیٰ کہ بنو قریظہ کے انجام سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں' حتیٰ کہ جب ان کے بازو سے خون نکلا تو انہوں نے بنو قریظہ کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ ان میں سے جنگ جوؤں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر لیا جائے اور بنو قریظہ حضرت سعد کے فیصلہ سے اپنے قلعہ سے اتر آئے تھے' اور وہ اوس کے حلیف تھے' سو وہ ان کے فیصلہ پر برقرار رہے' کہ شاید وہ ان کے متعلق سفارش کریں جیسے ابن سلول منافق نے بنو قینقاع کے متعلق سفارش کی تھی' اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سعد کے جنازہ میں ستر ہزار (۷۰,۰۰۰) فرشتے آسمان سے اترے تھے جنہوں نے اس سے پہلے زمین پر قدم نہیں رکھا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۶۷۹۷' مسند الفردوس للدیلمی ج ۳ ص ۴۳۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تین اشخاص سے کوئی افضل نہیں تھا: حضرت سعد بن معاذ' حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر' اور ان تمام کا تعلق بنو عبدالاشہل (اوس) سے تھا' یعنی انصار سے' گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انصار میں ان سے افضل کوئی نہیں تھا' اس لیے حضرت عائشہ کا یہ قول حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے منافی نہیں ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۱۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

۳۸۰۲ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ اُهْدِيَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةُ حَرِيْرٍ فَجَعَلَ اَصْحَابُهٗ يَمَسُّوْنَهَا وَيَعْجَبُوْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مِنْ لِيْنِهَا فَقَالَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ لِيْنِ هٰذِهٖ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ خَيْرٌ مِّنْهَا اَوْ اَلْيَنُ رَوَاهُ قَتَادَةُ وَالزُّهْرِيُّ سَمِعَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کوریشم کا ایک حلہ ہدیہ کیا گیا تو آپ کے اصحاب اس کو چھو رہے تھے اور اس کے ملائم ہونے پر تعجب کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: کیا تم اس کے ملائم ہونے پر تعجب کر رہے ہو' سعد بن معاذ کے رومال (جنت میں) اس سے زیادہ عمدہ ہیں' یا فرمایا: زیادہ ملائم ہیں۔ اس حدیث کی روایت قتادہ اور زہری نے کی ہے' اور ان دونوں نے اس حدیث کو حضرت انس بن مالک سے از نبی ﷺ سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٤٩ میں گزر چکی ہے۔

مندیل کے معنی کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کو یہ رومال اکیدر دومۃ نے ہدیہ کیا تھا۔

اس حدیث میں منادیل کا لفظ ہے' یہ مندیل کی جمع ہے۔ علامہ طیبی نے کہا ہے' یہ وہ کپڑا ہے جس کو ہاتھ میں لیتے ہیں' اور ابن الاعرابی وغیرہ نے کہا ہے کہ مندیل کا لفظ ندل سے بنا ہے' اس کا معنی نقل کرنا ہے اور یہ کپڑا ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ ندل کا معنی میل کچیل ہے اور مندیل سے میل کو صاف کیا جاتا ہے' اس سے ہاتھوں کو پونچھا جاتا ہے اور بدن سے گرد وغبار کو صاف کیا جاتا ہے اور مندیل دوستوں کو ہدیہ میں دیا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص٣٦٨)

٣٨٠٣ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا فَضْلُ بْنُ مُسَاوِرٍ خَتَنُ اَبِيْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ وَّعَنِ الْاَعْمَشِ حَدَّثَنَا اَبُوْصَالِحٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ فَقَالَ رَجُلٌ لِّجَابِرٍ فَاِنَّ الْبَرَاءَ يَقُوْلُ اِهْتَزَّ السَّرِيْرُ فَقَالَ اِنَّهٗ كَانَ بَيْنَ هٰذَيْنِ الْحَيَّيْنِ ضَغَائِنُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ. (صحیح مسلم: ٢٤٦٦' الرقم المسلسل: ٦٢٣٩' سنن ترمذی: ٣٨٤٧' مصنف عبدالرزاق: ٦٧٤٧' صحیح ابن حبان: ٧٠٢٩' المعجم الکبیر: ٥٣٣٦' المستدرک ج٣ ص٢٠٧' الاسماء الصفات للبیہقی: ص٣٩٧' مسند احمد ج٣ ص٢٩٦' طبع قدیم' مسند احمد: ١٤١٥٣' ج٢٢ ص٥٨' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضل بن مساور نے حدیث بیان کی' جو ابوعوانۃ کے داماد تھے' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از اعمش از ابی سفیان از حضرت جابر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سعد بن معاذ کی موت کی وجہ سے عرش ہلا' اور اعمش سے (دوسری) روایت ہے: ہمیں ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت جابر رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' اسی حدیث کی مثل' ایک شخص نے حضرت جابر سے کہا کہ حضرت البراء رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں کہ تخت ہلا تھا' تو انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ ان دونوں قبیلوں (اوس اور خزرج) کے درمیان (پرانی) رنجشیں ہیں' میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سعد بن معاذ کی موت کی وجہ سے رحمٰن کا عرش ہلا۔

عرش کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

لغت میں عرش کا معنی ہے: تخت' اگر اس حدیث میں عرش کا یہی معنی مراد ہے تو عرش کے ہلنے کا معنی ہے: اس کی حرکت اور اضطراب' اور یہ حضرت سعد بن معاذ کی فضیلت ہے جیسے احد پہاڑ کا ہلنا' ان اشخاص کے لیے باعث فضیلت تھا جو اس پر چڑھے تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب ہیں اور اگر اس عرش سے مراد اللہ تعالیٰ کا عرش ہے تو اب عرش کے ہلنے سے مراد ہے: سرور اور آنے کی خوشی' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس سے مراد حقیقت میں عرش کا ہلنا ہے' اور علامہ مازری نے کہا ہے کہ عرش کا ہلنا اپنی حقیقت پر محمول ہے' اور اس کا عقلاً انکار نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ عرش ایک مجسم چیز ہے اور جسم' حرکت اور سکون کو قبول کرتا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ عرش کے ہلنے سے مراد اس کا خوش ہونا ہے کیونکہ جب زمین سرسبز ہو جائے تو عرب کہتے ہیں: ''اهتز الارض بالنبات'' (زمین پیداوار سے ہل رہی ہے) یعنی کھیتی لہلہا رہی ہے' اور اس سے یہ مراد نہیں ہوتا کہ زمین کا جسم حرکت کر رہا ہے' الحربی نے کہا ہے کہ یہ حضرت سعد بن معاذ کی وفات سے شاندار کنایہ ہے اور عرب کسی معظم چیز کی اس سے زیادہ عظیم چیز کی طرف نسبت کرتے ہیں' تو وہ کہتے ہیں کہ فلاں کی موت پر زمین تاریک ہو گئی' بس اسی طرح یہاں معنی ہے کہ حضرت سعد بن معاذ کی روح کے استقبال کے لیے عرش الٰہی خوش اور مسرور ہوا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٦٩۔٣٦٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

حضرت سعد بن معاذ کی وفات کے وقت عرش کے ہلنے کی تحقیق اور حضرت براء' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور امام مالک کے انکار کا محمل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں ''ضغائن'' کا لفظ ہے یہ ''ضغینة'' کی جمع ہے' اس کا معنی: کینہ ہے' علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ حضرت جابر نے یہ اس لیے کہا ہے کہ حضرت سعد کا تعلق اوس سے تھا اور حضرت براء خزرجی تھے اور خزرج' اوس کی کسی فضیلت کا اقرار نہیں کرتے تھے' اسی طرح انہوں نے کہا ہے' لیکن یہ ان کی خطاء فاحش ہے کیونکہ حضرت براء بھی اوسی ہیں کیونکہ وہ عازب بن حارث بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن الحارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس کے بیٹے ہیں' وہ حضرت سعد بن معاذ کے ساتھ حارث بن خزرج میں جمع ہو جاتے ہیں اور خزرج حارث بن خزرج کے والد ہیں' یہ وہ خزرج نہیں ہیں جو اوس کے مقابل ہیں' یہ ان کا نام ہے' ہاں وہ خزرج جو اوس کے مقابل ہیں وہ جابر ہیں' حضرت جابر نے یہ بات حق کے اظہار کے لیے کہی ہے اور حضرت سعد کی فضیلت کے اعتراف کے لیے کہی ہے کیونکہ انہیں حضرت براء پر تعجب ہوا کہ انہوں نے یہ کیسے کہا حالانکہ وہ خود بھی اوسی ہیں' پھر انہوں نے کہا کہ ہر چند کہ میں خزرجی ہوں اور اوس اور خزرج کے درمیان جو مناقشہ ہے وہ اپنی جگہ ہے لیکن یہ مناقشہ مجھے حق بات کہنے سے مانع نہیں ہے' اس لیے انہوں نے یہ حدیث ذکر کی۔

حضرت براء کی طرف سے عذر یہ ہے کہ انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو چھپانے کا ارادہ نہیں کیا تھا' بلکہ انہوں نے یہی سمجھا تھا کہ جس تخت پر حضرت سعد کا جنازہ تھا وہ تخت ہل رہا تھا' حضرت براء کے متعلق یہی گمان لائق ہے جو ان کے عدم تعصب پر دلالت کرتا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا: سعد بن معاذ کی موت سے رحمٰن کا عرش ہلا اس حدیث سے حضرت براء نے یہ سمجھا تھا کہ حضرت سعد بن معاذ کا تخت ہلا۔

حضرت براء کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عمر نے بھی یہ کہا تھا کہ رحمٰن کا عرش کسی کی وجہ سے نہیں ہلتا' پھر انہوں نے

اس سے رجوع کر لیا اور وثوق سے کہا کہ حضرت سعد کی موت کی وجہ سے رحمٰن کا عرش ہلا تھا۔ امام ابن حبان نے اس حدیث کی مجاہد سے روایت کی ہے' اور عرش کے ہلنے سے مراد یہ ہے کہ حضرت سعد کی روح کے استقبال کے لیے عرش جھومنے لگا اور مسرور اور خوش ہوا' امام حاکم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ان کے آنے کی خوشی کی وجہ سے عرش ہلا لیکن انہوں نے اس کی وہی تاویل کی ہے جو حضرت براء نے کی تھی کہ حضرت سعد کی اللہ سے ملاقات کی وجہ سے عرش خوشی سے ہلا حتیٰ کہ ہمارے کندھوں پر اس تخت کی لکڑیاں پھیل گئیں' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: حضرت سعد کا وہ تخت جس پر ان کا جنازہ رکھا ہوا تھا اور یہ عطاء بن سائب کی از مجاہد از حضرت ابن عمر روایت ہے۔

عطاء کی اس روایت پر یہ اعتراض ہے کہ آخر عمر میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا' نیز اس کے معارض امام ترمذی کی یہ روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب حضرت سعد بن معاذ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقین نے کہا: ان کا جنازہ کس قدر ہلکا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے جنازہ کو فرشتے اٹھا رہے ہیں' امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے' امام حاکم نے کہا ہے کہ جن احادیث میں رحمٰن کا عرش ہلنے کی تصریح ہے وہ صحیحین میں روایت کی گئی ہیں اور کسی صحیح حدیث میں ان کا کوئی معارض نہیں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ عرش کے ہلنے سے مراد عرش کو اٹھانے والے فرشتوں کا ہلنا ہے' اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت جبریل نے کہا: یہ کون سی میت ہے جس کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیے گئے ہیں اور اس کے آنے سے تمام آسمان والے خوش ہو رہے ہیں' اس حدیث کی حاکم نے روایت کی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ عرش کا ہلنا ایک علامت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کی موت کے لیے مقرر کیا ہے تاکہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے فضل کی خبر دیں۔

اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کی عظیم منقبت ہے اور وہی حضرت براء کی یہ تاویل کہ عرش سے مراد وہ تخت ہے جس پر ان کا جنازہ رکھا گیا تھا' یعنی ان کی موت کے وقت وہ تخت ہل رہا تھا تو اس میں حضرت سعد کی کوئی فضیلت نہیں ہے کیونکہ ہر مرنے والے کا جنازہ جب تخت پر رکھ کر لے جاتے ہیں تو لوگوں کے چلنے سے وہ تخت ہلتا ہے۔

امام مالک نے بھی حضرت ابن عمر کی طرح اس روایت کا انکار کیا ہے لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی ناواقف شخص یہ گمان نہ کرے کہ عرش کے ہلنے سے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ بھی ہلتا ہوگا' کیونکہ عرش اللہ تعالیٰ کے استقرار کی جگہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ مخلوق کی مشابہت سے منزہ ہے اور ظاہر یہ ہے کہ امام مالک نے اس حدیث کا انکار نہیں کیا' کیونکہ اگر اس حدیث کی وجہ سے ان کو یہ خوف ہوتا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ہلنے کا گمان کرے گا تو وہ اپنی موطاء میں اس حدیث کی روایت نہ کرتے کہ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے کیونکہ عرش کے ہلنے کی بہ نسبت اس میں اللہ تعالیٰ کے ہلنے کی زیادہ تصریح ہے' اس کے باوجود متقدمین اہل سنت کا اور اسی طرح متاخرین کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ ہلنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے سے منزہ ہے اور کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے' اس کے علاوہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت سعد کی حدیث سند کے اعتبار سے امام مالک کے نزدیک ثابت نہ ہو' اس لیے انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا اور اس کو بیان کرنے سے منع کیا' اس کے برعکس آسمان دنیا کی طرف اترنے کی حدیث' سو وہ ان کے نزدیک ثابت ہے اور انہوں نے اس کی روایت کی ہے اور انہوں نے اس حدیث کی فہم کو علماء کی طرف مفوض کر دیا جو قرآن مجید میں پڑھتے ہیں کہ اللہ عرش پر جلوہ فرما ہے اور حضرت سعد بن معاذ کی وفات سے عرش کے ہلنے کی حدیث دس صحابہ بلکہ اس سے بھی زیادہ سے مروی ہے اور بخاری اور مسلم میں ثابت ہے' لہٰذا اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ١٧-١٦' دارالمعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

حضرت سعد بن معاذ کی قبر سے خوشبو آنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام ابن سعد نے الطبقات میں یہ اضافہ کیا ہے کہ جب منافقین نے یہ کہا کہ سعد بن معاذ کا جنازہ بہت ہلکا ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا: ستر ہزار فرشتے سعد بن معاذ کے جنازہ میں نازل ہوئے اور وہ اس سے پہلے زمین پر نہیں چلے تھے۔ حضرت سعد جسیم شخص تھے ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی ایک شخص نے ان کی قبر سے ایک مٹھی بھر مٹی اٹھائی پھر اس کی طرف دیکھا تو وہ مشک تھی۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص٣٦٩ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٣٨٠٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ أُنَاسًا نَزَلُوا عَلٰى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَجَاءَ عَلٰى حِمَارٍ فَلَمَّا بَلَغَ قَرِيبًا مِّنَ الْمَسْجِدِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُومُوا إِلٰى خَيْرِكُمْ أَوْ سَيِّدِكُمْ فَقَالَ يَا سَعْدُ إِنَّ هٰؤُلَاءِ نَزَلُوا عَلٰى حُكْمِكَ قَالَ فَإِنِّي أَحْكُمُ فِيهِمْ أَنْ تُقْتَلَ مُقَاتِلَتُهُمْ وَتُسْبٰى ذَرَارِيُّهُمْ قَالَ حَكَمْتَ بِحُكْمِ اللّٰهِ أَوْ بِحُكْمِ الْمَلَكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد بن ابراہیم از ابی امامہ بن سہل بن حنیف از حضرت ابی سعید الخدری رضی اللہ کہ لوگ (بنو قریظہ) حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ پر (قلعہ سے) اترے پس حضرت سعد کو بلایا گیا تو وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنے افضل شخص کی طرف کھڑے ہو جاؤ یا فرمایا: اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ پھر آپ نے فرمایا: اے سعد! یہ لوگ تمہارے فیصلہ پر قلعہ سے اترے ہیں تو حضرت سعد نے کہا: میں ان کے متعلق یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے جنگجو لوگوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر دیا جائے تو آپ نے فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کیا ہے (یا فرمایا:) فرشتہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٣٠٤٣ میں گزر چکی ہے۔

١٣ - بَابُ مَنْقَبَةِ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ وَعَبَّادِ بْنِ بِشْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما کی منقبت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسید بن حضیر انصاری اوسی اشہلی ہیں ان کی کنیت ابویحییٰ ہے۔ یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کی خلافت کے زمانہ میں بیس (٢٠) ہجری میں فوت ہو گئے تھے بقیع میں ان کو دفن کیا گیا تھا۔

عباد بن بشر انصاری اوسی اشہلی ہیں یہ کبار صحابہ میں سے ہیں جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج١٦ ص٣٠٧ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی المتوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسید بن حضیر اوس کے سرداروں میں سے ہیں ان کی آواز تمام صحابہ سے زیادہ حسین تھی فرشتے ان سے قرآن سنتے تھے

ان کی کنیت میں پانچ اقوال ہیں' علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ ان کی کنیت ابو یحییٰ ہے' یہ ان صحابہ میں سے ہیں جو غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے' ان کو اس دن سات (۷) زخم لگے تھے' یہ حضرت عمر کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے اور انہوں نے خود ان کا جنازہ اٹھایا تھا اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو بقیع میں دفن کیا۔

عباد بن بشر بھی اوس کے سرداروں میں سے ہیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تین اشخاص سے کوئی افضل نہیں ہے اور وہ سب بنو عبدالاشہل میں سے ہیں' سعد بن معاذ' اُسید بن حُضیر اور عبّاد بن بشر اور یہ ان پانچ مردوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے کعب بن اشرف کو قتل کیا تھا' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھیں تو آپ نے کسی قرآن پڑھنے والے کی آواز سنی' آپ نے پوچھا: اے عائشہ! یہ عباد بن بشر کی آواز ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے دعا کی: اے اللہ! عباد کی مغفرت فرما۔ (صحیح البخاری: ۲۶۵۵) (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۲۲-۲۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

۳۸۰۵- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ اَخْبَرَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلَيْنِ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ وَّاِذَا نُوْرٌ بَيْنَ اَيْدِيْهِمَا حَتّٰى تَفَرَّقَا فَتَفَرَّقَ النُّوْرُ مَعَهُمَا. وَقَالَ مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ وَّرَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ وَقَالَ حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ كَانَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَّعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ اندھیری رات میں دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے نکلے' اچانک (میں نے دیکھا) ان دونوں کے سامنے نور تھا' حتیٰ کہ وہ دونوں الگ الگ ہو گئے' پس وہ نور بھی ان کے ساتھ الگ الگ ہو گیا' اور معمر نے کہا از ثابت از حضرت انس' وہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک حضرت اسید بن حضیر اور انصار کے ایک شخص اور حماد نے کہا: ہمیں ثابت نے خبر دی از حضرت انس' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶۵ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے جو معمر کی تعلیق ذکر کی ہے اس کی حدیث موصول حسب ذیل ہے:

امام عبدالرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیر اور انصار کے ایک اور شخص رضی اللہ عنہما اپنے کسی کام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس باتیں کر رہے تھے' حتیٰ کہ رات کا کافی وقت گزر گیا اور وہ سخت اندھیری رات تھی' پھر وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے واپس جا رہے تھے اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی' پھر ان دونوں میں سے ایک کی لاٹھی روشن ہو گئی' حتیٰ کہ وہ دونوں اس کی روشنی میں چلتے رہے' پھر جب ان کا راستہ الگ الگ ہوا تو ان میں سے ہر ایک اپنی لاٹھی کی روشنی میں چلتا رہا حتیٰ کہ وہ اپنے گھر پہنچ گیا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۲۰۷۰۸' ج ۱۰ ص ۲۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام احمد کی روایت میں ہے کہ انصار کے وہ دوسرے شخص حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ تھے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۷)

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی التوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت اسید بن حضیر سے اٹھارہ (۱۸) احادیث مروی ہیں اور ایک حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں اور دوسری حدیث میں منفرد ہیں۔ (خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج۱ ص ۱۰۹ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کی مرویات

حضرت عباد بشر سے صرف دو حدیثیں مروی ہیں۔ (خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۳۲ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

١٤ - بَابُ مَنَاقِبِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے' حضرت معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن اوس بن سعد بن علی بن سعد بن علی بن اسد بن ساردۃ بن تزید بن جشم الانصاری الخزرجی ابوعبدالرحمٰن المدنی' یہ ان ستر (۷۰) صحابہ میں سے ایک ہیں جو العقبہ (مکہ کی گھاٹی) میں حاضر ہوئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا تھا' یہ اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں اسلام لائے تھے' بدر میں حاضر ہوئے تھے اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے تھے' یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید جمع کیا تھا' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یمن کے حاکم مقرر ہوئے تھے' اس کے بعد مدینہ واپس آ گئے' پھر شام کی طرف جہاد کرنے چلے گئے' عمواس کے طاعون میں اٹھارہ ہجری میں اڑتیس (۳۸) سال کی عمر میں ان کی اردن کی جانب میں وفات ہوگئی' ان کی قبر غور بیسان کی شرقی جانب میں ہے اور عمواس بیت المقدس اور فلسطین کے درمیان ایک بستی ہے' ان کا ایک بیٹا تھا جس کا نام عبدالرحمان تھا' وہ ان کے ہمراہ جنگ یرموک میں لڑا تھا' اسی کے نام پر ان کی کنیت ابو عبدالرحمان ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۶ ص ۳۰۷-۳۰۸ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

یہ خزرجی انصاری صحابی ہیں' ان کو تمام لوگوں سے زیادہ حلال اور حرام کا علم تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یمن کے ایک شہر کا حاکم بنایا تو آپ نے ان سے پوچھا: اے معاذ! تم کس چیز سے فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے کہا: کتاب اللہ سے' آپ نے پوچھا: اگر تم کو اس میں (پیش آمدہ) مسئلہ نہ ملے تو انہوں نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے' آپ نے پوچھا: اگر تم کو اس میں بھی مسئلہ نہ ملے تو انہوں نے کہا: پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے لیے تمام تعریفیں ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمائندہ کو اسی بات کی توفیق دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند ہے۔

(سنن ترمذی: ۱۳۲۷' سنن ابوداؤد: ۳۵۹۲)

علامہ ابن عبدالبر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندے تھے' وہ خوبصورت' طویل القامت' حسین بالوں اور بڑی آنکھوں والے جوان تھے' ان کے دانت سفید اور چمک دار تھے' لوگوں میں سب سے زیادہ فیاض تھے' وہ اپنے پاس مال جمع نہیں رکھتے تھے اور جب ان کے پاس کچھ نہ ہوتا تو لوگوں سے قرض لے لیتے تھے' لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی شکایت کی تو آپ نے ان کا قرض ادا کرنے کے لیے ان کا مال فروخت کر دیا تو یہ دیوالیہ ہو گئے' تب

رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن کی طرف بھیجا تا کہ یہ مال حاصل کریں' پھر یہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مال لے کر آئے' حضرت ابوبکر نے کہا: میں اس مال سے کچھ نہیں لوں گا' انہوں نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ نے میرے افلاس کو دیکھا تو مجھے یمن کی طرف بھیجا' پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں غرق ہونے والا ہوں اور آپ نے مجھے بچایا ہے' پھر وہ حضرت عمر کے ساتھ مال لے کر حضرت ابوبکر کے پاس گئے تو انہوں نے کہا: تمہارے نزدیک جو تم سے زیادہ حق دار ہے اس کو دو' حضرت عمر نے حضرت معاذ سے کہا: اب آپ یہ مال لے لیں' آپ کے لیے اس کا لینا جائز ہے' یہ اڑتیس (۳۸) سال کی عمر میں عمواس کے طاعون میں فوت ہو گئے تھے' شام میں طاعون کی ابتداء عمواس سے ہوئی تھی جو فلسطین اور بیت المقدس کے درمیان ایک بستی ہے' علامہ ابن عبدالبر نے زہری سے نقل کیا ہے کہ جب جابیہ میں طاعون پھیلا تو حضرت عمرو بن العاص نے خطبہ دیا اور کہا: اے لوگو! اس طاعون سے نکل جاؤ یہ آگ کی طرح ہے' تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ان سے اختلاف کیا اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ طاعون رحمت ہے' اے اللہ! معاذ اور آل معاذ کا اس رحمت میں ذکر فرما۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۱۲۱) (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۲۳- ۲۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

طاعون کے متعدی مرض ہونے میں صحابہ کا اختلاف تھا' حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی یہ رائے تھی کہ یہ متعدی مرض ہے جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں اور حضرت معاذ بن جبل کی رائے اس کے خلاف تھی' بہرحال ہمارے نزدیک حضرت عمر اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا موقف ہی راجح ہے۔

٣٨٠٦ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِسْتَقْرِؤُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِّنَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّسَالِمٍ مَّوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَةَ وَاُبَیٍّ وَّمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از ابراہیم از مسروق از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ چار مردوں سے قرآن مجید کو طلب کرو: ابن مسعود سے' سالم مولی ابو حذیفہ سے' ابی (بن کعب) سے اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۵۸ میں گزر چکی ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت معاذ بن جبل سے ایک سو پچھتر (۱۷۵) احادیث مروی ہیں جن میں سے دو حدیثوں پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں' امام بخاری تین حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۳ ص ۱۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

١٥ - بَابُ مَنْقَبَةِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی منقبت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: سعد بن عبادہ بن دلیم بن ابی حارثہ بن ابی صریمہ بن ثعلبہ بن طریف بن الخزرج بن ساعدہ' ان کی کنیت ابوالحارث ہے اور یہ قیس بن سعدہ کے والد ہیں' حضرت سعد مشاہیر صحابہ میں سے ایک ہیں' حضرت سعد خزرج کے سردار تھے اور فیاض اور کریم تھے' حضرت عمر رضی اللہ کی خلافت میں ان کی وفات شام کے علاقہ حوران میں چودہ (۱۴) ہجری میں ہوئی تھی۔

(عمدۃ القاری ج۱۶ ص ۲۷۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن عبادہ بن دلیم انصاری' خزرج کے سردار ہیں' ان کی کنیت ابو ثابت اور ابوقیس ہے' ان کی والدہ سیدتنا عمرہ بنت مسعود ہیں اور ان کا صحابیہ ہونا ثابت ہے' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں پانچ (۵) ہجری میں فوت ہوگئی تھیں' حضرت سعد بیعت عقبہ میں حاضر تھے اور یہ نقباء میں سے ایک ہیں' غزوہ بدر میں ان کے حاضر ہونے میں اختلاف ہے' امام بخاری نے اس کو ثابت کیا ہے' امام ابن سعد نے کہا: یہ نکلنے کے لیے تیار ہو رہے تھے' پھر یہ گوشت کھانے کے لیے ٹھہر گئے۔

حضرت سعد اور ان کے والد سخاوت میں مشہور تھے اور ان کے دادا بھی' ان کی ایک طعام گاہ تھی جس میں ہر روز یہ ندا کی جاتی تھی جس کو چربی اور گوشت کھانے کا شوق ہو وہ دلیم بن حارثہ کی طعام گاہ میں آئے' حضرت سعد کے طعام کا تھال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے گھروں میں گھومتا رہتا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو جھنڈے تھے' حضرت علی رضی اللہ کے پاس مہاجرین کا جھنڈا تھا اور حضرت سعد بن عبادہ کے پاس انصار کا جھنڈا تھا۔

قیس بن سعد بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے ملنے کے لیے ہمارے گھر آئے اور آپ نے فرمایا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ' پھر آپ نے یہ دعا کی: اے اللہ! اپنی صلوات اور اپنی رحمتیں سعد بن عبادہ کی آل پر نازل فرما۔

امام ابویعلیٰ نے حضرت جابر رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ہماری طرف سے انصار کو جزاء و خیر عطاء فرما خصوصاً عبداللہ بن عمرو بن حرام کو اور سعد بن عبادہ کو۔

امام ابن ابی الدنیا نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ جب شام ہوتی تو کوئی شخص صفہ والوں میں سے ایک کو اپنے ساتھ لے جاتا' اور کوئی شخص دو کو اپنے ساتھ لے جاتا' اور کوئی شخص ایک جماعت کو لے جاتا اور حضرت سعد بن عبادہ اسی (۸۰) افراد کو اپنے ساتھ لے جاتے۔

انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ سے بیعت نہیں کی تھی' یہ قصہ مشہور ہے' یہ شام میں چلے گئے تھے اور حوران میں پندرہ (۱۵)ھ میں ان کی وفات ہوگئی تھی۔ (الاصابہ ج ۳ ص ۵۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ جھنڈا ان کے ہاتھ سے لے کر ان کے بیٹے قیس کے ہاتھ میں دے دیا' ایک قول یہ ہے کہ آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ کے ہاتھ میں جھنڈا دیا' دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ کے ہاتھ میں دیا۔

جب حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تو انہوں نے بیعت نہیں کی اور یہ شام چلے گئے اور حوران میں ان کی وفات ہوگئی' ان کو جنات نے قتل کر دیا تھا' ان کو غسل خانہ میں وفات پایا ہوا دیکھا گیا۔ (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۲۴' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَكَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا.

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ اس سے پہلے ایک نیک شخص تھا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول صحیح البخاری: ٤٧٥٠ میں مذکور ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جو تہمت لگائی گئی تھی اس کے متعلق جو طویل حدیث ہے یہ تعلیق اس کا ایک ٹکڑا ہے' اس ٹکڑے کی تفصیل درج ذیل ہے:

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور اس دن آپ نے عبداللہ بن ابی ابن سلول کی لگائی ہوئی تہمت سے براءت طلب کی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! مجھے کون شخص اس شخص کے متعلق معذور قرار دے گا جس کی اذیت میرے اہل بیت کے سبب سے مجھ تک پہنچی ہے؟ پس اللہ کی قسم! مجھے اپنے اہل بیت کے متعلق سوائے خیر اور اچھائی کے اور کسی بات کا علم نہیں' اور انہوں نے اس شخص (حضرت صفوان بن معطل) کا ذکر کیا ہے' جس کے متعلق مجھے سوائے خیر کے اور کسی چیز کا علم نہیں اور وہ شخص جب بھی میری اہلیہ کے پاس آیا تو میں اس کے ساتھ تھا' پھر حضرت سعد بن معاذ انصاری (اوس) رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کو اس سے معذور قرار دیتا ہوں' اگر وہ (تہمت لگانے والا) اوس سے ہے تو میں اس کی گردن مار دوں گا اور اگر وہ ہمارے بھائی خزرج سے ہے تو آپ ہمیں حکم دیں ہم آپ کی اطاعت کریں گے' تب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور وہ خزرج کے سردار تھے اور وہ اس واقعہ سے پہلے نیک شخص تھے لیکن ان کو عصبیت نے ابھارا' انہوں نے حضرت سعد بن معاذ سے کہا: مجھے اللہ کی حیات کی قسم! تم نے جھوٹ بولا' تم اس کو قتل نہیں کرو گے اور نہ اس کے قتل پر قادر ہو گے' پھر دونوں قبیلے اوس اور خزرج جوش میں آ گئے حتیٰ کہ انہوں نے ایک دوسرے سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ الحدیث۔ (صحیح البخاری: ٤٧٥٠)

حضرت عائشہ کی مراد یہ تھی کہ حضرت سعد بن عبادہ تہمت کے واقعہ سے پہلے نیک شخص تھے' لیکن حضرت عائشہ ان کا مرتبہ کم نہیں کرنا چاہتی تھیں کیونکہ حضرت سعد بن عبادہ تہمت لگانے میں ملوث نہیں تھے' ان کا مقصد صرف حضرت سعد بن معاذ کا رد کرنا تھا اور نہ وہ پہلے بھی نیک شخص تھے اور بعد میں بھی نیک شخص تھے اور ان میں نیکی کی صفت دائمی تھی۔

٣٨٠٧- حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَبُوْ أُسَيْدٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ دُوْرِ الْأَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ وَفِيْ كُلِّ دُوْرِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَكَانَ ذَا قَدَمٍ فِي الْإِسْلَامِ أَرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَضَّلَ عَلَيْنَا فَقِيْلَ لَهُ قَدْ فَضَّلَكُمْ عَلٰى نَاسٍ كَثِيْرٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انصار کے گھروں میں بہترین (افراد) بنو النجار ہے' پھر بنو عبدالاشھل ہے' پھر بنو الحارث بن الخزرج ہے' پھر بنو ساعدۃ ہے اور انصار کے تمام گھروں میں خیر ہے' پس حضرت سعد بن عبادہ نے کہا: اور وہ اسلام لانے میں سابق اور مقدم تھے' انہوں نے کہا کہ میرا گمان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم

پر دوسروں کو فضیلت دی ہے' ان سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے تم کو بھی بہتوں پر فضیلت دی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۸۹ میں گزر چکی ہے۔

حافظ صفی الدین نے ان کی مرویات بیان نہیں کیں لیکن لکھا ہے کہ ان کے پاس احادیث تھیں' انہوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی اور مدینہ سے نکل گئے اور واپس نہیں آئے اور پندرہ ہجری میں شام کے شہر حوران میں ان کی وفات ہوئی' ان کو جنات نے شہید کر دیا تھا۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۴۰۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ ھ)

۱۶ - بَـابُ مَـنَـاقِبِ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: حضرت ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن النجار الانصاری الخزرجی النجاری' ان کی کنیت ابوالمنذر اور ابوالطفیل ہے' یہ سابقین انصار میں سے تھے' العقبۃ اور اس کے بعد کے مشاہد میں حاضر ہوئے اور تیس (۳۰) ہجری میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے پہلے فوت ہوئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۷۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب الخزرجی النجاری قُرّاء میں سے ایک تھے بلکہ تمام لوگوں سے بڑھ کر قاری تھے' اور حضرت اُبی فقہا صحابہ میں سے ایک تھے اور کاتبین وحی میں سے ایک تھے' وہ رسول اللہ ﷺ کے خطوط اور آپ کے احکام لکھتے تھے' وہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اکثر یہ خدمت انجام دیتے تھے' علامہ ابن عبدالبر نے مرسلاً یہ روایت کی ہے کہ تم میں سب سے عمدہ قاری اُبی ہیں' اور تم میں سے سب سے عمدہ فیصلہ کرنے والے علی ہیں' اور سب سے زیادہ وراثت کا علم رکھنے والے زید بن ثابت ہیں اور حلال اور حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل ہیں' اور امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر ہیں' اور اللہ کے دین میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں' اور حیاء میں سب سے زیادہ سچے عثمان ہیں اور سب سے زیادہ عمدہ فیصلہ کرنے والے علی ہیں' اور کتاب اللہ کے سب سے عمدہ قاری ابی بن کعب ہیں اور حلال اور حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے معاذ بن جبل ہیں اور وراثت کو سب سے زیادہ جاننے والے زید بن ثابت ہیں' سنو! ہر امت کا امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۵۴' دارالفکر' بیروت)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب کے محاسن بہت زیادہ ہیں۔ (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۲۵۔ ۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۹ ھ)

۳۸۰۸ - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ مَّسْرُوْقٍ قَالَ ذُكِرَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَقَالَ ذَاكَ رَجُلٌ لَا اَزَالُ اُحِبُّهٗ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرہ از ابراہیم از مسروق' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے سامنے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو

خُذُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِّنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَبَدَاَ بِهٖ وَسَالِمٍ مَّوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَةَ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَّاُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ.

انہوں نے کہا: وہ ایسے شخص ہیں کہ میں ہمیشہ سے ان سے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: چار (مردوں) سے قرآن حاصل کرو: عبداللہ بن مسعود سے' سوان سے آپ نے ابتداء کی اور سالم مولیٰ ابی حذیفہ سے اور معاذ بن جبل سے اور ابی بن کعب سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۵۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۸۰۹ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ سَمِعْتُ شُعْبَةَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَیْكَ ﴿لَمْ یَكُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ (البینۃ:۱) قَالَ وَسَمَّانِیْ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبَکٰی. [اطراف الحدیث: ۴۹۵۹-۴۹۶۰-۴۹۶۱] (صحیح مسلم: ۷۹۹' الرقم المسلسل: ۱۷۴۸' سنن ترمذی: ۳۷۹۳' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۵۳۹' المستدرک ج ۲ ص ۲۲۴' حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۸۷' مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۲' طبع قدیم' مسند احمد: ۲۱۲۰۳' ج ۳۵ ص ۱۳۱' موسسۃ الرسالۃ بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی: انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے شعبہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے یہ سورت پڑھوں: ''لم یکن الذین کفروا. (البینۃ:۱)'' (کفر کرنے والے اہل کتاب اپنے دین کو چھوڑنے والے نہ تھے) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! حضرت انس نے کہا: پھر ابی بن کعب رونے لگے۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے سامنے سورۃ البینہ پڑھنے کی حکمت اور حضرت اُبی بن کعب اور سورۃ البینہ کی تخصیص کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے یہ سورت پڑھوں۔

حضرت ابی بن کعب کے سامنے اس سورت کے پڑھنے کی حکمت یہ تھی کہ حضرت ابی اس سورت کے الفاظ اور ان کے ادائیگی کی کیفیت اور وقف کرنے کی جگہوں کو سیکھ لیں' پس ان کے سامنے قراءت کرنا ان کو تعلیم دینے کے لیے تھا' ان سے سیکھنے کے لیے نہیں تھا' اور تا کہ حفاظ اور قراء کا دوسرے حفاظ کے سامنے قرآن پڑھنا مسنون ہو جائے خواہ وہ نسب' دین اور فضیلت میں ان سے کم درجہ کے ہوں اور تا کہ لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی فضیلت پر متنبہ کیا جائے اور ان کو حضرت ابی سے قرآن مجید سیکھنے اور ان کے اپنے اوپر مقدم کرنے پر برانگیختہ کیا جائے اور اسی طرح ہوا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابی بن کعب قراءت میں بہ حیثیت امام اور سردار کے مشہور ہو گئے۔

حضرت ابی بن کعب کے سامنے سورۃ البینہ پڑھنے کی تخصیص کی حکمت یہ ہے کہ یہ سورت اختصار کے باوجود اصول' قواعد اور اہم مقاصد کی جامع ہے' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس سورت کو اس لیے خاص کیا گیا ہے کہ یہ سورت توحید' رسالت' اخلاص' انبیاء

سابقین علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابوں' نماز' زکوٰۃ' عشر اور جنت اور دوزخ کے بیان پر محیط ہے۔

حضرت ابی نے پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ یعنی آیا اللہ تعالیٰ نے میرے نام کی تصریح کی ہے یا فرمایا ہے: آپ اپنے اصحاب میں سے کسی کے سامنے پڑھیں اور آپ نے مجھے منتخب کر لیا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لیا ہے' حضرت ابی بن کعب نے ازراہ تعجب اور مسرت کے یہ سوال کیا تھا کیونکہ ان کے نزدیک یہ بعید تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کا نام لے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرمانا کہ ان پر قرآن پڑھیں ان کے لیے بہت عظیم منصب تھا' اس لیے وہ خوشی سے رو پڑے' علامہ نووی نے کہا ہے کہ وہ اس خوف سے رو پڑے کہ وہ اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا کما حقہ شکر نہیں ادا کر سکیں گے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٧٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابی بن کعب سے ایک سو چھیالیس (١٤٦) احادیث مروی ہیں جن میں سے امام بخاری اور امام مسلم تین حدیثوں پر متفق ہیں' امام بخاری چار حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم سات حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ١ ص ٦٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

١٧ - بَابُ مَنَاقِبِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ان کا پورا نام ہے: زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار الانصاری النجاری ابو سعید اور ان کو ابو خارجہ المدنی بھی کہا جاتا ہے' ان کی والدہ نوار بنت مالک بن نجار ہیں' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ شریف میں آئے تو ان کی عمر گیارہ (١١) سال تھی' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وحی لکھتے تھے اور فضلاء صحابہ اور اصحاب الفتویٰ میں سے تھے' پینتالیس (٤٥) یا چھیالیس (٤٦) ہجری میں ان کی مدینہ میں وفات ہو گئی۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٧٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

غزوہ بدر میں ان کو کم سن قرار دیا گیا' اس لیے حضرت زید بن ثابت غزوہ احد میں شریک ہوئے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا پہلا غزوہ خندق تھا' اور غزوہ تبوک میں ان کے پاس بنو النجار کا جھنڈا تھا' پہلے یہ جھنڈا حضرت عمارہ بن حزم کے پاس تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے جھنڈا لے کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دے دیا' حضرت عمارہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا آپ کے پاس میری کوئی شکایت آئی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں لیکن قرآن مقدم ہے' کیونکہ ان کو زیادہ قرآن یاد تھا۔ (المستدرک ج ٣ ص ٤٢١)

ان کے والد جنگ بعاث میں ہجرت سے پانچ سال پہلے قتل کر دیئے گئے تھے۔

انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قرآن مجید جمع کیا تھا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو مجھے آپ کے سامنے پیش کیا گیا' پس بتایا گیا کہ یہ بنو النجار سے ہیں اور ان کو قرآن مجید کی سترہ سورتیں یاد ہیں' میں نے آپ کے سامنے قرآن پڑھا تو آپ بہت خوش ہوئے' میں

یہود کی طرف آپ کے خطوط لکھتا تھا اور ان کے آئے ہوئے خطوط آپ کو پڑھ کر سناتا تھا' اس حدیث کی امام بغوی اور امام ابویعلیٰ نے روایت کی ہے۔

امام عبد بن حمید نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں ایک قوم کی طرف لکھواتا ہوں مجھے خوف ہے کہ وہ کمی یا زیادتی نہ کردیں اس لیے تم سریانی زبان سیکھ لو' سو میں نے سترہ دنوں میں سریانی زبان سیکھ لی۔

شعبی سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابت سواری پر سوار ہونے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی رکاب پکڑ لی' حضرت زید نے ان کو منع کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ کے عم زاد! ایسا نہ کریں تو حضرت ابن عباس نے کہا: ہمیں علماء اور اکابر کی اسی طرح تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ثابت بن عبید نے کہا: میں نے کسی شخص کو اس کی مجلس میں حضرت زید کی طرح معزز اور خوش طبع نہیں دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے سب سے زیادہ وراثت کے احکام کا علم رکھنے والا زید (بن ثابت) ہے۔

امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت زید بن ثابت اصحاب فتویٰ میں سے ایک ہیں اور اصحاب فتویٰ چھ ہیں: حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت ابی بن کعب' حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم' امام واقدی کی روایت ہے کہ مدینہ میں قضاء' فتویٰ' قراءت اور وراثت کے علم کے سردار حضرت زید بن ثابت ہیں۔ امام بغوی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ خارجہ بن زید نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی سفر پر جاتے تو حضرت زید بن ثابت کو اپنا جانشین بنا کر جاتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اصحاب سیدنا محمد ﷺ میں حضرت زید بن ثابت کا شمار راسخین فی العلم میں ہوتا تھا۔

حضرت زید بن ثابت کی وفات اکثر کے قول کے مطابق پینتالیس (٤٥) ہجری میں ہوئی' جس دن حضرت زید کی وفات ہوئی تو حضرت ابوہریرہ نے کہا: آج اس امت کا عالم فوت ہو گیا۔ (الاصابۃ ج ٢ ص ٤٩٢۔٤٩١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

٣٨١٠- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْاَنْصَارِ اُبَيٌّ وَّمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَّاَبُوْزَيْدٍ وَّزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ قُلْتُ لِاَنَسٍ مَّنْ اَبُوْ زَيْدٍ قَالَ اَحَدُ عُمُوْمَتِيْ. [اطراف الحدیث: ٣٩٩٦۔ ٥٠٠٣۔ ٥٠٠٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے عہد میں چار اشخاص نے قرآن مجید کو جمع کیا اور وہ سب انصار میں سے تھے' حضرت ابی' حضرت معاذ بن جبل' حضرت ابوزید اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم' میں نے حضرت انس سے پوچھا: حضرت ابوزید کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: وہ میرے چچاؤں میں سے ایک ہیں۔

(صحیح مسلم: ٢٤٦٥' الرقم المسلسل: ٦٢٣٤' سنن ترمذی: ٣٨١٩۔ ٣٧٩٤' السنن الکبریٰ: ٨٠٠٠' مسند ابوداؤد الطیالسی: ٢٠١٨' صحیح ابن حبان: ٧١٣٠' سنن بیہقی ج ٦ ص ٢١١' مسند احمد ج ٣ ص ٢٧٧' طبع قدیم' مسند احمد: ١٣٩٤٢' ج ٢١ ص ٣٧٩' موسسۃ الرسالہ بیروت)

ابو زید کا نام' اوس اور خزرج کا ایک دوسرے کے سامنے اپنی اپنی فضیلت کا اظہار اور بعض اعتراضات کے جوابات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ابو زید کا ذکر ہے: ابن المدینی نے کہا: ان کا نام اوس ہے' یحییٰ بن معین نے کہا: ان کا نام ثابت بن زید بن مالک اشھلی ہے۔

حافظ ابن عبد البر نے لکھا ہے کہ اوس اور خزرج نے ایک دوسرے پر اپنی فضیلت بیان کی' اوس نے کہا: ہم میں غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ ہیں' اور ہم میں حضرت عاصم ہیں جن کی لاش کی شہد کی مکھیوں نے حفاظت کی اور حضرت سعد ہیں جن کی موت پر عرش ہلا تھا' اور حضرت خزیمہ ہیں جن کی گواہی دو مردوں کی گواہی کے برابر ہے رضی اللہ عنہم' اس کے جواب میں خزرج نے کہا: ہم میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کو جمع کیا' وہ حضرت معاذ' ابو زید اور ابی ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ان کے علاوہ دوسروں نے بھی قرآن مجید کو جمع کیا ہے جیسے خلفاء اربعہ نے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عدد کا مفہوم مخالف زائد کی نفی نہیں کرتا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انہوں نے پورے قرآن مجید کو کیسے جمع کیا حالانکہ قرآن مجید کا کچھ حصہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے قریب نازل ہوا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس کو بھی آپ کی وفات سے پہلے محفوظ کر لیا تھا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے معارض ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ چار مردوں سے قرآن مجید کو طلب کرو' حضرت ابن مسعود سے' حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ سے' حضرت ابی بن کعب سے اور حضرت معاذ بن جبل سے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس کی اس حدیث کا مفہوم مخالف مراد نہیں ہے کہ ان چاروں کے علاوہ اور کسی نے قرآن مجید کو جمع نہیں کیا' حضرت انس کی مراد یہ ہے کہ قرآن مجید کو صرف انصار نے جمع کیا خواہ وہ یہ چار ہوں جن کا اس حدیث میں ذکر ہے یا دوسرے ہوں' مگر وہ انصار ہی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٧٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن ثابت سے بیانوے (۹۲) احادیث مروی ہیں جن میں سے امام بخاری اور امام مسلم پانچ حدیثوں پر متفق ہیں' امام بخاری چار حدیثوں کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب تھذیب الکمال ج ١ ص ٣٨٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

١٨ - بَابُ مَنَاقِبِ اَبِیْ طَلْحَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابو طلحہ کا نام ہے: ابو طلحہ زید بن سہل بن الاسود بن حرام انصاری الخزرجی النجاری' یہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے خاوند ہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں' یہ تمام مشاہد اور غزوات میں حاضر تھے' اور یہ نقباء میں سے ایک ہیں' یہ بتیس یا چونتیس (۳۴-۳۲) ہجری میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے' حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' ابو زرعہ دمشقی نے کہا ہے کہ یہ شام

میں فوت ہو گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد چالیس سال زندہ رہے (یعنی ان کی وفات پچاس ہجری میں ہوئی)' یہ مسلسل روزے رکھتے تھے' حضرت انس سے روایت ہے کہ یہ جہاد کرتے ہوئے سمندر میں فوت ہوئے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٧٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت زید بن سہل انصاری کی کنیت ابوطلحہ ہے اور یہ اپنی کنیت سے زیادہ مشہور ہیں۔

امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ابوطلحہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے کہا: اے ابوطلحہ! تم جیسے شخص کے نکاح کا پیغام مسترد نہیں کیا جاتا لیکن تم کافر ہو اور میں مسلمان عورت ہوں' اس لیے تم میرے لیے حلال نہیں ہو' اگر تم اسلام قبول کر لو تو یہی میرا مہر ہوگا' چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور یہی ان کا مہر ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ احد میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے سامنے کفار پر تیر مار رہے تھے' پس نبی ﷺ نظر اٹھا کر دیکھ رہے تھے تو حضرت ابوطلحہ نے اپنا سینہ بلند کر کے آپ کے آگے کر دیا اور کہا: اگر ان کا کوئی تیر آئے تو وہ میرے سینہ پر لگے آپ کی طرف نہ آئے' اس کی سند صحیح ہے۔

امام مسلم نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ جب نبی ﷺ نے منیٰ میں اپنے سر کے بال منڈائے تو آپ نے اپنی دائیں جانب کے بال اپنے اصحاب پر تقسیم کر دیئے' کسی کو ایک بال کسی کو دو بال دیئے اور حضرت ابوطلحہ کو اپنی بائیں جانب کے تمام بال عطاء کر دیئے' اور جب یہ آیت نازل ہوئی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ. تم ہرگز نیکی کو نہیں پا سکو گے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیز سے خرچ نہ کرو۔ (آل عمران: ٩٢)

تو حضرت ابوطلحہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: میرے پسندیدہ اموال بیرحاء میں ہیں' ان کی نیکی کو ذخیرہ کرنے کی توقع رکھتا ہوں' سو وہ صدقہ ہیں' تو نبی ﷺ نے فرمایا: رکو' رکو وہ نفع آور مال ہے۔

حضرت ابوطلحہ کی موت کے وقت میں اختلاف ہے' واقدی نے کہا: ان کی وفات چونتیس (٣٤) ہجری میں ہوئی ہے اور ایک قول بتیس ہجری کا ہے' اور ابوزرعہ نے کہا ہے کہ ان کی وفات نبی ﷺ کی وفات کے چالیس سال بعد ہوئی ہے' حضرت انس نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوطلحہ نبی ﷺ کے عہد میں جہاد کرنے کی وجہ سے (نفلی) روزے نہیں رکھتے تھے' پس آپ کی وفات کے بعد وہ عیدین کے سوا مسلسل ہر روز روزہ رکھتے رہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا: ان کی وفات پچاس (٥٠) یا اکیاون (٥١) ہجری میں ہوئی ہے۔

(الاصابۃ ج ٢ ص ٥٠٢-٥٠٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

٣٨١١- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ اِنْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ طَلْحَةَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجَوِّبٌ بِهٖ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ لَّهٗ وَكَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ رَجُلًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن جب لوگ نبی ﷺ کو چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے تھے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنی ایک ڈھال

رَامِيًا شَدِيدًا لَقَدْ يَكْسِرُ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا وَكَانَ الرَّجُلُ يَمُرُّ وَمَعَهُ الْجُعْبَةُ مِنَ النَّبْلِ فَيَقُولُ انْشُرْهَا لِأَبِي طَلْحَةَ فَأَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ إِلَى الْقَوْمِ فَيَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي لَا تُشْرِفْ يُصِيبُكَ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ الْقَوْمِ نَحْرِي دُونَ نَحْرِكَ وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ وَّأُمَّ سُلَيْمٍ وَّإِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ أَرٰى خَدَمَ سُوْقِهِمَا تَنْقُزَانِ الْقِرَبَ عَلٰى مُتُوْنِهِمَا تُفْرِغَانِهٖ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَآنِهَا ثُمَّ تَجِيْئَانِ فَتُفْرِغَانِهٖ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ وَلَقَدْ وَقَعَ السَّيْفُ مِنْ يَدَيْ أَبِي طَلْحَةَ إِمَّا مَرَّتَيْنِ وَإِمَّا ثَلَاثًا.

سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہے تھے اور حضرت ابوطلحہ بہت ماہر تیرانداز تھے اس دن ان کے ہاتھ سے دو یا تین کمانیں ٹوٹ گئی تھیں اگر کوئی شخص گزرتا اور اس کے پاس تیروں کا ترکش ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: اپنے یہ تیر ابوطلحہ کو دے دو نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کا حال دیکھنے کے لیے جھانکتے تو حضرت ابوطلحہ عرض کرتے: اے اللہ کے نبی! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں آپ نہ جھانکیں کہیں لوگوں کے تیروں میں سے کوئی تیر آپ کو نہ لگ جائے میرا سینہ آپ کے سینہ کے آگے ہے اور میں نے حضرت عائشہ بنت ابوبکر کو اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہن کو دیکھا کہ وہ اپنے پائنچے اوپر اٹھائے ہوئے جا رہی تھیں میں ان کی پنڈلیوں کا زیور دیکھ رہا تھا انہوں نے مشکوں کو اپنی پیٹھوں پر اٹھایا ہوا تھا اور وہ (زخمی) لوگوں کے منہ میں پانی ڈال رہی تھیں پھر جاتیں اور مشک بھر کر لاتیں پھر آ کر (زخمی) لوگوں کے منہ میں پانی ڈالتیں اور اس دن حضرت ابو طلحہ کے ہاتھوں سے دو یا تین بار تلوار ٹوٹ گئی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۸۸۰ میں گزر چکی ہے۔

موجودہ دور کے ہسپتالوں میں نرسنگ کا غلط رواج

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ام سلیم کا ذکر ہے یہ حضرت ابوطلحہ کی زوجہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں۔

حضرت ابوطلحہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھ رہے تھے یہ پردے کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۷۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلیم زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اب بھی ہسپتالوں میں خواتین اجنبی مردوں کی تیمارداری کر سکتی ہیں کیونکہ یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے جب مرد کم تھے دوسرے یہ احکام حجاب نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے اس لیے اب خواتین کے لیے اجنبی مردوں کی تیمارداری کرنا جائز نہیں ہے لہٰذا ہسپتالوں میں مرد مردوں کے وارڈ میں کام کریں اور خواتین خواتین کے وارڈ میں کام کریں اس کے برعکس کرنا جائز نہیں ہے۔

١٩ - بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے مناقب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان کا نام ہے: عبداللہ بن سلام بن الحارث الاسرائیلی ثم الانصاری ان کا تعلق بنو قینقاع سے تھا ان کی کنیت ابو یوسف ہے یہ

حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے ہیں' حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ انصار کے حلیف تھے' زمانہ جاہلیت میں ان کا نام حصین تھا' اسلام لانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھ دیا' جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً مدینہ میں داخل ہوئے تھے یہ اسی وقت اسلام لے آئے تھے۔ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں تینتالیس (۴۳) ہجری میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے' یہ یہود کے بڑے بڑے علماء میں سے ایک تھے' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: وہ جنت کے دس مردوں میں سے دسویں ہیں' حافظ ابن عبدالبر نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۷۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو میں ان لوگوں میں سے تھا جو آپ سے بدکتے تھے' جب میرے سامنے آپ کا چہرۂ انور منکشف ہوا تو میں نے پہچان لیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے' میں نے سنا' آپ فرما رہے تھے کہ بہ کثرت سلام کرو اور (لوگوں کو) کھانا کھلاؤ۔ الحدیث (صحیح مسلم: ۵۴' مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف آئے' لوگ آپ کو جھانک کر دیکھ رہے تھے' حضرت عبداللہ بن سلام نے آپ کی آمد کا سنا' اس وقت وہ اپنی کھجوروں کے درختوں میں تھے' سو وہ جلدی سے آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سن کر کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں اور آپ دین حق لے کر آئے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ میں یہودیوں کا سردار ہوں اور ان کا سب سے بڑا عالم ہوں' آپ ان کو میرے اسلام قبول کرنے کا بتائے بغیر ان سے میرے متعلق دریافت کریں۔

طبری نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام تینتالیس (۴۳) ہجری میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔

(الاصابۃ ج ۴ ص ۱۰۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

٣٨١٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا يُحَدِّثُ عَنْ اَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِاَحَدٍ يَّمْشِيْ عَلَى الْاَرْضِ اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ وَفِيْهِ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ (الاحقاف: ١٠) اَلْاٰيَةَ قَالَ لَا اَدْرِيْ قَالَ مَالِكٌ اَلْاٰيَةَ اَوْ فِي الْحَدِيْثِ.

(صحیح مسلم: ۲۴۸۳' الرقم المسلسل: ۶۲۷۴) [صحیح مسلم: ۲۴۸۳' الرقم المسلسل: ۶۲۷۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے امام مالک سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں از ابی النضر مولیٰ عمر بن عبیداللہ از عامر بن سعد بن ابی وقاص از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے سوا کسی ایسے شخص کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا' جو زمین پر چلتا ہو اور اس کے متعلق آپ نے فرمایا ہو کہ وہ اہل جنت (میں) سے ہے اور ان ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: "و شھد شاھد من بنی اسرائیل. (الاحقاف: ۱۰)" اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اس پر گواہی دے چکا ہے۔ (عبداللہ بن یوسف) راوی نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ اس آیت کے متعلق امام مالک کا قول ہے یا اسی طرح حدیث میں ہے۔

اس اشکال کا جواب کہ نبی ﷺ نے حضرت عبداللہ بن سلام کے علاوہ دیگر صحابہ کو بھی جنت کی بشارت دی ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے سوا کسی ایسے شخص کے متعلق نبی ﷺ سے نہیں سنا' جو زمین پر چلتا ہو اور اس کے متعلق آپ نے فرمایا ہو کہ وہ اہل جنت میں سے ہے حالانکہ آپ نے دس صحابہ کے متعلق جنتی ہونے کی بشارت دی اور خود حضرت سعد بن ابی وقاص بھی ان دس صحابہ میں سے ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے تواضعاً اپنے لیے جنتی ہونے کی حدیث کا ذکر نہیں کیا اور اپنی تحسین پسند نہیں کی اور اپنے دینی بھائی حضرت عبداللہ بن سلام کی تحسین کو پسند کیا' یہ علامہ خطابی کا جواب ہے' اور علامہ ابن التین نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کا صرف اپنے لیے تو انکسار ہو سکتا ہے لیکن اس حدیث سے باقی نو صحابہ کے لیے بھی جنت کی بشارت کی نفی ہو رہی ہے' اس کا زیادہ عمدہ جواب یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے یہ کہا ہے کہ میں نے اور کسی صحابی کے لیے یہ بشارت نہیں سنی' انہوں نے اپنے سننے کی نفی کی ہے اصل بشارت اور حدیث کی نفی نہیں کی' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت سعد نے کہا ہے کہ جو زمین پر چلتا ہو اس کے جنتی ہونے کے متعلق میں نے نہیں سنا اور عشرہ مبشرہ کے لیے آپ نے مجلس واحد میں جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔ علاوہ ازیں ان دس صحابہ میں حضرت عبداللہ بن سلام کا ذکر نہیں ہے اور جب کسی عدد کی تصریح کی جائے تو اس سے زائد کی نفی مراد نہیں ہوتی۔ (میں کہتا ہوں کہ اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ دس صحابہ کی بشارت دینے کا واقعہ پہلے کا ہے اور حضرت عبداللہ بن سلام کی بشارت آپ نے بعد میں دی ہے' اس لیے ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے' سعیدی غفرلہ) علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں تاویل کرنا ضروری ہے کیونکہ آپ نے حسنین کریمین اور ازواج مطہرات کو بھی جنت کی بشارت دی ہے بلکہ تمام اہل بدر کو جنت کی بشارت دی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٧٩-٢٧٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

۳۸۱۳- حَدَّثَنِیْ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَزْھَرُ السَّمَّانُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ قَیْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ کُنْتُ جَالِسًا فِیْ مَسْجِدِ الْمَدِیْنَۃِ فَدَخَلَ رَجُلٌ عَلٰی وَجْھِہٖ اَثَرُ الْخُشُوْعِ فَقَالُوْا ھٰذَا رَجُلٌ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ تَجَوَّزَ فِیْھِمَا ثُمَّ خَرَجَ وَتَبِعْتُہٗ فَقُلْتُ اِنَّکَ حِیْنَ دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ قَالُوْا ھٰذَا رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ قَالَ وَاللّٰہِ مَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ یَّقُوْلَ مَالَا یَعْلَمُ وَسَاُحَدِّثُکَ لِمَ ذَالِکَ رَاَیْتُ رُؤْیَا عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَصَصْتُھَا عَلَیْہِ وَرَاَیْتُ کَاَنِّیْ فِیْ رَوْضَۃٍ ذَکَرَ مِنْ سَعَتِھَا وَخُضْرَتِھَا وَسْطَھَا عَمُوْدٌ مِّنْ حَدِیْدٍ اَسْفَلُہٗ فِی الْاَرْضِ وَاَعْلَاہُ فِی السَّمَاءِ فِیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ازہر السمان نے حدیث بیان کی از ابن عون از محمد از قیس بن عباد' انہوں نے کہا کہ میں مدینہ کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا' پس ایک شخص آیا جس کے چہرے سے خوف ظاہر ہو رہا تھا تو لوگوں نے کہا: یہ شخص اہل جنت سے ہے' اس نے اختصار کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی' پھر (مسجد سے) نکل گیا' میں اس کے پیچھے گیا اور میں نے کہا: جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تھے تو لوگوں نے کہا: یہ شخص اہل جنت سے ہے' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایسی بات کہے جس کا اسے علم نہ ہو اور میں تمہیں عنقریب بیان کروں گا کہ اس کی کیا وجہ ہے' میں نے نبی ﷺ کے عہد میں ایک خواب دیکھا' وہ میں نے

اَعْلَاهُ عُرْوَةٌ فَقِيلَ لَهُ اِرْقَهْ قُلْتُ لَا اَسْتَطِيعُ فَاَتَانِي مِنْصَفٌ فَرَفَعَ ثِيَابِي مِنْ خَلْفِي فَرَقِيتُ حَتّٰى كُنْتُ فِي اَعْلَاهَا فَاَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقِيلَ لِيَ اِسْتَمْسِكْ فَاسْتَيْقَظْتُ وَاِنَّهَا لَفِي يَدِي فَقَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تِلْكَ الرَّوْضَةُ الْاِسْلَامُ وَذٰلِكَ الْعَمُوْدُ عَمُوْدُ الْاِسْلَامِ وَتِلْكَ الْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى فَاَنْتَ عَلَى الْاِسْلَامِ حَتّٰى تَمُوْتَ وَذَاكَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ وَّقَالَ لِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُّحَمَّدٍ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ عَنِ ابْنِ سَلَامٍ قَالَ وَصِيفٌ مَكَانَ مِنْصَفٌ.

[اطراف الحدیث: ۷۰۱۰۔ ۷۰۱۴] (صحیح مسلم: ۲۴۸۴، الرقم المسلسل: ۶۲۷۵)

آپ کے سامنے بیان کیا اور میں نے دیکھا گویا کہ میں ایک باغ میں ہوں انہوں نے اس باغ کا وسیع اور سرسبز ہونا بیان کیا' اس باغ کے درمیان میں لوہے کا ایک ستون تھا اس کی جڑ زمین میں تھی اور اس کی بلندی جانب آسمان میں تھی' اس کی بلند جانب میں ایک دستہ تھا' مجھ سے کہا گیا کہ اس پر چڑھو' میں نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا' پس میرے پاس ایک خادم آیا' جس نے پیچھے سے میرے کپڑے اوپر اٹھائے' پھر میں اس پر چڑھا حتیٰ کہ میں اس کی بلندی پر پہنچ گیا' میں نے اس دستہ کو پکڑ لیا' مجھ سے کہا گیا کہ اس کو مضبوطی سے پکڑ لو' پھر میں بیدار ہو گیا اور اس وقت میں اس دستہ کو پکڑے ہوئے تھا' پس میں نے یہ خواب نبی ﷺ کے سامنے بیان کیا' آپ نے فرمایا: وہ باغ اسلام ہے' اور وہ ستون اسلام کا ستون ہے اور وہ دستہ مضبوط دستہ ہے' پس تم تا حیات اسلام پر برقرار رہو گے حتیٰ کہ تمہیں موت آ جائے' اور وہ شخص حضرت عبداللہ بن سلام تھے' اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں معاذ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث کی از محمد' انہوں نے کہا: ہمیں قیس بن عباد نے حدیث بیان کی از حضرت ابن سلام انہوں نے منصف کی جگہ وصیف کہا۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) عبداللہ بن محمد جو مسندی کے نام سے مشہور ہیں (۲) ازھر بن سعد باھلی بصری' ان کے مولی السمان ہیں' ان کی کنیت ابوبکر ہے' یہ ۲۰۳ھ میں فوت ہو گئے تھے (۳) عبداللہ بن عون بن ارطبان ابوعون البصری (۴) محمد بن سیرین (۵) قیس بن عباد البصری' حجاج نے ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ان کو قتل کر دیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج۱۶ ص۳۷۹)

حدیث میں حضرت عبداللہ بن سلام کے لیے جنت کا ثبوت ہے' پھر انہوں نے اس کا کیوں انکار کیا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جب قیس بن عباد نے حضرت عبداللہ بن سلام سے کہا کہ لوگوں نے آپ کے متعلق کہا ہے کہ یہ شخص اہل جنت میں سے ہے تو انہوں نے کہا: (مسلم کی روایت میں ہے) سبحان اللہ! کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ایسی بات کہے جس کا اسے علم نہ ہو' اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس سے پہلی حدیث میں بشارت ہے کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں' پھر انہوں نے کیوں انکار کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قیس بن عباد نے قطعیت سے کہا تھا کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں اور کسی شخص کے متعلق وثوق اور قطعیت سے جنتی نہیں کہنا چاہیے اور حضرت سعد بن ابی وقاص کی حدیث جس میں ان کے جنتی ہونے کی بشارت ہے بہرحال خبر واحد ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے خود رسول اللہ ﷺ سے یہ بشارت نہ سنی ہو' تیسرا جواب یہ ہے

کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اپنی تعریف وتوصیف کو تواضعاً مکروہ قرار دیا۔

اس حدیث میں ستون کا ذکر ہے' ستون سے مراد ارکان خمسہ ہیں یا صرف کلمہ شہادت ہے اور العروۃ الوثقیٰ سے مراد ایمان ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى. (البقرہ:٢٥٦) سو جو شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو بے شک اس نے مضبوط دستہ تھام لیا۔

(عمدۃ القاری ج١٦ ص ٣٨٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اعلیٰ حضرت کے بعض اشعار پر اعتراضات کے جوابات

اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے باوجود اس کے کہ ان کے لیے حدیث میں جنت کی بشارت ہے پھر بھی انہوں نے اپنے جنتی ہونے کا انکار کیا اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے اپنے جنتی ہونے کو ثابت کیا ہے' ان کا یہ شعر معروف ہے۔

تیری دوزخ سے تو کچھ چھینا نہیں — خلد میں پہنچا رضا پھر تجھ کو کیا

(حدائق بخشش حصہ دوم ص ٤٩' فرید بک سٹال' لاہور)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت کا شعر ہے کوئی متین کلام نہیں ہے اور شعر میں خیال آرائی اور مبالغہ ہوتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ شعر بہ طور تفاءل اور نیک فال ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ شعر دعا کے معنی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ رضاء کو جنت میں پہنچائے' پھر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت کے اس شعر پر بھی اعتراض کیا جاتا ہے:

جو بتوں پر ہے بہار چمن آرائی دوست — خلد کا نام نہ لے بلبل شیدائی دوست
جو بُتوں

(حدائق بخشش حصہ اول ص ٢٠' فرید بک سٹال' لاہور)

یعنی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شیدا اور محب ہے وہ خلد کا نام بھی نہیں لے گا' اور اعلیٰ حضرت نے خلد کا نام لیا ہے' فرمایا: خلد میں پہنچا رضا پھر تجھ کو کیا' تو کیا اعلیٰ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدا اور محب نہیں ہیں! اس کا جواب یہ ہے کہ اس شعر میں اعلیٰ حضرت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محب اور شیدا ہے وہ مطلقاً جنت کا نام نہیں لے گا کیونکہ قرآن مجید اور احادیث میں جگہ جگہ جنت کا ذکر ہے اور جب قرآن مجید اور احادیث کو پڑھا جائے گا تو جنت کا نام لیا جائے گا' اس لیے اعلیٰ حضرت کا اس شعر میں مطلب یہ ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محب اور شیدا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال اور آپ کے انوار و تجلیات کے سامنے جنت کے حسن و جمال کا نام نہیں لے گا بلکہ آپ کے جمال جہاں آراء اور آپ کے دل کش اور دل آویز چہرے کو دیکھ کر جنت کا حسن و جمال بھول جائے گا! اور اب اعلیٰ حضرت کے اس شعر پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

٣٨١٤ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَتَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فَلَقِيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ اَلَا تَجِيْءُ فَاُطْعِمَكَ سَوِيْقًا وَّتَمْرًا وَّتَدْخُلُ فِيْ بَيْتٍ ثُمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعید بن ابی بردہ از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ گیا تو میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ملا' انہوں نے کہا: کیا

قَالَ اِنَّكَ بِاَرْضٍ الرِّبَا بِهَا فَاشٍ اِذَا كَانَ لَكَ عَلٰى رَجُلٍ حَقٌّ فَاَهْدٰى اِلَيْكَ حِمْلَ تِبْنٍ اَوْ حِمْلَ شَعِيْرٍ اَوْ حِمْلَ قَتٍّ فَلَا تَاْخُذْهُ فَاِنَّهٗ رِبًا وَلَمْ يَذْكُرِ النَّضْرُ وَاَبُوْ دَاوُدَ وَوَهْبٌ عَنْ شُعْبَةَ اَلْبَيْتَ. [طرف الحدیث: ۷۳۴۲] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

تم میرے گھر نہیں آتے کہ میں تمہیں ستو اور کھجور کھلاؤں اور تم میرے گھر داخل ہو' پھر کہا: تم ایسے ملک میں رہتے ہو جہاں سودی کاروبار بہت زیادہ ہے' اگر تمہارا کسی شخص پر کوئی حق ہو اور وہ تمہیں تنکوں کے گٹھے یا جو کے گٹھے یا گھاس کے گٹھے کے برابر بھی کوئی ہدیہ دے تو اس کو قبول نہ کرنا کیونکہ وہ سود ہے' نضر' ابوداؤد اور وھب نے از شعبہ گھر کا ذکر نہیں کیا۔

مقروض سے ہدیہ لینے کی شرعی حیثیت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جس گھر میں آنے کی دعوت دی تھی وہ بہت عظیم گھر تھا کیونکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے تھے' اور جس ملک کا انہوں نے ذکر کیا ہے کہ اس میں سودی کاروبار بہت زیادہ ہے وہ ملک عراق ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ قرض خواہ کا مقروض سے ہدیہ لینا بھی سود ہے کیونکہ وہ ہدیہ اصل قرض سے زیادہ ہوگا' تاہم یہ حقیقۃً سود نہیں ہے صورۃً سود ہے اور متقی اور پرہیزگار لوگوں کو اس سے بچنا چاہئے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی رائے میں یہ حقیقۃً سود ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی مرویات

خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی مرویات کا ذکر نہیں ہے۔

٢٠ - بَابُ تَزْوِيْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدِيْجَةَ وَفَضْلِهَا رَضِيَ اللّٰهُ تعالٰى عَنْهَا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنا اور ان کی فضیلت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

ان کا نام ہے: حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قصی میں جمع ہو جاتی ہیں اور تمام ازواج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب سے ان کا نسب سب سے زیادہ قریب ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصی کی اولاد میں سے حضرت ام حبیبہ کے سوا اور کسی سے نکاح نہیں کیا' الزبیر نے کہا کہ حضرت خدیجہ زمانہ جاہلیت میں الطاہرہ کے نام سے پکاری جاتی تھیں' ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم تھا' اور اصم کا نام جندب بن ھرم ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیدائش کے پچیس سال بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا' جمہور کا قول یہی ہے' اور حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اس وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس (۴۰) سال تھی' وہ آپ کے ساتھ چوبیس (۲۴) سال رہیں اور جب ان کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر چونسٹھ سال اور چھ مہینے تھی' حضرت خدیجہ کی ہجرت سے پانچ سال پہلے وفات ہوگئی تھی' قتادہ نے کہا: ہجرت سے تین سال پہلے وفات ہوگئی تھی' حافظ ابن عبدالبر نے کہا: ہمارے نزدیک قتادہ کا قول زیادہ صحیح ہے' نیز انہوں نے کہا کہ حضرت خدیجہ ابو طالب کی وفات کے تین دن بعد

فوت ہوئی تھیں، اور وہ رمضان میں فوت ہوئی تھیں اور ان کو الحجون میں دفن کیا گیا۔

امام بیہقی نے کہا ہے کہ ان کے والد خویلد نے ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کیا تھا، ابن الکلبی نے کہا ہے کہ ان کے چچا عمرو بن اسد نے ان کا نکاح کیا تھا، امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ان کے بھائی عمرو بن خویلد نے ان کا نکاح کیا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ابوہالہ بن النباش بن زرارہ تمیمی سے ان کا نکاح تھا، الزبیر نے کہا: ان کا نام مالک تھا اور ابن مندہ نے کہا: زرارہ تھا، العسکری نے کہا: ہند تھا، ابوہالہ زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے، ان سے پہلے حضرت خدیجہ کا نکاح عتیق بن عائذ المخزومی سے تھا، پھر ان دونوں کے بعد ان کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ سے ہوئی ہے سوائے حضرت ابراہیم کے، امام ابن اسحاق نے کہا: حضرت خدیجہ سے آپ کی بیٹیاں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن پیدا ہوئیں اور آپ کے بیٹے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور ان ہی سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور الطاہر اور الطیب پیدا ہوئے اور یہ تینوں بیٹے زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گئے اور رہیں آپ کی بیٹیاں تو ان سب نے اسلام کا زمانہ پایا اور انہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی۔ اس باب میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مناقب بیان کیے گئے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۸۲-۳۸۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

(حافظ ابن حجر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت خدیجہ سے نکاح اور ان کی عمر وغیرہ کے متعلق وہی لکھا ہے جو ہم علامہ عینی سے نقل کر چکے ہیں، تاہم انہوں نے حضرت خدیجہ کے فضائل میں حسب ذیل آثار نقل کیے ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہ وہ پہلی شخصیت ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں۔

امام بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہ نے آپ کو بتایا کہ یہ فرشتہ ہے، پھر حضرت جبرئیل نے زمین کو کھودا تو اس میں سے پانی کا چشمہ ابل پڑا، پھر حضرت جبرئیل نے آپ کو وضو کا طریقہ بتایا، سو آپ نے وضو کیا اور کعبہ کی طرف منہ کر کے دو رکعت نماز پڑھی، اس نے آپ کو نبوت کی بشارت دی اور آپ کو (العلق:۱) کی تعلیم دی، پھر وہ چلے گئے، پھر آپ جس درخت یا جس پتھر کے پاس سے گزرتے وہ کہتا تھا: سلام علیک یا رسول اللہ! پھر آپ حضرت خدیجہ کے پاس آئے اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی تو انہوں نے کہا: حضرت جبریل نے آپ کو جس طرح وضو کا طریقہ سکھایا تھا وہ طریقہ مجھے بھی سکھائیں، پھر انہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور کہا: میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ یہ حضرت خدیجہ کے اسلام لانے کی سب سے زیادہ صریح روایت ہے جس پر میں مطلع ہوا ہوں۔

امام واقدی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہ بہت حسین اور بہت مرتبہ والے خاندان کی تھیں، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بصریٰ کے بازار میں تجارت کے لیے بھیجا اور آپ نے ان کو دوسروں کی بہ نسبت دگنا منافع دیا، نفیسہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت خدیجہ نے ان کو اپنے ساتھ نکاح کا پیغام دے کر بھیجا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو قبول کر لیا، اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی اور حضرت ابراہیم کے سوا آپ کی تمام اولاد ان سے ہوئی۔

امام واقدی نے نفیسہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت خدیجہ بہت معزز اور مال دار خاتون تھیں، جب وہ بیوہ ہو گئیں تو قریش کا ہر سردار ان سے نکاح کرنے کی تمنا کرتا تھا، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجارت کے لیے سفر کیا اور غیر معمولی منافع لے کر آئے تو انہوں

نے آپ کے ساتھ نکاح کرنے میں رغبت کی اور پھر انہوں نے آپ سے نکاح کر لیا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ کو جنت میں ایسے گھر کی بشارت دی جس میں نہ سر کنڈے ہوں گے نہ شور ہوگا نہ تھکاوٹ ہوگی۔ (صحیح بخاری: ٣٨٢٠، صحیح مسلم: ٢٤٣٢)

صحیح بخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد ہیں اور تمام عورتوں میں سب سے افضل مریم بنت عمران ہیں۔ (صحیح البخاری: ٣٨١٥)

امام ابوزرعہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حضرت جبرئیل آئے پس کہا: یہ خدیجہ آپ کے پاس آئی ہیں اور ان کے پاس ایک برتن میں طعام اور پانی ہے' جب یہ آپ کے پاس آئیں تو آپ ان کو ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پیش کریں۔ (صحیح البخاری: ٣٨٢٠)

یزید بن ہارون نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت خدیجہ نے آپ کو نکاح کا پیغام دیا تو کہا: آپ جیسا سچا' دیانت دار اور عمدہ اخلاق والا میں نے کوئی نہیں دیکھا۔

دوسری روایت ہے کہ آپ کے حسن اخلاق اور صادق القول ہونے کی وجہ سے میں آپ کے ساتھ نکاح کرنے پر راغب ہوئی ہوں' اور کہا گیا ہے کہ مطلقاً سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی حضرت خدیجہ ہیں۔

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مریم اور حضرت خدیجہ دونوں کو افضل النساء فرمایا ہے' ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضرت مریم گزشتہ زمانہ کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں اور حضرت خدیجہ اس امت کی عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔ (صحیح بخاری: ٣٤٣٢، صحیح مسلم: ٢٤٣٠)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جتنی تعریف اور تحسین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی' کی ہے اور کسی زوجہ کی اتنی تعریف نہیں کی' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک حضرت خدیجہ کی تعریف اور تحسین نہیں کرتے تھے گھر سے نہیں نکلتے تھے' ایک دن آپ نے ان کا ذکر کیا تو مجھے ناگوار ہوا میں نے کہا: وہ ایک بوڑھی عورت تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے افضل بیوی عطاء کر دی ہے' تو آپ ناراض ہو گئے' آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر بیوی نہیں عطاء کی' جب سب لوگ کفر کر رہے تھے تو وہ ایمان لائیں اور جب سب لوگوں نے مجھے جھوٹا کہا تو انہوں نے میری تصدیق کی اور جب سب لوگوں نے مجھے مال سے محروم کیا تو انہوں نے اپنے مال سے میری مدد کی' اور اللہ تعالیٰ نے تمام بیویوں میں مجھے صرف ان سے اولاد عطاء کی۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: پھر میں نے اپنے دل میں کہا: میں آئندہ کبھی ان کی برائی نہیں کروں گی' اس حدیث کو حافظ عبدالبر نے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد ج ٦ ص ١١٧)

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بکری ذبح کرتے تو فرماتے: خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس اس کا گوشت بھیجو۔ (صحیح بخاری: ٦٠٠٤، صحیح مسلم: ٢٤٣٤)

امام واقدی نے بیان کیا ہے کہ تین (٣) رمضان کو حضرت خدیجہ کی وفات ہوئی' اس وقت ان کی عمر پینسٹھ (٦٥) سال تھی' ان کو حجون میں دفن کیا گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی قبر میں اترے' اس وقت تک نماز جنازہ فرض نہیں ہوئی تھی اور نہ پانچ نمازیں فرض ہوئی تھیں' ان کی وفات معراج سے پہلے ہوئی تھی۔ (الاصابۃ ج ٨ ص ١٠٣-١٠٠ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پہلے دوشوہروں سے اولاد

علامہ عزالدین ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ٦٣٠ ھ لکھتے ہیں:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کرنے سے پہلے جب وہ کنواری تھیں تو انہوں نے عتیق بن عابد سے نکاح کیا' پھر ان کی وفات کے بعد ابوھالہ النباش بن زرارہ سے نکاح کیا' عتیق بن عابد سے ان کی ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام ھند بنت عتیق تھا' پھر اس کے بعد انہوں نے ابوھالہ مالک بن النباش سے نکاح کیا' اس سے ان کی ایک بیٹی ھند بنت ابی ھالہ پیدا ہوئی اور ایک بیٹا ھالہ بن ابی ھالہ پیدا ہوا' پس ھند بنت عتیق اور ھند اور ھالہ ابوھالہ کے دو بیٹے' یہ سب حضرت خدیجہ کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اولاد ہوئی ان کے (ماں شریک) بھائی بہن ہیں۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی' اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔(اسد الغابۃ ج ٧ ص ٨١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ ھ)

محمد بن حزم متوفی ٤٥٦ ھ نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ کا ابوھالہ سے حارث نام کا ایک اور بیٹا بھی تھا' وہ لکھتے ہیں:

حارث بن ابی ھالہ کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ رکن یمانی کے نیچے اللہ عزوجل کی راہ میں سب سے پہلے شہید کئے گئے تھے۔

(جمہرۃ انساب العرب ص ٢١٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٨ ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ ھ لکھتے ہیں:

الحارث بن ابی ھالہ' یہ ھند بن ابی ھالہ کے بھائی ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لے پالک ہیں۔

ابن الکلبی اور ابن حزم نے ذکر کیا ہے کہ یہ وہ پہلے شخص ہیں جن کو رکن یمانی کے نیچے اللہ کے راستہ میں شہید کیا گیا۔

العسکری نے ''الاوائل'' میں لکھا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے دین کا بہ آواز بلند اعلان کریں تو آپ نے مسجد حرام میں کھڑے ہو کر اعلان کیا' کہو: ''لا الٰہ الا اللہ'' تم کامیاب ہو جاؤ گے۔(مسند احمد ج ٣ ص ٤٩٢)

تو لوگ آپ کی طرف جھپٹے' آپ کی بلند آواز آپ کے اہل تک پہنچی تو حضرت حارث بن ابی ھالہ آپ کے پاس آئے' انہوں نے مخالفین سے مقابلہ کیا' مشرکین نے ان پر حملہ کر کے ان کو شہید کر دیا اور یہ اسلام کے راستہ میں سب سے پہلے شہید تھے۔

الفتوح میں سھل بن یوسف نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون نے کہا: جب حضرت حارث بن ابی ھالہ کو شہید کیا گیا اس وقت مکہ میں ہم چالیس مرد تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو وصیت کی۔

(الاصابۃ ج ١ ص ٦٩٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ ھ)

٣٨١٥- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَعْفَرَ قَالَ سَمِعْتُ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ (ح) وَحَدَّثَنِیْ صَدَقَةُ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جَعْفَرَ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَیْرُ نِسَائِهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن جعفر سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے (ح) اور مجھے صدقہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود' انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن جعفر سے سنا از حضرت

مَرْيَمُ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيْجَةُ.

علی رضی اللہ عنہم از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: تمام عورتوں میں افضل مریم ہیں اور تمام عورتوں میں افضل خدیجہ ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٤٣٢ میں گزر چکی ہے۔

حضرت مریم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دونوں کے افضل ہونے کا محمل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

پہلے جملہ میں جو ارشاد ہے کہ تمام عورتوں سے افضل حضرت مریم ہیں اس سے مراد ان کی امت اور ان کے زمانہ کی عورتیں ہیں اور دوسرے جملہ میں جو ارشاد ہے تمام عورتوں سے افضل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں اس سے مراد حضرت خدیجہ کے زمانہ کی عورتیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٨٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨١٦- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ كَتَبَ إِلَيَّ هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَاغِرْتُ عَلَى امْرَأَةٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاغِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ هَلَكَتْ قَبْلَ أَنْ يَّتَزَوَّجَنِيْ لِمَا كُنْتُ أَسْمَعُهُ يَذْكُرُهَا وَأَمَرَهُ اللّٰهُ أَنْ يُّبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ مِّنْ قَصَبٍ وَّإِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فَيُهْدِيْ فِيْ خَلَائِلِهَا مِنْهَا مَايَسَعُهُنَّ.

[اطراف الحدیث: ٣٨١٧-٣٨١٨-٥٢٢٩-٦٠٠٤-٧٤٨٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میری طرف ھشام نے لکھا از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے بیان کیا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی زوجہ پر اتنی غیرت نہیں آئی جتنی غیرت مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آئی' مجھ سے نکاح کرنے سے پہلے ان کی وفات ہو چکی تھی' کیونکہ میں آپ سے اکثر ان کا ذکر سنتی تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ ان کو جنت میں ایسے گھر کی بشارت دیں' جو کھوکھلے موتیوں کا بنا ہوا ہے' اور جب آپ کوئی بکری ذبح کرتے تو ان کی سہیلیوں کو اس کے گوشت میں سے بھیجتے جو ان کے لیے کافی ہوتا۔

غیرت کا معنی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غیرت کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں غیرت کا لفظ ہے' غیرت کا معنی ہے: حمیت' رقابت اور تعصب' جب کسی شخص کو دوسرے سے شدید محبت ہو اور کوئی دوسرا بھی اس محبت میں شریک ہو جائے تو وہ اس کو برا اور ناگوار لگتا ہے اور وہ اس کی مخالفت کرتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے رقیب کے ساتھ سلوک کرتا ہے' اس کو کہتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں سے غیرت کرتا ہے' عموماً ایک سوکن دوسری سوکن سے جلتی ہے اور غیرت کرتی ہے' ازواج مطہرات کا مرتبہ خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام عام عورتوں سے بہت بلند تھا اور ان کے نفوس کینہ اور حسد سے پاکیزہ تھے لیکن پھر بھی بشری تقاضے سے حضرت عائشہ کو یہ اچھا نہیں لگتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سامنے کسی اور زوجہ کی تعریف کریں' اسی چیز کو انہوں نے اپنی غیرت سے تعبیر فرمایا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دوسری ازواج سے غیرت کرتی تھیں اور سب سے زیادہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے غیرت کرتی تھیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ ان کا ذکر کرتے تھے اور سب سے زیادہ ان کی تعریف کرتے تھے' اور غیرت کا اصل معنی یہ ہے کہ کسی شخص کو یہ خیال ہو کہ اس کا محبوب اس سے زیادہ دوسرے سے محبت کرتا ہے تو اسے اس پر غیرت آتی ہے' حضرت عائشہ نے فرمایا ہے

کہ مجھ سے پہلے ان کی وفات ہو چکی تھی' اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتیں تو حضرت عائشہ کو ان پر زیادہ غیرت آتی اور رسول اللہ ﷺ کا ان کی زیادہ تعریف کرنا ان کو اور زیادہ برا لگتا۔

اس حدیث میں قصب کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کھوکھلے موتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! قصب کے گھر کا کیا معنی ہے؟ آپ نے فرمایا: کھوکھلے موتیوں کا گھر' یعنی وہ موتی جو اندر سے خالی ہوں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی فضیلت

ابو القاسم بن مطیر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدۃ نساء العلمین سے روایت کی ہے کہ انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! میری ماں حضرت خدیجہ کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ کھوکھلے موتیوں کے گھر میں ہیں جس میں نہ کوئی لغو بات ہوتی ہے اور نہ تھکاوٹ اور وہ گھر حضرت مریم اور فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کے گھروں کے درمیان میں ہے' حضرت فاطمہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا وہ ان موتیوں سے ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں وہ موتی لؤلؤ اور یاقوت میں پروئے ہوئے ہیں۔

علامہ عینی نے کہا: چونکہ حضرت خدیجہ تمام مردوں اور عورتوں سے پہلے ایمان لائی تھیں' اس لیے ان کو جزاء میں یہ محل دیا گیا' اگر تم یہ سوال کرو کہ ان کو کیسے ایک گھر کی بشارت دی گئی حالانکہ سنن ترمذی میں ہے کہ جنت میں کم از کم مرتبہ اس شخص کا ہے جس کو جنت میں ہزار سال کی مسافت کی جگہ دی جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نیک اعمال کے جو دیگر اجر تیار کر رکھے ہیں یہ گھر ان سے زائد ہوگا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں گھر سے مراد محل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۸۴۔ ۳۸۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ اور دیگر ازواج کے درمیان فضیلت میں مالکی علماء کا موقف

علامہ زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

امام سبکی نے کہا ہے کہ ہمارا مختار اور ہمارا دین یہ ہے کہ بے شک حضرت فاطمہ افضل ہیں' پھر حضرت خدیجہ ہیں' پھر حضرت عائشہ ہیں۔

علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ تمام محققین کا یہی موقف ہے اور اس کے خلاف کی طرف التفات نہ کیا جائے' نیز علامہ سبکی نے کہا ہے کہ حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ کے بعد تمام ازواج مطہرات فضیلت میں مساوی ہیں اور وہ باقی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

(الفجر الساطع ج ۹ ص ۱۲۶' مکتبۃ الرشد' ۱۴۳۰ھ)

۳۸۱۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَاغِرْتُ عَلَى امْرَاَةٍ مَاغِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ مِنْ كَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاهَا قَالَتْ وَتَزَوَّجَنِيْ بَعْدَهَا بِثَلَاثِ سِنِيْنَ وَاَمَرَهُ رَبُّهُ عَزَّوَجَلَّ اَوْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْ يُّبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ فِى الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ فرماتی ہیں کہ مجھے حضرت خدیجہ پر جتنی غیرت آتی تھی اتنی غیرت اور کسی عورت پر نہیں آتی تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ ان کا بہت ذکر کرتے تھے' ان کی وفات کے تین سال بعد رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا تھا اور آپ کے رب عزوجل نے آپ کو حکم دیا تھا یا حضرت

جبرئیل علیہ السلام نے کہ وہ ان کو جنت میں کھوکھلے موتیوں کے محل کی بشارت دیں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے اس سے پہلی حدیث، صحیح البخاری: ۳۸۱۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

۳۸۱۸ - حَدَّثَنِیْ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَسَنٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ مَاغِرْتُ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْ نِّسَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَاغِرْتُ عَلٰی خَدِیْجَةَ وَمَا رَاَیْتُهَا وَلٰکِنْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُکْثِرُ ذِکْرَهَا وَرُبَمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ یُقَطِّعُهَا اَعْضَاءً ثُمَّ یَبْعَثُهَا فِیْ صَدَائِقِ خَدِیْجَةَ فَرُبَمَا قُلْتُ لَهٗ کَاَنَّهٗ لَمْ یَکُنْ فِی الدُّنْیَا اِمْرَاَةٌ اِلَّا خَدِیْجَةُ فَیَقُوْلُ اِنَّهَا کَانَتْ وَکَانَتْ وَکَانَ لِیْ مِنْهَا وَلَدٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمر بن محمد بن حسن نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حفص نے حدیث بیان کی از ھشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج میں سے کسی پر اتنی غیرت نہیں کی، جتنی میں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر غیرت کی ہے، میں نے ان کو دیکھا نہیں ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا بہت زیادہ ذکر کرتے تھے، اور بعض اوقات آپ بکری ذبح کرتے، پھر اس کے اعضاء کاٹتے، پھر حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو اس کا گوشت بھیجتے، اور بعض اوقات میں آپ سے کہتی: گویا کہ آپ کے نزدیک حضرت خدیجہ کے سوا دنیا میں کوئی اور عورت ہی نہیں ہے تو آپ فرماتے: وہ ایسی تھیں، وہ ایسی تھیں اور ان ہی سے میری تمام اولاد ہوئی ہے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۳۸۱۶ کا مطالعہ کریں۔

حضرت خدیجہ کا حسن سیرت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت خدیجہ ایسی تھیں اور ایسی تھیں یعنی وہ بہت عالمہ اور فاضلہ تھیں اور اللہ سے بہت ڈرنے والی تھیں یا اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائیں جب لوگ میرا انکار کر رہے تھے اور انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی، جب سب میری تکذیب کر رہے تھے اور انہوں نے اس وقت اپنے مال سے میری مدد کی جب سب مجھے مال سے محروم کر رہے تھے، انہوں نے سب سے پہلے میرے ساتھ نماز پڑھی اور ہر مشکل کے موقع پر میری مدد کی، اور آپ نے فرمایا: میری تمام اولاد ان سے ہے، یعنی سوا حضرت ابراہیم کے کیونکہ وہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عہد پورا کرنا چاہیے اور بیوی سے محبت اور اس کے احترام کو باقی رکھنا چاہیے اور بیوی کی سہیلیوں کے ساتھ نیکی کرنی چاہیے خواہ بیوی زندہ ہو یا فوت ہو چکی ہو۔

۳۸۱۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ اِسْمَاعِیْلَ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا بَشَّرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَدِیْجَةَ قَالَ نَعَمْ بِبَیْتٍ مِّنْ قَصَبٍ لَّاصَخَبَ فِیْهِ وَلَا نَصَبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: کہ ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے کہا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ کو بشارت دی تھی؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ نے ان کو کھوکھلے موتیوں کے اس گھر کی بشارت

دی جس میں نہ شور ہوگا نہ تھکاوٹ ہوگی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٧٩٢، گزر چکی ہے۔

حضرت خدیجہ کو جنت میں پُرسکون گھر اس لیے دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے زندگی میں نبی ﷺ کو سکون پہنچایا تھا

نبی ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ بشارت اس لیے دی تھی کہ جب آپ نے ان کو ایمان کی دعوت دی تو وہ فوراً ایمان لے آئیں اور ایسا نہیں کیا جیسا کہ بیویاں شوہر کی بات ماننے میں تاخیر کرتی ہیں اور شوہر بار بار کہہ کر شور کرتا ہے، انہوں نے کبھی نبی ﷺ کی نافرمانی نہیں کی کبھی آپ کو مشقت اور تھکاوٹ میں نہیں ڈالا، اس لیے ان کو جنت میں ایسا گھر دیا جائے گا جس میں نہ شور ہوگا نہ تھکاوٹ ہوگی، بلکہ انہوں نے آپ سے ہر مشقت اور تھکاوٹ کو زائل کیا اور ہر وحشت میں آپ کی غم خواری کی اور آپ کے لیے ہر مشکل کو آسان کیا اور ہر مرحلہ میں اپنے مال سے آپ کی مدد کی۔

٣٨٢٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَتَى جِبْرِيْلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهِ خَدِيْجَةُ قَدْ أَتَتْ مَعَهَا إِنَاءٌ فِيْهِ إِدَامٌ أَوْ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَّبِّهَا وَمِنِّيْ وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَّا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ.

[طرف الحدیث: ٧٤٩٧] (صحیح مسلم: ٢٤٣٢، الرقم المسلسل: ٦١٦٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی از عمارۃ از ابی زرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس حضرت جبریل آئے اور کہا: یا رسول اللہ! یہ حضرت خدیجہ آپ کے پاس برتن میں سالن یا طعام یا پانی لے کر آئی ہیں، پس جب یہ آپ کے پاس آئیں تو آپ ان کو ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پیش کریں اور ان کو جنت میں کھوکھلے موتیوں کے ایسے گھر کی بشارت دیں جس میں شور ہوگا نہ تھکاوٹ ہوگی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فہم وفراست

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت جبریل آئے۔ امام طبرانی کی روایت میں ہے: اس وقت وہ غار حرا سے آئے تھے۔ اس میں مذکور ہے: آپ ان کو ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پیش کریں۔ اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت خدیجہ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام طبرانی کی روایت میں مذکور ہے کہ حضرت خدیجہ نے کہا: اللہ تعالیٰ خود سلام ہے اور اسی کی طرف سلام ہے اور حضرت جبریل پر سلام ہو اور سنن نسائی میں حضرت انس کی روایت ہے کہ حضرت جبریل نے نبی ﷺ سے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ حضرت خدیجہ پر سلام نازل فرما رہا ہے یعنی آپ ان کو بتا دیں تو حضرت خدیجہ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ خود سلام ہے اور حضرت جبریل پر سلام ہو اور یا رسول اللہ! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں، اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت خدیجہ نے یہ کیوں کہا کہ اللہ تعالیٰ خود سلام ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، پس لوگوں کی طرح اس کو سلام کا جواب نہیں دیا جاتا، کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ جب بعض صحابہ نے تشہد میں کہا: اللہ پر سلام ہو تو نبی ﷺ نے ان کو اس سے منع کیا اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ خود سلام ہے، تم کہو: "التحیات للّٰہ" اور اس لیے کہ سلام ایک دعا

ہے' جس کو سلام کیا جاتا ہے اس کو ضرر سے سلامت رہنے کی دعا دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کو دعا دی جائے' اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس جواب سے ان کی فہم وفراست اور قوت ادراک اور ذہانت اور فطانت کا پتا چلتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٨٧-٣٨٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٢١ - وَقَالَ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِسْتَأْذَنَتْ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ أُخْتُ خَدِيْجَةَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَفَ اسْتِئْذَانَ خَدِيْجَةَ فَارْتَاعَ لِذٰلِكَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هَالَةَ قَالَتْ فَغِرْتُ فَقُلْتُ مَا تَذْكُرُ مِنْ عَجُوْزٍ مِّنْ عَجَائِزِ قُرَيْشٍ حَمْرَاءِ الشِّدْقَيْنِ هَلَكَتْ فِي الدَّهْرِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللّٰهُ خَيْرًا مِّنْهَا.

(صحیح مسلم: ٧ ٢٤٣' الرقم المسلسل: ٦١٧٦)

اور اسماعیل بن خلیل نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے خبر دی از ھشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن' حضرت ہالہ بنت خویلد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی اجازت طلب کی تو آپ نے یہ سمجھا کہ حضرت خدیجہ آئی ہیں' سو آپ گھبرا گئے' پھر آپ نے کہا: اے اللہ! یہ تو ہالہ ہیں' (حضرت عائشہ نے کہا:) پس مجھے غیرت آئی' (یعنی ناگوار گزرا)' میں نے کہا: آپ قریش کی بوڑھی عورتوں میں سے اس بوڑھی عورت کو کس قدر یاد کرتے ہیں جس کے جبڑے سرخ ہو گئے تھے اور زمانہ ہوا وہ فوت ہو چکی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر بدل عطاء فرما دیا ہے۔

حضرت عائشہ کے حضرت خدیجہ کو بوڑھی اور پچکے ہوئے جبڑوں والی کہنے پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سکوت کرنا کیا ان کی افضلیت پر دلیل ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ہالہ بنت خویلد نے آپ سے ملنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا ہجرت کر کے مدینہ آ گئی تھیں کیونکہ یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے۔

اس میں مذکور ہے کہ آپ نے یہ سمجھا کہ حضرت خدیجہ آئی ہیں۔ یعنی آپ کو حضرت خدیجہ کا اجازت طلب کرنا یاد آ گیا کیونکہ ان کی آواز حضرت خدیجہ کی آواز کے مشابہ تھی۔

آپ گھبرا گئے: اس سے مراد یہ ہے کہ آپ خوشی سے اٹھ کھڑے ہوئے' پھر فرمایا: اے اللہ! یہ تو ہالہ ہے۔ جس کی بہن کے جبڑے سرخ ہو گئے تھے: حضرت عائشہ کی مراد یہ تھی کہ وہ بہت زیادہ بوڑھی تھیں' بڑھاپے سے ان کے دانت ٹوٹ چکے تھے' اس وجہ سے ان کے جبڑے پچک کر سرخ ہو گئے تھے۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جبڑوں کی سرخی سے مراد سفیدی ہے اور عرب سفید پر سرخ کا اطلاق کرتے ہیں تا کہ سفید کے لفظ سے برص کا وہم نہ ہو' اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر بدل عطا فرما دیا ہے۔

علامہ ابن التین نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت عائشہ کی اس بات پر خاموش رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عائشہ' حضرت خدیجہ سے افضل ہیں رضی اللہ عنہما' مگر یہ کہ حضرت عائشہ کے افضل ہونے سے مراد ان کی خوب صورتی اور ان کی کم عمری ہو' امام طبری اور دوسروں نے یہ کہا ہے کہ عورتوں میں اپنی سوکنوں سے جو غیرت اور جلاپا ہوتا ہے اس سے چشم پوشی کی جاتی ہے اور اس پر ان سے مواخذہ نہیں کیا جاتا کیونکہ یہ ان میں جبلی اور فطری وصف ہوتا ہے' اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کی اس بات پر ان سے ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا اور ان کی ملامت نہیں کی

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ حضرت عائشہ کی اس بات پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاموش رہنا حضرت عائشہ کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہونے کی دلیل نہیں ہے' کیونکہ امام احمد اور امام طبرانی کی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کی اس بات کا رد فرمایا' آپ ناراض ہوئے اور ان کو ملامت کی حتیٰ کہ حضرت عائشہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! آئندہ میں حضرت خدیجہ کا خیر کے سواذ کر نہیں کروں گی۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٨٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ عینی نے جس روایت کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت خدیجہ کا ذکر کرتے تو ان کی تعریف کرتے اور اچھی تعریف کرتے' حضرت عائشہ نے کہا: ایک دن مجھے اس پر غیرت آئی (اور ان کی تعریف ناگوار ہوئی)' پس میں نے کہا: آپ اس سرخ جبڑوں والی کا بہت زیادہ ذکر کرتے ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر بدل عطا فرمایا ہے' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بہتر بدل عطاء نہیں فرمایا' جب سب لوگ میرا انکار کر رہے تھے اس وقت وہ ایمان لائیں' اور جب سب لوگ میری تکذیب کر رہے تھے اس وقت انہوں نے میری تصدیق کی اور جب لوگوں نے مجھے مال سے محروم کیا' اس وقت انہوں نے اپنے مال سے میری غم خواری کی اور جب (دیگر) بیویوں نے مجھے اولاد سے محروم کیا اس وقت اللہ عزوجل نے مجھے ان سے اولاد عطاء کی۔ (یعنی حضرت ابراہیم کے سوا)۔ (مسند احمد ج ٦ ص ١١٨۔ ١١٧' طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٨٦٤۔ ج ٤١ ص ٣٥٦' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام طبرانی کی روایت میں یہ اضافہ ہے:

ایک دن مجھے جلاپے نے ابھارا تو میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس بڑھیا کے بدلہ میں آپ کو بہتر بیوی عطا فرمادی ہے تو میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت سخت غضب ناک ہوئے حتیٰ کہ میں نے دل میں دعا کی: اے اللہ! اگر تو نے مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غضب دور کر دیا تو میں تاحیات ان کا برائی سے ذکر نہیں کروں گی۔ (المعجم الکبیر للطبرانی: ٢٢' ٢١۔ ج ٢٣ ص ١٣' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ الہیثمی نے کہا ہے کہ امام طبرانی کی اسانید حسنہ ہیں اور امام احمد کی سند بھی حسن ہے (مجمع الزوائد ج ٩ ص ٢٢٤)

حافظ شعیب الارنؤط نے کہا ہے: امام احمد کی حدیث صحیح ہے اور اس کی متابعات حسن ہیں' ہاں متابعات میں مجالد بن سعید قوی نہیں ہے اور اس کے باقی رجال ثقہ ہیں' بخاری اور مسلم کے رجال ہیں۔ (حاشیہ مسند احمد ج ٦ ص ١١٨' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

٢١ - بَابُ ذِكْرِ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ کا ذکر

ان کا نام ہے: جریر بن عبد اللہ بن جابر بن مالک بن نصر بن ثعلبہ بن جشم بن عوف البجلی' یہ بجیلہ بنت صعب کی طرف نسبت ہے' ان کی کنیت ابو عمرو ہے' یہ کوفہ میں رہتے تھے' پھر قرقیسیا میں رہے اور وہیں اکیاون (٥١) ہجری میں ان کی وفات ہوگئی' یہ سردار تھے' ملیح رنگ کے تھے' طویل القامت تھے اور حسین وجمیل تھے' جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے تو آپ ان کی تکریم کرتے اور ان کے لیے اپنی چادر بچھا دیتے اور فرماتے: جب تمہارے پاس کسی قوم کا کریم آئے تو تم اس کی تکریم کرو' اس حدیث کو امام طبرانی نے قیس سے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٨٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے اس حدیث کی تلخیص کی ہے' مکمل حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور اس وقت اس گھر میں لوگوں کا رش تھا' پس وہ دروازہ پر کھڑے ہو گئے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائیں طرف اور بائیں طرف دیکھا تو آپ نے کوئی (خالی) جگہ نہیں دیکھی تو

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر لے کر اس کو لپیٹا' پھر ان کی طرف اس کو پھینک دیا' پھر فرمایا: تم اس پر بیٹھ جاؤ' حضرت جریر نے اس چادر کو پکڑا' پس اس کو (اپنے جسم کے ساتھ) چمٹایا اور اس کو بوسا دیا' پھر وہ چادر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹا دی' پھر یہ دعا دی: یا رسول اللہ! جس طرح آپ نے میری تکریم کی ہے' اللہ تعالیٰ آپ کی تکریم کرے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے پاس کسی قوم کا کریم آئے تو تم اس کی تکریم کرو۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: ٥٢٥٧' ج ٦ ص ١٢٥' مکتبۃ المعارف' ریاض' ١٤١٥ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت جریر نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے چالیس دن پہلے اسلام لایا تھا' یہ امام ابن اسحاق کی روایت ہے اور صحیح نہیں ہے' کیونکہ امام بخاری وغیرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے جریر! لوگوں کو خاموش کرو' اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔ الحدیث۔ (صحیح البخاری: ١٢١' صحیح مسلم: ٦٥)

اور حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ جب وہ ایک وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: تمہارے پاس یمن کا سب سے افضل شخص آئے گا گویا کہ اس کے چہرے کو فرشتہ نے چھوا ہے' پھر حضرت جریر آئے۔

(المستدرک: ١٠٥٣' ج ١ ص ٤٢٢' صحیح ابن حبان: ٧١٩٩' ج ١٦ ص ١٧٣)

اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ جریر بن عبد اللہ اس امت کے یوسف ہیں' وہ اپنی قوم کے سردار اور مقتدیٰ ہیں' حضرت عمر نے ایک دفعہ مجلس میں بد بو محسوس کی تو حضرت عمر نے کہا: جس شخص نے یہ گندی ہوا چھوڑی ہے وہ اٹھے اور جا کر وضو کرے تو حضرت جریر نے کہا: ہم سب اٹھ کر وضو کرتے ہیں' (حضرت جریر نے اس شخص کا پردہ رکھا)' حضرت عمر نے کہا: اے جریر! تم جاہلیت اور اسلام دونوں میں سردار ہو۔ حضرت جریر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے اور ان ہی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تھا۔ (الکوثر الجاری ج ٧ ص ٥٨' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

علامہ محمد الفضل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

حضرت جریر بن عبد اللہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے تقریباً تین مہینے پہلے اسلام لائے تھے' یہ بہت حسین وجمیل تھے اور اکیاون (٥١) ہجری میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٩ ص ١٢٩' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت جریر وفود کے سال اسلام لائے تھے اور یہ نو یا دس ہجری کا واقعہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٨٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٢٢ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ بَيَانٍ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ قَالَ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَاحَجَبَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَاٰنِيْ اِلَّا ضَحِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق واسطی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از بیان از قیس' انہوں نے کہا: میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے اوجھل نہیں ہوئے اور جب بھی آپ مجھے دیکھتے تھے تو ہنستے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٣٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٨٢٣ - وَعَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

اور از قیس از حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت ہے: وہ

كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ بَيْتٌ يُقَالُ لَهُ ذُو الْخَلَصَةِ وَكَانَ يُقَالُ لَهُ الْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَةُ أَوِ الْكَعْبَةُ الشَّامِيَّةُ فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ أَنْتَ مُرِيْحِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ قَالَ فَنَفَرْتُ إِلَيْهِ فِي خَمْسِيْنَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِّنْ أَحْمَسَ قَالَ فَكَسَرْنَاهُ وَقَتَلْنَا مَنْ وَّجَدْنَا عِنْدَهُ فَأَتَيْنَاهُ فَأَخْبَرْنَاهُ فَدَعَا لَنَا وَلِأَحْمَسَ.

بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ایک بیت تھا' جس کو ذو الخلصہ کہا جاتا تھا اسے الکعبۃ الیمانیہ یا الکعبۃ الشامیہ بھی کہا جاتا تھا' تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم مجھے ذی الخلصۃ سے راحت دلانے والے ہو! تو میں احمس کے ایک سو پچاس گھوڑے سواروں سے اس کی طرف روانہ ہوا' ہم نے اس بیت کو منہدم کر دیا اور جو لوگ اس کے پاس تھے ان کو قتل کر دیا' پھر ہم آپ کے پاس آئے اور آپ کو اس کی خبر دی تو آپ نے ہمارے لیے اور احمس کے لیے دعا کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۰ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی اس باب کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت ہے کہ آپ نے حضرت جریر کے لیے اور احمس کے لیے دعا کی۔ احمس ایک قبیلہ کا نام ہے۔

کعبہ شامیہ کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک بیت تھا جس کو الکعبۃ الیمانیہ یا الکعبۃ الشامیہ کہا جاتا تھا' علامہ عینی لکھتے ہیں:

یہ خثعم کا بیت تھا اور یمن میں تھا اور اس میں ایک بت تھا جس کو خلصۃ کہا جاتا تھا۔ علامہ نووی نے کہا ہے: اس میں یہ اشکال ہے کہ وہ اس کو فقط کعبہ یمانیہ کہتے تھے اور رہا کعبہ شامیہ تو وہ کعبہ مکرمہ ہے جو مکہ میں ہے (اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند فرمائے) اور وہ ان دونوں کے درمیان وصف کے ساتھ تمیز کے لیے فرق کرتے تھے' قاضی عیاض نے کہا کہ شامیہ کا لفظ راوی کی غلطی ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کو حذف کر دیا جائے اور علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جو بیت کا ذکر ہے وہ بت کا بیت تھا اور اس بت کے بیت کو وہ کعبہ یمانیہ اور شامیہ کہتے تھے اور یہ غلط نہیں ہے' لہٰذا اس میں تاویل کی ضرورت ہے نہ اس کو حذف کرنے کی ضرورت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۸۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت جریر بن عبد اللہ سے ایک سو (۱۰۰) احادیث مروی ہیں جن میں سے امام بخاری اور امام مسلم آٹھ (۸) حدیثوں پر متفق ہیں' امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم چھ (۶) احادیث کے ساتھ منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۱۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۲ - بَابُ ذِكْرِ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ الْعَبَسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت حذیفہ بن الیمان العبسی رضی اللہ عنہ کا ذکر

علامہ بدر الدین بن محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حذیفہ بن الیمان: یمان ان کے والد کا لقب ہے' ان کا اصل نام حسل یا حسیل بن جابر ہے' ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز دار کہا جاتا ہے' یہ خود بھی صحابی ہیں اور ان کے والد بھی صحابی ہیں' ان کے والد کو غزوہ احد کے دن مسلمانوں نے رش میں غلط فہمی سے قتل کر

دیا تھا' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدائن کا امیر مقرر کیا تھا' یہ کوفہ میں رہتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چالیس دن بعد فوت ہو گئے تھے' حافظ ذہبی نے کہا ہے کہ یہ دمشق میں فوت ہوئے تھے' امام بخاری نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ان کا بھی ذکر کیا ہے' ان کو جو العبسی کہا جاتا ہے یہ عبس بن بغیض کی طرف نسبت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٨٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن الیمان معظم اور اکابر صحابہ میں سے ہیں' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ان رازوں پر مطلع تھے جن پر کوئی اور مطلع نہیں تھا۔ صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو قیامت قائم ہونے تک کے واقعات کی خبر دی تھی۔

(الکوثر الجاری ج ٧ ص ٣٥' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٣٨٢٤ - حَدَّثَنِیْ اِسْمَاعِیْلُ بْنُ خَلِیْلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا سَلَمَةُ بْنُ رَجَاءٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا كَانَ یَوْمُ اُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُوْنَ هَزِیْمَةً بَیِّنَةً فَصَاحَ اِبْلِیْسُ اَیْ عِبَادَ اللّٰهِ اُخْرَاكُمْ فَرَجَعَتْ اُوْلَاهُمْ عَلٰی اُخْرَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ اُخْرَاهُمْ فَنَظَرَ حُذَیْفَةُ فَاِذَا هُوَ بِاَبِیْهِ فَنَادٰی اَیْ عِبَادَ اللّٰهِ اَبِیْ اَبِیْ فَقَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا احْتَجَزُوْا حَتّٰی قَتَلُوْهُ فَقَالَ حُذَیْفَةُ غَفَرَ اللّٰهُ لَكُمْ قَالَ اَبِیْ فَوَاللّٰهِ مَا زَالَتْ فِیْ حُذَیْفَةَ مِنْهَا بَقِیَّةُ خَیْرٍ حَتّٰی لَقِیَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسماعیل بن خلیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلمۃ بن رجاء نے خبر دی از ھشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب غزوہ احد کا دن تھا تو مشرکین کو صاف شکست ہو گئی تھی' پس ابلیس نے چلا کر کہا: اے اللہ کے بندو! پیچھے والوں (کو قتل کرو) تو اگلی صفوں کے مسلمان پچھلی صفوں والوں پر ٹوٹ پڑے' پس مسلمان تلواروں سے ان پر حملہ کرنے لگے' حضرت حذیفہ نے دیکھا تو وہاں ان کے والد تھے' پس انہوں نے بلند آواز سے ندا کی: اے اللہ کے بندو! یہ میرے والد ہیں' یہ میرے والد ہیں' حضرت عائشہ نے بتایا: مسلمان قتال سے بالکل نہیں رکے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت حذیفہ کے والد کو بھی قتل کر دیا' حضرت حذیفہ نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے' ھشام نے بتایا کہ میرے والد (عروہ) نے کہا: پس اللہ کی قسم! حضرت حذیفہ اپنی بقیہ زندگی میں مسلسل یہ دعا کرتے رہے (کہ اللہ ان کی مغفرت کرے) حتیٰ کہ وہ اپنے اللہ عزوجل سے جا ملے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٩٠ میں گزر چکی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ تنبیہ کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں حضرت جریر اور حضرت حذیفہ کا ذکر' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ذکر کے بعد ہے' (جیسا کہ ہماری اس شرح میں ہے) اور بعض نسخوں میں حضرت خدیجہ کے ذکر سے پہلے ہے اور یہی زیادہ لائق ہے کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت خدیجہ کا ذکر عمداً موخر کیا ہے کیونکہ ان کے غالب احوال نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت سے پہلے کے ہیں اس لیے انہوں نے مناقب میں ان کا تلخیص سے ذکر کیا ہے اور جب ان اذکار سے فارغ ہو گئے تو پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بقیہ سیرت اور مغازی کی طرف رجوع

کیا۔(فتح الباری ج ۲ ص ۳۰ ٬دارالمعرفہ ٬بیروت ٬۱۴۲۶ھ)

امام بخاری کے منتشر اور غیر مربوط اور غیر منظم ابواب کا تذکرہ

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ کلام درست ہے لیکن امام بخاری پر یہ اعتراض باقی ہے کہ انہوں نے ان ابواب کو اور ان کے بعد کے ابواب کو کتاب مناقب الانصار میں درج کیا ہے حالانکہ حضرت خدیجہ ٬حضرت جریر اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم ان میں سے کوئی بھی انصار میں سے نہیں ہے ٬اسی طرح بعد کے ابواب میں ٬حضرت ھند بنت عتبہ ٬اور زید بن عمرو بن نفیل بھی انصار میں سے نہیں ہیں ٬اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا باب ہے اور آپ کو مکہ میں تکالیف پہنچنے کا باب ہے ٬ان ابواب کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے ابواب کے ساتھ ملانا چاہئے تھا ٬اس کے بعد امام بخاری نے پھر ان ابواب کا ذکر کیا ہے جن میں مہاجرین صحابہ کا ذکر ہے ٬ان ابواب کو بھی مہاجرین صحابہ کے مناقب کے ساتھ ذکر کرنا چاہئے تھا ٬اس کے بعد پھر آپ کی ہجرت اور معراج کا ذکر ہے جس کا ذکر آپ کی سیرت کے ابواب کے ساتھ ہونا چاہئے تھا ٬اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے ٬امام بخاری نے مناقب انصار کے بعد جتنے ابواب ذکر کئے ہیں ان میں کوئی ترتیب اور مناسبت نہیں ہے ٬نہ ان ابواب میں آپس میں کوئی مناسبت ہے ٬ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کو جو حدیث ملتی گئی وہ اس کا باب قائم کر کے اس کو درج کرتے گئے ٬ان میں باہم کوئی مناسبت ہے نہ ان کی ابواب سابقہ کے ساتھ کوئی مناسبت ہے ٬یہ تمام منتشر اور غیر منظم اور غیر مرتب ابواب ہیں ٬ان میں کوئی ربط اور جہت جامعہ نہیں ہے الا یہ کہ یہ کہا جائے کہ یہ تمام رجال اسلام کے متعلق ابواب ہیں خواہ ان کا تعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے ساتھ ہو یا مہاجرین کے ساتھ ہو یا انصار کے ساتھ ہو مگر پھر بھی یہ اعتراض باقی رہے گا کہ ان ابواب میں ایام جاہلیت کا باب بھی ہے اور جنات کے ذکر کا باب بھی ہے اور بنیان کعبہ کا باب بھی ہے اور ان تمام غیر منتشر اور غیر منظم ابواب کو کسی ایک سلک میں منسلک کرنا کم از کم ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ حیرت ہے کہ متقدمین شارحین میں علامہ کرمانی ٬علامہ عسقلانی ٬علامہ عینی ٬علامہ کورانی اور علامہ زرھونی ایسے نکتہ رس لوگ ہیں مگر کسی نے اس نکتہ کو نہیں اٹھایا!

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی مرویات

حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی ایک سو سے زائد مروی احادیث ہیں جن میں سے بارہ احادیث پر امام بخاری اور امام مسلم متفق ہیں ٬اور آٹھ احادیث کے ساتھ امام بخاری منفرد ہیں اور سترہ احادیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۲۲۲ ٬دارالکتب العلمیہ ٬بیروت ٬۱۴۲۲ھ)

۲۳ - بَابُ ذِكْرِ هِنْدٍ بِنْتِ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حضرت ھند بنت عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہا کا ذکر

علامہ بدرالدین بن محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ان کا نام ہے: ھند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس ٬یہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی والدہ ہیں ٬ھند کے والد عتبہ جنگ بدر میں مارے گئے تھے ٬یہ اپنے شوہر ابوسفیان کے ساتھ غزوہ احد میں آئی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے پر ابھار رہی تھیں کیونکہ حضرت حمزہ نے ان کے چچا شیبہ کو قتل کر دیا تھا ٬پس سیدنا حمزہ کو وحشی بن حرب نے قتل کیا ٬پھر فتح مکہ کے

دن ھند اسلام لے آئیں' یہ عقل مند عورتوں میں سے تھیں' حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے پہلے یہ الفا کہہ بن المغیرہ المخزومی کے نکاح میں تھیں' پھر انہوں نے ان کو طلاق دے دی' پھر انہوں نے حضرت سفیان سے نکاح کر لیا اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہو گئی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٩٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

ھند فتح مکہ کے دن اپنے شوہر کے بعد اسلام لائی تھیں' یہ غزوہ احد میں موجود تھیں' یہی وہ عورت ہیں جنہوں نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو مثلہ کیا تھا اور ان کے پیٹ کو چیر کر ان کا جگر (کلیجہ) نکالا تھا اور اس کو چبایا تھا' ایک قول ہے: اس کو کھا لیا تھا' دوسرا قول ہے اس کو نگل نہیں سکی تھیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: اگر یہ نگل لیتیں تو ان کو آگ نہیں چھو سکتی تھی' حضرت سیدنا حمزہ نے غزوہ بدر کے دن ان کے باپ عتبہ کو قتل کر دیا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی تو یہ بھی بھیس بدل کر آئی تھیں' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم چوری نہیں کرو گی اور زنا نہیں کرو گی تو انہوں نے کہا: کیا آزاد عورت چوری کرے گی یا زنا کرے گی اور جب آپ نے فرمایا: تم اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی تو انہوں نے کہا: ہم نے اپنے بچوں کو کم عمری میں پالا اور جب وہ بڑے ہوئے تو آپ نے ان کو قتل کر دیا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پہچان لیا تھا۔

(الکوثر الجاری ج ٧ ص ٣٦' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٣٨٢٥- وَقَالَ عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَ تْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ مِنْ اَهْلِ خِبَاءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ يَّذِلُّوْا مِنْ اَهْلِ خِبَائِكَ ثُمَّ مَا اَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَهْلُ خِبَاءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ يَّعِزُّوْا مِنْ اَهْلِ خِبَائِكَ قَالَتْ وَاَيْضًا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِّسِّيْكٌ فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ اَنْ اُطْعِمَ مِنَ الَّذِيْ لَهٗ عِيَالَنَا قَالَ لَا اُرَاهُ اِلَّا بِالْمَعْرُوْفِ.

اور عبدان نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حضرت ھند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا آئیں' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! پہلے مجھے روئے زمین پر کسی گھر والوں کی ذلت آپ کے گھر والوں کی ذلت سے زیادہ پسندیدہ نہیں تھی اور اب مجھے روئے زمین کے تمام گھر والوں کی بہ نسبت آپ کے گھر والوں کی عزت زیادہ پسندیدہ ہے' اور نیز انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' یارسول اللہ! بے شک حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بہت کنجوس شخص ہیں' کیا مجھ پر کوئی حرج ہے اگر میں اپنے ان بچوں کو جوان سے ہیں (ان کی اجازت کے بغیر) کھلا دیا کروں؟ آپ نے فرمایا: نہیں لیکن میری رائے یہ ہے کہ یہ عرف اور رواج کے مطابق ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٢١١ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نابالغ اولاد کا خرچ باپ کے اوپر واجب ہوتا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی غیر موجودگی میں یہ جواب دیا تھا' اس سے جمہور علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ غائب شخص کے خلاف فیصلہ دینا جائز ہے' لیکن فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ھند کو مسئلہ بتایا تھا' حضرت ابوسفیان کے خلاف فیصلہ نہیں کیا تھا۔

عدالت کے فسخ نکاح کا فیصلہ

آج کل ایسا ہوتا ہے کہ بعض اوقات شوہر اپنی بیوی کو خرچ دیتا ہے نہ طلاق دیتا ہے جس سے بیوی کو ضرر ہوتا ہے' اس کے پاس اپنے اور اپنے بچوں کے گزارے کے لیے رقم نہیں ہوتی اور وہ دوسروں کے گھروں میں کام کر کے اپنا اور بچوں کا پیٹ پالتی ہے' ایسی صورت میں ائمہ ثلاثہ عدالت کو یہ اختیار دیتے ہیں کہ وہ یک طرفہ طور پر نکاح کو فسخ کر دے۔

ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ (البقرہ: ٢٣٣)

اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ (دودھ پلانے والی ماؤں کا) عرف کے مطابق طعام اور لباس ہے' ہر شخص کو اس کی طاقت کے مطابق مکلّف کیا جائے گا' ماؤں کو اس کے بچہ کی وجہ سے ضرر نہ دیا جائے اور نہ باپ کو اس کے بچہ کی وجہ سے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا. (البقرۃ:٢٣١)

اپنی بیویوں کو حسن سلوک کے ساتھ رکھو ورنہ ان کو معروف طریقہ سے علیحدہ کر دو اور ان پر زیادتی کرنے اور ضرر پہنچانے کی نیت سے ان کو اپنے پاس نہ رکھو۔

اور مذکور الصدر حدیث صحیح البخاری: ٣٨٢٥ سے بھی ان کا استدلال ہے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ٦٦٨ ھ لکھتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ خاوند کے پاس جب بیوی کو خرچ دینے کی طاقت نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ بیوی کو طلاق دے دے' اگر اس نے ایسا نہ کیا تو وہ بیوی کو معروف طریقہ سے علیحدہ کرنے کی حد سے نکل گیا' پھر حاکم کو چاہیے کہ وہ اس کی بیوی کا نکاح فسخ کر دے کیونکہ جو شخص اس کو خرچ دینے پر قادر نہیں اس کے نکاح میں رہنے سے اس عورت کو ضرر لاحق ہوگا اور بھوک پر صبر نہیں ہو سکتا' امام شافعی' امام احمد' امام مالک اور جمہور فقہاء کا یہی موقف ہے اور صحابہ میں سے حضرت علی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے اور تابعین میں سے سعید بن مسیّب نے کہا: یہی سنت ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ٣ ص ١٥٥' ایران' ١٣٨٧ ھ)

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

حاکم پر لازم ہے کہ وہ خاوند سے کہے: تم بیوی کو خرچ دو یا اس کو طلاق دو' ورنہ حاکم اپنے اجتہاد سے ایک یا دو دن انتظار کرنے کے بعد اس کی بیوی پر طلاق واقع کر دے (یا اس کا نکاح فسخ کر دے)۔ (الشرح الکبیر علی حاشیۃ الدسوقی ج ٢ ص ٥١٩' بیروت)

سو اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے خلاف یہ مقدمہ دائر کرے کہ اس کا خاوند اس کو خرچ دیتا ہے نہ اس کو طلاق دیتا ہے اور اس پر گواہ قائم کر دے اور خاوند بلانے پر بھی عدالت میں پیش نہ ہو تو عدالت پر لازم ہے کہ وہ اس نکاح کو فسخ کر دے خواہ وہ قاضی حنفی ہو یا شافعی یا مالکی یا حنبلی۔

شیخ عبدالسلام چاٹ گامی (رئیس دارالافتاء جامعۃ الاسلام بنوری ٹاؤن' کراچی) لکھتے ہیں:

ہاں اگر شوہر کا ظلم و زیادتی عدالت میں ثابت ہو جائے اور شوہر شرعی طریقہ سے اسے آباد کرنے پر رضامند نہیں ہوتا نہ اسے طلاق دیتا ہے اور نہ ہی خلع پر رضامند ہوتا ہے تو ان مجبوریوں کے بعد عدالت گواہوں کی گواہی کی بنیاد پر یک طرفہ فسخ نکاح کا اختیار

رکھتی ہے۔ (جواہر الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۲۳ ۳۲۴ ، ادارۃ القرآن کراچی)
شیخ رشید احمد کراچی نے بھی اس صورت میں عدالت کے فیصلہ کو نافذ العمل قرار دیا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۱۱ ، ۴۱۴ ، کراچی)
* اس کی مفصل بحث النساء: ۳۵ کی تفسیر میں 'تبیان القرآن ج ۲ ص ۶۶۹ - ۶۶۲' میں ملاحظہ فرمائیں۔

٢٤ - بَابُ حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ

حضرت زید بن عمرو بن نفیل کی حدیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
ان کا نام ہے' حضرت زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر العدوی۔ یہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے والد ہیں جو عشرہ مبشرہ ہیں سے ایک ہیں اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عم زاد ہیں۔

حضرت زید بن عمرو وہ شخص ہیں جو توحید کے متلاشی تھے اور بتوں سے اور شرک سے الگ ہو گئے تھے لیکن یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ سعید بن المسیب نے کہا: یہ اس وقت فوت ہوئے تھے جب قریش کعبہ کو بنا رہے تھے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کے نزول سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے' اور زکریا السعدی سے روایت ہے کہ جب یہ فوت ہوئے تو ان کو حراء کی جڑ میں دفن کیا گیا اور زبیر سے روایت ہے کہ زید شام میں تھے' جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر پہنچی تو یہ آپ سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے اور اہل میفعہ نے ان کو قتل کر دیا' البکری نے کہا ہے کہ یہ شام کی سرزمین میں البلقاء نام کی بستی تھی' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت زید حراء میں رہتے تھے اور چھپ کر مکہ میں جاتے تھے اور دین کے متعلق سوال کرتے تھے تو نصاریٰ نے ان کو زہر کھلا دیا اور یہ فوت ہو گئے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ دین کے اعتبار سے ان کا کیا حکم ہے؟ تو میں کہوں گا کہ حافظ ذہبی نے تجرید الصحابۃ میں ذکر کیا ہے کہ وہ ایک امت کی حیثیت سے اٹھائے جائیں گے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت زید بن عمرو بن نفیل کے متعلق سوال کیا گیا کہ وہ زمانہ جاہلیت میں قبلہ کی طرف منہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میرا معبود وہ ہے جو حضرت ابراہیم کا معبود ہے اور میرا دین وہ ہے جو حضرت ابراہیم کا دین ہے اور وہ سجدہ کرتے تھے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کو اس طرح اٹھایا جائے گا کہ وہ اکیلے ایک امت ہیں' وہ میرے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے درمیان ہیں' اس حدیث کی امام ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے۔

امام محمد بن سعد نے عامر بن سعد سے روایت کی ہے کہ مجھ سے حضرت زید بن عمرو نے کہا کہ میں نے اپنی قوم کی مخالفت کی ہے اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیروی کی اور جس کی وہ دونوں عبادت کرتے تھے اور بے شک وہ دونوں اس قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور میں اس نبی کا انتظار کر رہا ہوں جو بنو اسماعیل سے مبعوث ہو گا' اور میرا گمان نہیں ہے کہ میں ان کو پا سکوں گا اور میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں' اگر تمہاری زندگی طویل ہو تو تم ان کو میرا اسلام پہنچانا' عامر بیان کرتے ہیں کہ جب میں اسلام لایا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کی خبر دی' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا اور ان پر رحمت بھیجی اور آپ نے فرمایا: میں نے ان کو جنت میں دیکھا ہے' وہ اپنی قمیص کا دامن گھسیٹ رہے

تھے۔

امام بزار اور امام طبرانی نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت زید کے متعلق سوال کیا تو آپ نے دعا کی: اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور ان پر رحم فرمائے کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر فوت ہوئے ہیں۔

امام باغندی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے حضرت زید بن عمرو بن نفیل کے لیے دو درخت دیکھے حافظ ابن کثیر نے کہا: یہ جید سند ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ان کے متعلق حدیث کیوں ذکر کی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت زید نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ سے ملاقات کی ہے اور ان کے متعلق یہ تمام امور ذکر کیے گئے ہیں حتیٰ کہ حافظ ذہبی وغیرہ نے ان کا ذکر صحابہ میں کیا ہے اور صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن) نے کہا ہے کہ امام بخاری کا میلان بھی اس طرف ہے میں کہتا ہوں کہ اسی لیے امام بخاری نے صحابہ کے درمیان ان کا ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٩٢ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ الاصابۃ ج ٢ ص ٥٠٩-٥٠٧)

٣٨٢٦ - **حَدَّثَنِیْ** مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ حَدَّثَنَا فُضَیْلُ بْنُ سُلَیْمَانَ حَدَّثَنَا مُوْسٰی حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقِیَ زَیْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلٍ بِاَسْفَلِ بَلْدَحٍ قَبْلَ اَنْ یَّنْزِلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُدِّمَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُفْرَةٌ فَاَبٰی اَنْ یَّاْکُلَ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ زَیْدٌ اِنِّیْ لَسْتُ اٰکُلُ مِمَّا تَذْبَحُوْنَ عَلٰی اَنْصَابِکُمْ وَلَا اٰکُلُ اِلَّا مَا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَاَنَّ زَیْدَ بْنَ عَمْرٍو کَانَ یَعِیْبُ عَلٰی قُرَیْشٍ ذَبَائِحَهُمْ وَیَقُوْلُ اَلشَّاةُ خَلَقَهَا اللّٰهُ وَاَنْزَلَ لَهَا مِنَ السَّمَاءِ الْمَاءَ وَاَنْبَتَ لَهَا مِنَ الْاَرْضِ ثُمَّ تَذْبَحُوْنَهَا عَلٰی غَیْرِ اسْمِ اللّٰهِ اِنْکَارًا لِّذٰلِكَ وَاِعْظَامًا لَّهٗ.

[طرف الحدیث: ٥٤٩٩] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سالم بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت زید بن عمرو بن نفیل سے وادی بلدح کے نشیبی علاقہ میں ملاقات ہوئی یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دستر خوان بچھایا گیا تو حضرت زید نے اس کو کھانے سے انکار کیا پھر حضرت زید نے کہا: میں ان چیزوں کو نہیں کھاتا جن کو تم اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہو میں صرف اس چیز کو کھاتا ہوں (جس پر ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیا جائے اور بے شک حضرت زید بن عمرو قریش کے ذبیحوں کی مذمت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ بکری کو اللہ نے پیدا کیا ہے اسی نے اس کے لیے آسمان سے پانی نازل کیا ہے اور زمین سے سبزہ اگایا ہے پھر ان کا انکار کرتے ہوئے اور اس کو ان کا بھاری گناہ قرار دیتے ہوئے کہا: پھر اس کے باوجود تم اس بکری کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہو۔

نصب کے معنی کی تحقیق اور اس حدیث کی توجیہ کہ آپ نے نصب پر ذبح شدہ بکری کا گوشت کھایا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بلدح کا ذکر ہے' البکری نے کہا: یہ بنوفزارہ کے گھروں کی جگہ ہے' یہ ایک وادی ہے جو تنعیم سے مکہ کے راستے میں ہے۔

اس حدیث میں الانصاب کا لفظ ہے' یہ النصب کی جمع ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر جس نصب شدہ پتھر کی عبادت کی جائے اس کو نصب کہتے ہیں' (علامہ عینی لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ انصاب ان پتھروں کو کہتے ہیں جو کعبہ کے گرد ہیں اور ان پتھروں کے اوپر وہ اپنے جانوروں کو بتوں کی خوش نودی کے لیے ذبح کرتے ہیں' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے بھی اس دسترخوان سے کوئی چیز کھائی تھی؟ میں کہتا ہوں کہ اس طعام کو رسول اللہ ﷺ کے دسترخوان پر رکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے اس سے کچھ کھایا ہو اور کتنی چیزیں مسافر کے دسترخوان پر رکھی جاتی ہیں اور وہ ان میں سے کوئی چیز نہیں کھاتا اور اس کے ہم راہی کھاتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہم راہیوں کو اس کے کھانے سے منع نہیں فرمایا کیونکہ اس وقت تک آپ کے اوپر وحی نازل نہیں ہوئی تھی اور آپ کو اس وقت کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کی تبلیغ کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ اگر علامہ کرمانی قوم کے کلام پر مطلع ہوتے تو اس سوال اور جواب کی ضرورت نہیں تھی اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ طعام رسول اللہ ﷺ کے دسترخوان پر تھا' کیونکہ وہ دسترخوان قریش کا تھا۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اگر تم سوال کرو کہ حضرت زید کو یہ توفیق دی گئی کہ وہ اس کھانے کو ترک کر دیں حالانکہ زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ ﷺ اس فضیلت کے زیادہ مستحق تھے کیونکہ آپ کا معصوم ہونا ثابت ہے؟ اس کے دو جواب ہیں: اول یہ کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس دسترخوان سے کچھ کھایا' اس حدیث میں صرف یہ مذکور ہے کہ جب حضرت زید پر اس کھانے کو پیش کیا گیا تو انہوں نے انکار کیا' دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت زید نے صرف اپنی رائے سے اس کھانے سے انکار کیا تھا' کسی شرعی حکم کی وجہ سے منع نہیں کیا تھا' کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں مردار کے کھانے کی ممانعت تھی' اس کھانے کی ممانعت نہیں تھی جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو' اس کھانے کی ممانعت صرف اسلام میں نازل ہوئی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت زید اس دسترخوان میں سے کھانے سے اس لیے رکے تھے کہ ان کو یہ خدشہ تھا کہ اس میں وہ گوشت ہوگا جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہوگا' اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ان ذبیحوں کو نہیں کھاتے جن کو وہ اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے' رہے ان کے وہ ذبائح جن کا گوشت وہ اپنے دسترخوان پر رکھتے تھے تو کسی حدیث میں نہیں ہے کہ آپ ان سے احتراز کرتے تھے حالانکہ آپ مشرکین کے درمیان رہتے تھے اور یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ ان کے کھانوں سے احتراز کرتے تھے سوا مردار کے کھانے سے' کیونکہ قریش بھی زمانہ جاہلیت میں مردار کے کھانے سے احتراز کرتے تھے' جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اہل کتاب اور نصاریٰ کے طعام کو حلال کر دیا ہے' حالانکہ نصاریٰ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیتے ہیں اور شرک کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٩٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ کرمانی کی توجیہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے غیر اللہ کے نام پر ذبح شدہ گوشت نہیں کھایا اور علامہ خطابی کے نزدیک کھایا ہے مگر وہ ممنوع نہیں تھا' اس معاملہ میں علامہ عسقلانی کی تحقیق حسب ذیل ہے:

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام احمد حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زید یہ کہتے تھے کہ میں اس کی پناہ چاہتا ہوں جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پناہ چاہی تھی' پھر کعبہ کے لیے سجدہ میں گر جاتے تھے' ایک دن وہ نبی ﷺ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

کے پاس سے گزرے' اس وقت وہ دونوں اپنے دستر خوان سے کھانا کھا رہے تھے تو ان دونوں نے ان کو بلایا' پس انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجو! میں اس گوشت کو نہیں کھاتا جس کو نصب پر ذبح کیا گیا ہو' حضرت سعید بن زید نے کہا: اس کے بعد یہ نہیں دیکھا گیا کہ اس دن کے بعد نبی ﷺ نے اس گوشت سے کھایا جس کو نصب پر ذبح کیا گیا ہو۔

امام ابویعلیٰ اور امام بزار وغیرھما نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: ایک دن میں نبی ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا جا رہا تھا تو ہم نے بعض انصاب پر ایک بکری ذبح کی اور اس کو پکایا' پھر ہماری زید بن عمرو سے ملاقات ہوئی (الیٰ قولہ) تو زید بن عمر نے کہا: میں اس گوشت سے نہیں کھاتا جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔

علامہ داؤدی نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ نبی ﷺ بعثت سے پہلے مشرکین کی عادات سے احتراز کرتے تھے لیکن ذبیحہ کے معاملہ کے متعلق آپ کو معلوم نہیں ہو سکا' اور حضرت زید جب اہل کتاب سے ملے تھے ان سے ان کو معلوم تھا کہ ایسے ذبیحہ کا کھانا جائز نہیں ہے' اس کے بعد حافظ ابن حجر نے علامہ سہیلی کا جواب ذکر کیا ہے جس کو ہم علامہ عینی سے نقل کر چکے ہیں' پھر کہا ہے کہ نبی ﷺ نے جو ایسے ذبیحہ کا گوشت کھایا' اس کا جواب یہ ہے کہ احکام شرع کے نازل ہونے سے پہلے کسی چیز کو حلال یا حرام کے ساتھ موصوف نہیں کیا جا سکتا۔ (کیونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے) علاوہ ازیں ذبائح کے لیے شرع میں اصل تحلیل ہے' اور یہ تحلیل نزول قرآن تک مستمر رہی اور کسی سے یہ منقول نہیں ہے کہ آپ کی بعثت کے بعد لوگ ان ذبیحوں سے رک گئے حتیٰ کہ ان کی حرمت کے متعلق آیت نازل ہوگئی۔

میں کہتا ہوں کہ داؤدی نے جو یہ کہا ہے کہ حضرت زید نے اس ذبیحہ کو کھانے سے اس لیے منع کیا تھا کہ وہ اہل کتاب سے تھے اس سے بہتر یہ قول ہے کہ زید نے اپنی رائے سے اس کو کھانے سے منع کیا تھا' خاص طور پر اس لیے کہ حضرت زید نے خود تصریح کی ہے کہ انہوں نے اہل کتاب میں سے کسی کی پیروی نہیں کی۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ملت مشہورہ میں یہ مقرر ہے کہ انبیاء علیہم السلام اعلان نبوت سے پہلے بھی معصوم ہوتے ہیں اور یہ محال کی مثل ہے کہ وہ اس گوشت کو کھائیں جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو' کیونکہ کسی کام کی ممانعت شرعی حکم کے نازل ہونے کے بعد ہوتی ہے اور صحیح مذہب یہ ہے کہ نبی ﷺ نزول وحی سے پہلے کسی شریعت سابقہ پر عمل نہیں کرتے تھے' اس لیے جب ممانعت کا حکم شرعی اس وقت موجود نہیں تھا تب بھی وہ ممانعت آپ کے حق میں معتبر تھی' اب جس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم نے بعض انصاب پر ایک بکری ذبح کی اس حدیث میں نصب سے مراد بت نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد وہ پتھر ہیں جن پر جانور کو ذبح کیا جاتا تھا' سو نصب اور انصاب سے مراد قصائی کے آلات ذبح ہیں نہ کہ بت' کیونکہ نصب اصل میں بڑے پتھر کو کہتے ہیں' ان میں سے بعض پتھر بتوں کی اقسام سے ہیں جن کے سامنے اور جن کے نام پر مشرکین جانوروں کو ذبح کرتے ہیں' اور ان میں سے بعض پتھر آلات ذبح میں سے ہیں' پس ذبح کرنے والا اس پتھر پر جانور کو رکھ کر ذبح کرتا ہے کسی بت کے لیے ذبح نہیں کرتا' اب یہ سوال ہوگا کہ حضرت زید بن حارثہ نے جو کہا ہے کہ انہوں نے نصب پر جانور کو ذبح کیا تھا' جب اس سے مراد پتھر ہے بت نہیں ہے تو پھر حضرت زید بن عمرو نے وہ گوشت کیوں نہیں کھایا اور اس کے کھانے سے کیوں منع کیا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس کام کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے منع کیا تھا اور نہ جس کسی پتھر پر رکھ کر جانور ذبح کیا گیا ہو تو اس کا کھانا کسی شریعت میں ممنوع نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۳-۳۲' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی اور علامہ ابن حجر عسقلانی کی شرحوں کی عبارت اگرچہ مختلف ہے لیکن دونوں کا مآل واحد ہے کیونکہ ان

دونوں نے یہ شرح علامہ عثمان بن علی بن ملقن سے نقل کی ہے اور ان دونوں کا خلاصہ یہی ہے کہ آپ نے جس جانور کا گوشت کھایا تھا اس کو اس پتھر پر رکھ کر ذبح کیا گیا تھا جو آلات ذبح سے تھا' وہ بت نہیں تھا۔

٣٨٢٧ - قَالَ مُوْسٰى حَدَّثَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا يُحَدِّثُ بِهٖ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ خَرَجَ اِلَى الشَّامِ يَسْاَلُ عَنِ الدِّيْنِ وَيَتْبَعُهٗ فَلَقِيَ عَالِمًا مِّنَ الْيَهُوْدِ فَسَاَلَهٗ عَنْ دِيْنِهِمْ فَقَالَ اِنِّيْ لَعَلِّيْ اَنْ اَدِيْنَ دِيْنَكُمْ فَاَخْبِرْنِيْ فَقَالَ لَاتَكُوْنُ عَلٰى دِيْنِنَا حَتّٰى تَاْخُذَ بِنَصِيْبِكَ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ قَالَ زَيْدٌ مَا اَفِرُّ اِلَّا مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَلَا اَحْمِلُ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ شَيْئًا اَبَدًا وَاَنَا اَسْتَطِيْعُهٗ فَهَلْ تَدُلُّنِيْ عَلٰى غَيْرِهٖ قَالَ مَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ حَنِيْفًا قَالَ زَيْدٌ وَّمَا الْحَنِيْفُ قَالَ دِيْنُ اِبْرَاهِيْمَ لَمْ يَكُنْ يَّهُوْدِيًّا وَّلَانَصْرَانِيًّا وَّلَا يَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ فَخَرَجَ زَيْدٌ فَلَقِيَ عَالِمًا مِّنَ النَّصَارٰى فَذَكَرَ مِثْلَهٗ فَقَالَ لَنْ تَكُوْنَ عَلٰى دِيْنِنَا حَتّٰى تَاْخُذَ بِنَصِيْبِكَ مِنْ لَّعْنَةِ اللّٰهِ قَالَ مَا اَفِرُّ اِلَّا مِنْ لَّعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا اَحْمِلُ مِنْ لَّعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا مِنْ غَضَبِهٖ شَيْئًا اَبَدًا وَّاَنَا اَسْتَطِيْعُ فَهَلْ تَدُلُّنِيْ عَلٰى غَيْرِهٖ قَالَ مَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ حَنِيْفًا قَالَ وَمَا الْحَنِيْفُ قَالَ دِيْنُ اِبْرَاهِيْمَ لَمْ يَكُنْ يَّهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلَا يَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ فَلَمَّا رَاٰى زَيْدٌ قَوْلَهُمْ فِيْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَرَجَ فَلَمَّا بَرَزَ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَشْهَدُكَ اَنِّيْ عَلٰى دِيْنِ اِبْرَاهِيْمَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

موسیٰ نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' اور مجھے اس کا علم نہیں ہے مگر یہ کہ انہوں نے اس حدیث کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت زید بن عمر بن نفیل شام کی طرف گئے وہ دین کے متعلق سوال کر رہے تھے اور اس کی اتباع کرتے تھے' ان کی ایک یہودی عالم سے ملاقات ہوئی' انہوں نے اس سے ان کے دین کے متعلق سوال کیا' پس کہا کہ شاید میں تمہارے دین کی اتباع کروں' سو تم مجھے بتاؤ' اس نے کہا: تم ہمارے دین پر اس وقت تک نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ تم اللہ تعالیٰ کے غضب کا ایک حصہ برداشت کرو' زید نے کہا: میں اللہ کے غضب سے ہی تو بھاگ رہا ہوں اور میں ذرا سا بھی اللہ تعالیٰ کا غضب برداشت نہیں کر سکتا کبھی بھی' اور نہ ہی اس کی طاقت رکھتا ہوں' کیا تم مجھے کسی اور دین کی رہنمائی کرو گے' اس نے کہا: میں کوئی اور دین نہیں جانتا سوائے دین حنیف کے' زید نے پوچھا: دین حنیف کیا ہے؟ تو اس نے کہا: وہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا دین ہے جو نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے' سو حضرت زید روانہ ہوئے اور ایک عیسائی عالم سے ملے' وہاں بھی اسی طرح کہا' اس نے کہا: تم ہمارے دین پر اس وقت تک نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کا ایک حصہ برداشت کرو' حضرت زید نے کہا: میں اللہ کی لعنت سے بچنے کے لیے ہی تو بھاگ رہا ہوں' میں اللہ کی لعنت کو اور اس کے غضب کو ذرا بھی نہیں برداشت کروں گا کبھی بھی (اور نہ) میں اس کی طاقت رکھتا ہوں' تو کیا تم مجھے اس کے علاوہ کسی اور دین کی رہنمائی کرو گے' اس نے کہا: میں دین حنیف کے سوا اور کوئی دین نہیں جانتا' زید نے پوچھا: دین حنیف کیا ہے؟ اس نے کہا: وہ دین ابراہیم ہے' حضرت ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے' پس جب حضرت زید نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ان

کی یہ باتیں سنیں تو وہ (وہاں سے) روانہ ہوئے اور جب وہ علاقہ سے باہر آ گئے تو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے کہا: اے اللہ! بے شک میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں دین ابراہیم پر ہوں۔

اس حدیث کے آخر میں حضرت زید کا یہ قول ہے: اے اللہ! بے شک میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں دین ابراہیم پر ہوں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی دونوں نے اس کی شرح میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ سے یہ روایت کی ہے کہ پھر زید یہ کہتے ہوئے نکلے: ''لبيك حقًا حقًا'' تیری ہی عبادت کی جائے گی پھر وہ اللہ کے لیے سجدہ میں گر پڑے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۵-۳۴' عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۳۹۴)

۳۸۲۸ - وَقَالَ اللَّيْثُ كَتَبَ إِلَيَّ هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ رَأَيْتُ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ قَائِمًا مُسْنِدًا ظَهْرَهُ إِلَى الْكَعْبَةِ يَقُوْلُ يَامَعَاشِرَ قُرَيْشٍ وَّاللّٰهِ مَا مِنْكُمْ عَلٰى دِيْنِ إِبْرَاهِيْمَ غَيْرِيْ وَكَانَ يُحْيِي الْمَوْؤُوْدَةَ يَقُوْلُ لِلرَّجُلِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّقْتُلَ ابْنَتَهُ لَا تَقْتُلْهَا أَنَا أَكْفِيْكَهَا مَؤُوْنَتَهَا فَيَأْخُذُهَا فَإِذَا تَرَعْرَعَتْ قَالَ لِأَبِيْهَا إِنْ شِئْتَ دَفَعْتُ إِلَيْكَ وَإِنْ شِئْتَ كَفَيْتُكَ مَؤُوْنَتَهَا.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اور لیث نے کہا کہ میری طرف ھشام نے لکھا از والد خود از حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما' وہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت زید بن عمرو بن نفیل کو دیکھا' وہ کھڑے تھے اور ان کی پشت کعبہ کی طرف تھی اور وہ کہہ رہے تھے: اے قریش کی جماعت! اللہ کی قسم! میرے سوا تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیم پر نہیں ہے اور حضرت زید بیٹیوں کو زندہ در گور نہیں کرتے تھے اور جو شخص اپنی بیٹی کو قتل کرنا چاہتا' اس سے کہتے: تم اس کو قتل نہ کرو اس کی پرورش کی مشقت (اور اخراجات) تمہارے بدلہ میں اٹھاؤں گا پھر وہ اس لڑکی کو لے لیتے پس جب وہ بڑی ہو جاتی تو اس کے باپ سے کہتے: اگر تم چاہو تو میں تم کو یہ (واپس) دے دوں اور اگر تم چاہو تو تمہارے بدلہ میں اس کی پرورش کا بوجھ اٹھاؤں۔

حضرت زید بن عمرو کے دین ابراہیم کو اختیار کرنے کی تفصیل اور بیٹیوں کو زندہ در گور کرنے کا سبب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میرے سوا تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیم پر نہیں ہے۔

ابو اسامہ نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ کہتے تھے: میرا معبود وہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معبود ہے اور میرا دین وہ ہے جو حضرت ابراہیم کا دین ہے' اور ابوالزناد کی روایت میں اس طرح ہے: انہوں نے بتوں کی عبادت کو ترک کر دیا تھا اور بتوں کے نام پر جن جانوروں کو ذبح کیا جاتا تھا ان کے کھانے کو ترک کر دیا تھا' اور امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے: وہ کہتے تھے: اے اللہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تیرا سب سے زیادہ پسندیدہ طریقہ عبادت کون سا ہے تو میں اس طرح تیری عبادت کرتا لیکن مجھے اس کا علم نہیں ہے' پھر زمین پر اپنی ہتھیلی رکھ کر سجدہ کرتے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت زید بیٹیوں کو زندہ در گور نہیں کرتے تھے۔

ابن ابی الزناد کی روایت میں مذکور ہے کہ جس لڑکی کو زندہ در گور کرنے کا ارادہ کیا جاتا وہ اس کا فدیہ دے دیتے۔

اہل جاہلیت بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے' اس کی وجہ غیرت تھی' کیونکہ بعض عربوں میں ایسا ہوا کہ کسی کی بیٹی کو قید کر لیا گیا' پھر قید کرنے والے نے اس کو باندی بنا کر اس سے مباشرت کی' اور جب اس کے باپ نے اپنی بیٹی کا فدیہ دے کر اسے لے جانا چاہا تو اس کے مالک نے اس لڑکی کو اختیار دیا کہ وہ اس کے پاس رہنا چاہتی ہے یا اپنے باپ کے پاس تو اس لڑکی نے اس کو اختیار کر لیا جس نے اسے قید کیا تھا' پھر اس کے باپ نے یہ قسم کھائی کہ اب جب بھی اس کے ہاں بیٹی ہوئی تو وہ اس کو قتل کر دے گا' پھر اس عمل کی پیروی کی جانے لگی' اور زیادہ تر بیٹیوں کو اس وقت قتل کیا جاتا تھا جب ان کو رزق کی تنگی کا خطرہ ہوتا تھا' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ (الانعام:۱۵۱)　　تم اپنی اولاد کو رزق کی تنگی کی وجہ سے قتل نہ کرو' ہم تم کو بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی۔

اور اس حدیث میں حضرت زید کا واقعہ دوسرے سبب پر دلالت کرتا ہے' پس ہو سکتا ہے کہ بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کے یہ دونوں سبب ہوں۔

ابواسامہ نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت زید کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کو قیامت کے دن بہ طور ایک امت اٹھایا جائے گا' وہ میرے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے درمیان ہیں' امام بغوی نے ان کا صحابہ میں ذکر کیا ہے اور انہوں نے امام ابن اسحاق کی روایت سے ان کے بت پرستی سے الگ ہونے کا واقعہ بیان کیا ہے' یہاں ہم اس کا ذکر کر کے اس شرح کو طول نہیں دیں گے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۴' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۲۵ - بَابُ بُنْيَانِ الْكَعْبَةِ　　کعبہ کی تعمیر کا باب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں آپ کی بعثت سے پہلے قریش کے ہاتھوں سے کعبہ کی تعمیر ہوئی۔

امام ابن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر پینتیس (۳۵) سال تھی۔

امام اسحاق بن راھویہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کعبہ کی تعمیر کے بعد اس پر ایک زمانہ گزر گیا' پس وہ منہدم ہو گیا تو اس کو عمالقہ نے بنایا' پھر اس پر ایک عرصہ گیا اور وہ منہدم ہو گیا تو پھر اس کو جرھم نے تعمیر کیا' پھر اس پر ایک زمانہ گزر گیا تو اس کو قریش نے بنایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دنوں جوان تھے' پھر جب انہوں نے اس میں حجر اسود رکھنے کا ارادہ کیا تو ان میں مناقشہ اور مباحثہ ہوا' تب انہوں نے کہا: ہمارے درمیان فیصلہ وہ شخص کرے گا جو سب سے پہلے اس گلی سے نکلے گا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے اس گلی سے نکلے' اس وقت آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ حجر اسود کو ایک چادر میں رکھ دیا جائے' پھر ہر قبیلہ اس چادر کو اٹھائے۔

امام ابوداؤد الطیالسی نے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جو شخص سب سے پہلے بنی شیبہ کے دروازہ سے داخل ہو گا وہ فیصلہ کرے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے اس دروازہ سے داخل ہوئے تو انہوں نے آپ کو بتایا' پس آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک چادر کے وسط میں حجر اسود کو رکھا جائے اور ہر قبیلہ کا سردار اس چادر کو پکڑ کر اوپر اٹھائے' سو انہوں نے اس چادر کو اوپر اٹھایا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کس نے کعبہ کو بنایا' ایک قول ہے کہ اس کو فرشتوں نے بنایا تھا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اس کے گرد طواف کریں کیونکہ انہوں نے کہا تھا:

أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا. (البقرۃ:٣٠) کیا تو اس کو بنانے والا ہے جو زمین میں فساد کرے گا!

دوسرا قول یہ ہے کہ کعبہ کو سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا تھا' یہ امام ابن اسحاق کا قول ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ کعبہ کو سب سے پہلے حضرت شیث علیہ السلام نے بنایا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کے عہد میں البیت المعمور تھا جس کو اٹھالیا گیا تھا۔

چوتھا قول یہ ہے کہ کعبہ کو طوفان نوح کے وقت اٹھالیا گیا تھا۔

پانچواں قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں یہ نو ہاتھ کا تھا اور اس پر چھت نہیں تھی اور جب زمانہ اسلام سے پہلے قریش نے اس کو بنایا تو اس کو نو ہاتھ اور زیادہ کر دیا تو یہ اٹھارہ ہاتھ کا ہو گیا اور اس کا دروازہ انہوں نے زمین سے اتنا اوپر رکھا کہ بغیر سیڑھی کے کوئی شخص اس میں داخل نہیں ہو سکتا تھا اور یہ اس وجہ سے کیا تھا کہ بنو ملیح کے آزاد کردہ غلام نے کعبہ کا مال چوری کر لیا تھا' سب سے پہلے اس میں غلفان تبع نے کام کیا' پھر جب حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے اس کو بنایا تو اس میں نو ہاتھ کا اور اضافہ کر دیا' پس یہ ستائیس ہاتھ کا ہو گیا اور اب تک یہ اسی مقدار پر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ٣٩٦۔٣٩٥' دارالمعرفہ بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے تعمیر کعبہ کے قصہ کو اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٣٥۔٣٤' دارالمعرفہ بیروت' ١٤٢٥ھ)

٣٨٢٩ - حَدَّثَنِيْ مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ الْحِجَارَةَ فَقَالَ عَبَّاسٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلْ إِزَارَكَ عَلٰى رَقَبَتِكَ يَقِيْكَ مِنَ الْحِجَارَةِ فَخَرَّ إِلَى الْأَرْضِ وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ إِزَارِيْ إِزَارِيْ فَشَدَّ عَلَيْهِ إِزَارَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا کہ جب کعبہ کو بنایا جا رہا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عباس پتھر اٹھا کر لا رہے تھے' تب عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: آپ اپنا تہبند اپنی گردن پر رکھ لیں وہ آپ کو پتھر کے چبھنے سے محفوظ رکھے گا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر بے ہوش ہو کر گر گئے اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں' پھر جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے کہا: میرا تہبند' میرا تہبند تو انہوں نے آپ کے اوپر آپ کا تہبند باندھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٦٤ میں گزر چکی ہے۔

تعمیر کعبہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تہبند اتارنے کی حدیث پر شارحین بخاری و مسلم کا کلام

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے' اور شاید حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو (حضرت) عباس بن المطلب سے سنا ہو' اور اس کا مفصل بیان کتاب الحج میں گزر چکا ہے' ابوالطفیل کی حدیث میں مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پتھر اٹھا کر لا رہے تھے تو آپ کی شرم گاہ کھل گئی' تو غیب سے آواز آئی کہ اے محمد! اپنی شرم گاہ کو ڈھانپو' اور یہ آپ کو غیب سے پہلی ندا کی گئی تھی اور اس سے پہلے نہ اس کے بعد کبھی آپ کی شرم گاہ دیکھی گئی۔

امام ابن اسحاق نے مبعث میں لکھا ہے: رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ آپ کے بچپن میں آپ کی حفاظت کرتا تھا' آپ نے بیان فرمایا کہ میں قریش کے لڑکوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے پتھر اٹھا کر لا رہا تھا' ہم سب نے برہنہ ہو کر اپنا تہبند اپنی گردن کے اوپر رکھ لیا' اور ہم اس کے اوپر پتھر رکھ رہے تھے' پھر میں نے دیکھا کہ گھونسا مارنے والے نے مجھے گھونسا مار کر کہا: اپنا تہبند باندھو' پس میں نے اپنا تہبند باندھا' پھر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ پتھر اٹھا کر لا رہا تھا اور میں نے تہبند باندھا ہوا تھا۔ علامہ سہیلی نے کہا ہے: یہ قصہ تعمیر کعبہ میں بیان کیا گیا ہے' اگر یہ قصہ صحیح ہوا تو یہ آپ کی برہنگی کا بچپن میں قصہ ہے اور صحیح بخاری میں جو آپ کی برہنگی کا قصہ ہے وہ آپ کی ادھیڑ اور پختہ عمر کا قصہ ہے (جب آپ کی عمر پینتیس (۳۵) سال تھی)۔ صحیح بخاری میں جو قصہ ہے وہ اس عمر کا ہے اور ابوالطفیل اور امام ابن اسحاق کی روایت میں اس کو لڑکے کی عمر کا قصہ بیان کیا ہے اور کبھی بڑی عمر والے پر بھی لڑکے کا اطلاق کر دیا جاتا ہے جب وہ لڑکوں کا سا کام کرے' سو یہ محال نہیں ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ ہو کیونکہ ابوالطفیل کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ یہ آپ کے ساتھ پہلا واقعہ تھا اور اس سے پہلے اور اس کے بعد آپ کو کبھی برہنہ نہیں دیکھا گیا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۵' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی ابوالطفیل کی روایت کا ذکر کیا ہے مگر انہوں نے ابوالطفیل کی روایت کی امام بخاری کی روایت کے ساتھ تطبیق بیان نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۳۹۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

عباس نے نبی ﷺ سے کہا: آپ اپنا تہبند اپنی گردن پر رکھ کر پتھر لائیں' یہ قول زمانہ جاہلیت کے طریقہ پر تھا کہ وہ لوگ اپنی شرم گاہ کو کھول لیتے تھے اور برہنہ طواف کرتے تھے' اور رسول اللہ ﷺ اپنی ابتداء سے ہر اس چیز سے محفوظ تھے جو مروت' دیانت اور عفت کے خلاف ہو' آپ نے اپنے چچا کا قول احتراماً قبول کیا تھا' پھر آپ پر عتاب کیا گیا کہ یہ کام آپ کی شان کے خلاف ہے' اسی طرح دیگر مقربین کا مقام ہے اور آپ تو سید المقربین ہیں۔ (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۴۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

علامہ محمد الفضل بن الفاطمی الشبیہی الزرھونی المالکی متوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

عباس نے آپ کا تہبند کھول دیا تو آپ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے' کسی کی نظر آپ پر نہیں پڑی تھی اور آپ کے بے ہوش ہونے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو کامل حیاء پر پیدا کیا گیا تھا حتیٰ کہ آپ کنواری پردہ دار لڑکی سے بھی زیادہ حیاء کرنے والے تھے' ایک روایت میں ہے کہ ایک فرشتہ آیا اور اس نے آپ کا تہبند باندھ دیا' اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ نبی ﷺ (اعلان) نبوت سے پہلے اور اس کے بعد ان چیزوں سے اور ان کاموں سے محفوظ تھے جو آپ کے حق میں عیب کا موجب ہوں' اور اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۲ ص ۱۱۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

شیخ محمد صالح العثیمین المتوفی ۱۴۲۱ھ لکھتے ہیں:

الشیخ ابن باز نے کہا کہ یہ (اعلان) نبوت سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے' اس وقت آپ ﷺ کی عمر پینتیس (۳۵) سال تھی' آپ کے چچا عباس نے اشارہ کیا کہ آپ اپنا تہبند اتار کر کندھے پر رکھ لیں اور شرم گاہ کھلنے سے زمانہ جاہلیت کے مطابق کوئی پرواہ نہ کریں' اسی وجہ سے وہ لوگ برہنہ طواف کرتے تھے' آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے کیونکہ آپ کے نزدیک یہ بہت سنگین بات تھی' اور یہ آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ (شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۷۵' مکتبۃ الطبری القاہرہ' ۱۴۲۹ھ)

یہ صحیح بخاری کے بعض شارحین کی شروح تھیں اور صحیح مسلم کے شارحین میں سے قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض مالکی المتوفی

٥٤٤ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کم سنی میں بھی قبائح سے محفوظ رکھا ہے اور اخلاق جاہلیت سے آپ کو مامون رکھا ہے اور اس کا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ آپ اعلان نبوت سے پہلے بھی کفر اور معاصی سے معصوم تھے' اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس سے پہلے شرم گاہ چھپانے کا حکم تھا اور نہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ کی شرم گاہ لوگوں کے سامنے کھل گئی تھی کیونکہ شرم گاہ کھلنے کی پہلی ساعت میں آپ بے ہوش ہو کر گر گئے' جیسا کہ حدیث میں ذکر ہے اور اس وقت کسی کی نظر آپ پر نہیں پڑی تھی اور اس کی تائید دوسری حدیث سے ہوتی ہے جس میں یہ تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میری کرامت یہ ہے کہ میں ختنہ شدہ پیدا ہوا اور کوئی شخص میری شرم گاہ پر مطلع نہیں ہوا۔

(تحفۃ المورود فی احکام المولود ص ١٥٩) (اس روایت کی سند ضعیف ہے) (اکمال اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ٢ ص ١٩١۔ ١٩٠' دار الوفاء بیروت)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث (صحیح مسلم: ٣٤٠) میں بعض ان چیزوں کا بیان ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مکرم کیا ہے' اور یہ کہ نبی ﷺ اپنے بچپن میں بھی قبیح (برے) کاموں اور اخلاق جاہلیہ سے محفوظ تھے' اور اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا بیان گزر چکا ہے۔ (صحیح مسلم بشرح النووی ج ٢ ص ١٤٢٥۔ ١٤٢٤' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

تعمیر کعبہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے تہبند اتارنے کی حدیث پر مصنف کا کلام

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے جو ابو الطفیل کی حدیث ذکر کی ہے کہ آپ لڑکپن میں برہنہ ہو گئے تھے وہ بلا سند ہے اور حجت نہیں ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے جو یہ روایت کی ہے کہ آپ کے چچا نے کہا کہ آپ اپنا تہبند اتار کر اپنی گردن پر رکھ لیں تا کہ پتھر نہ چبھیں یہ روایت درایۃً صحیح نہیں ہے کیونکہ کسی کم عمر بچے سے تو ایسا کہا جا سکتا ہے' پینتیس سال کے ادھیڑ عمر کے مرد سے ایسا نہیں کہا جا سکتا' علاوہ ازیں یہ حضرت جابر سے روایت ہے حالانکہ وہ آپ کی بعثت سے پہلے پیدا بھی نہیں ہوئے تھے' وہ اپنے والد کے ساتھ بیعت عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے اور اس وقت وہ کم سن بچے تھے۔ (اسد الغابہ ج ١ ص ٤٩٢) رہا حافظ ابن حجر کا یہ کہنا کہ ہو سکتا ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عباس سے یہ واقعہ سنا ہو تو یہ محض ایک احتمال ہے اور نبی ﷺ کی عصمت اور عفت قطعی ہے اور یہ احتمال اس قطعیت کا مزاحم نہیں ہو سکتا' ممکن ہے کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہو لیکن درایت کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے' ہمارے لیے یہ کہنا آسان ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم سے اس حدیث کے پرکھنے میں چوک ہو گئی' بجائے اس کے کہ ہم یہ کہیں کہ پینتیس (٣٥) سال کی عمر میں نبی ﷺ نے اپنے چچا کے کہنے سے اپنا تہبند اتار دیا اور آپ برہنہ ہو گئے' ایک معیوب کام میں نبی ﷺ اپنے چچا کا کہنا کیسے مان سکتے تھے' آپ کے دوسرے چچا ابو طالب نے آپ کو بتوں کی مذمت سے منع کیا تھا اور کہا تھا کہ توحید کی دعوت دینا چھوڑ دو' لیکن آپ نے کہا: اے چچا! اگر یہ میرے ایک ہاتھ میں چاند اور دوسرے ہاتھ میں سورج رکھ دیں پھر بھی میں اس مشن کو نہیں چھوڑوں گا۔ وہاں آپ نے اپنے اس چچا کی بات احتراماً کیوں نہیں مانی حالانکہ اس چچا نے آپ کی پرورش بھی کی تھی اور عباس کا آپ پر پرورش کا کوئی احسان نہیں تھا تو آپ نے ان کے کہنے سے تہبند کیوں اتار دیا! ہم نبی ﷺ کی تکریم اور توقیر اور آپ کی عصمت اور عفت اور بچپن سے جوانی اور جوانی سے ادھیڑ عمر تک آپ کو قبیح اور برے کاموں سے معصوم مانتے ہیں اور لوگوں کے سامنے اپنا تہبند کھول کر برہنہ ہو جانا بہت بے حیائی کا کام ہے۔" **الامان والحفیظ**' واللہ! آپ قبیح کام سے معصوم ہیں' قاضی عیاض کا یہ کہنا کہ آپ نے لوگوں کے سامنے تہبند نہیں کھولا تھا بے سند احتمال ہے' اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ تعمیر کعبہ کے

موقع پر لوگ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے اور آپ بھی پتھر اٹھا کر لا رہے تھے اور اسی موقع پر آپ نے عباس کے کہنے سے اپنا تہبند کھول دیا تھا۔'' واللہ باللہ ثم تاللہ '' آپ ایسے قبیح اور برے کام سے معصوم ہیں' امام بخاری اور امام مسلم کا ہمارے دل میں احترام ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت ہمارے دل میں ان سے کہیں زیادہ ہے' امام بخاری اور امام مسلم ایسے ہزاروں ائمہ کی عزتیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت' وقار اور آپ کے مقام کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچتیں۔ امام بخاری اور امام مسلم اگر اس نکتہ پر غور کر لیتے کہ اس روایت سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند مقام پر حرف آ رہا ہے تو وہ کبھی اس حدیث کو روایت نہ کرتے' اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے' امام بخاری اور امام مسلم سے سہو اور تسامح ہو گیا اور ہمارے شارحین کی آنکھوں پر امام بخاری اور امام مسلم کی اندھی تقلید کی پٹی بندھی ہوئی ہے اس لیے انہوں نے اس حدیث کو ثابت کرنے کے لیے بے سند اور بے دلیل تاویلات کیں لیکن میری آنکھوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اندھی محبت کی پٹی بندھی ہوئی ہے' میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام اور وقار کے مقابلہ میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتا' اللہ تعالیٰ اس تلخ نوائی پر مجھے معاف فرمائے اور امام بخاری اور امام مسلم اور اس حدیث کے دیگر شارحین کو بھی معاف فرمائے' اس حدیث کی شرح کے معاملہ میں ان سے چوک ہو گئی ورنہ دین اسلام کے لیے ان کی خدمات بہت زیادہ ہیں' اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور ان تمام ائمہ کرام کے درجات بلند فرمائے۔

٣٨٣٠ - حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ يَزِيْدَ قَالَا لَمْ يَكُنْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوْلَ الْبَيْتِ حَائِطٌ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ حَوْلَ الْبَيْتِ حَتّٰى كَانَ عُمَرُ فَبَنٰى حَوْلَهُ حَائِطًا قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ جَدْرُهُ قَصِيْرٌ فَبَنَاهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار و عبید اللہ بن ابی یزید' وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بیت اللہ کے گرد دیوار نہیں تھی اور لوگ بیت اللہ کے گرد نماز پڑھتے تھے' حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے بیت اللہ کے گرد دیوار بنا دی' عبید اللہ نے کہا ہے کہ اس کی دیواریں چھوٹی تھیں تو ان کو حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے (بہت لمبی اور اونچی) بنایا۔

کعبہ کی توسیع کے مراحل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس کی سند منقطع ہے' کیونکہ عمرو بن دینار اور عبید اللہ بن ابی یزید کم سن تابعین میں سے ہیں' امام بخاری نے جو کہا ہے کہ حتیٰ کہ حضرت عمر کا زمانہ آیا' سو یہ بھی منقطع ہے' کیونکہ ان دونوں نے حضرت عمر کا زمانہ بھی نہیں پایا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ان کو بنایا' اس حدیث کا اتنا حصہ متصل ہے: عبید اللہ نے کہا: کعبہ کی دیواریں چھوٹی تھیں تو حضرت ابن الزبیر نے ان میں اضافہ کیا۔

الفاکہی نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں مسجد حرام کا مکانوں نے احاطہ کیا ہوا تھا اور یہ مسجد لوگوں پر تنگ تھی تو حضرت عمر نے اس میں توسیع کی اور ارد گرد کے گھروں کو خرید کر منہدم کر دیا اور مکان والوں کو ان کے مکانوں کی قیمت دی' پھر مسجد حرام کے گرد ایک دیوار بنائی جو انسان کی قامت سے کم تھی اور دیواروں کی بلندی پر چراغوں کو رکھا' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں دیگر جہات سے اضافہ کیا' پھر اس میں حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے توسیع کی' پھر ابو جعفر منصور

نے توسیع کی' پھر اس کے بیٹے المہدی نے توسیع کی' کہا جاتا ہے کہ حضرت ابن الزبیر نے کعبہ کی چھت بنائی' پھر عبدالملک بن مروان نے اس کی دیواروں کو بلند کیا' اور اس پر چھت ڈالی' ایک قول یہ ہے کہ اس کے بیٹے ولید نے یہ کام کیا تھا اور یہی قول زیادہ صحیح ہے اور یہ اٹھاسی (۸۸) ہجری کا واقعہ ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۵'۳ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

کعبہ کی تعمیر کی تعداد

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں: کعبہ کی تعمیر دس مرتبہ ہوئی ہے' اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) پہلی مرتبہ کعبہ کو فرشتوں نے بنایا: روایت ہے کہ فرشتوں نے زمین کو اس کی منتہاء تک شق کیا' پھر اس میں اونٹوں کی جسامت کے برابر پتھر ڈالے' سو یہ بیت اللہ کی بنیادیں ہیں جن پر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے بناء کی تھی۔

(۲) پھر حضرت آدم علیہ السلام نے کعبہ کو بنایا' امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت عمرو بن العاص سے روایت کی ہے کہ حضرت آدم سے کہا گیا کہ آپ سب سے پہلے انسان ہیں اور یہ سب سے پہلا گھر ہے جو لوگوں کے لیے بنایا گیا ہے۔

(۳) تیسری بار کعبہ کو حضرت شیث علیہ السلام نے بنایا۔

(۴) جب طوفان نوح سے کعبہ کے آثار مٹ گئے تھے تو پھر اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو کعبہ کی بنیادیں دکھائیں' کہا گیا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ عزت و کرامت والی عمارت کعبہ ہے کیونکہ اس کے بنانے کا حکم دینے والا رب جلیل ہے' اس کے انجینئر حضرت جبرئیل ہیں' اس کے معمار حضرت ابراہیم ہیں اور ان کے مددگار حضرت اسماعیل علیہم السلام ہیں۔

(۵) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے منہدم ہونے کے بعد اس کو عمالقہ نے بنایا۔

(۶) پھر اس کو جرھم نے بنایا۔ الفاکہی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جرھم میں سے اس کو حارث بن مضاض الاصغر نے بنایا۔

(۷) زبیر بن بکار نے روایت کی ہے کہ پھر اس کو قصی بن کلاب نے بنایا۔

(۸) پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر اس کو قریش نے بنایا' انہوں نے اس کی بلندی اٹھارہ ہاتھ رکھی' اور اس کے طول اور عرض کو کم رکھا کیونکہ ان کے پاس خرچ کم تھا۔

(۹) پھر اس کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بنایا۔ انہوں نے اس کو حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر بنایا اور حطیم جس کو قلت وسائل کی بناء پر قریش نے کعبہ سے خارج رکھا تھا اس کو کعبہ میں داخل کر لیا' اور اس کے دو دروازے بنائے جو زمین سے ملے ہوئے ہیں' ان میں سے ایک دروازہ اب بھی موجود ہے اور دوسرا دروازہ اس کے بالمقابل ہے' وہ اس کی تعمیر سے پینسٹھ (۶۵) ہجری میں فارغ ہو گئے تھے۔

(۱۰) پھر حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کرنے کے بعد حجاج بن یوسف نے اس کو پھر قریش کی بناء پر بنایا اور حطیم کو پھر کعبہ سے خارج کر دیا' اور اب تک کعبہ اسی بناء پر قائم ہے' ہارون الرشید یا اس کے باپ یا دادا نے ارادہ کیا کہ کعبہ کو پھر حضرت ابن الزبیر کی بناء پر بنا دیا جائے' اس سلسلہ میں امام مالک سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ کعبہ کو کھیل نہ بناؤ کہ جب بھی کوئی نیا حکمران آئے تو وہ کعبہ کو اپنی مرضی کے مطابق بنائے' اس طرح لوگوں کی نگاہوں میں کعبہ کی وقعت اور محبت نہیں رہے گی' سو آج تک کعبہ اسی طرح بنا ہوا ہے۔ (ارشاد الساری ج ۴ ص ۱۰۴-۱۰۳' دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٦ - بَابُ اَيَّامِ الْجَاهِلِيَّةِ
ایام جاہلیت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں ایام جاہلیت کا بیان ہے اور یہ اسلام سے پہلے کے ایام ہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ وہ ایام ہیں جو نبی ﷺ کی ولادت اور آپ کی بعثت کے درمیان کے ایام ہیں' لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان جو فترت اور انقطاع نبوت کا زمانہ ہے وہ جاہلیت کا زمانہ ہے' اس کو جاہلیت کا زمانہ اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں لوگوں کی جہالات بہت زیادہ تھیں۔ (عمدۃ القاری ج١٦ ص٣٩٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٣١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ عَاشُوْرَاءُ يَوْمًا تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ كَانَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ لَايَصُوْمُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ عاشوراء (دس محرم) ایسا دن تھا جس میں زمانہ جاہلیت میں قریش روزہ رکھتے تھے اور نبی ﷺ بھی اس دن روزہ رکھتے تھے' جب آپ مدینہ آئے تو آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا' پھر جب رمضان (کا مہینا) آیا تو جو چاہتا اس دن کا روزہ رکھتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٩٢ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: قریش زمانہ جاہلیت میں اس دن روزہ رکھتے تھے۔

٣٨٣٢ - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانُوْا يَرَوْنَ اَنَّ الْعُمْرَةَ فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ مِنَ الْفُجُوْرِ فِي الْاَرْضِ وَكَانُوْا يُسَمُّوْنَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا وَّيَقُوْلُوْنَ إِذَا بَرَاَ الدَّبَرْ وَعَفَا الْاَثَرْ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرْ قَالَ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ رَابِعَةً مُّهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ وَاَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّجْعَلُوْهَا عُمْرَةً قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْحِلِّ قَالَ اَلْحِلُّ كُلُّهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وھیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن طاؤس نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ حج کے ایام میں عمرہ کرنا زمین میں بہت بڑا گناہ ہے اور وہ محرم کا نام صفر رکھتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ جب (اونٹ کی) پیٹھ کا زخم ٹھیک ہو جائے اور اس کے زخم کے نشان مٹ جائیں تو پھر عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ جائز ہو جاتا ہے' حضرت ابن عباس نے بتایا کہ پھر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب چار (٤) ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھے ہوئے آئے تو نبی ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے اس احرام کو عمرہ کا احرام قرار دیں تو صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! (عمرہ کے بعد) کون سی چیزیں حلال ہوں گی؟ آپ نے

فرمایا: تمام چیزیں حلال ہوں گی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۰۸۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ محرم کا نام صفر رکھتے تھے یعنی وہ مہینوں کو موخر کرتے رہتے تھے اور یہی وہ تاخیر ہے جو ان کے درمیان مشہور تھی، وہ ذوالحجہ کو محرم کی طرف موخر کرتے اور محرم کو صفر کی طرف موخر کرتے رہتے۔

وہ کہتے: ''اذا برا الدبر'' دبر سے مراد وہ زخم ہے جو اونٹ کی پیٹھ پر ہوتا تھا اور کہتے تھے: ''عفا الاثر'' یعنی جب زخم کا نشان مٹ جائے۔

انہوں نے پوچھا: ''ایّ الحل''؟ یعنی ہمارے لیے کون سے کام حلال ہوں گے؟ یعنی عمرہ کرنے کے بعد آپ نے فرمایا: تمہارے لیے تمام کام حلال ہوں گے، حتیٰ کہ جماع کرنا بھی جائز ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ۱٦ ص ۳۹۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۳۸۳۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ كَانَ عَمْرٌو يَّقُوْلُ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ جَاءَ سَيْلٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَكَسَا مَابَيْنَ الْجَبَلَيْنِ قَالَ سُفْيَانُ وَيَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا لَحَدِيْثٌ لَّهٗ شَاْنٌ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ عمرو یہ کہتے تھے کہ ہمیں سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود، انہوں نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں سیلاب آیا تو اس نے (مکہ کے) دونوں پہاڑوں کا احاطہ کرلیا (یعنی کعبہ کی دونوں جانبوں کے پہاڑ پانی سے بھر گئے) سفیان کہتے ہیں: اس حدیث کے لیے ایک قصہ ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) علی بن عبداللہ: یہ ابن المدینی کے نام سے معروف ہیں (۲) سفیان بن عیینہ (۳) عمرو بن دینار (۴) سعید بن المسیب: یہ کبیر تابعی ہیں اور مشہور فقیہ ہیں، اور میتب کا نام حزن بن وہب القرشی المخزومی ہے۔ سعید ابن المسیب چورانوے (۹۴) ہجری میں ولید بن عبدالملک کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے، اس وقت ان کی عمر پچھتر سال تھی، وہ اپنے باپ حضرت میتب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، میتب ان صحابہ میں سے ہیں، جنہوں نے درخت کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت رضوان کی تھی، یہ تاجر تھے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حضرت میتب سے صرف ان کا بیٹا سعید روایت کرتا ہے، میتب ابن حزن ہیں، یہ مہاجرین میں سے تھے اور زمانہ جاہلیت میں اشراف قریش میں سے تھے، حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حزن سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: حزن (یعنی سخت اور مشکل) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سہل ہو، انہوں نے کہا: میرا یہ نام میرے باپ نے رکھا ہے، سعید بن میتب نے کہا: پھر آج تک ہم میں سختی اور مشکل رہی۔ (عمدۃ القاری ج ۱٦ ص ۳۹۸)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: زمانہ جاہلیت میں سیلاب آیا۔

اس حدیث کے قصہ کا بیان

اس حدیث کے لیے ایک قصہ ہے: علامہ عینی اس قصہ کے متعلق لکھتے ہیں:

موسیٰ بن عقبہ نے ذکر کیا ہے کہ مکہ کی اونچائی کی جانب سے ایک سیلاب آتا تھا، پس وہ مکہ کو نقصان پہنچاتا تھا، سو اہل مکہ خوف زدہ ہوئے کہ سیلاب کا پانی کعبہ میں داخل ہو جائے گا تو انہوں نے کعبہ کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کا ارادہ کیا، سب سے پہلے ولید بن

مغیرہ نے کعبہ کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لیے اس کا کچھ حصہ گرایا۔

علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ بیت اللہ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان میں غرق ہونے سے محفوظ رہا اور اس کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا لیکن اس سیلاب میں کعبہ غرق ہو گیا' اس کی حکمت یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا طوفان عذاب تھا اور یہ سیلاب عذاب نہیں تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: یہ عجیب قول ہے کیونکہ جب طوفان آیا تو بیت اللہ کی جگہ بیت المعمور تھا' اور جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو وہ ھند کی زمین سے وہاں آئے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب حضرت شیث علیہ السلام کا زمانہ آیا تو انہوں نے کعبہ کو بنایا۔ ابن ھشام نے ذکر کیا ہے کہ طوفان کے وقت پانی کعبہ کے اوپر نہیں آیا تھا بلکہ وہ اس کے ارد گرد رہا اور خود کعبہ کی عمارت ہوا میں رہی اور طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے اصحاب کشتی میں اس کے گرد طواف کرتے تھے' پھر کعبہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے بنایا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٩٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

٣٨٣٤- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَان حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ بَيَان اَبِيْ بِشْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ دَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ عَلَى امْرَاَةٍ مِّنْ اَحْمَسَ يُقَالُ لَهَا زَيْنَبُ فَرَاٰهَا لَاتَكَلَّمُ فَقَالَ مَالَهَا لَاتَكَلَّمُ قَالُوْا حَجَّتْ مُصْمِتَةً قَالَ لَهَا تَكَلَّمِيْ فَاِنَّ هٰذَا لَا يَحِلُّ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ فَتَكَلَّمَتْ فَقَالَتْ مَنْ اَنْتَ قَالَ امْرُؤٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ قَالَتْ اَيُّ الْمُهَاجِرِيْنَ قَالَ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَتْ مِنْ اَيِّ قُرَيْشٍ اَنْتَ قَالَ اِنَّكَ لَسَؤُوْلٌ اَنَا اَبُوْبَكْرٍ قَالَتْ مَابَقَاؤُنَا عَلٰى هٰذَا الْاَمْرِ الصَّالِحِ الَّذِيْ جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْدَ الْجَاهِلِيَّةِ؟ قَالَ بَقَاؤُكُمْ عَلَيْهِ مَا اسْتَقَامَتْ بِكُمْ اَئِمَّتُكُمْ قَالَتْ وَمَا الْاَئِمَّةُ قَالَ اَمَا كَانَ لِقَوْمِكِ رُؤُوْسٌ وَّاَشْرَافٌ يَّاْمُرُوْنَهُمْ فَيُطِيْعُوْنَهُمْ قَالَتْ بَلٰى قَالَ فَهُمْ اُولٰٓئِكَ عَلَى النَّاسِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از بیان ابی بشر از قیس بن ابی حازم' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ (قبیلہ) احمس کی ایک عورت کے پاس گئے' جس کا نام زینب تھا' آپ نے دیکھا کہ وہ (کسی سے) بات نہیں کرتی تھی' آپ نے پوچھا کہ وہ بات کیوں نہیں کرتی؟ لوگوں نے بتایا کہ اس نے چپ رہ کر حج کرنے کی نذر مانی ہے۔ (یعنی حج کے دوران کلام نہیں کرے گی)' آپ نے اس سے کہا: تم بات کرو یہ چپ رہنے کی نذر جائز نہیں ہے' یہ جاہلیت کا عمل ہے' پس اس عورت نے بات کی اور پوچھا: آپ کون ہیں؟ آپ نے بتایا: میں مہاجرین میں سے ایک شخص ہوں' اس نے پوچھا کہ مہاجرین کے کس قبیلہ سے ہیں؟ آپ نے بتایا: قریش سے' اس نے پوچھا: آپ قریش کے کس خاندان سے ہیں؟ آپ نے کہا: تم بہت سوال کرتی ہو' میں ابو بکر ہوں' اس نے کہا: جاہلیت کے بعد جو اللہ تعالیٰ یہ صالح دین لایا ہے ہم اس پر کب تک قائم رہیں گے' آپ نے فرمایا: (اس دین پر) تمہاری گرفت اس وقت تک رہے گی جب تک تمہارے ائمہ سیدھے راستے پر رہیں گے' اس نے پوچھا: ائمہ کون ہیں' آپ نے فرمایا: کیا تمہاری قوم میں سردار اور حکام نہیں ہوتے جو اس قوم کو حکم دیتے ہیں اور وہ قوم ان کے احکام کی اطاعت کرتی ہو؟ اس نے کہا: کیوں نہیں ہوتے! آپ نے فرمایا: پس ائمہ وہی ہیں جو لوگوں پر حاکم ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابو النعمان محمد بن الفضل السدوسی (۲) ابو عوانہ الوضاح بن عبداللہ الیشکری (۳) بیان بن بشر المکی الاحمسی المعلم الکوفی (۴) ابن ابی حازم عوف' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی جستجو میں آئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱٦ ص ۳۹۹)

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: حضرت ابو بکر نے کہا: یہ جاہلیت کا عمل ہے۔

حج کے دوران بات نہ کرنے والی زینب کا تعارف

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابو بکر گئے یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گئے۔

احمس: یہ بجیلہ کا قبیلہ ہے' علامہ ابن التین نے کہا: وہ حمس کی عورت تھی اور وہ قریش سے ہیں۔ اس کو زینب کہا جاتا تھا' وہ المہاجر کی بیٹی تھی' امام محمد بن سعد نے حضرت عبداللہ بن جابر سے اس کی پھوپھی زینب بنت المہاجر سے روایت کی ہے اور ابن مندہ نے تاریخ النساء میں روایت کی ہے کہ حضرت زینب بنت جابر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالیا تھا اور آپ سے روایت کی تھی اور انہوں نے حضرت ابو بکر سے بھی روایت کی ہے اور ان سے حضرت عبداللہ بن جابر نے روایت کی ہے اور وہ ان کی پھوپھی تھیں' ان اقوال میں تطبیق یہ ہے کہ جس نے کہا: وہ مہاجر کی بیٹی ہیں' اس نے ان کے باپ کی طرف نسبت کی اور جس نے کہا: وہ جابر کی بیٹی ہیں اس نے ان کے دادا کی طرف نسبت کی۔

چپ رہنے کو عبادت مقصودہ قرار دینا باطل ہے اور بدعت سیئہ ہے

اس حدیث میں مصمتہ کا لفظ ہے: اس کا معنی ہے وہ چپ رہنے والی ہیں۔

کیونکہ یہ جائز نہیں ہے' یعنی کلام کو ترک کرنا جائز نہیں ہے' اور چپ رہنا جاہلیت کے اعمال میں سے ہے' اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جس نے یہ قسم کھائی کہ وہ کلام نہیں کرے گا اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ کلام کرے اور اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے' کیونکہ حضرت ابو بکر نے اس کو کفارہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا' اور علامہ ابن قدامہ نے المغنی میں کہا ہے کہ شریعت اسلام میں چپ رہنا عبادت نہیں ہے اور ظاہر احادیث کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حرام ہے۔

حدیث میں ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث یاد رکھی ہے کہ بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہیں ہے اور دن سے رات تک خاموش رہنا جائز نہیں ہے۔ (سنن ابو داؤد: ۲۸۷۳)

علامہ خطابی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اہل جاہلیت کی عبادت چپ رہنا تھی' ان میں سے کوئی شخص دن اور رات چپ بیٹھا رہتا اور بات نہیں کرتا تھا' سو ان کو اس سے منع کیا گیا اور ان کو حکم دیا گیا کہ وہ ذکر کریں اور نیکی کی باتیں کریں۔

(معالم السنن جز ۴ ص ۸۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲٦ھ)

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے چپ رہنے کی نذر مانی تو اس کو پورا کرنا لازم نہیں ہے۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔

(سنن ترمذی: ۲۵۰۱' مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۹)

اور امام ابن الدنیا نے مرسلاً روایت کی ہے کہ سب سے آسان عبادت چپ رہنا ہے اور اس حدیث کے رجال ثقات ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ باطل کلام کرنے سے بہتر چپ رہنا ہے اور جس چپ رہنے سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جو نیکی کی بات کر سکتا ہو اس کا چپ رہنا حرام ہے' اور چپ رہنا اور باتیں کرنا دونوں امر مباح ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۴۰۰۔۳۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جس نے یہ نذر مانی کہ وہ بات نہیں کرے گا اس کی نذر منعقد نہیں ہوگی کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے مطلقاً فرمایا تھا کہ کلام کو ترک کرنا جائز نہیں ہے اور بات نہ کرنا زمانہ جاہلیت کا فعل ہے' اور اسلام نے اس کو منہدم کر دیا ہے اور حضرت ابوبکر یہ بات اپنی طرف سے نہیں کر سکتے۔ انہوں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہوگا' اس لیے یہ حدیث حکماً مرفوع ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ ابو اسرائیل نے نذر مانی کہ وہ پیدل چلے گا' سواری پر سوار نہیں ہوگا اور سائے میں نہیں بیٹھے گا' اور کسی سے بات نہیں کرے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ سوار ہو' اور سائے میں بیٹھے اور بات کرے' حضرت ابن عباس کی حدیث کتاب الحج میں ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ حدیث میں ہے کہ روزہ دار کا خاموش رہنا تسبیح ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے' صاحب مسند الفردوس نے اس حدیث کی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے' اس حدیث کی سند میں الربیع بن بدر ہے اور وہ ساقط ہے' اور اگر بالفرض یہ حدیث ثابت بھی ہو تو اس سے مقصود ثابت نہیں ہوتا' کیونکہ یہ پوری حدیث اس طرح ہے: روزہ دار کی خاموشی تسبیح ہے اور اس کی نیند عبادت ہے' اور اس کی دعا مقبول ہوتی ہے' اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ روزہ دار کے تمام افعال پسندیدہ ہیں اور اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ خصوصیت سے خاموش رہنا مطلوب ہے۔ الرویانی نے کہا ہے کہ لوگوں کی یہ عادت ہے کہ وہ رمضان میں کلام کرنا ترک کر دیتے ہیں' اس کی ہماری شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے' یہ ہم سے پہلی شریعت میں تھا' اور رہی وہ احادیث جو خاموشی کی فضیلت میں وارد ہیں' جیسے سنن ترمذی کی یہ حدیث کہ جو خاموش رہا اس نے نجات پالی اور امام ابن ابی الدنیا کی یہ حدیث کہ سب سے آسان عبادت چپ رہنا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ خاموشی سے مراد لغو اور باطل باتوں کو ترک کرنا ہے اور اچھی اور نیک باتوں کو کرنا مطلوب اور مستحسن ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۸' ملخصاً' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ہمارے زمانہ میں بعض لوگوں نے یہ بدعت نکالی ہے کہ وہ خاموش رہنے کو عبادت مقصودہ قرار دیتے ہیں' اور منہ میں پتھر رکھ کر قُفل ڈال لیتے ہیں اور گلے میں تختی لٹکا لیتے ہیں کہ "ایک چپ سو سکھ" یہ تمام کام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور آپ کے ارشاد کے خلاف ہیں' ہمیں چاہیے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو زندہ کریں اور اس سلسلہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کریں' اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

مسلمانوں کی دین پر بقاء حکام کی دین داری پر موقوف ہے

اس حدیث میں مذکور ہے: تمہاری بقاء اس وقت تک رہے گی جب تک تمہارے ائمہ سیدھے راستے پر رہیں گے' یعنی جب تک تمہارے حکمران دین اسلام پر قائم رہیں گے' عدل و انصاف کرتے رہیں گے اور ہر چیز اس کی جگہ پر رکھتے رہیں گے تو تمہاری بقاء رہے گی' اور ائمہ کے سیدھے راستہ پر رہنے سے مراد یہ ہے کہ وہ حدود قائم کرتے رہیں اور لوگوں کے حقوق ادا کرتے رہیں اور المغیرہ نے کہا ہے کہ ہم سخت مصیبت میں تھے' شجر و حجر کی عبادت کرتے تھے' جانوروں کی کھالیں کھاتے تھے اور گٹھلیاں چوستے تھے تو آسمانوں اور زمینوں کے رب نے ہماری طرف ہم میں سے ہی ایک رسول بھیجا' جس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم صرف اللہ واحد کی عبادت

کریں اور ہمارے آباء جن کی عبادت کرتے تھے ان کو چھوڑ دیں اور پوری حدیث ذکر کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ کے عہد میں جو نظام قائم تھا اس کو اپنائیں اور متحدر ہیں اور کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔

٣٨٣٥ - حَدَّثَنِي فَرْوَةُ بْنُ اَبِي الْمَغْرَاءِ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَسْلَمَتِ امْرَاةٌ سَوْدَاءُ لِبَعْضِ الْعَرَبِ وَكَانَ لَهَا حِفْشٌ فِي الْمَسْجِدِ قَالَتْ فَكَانَتْ تَاْتِيْنَا فَتَحَدَّثُ عِنْدَنَا فَاِذَا فَرَغَتْ مِنْ حَدِيْثِهَا قَالَتْ

وَيَوْمُ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِيْبِ رَبِّنَا
اَلَا اِنَّهُ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ اَنْجَانِيْ

فَلَمَّا اَكْثَرَتْ قَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ وَمَا يَوْمُ الْوِشَاحِ قَالَتْ خَرَجَتْ جُوَيْرِيَةٌ لِبَعْضِ اَهْلِيْ وَعَلَيْهَا وِشَاحٌ مِّنْ اَدَمٍ فَسَقَطَ مِنْهَا فَانْحَطَّتْ عَلَيْهِ الْحُدَيَّا وَهِيَ تَحْسِبُهُ لَحْمًا فَاَخَذَتْ فَاتَّهَمُوْنِيْ بِهٖ فَعَذَّبُوْنِيْ حَتّٰى بَلَغَ مِنْ اَمْرِيْ اَنَّهُمْ طَلَبُوْا فِيْ قُبُلِيْ فَبَيْنَمَاهُمْ حَوْلِيْ وَاَنَا فِيْ كَرْبِيْ اِذَا اَقْبَلَتِ الْحُدَيَّا حَتّٰى وَازَتْ بِرُؤُوْسِنَا ثُمَّ اَلْقَتْهُ فَاَخَذُوْهُ فَقُلْتُ لَهُمْ هٰذَا الَّذِي اتَّهَمْتُمُوْنِيْ بِهٖ وَاَنَا مِنْهُ بَرِيْئَةٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے فروۃ بن ابی المغراء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ عرب کی ایک سیاہ فام عورت اسلام لے آئی' اس (کی رہائش) کے لیے مسجد میں ایک کوٹھڑی تھی' پس وہ عورت ہمارے پاس آتی تھی' اور ہمارے پاس بیٹھ کر باتیں کرتی تھی' پس جب وہ اپنی باتوں سے فارغ ہوتی تو وہ کہتی: ہار کا دن ہمارے رب کے تعجب خیز کاموں سے ہے' سنو! اس نے مجھے کفر کے شہر سے نجات دے دی' سو جب اس نے بہت زیادہ یہ شعر پڑھا تو حضرت عائشہ نے اس سے پوچھا: وہ ہار والا دن کیسا تھا؟ تو اس نے بتایا کہ ہمارے گھر والوں کی ایک لڑکی باہر نکلی اس نے چمڑے کا ایک ہار پہنا ہوا تھا' وہ ہار اس سے گر گیا' پس ایک چیل نے اس پر جھپٹا مارا' وہ اس کو گوشت سمجھی تھی' وہ اس کو لے گئی' انہوں نے اس ہار (کے چرانے) کی مجھ پر تہمت لگائی' پس انہوں نے مجھ کو (خوب) ایذاء پہنچائی حتیٰ کہ میرا معاملہ یہاں تک پہنچا کہ انہوں نے میری فرج (اندام نہانی) میں بھی اس کو تلاش کیا' سو جس وقت وہ میرے ساتھ یہ کاروائی کر رہے تھے اور میرے گرد تھے اور میں (سخت) تکلیف میں تھی تو اچانک وہ چیل ہمارے سروں کے اوپر سے گزری' پھر اس نے اس ہار کو گرا دیا' تو انہوں نے اس ہار کو لے لیا' پس میں نے ان سے کہا: یہ ہے وہ ہار جس (کو چرانے) کی تم نے مجھ پر تہمت لگائی تھی اور میں اس سے بری تھی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۴۳۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ محض بدگمانی سے کسی عورت کی تلاشی لینا حتیٰ کہ اس کی فرج میں بھی ہاتھ ڈال کر اپنا مال تلاش کرنا یہ جاہلیت کا کام ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ضرورت کی بناء پر کسی عورت کا مسجد کی کوٹھڑی میں رہنا جائز ہے' لیکن آج کل کے حالات میں ایسا کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ بہرحال اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں خواتین کے لیے ایک ہاسٹل بنانا اور اس میں رہنا جائز ہے اور یہ حدیث اس کی اصل ہے۔

٣٨٣٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: کہ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان

عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفْ اِلَّا بِاللّٰهِ فَكَانَتْ قُرَيْشٌ تَحْلِفُ بِاٰبَائِهَا فَقَالَ لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ.

کی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم‘ آپ نے فرمایا: سنو جو حلف اٹھائے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا حلف نہ اٹھائے‘ سو قریش اپنے آباء کی قسم کھاتے تھے‘ آپ نے فرمایا: تم اپنے آباء کی قسم نہ کھاؤ۔

اس حدیث کی شرح‘ صحیح البخاری: ٢٦٧٩ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اپنے آباء کی قسم کھانا زمانہ جاہلیت کا کام ہے۔

غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت اور اللہ اور اس کے رسول نے جو غیر اللہ کی قسم کھائی ہے اس کی توجیہات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ارشاد ہے: سنو جو قسم اٹھائے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قسم نہ کھائے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ قسم اس کی کھائی جاتی ہے جو بہت عظیم ہو‘ اور حقیقت میں عظمت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور اس کے سوا کوئی اس کے مشابہ نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی نے سو مرتبہ اللہ کی قسم کھائی اور وہ جھوٹا تھا تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائے اور وہ اس میں سچا ہو۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کے بغیر کسی اور کی قسم کھانا مکروہ ہے‘ خواہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم کھائے اور کعبہ کی اور فرشتوں کی اور امانت کی اور روح کی اور امانت کی قسم کھانا سب سے شدید مکروہ ہے‘ اگر تم یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے خود مخلوقات کی قسم کھائی ہے‘ اس نے فرمایا: والصّٰفّٰت (صف بستہ جماعتوں کی قسم) اور فرمایا: والذّٰریٰت (منتشر کر کے اڑانے والی ہواؤں کی قسم) والعٰدیٰت (ان گھوڑوں کی قسم جو میدان جہاد میں تیزی سے دوڑتے ہیں) اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے‘ وہ اپنی مخلوقات میں سے جس کی چاہے اس کا شرف اور اس کی عظمت پر تنبیہ کرنے کے لیے اس کی قسم کھائے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ قریش اپنے آباء کی قسم کھاتے تھے‘ مثلاً وہ کہتے تھے: مجھے اپنے باپ کی قسم! میں ایسا ضرور کروں گا یا میں ایسا بالکل نہیں کروں گا یا کہتے تھے: میرے باپ کے حق کی قسم! یا میرے باپ کی مٹی کی قسم! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع کر دیا اور فرمایا: تم اپنے آباء کی قسم نہ کھاؤ کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کی قسم ہے‘ امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آباء کا حلف اٹھانے سے منع فرماتا ہے‘ سو جس نے حلف اٹھانا ہے وہ اللہ کے نام کا حلف اٹھائے یا پھر خاموش رہے۔ (صحیح مسلم: ١٦٤٦‘ صحیح البخاری: ٦١٠٨)

اور دوسری روایت میں ہے: حضرت عبدالرحمان بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہ بتوں کی قسم کھاؤ نہ اپنے آباء کی۔ (صحیح مسلم: ١٦٤٨‘ سنن نسائی: ٣٧٧٤‘ سنن ابن ماجہ: ٢٠٩٥)

علامہ نووی لکھتے ہیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

افلح وابیه ان صدق. یہ کامیاب ہو گیا اس کے باپ کی قسم! اگر اس نے سچ بولا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسا کلام ہے جو زبان پر جاری ہوتا ہے اور اس سے قسم کا ارادہ نہیں کیا جاتا‘ اور دوسروں نے یہ کہا ہے کہ

اس کلام میں قسم کو محض مقرر کرنے اور مؤکد کرنے کے لیے داخل کیا جاتا ہے' اس سے قسم کا ارادہ نہیں کیا جاتا' جیسے نداء کے صیغہ کو محض اختصاص کے لیے ذکر کیا جاتا ہے اس سے نداء کا ارادہ نہیں کیا جاتا۔ (عمدۃ القاری ج۱۶ ص۴۰۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۸۳۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَمْرٌو اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ اَنَّ الْقَاسِمَ كَانَ يَمْشِي بَيْنَ يَدَيِ الْجَنَازَةِ وَلَا يَقُوْمُ لَهَا وَيُخْبِرُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْمُوْنَ لَهَا يَقُوْلُوْنَ اِذَا رَاَوْهَا كُنْتِ فِيْ اَهْلِكِ مَا اَنْتِ مَرَّتَيْنِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھ ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ عبدالرحمان بن القاسم نے ان کو حدیث بیان کی کہ قاسم جنازہ کے سامنے چلتے تھے اور جنازہ کے لیے کھڑے نہیں ہوتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خبر دیتے ہیں' وہ فرماتی ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ جنازہ کے لیے کھڑے ہوتے تھے' اور جب وہ جنازہ کو دیکھتے تو یہ کہتے تھے: اے مرنے والے! تو اپنی زندگی میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تھا لیکن تو دوبارہ مرنے والا نہیں ہے۔ (یعنی تو دوبارہ زندہ کر کے مرنے والا نہیں ہے' کیونکہ وہ حشر کے قائل نہیں تھے۔)

۳۸۳۸ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ كَانُوْا لَا يُفِيْضُوْنَ مِنْ جَمْعٍ حَتّٰى تَشْرُقَ الشَّمْسُ عَلٰى ثَبِيْرٍ فَخَالَفَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَفَاضَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از عمرو بن میمون' انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مشرکین مزدلفہ سے اس وقت تک نہیں لوٹتے تھے حتیٰ کہ سورج ثبیر (پہاڑ) پر چمک جاتا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مخالفت کی تو آپ طلوع آفتاب سے پہلے وہاں سے لوٹے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

۳۸۳۹ - حَدَّثَنِي اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ اُسَامَةَ حَدَّثَكُمْ يَحْيَى بْنُ الْمُهَلَّبِ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عِكْرِمَةَ ﴿وَكَاْسًا دِهَاقًا﴾ (النبأ: ۳٤) قَالَ مَلْاٰى مُتَتَابِعَةً. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابواسامہ سے کہا: تم کو یحییٰ بن المھلب نے حدیث بیان کی ہے؟ ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از عکرمہ "وكاساً دهاقاً (النباء: ۳۴)" اور چھلکتا جام' اس نے کہا: اس کا معنی ہے: بھرا ہوا جام جس کا مسلسل دور چلے۔

۳۸٤۰ - قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اِسْقِنَا كَاْسًا دِهَاقًا.

حضرت ابن عباس نے بتایا کہ میں نے اپنے والد سے سنا' وہ زمانہ جاہلیت میں کہتے تھے: ہمیں پلاؤ' بھرا ہوا جام۔

یہ حدیث وہی ہے جو اس سے پہلے گزری ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: وہ زمانہ جاہلیت میں کہتے تھے۔

''وکاسا دھاقا'' کا معنی ہے: وہ جام اتنا بھر چکا ہو کہ اس میں مزید شراب ڈالنے کی گنجائش نہ ہو' کہا جاتا ہے ''ادھقت الکاس'' میں نے جام بھر دیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے اپنے باپ سے سنا: یعنی حضرت عباس بن عبدالمطلب سے۔

زمانہ جاہلیت میں: حضرت ابن عباس کی مراد یہ تھی کہ حضرت عباس نے یہ بات اسلام لانے سے پہلے کہی تھی کیونکہ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے زمانہ جاہلیت نہیں پایا جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے تھا' حضرت ابن عباس بعثت کے تقریباً دس سال بعد پیدا ہوئے تھے۔

٣٨٤١ - حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ:
اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ
وَكَادَ اُمَيَّةُ بْنُ اَبِي الصَّلْتِ اَنْ يُّسْلِمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان از عبدالملک بن عمیر از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے سچی بات وہ ہے جو لبید شاعر نے کہی ہے: سنو! اللہ کے سوا' ہر چیز باطل ہے اور امیہ بن ابی الصلت اسلام لانے کے قریب تھا۔

[اطراف الحدیث: ٦١٤٧۔ ٦٤٨٩] (صحیح مسلم: ٢٢٥٦' الرقم المسلسل: ٥٧٨١' سنن ترمذی: ٢٨٥٨' سنن ابن ماجہ: ٣٧٥٧)

لبید بن ربیعہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ لبید اور امیہ زمانہ جاہلیت کے شعراء میں سے تھے۔ لبید کا پورا نام ہے: لبید بن ربیعہ بن مالک بن جعفر بن کلاب الجعفری العامری' یہ بہت بڑے شعراء میں سے ایک شاعر تھا۔ فصاحت میں سب سے بڑھ کر تھا' شہ سوار اور حکیم تھا' بہت فیاض تھا: اس کی کنیت ابوعقیل تھی اور مخضرم تھا یعنی اس نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا تھا' ابن سلام کے نزدیک یہ شعراء جاہلیت کے تیسرے طبقہ میں سے تھا' جس سال حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ایک جماعت کے ساتھ ہجرت کی تھی اس نے اس سال اسلام قبول کیا تھا اور اس نے اسلام لا کر بہت عمدہ کام کیے۔

ابن قتیبہ نے کہا: یہ کلاب کے وفد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا: تھا یہ زمانہ جاہلیت اور اسلام میں سردار تھا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں الولید بن عقبہ کی امارت میں کوفہ میں اس کی وفات ہوئی تھی۔ امام مالک بن انس نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ ایک سو چالیس سال زندہ رہا تھا' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ایک سو ستاون سال زندہ رہا تھا' اکثر مورخین نے یہ کہا ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اس نے کوئی شعر نہیں کہا۔

امیہ بن ابی الصلت کا تذکرہ

امیہ بن ابی الصلت عبداللہ بن ابی ربیعہ بن عوف بن عقدۃ' ابوعثمان' ایک قول یہ ہے کہ ان کی کنیت ابوالحکم تھی' یہ زمانہ اسلام سے پہلے دمشق آ گئے تھے' یہ بہت نیک آدمی تھے۔

واقدی نے کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اپنے ابتدائی زمانہ میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنی اوائل عمر میں یہ ایمان پر تھا' پھر یہ ایمان سے منحرف ہو گیا' اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ○ (الاعراف:١٧٥)

اور ان پر اس شخص کا حال بیان کریں جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے نکل گیا' پس شیطان نے اس کا پیچھا کیا تو وہ گم راہوں میں سے ہو گیا○

یہ بہت بلند پایہ شاعر تھا' مگر اس نے نازل شدہ کتابیں پڑھی تھیں اس لیے یہ اپنے اشعار میں ایسے مضامین لاتا تھا جن کو عرب نہیں پہچانتے تھے' اسی وجہ سے علماء اس کے اشعار سے استدلال نہیں کرتے۔

ابو الفرج نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو یہ اپنے دونوں بیٹوں کو لے کر یمن کی طرف بھاگ گیا' پھر طائف کی طرف لوٹ آیا' اور دو ہجری میں فوت ہو گیا۔

اس اعتراض کا جواب کہ عبادات اور جنت اور دوزخ برحق ہیں' پھر لبید کا یہ کہنا کیوں کر درست ہو گا۔۔۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سب سے اچھی بات وہ ہے جو لبید شاعر نے کہی ہے۔

اس حدیث میں کلمہ کا لفظ ہے اور اس سے مراد کلام ہے اور یہ جز بول کر کل کا ارادہ ہے کیونکہ کلمہ کلام کا جز ہے اور لبید کا شعر دو جملوں پر مشتمل ہے۔

اس شعر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز زائل ہونے والی اور فانی ہے جیسے قرآن مجید میں ہے:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ○ (الرحمٰن:٢٧-٢٦)

جو بھی زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے○ اور باقی ہے آپ کے رب کی ذات جو عظمت اور بزرگی والی ہے○

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس شعر میں اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو باطل کہا ہے حالانکہ اطاعات اور عبادات لامحالہ برحق ہیں' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی دعا میں فرمایا: تو حق ہے اور تیرا قول حق ہے اور جنت اور دوزخ حق ہیں' تو ان کو باطل کہنا کس طرح صحیح ہو گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ اور فعلیہ یعنی رحمت اور عذاب کے سوا' دوسرا جواب یہ ہے کہ جنت اور دوزخ اللہ تعالیٰ کے باقی رکھنے سے باقی رہیں گی اور اہل جنت اور اہل دوزخ اس میں دائماً باقی رہیں گے اور ہر چیز جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہے اس پر زوال ممکن ہے' لہٰذا یہ شعر صحیح ہے۔

(عمدۃ القاری ج١٦ ص ٤٠٤-٤٠٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٤٢- حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ حَدَّثَنِيْ أَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ لِأَبِيْ بَكْرٍ غُلَامٌ يُخْرِجُ لَهُ الْخَرَاجَ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يَأْكُلُ مِنْ خَرَاجِهِ فَجَاءَ يَوْمًا بِشَيْءٍ فَأَكَلَ مِنْهُ أَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ لَهُ الْغُلَامُ تَدْرِيْ مَا هٰذَا فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ وَّمَا هُوَ قَالَ كُنْتُ تَكَهَّنْتُ لِإِنْسَانٍ فِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان بن بلال از یحییٰ بن سعید از عبد الرحمان بن القاسم از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو ان کے لیے (مقرر کردہ وظیفہ) لے کر آتا تھا' اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس کے خراج سے کھاتے تھے' ایک دن وہ کوئی چیز لے کر آیا' حضرت ابو بکر نے اس سے کھایا' تو اس غلام نے

الْجَاهِلِيَّةِ وَمَا أُحْسِنُ الْكِهَانَةَ إِلَّا أَنِّي خَدَعْتُهُ فَلَقِيَنِي فَأَعْطَانِي بِذٰلِكَ فَهٰذَا الَّذِي أَكَلْتَ مِنْهُ فَأَدْخَلَ أَبُوْبَكْرٍ يَدَهُ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِي بَطْنِهِ. مِنْهُ فَأَدْخَلَ أَبُوْبَكْرٍ يَدَهُ فَقَاءَ كُلَّ شَيْءٍ فِي بَطْنِهِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حضرت ابوبکر سے پوچھا: آپ جانتے ہیں یہ کیا چیز تھی؟ (جو آپ نے کھائی ہے) حضرت ابوبکر نے پوچھا: وہ کیا چیز تھی؟ اس نے بتایا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کو کہانت سے کچھ بتایا تھا حالانکہ مجھے اچھی طرح کہانت نہیں آتی تھی، مگر میں نے اس کو دھوکا دیا تھا' (آج) وہ مجھ سے ملا تو اس نے مجھ کو اس کا معاوضہ دیا' سو آپ نے اسی (معاوضہ) سے کھایا ہے' پھر حضرت ابوبکر نے اپنا ہاتھ (اپنے حلق میں) داخل کیا اور جو کچھ کھایا تھا اس کی قے کر دی۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کو کہانت سے کچھ بتایا تھا۔

خراج اور کہانت کا معنی اور حضرت ابوبکر کے قے کرنے کا سبب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں خراج کا لفظ ہے' خراج کا معنی ہے کہ ایک شخص اپنے غلام سے کہے کہ تم مجھے روزانہ کما کر اتنی رقم لا کر دینا' سو وہ رقم خراج ہے۔

کہانت' اس کا معنی ہے: بغیر دلیل شرعی کے اٹکل پچو سے مستقبل کے متعلق کوئی بات بتانا' زمانہ جاہلیت میں عربوں میں اس کا بہت رواج تھا۔

حضرت ابوبکر نے جو کچھ کھایا تھا اس کی قے کر دی' کیونکہ اس غلام نے آپ کو کہانت کے معاوضہ میں سے لا کر کھلایا تھا اور کہانت کے معاوضہ میں سے کھانا حرام ہے' نیز دھوکا دے کر جو مال کمایا ہو اس میں سے کھانا بھی حرام ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۴۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٨٤٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَتَبَايَعُوْنَ لُحُوْمَ الْجَزُوْرِ إِلٰى حَبَلِ الْحَبَلَةِ قَالَ وَحَبَلُ الْحَبَلَةِ أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ مَا فِي بَطْنِهَا ثُمَّ تَحْمِلَ الَّتِي نُتِجَتْ فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبیداللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ "حبل الحبلة" تک قیمت کی ادائیگی کے وعدہ پر اونٹ کا گوشت ادھار بیچا کرتے تھے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ کوئی حاملہ اونٹنی اپنا بچہ جنے' پھر وہ بچی حاملہ ہو کر بچہ جنے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بیع سے منع فرما دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۴۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں زمانہ جاہلیت کی بیع کا ذکر ہے۔

٣٨٤٤ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ قَالَ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيْرٍ كُنَّا نَأْتِي أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَيُحَدِّثُنَا عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مہدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے

الْاَنْصَارِ وَكَانَ يَقُوْلُ لِيْ فَعَلَ قَوْمُكَ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا وَفَعَلَ قَوْمُكَ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا.

کہا: ہمیں غیلان بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آتے تھے' پس وہ ہمیں انصار سے حدیث روایت کرتے تھے اور وہ مجھ سے بیان کرتے تھے کہ تمہاری قوم نے فلاں فلاں دن اس طرح اور اس طرح کام کیا اور تمہاری قوم نے فلاں فلاں دن اس طرح اور اس طرح کام کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧٧٦ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں انہوں نے کیا کیا کام کیے تھے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں یہ اشارہ ہو کہ زمانہ اسلام میں انہوں نے کیا کیا کام کیے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ٹھیک ہے' اس میں دونوں باتوں کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے اور اس حدیث میں جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں کے کام کی طرف اشارہ ہے اور مطابقت کے لیے اتنی مقدار کافی ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤٠٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢٧ - بَابٌ اَلْقَسَامَةُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ زمانہ جاہلیت میں قسامت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں زمانہ جاہلیت کی قسامت کا بیان ہے' جس کو اسلام میں بھی برقرار رکھا گیا ہے' قسامت کا معنی یہ ہے کہ جن آدمیوں پر قتل کرنے کی تہمت ہے وہ قسم کھا کر کہیں کہ ہم نے قتل نہیں کیا' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ان پر قسم کو پیش کرنا ہے' امام شافعی کے نزدیک قسامت یہ ہے کہ مقتول کے ورثاء استحقاق قصاص کے اعتبار سے ان کے اوپر قسم کو پیش کریں۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤٠٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی الحنفی المتوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

قسامت کا معنی ہے: جن پر قتل کی تہمت ہو ان پر قسم کو پیش کرنا' اس میں اختلاف ہے کہ زمانہ جاہلیت میں سب سے پہلے کس نے قسم پیش کرنے کا فیصلہ کیا' ایک قول ہے کہ قلمس نے سب نے پہلے یہ فیصلہ کیا جو خزیمہ کی اولاد میں سے ایک مرد تھا' دوسرا قول یہ ہے: ابو سارہ نے سب سے پہلے یہ فیصلہ کیا' تیسرا قول ہے: وہ شخص نضر بن کنانہ ابو قریش تھا' چوتھا قول ہے: معاویہ بن بکر کے بھائی کو قتل کر دیا گیا تھا تو عامر بن ضرب نے اس میں سو اونٹوں کا فیصلہ کیا' امام بن اسحاق نے کہا: سب سے پہلے اس کا فیصلہ عبد المطلب نے کیا' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ان سب کے خلاف ہے' انہوں نے کہا: سب سے پہلے اس کا فیصلہ ابو طالب نے کیا۔

(الکوثر الجاری ج ٧ ص ٤٨' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٤٥ - حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا قَطَنٌ اَبُو الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا اَبُوْ يَزِيْدَ الْمَدَنِيُّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِنَّ اَوَّلَ قَسَامَةٍ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ لَفِيْنَا بَنِيْ هَاشِمٍ كَانَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ هَاشِمٍ اِسْتَاْجَرَهٗ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ مِّنْ فَخِذٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قطن ابو الھیثم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو یزید المدنی نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کی پہلی

أخرى فانطلق معه في إبله فمر رجل به من بني هاشم قد انقطعت عروة جوالقه فقال أغثني بعقال أشد به عروة جوالقي لا تنفر الإبل فأعطاه عقالا فشد به عروة جوالقه فلما نزلوا عقلت الإبل إلا بعيرا واحدا فقال الذي استأجره ما شأن هذا البعير لم يعقل من بين الإبل قال ليس له عقال قال فأين عقاله قال فحذفه بعصا كان فيها أجله فمر به رجل من أهل اليمن فقال أتشهد الموسم قال ما أشهد وربما شهدته. قال هل أنت مبلغ عني رسالة مرة من الدهر قال نعم قال فكنت إذا أنت شهدت الموسم فناد يا آل قريش فإذا أجابوك فناد يا آل بني هاشم فإن أجابوك فسل عن أبي طالب فأخبره أن فلانا قتلني في عقال ومات المستأجر فلما قدم الذي استأجره أتاه أبو طالب فقال ما فعل صاحبنا قال مرض فأحسنت القيام عليه فوليت دفنه قال قد كان أهل ذاك منك فمكث حينا ثم أن الرجل الذي أوصى إليه أن يبلغ عنه وافى الموسم فقال يا آل قريش قالوا هذه قريش قال يا آل بني هاشم قالوا هذه بنو هاشم قال أين أبو طالب قالوا هذا أبو طالب قال أمرني فلان أن أبلغك رسالة أن فلانا قتله في عقال فأتاه أبو طالب فقال له اختر منا إحدى ثلاث. إن شئت أن تؤدي مائة من الإبل فإنك قتلت صاحبنا وإن شئت حلف خمسون من قومك أنك لم تقتله فإن أبيت قتلناك به فأتى قومه فقالوا نحلف فأتته امرأة من بني هاشم كانت تحت رجل منهم قد ولدت له فقالت يا أبا طالب أحب أن تجيز ابني هذا برجل من الخمسين ولا تصبر يمينه حيث تصبر الأيمان ففعل فأتاه رجل منهم فقال يا أبا طالب أردت خمسين رجلا أن

قسامت ہم بنو ہاشم میں تھی' انہوں نے بتایا کہ بنو ہاشم کا ایک شخص تھا جس کو قریش کے دوسرے قبیلہ کے ایک آدمی نے اجرت پر رکھا' وہ اس کے ساتھ اس کے اونٹوں کو لے کر گیا' پھر بنی ہاشم کا دوسرا شخص اس کے پاس سے گزرا جس کی بوریوں کے تھیلے کی رسی ٹوٹ گئی تھی' اس نے کہا: ایک رسی کے ساتھ میری مدد کرو میں اس سے اپنی بوریوں کے تھیلے کو باندھوں گا' (تمہارے) اونٹ نہیں بھاگیں گے' اس نے اس کو رسی دے دی جس سے اس نے اپنی بوریوں کا تھیلا باندھ دیا' پس جب وہ کسی جگہ ٹھہرے تو تمام اونٹ باندھ دیئے گئے سوا ایک اونٹ کے' تو جس نے اس ہاشمی کو اجرت پر لیا تھا' اس نے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ اونٹوں میں سے اس اونٹ کو نہیں باندھا گیا' اس نے کہا: اس کی رسی نہیں ہے' اس نے پوچھا: اس کی رسی کیا ہوئی؟ سو اس نے اس کو لکڑی سے مارا جس سے اس کی موت قریب آ پہنچی' پھر اس کے پاس سے یمن کا ایک مرد گزرا' اس ہاشمی نے اس سے پوچھا: کیا تم حج کے موسم میں حاضر ہو گے؟ اس نے کہا: میں حاضر نہیں ہوں گا اور بعض اوقات کہا: میں حاضر ہوں گا' اس نے کہا: کیا تم ایک مرتبہ میرا پیغام پہنچا دو گے؟ اس یمنی نے کہا: ہاں! اس نے کہا: جب تم حج کے ایام میں پہنچو تو ندا کرنا' اے آل قریش! پس جب تم کو وہ جواب دیں تو پھر ندا کرنا: اے آل بنو ہاشم! پس اگر وہ تم کو جواب دیں تو تم ابو طالب کے متعلق سوال کرنا' پھر ان کو بتانا کہ فلاں شخص نے مجھے ایک رسی کے بدلہ میں قتل کر دیا اور وہ اجرت پر لیا ہوا ہاشمی فوت ہو گیا' پھر جب وہ اجرت رکھنے والا آیا' تو اس کے پاس ابو طالب آئے کہ وہ ہمارا آدمی کہاں ہے؟ اس نے کہا: وہ بیمار ہو گیا تھا' میں نے اس کی بہت اچھی طرح تیمارداری کی' پھر میں نے اپنے خرچ سے اس کی تدفین کی' ابو طالب نے کہا: تم واقعی اس خدمت کے اہل تھے' پھر وہ کچھ عرصہ ٹھہرے تو وہ شخص آ گیا جس کو اس ہاشمی نے وصیت کی تھی کہ وہ حج کے موسم میں اس کا پیغام پہنچائے' اس نے ندا کی: اے آل قریش! لوگوں نے کہا: یہ قریش ہیں' پھر اس نے ندا کی: اے آل بنو ہاشم! تو لوگوں نے کہا: یہ بنو ہاشم ہیں' اس نے پوچھا: ابو طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ ابو طالب ہیں' اس

يَحْلِفُوْا مَكَانَ مِائَةٍ مِّنَ الْإِبِلِ يُصِيبُ كُلَّ رَجُلٍ بَعِيْرَانِ هٰذَانِ بَعِيْرَانِ فَاقْبَلْهُمَا عَنِّي وَلَا تَصْبُرْ يَمِيْنِي حَيْثُ تُصْبَرُ الْأَيْمَانُ فَقَبِلَهُمَا وَجَاءَ ثَمَانِيَةٌ وَّأَرْبَعُوْنَ فَحَلَفُوْا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَاحَالَ الْحَوْلُ وَمِنَ الثَّمَانِيَةِ وَأَرْبَعِيْنَ عَيْنٌ تَطْرِفُ. (سنن نسائی: ۴۷۲۰)

نے کہا: مجھ سے فلاں شخص نے یہ کہا تھا کہ میں تمہیں یہ پیغام پہنچاؤں کہ فلاں شخص نے اس کو ایک رسی کے بدلہ میں قتل کر دیا' پھر ابو طالب اس شخص کے پاس گئے اور اس سے کہا: ہماری تین چیزوں میں سے ایک چیز کو اختیار کر لو اگر تم چاہو تو دیت' ہمیں سو اونٹ دے دو' کیونکہ تم نے ہمارے (قبیلہ کے) آدمی کو قتل کر دیا ہے' اور اگر تم چاہو تو تمہارے قبیلہ کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں کہ تم نے اس کو قتل نہیں کیا ہے اور اگر تم نے اس سے انکار کیا تو ہم تم کو اس کے بدلہ میں قتل کر دیں گے' پھر وہ شخص اپنی قوم کی پاس گیا' انہوں نے کہا: ہم حلف اٹھالیں گے' پھر ابو طالب کے پاس بنو ہاشم کی ایک عورت آئی جو ان میں سے ایک شخص کے نکاح میں تھی اور اس سے اس کا ایک بیٹا تھا' اس نے کہا: اے ابو طالب! میں چاہتی ہوں کہ آپ میرے اس بیٹے کو ان پچاس آدمیوں کی قسموں میں سے چھوڑ دیں اور اس سے اس جگہ قسم نہ لیں' جہاں قسمیں لی جائیں گی تو ابو طالب نے ایسا کر لیا' پھر ان میں سے ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا: اے ابو طالب! آپ سو اونٹوں کے بدلہ میں پچاس مردوں سے قسم لے رہے ہیں اس طرح ہر مرد دو اونٹوں کے بدلہ میں ہے' یہ میرے (حصہ کے) دو اونٹ ہیں آپ ان کو قبول کر لیں اور مجھ سے اس جگہ قسم نہ لیں جہاں قسمیں لی جائیں گی' پس ابو طالب نے وہ دو اونٹ قبول کر لیے اور (اس کی قوم کے) اڑتالیس مردوں نے قسم کھالی' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس ذات کی قسم! جس کی قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' ابھی ایک سال نہیں گزرا تھا اور ان اڑتالیس مردوں میں سے کوئی شخص پلک نہیں جھپکا رہا تھا (یعنی مر چکا تھا)۔

اس حدیث میں جن کے نام مبہم تھے ان کے نام' یمین صبر کا معنی اور قسم کھانے کی جگہ کا تعین اور مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: بنو ہاشم کا ایک شخص تھا جس کو دوسرے فخذ نے اجرت پر رکھا تھا۔ فخذ کا معنی ہے: جس میں قبیلہ سے کم افراد ہوں' زبیر بن بکار نے تصریح کی ہے جس شخص نے اس ہاشمی مرد کو کرائے پر لیا تھا ان کا نام خداش بن عبداللہ بن ابی قیس العامری تھا۔

کیا تم حج کے موسم میں حاضر ہو گے؟ یعنی کیا تم حج کے اجتماع میں جاؤ گے؟

ابو طالب نے کہا: تم تین چیزوں میں سے ایک چیز قبول کر لو۔ ہوسکتا ہے کہ یہ تین چیزیں ان کے درمیان معروف ہوں اور ان کا دستور ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ابو طالب نے ابتداءً ان تین چیزوں کو وضع کیا ہو' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ منقول نہیں ہے کہ انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے ان تین چیزوں کو مقرر کیا ہو' اس سے معلوم ہوا کہ وہ اس سے پہلے سے یہ جانتے تھے کہ قسامت کیا چیز ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ یہ ہمارے درمیان پہلی قسامت تھی' مگر اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ یہ سب سے پہلی قسامت کا وقوع تھا' اگرچہ نفس قسامت کو وہ پہلے سے جانتے تھے' پھر ابو طالب کے پاس بنو ہاشم کی ایک عورت آئی: اس عورت کا نام زینب بنت علقمہ تھا' وہ مقتول کی بہن تھی' اور وہ ان میں سے ایک شخص کے نکاح میں تھی: اس شخص کا نام عبدالعزیز بن ابی القیس العامری تھا اور اس کے بیٹے کا نام حویطب تھا' وہ اس واقعہ کے بعد طویل عرصہ تک زندہ رہا اور اس کو مصاحبت حاصل ہوئی۔

اس حدیث میں یمین صبر کا ذکر ہے۔ جس قسم پر مجبور کر دیا جائے اور قسم کھانے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو اس کو یمین صبر کہتے ہیں۔

اس سے اس جگہ قسمیں نہ لیں جہاں قسمیں لی جائیں گی: وہ جگہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ہے' صاحب التوضیح (علامہ ابن ملقن) نے کہا ہے کہ اس حدیث سے امام شافعی نے یہ استدلال کیا ہے کہ بیس دینار یعنی نصاب سے کم مقدار پر کسی شخص کو قسم کھانے پر مجبور نہ کیا جائے' (علامہ عینی فرماتے ہیں:) نہ جانے اس حدیث سے یہ استدلال کس طرح کیا جائے گا اور اصحاب الشافعی میں سے کسی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ اس قصہ سے یہ استدلال کیا جائے گا۔

حضرت ابن عباس نے کہا: ابھی ایک سال نہیں گزرا تھا کہ ان اڑتالیس آدمیوں میں سے کوئی شخص بھی پلک نہیں جھپکا رہا تھا۔ یعنی وہ سب مر گئے تھے۔ حضرت ابن عباس اس قسامت کے وقت پیدا نہیں ہوئے تھے' ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس واقعہ کی خبر دی ہو' اور یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں داخل کیا ہے۔ جھوٹی قسم کھانے والے ایک سال کے اندر مر گئے تھے اور زمانہ جاہلیت میں جو شخص کسی پر ظلم کرتا تھا اس کو جلد سزا مل جاتی تھی' علامہ فاکہی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ کچھ لوگوں نے بیت اللہ کے پاس جھوٹی قسمیں کھائیں' پھر وہ ایک چٹان کے نیچے گئے تو وہ چٹان ان پر گر گئی اور وہ سب ہلاک ہو گئے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: زمانہ جاہلیت میں ان کو جلدی سزا اس لیے دی جاتی تھی تاکہ وہ ظلم سے باز آ جائیں کیونکہ وہ نبی کے مبعوث ہونے کو نہیں جانتے تھے' پھر جب اسلام آ گیا تو قیامت تک قصاص لینے کو موخر کر دیا گیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۰۹۔ ۴۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٨٤٦ - حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَوْمُ بُعَاثٍ يَوْمًا قَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَؤُهُمْ وَقُتِّلَتْ سَرَوَاتُهُمْ وَجُرِّحُوْا قَدَّمَهُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دُخُوْلِهِمْ فِي الْإِسْلَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ بُعاث کا دن وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے (اپنی حکمت سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کر دیا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مدینہ) آئے تو انصار کی جماعت میں پھوٹ پڑ چکی تھی ان کے سردار مارے جا چکے تھے اور زخمی ہو چکے تھے' اللہ تعالیٰ نے (بعاث کی جنگ کو) رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے پہلے کر دیا تھا تا کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۷۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ بعاث کی جنگ زمانہ جاہلیت میں ہوئی تھی۔

۳۸۴۷- وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ اَنَّ كُرَيْبًا مَّوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَيْسَ السَّعْيُ بِبَطْنِ الْوَادِيْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سُنَّةً اِنَّمَا كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَسْعَوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ لَا نُجِيْزُ الْبَطْحَاءَ اِلَّا شَدًّا. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اور ابن وھب نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی از بکیر بن الاشج کہ کریب مولیٰ ابن عباس نے ان کو یہ حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ بطن وادی میں صفاء اور مروۃ کے درمیان بھاگنا سنت نہیں ہے' زمانہ جاہلیت میں لوگ اس میں بھاگتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اس وادی سے صرف بھاگتے ہوئے گزریں گے۔

صفاء اور مروہ کے درمیان سعی کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سعی سے لغوی معنی مراد ہے یعنی دوڑنا' اس کا معنی ہے: صفاء اور مروہ کے درمیان دوڑنا سنت نہیں ہے' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مخالفت کی گئی ہے' بلکہ فقہاء نے کہا ہے کہ یہ دوڑنا فرض ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس کی مراد یہ ہے کہ بہت تیز دوڑنا سنت نہیں ہے' ان کی مراد یہ نہیں ہے کہ نفس دوڑنا سنت نہیں ہے' اس میں فقہاء کا اختلاف ہے' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ صفاء اور مروہ کے درمیان دوڑنا حج کے ارکان میں سے ہے اور ہمارے نزدیک صفاء اور مروہ کے درمیان دوڑنا حج کا رکن اور فرض نہیں ہے بلکہ حج کے واجبات میں سے ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۶ ص ۴۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۸۴۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ اَخْبَرَنَا مُطَرِّفٌ سَمِعْتُ اَبَا السَّفَرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِسْمَعُوْا مِنِّيْ مَا اَقُوْلُ لَكُمْ وَاَسْمِعُوْنِيْ مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا تَذْهَبُوْا فَتَقُوْلُوْا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ فَلْيَطُفْ مِنْ وَّرَاءِ الْحِجْرِ وَلَا تَقُوْلُوْا الْحَطِيْمُ فَاِنَّ الرَّجُلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ يَحْلِفُ فَيُلْقِيْ سَوْطَهُ اَوْ نَعْلَهُ اَوْ قَوْسَهُ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مطرف نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے ابو السفر سے سنا' وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ کہہ رہے تھے: اے لوگو! مجھ سے سنو میں تم سے جو کہہ رہا ہوں' اور مجھے سناؤ تم کیا کہہ رہے ہو' اور (میری باتوں کو سمجھے بغیر) نہ جاؤ' پھر تم کہو گے کہ حضرت ابن عباس نے کہا' حضرت ابن عباس نے کہا' جو بیت اللہ کا طواف کرے وہ حطیم کے پیچھے سے طواف کرے اور تم حطیم نہ کہو کیونکہ زمانہ جاہلیت میں ایک آدمی قسم کھاتا' پس اپنے کوڑے کو یا جوتی کو یا کمان کو پھینک دیتا۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں زمانہ جاہلیت میں قسم کھانے کا ذکر ہے۔

حطیم کا معنی اور مصداق اور زمانہ جاہلیت میں حطیم کی طرف جوتی اور کوڑا وغیرہ ڈالنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: حطیم نہ کہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب لوگ آپس میں قسم کھاتے تو اپنے کوڑے یا جوتی یا کمان کو حطیم کی طرف پھینک دیتے اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ ان کی قسم منعقد ہو گئی ہے کیونکہ ان کا گمان تھا کہ حطیم ان کے سامان کو ہضم کر جاتا ہے (حطم کا معنی ہے کسی چیز کو کھا جانا) اور ایک قول یہ ہے کہ اس جگہ کو حطیم اس لیے کہتے ہیں کہ وہاں سے کعبہ کی دیوار کم کر دی گئی ہے اور وہ جگہ کعبہ کو شامل نہیں ہے اور کعبہ سے خارج اور باہر ہے (کیونکہ حطیم کا معنی ہے: کسی چیز کا ٹوٹا ہوا حصہ) ایک قول یہ ہے کہ اس جگہ کو حطیم اس لیے کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص اس جگہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے کے خلاف دعا کرتا تو اس کی دعا قبول ہو جاتی' ایک قول یہ ہے کہ حطیم کا معنی بھیڑ اور رش بھی ہے اور وہاں پر دعا کرنے والوں کی بہت بھیڑ ہوتی ہے اس لیے اس کو حطیم کہتے ہیں' ایک قول یہ ہے کہ حطیم کعبہ کا کنواں ہے' لوگ جن چیزوں کی نذر مانتے تھے ان کو اس کنویں میں ڈال دیتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ جو جگہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ہے وہ حطیم ہے' ایک قول یہ ہے کہ زمزم سے لے کر حجر اسود تک جو جگہ ہے وہ حطیم ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤١١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

حطیم اس جگہ کو کہتے ہیں جس کو قریش وسائل کی کمی کی وجہ سے کعبہ میں شامل نہ کر سکے لیکن وہ جگہ کعبہ کا ہی حصہ ہے' حضرت ابن عباس اس جگہ کو حطیم کہنے کو مکروہ قرار دیتے تھے کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کا نام ہے' زمانہ جاہلیت میں جب لوگ قسم کھاتے تو وہ اپنی جوتی اور کوڑے کو حطیم کی طرف ڈال دیتے' پھر وہ طویل عرصہ تک پڑے رہنے کی وجہ سے شکستہ ہو کر خراب ہو جاتی اور ان کی مراد یہ ہوتی تھی کہ وہ چیزیں جب تک حطیم میں رہیں گی وہ اپنی قسم پر برقرار رہیں گے۔ (الکوثر الجاری ج ٧ ص ٥١' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

حطیم کو حجر بھی کہا جاتا ہے حضرت ابن عباس اس کو حطیم کہنا ناپسند کرتے تھے کیونکہ یہ جاہلیت کا طریقہ ہے۔

٣٨٤٩- حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ رَأَيْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قِرْدَةً اِجْتَمَعَ عَلَيْهَا قِرَدَةٌ قَدْ زَنَتْ فَرَجَمُوْهَا فَرَجَمْتُهَا مَعَهُمْ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں نعیم بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھشیم نے حدیث بیان کی از حصین از حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں دیکھا' ایک بندریا کے گرد (بہت سے) بندر جمع ہو گئے' (اس بندریا نے) زنا کیا تھا تو بندروں نے اس کو سنگسار کیا' میں نے بھی ان کے ساتھ اس کو سنگسار کیا (یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کیا)۔

کبیر تابعی حضرت عمرو بن میمون الاودی کے متعلق علماء رجال کی آراء اور ان کے تبصرے

یہ حدیث حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے مروی ہے' ان کے تذکرہ میں ائمہ حدیث اور علماء رجال کی حسب ذیل تصریحات ہیں:

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمرو بن میمون' عمر بن عبدالعزیز اور ان کے والد سے روایت کرتے ہیں' اور ان سے ثوری اور شریک نے احادیث

روایت کی ہیں۔ موسیٰ بن عمر بن عمرو بن میمون نے کہا کہ عمرو کی وفات ایک سو سینتالیس سال کی عمر میں ہوئی تھی۔

(التاریخ الکبیر ج٦ ص ١٧٨۔١٧٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر مالکی القرطبی المتوفی ٤٦٣ھ لکھتے ہیں:

عمرو بن میمون ابوعبداللہ الاودی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا اور آپ کی تصدیق کی اور وہ آپ کی حیات اور آپ کے عہد میں مسلمان تھے' حضرت عمرو بن میمون نے کہا: ہمارے پاس شام میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آئے تو میں ان کے ساتھ لازم رہا اور جب تک ان کی تدفین نہیں ہوگئی میں ان سے جدا نہیں ہوا' پھر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مصاحبت میں رہا' حضرت عمرو بن میمون کا شمار کوفہ کے بڑے بڑے تابعین میں ہوتا ہے اور یہ وہی ہیں جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں بندروں کو سنگسار کرتے ہوئے دیکھا تھا' بہ شرطیکہ یہ روایت صحیح ہو کیونکہ اس حدیث کے راوی مجہول ہیں۔

امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عمرو بن میمون اودی سے روایت کی ہے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں دیکھا کہ ایک بندریا نے زنا کیا تو اس کو بندروں نے سنگسار کیا' پس میں نے بھی ان کے ساتھ رجم کیا۔

یہ قصہ اپنی تفصیل کے ساتھ عبدالملک بن مسلم از عیسیٰ بن حطان پر موقوف ہے اور ان دونوں سے احتجاج اور استدلال نہیں کیا جاتا' اور اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک یہ حدیث منکر (ناقابل تسلیم) ہے' اس میں غیر مکلف کی طرف زنا کی نسبت ہے اور جانوروں پر حد قائم کرنے کا ذکر ہے اور اگر یہ روایت صحیح ہو تو یہ بندر جنات میں سے ہوں گے' کیونکہ جنات اور انسانوں کے سوا اور کوئی عبادت کا مکلف نہیں ہے' تورات میں بھی رجم (سنگسار) کرنے کا حکم ہے' روایت ہے کہ حضرت عمرو بن میمون نے ساٹھ حج اور عمرے کیے اور ان کی وفات پچھتر (٧٥) ہجری میں ہوئی تھی۔ (الاستیعاب ج٣ ص ٢٨٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ عزالدین علی بن محمد ابن اثیر الجزری المتوفی ٦٣٠ھ لکھتے ہیں:

عمرو بن میمون نے زمانہ جاہلیت کو پایا تھا' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مسلمان ہو گئے تھے' انہوں نے ایک سو حج کئے تھے' دوسرا قول ہے: انہوں نے ستر (٧٠) حج کئے تھے۔

عمرو بن میمون نے شام میں حضرت معاذ بن جبل کے ساتھ اور کوفہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے ساتھ مصاحبت کا ذکر کیا ہے اور ان کی تعریف و تحسین کی ہے' عمرو بن میمون کا شمار کوفہ کے کبار تابعین میں ہوتا ہے' یہ وہی ہیں جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں بندروں کے رجم کرنے کا واقعہ روایت کیا ہے۔ اس روایت کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے' یہ قصہ اپنی تفصیل کے ساتھ عبدالملک بن مسلم اور عیسیٰ بن حطان پر موقوف ہے اور یہ ان راویوں میں سے نہیں ہیں جن کی روایت حجت ہوتی ہے' اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک یہ روایت منکر ہے کیونکہ اس میں غیر مکلف کی طرف زنا کی نسبت ہے اور عبادات صرف جنات اور انسانوں میں ہوتی ہیں' ان کے علاوہ میں نہیں ہوتیں۔

عمرو بن میمون پچھتر (٧٥)ھ میں فوت ہو گئے تھے۔ (اسد الغابہ ج٤ ص ٢٦٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

حافظ جمال الدین ابی الحجاج یوسف المزی المتوفی ٧٤٢ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے عمرو بن میمون الاودی کا اہل کوفہ کے طبقہ اولیٰ میں شمار کیا ہے۔

اسحاق بن منصور نے از یحییٰ معین نقل کیا ہے کہ وہ ثقہ ہیں' اسی طرح امام نسائی نے کہا ہے۔

العجلی نے کہا: یہ کوفی' تابعی' ثقہ اور زمانہ جاہلیت کے ہیں۔

ابو بکر بن عیاش نے از ابی اسحاق بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب عمرو بن میمون سے راضی تھے۔ یونس بن ابی اسحاق نے اپنے والد سے نقل کیا کہ جب عمرو بن میمون مسجد میں داخل ہوتے تو اللہ عزوجل کی یاد آتی تھی' شعبہ نے از ابو اسحاق بیان کیا کہ عمرو بن میمون نے ساٹھ حج اور عمرے کیے تھے۔

اسرائیل نے از ابو اسحاق نقل کیا کہ انہوں نے ایک سو حج اور عمرے کیے تھے۔

امام اوزاعی نے اپنی سند کے ساتھ عمرو بن میمون سے روایت کی ہے کہ میری شام میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' وہ نہایت دل کش آواز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تکبیر پڑھتے تھے' مجھے ان سے بہت محبت ہوگئی اور میں مرتے دم تک ان کے ساتھ رہا' پھر میری کوفہ میں سب سے بڑے فقیہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اور میں ان کی مصاحبت میں رہا اور میں نے ان سے احادیث روایت کیں۔

شبابہ بن سواء نے از عبد الملک بن مسلم از عیسیٰ بن حطان روایت کی ہے کہ عمرو بن میمون ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے تو ایک شخص نے ان سے کہا: آپ ہمیں بتائیں کہ آپ نے زمانہ جاہلیت میں کون سی چیز سب سے عجیب دیکھی' تو انہوں نے بتایا کہ میں اہل یمن کے ایک کھیت میں تھا تو میں نے دیکھا کہ بہت سارے بندر جمع ہیں' پھر میں نے دیکھا کہ ایک بندر اور بندریا دونوں لیٹ گئے' پھر میں نے دیکھا کہ بندریا نے بندر کے گلے میں بانہیں ڈال دیں' اور وہ دونوں سو گئے' پھر ایک اور جوان بندر آیا اور اس نے بندریا کے سر کے نیچے سے اس کو اشارہ کیا تو بندریا نے اپنا ہاتھ پہلے والے بندر کے سر کے نیچے سے نکال لیا' پھر وہ اس دوسرے بندر کے ساتھ تھوڑی دور گئی' پھر اس دوسرے بندر نے اس کے ساتھ جنسی عمل کیا' اور میں یہ منظر دیکھ رہا تھا' پھر بندریا اپنی پہلی جگہ لوٹ آئی اور اس نے اپنا ہاتھ پہلے والے بندر کے گلے میں ڈال دیا' جیسے پہلے تھا' پھر وہ بندر بیدار ہو کر کھڑا ہو گیا' اس نے اس بندریا کی سرین (مقعد) کو سونگھا' پھر تمام بندر جمع ہوئے اور اس بندریا کے پاس آئے' پھر تھوڑی دیر بعد وہی دوسرا بندر آ گیا' وہ بندر جمع ہو کر اس دوسرے بندر کو اور اس بندریا کو ریت کے ایک ٹیلہ پر لے گئے اور ان بندروں نے مل کر ان دونوں کو رجم کیا۔

دونوں کے لیے ایک گڑھا کھودا اور ان دونوں کو اس گڑھے میں داخل کیا' پھر ان دونوں کو پتھر مار مار کر قتل کر ڈالا اور اللہ کی قسم! میں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے رجم کا مشاہدہ کیا۔

عبد اللہ بن ابی جعفر رازی نے از عبد الملک بن مسلم عن عیسیٰ بن حطان نے عمرو بن میمون سے اسی قصہ کو روایت کیا ہے' اس کے آخر میں ہے کہ: پھر وہ پہلا بندر بیدار ہوا وہ کھڑا ہوا اور اس نے بندریا کی سرین کو سونگھا' پس اس نے زور سے چیخ ماری تو تمام بندر جمع ہو گئے پھر ان میں سے ایک بندر خطیب کی طرح کھڑا ہوا' پھر انہوں نے اس دوسرے بندر کو تلاش کیا اور اسی خاص بندر کو پکڑ کر لے آئے اور میں بھی اس بندر کو پہچان رہا تھا' پھر انہوں نے ان دونوں کے لیے گڑھا کھودا اور ان دونوں کو رجم کر دیا۔

الھیثم بن عربی نے کہا: عمرو بن میمون حجاج بن یوسف کے دور حکومت میں فوت ہو گئے تھے' ان کے سن وفات میں کئی قول ہیں' چنانچہ اختلاف اقوال کے مطابق وہ چوہتر' پچھتر' چھہتر یا ستتر (۷۷'۷۶'۷۵'۷۴ھ) میں فوت ہوئے تھے۔

(تہذیب الکمال ج ۱۴ ص ۵۳-۵۰ ۳'ملخصاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

عمرو بن میمون الکوفی' امام اور حجت ہیں' انہوں نے ایام جاہلیت کو پایا تھا اور ایام نبویہ میں اسلام لائے تھے' انہوں نے شام میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور کوفہ میں رہائش اختیار کی' یہ حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت معاذ'

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرتے ہیں اور ان سے شعبی' ابواسحاق' حصین بن عبدالرحمان اور سعید بن جبیر وغیرھم حدیث روایت کرتے ہیں۔

حافظ ذہبی نے شبابہ از عبدالملک بن مسلم از عیسیٰ بن حطان از عمرو بن میمون اسی تفصیل سے بندروں کے رجم کرنے کا واقعہ بیان کیا ہے جس طرح حافظ یوسف المزی نے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

نیز حافظ ذہبی نے عمرو بن میمون کی توثیق یحییٰ بن معین اور احمد العجلی سے نقل کی ہے اور ان کے فضائل میں لکھا ہے کہ انہوں نے ساٹھ حج کئے تھے اور ان کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔

انہوں نے موت کی تمنا نہیں کی اور کہا تھا: آج میں اتنی نمازیں پڑھوں گا' حتیٰ کہ یزید بن ابی مسلم نے ان کو بلایا' یہ اس کے بلانے پر نہیں گئے تو اس نے ان کو سخت ایذاء پہنچائی اور وہ یہ دعا کرتے تھے:

اے اللہ! مجھے نیکوں کے ساتھ لاحق کرنا' اور مجھے بدکاروں کے ساتھ نہ چھوڑنا اور مجھے (جنت کے) دریاؤں کا میٹھا پانی پلانا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۱۶۱۔ ۱۵۸ 'ملخصاً' موسسۃ الرسالۃ بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حافظ صفی الدین الخزرجی المتوفی ۹۲۳ھ نے ان کی مرویات کا ذکر نہیں کیا اور یہ لکھا ہے کہ یہ حضرت عمر اور حضرت معاذ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک روایت ہے کہ انہوں نے ساٹھ حج کئے تھے اور ایک روایت ہے کہ انہوں نے ایک سو حج کئے تھے' ابن معین اور ابونعیم نے ان کی توثیق کی ہے' اور یہ چوہتر (۷۴ھ) میں فوت ہوئے تھے۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۳۷۳۔ ۳۷۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے ان کا تذکرہ' الاصابہ ج ۴ ص ۱۲۰' میں اختصار سے کیا ہے اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس سے بہت زیادہ انہوں نے صحیح بخاری کی شرح' فتح الباری میں لکھ دیا ہے' ہم ان کی عبارت وہاں سے لکھیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔

بندروں کے رجم کرنے کی روایت پر حافظ ابن عبدالبر اور علامہ کرمانی کے اعتراضات

امام بخاری کی یہ روایت درایۃً صحیح نہیں ہے' اور صحیح بخاری کے کئی نسخوں میں یہ روایت نہیں ہے' صحیح بخاری کے سب سے پہلے شارح حافظ ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ ہیں' انہوں نے اپنی شرح میں اس روایت کو درج نہیں کیا' اس کے بعد علامہ ابن بطال متوفی ۴۴۹ھ کی مبسوط شرح ہے' انہوں نے اپنی شرح میں سرے سے کتاب المناقب اور مناقب الانصار کو ذکر نہیں کیا جس میں ایام جاہلیت کے باب میں یہ روایت ہے۔

اس کے بعد علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ ہیں' وہ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

حضرت عمرو بن میمون نے زمانہ جاہلیت کو پایا تھا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسلام لے آئے تھے اور انہوں نے آپ کی زیارت نہیں کی تھی۔

حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ غیر مکلف کی طرف زنا کی اضافت کرنا اور جانوروں میں حدود کو قائم کرنا' اہل علم کے نزدیک منکر (ناقابل تسلیم) ہے' اور اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو پھر وہ بندر جنات ہوں گے کیونکہ عبادات کے مکلف صرف جنات اور انسان ہیں' ان کے علاوہ کوئی اور مکلف نہیں ہے۔ (الاستیعاب: ۱۹۸۲۔ ج ۳ ص ۲۸۲' ترجمہ عمرو بن میمون)

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد علامہ کرمانی فرماتے ہیں: ہوسکتا ہے کہ وہ بندر انسان ہوں اور ان کو مسخ کر کے بندر بنا دیا گیا ہو'

اور ان کی صورت انسانی متغیر کر دی گئی ہو یا یہ فعل محض زنا کی صورت ہو اسی طرح سنگسار کرنا بھی محض صورۃً ہو اور نہ وہاں کوئی مکلف ہو اور نہ کسی کو سنگسار کیا گیا ہو۔ علاوہ ازیں یہ روایت صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں نہیں ہے۔ یہ پورا قصہ بعض شیوخ مدینہ نے بیان کیا ہے۔ (اس قصہ کی تفصیل عنقریب حافظ ابن حجر کی عبارت میں آ رہی ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(الکواکب الدراری ج ۱۵ ص ۷۶-۷۵ ' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

بندروں کے رجم کرنے کی روایت کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی اور ان کے مؤیدین کی توجیہات

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اسماعیل نے اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ حضرت عمرو بن میمون سے روایت کیا ہے: وہ بیان کرتے ہیں کہ میں یمن میں اپنے گھر کی بکریوں میں تھا اور میں ایک بلند جگہ پر تھا پس ایک بندر' بندریا کے ساتھ آیا اور بندریا کے ہاتھ کے نیچے سر رکھ کر لیٹ گیا' پھر ایک چھوٹا بندر آیا اور اس نے اس بندریا کو اشارہ کیا' پھر اس بندریا نے نرمی کے ساتھ پہلے بندر کے سر کے نیچے سے اپنا ہاتھ کھینچا اور دوسرے بندر کے ساتھ چلی گئی' اس بندر نے اس میں دخول کیا اور اس پر چڑھ گیا اور میں دیکھ رہا تھا' پھر وہ بندریا لوٹ آئی اور پہلے بندر کا رخسار اپنے ہاتھ کے نیچے ملائمت سے رکھ لیا' پھر وہ پہلا بندر گھبرایا ہوا بیدار ہوا' اس نے اس بندریا کو سونگھا' پھر چیخ ماری تو بہت سے بندر جمع ہو گئے' وہ بندر چیخ کر اپنے ہاتھ سے اس بندریا کی طرف اشارہ کرتا رہا' پھر دائیں اور بائیں سے بندر آ کر اس سے پہلے بندر کے گرد جمع ہو گئے' پھر انہوں نے ان دونوں کے لیے گڑھا کھودا اور ان کو سنگسار کر دیا اور تحقیق یہ ہے کہ میں نے بنو آدم کے علاوہ جانوروں میں سنگسار کرنے کا یہ واقعہ خود دیکھا تھا۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ بندر ان بندروں کی نسل سے ہوں جن کو مسخ کر دیا گیا تھا اور ان میں یہ حکم باقی تھا۔

اس کے بعد علامہ ابن التین نے لکھا ہے: جن لوگوں کی شکل مسخ کر دی گئی ہو ان کی نسل آگے نہیں چلتی۔ (حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ یہی قول معتمد ہے کیونکہ امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک جو شخص مسخ کیا گیا ہو اس کی نسل نہیں چلتی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا بندر اور خنزیر ان میں سے ہیں جن کو مسخ کر دیا گیا تھا' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل جس قوم کو ہلاک کرتا ہے یا جس قوم کو عذاب دیتا ہے تو اس کی نسل نہیں چلاتا اور بندر اور خنزیر تو اس سے پہلے بھی ہوتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۶۳)

ابو اسحاق الزجاج اور ابو بکر بن العربی کا یہ مذہب ہے کہ اس وقت جو بندر موجود ہیں یہ ان ہی کی نسل سے ہیں جن کو مسخ کر دیا گیا تھا' یہ مذہب شاذ ہے' اس مذہب پر اس حدیث کی وجہ سے اعتماد کیا گیا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گوہ لائی گئی' تو آپ نے فرمایا: میں از خود نہیں جانتا' شاید یہ ان جانوروں میں سے ہو جن کو مسخ کر دیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۹۴۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کا ایک گروہ گم ہو گیا تھا اور یہ پتا نہیں چل سکا کہ وہ کہاں گیا اور میرا گمان یہی ہے کہ وہ یہی چوہے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۳۳۰۵' صحیح مسلم: ۲۹۹۷)

جمہور علماء نے ان احادیث کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب نزول وحی سے آپ کے اوپر مسخ شدہ جانوروں کی حقیقت منکشف نہیں ہوئی تھی' اسی وجہ سے آپ نے حتمی طور پر کوئی بات نہیں فرمائی' اس کے برخلاف آپ نے ان کی نسل

چلنے کی نفی حتمی طور پر کی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی احادیث میں ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام بخاری کی روایت میں جن بندروں کا ذکر ہے یہ مسخ شدہ بندروں کی نسل میں سے ہوں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن بندوروں کو مسخ کیا گیا تھا جب ان کی صورت بندروں ایسی ہوگئی اور ان کی فہم اور عقل ان میں موجود تھی اور وہ اصلی بندروں کے ساتھ رہتے رہے کیونکہ ان کی صورت اصلی بندروں سے ملتی تھی تو اصلی بندروں نے ان سے یہ مسئلہ معلوم کرلیا ہو کہ جو بندریا اپنے نر کے علاوہ کسی اور بندر سے جفتی کرائے اس کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے' پھر اصلی بندروں نے اس حکم کو یاد رکھا ہو اور انہوں نے اپنی آنے والی نسلوں میں اس حکم کو منتقل کر دیا ہو اور خصوصیت کے ساتھ انہوں نے اصلی بندروں کو یہ حکم اس لیے سکھایا کہ ان میں غیر معمولی ذہانت ہوتی ہے جو دوسرے جانوروں میں نہیں ہوتی' اسی وجہ سے بندروں میں یہ خصلت ہے کہ وہ ہنستے ہیں او جو کچھ دیکھتے ہیں اس کی نقل اتار لیتے ہیں اور ان میں انسانوں سے زیادہ غیرت ہوتی ہے اور کوئی بندر اپنی مادہ کے علاوہ کسی اور بندریا سے جفتی نہیں کرتا اور بندروں کے خصائص میں سے یہ ہے کہ ان کی مادہ بھی انسانوں کی طرح حاملہ ہوتی ہے اور بعض اوقات بندر اپنے دونوں پاؤں سے چلتا ہے لیکن ہمیشہ ایسا نہیں کرتا اور بندر چیزوں کو اپنے ہاتھوں سے اٹھاتا ہے اور اپنے ہاتھوں سے کھاتا ہے اور اس کے ہاتھوں کی انگلیاں ہوتی ہیں اور ان میں ناخن بھی ہوتے ہیں اور اس کی آنکھوں کے اوپر پلکیں بھی ہوتی ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر نے حضرت عمرو بن میمون کی اس روایت کو نا قابل تسلیم قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس میں غیر مکلّف کی طرف زنا کی نسبت ہے اور جانوروں پر حد قائم کرنے کی حکایت ہے' پس اگر اس حدیث کی سند صحیح ہو تو وہ بندر جنات میں سے ہوں گے کیونکہ جنات بھی مکلف ہیں' اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ صرف زنا اور سنگسار کرنے کی صورت تھی حقیقت نہیں تھی' اور اس پر زنا اور سنگسار کرنے کا اطلاق مشابہت کی وجہ سے کیا گیا ہے' حقیقۃً نہیں کیا گیا' پس اس حدیث سے جانوروں کو مکلّف کرنا لازم نہیں آتا'

امام حمیدی نے اپنی کتاب ''الجمع بین الصحیحین'' میں نہایت عجیب و غریب بات کہی ہے کہ یہ حدیث صحیح البخاری کے بعض نسخوں میں ہے اور صرف ابومسعود نے اس کا ذکر ''الاطراف'' میں کیا ہے' اور یہ صحیح بخاری کے نسخوں میں اصلاً نہیں ہے' سوشاید یہ ان چیزوں میں سے ہے جو صحیح بخاری میں زائد اور الحاق ہیں' امام حمیدی کا یہ قول مردود ہے کیونکہ حدیث مذکور صحیح بخاری کے ان اکثر نسخوں میں ہے' جن سے ہم واقف ہیں۔ حافظ ابوذر نے اپنے تین شیوخ سے جو ماہر ائمہ میں سے ہیں اس حدیث کی فربری سے روایت کی ہے اور یہ کافی حجت ہے' اسی طرح اسماعیلی اور ابونعیم نے اس حدیث کی اپنی اپنی متخرج میں روایت کی ہے' اور ابومسعود نے اس کا اطراف میں ذکر کیا ہے' ہاں! امام نسفی کی روایت میں اس حدیث کا ذکر نہیں ہے' اسی طرح اس کے بعد والی حدیث کا بھی ذکر نہیں ہے' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ فربری کی روایت میں بھی نہ ہو' کیونکہ نسفی کے نسخہ میں کئی احادیث نہیں ہیں جو فربری کے نسخہ میں ہیں' جن پر میں گزشتہ صفحات میں تنبیہ کر چکا ہوں اور ان شاءاللہ آئندہ بھی کروں گا۔

رہا امام حمیدی کا یہ کہنا کہ شاید یہ حدیث ان چیزوں میں سے ہے جن کا صحیح بخاری میں اضافہ کر دیا گیا ہے' سو امام حمیدی کا یہ قول باقی علماء کے خلاف ہے جنہوں نے کہا ہے کہ امام بخاری نے جو کچھ اپنی کتاب میں وارد کیا ہے وہ سب صحیح ہے' اور ان کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کی امام بخاری کی طرف نسبت صحیح ہے' امام حمیدی نے یہ جو کچھ کہا ہے یہ محض ان کا خیال فاسد ہے اور اس سے معلوم ہو گیا کہ ان کی کتاب ''الجمع بین الصحیحین'' پر اعتماد کرنا درست نہیں ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی جس سند سے روایت کی ہے اس میں وہ راوی نہیں ہیں جن پر علماء رجال کا اعتراض ہے۔ یہ راوی اسماعیلی کی روایت میں ہیں جن کو حافظ ابن الاثیر اور حافظ ذہبی نے بیان کیا ہے' یعنی عبدالملک بن مسلم اور عیسٰی بن حطان کیونکہ حافظ

ابن عبدالبر نے ان ہی دوراویوں کوضعیف قرار دے کر اس روایت کا رد کیا ہے' میں نے اس مقام پر بہت طویل کلام کیا ہے تا کہ کوئی شخص امام حمیدی کے کلام سے دھوکا کھا کر اس حدیث کوضعیف نہ قرار دے حالانکہ امام حمیدی کا قول ظاہر الفساد ہے۔

اس روایت کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابوعبیدہ معمر بن المثنیٰ نے ''کتاب الخیل'' میں امام اوزاعی کی روایت سے ذکر کیا ہے کہ مہر نے ایک گھوڑے کو اس کی ماں پر چڑھایا تو وہ نہیں چڑھا تو اس نے اس گھوڑی کو اپنے گھر میں داخل کیا اور اس کے اوپر ایک چادر بہ طور جھول ڈال دی تو وہ اس گھوڑی پر چڑھ گیا' پھر جب اس نے اپنی ماں کی بُو سونگھی تو اس نے اپنے ذکر (آلہ تناسل) کو دانتوں میں دبا کر جڑ سے کاٹ دیا' پس غور کرو جب گھوڑوں میں اتنی فہم ہے جو ذکاوت میں بندروں سے کہیں کم تر ہیں تو بندروں کا زنا کرنے والی بندریا کو رجم کرنا تو بہ طریق اولیٰ ثابت ہوگا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۷-۴۶' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

بندر تمام جانوروں میں سب سے زیادہ ذہین ہوتے ہیں اور انہیں اپنی مادہ کے ساتھ سب سے زیادہ غیرت ہوتی ہے' انہوں نے انسانوں کو دیکھا کہ وہ ایسی صورت میں فاعل اور مفعول کو رجم کرتے ہیں' سو انہوں نے بھی اس کی نقل اتاری۔

(الکوثر الجاری ج ۷ ص ۵۱' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ۹۱۱ھ نے حافظ ابن حجر کی اس شرح کا خلاصہ لکھا ہے اور ان کی تقلید میں بندروں کی رجم کی روایت کو ثابت کیا ہے۔ (ارشاد الساری ج ۸ ص ۳۶۱-۳۶۰' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اپنی شرح میں اس حدیث کا ذکر نہیں کیا۔

(التوشیح علی الجامع الصحیح ج ۳ ص ۴۷۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

شیخ نورالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اس حدیث کی بہت تحقیق کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ صحیح البخاری کی یہ حدیث صحیح ہے' حافظ ابن عبدالبر اور حافظ ابن الاثیر نے اس حدیث کو اس لیے رد کیا ہے کہ یہ حدیث عبدالملک بن مسلم اور عیسیٰ بن حطان سے مروی ہے اور وہ ضعیف راوی ہیں لیکن امام بخاری کی روایت میں یہ راوی نہیں ہیں' یہ راوی اسماعیلی کی روایت میں ہیں' اس لیے امام بخاری کی روایت صحیح ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ اس میں جانوروں کی طرف زنا کی نسبت ہے اور ان کو سنگسار کرنے کا ذکر ہے تو یہ نسبت حقیقۃً نہیں ہے مشابہۃً ہے' لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ (تیسیر القاری ج ۳ ص ۵۰۵-۵۰۴' مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

دیوبند کے عالم شیخ انورشاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا اس وجہ سے رد کیا گیا ہے کہ اس حدیث میں بندروں کے فعل پر زنا کا اطلاق ہے اور زنا کرنا انسانوں میں پایا جاتا ہے نہ کہ بندروں میں' میں کہتا ہوں کہ یہ مہمل اور بے معنی اعتراض ہے کیونکہ اس زمانہ میں بندروں کے ایسے افعال ظاہر ہوئے ہیں جو ان کی ذہانت پر دلالت کرتے ہیں اور ان کے قصے مشہور ہیں اور ان پر لوگ تعجب کرتے ہیں اور اہل امریکا نے ان کی تدوین کی ہے تو پھر بندروں کا رجم کرنا کون سا بعید کام ہے۔ (فیض الباری ج ۴ ص ۷۶' مجلس علمی ہند' ۱۳۵۷ھ)

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے اپنی شرح میں سرے سے ایام جاہلیت کا باب ہی ذکر نہیں کیا اور لبید کی حدیث کے بعد مبعث النبی کو شروع کر دیا ہے۔ (عون الباری ج ۴ ص ۳۶۱-۳۵۹' دارالرشید' حلب سوریا' ۱۴۰۴ھ)

دوسرے غیر مقلد عالم نواب وحیدالزمان متوفی ۱۳۲۸ھ نے اس حدیث کو اپنی شرح میں درج کیا ہے اور شرح میں اسماعیلی کی

روایت کا ترجمہ کیا ہے اور اس کے خلاف کچھ نہیں نقل کیا بہ ظاہر وہ بھی اس حدیث کے مؤید ہیں۔

(تیسیر الباری ج ٣ ص ٦٢٦' نعمانی کتب خانہ لاہور' جون' ١٩٩٠ء)

علامہ محمد الفضیل الفاطمی الشبیہی الزرہونی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں بندر کے فعل پر ''مشابھۃً'' زنا کا اطلاق ہے' اور بندروں میں بہت ذہانت ہوتی ہے اور ان میں انسانوں کی طرح غیرت ہوتی ہے حتیٰ کہ کوئی بندر اپنی مادہ کے سوا دوسری بندریا کے پاس نہیں جاتا' خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٩ ص ١٤٣' مکتبۃ الرشد' ١٤٣٠ھ)

مولانا غلام رسول رضوی متوفی ١٤٢٢ھ نے اس حدیث کا صرف ترجمہ لکھا ہے اور اس کی شرح میں کچھ نہیں لکھا۔

(تفہیم البخاری ج ٥ ص ٨٣٢' فیصل آباد)

مفتی محمد شریف الحق امجدی متوفی ١٤٢٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حیوانات غیر مکلّف ہیں اس لیے بندروں کی طرف زنا کی نسبت کرنا اور ان پر حد قائم کرنا ایک عجیب سی بات ہے۔ علامہ ابن عبد البر نے اس کا جواب دیا ہے کہ ہوسکتا ہے یہ بندر قوم جن سے رہے ہوں اور جن مکلّف ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بندروں کا طریقہ یہ ہے کہ ایک نر اور مادہ ساتھ رہتے ہیں' نہ نر دوسرے کی مادہ کی طرف جھپٹتا ہے اور نہ اس مادہ پر دوسرے نر جھپٹتے ہیں بلکہ اگر کسی نر کی مخصوص مادہ پر کوئی دوسرا نر جھپٹے تو بندر اسے اپنی جماعت سے خارج کر دیتے ہیں' اس حدیث میں زنا سے حقیقی معنی مراد نہیں' ہوسکتا ہے کہ کسی نر نے کسی کی مخصوص مادہ پر تعدی کی ہو اور اس سے بھڑک کر سب بندروں نے اس نر کو سزا دی ہو اور یہ سزا سنگساری کی شکل میں ہو۔ (نزہۃ القاری ج ٤ ص ٦٧٣-٦٧٢' فرید بک سٹال' ٣٨ اردو بازار' لاہور)

میں کہتا ہوں کہ یہ صرف بندروں کی خصوصیت نہیں بلکہ خنزیر کے سوا تمام جانور ایسا ہی کرتے ہیں' وہ اپنی مادہ کے پاس دوسرے نر کو نہیں آنے دیتے۔

ہم نے عربی' فارسی اور اردو کی دستیاب شروح بخاری میں سے علامہ اسماعیل کورانی متوفی ٨٩٣ھ' علامہ قسطلانی متوفی ٩١١ھ' شیخ نور الحق دہلوی متوفی ١٠٧٣ھ' شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ١٣٥٢ھ' علامہ زرھونی مالکی متوفی ١٣٩٨ھ' اور علامہ شریف الحق امجدی متوفی ١٤٢٢ھ کی شروح کا خلاصہ پیش کیا ہے' سب نے حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ کی فتح الباری کی تحقیق کو اپنے انداز سے لکھا ہے اور صحیح بخاری کی اس حدیث کو ثابت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے۔ صرف علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ نے اس سے اختلاف کیا ہے اور اس حدیث کی صحت کے لیے حافظ ابن حجر عسقلانی کے پیش کردہ دلائل کا رد کر دیا ہے اور منفرد تحقیق پیش کی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی کا حافظ ابن حجر کی توجیہات پر ردّ اور ابطال

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے امام حمیدی کے اس قول کو مردود قرار دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری کے صرف بعض نسخوں میں ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ صحیح بخاری کے جن اکثر نسخوں سے ہم واقف ہیں ان سب میں یہ حدیث موجود ہے' حافظ ابن حجر کا یہ رد خود مردود ہے' کیونکہ امام حمیدی متوفی ٤٨٨ھ ابن حجر متوفی ٨٥٢ھ سے زیادہ صحیح بخاری کے نسخوں پر مطلع ہیں' اسی لیے انہوں نے یہ کتاب لکھی ہے ''الجمع بین الصحیحین'' اور انہوں نے حتمی طور پر یہ کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں نہیں ہے۔ علاوہ ازیں یہ حدیث النسفی کے نسخہ صحیح بخاری میں بھی نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیح بخاری میں درج تمام احادیث صحیح ہیں' اس لیے کہ بہ کثرت علماء نے صحیح بخاری کی بعض سندوں پر اعتراض کیا ہے کہ ان حدیثوں کے رجال اہل بدعت میں سے ہیں اور یہ دعویٰ کرنا کہ صحیح بخاری میں جو کچھ درج ہے وہ صحیح ہے' بلا دلیل ہے' اس کے ثبوت کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہے' جب کہ علامہ نسفی نے اپنے نسخہ میں اس حدیث کا اصلاً ذکر نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤١٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

مصنف کا حافظ ابن حجر کی توجیہات پر مزید رد اور ابطال

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی کی یہ تقریر نا تمام ہے' انہوں نے حافظ ابن حجر کی کئی تاویلات اور توجیہات کا رد نہیں کیا' ان میں سے بعض ازاں یہ ہیں:

حافظ ابن حجر نے حافظ ابن عبد البر کے اس اعتراض کے جواب میں لکھا ہے کہ حیوانات کے فعل پر زنا کا اطلاق نہیں ہوتا اور نہ وہ رجم کرنے کے مکلف ہیں' حافظ ابن حجر نے کہا کہ جن بندروں کو مسخ کیا گیا تھا ہو سکتا ہے انہوں نے دوسرے اصلی بندروں کو یہ مسئلہ بتا دیا ہو کہ جب کوئی بندر دوسرے بندر کی مادہ سے جفتی کرے تو اس کو رجم کر دیا جائے اور یہ بات چلتے چلتے زمانہ جاہلیت کے ان مذکورہ بندروں تک پہنچ گئی ہو اور انہوں نے اس کے مطابق رجم کیا ہو جو حقیقۃً رجم نہیں تھا مشابہۃً رجم تھا۔

میں کہتا ہوں کہ مسخ شدہ بندروں میں اور زمانہ جاہلیت کے ان بندروں کے درمیان تقریباً دو ہزار سال کا عرصہ ہے' سو کیا وجہ ہے کہ دو ہزار سال میں صرف ان ہی بندروں نے اس پر عمل کیا' اس سے پہلے ایسا واقعہ کیوں منقول نہیں ہوا؟ جب کہ مسخ شدہ بندروں نے جن بندروں کو بلا واسطہ یہ مسئلہ بتلایا تھا انہیں اولاً اور بالذات اس پر عمل کرنا چاہیے تھا لیکن انہوں نے تو اس پر عمل نہیں کیا اور عمرو بن میمون کے زمانہ کے بندروں نے اس پر عمل کیا' یہ چیز بداہت عقل کے خلاف ہے اور ترجیح بلا مرجح ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

اس تاویل پر دوسرا رد یہ ہے کہ عمرو بن میمون کے زمانہ سے لے کر اب تک چودہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے' اگر مسخ شدہ بندروں نے دوسرے اصلی بندروں کو یہ مسئلہ تعلیم کر دیا تھا تو ان چودہ سو سالوں میں بندروں نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟ اور اب تو دن بہ دن علوم میں اضافہ ہو رہا ہے اور بندروں' بن مانسوں اور گوریلوں پر نئی نئی تحقیقات ہو رہی ہیں' اگر بندروں میں کوئی اور ایسا واقعہ ہوا ہوتا تو اب تو نقل و حمل کے وسائل بہت زیادہ ہیں' پھر کیا وجہ ہے کہ کوئی اور ایسا واقعہ پیش نہیں آیا' سو حافظ ابن حجر کی یہ تاویل بہت رکیک اور باطل ہے' یہ بات صرف حافظ ابن حجر کہہ سکتے ہیں کہ عمرو بن میمون سے پہلے دو ہزار سالوں میں اور ان کے بعد چودہ سو سالوں میں اور کسی بندر نے اس پر عمل نہیں کیا' صرف عمرو بن میمون کے زمانہ کے بندروں نے اس پر عمل کیا اور ان کے علاوہ کوئی شخص نہیں کہہ سکتا۔ حافظ ابن حجر نے اس روایت کو منوانے کے لیے ایک گھوڑے کی مثال دی جس نے لاعلمی میں اپنی ماں سے جفتی کر لی' پھر نادم ہو کر اپنے آلہ کو منہ میں دبا کر دانتوں سے کاٹ ڈالا' سو جب گھوڑے میں شعور ہے تو بندر تو اس سے زیادہ ذہین ہیں' ان میں یہ شعور کیوں نہیں ہو سکتا!

میں پوچھتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے جس گھوڑے کی مثال دی ہے کہ اس نے اپنی ماں کے ساتھ جفتی کرنے کی وجہ سے اپنے آلہ کو کاٹ ڈالا تھا آیا یہ اسی گھوڑے کی خصوصیت تھی یا ہر گھوڑے کی یہ صفت ہے کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ جفتی کرنے سے بدکتا ہے اور اگر بالفرض جفتی کر لے تو ندامت سے اپنے آلہ کو جڑ سے کاٹ ڈالتا ہے' اگر یہ صرف اس گھوڑے کی خصوصیت تھی تو حافظ ابن حجر کا اس سے بندروں کے رجم پر استدلال کرنا باطل ہے اور اگر یہ ہر گھوڑے کی صفت ہے تو یہ خلاف واقع اور خلاف مشاہدہ ہے۔

اس پر دوسرا رد یہ ہے کہ جانوروں میں سے جب نر اور مادہ جفتی کرتے ہیں تو ان میں ماں اور بیٹے کی تمیز نہیں ہوتی اور نہ ان کو

اس کا شعور ہوتا ہے' گاؤں اور دیہاتوں میں نر کو مادہ پر چڑھاتے ہیں اور یہ لحاظ نہیں کرتے کہ مادہ نر کی ماں ہے یا نہیں۔

تیسرا اس پر رد یہ ہے کہ بالفرض اگر ایسا ممکن ہو تو کیا یہ صرف حافظ ابن حجر کے گھوڑے میں ہوا تھا دوسرے گھوڑوں میں ایسا کیوں نہیں ہوتا؟ سو حافظ ابن حجر نے جو گھوڑے کی مثال بیان کی ہے اس میں بھی ترجیح بلا مرجح ہے۔

جس طرح ایک جھوٹ کو بنانے کے لیے سو جھوٹ گھڑنے پڑتے ہیں اسی طرح حافظ ابن حجر نے بندروں میں رجم کے فرضی واقعہ کو ثابت کرنے کے لیے یہ تاویل گھڑ لی کہ مسخ شدہ بندروں نے اصلی بندروں کو رجم کا طریقہ بتا دیا تھا اس لیے دو ہزار سال بعد عمرو بن میمون کے زمانہ کے بندروں نے اس پر عمل کیا' اسی طرح اس فرضی رجم کو منوانے کے لیے انہوں نے گھوڑے کی فرضی مثال پیش کر دی۔

ہمارے نزدیک امام حمیدی متوفی ۴۸۸ھ کا یہ کہنا صحیح ہے کہ صحیح بخاری میں عمرو بن میمون کی یہ حدیث موجود نہیں ہے اور اس حدیث کا بعد میں اضافہ اور الحاق کیا گیا ہے کیونکہ نسفی کے نسخہ میں یہ حدیث مذکور نہیں ہے' اور امام بخاری اس سے بری اور پاک ہیں کہ وہ اپنی صحیح میں ایسی لا یعنی' بے سروپا اور خلاف عقل حدیث کو درج کریں' اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے میں نے حافظ ابن حجر کا رد کرنے میں بہت طویل کلام کیا ہے لیکن میری نیت صحیح ہے' میں صحیح بخاری اور امام بخاری کو اس روایت کی تہمت سے بری کرنا چاہتا ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں بزرگوں نے امام حمیدی کا مجمل حوالہ تو دیا ہے لیکن کسی بزرگ نے ان کی مکمل عبارت با حوالہ درج نہیں کی' سو ہم قارئین کی علمی ضیافت کے لیے امام حمیدی کی مکمل عبارت با حوالہ ذکر کر رہے ہیں۔

فاقول و باللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق.

امام حمیدی کی یہ تصریح کہ بندروں کو رجم کرنے والی حدیث' صحیح بخاری میں درج نہیں ہے' بعد میں لوگوں نے اضافہ کیا ہے

امام محمد بن فتوح الحمیدی التوفی ۴۸۸ھ لکھتے ہیں:

ابو مسعود نے صحیح میں حُصَین سے روایت کی ہے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں دیکھا کہ بہت سے بندر اس بندریا کے گرد جمع ہوئے جس نے زنا کیا تھا' سو انہوں نے اس کو رجم کیا' پس میں نے بھی ان کے ساتھ رجم کیا' ابو مسعود نے اسی طرح نقل کیا ہے' انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کو کس جگہ درج کیا ہے' سو ہم نے اس کو تلاش کیا تو صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں یہ حدیث مل گئی' تمام نسخوں میں یہ حدیث نہیں ہے' یہ حدیث ایام جاہلیت میں مذکور ہے' النعیمی از فربری کی روایت میں تو یہ بالکل نہیں ہے' شاید بندروں کی یہ حدیث ان چیزوں سے ہے جن کا صحیح بخاری میں اضافہ اور الحاق کر دیا گیا ہے۔

امام بخاری نے تاریخ کبیر میں یہ کہا ہے کہ مجھ سے نعیم بن حماد نے کہا' انہوں نے کہا: ہمیں ھشیم نے خبر دی از ابی بلج و حصین بن عمرو بن میمون' انہوں نے کہا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں دیکھا کہ ایک بندریا کے اوپر بہت سے بندر جمع ہوئے' پس انہوں نے اس بندریا کو رجم کیا' سو میں نے بھی ان کے ساتھ اس کو رجم کیا اور اس روایت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اس بندریا نے زنا کیا تھا۔ (التاریخ الکبیر ج ٦ ص ٣٦٧' قدیم) پس اگر یہ اضافہ صحیح ہو تو امام بخاری نے اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ یہ اس پر دلالت کرے کہ عمرو بن میمون نے زمانہ جاہلیت کو پایا تھا' اور عمرو بن میمون کے زمانہ جاہلیت کے ظن کی پرواہ نہیں کی۔

(الجمع بین الصحیحین ج ٣ ص ٤٩٠' دار ابن حزم' بیروت' ١٤٢٣ھ)

میں کہتا ہوں کہ میں نے یہ تمام کوشش اس لیے کی ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ عمرو بن میمون کی یہ روایت صحیح بخاری میں مذکور نہیں ہے جیسا کہ امام حمیدی کی تحقیق ہے اور امام حمیدی' حافظ ابن حجر پر چار سو سال سے زیادہ عرصہ پہلے کے ہیں اور صحیح بخاری کی احادیث پر ان کی حافظ ابن حجر سے کہیں زیادہ نظر اور تحقیق ہے اور اس روایت کی وجہ سے صحیح بخاری کی ثقاہت اور صحت مجروح ہو گئی ہے۔

ایک مرتبہ میں نے ایک تفضیلی شیعہ کو بتایا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ ابو طالب نے مرتے وقت کلمہ نہیں پڑھا (صحیح البخاری: ١٣٦٠)۔ اس تفضیلی نے کہا: ارے صاحب! امام بخاری کی بات نہ کریں' انہوں نے تو اپنی کتاب میں یہ حدیث بھی روایت کی ہے کہ ایک بندریا نے زنا کیا تو بندروں نے مل کر اس کو رجم کیا حالانکہ یہ قطعاً خلاف عقل وشرع ہے' لہٰذا امام بخاری کی روایت حجت نہیں ہے اور وہ ساقط الاعتبار ہے۔

اسی طرح ہر وہ شخص جس کے موقف کے خلاف صحیح بخاری سے استدلال کیا جائے وہ اس روایت کی بناء پر صحیح بخاری کی حدیث کا انکار کر دیتا ہے جیسے موسیقی کے مجوزین پر یہ حدیث پیش کی جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے کچھ لوگ ریشم کو اور شراب کو اور باجوں کو حلال قرار دیں گے' ان کو قیامت کے دن بندر اور خنزیر کی صورتوں میں مسخ کر دیا جائے گا۔ (صحیح البخاری: ٥٥٩٠)

تو وہ لوگ بھی بندروں کی اس حدیث کی بناء پر صحیح بخاری کو حجت نہیں مانتے۔

اور اگر دلائل سے یہ بتا دیا جائے کہ یہ حدیث امام بخاری کی روایت نہیں ہے جیسا کہ امام حمیدی اور علامہ عینی نے کہا ہے تو پھر ان کے لیے کوئی عذر نہیں رہے گا' حافظ ابن حجر اور ان کے متبعین نے امام بخاری کی محبت میں اس حدیث کو صحیح بخاری کی روایت ثابت کرنے کی جو کوشش کی ہے وہ نادان دوست کی محبت ہے جیسے کوئی شخص شوگر کے مریض کی محبت میں اس کو عام مٹھائی کھلانے کی کوشش کرے' اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے اور امام بخاری' امام حمیدی' حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کے درجات بلند کرے' میں تو ان نفوس قدسیہ کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچتا اور ان ہی حضرات کی شفاعت سے اپنی مغفرت کی امید رکھتا ہوں۔

٣٨٥٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خِلَالٌ مِّنْ خِلَالِ الْجَاهِلِيَّةِ الطَّعْنُ فِي الْاَنْسَابِ وَالنِّيَاحَةُ وَنَسِيَ الثَّالِثَةَ قَالَ سُفْيَانُ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهَا الْاِسْتِسْقَاءُ بِالْاَنْوَاءِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبیداللہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کی بعض باتیں یہ ہیں' نسب میں طعن کرنا' نوحہ کرنا' تیسری بات عبیداللہ بھول گئے اور سفیان نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ستاروں کے سبب سے بارش طلب کرنا ہے۔

نوحہ سے ممانعت کی مفصل روایات صحیح البخاری: ١٣٠٦-١٢٩١ میں ہیں۔

یہ مکمل روایت اس طرح ہے:

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت میں چار کام زمانہ جاہلیت کے آثار میں سے ہیں جن کو وہ ترک نہیں کریں گے: حسب (خاندانی فضائل) پر فخر کرنا' نسب (باپ دادا) پر طعن کرنا' ستاروں کے سبب سے بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا (بہ آواز بلند رو رو کر مرنے والے کے فضائل بیان کرنا)۔ (صحیح مسلم: ٩٣٤' مسند احمد ج ٢ ص ٤١٥)

کتاب المناقب والفضائل کا اختتام

کتاب الفضائل والمناقب میں دوسوتینتیس (۲۳۳) احادیث مرفوعہ ہیں‘ جن میں سے تینتیس (۳۳) تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں اور ان میں ایک سواڑتیس (۱۳۸) احادیث مکررہ ہیں اور خالص احادیث پچانوے (۹۵) ہیں‘ اور ان میں سترہ (۱۷) صحابہ اورتابعین کے آثار ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ اس نے مجھے صحیح البخاری کی احادیث کی شرح لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

الٰہ العلمین! میں نے ان احادیث کی شرح میں جو کچھ لکھا ہے اس کو قبول فرما اور جو مجھ سے خطائیں ہوئی ہیں ان کو معاف فرما اس شرح نعمت الباری کو تا قیامت باقی اور فیض آفریں بنا. واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدا لمرسلین سیدنا محمد خاتم النبین شفیع المذنبین قائد الغرالمحجلین وعلی اٰلہ واصحابہ وازواجہ و زریاتہ وامتہ اجمعین.

نعمۃ الباری کی چھٹی جلد کی تکمیل

میں اس چھٹی جلد کو ایام جاہلیت پرختم کر رہا ہوں اور ساتویں جلد ان شاء اللہ العزیز باب مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوگی۔

اس جلد کی ابتداء‘ ۱۶ ذوالقعدہ ۱۴۲۹ھ/ ۱۵ نومبر بہ روز ہفتہ سے ہوئی‘ اور اس کی تکمیل تین ذوالقعدۃ‘ ۱۴۳۰ھ/ ۲۳‘ اکتوبر بہ روز جمعہ کو ہوئی‘ گویا اس کتاب کی تکمیل میں گیارہ ماہ اور آٹھ دن صرف ہوئے‘ نعمت الباری کی مکمل ہونے والی جلدوں کی مدت میں یہ سب سے طویل مدت ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جلد کے شروع کرنے کے چند ایام کے بعد مجھے دماغی تھکاوٹ زیادہ ہونے لگی اور سر میں درد رہنے لگا اور آہستہ آہستہ کام رک گیا‘ میرے فزیشن ڈاکٹر محمد عارف صاحب نے مجھے دماغی کارکردگی بحال کرنے کی دوائیں Duxil اور Hydergine دیں اور سختی سے ہدایت کی کہ میں کام کم کردوں اور ہفتہ میں ایک دن لازماً کام نہ کروں‘ چند دن مجھے اس طریقہ پر عمل کرنے سے فائدہ ہوا لیکن چند دن بعد پھر دوبارہ شدت سے تکلیف ہوگئی‘ پھر احباب کے مشورہ سے میں ۲ فروری ۲۰۰۹ء کو کراچی کے مشہور نیورو سرجن (Neuro surgeon) ڈاکٹر افتخار بھٹی کے ہاسپٹل واقع کلفٹن میں گیا‘ انہوں نے کہا: آپ دماغ کا M.R.I کرائیں‘ ایکسرے دیکھ کر انہوں نے کہا کہ دماغ سکڑ گیا ہے اور ایک ایکسپرٹ نے کہا کہ دماغ کی طرف خون کی سپلائی بہت کم ہے‘ سرجن نے یہ بھی کہا: جو دوائیں آپ کھا رہے ہیں ان سے فائدہ نہیں ہوگا‘ دوسری طرف چونکہ مجھے شوگر ہے‘ ہائی بلڈ پریشر ہے اور کولیسٹرول بڑھنے کا بھی عارضہ ہے‘ اس وجہ سے میں خون بڑھانے کے لیے پھلوں کا استعمال بھی زیادہ نہیں کرسکتا‘ اشرف العلماء مولانا محمد اشرف سیالوی زید شرفہم کے مشورہ سے میں نے بادام روغن کا استعمال بھی شروع کیا اور اب انسولین کی مقدار بڑھا کر پھلوں کا استعمال بھی شروع کردیا ہے‘ آہستہ آہستہ فائدہ ہو رہا ہے‘ لیکن جب اپنی طبعی افتاد سے کام کرنے کی رفتار بڑھاؤں تو پھر اٹیک ہو جاتا ہے۔ قارئین کرام دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ دماغی توانائی کو بحال فرمائے اور نعمت الباری کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مکمل فرما دے۔

اس جلد میں صحیح البخاری: ۳۰۹۱‘ سے لے کر ۳۸۵۰‘ تک احادیث کی شرح آ گئی ہے اور اس جلد میں ۷۵۹‘ احادیث کی شرح ہے‘ صحیح بخاری کی کل احادیث کی تعداد ۷۵۶۳‘ ہے جس کا نصف ۳۷۸۱‘ ہے اور اس جلد میں ۳۸۵۰‘ تک احادیث آ گئی

ہیں گویا اب صحیح البخاری کی نصف احادیث سے زیادہ احادیث کی شرح مکمل ہوگئی ہے۔

ہر چند کہ نعمت الباری کی چھٹی جلد لکھنے کے دوران میں زیادہ تر بیمار رہا' تاہم اس جلد میں' میں نے جتنی زیادہ تحقیق کی ہے اور جتنی کثرت سے دقیق اور پر مغز ابحاث اس جلد میں لکھی ہیں اس سے پہلے نعمت الباری کی کسی جلد میں اتنی پر مغز ابحاث نہیں آئیں' بلکہ میری دیگر تصانیف میں بھی ایسی ابحاث نہیں آئیں۔ اکتوبر ۲۰۰۸ء میں میرا پچھتر ہزار روپے کا نقصان ہو گیا تھا' اس وقت مولانا عبدالمجید برسٹل' مولانا نصر اللہ برمنگھم' مولانا عارف سعیدی لندن' صاحب زادہ حبیب الرحمٰن بریڈفورڈ' مفتی اعظم پاکستان مولانا منیب الرحمان مہتمم دارالعلوم نعیمیہ' کراچی' مولانا محمد شفیق' مولانا محمد اسماعیل نورانی اور مولانا محمد صابر نورانی اور ثمینہ بہن برسٹل نے اپنی محبت اور ایثار کا ثبوت دیا' اور میری مدد کی۔

جب یہ نقصان ہوا تو میں نے انا للہ پڑھ کر یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ! مجھے اس مصیبت میں اجر عطاء فرما اور مجھے اس سے بہتر بدل عطا فرما' سو ان محبین کے تعاون سے اللہ تعالیٰ نے بہت جلد اس نقصان سے تین گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ عطاء فرما دیا۔

اس بیماری کے دوران سید عمیر الحسن برنی ہر روز صبح' شام آ کر میری خدمت کرتے ہیں اور میرا ناشتہ اور شام کا کھانا تیار کرتے ہیں' مولانا اسماعیل نورانی ہر جمعرات آتے ہیں' مولانا صابر نورانی بھی گاہے گاہے آتے ہیں اور میرے ضروری کام کرتے ہیں' مولانا عبداللہ نورانی ہر اتوار کو میرے لیے کھانا لے کر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کی خدمات کو قبول فرمائے اور اپنی بارگاہ سے ان کو بہترین اجر عطا فرمائے۔

نعمۃ الباری کی پروف ریڈنگ کا کام مولانا حافظ اختر حبیب اختر اور مولانا حافظ محمد اکرم (فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ' بھیرہ شریف) بہت عمدگی سے کرتے ہیں' سید محسن اعجاز گیلانی اس کی خوب سے خوب تر طباعت میں ہر وقت کوشاں رہتے ہیں' اللہ تعالیٰ مجھے اور ان تمام احباب اور معاونین کو اور نعمت الباری کے قارئین کو اپنے فضل و کرم سے دنیا اور آخرت کی نعمتیں' سعادتیں اور برکتیں عطا فرمائے اور دنیا اور آخرت کے مصائب اور آلام سے محفوظ اور مامون رکھے۔ آمین' **یا رب العلمین بجاہ النبی الکریم الامین علیہ افضل الصلوات والتسلمیات وعلی 'الہ واصحابہ وازواجہ و ذریاتہ وامتہ اجمعین۔**

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری' جلد سادس کی ڈائری

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعداد احادیث
۱۵' نومبر ۲۰۰۸ء	ابتداء کی گئی ۱۶' ذوالقعدہ ۱۴۲۹ھ	ہفتہ			۳۰۹۱
یکم دسمبر ۲۰۰۸ء	یکم ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ	اتوار	۴۹	۴۹	۳۱۲۵
یکم جنوری ۲۰۰۸ء	۳' محرم ۱۴۳۰ھ	جمعرات	٦٠	۱۱۱	۳۱٦۹
یکم مارچ ۲۰۰۸ء	۳۰' صفر ۱۴۳۰ھ	اتوار	۴۵_۴۷	۲۰۳	۳۲۷۹
یکم اپریل ۲۰۰۸ء	یکم ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ	بدھ	٦۴	۲٦۷	۳۳۴۹
یکم مئی ۲۰۰۸ء	۳۰' جمادی الاولی ۱۴۳۰ھ	جمعہ	۷۷	۳۴۴	۳۴۱۱
یکم جولائی ۲۰۰۸ء	۷' رجب ۱۴۳۰ھ	بدھ	۱۳۳	۴۷۷	۳۵٦۱
یکم اگست ۲۰۰۸ء	۹' شعبان ۱۴۳۰ھ	ہفتہ	۸۲	۵۵۹	۳٦۷۸
یکم ستمبر ۲۰۰۸ء	۱۰' رمضان ۱۴۳۰ھ	منگل	۱۰۴	٦٦۳	۳۷۳۷
یکم اکتوبر ۲۰۰۸ء	۱۱' شوال ۱۴۳۰ھ	جمعرات	۹۲	۷۴۵	۳۸۱۱
اختتام ۲۳' اکتوبر ۲۰۰۹ء	۳' ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ	جمعہ	۵۳	۷۹۸	۳۸۵۰

ماخذ ومراجع

کتب الٰہیہ

۱۔ قرآن مجید

۲۔ تورات

۳۔ انجیل

کتب احادیث

۴۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت' متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی

۵۔ امام مالک بن انس اصبحی' متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۰۹ھ

۶۔ امام عبداللہ بن مبارک' متوفی ۱۸۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت

۷۔ امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم' متوفی ۱۸۳ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل

۸۔ امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد' مطبوعہ نور محمد' کارخانہ تجارت کتب' کراچی

۹۔ امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ

۱۰۔ امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' المسند' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۰ھ

۱۱۔ امام سلیمان بن داؤد الجارود' المتوفی ۲۰۴ھ' مسند ابوداؤد الطیالسی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ

۱۲۔ امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ کتاب المغازی' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۱۳۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' مصنف عبدالرزاق' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۱۴۔ امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی' متوفی ۲۱۹ھ' المسند' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت

۱۵۔ امام سعید بن منصور خراسانی' مکی' متوفی ۲۲۷ھ' سنن سعید بن منصور' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت

۱۶۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' المصنف' مطبوعہ ادارہ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۱۷۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ دارالوطن' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۸۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ

۱۹۔ امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' المسند' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' عالم الکتب' بیروت' ۱۴۱۹ھ

۲۰۔ امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ' سنن دارمی' مطبوعہ دارالکتاب العربی' ۱۴۰۷ھ' دارالمعرفۃ' بیروت'

۱۴۲۰ھ
۲۱- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ دار ارقم، بیروت
۲۲- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت، ۱۴۱۲ھ
۲۳- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ کرمہ، ۱۴۱۷ھ
۲۴- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ، دارالجیل، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۲۵- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بحستانی، متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ
۲۶- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بحستانی، متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی
۲۷- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، سنن ترمذی، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ، دارالجیل، بیروت، ۱۹۹۸ء
۲۸- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، شمائل محمدیہ، مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۵ھ
۲۹- امام علی بن عمر دارقطنی، متوفی ۲۸۵ھ سنن دارقطنی، مطبوعہ نشر السنہ، ملتان، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۰- امام ابن ابی عاصم، متوفی ۲۸۷ھ، الاحاد والمثانی، مطبوعہ دارالرایہ، ریاض، ۱۴۱۱ھ
۳۱- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ، البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار، مطبوعہ مؤسسۃ القرآن، بیروت
۳۲- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۱۲ھ
۳۳- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، عمل الیوم واللیلہ، مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت، ۱۴۰۸ھ
۳۴- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳، سنن کبریٰ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ
۳۵- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی، متوفی ۳۰۷ھ، مسند الصحابہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۶- امام احمد بن علی المثنیٰ التمیمی، المتوفی ۳۰۷ھ، مسند ابویعلیٰ موصلی، مطبوعہ دارالمامون التراث، بیروت، ۱۴۰۴ھ
۳۷- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری، متوفی ۳۰۷ھ، المنتقی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۳۸- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۵ھ
۳۹- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق، متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابوعوانہ، مطبوعہ دارالباز، مکہ مکرمہ
۴۰- امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، تحفۃ الاخیار، مطبوعہ دار بلنسیہ، ریاض، ۱۴۲۰ھ
۴۱- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی، متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان، لاہور، ۱۴۰۴ھ
۴۲- امام ابوجعفر محمد بن احمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ، مسند الطحاوی، مطبوعہ مکتبۃ الحرمین، الدبئ، ۱۴۲۶ھ
۴۳- امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ، کتاب الضعفاء الکبیر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
۴۴- امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی، متوفی ۳۵۴ھ، الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۷ھ
۴۵- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المتوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ، مکتب اسلامی،

بیروت' ۱۴۰۵ھ
۴۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم اوسط' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ دارالفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۴۷- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم کبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۴۸- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی' المتوفی ۳۶۵ھ' الکامل فی ضعفاء الرجال' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۴۹- امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین المتوفی ۳۸۵ھ' الناسخ والمنسوخ من الحدیث' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۵۰- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ' متوفی ۳۹۶ھ' کتاب العظمۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۵۱- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری' متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۵۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' حلیۃ الاولیاء' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۵۳- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالنفائس' بیروت
۵۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ نشرالسنۃ' ملتان
۵۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الاسماء والصفات' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۵۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' معرفۃ السنن والآثار' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۵۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ
۵۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الآداب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ
۵۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب فضائل الاوقات' مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ
۶۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' شعب الایمان' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۱ھ
۶۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی' متوفی ۴۵۸ھ' الجامع لشعب الایمان' مطبوعہ مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۳ھ
۶۲- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' البعث والنشور' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۶۳- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی' متوفی ۴۶۳ھ' جامع بیان العلم وفضلہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۶۴- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی' المتوفی ۵۰۹ھ' الفردوس بماثور الخطاب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ
۶۵- امام حسین بن مسعود بغوی' متوفی ۵۱۶ھ' شرح السنۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۶۶- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تاریخ دمشق الکبیر' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۶۷- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تہذیب تاریخ دمشق' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ
۶۸- امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' جامع المسانید' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ

۶۹- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' جامع الاصول' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۷۰- امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری' التوفی ۶۵۶ھ' الترغیب والترہیب' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۰۷ھ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۷۱- امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' التذکرۃ فی امور الآخرہ' مطبوعہ دار البخاری' مدینہ منورہ

۷۲- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ۷۴۲ھ' مشکوٰۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دار ارقم' بیروت

۷۳- حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی' متوفی ۷۶۲ھ' نصب الرایہ' مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند' ۱۳۵۷ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۷۴- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' التوفی ۸۰۷ھ' مجمع الزوائد' مطبوعہ دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ

۷۵- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی' التوفی ۸۰۷ھ' کشف الاستار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۷۶- امام ابو العباس احمد بن ابو بکر بوصیری' شافعی' متوفی ۸۴۰ھ' اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ

۷۷- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان' متوفی ۸۴۵ھ' الجواہر النقی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان

۷۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۸۴۸ھ' تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

۷۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ

۸۰- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الجامع الصغیر' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۰ھ

۸۱- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جامع الاحادیث الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت ۱۴۱۴ھ

۸۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' البدور السافرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ' دار ابن حزم' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۸۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جمع الجوامع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۸۴- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الخصائص الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ

۸۵- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری' متوفی ۹۷۵ھ' کنز العمال' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت

کتب تفاسیر

۸۶- امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' جامع البیان' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ' دار الفکر' بیروت

۸۷- امام عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی' متوفی ۳۲۷ھ تفسیر القرآن العزیز' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ

۸۸- امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی' متوفی ۳۳۳ھ' تاویلات اہل السنۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ

۸۹- علامہ ابو الحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری' متوفی ۴۶۸ھ' الوسیط' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۹۰- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی، متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۹۱- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی، متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۹۲- قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی، متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل، مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع، مصر
۹۳- علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی، متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل، مطبوعہ دار الکتب العربیہ، پشاور
۹۴- علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۴ھ، بیان القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی، لاہور
۹۶- شیخ محمود الحسن دیوبندی، متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ، حاشیۃ القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لمٹیڈ، لاہور

کتب شروح حدیث

۹۷- علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی اندلسی متوفی ۴۴۹ھ، شرح صحیح البخاری، مطبوعہ مکتبہ الرشید، ریاض، ۱۴۲۰ھ
۹۸- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی، متوفی ۴۶۳ھ، الاستذکار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ
۹۹- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، تمہید، مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور، ۱۴۰۴ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۹ھ
۱۰۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، اکمال المعلم بفوائد مسلم، مطبوعہ دار الوفا، بیروت، ۱۴۱۹ھ
۱۰۱- علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ، کشف المشکل علی صحیح البخاری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ
۱۰۲- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ، مختصر سنن ابوداؤد، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت
۱۰۳- علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی، متوفی ۶۶۱ھ، کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ، مکتبہ نزار مصطفیٰ، ۱۴۲۲ھ
۱۰۴- علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی، المتوفی ۶۵۶ھ، المفہم، مطبوعہ دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۱۷ھ
۱۰۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ
۱۰۶- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی، متوفی ۷۴۳ھ، شرح الطیبی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، ۱۴۱۳ھ
۱۰۷- علامہ ابن رجب حنبلی، متوفی ۷۹۵ھ، فتح الباری، دار ابن الجوزی، ریاض، ۱۴۱۷ھ
۱۰۸- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
۱۰۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ
۱۱۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار، دار ابن کثیر، بیروت
۱۱۱- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی، متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ، دار الکتب

العلمیہ' ۱۴۲۱ھ

۱۱۲- حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ 'شرح سنن ابوداؤد' مطبوعہ مکتبۃ الرشید' ریاض' ۱۴۲۰ھ

۱۱۳- علامہ احمد بن اسماعیل کورانی' متوفی ۸۹۳ھ 'الکوثر الجاری' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ

۱۱۴- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی' متوفی ۸۹۵ھ' مکمل اکمال المعلم' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۱۱۵- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' ارشاد الساری' مطبوعہ مطبعہ میمنہ' مصر' ۱۳۰۶ھ

۱۱۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' التوشیح علی الجامع الصحیح' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ

۱۱۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۲ھ

۱۱۸- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ' تنویر الحوالک' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۱۱۹- علامہ ابو یحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ' تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ

۱۲۰- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ' فیض القدیر' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ' مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ

۱۲۱- علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی' متوفی ۱۰۰۳ھ' شرح الشمائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی

۱۲۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' جمع الوسائل' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی

۱۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح مسند ابی حنیفہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ

۱۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' مرقات' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان' ۱۳۹۰ھ' مکتبہ حقانیہ' پشاور

۱۲۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' الاسرار المرفوعۃ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ

۱۲۶- شیخ رشید احمد گنگوہی' متوفی ۱۳۲۳ھ' لامع الدراری علی جامع البخاری' مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید کمپنی

۱۲۷- شیخ عبدالحق محدث دہلوی' متوفی ۱۰۵۲ھ' اشعۃ اللمعات' مطبوعہ مطبع تیج کمار' لکھنو

۱۲۸- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی' متوفی ۱۲۵۰ھ' تحفۃ الذاکرین' مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر' ۱۳۵۰ھ

۱۲۹- علامہ الفضیل بن الفاطمی الزرھونی المالکی' متوفی ۱۳۱۸ھ' الفجر الساطع علی الصحیح الجامع' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ

۱۳۰- شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری' متوفی ۱۳۲۵ھ' تحفۃ الاحوذی' مطبوعہ نشر السنہ ملتان' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ

۱۳۱- شیخ انور شاہ کشمیری' متوفی ۱۳۵۲ھ' فیض الباری' مطبوعہ مطبع حجازی' مصر' ۱۳۵۷ھ

۱۳۲- شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ' فتح الملہم' مطبوعہ مکتبہ الحجاز' کراچی

۱۳۳- شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی' متوفی ۱۴۲۱ھ' شرح صحیح البخاری' مکتبۃ الطبری' مصر' ۱۴۲۹ھ

۱۳۴- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی' اوجز المسالک الی مؤطا مالک' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ

۱۳۵- شیخ محمد تقی عثمانی' انعام الباری' مطبوعہ مکتبۃ الحراء

۱۳۶- شیخ سلیم اللہ خان' کشف الباری' مکتبہ فاروقیہ' کراچی

۱۳۷- موسیٰ شاہین لاشین' فتح المنعم شرح صحیح مسلم' دارالشروق' قاہرہ' مصر' ۱۴۲۹ھ

کتب اسماء الرجال

۱۳۸- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، التاریخ الکبیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۲ھ

۱۳۹- امام احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ، منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۴ھ

۱۴۰- امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ، تاریخ بغداد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ

۱۴۱- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی، متوفی ۷۴۲ھ، تہذیب الکمال، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ

۱۴۲- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۶ھ

۱۴۳- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ، الکاشف، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۴۴- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۴۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ، تقریب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۴۶- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، اللآلی المصنوعہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ

۱۴۷- حافظ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، طبقات الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ

۱۴۸- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ، الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۳ھ

۱۴۹- علامہ محمد طاہر پٹنی، متوفی ۹۸۶ھ، تذکرۃ الموضوعات، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۵۰- علامہ علی بن سلطان محمد القاری، المتوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی

۱۵۱- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی، متوفی ۱۱۶۲ھ، کشف الخفاء ومزیل الالباس، مطبوعہ مکتبۃ الغزالی، دمشق

کتب لغت

۱۵۲- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی، متوفی ۱۷۵ھ، کتاب العین، مطبوعہ انتشارات اسوہ، ایران، ۱۴۱۴ھ

۱۵۳- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری، متوفی ۳۹۸ھ، الصحاح، مطبوعہ دار العلم، بیروت، ۱۴۰۴ھ

۱۵۴- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی، متوفی ۵۰۲ھ، المفردات، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ

۱۵۵- علامہ محمود بن عمر زمخشری، متوفی ۵۸۳ھ، الفائق، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۷ھ

۱۵۶- علامہ محمد بن اثیر الجزری، متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۵۷- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالغفار رازی متوفی ۶۶۰ھ مختار الصحاح، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۹ھ

۱۵۸- علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ، تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۱۵۹- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی، متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم، ایران

۱۶۰- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، متوفی ۸۱۷ھ، القاموس المحیط، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

۱۶۱- علامہ محمد طاہر پٹنی، متوفی ۹۸۶ھ، مجمع بحار الانوار، مطبوعہ مکتبہ دار الایمان، المدینۃ المنورہ، ۱۴۱۵ھ

۱۶۲- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' تاج العروس' مطبوعہ المطبعہ الخیریہ' مصر
۱۶۳- لوئیس معلوف الیسوعی' متوفی ۱۸۶۷ء' المنجد' مطبوعہ المطبعہ الغاثولیکہ' بیروت' ۱۹۲۷ء
۱۶۴- ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی' لاہور
۱۶۵- قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ' سیرت و فضائل

۱۶۶- امام محمد بن سعد' متوفی ۲۳۰ھ' الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۶۷- امام ابوسعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ' شرف المصطفیٰ' مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۴ھ
۱۶۸- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' تاریخ الامم والملوک' مطبوعہ دار القلم' بیروت
۱۶۹- حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر' متوفی ۴۶۳ھ' الاستیعاب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۷۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی' متوفی ۵۴۴ھ' الشفاء' مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۷۱- علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' الوفاء' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد
۱۷۲- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' اسد الغابہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۷۳- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' الکامل فی التاریخ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۷۴- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان' متوفی ۶۸۱ھ' وفیات الاعیان' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی' ایران
۱۷۵- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ' سیر اعلام النبلاء' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۷۶- شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ' زاد المعاد' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۷۷- علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ' طبقات الشافعیہ الکبریٰ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۱۷۸- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی' متوفی ۷۷۴ھ' البدایہ والنہایہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۷۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی' متوفی ۸۵۲ھ' الاصابہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۸۰- علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی' متوفی ۹۱۱ھ' وفاء الوفاء' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ
۱۸۱- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۸۲- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی' متوفی ۹۴۲ھ' سبل الہدیٰ والرشاد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۸۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح الشفاء' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۸۴- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی' متوفی ۱۰۶۹ھ' نسیم الریاض' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۸۵- علامہ محمد عبدالباقی زُرقانی' متوفی ۱۱۲۲ھ' شرح المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ

کتب فقہ حنفی

۱۸۶- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ المبسوط، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۸ھ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ

۱۸۷- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبہ الثورۃ الاسلامیہ، افغانستان، ۱۴۰۵ھ

۱۸۸- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۱۸۹- علامہ حسین بن منصور اوز جندی، متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خاں، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ

۱۹۰- علامہ حسین بن منصور اوز جندی، متوفی ۵۹۲ھ، شرح الزیارات، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۶ھ

۱۹۱- علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین و آخرین، مطبوعہ شرکت علمیہ، ملتان

۱۹۲- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ، المحیط البرہانی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۲۴ھ

۱۹۳- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق، مطبوعہ ایچ-ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۲۱ھ

۱۹۴- علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۹۵- علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۱ھ

۱۹۶- علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ

۱۹۷- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۴۱۲ھ

۱۹۸- علامہ زین الدین بن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ

۱۹۹- ملا بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴، فتح باب العنایۃ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۶ھ

۲۰۰- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المختار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

۲۰۱- ملا نظام الدین متوفی، ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ

۲۰۲- علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۸ھ

۲۰۳- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ

۲۰۴- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ دار الاشاعۃ العربی، کوئٹہ

۲۰۵- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۳۹۶ھ

۲۰۶- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ، ۱۴۱۹ھ

کتب فقہ شافعی

۲۰۷- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ، الام، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۳ھ

۲۰۸- علامہ ابو الحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی، متوفی ۴۵۰ھ، الحاوی الکبیر، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۴ھ

۲۰۹- علامہ ابواسحاق شیرازی' متوفی ۴۵۵ھ' المہذب' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۳۹۳ھ
۲۱۰- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح المہذب' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

۲۱۱- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی' متوفی ۲۵۶ھ' المدونۃ الکبریٰ' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت
۲۱۲- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی' متوفی ۵۹۵ھ' بدایۃ المجتہد' مطبوعہ دارالفکر' بیروت
۲۱۳- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی' متوفی ۱۱۹۷ھ' الشرح الکبیر' مطبوعہ دارالفکر' بیروت
۲۱۴- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی' متوفی ۱۲۱۹ھ' حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر' مطبوعہ دارالفکر' بیروت

کتب فقہ حنبلی

۲۱۵- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' المغنی' مطبوعہ دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ
۲۱۶- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' الکافی' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۱۷- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ' متوفی ۷۲۸ھ' مجموعۃ الفتاویٰ' مطبوعہ ریاض' مطبوعہ دارالجیل' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۱۸- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن فتاح مقدسی' متوفی ۷۶۳ھ' کتاب الفروع' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت
۲۱۹- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ' کشاف القناع' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

❁ ❁ ❁ ❁

تفسیر تبیان القرآن کی بارہ جلدوں میں تکمیل کے بعد فرید بک سٹال کی جانب سے باذوق قارئین کی سہولت کیلئے
مفسرِ قرآن علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی کی مبسوط و مفصل تفسیر اور ترجمہ قرآن کی ایک جلد میں جامع تلخیص

بہ نام

انوارِ تبیان القرآن

تخبیرہ

ترجمۂ قرآن بہ نام

نور القرآن

تلخیص و مرتب: مولانا حافظ محمد عبداللہ قادری نورانی زید علمہٗ

چند خصوصیات

☆ متن قرآن مجید کا سلیس رواں زبان میں مکمل ترجمہ،
☆ قرآنی آیات سے مستنبط فقہی مسائل کا مختصر اور جامع تذکرہ،
☆ عقائد اہلِ سنّت و جماعت کی تائید اور ترجیح پر جامع دلائل،
☆ مفسرِ قرآن علامہ غلام رسول سعیدی (مدظلہ العالی) کے علمی تحقیقات کا بہترین نچوڑ،
☆ آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر میں احادیث و آثار کا مستند تذکرہ،
☆ کتب تفاسیر و احادیث کے باضابطہ حوالہ جات،
☆ قرآنِ مجید کے سمجھنے اور سمجھانے میں بہترین معاون اور مددگار،
☆ مدرسین، مقررین، طلبہ اور عوام الناس کی ضرورت کے عین مطابق،
☆ مسرت اور خوشی کے مواقع پر علمی تعاون اور محبت کے اظہار کے لیے خوب صورت تحفہ،

یہ ایک ایسی تفسیر ہوگی جس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت صدیوں تک باقی رہے گی۔ انشاء اللہ العزیز

پیش کش: فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون: 092-42-7312173
فیکس: 092-42-7224899

شرح صحیح مسلم

از رشحات علم

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

خصوصیات

☆ احادیث کا آسان اور بامحاورہ اُردو ترجمہ
☆ متقدمین کی شرح کی روشنی میں ہر باب کی احادیث کی مختصر اور واضح تشریح۔
☆ علم اُصول حدیث کی روشنی میں احادیث پر فنی گفتگو۔
☆ ائمہ اربعہ کی اُمہات کتب سے ان کے مذاہب کا مع دلائل بیان۔
☆ فقہ حنفی کی ترجیح کا بیان۔
☆ منکرین حدیث کے شبہات کے جوابات اور حجیت حدیث پر دلائل کا انبار۔
☆ اختلافی مسائل پر مہذب علمی گفتگو۔
☆ مسائل حاضرہ مثلاً فوٹو گراف' ریڈیو' ٹی۔وی' ویڈیو' ریل اور ہوائی جہاز میں نماز' پوسٹ مارٹم' ایلو پیتھک ادویہ' انتقال خون' اعضاء کی پیوند کاری' اسقاط حمل' ضبط تولید' ٹیسٹ ٹیوب بے بی' رؤیت ہلال کمیٹی کے اعلان' پاکستان اور دیگر بعید ممالک میں اختلاف رؤیت ہلال کے اثر سے مختلف احکام' پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ' میعادی قرضوں کی ادائیگی پر زکوٰۃ' قطبین میں روزے اور نماز کے احکام' ٹیلی فون پر نکاح' بیمہ' اسلام میں کفو کی حیثیت' ایک مجلس میں تین طلاقیں' عدالتی طلاق' نوٹ' سُود اور حدود و تعزیرات' انعامی بانڈز' بنک نوٹ' افراطِ زر کی پیچیدگیاں' مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے بہت سے مسائل پر محققانہ بحث۔
☆ مصنف نے ہر مسئلہ میں معروضی بحث کی ہے۔ قرآن مجید' احادیث' آثار' اقوال تابعین' جمہور فقہاء اسلام اور فقہاء احناف کے ارشادات کی روشنی میں ہر مسئلہ کو لکھا ہے' کسی لگی بندھی فکر کے تابع ہو کر نہیں لکھا۔
☆ اس شرح میں شائستگی کو ملحوظ رکھا گیا ہے' کسی کے خلاف مبتذل لہجہ اختیار نہیں کیا گیا۔

پیش کش: فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون : 092-42-7312173
فیکس: 092-42-7224899

وان تعدوا نعمت الله لا تحصوها

نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعمۃ الباری

فی

شرح صحیح البخاری

علامہ غلام رسول سعیدی

(الجزء السابع)

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا
اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہ کر سکو گے (ابراہیم: ۳۴)

نعمۃ الباری
فی
شرح صحیح البخاری

جلد ہفتم

الاحادیث: ۳۶۲۶ — ۴۸۵۱

کتاب مناقب الانصار، کتاب المغازی، کتاب تفسیر القرآن

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث، دار العلوم نعیمیہ، کراچی-۳۸

ناشر
فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری (جلد ہفتم)

۞ ۞ ۞ ۞ ۞

خطبة الكتاب

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰه ربّ العالمین، الّذی جعلنا من المسلمین، ووصفنا بخیر امّة من الامم الماضین، وانعم علینا بتنزیل القرآن الکریم وهدانا به الی الصراط المستقیم. والصلٰوة والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین، الذی شرح الفرقان باحادیثه وبیانه القویم، وکشف عن اسراره وغوامضه لهدایة الناس اجمعین، وانقذنا بحسن سیرته من الظلمات والضلال المبین. وعلی اله الطیبین واصحابه الطاهرین الذین قاموا باشاعة الدین المتین مع کمال الخلوص والجهد العظیم، وعلی ازواجه الطاهرات امهات المومنین، وعلی جمیع الائمة التابعین من المفسرین والمحدثین المخلصین الکاملین الی یوم الدین.

وبعد فیقول العبد الفقیر الی مولاه القدیر غلام رسول السعیدی دائم الاحتیاج الی کرم ربه السرمدی انی بعد الفراغ من التفسیر قد شرعت فی شرح الصحیح للامام البخاری (علیه نعمة الباری) توکلا علی رحمة اللّٰه وفضله العمیم. ولا یکون تحریره وتقریره وتکمیله الا نعمته العظمٰی. فلذا سمیته بنعمة الباری فی شرح صحیح البخاری. (تقبله اللّٰه بلطفه وتغمدنی بغفرانه بمحض فضله)

اشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لا شریك له واشهد ان سیدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله. اعوذ باللّٰه من شرور نفسی ومن سیئات اعمالی. من یهده اللّٰه فلا مضل له ومن یضلل، فلا هادی له. اللهم ارنی الحق حقًّا وارزقنی اتباعه. اللهم ارنی الباطل باطلًا وارزقنی اجتنابه. اللهم اجعلنی فی تصنیف هذا الکتاب علی صراط مستقیم واجعله موافقًا باسمه واحفظه من شرور الاشرار والحاسدین. اللهم اجعله خالصا لوجهك الکریم ومقبولًا عندك وعند رسولك الرؤف الرحیم واجعله شائعًا ومستفیضًا ومفیضًا مرغوبًا فی اطراف العالمین الی یوم الدین واجعله لی ولجمیع من انتسب الی من المسلمین صدقة جاریة الی یوم القیامة وارزقنی زیارة النبی الکریم ﷺ فی الدنیا وشفاعته فی الاخرة واحینی علی الاسلام بالسلامة وامتنی علی الایمان بالکرامة. اللهم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدك وانا علی عهدك ووعدك ما استطعت. اعوذ بك من شر ما صنعت ابوء لك بنعمتك علی وابوء لك بذنبی فاغفرلی فانه لا یغفر الذنوب الا انت. رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحًا ترضٰه. آمین یا رب العالمین بجاه سید المرسلین ﷺ.

خطبۃ الکتاب

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے مخصوص ہیں' جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور سب سے بہترین امت کا لقب عطا فرمایا' قرآن مجید نازل فرما کر ہم پر احسان کیا اور اس کتاب کے ذریعہ ہمیں سیدھی راہ دکھائی۔ حمد کے بعد سب سے افضل اور بلند رتبہ پیغمبر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام ہو' جو سفید رو اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں' جنہوں نے اپنی احادیث اور مستحکم بیان سے قرآن مجید کی تشریح فرمائی اور تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے اس کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ہمیں اپنا بہترین نمونہ عمل عطا کر کے ظلمت و گمراہی سے نجات بخشی۔ آپ کے بعد آپ کی اولادِ پاک اور صحابہ کرام پر رحمتوں کا نزول ہو' جو پورے اخلاص اور محنت کے ساتھ اشاعت دین میں مصروف رہے' اور آپ کی ازواجِ مطہرات پر رحمتوں کا نزول ہو' جو مسلمانوں کی مائیں ہیں اور ان سب کے بعد تا قیام قیامت آنے والے مخلص اور باکمال ائمہ مفسرین اور محدثین پر رحمتیں نازل ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد رب کائنات کے دائمی کرم کا بندۂ محتاج غلام رسول سعیدی غفرلہٗ عرض پرداز ہے کہ میں ''تفسیر تبیان القرآن'' سے فارغ ہونے کے بعد اللہ عزوجل کی رحمت اور اس کی عنایت پر بھروسا کرتے ہوئے ''صحیح بخاری'' کی شرح کا آغاز کر چکا ہوں۔ چونکہ ظاہری قُویٰ اس عظیم کام کے متحمل نہیں ہیں' اس لیے تصنیف کے جملہ مراحل سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچنے تک اس شرح کا مکمل دارومدار صرف اور صرف اللہ عزوجل کی خصوصی نعمت اور احسان پر ہے۔ اسی لیے میں نے اس شرح کا نام ''نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری'' رکھا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اپنے لطف و عنایت سے اس تصنیف کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اپنی بخشش میں ڈھانپ لے۔)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اپنے نفس کے شر اور بداعمالیوں سے اللہ عزوجل کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہی پر چھوڑ دے' اس کو کوئی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ اے اللہ! مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما اور باطل کو مجھ پر منکشف فرما اور اس سے بچنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ! مجھے اس شرح کی تصنیف میں صراطِ مستقیم پر گامزن فرما اور اس شرح کو اسم بہ مُسمّٰی کر دے اور اسے شریروں کے شر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ فرما۔ اے اللہ! اس تصنیف میں صرف اپنی رضا مقدر فرما دے اور اس کو اپنی اور اپنے مہربان رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں مقبول بنا دے' اور صبح قیامت تک اس کو اکنافِ عالم میں مشہور و مقبول' مرغوب و محبوب اور اثر آفرین بنا دے' اس کو میرے لیے اور میرے جملہ مسلمان متعلقین کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا۔ مجھے دنیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور قیامت میں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما۔ مجھے سلامتی کے ساتھ اسلام پر زندگی اور عزت کے ساتھ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔ اے اللہ! تو میرا رب ہے' تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں' تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر اپنی طاقت کے مطابق قائم ہوں۔ میں اپنی بداعمالیوں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں' تیرے مجھ پر جو انعامات ہیں' ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میری بخشش فرما' کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔ پروردگار! تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو انعامات فرمائے ہیں' اُن پر مجھے ہمیشہ شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما اور مجھے ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسند ہوں۔ آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جوابِ شکوہ

ضبط کرتا ہوں تو ہر زخم لہو دیتا ہے   شکوہ کرتا ہوں تو اندیشہ رسوائی ہے

آج 15 جون 2012ء کو ادارۂ ضیاء القرآن کی شائع کردہ نعمۃ الباری جلد ہشتم میری نظر سے گزری' میری طرف سے اور فرید بک سٹال کی جانب سے ادارہ ضیاء القرآن کے جملہ اراکین اور کتاب کے مصنف محترم علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی خدمت میں بہت بہت مبارک باد۔ علامہ سعیدی صاحب کی جانب سے صحیح البخاری (مطبوعہ دار الفکر' بیروت) اور فرید بک سٹال کی نعمۃ الباری (پنجم) ضیاء القرآن کو بھیجی گئی' اور ہدایت کی گئی کہ جلد ہشتم کے اسلوب اور معیار کے انداز کو فرید بک سٹال کی شائع شدہ کتاب کے مطابق تیار کیا جائے۔

اس بات کا فیصلہ محتشم قارئین ہی فرمائیں گے کہ کیا جلد ہشتم کا معیا سابقہ مجلدات کے مطابق ہے یا نہیں؟

میں آلِ رسول ہوں اور سید گیلانی گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں' میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی ایسی بات کروں جو علامہ سعیدی صاحب کے لیے تکلیف دِہ' اُن کے مزاج کے خلاف ہو اور ان کی دل آزاری کا سبب بنے بل کہ آج بھی میں علامہ سعیدی صاحب کے لیے سچے دل سے دعا گو ہوں اور خصوصاً اُن کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھتا ہوں' اُن کی دل و جان سے عزت و احترام کرتا ہوں' تمام دورانیہ میں' میں نے اس بات کو ملحوظ رکھا اور آگے بھی رکھنے کی کوشش کروں گا۔

نعمۃ الباری جلد ہشتم ص نمبر 49 سے 56 پر موجود عنوانات (گزارش احوال واقعی' اور فرید بک سٹال سے واپسی کے سفر......) کو میں نے بہ غور پڑھا' اور مثبت پہلو سے سمجھنے کی کوشش کی ہے' علامہ سعیدی صاحب کو چاہیے تھا کہ آپ ہرگز ایسی تحریر نہ لکھتے۔ میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ علامہ سعیدی صاحب مدظلہ العالی کی کسی تحریر کا جواب لکھوں' لیکن میرے بزرگوں اور احباب کا اصرار ہے کہ بہ طور جوابِ شکوہ مختصر اور جامع جواب لکھا جائے' لہٰذا میرے محترم المقام علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کو اگر میری کوئی بات ناگوار گزرے تو درگزر فرمایئے گا کیوں کہ میں بالکل حقیقت پر مبنی بات لکھوں گا اور ایسے کوئی الفاظ اس تحریر میں شامل نہیں کروں گا جو حقائق کے خلاف اور تعصب و عناد پر مبنی ہوں۔

میرے ساتھ کیا بیتی !!!

میرے اندازے کے مطابق تقریباً 20 سال سے میرے علامہ سعیدی صاحب کے ساتھ سے خوش گوار تعلقات ہیں۔

7 فروری 2012ء کو میں نے سعیدی صاحب سے موبائل فون پر سات یا آٹھ مرتبہ رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ مسلسل میری کالیں کاٹتے رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے فوراً بعد میں نے مفتی محمد اسماعیل نورانی صاحب سے رابطہ کیا' انہوں نے کہا: علامہ سعیدی صاحب نے فرمایا ہے کہ نعمۃ الباری جلد ہشتم کے عوض اگر آپ نے مجھے کوئی رقم دی ہے تو اُس کا تحریری Documents مجھے (کراچی) بھجوا دیں اور کراچی آئیں یا نہ آئیں یہ اُن کا مسئلہ ہے' میں ملاقات نہیں کروں گا' حالاں کہ سعیدی صاحب کے کہنے پر اُن کی موجودگی میں' میں نے مبلغ پچاس ہزار روپے مفتی اسماعیل صاحب کو پیش کیے تھے' جس کا بعد

میں مفتی اسماعیل صاحب نے بھی انکار کیا اور میں نے انہیں یہ یاددلانے کی کوشش بھی کی۔ میں نے کہا کہ آپ سعیدی صاحب سے کہیں کہ آپ جلد ہشتم تیار رکھیں' میں دو' تین دن میں کراچی پہنچ رہا ہوں۔

بعدازاں میں 9 فروری 2012ء صبح 7 بجے علامہ سعیدی صاحب کے پاس پہنچ گیا اور مجھے دیکھ کر علامہ سعیدی صاحب پریشان سے ہوگئے اور دروازے پر کھڑے رہے' انہوں نے مولانا وقار الحسن صاحب کو بلوایا' بہ ہرحال میں راستا بناتا ہوا کمرے میں داخل ہوا' اور مولانا وقار الحسن صاحب نے ایک سنگترہ میرے آگے رکھ دیا' اور اس دوران سعیدی صاحب نے مجھ سے بالکل کوئی بات کیے بغیر فون پر مولانا عمیر الحسن' مفتی اسماعیل نورانی اور شمیم خاں صاحبان سے رابطے شروع کیے اور 15 سے 20 منٹ میں یہ تمام لوگ اکٹھے ہوگئے۔ سعیدی صاحب نے نعمۃ الباری جلد ہشتم کے عوض لی گئی رقم کی رسید کا تقاضا کیا اور زور دیا کہ آپ نے مجھ سے جلد ہشتم کے پیسوں کے عوض دستخط کراوئے تھے۔ بہ ہرحال میں نے سعیدی صاحب کو یاددہانی کرائی کہ آپ نے مفتی محمد اسماعیل صاحب کو پچاس ہزار روپے آپ نے اپنے سامنے دلوائے ہیں۔ جس کا میں نے ان تمام احباب کے سامنے تحریر نہ ہونے کا یقین کروادیا۔ اس کے بعد علامہ سعیدی صاحب نے مجھ سے ان پانچوں کتب کی رقم کا تقاضا کیا' چونکہ سعیدی صاحب کا مزاج اور یہ رویہ مجھ پر عیاں اور ظاہر ہوچکا تھا' موجودہ وقت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے انکار کردیا۔ بالآخر سعیدی صاحب نے فیصلہ سنایا: نعمۃ الباری جلد ہشتم میں آپ کو نہیں دوں گا اور آج کے بعد میرے آپ کے ساتھ 23,22 سال کے کاروباری تعلقات بالکل ختم ہیں اور میری پانچوں کتب کو آپ شائع نہیں کریں گے۔ پچھتر ہزار روپے (نعمۃ الباری جلد ہشتم) کی رقم رائلٹی کی کتب سے منہا کرلیں۔ یہ تمام باتیں انہوں نے غصے اور جذباتی انداز میں اور دونوں ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر کیں۔ میں نے علامہ سعیدی صاحب سے پوچھا کہ مجھ سے ایسی کون سی غلطی ہوگئی؟ کہنے لگے میں نے آپ کو فون کیا تھا تو آپ نے سخت لہجے میں مجھ سے بات کی۔ اس پر میں نے سعیدی صاحب سے معذرت بھی کی۔ اور عرض کی کہ اگر مجھ سے نادانستہ طور پر کوئی جملہ صادر ہوا ہے جو کہ آپ کی اذیت کا باعث بنا ہے تو میں اس بناء پر آپ سے معذرت طلب کرتا ہوں۔

اسی دوران مولانا شمیم خاں تشریف لے آئے۔ سعیدی صاحب نے تمام باتیں اُن کو بتائیں۔ مفتی اسماعیل' عمیر الحسن اور وقار الحسن صاحبان کے سامنے شمیم صاحب نے سخت رویہ اپنایا' بہت تلخ اور سخت لہجے میں مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: معاہدہ میں آپ Contract of Services لکھنے کا مطلب جانتے ہیں' آپ کو معلوم ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ حضرت یہ کام رضائے الٰہی کے لیے کر رہے ہیں' میں تو حضرت سے پہلے ہی کہتا تھا کہ یہ شخص (سید محسن اعجاز) Totally Professional ہے' اور یہاں آ کر جو باتیں کرتا ہے بالکل جھوٹ بولتا ہے' میں نے استاد جی کو کئی مرتبہ کہا لیکن وہ ٹالتے رہے' آج آپ کو سال بعد خیال آیا تو صبح ہی یہاں آگئے' آپ ان کے لیے نہیں آئے بلکہ اپنے کام کی غرض سے یہاں آئے ہیں۔ سعیدی صاحب سے بات کرنے کی کوشش پر انہوں نے کئی مرتبہ مجھے خاموش رہنے کو کہا' اس کے بعد مجھ پر خاموشی طاری تھی۔

بات پر یاں زبان کٹتی ہے   وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

اُن دنوں مفتی محمد منیب الرحمٰن صاحب امریکہ' دورے پر تھے اور 22 فروری کو پاکستان آمد تھی۔

افسوس اس بات پر ہے کہ سعیدی صاحب نے لاہور سے آئے ہوئے مہمان کی عزت کا خیال نہیں رکھا۔

مفتی منیب الرحمٰن صاحب کی دوہری پالیسی

3 مارچ 2012ء کو مفتی منیب الرحمٰن صاحب سے بات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ تمام معاملات کو سعیدی صاحب خود چلارہے

ہیں' میں ان کے کاموں میں دخل نہیں دیتا اور کسی دوسرے ناشر کو نعمۃ الباری دی یا نہیں دی مجھے اس کا علم نہیں ہے' سعیدی صاحب سے بات کر کے بتا سکوں گا۔ 7 مارچ 2012ء کو دوبارہ رابطہ کیا تو مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا: سعیدی صاحب نے کہا ہے کہ آپ اس معاملہ میں پڑیں تا کہ ہمارے تعلق میں بال نہ آئے۔ تو میں (مفتی منیب الرحمٰن صاحب) نے سعیدی صاحب سے کہا: ٹھیک ہے' آپ (سعیدی صاحب) جیسے چاہیں اُن (سید محسن اعجاز) سے بات کریں۔ اور مفتی منیب الرحمٰن نے مجھ (سید محسن اعجاز) سے بھی کہا کہ یہ آپ پر منحصر ہے جس طرح چاہیں سعیدی صاحب سے رابطہ کریں۔ لہٰذا مفتی منیب الرحمٰن صاحب سے بات ہونے کے فوراً بعد میں نے سعیدی صاحب کو فون کیا' اُنہوں نے پھر میرا فون اُٹھا کر کاٹ دیا۔

کراچی کے لیے دوبارہ روانگی

22 اپریل 2012' 3 بجے دوپہر' میں اپنے ایک ساتھی کے ہم راہ دوبارہ سعیدی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ سعیدی صاحب سے ملاقات ہوئی' فرمانے لگے: سابقہ معاملات اور نعمۃ الباری کے اُمور پر مجھ سے کوئی بات نہ کریں' بلکہ حالاتِ حاضرہ پر بات کریں۔ ویسے سعیدی صاحب نرم مزاجی میں بات کرتے لیکن نعمۃ الباری کے موضوع پر بات کرتا تو تلخی سے اور سخت لہجے میں بات کرتے۔ انہوں نے مجھ سے کہا: نعمۃ الباری کے سلسلہ میں کوئی بات نہ کریں' میں اندر سے بہت بھرا ہوا ہوں' میرا بلڈ پریشر بڑھ جائے گا۔ آپ مجھے نعمۃ الباری کے عوض صرف پچھتر ہزار روپے دیتے رہے اور وہ ایک ایک نوٹ گن کر دیتے تھے اور مولانا اسماعیل کو آپ نے بہ جائے رقم بڑھانے کے پچاس ہزار دیئے۔ میں نے سعیدی صاحب سے کہا کہ نعمۃ الباری کے معاہدہ سے قبل آپ خود ہی تو کہتے تھے کہ ضیاء القرآن نے آپ کو فی جلد ایک لاکھ روپے کی پیش کش کی ہے۔ میری بات فوراً کاٹتے ہوئے سعیدی صاحب نے کہا: میں نے نہیں کہا تھا' وہ کسی اور کے متعلق کہا تھا۔ ضیاء القرآن نے مجھے نعمۃ الباری کی فی جلد کے دو لاکھ روپے دیئے ہیں اور ان کے ساتھ مجھے کام کر کے بہت سہولتیں ہیں' میرے سارے کام فون پر ہو جاتے ہیں۔ آپ سے زیادہ سہولتیں ہیں۔ آپ نے نعمۃ الباری جلد ششم شائع کی' میں نے مختار صاحب (ضیاء القرآن' کراچی) سے اپنے لیے ایک کتاب مانگی تو انہوں نے مجھے تیس کتب بھیج دیں' میرے بہت کہنے پر بھی انہوں نے مجھ سے رقم نہیں لی۔ جو کتب آپ میرے لیے لے کر آئیں ہیں انہیں واپس لے جائیں (بہ ہر حال میں نے انہیں وہ کتب بھی پیش کر دیں)۔ نعمۃ الباری جلد ہفتم کے 213 عدد صفحات (اصل پروف) برائے نظر ثانی مولانا محمد اکرم ساجد صاحب کے کہنے پر سعیدی صاحب کو بھجوائے۔ حافظ اکرم صاحب کو میں نے کہا کہ سعیدی صاحب یہ صفحات مجھے واپس نہیں بھجوائیں گے۔ سعیدی صاحب سے میں نے ان صفحات کے متعلق تقاضا کیا تو انہوں نے کہا: آپ نعمۃ الباری جلد ہفتم نہیں چھاپیں گے' یہ زمینی حقائق ہیں اور میں آپ سے بہت اچھی طرح واقف ہوں' آپ ان صفحات کو رکھ چھوڑیں گے۔ جب آپ کے پاس نعمۃ الباری ششم 100 عدد باقی رہ جائیں تو مجھے بتا دیجئے گا' میں یہ صفحات نظر ثانی کر کے ضیاء القرآن کے ذریعے لاہور بھجوا دوں گا۔ یہ بات انہوں نے تین مرتبہ دہرائی۔ میں نے سعیدی صاحب سے کہا کہ وہ غلطی جو مجھ سے ہوئی اور وہ غلطی جو مجھ سے نہیں (دانستہ یا نادانستہ طور پر) ہوئی' اُس کے لیے میں آپ سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتا ہوں۔ مگر سعیدی صاحب نے میرے ہاتھوں کی طرف دیکھتے ہوئے نظر انداز کر دیا۔

مفتی منیب الرحمٰن صاحب کی بے رخی

23 اپریل 2012' دوپہر 12 بجے مفتی منیب الرحمٰن صاحب سے فون پر بات ہوئی۔ انہوں نے کہا: اگر آپ سعیدی

صاحب کے معاملہ میں مجھے ملنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے آپ کو میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں ہے' میں نے کہا کہ آپ نے خود تو فرمایا تھا کہ تعلق بحال کرنے کے لیے آپ درمیان میں آئیں گے۔ مفتی منیب الرحمٰن صاحب فرمانے لگے: تو آنے سے قبل مجھ سے فون پر بات کر لیتے۔ لہٰذا میں نے کہا: چلیں آپ سے دعا سلام کر لیں گے' مفتی صاحب نے کہا کہ آئیں تو براہِ راست میرے پاس آئیں' سعیدی صاحب کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔

سعیدی صاحب سے الوداعی ملاقات

23 اپریل 2012ء شام 8 بجے' میں اور میرا ساتھی سعیدی صاحب کو دوبارہ ملنے گئے تو وہ مفتی منیب الرحمٰن صاحب سے موبائل کا لاؤڈ سپیکر آن کر کے گفتگو میں مصروف تھے' میں اور اسلم صاحب کمرے میں داخل ہونے کے بعد دوبارہ کمرے سے باہر نکل آئے' اس دوران علامہ سعیدی صاحب نے ہمیں دیکھا ہی نہیں۔ گفتگو ختم ہونے پر سعیدی صاحب نے ہمیں کمرے میں بلوایا اور کمرے میں اس وقت ایک طالب علم اور تقریباً 12-12 سال کے دو بچے موجود تھے۔ سعیدی صاحب کو میں نے کہا کہ ہماری واپسی ہے' آپ کو ملنے آئے ہیں۔ سعیدی صاحب نے ہمیں کھڑے کھڑے ملنے کے بعد سلام دعا لے لی۔ سعیدی صاحب کے کمرے میں موجود ان دونوں بچوں نے سعیدی صاحب کے کہنے پر اُن کے دونوں موبائلوں سے میری اور میرے ساتھی کی ویڈیو بنائی۔ اس کے بعد طرح ہماری کراچی سے واپسی ہوگئی۔ یہ ویڈیو سعیدی صاحب کے پاس ریکارڈ میں موجود ہیں' علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے Facebook پر اپنے دو Accounts متعارف کیے ہیں' مجھے امید واثق ہے کہ میری تحریر (جواب شکوہ) پڑھنے کے بعد یہ Clips نیٹ پر آ جائیں گے۔

علامہ سعیدی صاحب کی وارننگ

علامہ سعیدی صاحب فرماتے ہیں کہ میں قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتا ہوں اور اگر میں نے ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی نہیں کی' تو عذابِ الٰہی کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک بات کا انتخاب کیا جاتا' یا تو ان تمام معاملات کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے سپرد کر دیتے یا صرف قانونی کارروائی پر اکتفا کر لیتے۔ بہ ہر حال قانونی کارروائی کا آپ نے انتخاب کر لیا ہے۔

حقیقت کو تسلیم کریں

یہ حقیقت ہے کہ میں نے آج تک کوئی دستخط یا انگوٹھا معاہدہ کی صورت حال بتائے بغیر آپ سے ثبت نہیں کروائے' اس بات کا اللہ تعالیٰ گواہ ہے' اور نہ ہی ان پانچوں کتب کے معاہدہ پر آپ نے یا میں نے جبراً دستخط کیے یا کروائے یا انگوٹھا ثبت کروایا؟

شرح صحیح مسلم (1986ء۔1993ء) 1993ء میں شرح صحیح مسلم کی تکمیل ہوئی' 2003ء کو دس سال مکمل ہوئے تو 2003ء سے 2011ء تک' آپ نے اس کا دوبارہ معاہدہ کرنے کا تقاضا کیوں نہیں کیا؟ کیوں کہ آپ کو معلوم ہے کہ 2000ء اور 2007ء میں' آپ نے دوبارہ معاہدات کیے ہیں۔ اسی طرح تبیان القرآن (1993ء۔2006ء) 2006ء تبیان القرآن کی تکمیل ہوئی 2003ء سے 2016ء تک مختلف سالوں کے مطابق 10,10 سال پورے ہوتے چلے جا رہے تھے' آپ نے ان جلدوں کے دوبارہ معاہدات کا تقاضا کیوں نہیں کیا؟ کیوں کہ آپ کو معلوم ہے کہ 2000ء میں آپ نے اس کا دوبارہ معاہدہ کیا ہے۔

میں سعیدی صاحب کی ذہانت سے بہ خوبی واقف ہوں' وہ چھوٹی سے چھوٹی اور پرانی سے پرانی بات کو بھی بالکل نہیں

بھولتے۔ سعیدی صاحب کی انہی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے میں نے کئی مرتبہ انھیں کہا کہ آپ Genious ہیں۔

نوٹ: آج آپ پر یہ بات واضح کردوں کہ نعمۃ الباری جلد ہشتم کے عوض دی گئی رسید اور اس میں نعمۃ الباری (تمام جلدوں) کے مستقل حقوق کا تحریری ثبوت میرے پاس موجود ہے' جو خاص وقت پر سب کے سامنے پیش کروں گا۔

تبیان القرآن کے معاہدہ میں مفتی منیب الرحمٰن نے کافی سخت شرائط رکھیں اور سعیدی صاحب سے نرمی کرنے کو کہا گیا تو انہوں نے کہا: جیسا مفتی منیب الرحمٰن صاحب کہیں گے ویسے ہی ہوگا۔ لہٰذا آپ کی شرائط کے مطابق ہی معاہدہ کیا گیا۔ تبیان القرآن کا معاہدہ قانوناً غلط تھا' چونکہ جس چیز کا دنیا میں کوئی وجود نہ ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ وہ چیز تیار ہوگی یا نہیں' اُس کا فروخت کرنا یا معاوضہ وصول کرنا' یا اس کا معاہدہ کرنے کی قانوناً کوئی حیثیت ہی نہیں ہے' لیکن شرح صحیح مسلم سے نعمۃ الباری تک آپ نے یہی شرط رکھی۔

علامہ صاحب نے اپنے ہی کیے ہوئے معاہدوں کا پاس نہ کیا اور ملک کی اہم شخصیت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے معاہدات سے روگردانی کی کہ معاہدات قرآن وحدیث تو نہیں ہوتے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ......

جو مسائل آپ کو درپیش آرہے تھے: (۱) آپ مجھے (سیّد محسن اعجاز) کراچی بلوا کر اُن مسائل سے آگاہ کرتے' یا (۲) معاہدے کے باقی فریقین کو مطلع کر کے ان تمام مسائل کے متعلق آگاہ کیا جاتا۔ اور اُن کے حل کرنے کا تقاضا کرتے' اور کوئی شرط عائد کرتے۔ مسائل کا حل نہ ہونے کی صورت میں علیحدگی اختیار کر لیتے۔

انوار تبیان القرآن لکھنے کی خواہش...... نعمۃ الباری کی طرف رغبت

تبیان القرآن کی آخری جلد کے دوران علامہ سعیدی صاحب نے بتایا کہ ضیاء القرآن کے مالک محترم حفیظ البرکات صاحب نے ایک مجلس میں یہ اعلان بھی کر دیا ہے کہ آئندہ سعیدی صاحب ضیاء القرآن کے لیے کام کریں گے۔ سعیدی صاحب نے فرمایا کہ ضیاء القرآن نے مفتی منیب الرحمٰن صاحب کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ آپ ہمیں علماء لا کر دیں اور سعیدی صاحب کو ہماری طرف سے نعمۃ الباری کی فی جلد ایک لاکھ روپے کی پیش کش کر دیں۔ جس پر میں (سید محسن اعجاز) نے سعیدی صاحب کو کہا کہ میرے لیے تو ایک لاکھ روپے بہت زیادہ ہیں' کوئی گنجائش رکھیے گا۔ ابھی تبیان القرآن کی بارہویں جلد کے مسودہ کا تحریری کام جاری تھا کہ سعیدی صاحب نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ قرآن پاک کی تلخیص اور ترجمہ پر کام چاہتا ہوں' میں نے سعیدی صاحب سے کہا کہ آپ صحیح بخاری کی شرح کے کام کا آغاز کریں اور اس کام کے لیے کسی ایسے شخص یا شاگرد کی تلاش کریں جو آپ کا ہم ذہن وہم خیال ومعتبر ہو۔ اسی سوچ بچار کے دوران سعیدی صاحب نے مولانا محمد عبداللہ نورانی القادری کا انتخاب کر لیا اور انوار تبیان القرآن پر کام کا آغاز کر دیا۔

نعمۃ الباری کے معاہدہ کا پس منظر

چونکہ مفتی منیب الرحمٰن صاحب کا تقاضا تھا کہ سعیدی صاحب ضیاء القرآن کے لیے کام کریں' لیکن سعیدی صاحب کافی دن اسی کشمکش میں مبتلا رہے' بالآخر ایک دن مفتی محمد منیب الرحمٰن صاحب کے دفتر گئے اور یہ کہہ دیا کہ میں فرید بک سٹال کے لیے کام کرنا چاہتا ہوں' تو مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے کہا: ہاں! تو ٹھیک ہے' وہ بڑے لوگ ہیں ان کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ علامہ سعیدی صاحب نے کہا جب مفتی صاحب نے یہ جواب دیا تو میری جان میں جان آگئی' علامہ سعیدی صاحب نے خاص طور پر

مجھے فون کر کے بتایا کہ اس طرح میری مفتی صاحب سے بات ہوئی اور میں نے مفتی اسماعیل صاحب کو بھی بتا دیا ہے کہ اب میں یہ کام صرف فرید بک سٹال کے لیے کروں گا۔ علامہ سعیدی صاحب نے تبیان القرآن اور نعمۃ الباری کے اُمور کے دوران کہا کہ اگر میری زندگی نے وفا نہ کی اور میں زندہ نہ رہا تو اس کام کو مولانا مفتی محمد اسماعیل صاحب پایۂ تکمیل تک پہنچائیں گے۔ علامہ سعیدی صاحب نے مفتی منیب الرحمٰن صاحب کو ڈالے بغیر اور مفتی محمد اسماعیل نورانی صاحب کی موجودگی میں مجھے کہا کہ موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی خوشی سے جو بڑھانا چاہیں بڑھا دیں۔ میں نے پچھتر ہزار کی پیش کش تو علامہ سعیدی صاحب نے بڑی گرم جوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس پیش کش کو قبول کر لیا اور نعمۃ الباری (مکمل) کا معاہدہ میرے ساتھ قلم بند کر لیا۔ علامہ سعیدی صاحب کا یہ کہنا معاہدہ کے مطابق سات جلدوں کی شرح مکمل کر دی ہے۔ ایسا کہنا درست نہیں ہے اس کے لیے معاہدہ کی تحریر کی باریکیوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ کئی احباب کا اصرار ہے کہ میں مقدمہ کر کے انہیں ان معاملات سے روکوں' لیکن میں نے مسلسل اس بات کا انکار کیا کہ ایسا بالکل نہیں کروں گا۔ بات سمجھنے کی ضرورت ہے وہ یہ کہ جب فریقین میں ذہنی ہم آہنگی ختم ہو جائے اور کوئی راستہ نہ رہ جائے تو زبردستی اس رشتے کو کیسے جوڑا جا سکتا ہے؟

فرید بک اسٹال کی نعمۃ الباری سے دوری

22 اپریل 2012ء کو علامہ سعیدی صاحب سے ملاقات کرنے اور مسلسل کوشش کے بعد میں نے صدق دل سے تہیہ کر لیا کہ آئندہ ہم نعمۃ الباری کی کوئی جلد شائع نہیں کریں گے اور نہ ہی ہمارے دل میں اس کی خواہش باقی ہے۔ محترم المقام علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی خدمت میں مودبانہ گزارش ہے کہ اپنے مشیران کا صحیح انتخاب کریں' آپ اُن کو اصل حقائق بتائیں اور درست جواب معلوم کر لیں۔

صحیح سوال تحریر ہے: شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو سیّد اعجاز احمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور انوار تبیان القرآن اور نعمۃ الباری کو سیّد محسن اعجاز گیلانی کے آمادہ کرنے پر اور انہی کی خواہش پر ان اُمور کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا گیا ہے۔ اور آپ کو طے شدہ رقم کے مطابق ادائیگی کی گئی ہے۔ یہ Contract of Services ہی تو ہے۔

سعیدی صاحب کی فرید بک اسٹال سے خود ساختہ دوری کی اصل وجۂ کبیر

علامہ سعیدی صاحب کی تحریر کو پڑھ کر یہ بات بہ آسانی سمجھ آجاتی ہے کہ اصل مسائل کم رقم ملنے سے خراب ہوئے ہیں' اُن کے اندر یہ احساس پیدا کیا گیا ہے کہ انہیں معاوضہ کم دیا جا رہا ہے' جگہ جگہ 'معمولی رقم' اور اس کی قابلیت کا تذکرہ کیا گیا ہے' کہیں رقم کی تمنا پر علامہ سعیدی صاحب کو کسی کی یاد آجاتی ہے اور کوئی دوسرا بھاری رقم دے دے تو وہ سخی اور فیاض بن جاتا ہے 1986ء کے بعد اب 2012ء کو سعیدی صاحب کو یاد آ گیا کہ انہیں معمولی رقم دی گئی ہیں۔

کاش حضرت محدث جلیل عمر کے اس حصہ میں رقم کے معمولی پن جس کا آپ نے جا بہ جا تذکرہ کیا ہے' کی بنا پر فرید بک اسٹال سے دوری اختیار نہ کرتے۔

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

اصل پس منظر

نعمۃ الباری جلد پنجم کے شائع ہونے کے بعد جلد ششم اور جلد ہفتم کی تکمیل میں کافی تاخیر ہوئی' وجوہات اور موجودہ حالات کے متعلق میں سعیدی صاحب کو وقتاً فوقتاً مطلع کرتا رہا' چوں کہ میں نعمۃ الباری جلد ششم کے عوض پچھتر ہزار روپے پہلے ہی انہیں

دے چکا تھا' بدقسمتی سے میں ابھی نعمۃ الباری جلد ششم شائع نہیں کر پایا تھا کہ جلد ہشتم کا مسودہ تکمیل کو پہنچ گیا' اس طرح نعمۃ الباری جلد نہم کی ابتدا (18 مئی 2011ء کو) ہوگئی۔ ارادہ یہ تھا کہ جوں ہی جلد ششم آ جائے گی تو فوراً کراچی جا کر جلد ہشتم کا مسودہ وصول اور جلد نہم کی رقم علامہ سعیدی صاحب کو پیش کردوں گا' کیوں کہ جلد ہشتم کے آغاز سے جلد نہم کے نصف پہنچ جانے تک خاصے وقت کا خلا پیدا ہوگیا اور جلد نہم کی رقم سعیدی صاحب تک نہ پہنچ سکی۔ لہٰذا یہی بات بنیادی طور پر ان کی دوری کا باعث بنی۔

مفتی محمد منیب الرحمٰن صاحب نے یہ محسوس کیا کہ علامہ سعیدی صاحب کی سابقہ کتب شائع نہیں ہو رہی اور ان کی مالی ضرورت بڑھتی جا رہی ہے' تو انہوں نے اپنے ناشر ضیاء القرآن کے مالک کو بلوا کر نعمۃ الباری' شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کے معاہدات کی نقول دکھائیں' اور انہیں آگاہ کیا یہ معاہدات دس سال کے لیے کارآمد تھے جواب موثر نہیں رہے۔ اور انہیں یقین دلایا گیا کہ اب علامہ سعیدی صاحب کی کتب فرید بک اسٹال والے شائع نہیں کریں گے' اور آپس کے معاملات طے پا گئے' اور بالکل خاموشی کے ساتھ جلد ہشتم اور دیگر امور پر کام کا آغاز کر دیا گیا۔

مفتی محمد منیب الرحمٰن صاحب نے حفیظ البرکات صاحب کو مکمل طور پر مطمئن اور قائل کیا کہ آپ علامہ سعیدی صاحب کو پرکشش پیش کش کریں میں باقی کتب بھی آپ کو دلوا دوں گا۔ لہٰذا حفیظ البرکات صاحب نے علامہ سعیدی صاحب کو نعمۃ الباری کی فی جلد دو لاکھ پیش کر دیئے' اور آپس میں مشاورت بھی جاری رکھی۔

شرح صحیح مسلم کے حصول کے لیے فرید بک اسٹال پر مقدمہ

ادارہ ضیاء القرآن نے کاپی رائٹ آفس' کراچی سے سعیدی صاحب کی رجسٹرڈ شدہ تمام کتب کی مصدقہ نقول کے حصول کے لیے بھاری رقم خرچ کی اور مورخہ 19-03-2012 کو شرح صحیح مسلم کی سات مجلدات کے عوض فرید بک اسٹال کے خلاف کاپی رائٹ بورڈ میں کیس (Case) دائر کر دیا' جو علامہ سعیدی صاحب کے علم میں نہیں تھا۔ 1 اپریل 2012ء میرے ایک جاننے والے نے سعیدی صاحب کو فون کیا' اور انہوں نے ان کیسز (Cases) کے متعلق دریافت کیا تو سعیدی صاحب کہنے لگے یہ کیسز کس نے کیے ہیں' اور ان پر کس کا نام ہے؟ میرے جاننے والے نے جواباً بتایا کہ آپ نے فرید بک سٹال والوں پر کیس کئے ہیں۔ 9 فروری 2012ء کو میں سعیدی صاحب کو ملنے کراچی گیا تھا' شرح صحیح مسلم کے سات جلدوں کے الگ الگ کیسز (Cases) مجھے 27-03-2012 کو وصول ہوئے ان میں لگے ہوئے سعیدی صاحب کے سات عدد بیان حلفی (Affidavits) جو 8 فروری 2012ء (کے جاری کردہ ہیں) ان پر سعیدی صاحب کے جعلی دستخط کیے گئے ہیں' ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سعیدی صاحب کی لاعلمی میں یہ کام کیا گیا ہے۔ جس کا بعد میں انھیں علم ہوگیا۔

شرح صحیح مسلم کے مقدمہ کے اخراجات

شرح صحیح مسلم کے ساتوں کیسز کی دفتری فیس کی مجموعی رقم اکیس ہزار روپے اور وکیل کی فیس پچاس سے پچپن ہزار روپے بھی خرچ کر دیئے گئے' اس طرح ان کیسز پر تقریباً پچھتر ہزار روپے خرچ ہو گئے ہیں' اور تمام تر اخراجات علامہ سعیدی کے نئے ناشر نے خود سے کیے ہیں۔

دعائیہ کلمات

جیسا کہ میں نے پہلے تحریر کر چکا ہوں کہ میں سعیدی صاحب کی تحریر کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھتا تھا' لیکن احباب کی خواہش پر میں لکھنے پر مجبور ہوا۔ میں نے جو لکھا میں اُس پر کاربند رہوں گا اور کوشش کروں گا کہ آئندہ آپ کی کسی تحریر کا بالکل

جواب نہ دیا جائے۔

قارئین کرام سے التماس ہے اور میں خود بھی آپ کے لیے دعا گو ہوں' اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت' صحت اور تن درستی عطا فرمائے' ہر قسم کی محتاجی سے محفوظ رکھے۔ (آمین!)

نعمۃ الباری کا بیڑہ جو آپ نے اُٹھایا ہوا ہے' وہ بخیر و عافیت پایۂ تکمیل تک پہنچے۔

بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہوں کہ وہ مجھے صبر' ہمت اور صحت و تن درستی عطا فرمائے' خلق خدا کے ساتھ جو کمی بیشی ہوئیں اس کے لیے میں ان احباب سے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معافی مانگتا ہوں۔ اے رب العزت! میں تیرے فضل اور تیری رحمتوں کا طلب گار ہوں' بے شک تو دلوں کے حال خوب جاننے والا ہے جو بھی ہوں جیسا بھی ہوں تیرے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی ہوں اور ان کی آل سے ہوں' میرے گناہوں کی بخشش فرمادے۔ آمین ثم آمین!

سید محسن اعجاز گیلانی

25 رجب 1433ھ/16 جون 2012ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٢٨ - بَابُ مَبْعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ ابْنِ قُصَيِّ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُدْرِكَةَ ابْنِ إِلْيَاسَ ابْنِ مُضَرَ بْنِ نِزَارِ بْنِ مَعَدِّ بْنِ عَدْنَانَ .

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت (یعنی اعلانِ نبوت) کا بیان

(سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم عبد مناف بن قُصی بن کلاب بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معدّ بن عدنان۔

اس حدیث کے باب کے عنوان میں ''مبعث'' کا لفظ ہے۔

''مبعث'' کا معنی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کی شرح

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

''مبعث'' کا لفظ بعث سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: اُبھارنا' کسی کام کی طرف متوجہ کرنے اور بھیجنے کو بھی ''مبعث'' کہتے ہیں' پیغام پہنچانے کو بھی مبعث کہتے ہیں' جب تم اونٹ کو اپنی جگہ سے اُٹھاؤ تو کہتے ہو: ''بعث البعير'' اور جب لشکر کو کہیں لڑنے کے لیے بھیجو تو کہتے ہو: ''بعث العسكر'' اور جب کسی سوئے ہوئے شخص کو جگاؤ تو کہتے ہو: ''بعث النائم''۔

میں کہتا ہوں: یہاں ''مبعث النبی'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا پیغام پہنچانے کے لیے قوم کی طرف بھیجا۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کی شرح میں لکھتے ہیں:

''محمد'' امام بیہقی متوفی ٤٥٨ھ نے دلائل النبوۃ میں سند مرسل کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو حضرت عبدالمطلب نے لوگوں کی دعوت کی' جب لوگوں نے کھانا کھالیا تو حضرت عبدالمطلب سے پوچھا: تم نے ان کا کیا نام رکھا ہے؟ تو حضرت عبدالمطلب نے کہا: محمد! لوگوں نے پوچھا: آپ نے اپنے گھر والوں کے نام سے کیوں اعراض کیا؟ تو انہوں نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی آسمان میں حمد کرے اور اس کی مخلوق ان کی زمین میں حمد کرے۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٤٨' دار المعرفۃ' بیروت)

نام محمد کی عزت و کرامت اور خصوصیت

میں کہتا ہوں کہ محمد کا لفظی معنی ہے: جس کی بہ کثرت حمد کی جائے اور بار بار حمد کی جائے اور حمد کمال پر ہوتی ہے' نقص پر حمد نہیں ہوتی' بلکہ نقص پر مذمت کی جاتی ہے اور آپ مطلقاً محمد ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ میں مطلقاً کمال ہے' کسی وجہ سے نقص نہیں ہے' اگر آپ میں کسی وجہ سے کوئی بھی کمی ہوتی تو آپ مطلقاً محمد نہ ہوتے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط (الفتح: ٢٩) محمد اللہ کے رسول ہیں۔

اگر آپ میں کسی وجہ سے بھی کوئی نقص اور عیب ہوتا تو اللہ تعالیٰ آپ کو محمد نہ فرماتا' اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور اس نے آپ کو قرآن مجید میں چار جگہ محمد فرمایا ہے: آل عمران:۱۴۴' الاحزاب:۴۰' محمد:۲' اور الفتح:۲۹۔ پس اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ آپ میں پہلے کبھی کوئی عیب تھا اور نہ آئندہ کبھی کوئی عیب ہوگا' ورنہ اللہ تعالیٰ کا آپ کو محمد فرمانا صحیح نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا کلام تو غلط ہو ہی نہیں سکتا تو آپ میں کسی وجہ سے عیب ہو ہی نہیں سکتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ قریش کے سب و شتم اور ان کی لعنت کو مجھ سے کس طرح دور کر دیتا ہے' وہ کسی مذمم کو سب و شتم کرتے ہیں اور مذمم پر لعنت کرتے ہیں اور میں تو محمد ہوں۔

(صحیح البخاری:۳۵۳۳' مسند الحمیدی:۱۱۳۶' سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۵۲' دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۱۵۲' سنن نسائی:۸۸۲۵' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۴)

کفار' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض کی وجہ سے آپ کو محمد نہیں کہتے تھے کیونکہ اس نام میں آپ کی عظمت اور فضیلت ہے' سو وہ ضد میں آپ کو مُذَمَّم کہتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ مجھے بُرا نہیں کہتے' مذمم کو بُرا کہتے ہیں' میں تو محمد ہوں۔

(حاشیہ مسند احمد ج ۱۲ ص ۲۸۴' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بیہقی کی روایت اختصار سے نقل کی ہے' مفصل روایت اس طرح ہے:

جب قریش کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو وہ اس کو قریش کی عورتوں کے حوالے کر دیتے تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش ہوئی تو حضرت عبدالمطلب نے آپ کو بھی قریش کی عورتوں کے حوالے کر دیا' صبح کو وہ خواتین آپ کو لے کر حضرت عبدالمطلب کے پاس آئیں اور کہا: ہم نے دیکھا کہ پتھر کی ہانڈی کے دو ٹکڑے ہو گئے اور ہم نے دیکھا کہ ان کی دونوں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور آپ آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے' پس حضرت عبدالمطلب نے ان سے کہا: تم ان کو حفاظت سے رکھو' مجھے اُمید ہے کہ یہ خیر کو حاصل کریں گے' پھر جب آپ کی پیدائش کا ساتواں دن ہوا تو انہوں نے آپ کی طرف سے بکرے ذبح کیے اور قریش کی دعوت کی' جب وہ کھانا کھا چکے تو انہوں نے پوچھا: اے عبدالمطلب! یہ بتایئے کہ آپ نے اپنے جس بیٹے کی وجہ سے ہماری تکریم کی ہے' آپ نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے' انہوں نے پوچھا: آپ نے اپنے گھر والوں کے ناموں کی طرح ان کا نام کیوں نہیں رکھا؟ حضرت عبدالمطلب نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ان کی حمد کرے اور اس کی مخلوق زمین کے اوپر ان کی حمد کرے۔ (دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۱۱۳' تاریخ دمشق ج ۱ ص ۲۸۲' البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۲۶۴)

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کی فضیلت

امام احمد بن حسن بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار ہوں' اللہ تعالیٰ نے جب بھی لوگوں کے دو گروہ کیے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ان میں سے بہتر گروہ میں رکھا' سو مجھے ماں باپ سے ظاہر کیا گیا ہے اور مجھے جاہلیت کی بدکاریوں میں سے کسی چیز نے نہیں چھوا' حضرت آدم سے لے کر اپنے باپ اور اپنی ماں تک میں نکاح سے پیدا کیا گیا ہوں' زنا سے نہیں پیدا کیا گیا' پس میں اپنی ذات کے لحاظ سے اور اپنے نسب کے لحاظ سے تم سب سے افضل ہوں۔

(سنن بیہقی ج ۱ ص ۱۷۵۔۱۷۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اولادِ آدم کی سب سے افضل شاخوں سے ظہور پذیر ہوا ہوں' ہر شاخ اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھی' حتیٰ کہ میں اس قرن سے مبعوث کیا گیا جس میں' میں ہوں۔

(صحیح البخاری: ٣٥٥٧' مسند احمد ج ٢ص ٣٧٣' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ١ص ١٧٥)

حضرت واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد میں سے کنانہ کو فضیلت دی اور کنانہ میں سے قریش کو فضیلت دی اور قریش میں سے بنو ہاشم کو فضیلت دی اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو فضیلت دی۔ (صحیح مسلم: ٢٢٧٦' مسند احمد ج ٤ص ١٠٧' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ١ص ١٦٥)

حضرت المطلب بن ابی وداعۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور پوچھا: میں کون ہوں؟ لوگوں نے کہا: آپ رسول اللہ ہیں' آپ نے فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں' بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے اپنی مخلوق میں سے سب سے افضل بنایا' پھر مخلوق کے دو گروہ کیے تو مجھے سب سے بہتر گروہ میں رکھا اور ان کے قبائل بنائے تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں رکھا' پھر ان کے خاندان بنائے تو مجھے سب سے افضل خاندان میں رکھا' سو میں تم میں سے سب سے افضل خاندان سے ہوں اور تم سب سے افضل شخص ہوں۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ١ص ١٧٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٣ھ' سنن ترمذی: ٣٦٠٨)

حضرت واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو فضیلت دی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو فضیلت دی اور بنو کنانہ کی اولاد میں سے قریش کو فضیلت دی اور قریش میں سے بنو ہاشم کو فضیلت دی اور بنو ہاشم میں سے مجھے فضیلت دی۔

(سنن ترمذی: ٣٦٠٥' مسند احمد ج ٤ص ١٠٧)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: میں نے زمین کے تمام مشارق اور مغارب کو اُلٹ پلٹ کر کے دیکھا تو مجھے بنو ہاشم کے بیٹے سے افضل کسی کا بیٹا نہیں ملا۔

(دلائل النبوۃ ج ١ص ١٧٦' مجمع الزوائد ج ٨ص ٢١٧)

ابن عبداللہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ کا تذکرہ اور ان کے فضائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ واقدی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک سب سے زیادہ صحیح اور ثابت قول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ جس وقت فوت ہوئے تھے' اس وقت آپ کی والدہ حضرت آمنہ کو آپ کا حمل تھا اور حضرت عبداللہ کی وفات مدینہ میں اپنے ماموؤں کے پاس دار النابغہ میں بنو النجار میں ہوئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی وفات دار الحارث بن ابراہیم بن سراقہ میں ہوئی' جو حضرت عبدالمطلب کے ماموؤں میں سے ہیں' اور ان کے والد حضرت عبدالمطلب نے ان کو مدینہ میں کھجوریں خریدنے کے لیے بھیجا تھا' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ قریش کے قافلہ کے لیے شام میں تجارت کے لیے گئے ہوئے تھے' تو یہ مدینہ میں ایک ماہ بیمار رہے' اور فوت ہو گئے۔ اور واقدی نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ پچیس سال کی عمر میں فوت ہو گئے تھے' ایک قول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ تیس سال کی عمر میں فوت ہوئے تھے' انہوں نے ترکہ میں اپنی باندی حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا کو چھوڑا تھا' جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کی تھی' حضرت عبداللہ' ابو طالب کے سگے بھائی تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ص ٣١٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

الصنابحی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ لوگوں نے یہ سوال کیا کہ ذبیح حضرت اسماعیل ہیں یا حضرت اسحاق (علیہما السلام) ہیں؟ تو انہوں نے کہا: تم نے اس شخص کے سامنے سوال کیا ہے جس کو اس بات کا علم ہے' ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو ایک شخص نے آ کر کہا: اے دو ذبیحوں کے بیٹے! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مال فئے عطاء کیا ہے' اس میں سے مجھے بھی عطاء کیجئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہنسے! ہم نے حضرت معاویہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! وہ دو ذبیح کون ہیں؟ حضرت معاویہ نے بتایا کہ جب عبد المطلب کو زمزم کا کنواں کھودنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے یہ کام میرے لیے آسان کر دیا تو وہ اپنے ایک بیٹے کو ذبح کریں گے' پس قرعہ فال حضرت عبد اللہ کے نام کا نکلا' لیکن حضرت عبد اللہ کے ماموں نے ان کو ذبح کرنے سے منع کیا اور کہا: تم اپنے بیٹے کی طرف سے سو اونٹوں کو فدیہ میں دے دو' سو انہوں نے حضرت عبد اللہ کی بجائے سو اونٹ ذبح کر دیئے' سو ایک ذبیح تو حضرت عبد اللہ ہیں اور دوسرے ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور آپ ان دونوں ذبیحوں کے بیٹے ہیں۔ (جامع البیان جز ٢٣ ص ١٠٢' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

حافظ ابو القاسم علی بن الحسن ابن عساکر متوفی ٥٧١ھ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ (تاریخ دمشق الکبیر جز ٦ ص ٢٠٥' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

درج ذیل کتب میں بھی یہ حدیث مذکور ہے:

الدر المنثور ج ٥ ص ٢٨١ طبع قدیم' تفسیر قرطبی جز ١٥ ص ١١٣' تفسیر ابن کثیر ج ٧ ص ٢٩ طبع قدیم' عقیلی ج ٣ ص ٩٥-٩٤

ابن عبد المطلب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جد امجد حضرت عبد المطلب کا تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

جمہور کے نزدیک عبد المطلب کا نام ان کی سخاوت کی وجہ سے شیبۃ الحمد ہے' ایک قول یہ ہے کہ شیبہ ان کا لقب ہے اور ان کا نام عامر ہے' اور ان کی کنیت ابو الحارث ہے' حارث ان کی اولاد میں سے سب سے بڑا بیٹا تھا' اسی کے نام پر ان کی کنیت ہے' ان کی دوسری کنیت ہے: ابو البطحاء' ان کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت عمرو بن زید ہے۔ عبد المطلب کے والد ہاشم جب شام میں تجارت کے لیے جاتے ہوئے مدینہ سے گزرے تو مدینہ میں عمرو بن زید کے پاس ٹھہرے تو ان کو ان کی بیٹی سلمیٰ پسند آ گئیں تو انہوں نے ان کے والد کو ان کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا' تو انہوں نے سلمیٰ کا ہاشم کے ساتھ نکاح کر دیا' جب وہ شام سے واپس آئے تو انہوں نے سلمیٰ کے ساتھ شب زفاف گزاری اور ان کو اپنے ساتھ مکہ لے گئے' پھر جب وہ تجارت کے لیے گئے تو سلمیٰ حاملہ ہو چکی تھیں' انہوں نے سلمیٰ کو ساتھ لیا اور ان کو مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے اور ہاشم شام کے شہر غزہ میں فوت ہو گئے' سلمیٰ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو انہوں نے اس کا نام شیبۃ رکھا' پس وہ لڑکا اپنے ماموں بنو النجار کے پاس سات سال رہا' پھر اس کے چچا المطلب بن عبد مناف آئے اور انہوں نے اس لڑکے کو اس کی ماں سے چھپا کر اٹھا لیا اور اس کو اپنے ساتھ مکہ لے گئے' جب لوگوں نے ان کے ساتھ اس لڑکے کو اونٹنی پر دیکھا تو انہوں نے پوچھا: یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ میرا عبد (غلام) ہے تو لوگوں نے ان کو مبارک باد دی اور اس لڑکے کو عبد المطلب (المطلب کا غلام) کہنے لگے' اس وجہ سے شیبۃ الحمد کے نام پر عبد المطلب کے نام کا غلبہ ہو گیا۔ الواقدی نے مخرمہ بن نوفل الزہری سے روایت کی ہے کہ عبد المطلب' نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کے آٹھویں سال فوت ہو گئے اور ان کو الحجون میں دفن کیا گیا' ان کی عمر میں اختلاف ہے' ایک قول ہے کہ ان کی عمر اسی (٨٠) سال ہے' یہ الواقدی کا قول ہے' دوسرا قول ہے کہ ان کی عمر ایک سو دس سال تھی' تیسرا قول ہے کہ ان کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔

ابن ہاشم

ان کا نام عمرو ہے ان کو ہاشم اس لیے کہا گیا ہے کہ ''ھشم'' کا معنی توڑنا ہے انہوں نے گوشت کو توڑ کر روٹی کے ساتھ ثرید بنایا' اور قحط کے زمانہ میں اپنی قوم کو کھلایا اور یہ اپنے باپ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ ابن جریر سے روایت ہے کہ یہ عبد شمس کے جڑواں بھائی تھے' جب ہاشم ماں کے پیٹ سے باہر نکلے تو ان کے پیر عبد شمس کے سر کے ساتھ جڑے ہوئے تھے' اور بغیر خون بہائے ان کو ان سے الگ نہیں کیا گیا اور لوگوں نے اس سے یہ شگون لیا کہ ان کی اولاد کے درمیان جنگیں رہیں گی' سو بنو عباس اور بنو امیہ بن عبد شمس کے درمیان ایک سو تینتیس (۱۳۳ھ) تک لڑائیاں ہوتی رہیں۔

ابن عبد مناف

ان کا نام مغیرہ ہے اور ان کی کنیت ابو عبد شمس ہے' ان کی خوب صورتی کی وجہ سے ان کو بطحاء کا چاند کہا جاتا ہے' ان کو یہ لقب ان کی والدہ حبی بنت خلیل نے دیا' کیونکہ انہوں نے مناف کی خدمت کی تھی' وہ ان کا بڑا بت تھا۔

سید احمد بن زینی دحلان متوفی ۱۳۰۴ھ لکھتے ہیں کہ بعض پتھروں پر عبد مناف کی لکھی ہوئی یہ تحریر پائی گئی: میں مغیرہ بن قصی ہوں' میں قریش کو اللہ عزوجل سے ڈرنے کی اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ان کے چہرہ پر چمکتا تھا۔ ان کے ہاتھ میں نزار کا جھنڈا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی کمان تھی۔ (السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۲۷)

ابن قُصَی

ان کا نام زید ہے' قُصَی' قاص (قصہ گو) کی تصغیر ہے' کیونکہ یہ اپنی قوم کے قصہ گو تھے' یہ بنو عذرۃ میں اپنے ماں شریک بھائی کے ساتھ رہتے تھے' ان کے والد کی وفات کے بعد ان کی والدہ نے ربیعۃ بن حزام بن عذرہ سے نکاح کر لیا تھا' وہ ان کو اپنے ملک میں لے گیا' اس وقت ان کا بیٹا چھوٹا تھا تو اس نے ان کا نام قُصَی رکھا' پھر جب وہ مکہ لوٹ کر آیا تو قُصَی بڑے ہو چکے تھے' ان کی ماں کا نام فاطمہ بنت سعد بن سیل بن حمالۃ تھا۔ قُصَی نے مکہ میں خوب عزت پائی' وہ سردار اور رئیس تھے اور ان کی اطاعت کی جاتی تھی' انہوں نے ایک حویلی بنائی جس میں یہ مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے اور لوگوں پر ہونے والے مظالم کا ازالہ کرتے تھے اور اس حویلی کا نام دارالندوۃ رکھا' ان کی وفات کے بعد ان کو الحجون میں دفن کیا گیا۔

ابن کلاب

ان کا نام حکیم ہے' ان کو شکار کرنے کا بہت شوق تھا' یہ زیادہ تر کتوں سے شکار کرتے تھے' اس وجہ سے ان کو ابن کلاب کا لقب دیا گیا۔ ابوالبرکات نے کہا: ان کا نام عروۃ ہے' اور ان کی ماں کا نام ھند بنت سریر بن ثعلبہ بن الحارث بن فہر ہے۔

ابن مرّہ

یہ نام (مرّۃ) حنظلۃ کے وصف سے منقول ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مرّۃ میں ھا مبالغہ کے لیے ہو' پس یہ مرارہ (مرد کی تیز مزاجی اور کڑواہٹ) سے منقول ہے۔ حنظلۃ اس پھل کو کہتے ہیں جو بہت کڑوا ہوتا ہے (اُردو میں اس کو اندرائن کہتے ہیں)۔ ایک قول یہ ہے کہ مرّہ قوت اور شدت سے ماخوذ ہے' ان کی ماں کا نام مخشیۃ ہے' ایک قول ہے: ان کا نام وحشیۃ بنت سفیان بن مُحارب ہے۔

ابن کعب

ایک قول یہ ہے کہ یہ اسم اس کعب سے منقول ہے جو جمے ہوئے گھی کا ٹکڑا ہے' جس گھی کو مشک میں رکھا جاتا ہے' یا یہ اسم اس کعب

سے منقول ہے' جس کا معنی ٹخنہ ہے' یعنی پنڈلی اور قدم کے جوڑ کے دونوں طرف جو اُبھری ہوئی ہڈی ہوتی ہے اور یہ قول درستی کے زیادہ قریب ہے۔ سہیلی نے کہا ہے کہ ان کا نام کعب' اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ اپنی قوم کے عیوب پر پردہ رکھتے تھے اور ان کے ساتھ نرمی کرتے تھے اور یہ کعب القدم (ٹخنہ) سے منقول ہے۔ ابن درید نے کہا کہ ٹخنہ کی ہڈی بلند ہوتی ہے اور یہ بھی اپنی قوم میں بلند مرتبہ کے تھے اور لوگ ان کی اطاعت کرتے تھے' انہوں نے سب سے پہلے اپنی قوم کو جمعہ کے دن جمع کیا اور وہ جمعہ کے دن کو یوم العروبۃ کہتے تھے' حتیٰ کہ اسلام آ گیا۔

ابن لُؤی

اکثرین کے نزدیک لُؤی' لائی کی تصغیر ہے' لائی کا معنی ہے: جنگلی بیل' ابن درید نے کہا: یہ اسم لواء الجیش (لشکر کا جھنڈا) سے ماخوذ ہے' ان کی ماں کا نام عاتکہ بنت مخلد بن النضر بن کنانہ ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی ماں کا نام سلمیٰ بنت عمرو بن ربیعہ الخزاعیہ ہے۔

ابن غالب

ان کی کنیت ابوتمیم ہے اور ان کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت الحارث بن تمیم بن سعد بن ھذیل بن مدرکہ ہے۔

ابن فہر

ابن درید نے کہا کہ فہر کا معنی ہے: چکنا پتھر جو ہتھیلی میں آ جائے' اور یہ اسم مؤنث ہے اور ابوذر الھروی نے کہا: یہ اسم مذکر اور مؤنث ہے۔ سہیلی نے کہا: فہر کا معنی ہے: لمبا پتھر اور ان کی کنیت ابو غالب ہے' کلبی کا قول ہے: یہ قریش کی ایک جماعت ہے' علی بن کیسان نے کہا کہ فہر' قریش کا باپ ہے۔

ابن مالک

ان کی کنیت ابوالحارث ہے اور ان کی والدہ عاتکہ بنت غزوان ہیں۔

ابن النضر

ان کا نام قیس ہے' ان کے حسن و جمال اور ان کے چہرے کی تروتازگی اور شادابی کی وجہ سے ان کا نام نَضر رکھا گیا' سرخ سونے کو نَضر کہتے ہیں' ان کی والدہ کا نام برّۃ بنت مُر بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر ہے اور ان کی کنیت ابو مخلد ہے' ان کے بیٹے مخلد کے نام پر ان کی کنیت ہے۔

ابن کنانہ

کنانہ کا معنی ہے: تیروں کے رکھنے کا ظرف یعنی ترکش' ان کی کنیت ابوالنضر ہے اور ان کی والدہ کا نام عوانہ بنت سعد بن قیس ہے۔

ابن خزیمہ

خزیمہ' خزمۃ کی تصغیر ہے' اس کا واحد خزم ہے' یہ وہ درخت ہے جس کی ڈاڑھیوں سے رسیاں بنائی جاتی ہیں' زجاج نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ خزم ہو' جب کوئی شخص کسی کی ناک میں نکیل ڈالے تو کہتے ہیں: خزمتہ۔

ابن مُدرِکۃ

جمہور کے نزدیک ان کا نام عمرو ہے' ابن اسحاق نے کہا: عامر ہے' اور ان کے بھائی کا نام طابخہ (پکانے والا) ہے' ان کو مُدرکہ

(پانے والا) اس لیے کہا گیا کہ انہوں نے اور ان کے بھائی نے ایک شکار کیا' جس وقت یہ اس شکار کو پکار رہے تھے تو ان کے اونٹ بھاگ گئے' پس عامر ان کی طلب میں گئے حتیٰ کہ انہوں نے اونٹوں کو پالیا' اور ان کا بھائی شکار کو پکاتا رہا' جب یہ دونوں شام کو اپنے والد کے پاس گئے تو دونوں نے اس قصہ کا ذکر کیا' تو ان کے والد نے عامر سے کہا: تم مدرکہ (پانے والے) ہو اور ان کے بھائی عمرو سے کہا: تم طابخہ (کھانا پکانے والے) ہو۔

ابن الیاس

الیاس' حضرت الیاس علیہ السلام کے نام کے مشابہ ہے' دوسروں نے کہا: یا پر زبر ہے اور یہ لفظ یاس ہے' جو اُمید کی ضد ہے' یہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قربانی کے اونٹوں کو بیت اللہ کی طرف بھیجا۔ سہیلی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: الیاس کو بُرا نہ کہو کیونکہ وہ مؤمن تھے' اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تلبیہ اپنی پشت میں سنتے تھے' ایک قول یہ ہے کہ الیاس ان کا لقب ہے اور ان کا نام اِلیاسین ہے' اور یہ وہ پہلے شخص ہیں جن کا لقب الیاس ہے' ان کی والدہ کا نام رباب بنت حیدہ بن معد بن عدنان ہے' کہا جاتا ہے کہ طوفانِ نوح کے بعد انہوں نے سب سے پہلے رکن (حجر اسود) کو بیت اللہ میں رکھا۔ بنو اسماعیل نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی علامتوں کو متغیر کر دیا تھا' جب طویل زمانہ گزر گیا تو انہوں نے حجر اسود کو بیت اللہ سے اُٹھایا اور اس کو ابوقبیس پہاڑ پر رکھ دیا اور الیاس نے حجر اسود کو وہاں سے اُٹھا کر اپنی جگہ پر رکھا۔

ابن مُضَر

مُضَر کا لفظ مضیرہ سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: کھٹا دودھ یا دہی' ان کا نام مُضَر اس لیے رکھا گیا کہ ان کا رنگ دودھ کی طرح سفید تھا' دوسرا قول یہ ہے کہ چونکہ یہ ترش دودھ پینے کو بہت پسند کرتے تھے' اس لیے ان کا نام مُضَر رکھا گیا' یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اونٹوں کو تیز چلانے کے لیے گیت گانے کی ابتداء کی' کیونکہ یہ بہت خوش آواز تھے' ان کی والدہ کا نام سودہ بنت عک تھا' دوسرا قول ہے کہ خبیہ بنت عک تھا۔

ابن نَزار

نزار میں نون پر زبر بھی ہے اور زیر بھی ہے' اس کا معنی ہے: تھوڑی سی چیز' جب یہ پیدا ہوئے تو ان کے والد نے ان کی آنکھوں کے درمیان نور دیکھا' اور یہ نورِ نبوت تھا' اس کو دیکھ کر یہ بہت خوش ہوئے' انہوں نے اونٹ ذبح کیا اور لوگوں کی دعوت کی اور انہوں نے کہا: یہ بیٹا پورے کا پورا نور ہے' اس وجہ سے ان کا نام نزار رکھا کیونکہ ان کی آنکھوں کے درمیان تھوڑا سا نور دیکھا تھا' ان کی والدہ کا نام معانہ بنت حوشم بن جلھمۃ بن عمرو بن ھلیبہ بن دودہ بن جرھم ہے۔ سہیلی نے کہا: ان کا نام ناعمہ ہے اور ابن نزار کی کنیت ابوایاد ہے۔

ابن مَعَدّ

میم اور عین پر زبر ہے اور دال پر تشدید ہے۔ ابن الانباری نے کہا: اس میں تین قول ہیں: (۱) یہ عدّ سے مفعل کے وزن پر معدّ ہے۔ (۲) یہ معد فی الارض کا فعل ہے' یہ اس وقت کہتے ہیں' جب کوئی شخص زمین میں کوئی خرابی کر دے۔ (۳) یہ مَعَدّ' سن سے بنا ہے' یہ فارس کے آخر میں ایک جگہ ہے' ابوذر الھروی نے کہا ہے کہ معدّ کا لفظ ''تمعدد'' سے بنا ہے' یہ اس وقت کہتے ہیں: جب کوئی شخص بہت دور چلا جائے' مَعَدّ کی والدہ کا نام معدد ہے' دوسرا قول ہے: معاد بنت لھم ہے' اور بھی اقوال ہیں۔

ابن عدنان

عدنان' عدن سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: کسی کو ٹھہرانا' اور اسی سے معدن بنا ہے' جس کا معنی ہے: جواہر کی کان' کیونکہ اس میں بھی جواہر کی تلاش میں قیام کیا جاتا ہے۔

امام بخاری نے عدنان تک آپ کا ذکر کیا' اس کی توجیہ اور حضرت آدم علیہ السلام تک آپ کا نسب

امام بخاری نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب شریف میں عدنان تک کا ذکر کیا ہے' اور حضرت آدم علیہ السلام تک آپ کا نسب ذکر نہیں کیا' کیونکہ عدنان تک آپ کے نسب پر اجماع ہے' اور اس کے اوپر بہت اختلاف ہے' عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان جو آپ کے آباء اور اجداد ہیں' ان میں بھی اختلاف ہے' ایک قول ہے کہ ان کے درمیان سات آباء ہیں' دوسرا قول ہے: نو ہیں' تیسرا قول ہے: پندرہ آباء ہیں' چوتھا قول ہے: چالیس آباء ہیں' ان اسماء کو کتاب رخیا سے لیا گیا ہے اور رخیا کا نام یورخ ہے' جو کہ حضرت ارمیاء علیہ السلام کا کاتب تھا۔ عدنان کے نسب میں معتمد قول یہ ہے:

عدنان بن ادد بن مقوم بن ناحور بن سرح بن یعرب بن یشعب بن نبت بن قیدار بن اسماعیل بن ابراہیم خلیل الرحمان بن تارح اور وہ آزر ہے (یہ علامہ عینی کا نظریہ ہے۔ سعیدی غفرلہ) بن ناحور بن ساروح بن راعو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ اور وہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں' بن یرد بن مھلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔ (عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٤١٧۔ ٤١٣' موضحاً ومخرجاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٥١ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اُنْزِلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعِيْنَ فَمَكَثَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً ثُمَّ اُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فَهَاجَرَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَمَكَثَ بِهَا عَشْرَ سِنِيْنَ ثُمَّ تُوُفِّيَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

[اطراف الحدیث: ٣٩٠١۔ ٣٩٠٣۔ ٤٤٦٥۔ ٤٩٧٩]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی از ہشام از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چالیس سال کی عمر میں وحی کا نزول ہوا' پھر آپ تیرہ سال مکہ میں رہے' پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا گیا تو آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی' سو آپ وہاں دس سال رہے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی۔

(صحیح مسلم: ٢٣٥١' الرقم المسلسل: ٥٩٩٠' سنن ترمذی: ٣٦٧٢' مصنف ابن ابی شیبہ ج ١٣ ص ٥٣' مصنف عبد الرزاق: ٦٧٨٤' مسند احمد ج ١ ص ٢٢٨ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٠١٧۔ ج ٣ ص ٦٢' ٣٦٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

اس حدیث کا باب ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت' اور اس حدیث میں آپ کی بعثت کا ذکر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے سال میں متعدد اقوال

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد متوفی ٢٣٠ھ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں پندرہ سال رہے' سات سال روشنی اور نور کو دیکھتے رہے' اور آٹھ سال آواز سنتے رہے اور آٹھ سال آپ کی طرف وحی ہوتی رہی' حسن بصری نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

ابن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ مکہ میں دس سال یا پانچ سال یا اس سے زیادہ عرصہ تک قرآن مجید نازل ہوتا رہا۔

حسن بصری سے روایت ہے کہ آپ پر آٹھ سال مکہ میں قرآن مجید نازل ہوا اور دس سال مدینہ میں نازل ہوا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ نزولِ قرآن کے متعلق امام بخاری کی روایت اکثر صحابہ سے منقول ہے اور یہی اکثر ائمہ کا مختار ہے' آپ پر سترہ رمضان کو پیر کے دن قرآن مجید نازل ہوا' ایک قول نو رمضان کا ہے' اور دوسرا قول چوبیس رمضان کا ہے' یہ امام ابن عساکر کی روایات ہیں' اور ابوقلابہ سے روایت ہے کہ آپ پر اٹھارہ رمضان کو قرآن مجید نازل ہوا' اور مسعودی سے روایت ہے کہ دس ربیع الاوّل کو پیر کے دن قرآن مجید نازل ہوا' اسی طرح اور بہت اقوال ہیں' لیکن مختار وہی قول ہے جس کی امام بخاری نے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ص ٤١٨۔٤١٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی روایت میں ہے: آپ مکہ میں تیرہ سال رہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ مکہ میں دس سال رہے۔ (صحیح البخاری: ٣٥٤٧) اس کا جواب یہ ہے کہ آپ وحی کے استقرار کے بعد مکہ میں دس سال رہے کیونکہ بعثت کے تین سال بعد تک آپ پر وحی منقطع رہی تھی۔ (الکوثر الجاری ج ٧ص ٥٢' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٢٩ - بَابُ مَا لَقِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ بِمَكَّةَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مکہ میں پہنچنے والے مصائب

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مکہ میں کیا کیا تکالیف' مصائب اور ایذائیں پہنچی تھیں۔

٣٨٥٢ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا بَيَانٌ وَّاِسْمَاعِيْلُ قَالَا سَمِعْنَا قَيْسًا يَّقُوْلُ سَمِعْتُ خَبَّابًا يَّقُوْلُ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً وَّهُوَ فِيْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ وَقَدْ لَقِيْنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شِدَّةً فَقُلْتُ اَلَا تَدْعُو اللّٰهَ فَقَعَدَ وَهُوَ مُحْمَرٌّ وَجْهُهُ فَقَالَ لَقَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ لَيُمْشَطُ بِمِشَاطِ الْحَدِيْدِ مَادُوْنَ عِظَامِهِ مِنْ لَحْمٍ اَوْعَصَبٍ مَّا يَصْرِفُهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ وَيُوْضَعُ الْمِنْشَارُ عَلٰى مَفْرِقِ رَاْسِهِ فَيُشَقُّ بِاثْنَيْنِ مَا يَصْرِفُهُ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهِ وَلَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰى يَسِيْرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ اِلٰى حَضْرَمَوْتَ مَا يَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ زَادَ بَيَانٌ وَّالذِّئْبَ عَلٰى غَنَمِهٖ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بیان اور اسماعیل نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہم نے قیس سے سنا' وہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت آپ کعبہ کے سائے میں اپنی چادر کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے' اور ہم نے مشرکین کی طرف سے بہت سختیاں جھیلی تھیں' میں نے عرض کیا: کیا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتے! آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ کا چہرۂ انور (غصہ سے) سرخ ہو گیا' آپ نے فرمایا: تم سے پہلی اُمتوں کے لوگوں کے جسموں کو لوہے کی کنگھیوں سے چھیلا جاتا' وہ کنگھیاں ان کے گوشت اور پٹھوں کو چھیلتی ہوئی ان کی ہڈیوں تک پہنچ جاتیں اور یہ ظلم بھی ان کو ان کے دین سے نہیں پھیر سکا' اور ان کے سر کے وسط میں آری رکھ کر ان کے پورے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور یہ ظلم بھی ان کو ان کے دین سے نہیں پھیر سکا' اور اللہ تعالیٰ ضرور اس دین کو مکمل فرمائے گا حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے

حضر موت تک سفر کرے گا اور وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گا۔ بیان نے یہ اضافہ کیا ہے: اور اس کو اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا خوف نہیں ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۱۲ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں صنعاء کا ذکر ہے' یہ یمن کا بہت بڑا شہر ہے' اس میں باغات اور پانی کے چشمے بہت زیادہ ہیں' جس کی وجہ سے یہ دمشق کے مشابہ ہے' اور حضر موت بھی یمن کا بہت آباد شہر ہے' یہ عدن کے قریب ہے' اس میں اور صنعاء میں تین مراحل کا فاصلہ ہے۔

حافظ عینی اور حافظ ابن حجر کا مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ بیان نے جو یہ اضافہ کیا ہے کہ ''سوائے بھیڑیے کے اس کی بکریوں پر'' اس سے مراد یہ ہے کہ مسافر' ڈاکوؤں سے تو مامون ہوں گے لیکن بکریاں' بھیڑیوں سے مامون نہیں ہوں گی' بکریاں بھیڑیوں سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد مامون ہوں گی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۲ دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس حدیث کا سیاق اس سے عام ہے کہ مسافر انسانوں کے ظلم سے محفوظ ہوں یا بھیڑیوں کے حملوں سے محفوظ ہوں' اور لوگوں کو اس زمانہ میں انسانوں سے خوف ہوگا نہ حیوانوں سے اور حدیث میں اس امن کے زمانہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانہ کے ساتھ تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے اور ایسا امن حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تھا' کیونکہ ان کے زمانہ میں بکریوں کے چرانے والے بھیڑیوں کے خوف سے مامون تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱٦ ص ۴۳۰ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٨٥٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿النَّجْمَ﴾ فَسَجَدَ فَمَا بَقِيَ أَحَدٌ إِلَّا سَجَدَ إِلَّا رَجُلٌ رَأَيْتُهُ أَخَذَ كَفًّا مِّنْ حَصًا فَرَفَعَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ وَقَالَ هٰذَا يَكْفِينِي فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا بِاللّٰهِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از اسود از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم کی تلاوت کی' پس آپ نے سجدہ کیا' سو ہر شخص نے سجدہ کیا' سوا ایک شخص کے' میں نے دیکھا کہ اس نے مٹھی بھر کر کنکریاں اٹھائیں' پھر ان کو بلند کر کے ان پر سجدہ کر دیا اور کہا: مجھے یہ کافی ہے' پھر بعد میں' میں نے دیکھا کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے کی حالت پر مر گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰٦۷ میں گزر چکی ہے۔

اس باب کا عنوان ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو کفار سے پہنچنے والی ایذائیں' اور اس حدیث میں آپ یا آپ کے اصحاب کو ایذاء پہنچنے کا ذکر نہیں ہے' اس لحاظ سے یہ حدیث باب کے موافق نہیں ہے' اس حدیث میں جس انسان کا ذکر ہے کہ اس نے سجدہ نہیں کیا تھا' وہ شخص امیہ بن خلف تھا یا الولید بن مغیرہ۔

٣٨٥٤ ـ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے

عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ بَيْنَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ وَّحَوْلَهُ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ جَاءَ عُقْبَةُ بْنُ اَبِیْ مُعَيْطٍ بِسَلٰی جَزُوْرٍ فَقَذَفَهُ عَلٰی ظَهْرِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرْفَعْ رَاْسَهُ فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ فَاَخَذَتْهُ مِنْ ظَهْرِهٖ وَدَعَتْ عَلٰی مَنْ صَنَعَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ الْمَلَاَ مِنْ قُرَيْشٍ اَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَعُتْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَاُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ اَوْ اُبَیَّ بْنَ خَلَفٍ شُعْبَةُ الشَّاكُّ فَرَاَيْتُهُمْ قُتِلُوْا يَوْمَ بَدْرٍ فَاُلْقُوْا فِیْ بِئْرٍ غَيْرَ اُمَيَّةَ اَوْ اُبَیٍّ تَقَطَّعَتْ اَوْصَالُهٗ فَلَمْ يُلْقَ فِی الْبِئْرِ.

کہا: ہمیں شعبۃ نے حدیث بیان کی از ابواسحاق از عمرو بن میمون از حضرت عبداللہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے اور آپ کے گرد قریش کے لوگ تھے اس وقت عقبہ بن ابی معیط (ذبح شدہ) اونٹنی کے بچہ دان کو لے کر آیا اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر ڈال دیا' سو آپ نے اپنا سر اقدس نہیں اٹھایا حتیٰ کہ سیّدہ فاطمہ علیہا السلام آئیں' انہوں نے اس بچہ دان کو آپ کی پشت سے اُٹھایا اور جس نے یہ کام کیا تھا اس کے خلاف دعا کی' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اللہ کے حضور) عرض کیا: اے اللہ! تو قریش کی (اس) جماعت کو پکڑ لے' ابوجہل بن ہشام کو اور عتبہ بن ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ کو اور امیہ بن خلف کو' یا (فرمایا:) ابی بن خلف کو' شعبہ اس میں شک کرنے والے ہیں' پس میں نے دیکھا کہ وہ سب جنگِ بدر کے دن قتل کر دیے گئے' اور ان سب کو کنوئیں میں ڈال دیا گیا' سوا امیہ کے یا ابی کے' اس کا ہر جوڑ الگ ہو گیا تھا' اس لیے اس کو کنویں میں نہیں ڈالا گیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۴۰ میں گزر چکی ہے۔

٣٨٥٥- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنِیْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ اَوْ قَالَ حَدَّثَنِی الْحَكَمُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ اَمَرَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبْزٰی قَالَ سَلِ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ مَا اَمْرُهُمَا ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (الاسراء: ٣٣) ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا﴾ (النساء: ٩٣) فَسَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَمَّا اُنْزِلَتِ الَّتِیْ فِی الْفُرْقَانِ قَالَ مُشْرِكُوْا اَهْلِ مَكَّةَ فَقَدْ قَتَلْنَا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ وَدَعَوْنَا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَقَدْ اَتَيْنَا الْفَوَاحِشَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ﴾ الْاٰيَةَ (الفرقان: ٧٠) فَهٰذِهٖ لِاُولٰٓئِكَ وَاَمَّا الَّتِیْ فِی النِّسَاءِ الرَّجُلُ اِذَا عَرَفَ الْاِسْلَامَ وَشَرَائِعَهٗ ثُمَّ قَتَلَ فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا فَذَكَرْتُهٗ لِمُجَاهِدٍ فَقَالَ اِلَّا مَنْ نَّدِمَ. [اطراف الحدیث: ٤٥٩٠-٤٧٦٢-٤٧٦٣-٤٧٦٤-٤٧٦٥-

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے حدیث بیان کی یا کہا: مجھے حکم نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمٰن بن ابزیٰ نے حکم دیا' انہوں نے کہا: حضرت ابن عباس سے ان دو آیتوں کے متعلق پوچھو کہ ان میں کس طرح تطبیق ہو گی؟ (۱) جس جان کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے' اس کو حق کے سوا قتل نہ کرو۔ (الاسراء: ۳۳) (۲) اور جس نے کسی مسلمان کو عمداً قتل کیا۔ (النساء: ۹۳) پس میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ جب سورۃ الفرقان کی یہ آیت نازل ہوئی تو اہلِ مکہ کے مشرکین نے کہا: ہم نے ان جانوں کو قتل کیا ہے' جن کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے' اور ہم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودوں کی عبادت کی ہے اور ہم نے بے حیائی کے کام کیے ہیں (تو اگر ہم ایمان لے بھی آئے تو ہماری مغفرت کیسے

[٤٧٦٦] (صحیح مسلم: ٣٠٢٣-١٢٢)

ہو گی!) تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: مگر جس نے توبہ کر لی اور وہ ایمان لے آیا (الفرقان: ٧٠) (تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو بھی نیکیوں سے بدل دے گا) سو یہ آیت ان لوگوں کے متعلق ہے اور جو آیت سورۃ النساء میں ہے (اس کا محمل یہ ہے) کہ جو شخص اسلام کو اور اس کے احکام کو جانتا ہو پھر وہ (کسی مؤمن کو) قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا' پھر میں نے اس کا مجاہد سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: ماسوا اس کے جو (قتل کرنے پر) نادم ہوا۔

حدیث مذکور کی باب کے عنوان سے مطابقت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

یہ باب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی ایذاء کے متعلق ہے اور اس حدیث میں مشرکین کا یہ اعتراف مذکور ہے کہ ہم نے ان لوگوں یعنی مسلمانوں کو قتل کیا جن کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے سے بڑھ کر اور کیا ایذاء ہو گی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ چونکہ مشرکین نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا اور ان کو عذاب دیا تھا' اس وجہ سے ان سے اسلام کا نام ساقط ہو گیا۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٥٢' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ عینی ان کا رد کرتے ہیں کہ انہوں نے جو لکھا ہے' اس سے اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت ثابت نہیں ہوتی۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٣٢١)

اس اشکال کا جواب کہ سورۂ فرقان میں فرمایا ہے: ناحق قتل کرنے والے کی توبہ قبول ہو گی۔۔۔۔۔۔ اور سورۃ النساء میں فرمایا ہے: اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی

سعید بن جبیر نے الفرقان: ٧٠' اور النساء: ٩٣ کے درمیان تطبیق کا سوال کیا۔ سعید بن جبیر کو اشکال یہ تھا کہ الفرقان: ٧٠ سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کرنے سے گناہ معاف ہو جاتا ہے' اور النساء: ٩٣ سے معلوم ہوتا ہے کہ قتل کے گناہ پر سزا ملنی واجب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ الفرقان: ٧٠' کفار کے متعلق نازل ہوئی ہے' اور النساء: ٩٣ مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی ہے' حضرت ابن عباس یہ فرماتے تھے کہ اگر کسی مسلمان نے مسلمان کو قتل کر دیا تو پھر اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

حضرت ابن عباس کا مشہور مذہب یہی ہے اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اگر مسلمان کسی مسلمان کو قتل کر دے تو اس کی توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (النساء: ١١٠)

اور جس شخص نے کوئی برا کام کیا یا کوئی گناہ (کبیرہ) کر کے اپنی جان پر ظلم کیا' پھر اس نے اللہ سے مغفرت طلب کی تو وہ اللہ کو

بہت بخشنے والا بے حد مہربان پائے گا○

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ دوسری روایت ہی تمام اہل سنت، صحابہ، تابعین اور بعد کے علماء اور فقہاء کا مذہب ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ بعض متقدمین سے جو اس کے خلاف منقول ہے تو وہ مسلمان کو مسلمان کے قتل کرنے سے ڈرانے اور تغلیظ اور تحذیر پر محمول ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ سورۃ النساء میں یہ فرمایا ہے کہ اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو دائمی عذاب دیا جائے گا' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُسے یہ عذاب دیا بھی جائے گا (کیونکہ بعض اوقات استحقاق بتانا مقصود ہوتا ہے)۔ مجاہد نے بھی یہی کہا ہے کہ سورۃ النساء اس شخص پر محمول ہے جو مسلمان کو قتل کر کے توبہ نہ کرے' لیکن جو قتل کرنے کے بعد نادم ہوا اور تائب ہوا تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو معاف فرما دے گا۔

٣٨٥٦۔ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنِي الْاَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي يَحْيَى ابْنُ اَبِي كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قُلْتُ اَخْبِرْنِي بِاَشَدِّ شَيْءٍ صَنَعَهُ الْمُشْرِكُونَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي حِجْرِ الْكَعْبَةِ اِذْ اَقْبَلَ عُقْبَةُ بْنُ اَبِي مُعَيْطٍ فَوَضَعَ ثَوْبَهُ فِي عُنُقِهِ فَخَنَقَهُ خَنْقًا شَدِيدًا فَاَقْبَلَ اَبُوبَكْرٍ حَتّٰى اَخَذَ بِمَنْكِبِهِ وَدَفَعَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ﴿اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ﴾ (الغافر:٢٨) تَابَعَهُ ابْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ قُلْتُ لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَقَالَ عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ قِيلَ لِعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از محمد بن ابراہیم التیمی' انہوں نے کہا: مجھے عروۃ بن الزبیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ مجھے یہ بتائیں کہ مشرکین نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ کون سا ظلم کیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حطیم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے' پس سامنے سے عقبہ بن ابی معیط آیا' وہ اپنا کپڑا آپ کی گردن میں ڈال کر بہت سختی سے آپ کا گلا گھونٹنے لگا' پس اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے' انہوں نے اس کو کندھے سے پکڑا اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پرے دھکیل دیا' اور یہ آیت پڑھی: کیا تم ایک مرد کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ (المؤمن:٢٨) عیاش بن الولید کی متابعت ابن اسحاق نے کی ہے' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن عروہ نے حدیث بیان کی از عروۃ' میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے کہا' اور عبدۃ نے کہا از ہشام از والد خود کہ حضرت عمرو بن العاص سے کہا گیا اور محمد بن عمرو نے کہا از ابی سلمہ: مجھے حضرت عمرو بن العاص نے حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٧٨ میں گزر چکی ہے۔

٣٠ - بَابُ اِسْلَامِ اَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام

اس باب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام بیان کیا گیا ہے۔

۳۸۵۷- حَدَّثَنِی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حَمَّادٍ الْآمُلِیُّ قَالَ حَدَّثَنِی یَحْیَی بْنُ مَعِینٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیلُ بْنُ مُجَالِدٍ عَنْ بَیَانٍ عَنْ وَبَرَةَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ قَالَ عَمَّارُ بْنُ یَاسِرٍ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَامَعَهُ اِلَّا خَمْسَةُ اَعْبُدٍ وَّامْرَاَتَانِ وَاَبُوْبَكْرٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن حماد آملی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن معین نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسمٰعیل بن مجالد نے حدیث بیان کی از بیان از وبرۃ از ہمام بن الحارث وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام اور دو عورتیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۶۰ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے' حالانکہ وہ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمار بن یاسر نے صرف ان کا ذکر کیا ہے جن کو انہوں نے دیکھا تھا' ہوسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انہوں نے نہ دیکھا ہو۔

۳۱- بَابُ اِسْلَامِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا اسلام

اس باب میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے اسلام کا ذکر کیا گیا ہے۔

۳۸۵۸- حَدَّثَنِی اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا اَبُوْاُسَامَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمٌ قَالَ سَمِعْتُ سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اِسْحٰقَ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ یَّقُوْلُ مَا اَسْلَمَ اَحَدٌ اِلَّا فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ اَسْلَمْتُ فِیْهِ وَلَقَدْ مَكَثْتُ سَبْعَةَ اَیَّامٍ وَّاِنِّیْ لَثُلُثُ الْاِسْلَامِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامۃ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے ابواسحاق' سعد بن ابی وقاص سے سنا' وہ کہتے تھے: جو شخص بھی اسلام لایا' وہ اس دن اسلام لایا جس دن میں اسلام لایا تھا' اور اسلام میں داخل ہونے والے تیسرے شخص کی حیثیت سے مجھ پر سات دن گزر گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲۶ میں گزر چکی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص سے پہلے حضرت ابوبکر' حضرت علی' حضرت خدیجہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم اسلام لا چکے تھے' پھر حضرت سعد کا یہ قول کیسے درست ہوگا کہ سب لوگ اسی دن اسلام لائے جس دن میں اسلام لایا تھا! اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ حضرات دن کے اوّل حصہ میں اسلام لائے ہوں اور حضرت سعد بن ابی وقاص دن کے آخری حصہ میں اسلام لائے ہوں۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کیسے تیسرے اسلام لانے والے ہوسکتے ہیں' حالانکہ ان سے پہلے دو سے زیادہ افراد مسلمان ہو چکے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ ان سے پہلے دو آزاد مرد اسلام لائے تھے' سو اگر ان کے علاوہ عورتیں' بچے اور غلام اسلام لائے ہوں تو وہ اس کے منافی نہیں ہے۔

٣٢- بَابُ ذِكْرِ الْجِنِّ جنات کا ذکر

اس باب میں جنات کا ذکر ہے اور اس سے پہلے کتاب بدء الخلق میں بھی جنات کا ذکر گزر چکا ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ. (الجن:١) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے میری تلاوت کو غور سے سنا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تلاوتِ قرآن سننے والے جنات کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں جنات کی ایک جماعت کا ذکر کیا گیا ہے' یہ نصیبین کے جنات میں سے نو جن تھے' ایک قول ہے کہ یہ شیعبان کے جنات میں سے تھے اور یہ جنات کی سب سے بڑی تعداد تھی' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سات جن تھے اور یہ یمن کے جنات تھے اور یہ یہودی تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مشرک تھے۔

اس باب میں جو احادیث ہیں' ان سے پتا چلتا ہے کہ جنات کے وفود چھ تھے:

(١) یہ اغوال میں سے تھے (٢) یہ حجون سے آئے تھے (٣) یہ مکہ کی بلند پہاڑیوں میں تھے (٤) یہ بقیع الغرقد میں تھے' ان ہی راتوں میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے تھے اور ان پر خط کھینچ دیا گیا تھا (٥) یہ مدینہ سے باہر رہتے تھے اور ان کے پاس حضرت زبیر بن العوام حاضر ہوئے تھے (٦) یہ کسی سفر میں تھے اور ان کے پاس حضرت بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تھے' امام ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثقیف سے مایوس ہو کر طائف سے مکہ کی طرف جا رہے تھے' حتیٰ کہ آپ کھجور کے ایک درخت کے پاس کھڑے ہوئے تو آپ کے پاس جنات کی وہ جماعت آئی' جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے' یہ نصیبین کے جنات میں سے سات جن تھے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن مجید کی تلاوت سنی' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ فجر سے فارغ ہوئے تو یہ جنات اپنی قوم کی طرف واپس گئے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا اور یہ اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ انہوں نے آپ سے سنا تھا' اس کو قبول کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنات پر قرآن مجید کی تلاوت نہیں کی اور نہ ان کو دیکھا۔ (الحدیث) (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس اس وقت بہت چھوٹے تھے کیونکہ یہ واقعہ ہجرت سے تین سال پہلے کا ہے اور ہجرت کے وقت حضرت ابن عباس کی عمر تین سال تھی اور حجۃ الوداع کے وقت وہ بلوغت کے قریب تھے اور حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ وہ اس رات موجود تھے جب جنات آپ کے پاس آئے تھے۔

٣٨٥٩ - حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ مَّعْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ سَاَلْتُ مَسْرُوْقًا مَنْ اٰذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِنِّ لَيْلَةَ اسْتَمَعُوا الْقُرْاٰنَ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْكَ يَعْنِيْ عَبْدَ اللّٰهِ اَنَّهُ اٰذَنَتْ بِهِمْ شَجَرَةٌ.

(صحیح مسلم: ٤٥٠' الرقم المسلسل: ٨٩٣' سنن ابوداؤد: ٨٥' سنن ترمذی: ٣٢٦٧)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید اللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از معن بن عبدالرحمان' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے مسروق سے سوال کیا کہ جس رات میں جنات نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن سنا تھا' اس کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس نے دی تھی؟ انہوں نے بتایا: مجھے تمہارے والد یعنی حضرت عبد اللہ نے حدیث بیان کی

کہ جنات کی خبر ایک درخت نے دی تھی۔

حضرت ابن مسعود کے جنات کا مشاہدہ کرنے کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ذکر ہے کہ ایک درخت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تھی' اور مسند اسحاق بن راھویہ میں مذکور ہے کہ ببول کے درخت نے آپ کو خبر دی تھی۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے مکہ میں فرمایا: تم میں سے جو شخص آج رات جنات کی مجلس میں حاضر ہونا چاہے تو وہ حاضر ہو۔ (الحدیث بطولہ)
حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ جنات' نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہہ رہے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' اس پر کون گواہی دے گا؟ اس وقت آپ ایک درخت کے قریب تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات سے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر یہ درخت میرے رسول ہونے کی گواہی دے تو تم مان لو گے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کو بلایا تو وہ آ گیا' حضرت ابن مسعود نے کہا: میں نے دیکھا کہ وہ درخت اپنی شاخوں کو گھسیٹتا ہوا آ رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس درخت نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بعض احادیث میں ہے کہ حضرت ابن مسعود نے کہا: اس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے گم کر دیا تھا' اور ہم ساری رات آپ کو تلاش کرتے رہے اور ہم نے سخت پریشانی میں وہ رات گزاری اور اس روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود نے جنات کو دیکھا اور ان کا کلام سنا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد راتوں میں جنات سے ملاقات کی تھی' ہوسکتا ہے کہ کسی رات میں حضرت ابن مسعود کو جنات کی خبر نہ ہو اور کسی دوسری رات میں ان کو جنات کی خبر ہو گئی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ١٦ ص ٢٢٦-٢٢٥' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٦٠- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جَدِّيْ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ يَحْمِلُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِدَاوَةً لِوَضُوْئِهِ وَحَاجَتِهِ فَبَيْنَمَا هُوَ يَتْبَعُهُ بِهَا فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقَالَ اَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَقَالَ ابْغِنِيْ اَحْجَارًا اَسْتَنْفِضْ بِهَا وَلَا تَاْتِنِيْ بِعَظْمٍ وَّلَا بِرَوْثَةٍ فَاَتَيْتُهُ بِاَحْجَارٍ اَحْمِلُهَا فِيْ طَرَفِ ثَوْبِيْ حَتّٰى وَضَعْتُهَا اِلٰى جَنْبِهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ حَتّٰى اِذَا فَرَغَ مَشَيْتُ مَعَهُ فَقُلْتُ مَا بَالُ الْعَظْمِ وَالرَّوْثَةِ قَالَ هُمَا مِنْ طَعَامِ الْجِنِّ وَاِنَّهُ اَتَانِيْ وَفْدُ جِنِّ نَصِيْبِيْنَ وَنِعْمَ الْجِنُّ فَسَاَلُوْنِي الزَّادَ فَدَعَوْتُ اللّٰهَ لَهُمْ اَنْ لَّا يَمُرُّوْا بِعَظْمٍ وَّلَا بِرَوْثَةٍ اِلَّا وَجَدُوْا عَلَيْهَا طَعَامًا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے دادا نے خبر دی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے لیے اور آپ کی قضاء حاجت سے طہارت کے لیے پانی کا مشکیزہ اُٹھا کر لے جاتے تھے' پس جس وقت وہ آپ کے ساتھ مشکیزہ لے کر جا رہے تھے تو آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ پس اُنہوں نے کہا: میں ابو ہریرہ ہوں' آپ نے فرمایا: میرے لیے پتھر تلاش کرو تاکہ میں استنجاء کروں اور میرے پاس ہڈی یا گوبر نہ لانا' سو میں اپنے کپڑے کے پلو میں پتھر لے کر آیا اور میں نے ان کو آپ کے پہلو میں رکھ دیا' پھر میں واپس گیا حتیٰ کہ جب آپ فارغ ہو گئے تو میں آپ کے ساتھ چلنے لگا' میں نے پوچھا: آپ نے جو ہڈی اور

گوبر سے منع فرمایا تھا' اس کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ جنات کا طعام ہیں' اور بے شک میرے پاس نصیبین کے جنات کا وفد آیا تھا اور وہ بہت عمدہ جن تھے' انہوں نے مجھ سے توشہ (کھانے کی چیز) کا سوال کیا تو میں نے ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ جب بھی ہڈی یا گوبر کے پاس سے گزریں تو وہ اس پر طعام کو پالیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نصیبین کے جنات کے وفد کا ذکر ہے۔

وفد ان لوگوں کو کہتے ہیں جو کسی سے ملنے کے لیے جائیں اور نصیبین' الجزیرہ کے مشہور شہر کا نام ہے۔

جنات کے کھانے اور پینے کے متعلق مختلف اقوال

جنات کے کھانے اور پینے کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) تمام جن کھاتے اور پیتے نہیں ہیں' یہ قول ساقط الاعتبار ہے۔

(۲) جنات کی ایک قسم کھاتی پیتی نہیں ہے اور دوسری قسم کھاتی ہے اور پیتی نہیں ہے' وہب نے کہا ہے کہ خالص جن ہوا ہیں' وہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور نہ ان کے ہاں اولاد ہوتی ہے' اور ان کی بعض اجناس ہیں جو کھاتی ہیں اور پیتی ہیں' ان کے ہاں اولاد ہوتی ہے اور وہ نکاح کرتے ہیں' ان میں سے سعالی اور غیلان اور قطرب ہیں۔

(۳) تمام جنات کھاتے اور پیتے ہیں اور یہی قول ظاہر احادیث کے مطابق ہے' پھر ان کے کھانے اور پینے کی کیفیت میں اختلاف ہے' بعض نے کہا: ان کا کھانا اور پینا محض سونگھنا ہے' اس میں چبانا ہے نہ نگلنا ہے' اس قول پر کوئی دلیل نہیں ہے' اور بعض نے کہا ہے کہ ان کے کھانے اور پینے میں چبانا بھی ہے اور نگلنا بھی ہے' احادیث صحیحہ سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۶ص ۴۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۳- بَابُ اِسْلَامِ اَبِیْ ذَرٍّ الْغِفَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ کا اسلام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ کا نام ونسب اس طرح ہے: جندب بن جنادہ بن سفیان بن عبید بن حزام بن غفار بن ملیل بن ضمرۃ بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔

تہذیب میں مذکور ہے: ان کے نام میں اور ان کے والد کے نام میں بہت اختلاف ہے' ایک قول ہے: ان کا نام جندب بن جنادہ ہے' دوسرا قول ہے: ان کا نام بربر بن جندب ہے' تیسرا قول ہے: بربر بن عشرقہ ہے' چوتھا قول ہے: جندب بن السکن ہے' اور مشہور وہی ہے جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے' ان کی والدہ کا نام رملہ بنت الوقیعہ ہے' ان کا تعلق بنو غفار بن ملیل سے ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ بتیس (۳۲) ھ میں ربذہ میں فوت ہو گئے تھے جو کہ مدینہ طیبہ کی ایک بستی ہے' وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ

کی خلافت میں فوت ہوئے تھے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٣٨٦١ - حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ حَدَّثَنَا الْمُثَنّٰی عَنْ اَبِیْ جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا بَلَغَ اَبَا ذَرٍّ مَبْعَثُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَخِیْهِ ارْکَبْ اِلٰی هٰذَا الْوَادِیْ فَاعْلَمْ لِیْ عِلْمَ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ یَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ یَّاْتِیْهِ الْخَبَرُ مِنَ السَّمَاءِ وَاسْمَعْ مِنْ قَوْلِهٖ ثُمَّ ائْتِنِیْ فَانْطَلَقَ الْاَخُ حَتّٰی قَدِمَهٗ وَسَمِعَ مِنْ قَوْلِهٖ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی اَبِیْ ذَرٍّ فَقَالَ لَهٗ رَاَیْتُهٗ یَاْمُرُ بِمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَكَلَامًا مَّا هُوَ بِالشِّعْرِ فَقَالَ مَا شَفَیْتَنِیْ مِمَّا اَرَدْتُ فَتَزَوَّدَ وَحَمَلَ شَنَّةً لَهٗ فِیْهَا مَاءٌ حَتّٰی قَدِمَ مَكَّةَ فَاَتَی الْمَسْجِدَ فَالْتَمَسَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا یَعْرِفُهٗ وَكَرِهَ اَنْ یَّسْاَلَ عَنْهُ حَتّٰی اَدْرَكَهٗ بَعْضُ اللَّیْلِ فَرَاٰهُ عَلِیٌّ فَعَرَفَ اَنَّهٗ غَرِیْبٌ فَلَمَّا رَاٰهُ تَبِعَهٗ فَلَمْ یَسْاَلْ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا صَاحِبَهٗ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰی اَصْبَحَ ثُمَّ احْتَمَلَ قِرْبَتَهٗ وَزَادَهٗ اِلَی الْمَسْجِدِ وَظَلَّ ذٰلِكَ الْیَوْمَ وَلَا یَرَاهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَمْسٰی فَعَادَ اِلٰی مَضْجَعِهٖ فَمَرَّ بِهٖ عَلِیٌّ فَقَالَ اَمَا نَالَ لِلرَّجُلِ اَنْ یَّعْلَمَ مَنْزِلَهٗ فَاَقَامَهٗ فَذَهَبَ بِهٖ مَعَهٗ لَا یَسْاَلُ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا صَاحِبَهٗ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰی اِذَا كَانَ یَوْمُ الثَّالِثِ فَعَادَ عَلِیٌّ مِّثْلَ ذٰلِكَ فَاَقَامَ مَعَهٗ ثُمَّ قَالَ اَلَا تُحَدِّثُنِیْ مَا الَّذِیْ اَقْدَمَكَ قَالَ اِنْ اَعْطَیْتَنِیْ عَهْدًا وَّمِیْثَاقًا لَتُرْشِدَنَّنِیْ فَعَلْتُ فَفَعَلَ فَاَخْبَرَهٗ قَالَ فَاِنَّهٗ حَقٌّ وَّهُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا اَصْبَحْتَ فَاتَّبِعْنِیْ فَاِنِّیْ اِنْ رَّاَیْتُ شَیْئًا اَخَافُ عَلَیْكَ قُمْتُ كَاَنِّیْ اُرِیْقُ الْمَاءَ فَاِنْ مَضَیْتُ فَاتَّبِعْنِیْ حَتّٰی تَدْخُلَ مَدْخَلِیْ فَفَعَلَ فَانْطَلَقَ یَقْفُوْهُ حَتّٰی دَخَلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَدَخَلَ مَعَهٗ فَسَمِعَ مِنْ قَوْلِهٖ وَاَسْلَمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن عباس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن مہدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المثنیٰ نے حدیث بیان کی از ابی جمرہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا کہ تم اس وادی کی طرف سفر کرو' پھر مجھے اس شخص کے متعلق خبر دو جن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہیں' ان کے پاس آسمان سے خبر آتی ہے' اور ان کی احادیث سنو' پھر میرے پاس آؤ' پس ان کے بھائی گئے اور آپ کے پاس پہنچے اور آپ کے ارشادات سنے' پھر حضرت ابوذر کے پاس واپس آئے' سو ان کو خبر دی کہ وہ عمدہ اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور ان کا کلام شعر نہیں ہے' تو حضرت ابوذر نے کہا: تمہیں میں نے جس لیے بھیجا تھا تم نے اس میں میری تشفی نہیں کی' پھر انہوں نے زادِ راہ لیا اور پانی کا ایک مشکیزہ اُٹھایا حتیٰ کہ مکہ میں آ گئے' پھر وہ مسجد میں آئے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا' وہ آپ کو پہچانتے نہیں تھے اور آپ کے متعلق دریافت کرنے کو انہوں نے ناپسند کیا' حتیٰ کہ ان کے اوپر رات کا کچھ وقت گزر گیا' پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ لیا' اور پہچان لیا کہ یہ کوئی مسافر ہے' جب انہوں نے ان کو دیکھا تو ان کا پیچھا کیا' اور ان دونوں میں سے کسی نے دوسرے کے متعلق کوئی بات نہیں کی' حتیٰ کہ صبح ہو گئی' پھر حضرت ابوذر اپنے مشکیزہ اور زادِ راہ کو اٹھا کر مسجد چلے گئے اور یہ دن بھی گزر گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو نہ دیکھ سکے' حتیٰ کہ شام ہو گئی' وہ اپنے ٹھکانے کی طرف لوٹ گئے' پس ان کے پاس سے حضرت علی گزرے' پس انہوں نے (دل میں) کہا: ابھی تک اس شخص کو اپنی منزل کا پتا نہیں چلا' پس انہوں نے اس کو اپنے پاس ٹھہرایا' پس وہ ان کے ساتھ گئے اور ان دونوں میں سے کسی نے اپنے صاحب سے بات نہیں کی' حتیٰ کہ جب تیسرا دن ہوا' تو پھر حضرت علی ان کے ساتھ گئے' پس ان کو اپنے پاس ٹھہرایا' پھر

مَكَانَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعْ إِلَى قَوْمِكَ فَأَخْبِرْهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَكَ أَمْرِيْ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَأَصْرُخَنَّ بِهَا بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ فَخَرَجَ حَتّٰى أَتَى الْمَسْجِدَ فَنَادٰى بِأَعْلٰى صَوْتِهٖ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ قَامَ الْقَوْمُ فَضَرَبُوْهُ حَتّٰى أَضْجَعُوْهُ وَأَتَى الْعَبَّاسُ فَأَكَبَّ عَلَيْهِ قَالَ وَيْلَكُمْ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ مِنْ غِفَارٍ وَّأَنَّ طَرِيْقَ تِجَارِكُمْ إِلَى الشَّامِ فَأَنْقَذَهُ مِنْهُمْ . ثُمَّ عَادَ مِنَ الْغَدِ لِمِثْلِهَا فَضَرَبُوْهُ وَثَارُوْا إِلَيْهِ فَأَكَبَّ الْعَبَّاسُ عَلَيْهِ .

کہا: کیا تم مجھے نہیں بتاؤ گے کہ تم کس وجہ سے یہاں آئے ہو؟ حضرت ابوذر نے کہا: اگر تم مجھ سے پکا وعدہ کرو کہ تم میری راہ نمائی کرو گے تو میں تم کو بتا دوں گا۔ حضرت علی نے اسی طرح کیا تو انہوں نے بتا دیا' حضرت علی نے کہا: بے شک وہ حق پر ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' پس صبح کو تم میرے پیچھے پیچھے آنا' پس اگر میں نے کوئی ایسی چیز دیکھی جس سے مجھے تم پر خوف ہو تو گویا میں اس طرح کھڑا ہو جاؤں گا جیسے مجھے پیشاب کرنا ہے اور اگر میں چلتا رہوں تو تم میرے پیچھے پیچھے آنا' حتیٰ کہ میں جہاں داخل ہوں تم بھی وہیں داخل ہو جانا' حضرت ابوذر نے اسی طرح کیا' پس وہ حضرت علی کے پیچھے چل پڑے حتیٰ کہ حضرت علی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور حضرت ابوذر بھی پہنچ گئے' انہوں نے آپ کا کلام سنا اور اسی جگہ اسلام لے آئے' پس ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی قوم کی طرف واپس جاؤ اور ان کو خبر دو حتیٰ کہ تمہارے پاس میرا حکم آئے۔ حضرت ابوذر نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! میں ضرور لوگوں کے درمیان (اپنے اسلام لانے کا) اعلان کروں گا' پس وہ وہاں سے نکل گئے اور مسجد میں آئے اور بہ آوازِ بلند اعلان کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ (سیدنا) محمد اللہ کے رسول ہیں' پھر لوگوں نے کھڑے ہو کر ان کو مارا حتیٰ کہ ان کو زمین پر لٹا دیا' (اتنے میں) حضرت عباس آ گئے اور ان کے اوپر خود کو ڈال لیا' اور کہا: تم پر افسوس ہے! کیا تم نہیں جانتے کہ یہ شخص قبیلہ غفار سے ہے اور تمہارے تاجروں کا شام کی طرف (ان کے راستہ سے) گزرنا ہے' پھر حضرت عباس نے حضرت ابوذر کو ان سے چھڑایا' دوسرے دن حضرت ابوذر نے پھر اسی طرح کیا' پھر لوگوں نے ان کو مارا اور ان پر پل پڑے' پس حضرت عباس ان پر اوندھے گر گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۲۲ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علی نے کہا: میں اس طرح کھڑا ہوں گا جیسے پیشاب کر رہا ہوں' اور ابوقتیبہ کی روایت میں ہے: میں اس طرح کھڑا ہوں جیسے اپنی جوتی ٹھیک کر رہا ہوں۔ ہوسکتا ہے حضرت علی نے دونوں باتیں فرمائی ہوں۔

٣٤ - بَابُ اِسْلَامِ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت سعید بن زید رضی اللہ کا اسلام

اس باب میں حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کے اسلام کا ذکر کیا گیا ہے' ان کے نسب کا اس سے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے' یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کے عم زاد تھے۔

٣٨٦٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ فِيْ مَسْجِدِ الْكُوْفَةِ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاِنَّ عُمَرَ لَمُوْثِقِيْ عَلَى الْاِسْلَامِ قَبْلَ اَنْ يُّسْلِمَ عُمَرُ وَلَوْ اَنَّ اُحُدًا ارْفَضَّ لِلَّذِيْ صَنَعْتُمْ بِعُثْمَانَ لَكَانَ مَحْقُوْقًا اَنْ يَّرْفَضَّ . [اطراف الحدیث: ٣٨٦٧-٦٩٤٢]

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے مسجد کوفہ میں سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم! (ایک وقت تھا) کہ حضرت عمر رضی اللہ نے اسلام لانے سے پہلے مجھے اس وجہ سے باندھ رکھا تھا کہ میں نے اسلام کیوں قبول کیا اور تم لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے' اس کی وجہ سے اگر اُحد پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جاتا تو اسے یہ لائق تھا۔

حضرت سعید بن زید کا اسلام پر ثابت قدم رہنے کی وجہ سے سختیوں کو برداشت کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت سعید بن زید کا مطلب یہ ہے کہ میرے اسلام پر ثابت قدم رہنے کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ مجھ پر سختی کرتے تھے اور مجھے باندھ دیتے تھے۔

صاحب التوضیح نے کہا ہے کہ حضرت عمر ان پر تنگی کرتے تھے اور ان کی اہانت کرتے تھے اور یہ عمدہ شرح ہے' کیونکہ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الاکراہ میں اس باب کے تحت ذکر کیا ہے کہ "جس شخص نے مار کھانے کو اور قتل کیے جانے کو اور اہانت کو کفر کے اوپر اختیار کیا"۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٥ - بَابُ اِسْلَامِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کا اسلام

اس باب میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کے قبولِ اسلام کو بیان کیا گیا ہے' ان کے نام اور نسب کا ذکر ان کے مناقب میں کیا جا چکا ہے۔

٣٨٦٣ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا زِلْنَا اَعِزَّاءَ مُنْذُ اَسْلَمَ عُمَرُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از اسماعیل بن ابی خالد از قیس بن ابی حازم از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ اسلام لائے تھے' ہم کو ہمیشہ عزت اور غلبہ حاصل رہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۸۴ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عمر کے اسلام لانے کا واقعہ

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے بیان کیا کہ (حضرت) عمر نے تلوار لٹکائی اور وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادہ سے نکلے' ان کو راستہ میں حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ملے اور پوچھا: اے عمر! کہاں جارہے ہو؟ انہوں نے کہا: میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کرنے جارہا ہوں' جنہوں نے دین بدل لیا ہے اور انہوں نے لوگوں کو ان کے آباء واجداد کے دین سے منحرف اور برگشتہ کردیا ہے۔ حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہاری بہن اور بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بھی ان کے دین پر ہیں' پھر (حضرت) عمر ان کی طرف گئے' ان کو خوب زدوکوب کیا اور اپنی بہن کا سر پھاڑ دیا' پھر ان کا دل نرم پڑا اور ان کے دل میں اسلام نے جگہ پکڑی' ان کے بہنوئی اور بہن سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیات پڑھ رہے تھے' انہوں نے کہا: لاؤ! مجھے بھی دکھاؤ تم کیا پڑھ رہے تھے؟ ان کی بہن نے کہا: تم مشرک اور نجس ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے' اس لیے اس کو پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھوسکتا' (حضرت) عمر نے غسل کیا اور سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیات میں غور کیا' اور کہا: یہ کتنا حسین کلام ہے' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف گئے' اس وقت آپ صفا پہاڑ کے نزدیک ایک گھر میں تھے' پھر جب بعض مسلمانوں نے دیکھا کہ (حضرت) عمر تلوار حمائل کیے ہوئے مکان کا دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں تو کہا: یارسول اللہ! دروازہ پر عمر بن الخطاب تلوار لٹکائے ہوئے کھڑے ہیں۔ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کو آنے دو' اگر وہ نیک ارادہ سے آئے ہیں تو فبہا ورنہ ہم ان کو ان ہی کی تلوار سے قتل کردیں گے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دروازہ کھول دو' آپ نے اپنی چادر سنبھالی اور ان کی طرف بڑھے اور ان کو بہت گرم جوشی سے سینہ کے ساتھ لگا کر بھینچا' اور فرمایا: اے خطاب کے بیٹے! تم کس لیے آئے ہو؟ حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کے پاس ایمان لانے کے لیے آیا ہوں' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنا تو بلند آواز سے فرمایا: اللہ اکبر! (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۶۱۔۶۰' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٣٨٦٤ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ فَأَخْبَرَنِي جَدِّي زَيْدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ فِي الدَّارِ خَائِفًا إِذْ جَاءَهُ الْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ السَّهْمِيُّ أَبُوْعَمْرٍو عَلَيْهِ حُلَّةُ حِبَرَةٍ وَّقَمِيصٌ مَّكْفُوفٌ بِحَرِيرٍ وَّهُوَ مِنْ بَنِي سَهْمٍ وَّهُمْ حُلَفَاؤُنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ لَهُ مَابَالُكَ قَالَ زَعَمَ قَوْمُكَ أَنَّهُمْ سَيَقْتُلُوْنِي إِنْ أَسْلَمْتُ قَالَ لَا سَبِيْلَ إِلَيْكَ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا أَمِنْتُ فَخَرَجَ الْعَاصُ فَلَقِيَ النَّاسَ قَدْ سَالَ بِهِمُ الْوَادِي فَقَالَ أَيْنَ تُرِيْدُوْنَ فَقَالُوْا نُرِيْدُ هٰذَا ابْنَ الْخَطَّابِ الَّذِي صَبَا قَالَ لَا سَبِيْلَ إِلَيْهِ فَكَرَّ النَّاسُ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمر بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے دادا زید بن عبداللہ بن عمر نے خبر دی از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں (قریش سے) خوف زدہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ابوعمرو عاص بن وائل سہمی داخل ہوا' اس نے دھاری دار چادر اور ریشمی کف والی قمیص پہنی ہوئی تھی' وہ قبیلہ بنو سہم سے تھا اور وہ زمانہ جاہلیت میں ہمارے حلیف تھے' عاص نے حضرت عمر سے پوچھا: تمہیں کیا پریشانی ہے؟ حضرت عمر نے کہا: تمہاری قوم کا یہ زعم ہے کہ اگر میں مسلمان ہوگیا تو وہ مجھے قتل کردے گی' عاص نے کہا: جب میں نے تم کو امان دے دی ہے تو وہ تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے' پھر جب عاص گھر سے باہر نکلا تو

دیکھا کہ وادی لوگوں سے بھری ہوئی ہے عاص نے ان سے پوچھا: تمہارا کیا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا: ہم خطاب کے بیٹے کا ارادہ کر رہے ہیں جو دین بدل چکا ہے عاص نے کہا: اسے کوئی نہیں مار سکتا! پس لوگ واپس چلے گئے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: ہم خطاب کے بیٹے کا ارادہ کر رہے ہیں جو دین بدل چکا ہے۔

عاص بن وائل کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عاص بن وائل کا ذکر ہے یہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے والد ہیں یہ زمانہ جاہلیت میں تھے انہوں نے اسلام کا زمانہ پایا مگر اسلام نہیں لائے اور ان کی موت کفر پر ہوئی۔

اس میں ابوعمرو کا ذکر ہے یعنی حضرت عمرو بن العاص کے والد یہ عاص بن وائل کی کنیت ہے۔

اس میں حبرۃ کا ذکر ہے اس سے مراد ہے: دھاری دار چادر۔

عاص نے کہا: جب میں نے تم کو امان دے دی ہے تو وہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے' کیونکہ عاص اپنی قوم کا سردار تھا اور اس کی اطاعت کی جاتی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٧۔٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٦٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ سَمِعْتُهُ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ اجْتَمَعَ النَّاسُ عِنْدَ دَارِهٖ وَقَالُوْا صَبَا عُمَرُ وَأَنَا غُلَامٌ فَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِيْ فَجَاءَ رَجُلٌ عَلَيْهِ قَبَاءٌ مِّنْ دِيْبَاجٍ فَقَالَ قَدْ صَبَا عُمَرُ فَمَا ذَاكَ فَأَنَا لَهٗ جَارٌ قَالَ فَرَأَيْتُ النَّاسَ تَصَدَّعُوْا عَنْهُ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ قَالُوْا الْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے عمرو بن دینار سے سنا' وہ کہتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو لوگ ان کے گھر کے پاس جمع ہو گئے اور کہا: عمر نے دین بدل لیا ہے' میں اس وقت نوعمر لڑکا تھا' اپنے گھر کی چھت پر (چڑھا ہوا) تھا' پس ایک شخص ریشم کی اُچکن پہنے ہوئے آیا' اس نے کہا: (ہاں!) عمر نے دین بدل لیا ہے' پھر کیا ہوا! میں اس کو پناہ دینے والا ہوں' حضرت ابن عمر نے کہا: پھر میں نے دیکھا کہ لوگ ہمارے گھر سے متفرق ہو گئے' میں نے پوچھا: یہ شخص کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ عاص بن وائل ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی حدیث سابق: ٣٨٦٤ کی طرح ہے۔

٣٨٦٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمَرُ أَنَّ سَالِمًا حَدَّثَهٗ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مَا سَمِعْتُ عُمَرَ لِشَيْءٍ قَطُّ يَقُوْلُ إِنِّيْ لَأَظُنُّهٗ كَذَا إِلَّا كَانَ كَمَا يَظُنُّ بَيْنَمَا عُمَرُ جَالِسٌ إِذْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمر نے حدیث بیان کی' ان کو سالم نے حدیث بیان کی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں

مَرَّ بِهِ رَجُلٌ جَمِيلٌ فَقَالَ عُمَرُ لَقَدْ اَخْطَاَ ظَنِّي اَوْ اِنَّ هٰذَا عَلٰى دِيْنِهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَوْ لَقَدْ كَانَ كَاهِنَهُمْ عَلَى الرَّجُلِ فَدُعِيَ لَهُ فَقَالَ لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ اسْتُقْبِلَ بِهِ رَجُلٌ مُسْلِمٌ قَالَ فَاِنِّي اَعْزِمُ عَلَيْكَ اِلَّا مَا اَخْبَرْتَنِي قَالَ كُنْتُ كَاهِنَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ فَمَا اَعْجَبُ مَا جَاءَتْكَ بِهِ جِنِّيَّتُكَ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا يَوْمًا فِي السُّوْقِ جَاءَتْنِي اَعْرِفُ فِيْهَا الْفَزَعَ فَقَالَتْ: اَلَمْ تَرَ الْجِنَّ وَاِبْلَاسَهَا وَيَاْسَهَا مِنْ بَعْدِ اِنْكَاسِهَا وَلُحُوْقَهَا بِالْقِلَاصِ وَاَحْلَاسِهَا قَالَ عُمَرُ صَدَقَ بَيْنَمَا اَنَا عِنْدَ اٰلِهَتِهِمْ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ بِعِجْلٍ فَذَبَحَهُ فَصَرَخَ بِهِ صَارِخٌ لَمْ اَسْمَعْ صَارِخًا قَطُّ اَشَدَّ صَوْتًا مِنْهُ يَقُوْلُ يَا جَلِيْحْ اَمْرٌ نَجِيْحْ رَجُلٌ فَصِيْحْ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. فَوَثَبَ الْقَوْمُ قُلْتُ لَا اَبْرَحُ حَتّٰى اَعْلَمَ مَا وَرَاءَ هٰذَا ثُمَّ نَادٰى يَا جَلِيْحْ اَمْرٌ نَجِيْحْ رَجُلٌ فَصِيْحْ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقُمْتُ فَمَا نَشِبْنَا اَنْ قِيْلَ هٰذَا نَبِيٌّ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

نے حضرت عمر رضی اللہ سے کبھی کسی چیز کے متعلق یہ نہیں سنا کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ چیز ضرور اس طرح ہے مگر وہ چیز اسی طرح ہوتی ہے جس طرح حضرت عمر کا گمان ہوتا تھا' پس (ایک دن) حضرت عمر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خوب صورت شخص ان کے پاس سے گزرا تو حضرت عمر نے کہا: میرے گمان نے خطاء کی ہے' یا یہ شخص جاہلیت میں اپنے دین پر ہے' یا یہ ان کا کاہن تھا' اس شخص کو میرے پاس لاؤ' سو اس شخص کو بلایا گیا' حضرت عمر نے اس سے وہی کہا' اس نے کہا: میں نے آج کی طرح کوئی واقعہ نہیں دیکھا جو کسی مسلمان مرد کو پیش آیا ہو۔ حضرت عمر نے کہا: میں تم کو قسم دیتا ہوں تم ضرور مجھ کو پورا واقعہ بتاؤ! اس نے بتایا کہ میں زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا کاہن تھا' حضرت عمر نے پوچھا کہ تمہاری جنیہ نے تم کو جو سب سے زیادہ حیرت انگیز بات بتائی ہو' وہ بتاؤ! اس نے بتایا کہ میں ایک دن بازار میں تھا کہ وہ جنیہ بہت گھبرائی ہوئی میرے پاس آئی اور کہا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ جب سے جنات کو آسمان کی خبروں سے روک دیا گیا ہے' وہ کس قدر خوف زدہ اور مایوس ہیں' وہ اونٹنیوں کے پالانوں اور ان کی جھولوں کے ساتھ چمٹ گئے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا: اس شخص نے سچ کہا ہے' (جب) میں ان کے بتوں کے پاس تھا' ایک شخص نے ایک بچھڑے کو لا کر اس کو ذبح کیا' اس بچھڑے نے اتنے زور سے چیخ ماری کہ میں نے اتنی زبردست چیخ کبھی نہیں سنی' اس نے کہا: اے دشمن! ایک کامیاب بات بتاتا ہوں جس سے مراد مل جائے' ایک فصیح مرد یہ کہتا ہے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' یہ سنتے ہی وہاں پر بیٹھے ہوئے لوگ اُچھل پڑے' (اور وہاں سے بھاگے) میں نے دل میں کہا: میں تو اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا' حتیٰ کہ مجھ پر منکشف ہو جائے کہ اس بات کے پیچھے کیا حقیقت ہے' پھر اس نے نداء کی: اے دشمن! ایک کامیاب بات بتاتا ہوں' ایک فصیح مرد یہ کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' میں اُٹھا پس ابھی ہم پر تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ لوگوں نے کہا: یہ (سچے) نبی ہیں۔

اس حدیث کو یہاں لانے کا سبب یہ ہے کہ یہ واقعہ بھی حضرت عمر رضی اللہ کے اسلام لانے کا موجب اور محرک ہے۔

حضرت سواد بن قارب کا تذکرہ اور ان کے اشعار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کلی علم غیب، توسل اور آپ سے طلب شفاعت کا ثبوت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس چیز کے متعلق جو گمان کرتے تھے، وہ چیز اسی طرح ہو جاتی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ محدثین میں سے تھے اور مُحدَّث کا معنی ہے: ''مُلھَم'' یعنی جس کے دل میں غیب سے کوئی بات ڈالی جائے اور وہ اس کو حدس اور فراست سے بتا دے، اور اس کے دل میں نیک بات ڈالی جائے۔

حضرت عمر نے کہا: یہ شخص زمانۂ جاہلیت میں کاہن تھا، اس شخص کا نام (حضرت) سواد بن قارب تھا، یہ شاعر تھے اور پھر مسلمان ہو گئے اور ان کو شرفِ صحابیت حاصل ہوا۔

کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جس کا جنات سے رابطہ ہوتا ہے اور وہ جنات سے سن کر غیب کی خبریں بیان کرتا ہے۔ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں از ابی اسحاق از حضرت براء بن عازب یہ روایت ذکر کی ہے کہ سواد بن قارب کا ایک جن سے رابطہ تھا جو ان کو غیب کی باتیں بتاتا تھا، ایک دن جب وہ سوئے ہوئے تھے تو وہ ان کے پاس آیا اور کہا: اُٹھو اور عقل سے کام لو لؤی بن غالب کی اولاد سے ایک رسول مبعوث ہو گئے ہیں، پھر اس نے مجھے جگایا اور کہا: اے سواد! بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک نبی مبعوث کیا ہے، تم اُٹھ کر اس کے پاس جاؤ، تم سعادت اور ہدایت پا جاؤ گے، پھر جب تیسری رات ہوئی تو اس نے پھر مجھ کو جگایا اور پھر مجھ سے اسی طرح کہا، حتیٰ کہ میرے دل میں اسلام جاگزیں ہو گیا اور میں مدینہ میں آیا، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا: مرحبا! اے سواد بن قارب ہم کو معلوم ہے کہ تم کس وجہ سے آئے ہو، میں نے عرض کیا: میں نے کچھ اشعار کہے ہیں، وہ مجھ سے سنیے، پھر میں نے یہ اشعار سنائے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۱، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنائے جن میں آپ کے لیے کلی علم غیب، آپ سے توسل اور دنیا میں آپ سے طلب شفاعت کا ثبوت ہے

حسبِ ذیل مشاہیر ائمہ اور مستند علماء دین نے ان کے اشعار کو اپنی شہرۂ آفاق تصانیف میں درج کیا ہے:

(۱) حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے کہا: پس میرے دل میں اسلام کی محبت جاگزیں ہو گئی اور میں اسلام کی طرف راغب ہوا، سو میں نے اپنی اونٹنی پر سامانِ سفر رکھا اور میں مکہ کی طرف روانہ ہوا، ابھی میں راستہ میں تھا کہ مجھے خبر ملی کہ آپ مدینہ کی طرف ہجرت کر چکے ہیں، سو میں مدینہ پہنچا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق دریافت کیا، مجھے بتایا گیا کہ آپ مسجد میں ہیں، سو میں مسجد میں گیا، میں نے اپنی اونٹنی باندھی، وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے تھے اور آپ کے گرد لوگ تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری بات سُنیں! پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: تم آپ کے قریب آؤ، آپ کے قریب آؤ! حتیٰ کہ میں آپ کے بہت قریب بیٹھ گیا، پھر آپ نے فرمایا: بتاؤ! تمہارے جن نے تمہیں کیا خبر دی ہے! پس میں نے عرض کیا کہ رات کو میرے پاس میرے سونے کے بعد ایک سرگوشی کرنے والا آیا اور میں جو کچھ سنا رہا ہوں، اس میں بالکل جھوٹا نہیں ہوں، پھر یہ اشعار پڑھے:

تاتی رئیتی بعد لیل وھجعة — فلم اک فیما قد بلیت بکاذب

''میرے پاس رات کو نیند کے بعد آنے والا آیا' میرے ساتھ جو معاملہ پیش آیا ہے' میں اس میں جھوٹا نہیں ہوں''

ثلاث لیال قوله کل لیلة — اتاک نبی عن لؤی بن غالب

''وہ تین راتوں تک آتا رہا اور ہر رات وہ یہ کہتا تھا: تمہارے پاس لؤی بن غالب کی اولاد میں سے ایک نبی آ گیا ہے''

فشمرت عن ساقی الازار ووسطت — بی الذعلب الوجناء عند السباسب

''سو میں نے اپنی پنڈلیوں سے تہبند کو اُڑسا' اور میں تیز رفتار اور مضبوط پشت والی اونٹنی پر جنگل کے سفر کر لیے بیٹھا''

فاشهد ان اللّٰه لا رب غیره — وانک مامون علی کل غائب

''سو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں ہے' اور بے شک آپ ہر غیب پر امین ہیں''

وانک ادنی المرسلین وسیلة — الی اللّٰه یا ابن الاکرمین الاطائب

''اور آپ اللہ کی طرف تمام رسولوں میں سب سے زیادہ قریب وسیلہ ہیں' اے معزز اور پاکیزہ آباء کے بیٹے!''

فکن لی شفیعا یوم لا ذوشفاعة — سواک بمغن عن سواد بن قارب

''سو جس دن آپ کے سوا کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا' جو سواد بن قارب کو کفایت کر سکے' اس دن آپ میری شفاعت کریں''۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اشعار سن کر ہنسے' حتیٰ کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں' اور آپ کے گرد جو صحابہ بیٹھے ہوئے تھے' وہ بھی یہ اشعار سن کر بہت خوش ہوئے۔ (المعجم الکبیر: ٦٤٧٥ ۔ ج ٧ ص ٩٥۔٩٤' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

(٢) امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ٤٠٥ ھ نے بھی مذکور الصدر اشعار نقل کیے ہیں اور لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب یہ اشعار سن کر بہت خوش ہوئے۔ (المستدرک: ٦٥٥٨ ۔ ج ٣ ص ٦١' المکتبۃ العصریہ' بیروت' ١٤٢٠ ھ)

(٣) امام ابوسعد عبدالملک بن ابی عثمان محمد بن ابراہیم الخرکوشی النیشاپوری متوفی ٤٠٦ ھ نے بھی ان مذکور الصدر اشعار کو لکھا ہے اور لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب یہ اشعار سن کر بہت خوش ہوئے۔

(شرف المصطفیٰ ج ١ ص ٢٠٢' دار البشائر الاسلامیہ' مکہ مکرمہ' ١٤٢٤ ھ)

(٤) حافظ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ٤٥٨ ھ نے بھی ان اشعار کو پیش کیا ہے اور لکھا ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اشعار سن کر ہنسے اور فرمایا: اے سواد! تم نے فلاح پالی۔ (دلائل النبوۃ ج ٢ ص ٢٥١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٣ ھ)

(٥) حافظ ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی متوفی ٤٦٣ ھ نے بھی ان اشعار کو پیش کیا ہے۔

(الاستیعاب ج ٢ ص ٢٣٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٥ ھ)

(٦) حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر شافعی متوفی ٥٧١ ھ نے بھی ان اشعار کو درج کیا ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر ج ٢٤ ص ٣١٧' داراحیاء التراث العربی' بیروت)

(٧) امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی ٥٨١ ھ نے بھی ان اشعار کا ذکر کیا ہے۔

(الروض الانف ج ١ ص ٣٦٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ ھ)

(٨) امام عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ٥٩٧ھ نے بھی ان اشعار کو درج کیا ہے۔

(الوفاء باحوال المصطفیٰ ج ا ص ١٤٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٨ھ)

(٩) حافظ اسماعیل بن کثیر شافعی متوفی ٧٧٤ھ نے بھی ان اشعار سے استشہاد کیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ٢ ص ٣٠٧' دارالفکر' بیروت' ١٤١٨ھ)

(١٠) حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ٨٠٧ھ نے بھی ان اشعار سے استدلال کیا ہے۔

(مجمع الزوائد: ١٣٩١٢- ج ٨ ص ٢٤٩' دارالفکر' بیروت' ١٤١٤ھ)

(١١) حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے بھی ان اشعار سے استشہاد کیا ہے۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٦٣' دارالمعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

(١٢) علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ نے بھی ان اشعار سے استدلال کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

(١٣) علامہ عبدالرحمان الثعالبی متوفی ٨٧٥ھ نے بھی ان اشعار کو درج کیا ہے۔

(الانوار فی آیات النبی المختار ج ا ص ٣٣٢' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٦ھ)

(١٤) علامہ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ نے بھی ان اشعار سے استدلال کیا ہے۔

(الخصائص الکبریٰ ج ا ص ١٧١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٥ھ)

(١٥) علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی متوفی ٩١١ھ نے بھی ان اشعار سے استشہاد کیا ہے۔

(ارشاد الساری ج ٨ ص ٣٨٢' دارالفکر' بیروت' ١٤٢١ھ)

(١٦) علامہ محمد بن یوسف الشامی متوفی ٩٤٢ھ نے بھی ان اشعار کو درج کیا ہے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد ج ٢ ص ٢٠٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

(١٧) ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ نے بھی ان اشعار سے استدلال کیا ہے۔

(شرح الشفاء ج ا ص ٧٥٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

(١٨) علامہ علی بن برھان الدین حلبی متوفی ١٠٤٤ھ نے بھی ان اشعار سے استشہاد کیا ہے۔

(سیرۃ حلبیہ ج ا ص ٣٢٤' مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر)

(١٩) شیخ عبداللہ بن شیخ محمد بن عبدالوہاب متوفی ١٢٤٢ھ نے بھی ان اشعار سے استدلال کیا ہے۔

(مختصر سیرۃ الرسول ص ٦٩' المکتبۃ الثقافی السعودی' لاہور)

(٢٠) علامہ احمد عبدالرحمٰن البناء الساعاتی التوفی ١٣٧٨ھ نے بھی ان اشعار سے استدلال کیا ہے۔

(الفتح الربانی ج ٣ ص ٣٧٩٨' بیت الافکار الدولیۃ' اُردن' ٢٠٠٥ء)

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے اشعار سے مستنبط مسائل

ہم نے تمام محدثین' فقہاء اور مشہور علماء اسلام کی بیس (٢٠) عبارات پیش کی ہیں جنہوں نے حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کے ان مذکور الصدر اشعار سے استدلال کیا ہے' ان اشعار سے معلوم ہوا کہ ان سب علماء اور محدثین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل غیوب پر امین اور مطلع ہیں' آپ کے تمام آباء مؤمن' معزز اور پاکیزہ نسب کے حامل ہیں' اور آپ تمام انبیاء میں سب سے قریب ترین وسیلہ

ہیں' اور دنیا میں آپ سے روزِ قیامت کے لیے شفاعت طلب کرنا جائز ہے اور مسجد میں آپ کی نعت پڑھنا اور آپ کی مدح میں اشعار پڑھنا جائز ہے' اور آپ اور آپ کے اصحاب آپ کی نعت سن کر خوش ہوتے ہیں اور آپ نے نعت پڑھنے والے صحابی حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کو فوز وفلاح کی بشارت دی۔ آج کل میرے جسم میں خون بہت کم بن رہا ہے اور دماغ میں خون کم پہنچ رہا ہے' جس کی وجہ سے دماغ سکڑ گیا ہے اور مجھے دماغی کام کرنے میں بہت مشقت اور تکلیف ہوتی ہے' اس کے باوجود میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کے اظہار اور اثبات کے لیے یہ بیس عبارات مفصل حوالہ جات کے ساتھ تلاش کر کے سپردِ قلم کیں' اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری اس کاوش کو قبول فرمائیں اور جس طرح حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے دعا کی ہے کہ جس دن آپ کے سوا کوئی ان کے کام نہیں آ سکے گا' اس دن آپ اُن کی شفاعت فرمائیں! سو یہ گناہوں میں ڈوبا ہوا ناکارہ بھی دعا کرتا ہے کہ جس دن کوئی غلام رسول سعیدی کے کام نہیں آ سکے گا' اس دن آپ اس کی شفاعت فرمادیں۔ (آمین!)

٣٨٦٧ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدٍ يَقُوْلُ لِلْقَوْمِ: لَوْ رَاَيْتُنِيْ مُوْثِقِيْ عُمَرُ عَلَى الْاِسْلَامِ اَنَا وَاُخْتُهٗ وَمَا اَسْلَمَ وَلَوْ اَنَّ اُحُدًا انْقَضَّ لِمَا صَنَعْتُمْ بِعُثْمَانَ لَكَانَ مَحْقُوْقًا اَنْ يَّنْقَضَّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن زید سے سنا' وہ لوگوں سے کہہ رہے تھے: کاش! تم مجھے اس وقت دیکھتے جب حضرت عمر نے مجھے اور اپنی بہن کو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے باندھا ہوا تھا اور وہ اس وقت اسلام نہیں لائے تھے اور تم لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو بدسلوکی کی ہے' اس کی وجہ سے اگر اُحد پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہل جاتا تو اس کو سزاوار تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٨٦٢ میں گزر چکی ہے۔

٣٦ - بَابُ اِنْشِقَاقِ الْقَمَرِ
چاند کا شق ہو جانا

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عظیم الشان معجزہ کا بیان ہے' جب آپ کی دعا یا آپ کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے' آسمانوں اور فضاؤں میں کسی معجزہ کا ظاہر ہونا' یہ ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے' کیونکہ آپ کے سوا دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا وقوع زمین سے باہر نہیں ہوا۔ قرآن مجید میں بھی اس معجزہ کا ذکر ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ○ (القمر:١) قیامت قریب آ پہنچی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا ○

بعض فلاسفہ نے اس معجزہ کا انکار کیا ہے' ان کا زعم فاسد یہ ہے کہ افلاک میں فرق والتیام (ٹوٹنا اور جڑنا) محال ہے' اور ہم یہ کہتے ہیں کہ چاند اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے اور وہ اپنی مخلوق میں جس طرح چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے' وہ قیامت کے دن آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دے گا' جس طرح وثیقہ نویس وثیقوں کو لپیٹ دیتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ص ١٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ موجودہ سائنسی دور میں تو فلسفیوں کے اس قول کا باطل ہونا اور بھی زیادہ واضح ہو چکا ہے کیونکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ چاند اور سورج آسمانوں میں نصب نہیں ہیں اور یہ سب فضاء میں اپنے اپنے مدار میں ہیں اور چاند زمین سے صرف پونے دو لاکھ میل کے فاصلہ پر ہے۔

٣٨٦٨ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِیْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ اَهْلَ مَكَّةَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّرِيَهُمْ اٰيَةً فَاَرَاهُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَيْنِ حَتّٰی رَاَوْا حِرَاءً بَيْنَهُمَا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی عروبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں تو آپ نے ان کو دکھایا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے حتیٰ کہ انہوں نے حراء (پہاڑ) کو ان دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٣٧ میں گزر چکی ہے۔

٣٨٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ اَبِیْ حَمْزَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًی فَقَالَ اشْهَدُوْا وَذَهَبَتْ فِرْقَةٌ نَحْوَ الْجَبَلِ ۔ وَقَالَ اَبُو الضُّحٰی عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اِنْشَقَّ بِمَكَّةَ وَتَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزۃ از الاعمش از ابراہیم از ابی معمر از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ چاند کے دو ٹکڑے ہوئے اور ہم اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں تھے' آپ نے فرمایا: گواہ ہو جاؤ اور چاند کا ایک ٹکڑا (حراء) پہاڑ کی طرف چلا گیا (اور دوسرا ٹکڑا وہیں رہا)۔ ابوالضحیٰ نے کہا از مسروق از حضرت عبداللہ: چاند مکہ میں شق ہوا' محمد بن مسلم نے ابراہیم کی متابعت کی ہے از ابن ابی نجیح از مجاہد از ابی معمر از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٣٦ میں گزر چکی ہے۔

چاند کے شق ہونے کی کیفیت میں دو متعارض حدیثوں میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ اس حدیث میں منیٰ میں چاند کے شق ہونے کا ذکر ہے اور امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ مکہ میں چاند شق ہوا اور میں نے مکہ میں اس کے دو ٹکڑے دیکھے اور اس حدیث میں منیٰ میں چاند کے شق ہونے کا ذکر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ منیٰ بھی مکہ میں ہے' لہٰذا ان حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ چاند کے یہ دو ٹکڑے فوراً جڑ گئے تھے' اب یہ قول مشہور اس حدیث کے معارض ہے' جس میں مذکور ہے کہ لوگوں نے حراء پہاڑ کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا' تو ایک ٹکڑا تو حراء کے نیچے اترا اور ایک ٹکڑا حراء کے درمیان رہا' اسی طرح ایک ٹکڑا حراء کی دائیں جانب یا بائیں جانب رہا' یا پھر چاند کا شق ہونا دو بار تھا' ایک بار دونوں ٹکڑے فوراً جڑ گئے اور دوسری بار لوگوں نے چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان حراء کو دیکھا۔

۳۸۷۰- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ الْقَمَرَ اِنْشَقَّ عَلٰى زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن صالح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن مضر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے جعفر بن ربیعہ نے حدیث بیان کی از عراک بن مالک از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۶۳۶ میں گزر چکی ہے۔

۳۸۷۱- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از ابی معمر از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے بیان کیا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۶۳۶ میں گزر چکی ہے۔

۳۷ - بَابُ هِجْرَةِ الْحَبَشَةِ

حبشہ کی طرف ہجرت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ھجر کا لغوی معنی وصل کی ضد ہے وصل کا معنی ہے: ملنا' اور ھجر کا معنی ہے: چھوڑنا' پھر اس کا غالب استعمال ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف نکلنے پر ہونے لگا۔

مسلمانوں نے مکہ سے سرزمینِ حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت کی' پہلی بار بعثتِ نبوی کے پانچ سال بعد رجب کے مہینہ میں' علامہ واقدی نے کہا ہے کہ پہلی بار دس مردوں اور چار عورتوں نے ہجرت کی' وہ پیدل اور سواری کے ذریعہ ساحل سمندر تک پہنچے پھر انہوں نے نصف دینار کے عوض حبشہ تک کے لیے ایک کشتی کرائے پر لی' یہ حضرت عثمان اور ان کی اہلیہ سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ اور ان کی اہلیہ حضرت سہلۃ بنت سہیل اور حضرت زبیر بن عوام اور حضرت مصعب بن عمیر' اور حضرت عبد الرحمان بن عوف اور حضرت ابوسلمۃ بن عبد الاسد اور ان کی اہلیہ حضرت اُم سلمہ بنت ابی امیہ' اور حضرت عثمان بن مظعون اور حضرت عامر بن ربیعہ العنزی اور ان کی اہلیہ حضرت لیلیٰ بنت ابی خیثمہ اور حضرت ابوسبرۃ بن ابی رھم اور حضرت حاطب بن عمرو اور حضرت سہل بن بیضاء اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم تھے۔

دوسری بار جو حبشہ کی طرف ہجرت ہوئی' اس میں بیاسی (۸۲) مرد تھے اور ان کی بیویاں اور بچے تھے' اس میں شک ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ان میں تھے یا نہیں؟ اگر وہ ان میں تھے تو پھر یہ تراسی (۸۳) مرد تھے' ہم نے ان کا ذکر اپنی تاریخ کبیر میں کیا ہے جیسا کہ امام ابن اسحاق رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اور امام ابن اسحاق نے حتمی طور پر کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہجرتِ ثانیہ میں تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرِيْتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہارا دارِ ہجرت دکھایا گیا' وہاں کھجوروں کے باغات بہت

فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ وَرَجَعَ مَنْ كَانَ هَاجَرَ بِاَرْضِ الْحَبَشَةِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ

ہیں وہ جگہ دو پتھریلی زمینوں کے درمیان ہے سو جس نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنی تھی اس نے ہجرت کر لی اور جو عام مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے وہ بھی مدینہ کی طرف چلے گئے۔

اس تعلیق کے مطابق مفصل حدیث موصول باب ھجرۃ الی المدینہ (صحیح البخاری:٣٩٥٠) میں آ رہی ہے۔

فِيْهِ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى وَاَسْمَاءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس باب میں حضرت ابوموسیٰ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے۔

یہ حدیث صحیح البخاری:٣١٣٦ میں گزر چکی ہے۔

اس تعلیق میں حضرت ابوموسیٰ کا ذکر ہے ان کا نام ہے: عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ نیز اس تعلیق میں حضرت اسماء کا ذکر ہے ان کا نام ہے: حضرت اسماء بنت عمیس الخثعمیہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کی ماں شریک بہن ہیں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ساٹھ (٦٠) احادیث روایت کی ہیں یہ پہلے حضرت جعفر بن ابی طالب کے نکاح میں تھیں اور ان کے ساتھ انہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی پھر جب حضرت جعفر غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے تو ان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا پھر جب حضرت ابوبکر فوت ہو گئے تو ان سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا پھر ان کے بعد یہ فوت ہو گئیں۔

(خلاصۃ تذھیب تہذیب الکمال ج ٣ ص ٢٨٣ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٢ھ)

٣٨٧٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامٌ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ اَخْبَرَهُ اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوْثَ قَالَا لَهُ مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تُكَلِّمَ خَالَكَ عُثْمَانَ فِيْ اَخِيْهِ الْوَلِيْدِ بْنِ عُقْبَةَ وَكَانَ اَكْثَرَ النَّاسُ فِيْمَا فَعَلَ بِهِ. قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَانْتَصَبْتُ لِعُثْمَانَ حِيْنَ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَقُلْتُ لَهُ اِنَّ لِيْ اِلَيْكَ حَاجَةً وَّهِيَ نَصِيْحَةٌ فَقَالَ اَيُّهَا الْمَرْءُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ فَانْصَرَفْتُ فَلَمَّا قَضَيْتُ الصَّلٰوةَ جَلَسْتُ اِلَى الْمِسْوَرِ وَاِلَى ابْنِ عَبْدِ يَغُوْثَ فَحَدَّثْتُهُمَا بِالَّذِيْ قُلْتُ لِعُثْمَانَ وَقَالَ لِيْ فَقَالَا قَدْ قَضَيْتَ الَّذِيْ كَانَ عَلَيْكَ فَبَيْنَمَا اَنَا جَالِسٌ مَّعَهُمَا اِذْ جَاءَنِيْ رَسُوْلُ عُثْمَانَ فَقَالَا لِيْ قَدِ ابْتَلَاكَ اللّٰهُ فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا نَصِيْحَتُكَ الَّتِيْ ذَكَرْتَ اٰنِفًا قَالَ فَتَشَهَّدْتُ ثُمَّ قُلْتُ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں عروۃ بن الزبیر نے حدیث بیان کی کہ ان کو عبیداللہ بن عدی بن الخیار نے خبر دی کہ حضرت مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن الاسود بن عبدیغوث ان دونوں نے ان سے کہا کہ تمہیں اپنے ماموں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان کے بھائی الولید بن عقبہ کے معاملے میں بات کرنے سے کیا چیز روکتی ہے اور ان کے افعال کے متعلق بہت لوگ شکایت کرتے تھے عبیداللہ نے کہا کہ جب حضرت عثمان نماز پڑھنے کے لیے نکلے تو میں ان کے راستہ میں کھڑا ہو گیا میں نے حضرت عثمان سے کہا: مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے اور وہ محض خیر خواہی ہے حضرت عثمان نے کہا: اے شخص! میں تم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں پس میں واپس آ گیا جب میں نے نماز ادا کر لی تو میں حضرت مسور اور ابن عبدیغوث کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور میں نے ان کو بتایا کہ میں نے حضرت عثمان سے کیا کہا تھا اور انہوں نے مجھ سے جواب میں کیا کہا پس ان دونوں نے کہا: آپ نے اپنا فرض

وَكُنْتَ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاٰمَنْتَ بِهٖ وَهَاجَرْتَ الْهِجْرَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَيْتَ هَدْيَهٗ وَقَدْ اَكْثَرَ النَّاسُ فِيْ شَاْنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عُقْبَةَ فَحَقٌّ عَلَيْكَ اَنْ تُقِيْمَ عَلَيْهِ الْحَدَّ فَقَالَ لِيْ يَا ابْنَ اَخِيْ اَدْرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ لَا وَلٰكِنْ قَدْ خَلَصَ اِلَيَّ مِنْ عِلْمِهٖ مَاخَلَصَ اِلَى الْعَذْرَاءِ فِيْ سِتْرِهَا قَالَ فَتَشَهَّدَ عُثْمَانُ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ وَكُنْتُ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاٰمَنْتُ بِمَا بُعِثَ بِهٖ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَاجَرْتُ الْهِجْرَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ كَمَا قُلْتَ وَصَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَايَعْتُهٗ وَاللّٰهِ مَاعَصَيْتُهٗ وَلَا غَشَشْتُهٗ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَخْلَفَ اللّٰهُ اَبَا بَكْرٍ فَوَاللّٰهِ مَاعَصَيْتُهٗ وَلَا غَشَشْتُهٗ ثُمَّ اسْتُخْلِفَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَاعَصَيْتُهٗ وَلَا غَشَشْتُهٗ ثُمَّ اسْتُخْلِفْتُ اَفَلَيْسَ لِيْ عَلَيْكُمْ مِثْلُ الَّذِيْ كَانَ لَهُمْ عَلَيَّ قَالَ بَلٰى قَالَ فَمَا هٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ الَّتِيْ تَبْلُغُنِيْ عَنْكُمْ؟ فَاَمَّا مَاذَكَرْتَ مِنْ شَاْنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عُقْبَةَ فَسَنَاْخُذُ فِيْهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِالْحَقِّ قَالَ فَجَلَدَ الْوَلِيْدَ اَرْبَعِيْنَ جَلْدَةً وَاَمَرَ عَلِيًّا اَنْ يَجْلِدَهٗ وَكَانَ هُوَ يَجْلِدُهٗ . وَقَالَ يُوْنُسُ وَابْنُ اَخِي الزُّهْرِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَفَلَيْسَ لِيْ عَلَيْكُمْ مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِيْ كَانَ لَهُمْ .

ادا کر دیا' پس جس وقت میں ان دونوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تو اس وقت میرے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قاصد آیا' تو ان دونوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کی ادائیگی میں مبتلا کر دیا ہے' پس میں روانہ ہوا' حتیٰ کہ حضرت عثمان کے پاس پہنچ گیا' پس حضرت عثمان نے کہا: وہ تمہاری کون سی خیر خواہی تھی جس کا تم نے ابھی ذکر کیا تھا' حضرت عبید اللہ نے کہا: پس میں نے (پہلے) کلمہ شہادت پڑھا' پھر میں نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد (ﷺ) کو مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل کی اور آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت پر لبیک کہی اور آپ پر ایمان لائے اور آپ نے پہلی دو ہجرتیں کیں اور رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت کی اور آپ کی سیرت کا مشاہدہ کیا اور اب حال یہ ہے کہ لوگ ولید بن عقبہ کی (شراب نوشی کی) بہت شکایتیں کر رہے ہیں' سو آپ پر فرض ہے کہ آپ اس پر حد قائم کریں' تو حضرت عثمان نے مجھ سے پوچھا: اے میرے بھتیجے! کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو پایا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! لیکن مجھے آپ کے علم کی وہ تمام باتیں پہنچ گئی ہیں جو ایک کنواری لڑکی کو اس کے پردے میں پہنچتی ہیں' پھر حضرت عثمان نے کلمہ شہادت پڑھا' پس فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے (سیدنا) محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل کی اور میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت پر لبیک کہی' اور (سیدنا) محمد ﷺ جس دین کو لے کر آئے تھے میں اس پر ایمان لایا اور جیسا کہ تم نے کہا ہے میں نے پہلی دو ہجرتیں کیں اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت کا شرف حاصل کیا اور آپ سے بیعت کی' اور اللہ کی قسم! میں نے آپ کی نافرمانی نہیں کی' اور نہ کبھی آپ کی خیانت کی' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی' پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ان کا خلیفہ بنایا' پس اللہ کی قسم! میں نے کبھی حضرت ابو بکر کی نافرمانی نہیں کی اور نہ ان کی کبھی خیانت کی' پھر حضرت عمر کو (ان کا) خلیفہ بنایا گیا' پس اللہ کی قسم! میں نے ان کی نافرمانی نہیں کی اور نہ کبھی ان کی

خیانت کی' پھر مجھے خلیفہ بنایا گیا' پس کیا میرے تم پر ایسے حقوق نہیں ہیں جیسے ان کے حقوق مجھ پر تھے؟ حضرت عبیداللہ نے کہا: کیوں نہیں! حضرت عثمان نے کہا: پھر تم لوگوں کی طرف سے جو باتیں مجھ تک پہنچ رہی ہیں' وہ کس لیے ہیں! رہی یہ بات کہ تم نے ولید بن عقبہ کی (شراب نوشی کی) شکایت کی ہے تو ان شاء اللہ! ہم عنقریب اس کو حق کے ساتھ پکڑیں گے' پس حضرت عثمان نے ولید کو چالیس کوڑے مارے اور حضرت علی رضی اللہ کو حکم دیا کہ وہ اس کو کوڑے ماریں' حضرت علی نے ہی اس کو کوڑے مارے تھے' اور یونس اور زہری کے بھتیجے نے زہری سے روایت کی ہے کہ کیا پس میرا تم پر وہ حق نہیں ہے جیسا ان لوگوں کا (مجھ پر) حق تھا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ ﴿بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (البقرۃ:۴۹) مَا ابْتُلِيْتُمْ بِهٖ مِنْ شِدَّةٍ . وَفِيْ مَوْضِعِ الْبَلَاءُ الْاِبْتِلَاءُ وَالتَّمْحِيْصُ ، مِنْ بَلَوْتُهٗ وَ مَحَّصْتُهٗ اَيِ اسْتَخْرَجْتُ مَا عِنْدَهٗ . يَبْلُوْ يَخْتَبِرُ ، مُبْتَلِيْكُمْ مُخْتَبِرُكُمْ . وَاَمَّا قَوْلُهٗ ﴿بَلَاءٌ عَظِيْمٌ﴾ النِّعَمُ . وَهِيَ مِنْ اَبْلَيْتُهٗ ، وَتِلْكَ مِنِ ابْتَلَيْتُهٗ .

امام ابوعبداللہ نے کہا: تمہارے رب کی طرف سے آزمائش ہے (البقرۃ:۴۹) یعنی جس شدت میں تم کو مبتلا کیا گیا ہے اور بلاء کی جگہ میں ابتلاء اور تمحیص کو استعمال کیا جاتا ہے' یہ "بَلَوْتُهٗ" اور "مَحَّصْتُهٗ" سے ماخوذ ہے' یعنی جو اس کے پاس تھا میں نے اس کو نکال لیا' "یَبْلُو" کا معنی ہے: وہ آزماتا ہے' "مُبْتَلِيْكُمْ" کا معنی ہے: وہ تم کو آزمانے والا ہے' اور رہا یہ ارشاد: "بَلَاءٌ عَظِيْمٌ" یعنی نعمتیں اور یہ "اَبْلَيْتُهٗ" سے ماخوذ ہے' یعنی میں نے اس کو نعمت دی اور وہ "اِبْتَلَيْتُهٗ" سے ماخوذ ہے' یعنی میں نے اس کو آزمایا۔

(میں کہتا ہوں کہ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بلاء کا لفظ لغت اضداد سے ہے' اس کا معنی نعمت دینا بھی ہے اور اس کا معنی آزمانا بھی ہے۔ "بلاء من ربکم" میں یہ آزمائش کے معنی میں ہے اور "بلاءٌ عظیم" میں یہ نعمت کے معنی میں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۶۹۶ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی عنوان سے مطابقت اور حدیث سابق سے تعارض کا جواب

اس حدیث کا عنوان ہے: حبشہ کی طرف ہجرت اور اس حدیث کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حضرت عثمان کی دو ہجرتوں کا ذکر ہے اور ان دو ہجرتوں میں سے پہلی ہجرت حبشہ کی طرف تھی۔

صحیح البخاری: ۳۶۹۶ میں مذکور ہے کہ ولید بن عقبہ کو اسّی (۸۰) کوڑے مارے گئے تھے اور اس حدیث میں چالیس کوڑے مارے جانے کا ذکر ہے' اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ کم عدد کا ذکر زائد عدد کے ذکر کے منافی نہیں ہے کیونکہ زائد عدد میں کم عدد بھی موجود ہوتا ہے' یعنی اسّی کوڑے چالیس کوڑوں کو متضمن ہیں' لہٰذا چالیس کا ذکر اسّی کے منافی نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جس شاخ کے ساتھ ولید کو کوڑے مارے تھے اس کی دو طرفیں تھیں' سو جس نے ان دونوں طرفوں کا اعتبار کیا' اس نے کہا: ولید کو اسّی (۸۰)

کوڑے مارے گئے تھے اور جس نے نفس شاخ کا لحاظ کیا' اس نے کہا: ولید کو چالیس کوڑے مارے گئے تھے' بہر حال اس پر اجماع ہے کہ شراب نوشی کی حد اسّی (٨٠) کوڑے ہے' کیونکہ شرابی اپنے نشہ میں اول فول بکتا ہے اور نشہ میں کسی پر تہمت بھی لگا دیتا ہے اور تہمت کی حد اسّی (٨٠) کوڑے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ١٨۔١٧ ملخصاً وموضحاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٧٣ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ اُمَّ حَبِیْبَةَ وَاُمَّ سَلَمَةَ ذَکَرَتَا کَنِیْسَةً رَّاَیْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِیْهَا تَصَاوِیْرُ فَذَکَرَتَا لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُولٰٓئِكَ اِذَا کَانَ فِیْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰی قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَّصَوَّرُوْا فِیْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ اُولٰٓئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت اُم حبیبہ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہما نے ایک گرجے کا ذکر کیا جس کو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا' اس میں تصاویر تھیں' ان دونوں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی نیک مرد فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیتے اور اس میں یہ مجسمے نصب کر دیتے' یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہوں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٢٧ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت اور حضرت اُم حبیبہ اور حضرت اُم سلمہ کا تذکرہ

امام بخاری نے اس حدیث کو حبشہ کی طرف ہجرت کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں حبشہ کا ذکر ہے اور حضرت اُم حبیبہ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہما دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' حضرت اُم حبیبہ دوسری ہجرت میں اپنے خاوند عبداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ گئی تھیں جو وہیں فوت ہو گئے تھے' کہا جاتا ہے کہ وہ نصرانی ہو گئے تھے' ان کی وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُم حبیبہ سے نکاح کر لیا تھا (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خط کے ذریعہ نجاشی کو اپنا وکیل بنایا تھا اور اس نے آپ کی طرف سے یہ نکاح کیا تھا۔ سعیدی غفرلہ) اور حضرت اُم سلمہ نے اپنے خاوند ابوسلمہ کے ساتھ حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کی تھی' حضرت اُم سلمہ کا نام ھند ہے اور حضرت اُم حبیبہ کا نام رملہ بنت ابوسفیان ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ١٨' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٧٤ - حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ سَعِیْدٍ السَّعِیْدِیُّ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدٍ قَالَتْ قَدِمْتُ مِنْ اَرْضِ الْحَبَشَةِ اَنَا وَجُوَیْرِیَةٌ فَکَسَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَمِیْصَةً لَّهَا اَعْلَامٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمْسَحُ الْاَعْلَامَ بِیَدِهٖ وَیَقُوْلُ سَنَاهْ سَنَاهْ قَالَ الْحُمَیْدِیُّ یَعْنِیْ حَسَنٌ حَسَنٌ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن سعید السعیدی نے حدیث بیان کی از والد خود از اُم خالد بنت خالد' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں سرزمین حبشہ سے آئی' اس وقت میں ایک کم سن لڑکی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک نقش و نگار والی چادر پہنائی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے نقش و نگار پر اپنا ہاتھ پھیرتے رہے اور فرماتے رہے: ''سناہ سناہ'' یعنی عمدہ ہے' عمدہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٧١ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اُس حدیث کو ہجرتِ حبشہ کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں حبشہ کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں اُم خالد کا ذکر ہے' خالد حضرت زبیر بن عوام کے بیٹے تھے۔

٣٨٧٥ -حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا أَبُوْعَوَانَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فَتَرُدُّ عَلَيْنَا قَالَ إِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شُغْلًا فَقُلْتُ لِإِبْرَاهِيمَ كَيْفَ تَصْنَعُ أَنْتَ قَالَ أَرُدُّ فِيْ نَفْسِيْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از سلیمان از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حالتِ نماز میں سلام کرتے تھے' پس (آپ) ہمیں سلام کا جواب دیتے تھے' پس جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس آئے تو ہم نے آپ کو سلام کیا' پس آپ نے ہم کو سلام کا جواب نہیں دیا' ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! (پہلے) ہم آپ کو سلام کرتے تھے تو آپ ہمارے سلام کا جواب دیتے تھے' آپ نے فرمایا: (ہاں!) نماز میں دوسرا شغل ہوتا ہے۔ راوی (علقمہ کہتے ہیں: میں) نے ابراہیم سے پوچھا: آپ کس طرح کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں اپنے دل میں (سلام کا جواب) دیتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٩٩ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے پاس سے واپس آنے کا ذکر کیا ہے اور نجاشی حبشہ کا بادشاہ تھا۔

٣٨٧٦ -حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُوْأُسَامَةَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ فَرَكِبْنَا سَفِيْنَةً فَأَلْقَتْنَا سَفِيْنَتُنَا إِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبَشَةِ فَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ فَأَقَمْنَا مَعَهُ حَتّٰى قَدِمْنَا فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكُمْ أَنْتُمْ يَا أَهْلَ السَّفِيْنَةِ هِجْرَتَانِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں برید بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی خبر پہنچی' اس وقت ہم یمن میں تھے' پس ہم کشتی میں سوار ہوئے تو ہواؤں نے ہماری کشتی کو نجاشی کے پاس حبشہ میں پہنچا دیا' سو وہاں ہماری حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' پس ہم وہاں ان کے ساتھ ٹھہرے حتیٰ کہ ہم مدینہ پہنچے' پس جب ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی' اس وقت آپ خیبر فتح کر چکے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے کشتی والو! تمہارے لیے دو ہجرتیں ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣١٣٦ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس حدیث میں بھی حبشہ کا ذکر ہے' اس حدیث میں دو ہجرتوں کا

ذکر ہے ایک ہجرت مکہ سے حبشہ کی طرف اور دوسری ہجرت حبشہ سے مدینہ کی طرف۔

٣٨ - بَابُ مَوْتِ النَّجَاشِيِّ — نجاشی کی موت کا بیان

اس باب میں حبشہ کے بادشاہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی موت کا ذکر ہے حضرت نجاشی کی موت کے متعلق دو تاریخیں ہیں ایک قول سات ہجری کا ہے اور ایک قول آٹھ ہجری کا ہے۔

٣٨٧٧- حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ مَاتَ النَّجَاشِيُّ مَاتَ الْيَوْمَ رَجُلٌ صَالِحٌ فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا عَلٰى اَخِيْكُمْ اَصْحَمَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالربیع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از ابن جریج از عطاء از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت نجاشی فوت ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج ایک نیک شخص فوت ہو گیا پس اُٹھو اپنے بھائی اصحمہ کی نماز جنازہ پڑھو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٣١٧ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان سے اس طرح مطابقت ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی کی موت کی خبر دی ہے ان کا نام اصحمہ ہے اور نجاشی ان کا لقب ہے حضرت نجاشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غائبانہ ایمان لائے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔

٣٨٧٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ اَنَّ عَطَاءً حَدَّثَهُمْ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلَى النَّجَاشِيِّ فَصَفَفْنَا وَرَاءَهُ فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الثَّانِيْ اَوِ الثَّالِثِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبدالاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی کہ ان کو عطاء نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی پر نماز جنازہ پڑھی سو ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں پس میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٣١٧ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نجاشی کی موت کی خبر دینے کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

٣٨٧٩- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ سَلِيْمِ بْنِ حَيَّانَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى اَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ اَرْبَعًا تَابَعَهُ عَبْدُ الصَّمَدِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی از سلیم بن حیان انہوں نے کہا کہ ہمیں سعید بن میناء نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اصحمہ النجاشی رضی اللہ عنہ پر نماز جنازہ پڑھی پس آپ نے ان پر چار تکبیریں پڑھیں۔ اس حدیث میں یزید بن

ہارون کی متابعت عبدالصمد نے کی ہے۔

٣٨٨٠- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَابْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى لَهُمُ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زہیر بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمان اور ابن المسیب نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حبشہ کے بادشاہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی موت کی اس دن خبر دی جس دن ان کی وفات ہوئی تھی اور آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کے لیے مغفرت طلب کرو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٣٤٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٨٨١- وَعَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَخْبَرَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفَّ بِهِمْ فِي الْمُصَلَّى فَصَلَّى عَلَيْهِ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا.

اور از صالح از ابن شہاب روایت ہے انہوں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لیے عیدگاہ میں صفیں بنائیں، پھر آپ نے حضرت نجاشی کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ١٢٤٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٩- بَابُ تَقَاسُمِ الْمُشْرِكِينَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مشرکین کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قسمیں کھانا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین نے جمع ہو کر قسمیں کھائیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں گے، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی اور مشرکین کے خلاف آپ کی مدد فرمائی۔

٣٨٨٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَرَادَ حُنَيْنًا مَنْزِلُنَا غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از ابی سلمہ بن عبدالرحمان از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کا ارادہ کیا تو فرمایا: کل ہم ان شاء اللہ خیف بنوکنانہ میں ٹھہریں گے جہاں قریش نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٥٨٩ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جہاں قریش نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں۔

خیف اس جگہ کو کہتے ہیں جو پہاڑ کی اونچائی سے ڈھلان ہو اور پانی کے نالہ سے بلند ہو' وہیں پر مسجد خیف ہے' اس سے پہلی حدیث میں ہے: آپ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب آپ نے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تھا اور اس حدیث میں ہے: یہ آپ نے اس وقت فرمایا: جب آپ نے حنین کا ارادہ فرمایا تھا' علامہ عینی فرماتے ہیں: ان میں کوئی تعارض نہیں ہے' کیونکہ یہ متعدد واقعات ہیں۔

٤٠- بَابُ قِصَّةِ اَبِيْ طَالِبٍ — ابوطالب کا قصہ

اس باب میں ابوطالب کے قصہ کا بیان ہے' ان کا نام عبد مناف ہے اور وہ اپنی کنیت سے مشہور ہیں' وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کے سگے بھائی تھے' اسی وجہ سے حضرت عبدالمطلب نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کریں' ابوطالب اس وصیت پر عمل کرتے رہے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا اور وہ آپ کی ہجرت سے پہلے فوت ہو گئے' اس وقت آپ کی عمر تین ماہ کم پچاس سال تھی' ایک قول یہ ہے کہ جب آپ شعب ابوطالب سے نکلے' اس وقت ان کی وفات ہوئی تھی اور یہ بعثت کے بعد دسواں سال تھا۔

٣٨٨٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَغْنَيْتَ عَنْ عَمِّكَ فَاِنَّهٗ كَانَ يَحُوْطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ قَالَ هُوَ فِيْ ضَحْضَاحٍ مِّنْ نَّارٍ وَلَوْ لَا اَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۔[اطراف الحدیث:٦٢٠٨-٦٥٧٢]

(صحیح مسلم:٢٠٩' الرقم المسلسل:٣٩٨)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن الحارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا' آپ نے اپنے چچا سے کیا تکلیف دور کی' وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور وہ آپ کے لیے غضب ناک ہوتے تھے؟ آپ نے فرمایا: وہ ٹخنوں تک دوزخ کی آگ میں ہیں اور اگر میں ان کو نہ بچاتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتے۔

ابوطالب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کرنے کا تذکرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبدالمطلب نے اپنی موت کے وقت ابوطالب کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کی وصیت کی تھی' سو وہ آپ کی کفالت کرتے رہے حتیٰ کہ آپ بڑے ہو گئے' اور آپ کی بعثت کے بعد بھی وہ تاحیات آپ کی کفالت کرتے رہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعب ابوطالب سے نکلے تھے اس وقت ابوطالب کی وفات ہوئی تھی اور اس وقت آپ کی بعثت پر دس سال گزر چکے تھے' ابوطالب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدافعت کرتے تھے اور ہر ایذاء کو آپ سے دور کرتے تھے' اس کے باوجود وہ اپنی قوم کے دین پر قائم رہے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے چچا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا' ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو نصرت کی ہے اور آپ سے ایذاء اور ضرر کو دور کیا' اس کے متعلق خبریں معروف اور مشہور ہیں' ابوطالب کا یہ شعر بھی مشہور ہے:

واللّٰہ لن یصلوا الیک بجمعھم — حتی اوسد فی اتراب دفینا

''اللہ کی قسم! یہ سب مل کر بھی آپ تک نہیں پہنچ سکتے' حتیٰ کہ میں مٹی میں ٹیک لگا کر دفن ہو جاؤں''۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابوطالب آپ کا لحاظ کرتے تھے' امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابوطالب ہجرت سے تین سال پہلے ایک سال میں فوت ہوئے' حضرت خدیجہ آپ کو مشورہ دیتی تھیں اور اسلام پر ثابت قدم تھیں اور آپ کو سکون پہنچاتی تھیں' اور ابوطالب آپ کے بازو کی قوت تھے اور اپنی قوم کے خلاف آپ کی مدد کرتے تھے اور جب ابوطالب فوت ہو گئے تو قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی اذیتیں پہنچائیں جن کا وہ ابوطالب کی زندگی میں تصور نہیں کر سکتے تھے' حتیٰ کہ قریش کے ایک اوباش جاہل نے آپ کے سر اقدس پر خاک ڈال دی۔ عروہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں یہ فرماتے ہوئے داخل ہو رہے تھے: قریش مجھے ابوطالب کی حیات میں کوئی اذیت نہیں پہنچا سکے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ آپ کی خاطر لوگوں پر غضب ناک ہوتے تھے' اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ اپنے اقوال اور افعال سے آپ کے مخالفین کا رد کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ ٹخنوں تک دوزخ کی آگ میں تھا۔ حدیث میں ''ضحضاح'' کا لفظ ہے' ''ضحضاح'' اس پانی کو کہتے ہیں جو ٹخنوں تک پہنچ جائے' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کر دی' اس باب کی تیسری حدیث میں ہے: اس کے ٹخنوں تک آگ پہنچ رہی ہے' جس سے اس کا دماغ جوش کھا رہا ہے' اور امام مسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اہل دوزخ میں سے سب سے کم عذاب ابوطالب کو ہو رہا ہے' وہ (آگ کی) دو جوتیاں پہنے ہوئے ہے' جن سے اس کا دماغ کھول رہا ہے۔ (صحیح مسلم: ٢١٣) اور امام بزار نے بھی اسی کی مثل حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے' اس کے آخر میں ہے: جس طرح برتن میں گرم پانی کھولتا ہے۔

ابوطالب کے قبولِ اسلام پر روافض کی پیش کردہ روایت کا ردّ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو ابوطالب کی آخرت کے متعلق سوال کیا' اس سے امام ابن اسحاق کی اس روایت کا ضعف ظاہر ہو جاتا ہے' جس میں سند مجہول کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب ابوطالب پر موت قریب آئی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر یہ پیش کیا کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہے تو اس نے انکار کیا تو عباس نے ابوطالب کی طرف دیکھا تو وہ اپنے ہونٹ ہلا رہے تھے' عباس نے ان کی طرف کان لگائے' پھر کہا: اے میرے بھتیجے! اللہ کی قسم! میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے' جس کے پڑھنے کا آپ نے اس کو حکم دیا تھا۔ اس روایت کی سند اگر بالفرض صحیح بھی ہوتی تو اس کے معارض وہ احادیث ہیں جو اس سے زیادہ صحیح ہیں' چہ جائیکہ یہ سند صحیح بھی نہیں ہے' امام ابوداؤد' امام نسائی' امام ابن خزیمہ اور امام ابن جارود نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جب ابوطالب فوت ہو گئے تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کا گم راہ بوڑھا چچا مر گیا' آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کو زمین میں گاڑ دو' میں نے عرض کیا: وہ حالت شرک میں مرا ہے' آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کو زمین میں گاڑ دو' پھر میں نے اس کو زمین میں گاڑ دیا' پھر میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے غسل کرنے کا حکم دیا۔ (سنن ابوداؤد: ٣٢١٤' سنن نسائی: ١٩٠' مصنف عبدالرزاق: ٩٩٣٦' مسند احمد ج ١ ص ١٣٠' سنن بیہقی ج ١ ص ٣٠٥۔ ٣٠٤۔ ج ٣ ص ٣٩٨۔ ٣٥٨۔ ج ٧ ص ٦٧' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ٣٤٧)

روافض نے ابوطالب کے اسلام پر احادیث ضعیفہ پر مشتمل ایک رسالہ لکھا ہے' ان میں سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے' میں نے اپنی کتاب ''الاصابہ'' میں ابوطالب کے تذکرہ میں ان کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٢٠٧۔ ٢٠٣' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ رافضیہ کے مزید شبہات ہیں' جن کو ہم نے الاصابہ میں ذکر کیا ہے' ہم ان شاء اللہ اس کا خلاصہ اس باب کی احادیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھیں گے۔

٣٨٨٤ - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ أَبَا طَالِبٍ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ دَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ أَبُوْ جَهْلٍ فَقَالَ أَيْ عَمِّ قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ أَبُوْ جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ أُمَيَّةَ يَا أَبَا طَالِبٍ أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَالَا يُكَلِّمَانِهِ حَتّٰى قَالَ اٰخِرَ شَيْءٍ كَلَّمَهُمْ بِهِ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْهُ فَنَزَلَتْ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا أُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيْمِ ۝﴾ (التوبہ:١١٣) وَنَزَلَتْ ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ (القصص:٥٦) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابن المسیب از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابوطالب پر موت کا وقت آیا تو نبی ﷺ اس کے پاس آئے اور اس کے پاس ابوجہل تھا' آپ نے فرمایا: اے چچا! آپ یہ کلمہ پڑھیے: لا الٰہ الا اللہ' تو میں اللہ تعالیٰ کے پاس اس کی وجہ سے آپ کے لیے حجت پکڑوں گا' پس ابوجہل نے اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا: اے ابوطالب! کیا تم عبدالمطلب کی ملت سے اعراض کر رہے ہو؟ وہ دونوں مسلسل ابوطالب سے یہ کہتے رہے' حتیٰ کہ آخری بات جو ابوطالب نے کہی' وہ یہ تھی کہ وہ عبدالمطلب کے دین پر ہے' تب نبی ﷺ نے فرمایا: میں ضرور آپ کے لیے استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے' تب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: نبی ﷺ اور ایمان والوں کے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ مشرکوں کے لیے مغفرت طلب کریں' خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں' جب ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں ۝ (التوبہ:١١٣) اور یہ آیت نازل ہوئی: بے شک آپ اسے ہدایت یافتہ نہیں بناتے جس کا ہدایت یافتہ ہونا آپ کو پسند ہو۔ (القصص:٥٦)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٦٠ میں گزر چکی ہے۔

ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ کا تذکرہ اور ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی تصریح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جب ابوطالب پر موت کا وقت آیا' یعنی جب اس پر موت کا وقت قریب آیا اور اس کی علامات ظاہر ہوئیں اور یہ نزع روح اور غرغرہ موت سے پہلے کا وقت ہے۔

اور اس کے پاس ابوجہل تھا' ابوجہل کا نام عمرو بن ہشام بن المغیرہ المخزومی ہے' یہ اللہ کا دشمن تھا اور اس اُمت کا فرعون تھا۔

عبداللہ بن ابی امیہ یہ المغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کے بیٹے تھے' یہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے جن سے نبی ﷺ نے اس واقعہ کے بعد نکاح کیا تھا' اور عبداللہ بن ابی امیہ فتح مکہ کے دن یا اس سے پہلے اسلام لے آئے تھے' اور اسی سال غزوۂ حنین میں شہید ہو گئے تھے۔

ابوجہل اور عبداللہ نے ابوطالب سے کہا: کیا تم عبدالمطلب کے دین سے اعراض کرتے ہو؟ کیونکہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ حضرت عبدالمطلب دین اسلام پر نہیں تھے۔

القصص: ٥٦ بھی ابو طالب کے قصہ میں نازل ہوئی ہے۔

ان آیات اور اس صحیح حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ابو طالب اسلام پر نہیں مرا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ علامہ سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ بعض کتب مسعودی میں یہ تحریر ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ مسعودی کی کتاب اس حدیث صحیح کے معارض نہیں ہو سکتی۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٢٢-٢٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

اس اعتراض کا جواب کہ جب ابو طالب ایمان نہیں لایا تو آپ نے کیوں فرمایا:

میں تمہارے حق میں شہادت دوں گا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے فرمایا: میں اس کلمہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کے حق میں حجت پکڑوں گا' اور کتاب الجنائز میں اس حدیث (صحیح البخاری: ١٣٦٠) کے یہ الفاظ ہیں: میں اللہ تعالیٰ کے پاس اس کلمہ کی شہادت دوں گا۔

جب ابو طالب نے کلمہ نہیں پڑھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ سمجھا کہ اس کا کلمہ پڑھنا اس کو فائدہ نہیں دے گا کیونکہ وہ کلمہ پڑھنا موت کے وقت ہو گا' یا اس وجہ سے اس کے لیے کلمہ پڑھنا مفید نہیں ہو گا کیونکہ اس نے نماز وغیرہ دیگر نیک اعمال نہیں کیے تھے' اس لیے آپ نے فرمایا: میں آپ کے کلمہ پڑھنے کی اللہ تعالیٰ کے پاس شہادت دوں گا' یعنی ہر چند کہ موت کے وقت کلمہ پڑھنا نجات کے لیے کافی نہیں ہے لیکن اگر آپ نے کلمہ پڑھ لیا تو میں آپ کے کلمہ پڑھنے کی اللہ تعالیٰ کے پاس شہادت دوں گا' ممکن ہے اس کی وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف ہو۔ اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو طالب نے کہا: اگر قریش مجھے اس پر ملامت نہ کرتے کہ اس نے موت کی تکلیف کی وجہ سے کلمہ پڑھ لیا تو میں کلمہ پڑھ کر آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا۔

ابو طالب کے کفر پر مرنے کی تصریحات

حدیث مذکور اور اس حدیث میں جن آیتوں کا ذکر ہے' ان میں یہ تصریح ہے کہ ابو طالب کی موت اسلام پر نہیں ہوئی۔

(فتح الباری ج ٥ص ٥٧-٤٧' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ابو طالب کی موت کفر پر ہوگئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے کیسے استغفار کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب کے لیے استغفار کرنے سے منع نہیں فرمایا اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس آ کر کہا: یا رسول اللہ! وہ گم راہ بوڑھا مر گیا' تو آپ نے فرمایا: جاؤ! اس کو مٹی میں دبا دو۔ (سنن نسائی: ١٩٠' سنن ابوداؤد: ٣٢١٤' سنن سعید بن منصور: ١٠٤٢- ج ٥ص ٢٨٢' سنن کبریٰ ج ١ص ٣٠٤' الکوثر الجاری ج ٧ص ٤٧' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

٣٨٨٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ خَبَّابٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذُكِرَ عِنْدَهٗ عَمُّهٗ فَقَالَ لَعَلَّهٗ تَنْفَعُهٗ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُجْعَلُ فِيْ ضَحْضَاحٍ مِّنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ يَغْلِيْ مِنْهُ دِمَاغُهٗ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن الہاد نے حدیث بیان کی از عبد اللہ بن خباب از حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور آپ کے سامنے آپ کے چچا کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: شاید قیامت کے دن اس کو میری شفاعت

حَمْزَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِیُّ عَنْ یَزِیْدَ بِهٰذَا وَقَالَ تَغْلِیْ مِنْهُ اُمُّ دِمَاغِهٖ ۔

[طرف الحدیث:٦٥٦٤] (صحیح مسلم:٢١٠ الرقم المسلسل:٥٠١ دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٢ ص ٣٤٧ مسند احمد ج ٣ ص ٩ طبع قدیم مسند احمد:١١٠٥٨ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)

نفع پہنچائے گی پس اس کو ٹخنوں تک دوزخ میں رکھا جائے گا آگ اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔ ہمیں ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن حازم اور دراوردی نے حدیث بیان کی از یزید اسی طرح اور کہا: اس سے اس کے دماغ کی اصل (کھوپڑی) کھول رہی ہوگی۔

ابوطالب کے ایمان کے متعلق روافض کے شبہات اور ان کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

رافضی نے راشد الحمانی کی سند سے ذکر کیا ہے کہ امام جعفر بن محمد صادق سے اہل جنت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ انبیاء جنت میں ہیں صالحین جنت میں ہیں۔ (الی قولہ) عبد المطلب کا حشر کیا جائے گا اور ان کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کا نور ہوگا اور بادشاہوں کا جمال ہوگا اور اس گروہ میں ابوطالب کا حشر کیا جائے گا پس جب لوگ حساب کے لیے پیش ہوں گے اور جنت والے جنت میں جانے کے لیے تیار ہوں گے پھر ہر اس شخص کو پیش کیا جائے گا جس کو اپنے رب کی معرفت ہوگی اور اپنے نبی کی معرفت نہیں ہوگی اور شیخ فانی کو اور بچہ کو پھر ان سے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم اس آگ میں داخل ہو جاؤ پس جو اس آگ میں داخل ہو جائیں گے وہ جنت میں جائیں گے اور جو توقف کریں گے ان کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

اس حدیث کی سند میں غالی رافضی ہیں اور حدیث اخیر کئی سندوں سے ان کے متعلق ہے جو سخت بوڑھے ہوں اور جو زمانہ فترت میں فوت ہو گئے اور جو پیدائشی نابینا اور بہرے ہیں اور جو مجنون پیدا ہوئے یا جو بالغ ہونے سے پہلے مجنون ہو گئے ان میں سے ہر ایک یہ کہے گا کہ اگر مجھے عقل ہوتی اور میرے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا تو میں ایمان لے آتا پھر ان کے سامنے آگ پیش کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا: اس آگ میں داخل ہو جاؤ پس جو اس آگ میں داخل ہو جائے گا وہ آگ اس پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جائے گی اور جو نہیں داخل ہوگا اس کو زبردستی اس آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔

سو اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کا یہ محمل ہے: اور ہمیں یہ امید ہے کہ حضرت عبد المطلب اور ان کے اہل بیت دوزخ کی آگ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے خوشی خوشی داخل ہوں گے پس وہ نجات پا جائیں گے لیکن ابوطالب ان میں نہیں ہوں گے کیونکہ ان کے متعلق حدیث صحیح میں وارد ہے کہ ان کے ٹخنوں تک آگ ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتے۔

(صحیح البخاری:٦٢٠٨ صحیح مسلم:٢٠٩)

غالی شیعہ رافضی نے قرآن مجید کی اس آیت سے ابوطالب کے ایمان پر استدلال کیا ہے:

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

سو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی تعظیم کی اور ان کی نصرت وحمایت کی اور اس نور کی پیروی کی جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا وہی فلاح پانے والے ہیں ۝ (الاعراف:١٥٧)

رافضی نے کہا کہ مشہور ہے کہ ابوطالب نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کی تھی جیسا کہ ان اشعار سے ظاہر ہے:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامٰی عصمة للارامل

''وہ بہت حسین شخص ہیں جن کے چہرے سے بادل بارش طلب کرتا ہے جو یتیموں کی پناہ گاہ ہیں اور بیوہ عورتوں

کا آسرا ہیں"

وشق لــه مـن اســمــه لـيـجـلـه فـذو الـعـرش مـحـمـود وهذا محمد

"اللہ نے اپنے نام سے ان کا نام بنایا' تا کہ ان کی جلالت ظاہر ہو' سو عرش والا محمود ہے اور یہ محمد ہیں"۔

اور ابو طالب ان کے لیے قریش سے لڑتے تھے اور جتنی انہوں نے آپ کی مدافعت کی ہے' کسی نے نہیں کی' جیسا کہ بہ کثرت خبروں سے ظاہر ہے۔

یہ رافضی کا مبلغ علم ہے اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ابو طالب نے آپ کی بہت زیادہ مدد کی ہے' لیکن اس نور کی پیروی نہیں کی جو آپ کے ساتھ نازل کیا گیا تھا اور وہ قرآن مجید ہے' جس نے توحید کی دعوت دی اور اس وقت تک فلاح حاصل نہیں ہوگی جب تک کہ کوئی شخص توحید کا اقرار نہ کرے۔

نیز رافضی کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ ابورافع نے بیان کیا کہ میں نے ابو طالب سے سنا: مجھ سے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں سے وصل کا حکم دیا ہے اور یہ کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کی جائے اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے نزدیک بہت سچے اور امین ہیں۔

خطیب بغدادی نے کہا کہ اہل علم کے نزدیک یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے اور اس کی سند میں ایک سے زیادہ مجہول راوی ہیں اور اس کی سند میں جعفر بن عبدالواحد قصہ گو ہے' جو ذاہب الحدیث ہے۔

اور تمام نے یہ حدیث ذکر کی ہے: از ولید بن مسلم از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو میں اپنے والد اور والدہ کے لیے شفاعت کروں گا اور اپنے چچا ابو طالب کے لیے اور زمانہ جاہلیت کے اپنے بھائی کے لیے۔

تمام نے کہا: الولید منکر الحدیث ہے اور امام ابن عساکر نے کہا ہے کہ صحیح حدیث وہ ہے جس کی امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ابو طالب کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس کو قیامت کے دن میری شفاعت نفع دے گی' سو اس کو ٹخنوں تک آگ میں داخل کیا جائے گا جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

(صحیح مسلم: ۲۱۱' مسند البزار: ۳۵۰۲' المستدرک ج ۴ ص ۵۸۱' مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۹۵' علامہ الہیثمی نے کہا: امام بزار کے رجال صحیح ہیں' مسند احمد ج ۳ ص ۱۳ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۱۱۰۰۔ ج ۱۷ ص ۱۶۵' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

نیز رافضی نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ جب ابو طالب کی موت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے میرے چچا! آپ کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھیں تا کہ میں قیامت کے دن آپ کی شفاعت کر سکوں' تو ابو طالب نے کہا: اے میرے بھتیجے! اگر میرے بعد مجھ پر اور میرے اہل پر اس عار اور ملامت کا خوف نہ ہوتا کہ میں نے موت کی شدت سے گھبرا کر یہ کلمہ پڑھا ہے تو میں یہ کلمہ پڑھ کر تم کو خوش کر دیتا' پھر جب ابو طالب پر موت کی سختی ہوئی تو وہ ہونٹ ہلا رہے تھے' عباس نے ان کی طرف کان لگا کر سنا تو کہا: اللہ کی قسم! انہوں نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے۔

اور اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو ابو طالب نے ان سے کہا: تم اپنے عم زاد کے ساتھ لازم رہنا۔

اور اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ جب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو ابو طالب نے ان سے کہا: تم اپنے

عم زاد کے حکم کو قبول کرو تو حضرت جعفر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔

ان تمام روایات کی اسانید واہیہ ضعیفہ ہیں اور صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے کہ جب ابوطالب پر موت کا وقت آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس آئے اور اس کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی تھے' تو آپ نے فرمایا: اے چچا! آپ کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھیے' میں اس کلمہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کے لیے شفاعت کروں گا' تو ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا: کیا تم عبدالمطلب کی ملت سے اعراض کرو گے! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر مسلسل یہ کلمہ پیش کرتے رہے اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے حتیٰ کہ ابوطالب نے ان سے آخر میں یہ کہا کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے اور لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ (الحدیث)

(صحیح البخاری: ١٣٦٠' صحیح مسلم: ٢٤' سنن نسائی: ٢٠٣١' السنن الکبریٰ: ١١٣٨٣)

یہ صحیح السند حدیث ان تمام ضعیف السند روایات کے رد کے لیے کافی ہے' نیز رافضی نے حضرت عباس کے جس قول سے استدلال کیا ہے' وہ ان کے اسلام لانے سے پہلے کا قول ہے' وہ لائق استدلال نہیں ہے' جب کہ حضرت عباس نے اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! آپ نے ابوطالب کو کچھ نفع پہنچایا' وہ آپ کی مدافعت کرتا تھا اور آپ کے لیے غضب ناک ہوتا تھا؟ آپ نے فرمایا: وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے' اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتا۔

(صحیح البخاری: ٦٥٧٢۔٣٨٨٣' صحیح مسلم: ٢٠٩)

یہ صحیح السند احادیث رافضی کی ذکر کردہ روایات کے رد کے لیے کافی ہیں۔

(الاصابہ ج ٧ ص ٢٠٣۔١٩٦ ملخصاً و مرتباً و مخرجاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

٤١ - بَابُ حَدِيْثِ الْإِسْرَاءِ — معراج کی حدیث

قرآن مجید اور حدیث میں جو معراج کا ذکر ہے' اس کا بیان۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى﴾ (بنی اسرائیل: ١)۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: وہ ہر عیب سے پاک ہے جو اپنے (مقدس) بندے کو رات کے تھوڑے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ (بنی اسرائیل: ١)

بنی اسرائیل: ١' میں مذکور الفاظ کی تشریح

اس آیت کے شروع میں لفظ "سبحان" ہے جو تسبیح کے لیے علَم (نام) ہے' جیسے عثمان مرد کے لیے علم ہے' اس کا معنی تنزیہ اور بری کرنا ہے' اس کا حاصل معنی ہے: میں اللہ تعالیٰ کو تمام نقائص اور عیوب سے بری قرار دیتا ہوں۔

"بعبده" عبد سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' اللہ تعالیٰ نے "برسوله" یا "بنبيه" نہیں فرمایا' اس میں یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو تعظیم اور تکریم عطاء کی ہے' اس کے باوجود آپ اللہ تعالیٰ کے عبد اور اس کی مخلوق ہیں تاکہ آپ کی امت آپ کے متعلق ایسا غلو نہ کرے جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق غلو کیا تھا' انہوں نے کہا: وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں یا جیسا کہ یہود کے ایک فرقہ نے حضرت عزیر علیہ السلام کے متعلق غلو کیا اور یہ کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں' اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو' وہ واحد' احد' فرد اور صمد ہے' نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے جو رسول کے بجائے عبد کہنے کی وجہ بیان کی ہے' وہ بہت خوب ہے تاہم یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ رسول وہ ہوتا ہے جو اللہ کے پاس سے مخلوق کی طرف جاتا ہے اور عبد وہ ہوتا ہے جو دنیا اور مخلوق کو چھوڑ کر اللہ کی طرف جاتا ہے اور

معراج کے موقع پر اللہ کی طرف سے آنے کے بجائے اللہ کی طرف جانے کا ذکر مناسب تھا' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ''برسولہ'' کے بجائے ''بعبدہ'' کا لفظ فرمایا۔

''اسریٰ'' یہ لفظ ''سری'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: رات کو جانا' یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو براق کے ذریعہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔

''لیلاً'' ہر چند کہ ''اسری'' کا معنی رات کو لے جانا ہے' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ''لیلاً'' کا ذکر اس لیے فرمایا تاکہ کسی شخص کو یہ وہم نہ ہو کہ یہاں ''اسریٰ'' سے مراد مجاز ہے یعنی دن کو لے جانا' اس لیے بہ طور تاکید ''لیلاً'' فرمایا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ''لیلاً'' میں تنوین تقلیل کے لیے ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پہلے مسجد اقصیٰ تک لے گیا' پھر وہاں سے آسمانوں کی طرف لے گیا' مسجد حرام سے بہ راہِ راست آسمانوں کی طرف کیوں نہیں لے گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے اس رات میں دونوں قبلوں کا مشاہدہ جمع فرما دے' دوسری وجہ یہ ہے کہ اکثر انبیاء علیہم السلام نے بیت المقدس کی طرف ہجرت کی ہے' اس لیے آپ کو بیت المقدس لے جایا گیا تاکہ آپ میں یہ فضیلت بھی جمع ہو جائے' تیسری وجہ یہ ہے کہ بیت المقدس ہی وہ جگہ ہے جہاں میدانِ حشر قائم ہو گا' سو آپ کو میدانِ حشر کی جگہ دکھانے کے لیے وہاں لے جایا گیا' چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس رات میں بیت المقدس کی طرف بہت سے احوالِ اُخرویہ کا ظہور ہوا تھا' اس لیے وہاں آپ کو لے جانا مناسب تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۶۔۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٨٨٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي أَبُوسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَمَّا كَذَّبَنِيْ قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَا اللّٰهُ لِيَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ اٰيَاتِهٖ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ . [طرف الحدیث: ۴۷۱۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابو سلمہ بن عبد الرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حجر میں کھڑا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس منکشف کر دیا تو میں بیت المقدس کی طرف دیکھ دیکھ کر انہیں اس کی نشانیاں بتاتا رہا۔

(صحیح مسلم: ۱۷۰' الرقم المسلسل: ۳۱۷' سنن ترمذی: ۳۱۳۳' مسند ابویعلیٰ: ۲۰۹۱' السنن الکبریٰ: ۱۱۲۸۲' مشکل الآثار: ۳۸۵۳' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ ص ۳۵۹' صحیح ابن حبان: ۵۵' شرح السنۃ: ۳۷۶۴' مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۷ طبع قدیم' مسند احمد: ۱۵۰۳۴۔ ج ۲۳ ص ۲۸۱' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

مسجد اقصیٰ کو آپ کے سامنے رکھ دینا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''حجر'' کا لفظ ہے' اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں شام کی جانب میزابِ رحمت ہے۔

''تو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس منکشف کر دیا''۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے اور بیت المقدس کے درمیان جو حجابات تھے ان کو اُٹھا دیا حتیٰ کہ میں نے اس کو دیکھ لیا' قریش نے مجھ سے بیت المقدس کی ان نشانیوں کے متعلق پوچھا جو اس وقت مجھے مستحضر نہیں تھیں' اس سے مجھے اتنا زیادہ رنج اور کرب ہوا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا کرب نہیں ہوا تھا' تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس اُٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا' پھر وہ مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرتے' میں اس چیز کو دیکھ کر انہیں بیان کر دیتا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ یہ احتمال ہے کہ بیت المقدس کو اُٹھا کر ایسی جگہ رکھ دیا گیا ہو' جہاں سے آپ اس کو دیکھ رہے ہوں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸ ۵ دارالمعرفۃ) علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ شرح فضول ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اُٹھا کر رکھ دیا' یہ ارشاد اس پر قطعی دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اُٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ پس مسجد اقصیٰ کو لایا گیا اور میں اس کو دیکھ رہا تھا' حتیٰ کہ اس کو دارِ عقیل کے پاس رکھ دیا گیا' سو آپ نے اس کی صفت بیان کی اور میں آپ کی طرف دیکھ رہا تھا اور یہ بہت عظیم معجزہ ہے' اور یہ محال نہیں ہے' کیونکہ بلقیس کا تخت پلک جھپکنے سے پہلے لایا گیا تھا۔

امام ابن سعد نے حضرت اُم ھانیء سے روایت کی ہے کہ قریش نے پوچھا تھا کہ مسجد اقصیٰ کے کتنے دروازے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں نے پہلے وہ دروازے گنے نہیں تھے' اب جب انہوں نے پوچھا تو میں نے مسجد اقصیٰ کی طرف دیکھا اور ان کو ایک ایک دروازہ گن کر بتا دیا اور امام ابو یعلیٰ کی روایت میں ہے کہ جس نے بیت المقدس کی صفت کے متعلق سوال کیا تھا' وہ مطعم بن عدی تھا جو حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا والد تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۷-۲۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بعض چیزوں کو ہم دیکھتے ہیں لیکن ان کی طرف توجہ نہیں کرتے کیونکہ وہ قابلِ توجہ نہیں ہوتیں' مثلاً کسی مسجد کے دروازہ سے پہلے سیڑھیاں ہوں' ہم وہاں سے گزرتے ہیں' سیڑھیوں کو دیکھتے ہیں' لیکن ان کی تعداد کی طرف توجہ نہیں کرتے' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصیٰ کے دروازے دیکھے' لیکن ان کی تعداد کی طرف توجہ نہیں فرمائی' سو اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ آپ کے سامنے رکھ دی' ہماری توجہ کسی چیز سے ہٹے تو کچھ نہیں ہوتا اور آپ کی توجہ کسی چیز سے ہٹے تو وہ چیز اپنی جگہ سے ہٹ جاتی ہے۔

قریش کی واقعۂ معراج پر حیرت اور تکذیب اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تصدیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حجر میں کھڑا ہو گیا۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں از ابوسلمہ روایت کی ہے کہ واقعہ معراج کی وجہ سے اس واقعہ کے بعد بہت سے لوگ فتنہ میں پڑ گئے' چنانچہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا' حضرت ابوبکر نے کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ نے سچ فرمایا ہے' لوگوں نے حیرت سے کہا: تم اس خبر کی تصدیق کرتے ہو کہ آپ ایک رات میں مکہ سے شام گئے اور اسی رات میں پھر واپس بھی آ گئے! حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں! میں تو اس سے زیادہ بعید باتوں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں' میں آسمان کی خبروں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں' پس اسی وجہ سے آپ کا لقب صدیق ہو گیا۔

امام احمد اور امام بزار نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ جس رات مجھے سیر کرائی گئی اور صبح کو میں مکہ میں تھا' تو اللہ کا دشمن ابوجہل میرے پاس سے گزرا' پس مجھ سے پوچھا: کیا کوئی واقعہ ہوا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس رات مجھے بیت المقدس کی سیر کرائی گئی' اس نے حیرت سے کہا: پھر صبح کو آپ ہمارے درمیان تھے! آپ نے فرمایا: ہاں! اس نے

کہا: اگر میں آپ کی قوم کو بلاؤں تو کیا آپ ان کے سامنے یہ واقعہ بیان کریں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تو ابوجہل نے کہا: اے بنوعب بن لوی کی جماعت! سو وہ سب کو بلا کر لے آیا اور کہا: اب اپنی قوم کے سامنے بیان کریں' تو میں نے ان کے سامنے بیان کیا تو بعض تو سن کر تالیاں بجانے لگے' اور بعض نے تعجب سے سر پر ہاتھ رکھ لیا' پھر انہوں نے کہا: کیا آپ ہمارے سامنے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں بیان کر سکتے ہیں' پھر اس کے بعد کا واقعہ امام بخاری کی روایت میں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا براق پر سوار ہونا اور راستہ میں متعدد جگہوں پر نماز پڑھنا

اس حدیث کے علاوہ دوسری احادیث میں واقعہ معراج کی مزید تفصیلات کا ذکر ہے:

امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس ایک سواری لائی گئی جو گدھے سے بڑی اور خچر سے چھوٹی تھی۔ (الحدیث) اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں اس پر سوار ہوا' اور میرے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام تھے' پس میں روانہ ہوا' پھر حضرت جبریل نے کہا: اتر کر نماز پڑھیے! سو آپ نے اتر کر نماز پڑھی' پھر حضرت جبریل نے پوچھا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کس جگہ نماز پڑھی ہے؟ آپ نے پاک سرزمین پر نماز پڑھی ہے اور یہی آپ کی ہجرت کی جگہ ہے۔

امام بزار اور امام طبرانی نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ اپنی سیر کی ابتداء میں ایسی سرزمین سے گزرے جس میں بہ کثرت کھجور کے درخت تھے' آپ سے حضرت جبریل نے کہا: آپ اتر کر نماز پڑھیے! سو آپ نے اتر کر نماز پڑھی' سو حضرت جبریل نے کہا: آپ نے یثرب میں نماز پڑھی ہے' پھر حضرت جبریل نے کہا: آپ اتر کر نماز پڑھیے' پہلے قول کی مثل حضرت جبریل نے کہا: آپ نے طور سیناء میں نماز پڑھی ہے' جہاں پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام فرمایا تھا' پھر کہا: آپ اتر کر نماز پڑھیے! پھر کہا: آپ نے بیت لحم میں نماز پڑھی ہے جہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے' اور حضرت شداد کی روایت میں ہے: یثرب کے بعد آپ سفید زمین کے پاس سے گزرے' حضرت جبریل نے کہا: آپ اتر کر نماز پڑھیے' پھر حضرت جبریل نے کہا: آپ نے مدین میں نماز پڑھی ہے' اس روایت میں ہے: پھر آپ مدینہ میں باب یمانی سے داخل ہوئے' سو آپ نے مسجد میں نماز پڑھی' اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ واپسی میں قریش کے ایک قافلہ کے پاس سے گزرے' آپ نے ان کو سلام کیا تو کسی نے کہا: یہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز ہے' اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے ان کو خبر دی کہ ان کا قافلہ فلاں دن پہنچے گا۔

یزید بن مالک کی روایت میں یہ اضافہ ہے: پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا' پس میرے لیے انبیاء کو جمع کیا گیا' پھر حضرت جبریل نے مجھ کو آگے کیا حتیٰ کہ میں نے ان کی امامت کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ میں متعدد مثالوں کو دیکھنا اور مسجد اقصیٰ میں نبیوں کو نماز پڑھانا

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ راستہ سے ہٹ کر ایک چیز کے پاس سے گزرے جو آپ کو بلا رہی تھی' پس حضرت جبریل نے آپ سے کہا کہ چلیے! اور آپ ایک بوڑھی عورت کے پاس سے گزرے' آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ پس حضرت جبریل نے آپ سے کہا کہ چلیے! اور آپ ایک جماعت کے پاس سے گزرے جنہوں نے آپ کو سلام کیا' پس حضرت جبریل نے کہا: ان کے سلام کا جواب دیجئے۔ اس حدیث کے آخر میں ہے: حضرت جبریل نے بتایا: جس نے آپ کو بلایا تھا وہ ابلیس تھا اور بوڑھی عورت دنیا تھی' اور جن لوگوں نے آپ کو سلام کیا تھا وہ حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام تھے۔

امام طبرانی اور امام بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو فصل کاشت کر رہے تھے اور اس کو کاٹ رہے تھے' وہ جب بھی فصل کاٹتے تو وہ پہلے کی طرح ہو جاتی' حضرت جبریل نے بتایا: یہ مجاہدین ہیں' پھر وہ

ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے سروں کو پتھروں سے توڑا جا رہا تھا' جب ان کے سروں کو توڑا جاتا تو وہ پھر پہلے کی طرح ہو جاتے' حضرت جبریل نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر نماز کے وقت بھاری ہو جاتے تھے اور وہ نماز نہیں پڑھتے تھے' پھر وہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کی شرم گاہوں پر چیتھڑے تھے' وہ مویشیوں کی طرح چر رہے تھے' حضرت جبریل نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے' پھر وہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو کچا سڑا ہوا گوشت کھا رہے تھے اور پکا ہوا عمدہ گوشت چھوڑ رہے تھے' حضرت جبریل نے بتایا: یہ لوگ زانی ہیں' اور وہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جنہوں نے لکڑیوں کا گٹھا جمع کیا جس کو وہ اُٹھا نہیں سکتے تھے' پھر بھی وہ اس گٹھے میں اور لکڑیاں ملا رہے تھے' حضرت جبریل نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی امانتیں ادا نہیں کرتے' اس کے باوجود مزید امانتوں کو طلب کرتے ہیں اور وہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کی زبانوں اور ہونٹوں کو کاٹا جا رہا تھا اور جب بھی ان کی زبانوں اور ہونٹوں کو کاٹا جاتا وہ پہلے کی طرح ہو جاتے' حضرت جبریل نے بتایا: یہ فتنہ پرور خطباء ہیں' پھر وہ بہت بڑے بیل کے پاس سے گزرے جو چھوٹے سے سوراخ سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا اور نکل نہیں سکتا تھا' حضرت جبریل نے بتایا: یہ وہ شخص ہے جو کوئی بات کہہ کر نادم ہوتا ہے' پھر وہ اس بات کو واپس لینا چاہتا ہے مگر واپس نہیں لے سکتا۔

امام بزار اور امام حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے بیت المقدس میں فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی اور وہاں پر انبیاء علیہم السلام کی ارواح لائی گئیں' پس انہوں نے اللہ عزوجل کی حمد وثناء کی اور ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ تم پر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فضیلت دی گئی ہے۔

امام طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد والے نبی وہاں بھیجے گئے' پس آپ نے اس رات وہاں ان سب کی امامت فرمائی۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: پھر نماز کا وقت آ گیا تو میں نے سب نبیوں کی امامت کی۔

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ پھر نماز کی اقامت کہی گئی' پس وہ سب ایک دوسرے کو آگے کر رہے تھے حتیٰ کہ انہوں نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو آگے کر دیا' اسی حدیث میں ہے کہ پھر وہ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کے پیٹ کوٹھڑیوں کی طرح تھے' جب ان میں سے کوئی کھڑا ہوتا تو وہ گر جاتا' حضرت جبریل نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے اور وہ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے ہونٹ اونٹوں کی طرح تھے' وہ پتھر نگل لیتے اور وہ ان کے نیچے سے نکل جاتا' حضرت جبریل نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال کھاتے تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۷-۷۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٢ - بَابُ الْمِعْرَاجِ
معراج

معراج کا معنی اور معراج کی تاریخ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں معراج کا بیان ہے' علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ معراج' عرج سے مفعال کے وزن پر ہے اور یہ سیڑھی کے مشابہ ہے یعنی یہ عروج کا آلہ ہے۔

معراج کے وقت میں اختلاف ہے' ایک قول ہے کہ معراج بعثت سے پہلے ہوئی تھی' یہ قول شاذ ہے لیکن اگر معراج سے مراد معراج منامی ہو تو پھر اس قول کی توجیہ ہو سکتی ہے' دوسرا قول ہے کہ معراج ہجرت سے ایک سال پہلے ربیع الاول میں ہوئی تھی' یہ

اکثرین کا قول ہے' حتیٰ کہ ابن حزم نے مبالغہ سے کہا کہ اس پر اجماع ہے' سُدّی نے کہا: معراج ہجرت سے ایک سال پانچ ماہ پہلے ہوئی تھی' حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ معراج رجب کے مہینہ میں ہوئی تھی۔ علامہ نووی نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے' ایک قول یہ ہے کہ ہجرت سے ایک سال تین ماہ پہلے معراج ہوئی' ابن فارس کا اسی قول پر اعتماد ہے' ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ہجرت سے تین سال پہلے معراج ہوئی' امام ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے' اسی دن آپ کی بعثت ہوئی' اسی دن آپ کی آسمانوں کی طرف معراج ہوئی اور اسی دن آپ کا وصال ہوا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۸۸۷- حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَنَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِيَ بِهٖ بَيْنَمَا اَنَا فِي الْحَطِيْمِ وَرُبَمَا قَالَ فِي الْحِجْرِ مُضْطَجِعًا اِذْ اَتَانِيْ اٰتٍ فَقَدْ قَالَ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِهٖ اِلٰى هٰذِهٖ فَقُلْتُ لِلْجَارُوْدِ وَهُوَ اِلٰى جَنْبِيْ مَا يَعْنِيْ بِهٖ قَالَ مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ اِلٰى شِعْرَتِهٖ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مِنْ قَصِّهٖ اِلٰى شِعْرَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِيْ ثُمَّ اُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مَّمْلُوْءَةٍ اِيْمَانًا فَغُسِلَ قَلْبِيْ ثُمَّ حُشِيَ ثُمَّ اُعِيْدَ ثُمَّ اُتِيْتُ بِدَابَّةٍ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ اَبْيَضَ فَقَالَ لَهُ الْجَارُوْدُ هُوَ الْبُرَاقُ يَا اَبَا حَمْزَةَ قَالَ اَنَسٌ نَعَمْ يَضَعُ خَطْوَهٗ عِنْدَ اَقْصٰى طَرْفِهٖ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ بِيْ جِبْرِيْلُ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ فَقِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا فِيْهَا اٰدَمُ فَقَالَ هٰذَا اَبُوْكَ اٰدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ھدبۃ بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ از مالک بن صعصعہ رضی اللہ' انہوں نے ہمیں خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی کہ جس رات آپ کو سیر کے لیے لے جایا گیا تھا' (آپ نے فرمایا:) اس رات میں حطیم میں تھا اور بعض اوقات فرمایا: اس رات میں حجر میں لیٹا ہوا تھا' اچانک ایک آنے والا آیا' انہوں نے کہا: میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس نے یہاں سے یہاں تک چیرا' جارود میرے پہلو میں تھے تو میں نے ان سے پوچھا: اس سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے بتایا کہ آپ کے سینہ کی ابتداء سے لے کر آپ کے موئے زہار تک اور میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ناف اور موئے زہار کے درمیان تک' پھر میرے دل کو نکالا گیا' پھر میرے پاس ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا' پس میرے قلب کو غسل دیا' پھر اس میں ایمان کو بھر دیا گیا' پھر دل کو اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا' پھر میرے پاس ایک سواری لائی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی۔ جارود نے کہا: وہی براق تھا' اے ابوحمزہ! حضرت انس نے کہا: ہاں! وہ منتہاء قدم پر نظر رکھتا تھا' سو مجھے اس پر سوار کیا گیا' پس حضرت جبریل علیہ السلام مجھے لے گئے حتیٰ کہ آسمانِ دنیا پر آئے' پس حضرت جبریل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلوایا' تو پوچھا گیا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے' پوچھا گیا: اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)' پوچھا گیا: کیا انہیں بلایا گیا

فَلَمَّا خَلَصْتُ إِذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى وَهُمَا ابْنَا الْخَالَةِ قَالَ
هٰذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ
قَالَا مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ
إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ
قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ
نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا
خَلَصْتُ إِذَا يُوْسُفُ قَالَ هٰذَا يُوْسُفُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ
فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ
وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ
فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ
مُحَمَّدٌ قِيْلَ أَوَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ
فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا إِدْرِيْسُ
قَالَ هٰذَا إِدْرِيْسُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ
قَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ
حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ
جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قِيْلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ
فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا هَارُوْنُ قَالَ هٰذَا
هَارُوْنُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا
بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى أَتَى
السَّمَاءَ السَّادِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ
قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ
قَالَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا
مُوْسٰى قَالَ هٰذَا مُوْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ
ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ فَلَمَّا
تَجَاوَزْتُ بَكٰى قِيْلَ لَهٗ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ أَبْكِيْ لِأَنَّ
غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِيْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِهٖ أَكْثَرُ مَنْ
يَّدْخُلُهَا مِنْ أُمَّتِيْ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ
فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ

ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا ہو! وہ کیا خوب آنے والے ہیں' پس دروازہ کھول دیا گیا' پس جب میں اندر گیا تو وہاں پر حضرت آدم علیہ السلام تھے' سو حضرت جبریل نے کہا: یہ آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں' آپ ان کو سلام کیجئے' پس میں نے ان کو سلام کیا' انہوں نے سلام کا جواب دیا' پھر کہا: نیک بیٹے اور نیک نبی کو خوش آمدید ہو! پھر حضرت جبریل چڑھے حتیٰ کہ دوسرے آسمان پر آ گئے' سو دروازہ کھلوایا' پوچھا گیا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے' پوچھا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے بتایا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں' پوچھا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا ہو' وہ کیا عمدہ آنے والے آئے ہیں' پس دروازہ کھول دیا گیا' پس جب میں اندر پہنچا تو وہاں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تھے اور یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے' حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہیں' آپ ان دونوں کو سلام کیجئے' پس میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا' پھر ان دونوں نے کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو سلام ہو' پھر حضرت جبریل مجھے لے کر تیسرے آسمان پر پہنچے پس حضرت جبریل نے دروازہ کھلوایا' پوچھا گیا: کون ہے: انہوں نے کہا: جبریل' پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں' پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا ہو! کیسے خوب آنے والے آئے ہیں! پس دروازہ کھول دیا گیا' پس جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام تھے' حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت یوسف ہیں' آپ ان کو سلام کیجئے' سو میں نے ان کو سلام کیا' پس انہوں نے سلام کا جواب دیا' پھر کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو سلام ہو' پھر حضرت جبریل مجھے لے کر اوپر چڑھے حتیٰ کہ چوتھے آسمان پر آئے' پھر حضرت جبریل نے دروازہ کھلوایا' پوچھا گیا: کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے' پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)' پوچھا گیا: ان کو بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا ہو! پس وہ کیسے اچھے

مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَرْحَبًا بِهِ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ هٰذَا أَبُوْكَ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ قَالَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ قَالَ مَرْحَبًا بِالْإِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ رُفِعْتُ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى فَإِذَا نَبِقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرَ وَإِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ آذَانِ الْفِيلَةِ قَالَ هٰذِهِ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى وَإِذَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ فَقُلْتُ مَاهٰذَانِ يَاجِبْرِيْلُ قَالَ أَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيْلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ ثُمَّ أُتِيْتُ بِإِنَاءٍ مِّنْ خَمْرٍ وَّإِنَاءٍ مِّنْ لَبَنٍ وَّإِنَاءٍ مِّنْ عَسَلٍ فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ قَالَ هِيَ الْفِطْرَةُ أَنْتَ عَلَيْهَا وَأُمَّتُكَ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ الصَّلَوَاتُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى فَقَالَ بِمَا أُمِرْتَ قَالَ أُمِرْتُ بِخَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ قَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً كُلَّ يَوْمٍ وَّإِنِّيْ وَاللّٰهِ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِأُمَّتِكَ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهُ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهُ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهُ فَرَجَعْتُ فَأُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَقَالَ مِثْلَهُ فَرَجَعْتُ فَأُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ بِمَا أُمِرْتَ قُلْتُ أُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسَ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَّإِنِّيْ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِأُمَّتِكَ قَالَ سَأَلْتُ

آنے والے آئے ہیں' پھر دروازہ کھول دیا گیا' جب میں اندر پہنچا تو وہاں حضرت ادریس علیہ السلام تھے' حضرت جبریل نے کہا: یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں' آپ ان کو سلام کیجئے' سو میں نے ان کو سلام کیا' پس انہوں نے سلام کا جواب دیا' پھر کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو مرحبا ہو' پھر حضرت جبریل مجھے ساتھ لے کر اوپر چڑھے' حتیٰ کہ پانچویں آسمان پر آئے' پس دروازہ کھلوایا' کہا گیا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے' کہا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں' کہا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا ہو! کیسے عمدہ آنے والے آئے ہیں' پس جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تھے' حضرت جبریل نے بتایا: یہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں' سو آپ ان کو سلام کیجئے' پس میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا' پھر کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو سلام ہو! پھر حضرت جبریل میرے ساتھ اوپر چڑھے' حتیٰ کہ چھٹے آسمان پر آئے' پس دروازہ کھلوایا' کہا گیا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبریل ہے' کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں' کہا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا: ان کو مرحبا ہو! کیسے اچھے آنے والے آئے ہیں' پس جب میں اندر گیا تو وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے' سو حضرت جبریل نے کہا: ان کو سلام کیجئے' پس میں نے ان کو سلام کیا' سو انہوں نے سلام کا جواب دیا' پھر انہوں نے کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو سلام ہو! پس جب میں وہاں سے آگے گزرا تو وہ رونے لگے' ان سے پوچھا گیا: آپ کو کیا چیز رُلاتی ہے؟ انہوں نے کہا: میں اس لیے روتا ہوں کہ ایک نوجوان میرے بعد مبعوث کیا گیا' اس کی اُمت سے جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے وہ میری اُمت میں سے جنت میں داخل ہونے والوں میں سے بہت زیادہ ہوں گے' پھر حضرت جبریل میرے ساتھ ساتویں آسمان کی طرف چڑھے' پس حضرت جبریل نے دروازہ کھلوایا' پوچھا گیا: کون ہے؟ انہوں

رَبِّیْ حَتّٰی اسْتَحْیَیْتُ وَلٰكِنْ اَرْضٰی وَاُسَلِّمُ قَالَ فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادٰی مُنَادٍ اَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِیْ وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِیْ .

نے کہا: جبریل ہے' پوچھا گیا: اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں' پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا: ان کو مرحبا ہو! کیسے عمدہ آنے والے آئے ہیں' سو جب میں اندر گیا تو وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے' حضرت جبریل نے کہا: یہ آپ کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں' ان کو سلام کیجئے' آپ نے فرمایا: پس میں نے ان کو سلام کیا' سو انہوں نے سلام کا جواب دیا' کہا: نیک بیٹے اور نیک نبی کو سلام ہو! پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا' میں نے دیکھا کہ اس کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں کی طرح (بڑے بڑے) تھے' اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے' حضرت جبریل نے کہا: یہ سدرۃ المنتہیٰ (بیری کا آخری درخت) ہے' اور وہاں چار دریا تھے' دو باطنی دریا تھے اور دو ظاہری دریا تھے' میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کیسے دریا ہیں؟ انہوں نے بتایا: جو باطنی دریا ہیں وہ جنت کے دریا ہیں' اور جو ظاہری دریا ہیں وہ نیل اور فُرات ہیں' پھر میرے لیے بیت المعمور کو بلند کیا گیا' پھر میرے لیے ایک شراب کا برتن لایا گیا اور ایک دودھ کا برتن لایا گیا اور ایک شہد کا برتن لایا گیا' پس میں نے دودھ کو لے لیا' تو حضرت جبریل نے کہا: یہی فطرت ہے' آپ اور آپ کی اُمت اس فطرت پر ہیں' پھر مجھ پر ہر دن میں پچاس (٥٠) نمازیں فرض کی گئیں' میں واپس آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا' انہوں نے پوچھا: آپ کو کیا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے کہا: مجھے ہر روز پچاس نمازیں (پڑھنے کا) حکم دیا گیا ہے' انہوں نے کہا: آپ کی اُمت ہر روز پچاس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی اور بے شک اللہ کی قسم! میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کا مجھے بہت سخت تلخ تجربہ ہے' آپ اپنے رب کے پاس واپس جائیے اور اس سے اپنی اُمت کے لیے تخفیف کا سوال کیجئے' سو میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دس نمازیں کم کر دیں' سو میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف واپس گیا' تو انہوں نے پھر اسی طرح کہا' میں پھر (اللہ تعالیٰ کی طرف) گیا تو اس نے مجھ سے دس نمازیں (مزید) کم کر دیں' پھر میں حضرت موسیٰ کی طرف

گیا تو انہوں نے پھر اسی طرح کہا' میں پھر لوٹا (تو اللہ تعالیٰ نے مزید) دس نمازیں کم کر دیں' میں حضرت موسیٰ کی طرف گیا تو انہوں نے پھر اسی طرح کہا' میں پھر گیا تو مجھے ہر روز دس نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا' میں واپس آیا تو حضرت موسیٰ نے پھر اسی طرح کہا' میں پھر لوٹ کر گیا تو مجھے ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا' میں حضرت موسیٰ کی طرف لوٹا تو انہوں نے پوچھا: آپ کو کیا حکم دیا گیا؟ میں نے کہا: مجھے ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے' حضرت موسیٰ نے کہا: آپ کی اُمت ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی اور میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور مجھے بنی اسرائیل کا تلخ تجربہ ہے' آپ پھر اپنے رب کی طرف واپس جائیے' سو اس سے اپنی اُمت کے لیے تخفیف کا سوال کیجئے' آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے سوال کیا ہے حتیٰ کہ (اب) مجھے حیاء آتی ہے لیکن میں (اللہ کے حکم پر) راضی ہوں اور (اس کو) تسلیم کرتا ہوں' پس جب میں وہاں سے گزر گیا تو ایک منادی نے نداء کی: میں نے اپنے فریضہ کو نافذ کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۲۰۷ میں گزر چکی ہے' یہاں مزید کچھ ابحاث ذکر کی جا رہی ہیں:

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ھدبۃ بن خالد القیسی البصری' یہ امیہ کے بھائی ہیں' ان کو ھداب کہا جاتا ہے' ان سے امام مسلم نے بھی روایت کی ہے' یہ دو سو پینتیس (۲۳۵ھ) میں فوت ہو گئے تھے۔ (۲) ھمام بن یحییٰ بن دینار العوذی البصری' یہ رمضان ایک سو تریسٹھ (۱۶۳ھ) میں فوت ہو گئے تھے۔ (۳) قتادہ بن دعامۃ السدوسی الاکمہ البصری التابعی (۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۵) حضرت مالک بن صعصعہ المدنی الانصاری البصری رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۹)

حدیث مذکور کے دیگر ماخذ

صحیح البخاری: ۳۲۰۷۔۳۳۹۳۔۳۴۳۰۔۳۸۸۷' صحیح مسلم: ۱۶۲' سنن ترمذی: ۳۳۴۶' سنن نسائی: ۴۴۸۔

حجر اور حطیم کے معنی

اس حدیث میں مذکور ہے: اس رات میں' میں حطیم میں تھا' اور بعض اوقات فرمایا: اس رات میں حجر میں تھا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہر وہ عمارت جس کی تعمیر میں جگہ کم پڑ جائے' اس کو حجر کہتے ہیں' اسی وجہ سے بیت اللہ کے حطیم کو حجر کہتے ہیں۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۱۵۲' دار المعرفۃ' بیروت)

حطیم کا معنی ہے: توڑنا' حطام کا معنی ہے: سوکھی ہوئی چیز کا ٹوٹا ہوا حصہ' حطیم: کعبہ کے کنارے کی دیوار' رکن زمزم اور مقامِ ابراہیم کی جگہ۔ (المنجد اُردو'ص ۲۱۹)

اس حدیث میں ہے: اس رات آپ حطیم میں تھے یا حجر میں تھے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ قتادہ کو شک ہوا ہے' اور حطیم سے مراد یہاں پر حجر ہے' اور جس نے یہ کہا کہ اس سے مراد رکن (حجر اسود) اور مقامِ ابراہیم کے درمیان کی جگہ ہے' یا زمزم اور حجر کے درمیان کی جگہ ہے' اس کا قول بہت بعید ہے' حطیم سے یہاں پر مراد زمین کا وہ ٹکڑا ہے جس پر حطیم ہے۔

معراج کی ابتداء کی جگہ میں متعدد اقوال اور ان میں تطبیق

بدء الخلق کے شروع میں مذکور ہے کہ جس وقت میں بیت اللہ میں تھا' اور زہری نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میرے گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور اس وقت میں مکہ میں تھا' اور علامہ واقدی نے متعدد اسانید سے روایت کی ہے کہ آپ کو شعب ابوطالب سے لے جایا گیا۔ اور امام طبرانی نے حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ نے یہ رات ان کے ہاں گزاری تھی' اور انہوں نے آپ کو رات میں گم پایا' اور آپ نے فرمایا کہ حضرت جبریل میرے پاس آئے۔ ان روایات میں اس طرح تطبیق ہے کہ آپ حضرت اُم ھانی کے گھر سوئے ہوئے تھے' اور ان کا گھر شعب ابوطالب میں تھا' گھر کی چھت میں شگاف کیا گیا اور گھر کی اضافت آپ کی طرف کی گئی کیونکہ آپ اس گھر میں رہتے تھے' پھر اس گھر میں فرشتہ نازل ہوا اور آپ کو اس گھر سے مسجد حرام کی طرف لے گیا' آپ وہاں جا کر لیٹ گئے اور آپ پر غنودگی کا اثر تھا' پھر فرشتہ آپ کو مسجد کے دروازہ کی طرف لایا اور آپ کو براق پر سوار کیا۔ حسن بصری کی مرسل روایت میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو مسجد کے دروازہ پر لائے تھے اور انہوں نے آپ کو براق پر سوار کیا تھا' اس سے ہماری تطبیق کی تائید ہوتی ہے' ایک قول ہے کہ فرشتہ جو چھت سے نازل ہوا تھا' اس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ واقعہ انتہائی اچانک پیش آیا تھا اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ معراج کا سفر بلندی کی جانب تھا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

پورے واقعہ معراج میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار رہے

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: اس رات میں حجر میں لیٹا ہوا تھا۔

بدء الخلق میں یہ اضافہ ہے: میں نیند اور بیداری کے درمیان تھا' اور یہ ابتداء حال پر محمول ہے' پھر جب حضرت جبریل آپ کو مسجد کے دروازہ پر لے گئے اور آپ کو براق پر سوار کرایا تو پھر آپ مسلسل بیدار رہے۔

کتاب التوحید میں بھی یہ حدیث ہے' اس کے آخر میں ہے: پس جب میں بیدار ہوا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس سے پہلے آپ نیند میں تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ معراج کے متعدد واقعات ہیں تو پھر کوئی اشکال نہیں ہے' اور اگر یہ کہا جائے کہ معراج ایک ہی بار ہوئی ہے تو بیدار ہونے کا معنی یہ ہے کہ جب مجھے افاقہ ہوا' یعنی پہلے میرا دل ملکوت کے مشاہدہ میں مشغول تھا تو جب مجھے اس سے افاقہ ہوا اور میں عالمِ دنیاوی کی طرف متوجہ ہوا' اور شیخ ابومحمد بن ابی جمرہ نے کہا ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے کہ میں بیدار تھا تو یہ خبر صادق اور برحق تھی کیونکہ آپ کے دل کی کیفیت نیند اور بیداری میں برابر تھی اور آپ کی آنکھوں پر بھی نیند غالب نہیں ہوتی تھی' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واقع کے مطابق خبر دینے کا قصد فرمایا' اس سے یہ معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت کے لفظ کو مجاز پر نہیں محمول کرنا چاہیے۔

متعدد مردوں کا ایک جگہ لیٹنے کا جواز اور نبی ﷺ کا حسنِ اخلاق اور تواضع

نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جب میرے پاس ایک آنے والا آیا' وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے' جیسا کہ بدء الخلق کی حدیث میں مذکور ہے' اور اس میں مذکور ہے کہ آپ دو مردوں کے درمیان تھے' اور صحیح مسلم میں جو قتادہ سے روایت ہے' اس میں اس کی وضاحت ہے' اس کے الفاظ ہیں: میں نے ایک کہنے والے سے سنا' وہ کہہ رہا تھا: ''وہ دو مردوں کے درمیان تین میں سے ایک ہے'' پس وہ میرے پاس آیا اور مجھے لے گیا اور کتاب الصلوٰۃ کے شروع میں یہ گزر چکا ہے کہ وہ دو مرد حضرت حمزہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما تھے' اور نبی ﷺ ان دونوں کے درمیان سوئے ہوئے تھے' اس حدیث سے نبی ﷺ کی تواضع اور آپ کے حسنِ اخلاق کا پتا چلتا ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ متعدد مردوں کا ایک جگہ سونا جائز ہے اور ایک اور حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وہ ایک لحاف میں جمع ہو کر نہ لیٹیں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن حجر' علامہ عینی اور علامہ زرہونی کے نزدیک متعدد بار شق صدر کی وجوہات

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آنے والے نے آپ کے سینہ کی ابتداء سے آپ کی ناف کے نیچے تک آپ کے جسم کو چیرا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے شبِ معراج میں شق صدر کا انکار کیا ہے' انہوں نے کہا ہے کہ جب آپ بچپن میں بنو سعد کے پاس تھے' صرف اسی وقت آپ کے سینہ کو چیرا گیا تھا' حالانکہ اس انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ متعدد روایات سے شبِ معراج میں شق صدر کا ہونا ثابت ہے' نیز آپ کی بعثت (اعلانِ نبوت) کے وقت بھی آپ کا شق صدر کیا گیا تھا' جیسا کہ امام ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں اس حدیث کی روایت کی ہے' گویا تین بار آپ کا شق صدر کیا گیا اور ان میں سے ہر ایک کی حکمت ہے' پہلی بار شق صدر میں یہ اضافہ ہے جیسا کہ امام مسلم نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ حضرت جبریل نے جما ہوا خون نکالا اور کہا: یہ آپ کے جسم میں شیطان کا حصہ تھا' یہ آپ کے بچپن کا واقعہ ہے' یہ جما ہوا خون اس لیے نکالا گیا تا کہ آپ کی نشوونما شیطان سے عصمت کے ساتھ اکملِ احوال پر ہو' پھر آپ کی بعثت کے وقت دوبارہ آپ کا شق صدر ہوا تا کہ آپ کا زیادہ اکرام ہو اور آپ تطہیر کے کامل حال کے ساتھ قوی قلب سے وحی کو حاصل کریں' پھر تیسری بار معراج کے موقع پر آپ کا شق صدر کیا گیا' تا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے مناجات کے لیے تیار ہوں اور آپ کے قلب کو غسل دینے میں مبالغہ ہو' اور جب معراج کی شب فرشتہ آپ کے گھر کی چھت میں شگاف کر کے آیا تھا تو اس میں بھی یہی حکمت تھی کہ عنقریب آپ کے قلب میں شگاف کیا جائے گا اور بغیر کسی معروف طریقہ علاج کے آپ کا قلب جڑ جائے گا' اور یہ تمام اُمور آپ کا شق صدر کرنا' اور سینہ سے دل کو نکالنا' اور اس کا جڑنا خلافِ عادت ہیں اور ان میں سے کوئی چیز محال نہیں ہے' علامہ قرطبی نے بھی المفہم میں اسی طرح لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی تین بار شق کی یہی وجوہات لکھی ہیں اور یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ اس میں نبی ﷺ کے معجزہ کا اظہار بھی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۱-۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیھی الزرھونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کا شق صدر اس لیے کیا گیا تا کہ آپ کی ثابت قدمی اور طمانیت میں اضافہ ہو اور آپ نے اس رات جو عظیم نشانیاں دیکھیں' آپ میں اس کی قوت حاصل ہو' آپ کا شق صدر چار مرتبہ ہوا ہے:

(۱) جب آپ حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس بچپن میں تھے تا کہ آپ کے جسم سے شیطان کا حصہ زائل کیا جائے۔
(۲) مکہ کے بعض راستوں میں آپ کا شق صدر کیا گیا تا کہ آپ کے بچپن کی کیفیات کو زائل کیا جائے۔
(۳) جب غار حراء میں آپ کے پاس فرشتہ آیا تھا تا کہ آپ کے قلب کو وحی پر ثابت قدم رکھا جائے۔
(۴) معراج کی شب آپ کا شق صدر کیا گیا تا کہ اس رات جو آپ نے غیر معمولی اُمور کا مشاہدہ کرنا ہے' آپ کے دل میں اس کی قوت رکھی جائے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۴ ص ۹۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

مصنف کے نزدیک تین بار شق صدر کی حکمتیں

میرے نزدیک تین بار شق صدر کی وجہ یہ ہے کہ ایمان کے تین درجات ہیں: علم الیقین' عین الیقین اور حق الیقین۔ پہلی بار جب آپ کا شق صدر کیا گیا تو آپ کے قلب میں علم الیقین کے حصول کی استعداد رکھی گئی اور دوسری بار جب آپ کا شق صدر کیا گیا تو آپ کے قلب میں عین الیقین کے حصول کی صلاحیت رکھی گئی اور تیسری بار جب آپ کا شق صدر کیا گیا تو آپ کے قلب میں حق الیقین کی صلاحیت رکھی گئی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب آپ کا متعدد بار شق صدر کیا گیا اور کسی بار بھی آپ کے جسم سے خون کا کوئی قطرہ نکلا نہ آپ کو کوئی درد ہوا' تو ظاہر ہو گیا کہ آپ بے مثل ہیں' کیونکہ کوئی مخلوق بھی ایسی نہیں ہے جس کے سینہ کو ابتداء سے لے کر زیر ناف تک چیر دیا جائے' پھر اس کے جسم سے خون نکلے نہ اس کو درد ہو۔ اور اس واقعہ سے ظاہر ہو گیا کہ ہم ایسے ہیں کہ ہمارے جسم میں کانٹا بھی چبھے تو ہم سے برداشت نہیں ہوتا اور آپ ایسے ہیں کہ آپ کے پورے سینہ کو بھی چیر دیا جائے تو آپ کو کچھ نہیں ہوتا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ جب ہمارے جسم میں سرجری کی جائے تو پہلے ہم کو بے ہوش کیا جاتا ہے اور آپ کو بے ہوش کیے بغیر آپ کے جسم میں سرجری کی گئی۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ سے ظاہر ہو گیا کہ آپ کا جسم انتہائی لطیف ہے' جیسے پانی میں چھری چلائی جائے تو پانی کی لطافت کی وجہ سے اس پر چھری کا کوئی اثر نہیں ہوتا' اسی طرح آپ کے جسم پر بھی اس چھری کے چلنے سے کوئی اثر نہیں ہوا۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ پھر آپ کے دل کو نکال کر سونے کے طشت میں رکھا گیا' اگر دل کو سینہ سے نکال کر باہر رکھ دیا جائے تو بغیر کسی سبب کے کوئی ذی روح زندہ نہیں رہتا' پھر یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیسا عظیم معجزہ ہے کہ متعدد بار آپ کے سینہ سے دل نکال کر باہر رکھا گیا' اس کے باوجود آپ نہ صرف زندہ رہے بلکہ تمام احوال و کیفیات کو ملاحظہ فرماتے رہے' جب آپ کے سینہ سے دل نکال لیا گیا اور آپ پھر بھی زندہ رہے تو معلوم ہوا کہ آپ اپنی حیات میں دل کے محتاج نہیں ہیں' جب کہ ہر ذی روح اپنی حیات میں دل کا محتاج ہوتا ہے۔

کوئی ذی روح ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور ہوا صرف دو سو میل تک ہے' اسی لیے خلاء نورد جب چاند پر گئے تو اپنے ساتھ اضافی آکسیجن لے کر گئے' چاند تو صرف پونے دو لاکھ میل کی مسافت پر ہے اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو چاند' سورج' آسمانوں سے ماوراء بلکہ عرش کے بھی پرے گئے تھے اور آپ کے ساتھ کوئی اضافی آکسیجن نہیں تھی' معلوم ہوا کہ ہر ذی روح آکسیجن اور ہوا کا محتاج ہے' کائنات میں صرف آپ ہیں جو ہوا اور آکسیجن کے محتاج نہیں ہیں۔

ہر ذی روح کھانے پینے کا محتاج ہوتا ہے' اس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا' ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے پینے کے محتاج نہیں ہیں' آپ نے وصال کے روزے رکھے' کھانا پینا چھوڑ دیا اور آپ کی صحت اور توانائی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

ہر ذی روح اپنے ہونے میں وقت اور جگہ کا محتاج ہے' آپ شب معراج وہاں پہنچے جہاں وقت ہے نہ جگہ ہے' لازمان اور لامکان میں گئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سب اپنی حیات میں دل اور ہوا کے محتاج ہیں' کھانے اور پینے کے محتاج ہیں' زمان و مکان کے محتاج ہیں اور آپ ان میں سے کسی کے محتاج نہیں ہیں۔

آپ کے قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کی توجیہات

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ کے دل کو سینہ سے نکال کے سونے کے طشت میں رکھا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

(آپ کے قلب اطہر کو) طشت میں اس لیے رکھا کہ عرف اور عادت یہ ہے کہ کسی چیز کو دھو کر طشت اور تھال میں رکھا جاتا ہے' اور سونے کے طشت میں اس لیے رکھا کہ سونے کا برتن سب سے افضل دھات کا برتن ہے' اور سونے کی دھات میں ایسے خواص ہیں جو کسی اور دھات میں نہیں ہیں' بعض ازاں یہ ہیں: (۱) سونا جنت کے برتنوں میں سے ہے (۲) سونے کو آگ کھاتی ہے نہ مٹی کھاتی ہے نہ اس کو زنگ لگتا ہے (۳) سونا تمام جواہر میں سب سے زیادہ ثقیل ہے' اس لیے یہ ثقل وحی کے مناسب ہے (۴) سونے کو عربی میں ذہب کہتے ہیں: اور اذھب کا معنی ہے: لے جانا اور دور کرنا اور سونا بھی نجاست کو دور کرتا ہے (۵) ذھاب کا معنی ہے: جانا اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا موقع تھا' اس لیے ذہب کا برتن لایا گیا جو اللہ تعالیٰ کی طرف جانے پر دلالت کرے (۶) سونا دنیا میں سب سے افضل دھات ہے اور دلوں میں سب سے افضل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ہے' اس لیے اس کو رکھنے کے لیے سب سے افضل دھات کا برتن لایا گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مردوں پر تو سونے کے برتنوں کا استعمال حرام ہے' پھر آپ کے دل کو رکھنے کے لیے سونے کا برتن کیوں لایا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ سونے کے برتنوں کے استعمال کی تحریم سے پہلے کا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ سونے کے برتن کو فرشتے استعمال کر رہے تھے اور سونے کا استعمال مردوں پر حرام ہے' فرشتوں پر نہیں' تیسرا جواب یہ ہے کہ معراج میں پیش آنے والے اکثر اُمور کا تعلق غیب اور آخرت سے ہے اور سونے کے استعمال کی حرمت دنیا میں ہے' آخرت میں نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۲' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی اور علامہ زرھونی نے بھی یہی توجیہات کی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۱' الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۲ ص ۹۴)

میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عام مسلمانوں کو جو نعمتیں جنت میں عطاء کی جائیں گی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نعمتیں دنیا میں ہی عطاء کر دی گئی ہیں' دیکھیے چار سے زائد نکاح کی نعمت عام مسلمانوں کو جنت میں عطاء کی جائے گی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نعمت دنیا میں ہی عطاء کر دی گئی ہے' اللہ عزوجل کے دیدار کی نعمت عام مسلمانوں کو جنت میں عطاء کی جائے گی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نعمت دنیا میں ہی عطاء کر دی گئی' اسی طرح عام مسلمانوں کو سونے کے برتنوں میں استعمال کی نعمت جنت میں عطاء کی جائے گی اور آپ کو یہ نعمت دنیا میں ہی عطاء کر دی گئی ہے' یہ وہ جواب ہے جس میں بحمدہٖ تعالیٰ میں متفرد ہوں' میرے علاوہ یہ جواب کسی اور نے نہیں لکھا۔

زمزم کے پانی سے آپ کے قلب اطہر کو غسل دینے سے مقصود زمزم کی برکت میں اضافہ کرنا تھا

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر میرے قلب کو غسل دیا گیا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم کی روایت میں ہے: پس میرے دل کو نکالا گیا' پھر اس کو زمزم کے پانی سے غسل دیا گیا۔ اس حدیث میں زمزم کے

پانی کی تمام دنیا کے پانیوں پر فضیلت ہے۔

علامہ ابن ابی جمرۃ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب کو جنت کے پانی سے غسل نہیں دیا گیا کیونکہ زمزم کے پانی کی اصل جنت کا پانی ہے' پھر اس پانی کو زمین میں رکھا گیا اور اس پانی سے زمین میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت کو باقی رکھا گیا۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدِ امجد ہیں اور ان کی والدہ کے لیے حضرت جبریل علیہ السلام نے زمین پر اپنا پر مار کر زمزم کا چشمہ جاری کیا تھا' پس جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہِ الوہیت میں حاضر ہو رہے تھے اور اس سے مناجات کرنے جا رہے تھے' تو مناسب یہ تھا کہ آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے غسل دیا جاتا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اور کہا جاتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی برکت کو باقی رکھنے کے لیے زمزم کے پانی سے غسل دیا گیا کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پیر کی ضرب سے زمزم جاری ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ اص ۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمزم کی طرف آئے' ہم نے آپ کے لیے ایک ڈول میں پانی نکالا' آپ نے وہ پانی پیا' پھر اس ڈول میں کلی کر دی' ہم نے اس ڈول کو زمزم کے کنویں میں ڈال دیا' پھر آپ نے فرمایا: اگر تم زمزم پر مغلوب نہ ہو جاتے تو میں اپنے ہاتھ سے پانی نکالتا۔

اس حدیث کی تحقیق میں علامہ شعیب الارنؤط نے لکھا ہے:

اس حدیث کی سند صحیح ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۹۳' طبع قدیم)

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۲ طبع قدیم' مسند احمد: ۳۵۲۷۔ ج ۵ ص ۳۶۶' موسسۃ الرسالۃ' بیروت' المعجم الطبرانی: ۱۱۱۶۵' امام بخاری نے بھی اسی کی مثل روایت کی ہے: صحیح البخاری: ۱۶۳۵' صحیح ابن خزیمہ: ۲۹۴۶' صحیح ابن حبان: ۳۸۹۴' المستدرک ج ۱ ص ۴۷۵' سنن بیہقی ج ۵ ص ۱۴۷' حاشیہ مسند احمد ج ۵ ص ۳۶۷' موسسۃ الرسالۃ' بیروت)

شیخ ظفر احمد عثمانی تھانوی متوفی ۱۳۹۴ھ نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

(اعلاء السنن ج ۷ ص ۳۲۲۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد شیخ ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ زمزم کے ڈول میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلی کرنے سے اور پھر اس ڈول کے پانی کو زمزم کے کنویں میں ڈالنے سے زمزم کے پانی کی برکت دوبالا ہو گئی اور اس کی لذت میں اضافہ ہو گیا اور اس کی شفاء' نورانیت اور اس کی طہوریت کئی گنا بڑھ گئی' سو آپ اپنی اُمت پر کس قدر رحیم اور شفیق ہیں کہ آپ اس سے راضی نہیں ہوئے کہ آپ کے بعد قیامت تک آنے والی آپ کی اُمت آپ کے پس ماندہ لعاب اور اس کے طہور کی برکت سے محروم رہے' آپ پر ہمارے آباء واجداد اور اُمہات اور جدات فدا ہوں اور آپ پر اور آپ کی آل اور اصحاب پر آپ کے تمام احباب پر ہمیشہ ہمیشہ صلوٰۃ وسلام نازل ہوتا رہے۔ (آمین!) (اعلاء السنن ج ۷ ص ۳۲۲۵' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

زمزم کے فضائل میں احادیث' آثار اور اقوالِ علماء

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما زمزم سے پانی پیتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں تجھ سے علم نافع' وسیع

رزق اور ہر بیماری سے شفاء کا سوال کرتا ہوں۔ (سنن دار قطنی: ٢٧١٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٧ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب زمزم کے پانی کو پیا جائے' سو تم اس کو شفاء طلب کرنے کی نیت سے پیو تو اللہ تعالیٰ تم کو شفاء عطاء فرمائے گا اور اس کو سیر ہونے کی نیت سے پیو تو اللہ تعالیٰ تم کو سیر کر دے گا اور اگر تم زمزم کو پیاس بجھانے کے لیے پیو تو اللہ تعالیٰ تمہاری پیاس بجھا دے گا۔

(سنن دار قطنی: ٢٧١٣' المستدرک ج ١ ص ٤٧٣' سنن بیہقی ج ٥ ص ٢٠٢' سنن ابن ماجہ: ٣٠٦٢)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ٦٦٨ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ زمزم کی یہ صفات قیامت تک کے لیے ہیں' بہ شرطیکہ پینے والے کی نیت صحیح ہو اور ان صفات کی تکذیب نہ کرتا ہو اور زمزم کو آزمانے کے لیے نہ پئے کیونکہ اللہ تعالیٰ توکل کرنے والے کی مدد فرماتا ہے' آزمانے والوں کو رسوا کرتا ہے' اور امام عبداللہ محمد بن علی ترمذی نے کہا: میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ ایک اندھیری رات میں' میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا' مجھے بڑے زور سے پیشاب آیا' میں اس کو روکتا رہا حتیٰ کہ مجھے بہت تکلیف ہوئی اور مجھے یہ خدشہ تھا کہ اگر میں مسجد سے نکلا تو میں بعض آدمیوں کے قدموں تلے روندا جاؤں گا' اور یہ حج کے ایام تھے' اس وقت مجھے یہ حدیث یاد آئی' میں زمزم پر آیا اور خوب سیر ہو کر زمزم کے پانی کو پیا' پھر صبح تک مجھے پیشاب کی ضرورت نہیں ہوئی۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ٩ ص ٣٢٥-٣٢٤' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

ایمان اور حکمت کو قلبِ اطہر میں بھرنے کی کیفیت اور حکمت کی تعریف

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر اس میں (یعنی قلب میں) ایمان کو بھر دیا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

بدء الخلق کی حدیث میں حکمت کا اضافہ ہے' یعنی میرے قلب میں ایمان اور حکمت کو بھر دیا۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس طشت میں ایسی چیز تھی جس سے کمالِ ایمان اور کمالِ حکمت میں اضافہ ہوا' آپ کے دل میں جو ایمان اور حکمت کو بھرا تھا' ہو سکتا ہے کہ اس سے حقیقت مراد ہو اور معانی کو مجسم کرنا جائز ہے' جیسا کہ حدیث میں ہے کہ سورۃ البقرۃ قیامت کے دن سائبان کی طرح آئے گی' اور حدیث میں ہے کہ موت مینڈھے کی صورت میں ہے' اور اسی طرح اعمال کا جسمانی صورتوں میں وزن کیا جائے گا۔

قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ یہ باب تمثیل سے ہے کیونکہ معانی کو بہ کثرت متمثل کیا جاتا ہے جیسے دیوار میں ایک جانب جنت اور دوزخ کی مثال بنائی گئی' اس کا فائدہ یہ ہے کہ معنوی چیز کو بہ طور محسوس منکشف کیا جائے۔

حکمت کی زیادہ صحیح تعریف یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کی جگہ میں رکھنا حکمت ہے' اور یہ بھی کہا گیا کہ کتاب اللہ کی فہم حکمت ہے' اور دوسری تعریف کی بناء پر کبھی حکمت ایمان کے ساتھ پائی جاتی ہے اور کبھی اس کے بغیر اور پہلی تعریف کی بناء پر ایمان اور حکمت ایک دوسرے کو لازم ہیں' کیونکہ ایمان حکمت پر دلالت کرتا ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ — اور جسے حکمت دی گئی تو بے شک اس کو بہت بھلائی دی گئی۔

(البقرہ: ٢٦٩)

(فتح الباری ج ٥ ص ٨٢' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ عینی نے اسی شرح کا اپنے انداز سے خلاصہ لکھا ہے اور اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٣١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیہی الزرہونی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

حکمت اور ایمان ہر چند کہ معانی میں سے ہیں اور جسم نہیں ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ کے علم میں ان کی صورتیں اور شکلیں ہیں' پس طاعات کی صورتیں نورانی ہیں اور معاصی کی صورتیں ظلمانی ہیں اور حکمت کی تعریف یہ ہے:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حکمت وہ علم ہے' جو اللہ تعالیٰ کی معرفت پر مشتمل ہے اور اس میں بصیرت' تہذیب نفس اور تحقیق حق اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے کا نفوذ ہے اور خواہش نفس اور باطل سے اجتناب ہے۔

علامہ مناوی نے عراقی کی شرح الفیہ میں کہا ہے کہ حدیث میں جو شق صدر اور دل کے نکالنے کا ذکر ہے' اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کی تاویلات میں نہیں پڑنا چاہیے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٢ ص ٩٥' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٢٩ھ)

قلب اطہر کو سینہ سے نکالنے میں آپ کا معجزہ اور اس کو غسل دینے کی حکمت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

یہ قصہ ایسے خلاف عادت اُمور پر مشتمل ہے جس سے سننے والا مدہوش ہو جاتا ہے' چہ جائے کہ جو مشاہدہ کرنے والا ہو' کیونکہ عام عادات کے مطابق جس کا پیٹ چاک کر دیا جائے اور اس کا دل نکال لیا جائے' وہ لامحالہ مر جاتا ہے' اس کے باوجود پیٹ چاک کرنے سے اور دل نکالنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ضرر ہوا نہ درد ہوا۔

علامہ ابن ابی جمرۃ نے کہا ہے کہ اگرچہ بغیر شق صدر کے بھی آپ کے قلب میں ایمان اور حکمت کو بھرا جا سکتا تھا' تاہم شق صدر کرنے میں آپ کی قوتِ یقین کو زیادہ کرنا مقصود تھا' کیونکہ جب آپ نے اپنے پیٹ کو شق ہوتے ہوئے دیکھا اور یہ دیکھا کہ اس سے آپ کو کوئی ضرر نہیں ہوا تو آپ کا اس پر یقین زیادہ ہو گیا کہ اللہ کی راہ میں آپ کو کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ ایک بحث یہ ہے کہ قلب کو غسل دینا صرف آپ کی خصوصیت ہے یا دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی غسل دیا گیا تھا' امام طبرانی نے بنی اسرائیل کے تابوت کے قصہ میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ اس تابوت میں وہ طشت تھا جس سے انبیاء علیہم السلام کے قلوب کو غسل دیا جاتا تھا' اس حدیث سے یہ معلوم ہوا ہے کہ باقی انبیاء علیہم السلام بھی قلب کے دھوئے جانے میں شریک ہیں' اس کی نظیر براق پر سوار ہونے کی بحث ہے' آیا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے یا باقی انبیاء علیہم السلام بھی براق پر سوار ہوئے ہیں۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٨٣' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

شب معراج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو غسل دینے کی یہ حکمت بھی بیان کی جاتی ہے کہ جب ظاہری مسجد میں جانا ہو تو ظاہر کو غسل دیا جاتا ہے اور اب چونکہ باطنی مسجد یعنی عرشِ الٰہی میں داخل ہونے کا وقت تھا' اس لیے آپ کے باطن یعنی قلب اطہر کو غسل دیا گیا۔

بُراق کی صفات اور آپ کو براق پر سوار کرانے کی حکمت

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر میرے پاس ایک سواری لائی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی۔ جارود نے کہا: وہی براق تھا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

ہر چند کہ یوں بھی ہو سکتا تھا کہ آپ کے اور مسجد حرام کی درمیان کی مسافت کو لپیٹ دیا جاتا اور آپ براق پر سواری کیے بغیر مسجد اقصیٰ پہنچ جاتے' لیکن عرف اور عادت یہ ہے کہ جب بادشاہ اپنے خواص اور مقربین کو بلاتا ہے تو ان کے لیے سواری بھیجتا ہے' اس لیے آپ کو براق پر سوار کرا کر بلایا گیا۔ بُراق کے ذریعہ آپ کو بلانے کی دوسری حکمت یہ تھی کہ یہ بتایا جائے کہ یہ جدال اور قتال کا موقع نہیں تھا' بلکہ امن اور سلامتی کا موقع تھا' اس لیے آپ کو ایسی سواری پر سوار کر کے بلایا گیا' جو غیر معمولی رفتار سے چلتی تھی۔

امام بخاری کی روایت میں ہے کہ براق منتہائے نظر پر قدم رکھتا تھا' اور امام ابویعلیٰ اور امام بزار نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ جب براق پہاڑ پر آتا تو اپنی پچھلی ٹانگیں اُٹھالیتا اور جب پہاڑ سے اترتا تو اپنی اگلی ٹانگیں اٹھالیتا' امام ابن سعد نے واقدی سے روایت کی ہے کہ براق کے دو پَر تھے' لیکن میں نے اس کو کسی اور روایت میں نہیں دیکھا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ نہیں بیان کیا گیا کہ براق اُڑ کر جارہا تھا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی مخصوص بندہ کی تکریم کرتا ہے حتیٰ کہ طویل مسافت اس کو قلیل زمانہ میں طے کرادیتا ہے تو اس پر سفر کے احکام جاری نہیں کرتا۔

براق کا لفظ''بـریق'' سے ماخوذ ہے کیونکہ روایت ہے کہ اس کا رنگ سفید تھا' یا''بـرق'' سے ماخوذ ہے کیونکہ وہ بہت تیزی اور سرعت سے چلتا تھا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ براق کا لفظ کسی سے مشتق نہ ہو۔

علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا ہے کہ براق آپ کے ساتھ مخصوص تھا کیونکہ اس کا کوئی مالک نہیں تھا' جب کہ دوسرے جانوروں کا کوئی نہ کوئی مالک ہوتا ہے' اور یہ بھی ہوسکتا تھا کہ آپ براق پر سواری کیے بغیر بھی پہنچ جاتے لیکن براق پر سوار ہو کر جانے میں آپ کی زیادہ تکریم اور عزت افزائی ہے' کیونکہ اگر آپ بغیر براق کے از خود جاتے تو پیدل جاتے اور پیدل جانے والے کی بہ نسبت سواری پر سوار ہو کر جانے والا زیادہ معزز ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

براق پر سوار کرنے کی حکمت' براق کی شوخی کی حکمت اور یہ بیان کہ حضرت جبریل سفر میں رفیق تھے۔۔۔ یا سوار ہونے میں؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو براق پر سوار کرانے کی حکمت فیض الٰہی سے مجھ پر اسی طرح منکشف ہوئی ہے کہ مسافتِ بعیدہ کو قلیل وقت میں طے کرانا تو اولیاء کرام کے لیے بھی ہوتا ہے' لیکن کسی کو سواری پر سوار کرایا جائے اور پلک جھپکنے میں وہ سواری مسافت بعیدہ کو قطع کرے' یہ چیز صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔

ابن دحیہ نے کہا ہے کہ ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور نبی براق پر سوار نہیں ہوا' لیکن یہ قول حسبِ ذیل روایت کی وجہ سے ردّ کردیا گیا ہے:

امام ترمذی' حضرت انس رضی اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ شبِ معراج' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس براق لایا گیا' اس پر زین کسی ہوئی تھی اور منہ میں لگام تھی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر سوار ہونا دشوار ہوا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے براق سے کہا: تجھے اس سرکشی پر کس نے برانگیختہ کیا ہے' اللہ کی قسم! تجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مکرم کوئی مخلوق سوار نہیں ہوئی۔ امام ابن حبان نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

امام نسائی اور امام ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے براق کو انبیاء علیہم السلام کے لیے مسخر کیا جاتا تھا۔

نیز روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجر اور حضرت اسماعیل علیہما السلام سے ملاقات کا ارادہ کرتے اور اس وقت یہ دونوں مکہ میں تھے تو حضرت ابراہیم براق پر سوار ہو کر جاتے' براق نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہونے کے وقت سرکشی کی' اس کی توجیہ میں علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ براق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہونے پر خوشی سے اُچھل کود رہا تھا' اور حضرت جبریل نے اس کو بولنے پر آمادہ کیا' اسی وجہ سے براق شرمندہ ہو کر پسینہ میں ڈوب گیا' اسی کی مثل پہاڑ کا خوشی سے جھومنا ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پرسکون ہوجا! تجھ پر ایک نبی' ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ سو اس پہاڑ کا جھومنا بھی خوشی سے تھا' غضب سے نہیں تھا۔

میں نے اپنے ماہر اساتذہ سے سنا ہے کہ براق آپ کے سوار ہونے کے وقت اس لیے سرکشی کررہا تھا تاکہ وہ آپ سے یہ وعدہ

لے کہ قیامت کے دن بھی آپ اس پر سوار ہوں گے جب آپ نے اس سے یہ وعدہ کر لیا تو وہ پرسکون ہو گیا۔

اسی وجہ سے درج ذیل آیت کی تفسیر میں ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ○ (الضحیٰ:٥) عنقریب آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے ○

بے شک اللہ نے آپ سے وعدہ کیا ہے کہ جنت میں آپ کو چالیس ہزار براق عطاء فرمائے گا' جو جنت کی چراگاہوں میں چر رہے ہیں۔

شرفِ مصطفیٰ میں مذکور ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے براق کی رکاب پکڑی ہوئی تھی اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے براق کی لگام پکڑی ہوئی تھی۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق پر سوار ہو گئے تو پھر حضرت جبریل نے کیا' کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام احمد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق پر سوار ہوئے تو حضرت جبریل بھی آپ کے پیچھے براق پر بیٹھ گئے' حتیٰ کہ وہ دونوں بیت المقدس تک پہنچ گئے۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت حذیفہ نے اس حدیث کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت نہیں کی' اس لیے ہو سکتا ہے کہ یہ بات انہوں نے اپنے اجتہاد سے کہی ہو' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت جبریل اس سفر میں آپ کے رفیق ہوں اور براق پر سواری میں آپ کے رفیق نہ ہوں اور ابن دحیہ وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ حضرت جبریل بُراق کے قائد تھے یا اس کو چلانے والے تھے یا راہ نما تھے اور ہم نے یہ اس لیے کہا ہے کہ معراج کا قصہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم کے لیے ہے' اس میں کسی اور احتمال کی گنجائش نہیں ہے' اور امام ابن حبان کی روایت سے یہ صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبریل آپ کے ساتھ براق پر سوار تھے۔

اس شرح کا اکثر حصہ حافظ ابن حجر کی فتح الباری سے منقول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۲' فتح الباری ج ۵ص ۸۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد اقصیٰ سے آسمانوں پر براق کے ذریعہ گئے تھے یا معراج کے ذریعہ اور معراج کا معنی اور اس کی صفت

اس حدیث میں مذکور ہے: پس حضرت جبریل مجھے لے گئے حتیٰ کہ آسمانِ دنیا پر آئے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پس حضرت جبریل مجھے لے گئے' اور بدء الخلق کی حدیث میں ہے کہ پس میں حضرت جبریل کے ساتھ گیا' ان میں کوئی تغایر نہیں ہے کیونکہ بدء الخلق کی روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ آسمان پر چڑھنے میں حضرت جبریل علیہ السلام کے محتاج نہیں تھے بلکہ دونوں ایک ساتھ ایک درجہ میں تھے' لیکن اکثر روایات پہلی حدیث کی طرح ہیں' کتاب الصلوٰۃ کی پہلی حدیث میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت اسی طرح ہے: پھر حضرت جبریل نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے چڑھایا' اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام اس حالت میں آپ کے راہ نما تھے' نیز فرمایا: حتیٰ کہ آسمان دنیا پر آئے۔ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ براق پر ہی مستمر رہے حتیٰ کہ آپ آسمان پر چڑھ گئے' اور علامہ ابن ابی جمرہ کے کلام کا بھی یہی تقاضا ہے' لیکن اس روایت کے علاوہ دوسری روایات میں یہ مذکور ہے کہ آپ آسمانوں تک براق پر سوار نہیں تھے بلکہ آپ معراج (سیڑھی) پر چڑھے' جیسا کہ امام ابن اسحاق اور امام بیہقی کی دلائل النبوۃ میں اس کی تصریح ہے' اس کی عبارت یہ ہے کہ میرے پاس خچر کے برابر ایک جانور لایا گیا' جس

کے کان ہل رہے تھے' جس کو براق کہا جاتا تھا' اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام اس پر سوار ہوتے تھے' سو میں اس پر سوار ہوا' پھر فرمایا: پھر میں اور حضرت جبریل علیہ السلام بیت المقدس میں داخل ہوئے' سو میں نے وہاں نماز پڑھی' پھر میرے پاس معراج (سیڑھی) لائی گئی' اور امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوسعید نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' آپ فرمارہے تھے: جب میں بیت المقدس کے معاملات سے فارغ ہوا تو میرے پاس ایسی سیڑھی لائی گئی کہ ایسی حسین سیڑھی میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی' پس میرے ساتھی (حضرت جبریل) نے مجھے اس پر چڑھایا حتیٰ کہ میں آسمان کے دروازوں میں سے کسی دروازہ تک پہنچا۔ (الحدیث)
اور کعب کی روایت میں ہے: میرے لیے ایسی سیڑھی لائی گئی جس کا ایک ڈنڈا چاندی کا تھا اور ایک ڈنڈا سونے کا تھا' حتیٰ کہ آپ اور حضرت جبریل اس سیڑھی پر چڑھے' اور شرف المصطفیٰ میں حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ جنت الفردوس سے آپ کے لیے سیڑھی لائی گئی اور وہ موتیوں سے آراستہ تھی اور اس کے دائیں جانب اور بائیں جانب فرشتے تھے' اور سیڑھیوں کی مختلف صفات سے یہ معلوم ہوا کہ یہ متعدد واقعات تھے' یا راوی نے سیڑھیوں کی صفات کے بیان میں تقصیر کی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ میرے پاس براق کو لایا گیا' پھر اس کی وہی صفات بیان فرمائیں' فرمایا: میں اس پر سوار ہوا حتیٰ کہ میں بیت المقدس پر آیا' پھر میں نے براق کو اسی حلقہ میں باندھا جہاں انبیاء علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھتے ہیں' پھر میں مسجد میں داخل ہوا اور وہاں میں نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر میں نکلا تو حضرت جبریل میرے پاس دو برتن لے کر آئے' پھر اس کا قصہ بیان کیا' پھر مجھے آسمان پر چڑھایا گیا' اس حدیث کا کچھ حصہ کتاب الصلوٰۃ کے شروع میں گزر چکا ہے' امام بیہقی نے کہا ہے کہ جس نے براق کو باندھنے اور بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے' اس کی روایت اس سے زیادہ صحیح ہے' جس نے اس کی نفی کی ہے۔

امام بزار نے حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ شب معراج حضرت جبریل بیت المقدس میں ایک پتھر کے پاس آئے اور اس میں انگلی رکھی تو اس میں سوراخ ہو گیا' پس اس کے ساتھ براق کو باندھ دیا۔ سنن ترمذی میں بھی اسی کی مثل روایت ہے۔

مسجد اقصیٰ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز پڑھنے پر حضرت حذیفہ کا انکار کرنا' اس کا جواب اور متعدد احادیث سے آپ کے نماز پڑھنے کا ثبوت

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المقدس میں نماز پڑھی' ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر آپ نے بیت المقدس میں نماز پڑھی ہوتی تو ہم پر بھی بیت المقدس میں نماز لکھی جاتی' جس طرح بیت الحرام میں ہم پر نماز پڑھنے کو لکھا گیا ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان کی مراد یہ ہے کہ ''بیت المقدس میں نماز فرض تھی تو بیت الحرام میں بھی نماز فرض ہوگی'' تو یہ تلازم ٹھیک نہیں ہے' اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ بیت المقدس میں نماز جائز اور مشروع ہو تو پھر بیت الحرام میں بھی نماز جائز اور مشروع ہوگی تو پھر یہ تلازم صحیح ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المقدس میں نماز کو مشروع کیا ہے' جیسا کہ آپ نے فرمایا: مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے سوا سفر کے لیے اونٹنی پر کجاوے کسنا جائز نہیں ہے' اور آپ نے کئی حدیثوں میں مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

امام بیہقی نے حضرت ابوسعید سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ: حتیٰ کہ میں بیت المقدس پر آیا اور میں نے اپنی سواری کو وہاں باندھا جہاں انبیاء علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھتے ہیں' پھر میں اور حضرت جبریل مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے' پھر ہم میں سے ہر ایک نے دو رکعت نماز پڑھی۔

نبی ﷺ کا مسجد اقصیٰ میں نبیوں کی امامت کرانا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ پھر میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے انبیاء علیہم السلام کو پہچانا' ان میں سے بعض قیام میں تھے' بعض رکوع میں تھے اور بعض سجدہ میں تھے' پھر نماز کی اقامت کہی گئی اور میں نے ان کی امامت کی۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ میں تھوڑی دیر مسجد میں ٹھہرا' حتیٰ کہ بہت لوگ جمع ہو گئے' پھر مؤذن نے اذان دی' پس نماز کی اقامت کہی گئی' پھر ہم نے کھڑے ہو کر نماز کی صفیں بنائیں' پس ہم انتظار کر رہے تھے کہ کون ہماری نماز کی امامت کرے گا تو حضرت جبریل نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے کیا' سو میں نے ان سب کو نماز پڑھائی۔ امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ سے یہ الفاظ روایت کیے ہیں کہ نماز کا وقت آ گیا تو میں نے ان کی امامت کی۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ جب نبی ﷺ مسجد اقصیٰ میں آئے تو آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی' تو اس وقت تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔

نیز امام احمد نے حضرت عمر رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے تو انہوں نے کہا کہ میں اس جگہ نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی تو پھر وہ قبلہ کی طرف بڑھے اور انہوں نے وہاں نماز پڑھی۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ نبی ﷺ نے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مل کر مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی ہو' پھر آپ آسمانوں کی طرف چڑھے ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے آسمانوں سے اترنے کے بعد مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی ہو' جب آپ کے ساتھ دوسرے نبی بھی آسمانوں سے اتر گئے تھے۔

دوسرے علماء نے کہا ہے کہ آپ نے آسمانوں میں جو نبیوں کو دیکھا' وہ اس پر محمول ہے کہ آپ نے ان کی روحوں کو دیکھا' ماسوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے' کیونکہ یہ ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے جسم کے ساتھ آسمان پر اُٹھالیا گیا تھا' اور حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق بھی اسی طرح کہا گیا ہے' اور جن لوگوں نے آپ کے ساتھ بیت المقدس میں نماز پڑھی تھی' ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اجسام مع الارواح کے ساتھ نماز پڑھی ہو' اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے مسجد اقصیٰ میں نبیوں کو جو نماز پڑھائی تھی وہ آسمانوں کی طرف عروج سے پہلے پڑھائی تھی۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٨٥-٨٤' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے اسی شرح کو بہت تلخیص کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٣٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

ملائکہ مقربین کے حضرت جبریل سے اس سوال کی حکمتیں کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟

اس حدیث میں آسمانِ دنیا کا ذکر ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے حضرت ابوسعید سے روایت کی ہے کہ آپ آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر آئے' جس کو باب الحفظۃ کہا جاتا تھا' جس پر ایک فرشتہ مقرر تھا' اس کا نام اسماعیل تھا اور اس کے ماتحت بارہ ہزار فرشتے تھے۔

اس حدیث میں اس دروازہ کے کھلوانے کا ذکر ہے' پس حضرت جبریل علیہ السلام نے آسمان دنیا کا دروازہ کھلوایا تو پوچھا گیا: کون ہے؟ انہوں نے بتایا: جبریل ہے' پوچھا گیا: اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے بتایا: (سیدنا) محمد (ﷺ)' پوچھا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں!

فرشتوں نے جو پوچھا تھا: کیا انہیں مبعوث کیا گیا ہے؟ اس سے مراد اصل بعثت نہیں ہے کیونکہ آپ کی بعثت ملکوت اعلیٰ میں مشہور تھی' ایک قول یہ ہے کہ فرشتوں نے نبی ﷺ پر اللہ کی نعمت پر اظہار تعجب یا اظہار مسرت کے لیے سوال کیا تھا' اور انہیں یہ معلوم تھا کہ کوئی بشر اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر ترقی کر کے یہاں تک نہیں پہنچ سکتا' اور جس کو یہاں پر بلایا نہ گیا ہو اس کو لے کر حضرت جبریل یہاں نہیں آ سکتے۔

فرشتوں نے پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں نے جان لیا تھا کہ حضرت جبریل کے ساتھ ان کا کوئی رفیق ہے' ورنہ وہ یہ پوچھتے کہ آپ کے ساتھ کوئی ہے؟ ان کو یہ اس وجہ سے معلوم ہوا تھا کہ آسمان شفاف ہے اور اس سے آر پار دکھائی دیتا ہے' یا ان کو اس لیے پتا چلا تھا کہ نبی ﷺ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے معمول سے زیادہ انوار کا ظہور ہو رہا تھا' حضرت جبریل نے بتایا کہ وہ (سیّدنا) محمد (ﷺ) ہیں اور ابوالقاسم نہیں کہا' اس سے معلوم ہوا کہ نام کنیت سے زیادہ معروف ہوتا ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ فرشتوں کے سوال کرنے میں حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو اس پر مطلع کرنا چاہتا تھا کہ آپ ملاء اعلیٰ یعنی ملائکہ مقربین کے نزدیک معروف ہیں' کیونکہ انہوں نے پوچھا: کیا انہیں بلایا گیا ہے' اس میں یہ دلیل ہے کہ ملائکہ مقربین یہ جانتے تھے کہ عنقریب آپ کو بلایا جائے گا' ورنہ وہ یہ پوچھتے کہ محمد ﷺ کون ہے؟ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے اسی شرح کو تلخیص کے ساتھ لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۲۔۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ زرھونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ نے بھی لکھا ہے:

جب ملائکہ مقربین نے حضرت جبریل کے ساتھ غیر معمولی انوار دیکھے تو پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۲ ص ۹۵' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

عزت و کرامت کا ہر دروازہ آپ کے نام سے کھلتا ہے

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو آسمانوں پر بلایا گیا تھا' آپ بن بلائے نہیں جا رہے تھے' اور یہ کہ آسمانوں کے دروازے بند تھے' حضرت جبریل نے اپنا نام لیا' پھر بھی آسمان کا دروازہ نہیں کھلا اور جب انہوں نے آپ کا نام نامی (سیّدنا) محمد (ﷺ) لیا تو آسمان کا دروازہ کھل گیا' اس سے معلوم ہوا کہ عزت و کرامت کا کوئی دروازہ آپ کے نام کے بغیر نہیں کھلتا' اسلام کا دروازہ محمد رسول اللہ پڑھنے سے کھلتا ہے' قبر میں اُجالا آپ کا نام لینے سے ہوتا ہے اور جنت کا دروازہ بھی آپ کا نام لینے سے کھلتا ہے۔

مرحبا کا معنیٰ' حضرت آدم نے جن روحوں کو دیکھا وہ اجسام میں داخل ہو چکی تھیں یا نہیں' ---------

آیا کفار کی ارواح کے لیے بھی آسمان کا دروازہ کھولا گیا تھا؟

فرشتوں نے کہا: آپ کو مرحبا ہو!

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

فرشتوں نے مرحبا کہا' اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے لیے کشادگی اور وسعت ہے' اس لفظ میں انشراح سے کنایہ ہے' علامہ ابن المنیر نے اس سے یہ استنباط کیا ہے کہ لفظ سلام کے بغیر بھی سلام کا جواب دینا جائز ہے' تاہم اس پر یہ اعتراض ہے کہ فرشتوں کا مرحبا کہنا

سلام کا جواب نہیں ہے۔علامہ ابن ابی جمرۃ نے اس پر متنبہ کیا ہے کہ حضرت جبریل نے ہر نبی سے ملاقات کے وقت آپ سے کہا تھا کہ آپ ان کو سلام کیجئے' پس میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا۔اسی میں یہ اشارہ ہے کہ آپ نے ان نبیوں کو اس سے پہلے دیکھا ہوا تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: پس اس آسمان میں حضرت آدم تھے' تو حضرت جبریل نے کہا: یہ آپ کے باپ حضرت آدم ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت انس کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت ابوذر نے ان روحوں کا ذکر کیا جو حضرت آدم کی دائیں جانب اور ان کی بائیں جانب تھیں' اور ان روحوں سے مراد وہ روحیں ہیں جو ابھی جسموں میں داخل نہیں ہوئی تھیں' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان روحوں سے مراد وہ روحیں ہوں جو اجسام سے نکل چکی ہوں اور حضرت آدم نے ان روحوں کو جو آسمانِ دنیا میں دیکھا تھا' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان روحوں کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہوں' کیونکہ کفار کی روحوں کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔

امام بیہقی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ پس اس وقت میں نے حضرت آدم کو دیکھا جن کے سامنے ان کی اولاد میں سے مؤمنین کی روحیں پیش کی جا رہی تھیں' پس حضرت آدم کہہ رہے تھے: یہ پاک روح ہے اور پاکیزہ نفس ہے' اس کو علیین میں رکھ دو' پھر ان کی اولاد میں سے فجار کی روحیں پیش کی جا رہی تھیں تو حضرت آدم کہہ رہے تھے: یہ خبیث روح ہے اور خبیث نفس ہے' اس کو سجین میں رکھ دو۔

امام بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے: پس حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں طرف ایک دروازہ تھا جس سے پاکیزہ خوشبو آ رہی تھی اور ان کی بائیں طرف ایک دروازہ تھا جس سے خبیث بدبو آ رہی تھی' پس ان دونوں حدیثوں سے یہ ظاہر ہو گیا کہ حضرت آدم نے جو کفار کی روحوں کو دیکھا تھا' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کفار کی روحیں آسمان کے دروازوں میں داخل ہوئی ہوں۔

انبیاء علیہم السلام نے جو آپ کو صالح کہا' اس کی حکمت

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: صالح بیٹے اور صالح نبی کو مرحبا ہو۔

انبیاء علیہم السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے صرف صالح کے وصف کو ذکر کرنے پر اقتصار کیا کیونکہ صالحیت ایسی صفت ہے جو خیر کے تمام اوصاف کو شامل ہے' اسی وجہ سے ہر نبی نے آپ کی اس صفت کا ذکر کیا' اور صالح اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے تمام فرائض و واجبات کو ادا کرے اور بندوں کے تمام حقوق کو بھی ادا کرے' حضرت آدم نے جو آپ کو صالح بیٹا کہا' اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو آپ کے باپ ہونے پر فخر تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ٨٦' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ عینی نے اسی شرح کو انتہائی اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٧ ص ٣٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ زرقانی مالکی متوفی ١١٢٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں طرف دوزخیوں کی روحیں تھیں اور قرآن مجید میں ہے:

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ (الاعراف: ٤٠) کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔

اب یہ اعتراض ہے کہ جب کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے تو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف دوزخیوں

کی روحیں کیسے موجود تھیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کی روحیں دوزخ میں ہی تھیں' لیکن حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب ان کو حضرت آدم علیہ السلام کے لیے منکشف کر دیا گیا تھا' یا حضرت آدم علیہ السلام کو وہ روحیں دکھائی گئی تھیں جو ابھی تک اجسام میں داخل نہیں ہوئی تھیں' یہ روحیں اجسام سے پہلے پیدا کی گئی تھیں اور ان کا مستقر حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں اور بائیں جانب تھا۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۲ص ۹۶' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس عبارت میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے جواب کی تفصیل ہے۔

خالہ زاد بھائیوں اور پھوپھی زاد بھائیوں کا فرق' اور آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام کی منازل

پھر حضرت جبریل مجھے لے کر چڑھے حتیٰ کہ دوسرے آسمان پر آئے' پس وہاں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تھے جو دونوں ایک دوسرے کے خالہ زاد ہیں۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ابن السکیت نے لکھا ہے: ان دونوں کو خالہ کے بیٹے کہا جاتا ہے' پھوپھی کے بیٹے نہیں کہا جاتا' اسی طرح چچا کے بیٹے کہا جاتا ہے' ماموں کے بیٹے نہیں کہا جاتا اور انہوں نے اس کا سبب نہیں بیان کیا' اس کا سبب یہ ہے کہ خالہ کے بیٹوں میں یہ لازم ہے کہ ہر ایک کی ماں دوسرے کی خالہ ہو اور پھوپھی کے بیٹوں میں یہ لازم نہیں ہے۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے پہلے آسمان میں حضرت آدم کو دیکھا اور دوسرے آسمان میں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ کو دیکھا اور تیسرے آسمان میں حضرت یوسف کو دیکھا اور چوتھے آسمان میں حضرت ادریس کو دیکھا اور پانچویں آسمان میں حضرت ہارون کو دیکھا اور چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ کو دیکھا اور ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا۔ زہری نے حضرت انس کی مخالفت کی ہے اور انبیاء علیہم السلام کے اسماء کا ذکر نہیں کیا اور انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم کو چھٹے آسمان میں دیکھا' اور شریک نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ حضرت ادریس تیسرے آسمان میں تھے اور حضرت ہارون چوتھے آسمان میں تھے اور صحیح بخاری کے سیاق میں انبیاء علیہم السلام کی منازل متعین نہیں ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کے اجسام زمین پر اپنی قبروں میں موجود ہیں' پھر آپ نے ان کو آسمانوں پر کیسے دیکھا؟

قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیسے اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا' اور آپ نے شب معراج کیسے تمام انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی اور آپ نے ان نبیوں کو آسمانوں میں اپنے اپنے درجات پر کیسے پایا جب انہوں نے آپ کو مرحبا کہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کثیب احمر کے پاس آسمانوں کے اوپر چڑھنے سے پہلے دیکھا ہو اور بیت المقدس کی طرف جاتے ہوئے دیکھا ہو' پھر حضرت موسیٰ آپ سے پہلے آسمانوں پر پہنچ گئے ہوں' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے انبیاء علیہم السلام کو ابتداءً مسجد اقصیٰ میں دیکھا ہو' پھر انہوں نے آسمانوں پر آپ سے سوال کیا ہو اور آپ کو مرحبا کہا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کا نبیوں کے ساتھ جمع ہونا اور ان کو نماز پڑھانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا سدرۃ المنتہیٰ سے واپسی کے بعد ہو' لہٰذا ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۱ص ۵۲۴' دار الوفاء)

علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ بن سعید التورپشتی متوفی ۶۶۱ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمانوں میں اور بیت المقدس میں جب انبیاء علیہم السلام کو نماز کی امامت کرائی تو آپ کا ان کو دیکھنا ان کی روحانیت

پر محمول ہے وہ روحانیت ان کی ان صورتوں کے مماثل تھی جن صورتوں پر وہ دنیا میں تھے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔

(کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ ج ۴ ص ۱۲۷۲، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۲۲ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ نے اس سوال کے جواب میں بعینہٖ قاضی عیاض کی عبارت نقل کی ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۱ ص ۹٦٧، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ ابو محمد عبداللہ بن ابی جمرۃ الاندلسی المتوفی ٦٩٩ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ان انبیاء علیہم السلام کو دیکھا، اس کی درج ذیل وجوہ ہیں:

(۱) آپ نے ان انبیاء علیہم السلام میں سے ہر ایک کو زمین پر ان کی قبر میں ان صورتوں میں اپنی خداداد قوتِ بصر اور بصیرت سے دیکھا ہو، اس کی تائید نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ میں نے جنت اور دوزخ کو اس دیوار کے عرض میں دیکھا۔ (صحیح البخاری ۷۴۹۔۵۴۰) اور اس کی دو صورتیں ہیں:

(الف) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو اسی جگہ میں دیکھا ہو جیسے کوئی کہے: میں نے اپنے گھر میں چاند کو دیکھا۔

(ب) آپ نے جنت اور دوزخ کی مثال کو دیوار کے عرض میں دیکھا۔

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو ان کی صورتوں میں دیکھا۔

(۳) جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج لے جانے کا ارادہ کیا تو ان نبیوں کو ان کی قبروں سے نکال لیا، تاکہ اپنے نبی کی تکریم اور تعظیم کو ظاہر کیا جائے۔ (بہجۃ النفوس فی شرح البخاری جز ۳ ص ۱۹٦۔۱۹۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی المتوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں پر اور بیت المقدس میں دیکھنا، جب آپ نے ان کو نماز میں امامت کرائی تھی، اس پر محمول ہے کہ ان کی روحوں کو ان کی صورتوں کی مثل بنا دیا گیا تھا، جن صورتوں پر وہ دنیا میں تھے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔

(الکاشف عن حقائق السنن (شرح الطیبی) ج ۱۱ ص ۸۴، ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۱۳ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں پر دیکھنے میں یہ اشکال ہے کہ ان کے اجسام زمین پر اپنی قبروں میں مستقر ہیں؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان کی روحیں ان کے اجسام کی صورتوں میں متشکل ہو گئیں، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے لیے ان کے جسموں کو اس رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم اور تعظیم کے لیے آسمانوں پر حاضر کیا گیا، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ عبدالرحمٰن بن ہاشم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ کے لیے حضرت آدم کو اور ان کے سوا دوسرے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا گیا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸٦، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۲٦ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے اس پوری شرح کو بعینہٖ نقل کر دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۵۔۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں پر دیکھنے میں یہ اشکال ہے کہ ان کے اجسام تو زمین پر اپنی قبروں میں برقرار ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی روحوں کو ان کے دنیاوی جسموں کی صورتوں میں متشکل کر دیا گیا تھا یا ان کے جسموں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم اور تعظیم کی خاطر آپ سے ملاقات کے لیے وہاں پر حاضر کر دیا گیا تھا۔ (ارشاد الساری ج ۸ ص ۲۰۸، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن الملک نے شرح المشارق میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ کو جو دکھایا گیا تھا وہ انبیاء علیہم السلام کی روحیں تھیں جو ان کی دنیاوی صورتوں میں متشکل تھیں' سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے (الیٰ قولہ) اور میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام پر (دائمی) موت نہیں آتی' وہ زندوں کی مثل ہوتے ہیں' وہ دار فناء سے دار بقاء کی طرف منتقل ہوتے ہیں' اور احادیث میں وارد ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں کیونکہ وہ شہداء سے افضل ہیں اور وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ (مرقاۃ ج ۱۰ص ۱۵۸' مکتبہ حقانیہ' پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کا انبیاء علیہم السلام کی مسجد اقصیٰ میں امامت فرمانا' اس پر محمول ہے کہ اللہ تعالیٰ ان انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں لے گیا تھا اور اس کے بعد ان کو آسمانوں پر لے گیا تھا' یا ان کی روحوں کو آسمانوں پر متشکل اور متمثل کر دیا تھا سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ اپنے جسم کے ساتھ آسمانوں پر موجود تھے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ص ۵۶۴' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

شیخ نورالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

یہ انبیاء علیہم السلام اپنی دنیاوی حیات کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ جمہور علماء کا موقف ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام آسمانوں پر زندہ ہیں اور ان کی آسمانوں پر آمد و رفت رہتی ہے یا اسی رات کو انہیں نبی ﷺ کی زیارت اور آپ کے کمالات کو دکھانے کے لیے لایا گیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی روحوں کو جسمانی صورتوں میں متشکل کر دیا گیا ہو۔ (تیسیر القاری ج ۳ص ۵۳۹' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

اس مقام پر یہ اشکال ہے کہ نبی ﷺ نے آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام کو کیسے دیکھا' جب کہ ان کے اجسام زمین پر اپنی قبروں میں مستقر ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی ارواح ان کی جسمانی صورتوں میں متشکل ہوگئی تھیں' یا اس رات نبی ﷺ سے ملاقات کے لیے ان انبیاء کو آپ کی تعظیم اور تکریم کے لیے حاضر کر دیا گیا تھا' اس کی تائید حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ آپ کے لیے حضرت آدم اور ان کے ماسوا تمام انبیاء کو بھیجا گیا' سو آپ نے ان کی امامت کرائی۔

(عون الباری ج ۴ص ۳۸۹۔۳۸۸' دارالرشید' حلب' سوریا' ۱۴۰۴ھ)

نیز شیخ صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم روایت کرتے ہیں: پس نماز کا وقت آیا تو میں نے نبیوں کی امامت کی۔ (صحیح مسلم: ۱۷۲)

یعنی میں نماز میں ان کا امام بنا اور میں نے ان کو نماز پڑھائی۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ میں نے حضرت موسیٰ کو اُن کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

ہوسکتا ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کثیب احمر کے پاس جو ان کی قبر میں دیکھا تھا' یہ آسمان پر چڑھنے سے پہلے بیت المقدس کے راستہ میں دیکھا ہو' پھر آپ نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ آپ سے پہلے آسمان پر پہنچ گئے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے انبیاء علیہم السلام کو اس وقت نماز پڑھائی ہو جب آپ نے ان کو پہلے دیکھا تھا' پھر انہوں نے آپ سے سوال کیا اور آپ کو مرحبا کہا۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا آپ کے پاس جمع ہونا اور آپ کا ان کو نماز پڑھانا اور آپ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا سدرۃ المنتہیٰ سے واپس آنے کے بعد ہو' جیسا کہ قاضی عیاض نے کہا ہے۔

(السراج الوھاج فی کشف مطالب مسلم بن الحجاج ج ۱ص ۱۸۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ)

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ١٣٦٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام اس سے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں' اور اسی طرح بقیہ سماوات میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا' سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے' اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثل ہوا ہے' یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صوفیہ جسم مثالی کہتے ہیں' روح کا تعلق ہو گیا اور جسم میں تعدد بھی اور ایک وقت میں روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے لیکن ان کے اختیار سے نہیں بلکہ محض بقدرت و مشیت حق اور ظاہراً یہ جسم مثالی جو دونوں جگہ نظر آیا' الگ الگ شکل رکھتا تھا' اسی لیے باوجود لقاء بیت المقدس کے آسمان میں نہیں پہچانا' البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ آسمان پر مع الجسد ہیں' ان کو وہاں دیکھنا مع الجسد ہوسکتا ہے اور اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ بیت المقدس میں مع الجسد ہوں اور آسمان سے وہ آ گئے ہوں یا دونوں جگہ مع الجسد ہوں' اوّل آسمان سے بیت المقدس آئے ہوں اور پھر یہاں سے وہاں پہنچ گئے ہوں مگر خلاف ظاہر ہے۔ (نشر الطیب ص ٥١-٥٠' دار الاشاعت' کراچی)

شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ١٣٦٩ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن قیم نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک وقت میں متعدد جگہ زیارت کی جاتی ہے حالانکہ آپ اس وقت اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں' اور حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کثیب احمر کے پاس ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور ان کو آسمان میں بھی دیکھا اور آپ کے اور حضرت موسیٰ کے درمیان فرض نمازوں کے معاملہ میں مکالمہ ہوا۔ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت کو بھی آسمانوں پر دیکھا' حالانکہ ان کی قبریں زمین پر ہیں اور کسی نے یہ قول نہیں کیا کہ وہ اپنی قبروں سے آسمان کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔

(فتح الملہم ج ١ ص ٣٠٦-٣٠٥ ملخصاً' مطبع الحجاز' کراچی)

یعنی وہ انبیاء علیہم السلام اس وقت اپنی قبروں میں بھی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آسمانوں پر بھی تھے' علماء اہل سنت انبیاء علیہم السلام کو جو حاضر و ناظر کہتے ہیں' اس کا مفہوم بھی اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ وہ ایک وقت میں متعدد جگہ تشریف فرما ہو سکتے ہیں اور بسا اوقات ہو جاتے ہیں' اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ ہر وقت ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔

شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے:

بعض حضرات کہتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ملاقات اجسام مثالیہ سے ہوئی' بعض نے کہا ہے کہ حقیقیہ سے ہوئی ہے' زیادہ تر علماء اہل سنت والجماعت اس طرف گئے ہیں کہ اجسام حقیقیہ سے ہوئی ہے' لیکن اپنے مقامات سے اُٹھ کر کیسے گئے ہیں' یہ بحث ان شاء اللہ آگے آئے گی۔ (انعام الباری ج ٣ ص ٤٩' مکتبۃ الحراء' کراچی)

ابھی تک تو شیخ عثمانی کی وہ بحث نہیں آئی ہے کیونکہ انعام الباری جلد ہفتم کے بعد کوئی جلد چھپ کر وہاں تک یا بدء الخلق یا کتاب المناقب تک نہیں پہنچی' جس میں یہ بحث ہو سکتی ہے' تاہم ان کے شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ١٣٦٩ھ نے علامہ ابن قیم سے یہ نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک وقت میں متعدد جگہ زیارت کی جاتی ہے' حالانکہ آپ اس وقت اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اور پھر انہوں نے اس سے استشہاد کیا ہے کہ معراج کی حدیث میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس وقت آسمانوں پر بھی تھے اور اپنی قبروں میں بھی تھے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر شیخ ابن قیم اور شیخ عثمانی کی اس عبارت کو مان لیا جائے تو پھر حاضر ناظر کے مسئلہ میں علماء اہل سنت اور علماء دیوبند میں کوئی اختلاف نہیں رہے گا اور علماء اہل حدیث سے بھی کوئی اختلاف نہیں رہے گا' کیونکہ شیخ ابن قیم کو وہ بھی مانتے ہیں اور

نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی عون الباری میں اسی طرح لکھا ہے۔

حاضر ناظر کے مسئلہ میں حدیث معراج کے علاوہ مزید احادیث اور دیگر تصریحات بھی ہیں:

حدیث معراج کے علاوہ حاضر و ناظر کے مسئلہ میں دیگر تصریحات

ہم پہلے بھی واضح کر چکے ہیں اور اب پھر لکھ رہے ہیں کہ حاضر و ناظر کا یہ معنی نہیں ہے کہ آپ اپنے جسم اصلی اور معروف تشخص کے ساتھ ہر جگہ موجود ہیں بلکہ آپ اپنے جسم اصلی کے ساتھ اپنے روضۂ انور میں جلوہ فرما ہیں اور متعدد اشغال میں مصروف ہیں اور اگر آپ ایک وقت میں متعدد جگہوں پر جانا چاہیں تو بہ یک وقت متعدد جگہوں پر تشریف لے جا سکتے ہیں' بلکہ جاتے بھی ہیں جیسا کہ شب معراج انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں بھی تھے اور مسجد اقصیٰ میں بھی تھے اور اسی وقت آسمانوں پر بھی تشریف فرما تھے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ ھ لکھتے ہیں:

معراج کے فوائد میں سے یہ ہے کہ ایک جسم ایک آن میں دو جگہ موجود ہو سکتا ہے جیسا کہ پہلے آسمان پر سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو حضرت آدم علیہ السلام کی نیک اولاد میں دیکھا' اسی طرح آپ نے حضرت آدم' حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں میں دیکھا' حالانکہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام اس وقت زمین پر اپنی اپنی قبروں میں تھے کیونکہ آپ نے مطلقاً فرمایا: میں نے آدم کو دیکھا' میں نے موسیٰ کو دیکھا' میں نے ابراہیم کو دیکھا' یہ نہیں فرمایا کہ میں نے آدم کی روح کو دیکھا' یا میں نے موسیٰ کی روح کو دیکھا' جب آپ آسمان سے لوٹ کر آئے تو بعینہٖ اس وقت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے' جیسا کہ صحیح حدیث میں مذکور ہے' تو جو شخص اس بات کا قائل نہیں ہے کہ ایک جسم ایک آن میں دو جگہ موجود ہو سکتا ہے' وہ اس حدیث پر ایمان کس طرح لائے گا' اگر تم مؤمن ہو تو مان لو اور اگر عالم ہو تو اعتراض نہ کرو۔ (الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۳۰' مطبوعہ ازہریہ' مصر' ۱۳۰۵ ھ)

علامہ شعرانی کی اس صریح عبارت سے واضح ہو گیا کہ جن بعض شارحین اور علماء نے یہ کہا ہے کہ شب معراج آپ کا تمام نبیوں کو دیکھنا اس پر محمول ہے کہ ان کی ارواح کو ان کی صورتوں میں متمثل کر دیا گیا تھا' یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ نے صراحۃً فرمایا کہ میں نے ان نبیوں کو دیکھا ہے' یہ نہیں فرمایا: میں نے ان کی روحوں کو دیکھا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ ھ لکھتے ہیں:

علماءِ اُمت میں کثرت مذاہب و اختلافات کے باوجود اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقۃً زندہ اور دائم و باقی ہیں اور اُمت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں' اور طالبانِ حقیقت اور اپنی طرف متوجہ ہونے والوں کو فیض پہنچاتے ہیں اور ان کی تربیت فرماتے ہیں۔ (مکتوبات علیٰ حاشی اخبار الاخیار ص ۱۵۵' ہند)

تمام علماء دیوبند کے پیر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ ھ لکھتے ہیں:

رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے' یہ ضعیف شبہ ہے' آپ کے علم و روحانیت کی نسبت جو دلائل عقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے' اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے' علاوہ اس کے اللہ تعالیٰ کی قدرت تو محل کلام نہیں۔

(فیصلۂ ہفت مسئلہ ص ۷' مدنی کتب خانہ' لاہور)

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ ھ لکھتے ہیں:

محمد بن الحضرمی مجذوب نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بہ یک وقت پڑھائے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے۔ (جمال الاولیاء ص ۱۸۸' مکتبہ اسلامیہ' لاہور)

یہ تمام اکابر دیوبند کی حاضر و ناظر کے متعلق تصریحات ہیں' عموماً دیوبندی لوگ حاضر و ناضر کے عقیدہ پر علماء اہل سنت پر پھبتیاں کستے ہیں کہ تم کرسی پر بیٹھے ہو' بتاؤ کرسی کے نیچے (العیاذ باللہ) حضور ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں ہیں تو آپ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں اور اگر ہیں تو تم بڑے گستاخ ہو کہ حضور کرسی کے نیچے ہیں اور تم کرسی کے اوپر چڑھے بیٹھے ہو۔ نعوذ باللہ من تلک الخرافات!

اس اعتراض کے دور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم کئی بار کہہ چکے ہیں کہ آپ کے حاضر و ناظر ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کا جسم انور ہر جگہ موجود ہے بلکہ آپ اپنے جسم انور کے ساتھ اپنے روضہ مبارکہ میں جلوہ افروز ہیں اور تمام جہانوں کو چشم سر سے ملاحظہ فرمارہے ہیں اور جب چاہیں' جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں' بلکہ تشریف لے جاتے رہتے ہیں' خواہ ایک وقت میں متعدد مقامات پر تشریف لے جائیں' حدیث معراج کے علاوہ درج ذیل حدیث میں بھی اس کی اصل ہے:

امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت قرہ مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی ہوتا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا: کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟ اس نے کہا: اللہ بھی آپ سے اتنی محبت کرے جتنی میں اس سے محبت کرتا ہوں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (کچھ عرصہ بعد) اس کے بیٹے کو نہیں دیکھا' آپ نے پوچھا: فلاں شخص کے بیٹے کو کیا ہوا؟ صحابہ نے عرض کیا: وہ فوت ہوگیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے باپ سے فرمایا: کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس دروازے سے بھی داخل ہو تمہارا بیٹا اس دروازہ پر (پہلے سے) موجود تمہارا انتظار کر رہا ہو! ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! آیا یہ بشارت اس شخص کے لیے خاص ہے یا ہم سب کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ تم سب کے لیے ہے۔

(مسند ابوداؤد الطیالسی: ١٠٧٥' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٣ ص ٣٥٤' سنن نسائی ج ٤ ص ٢٣۔٢٢' المعجم الکبیر: ٥٤۔ ج ١٩' المستدرک ج ١ ص ٣٨٤' الآداب للبیہقی: ٩٢٣' مسند احمد ج ٤ ص ٤٣٦ طبع قدیم' مسند احمد: ١٥٥٩٥' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ١٤١٩ھ)

(علامہ شعیب الارنؤوط نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ حاشیہ مسند احمد: ١٥٥٩٥)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ بہ طور خرق عادت اجسادِ مثالیہ متعدد ہوتے ہیں کیونکہ وہ بچہ (بہ یک وقت) جنت کے ہر دروازہ پر موجود ہوگا۔ (مرقات ج ٤ ص ١٠٩' مکتبہ امدادیہ' ملتان' ١٣٩٠ھ)

نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں:

جب اولیاء اللہ کے لیے زمین لپیٹ دی جاتی ہے تو ان کے لیے ایسے اجساد مثالیہ کا تعدد بعید نہیں ہے جو آنِ واحد میں مختلف مقامات پر موجود ہوں۔ (مرقات ج ٤ ص ٣١' مکتبہ امدادیہ' ملتان' ١٣٩٠ھ)

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے اولیاء ایک آن میں متعدد جگہ موجود ہوتے ہیں تو سوچئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کا کیا عالم ہوگا!

آنِ واحد میں متعدد لوگوں کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنے کو علامہ آلوسی کا جسم مثالی پر محمول کرنا اور مصنف کا اس کو جسم حقیقی پر محمول کرنا

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ١٢٧٠ھ لکھتے ہیں:

قاضی ابوبکر بن العربی نے تفصیل کی ہے اور لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی معلوم صفات کے ساتھ دیکھنا حقیقت پر محمول ہے اور آپ کی معلوم صفات کے علاوہ دیکھنا آپ کی مثال کا ادراک ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اس عبارت کو مستحسن قرار دیا ہے

اور احادیث اور آثار نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ان احادیث اور عبارات علماء سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی ﷺ اپنے جسم اور اپنی روح کے ساتھ زندہ ہیں' آپ تصرف فرماتے ہیں اور اطراف زمین میں اور عالم ملکوت میں جہاں چاہتے ہیں' تشریف لے جاتے ہیں اور آپ اسی کیفیت پر ہیں جس کیفیت پر وفات سے پہلے تھے اور اس کیفیت سے کوئی چیز تبدیل نہیں ہوئی اور آپ عام لوگوں کی نگاہوں سے اسی طرح غائب ہیں جس طرح ان کی نگاہوں سے فرشتے غائب ہیں' حالانکہ وہ اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں' پس اللہ تعالیٰ جب یہ چاہتا ہے کہ کسی کو آپ کی زیارت سے مشرف کرے تو وہ اس کو آپ کی اس اصل کیفیت سے دکھاتا ہے جس پر آپ حالت حیات میں تھے اور اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے' اور نہ کوئی چیز اس تخصیص کی موجب ہے کہ اس کو آپ کی مثال دکھائی جائے' علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ باقی انبیاء علیہم السلام کی بھی یہی شان ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کی وفات کے بعد ان کی طرف ان کی روحیں لوٹائی جا چکی ہیں اور ان کو اپنی قبروں سے نکلنے کی اجازت مرحمت فرمائی گئی ہے اور ان کو عالم ملکوت بالا اور پست میں تصرف کرنے کا اذن دیا گیا ہے اور علامہ سیوطی نے ان کے قبروں سے نکلنے کا جو ذکر کیا ہے' اس پر ان بہ کثرت احادیث سے استدلال کیا ہے جو اس مؤقف پر ناطق ہیں۔ (روح المعانی جز ۱۳ص ۵۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ سیوطی اور علامہ آلوسی کی اس عبارت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ نبی ﷺ نے بیت المقدس میں اور آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام کو ان کے حقیقی اجسام کے ساتھ دیکھا تھا نہ کہ ان کے اجسامِ مثالیہ کو یا ان کی ارواحِ ممثلہ کو دیکھا تھا۔

علامہ آلوسی مزید لکھتے ہیں:

بہر حال نبی ﷺ کی روح تمام ارواح سے زیادہ کامل ہے اور جس کی زیارت کی جاتی ہے وہ آپ کی وہ روح ہے جو مختلف اطوار سے ظاہر ہوتی ہے' جب کہ اس روح کا تعلق آپ کے اس جسم عنصری کے ساتھ قائم رہتا ہے جو آپ کے روضہ انور میں ہے' جیسا کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام جب نبی ﷺ کے سامنے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے یا کسی اور صورت میں آتے تھے تو وہ سدرۃ المنتہیٰ سے جدا نہیں ہوتے تھے۔

رہا جسم مثالی تو آپ ﷺ کی روح قدسیہ اس سے متعلق ہوتی ہے اور غیر متناہی اجساد مثالیہ ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور آپ کی روح مبارک ان میں سے ہر جسم مثالی کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور یہ تعلق اسی طرح ہوتا ہے جیسے ایک بدن میں ایک روح کا تعلق اس بدن کے ہر ہر عضو کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ شیخ ابو العباس طنجی نے جو یہ کہا ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ آسمان اور زمین اور عرش اور کرسی سب میں رسول اللہ ﷺ موجود ہیں اور اس تقریر سے یہ اشکال بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد دیکھنے والوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک آن میں بہت دور دراز علاقوں میں بہ یک وقت دیکھا۔

(روح المعانی جز ۱۳ص ۵۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ متعدد دیکھنے والے آپ ﷺ کو ایک آن میں جو دور دراز کے مختلف علاقوں میں دیکھتے ہیں' اس کو ثابت کرنے کے لیے جسم مثالی کے تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور دیکھنے والے آپ ہی کے حقیقی جسم کو دیکھتے ہیں نہ کہ اس کی مثال کو' کیونکہ معراج کا وقوع ایک آن میں ہوا اور اس آن میں انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں بھی تھے اور آپ نے ان کو اسی آن میں بیت المقدس میں نماز پڑھائی اور اسی آن میں آپ نے ان کو آسمانوں پر دیکھا' جس طرح آپ نے ایک صحابی کے متعلق فرمایا کہ اس کا بیٹا اس کے استقبال کے لیے جنت کے ہر دروازہ پر موجود ہوگا۔ رہا فلاسفہ کا یہ قول کہ تکثر جزی محال ہے تو یہ فلاسفہ کا قول ہے اور صریح احادیث کے مقابلہ میں ان کا قول مردود ہے۔ یہ مقام مجھ پر اسی طرح منکشف ہوا ہے' اگر یہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق کی طرف

سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بَری ہیں۔
انبیاء علیہم السلام کی رؤیت کی کیفیت کے بعد اب ہم پھر معراج کے اصل موضوع کی طرف رجوع کر رہے ہیں:
اس حدیث میں مذکور ہے: پس جب میں (تیسرے) آسمان کے اندر داخل ہوا تو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن اور ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ اضافہ کیا ہے: سوان کو نصف حسن عطاء کیا گیا۔
امام بیہقی نے حضرت ابوسعید سے اور امام طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ اضافہ کیا ہے:
سو میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے حسین مرد کے ساتھ تھا' جس کو اللہ تعالیٰ نے حسن میں تمام لوگوں پر اسی طرح فضیلت دی تھی جس طرح چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر فضیلت دی ہے۔ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام تمام لوگوں سے زیادہ حسین ہیں' لیکن امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو حسین چہرے اور حسین آواز کے ساتھ مبعوث کیا ہے اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ سب سے زیادہ حسین ہے اور ان کی آواز سب سے زیادہ حسین ہے' اسی وجہ سے حدیث معراج کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا باقی تمام لوگوں سے زیادہ حُسن عطاء کیا گیا تھا' اور اس کی تائید اس قول سے ہوتی ہے کہ متکلم اپنے خطاب کے عموم میں داخل نہیں ہوتا۔
علامہ ابن المنیر نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جتنا حسن دیا گیا تھا' حضرت یوسف علیہ السلام کو اس کا نصف حسن عطاء کیا گیا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)
علامہ عینی نے بھی اس کی یہی شرح لکھی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)
علامہ زرھونی مالکی نے بھی اس مسئلہ پر کچھ نہیں لکھا۔ (الفجر الساطع ج ۲ ص ۹۶' الفجر الساطع ج ۹ ص ۱۸۰' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)
علامہ ابو محمد بن ابی جمرۃ مالکی اندلسی متوفی ۶۹۹ھ بھی یہاں خاموشی سے گزر گئے۔
(بہجۃ النفوس جز ۳ ص ۱۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)
علامہ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی شافعی متوفی ۹۷۴ھ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:
جان لو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکمل ایمان رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے بدن میں اتنے محاسن ظاہرہ نہیں رکھے' جتنے محاسنِ ظاہرہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن میں رکھے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ محاسنِ ظاہرہ' محاسنِ باطنہ اور پاکیزہ اخلاق کی علامت ہیں' اور آپ سے زیادہ کامل کوئی نہیں ہے' بلکہ اس معنی میں کوئی آپ کے مساوی بھی نہیں ہے' اسی وجہ سے علامہ قرطبی نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ کا مکمل حسن ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ صحابہ کرام آپ کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھ نہیں سکتے تھے۔ (اشرف الوسائل الی فہم الشمائل جز ۱ ص ۳۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)
علامہ علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:
بعض محققین نے کہا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمال انتہائی کمال میں تھا اور آپ کی ضیاء (نور) کی کثرت ایسی تھی کہ جب آپ کی صورت کا نور دیوار پر پڑتا تو وہ آئینہ کی مثل ہو جاتی اور جو اس کے سامنے سے گزرتے ان کی صورت اس میں نظر آتی' لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے روشن جمال کو آپ کے اصحاب کی نظروں سے مستور رکھا کیونکہ اگر آپ کا پورا جمال ظاہر کر دیا جاتا تو صحابہ آپ

کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھ نہیں سکتے تھے۔

حدیث میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نصف حسن دیا گیا تھا' اس کا محمل یہ ہے کہ ان کے زمانہ کے لوگوں کا نصف حسن ان کو دیا گیا تھا' یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن کا نصف ان کو دیا گیا تھا' علاوہ ازیں حسنِ سیرت' حسنِ صورت سے افضل ہے' قرآن مجید میں ہے:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ○ (القلم:٤) اور بے شک ضرور آپ بہت بڑی شان والے خلق پر ہیں ○

اور حدیث میں ہے: میں اس لیے مبعوث کیا گیا ہوں کہ مکارمِ اخلاق کو پورا کروں۔ (الموطأ:١٧٢٣)

(جمع الوسائل فی شرح الشمائل ج٢ص٩' اصح المطابع' کراچی)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ١١٧٦ھ لکھتے ہیں:

مجھے میرے والد (شاہ عبدالرحیم) متوفی ١١٣١ھ نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: میں زیادہ ملیح ہوں اور میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام زیادہ صبیح ہیں (ملیح وہ ہوتا ہے جس سے نظر ہٹ نہ سکے اور صبیح وہ ہوتا ہے جس پر نظر جم نہ سکے)۔ سو میں بہت حیران ہوا کیونکہ ملاحت سے عشاق کے دل میں صباحت سے زیادہ بے قراری پیدا ہوتی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں مروی ہے کہ مصر کی عورتوں نے جب حسنِ یوسف کو بے حجاب دیکھا تو انہوں نے بے اختیار اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں اور لوگ ان کو دیکھ کر مر گئے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی کوئی چیز مروی نہیں ہے' پس میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے میرے حسن و جمال کو لوگوں کی نگاہوں سے مستور رکھا اور اگر میرا جمال آشکار ہو جاتا تو لوگوں کا حال اس سے زیادہ متاثر ہوتا جتنا حسنِ یوسف کو دیکھ کر متاثر ہوا تھا۔

(الدر الثمین فی مبشرات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الامین: ٢٠' ص ٧' خان قاہ کلیمی کلاں محل دہلی)

اللہ تعالیٰ کی غیرت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہیں تھا کہ آپ کے علاوہ کوئی اور آپ کے حسن و جمال کو دیکھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ روشن ہو جاتا' جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم اس کو آپ سے پہچانتے تھے۔

(صحیح البخاری:٣٥٥٦' صحیح مسلم:٢٧٦٩' مسند احمد ج٣ص٤٥٩' المستدرک ج٢ص٦٠٥' دلائل النبوۃ للبیہقی ج١ص١٩٧)

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا' آپ نے سرخ حلہ (دو سرخ چادریں) زیب تن کیا ہوا تھا' سو میں آپ کی طرف بھی دیکھتا تھا اور چاند کی طرف بھی' پس آپ میرے نزدیک ضرور چاند سے زیادہ حسین تھے۔ (سنن ترمذی:٢٨١١' سنن دارمی ج١ص٥٧' المعجم الکبیر:١٨٤٢' المستدرک ج٤ص١٨٦)

چاند سے زیادہ حسین ہونے کی وجہ یہ ہے کہ چاند کے نور کو کبھی گہن لگ جاتا ہے' کبھی وہ گھٹنے لگتا ہے اور آپ کا نور ہر آن بڑھتا رہتا ہے' نیز چاند کا نور صرف اجسام کو روشن کرتا ہے اور آپ کا نور دلوں کو بھی روشن کرتا ہے اور روحوں کو بھی منور کرتا ہے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ سب سے زیادہ خوب صورت تھا اور آپ کے اخلاق سب سے عمدہ تھے' آپ کا قد مبارک بہت لمبا تھا نہ بہت چھوٹا تھا۔ (صحیح البخاری:٣٥٤٩' صحیح مسلم:٢٣٣٧)

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی قامت درمیانی تھی' دونوں کندھوں کے درمیان کچھ فاصلہ تھا' میں نے آپ کو سرخ

حلّہ زیب تن کیے ہوئے دیکھا اور آپ سے زیادہ کوئی چیز خوب صورت نہیں دیکھی۔

(صحیح البخاری: ۳۵۵۱' سنن ابوداؤد: ۴۰۷۲' سنن ترمذی: ۱۸۱۱' سنن نسائی: ۵۲۳۲)

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت براء رضی اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تلوار کی طرح تھا (یعنی کتابی چہرہ تھا)؟ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ چاند کی طرح تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۵۵۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی حسین چیز نہیں دیکھی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی تیز رفتار نہیں دیکھا' لگتا تھا کہ زمین آپ کے لیے لپیٹی جارہی ہے' ہم آپ کے ساتھ چلتے تو تھک جاتے تھے اور آپ بالکل نہیں تھکتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۶۴۸' مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے سامنے کے دو دانتوں کے درمیان جھریاں تھیں' جب آپ گفتگو فرماتے تو ان دانتوں کے درمیان سے نور کی طرح نکلتا دکھائی دیتا تھا۔ (سنن دارمی: ۵۸' شرح السنۃ: ۳۶۴۴)

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی پنڈلیاں قدرے پتلی تھیں' آپ ہنستے تو صرف تبسم فرماتے' اگر تم آپ کی طرف دیکھتے تو کہتے کہ آپ نے سرمہ لگایا ہوا ہے' حالانکہ آپ نے سرمہ نہیں لگایا ہوتا تھا' یعنی آپ کی سرگیں آنکھیں تھیں۔

(سنن ترمذی: ۳۶۴۵' مسند احمد ج ۵ ص ۹۷)

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ اپنے ہاتھ آپ کے اوپر رکھتے' پھر ان ہاتھوں کو اپنے چہرے پر لگاتے' سو میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرے پر رکھا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۵۵۳' صحیح مسلم: ۵۰۳' سنن نسائی: ۱۴۷۰)

ابوعبیدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذ سے کہا کہ آپ ہمارے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کیجئے' انہوں نے کہا: اے بیٹے! اگر تم ان کو دیکھتے تو کہتے کہ سورج آپ کے چہرے سے طلوع ہو رہا ہے۔ (سنن دارمی: ٦٦)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں متوسط قامت کے تھے' بہت لمبا قد تھا نہ بہت چھوٹا' آپ کا رنگ چمک دار تھا' بہت زیادہ سفید تھے نہ بہت گندمی رنگ کے تھے' آپ کے بال بہت زیادہ گھنگھریالے تھے نہ بہت سیدھے تھے' چالیس سال کی عمر میں آپ پر وحی نازل ہوئی' آپ مکہ میں دس سال رہے (اس میں کسر کا ذکر نہیں ہے ورنہ آپ نزول وحی کے بعد مکہ میں تیرہ سال رہے تھے۔ سعیدی غفرلہ) اور مدینہ میں دس سال رہے' آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس بال (بھی) سفید نہیں تھے۔ ربیعہ نے کہا: میں نے آپ کا ایک سرخ بال دیکھا جو خوشبو لگانے کی وجہ سے سرخ تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۵۴۷' صحیح مسلم: ۲۳۴۷)

جریر بن عثمان نے بیان کیا کہ میں نے صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ سے پوچھا: کیا آپ نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بوڑھے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نچلے ہونٹ کے نیچے چند بال سفید تھے۔ (صحیح البخاری: ۳۵۴۶' مسند احمد ج ۴ ص ۱۸۸)

عثمان بن عبداللہ بن موہب بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ کے پاس گیا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خضاب لگا ہوا ایک بال ہمیں دکھایا' دوسری روایت میں ہے: سرخ بال دکھایا۔ (صحیح البخاری: ۵۸۹۸-۵۸۹۷' مسند احمد ج ٦ ص ۲۹٦' سنن ابن ماجہ: ۳٦۲۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا اقدس

حضرت علی رضی اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد بہت لمبا تھا نہ بہت چھوٹا اور آپ

لوگوں میں متوسط قامت کے تھے' آپ کے بال بہت زیادہ گھونگریالے تھے نہ بہت سیدھے تھے بلکہ آپ کے بال بل دار تھے' آپ کے رخساروں اور جسم پر بہت زیادہ گوشت نہیں تھا' آپ کا چہرہ گول تھا' آپ کا رنگ سرخی مائل سفید تھا' آنکھیں سیاہ تھیں' پلکیں لمبی تھیں' جوڑوں اور کندھوں کی ہڈیاں بڑی بڑی تھیں' سینہ پر ناف تک بالوں کی ہلکی سی لکیر تھی' باقی جسم بالوں سے خالی تھا' ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں پُر گوشت تھیں' جب آپ چلتے تو زور سے پیر اُٹھاتے گویا بلندی سے اُتر رہے ہیں' جب کسی کی طرف دیکھتے تو پوری توجہ سے دیکھتے' دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی' اور آپ تمام نبیوں کے خاتم تھے' آپ کا دل تمام لوگوں سے زیادہ فیاض تھا' سب سے زیادہ صادق القول تھے' آپ نرم طبیعت تھے' شریف خاندان کے تھے' جو آپ کو اچانک دیکھتا اس پر ہیبت طاری ہو جاتی اور جو آپ سے میل ملاقات رکھتا تھا' وہ آپ سے مانوس ہو جاتا اور محبت کرتا اور آپ کے اوصاف بیان کرنے والا یہی کہتا تھا کہ میں نے آپ ایسا شخص پہلے کبھی دیکھا تھا نہ بعد میں۔ (سنن ترمذی: ٣٦٣٨' الطبقات الکبریٰ ج ١ ص ٣١٥' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ١ ص ٢٧٠-٢٦٩)

حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہا کی روایت

امام محمد بن سعد متوفی ٢٣٠ھ' حضرت ابو معبد الخزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت حبیش بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے مدینہ ہجرت کے لیے نکلے تو آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ اور ان کا رہنما عبداللہ بن اریقط تھا' وہ راستہ میں اُم معبد خزاعیہ کے خیمہ کے پاس سے گزرے' اُم معبد کی قوم قحط زدہ تھی' وہ اپنے خیمہ کے صحن میں بیٹھتی تھیں اور گزرنے والوں کو پانی پلاتی تھیں اور کھانا کھلاتی تھیں' آپ کے ہمراہیوں نے ان سے گوشت اور کھجوریں خریدنے کا سوال کیا تو ان کے پاس ان میں سے کوئی چیز نہیں تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیمہ کی ایک جانب ایک بکری دیکھی' آپ نے پوچھا: اے اُم معبد! یہ بکری کیسی ہے؟ انہوں نے بتایا: یہ لاغری کی وجہ سے دوسری بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ نہیں جا سکی' آپ نے پوچھا: کیا اس میں دودھ ہے؟ انہوں نے کہا: یہ بہت لاغر ہے' دودھ کہاں دے سکتی ہے؟ آپ نے پوچھا: کیا تم مجھے اجازت دیتی ہو کہ میں اس سے دودھ دوہ لوں؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! اگر آپ اس میں دودھ پائیں تو دوہ لیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بکری کو بلایا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے اس کے تھن صاف کیے' پھر آپ نے بسم اللہ پڑھ کر دعا کی' بکری نے اپنی دونوں ٹانگیں چوڑی کر دیں' آپ نے ایک بڑا برتن منگایا اور اس میں دودھ دوہا' حتیٰ کہ وہ اوپر تک بھر گیا' پھر آپ نے اُم معبد کو دودھ پلایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئی' پھر آپ نے اپنے اصحاب کو دودھ پلایا حتیٰ کہ وہ سیر ہو گئے' پھر آخر میں آپ نے دودھ پیا' پھر سب نے آرام کیا' پھر آپ نے اس برتن میں دوبارہ دودھ دوہا' پھر آپ نے بکری کو وہیں چھوڑ دیا اور حضرت اُم معبد کو بیعت کر لیا' اور وہاں سے روانہ ہو گئے' تھوڑی دیر کے بعد اس کا شوہر ابو معبد اپنی لاغر بکریوں کو ہانکتے ہوئے گھر گیا' جن کی ہڈیوں میں گودا بھی خشک ہو چکا تھا' اس نے جو دودھ سے بھرا ہوا برتن دیکھا تو پوچھا: اے اُم معبد! یہ دودھ کہاں سے آیا' بکری تو بہت دبلی تھی اور گھر میں اور کوئی دودھ دینے والا جانور نہیں تھا؟ حضرت اُم معبد نے کہا: ہمارے ہاں ایک برکت والے شخص آئے جو ایسے ایسے تھے' ابو معبد نے کہا: اے اُم معبد! مجھے ان کی صفات (حلیہ مبارکہ) بتاؤ:

حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہا کا بیان کردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا

حضرت اُم معبد نے کہا: میں نے حسین ترین روشن مرد کو دیکھا' جن کا ملیح چہرہ تھا' کسی قسم کی بڑھی ہوئی توند ان کو معیوب بنا رہی تھی نہ پتلی گردن اور چھوٹا سر ان میں نقص پیدا کر رہا تھا' وہ بہت خوب رو اور حسین تھے' ان کی آنکھیں سیاہ اور پلکیں لمبی تھیں' ان کی آواز میں پاٹ دار تھی' سیاہ پتلیاں اور سرگیں آنکھیں تھیں' ان کی گردن چمک دار تھی' ان کی ڈاڑھی گھنی تھی' جب وہ خاموش ہوتے تو ان پر وقار

ہوتا تھا' اور جب وہ بات کرتے تو ان کا چہرہ بارونق ہوتا تھا' ان کی باتوں میں مٹھاس تھی' ان کی باتیں مفصل ہوتی تھیں' فضول اور بے ہودہ نہیں ہوتی تھیں' ان کی گفتگو موتیوں کی ایسی لڑی ہوتی تھی جس سے موتی جھڑ رہے ہوتے تھے' دور سے وہ بہت حسین اور بارعب دکھائی دیتے تھے' اور قریب سے بہت خوب صورت' ان کا درمیانی قد تھا' اتنا طویل نہ تھا کہ آنکھوں کو برا لگے' اتنا کوتاہ قد نہ تھا کہ آنکھیں ان کو حقیر جانیں' آپ دو شاخوں کے درمیان ایسی شاخ کی مثل تھے جو بہت سرسبز و شاداب اور پسندیدہ ہو' ان کے اصحاب ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے' جب آپ ان سے کچھ فرماتے تو وہ فوراً اس کی اطاعت کرتے' وہ ان سب کے مخدوم اور محترم تھے' وہ نہ تو بدمزاج تھے نہ ان کے حکم کی مخالفت کی جاتی تھی۔

ابومعبد نے یہ سن کر کہا: یہ وہی ہیں جن کی تلاش میں قریش سرگرداں ہیں' میرا ارادہ تھا کہ میں ان کے اصحاب میں شامل ہوں' اور اگر مجھے اس کا موقع ملا تو میں ضرور ایسا کروں گا۔

(الطبقات الکبریٰ ج ١ص ٢٣١۔٢٣٠' دار صادر' بیروت' ایضاً الطبقات الکبریٰ ج ١ص ١٧٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ٤٠٥ھ نے اس حدیث کی حضرت جیش بن خویلد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

(المستدرک: ٤٢٧٤۔ ج ٣ص ٩' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ' ١٤٢٠ھ)

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر المتوفی ٤٦٣ھ نے اس حدیث کی حضرت جیش بن خالد سے روایت کی ہے۔

(الاستیعاب ج ٤ص ٥١٤۔٥١٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی الجوزی الحنبلی المتوفی ٥٩٧ھ نے اس حدیث کی حضرت ابومعبد الخزاعی سے روایت کی ہے۔ (المنتظم ج ٢ص ١٨١۔١٨٠' دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ' الوفاء باحوال المصطفیٰ ص ٢٤٥۔٢٤٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٨ھ)

شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر دمشقی المتوفی ٧٥١ھ نے بھی اس حدیث کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

(زاد المعاد ج ٣ص ٤٨۔٤٧' دار الفکر' بیروت' ١٤١٩ھ)

حافظ اسماعیل بن کثیر شافعی متوفی ٧٧٤ھ نے بھی اس حدیث کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج ٢ص ٥٧٨۔٥٧٧' دار الفکر' بیروت' ١٤١٨ھ)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی المتوفی ٩٤٢ھ نے بھی اس حدیث کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد ج ٣ص ٢٤٥۔٢٤٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٤ھ)

حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کے مقابلہ میں ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کی فضیلت بیان کرنے کے بعد اب ہم پھر حدیث معراج کی طرف رجوع کر رہے ہیں:

شب معراج جن مخصوص انبیاء علیہم السلام کی آسمانوں پر آپ سے ملاقات کرائی گئی' ان کی تخصیص کی حکمتیں

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

جن انبیاء علیہم السلام کی مختلف آسمانوں پر ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان آسمانوں پر ملاقات ہوئی' ان انبیاء کی ان آسمانوں کے ساتھ تخصیص کی حکمتوں کو بیان کرنے میں علماء اور شارحین کا اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں حسب ذیل اقوال ہیں:

(١) انبیاء علیہم السلام کی مختلف آسمانوں پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرائی گئی تاکہ ان انبیاء علیہم السلام کے درجات کو اور ان کی ایک دوسرے پر فضیلت کو ظاہر کیا جائے۔

(٢) تا کہ یہ بیان کیا جائے کہ خصوصاً ان ہی نبیوں کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیوں ملاقات کرائی گئی۔
(٣) ان نبیوں کو آپ سے ملاقات کرنے کا حکم دیا گیا' سو ان میں سے بعض نے پہلی ساعت میں آپ سے ملاقات کر لی اور بعض کو ملاقات کرنے میں تاخیر ہو گئی' سو وہ بعد میں آپ سے ملے اور بعض نبیوں کے ہاتھ سے ملاقات کا یہ موقع نکل گیا' سو وہ آپ سے ملاقات نہ کر سکے' اس توجیہ کو علامہ سہیلی نے رڈ کر دیا ہے اور ان کی رائے درست ہے۔
(٤) ان مخصوص نبیوں کی آپ سے ملاقات کرانے کی تخصیص ان کی اُمتوں اور ان کے مخصوص احوال کے اعتبار سے ہے۔
(فتح الباری ج ٧ ص ٨٦)

علامہ ابو القاسم عبد الرحمان بن عبد اللہ سہیلی متوفی ٥٨١ھ لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کرانے کی حکمت اس پر متنبہ کرنا ہے کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام شیطان کی عداوت اور اس کے شر کی وجہ سے جنت سے باہر آئے تھے' اسی طرح نبی علیہ السلام کو بھی مشرکین قریش کی عداوت اور ان کے شر کی وجہ سے مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کرنی ہو گی اور آپ دونوں کو اپنے اپنے وطن کو ترک کرنے کی مشقت اور کلفت برداشت کرنی ہو گی' اور پھر آپ دونوں میں سے ہر ایک فاتحانہ شان سے اپنے اپنے وطن کی طرف لوٹے گا' حضرت آدم جنت کی طرف اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ کی طرف لوٹیں گے۔

حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام سے ملاقات کرانے کی حکمت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ کو اپنی ہجرت کی ابتداء سے یہود کی عداوت اور ان کی نقصان پہنچانے والی سازشوں کا شکار ہونا پڑا' اسی طرح آپ کو بھی اپنی ہجرت کی ابتداء میں یہودیوں کی عداوت اور ان کی ناپاک سازشوں کا شکار ہونا پڑے گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کرانے کی حکمت یہ ہے کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام ابتداء میں اپنے بھائیوں کی وجہ سے مصائب میں مبتلا ہوئے اور پھر بالآخر عزت اور سرخ روئی حضرت یوسف علیہ السلام کو حاصل ہوئی اور ان کے بھائی ان کے سامنے نادم اور سجدہ ریز ہوئے' اسی طرح آپ پر بھی اپنے قبیلہ والوں کی طرف سے مصائب نازل ہوں گے اور بالآخر فتح مکہ کے بعد آپ کو مکہ والوں پر غلبہ اور سرخ روئی حاصل ہو گی اور جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے معافی مانگنے پر ان کو معاف کر دیا تھا' آپ بھی مشرکین مکہ کے معافی مانگنے پر ان کو معاف کر دیں گے' قرآن مجید میں ہے:

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ○ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○ (یوسف: ٩٢-٩١)

انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور یقیناً ہم خطاء کار تھے ○ فرمایا: آج تم پر کچھ ملامت نہیں اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے ○

فتح مکہ کے بعد ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی معافی مانگنے والوں کو ''لا تثریب'' کے الفاظ کہہ کر معاف فرما دیا تھا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کرانے کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا بلند مرتبہ ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ○ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ○ (مریم: ٥٧-٥٦)

اور آپ کتاب میں ادریس کو یاد کیجئے' بے شک وہ صدیق نبی تھے ○ اور ہم نے انہیں بلند جگہ پر اُٹھا لیا ○

اور ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ○ (الانشراح:۴) اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا○

حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات کرانے کی حکمت یہ ہے کہ ان کی قوم ان کو ایذاء پہنچانے کے بعد ان سے محبت کرنے لگی تھی' اسی طرح آپ کی قوم بھی آپ کو ایذاء پہنچانے کے بعد آپ سے محبت کرے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرانے کی حکمت یہ ہے کہ ان کی قوم نے ان کو بہت ایذاء پہنچائی اور انہوں نے اس پر صبر کیا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی قوم کی ایذاؤں پر صبر کیا' حدیث میں ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے دن آپ نے بعض لوگوں کو خمس میں سے زیادہ عطاء کیا' پس آپ نے حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ عطاء کیے' اور حضرت عیینہ کو بھی اتنے ہی اونٹ عطاء کیے اور عرب کے معززین کو زیادہ عطاء کیا' پس ان لوگوں کو تقسیم میں ترجیح دی تو ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا اور اس تقسیم سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ارادہ نہیں کیا گیا' تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرور اس بات کی خبر دوں گا' سو میں نے آپ کے پاس جا کر اس بات کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: اگر اللہ اور اس کا رسول عدل نہ کرے تو پھر کون عدل کرے گا' اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے! ان کو اس سے زیادہ اذیت پہنچائی گئی تھی' پس انہوں نے اس پر صبر کیا تھا۔

(صحیح البخاری: ۳۱۵۰' صحیح مسلم: ۱۰۶۸' مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کرانے کی حکمت یہ تھی کہ انہوں نے مکہ کو حرم بنایا' بیت اللہ کی تعمیر کی اور مناسک حج مقرر کیے اور قربانی کی اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام سنتوں کو زندہ کیا۔ (الروض الانف ج ۲ ص ۲۰۵۔۲۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

نیز مصنف کے نزدیک یہ وجہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور آپ نے مدینہ منورہ کو حرم بنایا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ تمام مناسبتیں بہت لطیف اور باریک ہیں' جن کو علامہ سہیلی نے بیان کیا ہے اور میں نے ان کی تلخیص اور تنقیح کی ہے' نیز علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہجرت کے ساتویں سال مکہ آئے تھے' اس وجہ سے ان سے ساتویں آسمان پر ملاقات کرائی تھی اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے چھٹے سال عمرہ کرنے کے لیے مکہ روانہ ہوئے تھے' سو مشرکین نے آپ کو حدیبیہ کے مقام پر روک لیا' پھر آپ نے ہجرت کے ساتویں سال مکہ جا کر عمرہ ادا کیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۷۔۸۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

آسمانوں کے درجات اور انبیاء علیہم السلام کے درجات میں مناسبتیں

علامہ عبد اللہ بن ابی جمرۃ اندلسی متوفی ۶۹۹ھ ان تخصیصات کی توجیہ میں لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام سے اوّل آسمان پر اس لیے ملاقات کرائی کہ وہ اوّل الانبیاء اور اوّل الآباء ہیں اور وہ سب کی اصل ہیں' اس لیے پہلے آسمان پر ملاقات کرنے کے لیے وہی اَولیٰ ہیں اور اس لیے بھی کہ بیٹا باپ کے ساتھ مانوس ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دوسرے آسمان پر اس لیے ملاقات کرائی کہ دوسرا آسمان پہلے آسمان کے قریب ہے اور باقی انبیاء علیہم السلام کی بہ نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے تیسرے آسمان پر اس لیے ملاقات کرائی کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ان کی صورت میں جنت میں داخل ہوگی تو یہاں آپ کی ان سے ملاقات کرائی تاکہ آپ کو بشارت ہو۔

میں کہتا ہوں: یہ توجیہ واضح نہیں ہے کیونکہ اس میں تیسرے آسمان کی خصوصیت کا بیان نہیں ہے۔

حضرت ادریس علیہ السلام سے چوتھے آسمان پر ملاقات کرائی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بلند جگہ پر اُٹھایا تھا۔ (مریم:۱۹) اور چوتھا آسمان سات آسمانوں میں متوسط اور معقول ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام سے پانچویں آسمان پر ملاقات کرائی کیونکہ پانچواں آسمان چھٹے آسمان کے قریب ہے' جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرائی تھی اور حضرت ہارون بھائی ہونے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہما السلام کے قریب ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چھٹے آسمان پر ملاقات کرائی کیونکہ چھٹا آسمان پانچویں آسمان سے اوپر ہے اور حضرت ہارون سے افضل ہونے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا درجہ ان سے اوپر ہے' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ساتویں آسمان پر ملاقات کرائی کیونکہ حضرت آدم کے بعد حضرت ابراہیم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باپ ہیں تو ان سے اُنس کی تجدید کے لیے آخری آسمان پر ان سے ملاقات کرائی اور خلیل کا مقام یہ چاہتا تھا کہ ان کا درجہ بہت بلند ہو' اس لیے تمام نبیوں کے مقام سے بلند مقام یعنی ساتویں آسمان پر ان سے ملاقات کرائی اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور حبیب کا مرتبہ خلیل سے بلند ہوتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام سے بلند مقام قاب قوسین او ادنیٰ پر لے گیا۔ (بہجۃ النفوس شرح البخاری ج ۳ ص ۱۹۵-۱۹۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رونے کی وجوہ

اس حدیث میں مذکور ہے: پس جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آگے گزرا تو وہ رونے لگے' ان سے پوچھا گیا: آپ کو کیا چیز رلاتی ہے؟ انہوں نے کہا: میں اس لیے روتا ہوں کہ ایک نوجوان میرے بعد مبعوث کیا گیا' اس کی اُمت سے جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے وہ میری اُمت میں سے جنت میں داخل ہونے والوں سے بہت زیادہ ہوں گے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: بنو اسرائیل یہ گمان کرتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم ہوں' حالانکہ یہ (نوجوان) مجھ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہیں۔

الاموی کی روایت میں یہ اضافہ ہے: اگر فقط یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہوتے تو یہ بات آسان تھی' لیکن ان کے ساتھ ان کی امت ہو گی اور ان کی اُمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل اُمت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے اور وہ بہ آواز بلند یہ کہہ رہے تھے: تو نے ان کو عزت دی اور ان کو فضیلت دی۔ حضرت جبریل نے بتایا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں' میں نے پوچھا: یہ کس سے شکایت کر رہے ہیں؟ حضرت جبریل نے بتایا: یہ آپ کی وجہ سے اپنے رب سے شکایت کر رہے ہیں' میں نے کہا: یہ اپنے رب کے سامنے اپنی آواز بلند کر رہے ہیں! حضرت جبریل نے کہا: اللہ تعالیٰ کو ان کے مزاج کی تیزی معلوم ہے۔

امام ابویعلیٰ اور امام بزار کی روایت میں یہ اضافہ ہے: میں نے ایک غصیلی آواز سنی' میں نے حضرت جبریل سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: یہ حضرت موسیٰ ہیں' میں نے پوچھا: یہ کس پر ناراض ہو رہے ہیں؟ انہوں نے بتایا: اپنے رب پر' میں نے کہا: اپنے رب پر! حضرت جبریل نے کہا: اللہ تعالیٰ کو حضرت موسیٰ کی (کلام کرنے کی) یہ عادت معلوم ہے۔

علماء نے اس کی شرح میں کہا: معاذ اللہ! حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رونا حسد کی وجہ سے نہیں تھا' کیونکہ عام نیک مسلمان بھی حسد سے پاک ہوتے ہیں تو وہ کیسے حسد کر سکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پسندیدہ بندہ بنایا ہے' بلکہ ان کا رونا اس اجر کے نہ ملنے کی وجہ سے تھا

جس کی وجہ سے ان کا درجہ بلند ہوتا' اس کی وجہ ان کی بہت زیادہ ان کی نافرمانی کرنا تھی' جس کی بناء پر ان کی اُمت کو وہ فضیلت حاصل نہ ہو سکی جس کی وجہ سے ان کے درجات بلند ہوتے کیونکہ ہر نبی کو اپنے متبعین کے نیک اعمال میں اس نبی کی پیروی کی وجہ سے ان کے اجر کی مثل اجر ملتا ہے' سو اُمت جتنی نبی کی اتباع کرتی ہے' نبی کو اتنا اجر ملتا ہے' اگر ان کی اُمت ان کی زیادہ اتباع کرتی تو ان کو زیادہ اجر ملتا' لیکن ان کی اُمت ان کے ہر حکم کی مخالفت کرتی رہی' اس لیے ان کو زیادہ اجر نہ مل سکا' اس کے برعکس ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت نے آپ کی تمام اُمتوں سے زیادہ پیروی کی اور آپ کی اُمت کی تعداد بھی سب نبیوں سے زیادہ تھی' اس وجہ سے آپ کو سب نبیوں سے زیادہ اجر ملا اور حضرت موسیٰ کو ان کی اُمت کی مخالفت کی وجہ سے وہ اجر نہ مل سکا' سو اس پر افسوس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام روئے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نو جوان کہا' اس کی وجوہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرمایا: ایک کم عمر نو جوان میرے بعد مبعوث کیا گیا' ان کا آپ کو کم عمر فرمانا بہ طور تنقیص نہیں تھا' بلکہ اس سے محض اللہ تعالیٰ کی قدرت اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا کرم بتانا مقصود تھا کہ آپ سے پہلے نبیوں کی عمریں زیادہ تھیں' اس کے باوجود ان کی تبلیغ سے اتنے پیروکار نہیں ہوئے' جتنے آپ کو کم عمر ملنے کے باوجود آپ کے پیروکار ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے حال پر جتنی توجہ کی اور ان کی نمازوں میں تخفیف کرائی' اتنی توجہ کسی اور نبی نے نہیں کی۔

امام ابن جریر طبری اور امام بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ مجھ پر سب نبیوں سے زیادہ سخت تھے اور جب میں ان کی طرف لوٹ کر آیا تو وہ سب سے زیادہ میرے ساتھ نیکی کرنے والے تھے۔

حضرت ابوسعید کی روایت میں ہے: پس جب میں لوٹ کر آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا اور وہ تمہارے حق میں کیسے عمدہ صاحب تھے! انہوں نے مجھ سے سوال کیا: آپ کے رب نے آپ پر کیا فرض کیا؟ (الحدیث)

علامہ ابو محمد عبداللہ بن ابی جمرہ متوفی ٦٩٩ ھ نے کہا ہے:

اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں کی بہ نسبت انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں بہت زیادہ رحمت رکھی ہے' اس لیے حضرت موسیٰ اپنی اُمت پر رحمت کی وجہ سے روئے اور انہوں نے جو آپ کو نو جوان کہا' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہ نسبت کم عمر تھے۔

علامہ حمد بن محمد خطابی متوفی ٣٨٨ ھ نے کہا ہے کہ جب تک کسی شخص میں قوت اور طاقت رہے' عرب اس کو نو جوان کہتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ مجھے یہ وجہ منکشف ہوئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو نو جوان اس لیے فرمایا کہ وہ آپ کے اوپر اللہ تعالیٰ کا یہ انعام بیان کرنا چاہتے تھے کہ ادھیڑ عمر میں بھی آپ میں نو جوانوں کی قوت تھی بلکہ معراج کے موقع پر آپ کی عمر پچاس سال سے زائد تھی اور آپ بڑھاپے کی حد میں داخل ہو چکے تھے' پھر بھی آپ نو جوانوں کی طرح چاق و چوبند تھے' حتیٰ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اہل مدینہ نے دیکھا کہ سواری پر حضرت ابوبکر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے حضرت ابوبکر پر بوڑھے کا اور آپ پر جوان کا اطلاق کیا' حالانکہ آپ کی عمر حضرت ابوبکر سے دو سال زیادہ تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نمازوں میں تخفیف کرانے کے ساتھ مخصوص کرنے کی وجوہ

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نمازوں میں تخفیف کے لیے لوٹایا تھا' اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تخصیص کی حکمت یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت کو جتنی نمازوں کا مکلف کیا گیا تھا' کسی اور اُمت کو اتنی نمازوں کا مکلف نہیں کیا گیا تھا' سوان پر یہ نمازیں دشوار ہوئیں' اس لیے حضرت موسیٰ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں آپ کی اُمت بھی ایسا نہ کرے' اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اور کسی نبی کے حضرت موسیٰ سے زیادہ پیروکار نہیں تھے اور نہ کسی کے پاس ان سے بڑی کتاب تھی اور نہ کسی اور نبی کی شریعت میں ایسے احکام تھے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے احکام کی مثل ہوں' اس لیے انہوں نے یہ تمنا کی کہ آپ کے اوپر بھی ان کی طرح انعام ہو' اس وجہ سے یہ مناسب تھا کہ وہ آپ کی خیر خواہی کے لیے آپ کو مشورہ دیں۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابتداء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وجہ سے روئے تھے کہ ان کی اُمت کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو اتنا اجر وثواب حاصل نہیں ہوا جتنا آپ کو آپ کی اُمت کی اطاعت اور کثرت کی وجہ سے اجر حاصل ہوا تھا' اس افسوس کے تدارک اور اس کی تلافی کے لیے حضرت موسیٰ نے خیر خواہی سے یہ مشورہ دیا کہ آپ نمازوں کو پچاس سے کم کرائیں کیونکہ اگر آپ پر بھی پچاس نمازیں فرض ہوتیں اور آپ کی اُمت پچاس نمازیں نہ پڑھ سکتی اور آپ کی پیروی نہ کرتی تو آپ کو بھی حضرت موسیٰ کی طرح کم اجر ملتا' اس لیے آپ مسلسل نمازوں میں تخفیف کراتے رہے حتیٰ کہ نمازوں کی تعداد پانچ رہ گئی اور آپ کی اُمت کے لیے آپ کی پیروی کرنا آسان ہو گیا اور آپ کے اجر میں کمی کا سبب زائل ہو گیا۔

علامہ سہیلی نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی مناجات میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت دیکھی تھی تو انہوں نے یہ دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے بنا دے تو گویا ان کا آپ کی اُمت کے لیے خیر خواہی کرنا دراصل اپنے لیے خیر خواہی تھی' سو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس تخفیف کا مشورہ دینے کی یہ وجوہ ہیں اور اصل علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ساتویں آسمان پر ملاقات کا ذکر ہے' حضرت ابوسعید کی حدیث میں ہے: پس اس وقت میں حضرت ابراہیم خلیل الرحمان کے ساتھ تھا جو بہت حسین مردوں میں سے تھے اور البیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔
امام طبری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس وقت میں ایک شخص کے ساتھ تھا جس کے سر کے بال سفید اور سیاہ تھے' وہ جنت کے دروازہ کے پاس ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ہمارے بعض مشائخ کا مختار یہ ہے کہ شب معراج تمام انبیاء علیہم السلام اپنے جسموں کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے لیے آسمانوں پر گئے تھے' اور ہو سکتا ہے کہ ان کی روحوں کا زمین پر ان کے جسم کے ساتھ اتصال ہو۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۸۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس تاویل کی ضرورت نہیں ہے' کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ ایک جسم ایک وقت میں کئی جگہوں پر موجود ہو سکتا ہے' جیسا کہ ہم پہلے تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

سدرۃ المنتہیٰ کا معنی اور سدرۃ کے متعلق حضرت انس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیثوں میں تعارض کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو روایت کی ہے اس میں سدرۃ المنتہیٰ کے متعلق مذکور ہے:

مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا اور یہ چھٹے آسمان میں ہے زمین سے جو چیزیں اوپر کی طرف چڑھتی ہیں ان کی اسی پر آ کر انتہاء ہو جاتی ہے اور جو چیزیں اوپر سے نیچے آتی ہیں ان کی اس پر آ کر انتہاء ہو جاتی ہے۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس کو سدرۃ المنتہیٰ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ملائکہ کے علم کی اس پر آ کر انتہاء ہو جاتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی شخص سدرۃ المنتہیٰ کے پاس نہیں گیا۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ حضرت انس کی حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان میں ہے کیونکہ ان کی حدیث میں ساتویں آسمان کے بعد مذکور ہے کہ پھر مجھے سدرۃ کی طرف لے جایا گیا اور حضرت ابن مسعود کی حدیث میں ہے کہ وہ چھٹے آسمان میں ہے اور اس کے تعارض میں کوئی شک نہیں ہے۔ حضرت انس کی حدیث کے موافق اکثرین کا قول ہے اور کعب نے کہا ہے کہ اس کا وصف یہ ہے کہ ہر نبی مرسل اور ہر ملک مقرب کے علم کی اس پر انتہاء ہو جاتی ہے اس قول کا تقاضا بھی یہی ہے کہ سدرۃ ساتویں آسمان میں ہو اور سدرۃ کے بعد جو کچھ ہے وہ غیب ہے اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا کسی کو علم نہیں ہے یا جس کو اللہ تعالیٰ اس کا علم عطاء فرمادے اسماعیل بن احمد نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف ارواحِ شہداء کی انتہاء ہوتی ہے حضرت انس کی حدیث اس وجہ سے راجح ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے اور حضرت ابن مسعود کی حدیث ان کا قول ہے اور انہوں نے ان متعارض حدیثوں کو جمع کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ حتمی طور پر کہا کہ ان میں تعارض ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ان حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود کی حدیث اس پر محمول ہے کہ سدرۃ کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے اور حضرت انس کی حدیث اس پر محمول ہے کہ سدرۃ کی شاخیں ساتویں آسمان میں ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۸ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

مقام ''هَجَر'' کا معنی اور اس کے ساتھ وجہ تشبیہ چار دریاؤں کی وضاحت اور البیت المعمور کا مقام

اس حدیث میں مذکور ہے: میں نے دیکھا کہ سدرۃ کے پھل مقام ہَجَر کے مٹکوں کی طرح (بڑے بڑے) تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ درختوں میں سے سدرۃ (بیری کے درخت) کی تخصیص کیوں کی گئی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بیری کے درخت میں تین اوصاف ہیں: اس کا سایا گھنا ہوتا ہے اس کا طعام لذیذ ہوتا ہے اور اس کی خوشبو عمدہ ہوتی ہے۔

اگر یہ سوال کرو کہ اس کے پھلوں کی مقام ہَجَر کے مٹکوں کے ساتھ کیوں تشبیہ دی گئی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مخاطبین کے نزدیک زیادہ معروف تھے اور کثیر پانی کی تعریف بھی مقام ہَجَر کے مٹکوں کے ساتھ بیان کی گئی ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ جب پانی دو قلّوں کی مقدار کو پہنچ جائے تو وہ پانی کثیر ہے۔

ہَجَر کا لفظ مدینہ منورہ کے قریب ایک شہر کا نام ہے اور یہ علمیت اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔
نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہاں چار دریا تھے' دو باطنی دریا تھے اور دو ظاہری دریا تھے' جو باطنی دریا ہیں وہ جنت کے دریا ہیں اور جو ظاہری دریا ہیں' وہ نیل اور فرات ہیں۔
علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ دریائے نیل مصر میں ہے اور فرات' بغداد کی غربی جانب میں ہے۔
علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ نیل اور فرات کی اصل وہاں پر ہے' پھر اللہ تعالیٰ زمین کی جس جگہ سے چاہتا ہے وہاں سے وہ دریا نکلتے ہیں اور اس سے عقل اور شرع مانع نہیں ہے اور یہی ظاہر حدیث کا تقاضا ہے' اس لیے اس حدیث کو اسی پر محمول کرنا چاہیے۔
اس حدیث میں مذکور ہے: پھر میرے لیے البیت المعمور کو بلند کیا گیا۔
الکشمیھنی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ البیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔
حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس کا نام الضراح ہے' اور الصغانی نے کہا: اس کو الضریح بھی کہتے ہیں۔
علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ البیت المعمور کس جگہ پر ہے' حضرت ابن عباس اور مجاہد کا قول یہ ہے کہ وہ آسمانِ دنیا میں ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ چھٹے آسمان میں ہے' مجاہد اور ضحاک نے کہا کہ وہ ساتویں آسمان میں ہے' امام بخاری کا بھی یہی مختار ہے اور اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور دوبارہ لوٹ کر نہیں آتے اور ان اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں اس کو چھٹے آسمان کی طرف بلند کر دیا ہو' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے اس کو ساتویں آسمان تک بلند کر دیا ہو' حتیٰ کہ آپ نے اس کو مختلف جگہوں پر دیکھا' پھر بعد میں اس کو دوبارہ آسمانِ دنیا کی طرف لوٹا دیا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۸۔۳۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی نے جو لکھا ہے وہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح کا خلاصہ ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۸۹' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

دودھ کو فطرت فرمانے کی توجیہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر میرے لیے ایک شراب کا برتن لایا گیا اور ایک دودھ کا برتن لایا گیا' پس میں نے دودھ کو لے لیا تو حضرت جبریل نے کہا: یہی فطرت ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس کی شرح میں لکھتے ہیں:
علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے دودھ کو فطرت اس لیے فرمایا ہو کہ نومولود کے پیٹ میں جو چیز سب سے پہلے پہنچتی ہے وہ دودھ ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے مشروبات کو چھوڑ کر دودھ کی طرف اس لیے میلان فرمایا کہ آپ اس کے عادی تھے' نیز اس لیے کہ دودھ کی جنس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔
حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کے بعد ہم گئے تو سامنے تین برتن ڈھکے ہوئے تھے' پس حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! کیا آپ ان مشروبات سے نہیں پئیں گے جو آپ کا رب آپ کو پلائے گا؟ سو میں نے ایک برتن سے لیا تو وہ شہد تھا' میں نے وہ تھوڑا سا پیا' پھر میں نے دوسرے برتن سے لیا تو وہ دودھ تھا' میں نے اس سے اتنا پیا حتیٰ کہ میں سیر ہو گیا' حضرت جبریل نے پوچھا: کیا آپ تیسرے برتن سے نہیں لیں گے؟ میں نے کہا: میں سیر ہو چکا ہوں! حضرت جبریل نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق دی ہے۔
امام بزار نے اسی حدیث میں یہ روایت کی ہے کہ اس برتن میں شراب تھی' لیکن اس میں مذکور ہے کہ یہ بیت المقدس کا واقعہ ہے'

اور پہلے برتن میں پانی تھا اور اس حدیث میں شہد کا ذکر نہیں ہے۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ آپ کے پاس یہ برتن معراج سے پہلے بیت المقدس میں لائے گئے تھے۔اس کی عبارت اس طرح ہے: پھر میں مسجد میں داخل ہوا' پس میں نے دو رکعت نماز پڑھی' پھر میں مسجد سے نکلا تو حضرت جبریل میرے پاس دو برتن لائے' ایک برتن میں شراب تھی اور دوسرے برتن میں دودھ تھا' پس میں نے دودھ لے لیا تو حضرت جبریل نے کہا: آپ نے فطرت کو اختیار کیا ہے' پھر آسمان کی طرف عروج کیا گیا۔

حضرت شداد بن اوس کی روایت میں ہے: سو میں نے مسجد میں نماز پڑھی جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا' پھر مجھے بہت زور سے پیاس لگی' پس میرے پاس ایک برتن میں دودھ لایا گیا اور دوسرے میں شراب' اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی تو میں نے دودھ لے لیا' تو حضرت جبریل نے کہا: آپ نے فطرت کو اختیار کیا۔

جدید میڈیکل سائنس کے مطابق دودھ کے طبی فوائد

اڑھائی سو گرام دودھ میں حسب ذیل منرل اور وٹامنز ہوتے ہیں:

پروٹین:	7.5 گرام	پندرہ فی صد
آئرن:	2.8 ملی گرام	بیس فی صد
کیلشیم:	330 ملی گرام	اکتالیس فی صد
وٹامن A:	470 i u	اٹھارہ فی صد (انٹرنیشنل یونٹ)
وٹامن C:	12 ملی گرام	بیس فی صد

کاربوہائیڈریٹ: 150 K cal

آئرن: خون کی کمی کو پورا کرنے میں مدد دیتا ہے۔

وٹامن A: صاف بینائی اور صحت مند جلد کے لیے ضروری ہے۔

وٹامن C: آئرن کو جذب کرنے میں مدد دیتا ہے اور اس سے قوتِ مدافعت بڑھتی ہے۔

کیلشیم: ہڈیوں کو مضبوط بناتا ہے اور آئرن کو جذب کرنے میں مدد دیتا ہے۔

کاربوہائیڈریٹس سے توانائی حاصل ہوتی ہے۔

آئرن کی کمی سے ذہنی اور جسمانی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔

پروٹین سے گوشت بنتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے برتن کو ترک کر دیا تھا' اس لیے ہم شراب کے متعلق بھی بتانا چاہتے ہیں:

شراب کے نقصانات

شراب نشہ آور سیال ہے' شکری سیال یا میٹھے رسوں یا پوست کیکر یا پیسٹ سے خمیر اُٹھا کر عرق کھینچ لیتے ہیں' عموماً انگور' سیب' کھجور' جَو اور گندم سے شراب بنائی جاتی ہے' رنگ: مختلف' ذائقہ: تلخ اور نہایت کڑوا' مزاج: گرم خشک اور سونگھنے میں انتہائی بدبودار۔ اس کے فوائد کے مقابلہ میں اس کے نقصانات بہت زیادہ ہیں' شراب کے نشہ میں غیر اختیاری حرکات صادر ہوتی ہیں' دماغی توازن درست نہیں رہتا' شراب پینے سے دورانِ خون بڑھ جاتا ہے' اس کے کثرتِ استعمال سے دل' دماغ' معدہ' جگر اور گردوں پر بہت برا اثر پڑتا ہے'

شراب چہرہ کی خوب صورتی پر تباہ کن اثر ڈالتی ہے' جلد موٹی اور کھردری ہو جاتی ہے' آنکھیں اپنی قدرتی چمک کھو کر گدلی اور دھندلی ہو جاتی ہیں' تمام مذاہب نے اس کو حرام اور اُم الخبائث قرار دیا ہے۔ (المفردات ص ٣١٢-٣١١ ملخصاً' شیخ غلام علی اینڈ سنز' کراچی)

شراب انسان کی عقل کو زائل کر دیتی ہے اور انسان نشہ کی حالت میں ایسے کام کرتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کی نگاہوں میں اس کی عزت اور آبرو گر جاتی ہے' نیک کاموں کی قدرت جاتی رہتی ہے اور بُرائی سے دور نہیں ہو سکتا' اس کی صحت تباہ ہو جاتی ہے اور اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں' مہلک بیماریاں ہو جاتی ہیں مثلاً السر اور کینسر وغیرہ اور گردے فیل ہو جاتے ہیں' بسا اوقات یہ قتل اور خون ریزی کی طرف لے جاتی ہے۔

نمازوں میں تخفیف کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بار بار مشورہ دینا

اس حدیث میں مذکور ہے: مجھے ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے' حضرت موسیٰ نے کہا: آپ کی اُمت ہر روز پانچ نمازیں پڑھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی اور میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور مجھے بنی اسرائیل کا تلخ تجربہ ہے' آپ پھر اپنے رب کی طرف واپس جایئے اور اس سے اپنی اُمت کے لیے تخفیف کا سوال کیجئے' آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے سوال کیا ہے' حتیٰ کہ اب مجھے حیاء آتی ہے' لیکن میں (اللہ کے حکم پر) راضی ہوں اور (اس کو) تسلیم کرتا ہوں' پس جب میں وہاں سے گزر گیا تو ایک منادی نے نداء کی کہ میں نے اپنے فریضہ کو نافذ کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

یہ اس پر سب سے قوی دلیل ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شب معراج بغیر کسی واسطہ کے کلام فرمایا تھا۔

صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں حدیث مذکور کے علاوہ دیگر روایات اور ان پر تبصرے

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کی اس روایت کے علاوہ دوسری روایات میں حسب ذیل اضافی امور بیان کیے گئے ہیں' جو اس روایت میں مذکور نہیں ہیں:

صحیح بخاری کی کتاب الصلوٰۃ کے شروع میں مذکور ہے: حتیٰ کہ میں مقام استواء پر پہنچا جہاں پر میں قلموں کے چلنے کی آواز سنتا تھا' نیز صحیح بخاری کی کتاب التوحید میں مذکور ہے: حتیٰ کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ پر آئے اور رب العزۃ تبارک وتعالیٰ آپ کے قریب ہوا' پھر مزید قریب ہوا تو آپ اپنے رب سے دو کمانوں کی مقدار قریب ہوئے' بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہوئے' پس میری طرف پچاس نمازوں کی وحی کی گئی' اس کی تفصیل ان شاء اللہ کتاب التوحید میں آئے گی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے: پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا' اس کی رسیاں موتیوں کی تھیں اور اس کی مٹی مشک تھی۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں جنت میں چل رہا تھا تو میں دریا کے پاس پہنچا' اس کے دونوں کنارے کھوکھلے موتیوں کے تھے' اور اس کی مٹی خوشبودار مشک تھی' پس حضرت جبریل نے کہا: یہ کوثر ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: پھر میں چلتا رہا حتیٰ کہ میں ایک درخت تک پہنچا' پس مجھے ایک بادل نے ڈھانپ لیا' جس میں ہر طرح کے رنگ تھے' پس حضرت جبریل کو تاخیر ہو گئی اور میں سجدہ میں گر گیا۔

امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ نمازیں اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات عطاء کی گئیں اور میری اُمت کے ان کبیرہ گناہ کرنے والوں کی مغفرت کر دی گئی جنہوں نے شرک نہ کیا ہو۔ اور اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ وہ بادل پھر مجھ سے کھل گیا اور جبریل نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں تیز تیز چلا' پس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچا' انہوں نے مجھ سے کچھ نہیں فرمایا' پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملا' انہوں نے پوچھا: آپ نے کیا کیا؟ اور اس حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے فرمایا: اس کی کیا وجہ ہے کہ میں جس آسمان والے کے پاس گیا' اس نے مجھے مرحبا کہا اور خوش ہوا' سوا ایک مرد کے' میں نے اس کو سلام کیا اس نے میرے سلام کا جواب دیا اور مرحبا کہا اور کسی خوشی کا اظہار نہیں کیا! حضرت جبریل نے بتایا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ دوزخ کا محافظ مالک ہے' یہ کسی کے سامنے نہیں ہنسا' اگر یہ کسی کے سامنے ہنستا تو آپ کے سامنے بھی ہنستا۔

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ حتیٰ کہ حضرت جبریل اور آپ کے لیے آسمانوں کے دروازے کھولے گئے' پس آپ دونوں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ آپ پر جنت پیش کی گئی' اس کے انار کنویں کے ڈول جتنے تھے' اور اس کے پرندے اونٹوں کے برابر تھے اور آپ کو دوزخ دکھائی گئی' اگر اس میں پتھر یا لوہا پھینکا جاتا تو وہ اس کو کھا جاتی۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ بیان کرتے ہیں: آپ کے سامنے دوزخ منکشف کی گئی' اس میں فرش بچھے ہوئے تھے' اس کو میں نے بہت گرم پایا' اس میں یہ اضافہ ہے کہ اس کو میں نے بیت المقدس کی وادی میں دیکھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت جبریل نے مجھ سے پوچھا: یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! کیا آپ نے اپنے رب سے یہ سوال کیا ہے کہ وہ آپ کو بڑی آنکھوں والی حوریں دکھائے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: پھر آپ ان کی طرف چلیں اور ان کو سلام کریں' آپ نے فرمایا: پھر میں نے ان کے پاس جا کر ان کو سلام کیا' انہوں نے سلام کا جواب دیا' میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم خیراتِ حسان (نیک سیرت اور خوب صورت بیویاں) ہیں۔ (الحدیث)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: اے میرے بیٹے! آج رات آپ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں! اور بے شک آپ کی اُمت سب اُمتوں میں سے سب سے آخری اور سب سے زیادہ ہے' اگر آپ اپنے رب سے اپنی کوئی حاجت یا اپنی اُمت کی کسی حاجت کا سوال کرنا چاہیں تو ضرور کریں۔ امام واقدی نے متعدد اسانید سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ وہ آپ کو جنت اور دوزخ دکھائے' پھر سترہ رمضان کو ہجرت سے اٹھارہ ماہ پہلے آپ ظہر کے وقت اپنے گھر میں سوئے ہوئے تھے تو آپ کے پاس حضرت جبریل اور میکائیل آئے اور کہا: آپ نے جس کے متعلق سوال کیا تھا' اس کی طرف چلیے' سو وہ دونوں آپ کو مقامِ ابراہیم اور زمزم کے درمیان لے گئے' پھر آپ کے پاس بہت حسین و جمیل معراج (سیڑھی) لائی گئی' وہ دونوں آپ کو آسمانوں کی طرف چڑھا کر لے گئے' سو آپ نے انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور آپ نے جنت اور دوزخ کو دیکھا اور آپ پر پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔

اگر یہ روایت ثابت ہو تو یہ کوئی دوسری معراج ہے کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ وہ ظہر کا وقت تھا اور یہ معراج مکہ سے ہوئی۔ یہ روایت دیگر روایاتِ صحیحہ کے دو چیزوں میں مخالف ہے: ایک یہ کہ اس میں مکہ سے معراج کے ذریعہ آسمانوں پر جانے کا ذکر ہے' دوسرے یہ کہ اس میں مکہ میں پانچ نمازوں کے فرض کیے جانے کا ذکر ہے' ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ معراج کئی بار ہوئی ہو' دوسرے یہ کہ پہلی معراج خواب میں ہوئی ہو اور یہ بیداری میں ہوئی ہو' یا اس کے برعکس ہو۔

حافظ ابن حجر اور دیگر علماء کے بیان کردہ حدیثِ معراج کے فوائد

حدیث معراج کے دیگر فوائد میں سے یہ ہے کہ آسمان کے حقیقۃً دروازے ہیں' اور اس کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر ہیں' اور یہ کہ کہیں جانے کے لیے اجازت طلب کرنی چاہیے اور یہ بتانا چاہیے کہ میں فلاں شخص ہوں اور یہ کہ جو گزرنے والا ہو وہ بیٹھے ہوئے شخص کو سلام کرے خواہ گزرنے والا بیٹھے ہوئے شخص سے افضل ہو' اور یہ کہ آنے والے شخص کو بشارت دی جائے اور اس کو مرحبا کہا جائے' اور اس کی تحسین کی جائے اور اس کے حق میں دعاءِ خیر کی جائے' اور یہ کہ جس شخص کے متعلق اطمینان ہو کہ اس کے منہ پر تعریف کرنے سے وہ فتنہ میں مبتلا نہیں ہوگا' اس کے سامنے اس کی تعریف کرنا جائز ہے' اور یہ کہ قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے اس کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھنا جائز ہے' جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کی طرف ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے' اور وہ بھی کعبہ کی طرح ہر جہت سے قبلہ ہے اور یہ کہ کسی حکم پر عمل سے پہلے اس کو منسوخ کرنا جائز ہے جیسے پچاس نمازوں کو پڑھنے سے پہلے ان کو منسوخ کر دیا گیا' اور یہ کہ رات کو سفر کرنا دن میں سفر کرنے سے افضل ہے کیونکہ سفرِ معراج رات میں ہوا تھا' اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ تر نفلی عبادات رات میں کرتے تھے' اور تجربہ سے حاصل شدہ علم معرفت سے زیادہ قوی ہے' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تجربہ سے معلوم تھا کہ آپ کی اُمت اتنی زیادہ نمازیں نہیں پڑھ سکے گی' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عادت پر حکم لگانا جائز ہے' اور یہ کہ اعلیٰ کو ادنیٰ کا متنبہ کرنا جائز ہے کیونکہ گزشتہ اُمتوں کے بدن اس اُمت سے زیادہ قوی تھے۔

علامہ ابن ابی جمرہ نے یہ فوائد بیان کر کے کہا ہے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خلیل کا مقام حکم کو تسلیم کرنا اور اس پر راضی ہونا ہے اور کلیم کا مقام رہ نمائی کرنا اور مشورہ دینا ہے' کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پچاس سے کم نمازوں کا مشورہ دیا' نہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے' حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہ نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اختصاص زیادہ ہے کیونکہ وہ آپ کے باپ ہیں اور ان کا مرتبہ زیادہ بلند ہے اور ان ہی کی ملت کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ اس میں یہ حکمت تھی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور سے واپسی پر یہ پتا چلا کہ ان کی قوم نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی ہے اور انہوں نے اپنی قوم کی طرف سبقت کی اور وہ ان پر سخت ناراض ہوئے اور انہوں نے اپنی قوم کو ملامت کرنے اور زجر و توبیخ کرنے میں جلدی کی' اسی طرح انہوں نے نماز میں تخفیف کا مشورہ دینے میں بھی سبقت کی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت اور دوزخ پیدا کی جا چکی ہیں اور اس سے معلوم ہوا کہ اللہ سے بار بار دعا کرنا اور زیادہ دعا کرنا مستحب ہے' اور مقربین کے پاس بار بار سفارش کرنا پسندیدہ ہے' جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُمت کے لیے تخفیف کی بار بار سفارش کی اور یہ کہ سفارش کو قبول کرنا چاہیے جیسے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سفارش کو قبول فرمایا اور اس میں حیاء کی فضیلت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اب مجھے اپنے رب سے حیاء آتی ہے! اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو کسی مشورہ کی ضرورت ہو' اس کو اس کی طلب کے بغیر بھی مشورہ دینا چاہیے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۹۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس شرح میں سے بعض اُمور کو بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۹۔۳۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۸۶۔۶۹۷' اور تبیان القرآن ج ۶ ص ۶۳۰۔۶۱۳' بنی اسرائیل: ۱' کی تفسیر میں بھی ہم نے واقعہ معراج پر مفصل بحث کی ہے' لیکن یہاں نعمۃ الباری میں سب سے زیادہ مفصل اور منفرد بحث ہے' اللہ تعالیٰ میرے تمام گناہوں کو معاف فرمائے اور معراج کی اس شرح کو اور دیگر مباحث کو قبول فرمائے! نعمۃ الباری کو مکمل فرمائے اور میرا نیکی کے ساتھ ایمان پر خاتمہ فرمائے! وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۔

٣٨٨٨- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ (الاسراء:٦٠) قَالَ هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ أُرِيَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ ﴿وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْاٰنِ﴾ (الاسراء:٦٠) قَالَ هِيَ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ.

[اطراف الحدیث:٤٧١٦-٦٦١٣] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر میں کہا: اور ہم نے شب معراج وہ جلوہ صرف لوگوں کی آزمائش کے لیے آپ کو دکھایا تھا۔ (بنی اسرائیل:٦٠) انہوں نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج بیت المقدس تک لے جایا گیا تو آپ کو وہ جلوہ آپ کی آنکھ سے دکھایا گیا تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: قرآن مجید میں جو شجر ملعونہ کا ذکر ہے اس سے مراد اندرائن (کوڑتما) کا درخت ہے۔

بنی اسرائیل:٦٠ میں ''الرؤیا'' سے مراد سر کی آنکھ سے دیکھنا ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: وہ جلوہ آپ کو آنکھ سے دکھایا گیا تھا۔ سعید بن المسیب نے کہا ہے کہ اس آیت میں ''الرؤیا'' کا معنی ہے: بیداری میں دیکھنا' الزمخشری نے کہا ہے کہ جو لوگ معراج منامی کے قائل ہیں وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اور ان کے نزدیک ''الرؤیا'' خواب میں دیکھنے کے معنی میں ہے' اور جمہور کے نزدیک آپ کو معراج بیداری میں ہوئی ہے' وہ کہتے ہیں کہ ''الرؤیا'' کا معنی بیداری میں دیکھنا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دل سے دیکھنے کو بھی ثابت فرمایا ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ○ (النجم:١١) قلب نے اس کے خلاف نہ کہا جو آنکھوں نے دیکھا ○

اور آنکھوں سے دیکھنے کو بھی ثابت فرمایا ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ○ (النجم:١٧) نظر ایک طرف مائل ہوئی نہ حد سے بڑھی ○

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں سند قوی کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب کو دو بار دیکھا (یعنی ایک بار دل کی آنکھ سے جیسا کہ النجم:١١ میں ہے اور دوسری بار سر کی آنکھ سے جیسا کہ النجم:١٧ میں ہے) حضرت ابن عباس نے کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب کی طرف نظر کی' اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے کلام کو خاص کیا اور خلیل بنانے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ خاص کیا اور دیدار کرانے کو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص کیا' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مراد سر کی آنکھ سے دیکھنا ہے اور ان کے اس قول میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ شب معراج آپ نے اپنے رب کو صرف دل کی آنکھ سے دیکھا اور اس سے مراد خواب میں معراج ہے۔

اس آیت میں لوگوں کی آزمائش کا ذکر ہے۔ ان لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ آزمائش ہے جب حدیبیہ کے مقام پر مشرکین نے آپ کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا تھا' لیکن اس آیت کی وہی تفسیر صحیح اور معتمد ہے جو حضرت ابن عباس نے کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٤٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

نبی ﷺ کا سدرۃ کے بعد حجابات سے پار گزرنا' نبی ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی قولی' بدنی اور مالی عبادتوں کو پیش کرنا اور اللہ تعالیٰ کا آپ کو سلام فرمانا اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات عطاء فرمانا

امام ابواسحٰق احمد الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ ابوالعالیہ سے روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا' اور مجھے معلوم تھا کہ یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے' میں اس کے پتوں کو اور اس کے پھلوں کو پہچانتا تھا' اللہ کے نور نے اس کو ڈھانپ رکھا تھا' اور اس کو فرشتوں نے ڈھانپا ہوا تھا' گویا کہ وہ سونے کی ٹڈیوں کی طرح تھے' اس کو اتنے فرشتوں نے ڈھانپ رکھا تھا کہ کوئی اس کا بیان نہیں کر سکتا' اس میں اتنے فرشتے تھے جن کی تعداد کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام ان کے وسط میں تھے' جب میں اُن کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا: آپ آگے بڑھیں' میں نے کہا: میں کس سے آگے بڑھوں؟ انہوں نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! آپ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجھ سے زیادہ مکرم ہیں' سو میں آگے بڑھا اور حضرت جبریل میرے پیچھے چلے' حتیٰ کہ میں سونے کے حجاب تک پہنچا' پس انہوں نے حجاب کو ہلایا' تو حجاب کے اندر سے کسی نے کہا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: میں جبریل ہوں اور میرے ساتھ (سیدنا) محمد (ﷺ) ہیں' فرشتہ نے کہا: اللہ اکبر! پھر اس نے حجاب کے اندر سے ہاتھ نکال کر مجھے اٹھا لیا' اور حضرت جبریل کو چھوڑ دیا' میں نے پوچھا: کہاں تک؟ انہوں نے کہا: اے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! ہم میں سے ہر ایک کا ایک مقام متعین ہے اور یہاں ہر مخلوق کی انتہاء ہے اور مجھے صرف آپ کے احترام اور جلال کی وجہ سے اس حجاب تک آنے کی اجازت دی گئی تھی۔

پھر مجھے وہ فرشتہ پلک جھپکنے سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ موتیوں کے حجاب تک لے گیا' پھر حجاب کو حرکت دی' تو حجاب کے اندر سے فرشتہ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو اس نے کہا: میں سونے کے حجاب کا صاحب ہوں اور یہ میرے ساتھ (سیدنا) محمد (ﷺ) ہیں جو عرب کے رسول ہیں' پس فرشتہ نے کہا: اللہ اکبر! اور حجاب کے اندر سے اپنا ہاتھ نکالا اور مجھے اُٹھا کر اپنے سامنے کھڑا کر دیا' پس میں اسی طرح ایک حجاب سے دوسرے حجاب تک سفر کرتا رہا حتیٰ کہ میں ستر (۷۰) حجابات کے پار گیا' ہر حجاب کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر تھی اور ایک حجاب سے دوسرے حجاب تک پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ تھا' پھر میرے لیے سبز رفرف (تخت) لایا گیا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ تھی' میں اس تخت پر بیٹھا جس نے مجھے عرش تک پہنچایا' جب میں نے عرش کو دیکھا تو عرش کے پاس ہر چیز واضح ہو گئی' پس اللہ تعالیٰ نے مجھے عرش کی مسند کے قریب کر دیا اور مجھے عرش سے ایک قطرہ ٹپکایا' کسی چکھنے والے نے ایسا ذائقہ نہیں چکھا ہو گا' پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اوّلین اور آخرین کی خبریں دیں' اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے جو میری زبان چپ تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو گویا کر دیا' پس میں نے کہا: تمام قولی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور تمام بدنی اور مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں' تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں ہوں' سو میں نے کہا: ہم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر' پھر اللہ تعالیٰ نے پوچھا: اے محمد! کیا آپ کو علم ہے کہ ملائکہ مقربین کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: اے میرے رب! تو ہی اس کو اور ہر چیز کو زیادہ جاننے والا ہے اور تو علام الغیوب ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ فرشتے درجات اور حسنات میں بحث کر رہے ہیں۔ اے محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ درجات کیا ہیں اور حسنات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا: اے میرے رب! تو ہی زیادہ جاننے والا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تکلیف کے وقت مکمل وضو کرنا اور جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے چل کر جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا درجات ہیں' اور سلام کو پھیلانا اور کھانا کھلانا اور رات کو اُٹھ کر نماز پڑھنا جب لوگ سوئے ہوں یہ حسنات ہیں' پھر فرمایا: اے محمد! رسول اس پر ایمان لائے جو ان پر ان کے رب کی طرف نازل ہوا' میں نے کہا: جی ہاں! اے میرے

رب! فرمایا: اور کون؟ میں نے عرض کیا: اور مؤمنین' سب ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر' ہم رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے' جیسا کہ یہود اور نصاریٰ نے فرق کیا ہے۔ فرمایا: وہ کیا کہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا: وہ کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کا ارشاد سنا اور ہم نے آپ کے حکم کی اطاعت کی' فرمایا: تم نے سچ کہا' پس تم سوال کرو تم کو دیا جائے گا' میں نے عرض کیا: ہم تیری بخشش کے طلب گار ہیں' اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف (ہمیں) لوٹنا ہے' فرمایا: میں نے تم کو اور تمہاری اُمت کو بخش دیا' تم سوال کرو تمہیں عطاء کیا جائے گا' سو میں نے عرض کیا: اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطاء ہو جائے تو ہماری گرفت نہ فرمانا' فرمایا: میں نے تم سے اور تمہاری اُمت سے خطاء اور نسیان اور جبراً کاموں (پر مواخذہ) کو اُٹھالیا ہے' میں نے عرض کیا: اے ہمارے رب! ہم پر بھاری بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا' فرمایا: میں نے تمہارے لیے اور تمہاری اُمت کے لیے یہ کر دیا' میں نے عرض کیا: (زمین میں دھنسانے سے معاف فرمانا) اور (سنگ باری سے) معاف فرمانا اور (مسخ سے) ہم پر رحم فرمانا' تو ہمارا مددگار ہے اور کافروں کے خلاف ہماری مدد فرمانا۔

میں نے عرض کیا: اے میرے رب! تو نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا' حضرت موسیٰ کو کلیم بنایا' حضرت ادریس کو بلند جگہ پر رکھا' حضرت سلیمان کو ملکِ عظیم عطاء فرمایا' حضرت داؤد کو زبور عطاء کی' سوائے میرے رب! میرے لیے کیا ہے؟

فرمایا: اے محمد! میں نے آپ کو اسی طرح خلیل بنایا جس طرح ابراہیم کو خلیل بنایا تھا اور آپ سے اسی طرح کلام کیا جس طرح موسیٰ سے کلام کیا تھا اور آپ کو فاتحۃ الکتاب عطاء کی اور سورۃ البقرہ کی آخری آیات عطاء کیں اور یہ دونوں عرش کے خزانوں میں سے ہیں' اور یہ آپ سے پہلے کسی نبی کو عطاء نہیں کیں' اور آپ کو تمام روئے زمین کی طرف رسول بنایا ہے' خواہ وہ گورے ہوں یا کالے انسان ہوں یا جن اور آپ سے پہلے ان کی جماعات کی طرف کسی رسول کو نہیں بھیجا' اور تمام روئے زمین کو آپ کے لیے اور آپ کی اُمت کے لیے مسجد اور طہور بنا دیا' اور آپ کو اور آپ کی اُمت کو مالِ غنیمت سے کھلایا اور ایک ماہ کی مسافت سے آپ کے دشمن پر آپ کا رعب طاری کر دیا' اور تمام کتابوں کی سردار کتاب آپ پر نازل کی جو قرآن ہے' اور آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کیا' جب بھی میرے دین کے احکام میں میرا ذکر کیا جائے گا تو آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا' اور تورات کی جگہ آپ کو مثانی عطاء کی اور انجیل کی جگہ المئین عطاء کی اور زبور کی جگہ آپ کو الحوامیم عطاء کی اور سورِ مفصل سے آپ کو فضیلت دی' اور میں نے آپ کا سینہ کھول دیا اور آپ سے (غم کا) بوجھ اتار لیا' اور آپ کی اُمت کو تمام اُمتوں سے بہترین بنایا اور ان کو معتدل اُمت بنایا اور ان کو اوّلین اور آخرین بنایا' سو میں نے جو آپ کو عطاء کیا ہے وہ لے لیں' اور شکر گزار بندوں میں سے ہو جائیں۔

(الکشف والبیان ج ٦ ص ٦٥۔٦٣' داراحیاء التراث العربی بیروت' ١٤٢٢ھ)

شیخ اشرف علی تھانوی نے بھی ان اُمور کو بیان کیا ہے۔ (نشر الطیب ص ٦٣' دارالاشاعت' کراچی)

علامہ اسماعیل حقی متوفی ١١٣٧ھ نے بھی یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی قولی' بدنی اور مالی عبادات پیش کیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ''۔ (الحدیث)

(روح البیان ج ٥ ص ١٤٦۔١٤٥' داراحیاء التراث العربی بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ١٠٦٩ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب جبریل مجھ سے علیحدہ ہو گئے اور تمام آوازیں منقطع ہو گئیں تو میں نے اپنے رب عزوجل کا کلام سنا' وہ فرما رہا تھا: اے محمد! آپ کا خوف زائل ہو جانا چاہیے' آپ قریب آیئے' مزید قریب آیئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلام سننے

کے بعد بارگاہِ الٰہی کے سوا کوئی جگہ نہ پائی' جہاں آپ قدم رکھتے اور آپ نے یوں عرض کیا: "اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ"۔ اس پر ہم اپنے ایک رسالہ "اکرام اُولی الالباب بشریف الخطاب" میں تفصیل سے بحث کر چکے ہیں۔

جان لو کہ یہ باتیں میں نے اس لیے ذکر کی ہیں تا کہ اس کے ذریعہ شارحِ مُنیہ اور دیگر علماء کے اس قول کی صحت معلوم ہو جائے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب معراج میں مقامِ مستویٰ پر پہنچے جہاں آپ نے قلم چلنے کی آواز سنی اور اس مقام پر فائز ہوئے جہاں اللہ عزوجل نے آپ سے کلام کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے اس موقع پر رب تعالیٰ کی بارگاہ میں تحیت پیش کرنا چاہی' جس کے لیے اللہ عزوجل نے خود آپ کو یہ بات الہام فرمائی کہ آپ "اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ" کہیں۔

یہاں یہ بھی جان لو کہ یہ عبارت اُس عبارت سے زیادہ ظاہر اور واضح ہے جو مجمع الروایات کے مصنف نے امام ابواللیث سمرقندی حنفی متوفی ٣٧٥ھ سے نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبریل کے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ پہنچے تو جبریل نے آپ سے عرض کیا کہ میں اس مقام سے آگے نہیں بڑھ سکتا' چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (تن تنہا) وہاں سے آگے بڑھے اور جہاں تک اللہ عزوجل نے چاہا آپ بڑھتے چلے گئے۔ اس موقع پر جبریل نے آپ سے اشارۃً کہا کہ آپ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں سلام پیش کریں۔

امام ابواللیث کی اس عبارت میں یہ اشکال ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرہ سے آگے بڑھ گئے اور جبریل پیچھے رہ گئے تو جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اشارہ کیسے کیا کہ آپ سلام پیش کریں! لہٰذا زیادہ ظاہر وہی عبارت ہے جو پہلے ذکر کی گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے سلام وتحیت خالص الہامِ ربانی کا نتیجہ تھا۔

یہاں معراج الدرایہ کی یہ عبارت بھی جان لو کہ تشہد کی اصل وہ حدیث جو زین الائمہ الفردوسی نے "ثواب العبادات" میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

معراج کی رات جب مجھے آسمانوں کی طرف لے جایا گیا تو جبریل نے مجھ سے کہا کہ میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں سلام وتحیت پیش کروں۔ میں نے کہا کہ میں کس طرح سلام پیش کروں؟ تو انہوں نے کہا: آپ یوں عرض کریں: "اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ"۔ میں نے اسی طرح عرض کر دیا تو جبریل نے کہا: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ"۔ پھر میں نے کہا: "اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ" تو جبریل نے کہا: "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"۔ (اس اصل پر اشکال واضح ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(امداد الفتاح شرح نور الایضاح' ص ٣٢٥۔٣٢٤' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ شرنبلالی کی اسی مفصل عبارت کا علامہ سید ابن عابدین شامی نے بھی حوالہ دیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ پورا قصہ الامداد میں ہے' سو تم اس کی طرف رجوع کرو۔ (ردالمحتار ج ٢ ص ١٩٣' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٩ھ)

میں کہتا ہوں کہ مفسرین میں سے علامہ ثعلبی متوفی ٤٢٧ھ اور علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ١١٣٧ھ نے اس قصہ کو تفصیل اور اجمال کے ساتھ لکھا ہے اور فقہاء میں سے علامہ شرنبلالی' علامہ شامی' علامہ طحطاوی اور دیگر فقہاء نے صراحۃً واشارۃً بیان کیا ہے' جیسا کہ آئندہ عبارات سے واضح ہوگا اور محدثین میں سے ملا علی قاری ہروی متوفی ١٠١٤ھ نے اس کو علامہ ابن الملک کے حوالہ سے لکھا ہے۔ (مرقات ج ٢ ص ٦٢٩) لیکن احادیث اور سیَر کے عظیم ذخیرہ میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے جس میں اس قصہ کا ذکر ہو اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ علامہ شرنبلالی نے لکھا ہے کہ علامہ ابواللیث سمرقندی نے لکھا ہے کہ حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ اللہ کی بارگاہ میں عبادات کے تحفے پیش کریں اور ہم نے یوں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنے کا الہام کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے:

کہ ان حضرات کے پاس اس قصہ کے متعلق کوئی صحیح اور صریح روایت نہیں ہے ورنہ وہ اس کا حوالہ دیتے بلکہ انہوں نے تشہد کے الفاظ ''اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ'' سے اس قصہ کو مستنبط کیا۔ یہ تمام حضرات بہت نامور مفسرین محدثین اور فقہاء میں سے ہیں ہم ان کے خلاف کوئی بے ادبی کرنا نہیں چاہتے تاہم یہ کہے بغیر بھی چارہ نہیں کہ بغیر کسی ثبوت کے محض قیاس سے انہیں اللہ تعالیٰ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس قصہ کو منسوب کرنا نہیں چاہیے تھا۔

علماء دیوبند کا تشہد میں ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ'' کو حکایتِ معراج پر محمول کرنا

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ١٣٢٣ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی کا عقیدہ یہ ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود خطاب سلام کا سنتے ہیں وہ کفر ہے خواہ السلام علیک کہے یا السلام علی النبی کہے اور جن کا عقیدہ یہ ہے کہ سلام وصلوٰۃ آپ کو پہنچایا جاتا ہے ایک جماعت ملائکہ کی اس کام کے واسطے مقرر ہے جیسا احادیث میں آیا ہے تو دونوں طرح پڑھنا مباح ہے پس بعد اس کے سنو کہ اگر ابن مسعود نے بعد وفات شریف کے صیغہ بدل دیا تو کوئی حرج نہیں کسی مصلحت کو یہ کیا ہوگا اور جو اصل تعلیم کے موافق پڑھا جائے جب بھی حرج نہیں کہ مقصود حکایت ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ٨٩ قرآن محل کراچی)

اس عبارت میں علماء دیوبند کے سرخیل شیخ گنگوہی نے تصریح کی ہے کہ تشہد میں السلام علیک ایہا النبی پڑھنے میں مقصود حکایت (معراج) ہے اور یہ چیز قرآن وسنت اور تصریحاتِ علماء اہل سنت کے خلاف ہے اب ہم قوی دلائل سے اس کا رد کر رہے ہیں:

تشہد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قصداً سلام پڑھنے کے دلائل

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا○ (الاحزاب:٥٦)

اے ایمان والو! نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر صلوٰۃ وسلام پڑھو○

اس آیت میں دیگر احکام کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قصداً سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے صلوٰۃ وسلام کو نقل اور حکایت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

فلیقل التحیات للّٰہ والصلوات والطیبات السلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰہ وبرکاته السلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصالحین فاذا قالها اصابت کل عبد للّٰہ صالح فی السماء والارض الحدیث. (صحیح مسلم ج ١ ص ١٧٣ کراچی)

نمازی کہے: ''التحیات اللّٰہ والصلوات والطیبات السلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰہ وبرکاته السلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصالحین'' جب نمازی سلام کے یہ کلمات کہے گا تو اس کا سلام آسمان اور زمین کے ہر صالح بندہ کو پہنچ جائے گا۔

اور سلام ہر صالح بندہ کو اس وقت پہنچے گا جب وہ قصداً سلام پیش کرے گا نہ کہ نقل اور حکایت کی صورت میں اور جب ہر صالح بندہ کو سلام پہنچے گا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو سید الصالحین ہیں ان کو سلام کیونکر نہیں پہنچے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام اس وقت پہنچے گا جب سلام عرض کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرنے کی نیت سے قصداً اور انشاء سلام عرض کرے گا۔ قرآن اور حدیث سے استدلال کے بعد آیئے اب فقہاء اسلام کے اقوال ملاحظہ کریں:

امام غزالی شافعی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

واحضر فی قلبك النبی ﷺ وشخصه الکریم وقل سلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاته .(احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۷۵ دار المعرفۃ بیروت)

اپنے دل میں نبی ﷺ کا تصور لا کر عرض کرو: "سلام علیك ایها النبی ورحمة اللّٰه وبرکاتهٗ"۔

علامہ حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

ویقصد بالفاظ التشهد معانیها مرادة له علی وجه الانشاء کانه یحیی اللّٰه تعالٰی ویسلم علی نبیه وعلی نفسه لا اخبارا عن ذلك .
(در مختار علی هامش رد المحتار ج ۱ ص ۳۴۷ مطبعہ عثمانی استنبول)

تشہد پڑھتے وقت ان الفاظ کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا تحفہ پیش کر رہا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں سلام کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور تشہد پڑھتے وقت واقعہ معراج کی نقل اور حکایت کا قصد نہ کرے۔

اور علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

لا یقصد الاخبار والحکایة عما وقع فی المعراج منه ﷺ ومن ربه سبحانه .
(رد المحتار ج ۱ ص ۳۴۷ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ)

تشہد پڑھتے وقت واقعہ معراج میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان جو مکالمہ ہوا تھا اس کی نقل اور حکایت کا قصد نہ کرے۔

علامہ شرنبلالی حنفی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

فیقصد المصلی انشاء هذه الالفاظ مرادة له قاصدة معناه الموضوعة له من عنده کانه یحیی اللّٰه سبحانه تعالٰی ویسلم علی النبی ﷺ .
(مراقی الفلاح ص ۱۷۰ مصر)

نمازی تشہد میں ان الفاظ کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے۔

اور علامہ طحطاوی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

لا حکایة سلام رسول اللّٰه ﷺ .
(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۲۵ دار المعرفۃ بیروت)

رسول اللہ ﷺ کو سلام کرنے کی حکایت نہ کرے۔

اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب عالم گیری میں ہے:

ولابد من ان یقصد بالفاظ التشهد معانیها التی وضعت لها من عنده کانه یحیی اللّٰه تعالٰی ویسلم علی النبی .(فتاوٰی عالم گیری ج ۱ ص ۷۲ مصر)

نمازی کے لیے ضروری ہے کہ الفاظِ تشہد سے ان کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور نبی ﷺ کے حضور سلام عرض کر رہا ہے۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

وانما ذکرنا بعض معانی التشهد لما ان المصلی یقصد بهذا الالفاظ معانیها مرادة له علی وجه الانشاء کما صرح به المجتبی بقوله ولا بد من ان یقصد بالفاظ التشهد معناها التی وضعت لها من

ہم نے الفاظِ تشہد کے بعض معانی محض اس لیے ذکر کیے ہیں کہ جب نمازی یہ الفاظ پڑھے تو ان معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے اسی طرح مجتبیٰ نے بیان کیا ہے۔

عنده کانه یحیی الله ویسلم علی النبی ﷺ .

(البحر الرائق ج ا ص ۳۴۲ 'مصر' ۱۳۱۱ھ)

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

انما امر الشارع المصلی بالصلوٰة والسلام علی رسول الله ﷺ فی التشهد لینبه الغافلین فی جلوسهم بین یدی الله عزوجل علی شهود نبیهم فی تلك الحضرة فانه لا یفارق حضرة الله ابدا فیخاطبونه بالسلام مشافهة .

(المیزان الکبریٰ ج ا ص ١٦٧ 'مصر' ١٣٥٩ھ)

اللہ تعالیٰ نے نمازی کو تشہد میں رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کا اس لیے حکم دیا ہے تا کہ جو نمازی غفلت سے اللہ کی بارگاہ میں بیٹھے ہیں وہ اس حقیقت پر متنبہ ہو جائیں کہ اس بارگاہ میں رسول اللہ ﷺ بھی موجود ہیں' کیونکہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سے کبھی جدا نہیں ہوتے' اس لیے نمازی رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر قصداً صلوٰۃ و سلام عرض کرے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اہلِ عرفان کا قول نقل کرتے ہیں:

ان المصلین لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لهم بالدخول فی حریم الذی لا یموت فقرت اعینهم بالمناجات فنبهوا علی ان ذلك بواسطة نبی ﷺ لرحمة وبرکة متابعة فاذا التفتوا فاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضر فاقبلوا علیه قائلین السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته . (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١١١ 'مصر' ۱۳۴۸ھ' فتح الباری ج ۲ ص ۳۹۰ 'دارالمعرفۃ' بیروت' عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٥٩ 'دارالکتب العلمیہ' بیروت)

نمازیوں نے جب عبادات کے تحفے پیش کر کے بابِ ملکوت پر دستک دی تو انہیں بارگاہِ الوہیت میں دخول کی اجازت مل گئی اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے کے سبب ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں' پھر ان کو بتایا کہ یہ مرتبہ ان کو رسول اللہ ﷺ کی رحمت' برکت اور آپ کی پیروی سے ملا ہے' جب وہ اس تنبیہ سے متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہیں تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر سلام عرض کیا: ''السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته''۔

تشہد کی بحث میں بعینہٖ یہی عبارت علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ نے شرح المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۳۲۹ پر' مولانا عبدالحیٔ لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ نے سعایہ ج ۲ ص ۲۲۷ پر اور شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے فتح الملہم ج ۲ ص ۴۳ میں بیان کی ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں:

وقال بعض العارفین ان ذلك سریان الحقیقة المحمدیة فی ذرائر الموجودات وافراد الکائنات کلها فهو ﷺ موجود و حاضر فی ذوات المصلین وحاضر عندهم فینبغی للمؤمن ان لا یغفل عن هذا الشهود عند هذا الخطاب لینال من انوار القلب ویفوز باسرار المعرفة صلی الله علیك یا رسول الله

بعض عارفین نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تشہد میں سلام اس وجہ سے عرض کیا جاتا ہے کہ حقیقت محمدی نہ صرف یہ کہ تمام موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور تمام حوادث کے ہر فرد میں موجود ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کرتے وقت مؤمن آپ کے مشاہدہ سے غافل نہ ہوں' تا کہ انوارِ قلب اور اسرارِ معرفت حاصل کرلیں' اے اللہ کے رسول! آپ پر صلوٰۃ وسلام ہو!

وسلم ۔(لمعات ج ۳ص ۱۸۱لاہور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہی مضمون اشعۃ اللمعات ج اص ۴۰۱ اور مدارج النبوت ج اص ۳۳۶ (مطبع نوریہ رضویہ) میں بیان کیا ہے اور اسی مضمون کو تلخیص کے ساتھ غیر مقلدین کے مستند عالم دین نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی مسک الختام شرح بلوغ المرام (ج اص ۲۵۹) میں بیان کیا ہے۔

مولانا عبدالحیٔ کے والد مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی لکھتے ہیں:

تشہد کا یہ حصہ بھی اسی قسم سے ہے: ''السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاتهٗ''۔

تشہد کے ان کلمات میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے' جس کا راز یہ ہے کہ حقیقت محمدیہ ہر موجود میں جلوہ گر ہے اور ہر بندہ کے باطن میں موجود ہے' یہ کیفیت حالت نماز میں پورے طور پر پیدا ہو جاتی ہے' اس طرح خطاب کا ماحول سا پیدا ہو جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کر دیا جاتا ہے' بعض صوفیاء نے فرمایا ہے: بندہ جب اللہ کی حمد وثناء سے مشرف ہو گیا تو گویا اسے حرم الٰہی میں داخلہ کی اجازت مل گئی اور اس کی بصیرت روشن ہو گئی تو اس نے حبیب کو حرم حبیب میں حاضر پایا اور محبوب کی طرف متوجہ ہو گیا اور کہہ اٹھا کہ ''السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاتهٗ''۔(نور الایمان ص ۲۷ ہند)

نمازی تشہد میں ''السلام علیك ایها النبی '' کہتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کہنے کا قصد کرے' اس بات پر اب تک ہم نے قرآن' حدیث اور فقہاء اسلام کے دلائل پیش کیے ہیں' اب ہم قارئین کے سامنے اس حقیقت کو عقلی دلیل سے پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس مسئلہ کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔

جس وقت نمازی نماز شروع کرتا ہے اور اللہ اکبر کہتا ہے' اس وقت وہ مخالفین کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کی تکبیر اور ''وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ''(المدثر:۳) ''اپنے رب کی تکبیر کرو'' کے تقاضوں پر عمل کا قصد کرتا ہے۔ جب قیام میں قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے تو ''فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ''(المزمل:۲۰) ''قرآن پڑھو'' کے حکم پر عمل کرنے کا قصد کرتا ہے' ان دونوں صورتوں میں نہ کسی فرشتہ کی تکبیر کی حکایت اور نہ کسی قاری کی تلاوت قرآن کی حکایت کرتا ہے۔

رکوع وسجود میں ''فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ''(الواقعہ:۷۴) ''اپنے رب عظیم کی تسبیح بیان کرو'' اور ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ''(الاعلیٰ:۱) ''اپنے رب اعلیٰ کی تعظیم کرو'' کے حکم کی تعمیل کا قصد کرتا ہے' کسی فرشتہ کی تسبیح کی حکایت نہیں کرتا۔ اخیر میں جب دعا مانگتا ہے اور کہتا ہے: ''رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ ''(ابراہیم:۴۰) تو حضرت ابراہیم کی مانگی ہوئی دعا کی حکایت نہیں بلکہ اپنے لیے دعا کا قصد کرتا ہے۔

اسی طرح جب السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر نماز ختم کرتا ہے' تب بھی کسی کے سلام کی حکایت نہیں کرتا بلکہ دائیں بائیں بیٹھے ہوئے لوگوں یا فرشتوں کو سلام کرنے کا قصد کرتا ہے۔ غور فرمایئے! تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام تک نمازی تمام نماز میں نماز کے ہر جزو کی ادائیگی سے اس جزو کا قصد کرتا ہے' ایک حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی پر جب سلام عرض کرنے کا وقت آئے تو نمازی آپ کو سلام کرنے کا قصد نہ کرے بلکہ معراج کی نقل اور حکایت کرے۔

مخالفین کا امام جب نماز پڑھتا ہے تو دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے وقت دائیں اور بائیں جانب والے مقتدیوں کو سلام کا قصد کرتا ہے' کس قدر رنج والم کا مقام ہے' جن لوگوں سے دنیاوی وظیفہ ملتا ہے انہیں سلام کرنا ہو تو قصداً اور ارادۃً سلام کرتا ہے اور جن کا نام لینے کی وجہ سے یہ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں' ان کو سلام کرنے کا موقع ہو تو نقلاً یا حکایۃً سلام کرتے ہیں۔

اس تفصیل اور تحقیق سے بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں' مثلاً یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنا جائز ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دور ونزدیک سے سلام پڑھنے والوں کا سلام یکساں سنتے ہیں اور نعرہ رسالت ''یا رسول اللہ'' لگانا جائز ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ ملا علی قاری نے کہا ہے کہ تشہد میں معراج کی حکایت ہے

اور اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابن مسعود نے کہا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ''السلام علیك ایها النبی'' کے بجائے ''السلام علی النبی'' پڑھتے تھے

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

ابن الملک نے کہا ہے کہ روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپ نے ان کلمات (التحیات للہ والصلوات والطیبات) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته'' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ''السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین'' پس حضرت جبریل نے کہا: ''اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله''۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اسی سے تشہد میں خطاب کی وجہ ظاہر ہوگئی کہ یہ نماز کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی حکایت ہے کیونکہ نماز بھی مؤمنین کی معراج ہے۔ (مرقاۃ ج ٢ص ٦٢٩' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

معترضین کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ تشہد میں جو ''السلام علیك ایها النبی'' پڑھا جاتا ہے' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے کی نقل اور حکایت ہے اور اس سے مقصود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قصداً سلام عرض کرنا نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ملا علی قاری کی مراد یہ ہے کہ جس طرح شب معراج اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قصداً سلام کیا تھا' اسی قصد کی حکایت کرتے ہوئے آپ کو قصداً سلام کیا جائے' ان کی یہ مراد نہیں ہے کہ صرف معراج کی حکایت کی جائے اور آپ کو قصداً سلام نہ کیا جائے۔

اس پر قرینہ یہ ہے کہ ملا علی قاری اسی بحث میں آگے چل کر لکھتے ہیں:

امام غزالی نے احیاء العلوم میں کہا ہے کہ آپ پر سلام پڑھنے سے پہلے اپنے دل میں آپ کے شخص کریم کو حاضر کرلو۔ (الی قولہ) رہا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ''السلام علیك ایها النبی'' پڑھتے تھے' پس جب آپ کی وفات ہوگئی تو ہم پڑھتے تھے: ''السلام علی النبی'' سو یہ ابوعوانہ کی روایت ہے اور امام بخاری کی روایت اس سے زیادہ صحیح ہے' جس نے یہ بیان کر دیا ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود کا قول نہیں ہے بلکہ راوی کی فہم ہے اور امام بخاری کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: جب آپ کی وفات ہوگئی تو ہم نے کہا: سلام' یعنی علی النبی' پس حضرت ابن مسعود کے قول میں ہے: ہم نے کہا: سلام' اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت ابن مسعود کی مراد یہ تھی کہ ہم نے ان ہی الفاظ پر استمرار کیا جو ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں پڑھتے تھے (یعنی ''السلام علیك ایها النبی'') اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت ابن مسعود کی مراد یہ ہو کہ ہم نے خطاب کے صیغہ سے اعراض کرلیا' اور جب ایک لفظ میں دو احتمال ہوں تو اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا' اسی طرح ابن حجر نے کہا ہے۔

(مرقاۃ ج ٢ص ٦٣١' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

میں کہتا ہوں کہ غیر مقلدین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خطاب کے الفاظ کو استعمال کرنے سے منکر ہیں وہ حضرت ابن مسعود کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں اور اس پر غور نہیں کرتے کہ یہ قول حضرت ابن مسعود کے اجتہاد پر مبنی ہے اور اس کے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صریح ارشاد یہ ہے کہ تم تشہد میں ''السلام علیك ایها النبی'' پڑھو۔

(صحیح البخاری: ٨٣٥۔٨٣١ سنن ابوداؤد: ٩٦٨ سنن نسائی: ١٢٦٤)

اب غیر مقلدین خود ہی انصاف سے بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صریح ارشاد پر عمل کرنا چاہیے یا حضرت ابن مسعود کے اجتہاد پر؟ جب کہ ان کے اس قول میں بھی دو احتمال ہیں جیسا کہ ملا علی قاری نے تحقیق کی ہے۔ جب حضرت ابن مسعود تکبیر تحریمہ کے سوا ترک رفع یدین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کی روایت کرتے ہیں تو غیر مقلدین اس پر انکار کرتے ہیں اور یہاں ان کے ایک محتمل قول کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صریح ارشاد کو ترک کر رہے ہیں' کیا یہ عدل اور انصاف کا خون نہیں ہے؟

ہمارے مؤقف کی تائید حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس عبارت سے ہوتی ہے:

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ''السلام علیك ایها النبی'' میں آپ کو خطاب کرنے کی کیا حکمت ہے' حالانکہ آپ بشر ہیں اور نماز میں کسی کو سلام کرنے سے منع کیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ پھر اگر یہ سوال کیا جائے کہ ''ایها النبی'' میں غائب کے صیغہ سے مخاطب کے صیغہ کی طرف عدول کرنے کی کیا حکمت ہے؟ علامہ طیبی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان الفاظ کی اتباع کرتے ہیں' جن الفاظ کی آپ نے اپنے اصحاب کو تعلیم دی تھی۔

(فتح الباری ج ٢ص ٣٩٠' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ' عمدۃ القاری ج ٦ص ١٥٩' بیروت)

سو اسی طرح ہم بھی تشہد میں ''السلام علی النبی'' کے بجائے ''السلام علیك ایها النبی'' پڑھ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلیم دیئے ہوئے الفاظ کی اتباع کرتے ہیں۔

معراج کے مباحث میں یہ آخری مبحث ہے جس کو ہم نے یہاں لکھنے کا ارادہ کیا تھا' خصوصاً اس لیے کہ محب گرامی مولانا عبدالمجید صاحب زید مجدہ وحبہ' مقیم برسٹل' انگلینڈ نے مجھ سے غیر مقلدین کے اس اعتراض کا جواب لکھنے کی پرزور فرمائش کی تھی۔

معراج کے مباحث کو میں نے بہت تفصیل اور تحقیق سے لکھا ہے اور ان پر بہت محنت کی ہے' اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین یا رب العلمین بحق سیدنا محمد صلی اللہ علیه وعلیٰ آله واصحابه وبارك وسلم۔

٤٣- بَابُ وُفُوْدِ الْاَنْصَارِ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَکَّةَ وَبَیْعَةِ الْعَقَبَةِ

انصار کے وفود کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مکہ میں آنا اور بیعت العقبۃ کرنا

اس باب میں انصار کی جماعت کا مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنے کا بیان ہے' اور العقبۃ سے مراد جمرۃ العقبۃ ہے جو منیٰ میں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر موسم میں اپنے آپ کو قبائل کے سامنے پیش کرتے تھے اور آپ کے پاس کندہ' بنو حنیفہ' بنو کلب اور بنو عامر بن صعصعۃ وغیرہم آئے' سو ان میں سے کسی نے بھی آپ کی پیش کش پر لبیک نہیں کہا' اور موسیٰ بن عقبہ نے زہری سے روایت کی ہے کہ آپ ان سے فرماتے تھے: میں تم میں سے کسی پر بھی جبر نہیں کرتا' بلکہ میرا ارادہ یہ ہے کہ تم ان لوگوں کو روکو جو مجھے اپنے رب کا پیغام پہنچانے سے منع کرتے ہیں' سو آپ کی اس بات کو کسی نے قبول نہیں کیا بلکہ وہ یہ کہتے تھے کہ اس شخص کی قوم ہی اس کے حال کو بہتر

جاتی ہے' پس جس وقت آپ عقبہ کے پاس کھڑے ہوئے یہ فرما رہے تھے تو قبیلہ خزرج کے چند لوگ آپ کے پاس آئے' آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی' انہوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا' پھر اگلے سال انصار میں سے بارہ افراد آئے' ان میں سے ایک حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ تھے' وہ العقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمع ہوئے' اور آپ سے بیعت کر لی' اور یہ العقبۃ الاولیٰ کی بیعت ہے' پھر دوسرے سال ستر انصار حج کرنے کے لیے مکہ آئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے وعدہ کیا' پس جب وہ جمع ہو گئے تو ہر گروہ نے اپنا ایک نقیب (سردار) پیش کیا' سوان سب نے آپ سے اس جگہ بیعت کی اور یہ البیعۃ الثانیہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٨٨٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ (ح) وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ وَّكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ حِيْنَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُّحَدِّثُ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ بِطُوْلِهٖ قَالَ ابْنُ بُكَيْرٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ وَلَقَدْ شَهِدْتُّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِيْنَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَا أُحِبُّ أَنَّ لِيْ بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ وَّإِنْ كَانَتْ بَدْرٌ أَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب (ح) اور ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبد الرحمان بن عبد اللہ بن کعب بن مالک نے خبر دی کہ عبد اللہ بن کعب جو کہ حضرت کعب کو راستہ دکھاتے تھے جب وہ نابینا ہو گئے تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت کعب بن مالک سے سنا' وہ غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونے کا طویل واقعہ بیان کرتے تھے۔ ابن بکیر نے اپنی حدیث میں بیان کیا کہ (حضرت کعب نے کہا:) میں لیلۃ العقبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تھا جب میں نے اسلام پر قائم رہنے کا عہد کیا تھا' اور مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میرے پاس لیلۃ العقبہ کے بجائے غزوۂ بدر میں حاضر ہونے کا شرف ہوتا' ہر چند کہ لوگوں میں غزوۂ بدر کا چرچا لیلۃ العقبہ سے زیادہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۵۷ میں گزر چکی ہے۔

٣٨٩٠ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ كَانَ عَمْرٌو يَّقُوْلُ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ شَهِدَ بِيْ خَالَايَ الْعَقَبَةَ قَالَ أَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ أَحَدُهُمَا الْبَرَاءُ بْنُ مَعْرُوْرٍ .

[طرف الحدیث: ۳۸۹۱] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ عمرو بیان کرتے تھے کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے دو ماموں مجھے بھی بیعت العقبہ میں لے گئے تھے۔ امام ابو عبد اللہ بخاری نے کہا کہ ابن عیینہ نے بتایا کہ ان دو میں سے ایک حضرت براء بن معرور تھے۔

٣٨٩١ - حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے

اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ اَنَا وَاَبِي وَخَالِي مِنْ اَصْحَابِ الْعَقَبَةِ .

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی' ان کو ابن جریج نے خبر دی' عطاء نے کہا کہ حضرت جابر رضی اللہ نے بیان کیا کہ میں اور میرے والد اور میرے ماموں اصحاب العقبۃ سے ہیں۔

اس حدیث کی شرح کا تعلق بھی صحیح البخاری: ٣٨٩٠ سے ہے' حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے ان تینوں حدیثوں کی ایک ساتھ شرح کی ہے' سووہ لکھتے ہیں:

عقبہ اولیٰ والوں کے اسماء' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان کو تبلیغ اور ان کے ایمان لانے میں سبقت کی توجیہ

امام احمد نے اور اصحاب السنن نے روایت کی ہے اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایام حج میں حج کے لیے آنے والے لوگوں سے فرماتے تھے: تم میں سے کوئی شخص ہے جو مجھے اپنی قوم کے پاس لے جائے کیونکہ قریش مجھے میرے رب کے کلام کی تبلیغ کرنے سے منع کرتے ہیں' تو ہمدان کے ایک شخص نے آپ کے پیغام پر لبیک کہی' پھر اس کو یہ خطرہ ہوا کہ اس کی قوم اس کی بات نہیں مانے گی' سو اس نے کہا: میں اپنی قوم کو جا کر بتاتا ہوں' پھر میں اگلے سال آپ کے پاس آؤں گا' آپ نے فرمایا: اچھا! پھر وہ شخص چلا گیا اور رجب کے مہینہ میں انصار کا وفد آیا۔

حاکم نے اور بیہقی نے دلائل میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے آپ کو قبائل عرب پر پیش کریں تو آپ اور میں اور حضرت ابوبکر منیٰ کی طرف گئے' حتیٰ کہ ہم مجالسِ عرب میں سے کسی مجلس کے پاس پہنچے پس حضرت ابوبکر آگے بڑھے کیونکہ وہ نسب کے بہت جاننے والے تھے' حضرت ابوبکر نے ان سے پوچھا: تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے بتایا: ہم ربیعہ ہیں' حضرت ابوبکر نے پوچھا: تم کون سے ربیعہ سے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ وہ ذہل سے ہیں' پھر طویل حدیث ہے اور آخر میں مذکور ہے کہ انہوں نے آپ کے پیغام کو قبول کرنے میں توقف کیا' حضرت علی نے کہا: پھر ہم اوس اور خزرج کی مجلس کی طرف گئے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار رکھا ہے کیونکہ انہوں نے آپ کو پناہ دی تھی اور آپ کی مدد کی تھی' حضرت علی نے بتایا کہ وہ لوگ اس وقت تک نہیں اُٹھے حتیٰ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کر لی۔

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ عقبۂ اولیٰ والے کُل چھ افراد تھے' اور وہ یہ ہیں: (١) حضرت ابوامامہ السعد بن زُرارۃ النجاری (٢) حضرت رافع بن مالک بن العجلان العجلانی (٣) حضرت قطبۃ بن عمار بن جدیدہ (٤) حضرت جابر بن عبداللہ بن زیاب (٥) حضرت عقبہ بن عامر (٦) حضرت عوف بن الحارث رضی اللہ عنہم۔

امام موسیٰ بن عقبہ نے زہری کی سند سے روایت کی ہے کہ وہ افراد یہ ہیں: (١) حضرت السعد بن زرارۃ (٢) حضرت رافع بن مالک (٣) حضرت معاذ بن عفراء (٤) حضرت یزید بن ثعلبہ (٥) حضرت عویم بن ساعدہ (٦) حضرت عبادہ بن الصامت (٧) حضرت ذکوان رضی اللہ عنہم۔

امام ابن اسحاق نے کہا: مجھے عاصم بن عمر نے حدیث بیان کی کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھا تو پوچھا: تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا: ہم لوگ قبیلہ خزرج سے ہیں' آپ نے فرمایا: کیا تم لوگ بیٹھتے نہیں کہ میں تم سے بات کروں! انہوں نے کہا: اچھا! پھر آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی اور ان پر اسلام پیش کیا اور ان کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کی' اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے یہود ان کے ساتھ ان کے شہروں میں رہتے تھے اور وہ اہل کتاب تھے اور اوس اور خزرج ان سے تعداد میں زیادہ تھے' اور جب ان کے

درمیان جنگ ہوتی تو یہود کہتے تھے کہ ہمارے نبی عنقریب ہم میں مبعوث ہوں گے' اب ان کا زمانہ آ چکا ہے' ہم ان کی پیروی کریں گے' پھر ہم ان کے ساتھ مل کر تم کو قتل کر دیں گے' پس جب نبی ﷺ نے ان سے کلام فرمایا تو انہوں نے آپ میں نبی کی صفت پہچان لی' سو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: کہیں یہود ہم پر سبقت نہ لے جائیں' پس وہ آپ پر ایمان لائے اور انہوں نے آپ کی تصدیق کی اور وہ اپنے شہروں کی طرف لوٹ گئے تاکہ اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت دیں' سو جب انہوں نے ان کو یہ خبر سنائی تو ان کی قوم کے ہر گھر میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہوتا تھا حتیٰ کہ جب ایام حج آئے تو ان میں سے بارہ افراد آ کر مسلمان ہو گئے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۹۴' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الزرھونی المالکی التوفی ۱۳۱۸ھ نے بھی ان روایات کو المستدرک ج ۲ ص ۶۱۳۔۶۱۲ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۱۸۵۔۱۸۴' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

جن بارہ صحابہ نے پہلی بار عقبہ میں رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی' ان کا تذکرہ

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ عقبہ ثانیہ والوں میں سے تھے اور انہوں نے تیسری بار عقد بیعت کیا تھا' امام بخاری نے ان کا اصحاب العقبۃ میں ذکر کیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے امام ابن اسحاق کی روایت پر اعتماد کیا ہے' جس کو امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔

امام ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت کعب سے روایت کی ہے کہ حضرت کعب ان صحابہ میں سے ہیں جو عقبہ میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے آپ سے بیعت کی تھی' انہوں نے بیان کیا کہ ہم اپنی قوم کے مشرکین کے ساتھ حج کرنے گئے اور ہم نے نمازیں پڑھیں اور ہمارے ساتھ حضرت براء بن معرور تھے جو ہم میں بڑے اور سردار تھے' پھر انہوں نے کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا ذکر کیا' جب ہم مکہ پہنچے تو ہم نے اس سے پہلے نبی ﷺ کی زیارت نہیں کی تھی' ہم نے آپ کے متعلق پوچھا تو بتایا گیا کہ آپ مسجد میں ہیں' سو ہم مسجد میں داخل ہوئے اور آپ کے پاس بیٹھ گئے تو حضرت براء نے آپ سے قبلہ کے متعلق سوال کیا' پھر ہم حج کرنے چلے گئے اور آپ نے ہم سے عقبہ میں ملاقات کرنے کا وعدہ کیا اور ہمارے ساتھ حضرت جابر کے والد حضرت عبد اللہ بن عمرو تھے' اور وہ اس سے پہلے اسلام نہیں لائے تھے' سو آپ نے ہمیں اسلام کی تعلیم دی' پس وہ اسی وقت اسلام لے آئے اور نقباء میں سے ہو گئے' پھر ہم تہتر (۷۳) مرد عقبہ میں جمع ہوئے اور ہمارے ساتھ دو عورتیں بھی تھیں۔ اُم عمارہ بنت کعب اور اسماء بنت عمرو بن عدی' پھر آپ عباس کے ساتھ آئے اور انہوں نے بات کی' انہوں نے کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) ہم میں سے ہیں اور ہم نے ان کو اسلام کی تبلیغ سے منع کیا ہے' پس اگر تمہارا یہ ارادہ ہے کہ تم ان کی بیعت کو پورا کرو گے اور ان کے مخالفین سے مدافعت کرو گے تو تم ایسا کر لو ورنہ تم کو اب بھی ان کی بیعت سے منحرف ہونے کا اختیار ہے' پس ہم نے کہا: یا رسول اللہ! آپ فرمائیے اور آپ اپنے لیے جو شرط رکھنا چاہیں وہ رکھ لیں' پھر آپ نے کلام فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی' اور قرآن مجید کی تلاوت کی اور اسلام لانے کی ترغیب دی اور فرمایا: میں اس پر تمہاری بیعت لیتا ہوں کہ جس طرح تم اپنی عورتوں اور اپنے بیٹوں کی حفاظت کرتے ہو' اس طرح میری حفاظت کرو گے' پھر حضرت براء بن معرور نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: ٹھیک ہے ہم اس پر آپ سے بیعت کرتے ہیں' پھر طویل حدیث ہے اور اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس سے صلح کروں گا جس سے تم صلح کرو گے اور اس سے جنگ کروں گا جس سے تم جنگ کرو گے تم اپنے لوگوں میں سے میرے پاس بارہ نقیب لاؤ' امام ابن اسحاق نے ان بارہ نقباء کے اسماء ذکر

کیے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) حضرت اسعد بن زرارہ (۲) حضرت رافع بن مالک (۳) حضرت براء بن معرور (۴) حضرت عبادہ بن الصامت (۵) حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام (۶) حضرت سعد بن الربیع (۷) حضرت عبداللہ بن رواحۃ (۸) حضرت سعد بن عبادہ (۹) حضرت المنذر بن عمرو بن جیش (۱۰) حضرت اُسید بن حضیر (۱۱) حضرت سعد بن خیثمہ (۱۲) حضرت ابوالہیثم بن تیہان' ایک روایت میں ان کے بدلہ میں حضرت رفاعۃ بن عبدالمنذر کا نام ہے رضی اللہ عنہم۔

المستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لیلۃ العقبۃ میں سب سے پہلے حضرت براء بن معرور نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی۔

امام ابن اسحاق نے بیان کیا کہ مجھے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نقباء سے فرمایا کہ تم اپنی قوم کے اس طرح کفیل ہو جس طرح حواریین حضرت عیسیٰ بن مریم کے کفیل تھے' انہوں نے کہا: جی ہاں!

(فتح الباری ج ۵ ص ۹۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٣٨٩٢ - حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِی ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ اِدْرِیْسَ عَائِذُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ مِنَ الَّذِیْنَ شَهِدُوْا بَدْرًا مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ اَصْحَابِهٖ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَهٗ عِصَابَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ تَعَالَوْا بَایِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّاتُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ وَلَا تَاْتُوْنَ بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْنِیْ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَّفٰی مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَیْئًا فَعُوْقِبَ بِهٖ فِی الدُّنْیَا فَهُوَ لَهٗ كَفَّارَةٌ وَّمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَیْئًا فَسَتَرَهُ اللّٰهُ فَاَمْرُهٗ اِلَی اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَاقَبَهٗ وَاِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ فَبَایَعْنَاهُ عَلٰی ذٰلِكَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے بھتیجے ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عم خود' انہوں نے کہا: مجھے ابوادریس عائذ اللہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ حضرت عبادۃ بن الصامت ان صحابہ میں سے تھے جو بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے' اور ان صحابہ میں سے تھے جو لیلۃ العقبۃ میں آپ کے ساتھ تھے' انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور اس وقت آپ کے گرد آپ کے اصحاب کی ایک جماعت تھی: آؤ! مجھ سے اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے اور نہ تم چوری کرو گے اور نہ تم زنا کرو گے اور نہ تم اپنی اولاد کو قتل کرو گے اور نہ تم اپنے ہاتھوں اور پیروں کے ساتھ کسی بے قصور پر افتراء باندھو گے اور نہ تم کسی نیک کام میں میری نافرمانی کرو گے' پس تم میں سے جس نے ان شرائط کو پورا کر لیا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ (کرم) پر ہے اور جس نے ان میں سے کسی کام کا ارتکاب کر لیا' پس اسے دنیا میں اس پر سزا دی گئی تو یہ اس کے لیے کفارہ ہے اور جس نے ان میں سے کسی کام کا ارتکاب کر لیا' پس اللہ تعالیٰ نے اس کا پردہ رکھا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف (مفوض) ہے' وہ چاہے تو اس کو سزا دے اور وہ چاہے تو اس کو معاف کر دے۔ (حضرت عبادہ بن الصامت نے کہا:) پس ہم

نے آپ سے ان (شرائط) پر بیعت کر لی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۸۹۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِی الْخَيْرِ عَنِ الصُّنَابِحِیِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اِنِّیْ مِنَ النُّقَبَاءِ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَايَعْنَاهُ عَلٰی اَنْ لَّا نُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا نَسْرِقَ وَلَا نَزْنِیَ وَلَانَقْتُلَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا نَنْتَهِبَ وَلَانَعْصِیَ بِالْجَنَّةِ اِنْ فَعَلْنَا ذٰلِكَ فَاِنْ غَشِيْنَا مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا كَانَ قَضَاءُ ذٰلِكَ اِلَی اللّٰهِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از صنابحی از حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ میں اُن نقباء میں سے ہوں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اور انہوں نے بتایا کہ ہم نے اس پر آپ سے بیعت کی تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے' اور نہ ہم چوری کریں گے اور نہ زنا کریں گے' اور نہ اس شخص کو قتل کریں گے جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے مگر حق کے ساتھ' اور نہ لوٹ مار کریں گے اور نہ ہم اللہ کی نافرمانی کریں گے (تو اس کا معاوضہ) جنت ہے' اگر ہم نے یہ کام کر لیے اور اگر ہم نے ان میں سے کسی کام کا ارتکاب کر لیا تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف (مفوض) ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی' صحیح البخاری:۱۸ میں گزر چکی ہے۔

نقباء کے معانی

ان دونوں حدیثوں میں نقباء کا لفظ ہے' یہ نقیب کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: جو قوم میں معزز ہو یا قوم کا سردار ہو' دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ امین لوگ ہیں جو اپنے فرائض کو پہچانتے ہوں' دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو قوم کے کفیل ہوں اور ان کے ضامن ہوں یا کارمختار ہوں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

دوسرے سال ستر (۷۰) انصار کے العقبۃ میں آنے کا سبب اور ان کی بیعت کی تفصیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہم خوشی اور ناخوشی میں آپ کے احکام سنیں گے اور آپ کی اطاعت کریں گے اور اس پر بیعت کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یثرب (مدینہ منورہ) میں آئیں گے تو ہم آپ کی مدد کریں گے اور ہم اپنی جانوں' اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے جس طرح ضرر دور کرتے ہیں آپ سے بھی اسی طرح ضرر کو دور کریں گے اور ہمیں جنت ملے گی' سو یہ وہ بیعت ہے جو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھی۔

امام احمد نے سند حسن کے ساتھ اور حاکم اور ابن حبان نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس سال تک لوگوں کے گھروں میں جا کر تبلیغ کرتے رہے اور ایام حج میں مکہ کی گھاٹیوں میں جاتے رہے اور فرماتے رہے: کون مجھے پناہ دے گا اور میری مدد کرے گا' حتیٰ کہ اس کو جنت مل جائے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کے لیے یثرب سے بھیجا تو ہم نے آپ کی تصدیق کی' پھر ہم میں سے ستر مرد آپ کے پاس آئے' پھر ہم نے آپ سے بیعت العقبۃ کا وعدہ کیا' ہم نے آپ

سے پوچھا: ہم آپ سے کس چیز پر بیعت کریں؟ آپ نے فرمایا: خوشی اور ناخوشی میں احکام سننے اور اطاعت کرنے پر اور تنگی اور کشادگی میں خرچ کرنے پر اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے پر اور اس پر کہ جب میں تمہارے پاس یثرب میں آؤں تو تم میری مدد کرو گے اور تم اپنی جانوں سے اور اپنی بیویوں سے اور اپنی اولاد سے جس طرح ضرر دور کرتے ہو اسی طرح مجھ سے بھی ضرر کو دور کرو گے اور تم کو جنت ملے گی۔

امام احمد نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ عباس نے آپ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا' جب ہم فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم سے وعدہ لے لیا اور تم سے وعدہ کر لیا۔

امام بزار نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے نقباء سے فرمایا: تم مجھے پناہ دو گے اور مجھ سے ضرر دور کرو گے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! انہوں نے پوچھا: پھر ہمیں کیا ملے گا؟ تو آپ نے فرمایا: جنت۔

امام بیہقی نے سند قوی کے ساتھ شعبی سے روایت کی ہے اور امام طبرانی نے اس کی حضرت ابو موسیٰ انصاری رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا عباس کے ساتھ العقبہ میں ستر (٧٠) انصار کے پاس گئے تو آپ سے ابوامامہ اسعد بن زرارہ نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! آپ اپنے رب سے اپنے لیے جو چاہیں سوال کریں' پھر ہمیں بتائیں کہ ہمیں کیا ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا: میں تم سے اپنے رب کے لیے یہ سوال کرتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور میں تم سے اپنے لیے اور اپنے اصحاب کے لیے یہ سوال کرتا ہوں کہ تم ہمیں پناہ دو اور ہماری اس طرح حفاظت کرو جس طرح تم اپنی حفاظت کرتے ہو' انہوں نے پوچھا: پھر ہمیں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا: جنت' انہوں نے کہا: ٹھیک ہے' امام احمد نے اس کی دو سندوں سے روایت کی ہے۔

پس انصار جو دوسرے سال العقبۃ میں آئے اس کا یہ سبب تھا' حتیٰ کہ انہوں نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ستر (٧٠) مرد العقبہ میں آ کر اسلام لے آئے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ٩٦-٩٥ ملخصاً' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٤- بَابُ تَزْوِيجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِشَةَ وَقُدُوْمِهَا الْمَدِيْنَةَ وَبِنَائِهِ بِهَا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ رضی اللہ سے نکاح کرنا اور ان کا مدینہ آنا اور آپ کا ان کے ساتھ شب زفاف گزارنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کو بیان کیا گیا ہے' اور حضرت عائشہ کے مدینہ میں آنے کو بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ' حضرت ابوبکر رضی اللہ کے بعد اپنی والدہ اور اپنی بہن حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ کے ساتھ مدینہ آئی تھیں' کیونکہ حضرت ابوبکر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی تھی اور وہاں ٹھہرنے کے بعد آپ دونوں نے حضرت زید بن حارثہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع کو مکہ مکرمہ بھیجا تھا تاکہ وہ ان کے اہل کو لے آئیں اور ان کے ساتھ دو اونٹ اور پانچ سو درہم بھیجے تھے تاکہ وہ مقام قدید سے اونٹ خرید لیں' پس وہ دونوں گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں' حضرت فاطمہ اور حضرت اُم کلثوم اور آپ کی بیویوں حضرت سودہ اور حضرت عائشہ کو اور ان کی والدہ حضرت اُم رومان رضی اللہ عنہم کو لے آئے اور وہ مقام سنح پر ٹھہرے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنح میں حضرت ابوبکر کے گھر گئے اور حضرت عائشہ کے ساتھ شب زفاف گزاری' اس وقت حضرت عائشہ کی عمر میں اختلاف ہے' علامہ واقدی نے کہا: اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ سے روایت ہے: ان کی عمر سات

سال تھی' اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر نو سال تھی' کیونکہ آپ نے ہجرت سے تین سال پہلے ان سے نکاح کیا تھا' اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی' اس میں بھی اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس مہینہ میں ان کے ساتھ دخول کیا؟ علامہ البلاذری نے کہا ہے کہ وہ رمضان کا مہینہ تھا' اور امام ابن اسحاق اور طبری نے کہا ہے کہ مدینہ میں آنے کے آٹھ مہینے بعد ذوالقعدہ کے مہینہ میں' اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ شوال کا مہینہ تھا' کیونکہ امام مسلم' امام احمد' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شوال میں نکاح کیا اور شوال ہی میں شبِ زفاف کی۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٨٩٤ - حَدَّثَنِيْ فَرْوَةُ بْنُ اَبِي الْمَغْرَاءِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلْنَا فِيْ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ خَزْرَجٍ فَوُعِكْتُ فَتَمَزَّقَ شَعَرِيْ فَوَفٰى جُمَيْمَةً فَاَتَتْنِيْ اُمِّيْ اُمُّ رُوْمَانَ وَاِنِّيْ لَفِيْ اُرْجُوْحَةٍ وَّمَعِيْ صَوَاحِبُ لِيْ فَصَرَخَتْ بِيْ فَاَتَيْتُهَا لَا اَدْرِيْ مَا تُرِيْدُ بِيْ فَاَخَذَتْ بِيَدِيْ حَتّٰى اَوْقَفَتْنِيْ عَلٰى بَابِ الدَّارِ وَاِنِّيْ لَاَنْهَجُ حَتّٰى سَكَنَ بَعْضُ نَفَسِيْ ثُمَّ اَخَذَتْ شَيْئًا مِّنْ مَّاءٍ فَمَسَحَتْ بِهٖ وَجْهِيْ وَرَاْسِيْ ثُمَّ اَدْخَلَتْنِي الدَّارَ فَاِذَا نِسْوَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فِي الْبَيْتِ فَقُلْنَ عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ وَعَلٰى خَيْرِ طَائِرٍ فَاَسْلَمَتْنِيْ اِلَيْهِنَّ فَاَصْلَحْنَ مِنْ شَاْنِيْ فَلَمْ يَرُعْنِيْ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضُحًى فَاَسْلَمَتْنِيْ اِلَيْهِ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ .

[اطراف الحدیث: ٣٨٩٦-٥١٣٣-٥١٣٤-٥١٥٦-٥١٥٨-٥١٦٠]

(صحیح مسلم: ١٤٢٢' الرقم المسلسل: ٣٤٢١' سنن نسائی: ٣٢٥٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے فروۃ بن ابی المغراء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن مسہر نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح کیا' اس وقت میری عمر چھ سال تھی' پھر ہم مدینہ آئے اور بنو حارث بن خزرج کے ہاں قیام کیا' یہاں پر مجھے بخار آیا جس کی وجہ سے میرے بال جھڑنے لگے' پس میرے بال کندھوں تک تھے' پس ایک دن میری والدہ حضرت اُم رومان رضی اللہ عنہا آئیں' اس وقت میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی' انہوں نے مجھے پکار کر آواز دی تو میں آ گئی' مجھے پتا نہیں تھا کہ انہیں مجھ سے کیا کام ہے' انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھر کے دروازہ کے پاس کھڑا کر دیا' میرا سانس پھول رہا تھا حتیٰ کہ تھوڑی دیر بعد میں معمول پر آئی' پھر انہوں نے کچھ پانی لے کر میرے سر اور چہرے پر ملا' پھر وہ مجھے گھر کے اندر لے گئیں' پس گھر کے اندر انصار کی چند خواتین تھیں' انہوں نے مجھے دیکھ کر خیر اور برکت کی دعا دی اور کہا: تم اچھا نصیب لے کر آئی ہو' میری والدہ نے مجھے ان کے سپرد کر دیا اور انہوں نے مجھے بنایا سنوارا' پھر اچانک دن چڑھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے' پس ان خواتین نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا اور اس وقت میری عمر نو سال تھی۔

مشکل الفاظ کے معانی اور حضرت اُم رومان کا تذکرہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: "فوفٰى جميمة" یعنی میرے سر کے بال بہت زیادہ ہو گئے تھے' اگر سر کے بال کندھوں تک آئیں تو ان کو "جمة" کہتے ہیں اور اگر کان کی لو تک آئیں تو ان کو "وفرة" کہتے ہیں۔

نیز اس حدیث میں حضرت اُم رومان کا ذکر ہے۔ یہ چھ ہجری میں نبی ﷺ کی حیات میں فوت ہو گئی تھیں' نبی ﷺ ان کی قبر میں اُترے اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی اور کہا: اے اللہ! تجھے علم ہے کہ اُم رومان نے تیری راہ میں اور تیرے نبی کی راہ میں کیا کیا مصیبتیں اُٹھائی ہیں۔

''ارجوحة'' دو درختوں کے درمیان رسّی سے جھولا بنا کر اس پر جھولنا' یہ بچوں کے کھیل کی ایک قسم ہے۔

''لانهج''،''نهج'' کا معنی ہے: سانس پھولنے کی وجہ سے زور زور سے سانس لینا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۶'دار الکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

۳۸۹۵ - حَدَّثَنَا مُعَلّٰى حَدَّثَنِيْ وُهَيْبٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا اُرِيْتُكِ فِي الْمَنَامِ مَرَّتَيْنِ اَرٰى اَنَّكِ فِيْ سَرَقَةٍ مِّنْ حَرِيْرٍ وَّيَقُوْلُ هٰذِهٖ امْرَاَتُكَ فَاَكْشِفُ عَنْهَا فَاِذَا هِيَ اَنْتِ فَاَقُوْلُ اِنْ يَّكُ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهٖ ۔ [اطراف الحدیث: ۵۰۷۸-۵۱۲۵-۷۰۱۱-۷۰۱۲] (صحیح مسلم: ۶۱۷۷-۲۴۳۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے وہیب نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: تم مجھے دو مرتبہ خواب میں دکھائی گئی ہو' مجھے ریشم کے کپڑے کے ایک ٹکڑے میں تم کو دکھایا گیا' اور (کہنے والے نے) کہا: یہ آپ کی بیوی ہے' میں نے اس کپڑے کو کھولا تو وہ تم تھیں (یعنی تصویر)' میں نے کہا: اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو نافذ کر دے گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں' پھر آپ نے یہ کیوں فرمایا: اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' کیونکہ ''اگر'' کا لفظ شک پر دلالت کرتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی خواب کی تعبیر ظاہر کے خلاف ہوتی ہے' جیسے آپ نے ابوجہل کو جنت میں دیکھا' اس کی تعبیر یہ تھی کہ آپ نے اس کے بیٹے حضرت عکرمہ کو جنت میں دیکھا۔

(الکوثر الجاری ج ۷ص ۸۱'دار احیاء التراث العربی' بیروت'۱۴۲۹ھ)

۳۸۹۶ - حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ تُوُفِّيَتْ خَدِيْجَةُ قَبْلَ مَخْرَجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ بِثَلَاثِ سِنِيْنَ فَلَبِثَ سَنَتَيْنِ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذٰلِكَ وَنَكَحَ عَائِشَةَ وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ ثُمَّ بَنٰى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے مدینہ جانے سے تین سال پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی' پس آپ دو سال یا اس کے قریب ٹھہرے رہے اور آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا' اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی' پھر جب ان کی رخصتی ہوئی تو اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۹۴ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی کا امام بخاری کی روایت پر اعتراض اور مصنف کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی عبید بن اسماعیل سے روایت کی ہے اور وہ اس روایت میں منفرد ہیں اور یہ حدیث مرسل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد دو سال ٹھہرے رہے پھر آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا' اس کا مطلب ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ سے ہجرت کے وقت یا اس کے بعد نکاح کیا' اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہجرت سے پانچ سال پہلے فوت ہوئی تھیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ اگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی ہو' تب بھی علامہ عینی کا اشکال لازم نہیں آتا کیونکہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد دو سال ٹھہرے رہے' پھر آپ نے ہجرت سے ایک سال پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا' اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی' پھر ہجرت کے دو سال بعد ان کی رخصتی ہوئی' اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تفصیل

علامہ دمیاطی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جس سال رمضان میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں' اسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا' پھر دسویں سال شوال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا' امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال میں مجھ سے نکاح کیا اور شوال میں ہی میری رخصتی ہوئی اور صحیح بخاری میں جو یہ مذکور ہے کہ پھر آپ دو سال یا اس کے قریب ٹھہرے' اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد آپ نے کسی زوجہ کے ساتھ شب زفاف نہیں گزاری' پھر ہجرت سے پہلے آپ نے حضرت سودہ بنت زمعہ کے ساتھ شب زفاف گزاری' پھر ہجرت کے بعد آپ نے حضرت عائشہ کو اپنے حرم مبارک میں لیا۔ (فتح الباری ج ۵ص ۹۸ ملخصاً' دارالمعرفۃ' بیروت' عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۸۔ ۴۷ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

٤٥ - بَابُ هِجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا مدینہ کی طرف ہجرت کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت العقبۃ کے دو ماہ اور چند ایام بعد یکم ربیع الاول کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کی اور بارہ ربیع الاول کو آپ مدینہ منورہ پہنچے' اور رہی آپ کے اصحاب کی ہجرت تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ اور حضرت عامر بن فہیرہ کے ساتھ پہنچے اور عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ کے درمیان صحابہ کی ایک جماعت مدینہ منورہ پہنچی' حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ بھی ان ہی میں سے تھے۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت اُم سلمہ کے شوہر ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور ان کے بعد حضرت عامر بن ربیعہ نے ہجرت کی جو بنوعدی کے حلیف تھے' پھر ان کے بعد حضرت مصعب بن عمیر نے ہجرت کی' اور بیعت العقبہ کے بعد سب سے پہلے حضرت عامر بن ربیعہ نے ہجرت کی' پھر باقی صحابہ نے تدریجاً ہجرت کی رضی اللہ عنہم۔

امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ سب سے پہلے مدینہ میں حضرت مُصعب بن عمیر اور حضرت ابن اُم مکتوم پہنچے اور یہ دونوں لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے' اور حضرت بلال اور حضرت سعد اور حضرت عمار بن یاسر پہنچے (رضی اللہ عنہم)' پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیس صحابہ کے ساتھ پہنچے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب آئے گا۔ اور صحیح مسلم میں یہ تصریح ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے مدینہ

منورہ پہنچ چکے تھے۔(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۴۸ دارالکتب العلمیہ بیروت)

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ وَّاَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَاً مِّنَ الْاَنْصَارِ .

اور حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ہجرت (مشروع) نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ایک مرد ہوتا۔

اس تعلیق کے موافق سند موصول کے ساتھ حدیث صحیح البخاری: ۳۷۷۹ اور ۴۳۳۰ میں مذکور ہے۔ آپ کے اس ارشاد سے انصار کو تسلی دینا مقصود ہے کہ وہ سب سے بلند مرتبہ پر ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجر نہ ہوتے تو آپ انصار کے گروہ میں سے ہوتے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ مہاجرین انصار سے افضل ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی گروہ سے تھے جو سب سے افضل تھا۔

(الکوثر الجاری ج ۷ ص ۸۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۹ھ)

وَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ اِنِّيْ اُهَاجِرُ مِنْ مَّكَّةَ اِلٰى اَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهَلِيْ اِلٰى اَنَّهَا الْيَمَامَةُ اَوْ هَجَرُ فَاِذَا هِيَ الْمَدِيْنَةُ يَثْرِبُ .

اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ (آپ نے فرمایا:) میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جس میں کھجوروں کے درخت ہیں تو میرا ذہن اس طرف گیا کہ وہ جگہ یمامہ ہے یا ہجر ہے لیکن وہ جگہ مدینہ یثرب تھی۔

اس تعلیق کے موافق سند موصول کے ساتھ حدیث صحیح البخاری: ۳۶۲۲ میں گزر چکی ہے۔

اس تعلیق میں ''وھل'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: میرا گمان نیز اس تعلیق میں یمامہ کا لفظ ہے یہ یمن کا ایک شہر ہے جو طائف سے دو میل کے فاصلہ پر ہے اور ''ھجر'' کا لفظ ہے یہ بحرین کا مشہور شہر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مدینہ کے مضافات میں ایک بستی ہے۔(معجم البلدان ج ۵ ص ۴۴۱-۳۹۳)

اس تعلیق میں یثرب کا ذکر ہے یہ ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ کا نام تھا۔

۳۸۹۷ - حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ يَقُوْلُ عُدْنَا خَبَّابًا فَقَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُرِيْدُ وَجْهَ اللّٰهِ فَوَقَعَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَّضٰى لَمْ يَاْخُذْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا مِّنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ نَمِرَةً فَكُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَاْسَهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ بَدَا رَاْسُهٗ فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّغَطِّيَ رَاْسَهٗ وَنَجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِّنْ اِذْخِرٍ وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابو وائل کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ ہم نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی عیادت کی انہوں نے بتایا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی ہماری نیت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا تھی سو ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے (ذمہ) کرم پر ہے ہم میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنے اجر میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کیا ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں جو غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے ان کے ترکہ میں صرف ایک دھاری دار چادر تھی جب ہم اس چادر سے ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پیر کھل جاتے اور جب ہم ان کے پیر ڈھانپتے تو

ان کا سر کھل جاتا' پس رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور ان کے پیروں پر تھوڑی سی اِذخر گھاس رکھ دیں' اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کے (نیک) اعمال کے پھل پک گئے اور اب وہ ان پھلوں کو کاٹ رہے ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری:١٢٧٦ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے کہ ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کی۔ اس حدیث میں ''نمرة'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: دھاری دار چادر' اور ''اینعت'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: پھل پک کر تیار ہو گئے' اور ''یھدبھا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: درختوں سے پھلوں کو اتارنا۔

٣٨٩٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرَاهُ يَقُوْلُ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ فَمَنْ كَانَ هِجْرَتُهُ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِ امْرَاَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ اِلٰى مَاهَاجَرَ اِلَيْهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهُ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن زید ہیں' از یحییٰ از محمد بن ابراہیم از علقمة بن وقاص' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے' سو جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف ہو جس کو وہ پائے یا کسی عورت کی طرف ہو جس سے وہ نکاح کرے' سو اس کی ہجرت (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) اُسی کی طرف ہو گی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے' اور جس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری:١ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ہجرت کا ذکر ہے۔

٣٨٩٩- حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ بْنُ يَزِيْدَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْعَمْرٍو الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ عَبْدَةَ بْنِ اَبِيْ لُبَابَةَ عَنْ مُجَاهِدِ بْنِ جَبْرٍ الْمَكِّيِّ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يَقُوْلُ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن یزید دمشقی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزة نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمرو اوزاعی نے حدیث بیان کی از عبدة بن ابی لبابة از مجاہد بن جبر المکی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت (فرض) نہیں ہے۔

[اطراف الحدیث: ٤٣٠٩-٤٣١٠-٤٣١١]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ اس حیثیت سے مطابقت ہے کہ اس حدیث میں ہجرت کے حکم کا بیان ہے۔

٣٩٠٠ - قَالَ يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ وَحَدَّثَنِي الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ قَالَ زُرْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ اللَّيْثِيِّ فَسَاَلْنَاهَا عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَتْ لَا هِجْرَةَ الْيَوْمَ كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ يَفِرُّ اَحَدُهُمْ بِدِيْنِهٖ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخَافَةَ اَنْ يُّفْتَنَ عَلَيْهِ فَاَمَّا الْيَوْمَ فَقَدْ اَظْهَرَ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ وَالْيَوْمَ يَعْبُدُ رَبَّهٗ حَيْثُ شَاءَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ .

یحییٰ بن حمزہ نے کہا: اور مجھے اوزاعی نے حدیث بیان کی از عطاء بن ابی رباح' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبید بن عمیر لیثی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کی' ہم نے ان سے ہجرت کے متعلق پوچھا' انہوں نے فرمایا: آج کل ہجرت (فرض) نہیں ہے' (ایک زمانہ تھا کہ) مؤمنوں میں سے ہر کوئی فتنہ میں مبتلا ہونے کے ڈر سے اللہ کی طرف اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھاگتا تھا' لیکن آج کل اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطاء فرمادیا اور اب مؤمن جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرے' لیکن جہاد اور نیت (فرض) ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٠٨٠ میں گزر چکی ہے۔

فتح مکہ کے بعد ہجرت کی فرضیت ساقط ہونے کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند یحییٰ بن حمزہ سے شروع ہے' جس کا اس سے پہلی حدیث کی سند میں ذکر ہے' یہ اس کے ساتھ متصل ہے۔

عطاء نے کہا: میں نے عبید کے ساتھ حضرت عائشہ کی زیارت کی' یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت عائشہ ثبیر پہاڑ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔

انہوں نے ہجرت کے متعلق سوال کیا کہ فتح مکہ سے پہلے تو ہجرت فرض تھی' آیا اب بھی ہجرت فرض ہے یا نہیں؟ حضرت عائشہ نے بتایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطاء فرمادیا ہے اور فتح مکہ کے بعد مکہ دار ایمان بن گیا ہے اور تمام قبائل اسلام میں داخل ہو چکے ہیں' پس ہجرت کی فرضیت ساقط ہوگئی اور اب ہجرت مستحب ہے۔

نیز فرمایا: لیکن جہاد اور نیت ہے' یعنی جب تک دنیا میں دارِ کفر ہے اور کفار سے قتال ہو رہا ہے تو وہاں سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا فرض ہے اور ہجرت میں یا جہاد میں ثواب کی نیت کرنا باقی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٥٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٩٠١ - حَدَّثَنِيْ زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ هِشَامٌ فَاَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ سَعْدًا قَالَ اللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ اُجَاهِدَهُمْ فِيْكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوْا رَسُوْلَكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخْرَجُوْهُ اَللّٰهُمَّ فَاِنِّيْ اَظُنُّ اَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے زکریاء بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی' ہشام نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! تجھے خوب علم ہے کہ جن لوگوں نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے اور ان کو ان کے وطن سے نکالا ہے' مجھے تیری راہ میں ان لوگوں کے خلاف جہاد کرنے سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے لیکن اے اللہ! میرا یہ گمان ہے کہ تو نے ہمارے اور ان کے درمیان جنگ کو ختم کر دیا ہے۔

وَقَالَ اَبَانُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ اَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوْا نَبِيَّكَ وَاَخْرَجُوْهُ مِنْ قُرَيْشٍ .

اور ابان بن یزید نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے کہا: مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ جس قوم نے تیرے نبی کی تکذیب کی اور ان کو ان کے وطن سے نکال دیا' اس قوم سے مراد قریش ہیں۔

حضرت سعد کی دعا کی وضاحت' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر' اور تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر کی افضلیت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے متن میں قوم کا ذکر مبہم ہے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ اس قوم سے مراد قریش ہیں' اور علامہ داؤدی کا زعم ہے کہ اس قوم سے مراد بنو قریظہ ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت عائشہ کی تصریح کے مقابلہ میں داؤدی کا زعم فاسد ہے کیونکہ کتاب المغازی میں حضرت سعد کی دعا کی پوری عبارت آئے گی' جس میں مذکور ہے کہ اگر اب قریش میں سے کچھ لوگ بھی باقی ہیں تو مجھے زندہ رکھنا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت سعد کا یہ گمان تھا کہ فتح مکہ کے بعد شاید اب کسی سے جہاد کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

۳۹۰۲- حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَمَكَثَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوْحٰى اِلَيْهِ ثُمَّ اُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فَهَاجَرَ عَشْرَ سِنِيْنَ وَمَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مطر بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عکرمہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا' پس آپ مکہ میں تیرہ سال رہے' آپ کی طرف وحی کی جاتی رہی' پھر آپ کو ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا' پس آپ ہجرت کر کے دس سال رہے' پھر تریسٹھ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہو گئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۵۱ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت ہجرت کے ذکر میں ہے۔

۳۹۰۳- حَدَّثَنِيْ مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَكَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے مطر بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریاء بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تیرہ

سال رہے اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری:۳۸۵۱ کا مطالعہ کریں۔

یہ مطر بن الفضل کی دوسری روایت ہے اور مکہ میں تیرہ سال رہنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کی بقیہ عمر مدینہ میں گزری اور یہ بالکل بدیہی ہے۔

٣٩٠٤ - حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ اَبِی النَّضْرِ مَوْلٰی عُمَرَ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰهِ عَنْ عُبَیْدٍ یَعْنِی ابْنَ حُنَیْنٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنَّ عَبْدًا خَیَّرَهُ اللّٰهُ بَیْنَ اَنْ یُّؤْتِیَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْیَا مَاشَاءَ وَبَیْنَ مَا عِنْدَهٗ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهٗ فَبَكٰی اَبُوْبَكْرٍ وَّقَالَ فَدَیْنَاكَ بِاٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا فَعَجِبْنَا لَهٗ وَقَالَ النَّاسُ اُنْظُرُوْا اِلٰی هٰذَا الشَّیْخِ یُخْبِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدٍ خَیَّرَهُ اللّٰهُ بَیْنَ اَنْ یُّؤْتِیَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْیَا وَبَیْنَ مَاعِنْدَهٗ وَهُوَ یَقُوْلُ فَدَیْنَاكَ بِاٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمُخَیَّرُ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ هُوَ اَعْلَمَنَا بِهٖ ۔وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبَا بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا مِنْ اُمَّتِیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ اِلَّا خُلَّةَ الْاِسْلَامِ لَا یَبْقَیَنَّ فِی الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ اِلَّا خَوْخَةُ اَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے حدیث بیان کی از ابی النضر جو عمر بن عبیداللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں از عبید یعنی ابن حنین از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے پس آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو اس کے درمیان اختیار دیا کہ وہ اسے جتنی چاہے دنیا کی تروتازگی دے اور اس کے درمیان جو اللہ کے پاس (اجر) ہے تو اس بندہ نے اس کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے پس حضرت ابوبکر رونے لگے اور کہا: آپ پر ہمارے آباء اور اُمہات فدا ہوں! تو ہمیں اس پر تعجب ہوا اور لوگوں نے کہا: اس بوڑھے کی طرف دیکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بندہ کی خبر دے رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کے درمیان اختیار دیا کہ وہ دنیا کی تروتازگی لے اور اس کے درمیان جو اللہ کے پاس ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ آپ پر ہمارے آباء اور اُمہات فدا ہوں! پس (دراصل) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اختیار دیا گیا تھا اور حضرت ابوبکر ہی ہم سب سے زیادہ عالم تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مجھ پر تمام لوگوں سے زیادہ اپنی مصاحبت میں اور اپنے مال میں نیکی کرنے والے ابوبکر ہیں اور اگر میں اپنی اُمت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ضرور ابوبکر کو خلیل بناتا ماسوا اسلام کی خُلت (دوستی) کے ابوبکر کے ذیلی دروازہ کے سوا مسجد میں کھلنے والا ہر دروازہ بند کر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری:۴۶۶ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مجھ پر تمام لوگوں سے زیادہ اپنی مصاحبت میں نیکی کرنے والے ابوبکر ہیں اس سے مراد ہجرت کے موقع پر مصاحبت کی نیکی ہے کیونکہ ہجرت کے موقع پر تمام صحابہ میں سے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی آپ کے صاحب تھے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ دوسرے صحابہ کو حضرت ابوبکر کے رونے پر تعجب ہوا کیونکہ اگر ایک بندہ کو دنیا اور آخرت کے

درمیان اختیار دیا گیا تھا تو اس میں رونے کی کیا وجہ تھی؟

اس حدیث میں ''خوخة'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: ذیلی دروازہ' یعنی چھوٹا دروازہ' بعض صحابہ نے اپنے گھروں سے مسجد میں داخل ہونے کے لیے چھوٹا دروازہ بنایا ہوا تھا' جس دروازے سے وہ مسجد میں داخل ہوتے تھے' سو آپ نے حکم دیا کہ سب کے دروازے بند کر دیئے جائیں سوائے حضرت ابوبکر کے دروازہ کے' اس حدیث سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تمام صحابہ پر افضلیت معلوم ہوئی اور حضرت ابوبکر کے دروازہ کو باقی رکھنے میں ان کی خلافت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ خلیفہ کو پانچ نمازیں پڑھانے' خطبہ دینے اور شرعی احکام بیان کرنے کے لیے بار بار مسجد میں آنے کی ضرورت ہوتی ہے' اگر اس کا گھر مسجد سے دور ہو تو اس کو حرج ہوگا' اس لیے ان کے گھر سے مسجد میں کھلنے والے دروازہ کو باقی رکھا گیا۔

٣٩٠٥- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ قَطُّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَيِ النَّهَارِ بُكْرَةً وَّعَشِيَّةً فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُونَ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا نَحْوَ أَرْضِ الْحَبَشَةِ حَتَّى بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ فَقَالَ أَيْنَ تُرِيدُ يَا أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَخْرَجَنِي قَوْمِي فَأُرِيدُ أَنْ أَسِيحَ فِي الْأَرْضِ وَأَعْبُدَ رَبِّي قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ فَإِنَّ مِثْلَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ إِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَأَنَا لَكَ جَارٌ ارْجِعْ وَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبَلَدِكَ فَرَجَعَ وَارْتَحَلَ مَعَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ فَطَافَ ابْنُ الدَّغِنَةِ عَشِيَّةً فِي أَشْرَافِ قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهُمْ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ مِثْلُهُ وَلَا يُخْرَجُ أَتُخْرِجُونَ رَجُلًا يَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ وَيَحْمِلُ الْكَلَّ وَيَقْرِي الضَّيْفَ وَيُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَلَمْ تُكَذِّبْ قُرَيْشٌ بِجِوَارِ ابْنِ الدَّغِنَةِ وَقَالُوا لِابْنِ الدَّغِنَةِ مُرْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَلْيُصَلِّ فِيهَا وَلْيَقْرَأْ مَا شَاءَ وَلَا يُؤْذِينَا بِذٰلِكَ وَلَا يَسْتَعْلِنْ بِهِ فَإِنَّا نَخْشَى أَنْ يَفْتِنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل ابن شہاب نے کہا: پس مجھے عروۃ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے ہوش سنبھال کر اپنے والدین کو دین (اسلام) کی پیروی کرتے ہوئے ہی پایا اور ہر روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آتے تھے خواہ صبح ہو یا شام' پس جب مسلمان مصائب میں مبتلا ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر سے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے' حتیٰ کہ وہ برک غماد (یمن کا ایک شہر) تک پہنچے' وہاں ان سے ابن الدغنہ ملا جو قبیلہ قارہ کا سردار تھا' اس نے پوچھا: اے ابوبکر! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ تو حضرت ابوبکر نے کہا: میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے' اب میرا ارادہ ہے کہ میں تمام روئے زمین کی سیاحت کروں گا اور اپنے رب کی عبادت کروں گا' ابن الدغنہ نے کہا: اے ابوبکر! تم ایسے شخص کو نکالا جائے گا نہ وہ خود نکلے گا' تم نادار لوگوں کے لیے کماتے ہو' رشتہ داروں سے میل جول رکھتے ہو' بے کسوں کا بوجھ اُٹھاتے ہو' مہمان نوازی کرتے ہو اور راہِ حق کی مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتے ہو' میں آپ کا ضامن ہوں' آپ واپس جائیں اور اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کریں' سو حضرت ابوبکر واپس آ گئے' اور ابن الدغنہ بھی آپ کے ساتھ آیا' پھر شام کو ابن الدغنہ قریش کے سرداروں کے پاس گیا اور کہا: ابوبکر ایسے شخص کو نکالا جاتا ہے نہ اس کو خود نکلنا چاہیے' کیا تم ایسے شخص کو نکال رہے ہو جو ناداروں کے لیے کماتا ہے' رشتہ داروں سے میل جول رکھتا ہے' بے کسوں کا بوجھ اُٹھاتا

نِسَائَنَا وَاَبْنَاءَ نَا فَقَالَ ذٰلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لِاَبِیْ بَكْرٍ فَلَبِثَ اَبُوْبَكْرٍ بِذٰلِكَ يَعْبُدُ رَبَّهٗ فِیْ دَارِهٖ وَلَايَسْتَعْلِنُ بِصَلٰوتِهٖ وَلَايَقْرَاُ فِیْ غَيْرِ دَارِهٖ ثُمَّ بَدَا لِاَبِیْ بَكْرٍ فَابْتَنٰی مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهٖ وَكَانَ يُصَلِّیْ فِيْهِ وَيَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ فَيَنْقَذِفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِيْنَ وَاَبْنَاؤُهُمْ وَهُمْ يَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً لَايَمْلِكُ عَيْنَيْهِ اِذَا قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَافْزَعَ ذٰلِكَ اَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَاَرْسَلُوْا اِلَی ابْنِ الدَّغِنَةِ فَقَدِمَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا اِنَّا كُنَّا اَجَرْنَا اَبَا بَكْرٍ بِجِوَارِكَ عَلٰی اَنْ يَّعْبُدَ رَبَّهٗ فِیْ دَارِهٖ فَقَدْ جَاوَزَ ذٰلِكَ فَابْتَنٰی مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهٖ فَاَعْلَنَ بِالصَّلٰوةِ وَالْقِرَاءَ ةِ فِيْهِ وَاِنَّا قَدْ خَشِيْنَا اَنْ يَّفْتِنَ نِسَائَنَا وَاَبْنَاءَ نَا فَانْهَهُ فَاِنْ اَحَبَّ اَنْ يَّقْتَصِرَ عَلٰی اَنْ يَّعْبُدَ رَبَّهٗ فِیْ دَارِهٖ فَعَلَ وَاِنْ اَبٰی اِلَّا اَنْ يُّعْلِنَ بِذٰلِكَ فَسَلْهُ اَنْ يَّرُدَّ اِلَيْكَ ذِمَّتَكَ فَاِنَّا قَدْ كَرِهْنَا اَنْ نُّخْفِرَكَ وَلَسْنَا مُقِرِّيْنَ لِاَبِیْ بَكْرٍ الْاِسْتِعْلَانَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَاَتَی ابْنُ الدَّغِنَةِ اِلٰی اَبِیْ بَكْرٍ فَقَالَ قَدْ عَلِمْتَ الَّذِیْ عَاقَدْتُّ لَكَ عَلَيْهِ فَاِمَّا اَنْ تَقْتَصِرَ عَلٰی ذٰلِكَ وَاِمَّا اَنْ تَرْجِعَ اِلَیَّ ذِمَّتِیْ فَاِنِّیْ لَا اُحِبُّ اَنْ تَسْمَعَ الْعَرَبُ اَنِّیْ اُخْفِرْتُ فِیْ رَجُلٍ عَقَدْتُّ لَهٗ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَاِنِّیْ اَرُدُّ اِلَيْكَ جِوَارَكَ وَاَرْضٰی بِجِوَارِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُسْلِمِيْنَ اِنِّیْ اُرِيْتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ وَهُمَا الْحَرَّتَانِ فَهَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ وَرَجَعَ عَامَّةُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ بِاَرْضِ الْحَبَشَةِ اِلَی الْمَدِيْنَةِ وَتَجَهَّزَ اَبُوْ بَكْرٍ قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی رِسْلِكَ فَاِنِّیْ اَرْجُوْ اَنْ يُّؤْذَنَ لِیْ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَهَلْ تَرْجُوْا ذٰلِكَ بِاَبِیْ اَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَحَبَسَ اَبُوْبَكْرٍ نَفْسَهٗ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہے' مہمان نوازی کرتا ہے اور راہِ حق کی مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتا ہے' تو قریش نے ابن الدغنہ کے پناہ دینے کو مسترد نہیں کیا اور انہوں نے ابن الدغنہ سے کہا: تم ابوبکر سے کہو کہ وہ اپنے رب کی اپنے گھر میں عبادت کریں' سو وہیں نماز پڑھیں' اور جتنا چاہیں قرآن پڑھیں اور بہ آواز بلند قرآن پڑھ کر ہمیں ایذاء نہ دیں کیونکہ ہمیں خطرہ ہے کہ (اگر انہوں نے بلند آواز سے قرآن پڑھا تو) ہماری عورتیں اور ہمارے بچے فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے' سو یہ بات ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر سے کہی' پھر کچھ عرصہ حضرت ابوبکر اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرتے رہے' اور نماز میں بلند آواز سے قرآن نہیں پڑھتے تھے اور نہ گھر کے علاوہ قرآن پڑھتے تھے' پھر حضرت ابوبکر کو خیال آیا تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنائی' اس میں نماز پڑھتے تھے اور نماز میں قرآن مجید پڑھتے تھے' پس مشرکین کی عورتیں اور ان کے بیٹے بھی ان کو جھانک کر دیکھتے تھے' اور ان کو دیکھ کر تعجب کرتے تھے' اور حضرت ابوبکر پُرسوز شخص تھے' جب وہ قرآن کی تلاوت کرتے تو اپنی آنکھوں سے آنسوؤں کو روکنے پر قادر نہ ہوتے' اس سے مشرکینِ قریش کے سردار گھبرا گئے' انہوں نے ابن الدغنہ کو بلوایا تو وہ ان کے پاس آیا' انہوں نے اس سے کہا: تمہارے پناہ دینے پر ہم نے ابوبکر کو اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں گے' اب انہوں نے اس شرط سے تجاوز کیا ہے اور انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنا لی ہے' اور اس میں علی الاعلان نماز پڑھتے ہیں اور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں' ہمیں اس سے خطرہ ہے کہ ہماری عورتیں اور ہمارے بیٹے فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے' سو تم ان کو منع کرو' اگر وہ چاہیں تو صرف اپنے گھر کے اندر اپنے رب کی عبادت کریں' اور اگر وہ اس کا انکار کریں اور علی الاعلان عبادت کرنے پر اصرار کریں تو تم ان سے سوال کرو کہ وہ تمہاری ضمانت کو واپس کر دیں کیونکہ ہم عہد شکنی کرنے کو ناپسند کرتے ہیں اور ہم ابوبکر کو علی الاعلان قرآن پڑھنے پر برقرار نہیں رکھیں گے۔ حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر ابن الدغنہ حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے

لِيَصْحَبَهُ وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ وَهُوَ الْخَبَطُ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ . فَبَيْنَمَا نَحْنُ يَوْمًا جُلُوسٌ فِي بَيْتِ أَبِي بَكْرٍ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ قَالَ قَائِلٌ لِأَبِي بَكْرٍ هٰذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَقَنِّعًا فِي سَاعَةٍ لَمْ يَكُنْ يَأْتِينَا فِيهَا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ فِدَاءٌ لَهُ أَبِي وَأُمِّي وَاللّٰهِ مَا جَاءَ بِهِ فِي هٰذِهِ السَّاعَةِ إِلَّا أَمْرٌ قَالَتْ فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَ فَأُذِنَ لَهُ فَدَخَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّمَا هُمْ أَهْلُكَ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَإِنِّي قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ الصَّحَابَةَ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَخُذْ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِحْدَى رَاحِلَتَيَّ هَاتَيْنِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالثَّمَنِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَجَهَّزْنَاهُمَا أَحَثَّ الْجِهَازِ وَصَنَعْنَا لَهُمَا سُفْرَةً فِي جِرَابٍ فَقَطَعَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ قِطْعَةً مِنْ نِطَاقِهَا فَرَبَطَتْ بِهِ عَلَى فَمِ الْجِرَابِ فَبِذٰلِكَ سُمِّيَتْ ذَاتَ النِّطَاقَيْنِ قَالَتْ ثُمَّ لَحِقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ بِغَارٍ فِي جَبَلِ ثَوْرٍ فَكَمَنَا فِيهِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يَبِيتُ عِنْدَهُمَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَهُوَ غُلَامٌ شَابٌّ ثَقِفٌ لَقِنٌ فَيُدْلِجُ مِنْ عِنْدِهِمَا بِسَحَرٍ فَيُصْبِحُ مَعَ قُرَيْشٍ بِمَكَّةَ كَبَائِتٍ فَلَا يَسْمَعُ أَمْرًا يُكْتَادَانِ بِهِ إِلَّا وَعَاهُ حَتّٰى يَأْتِيَهُمَا بِخَبَرِ ذٰلِكَ حِينَ يَخْتَلِطُ الظَّلَامُ وَيَرْعٰى عَلَيْهِمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ مَوْلٰى أَبِي بَكْرٍ مِنْحَةً مِنْ غَنَمٍ فَيُرِيحُهَا عَلَيْهِمَا حِينَ تَذْهَبُ سَاعَةٌ مِنَ الْعِشَاءِ فَيَبِيتَانِ فِي رِسْلٍ وَهُوَ لَبَنُ مِنْحَتِهِمَا وَرَضِيفِهِمَا حَتّٰى يَنْعِقَ بِهَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ بِغَلَسٍ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ تِلْكَ اللَّيَالِي الثَّلَاثِ

آپ سے کیا معاہدہ کیا تھا' پس آپ یا تو اس معاہدہ پر اقتصار کریں یا میری ضمانت میری طرف لوٹا دیں' کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ عرب یہ سنیں کہ میں نے ایک شخص سے معاہدہ کر کے اس کو توڑ دیا' تو حضرت ابوبکر نے کہا: میں تمہاری ضمانت کو واپس کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی پناہ پر راضی ہوں' اور نبی ﷺ ان دنوں مکہ میں تھے' پس نبی ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا تھا: مجھے خواب میں تمہاری ہجرت کی جگہ دکھائی گئی ہے' وہ جگہ دو سیاہ پتھریلی زمینوں کے درمیان ہے اور وہاں کھجوروں کے باغات ہیں اور وہ سیاہ پتھروں کے درمیان ہے' پھر جس نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنی تھی' اس نے اس کی طرف ہجرت کر لی اور وہ عام مسلمان جنہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' وہ بھی مدینہ کی طرف لوٹ آئے' حضرت ابوبکر رضی اللہ نے بھی مدینہ کی طرف تیاری کی' تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم توقف کرو' کیونکہ مجھے اُمید ہے کہ مجھے (ہجرت) کی اجازت دی جائے گی' تو حضرت ابوبکر نے کہا: آپ پر میرے باپ فدا ہوں! کیا آپ کو اس کی توقع ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تب حضرت ابوبکر نے آپ کی مصاحبت کے لیے اپنے آپ کو روکے رکھا اور ان کے پاس جو دو اونٹنیاں تھیں' ان کو چار ماہ تک کیکر کے پتے وغیرہ کھلاتے رہے۔ ابن شہاب نے کہا کہ عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ نے بتایا کہ ہم ایک دن دوپہر کے وقت حضرت ابوبکر کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی بتانے والے نے حضرت ابوبکر کو بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں جو سر پر کپڑا ڈالے ہوئے آ رہے ہیں' اور رسول اللہ ﷺ اس وقت میں ہمارے پاس نہیں آتے تھے' تو حضرت ابوبکر نے کہا: ان پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں! اللہ کی قسم! وہ کسی خاص وجہ سے اس وقت آئے ہیں' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر رسول اللہ ﷺ آئے اور آپ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی' حضرت ابوبکر نے اجازت دی تو رسول اللہ ﷺ اندر آئے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس جو لوگ ہیں ان کو باہر نکال دو' حضرت ابوبکر نے کہا: آپ پر میرے باپ فدا ہوں! وہ آپ ہی کے اہل ہیں'

وَاسْتَأْجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ رَجُلًا مِّنْ بَنِى الدِّيْلِ وَهُوَ مِنْ بَنِىْ عَبْدِ بْنِ عَدِيٍّ هَادِيًا خِرِّيْتًا وَالْخِرِّيْتُ الْمَاهِرُ بِالْهِدَايَةِ قَدْ غَمَسَ حِلْفًا فِىْ اٰلِ الْعَاصِ ابْنِ وَائِلِ السَّهْمِيِّ وَهُوَ عَلٰى دِيْنِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَاَمِنَاهُ فَدَفَعَا اِلَيْهِ رَاحِلَتَيْهِمَا وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ بِرَاحِلَتَيْهِمَا صُبْحَ ثَلَاثٍ وَّانْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ وَالدَّلِيْلُ فَاَخَذَ بِهِمْ طَرِيْقَ السَّوَاحِلِ ۔

یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: مجھے مکہ سے نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے حضرت ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ فدا ہوں کیا میں آپ کی مصاحبت کروں گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! حضرت ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ فدا ہوں! ان دو اونٹنیوں میں سے ایک آپ لے لیجئے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیمت کے عوض' پھر ہم نے جلدی جلدی ان دونوں کی روانگی کی تیاری کی اور ہم نے ایک تھیلے میں آپ دونوں کے کھانے پینے کی چیزیں رکھیں' پھر حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اپنے پٹکے کے دو ٹکڑے کر کے اس سے اس تھیلے کا منہ باندھ دیا' اسی وجہ سے حضرت اسماء کا لقب ذات النطاقین (دو پٹکے والی) پڑ گیا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر پہاڑ ثور کے غار کے اندر چھپ گئے اور تین راتیں وہیں گزاریں' حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بہت سمجھ دار اور ذہین جوان تھے' وہ ان دونوں کے پاس جا کر رات گزارتے تھے اور فجر کے وقت منہ اندھیرے ان دونوں کے پاس سے نکل آتے تھے اور صبح کو مکہ میں قریش کے پاس ہوتے تھے' جیسے وہیں رات گزاری ہو' پھر جو باتیں یہاں سنتے اور ان دونوں کے خلاف کارروائی کی جو باتیں ہوتیں ان کو محفوظ رکھتے' حتیٰ کہ وہ اس خبر کو لے کر آتے' جب صبح (کی روشنی) اندھیرے سے خلط ملط ہو جاتی اور حضرت ابوبکر کے غلام عامر بن فہیرۃ ان کے پاس بکریاں چراتے' پھر ان بکریوں کا دودھ آپ دونوں کو پیش کرتے جب رات کا ایک حصہ گزر جاتا' پس آپ اس دودھ پر رات گزارتے اور اس کو گرم لوہے سے گرم کر لیتے' پھر صبح منہ اندھیرے عامر بن فہیرہ غار سے نکل آتے' وہ (غار کی) تین راتوں میں سے ہر رات اسی طرح کرتے تھے' بنوالدیل جو بنی عدی کی ایک شاخ تھے' حضرت ابوبکر نے راستہ کی رہنمائی کے لیے اس کا ایک خرّیت غلام اُجرت پر لیا تھا' خرّیت کا معنی ہے: راستہ دکھانے کا بہت ماہر' یہ عاص بن وائل سہمی کی آل کا بہت بڑا حلیف تھا' اور یہ کفار قریش کے دین پر تھا' آپ دونوں نے اس پر اعتماد کر لیا تھا' اور اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے حوالے کر دی تھیں' اور اس سے یہ

وعدہ لیا تھا کہ وہ تین دن کے بعد صبح کو ان کے پاس غارِ ثور میں آئے گا' پھر عامر بن فہیرہ اور وہ راہ نما آپ دونوں کے ساتھ ساحلوں کے راستہ سے چل پڑے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۷۶ میں گزر چکی ہے۔

٣٩٠٦ - قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّاَخْبَرَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَالِكٍ الْمُدْلَجِیُّ وَهُوَ ابْنُ اَخِیْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ سُرَاقَةَ بْنَ جُعْشُمٍ يَقُوْلُ جَاءَنَا رُسُلُ كُفَّارِ قُرَيْشٍ يَجْعَلُوْنَ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَكْرٍ دِيَةَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مَنْ قَتَلَهٗ اَوْ اَسَرَهٗ فَبَيْنَمَا اَنَا جَالِسٌ فِیْ مَجْلِسٍ مِّنْ مَّجَالِسِ قَوْمِیْ بَنِیْ مُدْلِجٍ اَقْبَلَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ حَتّٰى قَامَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ جُلُوْسٌ فَقَالَ يَا سُرَاقَةُ اِنِّیْ قَدْ رَاَيْتُ اٰنِفًا اَسْوِدَةً بِالسَّاحِلِ اُرَاهَا مُحَمَّدًا وَّاَصْحَابَهٗ قَالَ سُرَاقَةُ فَعَرَفْتُ اَنَّهُمْ هُمْ فَقُلْتُ لَهٗ اِنَّهُمْ لَيْسُوْا بِهِمْ وَلٰكِنَّكَ رَاَيْتَ فُلَانًا وَّفُلَانًا انْطَلَقُوْا بِاَعْيُنِنَا يَبْتَغُوْنَ ضَالَّةً لَّهُمْ ثُمَّ لَبِثْتُ فِی الْمَجْلِسِ سَاعَةً ثُمَّ قُمْتُ فَدَخَلْتُ فَاَمَرْتُ جَارِيَتِیْ اَنْ تَخْرُجَ بِفَرَسِیْ وَهِیَ مِنْ وَّرَاءِ اَكَمَةٍ فَتَحْبِسَهَا عَلَیَّ وَاَخَذْتُ رُمْحِیْ فَخَرَجْتُ بِهٖ مِنْ ظَهْرِ الْبَيْتِ فَحَطَطْتُ بِزُجِّهِ الْاَرْضَ وَخَفَضْتُ عَالِيَهٗ حَتّٰى اَتَيْتُ فَرَسِیْ فَرَكِبْتُهَا فَرَفَعْتُهَا تُقَرِّبُ بِیْ حَتّٰى دَنَوْتُ مِنْهُمْ فَعَثَرَتْ بِیْ فَرَسِیْ فَخَرَرْتُ عَنْهَا فَقُمْتُ فَاَهْوَيْتُ يَدِیْ اِلٰى كِنَانَتِیْ فَاسْتَخْرَجْتُ مِنْهَا الْاَزْلَامَ فَاسْتَقْسَمْتُ بِهَا اَضُرُّهُمْ اَمْ لَا فَخَرَجَ الَّذِیْ اَكْرَهُ فَرَكِبْتُ فَرَسِیْ وَعَصَيْتُ الْاَزْلَامَ تُقَرِّبُ بِیْ حَتّٰى اِذَا سَمِعْتُ قِرَاءَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ لَا يَلْتَفِتُ وَاَبُوْ بَكْرٍ يُّكْثِرُ الْاِلْتِفَاتَ سَاخَتْ يَدَا فَرَسِیْ فِی الْاَرْضِ حَتّٰى بَلَغَتَا الرُّكْبَتَيْنِ فَخَرَرْتُ عَنْهَا ثُمَّ زَجَرْتُهَا فَنَهَضَتْ فَلَمْ تَكَدْ تُخْرِجُ يَدَيْهَا فَلَمَّا اسْتَوَتْ قَائِمَةً اِذَا لِاَثَرِ يَدَيْهَا عُثَانٌ سَاطِعٌ فِی السَّمَاءِ

ابن شہاب نے کہا: اور مجھے عبدالرحمٰن بن مالک مدلجی نے خبر دی اور وہ حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم کے بھتیجے ہیں' ان کے والد نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے سراقہ بن جعشم سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس کفارِ قریش کے ایلچی آئے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر میں سے ہر ایک کو قتل کرنے والے یا ان کو گرفتار کرنے والے کے لیے سو اونٹ انعام مقرر کر دیا ہے' سو جس وقت میں اپنی قوم بنو مدلج کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا' اس وقت ان میں سے ایک شخص آگے آیا' حتیٰ کہ ہمارے پاس کھڑا ہو گیا اور ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے' اس نے کہا: اے سراقہ! میں نے ابھی ساحل کے راستہ پر کچھ آدمیوں کو دیکھا ہے اور میرا گمان ہے کہ وہ (حضرت) محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب ہیں' سراقہ نے کہا کہ میں نے جان لیا کہ یہ وہی لوگ ہیں' سو میں نے (اس کو غلط فہمی میں ڈالنے کے لیے کہا:) یہ وہ نہیں ہیں' لیکن تم نے فلاں اور فلاں کو دیکھا ہوگا' جو ہمارے سامنے سے اپنی گم شدہ چیز کو تلاش کرنے گئے تھے' پھر میں اس مجلس میں تھوڑی دیر بیٹھا' پھر میں اُٹھ کر گھر گیا اور اپنی باندی کو حکم دیا کہ وہ میرے گھوڑے کو لے کر فلاں ٹیلہ کے پاس لائے اور وہیں میرا انتظار کرے' میں نے اپنا نیزہ اُٹھایا اور گھر کے عقب سے باہر نکل آیا' میں نیزے کی نوک سے راستہ پر لکیر بناتا ہوا چلا اور نیزے کے اوپر کا حصہ جھکا لیا' حتیٰ کہ میں اپنے گھوڑے کے پاس آیا اور اس پر سوار ہو گیا' اور تیز رفتاری کے ساتھ اس کو لے چلا' جس قدر تیز رفتاری ممکن تھی' حتیٰ کہ میں ان کے قریب پہنچ گیا' اس وقت میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور مجھے گرا دیا' پس میں کھڑا ہو گیا اور میں نے اپنا ہاتھ اپنے ترکش کی طرف بڑھایا' پھر میں نے تیر سے فال نکالی کہ آیا میں ان کو ضرر پہنچا سکتا ہوں یا نہیں' سو وہ فال نکلی جو مجھے ناپسند تھی' پس میں (دوبارہ)

مِثْلُ الدُّخَانِ فَاسْتَقْسَمْتُ بِالْاَزْلَامِ فَخَرَجَ الَّذِيْ اَكْرَهُ فَنَادَيْتُهُمْ بِالْاَمَانِ فَوَقَفُوْا فَرَكِبْتُ فَرَسِيْ حَتّٰى جِئْتُهُمْ وَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ حِيْنَ لَقِيْتُ مَالَقِيْتُ مِنَ الْحَبْسِ عَنْهُمْ اَنْ سَيَظْهَرُ اَمْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهٗ اِنَّ قَوْمَكَ قَدْجَعَلُوْا فِيْكَ الدِّيَةَ وَاَخْبَرْتُهُمْ اَخْبَارَ مَا يُرِيْدُ النَّاسُ بِهِمْ وَعَرَضْتُ عَلَيْهِمِ الزَّادَ وَالْمَتَاعَ فَلَمْ يَرْزَاٰنِيْ وَلَمْ يَسْاَلَانِيْ اِلَّا اَنْ قَالَ اَخْفِ عَنَّا فَسَاَلْتُهٗ اَنْ يَّكْتُبَ لِيْ كِتَابَ اَمْنٍ فَاَمَرَ عَامِرَ بْنَ فُهَيْرَةَ فَكَتَبَ فِيْ رُقْعَةٍ مِّنْ اَدِيْمٍ ثُمَّ مَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ الزُّبَيْرَ فِيْ رَكْبٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَانُوْا تِجَارًا قَافِلِيْنَ مِنَ الشَّامِ فَكَسَا الزُّبَيْرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ ثِيَابَ بَيَاضٍ وَسَمِعَ الْمُسْلِمُوْنَ بِالْمَدِيْنَةِ مَخْرَجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ فَكَانُوْا يَغْدُوْنَ كُلَّ غَدَاةٍ اِلَى الْحَرَّةِ فَيَنْتَظِرُوْنَهٗ حَتّٰى يَرُدَّهُمْ حَرُّ الظَّهِيْرَةِ فَانْقَلَبُوْا يَوْمًا بَعْدَ مَا اَطَالُوا انْتِظَارَهُمْ فَلَمَّا اَوَوْا اِلٰى بُيُوْتِهِمْ اَوْفٰى رَجُلٌ مِّنْ يَّهُوْدَ عَلٰى اُطُمٍ مِّنْ اٰطَامِهِمْ لِاَمْرٍ يَّنْظُرُ اِلَيْهِ فَبَصُرَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ مُبَيَّضِيْنَ يَزُوْلُ بِهِمُ السَّرَابُ فَلَمْ يَمْلِكِ الْيَهُوْدِيُّ اَنْ قَالَ بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ هٰذَا جَدُّكُمُ الَّذِيْ تَنْتَظِرُوْنَ فَثَارَ الْمُسْلِمُوْنَ اِلَى السِّلَاحِ فَتَلَقَّوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِظَهْرِ الْحَرَّةِ فَعَدَلَ بِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ حَتّٰى نَزَلَ بِهِمْ فِيْ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَذٰلِكَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ فَقَامَ اَبُوْبَكْرٍ لِلنَّاسِ وَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامِتًا فَطَفِقَ مَنْ جَاءَ مِنَ الْاَنْصَارِ مِمَّنْ لَمْ يَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَيِّيْ اَبَا بَكْرٍ حَتّٰى اَصَابَتِ

اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور فال کے تیروں کی تکذیب کی' میرا گھوڑا مجھے ان کے قریب کر رہا تھا' حتیٰ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی قراءت کی آواز سنی' اور آپ کسی طرف توجہ نہیں کر رہے تھے' اور حضرت ابوبکر اِدھر اُدھر مڑ کر دیکھتے تھے' میرے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے' حتیٰ کہ گھٹنوں تک زمین کے اندر پہنچ گئے' پس میں زمین پر گر پڑا' میں نے گھوڑے کو اُٹھنے کے لیے جھڑکا' گھوڑا اُٹھنے لگا مگر وہ اپنے دونوں اگلے پاؤں زمین سے نہیں نکال سکا' پھر جب گھوڑا سیدھا ہوا تو اس کے پاؤں کے اثر سے دھوئیں کی طرح غبار آسمان کی طرف چڑھنے لگا' میں نے پھر تیروں سے فال نکالی' پھر وہی فال نکالی جو مجھے ناپسند تھی' پھر میں نے دونوں کو امان دینے کے لیے پکارا' سو وہ ٹھہر گئے' پھر میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچا' اور میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں نے ان کو روکنے کا جو ارادہ کیا تھا' اس وجہ سے مجھ پر جو مصیبت آئی تھی وہ آئی' سو ضرور رسول اللہ ﷺ کا دین غالب ہو کر رہے گا' پس میں نے آپ سے کہا کہ آپ کی قوم نے آپ (کو گرفتار کرنے پر) سو اونٹ انعام رکھے تھے' اور میں نے ان کو خبر دی کہ وہ لوگ آپ کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہیں اور میں نے ان کو کھانے کی چیزوں اور دیگر سامانِ سفر کی پیش کش کی تو انہوں نے مجھ سے کچھ نہیں لیا اور نہ مجھ سے کوئی سوال کیا مگر صرف یہ فرمایا کہ ہماری خبر پوشیدہ رکھنا' میں نے سوال کیا کہ آپ میرے لیے امن کی دستاویز لکھ دیں تو آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا کہ وہ چمڑے کے ایک ٹکڑے میں مجھے لکھ دے' پھر رسول اللہ ﷺ چلے گئے' ابن شہاب نے کہا: پس مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ کی ملاقات حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی جو مسلمانوں کے ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام سے واپس آ رہے تھے' حضرت زبیر نے رسول اللہ ﷺ کو اور حضرت ابوبکر کو سفید کپڑے پیش کیے اور مدینہ میں مسلمانوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے تشریف لا رہے ہیں' سو وہ ہر روز صبح کے وقت سیاہ پتھریلی زمین پر آپ کا انتظار کرتے تھے' حتیٰ کہ دوپہر کی گرمی ان کو لوٹا دیتی' پس

الشَّمْسُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى ظَلَّلَ عَلَيْهِ بِرِدَائِهِ فَعَرَفَ النَّاسُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ فَلَبِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِضْعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً وَّاُسِّسَ الْمَسْجِدُ الَّذِيْ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى وَصَلّٰى فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهٗ فَسَارَ يَمْشِيْ مَعَهُ النَّاسُ حَتّٰى بَرَكَتْ عِنْدَ مَسْجِدِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ وَهُوَ يُصَلِّيْ فِيْهِ يَوْمَئِذٍ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَكَانَ مِرْبَدًا لِّلتَّمْرِ لِسُهَيْلٍ وَّ سَهْلٍ غُلَامَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِيْ حَجْرِ اَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَرَكَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ هٰذَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ الْمَنْزِلُ ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغُلَامَيْنِ فَسَاوَمَهُمَا بِالْمِرْبَدِ لِيَتَّخِذَهٗ مَسْجِدًا فَقَالَا: لَا بَلْ نَهَبُهٗ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَبٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّقْبَلَهٗ مِنْهُمَا هِبَةً حَتّٰى ابْتَاعَهٗ مِنْهُمَا ثُمَّ بَنَاهُ مَسْجِدًا وَّطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ اللَّبِنَ فِيْ بُنْيَانِهٖ وَيَقُوْلُ وَهُوَ يَنْقُلُ اللَّبِنَ

هٰذَا الْحِمَالُ لَاحِمَالَ خَيْبَرْ
هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْهَرْ

وَيَقُوْلُ:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَهْ
فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ

ایک دن وہ بہت طویل انتظار کرنے کے بعد لوٹے' جب وہ اپنے گھروں میں پہنچے تو ایک یہودی اپنے مکانوں میں سے ایک اونچے مکان پر چڑھا' وہ اپنی کسی چیز کو دیکھ رہا تھا' اچانک اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو سفید لباس پہنے ہوئے آتے دیکھا' وہ جس قدر قریب آ رہے تھے تو ان سے سراب (ریت کی چمک) دور ہو رہا تھا' سو وہ ضبط نہ کر سکا اور بلند آواز سے چلّایا: اے عرب کے لوگو! تمہارے وہ بزرگ آ گئے ہیں جن کا تمہیں انتظار تھا' پس مسلمان اپنے اپنے ہتھیار لے کر دوڑے اور سیاہ پتھریلی زمین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا' آپ نے ان کے ساتھ دائیں طرف کا راستہ اختیار کیا حتیٰ کہ آپ نے ان کے ساتھ بنوعمرو بن عوف کے محلہ میں قیام کیا اور یہ ربیع الاوّل کے مہینے کا پیر کا دن تھا' سو حضرت ابوبکر لوگوں کے سامنے کھڑے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھے ہوئے تھے' پھر انصار میں سے وہ اصحاب آئے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا' وہ حضرت ابوبکر کو تعظیم دینے لگے' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ آئی تو حضرت ابوبکر آگے بڑھ کر اپنی چادر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایا کرنے لگے' تب ان اصحاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سے زیادہ راتیں بنوعمرو بن عوف کے محلہ میں گزاریں' اور وہ مسجد بنائی گئی جس کی بنیاد تقویٰ پر تھی' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی' پھر آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے' صحابہ بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوئے' حتیٰ کہ وہ اونٹنی مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے پاس ٹھہر گئی اور ان دنوں اس مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نماز پڑھتے تھے' یہاں سہل اور سہیل نام کے دو یتیم لڑکوں کی کھجوروں کے ڈھیر کو خشک کرنے کی جگہ (کھلیان) تھی جو حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے زیر پرورش تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی وہاں بیٹھ گئی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان شاء اللہ یہی منزل ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لڑکوں کو بلایا اور ان دونوں سے کھجوروں کے اس کھلیان کی قیمت معلوم کی' تاکہ آپ اس جگہ مسجد بنالیں' ان دونوں نے کہا: یارسول اللہ! بلکہ

فَتَمَثَّلَ بِشِعْرِ رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ لَمْ يُسَمَّ لِيْ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّلَمْ يَبْلُغْنَا فِي الْاَحَادِيْثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمَثَّلَ بِبَيْتِ شِعْرٍ تَامٍّ غَيْرِ هٰذَا الْبَيْتِ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

ہم آپ کو یہ جگہ ہبہ کرتے ہیں' سو رسول اللہ ﷺ نے ان لڑکوں سے اس ہبہ کے لینے سے انکار فرمایا' حتیٰ کہ آپ نے ان سے وہ جگہ خرید لی' پھر اس جگہ کو مسجد بنا دیا اور رسول اللہ ﷺ مسجد بنانے کے لیے ان کے ساتھ اینٹیں اُٹھا اُٹھا کر لا رہے تھے اور اینٹیں اُٹھاتے ہوئے یہ نظم پڑھ رہے تھے:

یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں ہے
اے ہمارے رب! یہ بہت نیک اور پاکیزہ ہے

اور (اللہ کے حضور) عرض کر رہے تھے:

اے اللہ! بے شک اجر تو آخرت کا اجر ہے
سو تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما

سو آپ نے کسی مسلمان شخص کے کہے ہوئے اشعار کو پڑھا تھا' جس کا نام مجھے معلوم نہیں۔ ابن شہاب نے کہا: ہمیں ایسی احادیث نہیں پہنچیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان اشعار کے علاوہ کوئی مکمل شعر پڑھا ہو۔

رسول اللہ ﷺ کو گرفتار کر کے لانے والے کے لیے سو اونٹ انعام کا اعلان کرنا اور سراقہ کا اس مہم کے لیے روانہ ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے ساتھ متصل ہے' امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس حدیث کا الگ سے ذکر کیا ہے۔ امام حاکم نے اکلیل میں اس کا امام ابن اسحاق کی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: المدلجی' یہ بنو مدلج بن مرہ سے تھے' ان کے دادا کا نام مالک بن جعشم ہے' اس روایت میں سراقہ کی نسبت ان کے دادا کی طرف ہے' اور سراقہ کے والد مالک بن جعشم ہیں' کسی نے ان کا صحابہ میں ذکر نہیں کیا' امام ابن حبان نے ان کا ذکر تابعین میں کیا ہے۔

اس حدیث میں ہے: ہر ایک کی دیت یعنی ہر ایک کے عوض سو اونٹ ملیں گے' یہ موسیٰ بن عقبہ کی روایت ہے اور امام طبرانی نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ جب قریش نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر کو نہیں پایا تو انہوں نے ان کو تلاش کرنا شروع کیا' اور انہوں نے نبی ﷺ کی خبر لانے والے کے لیے سو اونٹ انعام رکھا' اور وہ مکہ کے پہاڑوں میں گھومتے رہے' حتیٰ کہ وہ اس پہاڑ کے پاس بھی پہنچے جس میں رسول اللہ ﷺ تھے' تو جو شخص غار کے سامنے تھا اس کو دیکھ کر حضرت ابوبکر نے کہا: یا رسول اللہ! یہ شخص ہم کو دیکھ لے گا! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں! فرشتوں نے اپنے پروں سے ہم کو چھپایا ہوا ہے۔

سراقہ کا نبی ﷺ کا تعاقب کرنا پھر نبی ﷺ کا معجزہ دیکھ کر آپ سے امان لکھوانا اور واپس جانا

اس حدیث میں ہے: ''اسودۃ'' یعنی اشخاص' امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ اس شخص نے سراقہ کو بتایا کہ میں نے تین سوار دیکھے ہیں اور میرا گمان ہے کہ وہ (سیدنا) محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب ہیں۔

سراقہ نے کہا: تم نے فلاں فلاں کو دیکھا ہے' امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے: سراقہ نے اس سے کہا: چپ کرو' یعنی سراقہ قریش کی توجہ رسول اللہ ﷺ سے ہٹانا چاہتا تھا تا کہ وہ تنہا انعام حاصل کرے۔

سراقہ نے فال نکالی: اس نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر فال نکالی تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ تم ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اس کی خواہش یہ تھی کہ وہ ان کو پکڑ کر قریش کے پاس لے آئے اور انعام حاصل کرے۔

جب سراقہ نے نبی ﷺ کی آواز سنی: نبی ﷺ نے سراقہ کے خلاف دعاءِ ضرر کی: اے اللہ! تو ہم کو ان سے جس طرح چاہے بچا! حسن بصری کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور دعا کی: اے اللہ! اس کو گرا دے! سو وہ گھوڑے سے گر گیا۔

حضرت اسماء کی روایت میں ہے: وہ گھوڑا نتھنوں کے بل گر گیا۔

حضرت براء کی روایت میں ہے کہ گھوڑا اپنے پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔

امام ابن اسحاق کی روایت میں یہ اضافہ ہے: پھر میں نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر فال نکالی تو وہ حسب سابق تھی۔

موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں ہے کہ گرد و غبار دھوئیں کی مانند اُڑا اور میں نے یہ جان لیا کہ اب مجھے روک دیا گیا ہے۔

ابو خلیفہ کی روایت ہے: میں نے امان کے لیے پکارا اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! میں نے جان لیا ہے کہ یہ آپ کا کام ہے' آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے دے' اور اللہ کی قسم! میں اپنے پیچھے لوگوں کو آپ سے بے خبر رکھوں گا۔

امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے: میں سراقہ بن مالک بن جعشم ہوں' مجھے اپنے ساتھ کلام کرنے کی مہلت دیں' سو اللہ کی قسم! میں نہ خود آپ کا پیچھا کروں گا اور نہ میری طرف سے آپ کے پاس کوئی ناگوار چیز آئے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں یہ اضافہ ہے: میں آپ کو نفع پہنچاؤں گا' نقصان نہیں دوں گا اور میرے پیچھے آپ کی تلاش میں جو لوگ آ رہے ہیں' ان کو واپس کر دوں گا۔

نیز حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے: اس نے ان سے عہد کیا کہ وہ ان سے جنگ نہیں کرے گا اور نہ ان کی خبر دے گا اور تین دن تک چھپا رہے گا۔

امام ابن ابی شیبہ کی روایت ہے: سو وہ رُک گیا اور اس نے زادِ راہ اور دیگر چیزوں کی پیش کش کی تو آپ نے اور حضرت ابو بکر نے کہا: ہمیں ان کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس کی روایت ہے: آپ کے راستہ میں میری اونٹنیاں ہیں' آپ ان کا دودھ دوہ لیں اور میرے ترکش سے تیر لے لیں۔

ابو خلیفہ کی روایت ہے کہ آپ کے راستہ میں فلاں جگہ میرے اونٹ اور بکریاں ہیں' آپ ان میں سے اپنی ضرورت کے مطابق لے لیں' آپ نے فرمایا: ہمیں ان کی ضرورت نہیں ہے اور آپ نے اس کے لیے دعائے خیر کی۔

حضرت براء کی روایت ہے: آپ کی دعا سے وہ نجات پا گیا' پھر اس کو واپسی میں جو شخص بھی ملتا تو وہ اس سے کہتا: تم نے پوری کوشش کر لی' وہ یہاں نہیں ہیں' اور یوں وہ اس کو واپس کر دیتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں' آپ نے فرمایا: تم اپنی جگہ ٹھہرنا اور کسی کو ہمارے پیچھے نہ آنے دینا' پس دن کی ابتداء میں وہ آپ کا مخالف تھا اور دن کے آخر میں وہ آپ کا حامی تھا اور ہتھیاروں سے آپ کی حفاظت کر رہا تھا۔

امام ابن سعد کی روایت ہے کہ اس نے واپس آ کر قریش سے کہا: تم کو معلوم ہے کہ مجھے راستوں کی کتنی پہچان اور مہارت ہے' لیکن میں نے کسی کو نہیں دیکھا' سو تم واپس جاؤ' تو وہ واپس چلے گئے۔

(میں کہتا ہوں کہ ان روایات سے معلوم ہوا کہ نبی کی حفاظت کے لیے خلاف واقع خبر دینا واجب ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

امام ابن اسحاق کی روایت ہے کہ آپ نے اس کی درخواست پر کسی کپڑے یا چمڑے کے ٹکڑے پر اس کو امان لکھ دی اور اس نے اس امان کی دستاویز کو اپنے ترکش میں رکھ لیا۔

موسیٰ بن عقبہ کی روایت ہے: پس میں لوٹ گیا' مجھ سے آپ کے متعلق سوال کیا گیا' میں نے کچھ نہیں بتایا حتیٰ کہ جب آپ فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین سے فارغ ہوئے' تو میں آپ سے ملنے کے لیے گیا اور میرے پاس وہ امن کی دستاویز تھی' میں نے الجعرانہ میں آپ سے ملاقات کی' حتیٰ کہ میں آپ کے قریب پہنچا' میں نے اس دستاویز کو بلند کر کے آپ سے کہا: یارسول اللہ! یہ آپ کا لکھا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: یہ (وعدہ کی) وفاء اور نیکی کا دن ہے' تم قریب آؤ' سو میں اسلام لے آیا' حسن بصری نے سراقہ سے روایت کی ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ آپ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو میری قوم کی طرف حملہ کرنے کے لیے بھیجنے کا ارادہ فرما رہے ہیں' سو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ آپ میری قوم کو چھوڑ دیں' اگر میری قوم نے اسلام قبول کر لیا تو فبہا ورنہ میں ان میں سے اسلام لے آؤں گا' پس آپ نے ایسا کر لیا۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ جب ابوجہل کو پتا چلا کہ سراقہ نے آپ کو چھوڑ دیا تو اس نے سراقہ کو ملامت کی' اس وقت سراقہ نے یہ اشعار پڑھے: (ترجمہ)

''اے ابوالحکم! اگر تو مشاہدہ کرتا' میرے گھوڑے کے اس حال کا جب اس کی ٹانگیں زمین میں دھنس گئی تھیں' تو تعجب کرتا اور تجھے اس میں شک نہ ہوتا' کہ محمد نبی ہیں اور ان کے پاس برہان ہے جس کو کون چھپا سکتا ہے''۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدینہ میں استقبال اور صحابہ کا یا محمد' یارسول اللہ کے نعرے لگانا

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: جب مسلمانوں نے سنا کہ آپ صبح کو مدینہ پہنچ رہے ہیں۔

امام حاکم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عویم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: جب ہمیں یہ خبر پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لا رہے ہیں تو ہم سیاہ پتھریلی زمین (حرہ) پر بیٹھ کر آپ کا انتظار کرتے رہتے' حتیٰ کہ جب دھوپ تیز ہو جاتی تو ہم اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے' حتیٰ کہ جب وہ دن آیا جب آپ تشریف لائے تو ہم اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے' سو جب ہم گھروں کو لوٹ گئے تو آپ تشریف لائے۔

مصنف کہتا ہے کہ امام مسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم رات کے وقت مدینہ پہنچے' پس صحابہ کا اس میں جھگڑا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس کے گھر ٹھہریں گے' تو آپ نے فرمایا: میں بنوالنجار کے گھر ٹھہروں گا جو عبدالمطلب کے ماموں ہیں

میں اس طرح ان کی تکریم کروں گا' پس مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور لڑکے اور خدام راستوں میں پھیل گئے اور وہ بلند آواز سے پکار رہے تھے: یا محمد' یا رسول اللہ' یا محمد' یا رسول اللہ! (صحیح مسلم: ۲۰۰۹' الرقم المسلسل: ۷۴۱۶) (سعیدی غفرلہ)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس حدیث میں ہے: حتیٰ کہ آپ بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں ٹھہرے' یعنی حضرت مالک بن اوس بن حارثہ کے ہاں اور ان کے گھر قباء میں تھے' اور یہ مدینہ میں مسجد نبوی سے ایک فرسخ (ساڑھے چار انگریزی میل) کے فاصلہ پر ہے اور آپ حضرت کلثوم بن ہدم کے ہاں ٹھہرے تھے۔

اس حدیث میں ہے کہ یہ ربیع الاوّل کے مہینہ کے پیر کا دن تھا' یہی معتمد قول ہے اور جس نے کہا: وہ جمعہ کا دن تھا' وہ شاذ قول ہے۔ صحیح مسلم کے اواخر میں بھی اسی طرح ہے۔

انصاری صحابہ کا رسول اللہ کے بجائے حضرت ابوبکر کو سلام کرنا' علامہ ابن التین وغیرہ کی طرف سے اس کی توجیہ

اس حدیث میں ہے: انصار میں سے جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی پہلے زیارت نہیں کی تھی وہ حضرت ابوبکر کی تعظیم کرنے لگے' یعنی ان کو سلام کرنے لگے۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ شام میں تجارت کی وجہ سے حضرت ابوبکر کا مدینہ بہ کثرت آنا جانا تھا' سو وہ ان کو پہچانتے تھے اور نبی ﷺ ابھی تک مدینہ نہیں آئے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ سیاق و سباق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو انصار حضرت ابوبکر کی تعظیم کر رہے تھے اور ان کو سلام کر رہے تھے' وہ نبی ﷺ کو نہیں پہچانتے تھے اور انہوں نے حضرت ابوبکر کے متعلق یہ گمان کیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں' اس لیے انہوں نے حضرت ابوبکر کی تعظیم کی اور ان کو سلام کیا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد حدیث میں ہے: پس حضرت ابوبکر' رسول اللہ ﷺ پر اپنی چادر سے سایا کرنے لگے' تب انصار نے جانا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ موسیٰ بن عقبہ نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خاموش بیٹھ گئے' پھر انصاری صحابہ میں سے جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا تھا' انہوں نے حضرت ابوبکر کے متعلق یہ گمان کیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں' اور جب دھوپ آئی تو حضرت ابوبکر (اپنی چادر سے) رسول اللہ ﷺ پر سایا کرنے لگے۔

امام ابن اسحاق نے حضرت عبدالرحمٰن بن عویم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر سائے میں آئے' اللہ کی قسم! مجھے پتا نہیں چلا کہ ان میں کون رسول اللہ ﷺ ہیں' حتیٰ کہ ہم نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر آپ کو سائے میں لا رہے ہیں' اس سے ہم نے پہچانا کہ آپ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۱۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

ہجرت کے وقت انصاری صحابہ پر رسول اللہ ﷺ کے اشتباہ کی توجیہ میں مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کا جو دلکش جمال ہے اور آپ کے رخ زیبا پر جو انوار و تجلیات ہیں اس سے تو بداہۃً پتا چل جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں' پھر ان صحابہ کو کیسے پتا نہیں چلا کہ ان میں سے کون رسول اللہ ﷺ ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سفر ہجرت میں نو روز حضرت ابوبکر آپ کے ساتھ رہے اور تین روز تک تنہا آپ کے ساتھ رہے اور اس دوران رسول اللہ ﷺ کے انوار و تجلیات اپنے اندر جذب کرتے رہے' حتیٰ کہ جب وہ آپ کے ساتھ مدینہ پہنچے تو اس حال میں پہنچے کہ چہرہ ابوبکر کا تھا اور جمال اور انوار رسول اللہ ﷺ کے تھے' قامت ابوبکر کی تھی اور چال رسول اللہ کی' سراپا ابوبکر کا تھا اور حُسن رسول اللہ کا تھا' حتیٰ کہ دیکھنے والے پہچان نہ سکے کہ ان میں سے کون رسول اللہ ہیں۔

من تو شدم تو من شدی
من تن شدم تو جاں شدی
"میں تو ہو گیا ' تو میں ہو گیا
میں جسم ہو گیا' تو روح ہو گیا"

گلے خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دست محبوبم بدستم
"ایک دن خوشبودار مٹی مجھے حمام میں
میرے محبوب کے ہاتھ سے ملی"

بدو گفتم کہ تو مشکی یا عبیری
کہ از بوئے دل آویزے تو مستم
"میں نے اس سے پوچھا کہ تو مشک ہے یا عنبر
کہ تیری دل آویز خوشبو سے میں مست ہو گیا ہوں"

بگفتا من گلے نا چیز بودم
ولیکن مدتے با گل نشستم
"اس نے کہا: میں وہی ناچیز مٹی ہوں
لیکن ایک عرصہ تک پھولوں کی صحبت میں رہی ہوں"

جمال ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم
"ہم نشیں کے جمال نے مجھ میں اثر کیا ہے
ورنہ میں تو وہی مٹی ہوں جو میں تھی"۔

کہتے ہیں کہ تلوں کا تیل اتنا قیمتی نہیں ہوتا لیکن اگر ایک رات ان تلوں کو چنبیلی کے پھولوں میں بسا دیا جائے تو پھر وہ عام تیل نہیں ہوتا' چنبیلی کا تیل ہوتا ہے' چنبیلی کا رنگ اور اس کی خوشبو ہوتی ہے' اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے' ایک رات چنبیلی کی رفاقت کا یہ اثر ہوتا ہے تو حضرت ابوبکر جو یک وتنہا تین راتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں رہے' ان کی کیفیت کا کیا عالم ہوگا!

بنوعمرو بن عوف کے محلہ میں قیام کی مدت

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنوعمرو بن عوف کے محلہ میں دس سے زیادہ راتیں ٹھہرے۔ اس سے اگلے باب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث آ رہی ہے' اس میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں پر چودہ راتیں ٹھہرے تھے۔

موسیٰ بن عقبہ نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ آپ ان کے محلہ میں تین دن ٹھہرے تھے۔

ابن شہاب نے مجمع بن حارثہ سے روایت کی ہے کہ آپ ان کے محلہ میں بائیس راتیں ٹھہرے تھے۔

امام ابن اسحاق نے کہا کہ آپ ان کے ہاں پانچ دن ٹھہرے تھے' اور بنوعمرو بن عوف اس سے زیادہ دنوں کا زعم کرتے ہیں۔

اس کی تحقیق کہ وہ کون سی مسجد ہے' جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے؟

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اس مسجد کو بنایا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی۔

امام عبد الرزاق نے از معمر از ابن شہاب از عروۃ یہ روایت کی ہے: جن لوگوں نے اس مسجد کو بنایا جس کی بنیاد تقویٰ پر تھی وہ لوگ بنوعمرو بن عوف ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: آپ بنوعمرو بن عوف کے محلہ میں تین راتیں ٹھہرے اور اس جگہ ایک مسجد بنائی جس میں آپ نماز پڑھتے تھے' پھر اس مسجد کو بنوعمرو بن عوف نے بنایا' یہی وہ مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر تھی۔

یونس بن بکیر نے زیادات مغازی میں مسعودی سے روایت کی ہے کہ الحکم بن عتیبہ نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ قباء میں ٹھہرے' حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایسی جگہ ضروری تھی جس میں سایا ہو کہ جب آپ بیدار ہوں تو اس میں نماز پڑھیں' پس پتھر جمع کیے گئے اور مسجد قباء بنائی گئی اور یہ وہ پہلی مسجد ہے جو مدینہ

میں بنائی گئی تھی' اور تحقیق یہ ہے کہ یہ وہ پہلی مسجد ہے جس میں نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو جماعت کے ساتھ علی الاعلان نماز پڑھائی اور یہ وہ پہلی مسجد ہے جو عام مسلمانوں کے لیے جماعت سے نماز پڑھنے کی خاطر بنائی گئی' ہر چند کہ اس سے پہلے بھی مسجد بنائی گئی تھی جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنائی تھی' تاہم وہ انفرادی تھی۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں تشریف لانے سے پہلے ہم دو سال مدینہ میں رہے' ہم مساجد بناتے تھے اور ان میں نماز قائم کرتے تھے۔ قرآن مجید میں ہے:

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ (التوبہ:۱۰۸)　البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد روزِ اوّل سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے' وہ اس کی مستحق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔

جمہور علماء نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہی مسجد قباء ہے اور یہی ظاہر آیت کا منشاء ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ وہ کون سی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ تمہاری یہ مسجد ہے۔

امام احمد اور امام ترمذی نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: دو افراد کا اس مسجد کے مصداق میں اختلاف ہوا جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے' ایک شخص نے کہا ہے: وہ مسجد نبوی ہے' اور دوسرے نے کہا: وہ مسجد قباء ہے' پھر ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: وہ یہی مسجد ہے یعنی مسجد نبوی اور مسجد قباء میں بھی خیر کثیر ہے۔ امام احمد نے حضرت سہل بن سعد سے اور حضرت ابی بن کعب سے بھی اسی کی مثل روایت کی ہے۔

مسجد نبوی کے افضل ہونے کے ثبوت میں علامہ قرطبی اور حافظ ابن حجر کے دلائل

علامہ قرطبی متوفی ٦٥٢ھ نے لکھا ہے کہ جن دو افراد نے یہ سوال کیا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ بہ ظاہر دونوں مسجدیں برابر تھیں کیونکہ دونوں مسجدوں کو نبی ﷺ نے بنایا تھا' اس لیے انہوں نے آپ سے سوال کیا کہ وہ کون سی مسجد ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں مذکور ہے کہ اس کی بنیاد تقویٰ پر ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اس سے مراد آپ کی مسجد ہے' یعنی مسجد نبوی' اور مسجد نبوی کی مسجد قباء پر فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ مسجد قباء کو بنانے کا نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حتمی حکم نہیں دیا تھا' یا یہ کہ آپ نے اس کو اپنے اجتہاد سے بنایا تھا' اس کے برخلاف مسجد نبوی کو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنایا تھا' یا آپ کے اور آپ کے اصحاب کے لیے مسجد نبوی میں ایسی کیفیات قلبیہ حاصل ہوئیں جو کسی اور مسجد میں حاصل نہیں ہوئیں۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مسجد نبوی کو اس لیے افضلیت حاصل ہوئی ہو کہ یہاں آپ کا بہت طویل قیام رہا' اس کے برخلاف مسجد قباء میں آپ صرف چند دن رہے تھے اور مسجد نبوی کی افضلیت کے لیے آپ کا اس میں طویل قیام کافی ہے اور علامہ قرطبی نے اس کی افضلیت کے بیان میں جو تکلفات کیے ہیں' ان کی چنداں ضرورت نہیں ہے' اور حق یہ ہے کہ ان دونوں کی ہی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اور اس آیت کے بقیہ حصہ میں مذکور ہے:

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ○ (التوبہ:۱۰۸)　اس میں ایسے اشخاص ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاک ہونے والوں کو پسند فرماتا ہے ○

آیت کے اس جملہ سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس آیت کا مصداق مسجد قباء ہے۔

امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِيهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ط (التوبہ:۱۰۸) اس میں ایسے اشخاص ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں۔

یہ آیت اہل قباء کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس بناء پر آپ نے جو اُن دو مردوں کے سوال کے جواب میں فرمایا' اس آیت کا مصداق مسجد نبوی ہے اور مسجد قباء میں بھی خیر کثیر ہے' اس کا محمل اس وہم کو دور کرنا تھا کہ اس آیت کا مصداق مسجد قباء کے ساتھ خاص ہے' اور اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔

علامہ داؤدی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ ان دونوں مسجدوں کی بنیاد تقویٰ پر ہے' اسی طرح علامہ سہیلی نے کہا ہے اور دوسروں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا: ''من اوّل یوم'' (روزِ اوّل سے) اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے مراد مسجد قباء ہو کیونکہ اس مسجد کی بنیاد اس پہلے دن رکھی گئی تھی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دار ہجرت میں تشریف لائے تھے۔

(فتح الباری ج۵ص۱۱۴)

مصنف کا محاکمہ

میں کہتا ہوں کہ یہ ٹھیک ہے کہ مسجد قباء اور مسجد نبوی دونوں کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے اور علامہ قرطبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے مسجد نبوی کی افضلیت پر جو دلائل دیئے ہیں وہ بھی درست ہیں' تاہم مسجد نبوی کی افضلیت پر واضح دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد میں نماز پڑھنے کا اجر مسجد حرام کے سوا دیگر مساجد سے پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد قباء کے متعلق آپ کا ایسا کوئی ارشاد نہیں ہے۔

انصاری صحابہ کا اپنی میزبانی پر آپ سے اصرار کرنا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے: آپ جمعہ کے دن قباء سے سوار ہوئے' پس بنو سالم بن عوف میں آپ نے جمعہ کی نماز کا وقت پالیا تو انہوں نے آپ سے عرض کیا: یارسول اللہ! اس بڑی اور قوی جماعت کی طرف آئیں' ہمارے درمیان ٹھہریں' پھر آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑنے میں ان کے درمیان تنازع ہوا' انہوں نے بتایا کہ بنو سالم میں سے حضرت عتبان بن مالک تھے' بنو بیاضہ میں سے حضرت فروۃ بن عمرو تھے اور بنو ساعدہ میں سے حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت المنذر بن عمرو تھے اور بنو عدی میں سے حضرت ابو سلیط تھے رضی اللہ عنہم۔ آپ نے ان سب سے فرمایا: اس اونٹنی کو چھوڑ دو' یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے۔

امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انصار نے آ کر کہا: یارسول اللہ! ہماری طرف آئیں' تو آپ نے فرمایا: اونٹنی کو چھوڑ دو' یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے' پس وہ اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے دروازہ پر بیٹھ گئی۔

حضرت ابو ایوب انصاری کو شرفِ میزبانی عطاء فرمانا

اس حدیث میں مذکور ہے: حتیٰ کہ وہ اونٹنی مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے پاس بیٹھ گئی۔

حضرت براء نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انصار کا اس میں تنازع ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس کے گھر ٹھہریں گے تو آپ نے فرمایا: میں حضرت عبدالمطلب کے ماموں کے گھر ٹھہر کر ان کی تکریم کروں گا۔

امام سعید بن منصور نے عطاف بن خالد سے روایت کی ہے کہ اس اونٹنی کو پہلے بٹھایا گیا تو صحابہ آپ کے پاس آئے اور عرض

کیا: یارسول اللہ! آپ کہاں قیام فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا: اس اونٹنی کو چھوڑ دو پس وہ اونٹنی روانہ ہوئی حتیٰ کہ مسجد کے منبر کی جگہ کے پاس ٹھہر گئی' پھر نبی ﷺ اس پر سے اُترے اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' انہوں نے کہا: ان سب کی بہ نسبت میرا گھر سب سے قریب ہے' آپ مجھے اجازت دیں' میں آپ کا سامان وہاں لے جاؤں' آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے' پس انہوں نے سامان اتارا اور اونٹنی کو اپنے گھر کے پاس بٹھا دیا۔

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت ابوایوب نے آپ کا سامان اپنے گھر پہنچایا تو آپ نے فرمایا: آدمی اپنے سامان کے ساتھ رہتا ہے اور انہوں نے بتایا کہ حضرت ابوایوب کے ہاں آپ کے قیام کی مدت سات ماہ تھی۔

نبی ﷺ کا مسجد کے لیے زمین خریدنا

اس حدیث میں ہے کہ مسجد کی جگہ کھجوروں کا کھلیان تھا' یہ جگہ حضرت سہل اور حضرت سہیل کی تھی' یہ انصار کے دونو جوان لڑکے تھے' نبی ﷺ نے فرمایا: میں عنقریب ان دونوں کو راضی کروں گا۔ امام ابن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے چچا سے بات کی اور اس زمین کی قیمت معلوم کی' ان لڑکوں نے زمین کی قیمت لینے سے انکار کیا اور نبی ﷺ نے بغیر قیمت کے اس زمین کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ امام محمد بن سعد نے از معمر از زہری روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ اس زمین کی قیمت ادا کر دیں۔ معمر کے علاوہ دوسروں نے روایت کی ہے کہ آپ نے ان لڑکوں کو دس دینار عطاء فرمائے تھے' اور ابواب المساجد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت گزر چکی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے بنوالنجار! تم مجھے اپنا یہ باغ قیمۃً دے دو' تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کریں گے' اور ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ جب انہوں نے کہا کہ ہم اس کی قیمت نہیں لیں گے تو آپ نے پوچھا: اس زمین کا مالک کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ دو لڑکے اس زمین کے مالک ہیں' تو آپ نے ان لڑکوں سے اس زمین کو خرید لیا۔

نبی ﷺ کا مسجد کی تعمیر کے لیے صحابہ کے ساتھ اینٹیں اُٹھا کر لانا

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ صحابہ کے ساتھ اینٹیں اُٹھا کر لا رہے تھے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: یہ کچی اینٹیں تھیں جن کو آگ پر پکایا نہیں گیا تھا۔

ابن عائذ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اس جگہ بارہ دن چھپر کے نیچے نمازیں پڑھیں' پھر اس کی بنیاد ڈالی اور اس پر چھت بنائی' حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ پہلے آپ نے کھجور کی شاخوں سے مسجد بنائی' پھر ہجرت کے چار سال بعد کچی اینٹوں سے اس مسجد کو بنایا۔

نبی ﷺ کی شعر گوئی کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ یہ پڑھ رہے تھے:

اے اللہ! بے شک اجر تو صرف آخرت کا اجر ہے' تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما!

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس باب کے بعد حضرت انس کی روایت میں ہے:

اے اللہ! خیر تو صرف آخرت کی خیر ہے' سو تو انصار اور مہاجرین کی مدد فرما!

اس حدیث میں ہے: آپ نے کسی مسلمان شخص کا یہ شعر پڑھا تھا' جس کا نام مجھے معلوم نہیں ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کلام سے مراد رجز ہو اور ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد کوئی اور شعر ہو۔
حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: پہلا احتمال ہی معتمد ہے اور اس شعر مذکور کی حال کے ساتھ مناسبت واضح ہے' اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ جن احادیث میں مکان بنانے کو مکروہ فرمایا ہے' اس سے مراد وہ مکان ہے جو ضرورت سے زائد ہو یا جو تعمیر کسی دینی معاملہ کے لیے نہ ہو جیسے مساجد کی تعمیر۔
اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابن شہاب نے کہا: ہمیں یہ خبر نہیں پہنچی کہ ان اشعار کے علاوہ نبی ﷺ نے کوئی مکمل شعر پڑھا ہو۔ حافظ ابن حجر اس کی شرح میں لکھتے ہیں:
زہری کے اس قول پر دو وجہ سے رد کیا گیا ہے: اوّل یہ کہ آپ کا یہ کلام رجز تھا شعر نہیں تھا' یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص رجز پڑھنے والا ہے اور یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ شعر پڑھنے والا ہے۔ ثانی اس لیے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی ﷺ نے شعر کہا ہے یا نہیں اور اگر آپ کا شعر کہنا جائز ہے تو آپ نے ایک شعر کہا ہے یا زائد اشعار کہے ہیں۔ پہلے رد کا جواب یہ ہے کہ رجز بھی شعر کی اقسام سے ہے جب کہ وہ موزون ہو' اور غزوۂ خندق میں آپ نے اس طرح کہا تھا: "فاغفر للمهاجرین والانصار" اور یہ موزون نہیں ہے' اور دوسرے رد کا جواب یہ ہے کہ آپ کے لیے شعر بنانا ممتنع ہے' شعر پڑھنا ممتنع نہیں ہے اور آپ کسی کا بنایا ہوا شعر پڑھیں' اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔
زہری کے علاوہ دوسروں نے کہا ہے کہ حدیث میں جس شعر کا ذکر ہے وہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کا بنایا ہوا تھا' اور زہری تک یہ خبر نہیں پہنچی اور جو صحیح میں مذکور ہے' وہ زیادہ صحیح ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ کسی مسلمان شخص کا شعر تھا اور اس حدیث میں شعر پڑھنے کے جواز کا ثبوت ہے' خصوصاً جنگ کے دوران اور مشکل کاموں میں تعاون کے درمیان' کیونکہ ان اشعار کے ذریعہ جنگ پر اور دشوار اور سخت کاموں کے کرنے پر اُبھارا جاتا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۱۶' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

نبی ﷺ کی شعر گوئی کے متعلق مصنف کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ جو علماء نبی ﷺ سے شعر گوئی کی نفی کرتے ہیں' ان کا استدلال اس آیت سے ہے:
وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ (یٰس: ٦٩) اور ہم نے اس نبی کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ اس کے لائق ہے' یہ کتاب تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے ۝
امر واقعہ یہ ہے کہ نبی ﷺ حقیقت کے ترجمان تھے' آپ شاعر تھے نہ قرآن شعر و شاعری' کیونکہ شعر و شاعری میں الفاظ مقصود ہوتے ہیں اور معانی الفاظ کے تابع ہوتے ہیں اور نبی کا مقصود معانی ہوتے ہیں اور الفاظ ان کے تابع ہوتے ہیں' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید کی بعض آیات کے آخری الفاظ ایک وزن پر ہیں' جن سے کفار کو ان آیات پر اشعار ہونے کا شبہ ہوتا تھا' اسی طرح نبی ﷺ نے خود بھی کلام موزون فرمایا ہے' جیسا کہ بعض احادیث میں ہے:
حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خندق کھودتے وقت فرما رہے تھے:
واللّٰه لولا اللّٰه ما اهتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا
"اللہ کی قسم! اگر اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے' اور نہ ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے"
فانزلن سكینة علینا وثبت الاقدام ان لاقینا
"سو تو ہم پر طمانیت نازل فرما اور اگر کافروں سے ہمارا مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھنا"۔ (صحیح البخاری: ۴۱۰۴' صحیح مسلم: ۱۸۰۳)

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رجز پڑھ رہے تھے اور نبی ﷺ بھی ان کے ساتھ رجز پڑھ رہے تھے' آپ نے (اللہ کے حضور) عرض کیا:

اللّٰھم لا خیر الّا خیر الاٰخرۃ فاغفر للانصار والمھاجرۃ

''اے اللہ! آخرت کی خیر کے سوا اور کوئی خیر نہیں' سو تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما!''۔

رجز کا معنی ہے: جنگ میں دشمن کے سامنے بہادری کے اظہار کے لیے یا مشکل اور مشقت کے کاموں میں ہمت بڑھانے کے لیے کلام موزون پیش کرنا۔

علامہ علی بن محمد جرجانی سید میر شریف متوفی ۸۱۶ھ لکھتے ہیں:

لغت میں شعر کا معنی ہے: علم' اور اصطلاح میں اس کا معنی ہے: وہ کلام مقفّٰی جس میں وزن کا قصد کیا گیا ہو' اس آخری قید سے درج ذیل آیت پر شعر کا اطلاق نہیں ہوگا:

الذی انقض ظھرک ○ ورفعنا لک ذکرک ○ (الم نشرح:۴۔۳)

''جس بوجھ نے آپ کی پشت کو گراں بار کیا تھا' اور ہم نے آپ کے لیے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا''۔

اس آیت میں بھی کلام مقفّٰی موزون ہے' لیکن اس میں وزن کا قصد نہیں کیا گیا۔

اور منطقیوں کی اصطلاح میں شعر کا معنی ہے: وہ کلام ہے جو خیالی باتوں سے بنایا گیا ہو۔

(کتاب التعریفات ص۹۲۔۹۱' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

میں کہتا ہوں کہ کفار جو قرآن مجید کی بعض آیات کو شعر کہتے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے بیان کیا ہے کہ مرنے کے بعد انسانوں کو پھر زندہ کیا جائے گا اور نیک لوگوں کو جنت کے باغات ملیں گے جس میں دودھ اور شہد کے دریا ہوں گے' محلات ہوں گے اور حوریں ہوں گی' خدمت کے لیے خوب صورت بے ریش لڑکے ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور کفار دوزخ میں ہوں گے جس میں آگ جلتی ہوگی' تھوہر کے درخت ہوں گے اور ان کو پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا اور کفار دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے' سو یہ صرف خیالی باتیں ہیں' اس وجہ سے وہ قرآن مجید کو شعر و شاعری کہتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کو شاعر کہتے تھے۔ اس وجہ سے یٰسٓ: ۶۹ میں فرمایا ہے کہ ہم نے اس نبی کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ اس کے لائق ہے۔ اور فی الواقع خیالی باتیں بیان کرنا آپ کی شان کے لائق نہیں ہے' آپ نے تو واقع کے مطابق اُمور بیان فرمائے' آپ نے شعر کو حکمت فرمایا ہے اور جن اشعار میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہو' آپ کی نعت ہو اور حکیمانہ باتیں ہوں' ان کی تحسین فرمائی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے اس حدیث میں زہری کے قول کی شرح میں لکھا ہے:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ زہری نے جو کہا ہے کہ اس شعر کے علاوہ نبی ﷺ نے اور اشعار نہیں کہے' اس پر دو وجہ سے ردّ کیا گیا ہے: اوّل اس لیے کہ یہ رجز ہے شعر نہیں ہے' ثانی اس لیے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی ﷺ نے شعر کہے ہیں یا نہیں اور اگر آپ نے شعر کہے ہیں تو صرف ایک شعر کہا ہے یا زیادہ؟ پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ جب رجز کلام موزون ہو تو وہ بھی شعر کی اقسام سے ہے اور دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کے لیے شعر کا بنانا ممتنع ہے کسی کا بنایا ہوا شعر پڑھنا ممتنع نہیں ہے۔ واللہ اعلم! (عمدۃ القاری ج۱۷ ص۶۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا شعر بنانے کو ممتنع کہنا صحیح نہیں ہے' کیونکہ نبی ﷺ نے شعر بنایا بھی ہے اور

دوسروں کا بنایا ہوا شعر پڑھا بھی ہے' خود شعر بنانے کی مثال یہ ہے کہ نبی ﷺ نے غزوۂ حنین کے دن فرمایا:

هل انت الا اصبع دميت — وفي سبيل الله ما لقيت

''تو صرف ایک خون آلودہ انگلی ہے' جو کچھ تجھے ملا ہے اللہ کی راہ میں ملا ہے''۔

(صحیح البخاری: ٢٨٠٢' صحیح مسلم: ١٧٩٦' سنن ترمذی: ٣٣٤٥)

انا النبي لا كذب — انا ابن عبد المطلب

''میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں' میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں''۔

(صحیح البخاری: ٤٣١٧' صحیح مسلم: ٢٨١٤' سنن ترمذی: ١٦٨٨)

اور دوسروں کا بنایا ہوا شعر بھی آپ نے پڑھا ہے' اس کی ایک مثال تو یہ ہے کہ اسی حدیث میں آپ نے جو اشعار پڑھے تھے وہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بنائے ہوئے تھے یا کسی اور مسلمان مرد کے' جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۱۶) وہ اشعار حسب ذیل ہیں:

هذا الحمال لا حمال خيبر — هذا ابر ربنا واطهر

''یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں ہے' اے ہمارے رب! یہ بہت نیک اور پاکیزہ ہے''

اللهم ان الاجر اجر الأخرة — فارحم الانصار والمهاجرة

''اے اللہ! اجر تو بے شک آخرت کا اجر ہے' سو تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما!''۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے سچی بات وہ ہے جو شاعر لبید نے کہی ہے:

الا كل شيء ما خلا الله باطل۔ سنو! ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہے' وہ فانی ہے۔

(صحیح البخاری: ٦١٤٧' صحیح مسلم: ٢٢٥٦' سنن ترمذی: ٢٨٤٩' سنن ابن ماجہ: ٣٧٥٧)

اس تصریح سے معلوم ہو گیا کہ آپ نے خود شعر بنا کر بھی پڑھا ہے اور دوسروں کے اشعار بھی پڑھے ہیں' نیز مطلقاً شعر بنانا اور پڑھنا مذموم نہیں ہے' حدیث میں ہے:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری: ٦١٤٥' سنن ابوداؤد: ٥٠١٠' سنن ترمذی: ٢٨٤٤' سنن ابن ماجہ: ٣٧٥٥' مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے شعر کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: شعر کلام ہے' وہ اچھا ہو تو اچھا ہے اور برا ہو تو برا ہے۔ (سنن دار قطنی ج ۴ ص ۱۵۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر رکھتے تھے' وہ رسول اللہ ﷺ پر فخر کرتے تھے یا آپ کی طرف سے مدافعت کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: بے شک جب تک حسان' رسول اللہ ﷺ پر فخر کرتا ہے یا آپ کی طرف سے مدافعت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ روح القدس سے ان کی تائید فرماتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ٥٠١٥' سنن ترمذی: ٢٨٤٦' مسند احمد ج ٦ ص ٧٢)

اللہ تعالیٰ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو شعر گوئی کا کمال عطاء فرمایا' حضرت عبداللہ بن رواحہ کو شعر گوئی کا کمال عطاء فرمایا اور لاکھوں

مسلمانوں کو یہ کمال عطاء فرمایا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ اپنے حبیب کو اس کمال سے محروم رکھا ہو جب کہ تحقیق یہ ہے کہ ابتداء آفرینش عالم سے جس کو جو کمال ملا ہے وہ آپ ہی کے وسیلہ سے ملا ہے۔

٣٩٠٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِیْهِ وَفَاطِمَةَ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا صَنَعْتُ سُفْرَةً لِّلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَكْرٍ حِیْنَ اَرَادَا الْمَدِیْنَةَ فَقُلْتُ لِاَبِیْ مَا اَجِدُ شَیْئًا اَرْبِطُهٗ اِلَّا نِطَاقِیْ قَالَ فَشُقِّیْهِ فَفَعَلْتُ فَسُمِّیْتُ ذَاتَ النِّطَاقَیْنِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَسْمَاءُ ذَاتُ النِّطَاقِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود و سیّدہ فاطمہ از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ناشتہ تیار کیا' جب انہوں نے مدینہ (ہجرت) کا ارادہ کیا' میں نے اپنے والد سے کہا: میرے پاس اپنے کمر بند کے سوا اس ناشتہ کو باندھنے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے' انہوں نے کہا: تم اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کر لو' سو میں نے اس طرح کر لیا تو میرا نام ذات النطاقین (دو کمر بند والی) پڑ گیا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت اسماء کمر بند والی ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٧٩ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث کا بھی ہجرت کے ساتھ تعلق ہے۔

٣٩٠٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا اَقْبَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ تَبِعَهٗ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ فَدَعَا عَلَیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَاخَتْ بِهٖ فَرَسُهٗ قَالَ اُدْعُ اللّٰهَ لِیْ وَلَا اَضُرُّكَ فَدَعَا لَهٗ قَالَ فَعَطِشَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ بِرَاعٍ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ فَاَخَذْتُ قَدَحًا فَحَلَبْتُ فِیْهِ كُثْبَةً مِّنْ لَبَنٍ فَاَتَیْتُهٗ فَشَرِبَ حَتّٰی رَضِیْتُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو سراقہ بن مالک بن جعشم نے آپ کا پیچھا کیا' آپ نے اس کے خلاف دعاءِ ضرر کی تو اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے' اس نے کہا: آپ میرے حق میں اللہ سے دعا کیجئے' میں آپ کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا' آپ نے اس کے حق میں دعا کی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاس لگی' آپ ایک چرواہے کے پاس سے گزرے' حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے ایک پیالہ لیا اور اس میں پیالہ بھر دودھ دوہا' پھر میں اس کو لے کر آپ کے پاس آیا' آپ نے اس سے اتنا دودھ پیا کہ میں راضی ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤٣٩ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی بھی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس کا تعلق ہجرت کے ساتھ ہے۔

٣٩٠٩ - حَدَّثَنِیْ زَکَرِیَّاءُ بْنُ یَحْیٰی عَنْ اَبِیْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّهَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ قَالَتْ فَخَرَجْتُ وَاَنَا مُتِمٌّ فَاَتَیْتُ الْمَدِیْنَةَ فَنَزَلْتُ بِقُبَاءٍ فَوَلَدْتُهُ بِقُبَاءٍ ثُمَّ اَتَیْتُ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهُ فِیْ حَجْرِهِ ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَفَلَ فِیْ فِیْهِ فَكَانَ اَوَّلَ شَیْءٍ دَخَلَ جَوْفَهُ رِیْقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ حَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ ثُمَّ دَعَا لَهُ وَبَرَّكَ عَلَیْهِ وَكَانَ اَوَّلَ مَوْلُوْدٍ وُلِدَ فِی الْاِسْلَامِ: تَابَعَهُ خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ عَلِیِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّهَا هَاجَرَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهِیَ حُبْلٰی .

[طرف الحدیث:٥٤٦٩](صحیح مسلم:٢١٤٦'الرقم المسلسل:٥٥٠٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے زکریاء بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابواسامہ از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت اسماء رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتی ہیں کہ جب (حضرت) عبداللہ بن زبیر ان کے پیٹ میں تھے تو مدتِ حمل پوری ہونے کے بعد میں مکہ سے نکلی اور مدینہ آئی' پس میں قباء میں ٹھہری اور وہیں (حضرت) عبداللہ کی ولادت ہوئی' پھر میں ان کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی' میں نے ان کو آپ کی گود میں رکھا' آپ نے ایک کھجور منگا کر اس کو چبایا' پھر وہ کھجور ان کے منہ میں ڈال دی' اس طرح (حضرت) عبداللہ کے پیٹ میں جو غذا سب سے پہلے پہنچی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعابِ دہن تھا' پھر آپ نے ان کو چبائی ہوئی کھجور کی گھٹی دی' پھر ان کے حق میں دعاءِ خیر کی اور ان کے لیے برکت کی دعا کی اور وہ زمانۂ اسلام میں سب سے پہلے مولود تھے۔ اس حدیث کی خالد بن مخلد نے متابعت کی ہے از علی بن مسہر از ہشام از والد خود از حضرت اسماء رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی تو وہ حاملہ تھیں۔

٣٩١٠ - حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ عَنْ اَبِیْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ اَوَّلُ مَوْلُوْدٍ وُلِدَ فِی الْاِسْلَامِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَیْرِ اَتَوْا بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَمْرَةً فَلَاكَهَا ثُمَّ اَدْخَلَهَا فِیْ فِیْهِ فَاَوَّلُ مَا دَخَلَ بَطْنَهُ رِیْقُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ .

(صحیح مسلم:٢١٤٨'الرقم المسلسل:٥٥١٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از ہشام بن عروۃ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ سب سے پہلے زمانۂ اسلام میں حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے' ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور لے کر اس کو چبایا' پھر اس کو ان کے منہ میں ڈالا' پس جو چیز سب سے پہلے ان کے پیٹ میں داخل ہوئی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لعابِ دہن تھا۔

حضرت اسماء کی مدینہ منورہ روانگی کی تفصیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو آپ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو وہ آپ کی زوجہ حضرت سودہ بنت زمعہ اور آپ کی دو صاحب زادیوں سیّدہ فاطمہ اور سیّدہ اُم کلثوم اور حضرت زید بن حارثہ کی زوجہ حضرت اُم ایمن اور ان کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم کو مکہ سے مدینہ لے کر آئے' اور ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن ابی بکر' اور ان کی والدہ حضرت اُم رومان اور ان کی دو بہنیں حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہم بھی مدینہ آئیں' پس جب وہ

آئے تو نبی ﷺ اپنی مسجد تعمیر کر رہے تھے' حضرت اسماء کے ہاں قباء میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے اور یہ ہجرت کا پہلا سال تھا۔

٣٩١١ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ صُهَیْبٍ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَقْبَلَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ وَهُوَ مُرْدِفٌ اَبَابَكْرٍ وَّاَبُوْبَكْرٍ شَیْخٌ یُعْرَفُ وَنَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَابٌّ لَّا یُعْرَفُ . قَالَ فَیَلْقَی الرَّجُلُ اَبَا بَكْرٍ فَیَقُوْلُ یَا اَبَا بَكْرٍ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْكَ فَیَقُوْلُ هٰذَا الرَّجُلُ یَهْدِیْنِی السَّبِیْلَ قَالَ فَیَحْسِبُ الْحَاسِبُ اَنَّهُ اِنَّمَا یَعْنِی الطَّرِیْقَ وَاِنَّمَا یَعْنِیْ سَبِیْلَ الْخَیْرِ فَالْتَفَتَ اَبُوْبَكْرٍ فَاِذَا هُوَ بِفَارِسٍ قَدْ لَحِقَهُمْ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا فَارِسٌ قَدْ لَحِقَ بِنَا فَالْتَفَتَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اصْرَعْهُ فَصَرَعَهُ الْفَرَسُ ثُمَّ قَامَتْ تُحَمْحِمُ فَقَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ مُرْنِیْ بِمَ شِئْتَ قَالَ فَقِفْ مَكَانَكَ لَا تَتْرُكَنَّ اَحَدًا یَلْحَقُ بِنَا قَالَ فَكَانَ اَوَّلَ النَّهَارِ جَاهِدًا عَلٰی نَبِیِّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اٰخِرَ النَّهَارِ مَسْلَحَةً لَهُ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَانِبَ الْحَرَّةِ ثُمَّ بَعَثَ اِلَی الْاَنْصَارِ فَجَاؤُوْا اِلٰی نَبِیِّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَكْرٍ فَسَلَّمُوْا عَلَیْهِمَا وَقَالُوْا ارْكَبَا اٰمِنَیْنِ مُطَاعَیْنِ فَرَكِبَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّحَفُّوْا دُوْنَهُمَا بِالسِّلَاحِ فَقِیْلَ فِی الْمَدِیْنَةِ جَاءَ نَبِیُّ اللّٰهِ جَاءَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَشْرَفُوْا یَنْظُرُوْنَ وَیَقُوْلُوْنَ جَاءَ نَبِیُّ اللّٰهِ جَاءَ نَبِیُّ اللّٰهِ فَاَقْبَلَ یَسِیْرُ حَتّٰی نَزَلَ جَانِبَ دَارِ اَبِیْ اَیُّوْبَ فَاِنَّهُ لَیُحَدِّثُ اَهْلَهُ اِذْ سَمِعَ بِهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ وَهُوَ فِیْ نَخْلٍ لِاَهْلِهِ یَخْتَرِفُ لَهُمْ فَعَجِلَ اَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مدینہ آئے اور حضرت ابوبکر آپ کے پیچھے سوار تھے اور حضرت ابوبکر مشہور تھے اور بوڑھے تھے اور نبی ﷺ غیر مشہور تھے اور جوان تھے' انہوں نے بتایا کہ ایک شخص آ کر حضرت ابوبکر سے ملاقات کرتا' پس پوچھتا: اے ابوبکر! یہ کون شخص ہے جو آپ کے آگے ہے؟ حضرت ابوبکر جواب دیتے: یہ وہ شخص ہے جو مجھے راستہ دکھاتا ہے' سو گمان کرنے والا گمان کرتا کہ یہ راستہ بتانے والا ہے' اور حضرت ابوبکر کی مراد یہ تھی کہ آپ نیکی کا راستہ بتاتے ہیں' پھر حضرت ابوبکر نے مڑ کر دیکھا تو ایک سوار ان سے آ ملا تھا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ گھڑ سوار آ کر ہم سے مل گیا ہے' تب نبی ﷺ نے مڑ کر دیکھا اور دعا کی: اے اللہ! اس کو گرا دے! سو اس کے گھوڑے نے اس کو گرا دیا' پھر جب وہ گھوڑا ہنہناتا ہوا اُٹھا تو اس سوار نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں' آپ نے فرمایا: تم اپنی جگہ ٹھہرو' اور کسی ایک کو بھی ہمارے پیچھے نہ آنے دینا' حضرت انس نے کہا: وہ سوار صبح کے پہلے حصہ میں رسول اللہ ﷺ کا مخالف تھا اور صبح کے آخری حصہ میں آپ کے موافق تھا' پھر رسول اللہ ﷺ (مدینہ کی) سیاہ پتھریلی زمین پر اترے' پھر انصار کی طرف پیغام بھیجا تو وہ نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر کی طرف آئے' سو انہوں نے آپ دونوں کو سلام کیا اور کہا: آپ دونوں سوار ہو جائیں' آپ کی حفاظت اور اطاعت کی جائے گی' تب نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر سوار ہوئے' اور انصار نے ان دونوں کو اپنے ہتھیاروں

يَضَعَ الَّذِي يَخْتَرِفُ لَهُمْ فِيهَا فَجَاءَ وَهِيَ مَعَهُ فَسَمِعَ مِنْ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ بُيُوتِ أَهْلِنَا أَقْرَبُ فَقَالَ أَبُو أَيُّوبَ أَنَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ هٰذِهِ دَارِي وَهٰذَا بَابِي قَالَ فَانْطَلِقْ فَهَيِّئْ لَنَا مَقِيلًا قَالَ قُومَا عَلَى بَرَكَةِ اللّٰهِ تَعَالَى فَلَمَّا جَاءَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ وَأَنَّكَ جِئْتَ بِحَقٍّ وَقَدْ عَلِمَتْ يَهُودُ أَنِّي سَيِّدُهُمْ وَابْنُ سَيِّدِهِمْ وَأَعْلَمُهُمْ وَابْنُ أَعْلَمِهِمْ فَادْعُهُمْ فَاسْأَلْهُمْ عَنِّي قَبْلَ أَنْ يَعْلَمُوا أَنِّي قَدْ أَسْلَمْتُ فَإِنَّهُمْ إِنْ يَعْلَمُوا أَنِّي قَدْ أَسْلَمْتُ قَالُوا فِيَّ مَا لَيْسَ فِيَّ فَأَرْسَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقْبَلُوا فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ وَيْلَكُمُ اتَّقُوا اللّٰهَ فَوَاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ إِنَّكُمْ لَتَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ حَقًّا وَأَنِّي جِئْتُكُمْ بِحَقٍّ فَأَسْلِمُوا قَالُوا مَا نَعْلَمُهُ قَالُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَهَا ثَلَاثَ مِرَارٍ قَالَ فَأَيُّ رَجُلٍ فِيكُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوا ذَاكَ سَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا وَأَعْلَمُنَا وَابْنُ أَعْلَمِنَا قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ قَالُوا حَاشَى لِلّٰهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ قَالُوا حَاشَى لِلّٰهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ قَالُوا حَاشَى لِلّٰهِ مَا كَانَ لِيُسْلِمَ قَالَ يَا ابْنَ سَلَامٍ اُخْرُجْ عَلَيْهِمْ فَخَرَجَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ اتَّقُوا اللّٰهَ فَوَاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ إِنَّكُمْ لَتَعْلَمُونَ أَنَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ وَأَنَّهُ جَاءَ بِحَقٍّ فَقَالُوا لَهُ كَذَبْتَ فَأَخْرَجَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کے حلقہ میں لے لیا' پھر مدینہ میں یہ نداء کرا دی گئی کہ نبی اللہ آ گئے' نبی اللہ ﷺ آ گئے' پس انصار جھانک جھانک کر آپ کو دیکھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے: نبی اللہ آ گئے! نبی اللہ آ گئے! پس آپ چلتے رہے حتیٰ کہ آپ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس ٹھہر گئے' وہ اپنے گھر والوں سے بات کر رہے تھے کہ عبداللہ بن سلام نے آپ کے آنے کی خبر سنی' وہ اپنے گھر کے باغ میں تھے اور اپنے گھر والوں کے لیے کھجوریں جمع کر رہے تھے' پس وہ کھجوروں کے ساتھ آئے' انہوں نے نبی ﷺ کی باتیں سماعت کیں' پھر اپنے گھر لوٹ گئے' نبی ﷺ نے پوچھا: ہمارا (ننھیال کا) گھر کس کے گھر کے قریب ہے؟ حضرت ابوایوب نے کہا: یا نبی اللہ! یہ میرا گھر ہے اور یہ میرے گھر کا دروازہ ہے' آپ نے فرمایا: جاؤ! ہمارے قیلولہ کا انتظام کرو' حضرت ابوایوب نے کہا: آپ دونوں اُٹھیں اللہ تعالیٰ برکت دے! سو جب نبی ﷺ آ گئے تو حضرت عبداللہ بن سلام نے آ کر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ برحق دین لے کر آئے ہیں اور یہود کو معلوم ہے کہ میں ان کا سردار ہوں اور ان کے سردار کا بیٹا ہوں' اور ان میں سب سے بڑا عالم ہوں' اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہوں' سو آپ ان کو بلائیں اور یہ بتانے سے پہلے کہ میں اسلام لا چکا ہوں' ان سے میرے متعلق سوال کریں' کیونکہ اگر ان کو معلوم ہو گیا کہ میں اسلام لا چکا ہوں تو وہ میرے متعلق وہ باتیں کہیں گے جو مجھ میں نہیں ہیں' سو نبی اللہ ﷺ نے ان کو بلایا' پس وہ آئے اور آپ کے پاس حاضر ہوئے تو ان سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اے یہود کی جماعت! تم پر افسوس ہے! تم اللہ سے ڈرو! سو اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' بے شک تم ضرور جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا برحق رسول ہوں اور میں تمہارے پاس دین حق لے کر آیا ہوں' لہٰذا تم اسلام لے آؤ' انہوں نے تین بار کہا: ہم اس دین کو نہیں جانتے' نبی ﷺ نے ان پر تین بار دینِ اسلام پیش کیا اور انہوں نے تینوں بار یہی جواب دیا' پھر آپ

نے ان سے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام تم میں کیسے شخص ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ ہمارے سردار ہیں' اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں' اور ہم میں سب سے بڑے عالم ہیں اور سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں' آپ نے فرمایا: یہ بتاؤ! اگر وہ اسلام لے آئیں تو؟ انہوں نے کہا: حاشاللہ (اللہ ان کی حفاظت کرے)! وہ اسلام نہیں لائیں گے' آپ نے پھر فرمایا: یہ بتاؤ! اگر وہ اسلام لے آئیں تو؟ انہوں نے کہا: حاشاللہ! وہ اسلام نہیں لائیں گے' آپ نے (تیسری بار) فرمایا: یہ بتاؤ! اگر وہ اسلام لے آئیں تو؟ انہوں نے کہا: وہ اسلام نہیں لائیں گے' آپ نے فرمایا: اے ابن سلام! ان کے سامنے آؤ! سو وہ آ گئے' پس انہوں نے کہا: اے یہود کی جماعت! اللہ سے ڈرو! سو اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! بے شک تم ضرور جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور یہ دین حق لے کر آئے ہیں' یہود نے کہا: تم نے جھوٹ بولا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو وہاں سے نکال دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۲۹ میں گزر چکی ہے' ہم بعض ضروری اور اہم اُمور کی شرح یہاں پر ذکر کر رہے ہیں:

اس کی توجیہ کہ حضرت ابوبکر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ بوڑھے اور مشہور تھے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابوبکر بوڑھے تھے اور معروف تھے' ان کے معروف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ شام کی طرف تجارتی سفر میں اکثر اہل مدینہ کے پاس سے گزرتے تھے اور ان کے بوڑھے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے زیادہ بال سفید ہو چکے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں اُمور میں ان کے برعکس تھے' کیونکہ آپ کو مکہ سے شام کی طرف سفر کیے ہوئے بہت عرصہ گزر چکا تھا اور اہل مدینہ آپ سے واقف نہیں تھے' اور آپ کے بال سفید نہیں ہوئے تھے' ورنہ واقع میں آپ کی عمر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دو سال زیادہ تھی اور عنقریب حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت آئے گی کہ جن لوگوں نے ہجرت کی تھی' ان میں صرف حضرت ابوبکر کے سر کے بال سفید تھے۔

عمر زیادہ ہونے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا کہنے کے متعلق حافظ ابن حجر کی ذکر کردہ روایت

یزید بن الاصم کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے پوچھا: ہم میں سے کس کی عمر زیادہ ہے' میری یا تمہاری؟ حضرت ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! آپ مجھ سے زیادہ مکرم اور بڑے ہیں اور میری عمر آپ سے زیادہ ہے' حافظ ابن عبد البر نے کہا: یہ مرسل روایت ہے اور یہ ان کا وہم ہے' میں کہتا ہوں کہ دراصل یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا جواب ہے' اور رہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو امام مسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ تریسٹھ (۶۳) سال زندہ رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دو

سال چند ماہ زندہ رہے' لہٰذا حضرت ابوبکر کی عمر کے متعلق صحیح قول یہ ہے کہ وہ نبی ﷺ سے دو سال سے زیادہ چھوٹے تھے۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۱۱۹)

عمر زیادہ ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کو بڑا کہنے کے متعلق مصنف کی ذکر کردہ روایت

میں کہتا ہوں کہ یزید بن الاصم کی روایت مرسل ہے اور حضرت ابن عباس کی روایت کا حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے اور نہ اس کا حوالہ دیا ہے' ہاں اس موضوع پر سب سے زیادہ صریح اور صحیح روایت درج ذیل ہے:

قیس بن مخرمہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ عام الفیل (ہاتھیوں والے سال) میں پیدا ہوئے تھے' اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت قباث بن اشیم سے پوچھا جو بنو یعمر بن لیث کے بھائی ہیں: آیا آپ بڑے ہیں یا' رسول اللہ ﷺ؟ تو انہوں نے کہا: مجھ سے بڑے تو رسول اللہ ﷺ ہیں اور میں آپ سے میلاد (ولادت) میں مقدم ہوں۔ (سنن ترمذی: ۳۶۱۹' مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۵)

توریہ کا ثبوت

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق بتایا: یہ شخص مجھے راستہ دکھاتا ہے۔

امام محمد بن سعد نے اپنی روایت میں اس کا سبب بیان کیا ہے' وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا تھا: لوگوں کو میرے متعلق نہ بتانا' تو جب حضرت ابوبکر سے کوئی پوچھتا: آپ کون ہیں؟ تو وہ بتاتے: میں اپنے کام سے جا رہا ہوں اور جب کوئی پوچھتا کہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ تو وہ بتاتے: یہ راہ نما ہے' جو مجھے راستہ دکھاتا ہے۔

امام طبرانی نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر لوگوں میں جانے پہچانے تھے' جب کوئی شخص راستہ میں ان سے ملتا اور ان سے پوچھتا: یہ کون شخص ہیں تو وہ بتاتے: یہ راہ نما ہے جو مجھے راستہ بتاتا ہے' حضرت ابوبکر کا ارادہ یہ تھا کہ یہ مجھے دین اور آخرت کا راستہ بتاتا ہے اور وہ شخص یہ گمان کرتا کہ یہ مجھے مدینہ کا راستہ بتاتا ہے۔

جب ایک لفظ کے دو معنی ہوں اور متکلم بعید معنی کا ارادہ کرے اور مخاطب اس کے قریب والے معنی کا گمان کرے تو اس کو توریہ اور ایہام کہتے ہیں' سو اس حدیث میں توریہ کا ثبوت ہے۔

سفر ہجرت کے مزید واقعات

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابوبکر نے کہا: یا رسول اللہ! یہ ایک گھڑ سوار ہے' یعنی سراقہ۔

اس سے پہلے اس قصہ کی شرح گزر چکی ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر کے سفر ہجرت میں متعدد واقعات ہیں' ان میں سے ایک واقعہ ان کا اُم معبد کے خیمہ میں جانا ہے (ہم اُم معبد کا قصہ نبی ﷺ کے سراپائے اقدس کے بیان میں کر چکے ہیں۔ سعیدی غفرلہ)۔

اس قصہ کو امام ابن خزیمہ اور امام حاکم نے طوالت سے بیان کیا ہے اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوبکر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لاغر بکری سے دودھ دوہا۔

ابوسعید نے شرف المصطفیٰ میں ایاس بن مالک سے روایت کی ہے کہ سفر ہجرت میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر ہمارے اونٹوں کے پاس سے گزرے' آپ دونوں نے پوچھا: یہ کس کے اونٹ ہیں؟ اس نے کہا: قبیلہ اسلم کے ایک شخص کے ہیں' آپ نے

حضرت ابوبکر کی طرف مڑ کر اس سے کہا: تم سلامت رہو گے' آپ نے پوچھا: تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا: مسعود' آپ نے حضرت ابوبکر کی طرف مڑ کر فرمایا: اس سے تمہیں سعادت حاصل ہوگی۔

امام طبرانی نے ایک اور سند کے ساتھ اس حدیث کی مثل روایت کی ہے' اس میں یہ اضافہ ہے: اوس نے آپ دونوں کو اپنے نر اونٹ دیئے اور آپ دونوں کے ساتھ اپنا غلام مسعود بھیجا اور اس کو یہ حکم دیا کہ وہ آپ دونوں سے جدا نہ ہو' حتیٰ کہ آپ دونوں مدینہ پہنچ جائیں۔ (فتح الباری ج۵ص۱۱۹)

فرس کے مذکر یا مؤنث ہونے میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حضرت انس کی حدیث میں ہے:

فصرعه عن فرسه ثم قامت تحمحم ۔ پھر سراقہ کو گھوڑی نے گرادیا' پھر وہ کھڑا ہو کر ہنہنانے لگا۔

علامہ ابن التین نے اس عبارت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر وہ گھوڑی ہو اور مؤنث ہو تو "فصرعه" مذکر کا صیغہ درست نہیں ہے اور اگر وہ گھوڑا ہو یعنی مذکر ہو تو پھر "ثم قامت" مؤنث کا صیغہ درست نہیں ہے' اور یہ بہت عجیب عبارت ہے' پھر حافظ ابن حجر نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ فرس کا لفظ' لفظ کے اعتبار سے مذکر ہے اور واقع میں وہ مؤنث ہے' یعنی وہ گھوڑی تھی۔

(فتح الباری ج۵ص۱۱۹' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس جواب پر اعتراض کیا ہے اور ایک دوسرا جواب دیا ہے' وہ لکھتے ہیں:

اس اعتراض کا اصل جواب یہ ہے کہ امامِ لغت جوہری نے کہا ہے کہ فرس کا لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے آتا ہے' اس لیے حدیث کی عبارت درست ہے اور یہ کسی نے نہیں کہا کہ فرس لفظ کے اعتبار سے مذکر ہے اور واقع میں مؤنث ہے' علاوہ ازیں یہ جواب تو غیر فرس میں بھی جاری ہو سکتا ہے اور اس جواب کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۷ص۷۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مدینہ منورہ میں آمد پر نبی ﷺ کا استقبال

اس حدیث میں مذکور ہے: حتیٰ کہ آپ حضرت ابوایوب انصاری کے گھر کی جانب سواری سے اتر گئے۔

حافظ ابن حجر حدیث کے اس ٹکڑے کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے تاریخ صغیر میں اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت انس نے بیان کیا کہ جب لوگوں نے کہا: (سیّدنا) محمد (ﷺ) آگئے تو میں لڑکوں کے ساتھ دوڑ رہا تھا' تو ہم نے کچھ نہیں دیکھا حتیٰ کہ آپ اپنے صاحب (دوست) کے ساتھ آئے' ہم مدینہ کے بعض کھنڈرات میں چھپ گئے اور ہم نے ایک دیہاتی کو آپ دونوں کی آمد کا اعلان کرنے کے لیے بھیجا' پھر تقریباً پانچ سو انصار نے آپ کا استقبال کیا اور انہوں نے کہا: آپ بے خوف ہو کر چلیں' آپ کی اطاعت کی جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی تفصیل

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے آپ کی آمد کا سنا' پھر وہ اپنے گھر لوٹ گئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی حدیث کے اس ٹکڑے کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام احمد' امام ترمذی اور امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت زرارۃ بن اوفی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے بتایا: جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو لوگ تیزی سے رسول اللہ ﷺ کی طرف بھاگے'

میں بھی لوگوں میں پہنچا تا کہ میں آپ کو دیکھوں' پس جب میں نے آپ کے چہرے کی طرف دیکھا تو میں نے جان لیا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔

امام احمد کی حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جیسے ہی آپ مدینہ میں آئے تو لوگ تیزی سے آپ کی طرف بھاگے' سو میں بھی آپ کی طرف بھاگا' اور حضرت انس کی حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جب آپ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں ٹھہر گئے' تب حضرت عبداللہ بن سلام آپ سے ملے' امام احمد نے کہا ہے کہ اس کا محمل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام دو مرتبہ آپ سے ملے ہوں' دوسرا جواب یہ ہے کہ امام احمد کی روایت میں قباء کی تعیین کا ذکر نہیں ہے اور اس سے مراد مدینہ منورہ کا اندرونی حصہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری کے گھر آئے تو عبداللہ بن سلام آپ کے پاس آئے اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حافظ ابن حجر اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ عبداللہ بن سلام نے آپ سے چند چیزوں کے متعلق سوال کیا' جب آپ نے ان کو وہ چیزیں بتادیں تو وہ اسلام لے آئے' اس کی عبارت حسب ذیل ہے:

عبداللہ بن سلام آپ کے پاس آئے اور آپ سے چند چیزوں کا سوال کیا اور کہا: میں آپ سے تین چیزوں کے متعلق سوال کرتا ہوں جن کو نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا: (۱) قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ (۲) اہل جنت' جنت میں سب سے پہلے کون سا طعام کھائیں گے؟ (۳) بچہ کس سبب سے اپنی ماں یا اپنے باپ کے مشابہ ہوتا ہے؟ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سوالات کے جوابات دے دیئے تو انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے یہاں پر آپ کے جوابات ذکر نہیں کیے' کیونکہ وہ جوابات عنقریب آرہے ہیں: آپ نے فرمایا: قیامت کی پہلی علامت ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی (۲) اہل جنت' جنت میں جو پہلا طعام کھائیں گے وہ مچھلی کے جگر کا بڑھا ہوا ٹکڑا ہوگا (۳) جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب ہوتا ہے تو بچہ مرد کے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب ہوتا ہے تو بچہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۹۳۸)

اس کے بعد حافظ ابن حجر نے یہ قصہ ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: یارسول اللہ! آپ میرے اسلام لانے کا ذکر کیے بغیر ان سے میرے متعلق پوچھیں' اور جب آپ نے یہود سے ان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن سلام کی پہلے بہت تعریف کی اور جب آپ نے ان کو بتادیا کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں تو پھر انہوں نے ان کی بہت مذمت کی۔

امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سنا تھا اور میں آپ کی صفت کو اور آپ کے نام کو پہچانتا تھا اور میں نے یہ بات راز رکھی ہوئی تھی' حتیٰ کہ آپ مدینہ میں آگئے' جب میں نے آپ کی آمد کا سنا' اس وقت میں کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا کھجوریں اُتار رہا تھا' میں نے زور سے کہا: اللہ اکبر! میری پھوپھی خالدہ بنت الحارث نے کہا: اگر تم حضرت موسیٰ کی آمد کا سنتے تو اس سے زیادہ خوش نہ ہوتے' میں نے کہا: اللہ کی قسم! وہ حضرت موسیٰ کے بھائی ہیں اور وہ ان ہی کے دین کو لے کر آئے ہیں' انہوں نے مجھ سے کہا: اے میرے بھتیجے! کیا یہ وہ نبی ہیں جن کے متعلق ہمیں خبر دی جاتی تھی کہ وہ قیامت کے قریب آئیں گے؟ میں نے کہا: جی ہاں! یہ وہی نبی ہیں' پھوپھی نے کہا: پھر تو بہت اچھا ہے' پھر میں آپ کی طرف نکلا اور اسلام لے آیا' پھر میں اپنے گھر والوں کی طرف آیا اور ان کو بھی اسلام لانے کا حکم دیا' پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ یہود بہت بغض رکھنے والے ہیں' اگر ان کو میرے اسلام لانے کا پتا چلا تو وہ میری بہت مذمت کریں گے تو آپ نے

مجھے اپنے گھر میں چھپا دیا اور یہود کو بلا کر ان سے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام کیسے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: وہ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سب سے بڑے عالم ہیں اور ہم میں سب سے افضل کے بیٹے ہیں' پھر آپ نے مجھے بلایا اور کہا: یہ اسلام لا چکے ہیں تو انہوں نے کہا: یہ ہم میں سب سے بُرے ہیں' جیسا کہ اس حدیث میں اس کی تفصیل ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۲۰۔۱۱۸ ملخصاً' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین متوفی ۸۵۵ھ نے اس شرح کی بعض عبارات اپنی شرح میں ذکر کی ہیں' عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۷۱۔۶۹' علامہ قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ نے حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کی شرحوں کا خلاصہ ذکر کیا ہے' ارشاد الساری ج ۸ ص ۴۴۲۔۴۴۱' علامہ کورانی متوفی ۸۹۳ھ نے اس شرح کو بہت اختصار سے نقل کیا ہے۔ الکوثر الجاری ج ۷ ص ۹۷۔۹۵' علامہ زرھونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ نے اس شرح کی چند عبارتیں نقل کی ہیں' الفجر الساطع ج ۹ ص ۲۱۲۔۲۱۱۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کی اصل مفصل اور کامل شرح' حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ کی ہے' باقی تمام شراح ناقلین ہیں۔

۳۹۱۲ - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ يَعْنِىْ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ فَرَضَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ اَرْبَعَةَ الْاٰفٍ فِىْ اَرْبَعَةٍ وَّفَرَضَ لِابْنِ عُمَرَ ثَلَاثَةَ الْاٰفٍ وَّخَمْسَ مِائَةٍ فَقِيْلَ لَهٗ هُوَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَلِمَ نَقَصْتَهٗ مِنْ اَرْبَعَةِ الْاٰفٍ فَقَالَ اِنَّمَا هَاجَرَ بِهٖ اَبَوَاهُ يَقُوْلُ لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهٖ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عمر نے خبر دی از نافع یعنی از ابن عمر از حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' انہوں نے (اپنے عہد خلافت میں) تمام مہاجرین اوّلین کا وظیفہ چار قسطوں میں چار چار ہزار مقرر کیا تھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا وظیفہ چار قسطوں میں ساڑھے تین ہزار مقرر کیا تھا' ان سے پوچھا گیا کہ حضرت عبداللہ بھی تو مہاجرین میں سے ہیں' پھر آپ نے ان کا وظیفہ چار ہزار سے کم کیوں رکھا؟ حضرت عمر نے فرمایا: ان کو ان کے والدین اپنے ساتھ ہجرت کر کے لائے تھے' اس لیے وہ ان کے برابر نہیں ہیں جنہوں نے از خود ہجرت کی تھی۔

مہاجرین اوّلین کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اوّلین کے لیے بیت المال سے چار چار ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا تھا' اور مہاجرین اوّلین سے مراد وہ مہاجرین ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی یا اس سے مراد وہ مہاجرین ہیں جو غزوہ بدر میں حاضر ہوئے تھے' یعنی ان کو چار سالوں میں چار ہزار درہم دیئے جائیں گے۔

اس حدیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عدل و انصاف معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے بیٹے کا وظیفہ دوسرے مہاجرین سے کم رکھا' اس کے برخلاف آج کا دور تو اقرباء پروری کا دور ہے' ہمارے زمانے میں حکام مستحقین کو چھوڑ کر اپنے اقرباء کو نوازتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۷۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٩١٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از اعمش از ابووائل از حضرت خباب رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٢٧٦ میں گزر چکی ہے۔

مذکور الصدر دونوں حدیثوں کی باب کے ساتھ مطابقت ہجرت کے ذکر میں ہے۔

٣٩١٤ - وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ شَقِيْقَ بْنَ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا خَبَّابٌ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَغِيْ وَجْهَ اللّٰهِ وَوَجَبَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَّضٰى لَمْ يَاْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا مِّنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ لَهٗ شَيْئًا نُكَفِّنُهٗ فِيْهِ اِلَّا نَمِرَةً كُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَاْسَهٗ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ فَاِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَاْسُهٗ فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُغَطِّيَ رَاْسَهٗ بِهَا وَنَجْعَلَ عَلٰى رِجْلَيْهِ مِنْ اِذْخِرٍ وَّمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا . قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يَنَعَ اِذَا نَضِجَ .

ح' اور ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی از الاعمش' انہوں نے کہا: میں نے شقیق بن سلمہ سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی' ہم صرف اللہ کی رضا طلب کرتے تھے' اور ہمارا اجر اللہ تعالیٰ (کے ذمہ کرم) پر واجب ہو گیا' ہم میں سے بعض وہ تھے جنہوں نے اپنے اجر میں سے کچھ بھی نہیں کھایا ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں' وہ جنگ اُحد میں شہید ہوئے' ہم نے ان کے کفن کے لیے ایک چادر کے سوا کچھ نہیں پایا' جس سے ہم ان کا سر چھپاتے تو ان کے پیر کھل جاتے اور جب ان کے پیر چھپاتے تو ان کا سر کھل جاتا تو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم ان کا سر چھپائیں اور ان کے پیروں کے اوپر اذخر گھاس رکھ دیں اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کے اجر کے پھل پک گئے اور وہ ان کو چن رہے ہیں۔ امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: ''ینع'' اس وقت کہتے ہیں جب پھل پک جائیں۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ١٢٧٦ میں گزر چکی ہے اور اس کی بھی باب کے ساتھ مطابقت ہجرت کے ذکر میں ہے۔

٣٩١٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ قَالَ قَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ هَلْ تَدْرِيْ مَا قَالَ اَبِيْ لِاَبِيْكَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّ اَبِيْ قَالَ لِاَبِيْكَ يَا اَبَا مُوْسٰى هَلْ يَسُرُّكَ اِسْلَامُنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِجْرَتُنَا مَعَهٗ وَجِهَادُنَا مَعَهٗ وَعَمَلُنَا كُلُّهٗ مَعَهٗ بَرَدَ لَنَا وَاَنَّ كُلَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بشر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از معاویہ بن قرہ' انہوں نے کہا: مجھے ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میرے والد نے تمہارے والد سے کیا کہا تھا؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے بتایا کہ میرے والد نے تمہارے والد

عَمَلٍ عَمِلْنَاهُ بَعْدَهُ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَأْسًا بِرَأْسٍ فَقَالَ أَبِيْ لَا وَاللّٰهِ قَدْ جَاهَدْنَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّيْنَا وَصُمْنَا وَعَمِلْنَا خَيْرًا كَثِيْرًا وَأَسْلَمَ عَلٰى أَيْدِيْنَا بَشَرٌ كَثِيْرٌ وَّإِنَّا لَنَرْجُوْ ذٰلِكَ فَقَالَ أَبِيْ لٰكِنِّيْ أَنَا وَالَّذِيْ نَفْسُ عُمَرَ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُّ أَنَّ ذٰلِكَ بَرَدَ لَنَا وَأَنَّ كُلَّ شَيْءٍ عَمِلْنَاهُ بَعْدُ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَأْسًا بِرَأْسٍ فَقُلْتُ إِنَّ أَبَاكَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ أَبِيْ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

سے یہ کہا تھا: اے ابوموسیٰ! کیا تم اس سے خوش ہو گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارا اسلام اور آپ کے ساتھ ہماری ہجرت اور آپ کے ساتھ ہمارا جہاد اور آپ کے ساتھ ہمارے تمام (نیک) اعمال پر ہم کو اجر ملے اور وہ تمام کام جو ہم نے آپ کے بعد کیے ان سے ہم برابر سرابر نجات پا جائیں' اس پر آپ کے والد نے (میرے والد سے) کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جہاد کیا ہے' نمازیں پڑھی ہیں اور روزے رکھے ہیں اور ہم نے بہت نیک کام کیے ہیں اور ہمارے ہاتھوں پر بہت لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے اور ہم ان کاموں پر اجر کی اُمید رکھتے ہیں' پس میرے والد نے کہا: لیکن میں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں ضرور یہ چاہتا ہوں کہ اُن کاموں پر تو ہم کو اجر ملے اور وہ تمام کام جو ہم نے آپ کے بعد کیے ہیں' وہ برابر سرابر ہو جائیں اور ہم کو نجات مل جائے' تب میں نے کہا: بے شک اللہ کی قسم! آپ کے والد میرے والد سے بہتر تھے۔

حضرت عمر کا غلبۂ خوفِ خدا سے یہ کہنا: میری بعد کی نیکیاں برابر سرابر ہو جائیں اور حضرت ابوموسیٰ کا غلبہ رجاء سے ثواب کا طالب ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

سعید بن ابی بردہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ابو بردہ بن ابوموسیٰ اشعری نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں نماز پڑھی' میں نے سنا جب انہوں نے سجدہ کیا تو طویل ذکر کیا اور اس میں یہ کہا کہ میں نے اسلام لانے کے بعد جب بھی نماز پڑھی ہے تو میں نے یہ اُمید کی ہے کہ میری یہ نماز کفارہ ہو جائے اور ابوبُردہ سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد نے آپ کے والد سے کیا کہا تھا؟

اس حدیث میں مذکور ہے: ''برد لنا'' یعنی وہ نیک اعمال ہمارے لیے ثابت اور دائم رہیں' کہا جاتا ہے: ''بـرد لـی علی الغريم'' یعنی مقروض پر میرا حق ثابت ہے اور اس میں ''کـفـافًا'' کا ذکر ہے' یعنی ہمارے وہ کام برابر سرابر ہو جائیں' اس سے مراد یہ ہے کہ ہمارے ان (بعد کے) کاموں پر ثواب ہو نہ عذاب ہو اور سعید بن ابی بردہ کی روایت میں ''لا لك و لا عـلـيـك'' ہے' یعنی ان کاموں پر تم کو نفع ہو نہ ضرر ہو۔

نسفی کے نسخہ کے علاوہ صحیح بخاری کے تمام نسخوں کی غلطی

اس حدیث میں ہے: ''قال ابی لا و اللّٰه'' (میرے باپ نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم!)

اور صحیح یہ ہے کہ اس جملہ میں ''ابی'' کے بجائے ''ابوك'' ہے' یعنی ''آپ کے باپ نے کہا''۔ کیونکہ حضرت ابن عمر ہی ابو بردہ سے اس کلام کی حکایت کر رہے ہیں' جو حضرت عمر اور حضرت ابوموسیٰ کے درمیان ہوا تھا' اور یہ آخری کلام حضرت ابوموسیٰ کا تھا اور نسفی

نے جو بخاری کے نسخہ کی روایت کی ہے اس کے الفاظ ہیں: پس آپ کے والد نے کہا تھا: نہیں! اللہ کی قسم!
(نوٹ: مصنف نے اس حدیث کا ترجمہ نسفی کے صحیح نسخہ کے مطابق کیا ہے مطبوعہ نسخہ کے مطابق نہیں کیا تا کہ قارئین کو خلجان نہ ہو۔)
تاریخ حاکم میں اس حدیث کی اس طرح روایت ہے: حضرت ابوموسیٰ نے کہا: نہیں! حضرت عمر نے پوچھا: کیوں؟ انہوں نے کہا: کیونکہ میں (اسلام سے) ناواقف لوگوں کے پاس گیا اور میں نے ان کو قرآن اور سنت کی تعلیم دی اور مجھے اس پر اجر کی توقع ہے۔
حافظ ابن حجر نے کہا: نسفی کے نسخہ کے سوا بخاری کے تمام نسخوں میں غلطی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ کا حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مطلقاً افضل ہونا

ابو بردہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ سے کہا: حضرت عمر حضرت ابوموسیٰ سے افضل ہیں ان کی مراد یہ تھی کہ اس حیثیت سے حضرت عمر حضرت ابوموسیٰ سے افضل ہیں ورنہ یہ بات طے شدہ ہے کہ حضرت عمر تمام جہات سے حضرت ابوموسیٰ سے افضل ہیں تاہم یہ ہوسکتا ہے کہ مفضول کسی حیثیت سے افضل سے بہتر ہو اور یہ افضلیت مُطلقہ کے منافی نہیں ہے اس کے باوجود حضرت عمر اس حیثیت سے بھی حضرت ابوموسیٰ سے افضل ہیں کیونکہ حضرت عمر پر خوف خدا کا غلبہ تھا اور حضرت ابوموسیٰ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُمید کا غلبہ تھا اور مقامِ خوف مقامِ رجاء سے افضل ہے اور حضرت عمر نے جو یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو میں نے نیک کام کیے ہیں کاش! وہ برابر سرابر ہو جائیں مجھے ان پر اجر ملے نہ مجھ سے ان پر مواخذہ ہو یہ ان کی تواضع تھی اور ان کا انکسار تھا ورنہ ان کے فضائل اور کمالات تحریر میں لانے سے زائد ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۲۲۔ ۱۲۱ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)
علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ اور علامہ کورانی متوفی ۸۹۳ھ نے بھی صحیح بخاری کے نسخوں کی اس غلطی پر متنبہ کیا ہے کہ ان نسخوں میں لکھا ہے: ''پس میرے والد نے کہا'' جب کہ ہونا چاہیے تھا: ''آپ کے والد نے کہا''۔
(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۸۳ الکوثر الجاری ج ۷ ص ۹۸)

٣٩١٦ - حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ صَبَّاحٍ اَوْ بَلَغَنِىْ عَنْهُ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ النَّهْدِىِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِذَا قِيْلَ لَهٗ هَاجَرَ قَبْلَ اَبِيْهِ يَغْضَبُ . قَالَ وَقَدِمْتُ اَنَا وَعُمَرُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْنَاهُ قَائِلًا فَرَجَعْنَا اِلَى الْمَنْزِلِ فَاَرْسَلَنِىْ عُمَرُ وَقَالَ اِذْهَبْ فَانْظُرْ هَلِ اسْتَيْقَظَ فَاَتَيْتُهٗ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَبَايَعْتُهٗ ثُمَّ انْطَلَقْتُ اِلٰى عُمَرَ فَاَخْبَرْتُهٗ اَنَّهٗ قَدِ اسْتَيْقَظَ فَانْطَلَقْنَا اِلَيْهِ نُهَرْوِلُ هَرْوَلَةً حَتّٰى دَخَلَ عَلَيْهِ فَبَايَعَهٗ ثُمَّ بَايَعْتُهٗ .

[اطراف الحدیث: ۴۱۸۶۔ ۴۱۸۷] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن صباح نے حدیث بیان کی یا مجھے ان سے یہ حدیث پہنچی انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از عاصم از ابوعثمان النہدی انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا جب ان سے یہ کہا جاتا کہ انہوں نے اپنے والد سے پہلے ہجرت کی ہے تو وہ ناراض ہو جاتے انہوں نے بتایا کہ (اصل واقعہ یہ ہے کہ) میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے آپ کو قیلولہ کرتے ہوئے (سوتے ہوئے) پایا ہم واپس گھر لوٹ گئے حضرت عمر نے مجھے پھر بھیجا کہ جاؤ! دیکھو آپ بیدار ہوئے ہیں یا نہیں؟ میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے بیعت کی پھر میں حضرت عمر کی طرف گیا اور ان کو خبر دی کہ آپ بیدار ہو چکے ہیں پھر ہم دونوں دوڑتے ہوئے ان کی طرف گئے حتیٰ کہ حضرت عمر نے حاضر ہو کر آپ سے بیعت کی پھر میں نے حاضر ہو کر آپ سے

دوبارہ بیعت کی۔

مجہول سے روایت' حضرت ابن عمر کے ناراض ہونے کا سبب اور قیلولہ کا سنت ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے: یا مجھے محمد بن صباح سے حدیث پہنچی۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ بھی مجہول سے روایت کی ایک قسم ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام بخاری کو جس سے حدیث پہنچی' وہ عباد بن الولید ابو بدر الغُبری ہے' کیونکہ امام ابونعیم نے اپنی مستخرج میں اس حدیث کو محمد بن صباح کی سند سے روایت کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں: جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ کہا جاتا کہ انہوں نے اپنے والد سے پہلے ہجرت کی ہے تو وہ غضب میں آ جاتے اور غضب کا سبب یہ تھا کہ ان کو ان کے مرتبہ سے زیادہ بلند نہ کیا جائے اور ان کی ان کے والد سے زیادہ تعریف نہ کی جائے۔

امام طبرانی نے اس حدیث کی ایک اور سند سے روایت کی ہے' اس میں یہ الفاظ ہیں: اللہ اس شخص پر لعنت کرے جس کا یہ زعم ہے کہ میں نے اپنے والد سے پہلے ہجرت کی ہے' حضرت عمر نے مجھے اپنے سامان کے ساتھ پہلے بھیجا تھا۔

اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور صحیح بخاری میں جو اس قول کی وجہ حضرت ابن عمر نے بیان فرمائی ہے' وہ زیادہ صحیح ہے۔

اس حدیث میں جس بیعت کا ذکر ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بیعت رضوان ہے' داؤدی کا زعم یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تھے' اس وقت جو آپ سے صحابہ نے بیعت کی تھی' اس سے مراد وہ بیعت ہے' اور یہ وہ بیعت نہیں تھی جو کفار سے قتال پر کی جاتی ہے' جب کہ اس وقت حضرت ابن عمر کم سن بھی تھے' کیونکہ اس واقعہ کے تین سال بعد حضرت ابن عمر نے اپنے آپ کو قتال کے لیے پیش کیا تو آپ نے اجازت نہیں دی۔

اس حدیث میں قیلولہ کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: دوپہر کو سونا' اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیلولہ کرنا سنت ہے اور اس حدیث میں ''هرولة'' کا ذکر ہے' اس کا معنی ہے: تیز تیز چلنا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۴۷-۴۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۱۷ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ قَالَ ابْتَاعَ اَبُوْبَكْرٍ مِنْ عَازِبٍ رَحْلًا فَحَمَلْتُهُ مَعَهُ قَالَ فَسَالَهُ عَازِبٌ عَنْ مَسِيْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُخِذَ عَلَيْنَا بِالرَّصَدِ فَخَرَجْنَا لَيْلًا فَاَحْيَيْنَا لَيْلَتَنَا وَيَوْمَنَا حَتّٰى قَامَ قَائِمُ الظَّهِيْرَةِ ثُمَّ رُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ فَاَتَيْنَاهَا وَلَهَا شَيْءٌ مِّنْ ظِلٍّ قَالَ فَفَرَشْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْوَةً مَّعِيْ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ اَنْفُضُ مَا حَوْلَهُ فَاِذَا اَنَا بِرَاعٍ قَدْ اَقْبَلَ فِيْ غُنَيْمَةٍ يُّرِيْدُ مِنَ الصَّخْرَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی از والد خود از ابواسحاق' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عازب رضی اللہ عنہ سے پالان خریدا' سو میں اس پالان کو ان کے ساتھ اُٹھا کر لایا' پس حضرت عازب نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روانگی (ہجرت) کے متعلق سوال کیا' تو حضرت ابوبکر نے بتایا کہ ہم سے انتظار کرنے کا عہد لیا گیا' سو ہم رات کو نکلے اور ساری رات اور سارا دن چلتے رہے' حتیٰ کہ دوپہر کا وقت آ گیا' پھر ہم کو ایک چٹان دکھائی دی' ہم اس چٹان کے پاس آئے اور اس کا تھوڑا سا' سایا تھا'

مِثْلَ الَّذِی اَرَدْنَا فَسَاَلْتُهُ لِمَنْ اَنْتَ يَا غُلَامُ فَقَالَ اَنَا لِفُلَانٍ فَقُلْتُ لَهُ هَلْ فِی غَنَمِكَ مِنْ لَبَنٍ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ لَهُ هَلْ اَنْتَ حَالِبٌ قَالَ نَعَمْ فَاَخَذَ شَاةً مِّنْ غَنَمِهِ فَقُلْتُ لَهُ انْفُضِ الضَّرْعَ قَالَ فَحَلَبَ كُثْبَةً مِّنْ لَبَنٍ وَّمَعِیَ اِدَاوَةٌ مِّنْ مَّاءٍ عَلَيْهَا خِرْقَةٌ قَدْ رَوَّاْتُهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَبَبْتُ عَلَى اللَّبَنِ حَتّٰى بَرَدَ اَسْفَلُهُ ثُمَّ اَتَيْتُ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِشْرَبْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى رَضِيْتُ ثُمَّ ارْتَحَلْنَا وَالطَّلَبُ فِی اِثْرِنَا .

میرے پاس ایک کھال تھی جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے بچھا دیا' اس پر نبی ﷺ لیٹ گئے اور میں اس کے اردگرد صفائی کرنے لگا' اس وقت میں نے ایک چرواہا دیکھا جو اپنی بکریوں کے ساتھ اس چٹان (کے سائے) کی طرف آ رہا تھا' اس کا بھی اس چٹان سے وہی ارادہ تھا جو ہمارا ارادہ تھا' پس میں نے اس سے پوچھا: تم کس کے غلام ہو؟ اس نے بتایا کہ میں فلاں کا غلام ہوں' میں نے اس سے پوچھا: کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں نے اس سے پوچھا: کیا تم ان کا دودھ دوہو گے؟ اس نے کہا: جی ہاں! سو اس نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری نکالی' میں نے اس سے کہا کہ اس کے تھن سے گردوغبار صاف کرلو' تو اس نے کچھ دودھ دوہا' اور میرے پاس پانی کا ایک برتن تھا جس کے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا' یہ پانی میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ساتھ لے رکھا تھا' وہ پانی میں نے اس دودھ پر اتنا ڈالا کہ وہ نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا' پھر میں اس کو نبی ﷺ کے پاس لایا' سو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اس کو پی لیں' تو رسول اللہ ﷺ نے وہ دودھ اتنا پیا کہ میں راضی ہو گیا' پھر ہم نے سفر شروع کیا اور لوگ ہمارے پیچھے ہم کو تلاش کرتے ہوئے آ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۳۹ میں گزر چکی ہے۔

۳۹۱۸ - قَالَ الْبَرَاءُ فَدَخَلْتُ مَعَ اَبِی بَكْرٍ عَلٰى اَهْلِهِ فَاِذَا عَائِشَةُ ابْنَتُهُ مُضْطَجِعَةٌ قَدْ اَصَابَتْهَا حُمّٰى فَرَاَيْتُ اَبَاهَا فَقَبَّلَ خَدَّهَا وَقَالَ كَيْفَ اَنْتِ يَا بُنَيَّةُ .

[طرف الحدیث: ۳۹۲۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا' پس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر گیا تو وہاں ان کی صاحب زادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لیٹی ہوئی تھیں' ان کو بخار چڑھا ہوا تھا' سو میں نے دیکھا کہ ان کے والد نے ان کے رخسار پر بوسا دیا اور کہا: اے میرے پیاری بیٹی! آپ کی طبیعت کیسی ہے۔

۳۹۱۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حِمْيَرَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ اَبِی عَبْلَةَ اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ وَسَّاجٍ حَدَّثَهُ عَنْ اَنَسٍ خَادِمِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ فِی اَصْحَابِهِ اَشْمَطُ غَيْرَ اَبِی بَكْرٍ فَغَلَفَهَا بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ .

[طرف الحدیث: ۳۹۲۰]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن حمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن ابوعبلۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے عقبہ بن وساج کو حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ جو نبی ﷺ کے خادم ہیں کہ نبی ﷺ (مدینہ میں) تشریف لائے اور آپ کے اصحاب میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا اور

کسی کے بال سیاہ اور سفید نہیں تھے اور انہوں نے اپنے بالوں کو مہندی اور کتم (سیاہ رنگ دینے والی بوٹی) سے رنگا ہوا تھا۔

٣٩٢٠ - وَقَالَ دُحَيْمٌ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبُوْعُبَيْدٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ وَسَّاجٍ حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَكَانَ اَسَنَّ اَصْحَابِهِ اَبُوْبَكْرٍ فَغَلَّفَهَا بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ حَتّٰى قَنَا لَوْنُهَا.

اور دحیم نے کہا: ہمیں الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوعبید نے حدیث بیان کی از عقبہ بن وساج' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور آپ کے اصحاب میں سب سے زیادہ عمر والے حضرت ابوبکر رضی اللہ تھے اور انہوں نے اپنے بالوں کو مہندی اور کتم سے رنگا ہوا تھا اور ان کے بالوں پر سرخی غالب تھی۔

یہ حدیث' صحیح البخاری:٣٩١٩ میں گزر چکی ہے۔

٣٩٢١ - حَدَّثَنَا اَصْبَغُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَزَوَّجَ امْرَاَةً مِّنْ كَلْبٍ يُقَالُ لَهَا اُمُّ بَكْرٍ فَلَمَّا هَاجَرَ اَبُوْبَكْرٍ طَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا ابْنُ عَمِّهَا هٰذَا الشَّاعِرُ الَّذِيْ قَالَ هٰذِهِ الْقَصِيْدَةَ رَثٰى كُفَّارَ قُرَيْشٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از عروۃ بن زبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ نے بنوکلب کی ایک عورت سے نکاح کیا جس کو اُم بکر کہا جاتا تھا' جب حضرت ابوبکر نے ہجرت کی تو اس کو طلاق دے دی' پھر اس سے اس کے چچازاد نے شادی کر لی' یہ شخص شاعر تھا اور اس نے کفار قریش (کے مقتولین) کے متعلق یہ مرثیہ لکھا تھا:

وَمَاذَا بِالْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ
مِنَ الشِّيْزٰى تُزَيَّنُ بِالسَّنَامِ
وَمَاذَا بِالْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ
مِنَ الْقَيْنَاتِ وَالشَّرْبِ الْكِرَامِ
تُحَيِّيْنَا بِالسَّلَامَةِ اُمُّ بَكْرٍ
وَهَلْ لِيْ بَعْدَ قَوْمِيْ مِنْ سَلَامِ
يُحَدِّثُنَا الرَّسُوْلُ بِاَنْ سَنَحْيَا
وَكَيْفَ حَيَاةُ اَصْدَاءٍ وَّهَامِ

''میں اس کنویں کے متعلق کیا کہوں جو مقام بدر کا کنواں ہے' انہوں نے ہمیں درخت سے شیزیٰ کی لکڑی کے پیالوں سے محروم کر دیا جو اونٹ کے کوہان کے گوشت سے بہتر تھے'
میں اس کنویں کے متعلق کیا کہوں جو مقام بدر کا کنواں ہے' انہوں نے ہمیں گانے والی باندیوں اور عمدہ شرابوں سے محروم کر دیا'
اُم بکر تو سلامتی کی دعائیں دیتی رہی' لیکن میری قوم کی ہلاکت کے بعد میرے لیے سلامتی کہاں ہے'
یہ رسول ہمیں خبر دیتا ہے کہ ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے' بھلا الو کی کھوپڑی سے نکلنے کے بعد کیسے زندگی ہوگی''۔

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

مشکل الفاظ کے معانی اور مرثیہ کی شرح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس جملہ میں ہے: جب حضرت ابوبکر نے ہجرت کی۔

اس حدیث میں بنوکلب کا ذکر ہے' یہ بنوکلب بن عوف بن عامر کا قبیلہ ہے' اور جو کلبی مشہور ہے وہ بنوکلب بن وبرہ بن ثعلب بن قضاعہ کا قبیلہ ہے۔

اس حدیث میں شاعر کا ذکر ہے' اس کا نام ابوبکر شداد بن اسود بن عبد شمس ہے۔

اس حدیث میں قلیب کا ذکر ہے: قلیب اس کنویں کو کہتے ہیں جس کے چاروں طرف منڈیر یا باڑ نہ ہو اور قلیب بدر سے مراد وہ کنواں ہے جس کنویں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے مردہ اجسام کو ڈال دیا تھا جن کو غزوۂ بدر میں قتل کر دیا گیا تھا' اس شاعر نے ان اشعار میں ان کا مرثیہ کہا ہے۔

اس حدیث میں شیزیٰ کا ذکر ہے' یہ وہ درخت ہے جس کی لکڑی سے بڑے بڑے پیالے اور ٹب بنائے جاتے ہیں اور ان پیالوں میں ثرید بنایا جاتا ہے یعنی گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑے ڈال دیئے جاتے ہیں۔

اس حدیث میں ''شرب'' کا لفظ ہے' یہ ''شارب'' کی جمع ہے' جیسے ''تجر'' ''تاجر'' کی جمع ہے۔

اس مرثیہ میں مذکور ہے:

اے اُم بکر! تو سلامتی کی دعائیں کرتی رہی: سلامتی کا معنی ہے: سلام' کیونکہ سلام کا معنی تحیت ہے۔

اس میں مذکور ہے: ''اصداء'' یہ ''صدی'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: اُلو۔

''ھام'' یہ ''ھامۃ'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: کھوپڑی۔

اس شعر میں اہل جاہلیت کے اُس زعم کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد اس کی روح اُلو کی شکل میں متشکل ہو جاتی ہے' یہ زمانہ جاہلیت کے باطل عقائد پر مبنی ہے کیونکہ وہ مرنے کے بعد کی زندگی کا انکار کرتے تھے۔

اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ عرب یہ کہتے تھے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کی ہڈیوں میں سے اس کے سر کی کھوپڑی پرندہ بن کر اُڑنے لگتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۷۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۲۲- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَارِ فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا اَنَا بِاَقْدَامِ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ بَعْضَهُمْ طَاْطَاَ بَصَرَهٗ رَاٰنَا قَالَ اُسْكُتْ يَا اَبَابَكْرٍ اِثْنَانِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ از حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تھا' پس میں نے سر اُٹھایا تو میں نے لوگوں کے قدم دیکھے' پس میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! اگر ان میں سے کسی نے سر جھکایا اور اس کی نظر نیچے پڑی تو وہ ہم کو دیکھ لے گا' آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! خاموش رہو' ہم دو ہیں اور ہم میں سے تیسرا اللہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۵۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں بھی ہجرت کا ذکر ہے۔

٣٩٢٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْسَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ وَيْحَكَ اِنَّ الْهِجْرَةَ شَاْنُهَا شَدِيْدٌ فَهَلْ لَّكَ مِنْ اِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتُعْطِيْ صَدَقَتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ تَمْنَحُ مِنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَحْلُبُهَا يَوْمَ وُرُوْدِهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَاءِ الْبِحَارِ فَاِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَّتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' اور محمد بن یوسف نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید لیثی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابوسعید رضی اللہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور آپ سے ہجرت کے متعلق سوال کیا' آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! ہجرت کا معاملہ تو بہت سخت ہے' کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں' اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم ان کی زکوٰۃ دیتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم اونٹنیوں کا دودھ ضرورت مندوں کو پلاتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم اونٹنیوں کو گھاٹ پر لے جا کر ضرورت مندوں کے لیے دوہتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم سمندروں کے پار عمل کرو' پس بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے کسی عمل کا ثواب کم نہیں کرے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٥٢ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا نجات کے لیے کافی نہیں ہے' بلکہ نجات کے لیے ضروری ہے کہ محتاجوں' ضرورت مندوں اور مستحقین کو نفلی صدقات بھی ادا کرتا رہے۔

٤٦- بَابُ مَقْدَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهِ الْمَدِيْنَةَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا مدینہ میں آنا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاوّل کے مہینہ میں پیر کے دن قباء میں پہنچے تھے' اور آپ کے اکثر اصحاب آپ سے پہلے مدینہ منورہ میں پہنچ چکے تھے' ابن شہاب نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ کے ہاں ٹھہرے تھے' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ حضرت سعید بن خیثمہ رضی اللہ کے ہاں ٹھہرے تھے' اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ آپ حضرت کلثوم کے ہاں ٹھہرے تھے اور اپنے اصحاب کے ساتھ حضرت سعد بن خیثمہ کے ہاں بیٹھتے تھے کیونکہ وہ کنوارے تھے' اور ان کے گھر کو کنوارے کا گھر کہا جاتا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٨٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے اسی طرح لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ١٢٦' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٣٩٢٤- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَنْبَأَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَّابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ ثُمَّ قَدِمَ عَلَيْنَا عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ وَّبِلَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ . [اطراف الحدیث: ٣٩٢٥-٤٩٤١-٤٩٩٥]

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے خبر دی' انہوں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت ابن مکتوم آئے' پھر ہمارے پاس حضرت عمار بن یاسر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم آئے۔

حضرت مصعب بن عمیر' حضرت ابن مکتوم' حضرت عمار بن یاسر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آئے' یعنی مدینہ منورہ میں۔

اور حاکم نے اکلیل میں شعبہ سے روایت کی ہے: مہاجرین میں سے۔

اس حدیث میں حضرت مصعب بن عمیر کا ذکر ہے' آپ مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی القرشی ہیں۔

نیز اس حدیث میں حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' آپ کا نام عمرو ہے اور کہا جاتا ہے: عبداللہ' اور یہ بنو عامر بن لؤی میں سے ہیں' میں کہتا ہوں: یہ عمرو بن قیس بن زائدہ ہیں' یہ جنگ قادسیہ میں شہید ہو گئے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ وہاں سے لوٹ کر مدینہ آ گئے تھے اور وہاں فوت ہوئے اور یہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے ماموں زاد تھے۔

امام ابن ابی شیبہ کی روایت ہے: پھر ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر کے بعد حضرت عمرو بن اُم مکتوم نابینا آئے' وہ بنو فہم کے بھائی ہیں' ہم نے ان سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے بتایا: وہ ہمارے پیچھے آ رہے ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے: پھر ہمارے پاس حضرت عمار بن یاسر آئے۔ آپ حبشی ہیں' آپ کی کنیت ابوالیقظان ہے اور آپ بنو مخزوم کے آزاد کردہ غلام ہیں' آپ کی والدہ سمیّہ بنت خیاط ہیں' آپ کے والدین بہت پہلے مکہ میں اسلام لے آئے تھے' سینتیس (٣٧ھ) میں آپ صفین میں شہید ہو گئے تھے اور وہیں دفن کیا گیا' آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

حضرت بلال مؤذن نبی ہیں اور رباح کے بیٹے ہیں' ان کی والدہ حمامۃ ہے' جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی باندی تھیں' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام مشاہد میں حاضر تھے اور آپ کے بعد دمشق میں رہے اور بیس ہجری میں وہیں فوت ہو گئے اور ان کو باب الصغیر میں دفن کیا گیا اور ایک قول ہے: باب کیسان میں' ایک قول یہ ہے کہ آپ نے حلب میں وفات پائی اور باب الاربعین میں دفنایا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٩٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٩٢٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَّابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَّكَانَا يُقْرِئَانِ النَّاسَ فَقَدِمَ بِلَالٌ وَّسَعْدٌ وَّعَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ ثُمَّ قَدِمَ عُمَرُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: سب سے پہلے ہمارے پاس (مدینہ میں) حضرت مصعب بن عمیر

الْخَطَّابِ فِي عِشْرِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَأَيْتُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ فَرِحُوا بِشَيْءٍ فَرَحَهُمْ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى جَعَلَ الْإِمَاءُ يَقُلْنَ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا قَدِمَ حَتّٰى قَرَأْتُ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (الاعلیٰ:١) فِي سُوَرٍ مِنَ الْمُفَصَّلِ.

رضی اللہ اور حضرت ابن مکتوم رضی اللہ آئے' وہ دونوں لوگوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے' پھر حضرت بلال' حضرت سعد اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم آئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیس (٢٠) اصحاب کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ آئے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' پھر میں نے دیکھا کہ اہل مدینہ جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے خوش ہوئے تھے اتنا اور کسی چیز سے خوش نہیں ہوئے' باندیاں بھی خوشی سے کہنے لگیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے' اور میں اس وقت مفصل کی دوسری سورتوں کے ساتھ سورۃ ''سبح اسم ربک الاعلیٰ'' سیکھ چکا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٣٩٢٣ میں گزر چکی ہے۔

سورۃ الاعلیٰ کے مکی ہونے پر اس اشکال کا جواب کہ الاعلیٰ:١٥-١٤ تو مدینہ میں نازل ہوئی ہیں

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ سورۃ ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝'' مکی ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام ابن ابی حاتم نے سند جید کے ساتھ روایت کی ہے کہ ''قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلّٰى ۝'' (الاعلیٰ:١٥۔١٤) نمازِ عید اور صدقۂ فطر کے متعلق نازل ہوئی ہیں' اور اس کی سند حسن ہے' اور یہ دونوں چیزیں ہجرت کے دوسرے سال میں مشروع ہوئی ہیں' اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں آیتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہوں اور باقی سورت مکہ میں نازل ہوئی ہو' اور اس سے زیادہ قوی جواب یہ ہے کہ سورۃ الاعلیٰ پوری مکہ میں نازل ہوئی ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں یہ بیان فرمایا ہو کہ الاعلیٰ:١٥۔١٤' سے مراد نمازِ عید اور صدقۂ فطر ہے اور وقتِ نزول سے بیان کی تاخیر جائز ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ١٢٧' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

مدینہ کی لڑکیوں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال میں دف بجا کر گانا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: باندیاں بھی خوشی سے کہنے لگیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے۔

امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ بنو النجار کی لڑکیاں دف بجا کر یہ گا رہی تھیں:

نحن جوار من بني النجار ۔۔۔ يا حبذا محمد من جار

''ہم بنو النجار کی لڑکیاں ہیں' کیسی خوشی کی بات ہے کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پڑوسیوں سے ہیں''۔

اور شرف المصطفیٰ میں مذکور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے تو لڑکیاں گا رہی تھیں:

طلع البدر علينا ۔۔۔ من ثنيات الوداع

''ہم پر چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا' ثنیات الوداع (درخت کی جگہ کی گھاٹیوں) سے''

وجب الشكر علينا ۔۔۔ ما دعا لله داع

''ہم پر شکر ادا کرنا واجب ہے' جب تک کوئی دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا کرے''۔

اس حدیث میں سُوَر مفصل کا ذکر ہے' اس سے مراد قرآن مجید کی آخری سات سورتیں ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۃ الاعلیٰ مکہ میں نازل ہوئی تھی' حالانکہ اس کی دو آیتیں (الاعلیٰ: ۱۵-۱۴) مدینہ میں نمازِ عید اور صدقۂ فطر کے متعلق نازل ہوئی ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ پوری سورت مکہ میں نازل ہوئی ہے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ان دو آیتوں سے مراد نمازِ عید اور صدقۂ فطر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شرائع اور احکام کے بیان کرنے والے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۸۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٩٢٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وُعِكَ اَبُوْبَكْرٍ وَّبِلَالٌ قَالَتْ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمَا فَقُلْتُ يَا اَبَتِ كَيْفَ تَجِدُكَ وَيَا بِلَالُ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَتْ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ اِذَا اَخَذَتْهُ الْحُمّٰى يَقُوْلُ

كُلُّ امْرِئٍ مُّصَبَّحٌ فِىْ اَهْلِهٖ
وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

وَكَانَ بِلَالٌ اِذَا اَقْلَعَ عَنْهُ الْحُمّٰى يَرْفَعُ عَقِيْرَتَهٗ وَيَقُوْلُ

اَلَا لَيْتَ شِعْرِىْ هَلْ اَبِيْتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَّحَوْلِىْ اِذْخِرٌ وَّجَلِيْلُ
وَهَلْ اَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ
وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِىْ شَامَةٌ وَّطَفِيْلُ

قَالَتْ عَائِشَةُ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ وَصَحِّحْهَا وَبَارِكْ لَنَا فِىْ صَاعِهَا وَمُدِّهَا وَانْقُلْ حُمَّاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروۃ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو بخار آ گیا' حضرت عائشہ نے کہا: میں ان کے پاس گئی اور کہا: اے میرے ابا! آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ اے بلال! آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ حضرت عائشہ نے بتایا کہ جب حضرت ابوبکر کو بخار آیا تو وہ یہ کہہ رہے تھے:

ہر شخص اپنے گھر والوں میں صبح کرتا ہے' حالانکہ موت اس کی جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہوتی ہے۔

اور حضرت بلال کا جب بخار اترا تو وہ بلند آواز سے یہ شعر پڑھ رہے تھے:

کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میں وادی میں رات گزاروں گا' اور میرے گرد اذخر اور جلیل (مکہ کی گھاس) ہوں گی'

میں کسی دن میں مقامِ مجنہ کے چشمہ پر جاؤں گا' اور کیا میرے لیے شامہ اور طفیل (مکہ کی پہاڑیاں) ظاہر ہوں گی۔

حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ بتایا تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! ہماری طرف مدینہ بھی اس طرح محبوب کر دے جس طرح مکہ محبوب ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ' اور ہمارے لیے مدینہ کو صحت افزاء بنا دے' اور ہمارے لیے اس کے صاع اور مُد (چار کلو اور ایک کلو اناج کا پیمانہ) میں برکت عطاء فرما! اور اس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کر دے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۸۹ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں نبی ﷺ نے الحجفہ کے لیے دعاءِ ضرر فرمائی ہے یہ مدینہ سے سات مراحل کے فاصلہ پر ہے اور یہ اہل مصر کا میقات ہے لیکن جب آپ نے دعاءِ ضرر فرمائی تھی اس وقت یہ یہودیوں (لعنھم اللّٰہ) کا مسکن تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۸۲)

٣٩٢٧- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَدِيٍّ اَخْبَرَهٗ دَخَلْتُ عَلٰى عُثْمَانَ (ح) وَقَالَ بِشْرُ بْنُ شُعَيْبٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ اَخْبَرَهٗ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عُثْمَانَ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَكُنْتُ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَاٰمَنَ بِمَا بُعِثَ بِهٖ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ هَاجَرْتُ هِجْرَتَيْنِ وَنِلْتُ صِهْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَايَعْتُهٗ فَوَاللّٰهِ مَا عَصَيْتُهٗ وَلَا غَشَشْتُهٗ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ۔ تَابَعَهٗ اِسْحٰقُ الْكَلْبِيُّ حَدَّثَنِی الزُّهْرِيُّ مِثْلَهٗ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری انہوں نے کہا: مجھے عروۃ بن الزبیر نے حدیث بیان کی ان کو عبیداللہ بن عدی نے خبر دی کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ کے پاس گیا (ح) اور بشر بن شعیب نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از زہری انہوں نے کہا: مجھے عروۃ بن الزبیر نے حدیث بیان کی کہ عبیداللہ بن عدی بن الخیار نے ان کو خبر دی وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ کے پاس گیا تو انہوں نے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد کہا: (حمد و صلوٰۃ کے بعد جان لو) کہ اللہ تعالیٰ نے (سیّدنا) محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہا اور سیّدنا محمد ﷺ جس دین کو لے کر آئے تھے اس پر ایمان لایا' پھر میں نے دو ہجرتیں کیں اور رسول اللہ ﷺ کی دامادی کو پایا اور آپ سے بیعت کی' پس اللہ کی قسم! میں نے آپ کی کوئی نافرمانی کی نہ آپ کو دھوکا دیا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی۔ شعیب کی متابعت اسحاق کلبی نے کی ہے انہوں نے کہا کہ زہری نے مجھے اسی کی مثل حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٩٦ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ نے دو ہجرتیں کی ہیں' پہلی ہجرت انہوں نے مکہ سے حبشہ کی طرف کی اور دوسری ہجرت انہوں نے حبشہ سے مدینہ منورہ کی طرف کی تھی' اس وقت ان کے ساتھ ان کی زوجہ حضرت سیّدتنا رقیہ رضی اللہ بھی تھیں جو نبی ﷺ کی صاحب زادی تھیں۔

٣٩٢٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِی ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ (ح) وَاَخْبَرَنِیْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ وَهُوَ بِمِنًى فِیْ اٰخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا عُمَرُ فَوَجَدَنِیْ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ الْمَوْسِمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی (ح) اور مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ نے خبر دی کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ منیٰ میں اپنے اہل کی طرف

يَجْمَعُ رَعَاعَ النَّاسِ وَإِنِّىٓ أَرَى أَنْ تُمْهِلَ حَتّٰى تَقْدَمَ الْمَدِيْنَةَ فَإِنَّهَا دَارُ الْهِجْرَةِ وَالسُّنَّةِ وَتَخْلُصَ لِأَهْلِ الْفِقْهِ وَأَشْرَافِ النَّاسِ وَذَوِىْ رَأْيِهِمْ قَالَ عُمَرُ لَأَقُوْمَنَّ فِىٓ أَوَّلِ مَقَامٍ أَقُوْمُهُ بِالْمَدِيْنَةِ ـ

واپس آ رہے تھے اور یہ حضرت عمر رضی اللہ کے آخری حج کا واقعہ ہے تو ان کی مجھ سے ملاقات ہوئی' انہوں نے پوچھا: تم عبدالرحمٰن ہو؟ میں نے کہا: اے امیر المومنین! حج کا موسم کم عقل لوگوں کو بھی جمع کر لیتا ہے اور میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے خطاب کو ملتوی کر دیں' حتیٰ کہ آپ مدینہ میں آ جائیں کیونکہ وہ ہجرت اور سنت کا گھر ہے اور آپ سمجھ دار' معزز اور تجربہ کار لوگوں میں پہنچ جائیں' حضرت عمر نے کہا: میں مدینہ پہنچتے ہی سب سے پہلی فرصت میں لوگوں سے خطاب کرنے کے لیے کھڑا ہوں گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۶۲ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عمر اور حضرت عبدالرحمان رضی اللہ کی گفتگو کا پس منظر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ سے حج کے ایام میں کہا: کاش! آپ فلاں شخص کی بات سنتے جو کہہ رہا تھا کہ اگر حضرت عمر فوت ہو گئے تو میں فلاں شخص سے بیعت کروں گا کیونکہ حضرت ابوبکر کی بیعت اچانک بغیر غور وفکر کے ہوگئی تھی' حضرت عمر نے فرمایا: میں ان شاء اللہ شام کو لوگوں سے خطاب کروں گا اور میں مسلمانوں سے کہوں گا کہ وہ ان لوگوں سے محتاط رہیں جو ان کے حقوق غصب کر لینا چاہتے ہیں' اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: اے امیر المؤمنین! اپنے خطاب کو ملتوی کر دیں حتیٰ کہ آپ مدینہ پہنچ جائیں کیونکہ مدینہ منورہ میں دانش مند اور اصحاب رائے رہتے ہیں جو احکام کی فقہ رکھتے ہیں اور حج کے اجتماع میں ہر قسم کے لوگ رہتے ہیں' عقل مند بھی اور کم عقل بھی' یہاں خطاب کرنے سے شور وشغب ہوگا۔ حضرت عمر نے فرمایا: تم ٹھیک کہتے ہو' میں مدینہ پہنچتے ہی خطاب کروں گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۸۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ان شاء اللہ کتاب المحاربین میں اس حدیث کی مزید وضاحت آئے گی۔

٣٩٢٩ - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ الْأَنْصَارِيُّ ابْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ أُمَّ الْعَلَاءِ امْرَأَةً مِّنْ نِّسَائِهِمْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ طَارَ لَهُمْ فِى السُّكْنٰى حِيْنَ اقْتَرَعَتِ الْأَنْصَارُ عَلٰى سُكْنَى الْمُهَاجِرِيْنَ ـ قَالَتْ أُمُّ الْعَلَاءِ فَاشْتَكٰى عُثْمَانُ عِنْدَنَا فَمَرَّضْتُهُ حَتّٰى تُوُفِّىَ وَجَعَلْنَاهُ فِىٓ أَثْوَابِهِ فَدَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ شَهَادَتِىْ عَلَيْكَ لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللّٰهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم انصاری بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از خارجہ بن زید بن ثابت' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُم العلاء رضی اللہ انصار کی ان عورتوں میں سے تھیں' جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی' انہوں نے بتایا کہ جب انصار نے مہاجرین کو اپنے اپنے گھروں میں رکھنے کے لیے قرعہ اندازی کی تو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ کی رہائش کے لیے ہمارے نام قرعہ نکلا' حضرت اُم العلاء نے بتایا کہ حضرت عثمان بن مظعون ہمارے ہاں آ کر بیمار ہو گئے' میں نے ان کی تیمارداری کی حتیٰ کہ وہ وفات پا

وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّ اللّٰهَ أَكْرَمَهُ قَالَتْ قُلْتُ لَا أَدْرِي بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَمَنْ قَالَ أَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ وَاللّٰهِ الْيَقِينُ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرْجُو لَهُ الْخَيْرَ وَمَا أَدْرِي وَاللّٰهِ وَأَنَا رَسُولُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِي قَالَتْ فَوَاللّٰهِ لَا أُزَكِّي أَحَدًا بَعْدَهُ قَالَتْ فَأَحْزَنَنِي ذٰلِكَ فَنِمْتُ فَأُرِيتُ لِعُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ عَيْنًا تَجْرِي فَجِئْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ذٰلِكَ عَمَلُهُ.

گئے اور ہم نے ان کو ان کے کپڑوں میں لپیٹ دیا' پس نبی ﷺ ہمارے پاس آئے' میں نے کہا: اے ابوالسائب! آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو! میں آپ کے حق میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت دی ہے' پس نبی ﷺ نے فرمایا: تم کو کس نے بتایا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں! میں نہیں جانتی' پھر کون عزت والا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: رہے عثمان بن مظعون' ان کے پاس تو اللہ کی قسم! یقینی بات (موت) آ چکی ہے اور اللہ کی قسم! میں ان کے لیے خیر ہی کی توقع رکھتا ہوں' اور میں از خود نہیں جانتا' اللہ کی قسم! حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ حضرت اُم العلاء نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں اس کے بعد کسی کی تحسین نہیں کروں گی' سو مجھے اس بات سے رنج ہوا' پھر مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ حضرت عثمان بن مظعون کے لیے ایک چشمہ بہہ رہا ہے' میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: یہ ان کا عمل ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۳ میں گزر چکی ہے۔

۳۹۳۰ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَوْمُ بُعَاثٍ يَوْمًا قَدَّمَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَقَدِ افْتَرَقَ مَلَؤُهُمْ وَقُتِلَتْ سَرَوَاتُهُمْ فِي دُخُولِهِمْ فِي الْإِسْلَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ یوم بعاث وہ دن تھا جس کو اللہ عزوجل نے اپنے رسول ﷺ کے لیے مقدم کر دیا تھا' پس جب رسول اللہ ﷺ مدینہ آئے تو اہل مدینہ کے معززین میں اختلاف پڑ چکا تھا اور ان کے سردار لڑائی میں مارے جا چکے تھے' سو ان کے اسلام لانے میں کوئی مانع نہ تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۷۷۷ میں گزر چکی ہے۔

یوم بعاث وہ دن ہے جس دن اَوس اور خزرج میں زبردست جنگ ہوئی تھی۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر اَوس اور خزرج کے اشراف اور سردار زندہ ہوتے تو ان کی بڑائی ان کو اسلام لانے سے مانع ہوتی اور وہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نہ کرتے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان آپ کے آنے سے پہلے ہی جنگ کرا دی تا کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے تبلیغ اسلام آسان ہو جائے۔

۳۹۳۱ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا يَوْمَ اَفْطَرَ اَوْ اَضْحٰى وَعِنْدَهَا قَيْنَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاذَفَتِ الْاَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مِزْمَارُ الشَّيْطَانِ مَرَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُمَا يَا اَبَابَكْرٍ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَّاِنَّ عِيْدَنَا هٰذَا الْيَوْمُ.

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور اس دن ان کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے' وہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کا دن تھا اور ان کے پاس دو لڑکیاں تھیں' وہ گیت گا رہی تھیں جس میں انصار کی یوم بعاث کی جنگ کا ذکر تھا تو حضرت ابوبکر نے دو مرتبہ کہا: یہ مزمار الشیطان ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! ان کو رہنے دو! ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور آج کے دن ہماری عید ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۹۴۹ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت بیان کرنے میں علامہ عینی کا تفرد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری پر یہ اعتراض ہے کہ وہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی ہجرت کے باب میں لائے ہیں' حالانکہ اس حدیث میں ہجرت کا ذکر نہیں ہے' سو یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یوم بعاث کا ذکر ہے' اس طرح یہ حدیث' حدیث سابق کے مطابق ہے اور حدیث سابق میں ہجرت کا ذکر ہے' سو وہ (گزشتہ) حدیث باب کے مطابق ہے اور یہ حدیث اس کے مطابق ہے اور مطابق کا مطابق بھی اس چیز کے مطابق ہوتا ہے' لہٰذا حدیث سابق کے واسطے سے یہ حدیث بھی باب کے مطابق ہوگئی' کسی شارح نے بھی اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت کو بیان نہیں کیا اور مجھ پر یہ توجیہ فیض الٰہی سے منکشف ہوئی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۸۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی بیان کردہ مطابقت کے مقابلہ میں مصنف کی بیان کردہ مطابقت

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے حدیث سابق کے واسطے سے اس حدیث کی باب سابق کے ساتھ مطابقت بیان کی ہے اور مجھ پر فیض الٰہی سے یہ منکشف ہوا کہ یہ حدیث بلاواسطہ باب کے مطابق ہے کیونکہ اس حدیث میں اہل اسلام کی عید کا ذکر ہے اور اہل اسلام کی عید ہجرت کے بعد مشروع ہوئی ہے' سو بغیر کسی تکلف کے یہ حدیث باب کے مطابق ہے' نیز اس حدیث میں عید الفطر یا عید الاضحیٰ کا ذکر ہے اور یہ عیدیں بھی ہجرت کے بعد مدینہ میں مشروع ہوئی ہیں' سو یہ اس حدیث کی باب کے ساتھ دوسری بلاواسطہ مطابقت ہے۔

اور بحمدہٖ تعالیٰ اس ناکارہ کی بیان کردہ مطابقت علامہ عینی کی بیان کردہ مطابقت سے بہت بہتر ہے۔

''قینتان'' کا معنی

اس حدیث میں ''قینتان'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: پیشہ ور گانے والیاں' لیکن وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں۔ علامہ خطابی متوفی ۳۸۸ھ نے کہا: اس سے مراد صرف وہ لڑکیاں ہیں جو یوم بعاث کا گیت گا رہی تھیں اور یہ وضاحت اس لیے کی ہے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پیشہ ور گانے والیاں آتی تھیں۔

(اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ص ۲۶۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

٣٩٣٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ (ح) وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ يُحَدِّثُ حَدَّثَنَا اَبُو التَّيَّاحِ يَزِيْدُ بْنُ حُمَيْدٍ الضُّبَعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ نَزَلَ فِيْ عُلْوِ الْمَدِيْنَةِ فِيْ حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ بَنُوْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ فَاَقَامَ فِيْهِمْ اَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰى مَلَاِ بَنِي النَّجَّارِ قَالَ فَجَاؤُوْا مُتَقَلِّدِيْ سُيُوْفِهِمْ قَالَ وَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَاَبُوْ بَكْرٍ رِدْفَهٗ وَمَلَاُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهٗ حَتّٰى اَلْقٰى بِفِنَاءِ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ فَكَانَ يُصَلِّيْ حَيْثُ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ وَيُصَلِّيْ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَالَ ثُمَّ اِنَّهٗ اَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَاَرْسَلَ اِلٰى مَلَاِ بَنِي النَّجَّارِ فَجَاؤُوْا فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِيْ حَائِطَكُمْ هٰذَا فَقَالُوْا لَا وَاللّٰهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهٗ اِلَّا اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى قَالَ فَكَانَ فِيْهِ مَا اَقُوْلُ لَكُمْ كَانَتْ فِيْهِ قُبُوْرُ الْمُشْرِكِيْنَ وَكَانَتْ فِيْهِ خِرَبٌ وَكَانَ فِيْهِ نَخْلٌ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ فَنُبِشَتْ وَبِالْخِرَبِ فَسُوِّيَتْ وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ قَالَ فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ قَالَ وَجَعَلُوْا عِضَادَتَيْهِ حِجَارَةً قَالَ جَعَلُوْا يَنْقُلُوْنَ ذَاكَ الصَّخْرَ وَهُمْ يَرْتَجِزُوْنَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ يَقُوْلُوْنَ

اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَهْ
فَانْصُرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی (ح) اور ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا وہ حدیث بیان کرتے تھے: ہمیں ابوالتیاح یزید بن حمید الضبعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے (قباء میں) مدینہ کی بلند جانب ایک محلہ میں قیام کیا جس کو بنوعمرو بن عوف کا محلہ کہا جاتا تھا' آپ وہاں چودہ راتیں ٹھہرے' پھر آپ نے بنوالنجار کی جماعت کو بلوایا' وہ تلواریں لٹکائے ہوئے آئے' اور گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی سواری پر بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' اور بنوالنجار کی جماعت آپ کے گرد تھی' حتیٰ کہ وہ سواری حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ کے گھر کے صحن کے پاس ٹھہر گئی اور جہاں نماز کا وقت آتا تھا آپ وہیں نماز پڑھ لیتے تھے' اور آپ بکریوں کے باڑے میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے' پھر آپ نے مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا' اور بنوالنجار کی جماعت کو بلوایا' سو وہ آ گئے' پس آپ نے فرمایا: اے بنوالنجار! تم مجھے اپنا یہ باغ قیمت کے عوض دے دو! انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہم اس باغ کی قیمت تو صرف اللہ تعالیٰ سے لیں گے۔ حضرت انس نے کہا: اس باغ میں وہ چیزیں تھیں جو میں تم کو بتاتا ہوں' اس میں مشرکین کی قبریں تھیں' اس میں کھنڈرات تھے اور اس میں کھجوروں کے درخت تھے' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر مشرکین کی قبروں کو اکھاڑ ڈالا گیا اور کھنڈرات کو ہموار کیا گیا اور کھجور کے درختوں کو کاٹ کر ایک قطار میں قبلہ کی جانب لگایا گیا اور دروازہ کی دو چوکھٹیں پتھروں کی بنائی گئیں' حضرت انس نے بتایا کہ وہ لوگ پتھروں کو لا رہے تھے اور وہ جوشیلے اشعار پڑھ رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ساتھ پڑھ رہے تھے: ''اے اللہ! نیکی تو صرف آخرت کی نیکی ہے' سو تو انصار اور مہاجرین کی مدد فرما!''۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۴۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٧ - بَابُ إِقَامَةِ الْمُهَاجِرِ بِمَكَّةَ بَعْدَ قَضَاءِ نُسُكِهِ

ارکانِ حج کی ادائیگی کے بعد مہاجر کے لیے مکہ میں قیام کرنے کا شرعی حکم

یعنی حج یا عمرہ کے افعال ادا کرنے کے بعد مہاجر کے لیے مکہ میں قیام کا حکم۔

۳۹۳۳ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيزِ يَسْأَلُ السَّائِبَ ابْنَ أُخْتِ النَّمِرِ مَا سَمِعْتَ فِي سُكْنَى مَكَّةَ قَالَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لِلْمُهَاجِرِ بَعْدَ الصَّدَرِ .

(صحیح مسلم: ۱۳۵۲' الرقم المسلسل: ۳۱۲۷' سنن ابوداؤد: ۲۰۲۲' سنن ترمذی: ۹۵۴' سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان بن حمید زہری' وہ کہتے ہیں: میں نے عمر بن عبدالعزیز سے سنا' وہ نمر کے بھانجے سائب سے سوال کر رہے تھے کہ تم نے مکہ میں (مہاجر کے) قیام کے متعلق کیا سنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے علاء بن حضرمی سے سنا ہے' وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ (حج میں) طواف وداع کے بعد مہاجر کو مکہ میں تین دن ٹھہرنے کی اجازت ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) ابراہیم بن حمزہ' ابواسحاق الزبیر الاسدی المدنی' یہ دوسوتیس (۲۳۰ھ) میں فوت ہو گئے تھے۔ امام بخاری ان سے روایت میں منفرد ہیں۔ (۲) حاتم' یہ ابن اسماعیل کوفی ہیں' مدینہ میں رہتے تھے۔ (۳) عبدالرحمان بن حمید ابن عبدالرحمان بن عوف الزہری۔ (۴) سائب' یہ سائب بن یزید ہیں اور النمر کے بھانجے ہیں' النمر کا معنی چیتا ہے۔ (۵) حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ' یہ جلیل القدر صحابی ہیں' ان کو نبی ﷺ نے بحرین کا گورنر بنایا تھا' یہ مستجاب الدعوات تھے اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔ صحیح البخاری میں ان سے صرف یہی ایک روایت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۸۶)

مہاجرین کے لیے مکہ میں رہائش کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

منٰی سے واپسی کے بعد طواف وداع کیا جاتا ہے اور اس کے بعد مہاجر کو مکہ میں تین دن ٹھہرنے کی اجازت ہے' جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کر لی تھی' ان کے لیے مکہ میں ٹھہرنا حرام ہے' پھر حج یا عمرہ کے سبب سے ان کے لیے مکہ میں ٹھہرنے کی اجازت دی گئی' مگر حج یا عمرہ کرنے کے بعد ان کو صرف تین دن تک مکہ میں ٹھہرنے کی اجازت دی گئی اور اس سے زیادہ قیام کی ان کے لیے اجازت نہیں ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جن مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر لی تھی' ان کے لیے مکہ کو وطن بنانا حرام ہے' قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہی جمہور کا قول ہے' فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ان کے لیے مکہ میں ٹھہرنے کی اجازت ہے اور یہ قول اس پر مبنی ہے کہ پہلے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت واجب تھی اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ فتح مکہ سے پہلے مکہ سے ہجرت کرنا واجب تھی اور نبی ﷺ کی نصرت اور آپ سے ہمدردی کرنے کے لیے مدینہ میں رہنا مسلمانوں پر واجب تھا' اور غیر مہاجرین کے لیے کسی بھی شہر میں رہنا جائز ہے' خواہ وہ مکہ ہو یا کوئی اور شہر ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۸ - بَابُ التَّارِيْخِ مِنْ اَيْنَ اَرَّخُوا التَّارِيْخَ

اسلامی تاریخ کی ابتداء کب سے ہوئی؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

تاریخ کا معنی ہے: کسی کو وقت کی پہچان کرانا۔ ایک قول یہ ہے کہ تاریخ کا معنی ہے: دنوں مہینوں اور سالوں کا حساب رکھنا۔ اس میں اختلاف ہے کہ تاریخ کی ابتداء کیسے ہوئی' امام ابن الجوزی نے شعبی سے روایت کی ہے کہ جب زمین میں بنو آدم کی کثرت ہوگئی اور وہ زمین میں منتشر ہو گئے تو انہوں نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمین میں اترنے سے تاریخ مقرر کی' پھر طوفانِ نوح علیہ السلام سے تاریخ مقرر ہوئی' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالے جانے سے تاریخ مقرر ہوئی' پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک تاریخ مقرر رہی' اس حدیث کو امام ابن اسحاق نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

امام محمد بن سعد نے ابن الکلبی سے روایت کی ہے کہ اہل صنعاء نے حبشیوں کے یمن پر غلبہ سے تاریخ مقرر کی' پھر فارس کے غلبہ سے تاریخ مقرر کی' پھر عربوں نے مشہور ایام سے تاریخ مقرر کی' جیسے بسوس' داحس اور غبراء کی جنگ سے اور یوم ذی قار سے اور فجارات وغیرہ کے ایام سے۔ حرب بسوس اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تک ساٹھ سال کی مدت ہے۔

ابن ہشام کلبی نے کہا ہے کہ رومیوں نے دارا ابن دارا کے قتل سے ان پر فارس کے غلبہ تک تاریخ مقرر کی' اور قبطیوں نے بخت نصر سے لے کر قلابطرہ (قلوپطرہ) ملکہ مصر تک تاریخ مقرر کی اور یہودیوں نے بیت المقدس کی بربادی سے تاریخ مقرر کی اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے سے تاریخ مقرر کی اور اہل اسلام کی تاریخ کی ابتداء میں مختلف اقوال ہیں۔

امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاوّل میں مدینہ آئے' اس سال سے تاریخ کی ابتداء ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تاریخ مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا' حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے سال سے تاریخ مقرر کریں' حضرت طلحہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے سال سے تاریخ مقرر کریں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہجرت کے سال سے تاریخ مقرر کریں کیونکہ اسی سال سے حق اور باطل میں امتیاز ہوا' اور دوسروں نے کہا: آپ کی ولادت کے سال سے تاریخ کی ابتداء کریں' اور بعض نے کہا: آپ کی نبوت کے سال سے تاریخ کی ابتداء کریں' یہ سترہ ہجری کا واقعہ ہے' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول پر سب کا اتفاق ہو گیا۔

پھر مہینوں کے تعین کی ابتداء میں اختلاف ہوا' حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: رجب سے ابتداء کریں کیونکہ وہ پہلا حرمت والا مہینہ ہے' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رمضان سے تعین کریں کیونکہ وہ اُمت کا مہینہ ہے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: محرم سے تعین کریں کیونکہ وہ سال کا پہلا مہینہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۸۸۔۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۳۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَا عَدُّوْا مِنْ مَّبْعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مِنْ وَّفَاتِهِ مَا عَدُّوْا اِلَّا مِنْ مَّقْدَمِهِ الْمَدِيْنَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ (صحابہ نے) تاریخ کا شمار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے کیا اور نہ آپ کی وفات سے' انہوں نے تاریخ کا شمار آپ کے مدینہ آنے کے دن سے کیا۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی ﷺ ربیع الاوّل کے مہینہ میں مدینہ آئے تھے' پھر انہوں نے تاریخ کی ابتداء محرم سے کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سال کی ابتداء محرم سے ہوتی ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ محرم کے مہینہ میں آپ کو ہجرت کا حکم ہوا تھا' تیسرا جواب یہ ہے کہ محرم کے مہینہ سے ابتداء کرنے پر تمام صحابہ کا اجماع ہو چکا تھا۔

٣٩٣٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ فُرِضَتِ الصَّلٰوةُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُرِضَتْ اَرْبَعًا وَّتُرِكَتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ عَلَى الْاَوَّلِ تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از زہری از عروۃ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نماز دو دو رکعت فرض ہوئی تھی' پھر نبی ﷺ نے ہجرت کی' پھر چار رکعت نماز فرض کی گئی اور سفر میں نماز حسبِ سابق دو رکعت پر رکھی گئی۔ امام عبدالرزاق نے اس حدیث میں یزید کی متابعت کی ہے از معمر۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٥٠ میں کر دی گئی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں ہجرت کا ذکر ہے۔

٤٩ - بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِيْ هِجْرَتَهُمْ وَمَرْثِيَتِهِ لِمَنْ مَّاتَ بِمَكَّةَ

نبی ﷺ کی یہ دعا: اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت قائم رکھنا اور جو مکہ میں فوت ہو گئے ان پر آپ کا افسوس کرنا

آپ نے ان اصحاب پر اس لیے افسوس کیا تھا کہ انہوں نے مکہ سے ہجرت کی تھی اور پھر وہ مکہ میں ہی فوت ہو گئے۔

٣٩٣٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ عَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ مَّرَضٍ اَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَغَ بِيْ مِنَ الْوَجْعِ مَاتَرٰى وَاَنَا ذُوْ مَالٍ وَّلَا يَرِثُنِيْ اِلَّا ابْنَةٌ لِّيْ وَاحِدَةٌ اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِيْ قَالَ لَا قَالَ فَاَتَصَدَّقُ بِشَطْرِهٖ قَالَ لَا قَالَ اَلثُّلُثُ يَا سَعْدُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ ذُرِّيَّتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ . قَالَ اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ وَمُوْسٰى عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ وَلَسْتَ بِنَافِقٍ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اٰجَرَكَ اللّٰهُ بِهَا حَتَّى اللُّقْمَةَ تَجْعَلُهَا فِيْ فِي امْرَاَتِكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از زہری از عامر بن سعد بن مالک از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال میں رسول اللہ ﷺ نے میری اس مرض میں عیادت کی جس مرض کے سبب سے میں موت کے کنارے آ چکا تھا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا درد اس حد کو پہنچ چکا ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں' اور میں مال دار ہوں اور میری وارث صرف میری ایک بیٹی ہے' کیا میں اپنے مال سے دو تہائی صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: کیا میں نصف مال صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! آپ نے فرمایا: تہائی' اے سعد! اور تہائی بہت زیادہ ہے' اگر تم اپنی اولاد کو خوش حال چھوڑو تو وہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقراء چھوڑو' وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِىْ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِىْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا ازْدَدْتَّ بِهٖ دَرَجَةً وَّرِفْعَةً وَّلَعَلَّكَ تُخَلَّفُ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَّيُضَرَّبِكَ اٰخَرُوْنَ اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِىْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَرْثِىْ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُوُفِّىَ بِمَكَّةَ .

رہیں۔احمد بن یونس اور موسیٰ نے کہا از ابراہیم: تم اپنی اولاد کو چھوڑ جاؤ اور تم جو کچھ بھی اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرو گے تم کو اس کا اجر ملے گا' حتیٰ کہ تم جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں رکھو گے (اس پر بھی تم کو اجر ملے گا)' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اپنے اصحاب کے بعد (مکہ میں) رہ جاؤں گا' آپ نے فرمایا: تم ہرگز پیچھے نہیں رہو گے' تم اللہ کی رضا جوئی کے لیے جو بھی عمل کرو گے تو اس سے تمہارا درجہ زیادہ ہوگا اور بلند ہوگا اور شاید تم ہمارے بعد بھی رہو گے اور تم سے کچھ لوگ نفع اٹھائیں گے اور دوسروں کو ضرر ہوگا۔ اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو قائم رکھ اور ان کو ان کی ایڑیوں پر نہ لوٹا' لیکن (حضرت) سعد بن خولہ پر افسوس ہے! رسول اللہ ﷺ ان پر اظہارِ افسوس کر رہے تھے کہ وہ مکہ میں فوت ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵٦ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں ہجرت کا ذکر ہے۔

۵۰ - بَابُ كَيْفَ اٰخَى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَصْحَابِهٖ

نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کے درمیان کس طرح بھائی چارہ قائم کیا؟

امام ابوعمر نے کہا: نبی ﷺ نے دو مرتبہ اپنے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے' ایک مرتبہ خصوصاً مہاجرین کو اور یہ بھائی چارا مکہ میں قائم کیا تھا' اور دوسری مرتبہ مدینہ میں مہاجرین اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا اور یہاں پر یہی مقصود ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اٰخَى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنِىْ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ .

اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: جس وقت ہم مدینہ میں آئے تو نبی ﷺ نے میرے اور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارا قائم کیا۔

اس تعلیق کی سند کے ساتھ موافق حدیث' صحیح البخاری: ۲۰۴۸ میں مذکور ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ جُحَيْفَةَ اٰخَى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَاَبِى الدَّرْدَاءِ .

اور حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے حضرت سلمان اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی چارا قائم کیا۔

اس تعلیق کی سند کے ساتھ موافق حدیث' صحیح البخاری: ۱۹٦۸ میں مذکور ہے۔

۳۹۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فَاٰخَى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمان

وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْاَنْصَارِيِّ فَعَرَضَ عَلَيْهِ اَنْ يُنَاصِفَهُ اَهْلَهُ وَمَالَهُ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ دُلَّنِيْ عَلَى السُّوْقِ فَرَبِحَ شَيْئًا مِّنْ اَقِطٍ وَّسَمْنٍ فَرَاٰهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ اَيَّامٍ وَّعَلَيْهِ وَضَرٌ مِّنْ صُفْرَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْيَمْ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ فَمَا سُقْتَ فِيْهَا فَقَالَ وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ .

بن عوف رضی اللہ (مدینہ میں) آئے تو نبی ﷺ نے ان کے اور حضرت سعد بن ربیع الانصاری کے درمیان بھائی چارا قائم کیا تو حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمان کو یہ پیش کش کی کہ وہ اپنی بیویوں اور اپنے مال میں سے نصف ان کو دے دیں اس پر حضرت عبدالرحمان نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے لیے آپ کی بیویوں اور آپ کے مال میں برکت دے آپ میری بازار کی طرف رہ نمائی کریں پھر انہوں نے کچھ پنیر اور گھی کو نفع میں حاصل کیا پھر چند ایام کے بعد نبی ﷺ نے دیکھا ان کے کپڑوں پر زرد رنگ کا اثر تھا تو نبی ﷺ نے ان سے پوچھا: اے عبدالرحمان! کیا ہوا ہے؟ انہوں نے بتایا: یارسول اللہ! میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کر لی ہے آپ نے پوچھا: تم نے ان کو (مہر میں) کیا دیا تو انہوں نے بتایا: ایک گٹھلی کے برابر سونا' تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٠٤٩ میں گزر چکی ہے۔
اس حدیث کی باب کے ساتھ اس طرح مطابقت ہے کہ اس میں بھائی چارے کا ذکر ہے۔

٥١- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم نہیں کیا اور یہ باب سابق سے بہ منزلہ فصل ہے۔

٣٩٣٨ - حَدَّثَنِيْ حَامِدُ بْنُ عُمَرَ عَنْ بِشْرِ بْنِ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ بَلَغَهُ مَقْدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَاَتَاهُ يَسْاَلُهُ عَنْ اَشْيَاءَ فَقَالَ اِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَّا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا نَبِيٌّ مَّا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا اَوَّلُ طَعَامٍ يَّاْكُلُهُ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَمَا بَالُ الْوَلَدِ يَنْزِعُ اِلٰى اَبِيْهِ اَوْ اِلٰى اُمِّهِ؟ قَالَ اَخْبَرَنِيْ بِهِ جِبْرِيْلُ اٰنِفًا قَالَ ابْنُ سَلَامٍ ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُوْدِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ قَالَ اَمَّا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُهُمْ مِّنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ وَاَمَّا اَوَّلُ طَعَامٍ يَّاْكُلُهُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ الْحُوْتِ وَاَمَّا الْوَلَدُ فَاِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْاَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَاِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْاَةِ مَاءَ الرَّجُلِ نَزَعَتِ الْوَلَدَ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حامد بن عمر نے حدیث بیان کی از بشر بن المفضل' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں حضرت انس رضی اللہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ کو نبی ﷺ کے مدینہ آنے کی خبر پہنچی' سو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے چند چیزوں کے متعلق سوال کیا' پس انہوں نے کہا: میں آپ سے ایسی تین چیزوں کے متعلق سوال کرتا ہوں جنہیں نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا: (١) قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے؟ (٢) اہل جنت سب سے پہلے کون سا طعام کھائیں گے؟ (٣) بچہ باپ یا ماں میں سے کسی کی مشابہت اختیار کرتا ہے اور اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے ابھی ابھی حضرت جبریل علیہ السلام نے ان کے جوابات کی خبر دی ہے' حضرت ابن السلام نے کہا: یہ فرشتوں میں سے یہودیوں کا دشمن

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ بُهْتٌ فَاسْاَلْهُمْ عَنِّيْ قَبْلَ اَنْ يَّعْلَمُوْا بِاِسْلَامِيْ فَجَاءَتِ الْيَهُوْدُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فِيْكُمْ قَالُوْا خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا وَاَفْضَلُنَا وَابْنُ اَفْضَلِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَاَعَادَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا مِثْلَ ذٰلِكَ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالُوْا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا وَتَنَقَّصُوْهُ قَالَ هٰذَا كُنْتُ اَخَافُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ .

ہے' آپ نے فرمایا: رہی قیامت کی پہلی نشانی تو وہ ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف لے جائے گی' رہا وہ پہلا طعام جس کو اہل جنت سب سے پہلے کھائیں گے تو وہ مچھلی کی کلیجی کا زائد ٹکڑا ہے' رہی بچہ کی مشابہت تو جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب ہو جاتا ہے تو بچہ مرد کے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب ہوتا ہے تو وہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے' تب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک یہود بہتان لگانے والے لوگ ہیں' پس ان کو میرے اسلام لانے کی خبر دینے سے پہلے ان سے میرے متعلق سوال کریں' پھر یہود آئے تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: عبداللہ بن سلام تمہارے نزدیک کیسا شخص ہے؟ انہوں نے کہا: وہ ہم سب سے بہتر ہے اور ہم میں سب سے عمدہ شخص کا بیٹا ہے اور وہ ہم میں سب سے افضل ہے اور سب سے افضل شخص کا بیٹا ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: یہ بتاؤ کہ اگر عبداللہ بن سلام اسلام لے آئے تو؟ انہوں نے کہا: عبداللہ بن سلام کو اللہ اسلام سے اپنی پناہ میں رکھے' آپ نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا' انہوں نے پھر وہی جواب دیا' پھر حضرت عبداللہ بن سلام نکل کر ان کے سامنے آئے اور انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا: ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ''۔ انہوں نے کہا: یہ ہم میں سب سے بُرا ہے اور سب سے بُرے کا بیٹا ہے' اور انہوں نے حضرت عبداللہ کی مذمت کی' حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اسی چیز کا خوف تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۲۹ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے یہ حدیث اس باب میں اس لیے ذکر کی ہے کہ اس میں ہجرت کا ذکر ہے۔

٣٩٣٩' ٣٩٤٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ اَبَا الْمِنْهَالِ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ مُطْعِمٍ قَالَ بَاعَ شَرِيْكٌ لِّيْ دَرَاهِمَ فِي السُّوْقِ فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَيَصْلُحُ هٰذَا فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَقَدْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو' انہوں نے ابوالمنہال عبدالرحمان بن مطعم سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ایک شخص نے چند دراہم کی بازار میں (اُدھار)

بِعْتُهَا فِي السُّوقِ فَمَا عَابَهُ اَحَدٌ فَسَاَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَبَايَعُ هٰذَا الْبَيْعَ فَقَالَ مَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَيْسَ بِهٖ بَاْسٌ وَمَا كَانَ نَسِيْئَةً فَلَا يَصْلُحُ وَالْقَ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ فَاسْئَلْهُ فَاِنَّهٗ كَانَ اَعْظَمَنَا تِجَارَةً فَسَاَلْتُ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ فَقَالَ مِثْلَهٗ .

بیع کی میں نے کہا: سبحان اللہ! کیا یہ بیع جائز ہے؟ انہوں نے کہا: سبحان اللہ! اللہ کی قسم! میں بازار میں یہ بیع کر چکا ہوں اور کسی نے بھی اس کو ناجائز نہیں کہا' پھر میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو ہم اس طرح کی بیع کیا کرتے تھے' تو آپ نے فرمایا: جو بیع نقد بہ نقد ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور جو بیع ادھار ہو تو وہ جائز نہیں ہے اور تم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ سے مل کر سوال کرو اور ان سے پوچھ لو' کیونکہ وہ ہم میں سب سے بڑے تاجر تھے' پس میں نے حضرت زید بن ارقم سے سوال کیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً فَقَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَنَحْنُ نَتَبَايَعُ وَقَالَ نَسِيْئَةً اِلَى الْمَوْسِمِ اَوِ الْحَجِّ .

اور سفیان نے ایک مرتبہ کہا: ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اور ہم خرید و فروخت کر رہے تھے اور ہم موسم یا حج تک اُدھار بیع کرتے تھے۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۶۱' اور ۲۰۶۰ میں گزر چکی ہے۔

٥٢- بَابُ اِتْيَانِ الْيَهُوْدِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو یہودیوں کا آنا

یہ باب یہودیوں کے آنے کے متعلق ہے۔

﴿هَادُوْا﴾ (البقرہ: ٦٢) صَارُوْا يَهُوْدًا وَاَمَّا قَوْلُهٗ ﴿هُدْنَا﴾ (الاعراف: ١٥٦) . تُبْنَا هَائِدٌ تَائِبٌ .

''ھادوا'' کا معنی ہے: وہ یہودی ہو گئے' اور رہا قول ''ھدنا'' تو وہ اس معنی میں ہے: ہم نے توبہ کی۔ ''ھائد'' کا معنی ہے: توبہ کرنے والا۔

امام بخاری نے اپنی عادت کے مطابق اس حدیث کے موافق جو قرآن مجید کے الفاظ ہیں' ان کے معانی بیان کیے ہیں' قرآن مجید میں مذکور ہے:

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ . (المائدہ: ٤١)

جو لوگ یہودی ہیں وہ بہت زیادہ جھوٹی باتیں سننے والے ہیں۔

اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ (الاعراف: ١٥٦)

ہم نے آپ کی طرف توبہ کی۔

٣٩٤١ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اٰمَنَ بِيْ عَشَرَةٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ لَاٰمَنَ بِيَ الْيَهُوْدُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قرہ نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دس یہودی (علماء) مجھ پر ایمان لے آئیں تو سب یہودی ایمان لے آئیں۔

(صحیح مسلم: ۲۷۹۳' الرقم المسلسل: ۶۹۵۲)

جن دس یہودیوں پر سب یہودیوں کا ایمان لانا مقصود ہے ان کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے سے پہلے دس یہودی بھی ایمان لے آئے یا آپ کے آنے کے فوراً بعد اگر دس یہودی بھی ایمان لے آتے تو ان کی اتباع میں سب یہودی ایمان لے آتے' لیکن اس وقت دس یہودی ایمان نہیں لائے' لہٰذا سب یہودی ایمان نہیں لائے۔

کعب احبار نے کہا ہے کہ اس حدیث میں دس یہودیوں سے مراد معین یہودی ہیں ورنہ آپ پر دس سے زیادہ یہودی ایمان لائے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کی ہے کہ ایک یہودی عالم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ یوسف کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو اس کے ساتھ یہودیوں کی ایک جماعت آئی اور وہ سب اسلام لے آئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دس یہودی علماء نہیں تھے اور ان سے مراد غیر معین یہودی ہیں اور حدیث میں دس یہود سے مراد معین یہودی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۹۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

۳۹۴۲ - حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ اَوْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْغُدَانِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ اُسَامَةَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عُمَيْسٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَاِذَا اُنَاسٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ يُعَظِّمُوْنَ عَاشُوْرَاءَ وَيَصُوْمُوْنَهُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ اَحَقُّ بِصَوْمِهٖ فَاَمَرَ بِصَوْمِهٖ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد یا محمد بن عبیداللہ الغدانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن اسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعمیس نے خبر دی از قیس بن مسلم از طارق بن شہاب از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے اور ان دنوں میں بعض یہودی عاشوراء (دس محرم) کے دن کی تعظیم کرتے تھے اور اس دن کا روزہ رکھتے تھے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود کی بہ نسبت اس روزے کے ہم زیادہ مستحق ہیں' پس آپ نے اس دن کے روزہ کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۰۵ میں گزر چکی ہے۔

۳۹۴۳ - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَجَدَ الْيَهُوْدَ يَصُوْمُوْنَ عَاشُوْرَاءَ فَسُئِلُوْا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِیْ اَظْفَرَ اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسٰی وَبَنِیْ اِسْرَائِيْلَ عَلٰی فِرْعَوْنَ وَنَحْنُ نَصُوْمُهٗ تَعْظِيْمًا لَّهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ اَوْلٰی بِمُوْسٰی مِنْكُمْ ثُمَّ اَمَرَ بِصَوْمِهٖ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زیاد بن ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبشر نے حدیث بیان کی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے یہود کو عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے پایا' ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا: یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل کو فرعون کے خلاف کامیابی عطاء فرمائی تھی اور ہم اس دن کی تعظیم کے لیے روزہ رکھتے ہیں' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم تمہاری بہ نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے شکر ادا کرنے کے زیادہ مستحق ہیں'

پھر آپ نے اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۰۴ میں گزر چکی ہے۔

صرف دس محرم کا روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے' یا تو نو اور دس محرم کا روزہ رکھا جائے یا دس اور گیارہ محرم کا' کیونکہ آپ نے یہود کی مخالفت کا حکم دیا ہے۔

٣٩٤٤ - حَدَّثَنَا عَبْدَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْدِلُ شَعْرَهُ وَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَفْرُقُوْنَ رُؤُوْسَهُمْ وَكَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُوْنَ رُؤُوْسَهُمْ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَهْلِ الْكِتَابِ فِيْمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيْهِ بِشَيْءٍ ثُمَّ فَرَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی از یونس از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سر کے بالوں کو سیدھا رکھتے تھے اور مشرکین اپنے بالوں کی مانگ نکالتے تھے اور اہل کتاب اپنے سر کے بالوں کو سیدھا رکھتے تھے اور جس چیز کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم نہ دیا گیا ہو' اس میں آپ اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے' پھر (بعد میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر میں مانگ نکالنے لگے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۵۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں یہود کا ذکر ہے۔

٣٩٤٥ - حَدَّثَنِيْ زِيَادُ بْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ هُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ جَزَّؤُوْهُ اَجْزَاءً فَاٰمَنُوْا بِبَعْضِهٖ وَكَفَرُوْا بِبَعْضِهٖ.

[اطراف الحدیث: ۴۷۰۵-۴۷۰۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے زیاد بن ایوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبشر نے خبر دی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اہل کتاب ہی تو ہیں جنہوں نے آسمانی کتاب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے' سو وہ بعض کتاب پر ایمان لائے اور بعض کتاب کا کفر کیا۔

اس حدیث میں درج ذیل آیت کی تفسیر ہے:

الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ٥ (الحجر: ٩١)

جن لوگوں نے قرآن (اپنی کتاب کو) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا ٥

اس آیت میں "عضین" کا لفظ ہے' یہ "عضة" کی جمع ہے اور اس کی اصل "عضوة" ہے' یعنی جب بکری کے اعضاء کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں۔

٥٣ - بَابُ اِسْلَامِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا اسلام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں ان احادیث کو ذکر کیا جائے گا جن میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر دلالت ہے' اس کا مفصل ذکر کتاب البیوع کے اس باب میں گزر چکا ہے' جس میں مشرکین سے خرید وفروخت کا ذکر ہے' حضرت سلمان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کا گورنر بنا دیا تھا' وہ خود اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے' اس میں اختلاف نہیں ہے کہ ان کی عمر اڑھائی سو سال تھی' ایک قول یہ ہے کہ ان کی عمر ساڑھے تین سو سال تھی' دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پایا تھا' اور چھتیس (٣٦) ہجری میں مدائن میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٩٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجی المتوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت سلمان فارسی ابو عبد اللہ بن الاسلام سے ساٹھ (٦٠) احادیث مروی ہیں' جن میں سے تین پر شیخان متفق ہیں' امام بخاری ایک حدیث کے ساتھ منفرد ہیں اور امام مسلم تین احادیث کے ساتھ منفرد ہیں' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے' اس وقت یہ اسلام لائے اور غزوۂ خندق میں حاضر ہوئے' ابو عثمان بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سلمان ہم میں سے ہے ہمارے اہل بیت سے ہے۔ امام ترمذی اور امام ابن ماجہ کی روایت ہے: آپ نے فرمایا: بے شک اللہ میرے اصحاب میں سے چار سے محبت کرتا ہے: علی سے' ابوذر' سلمان اور مقداد سے' حضرت سلمان حضرت عثمان کی خلافت میں چھتیس ہجری میں فوت ہوئے' اس وقت ان کی عمر تین سو پچاس (٣٥٠) سال تھی۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ١ص ٤٤٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

حضرت سلمان فارسی کی مختصر سوانح

٣٩٤٦ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ بْنِ شَقِيقٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ أَبِي (ح) وَحَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ أَنَّهُ تَدَاوَلَهُ بِضْعَةَ عَشَرَ مِنْ رَبٍّ إِلَى رَبٍّ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حسن بن عمر بن شقیق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ میرے والد نے کہا (ح) اور ہمیں ابو عثمان نے حدیث بیان کی از حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک مالک سے دوسرے مالک تک دس سے زیادہ مالکوں کے غلام رہے۔

اس حدیث میں ''تداولہ'' کا لفظ ہے' یعنی حضرت سلمان کبھی ایک مالک کے ہاتھ میں ہوتے' کبھی دوسرے مالک کے ہاتھ میں' نیز اس حدیث میں ''رب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: سید اور مالک۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٩٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٩٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَوْفٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ أَنَا مِنْ رَامَ هُرْمُزَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عوف از ابی عثمان' انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں رام ہرمز کے شہر سے ہوں۔

رام ہرمز عراق کے قریب ایران کا شہر ہے۔

٣٩٤٨ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ أَبِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حسن بن مدرک نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن حماد نے حدیث بیان کی'

عُثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ فَتْرَةٌ بَيْنَ عِيسٰى وَمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتُّ مِائَةِ سَنَةٍ .

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

وہ کہتے ہیں: ہمیں ابوعوانہ نے خبر دی از عاصم الاحول از ابوعثمان از حضرت سلمان رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان انقطاع رسالت کا وقفہ (زمانہ فترت) چھ سو سال تھا۔

زمانہ فترت کا معنی اور زمانہ فترت میں مبعوث ہونے والے انبیاء کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کا باب کے عنوان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کی اس لیے روایت کی ہے کہ ان حدیثوں کا بہر حال حضرت سلمان سے تعلق ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ان احادیث کا تعلق حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے ساتھ ہے یعنی وہ دس سے زیادہ مالکوں کی غلامی میں رہے اور اپنے وطن سے ہجرت کرنے کے کافی عرصہ بعد اسلام لائے۔

فترت سے مراد وہ مدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کسی رسول کو نہیں بھیجتا' ہاں یہ ممکن ہے کہ اس مدت میں اللہ تعالیٰ کسی ایسے نبی کو بھیجے جو آخری رسول کی شریعت کی دعوت دے۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ زمانہ فترت کے انبیاء میں سے حضرت حنظلہ بن صفوان ہیں جو اصحاب الرس کے نبی ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور وہ زمانہ فترت میں تھے' اور ان انبیاء میں سے حضرت خالد بن سنان العبسی ہیں۔ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت خالد بن سنان علیہ السلام کی صاحب زادی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے ان کے لیے اپنی چادر بچھائی اور آپ نے فرمایا: یہ اُس نبی کی بیٹی ہے جس کو اس کی قوم نے ضائع کر دیا تھا۔

عطاء نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں غلبہ پالیا تو آپ کے پاس حضرت خالد بن سنان علیہ السلام کی بیٹی آئیں اور وہ بہت بوڑھی ہو چکی تھیں تو آپ نے ان کو مرحبا کہا اور فرمایا: میرے بھائی کی بیٹی کو مرحبا ہو! اور ان کے بھائی نبی تھے جن کو ان کی قوم نے ضائع کر دیا۔

اور زمانہ فترت کے انبیاء میں سے حضرت شعیب بن ذی مہزم ہیں' یہ حضرت شعیب بن صفوان کے علاوہ ہیں۔ علامہ سہیلی نے ذکر کیا ہے کہ یہ معد بن عدنان کے زمانہ میں عرب کے نبی تھے۔

حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ لوگ صالحین تھے جو نیکی کی دعوت دیتے تھے' کیونکہ صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں تمام لوگوں سے زیادہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے قریب ہوں' میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۴۴۲' صحیح مسلم: ۲۳۶۵' سنن ابوداؤد: ۴۶۷۵' مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۹' المستدرک ج ۲ ص ۵۹۲' مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۴' مشکوٰۃ: ۵۷۳۲' کنز العمال: ۳۲۳۳۶)

اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد ہو کہ میرے اور حضرت عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی مرسل نہیں ہے' سو یہ ہو سکتا ہے کہ زمانہ فترت میں کوئی ایسا نبی ہو جو رسول نہ ہو اور وہ لوگوں کو آخری رسول کی شریعت کی دعوت دیتا ہو جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے' والحمد للہ علی التمام وعلی النبی الصلوٰۃ والسلام! (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۹۷-۹۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

فترت سے مراد وہ مدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رسول مبعوث نہیں کیا جاتا' اور یہ ممکن ہے کہ اس مدت میں کوئی نبی بھیجا گیا ہو جو آخری رسول کی شریعت کی طرف دعوت دے' امام ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے' لیکن امام ابن جوزی پر یہ تعاقب کیا گیا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۴۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ اس بحث میں علامہ عینی کی شرح اور ان کی تحقیق حافظ ابن حجر سے زیادہ ہے اور ان پر بھاری ہے۔

بعثت سے لے کر مغازی تک کی احادیث کی تعداد

نبی ﷺ کی بعثت سے لے کر آپ کی ہجرت اور صحابہ کی ہجرت تک ایک سو بیس (۱۲۰) احادیث مرفوعہ ہیں جن میں سے ایک سو تین (۱۰۳) احادیث موصولہ ہیں اور باقی (۱۷) معلقات اور متابعات ہیں اور ان میں سے تہتر (۷۳) احادیث مکررہ ہیں اور سینتالیس خالص احادیث ہیں۔

کتاب مناقب الانصار کی تکمیل

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد خاتم النبیین رحمۃ للعلمین شفیع المذنبین۔ آج یکم صفر ۱۴۳۱ھ/ ۱۷ جنوری ۲۰۱۰ء کو کتاب مناقب الانصار کی شرح کی تکمیل ہوگئی۔ الٰہ العلمین! اس شرح کو قبول فرما اور مجھے مکمل صحیح بخاری کی شرح کی توفیق عطاء فرما اور میری مغفرت فرما اور تمام قارئین کی مغفرت فرما اور اپنے حبیب کی شفاعت عطاء فرما! (آمین!)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٦٤ - كِتَابُ الْمَغَازِیْ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس کتاب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مغازی کا بیان کیا گیا ہے' مغازی کا لفظ مغزی کی جمع ہے اور مغزی مصدر بھی ہوسکتا ہے اور اسم ظرف بھی ہوسکتا ہے' یعنی غزوہ کی جگہ' غزوۃ کی جمع غزوات ہے۔

ابن سیدہ نے لکھا ہے: غزوہ کا معنی ہے: دشمن سے لڑنے کے لیے جانا' غزوہ کا اصطلاحی معنی ہے: جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود گئے ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات کی تعداد انیس (۱۹) ہے' حضرت بریدہ سے سولہ (۱۶) کی روایت ہے اور ان سے انیس کی بھی روایت ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ غزوات میں خود قتال کیا ہے: (۱) بدر (۲) اُحد (۳) احزاب (۴) مُریسیع (۵) قدید (۶) خیبر (۷) مکہ (۸) حُنین۔

سریہ کا معنی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمن سے قتال کے لیے لشکر بھیجا اور اس لشکر میں خود نہ شریک ہوں۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ سرایا کی تعداد اڑتیس (۳۸) ہے' امام ابن سعد نے کہا: سینتالیس (۴۷) ہے۔

آپ نے اپنا سریہ حضرت سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بھیجا تھا' ایک قول ہے: حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بھیجا تھا' اور آخری سریہ حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کی قیادت میں شام کی طرف بھیجا تھا اور ان کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھوڑوں کو البلقاء' الداروم میں دوڑائیں' جوارضِ فلسطین کے علاقے ہیں۔

١ - بَابُ غَزْوَةِ الْعُشَيْرَةِ اَوِ الْعُسَيْرَةِ — غزوة العشيرة يا العسيرة

یہ باب غزوۃ العشیرۃ کے بیان میں ہے' اس کے لیے العسیرۃ کا لفظ بھی ہے' مگر معروف العشیرۃ ہے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ ''العسیرۃ'' ''العسری'' کی تصغیر ہے اور ''العشیرۃ'' ''العشر'' کی تصغیر ہے۔

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ ''العشیر'' بطن ینبع کی جگہ ہے اور یاقوت نے کہا ہے کہ ''العشیرۃ ینبع'' کی جانب ایک جگہ ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار سے جنگ کی تھی اور یمامہ کے مضافات میں ٹیلوں کے قریب ایک بستی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ اَوَّلُ مَا غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَبْوَاءَ ثُمَّ بُوَاطَ ثُمَّ الْعُشَيْرَةَ .

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے الابواء میں قتال کیا' پھر بواط میں' پھر العشیرۃ میں۔

اس تعلیق کی شرح میں علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق کا تعارف

امام ابن اسحاق کا نام ہے: امام محمد بن اسحاق بن یسار' یہ مدنی تابعی ہیں' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے' یہ بغداد میں آئے اور وہاں احادیث بیان کیں اور ایک سو پچاس ہجری میں فوت ہوئے' یہ مقبرۃ الخیزران میں مدفون ہیں' جو آج کل امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مشہد کے نام سے مشہور ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح البخاری میں ان کی روایات سے استدلال کیا ہے اور امام مسلم نے متابعات میں ان سے استدلال کیا ہے اور امام ابوداؤد' امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی ان کی روایات سے استدلال کیا ہے۔

الابواء کے اوّل غزوات ہونے کی تحقیق

علامہ واقدی نے کہا ہے کہ یہ پہلا غزوہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود قتال کیا' اس کو غزوہ ودان بھی کہا جاتا ہے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صفر میں مدینہ سے نکلے' امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا عامل بنایا۔

الابواء: مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور جگہ ہے اور یہ مدینہ کے زیادہ قریب ہے۔

البکری نے کہا ہے: یہ بڑی بستیوں میں سے ایک بستی ہے' یاقوت نے کہا ہے کہ ودان اور ابواء کے درمیان آٹھ میل کا فاصلہ ہے۔

پھر بواط

یعنی پھر آپ بواط کے خلاف قتال کے لیے گئے۔

الصنعانی نے کہا: ذی خشب کی سمت پر جہینہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام بواط ہے اور بواط اور مدینہ کے درمیان بارہ میل کا فاصلہ ہے۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہجرت کے دوسرے سال ربیع الاوّل کے مہینہ میں بواط پر حملہ کیا تھا۔ آپ کا ارادہ قریش سے قتال کرنے کا تھا' امام ابن ہشام نے کہا: آپ نے حضرت السائب بن عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں عامل بنایا تھا۔ علامہ واقدی نے کہا ہے کہ آپ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو سو گھڑ سواروں کے ساتھ حملہ کیا تھا اور اس لشکر کا جھنڈا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور آپ کا قصد یہ تھا کہ آپ وہاں سے گزرنے والے قریش کے قافلہ پر حملہ کر کے ان سے مال غنیمت حاصل کریں' قریش کے قافلہ میں امیہ بن خلف اور ایک سو پچاس اونٹ تھے' پھر آپ کسی نقصان کے بغیر مدینہ لوٹ آئے' پھر آپ مدینہ میں ربیع الآخر اور جمادی الاوّل کے بعض ایام تک ٹھہرے۔

پھر العشیرۃ

اس کے بعد آپ نے العشیرۃ میں قتال کیا۔

امام ابن اسحاق نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قریش کے خلاف قتال کے لیے گئے۔ امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ آپ نے ابوسلمہ بن عبدالاسد کو مدینہ کا عامل بنایا اور حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جھنڈا تھا' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قریش کے قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے نکلے تھے جو شام کی طرف جا رہا تھا' حتیٰ کہ آپ بطن ینبع میں ٹھہرے اور وہاں جمادی الاولیٰ اور جمادی الثانیہ کے چند ایام تک ٹھہرے اور آپ کسی نقصان کے بغیر مدینہ لوٹ آئے' ان تینوں مقامات پر کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۹۸۔۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ ان تینوں مقامات پر کفار کے قافلہ پر حملہ کرنے کے ارادے سے مدینہ سے نکلے لیکن کسی مقام پر بھی قریش کے قافلہ سے آمنا سامنا نہیں ہوا اور آپ بغیر کسی جنگ کے واپس آ گئے۔

٣٩٤٩- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ كُنْتُ اِلٰى جَنْبِ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ فَقِيْلَ لَهٗ كَمْ غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةٍ قَالَ تِسْعَ عَشْرَةَ قِيْلَ كَمْ غَزَوْتَ اَنْتَ مَعَهٗ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ قُلْتُ فَاَيُّهُمْ كَانَتْ اَوَّلَ قَالَ الْعُسَيْرَةُ اَوِ الْعُشَيْرُ فَذَكَرْتُ لِقَتَادَةَ فَقَالَ الْعُشَيْرُ .

[اطراف الحدیث: ٤٤٠٤-٤٤٧١] (صحیح مسلم: ١٢٥٤' الرقم المسلسل: ٢٩٢٤' سنن ترمذی: ١٦٨٢' سنن دارمی: ١١٨٦' المعجم الکبیر: ٥٠٤٣' دلائل النبوۃ ج ٥ ص ٤٥٣' مسند احمد ج ٤ ص ٣٧٠ طبع قدیم' مسند احمد: ١٩٢٩٨- ج ٣٢ ص ٥٢' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ کے پہلو میں تھا' ان سے پوچھا گیا کہ نبی ﷺ نے کتنے غزوات کیے تھے؟ انہوں نے بتایا: انیس' ان سے پوچھا گیا کہ آپ کتنے غزوات میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے؟ انہوں نے بتایا: سترہ غزوات میں' میں نے ان سے پوچھا: پہلا غزوہ کون سا تھا؟ انہوں نے بتایا: العسیرۃ یا العشیر' پھر میں نے اس کا قتادہ سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: العشیر۔

رسول اللہ ﷺ کے غزوات اور سرایا کی تعداد کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ نے بتایا کہ نبی ﷺ کے انیس غزوات ہیں۔

حضرت زید بن ارقم کی مراد یہ ہے کہ جن غزوات میں نبی ﷺ بنفسہ نکلے خواہ آپ نے ان میں قتال کیا ہو یا نہ کیا ہو' ان کی تعداد انیس ہے۔

امام ابویعلیٰ نے حضرت جابر رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ آپ کے غزوات کی تعداد اکیس (٢١) ہے۔ (مسند ابویعلیٰ: ٢٣٣٩)

اس حدیث کی سند صحیح ہے' اس بناء پر حضرت زید بن ارقم سے دو غزوات کا ذکر رہ گیا اور شاید وہ الابواء اور بواط ہیں' اور یہ ان سے اس لیے مخفی رہا کہ اس وقت وہ کم عمر تھے۔

امام موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے آٹھ غزوات میں بنفسہ قتال کیا: (١) بدر (٢) اُحد (٣) الاحزاب (٤) المصطلق (٥) خیبر (٦) مکہ (٧) حنین (٨) طائف۔

انہوں نے غزوہ بنوقریظہ کا ذکر نہیں کیا کیونکہ انہوں نے اس کو احزاب میں شامل کر لیا کیونکہ وہ احزاب کے فوراً بعد ہوا تھا' اسی طرح دوسروں نے طائف اور حنین کو جمع کر لیا کیونکہ یہ دونوں متقارب تھے' اس بناء پر حضرت زید بن ارقم اور حضرت جابر کا قول جمع ہو جاتا ہے۔

امام محمد بن سعد نے غزوات میں توسع کو اختیار کیا' انہوں نے کہا: جن غزوات میں نبی ﷺ بنفسہ نکلے ان کی تعداد ستائیس (٢٧) ہے' انہوں نے اس میں علامہ واقدی کی اتباع کی ہے اور یہ تعداد امام ابن اسحاق کی تعداد کے مطابق ہے' مگر یہ کہ انہوں نے خیبر سے وادی قُریٰ کے غزوہ کو شامل نہیں کیا اور حضرت جابر نے جو اکیس (٢١) غزوات بیان کیے ہیں' اور ان پر چھ غزوات جو زائد ہیں' وہ اسی قبیل سے ہیں۔

امام عبدالرزاق نے سند صحیح کے ساتھ سعید بن المسیب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چوبیس غزوات ہیں' وہ بھی اسی پر محمول ہے۔ سعید بن المسیب نے پہلے اٹھارہ غزوات کی روایت کی' پھر چوبیس غزوات کی روایت کی' زہری نے کہا: یا تو ان کو وہم ہوا یا انہوں نے بعد میں چند غزوات سنے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے بعض غزوات کو بعض میں داخل کر لیا تھا تو پھر ان کے قول کو وہم کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے کل غزوات کی تعداد انیس ہے اور باقی اقوال مؤول ہیں۔) سعیدی غفرلہٗ

رسول اللہ ﷺ نے جو بعوث اور سرایا بھیجے (جن میں آپ نہیں نکلے)' امام ابن اسحاق کے نزدیک ان کی تعداد چھتیس (۳۶) ہے اور امام واقدی نے اڑتالیس (۴۸) تعداد بیان کی ہے اور امام ابن جوزی نے التلقیح میں چھپن (۵۶) سرایا کا ذکر کیا ہے اور مسعودی نے ساٹھ کا ذکر کیا ہے اور ہمارے شیخ نے نظم السیرۃ میں ستر (۷۰) سے زائد سرایا کا ذکر کیا ہے اور امام حاکم نے اکلیل میں سو (۱۰۰) سے زائد کا ذکر کیا ہے اور شاید انہوں نے سرایا میں غزوات کو بھی شامل کر لیا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۴۳ ملخصاً' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے:

رسول اللہ ﷺ کے غزوات کی تعداد ستائیس (۲۷) ہے اور آپ کے سرایا کی تعداد سینتالیس (۴۷) ہے۔ رہا یہ کہ حضرت زید بن ارقم نے انیس غزوات کا ذکر کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دیگر غزوات کے وقت کم عمر تھے یا انہوں نے مشہور غزوات کا ذکر کیا ہے اور غیر مشہور غزوات کا ذکر نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۹۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ زرھونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ نے کوئی خاص بات نہیں لکھی' فتح الباری کا خلاصہ لکھا ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۲۳۱-۲۳۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۳۰ھ)

٢- بَابُ ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُقْتَلُ بِبَدْرٍ

نبی ﷺ کا یہ ذکر فرمانا کہ غزوۂ بدر میں کون کون قتل کیا جائے گا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ غزوۂ بدر میں کس کس کے قتل کیے جانے کا نبی ﷺ نے ذکر فرمایا' اس حدیث میں نبی ﷺ کے اس عظیم معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے غیب کی خبر بیان فرمائی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۹۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٩٥٠ - حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَ عَنْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ أَنَّهُ قَالَ كَانَ صَدِيقًا لِأُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَكَانَ أُمَيَّةُ إِذَا مَرَّ بِالْمَدِينَةِ نَزَلَ عَلٰى سَعْدٍ وَكَانَ سَعْدٌ إِذَا مَرَّ بِمَكَّةَ نَزَلَ عَلٰى أُمَيَّةَ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ انْطَلَقَ سَعْدٌ مُعْتَمِرًا فَنَزَلَ عَلٰى أُمَيَّةَ بِمَكَّةَ فَقَالَ لِأُمَيَّةَ انْظُرْ لِي سَاعَةً

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی از والد خود از ابواسحاق' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن میمون نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی' انہوں نے بتایا کہ وہ اُمیہ بن خلف کے دوست تھے' اور جب اُمیہ مدینہ میں آتا تو وہ حضرت سعد بن معاذ کے ہاں ٹھہرتا اور جب حضرت سعد مکہ میں جاتے تو وہ اُمیہ کے پاس ٹھہرتے' پس جب رسول اللہ ﷺ مدینہ

خَلْوَةٍ لَّعَلِّيْ اَنْ اَطُوْفَ بِالْبَيْتِ فَخَرَجَ بِهٖ قَرِيْبًا مِّنْ
نِصْفِ النَّهَارِ فَلَقِيَهُمَا اَبُوْجَهْلٍ فَقَالَ يَا اَبَا صَفْوَانَ مَنْ
هٰذَا مَعَكَ فَقَالَ هٰذَا سَعْدٌ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ جَهْلٍ اَلَا اَرَاكَ
تَطُوْفُ بِمَكَّةَ اٰمِنًا وَّقَدْ اٰوَيْتُمُ الصُّبَاةَ وَزَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ
تَنْصُرُوْنَهُمْ وَتُعِيْنُوْنَهُمْ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْلَا اَنَّكَ مَعَ اَبِيْ
صَفْوَانَ مَا رَجَعْتَ اِلٰى اَهْلِكَ سَالِمًا فَقَالَ لَهٗ سَعْدٌ
وَّرَفَعَ صَوْتَهٗ عَلَيْهِ اَمَا وَاللّٰهِ لَئِنْ مَّنَعْتَنِيْ هٰذَا لَاَمْنَعَنَّكَ
مَا هُوَ اَشَدُّ عَلَيْكَ مِنْهُ طَرِيْقَكَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهٗ
اُمَيَّةُ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ يَا سَعْدُ عَلٰى اَبِي الْحَكَمِ سَيِّدِ
اَهْلِ الْوَادِيْ فَقَالَ سَعْدٌ دَعْنَا عَنْكَ يَا اُمَيَّةُ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهُمْ
قَاتِلُوْكَ قَالَ بِمَكَّةَ قَالَ لَا اَدْرِيْ فَفَزِعَ لِذٰلِكَ اُمَيَّةُ
فَزَعًا شَدِيْدًا فَلَمَّا رَجَعَ اُمَيَّةُ اِلٰى اَهْلِهٖ قَالَ يَا اُمَّ
صَفْوَانَ اَلَمْ تَرَيْ مَا قَالَ لِيْ سَعْدٌ قَالَتْ وَمَا قَالَ لَكَ
قَالَ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا اَخْبَرَهُمْ اَنَّهُمْ قَاتِلِيْ فَقُلْتُ لَهٗ
بِمَكَّةَ قَالَ لَا اَدْرِيْ فَقَالَ اُمَيَّةُ وَاللّٰهِ لَا اَخْرُجُ مِنْ مَّكَّةَ
فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ اسْتَنْفَرَ اَبُوْجَهْلٍ النَّاسَ قَالَ
اَدْرِكُوْا عِيْرَكُمْ فَكَرِهَ اُمَيَّةُ اَنْ يَّخْرُجَ فَاَتَاهُ اَبُوْجَهْلٍ
فَقَالَ يَا اَبَا صَفْوَانَ اِنَّكَ مَتٰى يَرَاكَ النَّاسُ قَدْ تَخَلَّفْتَ
وَاَنْتَ سَيِّدُ اَهْلِ الْوَادِيْ تَخَلَّفُوْا مَعَكَ فَلَمْ يَزَلْ بِهٖ
اَبُوْجَهْلٍ حَتّٰى قَالَ اَمَّا اِذْ غَلَبْتَنِيْ فَوَاللّٰهِ لَاَشْتَرِيَنَّ
اَجْوَدَ بَعِيْرٍ بِمَكَّةَ ثُمَّ قَالَ اُمَيَّةُ يَا اُمَّ صَفْوَانَ جَهِّزِيْنِيْ
فَقَالَتْ لَهٗ يَا اَبَا صَفْوَانَ وَقَدْ نَسِيْتَ مَا قَالَ لَكَ
اَخُوْكَ الْيَثْرِبِيُّ قَالَ لَا مَا اُرِيْدُ اَنْ اَجُوْزَ مَعَهُمْ اِلَّا قَرِيْبًا
فَلَمَّا خَرَجَ اُمَيَّةُ اَخَذَ لَا يَنْزِلُ مَنْزِلًا اِلَّا عَقَلَ بَعِيْرَهٗ فَلَمْ
يَزَلْ بِذٰلِكَ حَتّٰى قَتَلَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِبَدْرٍ .

میں تشریف لائے تو حضرت سعد عمرہ کرنے کے لیے مکہ میں امیہ
کے پاس گئے تو اُنہوں نے اُمیہ سے کہا: میرے لیے کوئی خلوت کا
وقت بتاؤ جس میں' میں بیت اللہ کا طواف کرلوں' سو اُمیہ ان کو لے
کر دوپہر کے قریب نکلا' تو ان دونوں سے ابوجہل کی ملاقات ہوگئی'
اس نے پوچھا: اے ابوصفوان! یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ اس نے
بتایا: یہ (حضرت) سعد ہیں' تو ابوجہل نے ان سے کہا: میں تم کو مکہ
میں امن کے ساتھ طواف کرتا ہوا نہ دیکھوں' تم لوگوں نے دین
بدلنے والوں کو پناہ دے رکھی ہے اور تمہارا یہ زعم ہے کہ تم ان کی
نصرت اور اعانت کرو گے' سنو! اللہ کی قسم! اگر تم ابوصفوان کے ساتھ
نہ ہوتے تو تم اپنے اہل کے پاس صحیح وسالم نہیں جا سکتے تھے' تب
حضرت سعد نے اس کو بلند آواز کے ساتھ جواب دیا: سنو! اللہ کی
قسم! اگر تم نے مجھے اس طواف سے منع کیا تو میں تم کو اس سے منع کر
دوں گا جو تمہارے نزدیک اس طواف سے زیادہ اہم ہے' میں تم کو
مدینہ کے راستہ سے (شام جانے سے) منع کر دوں گا' تب اُمیہ
نے حضرت سعد سے کہا: اے سعد! ابوالحکم کے سامنے آواز بلند نہ
کرو' یہ اس وادی کا سردار ہے' پس حضرت سعد نے کہا: اے اُمیہ!
مجھے اس سے بات کرنے دو' پس اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ
سے سن چکا ہوں' آپ فرما رہے تھے کہ وہ تم کو قتل کرنے والے ہیں'
اُمیہ نے پوچھا: کیا مکہ میں قتل کریں گے؟ حضرت سعد نے کہا: مجھے
پتا نہیں' پس اُمیہ گھبرایا اور اُمیہ اس خبر سے بہت زیادہ خوف زدہ ہو
گیا' سو جب امیہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹا تو اس نے کہا: اے
صفوان کی ماں! کیا تم کو معلوم نہیں کہ (حضرت) سعد نے مجھ سے
کیا کہا ہے' اس نے پوچھا: انہوں نے تم سے کیا کہا ہے؟ تو اس نے
بتایا کہ اس کا زعم ہے کہ (سیدنا) محمد (ﷺ) نے ان کو خبر دی ہے
کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے' میں نے ان سے پوچھا: کیا مکہ میں؟ تو
انہوں نے کہا: مجھے پتا نہیں' تب امیہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں مکہ سے
باہر نہیں نکلوں گا' پھر جب بدر کا دن آیا تو ابوجہل نے لوگوں کو طلب
کیا اور کہا: اپنے قافلہ کی مدد کے لیے روانہ ہو' تو اُمیہ نے نکلنے کو
ناپسند کیا تو ابوجہل اس کے پاس آیا اور اس سے کہا: اے ابوصفوان!

جب لوگ دیکھیں گے کہ تم ان سے پیچھے رہ گئے حالانکہ تم اس وادی کے سردار ہو تو وہ بھی تمہارے ساتھ پیچھے رہ جائیں گے' سو ابو جہل اس سے بار بار اصرار کرتا رہا' حتیٰ کہ اُمیہ نے کہا: اب جب کہ تم نے مجھے مجبور کر دیا تو اللہ کی قسم! میں مکہ کا سب سے تیز رفتار اونٹ خریدوں گا' پھر اُمیہ نے کہا: اے صفوان کی ماں! تم مجھے تیار کرو' پس صفوان کی ماں نے کہا: اے ابوصفوان! تم بھول گئے ہو کہ تمہارے یثربی بھائی نے تم سے کیا کہا تھا' امیہ نے کہا: میں بھولا نہیں ہوں' میرا ارادہ ہے کہ میں ان کے ساتھ صرف تھوڑی دور تک جاؤں گا' پھر اُمیہ جب (مکہ سے) نکلا تو وہ جس منزل پر بھی ٹھہرتا' اپنا اونٹ اپنے نزدیک باندھتا' وہ اسی طرح احتیاط کرتا رہا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے بدر کی جنگ میں اس کو مار ڈالا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۳۲ میں گزر چکی ہے۔

٣- بَابُ قِصَّةِ غَزْوَةِ بَدْرٍ

غزوۂ بدر کا قصہ

اس باب میں غزوۂ بدر کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ○ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ○ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ○﴾ (آل عمران: ۱۲۳_۱۲۷) .

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور بے شک اللہ نے تمہاری بدر میں اس وقت مدد کی جب تم کمزور تھے' سو تم اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ ○ (یاد کیجئے!) جب آپ مسلمانوں سے یہ کہتے تھے: کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ اللہ (عزوجل) تین ہزار نازل کیے ہوئے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے ○ کیوں نہیں! اگر تم ثابت قدم رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو' اور وہ جب اچانک تم پر حملہ کریں تو تمہارا رب اسی وقت پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے تمہاری مدد کو پہنچ جائے گا ○ اور اللہ نے اس کو صرف تمہارے لیے بشارت بنایا ہے اور تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور نصرت صرف اللہ کی طرف سے ہے جو غالب ہے اور حکمت والا ہے ○ تاکہ کافروں کے ایک گروہ کو کاٹ دے یا انہیں ذلیل کر دے تاکہ وہ ناکام لوٹ جائیں ○ (آل عمران: ۱۲۷_۱۲۳)

مقام بدر کی تعیین اور مسلمانوں کو کم زور قرار دینے کی وجہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

آل عمران: ۱۲۳ میں بدر کا ذکر ہے' یہ مشہور بستی ہے' جس کی بدر بن مخلد بن کنانہ کی طرف نسبت ہے' وہ اس بستی میں آ کر ٹھہرا تھا

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بدر بن الحارث تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس جگہ بدر نام کا کنواں تھا' اس کا نام بدر اس لیے پڑ گیا کو اس کا پانی بہت صاف تھا حتیٰ کہ اس میں بدر یعنی چودھویں رات کے چاند کا عکس دکھائی دیتا ہے' اور وہ کنواں چودھویں رات کے چاند کی طرح گول تھا' علامہ واقدی نے ان وجوہات کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ جس طرح اور جگہوں کے نام ہیں' اسی طرح اس بستی یا اس کنویں کا نام بدر تھا۔

نیز اس آیت میں فرمایا کہ ''اس وقت تم کم زور تھے'' یعنی مشرکین کی تعداد کی بہ نسبت تمہاری تعداد بہت کم تھی' اور اس وجہ سے کہ اکثر مسلمان پیادہ تھے اور ان کے پاس زیادہ اسلحہ نہیں تھا' اس کے برعکس مشرکین کے پاس سواریاں تھیں ہتھیار تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ نبی ﷺ نے مسلمانوں کو اس لیے بلایا تھا کہ ابوسفیان شام سے جو مالِ تجارت لے کر آ رہا تھا' اس پر حملہ کر کے وہ تمام مال اس سے چھین لیا جائے اور ابوسفیان کے ساتھ کم مسلح لوگ تھے' اس لیے اکثر انصار کا یہ گمان تھا کہ کسی بڑی جنگ کی نوبت نہیں آئے گی اور وہ آسانی سے ابوسفیان کے قافلہ سے اموالِ تجارت چھین لیں گے' اس لیے انصار جنگ کے لیے تیار ہو کر نہیں آئے تھے' اس کے برخلاف مشرکین ابوسفیان کے تجارتی قافلے کی حفاظت کے لیے ہتھیاروں اور سواریوں سے لیس ہو کر آئے تھے۔

آل عمران:۱۲۴ کے تعلق میں دو قول

آل عمران:۱۲۴: ''یاد کیجئے جب آپ مسلمانوں سے کہہ رہے تھے'' اس کی تفسیر میں اہل تاویل کا اختلاف ہے۔

بعض نے کہا: اس کا تعلق اس آیت سے ہے: ''اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی''۔ اس بناء پر اس آیت کا تعلق قصہ بدر سے ہے' امام بخاری کا بھی یہی مختار ہے' اور یہی جمہور کا قول ہے اور اسی پر علامہ داؤدی نے اعتماد کیا ہے' علامہ ابن التین نے اس کا انکار کیا ہے اور ان کو ذھول ہو گیا' بعض نے کہا: اس کا تعلق اس آیت سے ہے:

وَاِذۡ غَدَوۡتَ مِنۡ اَهۡلِكَ تُبَوِّئُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ مَقَاعِدَ لِلۡقِتَالِ ؕ (آل عمران:۱۲۱) اور جب آپ صبح کے وقت اپنے اہل کے پاس سے باہر آئے' اس وقت آپ مسلمانوں کو مورچوں پر ٹھہرا رہے تھے۔

اس بناء پر اس کا تعلق غزوۂ اُحد کے ساتھ ہے اور یہ عکرمہ اور دیگر کا قول ہے۔

پہلے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام ابن ابی حاتم نے سند صحیح کے ساتھ شعبی سے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر کے دن مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی کہ کرز بن جابر مشرکین کی مدد کر رہا ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اَلَنۡ يَّكۡفِيَكُمۡ اَنۡ يُّمِدَّكُمۡ رَبُّكُمۡ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ ۔ (آل عمران:۱۲۴) کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ اللہ تین ہزار نازل کیے ہوئے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے۔

شعبی نے کہا: پس کرز نے مشرکین کی مدد نہیں کی اور نہ مسلمانوں کی پانچ ہزار کے ساتھ مدد کی گئی۔

سعید نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کی۔

ربیع بن انس نے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کے دن مسلمانوں کی ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کی' پھر ان کی مدد میں اضافہ کیا تو وہ تین ہزار ہو گئے' پھر ان میں اضافہ ہو گیا تو وہ پانچ ہزار ہو گئے۔

گویا اس طرح انہوں نے آل عمران اور انفال کی دو آیتوں کو جمع کر لیا۔

امام بخاری نے ان کے نزول میں اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے' پس انہوں نے ذکر کیا کہ ''وَاِذۡ غَدَوۡتَ مِنۡ اَهۡلِكَ''

(آل عمران:۱۲۱) غزوۂ اُحد کے بارے میں نازل ہوئی ہے اسی طرح ''لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ'' (آل عمران:۱۲۸) بھی غزوۂ اُحد کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کے علاوہ باقی آیتیں غزوۂ بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور یہی قول معتمد ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۴۷ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں فرشتوں کی علامتیں

آل عمران:۱۲۵ میں فرمایا: تمہارا رب اس وقت پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے تمہاری مدد کو پہنچ جائے گا۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ابو اسحاق سبیعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بدر کے دن فرشتوں کی علامت سفید اُونی لباس تھا اور ان کے گھوڑوں کی سفید پیشانیاں تھیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی نشانیاں یہ تھیں کہ انہوں نے عمامے باندھے ہوئے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنگِ بدر کے دن فرشتوں کی علامت سیاہ عمامے تھے اور جنگ اُحد کے دن فرشتوں کی علامت سرخ عمامے تھے۔

مقسم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ فرشتوں نے صرف غزوۂ بدر میں قتال کیا تھا۔

فرشتوں کی مدد کا معنی

آل عمران:۱۲۶ میں فرمایا: اور اللہ نے اس کو صرف تمہارے لیے بشارت بنایا ہے اور تا کہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کو صرف تمہارے لیے بشارت بنایا ہے۔

نیز فرمایا: اور نصرت صرف اللہ کی طرف سے ہے یعنی فرشتوں کی طرف سے نہیں ہے اور نہ کثرتِ عدد کی وجہ سے ہے لیکن فرشتوں کا نزول مدد کے اسباب میں سے ایک سبب ہے اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ملخصاً دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ وَحْشِيٌّ قَتَلَ حَمْزَةُ طُعَيْمَةَ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ يَوْمَ بَدْرٍ .

اور وحشی نے کہا: حضرت حمزہ (بن عبد المطلب) نے جنگِ بدر کے دن طعیمہ بن عدی بن الخیار کو قتل کیا تھا۔

وحشی کا نام ہے: وحشی بن حرب یہ طعیمہ کے غلام تھے۔ اور جبیر بن مطعم طعیمہ کے بھتیجے تھے اور جب حضرت حمزہ بن عبد المطلب نے جنگِ بدر کے دن طعیمہ بن عدی کو قتل کر دیا تو جبیر بن مطعم نے وحشی سے کہا: اگر تم نے (حضرت) حمزہ کو قتل کر دیا تو تم آزاد ہو سو اس نے جنگ اُحد میں ان کو قتل کر دیا۔

اس تعلیق کے موافق حدیث موصول صحیح البخاری:۴۰۷۲ میں مذکور ہے۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ﴾ (الانفال:۷) اَلْاٰيَةَ .

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مسلمانو! یاد کرو) جب اللہ نے تم سے وعدہ فرمایا کہ دو گروہوں میں سے ایک گروہ یقیناً تمہارے لیے ہے اور تم چاہتے تھے کہ غیر مسلح (کم زور) گروہ تمہارے ہاتھ لگے۔ (الانفال:۷)

الانفال:۷ کا بقیہ ترجمہ درج ذیل ہے:

''اور اللہ کا ارادہ تھا کہ حق کو اپنے کلمات سے ثابت کر دے اور (ان) کافروں کی جڑ کاٹ دے''۔

دو گروہوں میں سے ایک گروہ وہ تھا جس میں تجارتی قافلہ تھا جو ابوسفیان کی قیادت میں شام سے تجارتی سامان لے کر مکہ جا رہا تھا اور دوسرا گروہ وہ تھا جو ابوجہل کی قیادت میں مسلح لشکر تھا' وہ اس قافلہ کی حفاظت اور مسلمانوں سے لڑنے آیا تھا' اس لشکر میں عتبہ بن ربیعہ' شیبہ اور دوسرے صنادید قریش تھے۔

مسلمانوں کی مراد یہ تھی کہ اس قافلہ پر حملہ کر کے اس سے تمام تجارتی سامان چھین لیں' اس کا مختصر قصہ یہ ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے باہر نکلے تاکہ ابوسفیان کے اس قافلہ پر حملہ کر کے وہ تمام تجارتی سامان چھین لیں جو وہ شام سے لے کر آ رہا تھا' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو اس پر حملہ کرنے کے لیے تیار کیا اور آپ تین سو تیرہ مردوں کے ساتھ نکلے اور آپ نے بدر کی طرف سے ساحل سمندر کا راستہ اختیار کیا' ادھر ابوسفیان کو خبر مل گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر حملہ کرنے کے لیے آ رہے ہیں' اس نے ضمضم بن عمرو کو بھیجا تاکہ وہ اہل مکہ کو ڈرائے تو ایک ہزار کے قریب مسلح کفار قریش کا لشکر ابوسفیان کے قافلہ کی حفاظت کے لیے آ پہنچا' اُدھر ابوسفیان نے قافلہ کو بچانے کے لیے ساحل سمندر کی دائیں جانب کا راستہ اختیار کیا اور مسلمانوں کے حملہ کی زد سے بچ کر نکل گیا' کفار قریش کا لشکر آ پہنچا اور اس نے بدر کے پانی پر قبضہ کر لیا' اللہ تعالیٰ نے کفار قریش اور مسلمانوں کو اچانک جمع کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ مسلمانوں کا دین سربلند ہو اور ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد فرمائے اور حق اور باطل کے درمیان امتیاز ہو جائے۔

الغرض! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی کہ کفار کا لشکر آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ وحی نازل کی کہ لشکر کفار اور تجارتی قافلہ ان دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر فتح کا اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے وعدہ فرماتا ہے' اکثر مسلمان یہ چاہتے تھے کہ قافلہ پر حملہ کر کے اس کے اموال پر قبضہ کر لیا جائے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم یہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح کمزور گروہ تمہارے ہاتھ لگے'' یعنی تم یہ چاہتے تھے کہ بغیر جنگ کے تم اس تجارتی سامان پر قبضہ کر لو' اس آیت میں ''شوکۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی شدت اور قوت ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۰۴-۱۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اَلشَّوْكَةُ اَلْحَدُّ .

امام ابوعبداللہ نے کہا: ''شوکۃ'' کا معنی قوت ہے۔

٣٩٥١ - حَدَّثَنِیْ يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ لَمْ اَتَخَلَّفْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا اِلَّا فِیْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ غَيْرَ اَنِّیْ تَخَلَّفْتُ عَنْ غَزْوَةِ بَدْرٍ وَّلَمْ يُعَاتَبْ اَحَدٌ تَخَلَّفَ عَنْهَا اِنَّمَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ عِيْرَ قُرَيْشٍ حَتّٰى جَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلٰى غَيْرِ مِيْعَادٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبدالرحمان بن عبداللہ بن کعب کہ عبداللہ بن کعب نے کہا: میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک کے سوا کسی ایسے غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے نہیں رہا جس میں آپ نے جنگ کی ہو' سوا اس کے کہ میں غزوۂ بدر میں بھی پیچھے رہ گیا تھا اور جو مسلمان غزوۂ بدر سے پیچھے رہ گئے تھے' ان میں سے کسی پر عتاب نہیں کیا گیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے (مدینہ سے) باہر نکلے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور ان کے

دشمنوں کو اچانک ایک دوسرے کے سامنے لاکھڑا کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۹۵۱ میں گزر چکی ہے۔

اس باب کا عنوان ہے: غزوۂ بدر کا قصہ اور اس میں غزوۂ بدر کا پس منظر بیان کیا گیا ہے۔

٤- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ○وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ○اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ○ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○﴾ (الانفال:۹۔۱۳) .

(اے مسلمانو! یاد کرو) جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کر لی کہ میں ایک ہزار لگا تار آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد کرنے والا ہوں○ اور اللہ نے اس (خبر) کو تمہارے لیے صرف خوش خبری بنایا ہے اور اس لیے کہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد صرف اللہ کی طرف سے ہے' بے شک اللہ بہت غالب بہت حکمت والا ہے○ (اور اس وقت کو یاد کرو) جب اللہ نے تمہیں پرسکون کرنے کے لیے تم پر اپنی طرف سے ہلکی سی نیند طاری کر دی اور آسمان سے تم پر پانی نازل کیا تاکہ اس (پانی) سے وہ تم کو پاک کر دے اور شیطانی وسوسہ کی ناپاکی تم سے دور کر دے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور اس (بارش) کی وجہ سے تمہارے پاؤں جما دے○ اور (مسلمانو! وہ وقت بھی یاد کرو) جب آپ کے رب نے فرشتوں پر وحی فرمائی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں' سو تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو' عنقریب میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا' پس تم کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو اور کافروں کے ہر جوڑ کے اوپر ضرب لگاؤ○ یہ حکم اس لیے دیا ہے کہ ان کفار نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے○ (الانفال:۱۳۔۹)

مسلمانوں پر نیند طاری کرنے کے متعلق روایات

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الانفال:۱۳۔۹ کا ترجمہ اور تفسیر وہی ہے جو اس سے پہلے آل عمران:۱۲۷۔۱۲۳ میں گزر چکی ہے۔

الانفال:۱۱ میں فرمایا ہے: اور (اس وقت کو یاد کرو) جب اللہ نے تمہیں پرسکون کرنے کے لیے تم پر اپنی طرف سے ہلکی سی نیند طاری کر دی۔

مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنی وہ نعمت یاد دلائی ہے جب اللہ تعالیٰ نے غزوۂ اُحد میں مسلمانوں پر نیند طاری کر

دی' تا کہ دشمن کی کثرت اور اس کے مقابلہ میں اپنی قلت دیکھ کر جوان پر خوف اور گھبراہٹ طاری ہوئی تھی وہ ان سے زائل ہو جائے۔

حضرت ابوطلحہ نے بیان کیا کہ میں ان مسلمانوں میں سے تھا جن پر غزوۂ اُحد کے دن نیند طاری ہوئی تھی' اور اس نیند کی وجہ سے بار بار میرے ہاتھ سے تلوار گر جاتی تھی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جنگ کے دوران جو ہم پر نیند طاری ہوئی تھی' وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر رحمت تھی اور ہمارے دلوں کی طمانیت تھی۔

قتادہ نے کہا: اونگھ کا اثر سر میں تھا' سر نیند کے جھونکوں سے بار بار ہل رہا تھا اور دل میں اس کی وجہ سے سکون اور طمانیت تھی' سہل بن عبد اللہ نے کہا: دل کی زندگی اور بیداری کے ساتھ نیند سر میں حلول کر رہی تھی اور سر سے زائل ہونے کے بعد نیند قلب میں اُتر جاتی تھی۔

اس آیت میں فرمایا ہے: اور آسمان سے تم پر پانی نازل کیا تا کہ اس (پانی) کے ذریعہ وہ تم کو پاک کر دے اور شیطانی وسوسہ کی ناپاکی تم سے دور کر دے۔

غزوۂ بدر میں شیطان کا وسوسہ اور اس کا ازالہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگِ بدر کے دن مسلمان ایک بڑے ٹیلے پر ٹھہرے تھے' جس کی ریت میں ان کے اور ان کے جانوروں کے پیر دھنس رہے تھے اور ان سے پہلے مشرکین پانی پر قبضہ کر چکے تھے اور انہوں نے مسلمانوں پر سبقت حاصل کر لی تھی' صبح جب مسلمان اُٹھے تو ان میں سے بعض بے وضو تھے اور بعض جنبی (محتلم) تھے اور ان کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی تو شیطان نے ان کو وسوسہ ڈالا اور کہا: تمہارا یہ زعم ہے کہ تم میں اللہ کا نبی ہے اور تم اللہ کے اولیاء ہو اور حال یہ ہے کہ پانی کے حصول میں تم پر مشرکین نے غلبہ پا لیا' اور اب تم جنبی اور بے وضوء ہونے کی حالت میں نمازیں پڑھو گے' پس تم یہ کیسے توقع رکھو گے کہ تم مشرکین پر غالب ہو گے! تب اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش نازل فرمائی اور بدر کی وادی میں پانی بہنے لگا' سو مسلمانوں نے پانی پیا' غسل کیا اور اپنے جانوروں کو پانی پلایا' اور اپنی مشکیں پانی سے بھر لیں' گرد و غبار بیٹھ گیا اور ریت جم گئی' حتیٰ کہ وہ آسانی سے ریت پر چلنے لگے اور شیطان کا وسوسہ زائل ہو گیا۔

فرشتوں کا کافروں کو قتل کرنا

نیز اس آیت میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا: سو تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو۔ اس کا معنی یہ ہے کہ مؤمنوں کو ثابت قدم رکھنے میں' میں تمہاری مدد کرنے والا ہوں۔ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ قتال کرو' اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم ان کی جماعت میں اضافہ کرو۔

نیز فرمایا: میں عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا' یعنی ان کے دلوں میں خوف اور ذلت طاری ہو جائے گی۔

اس کے بعد فرمایا: پس تم کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو' اور کافروں کے ہر جوڑ کے اوپر ضرب لگاؤ۔

علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ اس سے مراد گردن کے اوپر والا حصہ ہے جہاں سے جانور کو ذبح کرتے ہیں' اس پر وار کر کے ان کا سر دھڑ سے الگ کر دو' اور ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ' یعنی انگلیوں کے پوروں اور اعضاء کے اطراف پر۔

اور ان کو مارنے اور قتل کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۰۶-۱۰۵ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابوسفیان کے قافلہ کی تفصیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابوسفیان کے قافلہ میں ایک ہزار اونٹ تھے اور پچاس ہزار دینار تھے اور اس میں تیس عدد قریشی مرد تھے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۴۸ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

٣٩٥٢- حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ مُّخَارِقٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ مَشْهَدًا لِأَنْ أَكُوْنَ صَاحِبَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا عُدِلَ بِهِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَدْعُوْ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ لَا نَقُوْلُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰى ﴿فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا﴾ (المائدہ: ٢٤) وَلٰكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ يَمِيْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَقَ وَجْهُهُ وَسَرَّهُ يَعْنِيْ قَوْلَهُ.

[طرف الحدیث: ۴۶۰۹] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از مخارق از طارق بن شہاب انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک جگہ پر تھا اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو وہ مقام میرے نزدیک ہر چیز سے افضل ہوتا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اس وقت آپ مشرکین کے خلاف دعاءِ ضرر کر رہے تھے اس وقت انہوں نے کہا: ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا: "جائیں آپ اور آپ کا رب (دشمنوں سے) لڑیں" (المائدہ: ۲۴) لیکن ہم آپ کی دائیں طرف سے لڑیں گے اور آپ کی بائیں طرف سے لڑیں گے اور آپ کے سامنے سے لڑیں گے اور آپ کے پیچھے سے لڑیں گے پس میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا اور آپ ان کی بات سے خوش ہوئے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کفارِ قریش سے لڑنے کے لیے مہاجرین اور انصار صحابہ سے مشورہ لینا اور ان کی آراء

اس حدیث میں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے ان کے والد کا نام عمرو تھا اور اسود نے ان کو بیٹا بنالیا تھا اس لیے یہ اس کی طرف منسوب ہوگئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو وہ مقام میرے نزدیک ہر چیز سے افضل ہوتا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ مجھے دنیا کی ہر چیز سے افضل ہوتا یا اس کا معنی ہے: وہ میرے نزدیک آخرت کے ہر ثواب سے افضل ہوتا یا اس کا معنی ہے: وہ میرے نزدیک دنیا اور آخرت کی ہر نعمت سے افضل ہوتا اس سے مراد اس مقام پر حاضر ہونے کی عظمت میں مبالغہ ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: اس وقت آپ مشرکین کے خلاف دعاءِ ضرر فرما رہے تھے۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقام الصفراء پر پہنچ گئے اور آپ کو یہ خبر پہنچی کہ کفار قریش بدر کی طرف بڑھ رہے ہیں اور ابوسفیان راستہ بدل کر اپنے قافلہ کو مسلمانوں کی زد سے بچا کر لے گیا تو آپ نے مسلمانوں سے مشورہ کیا (کہ اب جو کفار قریش بدر کی طرف بڑھ رہے ہیں ان سے جنگ کی جائے یا نہیں؟) تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بہت عمدہ جواب دیا

پھر حضرت مقداد نے وہ جواب دیا جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ امام ابو اسحاق نے امام بخاری کی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت مقداد نے کہا: اللہ کی قسم! اگر آپ ہمیں برک الغماد (حبشہ کے راستہ میں یمن کی جانب ایک جگہ) تک بھی لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ جا کر جہاد کریں گے' آپ نے فرمایا: مجھے مشورہ دو' تب صحابہ سمجھے کہ آپ کی مراد انصار ہیں' آپ کو یہ اندیشہ تھا کہ شاید وہ آپ کی موافقت نہیں کریں گے' کیونکہ انہوں نے آپ سے صرف اس پر بیعت کی تھی کہ وہ صرف آپ کی حفاظت کے لیے لڑیں گے اس پر بیعت نہیں کی تھی کہ وہ آپ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کریں گے' تب حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو جہاں جانے کا حکم دیا ہے' آپ وہاں جائیں' ہم آپ کے ساتھ رہیں گے' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔

امام ابن شیبہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت سعد نے کہا: اگر آپ یمن کے علاقہ میں برک الغماد تک بھی جائیں تو ہم آپ کے ساتھ رہیں گے اور ہم ان لوگوں کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا: جائیں آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں ہم یہیں بیٹھے رہیں گے' اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ: شاید آپ کسی اور مقصد (قافلہ ابوسفیان پر حملہ) کے لیے نکلے تھے اور اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوئی اور حکم دیا ہے' سو آپ جہاں جانا چاہتے ہیں جائیں' آپ جن وادیوں اور پہاڑوں کو عبور کرنا چاہتے ہیں عبور کریں اور آپ ہمارے اموال میں سے جو لینا چاہیں وہ لے لیں۔ امام ابن شیبہ نے کہا: آپ ابوسفیان کے مالِ غنیمت کے لیے نکلے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو کفارِ قریش کے لشکر سے لڑنے کا حکم دے دیا۔ امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ سے روایت کی ہے: مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا تھا: مجھے ابوسفیان کے قافلہ کی خبر دی گئی ہے' شاید اللہ تعالیٰ ہم کو اس قافلہ کا مالِ غنیمت عطاء فرمائے' ہم نے کہا: ٹھیک ہے' سو ہم مدینہ سے نکلے' جب ہم ایک دن یا دو دن کی مسافت طے کر چکے تو کفارِ قریش کو ہماری خبر پہنچ گئی' سو وہ ہم سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے' تو ہم نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہمارے پاس ان سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے' تو آپ نے دوبارہ پوچھا: تمہارا کیا مشورہ ہے؟ تب حضرت مقداد نے کہا: ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنو اسرائیل نے کہا تھا کہ آپ اور آپ کا رب جائیں اور خود لڑیں ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے' لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ لڑیں گے' تب ہم جماعت انصار نے یہ تمنا کی: کاش! ہم بھی اس طرح کہتے جس طرح حضرت مقداد نے کہا تھا' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ○ (الانفال: ٥)

جس طرح آپ کا رب حق کے ساتھ آپ کو آپ کے گھر سے (جہاد کے لیے) باہر لایا اور یقیناً (اس وقت) مسلمانوں کا ایک گروہ اس کو شاق سمجھ رہا تھا○

موسیٰ بن عقبہ نے لکھا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ نے کہا تھا کہ اگر آپ ہمیں برک الغماد تک بھی لے جائیں تو ہم آپ کے ساتھ جائیں گے' امام مسلم اور امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ یہ بات حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ نے کہی تھی' لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ' غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے' ہر چند کہ ان کا مالِ غنیمت سے حصہ مقرر کیا گیا تھا' ان روایتوں میں اس طرح تطبیق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے متعلق دو مرتبہ مشورہ لیا تھا' ایک مرتبہ مدینہ میں اور دوسری مرتبہ جب آپ کو ابوسفیان کے قافلہ کی خبر پہنچی تھی۔ امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نے یہ بات غزوۂ حدیبیہ کے متعلق کہی تھی' اور یہی روایت صحیح ہے۔

ہجرت کی حدیث میں یہ گزر چکا ہے کہ برک الغماد یمن کی جانب ہے اور علامہ سہیلی نے بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ سرزمین حبشہ ہے گویا انہوں نے یہ حضرت ابوبکر اور ابن دغنہ کے قصہ سے اخذ کیا ہے کیونکہ اس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر کو ابن الدغنہ اس وقت ملا تھا' جب حضرت ابوبکر حبشہ کی طرف جا رہے تھے تو برک الغماد میں اس سے ملاقات ہوئی اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ برک الغماد یمن کی اس سمت پر ہے جو سرزمین حبشہ کے بالمقابل ہے اور ان کے درمیان سمندر کی چوڑائی ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۴۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٣٩٥٣ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ اَللّٰهُمَّ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ فَاَخَذَ اَبُوْ بَكْرٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ حَسْبُكَ فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُوْلُ ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۝﴾ (القمر: ٤٥).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبد اللہ بن حوشب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن یہ دعا کی: اے اللہ! میں تجھے تیرے عہد اور تیرے وعدہ کو یاد دلاتا ہوں! اے اللہ! اگر تو چاہے تو تیری عبادت نہیں کی جائے گی' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: آپ کے لیے اتنی دعا کافی ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اپنے خیمہ سے) باہر نکلے اور آپ یہ پڑھ رہے تھے: عنقریب (کفار کا) لشکر شکست کھائے گا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۝ (القمر: ۴۵)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۱۵ میں گزر چکی ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی اور حضرت ابوبکر کی خیر خواہی کی وضاحت

اس حدیث میں (اللہ کے حضور) عرض ہے: "انشدك" یعنی میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تو اپنے وعدہ کو پورا فرما کہ کفار پر مسلمانوں کو غلبہ عطاء فرمائے گا اور اپنے رسول کی مدد فرمائے گا اور دینِ اسلام کو غالب کرے گا۔

(اللہ کے حضور) عرض: اگر تو چاہے تو تیری عبادت نہیں کی جائے گی' یعنی اس دن کے بعد' اور حضرت عمر کی روایت میں ہے: اے اللہ! اگر اہل اسلام کی یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

حضرت ابوبکر نے کہا: آپ کے لیے اتنی دعا کافی ہے' پس اب بس کریں۔

علامہ خطابی نے اس کی شرح میں لکھا ہے: یہ وہم نہ کیا جائے کہ حضرت ابوبکر کو اس حالت میں اللہ تعالیٰ پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ بھروسا تھا' کیونکہ یہ امر قطعاً جائز نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو زیادہ دعا کر رہے تھے' اس کی وجہ اپنے اصحاب پر شفقت اور ان کی تقویت تھی کیونکہ یہ ان کا دشمنوں سے مقابلہ کا پہلا موقع تھا' اس لیے آپ نے بہت گڑگڑا کر دعا کی اور صحابہ کو علم تھا کہ آپ کا وسیلہ مقبول ہے اور آپ کی دعا مستجاب ہے' پس جب حضرت ابوبکر نے آپ سے عرض کیا تو آپ زیادہ دعا کرنے سے رک گئے' کیونکہ آپ کو علم ہو گیا تھا کہ آپ کی دعا قبول ہو گئی ہے اور حضرت ابوبکر نے بھی اپنے دل میں قوت اور طمانیت کو پا لیا تھا' جب آپ نے ان سے یہ بات کہی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

غزوۂ بدر میں نبی ﷺ کی دعاؤں کے متعلق احادیث اور آثار

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور وہ اس وقت کم سن تھے (چار پانچ سال کے تھے) سو وہ غزوۂ بدر میں حاضر نہیں تھے اور انہوں نے یہ واقعہ حضرت عمر یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے سنا ہوگا' اس لیے یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ جب بدر کا معرکہ تھا تو رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور آپ کے اصحاب تین سو انیس تھے' تب آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہاتھ پھیلا کر دعا کی اور مسلسل دعا کرتے رہے' حتیٰ کہ آپ کی چادر آپ کے کندھوں سے ڈھلک گئی اور دوسری سند سے روایت ہے کہ جب معرکہ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ بہت کثیر تھے اور مسلمانوں کی طرف دیکھا تو وہ بہت قلیل تھے تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی' حضرت ابوبکر آپ کی دائیں جانب کھڑے تھے اور رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! اے اللہ! مجھ کو نہ چھوڑنا اور مجھے شرمندہ نہ کرنا' مجھے اپنی قوم سے دور نہ کرنا' اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا میں تجھے وہ یاد دلاتا ہوں۔

امام ابن اسحاق کی روایت ہے: آپ نے دعا کی: اے اللہ! یہ قریش اپنے کثیر گھوڑوں اور اپنے اوپر فخر کرتے ہوئے لڑنے آئے ہیں اور تیرے رسول کی تکذیب کرنے آئے ہیں' اے اللہ! سو تیری وہ مدد جس کا تو نے وعدہ کیا ہے!

اس حدیث میں "قبة" کا ذکر ہے' اس سے مراد وہ چھپر ہے جو صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے بیٹھنے کے لیے بنایا تھا۔

اس حدیث میں "انشدك" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: میں تجھ سے طلب کرتا ہوں۔

امام طبرانی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم نے کسی طلب کرنے والے کو اتنی شدت کے ساتھ اپنی گم شدہ چیز کو طلب کرتے ہوئے نہیں سنا جتنی شدت کے ساتھ نبی ﷺ بدر کے دن اللہ سے نصرت کو طلب کر رہے تھے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ دعا میں اس قدر شدت اور کوشش اس وجہ سے کر رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ فرشتے لڑنے کے لیے تیار کھڑے ہیں اور انصار موت کی سختیوں کے متعلق سوچ رہے ہیں' اور جہاد کبھی ہتھیاروں سے ہوتا ہے اور کبھی دعا سے ہوتا ہے اور سنت یہ ہے کہ مسلمانوں کے امیر کو لشکر کے عقب میں ہونا چاہیے' کیونکہ وہ خود قتال نہیں کرتا' لہٰذا وہ آرام اور راحت سے نہ بیٹھے' پس وہ دو جہادوں میں سے ایک جہاد کے ساتھ مشغول رہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے۔

اس حدیث میں ہے: اے اللہ! اگر تو چاہے تو تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

حضرت عمر کی روایت ہے: اے اللہ! مسلمانوں کی یہ جماعت اگر آج ہلاک ہوگئی تو تیری روئے زمین پر عبادت نہیں کی جائے گی۔ نبی ﷺ نے یہ اس لیے کہا تھا کیونکہ آپ کو علم تھا کہ آپ خاتم النبیین ہیں' سو اگر آپ ان صحابہ کے ساتھ شہید ہو گئے تو پھر آپ کے بعد کسی نبی کو ایمان کی دعوت دینے کے لیے مبعوث نہیں کیا جائے گا اور مشرکین قیامت تک غیر اللہ کی عبادت کرتے رہیں گے پس اس حدیث کا معنی ہے کہ اس شریعت کے ساتھ روئے زمین پر عبادت نہیں کی جائے گی۔ امام نسائی اور امام حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے غزوۂ بدر کے دن تھوڑی دیر قتال کیا' پھر آیا تو رسول اللہ ﷺ سجدہ میں دعا کر رہے تھے: "یا حی یا قیوم" میں نے جا کر قتال کیا' میں پھر آیا تو آپ اسی طرح دعا کر رہے تھے۔

اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر کہا: بس کریں! اتنی دعا کافی ہے' اور عنقریب کتاب التفسیر

میں یہ روایت آئے گی کہ آپ نے اپنے رب سے بہت زیادہ دعا کر لی ہے۔

امام طبرانی کی روایت میں بھی یہ دعا ہے اور امام مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے: سو آپ کے پاس حضرت ابوبکر آئے اور انہوں نے آپ کی چادر کو پکڑ کر آپ کے کندھوں پر ڈالا' پھر آپ کی پشت سے لپٹ گئے اور کہا: اے اللہ کے نبی! آپ کی اپنے رب سے اتنی مناجات کافی ہے' وہ عنقریب آپ سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا فرمائے گا' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ . (الانفال:۹) جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول فرمالی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی فرشتوں سے مدد فرمائی' اس اضافہ سے اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت ظاہر ہو گئی۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۵۰۔۱۴۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

نبی ﷺ کی بہ کثرت دعاؤں کی توجیہ

حافظ ابو سلیمان حمد بن محمد الخطابی المتوفی ۳۸۸ھ لکھتے ہیں:

ہم بیان کر چکے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن نبی ﷺ کا بہت گڑگڑا کر دعا کرنا اور اپنے رب سے نصرت کو طلب کرنا صرف اس لیے تھا کہ آپ کے اصحاب کو تسکین ہو اور ان کے دل مطمئن ہوں' کیونکہ معرکہ بدر وہ پہلا دن تھا' جس میں ان کا دشمن سے مقابلہ ہوا اور مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور ان کے پاس اسلحہ بھی نہ ہونے کے برابر تھا اور ان کے دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی اور وہ مہلک اسلحہ سے لیس تھے اور ان کو یہ اعتماد تھا کہ جب آپ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول فرمائے گا' لہٰذا نبی ﷺ کا اپنے رب سے نصرت کو طلب کرنا اور بہت زیادہ دعا کرنا اس وجہ سے تھا' اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ بہ کثرت دعاؤں سے ان کا دل پر سکون ہو چکا ہے تو انہوں نے آپ سے عرض کیا: اب بس کریں! آپ کی اتنی دعائیں کافی ہیں اور نبی ﷺ یہ بشارت دیتے ہوئے اُٹھے کہ عنقریب (کفار کا لشکر) شکست کھائے گا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر فرار ہوں گے۔ (القمر:۴۵) اور اگر ہماری اس تاویل کو قبول نہ کیا جائے تو لازم آئے گا کہ حضرت ابوبکر کو اللہ تعالیٰ کی نصرت پر زیادہ یقین تھا اور ان کا ایمان نبی ﷺ سے زیادہ قوی تھا' حالانکہ اس کا وہم بھی کرنا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے۔

(اعلاء السنن فی شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۶۹۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۸ھ)

٥- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان نہیں لکھا اور وہ اس وقت ایسا کرتے ہیں جب وہ باب ابوابِ سابقہ کے لیے بہ منزلہ فصل ہو۔

٣٩٥٤ - حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الْكَرِيْمِ اَنَّهٗ سَمِعَ مِقْسَمًا مَّوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوْلُ ﴿لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (النساء:٩٥) عَنْ بَدْرٍ وَّالْخَارِجُوْنَ اِلٰى بَدْرٍ .

امام بخاری بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ان کو ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ مجھے عبدالکریم نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن الحارث کے آزاد کردہ غلام مقسم سے سنا کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جو مسلمان غزوۂ بدر میں حاضر نہیں ہوئے اور اپنے گھروں

[طرف الحدیث:٤٥٩٥] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں) میں بیٹھے رہے وہ ان مسلمانوں کے برابر نہیں ہیں جو اپنے گھروں سے نکل کر بدر کی طرف گئے۔

حدیث مذکور کی ابوابِ سابقہ کے ساتھ مناسبت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: یہ حدیث ابوابِ سابقہ کے اس طرح مناسب ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بدر سے غائب رہنے والے صحابہ فضیلت میں ان صحابہ کے برابر نہیں ہیں جو بدر میں حاضر تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۰۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کی فہم میں شارحین دیوبند کی غلطی

کشف الباری کے مرتب نے لکھا ہے کہ شیخ گنگوہی نے لامع الدراری ج ۸ص ۲۵۰ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث خصوصیت سے اصحابِ بدر کے متعلق نہیں ہے بلکہ عام ہے کہ جو جہاد میں شامل نہیں ہوئے وہ ان کے برابر نہیں ہیں جو جہاد میں شامل ہوئے تھے اور اصحابِ بدر بھی اس حکم میں داخل ہیں اور شیخ سلیم اللہ خان کی رائے یہ ہے کہ یہ حدیث صرف اصحابِ بدر کے متعلق ہے اور اس میں حکم عام نہیں ہے۔ (کشف الباری (کتاب المغازی) ص ۹۶۔۹۴ ملخصاً مکتبہ فاروقیہ کراچی ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: یہ دونوں باتیں غلط ہیں یہ حدیث صرف اصحابِ بدر کی فضیلت کے متعلق ہے جیسا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کی قصہ بدر میں روایت کی ہے تاہم اس حدیث سے یہ عام معنی ضرور نکلتا ہے کہ جہاد میں شرکت کرنے والے ان سے ضرور افضل ہیں جنہوں نے جہاد میں شرکت نہیں کی۔

٦- بَابُ عِدَّةِ اَصْحَابِ بَدْرٍ

اصحابِ بدر کی تعداد

٣٩٥٥- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اُسْتُصْغِرْتُ اَنَا وَابْنُ عُمَرَ - [طرف الحدیث:٣٩٥٦] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو کم سن قرار دیا گیا تھا۔

٣٩٥٦- وَحَدَّثَنِي مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا وَهْبٌ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اُسْتُصْغِرْتُ اَنَا وَابْنُ عُمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ وَّكَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ يَوْمَ بَدْرٍ نَيِّفًا عَلٰى سِتِّيْنَ وَالْاَنْصَارُ نَيِّفًا وَّاَرْبَعِيْنَ وَمِائَتَيْنِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: اور مجھے محمود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے وہب نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو جنگ بدر کے دن کم عمر قرار دیا گیا اور اس جنگ میں مہاجرین ساٹھ سے زائد تھے اور انصار دو سو چالیس (۲۴۰) سے زائد تھے۔

یہ حدیث اس حدیث سے پہلے آ چکی ہے۔

حضرت ابن عمر کو غزوۂ بدر میں واپس کیا گیا تھا یا غزوۂ اُحد میں؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: مجھے اور حضرت ابن عمر کو جنگ بدر میں کم سن قرار دیا گیا۔ اس حدیث پر قاضی عیاض اور علامہ ابن التین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول کو رد کرتی ہے کہ مجھے جنگ اُحد میں کم عمر قرار دیا گیا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے' کیونکہ پہلے حضرت ابن عمر کو جنگ بدر میں کم سن قرار دے کر جنگ میں شامل نہیں کیا گیا تھا' پھر انہوں نے اپنے آپ کو جنگ اُحد میں پیش کیا تو ان کو پھر بھی کم عمر قرار دیا گیا اور جس وقت ان کو جنگ اُحد میں پیش کیا گیا تھا' اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی۔

حاضرینِ بدر کی تعداد میں اختلاف کا سبب

غزوۂ بدر کے حاضرین کی تعداد میں اختلاف ہے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے: وہ کل تین سو چودہ (۳۱۴) مرد تھے' مہاجرین میں سے تراسی (۸۳) مرد تھے اور انصار کے قبیلہ اَوس سے اکسٹھ (۶۱) مرد تھے اور قبیلہ خزرج میں سے ایک سو ستر (۱۷۰) مرد تھے' ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شامل تھے اور یہ تعداد امام بخاری کی ذکر کردہ تعداد کے خلاف ہے۔

امام مسلم نے از حضرت ابن عباس از حضرت عمر رضی اللہ عنہم یہ روایت کی ہے کہ جب غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور جب آپ نے اپنے اصحاب کی طرف دیکھا تو وہ تین سو انیس (۳۱۹) تھے۔ (الحدیث)

امام ابن سعد نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین کی طرف تین سو پانچ اصحاب کے ساتھ نکلے' ان میں سے چوہتر (۷۴) مہاجرین تھے اور باقی انصار تھے اور آٹھ پیچھے رہ گئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا مالِ غنیمت میں سے حصہ رکھا اور فرمایا تھا: ان کو اجر ملے گا' وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے' وہ اپنی زوجہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کی وجہ سے رُک گئے تھے' اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما تھے' جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان کے قافلہ کی جاسوسی کرنے کے لیے بھیجا تھا اور حضرت لبابہ رضی اللہ عنہ تھے' جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا تھا اور حضرت عاصم بن عدی تھے جن کو آپ نے اہلِ عالیہ کی حفاظت کے لیے چھوڑا تھا اور الحارث بن حاطب تھے جن کو آپ نے کسی کام سے بنو عمرو بن عوف کے قبیلہ کی طرف بھیجا تھا اور حارث بن صمہ اور خوات بن جبیر تھے جن کی روحاء میں ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں' سو یہ آٹھ مرد ہیں جو اعذار کی وجہ سے بدر میں نہیں آ سکے تھے اور ہمارے نزدیک ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے' اکلیل میں مذکور ہے کہ غزوۂ بدر میں تین سو پندرہ مرد تھے۔

العسکری نے اوائل میں لکھا ہے کہ غزوۂ بدر میں تراسی (۸۳) مہاجر تھے' اور اکسٹھ (۶۱) اَوس کے مرد تھے اور ایک سو ستر خزرجی تھے۔

امام بزار نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر میں تین سو سترہ مرد تھے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ تعداد میں اس اختلاف کی کیا وجہ ہے؟ تو میں کہوں گا کہ امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حقیقت میں حاضرینِ بدر تین سو پانچ یا چھ تھے اور جنہوں نے اس تعداد پر اضافہ کیا ہے' انہوں نے ان میں ان صحابہ کو بھی شامل کر لیا ہے جن کو کم سن ہونے کی وجہ سے جہاد میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی تھی' جیسے حضرت البراء بن عازب' حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم۔

امام احمد نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ بدر میں حاضر تھے؟ انہوں نے کہا: میں بدر سے کہاں چھپتا؟ گویا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے' جیسا کہ ثابت ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں دس سال رہے ہیں' اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی خدمت کی ابتداء اس وقت ہوئی تھی جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تھے' پس گویا کہ وہ آپ کے ساتھ وادیٔ بدر کی طرف نکلے تھے یا وہ اپنے چچا حضرت ابوطلحہ کے ساتھ نکلے تھے جو ان کی ماں کے شوہر تھے' اور اسی طرح حضرت جابر

بن عبداللہ رضی اللہ عنہما تھے' کیونکہ امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ ان سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں غزوۂ بدر کے دن اپنے اصحاب کے لیے پانی لا رہا تھا اور بعض علماء (حافظ ابن حجر) نے ان میں حضرت سعد بن مالک ساعدی کا بھی ذکر کیا ہے' جو حضرت سہل کے والد ہیں' اور ان کی راستہ میں وفات ہوگئی تھی' اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ میں اختلاف ہے کہ آیا وہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے یا ان کو کسی کام سے واپس کر دیا گیا تھا اور ہماری اس تحریر سے یہ واضح ہو گیا کہ غزوۂ بدر کے حاضرین کی تعداد میں اختلاف کی کیا وجہ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۱۰-۱۰۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۵۷- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا أَنَّهُمْ كَانُوْا عِدَّةَ أَصْحَابِ طَالُوْتَ الَّذِيْنَ جَاوَزُوْا مَعَهُ النَّهَرَ بِضْعَةَ عَشَرَ وَثَلٰثَ مِائَةٍ قَالَ الْبَرَاءُ لَا وَاللّٰهِ مَا جَاوَزَ مَعَهُ النَّهَرَ إِلَّا مُؤْمِنٌ.

[اطراف الحدیث: ۳۹۵۸-۳۹۵۹] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے حاضرینِ بدر کی تعداد بتائی کہ وہ حضرت طالوت کے ان اصحاب کے برابر تھی جنہوں نے ان کے ساتھ دریا کو پار کیا تھا اور وہ تین سو دس سے زائد تھے۔ حضرت البراء نے بتایا کہ اللہ کی قسم! ان کے ساتھ صرف ان لوگوں نے دریا پار کیا تھا جو مؤمن تھے۔

طالوت کا مختصر قصہ اور ان کے لشکر کی تعداد

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

طالوت کا نام عبرانی زبان میں شاول ہے' یہ چمڑے کو رنگتے تھے' یہ وہب کا قول ہے اور عکرمہ اور سدی نے کہا ہے کہ یہ پانی لانے والے تھے' اپنے گدھے پر پانی لاد کر لاتے تھے' اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں ان کا قصہ ذکر کیا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کی طرف حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک نبی بھیجا جن کا نام اشمویل تھا' ان پر عمالقہ کا بادشاہ جالوت غالب آ گیا' یہ لوگ مصر اور فلسطین کے درمیان بحر روم کے ساحل کے پاس رہتے تھے' تب بنی اسرائیل نے حضرت اشمویل سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ ان کے لیے ایک بادشاہ مقرر کرے جو جالوت کو قتل کرے' پس انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے طالوت کو امیر بنانے کا حکم دیا' اور جب حضرت اشمویل نے دعا کی تھی تو ان کے پاس ایک لاٹھی آئی اور ایک سینگ آیا جس میں قدس کا تیل تھا' ان سے کہا گیا کہ تمہارا بادشاہ وہ ہوگا جس کا قد اس لاٹھی کے برابر ہوگا اور جب وہ تمہارے پاس آئے گا تو وہ اس تیل کو پونچھ کر خشک کرے گا' سو اتفاق سے جب طالوت پانی کو تلاش کرنے کے لیے اپنے گدھے پر بیٹھ کر نکلا تو وہ حضرت اشمویل کے پاس آیا' انہوں نے اس کا قد ناپا تو وہ لمبائی میں اس لاٹھی کے برابر تھا' اور اس سینگ میں جو تیل تھا اس نے اس کو کپڑے سے پونچھ کر خشک کر دیا' جب حضرت اشمویل نے یہ ماجرا دیکھا تو فرمایا: تم بنی اسرائیل کے بادشاہ ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ط (البقرۃ: ۲۴۷)

اور ان کے نبی نے ان سے فرمایا: بے شک اللہ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر فرما دیا۔

ان کا قصہ طویل ہے' خلاصہ یہ ہے کہ ان کے پاس اسی ہزار کا لشکر جمع ہو گیا' پس ان سے طالوت نے کہا:

اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ (البقرہ:۲۴۹) بے شک اللہ تم کو ایک دریا کے ذریعہ آزمائش میں ڈالے گا۔

تاکہ تمہاری اطاعت گزاری دکھائے' یہ دریائے اُردن تھا' تو جس نے اس سے پانی پی لیا وہ مجھ سے نہیں اور جو اس سے پانی نہیں پیئے گا وہ میرا ہے' یعنی میرا اطاعت گزار ہے' بہر حال چند لوگوں کے سوا سب نے اس دریا سے پانی پی لیا اور ان کی تعداد تین سو دس سے زائد تھی اور ان ہی میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی تھے' اور جب طالوت اور جالوت کے درمیان جنگ ہوئی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا' جالوت کی موت کے بعد حضرت اشمویل علیہ السلام بھی فوت ہو گئے' اس وقت ان کی عمر باون سال تھی' پھر طالوت بھی جنگ میں مارے گئے اور ان کی حکومت کی مدت چالیس سال تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۱۱۔۱۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۵۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كُنَّا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَحَدَّثُ اَنَّ عِدَّةَ اَصْحَابِ بَدْرٍ عَلٰى عِدَّةِ اَصْحَابِ طَالُوْتَ الَّذِيْنَ جَاوَزُوْا مَعَهُ النَّهَرَ وَلَمْ يُجَاوِزْ مَعَهُ اِلَّا مُؤْمِنٌ بِضْعَةَ عَشَرَ وَثَلَاثَ مِائَةٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابو اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب آپس میں یہ گفتگو کرتے تھے کہ اصحاب بدر کی تعداد طالوت کے ان اصحاب کے برابر تھی جنہوں نے ان کے ساتھ دریا عبور کیا تھا اور ان کے ساتھ صرف انہوں نے دریا عبور کیا تھا جو تین سو دس سے زیادہ مؤمن تھے۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۳۹۵۷ میں بھی مذکور ہے۔

یہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت البراء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

۳۹۵۹- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّ اَصْحَابَ بَدْرٍ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَّبِضْعَةَ عَشَرَ بِعِدَّةِ اَصْحَابِ طَالُوْتَ الَّذِيْنَ جَاوَزُوْا مَعَهُ النَّهَرَ وَمَا جَاوَزَ مَعَهُ اِلَّا مُؤْمِنٌ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان از ابو اسحٰق حضرت البراء (ح) اور ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از ابو اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم یہ باتیں کرتے تھے کہ اصحابِ بدر تین سو دس اور چند افراد تھے جو ان اصحابِ طالوت کی تعداد کے برابر تھے' جنہوں نے ان کے ساتھ دریا عبور کیا تھا اور ان کے ساتھ صرف مؤمن نے دریا عبور کیا تھا۔

یہ حدیث' صحیح البخاری: ۳۹۵۷ میں بھی مذکور ہے' مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کی سند اوّل الذکر حدیث کی سند سے مختلف ہے۔

حاضرینِ بدر کے متعلق حافظ ابن حجر کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی ان روایات میں اصحابِ بدر کی تعداد مبہم ہے یعنی تین سو دس اور چند اصحاب تھے۔

امام مسلم نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ ان کی تعداد تین سو انیس تھی اور امام بزار نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے تین سو ستر کی روایت کی ہے۔

امام احمد' امام بزار اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تین سو تیرہ کی روایت کی ہے۔

اسی طرح امام ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی نے عبیدہ بن عمر سے اور سلمانی نے جو بہت بڑے تابعی ہیں اور بعض نے حضرت علی سے سند موصول کے ساتھ تین سو تیرہ کی روایت کی ہے' امام ابن اسحاق اور اہل مغازی کی ایک جماعت سے تین سو تیرہ کی روایت ہے۔

امام ابن اسحاق سے تین سو چودہ کی بھی روایت ہے' امام سعید بن منصور' امام طبرانی نے اور امام بیہقی نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ بدر کی طرف گئے' تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم اپنا شمار کرو تو ان کی تعداد تین سو چودہ تھی' پھر ان سے فرمایا: تم دوبارہ گنو' انہوں نے دوبارہ گنا تو وہ تین سو پندرہ تھے۔

امام بیہقی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر کی طرف نکلے اور آپ کے ساتھ تین سو پندرہ افراد تھے۔ یہ روایت اس سے پہلی روایت کے منافی نہیں ہے' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ گنا ہو اور نہ اس شخص کو گنا ہو جو آخر میں آیا تھا تو خلاصہ یہ ہے کہ غزوۂ بدر کے شرکاء کی تعداد تین سو تیرہ ہی تھی۔

اور جس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ان کی تعداد تین سو انیس تھی تو ہوسکتا ہے کہ اس میں ان کم سن صحابہ کو بھی شامل کرلیا ہو جن کو جہاد میں شرکت کی اجازت نہیں ملی تھی' جیسے حضرت البراء' حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم۔

امام احمد نے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت انس سے پوچھا گیا کہ آیا آپ بدر میں حاضر تھے؟ تو انہوں نے کہا: میں بدر سے کہاں غائب ہوتا' گویا وہ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کیونکہ انہوں نے دس سال آپ کی خدمت کی ہے' اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی خدمت کی ابتداء اس وقت سے ہوئی جب آپ مدینہ میں تشریف لائے تھے' پھر وہ آپ کے ساتھ ہی بدر میں گئے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ بدر میں مسلمانوں کے ساتھ ستر (٧٠) جنات بھی تھے' اور مشرکین ایک ہزار تھے اور ان کے پاس سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے۔

امام ابوداؤد نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں بدر کے دن اپنے اصحاب کو پانی پلا رہا تھا' اور جب اس طرح تطبیق ہوگئی تو جان لینا چاہیے کہ تمام اصحاب لڑنے کے لیے حاضر نہیں ہوئے تھے اور ان میں سے صرف تین سو پانچ یا تین سو چھ لڑنے کے لیے حاضر ہوئے تھے جیسا کہ امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے' اور عنقریب حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث آئے گی کہ ان کی پھوپھی کے بیٹے حضرت حارثہ بن سراقہ بدر کے دن جاسوسی کے لیے نکلے اور وہ اس دن غلام تھے' ان کو ایک تیر آکر لگا جس سے وہ شہید ہوگئے اور امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اہلِ بدر تین سو اور چھ مرد تھے' اور امام ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ اہلِ بدر تین سو اور پانچ تھے' گویا کہ انہوں نے ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شمار نہیں کیا' اور انہوں نے تطبیق کی یہ صورت بیان کی ہے کہ آٹھ شخص اہلِ بدر میں شمار کیے گئے تھے اور وہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا مالِ غنیمت میں سے حصہ نکالا تھا کیونکہ وہ ضرورت کی وجہ سے معرکۂ بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے' ان میں سے ایک حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں جو اپنی زوجہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیمارداری میں آپ کی اجازت سے مشغول تھے اور وہ اس وقت مرض الموت میں تھیں' اور حضرت طلحہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما تھے جو قریش کے قافلہ کی جاسوسی کے لیے گئے

ہوئے تھے' یہ تینوں صحابہ مہاجرین میں سے تھے اور حضرت ابولبابہ تھے جن کو آپ نے مقام روحاء سے واپس کر دیا تھا اور ان کو مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا تھا' اور حضرت عاصم بن عدی تھے' ان کو اہل العالیہ پر خلیفہ بنایا تھا اور حضرت الحارث بن حاطب تھے ان کو بنی عمرو بن عوف پر خلیفہ بنایا تھا' اور حضرت الحارث بن الصمہ تھے جو مقام روحاء میں زخمی ہو گئے تھے تو آپ نے ان کو واپس مدینہ بھیج دیا تھا اور حضرت خوات بن جبیر بھی اسی طرح تھے' سو ان صحابہ کا امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے اور دوسروں نے حضرت سعد بن مالک کا بھی ذکر کیا ہے جو حضرت سہل کے والد تھے اور وہ راستہ میں فوت ہو گئے تھے' اور جن صحابہ میں اختلاف ہے کہ آیا وہ بدر میں حاضر ہوئے تھے یا کسی کام سے واپس کر دیئے گئے تھے وہ حضرت سعد بن عبادہ ہیں' جن کا ذکر صحیح مسلم میں ہے اور صبیح جو احیمہ کے مولیٰ تھے' وہ مرض کی وجہ سے واپس چلے گئے تھے' حاکم نے نقل کیا ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ بھی ان صحابہ میں سے تھے' جن کا حصہ مقرر کیا گیا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۵۳۔۱۵۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ خلاصہ یہ ہے کہ امام ابن جریر نے کہا ہے کہ شرکاءِ بدر کی تعداد تین سو پانچ تھی' امام بخاری نے کہا ہے کہ تین سو دس اور چند تھی' امام بزار نے تین سو سترہ کی روایت کی ہے اور امام مسلم نے تین سو انیس کی روایت کی ہے اور امام احمد اور دیگر ائمہ حدیث نے تین سو تیرہ کی روایت کی ہے اور یہی تعداد مشہور ہے اور اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ بعض صحابہ کو کم سنی کی وجہ سے لڑائی میں شریک نہیں کیا گیا اور بعض صحابہ کو کسی کام یا کسی عذر کی وجہ سے واپس کر دیا گیا جن کی تفصیل حافظ ابن حجر نے متعدد حوالوں سے ذکر کی ہے۔

٧- بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى كُفَّارِ قُرَيْشٍ شَيْبَةَ وَعُتْبَةَ وَالْوَلِيْدِ وَاَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ وَهَلَاكِهِمْ

کفارِ قریش' شیبہ' عتبہ' ولید اور ابوجہل بن ہشام کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا کرنا اور ان کا ہلاک ہونا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

شیبہ کا نام شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے' اور عتبہ کا نام عتبہ بن ولید ہے اور ولید عتبہ کا بیٹا ہے' اور ابوجہل کا نام عمرو بن ہشام بن المغیرہ ہے' اس کی کنیت ابوالحکم تھی' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کنیت ابوجہل رکھی۔

یہ تمام کفار غزوۂ بدر میں قتل کیے گئے تھے' شیبہ کو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ نے قتل کیا تھا اور عتبہ کو حضرت عبید بن الحارث بن المطلب رضی اللہ نے قتل کیا تھا' ابن ہشام نے کہا کہ اس کے قتل میں حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما مشترک تھے' اور ولید کو حضرت علی رضی اللہ نے قتل کیا تھا' اور رہا ابوجہل تو اس کو حضرت معاذ بن عمرو بن جموح اور حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما نے قتل کیا تھا' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ اس کا سر کاٹ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٩٦٠- حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْاِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِسْتَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَعْبَةَ فَدَعَا عَلٰى نَفَرٍ مِّنْ قُرَيْشٍ عَلٰى شَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَاَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ فَاَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از عمرو بن میمون از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف منہ کیا اور آپ نے قریش کی ایک جماعت کے خلاف دعاءِ ضرر کی' شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ' ولید بن عتبہ اور ابوجہل

صَرْعٰی قَدْ غَیَّرَتْهُمُ الشَّمْسُ وَکَانَ یَوْمًا حَارًّا۔

بن ہشام کے خلاف' پس میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو اوندھے منہ پڑے دیکھا' دھوپ نے ان کے جسموں کو متغیر کر دیا تھا اور وہ سخت گرم دن تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤٠ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت

یہ حدیث اس سے پہلے کتاب الوضوء میں گزر چکی ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحن کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے' اس وقت ایک بدبخت نے اونٹنی کے بچہ دان کو آپ کی پیٹھ پر لا کر رکھ دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خلاف دعاءِ ضرر کی تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ سب بدر کے دن مقتول ہو کر اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاءِ ضرر کو بددعا کہنے کا عدم جواز

اس حدیث کی شرح میں اور ترجمہ میں شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے کئی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بددعاء کا لفظ استعمال کیا ہے' باب کے ترجمہ میں' حدیث کے ترجمہ میں اور تین مرتبہ اس حدیث کی شرح میں۔

(کشف الباری' کتاب المغازی ص ١٠١-١٠٠' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

ہمارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاءِ ضرر کو بددعا کہنا جائز نہیں ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فعل بد نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: ٢١)

بے شک اللہ کے رسول (کی زندگی) میں تمہارے لیے نہایت حسین نمونہ ہے۔

اس موقع پر دعاءِ ضرر کرنے کا جواب شیخ سلیم اللہ کی طرف سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر کفار کے خلاف دعاءِ ضرر کیوں کی؟ اس کے جواب میں شیخ سلیم اللہ خان' شیخ اعزاز علی سے نقل کر کے لکھتے ہیں:

مشرکین کی اس حرکت سے اس تعلق کے اندر اور اس فطری عمل کے اندر خلل واقع ہوا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے اپنی عام عادت (یعنی قوم کی تکلیف دینے کے باوجود ان کے حق میں دعا کرنا) کے خلاف کیا اور یہاں ان لوگوں کے خلاف بددعا کی جو اس حرکت میں شامل تھے۔ (کشف الباری' کتاب المغازی' ص ١٠١ ملخصا' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

اس موقع پر دعاءِ ضرر کرنے کا جواب مصنف کی طرف سے

ہمارے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر دعاءِ ضرر کر کے یہ بتایا ہے کہ کفار نے مجھ پر پتھر برسائے' مجھ پر آوازے کسے' میرا چہرہ خون آلود کیا' میں نے ان سب مظالم پر صبر کیا' لیکن جب انہوں نے میرے رب کی عبادت میں خلل ڈالا تو اس ظلم کو میں نے برداشت نہیں کیا اور اس عمل سے ہمیں یہ پیغام دیا کہ تمہاری ذات پر ظلم کیا جائے تو برداشت کر لینا لیکن اگر دین کے خلاف کوئی حرکت کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں خلل ڈالے تو اس کو برداشت نہ کرنا' اس وجہ سے آپ نے یہاں ان لوگوں کے خلاف دعاءِ ضرر کی۔

آج ہمارا حال یہ ہے کہ دین کے خلاف کوئی کیسا ہی اقدام کرے' نبیوں کی توہین کرے' مساجد کو منہدم کرے' صحابہ پر تبرا کرے' ہمارے کانوں میں جوں تک نہیں رینگتی' لیکن اگر کوئی شخص ہماری ذات پر حملہ کرے تو فوراً ہماری تیغِ انتقام باہر نکل آتی ہے' اس کے برعکس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ طبعاً بدگو تھے نہ تکلفاً' نہ بازاروں میں بلند آواز سے بات کرتے تھے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے لیکن معاف کر دیتے تھے اور درگزر کرتے تھے۔

(سنن ترمذی: ٢٠١٦' مسند احمد ج٦ ص ١٧٤' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٢ ص ٦٣٧)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات پر کیے جانے والے ظلم کا بدلہ لیا ہو' لیکن جب اللہ کی محارم کی بے توقیری کی جاتی تو آپ سب سے زیادہ غضب میں آتے اور جب بھی آپ کو دو چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حکم دیا جاتا تو آپ آسان چیز کو اختیار کر لیتے بہ شرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔

(صحیح البخاری: ٣٥٦٠-٦١٢٦-٦٨٥٣' صحیح مسلم: ٢٣٢٧' سنن ابوداؤد: ٤٧٨٥' سنن نسائی: ٢٨١' مسند احمد ج٦ ص ١٦)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مالِ غنیمت سے) کچھ تقسیم کیا تو انصار کے ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! یہ وہ تقسیم ہے جس سے اللہ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا' میں نے دل میں کہا کہ یہ بات میں ضرور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتاؤں گا' میں آپ کے پاس گیا' اس وقت آپ اپنے اصحاب کے پاس تھے' میں نے چپکے سے یہ بات آپ کو بتائی تو آپ کو یہ بات بہت ناگوار گزری' آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ غضب میں آ گئے' حتیٰ کہ میں نے یہ چاہا کہ میں نے آپ کو یہ خبر نہ دی ہوتی! پھر آپ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی تھی اور انہوں نے اس پر صبر کیا تھا۔

(صحیح البخاری: ٦١٠٠' صحیح مسلم: ١٠٦٨' مسند احمد ج١ ص ٣٨٠)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ کے اوپر غزوۂ اُحد کے دن سے بھی سخت دن کوئی آیا تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تمہاری قوم کی طرف سے مجھ پر جو سختیاں آئیں سو آئیں اور سب سے زیادہ سختی مجھ پر عقبہ (گھاٹی) کے دن آئی' جب میں نے ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے اوپر اپنے آپ کو پیش کیا' میں نے اس سے جو چاہا تھا اس نے مجھے وہ جواب نہیں دیا' سو میں غم زدہ ہو کر گیا' پھر جب میں قرن الثعالب میں پہنچا تو میں پرسکون ہوا' میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک بادل مجھ پر سایا کر رہا تھا' میں نے غور کیا تو اس میں حضرت جبریل تھے' انہوں نے مجھے آواز دے کر کہا: آپ کی قوم نے آپ کو جو جواب دیا ہے' وہ اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تاکہ آپ ان کے متعلق جو چاہیں حکم دیں' پس پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے آواز دے کر مجھے سلام کیا' پھر کہا: اے (سیّدنا) محمد! اگر آپ چاہیں تو میں اس بستی کے لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں؟ تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلکہ میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگوں کو نکالے گا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ (صحیح البخاری: ٣٢٣١' صحیح مسلم: ١٧٩٥' السنن الکبریٰ: ٧٧٠٦)

سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت یہ تھی کہ آپ کی ذات پر جو ظلم کیا جائے' آپ اس کو برداشت کر لیتے تھے لیکن دین کے خلاف کوئی بات کرے یا آپ کی عبادت میں خلل ڈالے' آپ اس کو برداشت نہیں کرتے تھے' اس لیے آپ نے ان کفارِ قریش کے خلاف دعاءِ ضرر کی۔

٨- بَابُ قَتْلِ اَبِیْ جَهْلٍ

ابوجہل کے قتل کا بیان

اس باب میں ابوجہل کے قتل کی کیفیت کو بیان کیا ہے۔

٣٩٦١- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ اَخْبَرَنَا قَيْسٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهُ اَتٰی اَبَا جَهْلٍ وَّبِهٖ رَمَقٌ يَّوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ هَلْ اَعْمَدُ مِنْ رَّجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قیس نے خبر دی از حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ کہ وہ ابوجہل کے پاس بدر کے دن آئے اور ابھی اس میں کچھ رمق حیات تھی' تو ابوجہل نے کہا: کیا اس سے بڑا کوئی اور شخص ہے جس کو تم نے قتل کیا ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''رمق'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بقیہ روح جو حلق میں متردد ہو رہی ہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''ھل اعمد من رجل قتلتموہ'' اس کا معنی ہے: جس شخص کو تمہاری قوم نے قتل کیا ہے' کیا اس سے زیادہ تعجب کی کوئی بات ہے! یعنی اس شخص کو قتل کرنا تمہارے لیے کوئی فخر کی بات ہے اور نہ یہ میرے لیے باعث عار ہے' یعنی وہ اپنے آپ کو تسلی دے رہا تھا کہ اس کی قوم نے اس کو قتل کیا ہے' یہ اس کے لیے عار اور ملامت کی بات نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ص ١١٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٩٦٢- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِیُّ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) وَحَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِیِّ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّنْظُرُ مَا صَنَعَ اَبُوْ جَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتّٰی بَرَدَ قَالَ اَاَنْتَ اَبُوْ جَهْلٍ قَالَ فَاَخَذَ بِلِحْيَتِهٖ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ اَوْ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ اَنْتَ اَبُوْ جَهْلٍ ۔ [اطراف الحدیث: ٣٩٦٣-٤٠٢٠] (صحیح مسلم: ١٨٠٠' الرقم المسلسل: ٤٥٥٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان تیمی نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ح) اور مجھے عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی از سلیمان تیمی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون یہ دیکھ کر آئے گا کہ ابوجہل نے کیا کیا؟ سو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے تو اس کو اس حال میں پایا کہ حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کے دو بیٹے اس کو مار چکے تھے حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا' حضرت ابن مسعود نے پوچھا: کیا تو ابوجہل ہے؟ حضرت ابن مسعود نے اس کی ڈاڑھی کو پکڑا تو اس نے کہا: کیا تم نے اس سے بڑے کسی آدمی کو بھی قتل کیا تھا؟ یا کہا: اس سے کسی بڑے آدمی کو اس کی قوم نے قتل کیا ہے؟ احمد بن یونس نے کہا: تو ابوجہل ہے۔

حضرت معاذ اور حضرت معوذ کا نسب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابوجہل کو حضرت عفراء کے دو بیٹوں نے قتل کیا تھا۔

صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ اس کو حضرت معاذ بن عمرو بن جموح اور حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما نے قتل کیا تھا اور وہ حضرت حارث بن رفاعہ بن سواد کے بیٹے ہیں اور حضرت عفراء ان کی والدہ ہیں' اور وہ عبید بن ثعلبہ النجاریہ کی بیٹی ہیں۔

حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے ہی ابوجہل کی ٹانگ کاٹ کر اس کو پچھاڑ دیا تھا' پھر حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے اس کو ضرب لگائی تھی' پھر اس کو اس حال میں چھوڑ دیا تھا کہ ابھی اس میں کچھ جان باقی تھی' پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اُچھل کر آئے اور اس کا سر کاٹ لیا۔

ابوجہل کا سر کاٹنے کے وقت حضرت ابن مسعود کا اس سے مکالمہ

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود نے کہا: ''انت ابو جھل؟'' (تو ابوجہل ہے؟) یہ فقط المستملی کی روایت ہے اور اکثرین کی روایت اس طرح ہے: ''انت ابا جھل؟'' یعنی تو پچھاڑا ہوا ہے' اے ابوجہل!

یہ انہوں نے اس لیے کہا کہ وہ مکہ میں مسلمانوں کو بہت ایذاء پہنچاتا تھا۔

حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: میں نے ابوجہل کو اس حال میں پایا کہ اس میں زندگی کی آخری سانسیں تھیں' پس میں نے اس کی گردن پر اپنا پیر رکھ دیا' اور میں نے کہا: اے اللہ کے دشمن! تجھے اللہ نے رسوا کر دیا' اس نے کہا: مجھے کیسے رسوا کیا؟ کیا تم نے اس سے بڑے آدمی کو کبھی قتل کیا ہے؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: پھر میں اس کا سر کاٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا' پس میں نے کہا: یہ اللہ کے دشمن ابوجہل کا سر ہے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: اللہ کی حمد ہے جس نے اسلام کو اور اہلِ اسلام کو غلبہ عطاء فرمایا۔

امام ابواسحاق کی روایت میں ہے کہ جب کوئی بشارت دینے والا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابوجہل کے قتل کی بشارت لے کر آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تین بار حلف لیا کہ اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے' تو نے واقعی اس کو مقتول دیکھا ہے؟ اور جب اس نے حلف اُٹھالیا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گر گئے۔

امام مسلم کی مرسل روایت میں مذکور ہے کہ ابوجہل نے کہا: کاش! مجھے کسان کے علاوہ کسی اور نے قتل کیا ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٩٦٣- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ سُلَیْمَانَ التَّیْمِیِّ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ بَدْرٍ مَنْ یَّنْظُرُ مَا فَعَلَ اَبُوْجَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَوَجَدَهٗ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتّٰی بَرَدَ فَاَخَذَ بِلِحْیَتِهٖ فَقَالَ اَنْتَ اَبَا جَهْلٍ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلَهٗ قَوْمُهٗ اَوْ قَالَ قَتَلْتُمُوْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عدی نے حدیث بیان کی از سلیمان التیمی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن فرمایا: یہ کون دیکھ کر آئے گا کہ ابوجہل نے کیا کیا ہے؟ پس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے تو انہوں نے ابوجہل کو اس حال میں پایا کہ حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کے دو بیٹے اسے مار چکے تھے' حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا' پس انہوں نے اس کی

ڈاڑھی پکڑ کر کہا: تو مرا پڑا ہے اے ابوجہل! تو اس نے کہا: کیا اس سے (بھی) بڑے کسی آدمی کو اس کی قوم نے قتل کیا ہے! یا کہا: اس سے بڑے آدمی کو تم نے قتل کیا ہے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۶۲ میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنِي ابْنُ الْمُثَنّٰى اَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ اَخْبَرَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَحْوَهُ ۔

مجھے ابن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن معاذ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس کی مثل حدیث بیان کی۔

٣٩٦٤- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَتَبْتُ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ الْمَاجِشُوْنَ عَنْ صَالِحِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ فِيْ بَدْرٍ يَعْنِيْ حَدِيْثَ ابْنَيْ عَفْرَاءَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے از یوسف بن الماجشون لکھا از صالح بن ابراہیم از والد خود از جد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں یعنی حضرت عفراء کے دو بیٹوں کی حدیث رضی اللہ عنہم۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۱ میں گزر چکی ہے۔

٣٩٦٥- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقَاشِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا اَبُوْ مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّجْثُوْ بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ لِلْخُصُوْمَةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَقَالَ قَيْسُ بْنُ عُبَادٍ وَّفِيْهِمْ اُنْزِلَتْ ﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ﴾ (الحج: ١٩) قَالَ هُمُ الَّذِيْنَ تَبَارَزُوْا يَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةُ وَعَلِيٌّ وَّعُبَيْدَةُ اَوْ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْحَارِثِ وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَعُتْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدُ بْنُ عُتْبَةَ ۔

[اطراف الحدیث: ۳۹۶۷۔۴۷۴۴] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبداللہ رقاشی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا' وہ کہتے تھے کہ ہمیں ابومجلز نے حدیث بیان کی از قیس بن عباد از حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جو قیامت کے دن سب سے پہلے رحمان کے سامنے اپنے جھگڑے کے لیے دوزانو بیٹھے گا' اور قیس بن عباد نے کہا: ان ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے: یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق نزاع کیا۔ (الحج: ۱۹) انہوں نے کہا: یہ وہ دو مقابل ہیں جنہوں نے غزوۂ بدر کے دن (اپنے اپنے فریق کو) للکارا تھا' حضرت حمزہ' حضرت علی اور حضرت عبیدہ یا حضرت ابوعبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم اور شیبہ بن ربیعہ' عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔

حضرت علی کے قول میں اوّل سے مراد اوّلیت اضافی ہے اور الحج: ۱۹ کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: میں وہ پہلا شخص ہوں جو قیامت کے دن سب سے پہلے رحمٰن کے سامنے اپنے فریق سے جھگڑے کے لیے دوزانو بیٹھے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد میں اوّلیت سے مراد اوّلیت اضافی ہے' یعنی اس اُمت میں سب سے پہلے میں

اپنے فریق سے جھگڑے کے لیے دوزانو بیٹھوں گا۔

اس حدیث میں مذکور ہے: یہ وہ دو مقابل ہیں جنہوں نے اپنے فریق کو للکارا تھا۔ (الحج:١٩) یہ پوری آیت اس طرح ہے:

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ ○ (الحج:١٩)

یہ وہ دو مقابل ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق نزاع کیا' سو جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے کپڑے تیار کر دیئے گئے' ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا○

اس آیت میں دو فریقوں میں سے ایک کی یعنی کفار کی سزا بیان فرمائی ہے' اس کی تفسیر حسب ذیل ہے:

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ اور عتبہ بن ربیعہ قوم میں سب سے بڑی عمر کے تھے' پس حضرت عبیدہ نے عتبہ کو للکارا' اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو للکارا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو للکارا اور موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں ہے: حضرت حمزہ نے عتبہ کو للکارا' اور حضرت عبیدہ نے شیبہ کو للکارا' اور حضرت علی نے ولید کو للکارا' پھر دونوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علی نے ولید کو قتل کر دیا اور حضرت حمزہ نے اس کو قتل کر دیا جس کو انہوں نے للکارا تھا' اور حضرت عبیدہ نے جس کو للکارا تھا' اس کی تلوار کی ضرب حضرت عبیدہ کے گھٹنے میں لگی جس سے وہ شہید ہو گئے' پھر حضرت حمزہ اور حضرت علی نے اس کو قتل کر دیا جس نے حضرت عبیدہ کو شہید کر دیا تھا۔ (پہلے ان کی للکار کے مقابلہ میں انصار اُٹھے تھے تو انہوں نے کہا: ہمیں ان سے کوئی غرض نہیں' ہمارے مقابلہ میں ہمارے بنو عم آئیں' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے حمزہ! آپ اُٹھیں اور اے علی! تم اُٹھو اور اے عبیدہ! آپ اُٹھیں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۵۷)

''عبیدہ'' عبد بن الحارث بن عبد المطلب کی تصغیر ہے' ان کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دس سال زیادہ ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے یہ اسلام لے آئے تھے' جس دن یہ شہید ہوئے اس وقت ان کی عمر تریسٹھ سال تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۱۷-۱۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٩٦٦- حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ هَاشِمٍ عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَزَلَتْ ﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ﴾ (الحج:١٩) فِيْ سِتَّةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ عَلِيٍّ وَّحَمْزَةَ وَعُبَيْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ .

[اطراف الحدیث: ٣٩٦٨-٣٩٦٩-٤٧٤٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی ہاشم از ابی مجلز از قیس بن عباد از حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت: ''یہ وہ دو مقابل ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق نزاع کیا'' (الحج:١٩) قریش کے چھ افراد کے متعلق نازل ہوئی وہ چھ یہ ہیں: حضرت علی' حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم اور شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور الولید بن عتبہ۔

اس حدیث کی شرح حدیث سابق میں گزر چکی ہے۔

٣٩٦٧- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ كَانَ يَنْزِلُ فِيْ بَنِيْ ضُبَيْعَةَ وَهُوَ مَوْلًى لِّبَنِيْ سَدُوْسَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم الصواف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یوسف بن یعقوب نے حدیث بیان کی' وہ بنو ضبیعہ میں ٹھہرے تھے اور وہ بنو سدوس کے آزاد کردہ غلام تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں

تَعَالٰی عَنْهُ فِینَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ ﴿هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ﴾ (الحج:١٩) .

سلیمان تیمی نے حدیث بیان کی از ابی مجلز از قیس بن عباد وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت ہمارے معاملہ میں نازل ہوئی ہے: یہ وہ دو مقابل ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق نزاع کیا۔ (الحج:١٩)

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٩٦٥ میں گزر چکی ہے۔

٣٩٦٨- حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِیْ هَاشِمٍ عَنْ اَبِیْ مِجْلَزٍ عَنْ قَیْسِ بْنِ عُبَادٍ سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یُقْسِمُ لَنَزَلَتْ هٰؤُلَاءِ الْاٰیَاتُ فِیْ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطِ السِّتَّةِ یَوْمَ بَدْرٍ نَحْوَهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن جعفر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے خبر دی از سفیان از ابی ہاشم از ابی مجلز از قیس بن عباد وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ قسم کھاتے تھے کہ یہ آیات ان چھ مردوں کی جماعت کے متعلق بدر کے دن نازل ہوئی ہے، اسی حدیث کی مثل۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٣٩٦٥ میں ملاحظہ فرمائیں۔

٣٩٦٩- حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الدَّوْرَقِیُّ حَدَّثَنَا هُشَیْمٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ هَاشِمٍ عَنْ اَبِیْ مِجْلَزٍ عَنْ قَیْسٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ یُقْسِمُ قَسَمًا اِنَّ هٰذِهِ الْاٰیَةَ ﴿هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ﴾ (الحج:١٩) نَزَلَتْ فِی الَّذِیْنَ بَرَزُوْا یَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةَ وَعَلِیٍّ وَعُبَیْدَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَعُتْبَةَ وَشَیْبَةَ ابْنَیْ رَبِیْعَةَ وَالْوَلِیْدِ بْنِ عُتْبَةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم الدورقی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابو ہاشم نے خبر دی از ابی مجلز از قیس، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ قسم کھاتے تھے کہ بے شک یہ آیت: ''یہ وہ دو مقابل ہیں جنہوں نے اپنے رب کے متعلق نزاع کیا'' (الحج:١٩) یہ ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے بدر کے دن للکارا تھا: حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم اور عتبہ اور شیبہ، جو دونوں ربیعہ کے بیٹے تھے اور ولید بن عتبہ۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ٣٩٦٥ کا مطالعہ کریں۔

٣٩٧٠- حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ سَعِیْدٍ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ السَّلُوْلِیُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ سَاَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ وَاَنَا اَسْمَعُ قَالَ اَشَهِدَ عَلِیٌّ بَدْرًا قَالَ وَبَارَزَ وَظَاهَرَ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن سعید ابوعبداللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن منصور سلولی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی اسحاق، انہوں نے کہا: ایک آدمی نے حضرت البراء سے سوال کیا اور میں سن رہا تھا، انہوں نے کہا: کیا حضرت علی غزوۂ بدر میں حاضر تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! انہوں نے تو للکارا تھا اور وہ غالب رہے تھے۔

٣٩٧١- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ

يُوْسُفُ بْنُ الْمَاجِشُوْنَ عَنْ صَالِحِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ كَاتَبْتُ اُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ فَذَكَرَ قَتْلَهٗ وَقَتْلَ ابْنِهٖ فَقَالَ بِلَالٌ لَّا نَجَوْتُ اِنْ نَّجَا اُمَيَّةُ .

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یوسف بن الماجشون نے حدیث بیان کی از صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف از والد خود از جدّ خود عبدالرحمان' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اُمیہ بن خلف سے معاہدہ کیا' پھر جب غزوۂ بدر کا دن آیا تو انہوں نے اُمیہ اور اس کے بیٹے کے قتل کا ذکر کیا' پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے (اس کو دیکھا تو) کہا: اگر آج اُمیہ بچ گیا تو میری (آخرت میں) نجات نہیں ہوگی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۱ میں گزر چکی ہے۔

امیہ بن خلف کے مقتول ہونے کا قصہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ اور اُمیہ بن خلف میں دوستی تھی' حضرت عبدالرحمان نے کہا: میں غزوۂ بدر کے دن اُمیہ کو چھپانے کے لیے ایک پہاڑ کی طرف نکلا' اس وقت صحابہ سو چکے تھے' حضرت بلال نے اس کو دیکھ لیا جس وقت وہ مجلس انصار کے پاس کھڑے ہوئے تھے' تب حضرت بلال نے کہا: اگر آج امیہ نے نجات پالی تو میں نجات نہیں پا سکوں گا' وہ انصار کے ایک گروہ کے ساتھ ہمارے پیچھے آئے' پھر جب مجھے خطرہ ہوا کہ وہ ہم سے آملیں گے تو میں نے امیہ کے بیٹے کو پیچھے چھوڑ دیا' تا کہ حضرت بلال اور ان کے اصحاب اس کے ساتھ مشغول رہیں' سو انہوں نے اس کو قتل کر دیا' پھر بھی ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا' اُمیہ کا بہت بھاری جسم تھا' میں نے اس سے کہا: تم بیٹھ جاؤ' جب وہ بیٹھ گیا تو میں نے اپنے آپ کو اس کے اوپر گرا دیا' تا کہ میں اس کو حضرت بلال اور ان کے اصحاب کے حملہ سے بچاؤں' انہوں نے میرے نیچے سے اس کے اوپر تلواروں کے وار کیے' حتیٰ کہ اس کو قتل کر ڈالا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت بلال نے اُمیہ کو اس لیے قتل کیا تھا کہ اس نے مکہ میں حضرت بلال کو بہت ایذائیں پہنچائی تھیں۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ حضرت بلال اُمیہ کو قتل کرنے میں منفرد تھے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اُمیہ کو انصار کے ایک شخص نے قتل کیا تھا جس کا تعلق بنو مازن سے تھا' امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ اس کو حضرت حصن بن حارث بن عبدالمطلب نے قتل کیا تھا' اور یہ ہو سکتا ہے کہ جب حضرت عبدالرحمان کے نیچے سے اس پر حملہ ہو رہا تھا تو ان دونوں کی تلواروں نے اس کو قتل کیا ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۷۲- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَرَاَ ﴿وَالنَّجْمِ﴾ (النجم: ١) فَسَجَدَ بِهَا وَسَجَدَ مَنْ مَّعَهٗ غَيْرَ اَنَّ شَيْخًا اَخَذَ كَفًّا مِّنْ تُرَابٍ فَرَفَعَهٗ اِلٰى جَبْهَتِهٖ فَقَالَ يَكْفِيْنِيْ هٰذَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ بَعْدُ قُتِلَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از شعبہ از ابی اسحاق از الاسود از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے سورۃ النجم کی تلاوت کی' پس اس میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ جو لوگ تھے' انہوں نے بھی سجدہ کیا سوا ایک بوڑھے کے' اس نے ایک مشت مٹی اُٹھا کر اپنی پیشانی کی طرف بلند کی' پھر کہا: مجھے یہ

كَافِرًا .

کافی ہے' حضرت عبداللہ نے کہا: میں نے اس کو بعد میں دیکھا وہ حالتِ کفر میں قتل کیا گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٦٧ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس بوڑھے سے مراد اُمیہ بن خلف ہے اور وہ غزوۂ بدر میں قتل کیا گیا تھا۔

٣٩٧٣- اَخْبَرَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ كَانَ فِی الزُّبَيْرِ ثَلٰثُ ضَرَبَاتٍ بِالسَّيْفِ اِحْدَاهُنَّ فِیْ عَاتِقِهٖ قَالَ اِنْ كُنْتُ لَاُدْخِلُ اَصَابِعِیْ فِيْهَا قَالَ ضُرِبَ ثِنْتَيْنِ يَوْمَ بَدْرٍ وَّوَاحِدَةً يَوْمَ الْيَرْمُوْكِ قَالَ عُرْوَةُ وَقَالَ لِیْ عَبْدُالْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ حِيْنَ قُتِلَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ يَاعُرْوَةُ هَلْ تَعْرِفُ سَيْفَ الزُّبَيْرِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَمَا فِيْهِ قُلْتُ فِيْهِ فَلَّةٌ فُلَّهَا يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ صَدَقْتَ

بِهِنَّ فُلُوْلٌ مِّنْ قِرَاعِ الْكَتَائِبِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی از معمر از ہشام از عروہ' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (کے جسم) میں تلوار کی تین ضربوں کے نشانات تھے' ان میں سے ایک نشان ان کے کندھے میں تھا' انہوں نے بتایا: میں اپنی انگلیاں اس میں داخل کر دیا کرتا تھا' انہوں نے کہا کہ دو ضربیں ان کو جنگ بدر میں لگی تھیں اور ایک ضرب ان کو جنگ یرموک میں لگی تھی' عروہ نے بتایا: جب حضرت عبداللہ بن الزبیر شہید ہو گئے تو مجھ سے عبدالملک بن مروان نے کہا: اے عروہ! کیا تم حضرت زبیر کی تلوار کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: اس کی کوئی نشانی بتاؤ' میں نے کہا کہ بدر کی جنگ میں اس کی دھار کا ایک حصہ ٹوٹ گیا تھا' اس نے کہا: تم نے سچ کہا' پھر اس نے یہ مصرع پڑھا: ع

لشکر کے ساتھ لڑتے لڑتے ان کی تلواروں کی دھاریں کئی جگہ سے ٹوٹ گئی ہیں۔

ثُمَّ رَدَّهٗ عَلٰی عُرْوَةَ قَالَ هِشَامٌ فَاَقَمْنَاهُ بَيْنَنَا ثَلَاثَةَ اٰلَافٍ وَّاَخَذَهٗ بَعْضُنَا وَلَوَدِدْتُ اَنِّیْ كُنْتُ اَخَذْتُهٗ .

پھر عبدالملک نے وہ تلوار عروہ کو واپس کر دی' ہشام نے کہا: ہمارا اندازہ ہے کہ اس تلوار کی قیمت تین ہزار (درہم) تھی' اس تلوار کو ہم میں سے ایک شخص نے لے لیا تھا' میری خواہش تھی کہ وہ تلوار میں نے لی ہوتی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٧٢١ میں گزر چکی ہے۔

جنگ یرموک کا قصہ اور حضرت عروہ کو تلوار واپس کرنے کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے اور ان کو تلوار کے دو زخم لگے تھے۔

اس حدیث میں یرموک کا ذکر ہے' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ وہ شام کی سمت میں ایک جگہ ہے' حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ وہ فلسطین کے نواح میں ہے' اور کہا جاتا ہے کہ وہ دریا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ اص ۱۴۰)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جنگ یرموک کا واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اوائل میں ہوا تھا' یہ معرکہ تیرہ ہجری میں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان شام میں ہوا تھا' ایک قول یہ ہے کہ یہ معرکہ پندرہ ہجری میں ہوا تھا' پہلے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس کے بعد والی حدیث میں ہے کہ اس وقت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی عمر دس سال تھی۔ ''یرموک'' فلسطین کے نواح میں ایک جگہ ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہ دمشق سے تھوڑے فاصلہ پر ایک جگہ ہے اور یہیں یہ واقعہ ہوا تھا' اس جنگ میں ایک مقام پر ستر ہزار رومی مارے گئے تھے کیونکہ انہوں نے ثابت قدم رہنے کے لیے اپنے آپ کو زنجیروں سے باندھ رکھا تھا' پھر جب ان کو شکست ہوئی تو ان میں سے اکثر مارے گئے' اس جنگ میں ہرقل کی طرف سے ان کا امیر باہان تھا اور اس دن مسلمانوں کے امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۵۹' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ یہ معرکہ دمشق کی فتح کے بعد پندرہ ہجری میں ہوا تھا اور یہی جمہور کا مختار ہے' اس جنگ میں چار ہزار مسلمان شہید ہو گئے تھے' رومیوں کے تقریباً ایک لاکھ پانچ ہزار مارے گئے تھے اور اس جنگ میں سو مسلمان ایسے تھے جو غزوۂ بدر میں حاضر تھے۔

اس مصرع میں ''فلول من قراع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: تلواروں کا ٹکرانا' اور ''کتائب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: لشکر۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ: پھر عبدالملک نے وہ تلوار عروہ کو واپس کر دی۔

حضرت عروہ اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے' جب حجاج بن یوسف نے مکہ کا محاصرہ کیا' اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شہید ہو گئے تو حجاج نے ان کے سامان پر قبضہ کر لیا' اور اس نے وہ سامان عبدالملک کو بھیج دیا' وہ اس وقت دمشق کا حکمران تھا' اس سامان میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار بھی تھی' عبدالملک نے حضرت عروہ سے اس کے متعلق سوال کیا اور حضرت عروہ شام میں عبدالملک کے پاس گئے تھے' سو اس نے ان کو وہ تلوار واپس کر دی۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ہشام نے کہا: اس تلوار کو ہم میں سے ایک شخص نے لے لیا تھا۔

یعنی بعض وارثوں نے لے لیا تھا' اور وہ عثمان بن عروہ تھے جو ہشام کے بھائی تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ اص ۱۳۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۷٤- حَدَّثَنَا فَرْوَةُ عَنْ عَلِيٍّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ سَيْفُ الزُّبَيْرِ مُحَلًّى بِفِضَّةٍ قَالَ هِشَامٌ وَّكَانَ سَيْفُ عُرْوَةَ مُحَلًّى بِفِضَّةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں فروۃ نے حدیث بیان کی از علی از ہشام از والدخود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار چاندی سے مزین تھی' ہشام نے کہا کہ عروہ کی تلوار بھی چاندی سے مزین تھی۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

یہ حدیث' حدیثِ سابق کے مطابق ہے اور وہ حدیث باب کے مطابق تھی' اور کسی چیز کا مطابق بھی اس چیز کے مطابق ہوتا ہے' لہٰذا حدیثِ سابق کے واسطے سے یہ حدیث بھی باب کے مطابق ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۷ اص ۱۲۹)

٣٩٧٥- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لِلزُّبَيْرِ يَوْمَ الْيَرْمُوْكِ اَلَا تَشُدُّ فَنَشُدَّ مَعَكَ فَقَالَ اِنِّيْ اِنْ شَدَدْتُ كَذَبْتُمْ فَقَالُوْا لَا نَفْعَلُ فَحَمَلَ عَلَيْهِمْ حَتّٰى شَقَّ صُفُوْفَهُمْ فَجَاوَزَهُمْ وَمَا مَعَهُ اَحَدٌ ثُمَّ رَجَعَ مُقْبِلًا فَاَخَذُوْا بِلِجَامِهِ فَضَرَبُوْهُ ضَرْبَتَيْنِ عَلٰى عَاتِقِهِ بَيْنَهُمَا ضَرْبَةٌ ضُرِبَهَا يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ عُرْوَةُ كُنْتُ اُدْخِلُ اَصَابِعِيْ فِيْ تِلْكَ الضَّرَبَاتِ اَلْعَبُ وَاَنَا صَغِيْرٌ قَالَ عُرْوَةُ وَكَانَ مَعَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ يَوْمَئِذٍ وَّهُوَ ابْنُ عَشْرِ سِنِيْنَ فَحَمَلَهُ عَلٰى فَرَسٍ وَّكَّلَ بِهِ رَجُلًا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروۃ نے خبر دی از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے جنگ یرموک کے دن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ حملہ نہیں کرتے' پس ہم بھی آپ کے ساتھ حملہ کریں' حضرت زبیر نے کہا: اگر میں نے ان پر شدت سے حملہ کیا تو تم پیچھے رہ جاؤ گے' انہوں نے کہا: ہم ایسا نہیں کریں گے' پھر حضرت زبیر نے دشمن (رومیوں) پر شدید حملہ کیا' حتیٰ کہ ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے نکل گئے اور ان کے ساتھ کوئی ایک مسلمان بھی نہیں تھا' پھر وہ (مسلمانوں کی طرف) واپس آئے تو رومیوں نے ان (کے گھوڑے) کی لگام پکڑ لی اور ان کے کندھے کے اوپر تلوار سے دو کاری وار کیے' جو زخم ان کو غزوۂ بدر میں لگا تھا' وہ ان دو زخموں کے درمیان آ گیا' عروہ نے کہا: جب میں کم سن تھا تو میں ان زخموں میں انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتا تھا' عروہ نے بتایا کہ جنگ یرموک میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی حضرت زبیر کے ساتھ تھے' اس وقت ان کی عمر دس سال تھی' اس لیے ان کو گھوڑے پر سوار کر کے ان کو ایک شخص کے سپرد کر دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٣٧٢١ کا مطالعہ کریں۔

٣٩٧٦- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ سَمِعَ رَوْحَ بْنَ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ ذَكَرَ لَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ بِاَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ رَجُلًا مِّنْ صَنَادِيْدِ قُرَيْشٍ فَقُذِفُوْا فِيْ طَوِيٍّ مِّنْ اَطْوَاءِ بَدْرٍ خَبِيْثٍ مُّخْبِثٍ وَّكَانَ اِذَا ظَهَرَ عَلٰى قَوْمٍ اَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلٰثَ لَيَالٍ فَلَمَّا كَانَ بِبَدْرٍ الْيَوْمَ الثَّالِثَ اَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ فَشُدَّ عَلَيْهَا رَحْلُهَا ثُمَّ مَشٰى وَتَبِعَهُ اَصْحَابُهُ وَقَالُوْا مَا نُرٰى يَنْطَلِقُ اِلَّا لِبَعْضِ حَاجَتِهِ حَتّٰى قَامَ عَلٰى شَفَةِ الرَّكِيِّ فَجَعَلَ يُنَادِيْهِمْ بِاَسْمَاءِهِمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَاءِهِمْ يَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَيَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ اَيَسُرُّكُمْ اَنَّكُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے روح بن عبادۃ سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی عروبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا از حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن صنادید قریش میں سے چوبیس (٢٤) مردوں کے متعلق حکم دیا تو ان کو اندھیرے اور گندے کنویں میں پھینک دیا گیا' آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ کسی دشمن پر غالب آتے تو تین دن تک میدانِ جنگ میں ٹھہرتے' پس غزوہ بدر کے تیسرے دن آپ کے حکم سے آپ کی سواری پر کجاوہ کس دیا گیا' پھر آپ روانہ ہوئے اور آپ کے اصحاب نے بھی آپ کی پیروی کی' صحابہ نے گمان کیا

اَطَعْتُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّا قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا تُكَلِّمُ مِنْ اَجْسَادٍ لَّا اَرْوَاحَ لَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ قَالَ قَتَادَةُ اَحْيَاهُمُ اللّٰهُ حَتّٰى اَسْمَعَهُمْ قَوْلَهٗ تَوْبِيْخًا وَّتَصْغِيْرًا وَّنِقْمَةً وَّحَسْرَةً وَّنَدَمًا .

کہ آپ کسی کام سے جا رہے ہیں' حتیٰ کہ آپ اس کنویں کی منڈیر پر آ کر کھڑے ہو گئے' پھر آپ کفارِ قریش کو ان کے اور ان کے باپوں کا نام لے کر نداء کرنے لگے' (آپ فرما رہے تھے:) اے فلاں بن فلاں! اور اے فلاں بن فلاں! کیا تمہارے لیے یہ بات خوش گوار نہ تھی کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے! کیونکہ بے شک ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا' ہم نے اس کو برحق پالیا' تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا' آیا تم نے اس کو برحق پایا۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ ایسے اجسام سے باتیں کر رہے ہیں' جن میں جانیں نہیں ہیں' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں' تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا تھا حتیٰ کہ ان کو آپ کی بات سنا دی' یہ سنانا ان کو جھڑکنے' ان کو ذلیل وخوار کرنے' ان کو سزا دینے اور ان کی حسرت اور نامرادی کے لیے تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٦٥ میں گزر چکی ہے۔

صنادید کا معنی اور جن چوبیس صنادید قریش کو بدر کے کنویں میں ڈالا گیا' ان کے نام

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں صنادید کا لفظ ہے' یہ عفریت کے وزن پر صندید کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: بہادر سردار' عنقریب حضرت البراء کی روایت میں آئے گا کہ غزوۂ بدر میں ستر کفارِ قریش مارے گئے تھے اور جن لوگوں کو بدر کے کنویں میں ڈالا گیا تھا' یہ قریش کے سردار تھے' پھر عام کفارِ قریش کو ڈالا گیا تھا۔ صنادیدِ قریش سے آپ نے اس لیے خطاب فرمایا ہے کہ یہ آپ سے شدید عناد رکھتے ہیں' اور کفارِ قریش کے باقی مقتولین کو دوسری جگہوں پر ڈال دیا گیا تھا' علامہ واقدی نے بتایا ہے کہ اس کنویں کو بنو النار کے ایک مرد نے کھودا تھا' اس مناسبت سے ان کفار کی لاشوں کو اس کنویں میں ڈالا گیا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی تو کہا:

یا رسول اللہ! آپ ان کو ان کے مرنے کے تین دن بعد پکار رہے ہیں اور کیا یہ آپ کا کلام سن رہے ہیں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ۔ (النمل: ٨٠) آپ مُردوں کو نہیں سناتے۔

تو آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! تم میرے کلام کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' لیکن یہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے!

اس حدیث کی بعض عبارت پر یہ اعتراض ہے کہ اُمیہ بن خلف کو کنویں میں نہیں ڈالا گیا تھا' کیونکہ اس کی لاش بہت بھاری تھی

اور اس کا جسم سوج کر پھول گیا تھا' سو اس کی لاش پر پتھر اور مٹی ڈال کر اس کو چھپا دیا گیا۔

امام ابن اسحاق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ اُمیہ کی لاش کنویں کے قریب تھی' سو اس کو بھی نداء کی گئی تھی' کیونکہ وہ بھی صنادیدِ قریش میں شامل تھا' اس کے علاوہ مزید جن صنادید قریش کو اس نداء میں شامل کرنا صحیح ہے' وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) بنوعبد شمس بن عبد مناف میں سے عبیدہ (۲) ابواُحیحہ کا والد عاص (۳) سعید بن عاص بن امیہ (۴) حنظلہ بن ابی سفیان (۵) ولید بن عتبہ بن ربیعہ (۶) بنونوفل بن عبد مناف میں سے حارث بن عامر بن نوفل (۷) طعیمہ بن عدی (۸) جمیع قریش میں سے نوفل بن خویلد بن اسد (۹) زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد (۱۰) زمعہ کا بھائی عقیل (۱۱) ابوجہل کا بھائی عامی بن ہشام (۱۲) ابوقیس بن ولید (حضرت خالد بن ولید کا بھائی) (۱۳'۱۴) حجاج سہمی کے دو بیٹے نبیہ اور منبہ (۱۵) امیہ بن خلف کا بیٹا علی (۱۶) عمرو بن عثمان (حضرت طلحہ کا چچا) (۱۷) مسعود بن ابی اُمیہ (حضرت اُم سلمہ کا بھائی) (۱۸) قیس بن فاکہ بن مغیرہ (۱۹) اسود بن عبدالاسد (ابوسلمہ کا بھائی) (۲۰) ابوالعاص بن قیس بن عدی سہمی (۲۱) اُمیمہ بن رفاعہ بن ابی رفاعہ۔ یہ بیس کفار قریش ہیں' ان کے ساتھ چار کفار (عتبہ' شیبہ' امیہ اور ابوجہل) شامل کرنے سے کُل چوبیس ہو گئے۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے کنویں والو! تم نبی کے بُرے رشتہ داروں میں سے ہو' تم میری تکذیب کرتے ہو اور عام لوگ میری تصدیق کرتے تھے۔ (فتح الباری ج۵ ص۱۶۲-۱۶۱' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٣٩٧٧- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿اَلَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ (ابراہیم:۲۸) قَالَ هُمْ وَاللّٰهِ كُفَّارُ قُرَيْشٍ قَالَ عَمْرٌو هُمْ قُرَيْشٌ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَةُ اللّٰهِ ﴿وَاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ○﴾ (ابراہیم:۲۸) قَالَ اَلنَّارَ يَوْمَ بَدْرٍ .

[طرف الحدیث: ۴۷۰۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جن لوگوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل ڈالا۔ (ابراہیم:۲۸) حضرت ابن عباس نے بتایا: اللہ کی قسم! وہ کفار قریش ہیں' عمرو نے کہا: وہ قریش ہیں اور (سیّدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی نعمت ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان لوگوں نے اپنی قوم کو دوزخ میں جھونک دیا○ (ابراہیم:۲۸) عمرو نے کہا: انہوں نے بدر کے دن اپنی قوم کو آگ میں جھونک دیا۔

اس حدیث میں عمرو سے مراد عمرو بن دینار ہیں۔

٣٩٧٨- حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَفَعَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهٖ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ فَقَالَتْ وَهِلَ ابْنُ عُمَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِنَّمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَيُعَذَّبُ بِخَطِيْئَتِهٖ وَذَنْبِهٖ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود' انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرنے والے پر اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اس کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے' حضرت عائشہ نے فرمایا:

وَاِنَّ اَهْلَهُ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهِ الْاٰنَ .

حضرت ابن عمر پر اللہ رحم فرمائے! وہ بھول گئے' رسول اللہ ﷺ نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ مرنے والے کو اس کی خطاؤں اور اس کے گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے اور اس کے گھر والے اس پر رو رہے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۸۸ میں گزر چکی ہے۔

۳۹۷۹- قَالَتْ وَذَاكَ مِثْلُ قَوْلِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْقَلِيْبِ وَفِيْهِ قَتْلٰى بَدْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ لَهُمْ مَّاقَالَ اِنَّهُمْ لَيَسْمَعُوْنَ مَا اَقُوْلُ اِنَّمَا قَالَ اِنَّهُمُ الْاٰنَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ مَاكُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ حَقٌّ ثُمَّ قَرَاَتْ ﴿اِنَّكَ لَاتُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ (النمل:۸۰) ﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ○﴾ (الفاطر:۲۲) يَقُوْلُ حِيْنَ تَبَوَّؤُوْا مَقَاعِدَهُمْ مِنَ النَّارِ .

حضرت عائشہ نے کہا: اور یہ اس کی مثل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کنویں کے پاس کھڑے ہوئے اور اس کنویں میں مشرکین میں سے بدر کے مقتولین پڑے ہوئے تھے' تو آپ نے ان سے فرمایا جو فرمایا' بے شک یہ سن رہے ہیں جو میں کہہ رہا ہوں' حالانکہ آپ نے ان سے صرف یہ فرمایا تھا: بے شک یہ اب جان رہے ہیں کہ جو کچھ میں ان سے کہتا تھا وہ برحق تھا' پھر حضرت عائشہ نے یہ آیت پڑھی: بے شک آپ مردوں کو نہیں سناتے۔ (النمل:۸۰) اور یہ آیت پڑھی: اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں ○ (فاطر:۲۲) حضرت عائشہ فرماتی تھیں: (یعنی ان کو سنانے والے نہیں ہیں) جو اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا چکے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

۳۹۸۰'۳۹۸۱- حَدَّثَنِيْ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ وَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَلِيْبِ بَدْرٍ فَقَالَ ﴿فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّاوَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا﴾ (الاعراف:٤٤) ثُمَّ قَالَ اِنَّهُمُ الْاٰنَ يَسْمَعُوْنَ مَا اَقُوْلُ فَذُكِرَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ اِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُمُ الْاٰنَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ الَّذِيْ كُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ هُوَ الْحَقُّ ثُمَّ قَرَاَتْ ﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ (النمل:۸۰) حَتّٰى قَرَاَتِ الْاٰيَةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ بدر کے کنویں کی منڈیر کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: کیا تم نے اپنے رب کے کیے ہوئے وعدہ کو برحق پالیا؟ (الاعراف:۴۴) پھر فرمایا: یہ اب سن رہے ہیں جو میں ان سے کہہ رہا ہوں' پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا: ان کو اب علم ہو رہا ہے کہ میں ان سے جو کچھ کہتا تھا وہ برحق تھا' پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: بے شک آپ مردوں کو نہیں سناتے۔ (النمل:۸۰) حتیٰ کہ پوری آیت پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

سماعِ موتیٰ کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حدیث:۳۹۷۹ میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول منقول ہے اس کے قائل عروہ ہیں' ان کا مطلب یہ تھا کہ حضرت عائشہ نے جو فاطر:۲۲ سے استدلال کیا ہے' اس سے ان کی مراد مطلقاً سماع موتی کی نفی نہیں ہے بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ آپ ان مُردوں کو سنانے والے نہیں ہیں جو اس وقت دوزخ کے عذاب میں ہیں۔

لہٰذا حضرت عائشہ کے سماع موتی کے انکار اور حضرت ابن عمر کے اثبات میں کوئی تعارض نہیں ہے' لیکن اس کے بعد جو روایت ہے وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عائشہ سماع موتی کا مطلقاً انکار کرتی ہیں کیونکہ انہوں نے کہا کہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں: "ان کو اب علم ہو رہا ہے" اور حضرت ابن عمر کو یہ وہم ہوا ہے کہ وہ اب سن رہے ہیں۔

امام بیہقی نے یہ کہا ہے کہ علم سماع کے منافی نہیں ہے' اور النمل: ۸۰ کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو ان کے مردہ ہونے کے حال میں نہیں سناتے' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا حتیٰ کہ انہوں نے آپ کا کلام سن لیا' جیسا کہ قتادہ نے کہا ہے' نیز حضرت عمر اور ان کے بیٹے ان کے سننے کی حکایت کرنے میں منفرد نہیں ہیں بلکہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی موافقت کی ہے اور امام طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی حکایت کی ہے اور حضرت عبداللہ بن سیدان سے بھی اس کی مثل مروی ہے' اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا یہ سن رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس طرح سن رہے ہیں جس طرح تم سن رہے ہو لیکن وہ جواب نہیں دے رہے۔ اور حضرت ابن مسعود کی حدیث میں ہے: لیکن وہ آج جواب نہیں دے سکتے۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ امام ابن اسحاق کی مغازی میں یہ مذکور ہے کہ یونس بن بکیر نے سند جید کے ساتھ حضرت عائشہ سے حضرت ابوطلحہ کی حدیث کی مثل روایت کی ہے' اور اس میں مذکور ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' اس حدیث کی امام احمد نے سند حسن کے ساتھ روایت کی ہے' پس اگر یہ حدیث محفوظ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے انکار سے رجوع فرما لیا' کیونکہ ان صحابہ کی روایت سے حضرت عائشہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خطاب ثابت ہو گیا تھا' نیز اس لیے بھی کہ حضرت عائشہ اس موقع پر حاضر نہیں تھیں۔

الاسماعیلی نے کہا کہ ہر چند کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت فہیم اور ذکی تھیں اور ان کو بہت زیادہ احادیث محفوظ تھیں اور وہ علم کے گہرے سمندر میں اس قدر زیادہ غوطہ زن تھیں کہ اس پر اضافہ نہیں ہو سکتا' لیکن ثقہ صحابہ کی احادیث کو ان کے پائے کی احادیث کے بغیر رد نہیں کیا جا سکتا جو اس پر دلالت کریں کہ وہ احادیث منسوخ ہو چکی ہیں یا ان میں تخصیص ہو چکی ہے یا وہ محال ہیں' یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ حضرت عائشہ کے انکار اور دیگر ثقہ صحابہ کے اثبات کی احادیث میں تطبیق ممکن ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا جو ارشاد ہے: "آپ مُردوں کو نہیں سناتے" (النمل:۸۰) وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے منافی نہیں ہے کہ "بے شک وہ اب سن رہے ہیں" کیونکہ اسماع (سنانے) کا معنی ہے: سنانے والے کی آواز کو سننے والوں کے کانوں تک پہنچانا' پس اللہ تعالیٰ نے ہی ان مردوں کو سنایا' بایں طور کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز ان مُردوں کے کانوں تک پہنچائی۔

رہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ "ان کو اب علم ہو رہا ہے" تو اگر انہوں نے اس ارشاد کو خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے تو وہ صحابہ کی اس روایت کے منافی نہیں ہے کہ وہ سن رہے ہیں' بلکہ یہ اس کے مؤید ہے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں وہ چیز ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ پر دلالت کرتی ہے کیونکہ صحابہ نے آپ سے پوچھا: کیا آپ مُردہ لوگوں سے کلام فرما رہے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' اور جب اس حالت میں حضرت عائشہ کے بقول ان کا عالم ہونا جائز ہے تو پھر ان کا سامع ہونا بھی جائز ہے اور یا تو انہوں نے آپ کا یہ

ارشاد اپنے سر کے کانوں سے سنا تھا جیسا کہ جمہور کا قول ہے اور یا انہوں نے اس کو اپنے دل کے کانوں سے سنا تھا اور اس حدیث سے ان علماء نے استدلال کیا ہے جو اس کے قائل ہیں کہ سوال روح اور بدن دونوں سے ہوتا ہے' اس دلیل کو دوسرے علماء نے مسترد کر دیا' انہوں نے کہا کہ سوال صرف روح سے ہوتا ہے' کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ سنانا صرف روح اور دل کے کانوں سے ہو' پس ان کی دلیل ساقط ہو گئی۔

قرآن مجید میں مذکور ہے: آپ مردوں کو نہیں سناتے۔ (النمل:۸۰) اس کی تاویل میں اختلاف ہے' اس طرح اس کی تاویل میں اختلاف ہے: آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر:۲۲) سو حضرت عائشہ نے ان آیتوں کو حقیقت پر محمول کیا اور ان کو اپنے مؤقف کی دلیل قرار دیا' اس لیے انہوں نے اس حدیث کی تاویل کی کہ تم میرے کلام کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو اور یہ جمہور کا قول ہے' ایک یہ ہے کہ فاطر:۲۲ مجاز پر محمول ہے اور موتی سے مراد وہ لوگ ہیں جو کفار ہیں اور قبروں میں ہیں' مردہ کافروں کو زندہ سے تشبیہ دی گئی اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو قبر میں ہیں اور جو مُردوں کی طرح ہیں' اس تقریر کی بناء پر حضرت عائشہ نے آیتوں سے جو سماع موتی کی نفی پر استدلال کیا ہے' اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۶۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس حدیث کی شرح میں جو کچھ لکھا ہے' وہ حضرت ابن حجر کی اس شرح کا خلاصہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۲۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

سماع موتی کے متعلق علامہ زرھونی مالکی کی تحقیق

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الشبیھی الزرھونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

حافظ مغلطائی نے تلویح میں فاطر:۲۲' اور النمل:۸۰ کے حسب ذیل جوابات دیئے ہیں:

(۱) کفار کا نہ سننا اس وقت پر محمول ہے جب وہ دوزخ میں ہمیشہ کے لیے عذاب میں مبتلا ہوں گے' اس سے پہلے ان کے سننے کی نفی نہیں ہے۔

(۲) نبی ﷺ کا ان کو نہ سنانے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے کلام کو ان کے کانوں تک نہیں پہنچاتا ہے' نہ یہ کہ نبی ﷺ اپنا کلام ان تک نہیں پہنچاتے' جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْتَهْدِی الْعُمْیَ . تو کیا آپ بہروں کو سنائیں گے یا اندھوں کو (سیدھی) راہ دکھائیں گے۔ (الزخرف:۴۰)

یعنی اللہ تعالیٰ ہی (حقیقۃً) ہدایت دیتا ہے اور وہی نصیحت کو ان کے دل کے کانوں تک پہنچاتا ہے' نہ کہ آپ۔

(۳) ان دونوں آیتوں میں مُردوں اور قبر والوں سے مراد زندہ کفار ہیں اور ان کو مُردوں سے تشبیہ دی گئی ہے' یعنی جس طرح مردے آپ کا کلام سننے سے نفع حاصل نہیں کرتے' اسی طرح یہ زندہ کفار بھی آپ کے کلام کو سن کر اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتے۔

یہ جوابات حافظ ابن حجر نے بھی ذکر کیے ہیں' اس کے بعد مزید جوابات دیئے ہیں:

(۱) ان دو آیتوں سے اس سماع کی نفی مراد نہیں ہے جو احادیث سے ثابت ہے: جیسے مردوں کا جوتیوں کی آواز سننا۔ اور بدر کے کنوئیں کے قصہ کا معنی یہ ہے کہ کیا آپ اپنی قدرت سے مُردوں کو سنائیں گے کیونکہ سماعت کا پیدا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی نظیر یہ آیت ہے:

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ (النمل:۸۱) اور نہ آپ حقیقۃً اندھوں کو راہ پر لانے والے ہیں' ان کی گمراہی سے۔

کیونکہ توفیق دینا اور دل میں ہدایت کو پیدا کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے نہ کہ آپ کا' اس صورت میں اس آیت کا معنی ہے کہ آپ اپنی قدرت سے مردوں کو نہیں سناتے' لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے مردوں کو سنانے کی قدرت کی نفی کی ہے۔

(۲) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ مردوں کو اب ایسا کلام نہیں سنا سکتے جس پر عمل کر کے وہ نفع اُٹھا سکیں کیونکہ وہ موت کے دار العمل سے دار الجزاء تک منتقل ہو چکے ہیں۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہدایت مقدر نہیں کی اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا علم ہے کہ وہ کفر پر مرے گا' آپ اس کو نصیحت کر کے اس میں ہدایت پیدا نہیں کر سکتے' کیونکہ آپ کو اس پر قدرت نہیں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی تقدیر مبرم کو بدل ڈالیں اور اس کے علم کو جہل سے بدل دیں اور اس سے پہلی آیتوں میں اس معنی پر دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیت میں فرمایا:

وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ ۝ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝ وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ (فاطر:۲۲-۱۹) اور اندھا اور بینا برابر نہیں ۝ اور نہ اندھیرے اور روشنی برابر ہیں ۝ اور نہ سایا اور نہ تیز دھوپ برابر ہے ۝ اور نہ زندہ اور مردے برابر ہیں ۝

اس کے بعد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۝ (فاطر:۲۲) بے شک اللہ حقیقۃً سناتا ہے جسے چاہے اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں ۝

اس آیت میں اندھے سے مراد کافر ہے اور بصیر سے مراد مؤمن ہے اور اندھیروں اور نور سے مراد کفر اور ایمان ہے اور سائے سے مراد جنت ہے اور تیز دھوپ سے مراد دوزخ ہے' اور زندوں سے مراد عقلاء ہیں اور مُردوں سے مراد جُہال ہیں۔

یعنی جس طرح آپ اپنی قدرت سے کافر کو مؤمن نہیں بنا سکتے اور کفر کو ایمان سے نہیں بدل سکتے اور جنت کو دوزخ سے نہیں بدل سکتے اور اپنی قدرت سے جہلاء کو عالم نہیں بنا سکتے' اسی طرح آپ اپنی طاقت سے قبر والوں کو نہیں سنا سکتے' اللہ تعالیٰ ہی جس کو سنانا چاہتا ہے اس میں سماعت پیدا فرما دیتا ہے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج۹ ص۲۵۰-۲۴۸ ملخصاً وموضحاً' مکتبۃ الرشد' ۱۴۳۰ھ)

سماع موتیٰ کے متعلق علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی کی تحقیق

علامہ کورانی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

یہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس روایت کا انکار کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کنویں پر مُردہ کافروں سے خطاب کیا اور فرمایا: تم میرے کلام کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' اور حضرت عائشہ کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۝ (فاطر:۲۲) اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں ۝

اور اس آیت میں سماع موتیٰ کی نفی پر کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عادۃً قبر والوں کو سنانے کی نفی کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر والوں کو جو اپنا کلام سنایا وہ خلاف عادت اور آپ کا معجزہ تھا اور اگر مردہ نہ سنتا تو قبر والوں کو سلام کرنا مشروع نہ ہوتا۔ حضرت عائشہ کی دلیل کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ آپ ان کو سنانے والے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو سنانے والا تھا کیونکہ وہی کفار میں سماعت

پیدا کرنے والا ہے' تاہم اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ عرف میں فعل کی نسبت اسی کی طرف کی جاتی ہے جس سے وہ فعل صادر ہوتا ہے اور کفار کو سنانے کا فعل رسول اللہ ﷺ سے صادر ہوا تھا' اس لیے سنانے کی نسبت آپ ﷺ ہی کی طرف کی جائے گی جیسے حضرت ابوہریرہ نے کہا: ہم تم کو وہی احادیث سناتے ہیں جو ہم کو رسول اللہ ﷺ نے سنائی ہیں۔ (صحیح البخاری:۲۰۷۷ صحیح مسلم:۳۹۲)

(الکوثر الجاری ج ۷ ص ۱۳۲' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

سماع موتی کے متعلق غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد راز کی تحقیق اور اس پر مصنف کا تبصرہ

شیخ محمد داؤد راز میواتی لکھتے ہیں:

قرآنی آیت میں صریح دلیل ہے کہ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے' یہی حق ہے' مقتولینِ بدر کو سنانا وقتی طور پر خصوصیاتِ رسالت میں سے تھا' اس پر دوسرے مُردوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا' ہاں اللہ تعالیٰ جب چاہے اور جس قدر چاہے مُردوں کو سنا سکتا ہے جیسا کہ قبرستان میں السلام علیکم اہل الدیار' حدیث کی مسنون دعا سے ظاہر ہے۔ (ترجمہ وحاشیہ صحیح البخاری ج ۵ ص ۳۳۷' مکتبہ قدوسیہ لاہور' ۲۰۰۴ء)

شیخ میواتی کا مؤخر الذکر کلام اوّل الذکر کلام کے خلاف ہے' جب ان کے بقول رسول اللہ ﷺ کا بدر کے کافروں کو اپنا کلام سنانا آپ کی وقتی خصوصیت تھی تو پھر عام مسلمانوں کے لیے قبر والوں کو السلام علیکم اهل الدیار کہنا کس طرح مشروع ہوا؟ کیا موصوف کو خصوصیت کی تعریف نہیں معلوم کیونکہ جو کام جس کی خصوصیت ہو' وہ اس کے لیے ثابت ہوتا ہے دوسروں کے لیے ثابت نہیں ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت وہ کام ہیں جو آپ نے کیے اور دوسروں کو اس سے منع فرمادیا' جیسے آپ نے وصال کے روزے رکھے اور اُمت کو ان سے منع فرمادیا' یا جیسے آپ نے چار سے زیادہ شادیاں کیں اور اُمت کو چار سے زیادہ شادیوں سے منع فرمادیا' یا جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب بنت جحش سے آپ کا نکاح کر دیا جس میں نہ ایجاب وقبول تھا نہ گواہ تھے نہ مہر تھا اور یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے۔

سماع موتی کے متعلق شیخ سلیم اللہ دیوبندی کی تحقیق اور اس پر مصنف کا تبصرہ

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی لکھتے ہیں:

مسئلۂ سماع موتی

پہلا مسئلہ یہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ قلیب بدر پر تشریف لائے اور ''انهم الآن يسمعون ما اقول لهم'' فرمایا۔ حضرت ابن عمر نے ''یسمعون'' کا لفظ نقل کیا' جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے ''یسمعون'' کا لفظ نہیں فرمایا تھا بلکہ ''یعلمون'' فرمایا تھا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سماع کی نفی کر رہی ہیں اور علم کو ثابت کر رہی ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ''اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى'' (النمل:۸۰) وارد ہوا ہے اور ایک اور آیت میں ہے: ''وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ ○'' (فاطر:۲۲) ان دونوں آیتوں میں سماع موتی کی نفی ہے تو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ''انهم الآن یسمعون'' کیسے درست ہوسکتا ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اختلاف اس مسئلہ میں ہوگیا' دونوں کو شرف صحابیت حاصل ہے تو بعد والے بھی اگر اس مسئلہ میں اختلاف کریں تو کوئی مضائقہ نہیں' جو لوگ سماع موتی کے قائل ہیں وہ حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت سے استدلال کرتے ہیں' لہٰذا ان پر ملامت کی کوئی گنجائش نہیں اور جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے

استدلال کرتے ہیں' ان پر بھی ملامت کی گنجائش نہیں۔

لیکن ایک بات یاد رکھئے کہ سماع موتی میں جو اختلاف ہے وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے سماع میں نہیں ہے' حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سماع بالاتفاق اور بالاجماع مسلم ہے' البتہ دوسرے موتی کے بارے میں یہ اختلاف ہے۔

قائلین سماع موتی کے دلائل

(۱) وہ ایک تو حضرت عبداللہ بن عمر کی مذکورہ روایت سے استدلال کرتے ہیں' یعنی قلیب بدر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مُردوں سے خطاب کرنا اور ان کے سماع کی تصریح کرنا۔

(۲) دوسرے وہ ان روایتوں سے استدلال کرتے ہیں جن میں قبرستان میں جانے کے وقت ''السلام علیکم یا اهل القبور'' کی تصریح ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۰۵۳)

(۳) اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں رکھ کر لوگ واپس جاتے ہیں تو ''انه یسمع قرع نعالهم'' وہ مردہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ (صحیح البخاری' کتاب الجنائز ج ۱ص ۱۷۸)

(۴) مُردوں کے لیے علم کا ثابت ہونا تو متفق علیہ ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''انهم لیعلمون'' فرمایا تھا' یہ حضرات کہتے ہیں کہ اگر کسی مردے میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ علم رکھتا ہے تو اگر اس کے لیے سماع بھی ثابت ہو تو کیا اشکال ہے؟ علم کی صلاحیت ثابت ہونے کے بعد سماع کی صلاحیت کے ثبوت میں کیا استبعاد ہے؟

قائلین سماع موتی کی طرف سے آیت قرآنیہ کی توجیہات

(۱) آیت ''اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی'' اور ''وَمَآ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِی الۡقُبُوۡرِ'' کے بارے میں یہ حضرات کہتے ہیں کہ ان دونوں آیات میں سماع کی نفی نہیں' اسماع کی نفی ہے اور یہ بالکل بدیہی اور ظاہر ہے کہ دونوں آیتوں میں باب افعال کے صیغے ہیں تو یقیناً اس کے اندر نفی اسماع کی ہوئی' سماع کی نہیں۔[1]

(۲) حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فیض الباری میں فرمایا کہ آیت میں اس سماع کی نفی ہے جس کے جواب میں مردہ بھی کچھ کہے' مطلق سماع کی نفی نہیں' خاص قسم کے سماع کی نفی ہے۔

(۳) حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ایک توجیہ علامہ سیوطی کے حوالہ سے یہ بیان فرمائی کہ ان دونوں آیتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ آپ ان کفار کو جو مردوں کی طرح ہیں' سنا کر کوئی ہدایت نہیں دے سکتے جیسا کہ مُردوں کو سنایا جائے تو اس سنانے پر وہ راہِ راست میں نہیں آتے' اسی طریقہ سے یہ کفار بھی ہدایت پر نہیں آئیں گے۔

لہٰذا اس آیت میں سماع کی نفی نہیں بلکہ ''انتفاع بالسماع'' کی نفی ہے۔ (دیکھئے: فیض الباری ج ۲ص ۴۶۸)

اس اجتہادی مسئلہ میں غلو درست نہیں

بہر حال یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس مسئلہ کے بارے میں اختلاف پایا گیا ہے۔

لہٰذا جو لوگ سماع موتی کے قائل نہیں' ان کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں یا جو لوگ سماع موتی

---

[1] اور اسماع کی نفی' سماع کی نفی کو مستلزم نہیں' لہٰذا آیت میں ہے کہ ''آپ نہیں سنا سکتے'' اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ وہ سن بھی نہیں سکتے' چنانچہ یہ اسی طرح ہے جیسا کہ قرآن کی آیت میں ہے: ''اِنَّكَ لَا تَهۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ'' آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے' اس سے یہ لازم نہیں آیا کہ کوئی ہدایت پا بھی نہیں سکتا۔

کے قائل ہیں ان کو اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھنا یہ غلو اور زیادتی ہے۔[1]

علمائے دیوبند کا مسلک

انبیاء علیہم السلام کی حیات کے متعلق علمائے دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں جسدِ عنصری کے ساتھ زندہ ہیں؛ یہ عقیدہ نہ صرف علمائے دیوبند کا ہے بلکہ تمام اُمت کا ہے؛ چنانچہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ ''المهند علی المفند'' میں لکھتے ہیں:

عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبره الشریف وحیاته صلی اللہ علیہ وسلم دنیویة من غیر تکلیف، وهی مختصة به صلی اللہ علیہ وسلم وبجمیع الانبیاء صلوات الله علیهم والشهداء لا برزخیة کما هی حاصلة لسائر المسلمین بل لجمیع الناس۔

ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے، بجز اس کے کہ وہ احکام کے مکلّف نہیں اور یہ حیاتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء اور شہداء کے ساتھ مخصوص ہے، برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں بلکہ تمام لوگوں کو حاصل ہے۔

(دیکھئے: المهند علی المفند ۳۸)

جہاں تک عام سماعِ موتی کا تعلق ہے تو اس میں دونوں طرف اکابر و دلائل ہیں، البتہ معتدل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جن مواقع میں روایاتِ صحیحہ سے سننا ثابت ہے وہاں سننے پر عقیدہ رکھا جائے اور جہاں ثابت نہیں وہاں دونوں احتمال ہیں، اس لیے نہ قطعی اثبات کی گنجائش ہے، نہ قطعی نفی کی۔ (معارف القرآن، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، ج ٦ ص ٦٠٤)

شیخ سلیم اللہ خان کی عبارت پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ شیخ سلیم اللہ خان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق علماء دیوبند کا جو مسلک نقل کیا ہے وہ درحقیقت ان کا مذہب نہیں ہے، ان کا مذہب ہم عنقریب نقل کر رہے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

لیکن ایک بات یاد رکھئے کہ سماعِ موتی میں جو اختلاف ہے وہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے سماع میں نہیں ہے۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سماع بالاتفاق اور بالاجماع مسلّم ہے۔ (کشف الباری، کتاب المغازی ص ۱۲۳، مکتبہ فاروقیہ، کراچی)

دراصل علماء دیوبند کا مسلک درج ذیل ہے:

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لکھتے ہیں:

اور یہ جو کہتے ہیں کہ علمِ غیب جمیع اشیاء آنحضرت کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطاء کیا ہوا ہے، سو محض باطل اور خرافات میں سے ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۳، محمد سعید اینڈ سنز، کراچی)

یہ عبارت اس صحیح حدیث کے صریح خلاف ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں کھڑے ہوئے، پس آپ نے مخلوق کی ابتداء سے خبر دی، حتیٰ کہ اہل

---

[1] چنانچہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ اہلِ قبور سنتے ہیں یا نہیں؟ آپ رحمہ اللہ نے جواب دیا: ''دونوں طرف اکابر اور دلائل ہیں، ایسے اختلافی امر کا فیصلہ کون کر سکتا ہے اور ضروریاتِ علمی و عملی میں سے بھی نہیں کہ ایک جانب کی ترجیح میں تدقیق کی جاوے''۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۷۹)
ایک اور جگہ فرماتے ہیں: ''یہ مسئلہ نہ عقائد ضروریہ سے ہے نہ کسی عمل دین کا موقوف علیہ ہے، نہ کسی ایک جانب کا جزم ضروری ہے، اس میں اشتغال مالا یعنی کا اہتمام ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۴۷) (کشف الباری (کتاب المغازی) ص ۱۴۵-۱۴۴، مکتبہ فاروقیہ، کراچی)

جنت اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے اور اہلِ دوزخ اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے' جس نے ان خبروں کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا' اس نے ان کو بھلا دیا۔ (صحیح البخاری: ۳۱۹۴' دارالفکر' بیروت)

شیخ محمد یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں:

شیعہ صاحبان نے نعرہ حیدری یاعلی ایجاد کیا تھا' بعض لوگوں نے ان کی تقلید میں نعرہ رسالت یارسول اللہ اور نعرہ غوثیہ یاغوث ایجاد کر لیا' مگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام اور ائمہ ہدیٰ کی زندگی میں کہیں نظر نہیں آیا کہ اللہ اکبر کے سوا مسلمانوں نے کسی اور نام کا نعرہ لگایا ہو۔ (اختلاف اُمت اور صراط مستقیم' حصہ اول ص ۵۱' مکتبہ بینات' کراچی)

شیخ محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ''یا محمد'' کے الفاظ لکھنا بے ادبی ہے' اس نام سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بھی سوائے بعض کفار و مشرکین کے کوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پکارتا تھا۔ (الی ان قال) اس لیے اس کے علاوہ اس نداء میں عقیدہ فاسدہ کا ایہام ہے' اس لیے یہ لفظ اس طرح لکھنا درست نہیں۔ (فتاویٰ عثمانی ج ۱ ص ۵۳' مکتبہ معارف القرآن' کراچی)

شیخ لدھیانوی اور عثمانی دونوں نے لکھا ہے کہ یا محمد' یارسول اللہ کہنا صحابہ اور ائمہ ھدیٰ سے ثابت نہیں اور یا محمد لکھنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی ہے۔ یہ دونوں باتیں غلط اور مردود ہیں:

امام محمد بن اسماعیل بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پیر سن ہو گیا تو ان سے ایک مرد نے کہا: جو آپ کو سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو اس کا ذکر کریں تو انہوں نے کہا: یا محمد! (الادب المفرد: ۹۹۳۔ ص ۲۶۲۔ ۲۶۱' دارالمعرفۃ' بیروت)

امام ابن السنی متوفی ۳۶۴ ھ کی روایت میں ہے: انہوں نے بلند آواز سے کہا: یا محمداہ۔

(عمل الیوم واللیلۃ: ۱۶۸۔ ص ۶۴' مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں آئے تو:

فصعد الرجال والنساء فوق البيوت وتفرق الغلمان والخدم في الطرق ينادون يا محمد' يارسول الله' يا محمد' يا رسول الله .

پس تمام مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور لڑکے اور بچے راستوں میں پھیل گئے' وہ نعرہ لگا رہے تھے: یا محمد! یا رسول اللہ! یا محمد! یا رسول اللہ!

(صحیح مسلم: ۲۰۰۹' الرقم المسلسل: ۷۴۱۶' دارالفکر' بیروت)

حافظ اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ ھ لکھتے ہیں:

ثم نادى بشعار المسلمين وكان شعارهم يومئذ يا محمداه .

پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس طریقہ سے نعرہ لگایا جو ان دنوں مسلمانوں کا شعار تھا اور ان دنوں ان کا شعار تھا: یا محمداہ!

(البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۳۰' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اب بتائیں! کیا حضرت ابن عمر اور مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کرنے والے صحابہ اور حضرت خالد بن الولید اور ان کے اصحاب نے جو یا محمد! یا رسول اللہ! کا نعرہ لگایا' کیا یہ سب معاذ اللہ بے ادب تھے' یا معاذ اللہ شیعہ صاحبان کے مقلد۔

سماعِ موتیٰ کے متعلق مصنف کی تحقیق

مصنف کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی قدرت عطاء فرمائی ہے کہ دور و نزدیک سے پکارنے والوں کی آواز

سن لیتے ہیں' یہ صفت آپ کو اپنی حیاتِ ظاہرہ میں بھی حاصل تھی اور اب بھی حاصل ہے' اسی طرح آپ کے توسل سے اولیاء کاملین کو بھی یہ صفت حاصل ہے بلکہ عام مسلمانوں کے لیے بھی ان کی قبروں کے پاس سننا ثابت ہے' ہم نے تبیان القرآن میں تین مقامات پر اس مسئلہ کو دلائل کے ساتھ لکھا ہے' قارئین کی سہولت اور ضیافت کے لیے ہم یہاں پر تبیان القرآن ج ۴ ص ۵۷٦' الانفال: ۱۴ کی تفسیر کے صرف ایک مقام سے اس تحقیق کو نقل کر رہے ہیں' حالانکہ یہ بحث تبیان القرآن میں چھپ چکی ہے' ہم قند مکرر کے طور پر اس کو یہاں بھی لکھ رہے ہیں اور عمدہ اور محقق بات کو جتنی بار دُہرایا جائے' اس کی لذت بڑھتی جاتی ہے' جیسے سورۃ الرحمٰن میں ''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ'' کو بار بار دُہرایا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا مقتولین بدر سے خطاب فرمانا اور سماع موتی کی بحث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقتولین بدر کو تین دن تک پڑے رہنے دیا' پھر ان کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور ان کو پکار کر فرمایا: اے ابو جہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے اپنے رب کے کیے ہوئے وعدہ کو سچا پالیا' بے شک میرے رب نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا میں نے اس کو سچا پایا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کو سن کر عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کیسے سنیں گے اور کس طرح جواب دیں گے حالانکہ یہ مردہ اجسام ہیں' آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں جو کچھ ان سے کہہ رہا ہوں اس کو تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' لیکن یہ جواب دینے پر قادر نہیں ہیں' پھر آپ کے حکم سے ان کی لاشوں کو گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں پھینک دیا گیا۔ (صحیح مسلم صفۃ الجنۃ ۷۷ (۲۸۷۴) ۷۰۹۰)

علامہ ابو العباس احمد بن عمر القرطبی المالکی المتوفی ٦۵٦ ھ لکھتے ہیں:

چونکہ عادتاً مردوں سے کلام نہیں کیا جاتا تھا' اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مردوں سے کلام کرنے کو مستبعد جانا اور نبی ﷺ نے اس کا یہ جواب دیا کہ وہ زندوں کی طرح آپ کے کلام کو سن رہے ہیں' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے سننے کی یہ صفت دائمی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی یہ صفت بعض اوقات میں ہو۔ (المفہم ج ۷ ص ۱۵۱' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ ھ)

علامہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ نے قاضی عیاض مالکی سے اس حدیث کی یہ شرح نقل کی ہے:

جس طرح عذابِ قبر اور قبر کے سوال و جواب کی احادیث سے مردوں کا سننا ثابت ہے اسی طرح ان کا سننا بھی ثابت ہے' اور یہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ ان کے جسم یا جسم کے کسی جز کی طرف روح کو لوٹا دیا جائے' علامہ ابی مالکی فرماتے ہیں: جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ بغیر روح کے لوٹائے جسم سن لیتا ہے' اس کا یہ دعویٰ بداہت کے خلاف ہے اور شاید جو لوگ سماع موتی کے منکر ہیں' ان کی یہی مراد ہو کہ روح کو لوٹائے بغیر جسم نہیں سن سکتا اور جو اس کے قائل ہیں وہ اعادہ روح کے ساتھ سماع کے قائل ہیں اور اس صورت میں یہ اختلاف اُٹھ جاتا ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۲۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی الحسینی المتوفی ۸۹۵ ھ لکھتے ہیں:

اگر علامہ ابی کی روح سے مراد حیات ہے تو پھر تو واضح ہے کہ بغیر حیات کے جسم کے سننے کا دعویٰ کرنا بداہت کے خلاف ہے اور اگر روح سے وہ متعارف معنی مراد ہے' جس کا جسم میں حلول ہوتا ہے اور جس کے نکلنے سے جسم مردہ ہو جاتا ہے اور جسم میں اس کے حلول کی وجہ سے جسم عادتاً زندہ ہوتا ہے تو پھر یہ لازم نہیں ہے کہ اگر روح کو جسم میں نہ لوٹایا جائے تو جسم نہ سن سکے' کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم میں روح کو لوٹائے بغیر اس میں حیات پیدا کر دے اور سماعت کا ادراک پیدا کر دے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۲۲' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ ھ لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا: اس حدیث سے بعض لوگوں نے سماع موتی (مردوں کے سننے) پر استدلال کیا ہے لیکن یہ درست نہیں ہے' کیونکہ اس حدیث سے عام حکم ثابت نہیں ہوتا' یہ صرف مقتولین بدر کے ساتھ خاص ہے' قاضی عیاض مالکی نے ان کا رد کرتے ہوئے لکھا: جن احادیث سے عذاب قبر اور قبر میں سوالات اور جوابات ثابت ہیں اور ان سے سماع موتی ثابت ہوتا ہے اور ان کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی' اسی طرح اس حدیث سے بھی سماع موتی ثابت ہے' دونوں کا ایک محمل ہے' اور یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا ہو' یا ان کے جسم کے کسی ایک عضو میں حیات پیدا کر دی ہو اور جس وقت اللہ ان میں سماعت پیدا کرنا چاہے وہ سن لیتے ہوں' یہ قاضی عیاض کا کلام ہے اور یہی مختار ہے اور جن احادیث میں اصحاب قبور کو سلام کرنے کا حکم دیا ہے' ان کا بھی یہی تقاضا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ١١ص ١٠٩١ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٧ھ)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ موت عدم محض اور فناء صرف نہیں ہے بلکہ موت روح کے بدن سے منقطع ہونے اور اس کی بدن سے مفارقت کا نام ہے اور وہ ایک حال سے دوسرے حال میں اور ایک دار سے دوسرے دار میں منتقل ہونا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ مردہ اپنے اصحاب کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ٧ص ٣٢٨' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ ابوعبداللہ قرطبی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بندہ کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب پیٹھ موڑ کر چلے جاتے ہیں تو مردہ ان کی جوتیوں کے چلنے کی آواز سنتا ہے' پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں' اس کے بعد قبر میں سوال و جواب کا ذکر ہے۔ (صحیح البخاری: ١٣٣٨-١٣٧٤' صحیح مسلم کتاب الجنۃ: ١٧(٢٨٧٠)' سنن النسائی: ٢٠٤٨)

سماع موتی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار کی توجیہ

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کیا گیا کہ حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مردہ کے گھر والوں کے رونے سے مردہ کو عذاب ہوتا ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح فرمایا تھا کہ مردہ کو اس کے گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے اور اس کے گھر والے اس پر رو رہے ہیں' اور یہ ایسا ہی ہے کہ جب جنگ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے اور اس میں مشرکین میں سے مقتولین بدر پڑے ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا جو فرمانا تھا' حضرت عمر نے روایت کیا: یہ میرا کلام سن رہے ہیں اور وہ بھول گئے۔ آپ نے فرمایا: ان کو علم ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ برحق ہے' پھر حضرت عائشہ نے یہ آیات پڑھیں:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ۔ (النمل: ٨٠) بے شک آپ مُردوں کو نہیں سناتے۔

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ ○ (فاطر: ٢٢) اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں ○

(صحیح مسلم الجنائز ٢٦ (٩٣٢) ٢١٢١' سنن ابوداؤد: ٣١٢٩' سنن النسائی: ٢٠٧٦)

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی المالکی المتوفی ٦٥٦ ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جن آیتوں سے استدلال کیا ہے' ان سے مراد کفار ہیں گویا کہ وہ اپنی قبروں میں مردہ ہیں اور ان آیتوں میں سنانے سے مراد ان کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو سمجھنا اور آپ کے پیغام کو قبول کرنا ہے' جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ۗ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ (الانفال:۲۳)

اور اگر (بالفرض) اللہ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو انہیں (آپ کا پیغام) ضرور سنا دیتا اور اگر (بالفرض) اللہ انہیں سنا بھی دیتا تب بھی وہ اعراض کرتے ہوئے ضرور پیٹھ پھیرتے ○

اور یہ اس طرح ہے جیسے ان کے حواسِ خمسہ سلامت ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرا' گونگا اور اندھا فرمایا' کیونکہ سننے' بولنے اور دیکھنے کی جو غرض وغایت اور اس کے تقاضے ہیں وہ ان کو پورا نہیں کرتے تھے' اور ان آیتوں کا معنی یہ ہے کہ آپ ان کو اپنا پیغام نہیں سناتے جو اس پیغام کو فہم وتدبر سے نہیں سنتے اور نہ اس پیغام کو قبول کرتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ ان آیتوں میں حقیقتاً مردے مراد ہیں' تب بھی ان آیات کا ان احادیث سے کوئی تعارض نہیں ہے جن سے مردوں کا سننا ثابت ہے' کیونکہ اگر ان آیتوں سے بالعموم مردوں کے سننے کی نفی مراد ہو' تب بھی عام میں تخصیص جائز ہے اور مخصص وہ احادیث ہیں جن سے مردوں کا سننا ثابت ہے اور ان سے یہ ثابت ہو گیا کہ کسی وقت اور کسی حال میں مردے سن لیتے ہیں۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں نے جو کچھ ان (مقتولین بدر) سے کہا: اس کو تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ (صحیح البخاری:۳۹۷۶' صحیح مسلم ۲۸۷۵) اور اس کی مثل وہ حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا: مردہ جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۷) اور آپ نے حضرت عمر سے فرمایا: تم میرے کلام کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔

(صحیح البخاری:۱۳۷۴' صحیح مسلم:۹۳۲' المفہم ج ۲ ص ۵۸۶' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ مردوں کے سننے کا انکار کرتی ہیں اور ان کے علم اور جاننے کا اعتراف اور اقرار کرتی ہیں' امام بیہقی نے فرمایا: علم' سماعت کے منافی نہیں ہے اور آیت کریمہ: آپ مردوں کو نہیں سناتے (النمل:۸۰) کا جواب یہ ہے کہ آپ مردوں کو بہ حیثیت مردہ نہیں سناتے لیکن اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے اور وہ سن لیتے ہیں' جیسا کہ قتادہ نے بیان کیا ہے' اور مقتولین بدر کے سننے کی حدیث صرف حضرت عمر نے روایت نہیں کی اور نہ اس روایت میں حضرت ابن عمر منفرد ہیں بلکہ اس حدیث کو حضرت ابوطلحہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری:۳۹۷۶' صحیح مسلم:۲۸۷۵) اور اس کی مثل حدیث کو امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہ سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ اسی طرح سنتے ہیں جس طرح تم سنتے ہو' لیکن وہ جواب دینے پر قادر نہیں ہیں۔ حافظ عسقلانی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے کنویں والو! کیا تم نے اس وعدہ کو سچا پالیا جو تم سے تمہارے رب نے کیا تھا' کیونکہ میں نے اس وعدہ کو سچا پالیا جو مجھ سے میرے رب نے کیا تھا۔ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہ سن رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ اسی طرح سن رہے ہیں جس طرح تم سن رہے ہو لیکن یہ آج جواب نہیں دے سکتے!

(المعجم الکبیر:۱۰۳۲۰۔ج ۱۰' کتاب السنۃ:۸۸۴' نیز امام ابن اسحاق نے اس حدیث کو حضرت انس سے روایت کیا ہے' السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۲۵۰)

اور نہایت عجیب بات یہ ہے کہ امام ابن اسحاق نے مغازی میں یونس بن بکیر کی سند جید کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ سے بھی حضرت ابوطلحہ کی حدیث کی مثل کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس کو تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ (السیرۃ النبویہ ج ۲ ص ۲۵۰)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حافظ عسقلانی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے: امام احمد عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ مقتولین بدر کو کنویں میں پھینک دیا جائے۔ امیہ بن خلف کے علاوہ سب کو پھینک دیا گیا کیونکہ وہ اپنی زرہ میں پھول چکا تھا۔ جب ان کو کنویں میں ڈال دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا: اے کنویں والو! کیا تم نے اپنے رب کے اس وعدہ کو سچا پالیا جو اس نے تم سے کیا تھا؟ کیونکہ میں نے اس وعدہ کو سچا پالیا جو مجھ سے میرے رب نے کیا تھا' آپ کے اصحاب نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ مُردوں سے باتیں کر رہے ہیں؟ آپ نے ان سے فرمایا: انہوں نے جان لیا ہے کہ میں نے ان سے جو وعدہ کیا تھا وہ برحق ہے' اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے سن لیا۔ میں نے ان سے جو کہا تھا وہ برحق تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا انہوں نے جان لیا۔

(مسند احمد: ۲۶۳۹۹۔ ج ۱۸ طبع قاہرہ' مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۶ طبع قدیم' دارالفکر) حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ حضرت عائشہ نے یہ روایت کیا ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' ہم کو مسند احمد میں یہ الفاظ نہیں ملے۔ البتہ امام ابن اسحاق کی روایت میں یہ الفاظ ہیں' بہر حال حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اگر امام احمد کی یہ روایت (یا امام ابن اسحاق کی یہ روایت) محفوظ ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے سابق انکار سے رجوع فرما لیا' کیونکہ ان کے نزدیک دیگر صحابہ کی روایت سے یہ امر ثابت ہو گیا تھا جو اس موقع پر حاضر تھے اور حضرت عائشہ اس موقع پر حاضر نہیں تھیں۔ امام اسماعیلی نے یہ کہا ہے کہ ہر چند کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فہم اور ذکاوت اور کثرتِ روایت اور بحر علم میں غواص ہونے کے لحاظ سے تمام صحابہ پر فائق ہیں لیکن ثقہ اور معتمد صحابہ کی روایت کو اسی وقت مسترد کیا جا سکتا ہے جبکہ اس کا مثل ثقہ روایت میں اس کے منسوخ یا مخصوص یا محال ہونے کی تصریح ہو' اور یہ کیوں کر ہو سکتا ہے جبکہ جس چیز کا حضرت عائشہ نے انکار کیا ہے اور جس چیز کو دوسرے صحابہ نے ثابت کیا ہے ان کو جمع کرنا ممکن ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے: ''اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى '' (النمل: ۸۰) ''آپ مردوں کو نہیں سناتے'' یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ وہ اس وقت سن رہے تھے' کیونکہ اسماع کا معنی ہے: سنانے والے کی آواز کو سامع تک پہنچانا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو سنایا تھا' بایں طور کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز ان تک پہنچائی۔ رہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: وہ اب جان رہے ہیں یا ان کو اب علم ہو رہا ہے' تو اگر حضرت عائشہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود یہ الفاظ سنے تھے تو یہ دیگر صحابہ کی اس روایت کے منافی نہیں ہے کہ وہ اب سن رہے ہیں بلکہ اس کی مؤید ہے' علامہ سہیلی نے جو اس مقام پر بحث کی ہے' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث خرقِ عادت (معجزہ) پر دلالت کرتی ہے' کیونکہ صحابہ نے کہا: کیا آپ مُردوں سے کلام کر رہے ہیں' تو آپ نے جواب دیا جو صحابہ کی روایت کے مطابق ہے: وہ اب سن رہے ہیں' اور حضرت عائشہ کی روایت کے مطابق ان کو اب علم ہو رہا ہے' اور جب مردہ ہونے کی حالت میں ان کا عالم ہونا جائز ہے تو اس حال میں ان کا سامع ہونا بھی جائز ہے اور یہ سماعت یا ان کے سر کے کانوں سے تھی یا ان کے دل کے کانوں سے تھی اور دیگر صحابہ کی روایت کو حضرت عائشہ کی روایت پر اس لیے ترجیح ہے کہ وہ اس موقع پر حاضر تھے اور حضرت عائشہ اس موقعہ پر موجود نہ تھیں' حضرت عائشہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: ''وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۝ '' (فاطر: ۲۲) ''آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں''۔ اور یہ آیت اس آیت کی مثل ہے: ''اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ '' (الزخرف: ۴۰) ''تو کیا آپ بہروں کو سنائیں گے اور اندھوں کو ہدایت دیں گے''۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے اور وہی توفیق دیتا ہے اور وہی دلوں کے کانوں تک نصیحت پہنچاتا ہے نہ کہ آپ' اور مُردوں اور بہروں کے ساتھ تشبیہ دینے کے لیے کفار کو مردہ اور بہرہ فرمایا' پس حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی سناتا ہے جب وہ چاہتا ہے اور حقیقت میں نہ اس کا نبی سنا سکتا ہے نہ کوئی اور' پس اس آیت سے حضرت عائشہ کے

استدلال کا دو وجوہ سے کوئی تعلق نہ رہا۔ اوّل یہ کہ یہ آیت کفار کو اہلِ ایمان کی دعوت دینے کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے اور ثانی یہ کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے اس چیز کی نفی کی ہے کہ حقیقت میں وہ سنانے والے نہیں ہیں بلکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی سنانے والا ہے اور اللہ نے صحیح فرمایا ہے وہی جب چاہتا ہے ان کو سناتا ہے اور وہ جو چاہے کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(الروض الانف ج ۲ ص ۶۴ مطبوعہ ملتان فتح الباری ج ۷ ص ۳۰۴-۳۰۳ مطبوعہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ نے یہ آیات اپنے مؤقف میں تلاوت کیں ان آیات کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ان آیات میں سماع کے پیدا کرنے کی نفی کی گئی اور سماع کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے رسول اللہ ﷺ پیدا نہیں کرتے بدر کے کنویں میں اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے رسول اللہ ﷺ کا کلام سنا دیا یہ تفسیر قتادہ نے بیان کی ہے اور علامہ سہیلی نے یہ کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس موقع پر حاضر نہیں تھیں رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ "تم میری بات کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو"۔ تو اس موقع پر انہی کی روایت معتبر ہے جنہوں نے یہ الفاظ سنے تھے اور جب اس حالت میں ان کا جاننا ممکن ہے تو ان کا سننا بھی ممکن ہے یا تو ان کفار نے حضور ﷺ کے ارشاد کو اپنے سر کے کانوں سے سنا تھا اور یہ اس وقت ہے جب فرشتوں کے سوال کے وقت ان کی روحیں ان کے جسموں میں لوٹا دی گئی تھیں جیسا کہ اہل سنت کا قول ہے یا انہوں نے دل اور روح کے کانوں سے سنا جیسا کہ ان لوگوں کا مذہب ہے کہ سوال صرف روح کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور روح کو جسم میں لوٹایا نہیں جاتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۹۳ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

ملا علی سلطان بن القاری متوفی ۱۰۱۴ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن ہمام نے شرح الہدایہ میں یہ تصریح کی ہے کہ اکثر مشائخ حنفیہ کا یہ مؤقف ہے کہ مردہ سنتا نہیں ہے کیونکہ انہوں نے کتاب الایمان میں یہ تصریح کی ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ قسم کھائی کہ وہ کسی سے کلام نہیں کرے گا پھر اس نے کسی مردہ سے کلام کیا تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ اس کی قسم اس شخص کے متعلق تھی جو سوچ سمجھ کر اس کی بات کا جواب دے اور مردہ اس طرح نہیں ہے۔ (ملا علی قاری فرماتے ہیں:) یہ جزیہ اس قاعدہ پر متفرع ہے کہ قسم کی بناء عرف پر ہوتی ہے اور مردہ سے بات کرنے کو عرف میں کلام نہیں کہتے اور اس سے حقیقت میں مردہ کے سننے کی نفی نہیں ہوتی جس طرح فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا تو مچھلی کھانے سے اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو گوشت فرمایا ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا (النحل: ۱۴)

وہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر دیا تا کہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ۔

حضرت عمر کی اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ نبی ﷺ یہ کس طرح فرما سکتے ہیں کہ تم میرے کلام کو ان (مقتولین بدر) سے زیادہ سننے والے نہیں ہو جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آپ مردوں کو نہیں سناتے۔ (النمل: ۸۰) اور فرمایا ہے: آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر: ۲۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اس کو مسترد کرنا صحیح نہیں ہے خصوصاً اس صورت میں جبکہ اس حدیث اور قرآن مجید کی آیتوں میں کوئی تعارض بھی نہیں ہے کیونکہ مردوں سے مراد قرآن مجید میں کفار ہیں اور نفی کا حاصل یہ ہے کہ آپ ان کفار کو میرا پیغام سنا کر کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے اور اس آیت میں مطلقاً سنانے کی نفی نہیں کی گئی ہے۔ اس کی نظیر یہ آیت ہے:

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○ (البقرۃ: ۱۷۱)

وہ بہرے گونگے اندھے ہیں پس وہ عقل سے کام نہیں لیں گے ○

ان کو بہرا' گونگا اور اندھا اس لیے فرمایا کہ وہ کان' زبان اور آنکھوں سے نفع نہیں اُٹھاتے تھے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ ان کافروں کو ایسا پیغام نہیں سنا سکتے' جس سے وہ آپ کے پیغام کو تسلیم اور قبول کر لیں' علامہ بیضاوی نے کہا ہے کہ یہ آیت اور اس کی مثل دوسری آیتوں کا محمل یہ ہے کہ انہوں نے اپنے حواس کو حق بات سننے اور حق کو دیکھنے سے روک لیا تھا' بے شک اللہ جس کو چاہے سناتا ہے اور اس میں ہدایت پیدا کرتا ہے تا کہ وہ اللہ کی آیات میں فہم سے کام لے اور نصیحت حاصل کرے۔ رہی دوسری آیت: آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر:۲۲) سو اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ کفر پر اصرار کرتے ہیں ان کو اس آیت میں مردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور ان کے ایمان لانے سے مایوس کرنے میں مبالغہ کیا گیا ہے اور اس آیت کی نظیر یہ آیت ہے:

اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ (القصص:٥٦)

بے شک آپ اس کو ہدایت یافتہ نہیں بناتے جس کا ہدایت یافتہ ہونا آپ کو پسند ہو لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت یافتہ بنا دیتا ہے۔

پھر انہوں نے یہ جواب دیا کہ مقتولین بدر کو اپنا کلام سنانا' رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت اور آپ کا معجزہ تھی اور کفار کو زیادہ حسرت زدہ کرنا تھا' میں کہتا ہوں کہ یہ قتادہ کا قول ہے اور یہ جواب اور یہ قول مردود ہے کیونکہ خصوصیت بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتی اور وہ یہاں موجود نہیں ہے' بلکہ صحابہ کا سوال کرنا اور آپ کا جواب دینا خصوصیت کے منافی ہے اور منکرین سماع موتی پر اس حدیث سے اشکال ہوگا کہ جب لوگ مردہ کو دفن کر کے واپس چلے جاتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں سے چلنے کی آواز سنتا ہے۔

(صحیح البخاری:۱۳۷۴' صحیح مسلم:۲۸۷۰)

اور اگر اس کا یہ جواب دیا جائے کہ یہ حدیث دفن کے بعد اوّل وقت تک کے ساتھ مخصوص ہے تا کہ مردہ منکر نکیر کے سوال کا جواب دے سکے تو یہ جواب اس حدیث سے مردود ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان میں گئے اور فرمایا: ''السلام علیکم دار قوم مؤمنین''۔

(صحیح مسلم:۲۴۹' سنن ابن ماجہ:۴۳۰۴' مرقاۃ المفاتیح ج ۸ ص ۱۱' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں جو یہ حدیث ہے: میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' ہر چند کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے لیکن یہ معنی کے اعتبار سے معلول ہے اور اس میں ایک ایسی علت ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ نبی ﷺ سے ثابت نہ ہو اور وہ علت یہ ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کے مخالف ہے۔ (ردالمحتار ج ۳ ص ۱۳۱' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ شامی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کے مخالف ہے۔ ہم علامہ قرطبی' علامہ ابن حجر عسقلانی' علامہ سہیلی' علامہ محمود بن احمد عینی اور ملا قاری کی وہ توجیہات نقل کر چکے ہیں' جن میں انہوں نے اس حدیث اور قرآن مجید کی آیات میں تطبیق دی ہے' اور ہم قبر والے پر سلام پڑھنے کی حدیث بھی باحوالہ بیان کر چکے ہیں اور ان شاء اللہ اس حدیث کو مزید حوالہ جات اور دیگر احادیث کو بھی بحث کے آخر میں بیان کریں گے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ' اس بحث میں فرماتے ہیں:

عرض: اُم المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انکار سماع موتی سے رجوع ثابت ہے یا نہیں؟

ارشاد: نہیں' وہ جو فرما رہی ہیں حق فرما رہی ہیں۔ وہ مردوں کے سننے کا انکار فرماتی ہیں' مردے کون ہیں' جسم' روح مردہ نہیں' اور بے شک جسم نہیں سنتا' سنتی روح ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اُم المؤمنین کے حضور میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی'

گئی کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''ما انتم باسمع منھم '' تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں۔ اُم المؤمنین نے فرمایا: اللہ رحم فرمائے امیر المؤمنین پر! حضور ﷺ نے یہ نہیں ارشاد فرمایا بلکہ فرمایا: ''انھم لیعلمون '' بے شک وہ جانتے ہیں' امیر المؤمنین کو سہو ہوا' انہوں نے فرمایا: ''ما انتم باسمع منھم '' تو خود اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا مردوں کے علم کا اقرار فرماتی ہیں' سماع سے بے شک انکار فرماتی ہیں' اور وہ بھی اس کے ان معنوں سے جو عرف میں شائع ہیں' سماع کے عرفی معنی ان آلات کے ذریعہ سے سننا' یہ یقیناً بعد مرنے کے روح کے لیے نہیں' روح کو جسم مثالی دیا جاتا ہے' اس جسم کے کانوں سے سنتی ہے' پھر اُم المؤمنین کا ان آیتوں سے استدلال اور بھی اس کو ظاہر کر رہا ہے: ''اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى '' اور ''وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ '' موتی کون ہیں؟ اجسام' قبور میں کون ہیں؟ وہی اجسام' تو پھر اجسام ہی کے سننے سے انکار ہوا اور وہ یقیناً حق ہے۔ (پھر فرمایا:) خود اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا کا طرز عمل سماع موتی کو ثابت کر رہا ہے۔ فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ میرے حجرہ میں دفن ہوئے' میں بغیر چادر اوڑھے بے حجابانہ حاضر ہوتی اور کہتی: ''انما ھو زوجی '' میرے شوہر ہی تو ہیں' پھر میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دفن ہوئے' جب بھی میں بغیر احتیاط کے چلی جاتی اور کہتی: ''انما ھو زوجی و ابی '' میرے شوہر اور میرے باپ ہی تو ہیں' پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو میں نہایت احتیاط کے ساتھ چادر سے لپٹی ہوئی حاضر ہوتی' اس طرح کہ کوئی عضو کھلا نہ رہے' ''حیاء من عمر '' عمر رضی اللہ عنہ کی شرم سے' تو اگر ارواح کا سمع بصر نہ مانتیں تو پھر ''حیاء من عمر '' کے کیا معنی؟ (پھر فرمایا:) تین باتوں میں اُم المؤمنین کا خلاف مشہور ہے اور ان تینوں میں غلط فہمی' ایک تو یہی سماع موتی کہ وہ سماع عرفی کا جسموں کے واسطے انکار فرماتی ہیں' اور اس کو غلط فہمی سے ارواح کے سماع حقیقی پر محمول کیا جاتا ہے۔ دوسرے معراج کے جسدی کے بارہ میں انکار مشہور ہے کہ اُم المؤمنین فرماتی ہیں: ''ما فقدت جسد رسول اللّٰہ '' جسد اقدس میرے پاس سے کہیں نہ گیا' حالانکہ آپ معراج منامی کے بارہ میں فرما رہی ہیں جو مدینہ منورہ میں ہوئی اور وہ معراج تو مکہ معظمہ میں ہوئی۔ اس وقت اُم المؤمنین خدمت اقدس میں حاضر بھی نہ ہوئی تھیں بلکہ نکاح سے بھی مشرف نہ ہوئی تھیں' اسے اس پر محمول کرنا سراسر غلطی ہے۔ تیسرے علم مافی الغد کے بارہ میں اُم المؤمنین کا قول ہے کہ جو یہ کہے کہ حضور کو علم مافی الغد (یعنی آنے والی کل کا علم) تھا' وہ جھوٹا ہے۔ اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے' علم جبکہ مطلق بولا جائے خصوصاً جبکہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تشریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے۔ کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے' یقیناً کافر ہے۔ (الملفوظ ج ۳ ص ۲۸۳۔۲۸۱' حامد اینڈ کمپنی' لاہور)

دیوبند کے مشہور محدث انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

سماع موتی کا مسئلہ گزر چکا ہے اور رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر: ۲۲) سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ قبر والوں کو ایسا پیغام نہیں سناتے جس پر ان کا قبول کرنا مترتب ہو یا اس کا معنی یہ ہے کہ آپ ان قبر والوں کو ہمارے اس جہان میں نہیں سناتے اور ان قبر والوں کا سننا عالم برزخ میں ہے اور وہ ہمارے جہان کے اعتبار سے معدوم ہے اور یا یہ آیت اس طرح ہے جس طرح فرمایا ہے: وہ بہرے' گونگے' اندھے ہیں۔ (البقرہ: ۱۷۱) یعنی ان کو سننے کے باوجود بہرہ فرمایا۔ اسی طرح یہاں فرمایا کہ آپ ان بہروں کو نہیں سناتے۔ علامہ سیوطی نے کہا: وہ آپ کے پیغام کو کان لگا کر نہیں سنتے' اس کو قبول نہیں کرتے اور اس سے ہدایت حاصل نہیں کرتے' اس لیے فرمایا: آپ ان کو نہیں سناتے گویا اس آیت میں کفار کو قبر والوں سے تشبیہ دی ہے۔ (فیض الباری ج ۴ ص ۹۰' مطبوعہ مجلس علمی ہند' ۱۳۵۷ھ)

شیخ انور شاہ کشمیری نے جس عبارت کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے:

میں یہ کہتا ہوں کہ مردوں کے سننے کے متعلق احادیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ امام ابوعمر (ابن عبد البر) نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب کوئی شخص مردہ کو سلام کرے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اگر دنیا میں اس کو پہچانتا تھا تو اس کو پہچان لیتا ہے' (یہ روایت بالمعنی ہے) حافظ ابن کثیر نے بھی اس حدیث کو سند کے ساتھ روایت کیا ہے' پس اس کے انکار کی گنجائش نہیں ہے' کیونکہ ہمارے ائمہ رحمہم اللہ میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا' البتہ علامہ ابن الہمام نے یہ کہا ہے کہ سماع موتی میں اصل نفی ہے اور جن مواضع میں سماع ثابت ہے ان کا استثناء کیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ پھر اصل میں نفی کا عنوان قائم کرنے کا کیا فائدہ اور جب فی الجملہ سماع ثابت ہے تو پھر تخصیص کے ادعا کی کیا ضرورت ہے؟ ہاں قرآن مجید میں فرمایا ہے: ''اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى '' اور ''وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ '' اور ان آیتوں سے بظاہر مردوں کے مطلقاً سننے کی نفی ہوتی ہے' اس کا ایک جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے سنانے کی نفی کی ہے' سننے کی نفی نہیں کی اور ہماری بحث مردوں کے سننے میں ہے' اور علامہ سیوطی نے یہ جواب دیا ہے کہ وہ آپ کے پیغام کو کان لگا کر نہیں سنتے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کا نفع نہیں حاصل کرتے' کیونکہ مردوں کا سماع سے فائدہ حاصل کرنا دنیاوی زندگی میں متصور ہے اور اب اس کا وقت گزر چکا ہے' اسی طرح یہ کفار ہر چند کہ زندہ ہیں' لیکن آپ کا ان کو ہدایت دینا غیر مفید ہے کیونکہ یہ نفع نہ اٹھانے میں مردوں کی مثل ہیں' پس ان آیتوں سے مردوں کے سننے کی نفی مقصود نہیں ہے بلکہ سننے سے ان کے فائدہ اٹھانے کی نفی مقصود ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نفی سماع سے ماننے اور عمل کرنے کی نفی بھی مراد ہو سکتی ہے جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص کو کتنی مرتبہ نماز پڑھنے کے لیے کہا مگر وہ سنتا ہی نہیں' یعنی مانتا نہیں اور عمل نہیں کرتا' سو قبر میں مردے بھی سنتے نہیں اور عمل نہیں کرتے۔ اس اعتبار سے زندہ کافروں کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ آپ کی بات مانیں گے نہیں اور اس پر عمل نہیں کریں گے' اگر تم یہ اعتراض کرو کہ جب مردوں کے لیے سننا ثابت ہے تو کیا وہ نفع بھی اٹھا سکتے ہیں؟ تو میں کہوں گا کہ جو لوگ نیکی پر فوت ہوئے' وہ سننے سے نفع بھی حاصل کرتے ہیں اور جو لوگ العیاذ باللہ کفر پر فوت ہوئے تو ان کے لیے نفع کہاں؟ وہ لوگ صرف آواز سنتے ہیں' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم قبر میں جس سماع کے ثبوت کے درپے ہیں' وہ عالم برزخ میں سماع ہے اور قرآن مجید میں مردوں کے جس سننے کی نفی کی ہے وہ ہمارے اس عالم کے اعتبار سے ہے۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۲۶۸۔ ۲۶۷ ملخصاً' مطبوعہ ہند' ۱۳۵۷ھ)

سماع موتی کے ثبوت میں بعض دیگر احادیث اور آثار

اس سے پہلے ہم صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالوں سے یہ حدیث بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقتولین بدر کے متعلق صحابہ سے فرمایا: (۱) تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' اور اس پر مفصل بحث و نظر کا بھی ذکر کیا اور صحیح بخاری' صحیح مسلم اور سنن نسائی کے حوالہ سے یہ حدیث بیان کی (۲) کہ دفن کے بعد قبر میں مردہ جوتیوں سے چلنے کی آواز سنتا ہے اور اس پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب دیا اور اس کی تائید میں صحیح مسلم اور سنن ابن ماجہ کے حوالوں سے یہ حدیث بیان کی (۳) کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان گئے اور فرمایا: ''السلام علیکم دار قوم مؤمنین '' اور ظاہر ہے کہ یہ سلام کرنا اسی وجہ سے تھا کہ قبر میں مردے سنتے ہیں۔ اب اس کی تائید میں ہم مزید احادیث پیش کر رہے ہیں:

(۴) امام ابوعمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر مالکی اندلسی متوفی ۴۶۳ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی اپنے کسی ایسے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے' اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(الاستذکار: ۱۸۵۸۔ ج ۲ ص ۱۶۵' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت)

علامہ قرطبی اور علامہ مناوی وغیرہ نے لکھا ہے کہ امام ابن عبد البر نے اس حدیث کو التمہید میں بھی روایت کیا ہے' لیکن ہم نے التمہید کے دونسخوں اور فتح المالک میں اس حدیث کو تلاش کیا' اس میں یہ حدیث نہیں ہے' امام عبدالبر نے اس حدیث کو صرف الاستذکار میں روایت کیا ہے۔

امام غزالی متوفی ۵۰۵ ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔(احیاء العلوم ج ٦ ص ١٢٧) اور اس کے حاشیہ پر حافظ عراقی نے لکھا ہے کہ عبدالحق الاشبیلی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے' علامہ سید مرتضیٰ زبیدی متوفی ١٢٠٥ ھ نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے: امام ابن ابی الدنیا نے اس حدیث کو کتاب القبور میں روایت کیا ہے' اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں اس کو حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔(اتحاف السادۃ المتقین ج ١٠ ص ٣٦٦) علامہ زین الدین بن رجب حنبلی متوفی ٧٩٥ ھ نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔
(احوال القبور ص ١٤٢' مطبوعہ دارالکتب العربی' ١٤١٤ ھ) محمد ناصر الجیولی نے اس کا دارالبرزخ میں ذکر کیا ہے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ٦٦٨ ھ' اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابن عبدالبر نے اس حدیث کو الاستذکار اور التمہید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کو ابو محمد عبدالحق نے صحیح قرار دیا ہے۔

حافظ شمس الدین ابوعبداللہ بن قیم جوزیہ حنبلی متوفی ٧٥١ ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابو محمد عبدالحق الاشبیلی نے یہ عنوان قائم کیا کہ مردے زندوں کے متعلق سوال کرتے ہیں اور ان کے اقوال اور اعمال کو پہچانتے ہیں' پھر کہا کہ امام ابن عبدالبر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی اپنے ایسے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ پہچانتا ہو پس اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے' اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ اس کو نہ پہچانتا ہو اور سلام کرے' تب بھی وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ عنقریب ہم اس حدیث کو باحوالہ ذکر کریں گے۔(الروح ص ١١-١٠' مطبوعہ دارالحدیث' قاہرہ' ١٤١٠ ھ)

علامہ عبدالرؤف مناوی شافعی متوفی ١٠٠٣ ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن القیم نے کہا ہے کہ اس قسم کی احادیث اور آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص قبر والے کی زیارت کرتا ہے اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ اس کے سلام کو سنتا ہے اور اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے' اور یہ حکم شہداء اور غیر شہداء دونوں کے لیے عام ہے اور اس میں وقت کی کوئی قید نہیں ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمت کے لیے یہ مشروع کیا ہے کہ وہ اہل قبور کو سلام کریں' جس طرح سننے والے اور عقل والے شخص کو سلام کیا جاتا ہے۔ حافظ عراقی نے کہا ہے کہ امام عبدالبر نے اس حدیث کو التمہید اور الاستذکار میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کو حافظ عبدالحق نے صحیح قرار دیا ہے۔
(فیض القدیر ج ١٠ ص ٥٤٣٨' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ١٤١٨ ھ)

حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب المتوفی ٤٦٣ ھ نے اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو بندہ بھی کسی ایسے شخص کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا' پس اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔(تاریخ بغداد ج ٦ ص ١٣٧' مکتبہ سلفیہ' مدینہ منورہ' الجامع الصغیر: ٨٠٦٢- ج ٢' شرح الصدور ص ٢٠٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٠٣ ھ' کنز العمال: ٤٢٥٥٦- ج ١٥' مطبوعہ بیروت)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ٢١١ ھ روایت کرتے ہیں:

(٦) سالم بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جس قبر کے پاس سے گزرتے' اس کو سلام کرتے تھے۔
(المصنف: ٦٧٢١-ج٣)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: ہم قبروں پر سلام کرنے کے لیے کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا: کہو: ''**السلام علی اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین' یرحم اللّٰه المستقدمین منا والمستاخرین' انا ان شاء اللّٰه بکم لاحقون**''۔ (المصنف: ٦٧٢٢-ج٣)

(٨) زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ اور ان کے ایک شاگرد ایک قبر کے پاس سے گزرے' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: سلام کرو! اس شخص نے پوچھا: کیا قبر کو سلام کروں؟ حضرت ابو ہریرہ نے کہا: اگر اس نے کسی دن دنیا میں تمہیں دیکھ لیا تھا تو وہ اب تمہیں پہچان لے گا۔ (المصنف: ٦٧٢٣-ج٣)

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ روایت کرتے ہیں:

(٩) زازان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب قبرستان میں داخل ہوتے تو فرماتے: اس دیار میں رہنے والے مؤمنین اور مسلموں پر میرا سلام ہو' تم ہم پر مقدم ہو اور ہم تمہارے تابع ہیں اور ہم تمہارے ساتھ ضرور ملیں گے' اور ہم اللہ کے لیے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

(١٠) جندب ازدی بیان کرتے ہیں کہ ہم سلمان کے ساتھ حرہ کی طرف گئے' حتیٰ کہ جب ہم قبروں کے پاس پہنچے تو انہوں نے دائیں طرف متوجہ ہو کر کہا: ''**السلام علیکم یا اهل الدیار من المؤمنین والمؤمنات**'' (الحدیث)۔

(١١) مجاہد سے روایت ہے کہ وہ قبروں پر سلام عرض کرتے تھے۔

(١٢) موسیٰ بن عقبہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ سالم بن عبد اللہ رات ہو یا دن' جس وقت بھی قبر کے پاس سے گزرتے تو اس کو سلام کرتے تھے اور وہ یہ کہتے تھے: السلام علیکم! میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: ان کے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

(١٣) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں تو ان میں سے کوئی شخص یہ کہے: ''**السلام علیکم یا اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا ان شاء اللّٰه بکم للاحقون انتم لنا فرط ونحن لکم تبع ونسال اللّٰه لنا ولکم العافیة**''۔

(١٤) عامر بن سعد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ اپنی زمین سے لوٹتے اور شہداء کی قبروں کے پاس سے گزرتے تو کہتے: ''**السلام علیکم وانا بکم للاحقون**'' پھر اپنے اصحاب سے کہتے کہ تم شہداء کو سلام نہیں کرتے تا کہ وہ تمہارے سلام کا جواب دیں۔

(١٥) عبد اللہ بن سعد الجاری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم ان قبروں کے پاس سے گزرو جن کو تم پہچانتے تھے تو کہو: ''**السلام علیکم اصحاب القبور**'' اور جب تم ان قبروں کے پاس سے گزرو جن کو تم نہیں پہچانتے تھے تو کہو: ''**السلام علی المسلمین**''۔

(١٦) ابو مویہبہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ وہ البقیع کی طرف جائیں' ان کے لیے دعا کریں اور ان کو سلام کریں۔ (المصنف ج ٣ ص ٣٤١-٣٣٩' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ١٤٠٦ھ)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں:

(۱۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُحد سے لوٹتے ہوئے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے' آپ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو۔ (پھر صحابہ سے فرمایا:) تم ان کی زیارت کرو اوران کو سلام کرو۔ (المعجم الاوسط:۳۷۱۲۔ج ۴ص ۴۲۶'مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض'۱۴۱۵ھ)

(۱۸) عبداللہ الاودی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' اس وقت وہ حالت نزع میں تھے۔ انہوں نے کہا: جب میں مرجاؤں تو میرے ساتھ اسی طرح کرنا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں مردوں کے ساتھ کرنے کا حکم دیا ہے' آپ نے فرمایا: جب تمہارے بھائیوں میں سے کوئی شخص فوت ہوجائے تو تم اس کی قبر پر مٹی ہموار کردینا' پھر تم میں سے کوئی شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہوجائے' پھر اس کو چاہیے کہ یہ کہے: یافلاں بن فلانہ' وہ اس کلام کو سنے گا اور جواب نہیں دے گا' پھر کہے کہ یا فلاں بن فلانہ' تو وہ اُٹھ کر سیدھا بیٹھ جائے گا' پھر کہے: یافلاں بن فلانہ' تب وہ مردہ کہے گا: اللہ تم پر رحم کرے! ہماری رہنمائی کرو' لیکن تم کو (ان کے کلام کا) شعور نہیں ہوتا' پس اس شخص کو کہنا چاہیے: یاد کرو جب تم دنیا سے گئے تھے تو یہ شہادت دیتے تھے کہ ''ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمدًا عبدہ ورسولہ'' اور تم اللہ کو رب مان کر راضی تھے اور اسلام کو دین مان کر اور (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نبی مان کر اور قرآن کو امام مان کر' پھر منکر اور نکیر میں سے ایک اپنے صاحب کا ہاتھ پکڑ کر کہے گا: اب یہاں سے چلو! ہم اس شخص کے پاس نہیں بیٹھتے جس کو حجت کی تلقین کردی گئی ہے' پھر ان کے سامنے اللہ حجت کرنے والا ہوگا' ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر ہمیں اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: تو پھر اس کو حواء کی طرف منسوب کرے اور کہے: یافلان بن حواء۔

(المعجم الکبیر:۷۹۷۹۔ج۸'مجمع الزوائد ج ۲ص ۲۰۲'التذکرہ ج ۱ص ۱۱۹'تہذیب تاریخ دمشق ج ۶ص ۴۲۴'کنز العمال:۴۲۴۰۶۔۴۲۹۳۴)

علامہ ابوعبداللہ قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں کہ حافظ ابومحمد عبدالحق اور شیبہ بن ابی شیبہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ یہ حدیث احیاء العلوم میں بھی ہے اور بہت علماء نے اس سے استدلال کیا ہے' اور شیخ فقیہ امام مفتی الانام ابوالحسن علی بن ہبۃ اللہ شافعی نے اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ہمارے شیخ علامہ ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی فرماتے ہیں: اس حدیث پر عمل کرکے میت کو تلقین کرنی چاہیے۔ (التذکرہ ج ۱ص ۱۲۰۔۱۱۹'ملخصاً' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

واضح رہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے آباء کی طرف منسوب کرکے پکارا جائے گا' اور اس حدیث میں جو اُمہات کی طرف نسبت کا ذکر ہے یہ قیامت کا واقعہ نہیں ہے بلکہ دفن کے بعد قبر کا واقعہ ہے۔ اس حدیث میں مردہ کے سننے کی صرف تصریح ہے۔ اور چونکہ اس حدیث پر اہلِ علم کا عمل ہے اور یہ اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

ملا علی قاری نے علامہ نووی سے یہ نقل کیا ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک ضعیف حدیث اہلِ علم کے عمل سے قوی ہوجاتی ہے۔

(مرقات ج ۲ص ۹۸'مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان'۱۳۹۰ھ)

امام ابوبکر حسین بن احمد بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

(۱۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا ہو اور اس کو سلام کرے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب وہ ایسی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ نہ پہچانتا ہو اور اس کو سلام کرے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (شعب الایمان:۹۲۹۶۔ج ۷'شرح الصدور ص ۲۰۲)

(۲۰) نیشاپور کے قاضی ابوابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک شخص آیا' اور اس نے کہا: میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ

ہوا' قاضی کے پوچھنے پر بتایا کہ میں کفن چور تھا اور قبروں سے کفن چراتا تھا۔ ایک عورت فوت ہوگئی' میں نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی تاکہ میں اس کی قبر دیکھ لوں۔ رات کو میں نے قبر کھودی اور اس کا کفن اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو اس عورت نے کہا: سبحان اللہ! ایک جنتی مرد جنتی عورت کا کفن اتار رہا ہے' پھر اس عورت نے کہا: کیا تم کو معلوم نہیں کہ تم نے میری نمازِ جنازہ پڑھی تھی' اور اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں کو بخش دیا' جنہوں نے میری نمازِ جنازہ پڑھی تھی۔ (شعب الایمان:۹۲۶۱۔ ج ۷' شرح الصدور ص ۲۰۸)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر متوفی ۵۷۱ھ روایت کرتے ہیں:

(۲۱) یحییٰ بن ایوب الخزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نوجوان تھا جس نے مسجد کو لازم کر لیا تھا' حضرت عمر اس سے بہت خوش تھے' اس کا باپ بوڑھا آدمی تھا' وہ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے باپ کی طرف لوٹ آتا تھا' اس کے راستہ میں ایک عورت کا دروازہ تھا' وہ اس پر فریفتہ ہوگئی تھی' وہ اس کے راستہ میں کھڑی ہو جاتی تھی' ایک رات وہ اس کے پاس سے گزرا تو وہ اس کو مسلسل بہکاتی رہی حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ چلا گیا' جب وہ اس کے گھر کے دروازہ پر پہنچا تو وہ بھی اندر آ گئی' اس نوجوان نے اللہ کو یاد کرنا شروع کر دیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوگئی:

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَٰئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَٰنِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ○ (الاعراف:۲۰۱)

بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں' انہیں اگر شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھو بھی جاتا ہے تو وہ خبردار ہو جاتے ہیں' اور اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں ○

پھر وہ نوجوان بے ہوش ہو کر گر گیا' اس عورت نے اپنی باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اس نوجوان کو اُٹھایا اور اسے اس کے گھر کے دروازہ پر چھوڑ آئیں۔ اس کے گھر والے اسے اُٹھا کر گھر میں لے گئے' کافی رات گزرنے کے بعد وہ نوجوان ہوش میں آیا' اس کے باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تمہیں کیا ہوا تھا؟ اس نے کہا: خیر ہے' باپ نے پھر پوچھا تو اس نے پورا واقعہ سنایا' باپ نے پوچھا: اے بیٹے! تم نے کون سی آیت پڑھی تھی؟ تو اس نے آیت کو دہرایا جو اس نے پڑھی تھی اور پھر بے ہوش ہو کر گر گیا۔ گھر والوں نے اسے ہلایا جلایا' لیکن وہ مر چکا تھا' انہوں نے اس کو غسل دیا اور اسے جا کر دفن کر دیا۔ صبح ہوئی تو اس بات کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی' صبح کو حضرت عمر اس کے والد کے پاس تعزیت کے لیے آئے اور فرمایا: تم نے مجھے خبر کیوں نہیں دی۔ اس کے باپ نے کہا: رات کا وقت تھا۔ حضرت عمر نے فرمایا: ہمیں اس کی قبر کی طرف لے چلو' پھر حضرت عمر اور ان کے اصحاب اس کی قبر پر گئے' حضرت عمر نے کہا: اے نوجوان! جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے' اس کے لیے دو جنتیں ہیں' تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! مجھے میرے رب عزوجل نے جنت میں دوبار دو جنتیں عطاء فرمائی ہیں۔

(مختصر تاریخ دمشق ترجمہ عمرو بن جامع' رقم:۱۱۴' ج ۱۹ ص ۱۹۱۔۱۹۰' مطبوعہ دارالفکر' بیروت)

حافظ ابن عساکر کے حوالہ سے اس حدیث کو حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ' حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اور امام علی متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ نے بھی ذکر کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر الاعراف:۲۰۱' ج ۳ ص ۲۶۹' طبع دارالاندلس' بیروت' شرح الصدور ص ۲۱۳' طبع دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ' کنز العمال:۴۶۳۴۔ ج ۲ ص ۵۱۷۔۵۱۶)

امام ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی قرطبی متوفی ۴۶۳ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

(۲۲) عطاء بن یسار' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو قبرستان میں جاتے اور فرماتے: "السلام علیکم دار قوم مؤمنین" ہمارے پاس اور تمہارے پاس وہ چیز آ چکی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور ہم ان شاء اللہ تم سے

ملنے والے ہیں' اے اللہ! بقیع الغرقد والوں کی مغفرت فرما!

جن علماء کا یہ مذہب ہے کہ مردوں کی روحیں قبروں کے صحنوں پر ہوتی ہیں' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں: اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کنویں میں پڑے ہوئے مردوں کو خطاب فرمایا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو' مگر یہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (الی قولہ) قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مردہ کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو وہ لوگوں کی جوتیوں سے چلنے کی آواز سنتا ہے' اور ان اُمور کی کیفیت نہیں بیان کی جاسکتی' ان کو صرف تسلیم کیا جائے گا اور ان کی اتباع کی جائے گی۔ امام عبدالبر فرماتے ہیں: جو شخص قبرستان میں جائے وہ ان کو سلام کرے اور وہ الفاظ کہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔

(التمہید ج ۲۰ص ۲۴۰' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ المکرمہ ۱۴۱۲ھ)

(۲۳) عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو موجود نہ پایا' میں آپ کے پیچھے گئی' آپ بقیع کے قبرستان میں گئے تو آپ نے فرمایا: ''**السلام علیکم دار قوم مؤمنین** '' تم ہمارے پیش رو ہو' اور بے شک ہم تم سے ملنے والے ہیں' اے اللہ! ہم کو ان کے اجر سے محروم نہ کر' اور ہم کو ان کے بعد آزمائش میں نہ ڈال۔

(التمہید ج ۲۰ص ۲۴۱' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ المکرمہ ۱۴۱۲ھ)

(۲۴) روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قبرستان میں گئے اور قبروں کی طرف متوجہ ہو کر بلند آواز سے ندا کی: اے اہل قبور! آیا تم ہمیں اپنی خبریں دو گے یا ہم تمہیں خبریں سنائیں؟ ہمارے پاس یہ خبر ہے کہ تمہارے مال تقسیم کر دیئے گئے اور تمہاری عورتوں نے دوسری شادیاں کر لیں' اور تمہارے گھروں میں اب تمہارے سوا اور لوگ رہتے ہیں' یہ ہماری خبریں ہیں' اب تم ہمیں اپنی خبریں سناؤ' پھر آپ نے اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر کہا: سنو! اللہ کی قسم! اگر یہ جواب دینے کی طاقت رکھتے تو یہ کہتے کہ ہم نے تقویٰ سے بہتر کوئی زادِ راہ نہیں پایا۔

(۲۵) ابوعثمان النہدی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سخت گرم دن میں نکلا اور قبرستان میں گیا' وہاں دو رکعت نماز پڑھی' پھر ایک قبر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک آواز سنی: ''میرے پاس سے ہٹ جا' اور مجھے ایذاء نہ پہنچا'' تم جو کہتے ہو تمہیں اس کا علم نہیں ہے اور ہمیں علم ہے اور ہم کہتے نہیں ہیں' تمہاری یہ دو رکعت نماز مجھے فلاں فلاں چیز سے زیادہ محبوب ہے۔

(۲۶) ثابت بنانی بیان کرتے ہیں کہ میں قبرستان میں جا رہا تھا' اچانک میں نے غیب سے ایک آواز سنی: اے ثابت! ہماری خاموشی سے دھوکا نہ کھانا' یہاں پر کتنے ہی لوگ مغموم ہیں۔

(۲۷) امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بقیع الغرقد کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ''**السلام علیکم اھل القبور** '' ہمارے پاس یہ خبریں ہیں کہ تمہاری بیویوں نے شادیاں کر لیں' اور تمہارے گھروں میں اب اور لوگ رہتے ہیں' اور تمہارے مال تقسیم کر دیئے گئے' تو غیب سے آواز آئی: اے عمر بن الخطاب! ہماری خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو نیک اعمال بھیجے تھے وہ مل گئے' اور ہم نے جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا تھا اس کا نفع پا لیا' اور ہم نے جو اپنے پیچھے مال چھوڑا' وہ گھاٹا تھا۔

(التمہید ج ۲۰ص ۲۴۲' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ المکرمہ ۱۴۱۲ھ)

ہمارے زمانہ میں بعض لوگ سماع موتی کا شدت سے انکار کرتے ہیں' اس لیے میں نے احادیث صحیحہ و مقبولہ کی روشنی میں اس مسئلہ کو واضح کیا ہے اور مذاہب اربعہ کے مستند علماء کی تصریحات بھی پیش کی ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ علامہ قرطبی مالکی' علامہ نووی شافعی' علامہ ابن قیم حنبلی اور علامہ بدرالدین عینی حنفی قابل ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں امام احمد رضا بریلوی اور مکتب فکر دیوبند کے

محدث شیخ انورشاہ کشمیری کی تصریحات بھی پیش کر دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس تحریر کو اثر آفریں بنادے۔ (آمین!) (النمل ۸۰ اور فاطر:۲۲)

واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلٰی آلہٖ واصحابہ الراشدین وعلماء ملتہ اجمعین ۔

(تبیان القرآن ج ۴ ص ۵۸۹-۵۷۶ فرید بک سٹال لاہور ۱۴۲۱ھ)

۹- بَابُ فَضْلِ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا — غزوۂ بدر میں حاضر ہونے والوں کی فضیلت

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو صحابہ معرکۂ بدر میں مشرکین سے قتال کے لیے حاضر ہوئے تھے' وہ دوسرے صحابہ سے افضل ہیں' امام بخاری کو چاہیے تھا کہ وہ لکھتے: غزوۂ بدر میں حاضر ہونے والوں کی افضلیت نہ کہ فضیلت۔

۳۹۸۲- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اَبُوْاِسْحٰقَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اُصِيْبَ حَارِثَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَّهُوَ غُلَامٌ فَجَاءَتْ اُمُّهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَرَفْتَ مَنْزِلَةَ حَارِثَةَ مِنِّيْ فَاِنْ يَّكُنْ فِي الْجَنَّةِ اَصْبِرْ وَاَحْتَسِبْ وَاِنْ تَكُ الْاُخْرٰى تَرٰى مَا اَصْنَعُ فَقَالَ وَيْحَكِ اَوْ هَبِلْتِ اَوَ جَنَّةٌ وَّاحِدَةٌ هِيَ اِنَّهَا جِنَانٌ كَثِيْرَةٌ وَّاِنَّهُ فِيْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از حمید' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ معرکہ بدر کے دن حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور وہ نوعمر لڑکے تھے' پس ان کی ماں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ مجھے حارثہ سے کتنی محبت تھی' پس اگر وہ جنت میں ہے تو میں اس پر صبر کرتی ہوں اور ثواب کی نیت کرتی ہوں اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور بات ہے تو آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں' آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! کیا تم کو معلوم نہیں' کیا وہاں صرف ایک جنت ہے' وہاں تو بہت جنتیں ہیں اور وہ لڑکا جنت الفردوس میں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۰۹ میں گزر چکی ہے۔

حضرت حارثہ کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت حارثہ کا ذکر ہے' ان کا نام ہے: حارثہ بن سراقہ انصاری' یہ غزوۂ بدر میں انصار کی طرف سے سب سے پہلے شہید ہوئے تھے' یہ جنگ بدر کے دن حوض کی تلاش میں نکلے تھے' وہ حوض سے پانی پی رہے تھے کہ حبان بن عرقہ کا چلایا ہوا تیر ان کو آ کر لگا' پس اس تیر سے وہ شہید ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۲۶)

اس حدیث میں حضرت حارثہ کی ماں کا ذکر ہے' ان کا نام رُبیع بنت النضر ہے' یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں؟

اس حدیث میں ''ویحك'' اور ''هبلت'' کے الفاظ ہیں' ''ویحك'' کا لفظ کسی بات پر جھڑکنے کے لیے آتا ہے اور ''هبلت'' کا لفظ تعجب کے لیے آتا ہے اور یہاں اس کا معنی ہے: کیا تم کو معلوم نہیں۔

اس میں جنت الفردوس کا لفظ ہے' یہ سب سے بلند جنت ہے۔

جنت الفردوس کی فضیلت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ (آل عمران:۱۳۳)

اپنے رب کی مغفرت اور ایسی جنت کی طرف جلدی کرو جس کی پہنائی آسمان اور زمینیں ہیں جس کو متقین کے لیے تیار کیا گیا ہے ○

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حصولِ جنت کی دعا کی:

وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ○ (الشعراء:۸۵)

اور مجھے نعمت والی جنت کے وارثوں میں شامل کر دے ○

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دوزخ سے پناہ اور جنت کے حصول کی دعا کی ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا ہوتی تھی: اے اللہ! ہم تجھ سے تیری رحمت کے موجبات اور مغفرت کے مؤکدات کا سوال کرتے ہیں اور ہر گناہ سے محفوظ رہنے کا اور ہر نیکی کے حصول کا اور جنت کی کامیابی کا اور تیری مدد سے دوزخ سے نجات کا۔ (المستدرک ج ا ص ۵۲۵ دار الباز' مکہ مکرمہ' علامہ ذہبی نے اس حدیث کو مقرر رکھا ہے)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان آسمان اور زمین جتنا فاصلہ ہے اور فردوس سب سے بلند جنت ہے اور اسی سے جنت کے چار دریا نکلتے ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے' پس جب تم اللہ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔ (صحیح البخاری: ۲۷۹۰' سنن ترمذی: ۲۵۳۱' مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۶)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ایک شعر پر اعتراض کا جواب

قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ میں جنت کی طلب اور ترغیب میں بہت تصریحات ہیں' اس بناء پر بعض لوگ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے اس شعر پر جنت سے بے رغبتی کا اعتراض وارد کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

جنت نہ دیں' نہ دیں تری رؤیت ہو خیر سے — اس گل کے آگے کس کو ہوس برگ و بر کی ہے

(حدائق بخشش ص ۸۵ فرید بک سٹال' لاہور)

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو اس شعر میں مطلقاً جنت سے بے رغبتی کا اظہار نہیں ہے' بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے مقابلہ میں بے رغبتی کا اظہار ہے' اور ظاہر ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہی تمام نعمتوں کی اصل ہے۔

ثانیاً اعلیٰ حضرت نے اپنے دیگر اشعار میں جنت کی طرف رغبت کی ہے اور اس کو طلب کیا ہے' وہ فرماتے ہیں:

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو — ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

(حدائق بخشش حصہ اول ص ۵۴' فرید بک سٹال' لاہور)

تیری دوزخ سے تو کچھ چھینا نہیں — خُلد میں پہنچا رضا پھر تجھ کو کیا

(حدائق بخشش حصہ دوم ص ۴۹' فرید بک سٹال' لاہور)

۳۹۸۳- حَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ قَالَ سَمِعْتُ حُصَيْنَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن ادریس نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حصین بن عبد الرحمان سے سنا از سعد بن

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا مَرْثَدٍ وَّالزُّبَيْرَ وَكُلُّنَا فَارِسٌ قَالَ انْطَلِقُوْا حَتّٰى تَاْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ فَاِنَّ بِهَا امْرَاَةً مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ مَعَهَا كِتَابٌ مِّنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِيْ بَلْتَعَةَ اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ فَاَدْرَكْنَاهَا تَسِيْرُ عَلٰى بَعِيْرٍ لَّهَا حَيْثُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا الْكِتَابَ فَقَالَتْ مَامَعَنَا كِتَابٌ فَاَنَخْنَاهَا فَالْتَمَسْنَا فَلَمْ نَرَ كِتَابًا فَقُلْنَا مَاكَذَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ اَوْ لَنُجَرِّدَنَّكِ فَلَمَّا رَاَتِ الْجِدَّ اَهْوَتْ اِلٰى حُجْزَتِهَا وَهِيَ مُحْتَجِزَةٌ بِكِسَاءٍ فَاَخْرَجَتْهُ فَانْطَلَقْنَا بِهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْخَانَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالْمُؤْمِنِيْنَ فَدَعْنِيْ فَلِاَضْرِبَ عُنُقَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاحَمَلَكَ عَلٰى مَاصَنَعْتَ قَالَ حَاطِبٌ وَّاللّٰهِ مَابِيْ اَنْ لَّا اَكُوْنَ مُؤْمِنًا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَدْتُّ اَنْ تَكُوْنَ لِيْ عِنْدَ الْقَوْمِ يَدٌ يَّدْفَعُ اللّٰهُ بِهَا عَنْ اَهْلِيْ وَمَالِيْ وَلَيْسَ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِكَ اِلَّا لَهٗ هُنَاكَ مِنْ عَشِيْرَتِهٖ مَنْ يَّدْفَعُ اللّٰهُ بِهٖ عَنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ وَلَا تَقُوْلُوْا لَهٗ اِلَّا خَيْرًا فَقَالَ عُمَرُ اِنَّهٗ قَدْخَانَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالْمُؤْمِنِيْنَ فَدَعْنِيْ فَلِاَضْرِبَ عُنُقَهٗ فَقَالَ اَلَيْسَ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ اِلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ اَوْفَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ فَدَمَعَتْ عَيْنَا عُمَرَ وَقَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ ۔

عبیدہ از ابوعبدالرحمٰن السلمی از حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حضرت ابومرثد اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور ہم سب گھڑسوار تھے' آپ نے فرمایا: تم لوگ جاؤ حتیٰ کہ روضۃ خاخ پر پہنچ جاؤ' کیونکہ وہاں مشرکین ایک عورت ہوگی' اس کے پاس ایک مکتوب ہوگا جو حاطب بن ابی بلتعہ نے مشرکین کی طرف لکھا ہے' ہم نے اس عورت کو جالیا جو اپنے اونٹ پر اس جگہ سفر کر رہی تھی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا' ہم نے اس سے کہا: وہ مکتوب لاؤ' اس نے کہا: ہمارے پاس مکتوب نہیں ہے' ہم نے اس کے اونٹ کو بٹھایا اور اس کی تلاش لی تو ہم نے کوئی مکتوب نہیں دیکھا' ہم نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط نہیں فرمایا' تم ضرور مکتوب نکالو' ورنہ ہم تمہیں برہنہ کر دیں گے' جب اس نے (ہماری) سنجیدگی دیکھی تو اس نے ازار باندھنے کی جگہ ہاتھ بڑھایا' وہ ایک چادر باندھے ہوئے تھی' پھر اس نے وہ مکتوب نکالا' ہم اس مکتوب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین سے خیانت کی ہے' پس آپ مجھے اجازت دیں' میں اس کی گردن اُڑا دوں! تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت حاطب سے) فرمایا: تم کو اس کام پر کس نے اُبھارا؟ تو حضرت حاطب نے کہا: میں صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والا ہوں' میرا ارادہ صرف یہ تھا کہ میرا اس قوم پر کوئی احسان ہو جائے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میرے اہل اور مال سے ضرر اور شر کو دور کرے' آپ کے جتنے اصحاب یہاں ہیں ان سب کا قبیلہ وہاں موجود ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ ان کے اہل اور مال کی حفاظت فرماتا ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے سچ کہا ہے اور تم بھی اس کو بھلائی کے سوا اور کچھ نہ کہو' حضرت عمر نے پھر کہا: اس شخص نے اللہ تعالیٰ اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مؤمنین سے خیانت کی ہے' سو آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی گردن اُڑا دوں' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ شخص اہل بدر سے نہیں ہے! پس فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

تم جو چاہے عمل کرو' پس بے شک تمہارے لیے جنت واجب ہو چکی ہے' یا فرمایا: میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے' پھر حضرت عمر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) زیادہ جانتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۰۷ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں اہل بدر کی فضیلت کا ذکر ہے۔

اہل بدر کی مغفرت کے اعلان پر یہ اشکال کہ کیا ان کے لیے معصیت کو مباح کر دیا ہے؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: امام احمد کی حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو بدر میں حاضر ہوئے' اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو دوزخ میں داخل نہیں کرے گا' یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے' اس حدیث کے ظاہر پر یہ اشکال ہے کہ اس طرح تو ان کے لیے معصیت کو مباح کر دیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ضامن ہے کہ وہ ان سے کوئی ایسا کام نہیں ہونے دے گا جو مغفرت اور دخولِ جنت کے منافی ہو اور ان سے جو معصیت سرزد ہو گی' اس پر ان کو موت سے پہلے توبہ کی توفیق دے گا اور اگر انہوں نے کوئی ایسا کام کیا جو حد جاری کرنے کا موجب ہو تو ان پر حد جاری کی جائے گی جیسے جب حضرت مسطح رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حد قذف جاری کی اور وہ بدری صحابی تھے' اسی طرح حضرت عمر نے حضرت قدامہ بن مظعون پر حد جاری کی' جب انہوں نے شراب پی اور وہ بھی بدری صحابی تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ اص ۱۲۸' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث کی مزید شرح ان شاء اللہ غزوہ فتح مکہ کے باب میں آئے گی۔

١٠ - بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا' تاہم یہ بھی ابوابِ سابقہ کے ساتھ ملحق ہے اور اس کا تعلق بھی بدر کے احوال سے ہے۔

٣٩٨٤- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْغَسِيلِ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ وَّالزُّبَيْرِ بْنِ الْمُنْذِرِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ إِذَا أَكْثَبُوْكُمْ فَارْمُوْهُمْ وَاسْتَبْقُوْا نَبْلَكُمْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواحمد الزبیری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن الغسیل نے حدیث بیان کی از حمزہ بن ابی اُسید اور الزبیر بن المنذر بن ابی اُسید از حضرت ابواُسید رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا: جب وہ (کفار) تمہارے قریب پہنچ جائیں تو پھر تم اُن پر تیر مارنا (اور جب وہ دور ہوں تو) اپنے تیروں کو محفوظ رکھنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۰۰ میں گزر چکی ہے۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''استبقوا'' کالفظ ہے' یہ ''الاستبقاء'' سے امر کا صیغہ ہے' اس کا معنی ہے: ابقاء کو طلب کرنا۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۱۶۵' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی ان پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
بلکہ اس کا معنی ہے: بقاء کو طلب کرنا اور یہ کہنا کہ اس کا معنی ہے: ابقاء کو طلب کرنا غلط ہے' یہ وہی شخص کہے گا جو علم صرف سے عاری ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۲۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۸۵- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِیْمِ' حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَیْرِیُّ' حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْغَسِیْلِ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ اَبِیْ اُسَیْدٍ وَّالْمُنْذِرِ بْنِ اَبِیْ اُسَیْدٍ عَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ بَدْرٍ اِذَا اَکْثَبُوْکُمْ یَعْنِیْ اَکْثَرُوْکُمْ فَارْمُوْهُمْ وَاسْتَبْقُوْا نَبْلَکُمْ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواحمد الزبیری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن الغسیل نے حدیث بیان کی از حمزۃ بن ابی اسید اور المنذر بن ابی اُسید از حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بدر کے دن فرمایا: جب وہ (کفار) تمہارے قریب پہنچ جائیں یعنی جب وہ تم سے زیادہ تعداد میں ہوں تو پھر تم ان پر تیر مارنا (اور جب وہ دور ہوں تو) اپنے تیروں کو محفوظ رکھنا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۹۰۰ میں گزر چکی ہے' اور اس سے پہلی حدیث میں اس حدیث کی شرح کی جا چکی ہے۔

۳۹۸۶- حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْاِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ جَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الرُّمَاةِ یَوْمَ اُحُدٍ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ جُبَیْرٍ فَاَصَابُوْا مِنَّا سَبْعِیْنَ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ اَصَابُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ یَوْمَ بَدْرٍ اَرْبَعِیْنَ وَمِائَةً وَّسَبْعِیْنَ اَسِیْرًا وَّسَبْعِیْنَ قَتِیْلًا قَالَ اَبُوْسُفْیَانَ یَوْمٌ بِیَوْمِ بَدْرٍ وَّالْحَرْبُ سِجَالٌ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اُحد کے دن تیر مارنے والوں پر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا' پس ہم میں ستر (۷۰) صحابہ شہید ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے غزوۂ بدر کے دن مشرکین کے ایک سو چالیس (۱۴۰) مردوں کو نقصان پہنچا تھا' ستر (۷۰) مارے گئے تھے اور ستر (۷۰) گرفتار ہوئے تھے۔ ابوسفیان نے کہا: آج کا دن بدر کا بدلہ ہے اور جنگ کنویں کا ڈول ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۳۹ میں گزر چکی ہے۔
یعنی جس طرح کنویں کا ڈول کبھی ایک کے پاس ہوتا ہے اور کبھی دوسرے کے پاس' اسی طرح جنگ میں کبھی ایک فریق کو غلبہ ہوتا ہے اور کبھی دوسرے کو۔

۳۹۸۷- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْاُسَامَةَ عَنْ بُرَیْدٍ عَنْ جَدِّهٖ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اُرَاهُ عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید از

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَ اِذَا الْخَيْرُ مَا جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْخَيْرِ بَعْدُ وَثَوَابُ الصِّدْقِ الَّذِىْ اٰتَانَا بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ .

جدخود ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا: میں گمان کرتا ہوں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی آپ نے فرمایا: اور اب کامل خیر وہ خیر ہوگی جو خیر اللہ بعد میں عطاء فرمائے گا اور بہترین بدلہ وہ ثواب ہے جو اللہ نے ہمیں بدر کے بعد عطاء فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲۲ میں گزر چکی ہے۔

بعد میں حاصل ہونے والی خیر کی وضاحت اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ غیب کا ثبوت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فرمایا کہ ''اب کامل خیر وہ خیر ہوگی جو اللہ ہمیں بعد میں یعنی غزوۂ اُحد کے بعد عطاء فرمائے گا''۔

یہ مکمل حدیث باب علامات النبوۃ کے اواخر میں گزر چکی ہے اور یہاں جو حدیث ذکر کی ہے' وہ اس کا ایک حصہ ہے' اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ ایک گائے کو نحر (ذبح) کیا جارہا ہے اور گائے کے نحر کی آپ نے یہ تعبیر لی کہ مسلمانوں کو غزوۂ اُحد میں نقصان ہوگا اور ان پر مصائب آئیں گے اور حقیقی اور کامل خیر وہ ہے جو مسلمانوں کو غزوۂ اُحد کے بعد حاصل ہوگی اور اس سے مراد وہ فتوحات ہیں جو مسلمانوں کو غزوۂ اُحد کے بعد حاصل ہوئیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۳۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیب کا علم عطاء فرمایا تھا کہ غزوۂ اُحد کے بعد مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہوں گی اور یہ درحقیقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی ہے جو بعد کے واقعات سے سچی ثابت ہوئی اور اس میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور رسالت کے برحق ہونے کی دلیل ہے' اسی لیے امام بخاری نے اس پوری حدیث کو باب علامات نبوت میں درج کیا ہے۔

۳۹۸۸- حَدَّثَنِیْ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اِنِّىْ لَفِى الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ اِذِ الْتَفَتُّ فَاِذَا عَنْ يَّمِيْنِىْ وَعَنْ يَّسَارِىْ فَتَيَانِ حَدِيْثَا السِّنِّ فَكَاَنِّىْ لَمْ اٰمَنْ بِمَكَانِهِمَا اِذْ قَالَ لِىْ اَحَدُهُمَا سِرًّا مِّنْ صَاحِبِهٖ يَا عَمِّ اَرِنِىْ اَبَا جَهْلٍ فَقُلْتُ يَا ابْنَ اَخِىْ وَمَا تَصْنَعُ بِهٖ قَالَ عَاهَدْتُ اللّٰهَ اِنْ رَاَيْتُهٗ اَنْ اَقْتُلَهٗ اَوْ اَمُوْتَ دُوْنَهٗ فَقَالَ لِىَ الْاٰخَرُ سِرًّا مِّنْ صَاحِبِهٖ مِثْلَهٗ قَالَ فَمَا سَرَّنِىْ اَنِّىْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ مَكَانَهُمَا فَاَشَرْتُ لَهُمَا اِلَيْهِ فَشَدَّا عَلَيْهِ مِثْلَ الصَّقْرَيْنِ حَتّٰى ضَرَبَاهُ وَهُمَا ابْنَا عَفْرَاءَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: میں غزوۂ بدر کے دن ایک صف میں تھا' اچانک میں نے مڑ کر دیکھا تو میری دائیں طرف اور بائیں طرف دو نوخیز جوان تھے جو کم عمر تھے' پس میں گویا کہ ان کے اس مقام پر کھڑے ہونے سے بےخوف نہیں تھا کہ ان میں سے ایک نے مجھ سے اس طرح چپکے سے پوچھا کہ دوسرے کو پتا نہ چلے' (اس نے کہا:) اے میرے چچا! مجھے ابوجہل دکھائیں' میں نے پوچھا: اے میرے بھتیجے! تم اس کے ساتھ کیا کرو گے؟ اس نے کہا: میں نے اللہ سے یہ عہد کیا ہے کہ اگر میں نے ابوجہل کو دیکھا تو میں اس کو قتل کر دوں گا یا پھر میں اس کے سامنے اپنی جان دے دوں گا۔ دوسرے نوجوان نے بھی اپنے ساتھی سے چھپاتے ہوئے یہی بات کہی' حضرت

عبدالرحمان نے کہا: مجھے اس سے خوشی نہیں ہوئی کہ میں ان دو نوجوانوں کی جگہ ہوتا' پھر میں نے ان دونوں کو اشارے سے ابوجہل دکھایا' سو ان دونوں نے دو عقابوں کی طرح اس پر حملہ کیا' حتیٰ کہ ان دونوں نے اسے مار کر گرا دیا' وہ دونوں حضرت عفراء کے بیٹے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۱ میں گزر چکی ہے' بعض مشکل الفاظ کی وضاحت درج ذیل ہے:

اس حدیث میں مذکور ہے: پس گویا کہ میں ان کے اس مقام پر کھڑے ہونے سے بے خوف نہیں تھا' یعنی مجھے یہ اندیشہ تھا کہ ان کم سن اور نوخیز جوانوں کو دشمن سے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے' کیونکہ وہ ابوجہل کو پہچانتے بھی نہیں تھے۔

وہ دونوں دو عقابوں کی طرح ابوجہل پر جھپٹے' ان نوجوانوں کو عقاب اور باز سے اس لیے تشبیہ دی ہے کہ عقاب اپنے شکار پر بہت سرعت اور تیزی سے حملہ کرتا ہے اور جب وہ اپنے شکار پر پنجہ مارتا ہے تو اس وقت تک اس سے الگ نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس کو مار ڈالتا ہے' سب سے پہلے عرب میں جس نے عقاب کے ساتھ شکار کیا تھا وہ الحارث بن معاویہ بن ثور الکندی تھا' پھر عقاب کے ساتھ شکار کرنا مشہور ہو گیا۔

یہ دونوں حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے' یعنی معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما۔ (فتح الباری ج ۵ ص ١٦٦' دارالمعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ عینی نے بھی یہی شرح کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٣٢۔ ١٣١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٩٨٩- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ اَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عَمْرُو ابْنُ اُسَيْدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِىُّ حَلِيْفُ بَنِىْ زُهْرَةَ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةً عَيْنًا وَّاَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِىَّ جَدَّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالْهَدَاَةِ بَيْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ ذُكِرُوْا لِحَيٍّ مِّنْ هُذَيْلٍ يُّقَالُ لَهُمْ بَنُوْ لِحْيَانَ فَنَفَرُوْا لَهُمْ بِقَرِيْبٍ مِّنْ مِّائَةِ رَجُلٍ رَامٍ فَاقْتَصُّوْا اٰثَارَهُمْ حَتّٰى وَجَدُوْا مَاْكَلَهُمُ التَّمْرَ فِىْ مَنْزِلٍ نَزَلُوْهُ فَقَالُوْا تَمْرُ يَثْرِبَ فَاتَّبَعُوْا اٰثَارَهُمْ فَلَمَّا حَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ وَّاَصْحَابُهٗ لَجَئُوْا اِلٰى مَوْضِعٍ فَاَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ قَالُوْا لَهُمُ انْزِلُوْا فَاَعْطُوْا بِاَيْدِيْكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيْثَاقُ اَنْ لَّا نَقْتُلَ مِنْكُمْ اَحَدًا فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ اَيُّهَا الْقَوْمُ اَمَّا اَنَا فَلَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن اسید بن جاریۃ الثقفی نے خبر دی جو بنو زھرہ کے حلیف تھے اور حضرت ابوہریرہ کے تلامذہ میں سے تھے از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس (١٠) جاسوس بھیجے اور حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا جو عاصم بن عمر بن الخطاب کے نانا تھے' جب وہ عسفان اور مکہ کے درمیان مقام الھداۃ میں پہنچے تو ھذیل کے ایک قبیلہ کو ان کی اطلاع ہو گئی جس کو بنولحیان کہا جاتا تھا تو وہ تقریباً سو تیر اندازوں کو لے کر ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے' وہ ان کے قدموں کے نشانات پر چلنے لگے' حتیٰ کہ انہوں نے اس جگہ کو تلاش کر لیا جہاں بیٹھ کر انہوں نے کھجوریں کھائی تھیں' انہوں نے کہا: یہ تو یثرب کی کھجوریں ہیں' پھر وہ ان کے نشانات پر چل پڑے' جب حضرت عاصم اور ان کے اصحاب کو ان کے تعاقب کا علم ہو گیا تو انہوں نے ایک جگہ پناہ حاصل کر

أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوا عَاصِمًا وَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِيثَاقِ مِنْهُمْ خُبَيْبٌ وَزَيْدُ بْنُ الدَّثِنَةِ وَرَجُلٌ آخَرُ فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوا مِنْهُمْ أَطْلَقُوا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوهُمْ بِهَا قَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ هٰذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ وَاللّٰهِ لَا أَصْحَبُكُمْ إِنَّ لِي بِهٰؤُلَاءِ أُسْوَةً يُرِيدُ الْقَتْلٰى فَجَرَّرُوهُ وَعَالَجُوهُ فَأَبٰى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَانْطُلِقَ بِخُبَيْبٍ وَزَيْدِ بْنِ الدَّثِنَةِ حَتّٰى بَاعُوهُمَا بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ فَابْتَاعَ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ خُبَيْبًا وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا حَتّٰى أَجْمَعُوا قَتْلَهُ فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوسٰى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ فَدَرَجَ بُنَيٌّ لَهَا وَهِيَ غَافِلَةٌ عَنْهُ حَتّٰى أَتَاهُ فَوَجَدَتْهُ مُجْلِسَهُ عَلٰى فَخِذِهِ وَالْمُوسٰى بِيَدِهِ قَالَتْ فَفَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَيْبٌ فَقَالَ أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذٰلِكَ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ أَسِيرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ وَاللّٰهِ لَقَدْ وَجَدْتُهُ يَوْمًا يَأْكُلُ قِطْفًا مِنْ عِنَبٍ فِي يَدِهِ وَإِنَّهُ لَمُوثَقٌ بِالْحَدِيدِ وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرَةٍ وَكَانَتْ تَقُولُ إِنَّهُ لَرِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ خُبَيْبًا فَلَمَّا خَرَجُوا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوهُ فِي الْحِلِّ قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ دَعُونِي أُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فَتَرَكُوهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَوْلَا أَنْ تَحْسِبُوا أَنَّ مَا بِي جَزَعٌ لَزِدْتُ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ أَحَدًا ثُمَّ أَنْشَأَ يَقُولُ .

فَلَسْتُ أُبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰى أَيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي

لیٰ بنولحیان نے ان کا محاصرہ کر لیا اور کہا: تم لوگ نیچے اُتر آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو اور ہم تم سے پکا عہد کرتے ہیں کہ ہم تم میں سے کسی کو بھی قتل نہیں کریں گے' حضرت عاصم بن ثابت نے کہا: اے لوگو! رہا میں' تو میں ایک کافر کے وعدہ پر نہیں اتروں گا' پھر انہوں نے دعا کی: اے اللہ! اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حال کی خبر کر دے' پھر ان لوگوں نے ان پر تیر برسائے اور حضرت عاصم کو شہید کر دیا' اور تین اصحاب ان کے عہد و پیمان پر (اعتماد کر کے) نیچے اتر آئے' ان میں سے ایک حضرت خبیب تھے اور دوسرے حضرت زید بن دثنہ تھے اور تیسرے ایک اور تھے' جب بنولحیان نے ان پر قابو پالیا تو ان کی کمانوں کی تانت سے ان کو باندھ دیا' اس تیسرے صحابی نے کہا: یہ تمہاری پہلی عہد شکنی ہے اور اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا' میرے لیے ان لوگوں میں نمونہ ہے' ان کی مراد شہداء سے تھی' سو کافروں نے ان کو گھسیٹا اور زبردستی ان کو لے جانے لگے' پس انہوں نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا' (سو انہوں نے ان کو بھی شہید کر دیا) پھر وہ حضرت خبیب اور حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہما کو لے گئے' اور غزوۂ بدر کے بعد ان کو فروخت کر دیا' پس بنوالحارث بن عامر بن نوفل نے حضرت خبیب کو خرید لیا' اور حضرت خبیب نے ہی غزوۂ بدر میں الحارث بن عامر کو قتل کیا تھا' پس حضرت خبیب ان کے ہاں قیدی رہے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت خبیب کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا' پس انہوں نے حارث کی کسی بیٹی سے زیر ناف بالوں کو کاٹنے کے لیے عاریۃً استرا مانگا' اس نے ان کو استرا دے دیا' پس اس کا چھوٹا بیٹا ان کی طرف آ گیا اور وہ اس سے غافل تھی حتیٰ کہ وہ بچہ ان کے پاس آیا' پس اس نے دیکھا کہ وہ بچہ ان کے زانو پر بیٹھا ہوا ہے اور استرا ان کے ہاتھ میں ہے' سو وہ بہت گھبرائی اور ڈری' حضرت خبیب نے اس کے خوف اور گھبراہٹ کو جان لیا' پس کہا: کیا تم کو یہ ڈر ہے کہ میں اس کو قتل کر دوں گا' میں ایسا کرنے والا نہیں ہوں' اس عورت نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے (حضرت) خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا اور اللہ کی قسم! میں نے ایک دن دیکھا ان کے ہاتھ میں انگوروں کا

وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰـهِ وَإِنْ يَّشَأْ
يُبَارِكْ عَلٰى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ
ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ أَبُوْ سِرْوَعَةَ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَتَلَهُ وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ سَنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا الصَّلٰوةَ وَأَخْبَرَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ يَوْمَ أُصِيْبُوْا خَبَرَهُمْ وَبَعَثَ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ إِلٰى عَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ حِيْنَ حُدِّثُوْا أَنَّهُ قُتِلَ أَنْ يُّؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِّنْهُ يُعْرَفُ وَكَانَ قَتَلَ رَجُلًا عَظِيْمًا مِّنْ عُظَمَائِهِمْ فَبَعَثَ اللّٰهُ لِعَاصِمٍ مِّثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُّسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوْا أَنْ يَّقْطَعُوْا مِنْهُ شَيْئًا ۔ وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ ذَكَرُوْا مَرَارَةَ بْنَ الرَّبِيْعِ الْعَمْرِيَّ وَهِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ الْوَاقِفِيَّ رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا ۔

گچھا تھا جسے وہ کھا رہے تھے اور وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور اس وقت میں مکہ میں کوئی (انگور کا) پھل نہیں تھا اور وہ کہتی تھیں کہ یہ وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے خبیب کو دیا ہے اور جب وہ لوگ حضرت خبیب کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر حل میں لے گئے تو حضرت خبیب نے ان سے کہا: مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو' سو انہوں نے ان کو چھوڑ دیا' پھر حضرت خبیب نے ان سے کہا: اللہ کی قسم! اگر تم یہ گمان نہ کرتے کہ یہ موت کے ڈر سے (نماز کو لمبی کر رہا ہے) تو میں نماز میں زیادہ دیر لگاتا' پھر انہوں نے دعا کی: اے اللہ! ان کو الگ الگ قتل کر دے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑ! پھر انہوں نے یہ اشعار کہے:

پس جب میں حالت اسلام میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے' کہ اللہ کی راہ میں مجھے کس پہلو پر گرایا جائے گا' اور یہ (موت) تو صرف اللہ کی رضا میں ہے' اور گر وہ چاہے تو' کاٹے گئے اعضاء کے جوڑوں میں زیادہ برکت ڈال دے گا۔

پھر ان کی طرف ابوسروعہ عقبہ بن الحارث کھڑا ہوا اور اس نے ان کو شہید کر دیا' اور ہر وہ مسلمان جس کو زبردستی قتل کیا جائے اس کے لیے حضرت خبیب نے قتل کیے جانے سے پہلے نماز پڑھنے کی سنت قائم کی ہے اور نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو اس حادثہ کی اسی دن خبر دے دی تھی جس دن وہ پیش آیا تھا اور قریش کے لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت عاصم بن ثابت شہید کر دیئے گئے ہیں تو انہوں نے ان کی طرف آدمی روانہ کیے کہ وہ ان کے جسم کا کوئی ایسا حصہ لے آئیں جس سے انہیں پہچانا جا سکے کیونکہ حضرت عاصم نے قریش کے سرداروں میں سے ایک بڑے سردار (عقبہ بن ابی معیط) کو قتل کر دیا تھا' سو اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کی حفاظت کے لیے شہد کی مکھیوں کی فوج کو بھیج دیا جو ان کے جسم پر بادل کی طرح چھائی ہوئی تھی' سو ان قریش کے بھیجے ہوئے آدمیوں سے ان کے جسم کی حفاظت کی اور وہ ان کے جسم کا کوئی حصہ نہیں کاٹ سکے' اور حضرت کعب بن مالک نے کہا کہ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ مرارہ بن الربیع العمری اور ہلال بن امیہ الواقفی دو نیک مرد تھے جو غزوۂ بدر میں حاضر تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۴۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی بعض مجمل عبارات کی شرح درج ذیل ہے:

اس حدیث میں اس تیسرے صحابی کا ذکر ہے جو بنولحیان کے عہد پر اعتماد کر کے نیچے اتر آئے تھے' ان کا نام حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ ہے' جو بنوظفر کے حلیف تھے۔

اس حدیث میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' ان کا نام خبیب بن عدی انصاری ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت خبیب کو حارث کے بیٹوں نے خرید لیا۔ توضیح میں مذکور ہے کہ حضرت خبیب کو حجیر بن ابی اھاب نے خرید لیا' تاکہ اپنے باپ کے قتل کے بدلہ میں ان کو قتل کرے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حارث کی بیٹی نے سو اونٹوں کے عوض ان کو خرید لیا تھا۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں لکھا ہے: حضرت خبیب نے دعا کی: اے اللہ! میرے پاس کوئی قاصد نہیں ہے جو تیرے رسول کو میری طرف سے سلام پہنچا دے تو حضرت جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو اس واقعہ کی خبر دی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۳۵۔۱۳۳' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹۹۰- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ذُكِرَ لَهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ وَّكَانَ بَدْرِيًّا مَرِضَ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ فَرَكِبَ إِلَيْهِ بَعْدَ أَنْ تَعَالَى النَّهَارُ وَاقْتَرَبَتِ الْجُمُعَةُ وَتَرَكَ الْجُمُعَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یحییٰ از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا گیا کہ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بدری صحابی تھے' وہ جمعہ کے دن بیمار ہو گئے تو حضرت ابن عمر دن چڑھنے کے بعد ان کی طرف گئے اور نماز جمعہ قریب تھی' سو انہوں نے نماز جمعہ کو ترک کر دیا۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حضرت سعید بن زید کو بدری صحابی کہنے پر ایک اشکال کا جواب اور نمازِ جمعہ کو عذر کی وجہ سے ترک کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بدری صحابی تھے' اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت سعید بن زید غزوۂ بدر میں حاضر نہیں تھے' پھر ان کو بدری صحابی کہنا کس طرح صحیح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ کو شام کی طرف جاسوسی کے لیے بھیجا تھا تاکہ وہ اہلِ مکہ کے قافلہ کی خبر لائیں' اس وجہ سے وہ غزوۂ بدر میں حاضر نہیں ہو سکے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مالِ غنیمت میں سے ان کا حصہ بھی نکالا' اس وجہ سے ان کو اہلِ بدر میں سے شمار کیا گیا ہے۔

اس حدیث میں حضرت سعید بن زید کا ذکر ہے' یہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک صحابی ہیں۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت سعید بن زید کی عیادت کے لیے نمازِ جمعہ کو ترک کر دیا۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر کا نمازِ جمعہ کو ترک کرنا عذر کی وجہ سے تھا کیونکہ حضرت سعید بن زید ان کے چچا کے بیٹے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی تھے اور وہ بہت بیمار اور قریب الموت تھے' سو ان کی عیادت کرنا ضروری تھا اور نمازِ جمعہ کا بدل نمازِ ظہر ہے۔

علامہ ابن ملقن نے توضیح میں لکھا ہے کہ چونکہ حضرت سعید بن زید' حضرت ابن عمر کے قریبی رشتہ دار تھے' اس لیے ان کی عیادت کرنا نمازِ جمعہ کے ترک کے لیے عذر تھا۔

پھران دونوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ہاں! اگر حضرت ابن عمر کے عیادت نہ کرنے کی وجہ سے حضرت سعید کی وفات کا خطرہ ہوتا تو پھر ان کا نمازِ جمعہ کو ترک کرنا عذر تھا۔

علامہ ابن التین نے لکھا ہے کہ اگر بیمار کے پاس اور کوئی تیمارداری کے لیے نہ ہو تو پھر اس کا رشتہ دار نمازِ جمعہ کو ترک کر سکتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۳۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ زرھونی مالکی نے بھی لکھا ہے کہ چونکہ حضرت سعید بن زید کی وفات کا خطرہ تھا' اس لیے حضرت ابن عمر نمازِ جمعہ کو ترک کر کے ان کی تیمارداری کے لیے گئے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ص ۲۵۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۳۰ھ)

۳۹۹۱- وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ اَبَاهُ كَتَبَ اِلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَرْقَمِ الزُّهْرِيِّ يَاْمُرُهُ اَنْ يَّدْخُلَ عَلٰى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْاَسْلَمِيَّةِ فَيَسْاَلَهَا عَنْ حَدِيْثِهَا وَعَنْ مَّا قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اسْتَفْتَتْهُ فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَرْقَمِ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ يُخْبِرُهُ اَنَّ سُبَيْعَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ وَهُوَ مِنْ بَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَّكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا فَتُوُفِّيَ عَنْهَا فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهِيَ حَامِلٌ فَلَمْ تَنْشَبْ اَنْ وَضَعَتْ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاتِهٖ فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نِّفَاسِهَا تَجَمَّلَتْ لِلْخُطَّابِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا اَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ عَبْدِ الدَّارِ فَقَالَ لَهَا مَا لِيْ اَرَاكِ تَجَمَّلْتِ لِلْخُطَّابِ تُرَجِّيْنَ النِّكَاحَ فَاِنَّكِ وَاللّٰهِ مَا اَنْتِ بِنَاكِحٍ حَتّٰى تَمُرَّ عَلَيْكِ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَّعَشْرٌ قَالَتْ سُبَيْعَةُ فَلَمَّا قَالَ لِيْ ذٰلِكَ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حِيْنَ اَمْسَيْتُ وَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَاَفْتَانِيْ بِاَنِّيْ قَدْ حَلَلْتُ حِيْنَ وَضَعْتُ حَمْلِيْ وَاَمَرَنِيْ بِالتَّزَوُّجِ اِنْ بَدَا لِيْ تَابَعَهُ اَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ يُّوْنُسَ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَّسَاَلْنَاهُ فَقَالَ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ مَوْلٰى بَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ اِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ وَكَانَ اَبُوْهُ شَهِدَ بَدْرًا اَخْبَرَهُ .

[طرف الحدیث: ۵۳۱۹] (صحیح مسلم: ۱۴۸۴' الرقم المسلسل: ۳۶۱۳'

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد نے عمر بن عبداللہ بن ارقم الزہری کی طرف لکھا' اس میں ان کو حکم دیا کہ وہ حضرت سبیعہ بنت الحارث الاسلمیہ کے پاس جائیں' پس ان سے ان کی حدیث کے متعلق سوال کریں کہ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تھا تو آپ نے ان سے کیا فرمایا تھا' سو عمر بن عبداللہ بن ارقم نے عبداللہ بن عتبہ کی طرف لکھا اور ان کو خبر دی کہ حضرت سبیعہ بنت الحارث نے ان کو خبر دی کہ وہ حضرت سعد بن خولہ کے نکاح میں تھیں اور وہ بنو عامر بن لوی کے قبیلہ سے تھے اور وہ ان اصحاب میں سے تھے جو بدر میں حاضر تھے' سو وہ حجۃ الوداع میں فوت ہوگئے اور اس وقت حضرت سبیعہ حاملہ تھیں اور حضرت سعد کی وفات کے چند دنوں بعد ان کا بچہ پیدا ہوگیا' پھر جب وہ نفاس سے پاک ہوگئیں تو انہوں نے نکاح کا پیغام دینے والوں کے لیے بناؤ سنگھار کیا' پس ان کے پاس ابوالسنابل ابن بعکک آئے' جو بنو عبدالدار کے مرد تھے تو انہوں نے ان سے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ نے نکاح کا پیغام دینے والوں کے لیے بناؤ سنگھار کیا ہے' آپ نکاح کی اُمید رکھتی ہیں' پس بے شک اللہ کی قسم! آپ اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتیں حتیٰ کہ آپ کے اوپر (آپ کی عدت کے) چار ماہ دس دن نہ گزر جائیں' حضرت سبیعہ نے بتایا کہ جب انہوں نے مجھ سے یہ کہا تو میں نے شام کے وقت اپنے کپڑوں کو سمیٹا اور میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے مجھے یہ جواب دیا کہ جب میرا وضع حمل

سنن ابوداؤد: ۲۳۰۶ 'سنن نسائی: ۳۵۱۶-۳۵۱۵ 'سنن ابن ماجہ: ۲۰۲۸)

ہو گیا (یعنی بچہ پیدا ہو گیا) تو میری عدت پوری ہو گئی اور مجھے حکم دیا کہ میں جس سے چاہوں نکاح کر سکتی ہوں۔ لیث کی متابعت اصبغ نے کی ہے از ابن وہب از یونس' اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب اور ہم نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے کہا: مجھے محمد بن عبدالرحمان بن ثوبان نے خبر دی جو بنو عامر بن لؤی کے آزاد شدہ غلام ہیں کہ محمد بن ایاس بن بکیر نے اس کی مثل خبر دی' ان کے والد بدر میں حاضر تھے۔

حضرت سعد بن خولہ اور ابوالسنابل کا تذکرہ اور حاملہ کی عدت میں مذاہب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت سعد بن خولہ کا تذکرہ ہے' بعض کے نزدیک یہ بنو عامر بن لؤی میں سے تھے اور بعض کے نزدیک یہ ان کے حلیف تھے' اور بعض کے نزدیک یہ فارس کے عجمیوں میں سے تھے' امام ابن ہشام نے امام ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ یہ ان صحابہ میں سے تھے جو بدر میں حاضر تھے' جس طرح امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔ امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہ سات ہجری میں فوت ہو گئے تھے لیکن یہ غلط ہے' صحیح یہ ہے کہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے' جس طرح امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت سعد بن خولہ کے بعد حضرت سبیعہ کا بچہ پیدا ہوا' امام ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے کہ ان کی وفات کے چند روز بعد بچہ پیدا ہوا' ایک قول ہے کہ پچیس روز بعد بچہ پیدا ہوا' اور ایک قول اس سے بھی کم روز کا ہے۔

اس حدیث میں ابوالسنابل کا تذکرہ ہے' حافظ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ ان کا نام حبۃ بن بعکک ہے' یہ قرشی عامری ہیں اور اپنی کنیت سے مشہور ہیں' ان کی ماں کا نام عمرہ بنت اوس ہے' یہ شاعر تھے اور مکہ میں فوت ہو گئے تھے۔

امام مسلم کی روایت ہے کہ ابوالسنابل نے حضرت سبیعہ سے کہا: کیا سبب ہے کہ میں آپ کو بناؤ سنگھار کیے ہوئے دیکھ رہا ہوں' شاید آپ کا نکاح کرنے کا ارادہ ہے اور آپ اللہ کی قسم! نکاح نہیں کر سکتیں' جب تک آپ کی عدت چار ماہ دس دن نہ گزر جائے۔ اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد امام مسلم نے بیان کیا کہ امام ابن شہاب نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ وضع حمل کے بعد حاملہ عورت کی عدت ختم ہو جاتی ہے خواہ اس کے نفاس کا خون جاری ہو' تاہم اس کا خاوند اس سے اس وقت تک جماع نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ نفاس سے پاک نہ ہو جائے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اکثر صحابہ اور فقہاء کا یہی مختار ہے' قرآن مجید میں بیوہ کی عدت کے متعلق مذکور ہے:

يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ　بیوہ عورتیں اپنے آپ کو چار ماہ دس دن تک (نکاح سے) روکے رکھیں۔

(البقرہ: ۲۳۴)

بہ ظاہر یہ آیت اس حدیث کے خلاف ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں غیر حاملہ بیوہ کی عدت کا بیان ہے اور حاملہ عورت کی عدت کا بیان درج ذیل آیت میں ہے:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ　اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے وضع حمل تک ہے۔

(الطلاق: ۴)

حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وہ ہے جس میں زیادہ مدت ہو یعنی اگر وضع حمل کی مدت چار ماہ دس دن سے زیادہ ہے تو وہ عدت ہے ورنہ چار ماہ دس دن عدت ہے۔ مالکیہ کا بھی یہی مذہب ہے اسی طرح سحنون نے بیان کیا ہے۔

اور فقہاء احناف کے نزدیک حاملہ عورت کی عدت وضع حمل تک ہے خواہ وہ آزاد ہو یا باندی ہو اور خواہ وہ عدت طلاق ہو یا عدت وفات ہو کیونکہ وضع حمل کی آیت (الطلاق:۴) مؤخر ہے اس لیے دوسری آیت (البقرہ:۲۳۴) اس سے منسوخ ہے یا غیر حاملہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۳۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں صرف اتنا لکھا ہے کہ حضرت سعد بن خولہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس سے زائد کچھ نہیں لکھا۔ (فتح الباری ج ۵ص ۱۶۹۔۱۶۸ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۱ھ)

١١- بَابُ شُهُوْدِ الْمَلٰئِكَةِ بَدْرًا — غزوۂ بدر میں فرشتوں کا حاضر ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فرشتے مسلمانوں کی نصرت اور اعانت کے لیے غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے تھے۔

٣٩٩٢- حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ اَخْبَرَنَا جَرِیْرٌ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِیِّ عَنْ اَبِیْهِ وَكَانَ اَبُوْهُ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ قَالَ جَاءَ جِبْرِیْلُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا تَعُدُّوْنَ اَهْلَ بَدْرٍ فِیْكُمْ قَالَ مِنْ اَفْضَلِ الْمُسْلِمِیْنَ اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا قَالَ وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ . [طرف الحدیث:٣٩٩٤] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ مجھے اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از معاذ بن رفاعہ بن رافع الزرقی از والد خود اور ان کے والد اہل بدر میں سے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: آپ اہل بدر کو اپنے درمیان کیسا شمار کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ (عام) مسلمانوں سے افضل ہیں یا کوئی اور بات اس کی مثل فرمائی حضرت جبریل نے کہا: اسی طرح فرشتوں میں سے جو بدر میں حاضر تھے (وہ عام فرشتوں سے افضل ہیں)۔

حضرت رفاعہ کا تذکرہ اور بدر میں فرشتوں کے حاضر ہونے کے متعلق احادیث

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں لکھا ہے کہ ان کے والد اہلِ بدر سے تھے یعنی معاذ کے والد اور وہ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ ہیں وہ اہل بدر میں سے ہیں۔

حافظ ابو عمر نے لکھا ہے کہ حضرت رفاعہ بن رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو بن عمار بن زریق الانصاری الزرقی ہیں ان کی کنیت ابو معاذ ہے وہ بالاتفاق بدر میں حاضر تھے اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے اور حضرت رفاعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ جمل اور جنگ صفین میں تھے اور یہ حضرت معاویہ کی امارت کی ابتداء میں فوت ہو گئے تھے اور ان کے والد حضرت رافع بن مالک رضی اللہ عنہ ان بارہ نقباء میں سے ایک ہیں جو ستر نقباء کے ساتھ العقبہ (مکہ کی گھاٹی) میں حاضر ہوئے تھے اور بدر میں ان کے حاضر ہونے میں اختلاف ہے۔

امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اہل بدر آپ کے ہاں کس مرتبہ کے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: وہ ہم میں سب سے بہتر ہیں حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: اسی طرح جو فرشتے بدر میں حاضر ہوئے تھے وہ ہمارے

نزدیک سب سے افضل ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۳۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس باب کا عنوان ہے: فرشتوں کا بدر میں حاضر ہونا' دو باب قبل اس کی شرح گزر چکی ہے۔

امام بیہقی نے الربیع بن انس سے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر کے دن لوگ فرشتوں کے قتل کرنے کو اس طرح پہچانتے تھے کہ جو کافر گردن کے اوپر مارنے سے قتل ہوئے اور جو جوڑوں پر وار کرنے سے قتل ہوئے' ان کو فرشتوں نے قتل کیا تھا۔ (کیونکہ الانفال: ۱۲ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو اور ان کے ہر جوڑ پر مارو۔ سعیدی غفرلہ)

مسند اسحاق میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ میں نے غزوۂ بدر کے دن کفار کی شکست سے پہلے دیکھا کہ آسمان سے سیاہ پرتلے کی طرح کوئی چیز چیونٹیوں کی مثل آ رہی ہے تو مجھے اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ فرشتے تھے اور اب کافروں کو شکست ہوگی۔

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ایک مسلمان کسی مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا تو اس نے اچانک اوپر سے کوڑا مارنے اور گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنی۔ (الحدیث) اور اس میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ تیسرے آسمان سے مدد آئی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ص ۱۶۹ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

۳۹۹۳- حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ وَكَانَ رِفَاعَةُ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ وَّكَانَ رَافِعٌ مِّنْ اَهْلِ الْعَقَبَةِ فَكَانَ يَقُوْلُ لِابْنِهٖ مَا يَسُرُّنِيْ اَنِّيْ شَهِدْتُّ بَدْرًا بِالْعَقَبَةِ قَالَ سَاَلَ جِبْرِيْلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا.

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از یحییٰ از معاذ بن رفاعہ بن رافع اور حضرت رفاعہ' اہل بدر میں سے تھے اور حضرت رافع اہل العقبہ میں سے تھے' وہ اپنے بیٹے سے کہتے تھے کہ مجھے اس سے خوشی نہیں ہے کہ میں العقبہ کے بجائے بدر میں حاضر ہوتا' انہوں نے بیان کیا کہ حضرت جبریل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تھا۔

یہ حضرت رفاعہ کی حدیث دوسری سند کے ساتھ ہے اور یہ حدیث مرسل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۴۰)

حضرت رفاعہ کے والد حضرت رافع بن مالک کے تذکرہ میں دوسرا قول اور حضرت جبریل کے قول کی وضاحت

علامہ سراج الدین ابوحفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی المعروف بابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت رفاعہ بن رافع کا ذکر ہے' وہ ابن مالک بن العجلان ہیں' یہ معاذ کے والد ہیں' ان کی ماں کا نام اُم مالک ہے' وہ عبداللہ بن ابی بن سلول کی بہن ہیں' حضرت رفاعہ بدر کے علاوہ العقبہ میں بھی حاضر ہوئے تھے' اور وہ خلاد اور مالک کے بھائی ہیں' وہ حضرت علی کی تمام جنگوں میں ان کے ساتھ تھے' یعنی الجمل اور صفین میں۔ ان کے بیٹے معاذ تابعی ہیں' وہ اپنے والد (رفاعہ) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ حضرت رفاعہ کے والد حضرت رافع بن مالک ان بارہ نقباء میں سے ایک ہیں جو العقبہ (منیٰ کی گھاٹی) میں ستر مسلمانوں کے ساتھ حاضر ہوئے تھے اور وہ بدر میں حاضر نہیں تھے' اس میں اختلاف ہے' ان کے دونوں بیٹے رفاعہ اور خلاد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے۔

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے: وہ سب سے پہلے مدینہ میں سورۂ یوسف لے کر آئے تھے۔
اس حدیث میں حضرت جبریل کا قول مذکور ہے: آپ اہلِ بدر کو اپنے درمیان کیسا شمار کرتے ہیں؟
علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل کے اس قول کی خبر دی تھی ورنہ حضرت رفاعہ حضرت جبریل کے اس قول کی کیسے روایت کر سکتے تھے کیوں کہ وہ تو حضرت جبریل کے کلام کو نہیں سن سکتے تھے۔ (سعیدی غفرلہ) یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُمید تھی کہ حضرت جبریل یہ کہیں گے اس لیے آپ نے بتایا یا اس لیے کہ اہلِ بدر میں افاضل صحابہ تھے۔ (میں کہتا ہوں کہ پہلا احتمال درست ہے۔ سعیدی غفرلہ)
علامہ داؤدی نے کہا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کو بھی ایک دوسرے پر فضیلت ہے اور اس کے علم کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۵۷ وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ ۱۴۲۹ھ)

اس کا بیان کہ حضرت رافع بن مالک کے نزدیک العقبہ میں حاضر ہونا بدر میں حاضر ہونے سے کیوں افضل ہے؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
حدیث: ۳۹۹۳ میں مذکور ہے: حضرت رافع اہل بدر میں سے ہیں اور وہ اہل العقبہ میں سے بھی ہیں اور وہ اپنے بیٹے سے کہتے تھے کہ مجھے اس کی خوشی نہیں ہے کہ میں العقبہ کی بجائے بدر میں حاضر ہوتا۔
حضرت رافع کی مراد یہ تھی کہ العقبہ میں حاضر ہونا بدر میں حاضر ہونے سے افضل ہے۔
امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت رفاعہ بدری تھے اور ان کے والد رافع عقبی تھے اور وہ اپنے بیٹے سے یہ کہتے تھے کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں بدر میں حاضر ہوتا اور العقبہ میں حاضر نہ ہوتا۔
حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: جو میرے نزدیک ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ حضرت رافع بن مالک نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ تصریح نہیں سنی کہ اہلِ بدر دوسروں سے افضل ہیں اور انہوں نے العقبہ کو جو دوسروں پر فضیلت دی ہے یہ ان کا اجتہاد ہے اور حضرت رافع کو شبہ یہ تھا کہ العقبہ میں حاضر ہونا نصرتِ اسلام کا منشاء ہے اور ہجرت کا سبب ہے جس کی وجہ سے تمام غزوات کی استعداد حاصل ہوئی۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۷۰ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس بحث میں لکھتے ہیں:
اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت رافع اہل العقبہ میں سے تھے۔
العقبہ سے مراد منیٰ کی وہ گھاٹی ہے جہاں پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت سے پہلے مدینہ سے حج کے لیے آنے والوں کو تبلیغ اسلام کے لیے جاتے تھے۔
حضرت رافع بن مالک ان چھ انصار میں سے ایک تھے اور ان بارہ انصار میں سے ایک تھے اور ان ستر (۷۰) انصار میں سے ایک تھے جنہوں نے ہجرت سے پہلے منیٰ کی گھاٹی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی۔
حضرت رافع بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس سے خوشی نہیں ہوتی کہ میں بدر میں حاضر ہوتا اور العقبہ میں حاضر نہ ہوتا۔
علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اگر تم یہ سوال کرو کہ حضرت رافع نے بدر کو العقبہ پر کیوں فضیلت دی جب کہ غزوۂ بدر تمام مغازی افضل ہے تو میں کہوں گا کہ شاید انہوں نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ العقبہ میں بیعت کرنا نصرتِ اسلام کا منشاء ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہجرت کا سبب ہے جس کی وجہ سے تمام غزوات کی استعداد حاصل ہوئی' اس وجہ سے العقبہ بدر سے افضل ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ملقن اور حافظ ابن حجر کی شرحوں میں جو اغلاق تھا وہ علامہ عینی کی شرح سے کھل گیا۔

نوٹ: آج ۱۶ فروری ۲۰۱۱ء کو مجھے پہلی بار علامہ ابن ملقن کی شرح التوضیح للجامع الصحیح حاصل ہوئی ہے اور اس کا حصول مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمٰن' مہتمم دارالعلوم نعیمیہ دامت الطافھم کے تعاون سے ہوا ہے' اللہ تعالیٰ ان کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مسعود بنائے' ان کو دنیا اور آخرت کی مشکلات اور مصائب سے محفوظ رکھے اور ان کو دنیا اور آخرت کی نعمتیں' راحتیں اور برکتیں عطاء فرمائے!

(آمین)

۳۹۹۴- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى سَمِعَ مُعَاذَ بْنَ رِفَاعَةَ اَنَّ مَلَكًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَعَنْ يَحْيٰى اَنَّ يَزِيْدَ بْنَ الْهَادِ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ كَانَ مَعَهٗ يَوْمَ حَدَّثَهٗ مُعَاذٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالَ يَزِيْدُ فَقَالَ مُعَاذٌ اِنَّ السَّائِلَ هُوَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی' انہوں نے معاذ بن رفاعہ سے سنا کہ ایک فرشتہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا' اسی کی مثل حدیث ہے' اور از یحییٰ روایت ہے کہ یزید بن الهاد نے ان کو خبر دی کہ جس دن معاذ نے ان کو یہ حدیث بیان کی' وہ ان کے ساتھ تھے' پس یزید نے کہا: اور معاذ نے بیان کیا کہ جس فرشتہ نے سوال کیا تھا' وہ حضرت جبریل تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۹۲ میں مذکور ہے۔

معاذ بن رفاعہ تابعی ہیں' پھر انہوں نے فرشتے کے سوال کے متعلق کیسے جان لیا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی یہ ایک اور سند ہے جس کی اسحاق بن منصور نے از یزید بن ہارون از یحییٰ بن سعید الانصاری روایت کی اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث بھی مرسل ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک فرشتہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا۔

اس جملہ پر یہ اعتراض ہے کہ معاذ بن رفاعہ تابعی ہیں' صحابی نہیں ہیں تو ان کو کیسے معلوم ہوا کہ فرشتہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ حدیث: ۳۹۹۳ میں حضرت رافع بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ قول مذکور ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تھا' اسی پر اعتماد کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ایک فرشتہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا اور سوال یہ تھا کہ اہل بدر کا مسلمانوں میں کیا مرتبہ ہے؟ جیسا کہ حدیث: ۳۹۹۴ میں اس کی تصریح ہے اور اس حدیث کے آخر میں انہوں نے بتا دیا کہ سائل حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۴۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

کن غزوات میں فرشتوں کا نزول ہوا؟ اور کن غزوات میں انہوں نے قتال کیا اور فرشتوں کے قتال میں کیا حکمت تھی؟

علامہ محمد الفضیل القاطمی الشبیهی الزرهونی المالکی المتوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

اہل سیر کا اس پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قتال کے لیے فرشتوں کا نزول صرف بدر' اُحد اور حنین میں ہوا ہے۔
حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ فرشتوں نے صرف غزوۂ بدر میں قتال کیا تھا اور باقی غزوات میں وہ صرف مدد کے لیے آئے تھے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور جمہور کا یہی مختار ہے اور ابن مرزوق کا بھی یہی قول ہے' لیکن صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ تصریح ہے کہ حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما السلام اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے قتال کر رہے تھے۔
امام بیہقی وغیرہ نے اس کا جو جواب دیا ہے' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غزوۂ بدر کے علاوہ جو قتال کی نفی کی گئی ہے' وہ قتال عام کی نفی ہے اور غزوۂ اُحد میں جو قتال کا ثبوت ہے' وہ قتال خاص ہے کیونکہ حضرت جبریل اور حضرت میکائیل غزوۂ اُحد میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدافعت میں قتال کر رہے تھے' لہٰذا کوئی تعارض نہیں ہے۔
امام تقی الدین سبکی سے یہ سوال کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ فرشتوں کے قتال میں کیا حکمت ہے' جب کہ حضرت جبریل علیہ السلام اس پر قادر ہیں کہ اپنے ایک پَر سے تمام کفار کو ہلاک کر دیں؟ علامہ سبکی نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس میں یہ حکمت تھی کہ قتال کا فعل تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے لیے ثابت ہو اور فرشتے مدد کے لیے ہوں جیسا کہ لشکر کی مدد میں ہوتا ہے اور حقیقت میں ہر فعل کا فاعل اللہ عزوجل ہے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۲۶۰' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۹ھ)
میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن غزوات میں فرشتوں کا نزول ہوا یا جن غزوات میں انہوں نے قتال میں حصہ لیا' یہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعزاز اور اکرام کے لیے ہو اور اسی لیے فرشتوں کے لشکر بھیجے گئے ورنہ تمام کافروں کو ہلاک کرنے کے لیے ایک فرشتہ ہی کافی تھا۔

٣٩٩٥- حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِکْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَوْمَ بَدْرٍ هٰذَا جِبْرِیْلُ اٰخِذٌ بِرَاْسِ فَرَسِهٖ عَلَیْهِ اَدَاةُ الْحَرْبِ۔ [طرف الحدیث: ۴۰۴۱]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے خبر دی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن فرمایا: یہ حضرت جبریل ہیں جو اپنے گھوڑے کا سر پکڑے ہوئے ہیں اور جنگ کے ہتھیار لگائے ہوئے ہیں۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

فرشتوں کے متعلق صحیح البخاری اور دیگر کتب حدیث کی روایات

علامہ سراج الدین ابو حفص عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی ابن الملقن المتوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:
کہا گیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہوا میں نیچے کی جانب اترے اور اسی دن وہ فرشتوں کی صفوں کو مرتب کر رہے تھے۔ اور دو غیر قریشی مرد پہاڑ پر چڑھے' پس ان دونوں نے فرشتوں کو دیکھا تو ان میں سے ایک خوف اور دہشت سے مر گیا' امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے کسی دن ابلیس کو اس دن سے زیادہ حقیر' ذلیل' دھتکارا ہوا اور غیظ و غضب میں نہیں دیکھا' جتنا بدر کے دن دیکھا تھا کیونکہ اس نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا' وہ فرشتوں کی صفوں کو ترتیب دے رہے تھے۔
(المصنف ج ۴ ص ۳۷۸) (التوضیح شرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۶۷' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جو حضرت ابن عباس کی روایت ذکر کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ حضرت جبریل ہیں جو اپنے گھوڑے کا سر پکڑے ہوئے ہیں۔ (الحدیث) یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہے اور شاید حضرت ابن عباس نے اس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سنا ہوگا کیونکہ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ غزوۂ بدر کے دن نبی ﷺ کو نیند کا ایک جھونکا آیا' پھر آپ بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں بشارت ہو! تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی نصرت آ گئی ہے' یہ حضرت جبریل ہیں جو اپنے گھوڑے کو لگام پکڑے ہوئے لا رہے ہیں اور ان کے دانتوں پر گرد و غبار ہے' اس حدیث کا تمہ یہ حدیث ہے:

امام سعید بن منصور نے عطیہ بن قیس سے مرسلاً روایت کی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام غزوۂ بدر سے فراغت کے بعد سرخ گھوڑے پر سوار ہو کر اس کی پیشانی پکڑے ہوئے آئے' ان پر گرد و غبار تھا اور ان پر ان کی زرہ تھی اور انہوں نے کہا: اے محمد (ﷺ)! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ جب تک آپ راضی نہ ہوں' میں آپ سے جدا نہ ہوں' تو کیا آپ اب راضی ہو گئے!

امام ابن اسحاق نے حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر کے دن میں ایک مشرک مرد کو مارنے کے لیے اس کا پیچھا کر رہا تھا تو میری تلوار کے اس تک پہنچنے سے پہلے اس کا سر کٹ کر گر گیا۔

امام بیہقی نے محمد بن جبیر بن مطعم کے بیٹے سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ اتنی سخت آندھی آئی کہ میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی' پھر دوسری سخت آندھی کو' پھر تیسری سخت آندھی کو دیکھا' انہوں نے بتایا کہ پہلی آندھی میں حضرت جبریل تھے اور دوسری آندھی میں حضرت میکائیل تھے اور تیسری آندھی میں حضرت اسرافیل تھے اور حضرت میکائیل' نبی ﷺ کے دائیں جانب تھے اور اس میں حضرت ابوبکر تھے اور حضرت اسرافیل آپ کے بائیں جانب تھے اور اس میں' میں تھا۔

ابو صالح نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مجھ سے اور حضرت ابوبکر سے کہا گیا: تم میں سے ایک کے ساتھ حضرت جبریل تھے اور دوسرے کے ساتھ حضرت میکائیل تھے اور حضرت اسرافیل بہت عظیم فرشتے ہیں' وہ صف میں حاضر تھے اور قتال کا مشاہدہ کر رہے تھے' اس حدیث کی امام احمد اور امام ابویعلیٰ نے روایت کی ہے اور امام حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ بہ ظاہر ان احادیث میں اختلاف ہے لیکن ان میں تطبیق دینا ممکن ہے۔

علامہ تقی الدین سبکی نے کہا ہے کہ اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی ﷺ کے ساتھ فرشتوں کے قتال کرنے میں کیا حکمت ہے؟ جب کہ حضرت جبریل اس پر قادر تھے کہ اپنے ایک پَر سے کافروں کے تمام لشکر کو پرے دھکیل دیتے' تو میں کہوں گا کہ یہ اس لیے ہوا کہ یہ دکھایا جائے کہ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کا فعل تھا اور انہوں نے کفار کو قتل کیا تھا اور فرشتے ان کی مدد کے لیے آئے تھے تاکہ اسباب کی رعایت ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں میں سنت جاریہ ہے اور حقیقت میں تمام کاموں کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۰۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے من و عن یہی احادیث عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۴۱ پر لکھی ہیں' اللہ جانے انہوں نے اصل ماخذ میں دیکھ کر یہ احادیث لکھی ہیں یا فتح الباری سے استفادہ کیا ہے' بہر حال میرے نزدیک فرشتوں کا غزوات میں قتال کرنا نبی ﷺ کے اعزاز و اکرام کے لیے تھا۔

١٢ - بَابٌ باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا' لیکن اس باب میں بھی غزوۂ بدر سے متعلق احادیث ہیں' اس لیے یہ باب ابواب

سابقہ کا تتمہ ہے اور ان ہی کے ساتھ ملحق ہے۔

٣٩٩٦- حَدَّثَنِی خَلِیفَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا سَعِیْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ مَاتَ اَبُو زَیْدٍ وَّلَمْ یَتْرُكْ عَقِبًا وَّکَانَ بَدْرِیًّا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے خلیفہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے محمد بن عبداللہ الانصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے اور انہوں نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی اور وہ بدری صحابی تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ٣٨١٠ کی شرح کا مطالعہ کریں۔

حدیث مذکور کی سند کے راویوں کا تعارف اور حضرت ابوزید کے نام میں اختلاف کا بیان

علامہ عمر بن علی ابن الملقن المتوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند کے شروع میں امام بخاری کے شیخ خلیفہ کا ذکر ہے' ان کا نام خلیفہ بن خیاط ہے' ان کی کنیت ابوعمرو ہے' یہ حافظ الحدیث ہیں' العصفری البصری ہیں' ان کا لقب شہاب ہے' یہ بہت زیادہ سچے تھے' یہ دوسو چالیس (٢٤٠) ہجری میں فوت ہو گئے تھے' ایک قول دوسو چھیالیس ہجری کا ہے۔

اس حدیث کی سند کے دوسرے راوی محمد بن عبداللہ الانصاری ہیں' ان ہی کو ابن المثنیٰ اور ابوالمثنیٰ کہا جاتا ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابوعبداللہ البصری' بصرہ کے قاضی ہیں' یہ ثقہ اور صدوق ہیں' یہ امام ابن المبارک کے ساتھ ایک سو اٹھارہ ہجری میں پیدا ہوئے اور دو سو چودہ یا دوسو پندرہ ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔

حضرت ابوزید کے متعلق امام محمد بن سعد متوفی ٢٣٠ھ نے لکھا ہے کہ ابوزید شاید قیس بن السکن ہیں اور ان کی کنیت ابوزید ہے اور لوگ ذکر کرتے ہیں کہ یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ زید اور اسحاق اور خولہ ان کے بیٹے تھے اور ان کی ماں کا نام اُم خولہ بنت سفیان بن قیس ہے' اور حضرت قیس بن السکن' غزوۂ بدر' اُحد اور خندق میں اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے' یہ پندرہ (١٥) ہجری میں فوت ہوئے اور ان کی اولاد نہیں تھی' جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی ذکر کیا ہے' حضرت انس نے ایک اور جگہ کہا ہے: ان کے چچاؤں میں سے ایک ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٣ ص ٥١٣)

حافظ دمیاطی نے اس تحریر کے بعد لکھا ہے کہ ابوزید کا نام ثابت بن زید بن قیس خزرجی ہے' یہ ان چھ صحابہ میں سے ایک ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں حفظ کر لیا تھا۔

امام ذہبی نے معجم الصحابہ میں لکھا ہے کہ یہ قبیلہ اوس سے تھے اور یہی عمیر کے والد ہیں جو قادسیہ میں شہید ہوئے تھے' پھر انہوں نے کہا: ابوزید قیس بن السکن خزرجی نجاری ہیں۔

علامہ ابن الملقن نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے کہ شاید امام ذہبی کو اس میں تردد تھا کہ ان کا تعلق اوس سے ہے یا خزرج سے ہے۔ میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ ان کا تعلق اوس سے ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٨٥۔٨٤' وزارة الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

اس سند کے تیسرے راوی سعید ہیں۔

علامہ عینی نے لکھا ہے: اس سے مراد سعید بن ابی عروبہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوزید کے نام میں اختلاف ہے' اس کا نام قیس بن السکن ہے' یا ثابت بن زید ہے' امام ابن سعد نے کہا

ہے کہ ان کا نام قیس بن السکن ہے اور یہ صاحبِ اولاد تھے' علامہ دمیاطی اور ابن معین نے کہا ہے کہ ان کا نام ثابت بن زید ہے اور یہ بے اولاد تھے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام معاذ انصاری ہے۔

علامہ عینی نے اس حدیث کے راویوں کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے جیسا کہ علامہ ابن ملقن نے تفصیل سے لکھا ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام معاذ انصاری ہے جنہوں نے آپ کی زندگی میں قرآن مجید کو حفظ کر لیا تھا۔

(عمدة القاری ج ۱۷ص ۱۴۲۔۱۴۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے صرف دو سطروں میں حضرت ابوزید کا تذکرہ لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ص ۱۷۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۳۹۹۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ خَبَّابٍ اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ بْنِ مَالِكٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَقَدَّمَ اِلَيْهِ اَهْلُهُ لَحْمًا مِّنْ لُّحُوْمِ الْاَضْحٰى فَقَالَ مَا اَنَا بِاٰكِلِهٖ حَتّٰى اَسْاَلَ فَانْطَلَقَ اِلٰى اَخِيْهِ لِاُمِّهٖ وَكَانَ بَدْرِيًّا قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ اِنَّهٗ حَدَثَ بَعْدَكَ اَمْرٌ نَقْضٌ لِّمَا كَانُوْا يُنْهَوْنَ عَنْهُ مِنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الْاَضْحٰى بَعْدَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ۔

[طرف الحدیث: ۵۵٦۸] (سنن نسائی: ۴۴۳۹-۴۴۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از قاسم بن محمد از ابن خباب' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید بن مالک الخدری رضی اللہ عنہ ایک سفر سے آئے تو ان کے گھر والے ان کے لیے قربانی کے جمع شدہ گوشت میں ایک سے گوشت لائے' انہوں نے کہا: جب تک میں اس کے متعلق تحقیق نہ کر لوں میں اس کو نہیں کھاؤں گا' پس وہ اپنے ماں شریک بھائی کے پاس گئے' وہ بدری صحابی حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ تھے' سو انہوں نے ان سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: تمہارے جانے کے بعد ایک نیا حکم آیا جس نے اس پہلی ممانعت کو منسوخ کر دیا کہ تین دن کے بعد قربانی کا جمع شدہ گوشت نہ کھایا جائے۔

تین دن کے بعد قربانی کا گوشت جمع کرنے کی اجازت

علامہ عمر بن علی' ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو حدیث تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے کی ناسخ ہے' وہ یہ ہے کہ میں نے تم کو لوگوں کی بھوک اور فاقوں کی وجہ سے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کیا تھا' پس اب تم قربانی کا گوشت کھاؤ اور صدقہ کرو اور جمع کرو۔

علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کا حوالہ نہیں لکھا' تاہم میں نے اس حدیث کے حوالہ جات تلاش کیے ہیں:
صحیح مسلم: ۱۹۷۱' سنن ابوداؤد: ۲۸۱۲' سنن نسائی: ۴۴۴۳' سنن ابن ماجہ: ۳۱٦۰۔

اور حضرت علی کا مذہب یہ ہے کہ یہ ممانعت اب بھی باقی ہے اور منسوخ نہیں ہوئی اور شاید ان تک وہ حدیث نہیں پہنچی جو اس ممانعت کی ناسخ ہے۔ (التوضیح شرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۸٦' وزارۃ الاوقاف' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے اس حدیث کی شرح میں صرف اتنا لکھا ہے کہ اس حدیث کی مفصل شرح کتاب الاضاحی میں آئے گی' امام بخاری کا اس حدیث کو یہاں روایت کرنے سے صرف یہ مقصود ہے کہ حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ بدری صحابی تھے' اس لیے انہوں نے اس حدیث کی یہاں روایت کی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ص ۱۷۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲٦ھ)

حضرت قتادہ بن نعمان کا تذکرہ اور ان کی نکلی ہوئی آنکھ کو دوبارہ اپنی جگہ لگا دینا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ'الاصابہ میں لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ بن نعمان' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کے ماں شریک بھائی ہیں' ان کی ماں کا نام انیسہ بنت قیس النجار یہ ہے' ان کی کنیت ابوعمر ہے' یہ انصاری صحابی ہیں۔

امام بغوی نے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر میں ان کی آنکھ کا ڈھیلا اپنی جگہ سے نکل کر ان کے رخسار پر لٹک گیا تھا' لوگوں نے چاہا کہ اس کو کاٹ دیں' حضرت قتادہ نے کہا: نہیں! پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ لیں' آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس کو مت کاٹو! پھر آپ نے اس ڈھیلے کو اپنی جگہ لگا کر اپنی ہتھیلی سے دبا دیا' پھر یہ پتا نہیں چلتا تھا کہ ان کی کون سی آنکھ نکلی تھی۔

امام دارقطنی نے حضرت قتادہ بن نعمان سے روایت کی ہے کہ غزوۂ اُحد میں ان کی آنکھ نکل کر لٹک گئی تھی' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آنکھ کو اپنی جگہ لوٹا دیا اور یہ آنکھ ان کی دونوں آنکھوں میں سے زیادہ صحیح تھی۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت قتادہ سے روایت کی کہ غزوۂ اُحد میں ان کی آنکھ نکل گئی تھی' پس وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے اس آنکھ کو اپنی جگہ لگا دیا۔

حضرت قتادہ بن نعمان چھپن (٥٦) سال کی عمر گزار کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فوت ہوئے تھے' حضرت عمر نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی' ان کی قبر میں اُترے اور ان کے حق میں دعا کی۔ (الاصابہ ج ٥ ص ٣١٩۔٣١٨' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس واقعہ کے متعلق تین قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ بدر کا ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ اُحد کا ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ خندق کا ہے' زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ اُحد کا ہے۔

الہیثم بن عدی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو تم اس پر صبر کرو اور تم کو جنت مل جائے گی اور اگر تم چاہو تو میں اس آنکھ کو اپنی جگہ پر رکھ دوں اور دعا کر دوں' حضرت قتادہ نے کہا: یارسول اللہ! جنت بہت اچھی جزاء ہے' لیکن میری بیوی جس سے میں محبت کرتا ہوں' مجھے خدشہ ہے کہ وہ میری کانی آنکھ دیکھ کر مجھ سے نفرت کرے گی' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آنکھ کو اپنی جگہ لوٹا دیا' یہ آنکھ ان کی دونوں آنکھوں میں سے زیادہ حسین تھی اور اس سے زیادہ تیز نظر آتا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٤٣۔١٤٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

بعض واعظین اس واقعہ کو بیان کر کے یہ تبصرہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی آنکھ سے ان کو اتنا نظر نہیں آتا تھا جتنا مصطفیٰ کی دی ہوئی آنکھ سے نظر آتا تھا' میں کہتا ہوں اس طرح کہنا جائز نہیں ہے' کیونکہ یہ دونوں آنکھیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تھیں' فرق یہ ہے کہ ایک آنکھ ان کو ماں باپ کے وسیلہ سے ملی تھی اور جس آنکھ سے ان کو زیادہ نظر آتا تھا وہ آنکھ ان کو مصطفیٰ کے ہاتھوں سے ملی تھی۔

حافظ صفی الدین احمد بن عبد اللہ خزرجی متوفی ٩٢٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں' غزوۂ اُحد میں ان کی آنکھ کا ڈھیلا نکل گیا تھا' پھر یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے اس آنکھ کو اپنی جگہ لوٹا دیا اور یہ آنکھ ان کی دونوں آنکھوں میں سے زیادہ حسین تھی' ان سے سات (٧) احادیث مروی ہیں' امام بخاری نے ان میں سے ایک حدیث کی روایت کی ہے۔ (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ج ٢ ص ٣٤٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٢ھ)

٣٩٩٨- حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَۃَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ الزُّبَیْرُ لَقِیْتُ یَوْمَ بَدْرٍ عُبَیْدَۃَ بْنَ سَعِیْدِ بْنِ الْعَاصِ وَهُوَ مُدَجَّجٌ لَا یُرٰی مِنْهُ اِلَّا عَیْنَاهُ وَهُوَ یُکْنٰی اَبُوْ ذَاتِ الْکَرِشِ فَقَالَ اَنَا اَبُوْ ذَاتِ الْکَرِشِ فَحَمَلْتُ عَلَیْهِ بِالْعَنَزَۃِ فَطَعَنْتُهٗ فِیْ عَیْنِهٖ فَمَاتَ قَالَ هِشَامٌ فَاُخْبِرْتُ اَنَّ الزُّبَیْرَ قَالَ لَقَدْ وَضَعْتُ رِجْلِیْ عَلَیْهِ ثُمَّ تَمَطَّاْتُ فَکَانَ الْجَهْدُ اَنْ نَزَعْتُهَا وَقَدِ انْثَنٰی طَرَفَاهَا قَالَ عُرْوَۃُ فَسَاَلَهٗ اِیَّاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَهَا ثُمَّ طَلَبَهَا اَبُوْبَکْرٍ فَاَعْطَاهُ اِیَّاهَا فَلَمَّا قُبِضَ اَبُوْبَکْرٍ سَاَلَهٗ اِیَّاهَا عُمَرُ فَاَعْطَاهُ اِیَّاهَا فَلَمَّا قُبِضَ عُمَرُ اَخَذَهَا ثُمَّ طَلَبَهَا عُثْمَانُ مِنْهُ فَاَعْطَاهُ اِیَّاهَا فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ وَقَعَتْ عِنْدَ اٰلِ عَلِیٍّ فَطَلَبَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَیْرِ فَکَانَتْ عِنْدَهٗ حَتّٰی قُتِلَ ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروۃ از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ غزوۂ بدر کے دن میرا مقابلہ عبیدہ بن سعید بن العاص سے ہوا' وہ سرتاپا لوہے میں غرق تھا' اس کی صرف دو آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں' اس کی کنیت ابوذات الکرش تھی' اس نے مجھ سے کہا: میں ابوذات الکرش ہوں' میں نے نیزہ سے اس پر حملہ کیا اور وہ نیزہ اس کی آنکھ میں گھونپ دیا' سو وہ مر گیا' ہشام نے کہا: پس مجھے خبر دی گئی کہ حضرت زبیر نے کہا: میں نے اپنا پاؤں اس کے اوپر رکھ کر بہت زور لگایا تب جا کر میں وہ نیزہ اس کی آنکھ سے نکال سکا' اس کے دونوں کنارے مڑ چکے تھے' عروہ کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نیزہ کو طلب فرمایا تو میں نے آپ کو وہ پیش کر دیا' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں نے اس پر قبضہ کر لیا' پھر حضرت ابوبکر نے اس نیزہ کو طلب کیا تو میں نے انہیں پیش کر دیا' پھر جب حضرت ابوبکر کی وفات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو طلب فرمایا تو میں نے وہ نیزہ ان کو دے دیا' پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو میں نے اس کو پھر لے لیا' پھر اس نیزہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے طلب کیا تو میں نے وہ نیزہ ان کو دے دیا' پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو وہ نیزہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کے پاس تھا' پس حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس کا مطالبہ کیا تو وہ ان کے پاس رہا' حتیٰ کہ ان کو شہید کر دیا گیا۔

حدیث میں وارد ہونے والے مشکل الفاظ کے معانی

اس حدیث کی شرح میں علامہ عمر بن علی ابن ملقن متوفی ۸۰۴ھ نے مشکل الفاظ کے معانی لکھے ہیں:

وہ لکھتے ہیں: العنزہ کا معنی برچھا ہے۔ (مجمل اللغۃ ج ۲ص ۶۳۲)

نیز انہوں نے لکھا ہے کہ اس نیزہ کو خلفاء ثلاثہ باری باری لیتے رہے اور حضرت علی کی اولاد نے اس نیزہ کو حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے لینے میں رغبت نہیں کی۔

اس حدیث میں "مدجج" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جس نے تمام ہتھیار پہنے ہوئے ہوں اور زرہ سے اپنے آپ کو ڈھانپا ہوا ہو۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۸۷' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ:

حضرت زبیر کا پورا نام زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ہے۔

اس حدیث میں عبیدہ بن سعید بن العاص بن امیہ کا ذکر ہے' سعید بن العاص کے کئی بھائی تھے ان میں سے عمرو' خالد اور ابان نے اسلام قبول کر لیا تھا' رضی اللہ عنہم اور العاص حالتِ کفر میں قتل کیا گیا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے ان دونوں شارحین کے علاوہ مشکل الفاظ کے معانی بیان کیے ہیں' وہ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''کرش'' کا لفظ ہے' اس کا معنی اوجھڑی ہے جیسے انسان کے پیٹ میں معدہ ہوتا ہے' نیز ''کرش'' کا معنی اولاد بھی ہے اور لوگوں کی جماعت بھی ہے۔

اس میں ''تمطات'' کا لفظ ہے' علامہ دمیاطی نے کہا ہے کہ صحیح لفظ ''تمطیت'' ہے۔ (علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ سعیدی غفرلہ) (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۴۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس کا تعلق بھی احوالِ بدر میں سے ہے۔

۳۹۹۹- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ اِدْرِيْسَ عَائِذُ اللّٰهِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَايِعُوْنِيْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے ابوادریس عائذ اللہ بن عبداللہ نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے بیعت کرو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی فضیلت

علامہ عمر بن علی ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ نے اس کی شرح میں لکھا ہے:

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ' اصحاب بیعت العقبہ میں سے اصحاب بدر میں سے' انصار میں سے اور درخت کے نیچے اصحاب بیعتِ رضوان میں سے ہیں' اور یہ قوافل کے نقیب بھی ہیں کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں جب ان کے پاس کوئی مہمان آتا تو وہ کہتے تھے کہ قوافل کے لیے امان ہے کیونکہ تم میری پناہ اور ذمہ میں ہو۔ (کتاب الثقات لابن حبان ج ۳ ص ۳۰۳-۳۰۲)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۸۷' وزارۃ الاوقاف' قطر)

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر نے اس کی شرح میں یہاں کچھ نہیں لکھا۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں مذکور ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت غزوۂ بدر میں حاضر تھے۔

٤٠٠٠- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَبَا حُذَيْفَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَنَّى سَالِمًا وَأَنْكَحَهُ بِنْتَ أَخِيهِ هِنْدًا بِنْتَ الْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ وَهُوَ مَوْلًى لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ كَمَا تَبَنَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَكَانَ مَنْ تَبَنَّى رَجُلًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ دَعَاهُ النَّاسُ إِلَيْهِ وَوَرِثَ مِنْ مِيرَاثِهِ حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ﴾ (الاحزاب:٥) فَجَاءَتْ سَهْلَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ . [طرف الحدیث:٥٠٨٨] (صحیح مسلم:١٤٥٣ سنن نسائی: ٣٣١٦ سنن ابن ماجہ:١٩٤٣ سنن ابوداؤد:٢٠٦١)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروۃ بن الزبیر نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر میں حاضر تھے انہوں نے حضرت سالم کو بیٹا بنایا تھا اور ان کا نکاح اپنی بھتیجی حضرت ہند بنت الولید بن عتبہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا تھا اور وہ انصار کی ایک عورت کے آزاد کردہ غلام تھے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید کو بیٹا بنایا تھا اور زمانۂ جاہلیت میں جو شخص کسی کو بیٹا بنا لیتا تو لوگ اس کو اس کا بیٹا کہتے تھے اور وہ بیٹا اس کا وارث ہوتا تھا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی: ان منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپ ہی کا بیٹا کہہ کر بلایا کرو۔ (الاحزاب:٥) پھر حضرت سہلہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں۔ سو امام بخاری نے اس حدیث کا ذکر کیا۔

امام بخاری کے ذکر کیے ہوئے نام ''ہند بنت الولید'' سے دوسرے ائمہ کا اختلاف

علامہ عمر بن علی ابن الملقن متوفی ٨٠٤ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس عورت کا نام ہند بنت الولید لکھا ہے اسی طرح امام ابوداؤد اور امام نسائی نے بھی اس کا یہی نام لکھا ہے۔ امام مالک نے اپنی موطأ میں اس کی مخالفت کی ہے اور لکھا ہے: اس کا نام فاطمہ بنت الولید ہے۔ (موطأ امام مالک کتاب الرضاع:١٢ المکتبۃ التوفیقیہ) حافظ ابوعمر ابن عبدالبر نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (الاستیعاب ج ٤ ص ٤٥٥) امام محمد بن سعد نے صحابہ میں ہند بنت الولید کا نام نہیں لکھا اور نہ حافظ ابوعمر نے بلکہ امام محمد بن سعد نے ان کی پھوپھی فاطمہ بنت عتبہ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت سالم نے ان ہی سے نکاح کیا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٨ ص ٢٣٨)

علامہ الدمیاطی نے لکھا ہے کہ میرے گمان میں امام بخاری کا لکھا ہوا نام صحیح نہیں ہے امام ابن مندہ نے فاطمہ بنت الولید سے روایت کی ہے کہ وہ شام میں ریشمی کپڑے پہنتی تھیں پھر تہبند باندھتی تھیں ان سے پوچھا گیا: کیا آپ تہبند سے مستغنی نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہبند باندھنے کا حکم دیتے تھے۔ اور امام محمد سعد نے حضرت سالم کی سوانح میں امام بخاری کی مخالفت کی ہے اور لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ بنت الولید بن عتبہ بن ربیعہ سے نکاح کیا تھا اور امام ذہبی نے بھی معجم الصحابہ میں فاطمہ بنت الولید بن عتبہ لکھا ہے جنہوں نے حضرت ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم سے نکاح کیا تھا اور ان کے بعد الحارث بن ہشام سے نکاح کیا تھا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٨٩-٨٨ وزارۃ الاوقاف قطر ١٤٢٩ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے بھی علامہ ابن ملقن کے اس اعتراض کو برقرار رکھا ہے اور لکھا

ہے کہ امام مالک نے ان کا نام فاطمہ بنت الولید لکھا ہے اور امام ابوعمر نے تراجم صحابہ میں ہند بنت الولید کی سوانح نہیں لکھی اور نہ امام محمد بن سعد نے ان کا صحابیات میں ذکر کیا ہے' پھر ایک کمزور سا جواب دیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوحذیفہ کی بھتیجی کے دو نام ہوں' ایک نام فاطمہ بنت الولید ہو اور دوسرا نام ھند بنت الولید ہو۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۷' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے بھی امام بخاری پر اس اعتراض کو برقرار رکھا ہے اور امام بخاری کی طرف سے کوئی توجیہ نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۴۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

میں نے صحابیات کے اسماء میں ھند بنت الولید بن عتبہ نامی کوئی صحابیہ نہیں پائی۔

(الکوکب الدراری شرح بخاری ج ۱۵ ص ۱۸۳' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ نے بھی امام بخاری پر اس اعتراض کو برقرار رکھا ہے' وہ لکھتے ہیں: جس نے بھی صحابیات کا ذکر کیا ہے اس نے ھند بنت الولید نامی کسی صحابیہ کا ذکر نہیں کیا۔ (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۱۴۵' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدرالدین محمد بن بہادر الزرکشی متوفی ۷۹۴ھ لکھتے ہیں:

امام مالک نے الموطأ میں ان کا نام فاطمہ بنت الولید لکھا ہے اور امام ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت سالم نے فاطمہ بنت عتبہ سے نکاح کیا تھا۔ (التنقیح لالفاظ الجامع الصحیح ج ۵ ص ۲۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

علامہ زرھونی مالکی متوفی ۱۳۱۸ھ نے لکھا ہے:

الموطأ میں یہ نام فاطمہ بنت الولید ہے اور اسی طرح الاستیعاب میں مذکور ہے۔

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۹ ص ۲۶۸' مکتبۃ الرشد' ۱۴۳۰ھ)

شیخ سلیم اللہ دیوبندی نے بھی حافظ ابن حجر کی تقلید میں لکھا ہے:

ممکن ہے کہ ان کے دو نام ہوں' اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ایک نام ہو اور دوسرا لقب' تو کسی نے نام کا ذکر کر دیا اور کسی نے لقب کا' لہٰذا اب بخاری اور موطأ کی روایتوں میں تضاد نہیں رہے گا۔ (کشف الباری' کتاب المغازی' ص ۱۵۲' مکتبہ فاروقیہ' کراچی' ۲۰۰۵ء)

میں کہتا ہوں کہ تحقیق کے میدان میں امکان اور احتمال سے کام نہیں چلتا اور صحیح یہ ہے کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام لکھنے میں امام بخاری سے خطاء ہوئی ہے۔

اس حدیث کے باقی مسائل کی شرح ان شاء اللہ کتاب النکاح میں بیان کی جائے گی۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور وہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے۔

٤٠٠١- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلَى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي وَجُوَيْرِيَاتٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن ذکوان نے حدیث بیان کی از الربیع بنت معوذ' وہ بیان کرتی ہیں کہ شب زفاف کی صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے

يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ يَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اٰبَائِهِنَّ يَوْمَ بَدْرٍ حَتّٰى قَالَتْ جَارِيَةٌ وَّفِيْنَا نَبِيٌّ يَّعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْلِيْ هٰكَذَا وَقُوْلِيْ مَا كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ۔ [طرف الحدیث: ۵۱۴۷] (سنن ابوداؤد: ۴۹۲۲' سنن ترمذی: ۱۰۹۰' سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۷)

پاس تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھ گئے' جس طرح تم میرے پاس بیٹھے ہو اور بچیاں دف بجا رہی تھیں اور اپنے ان آباء واجداد کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں جو غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تھے' حتیٰ کہ ایک لڑکی نے یہ شعر پڑھا: اور ہم میں ایسے نبی موجود ہیں جن کو علم ہے کہ کل کیا ہوگا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس طرح نہ کہو اور وہی کہتی رہو جو تم پہلے کہہ رہی تھیں۔

ندب اور دف کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "یندبن" کا لفظ ہے' یہ ندب سے ماخوذ ہے' ندب کا معنی ہے: مرنے والے کے اچھے اوصاف کا ذکر کرنا اور اس کی تعریف اور توصیف کرنا اور اس میں دف کا ذکر ہے' دال پر زبر بھی ہوتا ہے اور پیش بھی ہے' یہ وہ چیز ہے جو کھیل میں استعمال ہوتی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۸۹' وزارۃ الاوقاف' قطر)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں کچھ نہیں لکھا۔

دف بجانے اور آلاتِ موسیقی کی شرعی حدود اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اجنبی عورت کے پاس تنہائی میں بیٹھنا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی نے دف اور ندب کے متعلق وہی لکھا ہے جو علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے' نیز انہوں نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شادی کی صبح کو دف بجانا مباح ہے اور اس کا سننا بھی مباح ہے اور جو علماء اس سے منع کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ اس کی اباحت ابتداء اسلام میں تھی اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مخلوق کی طرف (مطلقاً) علمِ غیب کی نسبت کرنا ممنوع ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۴۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

احادیث میں شادی' عید اور دیگر اسلامی تقریبات میں قلیل مقدار میں دف بجانے کی اجازت ہے اور مزامیر کی ممانعت ہے' اس سے مطلقاً موسیقی کے جواز کو نکالنا صحیح نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ربیع بنت معوذ کے پاس بیٹھے تھے' اس سے اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے کا جواز نکالنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہاں تنہائی نہیں تھی' دف بجانے والی بچیاں بھی تھیں' دوسرا یہ کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف علمِ غیب کی نسبت کی تحقیق

اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ بچیاں گا رہی تھیں: "ہم میں ایسے نبی موجود ہیں جن کو علم ہے کہ کل کیا ہوگا"۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ نہ کہو بلکہ وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں۔

علامہ عینی نے لکھا کہ اس سے معلوم ہوا کہ مخلوق کی طرف علمِ غیب کی نسبت کرنا ممنوع ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کا محمل یہ ہے کہ مخلوق کی طرف مطلقاً علمِ غیب کی نسبت کرنا ممنوع ہے (یعنی ایسی نسبت جس میں عطاء کی قید نہ ہو) اور اگر کسی قید کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف علمِ غیب کی نسبت کی جائے تو جائز ہے' مثلاً کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی عطاء سے' یا اللہ تعالیٰ کے مطلع کرنے سے' یا اس کے ظاہر کر دینے سے آپ کو علمِ غیب ہے تو پھر جائز ہے' قرآن مجید میں ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ (الجن: ٢٧-٢٦)

وہ غیب جاننے والا ہے تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جن کو اس نے پسند فرمالیا جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ص (آل عمران: ١٧٩)

اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ تم (عام) لوگوں کو غیب پر مطلع کر دے ہاں! اللہ چن لیتا ہے جسے چاہے اور وہ اللہ کے (سب) رسول ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی کل کے علم کی طرف اپنی نسبت فرمائی ہے' آپ نے فرمایا:

میں ضرور بہ ضرور کل اس کو جھنڈا عطاء کروں گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے' اللہ اس کے ہاتھ پر (خیبر کو) فتح کرے گا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطاء کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر خیبر کو فتح کر دیا۔

(صحیح البخاری: ٢٩٧٥-٢٩٤٢' صحیح مسلم: ٢٤٠٦)

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی متوفی ٧٤٣ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکی کو یہ کہنے سے منع فرمایا: ''ہم میں وہ نبی ہیں جن کو کل کا علم ہے'' کیونکہ آپ اس کو مکروہ سمجھتے تھے کہ آپ کی طرف مطلقاً علمِ غیب کی نسبت کی جائے' اس لیے کہ مطلقاً غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

(شرح الطیبی ج ٦ ص ٢٥٤' ادارۃ القرآن' کراچی' ١٤١٣ھ)

ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ١٠١٤ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکی کو اس شعر کے پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا کیونکہ آپ کی طرف مطلقاً غیب کے علم کی نسبت کرنا مکروہ ہے' کیونکہ مطلقاً غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے' رسول کو مطلق غیب سے صرف ان چیزوں کا علم ہوتا ہے جن کی اللہ عزوجل ان کو خبر دیتا ہے' یا آپ نے اس لیے منع فرمایا کہ دف بجانے کے درمیان آپ کا ذکر آپ کو ناپسند تھا یا شہداء کے مرثیہ کے درمیان آپ کو اپنا ذکر پسند نہیں تھا۔ (مرقاۃ ج ٦ ص ٣٠٢-٣٠١' المکتبۃ الحقانیہ' پشاور)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ١٠٥٢ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکی کو اس شعر کے پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ آپ کو لھو ولعب کے درمیان اپنا ذکر پسند نہیں تھا یا اس وجہ سے کہ مطلقاً علمِ غیب کی آپ کی طرف نسبت آپ کو ناپسند تھی' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ایسے مقام پر دف بجانا اور شعر پڑھنا مباح ہے' اس لیے آپ نے مطلقاً دف بجانے اور گانے سے منع نہیں فرمایا بلکہ خصوصاً اس شعر کے پڑھنے سے منع فرمایا۔

(اشعۃ اللمعات ج ٣ ص ١١٧' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

شیخ نورالحق محدث دہلوی متوفی ١٠٧٣ھ لکھتے ہیں:

آپ نے اس شعر کو پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا کہ غیر خدا کی طرف (مطلقاً) علمِ غیب کی نسبت آپ کو پسند نہ تھی' اس لیے حدیث میں آپ نے اپنی طرف اس نسبت کو پسند نہیں فرمایا۔ (تیسیر القاری ج ٤ ص ٢٢' مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

آپ نے اس شعر کے پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا کہ علم الغیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے' اگرچہ اس کی تاویل جائز

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا o اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن:٢٧-٢٦)

پس وہ اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا' مگر جن کو اس نے پسند فرمالیا ہے اور وہ اس کے (سب) رسول ہیں۔

(الکوثر الجاری ج ٧ ص ١٤٥' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

علامہ محمد الفضیل الزرهونی المالکی المتوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس حدیث میں شب زفاف کی صبح دف بجانے اور اس کو سننے کا ثبوت ہے اور مخلوق میں سے کسی کی طرف مطلقاً علم غیب کی نسبت کی کراہت ہے۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ٩ ص ٢٦٩' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی نے لکھا ہے:

مستقبل کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے' اگر اللہ کسی کو مستقبل کے کسی واقعہ کا علم دے دیں تو اور بات ہے لیکن بغیر کسی سبب کے اور بغیر عطاء الٰہی کے کسی کو مستقبل کا علم نہیں ہوسکتا۔ (کشف الباری' کتاب المغازی' ص ١٥٥' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

واضح رہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اور دیگر علماء اہل سنت کا بھی یہی مسلک ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب عطائی ہے' اور ہم نے جو مذکور الصدر نقول پیش کی ہیں' ان کا بھی یہی مآل ہے۔

غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد میواتی لکھتے ہیں:

اس شعر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم الغیب ہونا ظاہر ہو رہا تھا' حالانکہ عالم الغیب صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے' اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شعر کے گانے سے منع فرمادیا' جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب جانتے ہیں وہ سراسر جھوٹے ہیں۔

(ترجمہ و حاشیہ شرح بخاری ج ٥ ص ٣٥١' مکتبہ قدوسیہ' لاہور' ٢٠٠٤ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بھی عالم الغیب نہیں جانتا' یہ شیخ میواتی کا افتراء اور بہتان ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی ١٣٤٠ھ لکھتے ہیں:

ہماری تحقیق میں لفظ ''عالم الغیب'' کا اطلاق حضرت عزت و جلالت کے ساتھ خاص ہے کہ اوس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ٩ ص ٨٢' مکتبہ رضویہ' کراچی)

نیز اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے سے اُنہیں اُمورِ غیب پر اطلاع ہے۔

(الامن والعلیٰ ص ١٠٧' شبیر برادرز' لاہور' ١٣٩٦ھ)

الحمد للہ رب العلمین! علم غیب کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ متعدد نقول سے واضح ہوگیا اور غیر مقلدین کا اہل سنت پر کذب اور افتراء بھی آشکار ہوگیا۔

٤٠٠٢- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح) وَحَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ عَتِيْقٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری (ح) اور ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْطَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ كَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلٰٓئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ يُرِيْدُ التَّمَاثِيْلَ الَّتِيْ فِيْهَا الْاَرْوَاحُ .

مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر میں حاضر تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو نہ اس گھر میں جس میں تصویر ہو اس سے ان کی مراد وہ مجسمے تھے جن کی روحیں ہوں۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۳۲۲۵ میں گزر چکی ہے۔

تصویر بنانے کی ممانعت خواہ قلم اور برش سے تصویر بنائی جائے یا کیمرہ سے

علامہ عمر بن علی ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں 'ان کی مراد' کا لفظ آیا ہے: علامہ قابسی اور علامہ ابن التین نے کہا: اس سے مراد حضرت ابن عباس کا قول ہے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ہر تصویر ہے خواہ وہ کپڑے پر منقوش ہو' یہ ابو سلمہ کا قول ہے۔ امام مالک نے کہا: ہر قسم کی تصویر بنانے کو ترک کر دینا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

اس میں مذکور ہے: اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے' کہا گیا ہے کہ ان فرشتوں سے مراد کراماً کاتبین کے علاوہ ہیں (یعنی کراماً کاتبین داخل ہوتے ہیں' دیگر داخل نہیں ہوتے) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دوسرے فرشتے بھی داخل ہوتے ہیں' مگر بغیر تصویر والے گھر کے مقابلہ میں تصویر والے گھر میں کم داخل ہوتے ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۰۔۸۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح عنقریب کتاب اللباس میں آئے گی' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے اس میں حضرت ابوطلحہ کا ذکر ہے اور وہ بدری صحابی ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۷۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح کتاب بدء الخلق (حدیث: ۳۲۲۵) میں گزر چکی ہے۔

بہر حال اس حدیث میں تصویر بنانے کی ممانعت سے مراد جان دار کی تصویریں ہیں خواہ وہ کاغذ پر ہوں یا کپڑے پر ہوں یا مجسمے بنانے کی ممانعت مراد ہے' اور بے جان چیزوں کی تصویریں بنانا جائز ہے' خواہ ان تصویروں کو ہاتھ سے بنایا جائے یا کیمرے سے کھینچا جائے۔ اور کتوں کی ممانعت سے مراد وہ کتے ہیں جو گھر کی حفاظت کے لیے یا شکار کے لیے یا کھیت کی حفاظت کے لیے نہ ہوں۔

٤٠٠٣- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ (ح) وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ اَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَلِيًّا قَالَ كَانَتْ لِيْ شَارِفٌ مِّنْ نَّصِيْبِيْ مِنَ الْمَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ وَّكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَانِيْ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مِنَ الْخُمُسِ يَوْمَئِذٍ فَلَمَّا اَرَدْتُّ اَنْ اَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعَدْتُّ رَجُلًا صَوَّاغًا فِيْ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ اَنْ يَّرْتَحِلَ مَعِيَ فَنَاْتِيَ بِاِذْخِرٍ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَبِيْعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِيْنَ فَنَسْتَعِيْنَ بِهٖ فِيْ وَلِيْمَةِ عُرْسِيْ فَبَيْنَا اَنَا اَجْمَعُ لِشَارِفَيَّ مِنَ الْاَقْتَابِ وَالْغَرَائِرِ وَالْحِبَالِ وَشَارِفَايَ مُنَاخَانِ اِلٰى جَنْبِ حُجْرَةِ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ حَتّٰى جَمَعْتُ مَا جَمَعْتُهٗ فَاِذَا اَنَا بِشَارِفَيَّ قَدْ اُجِبَّتْ اَسْنِمَتُهُمَا وَبُقِرَتْ خَوَاصِرُهُمَا وَاُخِذَ مِنْ اَكْبَادِهِمَا فَلَمْ اَمْلِكْ عَيْنَيَّ حِيْنَ رَاَيْتُ الْمَنْظَرَ قُلْتُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا قَالُوْا فَعَلَهٗ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَهُوَ فِيْ هٰذَا الْبَيْتِ فِيْ شَرْبٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ عِنْدَهٗ قَيْنَةٌ وَّاَصْحَابُهٗ فَقَالَتْ فِيْ غِنَائِهَا اَلَا يَا حَمْزَ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ فَوَثَبَ حَمْزَةُ اِلَى السَّيْفِ فَاَجَبَّ اَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا وَاَخَذَ مِنْ اَكْبَادِهِمَا قَالَ عَلِيٌّ فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ وَعَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ لَقِيْتُ فَقَالَ مَالَكَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا رَاَيْتُ كَالْيَوْمِ عَدَا حَمْزَةُ عَلٰى نَاقَتَيَّ فَاَجَبَّ اَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا وَهَا هُوَذَا فِيْ بَيْتٍ مَّعَهٗ شَرْبٌ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرِدَائِهٖ فَارْتَدٰى ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِيْ وَاتَّبَعْتُهٗ اَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی (ح) اور ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از الزہری انہوں نے کہا: ہمیں علی بن حسین نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ حضرت علی نے بیان کیا کہ ان کے پاس غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت میں سے دو سال کی ایک اونٹنی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹنی مجھ کو مالِ خمس میں سے عطاء کی تھی جو آپ کو اللہ نے اس دن عطاء کیا تھا' پس جب میں نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کے ساتھ گھر بسانے کا ارادہ کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی تھیں تو میں نے بنوقینقاع کے ایک سنار سے وعدہ لیا کہ وہ میرے ساتھ چلے گا اور ہم اذخر (ایک قسم کی گھاس) لے کر آئیں گے' میرا ارادہ تھا کہ میں وہ گھاس سناروں کو فروخت کروں گا اور اس کی آمدنی سے اپنی شادی کا ولیمہ کروں گا' پس جس وقت میں اپنی ان اونٹنیوں پر پالان' بوریاں اور رسیاں وغیرہ رکھ رہا تھا اور وہ اونٹنیاں انصار کے ایک شخص کے گھر کے برابر میں بٹھائی ہوئی تھیں' حتیٰ کہ میں نے جمع کیا جو جمع کیا' اچانک میں نے دیکھا کہ ان اونٹنیوں کے کوہان کاٹے ہوئے تھے اور ان کی کوکھوں کو کاٹ کر ان کی کلیجیاں کاٹ کر نکالی ہوئی تھیں' میں اس منظر کو دیکھ کر آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکا' میں نے پوچھا: یہ کام کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ کام حضرت سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کیا ہے اور وہ اس گھر میں انصار کے شراب پینے والوں کے ساتھ ہیں اور ان کے پاس ایک گانے والی ہے اور ان کے (دیگر) اصحاب ہیں' اس گانے والی نے اپنے گانے کے دوران کہا: سنو اے حمزہ! یہ عمدہ اور فربہ اونٹنیاں ہیں' پس حضرت حمزہ نے اُچھل کر اپنی تلوار لی اور ان اونٹنیوں کی کوکھیں کاٹ ڈالیں اور ان کی کلیجیاں نکال لیں' حضرت علی کہتے ہیں: پس میں وہاں سے نکلا اور

حَتّٰی جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ حَمْزَةُ فَاسْتَاْذَنَ عَلَيْهِ فَاَذِنَ لَهٗ فَطَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُوْمُ حَمْزَةَ فِيْمَا فَعَلَ فَاِذَا حَمْزَةُ ثَمِلٌ مُحْمَرَّةٌ عَيْنَاهُ فَنَظَرَ حَمْزَةُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰى رُكْبَتِهٖ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ اِلٰى وَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ حَمْزَةُ وَهَلْ اَنْتُمْ اِلَّا عَبِيْدٌ لِاَبِيْ فَعَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ثَمِلٌ فَنَكَصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَقِبَيْهِ الْقَهْقَرٰى فَخَرَجَ وَخَرَجْنَا مَعَهٗ .

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا' اس وقت آپ کے پاس حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا تھا کہ میرے ساتھ کیا حادثہ ہوا ہے' آپ نے پوچھا: تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھ پر آج ایسی مصیبت کبھی نہیں آئی' حضرت حمزہ نے میری دونوں اونٹنیوں پر تجاوز کر کے ان کے کوہان چیر ڈالے اور ان کی کوکھیں کاٹ ڈالیں اور وہ یہیں ایک گھر میں شراب کی محفل جمائے بیٹھے ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر منگوا کر اوڑھی اور آپ چل پڑے' میں اور حضرت زید بن حارثہ آپ کے پیچھے پیچھے چلے' حتیٰ کہ آپ اس گھر میں آئے جس میں حضرت حمزہ تھے' آپ نے ان سے اجازت طلب کی' انہوں نے آپ کو اجازت دی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ان کے کیے ہوئے کام پر ملامت کرنے لگے' اس وقت حضرت حمزہ شراب کے نشہ میں تھے' ان کی آنکھیں سرخ تھیں' حضرت حمزہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا' پھر نظر اوپر اُٹھائی' پھر آپ کے گھٹنوں کی طرف دیکھا' پھر نظر اوپر اٹھا کر آپ کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا' پھر حضرت حمزہ نے کہا: تم سب میرے باپ کے غلام ہو' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا کہ یہ اس وقت نشہ میں ہیں' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت اُلٹے پیر اس گھر سے لوٹ آئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ نکل آئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۸۹ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عمر بن الملقن متوفی ۸۰۴ھ' علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ اور علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اس باب میں اس کی مزید شرح نہیں کی۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما کا ذکر ہے اور یہ دونوں بدری صحابی ہیں۔

اس حدیث میں حضرت حمزہ کی شراب نوشی کا ذکر ہے' اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی اور نشہ اترنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اونٹنیوں کی قیمت حضرت حمزہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دلوادی تھی اور ان کے نقصان کا ازالہ فرما دیا تھا۔

٤٠٠٤- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ اَنْفَذَهٗ لَنَا ابْنُ الْاَصْبَهَانِيِّ سَمِعَهٗ مِنَ ابْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عباد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی' انہوں نے کہا:

مَعْقِلٍ اَنَّ عَلِیًّا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کَبَّرَ عَلٰی سَہْلِ بْنِ حُنَیْفٍ فَقَالَ اِنَّہٗ شَہِدَ بَدْرًا ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

ابن الاصبہانی نے یہ حدیث ہمیں لکھ کر بھیج دی تھی' انہوں نے اس کو ابن معقل سے سنا کہ حضرت علی رضی اللہ نے حضرت سہل بن حنیف کی نمازِ جنازہ پر تکبیرات پڑھیں اور فرمایا: یہ بدر میں حاضر تھے۔

حضرت سہل بن حنیف کا مختصر تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی نے حضرت سہل بن حنیف کی نمازِ جنازہ میں چھ تکبیرات پڑھی تھیں۔

نمازِ جنازہ کی تکبیرات کی بحث اس کے باب میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حضرت سہل بن حنیف کا ذکر ہے اور وہ بدری صحابی ہیں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں نمازِ جنازہ کی تکبیرات کے اختلافات کی احادیث ذکر کی ہیں' اس کی مفصل شرح عنقریب آ رہی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ کی کنیت ابوعبداللہ ہے' ایک قول ہے: ان کی کنیت ابوالولید ہے' دوسرا قول ہے: ان کی کنیت ابوثابت ہے' یہ اڑتیس (۳۸) ہجری میں کوفہ میں فوت ہوئے تھے' حضرت علی رضی اللہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی' حافظ ابوعمر اور امام بغوی نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ نے ان کی نمازِ جنازہ میں چھ تکبیرات پڑھیں اور حافظ ابوذر نے کہا ہے کہ حضرت علی نے پانچ تکبیرات پڑھی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۴۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٠٥- حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّہٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یُحَدِّثُ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حِیْنَ تَاَیَّمَتْ حَفْصَۃُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَیْسِ بْنِ حُذَافَۃَ السَّھْمِیِّ وَکَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ شَھِدَ بَدْرًا تُوُفِّیَ بِالْمَدِیْنَۃِ قَالَ عُمَرُ فَلَقِیْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَیْہِ حَفْصَۃَ فَقُلْتُ اِنْ شِئْتَ اَنْکَحْتُکَ حَفْصَۃَ بِنْتَ عُمَرَ قَالَ سَاَنْظُرُ فِیْ اَمْرِیْ فَلَبِثْتُ لَیَالِیَ فَقَالَ قَدْ بَدَا لِیْ اَنْ لَّا اَتَزَوَّجَ یَوْمِیْ ھٰذَا قَالَ عُمَرُ فَلَقِیْتُ اَبَابَکْرٍ فَقُلْتُ اِنْ شِئْتَ اَنْکَحْتُکَ حَفْصَۃَ بِنْتَ عُمَرَ فَصَمَتَ اَبُوْبَکْرٍ فَلَمْ یَرْجِعْ اِلَیَّ شَیْئًا فَکُنْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم بن عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ حضرت خنیس بن حذافہ السہمی رضی اللہ (کے فوت ہونے) سے بیوہ ہوگئیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے اور بدر میں حاضر تھے' مدینہ میں فوت ہو گئے تھے' حضرت عمر نے کہا: پھر میری حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان کے سامنے حضرت حفصہ رضی اللہ کو پیش کیا' پس میں نے ان سے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں آپ سے حضرت حفصہ بنت عمر کا نکاح کر دوں' حضرت عثمان نے کہا: میں عنقریب اپنے معاملہ میں

عَلَيْهِ اَوْجَدَ مِنِّیْ عَلٰی عُثْمَانَ فَلَبِثْتُ لَیَالِیَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْكَحْتُهَا اِيَّاهُ فَلَقِيَنِیْ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ لَعَلَّكَ وَجَدْتَّ عَلَیَّ حِیْنَ عَرَضْتَ عَلَیَّ حَفْصَةَ فَلَمْ اَرْجِعْ اِلَيْكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّهٗ لَمْ يَمْنَعْنِیْ اَنْ اَرْجِعَ اِلَيْكَ فِيْمَا عَرَضْتَ اِلَّا اَنِّیْ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ اَكُنْ لِاُفْشِیَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا.

[اطراف الحدیث: ۵۱۲۲-۵۱۲۹-۵۱۴۵] (سنن نسائی: ۳۲۴۸-۳۲۵۹)

غور کروں گا' پھر میں کئی راتیں انتظار کرتا رہا' پھر حضرت عثمان نے کہا: میری رائے یہ ہوئی ہے کہ میں آج کل نکاح نہ کروں' حضرت عمر نے بیان کیا: پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ سے ملا' سو میں نے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ بنت عمر کا آپ سے نکاح کر دوں' پس حضرت ابوبکر خاموش رہے اور انہوں نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا اور مجھے حضرت عثمان کی بہ نسبت ان کے جواب سے زیادہ رنج پہنچا' میں کئی راتیں ٹھہرا رہا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ سے نکاح کا پیغام دیا' سو میں نے حضرت حفصہ کا آپ سے نکاح کر دیا' پھر حضرت ابوبکر مجھ سے ملے اور کہا: شاید آپ کو اس سے رنج ہوا ہو کہ جب آپ نے حضرت حفصہ کو مجھ پر پیش کیا تھا اور میں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا' میں نے کہا: جی ہاں! حضرت ابوبکر نے بتایا کہ مجھے آپ کی پیش کش کا جواب دینے سے اور کوئی امر مانع نہیں تھا کہ مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ کا ذکر فرما چکے ہیں تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کرنے والا نہیں تھا اور اگر آپ ان کو ترک فرما دیتے تو میں ان کا رشتہ قبول کر لیتا۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی

علامہ عمر بن علی بن الملقن متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح' کتاب النکاح میں کی جائے گی۔

اس حدیث میں ''تأیمت'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جس کا شوہر نہ ہو۔

اس حدیث میں حضرت خنیس کا ذکر ہے' یہ عبداللہ کے بھائی ہیں جو بدری ہیں' ان کو غزوۂ اُحد میں زخم لگا تھا جس سے یہ شہید ہو گئے تھے' ان کے سوا خنیس نام کے اور تین صحابی ہیں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۱-۹۰' وزارۃ الاوقاف' قطر)

نمازِ جنازہ میں تکبیرات کے عدد میں اختلاف اور چار تکبیروں پر اور حضرت سہل بن حنیف پر پانچ تکبیریں پڑھنے کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' حدیث: ۴۰۰۴ کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابونعیم نے المستخرج میں امام بخاری کی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ کے جنازہ پر پانچ تکبیریں پڑھیں' اور امام بغوی نے معجم الصحابہ میں اور امام حاکم نے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے چھ تکبیریں پڑھیں' اور امام سعید بن منصور نے ابن عبید سے پانچ تکبیروں کی روایت کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت سہل غزوۂ بدر میں حاضر تھے' اس میں یہ دلیل ہے کہ اہل بدر ہر چیز میں افضل ہیں' حتیٰ کہ جنازہ کی تکبیرات میں بھی افضل ہیں' اس لیے آپ نے ان پر ایک تکبیر زیادہ پڑھی' اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک مشہور یہ تھا کہ جنازہ کی تکبیرات چار ہیں اور یہ اکثر صحابہ کا قول ہے۔

امام ابن ابی خیثمہ نے ایک اور سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ میں چار' پانچ' چھ' سات اور آٹھ تکبیرات پڑھی ہیں' حتیٰ کہ جب حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو آپ نے ان پر چار تکبیرات پڑھیں اور آپ اسی پر ثابت اور قائم رہے حتیٰ کہ آپ نے وصال فرمایا۔

امام ابوعمر نے کہا ہے کہ چار تکبیرات پر اجماع ہے اور ہم شہر کے فقہاء میں سے کسی کو نہیں جانتے جس نے پانچ تکبیروں کا قول کیا ہو سوائے ابن ابی لیلیٰ کے۔

فقہاء احناف کی کتاب مبسوط میں ابو یونس سے اسی کی مثل روایت ہے۔

علامہ نووی شافعی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ پہلے صحابہ کرام میں نمازِ جنازہ کی تکبیرات کے عدد میں اختلاف تھا' پھر یہ اختلاف ختم ہوگیا اور نمازِ جنازہ میں چار تکبیرات پر اجماع ہوگیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۴۷ ملخصاً' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی' حدیث: ۴۰۰۵ کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں' ان کے شوہر حضرت خنیس تھے جو حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے' اس حدیث کی مفصل شرح عنقریب کتاب النکاح میں آئے گی' اس حدیث کو یہاں روایت کرنے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اس حدیث میں حضرت خنیس کا ذکر ہے اور وہ بدری صحابی تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جواب نہ دینے سے حضرت عمر کو زیادہ رنج ہوا کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت حضرت ابوبکر سے ان کے زیادہ محبت والے تعلقات تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۴۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت خنیس بن حذافہ سہمی ثم قرشی رضی اللہ عنہ مہاجرینِ اوّلین میں سے ہیں' سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد یہ غزوۂ بدر میں حاضر ہوئے' پھر اُحد میں حاضر ہوئے اور وہاں زخمی ہوگئے اور مدینہ میں آ کر فوت ہوگئے' یہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٠٦- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ سَمِعَ اَبَا مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلٰى اَهْلِهٖ صَدَقَةٌ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی از حضرت عبداللہ بن یزید' انہوں نے حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' آپ نے فرمایا: مرد کا اپنی بیوی پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۵ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور درج ذیل ہیں:

حضرت ابومسعود کے بدری صحابی ہونے میں اختلاف

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کو حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ذکر کیا ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا کہ وہ بدر میں حاضر تھے اور اس روایت کے بعد انہوں نے اس کی تصریح کی ہے اور ان کو امام بخاری نے بدریین میں بھی ذکر کیا ہے اور اس میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ وہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ وہاں ٹھہرے تھے۔

حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ علماء کی ایک جماعت پہلے قول کی طرف گئی ہے اور وہ صحیح نہیں ہے۔ (الاستیعاب ج ۴ ص ۳۱۹۔۳۱۸)

حاکم ابواحمد اور امام طبرانی نے کہا ہے: یہ کہا جاتا ہے کہ یہ بدر میں حاضر تھے۔ (المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۱۹۵۔۱۹۴)

امام بغوی نے کہا ہے کہ مجھے ابوعبید نے حدیث بیان کی کہ وہ بدر میں حاضر تھے۔

''الکمال'' میں ابن اسحاق سے روایت ہے کہ وہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے اور واقدی نے ذکر کیا ہے کہ وہ حاضر نہیں تھے۔

ہمارے اصحاب کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور کوفیوں نے کہا ہے کہ حضرت ابومسعود بدری صحابی تھے اور یہ ثابت نہیں ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۱ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی شرح عنقریب آئے گی یہاں پر امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۷ دارالمعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابومسعود کا نام ہے: عقبہ بن عمرو الانصاری الخزرجی ان کے حاضر بدر ہونے میں اختلاف ہے اکثر مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ غزوۂ بدر میں حاضر نہیں تھے یہ بدر میں آ کر ٹھہرے تھے اس لیے ان کو بدری کہا جاتا ہے الاسماعیلی نے کہا ہے کہ یہ بدر میں آ کر ٹھہرے تھے ان کی صرف رہائش بدر میں تھی سو ان کو بدری کہا گیا ابوعبید القاسم بن سلام کا مختار یہ ہے کہ یہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے ابن الکلبی اور مسلم نے کُنٰی میں کہا ہے اور طبرانی اور ابواحمد حاکم نے کہا ہے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے امام بخاری کا اسی طرف میلان ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: قاعدہ مستمرہ یہ ہے کہ جو اثبات کی روایت ہو وہ نفی کی روایت پر مقدم ہوتی ہے اس حدیث کے باقی مضامین کی شرح کتاب الایمان میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۴۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٠٠٧- حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيْزِ فِيْ اِمَارَتِهٖ اَخَّرَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ الْعَصْرَ وَهُوَ اَمِيْرُ الْكُوْفَةِ فَدَخَلَ اَبُوْمَسْعُوْدٍ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيُّ جَدُّ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ شَهِدَ بَدْرًا فَقَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ نَزَلَ جِبْرِيْلُ فَصَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا اُمِرْتُ كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُ بْنُ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: میں نے عروہ بن الزبیر سے سنا وہ عمر بن عبدالعزیز سے ان کی امارت کے دور میں حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز مؤخر کر دی اس وقت وہ کوفہ کے امیر تھے پس حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری آئے جو زید بن حسن کے دادا ہیں وہ بدر میں حاضر تھے پس انہوں نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت جبریل نازل ہوئے پس انہوں نے

نماز پڑھی' پھر رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی' پانچ نمازیں' پھر کہا: مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے' اسی طرح حضرت بشیر بن ابی مسعود اپنے والد سے روایت کرتے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۵۲۱ میں گزر چکی ہے۔

حضرت زید کے دادا کا بیان

علامہ عمر بن علی ابن الملقن التوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امارت کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ولایت اور حکومت۔

نیز اس حدیث میں زید بن حسن کا ذکر ہے' یہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب کے بیٹے ہیں' ان کی والدہ اُم بشیر بنت ابی مسعود ہیں' ان سے سعید بن زید بن عمر بن نفیل نے شادی کی تھی تو ان سے ان کی اولاد ہوئی' پھر ان کے بعد ان سے حضرت حسن بن علی بن ابی طالب نے شادی کر لی تو ان سے زید پیدا ہوئے' پھر ان کے بعد ان سے عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن ابی ربیعہ المخزومی نے شادی کی تو ان سے عمر پیدا ہوئے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر نے بھی اس حدیث کی شرح میں یہی لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۷۵)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حدیث سابق میں حضرت ابو مسعود کے نام کے ساتھ بہ طور صفت بدری لکھا تھا اور اس حدیث میں بہ طور خبر لکھا ہے کہ حضرت ابو مسعود بدر میں حاضر تھے' اس حدیث سے امام بخاری کا مقصود حضرت ابو مسعود کے بدری صحابی ہونے کو مؤکد کرنا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٠٨- حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاٰيَتَانِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَاَهُمَا فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَلَقِيْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ وَّهُوَ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَسَاَلْتُهُ فَحَدَّثَنِيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از اعمش از ابراہیم از عبد الرحمٰن بن یزید از علقمہ از حضرت ابو مسعود البدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتوں کو جس نے ایک رات میں پڑھ لیا تو وہ اسے کافی ہوں گی' عبد الرحمان نے کہا: میں حضرت ابو مسعود سے اس وقت ملا جب وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے' میں نے ان سے اس کا سوال کیا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث بیان کی۔

[اطراف الحدیث: ۵۰۰۸-۵۰۰۹-۵۰۴۰-۵۰۵۱] (صحیح مسلم: ۸۰۷-۸۰۸' سنن ابوداؤد: ۱۳۹۷' سنن ترمذی: ۲۸۸۱' سنن ابن ماجہ: ۱۳۶۸-۱۳۶۹)

سورۃ البقرہ کی دو آیتوں کی تعیین' ان کے کافی ہونے کا محمل اور طواف کے دوران سوال و جواب کے فوائد

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی التوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جن دو آیتوں کا ذکر کیا ہے وہ ''امن الرسول'' سے لے کر آخر سورت تک ہیں۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ دو آیتیں اس کے لیے کافی ہیں' یعنی رات کے قیام میں سورۃ الفاتحہ کے ساتھ صرف ان دو آیتوں

کا پڑھنا کافی ہے ایک قول یہ ہے کہ قیام لیل کے لیے کم از کم تین آیتوں کا پڑھنا ضروری ہے کیونکہ تین آیتوں سے کم کوئی سورت نہیں ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ یہ دو آیتیں تین چھوٹی آیتوں کی مقدار کے برابر ہیں بلکہ زائد ہیں لہٰذا ان دو آیتوں کا پڑھنا قیام لیل کے لیے کافی ہے۔ سعیدی غفرلہ)

اس حدیث میں ذکر ہے کہ عبدالرحمٰن نے حضرت ابو مسعود سے سوال کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف کے دوران بات کرنا جائز ہے اور کسی علم کی بات کا پوچھنا اور اس کا بتانا جائز ہے اور طواف میں کم بات کرنا چاہیے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۲ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی یہاں شرح نہیں کی۔

رجال کا تعارف سورۃ البقرہ کی دو آیتوں کی تعیین اور ان کے کافی ہونے کے دو محمل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند کے پہلے راوی موسیٰ ہیں ان کا پورا نام ہے: موسیٰ بن اسماعیل التبوذکی دوسرے راوی ابوعوانہ ہیں ان کا نام ہے: الوضاح الیشکری تیسرے راوی ہیں: الاعمش ان کا نام سلیمان ہے چوتھے راوی ابراہیم ہیں ان کا نام ابراہیم النخعی ہے یہ چاروں کوفی تابعین ایک درجہ کے ہیں ان کے بعد علقمہ اور حضرت ابو مسعود بدری کا ذکر ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان دو آیتوں کا پڑھنا کافی ہے: یعنی البقرہ: ۲۸۵ اور البقرہ: ۲۸۶۔

آپ نے فرمایا: ان کا پڑھنا کافی ہے۔ اس کے دو محمل ہیں: قیام لیل میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ ان کا پڑھنا کافی ہے اور دوسرا محمل یہ ہے کہ ان دو آیتوں کا پڑھنا اس کو رات کے شر اور مکروہ چیزوں سے بچانے کے لیے کافی ہے۔ باقی طواف کے دوران عبدالرحمٰن کے سوال اور حضرت ابو مسعود کے جواب کے وہی فوائد بیان کیے ہیں جو علامہ ابن الملقن نے لکھے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴۰۰۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے حضرت محمود بن الربیع نے خبر دی کہ حضرت عتبان بن مالک جو اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں ان انصار میں سے ہیں جو بدر میں حاضر تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۲۴ اور ۱۱۸۶ میں گزر چکی ہے۔

''السراۃ'' کا معنی اور حضرت محمود بن الربیع اور حضرت عتبان بن مالک کا ذکر

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ طویل حدیث (رقم: ۱۱۸۶) صلوٰۃ النوافل جماعۃ کے باب میں روایت کی ہے اس میں امام بخاری نے کہا ہے کہ ہمیں احمد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن صالح المصری ہیں پھر سالم کے بیٹوں میں سے ایک نے الحضری سے سوال کیا اور وہ ان کے سرات میں سے ہیں انہوں نے محمود بن الربیع کی حدیث از عتبان بن مالک کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔

''السراۃ'' کے معنی ہیں: اچھے اور نیک لوگ' اور حضرت محمود بن ربیع' وہ ابن سراقہ انصاری خزرجی ہیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے' یہ ننانوے (٩٩) ہجری میں فوت ہو گئے تھے اور حضرت عتبان بن مالک بن عمرو العجلان بن زید بن غنم بن سالم الخزرجی السالمی بدری صحابی ہیں' یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فوت ہوئے تھے' انہوں نے آپ کی زیارت بھی کی اور آپ سے روایت بھی کی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٩٣-٩٢' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے یہ مفصل حدیث کتاب الصلوٰۃ کے ابواب المساجد میں ذکر کی ہے اور یہاں پر اپنی عادت کے مطابق صرف اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٧٦' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مناسبت اور حضرت محمود بن الربیع کا مفصل ذکر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عتبان بن مالک بدر میں حاضر تھے اور حضرت محمود بن الربیع کی کنیت ابو محمد ہے' یہ انصاری حارثی ہیں' ایک قول ہے: ان کی کنیت ابونعیم ہے' یہ وہی صحابی ہیں جن کے گھر سے کنویں کے ڈول سے پانی پی کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے چہرے پر کلی کی تھی' اس وقت ان کی عمر پانچ سال تھی' حافظ ابوعمر نے کہا: ان کا اہلِ مدینہ میں شمار کیا گیا ہے' ابراہیم بن المنذر نے کہا: ان کی وفات ننانوے (٩٩) ہجری میں ہوئی' اس وقت ان کی عمر ترانوے (٩٣) سال تھی اور حضرت عتبان بن مالک بن عمرو بن العجلان بن زید بن غنم بن سالم الخزرجی السالمی' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فوت ہوئے' یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ کے المساجد فی البیوت اور صلوٰۃ النوافل جماعۃ کے باب میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٥١-١٥٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٠١٠- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ هُوَ ابْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ثُمَّ سَاَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَّهُوَ اَحَدُ بَنِيْ سَالِمٍ وَّهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ عَنْ حَدِيْثِ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عُتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ فَصَدَّقَهٗ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی اور وہ ابن صالح ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں عنبسہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ابن شہاب نے کہا: پھر میں نے الحصین بن محمد سے سوال کیا اور وہ سالم کے بیٹوں میں سے ایک ہیں اور وہ ان کے سرات میں سے ہیں۔ (ان سے) محمود بن الربیع کی حدیث کے متعلق سوال کیا از حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ' سو انہوں نے اس حدیث کی تصدیق کی۔

حدیث مذکور کی روایت کی توجیہ اور سرات کا معنی

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٢٤ اور اس کی اطراف میں ملاحظہ کریں۔

علامہ ابن الملقن الشافعی التوفی ٨٠٤ھ اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ نے اس حدیث کی شرح میں کچھ نہیں لکھا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی روایت اس لیے کی کہ ابن شہاب کی از حضرت عتبان بن مالک از محمود بن الربیع' سماع کی تاکید ہو جائے۔

اس حدیث میں ''سـرات'' کا لفظ ہے یہ ''سـری'' کی جمع ہے اس کا معنی ہے: نفیس اور شریف' اور ایک قول کے مطابق اس کا معنی ہے: سخی اور صاحب مروت۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٠١١- حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ وَكَانَ مِنْ اَكْبَرِ بَنِيْ عَدِيٍّ وَكَانَ اَبُوْهُ شَهِدَ بَدْرًا مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عُمَرَ اِسْتَعْمَلَ قُدَامَةَ بْنَ مَظْعُوْنٍ عَلَى الْبَحْرَيْنِ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا وَّهُوَ خَالُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَحَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن عامر ابن ربیعہ نے خبر دی اور وہ عدی کے سب سے بڑے بیٹے تھے اور ان کے والد نبی ﷺ کے ساتھ بدر میں حاضر تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ نے حضرت قدامہ بن مظعون کو بحرین کا عامل بنایا اور وہ بدر میں حاضر تھے اور وہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم کے ماموں تھے۔

حضرت عامر بن ربیعہ کا تذکرہ اور حضرت قدامہ بن مظعون کی شراب نوشی پر حد جاری کرنے کا واقعہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کا ذکر ہے' یہ عامر بن ربیعہ بن حجر کے بیٹے ہیں' حضرت عامر بن ربیعہ نبی ﷺ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام لائے تھے' انہوں نے حبشہ کی طرف دو ہجرتیں کی تھیں' ان کے ساتھ ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ العدویہ بھی تھیں' آپ غزوۂ بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر رہے تھے' حضرت عثمان رضی اللہ کی شہادت سے چند روز پہلے فوت ہو گئے تھے' ان کے بیٹے بھی صحابی ہیں' اور وہ بڑے بھائی تھے' جب کہ چھوٹے بھائی حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ ہیں۔

یہ حافظ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ کی عبارت ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۵۲۱)

علامہ الدمیاطی نے کہا ہے: یہ چوّن (۵۴) ہجری میں فوت ہوئے تھے اور ایک قول نواسی (۸۹) ہجری کا ہے۔

حضرت قدامہ بن مظعون' عثمان بن مظعون اور عبداللہ بن مظعون کے بھائی ہیں اور السائب بن مظعون بن حبیب کے بھائی ہیں اور السائب کے علاوہ باقی بدر میں حاضر تھے' الکلبی نے السائب میں اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ بھی بدر میں حاضر تھے۔

یہ امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ کی عبارت ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۴۰۲)

زینب بنت مظعون' حضرت عمر رضی اللہ کی زوجہ ہیں جو حضرت عبداللہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ کی والدہ ہیں اور قتیلہ بنت مظعون حطاب اور حاطب کی بہن ہیں' یہ دونوں الحارث بن معمر بن حبیب کے بیٹے ہیں۔

(علامہ ابن ملقن نے یہ صحیح نہیں لکھا' صحیح یہ ہے کہ قتیلہ بنت مظعون حطاب اور حاطب کی ماں ہیں۔ دیکھئے الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۴ ص ۲۰۱' الاستیعاب: ۲۴۹۵۔ ج ۳ ص ۴۸۶' اسد الغابہ: ۵۰۳۰۔ ج ۵ ص ۲۳۰' معمر بن الحارث الجمحی کی سوانح میں)

صفیہ بنت الخطاب' حضرت قدامہ بنت مظعون کے نکاح میں تھیں' حضرت قدامہ نے شراب پی تھی اور درج ذیل آیت میں تاویل کی تھی:

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا۔ (المائدہ: ۹۳)

ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو انہوں نے (کسی چیز کو حرام کیے جانے سے پہلے) کھایا اور پیا۔

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کوڑے مارے اور سوائے حضرت قدامہ کے انہوں نے اہل بدر میں سے کسی پر حد نہیں جاری کی' حضرت عمران پر غضب ناک ہوئے اور فرمایا: میں نے جس کو بھی عامل بنایا اس میں سوائے (حضرت) قدامہ کے اور کسی میں کوئی بُرائی نہیں تھی' پس انہوں نے حضرت قدامہ سے ترک تعلق کیا' اس کے باوجود کہ وہ ان کے برادر نسبتی تھے' پھر حضرت عمر نے خواب میں دیکھا کہ ان سے کہا گیا کہ قدامہ سے صلح کرلو' کیونکہ وہ تمہارا بھائی ہے' پھر بیدار ہونے کے بعد حضرت عمر نے حضرت قدامہ کو بلوایا' وہ آئے' پھر حضرت عمر نے حضرت قدامہ کے لیے مغفرت طلب کی' پس دونوں نے صلح کرلی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۴-۹۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن الملقن نے حضرت قدامہ بن مظعون کی شراب نوشی اور ان پر حد جاری ہونے کا جو واقعہ بیان کیا ہے' یہ درج ذیل کتب حدیث میں مذکور ہے: مصنف عبدالرزاق: ۱۷۰۷۶۔ ج ۹ ص ۲۴۰' سنن کبریٰ للبیہقی ج ۸ ص ۳۱۵۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت قدامہ پر حد کو جاری کرنا' اس صحیح حدیث کے خلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ اہل بدر کی طرف متوجہ ہوا اور فرمایا: تم جو چاہو کرو' بے شک تمہارے لیے جنت واجب ہو چکی ہے' یا فرمایا: بے شک میں نے تمہاری مغفرت کردی ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۹۸۳-۳۰۰۷) کیونکہ اس بشارت کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے اور حد کا جاری کرنا دنیاوی حکم ہے۔

حضرت قدامہ بن مظعون کو شراب نوشی پر کوڑے مارنے کی مفصل روایت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت قدامہ بن مظعون' حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں جو سابقین اسلام میں سے ہیں' امام بخاری نے حضرت قدامہ کی شراب نوشی اور اس پر حد جاری کرنے کا قصہ روایت نہیں کیا' کیونکہ یہ حدیث ان کی شرط کے مطابق نہیں ہے۔ اور امام بخاری کی غرض صرف یہ بتانا تھا کہ حضرت قدامہ بن مظعون اہل بدر میں سے ہیں۔

امام عبدالرزاق نے از معمر از زہری روایت کی ہے کہ الجارود العقدی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ حضرت قدامہ نشہ میں ہیں' حضرت عمر نے پوچھا: تمہارے ساتھ کون گواہ ہے؟ انہوں نے بتایا: حضرت ابو ہریرہ! سو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت قدامہ کے نشہ میں ہونے کی گواہی دی' حضرت ابو ہریرہ نے بتایا: انہوں نے حضرت قدامہ کو نشہ میں قے کرتے ہوئے دیکھا ہے' سو حضرت عمر نے حضرت قدامہ کو بلوایا' جارودی نے کہا: آپ ان پر حد جاری کیجئے' حضرت عمر نے پوچھا کہ تم ان کے خصم ہو یا گواہ ہو؟ تو وہ خاموش رہے' پھر انہوں نے اپنی بات کو دُہرایا' پس فرمایا: تم اس پروپیگنڈے سے باز آ جاؤ ورنہ میں تم کو سخت سزا دوں گا۔ جارودی نے کہا: یہ کوئی انصاف کی بات نہیں ہے کہ آپ کا عم زاد شراب پئے اور آپ سزا مجھ کو دیں' پھر آپ نے حضرت قدامہ کی بیوی ھند بنت الولید کو بلوایا تو انہوں نے اپنے شوہر کے خلاف گواہی دی' پس حضرت عمر نے حضرت قدامہ سے کہا: میں تم پر حد لگانا چاہتا ہوں' حضرت قدامہ نے کہا: آپ کو یہ حق نہیں ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا۔ (المائدہ: ۹۳)	ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو انہوں نے (کسی چیز کو حرام کیے جانے سے پہلے) کھایا اور پیا۔

حضرت عمر نے فرمایا: تم نے اس آیت کی تاویل میں خطاء کی ہے' اس کے بعد اس آیت میں مذکور ہے: ''اِذَا مَا اتَّقَوْا'' (المائدہ: ۹۳) جب کہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں' پس اگر تم اللہ سے ڈرتے تو اس کے پینے سے اجتناب کرتے جس کو اللہ نے تم پر حرام کر

دیا ہے' پھر حضرت عمر کے حکم سے ان کو کوڑے مارے گئے' پس حضرت قدامہ حضرت عمر سے ناراض ہو گئے' پھر دونوں نے حج کیا' پھر ایک دن حضرت عمر خواب دیکھ کر ڈر گئے' پس انہوں نے کہا: حضرت قدامہ کو جلدی بلاؤ' مجھے خواب میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ حضرت قدامہ سے صلح کر لو وہ تمہارا بھائی ہے' پس دونوں نے صلح کر لی۔ (مصنف عبدالرزاق:٦: ١٧٠٧٦)

(فتح الباری ج ٥ ص ٦٧٦' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں دو صحابہ کے متعلق تصریح ہے کہ وہ بدر میں حاضر تھے' حضرت عامر بن ربیعہ کے متعلق اور حضرت قدامہ بن مظعون کے متعلق رضی اللہ عنہما' پھر علامہ عینی نے حضرت عامر بن ربیعہ اور حضرت قدامہ بن مظعون کا تذکرہ لکھا ہے اور یہ اسی کا خلاصہ ہے جو التوضیح میں مذکور ہے' علامہ عینی نے اپنی شرح میں حضرت عامر بن ربیعہ کا بھی مفصل تذکرہ لکھا ہے' جب کہ حافظ ابن حجر نے صرف حضرت قدامہ بن مظعون کی شراب نوشی اور ان پر حد جاری کرنے کا واقعہ لکھا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں علامہ عینی کی شرح زیادہ کامل اور جامع ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٥٢۔ ١٥١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٠١٢٬٤٠١٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَهُ قَالَ اَخْبَرَ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَنَّ عَمَّيْهِ وَكَانَا شَهِدَا بَدْرًا اَخْبَرَاهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ قُلْتُ لِسَالِمٍ فَتُكْرِيْهَا اَنْتَ قَالَ نَعَمْ اِنَّ رَافِعًا اَكْثَرَ عَلٰى نَفْسِهٖ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از مالک از زہری کہ سالم بن عبداللہ نے ان کو خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رافع بن خدیج نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کو خبر دی کہ ان کے دونوں چچاؤں نے خبر دی اور وہ دونوں بدر میں حاضر تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زراعت کی زمینوں کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا تھا' میں نے سالم سے کہا: آپ تو زمینوں کو کرائے پر دیتے ہیں' انہوں نے کہا: ہاں! حضرت رافع نے اس معاملہ میں اپنے اوپر بہت سختی کی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٣٩' اور صحیح البخاری: ٢٣٤٧ میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

حضرت رافع بن خدیج کے دو چچاؤں کے نام

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

حدیث: ٤٠١٢' مزارعت کے باب میں گزر چکی ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین کی کچھ پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا تھا۔ حضرت رافع کے دو چچاؤں کے نام ظہیر اور مظہر ہیں' یہ دونوں رافع بن عدی بن زید کے بیٹے ہیں' جیسا کہ علامہ الدمیاطی نے اس کی تصریح کی ہے' یہ دونوں چچا بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے' بلکہ صرف اُحد میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت ظہیر العقبۃ الثانیہ میں حاضر ہوئے تھے اور حضرت ظہیر کو حضرت عمر کے زمانہ میں ان کے غلاموں نے قتل کر دیا تھا' اسی وجہ سے حضرت عمر نے یہودیوں کو خیبر سے جلا وطن کر دیا تھا کیونکہ یہ ان کی سازش تھی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٩٥' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

نوٹ: شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی لکھتے ہیں:

حدیث میں آگے کراء الارض کا مسئلہ ہے جو کتاب المزارعۃ میں آئے گا۔ (کشف الباری' کتاب المغازی ص ١٦٦' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

میں کہتا ہوں کہ غالباً خان صاحب کو یہ خیال نہیں رہا کہ کتاب المزارعۃ گزر چکی ہے۔ خان صاحب نے یہ بات عمدۃ القاری کے حوالہ سے لکھی ہے' حالانکہ اس میں یہ لکھا ہے: اصل الحدیث کتاب المزارعۃ میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٤ ص ١٥٢)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی یہی لکھا ہے کہ اس حدیث کی شرح کتاب المزارعۃ میں گزر چکی ہے' انہوں نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔ (فتح الباری ج ٥ ص ١٧٦' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

حضرت مظہر کے قتل کا واقعہ اور حضرت رافع کی زمین کے کرائے کے معاملہ میں سختی کی توضیح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ نے علامہ ابن ملقن کی شرح پر یہ اضافہ کیا ہے:

حضرت ظہیر تو العقبۃ الثانیہ میں حاضر ہوئے تھے اور حضرت مظہر رضی اللہ عنہما کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت مظہر کے غلاموں نے خیبر میں قتل کر دیا تھا' اسی وجہ سے حضرت عمر بن الخطاب نے یہودیوں کو خیبر سے جلاوطن کر دیا تھا کیونکہ انہوں نے ہی اس کا حکم دیا تھا' باقی شرح وہی ہے جو علامہ ابن ملقن نے کی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت رافع بن خدیج زمین کو کرائے پر دینے کے مقابلہ میں بہت سختی کرتے تھے' اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت رافع بن خدیج تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تھے' پھر یہ کیوں کہا کہ وہ بہت سختی کرتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت رافع مطلقاً زمین کو کرائے پر دینے سے منع کرتے تھے اور یہ فرق نہیں کرتے تھے کہ آپ نے زمین کی بعض پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا تھا اور نقد (سونے یا چاندی) کے عوض زمین کو کرائے پر دینے سے منع نہیں فرمایا تھا اور یہی حضرت رافع کی سختی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٥٣-١٥٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حضرت مظہر بن رافع کو خیبر میں قتل کرنے کی تحقیق

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے کہ حضرت ظہیر کو خیبر میں قتل کیا گیا تھا اور علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حضرت مظہر کو قتل کیا گیا تھا' ان میں سے کس کا قول صحیح ہے؟ اس کی تحقیق کے لیے ہم نے اصل مآخذ کی طرف رجوع کیا تو علامہ عینی کا قول صحیح نکلا۔

علامہ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی قرطبی متوفی ٤٦٣ھ لکھتے ہیں:

حضرت محمد بن رافع' حضرت ظہیر بن رافع رضی اللہ عنہما کے بھائی ہیں اور یہ دونوں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں' یہ دونوں صحابی ہیں' ان سے ان کے بھتیجے حضرت رافع بن خدیج روایت کرتے ہیں کہ حضرت مظہر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ کو پایا' علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ حضرت مظہر بن رافع تین دن کے لیے خیبر کے علاقہ میں ٹھہرے تھے' پس یہود نے ان کو قتل کرنے کے لیے ان کے غلاموں کو اُکسایا' وہ دو یا تین چھریاں چھپا کر لے گئے اور ان کے پیٹ میں وہ چھریاں گھونپ دیں' پھر وہ ان کو قتل کر کے خیبر واپس چلے گئے' حضرت عمر بن الخطاب کو اس قتل کی خبر پہنچ گئی' انہوں نے یہود کو خیبر سے جلاوطن کر دیا اور ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں یہاں رکھے گا ہم رکھیں گے' بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو جلاوطن کرنے کی اجازت دی تھی' پس حضرت عمر نے یہودیوں کو خیبر سے نکال دیا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ج ٤ ص ٤٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

علامہ عزالدین ابن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری المتوفی ٦٣٠ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ٥ ص ٢٨٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٥ھ)

٤٠١٤- حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ اللَّيْثِيَّ قَالَ رَاَيْتُ رِفَاعَةَ بْنَ رَافِعٍ الْاَنْصَارِيَّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حصین بن عبدالرحمان' انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن شداد بن الھاد اللیثی سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت رفاعہ بن رافع انصاری کو دیکھا اور وہ بدر میں حاضر تھے۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے لکھا ہے کہ اس سے پہلے باب میں اس حدیث کی شرح گزر چکی ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص۹۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت رفاعہ کا ذکر اس سے پہلے ''شهود الملائكة بدرًا'' میں گزر چکا ہے' اس حدیث کا بقیہ حصہ یہ ہے کہ شعبہ نے اہلِ بدر کے ایک شخص سے سنا' اس نے نماز میں داخل ہونے کے وقت اللہ اکبر کہا' اس مرد کو رفاعہ بن رافع کہا جاتا تھا۔ امام بخاری نے یہ پوری حدیث ذکر نہیں کی کیونکہ یہاں ان کی اس پوری حدیث سے غرض نہیں تھی۔ (فتح الباری ج۵ص۱۷۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے یہاں پوری حدیث اس لیے ذکر نہیں کہ یہ حدیث موقوف ہے۔

(عمدۃ القاری ج۱۷ص۱۵۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠١٥- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَّيُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ وَّهُوَ حَلِيْفٌ لِّبَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَّكَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ اِلَى الْبَحْرَيْنِ يَاْتِيْ بِجِزْيَتِهَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ صَالَحَ اَهْلَ الْبَحْرَيْنِ وَاَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ فَقَدِمَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْاَنْصَارُ بِقُدُوْمِ اَبِيْ عُبَيْدَةَ فَوَافَوْا صَلٰوةَ الْفَجْرِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا انْصَرَفَ تَعَرَّضُوْا لَهٗ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَاٰهُمْ ثُمَّ قَالَ اَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ قَالُوْا اَجَلْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاَبْشِرُوْا وَاَمِّلُوْا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَاللّٰهِ مَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنِّيْ اَخْشٰى اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر اور یونس نے خبر دی از زہری از عروۃ بن الزبیر' انہوں نے بتایا کہ ان کو حضرت مسور بن مخرمہ نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت عمرو بن عوف نے خبر دی اور وہ بنو عامر بن لوی کے حلیف تھے اور وہ نبی ﷺ کے ساتھ بدر میں حاضر تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بحرین کی طرف بھیجا کہ وہاں سے جزیہ لے کر آئیں' اور رسول اللہ ﷺ نے اہل بحرین سے صلح کی تھی اور ان پر حضرت العلاء بن الحضرمی کو عامل بنایا تھا' پس حضرت ابوعبیدہ بحرین سے مال لے کر آئے' سو انصار نے حضرت ابوعبیدہ کے آنے کی خبر سن لی تو وہ نبی ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز میں پہنچ گئے' پس نبی ﷺ جب نماز پڑھ کر مڑے تو وہ آپ کے درپے ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو دیکھا تو آپ مسکرائے' پھر آپ نے فرمایا: میرا گمان ہے کہ تم نے سن لیا ہے کہ ابوعبیدہ کچھ مال لے کر آئے ہیں' انہوں نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: پس تم بشارت قبول

بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ .

کرو اور اس چیز کی توقع کرو جو تم کو خوش کرے گی' پس اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقر کا خوف نہیں ہے' لیکن مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ تم پر دنیا کشادہ کر دی جائے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر دنیا کشادہ کی گئی تھی' پس تم دنیا میں اس طرح رغبت کرو گے جس طرح انہوں نے رغبت کی تھی اور دنیا تم کو اس طرح ہلاک کر دے گی جس طرح اس (دنیا) نے ان کو ہلاک کر دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۵۸ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے راوی حضرت عمرو بن عوف کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی بن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

بحرین سے مال آنے کی حدیث باب فداء المشرکین' رقم: ۳۰۴۹ میں گزر چکی ہے' اور یہ عمرو انصاری بھی اسی عمرو کی طرح ہیں' اسی طرح امام ابن اسحاق نے لکھا ہے' اور ان کا نام موسیٰ بن عقبہ اور ابومعتر ہے اور علامہ واقدی نے عمیر بن عوف لکھا ہے' اسی طرح امام ابن سعد نے ان کا نام بتایا ہے اور لکھا ہے کہ وہ سہیل بن عمرو کے آزاد کردہ غلام ہیں' ان کی کنیت ابوعمرو ہے' اور یہ مکہ میں پیدا ہونے والوں میں سے تھے' جب انہوں نے ہجرت کی تو یہ حضرت کلثوم بن الھدم کے گھر ٹھہرے تھے' اور یہ غزوۂ بدر' اُحد اور خندق میں حاضر تھے بلکہ تمام مشاہد میں حاضر تھے اور یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئے اور حضرت عمر نے ہی ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی تھی۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۴۰۷) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں دو صحابی اور دو تابعی ہیں' کتاب الجزیہ میں اس حدیث کی مفصل شرح گزر چکی ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۷۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

بحرین کا محل وقوع اور حضرت العلاء بن الحضرمی کا تذکرہ

علامہ بدرالدین عینی نے حضرت عمرو بن عوف کے تذکرہ میں وہی لکھا ہے جو علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے۔

بحرین کے متعلق علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یہ بصرہ اور عمان کے درمیان ایک جگہ ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ خلیج فارس کے مغربی ساحل پر ایک چھوٹی سی ریاست ہے جس کا رقبہ اڑھائی سو مربع میل ہے اور ۱۹۷۲ء میں اس کی آبادی دو لاکھ کے قریب تھی۔ (معجم البلدان' اردو ص ۶۱)

اس حدیث میں حضرت العلاء بن الحضرمی کا ذکر ہے' علامہ عینی ان کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ مستجاب الدعوات تھے' الحضرمی کا نام عبداللہ بن عمار ہے' یہ گیارہ (۱۱) ھ میں فوت ہو گئے تھے' یہ بحرین کے والی تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی جگہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیا تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اس وقت حضرت العلاء بن الحضرمی بحرین کے والی تھے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان ہی کو مقرر رکھا' ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر نے بھی ان ہی کو مقرر رکھا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۰۱۶- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا كَانَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتِ كُلَّهَا ۔

بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از نافع وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تمام سانپوں کو مار ڈالتے تھے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٣٢٩٧ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح نہیں کی۔

٤٠١٧- حَتّٰى حَدَّثَهُ اَبُوْ لُبَابَةَ الْبَدْرِيُّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ قَتْلِ جِنَّانِ الْبُيُوْتِ فَاَمْسَكَ عَنْهَا ۔

حتیٰ کہ ان کو حضرت ابولبابہ البدری نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں کے سانپوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے تب حضرت ابن عمران کو مارنے سے رُک گئے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٣٢٩٨ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث ذکر الجن میں گزر چکی ہے اور اس کی شرح میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ کا ذکر بھی تفصیل سے گزر چکا ہے ان کا نام بشیر بن عبدالمنذر رہے ان سے ایک گناہ ہو گیا تھا تو انہوں نے اپنے آپ کو ایک زنجیر سے باندھ لیا اور انیس دن تک بندھے رہے اور کچھ نہیں کھایا جب نماز کا وقت آتا تو ان کی بیٹی آ کر ان کو کھول دیتی یہ وضوء کر کے نماز پڑھتے پھر وہ ان کو باندھ دیتی انہوں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نہ کھولیں ان کو کوئی نہیں کھولے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھول دیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٩٦ وزارة الاوقاف قطر ١٤١٩ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی شرح کتاب اللباس میں آئے گی حضرت ابولبابہ کا بدر کے مال غنیمت میں حصہ مقرر کیا گیا اور ان کا اجر بھی ثابت ہے مگر انہوں نے بدر میں قتال نہیں کیا۔ (فتح الباری ج ٥ ص ١٧٦ دارالمعرفہ بیروت ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں حضرت ابولبابہ البدری کی وجہ سے روایت کی ہے یہ انصاری صحابی ہیں۔

اس حدیث میں جنّان کا ذکر ہے یہ جان کی جمع ہے اس کا معنی ہے: سفید سانپ یا باریک سانپ یا چھوٹا سانپ۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٥٤ دارالکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٤٠١٨- حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ عَنْ مُوْسٰى بْنِ عُقْبَةَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْاَنْصَارِ اسْتَاْذَنُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا ائْذَنْ لَنَا فَلْنَتْرُكْ لِابْنِ اُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَهٗ قَالَ وَاللّٰهِ لَا تَذَرُوْنَ مِنْهُ دِرْهَمًا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فلیح نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ ابن شہاب نے کہا: ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ نے حدیث بیان کی کہ انصار کے کچھ مردوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی پس کہا: آپ ہمیں اجازت دیں ہم اپنے بھانجے عباس کا فدیہ چھوڑ دیں آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم

تم ان سے ایک درہم بھی نہیں چھوڑو گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۳۷ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی شرح باب فداء المشرکین میں گزر چکی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص۹۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

عباس کو ابوالیسر نے فرشتہ کی مدد سے قید کیا اور انصار کا بھانجا ہونے کی وضاحت' انصار نے ان کا فدیہ چھوڑنے کی پیش کش کیوں کی اور آپ نے اس پیش کش کو کیوں قبول نہیں کیا؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں انصار کے کچھ مردوں کا ذکر ہے' یہ وہ انصار تھے جو بدر میں حاضر تھے' کیونکہ عباس بدر میں قید کر لیے گئے تھے جیسا کہ عنقریب آئے گا' مشرکین ان کو اپنے ساتھ بدر میں مسلمانوں سے لڑنے کے لیے لے گئے تھے۔

امام ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے بدر کے دن فرمایا: میں بنو ہاشم کے چند مردوں کو جانتا ہوں جن کو زبردستی نکالا گیا تھا' پس تم میں سے جو کوئی ان سے ملے تو ان کو قتل نہ کرے۔

امام احمد نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: انصار میں سے ایک مرد آیا اور اس نے عباس کو قید کر لیا تو عباس نے کہا: اس نے مجھ کو قید نہیں کیا بلکہ مجھے اس نے قید کیا ہے جو مجھے زبردستی لایا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس انصاری سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری معزز فرشتہ سے مدد کی ہے' اس انصاری کا نام ابوالیسر تھا اور وہ حضرت کعب بن عمرو انصاری ہیں۔

امام طبرانی نے حضرت ابوالیسر کی حدیث روایت کی جنہوں نے عباس کو قید کیا تھا' اور حضرت ابن عباس نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ کو ابوالیسر نے کیسے قید کر لیا؟ حالانکہ اگر آپ چاہتے تو اس کو اپنی ہتھیلی میں رکھ لیتے تو انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! ایسا نہ کہو۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ہم اپنے بھانجے عباس کو' یعنی حضرت عبدالمطلب کے بیٹے کو' اور عباس کی ماں انصار میں سے نہیں تھیں' بلکہ ان کی نانی عبدالمطلب کی ماں تھیں اور وہ انصاریہ تھیں' پس انہوں نے عباس کی نانی پر بہن کا اطلاق کیا کیونکہ وہ ان میں سے تھیں اور عباس پر ان کے بیٹے کا اطلاق کیا' سو ان کو اپنا بھانجا کہا' ان کا نام سلمیٰ بنت عمرو بن زید تھا اور ان کا تعلق الخزرج سے تھا اور حضرت عباس کی سگی ماں کا نام نُتیلہ تھا' یہاں علامہ کرمانی کو وہم ہوا ہے' انہوں نے کہا کہ عباس بن عبدالمطلب کی ماں انصار میں سے تھیں۔

ابن عائذ نے المغازی میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدر کے قیدیوں کو بہت سختی کے ساتھ باندھا تھا اور عباس کو بھی بہت سختی کے ساتھ باندھا تھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رات کو ان کے کراہنے کی آواز سنی تو آپ کو نیند نہیں آئی' انصار کو جب معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا ان کی بندشیں کھولنے میں ہے تو انہوں نے عباس کی بندشیں کھول دیں اور آپ کی مزید رضا حاصل کرنے کے لیے کہا کہ ہم ان کا فدیہ بھی چھوڑ دیں تو آپ نے اس کو منظور نہیں کیا۔

امام ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عباس! آپ اپنا فدیہ بھی دیں اور اپنے دو بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن الحارث کا فدیہ بھی دیں اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا فدیہ بھی دیں کیونکہ آپ مال دار ہیں' انہوں نے کہا: میں مسلمان تھا لیکن قوم مجھے زبردستی لے آئی ہے' آپ نے فرمایا: جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں اس کو اللہ ہی جانتا ہے'

اگر آپ سچ کہہ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے گا' لیکن آپ کا ظاہر حال یہ ہے کہ آپ ہم پر حملہ کرنے کے لیے آئے تھے۔

موسیٰ بن عقبہ نے ذکر کیا کہ ان کا فدیہ چالیس اوقیہ سونا تھا۔

امام ابونعیم نے ''اوائل'' میں روایت کی ہے کہ ہر قیدی کا فدیہ چالیس اوقیہ سونا تھا' پس آپ نے عباس کے اوپر ایک سو اوقیہ سونا مقرر کیا اور عقیل کے اوپر اسی (٨٠) اوقیہ سونا مقرر کیا' تو عباس نے کہا: کیا آپ نے قرابت کی وجہ سے ایسا کیا ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ . (الانفال: ٧٠)

اے نبی! آپ ان سے فرما دیجئے جو تمہارے ہاتھوں میں قید ہیں: اگر اللہ نے تمہارے دلوں میں کسی بھلائی کو ظاہر کر دیا تو تمہیں اس سے بہتر دے گا جتنا (فدیہ) تم سے لیا گیا ہے۔

بعد میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی وجہ سے کہا: میری خواہش تھی کہ آپ مجھ سے دگنا چوگنا فدیہ لیتے۔

اس حدیث میں ہے: آپ نے انصار سے فرمایا: اللہ کی قسم! تم ان سے ایک درہم بھی نہیں چھوڑو گے۔

آپ کے اس ارشاد میں یہ حکمت تھی کہ آپ کو یہ اندیشہ تھا کہ انصار نے عباس کی محبت کی وجہ سے ایسا کیا ہے کیونکہ عباس ان کے ایک اعتبار سے بھانجے تھے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ کسی قریبی کی اس طرح مدد نہ کرے جس سے دوسروں کا نقصان ہو۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٨٧١' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ عینی نے بھی اپنی شرح میں یہی کچھ لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٧ اص ١٥٥-١٥٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کا مناقشہ

اس حدیث میں ہے کہ ہم کو اجازت دیں ہم اپنے بھانجے کا فدیہ چھوڑ دیں' یہاں ''فلنترك'' کا صیغہ ہے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ امر کا صیغہ ہے اور لام مبالغہ کے لیے ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٨٧٧' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ عینی نے اس پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے: یہ مضارع کا صیغہ ہے اور نون جمع کا ہے اور اس پر جزم ہے' اصل عبارت یوں ہے: ''ان تاذن فلنترك'' یعنی اگر آپ اجازت دیں تو ہم ضرور فدیہ ترک کر دیں گے اور اس میں لام تاکید کے لیے ہے اور جس نے کہا: یہ امر کا صیغہ ہے اور لام مبالغہ کے لیے ہے تو یہ محض خطاء ہے اور جس کو علم صرف سے مس ہو وہ ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ اس قائل نے علامہ کرمانی کی عبارت سے دھوکا کھایا ہے' علامہ کرمانی کی عبارت یہ ہے: اگر تم یہ سوال کرو کہ اذن ترک کا سبب ہے' یا وہ اپنے آپ کو ترک کرنے کا حکم دے رہے تھے' تو میں کہوں گا کہ لفظ امر کے ساتھ ترک مبالغہ کے لیے ہے گویا کہ وہ خود کو ترک کرنے کا حکم دے رہے تھے۔ (شرح الکرمانی جز ١٥ ص ١٩٢) علامہ عینی فرماتے ہیں:

کرمانی کی عبارت میں بھی خامی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٧ اص ١٥٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٠١٩- حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيٍّ عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ (ح) وَحَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ ثُمَّ الْجُنْدَعِيُّ اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج از زہری از عطاء بن یزید از عبید اللہ بن عدی از المقداد بن الاسود (ح) اور مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے بھتیجے ابن سعد نے حدیث بیان

عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ اَخْبَرَهُ اَنَّ الْمِقْدَادَ بْنَ عَمْرٍو الْكِنْدِيَّ وَكَانَ حَلِيْفًا لِّبَنِيْ زُهْرَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ لَقِيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْكُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ اِحْدٰى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّيْ بِشَجَرَةٍ فَقَالَ اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ اَاَقْتُلُهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَعْدَ اَنْ قَالَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُ قَطَعَ اِحْدٰى يَدَيَّ ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَاِنْ قَتَلْتَهُ فَاِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَقْتُلَهُ وَاِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ اَنْ يَقُوْلَ كَلِمَتَهُ الَّتِيْ قَالَ ۔

[طرف الحدیث:٦٨٦٥] (صحیح مسلم:٩٥'٢٧٠ الرقم المسلسل:١٧٦' سنن ابوداؤد:٢٦٤٦)

از عم خود انہوں نے کہا: مجھے عطاء بن یزید لیثی پھر الجندعی نے خبر دی کہ ان کو عبید اللہ بن عدی بن الخیار نے خبر دی' ان کو مقداد بن عمرو الکندی نے خبر دی اور وہ بنی زہرہ کے حلیف تھے' وہ ان صحابہ میں سے تھے جو بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھے' ان کو یہ خبر دی کہ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ بتائیں کہ اگر میرا کفار کے کسی مرد سے مقابلہ ہو' سو ہم ایک دوسرے سے قتال کریں' پس وہ میرے دو ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ پر ضرب لگا کر اس کو کاٹ ڈالے' پھر وہ ایک درخت کی اوٹ میں مجھ سے پناہ لے لے' پھر کہے: میں نے اللہ کے لیے اسلام قبول کیا' یارسول اللہ! کیا اس کے اسلام قبول کرنے کے بعد میں اس کو قتل کر سکتا ہوں؟ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس کو قتل نہ کرنا' پھر انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اس نے میرا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا تھا' پھر وہ ہاتھ کاٹنے کے بعد اس نے اسلام قبول کیا ہے' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس کو قتل نہ کرنا' اگر تم نے اب اس کو قتل کر دیا تو اس کو قتل کرنے سے پہلے جو تمہارا مقام تھا' اب اس کا وہ مقام ہوگا اور تمہارا مقام وہ ہوگا جو اس کا مقام اس وقت تھا جب اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

حضرت المقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کے نام کی تحقیق

علامہ عمرو بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے ان کا نام یہاں اس باب میں اور اس سے اگلے باب:١٣ میں المقداد بن عمرو ہی لکھا ہے اور ان کی کنیت ابومعبد ہے اور کتاب الطہارۃ' حدیث:١٧٨ میں ان کا نام المقداد بن الاسود لکھا ہے' اور صحیح نام وہ ہے جو یہاں لکھا ہے' اور الاسود وہ ہیں جنہوں نے ان کی پرورش کی تھی اور ان کو اپنا بیٹا بنایا تھا' کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ان کو گود لیا تھا اور کہا جاتا ہے: یہ حبشی غلام تھے' سو انہوں نے ان کو بیٹا بنا لیا' لیکن ان کے غلام ہونے کا قول صحیح نہیں ہے' امام ابن حبان نے کہا ہے کہ ان کے والد عمرو تھے جو کندہ کے حلیف تھے' اس لیے وہ ان کی طرف منسوب ہو گئے' ان کے والد نے اپنی قوم کے کسی مرد کو قتل کر دیا تھا تو وہ ان کے مخالف کندہ کی طرف بھاگ گئے' پھر وہاں بھی کسی کو قتل کر دیا تو پھر وہ مکہ بھاگ گئے اور وہ الاسود بن عبد یغوث کے حلیف بن گئے' تب اسود نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا' حضرت المقداد بن عمرو' حضرت عثمان کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے۔ (کتاب الثقات لابن حبان ج ٣ ص ٣٧١)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٩٧۔٩٦' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی یہاں روایت کرنے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ حضرت مقداد بن اسود ان صحابہ میں سے ہیں جو بدر میں حاضر تھے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ١٧٨)

حضرت مقداد بن عمرو کا تذکرہ اور اس اشکال کا جواب کہ کیا کسی مسلمان کو قتل کرنے سے اس کو قتل کرنے والا مسلمان کافر ہو جاتا ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہاں اور اگلے باب میں ان کا نام المقداد بن عمرو لکھا ہے اور کتاب الطہارۃ میں ان کا نام المقداد بن الاسود لکھا ہے اور صحیح وہ نام ہے جو انہوں نے یہاں لکھا ہے اور پھر امام ابن حبان کی پوری عبارت لکھی ہے۔ (کتاب الثقات ج ۳ ص ۳۷۱)

علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ حضرت المقداد بن عمرو فضلاء اور نجباء میں سے تھے انہوں نے مصر فتح کیا اور وہیں جرف میں فوت ہو گئے' پھر ان کی میت کو مدینہ لایا گیا اور وہاں ان کو دفن کیا گیا اور ۳۳ ہجری میں حضرت عثمان نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی' اس وقت حضرت المقداد کی عمر ستر (۷۰) سال تھی۔ (الاستیعاب ج ۴ ص ۴۳-۴۲ دارالکتب العلمیہ' بیروت)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کے اسلام لانے کے بعد اب تم اس کو قتل مت کرنا' ورنہ تم بھی اس کی مثل ہو جاؤ گے' یعنی جس طرح اسلام لانے سے پہلے اس کو قتل کرنا مباح تھا' سو اسی طرح تم کو بھی اس کے قتل کرنے کے بعد قتل کرنا مباح ہو گا۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ قتل کرنا اس کا سبب نہیں ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی مثل ہو جائے' پھر جملہ شرطیہ لانے کی کیا توجیہ ہے؟ میں کہتا ہوں کہ نحویوں کے نزدیک اس قسم کے جملے خبر کے حکم میں ہوتے ہیں' یعنی جب تم نافرمانی کرو گے تو تمہارا قتل بھی مباح ہو جائے گا۔

علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ کافر کو اسلام قبول کرنے سے پہلے اپنے دین کی وجہ سے قتل کرنا مباح ہے' اور جب اس نے اسلام قبول کر لیا تو اس کو قتل کرنا بھی ممنوع ہو جائے گا' کیونکہ اب جب مسلمان اس کو قتل کرے گا تو اس کا قصاص لینے کی وجہ سے اس مسلمان کو قتل کرنا بھی مباح ہو جائے گا' اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ اب وہ مسلمان کافروں کے ساتھ لاحق ہو جائے گا اور اس معصیت کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۵۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہ تمام نکات علامہ ابن الملقن نے بھی بیان کیے ہیں۔

۴۰۲۰- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ مَنْ يَنْظُرُ مَا صَنَعَ أَبُو جَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَوَجَدَهُ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتّٰى بَرَدَ فَقَالَ أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ قَالَ ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ سُلَيْمَانُ هٰكَذَا قَالَهَا أَنَسٌ قَالَ أَنْتَ أَبَا جَهْلٍ قَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوهُ قَالَ سُلَيْمَانُ أَوْ قَالَ قَتَلَهُ قَوْمُهُ قَالَ وَقَالَ أَبُو مِجْلَزٍ قَالَ أَبُو جَهْلٍ فَلَوْ غَيْرُ أَكَّارٍ قَتَلَنِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان تیمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا: یہ کون جا کر دیکھے گا کہ ابوجہل کا کیا ہوا؟ تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے تو انہوں نے اس کو اس حال میں پایا کہ حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کے دو بیٹے اس کو مار چکے تھے حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا' پس انہوں نے کہا: تو ابوجہل ہے' ابن علیہ نے کہا کہ سلیمان نے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت انس نے بتایا کہ حضرت ابن مسعود نے کہا کہ تو ابوجہل ہے' اس نے کہا: کیا تم نے مجھ سے بھی کوئی بڑا آدمی قتل کیا ہے؟ سلیمان نے بتایا: اس نے کہا تھا کہ کسی ایسے شخص کو بھی اس کی قوم نے قتل کیا

ہے؟ ابومجلز نے بتایا کہ ابوجہل نے کہا تھا: کاش! مجھے کسی کسان کے علاوہ دوسرے نے قتل کیا ہوتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۶۲ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابوجہل کا مکالمہ

علامہ عمر بن علی بن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: حضرت ابن مسعود نے کہا: تو ابوجہل ہے' حضرت ابن مسعود کا یہ قول اس کی تذلیل اور تحقیر کے لیے تھا' یعنی تو ہی ابوجہل ہے' جو حالت ذلت میں قتل کیا ہوا پڑا ہے!

ابوجہل نے کہا: کاش! مجھے کسان کے علاوہ کسی اور نے قتل کیا ہوتا' اس کی مراد یہ تھی کہ مجھے تسلی ہوتی کہ مجھے کسی بہادر مرد نے قتل کیا ہے' چونکہ حضرت عفرا کے جن دو بیٹوں نے ابوجہل کو قتل کیا تھا وہ انصاری تھے اور انصار زیادہ تر کاشتکاری کرتے تھے' اس لیے ابوجہل نے تحقیراً یہ کہا تھا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۸' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ حضرت عفراء کے دونوں بیٹے بدر میں حاضر تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۷۸)

۴۰۲۱- حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لِاَبِي بَكْرٍ اِنْطَلِقْ بِنَا اِلٰى اِخْوَانِنَا مِنَ الْاَنْصَارِ فَلَقِيْنَا مِنْهُمْ رَجُلَانِ صَالِحَانِ شَهِدَا بَدْرًا فَحَدَّثْتُ بِهٖ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ هُمَا عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ وَمَعْنُ بْنُ عَدِيٍّ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از عبیداللہ بن عبداللہ' انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی از حضرت عمر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: چلیے! ہم اپنے انصاری بھائیوں کی طرف چلیں' پس ہم نے انصار کے ان دو نیک مردوں سے ملاقات کی جو بدر میں حاضر تھے' پس میں نے عروہ بن الزبیر سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے بتایا کہ وہ (دو بدری صحابہ) حضرت عویم بن ساعدہ اور حضرت معن بن عدی رضی اللہ عنہما تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۶۲ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عویم بن ساعدہ اور حضرت معن بن عدی رضی اللہ عنہما کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی بن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت عویم بن ساعدہ بن عائش عقبی اور بدری ہیں' یہ کبیر صحابی ہیں' ان کا تعلق اوس سے ہے اور عویم بن ساعدہ نام کا اور کوئی صحابی نہیں ہے اور معن بن عدی بنو عمر بن عوف کے حلیف ہیں' یہ بھی عقبی اور بدری ہیں اور بہت مشہور ہیں اور یہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۹۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت عویم اور حضرت معن کا مزید تذکرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے امام بخاری نے حدیث السقیفہ کی ایک طرف بیان کی ہے اور اس سے ان کی غرض یہ ہے کہ حضرت عویم بن ساعدہ اور حضرت معن بن عدی دونوں اہلِ بدر میں سے ہیں' عویم تو اوسی ہیں اور ان کا تعلق بنوعمرو بن عوف میں سے ہے اور رہے معن بن عدی تو وہ عاصم بن عدی کے بھائی ہیں' اس حدیث کی شرح کتاب المناقب میں سقیفہ بنوساعدہ کے قصہ میں گزر چکی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ص ۱۷۸' دارالمعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت عویم رضی اللہ عنہ عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ دونوں میں حاضر تھے اور بدر' اُحد اور خندق میں بھی حاضر تھے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں فوت ہو گئے تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مدینہ میں فوت ہوئے تھے اور اس وقت ان کی عمر پینسٹھ (٦٥) یا چھیاسٹھ (٦٦) سال تھی' جیسا کہ اس حدیث میں موجود ہے اور حضرت معن بن عدی رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی بنوعمرو بن عوف سے ہے' یہ العقبہ' بدر' اُحد' خندق اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے' حضرت ابوبکر کی خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے (رضی اللہ عنہما)۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٠٢٢- حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ فُضَيْلٍ عَنْ إِسْمٰعِيلَ عَنْ قَيْسٍ كَانَ عَطَاءُ الْبَدْرِيِّينَ خَمْسَةَ آلَافٍ وَقَالَ عُمَرُ لَأُفَضِّلَنَّهُمْ عَلٰى مَنْ بَعْدَهُمْ (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے محمد بن فضیل سے سنا از اسماعیل از قیس' وہ بیان کرتے ہیں کہ بدریین کا وظیفہ پانچ ہزار (درہم فی کس) تھا' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ان کو ضرور بعد والوں پر فضیلت دوں گا۔

علامہ عمر بن علی بن الملقن شافعی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں اہلِ بدر کی فضیلت بالکل ظاہر ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۹۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت عمر نے ازواجِ مطہرات کو بارہ بارہ ہزار درہم دیئے۔

(فتح الباری ج ۵ص ۱۷۹' دارالمعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: بدریین کا وظیفہ' اس سے مراد وہ مال ہے جو بدری صحابہ میں سے ہر ایک کو ہر سال (بیت المال سے) دیا جاتا تھا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد اور بعد کے اَدوار میں پانچ ہزار دیا جاتا تھا۔

اس حدیث سے اہلِ بدر کی فضیلت ظاہر ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

٤٠٢٣- حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ وَذٰلِكَ أَوَّلُ مَا وَقَرَ الْإِيمَانُ فِي قَلْبِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از محمد بن جبیر بن مطعم از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب کی نماز میں سورۃ الطور پڑھ رہے تھے اور یہ وہ پہلی چیز ہے

جس نے میرے دل میں ایمان کو مضبوط کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۶۵ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ ''وقر'' کا معنی ہے: ثابت کیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۹۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح نہیں کی۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس وقت ان کے دل میں اسلام جاگزین ہوا تھا اور اس کا اظہار انہوں نے فتح مکہ کے بعد کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۵۸' فتح الباری ج ۵ص ۱۷۸)

۴۰۲۴- وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ اُسَارٰى بَدْرٍ لَّوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِيْ فِيْ هٰؤُلَاءِ النَّتْنٰى لَتَرَكْتُهُمْ لَهٗ .

اور از زہری از محمد بن جبیر بن مطعم از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے متعلق فرمایا: اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا' پھر وہ مجھ سے ان بدبودار قیدیوں کے متعلق سفارش کرتا تو میں اس کی خاطر ان کو چھوڑ دیتا۔

امام بخاری نے اس حدیث کے بعد حسب ذیل تعلیق لکھی ہے:

وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ يَّحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الْاُوْلٰى يَعْنِيْ مَقْتَلَ عُثْمَانَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ اَصْحَابِ بَدْرٍ اَحَدًا ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّانِيَةُ يَعْنِي الْحَرَّةَ فَلَمْ تُبْقِ مِنْ اَصْحَابِ الْحُدَيْبِيَةِ اَحَدًا ثُمَّ وَقَعَتِ الثَّالِثَةُ فَلَمْ تَرْتَفِعْ وَلِلنَّاسِ طَبَاخٌ .

اور اللیث نے کہا از یحییٰ بن سعید از سعید بن المسیب: پہلا فتنہ واقع ہوا یعنی حضرت عثمان کا قتل' تب اصحاب بدر میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہا' پھر دوسرا فتنہ واقع ہوا یعنی الحرۃ' تب اصحاب حدیبیہ میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہا' پھر تیسرا فتنہ واقع ہوا تو وہ اس وقت تک نہیں اُٹھا' جب تک لوگوں میں کچھ بھی عقل وشعور تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۳۹ میں گزر چکی ہے۔

مطعم کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسن سلوک

علامہ ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ نے لکھا ہے کہ مطعم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ حسن سلوک کیا تھا کہ قریش نے بنو ہاشم سے سوشل بائیکاٹ (سماجی انقطاع) کرنے کا جو صحیفہ لکھا تھا تو مطعم اس صحیفہ کو پھاڑنے کے لیے کھڑا ہوا تھا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پناہ میں داخل کیا تھا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۱۰۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

تین فتنوں کے مصداق بیان کرنے پر امام بخاری پر اعتراضات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اپنی تعلیق میں فتنۂ اولیٰ کے بیان میں لکھا ہے: اس سے مراد قتل عثمان ہے' اس بیان کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ ان کا وہم ہے' اس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ حضرت علی' حضرت زبیر' حضرت طلحہ' حضرت سعد اور دیگر بدری صحابہ رضی اللہ عنہم' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد جنگ صفین تک زندہ رہے' لہٰذا امام بخاری کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ قتل عثمان کے بعد اہل بدر میں سے کوئی باقی نہیں رہا' بلکہ ابوالعباس بن عقدہ نے ذکر کیا ہے کہ ستر سے زیادہ بدری صحابہ جنگ صفین میں حاضر تھے۔

علامہ داؤدی نے لکھا ہے کہ پہلے فتنہ سے مراد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قتل ہے اور تیسرا فتنہ وہ تھا جو عراق میں ازراقہ وغیرہم کی وجہ

سے ہوا۔

علامہ ابن التین نے لکھا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ دوسرا فتنہ وہ ہو جو مدینہ سے ابوحمزہ خارجی نے خروج کیا تھا' اس لیے کہ یحییٰ بن سعید نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ہم نے رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں صرف تین دن نماز ترک کی ہے' پہلا دن جب حضرت عثمان کو قتل کیا گیا اور دوسرا دن یوم الحرہ تھا (جب اہل مدینہ کا قتلِ عام کیا گیا تھا) اور امام مالک نے کہا: میں تیسرا دن بھول گیا۔

محمد بن عبدالحکیم نے کہا: یہ وہ دن ہے جب ابوحمزہ خارجی نے خروج کیا تھا' امام مالک نے کہا: یوم الحرہ میں سات سو حفاظِ قرآن کو شہید کیا گیا' ابوالقاسم نے کہا: مجھے شک ہے کہ ان میں چار صحابہ تھے۔

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ یہ فتنہ اس وقت مرتفع نہیں ہوا جب تک لوگوں میں طباخ تھا' الخلیل نے کہا ہے کہ طباخ کا معنی ہے: قوت اور موٹاپا۔ (کتاب العین ج۴ ص ۲۲۵) پھر یہ لفظ عقل اور خیر میں استعمال کیا گیا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ طباخ کا معنی ہے: جس میں عقل نہ ہو۔ (اعلام الحدیث ج۳ ص ۱۷۱۴) اور الجوہری نے کہا ہے کہ طباخ کا معنی ہے: جس میں قوت اور موٹاپا نہ ہو۔ (الصحاح ج۱ ص ۴۲۷)

تیسرے فتنہ کی تعریف

اس تعلیق میں امام بخاری نے کہا: پھر تیسرا فتنہ واقع ہوا اور وہ نہیں مرتفع ہوا' علامہ دمیاطی نے کہا ہے کہ معروف یہ ہے کہ اگر تیسرا فتنہ واقع ہوتا تو وہ اخیر وقت تک مرتفع نہ ہوتا' جیسا کہ امام ابن خیثمہ نے حضرت سعید سے روایت کی ہے کہ آگ کا فتنہ واقع ہوا تو اہل بدر میں سے کوئی باقی نہ بچا' اور الحرۃ کا فتنہ واقع ہوا تو اہل حدیبیہ میں سے کوئی باقی نہیں بچا اور اگر (تیسرا) فتنہ واقع ہوتا تو وہ مرتفع نہ ہوتا اور لوگوں کے لیے عقل اور پختگی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ ص ۱۰۱-۱۰۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر متوفی ۸۵۲ھ نے حدیث: ۴۰۲۴' اور اس کی تعلیق کی مختصر شرح کی ہے۔
(فتح الباری ج۴ ص ۱۸۰)

مطعم کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے مقتولینِ بدر کے متعلق فرمایا: اگر مطعم ان بدبودار لوگوں کے متعلق مجھ سے بات کرتا' آپ نے ان کو بدبودار اس لیے فرمایا کہ کفار نجس ہیں اور نجس چیز بدبودار ہوتی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: تو میں ان کو چھوڑ دیتا' یعنی فدیہ لیے بغیر چھوڑ دیتا۔

مطعم اس صحیفہ کو پھاڑنے کے لیے اُٹھا تھا جس میں آپ سے سماجی بائیکاٹ کرنے کا لکھا تھا حتیٰ کہ قریش نے آپ کو ایک گھاٹی میں محصور کر دیا' نیز جب نبی ﷺ طائف سے واپس ہوئے تو آپ اس کی پناہ میں داخل ہوئے تھے' مطعم معرکہ بدر سے پہلے فوت ہو گیا تھا' اس وقت اس کی عمر نوے اور چند سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج۱۷ ص ۱۵۹-۱۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام بخاری کے بیان کردہ فتنۂ اولیٰ اور فتنۂ ثانیہ پر علامہ عینی کا تبصرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی' امام بخاری کی تعلیق مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں مقتل عثمان کا ذکر ہے' حضرت عثمان رضی اللہ کی شہادت جمعہ کے دن بائیس ذوالحجہ یوم ترویہ[1] کو پینتیس (۳۵) ھ کو ہوئی' باغیوں نے انچاس (۴۹) دن آپ کے گھر کا محاصرہ کیے رکھا' حضرت زبیر رضی اللہ نے کہا ہے کہ انہوں نے دو ماہ بیس دن آپ کے گھر کا محاصرہ کیے رکھا۔

اس تعلیق میں مذکور ہے کہ قتل عثمان کے بعد اہل بدر میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ غلط ہے کیونکہ حضرت علی' حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور دیگر اہل بدر' حضرت عثمان کی شہادت کے بعد ایک عرصہ تک زندہ رہے۔

امام بخاری کی توجیہ میں یہ کہا گیا ہے کہ امام بخاری کا یہ گمان ہے' لیکن ان کی یہ مراد نہیں ہے' اس پر بھی اعتراض ہے جو مخفی نہیں ہے۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ حضرت عثمان اکثر اہلِ بدر کی ہلاکت کا سبب تھے' جیسا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگ میں ہوا' پھر علامہ کرمانی نے کہا: نکرہ جب نفی کے تحت ہو تو عموم کا فائدہ دیتا ہے' پھر انہوں نے یہ جواب دیا کہ ہر عام میں تخصیص کی جاتی ہے' سو اس آیت کے:

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ○ (البقرہ: ۲۸۲_۲۳۱) اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ○

حالانکہ جس عام سے مبالغہ کا قصد کیا جائے اس میں اُصولیین کا اختلاف ہے کہ یہ عموم کا فائدہ دیتا ہے یا نہیں۔

علامہ داؤدی نے کہا کہ دراصل فتنہ اولیٰ حضرت حسین رضی اللہ کا قتل ہے' کہا گیا ہے کہ یہ بھی خطاء ہے کیونکہ حضرت حسین کے قتل کے وقت اہل بدر کا کوئی فرد پہلے سے ہی موجود نہیں تھا۔

اس تعلیق میں مذکور ہے: دوسرا فتنہ الحرہ کے دن تھا۔ حرہ کا معنی ہے: مدینہ سے باہر کی جگہ' یہ وہ جگہ ہے جہاں یزید بن معاویہ کے لشکر اور اہل مدینہ کے درمیان باسٹھ ہجری میں جنگ ہوئی تھی اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ تریسٹھ (٦٣) ہجری کا واقعہ ہے اور یزید بن معاویہ کے لشکر کا امیر مسلم بن عقبہ ہے' المدائنی نے کہا کہ اس کا لشکر ستائیس (۲۷) ہزار تھا' بارہ ہزار گھڑ سوار تھے اور پندرہ ہزار پیادہ تھے اور یہ لوگ مدینہ کے دو مشرقی جانبوں میں تھے اور الحرہ اس زمین کو کہتے ہیں جو سیاہ پتھروں والی ہو' اس جنگ میں مسلم بن عقبہ کے لشکر نے سات سو مہاجرین اور انصار صحابہ کو قتل کر دیا تھا۔ اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی تھی اور قریش کا امیر عبداللہ بن مطیع کو بنا دیا تھا اور انصار کا امیر عبداللہ بن حنظلہ کو بنا دیا تھا' اور یزید کے مقرر کردہ گورنر کو اپنے درمیان سے نکال دیا تھا' اس کا نام محمد بن ابی سفیان تھا اور وہ یزید کا عم زاد تھا' اور انہوں نے اتفاق سے بنوامیہ کو مدینہ سے جلاء وطن کر دیا تھا اور وہ تقریباً ایک ہزار لوگ تھے اور انہوں نے اتفاق سے مروان بن الحکم کی حویلی میں پناہ لی تھی' یہ بہت طویل قصہ ہے جس کو ہم نے اپنی تاریخ کبیر میں بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۶۰_۱۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یزید بن معاویہ کا تذکرہ اور اس پر لعنت کرنے یا اس پر رحمت کی دعا کرنے کی بحث

علامہ عینی کی عبارت میں یزید بن معاویہ کا تذکرہ آ گیا ہے' میں نے بھارتی ٹی۔ وی چینل کے خبرنامہ میں سنا کہ ذاکر نائیک نے یزید کے لیے رحمہ اللہ کہا' اس بناء پر دیوبند' ندوہ' جماعت اسلامی' اہل حدیث اور بریلی کے علماء ان کے خلاف ہو گئے اور حکومت نے لکھنؤ میں ان کی تقریروں پر پابندی لگا دی' ذاکر نائیک نے اپنے دفاع میں کہا کہ یزید کو رحمہ اللہ کہنے والا میں پہلا شخص نہیں ہوں' امام غزالی نے بھی یزید کو رحمہ اللہ کہا ہے اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی یزید کو رحمہ اللہ کہا ہے جو صحیح بخاری کے شارح ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ امام غزالی نے یزید کو رحمہ اللہ نہیں کہا بلکہ انہوں نے صرف یہ لکھا ہے کہ یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے' کیونکہ یہ

[1] علامہ عینی نے ۲۲ ذوالحجہ کو یوم ترویہ لکھا ہے' یہ ان کا تسامح ہے کیونکہ یوم ترویہ آٹھ (۸) ذوالحجہ کو ہوتا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

بات تواتر سے ثابت نہیں ہے کہ یزید نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا یا قتل کرنے کا حکم دیا' جس طرح تواتر سے یہ ثابت ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور ابولؤلؤ نے حضرت عمر کو قتل کیا کیونکہ یہ تواتر سے ثابت ہے۔

(احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۱۳ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ امام غزالی نے یزید کو رحمہ اللہ نہیں کہا' صرف اس پر لعنت کرنے سے منع کیا ہے' اور عنقریب ہم احیاء العلوم کے شارح علامہ زبیدی کی مفصل عبارت پیش کر رہے ہیں' رہا حافظ ابن حجر کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے یزید کو رحمہ اللہ کہا ہے' سو یہ بھی غلط ہے اور ان پر بہتان ہے' یہاں ہم یزید کے متعلق حافظ ابن حجر کی مفصل عبارت پیش کر رہے ہیں:

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

یزید بن معاویہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں پیدا ہوا' اس کے والد نے اس کی خلافت کی وصیت کی' پس ساٹھ (٦٠) ہجری میں اس کی بیعت کی گئی' حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما نے اس کی بیعت کرنے سے انکار کیا اور مکہ میں پناہ حاصل کر لی' اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے اس کی بیعت سے انکار کیا اور وہ کوفہ جانے کے لیے تیار ہو گئے اور انہوں نے اپنے عم زاد مسلم بن عقیل بن ابی طالب کو کوفہ بھیجا تا کہ ان کی بیعت کی جائے' سو اُن کو عبیداللہ بن یزید نے قتل کر دیا اور حضرت حسین کو قتل کرنے کے لیے لشکر بھیجا' سو ان کو بھی قتل کر دیا' پھر اہلِ مدینہ نے یزید کے خلاف خروج کیا اور تریسٹھ (٦٣) ہجری میں اس کی بیعت توڑ دی' سو یزید نے ان کی طرف مسلم بن عقبہ مری کو بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ تین دن تک مدینہ کو مباح قرار دے اور ان سے اس پر بیعت لے کہ وہ یزید کے غلام ہیں' پھر وہ مدینہ سے فارغ ہو کر مکہ کی طرف روانہ ہوا تا کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کرے' مسلم بن عقبہ نے بہت قبیح کام کیے اور بہت کثیر صحابہ' ان کے بیٹوں اور اخیار تابعین کو قتل کر دیا' پھر وہ مکہ کی طرف روانہ ہوا' پس اللہ تعالیٰ نے مکہ تک پہنچنے سے پہلے اس کو زمین سے اُٹھا لیا' اس نے حصین بن نمیر السکونی کو اپنا خلیفہ بنا لیا' ان لوگوں نے حضرت ابن الزبیر کا محاصرہ کیا اور کعبہ پر منجنیق کو نصب کر دیا اور کعبہ کے ارکان اور اس کی بنیاد منہدم ہو گئی' پھر کعبہ کو جلا دیا' ان کے ان افعال قبیحہ کے درمیان یزید بن معاویہ کی ہلاکت کی خبر آ گئی اور مؤمنین کی طرف سے قتال کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہو گیا' یزید نصف ربیع الاوّل چونسٹھ ہجری میں ہلاک ہوا' اس کے متعلق تاریخ دمشق میں بہت خبریں ہیں' مگر ان کی کوئی روایت معتمد نہیں ہے' یحییٰ بن عبدالملک نے اپنی سند کے ساتھ بعض ثقات سے نقل کیا ہے کہ نوفل بن ابی عقرب جو ثقہ ہیں' انہوں نے کہا کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھا تو ایک شخص نے یزید بن معاویہ کا ذکر کر کے اس کو امیر المؤمنین کہا تو عمر بن عبدالعزیز نے کہا: تو اس کو امیر المؤمنین کہتا ہے' پھر اس کو بیس کوڑے مارنے کا حکم دیا' یزید روایت کا اہل نہیں تھا' میں نے اس کا تذکرہ صرف اس لیے کیا ہے کہ اس میں اور یزید نخعی میں تمیز ہو جائے۔

(تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۱۵-۳۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

یہ حافظ ابن حجر کی پوری عبارت ہے اور اس میں انہوں نے اس کو کہیں رحمہ اللہ نہیں کہا بلکہ ثقہ روایت نقل کی کہ اسے امیر المؤمنین کہنے والے شخص کو حضرت عمر بن العزیز رحمہ اللہ نے بیس کوڑے مارنے کا حکم دیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں بھی یزید کا ذکر کیا ہے' اس کے آخر میں لکھتے ہیں:

ابن شوذب نے کہا: میں نے ابراہیم بن ابی عبد سے سنا ہے' وہ کہتے تھے: میں نے سنا کہ عمر بن عبدالعزیز' یزید بن معاویہ کو رحمہ اللہ کہتے تھے اور یحییٰ بن عبدالملک نے کہا: ہمیں نوفل بن ابی عقرب نے حدیث بیان کی کہ عمر بن عبدالعزیز کے سامنے یزید بن معاویہ کا ذکر کیا گیا تو اس نے کہا: ''امیر المؤمنین یزید'' تو اس سے عمر بن عبدالعزیز نے کہا: تو اس کو امیر المؤمنین کہتا ہے' پھر اس کو بیس کوڑے

مارنے کا حکم دیا۔ (لسان المیزان ج۶ ص ۲۹۵-۲۹۴'موسستہ الاعلمی للمطبوعات'بیروت'۱۳۹۰ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے ابراہیم بن ابی عبد سے جو روایت ذکر کی کہ عمر بن عبدالعزیز نے یزید کو رحمہ اللہ کہا' اس سے انہوں نے ابراہیم بن ابی عبد کی ثقاہت نہیں بیان کی' اس کے برخلاف انہوں نے نوفل بن ابی عقرب سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس شخص نے یزید کو امیر المؤمنین کہا اس کو انہوں نے بیس کوڑے مارنے کا حکم دیا اور اس روایت کو انہوں نے ثقہ قرار دیا ہے' ثانیاً انہوں نے اس روایت کو مؤخر ذکر کیا ہے اور مؤخر کلام مقدم کے لیے ناسخ ہوتا ہے' ثالثاً یہ کہ ہم یزید کو کافر نہیں کہتے اور اس پر شخصی لعنت نہیں کرتے' اس لیے یہ روایت ہمارے مؤقف کے خلاف نہیں ہے کیونکہ جب یزید کافر نہیں ہے تو خواہ اس کو بدترین عذاب ہو' لیکن بعد میں اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب!

یزید بن معاویہ کے متعلق علامہ زبیدی کا مفصل تبصرہ

احیاء العلوم کے شارح سید محمد بن محمد الحسینی الزبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ' احیاء العلوم کی مذکور الصدر عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن حجر مکی کا بھی یہی فتویٰ ہے اور یہی چیز قواعد مذہب کے مطابق ہے' اس لیے یزید پر لعنت جائز نہیں ہے' اگرچہ وہ خبیث فاسق تھا' ابن صلاح کے کلام سے بھی یہی چیز ثابت ہوتی ہے' خلاصہ یہ ہے کہ وہ اہلِ قبلہ میں سے تھا اور کافر نہیں تھا' کیونکہ جو اسباب کفر کے موجب ہوتے ہیں وہ اس سے ثابت نہیں ہوئے اور اصل اسلام ہے' حتیٰ کہ کسی یقینی دلیل سے اس کا اسلام سے خروج ثابت ہو' اور نبی ﷺ نے اہل قبلہ کو لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے اور گناہوں اور بدکاریوں سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا اور یہی اہلِ سنت کا مذہب ہے' حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں یزید کا ذکر کیا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ یزید اس کا اہل نہیں تھا کہ اس سے روایت کی جائے اور نہ اس کی کوئی معتمد روایت ہے اور میں نے اس کا ذکر صرف اس لیے کیا ہے کہ اس میں اور یزید بن معاویہ نخعی کوفی عابد میں تمیز ہو جائے' اور بعض علماء نے اس کے فسق کے علاوہ اس کا کفر بھی ثابت کیا ہے کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے اہلِ بیت کو بہت ایذاء پہنچائی' اور واقعہ حرہ میں مدینہ کو مباح کر دیا' اور یہ بھی حکایت ہے کہ جب اس نے حضرت حسین سے بیعت طلب کی اور انہوں نے انکار کر دیا تو اس نے ان کے قتل کا حکم جاری کرنے کا ارادہ کیا اور قرآن شریف سے فال نکالی تو پہلی سطر میں یہ نکلا:

''وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ'' (ابراہیم:۱۵) ''اور ہر عناد رکھنے والا متکبر ناکام ہو گیا'' تو اس نے قرآن مجید پھاڑ دیا اور یہ بھی روایت ہے کہ جب عبید اللہ نے اس کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر بھیجا اور ساتھ ہی علی بن حسین اور ان کی دو بہنیں سکینہ اور فاطمہ بھی تھیں تو اس نے ان کو قید میں ڈالنے کا حکم دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر چھڑی لگائی اور یہ شعر پڑھا:

نفلق هاما من رجال اعزة ... علينا وكانوا هم الحق واظلما

''ہم ان لوگوں کی کھوپڑیاں توڑ رہے ہیں جو (کبھی) ہم پر غالب تھے' دراصل یہی لوگ قاتل اور ظالم ہیں''۔

اور یزید سے یہ شعر بھی منقول ہے:

ليت اشياخي ببدر شهدوا ... جزع الخزرج من وقع الاسل

''کاش! بدر میں مرنے والے میرے باپ دادا نیزوں سے حملہ کی وجہ سے خزرج کی چیخ و پکار کا منظر دیکھتے''۔

اس شعر میں اس نے یہ تمنا کی ہے کہ وہ کفار قریش جو بدر میں قتل ہو گئے تھے وہ اہلِ مدینہ کی اہانت اور ان کے قتلِ عام کو دیکھتے' یہ کفر کی مدد ہے اور کفر کی مدد بجائے خود کفر ہے' اس قسم کی بہت سی رسوا کن چیزیں یزید کی طرف منسوب ہیں۔ ابن عساکر کی تاریخ دمشق میں اس قسم کی خبریں بہت زیادہ ہیں' بعض عراقیین نے اس قسم کی روایات کی بناء پر یزید کی تکفیر کی ہے' علامہ سعد الدین تفتازانی کا بھی

یہی نظریہ ہے کیونکہ انہوں نے شرح عقائد میں لکھا ہے کہ البتہ ہم یزید کے بارے میں کوئی توقف نہیں کرتے۔ یزید پر اور اس کے دوستوں اور مددگاروں پر اللہ کی لعنت ہو! (آمین) علامہ تفتازانی ائمہ شافعیہ میں سے ایک بڑے امام ہیں اور ان کے مذہب کا تقاضا لعنت نہ کرنا ہے لیکن انہوں نے عجمی شہروں میں پرورش پائی تھی اور ان کے کانوں میں وہ روایات اور حکایات بھری ہوئی تھیں جو جھوٹ سے خالی نہیں ہیں اسی وجہ سے صاحب بدء الامالی نے کہا ہے:

ولم یلعن یزید بعد موت سوی المکثار فی الاعزاء غالی

''یزید کی موت کے بعد اس پر صرف ان لوگوں نے لعنت کی ہے جو نفرت وعداوت کو بہت زیادہ اُبھارنے والے انتہاء پسند ہیں''۔

یزید کے بارے میں ایک وہ لوگ ہیں جو اس کو مؤمن قرار دیتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو اس کو کافر قرار دیتے ہیں اور یہاں ایک تیسرا قول بھی ہے اور وہ ہے توقف یعنی یزید کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ دلوں کے حال اور پوشیدہ باتوں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا' پس اس کی تکفیر اور لعنت کی بحث میں بالکل نہیں پڑنا چاہیے اور اسی طریقہ میں زیادہ سلامتی ہے۔

یزید کے اسلام پر یقین کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی یقینی ہے کہ وہ فاسق' شریر اور ظالم تھا' اس مسئلہ میں توقف علماء عاملین کی ایک جماعت کا قول ہے' انہوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہونا اس پر لعنت کرنے سے بہتر ہے اور یہ لایعنی چیز کے ساتھ اشتغال ہے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ''من حسن اسلام امرء ترك ما لا یعنیه'' ''کسی شخص کے حسن اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی چیزوں کو چھوڑ دے''۔ اور حافظ شرف الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی نے بدء الامالی کی شرح میں ان تمام اقوال کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اہل بیت رسول کے دشمنوں سے بری ہیں اور جو کسی مسلمان سے اس کے اسلام کی وجہ سے عداوت رکھتے ہوں' ان سے بری ہیں کیونکہ اس کی بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت ہے' خواہ ادنیٰ نسبت ہو اور اس کی عداوت میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں عموم ہے اور جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتا ہے خواہ وہ کسی نسبت سے ایذاء پہنچاتا ہو' ہم ان سب سے بَری ہیں۔

(اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۳۸۹۔۳۸۸' داراحیاء العربی' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۶۳۷۔۶۰۲' میں یزید کے متعلق بہت تفصیل سے لکھا ہے اور اس کے بارے میں فقہاء اسلام کی آراء بیان کی ہیں اور آخر میں اپنا مؤقف لکھا ہے' جو قارئین اس موضوع کی تفصیل جاننا چاہیں' وہ شرح صحیح مسلم کا مطالعہ کریں' یہاں پر ہم نے صرف وہ اقتباس نقل کیا ہے جو امام غزالی اور علامہ ابن حجر کی عبارت کو سمجھنے اور یزید کے حامیوں کے ردّ کے لیے کافی ہے۔

امام بخاری کی تعلیق میں تیسرے فتنہ کا ذکر اور فتنہ ازراقیہ کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے لکھا ہے کہ تیسرا فتنہ ازراقیہ ہے' کہا گیا ہے کہ اس پر اعتراض ہے لیکن انہوں نے اعتراض کی وجہ نہیں بیان کی۔

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے: اس سے مراد وہ فتنہ ہو جب ابوحمزہ خارجی نے مدینہ میں خروج کیا تھا' محمد بن عبدالحکم نے اسی پر وثوق کیا ہے' یہ فتنہ ۱۳۰ھ میں مروان بن الحکم کی خلافت میں ہوا تھا' یہ فتنہ حضرموت سے آیا تھا جب عبداللہ بن یحییٰ بن زید نے سات سو گھڑ سواروں کے ساتھ مروان کے خلاف حملہ کیا تھا اور اس وقت حج کا موسم تھا اور اس وقت مکہ اور مدینہ اور طائف پر عبدالواحد بن سلیمان بن عبدالملک بن مروان حکمران تھا اور اس وقت اتفاق یہ تھا کہ لوگ حج کا آخری رکن ادا کر رہے تھے اور سب

لوگ میدانِ عرفات میں تھے' پھر مدینہ چلے گئے اور مکہ ابوحمزہ کے لیے خالی رہ گیا اور وہ مکہ میں بغیر کسی مزاحمت کے داخل ہو گیا' جب مروان کو اس کی خبر پہنچی تو اس نے ان کے خلاف چار ہزار کا لشکر بھیجا اور ان کے امیر عبدالملک بن محمد بن عطیہ سعدی تھے' جب ان کا مقابلہ ہوا تو ابوحمزہ اور اس کے لشکر کو قتل کر دیا گیا' اور یہ فتنہ ازراقیہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(عمدۃ القاری ج ١٧ص ١٦٠۔١٥٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٠٢٥- حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ وَّعُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِّنَ الْحَدِيْثِ قَالَتْ فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ فَعَثَرَتْ أُمُّ مِسْطَحٍ فِي مِرْطِهَا فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ بِئْسَ مَا قُلْتِ تَسُبِّيْنَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا فَذَكَرَ حَدِيْثَ الْإِفْكِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن عمر النمیری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے عروۃ بن الزبیر اور سعید بن المسیب اور علقمہ بن وقاص اور عبیداللہ بن عبداللہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنی' ان میں سے ہر ایک نے مجھے حدیث کا ایک ٹکڑا بیان کیا' انہوں نے فرمایا: میں اور اُم مسطح آ رہی تھیں تو حضرت اُم مسطح اپنی چادر میں اُلجھ کر گر گریں' پس انہوں نے کہا: مسطح ہلاک ہو جائے! پس میں نے کہا: آپ نے بُری بات کہی ہے' آپ ایسے شخص کو بددعا دے رہی ہیں جو بدر میں حاضر تھا' پھر ان راویوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کی حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٥٩٣ میں گزر چکی ہے۔

حضرت مسطح رضی اللہ عنہ اور عبداللہ نمیری کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کی تعیین ہے اور ان کو بُرا کہنے پر انکار ہے' کیونکہ وہ بدر میں حاضر تھے' یہ حدیث اپنے طول کے ساتھ باب تعدیل النساء' صحیح البخاری: ٢٦٦١ میں گزر چکی ہے اور عنقریب غزوۂ بنو المصطلق کے باب میں آئے گی۔

(صحیح البخاری: ٤١٤١)

اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن عمر بن عاصم النمیری الریعینی کا ذکر ہے' جو افریقیہ میں قاضی تھے' امام بخاری ان کی روایت میں منفرد ہیں اور ان کی روایت صحیح ہوتی ہے' وہ ایک سو نوے (١٩٠) ہجری میں فوت ہو گئے تھے اور ایک سو اٹھائیس (١٢٨) ہجری میں پیدا ہوئے تھے' علامہ الدمیاطی نے اس کو ابوعلی کی روایت سے المعرب میں نقل کیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ص ١٠١' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ پر تہمت لگانے کی حدیث کی شرح کتاب التفسیر میں آئے گی' اس حدیث کی روایت سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کے بدری صحابی ہونے کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تصریح کی ہے۔ حضرت مسطح کا نام ہے: مسطح بن اُثاثہ بن

عباد بن المطلب۔ (فتح الباری ج ٥ ص ١٨٠ دار المعرفۃ بیروت ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت مسطح بن اُثاثہ کی والدہ کا نام سلمیٰ بن صخر بن عامر بن کعب ہے اور یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کی خالہ کی بیٹی ہیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسطح ان کا لقب تھا اور ان کا نام عوف بن اُثاثہ ہے یہ چونتیس (٣٤) ہجری میں فوت ہوئے تھے اس وقت ان کی عمر چھپن سال تھی ایک قول ہے کہ حضرت مسطح جنگ صفین میں بھی حاضر تھے اور یہ ٣٧ھ میں فوت ہوئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٦٠ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٤٠٢٦- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ هٰذِهِ مَغَازِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُلْقِيْهِمْ هَلْ وَجَدْتُّمْ مَاوَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالَ مُوْسٰى قَالَ نَافِعٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ تُنَادِيْ نَاسًا اَمْوَاتًا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا قُلْتُ مِنْهُمْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن عقبہ از ابن شہاب انہوں نے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی ہیں پس انہوں نے حدیث ذکر کی پس جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مردہ کافروں کو) بدر کے کنویں میں ڈال رہے تھے تو آپ فرما رہے تھے: تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اس کو برحق پالیا؟ موسیٰ نے بیان کیا کہ نافع نے کہا کہ حضرت عبداللہ نے کہا: اور آپ کے اصحاب میں سے چند لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ مُردوں کو پکار رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے جو بات کہی ہے تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٣٧١ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کے بعد امام بخاری نے حسب ذیل تعلیق لکھی ہے:

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ فَجَمِيْعُ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنْ قُرَيْشٍ مِمَّنْ ضُرِبَ لَهٗ بِسَهْمِهٖ اَحَدٌ وَّثَمَانُوْنَ رَجُلًا وَّكَانَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ قَالَ الزُّبَيْرُ قُسِمَتْ سُهْمَانُهُمْ فَكَانُوْا مِائَةً وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

امام ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: پس تمام وہ قریش جو بدر میں حاضر ہوئے تھے جن کو مال غنیمت سے حصہ دیا گیا ان کی تعداد اکیاسی مرد تھی اور عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ نے کہا: جن کو (مال غنیمت سے) حصے دیئے گئے ان کی تعداد سو تھی اور اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔

جن مہاجرین کو غزوۂ بدر کے مال غنیمت سے حصہ ملا ان کی تعداد

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ آیا یہ حضرت زبیر رضی اللہ کا کلام ہے یا نہیں کیونکہ عرصہ دراز گزر جانے کی وجہ سے یا راوی کی وجہ سے اس میں بعض مشکوک باتیں داخل ہو گئی ہیں در اصل قریش کی تعداد صرف چوراسی تھی اور ان کے ساتھ تین گھوڑے تھے تو ان کو دگنا حصہ دیا گیا اور اہل بدر میں سے جن صحابہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام سے بھیجا تھا ان کو بھی مال غنیمت سے حصہ دیا گیا اور آپ نے ان کو بھی ثواب کے حصول کی بشارت دی اور وہ بھی اہل بدر میں شامل تھے اور حضرت زبیر کے قول کی یہ توجیہ ہو سکتی

ہے کہ جو بدر سے غائب تھے ان کو بھی اصحاب بدر میں شامل کیا گیا اور ان کو بھی مالِ غنیمت سے حصہ دیا گیا' جیسے حضرت عثمان رضی اللہ
اگر ان سب کو چوراسی میں ملا لیا جائے تو پھر حضرت زبیر کا بیان کردہ عدد ایک سو پورا ہو جاتا ہے۔

مہاجرین کی تعداد کے بیان میں حضرت البراء اور حضرت الزبیر کی روایات میں تعارض کا جواب ۔۔۔۔۔ اور اس کی تعداد میں دیگر روایات اور حافظ ابن حجر کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے شروع میں حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما کی روایت سے بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کی جو تعداد لکھی تھی' اس میں مذکور تھا کہ مہاجرین ساٹھ سے زیادہ تھے' اور یہاں ان کی تعداد سو لکھی ہے' ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضرت البراء نے جو تعداد بتائی ہے وہ اُن مہاجرین کی ہے جو حسًّا بدر میں شریک تھے' جب کہ اس باب میں جو تعداد ہے وہ ان کی ہے جو حسًّا اور حکمًا ملا کر ہے' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس باب میں امام بخاری نے جو تعداد ذکر کی ہے' اس میں مہاجرین کے ساتھ ان کے حلفاء اور موالی کو بھی شامل کر لیا ہو' پھر یہ تعداد تراسی ہوگئی' اور امام ابن ہشام نے اس تعداد پر مزید تین کا اضافہ کیا اور علامہ واقدی نے پچاسی مردوں کا ذکر کیا ہے اور امام احمد' امام بزار اور امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ بدر میں مہاجرین کی تعداد ستر (۷۷) تھی' شاید حضرت ابن عباس نے ان مہاجرین کا ذکر کیا ہے جو حسًّا بدر میں شریک تھے۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر نے سو (۱۰۰) کی تعداد پر علامہ داؤدی کی عبارت نقل کی ہے' جس کو ہم علامہ ابن الملقن کی شرح سے نقل کر چکے ہیں' پھر حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے جو آخری تطبیق دی ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے' لیکن ظاہر یہ ہے کہ سو (۱۰۰) مہاجرین کا اطلاق خمس کے اعتبار سے ہے' یعنی آپ نے مالِ غنیمت سے خمس کو الگ کر لیا' پھر مالِ غنیمت سے اسّی (۸۰) حصے حاضرینِ بدر اور ملحقینِ بدر پر تقسیم کیے گئے' پھر ان کے ساتھ خمس کو بھی ملا دیا تو یوں سو حصے ہو گئے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۸۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۴۰۲۷- حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ الزُّبَیْرِ قَالَ ضُرِبَتْ یَوْمَ بَدْرٍ لِّلْمُهَاجِرِیْنَ بِمِائَةِ سَهْمٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت زبیر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن مہاجرین کے لیے سو حصے مقرر کیے گئے۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ اس قصہ کے اوائل میں حضرت البراء کی حدیث میں مذکور ہے کہ غزوۂ بدر میں مہاجرین ساٹھ سے زیادہ تھے اور اس حدیث میں حضرت زبیر کی روایت ہے کہ ان کی تعداد ایک سو تھی' علامہ عینی نے اس کا وہی جواب لکھا ہے جو ہم اس سے پہلے حافظ ابن حجر سے نقل کر چکے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۶۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اہل بدر کی تعداد تین سو تیرہ تھی' ان میں مہاجرین ساٹھ سے زائد تھے اور انصار دو سو چھتیس تھے' مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی بن ابی طالب کے پاس تھا اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کے پاس تھا۔ (المعجم الکبیر: ۱۲۰۸۴۔ ج ۱۱ ص ۳۸۹۔۳۸۸)

١٣- بَابُ تَسْمِيَةِ مَنْ سُمِّيَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ فِي الْجَامِعِ الَّذِي وَضَعَهُ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ عَلَى حُرُوفِ الْمُعْجَمِ

صحیح بخاری میں جن اہلِ بدر کے نام مذکور ہیں‘ ان کو امام بخاری نے حروفِ تہجی کی ترتیب سے ذکر کیا ہے

اَلنَّبِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْهَاشِمِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْعَدَوِيُّ ثُمَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ خَلَّفَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنَتِهِ فَضَرَبَ لَهُ بِسَهْمِهِ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ الْهَاشِمِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمْ.

(١) حضرت سیدنا نبی محمد بن عبداللہ الہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم (٢) حضرت ابوبکر صدیق (٣) پھر حضرت عمر بن الخطاب العدوی (٤) پھر حضرت عثمان بن عفان‘ جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادی کی تیمارداری کے لیے چھوڑ دیا تھا اور مالِ غنیمت میں سے ان کا حصہ مقرر کیا تھا (٥) پھر حضرت علی بن ابی طالب الہاشمی رضی اللہ عنہم۔

(امام بخاری نے یہ چار نام حروفِ تہجی کی ترتیب سے ہٹ کر تبرکاً پہلے ذکر کیے ہیں۔)

ثُمَّ إِيَاسُ بْنُ الْبُكَيْرِ. بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ الْقُرَشِيِّ. حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ الْهَاشِمِيُّ حَاطِبُ بْنُ أَبِي بَلْتَعَةَ حَلِيفٌ لِقُرَيْشٍ. أَبُو حُذَيْفَةَ بْنُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ الْقُرَشِيُّ حَارِثَةُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ وَهُوَ حَارِثَةُ بْنُ سُرَاقَةَ كَانَ فِي النَّظَّارَةِ خُبَيْبُ بْنُ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيُّ خُنَيْسُ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ رِفَاعَةُ بْنُ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيُّ. رِفَاعَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُنْذِرِ أَبُو لُبَابَةَ الْأَنْصَارِيُّ. الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ الْقُرَشِيُّ. زَيْدُ بْنُ سَهْلٍ أَبُو طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيُّ. أَبُو زَيْدٍ الْأَنْصَارِيُّ. سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ الزُّهْرِيُّ. سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ الْقُرَشِيُّ. سَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ الْقُرَشِيُّ. سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ الْأَنْصَارِيُّ. ظُهَيْرُ بْنُ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيُّ وَأَخُوهُ. عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ الْهُذَلِيُّ. عُتْبَةُ بْنُ مَسْعُودٍ الْهُذَلِيُّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ الزُّهْرِيُّ عَبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ الْقُرَشِيُّ. عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ الْأَنْصَارِيُّ. عَمْرُو بْنُ عَوْفٍ حَلِيفُ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ. عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو الْأَنْصَارِيُّ عَامِرُ بْنُ رَبِيعَةَ الْعَنَزِيُّ. عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيُّ. عُوَيْمُ بْنُ سَاعِدَةَ الْأَنْصَارِيُّ. عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ.

(٦) پھر ایاس بن البکیر (٧) بلال بن رباح‘ جو حضرت ابوبکر صدیق قرشی کے آزاد کردہ غلام ہیں (٨) حضرت حمزہ بن عبدالمطلب الہاشمی (٩) حاطب بن ابی بلتعہ‘ قریش کے حلیف (١٠) ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ القرشی (١١) حارثہ بن الربیع الانصاری‘ یہ غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تھے‘ یہی حارثہ بن سراقہ ہیں جو جاسوسوں میں تھے (١٢) خبیب بن عدی الانصاری (١٣) خنیس بن حذافہ السہمی (١٤) رفاعہ بن رافع الانصاری (١٥) رفاعہ بن عبدالمنذر ابولبابہ الانصاری (١٦) الزبیر بن العوام القرشی (١٧) زید بن سہل (١٨) ابوطلحہ الانصاری (١٩) ابوزید الانصاری (٢٠) سعد بن مالک الزہری (٢١) سعد بن خولہ القرشی (٢٢) سعید بن زید بن عمرو بن نفیل القرشی (٢٣) سہل بن حنیف الانصاری (٢٤) ظہیر بن رافع الانصاری (٢٥) اور ان کے بھائی (٢٦) عبداللہ بن مسعود الہذلی (٢٧) عتبہ بن مسعود الہذلی (٢٨) عبدالرحمٰن بن عوف الزہری (٢٩) عبیدۃ بن الحارث القرشی (٣٠) عبادہ بن الصامت الانصاری (٣١) عمرو بن عوف‘ جو بنوعامر بن لؤی کے حلیف ہیں (٣٢) عقبہ بن عمرو الانصاری (٣٣) عامر بن ربیعہ العنزی (٣٤) عاصم بن ثابت الانصاری (٣٥) عویم بن ساعدہ الانصاری (٣٦) عتبان بن مالک الانصاری (٣٧) قدامہ بن مظعون (٣٨) قتادہ بن نعمان الانصاری (٣٩) معاذ بن عمرو بن الجموح (٤٠) معوذ بن عفراء

قُدَامَةُ بْنُ مَظْعُوْنٍ' قَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ الْاَنْصَارِيُّ . مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ . مُعَوِّذُ بْنُ عَفْرَاءَ وَاَخُوْهُ . مَالِكُ بْنُ رَبِيْعَةَ اَبُوْ اُسَيْدٍ الْاَنْصَارِيُّ . مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيُّ' مَعْنُ بْنُ عَدِيٍّ الْاَنْصَارِيُّ مِسْطَحُ بْنُ اُثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ . مِقْدَادُ بْنُ عَمْرٍو الْكِنْدِيُّ حَلِيْفُ بَنِيْ زُهْرَةَ . هِلَالُ بْنُ اُمَيَّةَ الْاَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ .

(۴۱) اور ان کے بھائی (۴۲) مالک بن ربیعہ ابواسید الانصاری (۴۳) مرارہ بن الربیع الانصاری (۴۴) معن بن عدی الانصاری (۴۵) مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبد المطلب بن عبد مناف (۴۶) مقداد بن عمرو الکندی' جو بنو زہرہ کے حلیف ہیں' (۴۷) ہلال بن امیہ الانصاری رضی اللہ عنہم۔

امام بخاری کے ذکر کردہ اسماءِ بدر پر علامہ ابن ملقن کے تعقبات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

یہ وہ آخر تک اسماءِ بدریین ہیں' جن کو امام بخاری نے ذکر کیا ہے' اور امام بخاری نے (خبیب بن عدی) کے شہید ہونے کا ذکر کیا ہے' وہ دراصل خبیب بن یسار ہیں اور ان کو خبیب بن اساف بھی کہا جاتا ہے' خبیب بن عبد الرحمان سے روایت ہے کہ اس کا دادا خبیب تھا جو غزوۂ بدر میں مارا گیا اور نبی ﷺ نے اس کو ملامت کی اور اس پر تھوک کر آگے چلے گئے' دیکھئے: عیون الاثر ج ۱ ص ۴۲۰ لابن سید الناس اور تاریخ الاسلام ج ۲ ص ۹۹ للذہبی۔

امام بخاری نے (رفاعہ بن عبد المنذر ابولبابہ) کا ذکر کیا ہے' وہ دراصل ابولبابہ بن عبد المنذر ہیں' اور وہ یہ (ابولبابہ) نہیں ہیں جیسا کہ اس پر علامہ الدمیاطی نے تنبیہ کی ہے اور ابولبابہ کا نام بشیر ہے' جیسا کہ اس باب کی پہلی حدیث کی شرح میں بھی گزر چکا ہے۔

اور (ابوزید الانصاری) قیس بن السکن جیسا کہ اس سے پہلے باب کی حدیث:۱۹ کی شرح میں گزر چکا ہے' وہ ظہیر کے بھائی ہیں' ان کا نام مظہر بن رافع ہے' وہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے بلکہ اُحد میں حاضر ہوئے تھے اور ظہیر العقبۃ الثانیہ میں حاضر ہوئے تھے۔

اور انہوں نے عقبہ بن عمرو کا نام وثوق سے لیا ہے' حالانکہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ ان میں اختلاف ہے اور وہ ستر (۷۰) اصحاب کے ساتھ العقبہ میں حاضر ہوئے تھے اور وہ سب سے چھوٹے تھے اور وہ اس لیے بدری مشہور ہیں کیونکہ وہ بدر میں رہتے تھے' ان کی ماں اسلام لائی تھیں اور معاذ اور معوذ خلاد' عمرو بن الجموح کے بیٹے ہیں' یہ بھی بدر میں حاضر ہوئے تھے اور معاذ وہ ہیں جنہوں نے ابوجہل کی ٹانگ پر تلوار کا وار کر کے اس کو کاٹ دیا تھا اور عکرمہ کے بیٹے معاذ نے ابوجہل کے کندھے پر تلوار مار کر اس کا ہاتھ کاٹ دیا تھا اور وہ اس کی کھال کے ساتھ لٹک گیا تھا اور امام ابن اسحاق نے معوذ کا ذکر نہیں کیا اور یہ تمام بحث الدمیاطی نے ذکر کی ہے اور امام ابن اسحاق نے ان تین کے ساتھ چوتھے کا ذکر کیا ہے جس کا انہوں نے رفاعہ نام بتایا ہے' وہ بھی ان کے نزدیک بدر میں حاضر تھے' اور الواقدی نے اس کا انکار کیا ہے' اور معوذ کا فتح مکہ کے سوا الوقشی نے انکار کیا ہے اور وہ جو انہوں نے ابوجہل کے ہاتھ کٹنے اور کھال کے ساتھ اس کے لٹکنے کا ذکر کیا ہے' اس کا امام ابن اسحاق نے اس اضافہ کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ: جب میں نے اس دن اسی سے قتال کیا تو میں نے اس کے ہاتھ کو پیچھے سے مروڑا اور اس پر اپنا پیر رکھ کر اس کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۷۶۔۲۷۵)

قاضی عیاض نے لکھا ہے: اور ابن وہب نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ ابوجہل کا ہاتھ اُٹھا کر لائے اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر تھوک دیا۔ (الشفاء ج ۱ ص ۳۲۴) امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک زندہ رہے۔

(سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۷۶۔۲۷۵)

امام بخاری نے حضرت مرارہ اور حضرت ہلال کے متعلق جو ذکر کیا ہے اس پر حضرت خبیب کے قتل کے واقعہ میں گزر چکا ہے کہ یہ بدری نہیں ہیں اور مرارہ اور معن کے متعلق گزر چکا ہے کہ یہ بکری ہیں جو انصار کے حلیف تھے۔

اور امام بخاری نے حضرت مسطح بن اثاثہ بن عباد بن المطلب کے متعلق جو ذکر کیا ہے وہ اسی طرح صحیح ہے اور الجیانی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ابوزید کے نسخہ میں بن عبد المطلب ہے اور صحیح ابن المطلب ہے اور اسی طرح النسفی کے نسخہ میں ہے۔ اور وہ جو امام بخاری نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کے متعلق ذکر کیا ہے وہ اس طرح ہے جس طرح حضرت عثمان بن عفان کے ذکر میں ہے کہ ان کا بھی غنیمت سے حصہ مقرر کیا گیا تھا' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدر میں پہنچنے سے پہلے شام سے آئے تھے' پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کی' آپ نے ان کا حصہ بھی مقرر کیا اور ان کے اجر کا بھی ذکر کیا اور حافظ ابوعمر نے ذکر کیا ہے کہ پھر وہب بن ابوسرح ہیں جو عمرو بن ابی سرح کے بھائی ہیں اور اس کی انہوں نے موسیٰ بن عقبہ سے حکایت کی ہے۔ (الاستیعاب ج ۴ص ۱۲۱) اور ان کا امام بخاری کی مغازی میں ذکر نہیں ہے' ہاں امام ابن ہشام نے امام ابن اسحاق کے غیر سے وہب بن سعد بن ابی سرح العامری کا ذکر کیا ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۲ص ۲۳۲) ہم ان تین کو نہیں پہچانتے جو بدر میں حاضر ہوئے' باپ' دادا اور بیٹا' سو امعن بن یزید بن الاخنس السلمی کے' ایک قول کے مطابق اور اکثر اس پر متفق ہیں کہ وہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے۔ (الروض الانف ج ۳ص ۱۰۲) اور امام مسلم نے حضرت سعد بن ابی عبادہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۷۹) اور یہ صحیح نہیں ہے' ہر چند کہ الواقدی' المدائنی اور ابن الکلبی نے ان کا ذکر کیا ہے' اور ابن عقبہ اور ابن اسحاق نے ان کا ذکر نہیں کیا' اسی طرح جس نے حضرت جابر کا بھی حاضرین میں ذکر کیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ (الاستیعاب ج ۱ص ۲۹۳) اسی طرح حضرت ابوقتادہ کے بدر میں حاضر ہونے میں بھی اختلاف ہے۔

اور کل صحابہ جو بدر میں حاضر ہوئے ان کی تعداد تین سو تریسٹھ (۳۶۳) ہے' جن میں سے ایک سو پچانوے (۱۹۵) خزرج میں سے ہیں' اور چوہتر (۷۴) اوس میں سے ہیں اور چورانوے (۹۴) مہاجرین ہیں اور یہ اہل بدر کے شمار کی سب سے بڑی تعداد ہے۔

غزوۂ بدر میں مسلمانوں میں سے جو سب سے پہلے شہید ہوئے وہ حضرت مجع ہیں جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' ان کو ایک تیر آ کر لگا جس سے وہ شہید ہو گئے' پھر حضرت حارثہ بن سراقہ ہیں۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۲ص ۲۶۷)

غزوۂ بدر میں شہید ہونے والے مشہور صحابہ اور کل صحابہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں میں سے سب سے پہلے حضرت عبیدۃ بن الحارث شہید ہوئے اور حضرت عمیر بن ابی وقاص شہید ہوئے' جن کی عمر سولہ یا سترہ سال تھی' اور حضرت عمر بن الحمام اور حضرت سعد بن خثمہ اور ذوالشمالین اور ان کے علاوہ چھ مہاجرین سے اور آٹھ انصار سے' جن میں سے چھ خزرج میں سے تھے اور دو اوس میں سے تھے۔

غزوۂ بدر میں قتل اور قید ہونے والے مشہور کفارِ قریش اور کل کفارِ قریش

مشرکین میں سے ستر (۷۰) قتل ہوئے اور ستر قید کیے گئے اور ان کے مشہور مقتولین یہ تھے: عتبہ' شیبہ' ربیعہ اور ولید کے دو بیٹے اور ابوجہل بن ہشام اور اس کے بھائی العاص اس کو حضرت عمر نے قتل کیا تھا۔ قیدیوں میں سے جو اسلام لائے وہ حضرت عباس اور عقیل اور نوفل بن الحارث بن عبد المطلب ہیں اور مذکور ہے کہ حضرت عباس بہت جسیم تھے' ان کو ابوالیسر سعد بن عمرو نے قید کیا تھا' حضرت عباس سے کہا گیا کہ اگر آپ ان کو پکڑ لیتے تو وہ آپ کی ہتھیلی میں آ جاتے' حضرت عباس نے کہا کہ جب میں مروان سے ملا تو میری آنکھ میں کچھ پڑ گیا تھا۔ (مسند البزار: ۱۲۹۷) اور ان میں سے خالد بن الاعلم ہے جو سب سے پہلے بدر کے دن بھاگا' پس اس کو پکڑ کر قید کر دیا گیا اور جس قیدی نے سب سے پہلے فدیہ دیا وہ ابووداعہ بن صبیرۃ السہمی ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۲ص ۳۶۵)

ابولہب کا قتل

ابولہب کو روند کر ایک لکڑی سے گڑھے میں گرایا گیا' پھر اس پر دور سے پتھر مارے گئے حتیٰ کہ پتھروں نے اس کو چھپالیا۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۰۹۔۱۰۴ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کا مختصر مختصر تعارف

یہ تعارف حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی دونوں نے لکھا ہے' لیکن حافظ ابن حجر کا لکھا ہوا تعارف بہت مجمل اور مختصر ہے' اس کے برعکس علامہ عینی کا لکھا ہوا تعارف بہت مفصل اور جامع ہے' لہٰذا ہم یہاں پر ان ہی کا لکھا ہوا تعارف پیش کر رہے ہیں:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

(۱) النبی سیدنا محمد بن عبد اللہ الہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ امام بخاری نے آپ کا نام تیمناً اور تبرکاً ذکر کیا ہے ورنہ آپ کا اہلِ بدر سے ہونا قطعی ہے۔

(۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' ان کا نام عبد اللہ ہے اور ان کے والد کا نام عثمان اور ان کی کنیت ابوقحافہ ہے۔

(۳) حضرت عمر بن الخطاب العدوی رضی اللہ عنہ ہیں۔

(۴) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں' ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحب زادی کی تیمارداری کے لیے چھوڑ دیا تھا' لیکن ان کا حصہ آپ نے مقرر کیا تھا اور ان کو اجر کی بشارت بھی دی تھی۔

(۵) حضرت علی بن ابی طالب الہاشمی رضی اللہ عنہ۔

ان چاروں خلفاء راشدین کا مفصل تعارف مناقب صحابہ میں ہو چکا ہے۔

(۶) پھر حضرت ایاس بن البکیر ہیں' ایک قول یہ ہے کہ یہ ابن ابی البکیر بن عبد یالیل ہیں' بنی عدی کے خلیفہ ہیں' یہ بدر' اُحد اور خندق میں حاضر ہوئے بلکہ تمام مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے' ایک اور صحابی حضرت ایاس بن ورقہ انصاری تھے' وہ بھی بدر میں حاضر ہوئے تھے اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔

(۷) حضرت بلال بن رباح' جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' کتاب الوکالۃ میں ان کا مفصل ذکر ہو چکا ہے' انہوں نے بدر کے دن اُمیہ بن خلف کو دیکھ کر کہا تھا: اے بلال! اگر آج اُمیہ نجات پا گیا تو تمہاری نجات نہیں ہوگی۔

(۸) حضرت حمزہ بن عبد المطلب الہاشمی رضی اللہ عنہ' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم ہیں' انہوں نے بدر کے دن شیبہ بن ربیعہ کو قتل کیا تھا اور دوسرے کافروں کو بھی قتل کیا تھا۔

(۹) حضرت حاطب بن ابی بلتعہ' یہ قریش کے حلیف تھے' ان کا نام عمرۃ اللخمی ہے' یہ وہی ہیں جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ بدر میں حاضر تھے۔

(۱۰) حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ القرشی' حضرت ابوحذیفہ کا نام ہاشم ہے' یہ فضلاء صحابہ میں سے ہیں' بدر کے علاوہ اُحد' خندق' حدیبیہ میں بھی حاضر رہے' بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام مشاہد میں حاضر رہے اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

(۱۱) حضرت حارثہ بن الربیع الانصاری' یہ غزوۂ بدر میں شہید کیے گئے' یہ حارثہ بن سراقہ ہیں جو جاسوسوں میں سے تھے' الربیع ان کی ماں کا نام ہے اور ان کے باپ کا نام سراقہ ہے' یہ الحارث بن عدی بن مالک کے بیٹے ہیں' ان کا تعلق بنوالنجار سے ہے' ان کی ماں اُم حارثہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں' یہ غزوۂ بدر میں شہید ہوئے تھے' ان کو حبان بن العرقہ نے قتل کیا تھا' یہ غزوۂ بدر میں

انصار کی طرف سے سب سے پہلے شہید تھے۔امام بخاری نے لکھا ہے کہ یہ نظارۃ میں سے تھے' نظارۃ کا معنی ہے: کسی چیز کو دیکھنے والے' حضرت حارثہ بدر میں پانی کی تلاش میں نکلے تھے' امام نسائی کی روایت ہے کہ یہ قتال کے لیے نہیں نکلے تھے۔

(۱۲) خبیب بن عدی الانصاری' یہ اوسی ہیں' حضرت خبیب نے الحارث بن عامر کو غزوۂ بدر میں قتل کیا تھا۔

(۱۳) حضرت خنیس بن حذافۃ السہمی' یہ قیس بن عدی بن سعد القرشی کے بیٹے ہیں' حضرت عمر کی صاحبزادی پہلے ان کے نکاح میں تھیں' یہ بدر میں حاضر تھے اور مدینہ میں فوت ہوئے' بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا تھا۔

(۱۴) حضرت رفاعہ بن رافع الانصاری' ان کا ذکر ''باب فضل من شھد بدرًا'' میں ہو چکا ہے۔

(۱۵) حضرت رفاعہ بن عبد المنذر' ابولبابہ الانصاری' علامہ الدمیاطی نے کہا ہے: یہ ابولبابہ کے بھائی ہیں اور ابولبابہ نہیں ہیں اور ابولبابہ کا نام بشیر بن عبد المنذر ہے۔

(۱۶) حضرت الزبیر بن العوام القرشی' چند احادیث پہلے ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۱۷) حضرت زید بن سہل ابوطلحہ الانصاری' امام بخاری نے کہا: وہ بدری تھے' اور وہ حضرت انس بن مالک کی ماں کے شوہر تھے' یہ اپنی کنیت سے مشہور تھے' یہ اکیاون (۵۱) ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

(۱۸) حضرت ابوزید الانصاری' ان کا نام قیس بن السکن الانصاری النجاری ہے' یہ بدری صحابی تھے۔

(۱۹) حضرت سعد بن مالک الزہری' یہی ابن ابی وقاص ہیں' ان کے بدری ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(۲۰) حضرت سعد بن خولہ القرشی' اصحاب بدر کی فضیلت کے باب میں ان کا ذکر ہو چکا ہے' یہ بھی بدری صحابی تھے۔

(۲۱) حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل القرشی' ان کا ذکر بھی فضیلت کے باب میں ہو چکا ہے' یہ بدری تھے۔

(۲۲) حضرت سہل بن حنیف الانصاری' ان کا ذکر اس باب میں ہو چکا ہے کہ حضرت علی نے ان کے جنازہ پر پانچ تکبیرات پڑھی تھیں' یہ بدری تھے۔

(۲۳) حضرت ظہیر بن رافع انصاری اور ان کے بھائی' حضرت رافع بن خدیج کی حدیث میں ان کا ذکر ہو چکا ہے' یہ ان کے چچا تھے' امام بخاری نے حضرت ظہیر بن رافع کے بھائی کا نام نہیں لکھا۔

(۲۴) ان کا نام مظہر ہے اور وہ بدری ہیں۔

(۲۵) حضرت عبداللہ بن مسعود الہذلی' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: کون ابوجہل کا حال دیکھ کر آئے گا؟ تو حضرت ابن مسعود گئے' یہ حدیث مغازی کے شروع میں گزر چکی ہے۔

(۲۶) حضرت عتبہ بن مسعود الہذلی' یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں' مغازی کے کسی مصنف نے ان کو بدری نہیں لکھا' صحیح یہ ہے کہ یہ اُحد اور بعد کے مشاہد میں حاضر تھے' مدینہ میں اپنے بھائی کی وفات سے پہلے فوت ہوئے تھے اور حضرت عمر بن الخطاب نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھی تھی۔

(۲۷) حضرت عبد الرحمن بن عوف الزہری' ابوجہل کے قتل کی حدیث میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۲۸) حضرت عبیدہ بن الحارث القرشی' یہ الحارث بن عبد المطلب بن عبد مناف کے بیٹے ہیں' ان کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دس سال زیادہ تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ان کی بہت قدر و منزلت تھی۔

(۲۹) حضرت عبادہ بن الصامت الانصاری ''باب شھود الملائکۃ بدرًا'' میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

(٣٠) حضرت عمرو بن عوف' بنو عامر بن لؤی کے حلیف' حافظ ابو عمر نے کہا: یہ بدر میں حاضر تھے اور مدینہ میں رہتے تھے' ان کی اولاد نہیں تھی۔

(٣١) حضرت عقبہ بن عمرو الانصاری' یہ وہی ہیں جن کو ابو مسعود بدری کہا جاتا ہے' امام بخاری نے ان کا تین حدیثوں میں ذکر کیا ہے۔

(٣٢) حضرت عامر بن ربیعہ العنزی' حضرت عمر بن الخطاب کے حلیف تھے' یہ بدری تھے' تینتیس (٣٣) ھ میں فوت ہوئے تھے۔

(٣٣) حضرت عاصم بن ثابت الانصاری' کتاب الجہاد میں گزر چکا ہے کہ انہوں نے بدر کے دن بہت بڑے کافر کو قتل کیا تھا۔

(٣٤) حضرت عویم بن ساعدۃ الانصاری' حدیث السقیفہ میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

(٣٥) حضرت عتبان بن مالک الانصاری' ''باب شهود الملائكة بدرًا'' کے بعد ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

(٣٦) حضرت قدامہ بن مظعون' ان کا ذکر اس سے پہلے باب میں آ چکا ہے۔

(٣٧) حضرت قتادہ بن النعمان الانصاری' اس باب کے اوائل میں حضرت ابو سعید کی روایت میں ان کا ذکر ہے۔

(٣٨) حضرت معاذ بن عمرو الجموح' اس باب میں ان کا ذکر آ چکا ہے' جس میں یہ بیان ہے کہ مقتول سے چھینے ہوئے سامان سے خمس نہیں نکالا جائے گا۔

(٣٩) حضرت معوذ بن عفراء اور ان کا بھائی' ان کا نام ہے: معوذ بن الحارث بن رفاعہ' عفراء ان کی ماں کا نام ہے' یہ وہی ہیں جنہوں نے ابو جہل کو قتل کیا تھا' بدر کے بعد یہ کفار سے لڑتے رہے' حتیٰ کہ یوم بدر کو شہید ہو گئے' ان کو ابو مسافع نے قتل کیا تھا' ان کے بھائی کا نام ہے: عوف بن الحارث' ان کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

(٤٠) حضرت مالک بن ربیعہ ابو اسید الانصاری' یہ بدر اور دوسرے غزوات میں حاضر ہوئے اور مدینہ میں ساٹھ (٦٠) ہجری میں فوت ہوئے۔

(٤١) حضرت مرارہ بن ربیع الانصاری' یہ ان تین میں سے ایک ہیں جو غزوۂ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے' امام بخاری نے اصحاب بدر کی فضیلت میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ لوگوں نے مرارہ اور ھلال کا ذکر کیا' یہ دونوں نیک مرد تھے جو بدر میں حاضر تھے۔

(٤٢) حضرت معن بن عدی الانصاری' عویم بن ساعدۃ کے ساتھ ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

(٤٣) حضرت مسطح بن اُثاثہ بن عباد بن عبد المطلب بن عبد مناف' ان کا ذکر قریب ہی ہو چکا ہے۔

(٤٤) حضرت مقداد بن عمرو الکندی' جو بنو زُہرہ کے حلیف ہیں' قریب ہی ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

(٤٥) حضرت ہلال بن امیہ الانصاری' امام بخاری نے حضرت کعب اور حضرت مرارہ کے ساتھ ان کا ذکر کیا۔

امام بخاری نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ چوالیس اصحاب بدر کے اسماء ذکر کیے ہیں' رضی اللہ عنہم' لیکن یہ تمام اصحاب بدر کے اسماء نہیں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٦٨-١٦٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٤- بَابُ حَدِيْثِ بَنِي النَّضِيْرِ وَمَخْرَجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فِيْ دِيَةِ الرَّجُلَيْنِ وَمَا اَرَادُوْا مِنَ الْغَدْرِ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بنو النضیر کی حدیث اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دو مردوں کی دیت کے معاملہ میں ان کی طرف نکلنا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عہد شکنی کا جو ارادہ کیا تھا

قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ كَانَتْ عَلٰى

الزہری نے کہا از عروہ بن الزبیر' یہ غزوہ بدر کے چھ ماہ بعد

رَأْسِ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْ وَقْعَةِ بَدْرٍ قَبْلَ أُحُدٍ .

أُحد سے پہلے ہوا۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿هُوَ الَّذِىْ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا﴾ (الحشر:٢)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: وہی ہے جس نے (ان) کفار اہلِ کتاب کو ان کے گھروں سے نکالا' پہلی بار جلاوطن کرنے کے وقت' ان کے نکل جانے کا تمہیں گمان نہ تھا۔ (الحشر:٢)

وَجَعَلَهُ ابْنُ إِسْحَاقَ بَعْدَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ وَأُحُدٍ .

اور امام ابن اسحاق نے اس غزوہ کو بئر معونہ اور اُحد کے بعد قرار دیا ہے۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ اس عنوان کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق کے نزدیک غزوۂ بنوالنضیر' غزوۂ اُحد کے پانچ ماہ بعد ہوا تھا' اور یہ صحیح البخاری میں مذکور عروہ کی روایت کے خلاف ہے' موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ بنونضیر نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے لیے قریش سے سازش کی تھی اور ان کو اس پر برانگیختہ کیا تھا اور ان کو مسلمانوں کی خفیہ باتوں سے مطلع کیا تھا۔

امام ابن سعد نے بیان کیا کہ نبی ﷺ ان کی طرف ہفتہ کے دن اپنی ہجرت کے سینتیس (٣٧) ماہ بعد ربیع الاوّل میں نکلے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٢ص ٥٧)

امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں قتادہ سے روایت کی ہے کہ یہ غزوہ' غزوۂ اُحد سے واپس آنے کے وقت پیش آیا اور عکرمہ سے روایت ہے کہ یہ کعب بن الاشرف کو قتل کرنے سے پہلے کا واقعہ ہے اور جس صبح آپ نے اس کو قتل کیا' اس وقت ان کو جلاوطن کر دیا' انہوں نے کہا: آپ ہمیں اجازت دیں ہم اپنے سردار پر رولیں' انہوں نے کہا: یہ تو غم بالائے غم ہے' آپ نے فرمایا: ہاں!

(الدر المنثور ج ٦ص ١٨١۔ ٧٩ءطبع قدیم)

امام ابن اسحاق نے اس ذکر میں ابومعشر' ابن سعد' مقاتل' الفراء اور زجاج کی متابعت کی ہے اور اسماعیل بن زیاد نے اس کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ص ١١٦' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

بنوالنضیر کو جلاوطن کرنے کا سبب

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی متوفی ٧٧٤ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ بیر معونہ کے بعد چار ہجری میں نبی ﷺ بنونضیر کی طرف روانہ ہوئے' اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے غلطی سے بنوعامر کے دو آدمی قتل کر دیئے تھے' جن کی دیت (خون بہا) اب تک واجب الادا تھی اور نبی ﷺ نے بنونضیر سے جو معاہدہ کیا ہوا تھا' اس کے مطابق اس کا ایک حصہ بنونضیر پر واجب تھا' رسول اللہ ﷺ اس مطالبہ کے لیے بنونضیر کے پاس گئے تھے' بنونضیر نے کہا: ہاں! ہم اپنا حصہ ادا کریں گے اور خفیہ طور پر یہ سازش کی کہ ایک شخص چپکے سے چھت پر چڑھ گیا تاکہ رسول اللہ ﷺ پر ایک بھاری پتھر گرا کر معاذ اللہ آپ کو ہلاک کر دے' آپ اس وقت اس چھت کی دیوار کے سائے میں کھڑے تھے' عمرو بن جحاش یہودی اس ارادہ سے چھت پر چڑھا' اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کے صحابہ کی ایک جماعت تھی' جن میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی تھے' اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما کر آپ کو بنونضیر کی اس سازش سے مطلع فرما دیا' اور رسول اللہ ﷺ واپس مدینہ چلے گئے' ادھر جب آپ کو دیر ہوگئی تو آپ کے اصحاب آپ کو ڈھونڈنے نکلے' پھر آپ کے اصحاب آپ سے آملے اور آپ نے ان کو اس واقعہ کی خبر دی۔

علامہ واقدی نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بنونضیر کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ وہ آپ کے قُرب اور شہر مدینہ سے نکل جائیں' منافقین نے ان کو وہیں ٹھہرنے پر اُبھارا اور کہا کہ ہم تمہاری مدد کریں گے' یہ چیز ان کے دل میں گھر کر گئی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ وہ وہاں سے نہیں نکلیں گے' اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا' پھر نبی ﷺ نے ان کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم دیا' علامہ واقدی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پندرہ روز تک ان کا محاصرہ کیا' ابن ہشام نے کہا: یہ ماہ ربیع الاوّل کا واقعہ ہے' امام ابن اسحاق نے کہا: آپ ان کی طرف روانہ ہوئے اور چھ روز تک ان کا محاصرہ کیے رکھا' ان ہی ایام میں حرمت خمر نازل ہوئی' بنونضیر قلعہ بند ہو گئے' آپ نے حکم دیا کہ ان کی کھجوروں کے باغات کاٹ کر جلا دیئے جائیں' پھر انہوں نے پکار کر کہا: اے محمد (ﷺ)! آپ فساد کرنے سے منع کرتے تھے اور فساد کرنے والوں کی مذمت کرتے تھے' اور اب آپ خود فساد کر رہے ہیں' سو ان درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا کیا جواز ہے؟ منافقین کی ایک جماعت نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ تم اپنے مؤقف پر ڈٹے رہو اور یہاں سے نہ نکلو' اگر جنگ کی نوبت آئی تو ہم تمہارے ساتھ مل کر جنگ کریں گے اور اگر تم کو نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے' بنونضیر ان کی مدد کے انتظار میں کچھ دن اور ٹھہرے لیکن ان کی مدد نہیں آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا' پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ان کو قتل نہ کریں اور ان کو جلاوطن کر دیں' بہ شرطیکہ وہ اپنے ہتھیاروں کے علاوہ اپنے باقی مال اور اسباب کو اونٹوں پر لاد کر لے جائیں' امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ تین دن کے اندر اسی بستی کو خالی کر دیں۔

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنا تمام مال اور اسباب اونٹوں پر لاد لیا' حتیٰ کہ اپنے گھروں کے دروازے بھی اپنے ساتھ اونٹوں پر لاد کر لے گئے' انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے اپنے باغات اور کھیت چھوڑ دیئے' رسول اللہ ﷺ نے ان باغات اور کھیتوں کو مہاجرین اوّلین میں تقسیم کر دیا اور انصار نے ان اموال میں سے کچھ نہیں لیا' پھر اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے متعلق سورۃ الحشر کی آیات نازل فرمائیں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۱۹-۲۱۸' ملخصاً وموضحاً' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

ہجرت کے بعد کفار کی تین قسمیں

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' حدیث بنی النضیر کی شرح میں لکھتے ہیں:

بنونضیر یہود کا ایک بہت بڑا قبیلہ ہے' ہجرت کے بعد کفار کی تین قسمیں تھیں: (۱) ایک قسم وہ تھی جن سے آپ نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ نہ آپ سے جنگ کریں گے اور نہ آپ کے خلاف آپ کے دشمنوں کی مدد کریں گے اور یہ یہودیوں کے تین قبیلے تھے: قریظہ' النضیر اور قینقاع (۲) دوسری قسم وہ تھی جنہوں نے آپ کے ساتھ جنگ کی اور آپ سے عداوت کا مظاہرہ کیا' یہ قریش تھے (۳) تیسری قسم وہ تھی جنہوں نے آپ کو چھوڑ دیا اور اس کے منتظر رہے کہ آپ کی دعوت کا کیا انجام نکلتا ہے' جیسے عرب کے قبائل تھے' ان میں سے بعض وہ تھے جو دلی طور پر آپ کا غلبہ چاہتے تھے جیسے خزاعہ' اور بعض اس کے برعکس تھے جیسے بنوبکر اور بعض وہ تھے جو بہ ظاہر آپ کے ساتھ تھے اور در پردہ آپ کے دشمنوں کے ساتھ تھے اور وہ منافق تھے' پس جنہوں نے سب سے پہلے عہد شکنی کی وہ بنوقینقاع تھے' آپ نے غزوۂ بدر کے بعد شوال میں ان سے جنگ کی' وہ آپ کے حکم پر قلعہ سے اُتر آئے' آپ نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ فرمایا تو عبداللہ بن اُبی نے ان کی سفارش کر کے ان کے لیے معافی طلب کی تو آپ نے ان کو معاف فرما دیا کیونکہ بنوقینقاع عبداللہ بن ابی کے حلیف تھے اور آپ نے ان کو مدینہ سے باہر کی زمینوں کی طرف نکال دیا' پھر بنوالنضیر نے عہد شکنی کی' جیسا کہ عنقریب آئے گا اور ان کا سردار حیی بن اخطب تھا' پھر قریظہ نے عہد شکنی کی' اس کی شرح غزوۂ خندق کے بعد ان شاء اللہ آئے گی۔

ان دو آدمیوں کا بیان جن کی دیت میں مدد طلب کرنے آپ بنونضیر کے پاس گئے تھے۔۔۔۔۔۔۔

اور بنونضیر کی آپ کے خلاف سازش

امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں یہ روایت کی ہے کہ آپ نے غزوۂ بدر کے چھ ماہ بعد بنوالنضیر کو مدینہ سے نکال دیا' ان کے گھر اور کھجوروں کے باغات مدینہ کی ایک جانب تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا محاصرہ کیا حتیٰ کہ ان کو جلاوطن کر دیا کہ وہ اپنے اونٹوں پر اپنا سامان اور اپنے اموال لاد کر لے جائیں اور ہتھیار چھوڑ جائیں' سو ان کو شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔

امام ابن اسحاق نے اس غزوہ کو بیر معونہ اور غزوۂ اُحد کے بعد قرار دیا ہے۔

امام ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ عامر بن الطفیل نے حضرت عمرو بن امیہ کو غلامی سے آزاد کر دیا تھا' جب انہوں نے اصحاب بیر معونہ کو قتل کیا تھا' سو عمرو مدینہ کی طرف نکلے تو بنو عامر کے ان دو مردوں سے ان کی ملاقات ہوئی جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدہ تھا' اس بات کا حضرت عمرو کو علم نہیں تھا' حضرت عمرو نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ بنو عامر کے قبیلہ سے ہیں تو حضرت عمرو نے ان کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ دونوں سو گئے' پس حضرت عمرو نے ان کو قتل کر دیا اور ان کا گمان تھا کہ انہوں نے اپنے بعض اصحاب کا بدلہ لے لیا' پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ تم نے ایسے دو افراد قتل کیے ہیں کہ مجھے ان کی دیت دینی ہوگی' غزوۂ بیر معونہ کی حدیث غزوۂ اُحد کے بعد آئے گی اور اس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عمرو بن امیہ مسلمانوں کے ساتھ تھے' ان کو مشرکین نے قید کر لیا تھا۔

امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنوالنضیر کی طرف گئے' تا کہ ان سے ان دو مردوں کی دیت کے سلسلہ میں مدد طلب کریں' بنوالنضیر اور بنو عامر کے درمیان معاہدہ تھا' جب آپ بنوالنضیر کے پاس گئے تا کہ ان دونوں کی دیت کے معاملہ میں اس سے مدد طلب کریں تو انہوں نے اس کو منظور کر لیا' پھر انہوں نے تنہائی میں ایک دوسرے سے بات کی اور کہا: تم کو اس سے اچھا موقع اور کب ملے گا' اور آپ دیوار کی ایک جانب بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے کہا: کوئی شخص اس مکان کی چھت پر چڑھے اور ان کے اوپر کوئی بھاری پتھر پھینک کر ان کو قتل کر دے اور ہم کو ان سے نجات مل جائے' سو عمرو بن جحاش بن کعب تیار ہوا' ادھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعہ مطلع فرما دیا' سو آپ وہاں سے اُٹھ گئے اور اپنے اصحاب سے فرمایا: یہاں سے چلو! اور آپ جلد مدینہ پہنچ گئے' اس کے بعد آپ نے ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۸۶۔۱۸۵ ملخصاً' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

غزوۂ بنوالنضیر کی تفصیلات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی بنوالنضیر کو جلاوطن کیے جانے کا یہی سبب بیان کیا ہے' البتہ بعض تفصیلات مزید بیان کی ہیں' وہ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بنونضیر کو پیغام بھیجا کہ تم دس دن کے اندر مدینہ سے نکل جاؤ' اس مدت کے بعد اگر تم میں سے کوئی یہاں نظر آیا تو میں اس کی گردن اُڑا دوں گا' وہ کافی دنوں تک تیاری کرتے رہے' پھر انہوں نے جواب دیا کہ ہم یہاں سے نہیں نکلیں گے' آپ جو جی چاہیں کر لیں' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر! یہود نے جنگ کو قبول کر لیا' قریظہ ان کی مدد کو نہیں آئے اور عبداللہ بن ابی اور اس کے ٹولے نے بھی ان کی مدد نہیں کی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پندرہ دن تک ان کا محاصرہ کیا' ابن الطلاع نے کہا: ان کا تیئس (۲۳) دن تک محاصرہ کیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پچیس (۲۵) دن تک محاصرہ کیا۔

امام ابن سعد نے بیان کیا کہ پھر آپ نے ان کو جلاوطن کر دیا' وہ چھ سو اونٹوں پر اپنا سامان رکھ کر لے گئے' آپ نے اموال بنونضیر میں سے خمس نہیں لیا' حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت ابن عوف' حضرت صہیب بن سنان' حضرت الزبیر بن عوام' حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہم کے سوا کسی کو ان اموال میں سے حصہ نہیں دیا۔ امام ابن اسحاق نے بتایا کہ وہ خیبر اور شام کی طرف گئے' اور انہوں نے اموال میں سے گھوڑے اور کھیت چھوڑے تھے' جو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تھے' نیز امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ بنونضیر میں سے صرف یامین بن عمیر اور ابوسعید بن وہب نے اسلام قبول کیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ١٦٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٠٢٨- حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ حَارَبَتِ النَّضِيرُ وَقُرَيْظَةُ فَأَجْلٰى بَنِي النَّضِيرِ وَأَقَرَّ قُرَيْظَةَ وَمَنَّ عَلَيْهِمْ حَتّٰى حَارَبَتْ قُرَيْظَةُ فَقَتَلَ رِجَالَهُمْ وَقَسَمَ نِسَاءَهُمْ وَأَوْلَادَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا بَعْضَهُمْ لَحِقُوا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآمَنَهُمْ وَأَسْلَمُوا وَأَجْلٰى يَهُودَ الْمَدِينَةِ كُلَّهُمْ بَنِي قَيْنُقَاعَ وَهُمْ رَهْطُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَيَهُودَ بَنِي حَارِثَةَ وَكُلَّ يَهُودِ الْمَدِينَةِ.

(صحیح مسلم: ٦٢-١٧٦٦' الرقم المسلسل: ٤٤٨٣' سنن ابوداؤد: ٣٠٠٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی از موسیٰ بن عقبہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ النضیر اور قریظہ نے جنگ کی تو آپ نے بنوالنضیر کو جلاوطن کر دیا اور قریظہ پر احسان فرمایا اور ان کو برقرار رکھا حتیٰ کہ قریظہ نے جنگ کی' پس ان کے مردوں کو قتل کر دیا اور ان کی عورتوں کو اور ان کے بچوں کو اور ان کے اموال کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا' سوا ان میں سے بعض کے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل گئے تھے' پس آپ نے ان کو امن دیا اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا' اور آپ نے مدینہ کے تمام یہود یعنی بنوقینقاع کو جلاوطن کر دیا' اور وہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا قبیلہ ہے اور یہود بنوحارثہ کو اور ہر یہودی کو مدینہ سے نکال دیا۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن متوفی ٨٠٤ھ اور علامہ بدرالدین عینی متوفی ٨٥٥ھ نے اس حدیث کی شرح نہیں لکھی' تاہم حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی شرح کی ہے' وہ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر میں قریش کو شکست دے دی تو آپ نے بنوقینقاع کے بازار میں یہودیوں کو جمع کیا اور فرمایا: اے یہودیو! اسلام قبول کر لو اس سے پہلے کہ تم پر بھی وہ عذاب آ جائے جو یہودیوں پر آیا تھا' اس پر انہوں نے کہا: قریش کو جنگ کرنے کا طریقہ معلوم نہیں تھا' جب آپ کا ہم سے مقابلہ ہوگا تو آپ کو پتا چل جائے گا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝

(اے رسول مکرم!) آپ کافروں سے کہہ دیجئے: عنقریب تم مغلوب ہو گے اور دوزخ کی طرف جھونکے جاؤ گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے ۝ بے شک تمہارے لیے ان دو گروہوں میں نشانی تھی جو آپس میں لڑے' ان میں سے ایک جماعت اللہ کی راہ میں لڑتی تھی اور دوسری کافرہ تھی' وہ انہیں اپنے سے دگنا کھلی آنکھوں سے دیکھتے

تھے اور اللہ اپنی مدد سے جس کو چاہے قوت دیتا ہے بے شک اس میں ضرور آنکھوں والوں کے لیے عبرت ہے ٥ (آل عمران: ١٣-١٢)

امام حاکم نے یہ بہت عجیب و غریب بات کہی ہے کہ بنوقینقاع اور بنوالنضیر دونوں کو ایک زمانہ میں جلاوطن کیا گیا تھا' اور اس کی کسی نے موافقت نہیں کی' کیونکہ عروہ کے قول کے مطابق بنوالنضیر کو غزوۂ بدر کے چھ ماہ بعد جلاوطن کیا گیا اور امام اسحٰق کے قول کے مطابق ان کو بدر کے بعد ایک طویل مدت کے بعد جلاوطن کیا گیا۔

دوسری حدیث: ۴۰۲۹ میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ سورۃ الحشر کا نام سورۃ بنی النضیر بھی رکھا گیا ہے' کیونکہ وہ ان کے متعلق نازل ہوئی ہے' علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس اس سورت کو سورۃ الحشر کہنے کو مکروہ قرار دیتے تھے تاکہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ اس سورت میں حشر سے مراد روزِ قیامت کا حشر ہے یا اس وجہ سے کہ یہ مجمل ہے تو وہ مجہول کی طرف نسبت کو مکروہ کہتے تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۸۷' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٠٢٩ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا أَبُوعَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ سُورَةُ الْحَشْرِ قَالَ قُلْ سُورَةُ النَّضِيرِ تَابَعَهُ هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ .

[اطراف الحدیث: ۴۶۴۵-۴۸۸۲-۴۸۸۳] (صحیح مسلم: ۳۰۳۱' الرقم المسلسل: ۷۴۵۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے الحسن بن مدرک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے خبر دی از ابی بشر از سعید بن جبیر' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس کے سامنے سورۃ الحشر کہا تو انہوں نے کہا: سورۃ النضیر کہو۔ ابوعوانہ کی متابعت ہشیم نے کی از ابی بشر۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن اور علامہ بدرالدین عینی نے اس حدیث کی وہی شرح کی ہے جو ابھی ہم فتح الباری سے نقل کر چکے ہیں۔

٤٠٣٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخَلَاتِ حَتَّى افْتَتَحَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرَ فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ (انصاری) مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کھجور کے درخت مخصوص رکھتے تھے (تاکہ آپ کی خدمت میں کھجوریں بھیج دی جائیں) حتیٰ کہ اللہ نے آپ کو قریظہ اور نضیر پر فتح عطاء فرمائی' اس کے بعد آپ ان کو وہ کھجوریں واپس کر دیا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۳۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٣١ - حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ حَرَّقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ فَنَزَلَتْ ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ﴾ (الحشر: ٥) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوالنضیر کے کھجور کے درخت جلوا دیئے تھے اور کٹوا دیئے تھے' یہ درخت مقام بویرہ میں تھے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: تم نے کھجور کے جو

درخت کاٹے یا جن کو ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا تو یہ (سب)
اللہ کے اذن سے ہوا۔ (الحشر:۵)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۳۲۶ میں گزر چکی ہے۔

بنوالنضیر کے درختوں کو کاٹنے پر یہود کے اعتراض کا مفصل جواب

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ ھ'اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہل تاویل نے کہا ہے کہ جب یہود نے یہ اعتراض کیا کہ آپ ہم کو فساد کرنے سے منع کرتے تھے تو درختوں کو جلانے اور کاٹنے سے بڑھ کر اور کیا فساد ہوگا؟ تو مسلمانوں کی ایک جماعت کے دل میں یہ اعتراض بیٹھ گیا' تب اللہ تعالیٰ نے الحشر:۵ کو نازل فرمایا' اس کی تصریح صحیح البخاری:۴۸۸۲ میں آ رہی ہے۔

اس آیت میں ''لینۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ''عجوۃ'' اور برنی کے علاوہ دیگر اقسام کی کھجوریں' علامہ داؤدی نے کہا ہے: اس سے مراد عجوۃ ہے۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے ان کے باغات میں سے صرف ان چیزوں کو جلوایا تھا جو لوگوں کی غذا نہیں تھی اور لوگوں کی غذا عجوہ کھجور تھی' حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: العجوۃ جنت سے ہے۔ (سنن ترمذی ۲۰۶۶' سنن ابن ماجہ ۳۴۵۵)
عجوہ کا پھل سب سے عمدہ غذا ہے اور برنی بھی اسی طرح ہے۔

الفراء نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن العجوۃ کے سوا تمام درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا۔ (معانی القرآن للفراء ج ۳ ص ۱۴۴)

پس اللہ تعالیٰ کا جو ارشاد ہے کہ ''تم نے لینۃ کو جو کاٹا ہے'' (الحشر:۵) اس میں یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ جس درخت کے پھلوں کو بہ طور غذا استعمال کیا جاتا ہو اور اس سے دشمن اسلام غذا حاصل کرتے ہوں اور یہ اُمید ہو کہ وہ درخت مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائیں گے تو ان کو کاٹنا مکروہ ہے' اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لشکر کو یہ وصیت کرتے تھے کہ پھل دار درخت کو نہ کاٹنا۔ (تاریخ الطبری ج ۲ ص ۲۴۶)

امام اوزاعی کا یہی مذہب ہے۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ۳ ص ۴۳۳)

لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن العجوۃ کے سوا باقی پھل دار درختوں کو جو جلوایا یا کٹوایا تھا' اس حدیث میں تاویل کی جائے گی یا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت قرار دیا جائے گا۔

اموال بنی النضیر کے مالِ فئے ہونے پر دلیل

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سورۃ الحشر بنوالنضیر کے متعلق نازل ہوئی اور نہ اس میں کوئی اختلاف ہے کہ ان کے اموال فئے ہیں اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہیں اور آپ کو اختیار ہے کہ آپ ان اموال میں سے جس کو چاہیں جتنا چاہیں عطاء فرما دیں' کیونکہ عام مسلمانوں نے ان اموال کے حصول کے لیے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے' لیکن اللہ تعالیٰ نے بنونضیر کے دلوں میں رعب ڈال دیا تھا' سو وہ وہاں سے خیبر کی طرف چلے گئے اور اس کے لیے مسلمانوں نے ان سے جنگ نہیں کی تھی' سو آپ نے یہ اموال صرف مہاجرین میں تقسیم کیے اور انصار کو ان میں سے کچھ نہیں دیا تا کہ مہاجرین انصار کی طرح مشقت والے کام کریں' کیونکہ انصار نے مہاجرین کی اپنے اموال اور گھروں سے مدد کی تھی' تاہم آپ نے انصار کے دو مردوں کو ان اموال میں سے عطا فرمایا

تھا کیونکہ وہ ضرورت مند تھے' یہ دو مرد حضرت سہل بن حنیف اور حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہما تھے اور ابوالحقیق کے بیٹے کی تلوار آپ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو عطاء فرمائی۔

علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار کے ایثار کو دیکھ کر کہا: اے انصار کی جماعت! تمہیں اللہ تعالیٰ جزاءِ خیر عطاء فرمائے! اللہ کی قسم! ہم میں تمہاری مثال نہیں ہے۔ (فتوح البلدان ص ۳۱)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۲۴-۱۲۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

''البویرۃ'' اور ''اللینۃ'' کے معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''البویرۃ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: چھوٹا سا گڑھا اور یہ مدینہ اور تیماء کے درمیان مشہور جگہ ہے' یہ مسجد قباء کی مغربی سمت میں ہے۔

الحشر: ۵ میں ''لینۃ'' کا لفظ ہے' یہ کھجور کے درخت کی ایک قسم ہے' اس کے ذکر کو خاص اس لیے کیا ہے کہ دشمن کے درختوں میں سے اس کو کاٹنا جائز ہے' جب کہ اس کو خوراک کے لیے استعمال نہ کیا جاتا ہو' کیونکہ وہ لوگ عجوۃ اور برنی کو خوراک کے لیے استعمال کرتے تھے نہ کہ ''لینۃ'' کو' الفراء نے کہا ہے کہ عجوۃ کے سوا ہر درخت لین ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۸۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

درختوں کے کاٹنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام اوزاعی نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھل دار درخت کو کاٹنے سے اور آبادی کو ویران کرنے سے منع کیا ہے اور بعد کے مسلمانوں نے اس پر عمل کیا ہے' امام شافعی نے کہا ہے کہ دشمن اسلام کی زمین کو جلانے اور اس کے پھل دار درخت کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے' امام احمد نے کہا ہے کہ اگر کوئی درخت ایسی جگہ ہو کہ اس کو جلائے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو پھر اس کو جلانا جائز ہے اور اس کو فضول اور بے فائدہ جلانا جائز نہیں ہے' اسحاق نے کہا ہے کہ اگر دشمن اسلام کی جگہ میں درخت ہوں تو ان کو جلانا سنت ہے۔

علامہ عینی نے ''لینۃ'' کی تفسیر میں بھی متعدد اقوال ذکر کیے ہیں' مگر اس کی تفسیر میں علامہ ابن ملقن اور علامہ ابن حجر کی شرح کافی اور وافی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۷۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٣٢- حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا حَبَّانُ أَخْبَرَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ قَالَ وَلَهَا يَقُولُ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ

وَهَانَ عَلٰى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ
حَرِيقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيرُ

قَالَ فَأَجَابَهُ أَبُوْسُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ .

أَدَامَ اللّٰهُ ذٰلِكَ مِنْ صَنِيعٍ
وَحَرَّقَ فِي نَوَاحِيهَا السَّعِيرُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حبان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء نے خبر دی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو النضیر کے کھجور کے درخت جلا دیئے اور ان ہی کے متعلق حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ہے:

بنو لؤی کے سرداروں نے (اس کو) آسانی کے ساتھ برداشت کر لیا جو آگ مقام بویرہ میں پھیل رہی تھی۔

پھر ابوسفیان بن الحارث نے اس کے جواب میں کہا:

اللہ کرے (مدینہ میں) ہمیشہ یہ کام ہوتا رہے' یعنی آگ لگتی

رہے اور اس کے ارد گرد شعلے بھڑکتے رہیں'

سَتَعْلَمُ اَیُّنَا مِنْهَا بِنُزْهٍ — تم عنقریب جان لو گے کہ کون بویرہ سے دور ہے اور جان لو
وَتَعْلَمُ اَیَّ اَرْضَیْنَا تَضِیْرُ — گے کہ ہم میں سے کس کی زمین کو زیادہ نقصان ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۲۶ میں گزر چکی ہے۔

بنولؤی کی مذمت کی وجہ اور بعض الفاظ کے معانی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت حسان بن ثابت نے اپنے شعر میں بنولؤی یعنی قریش کے سرداروں کی اس لیے مذمت کی ہے کہ انہوں نے ہی کعب بن اسد القرظی کو اس پر برانگیختہ کیا تھا کہ بنی قریظہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان جو معاہدہ ہے' وہ اس کو توڑ دے حتیٰ کہ وہ ان کے ساتھ غزوۂ خندق میں نکلا۔

اس شعر میں ''نزہ'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: بعید' اور ''تضیر'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: نقصان۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۲۵۔۱۲۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت ابوسفیان بن الحارث کا تذکرہ اور ان اشعار کے متعلق حافظ ابن حجر کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ابوسفیان بن الحارث نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار کے جواب میں مسلمانوں کو بددعا دیتے ہوئے اپنے اشعار سے ان کا جواب دیا' ابوسفیان بن الحارث' عبدالمطلب کے بیٹے ہیں اور یہ نبی ﷺ کے عم زاد ہیں' جس وقت انہوں نے مسلمانوں کے خلاف اشعار کہے تھے اس وقت یہ اسلام نہیں لائے تھے' فتح مکہ کے بعد یہ اسلام لے آئے تھے اور غزوۂ حنین میں یہ نبی ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ مشائخ کے شیخ ابوالفتح بن سید الناس نے عیون الاثر میں ابوعمرو الشیبانی سے روایت کی ہے کہ جس شعر کو امام بخاری نے حضرت حسان کی طرف منسوب کیا ہے' وہ دراصل ابوسفیان بن الحارث کا شعر ہے اور اس میں ھان کی جگہ عز ہے اور اب اس شعر کا معنی ہے:

''بنی لؤی کے سرداروں پر یہ آگ بہت دشوار تھی' جو آگ مقام بویرہ میں پھیل رہی تھی''۔

اور بعد کے دو شعر جن کو امام بخاری نے ابوسفیان بن الحارث کی طرف منسوب کیا ہے' وہ دراصل حضرت حسان کے ہیں اور حضرت حسان نے یہ کہا ہے کہ اللہ کرے بنوالنضیر کے باغات میں ہمیشہ یہ آگ جلتی رہے اور کفار کا نقصان ہوتا رہے' پھر حافظ ابن حجر اپنے استاذ الاساتذہ سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: امام بخاری نے جس طرح ذکر کیا ہے' وہ زیادہ صحیح ہے کیونکہ ابوالفتح بن سید الناس نے اپنے موقف پر کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۸۸۔۱۸۷' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی کا حافظ ابن حجر سے مناقشہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ابوالفتح بن سید الناس نے ترجیح ذکر کی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ ابوعمرو الشیبانی کا قول ہے اور وہ ان اشعار کو دوسروں سے زیادہ جاننے والے ہیں جیسا کہ یہ چیز کسی سے مخفی نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۷۴۔۱۷۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٣٣- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ النَّصْرِيُّ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَعَاهُ اِذْ جَاءَهُ حَاجِبُهُ يَرْفَا فَقَالَ لَهُ هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدٍ يَسْتَاْذِنُوْنَ فَقَالَ نَعَمْ فَاَدْخَلَهُمْ فَلَبِثَ قَلِيْلًا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ هَلْ لَكَ فِي عَبَّاسٍ وَعَلِيٍّ يَسْتَاْذِنَانِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا دَخَلَا قَالَ عَبَّاسٌ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هٰذَا وَهُمَا يَخْتَصِمَانِ فِي الَّذِي اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَالِ بَنِي النَّضِيْرِ فَاسْتَبَّ عَلِيٌّ وَعَبَّاسٌ فَقَالَ الرَّهْطُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْضِ بَيْنَهُمَا وَاَرِحْ اَحَدَهُمَا مِنَ الْاٰخَرِ فَقَالَ عُمَرُ اتَّئِدُوْا اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِي بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ نَفْسَهٗ قَالُوْا قَدْ قَالَ ذٰلِكَ فَاَقْبَلَ عُمَرُ عَلٰى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَ اَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمَانِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ ذٰلِكَ قَالَا نَعَمْ قَالَ فَاِنِّي اُحَدِّثُكُمْ عَنْ هٰذَا الْاَمْرِ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ كَانَ خَصَّ رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْفَيْءِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهٖ اَحَدًا غَيْرَهٗ فَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ اِلٰى قَوْلِهٖ قَدِيْرٌ ○﴾ (الحشر:٦) فَكَانَتْ هٰذِهٖ خَالِصَةً لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَاللّٰهِ مَا احْتَازَهَا دُوْنَكُمْ وَلَا اسْتَاْثَرَهَا عَلَيْكُمْ لَقَدْ اَعْطَاكُمُوْهَا وَقَسَمَهَا فِيْكُمْ حَتّٰى بَقِيَ هٰذَا الْمَالُ مِنْهَا فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هٰذَا الْمَالِ ثُمَّ يَاْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهٗ مَجْعَلَ مَالِ اللّٰهِ فَعَمِلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيَاتَهٗ ثُمَّ تُوُفِّيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے مالک بن اوس بن الحدثان النصری نے خبر دی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا تھا' (دریں اثناء) حضرت عمر کے دربان یرفاء آئے اور ان سے کہا کہ حضرت عثمان' حضرت عبدالرحمان' حضرت الزبیر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم حاضر ہونے کی اجازت طلب کر رہے ہیں' آپ کا کیا حکم ہے؟ پس حضرت عمر نے فرمایا: ہاں! تو یرفاء نے ان کو داخل کرلیا' تھوڑی دیر بعد وہ پھر آیا اور کہا: حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں' آپ کا کیا حکم ہے؟ حضرت عمر نے فرمایا: ہاں! جب وہ دونوں داخل ہو گئے تو حضرت عباس نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کیجئے اور وہ دونوں اس مال فئے میں جھگڑ رہے تھے' جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بنونضیر کے مال سے عطاء فرمایا تھا' پس حضرت علی اور حضرت عباس دونوں نے ایک دوسرے کو بُرا کہا' پس (پہلے آنے والے صحابہ کی) جماعت نے کہا: اے امیر المؤمنین! ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیجئے اور ان دونوں کو ایک دوسرے سے راحت دلائیے' حضرت عمر نے کہا: ٹھہرو! میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں' کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا' ہمارا جو کچھ ترکہ ہے' وہ صدقہ ہے' اس سے آپ کی مراد خود اپنی ذات تھی' سب نے کہا: آپ نے اس طرح فرمایا تھا' پھر حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: میں آپ دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا تھا؟ ان دونوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر نے کہا: میں آپ کو اس معاملہ کی خبر دیتا ہوں' بے شک اللہ سبحانہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مال فئے سے ایک چیز کے ساتھ خاص کر لیا تھا' اور آپ نے یہ فئے اپنے علاوہ اور کسی کو نہیں دیا' پس اللہ جل ذکرہ نے فرمایا: اور جو (مال) اللہ نے ان سے (نکال کر) اپنے رسول

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ فَاَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضَهُ اَبُوْبَكْرٍ فَعَمِلَ فِيْهِ بِمَا عَمِلَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ فَاَقْبَلَ عَلٰى عَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ وَّقَالَ تَذْكُرَانِ اَنَّ اَبَابَكْرٍ عَمِلَ فِيْهِ كَمَا تَقُوْلَانِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهٗ فِيْهِ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَّاشِدٌ تَابِعٌ لِّلْحَقِّ ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ اَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ فَقَبَضْتُهٗ سَنَتَيْنِ مِنْ اِمَارَتِيْ اَعْمَلُ فِيْهِ بِمَا عَمِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنِّيْ فِيْهِ صَادِقٌ بَارٌّ رَّاشِدٌ تَابِعٌ لِّلْحَقِّ ثُمَّ جِئْتُمَانِيْ كِلَاكُمَا وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ وَّاَمْرُكُمَا جَمِيْعٌ فَجِئْتَنِيْ يَعْنِيْ عَبَّاسًا فَقُلْتُ لَكُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَلَمَّا بَدَا لِيْ اَنْ اَدْفَعَهٗ اِلَيْكُمَا قُلْتُ اِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهٗ اِلَيْكُمَا عَلٰى اَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللّٰهِ وَمِيْثَاقَهٗ لَتَعْمَلَانِ فِيْهِ بِمَا عَمِلَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَّمَا عَمِلْتُ فِيْهِ مُذْ وَلِيْتُ وَاِلَّا فَلَا تُكَلِّمَانِيْ فَقُلْتُمَا ادْفَعْهُ اِلَيْنَا بِذٰلِكَ فَدَفَعْتُهٗ اِلَيْكُمَا اَفَتَلْتَمِسَانِ مِنِّيْ قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ فَوَاللّٰهِ الَّذِيْ بِاِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ لَا اَقْضِيْ فِيْهِ بِقَضَاءٍ غَيْرِ ذٰلِكَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ فَاِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهُ فَادْفَعَا اِلَيَّ فَاَنَا اَكْفِيْكُمَاهُ .

پر لوٹا دیئے' سو تم نے ان پر نہ گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ۔ (الحشر:٦) یہ آیت یہاں تک ہے: اور لیکن اللہ اپنے رسولوں کو مسلط فرما دیتا ہے جس پر چاہے اور اللہ جو چاہے اس پر قادر ہے○ (الحشر:٦) پس یہ اموال (بنی نضیر) خالص رسول اللہ ﷺ کی ملکیت تھے' پھر اللہ کی قسم! آپ نے تمہیں نظر انداز کر کے اس مال کو اپنے ساتھ خاص نہیں کیا تھا اور نہ تم پر اپنی ذات کو ترجیح دی تھی' تحقیق یہ ہے کہ آپ نے یہ مال تم کو دیا ہے اور آپ نے تم میں اس مال کو تقسیم کیا' حتیٰ کہ اس میں سے یہ مال بچ گیا' سو رسول اللہ ﷺ اس مال کو اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے تھے' اس مال میں سے ان کو ایک سال کا خرچ دیتے تھے' پھر اس میں سے جو مال بچ جاتا اس کو اللہ کا مال قرار دیتے' پس رسول اللہ ﷺ اپنی حیات میں اس مال میں اس طرح تصرف کرتے رہے' پھر نبی ﷺ کی وفات ہوگئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کا ولی ہوں' تو اس مال کو حضرت ابوبکر نے اپنے اختیار میں لے لیا' اور مال میں وہی تصرف کیا جو رسول اللہ ﷺ اس مال میں تصرف کرتے تھے' اور آپ لوگ یہیں موجود تھے' پھر حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہوئے' اور فرمایا: آپ دونوں کو یاد ہے کہ حضرت ابوبکر اس مال میں وہی تصرف کرتے تھے جیسا کہ آپ دونوں بھی اقرار کرتے ہیں' اور اللہ کو خوب علم ہے کہ حضرت ابوبکر اس تصرف میں سچے تھے' نیکوکار تھے' ہدایت یافتہ تھے اور حق کے پیروکار تھے' پھر اللہ عزوجل نے حضرت ابوبکر کو وفات دی تو میں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا ولی ہوں اور حضرت ابوبکر کا ولی ہوں' سو میں نے اپنی خلافت کے دوران دو سال اس مال پر قبضہ رکھا اور اس مال میں وہی تصرف کیا جو اس مال میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر تصرف کرتے تھے اور اللہ کو خوب علم ہے کہ میں اس تصرف میں سچا ہوں' نیکوکار ہوں' ہدایت یافتہ ہوں اور حق کا پیروکار ہوں' پھر آپ دونوں میرے پاس آئے' اور آپ دونوں ایک ہی ہیں اور آپ دونوں کا نظریہ بھی ایک ہے اور آپ دونوں کا مقصد بھی ایک ہے' پھر آپ میرے پاس آئے' یعنی حضرت عباس'

تو میں نے آپ دونوں سے کہا کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا' ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے' پھر میری رائے یہ ہوئی کہ میں اس مال کا انتظام آپ دونوں کے حوالے کر دوں' میں نے کہا: اگر آپ دونوں چاہیں تو میں اس مال کا انتظام آپ کے حوالے کر دیتا ہوں' اس شرط پر کہ آپ اللہ سے پکا عہد کریں کہ آپ اس مال کو ان ہی مصارف میں خرچ کریں گے جن مصارف میں اس مال کو رسول اللہ ﷺ صرف کرتے تھے اور حضرت ابوبکر صرف کرتے تھے اور جب سے میں اس مال کا والی ہوا تو میں اس مال کو ان ہی مصارف میں صرف کرتا تھا' اور اگر آپ یہ عہد و میثاق نہ کریں تو پھر آپ مجھ سے اس سلسلہ میں بات نہ کریں' تو آپ دونوں نے کہا کہ آپ اس مال کو اس شرط پر ہمارے حوالے کر دیں' سو میں نے یہ مال آپ کے حوالے کر دیا' اب کیا آپ دونوں مجھ سے اس کے سوا کوئی اور فیصلہ کرانا چاہتے ہیں؟ پس اللہ کی قسم! جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں' میں اس مال میں قیامت تک اس کے سوا اور کوئی فیصلہ نہیں کروں گا' اگر آپ دونوں اس کا انتظام کرنے سے عاجز ہیں تو یہ مال میرے حوالے کر دیں' میں آپ دونوں کی جگہ اس کا انتظام کروں گا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۰۹۴ میں گزر چکی ہے۔

انبیاء کی وراثت کی نفی پر ایک معارضہ کا جواب

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ارشاد ہے: ہمارا وارث نہیں بنایا جاتا' ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔ اس پر یہ معارضہ کیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ ۔ (النمل:١٦) اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد مال کی وراثت نہیں ہے بلکہ علم اور نبوت کی وراثت مراد ہے' پس یہ حدیث قرآن مجید کی تفسیر ہے۔

حضرت عباس کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کاذب اور آثم کہنے کا جواب

اس حدیث میں مذکور ہے: پس حضرت علی اور عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دوسرے کو سب و شتم کیا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس کی شان اور ان کا مقام اس سے بلند ہے کہ وہ سب و شتم کریں' اس کا جواب یہ ہے کہ اس سب و شتم سے مراد بازاری گالیاں نہیں ہیں' جیسے جاہل عوام ایک دوسرے کو دیتے ہیں' بلکہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عباس نے حضرت علی کو اس پر ملامت کی ہو کہ تم

وہی تو ہو جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ سے بیعت میں تاخیر کی تھی۔

میں کہتا ہوں کہ امام مسلم نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت عباس نے حضرت عمر سے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے اور اس جھوٹے' گناہ گار' عہد شکن اور خائن کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ (صحیح مسلم: ١٧٥٧)

علامہ نووی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت عباس کے کلام میں شرط محذوف ہے' یعنی اگر یہ انصاف نہ کرے تو پھر یہ جھوٹا' آثم' عہد شکن اور خائن ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ علامہ مازری نے کہا ہے کہ یہ الفاظ بہ ظاہر حضرت عباس کے مقام کے لائق نہیں ہیں اور حضرت علی ان اوصاف سے یعنی جھوٹ وغیرہا سے بہت دور اور بَری ہیں' اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ اور کسی کے معصوم ہونے کے معتقد نہیں ہیں' لیکن ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمام صحابہ کے ساتھ حسن ظن رکھیں اور ان سے ہر بُرے وصف کو دور کریں اور جب ہم سے کوئی تاویل نہ ہو سکے تو ہم کہیں گے کہ اس حدیث کے راوی جھوٹے ہیں' علامہ مازری نے کہا ہے: اگر ہم راویوں کی طرف وہم کو منسوب نہ کریں اور یہ کہیں کہ یہ الفاظ ضرور ثابت ہیں تو ہم کہیں گے کہ اس روایت کا محمل یہ ہے کہ حضرت علی' حضرت عباس کے بھتیجے تھے اور ان کی اولاد کے حکم میں تھے' حضرت عباس نے حضرت علی کو ملامت کرنے کے لیے جو الفاظ کہے ان الفاظ کے متعلق خود حضرت عباس کو علم تھا کہ حضرت علی ان الفاظ کے مصداق نہیں ہیں' ان کا مقصد اس ڈانٹ ڈپٹ سے یہ تھا کہ وہ حضرت علی کو اس گمان سے باز رکھیں کہ وہ خطاء پر ہیں' یعنی حضرت علی کا حضرت عباس کو اس مسئلہ میں خطاء پر سمجھنا غلط ہے' اور یہ تاویل ضروری ہے' کیونکہ حضرت عباس نے حضرت علی کے لیے یہ الفاظ اکابر صحابہ کی مجلس میں کہے تھے اور اگر حضرت عباس نے ان الفاظ کا ظاہری معنی مراد لیا ہوتا تو یہ صحابہ ضرور حضرت عباس کو ٹوکتے کیونکہ یہ حضرات بُری بات کو رد کرنے میں بہت بے باک تھے' اور جب کہ ان میں سے کسی نے حضرت عباس کا رد نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ ان الفاظ کا ظاہری معنی حضرت عباس کی مراد نہیں تھا۔

بڑوں کے چھوٹوں کو سخت کلمات کہنے اور ان کے حقیقی معانی مراد نہ لینے کے متعلق احادیث اور آثار

میں کہتا ہوں کہ بڑے چھوٹوں کو زجر و توبیخ' تہدید اور ڈانٹنے کے لیے جو سخت کلمات کہتے ہیں' اس سے وہ ان الفاظ کے حقیقی معانی کا ارادہ نہیں کرتے' صرف ان کے کسی کام یا کسی بات پر غم و غصہ کا اظہار کرنا مقصود ہوتا ہے' اس کے ثبوت میں درج ذیل احادیث اور آثار ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حجۃ الوداع میں) مکہ سے مدینہ روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو آپ نے دیکھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ اپنے خیمہ کے دروازے پر گرد و غبار میں اَٹی غمگین کھڑی ہیں کیونکہ ان کو حیض آ گیا تھا' آپ نے فرمایا: تو زخمی ہو جائے! تیرا سر مونڈ دیا جائے! کیا تو ہم کو روانگی سے روکنے والی ہے' پھر فرمایا: کیا تم نے یوم النحر کو طواف زیارت نہیں کیا تھا؟ انہوں نے عرض کیا: جی (کیا تھا)' آپ نے فرمایا: پھر روانہ ہو (یعنی اگر تم نے طواف وداع نہیں کیا ہے تو کوئی حرج نہیں' تم پھر بھی روانہ ہو سکتی ہو' کیونکہ حیض کا آ جانا تمہارا عذر ہے۔ سعیدی غفرلہ) (صحیح البخاری: ١٥٧٧' صحیح مسلم: ١٢١١' سنن ابوداؤد: ١٧٨١' سنن نسائی: ١٧٦٤)

اس حدیث میں آپ نے حضرت صفیہ اُم المؤمنین کو غصہ سے عقریٰ حلقی فرمایا' یعنی تو زخمی ہو جائے! تیرا سر مونڈ دیا جائے! اور ظاہر ہے کہ آپ نے ان الفاظ سے ان کا اصل معنی مراد نہیں لیا تھا' صرف اس بات پر غصہ کا اظہار کرنا مقصود تھا کہ اب آپ اپنے منصوبہ کے مطابق فوراً مدینہ روانہ نہیں ہو سکیں گے' بلکہ ان کے طواف زیارت کرنے کا انتظار کرنا پڑے گا اور جب انہوں نے یہ بتایا کہ وہ طواف زیارت کر چکی ہیں' انہوں نے صرف طواف وداع نہیں کیا تو آپ کا غصہ فرو ہو گیا' اور فرمایا: اب تم ہمارے ساتھ روانہ ہو سکتی

ہو یعنی اگر تم نے طوافِ وداع نہیں کیا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حیض کے عذر کی وجہ سے طوافِ وداع کو ترک کیا جا سکتا ہے۔

اس کی دوسری مثال یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کسی زوجہ کے پاس تھے' دریں اثناء دوسری اُمہات المؤمنین میں سے کسی نے آپ کے پاس طعام کا ایک پیالہ بھجوایا' تو آپ جس زوجہ کے پاس تھے' انہوں نے خادم کے ہاتھ پر مارا' پس وہ پیالہ گر کر ٹوٹ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پیالہ کے ٹکڑے جمع کرنے لگے' پھر اس پیالہ میں جو طعام تھا اس کو اُٹھا کر جمع کیا اور آپ فرما رہے تھے: ''غـارت اُمکم '' پھر آپ نے خادم کو روک لیا حتیٰ کہ اس کو اپنے پاس سے صحیح اور سالم پیالہ دیا اور ٹوٹا ہوا پیالہ اس زوجہ کے گھر میں رکھ دیا جس نے پیالہ توڑا تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۲۲۵' سنن ابوداؤد: ۳۵٦۷' سنن ابن ماجہ: ۲۳۳۴' سنن ترمذی: ۱۳۵۹' مسند احمد ج ۳ ص ۲٦۳)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اپنی زوجہ کے متعلق فرمایا: ''تمہاری ماں کو غیرت آئی!'' ان الفاظ سے آپ نے ان الفاظ کا حقیقی معنی مراد نہیں لیا تھا' صرف اس فعل پر اپنے غم و غصہ کا اظہار مقصود تھا۔

اس کی تیسری مثال یہ حدیث ہے:

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر تین مہمانوں کو کھانا کھلانے لے گئے' پھر حضرت ابوبکر کو واپسی میں تاخیر ہوگئی اور مہمانوں نے ان کے بغیر کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا' حضرت ابوبکر جب آئے اور ان کو پتا چلا کہ مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا گیا تو وہ ناراض ہوئے' حضرت عبد الرحمان بن ابوبکر ڈرے کہ اب حضرت ابوبکر ان کو ڈانٹیں گے' سو میں چھپ گیا' حضرت ابوبکر نے کہا: اے ملامت کیے ہوئے! اللہ تیری ناک کاٹ دے! اور ان کو بہت بُرا کہا۔ (صحیح البخاری: ٦۰۲' صحیح مسلم: ۲۰۵۷' سنن ابوداؤد: ۳۲۷۰)

سو جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض ازواجِ مطہرات کو بعض مواقع پر سخت کلمات فرمائے' لیکن آپ کی مراد ان کے معانی نہیں تھے اور جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحب زادہ کو ایک موقع پر سخت باتیں کہیں' لیکن آپ کی مراد ان کے معانی نہیں تھے' اسی طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے کو ایک موقع پر سخت باتیں کہیں اور ان کو کاذب' آثم' غادر اور خائن کہا' لیکن حضرت عباس کی مراد ان الفاظ کے معانی نہیں تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ وہ حضرت عباس کے نزدیک کاذب' آثم' غادر اور خائن ہوں' جیسے بعض مائیں اولاد کو کوسنے دیتی ہیں کہ اللہ کرے تم مر جاؤ! تم مٹ جاؤ! تم غارت ہو جاؤ! لیکن ان کی مراد ان الفاظ کے حقیقی معانی نہیں ہوتے۔

٤٠٣٤- قَالَ فَحَدَّثْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَقَالَ صَدَقَ مَالِكُ بْنُ اَوْسٍ اَنَا سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ اَرْسَلَ اَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ يَسْاَلْنَهُ ثُمُنَهُنَّ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ اَنَا اَرُدُّهُنَّ فَقُلْتُ لَهُنَّ اَلَا تَتَّقِيْنَ اللّٰهَ اَلَمْ تَعْلَمْنَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا

زہری نے کہا: پھر میں نے عروہ بن الزبیر سے یہ حدیث بیان کی' تو انہوں نے کہا: مالک بن اوس نے تم سے یہ حدیث صحیح بیان کی ہے' میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو مالِ فئے عطاء فرمایا ہے' اس میں سے ان کی وراثت کا آٹھواں حصہ ان کو دیا جائے' تو میں ان ازواج کو منع کرتی تھی' میں نے ان سے کہا: کیا آپ اللہ سے ڈرتی نہیں

صَدَقَةٌ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ نَفْسَهُ اِنَّمَا يَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْمَالِ فَانْتَهٰى اِلٰى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى مَا اَخْبَرَتْهُنَّ قَالَ فَكَانَتْ هٰذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِ عَلِيٍّ مَنَعَهَا عَلِيٌّ عَبَّاسًا فَغَلَبَهُ عَلَيْهَا ثُمَّ كَانَ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ وَّحَسَنِ بْنِ حَسَنٍ كِلَاهُمَا كَانَ يَتَدَاوَلَانِهَا ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ وَّهِيَ صَدَقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا ۔

[اطراف الحدیث: ٦٧٢٧-٦٧٣٠]

ہیں! کیا آپ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ نبی ﷺ یہ فرماتے تھے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا' ہم نے جو بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے' اس سے آپ کی مراد اپنی ذات تھی' محمد ﷺ کی آل صرف اس مال میں سے کھائے گی' پھر حضرت عثمان' ازواج مطہرات کے پاس گئے اور ان کو بتایا جو میں نے ان کو حدیث سنائی تھی' پھر یہ صدقات حضرت علی رضی اللہ کے تصرف میں آ گئے' حضرت علی نے ان صدقات میں سے حضرت عباس کو کچھ دینے سے منع کیا' اور ان پر غالب رہے' پھر یہ اموال حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے تصرف میں آئے' پھر یہ اموال حضرت حسین بن علی کے ہاتھ میں' پھر علی بن حسین کے ہاتھ میں اور حضرت حسن بن حسن رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں آئے' اور یہ مال باری باری ان کے تصرف میں آتا رہا' پھر یہ مال حضرت زید بن حسن رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں آیا اور یہ دراصل رسول اللہ ﷺ کا برحق صدقہ تھا۔

٤٠٣٥- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَالْعَبَّاسَ اَتَيَا اَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيْرَاثَهُمَا اَرْضَهُ مِنْ فَدَكٍ وَسَهْمَهُ مِنْ خَيْبَرَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ' دونوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے آپ کی زمین جو فدک میں تھی اور آپ کا حصہ جو خیبر میں تھا' اس کی میراث سے اپنا حصہ طلب کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٩٢ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٣٦- فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ اِنَّمَا يَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ فِيْ هٰذَا الْمَالِ وَاللّٰهِ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِيْ ۔

پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ہمارا وارث نہیں بنایا جاتا' ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے' وہ صدقہ ہے' آل محمد اس مال میں سے کھائے گی اور اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں سے حسن سلوک کرنا مجھے اپنے قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٩٣ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن' حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے ان احادیث کی مزید شرح نہیں کی۔

١٥- بَابُ قَتْلِ كَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ
کعب بن الاشرف کا قتل

اس باب میں کعب بن الاشرف یہودی کے قتل کی کیفیت بیان کی گئی ہے' جس کا تعلق بنوقریظہ سے تھا' وہ شاعر تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور مسلمانوں کی ہجو کرتا تھا اور مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کرتا تھا' اور بدر میں جو مشرکین مارے گئے تھے' ان کا مرثیہ پڑھتا تھا' اس کو رمضان تین ہجری میں قتل کیا گیا تھا' دوسرا قول ہے: اس کو ربیع الاوّل میں قتل کیا گیا تھا اور پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۷۶)

٤٠٣٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ فَاِنَّهُ قَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُحِبُّ اَنْ اَقْتُلَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاْذَنْ لِّيْ اَنْ اَقُوْلَ شَيْئًا قَالَ قُلْ فَاَتَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ قَدْ سَاَلَنَا صَدَقَةً وَاِنَّهُ قَدْ عَنَّانَا وَاِنِّيْ قَدْ اَتَيْتُكَ اَسْتَسْلِفُكَ قَالَ وَاَيْضًا وَاللّٰهِ لَتَمَلُّنَّهُ قَالَ اِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ فَلَا نُحِبُّ اَنْ نَّدَعَهُ حَتّٰى نَنْظُرَ اِلٰى اَيِّ شَيْءٍ يَّصِيْرُ شَاْنُهُ وَقَدْ اَرَدْنَا اَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا اَوْ وَسْقَيْنِ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو غَيْرَ مَرَّةٍ فَلَمْ يَذْكُرْ وَسْقًا اَوْ وَسْقَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ فِيْهِ وَسْقًا اَوْ وَسْقَيْنِ فَقَالَ اُرٰى فِيْهِ وَسْقًا اَوْ وَسْقَيْنِ فَقَالَ نَعَمْ اِرْهَنُوْنِيْ قَالُوْا اَيَّ شَيْءٍ تُرِيْدُ قَالَ اِرْهَنُوْنِيْ نِسَائَكُمْ قَالُوْا كَيْفَ نَرْهَنُكَ نِسَاءَ نَا وَاَنْتَ اَجْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ فَارْهَنُوْنِيْ اَبْنَاءَ كُمْ قَالُوْا كَيْفَ نَرْهَنُكَ اَبْنَاءَ نَا فَيُسَبُّ اَحَدُهُمْ فَيُقَالُ رُهِنَ بِوَسْقٍ اَوْ وَسْقَيْنِ هٰذَا عَارٌ عَلَيْنَا وَلٰكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّاْمَةَ قَالَ سُفْيَانُ يَعْنِي السِّلَاحَ فَوَاعَدَهُ اَنْ يَّاْتِيَهُ فَجَاءَهُ لَيْلًا وَّمَعَهُ اَبُوْ نَائِلَةَ وَهُوَ اَخُوْ كَعْبٍ مِّنَ الرَّضَاعَةِ فَدَعَاهُمْ اِلَى الْحِصْنِ فَنَزَلَ اِلَيْهِمْ فَقَالَتْ لَهُ امْرَاَتُهُ اَيْنَ تَخْرُجُ هٰذِهِ السَّاعَةَ فَقَالَ اِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَاَخِيْ اَبُوْ نَائِلَةَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو قَالَتْ اَسْمَعُ صَوْتًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' عمرو نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کعب بن الاشرف کو کون قتل کرے گا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو (بہت زیادہ) ایذاء دی ہے' پس حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے سو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: پھر آپ مجھے اجازت دیں کہ میں (اس کو خوش کرنے کے لیے) کچھ باتیں کہوں؟ آپ نے فرمایا: تم کہہ دینا' سو حضرت محمد بن مسلمہ اس کے پاس پہنچے پس اس سے کہا: یہ شخص ہم سے صدقہ کا سوال کرتا ہے اور اس نے ہم کو تھکا دیا ہے' اور میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ تم ہمیں کچھ قرض دو' اس نے کہا: ابھی دیکھنا یہ شخص تم کو ملال اور اکتاہٹ میں مبتلا کر دے گا' حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: بے شک ہم نے اس کی پیروی کی ہے اور ہم اس کو اس سے پہلے چھوڑنا نہیں چاہتے حتیٰ کہ ہم دیکھ لیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمیں ایک وسق یا دو وسق اناج قرض دو (چھ من یا بارہ من)' عمرو نے دوسری بار یہ حدیث بیان کی تو ایک وسق یا دو وسق کا ذکر نہیں کیا' میں نے ان سے کہا کہ حدیث میں ایک وسق یا دو وسق کا بھی ذکر ہے؟ انہوں نے کہا: میرا بھی یہ خیال ہے کہ حدیث میں ایک وسق یا دو وسق کا ذکر ہے' کعب بن اشرف نے کہا: ہاں! (مگر) تم میرے پاس کچھ گروی رکھو' میں نے پوچھا: تم کیا گروی رکھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: تم اپنی عورتیں گروی رکھو' حضرت محمد

كَأَنَّهُ يَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ قَالَ إِنَّمَا هُوَ أَخِي مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَرَضِيعِي أَبُو نَائِلَةَ إِنَّ الْكَرِيمَ لَوْ دُعِيَ إِلَى طَعْنَةٍ بِلَيْلٍ لَأَجَابَ قَالَ وَيَدْخُلُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ مَعَهُ رَجُلَيْنِ قِيلَ لِسُفْيَانَ سَمَّاهُمْ عَمْرٌو قَالَ سَمَّى بَعْضَهُمْ قَالَ عَمْرٌو جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو أَبُو عَبْسِ بْنُ جَبْرٍ وَالْحَارِثُ ابْنُ أَوْسٍ وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ عَمْرٌو جَاءَ مَعَهُ بِرَجُلَيْنِ فَقَالَ إِذَا مَا جَاءَ فَإِنِّي قَائِلٌ بِشَعَرِهِ فَأَشَمُّهُ فَإِذَا رَأَيْتُمُونِي اسْتَمْكَنْتُ مِنْ رَأْسِهِ فَدُونَكُمْ فَاضْرِبُوهُ وَقَالَ مَرَّةً ثُمَّ أُشِمُّكُمْ فَنَزَلَ إِلَيْهِمْ مُتَوَشِّحًا وَهُوَ يَنْفَحُ مِنْهُ رِيحُ الطِّيبِ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ رِيحًا أَيْ أَطْيَبَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو قَالَ عِنْدِي أَعْطَرُ نِسَاءِ الْعَرَبِ وَأَكْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ عَمْرٌو فَقَالَ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أَشَمَّ رَأْسَكَ قَالَ نَعَمْ فَشَمَّهُ ثُمَّ أَشَمَّ أَصْحَابَهُ ثُمَّ قَالَ أَتَأْذَنُ لِي قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا اسْتَمْكَنَ مِنْهُ قَالَ دُونَكُمْ فَقَتَلُوهُ ثُمَّ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ ۔

مسلمہ نے کہا: ہم اپنی عورتیں تمہارے پاس کیسے گروی رکھ سکتے ہیں حالانکہ تم حسین ترین مرد ہو‘ اس نے کہا: پھر تم اپنے بیٹے گروی رکھ دو‘ انہوں نے کہا: ہم تمہارے پاس اپنے بیٹے کیسے گروی رکھ سکتے ہیں‘ پھر کوئی شخص ان میں سے کسی کو طعنہ دے گا کہ یہ ایک وسق یا دو وسق اناج کے عوض گروی رکھا گیا تھا اور یہ بات ہم پر باعث عار ہوگی‘ لیکن ہم تمہارے پاس ”لامہ“ گروی رکھ سکتے ہیں‘ سفیان نے کہا کہ اس سے مراد ہتھیار ہیں‘ پھر اس نے ان سے ملاقات کا وعدہ کر لیا‘ پس وہ اس کے پاس رات کو آئے اور ان کے ساتھ کعب کا رضائی بھائی ابونائلہ بھی تھا‘ اس نے ان کو قلعہ کی طرف بلا لیا‘ پس وہ ان کی طرف اترنے لگا‘ اس کی بیوی نے اس سے کہا: تم اس وقت کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: یہ صرف محمد بن مسلمہ ہے اور اس کے ساتھ میرا بھائی ابونائلہ ہے۔ عمرو کے علاوہ دوسرے راوی نے بیان کیا: اس کی بیوی نے کہا: میں ایسی آواز سن رہی ہوں جیسے اس سے خون ٹپک رہا ہو‘ کعب نے کہا: یہ صرف میرا بھائی محمد بن مسلمہ ہے اور میرا دودھ شریک بھائی ابونائلہ ہے‘ شریف آدمی کو اگر رات میں بھی نیزہ بازی کے لیے بلایا جائے تو وہ چلا جاتا ہے‘ راوی نے کہا: اس نے محمد بن مسلمہ کو اور ان کے ساتھ دو اور مردوں کو داخل کر لیا‘ سفیان سے پوچھا گیا: کیا عمرو نے ان دو مردوں کا نام لیا تھا؟ انہوں نے کہا: بعض کا نام لیا تھا‘ عمرو نے کہا تھا: ان کے ساتھ دو مرد آئے‘ اور عمرو کے علاوہ ابوعبس بن جبر اور الحارث بن اوس اور عباد بن بشر نے بیان کیا کہ عمرو نے کہا کہ ان کے ساتھ دو مرد آئے‘ پس انہوں نے ان کو سمجھایا کہ جب وہ آئے گا تو میں اس کے بال پکڑ کر سونگھوں گا‘ پس جب تم یہ دیکھو کہ میں نے اس کے سر پر قابو پا لیا ہے تو تم اس کو پکڑ کر مار ڈالنا‘ اور ایک مرتبہ یہ کہا کہ پھر میں اس کا سر سونگھوں گا‘ پھر کعب ان کی طرف چادر لپیٹے ہوئے آیا اور اس سے بہت عمدہ خوشبو آ رہی تھی‘ محمد بن مسلمہ نے کہا: میں نے آج تک اتنی نفیس خوشبو نہیں پائی‘ عمرو کے علاوہ دوسرے راوی نے بتایا کہ کعب نے کہا: میرے پاس عرب کی سب سے حسین اور کامل عورت ہے جو ہر وقت خوشبو میں بسی رہتی ہے‘ عمرو نے بتایا کہ محمد

بن مسلمہ نے کہا: کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں تمہارے سر کو سونگھ لوں' اس نے کہا: ہاں! پھر انہوں نے سونگھا' پھر انہوں نے اپنے اصحاب کو سونگھایا' پھر کہا: کیا تم مجھے اس کی اجازت دیتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں! پس جب انہوں نے اس کے سر پر قابو پالیا تو کہا: اب اس کو پکڑ کر مار ڈالو' سو انہوں نے اس کو قتل کر دیا' پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر اس کے قتل کی خبر دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۵۱۰ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی مزید تفصیلات اور مسائل' علامہ ابن الملقن کا امام ابوحنیفہ کے خلاف تعصب اور مصنف کا اس پر تعاقب

علامہ عمر بن علی بن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن الاشرف کو قتل کرنے کے لیے اپنے اصحاب کے ساتھ روانہ ہوئے' اُن اصحاب کے اسماء درج ذیل ہیں:

سلکان بن سلامہ بن وقش ابو نائلہ' یہ کعب بن الاشرف کے رضاعی بھائی تھے' عباد بن بشر بن وقش' الحارث بن اوس بن معاذ اور ابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہم یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے۔

ان پانچوں اصحاب کا تعلق اوس سے تھا' پھر یہ سب اللہ کے دشمن کعب بن الاشرف کے پاس پہنچے اور اس کو قتل کر دیا' اور رات کے آخری حصے میں اس کے قتل کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی' اس وقت آپ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے' حضرت ابو نائلہ نے اس کے بالوں کو سونگھا' پھر اس کے سر کو پکڑ کر اپنے اصحاب سے کہا کہ اس کو قتل کر دو۔

امام محمد بن سعد نے کہا کہ کعب بن الاشرف وہ کافر تھا جس کا سر سب سے پہلے کاٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۲۵) امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ سب سے پہلے عمرو بن الحمق کا سر کاٹ کر آپ کے پاس لایا گیا تھا۔ (سنن کبریٰ ج ۶ ص ۲۳۰)

امام حاکم نے عروہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ سے فرمایا تھا کہ اس کو قتل کرنے میں جلدی نہ کرنا حتیٰ کہ سعد بن معاذ سے مشورہ کر لو' حضرت سعد بن معاذ نے فرمایا: تم اس کے پاس جا کر اپنی ضرورت کا ذکر کرنا اور اس سے اناج قرض مانگنا' اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہیں:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ○ (النساء: ۵۲-۵۱)

کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہیں (آسمانی) کتاب میں سے حصہ دیا گیا ہے' وہ بت اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں' وہ کافروں کے متعلق کہتے ہیں: یہ کافر مسلمانوں کی بہ نسبت زیادہ ہدایت یافتہ ہیں ○ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت فرمائے (اے مخاطب!) تو اس کے لیے کوئی مددگار نہیں پائے گا ○

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ جو شخص شارع علیہ السلام پر سب و شتم کرے اس کو قتل کرنا واجب ہے خواہ اس سے اس کا معاہدہ کیا ہوا ہو اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا اختلاف ہے کیونکہ وہ ایسی صورت میں ذمیوں کے قتل کرنے کو جائز نہیں کہتے۔ (الروض الانف ج۳ ص۱۴۵)

میں کہتا ہوں کہ یہ علامہ سہیلی شافعی علامہ ابن الملقن شافعی اور علامہ نووی شافعی کا امام ابوحنیفہ اور فقہاء احناف کے خلاف تعصب ہے کیونکہ انہوں نے عام ذمیوں کے متعلق یہ کہا ہے کہ ان کو قتل نہیں کیا جائے گا نہ کہ نبی ﷺ پر سب و شتم کرنے والے کافر کو قتل کرنے سے انہوں نے منع کیا ہے وہ ایسے قبیح قول سے بری ہیں لیکن تعصب کا بُرا ہو میں اس مسئلہ میں فقہاء احناف کی تصریحات پیش کر رہا ہوں: (سعیدی غفرلہ)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

جو شخص انبیاء میں سے کسی نبی کو سب و شتم کرے وہ کافر ہے اس کو بہ طور حد قتل کر دیا جائے گا اور (ہمارے نزدیک) اس کی توبہ مطلقاً قبول نہیں ہوگی اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کو سب و شتم کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی کیونکہ وہ اللہ کا حق ہے اور پہلی صورت میں بندہ کا حق ہے وہ توبہ سے ساقط نہیں ہوگا اور جو اس کے عذاب میں اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (درر غرر فتح القدیر اور الاشباہ والنظائر) اور مصنف کے فتاویٰ میں مذکور ہے کہ جو شخص نبی ﷺ کا مذاق اُڑائے یا آپ کی شان کم کرے اس کا بھی یہی حکم ہے۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج۶ ص۲۸۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۹ھ)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

یعنی اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو بہ طور حد قتل کر دیا جائے اور اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی کیونکہ توبہ کرنے سے حد ساقط نہیں ہوگی اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ دنیا میں حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی توبہ قبول ہوگی۔ البحر الرائق میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

علامہ ابن سحنون مالکی نے کہا ہے کہ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نبی ﷺ کو سب و شتم کرنے والا کافر ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے اور جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

(رد المحتار ج۶ ص۲۸۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

نیز علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنگ کے موقع پر دشمن کو دھوکا دینا اور کسی دشمن کی بات نقل کرنے میں جھوٹ بولنا مباح ہے اور یہ معلوم ہوا کہ کسی دشمن کافر سے نبی ﷺ کے متعلق ایسی بات کہنا جس سے وہ خوش ہو جائز ہے بہ شرطیکہ اس میں نبی ﷺ پر سب و شتم نہ ہو کیونکہ حضرت محمد بن مسلمہ نے اسی حیلہ سے اس دشمنِ اسلام کعب بن اشرف ملعون کو قتل کیا تھا۔

اس حدیث میں وسق کا لفظ ہے اس کا معنی ساٹھ صاع ہے یعنی دو سو چالیس کلوگرام (چھ من) اس کا لغوی معنی ہے: کسی چیز کو اُٹھانا اور جانور پر بوجھ لادنا قرآن مجید میں ہے:

وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ○ (الانشقاق:۱۷)   اور رات کی قسم اور ان کی جن کو رات سمیٹ لے ○

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ ص۱۳۳-۱۳۰ ملخصاً وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

کعب بن اشرف کو قتل کرانے کا سبب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن عائذ نے کلبی کی سند سے روایت کی ہے کہ کعب بن اشرف مشرکینِ قریش کے پاس گیا اور کعبہ کا پردہ پکڑ کر ان سے حلف لیا کہ وہ مسلمانوں سے جنگ کریں گے۔

عروہ سے روایت ہے کہ کعب بن اشرف' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور مسلمانوں کی ہجو کرتا تھا اور قریش کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر اُبھارتا تھا' اور جب وہ قریش کے پاس جاتا اور وہ اس سے پوچھتے کہ ہمارا دین زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین زیادہ ہدایت یافتہ ہے؟ تو وہ کہتا کہ تمہارا دین زیادہ ہدایت یافتہ ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا کیونکہ وہ ہماری عداوت کا اعلان کر رہا ہے۔ عبداللہ بن اسحاق خراسانی نے سند ضعیف کے ساتھ مرسل روایت کی ہے کہ کعب بن الاشرف کو قتل کرنے کا کوئی اور سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ اس نے کھانا کھایا اور اپنے موافقین یہود کو دعوت دی اور کہا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس دعوت میں بلائیں اور جب آپ آ جائیں تو وہ آپ کو غافل پا کر قتل کر دیں' پس آپ اپنے بعض اصحاب کے ساتھ آ گئے' سو آپ کے بیٹھنے کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو ان کی سازش سے باخبر کر دیا' پس آپ اُٹھ گئے اور حضرت جبریل نے آپ کو اپنے پروں میں چھپا لیا' پس آپ وہاں سے نکل گئے اور جب انہوں نے آپ کو گم پایا تو پھر وہ منتشر ہو گئے' اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لیے کون اُٹھے گا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے یہ دونوں سبب ہوں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۹۱' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

کعب بن اشرف کے قتل کی کیفیت اور بعد کے واقعات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

عروہ کی روایت ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس پر تلوار ماری اور اس کو قتل کر دیا' اور حضرت الحارث بن اوس رضی اللہ عنہ کو تلوار کی نوک لگی' حتیٰ کہ جب وہ مقام جرف بعاث پر پہنچے تو حضرت حارث کے زخم سے بہت خون نکلا اور وہ پیچھے رہ گئے' حتیٰ کہ جب ان کے اصحاب نے ان کو گم پایا تو وہ واپس گئے اور ان کو اُٹھا کر لائے اور جلدی جلدی روانہ ہوئے' حتیٰ کہ مدینہ پہنچ گئے۔

علامہ واقدی کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت الحارث بن عوف کے زخم پر لعابِ دہن ڈالا' پھر ان کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

ابن الکلبی کی روایت ہے کہ مسلمانوں نے اس پر تلواریں ماریں حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا' پہلی ضرب پر وہ چلایا اور یہودی جمع ہو گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب جس راستے سے آئے تھے وہ اس کے سوا دوسرے راستے سے آئے تو وہ صحابہ کو نہ پاسکے۔

عکرمہ کی مرسل روایت ہے کہ صبح کو یہود خوف زدہ حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: ہمارے سردار کو دھوکے سے مار ڈالا گیا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے کرتوتوں کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ وہ کس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کی سازشیں کرتا تھا اور مسلمانوں کو ایذاء پہنچاتا تھا' امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ پس وہ ڈر گئے اور انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۷۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦- بَابُ قَتْلِ أَبِي رَافِعٍ   ابورافع کا قتل

اس باب میں ابورافع یہودی کے قتل کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی الْحُقَیْقِ . عبد اللہ بن ابی الحقیق

یہ ابورافع کا نام ہے اور اس کے باپ کا نام الحقیق ہے۔

وَیُقَالُ سَلَّامُ بْنُ اَبِی الْحُقَیْقِ . اس کو سلام بن ابی الحقیق بھی کہا جاتا ہے۔

یعنی ابورافع کو سلام بھی کہا جاتا ہے۔

کَانَ بِخَیْبَرَ . یہ خیبر میں تھا۔

یعنی ابورافع خیبر کے شہر عنزہ میں رہتا تھا جو مدینہ سے چھ مراحل دور شمال مشرق کی سمت میں تھا' یہود کی لغت میں خیبر کا معنی ہے: قلعہ' اسلام کے شروع میں یہاں بنوقریظہ اور بنونضیر کے گھر تھے۔

وَیُقَالُ فِیْ حِصْنٍ لَّهٗ بِاَرْضِ الْحِجَازِ . اور کہا جاتا ہے کہ وہ سرزمین حجاز میں ایک قلعہ میں تھا۔

یعنی کہا جاتا ہے کہ ابورافع سرزمین حجاز میں اپنے قلعہ میں تھا۔

علامہ واقدی نے کہا ہے کہ مدینہ سے تبوک تک حجاز ہے اور مدینہ سے کوفہ کے راستہ تک حجاز ہے اور اس کے پیچھے سرزمین بصرہ تک جو علاقہ ہے وہ نجد ہے اور عراق اور وجرۃ کے درمیان اور غمرۃ الطائف کے درمیان نجد ہے اور وجرۃ کے پیچھے سے سمندر تک تہامہ ہے اور تہامہ اور نجد کے درمیان جو علاقہ ہے وہ نجد ہے۔ المدائنی نے کہا ہے کہ حجاز ایک پہاڑ ہے جو یمن سے شروع ہوتا ہے حتیٰ کہ شام سے متصل ہو جاتا ہے اور اسی میں مدینہ ہے اور عمان ہے اور اس کو حجاز اس لیے کہتے ہیں کہ وہ نجد اور تہامہ کے درمیان حاجز اور حائل ہے۔

وَقَالَ الزُّهْرِیُّ هُوَ بَعْدَ كَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ . اور الزہری نے کہا کہ وہ کعب بن الاشرف کے بعد (قتل کیا گیا)۔

یعنی محمد بن مسلم الزہری نے کہا کہ کعب بن الاشرف کے قتل کیے جانے کے بعد ابورافع کو قتل کیا گیا اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ کعب بن الاشرف کو رمضان تین ہجری میں قتل کیا گیا تھا اور علامہ واقدی نے کہا ہے کہ ابورافع کا قصہ چھ ہجری کا ہے' اور یہ وہم ہے' اور ایک قول ہے کہ یہ پانچ ہجری ذوالحجہ کا قصہ ہے' اور ایک قول چار ہجری کا ہے' اور ایک قول ہے کہ یہ رجب تین ہجری کا واقعہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۸۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٣٨- حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ زَائِدَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا اِلٰی اَبِیْ رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَیْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَتِیْكٍ بَیْتَهٗ لَیْلًا وَّهُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَهٗ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی اسحاق از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو ابورافع کی طرف بھیجا' پس حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ رات کے وقت اس کے گھر میں داخل ہوئے' اس وقت وہ سویا ہوا تھا' پس اس کو انہوں نے قتل کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۲ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٣٩- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أَبِي رَافِعٍ الْيَهُودِيِّ رِجَالًا مِّنَ الْأَنْصَارِ فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَتِيكٍ وَّكَانَ أَبُو رَافِعٍ يُؤْذِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُعِينُ عَلَيْهِ وَكَانَ فِي حِصْنٍ لَّهُ بِأَرْضِ الْحِجَازِ فَلَمَّا دَنَوْا مِنْهُ وَقَدْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَرَاحَ النَّاسُ بِسَرْحِهِمْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لِأَصْحَابِهِ اجْلِسُوا مَكَانَكُمْ فَإِنِّي مُنْطَلِقٌ وَّمُتَلَطِّفٌ لِلْبَوَّابِ لَعَلِّي أَنْ أَدْخُلَ فَأَقْبَلَ حَتّٰى دَنَا مِنَ الْبَابِ ثُمَّ تَقَنَّعَ بِثَوْبِهِ كَأَنَّهُ يَقْضِي حَاجَةً وَّقَدْ دَخَلَ النَّاسُ فَهَتَفَ بِهِ الْبَوَّابُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ أَنْ تَدْخُلَ فَادْخُلْ فَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُغْلِقَ الْبَابَ فَدَخَلْتُ فَكَمَنْتُ فَلَمَّا دَخَلَ النَّاسُ أَغْلَقَ الْبَابَ ثُمَّ عَلَّقَ الْأَغَالِيقَ عَلٰى وَتِدٍ قَالَ فَقُمْتُ إِلَى الْأَقَالِيدِ فَأَخَذْتُهَا فَفَتَحْتُ الْبَابَ وَكَانَ أَبُو رَافِعٍ يُسْمَرُ عِنْدَهُ وَكَانَ فِي عَلَالِيَّ لَهُ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْهُ أَهْلُ سَمَرِهِ صَعِدْتُ إِلَيْهِ فَجَعَلْتُ كُلَّمَا فَتَحْتُ بَابًا أَغْلَقْتُ عَلَيَّ مِنْ دَاخِلٍ قُلْتُ إِنَّ الْقَوْمَ نَذِرُوا بِي لَمْ يَخْلُصُوا إِلَيَّ حَتّٰى أَقْتُلَهُ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ فِي بَيْتٍ مُّظْلِمٍ وَسْطَ عِيَالِهِ لَا أَدْرِي أَيْنَ هُوَ مِنَ الْبَيْتِ فَقُلْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ قَالَ مَنْ هٰذَا فَأَهْوَيْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ وَأَنَا دَهِشٌ فَمَا أَغْنَيْتُ شَيْئًا وَصَاحَ فَخَرَجْتُ مِنَ الْبَيْتِ فَأَمْكُثُ غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ دَخَلْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ مَا هٰذَا الصَّوْتُ يَا أَبَا رَافِعٍ فَقَالَ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ إِنَّ رَجُلًا فِي الْبَيْتِ ضَرَبَنِي قَبْلُ بِالسَّيْفِ قَالَ فَأَضْرِبُهُ ضَرْبَةً أَثْخَنَتْهُ وَلَمْ أَقْتُلْهُ ثُمَّ وَضَعْتُ ضَبِيبَ السَّيْفِ فِي بَطْنِهِ حَتّٰى أَخَذَ فِي ظَهْرِهِ فَعَرَفْتُ أَنِّي قَتَلْتُهُ فَجَعَلْتُ أَفْتَحُ الْأَبْوَابَ بَابًا بَابًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء بن عازب' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابورافع یہودی کی طرف انصار کے چند مردوں کو بھیجا اور حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا اور ابورافع' رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دیا کرتا تھا اور آپ کے خلاف (آپ کے دشمنوں کی) مدد کرتا تھا' وہ سرزمین حجاز کے ایک قلعہ میں رہتا تھا' جب انصاری اس کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے مویشیوں کو لے کر جا چکے تھے' سو حضرت عبداللہ نے اپنے اصحاب سے کہا: تم لوگ اپنی جگہوں پر بیٹھو' میں (اس کے قلعہ میں) جا رہا ہوں اور دربانوں سے کوئی حیلہ کرتا ہوں' شاید میں (قلعہ میں) داخل ہو جاؤں' پس وہ آگے بڑھے حتیٰ کہ دروازہ تک پہنچ گئے' انہوں نے اپنے آپ کو اپنے کپڑے سے اس طرح ڈھانپ لیا گویا وہ قضاء حاجت کر رہے ہیں' قلعہ کے تمام لوگ اندر داخل ہو چکے تھے' سو دربان نے پکار کر کہا: اے اللہ کے بندے! اگر تو اندر آنا چاہتا ہے تو آ جا' کیونکہ میں دروازہ بند کرنا چاہتا ہوں' (انہوں نے بتایا:) سو میں اندر داخل ہو گیا' پس میں چھپ کر دیکھنے لگا' پس جب سب لوگ اندر چلے گئے تو اس نے دروازہ بند کر دیا اور چابیوں کا گچھا ایک کھونٹی پر لٹکا دیا' انہوں نے بتایا کہ میں چابیوں کی طرف بڑھا اور ان کو اٹھایا' سو میں نے دروازہ کھولا' ابورافع کے پاس رات کو کہانیاں سنائی جا رہی تھیں اور وہ اپنے بالاخانے میں تھا' جب کہانیاں سنانے والے اس کے پاس سے چلے گئے تو میں (اس کے بالاخانے کی طرف) چڑھا' اس اثناء میں' میں جتنے دروازے اس تک جانے کے لیے کھولتا تھا ان کو اندر سے بند کرتا جاتا تھا' میں نے سوچا کہ اگر ان لوگوں کو میری خبر ہو بھی گئی تو یہ اس وقت تک میرے قریب نہ آ سکیں حتیٰ کہ میں اس کو قتل کر لوں' سو میں جب اس کے پاس پہنچا تو وہ اپنے گھر والوں کے درمیان اندھیرے کمرے میں تھا' مجھے نہیں پتا چل

حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلٰى دَرَجَةٍ لَّهٗ فَوَضَعْتُ رِجْلِيْ وَاَنَا اُرٰى اَنِّيْ قَدِ انْتَهَيْتُ اِلَى الْاَرْضِ فَوَقَعْتُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّقْمِرَةٍ فَانْكَسَرَتْ سَاقِيْ فَعَصَبْتُهَا بِعِمَامَةٍ ثُمَّ انْطَلَقْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ عَلَى الْبَابِ فَقُلْتُ لَا اَخْرُجُ اللَّيْلَةَ حَتّٰى اَعْلَمَ اَقَتَلْتُهٗ فَلَمَّا صَاحَ الدِّيْكُ قَامَ النَّاعِيْ عَلَى السُّوْرِ فَقَالَ اَنْعٰى اَبَا رَافِعٍ تَاجِرَ اَهْلِ الْحِجَازِ فَانْطَلَقْتُ اِلٰى اَصْحَابِيْ فَقُلْتُ النَّجَاءَ فَقَدْ قَتَلَ اللّٰهُ اَبَا رَافِعٍ فَانْتَهَيْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهٗ فَقَالَ اُبْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِيْ فَمَسَحَهَا فَكَاَنَّهَا لَمْ اَشْتَكِهَا قَطُّ ۔

رہا تھا کہ وہ گھر میں کس جگہ پر ہے' پس میں نے کہا: اے ابورافع! اس نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو میں اس آواز کی طرف بڑھا اور میں نے اس پر تلوار ماری' اس وقت اپنی کارروائی کی وجہ سے میرا دل دھڑک رہا تھا' اس نے چیخ ماری تو میں کمرے سے باہر نکل گیا' میں تھوڑی دیر ٹھہر کر پھر اس کے پاس آ گیا' میں نے کہا: اے ابورافع! یہ کیسی چیخ تھی؟ اس نے کہا: تیری ماں مر جائے! کوئی مرد گھر میں ہے' اور اس نے ابھی مجھ پر تلوار سے وار کیا ہے' انہوں نے بتایا کہ میں نے پھر اس پر تلوار مار کر اس کا خون بہا دیا اور ابھی میں نے اس کو قتل نہیں کیا تھا' پھر میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ میں گھونپی حتیٰ کہ وہ اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی' پھر میں نے سمجھ لیا کہ اب میں اس کو قتل کر چکا ہوں' پھر میں ہر دروازہ کو کھولتا گیا حتیٰ کہ سیڑھی تک پہنچ گیا' سو میں نے اپنا پیر رکھا اور میرا گمان تھا کہ میں زمین تک پہنچ چکا ہوں' پس میں چاندنی رات میں گر گیا اور میری ٹانگ ٹوٹ گئی' سو میں نے اپنے عمامہ کو اس پر باندھ لیا' پھر میں چل پڑا حتیٰ کہ دروازہ پر بیٹھ گیا' پس میں نے (دل میں) کہا: میں پوری رات باہر نہیں نکلوں گا حتیٰ کہ میں جان لوں کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے' پھر جب مرغ نے اذان دی تو اس وقت قلعہ کی فصیل پر ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا کہ میں اہلِ حجاز کے تاجر ابورافع کی موت کی خبر دے رہا ہوں' سو میں اپنے اصحاب کی طرف گیا اور ان سے کہا: جلدی چلو! اللہ تعالیٰ نے ابورافع کو قتل کر دیا' پس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا اور آپ سے یہ واقعہ بیان کیا' آپ نے مجھ سے فرمایا: اپنی ٹانگ پھیلاؤ! میں نے اپنی ٹانگ پھیلائی' آپ نے اس پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا' پس گویا اس میں کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۲ میں گزر چکی ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''تقنع'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: ڈھانپ لیا۔

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے' ان کا پورا نام ہے: عبداللہ بن عتیک بن قیس بن الاسود بن مری بن کعب بن غنم۔

اس میں مذکور ہے کہ اس نے الاعالیق کو "ود" پر لٹکا دیا "اعالیق"، "اعلیق" کی جمع ہے اس کا معنی چراغ ہے اور "ود" کا معنی "وتد" ہے یعنی کیل یا کھونٹی۔

"علالی" اس کا معنی ہے: بالاخانہ۔

"ضبب السیف" علامہ خطابی نے کہا ہے کہ صحیح لفظ "ضبة السیف" ہے اس کا معنی ہے: تلوار کی نوک۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۳۷-۱۳۶ وزارۃ الاوقاف قطر)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کی برکت اور دیگر فوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے میری (ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر) اپنا مبارک ہاتھ پھیرا تو گویا اس میں کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ جب حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ سیڑھی سے گرے تو ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور جب ابورافع کی موت کی خبر سنی تو جلد اپنے ساتھیوں سے مل کر چلتے ہوئے مدینہ پہنچے اور اس خوشی میں ان کو درد کا احساس نہیں ہوا' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے اور آپ نے ان کی ٹانگ پر اپنا ہاتھ پھیرا تو آپ کے ہاتھ کی برکت سے ان کا سارا درد جاتا رہا۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ جس مشرک تک توحید کی دعوت پہنچ چکی ہو اور وہ پھر بھی اپنے شرک پر اصرار کرے' اس کو دھوکے سے قتل کرنا جائز ہے اور جو شخص اپنے جسم اور مال سے آپ کے دشمنوں کی مدد کرے' اس کو بھی قتل کرنا جائز ہے اور اہل حرب کی جاسوسی کرنا جائز ہے' اور مشرکین سے جنگ میں شدت کرنا جائز ہے اور کم مسلمانوں کا زیادہ مشرکین پر حملہ کے لیے جانا جائز ہے اور علامت اور دلیل پر حکم لگانا جائز ہے جیسے حضرت عبداللہ نے ابورافع کی آواز سن کر اس پر حملہ کیا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۹۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عبداللہ بن عتیک کے اصحاب کے اسماء اور ان کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابورافع یہودی کی طرف انصار کے چند مردوں کو بھیجا۔

ان مردوں کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عتیک (۲) حضرت مسعود بن سلمان (۳) حضرت عبداللہ بن انیس (۴) حضرت ابوقتادہ اور (۵) خزاعی بن اسود رضی اللہ عنہم۔

حضرت عبداللہ بن عتیک کا پورا نام پہلے ہم لکھ چکے ہیں' رہے حضرت مسعود بن سنان تو وہ سنان بن الاسود کے بیٹے ہیں' وہ غزوۂ اُحد میں حاضر تھے اور جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے' اور حضرت عبداللہ بن انیس' اسعد بن حرام کے بیٹے ہیں' یہ غزوۂ اُحد اور بعد کے غزوات میں حاضر رہے تھے' اور پینتالیس ہجری میں فوت ہو گئے تھے' اور حضرت ابوقتادہ انصاری' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھڑ سوار تھے' ان کے نام میں اختلاف ہے' ایک قول ہے: الحارث بن ربعی' دوسرا قول ہے: بلدمة بن غناس' تیسرا قول ہے: النعمان الربعی' ان کے بدری ہونے میں اختلاف ہے' الحسین بن عثمان نے کہا ہے کہ حضرت ابوقتادہ چالیس ہجری میں فوت ہو گئے تھے' یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تمام مشاہد میں حاضر تھے' اور ستر (۷۰) سال کی عمر میں حضرت علی ہی کی خلافت میں فوت ہوئے' اور حضرت خزاعی' اسود بن خزاعی کے بیٹے ہیں' رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اس کے بعد علامہ عینی نے مشکل الفاظ کے معانی بیان کیے ہیں' یہ وہی معانی ہیں جو ہم علامہ ابن الملقن سے نقل کر چکے ہیں' حافظ ابن حجر نے بھی یہی معانی ذکر کیے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۸۴۔۱۸۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٤٠- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحٌ هُوَ ابْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَبِيْ رَافِعٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَتِيْكٍ وَّعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُتْبَةَ فِيْ نَاسٍ مَّعَهُمْ فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى دَنَوْا مِنَ الْحِصْنِ فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَتِيْكٍ اُمْكُثُوْا اَنْتُمْ حَتّٰى انْطَلِقَ اَنَا فَاَنْظُرَ قَالَ فَتَلَطَّفْتُ اَنْ اَدْخُلَ الْحِصْنَ فَفَقَدُوْا حِمَارًا لَّهُمْ قَالَ فَخَرَجُوْا بِقَبَسٍ يَّطْلُبُوْنَهٗ قَالَ فَخَشِيْتُ اَنْ اُعْرَفَ قَالَ فَغَطَّيْتُ رَاْسِيْ وَرِجْلِيْ كَاَنِّيْ اَقْضِيْ حَاجَةً ثُمَّ نَادٰى صَاحِبُ الْبَابِ مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّدْخُلَ فَلْيَدْخُلْ قَبْلَ اَنْ اُغْلِقَهٗ فَدَخَلْتُ ثُمَّ اخْتَبَاْتُ فِيْ مَرْبِطِ حِمَارٍ عِنْدَ بَابِ الْحِصْنِ فَتَعَشَّوْا عِنْدَ اَبِيْ رَافِعٍ وَّتَحَدَّثُوْا حَتّٰى ذَهَبَتْ سَاعَةٌ مِّنَ اللَّيْلِ ثُمَّ رَجَعُوْا اِلٰى بُيُوْتِهِمْ فَلَمَّا هَدَاَتِ الْاَصْوَاتُ وَلَا اَسْمَعُ حَرَكَةً خَرَجْتُ قَالَ وَرَاَيْتُ صَاحِبَ الْبَابِ حَيْثُ وَضَعَ مِفْتَاحَ الْحِصْنِ فِيْ كَوَّةٍ فَاَخَذْتُهٗ فَفَتَحْتُ بِهٖ بَابَ الْحِصْنِ قَالَ قُلْتُ اِنْ نَذِرَ بِيَ الْقَوْمُ انْطَلَقْتُ عَلٰى مَهَلٍ ثُمَّ عَمَدْتُ اِلٰى اَبْوَابِ بُيُوْتِهِمْ فَغَلَّقْتُهَا عَلَيْهِمْ مِنْ ظَاهِرٍ ثُمَّ صَعِدْتُ اِلٰى اَبِيْ رَافِعٍ فِيْ سُلَّمٍ فَاِذَا الْبَيْتُ مُظْلِمٌ قَدْ طَفِئَ سِرَاجُهٗ فَلَمْ اَدْرِ اَيْنَ الرَّجُلُ فَقُلْتُ يَا اَبَا رَافِعٍ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ فَعَمَدْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَاَضْرِبُهٗ وَصَاحَ فَلَمْ تُغْنِ شَيْئًا قَالَ ثُمَّ جِئْتُ كَاَنِّيْ اُغِيْثُهٗ فَقُلْتُ مَا لَكَ يَا اَبَا رَافِعٍ وَغَيَّرْتُ صَوْتِيْ فَقَالَ اَلَا اُعْجِبُكَ لِاُمِّكَ الْوَيْلُ دَخَلَ عَلَيَّ رَجُلٌ فَضَرَبَنِيْ بِالسَّيْفِ قَالَ فَعَمَدْتُ لَهٗ اَيْضًا فَاَضْرِبُهٗ اُخْرٰى فَلَمْ تُغْنِ شَيْئًا فَصَاحَ وَقَامَ اَهْلُهٗ قَالَ ثُمَّ جِئْتُ وَغَيَّرْتُ صَوْتِيْ كَهَيْئَةِ الْمُغِيْثِ فَاِذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شریح نے حدیث بیان کی اور وہ ابن مسلمہ ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عتیک اور حضرت عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ کو چند لوگوں کے ساتھ ابورافع کی طرف بھیجا' سو وہ روانہ ہوئے حتیٰ کہ قلعہ کے قریب پہنچ گئے' پس ان سے حضرت عبداللہ بن عتیک نے کہا: آپ یہاں ٹھہریں حتیٰ کہ میں جا کر دیکھتا ہوں' انہوں نے بتایا کہ پھر میں نے قلعہ میں داخل ہونے کا حیلہ کیا' وہ لوگ اپنے گدھے کو ڈھونڈ رہے تھے' پس وہ لوگ اس کی طلب میں روشنی لے کر نکلے' پس مجھے خوف ہوا کہ کہیں میں پہچان نہ لیا جاؤں' سو میں نے اپنے سر کو اور ٹانگوں کو اس طرح ڈھانپ لیا' جیسے میں قضاء حاجت کر رہا ہوں' پھر دربان نے آواز دی کہ اس سے پہلے کہ میں قلعہ کا دروازہ بند کر دوں جس نے اندر داخل ہونا ہے وہ داخل ہو جائے' پس میں بھی (قلعہ میں) داخل ہو گیا' پھر میں گدھے کے اصطبل میں چھپ گیا' جو قلعہ کے دروازہ کے پاس تھا' پھر ان لوگوں نے ابورافع کے ساتھ رات کا کھانا کھایا اور باتیں کرنے لگے' حتیٰ کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا' پھر وہ اپنے کمروں کی طرف لوٹ گئے' پھر جب آوازیں آنی بند ہو گئیں اور میں کوئی حرکت نہیں سن رہا تھا میں نکلا اور میں نے دیکھ لیا تھا کہ دربان نے قلعہ کی کنجیاں ایک طاق میں رکھی ہیں' سو میں نے وہ کنجیاں لیں اور قلعہ کا دروازہ کھول لیا' انہوں نے کہا کہ میں نے یہ سوچا تھا کہ اگر ان لوگوں کو میرا پتا چل گیا تو میں آسانی سے نکل جاؤں گا' پھر میں نے ان کمروں کے دروازوں کا قصد کیا' میں ان کمروں کے دروازوں کو اندر سے بند کرتا جاتا تھا' پھر میں سیڑھی کے ذریعہ ابورافع کی طرف چڑھا' سو اس کے کمرے میں اندھیرا تھا' اور چراغ بجھا ہوا تھا' پس مجھے اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ شخص کہاں ہے'

هُوَ مُسْتَلْقٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَاَضَعُ السَّيْفَ فِيْ بَطْنِهٖ ثُمَّ انْكَفِئُ عَلَيْهِ حَتّٰى سَمِعْتُ صَوْتَ الْعَظْمِ ثُمَّ خَرَجْتُ دَهِشًا حَتّٰى اَتَيْتُ السُّلَّمَ اُرِيْدُ اَنْ اَنْزِلَ فَاَسْقُطُ مِنْهُ فَانْخَلَعَتْ رِجْلِيْ فَعَصَبْتُهَا ثُمَّ اَتَيْتُ اَصْحَابِيْ اَحْجُلُ فَقُلْتُ لَهُمْ اِنْطَلِقُوْا فَبَشِّرُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّيْ لَا اَبْرَحُ حَتّٰى اَسْمَعَ النَّاعِيَةَ فَلَمَّا كَانَ فِيْ وَجْهِ الصُّبْحِ صَعِدَ النَّاعِيَةُ فَقَالَ اَنْعٰى اَبَا رَافِعٍ قَالَ فَقُمْتُ اَمْشِيْ مَابِيْ قَلَبَةٌ فَاَدْرَكْتُ اَصْحَابِيْ قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَشَّرْتُهٗ ۔

تو میں نے کہا: اے ابورافع! اس نے کہا: یہ کون ہے؟ پس میں نے اس کی آواز کا قصد کیا اور اس پر تلوار ماری' وہ چیخا' لیکن یہ وار ٹھیک سے نہیں لگا تھا' پھر میں اس طرح اس کے پاس پہنچا گویا میں اس کی مدد کر رہا ہوں' میں نے اپنی آواز بدل کر پوچھا: اے ابورافع! تم کو کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا: بڑے تعجب کی بات ہے' تیری ماں مر جائے! ابھی کوئی شخص مجھ پر داخل ہوا ہے اور اس نے مجھ پر تلوار سے وار کیا ہے' انہوں نے بتایا کہ پھر میں نے دوبارہ اس پر حملہ کیا' اس وار سے بھی وہ بچ گیا' پھر وہ چیخا اور اس کی اہلیہ بھی اُٹھ گئی' میں پھر اس کے پاس پہنچا گویا میں اس کی مدد کرنے والا ہوں اور میں' نے اپنی آواز بدل لی تھی' اس وقت وہ پیٹھ کے بل چت لیٹا ہوا تھا' میں نے تلوار اس کے پیٹ میں گھونپ دی' پھر میں نے اس کو زور سے دبایا حتیٰ کہ میں نے اس کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سنی' پھر میں گھبرایا ہوا وہاں سے نکلا' حتیٰ کہ میں سیڑھی پر آیا' میں نیچے اترنا چاہتا تھا' پس میں سیڑھی سے گر گیا' اس سے میری ٹانگ ٹوٹ گئی' میں نے اس پر پٹی باندھ لی' پھر میں لنگڑاتا ہوا اپنے اصحاب کے پاس آیا' میں نے ان سے کہا: آپ جائیں اور رسول اللہ ﷺ کو خوش خبری دیں اور میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا حتیٰ کہ میں اس کی موت کی خبر سن لوں' پھر جب صبح ہوئی تو موت کی خبر دینے والا چڑھا اور اس نے کہا: میں ابورافع کی موت کی خبر دے رہا ہوں' سو میں اُٹھا اور میں اس حال میں چل رہا تھا کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں تھی اور اس سے پہلے کہ میرے اصحاب نبی ﷺ تک پہنچے' میں نے اپنے اصحاب کو پالیا' پھر میں نے آپ کو خوش خبری دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۲ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن' حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔

١٧- بَابُ غَزْوَةِ اُحُدٍ — غزوۂ اُحد

غزوۂ اُحد ١١ شوال ۳ھ میں ہفتہ کے دن ہوا تھا' امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یہ ہجرت کے بتیس دن بعد ہوا تھا' امام بیہقی نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ یہ غزوۂ بدر کے ایک سال بعد ہوا تھا۔

اُحد' مدینہ کا ایک پہاڑ ہے جو مدینہ سے ایک فرسخ سے بھی کم فاصلہ پر ہے' اس کو اُحد اس لیے کہتے ہیں کہ یہ باقی پہاڑوں سے

منقطع اور منفرد ہے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اس پہاڑ میں حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی قبر ہے' وہ اس جگہ فوت ہوئے تھے' حضرت ہارون اور ان کے بھائی حضرت موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام' یہاں سے حج یا عمرہ کرتے ہوئے گزرے ہیں' آثارِ مسندہ میں روایت ہے کہ اُحد پہاڑ قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر ہوگا' غزوۂ اُحد کے دن ابلیس علیہ اللعنۃ نے اُحد پہاڑ پر کھڑے ہو کر کہا تھا کہ سیّدنا رسول اللہ ﷺ قتل کر دیئے گئے ہیں' اسی پہاڑ پر رسول اللہ ﷺ نے تیر انداز کھڑے کیے تھے' اور اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اُحد ایک پہاڑ ہے' یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۸۶-۱۸۵)

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○﴾ (آل عمران: ۱۲۱) .

اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد: اور جب صبح کے وقت آپ اپنے اہل کے پاس سے باہر آئے' مسلمانوں کو لڑائی کے لیے مورچوں پر ٹھہراتے ہوئے اور اللہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے ○ (آل عمران: ۱۲۱)

وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ○ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ○ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○﴾ (آل عمران: ۱۳۹-۱۴۳) .

اور اللہ عزوجل کا ارشاد: اور سستی نہ کرو اور غمگین نہ ہو تم ہی غالب رہو گے اگر کامل مؤمن ہو ○ اگر تمہیں زخم آئے ہیں تو تمہارے دشمنوں کو بھی اسی طرح زخم پہنچے ہیں' اور ان (گرم وسرد) دنوں کو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں' تاکہ اللہ ایمان والوں کو جدا کر دے اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہید بنائے اور اللہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ○ اور اس لیے کہ اللہ مسلمانوں کو خالص کر دے اور کافروں کو مٹا دے ○ کیا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تمہارے مجاہدین اور صبر کرنے والوں کو (دوسروں سے) ممتاز نہیں کیا ○ اور بے شک تم موت آنے سے پہلے موت کی تمنا کرتے تھے' سو اب تم نے اس کو دیکھ لیا اور وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے ○ (آل عمران: ۱۴۳-۱۳۹)

وَقَوْلِهٖ ﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ○﴾ (آل عمران: ۱۵۲)

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور بے شک اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا' جب تم اس کے حکم سے ان کو قتل کرتے تھے' یہاں تک کہ تم نے بزدلی دکھائی اور (اپنے) کام میں اختلاف کیا اور تم نے اس کے بعد نافرمانی کی جب کہ اللہ تمہیں تمہاری پسندیدہ چیز (مالِ غنیمت) دکھا چکا تھا' تم میں سے کوئی دنیا کا ارادہ کرتا تھا اور کوئی آخرت کو چاہتا تھا' پھر اللہ نے تمہارا منہ ان سے پھیر دیا تاکہ وہ تمہاری آزمائش کرے اور بے شک اس نے تمہیں معاف کر دیا' اور اللہ ایمان والوں پر بہت فضل والا ہے ○ (آل عمران: ۱۵۲)

وَقَوْلِہٖ تَعَالٰی ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا﴾ (آل عمران:١٦٩) الْاٰيَةَ .

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو ہرگز ہرگز مردہ گمان نہ کرو۔ (آل عمران:١٦٩)

یہ تمام آیات سورۃ آل عمران میں ہیں اور ان سب کا تعلق غزوۂ اُحد کے ساتھ ہے۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ اُحد کے متعلق آل عمران کی ساٹھ آیات نازل فرمائی ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے غزوۂ اُحد کے متعلق بتایئے انہوں نے فرمایا: تم سورۃ آل عمران کی ایک سو بیس آیات پڑھ لو تمہیں غزوۂ اُحد کے متعلق معلوم ہو جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ١٨٦)

غزوۂ اُحد کے وقوع کی تاریخ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

ابن عائذ کے نزدیک غزوۂ اُحد گیارہ شوال تین ہجری ہفتہ کے دن ہوا تھا اور امام محمد بن سعد کے نزدیک ہجرت کے بتیس ماہ اور سات دن بعد ہوا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ص ۳۶)

امام ابن اسحاق کے نزدیک پندرہ شوال کو ہوا تھا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ص ۵۲)

امام بیہقی نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد ہوا تھا اور غزوۂ اُحد اس کے ایک سال بعد ہوا تھا اور ایک روایت میں غزوۂ اُحد ہجرت کے اکتیس ماہ بعد ہوا تھا۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ص ۲۰۲)

اُحد پہاڑ کا تذکرہ اور تعارف

اُحد مدینہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے اور اس کا مدینہ سے کم از کم فاصلہ ایک فرسخ ہے اس کا نام اُحد اس لیے ہے کہ یہ دوسرے پہاڑوں سے منفرد اور متوحد ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمدہ ناموں کو پسند فرماتے تھے اور اس سے زیادہ عمدہ کون سا نام ہو گا جو احدیت سے ماخوذ ہو۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اُحد پہاڑ میں حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی قبر ہے۔ (ابن دحیہ نے اس کا رد کیا ہے) حضرت ہارون اور ان کے بھائی حضرت موسیٰ علیہما السلام حج یا عمرہ کرتے ہوئے اس پہاڑ کے پاس سے گزرے تھے یہ وہی پہاڑ ہے جس کے پاس غزوۂ اُحد میں لشکر ٹھہرا تھا اور ابلیس علیہ اللعنۃ نے اس پہاڑ پر چڑھ کر کہا تھا کہ سیّدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دیا گیا اسی پہاڑ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیر اندازوں کو کھڑا کیا تھا۔ (الروض الانف ج ۳ص ۱۵۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پہاڑ کے متعلق فرمایا تھا: یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری:۱۴۸۱) ظاہر یہ ہے کہ اُحد پہاڑ کا آپ سے محبت کرنا حقیقت پر محمول ہے کیونکہ پہاڑ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں یہ تاویل ہو کہ اُحد والے ہم سے محبت کرتے ہیں۔ آثار مسندہ میں روایت ہے کہ قیامت کے دن اُحد پہاڑ جنت کے دروازہ کے اندر ہو گا اور ابو عبس بن جبر کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُحد پہاڑ جنت کے دروازہ پر ہے۔ (المعجم الاوسط ج ۶ص ۳۱۵)

بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لیے کفارِ قریش کی تیاری

الزہری اور دوسرے ائمہ کی روایت میں ہے کہ جب غزوۂ بدر میں شکست کھا کر قریش مکہ پہنچے اور ابوسفیان بن حرب بھی اپنے

قافلہ کے ساتھ مکہ پہنچ گیا' تو عبداللہ بن ابی ربیعہ' اور عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ قریش کے اُن مردوں کے ساتھ اس کے پاس آئے جن کے باپ' بھائی اور بیٹے بدر کے دن مارے گئے تھے' انہوں نے ابوسفیان بن حرب سے کہا: اے قریش کی جماعت! بے شک (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تم کو تباہ و برباد کر دیا ہے اور تمہارے بہترین لوگوں کو مار ڈالا ہے' سو تم اس قافلہ کے مال سے ہماری مدد کرو تا کہ ہم ان سے جنگ کر کے بدلہ لیں' سو وہ اس پر تیار ہو گئے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۴-۳)

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ جب مشرکین بدر سے مکہ کی طرف لوٹے تو انہوں نے دیکھا کہ ابوسفیان کا قافلہ دار الندوۃ میں ٹھہرا ہوا ہے' پس اشرافِ قریش چل کر ابوسفیان کے پاس گئے اور کہا: ہم دلی خوشی سے کہتے ہیں کہ تم اس قافلہ کے نفع کو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف لشکر کی تیاری میں لگا دو' پس ابوسفیان نے کہا: میں سب سے پہلے اس پر لبیک کہتا ہوں اور بنو عبد مناف میرے ساتھ ہیں' سو انہوں نے اس قافلہ کا سامان فروخت کر دیا اور اس میں ایک ہزار اونٹ تھے اور پچاس ہزار دینار تھے' پس انہوں نے قافلہ والوں کو ان کی اصل رقم واپس کر دی اور اس کا نفع نکال لیا اور وہ اپنی تجارات میں ہر دینار پر ایک دینار نفع حاصل کرتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳۷-۳۶)

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ انہوں نے لوگوں کو اس لشکر کی تیاری پر مال دینے کے لیے برانگیختہ کیا' اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ؕ۬ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰی جَهَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ ○ (الانفال:۳۶)

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے مال اس لیے خرچ کرتے ہیں کہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکیں' تو اب وہ انہیں خرچ کریں گے' پھر یہ خرچ کرنا ان کے لیے باعث حسرت ہو جائے گا' پھر (یہ کفار) مغلوب کر دیئے جائیں گے' اور جنہوں نے کفر کیا' ان کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا○

پھر قریش' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیے اکٹھے ہو گئے' ان کو ابوسفیان بن حرب' اس کے موافقین اور کنانہ اور اہل تہامہ کے قبائل نے اکٹھا کیا تھا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۴-۳)

انہوں نے مدد حاصل کرنے کے لیے تمام عرب میں اپنے نمائندے بھیجے' سو انہوں نے تین ہزار کا لشکر تیار کر لیا' جس میں سات سو زرہیں تھیں' دو سو گھوڑے تھے اور تین ہزار اونٹ تھے اور اس میں پندرہ گانے والی عورتیں تھیں' جو ان کے سامنے بدر کے مقتولین کا ذکر کر کے ان کو بدلہ لینے کے لیے جوش دلاتی تھیں۔ امام محمد بن سعد نے کہا: پس عباس نے یہ خبریں لکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھیجیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن الربیع کو عباس کے متعلق بتایا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳۸)

عبداللہ بن اُبی کا عین معرکہ میں لشکر سے نکل جانا' آپ کی حکم عدولی کی وجہ سے مسلمانوں کی شکست اور آپ کا اُحد کی لڑائی میں زخمی ہونا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتال کے لیے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا تو ان میں سے بزرگوں کی رائے آپ کی رائے کے موافق تھی اور نوجوانوں کی رائے اس کے خلاف تھی' پس جب آپ مقام الشوط پر پہنچے تو عبداللہ بن اُبی اپنے تین سو اصحاب کے ساتھ آپ کے لشکر سے نکل گیا' ایک قول یہ ہے کہ ان کے کفر کی وجہ سے آپ نے ان کو خود نکال دیا تھا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۸-۴)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیر اندازوں کو حکم دیا تھا کہ تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا' اور جب وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے تو شکست کھا گئے اور ستر

(۷۰) مسلمان شہید ہو گئے جن میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے' ان کو وحشی نے نیزہ مار کر شہید کیا تھا' ایک قول ہے کہ پینسٹھ (٦٥) مسلمان شہید ہوئے تھے' ان میں سے چار مہاجر تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۰۳۹) اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک پیشانی پر پتھر لگا اور وہ خون آلود ہوئی اور عتبہ بن ابی وقاص نے آپ کے نچلے دانت کو شہید کر دیا' اور آپ کا نچلا ہونٹ عبداللہ بن قمئہ نے زخمی کیا اور کہا: یہ لو! اور میں ابن قمئہ ہوں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تجھے اللہ تعالیٰ دوزخ میں ذلیل کرے گا' سو وہ پہاڑ کی چوٹی پر اپنی بکریوں میں تھا کہ اس کو ایک بکرے نے سینگ مارا اور اس کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیا' سو اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

آپ کے دائیں کندھے پر کسی کافر نے تلوار ماری تھی جس سے آپ کا رخسار زخمی ہو گیا اور آپ کے خود کے دو حلقے اس میں گھس گئے' اور آپ اس گڑھے میں گر گئے جس کو ابو عامر یہودی نے مسلمانوں کے خلاف سازش کے لیے کھودا تھا' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پکڑا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو اٹھا کر سیدھا کھڑا کیا اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دشمنوں کے تیروں کے خلاف آپ کی ڈھال بن گئے۔ (عیون الاثر ج ۲ ص ۵)

امام ابن ہشام نے الزہری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ کی مبارک پیشانی پھٹ گئی تھی۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۷) یہ اثر غریب ہے' اور ابن قمئہ نے چلا کر کہا: بے شک (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قتل کر دیئے گئے ہیں اور حقیقت میں ابلیس نے اس کی صورت میں آ کر یہ کہا تھا اور اس دن آپ کے ساتھ صرف چودہ افراد ثابت قدم رہے تھے' اور امام مسلم نے روایت کی ہے کہ آپ کے ساتھ سات (۷) انصار اور دو قریش کے مرد حضرت طلحہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما ثابت قدم رہے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۸۹)

عنقریب امام بخاری کی روایت میں آئے گا کہ جن ایام میں آپ پر حملہ کیا گیا تھا' ان ایام میں آپ کے ساتھ صرف حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما باقی رہے تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۰۶۱۔۴۰۶۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں اُحد کی شکست دکھانا

حضرت ابو موسیٰ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار کو ہلایا' جس سے تلوار کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا اور اس کی تعبیر اُحد میں مسلمانوں کی شکست کی صورت میں ظاہر ہوئی' پھر میں نے دوبارہ اس تلوار کو ہلایا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ عمدہ ہو گئی' اس کی تعبیر وہ تھی جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطاء فرمائی اور مسلمان جمع ہو گئے اور میں نے خواب میں ایک گائے دیکھی اور اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں خیر ہے' اور اس کی تعبیر وہ تھی جو غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کا نقصان ہوا۔

(صحیح البخاری: ۴۰۸۱)

دوسری کتابوں میں یہ حدیث ہے: میں نے دیکھا کہ میری تلوار کی نوک ٹوٹ گئی ہے اور میں نے اپنا ہاتھ اپنی زرہ میں داخل کر لیا' میں نے اس کی تعبیر مدینہ لی۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۱' المستدرک ج ۲ ص ۱۲۹۔۱۲۸' سنن دارمی: ۲۲۰۵۔۱۳۷۸' السنن الکبریٰ: ۷۶۴۷' سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۶)

امام ابن ہشام سے روایت ہے کہ گائے کو دیکھنے کی تعبیر میرے اصحاب کی شہادت تھی اور میں نے اپنی تلوار کی نوک جو ٹوٹی ہوئی دیکھی' اس کی تعبیر میرے اہل بیت میں سے ایک مرد کی شہادت تھی۔ (سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۷)

اس سے مراد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن عقبہ نے کہا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی تلوار کی نوک ٹوٹی ہوئی جو دیکھی تھی' اس کی تعبیر آپ کے چہرے کا زخم ہے کیونکہ اللہ کے دشمنوں نے اس دن آپ کا چہرہ زخمی کر دیا تھا اور آپ کا نچلا دانت شہید کر دیا تھا اور آپ کا رخسار اور نچلا ہونٹ خون

آلود کر دیا تھا اور ابن عائذ نے روایت کی ہے کہ آپ نے یہ خواب جمعہ کی رات کو دیکھا تھا۔

علامہ واقدی نے روایت کی ہے کہ آپ اس خواب کی وجہ سے مدینہ سے باہر نکل کر لڑنا نہیں چاہتے تھے اور اس میں ہے کہ میری تلوار ذوالفقار کے درمیان سے ٹوٹ کر دو حصے ہو گئے تھے اور میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ میرے اہل بیت میں سے ایک مرد کو شہید کر دیا جائے گا۔ (کتاب المغازی للواقدی ص ۲۰۹)

مسلمانوں اور کفار کے لشکروں کا تقابل

مشرکین کا جھنڈا طلحہ کے ہاتھ میں تھا اور وہ عثمان کا بیٹا ہے جو شیبہ کا بھائی ہے' اس کو قتل کر دیا گیا تھا' اور مسلمانوں کا جھنڈا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا' یعنی مہاجرین میں سے اور ایک قول ہے: حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور اوس کا جھنڈا حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا' اور خزرج کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا' کفارِ قریش کے لشکر میں تین ہزار مرد تھے اور دو سو گھوڑے تھے اور مسلمانوں کے پاس صرف ایک گھوڑا تھا۔

سورۂ آل عمران میں درج شدہ مشکل الفاظ کے معانی

آل عمران:۱۳۹ میں ہے: ''ولا تھنوا'' اس کا معنی ہے: تم کمزور نہ پڑو۔

آل عمران:۱۴۰ میں ہے: ''قرحٌ'' اس کا معنی ہے: زخم۔

نیز اس آیت میں ہے: ''ولیعلم اللّٰہ'' تا کہ جب مؤمنین مغلوب ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کا صبر جان لے' اور اللہ تعالیٰ اس غیب کو پہلے سے جانتا ہے' مگر اس پر علمِ غیب کا مجازاً اطلاق ہوتا ہے' اس لیے اس کا معنی ہے: تا کہ اللہ اس کو واقع میں بہ طور شہادت جان لے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کا بہترین معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کے صبر کو ظاہر فرما دے۔ (سعیدی غفرلہ)

آل عمران:۱۴۲ میں ہے: ''ولما یعلم اللّٰہ'' اس آیت کا معنی ہے: ابھی تک اللہ تعالیٰ نے ان کے جہاد کے وقوع کو نہیں جانا' تاہم وہ اس کو بہ طور غیب جانتا ہے' کیونکہ ابھی تک ان کے درمیان جہاد کا وقوع نہیں ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کے وقوع کو جانتا۔

میں کہتا ہوں کہ اس آیت کا بہترین معنی یہ ہے کہ ابھی تک اللہ تعالیٰ نے ان کے جہاد کو ظاہر نہیں فرمایا۔ (سعیدی غفرلہ)

آل عمران:۱۴۳ میں ہے: ''تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ'' مجاہد نے کہا: غزوۂ بدر کے بعد بعض مسلمان کہتے تھے: کاش! جنگ ہوتی حتیٰ کہ ہم آزمائے جاتے' پس جب ان بعض مسلمانوں کو غزوۂ اُحد میں شکست ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اس آیت میں عتاب فرمایا۔

آل عمران:۱۵۳ میں ہے: ''مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا'' بعض مسلمانوں نے کہا: ہم کو پہلے علم نہیں تھا کہ ہم دنیا کا ارادہ کرتے ہیں' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی۔

آل عمران:۱۶۹ میں ہے: ''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا'' حدیث میں ہے کہ شہداء کی ارواح جہاں چاہتی ہیں جنت میں پھرتی ہیں' پھر ان قندیلوں کی طرف آ جاتی ہیں جو عرش کے پاس لٹکی ہوئی ہیں۔

(سنن ابوداؤد:۲۵۲۰' مسند احمد ج۱ ص۲۶۶-۲۶۵) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ ص۱۴۹-۱۴۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

۴۰۴۱- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن

يَوْمَ اُحُدٍ هٰذَا جِبْرِيْلُ اٰخِذٌ بِرَاْسِ فَرَسِهٖ عَلَيْهِ اَدَاةُ الْحَرْبِ .

عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُحد کے دن فرمایا: یہ جبریل ہیں جو اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑے ہوئے ہیں اور ان پر جنگ کے ہتھیار ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۹۵ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں اُحد کا ذکر ہے اور اس حدیث میں جنگ میں ہتھیار استعمال کرنے کا ثبوت بھی ہے۔

٤٠٤٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ اَخْبَرَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ عَدِيٍّ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَيْوَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَتْلٰى اُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِيْنَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ ثُمَّ طَلَعَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ اِنِّيْ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ فَرَطٌ وَّاَنَا عَلَيْكُمْ شَهِيْدٌ وَّاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْحَوْضُ وَاِنِّيْ لَاَنْظُرُ اِلَيْهِ مِنْ مَّقَامِيْ هٰذَا وَاِنِّيْ لَسْتُ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا وَلٰكِنِّيْ اَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا اَنْ تَنَافَسُوْهَا قَالَ فَكَانَتْ اٰخِرَ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں زکریاء بن عدی نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن المبارک نے خبر دی از حیوۃ از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از عقبہ بن عامر' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ سال بعد شہداءِ اُحد پر نمازِ جنازہ پڑھی' جیسے آپ زندوں اور مُردوں (سب) سے رخصت ہو رہے ہوں' پھر آپ منبر پر رونق افروز ہوئے' سو آپ نے فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں' اور میں تم پر گواہ ہوں اور میرا تم سے حوض پر (ملاقات کا) وعدہ ہے' اور بے شک میں اب بھی اپنی اس جگہ سے ضرور حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں' اور بے شک مجھے تمہارے متعلق یہ خوف نہیں ہے کہ تم (سب) مشرک ہو جاؤ گے' لیکن مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ تم (سب) دنیا میں رغبت کرو گے' حضرت عقبہ نے کہا: پس میں آخری بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۴ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور میں شافعی اور مالکی شارحین کی تاویلات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب الجنائز میں شہید پر نمازِ جنازہ کے باب میں گزر چکی ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۳۴۴)

موسیٰ بن عقبہ نے کہا: آپ نے ان میں سے کسی پر بھی اس طرح نماز نہیں پڑھی جس طرح مُردوں پر نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے ان پر نماز پڑھی تھی یا نہیں۔ (تمہید ج ۲۳ ص ۲۴۴)

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف کیا گیا ہے' ایک قول ہے کہ آپ صرف ان سے الوداع ہو رہے تھے' دوسرا قول ہے کہ آپ نے اُن پر نماز (جنازہ) نہیں پڑھی' تیسرا قول ہے کہ آپ نے ان کے لیے صرف دعا کی تھی۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۵۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

مصنف کا شافعی اور مالکی شارحین پر تعاقب

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن الملقن نے یہ شرح اس لیے کی ہے کہ وہ شافعی ہیں اور شافعیوں کا مذہب ہے کہ شہید کی نمازِ جنازہ

پڑھی جائے گی کیونکہ شہید زندہ ہوتا ہے اور زندہ کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جاتی ہے' لیکن ان کا یہ قول غلط ہے کیونکہ پھر شہید کو دفن بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ زندہ کو دفن نہیں کیا جاتا' پھر شہید کی وراثت بھی نہیں تقسیم کرنی چاہیے کیونکہ زندہ کی وراثت تقسیم نہیں کی جاتی اور شہید کی بیوہ کو عدت بھی نہیں گزارنی چاہیے اور اس کی بیوہ کا کسی دوسرے سے نکاح بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ نہ زندہ شوہر کی بیوی کی عدت ہوتی ہے اور نہ وہ کسی اور سے نکاح کر سکتی ہے اور شوافع کے خلاف سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح البخاری: ۱۳۴۴ میں گزر چکی ہے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے شہداءِ اُحد پر ایسی نماز پڑھی جو میت پر نماز پڑھی جاتی ہے اور جب حدیث میں یہ تصریح موجود ہے تو پھر اس کی یہ تاویل کیسے صحیح ہوگی کہ آپ نے ان پر نماز نہیں پڑھی یا یہ کہ یہاں ''صلّی'' کا معنی ''نماز پڑھی'' نہیں ہے' بلکہ اس کا معنی ہے: آپ نے ان کے لیے دعا کی' سو یہ تمام تاویلات حدیث کی صراحت کے خلاف ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

فصلّی علی اهل اُحد صلاته علی المیت ۔ آپ نے شہداءِ اُحد پر ایسی نماز پڑھی جیسی آپ میت پر نماز پڑھتے تھے۔

(صحیح البخاری: ۶۵۹۰۔۶۴۲۶۔۴۰۸۵۔۳۵۹۶۔۱۳۴۴)

سو شافعی اور مالکی شارحین کا اپنے مذہب کو ثابت کرنے کے لیے حدیث کی صراحت کے خلاف شرح کرنا' انتہائی رکیک' ضعیف اور نامقبول ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی اپنی صحیح میں چھ ابواب میں روایت کی ہے' پانچ ابواب میں ''صلاته علی المیت'' (آپ کی نمازِ جنازہ) کے الفاظ ہیں اور صرف ایک باب کی حدیث: ۴۰۴۲ میں یہ الفاظ انہوں نے اختصار کی وجہ سے حذف کر دیئے اور پانچ ابواب میں ان الفاظ کا ذکر' ایک حدیث میں اس کے حذف پر دلیل ہے' تو یہ اُصولی بات ان شافعی اور مالکی شارحین کی سمجھ میں کیوں نہیں آئی!

مُردوں سے الوداع ہونے کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: جیسے آپ زندوں اور مُردوں سب سے رخصت ہو رہے ہوں۔ زندوں سے رخصت ہونا تو سمجھ میں آتا ہے' کیونکہ حدیث کا سیاق و سباق یہ خبر دیتا ہے کہ آپ نے یہ ارشاد اپنی حیات کے آخر میں فرمایا تھا' لیکن مُردوں سے رخصت ہونے کی کیا توجیہ ہے؟ ہوسکتا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر کی مراد یہ ہو کہ اب مُردے بھی آپ کے جسم ظاہری کے ساتھ آپ کی زیارت نہیں کر سکیں گے' کیونکہ ہر چند کہ آپ اپنی موت کے بعد بھی زندہ ہیں' لیکن یہ حیات اُخروی ہے' جو دنیاوی حیات کے مشابہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم! اور ہوسکتا ہے کہ مردوں سے الوداع ہونے کا یہ معنی ہو کہ اب آپ مردوں کے لیے استغفار کریں گے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ آپ اہل بقیع کے لیے استغفار فرماتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر نے یہ مبالغۃً کہا ہو کہ گویا آپ زندوں اور مُردوں دونوں سے الوداع ہو رہے ہوں۔ (سعیدی غفرلہ) (فتح الباری ج ۵ ص ۲۰۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

شہید کی نمازِ جنازہ کے مسئلہ میں شوافع کا ردّ

علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ شوافع شہداء کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے قائل نہیں ہیں' وہ اس حدیث کی کیا توجیہ کریں گے؟ پھر انہوں

نے جواب دیا کہ وہ کہیں گے کہ اس حدیث میں "صلّی" کا معنی نمازِ جنازہ پڑھنا نہیں ہے بلکہ اس کا لغوی معنی مراد ہے کہ آپ نے شہداءِ اُحد کے لیے دعا فرمائی۔ (شرح الکرمانی ج ١۵ص ٢١٨' داراحیاء التراث العربی بیروت)

علامہ عینی' علامہ کرمانی کا ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کتاب الجنائز میں اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے اہلِ اُحد پر نمازِ جنازہ پڑھی' پھر واپس چلے گئے اور یہ حدیث حضرت ابن عباس سے' حضرت ابن الزبیر سے اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور عکرمہ' سعید بن المسیب' الحسن البصری' مکحول' ثوری' اوزاعی' مزنی سے بھی مروی ہے (یعنی ان تمام صحابہ اور فقہاء تابعین کے نزدیک شہداء کی نمازِ جنازہ پڑھنا سنت ہے اور یہ حدیث شافعیہ اور مالکیہ کے مؤقف کے ردّ پر بہت قوی دلیل ہے)۔ (سعیدی غفرلہ)

(عمدۃ القاری ج ١٧ص ١٩٠' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٠٤٣- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَقِيْنَا الْمُشْرِكِيْنَ يَوْمَئِذٍ وَّاَجْلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا مِّنَ الرُّمَاةِ وَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ وَقَالَ لَا تَبْرَحُوْا اِنْ رَاَيْتُمُوْنَا ظَهَرْنَا عَلَيْهِمْ فَلَا تَبْرَحُوْا وَاِنْ رَاَيْتُمُوْهُمْ ظَهَرُوْا عَلَيْنَا فَلَا تُعِيْنُوْنَا فَلَمَّا لَقِيْنَا هَرَبُوْا حَتّٰى رَاَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ فِي الْجَبَلِ رَفَعْنَ عَنْ سُوْقِهِنَّ قَدْ بَدَتْ خَلَاخِلُهُنَّ فَاَخَذُوْا يَقُوْلُوْنَ الْغَنِيْمَةَ الْغَنِيْمَةَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جُبَيْرٍ عَهِدَ اِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَبْرَحُوْا فَاَبَوْا فَلَمَّا اَبَوْا صُرِفَ وُجُوْهُهُمْ فَاُصِيْبَ سَبْعُوْنَ قَتِيْلًا وَّاَشْرَفَ اَبُوْ سُفْيَانَ قَالَ اَفِي الْقَوْمِ مُحَمَّدٌ فَقَالَ لَا تُجِيْبُوْهُ فَقَالَ اَفِي الْقَوْمِ ابْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ قَالَ لَا تُجِيْبُوْهُ فَقَالَ اَفِي الْقَوْمِ ابْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اِنَّ هٰؤُلَاءِ قُتِلُوْا فَلَوْ كَانُوْا اَحْيَاءً لَاَجَابُوْا فَلَمْ يَمْلِكْ عُمَرُ نَفْسَهٗ فَقَالَ كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ اَبْقَى اللّٰهُ عَلَيْكَ مَا يُحْزِنُكَ قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ اُعْلُ هُبَلْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجِيْبُوْهُ قَالُوْا مَا نَقُوْلُ قَالَ قُوْلُوْا اللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجِيْبُوْهُ قَالُوْا مَا نَقُوْلُ قَالَ قُوْلُوْا اللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ يَوْمٌ بِيَوْمِ بَدْرٍ وَالْحَرْبُ سِجَالٌ وَّتَجِدُوْنَ مُثْلَةً لَمْ اٰمُرْ بِهَا وَلَمْ تَسُؤْنِيْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ اس دن ہمارا مشرکین سے مقابلہ ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیراندازوں کا لشکر بٹھا دیا تھا اور ان پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنا دیا تھا' اور آپ نے فرمایا: تم یہاں سے نہ جانا خواہ تم یہ دیکھو کہ ہم ان پر غالب آ چکے ہیں' تب (بھی) تم یہاں سے نہ جانا' اور اگر تم یہ دیکھو کہ وہ ہم پر غلبہ پا چکے ہیں تب بھی تم ہماری مدد کے لیے نہ آنا' پس جب ہمارا مقابلہ ہوا تو مشرکین بھاگ گئے' حتیٰ کہ ہم نے ان کی عورتوں کو اس طرح پہاڑ پر بھاگتے ہوئے دیکھا کہ انہوں نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اُٹھایا ہوا تھا اور ان کی پازیبیں ظاہر ہو رہی تھیں تو وہ کہنے لگے: غنیمت (لوٹو)' غنیمت (لوٹو)' پس حضرت عبداللہ بن جبیر نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ یہاں سے نہ جانا' تو انہوں نے انکار کر دیا' پس جب انہوں نے انکار کیا تو ان کے چہرے پھیر دیئے گئے' ستر (٧٠) مسلمان شہید ہو گئے اور ابوسفیان نے سر اُٹھا کر کہا: کیا ان لوگوں میں (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟ آپ نے فرمایا: اس کو جواب نہ دینا' پھر اس نے پوچھا: کیا ان لوگوں میں ابوقحافہ کا بیٹا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو جواب نہ دینا' پس اس نے کہا: کیا ان لوگوں میں خطاب کا بیٹا ہے؟ پھر اس نے کہا: یہ سب لوگ قتل ہو چکے ہیں' اگر یہ زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے' تب حضرت عمر اپنے اوپر ضبط نہ کر سکے' انہوں نے کہا: اے اللہ کے دشمن! تو نے جھوٹ کہا' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تیرے خلاف باقی رکھا ہے

تجھے غمگین کریں گے' ابوسفیان نے کہا: ھبل بلند ہو! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو جواب دو! صحابہ نے پوچھا: ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا: تم کہو: اللہ بلند اور برتر ہے' ابوسفیان نے کہا: ہمارا عزیٰ ہے اور تمہارا کوئی عزیٰ نہیں ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو جواب دو' صحابہ نے پوچھا: ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا: تم کہو کہ ہمارا مددگار اللہ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے' ابوسفیان نے کہا: آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور جنگ (کنویں کا) ڈول ہے (کبھی ایک کے پاس' کبھی دوسرے کے پاس) اور تم ایک مثلہ (اعضاء کٹے ہوئے) کو دیکھو گے' میں نے اس کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ مجھے اس پر افسوس ہوا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۳۹ میں گزر چکی ہے۔

شہداءِ اُحد کی تعداد اور مُثلہ کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: پس ستر (۷۰) مسلمان شہید ہو گئے' امام مالک نے کہا: مہاجرین میں سے چار شہید ہوئے تھے اور انصار میں سے ستر (۷۰) شہید ہوئے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں اس سے بڑی جنگ نہیں ہوئی تھی اور نہ کسی جنگ میں اُحد سے زیادہ مسلمان شہید ہوئے تھے۔

ابوسفیان نے کہا: ھبل بلند ہو! یعنی اس کا حکم بلند ہو اور اس کا دین غالب ہو۔

نیز ابوسفیان نے کہا: عنقریب تم ایک مُثلہ (اعضاء کٹا ہوا شخص) دیکھو گے' میں نے اس کا حکم دیا تھا اور نہ مجھے اس پر افسوس ہے۔ مثلہ کا معنی ہے: کسی شخص کے اعضاء کاٹ کر اور اس کی ناک اور کان کاٹ کر اس کی ہیئت بگاڑ دینا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ ص۱۵۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

جس جگہ مسلمانوں کو کھڑا کیا تھا وہاں سے ان کے نہ ہٹنے کے حکم کے متعلق دیگر روایات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: آپ نے فرمایا: اگر تم دیکھو کہ مشرکین ہم پر غالب آ گئے ہیں تب بھی تم ہماری مدد کو نہ آنا۔ زہیر کی روایت میں ہے: اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمیں نوچ کر کھا رہے ہیں پھر بھی تم یہاں سے نہ جانا۔ امام احمد' طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایک جگہ کھڑا کیا اور فرمایا: تم ہماری پشت کی حفاظت کرو' اگر تم دیکھو کہ ہم کو قتل کر دیا گیا ہے' پھر بھی تم ہماری مدد کو نہ آنا اور اگر تم دیکھو کہ ہم مالِ غنیمت لوٹ رہے ہیں تو تم ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا۔

مشرکین کی بھاگنے والی عورتوں کے اسماء

امام ابن اسحاق نے مشرکین کی بھاگنے والی عورتوں کے نام ذکر کیے ہیں' اور وہ حسبِ ذیل ہیں:

(۱) ھند بنت عتبہ' یہ ابوسفیان کے ساتھ آئی تھی (۲) اُم حکیم بنت الحارث بن ہشام' یہ اپنے شوہر عکرمہ بن ابوجہل کے ساتھ آئی تھی (۳) فاطمہ بنت الولید بن مغیرہ' یہ اپنے شوہر الحارث بن ہشام کے ساتھ آئی تھی (۴) برزہ بنت مسعود الثقفیہ' یہ اپنے شوہر صفوان بن اُمیہ کے ساتھ آئی تھی (۵) ربطہ بنت شیبہ السہمیہ' یہ اپنے شوہر عمرو بن العاص کے ساتھ آئی تھی (۶) سلافۃ بنت سعد' یہ اپنے شوہر طلحۃ بن ابی طلحۃ العجبی کے ساتھ آئی تھی (۷) خناس بنت مالک' یہ مصعب بن عمیر کی والدہ تھی (۸) عمرۃ بنت علقمۃ بن کنانہ' دوسروں نے کہا ہے کہ اُحد کے دن جو عورتیں مشرکین کے ساتھ آئی تھیں' وہ پندرہ تھیں۔

جن مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ نے اُحد پہاڑ پر کھڑا کیا تھا' ان کے بھاگنے کے متعلق دیگر روایات

جن مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ نے ایک جگہ کھڑا کیا تھا' انہوں نے کہا: ''الغنیمۃ الغنیمۃ'' زہیر کی روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن جبیر کے اصحاب نے کہا: آج غنیمت لوٹنے کا دن ہے' تمہارے اصحاب غلبہ پا چکے ہیں' اب تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟ حضرت عبداللہ بن جبیر نے کہا: کیا تم بھول گئے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے تم سے کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم وہاں ضرور جائیں گے اور مالِ غنیمت لوٹیں گے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: جب رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت لیا اور مشرکین کے لشکر کو مباح کر لیا تو تمام تیرانداز مڑ گئے اور لشکر میں داخل ہو کر مالِ غنیمت لوٹنے لگے اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی صفیں ٹوٹ گئیں اور جب تیراندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ کر اس کو خالی کر دیا تو دشمن کے گھڑ سواروں نے پلٹ کر اس جگہ سے صحابہ پر چڑھائی کر دی' پھر بعض مسلمانوں نے ایک دوسرے کو مار ڈالا اور ان پر وہ مشرکین کے ساتھ مشتبہ ہو گئے تھے اور بہت مسلمان قتل کر دیئے گئے اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے لیے دن کا ابتدائی حصہ تھا حتیٰ کہ مشرکین کا جھنڈا اُٹھانے والوں میں سے سات یا نو قتل کر دیئے گئے تھے اور مسلمان پہاڑ کی طرف بھاگے اور شیطان نے چلا کر کہا: (سیدنا) محمد (ﷺ) مار ڈالے گئے ہیں۔

جب تیراندازوں نے اپنی جگہ چھوڑی تو مسلمان حیران و پریشان ہو گئے کہ کدھر جائیں' پس نبی ﷺ کے ساتھ صرف بارہ صحابہ کھڑے رہ گئے تھے۔

امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب لوگ پیٹھ موڑ کر بھاگے تو نبی ﷺ کے ساتھ صرف بارہ انصار رہ گئے تھے' ان میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

غزوۂ اُحد میں نبی ﷺ کے زخمی ہونے کے متعلق دیگر روایات

امام طبری نے سُدی کی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ صحابہ میں بھگدڑ مچ گئی تھی' بعض بھاگ کر مدینہ چلے گئے اور بعض پہاڑ پر چڑھ گئے تھے' رسول اللہ ﷺ ثابت قدم رہے تھے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلا رہے تھے' پس ابن قمئہ نے آپ کو پتھر مارا جس سے آپ کی ناک زخمی ہوئی اور سامنے کا نچلا دانت شہید ہو گیا اور آپ کا مبارک چہرہ خون آلود ہو گیا' پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف تیس افراد لوٹ کر آ گئے اور آپ کی مدافعت کرنے لگے' ان میں نمایاں حضرت طلحہ اور حضرت سہل بن حنیف تھے رضی اللہ عنہما' حضرت طلحہ کو تیر آ کر لگے اور ان کا ہاتھ مفلوج ہو گیا' بعض مسلمان جو پہاڑ کی طرف بھاگے تو وہ کہنے لگے: کاش! ہمارا کوئی نمائندہ جا کر عبداللہ بن اُبی سے کہتا کہ وہ ابوسفیان سے امن اور صلح مانگے! پس حضرت انس بن النضر نے کہا: اے لوگو! اگر سیدنا محمد ﷺ قتل کیے جا چکے ہیں' تب بھی آؤ! ان سے جنگ کرو جن سے آپ نے جنگ کی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے پہاڑ کا قصد کیا تو ایک صحابی نے آپ کو نہ پہچان کر آپ کو تیر مارنے کا قصد کیا تو آپ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں' جب صحابہ نے یہ سنا تو وہ خوش ہو گئے اور آپ کے گرد جمع

ہو گئے اور مسلمان پلٹ کر آ گئے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ (اس بھگدڑ میں) ستر مسلمان شہید ہو گئے تھے۔

غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کے شہید ہونے کی تعداد کے متعلق دیگر روایات

امام سعید بن منصور نے ایک مرسل روایت کی ہے کہ اُحد کے دن ستر (٧٠) مسلمان شہید ہوئے' جن میں سے چار مہاجرین میں سے تھے: حضرت سیدنا حمزہ' حضرت مصعب بن عمیر' حضرت عبداللہ بن جحش اور حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ عنہم۔

امام ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اُحد کے دن چونسٹھ (٦٤) انصار اور چھ (٦) مہاجرین شہید ہوئے' پانچویں حضرت سعد تھے جو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے اور چھٹے حضرت یوسف بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ تھے جو بنو عبد شمس کے حلیف تھے۔

محب طبری نے امام شافعی سے روایت کی ہے کہ شہداءِ اُحد بہتر (٧٢) تھے اور امام مالک سے روایت کی ہے کہ پچھتر (٧٥) تھے' اور ان میں سے اکہتر (٧١) انصار تھے۔

ابو الفتح الیعمری نے شہداءِ اُحد کے چھیانوے (٩٦) نام ذکر کیے ہیں' ان میں سے گیارہ (١١) مہاجرین تھے اور باقی انصار تھے' ان میں سے بعض کا ذکر امام ابن اسحاق نے کیا ہے اور باقی زائد کا ذکر موسیٰ بن عقبہ یا محمد بن سعد یا ہشام بن الکلبی نے کیا ہے' پھر حافظ ابن عبد البر اور الدمیاطی نے مزید چار یا پانچ کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ شہداءِ اُحد کی تعداد سو سے زیادہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ (آل عمران: ١٦٥) کیا جب تم کو اس حال میں مصیبت پہنچی جب کہ اس سے دگنی مصیبت تم ان کو پہنچا چکے تھے۔

الیعمری نے کہا: اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ غزوۂ اُحد میں مسلمانوں پر جو مصیبت آئی تھی' اس پر تسلی دینے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی ہے کیونکہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں نے ستر (٧٠) مشرکین قتل کیے تھے اور ستر مشرکوں کو قید کر لیا تھا تو جب غزوۂ اُحد میں سو سے زیادہ مسلمان شہید کیے گئے تو یہ آیت صادق ہوگئی کہ تم بدر میں اُحد سے دگنی تعداد کو مصیبت پہنچا چکے ہو۔ (حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ اسی تفسیر پر اعتماد کیا گیا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۰۲-۲۰۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت عبداللہ کا تذکرہ' ھبل' العزیٰ اور مثلہ کا معنی

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں تیر اندازوں کا ذکر ہے' زہیر کی روایت میں ہے: یہ پچاس مرد تھے۔

اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ کو ان تیر اندازوں کا آپ نے امیر بنایا تھا۔ عبداللہ کا نام ہے: عبداللہ بن جبیر بن النعمان بن اُمیہ۔ یہ العقبہ میں حاضر ہوئے' پھر بدر میں حاضر ہوئے اور غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے' حافظ ابن عبد البر نے کہا: میرے علم میں ان کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی روایت نہیں ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابو سفیان نے کہا: ھبل بلند ہو! ھبل ایک بت کا نام ہے جو کعبہ میں تھا' امام ابن اسحاق نے کہا: اس کا معنی ہے: اے ھبل! تیرا دین غالب ہو گیا' علامہ کرمانی نے کہا ہے: اس کا معنی ہے کہ ھبل سب سے زیادہ بلند ہے' علامہ کرمانی نے گمان کیا کہ "اُعْلُ" اسم تفضیل ہے' یہ ان کا وہم ہے۔

العزیٰ' یہ الاعز کی مؤنث ہے اور یہ قریش کے ایک بُت کا نام ہے' کہا جاتا ہے کہ العزیٰ کیکر کا درخت ہے جس کی قبیلہ غطفان پوجا کرتا تھا' انہوں نے اس پر ایک گھر بنا دیا تھا اور اس کی چوکھٹ تھی' رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا' انہوں نے اس گھر کو منہدم کر دیا اور اس درخت کو جلا دیا۔

''مُثلة'' جس شخص کے اعضاء اور اس کی ناک کاٹ دی جائے' جیسا کہ کفارِ قریش نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا' امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ ھندا اپنے ساتھ چند عورتوں کو لے کر نکلی اور انہوں نے شہداءِ اُحد کے کان اور ان کی ناک کاٹ ڈالی اور ان اعضاء کا ہار بنالیا اور یہ ہار انعام میں وحشی کے گلے میں ڈالا گیا کیونکہ اس نے حضرت حمزہ کو قتل کیا تھا' ھند نے حضرت حمزہ کا جگر (کلیجہ) کاٹ کر نکالا اور اس کو چبایا' مگر وہ اس کو نگل نہ سکی' پھر اس کو تھوک دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۲۔۱۹۱ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٤٤- اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ قَالَ اِصْطَبَحَ الْخَمْرَ يَوْمَ اُحُدٍ نَاسٌ ثُمَّ قُتِلُوْا شُهَدَاءَ .

امام بخاری نے روایت کی کہ مجھے عبداللہ بن محمد نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از جابر' وہ بیان کرتے ہیں کہ اُحد کے دن صبح کو لوگوں نے شراب پی' پھر وہ لڑائی میں شہید ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۱۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ شراب کی تحریم غزوۂ اُحد کے بعد ہوئی ہے۔

٤٠٤٥- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ اُتِيَ بِطَعَامٍ وَّكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَّهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ كُفِّنَ فِيْ بُرْدَةٍ اِنْ غُطِّيَ رَاْسُهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَاْسُهٗ وَاُرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ اَوْ قَالَ اُعْطِيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا اُعْطِيْنَا وَقَدْ خَشِيْنَا اَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن المبارک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از سعد بن ابراہیم از والد خود ابراہیم' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس طعام لایا گیا' وہ روزہ دار تھے' پس انہوں نے کہا: حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مجھ سے بہتر تھے' انہیں ایسی چادر میں کفن دیا گیا کہ اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو پیر کھل جاتے اور اگر ان کے پیر ڈھانپے جاتے تو سر کھل جاتا' اور میرا گمان ہے کہ انہوں نے کہا: اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اور وہ مجھ سے بہتر تھے' پھر ہم پر اتنی دنیا کشادہ کی گئی جو کشادہ کی گئی' یا کہا: ہمیں دنیا سے اتنا دیا گیا جو دیا گیا اور ہمیں یہ خوف ہے کہ ہماری نیکیوں کی جزاء ہمیں جلدی (دنیا میں ہی) دے دی گئی ہے' پھر وہ رونے لگے حتیٰ کہ کھانا چھوڑ دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۷۴ میں گزر چکی ہے۔

امام ترمذی نے نوفل بن ایاس سے روایت کی ہے کہ وہ کھانا روٹی اور گوشت پر مشتمل تھا' ابو عمر نے بیان کیا ہے کہ یہ اس وقت کا

واقعہ ہے جب حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ موت کے قریب تھے۔

ان پر دنیا کشادہ کی گئی یعنی بہ کثرت فتوحات ہوئیں اور ان کو بہت زیادہ مالِ غنیمت ملا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٠٤٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فَأَيْنَ أَنَا قَالَ فِي الْجَنَّةِ فَأَلْقٰى تَمَرَاتٍ فِي يَدِهٖ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ.

(صحیح مسلم: ۱۸۹۹ الرقم المسلسل: ۴۸۰۶ سنن نسائی: ۳۱۵۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو انہوں نے کہا: انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یہ بتایئے کہ اگر میں قتل کر دیا جاؤں تو میں کہاں ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: جنت میں اس کے ہاتھ میں جو کھجوریں تھیں اس نے ان کو پھینک دیا پھر قتال کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس شخص کا نام ہے: عمیر بن الحمام بن الخزرج بن زید الانصاری اس کے سوا صحابہ میں اور کسی کا نام عمیر بن الحمام نہیں ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۱۵۳ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

حدیث میں مذکور مرد کا نام اور دیگر فوائدِ حدیث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

میں اس شخص کے نام سے واقف نہیں ہو سکا ابن بشکوال کا یہ زعم ہے کہ ان کا نام عمیر بن الحمام ہے انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ صحیح مسلم میں یہی حدیث حضرت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور انہوں نے عمیر بن الحمام کا یہ واقعہ بیان کیا ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ بدر کا ہے ہوسکتا ہے کہ یہ دو قصے ہوں اور دو مردوں نے اس طرح کہا ہو۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کو اسلام کی نصرت سے کس قدر محبت تھی اور اللہ کی رضا کو طلب کرنے کے لیے شہادت میں کتنی رغبت تھی۔ (فتح الباری ج ۵ص ۲۰۵ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس شرح کو نقل کر دیا ہے اور انہوں نے لکھا ہے کہ صاحب التوضیح نے بھی اس شخص کا یہی نام لکھا ہے اور انہوں نے صاحب التلویح کی پیروی کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۲-۱۹۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٠٤٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَغِي وَجْهَ اللّٰهِ فَوَجَبَ أَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ وَمِنَّا مَنْ مَضٰى أَوْ ذَهَبَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهٖ شَيْئًا كَانَ مِنْهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق از حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی ہم اللہ کی رضا طلب کرتے تھے پس

مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ لَمْ يَتْرُكْ اِلَّا نَمِرَةً كُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَاْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ خَرَجَ رَاْسُهُ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوْا بِهَا رَاْسَهُ وَاجْعَلُوْا عَلٰى رِجْلِهِ الْاِذْخِرَ اَوْ قَالَ اَلْقُوْا عَلٰى رِجْلِهِ الْاِذْخِرَ وَمِنَّا مَنْ قَدْ اَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدُبُهَا .

ہمارا اجر (اللہ کے کرم سے) اللہ پر واجب ہو گیا' ہم میں سے بعض گزر گئے یا چلے گئے' انہوں نے اپنے اجر سے کچھ بھی نہیں کھایا' ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تھے وہ اُحد کے دن شہید ہو گئے' انہوں نے صرف ایک چادر چھوڑی تھی' جب ہم اس چادر سے ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پیر کھل جاتے اور جب اس چادر سے ان کے پیر ڈھانپتے تو ان کا سر کھل جاتا' پس ہم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کا سر ڈھانپ دو اور ان کے پیروں پر اذخر گھاس رکھ دو' یا فرمایا: ان کے پیر پر اذخر ڈال دو' اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کے عمل کے پھل پک گئے اور وہ ان کو چن رہے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۷۶ میں گزر چکی ہے۔

تینوں شارحین نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں اُحد کے دن کا ذکر ہے۔

٤٠٤٨- **اَخْبَرَنَا** حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ عَمَّهُ غَابَ عَنْ بَدْرٍ فَقَالَ غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَئِنْ اَشْهَدَنِيَ اللّٰهُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا اُجِدُّ فَلَقِيَ يَوْمَ اُحُدٍ فَهُزِمَ النَّاسُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعْتَذِرُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ يَعْنِي الْمُسْلِمِيْنَ وَاَبْرَاُ اِلَيْكَ مِمَّا جَاءَ بِهِ الْمُشْرِكُوْنَ فَتَقَدَّمَ بِسَيْفِهِ فَلَقِيَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فَقَالَ اَيْنَ يَا سَعْدُ اِنِّيْ اَجِدُ رِيْحَ الْجَنَّةِ دُوْنَ اُحُدٍ فَمَضٰى فَقُتِلَ فَمَا عُرِفَ حَتّٰى عَرَفَتْهُ اُخْتُهُ بِشَامَةٍ اَوْ بِبَنَانِهِ وَبِهِ بِضْعٌ وَّثَمَانُوْنَ مِنْ طَعْنَةٍ وَّضَرْبَةٍ وَّرَمْيَةٍ بِسَهْمٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حسان بن حسان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن طلحہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ کہ ان کے چچا غزوۂ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے' پس انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی لڑائی میں غائب تھا' اب اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر رکھا تو اللہ تعالیٰ دکھا دے گا کہ میں کتنی کوشش کرتا ہوں' پس اُحد کے ان کا مقابلہ ہوا تو لوگوں کو شکست ہو گئی' پس انہوں نے کہا: اے اللہ! ان لوگوں نے یعنی مسلمانوں نے جو کچھ کیا ہے میں تیری طرف اس کا عذر پیش کرتا ہوں اور مشرکین نے جو کچھ کیا ہے میں تیرے سامنے اس سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں' پھر وہ اپنی تلوار لے کر آگے بڑھے تو ان سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ ملے' پس انہوں نے کہا: اے سعد! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میں تو اُحد کے پاس جنت کی خوشبو پا رہا ہوں' سو وہ آگے بڑھے اور شہید کر دیئے گئے' وہ پہچانے نہیں جا رہے تھے حتیٰ کہ ان کو ان کی بہن نے ایک تل یا انگلیوں کی پوروں سے پہچانا اور ان پر اسی (۸۰) سے زیادہ تلواروں' نیزوں اور تیروں کے زخم تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۰۵ میں گزر چکی ہے۔
علامہ ابن الملقن نے صرف بعض الفاظ کے معانی بیان کیے ہیں۔

حضرت انس کے چچا کا نام اور حافظ ابن حجر سے علامہ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا دونوں میں محاکمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں حضرت انس کے چچا کا ذکر ہے' ان کا نام انس بن النضر ہے رضی اللہ عنہما۔
اس حدیث میں ''اَجِدُّ'' کا لفظ ہے' حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ فعل رباعی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۰۵' دارالمعرفۃ) علامہ عینی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ان کا یہ کہنا اہل صرف کی اصطلاح نہیں ہے بلکہ یہ ثلاثی مزید فیہ سے مضاعف ہے' اکثر شارحین نے اسی طرح لکھا ہے' یہاں اس کا معنی یہ ہے کہ میں کتنا شدید قتال کرتا ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن الملقن نے لکھا ہے کہ ابوزید نے کہا ہے کہ ''جَدَّ'' اور ''اَجِدُّ'' کا معنی ہے: کسی کام میں مبالغہ کرنا۔ الحربی نے کہا ہے کہ ''جَدَّ فی الحاجة'' کا معنی ہے: اپنی ضرورت میں مبالغہ کرنا' الجوہری نے کہا ہے کہ ''اَجِدُّ'' اسی کی مثل ہے۔

(الصحاح ج ۲ ص ۴۵۲) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۵۳' وزارۃ الاوقاف' قطر)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن الملقن کے دیئے ہوئے حوالوں سے واضح ہوا کہ ''اَجِدُّ''، ''اَفِرُّ'' کی طرح ہے اور یہ ''فَرَّ یَفِرُّ'' کے باب سے ہے اور ثلاثی مجرد ہے اور علامہ عینی کا اس کو ثلاثی مزید فیہ لکھنا بھی علم صرف سے بے خبری ہے' یہ فعل رباعی ہے نہ ثلاثی مزید فیہ ہے بلکہ ثلاثی مجرد مضاعف ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ''اَجِدُّ'' کا صیغہ بتانے میں حافظ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں کو تسامح ہوا۔ حیرت اس پر ہے کہ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ''اَجِدُّ'' میں ہمزہ پر فتح ہے اور جیم پر کسرہ ہے اور دال پر تشدید ہے تو پھر یہ مزید فیہ کس طرح ہوا' یہ تو صاف ''اَفِرُّ'' کی طرح ہے اور ثلاثی مجرد ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی عبارت درج ذیل ہے:
''اُجِدُّ'' اس میں ہمزہ پر ضمہ ہے اور جیم پر کسرہ ہے اور دال پر تشدید ہے (اُجِدُّ) یہ رباعی ہے اور علامہ ابن التین نے کہا: ہمزہ پر فتح ہے اور جیم پر ضمہ ہے' یہ "جدّ" سے ماخوذ ہے جو مذاق کی ضد ہے (اَجُدُّ)۔ ان کی مراد یہ تھی کہ میں شدت سے قتال کروں گا اور لوگوں کا نہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۰۵' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

اگر یہ لفظ ''اُجِدُّ'' ہے تو یہ باب افعال سے ہے اور ثلاثی مزید فیہ ہے اور اگر یہ لفظ ''اَجُدُّ'' ہو تو پھر یہ ثلاثی مجرد ہے اور ''نَصَرَ یَنْصُرُ'' کے باب سے ہے اور رباعی بہر حال نہیں ہے۔

نیز حدیث میں جو مذکور ہوا: میں اُحد کے پاس جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔ علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ ان کے شدید قتال سے کنایہ ہے جس کا نتیجہ شہادت ہے اور اس کی جزاء جنت ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہیں حقیقۃً جنت کے پھلوں کی خوشبو آ رہی ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۱۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٤٩- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِیْ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی' انہوں

يَقُولُ فَقَدْتُ آيَةً مِّنَ الْأَحْزَابِ حِيْنَ نَسَخْنَا الْمُصْحَفَ كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فَالْتَمَسْنَاهَا فَوَجَدْنَاهَا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ﴾ (الاحزاب: ٢٣) فَأَلْحَقْنَاهَا فِيْ سُوْرَتِهَا فِي الْمُصْحَفِ ۔

نے کہا: مجھے خارجہ بن زید بن ثابت نے خبر دی' انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نے مصحف کو لکھا تو سورۃ احزاب کی ایک آیت کو گم پایا' جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا' آپ اس آیت کو پڑھتے تھے' پس ہم نے اس آیت کو تلاش کیا تو ہم نے اس کو حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ کے پاس پایا (وہ آیت یہ ہے: ایمان والوں میں سے کچھ ایسے (قوی) مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا' پس ان میں سے کوئی (جہاد میں شریک ہو کر) اپنی نذر پوری کر چکا اور ان میں سے کوئی انتظار کر رہا ہے۔ (الاحزاب: ٢٣)) تو ہم نے اس آیت کو اس سورت کے ساتھ مصحف میں ملا دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨٠٧ میں گزر چکی ہے۔

مصحف میں قرآن مجید کی آیات کو درج کرنے کا قاعدہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت زید بن ثابت نے کہا: ہم نے اس آیت کو گم پایا۔

دراصل انہوں نے یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ مصحف کو لکھتے وقت وہ اس آیت کو مصحف میں درج کرتے تھے جس کے متعلق دو مرد یہ گواہی دیں کہ ہم نے اس آیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں صحابہ کی ایک جماعت نے قرآن مجید کو حفظ کیا تھا' حضرت زید نے کہا: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا تھا' آپ یہ آیت پڑھتے تھے' ان کی مراد یہ تھی کہ انہوں نے اس آیت کو لکھا ہوا نہیں پایا تھا اور انہوں نے اس آیت کو صرف خزیمہ کے پاس لکھا ہوا پایا تھا' اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ وہ صرف اس آیت کو مصحف میں درج کرتے تھے جس کو دو مردوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہو' پس اس آیت کو حضرت زید نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا اور حضرت خزیمہ نے بھی' پس انہوں نے اس آیت کو مصحف میں درج کر لیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ١٥٤' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن الملقن کی شرح سے یہ اعتراض دور ہو جاتا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ صرف دو مردوں کے سننے سے اس آیت کا قرآن ہونا ثابت ہو گیا' حالانکہ قرآن مجید کے اثبات کے لیے تو تواتر کا ہونا ضروری ہے' اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ حضرت زید کو تواتر سے معلوم تھا کہ یہ آیت قرآن ہے' لیکن جب وہ قرآن مجید مصحف میں درج کر رہے تھے تو انہوں نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ وہ اس آیت کو مصحف میں درج کریں گے جب دو مردوں کے پاس وہ آیت لکھی ہوئی ہو یا دو مرد یہ شہادت دیں کہ انہوں نے اس آیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے اس حدیث کی شرح نہیں کی اور لکھا ہے کہ اس کی شرح فضائل القرآن میں آئے گی۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٢٠٦' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

نذر پوری کرنے والے صحابی کا نام نحب کا معنی اور دو آدمیوں کے قول کی بناء پر کسی آیت کو مصحف میں شامل کرنے کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جس صحابی کا ذکر ہے کہ انہوں نے اپنی قسم یا نذر پوری کی وہ حضرت انس کے چچا حضرت انس بن نضر ہیں (رضی اللہ عنہما) حدیث سابق میں ان کی شہادت کا ذکر ہے۔

انہوں نے لیلۃ العقبۃ میں اسلام کی نصرت کا عہد کیا تھا' یہ بدر میں حاضر نہیں تھے' انہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ اگر دشمن اسلام سے جنگ ہوئی تو یہ بھاگیں گے نہیں۔

الاحزاب:۲۳ میں ''نحب'' کا لفظ ہے' اس کا معنی حاجت ہے اور یہاں مراد نذر ہے' غزوۂ بدر کے بعد بعض لوگوں نے یہ حلف اٹھایا تھا کہ اگر ان کا دشمنِ اسلام سے مقابلہ ہوا تو وہ ضرور لڑتے رہیں گے حتیٰ کہ شہید ہو جائیں' سو بعض صحابہ شہید ہو گئے' اور بعض شہادت کے منتظر رہے' اس کے بعد آیت میں مذکور ہے کہ وہ اپنے عہد پر برقرار رہے اور انہوں نے اپنے عہد میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

سو ہم نے اس آیت کو سورۃ الاحزاب کے ساتھ ملا دیا۔ علامہ کرمانی نے لکھا ہے کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک یا دو آدمیوں کے قول کی بنیاد پر کسی آیت کو مصحف میں شامل کرنا کس طرح جائز ہوگا جب کہ مصحف میں شامل کرنے کی شرط تواتر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت ان کے نزدیک متواتر تھی' ان کو یہ آیت لکھی ہوئی نہیں ملی تھی' یہ آیت صرف حضرت خزیمہ کے پاس لکھی ہوئی ملی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۶۔۱۹۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی نے وہی تقریر کی ہے جو ہم اس سے پہلے علامہ ابن الملقن کی شرح کی وضاحت میں کر چکے ہیں۔

٤٠٥٠- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيدَ يُحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أُحُدٍ رَجَعَ نَاسٌ مِمَّنْ خَرَجَ مَعَهُ وَكَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةٌ تَقُوْلُ نُقَاتِلُهُمْ وَفِرْقَةٌ تَقُوْلُ لَا نُقَاتِلُهُمْ فَنَزَلَتْ ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا﴾ (النساء:۸۸) وَقَالَ إِنَّهَا طَيْبَةٌ تَنْفِي الذُّنُوْبَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت' انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن یزید سے سنا' وہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کی طرف نکلے تو بعض اصحاب جو آپ کے ساتھ تھے وہ لوٹ آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں دو گروہ ہو گئے تھے' ایک گروہ یہ کہتا تھا کہ ہم ان منافقین سے مقابلہ کریں گے اور دوسرا گروہ یہ کہتا تھا کہ ہم ان سے مقابلہ نہیں کریں گے' تب یہ آیت نازل ہوئی: پس تمہیں کیا ہوا کہ منافقین کے متعلق تم میں دو گروہ ہو گئے اور اللہ نے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں اوندھا کر دیا۔ (النساء:۸۸) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ (مدینہ) طیبہ ہے یہ گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح بھٹی چاندی کے میل کو دور کر دیتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۸۸۴ میں گزر چکی ہے۔

اُحد میں آپ کے لشکر سے نکلنے والوں کا مصداق' نکلنے کا سبب اور اس کی متعدد تفسیریں

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

جو شخص اُحد سے نکل گیا تھا وہ عبداللہ بن ابی تھا جو اپنے تین سو اصحاب کے ساتھ لشکر سے نکل گیا تھا۔

اس آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ جب عبداللہ بن اُبی نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہا تھا کہ آپ اپنے گدھے کی بدبو سے ہمیں ایذاء نہ دیں' اس وقت بعض صحابہ منافقوں سے لڑ پڑے تھے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ناپاک تہمت لگائی اور نبی ﷺ نے اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے ہوئے فرمایا: مجھے اس شخص سے کون محفوظ اور پاک قرار دے گا جس نے میری اہلیہ کے متعلق مجھے اذیت پہنچائی ہے' یعنی عبداللہ بن ابی نے۔ (تفسیر طبری ج ۴ص ۱۹۶۔۱۹۴)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۱۵۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مدینہ گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح بھٹی میل کو دور کر دیتی ہے' اس حدیث کی شرح کتاب الحج کے آخر میں گزر چکی ہے' امام مسلم نے اس حدیث کے دو حصے کیے ہیں' عبداللہ بن اُبی کا قصہ کتاب المنافقین میں ذکر کیا اور مدینہ کے بھٹی ہونے کی حدیث فضائل مدینہ میں ذکر کی اور رہے امام بخاری تو وہ ایک حدیث کے مختلف جملوں کو مختلف ابواب میں تقسیم کر دیتے ہیں' اس کو تقطیع کہتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ص ۲۰۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور کے مبہم جملوں کی توضیح

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

لوگ لوٹ گئے' اس سے مراد عبداللہ بن اُبی اور اس کے اصحاب ہیں جو مسلمانوں کے لشکر کا تہائی حصہ تھے' وہ اُحد پہاڑ پر پہنچ کر لشکر اسلام سے نکل گئے۔

نبی ﷺ کے اصحاب میں سے دو گروہ ہو گئے تھے' یعنی جو لوگ عبداللہ بن اُبی کے ساتھ لوٹ گئے تھے' ان کے متعلق۔ پس تمہیں کیا ہوا کہ منافقین کے متعلق تم میں دو گروہ ہو گئے۔ (النساء:۸۸) یہ اس آیت کے نزول کا زیادہ صحیح سبب ہے' ایک قول یہ ہے کہ جب عبداللہ بن اُبی نے نبی ﷺ سے کہا تھا: آپ کے گدھے سے ہمیں بدبو آتی ہے' اس وقت مسلمان عبداللہ بن ابی کے اصحاب سے لڑ پڑے تھے اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی' دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت اُم المؤمنین پر تہمت لگانے کے موقع پر مسلمان عبداللہ بن ابی کے اصحاب سے لڑ پڑے تھے' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

''واللہ ارکسھم'' حضرت ابن عباس نے کہا: اس آیت کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کو خطاء میں واقع کر دیا' قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا۔

جس طرح بھٹی چاندی کے زنگ کو دور کرتی ہے' اس سے مراد ہے: ان کو دوسروں سے متمیز کر دیتی ہے' اسی طرح مدینہ نے اہل منافقوں کو مسلمانوں سے الگ اور متمیز کر دیا۔

١٨- بَابٌ ﴿اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝﴾ (آل عمران:١٢٢)

جب تم میں سے دوگروہوں نے بزدلی ظاہر کرنے کا ارادہ کیا' اس حال میں کہ اللہ ان کا مددگار تھا اور ایمان والوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے ۝ (آل عمران:١٢٢)

اس آیت میں جن دوگروہوں کا ذکر ہے' یہ انصار کے دو قبیلے ہیں' بنوسلمہ ان کا تعلق خزرج سے ہے اور بنوحارثہ ان کا تعلق اوس سے ہے' ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک ہزار مسلمانوں کا لشکر لے کر اُحد کی طرف نکلے تھے اور مشرکین کے لشکر کی تعداد تین ہزار تھی' عبداللہ بن اُبی سو اصحاب کو لے کر مسلمانوں کے لشکر سے نکل گیا' پھر ان دوگروہوں نے بھی ارادہ کیا کہ وہ نبی ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر عبداللہ بن اُبی کی طرح لشکر سے نکل جائیں' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اس ارادہ پر عمل کرنے سے بچایا' سو وہ مسلمانوں کے لشکر سے نہیں نکلے اور مسلمانوں کے ساتھ ثابت قدم رہے' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس نعمت کا ذکر فرمایا ہے۔

''اذھمت طائفتان''، ''ھم'' کا معنی ہے: کسی کام کی طرف دل کا متوجہ ہونا اور ''تفشلا''، ''فشل'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: بزدلی' لیکن ان کا یہ ''ھم'' اور ان کے دل کی توجہ عزم نہیں تھا' اسی لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کا ولی اور ناصر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ص ١٩٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٠٥١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْنَا ﴿اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا﴾ (آل عمران:١٢٢) بَنِيْ سَلِمَةَ وَبَنِيْ حَارِثَةَ وَمَا اُحِبُّ اَنَّهَا لَمْ تُنْزَلْ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا﴾ (آل عمران:١٢٢)

[طرف الحدیث:٤٥٥٨] (صحیح مسلم:٢٥٠٥' الرقم المسلسل:٦٣٠٨)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی از ابن عیینہ از عمرو از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے: جب تم میں سے دوگروہوں نے بزدلی ظاہر کرنے کا ارادہ کیا۔ (آل عمران:١٢٢) یہ دوگروہ بنوسلمہ اور بنوحارثہ ہیں اور مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی (کیونکہ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ ان دونوں کا مددگار ہے۔ (آل عمران:١٢٢)

مشکل الفاظ کے معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

آل عمران:١٢٢ میں ''ان تفشلا'' مذکور ہے' یہ لفظ ''فشل'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی بزدلی ہے' ایک قول یہ ہے کہ رائے میں ''فشل'' کا معنی عجز ہے' بدن میں ''فشل'' کا معنی تھکاوٹ ہے اور جنگ میں ''فشل'' کا معنی بزدلی ہے اور ولی کا معنی ہے: ناصر۔ (فتح الباری ج ٥ص ٢٠٧' دارالمعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

حضرت جابر کے اس پر خوش ہونے کی توجیہ کہ یہ آیت ان میں نازل ہوئی اور یہ کہ معصیت کے ''ھم'' پر مواخذہ نہیں ہوتا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس وجہ سے خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے انصار کے ان دونوں گروہوں (اوس اور خزرج) کے متعلق فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ ان کا ولی ہے یعنی مددگار ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان دونوں گروہوں نے جو بزدلی کا ھم کیا تھا یعنی وہ بزدلی کی طرف راغب ہوئے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے ان سے مواخذہ نہیں فرمایا اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ معصیت کے "ھم" پر مواخذہ نہیں ہوتا' مواخذہ صرف معصیت کے عزم پر ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

٤٠٥٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو هُوَ ابْنُ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَكَحْتَ يَاجَابِرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَاذَا اَبِكْرًا اَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ لَا بَلْ ثَيِّبًا قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُكَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِيْ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ تِسْعَ بَنَاتٍ كُنَّ لِيْ تِسْعَ اَخَوَاتٍ فَكَرِهْتُ اَنْ اَجْمَعَ اِلَيْهِنَّ جَارِيَةً خَرْقَاءَ مِثْلَهُنَّ وَلٰكِنِ امْرَاَةً تَمْشُطُهُنَّ وَتَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ قَالَ اَصَبْتَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے خبر دی اور وہ ابن دینار ہیں از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے جابر! کیا تم نے نکاح کر لیا' میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: کس سے نکاح کیا' کنواری سے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا: نہیں! بلکہ بیوہ سے' آپ نے پوچھا: تم نے کسی لڑکی سے نکاح کیوں نہ کیا جو تم سے کھیلتی؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے والد کو اُحد کے دن شہید کر دیا گیا تھا اور انہوں نے نو بیٹیاں چھوڑی تھیں جو میری نو بہنیں ہیں' پس میں نے اس کو ناپسند کیا کہ میں ان کے ساتھ ایک ناتجربہ کار لڑکی جمع کر دوں' جو ان ہی کی مثل ہو بلکہ ایسی عورت سے نکاح کروں جو ان کی کنگھی چوٹی کرے اور ان کی تربیت کرے' آپ نے فرمایا: تم نے درست کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۴۳ میں گزر چکی ہے۔

بعض الفاظ کے معانی' حدیث مذکور کے دوسری احادیث سے تعارض کے جوابات اور حضرت جابر کے اقدام کی تحسین

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

"تلاعبك" یہ لعب سے ماخوذ ہے نہ کہ لعاب سے' اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے' جس میں مذکور ہے: "تلاعبك اور "الدعابة" کا معنی ہے: مزاح اور خوش طبعی کرنا۔

سو میرے والد نے نو بیٹیاں چھوڑیں جو میری نو بہنیں ہیں۔ اس کے بعد کی روایت (صحیح البخاری: ۴۰۵۳) میں مذکور ہے: چھ بیٹیاں چھوڑیں' اور صحیح البخاری: ۲۹۶۷ میں مذکور ہے: میری چھوٹی بہنیں ہیں' اس میں عدد کی تعیین نہیں ہے اور سیرت میں مذکور ہے کہ میرے والد نے میری سات بہنیں چھوڑیں۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۵۲)

تاہم اس میں کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ کثیر کا ذکر قلیل کے منافی نہیں ہے' ان کی نو بیٹیوں کے بعد میری نو بہنوں کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ تاکہ کوئی شخص بیٹیوں کو مجاز پر محمول نہ کرے۔

ان کی مثل ناتجربہ کار' حدیث میں "خرقاء" کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: جس کو چیزوں کا تجربہ نہ ہو' ابن فارس نے کہا: "خرق" رفق اور تجربہ کی نقیض ہے۔

آپ نے فرمایا: تم نے ٹھیک کیا۔ آپ کے اس ارشاد میں یہ دلیل ہے کہ ایسی صورت میں بیوہ سے نکاح کرنا کم عمر کنواری لڑکی سے اولیٰ ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص ۱۶۰۔۱۵۹ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

نو بیٹیوں کا چھ بیٹیوں سے تعارض کا جواب اور شہید کی فضیلت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نو بیٹیوں کا ذکر ہے اور شعبی کی روایت میں چھ بیٹیوں کا ذکر ہے ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ تین بیٹیاں شادی شدہ تھیں اس لیے دوسری حدیث میں ان کا ذکر نہیں کیا۔ (میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کا جواب علامہ ابن الملقن کے جواب سے بہتر ہے۔ سعیدی غفرلہ) امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ حضرت جابر کے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے۔

امام ترمذی نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے غم زدہ دیکھ کر پوچھا: کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میرے والد اُحد میں شہید ہو گئے اور انہوں نے قرض اور بچوں کو چھوڑا ہے آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ بشارت نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے والد سے ملا اور فرمایا: مجھ سے تمنا کرو تو انہوں نے کہا: تو مجھے زندہ کر دے اور میں پھر ایک بار قتل کیا جاؤں اور ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَآءٌ (آل عمران:۱۶۹)

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں۔

(فتح الباری ج۵ص ۲۰۸ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر کی شرح کو جمع کر دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۷ص ۱۹۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٠٥٣- حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ سُرَیْجٍ اَخْبَرَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی حَدَّثَنَا شَیْبَانُ عَنْ فِرَاسٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ اَبَاهُ اُسْتُشْهِدَ یَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ عَلَیْهِ دَیْنًا وَّتَرَكَ سِتَّ بَنَاتٍ فَلَمَّا حَضَرَ جَذَاذُ النَّخْلِ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ وَالِدِیْ قَدْ اُسْتُشْهِدَ یَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ دَیْنًا كَثِیْرًا وَّاِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ یَّرَاكَ الْغُرَمَاءُ فَقَالَ اِذْهَبْ فَبَیْدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلٰی نَاحِیَةٍ فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُهٗ فَلَمَّا نَظَرُوْا اِلَیْهِ كَاَنَّهُمْ اُغْرُوْا بِیْ تِلْكَ السَّاعَةَ فَلَمَّا رَاٰی مَا یَصْنَعُوْنَ اَطَافَ حَوْلَ اَعْظَمِهَا بَیْدَرًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ اُدْعُ لَكَ اَصْحَابَكَ فَمَا زَالَ یَكِیْلُ لَهُمْ حَتّٰی اَدَّی اللّٰهُ عَنْ وَّالِدِیْ اَمَانَتَهٗ وَاَنَا اَرْضٰی اَنْ یُّؤَدِّیَ اللّٰهُ اَمَانَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن ابی سریج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از فراس از شعبی انہوں نے کہا: مجھے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد اُحد کے دن شہید ہو گئے اور انہوں نے اپنے اوپر قرض چھوڑا اور چھ بیٹیاں چھوڑیں پھر جب کھجور کے درختوں سے کھجوریں اتارنے کا وقت آیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا پس میں نے عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے اور انہوں نے بہت زیادہ قرض چھوڑا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ کو قرض خواہ دیکھ لیں (تاکہ وہ نرمی برتیں) آپ نے فرمایا: تم جاؤ اور ہر قسم کی کھجوروں کا ایک جانب ڈھیر لگا دو میں نے اس حکم پر عمل کر کے آپ کو بلایا جب قرض خواہوں نے آپ کو دیکھا تو وہ اس وقت اور بھڑک گئے

وَالِدِیْ وَ لَا اَرْجِعَ اِلٰی اَخَوَاتِیْ بِتَمْرَةٍ فَسَلَّمَ اللّٰهُ الْبَیَادِرَ کُلَّهَا حَتّٰی اِنِّیْ اَنْظُرُ اِلَی الْبَیْدَرِ الَّذِیْ کَانَ عَلَیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَاَنَّهَا لَمْ تَنْقُصْ تَمْرَةً وَّاحِدَةً ۔

(کیونکہ وہ یہودی تھے) جب آپ نے دیکھ لیا کہ قرض خواہ کیا کر رہے ہیں تو آپ نے سب سے بڑے ڈھیر کے گرد تین چکر لگائے' پھر آپ اس پر بیٹھ گئے' پھر آپ نے فرمایا: اپنے قرض خواہوں کو بلاؤ' پھر آپ ان کو ناپ ناپ کر کھجوریں دیتے رہے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کی امانت کو ادا کر دیا اور میں اس پر بھی راضی تھا کہ میرے والد کی امانت ادا ہو جائے اور میں اپنی بہنوں کے پاس ایک کھجور بھی نہ لے کر جاؤں' سو اللہ تعالیٰ نے کھجوروں کے تمام ڈھیر سالم اور سلامت رکھے' حتیٰ کہ میں نے اس ڈھیر کی طرف دیکھا جس پر رسول اللہ ﷺ بیٹھے تھے' لگتا تھا اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۱۲۷ میں گزر چکی ہے۔

تینوں شارحین نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی' تاہم علامہ ابن الملقن نے لکھا ہے کہ ''جذاذ'' کا معنی ہے: درخت سے پھلوں کو اتارنا یا کاٹنا' اور ''بیدر'' کا معنی ہے: پھلوں کا ڈھیر یا کھلیان۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٥٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ اُحُدٍ وَّمَعَهٗ رَجُلَانِ یُقَاتِلَانِ عَنْهُ عَلَیْهِمَا ثِیَابٌ بِیْضٌ کَاَشَدِّ الْقِتَالِ مَا رَاَیْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ ۔

[طرف الحدیث: ۵۸۲۶] (صحیح مسلم: ۲۳۰۶' الرقم المسلسل: ۵۸۹۸)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از جد خود از حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اُحد کے دن دیکھا اور آپ کے ساتھ آپ کی طرف سے دو مرد لڑ رہے تھے' ان پر سفید لباس تھا' وہ بہت شدت سے لڑ رہے تھے' میں نے ان کو اس سے پہلے دیکھا تھا نہ اس کے بعد دیکھا۔

حضرت جبریل اور میکائیل کا اُحد میں قتال کرنا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شامی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ دونوں فرشتے تھے اور امام مسلم کی روایت میں تصریح ہے کہ یہ حضرت جبریل اور میکائیل تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۰۶) اسی طرح امام ابونعیم الحداد نے ''الجمع بین الصحیحین'' میں تصریح کی ہے اور علامہ داؤدی نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عوف نے ان دونوں کو دیکھا تھا اور صحیح البخاری میں یہ تصریح ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے ان کو دیکھا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۱۶۱' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی نے بھی اسی طرح لکھا ہے کہ لڑنے والے دونوں حضرت جبریل اور حضرت میکائیل تھے۔

(فتح الباری ج ۵ص ۲۰۸' عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۹۹)

٤٠٥٥- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ السَّعْدِيُّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ نَثَلَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِنَانَتَهُ يَوْمَ أُحُدٍ فَقَالَ ارْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں مروان بن معاویہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہاشم بن ہاشم السعدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر مجھے دیئے اور فرمایا: تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں! تم تیر چلاؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲۵ میں گزر چکی ہے۔

''نثل'' کا معنی اور حضرت سعد پر ماں باپ قربان کرنے کی توجیہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''نثل'' کا معنی ہے: ترکش سے تیر نکال کر دینا۔ (الصحاح للجوہری ج۵ص ۱۸۲۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد سے فرمایا: تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں' یعنی اگر میں کسی کے لیے اپنے باپ اور ماں کو فدا کرتا تو تم پر فدا کرتا' یہ عرب کا محاورہ ہے' جس کے کسی کام سے خوش ہوں' اس کو اس طرح کہتے ہیں۔

آپ نے حضرت زبیر کے لیے بھی اس طرح فرمایا تھا۔ (صحیح البخاری: ۳۷۲۰)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص ۱۶۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے بھی التوضیح کے حوالے سے یہی شرح کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۷ص ۱۹۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٥٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا يَقُولُ جَمَعَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن المسیب سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ اُحد کے دن میرے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماں اور باپ کو جمع کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲۵ میں گزر چکی ہے۔

امام ترمذی کی روایت میں ہے: آپ نے فرمایا: اے جنگ جو جوان! تیر چلا۔ (سنن ترمذی: ۳۷۵۳-۲۸۲۹)

الزہری نے کہا ہے کہ حضرت سعد نے اس دن ایک ہزار تیر مارے' اور شرف المصطفیٰ میں مذکور ہے کہ جب بھی حضرت سعد تیر مارتے تو آپ فرماتے: آ و سعد! تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں! اور میں کہتا ہوں کہ حضرت سعد جب بھی تیر مارتے تو آپ فرماتے: تیر مارو اللہ تمہارے لیے تیر مارے گا' اور امام ابونعیم حداد نے کہا ہے کہ آپ نے غزوۂ خندق میں ان کے لیے اپنے باپ اور ماں کو جمع کیا تھا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۹ص ۱۶۳-۱۶۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٠٥٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى عَنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان

ابن الْمُسَيَّبِ اَنَّهُ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ اَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَقَدْ جَمَعَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ اَبَوَيْهِ كِلَيْهِمَا يُرِيْدُ حِيْنَ قَالَ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ وَهُوَ يُقَاتِلُ .

کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یحیٰ از ابن المسیب وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے دن میرے لیے اپنے باپ اور ماں دونوں کو جمع فرمایا' ان کی مراد یہ تھی کہ جب آپ نے فرمایا: تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں! اور اس وقت حضرت سعد لڑ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧٢٥ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٥٨- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ اَبَوَيْهِ لِاَحَدٍ غَيْرَ سَعْدٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں مسعر نے حدیث بیان کی از سعد از ابن شداد وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سنا کہ میں نے حضرت سعد کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کسی کے متعلق نہیں سنا کہ آپ نے اس کے لیے اپنے باپ اور ماں کو جمع فرمایا ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٠٥ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حضرت علی نے اپنے سننے کی نفی کی ہے' ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے بھی اپنے باپ اور ماں کو جمع کیا۔ (صحیح البخاری: ٣٧٢٠) اس حدیث کا حضرت علی کو علم نہیں تھا۔

٤٠٥٩- حَدَّثَنَا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ اَبَوَيْهِ لِاَحَدٍ اِلَّا لِسَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَاِنِّيْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ يَوْمَ اُحُدٍ يَا سَعْدُ ارْمِ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یسرہ بن صفوان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی از والد خود از عبداللہ بن شداد از حضرت علی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن مالک کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کسی کے متعلق نہیں سنا کہ آپ نے اس کے لیے اپنے باپ اور ماں کو جمع فرمایا ہو' کیونکہ میں نے اُحد کے دن آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے سعد! تیر مارو تم پر میرے باپ اور ماں فدا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٠٥ میں گزر چکی ہے۔ (ابووقاص' مالک کی کنیت تھی۔ سعیدی غفرلہ)

مؤخر الذکر چاروں احادیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٠٥٥ میں آ چکی ہے۔

٤٠٦٠' ٤٠٦١- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ مُعْتَمِرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ زَعَمَ اَبُوْ عُثْمَانَ اَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ تِلْكَ الْاَيَّامِ الَّتِيْ يُقَاتِلُ فِيْهِنَّ غَيْرُ طَلْحَةَ وَسَعْدٍ عَنْ حَدِيْثِهِمَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از معتمر از والد خود' انہوں نے کہا: ابوعثمان کا یہ گمان ہے کہ جن غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال کیا ہے' ان میں سے بعض ایام (اُحد) میں آپ کے ساتھ حضرت طلحہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما

کے سوا کوئی باقی نہیں رہا تھا' (جیسا کہ) ان کی حدیث میں ہے۔

ان حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲۳' اور ۳۷۲۲ میں گزر چکی ہے۔

آپ کے دفاع میں بارہ انصار کی مشرکین کے ساتھ لڑتے ہوئے شہادت

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے اس حدیث کا پس منظر اور پیش منظر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب اُحد کے دن مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ کے دامن میں آ گئے' پھر حضرت طلحہ بھی آپ کے ساتھ چپک گئے' اور آپ دونوں کے ساتھ انصار کے بارہ مرد تھے' پھر مشرکین آپ لوگوں کے قریب آ گئے تو حضرت طلحہ نے ان سے لڑنے کے لیے آپ سے اجازت طلب کی' آپ نے ان کو اجازت نہیں دی' حضرت طلحہ نے پھر اجازت طلب کی' آپ نے اجازت نہیں دی' پھر ان بارہ انصار میں سے ایک انصاری نے اجازت طلب کی تو آپ نے اس کو اجازت دے دی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ان اصحاب کے ساتھ ایک جگہ جا کر تھوڑی دیر ٹھہرے' مشرکین نے پھر حملہ کیا اور آپ کے قریب آ پہنچے' پس ایک اور انصاری نے ان سے لڑنے کی اجازت طلب کی' آپ نے اس کو اجازت دے دی' پھر آپ بقیہ اصحاب کے ساتھ چل کر ایک جگہ ٹھہرے' مشرکین نے پھر زور سے حملہ کیا اور آپ کے قریب آ گئے' پس حضرت طلحہ نے ان سے لڑنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت نہیں دی' پھر ان میں سے ایک اور انصاری نے مشرکین سے لڑنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اس کو اجازت دے دی' پھر یوں ہی ایک ایک کر کے وہ بارہ انصاری آپ کے دفاع میں مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ سے جا ملے اور اس وقت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۶۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت زیاد بن السکن رضی اللہ عنہ کا آپ کے قدموں میں جان دینا

علامہ ابن الملقن نے علامہ ابن التین کے حوالے سے بارہ انصار کی شہادت کا ذکر کیا ہے اور کتبِ حدیث میں سات انصار کی شہادت کا ذکر ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات انصار اور دو قریش کے مردوں کے ساتھ اکیلے رہ گئے تھے' جب اسلام دشمنوں نے آپ کو گھیر لیا' تو آپ نے فرمایا: ان کو ہم سے کون دور کرے گا اور اس کو جنت ملے گی؟ یا فرمایا: وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا' پس انصار میں سے ایک مرد آگے بڑھا' سو وہ دشمنوں سے لڑا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا' دشمنوں نے آپ کو دوبارہ گھیر لیا' پس آپ نے فرمایا: ان کو ہم سے کون دور کرے گا اور اس کو جنت ملے گی' یا فرمایا: وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا؟ سو انصار میں سے ایک مرد آگے بڑھا' پس وہ دشمنوں سے لڑا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا' پھر اسی طرح ہوتا رہا' حتیٰ کہ سات انصاری شہید ہو گئے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ان دو (قرشی) صاحبوں سے فرمایا: ہمارے اصحاب نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔

(صحیح مسلم: ۱۷۸۹' الرقم المسلسل: ۴۵۳۳' السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۶۵۱' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۳۹۹' مسند ابویعلیٰ: ۳۳۱۹' صحیح ابن حبان: ۴۷۱۸' سنن بیہقی ج ۹ ص ۴۴' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۲۳۴' مسند احمد: ۱۴۰۵۶۔ ج ۲۱ ص ۴۴۴۔ ۴۴۳' مسند احمد ج ۳ ص ۲۸۷' طبع قدیم)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ہمارے اصحاب نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ قریش نے انصار کے ساتھ

انصاف نہیں کیا کیونکہ یہ دو قریشی مرد لڑنے کے لیے نکلے بلکہ ایک ایک کر کے انصار لڑنے کے لیے نکلے اور شہید ہوتے گئے۔
(شرح مسلم للنووی ج ۸ ص ۴۹۸۱، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

علامہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:
یہ مسلمانوں کے لیے مصیبت اور آزمائش کا دن تھا' اللہ تعالیٰ نے اس دن جس کو شہادت کی عزت دینی تھی' اس کو یہ عزت دی اور اس وقت دشمنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارے حتیٰ کہ آپ ایک گڑھے میں گر گئے اور زخمی ہو گئے اور جس وقت دشمن آپ پر چھا گئے تھے' آپ نے فرمایا: آج کون شخص ہمارے لیے اپنی زندگی کا سودا کرے گا؟ تب حضرت زیاد بن السکن رضی اللہ عنہ پانچ انصاری جوانوں کے ساتھ اُٹھے اور دشمنوں سے لڑے حتیٰ کہ ایک ایک کر کے پانچوں شہید ہو گئے۔ (صحیح عدد سات ہے۔ سعیدی غفرلہ)
(اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۴۳۴، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر القرطبی المتوفی ۴۶۳ھ اپنی سند کے ساتھ محمود بن یزید بن السکن سے روایت کرتے ہیں:
جب اُحد کے دن مشرکین سے دو بدو جنگ شروع ہوگئی اور دشمنِ اسلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچاتے ہوئے لڑے حتیٰ کہ شہید ہو گئے اور حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ آپ کی مدافعت میں لڑے حتیٰ کہ بہت شدید زخمی ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہوا اور آپ کے سامنے کا نچلا دانت شہید ہو گیا (یعنی اس کا ایک کنارہ گر گیا نہ کہ پورا دانت۔ سعیدی غفرلہ) اور آپ کا نچلا ہونٹ زخمی ہو گیا اور آپ کا رخسار خون آلود ہو گیا' اور اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زر ہیں پہنی ہوئی تھیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے کون اپنی جان فروخت کرے گا؟ تب انصار کے پانچ جوان آپ کی طرف بڑھے (کتب حدیث میں سات جوانوں کا ذکر ہے۔ سعیدی غفرلہ) ان میں حضرت زیاد بن السکن بھی تھے' پس وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے' سب کے آخر میں حضرت زیاد بن السکن لڑتے رہے' پھر دوسرے مسلمان بھی آپ کی طرف دوڑ کر آئے' حتیٰ کہ انہوں نے دشمن کو بھگا دیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیاد بن السکن کو میرے قریب لاؤ' وہ اس وقت بہت شدید زخمی ہو چکے تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قدم مبارک ان کے سر کے نیچے رکھا حتیٰ کہ اسی حالت میں انہوں نے جان' جان آفریں کے سپرد کر دی۔
(الاستیعاب ج ۲ ص ۱۰۶، اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۳۵، الاصابہ ج ۲ ص ۴۸۲، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

ان کتابوں میں یہ تصریح ہے کہ حضرت زیاد بن السکن اس حال میں فوت ہوئے کہ ان کا سر آپ کے قدم پر تھا۔

بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے   کہ بہ وقت جان سپردن بسرش رسیدہ باشی

''آپ کا نیاز مند کس شان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوا' کہ جان دیتے وقت اس کا سر آپ کے قدم مبارک پر پہنچ چکا تھا''۔

اُحد کے دن دشمن کے دباؤ کی وجہ سے مسلمانوں میں افراتفری اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنے صحابہ رہ گئے تھے؟

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
امام مسلم کی روایت میں ہے: اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات انصار اور دو قریش کے مرد تھے' اور قریش کے ان دو مردوں سے مراد حضرت طلحہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما ہیں' اور مہاجرین میں سے آپ کے ساتھ صرف یہی دو مرد تھے' اور یہ اختلاف احوال کے ساتھ ہے' کیونکہ جنگ میں سب صحابہ متفرق تھے اور جب شکست ہوگئی اور مسلمان پیٹھ موڑ کر بھاگے تو شیطان نے چلا کر کہا کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کر دیئے گئے' اس وقت افراتفری تھی اور ہر شخص صرف اپنے آپ کو بچا رہا تھا' پھر جب ان کو معلوم ہو گیا

کہ آپ زندہ ہیں تو تمام صحابہ ایک ایک کر کے آپ کے پاس جمع ہو گئے' لیکن مشکل وقت میں آپ کے ساتھ صرف سات انصار اور دو مہاجر تھے' یعنی حضرت طلحہ اور حضرت سعد۔

ابن عائذ کی مرسل روایت میں ہے کہ اُحد کے دن صحابہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متفرق تھے حتیٰ کہ آپ کے ساتھ صرف بارہ انصار تھے۔

امام محمد بن سعد کی روایت میں ہے کہ اس دن آپ کے ساتھ صرف چودہ صحابہ تھے' سات مہاجرین میں سے تھے' ان میں حضرت ابوبکر تھے اور سات انصار میں سے تھے۔

امام واقدی نے اپنی مغازی میں ذکر کیا ہے کہ اُحد کے دن آپ کے ساتھ مہاجرین میں سے سات رہ گئے تھے: (١) حضرت ابوبکر (٢) حضرت علی (٣) حضرت عبدالرحمان بن عوف (٤) حضرت سعید (٥) حضرت طلحہ (٦) حضرت زبیر (٧) حضرت ابوعبیدہ اور انصار میں سے (١) حضرت ابودجانہ (٢) حضرت الحباب بن المنذر (٣) حضرت عاصم بن ثابت (٤) حضرت الحارث بن الصمہ (٥) حضرت سہل بن حنیف (٦) حضرت سعد بن معاذ (٧) حضرت اُسید بن حضیر (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٢١٦-٢١٥' ملخصاً' دارالمعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اُحد کے دن کے احوال مختلف ہیں' ایک وقت میں آپ کے ساتھ صرف نو صحابہ تھے اور ایک وقت میں بارہ صحابہ تھے اور ایک وقت میں چودہ صحابہ تھے' اور ایک وقت میں آپ کے ساتھ صرف دو صحابہ رہ گئے تھے' یعنی حضرت طلحہ اور حضرت سعد بن وقاص' جیسا کہ اس باب کی حدیث میں مذکور ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بھی ان صحابہ میں سے تھے جو آپ کے ساتھ باقی رہ گئے تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھگدڑ مچ جانے کے بعد حاضر ہوئے تھے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بعض احوال میں آپ کے ساتھ صرف حضرت طلحہ اور حضرت سعد رہ گئے تھے' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی ہو کہ مہاجرین میں سے صرف یہ دو رہ گئے تھے اور جب بھگدڑ مچی تو مختلف احوال تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢٠١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٠٦٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یُوْسُفَ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ یَزِیْدَ قَالَ صَحِبْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَّطَلْحَةَ بْنَ عُبَیْدِ اللّٰهِ وَالْمِقْدَادَ وَسَعْدًا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا مِّنْهُمْ یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنِّیْ سَمِعْتُ طَلْحَةَ یُحَدِّثُ عَنْ یَّوْمِ اُحُدٍ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از محمد بن یوسف' انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت السائب بن یزید سے سنا کہ میں حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ اور حضرت مقداد اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہا ہوں' میں نے ان میں سے کسی سے نہیں سنا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتا ہو' سوا اس کے کہ میں نے حضرت طلحہ سے سنا جو اُحد کے دن کی حدیث بیان کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨٢٤ میں گزر چکی ہے۔

مذکور الصدر صحابہ کی اُحد کے متعلق روایت نہ کرنے کی توجیہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اس کا سبب یہ تھا کہ یہ صحابہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں ان کے منہ سے غلط بات نہ نکل جائے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کذب کی نسبت کرنے کے وعید میں داخل ہو جائیں' حضرت طلحہ نے اس لیے اُحد کے دن کے احوال بیان کیے کہ وہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تنہا رہ گئے تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ ص۱۶۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت طلحہ کی فضیلت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابویعلیٰ نے ایک اور سند کے ساتھ السائب بن یزید سے روایت کی ہے کہ اُحد کے دن حضرت طلحہ نے بھی دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت طلحہ' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نیچے بیٹھے حتیٰ کہ آپ پہاڑ پر چڑھے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ میں نے سنا' اسی دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے کہ طلحہ نے (جنت کو) واجب کر لیا۔

(فتح الباری ج۵ ص۲۱۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حضرت السائب بن یزید کا تذکرہ

حدیث مذکور حضرت السائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' حضرت السائب نے بیان کیا کہ میرے والد نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کرایا تھا' اس وقت میری عمر سات سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج۱۷ ص۲۰۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٦٣- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِیْعٌ عَنْ اِسْمَاعِیْلَ عَنْ قَیْسٍ قَالَ رَاَیْتُ یَدَ طَلْحَةَ شَلَّاءَ وَقٰی بِهَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ اُحُدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے شل (مفلوج) ہو گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۲۵ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن نے لکھا ہے کہ ہاتھ شل ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان کا ہاتھ سوکھ گیا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ ص۱۶۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت طلحہ کی شجاعت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام حاکم نے اکلیل میں اپنی سند کے ساتھ موسیٰ بن طلحہ سے روایت کی ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو اُحد کے دن پینتیس (۳۵) یا انتالیس (۳۹) زخم لگے تھے' اور ان کی انگشت شہادت اور اس کے قریب والی انگلی شل ہو گئی تھی۔

امام ابوداؤد الطیالسی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب بھی اُحد کے دن کا ذکر کرتے تو کہتے تھے کہ یہ پورا دن حضرت طلحہ کا تھا۔

امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مشرکین' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اب

قوم میں کون باقی ہے؟ تو حضرت طلحہ نے کہا: میں ہوں' اس وقت انصار کے جوان آپ کو بچاتے ہوئے شہید ہو چکے تھے' پھر حضرت طلحہ نے تنہا گیارہ مشرکوں سے قتال کیا حتیٰ کہ ان کے ہاتھ پر ضرب لگی اور ان کی انگلیاں کٹ گئیں' پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو لوٹا دیا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۰' دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٠٦٤- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ انْهَزَمَ النَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ طَلْحَةَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجَوِّبٌ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ لَّهُ وَكَانَ اَبُوْطَلْحَةَ رَجُلًا رَّامِيًا شَدِيْدَ النَّزْعِ كَسَرَ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا وَكَانَ الرَّجُلُ يَمُرُّ مَعَهُ بِجَعْبَةٍ مِّنَ النَّبْلِ فَيَقُوْلُ انْثُرْهَا لِاَبِيْ طَلْحَةَ قَالَ وَيُشْرِفُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ اِلَى الْقَوْمِ فَيَقُوْلُ اَبُوْطَلْحَةَ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ لَا تُشْرِفْ يُصِيْبُكَ سَهْمٌ مِّنْ سِهَامِ الْقَوْمِ نَحْرِيْ دُوْنَ نَحْرِكَ وَلَقَدْ رَاَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّاُمَّ سُلَيْمٍ وَاِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ اَرٰى خَدَمَ سُوْقِهِمَا تُنْقِزَانِ الْقِرَبَ عَلٰى مُتُوْنِهِمَا تُفْرِغَانِهٖ فِيْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَاٰنِهَا ثُمَّ تَجِيْئَانِ فَتُفْرِغَانِهٖ فِيْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ وَلَقَدْ وَقَعَ السَّيْفُ مِنْ يَدَيْ اَبِيْ طَلْحَةَ اِمَّا مَرَّتَيْنِ وَاِمَّا ثَلَاثًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو معمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ اُحد کے دن جب مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر پسپا ہو گئے اور حضرت ابوطلحہ اپنی ڈھال کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تھے' حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ زبردست تیرانداز تھے' وہ بہت طاقت کے ساتھ کمان کو کھینچتے تھے' اس دن انہوں نے دو یا تین کمانیں توڑ دی تھیں اور جو شخص بھی ان کے پاس سے تیر کے ترکش لے کر گزرتا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس سے فرماتے: یہ تیر ابوطلحہ کو دے دو! اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گردن اُٹھا کر مشرکین کی طرف دیکھتے تو حضرت ابوطلحہ کہتے: آپ پر میرے باپ اور میری ماں قربان ہوں! آپ گردن نہ اُٹھائیں' آپ کو مشرکین کے تیروں میں سے کوئی تیر نہ لگ جائے' میرا سینہ آپ کے سینہ کے سامنے ہے اور میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہ بنت ابی بکر اور حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہما اپنے پائنچے اوپر اُٹھائے ہوئے جا رہی تھیں اور ان کی پنڈلیوں کا زیور دکھائی دے رہا تھا' انہوں نے اپنی پیٹھوں کے اوپر مشکیں اُٹھائی ہوئی تھیں' وہ (زخمی) صحابہ کے مونہوں میں پانی ڈال رہی تھیں' پھر وہ واپس جاتیں' پس مشکوں کو بھرتیں' پھر آ کر (زخمی) صحابہ کے مونہوں میں پانی ڈالتیں اور تحقیق یہ ہے کہ حضرت ابوطلحہ کے ہاتھ سے دو یا تین مرتبہ تلوار گری تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۸۰ میں گزر چکی ہے۔

اُحد کے دن مسلمانوں کی شکست کے بعد صحابہ کے تین گروہ اور بعض مشکل الفاظ کے معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

واقعہ میں اُحد کے دن مسلمانوں کے تین فرقے ہو گئے تھے' ایک فرقہ وہ تھا جو شکست پر برقرار رہا' وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور مدینہ تک پہنچ گئے تھے' سو وہ جنگ ختم ہونے تک لوٹ کر نہیں آئے تھے اور ان کی تعداد بہت کم تھی' ان ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ○ (آل عمران: ۱۵۵)

بے شک وہ لوگ جو تم میں سے پھر گئے جس دن دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئی تھیں' شیطان ہی نے ان کے قدم پھسلا دیئے تھے ان کے بعض کاموں کی وجہ سے' اور بے شک اللہ نے انہیں معاف فرمادیا' یقیناً اللہ بہت بخشنے والا نہایت حلم والا ہے ○

دوسرا فرقہ وہ تھا جو یہ سن کر بہت حیران اور پریشان تھا کہ آپ کو شہید کر دیا گیا ہے' پھر ان کا ارادہ یہ ہوا کہ وہ بھی لڑتے رہیں حتیٰ کہ وہ بھی شہید ہو جائیں' اس فرقہ کے مصداق اکثر صحابہ تھے' اور تیسرا فرقہ وہ تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہا' پھر آہستہ آہستہ دوسرا فرقہ بھی ان کے ساتھ آ کر ملتا رہا' جب ان کو یہ پتا چلا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں۔

ان تین قسموں کے اعتبار سے بہت سی احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے' اس تیسری قسم میں کتنے افراد تھے' اس میں مختلف روایات ہیں:

محمد بن عائذ کی روایت ہے کہ بارہ صحابہ کے سوا آپ کے ساتھ کوئی باقی نہیں رہا تھا۔

محمد بن سعد کی روایت ہے کہ آپ کے ساتھ چودہ صحابہ رہے تھے' جن میں سے سات انصار تھے اور سات مہاجر تھے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ آپ کے ساتھ صرف سات انصار اور دو مہاجر رہے تھے' حضرت طلحہ اور حضرت سعد۔

ابوعثمان النہدی کی روایت ہے کہ آپ کے ساتھ صرف دو صحابہ رہ گئے تھے' حضرت طلحہ اور حضرت سعد اور یہی روایت صحیح البخاری: ۴۰۶۱-۴۰۶۰ میں ہے۔

امام طبری نے سدی سے روایت کی ہے کہ جب ابن قمہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تیر مارا اور آپ کے سامنے کے چار دانتوں اور کچلیوں کے درمیان والا دانت شہید ہو گیا اور آپ کا چہرہ خون آلود ہو گیا تو صحابہ پسپا ہو کر بھاگے اور آپ ان کو پکار پکار کر بلا رہے تھے تو آپ کی طرف تیس صحابہ واپس آ گئے' اس کا ذکر اس آیت میں ہے:

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّا ۢ بِغَمٍّ۔ (آل عمران: ۱۵۳)

جب تم چڑھتے چلے جاتے تھے اور پیٹھ موڑ کر کسی کو نہ دیکھتے تھے اور رسول تمہاری پچھلی جماعت میں (کھڑے ہوئے) تمہیں بلا رہے تھے تو (اللہ نے) تمہیں غم پر غم دیا۔

ابوطلحہ' ان کا نام زید بن سہل انصاری ہے' یہ حضرت انس کی والدہ کے شوہر ہیں' حضرت انس نے یہ حدیث ان ہی سے سنی ہے۔

''مُجَوَّبٌ'' اس کا معنی ڈھال ہے' اس کو ترس اور الحجفہ بھی کہتے ہیں۔

''شدید النزع'' حضرت ابوطلحہ زبردست تیر انداز تھے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈھال بن گئے تھے۔

''جعبة'' اس کا معنی ترکش ہے۔

میرا سینہ آپ کے سینہ کے سامنے ہے: یعنی میں آپ پر اپنی جان فدا کروں گا۔

اُم سلیم: یہ حضرت انس کی والدہ کا نام ہے۔

حضرت ابوطلحہ کے ہاتھ سے دو یا تین مرتبہ تلوار گر گئی: اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی پریشانی دور کرنے کے لیے ان پر اونگھ طاری کر دی تھی' اس وجہ سے دو یا تین بار ان کے ہاتھ سے تلوار گر گئی' قرآن مجید میں ہے:

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ (آل عمران:١٥٤)

پھر تم پر غم کے بعد امن کو اتارا جو اونگھ تھی' جس نے تم میں سے ایک جماعت کو ڈھانپ لیا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۱ ۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن الملقن اور علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں صرف مشکل الفاظ کے معانی لکھے ہیں' سب سے بہترین شرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے کی ہے۔

٤٠٦٥- حَدَّثَنِیْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا كَانَ يَوْمَ اُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُوْنَ فَصَرَخَ اِبْلِيْسُ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اَیْ عِبَادَ اللّٰهِ اُخْرَاكُمْ فَرَجَعَتْ اُوْلَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ هِیَ وَاُخْرَاهُمْ فَبَصُرَ حُذَيْفَةُ فَاِذَا هُوَ بِاَبِيْهِ الْيَمَانِ فَقَالَ اَیْ عِبَادَ اللّٰهِ اَبِیْ اَبِیْ قَالَ قَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا احْتَجَزُوْا حَتّٰی قَتَلُوْهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَاللّٰهِ مَا زَالَتْ فِیْ حُذَيْفَةَ بَقِيَّةُ خَيْرٍ حَتّٰی لَحِقَ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ بَصُرْتُ عَلِمْتُ مِنَ الْبَصِيْرَةِ فِی الْاَمْرِ وَاَبْصَرْتُ مِنْ بَصَرِ الْعَيْنِ وَيُقَالُ بَصُرْتُ وَاَبْصَرْتُ وَاحِدٌ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید اللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروۃ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب اُحد کے دن مشرکین شکست کھا گئے تو ابلیس لعنۃ اللہ علیہ (فریب دہی کے لیے) چلایا: اے اللہ کے بندو! اپنے پیچھے والوں سے ہوشیار رہو! تو اگلے مسلمان پیچھے کی طرف پلٹے' پس وہ اور پچھلے لوگ ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگے' پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسلمان ان کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہ پر حملہ کر رہے ہیں' انہوں نے چلا کر کہا: اے اللہ کے بندو! یہ میرے والد ہیں' میرے والد ہیں' حضرت حذیفہ نے کہا: اللہ کی قسم! انہوں نے میرے والد کو نہیں چھوڑا حتیٰ کہ ان کو قتل کر دیا تو حضرت حذیفہ نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے! عروہ نے کہا: پس اللہ کی قسم! میں ہمیشہ دیکھتا رہا کہ حضرت حذیفہ بقیہ زندگی میں ان کے لیے دعاءِ خیر کرتے رہے۔ امام بخاری نے کہا: ''بَصُرْتُ'' کا معنی ہے: میں نے جان لیا' یہ معاملات میں بصیرت سے ماخوذ ہے اور ''ابصرت'' کا معنی ہے: آنکھ سے دیکھا' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''بَصُرت'' اور ''ابصرت'' واحد ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۹۰ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابوحذیفہ کے والد کو مسلمانوں کے قتل کرنے کا قصہ اور دیگر مباحث

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت محمود بن لبید سے حضرت الیمانی کے قتل کے سبب کے متعلق یہ روایت ذکر کی ہے:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کی طرف نکلے تو حضرت حسیل بن جابر یمانی اور وہ حضرت حذیفہ بن یمانی کے والد ہیں' ان کو اور حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ رکھا گیا کیونکہ یہ دونوں بہت بوڑھے تھے' ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: تیرا باپ غارت ہو! تو کیا انتظار کر رہا ہے! پس اللہ کی قسم! اگر ہم میں سے کوئی زندہ بھی رہا تو وہ چند دن ہی جی سکے گا' سو ہم تو

آج یا کل کے مہمان ہیں' سو ہم کیوں نہ اپنی تلواریں اُٹھائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جائیں' شاید اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں شہادت عطاء فرمائے' سوانہوں نے اپنی تلواریں اُٹھائیں حتیٰ کہ وہ دونوں لشکر اسلام میں داخل ہو گئے اور کسی کو ان کے آنے کا پتا نہیں چلا' پس رہے حضرت ثابت بن وقش تو ان کو تو مشرکین نے شہید کر دیا اور رہے حضرت یمانی تو ان پر مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ پل پڑے' وہ ان کو پہچان نہیں سکے اور انہوں نے ان کو شہید کر دیا' حضرت حذیفہ یہ کہتے رہے کہ اللہ کی قسم! یہ میرے والد ہیں' پس حضرت حذیفہ نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے! اور وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ اپنے پاس سے ان کی دیت ادا کریں تو حضرت حذیفہ نے اس دیت کو مسلمانوں کے اوپر صدقہ کر دیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت حذیفہ کا مرتبہ اور زیادہ ہو گیا۔

ابلیس چلایا: اپنے پیچھے والوں سے ہوشیار رہو: ابلیس مسلمانوں کو یہ فریب دے رہا تھا کہ مسلمانوں کے پیچھے دشمنانِ اسلام کی صفیں ہیں' وہ یہ سن کر پلٹے اور پیچھے والوں سے لڑ پڑے اور ہر فرقہ اپنے گمان میں دوسرے کو دشمن گردان رہا تھا۔

اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یمان کی دیت ادا کرنے کا ارادہ کیا اور حضرت حذیفہ نے اس کو مسلمانوں پر صدقہ کر دیا۔ (اس کو امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے۔سعیدی غفرلہ)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۶۷-۱۶۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

اس کی توجیہ کہ راوی نے حضرت یمان کی دیت کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابلیس لعنۃ اللہ علیہ چلایا: یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب تیر اندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور مشرکین کے لشکر میں آ کر لوٹ مار کرنے لگے تھے۔

پس اگلے مسلمان پیچھے کی طرف پلٹے' سو وہ ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگے: یعنی اگلے مسلمان پیچھے والوں کو دشمن سمجھ رہے تھے۔

امام احمد اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب مسلمان پیچھے پلٹے تو وہ مشرکین کے ساتھ مختلط ہو گئے اور دونوں لشکر ایک دوسرے سے مشتبہ ہو گئے' سو مسلمان اور مشرک متمیز نہ ہو سکے' اس وجہ سے مسلمانوں نے ایک دوسرے کو قتل کر دیا۔

پس حضرت حذیفہ نے دیکھا کہ مسلمان ان کے والد حضرت یمان کو قتل کر رہے ہیں۔

امام محمد بن سعد نے لکھا ہے: جس شخص نے حضرت یمان کو خطاءً قتل کیا تھا وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عتبہ بن مسعود تھے۔

علامہ ابن التین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یمان کی دیت ادا کرنے کا ارادہ کیا تھا' لیکن راوی نے اس کا حدیث میں ذکر نہیں کیا' اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس وقت تک قتل خطاء کی دیت مقرر نہ ہوئی ہو یا دیت تو مقرر ہو چکی تھی' لیکن راوی نے اس کا اس لیے ذکر نہیں کیا کہ راوی کا یہ گمان تھا کہ سامع کو اس کا علم ہو گا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے امام ابن اسحاق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت حذیفہ نے صحابہ سے کہا: آپ لوگوں نے میرے والد کو قتل کر دیا' تو انہوں نے قسم کھا کر کہا: ہم نے ان کو نہیں پہچانا تھا تو حضرت حذیفہ نے کہا: اللہ آپ لوگوں کو معاف کرے!

(عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۰۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٩- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ (آل عمران:١٥٥) .

بے شک جو لوگ تم میں سے پیٹھ موڑ کر بھاگ گئے تھے جس دن دو فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئی تھیں شیطان نے ہی ان کے قدم پھسلا دیئے تھے ان کے بعض کاموں کی وجہ سے اور بے شک اللہ نے ان کو معاف فرما دیا' یقیناً اللہ بہت بخشنے والا' نہایت حلم والا ہے ○ (آل عمران:١٥٥)

اس آیت میں فرمایا ہے: ان کے بعض کاموں کی وجہ سے: روایت ہے کہ شیطان نے ان کو یاد دلایا کہ توبہ سے پہلے کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور انہوں نے عناد یا نفاق کی وجہ سے ان کے قتل کو ناپسند نہیں کیا' پس اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خطا کو معاف فرما دیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج٢١ص١٢٨' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٤٠٦٦- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَمْزَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ حَجَّ الْبَيْتَ فَرَاٰى قَوْمًا جُلُوْسًا فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَاءِ الْقُعُوْدُ قَالُوْا هٰؤُلَاءِ قُرَيْشٌ قَالَ مَنِ الشَّيْخُ قَالُوْا ابْنُ عُمَرَ فَاَتَاهُ فَقَالَ اِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ اَتُحَدِّثُنِيْ قَالَ اَنْشُدُكَ بِحُرْمَةِ هٰذَا الْبَيْتِ اَتَعْلَمُ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَرَّ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَعْلَمُهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَعْلَمُ اَنَّهُ تَخَلَّفَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكَبَّرَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَ لِاُخْبِرَكَ وَلِاُبَيِّنَ لَكَ عَمَّا سَاَلْتَنِيْ عَنْهُ اَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ اُحُدٍ فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَفَا عَنْهُ وَاَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَاِنَّهُ كَانَ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيْضَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَكَ اَجْرَ رَجُلٍ مِّمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَّسَهْمَهُ وَاَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَاِنَّهُ لَوْ كَانَ اَحَدٌ اَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ لَبَعَثَهُ مَكَانَهُ فَبَعَثَ عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَاذَهَبَ عُثْمَانُ اِلٰى مَكَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذِهٖ يَدُ عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلٰى يَدِهٖ فَقَالَ هٰذِهٖ لِعُثْمَانَ اذْهَبْ بِهٰذَا الْاٰنَ مَعَكَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوحمزہ نے خبر دی از عثمان بن موہب' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد آیا' اس نے بیت اللہ کا حج کیا' پھر اس نے دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں' اس نے پوچھا: یہ کون لوگ بیٹھے ہوئے ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ قریش ہیں' اس نے پوچھا: یہ بزرگ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں' وہ آپ کے پاس آیا اور کہا: میں تم سے چند باتوں کے متعلق سوال کروں گا' کیا تم مجھے بتاؤ گے؟ اس نے کہا: میں تم کو اس بیت کی حرمت کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں' کیا تم کو معلوم ہے کہ (حضرت) عثمان بن عفان (رضی اللہ) اُحد کے دن بھاگ گئے تھے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ہاں! اس نے پوچھا: کیا تم کو معلوم ہے کہ وہ غزوۂ بدر سے غائب رہے تھے اور اس میں حاضر نہیں تھے؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا: ہاں! پھر کہا: کیا تم کو معلوم ہے کہ وہ بیعت رضوان سے غائب تھے اور اس میں حاضر نہیں تھے؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا: ہاں! تو اس نے کہا: اللہ اکبر! حضرت ابن عمر نے فرمایا: آؤ' تا کہ تم نے مجھ سے جو سوالات کیے ہیں ان کے مفصل جواب دوں' رہا ان کا اُحد کے دن بھاگنا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرما دیا' رہا ان کا غزوۂ بدر سے غائب ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی تھیں اور وہ بیمار تھیں' پس ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک

تم کو اس مرد کا اجر ملے گا جو بدر میں حاضر ہوا' رہا ان کا بیعت رضوان سے غائب ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی اور اہل مکہ کے نزدیک حضرت عثمان بن عفان سے زیادہ معزز ہوتا تو حضور اس کو ان کی جگہ بھیج دیتے' سو آپ نے حضرت عثمان کو بھیجا اور بیعت رضوان حضرت عثمان کے مکہ جانے کے بعد ہوئی تھی' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کے متعلق فرمایا: یہ عثمان کا ہاتھ ہے' پس آپ نے اس ہاتھ کو اپنے ہاتھ پر مارا' پس یہ فرمایا: یہ عثمان کی بیعت ہے' اب تو ان جوابات کو اپنے ساتھ لے کر چلا جا!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۳۰ میں گزر چکی ہے۔
تینوں شارحین نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔

۲۰- بَابٌ

﴿اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَ لَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (آل عمران:۱۵۳)۔
تُصْعِدُوْنَ تَذْهَبُوْنَ اَصْعَدَ وَصَعِدَ فَوْقَ الْبَيْتِ ۔

باب

جب تم چڑھتے چلے جاتے تھے اور پیٹھ موڑ کر کسی کو نہ دیکھتے تھے اور رسول تمہاری پچھلی جماعت میں (کھڑے ہوئے) تمہیں بلا رہے تھے تو (اللہ نے) تمہیں غم پر غم دیا اور (معافی کی خوش خبری اس لیے سنائی) کہ جو (مال غنیمت) تمہارے ہاتھ سے گیا اور جو (تکلیف) تمہیں پہنچی اس پر تم غمگین نہ ہو اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے ۝ (آل عمران:۱۵۳) ''تصعدون'' کا معنی ہے: ''تذھبون'' (یعنی تم جاتے ہو) اور ''اصعد'' اور ''صعد'' کا معنی ہے: گھر کے اوپر چڑھا۔

آل عمران: ۱۵۳ کی تفسیر

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ' ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
''تصعدون'' اس کا معنی ہے: پہاڑ پر چڑھنا۔
''تلوٗن'' اس کا معنی ہے: چڑھنا۔
''واخرکم'' ابوعبیدہ نے کہا: اس کا معنی ہے: تمہارے آخر میں۔ (مجاز القرآن ج ۱ ص ۱۰۵)
''فاثابکم غما بغم'' مجاہد نے کہا: پہلا غم تھا قتل ہونا اور زخمی ہونا اور دوسرا غم یہ تھا کہ کسی نے پکار کر کہا: (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کر دیئے گئے' اس غم نے ان کا پہلا غم مٹا دیا' اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کر کے آپ کو غم زدہ کیا' اور اس کی جزاء میں اللہ نے ان کو غم کے اوپر غم دیا' اس کو اللہ تعالیٰ نے طنزاً ثواب فرمایا ہے' جیسے اس آیت میں ہے:

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ (التوبہ:۳۴) — سو آپ ان کو دردناک عذاب کی بشارت دیں ۝

اس آیت میں بھی طنزاً عذاب کی خبر کو بشارت فرمایا ہے۔

''لِکَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ'' اس کا معنی ہے: ان بھاگنے والے مسلمانوں نے مالِ غنیمت کو طلب کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکم عدولی کی وجہ سے وہ مال ان کے ہاتھ سے جاتا رہا' سو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا تا کہ اس مال کے نہ ملنے کی وجہ سے وہ غمگین نہ ہوں۔

''امنۃ نعاسا'' اس کا معنی ہے: زمین میں امن واقع ہو گیا' اسی طرح امام ابن قتیبہ نے کہا ہے اور دوسروں نے کہا ہے کہ ''امنۃ'' کا معنی ہے: اسبابِ خوف کے باقی ہونے کے باوجود خوف کا زائل ہونا' اور امن کا معنی ہے: اسبابِ خوف کا زائل ہونا' اور اس آیت کا معنی ہے: تم پر دشمن کا جو رعب قائم ہو گیا تھا' اللہ تعالیٰ نے اس رعب کو زائل کر کے تم پر اونگھ طاری کر دی کیونکہ شدتِ خوف میں انسان بے چین رہتا ہے اور اس کو نیند نہیں آتی' دشمن کے خوف کے بعد ان پر جو نیند طاری فرمائی' یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان تھا کیونکہ اس خوف کے بعد ان کو راحت حاصل ہوئی اور اس کے بعد وہ دوبارہ دشمن سے لڑنے کے قابل ہو گئے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۷۱-۱۷۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

۴۰۶۷- حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ جَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الرَّجَّالَةِ یَوْمَ اُحُدٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَیْرٍ وَاَقْبَلُوْا مُنْهَزِمِیْنَ ۔ فَذَاكَ اِذْ یَدْعُوْهُمُ الرَّسُوْلُ فِیْ اُخْرَاهُمْ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُحد کے دن پیادہ مسلمانوں پر حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنا دیا اور وہ مسلمان پسپا ہو کر بھاگے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور رسول تمہاری پچھلی جماعت میں (کھڑے ہوئے) تمہیں بلا رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۳۹ میں گزر چکی ہے' اور تینوں شارحین نے اس کی مزید شرح نہیں کی۔

۲۱- بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا یَّغْشٰی طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِیَّةِ یَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ یُخْفُوْنَ فِیْ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا یُبْدُوْنَ لَكَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِیْ بُیُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰی مَضَاجِعِهِمْ وَلِیَبْتَلِیَ اللّٰهُ مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَلِیُمَحِّصَ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ (آل عمران: ۱۵۴)

پھر تم پر غم کے بعد امن کو اتارا' یہ وہ اونگھ تھی جس نے تم میں سے ایک جماعت کو ڈھانپ لیا اور دوسرا (منافقوں کا گروہ تھا) جو اپنی جانوں کے غم میں پڑے ہوئے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ناحق بدگمانی کرتے تھے' جاہلیت کی سی بدگمانی' وہ کہتے تھے کہ کیا اس کام میں ہمارے لیے بھی کچھ ہے؟ آپ کہیے کہ بے شک تمام کام اللہ ہی کے لیے ہیں وہ اپنے دلوں میں اس چیز کو چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے' وہ کہتے ہیں: کاش! ہمارا کوئی اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے! آپ کہیے کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تو جن لوگوں کا قتل کیا جانا لکھا جا چکا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف ضرور نکل آتے اور (یہ) اس لیے (ہوا) کہ اللہ تمہارے دلوں کی

بات کو آزمائے اور (شیطانی وسوسوں سے) تمہارے دلوں کو صاف کر دے اور اللہ تمہارے دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے○ (آل عمران:۱۵۴)

آل عمران:۱۵۴ کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

''من بعد الغم'' یعنی پسپا ہونے اور شکست کے بعد جو ان کو غم ہوا تھا۔

''امنة'' خوف کو زائل کرنا۔

''نعاسا'' یعنی تم پر اونگھ کو طاری کر دیا۔

تم میں سے ایک جماعت پر: یعنی مؤمنین پر جو اہل الصدق والیقین تھے۔

اور دوسری جماعت: جو منافقین کی جماعت تھی۔

جو اپنی جانوں کے غم میں پڑے ہوئے تھے: یعنی ان پر نیند طاری نہیں کی کیونکہ ان پر گھبراہٹ' بے چینی اور دشمن کا خوف تھا۔

وہ اللہ کے متعلق ناحق بدگمانی کرتے تھے: وہ کہتے تھے: (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب کی مدد نہیں کی جائے گی یا وہ قتل کر دیئے جائیں گے یا اب ان کا دین مضمحل ہو جائے گا۔

جاہلیت کی سی بدگمانی: زمانۂ جاہلیت سے مراد ہے: فترت کا زمانہ' جس زمانہ میں کسی نبی کی شریعت نہیں تھی' یعنی جس طرح مشرکین اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی کرتے تھے۔

وہ کہتے تھے کہ کیا اس کام میں ہمارے لیے بھی کچھ ہے: یعنی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتے تھے کہ کیا اس کام میں ہمارے لیے بھی کچھ ہے؟ کیا ہمیں بھی دشمن پر فتح اور غلبہ حاصل ہوگا؟

آپ کہیے: بے شک تمام کام اللہ ہی کے لیے ہیں: یعنی نصرت اور غلبہ اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے حامیوں کے لیے ہی ہے۔

وہ اپنے دلوں میں اس چیز کو چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے: انہوں نے اپنے دلوں میں اس کو چھپایا تھا کہ اگر ہم اپنے گھروں میں ہوتے تو یہاں قتل نہ کیے جاتے' ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے اپنے دلوں میں کفر اور نفاق کو چھپایا تھا اور اللہ تعالیٰ کے دین میں شک کو چھپایا تھا' یا انہوں نے اس کو چھپایا تھا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ اُحد میں حاضر ہونے پر نادم ہیں۔

آپ کہیے کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے: یعنی اے رسول مکرم! آپ کہیے کہ اے منافقو! اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے اور اُحد کی طرف نہ نکلتے تب بھی جن پر قتل کیا جانا لکھ دیا گیا ہے وہ ضرور قتل کیے جاتے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۰۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٦٨- وَقَالَ لِیْ خَلِیْفَةُ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ حَدَّثَنَا سَعِیْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ کُنْتُ فِیْمَنْ تَغَشَّاهُ النُّعَاسُ یَوْمَ اُحُدٍ حَتّٰی سَقَطَ سَیْفِیْ مِنْ یَدِیْ مِرَارًا یَسْقُطُ وَ اٰخُذُهٗ وَیَسْقُطُ فَاٰخُذُهٗ ۔[طرف الحدیث:۴۵۶۲] (سنن ترمذی:۳۰۰۸)

اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان مسلمانوں میں سے تھا جن کو اُحد کے دن نیند نے ڈھانپ لیا تھا' حتیٰ کہ میری تلوار میرے ہاتھ سے کئی بار گر گئی' میں اس کو

پکڑتا وہ گر جاتی' میں پھر اس کو پکڑتا۔

علامہ ابن الملقن اور علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح نہیں کی۔

مسلمانوں کے لیے نیند کا باعثِ سکون ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں پر یہ نیند اتاری' پس اس نیند سے ان کا خوف جاتا رہا اور منافقوں نے انتہائی خوف' گھبراہٹ اور پریشانی میں رات گزاری۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۲۲- بَابٌ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ٥﴾ (آل عمران: ۱۲۸)

اس معاملہ میں سے آپ کے لیے کچھ نہیں' اللہ ان پر رحمت سے رجوع فرمائے یا ان کو عذاب دے کیونکہ وہ یقیناً ظالم ہیں ٥ (آل عمران: ۱۲۸)

آل عمران: ۱۲۸ کی تفسیر

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کے شانِ نزول میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامنے کا نچلا دانت شہید ہو گیا اور آپ کی پیشانی زخمی ہو گئی حتیٰ کہ آپ کے چہرۂ انور پر خون بہا تو آپ نے فرمایا: وہ لوگ کیسے فلاح پائیں گے جنہوں نے اپنے نبی کو یہ ایذاء پہنچائی ہے' اس وقت آپ اپنے رب سے دعا کر رہے تھے۔ اس حدیث کی صرف امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

اس کی تفسیر میں اور بھی اقوال ہیں مگر وہ آپ کی شان کے لائق نہیں ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قَالَ حُمَيْدٌ وَّثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ شُجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوْا نَبِيَّهُمْ فَنَزَلَتْ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ﴾ (آل عمران: ۱۲۸).

حمید اور ثابت نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی زخمی ہو گئی تو آپ نے فرمایا: وہ لوگ کیسے فلاح پائیں گے جنہوں نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا' تو یہ آیت نازل ہوئی: اس معاملہ میں آپ کے لیے کچھ نہیں۔ (آل عمران: ۱۲۸)

امام بخاری کی تعلیق کے موافق حدیث موصول

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق کے موافق حدیث' صحیح مسلم: ۱۷۹۱ میں مذکور ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۷۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخمی ہونے کے متعلق متعدد روایات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

رہی حمید کی حدیث تو اس کی امام احمد' امام ترمذی اور امام نسائی نے حمید کی سند سے روایت کی ہے۔

امام ابن اسحاق نے اپنی مغازی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رباعیۃ (سامنے کے چار دانتوں اور کچلیوں کے درمیان والا نچلا دانت) شہید ہو گیا اور آپ کی پیشانی زخمی ہو گئی تو خون آپ کے چہرے پر بہہ رہا تھا اور آپ

اپنا خون پونچھتے ہوئے یہ فرما رہے تھے: وہ لوگ کیسے فلاح پائیں گے جنہوں نے اپنے نبی کا چہرہ رنگین کر دیا ہے اور آپ اپنے رب سے دعا کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اس معاملہ میں آپ کے لیے کچھ نہیں۔ (آل عمران:١٢٨)

امام ابن ہشام نے حضرت ابوسعید الخدری کی حدیث میں ذکر کیا کہ عتبہ بن ابی وقاص وہ شخص تھا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رباعیہ (نچلا دانت) توڑا تھا اور آپ کا نچلا ہونٹ زخمی کیا تھا' اور عبداللہ بن شہاب الزہری نے آپ کی پیشانی کو زخمی کیا تھا اور عبداللہ بن قمئۃ وہ شخص تھا جس نے آپ کا رخسار زخمی کیا تھا' سو آپ کے خود کے حلقوں میں سے دو حلقے آپ کے رخسار میں گھس گئے تھے اور حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے خون چوسا تھا' پھر اس خون کو نگل لیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا: تم کو آگ کبھی نہیں چھوئے گی۔

امام ابن اسحاق نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان کیا ہے کہ حضرت سعد نے کہا: میں کسی شخص کو قتل کرنے پر اتنا حریص نہیں تھا جتنا اپنے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کو قتل کرنے پر حریص تھا کیونکہ اس نے اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے رحمانہ سلوک کیا تھا۔

امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ کی حدیث میں کہا ہے کہ عبداللہ بن قمئۃ نے اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیر مارا' جس سے آپ کا چہرہ زخمی ہو گیا اور آپ کا رباعیہ ٹوٹ گیا' اس نے کہا: لو میرے حملہ کو سنبھالو اور میں قمئۃ کا بیٹا ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے سے خون پونچھا اور فرمایا: تجھے کیا ہوا' اللہ تجھے ذلیل کرے! پس اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر ایک پہاڑی بکرا مسلط کر دیا' وہ اس کو مسلسل سینگ مارتا رہا حتیٰ کہ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رباعیہ ٹوٹنے کا ذکر ہے جو سامنے کے نچلے دانت اور ڈاڑھ کے درمیان ہوتا ہے' اس دانت کا ایک کنارہ ٹوٹ گیا تھا' یہ دانت جڑ سے نہیں نکلا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے بھی یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت مالک بن سنان نے آپ کے چہرے سے آپ کا خون چوسا' پھر اس کو نگل لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا خون جس کے خون کے ساتھ مل گیا' اس کو آگ نہیں چھوئے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۰۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٦٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ السُّلَمِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي سَالِمٌ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ مِنَ الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُولُ اللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا وَفُلَانًا بَعْدَ مَا يَقُولُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ إِلَى قَوْلِهِ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ﴾ (آل عمران:١٢٨)۔

[اطراف الحدیث: ۴۰۷۰-۴۵۵۹-۷۳۴۶] (سنن نسائی: ۱۰۷۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن عبداللہ السلمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے حدیث بیان کی از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب آپ نے فجر کی آخری رکعت میں رکوع سے سر اٹھایا تو آپ ''سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد'' پڑھنے کے بعد یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! تو فلاں فلاں اور فلاں پر لعنت کر! تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اس معاملہ میں آپ کے لیے کچھ نہیں (یہاں تک) کیونکہ وہ یقیناً ظالم ہیں○ (آل عمران:١٢٨)

٤٠٧٠- وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو عَلَى صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ وَسُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو وَّالْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَزَلَتْ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ إِلَى قَوْلِهِ فَإِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝﴾ (آل عمران:١٢٨) .

اور حنظلہ بن ابی سفیان سے روایت ہے: میں نے سالم بن عبداللہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو اور الحارث بن ہشام کے خلاف دعاءِ ضرر کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی: اس معاملہ میں آپ کے لیے کچھ نہیں' (یہاں تک) وہ یقیناً ظالم ہیں ۝ (آل عمران:١٢٨)

ان دونوں حدیثوں کی شرح ایک ساتھ کی جارہی ہے۔

بہ ظاہر آپ کی دعا کا قبول نہ ہونا' آپ کے مستجاب الدعوات ہونے کے منافی نہیں ہے

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چار شخصوں کے خلاف دعاءِ ضرر کرتے تھے' تب اللہ تعالیٰ نے آل عمران:١٢٨ نازل فرمائی' پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اسلام کی ہدایت دے دی۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری نے دو حدیثیں روایت کی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے یہ اجازت طلب کی تھی کہ ان کافروں کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے تو یہ آیت نازل ہوئی' سو آپ نے جان لیا کہ ان میں ایسے لوگ ہیں جو عنقریب اسلام لے آئیں گے اور پہلی آیت نے اس کو اور مؤکد کر دیا اور وہ یہ ہے:

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ۝ (آل عمران:١٢٧)

تاکہ (اللہ) کافروں کے ایک گروہ کو کاٹ دے یا انہیں ذلیل کر دے' سو وہ ناکام لوٹ جائیں ۝

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٥١٧' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

جن پر آپ نے اُحد کے دن لعنت کی تھی' ان کا اسلام لے آنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حدیث: ٤٠٧٠ میں جن کافروں کے خلاف دعاءِ ضرر کا ذکر ہے' وہ تینوں فتح مکہ کے دن اسلام لے آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خواہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے یعنی وہ اسلام لے آئیں اور فرمایا: یا ان کو ذلیل کر دے یعنی وہ کفر پر مر جائیں۔

(فتح الباری ج ٧ ص ٢١٥' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ عینی نے زیادہ تفصیل سے لکھا ہے' وہ لکھتے ہیں:

رہے صفوان بن امیہ بن خلف جمحی قرشی تو وہ فتح مکہ کے دن بھاگ گئے تھے' پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹ آئے اور حالتِ کفر میں حنین اور طائف میں حاضر ہوئے' پھر اس کے بعد اسلام لے آئے' اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بیالیس ہجری میں مکہ میں فوت ہو گئے۔

اور رہے سہیل بن عمرو بن عبد شمس قرشی عامری تو وہ قریش کے معززین اور جاہلیت کے سرداروں میں سے ایک تھے' یہ غزوۂ بدر میں گرفتار ہو گئے تھے' پھر اسلام لے آئے اور زمانۂ اسلام میں بہت نیک کام کیے' یہ بہ کثرت نمازیں پڑھتے تھے' روزے رکھتے تھے اور صدقہ دیتے تھے' یہ جہاد کرتے ہوئے شام کی طرف نکل گئے اور وہیں فوت ہو گئے۔

رہے الحارث بن ہشام بن المغیرہ القرشی المخزومی تو وہ حالتِ کفر میں اپنے بھائی ابوجہل کے ساتھ بدر میں آئے تھے اور اس وقت بھاگ گئے تھے' پھر مشرکین کے ساتھ اُحد میں مسلمانوں سے لڑے' پھر فتح مکہ کے دن اسلام لے آئے اور اسلام میں نیک کام

گئے' یہ فضلاء صحابہ میں سے تھے' پھر یہ جہاد کرتے ہوئے شام چلے گئے اور وہیں جہاد کرتے رہے حتیٰ کہ (اٹھارہ) ۱۸ ہجری میں عمواس کے طاعون میں فوت ہو گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

یہاں چار میں سے تین اشخاص کا ذکر ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اُحد کے دن آپ نے جن چار کافروں پر لعنت کی تھی' وہ فتح مکہ کے دن اسلام لے آئے تھے' اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی دعا قبول نہیں ہوئی' اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آل عمران: ۱۲۸ نازل فرما کر آپ کو ان کے خلاف دعا کرنے سے روک دیا تھا اور اس سے آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ لوگ اسلام لے آئیں گے اور آپ کو بھی یہی مطلوب تھا کہ وہ لوگ کفر پر مرنے کے بجائے اسلام لے آئیں۔

٢٣- بَابُ ذِكْرِ اُمِّ سَلِيْطٍ

حضرت اُم سلیط کا ذکر

حضرت اُم سلیط ان خواتین میں سے تھیں' جو اُحد کے دن آپ کے پاس حاضر ہوئی تھیں۔

٤٠٧١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَّقَالَ ثَعْلَبَةُ بْنُ اَبِىْ مَالِكٍ اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَسَمَ مُرُوْطًا بَيْنَ نِسَاءٍ مِّنْ نِّسَاءِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ فَبَقِيَ مِنْهَا مِرْطٌ جَيِّدٌ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَعْطِ هٰذَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِىْ عِنْدَكَ يُرِيْدُوْنَ اُمَّ كُلْثُوْمِ بِنْتَ عَلِيٍّ فَقَالَ عُمَرُ اُمُّ سَلِيْطٍ اَحَقُّ بِهِ مِنْهَا وَاُمُّ سَلِيْطٍ مِّنْ نِّسَاءِ الْاَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمَرُ فَاِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ اُحُدٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب اور ثعلبہ بن ابی مالک نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ نے اہل مدینہ کی خواتین کے درمیان چادریں تقسیم کیں' پس ایک عمدہ چادر بچ گئی تو جو لوگ آپ کے پاس حاضر تھے' ان میں سے کسی نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ چادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی کو عطاء فرمائیں جو آپ کے نکاح میں ہیں' ان کی مراد حضرت اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما تھیں' پس حضرت عمر نے کہا کہ حضرت اُم سلیط رضی اللہ عنہا اس چادر کی ان سے زیادہ مستحق ہیں' اور حضرت اُم سلیط انصار کی ان خواتین میں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی' حضرت عمر نے کہا: وہ اُحد کے دن ہمارے لیے پانی کی مشک اپنی پیٹھ پر اُٹھا کر لا رہی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۸۱ میں گزر چکی ہے۔

تینوں شارحین نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔

٢٤- بَابُ قَتْلِ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ کی شہادت

امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب ہیں۔

(المعجم الکبیر: ۲۹۵۸۔ ج ۳ ص ۱۵۱' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

٤٠٧٢- حَدَّثَنِیْ اَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ فَلَمَّا قَدِمْنَا حِمْصَ قَالَ لِیْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَدِيٍّ هَلْ لَّكَ فِیْ وَحْشِيٍّ نَسْاَلُهُ عَنْ قَتْلِ حَمْزَةَ قُلْتُ نَعَمْ وَكَانَ وَحْشِيٌّ يَسْكُنُ حِمْصَ فَسَاَلْنَا عَنْهُ فَقِيْلَ لَنَا هُوَ ذَاكَ فِیْ ظِلِّ قَصْرِهٖ كَاَنَّهٗ حَمِيْتٌ قَالَ فَجِئْنَا حَتّٰى وَقَفْنَا عَلَيْهِ بِيَسِيْرٍ فَسَلَّمْنَا فَرَدَّ السَّلَامَ قَالَ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ مُعْتَجِرٌ بِعِمَامَتِهٖ مَا يَرٰى وَحْشِيٌّ اِلَّا عَيْنَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ يَا وَحْشِيُّ اَتَعْرِفُنِیْ قَالَ فَنَظَرَ اِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لَا وَاللّٰهِ اِلَّا اَنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّ عَدِيَّ بْنَ الْخِيَارِ تَزَوَّجَ امْرَاَةً يُقَالُ لَهَا اُمُّ قِتَالٍ بِنْتُ اَبِی الْعِيْصِ فَوَلَدَتْ لَهٗ غُلَامًا بِمَكَّةَ فَكُنْتُ اَسْتَرْضِعُ لَهٗ فَحَمَلْتُ ذٰلِكَ الْغُلَامَ مَعَ اُمِّهٖ فَنَاوَلْتُهَا اِيَّاهُ فَلَكَاَنِّیْ نَظَرْتُ اِلٰى قَدَمَيْكَ قَالَ فَكَشَفَ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ وَّجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ اَلَا تُخْبِرُنَا بِقَتْلِ حَمْزَةَ قَالَ نَعَمْ اِنَّ حَمْزَةَ قَتَلَ طُعَيْمَةَ بْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ بِبَدْرٍ فَقَالَ لِیْ مَوْلَایَ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ اِنْ قَتَلْتَ حَمْزَةَ بِعَمِّیْ فَاَنْتَ حُرٌّ قَالَ فَلَمَّا اَنْ خَرَجَ النَّاسُ عَامَ عَيْنَيْنِ وَعَيْنَيْنِ جَبَلٌ بِحِيَالِ اُحُدٍ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ وَادٍ خَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ اِلَى الْقِتَالِ فَلَمَّا اَنِ اصْطَفُّوْا لِلْقِتَالِ خَرَجَ سِبَاعٌ فَقَالَ هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ قَالَ فَخَرَجَ اِلَيْهِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ يَا سِبَاعُ يَا ابْنَ اُمِّ اَنْمَارٍ مُقَطِّعَةِ الْبُظُوْرِ اَتُحَادُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ شَدَّ عَلَيْهِ فَكَانَ كَاَمْسِ الذَّاهِبِ قَالَ وَكَمَنْتُ لِحَمْزَةَ تَحْتَ صَخْرَةٍ فَلَمَّا دَنَا مِنِّیْ رَمَيْتُهٗ بِحَرْبَتِیْ فَاَضَعُهَا فِیْ ثُنَّتِهٖ حَتّٰى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ وَرِكَيْهِ قَالَ فَكَانَ ذَاكَ الْعَهْدَ بِهٖ فَلَمَّا رَجَعَ النَّاسُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابوجعفر محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حجین بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن الفضل از سلیمان بن یسار از جعفر بن عمرو بن امیہ الضمری' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں عبیداللہ بن عدی بن الخیار کے ساتھ نکلا' جب ہم حمص میں پہنچے تو عبیداللہ بن عدی نے مجھ سے کہا: آپ کا کیا خیال ہے کہ ہم حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کے متعلق معلوم کریں' میں نے کہا: ہاں! اور حضرت وحشی حمص میں رہتے تھے' پس ہم نے ان کے متعلق پوچھا تو ہمیں بتایا گیا کہ وہ یہاں اس محل کے سائے میں ہیں' گویا وہ ایک بڑی مشک تھے' پس ہم آئے اور ان کے پاس تھوڑی دیر ٹھہرے' پھر ہم نے سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا اور عبیداللہ نے اپنے عمامہ کو اپنے سر کے گرد اس طرح لپیٹا ہوا تھا کہ حضرت وحشی صرف ان کی آنکھیں اور ان کی ٹانگیں دیکھ سکتے تھے' عبیداللہ نے کہا: اے وحشی! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ حضرت وحشی نے ان کی طرف دیکھا' پھر کہا: اللہ کی قسم! نہیں! ہاں میں اتنا جانتا ہوں کہ عدی بن الخیار نے ایک عورت سے نکاح کیا تھا جس کو اُم قتال بنت ابی العیص کہا جاتا تھا' اس سے مکہ میں ایک لڑکا پیدا ہوا اور میں اس کے لیے کسی دودھ پلانے والی کو تلاش کر رہا تھا' پھر میں اس لڑکے کو اس کی رضائی ماں کے پاس لے گیا اور اس کی والدہ بھی ساتھ تھی' پس میں نے گویا تمہارے پیروں کی طرف دیکھا۔ راوی نے کہا: پھر عبیداللہ نے اپنے چہرہ سے کپڑا ہٹایا' پھر انہوں نے کہا: کیا آپ ہمیں حضرت حمزہ کو شہید کرنے کے متعلق کچھ بتائیں گے' حضرت وحشی نے کہا: ہاں! حضرت حمزہ نے طعیمہ بن عدی بن الخیار کو بدر میں قتل کر دیا تھا تو مجھ سے میرے مولیٰ (آقا) جبیر بن مطعم نے مجھ سے کہا: اگر تم نے میرے چچا کے بدلہ میں حضرت حمزہ کو قتل کر دیا تو تم آزاد ہو' پھر انہوں نے بتایا: جب لوگ عینین کی جنگ کے سال نکلے اور عینین اُحد کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے' اس کے اور اُحد کے درمیان ایک وادی حائل

رَجَعْتُ مَعَهُمْ فَاَقَمْتُ بِمَكَّةَ حَتّٰى فَشَا فِيْهَا الْإِسْلَامُ ثُمَّ خَرَجْتُ اِلَى الطَّائِفِ فَاَرْسَلُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا فَقِيْلَ لِيْ اِنَّهُ لَا يَهِيْجُ الرُّسُلَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَهُمْ حَتّٰى قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاٰنِيْ قَالَ اَنْتَ وَحْشِيٌّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَنْتَ قَتَلْتَ حَمْزَةَ قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنَ الْاَمْرِ مَابَلَغَكَ قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّيْ قَالَ فَخَرَجْتُ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ قُلْتُ لَاَخْرُجَنَّ اِلٰى مُسَيْلِمَةَ لَعَلِّيْ اَقْتُلُهُ فَاُكَافِئَ بِهٖ حَمْزَةَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَ النَّاسِ فَكَانَ مِنْ اَمْرِهٖ مَاكَانَ قَالَ فَاِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِيْ ثَلْمَةِ جِدَارٍ كَاَنَّهُ جَمَلٌ اَوْرَقُ ثَائِرُ الرَّاْسِ قَالَ فَرَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِيْ فَاَضَعُهَا بَيْنَ ثَدْيَيْهِ حَتّٰى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ قَالَ وَوَثَبَ اِلَيْهِ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَضَرَبَهُ بِالسَّيْفِ عَلٰى هَامَتِهٖ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ فَاَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ اَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ فَقَالَتْ جَارِيَةٌ عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ وَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَتَلَهُ الْعَبْدُ الْاَسْوَدُ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

ہے تو میں بھی لوگوں کے ساتھ جنگ کے لیے نکلا' پس جب دونوں فوجیں جنگ کے لیے صف آراء ہوئیں تو (قریش کی صف میں سے) سباع (بن عبدالعزیٰ) نکلا اور اس نے کہا: ہے کوئی لڑنے والا! تو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اس سے مقابلہ کے لیے نکلے اور فرمایا: اے سباع! اے اُم انمار کے بیٹے! جو عورتوں کے ختنے کیا کرتی تھی' کیا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑنے کے لیے آیا ہے! پھر حضرت حمزہ نے اس پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر دیا' اب وہ واقعہ گزرے ہوئے کل کی طرح ہو گیا' ادھر میں حضرت حمزہ کی گھات میں ایک چٹان کے پیچھے تھا' وہ جیسے ہی میرے قریب ہوئے میں نے تاک کر ان پر نیزہ مارا' وہ نیزہ ان کی ناف کے نیچے لگا اور ان کے کولھوں کے پار سے نکل گیا' یہی حملہ ان کے قتل کا سبب بنا' پھر جب لوگ واپس آئے تو میں بھی ان کے ساتھ واپس آ گیا اور مکہ میں ٹھہرا رہا' حتیٰ کہ مکہ میں اسلام پھیل گیا' پھر میں طائف کی طرف نکل گیا' انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ایک قاصد بھیجا' پس مجھے بتایا گیا کہ آپ قاصدوں کے ساتھ زیادتی نہیں کرتے' سو میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہو گیا' پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ ہوا' جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: تم وحشی ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: تم نے حمزہ کو قتل کیا تھا؟ میں نے کہا: واقعہ وہی ہے جس کی خبر آپ کو پہنچ چکی ہے' آپ نے فرمایا: کیا تم ایسا کر سکتے ہو کہ اپنا چہرہ میرے سامنے نہ لاؤ' پھر میں چلا گیا' پھر جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا تو مسیلمہ کذاب نکلا تو میں نے (دل میں) کہا: میں مسیلمہ کی طرف نکلوں گا' شاید میں اس کو قتل کر کے حضرت حمزہ کو قتل کرنے کا کفارہ ادا کر دوں' پس میں لوگوں کے ساتھ نکلا' پھر اس کا معاملہ جس طرح ہونا تھا ہو گیا' اس وقت ایک شخص دیوار کے ساتھ کھڑا تھا جیسے وہ گندمی رنگ کا اونٹ ہو' اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے' میں نے اس کے پستانوں کے درمیان تاک کر نیزہ مارا جو اس کے کندھوں کے درمیان سے نکل گیا' پھر ایک انصاری مرد اس کی طرف جھپٹا اور تلوار سے اس کی کھوپڑی اُڑا دی۔ راوی نے کہا کہ عبداللہ بن فضل نے

بتایا کہ مجھے سلیمان بن یسار نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک لڑکی نے چھت پر کھڑی ہو کر یہ کہا: افسوس! امیر المؤمنین کو ایک سیاہ فام غلام نے قتل کر دیا۔

مشکل الفاظ کے معانی' حضرت حمزہ' حضرت وحشی اور بعض دوسرے رجال کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ طویل روایت ذکر کی ہے' اور وہ اس میں منفرد ہیں' امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس حدیث کی روایت نہیں کی' بلکہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت وحشی کی کوئی روایت ذکر نہیں کی۔

عبیداللہ بن عدی بن الخیار: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں پیدا ہو گئے تھے اور الولید بن عبدالملک کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے' ان کی مدینہ میں ایک حویلی تھی جو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حویلی کے پاس تھی۔

حمص: یہ اسم غیر منصرف ہے' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس کو منصرف پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ اس کے حروف کم ہیں اور یہ ساکن الاوسط ہے' سو یہ ھود اور نوح کی طرح ہے' یہ مشہور شہر ہے۔

حمیت: یہ بڑے مٹکے کی طرح مشک ہے' اس کو پکھال کہتے ہیں' اس میں عموماً گھی اور زیتون کا تیل رکھتے ہیں' بعض نے کہا: یہ مطلقاً مشک ہے' ابوعبیدہ نے کہا: جس مشک میں دودھ رکھا جاتا ہے اس کو الوطب کہتے ہیں۔

عبیداللہ اپنے عمامہ کے ساتھ معتجر تھا' معتجر کا لفظ اعتجار سے ماخوذ ہے' اعتجار کا معنی ہے: عمامہ کو سر کے گرد لپیٹنا۔

بے شک حمزہ نے طعیمہ بن عدی بن الخیار کو قتل کر دیا تھا: علامہ الدمیاطی نے کہا کہ صحیح نام طعیمہ بن عدی بن نوفل بن عبد مناف ہے' اور مطعم اور الخیار عدی کے دو بیٹے ہیں اور آپس میں بھائی ہیں۔

''یا سباع یا ابن انمار مقطعة البظور'' البظر کا معنی عورت کی اندام نہانی ہے' یعنی انمار عورتوں کا ختنہ کرتی تھی' اس کا معنی ہے: وہ اندام نہانی کے زائد گوشت کو کاٹ دیتی تھی۔

عینین: اُحد کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔

''ثـنـة'' ابن فارس نے کہا: اس کا معنی ہے: جسم کا وسط۔ (مجمل اللغۃ ج ا ص ۱۵۶) علامہ خطابی نے کہا: اس کا معنی ہے: ناف کے نیچے۔ (اعلام السنن ج ۳ ص ۱۷۱۹)

کیا تم ایسا کر سکتے ہو کہ اپنا چہرہ میرے سامنے نہ لاؤ: یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج کی نرمی تھی کیونکہ آدمی اپنے مقتول کے قاتل کا چہرہ دیکھنا ناپسند کرتا ہے۔ (پھر حضرت وحشی تا حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نہیں آئے۔ فتح الباری)

لڑکی نے اعلان کیا کہ امیر المؤمنین کو ایک سیاہ فام غلام نے قتل کر دیا: مسیلمہ اپنے کفر اور کذب کے باوجود کبھی اپنے آپ کو نبی کہلواتا تھا' اور کبھی اپنے آپ کو امیر المؤمنین کہلواتا تھا' اور برحق امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب تھے' جب حضرت وحشی کی ضرب سے مسیلمہ گر گیا تو ایک انصاری نے تلوار سے اس کی گردن اُڑا دی۔

امام ابن اسحاق نے اس انصاری کا نام نہیں لکھا' اور امام واقدی نے کتاب الردۃ میں لکھا ہے کہ اس انصاری کا نام عبداللہ بن زید بن عاصم المازنی ہے' اور سیف بن عمر نے الفتوح میں لکھا ہے کہ اس کا نام عدی بن سہل ہے اور امام ابن عبدالبر وغیرہ نے لکھا ہے

کہ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ بھی مسیلمہ کے قتل میں ان کے شریک تھے' پس اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ حضرت وحشی نے ان تینوں میں سے کس کا ارادہ کیا تھا۔ (الاستیعاب ج ۴ ص ۲۰۹' اسد الغابہ ج ٦ ص ٩٦)

امام ابن اسحاق نے وحشی کے اسلام لانے میں یہ اضافہ کیا ہے کہ جب وہ مدینہ میں آئے تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! یہ وحشی ہے' آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو کیونکہ ایک آدمی کا اسلام لانا میرے نزدیک ایک ہزار کافر مردوں کے کفر پر مرنے سے بہتر ہے۔ (الروض الانف ج ۳ ص ۱۶۳)

وحشی نام صحابہ میں منفرد ہے' اس نام کا اور کوئی صحابی نہیں ہے' اور یہ مکہ کے حبشیوں میں سے ایک تھے۔

مسیلمہ: اس کی کنیت ابوثمامہ اور ابوہارون بن ثمامہ ہے' وفد بنوحنیفہ کے باب میں اس کی زیادہ تفصیل آئے گی۔

حمزہ: یہ بدری صحابی ہیں' یہ ان تین صحابہ میں سے ایک ہیں' جنہوں نے بدر کے دن سب سے پہلے کفار کو للکارا تھا اور یہ ان چھ مردوں میں سے ایک ہیں جو رحمٰن کے سامنے مقدمہ پیش کریں گے' ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے:

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ ۔ (الحج:۱۹) یہ دو فریق ہیں جنہوں نے (اپنے رب کے متعلق) جھگڑا کیا۔

یہ ان بارہ قریش میں سے ایک ہیں جو قریش کے نقیب تھے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم محترم ہیں' آپ کے رضاعی بھائی ہیں اور اللہ کے شیر ہیں اور اس کے رسول کے شیر ہیں' آپ کے اعلانِ نبوت کے دوسرے سال اسلام لائے اور اس پہلے لشکر میں تھے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیف البحر کی طرف بھیجا تھا جیسا کہ المدائنی نے کہا ہے اور یہ سید الشہداء ہیں۔

ان کے متعلق حضرت وحشی نے کہا تھا کہ اگر میں نے اسلام لانے سے پہلے خیر الناس کو قتل کیا تھا تو اسلام لانے کے بعد میں نے شر الناس یعنی مسیلمہ کو قتل کیا ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۱۸) (التوضیح الشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۸۳۔۱۷۹' ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور دیگر فوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ اسلام لانے سے پہلے کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حمزہ کو ڈھونڈنے نکلے' تو دیکھا کہ وادی میں وہ اس حال میں تھے کہ ان کی ناک' کان اور دیگر اعضاء کٹے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: اگر مجھے صفیہ (بنت عبد المطلب) کے غم زدہ ہونے کا خیال نہ ہوتا اور میرے بعد یہ سنت نہ ہو جاتی تو میں حمزہ کو یونہی چھوڑ دیتا' حتیٰ کہ حمزہ کا حشر درندوں کے پیٹوں اور پرندوں کے پوٹوں سے ہوتا۔

امام ابن ہشام نے یہ اضافہ کیا ہے کہ جو سلوک حضرت حمزہ کے ساتھ کیا گیا ہے' وہ ان سے پہلے کسی کے ساتھ نہیں کیا گیا اور حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور بتایا کہ آسمانوں میں لکھا ہوا ہے کہ حمزہ اللہ کے شیر ہیں اور اللہ کے رسول کے شیر ہیں اور امام بزار اور امام طبرانی نے سند ضعیف کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت حمزہ کے اعضاء کٹے ہوئے دیکھے تو فرمایا: اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو! آپ رشتوں کو ملانے والے تھے' نیک کاموں کو بہت زیادہ کرنے والے تھے اور اگر آپ کے بعد غم نہ کیا جاتا تو مجھے اس سے خوشی ہوتی کہ میں آپ کو یونہی چھوڑ دیتا حتیٰ کہ مختلف جانوروں کے پیٹوں سے آپ کا حشر کیا جاتا' پھر اسی جگہ آپ نے قسم کھائی کہ میں آپ کے بدلہ میں ستر کافروں کو مثلہ کروں گا' تب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ اور اگر تم انہیں سزا دو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں

صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ○ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ○ (النحل:١٢٦۔١٢٧)

پہنچائی گئی تھی اور اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر کرنے والوں کے لیے صبر بہت اچھا ہے○ اور (اے رسول مکرم!) آپ صبر کریں اور آپ کا صبر کرنا صرف اللہ کی توفیق سے ہے اور آپ (ان کی سرکشی پر) غم گین نہ ہوں اور اس فریب سے تنگ دل نہ ہوں جو وہ کرتے ہیں○

امام عبداللہ بن احمد نے زیادات المسند میں اور امام طبرانی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مشرکین نے مسلمانوں کی لاشوں کو مثلہ کیا (اعضاء کاٹے) تو انصار نے کہا: اگر کبھی ہم کو ایسا موقع ملا تو ہم ان کی زیادہ لاشوں کو مثلہ کریں گے تب یہ آیتیں نازل ہوئیں پھر فتح مکہ کے دن ایک شخص نے پکار کر کہا: آج کے بعد روئے زمین پر قریش نہیں رہیں گے تب یہ آیتیں نازل ہوئیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے انتقام سے ہاتھ روک لو۔

امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کی ہے اور اس کے آخر میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بلکہ ہم صبر کرتے ہیں اے میرے رب!'' یہ تمام اسانید ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہیں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۹ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

بعض مشکل الفاظ کے معانی اور بعض تراجم کی مزید وضاحت اور حافظ ابن حجر سے علامہ عینی کا مناقشہ اور مصنف کا محاکمہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حمص: یہ شام کی حدود کی طرف مشہور شہر ہے یہاں باغات ہیں اور دریا ہے حمص بن المہر کے نام پر اس کا نام حمص رکھا گیا ہے اس کو ھند کی طرح منصرف پڑھا جائز نہیں ہے کیونکہ حمص عجمی ہے سو یہ غیر منصرف ہے یہ البکری کا قول ہے (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں: اس کو منصرف پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ یہ نوح اور ھود کی طرح ساکن الاوسط ہے۔

وحشی: پورا نام وحشی بن حرب ہے یہ مکہ کے حبشیوں میں سے ہیں یہ برچھی (چھوٹا نیزہ) سے حملہ کرتے تھے اور ان کا نشانہ عام طور پر خطاء نہیں ہوتا تھا موسیٰ بن عقبہ نے کہا: وحشی بن حرب شراب کے نشہ میں فوت ہوئے تھے۔

ہم ان سے حضرت حمزہ کو قتل کرنے کے متعلق پوچھتے ہیں: امام ابن اسحاق کی روایت ہے: جب ہم حضرت وحشی کے متعلق پوچھ رہے تھے تو ہم سے ایک شخص نے کہا: ان پر شراب غالب ہے اگر تم نے ان کو ہوش میں پایا تو تم جو پوچھنا چاہتے ہو وہ تمہیں بتائیں گے اور اگر وہ نشہ میں ہوں تو تم واپس چلے جانا امام الطیالسی نے بھی اس کی مثل روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اگر تم یہ دیکھو کہ وہ شراب نوشی کر رہے ہیں تو پھر ان سے سوال نہ کرنا۔

''حمیت'': حمیت کا معنی ہے: بڑی مشک جس پر بال نہ ہوں اس میں گھی رکھا جاتا ہے علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ جو شخص بہت جسیم ہو اور موٹا ہو اس کو بڑی مشک یعنی پکھال سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

عورتوں کا ختنہ کرنے والی: اندام نہانی کے دو کناروں کے درمیان جو زائد گوشت ہوتا ہے اس کو کاٹ دیا جاتا ہے۔

ایک شخص دیوار کے ساتھ کھڑا تھا جیسے وہ گندمی رنگ کا اونٹ ہو (یعنی مسیلمہ) حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

اس کا رنگ راکھ کی طرح تھا اور یہ جنگ کے گرد و غبار کی وجہ سے تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۸)

علامہ عینی اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس کے کفر کی سیاہی اور باطل میں منہمک ہونے کی وجہ سے اس کے چہرے کا رنگ سیاہی مائل ہو گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۱۴)

امیر المؤمنین کو ایک سیاہ فام غلام نے قتل کر دیا: حافظ ابن حجر نے اس کی شرح میں لکھا ہے:

اس لڑکی کے اس قول میں اس کی تائید ہے کہ مسیلمہ کذاب کو حضرت وحشی نے قتل کیا تھا' اس لڑکی نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین کہا' اس پر یہ اعتراض ہے کہ مسیلمہ اپنے آپ کو نبی مرسل کہلاتا تھا اور اس کے پیروکار اُسے کہتے تھے: یارسول اللہ! یا نبی اللہ! اور امیر المؤمنین کا لقب اس کے بعد حادث ہوا ہے' اور سب سے پہلے یہ لقب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا تھا' اور یہ مسیلمہ کے قتل کے بہت بعد کا واقعہ ہے۔ رہا یہ کہ علامہ ابن التین نے یہ کہا ہے کہ مسیلمہ خود کو کبھی نبی کہلواتا تھا اور کبھی امیر المؤمنین کہلواتا تھا تو اگر علامہ ابن التین نے اس بات کو اس حدیث سے مستنبط کیا ہے تو یہ اچھا نہیں ہے ورنہ اس کے ثبوت کے لیے کسی نقل کی ضرورت ہے۔

امام الطیالسی کی روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں اس دن لشکر میں تھا' تو میں نے سنا کہ ایک شخص کہہ رہا تھا کہ مسیلمہ کو ایک سیاہ فام غلام نے قتل کر دیا اور اس نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین نہیں کہا اور یہ ہو سکتا ہے کہ اس لڑکی نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین اس لیے کہا ہو کہ وہ اس کے اصحاب کو مؤمن سمجھتی تھی' اس لیے اس نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین کہا' اور اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اس کا لقب امیر المؤمنین تھا۔

پھر میں نے دیکھا کہ ابوالخطاب بن دحیہ نے اس پر انکار کیا ہے کہ سب سے پہلے امیر المؤمنین کا لقب حضرت عمر نے اختیار کیا تھا' انہوں نے کہا کہ حضرت عمر سے پہلے یہ مسیلمہ کا لقب تھا' جیسا کہ امام بخاری نے وحشی کے قصہ میں نقل کیا ہے' علامہ ابن الصلاح اور علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ابن دحیہ کی یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں صرف یہ مذکور ہے کہ ایک لڑکی نے چلا کر کہا کہ امیر المؤمنین کو ایک سیاہ فام غلام نے قتل کر دیا' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسیلمہ کا لقب امیر المؤمنین ہو' اور علامہ مغلطائی نے بھی یہ اعتراض کیا ہے کہ امیر المؤمنین کا لقب سب سے پہلے حضرت عمر کا نہیں تھا کیونکہ سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین کہا گیا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن جحش صرف اپنے لشکر کے امیر تھے نہ کہ تمام مسلمانوں کے' اس کے برخلاف حضرت عمر تمام مسلمانوں کے امیر تھے۔ (فتح الباری ج ۵ص ۲۱۹-۲۱۸)

علامہ بدرالدین عینی' علامہ ابن التین کا دفاع کرتے ہوئے اور حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ایک لڑکی نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین کہا اور اس نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین اس لیے کہا تھا کہ مسیلمہ کے اصحاب اس کا حکم مانتے تھے اور اس کو امیر جانتے تھے اور اس نے مسیلمہ کے اصحاب کو مؤمنین اس لیے کہا کہ ان کے زعم باطل میں وہ لوگ مسیلمہ پر ایمان لانے والے اور مؤمنین تھے اور اس قائل کا یہ کہنا کہ حضرت عمر کو سب سے پہلے امیر المؤمنین کہا گیا اس کے منافی نہیں ہے' کیونکہ یہ حضرت ابوبکر کے اعتبار سے اوّلیت اضافی ہے کیونکہ ان کو امیر المؤمنین نہیں کہا گیا تھا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہونے کے لقب کو اختیار کر لیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۱۴-۲۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ تو حافظ ابن حجر نے بھی لکھا ہے کہ اس لڑکی نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین اس لیے کہا تھا کہ وہ لڑکی اس کے اصحاب کو مؤمن سمجھتی تھی اور مسیلمہ ان کا امیر تھا' اس لیے اس نے مسیلمہ کو امیر المؤمنین کہا' لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسیلمہ کا لقب امیر المؤمنین تھا' لہٰذا حافظ ابن حجر کی تحقیق درست ہے اور اس پر علامہ عینی کا اعتراض درست نہیں ہے۔

٢٥- بَابُ مَا اَصَابَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِرَاحِ یَوْمَ اُحُدٍ

اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو زخم آئے

۴۰۷۳- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی قَوْمٍ فَعَلُوْا بِنَبِیِّهٖ یُشِیْرُ اِلٰی رَبَاعِیَتِهٖ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی رَجُلٍ یَقْتُلُهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔

[طرف الحدیث: ۴۰۷۶] (صحیح مسلم: ۱۷۹۳، الرقم المسلسل: ۴۵۴۰، مسند احمد ج ۲ ص ۳۱۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں پر اللہ کا بہت شدید غضب ہوگا جنہوں نے اپنے نبی کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے، آپ اپنے رباعیہ (نچلے دانت) کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں اور اس پر اللہ کا بہت شدید غضب ہوگا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے راستہ میں قتل کریں۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کا بلاتشبیہ وتعطیل اثبات

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے شدید غضب سے مراد یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سنگین جرم ہے جس پر وہ سخت سزا دے گا، اس غضب سے وہ کیفیت مراد نہیں ہے جو خون کے جوش میں آنے سے انسان پر طاری ہوتی ہے کیونکہ وہ عرض ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے، وہ اعراض کا محل نہیں کیونکہ وہ حوادث ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں حوادث کا وجود محال ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۸۴، وزارۃ الاوقاف قطر، ۱۴۲۹ھ)

شیخ ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ تمام اُمت اور قدیم ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو جس وصف کے ساتھ متصف کیا ہے، اس وصف کے ساتھ اس کو موصوف کرنا چاہیے اور اس وصف میں تحریف اور تمثیل اور تکییف اور اس وصف کو معطل کرنے سے اجتناب لازم ہے کیونکہ اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، ذات میں نہ صفات میں نہ افعال میں، اس کی صفات کا اثبات واجب ہے اور مخلوق کی صفات سے اس کی مماثلت ممنوع ہے، ان صفات کا بلاتشبیہ اثبات اور اس کی تنزیہ بلاتعطیل واجب ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ج ٦ ص ۵۱۵)

اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی نے علامہ ابن الملقن کی بعینہٖ عبارت نقل کر دی ہے اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح نہیں کی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلاتِ کریمہ کی طہارت اور آپ کے علمِ غیب کا ثبوت

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت مالک بن سنان الخدری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے خون چوس لیا تھا، پھر اس خون کو نگل لیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا خون میرے خون سے مَس ہو گیا، اس کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔

(معجم الصحابۃ للبغوی: ۲۰۸۵۔ ج ۵ ص ۲۴۲، المعجم الطبرانی: ۵۴۳۰۔ ج ٦ ص ۳۴، معرفۃ الصحابہ لابی نعیم: ۵۹۹۴۔ ج ۵ ص ۲۴۵٦)

اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو یہ پسند ہو کہ وہ

اس شخص کو دیکھے جس کا خون میرے خون کے ساتھ مل گیا ہو اس کو چاہیے کہ وہ مالک بن سنان کی طرف دیکھے۔ (حافظ ابن حجر نے اس کا الاصابہ ج ۳ ص ۳۴۶ میں ذکر کیا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت شہید کیا تھا' اس کی اولاد میں سے جو بھی بالغ ہوئی' اس سے بدبو آتی تھی۔

(المستدرک ج ۳ ص ۵۵۴)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خون تحریم میں اُمت کے خون سے مختلف ہے' اسی طرح آپ کا پیشاب بھی تحریم میں اُمت کے پیشاب کے مخالف ہے' تحقیق یہ ہے کہ حضرت اُم ایمن نے آپ کا پیشاب پیا تھا۔

(المستدرک ج ۴ ص ۶۴۔۶۳' البدر المنیر ج ۱ ص ۴۸۸۔۴۸۱)

اس کی وجہ یہ ہے کہ فرشتوں نے آپ کے پیٹ کو برف سے دھو دیا تھا' اس وجہ سے آپ مطہرین میں سے ہو گئے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ سالم کی حدیث میں ہے: آپ نے حضرت مالک بن سنان سے فرمایا: کیا تم کو نہیں معلوم کہ ہر خون حرام ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند معروف نہیں ہے' ہر چند کہ اس حدیث کا حافظ ابن عبد البر نے ذکر کیا ہے۔

(الاستیعاب ج ۲ ص ۱۳۷' البدر المنیر ج ۱ ص ۴۷۵۔۴۷۴)

الزبیر بن ابی بکر نے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا: یہ وہی ہے' جب ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو وہ ان کو دودھ پلانے سے رک گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اس کو دودھ پلاؤ خواہ اپنی آنکھوں کے پانی سے' یہ بھیڑیوں کے درمیان مینڈھا ہے' ان بھیڑیوں کے اوپر قمیصیں ہیں' اس کو بیت اللہ سے روکا جائے گا' ورنہ یہ بیت اللہ کے سامنے قتل کر دیا جائے گا۔ (الروض الانف ج ۳ ص ۱۶۶)

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

''دمّوا وجه نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'': اس میں میم پر تشدید ہے' اس کی اصل ''دَمّیُوا'' ہے' یاء پر ضمہ ثقیل تھا' اس کو حذف کر دیا' پھر یاء ساکن رہ گئی اور واؤ بھی ساکن تھی' اس کو حذف کر دیا۔ اس حدیث میں ذکر ہے کہ لوگوں نے اللہ کے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی پر بعض مصائب آتے ہیں تا کہ ان کا اجر عظیم کر دیا جائے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۱۸۶۔۱۸۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۸۸۔۷۸۳ میں فضلات کریمہ کی طہارت کی زیادہ تفصیل کی ہے اور مخالفین کے اعتراضات کے مدلل جوابات دیئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کا زمین پر گرنا بہت سنگین ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام اوزاعی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کے دن لگے تو کسی چیز سے اپنا خون پونچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے: اگر اس میں سے کچھ خون زمین پر گر جاتا تو تم پر آسمان سے عذاب نازل ہوتا' پھر آپ نے دعا کی: اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما! کیونکہ ان کو (میری نبوت کا) علم نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں نے لکھا ہے کہ حدیث: ۴۰۷۳ میں حضرت ابو ہریرہ نے اُحد کے دن آپ کے زخمی ہونے کی روایت کی ہے اور حدیث: ۴۰۷۴ میں حضرت ابن عباس نے یہ روایت کی ہے اور یہ دونوں حدیثیں مرسل ہیں کیونکہ حضرت ابو ہریرہ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم دونوں اُحد کے دن موجود نہیں تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۰، عمدۃ القاری ج ۷ ا ص ۲۱۵)

٤٠٧٤- حَدَّثَنِیْ مَخْلَدُ بْنُ مَالِكٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ دَمَّوْا وَجْهَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(صحیح مسلم: ۱۷۹۳، الرقم المسلسل: ۴۵۴۰، مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۸-۲۸۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے مخلد بن مالک نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید اموی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص پر اللہ کا بہت شدید غضب ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں قتل کیا اور ان لوگوں پر اللہ کا بہت شدید غضب ہے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خون آلود کیا۔

اللہ کے راستہ میں قتل کرنے کی قید کا فائدہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

غزوۂ اُحد تین ہجری میں ہوا ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سات ہجری میں اسلام لائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر اس وقت چھ سال تھی، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے خون آلود ہونے کا واقعہ انہوں نے حاضرین اُحد میں سے کسی سے سنا، یا خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، اس لیے یہ دونوں حدیثیں مرسل ہیں۔

جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے راستہ میں قتل کر دیا: اس قید سے اس شخص کے قتل سے احتراز کر لیا جس کو آپ نے حد یا قصاص میں قتل کیا ہو، کیونکہ اللہ کے راستہ میں آپ اس کو قتل کریں گے جو آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کرے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۱۶-۲۱۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح نہیں کی۔

۰۰۰- بَابٌ

باب

یہ باب ابواب سابقہ سے بہ منزلہ فصل ہے۔

٤٠٧٥- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ اَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ وَهُوَ يَسْأَلُ عَنْ جُرْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْرِفُ مَنْ كَانَ يَغْسِلُ جُرْحَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ يَسْكُبُ الْمَاءَ وَبِمَا دُوْوِيَ قَالَ كَانَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَغْسِلُهُ وَعَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ يَسْكُبُ الْمَاءَ بِالْمِجَنِّ فَلَمَّا رَاَتْ فَاطِمَةُ اَنَّ الْمَاءَ لَا يَزِيْدُ الدَّمَ اِلَّا كَثْرَةً اَخَذَتْ قِطْعَةً مِّنْ حَصِيْرٍ فَاَحْرَقَتْهَا وَاَلْصَقَتْهَا فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ وَكُسِرَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی از ابی حازم، انہوں نے حضرت سہل بن سعید رضی اللہ عنہ سے سنا، اور اس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے کے متعلق سوال کر رہے تھے، انہوں نے کہا: سنو! اللہ کی قسم! میں ضرور سب سے زیادہ جانتا ہوں کہ کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کو دھو رہا تھا اور کون پانی ڈال رہا تھا اور کس چیز سے آپ کا علاج کیا گیا، حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے زخم کو دھوتی تھیں اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی بھر کر لاتے تھے، جب سیدہ فاطمہ نے یہ دیکھا کہ پانی ڈالنے سے تو خون اور زیادہ بہہ رہا ہے تو انہوں

رَبَاعِيَتُهُ يَوْمَئِذٍ وَّجُرِحَ وَجْهُهُ وَكُسِرَتِ الْبَيْضَةُ عَلٰى رَاسِهِ . نے چٹائی کے ایک ٹکڑے کو جلایا اور اس کی راکھ کو آپ کے زخم پر لیپ کر دیا تو خون رُک گیا اور اس دن آپ کا نچلا دانت (اس کا ایک کنارہ) ٹوٹ گیا تھا' اس دن آپ کا چہرہ زخمی ہو گیا تھا اور آپ کا خَود آپ کے سر پر ٹوٹ گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۳ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کا طریقہ یہ ہے کہ وہ سیّدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام کے ساتھ علیہا السلام لکھتے ہیں' تاہم میرے نزدیک رضی اللہ عنہا میں زیادہ فضیلت ہے کیونکہ سلام کے لفظ کی آپ کے ساتھ تخصیص نہیں ہے' ہر مسلمان کو سلام کیا جاتا ہے اور رضی اللہ عنہ صرف صحابہ کرام اور اصحابِ احسان وخشیت کے ساتھ خاص ہے۔

انبیاء پر مصائب آنے کی حکمتیں اور مذکور الصدر حدیث کی تفصیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مذکور الصدر حدیث کی تفصیل اور وضاحت درج ذیل احادیث میں ہے:

امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: جب اُحد کے دن مشرکین واپس چلے گئے تو خواتین صحابہ کی مدد کرنے کے لیے آئیں' ان میں سیّدہ فاطمہ بھی تھیں' جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو آپ کے گلے سے چمٹ گئیں اور آپ کے زخموں کو پانی سے دھونے لگیں' پانی لگنے سے خون زیادہ نکلنے لگا' جب انہوں نے یہ دیکھا تو چٹائی کا ٹکڑا لے کر اس کو جلایا اور اس کی راکھ کو زخم کے ساتھ چمٹا دیا' سو خون کا بہنا رُک گیا۔

زبیر بن محمد کی حدیث کے آخر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہوگا جس نے اس کے رسول کا چہرہ خون آلود کر دیا' پھر تھوڑی دیر بعد آپ نے دعا کی: اے اللہ! میری قوم کو بخش دے! کیونکہ ان کو علم نہیں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوا اور علاج کرنا جائز ہے (بلکہ آپ کی سنت ہے۔ سعیدی غفرلہ) اور انبیاء علیہم السلام پر بعض دنیاوی مصائب آتے ہیں' ان کو زخم لگتے ہیں' درد ہوتا ہے اور ان پر بیماریاں آتی ہیں تاکہ اس سے ان کا اجر زیادہ ہو اور ان کے درجات بلند ہوں اور ان کی اُمت مصائب پر صبر کرنے میں ان کی پیروی کرے اور نیک انجام اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کی شرح نہیں کی' جب کہ علامہ عینی لکھتے ہیں:

امام عبد الرزاق نے الزہری سے روایت کی ہے: اس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر تلوار کی ستر (۷۰) ضربیں لگائی گئیں' اللہ تعالیٰ نے ان سب کے شر سے آپ کو محفوظ رکھا' کہا گیا ہے کہ اس سے حقیقۃً تلوار کے ستر زخم مراد ہیں' یا پھر ستر کا عدد مبالغہ کے لیے ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے' آپ کے چہرے کے زخم کا سبب یہ ہے کہ ابن عائذ نے یزید بن جابر سے روایت کی ہے کہ اُحد کے دن ابن قمئۃ نے آپ کے چہرے پر تیر مارا تھا (یا پتھر مارا تھا) جس نے آپ کے چہرے میں زخم ڈال دیا اور کہا: لو سنبھلو! میں ابن قمئۃ ہوں' تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل کر دے گا' وہ واپس اپنے گھر گیا اور اپنی بکریاں لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا' ایک پہاڑی بکرے نے سینگ مار مار کر اس کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے' جیسا کہ حافظ ابن حجر نے بیان

کیا ہے۔(فتح الباری ج۵ ص۲۲۰)

٤٠٧٦- حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ عِکْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی مَنْ قَتَلَهٗ نَبِیٌّ وَّاشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی مَنْ دَمّٰی وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اس شخص پر اللہ کا شدید غضب ہوگا جس کو نبی نے قتل کیا اور اس پر اللہ کا شدید غضب ہوگا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو خون آلود کیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۰۷۴ میں گزر چکی ہے۔

٢٦- بَابٌ ﴿اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (آل عمران: ۱۷۲)

وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانا (آل عمران: ۱۷۲)

اس باب میں اس آیت کا سبب نزول بیان کیا گیا ہے اور اس کا تعلق غزوۂ اُحد سے ہے۔

٤٠٧٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا ﴿اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ ۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝﴾ (آل عمران: ۱۷۳) قَالَتْ لِعُرْوَةَ یَا ابْنَ اُخْتِیْ کَانَ اَبَوَاكَ مِنْهُمُ الزُّبَیْرُ وَاَبُوْبَکْرٍ لَمَّا اَصَابَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَصَابَ یَوْمَ اُحُدٍ وَّانْصَرَفَ عَنْهُ الْمُشْرِکُوْنَ خَافَ اَنْ یَّرْجِعُوْا قَالَ مَنْ یَّذْهَبُ فِیْ اِثْرِهِمْ فَانْتَدَبَ مِنْهُمْ سَبْعُوْنَ رَجُلًا قَالَ کَانَ فِیْهِمْ اَبُوْبَکْرٍ وَّالزُّبَیْرُ ۔ (صحیح مسلم: ۲۴۱۸، الرقم المسلسل: ۶۱۴۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابومعاویہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے عروہ سے اس آیت کے متعلق کہا: وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا حکم اس کے بعد مانا جب انہیں زخم پہنچ چکے تھے ان میں نیکی کرنے والوں اور متقین کے لیے بڑا اجر ہے ۝ (آل عمران: ۱۷۳) اے میرے بھانجے! تمہارے والدین میں سے تھے، حضرت الزبیر اور حضرت ابوبکر، جب اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مصائب آئے اور مشرکین آپ کے پاس سے چلے گئے تو آپ کو یہ خدشہ ہوا کہ وہ لوٹ آئیں گے، تو آپ نے فرمایا: ان کا پیچھا کون کرے گا؟ تو ستر (۷۰) صحابہ نے اس پر لبیک کہا اور حضرت ابوبکر اور حضرت الزبیر رضی اللہ عنہما ان میں سے تھے۔

آل عمران: ۱۷۳ کا سبب نزول

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "فانتدب" کا لفظ ہے یہ "ندب" سے بنا ہے "ندب" کا معنی ہے: لوگوں کو کسی کام کے لیے یا لڑنے کے لیے بلانا اور جب وہ لوگ اس حکم پر عمل کرلیں تو "فانتدبوا" کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب مشرکین اُحد سے واپس گئے اور مقام الروحاء پر پہنچ گئے' تو ان میں سے بعض نے دوسروں کو اُکسایا کہ واپس جا کر مسلمانوں سے لڑو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ان کا پیچھا کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے اس حکم پر عمل کیا' حتیٰ کہ وہ حمراء الاسد کے مقام پر پہنچ گئے' یہ مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (التوضیح لشرح صحیح البخاری ج ۲۱ ص ۱۸۸' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

مقام روحاء تک قریش کا پیچھا کرنے کی مفصل روایت اور اہم پیچھا کرنے والے اصحاب کے اسماء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ اُحد پندرہ شوال کو ہفتہ کے دن ہوا تھا' اس کے اگلے دن سولہ شوال کو اتوار کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ دشمن کا پیچھا کرو' اور ہمارے ساتھ وہی مسلمان نکلیں جو کل حاضر تھے' پس حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے نکلنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی' آپ دشمن کو خوف زدہ کرنے کے لیے نکلے تھے تا کہ وہ یہ یقین کر لیں کہ اُحد میں مسلمانوں پر جو مصیبت آئی تھی اس نے ان کو کمزور نہیں کیا' جب آپ حمراء الاسد کے مقام پر پہنچے تو آپ سے سعید بن ابی معبد خزاعی ملا' اس نے آپ کو یہ بتایا کہ ابوسفیان اور اس کے اصحاب اس سے مقام روحاء پر ملے ہیں' اور ان لوگوں نے اس پر خود کو ملامت کی ہے اور انہوں نے کہا کہ ہم نے (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اہم اصحاب اور عظیم متبعین کو مصیبت میں ڈال دیا اور ان کی جڑ کو اکھاڑنے سے پہلے ہم لوٹ آئے اور مدینہ کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا تو ان کو معبد نے خبر دی کہ (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو بھاری جمعیت کے ساتھ تمہاری طلب میں نکل چکے ہیں' اس خبر کی وجہ سے انہوں نے اپنی سابق رائے سے رجوع کر لیا اور وہ مکہ واپس چلے گئے۔

ستر اصحاب نے آپ کے حکم پر عمل کیا: الصنعانی کے نسخہ میں مذکور ہے کہ ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر تھے' اور حضرت عثمان اور حضرت علی تھے اور حضرت عمار بن یاسر' حضرت طلحہ' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت ابوعبیدہ' حضرت حذیفہ' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم تھے اور دیگر صحابہ تھے' اور اس باب کی حدیث میں حضرت عائشہ نے حضرت ابوبکر اور حضرت الزبیر کا ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن جریر نے امام محمد بن سعد کے حوالے سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان کے دل میں رعب ڈال دیا اور وہ مکہ لوٹ گیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوسفیان نے تمہاری ایک جماعت کو زک پہنچائی اور وہ واپس چلا گیا' اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں رعب ڈال دیا۔

اُحد کا واقعہ شوال میں ہوا تھا' اور تاجر ذوالقعدہ میں مدینہ آتے تھے اور ہر سال بدر صغریٰ میں ٹھہرتے تھے اور وہ واقعہ اُحد کے بعد آئے اور اس وقت مؤمنین زخمی ہو چکے تھے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی تھی' اور وہ شدید تکلیف میں تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو بلایا تا کہ وہ آپ کے ساتھ روانہ ہوں اور جو پیروی کرنے والے ہیں وہ آپ کی پیروی کریں' آپ نے فرمایا: وہ اب جا رہے ہیں اور اگلے سال تک اس طرح حملہ نہیں کر سکیں گے' پھر شیطان آیا اور اس نے اپنے دوستوں سے ڈرایا اور کہا:

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا

جن سے لوگوں نے کہا: بے شک لوگوں (قریش) نے تمہارے (مقابلہ کے) لیے (بڑے لشکر) جمع کیے ہیں' سو ان سے

اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ○ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ○ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ص فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

(آل عمران: ۱۷۵-۱۷۳)

ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور انہوں نے کہا: ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے ○ پس مسلمان اللہ کی نعمت اور اس کے فضل کے ساتھ اس حال میں واپس لوٹے کہ انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا اور انہوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○ وہ تو شیطان ہی ہے جو تمہیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے' سو تم ان سے نہ ڈرو اور (صرف) مجھ سے ڈرو' اگر تم (کامل) مؤمن ہو ○

منافقین نے آپ کی پیروی کرنے سے انکار کر دیا تو آپ نے فرمایا: میں جا رہا ہوں خواہ میرے ساتھ کوئی بھی نہ چلے' تب حضرت ابوبکر اور دوسرے ستر صحابہ نے آپ کے حکم کی پیروی کی اور آپ کے ساتھ روانہ ہوئے' اور مذکور الصدر آیات نازل ہوئیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۱۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۲۷- بَابُ مَنْ قُتِلَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَوْمَ اُحُدٍ مِّنْهُمْ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَالْيَمَانُ وَاَنَسُ بْنُ النَّضْرِ وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ

اُحد کے دن جن مسلمانوں کو قتل کیا گیا' ان میں سے حضرت حمزہ بن عبد المطلب ہیں اور حضرت الیمان ہیں' اور حضرت انس بن النضر ہیں اور حضرت مصعب بن عمیر ہیں (رضی اللہ عنہم)

۴۰۷۸- حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ مَا نَعْلَمُ حَيًّا مِّنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ اَكْثَرَ شَهِيْدًا اَعَزَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْاَنْصَارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از قتادہ' وہ بیان کرتے ہیں: ہمیں عرب کے قبائل میں سے کسی ایسے قبیلہ کا علم نہیں جس کے انصار کے مقابلہ میں زیادہ شہداء ہوں اور جو قیامت کے دن انصار سے زیادہ عزت والا ہو۔

قَالَ قَتَادَةُ وَحَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّهٗ قُتِلَ مِنْهُمْ يَوْمَ اُحُدٍ سَبْعُوْنَ وَيَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ سَبْعُوْنَ وَيَوْمَ الْيَمَامَةِ سَبْعُوْنَ قَالَ وَكَانَ بِئْرُ مَعُوْنَةَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَوْمُ الْيَمَامَةِ عَلٰى عَهْدِ اَبِیْ بَكْرٍ يَوْمَ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ.

قتادہ نے کہا: اور ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی: اُحد کے دن انصار میں سے ستر (۷۰) شہید کیے گئے اور بیر معونہ کے دن ستر (۷۰) شہید کیے گئے اور جنگ یمامہ میں ستر (۷۰) شہید کیے گئے اور بیر معونہ (کا واقعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہوا اور یمامہ کا دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں تھا جو مسیلمہ الکذاب سے لڑائی کا دن تھا۔

حضرت مصعب بن عمیر وغیرہ کا تذکرہ اور بدر اور اُحد کے شہداء کی تعداد

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ' اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب: ان کا تذکرہ حدیث:۴۰۷۲ کی شرح میں ہو چکا ہے۔

حضرت الیمان: ان کا نام حسیل بن جابر بن ربیعہ بن عمرو بن جروہ ہے‘ اس سے پہلے یہ گزر چکا ہے کہ ان کو مسلمانوں نے غلط فہمی سے قتل کر دیا تھا اور ان کے بیٹے حذیفہ نے ان کی دیت کو مسلمانوں پر خرچ کر دیا تھا۔

حضرت النضر بن انس: امام بخاری نے اسی طرح لکھا ہے مگر یہ غلط ہے اور صحیح نام انس بن النضر ہے اور یہ حضرت انس بن مالک کے عم محترم ہیں۔

حضرت مصعب بن عمیر: یہ ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن عبدالدار کے بیٹے ہیں اور سابقین میں سے ایک ہیں‘ یہ اس نام میں منفرد ہیں‘ صحابہ میں اس نام کا اور کوئی نہیں ہے‘ اسی طرح حضرت انس بن النضر بھی منفرد ہیں‘ یہ سرداروں میں سے ہیں‘ غزوۂ بدر میں حاضر نہیں تھے‘ انہوں نے کہا تھا کہ اگر اللہ نے مجھے کسی اور جنگ میں حاضر کیا تو اللہ تعالیٰ ضرور دیکھ لے گا کہ میں کیا کرتا ہوں‘ پھر جب اُحد کا دن آیا تو یہ شہید ہو گئے۔

امام ابن اسحاق اور دوسروں نے ذکر کیا ہے کہ غزوۂ اُحد میں چھیانوے (۹۶) صحابہ شہید ہوئے جن میں سے گیارہ (۱۱) مہاجر اور پچاسی (۸۵) انصار شہید ہوئے جن میں سے سینتیس (۳۷) کا تعلق اَوس سے تھا اور اڑتالیس (۴۸) کا تعلق خزرج سے تھا۔ امام ابن اسحاق کے نزدیک چار مہاجر تھے اور اکسٹھ انصار تھے‘ چوبیس (۲۴) اَوس میں سے اور پینتیس (۳۵) خزرج میں سے۔ امام محمد بن سعد اور امام ابن ہشام نے اور موسیٰ بن عقبہ نے باقی کا ذکر کیا ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۸۱۔۷۵) اور حافظ ابن عبدالبر نے ان میں حضرت زیاد بن السکن یا ابوعمارۃ بن زیاد کا اضافہ کیا ہے۔ (الاستیعاب ج ۲ ص ۱۰۶‘ سیرۃ ابن اسحاق ص ۳۰۷)

ابن الکلبی نے ذکر کیا ہے کہ خداش بن قتادہ بدر اور اُحد میں حاضر تھے اور اُحد میں شہید کیے گئے اور ان کا ان میں شمار نہیں کیا گیا۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۲۴)

امام محمد بن سعد وغیرہ نے کہا ہے کہ اُحد میں شہداء کی تعداد سو سے زیادہ تھی۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۴۳)

قرآن مجید میں ہے:

اَوَلَمَّاۤ اَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَیْهَا ۔ (آل عمران:۱۶۵) کیا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچی اس حال میں کہ اس سے دگنی مصیبت تم انہیں پہنچا چکے ہو۔

اس آیت کی تفسیر میں ذکر کیا گیا ہے کہ اُحد کے دن جو مسلمان شہید ہوئے تھے ان کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل ہوئی‘ کیونکہ غزوۂ بدر میں ستر (۷۰) مشرک قتل کیے گئے تھے اور ستر مشرک قید کیے گئے تھے۔

جنگ یمامہ میں شہداء کی تعداد

اُحد کے دن تیئس (۲۳) کفار قریش قتل کیے گئے تھے۔

جنگ یمامہ میں حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ امیر تھے‘ اور انصار پر حضرت ثابت بن قیس بن شماس امیر تھے جو اس دن شہید ہو گئے تھے۔

الشیخ ابومحمد بن ابی زید نے ذکر کیا ہے کہ اس جنگ میں ایک ہزار چار سو مسلمان شہید ہو گئے تھے۔ ان میں سے ستر (۷۰) وہ صحابہ تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید حفظ کیا تھا‘ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ستر انصار ہوں اور باقی دوسرے ہوں‘ سو یہ تعداد امام بخاری کے مخالف نہیں ہے۔

بیر معونہ کا تذکرہ

''بیر معونہ'' یہ بنوسلیم کا پانی ہے' اور یہ بنوعامر اور بنوسلیم کی زمین ہے' یہاں کے امیر' المنذر بن عمرو المعنق ہیں' الکندی نے ذکر کیا ہے کہ مدینہ سے مکہ کی طرف جو پہاڑوں کا سلسلہ ہے وہاں بیر معونہ ہے' ابوعبیدہ نے کہا: یہ بنوعامر بن صعصعہ کا پانی ہے اور ابن دحیہ نے کہا: یہ مکہ اور عسفان کے درمیان ارضِ ھذیل ہے۔ علامہ ابن التین نے وثوق سے کہا: یہ مدینہ سے چار مراحل کے فاصلہ پر ہے' ان ستر انصاری صحابہ کو عامر بن الطفیل نے بنوسالم اور بنوعامر کی زمین میں قتل کیا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ ص ۱۹۳۔۱۹۱' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

امام بخاری کا تسامح' غزوۂ اُحد میں شہید ہونے والے صحابہ کی تعداد اور مشہور صحابہ کے اسماء اور دیگر مباحث

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے النضر بن انس لکھا ہے' یہ غلط ہے' صحیح نام انس بن نضر ہے اور رہے النضر بن انس تو یہ ان کے بیٹے ہیں اور یہ غزوۂ اُحد کے وقت بہت چھوٹے تھے' اور وہ اُحد کے بعد کافی عرصہ تک زندہ رہے۔

نوٹ: ہمارے پاس جو صحیح بخاری مطبوعہ دارالفکر کا نسخہ ہے' اس میں نام انس بن النضر ہی لکھا ہوا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

غزوۂ اُحد میں جو مشہور صحابہ شہید ہوئے' وہ حضرت جابر کے والد حضرت عبداللہ بن عمر تھے اور تیر اندازوں کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیر تھے' اور حضرت سعید بن الربیع اور حضرت مالک بن سنان جو حضرت ابوسعید کے والد ہیں' اور حضرت اوس بن ثابت جو حضرت حسان کے بھائی ہیں اور حضرت حنظلہ بن ابی عامر جو غسیل ملائکہ کے لقب سے مشہور ہیں' اور خارجہ بن زید بن ابی زہیر' اور حضرت عمر بن الجموح رضی اللہ عنہم' اہل مغازی کے نزدیک ان میں سے ہر ایک کا مشہور قصہ ہے۔

اُحد کے دن ستر (۷۰) صحابہ شہید ہو گئے: اس حدیث کی یہاں روایت سے امام بخاری کا یہی مقصود ہے' اور ظاہر یہ ہے کہ یہ تمام صحابہ انصار میں سے تھے' مگر تھوڑے سے صحابہ مہاجرین میں سے تھے' امام ابن اسحاق نے تمام شہداءِ اُحد کے اسماء ذکر کیے ہیں اور ان کی تعداد پینسٹھ (۶۵) ذکر کی ہے' ان میں سے چار مہاجر تھے: حضرت حمزہ' حضرت عبداللہ بن جحش' حضرت شماس بن عثمان اور حضرت مصعب بن عمیر اور ایک مہاجر کا ذکر ان سے رہ گیا' وہ حضرت حاطب کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

غزوۂ اُحد کے تمام شہداء کی تعداد ستر سے زیادہ ہے' جنہوں نے ستر کا ذکر کیا ہے' انہوں نے کسر کا ذکر نہیں کیا۔

اور بیر معونہ کے دن ستر (۷۰) شہید کیے گئے: اس کی شرح عنقریب آئے گی اور اس سے واضح ہوگا کہ یہ تمام انصار نہیں تھے بلکہ ان میں سے بعض مہاجرین میں سے تھے' ان میں سے حضرت عامر بن فہیرہ جو حضرت ابوبکر کے آزاد کردہ غلام تھے اور حضرت نافع بن ورقاء الخزاعی ہیں رضی اللہ عنہم۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

بیر معونہ اور جنگ یمامہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ اُحد کے بعد شوال کے بقیہ ایام اور ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم تک ٹھہرے' پھر غزوۂ اُحد کے چار ماہ بعد صفر کے مہینہ میں آپ نے اصحابِ بیر معونہ کو بھیجا' موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے کہ صحابہ کے امیر المنذر بن عمرو تھے اور ایک قول ہے کہ مرثد بن ابی مرثد تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی ضرورت کی وجہ سے ستر (۷۰) قرآن کے قاری بھیجے تھے' بیر معونہ کے پاس بنوسلیم کے دو قبیلے رعل اور ذکوان ان پر حملہ آور ہوئے اور ان سب کو شہید کر دیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے خلاف فجر کی

نماز میں دعاءِ ضرر کرتے رہے اور یہی قنوتِ نازلہ ہے۔ (فجر کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد کھڑے ہو کر یہ دعا کی جاتی تھی' اس میں کفار کا نام لے کر ان کے خلاف دعائے ضرر اور مظلوم مسلمانوں کا نام لے کر ان کے لیے رحمت کی دعا کی جاتی تھی' ایک ماہ بعد یہ قنوتِ نازلہ منسوخ ہو گئی۔ سعیدی غفرلہ)

اور جنگ یمامہ میں ستر (۷۰) صحابہ شہید کیے گئے:

یمامہ یمن کا شہر ہے جو طائف سے دو مرحلوں کے فاصلہ پر ہے' نبی ﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ کے لیے ایک لشکر بھیجا' کیونکہ مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا' اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس لشکر کا امیر بنایا' یہ بہت طویل قصہ ہے' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خالد جب مسیلمہ کے قریب پہنچے اور دونوں لشکر بالمقابل ہوئے تو بہت زبردست جنگ ہوئی اور مسلمان ایسی بے جگری سے لڑے جس کی مثال نہیں ملتی' سو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطاء فرمائی اور کفار پیٹھ موڑ کر بھاگے' ان میں سے اکثر ایک باغ میں بھاگے اور مسلمانوں نے اس باغ کو گھیر لیا' پھر صحابہ اس باغ کے اندر داخل ہو گئے اور اہل یمامہ میں سے مرتدین کو قتل کر دیا' حتیٰ کہ مسیلمہ لعنہ اللہ تک پہنچ گئے' اس کی طرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ بڑھے' انہوں نے گھات لگا کر اس پر برچھی ماری جو (میزائل کی طرح جا کر) اسے لگی اور اس کے آر پار ہو گئی' اور حضرت ابودجانہ سماک بن حرب رضی اللہ عنہ نے تلوار مار کر اس کی گردن اُڑا دی' اس باغ کے معرکہ میں تقریباً دس ہزار جنگ جو مارے گئے اور چھ سو یا پانچ سو مسلمان شہید ہوئے' ان میں ستر (۷۰) صحابہ تھے' جس دن مسیلمہ مارا گیا اس دن اس کی عمر ایک سو چالیس سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۱۹۔۲۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٧٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ اَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدٍ قَدَّمَهٗ فِى اللَّحْدِ وَقَالَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰٓؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوْا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبدالرحمان بن کعب بن مالک' وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ شہداءِ اُحد میں سے دو دو مردوں کو ایک کفن میں جمع کرتے تھے' پھر آپ پوچھتے کہ ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے' پھر جس کی طرف اشارہ کیا جاتا اس کو لحد میں پہلے رکھتے' پھر فرماتے: میں قیامت کے دن ان کے حق میں گواہ ہوں گا' اور آپ نے ان کو ان کے خون میں دفن کرنے کا حکم دیا اور آپ نے ان کی نمازِ جنازہ (اس وقت) نہیں پڑھی اور نہ ان کو غسل دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۳ میں گزر چکی ہے۔

شوافع کی تائید میں شہید کی نمازِ جنازہ کی نفی میں حافظ ابن حجر کی تاویلات اور احناف کی طرف سے مصنف کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اور ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھتے: بعض احناف نے اس حدیث کے جواب میں کہا ہے کہ اس حدیث میں شہید کی نمازِ جنازہ پڑھنے

نفی ہے اور دوسری حدیث میں اثبات ہے اور اثبات کی حدیث نفی پر مقدم ہوتی ہے اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ اثبات کی حدیث نفی پر اس وقت مقدم ہوتی ہے جب نفی غیر محصور ہو اور جب محصور کی نفی ہو اور راوی حافظ ہو تو پھر نفی کی حدیث اثبات کی حدیث پر مقدم ہوتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ اپنے مذہب کے دفاع میں حافظ ابن حجر کی اپنی اختراع ہے اور اس اختراع اور من گھڑت قاعدہ پر انہوں نے کوئی دلیل اور نظیر پیش نہیں کی۔ (سعیدی غفرلہ)

اس کے بعد حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ اثبات کی حدیث نفی کی حدیث پر مقدم ہوتی ہے تو جس حدیث میں شہید کی نمازِ جنازہ کا اثبات ہے وہ حضرت حمزہ رضی اللہ کے قصہ میں ہے سو ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت حمزہ کی فضیلت کو ظاہر کرنے کے لیے ہو مگر اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ فضیلت محض احتمال سے ثابت نہیں ہوتی۔

میں کہتا ہوں کہ شہید کی نمازِ جنازہ کے ثبوت میں فقہاء احناف کا استدلال صرف حضرت حمزہ کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی حدیث سے نہیں ہے بلکہ ان کا قوی استدلال درج ذیل حدیث سے ہے:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور اہل اُحد پر ایسی نماز پڑھی جو میت پر نماز پڑھی جاتی ہے پھر آپ منبر کی طرف لوٹ گئے اور فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں اور تمہارا گواہ ہوں۔ الحدیث

(صحیح البخاری: ۱۳۴۴-۳۵۹۶-۴۰۴۲-۴۰۸۵-۶۵۹۰ سنن ابوداؤد: ۳۲۲۳-۳۲۲۴ مسند احمد ج ۴ ص ۱۴۹)

اس صحیح اور صریح حدیث کے مقابلہ میں شوافع کی کوئی تاویل کارگر نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

آخر میں حافظ ابن حجر ہار مان کر لکھتے ہیں: ان احادیث میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ آپ نے اس دن شہداءِ اُحد کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی اور دوسرے دن پڑھی جیسے حضرت جابر رضی اللہ نے کہا ہے کہ آپ نے دوسرے دن ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۳ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں: اور یہی ہمارا موقف ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن الملقن اور علامہ عینی نے اس حدیث کی یہاں شرح نہیں کی۔

٤٠٨٠- وَقَالَ اَبُو الْوَلِيدِ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا قَالَ لَمَّا قُتِلَ اَبِيْ جَعَلْتُ اَبْكِيْ وَاَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَّجْهِهٖ فَجَعَلَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَوْنِيْ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْكِيْهِ اَوْ مَا تَبْكِيْهِ مَا زَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ تُظِلُّهٗ بِاَجْنِحَتِهَا حَتّٰى رُفِعَ.

اور ابوالولید نے کہا از شعبہ از ابن المنکدر وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت جابر رضی اللہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میرے والد شہید کیے گئے تو میں رو رہا تھا اور ان کے چہرے سے کپڑا ہٹا رہا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مجھے منع کر رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مت روؤ یا تم ان پر مت روؤ! فرشتے ان پر سایا کیے ہوئے ہیں حتیٰ کہ ان (کے جنازہ) کو اُٹھا لیا جائے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۲۴۴ میں گزر چکی ہے۔

حضرت جابر کے والد پر رونے اور نہ رونے کے محامل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے اس حدیث کی اس طرح روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ بنت عمرو رضی اللہ عنہا (حضرت جابر کی پھوپھی) ان پر رو رہی

تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ان پر روؤ یا نہ روؤ فرشتوں نے ان پر سایا کیا ہوا ہے حتیٰ کہ تم ان کو اٹھالو۔ (صحیح مسلم: ١٤٧١)

قاضی عیاض اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ کلمات ان کو تسلی دینے کے لیے فرمائے تھے' آپ کی مراد یہ تھی کہ ان پر جو یہ مصیبت آئی ہے تم اس کی وجہ سے ان پر روؤ یا اس مصیبت کی وجہ سے ان کو جو فضیلت حاصل ہوئی ہے اس وجہ سے تم ان پر نہ روؤ' بلکہ خوش ہو' ہر صورت میں فرشتوں نے ان پر سایا کیا ہوا ہے۔

(اکمال المعلم ج ٧ ص ٥٠٠' التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ١٩٣' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

حافظ ابن حجر کا امام بخاری پر اعتراض

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں آپ نے بہ ظاہر حضرت جابر کو رونے سے منع کیا ہے' لیکن درحقیقت آپ نے ان کی پھوپھی کو رونے سے منع کیا تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے' یعنی امام بخاری کی روایت صحیح نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٢٢٣' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ عینی کا امام بخاری کی طرف سے جواب اور حافظ ابن حجر سے مناقشہ

علامہ عینی نے حافظ ابن حجر سے اختلاف کیا ہے اور لکھا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے دونوں کو رونے سے منع فرمایا ہو' امام بخاری نے حضرت جابر کو منع کرنے کی روایت کی اور امام مسلم نے حضرت جابر کی پھوپھی کو منع کرنے کی روایت کی۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢٢٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٠٨١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهٖ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اُرٰى عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ فِىْ رُؤْيَاىَ اَنِّىْ هَزَزْتُ سَيْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهٗ فَاِذَا هُوَ مَا اُصِيْبَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهٗ اُخْرٰى فَعَادَ اَحْسَنَ مَا كَانَ فَاِذَا هُوَ مَا جَاءَ بِهِ اللّٰهُ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَرَاَيْتُ فِيْهَا بَقَرًا وَّاللّٰهُ خَيْرٌ فَاِذَا هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ اُحُدٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبد اللہ بن ابی بردہ از جد خود ابی بردہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کو خواب دکھایا گیا' آپ نے فرمایا: میں نے اپنے خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار ہلائی تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا' اس کی تعبیر وہ ہے جو مسلمانوں کو اُحد کے دن شکست ہوئی' میں نے پھر دوبارہ تلوار کو ہلایا تو وہ پہلے سے اچھی حالت میں ہو گئی' اس کی تعبیر یہ ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فتح عطاء فرمائی اور مسلمانوں کو جمع کر دیا' اور میں نے خواب میں گائے کو دیکھا' اور اللہ (کا اجر) بہتر ہے' اس سے مراد اُحد کے دن مسلمانوں کی بزدلی کا ارادہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٢٢ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کی یہاں شرح نہیں کی۔

نبی ﷺ کے خواب کی تعبیر میں روایات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

عروہ نے بیان کیا: اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اُحد کے دن آپ کا چہرہ زخمی ہوا۔

امام ابن ہشام کی روایت ہے کہ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے جو خواب دیکھا تھا کہ آپ کی تلوار کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا ہے' اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے کسی کو شہید کیا جائے گا۔

اور میں نے خواب میں گائے دیکھی: عروہ نے کہا: اس کا معنی ہے کہ میں نے گائے کو ذبح ہوتے ہوئے دیکھا۔

اور اللہ خیر ہے: یعنی اللہ کا اجر خیر ہے۔

گائے کو ذبح ہوتے ہوئے دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ مسلمان اس معرکہ میں زخمی ہوں گے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۴-۲۲۳' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اسی شرح کو اپنے طریقہ سے لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۲۱-۲۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٨٢- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ خَبَّابٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَبْتَغِيْ وَجْهَ اللّٰهِ فَوَجَبَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَّضٰى اَوْ ذَهَبَ لَمْ يَاْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا كَانَ مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ فَلَمْ يَتْرُكْ اِلَّا نَمِرَةً كُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَاْسَهٗ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا غُطِّيَ بِهَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَاْسُهٗ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوْا بِهَا رَاْسَهٗ وَاجْعَلُوْا عَلٰى رِجْلَيْهِ الْاِذْخِرَ اَوْ قَالَ اَلْقُوْا عَلٰى رِجْلَيْهِ مِنَ الْاِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ اَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی از شقیق از حضرت خباب رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کی' اس حال میں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرتے تھے' سو ہمارا اجر (اللہ کے کرم سے) اللہ پر واجب ہو گیا' سو ہم میں سے بعض (دنیا سے) گزر گئے یا انہوں نے اپنے اجر سے کچھ بھی نہیں کھایا' ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے' وہ اُحد کے دن شہید ہو گئے اور ان کا ترکہ صرف ایک دھاری دار چادر تھی' جب ہم اس چادر سے ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پیر چادر سے باہر نکل آتے اور جب ان کے پیروں کو ڈھانپتے تو ان کا سر چادر سے باہر نکل آتا' تب نبی ﷺ نے ہم سے فرمایا: ان کا سر ڈھانپ دو اور ان کے پیروں پر اذخر (گھاس) رکھ دو' یا فرمایا: ان کے پیروں پر اذخر ڈال دو' اور ہم میں سے بعض وہ ہیں کہ ان کے پھل پک گئے اور وہ ان کو چن رہے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۷۶ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کی یہاں شرح نہیں کی' حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند اور متن بعینہٖ وہی ہے جو پہلے مذکور ہے' علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کا حقیقت میں تکرار ہے۔

٢٨- بَابٌ اُحُدٌ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ — اُحد ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں

علامہ کرمانی نے کہا: اس کی تاویل یہ ہے کہ اہلِ اُحد ہم سے محبت کرتے ہیں اور وہ اہلِ مدینہ ہیں' علامہ عینی نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اُحد پہاڑ میں آپ کی محبت پیدا کر دی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۲۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

قَالَهُ عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ عَنْ اَبِیْ حُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اس کو عباس بن سہل نے کہا ہے: از ابوحمید از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ حدیث پوری سند کے ساتھ صحیح البخاری: ١٤٨١، صحیح مسلم: ١٣٩٣-١٣٦٥ میں مذکور ہے۔

٤٠٨٣- حَدَّثَنِیْ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے نصر بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از قرہ بن خالد از قتادہ' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٨١ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٨٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَمْرٍو مَّوْلَى الْمُطَّلِبِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهٗ اُحُدٌ فَقَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَاِنِّيْ حَرَّمْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از عمرو مولی المطلب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُحد دکھائی دیا' تو آپ نے فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں' اے اللہ! بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور میں ان دو پتھریلی زمینوں کے درمیان (شہر کو) حرم قرار دیتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٤٨١ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن اور علامہ عینی نے اس حدیث کی یہاں شرح نہیں کی۔

پہاڑ کی محبت کے محامل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی یہاں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کے بعد کی حدیث سے یہ واضح ہوا کہ آپ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب آپ حج کر کے واپس مدینہ آئے تھے' اور ابوحمید کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب آپ تبوک سے واپس آئے تھے' آپ نے سر اُٹھا کر مدینہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: یہ طابہ (پاکیزہ) ہے اور جب آپ نے اُحد کی طرف دیکھا تو فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

پہاڑ کی محبت میں علماء نے حسب ذیل توجیہات کی ہیں:

(١) اس سے مراد ہے: پہاڑ کے قریب رہنے والے ہم سے محبت کرتے ہیں اور وہ انصار رضی اللہ عنہم ہیں۔

(٢) اس حدیث میں اُحد پہاڑ کی زبانِ حال سے خوشی کا اظہار ہے کیونکہ جب سفر کی وجہ سے آپ اُحد پہاڑ سے جدا ہو گئے تھے تو وہ اداس ہو گیا تھا اور جب آپ واپس آئے تو اس کا حال بتا رہا تھا کہ وہ اب خوش ہو گیا ہے۔

(٣) یہ محبت جانبین سے اپنی حقیقت اور ظاہر پر محمول ہے کیونکہ اُحد جنت کے پہاڑوں میں سے ہے' امام احمد نے ابوعبس بن جبر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ جنت

پہاڑوں میں سے ہے۔ (مجھے یہ حدیث مسند احمد میں نہیں ملی[1] ہوسکتا ہے میرا تتبع ناقص ہو کیونکہ حافظ ابن حجر بہر حال فنِ حدیث میں ماہر ہیں۔ سعیدی غفرلہ) اور پہاڑ کے محبت کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے' قرآن مجید میں پہاڑ کی تسبیح کا ثبوت ہے اور جب وہ تسبیح کر سکتا ہے تو محبت بھی کر سکتا ہے' اور جب پہاڑ لرزا تو آپ نے فرمایا: اے اُحد! پرسکون ہو! علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھی فال اور اچھے نام کو پسند فرماتے تھے اور اس سے اچھا اور کون سا نام ہو گا جو لفظ اُحد سے ماخوذ ہو اور لفظ اُحد میں دو رفع ہیں اور یہ اُحد کے دین کی رفعت اور بلندی پر دلیل ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سے محبت لفظاً بھی ہے اور معناً بھی ہے' اس وجہ سے یہ پہاڑ دوسرے پہاڑوں سے ممتاز ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۲۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

پہاڑ سے آپ کی محبت کے فوائد

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے درج ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) محبت دل میں چھپی ہوئی ہوتی ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہاڑ کے دل میں چھپی ہوئی محبت کا علم ہے تو مؤمن کے دل میں چھپی ہوئی محبت کا آپ کو کیسے علم نہیں ہو گا!

(۲) پہاڑ پتھر ہے اور وہ بھی آپ سے محبت کرتا ہے تو جو شخص آپ سے محبت نہ کرے' وہ پتھر سے بھی گیا گزرا ہے۔

(۳) آپ پہاڑ کی محبت کا جواب محبت سے دیتے ہیں تو جب آپ پر ایمان لانے والا آپ کا غلام آپ سے محبت کرے گا تو آپ اس کو کب محروم فرمائیں گے!

(۴) اس حدیث میں آپ سے محبت کرنے والوں کے لیے یہ نوید ہے کہ آپ بھی ان سے محبت فرماتے ہیں۔

(۵) آپ کو جو ہدیہ پیش کرے' آپ اس کو اس کے ہدیہ سے بڑھ کر ہدیہ دیتے ہیں' سو آپ اپنے غلاموں کی محبت سے بڑھ کر ان سے محبت فرماتے ہیں۔

٤٠٨٥- حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ عَنْ اَبِی الْخَیْرِ عَنْ عُقْبَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْمًا فَصَلّٰی عَلٰی اَهْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَهُ عَلَی الْمَیِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّیْ فَرَطٌ لَّکُمْ وَاَنَا شَهِیْدٌ عَلَیْکُمْ وَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِی الْاٰنَ وَاِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از ابی الخیر از حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (گھر سے) باہر نکلے' پس آپ نے اہل اُحد پر ایسی نماز پڑھی جیسے میت پر نماز پڑھی جاتی ہے' پھر آپ منبر کی طرف واپس آئے' پس آپ نے فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تمہارا گواہ ہوں اور میں ضرور اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں' یا فرمایا: مجھے روئے زمین کی چابیاں دی گئی ہیں اور بے شک اللہ کی قسم! مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم (سب) میرے بعد شرک کرو گے' لیکن مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

[1] تاہم حضرت سہل بن سعید سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُحد جنت کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ (المعجم الکبیر: ۵۸۱۳۔ ج ۶ ص ۱۵۱)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداءِ اُحد کی نمازِ جنازہ پڑھی اور یہ حدیث فقہاء احناف کی فقہاء شافعیہ کے خلاف قوی حجت ہے' جو یہ کہتے ہیں کہ چونکہ شہید زندہ ہوتا ہے اور زندہ کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جاتی' اس لیے شہید کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی' ہم کہتے ہیں کہ پھر آپ شہید کو دفن بھی نہ کریں کیونکہ زندہ کو دفن نہیں کیا جاتا اور اس کی بیوی کا دوسری جگہ عقد بھی نہ کریں کیونکہ زندہ کی بیوی کا دوسری جگہ عقد نہیں کیا جاتا۔

٢٩- بَابُ غَزْوَةِ الرَّجِيعِ وَرِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَبِئْرِ مَعُونَةَ وَحَدِيْثِ عَضَلٍ وَّالْقَارَةِ وَعَاصِمِ بْنِ ثَابِتٍ وَّخُبَيْبٍ وَّأَصْحَابِهِ

غزوۃ الرجیع اور رعل اور ذکوان اور بیر معونہ اور عضل اور القارۃ اور عاصم بن ثابت اور حضرت خبیب اور ان کے اصحاب کی حدیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الرجیع: ہذیل کے شہروں میں سے ایک شہر ہے' اس جگہ کے قریب یہ غزوہ ہوا تھا' اس وجہ سے اس غزوہ کا یہ نام ہو گیا' علامہ واقدی نے کہا ہے کہ الرجیع عسفان سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے' یہ غزوہ صفر چار ہجری میں ہوا تھا' علامہ ابن التین نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ غزوہ تین ہجری کے آخر میں ہوا تھا' اور غزوہ بیر معونہ چار ہجری میں ہوا تھا اور غزوہ بنولحیان پانچ ہجری میں ہوا تھا۔

رعل: بنوسلیم کا قبیلہ ہے' یہ رعل بن عوف بن مالک کی طرف منسوب ہے۔

ذکوان: یہ بھی بنوسلیم کا قبیلہ ہے' یہ لوگ ذکوان بن ثعلبہ کی طرف منسوب ہیں' تو اس غزوہ کو ان کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

بیر معونہ: یہ ہذیل کے شہروں میں سے ہے اور مکہ اور عسفان کے درمیان ایک جگہ ہے۔

عضل اور القارۃ کی حدیث: یعنی ان کی حدیث کے بیان میں' عضل بنوالھون بن خزیمہ کا قبیلہ ہے' الرشاطی نے کہا: ان کو القارۃ کہا جاتا ہے' یہ لوگ القارۃ نامی جگہ میں ٹھہرے تھے تو ان کا نام قارہ پڑ گیا۔

عاصم بن ثابت: یعنی حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الافلح کی حدیث۔

خبیب: یعنی حضرت خبیب کی حدیث اور حضرت خبیب کے اصحاب کی حدیث اور وہ دس اصحاب تھے۔

قَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ أَنَّهَا بَعْدَ أُحُدٍ۔

امام ابن اسحاق نے کہا کہ ہمیں عاصم بن عمر نے حدیث بیان کی کہ یہ (غزوۃ الرجیع) غزوۂ اُحد کے بعد ہوا تھا۔

امام ابن اسحاق نے کتاب المغازی میں غزوۂ اُحد کے بعد غزوۃ الرجیع کا ذکر کیا ہے' انہوں نے کہا: مجھے عاصم بن عمر نے حدیث بیان کی کہ غزوۂ اُحد کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عضل اور القارہ کی جماعت آئی' انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے ہاں مسلمان ہیں' پس ہمارے پاس اپنے چند اصحاب بھیجیں جو ہمیں اسلام کے احکام کی تعلیم دیں تو آپ نے ان کے ساتھ چھ اصحاب بھیجے وہ یہ تھے: حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی اور وہ اس جماعت کے امیر تھے' اور حضرت خالد بن بکیر اللیثی اور حضرت ثابت بن ابی الافلح اور حضرت خبیب بن عدی اور حضرت زید بن الدثنہ اور حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہم' پھر ان کا قصہ ذکر کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۲۳۔۲۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

اصحاب بیر معونہ کا المیہ اور ستر (۷۰) قُرّاء انصار کی شہادت

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

بیر معونہ کا غزوہ بھی صفر میں ہوا تھا اور اس لشکر کے امیر حضرت المنذر تھے۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ حضرت المنذر کا یہ لشکر ہجرت کے چھتیس (۳۶) ماہ بعد روانہ ہوا تھا' انہوں نے بیان کیا ہے کہ عامر بن مالک بن جعفر ابو براء کلابی جو نیزوں سے کھیلنے والا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو ہدیہ پیش کیا' آپ نے اس کا ہدیہ قبول نہیں کیا اور اس کے سامنے اسلام پیش کیا' وہ اسلام تو نہیں لایا لیکن دوری بھی اختیار نہیں کی اور کہا: اگر آپ اپنے اصحاب کی ایک جماعت تبلیغ اسلام کے لیے میری قوم کی طرف بھیج دیں تو مجھے توقع ہے کہ وہ لوگ آپ کا پیغام قبول کر لیں گے' آپ نے فرمایا: مجھے ان کے اوپر اہل نجد سے خطرہ ہے' اس نے کہا: میں ان کا ضامن ہوں' سو آپ نے اس کے ساتھ ستر (۷۰) انصار بھیج دیئے' ان کا لقب القراء تھا۔ یہ حضرات فضلاء' قراء اور اخیار صحابہ تھے' دن میں لکڑیاں کاٹ کر اس کے عوض اہل صفہ کے لیے غلہ خریدتے تھے اور قرآن مجید پڑھتے پڑھاتے تھے اور رات میں اللہ تعالیٰ کے سامنے مناجات کرنے اور نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت المنذر بن عمرو کو ان کا امیر بنا دیا جن کا تعلق بنو ساعدہ سے تھا' یہ لوگ چلتے چلتے بیر معونہ (معونہ کے کنویں) پر پہنچے' یہ کنعان بنو عامر اور حرہ بنو سلیم کے درمیان ایک زمین پر واقع ہے' وہاں ٹھہرنے کے بعد ان قراء صحابہ نے حضرت ام سلیم کے بھائی حضرت حرام بن ملحان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب دے کر دشمنِ خدا عامر بن الطفیل کے پاس بھیجا لیکن اس نے مکتوب کو دیکھا تک نہیں اور ایک آدمی کو اشارہ کر دیا' جس نے حضرت حرام کو پیچھے سے اس زور کا نیزہ مارا کہ وہ نیزہ آر پار ہو گیا' خون دیکھ کر حضرت حرام نے کہا: اللہ اکبر! ربِ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔

اس کے بعد اس دشمنِ خدا عامر بن الطفیل نے اپنے قبیلہ بنو عامر کو آواز دی مگر انہوں نے ابو براء کی پناہ کے پیش نظر انکار کر دیا' اس سے مایوس ہو کر اس شخص نے بنو سلیم کو آواز دی' بنو سلیم کے تین قبیلوں عصیہ' رعل اور ذکوان نے اس کی پکار پر لبیک کہی' اور فوراً ان قراء صحابہ کا محاصرہ کر لیا' جواباً ان صحابہ نے بھی کارروائی کی مگر سب کے سب شہید ہو گئے' سوائے حضرت عمرو بن امیہ کے' پس حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دے دی اور اسی رات حضرت مرثد کی شہادت کی خبر بھی دی۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۵۳۔۵۱)

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ آپ نے ان کو صفر کے مہینہ میں غزوۂ اُحد کے چار ماہ بعد بھیجا تھا اور یہ چالیس قراء تھے جو سب کے سب شہید کیے گئے' سوائے حضرت کعب بن یزید کے جو بنو دینار بن النجار کے بھائی تھے' انہوں نے ان کو چھوڑ دیا' اس وقت ان میں کچھ رمق حیات تھی' انہیں شہداء کے درمیان سے زخمی حالت میں لایا گیا' وہ غزوۂ خندق تک زندہ رہے' ان کے علاوہ حضرت عمرو بن امیہ ضمری بھی بچ گئے تھے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۱۸۵۔۱۸۳)

علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ ثابت یہ ہے کہ یہ قراء صحابہ چالیس تھے اور حضرت عمرو بن امیہ ان کے ساتھ نہیں تھے' ان کے ساتھ صرف انصاری صحابہ تھے۔ (کتاب المغازی للواقدی ص ۳۴۸)

اور موسیٰ بن عقبہ نے لکھا ہے کہ ان کے امیر مرثد بن ابی مرثد الغنوی تھے۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۴۲۔۳۴۱)

خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری کی روایت کے مطابق قراء انصار کی تعداد ستر (۷۰) اور دیگر اصحاب سیرت کے مطابق ان کی تعداد چالیس تھی۔

قراء انصار کی شہادت اور ان کا بدلہ لینے کے متعلق احادیث اور دیگر روایات

نیز علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں:

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: آپ ہمارے ساتھ اپنے کچھ اصحاب بھیج دیں جو ہمیں قرآن اور سنت کی تعلیم دیں تو آپ نے ان کی طرف انصار کے ستر (۷۰) مرد بھیجے جن کو القراء کہا جاتا تھا' ان میں میرے ماموں (حضرت اُم سلیم کے بھائی) حضرت حرام بھی تھے' یہ قرآن مجید پڑھتے تھے اور رات کو قرآن مجید کا درس لیتے تھے اور قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے' اور دن میں پانی لا کر اس کو مسجد میں رکھتے تھے اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے تھے اور ان کو فروخت کر کے اس کی آمدنی سے اہل الصفہ کے لیے اور دیگر فقراء کے لیے طعام خریدتے تھے' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قراء کو ان کی طرف بھیج دیا' پھر وہ لوگ ان کے درپے ہوئے اور ان کو اس جگہ تک پہنچنے سے پہلے قتل کر دیا' تو انہوں نے دعا کی: اے اللہ! ہماری خبر ہمارے نبی تک پہنچا دے' بے شک ہم نے تجھ سے ملاقات کر لی اور ہم تجھ سے راضی ہو گئے اور تو ہم سے راضی ہو گیا' انہوں نے بیان کیا کہ ایک کافر شخص حضرت حرام جو حضرت انس کے ماموں ہیں' ان کے پاس گیا اور ان کی پشت پر زور سے نیزہ مارا جو آر پار ہو گیا اور حضرت حرام نے کہا: ربِ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو خبر دی کہ تمہارے بھائی (اللہ کی راہ میں) قتل کر دیئے گئے اور انہوں نے دعا کی ہے کہ اے اللہ! ہماری خبر ہمارے نبی کو پہنچا دے! بے شک ہم نے تجھ سے ملاقات کر لی' پس ہم تجھ سے راضی ہو گئے اور تو ہم سے راضی ہو گیا۔

(صحیح مسلم: ۱۹۰۲' الرقم المسلسل: ۴۸۱۰' طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۵۱۵۔۵۱۴' مسند احمد: ۱۳۸۵۴۔ ج ۲۱ ص ۲۴۲۔۲۴۱' مسند احمد ج ۳ ص ۲۷۰ طبع قدیم' مؤسسۃ الرسالۃ)

نیز علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں:

ابونعیم الحداد نے ''الجمع بین الصحیحین'' میں ذکر کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن مالک ابو براء کے خلاف دعا کی تو وہ طاعون میں ہلاک ہو گیا' آپ نے اس کی قوم کی طرف ستر (۷۰) قراء انصار بھیجے تھے' آپ ان کے قتل کیے جانے کی وجہ سے ان کے قافلوں کے خلاف چالیس روز تک ان کی ہلاکت کی دعا کرتے رہے اور ابوحمید نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ جب اہل بیر معونہ شہید ہو گئے تو آپ پندرہ روز تک ان کے قافلوں کے خلاف دعا کرتے رہے۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت خبیب رضی اللہ شہید ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے قراء کو بھیجا۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۴۹)

عسکری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت المنذر بن عمرو رضی اللہ کو چالیس انصار کا امیر بنا کر روانہ کیا' ان میں سے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ کے سوا کوئی زندہ نہیں بچا تھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ ابو براء نے ان کو زخمی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس کر دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے زخموں کے لیے شفاء اور برکت کی دعا کی تو وہ تندرست ہو گئے کیونکہ ابو براء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا: آپ جس کو چاہیں اہل نجد کی طرف بھیج دیں' میں ان کا ضامن ہوں۔

ابومعشر کی مغازی میں مذکور ہے کہ ابو براء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مکتوب لکھا تھا کہ آپ میری طرف ایسے افراد بھیجیں جو قرآن کی تعلیم دیں اور وہ میری ضمانت اور میری پناہ میں ہوں گے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف مہاجرین اور انصار میں سے چودہ مرد بھیجے' جب وہ ان کی طرف روانہ ہوئے تو ان کو یہ خبر ملی کہ ابو براء مر گیا' تب حضرت المنذر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا اور آپ سے مزید صحابہ بھیجنے کی درخواست کی تو آپ نے چالیس صحابہ بھیجے اور حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ کو ان کا امیر بنایا' انہوں نے بتایا کہ جب یہ سب جمع ہو گئے تو حضرت المنذر ان کے امیر تھے' اور جب یہ سب بیر معونہ (معونہ کے کنویں) پر پہنچے تو انہوں

ربیعہ بن البراء کی طرف لکھا کہ ہم سب تمہاری اور تمہارے باپ کی پناہ میں ہیں' سواب ہم تمہارے پاس آئیں یا نہیں؟ اس نے جواب دیا: تم سب میری پناہ میں ہو' پس آ جاؤ۔ اس کے آخر میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیر معونہ اور الرجیع کے اصحاب کی خبر پہنچ گئی' پس آپ نے اسی رات حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا اور ''شرف المصطفیٰ'' میں مذکور ہے کہ آپ نے رعل' ذکوان اور عصیہ کی سرکوبی کے لیے لشکر روانہ کیا جس نے ان کے سات سو کافروں کو قتل کر دیا اور ستر (٧٠) قراء صحابہ سے ہر قاری کے بدلہ میں دس کافروں کو قتل کیا گیا۔

تنبیہ

علامہ ابن التین نے وثوق سے کہا ہے کہ غزوۃ الرجیع تین ہجری کے آخر میں ہوا ہے' اور غزوۂ بیر معونہ چار ہجری میں ہوا ہے' اور غزوۂ بنولحیان پانچ ہجری میں ہوا ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکم جمادی الاولیٰ کو حضرت خبیب اور ان کے اصحاب کا بدلہ لینے کے لیے نکلے' اور آپ نے فوراً ان کے گھروں کی طرف لشکر روانہ کیے لیکن انہوں نے پہاڑوں میں پناہ لے لی۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ غزوۃ الرجیع غزوۂ اُحد کے بعد ہوا ہے اور اسی میں حضرت خبیب کا قصہ ہے' امام بخاری نے حضرت خبیب کے قصہ میں متعدد احادیث روایت کی ہیں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٢٠٤۔٢٠١' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

غزوۃ الرجیع اور بیر معونہ کے جغرافیائی محل وقوع' ان کے وقوع کی تاریخ اور ان کے معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کا جو عنوان لکھا ہے' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غزوۃ الرجیع اور بیر معونہ کا قصہ ایک ہی چیز ہیں' لیکن واقع میں ایسا نہیں ہے' غزوۃ الرجیع میں حضرت عاصم اور حضرت خبیب کا ان کے دس اصحاب کے ساتھ لشکر تھا اور ان کا مقابلہ عضل اور القارۃ کے ساتھ ہوا تھا' اور بیر معونہ میں ستر قراء صحابہ کا لشکر تھا' ان کا مقابلہ رعل اور ذکوان سے ہوا تھا' امام بخاری نے ان کا ایک ساتھ اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں قریب تھے اور ان کے قرب کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خلاف دعا میں بنولحیان اور بنی عُصَیّہ دونوں کو شریک کیا۔

علامہ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیر معونہ اور اصحاب الرجیع کی خبر ایک ہی رات میں پہنچی تھی' علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے ذکر کیا ہے کہ غزوۃ الرجیع کے امیر حضرت عاصم تھے' یہی راجح ہے اور دوسروں نے لکھا ہے کہ لشکر کے امیر حضرت مرثد تھے اور دس اصحاب کے امیر حضرت عاصم تھے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٢٢٦' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

الرجیع کا معنی ہے: جانوروں کی لید' اس سے مراد وہ جگہ ہے جو ہذیل کے شہروں کے پاس تھی اور اسی جگہ معرکہ ہوا تھا۔

رعل: یہ بنوسلیم کا قبیلہ ہے جو رعل بن عوف بن مالک کی طرف منسوب ہے۔

ذکوان: یہ بھی بنوسلیم کا قبیلہ ہے' یہ ذکوان بن ثعلبہ کی طرف منسوب ہے' اس غزوہ کو ان دونوں کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

بیر معونہ: یہ مکہ اور عسفان کے درمیان ہذیل کے شہروں کے پاس ایک جگہ ہے' یہ واقعہ قراء کے لشکر کے نام سے مشہور ہے' ان کا مقابلہ بنو رعل اور ذکوان کے ساتھ ہوا تھا۔

''حدیث عضل و القارۃ'': رہا عضل تو یہ بنی الھول بن خزیمہ کا قبیلہ ہے' رہا القارۃ تو یہ بھی بنو الھول کا قبیلہ ہے۔ ابن درید نے کہا: القارۃ ایک ٹیلہ ہے جس میں سیاہ پتھر ہیں' گویا کہ وہ اس جگہ ٹھہرے تھے' ان کا نشانہ بہت صحیح لگتا تھا' اور عضل اور القارۃ کا قصہ

غزوۃ الرجیع میں ہے نہ کہ بیر معونہ کے لشکر میں' امام ابن اسحاق نے ان دونوں غزووں میں فرق کیا ہے کہ غزوۃ الرجیع تین ہجری کے اواخر میں ہوا تھا اور غزوہ بیر معونہ چار ہجری کے اوائل میں ہوا تھا اور امام بخاری نے "عضل القارۃ" کا صراحۃً ذکر نہیں کیا' ان کا ذکر امام ابن اسحاق نے غزوہ اُحد کے بعد کیا ہے' اور میں اس باب کی حضرت ابو ہریرہ کی حدیث کے بعد ان کا قصہ ذکر کروں گا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ٢٢٦-٢٢٥' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٠٨٦- حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ یُوْسُفَ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ الثَّقَفِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَرِیَّةً عَیْنًا وَّاَمَّرَ عَلَیْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ وَّهُوَ جَدُّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ . فَانْطَلَقُوْا حَتّٰی اِذَا کَانَ بَیْنَ عُسْفَانَ وَمَکَّةَ ذُکِرُوْا لِحَیٍّ مِّنْ هُذَیْلٍ یُّقَالُ لَهُمْ بَنُوْ لِحْیَانَ فَتَبِعُوْهُمْ بِقَرِیْبٍ مِّنْ مِّائَةِ رَامٍ فَاقْتَصُّوْا اٰثَارَهُمْ حَتّٰی اَتَوْا مَنْزِلًا نَزَلُوْهُ فَوَجَدُوْا فِیْهِ نَوٰی تَمْرٍ تَزَوَّدُوْهُ مِنَ الْمَدِیْنَةِ فَقَالُوْا هٰذَا تَمْرُ یَثْرِبَ فَتَبِعُوْا اٰثَارَهُمْ حَتّٰی لَحِقُوْهُمْ فَلَمَّا انْتَهٰی عَاصِمٌ وَّاَصْحَابُهٗ لَجَئُوْا اِلٰی فَدْفَدٍ وَّجَاءَ الْقَوْمُ فَاَحَاطُوْا بِهِمْ فَقَالُوْا لَکُمُ الْعَهْدُ وَالْمِیْثَاقُ اِنْ نَّزَلْتُمْ اِلَیْنَا اَنْ لَّا نَقْتُلَ مِنْکُمْ رَجُلًا فَقَالَ عَاصِمٌ اَمَّا اَنَا فَلَا اَنْزِلُ فِیْ ذِمَّةِ کَافِرٍ اَللّٰهُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا نَبِیَّکَ فَقَاتَلُوْهُمْ حَتّٰی قَتَلُوْا عَاصِمًا فِیْ سَبْعَةِ نَفَرٍ بِالنَّبْلِ وَبَقِیَ خُبَیْبٌ وَّزَیْدٌ وَّرَجُلٌ اٰخَرُ فَاَعْطَوْهُمُ الْعَهْدَ وَالْمِیْثَاقَ فَلَمَّا اَعْطَوْهُمُ الْعَهْدَ وَالْمِیْثَاقَ نَزَلُوْا اِلَیْهِمْ فَلَمَّا اسْتَمْکَنُوْا مِنْهُمْ حَلُّوْا اَوْتَارَ قِسِیِّهِمْ فَرَبَطُوْهُمْ بِهَا فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ الَّذِیْ مَعَهُمَا هٰذَا اَوَّلُ الْغَدْرِ فَاَبٰی اَنْ یَّصْحَبَهُمْ فَجَرَّرُوْهُ وَعَالَجُوْهُ عَلٰی اَنْ یَّصْحَبَهُمْ فَلَمْ یَفْعَلْ فَقَتَلُوْهُ وَانْطَلَقُوْا بِخُبَیْبٍ وَّزَیْدٍ حَتّٰی بَاعُوْهُمَا بِمَکَّةَ فَاشْتَرٰی خُبَیْبًا بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ وَّکَانَ خُبَیْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ یَوْمَ بَدْرٍ فَمَکَثَ عِنْدَهُمْ اَسِیْرًا حَتّٰی اِذَا اَجْمَعُوْا قَتْلَهٗ اسْتَعَارَ مُوْسٰی مِنْ بَعْضِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے خبر دی از معمر از زہری از عمرو بن ابی سفیان الثقفی از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جاسوسوں کا ایک لشکر بھیجا اور ان پر حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور وہ حضرت عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے نانا تھے' سو وہ روانہ ہو گئے حتیٰ کہ جب وہ عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچے تو ہذیل کے اس قبیلہ میں ان کا ذکر کیا گیا جس کو بنولحیان کہا جاتا تھا تو انہوں نے ایک سو تیر اندازوں کے ساتھ ان کا تعاقب کیا' وہ ان کے قدموں کے نشانات پر چلتے رہے حتیٰ کہ وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں صحابہ ٹھہرے تھے' پس وہاں انہوں نے ان کھجوروں کی گٹھلیاں پائیں جن کو وہ مدینہ سے سفر میں کھانے کے لیے لے کر چلے تھے' کفار نے کہا: یہ تو یثرب کی کھجوریں ہیں' پھر وہ ان کے نشانات پر چلتے رہے حتیٰ کہ ان تک جا پہنچے' حضرت عاصم اور ان کے اصحاب نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو ایک ٹیلہ کی طرف پناہ لے لی اور بنولحیان نے ان کو گھیر لیا' پس ان سے کہا: ہم تم سے پکا پکا وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تم ہماری طرف اُتر کر آ جاؤ تو ہم تم میں سے کسی مرد کو قتل نہیں کریں گے' پس حضرت عاصم نے کہا: رہا میں تو میں کسی کافر کی پناہ میں نہیں اتروں گا' اے اللہ! ہماری خبر اپنے نبی کو پہنچا دے! سو ان صحابہ نے بنولحیان سے قتال کیا حتیٰ کہ کافروں نے حضرت عاصم سمیت ان کے سات اصحاب کو تیروں سے قتل کر دیا اور حضرت خبیب' حضرت زید اور ایک اور مرد بچ گئے' بنولحیان نے پھر پکا پکا وعدہ کیا' پس جب ان صحابہ نے ان سے پکا وعدہ لے لیا تو وہ ان کی طرف اتر کر آ گئے' جب بنولحیان نے ان پر قابو پا لیا تو ان کی کمانوں کی تانت سے ان کو باندھنے لگے

بَنَاتِ الْحَارِثِ لِيَسْتَحِدَّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ قَالَتْ فَغَفَلْتُ عَنْ صَبِيٍّ لِّي فَدَرَجَ إِلَيْهِ حَتّٰى أَتَاهُ فَوَضَعَهُ عَلٰى فَخِذِهٖ فَلَمَّا رَأَيْتُهُ فَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَ ذَاكَ مِنِّي وَفِي يَدِهِ الْمُوْسٰى فَقَالَ أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذٰلِكَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَكَانَتْ تَقُوْلُ مَا رَأَيْتُ أَسِيْرًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ خُبَيْبٍ لَقَدْ رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ وَمَا بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ ثَمَرَةٌ وَإِنَّهُ لَمُوْثَقٌ فِي الْحَدِيْدِ وَمَا كَانَ إِلَّا رِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ فَخَرَجُوْا بِهٖ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوْهُ فَقَالَ دَعُوْنِي أُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ لَوْ لَا أَنْ تَرَوْا أَنَّ مَا بِي جَزَعٌ مِّنَ الْمَوْتِ لَزِدْتُ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ هُوَ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا ثُمَّ قَالَ

مَا أُبَالِي حِيْنَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰى أَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِي
وَذٰلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَّشَأْ
يُبَارِكْ عَلٰى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ

ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَتَلَهُ وَبَعَثَتْ قُرَيْشٌ إِلٰى عَاصِمٍ لِيُؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِّنْ جَسَدِهٖ يَعْرِفُوْنَهُ وَكَانَ عَاصِمٌ قَتَلَ عَظِيْمًا مِّنْ عُظَمَائِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ فَبَعَثَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُّسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوْا مِنْهُ عَلٰى شَيْءٍ.

تب اس تیسرے مرد نے کہا جو ان کے ساتھ تھا: یہ تمہاری پہلی عہد شکنی ہے' سو اس نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تو بنولحیان نے ان کو گھسیٹا اور زبردستی اپنے ساتھ لے جانے لگے' وہ نہیں مانے تو بنولحیان نے ان کو بھی قتل کر دیا اور حضرت خبیب اور حضرت زید کو لے گئے' حتیٰ کہ ان دونوں کو مکہ میں بیچ دیا' پس حضرت خبیب کو الحارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خرید لیا' حضرت خبیب نے الحارث کو غزوۂ بدر میں قتل کر دیا تھا' وہ ان کے پاس قید میں رہے حتیٰ کہ جب انہوں نے حضرت خبیب کو قتل کرنے کا تہیہ کر لیا تو انہوں نے الحارث کی کسی بیٹی سے استرا مانگا تاکہ زیر ناف بالوں کو صاف کریں' اس لڑکی نے وہ استرا انہیں دے دیا' وہ لڑکی بیان کرتی ہے کہ میں اپنے بچہ سے غافل ہو گئی تھی' میرا بیٹا حضرت خبیب کے پاس چلا گیا' انہوں نے اس کو اپنی ران پر بٹھا لیا' جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں سخت گھبرائی' حضرت خبیب نے میری گھبراہٹ (کے سبب) کو جان لیا اور اس وقت ان کے ہاتھ میں استرا تھا' انہوں نے کہا: کیا تم کو یہ خوف ہے کہ میں اس کو قتل کر دوں گا' میں ان شاء اللہ ایسا نہیں کروں گا۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت خبیب سے زیادہ نیک کوئی قیدی نہیں دیکھا' میں نے ان کو انگوروں کے خوشے سے کھاتے ہوئے دیکھا حالانکہ ان دنوں مکہ میں کوئی پھل نہیں تھا اور وہ زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے اور یہ صرف وہ رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطاء کیا تھا' حارث کے بیٹے ان کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لے گئے تو انہوں نے کہا: مجھے چھوڑ دو تاکہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں' پھر نماز سے فارغ ہو کر ان کے پاس جا کر کہا: اگر تم یہ گمان نہ کرتے کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں تو میں زیادہ لمبی نماز پڑھتا' پس حضرت خبیب وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے قتل کیے جانے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنے کی رسم ڈالی' پھر انہوں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! ان سب کو ایک ایک کر کے ہلاک کر دے' پھر یہ اشعار پڑھے:

''جب میں حالتِ اسلام میں قتل کیا جا رہا ہوں' تو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے میں جس پہلو پر بھی گروں گا میرا گرنا اللہ ہی کے

لیے ہوگا' یہ قتل کیا جانا اللہ کی رضا کے لیے ہے اور اگر وہ چاہے تو وہ میرے جسم کے ہر کٹے ہوئے ٹکڑے میں برکت ڈال دے''۔

پھر عقبہ بن الحارث ان کی طرف کھڑا ہوا اور ان کو قتل کر دیا اور کفار قریش نے حضرت عاصم (کی لاش) کے لیے لوگ بھیجے کہ وہ ان کے جسم کا کوئی ٹکڑا کاٹ کر لے آئیں' جس سے وہ انہیں پہچانیں' حضرت عاصم نے غزوۂ بدر میں ان کے ایک بڑے سردار کو قتل کر دیا تھا' پس اللہ تعالیٰ نے بھڑوں کی ایک فوج کو سائبان کی طرح ان (کی لاش) کے اوپر بھیجا جس نے ان کافروں سے ان کی حفاظت کی' پس وہ ان کے جسم سے کچھ کاٹنے پر قادر نہ ہو سکے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۰۴۵ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔

حضرت خبیب بن عدی اور حضرت زید بن الدثنہ کی شہادت کی تفصیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے جاسوسوں کا ایک لشکر بھیجا: عروہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مکہ کی طرف جاسوس بھیجے تا کہ وہ قریش کی خبر لے کر آئیں' علامہ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ ان کے خلاف بنولحیان کے خروج کا سبب یہ تھا کہ سفیان بن نبیح الہذلی کو قتل کر دیا گیا تھا' (حافظ ابن حجر کہتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ سفیان مذکور کو حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ اس لشکر میں چھ صحابہ تھے: حضرت عاصم بن ثابت' حضرت مرثد بن ابی مرثد' حضرت خبیب بن عدی' حضرت زید بن الدثنہ' حضرت عبداللہ بن طارق اور حضرت خالد بن البکیر رضی اللہ عنہم۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یہ دس صحابہ تھے' ان میں سے چھ کے یہی اسماء ذکر کیے ہیں اور ساتویں کا نام حضرت معتب بن عبید لکھا ہے اور باقی تین چونکہ ان کے متبعین تھے' اس لیے ان کے اسماء ذکر کرنے کا اہتمام نہیں کیا۔

ان پر حضرت عاصم بن ثابت کو امیر بنایا: صحیح بخاری میں اسی طرح مذکور ہے اور کتب سیرت میں مذکور ہے کہ اس لشکر کے امیر حضرت مرثد بن ابی مرثد تھے۔

اور وہ عاصم بن عمر کے نانا تھے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمیلہ بنت عاصم بن ثابت سے نکاح کیا تھا تو ان سے حضرت عاصم بن ثابت پیدا ہوئے۔

بنولحیان نے ان کا تعاقب کیا حتیٰ کہ وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں صحابہ ٹھہرے تھے: ابو معشر کی مغازی میں مذکور ہے کہ وہ سحری کے وقت مقام رجیع میں پہنچے' پس انہوں نے عجوہ کھجوریں کھائیں اور گٹھلیاں زمین پر ڈال دیں' وہ رات بھر سفر کرتے تھے اور دن میں چھپ جاتے تھے' پس ہذیل کی ایک عورت بکریاں چراتی ہوئی آئی' اس نے چھوٹی چھوٹی گٹھلیاں دیکھیں تو اس کو ان گٹھلیوں کا چھوٹا ہونا غیر معروف لگا' وہ کہنے لگی: یہ تو یثرب کی کھجور ہیں' اس نے چلا کر اپنی قوم کو بلایا' سو وہ صحابہ کو ڈھونڈنے لگے' اس وقت وہ ایک پہاڑی میں چھپے ہوئے تھے۔

حتیٰ کہ بنولحیان نے صحابہ کو جالیا: محمد بن سعد نے کہا: صحابہ یہ دیکھ کر گھبرا گئے کہ ان کو ان مردوں نے گھیر لیا ہے جن کے ہاتھ میں تلواریں ہیں۔

حضرت عاصم نے دعا کی: اے اللہ! اپنے رسول کو ہماری خبر کر دے: امام الطیالسی کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کی دعا قبول فرمائی اور اسی دن آپ نے اپنے اصحاب کو خبر دے دی جس دن ان کو پکڑا گیا تھا' بریدہ کی روایت میں ہے: حضرت عاصم نے دعا کی: اے اللہ! میں تیرے دین کی حفاظت کر رہا ہوں تو میری حفاظت کرنا!

حضرت خبیب' حضرت زید اور ایک مرد باقی رہ گئے: وہ تیسرے مرد حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ تھے' عروہ کی روایت میں ہے کہ یہ صحابہ پہاڑ پر چڑھ گئے تھے' سو بنولحیان ان پر قابو نہ پاسکے تھے حتیٰ کہ انہوں نے صحابہ سے امان دینے اور پناہ دینے کا پکا وعدہ کیا۔

پھر بنولحیان ان کو کمان کی تانت سے باندھنے لگے تو تیسرے آدمی نے کہا: یہ پہلی عہد شکنی ہے: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کو باندھنے سے پہلا کا واقعہ ہے' لیکن امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے: وہ باندھ کر ان تینوں کو لے چلے حتیٰ کہ جب وہ مرالظہر ان کے مقام پر پہنچے تو حضرت عبداللہ بن طارق نے اپنا ہاتھ چھڑا کر اپنی تلوار پر قبضہ کر لیا' پھر ان کی شہادت کا قصہ ذکر کیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بنولحیان نے ان کو مرالظہر ان پر پہنچ کر باندھا ہو' تاہم صحیح وہ ہے جو صحیح بخاری میں مذکور ہے۔

حتیٰ کہ بنولحیان نے ان دونوں کو مکہ میں فروخت کر دیا: امام ابن اسحاق اور امام ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت زید بن الدثنہ کو صفوان بن امیہ نے اپنے باپ کے قتل کے بدلہ میں خریدا تھا۔

حضرت خبیب کو الحارث بن عامر کے بیٹوں نے خریدا تھا: امام ابن اسحاق نے بیان کیا کہ جس نے حضرت خبیب کو خریدا تھا' اس کا نام حجین بن ابی اھاب التمیمی تھا اور وہ الحارث بن عامر کا ماں شریک بھائی تھا' امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ ان دونوں قیدیوں کو انہوں نے مکہ میں ہذیل کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔

حضرت خبیب بن عدی نے الحارث بن عامر کو غزوۂ بدر میں قتل کر دیا تھا: امام بخاری نے اسی پر اعتماد کیا ہے لیکن علامہ الدمیاطی نے اس پر تعاقب کیا ہے کہ اہل مغازی میں سے کسی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ حضرت خبیب بن عدی بدر میں حاضر ہوئے تھے اور نہ یہ کسی نے کہا ہے کہ انہوں نے الحارث بن عامر کو قتل کیا تھا بلکہ انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ بدر میں الحارث بن عامر کو حضرت خبیب بن اساف نے قتل کیا تھا اور وہ حضرت خبیب بن عدی کے غیر ہیں کیونکہ وہ' یعنی حضرت خبیب بن اساف خزرجی ہیں اور حضرت خبیب بن عدی اوسی ہیں' اور یہ صحیح بخاری کی اس حدیث کے خلاف ہے' تاہم اس کی تاویل یہ ہوسکتی ہے کہ حضرت خبیب بن اساف نے زمانۂ جاہلیت میں الحارث بن عامر کو قتل کیا ہو اور حضرت خبیب بن عدی اس قتل میں ان کے شریک رہے ہوں۔ (تاہم بدر کا ذکر پھر بھی غلط ہے۔ سعیدی غفرلہ)

پس حضرت خبیب ان کی قید میں رہے حتیٰ کہ حارث کے بیٹوں نے ان کو قتل کرنے کا عزم کر لیا: امام ابن سعد کی روایت میں ہے: انہوں نے ان دونوں کو قید کر لیا تھا حتیٰ کہ حرمت والے مہینے ختم ہو گئے' پھر وہ ان دونوں کو (یعنی حضرت خبیب اور حضرت زید کو) مقام تنعیم میں لے گئے اور وہاں ان دونوں کو قتل کر دیا' بریدہ بن سفیان کی روایت میں ہے: انہوں نے قید میں حضرت جابر سے بدسلوکی کی تھی تو حضرت جابر نے ان سے کہا کہ کوئی معزز قوم اپنے قیدیوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتی' تب انہوں نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

حتیٰ کہ جب انہوں نے حضرت خبیب کو قتل کرنے کا عزم کر لیا تو حضرت خبیب نے ان سے استرا مانگا: خلف کی اطراف میں

مذکور ہے کہ حارث کی بیٹی کا نام زینب بنت الحارث تھا' اور وہ عقبہ بن الحارث کی بہن تھی جس نے حضرت خبیب کو قتل کیا تھا۔ امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حجین بن ابی اھاب کی باندی ماریہ مسلمان ہوگئی تھی' وہ بیان کرتی ہے کہ حضرت خبیب کو میرے گھر میں قید کیا گیا تھا' اور میں نے ایک دن دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں انگوروں کا خوشہ تھا اور وہ انگور آدمی کے سر کے برابر تھے اور وہ ان انگوروں سے کھا رہے تھے' اگر یہ قصہ محفوظ ہے تو ان میں تطبیق یہ ہے کہ زینب اور ماریہ دونوں نے ان کو انگور کھاتے ہوئے دیکھا تھا اور جس کے گھر میں وہ قید تھے وہ ماریہ تھیں اور جو ان کی حفاظت کرتی تھی وہ زینب تھی۔

اس نے کہا: میں بچہ سے غافل ہوگئی: امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ ماریہ نے بتایا کہ جب خبیب کو قتل کرنے کے لیے لے جانے لگے تو انہوں نے کہا: مجھے استرا لا دو' میں اس سے پاکیزگی حاصل کروں۔

وہ صرف رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمایا تھا: علامہ ابن بطال نے کہا ہے: ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو یہ نشانی دکھائی ہو اور یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر برھان ہو اور یہ حضرت خبیب کی کرامت تھی۔

مجھے نماز پڑھنے دو: انہوں نے مسجد تنعیم کی جگہ دو رکعت نماز پڑھی تھی۔

پھر حضرت خبیب نے دعا کی کہ ان کو ایک ایک کر کے مار ڈال: بریدہ بن سفیان کی روایت میں ہے: اے اللہ! میں کسی ایسے شخص کو نہیں پاتا جو تیرے رسول کو میرا اسلام پہنچا دے! سو تو آپ کو میرا اسلام پہنچا دے۔ عروہ نے بیان کیا کہ پس حضرت جبریل' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو اس سانحہ کی خبر دی اور موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے فرمایا: وعلیک السلام! اے خبیب! تم کو قریش نے قتل کر دیا۔

دوسرے شعر کے دوسرے مصرعہ میں یہ الفاظ ہیں: ''اوصال شلو ممزع''، ''اوصال'' وصل کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: عضو' اور ''شلو'' کا معنی ہے: جسد' اس کا اطلاق عضو پر بھی ہوتا ہے لیکن یہاں مراد جسد ہے اور ''ممزع'' کا معنی ہے: مقطع' یعنی کاٹے گئے' مراد یہ ہے کہ جسم کے جو اعضاء کاٹے جا چکے ہوں' امام ابن اسحاق نے تیرہ اشعار کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے ایک شعر یہ ہے:

الی اللّٰہ اشکو غربتی بعد کربتی وما ارصد الاحزاب لی عند مصرعی

''میں اپنی مصیبت کے بعد اپنی مسافرت کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں' مجھے اپنے گرائے جانے کے وقت کسی جماعت کی مدد کا انتظار نہیں تھا''۔

پھر ان کی طرف عقبہ بن الحارث کھڑا ہوا اور اس نے ان کو قتل کر دیا: عروہ بیان کرتے ہیں کہ جب ان کو سولی پر لٹکا دیا گیا تو ان سے پوچھا: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد ہوتے' انہوں نے کہا: نہیں! اللہ العظیم کی قسم! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان کے بدلہ میں آپ کے پیر میں کانٹا بھی چبھ جائے۔

اور قریش نے حضرت عاصم (کی لاش) کی طرف کسی کو بھیجا کہ وہ ان کے جسم کا کوئی ایسا حصہ کاٹ کر لائے جس سے ان کی شناخت ہو سکے' اور حضرت عاصم نے غزوۂ بدر میں ان کے کسی سردار کو قتل کر دیا تھا: امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت عاصم نے جس سردار کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے قتل کیا تھا اس کا نام عقبہ بن ابی معیط تھا' بریدہ بن سفیان نے کہا ہے کہ حضرت عاصم نے غزوۂ اُحد میں طلحہ العبدری کے دو بیٹوں مسافع اور جلاس کو قتل کر دیا تھا اور ان کی ماں نے نذر مانی تھی کہ وہ حضرت عاصم کے سر کے پیالہ میں شراب ڈال کر پئے گی' اس عورت کا نام سلافۃ بنت سعد تھا' ہذیل نے جب حضرت عاصم کو قتل کر دیا تو انہوں نے کوشش کی کہ ان کا سر کاٹ کر لے جائیں اور اس عورت کے ہاتھ فروخت کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے بھڑوں کو بھیجا جنہوں نے سائبان کی طرح ان پر سایا کر لیا اور

اس ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے۔

وہ ان کے جسم کے کسی حصہ کو نہیں کاٹ سکے: عروہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر بھڑیں بھیج دیں جو اُن کے چہرے پر اُڑ رہی تھیں اور جو اُن کے قریب آتا اس کو ڈس لیتیں' امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت عاصم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ ان کے جسم کو کوئی مشرک نہ چھو سکے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ بندۂ مؤمن کی وفات کے بعد بھی اس کے جسم کی اسی طرح حفاظت کرتا ہے جس طرح اس کی حیات میں اس کی حفاظت فرماتا ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

(١) قیدی کے لیے جائز ہے کہ وہ مشرک کی امان اور پناہ کو قبول نہ کرے جس طرح حضرت عاصم نے ان کی پناہ کو قبول نہیں کیا اور ان سے لڑ کر شہید ہو گئے (٢) یہ اس وقت ہے جب مشرک مسلمان کو زبردستی گرفتار کرے اور اگر وہ زبردستی نہ کرے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ان کی امان کو قبول کرے' جس طرح حضرت خبیب نے ان کی امان کو قبول کر لیا تھا (٣) حضرت خبیب نے اس لڑکی کے بچے کو قتل نہیں کیا' اس میں مشرکین سے وعدہ پورا کرنے کا ثبوت ہے (٤) اور مشرکین کے بچوں کو قتل نہ کرنے کا ثبوت ہے (٥) حضرت خبیب نے بے موسمی انگور کھائے' اس میں اولیاء اللہ کی کرامت کا ثبوت ہے (٦) حضرت جابر نے دعا کی: اے اللہ! تمام مشرکین کو نیست و نابود کر دے' اس میں تمام مشرکین کے خلاف ہلاکت کی دعا کرنے کا ثبوت ہے (٧) اس میں قتل کیے جانے سے پہلے نماز پڑھنے کا ثبوت ہے (٨) اس میں قتل کیے جانے کے وقت شعر بنانے اور شعر پڑھنے کا ثبوت ہے (٩) اس میں حضرت خبیب کے ایمان کی قوت اور دین پر استقامت اور صلابت کا ثبوت ہے (١٠) اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو جس طرح چاہتا ہے مصائب میں مبتلا کرتا ہے تاکہ اس کی دین پر ثابت قدمی کو دکھائے اور آخرت میں اس کے اجر میں اضافہ فرمائے (١١) حضرت خبیب کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا اظہار ہے کہ اپنی جان کے بدلہ میں ان کو آپ کے پائے ناز میں کانٹا چبھنا بھی گوارا نہیں تھا (١٢) حضرت خبیب نے دور سے آپ کو سلام بھیجا (١٣) حضرت عاصم کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کی عزت دی اور ان کی دعا قبول فرمائی کہ مشرکین ان کی لاش کا کوئی حصہ نہ کاٹ سکے اور سلافہ بنت سعد اُن کے سر کے پیالہ میں شراب پینے کی حسرت پوری نہ کر سکی (١٤) اس میں یہ ثبوت ہے کہ مشرکین بھی حرم کا احترام کرتے تھے اور حرمت والے مہینوں کا احترام کرتے تھے کیونکہ وہ حرمت والے مہینوں کے گزرنے کے بعد حضرت خبیب کو حرم سے باہر قتل کرنے کے لیے لے گئے تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ٣٣٠-٣٢٧' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے اسی شرح کو اختصار کے ساتھ اپنے طریقہ سے لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢٢٦-٢٢٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٠٨٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ الَّذِیْ قَتَلَ خُبَيْبًا هُوَ اَبُوْ سَرْوَعَةَ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: جس نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو قتل کیا وہ ابو سروعہ تھا۔

حضرت خبیب کے قاتل کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام سعید بن منصور نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اس کا نام عقبہ بن الحارث ہے۔

امام ابن اسحاق نے سند صحیح کے ساتھ عقبہ بن الحارث سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا: میں نے خبیب کو قتل نہیں کیا کیونکہ میں اس وقت چھوٹا تھا' لیکن ابومیسرہ العبدری نے میرے ہاتھ میں برچھی پکڑا دی' پھر میرے برچھی والے ہاتھ کو پکڑ کر وہ برچھی خبیب کو گھونپ دی حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۰' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

قراء صحابہ کو طلب کرنے کی وجوہ میں اور ان کی تعداد میں مختلف روایات اور ان میں تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے کسی کام سے ستر (۷۰) مردوں کو بھیجا: قتادہ نے اس کام کو بیان کیا ہے' جیسا کہ عنقریب آئے گا کہ رعل اور ذکوان نے اپنے دشمن کے خلاف نبی ﷺ سے مدد طلب کی تو آپ نے ستر (۷۰) انصار ان کی مدد کے لیے بھیجے اور کتاب الجہاد میں سعید کی سند سے حدیث میں ہے کہ قتادہ نے بیان کیا کہ آپ کے پاس رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنولحیان آئے اور انہوں نے کہا کہ وہ اسلام لا چکے ہیں اور انہوں نے اپنی قوم کے خلاف مدد طلب کی' اور اس میں اُن علماء کا رد ہے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ قتادہ کی روایت وہم ہے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے مدد نہیں طلب کی تھی اور جس نے رسول اللہ ﷺ سے مدد طلب کی تھی وہ عامر بن الطفیل تھا۔

(حافظ ابن حجر کہتے ہیں:) اس میں کوئی مانع نہیں ہے کہ انہوں نے بہ ظاہر رسول اللہ ﷺ سے مدد طلب کی ہو اور ان کا درحقیقت قصد غداری کرنا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جنہوں نے مدد طلب کی تھی وہ عامر بن الطفیل کے علاوہ ہوں اور سب کا تعلق بنو سلیم سے ہو' اور اس باب کے آخر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی ﷺ نے ان مشرکین کی طرف ان صحابہ کو بھیجا تھا جن سے رسول اللہ ﷺ کا معاہدہ تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کسی سے جنگ کے لیے آپ سے مدد نہیں طلب کی تھی' انہوں نے اسلام کی تبلیغ کے لیے آپ سے ان اصحاب کو طلب کیا تھا۔

امام ابن اسحاق نے اس کی وضاحت کی ہے' انہوں نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ آپ کے پاس ابوبراء عامر بن مالک آیا جو نیزوں سے کھیلنے والے کے لقب سے مشہور تھا' نبی ﷺ نے اس پر اسلام پیش کیا وہ اسلام تو نہیں لایا لیکن آپ سے دور بھی نہیں ہوا اور کہا: اے محمد (ﷺ)! اگر آپ اہل نجد کی طرف اپنے چند اصحاب بھیج دیں تو مجھے اُمید ہے کہ وہ آپ کی دعوتِ اسلام کو قبول کر لیں گے اور ان کی حفاظت کا میں ضامن ہوں! تو آپ نے حضرت المنذر بن عمرو کو چالیس مردوں کے ساتھ بھیج دیا' ان میں حضرت الحارث بن الصمہ' حضرت حرام بن ملحان' حضرت رافع بن بدیل بن ورقاء' حضرت عروہ بن اسماء' حضرت عامر بن فہیرہ اور دیگر عمدہ صحابہ تھے' رضی اللہ عنہم۔ اس قصہ کی دیگر اہلِ علم نے بھی روایت کی ہے' ان میں امام طبری اور امام ابن عائذ ہیں' امام مسلم نے بھی اس قصہ کی روایت کی ہے مگر اس میں ابوبراء کے آنے اور چند صحابہ کو طلب کرنے کے بجائے چند لوگوں کے آنے کا ذکر ہے' کتب تاریخ اور سیرت میں مذکور ہے کہ ابوبراء نے چالیس قراء کو طلب کیا تھا اور صحیح بخاری میں مذکور ہے: انہوں نے ستر صحابہ کو طلب کیا تھا' ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ چالیس قراء رؤساء تھے اور باقی تیس متبعین تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۲۔۲۳۱' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی اور علامہ عینی نے حافظ ابن حجر کی شرح کو اختصار کے ساتھ اپنے طریقہ سے لکھا ہے۔

٤٠٨٨- حَدَّثَنَا أَبُوْمَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِحَاجَةٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی

يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ فَعَرَضَ لَهُمْ حَيَّانِ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ رِعْلٌ وَّذَكْوَانُ عِنْدَ بِئْرٍ يُقَالُ لَهَا بِئْرُ مَعُوْنَةَ فَقَالَ الْقَوْمُ وَاللّٰهِ مَا اِيَّاكُمْ اَرَدْنَا اِنَّمَا نَحْنُ مُجْتَازُوْنَ فِيْ حَاجَةٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلُوْهُمْ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ شَهْرًا فِيْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ وَذٰلِكَ بَدْءُ الْقُنُوْتِ وَمَا كُنَّا نَقْنُتُ قَالَ عَبْدُالْعَزِيْزِ وَسَاَلَ رَجُلٌ اَنَسًا عَنِ الْقُنُوْتِ اَبَعْدَ الرُّكُوْعِ اَوْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِّنَ الْقِرَاءَةِ قَالَ لَا بَلْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِّنَ الْقِرَاءَةِ.

وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر مردوں کو کسی کام سے بھیجا ان کو قراء (قرآن پڑھنے والے) کہا جاتا تھا' پس بنوسلیم کے دو قبیلوں رعل اور ذکوان نے ایک کنویں کے پاس ان کے خلاف مزاحمت کی جس کو بیر معونہ (معونہ کا کنواں) کہا جاتا تھا' ان قراء نے کہا: اللہ کی قسم! ہم تم سے جنگ کے ارادہ سے نہیں آئے تھے' ہم تو صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام سے آئے تھے' سوانہوں نے ان قراء کوقتل کر دیا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں ان کے خلاف دعا کی اور یہیں سے قنوت (نازلہ) کی ابتداء ہوئی' پہلے ہم قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ عبدالعزیز نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضرت انس سے سوال کیا: آیا قنوت رکوع کے بعد ہے یا قراءت سے فارغ ہونے کے بعد ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! بلکہ قراءت سے فارغ ہونے کے بعد ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٠١ میں گزر چکی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ ھ لکھتے ہیں:

ان کو قراء کہا جاتا تھا: دوسری روایت میں قتادہ نے بیان کیا ہے کہ یہ صحابہ دن میں جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتے تھے اور رات کو نماز پڑھتے تھے' ایک اور روایت میں ہے: وہ ان لکڑیوں کو فروخت کر کے اہلِ صفہ کے لیے طعام خریدتے تھے اور رات کو قرآن مجید کا درس دیتے تھے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٢٣٢' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

کسی کام سے بھیجا: قتادہ نے اس کے بعد والی حدیث میں اس کام کا بیان کیا ہے کہ رعل اور ذکوان اور بنولحیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دشمن کے خلاف مدد طلب کی تھی تو آپ نے ستر (٧٠) انصار کو ان کی مدد کے لیے بھیجا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢٢٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔

٤٠٨٩- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوْعِ يَدْعُوْ عَلٰى اَحْيَاءٍ مِّنَ الْعَرَبِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھی' آپ عرب کے قبیلوں کے خلاف دعا کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٠١ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی مزید شرح نہیں کی۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

آپ ایک ماہ تک ان کے خلاف دعا کرتے رہے' پھر جب آپ نے غالب ہو کر ان کو شکست دے دی تو ان کے خلاف دعا ترک کر دی۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٢٢٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٠٩٠- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْاَعْلٰی بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ حَدَّثَنَا سَعِیْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رِعْلًا وَّذَكْوَانَ وَعُصَیَّةَ وَبَنِیْ لَحْیَانَ اِسْتَمَدُّوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی عَدُوٍّ فَاَمَدَّهُمْ بِسَبْعِیْنَ مِنَ الْاَنْصَارِ كُنَّا نُسَمِّیْهِمُ الْقُرَّآءَ فِیْ زَمَانِهِمْ كَانُوْا یَحْتَطِبُوْنَ بِالنَّهَارِ وَیُصَلُّوْنَ بِاللَّیْلِ حَتّٰی كَانُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ قَتَلُوْهُمْ وَغَدَرُوْا بِهِمْ فَبَلَغَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَقَنَتَ شَهْرًا یَدْعُوْا فِی الصُّبْحِ عَلٰی اَحْیَاءِ الْعَرَبِ مِنْ اَحْیَاءِ الْعَرَبِ عَلٰی رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَعُصَیَّةَ وَبَنِیْ لَحْیَانَ قَالَ اَنَسٌ فَقَرَاْنَا فِیْهِمْ قُرْاٰنًا ثُمَّ اِنَّ ذٰلِكَ رُفِعَ بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا اَنَّا قَدْ لَقِیْنَا رَبَّنَا فَرَضِیَ عَنَّا وَاَرْضَانَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبدالاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنولحیان نے اپنے دشمن کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی تو آپ نے ستر (٧٠) انصار سے ان کی مدد کی جن کو ہم ان کے زمانہ میں القراء (قرآن پڑھنے والے) کہتے تھے' وہ دن میں (جنگل سے) لکڑیاں چن کر لاتے تھے اور رات کو نماز پڑھتے تھے' حتیٰ کہ جب وہ بیر معونہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان کے ساتھ غداری کی اور ان کو قتل کر دیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچ گئی تو آپ ایک ماہ تک عرب کے قبیلوں میں سے (چند) قبیلوں کے خلاف صبح کی نماز میں دعا کرتے رہے' رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنولحیان کے خلاف' حضرت انس نے کہا: پس ہم نے قرآن میں یہ آیت پڑھی' پھر یہ آیت اٹھالی گئی: ہماری قوم تک ہماری طرف سے یہ خبر پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی' سو وہ ہم سے راضی ہو گیا اور اس نے ہم کو راضی کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٠١ میں گزر چکی ہے۔

وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَهُ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا فِیْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ یَدْعُوْا عَلٰی اَحْیَاءٍ مِّنْ اَحْیَاءِ الْعَرَبِ عَلٰی رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَعُصَیَّةَ وَبَنِیْ لَحْیَانَ .

اور قتادہ' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک صبح کی نماز میں دعاء قنوت پڑھی' آپ عرب کے قبائل میں سے (چند) قبائل کے خلاف دعا کرتے تھے' رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنولحیان کے خلاف۔

یہ قتادہ کی حضرت انس سے دوسری روایت ہے۔

زَادَ خَلِیْفَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ زُرَیْعٍ حَدَّثَنَا سَعِیْدٌ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّ اُولٰٓئِكَ السَّبْعِیْنَ مِنَ الْاَنْصَارِ قُتِلُوْا بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ .

خلیفہ نے یہ اضافہ کیا کہ ہمیں ابن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت انس نے حدیث بیان کی: وہ ستر (اصحاب

انصار میں سے تھے جو بیر معونہ میں شہید کردیئے گئے۔

یہ قتادہ کی ایک اور روایت ہے' خلاصہ یہ ہے کہ حضرت انس سے تین روایات ہیں: پہلی روایت از عبدالعزیز بن صہیب از حضرت انس ہے' دوسری روایت از سعید از قتادہ از حضرت انس ہے' تیسری روایت بھی از قتادہ از حضرت انس ہے۔

قَرَاْنَا كِتَابًا نَحْوَهُ ۔ ''قرانا'' (یعنی) کتاب جیسے عبدالاعلیٰ کی روایت ہے۔

اس تعلیق میں امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ حدیث میں ہے: ہم نے قرآن میں یہ آیت پڑھی' اس سے مراد ہے: ہم نے کتاب یا مصحف میں یہ آیت پڑھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۲۸)

امام بخاری کی یہ غلطی کہ انہوں نے ستر قاریوں کے قاتلوں میں بنولحیان کا ذکر کیا

علامہ عمر بن علی بن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ بنولحیان نے حضرت عاصم اور ان کے اصحاب کو غزوۃ الرجیع میں قتل کیا تھا اور امام بخاری نے جو ستر (۷۰) قراء کو قتل کرنے والوں میں ان کا ذکر کیا ہے یہ ان کا وہم ہے' یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بنولحیان پہلے حضرت عاصم کے اصحاب اور ستر قاریوں' دونوں کے قتل میں شریک رہے ہوں ورنہ امام بخاری کا ستر قاریوں کے قتل میں بنولحیان کا ذکر کرنا ان کا وہم ہے اور صحیح یہ ہے کہ بنولحیان نے حضرت عاصم اور ان کے اصحاب کو قتل کیا تھا اور وہ ستر قاریوں کے قتل میں بھی شریک تھے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عاصم اور ان کے اصحاب کی خبر بھی پہنچ گئی تھی اور ستر قاریوں کی شہادت کی خبر بھی پہنچ گئی تھی۔

علامہ الدمیاطی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ عامر بن الطفیل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے خلاف مدد طلب کر کے ان کو قتل کر دیا تھا اور بنولحیان بنوسلیم کے ساتھ نہیں تھے' بنولحیان ہذیل کے قبیلہ سے تھے اور انہوں نے اصحاب الرجیع (حضرت عاصم کے اصحاب) کو قتل کر دیا تھا اور حضرت خبیب کو گرفتار کر کے مکہ میں فروخت کر دیا تھا۔ (گویا امام بخاری کا ستر قاریوں کے قتل میں بنولحیان کا ذکر کرنا غلط ہے۔ سعیدی غفرلہ) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۲۰۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر کا بھی امام بخاری کی غلطی کو مقرر رکھنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قتادہ کی روایت ہے: رعل اور ذکوان اور عصیہ اور بنولحیان: اس قصہ میں بنولحیان کا ذکر کرنا امام بخاری کا وہم ہے' بنولحیان صرف حضرت خبیب کے قصہ میں تھے' جس کا ذکر اس سے پہلے غزوۃ الرجیع کے قصہ میں گزر چکا ہے' دیکھئے: صحیح البخاری: ۴۰۸۶۔

حضرت انس کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ماموں کو ستر سواروں میں بھیجا: دوسری روایت میں مذکور ہے کہ ان کا نام حرام ہے اور حرام حضرت انس کے رضاعی ماموں ہیں' حضرت انس نے کہا: ہم قرآن کی کتاب میں یہ آیت پڑھتے رہے' پھر یہ آیت اٹھالی گئی یعنی منسوخ ہوگئی۔ (فتح الباری ج ۵ص ۲۳۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۴۰۹۱- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِي اَنَسٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ خَالَهُ اَخٌ لِاُمِّ سُلَيْمٍ فِي سَبْعِينَ رَاكِبًا وَكَانَ رَئِيسَ الْمُشْرِكِينَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہمام نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس رضی اللہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ماموں کو ستر

عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ خَيَّرَ بَيْنَ ثَلَاثِ خِصَالٍ فَقَالَ يَكُونُ لَكَ اَهْلُ السَّهْلِ وَلِيْ اَهْلُ الْمَدَرِ اَوْ اَكُوْنُ خَلِيْفَتَكَ اَوْ اَغْزُوْكَ بِاَهْلِ غَطَفَانَ بِاَلْفٍ وَّاَلْفٍ فَطُعِنَ عَامِرٌ فِيْ بَيْتِ اُمِّ فُلَانٍ فَقَالَ غُدَّةٌ كَغُدَّةِ الْبَكْرِ فِيْ بَيْتِ امْرَاَةٍ مِّنْ اٰلِ فُلَانٍ اِئْتُوْنِيْ بِفَرَسِيْ فَمَاتَ عَلٰى ظَهْرِ فَرَسِهٖ فَانْطَلَقَ حَرَامٌ اَخُوْ اُمِّ سُلَيْمٍ وَّهُوَ رَجُلٌ اَعْرَجُ وَرَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ فُلَانٍ قَالَ كُوْنَا قَرِيْبًا حَتّٰى اٰتِيَهُمْ فَاِنْ اٰمَنُوْنِيْ كُنْتُمْ قَرِيْبًا وَاِنْ قَتَلُوْنِيْ اَتَيْتُمْ اَصْحَابَكُمْ فَقَالَ اَتُؤْمِنُوْنِيْ اُبَلِّغْ رِسَالَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُمْ وَاَوْمَؤُوْا اِلٰى رَجُلٍ فَاَتَاهُ مِنْ خَلْفِهٖ فَطَعَنَهٗ قَالَ هَمَّامٌ اَحْسِبُهٗ حَتّٰى اَنْفَذَهٗ بِالرُّمْحِ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَلُحِقَ الرَّجُلُ فَقُتِلُوْا كُلُّهُمْ غَيْرَ الْاَعْرَجِ كَانَ فِيْ رَاْسِ جَبَلٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْنَا ثُمَّ كَانَ مِنَ الْمَنْسُوْخِ اِنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَاَرْضَانَا فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثِيْنَ صَبَاحًا عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَبَنِيْ لَحْيَانَ وَعُصَيَّةَ الَّذِيْنَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

سواروں میں بھیجا جو حضرت اُم سلیم کے بھائی تھے اور مشرکین کا سردار عامر بن الطفیل تھا' جس نے (نبی ﷺ کو) تین باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا: (۱) دیہاتیوں پر آپ کی حکومت ہو اور شہریوں پر میری حکومت ہو (۲) یا میں (آپ کے بعد) آپ کا خلیفہ ہوں (۳) ورنہ میں ہزار دو ہزار اہل غطفان کے ساتھ مل کر آپ پر حملہ کروں گا' پھر وہ اُم فلاں کے گھر میں طاعون کے مرض میں مبتلا ہو گیا' اس نے کہا: آل بنی فلاں کے گھر کے اونٹ کی گلٹی کی طرح میری گلٹی نکل آئی ہے' میرا گھوڑا لاؤ' پھر وہ اس گھوڑے کی پشت پر ہی مر گیا' بہر حال حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے بھائی حرام روانہ ہوئے' اور وہ لنگڑے آدمی تھے' اور بنو فلاں کے ایک اور مرد (روانہ ہوئے)' حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے (ان سے) کہا: تم دونوں میرے قریب رہنا' حتیٰ کہ میں ان کے پاس پہنچ جاؤں' اگر انہوں نے مجھے امن دے دیا تو تم میرے قریب ہو گے اور اگر انہوں نے مجھے قتل کر دیا تو تم اپنے اصحاب کے پاس پہنچ جانا' پس انہوں نے (ان کے پاس جا کر) کہا: کیا تم مجھے امان دیتے ہو کہ میں رسول اللہ ﷺ کا پیغام تمہیں پہنچا دوں؟ سو وہ پیغام پہنچانے لگے' اور ان لوگوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا' وہ حضرت حرام کے پیچھے سے آیا اور ان کو نیزہ گھونپ دیا۔ ہمام نے کہا: میرا گمان ہے کہ اس نے ان کو نیزہ مارا حتیٰ کہ وہ ان کے آر پار ہو گیا' انہوں نے کہا: اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا! پھر وہ شخص ان سے آ ملا اور انہوں نے لنگڑے کے سوا سب کو قتل کر دیا' جو پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے تھے' پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے متعلق یہ آیت نازل فرمائی جو (بعد میں) منسوخ ہو گئی تھی' (وہ آیت یہ ہے:) بے شک ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی' سو وہ ہم سے راضی ہو گیا اور اس نے ہم کو راضی کر دیا' پس نبی ﷺ نے تیس روز تک ان کے خلاف دعاءِ ضرر کی' رعل' ذکوان' بنو لحیان اور عصیہ کے خلاف' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

اصحاب بیر معونہ کی شہادت کی بعض تفاصیل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عامر بن الطفیل نے کہا: اونٹ کی گلٹی کی طرح میرے گلٹی نکل آئی ہے: الاصمعی نے کہا: یہ اونٹوں کی بیماری ہے' یہ گلٹی طاعون کی علامت ہے' پہلے یہ گردن میں نکلتی ہے' پھر سارے بدن میں گلٹیاں نکل آتی ہیں۔

عامر بن الطفیل گھوڑے کی پشت پر مر گیا: یہ عامر کی حماقت تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں طاعون کی حالت میں گھوڑے پر سوار ہوا۔

پس حضرت حرام روانہ ہوئے اور وہ لنگڑے آدمی تھے: دوسرے نسخوں میں ہے: وہ اور ایک لنگڑا شخص روانہ ہوئے' اور یہی نسخہ صحیح ہے کیونکہ حضرت حرام لنگڑے نہیں تھے۔

سوانہوں نے اس لنگڑے کے سوا سب کو قتل کر دیا: اس میں یہ دلیل ہے کہ انہوں نے انہتر (۶۹) اصحاب کو قتل کر دیا تھا کیونکہ کل ستر (۷۰) اصحاب تھے۔

پھر یہ آیت منسوخ ہوگئی: علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی' پھر اس کی تحریر بھی مٹادی گئی اور لوگ اس کا بہ کثرت ذکر کرتے تھے کہ یہ وحی الٰہی تھی۔

جب حضرت حرام کو نیزہ گھونپا گیا تو انہوں نے کہا: اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا: ہوسکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ سے ان کی فریاد ہو' دوسری حدیث میں ہے: جب حضرت حرام کو بیر معونہ کے دن نیزہ مارا گیا تو انہوں نے خون اپنے چہرے اور سر پر ملا اور کہا: رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ یہ مشرکین کے خلاف دعا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ان کی فریاد ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص ۲۰۷۔۲۰۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

اصحاب بیر معونہ کی شہادت کی مزید تفاصیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اور مشرکین کا سردار عامر بن الطفیل تھا: یعنی مالک بن جعفر بن کلاب کا بیٹا اور وہ ابو براء عامر بن مالک کا بیٹا ہے۔

ورنہ میں ہزار دو ہزار: عثمان بن سعید کی روایت میں ہے کہ میں ہزار سرخ گھوڑے اور ہزار سرخ گھوڑیوں کے ساتھ حملہ کروں گا۔

آل بنی فلاں سے ایک عورت کے گھر: امام طبرانی کی روایت میں ہے: وہ عورت آل سلول سے تھی' نبی ﷺ نے اس کے خلاف دعا کی تھی کہ اے اللہ! عامر سے میرا بدلہ لے! تو وہ گھوڑے کی پشت پر مر گیا۔

حضرت حرام ان کو پیغام پہنچانے لگے: طبری کی روایت ہے کہ پس انہوں نے کہا: اے اہل بیر معونہ! میں تمہاری طرف رسول اللہ ﷺ کا نمائندہ ہوں' سو تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔ اتنے میں ان کا ایک شخص گھر سے نیزہ لے کر نکلا اور اس نے وہ نیزہ ان کے پہلو میں اس طرح مارا کہ وہ دوسری جانب سے نکل گیا۔

پس انہوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا جس نے عقب سے حضرت حرام کو نیزہ مارا: سیرت امام ابن اسحاق میں مذکور ہے: ظاہر یہ ہے کہ وہ شخص عامر بن الطفیل تھا' پس جب وہ حضرت حرام کے پاس آیا تو اس نے ان کے مکتوب کی طرف نہیں دیکھا۔

امام ابن اسحاق نے بیان کیا کہ جب صحابہ بیر معونہ پر پہنچے تو انہوں نے حضرت حرام بن ملحان کو رسول اللہ ﷺ کا مکتوب

دے کر عامر بن الطفیل کے پاس بھیجا' حتیٰ کہ اس نے ان پر حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا' لیکن امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت حرام کا قاتل اسلام لے آیا تھا اور عامر بن الطفیل کفر پر مرا تھا۔

دراصل عامر بن الطفیل نام کے دو شخص ہیں' ایک عامری ہے اور دوسرا اسلمی ہے' جو کفر پر مرا وہ عامری ہے اور جو صحابی ہے وہ اسلمی ہے' کیونکہ المستغفری نے ''الصحابۃ'' میں حضرت ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عامر بن الطفیل نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے نصیحت کیجئے! تو آپ نے فرمایا: اے عامر! بہ کثرت سلام کرو اور کھانا کھلاؤ اور اللہ سے حیاء کرو اور جب تم سے بدسلوکی کی جائے تو نیک سلوک کرو۔ امام بغوی کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت حرام نے کہا: اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا! پھر وہ شخص ان سے جاملا اور انہوں نے لنگڑے کے سوا سب کو قتل کر دیا: جس مشرک نے حضرت حرام کو نیزہ مارا تھا وہ اپنی قوم مشرکین کے ساتھ جا کر ملا' پھر ان سب نے جمع ہو کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور سب کو قتل کر دیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۳۳-۳۳۲' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس روز تک ان کے خلاف دعاءِ ضرر کی: یعنی فجر کی نماز میں۔ اور شرف المصطفیٰ میں مذکور ہے: جب اہل بیر معونہ قتل کر دیئے گئے تو ان کی حمایت میں ان کا بدلہ لینے کے لیے رعل' ذکوان اور عصیہ پر حملہ کیا گیا' پس ان کے سات سو افراد قتل کر دیئے گئے' شہداء بیر معونہ کے ہر شخص کے بدلہ میں ان کے دس افراد قتل کیے گئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۳۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٩٢- حَدَّثَنِيْ حِبَّانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ لَمَّا طُعِنَ حَرَامُ بْنُ مِلْحَانَ وَكَانَ خَالَهُ يَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ قَالَ بِالدَّمِ هٰكَذَا فَنَضَحَهُ عَلٰى وَجْهِهٖ وَرَاْسِهٖ ثُمَّ قَالَ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے خبر دی' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا اور وہ حضرت انس کے ماموں تھے اور وہ بیر معونہ کا دن تھا تو انہوں نے اپنے خون کو اس طرح ملا' یعنی اپنے چہرے اور سر پر پھیر کر کہا: رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٩٣- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتِ اسْتَاْذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ فِي الْخُرُوْجِ حِيْنَ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْاَذٰى فَقَالَ لَهٗ اَقِمْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَطْمَعُ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنِّيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مشرکین نے بہت سخت ایذاء پہنچائی تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ سے نکلنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان سے فرمایا: ابھی تم ٹھہرو' تو انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ!

لَا أَرْجُوْ ذٰلِكَ قَالَتْ فَانْتَظَرَهُ أَبُوْبَكْرٍ فَأَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ظُهْرًا فَنَادَاهُ فَقَالَ أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ فَقَالَ أَشَعَرْتَ أَنَّهُ قَدْ أُذِنَ لِيْ فِي الْخُرُوْجِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ الصُّحْبَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّحْبَةُ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ عِنْدِيْ نَاقَتَانِ قَدْ كُنْتُ أَعْدَدْتُهُمَا لِلْخُرُوْجِ فَأَعْطَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَاهُمَا وَهِيَ الْجَدْعَاءُ فَرَكِبَا فَانْطَلَقَا حَتّٰى أَتَيَا الْغَارَ وَهُوَ بِثَوْرٍ فَتَوَارَيَا فِيْهِ فَكَانَ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ غُلَامًا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الطُّفَيْلِ بْنِ سَخْبَرَةَ أَخُوْ عَائِشَةَ لِأُمِّهَا وَكَانَتْ لِأَبِيْ بَكْرٍ مِنْحَةٌ فَكَانَ يَرُوْحُ بِهَا وَيَغْدُوْ عَلَيْهِمْ وَيُصْبِحُ فَيَدَّلِجُ إِلَيْهِمَا ثُمَّ يَسْرَحُ فَلَا يَفْطُنُ بِهِ أَحَدٌ مِّنَ الرِّعَاءِ فَلَمَّا خَرَجَا خَرَجَ مَعَهُمَا يُعْقِبَانِهِ حَتّٰى قَدِمَا الْمَدِيْنَةَ فَقُتِلَ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ يَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ .

آپ کو یہ توقع ہے کہ آپ کو (بھی نکلنے کی) اجازت دی جائے گی تو رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: بے شک مجھے اس کی اُمید ہے حضرت عائشہ نے بتایا: پس حضرت ابوبکر نے آپ کا انتظار کیا' پھر ایک دن ان کے پاس رسول اللہ ﷺ ظہر کے وقت آئے' سو ان کو آواز دی' پس فرمایا: تمہارے پاس جو لوگ ہیں ان کو نکال دو' تو حضرت ابوبکر نے کہا: یہ صرف میری دو بیٹیاں ہیں' آپ نے فرمایا: کیا تم کو معلوم ہے کہ مجھے (مکہ سے) نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے' پس انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا (میری) مصاحبت ہوگی؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: (تمہاری) مصاحبت ہوگی! انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جن کو میں نے (مکہ سے) نکلنے کے لیے تیار کر رکھا ہے' سو انہوں نے ایک اونٹنی نبی ﷺ کو دے دی اور اس کا نام الجدعاء (کان کٹی) تھا' سو وہ دونوں سوار ہو کر چل پڑے حتیٰ کہ وہ دونوں غارِ ثور میں پہنچ گئے' سو وہ دونوں اس میں چھپ گئے' پس عامر بن فہیرہ جو عبداللہ بن الطفیل بن سخبرہ کا غلام تھا (اور عبداللہ بن الطفیل) حضرت عائشہ کا ماں شریک بھائی تھا' حضرت ابوبکر کی ایک دودھ دینے والی اونٹنی تھی تو عامر بن فہیرہ صبح و شام اس اونٹنی کو چرانے لے جاتے تھے اور رات کے آخری حصہ میں (وہ اسے) آپ دونوں کے پاس لے آتے تھے' پھر (صبح کو) اسے چرانے کے لیے لے جاتے تھے' اس طرح کوئی چرواہا اس پر مطلع نہ ہوسکا' پھر جب آپ دونوں (غارِ ثور سے) نکلے تو وہ (غلام) بھی ان کے پیچھے نکلا حتیٰ کہ وہ دونوں مدینہ پہنچ گئے' پس عامر بن فہیرہ بھی بیر معونہ کے حادثہ میں قتل کر دیئے گئے۔

وَعَنْ أَبِيْ أُسَامَةَ قَالَ قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ فَأَخْبَرَنِيْ أَبِيْ قَالَ لَمَّا قُتِلَ الَّذِيْنَ بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ وَأُسِرَ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ قَالَ لَهُ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ مَنْ هٰذَا فَأَشَارَ إِلٰى قَتِيْلٍ فَقَالَ لَهُ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ هٰذَا عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدَ مَا قُتِلَ رُفِعَ إِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى إِنِّيْ لَأَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ

ابو اسامہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ہشام بن عروہ نے کہا: پس میرے والد نے خبر دی' انہوں نے بتایا کہ جب بیر معونہ کے حادثہ میں (ستر قاری) قتل کر دیئے گئے اور حضرت عمرو بن امیہ الضمری قید کر لیے گئے تو ان سے عامر بن الطفیل نے پوچھا: یہ کون ہے؟ اور ایک لاش کی طرف اشارہ کیا تو حضرت عمرو بن امیہ نے انہیں بتایا: یہ حضرت عامر بن فہیرہ ہیں' پس اس نے کہا کہ ان کے

الْاَرْضِ ثُمَّ وُضِعَ فَاَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَبَرُهُمْ فَنَعَاهُمْ فَقَالَ اِنَّ اَصْحَابَكُمْ قَدْ اُصِیْبُوْا وَاِنَّهُمْ قَدْ سَاَلُوْا رَبَّهُمْ فَقَالُوْا رَبَّنَا اَخْبِرْ عَنَّا اِخْوَانَنَا بِمَا رَضِیْنَا عَنْكَ وَرَضِیْتَ عَنَّا فَاَخْبَرَهُمْ عَنْهُمْ وَاُصِیْبَ یَوْمَئِذٍ فِیْهِمْ عُرْوَةُ بْنُ اَسْمَاءَ بْنِ الصَّلْتِ فَسُمِّیَ عُرْوَةُ بِهٖ وَمُنْذِرُ بْنُ عَمْرٍو وَسُمِّیَ بِهٖ مُنْذِرًا ۔

قتل کیے جانے کے بعد میں نے دیکھا کہ ان کی لاش آسمان کی طرف اُٹھالی گئی حتیٰ کہ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ لاش زمین اور آسمان کے درمیان معلق تھی، پھر اس لاش کو زمین پر رکھ دیا گیا' پھر نبی ﷺ کے پاس ان (شہداء) کی خبر آ گئی تو آپ نے ان صحابہ کی شہادت کی خبر دی' پس فرمایا: بے شک تمہارے اصحاب شہید کر دیئے گئے اور انہوں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا' پس کہا: اے ہمارے رب! ہمارے بھائیوں کو ہماری طرف سے یہ خبر دے دے کہ ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے' سو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے یہ خبر دے دی اور اس دن اس حادثہ میں حضرت عروہ بن اسماء بن الصلت شہید ہو گئے' پھر ان ہی کے نام پر عروہ (بن زبیر) کا نام رکھا گیا اور حضرت منذر بن عمرو بھی شہید ہو گئے اور ان ہی کے نام پر حضرت منذر (بن زبیر) کا نام رکھا گیا۔

اس حدیث (مع تعلیق) کی شرح' صحیح البخاری:٦٧ھ میں کر دی گئی ہے۔

حضرت عامر بن فہیرہ کے مالک کا نام لکھنے میں امام بخاری کی غلطی' حضرت عامر بن فہیرہ اور عروہ بن اسماء وغیرہ کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی بن ملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکور الصدر حدیث ہجرت کے واقعہ کے بیان میں ہے' امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں بیر معونہ کے حادثہ کے دن حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر ہے کیونکہ ان کی شہادت کے بعد ان کی لاش کو آسمان کی طرف اُٹھالیا گیا تھا' پھر ان کی لاش کو واپس زمین کی طرف رکھ دیا گیا' اس واقعہ کی امام بخاری نے اپنی تعلیق میں حضرت عمرو بن امیہ سے روایت کی ہے۔

اس تعلیق میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کی ظاہر فضیلت ہے' الشیخ ابو محمد نے کہا ہے کہ حضرت عامر ظاہر نہیں ہوئے تھے' ان کو فرشتوں نے چھپالیا تھا۔

امام بخاری نے حضرت عامر بن فہیرہ کے متعلق لکھا ہے: وہ عبداللہ بن الطفیل بن سخبرہ کے غلام تھے جو حضرت عائشہ کے ماں شریک بھائی تھے۔

علامہ دمیاطی نے لکھا ہے کہ امام بخاری کا لکھا ہوا نام صحیح نہیں ہے' صحیح یہ ہے کہ ان کا نام الطفیل بن عبداللہ بن الحارث بن سخبرہ ہے۔ عبداللہ بن الحارث اور ان کی بیوی اُم رومان کنانیہ مکہ میں آئے' ظہور اسلام سے پہلے وہ حضرت ابوبکر کے حلیف ہو گئے اور عبداللہ بن الحارث' اُم رومان کو چھوڑ کر فوت ہو گئے اور ان سے الطفیل پیدا ہو چکے تھے' پھر حضرت ابوبکر نے اُم رومان سے نکاح کر لیا اور ان سے حضرت عبدالرحمان اور حضرت عائشہ پیدا ہوئے اور یوں یہ دونوں الطفیل کے ماں شریک بھائی بن گئے۔

(معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم:١٥٤٢۔ج ٣ص ١٥٦٥' الاستیعاب:١٢٨١۔ج ٢ص ٣١٠' اسد الغابہ:٢٦١٠۔ج ٣ص [illegible])

حضرت عامر بن فہیرہ ابوعمرو غلام تھے' پس وہ غلامی میں اسلام لے آئے' پس حضرت ابوبکر نے الطفیل سے ان کو خرید کر آزاد کر دیا' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام لے آئے تھے۔

ان میں عروۃ بن اسماء تھے: یہ عامر بن الطفیل کے دوست تھے حالانکہ اس کی قوم بنوسلیم ان کو امان دینے پر حریص تھی لیکن انہوں نے انکار کیا اور کہا: میں ان کی امان قبول نہیں کروں گا' اور میں ان سے لڑنے کے بجائے ان سے جان بچانا پسند نہیں کروں گا' سو انہوں نے ان سے قتال کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔

اور منذر بن عمرو تھے: یہ بنوساعدۃ کے نقیب ہیں اور ان کے دوسرے نقیب حضرت سعد بن عبادہ ہیں اور یہ غزوۂ اُحد میں لشکر کی بائیں جانب تھے اور بیر معونہ کے دن ستر قراء کے سردار تھے' ان کو المعنق کہا جاتا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٢٠٩' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

حضرت عامر بن فہیرہ کے مالک کا نام بتانے میں امام بخاری کا وہم' حضرت عامر بن فہیرہ کی کرامت اور دیگر مباحث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

پس حضرت عامر بن فہیرہ عبداللہ بن الطفیل بن سخبرہ کے غلام تھے جو حضرت عائشہ کے ماں شریک بھائی تھے:

امام بخاری نے حضرت عامر بن فہیرہ کے مالک کا نام اُلٹ لکھا ہے' اصل میں ان کا نام عبداللہ بن الطفیل نہیں ہے بلکہ الطفیل بن عبداللہ بن سخبرہ ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ علامہ الدمیاطی نے لکھا ہے' پھر تفصیل سے لکھا ہے کہ وہ حضرت عائشہ کے ماں شریک بھائی تھے' جس طرح علامہ ابن الملقن نے بیان کیا ہے۔

پھر حضرت عامر بن فہیرہ کی لاش زمین پر رکھ دی: علامہ واقدی کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے حضرت عامر بن فہیرہ کی لاش کو چھپا لیا تھا اور ان کو مشرکین نے نہیں دیکھا' زہری کی روایت میں ہے کہ حضرت عامر بن فہیرہ کی لاش کو اوپر اُٹھا کر لے جانے اور واپس زمین پر رکھنے میں حضرت عامر بن فہیرہ کی تعظیم ہے اور کفار کو خوف زدہ کرنا ہے' حضرت عامر بن فہیرہ نے کہا تھا کہ رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا' ان کو جبار بن سلمٰی نے قتل کیا تھا' الضحاک بن سفیان نے کہا: میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کس چیز میں کامیاب ہوئے؟ تو انہوں نے بتایا کہ جنت کو پانے میں' الضحاک نے بتایا کہ میں یہ سن کر اسلام لے آیا۔

سو ان کا نام عروہ رکھا گیا: اس سے مراد عروۃ بن الزبیر ہیں' جب حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت اسماء سے پیدا ہوئے تو انہوں نے ان کا نام عروہ رکھا' حضرت عروہ بن اسماء کے شہید ہونے میں اور حضرت عروہ بن الزبیر کے پیدا ہونے میں دس سال سے زیادہ کا عرصہ تھا۔

ان کا نام منذر رکھا گیا: حضرت الزبیر نے منذر بن عمرو کے نام پر اپنے بیٹے کا نام منذر رکھا۔ علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ حضرت الزبیر نے اپنے بیٹے کا نام منذر نیک فال کے لیے رکھا تھا کیونکہ ان کے والد کے چچا حضرت منذر بن عمرو بیر معونہ میں شہید ہو گئے تھے' سو انہوں نے نیک فال کے طور پر اپنے بیٹے کا نام منذر رکھا تا کہ وہ بھی ان کی طرح نیک نام ہوں۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٢٣٥-٢٣٤' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے ان ہی اُمور کو زیادہ تفصیل کے ساتھ اپنے انداز میں لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢٣٥-٢٣٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٠٩٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَنَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَيَقُوْلُ عُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان التیمی نے خبر دی از ابی مجلز از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ رکوع کے بعد دعاءِ قنوت پڑھی' آپ رعل اور ذکوان کے خلاف دعا کرتے تھے اور فرماتے تھے: عصیہ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٩٥- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الَّذِيْنَ قَتَلُوْا يَعْنِيْ اَصْحَابَهٗ بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ ثَلَاثِيْنَ صَبَاحًا حِيْنَ يَدْعُوْ عَلٰى رِعْلٍ وَّلَحْيَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَسٌ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الَّذِيْنَ قُتِلُوْا اَصْحَابَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ قُرْاٰنًا قَرَاْنَاهُ حَتّٰى نُسِخَ بَعْدُ بَلِّغُوْا قَوْمَنَا فَقَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِيْنَا عَنْهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک نے حدیث بیان کی از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے خلاف تیس (۳۰) روز دعا کی جنہوں نے آپ کے بیر معونہ کے اصحاب کو شہید کیا۔ آپ رعل اور لحیان اور عصیہ کے خلاف دعا کرتے تھے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تھی۔ حضرت انس نے بیان کیا کہ آپ کے جو اصحاب بیر معونہ میں شہید کر دیئے گئے تھے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن میں آیات نازل کیں جن کو ہم نے پڑھا حتیٰ کہ ان کو بعد میں منسوخ کر دیا گیا (وہ آیات یہ تھیں:) ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کر لی' پس وہ ہم سے راضی ہو گیا اور ہم اس سے راضی ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٠٩٦- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْاَحْوَلُ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ الْقُنُوْتِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ كَانَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ اَوْ بَعْدَهٗ قَالَ قَبْلَهٗ قُلْتُ فَاِنَّ فُلَانًا اَخْبَرَنِيْ عَنْكَ اَنَّكَ قُلْتَ بَعْدَهٗ قَالَ كَذَبَ اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا اَنَّهٗ بَعَثَ نَاسًا يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ وَهُمْ سَبْعُوْنَ رَجُلًا اِلٰى نَاسٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَبَيْنَهُمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم الاحول نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نماز میں دعاءِ قنوت پڑھنے کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا: ہاں! (قنوت پڑھی گئی ہے)' میں نے پوچھا: رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد؟ انہوں نے بتایا: رکوع سے پہلے' میں نے کہا: فلاں شخص نے مجھے آپ سے حدیث روایت کی ہے کہ آپ نے بتایا ہے کہ (دعاءِ قنوت

وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ قِبَلَهُمْ فَظَهَرَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ كَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلَيْهِمْ.

کے بعد پڑھی جاتی ہے' حضرت انس نے کہا: اس نے جھوٹ بولا' رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک ماہ رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھی تھی کیونکہ آپ نے کچھ لوگوں کو بھیجا تھا جن کو قراء کہا جاتا تھا وہ ستر مرد تھے جن کو مشرکین کے لوگوں کی طرف بھیجا تھا' پہلے ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے ان کو پناہ دینے کا عہد کیا تھا' پھر جن لوگوں نے عہد کیا تھا وہ بعد میں ان قراء پر غالب آ گئے (اور ان کو شہید کر دیا) تو رسول اللہ ﷺ ایک ماہ تک رکوع کے بعد ان کے خلاف دعا کرتے رہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۰۱ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کی شرح میں صرف اتنا لکھا ہے کہ حضرت انس نے جو فرمایا تھا: اس شخص نے جھوٹ بولا' اس کا معنی ہے: اس شخص نے خطاء کی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۱۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

ستر قراء کو پناہ دینے کا عہد کرنے والے بنو عامر تھے اور غداری سے ان کو قتل کرنے والے بنو سُلیم تھے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آپ نے ان مشرکین کی طرف بھیجا جنہوں نے پہلے آپ سے ان ستر مسلمانوں کو پناہ دینے کا عہد کیا تھا: جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ستر قراء کو پناہ دینے کا عہد کیا تھا وہ ان کے علاوہ تھے جنہوں نے ان کو قتل کیا تھا۔ امام ابن اسحاق نے اپنی مغازی میں اور امام موسیٰ بن عقبہ نے ابن شہاب سے روایت کی اور ان دونوں جماعتوں کے اصحاب کا بیان کیا ہے: انہوں نے کہا ہے کہ جنہوں نے ان ستر قراء کو پناہ دینے کا رسول اللہ ﷺ سے عہد کیا تھا وہ بنو عامر تھے اور ان کا سردار ابو براء عامر بن مالک بن جعفر تھا جس کا لقب تھا: نیزوں سے کھیلنے والا' اور دوسری جماعت بنو سُلیم تھی اور عامر بن الطفیل جو کہ ابو براء عامر بن مالک کا بھتیجا تھا' اس نے نبی ﷺ کے اصحاب کے ساتھ غداری کی تھی' اس نے بنو عامر کو صحابہ کے خلاف قتال کی دعوت دی تو انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم ابو براء کے کیے ہوئے عہد اور اس کی امان کو نہیں توڑیں گے' پھر اس نے ان ستر صحابہ سے لڑنے کے لیے بنو سلیم کے عصیہ اور ذکوان کو بلایا تو انہوں نے عامر بن الطفیل کی اطاعت کی اور ان ستر قاریوں کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد ابو براء عامر بن الطفیل کی اس غداری کے صدمہ اور افسوس سے مر گیا اور عامر بن الطفیل زندہ رہا اور نبی ﷺ نے جو اس کے خلاف دعا کی تھی' اس کے اثر سے طاعون میں مبتلا ہو کر گھوڑے کی پشت پر مر گیا' اس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے بھی ان دو فریقوں کا ذکر اپنے طریقہ سے اختصار کے ساتھ کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٠- بَابُ غَزْوَةِ الْخَنْدَقِ وَهِيَ الْأَحْزَابُ

غزوۃ الخندق اور یہی الاحزاب ہے

قَالَ مُوْسٰى بْنُ عُقْبَةَ كَانَتْ فِيْ شَوَّالٍ سَنَةَ أَرْبَعٍ.

موسیٰ بن عقبہ نے کہا: یہ غزوہ شوال چار ہجری میں ہوا تھا۔

غزوات کی ترتیب میں علامہ ابن الملقن کا امام بخاری سے اختلاف اور غزوۂ خندق کو چار ہجری کے بجائے پانچ ہجری میں قرار دینا اور غزوۂ خندق کی تفصیل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے بعد حمراء الاسد کا واقعہ ہوا' پھر حضرت ابوسلمہ کا سریہ تھا' پھر حضرت عبداللہ بن انیس کا سریہ تھا' پھر الرجیع تھا' پھر بیر معونہ کا قصہ تھا' پھر غزوہ بنوالنضیر تھا' پھر غزوہ ذات الرقاع تھا' پھر غزوہ بدر الآخرہ تھا' پھر غزوہ دومۃ الجندل تھا' پھر غزوۃ الخندق تھا اور یہ شوال پانچ ہجری میں ہوا تھا' جیسا کہ امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۲۹)

امام محمد بن سعد نے کہا ہے: یہ اٹھارہ ذوالقعدہ کو پیر کے دن ہوا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ٦٧)

امام الحاکم نے کہا ہے کہ اکثر تواریخ کا اسی پر اتفاق ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ غزوہ خندق شوال چار ہجری میں ہوا جیسا کہ امام بخاری نے ذکر کیا ہے اور امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ غزوہ بنوالنضیر چار ہجری میں ہوا تھا' اور اس کے بعد غزوۂ ذات الرقاع جمادی الاولیٰ چار ہجری میں ہوا تھا' اس کے بعد بدر الموعد شعبان چار ہجری میں ہوا تھا' اس کے بعد دومۃ الجندل ربیع الاوّل پانچ ہجری میں ہوا تھا' اس کے بعد غزوۃ الخندق پانچ ہجری میں ہوا تھا' اس کے بعد غزوہ بنولحیان ہوا تھا اور اس کے بعد غزوۂ قرد ہوا تھا' اس کے بعد المریسیع میں غزوۃ بنوالمصطلق شعبان چھ ہجری میں ہوا تھا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۱۹۱۔۲۱۴۔۲۲۱۔۲۲۸۔۲۲۹۔۲۲۰۔۳۲۳۔۳۳۳)

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا کہ غزوۃ الخندق ذوالقعدہ پانچ ہجری میں ہوا' انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بنوالنضیر کو جلا وطن کر دیا تو وہ خیبر کی طرف چلے گئے' پس ان کے اشراف کی ایک جماعت مکہ مکرمہ کی طرف گئی' اور انہوں نے قریش کی خوشامد کی اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حملہ کرنے کی دعوت دی' اور ان سے آپ کے خلاف لڑنے کا عہد کیا' پھر وہ غطفان اور سلیم کے پاس گئے اور ان سے بھی اس طرح کا معاہدہ کر کے واپس آئے' پس قریش اور ان کے متبعین جمع ہو گئے اور یہ چار ہزار کا لشکر تیار ہو گیا اور اس لشکر کی قیادت ابوسفیان کر رہا تھا' اور مر الظہر ان کے مقام پر سات سو بنوسلیم بھی ان کے ساتھ مل گئے جن کی قیادت سفیان بن عبد شمس کر رہا تھا اور ان کے ساتھ بنواسد بھی تھے جن کی قیادت طلحہ بن خویلد کر رہا تھا' اور فزارہ بھی نکلے جن کی قیادت ایک ہزار اونٹوں کے ساتھ عیینہ کر رہا تھا' اور چار سو افراد کے ساتھ اشجع نکلا جن کی قیادت مسعود بن رخیلہ کر رہا تھا' اور چار سو کے ساتھ بنومرہ نکلے جن کی قیادت الحارث بن عوف کر رہا تھا' ایک قول یہ ہے کہ الحارث بنومرہ کے ساتھ لوٹ گیا تھا' پس ان میں سے کوئی بھی خندق میں حاضر نہیں ہوا تھا' اور پہلا قول زیادہ ثابت ہے' سو تمام وہ مشرکین جو خندق میں جمع ہوئے وہ دس ہزار تھے اور یہ تین لشکر تھے اور ان سب کا امیر ابوسفیان تھا' پس حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ مشورہ دیا کہ آپ مدینہ کے گرد خندق کھود لیں اور اس وقت مسلمان تین ہزار تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ٦٦۔٦٥)

قتادہ نے کہا ہے کہ امام بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ مشرکین کی تعداد چار ہزار تھی اور صحابہ کی تعداد ایک ہزار تھی۔

(دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۹۴)

عروہ نے بیان کیا کہ شرف المصطفیٰ میں مذکور ہے کہ مشرکین خندق کے گرد انتیس راتیں جمع رہے' دوسری روایت میں ہے: چوبیس دن جمع رہے' موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں بیس راتوں کا ذکر ہے' اور ان میں صرف ایک گھنٹہ لڑائی ہوئی تھی' ان میں تیر اندازی سے لڑائی ہوئی تھی' اور حضرت سعد بن معاذ کے بازو کی رگ میں تیر لگا تھا' اس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ (الاحزاب: ۲۵) اور اللہ نے مؤمنین کی قتال سے کفایت فرمادی۔

پھر امام بخاری نے اس باب میں سترہ احادیث ذکر کی ہیں۔

غزوۂ خندق اور غزوۂ احزاب کے دوناموں کی مناسبت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

غزوۃ الخندق اور یہی الاحزاب ہے: یعنی اس غزوہ کے دونام ہیں' الاحزاب' یہ الحزب کی جمع ہے یعنی جماعت' اور اس غزوہ کا نام خندق اس وجہ سے ہے کہ نبی ﷺ کے حکم سے مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی تھی' اس کا مشورہ حضرت سلمان فارسی نے دیا تھا' انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ جب ہم فارس میں تھے اور ہمارے شہر کا محاصرہ کیا جاتا تو ہم شہر کے گرد خندق کھود لیتے تھے' تب نبی ﷺ نے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا اور مسلمانوں کو ترغیب دینے کے لیے آپ نے خود بھی خندق کھودی' سو انہوں نے بہت جلد خندق کھودی اور اس سے فارغ ہو گئے اور مشرکین نے آ کر مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا' اور اس غزوہ کا نام الاحزاب اس وجہ سے ہے کہ مشرکین کی تمام جماعتوں نے مل کے مدینہ کا محاصرہ کیا تھا' یہ قریش اور غطفان تھے' اور یہود اور ان کے موافقین تھے۔

موسیٰ بن عقبہ نے اپنی مغازی میں ذکر کیا ہے کہ بنونضیر کی جلاوطنی کے بعد حیی بن اخطب یہودی مکہ گیا اور ان کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کرنے پر بھڑکایا اور کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق نے بنوغطفان کو رسول اللہ ﷺ سے لڑنے پر اُکسایا اور کہا: ہم تم کو خیبر کی آدھی کھجوریں دیں گے تو عیینہ بن حصن نے ان کی بات مان لی' اور انہوں نے بنواسد میں اپنے حلیفوں کی طرف خط لکھا تو طلحہ بن خویلد نے ان کی موافقت کی اور ابوسفیان بن حرب قریش کو لے کر نکلا اور مرالظہر ان کے مقام پر ٹھہرا' وہاں اس کی دعوت پر بنوسلیم آ گئے اور بہت بڑی جماعت تیار ہو گئی' ان ہی کا نام اللہ تعالیٰ نے احزاب رکھا' امام ابن اسحاق نے اپنی اسانید کے ساتھ لکھا ہے کہ ان کی تعداد دس ہزار تھی' اور مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی' ایک قول یہ ہے کہ مشرکین کی تعداد چار ہزار اور مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار تھی' بیس دن محاصرہ جاری رہا اور ان سے قتال کی نوبت نہیں آئی' اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر سخت آندھی بھیجی جس سے مشرکین کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور مؤمنین کی طرف سے قتال کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہو گیا۔

اس پر دلیل کہ غزوۂ خندق پانچ ہجری میں ہوا تھا اور امام بخاری کی چار ہجری کی دلیل کو رد کرنا اور امام بخاری کے مختار کو ضعیف اور مخالف کو جمہور قرار دینا

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

موسیٰ بن عقبہ نے کہا: غزوۂ خندق شوال چار ہجری میں ہوا تھا: موسیٰ بن عقبہ کے قول کی امام مالک اور امام احمد نے موافقت کی ہے' امام بخاری نے موسیٰ بن عقبہ کے قول کی اس باب کی پہلی حدیث سے تقویت اور تائید کی ہے کہ غزوۂ اُحد میں حضرت ابن عمر کی عمر چودہ سال تھی' انہوں نے اپنے آپ کو قتال کے لیے پیش کیا تو آپ نے قبول نہیں کیا اور غزوۂ خندق میں ان کی عمر پندرہ سال تھی تو آپ نے ان کو قبول فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ اُحد اور خندق کے درمیان ایک سال کا فرق ہے اور غزوۂ اُحد تین ہجری میں ہوا تھا' پس واضح ہوا کہ غزوۂ خندق چار ہجری میں ہوا تھا۔

امام بخاری کی اس دلیل میں کوئی وزن نہیں ہے' جب کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ غزوۂ خندق پانچ ہجری میں ہوا تھا' کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر غزوۂ اُحد میں چودھویں سال میں لگے ہوں اور غزوۂ احزاب میں وہ پندرہ سال پورے کر چکے ہوں' یوں ان کی عمر کے اعتبار سے بھی اُحد اور خندق کے درمیان دو سال کا عرصہ ہو گیا۔ امام بیہقی نے بھی امام ابن اسحاق کی طرف سے یہی جواب دیا ہے۔

امام ابن اسحاق نے جو کہا ہے کہ غزوۂ خندق پانچ ہجری میں ہوا ہے' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابوسفیان جب اُحد سے واپس گیا تو اس نے مسلمانوں سے کہا: ہماری اور تمہاری ملاقات آئندہ سال بدر میں ہوگی' پس نبی ﷺ اس سے مقابلہ کے لیے اگلے سال بدر کی طرف نکلے اور اس سال ابوسفیان مکہ میں قحط سالی کی وجہ سے نہیں آسکا اور اس نے اپنی قوم سے کہا: جنگ کے لیے خوش حالی کا سال مناسب ہے' سودہ عسفان تک جانے کے بعد واپس آ گئے۔

جن لوگوں نے غزوۂ خندق کو چار ہجری میں کہا ہے' ان کی بناء اس ضعیف قول پر ہے کہ تاریخ کی ابتداء اس محرم سے ہے جو ہجرت کے بعد آیا تھا اور انہوں نے اس سے پہلے ربیع الاوّل تک کے مہینے لغو قرار دیئے' اور اس حساب سے غزوہ بدر الکبریٰ پہلے سال میں ہوا اور اُحد دوسرے سال میں ہوا اور خندق چوتھے سال میں ہوا' لیکن اس قول کی بنیاد ضعیف ہے اور جمہور کے مخالف ہے جنہوں نے تاریخ کی ابتداء ہجرت کے سال محرم سے کی ہے' اس بناء پر غزوۂ بدر ہجرت کے دوسرے سال میں ہوا' اور اُحد تیسرے سال میں ہوا اور خندق پانچویں سال میں ہوا اور یہی اس باب میں معتمد قول ہے۔ (فتح الباری ج۵ ص۲۳۷' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے بھی علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر کی تحقیق کو اپنے طریقہ سے اختصار کے ساتھ لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری ج۱۷ ص۲۲۷-۲۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٠٩٧- حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهُ يَوْمَ اُحُدٍ وَّهُوَ ابْنُ اَرْبَعَ عَشْرَةَ فَلَمْ يُجِزْهُ وَعَرَضَهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَهُوَ ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَاَجَازَهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عبید اللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے غزوۂ اُحد میں اپنے آپ کو نبی ﷺ پر پیش کیا' اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی تو آپ نے ان کو اجازت نہیں دی' پھر انہوں نے اپنے آپ کو خندق کے دن آپ پر پیش کیا اور اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۶۶۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے امام بخاری نے اس پر استدلال کیا ہے کہ غزوۂ خندق چار ہجری میں ہوا تھا' اس کا مفصل جواب ابھی امام بیہقی کے حوالہ سے فتح الباری میں گزر چکا ہے' علامہ ابن ملقن نے بھی اس حدیث کا یہی جواب دیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ ص۲۲۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٠٩٨- حَدَّثَنِيْ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَنْدَقِ وَهُمْ يَحْفِرُوْنَ وَنَحْنُ نَنْقُلُ التُّرَابَ عَلٰى اَكْتَادِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ ، فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ خندق میں تھے اور صحابہ خندق کھود رہے تھے اور ہم اپنی پیٹھوں پر مٹی لاد کر پھینک رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے کہا: اے اللہ! آخرت کی زندگی کے سوا کوئی (کامل

زندگی نہیں، سو تو مہاجرین اور انصار کی مغفرت فرما!

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٧٩٧ میں گزر چکی ہے۔

خندق کھودنے کی مدت میں مختلف اقوال

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ وہ تقریباً بیس روز تک خندق کھودتے رہے، علامہ واقدی نے چوبیس روز لکھا ہے، علامہ نووی نے الروضۃ میں پندرہ دن لکھا ہے اور علامہ ابن قیم نے اپنی سیرت میں پندرہ دن لکھا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ٢٣٨، دار المعرفۃ، بیروت، ١٤٢٦ھ)

٤٠٩٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ حُمَيْدٍ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْخَنْدَقِ فَاِذَا الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ فِيْ غَدَاةٍ بَارِدَةٍ فَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ عَبِيْدٌ يَّعْمَلُوْنَ ذٰلِكَ لَهُمْ فَلَمَّا رَاٰى مَا بِهِمْ مِنَ النَّصَبِ وَالْجُوْعِ قَالَ:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از حمید، انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندق کی طرف نکلے تو مہاجرین اور انصار سرد صبح میں خندق کھود رہے تھے، ان کے پاس غلام نہیں تھے جو یہ کام کرتے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم میں تھکاوٹ اور بھوک کو دیکھا تو یہ دعائیہ اشعار کہے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْاٰخِرَهْ
فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ

''اے اللہ! بے شک زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، سو تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما!''

فَقَالُوْا مُجِيْبِيْنَ لَهٗ

پس صحابہ نے جواب دیتے ہوئے کہا:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

''ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے، جہاد پر بیعت کی ہے جب تک ہم باقی رہیں گے''۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ٢٨٣٤ میں گزر چکی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ دراصل حضرت عبداللہ بن رواحہ کا قول ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معناً کہا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود شاعر نہیں تھے شاعر وہ ہوتا ہے جو قصداً وزن کی رعایت کرتے ہوئے کلام بنائے۔

حافظ ابن حجر کی خطاء اور مصنف کی اصلاح

ان کے پاس غلام نہیں تھے جو یہ کام کرتے: یعنی وہ ضرورت اور احتیاج کی وجہ سے یہ کام کر رہے تھے نہ کہ صرف اجر میں رغبت کی وجہ سے۔

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی یہ شرح درست نہیں، اگر صحابہ کرام کے پاس غلام اور خادم ہوتے تب بھی وہ اجر کی طلب میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے جذبہ سے از خود خندق کھودتے اور جاں فشانی سے یہ کام کرتے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ نے اس موقع پر جو اشعار پڑھے، اس سے معلوم ہوا کہ کسی کام کے جذبہ کو برقرار رکھنے کے لیے اور کام کرنے

والوں کی ہمت اور حوصلہ بڑھانے کے لیے اس طرح کے اشعار پڑھنے چاہئیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۸ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۴۱۰۰- حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَعَلَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ الْخَنْدَقَ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ وَيَنْقُلُوْنَ التُّرَابَ عَلٰى مُتُوْنِهِمْ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار مدینہ کے گرد خندق کھود رہے تھے اور اپنی پیٹھوں پر مٹی لاد کر پھینک رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْاِسْلَامِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

''ہم وہ ہیں جنہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اسلام پر بیعت کی ہے جب تک ہم باقی رہیں گے''۔

قَالَ يَقُوْلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُجِيْبُهُمْ۔
اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَهْ
فَبَارِكْ فِي الْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جواب میں کہہ رہے تھے:
''اے اللہ! بے شک خیر تو صرف آخرت کی خیر ہے' سو تو انصار اور مہاجرین میں برکت فرما!''

قَالَ يُؤْتَوْنَ بِمِلْءِ كَفِّيْ مِنَ الشَّعِيْرِ فَيُصْنَعُ لَهُمْ بِاِهَالَةٍ سَنِخَةٍ تُوْضَعُ بَيْنَ يَدَيِ الْقَوْمِ وَالْقَوْمُ جِيَاعٌ وَهِيَ بَشِعَةٌ فِي الْحَلْقِ وَلَهَا رِيْحٌ مُنْتِنٌ۔

حضرت انس نے بیان کیا کہ ایک مٹھی جو ان کے پاس آتا اور ان کو بدبودار چربی میں پکایا جاتا' ان کو صحابہ کے سامنے رکھ دیا جاتا اور صحابہ بھوکے ہوتے تھے' وہ بدمزہ کھانا ان کے حلق میں چپکتا تھا اور اس سے بدبو آتی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳۴ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''الریح منتن'' صحیح لفظ ''منتنة'' ہے کیونکہ یہ ریح کی صفت ہے اور وہ مؤنث ہے لیکن مؤنث غیر حقیقی کو مذکر سے تعبیر کرنا درست ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۰ ص ۲۲۳' وزارۃ الاوقاف' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر نے بھی اس شرح کو نقل کر دیا ہے لیکن علامہ عینی لکھتے ہیں:

صاحب التوضیح کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ صحیح لفظ ''منتنة'' ہے کیونکہ ریح کا لفظ مذکر بھی ہے اور مؤنث بھی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۳۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۱۰۱- حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ اِنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ كُدْيَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَاءُوْا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا هٰذِهٖ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ فَقَالَ اَنَا نَازِلٌ ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهُ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ وَّلَبِثْنَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ لَا نَذُوْقُ ذَوَاقًا فَاَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خلاد بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد بن ایمن نے حدیث بیان کی از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' انہوں نے کہا کہ ہم خندق کے دن (زمین) کھود رہے تھے تو بہت سخت چٹان آ گئی' تب صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا: یہ بہت سخت چٹان خندق میں پیش آ گئی ہے' آپ نے فرمایا: میں آ رہا ہوں' آپ اس حال میں کھڑے ہوئے کہ آپ کے پیٹ سے

الْمِعْوَلَ فَضَرَبَ فَعَادَ كَثِيْبًا اَهْيَلَ اَوْ اَهْيَمَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِيْ اِلَى الْبَيْتِ فَقُلْتُ لِامْرَاَتِيْ رَاَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مَّا كَانَ فِيْ ذٰلِكَ صَبْرٌ فَعِنْدَكِ شَيْءٌ قَالَتْ عِنْدِيْ شَعِيْرٌ وَّعَنَاقٌ فَذَبَحْتُ الْعَنَاقَ وَطَحَنَتِ الشَّعِيْرَ حَتّٰى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَجِيْنُ قَدِ انْكَسَرَ وَالْبُرْمَةُ بَيْنَ الْاَثَافِيِّ قَدْ كَادَتْ اَنْ تَنْضَجَ فَقُلْتُ طُعَيِّمٌ لِّيْ فَقُمْ اَنْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَجُلٌ اَوْرَجُلَانِ قَالَ كَمْ هُوَ فَذَكَرْتُ لَهٗ قَالَ كَثِيْرٌ طَيِّبٌ قَالَ قُلْ لَّهَا لَا تَنْزِعِ الْبُرْمَةَ وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّوْرِ حَتّٰى اٰتِيَ فَقَالَ قُوْمُوْا فَقَامَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَى امْرَاَتِهٖ قَالَ وَيْحَكِ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَمَنْ مَّعَهُمْ قَالَتْ هَلْ سَاَلَكَ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ ادْخُلُوْا وَلَا تَضَاغَطُوْا فَجَعَلَ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَجْعَلُ عَلَيْهِ اللَّحْمَ وَيُخَمِّرُ الْبُرْمَةَ وَالتَّنُّوْرَ اِذَا اَخَذَ مِنْهُ وَيُقَرِّبُ اِلٰى اَصْحَابِهٖ ثُمَّ يَنْزِعُ فَلَمْ يَزَلْ يَكْسِرُ الْخُبْزَ وَيَغْرِفُ حَتّٰى شَبِعُوْا وَبَقِيَ بَقِيَّةٌ قَالَ كُلِيْ هٰذَا وَاَهْدِيْ فَاِنَّ النَّاسَ اَصَابَتْهُمْ مَجَاعَةٌ .

پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم تین دن سے کوئی چیز نہیں چکھ رہے تھے' پس نبی ﷺ نے کدال پکڑی اور اس زور سے ضرب لگائی کہ وہ چٹان ریت کے ڈھیر کی طرح بہہ گئی' پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے گھر جانے کی اجازت دیجئے! پھر میں نے اپنی بیوی سے کہا: میں نے نبی ﷺ میں کچھ (بھوک کا اثر) دیکھا ہے جس سے مجھے صبر نہیں ہو سکا' کیا تمہارے پاس کچھ (کھانے کی) چیز ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس جَو ہیں اور بکری کا بچہ ہے' سو میں نے بکری کے بچے کو ذبح کیا اور میری بیوی نے جَو پیسے حتیٰ کہ ہم نے ہانڈی میں گوشت بنالیا' پھر میں نبی ﷺ کے پاس اس حال میں آیا کہ آٹا گوندھا جا چکا تھا اور ہانڈی چولہے پر پکنے کے قریب تھی' میں نے عرض کیا: میرے پاس تھوڑا سا کھانا ہے' یارسول اللہ! آپ اُٹھیے اور ایک یا دو افراد اور ہوں' آپ نے پوچھا: کتنا کھانا ہے' تو میں نے آپ کو بتا دیا' آپ نے فرمایا: بہت ہے عمدہ ہے' آپ نے فرمایا: اپنی بیوی سے کہو کہ ہانڈی کو چولہے سے نہ اُتارے اور نہ روٹی کو تنور سے نکالے' حتیٰ کہ میں آ جاؤں' پھر آپ نے فرمایا: (لوگو!) چلو' پس تمام مہاجرین اور انصار چل پڑے' پس جب (حضرت جابر) اپنی بیوی کے پاس داخل ہوئے تو کہا: تم پر افسوس ہے! نبی ﷺ تو تمام مہاجرین اور انصار اور ان کے اصحاب کو لے کر آ رہے ہیں' ان کی بیوی نے کہا: کیا آپ نے پوچھا تھا کہ تمہارے پاس کتنا کھانا ہے؟ میں نے کہا: ہاں! پس آپ نے صحابہ سے فرمایا: اندر داخل ہو اور بھیڑ نہ لگانا' پھر آپ روٹی کے ٹکڑے کرتے گئے اور اس پر گوشت ڈالتے گئے اور ہانڈی اور تنور کو اس میں سے لینے کے بعد ڈھانپتے گئے اور وہ طعام اپنے اصحاب کے قریب رکھتے گئے' پھر آپ اسی طرح روٹی کو توڑتے رہے اور اس پر گوشت ڈالتے رہے حتیٰ کہ تمام صحابہ سیر ہو گئے اور کھانا بچ گیا' آپ نے (میری بیوی سے) فرمایا: اب یہ کھانا تم خود کھاؤ اور لوگوں کو ہدیہ دو' کیونکہ لوگوں کو بھوک لگی ہوئی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٧٠ میں گزر چکی ہے' اور زیادہ اہم اُمور کی شرح کی جارہی ہے:

مشکل الفاظ کے معانی اور سخت چٹان پر آپ کی ضربات سے یمن' شام اور فارس کے محلات کا نظر آنا

علامہ عمر بن علی بن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

''کـدیة'' امام بیہقی نے لکھا ہے کہ وہ پہاڑ کا کوئی ٹکڑا تھا جس کو توڑنے سے تمام صحابہ عاجز آ گئے حتیٰ کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا تو آپ نے اس کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۴۱۶-۴۱۵)

امام ابن اسحاق نے لکھا ہے: وہ چٹان تھی۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۳۴)

امام نسائی کی روایت میں ہے: وہ سخت پتھر تھا۔ (سنن نسائی ج ٦ ص ۴۳)

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا: یعنی بھوک کی وجہ سے آپ نے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا۔

امام ابن حبان نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ لفظ حجر (پتھر) نہیں ہے بلکہ حجز (روکنا ہے یعنی پٹی باندھی ہوئی تھی) ہے کیونکہ پیٹ پر پتھر باندھنے کا بھوک دور کرنے میں کوئی دخل نہیں ہے۔ (صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۳۴۵)

امام ابن حبان کی اس بات کو رد کر دیا گیا ہے کیونکہ اس کے بعد والی حدیث میں ''خـمـص'' کا لفظ ہے اور ''خـمـص'' کا معنی بھوک ہے۔

پس وہ چٹان بہتی ہوئی ریت بن گئی: حدیث میں ''کثیب'' کا لفظ ہے اور قرآن مجید میں ہے:

كَثِيبًا مَّهِيلًا ۝ (المزمل:۱۴) ریت کا بکھرا ہوا ٹیلا ۝

یعنی وہ چٹان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ریت کی طرح بہنے لگی اس کا بہاؤ کسی چیز سے رک نہیں رہا تھا۔

بعض روایت میں ہے: ''کثیبًا اھیم'' اس کا معنی بھی ''المھیل'' کی مثل ہے۔

''العناق'' یعنی بکرے کی بچی۔

''العجین قد انکسر'' یعنی گوندھا ہوا آٹا نرم اور قدرے گیلا تھا اور اس میں خمیر تیار تھا۔

''الاثافی'' پتھروں کا چولہا جس پر ہانڈی رکھی جاتی ہے۔

''کادت ان تنضج'' وہ پکنے کے قریب تھا ''النضیج'' کا معنی ہے: پکا ہوا' قرآن مجید میں ہے:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ ۔ (النساء:٥٦) جب بھی ان کی کھالیں جل جائیں گی۔

میرے آنے سے پہلے ہانڈی چولہے سے اتارنا نہ روٹی تنور سے: تاکہ آپ پہلے اس پر دعا کریں اور اس سے زیادہ برکت کا ظہور ہو۔

امام نسائی نے اس حدیث کو حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' اس میں مذکور ہے کہ ہمارے سامنے ایک سخت پتھر آ گیا جو کدال سے نہیں ٹوٹتا تھا' ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی' آپ نے اپنی چادر پھینکی اور کدال اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا' اور بسم اللہ پڑھ کر اس کدال پر ضرب لگائی تو اس کے تین ٹکڑے ہو گئے' پھر فرمایا: اللہ اکبر! مجھے شام کی چابیاں دے دی گئیں اور اللہ کی قسم! میں ابھی اسی جگہ شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں' پھر آپ نے بسم اللہ پڑھ کر دوسری ضرب لگائی اور اس کے تین ٹکڑے کر دیئے' پھر فرمایا: اللہ اکبر! مجھے فارس کی چابیاں دے دی گئیں اور اللہ کی قسم! میں ابھی مدائن کے سفید (محلات) دیکھ رہا ہوں' پھر آپ نے بسم اللہ پڑھ کر تیسری ضرب لگائی اور وہ پتھر چور چور ہو گیا' آپ نے فرمایا: مجھے یمن کی چابیاں دے دی گئیں اور اللہ کی قسم! میں صنعاء کے دروازہ کو دیکھ رہا ہوں۔ (سنن کبریٰ: ۸۸۵۸۔ ج ۵ ص ۲٦۹)

موسیٰ بن عقبہ کی مغازی میں ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ہر ضرب کے بعد تین چیزیں دیکھیں' پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یارسول اللہ! ہر بار جب آپ نے ضرب لگائی تو میں نے بجلی کی چمک کی مثل یا پانی کی موج کی مثل دیکھی' یارسول اللہ! آپ کی

ہر ضرب میں سے ایک مشرق کی طرف گئی اور دوسری شام کی طرف گئی اور تیسری یمن کی طرف گئی' پس آپ نے فرمایا: ان میں سے ایک ضرب میں مجھے کسریٰ کے شہر دکھائے گئے اور دوسری ضرب میں روم' شام اور مغرب کے شہر دکھائے گئے اور تیسری ضرب میں مجھے یمن کے شہر اور اس کے محلات دکھائے گئے' اور میں نے جو کچھ دیکھا ہے وہاں تک ان شاء اللہ مدد پہنچے گی۔

اور امام ابن اسحاق نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں وہ شہر فتح ہو گئے جو تمہیں دکھائے گئے تھے' پس اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں ابوہریرہ کی جان ہے! تم نے قیامت تک جو شہر بھی فتح کیا ہے یا جو شہر بھی فتح کرو گے' اس کی چابیاں اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطاء کر دی ہیں۔

(السیرۃ لابن ہشام ج ۳ ص ۲۳۵)

امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عوف سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت جبریل نے خبر دی ہے کہ میری اُمت ان شہروں پر غلبہ حاصل کرے گی' سو تم کو بشارت ہو۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۴۲۰۔۴۱۸' الحدیث بطولہ)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۲۷۔۲۲۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

پیٹ پر پتھر باندھنے کی حکمت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام احمد کی روایت ہے کہ ان کو بہت سخت بھوک لگی حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھا' اس کا فائدہ یہ ہے کہ بھوک کی شدت سے پیٹ میں گڑھا پڑ جاتا ہے جس سے کمر میں خم پڑنے کا خدشہ ہوتا ہے اور جب پیٹ پر پتھر باندھ لیا جائے تو پھر یہ خدشہ نہیں رہتا اور کمر سیدھی رہتی ہے۔

حافظ ابن حجر کی شرح میں باقی وہی اُمور ہیں جن کو ہم علامہ ابن الملقن کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۴۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے بھی اسی شرح کو اپنے طریقہ سے بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۴۲۔۲۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۱۰۲- حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ اَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ اَخْبَرَنَا سَعِیْدُ بْنُ مِیْنَاءَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَاَیْتُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِیْدًا فَانْکَفَاْتُ اِلَی امْرَاَتِیْ فَقُلْتُ هَلْ عِنْدَكِ شَیْءٌ فَاِنِّیْ رَاَیْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِیْدًا فَاَخْرَجَتْ اِلَیَّ جِرَابًا فِیْهِ صَاعٌ مِّنْ شَعِیْرٍ وَّلَنَا بُهَیْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا وَطَحَنَتِ الشَّعِیْرَ فَفَرَغَتْ اِلٰی فَرَاغِیْ وَقَطَّعْتُهَا فِیْ بُرْمَتِهَا ثُمَّ وَلَّیْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَا تَفْضَحْنِیْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حنظلہ بن ابی سفیان نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید ابن میناء نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب خندق کھودی گئی میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شدید بھوک دیکھی تو میں اپنی بیوی کی طرف مڑا' پس میں نے کہا: کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شدید بھوک کا اثر دیکھا ہے' پس اس نے میری طرف اپنا تھیلا نکالا جس میں ایک صاع (چار کلوگرام) جَو تھے اور ہمارے پاس ایک بکری کا بچہ تھا' سو میں نے اس کو ذبح کیا اور (میری بیوی نے) جَو کو پیسا' پس میری بیوی میرے بکری کے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِمَنْ مَّعَهُ فَجِئْتُهُ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَّنَا وَطَحَنَّا صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ كَانَ عِنْدَنَا فَتَعَالَ اَنْتَ وَنَفَرٌ مَّعَكَ فَصَاحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اَهْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُوْرًا فَحَيَّ هَلًا بِكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِيْنَكُمْ حَتّٰى اَجِيْءَ فَجِئْتُ وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْدُمُ النَّاسَ حَتّٰى جِئْتُ امْرَاَتِيْ فَقَالَتْ بِكَ وَبِكَ فَقُلْتُ قَدْ فَعَلْتُ الَّذِيْ قُلْتِ فَاَخْرَجَتْ لَهُ عَجِيْنًا فَبَصَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ اِلٰى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ اُدْعُ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ وَاقْدَحِيْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوْهَا وَهُمْ اَلْفٌ فَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَقَدْ اَكَلُوْا حَتّٰى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا وَاِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَاِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ ۔

بچے کو ذبح کرتے ہوئے جَو پیس کر فارغ ہوگئی اور میں نے گوشت کے ٹکڑے کر کے اس کو دیگچی میں ڈالا' پھر میں مڑ کر رسول اللہ ﷺ تک گیا' میری بیوی نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے سامنے شرمندہ نہ کرنا' سو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے چپکے سے کہا: یارسول اللہ! میں نے اپنے بکری کے بچہ کو ذبح کیا ہے اور ہم نے ایک صاع جَو پیس لیے ہیں جو ہمارے پاس تھے' سو آپ تشریف لائیں اور چند اصحاب آپ کے ساتھ ہوں' تب نبی ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا: اے اہل خندق! جابر نے تمہارے لیے کچھ تیار کیا ہے' سو تم آؤ! پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم دیگچی کو (چولہے سے) نہ اتارنا اور نہ روٹی پکانا شروع کرنا حتیٰ کہ میں پہنچ جاؤں' پھر میں آیا اور رسول اللہ ﷺ بھی لوگوں کے ساتھ آ گئے' حتیٰ کہ میں اپنی بیوی کے پاس آیا' اس نے کہا: اللہ تمہارے ساتھ بُرا کرے! (تم اتنے لوگوں کو لے کر آ گئے اور کھانا تھوڑا ہے!) میں نے بتایا کہ میں نے وہی کیا تھا جو تم نے کہا تھا' میری بیوی آپ کے سامنے گوندھا ہوا آٹا لائی' آپ نے اس میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا کی' پھر آپ نے ہماری دیگچی کا قصد کیا اور اس میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا کی' پھر فرمایا: روٹی پکانے والی کو بلاؤ جو تمہارے ساتھ روٹیاں پکائے اور اپنی دیگچی سے پیالہ میں سالن ڈالو اور دیگچی کو چولہے سے نہ اتارنا اور وہ (اہل خندق) ایک ہزار تھے' پس میں اللہ کی قسم کھا کر بتاتا ہوں کہ ان سب نے کھانا کھا لیا حتیٰ کہ بچا دیا اور وہ واپس چلے گئے اور ہماری دیگچی میں سالن پہلے کی طرح اُبل رہا تھا اور ہمارے گوندھے ہوئے آٹے سے اسی طرح روٹیاں پک رہی تھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۷۰ میں گزر چکی ہے۔

غزوہ خندق میں آپ کی نبوت کی نشانیاں

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث اور حدیث سابق میں درج ذیل نبوت کی نشانیاں ہیں:

(۱) آٹے اور سالن میں آپ نے اپنا لعاب مبارک ڈالا تو تھوڑا سا کھانا بہت زیادہ لوگوں کے لیے کافی ہو گیا' چند آدمیوں کا کھانا ایک ہزار آدمیوں نے کھا لیا' پھر بھی کھانا بچ گیا' اس میں آپ کی نبوت کی قوی نشانی ہے۔

(۲) جو چٹان یا سخت پتھر کسی سے نہیں ٹوٹ سکا تھا' وہ آپ کے کدال کی ایک ضرب سے ریزہ ریزہ ہو گیا۔
روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگایا' پھر اس میں لعاب دہن ڈالا' پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی' پھر اس پانی کو کدال پر چھڑکا' حاضرین نے بتایا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! جب آپ نے اس کدال سے ضرب لگائی تو وہ چٹان ریت کے ڈھیر کی طرح ہو گئی۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۳۳-۲۳۲' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۴۱۵)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خندق کی ایک جانب میں ضرب لگائی تو وہ مجھ پر بہت سخت ہو گئی' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب تھے' جب آپ نے یہ دیکھا کہ میں ضرب لگا رہا ہوں اور وہ جگہ بہت سخت ہے تو آپ نے میرے ہاتھ سے کدال لے کر ضرب لگائی تو کدال کے نیچے سے ایک چمک اُٹھی' پھر دوسری بار چمک اُٹھی' پھر تیسری بار چمک اُٹھی اور اس چمک میں اسی طرح کے محلات نظر آئے جن کا پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۳۵-۲۳۴' دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۴۱۸-۴۱۷)

غزوۂ خندق کے معجزات میں سے یہ بھی ہے کہ حضرت بشیر بن سعد کی بیٹی اپنے والد اور اپنے ماموں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کے لیے ایک پیالہ میں کھجوریں لائی تا کہ وہ دونوں اس سے ناشتہ کریں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: یہ کھجوریں یہاں لاؤ' اس نے وہ کھجوریں آپ کی ہتھیلیوں میں رکھ دیں تو وہ ہتھیلیاں ان کھجوروں سے بھر نہ سکیں' پھر آپ نے ایک کپڑا منگا کر پھیلایا (اور اس میں وہ کھجوریں رکھ دیں)' پھر کسی شخص سے کہا: جاؤ! اہل خندق میں اعلان کرو کہ یہاں آ کر ناشتہ کریں' سو تمام اہل خندق آ گئے اور ان کھجوروں کو کھانے لگے اور وہ کھجوریں بڑھتی گئیں' حتیٰ کہ اہل خندق واپس چلے گئے اور وہ کھجوریں اس کپڑے کے اطراف سے اب بھی گر رہی تھیں۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۳۳' دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۴۲۷)

۴۱۰۳- حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا ﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ﴾ (الاحزاب: ۱۰) قَالَتْ ذَاكَ یَوْمَ الْخَنْدَقِ.
(صحیح مسلم: ۳۰۲۰' الرقم المسلسل: ۷۴۳۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدۃ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ (اس آیت کی تفسیر میں) بیان کرتی ہیں: جب کافر تم پر تمہارے اوپر اور تمہارے نیچے سے چڑھ آئے اور جب آنکھیں پھری کی پھری رہ گئیں اور دل منہ کو آنے لگے۔ (الاحزاب: ۱۰) حضرت عائشہ نے فرمایا: یہ یوم خندق کا موقع ہے۔

الاحزاب: ۱۰ کی تفسیر

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:
ابوسفیان آپ کے پاس فزارہ وغیرہ کے لشکر لے کر آئے' اس وقت بہت سردی اور بھوک تھی' تو منافقین کفار کے لشکر کی ان جماعتوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے اور مؤمنین نے کہا کہ یہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ سچا ہے' اس سے مراد یہ آیت ہے:

وَلَمَّا یَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ط مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا. (البقرۃ: ۲۱۴)

ابھی تم پر ان لوگوں جیسی مصیبتیں نہیں آئیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں' انہیں سختی اور تکلیف پہنچی اور وہ ہلا دیئے گئے۔

اور عیینہ بن حصن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ آپ اس کو مدینہ کی نصف کھجوریں عطا کریں اور وہ اپنے ساتھیوں کو

لے کرنکل جائے اور کافروں کوشکست دے دے گا' آپ نے اس کو تہائی کھجوروں کی پیش کش کی مگر وہ نصف لیے بغیر نہیں مانا' تب آپ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما انصار کے دوسرداروں سے مشورہ کیا' انہوں نے کہا: اگر آپ نے کوئی فیصلہ کرلیا ہے تو اس پر عمل کریں' آپ نے فرمایا: اگر میں نے فیصلہ کرلیا ہوتا تو میں تم سے مشورہ کرتا' یہ صرف میری رائے تھی' انہوں نے کہا: تب ہمارے پاس صرف تلوار ہے' آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۳۹' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۴۳۰)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۳۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤١٠٤- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ التُّرَابَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰی اَغْمَرَ بَطْنَهٗ اَوِ اغْبَرَّ بَطْنُهٗ يَقُوْلُ :

وَاللّٰهِ لَوْ لَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَ لَا صَلَّيْنَا
فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَيْنَا
اِنَّ الْاُلٰی قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا
اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ اَبَيْنَا اَبَيْنَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خندق کے دن مٹی منتقل کر رہے تھے حتیٰ کہ گرد وغبار نے آپ کے پیٹ کو ڈھانپ لیا اور آپ فرمارہے تھے:

اور اللہ کی قسم! اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے' اور نہ ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے' سوتو ہم پر ضرور سکون نازل فرما' اور اگر ہمارا مقابلہ ہوتو ہمیں ثابت قدم رکھنا' بے شک اس جماعت نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے' جب وہ ہمیں فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے۔

اور آپ نے آواز بلند کر کے کہا: ''اَبَيْنَا اَبَيْنَا'' یعنی ہم انکار کریں گے' ہم انکار کریں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳۶ میں گزر چکی ہے۔

٤١٠٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِی الْحَكَمُ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از شعبہ' انہوں نے کہا: مجھے الحکم نے حدیث بیان کی از مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم صباء (مشرق سے چلنے والی ہوا) سے میری مدد کی گئی ہے اور قوم عاد کو دبور (مغرب سے چلنے والی ہوا) سے ہلاک کردیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۳۵ میں گزر چکی ہے۔

الاحزاب: ۹ کی تفسیر

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

صباء مشرقی ہوا ہے اور دبور مغربی ہوا ہے' قرآن مجید میں ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْجَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ط (الاحزاب:٩)

اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب (کافروں کی) فوجیں تم پر آ پہنچیں تو ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور (فرشتوں کے) لشکر جن کو تم نے نہیں دیکھا۔

مجاہد نے بیان کیا کہ اس آندھی نے ان کی دیگچیاں اُلٹ دیں اور ان کے خیمے اکھاڑ دیئے حتیٰ کہ اس آندھی نے ان کو وہاں سے بھگا دیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص۲۳۲'وزارۃ الاوقاف'قطر'۱۴۲۹ھ)

٤١٠٦- حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْاَحْزَابِ وَخَنْدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُهٗ يَنْقُلُ مِنْ تُرَابِ الْخَنْدَقِ حَتّٰى وَارٰى عَنِّى الْغُبَارُ جِلْدَةَ بَطْنِهٖ وَكَانَ كَثِيْرَ الشَّعْرِ فَسَمِعْتُهٗ يَرْتَجِزُ بِكَلِمَاتِ ابْنِ رَوَاحَةَ وَهُوَ يَنْقُلُ مِنَ التُّرَابِ يَقُوْلُ:

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَيْنَا
اِنَّ الْاُلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا
وَاِنْ اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

قَالَ ثُمَّ يَمُدُّ صَوْتَهٗ بِاٰخِرِهَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ جب الاحزاب اور خندق کا دن تھا' میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ خندق کی مٹی کو منتقل کر رہے تھے حتیٰ کہ گرد وغبار نے مجھ سے آپ کے پیٹ کی کھال کو چھپالیا اور آپ کے گھنے بال تھے' میں نے سنا آپ حضرت رواحہ کے رجز یہ کلمات کو مٹی منتقل کرتے ہوئے پڑھ رہے تھے:

اے اللہ! اگر تو ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے' اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے' سو تو ہم پر ضرور سکون نازل فرما! اور اگر ہمارا مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھ' بے شک انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے' اور اگر وہ ہمیں فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کریں گے تو ہم انکار کریں گے۔

پھر آپ آخر میں آواز کو کھینچ کر پڑھتے (''ابینا'' کے آخری الف کو لمبا کر کے مد کے ساتھ پڑھتے)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳۶ میں گزر چکی ہے۔

آپ کے سینہ پر زیادہ بال ہونے کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اور آپ کے گھنے بال تھے: اس سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ آپ کے سینہ پر بہت بال تھے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ آپ کے سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی' اس میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ آپ کے بالوں کی باریک لکیر تھی لیکن وہ بال منتشر نہیں تھے بلکہ لمبائی میں تھے۔

٤١٠٧- حَدَّثَنِيْ عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَوَّلُ يَوْمٍ شَهِدْتُهُ يَوْمُ الْخَنْدَقِ ۔(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبدة بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمان' وہ عبداللہ بن دینار کے بیٹے ہیں از والدِ خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا: میں جس پہلے دن غزوہ میں حاضر ہوا وہ یومِ خندق تھا۔

یوں تو حضرت ابن عمر غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں بھی پیش ہوئے تھے لیکن جس غزوہ سے ان کو مالِ غنیمت ملا' وہ غزوۂ خندق تھا۔

٤١٠٨- حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ وَاَخْبَرَنِيْ ابْنُ طَاوٗسٍ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ وَنَسْوَاتُهَا تَنْطُفُ قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنْ اَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ فَلَمْ يُجْعَلْ لِّيْ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ فَقَالَتْ اِلْحَقْ فَاِنَّهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ وَاَخْشٰى اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ احْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ فَلَمْ تَدَعْهُ حَتّٰى ذَهَبَ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ قَالَ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَكَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ فَلْيُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهُ فَلَنَحْنُ اَحَقُّ بِهٖ مِنْهُ وَمِنْ اَبِيْهِ قَالَ حَبِيْبُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَهَلَّا اَجَبْتَهُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَحَلَلْتُ حُبْوَتِيْ وَهَمَمْتُ اَنْ اَقُوْلَ اَحَقُّ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْكَ مَنْ قَاتَلَكَ وَاَبَاكَ عَلَى الْاِسْلَامِ فَخَشِيْتُ اَنْ اَقُوْلَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ وَتَسْفِكُ الدَّمَ وَيُحْمَلُ عَنِّيْ غَيْرُ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُ مَا اَعَدَّ اللّٰهُ فِي الْجِنَانِ قَالَ حَبِيْبٌ حُفِظْتَ وَعُصِمْتَ قَالَ مَحْمُوْدٌ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَنَوْسَاتُهَا ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' ابراہیم نے بتایا: مجھے طاؤس کے بیٹے نے خبر دی از عکرمہ بن خالد از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا' اس وقت ان کی مینڈھیوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے' میں نے کہا: آپ دیکھ رہی ہیں کہ لوگوں نے کس طرح حکومت ہتھیا لی ہے' اور اس حکومت سے مجھے کوئی حصہ نہیں ملا' حضرت حفصہ نے کہا: تم ان کے ساتھ جا ملو وہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں اور مجھے یہ خطرہ ہے کہ تمہارا ان سے نہ ملنا اختلاف کا سبب ہوگا' پھر حضرت حفصہ نے ان کو اس وقت تک نہ چھوڑا حتیٰ کہ وہ چلے گئے' پھر جب لوگ منتشر ہو گئے تو حضرت معاویہ نے خطبہ دیا' اور کہا: جو اس حکومت کے متعلق بات کرنا چاہتا ہو وہ اپنی دلیل سے ہم کو مطلع کرے سو ہم ضرور اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ اس حکومت کے حق دار ہیں' حبیب بن مسلمہ نے (حضرت ابن عمر سے) کہا: آپ اس کا جواب دیں! حضرت ابن عمر نے کہا: میں نے اسی وقت جواب دینے کے لیے اپنے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں کے حلقہ سے نکالا تھا (یعنی سنبھل کر بیٹھ گیا تھا) اور یہ کہنے کا ارادہ کیا تھا کہ تم سے زیادہ اس حکومت کے حق دار وہ تھے جنہوں نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کی خاطر جنگ کی تھی' پھر میں اس بات سے ڈرا کہ میں کوئی ایسی بات کہوں جس سے مسلمانوں کی جمعیت میں افتراق ہو اور خون ریزی ہو اور میری مراد کے خلاف میرے کلام کو محمول کیا جائے' پھر میں نے ان نعمتوں کو یاد کیا جو اللہ تعالیٰ

نے جنتوں میں تیار کی ہیں' حبیب نے کہا: آپ محفوظ رہے اور
(فتنہ سے) بچالیے گئے۔ محمود نے عبدالرزاق سے روایت میں
(''نَسْوَاتُهَا'' کی جگہ) ''نوساتها'' کہا۔

حضرت معاویہ نے یہ خطبہ جنگ صفین کے بعد دیا تھا یا حضرت حسن سے صلح کے بعد' حضرت معاویہ نے کہا: ہم خلافت کے زیادہ حق دار ہیں' اس کی توجیہ اور حضرت ابن عمر کی رائے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''نسواتها'' علامہ خطابی نے کہا: صحیح بخاری میں اسی طرح مذکور ہے اور یہ غلط ہے' صحیح لفظ ''نَوْسَاتُهَا'' ہے' اس کا معنی مینڈھیاں ہیں اور مینڈھیوں سے پانی ٹپکنے کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے اسی وقت غسل کیا تھا اور ''النوسات''، ''النوسة'' کی جمع ہے' ''نوسة'' کا معنی حرکت اور اضطراب ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی مینڈھیاں ہل رہی تھیں۔

لوگوں نے کس طرح حکومت ہتھیالی ہے اور مجھے اس سے کوئی حصہ نہیں ملا: اس جملہ سے حضرت ابن عمر کی مراد یہ ہے کہ اس سے پہلے لوگ متحد تھے' پھر حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ صفین ہوئی' پھر باقی صحابہ اس جنگ سے الگ رہے اور حرمین اور دیگر مقامات کی طرف چلے گئے اور مسلمانوں کے کسی بات پر متفق ہونے کا انتظار کرتے رہے' پس حضرت ابن عمر نے اپنی بہن سے مشورہ کیا کہ اب وہ ان حکمرانوں سے ملیں یا نہ ملیں تو انہوں نے مشورہ دیا کہ وہ ان سے ملیں کیونکہ اگر وہ ان سے نہ ملے تو اس کی وجہ سے ایسا فتنہ کھڑا ہوگا جس کا شاید تدارک نہ ہو سکے۔

پھر جب لوگ منتشر ہو گئے: جب حضرت علی اور حضرت معاویہ کے مقرر کردہ منصفوں میں اختلاف کے بعد لوگ منتشر ہو گئے۔ وہ منصف حضرت علی کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری تھے اور حضرت معاویہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص تھے رضی اللہ عنہم' یعنی جنگ صفین کے بعد۔

بعض شارحین نے کہا ہے کہ لوگوں کے منتشر ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب حضرت معاویہ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم کے درمیان صلح ہوگئی اور طرفین کی فوجیں منتشر ہوگئیں تو حضرت معاویہ نے خطبہ دیا۔

یہ حضرت معاویہ کے زمانہ کا واقعہ ہے جب اُنہوں نے ارادہ کیا کہ اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد بنائیں۔

ہم ضرور اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ اس حکومت کے حق دار ہیں: یعنی حضرت حسن اور ان کے باپ حضرت علی سے زیادہ اس حکومت کے حق دار ہیں' کیونکہ حضرت معاویہ' حضرت علی سے حکومت کے لیے برسرپیکار رہے اور حضرت حسین کے خلاف بھی انہوں نے فوج اتاردی تھی' ایک قول یہ ہے کہ ان کی مراد حضرت ابن عمر اور ان کے باپ حضرت عمر بن الخطاب تھے' لیکن یہ بہت بعید ہے کیونکہ حضرت معاویہ' حضرت عمر کا بہت احترام کرتے تھے۔

حضرت ابن عمر نے کہا: جنہوں نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کی خاطر جنگ کی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کو اسلام میں داخل کر دیا' پھر میں نے جنت کو یاد کیا اور اس بات کو کہنے سے اعراض کر لیا۔ اس اعتبار سے اس حدیث کو غزوۂ خندق کے باب میں داخل کرنے کی وجہ معلوم ہوئی' کیونکہ اس جنگ میں احزاب کے قائد ابوسفیان تھے۔

حبیب بن مسلمہ نے کہا: یہ کم عمر صحابی ہیں' ان کے والد بھی صحابی تھے' یہ حضرت معاویہ کے حامی تھے' قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک تھے اور یہ حضرت معاویہ کی خلافت میں فوت ہوئے۔

میں نے حَبْوَةٌ[1] کو کھولا: اس کا معنی ہے: ایک ایسا کپڑا جس سے کمر اور پنڈلیوں کی دوطرفوں کو باندھ کر بیٹھا جائے' حضرت ابن عمر نے جواب دینے کے لیے اس کپڑے کو کھول دیا اور سنبھل کر بیٹھ گئے' پھر مصلحت سے حضرت معاویہ کو جواب نہیں دیا تا کہ شورش اور اختلاف نہ ہو۔

جس نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کی خاطر قتال کیا تھا: یعنی اُحد میں اور خندق میں' اور ان کے خلاف جنگ میں حضرت علی اور تمام مہاجرین اور انصار شامل تھے جو اُحد اور خندق میں موجود تھے' اسی سے یہ مناسبت معلوم ہوگئی کہ امام بخاری نے اس قصہ کی غزوۃ الخندق کے باب میں کیوں روایت کی ہے' کیونکہ حضرت معاویہ کے والد اس جنگ میں کفار کی جماعتوں کے سردار تھے' حضرت معاویہ کی رائے یہ تھی کہ حکومت کا منصب اس کے پاس ہونا چاہیے جو قوت' رائے' معرفت' اُمور اور سیاست میں ان سے زیادہ ہو' جو اسلام' دین اور عبادت میں سابق ہو' اسی وجہ سے انہوں نے یہ کہا کہ وہ خلافت اور حکومت کے زیادہ حق دار ہیں' حضرت ابن عمر کی رائے اس کے خلاف تھی' اسی لیے انہوں نے فتنہ کے خوف کی وجہ سے اپنے سے کم درجہ اور مفضول کی بیعت کر لی' اسی وجہ سے انہوں نے حضرت معاویہ کے بعد ان کے بیٹے یزید سے بیعت کر لی اور اپنے بیٹوں کو اس کی بیعت توڑنے سے منع کیا جیسا کہ عنقریب کتاب الفتن میں آئے گا اور اس کے بعد انہوں نے عبدالملک بن مروان سے بیعت کر لی۔

حبیب بن مسلمہ نے کہا: آپ محفوظ رہے اور فتنہ سے بچا لیے گئے: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حبیب بن مسلمہ' اصحاب معاویہ میں سے ہیں' اسی لیے انہوں نے حضرت ابن عمر کے جواب نہ دینے اور ان کی رائے کی تحسین کی۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۴۶۔۲۴۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

واقعہ تحکیم کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پھر جب لوگ منتشر ہو گئے: جب دو منصفوں کے فیصلہ کے بعد لوگ منتشر ہو گئے۔

ان منصفوں کے فیصلہ کا قصہ طویل ہے' ہم نے اپنی تاریخ کبیر میں لکھا ہے: خلاصہ یہ ہے کہ قوم اسی پر متفق ہو گئی کہ دو منصف مقرر کیے جائیں' سو حضرت علی کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو مقرر کیا گیا اور حضرت معاویہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص کو مقرر کیا گیا' پھر حضرت عمرو بن العاص نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے کہا: آپ کھڑے ہو کر لوگوں کو بتائیں کہ ہم نے کیا فیصلہ کیا ہے' تب حضرت ابوموسیٰ اشعری نے کھڑے ہو کر کہا: اے لوگو! ہم نے اس اُمت کے معاملہ میں غور کیا' سو ہم نے اس اُمت کے حق میں سب سے بہتر یہ سمجھا کہ ہم حضرت علی اور حضرت معاویہ کو معزول کر دیں اور خلافت کے معاملہ کو مجلس شوریٰ پر چھوڑ دیں اور وہ اپنی صواب دید سے جس کو چاہیں خلیفہ نامزد کر دیں' سو میں حضرت علی اور حضرت معاویہ دونوں کو معزول کرتا ہوں' یہ ہمارا اتفاقی فیصلہ ہے' پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری اپنی جگہ سے نیچے اتر آئے اور حضرت عمرو بن العاص خطاب کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے' انہوں نے حمد و صلوٰۃ کے بعد کہا: جیسا کہ آپ نے سن لیا میں نے اور میرے اس صاحب نے حضرت علی کو خلافت سے معزول کر دیا اور میں بھی حضرت علی کو خلافت سے معزول کرتا ہوں اور میں اپنے صاحب حضرت معاویہ کو خلافت کے منصب پر برقرار رکھتا ہوں کیونکہ وہ حضرت عثمان بن عفان کے ولی ہیں اور ان کے خون کے قصاص کے طالب ہیں اور تمام لوگوں سے زیادہ منصب خلافت کے حق دار ہیں' سو اس اعلان کے بعد لوگ منتشر ہو گئے۔

[1] غیر مقلد عالم شیخ داؤد راز نے اس کا ترجمہ کیا ہے: میں نے اسی وقت اپنی لنگی کھولی۔ ترجمہ صحیح البخاری ج ۵ ص ۴۲۹' مکتبہ قدوسیہ لاہور

حضرت ابن عمر نے (دل میں کہا:) اس خلافت کے حق دار وہ ہیں جنہوں نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کی خاطر جنگ کی تھی: حضرت ابن عمر کی مراد حضرت معاویہ کے والد حضرت ابوسفیان تھے' کیونکہ حضرت عمر نے حضرت معاویہ اور ان کے والد ابوسفیان سے اُحد اور خندق میں اسلام کے لیے جنگ کی تھی اور اس وقت یہ دونوں کافر تھے اور یہ دونوں فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۴۹۔۲۴۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت معاویہ کی بیعت کے وقت ان کی بیعت کے متعلق حضرت ابن عمر کا مؤقف

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ارادہ کیا تھا کہ وہ حضرت معاویہ کی بیعت نہ کریں کیونکہ ان کی بیعت کرنے میں مسلمانوں کا اختلاف تھا' پھر ان کی بہن حضرت اُم المؤمنین سیدتنا حفصہ رضی اللہ عنہا نے ان کو متنبہ کیا کہ اگر انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تو اس سے مسلمانوں میں بہت اختلاف ہوگا' پس حضرت ابن عمر گھر سے نکلے اور حضرت معاویہ سے بیعت کر لی۔

حضرت معاویہ نے جو کہا تھا کہ ہم اس خلافت کے زیادہ حق دار ہیں' شاید ان کی مراد یہ تھی کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے بیعت کر لی اور ان کی طرف خلافت سونپ دی اور اکثر لوگوں نے اس پر اتفاق کر لیا تو پھر وہ اس خلافت کے سب سے زیادہ حق دار تھے۔ اور حضرت ابن عمر کی رائے یہ تھی کہ خلافت کے سب سے زیادہ مستحق وہ مہاجرین ہیں جو سابقین اوّلین ہیں' جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام کی راہ میں خرچ کیا اور اسلام کی راہ میں قتال کیا' پھر ان کو یہ خطرہ ہوا کہ اگر انہوں نے یہ بات کہی تو لوگ اس سے ان کی مراد کے خلاف معنی لیں گے' اس لیے انہوں نے یہ بات نہیں کہی۔ (یعنی لوگ سمجھیں گے کہ حضرت ابن عمر خود خلافت کے طالب ہیں۔ سعیدی غفرلہ) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۲۳۵' وزارۃ الاوقاف' ۱۴۲۹ھ)

٤١٠٩- حَدَّثَنَا أَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا.

[طرف الحدیث: ۴۱۱۰] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از سلیمان بن صرد وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احزاب کے دن فرمایا: ہم ان سے جنگ کریں گے اور وہ ہم سے جنگ نہیں کر سکیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پیش گوئی کا پورا ہونا کہ آئندہ قریش مدینہ پر حملہ نہیں کر سکیں گے

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی کہ اس سال کے بعد قریش مدینہ پر حملہ نہیں کر سکیں گے' پھر حدیبیہ کے سال قریش کی طرف نکلے کہ اگر قریش نے مسلمانوں کو بیت اللہ کی طرف جانے سے روک دیا تو مسلمان ان سے قتال کریں گے' سو قریش نے مسلمانوں کو بیت اللہ کی طرف جانے سے روک دیا اور آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی' اس سے آپ نے جان لیا کہ اب اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ مسلمان اگلے سال عمرہ کریں' پھر آٹھ ہجری میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے مکہ' ہوازن اور طائف کو فتح کر دیا اور لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو گئے اور جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا' اسی طرح ہو گیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۲۳۶۔۲۳۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ جب اہل خندق واپس چلے گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آئندہ قریش تم سے لڑنے نہیں آئیں گے

لیکن تم ان سے لڑنے جاؤ گے' پھر اس کے بعد قریش مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے نہیں آئے اور مسلمان اس کے بعد ان سے لڑنے کے لیے گئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مکہ فتح کر دیا۔

اس حدیث میں نبی ﷺ کے عظیم معجزہ کا ذکر ہے کیونکہ آپ نے مستقبل کے متعلق غیب کی خبر دی اور اسی طرح ہوا جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١١٠- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِیْلُ سَمِعْتُ اَبَا اِسْحٰقَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ سُلَیْمَانَ بْنَ صُرَدٍ یَّقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ حِیْنَ اَجْلَی الْاَحْزَابُ عَنْهُ اٰلْاٰنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا یَغْزُوْنَنَا نَحْنُ نَسِیْرُ اِلَیْهِمْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابواسحاق سے سنا' وہ کہتے ہیں: میں نے سلیمان بن صرد سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے کفار کی فوجوں کو مدینہ سے نکال دیا تو آپ نے فرمایا: اب ہم ان سے لڑیں گے اور وہ ہم سے نہیں لڑ سکیں گے' ہم ان کی طرف جا کر ان پر حملہ کریں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۱۰۹ میں گزر چکی ہے۔

٤١١١- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَیْدَةَ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ یَوْمَ الْخَنْدَقِ مَلَاَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ بُیُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا کَمَا شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی حَتّٰی غَابَتِ الشَّمْسُ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از محمد از عبیدہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ از نبی ﷺ' آپ نے خندق کے دن فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے جس طرح انہوں نے ہمیں نماز وسطیٰ (نمازِ عصر) پڑھنے سے (خندق میں) مشغول رکھا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۳۱ میں گزر چکی ہے۔

٤١١٢- حَدَّثَنَا الْمَکِّیُّ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ یَحْیٰی عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ جَاءَ یَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ جَعَلَ یَسُبُّ کُفَّارَ قُرَیْشٍ وَّقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا کِدْتُ اَنْ اُصَلِّیَ حَتّٰی کَادَتِ الشَّمْسُ اَنْ تَغْرُبَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا صَلَّیْتُهَا فَنَزَلْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بُطْحَانَ فَتَوَضَّاَ لِلصَّلٰوةِ وَتَوَضَّاْنَا لَهَا فَصَلَّی الْعَصْرَ بَعْدَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خندق کے دن سورج غروب ہونے کے بعد آئے' وہ کفارِ قریش کو برا کہہ رہے تھے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں (عصر کی) نماز نہیں پڑھ سکا حتیٰ کہ اب سورج غروب ہو رہا ہے' نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی نماز (عصر) نہیں پڑھی' پھر ہم نبی ﷺ کے ساتھ مدینہ کی ایک وادی

مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ .

میں آئے' سو آپ نے نماز کے لیے وضو کیا اور ہم نے بھی نماز کے لیے وضو کیا' پس آپ نے عصر کا وقت گزرنے اور غروبِ آفتاب کے بعد عصر کی نماز پڑھی' پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٥٩٦ میں گزر چکی ہے۔

قضاء نماز کے واجب ہونے کی تحقیق

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے خندق کھودنے کی مشغولیت کی وجہ سے نمازِ عصر کو اس لیے قضاء کر دیا کہ اس وقت تک صلوٰۃِ خوف پڑھنے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس طرح نسیان کی وجہ سے نماز فوت ہو جائے تو اس کی قضاء پڑھی جاتی ہے' اسی طرح اگر عمداً نماز ترک کر دی جائے تو اس کی بھی قضاء پڑھی جائے گی اور ابن حزم نے جو قضاء نماز پڑھنے کا انکار کیا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۳۷' وزارۃ الاوقاف' ١٤٢٩ھ)

قضاء نماز پڑھنے کے وجوب پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز کو بھول گیا تو جب اسے وہ نماز یاد آئے' اس کو پڑھ لے' اس کے سوا اس نماز کا اور کوئی کفارہ نہیں ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو۔ (طٰہٰ: ١٤)

(صحیح البخاری: ٥٩٧' صحیح مسلم: ٦٨٤' سنن ترمذی: ١٧٨' سنن نسائی: ٦٠٩' سنن ابن ماجہ: ٦٩٦)

علامہ عمر بن علی ابن الملقن متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ سونے والے پر اور بھولنے والے پر نماز کی قضاء پڑھنا واجب ہے خواہ نمازیں زیادہ ہوں یا کم اور یہ تمام فقہاء کا مذہب ہے اور بعض لوگوں کا یہ قول شاذ ہے کہ جب پانچ سے زیادہ نمازیں فوت ہو جائیں تو پھر ان کی قضاء واجب نہیں ہے' اس قول کو علامہ قرطبی نے نقل کیا ہے۔ (المفہم ج ۲ ص ۳۰۹)

اور اس قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے' اگر کسی شخص نے عمداً نمازوں کو ترک کیا تو جمہور فقہاء کے نزدیک ان کی قضاء بھی واجب ہے' ماسوا داؤد ظاہری کے اور ایک قلیل جماعت کے' ابن حزم نے اس مسئلہ میں طویل کلام کیا ہے اور اپنی عادت کے مطابق بدزبانی کی ہے۔ (المحلی ج ۲ ص ۲۳۴-۲۳۵)

میں کہتا ہوں کہ میں نے ابن حزم کے دلائل نقل کر کے تفصیل سے ان کا جواب لکھا ہے' دیکھئے: نعمۃ الباری ج ۲ ص ۴۳۹-۴۳۶۔

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں: جمہور فقہاء نے عمداً نماز ترک کرنے والے کو بھولنے والے پر قیاس کیا ہے اور جس نے قیاس کی نفی کی ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے' اس میں اعلیٰ کو ادنیٰ پر قیاس کیا ہے' اور حدیث میں ہے کہ جب وہ نماز کو یاد کرے تو نماز پڑھے' پھر اس حدیث میں نسیان سے مراد ترک کرنا ہے خواہ نسیان سے نماز کو ترک کرے یا عمداً ترک کرے' نیز اس حدیث میں ہے کہ اس کا یہی کفارہ ہے' اور کفارہ عموماً گناہ کی وجہ سے لازم ہوتا ہے اور سوتے میں اور بھول کر نماز کو ترک کرنے میں کوئی گناہ نہیں' پس متعین ہو گیا کہ اس حدیث میں عمداً نماز کو ترک کرنے کا کفارہ بیان فرمایا ہے۔

نیز قضاء خطابِ اوّل سے واجب ہوتی ہے اور عبادت کا وقت نکلنے سے اس کا وجوب ساقط نہیں ہوتا کیونکہ قضاء اس کے ذمہ قرض کی طرح لازم ہوتی ہے اور واجب کو ادا کرنے سے قضاء ساقط ہوتی ہے اور اس واجب کی ادا نہیں پائی گئی' نیز اس کا رمضان کے روزوں کی قضاء پر قیاس ہے' اور اگر قضاء کو لازم نہ مانا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ نماز کی فرضیت بندوں سے ساقط ہوگئی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خندق کے دن قتال میں مشغولیت کی وجہ سے عصر اور دیگر نمازیں ترک کر دی تھیں' پھر آپ نے ان کا اعادہ کیا۔

آپ نے فرمایا: اس کا یہی کفارہ ہے' یعنی اس فوت شدہ نماز کو پڑھنا' اس حدیث کا اُس حدیث سے تعارض نہیں ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے: ''نیند میں تقصیر نہیں ہے''۔ (صحیح مسلم:٦٨١) اور اُس حدیث سے بھی تعارض نہیں ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے: ''میری اُمت سے خطاء اور نسیان کو معاف کر دیا گیا ہے''۔ (سنن ابن ماجہ:٢٠٤٥) کیونکہ کفارہ کبھی خطاء کی صورت میں بھی ہوتا ہے جیسے قتل خطاء میں کفارہ ہوتا ہے۔

حدیث میں ہے: مجھے یاد کرنے کے لیے نماز پڑھو' اور جب بندہ ترک شدہ نماز کو یاد کر کے نماز پڑھے گا تو وہ اپنے معبود کو یاد کرے گا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج٦ص ٢٨٨۔٢٨٦' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

علامہ زرھونی مالکی متوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

امت کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے رمضان کا ایک روزہ عمداً بغیر کسی عذر کے چھوڑا' اس پر اس کی قضاء واجب ہے' اسی طرح نماز کا حکم ہے' ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (الفجر الساطع ج٢ص ٣٠٣' مکتبۃ الرشد' ١٤٣٠ھ)

قضاء کا معنی اور اس کا شرعی حکم' قضاء کے اعذار اور وجوب قضاء کے دلائل

ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی لکھتے ہیں:

ادا کا معنی ہے: جو فعل واجب ہو اس کو اپنے وقت میں ادا کرنا۔

قضاء کا معنی ہے: جو فعل واجب ہو اس کو اس کا وقت گزرنے کے بعد ادا کرنا۔ (الدر المختار ج١ص ٦٧٩۔٦٧٦)

مسلمان کو چاہیے کہ وہ نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنے میں جلدی کرے اور بغیر عذر شرعی کے وہ نماز کو تاخیر سے پڑھنے کے سبب سے گناہ گار ہوگا اور بغیر عذر شرعی کے نماز کو تاخیر سے پڑھنا گناہ کبیرہ ہے اور صرف نماز کو قضاء کرنے سے اس گناہ کا ازالہ نہیں ہوگا بلکہ لازم ہے کہ قضاء نماز پڑھنے کے بعد تاخیر پر توبہ بھی کرے۔

جس نے عذر شرعی کی وجہ سے نماز میں تاخیر کی اور وقت گزرنے کے بعد نماز کو پڑھا وہ گناہ گار نہیں ہوگا اور اعذار شرعیہ یہ ہیں: دشمن کا خوف ہو' بچہ جننے والی کو اپنے یا بچے کی موت کا خوف ہو' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خندق کے دن نماز کو مؤخر کر دیا تھا' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ خندق کے دن مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چار نمازیں پڑھنے سے مشغول رکھا۔ (سنن ترمذی:١٧٩' مسند احمد ج١ص ٣٧٥)

جس شخص کے ذمہ کوئی فرض ہو وہ اس فرض سے اس وقت تک سبکدوش نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو ادا نہ کرلے یا اس کی قضاء نہ کرے' حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور اب وہ فوت ہوگئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کا قرض ادا کرتے؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو تم اللہ کا قرض ادا کرو' وہ قرض کی ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔ (صحیح البخاری:٦٦٩٩' سنن ابوداؤد:٨٠٩' سنن دارمی:١٨٤٠)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا: میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی' پھر وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہوگئی' آیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تم اس کی طرف سے حج کرو' یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس قرض کو ادا کرتیں؟ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تو پھر تم اللہ کا قرض ادا کرو کیونکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے کیا ہوا وعدہ پورا کیا جائے۔ (صحیح البخاری:۱۸۵۲' موطأ امام مالک:۲۳۶)

ان حدیثوں میں قضاء کے وجوب کا واضح ثبوت ہے۔

سو جس شخص پر نماز واجب ہوگئی اور اس کے مخصوص وقت کے فوت ہو جانے سے وہ نماز فوت ہوگئی' اس پر اس نماز کی قضاء کرنا واجب ہے اور وہ اس کو عمداً ترک کرنے سے گناہ گار ہوگا اور اس پر اس نماز کی قضاء واجب ہے۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۲ ص ۱۳۰-۱۲۹' دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۹ھ)

٤١١٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ أَنَا ثُمَّ قَالَ مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ أَنَا ثُمَّ قَالَ مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ أَنَا ثُمَّ قَالَ إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَإِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے خبر دی از ابن المنکدر' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے دن فرمایا: ہمارے پاس قوم کی خبر کون لے کر آئے گا؟ تو حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں! آپ نے پھر فرمایا: ہمارے پاس قوم کی خبر لے کر کون آئے گا؟ تو حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں! آپ نے پھر فرمایا: ہمارے پاس قوم کی خبر لے کر کون آئے گا؟ تو حضرت الزبیر نے کہا: میں! پھر آپ نے فرمایا: بے شک ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری الزبیر ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۸۴۶ میں گزر چکی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت الزبیر کو اور ایک مرتبہ حضرت حذیفہ کو تفتیش کے لیے بھیجنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت الزبیر رضی اللہ عنہ کو بنو قریظہ کی تفتیش کرنے کے لیے بھیجا تھا کہ آیا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفاداری کے عہد پر قائم ہیں یا مشرکین کے ساتھ مل چکے ہیں' اور دوسری حدیث میں ہے کہ جب مسلمانوں پر مشرکین کا محاصرہ شدید ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اوپر آندھی بھیج دی اور اس رات بہت سخت سردی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب قریش کی خبر کون لے کر آئے گا؟ یہ بھی آپ نے تین بار دہرایا تھا اور ہر بار حضرت حذیفہ نے کہا تھا: میں ان کی خبر لے کر آؤں گا' حضرت حذیفہ ان کے پڑاؤ میں داخل ہوئے اور سخت سردی میں تفتیش کر کے واپس آ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سردی دور کرنے کے لیے ان کو کمبل اُوڑھا دیئے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۴۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤١١٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از سعید بن

تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَعَزَّ جُنْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَغَلَبَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهٗ۔

(صحیح مسلم: ۲۷۲۴، الرقم المسلسل: ۶۸۰۴، السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۱۴۰)

ابی سعید از والد خود از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ اکیلا ہے جس کا لشکر غالب ہے اور جس نے اپنے بندہ کی مدد کی جو اکیلا (کفار کی) تمام فوجوں پر غالب رہا اور اس کے بعد کوئی چیز نہیں ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اور اللہ کے بعد کوئی چیز نہیں ہے: اللہ تعالیٰ کے وجود کی نسبت سے تمام چیزیں عدم ہیں یا مراد یہ ہے کہ ہر چیز فنا ہو جائے گی اور اس کی ذات باقی رہے گی جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ط (القصص: ۸۸)

اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

٤١١٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ وَعَبْدَةُ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا يَقُوْلُ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْاَحْزَابِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اَهْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اَهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الفزاری اور عبدۃ نے خبر دی از اسماعیل بن ابی خالد انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی فوجوں کے خلاف دعا کی: اے اللہ! کتاب کو نازل کرنے والے جلد حساب لینے والے کفار کی فوجوں کو شکست دے دے! اے اللہ! ان کو شکست دے اور ان پر زلزلہ طاری کر دے!

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۹۳۳ میں گزر چکی ہے۔

٤١١٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ وَّنَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَفَلَ مِنَ الْغَزْوِ اَوِ الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَةِ يَبْدَاُ فَيُكَبِّرُ ثَلَاثَ مِرَارٍ ثُمَّ يَقُوْلُ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اٰيِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از سالم و نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ سے لوٹ کر آتے یا حج سے یا عمرہ سے تو تین بار اللہ اکبر پڑھتے پھر پڑھتے: اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم لوٹ کر آنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے ہیں اپنے رب کو سجدہ کرنے والے ہیں حمد کرنے والے ہیں اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور تنہا کفار کی فوجوں کو شکست دی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۷۹۷ میں گزر چکی ہے۔

فصل: غزوۂ خندق کے شہداء: بنوعبدالاشہل سے حضرت سعد بن معاذ ہیں اور حضرت انس بن اوس بن عتیک ہیں' اور حضرت عبداللہ بن سہل ہیں اور بنوسلمہ سے حضرت الطفیل بن النعمان ہیں اور حضرت ثعلبہ بن عنمة ہیں اور بنوالنجار سے حضرت کعب بن زید ہیں رضی اللہ عنہم۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۷۳)

علامہ الدمیاطی نے لکھا ہے: حضرت قیس بن زید بن عامر اُحد میں حاضر ہوئے اور انہوں نے خندق کھودی اور وہیں فوت ہو گئے اور وہیں ان کو دفن کیا گیا اور حضرت عبداللہ بن ابی خالد غزوۂ خندق میں شہید ہوئے' ان کو قتل کیا گیا تھا۔ (اسد الغابہ: ۲۹۱۴۔ ج ۳ ص ۲۲۲)

اللہ تعالیٰ نے انتہائی سرد راتوں میں کفار کی فوجوں کے اوپر سخت آندھی بھیج دی تھی' جس نے ان کے برتن اُلٹ دیئے اور ان کی دیگچیاں اوندھی ہو گئیں اور ان کے خیمے اکھڑ گئے' اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو ان کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا' کفار وہاں سے واپس جا رہے تھے' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کوئی اقدام کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں تیر مار کر ابوسفیان کو قتل کر دیتا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۳۹۔ ۲۳۸' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

۳۱- بَابُ مَرْجَعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَحْزَابِ وَمَخْرَجِهِ اِلٰى بَنِىْ قُرَيْظَةَ وَمُحَاصَرَتِهِ اِيَّاهُمْ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غزوۂ احزاب سے لوٹنا اور بنوقریظہ کی طرف نکلنا اور ان کا محاصرہ کرنا

غزوہ بنوقریظہ ذوالقعدہ پانچ ہجری میں ہوا تھا' علامہ واقدی نے کہا ہے کہ بقیہ ذوالقعدہ میں اور اوّل ذوالحجہ میں ہوا تھا۔

(مغازی الواقدی ص ۵)

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف بدھ کے دن تیئس (۲۳) ذوالقعدہ کو تین ہزار پیدل فوج اور چھتیس گھڑ سواروں کے ساتھ نکلے' پس آپ نے ان کا پندرہ راتوں تک محاصرہ کیا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۴۷)

ایک قول ہے کہ پچیس راتوں تک محاصرہ کیا' امام حاکم کے نزدیک بیس سے زائد راتوں تک محاصرہ کیا۔

امام محمد بن سعد نے کہا: آپ بائیس (۲۲) ذوالحجہ کو جمعرات کے دن واپس آئے تھے۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۷۵)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۴۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

۴۱۱۷- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا رَجَعَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَنْدَقِ وَوَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ اَتَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللّٰهِ مَا وَضَعْنَاهُ فَاخْرُجْ اِلَيْهِمْ قَالَ فَاِلٰى اَيْنَ قَالَ هَا هُنَا وَاَشَارَ اِلٰى بَنِیْ قُرَيْظَةَ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندق سے واپس آئے اور آپ نے ہتھیار اتار کر غسل کیا تو آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے' پس کہا: آپ نے ہتھیار اتار دیئے اور اللہ کی قسم! ہم نے ہتھیار نہیں اتارے سو آپ ان کی طرف نکلیں' آپ نے پوچھا: کس طرف نکلیں؟ تو حضرت جبریل نے بنوقریظہ کی طرف اشارہ کیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف نکلے۔

۴۱۱۸- حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان

حُمَیْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَی الْغُبَارِ سَاطِعًا فِیْ زُقَاقِ بَنِیْ غَنْمٍ مَوْكِبَ جِبْرِیْلَ حِیْنَ سَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی بَنِیْ قُرَیْظَةَ ۔

کی انہوں نے کہا: ہمیں جریر بن حازم نے حدیث بیان کی از حمید بن ہلال از حضرت انس رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس غبار کی طرف دیکھ رہا تھا جو بنوغنم کی گلیوں میں حضرت جبریل کی سواری سے اُٹھ رہا تھا' جب رسول اللہ ﷺ بنوقریظہ کی طرف جا رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۱۴ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عائشہ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں دیکھا تھا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ نے حضرت جبریل کو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ کی صورت میں دیکھا تھا۔

(شعب الایمان: ۶۲۵۷۔ ج ۵ ص ۱۷۵' المعجم الاوسط: ۸۸۱۸۔ ج ۸ ص ۳۲۳' المستدرک ج ۳ ص ۳۵۔۳۴)

نیز امام حاکم نے روایت کی ہے کہ جب نبی ﷺ بنوقریظہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ نے لوگوں سے پوچھا: کیا تمہارے پاس سے کوئی گزرا ہے؟ تو لوگوں نے بتایا کہ حضرت دحیہ کلبی گزرے تھے' آپ نے بتایا: وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے جو بنوقریظہ کی طرف جا رہے تھے تاکہ ان کو متزلزل کر دیں۔ (المستدرک ج ۳ ص ۳۵۔۳۴' مسند احمد ج ۶ ص ۱۴۲۔۱۴۱' صحیح ابن حبان: ۷۰۲۸۔ ج ۱۵ ص ۴۹۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۴۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

بنوقریظہ پر حملہ کرنے کا سبب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے جو بنوقریظہ پر حملہ کیا تھا' اس کا سبب یہ ہے:

امام محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ بنوقریظہ اور نبی ﷺ کے درمیان ایک دوسرے کے خلاف جنگ میں مدد نہ کرنے کا معاہدہ تھا اور جب کفار کی فوجوں نے آ کر مدینہ کا محاصرہ کر لیا تو بنوقریظہ نے عہد شکنی کی اور کفار قریش کی مدد کی' پھر جب اللہ تعالیٰ نے کفار کی فوجوں کو شکست دے دی تو بنوقریظہ قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے' پس حضرت جبریل علیہ السلام اپنے ساتھ فرشتوں کو لے کر آئے اور کہا: یارسول اللہ! بنوقریظہ کی طرف اُٹھیے! آپ نے فرمایا: میرے اصحاب بہت تھک چکے ہیں' حضرت جبریل نے کہا: آپ ان کی طرف چلیں' میں ان کو ذلیل کر دوں گا' پھر حضرت جبریل اور ان کے ساتھ فرشتے روانہ ہوئے اور ان کے چلنے سے انصار کے قبیلہ بنوغنم کی گلیوں میں گرد و غبار اُٹھ رہا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۴۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤١١٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَیْرِیَةُ بْنُ اَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْاَحْزَابِ لَا یُصَلِّیَنَّ اَحَدٌ الْعَصْرَ اِلَّا فِیْ بَنِیْ قُرَیْظَةَ فَاَدْرَكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِی الطَّرِیْقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّیْ حَتّٰی نَاْتِیَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّیْ لَمْ یُرِدْ مِنَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ بن اسماء نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے احزاب کے دن فرمایا: تم میں سے کوئی شخص عصر کی نماز بنوقریظہ کے سوا نہ پڑھے' پس بعض صحابہ نے عصر کو راستہ میں پالیا' تب بعض صحابہ نے کہا: ہم عصر کی نماز نہیں پڑھیں گے حتیٰ

ذٰلِكَ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِّنْهُمْ .

کہ ہم بنوقریظہ میں پہنچ جائیں' اور بعض نے کہا: بلکہ ہم نماز پڑھیں گے' آپ نے ہم سے اس کا ارادہ نہیں کیا تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ان میں سے کسی کو ملامت نہیں کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۴۶ میں گزر چکی ہے۔

جب دو مجتہدوں کا اختلاف دلیل پر مبنی ہو تو ہر ایک کا مؤقف درست ہوگا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی وغیرہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں دونوں مجتہدوں کی تصویب اور تصحیح ہے' اور اس کی تائید حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے اس قصہ سے ہوتی ہے جس میں دونوں نے کھیت کے متعلق اپنے اجتہاد سے فیصلہ کیا تھا' علامہ خطابی نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ظاہر خطاب ہے جو دلیل کی ایک قسم سے خاص کیا گیا ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ بعض صحابہ نے کہا: بلکہ ہم نماز پڑھیں گے' آپ نے ہم سے اس کا ارادہ نہیں کیا تھا کہ خواہ نماز کا وقت نکل جائے' تم بنوقریظہ ہی میں نماز پڑھنا اور اس حدیث سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ جو شخص عمداً نماز کو ترک کر دے' اس پر اس نماز کی قضاء واجب ہے اور اس پر ابھی دلائل گزر چکے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص ظاہر حدیث سے یا ظاہر آیت سے استدلال کرے' اس کی مذمت نہیں کی جائے گی' کیونکہ صحابہ کی ایک جماعت نے سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز پڑھ لی اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ نماز کا وقت نکال دینا بلکہ آپ کا ارادہ یہ تھا کہ تم جلدی بنوقریظہ پہنچنے کی کوشش کرو۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۲۴۲-۲۴۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

آپ نے بنوقریظہ میں پہنچ کر ظہر کی نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا یا عصر کا؟ دو مختلف روایتیں اور ان میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کے تمام نسخوں میں عصر کا لفظ ہے اور صحیح مسلم کے تمام نسخوں میں ظہر کا لفظ ہے اور ان میں حسب ذیل وجوہ سے تطبیق دی گئی ہے:

(۱) ہوسکتا ہے کہ آپ نے یہ حکم دینے سے پہلے ظہر کی نماز پڑھ لی ہو اور بعض صحابہ نے ظہر کی نماز نہ پڑھی ہو تو جنہوں نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی' ان سے آپ نے فرمایا: تم ظہر کی نماز بنوقریظہ پہنچ کر پڑھنا' اور جو ظہر کی نماز پڑھ چکے تھے' انہیں آپ نے فرمایا: تم عصر کی نماز بنوقریظہ پہنچ کر پڑھنا۔

(۲) ہوسکتا ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے دوسری جماعت کے بعد آرام کرلیا ہو تو آپ نے پہلی جماعت کو بنوقریظہ میں ظہر پڑھنے کا حکم دیا ہو اور دوسری جماعت کو بنوقریظہ میں عصر پڑھنے کا حکم دیا ہو۔

(۳) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ اختلاف اس وجہ سے ہو کہ بعض راویوں کو حدیث کے صحیح لفظ یاد نہ رہے ہوں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۵۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٢٠- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ وَّحَدَّثَنِي خَلِيفَةُ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی الاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی اور مجھے خلیفہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّخَلَاتِ حَتّٰی افْتَتَحَ قُرَیْظَۃَ وَالنَّضِیْرَ وَاَنَّ اَھْلِیْ اَمَرُوْنِیْ اَنْ اٰتِیَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَسْاَلَہُ الَّذِیْنَ کَانُوْا اَعْطَوْہُ اَوْ بَعْضَہٗ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَعْطَاہُ اُمَّ اَیْمَنَ فَجَاءَتْ اُمُّ اَیْمَنَ فَجَعَلَتِ الثَّوْبَ فِیْ عُنُقِیْ تَقُوْلُ کَلَّا وَالَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَا یُعْطِیْکُھُمْ وَقَدْ اَعْطَانِیْھَا اَوْ کَمَا قَالَتْ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَکِ کَذَا وَتَقُوْلُ کَلَّا وَاللّٰہِ حَتّٰی اَعْطَاھَا حَسِبْتُ اَنَّہٗ قَالَ عَشَرَۃَ اَمْثَالِہٖ اَوْ کَمَا قَالَ ۔

بیان کی انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے سنا از حضرت انس رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھجور کے چند درخت ہدیہ کر دیئے تھے حتیٰ کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر فتح ہو گئے (تب آپ ان کے درخت واپس کر رہے تھے) اور میرے گھر والوں نے مجھے حکم دیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں اور ان سے ان تمام درختوں کا سوال کروں جو انصار نے آپ کو دیئے تھے یا ان میں سے بعض درختوں کا سوال کروں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ درخت حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا کو دے چکے تھے پس (اس وقت) حضرت اُم ایمن آ گئیں انہوں نے میری گردن میں کپڑا ڈال کر کہا: ہرگز نہیں! اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے! آپ تم کو وہ درخت نہیں دیں گے جب کہ آپ وہ درخت مجھے دے چکے ہیں یا جو بھی انہوں نے کہا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ان سے) فرما رہے تھے: آپ کو میں (ان کے بدلہ) اتنے درخت دے دوں گا اور وہ کہہ رہی تھیں: نہیں! ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! حتیٰ کہ آپ نے انہیں وہ عطا فرما دیئے میرا گمان ہے آپ نے فرمایا: میں تم کو ان کے بدلے میں دس گنا درخت دے دوں گا یا آپ نے جس طرح فرمایا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۶۳۰ میں گزر چکی ہے۔

انصار کے درخت واپس لینے کی توجیہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

مذکور الصدر حدیث میں جن کھجور کے درختوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ درخت انصار کے تھے انہوں نے مہاجرین کو ان درختوں کے پھل دیئے تھے پھر جب بنو قریظہ اور بنو النضیر اور بنو قینقاع فتح ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے ان کے اموالِ غنیمت تقسیم کروں اور تم اپنے حال پر قائم رہو اور اگر تم چاہو تو میں تمہارے اموال تمہیں واپس کر دوں اور ان کے اموالِ غنیمت دوسروں میں تقسیم کر دوں تو انصار نے یہ اختیار کیا کہ ان کے اموال انہیں واپس کر دیئے جائیں اسی وجہ سے انہوں نے حضرت اُم ایمن سے درختوں کو واپس کرنے کا مطالبہ کیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۴۴، وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت اُم ایمن نے جو درخت واپس نہ کرنے پر اصرار کیا تھا وہ اصرار نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ناز کی وجہ سے تھا کیونکہ حضرت اُم ایمن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کرنے والی تھیں ان کا نام برکۃ تھا۔

حضرت اُم ایمن کے درخت واپس کرنے سے انکار کی توجیہ' رسول اللہ ﷺ کا حسن اخلاق اور آپ کی سخاوت' فوائد حدیث اور حضرت اُم ایمن کا تذکرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ انصار نے مہاجرین کی غم گساری اوران کی مدد کے لیے اپنے کھجور کے درخت عارضی طور پر مہاجرین کو دیئے تھے تا کہ وہ ان درختوں کے پھلوں سے فائدہ حاصل کریں' پھر جب اللہ تعالیٰ نے بنوالنضیر اور بنوقریظہ کو فتح کر دیا اور مہاجرین میں ان کے اموالِ غنیمت کو تقسیم کر دیا گیا تو وہ بہت مال دار ہو گئے اور نبی ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ اب وہ انصار کے درختوں کو واپس کر دیں کیونکہ ان کو درختوں کا مالک نہیں بنایا گیا تھا اور اب وہ اُن درختوں سے مستغنی تھے' حضرت اُم ایمن نے ان درختوں کو واپس کرنے سے انکار کیا کیونکہ ان کا گمان یہ تھا کہ ان کو ان درختوں کا مالک بنا دیا گیا تھا' نبی ﷺ نے از راہِ لطف سختی کے ساتھ ان سے مطالبہ نہیں کیا کیونکہ آپ کے اوپر ان کی پرورش کرنے کا حق تھا' حتیٰ کہ آپ نے حضرت اُم ایمن کے درختوں کے عوض ان کو اتنے درخت دیئے کہ وہ راضی ہو گئیں۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حضرت اُم ایمن کا گمان یہ تھا کہ ان کو یہ درخت دائمی طور پر عطاء کر دیئے گئے تھے اور نبی ﷺ نے ان کا دل خوش کرنے کے لیے ان کے گمان کا رد نہیں فرمایا' کیونکہ آپ پر ان کی پرورش کا حق تھا اور آپ نے اپنے پاس سے ان کو اتنے درخت دیئے حتیٰ کہ ان کا دل خوش ہو گیا۔

نبی ﷺ نے شروع میں فرمایا: آپ ان سے دوگنے درخت لے لیں' پھر فرمایا: ان سے سہ گنے درخت لے لیں' پھر فرمایا: ان سے دس گنے درخت لے لیں۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جو چیز عارضی طور پر کسی کو ہبہ کی جائے اس سے بھی فائدہ اُٹھانا جائز ہے اور ہبہ کرنے والا اس کو بلا کراہت واپس لے سکتا ہے' اس حدیث میں نبی ﷺ کی فرطِ سخاوت' کثرتِ حلم اور زیادہ سے زیادہ نیکی کرنے کا اظہار ہے اور یہ کہ نبی ﷺ کے نزدیک حضرت اُم ایمن کا کتنا مرتبہ تھا' یہ حضرت اسامہ بن زید کی والدہ تھیں' ان کے ایک بیٹے کا نام ایمن تھا' وہ بھی صحابی ہیں اور وہ غزوۂ حنین میں شہید ہوئے تھے اور وہ حضرت اسامہ سے عمر میں بڑے تھے' حضرت اُم ایمن' نبی ﷺ کے بعد کم عرصہ زندہ رہیں رضی اللہ عنہم۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۵۲-۲۵۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤١٢١- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِیْدٍ الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ نَزَلَ اَهْلُ قُرَیْظَةَ عَلٰی حُکْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَاَرْسَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی سَعْدٍ فَاَتٰی عَلٰی حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ لِلْاَنْصَارِ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ اَوْ خَیْرِکُمْ فَقَالَ هٰؤُلَاءِ نَزَلُوْا عَلٰی حُکْمِکَ فَقَالَ تَقْتُلُ مُقَاتِلَتَهُمْ وَتَسْبِیْ ذَرَارِیَّهُمْ قَالَ قَضَیْتَ بِحُکْمِ اللّٰهِ وَرُبَّمَا قَالَ بِحُکْمِ الْمَلِکِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوامامہ سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ اہل قریظہ' حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر قلعہ سے اترنے کے لیے تیار ہو گئے تو نبی ﷺ نے حضرت سعد کو بلایا' سو وہ دراز گوش (گدھے) پر سوار ہو کر آئے' جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو آپ نے انصار سے فرمایا: اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو' یا فرمایا: اپنے بہتر کی طرف کھڑے

ہو پھر آپ نے فرمایا: یہ لوگ تمہارے حکم پر (قلعہ سے نیچے) اتر آئے ہیں پس حضرت سعد نے کہا: ان میں سے لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر لیا جائے' آپ نے فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے' اور بعض روایت میں ہے: آپ نے فرمایا کہ تم نے فرشتہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۴۳ میں گزر چکی ہے۔

قیام تعظیمی کے جواز پر دلائل اور ممانعت کا محمل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

آپ نے فرمایا: اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو: اس ارشاد میں نیک شخص کی تعظیم ہے اور اس کی فضیلت کی معرفت پر متنبہ کرنا ہے' اور قیام تعظیمی کی شرط یہ ہے کہ وہ شخص اس کو نہ چاہتا ہو کہ اس کے لیے قیام کیا جائے اور نہ اس کو پسند کرتا ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد صحابہ کے لیے قیام کیا ہے' حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے لیے کھڑی ہوتی تھیں اور آپ ان کے لیے کھڑے ہوتے تھے' اس پر درج ذیل حدیث سے اشکال ہوتا ہے:

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کو اس سے خوشی ہو کہ لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں وہ دوزخ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ بنا لے۔

(سنن ابوداؤد: ۵۲۲۹' سنن ترمذی: ۲۷۵۵' مسند احمد ج ۴ ص ۹۱' الادب المفرد: ۹۷۷' المعجم الکبیر: ۸۱۹۔ ج ۱۹ ص ۳۵۱)

اس قیام سے مراد یہ ہے کہ لوگ کسی کے سر کی جانب کھڑے رہیں جیسے بادشاہوں اور سرداروں کے سامنے لوگ کھڑے رہتے ہیں' اس کی دلیل یہ ہے کہ دوسری روایت میں ہے:

جو اس سے خوش ہو کہ لوگ اس کے سامنے دیر تک کھڑے رہیں اور تھک جائیں تو ایک ٹانگ اٹھا لیں۔

(تفسیر البغوی ج ۷ ص ۸۹' تفسیر ابن الجوزی ج ۷ ص ۱۲' تفسیر القرطبی ج ۱۵ ص ۱۹۳)

''ذرية'' اس میں عورتیں اور بچے داخل ہیں۔

فرشتے کے حکم کے مطابق: اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔

حدیث مذکور میں مسجد کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت سعد مسجد کے قریب پہنچے: اس مسجد سے مراد وہ مسجد ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو قریظہ کے محلّہ کے پاس بنا لیا تھا تا کہ محاصرہ کے ایام کے دوران اس میں مسلمانوں کو باجماعت نماز پڑھائیں اور امام ابن اسحاق کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سعد مسجد مدینہ میں ٹھہرے ہوئے تھے' حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بنو قریظہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے بلایا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٢٢- حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اُصِيْبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ رَمَاهُ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهُ حِبَّانُ بْنُ الْعَرِقَةِ رَمَاهُ فِي الْاَكْحَلِ فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيَعُوْدَهُ مِنْ قَرِيْبٍ فَلَمَّا رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَنْدَقِ وَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ يَنْفُضُ رَاْسَهُ مِنَ الْغُبَارِ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللّٰهِ مَا وَضَعْتُهُ اُخْرُجْ اِلَيْهِمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَيْنَ فَاَشَارَ اِلٰى بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَاَتَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلُوْا عَلٰى حُكْمِهِ فَرَدَّ الْحُكْمَ اِلٰى سَعْدٍ قَالَ فَاِنِّيْ اَحْكُمُ فِيْهِمْ اَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ وَاَنْ تُسْبَى النِّسَاءُ وَالذُّرِّيَّةُ وَاَنْ تُقْسَمَ اَمْوَالُهُمْ قَالَ هِشَامٌ فَاَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ سَعْدًا قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنَّهُ لَيْسَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ اُجَاهِدَهُمْ فِيْكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوْا رَسُوْلَكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخْرَجُوْهُ اَللّٰهُمَّ فَاِنِّيْ اَظُنُّ اَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فَاِنْ كَانَ بَقِيَ مِنْ حَرْبِ قُرَيْشٍ شَيْءٌ فَاَبْقِنِيْ لَهُ حَتّٰى اُجَاهِدَهُمْ فِيْكَ وَاِنْ كُنْتَ وَضَعْتَ الْحَرْبَ فَافْجُرْهَا وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْهَا فَانْفَجَرَتْ مِنْ لَّبَّتِهِ فَلَمْ يَرُعْهُمْ وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِّنْ بَنِيْ غِفَارٍ اِلَّا الدَّمُ يَسِيْلُ اِلَيْهِمْ فَقَالُوْا يَا اَهْلَ الْخَيْمَةِ مَا هٰذَا الَّذِيْ يَاْتِيْنَا مِنْ قِبَلِكُمْ فَاِذَا سَعْدٌ يَغْذُوْ جُرْحُهُ دَمًا فَمَاتَ مِنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں زکریاء بن یحیٰی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس تیر سے زخمی ہو گئے جو ان کو ایک قریشی شخص نے غزوۂ خندق کے دن مارا تھا جس کو حبان بن العرقہ کہا جاتا تھا' اس نے ان کے ہاتھ کے وسط میں تیر مارا تھا' تب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں خیمہ لگوایا تا کہ حضرت سعد کی قریب سے عیادت کر سکیں' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندق سے واپس آئے' آپ نے ہتھیار اتارے اور غسل کیا تو آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے' وہ اپنے سر سے گرد و غبار جھاڑ رہے تھے' پس انہوں نے کہا: آپ نے ہتھیار اتار دیئے' اللہ کی قسم! میں نے ہتھیار نہیں اتارے' آپ ان کی طرف روانہ ہوں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کہاں؟ تو انہوں نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس آئے تو وہ آپ کے حکم سے (قلعہ سے) اتر آئے' آپ نے ان کا فیصلہ حضرت سعد کی طرف لوٹا دیا' حضرت سعد نے کہا: میں ان کے متعلق یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں سے لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے اور ان کے اموال کو تقسیم کر دیا جائے۔ ہشام نے کہا: پس میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ حضرت سعد نے دعا کی: اے اللہ! بے شک تو خوب جانتا ہے کہ مجھے سب سے زیادہ یہ پسند ہے کہ میں اس قوم کے خلاف جہاد کروں جس نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی ہے اور ان کو ان کے وطن سے نکالا ہے' اے اللہ! بے شک میں یہ گمان کرتا ہوں کہ تو نے ہمارے اور ان مخالفین کے درمیان جنگ ختم کر دی ہے' اگر قریش کے لڑنے والوں میں سے کچھ لوگ باقی ہوں تو تُو مجھے زندہ رکھ تا کہ میں ان سے تیری راہ میں جہاد کروں اور اگر تو نے جنگ ختم کر دی ہے تو تُو اس زخم سے خون جاری کر دے اور اسی زخم کے سبب میری موت کر دے' سو ان کی ہنسلی سے خون بہنے لگا اور مسجد میں بنو غفار کا خیمہ تھا' وہ صرف اس چیز سے گھبرائے کہ ان

کی طرف خون بہہ کر آ رہا تھا' سو انہوں نے کہا کہ اے خیمہ والو! یہ ہمارے پاس تمہاری طرف سے کیسا خون بہتا ہوا آ رہا ہے' پس اس وقت حضرت سعد کے زخم سے خون بہہ رہا تھا' حضرت سعد کا اسی سے انتقال ہو گیا' رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۶۳ میں گزر چکی ہے۔

حضرت سعد بن معاذ کی روح کے لیے آسمانوں کے دروازہ کو کھولنا اور عرش کا ہلنا اور بنو قریظہ نے حضرت سعد سے فیصلہ کرانے کو کیوں اختیار کیا؟

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

بنو قریظہ آپ کے حکم سے اتر آئے: ابو عبید نے لکھا ہے کہ بنو قریظہ سے کہا گیا تھا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اُتر آؤ تو انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم حضرت سعد بن معاذ کے حکم سے اتریں گے۔ (کتاب الاموال: ۳۴۶)

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ شاید اُنہوں نے حضرت سعد کے حکم سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اترنے سے انکار کیا تھا' اور وہ حضرت سعد کی قوم کے حلیفوں میں سے تھے' اس لیے انہیں توقع تھی کہ حضرت سعد ان کے ساتھ رعایت کریں گے۔

اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ مجھے سب سے زیادہ یہ پسند ہے کہ میں اس قوم کے خلاف جہاد کروں: حضرت سعد کی مراد یہ تھی کہ میں ان ہی قریش کے خلاف جہاد کروں یا ان کے خلاف جہاد کروں جنہوں نے قریش کی مدد کی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ اس لیے لگوایا تھا کہ حضرت سعد کے کسی حال کی عیادت ان سے رہ نہ جائے' اور آپ ان کے غسل کا انتظام کریں تاکہ ان کے غسل کا موقع فوت نہ ہو جائے جیسے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے غسل کا موقع رہ گیا تھا اور ان کو فرشتوں نے غسل دیا تھا۔

ان کے زخم سے خون بہنے لگا: امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ اس کا سبب یہ تھا کہ وہ لیٹے ہوئے تھے' ایک بکرا ان کے پاس سے گزرا' اس کا کُھر ان کے زخم سے ٹکرایا تو زخم سے خون بہنے لگا اور وہ خون رکا نہیں حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۷۸)

امام ابن ہشام نے لکھا ہے کہ جب حضرت سعد فوت ہو گئے تو حضرت جبریل علیہ السلام ریشم کے عمامہ کو لپیٹے ہوئے آئے اور پوچھا: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! یہ کون ہے جس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور اس کے لیے عرش ہل رہا ہے؟ تو آپ اپنے تہبند کو گھسیٹتے ہوئے جلدی سے اُٹھے اور آپ نے ان کو اس حال میں پایا کہ وہ فوت ہو چکے تھے اور جب ان کی نعش کو اُٹھایا گیا تو وہ ہلکی تھی' آپ نے فرمایا: تمہارے علاوہ ان کو اُٹھانے والے اور ہیں۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۱۷۱)

ابن عائذ نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا کہ حضرت سعد کے جنازہ میں ستر (۷۰) ہزار ایسے فرشتے آسمان سے اُترے تھے جو اس سے پہلے نہیں اُترے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۶۷۸۶۔ ج ۷ ص ۳۷۵۔۳۷۴' الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۴۲۹)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۳۸۔۲۳۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت سعد نے جو دعا کی تھی کہ اگر قریش کے خلاف جنگ ختم ہو گئی تو مجھے اُٹھا لے یہ شوقِ شہادت میں دعا تھی اور اس لیے کہ آخرت میں ان کا اجر زیادہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۵۸۔۲۵۷)

بنو قریظہ کے محاصرہ کی مدت اور ان کا حضرت ابولبابہ سے مشورہ کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن عائذ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منادی کو بھیجا جس نے نداء کی: اے اللہ کے شہسوارو! سوار ہو کر روانہ ہو۔

حاکم اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ آپ نے حضرت علی کو مقدمۃ الجیش میں رکھا اور ان کو جھنڈا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پیچھے روانہ ہوئے۔

موسیٰ بن عقبہ کی روایت ہے کہ آپ نے دس اور چند راتیں ان کا محاصرہ کیا' امام محمد بن سعد کی روایت ہے کہ پندرہ راتیں محاصرہ کیا' علقمہ بن وقاص کی روایت میں پچیس راتیں محاصرہ کا ذکر ہے۔

امام ابن اسحاق نے بھی پچیس راتیں محاصرہ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ بنو قریظہ مسلسل محاصرہ سے تنگ آ گئے تھے اور ان کے دلوں میں رعب پڑ گیا تھا' تب آپ نے ان کے سردار کعب بن اسد کو یہ پیش کش کی کہ وہ ایمان لے آئیں ورنہ ان کی عورتوں اور بیٹوں کو قتل کر دیا جائے گا' انہوں نے کہا: ہم ایمان نہیں لائیں گے اور ہمارے بیٹوں اور ہماری عورتوں کے مارے جانے کے بعد ہمارے لیے کون سی راحت ہو گی! پھر بنو قریظہ نے حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر کی طرف پیغام بھیجا کیونکہ وہ ان کے حلفاء میں سے تھے اور ان سے یہ مشورہ لیا کہ آیا وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے قلعہ سے اتر جائیں تو انہوں نے اشارہ سے اپنے حلق پر ہاتھ پھیرا یعنی تم کو ذبح کر دیا جائے گا' پھر وہ بعد میں اس پر نادم ہوئے اور مسجد نبوی میں جا کر اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ لیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تھی۔

بنو قریظہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے قلعہ سے اُترے تھے یا حضرت سعد بن معاذ کے حکم سے؟ ۔۔۔۔ دو حدیثوں میں تطبیق

علقمہ بن وقاص کی روایت میں ہے کہ جب ان پر محاصرہ سخت ہو گیا تو ان سے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر قلعہ سے اتر جائیں' پھر انہوں نے حضرت ابولبابہ سے مشورہ کے بعد کہا کہ ہم سعد بن معاذ کے حکم پر اتریں گے۔

صحیح البخاری: ۴۱۲۱ میں مذکور ہے کہ بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذ کے حکم سے قلعہ سے اُترے تھے اور اس حدیث یعنی ۴۱۱۲ میں مذکور ہے کہ بنو قریظہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے قلعہ سے اترے تھے۔

حافظ ابن حجر نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ سے پہلے بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے قلعہ سے اتر آئے' پھر بعد میں حضرت ابولبابہ سے مشورہ کے بعد وہ سب حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ پر راضی ہو گئے اور سب قلعہ سے اتر آئے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ کی طرف ان کے فیصلہ کو سپرد کرنے کے دو امر تھے' ایک یہ تھا کہ اوس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ بنو قینقاع خزرج کے حلیف تھے' آپ نے ان کا معاملہ خزرج کے سپرد کر دیا تھا' پھر آپ نے دیکھ لیا کہ کیا ہوا' اور بنو قریظہ ہمارے یعنی اوس کے حلیف ہیں' تو آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی ہو کہ تم میں سے کوئی شخص بنو قریظہ کا فیصلہ کرے تو انہوں نے کہا: کیوں نہیں! پھر آپ نے حضرت سعد بن معاذ کو ان کا فیصلہ کرنے کے لیے بلایا کیونکہ وہ اوس میں سے تھے' دوسرا سبب یہ ہے

کہ بنوقریظہ نے نبی ﷺ کے حکم سے قلعہ سے اترنے کے متعلق حضرت ابولبابہ سے مشورہ کیا کیونکہ وہ بنوقریظہ کے حلیف تھے انہوں نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیر کر اشارہ سے بتایا کہ نبی ﷺ تم کو ذبح کر دیں گے' تب بنوقریظہ نے کہا کہ ہم حضرت سعد بن معاذ کے حکم پر قلعہ سے اتریں گے' سو آپ نے یہ معاملہ حضرت سعد بن معاذ کے سپرد کر دیا اور آپ نے ان کو فیصلہ کرنے کے لیے بلایا۔

بنوقریظہ کو جن حویلیوں میں قید کیا گیا اور قتل کیے جانے والے بنوقریظہ کی تعداد

حضرت سعد نے کہا: میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان سے لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے: امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے بنوقریظہ کو بنت الحارث کی حویلی میں قید کر دیا گیا' اور ابوالاسود نے عروہ سے روایت کی ہے کہ ان کو حضرت اسامہ بن زید کی حویلی میں قید کر دیا گیا تھا' اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ ان کو دونوں حویلیوں میں قید کیا گیا تھا۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ان کے لیے خندق کھودی گئی' پھر ان کی گردنیں اُڑا دی گئیں اور ان خندقوں میں ان کا خون بہا ان کے اموال' ان کی عورتوں اور ان کے بیٹوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ ان کے مکانات مہاجرین کو دیے گئے' انصار کو نہیں دیے گئے' بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا آپ نے فرمایا: میں پسند کرتا ہوں کہ انصار ان کے مکانوں سے مستغنی ہیں۔

بنوقریظہ کی تعداد میں اختلاف ہے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ ان کی تعداد چھ سو تھی' حافظ ابن عبدالبر نے بھی حضرت سعد بن معاذ کی سوانح میں اسی طرح لکھا ہے۔

ابن عائذ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ ان کی تعداد سات سو تھی۔

علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ ان کی تعداد آٹھ سو اور نو سو کے درمیان تھی۔

امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بنوقریظہ میں سے لڑنے والے چار سو تھے۔

ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ چار سو لڑنے والے تھے اور باقی ان کے اتباع تھے اور کل نو سو تھے' جن کو قتل کیا گیا۔

حضرت سعد بن معاذ کا گمان صحیح تھا اور ان کی دعا کا مقبول ہونا

حضرت سعد نے کہا: میرا گمان ہے اے اللہ! تو نے اب ہمارے اور قریش کے درمیان جنگ ختم کر دی' اس لیے اب مجھے اپنے پاس سے اٹھا لے: حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: مجھ پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ کا گمان صحیح تھا اور ان کی دعا مقبول ہو گئی کیونکہ غزوۂ خندق کے بعد مسلمانوں اور قریش کے درمیان جو جنگیں ہوئی ہیں ان میں ابتداءً قریش نے حملہ نہیں کیا تھا' حملہ مسلمانوں نے تبلیغ اسلام کے لیے کیا تھا اور قریش کی حیثیت دفاعی تھی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۵۵۔۲۵۴' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۴۱۲۳- حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَدِیٌّ اَنَّهٗ سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِحَسَّانَ یَوْمَ قُرَیْظَةَ اُهْجُهُمْ اَوْ هَاجِهِمْ وَجِبْرِیْلُ مَعَكَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عدی نے خبر دی' انہوں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے قریظہ کے دن حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ان کی ہجو کرو' یا فرمایا: ان کی زیادہ ہجو کرو' اور جبریل بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۱۳ میں گزر چکی ہے۔

۴۱۲۴- وَزَادَ اِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ قُرَيْظَةَ لِحَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ اُهْجُ الْمُشْرِكِيْنَ فَاِنَّ جِبْرِيْلَ مَعَكَ .

اور ابراہیم بن طہمان نے اضافہ کیا ہے از شیبانی از عدی بن ثابت از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ قریظہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مشرکین کی ہجو کرو' پس بے شک جبریل بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۱۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ہجو کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: مذمت کرنا' اس میں دو صیغے ہیں: ''اُهْجُ'' اس کا معنی ہے: تم ہجو کرو' اور ''هَاجِ'' کا معنی ہے: کسی کے ساتھ مل کر ہجو کرو۔

غزوۃ الخندق کا تتمہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس غزوہ میں صرف ایک عورت قتل کی گئی تھی' اس کا نام نباتہ ہے' اس نے حضرت خلاد بن سوید پر چکی گرا کر ان کو قتل کر دیا تھا' پھر اس کو قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ (الروض الانف ج ۳ ص ۲۸۴)

فصل

بنو قریظہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر کو بھیجیں' ہم ان سے اپنے معاملہ میں مشورہ کریں گے' سو انہوں نے ان سے پوچھا: آپ کی کیا رائے ہے' آیا ہم (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم پر قلعہ سے اتر جائیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور اپنے حلق پر ہاتھ پھیر کر اشارہ سے بتایا کہ وہ تم کو ذبح کر دیں گے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی اس غلطی پر ان کی توبہ قبول فرمائی' پس بنو قریظہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر قلعہ سے اتر آئے' پھر آپ نے ان کا فیصلہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ پر چھوڑ دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد کو قبیلہ اسلم کی ایک عورت کے خیمہ میں ٹھہرایا تھا جس کا نام رفیدہ تھا' وہ زخمیوں کا علاج کرتی تھی۔

(سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۵۸)

بنو قریظہ کی تعداد میں اختلاف ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا: وہ سات سو پچاس (۷۵۰) تھے۔

(مغازی الواقدی ص ۵۱۸)

مقاتل نے کہا: ان کی تعداد چھ سو تھی۔

امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ان کی تعداد چار سو تھی۔ (سنن کبریٰ: ۸۶۷۹۔ ج ۵ ص ۲۰۶)

سہیلی نے کہا ہے: ان کی تعداد آٹھ سو یا نو سو تھی۔ (الروض الانف ج ۳ ص ۲۷۰)

فصل

بنو قریظہ کے متعلق یہ حکم کیا گیا تھا کہ جس کی ڈاڑھی آ گئی ہو اس کو قتل کر دیا جائے' ان کے اموال غنیمت سے خمس (پانچواں حصہ) نکالا گیا تھا' اور یہ سب سے پہلا مالِ فئے تھا جس کے حصے کیے گئے اور اس میں سے خمس نکالا گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے

ریحانہ بنت عمر نام کی کنیز اپنے لیے رکھ لی تھی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۵۰-۲۴۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

۳۲- بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ غزوۂ ذات الرقاع

ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ' اس غزوہ کا سبب اور اس غزوہ کے وقوع کی تاریخ میں ارباب سیرت کا اختلاف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

رقاع' رقعہ کی جمع ہے' رقعہ کا معنی کپڑے کا ٹکڑا یا کپڑے کی دھجی ہے' اس غزوہ کا نام ذات الرقاع اس لیے ہے کہ صحابہ کرام نے رنگ بہ رنگ کے کپڑے کے ٹکڑوں اور دھجیوں کو جوڑ کر جھنڈا بنایا تھا' اس وجہ سے اس غزوہ کو غزوۂ ذات الرقاع کہا گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ پیدل چلتے چلتے صحابہ کرام کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے تھے اور انہوں نے چھالوں پر کپڑے کے ٹکڑے اور دھجیاں لپیٹ لی تھیں' اس وجہ سے اس غزوہ کو غزوہ ذات الرقاع کہا گیا' تیسری وجہ یہ ہے کہ اس جگہ ایک درخت تھا جس کا نام ذات الرقاع تھا' اس وجہ سے اس غزوہ کا نام غزوہ ذات الرقاع پڑ گیا' چوتھی وجہ یہ ہے کہ علامہ واقدی نے کہا ہے کہ وہاں ایک پہاڑ تھا جس میں مختلف رنگ کے پتھر تھے' سرخ' سفید اور سیاہ' اس وجہ سے اس غزوہ کا نام غزوۂ ذات الرقاع پڑ گیا۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ غزوہ بنوالنضیر کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں دو مہینے ٹھہرے' ربیع الاوّل اور ربیع الثانی اور جمادی الاوّل کے چند ایام' پھر آپ قبیلہ غطفان کے بنومحارب اور بنوثعلبہ پر تبلیغ اسلام کے لیے حملہ کرنے کے ارادہ سے نجد کی طرف روانہ ہوئے اور مدینہ پر آپ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر فرما دیا تھا' امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر فرما دیا تھا' پھر آپ روانہ ہوئے حتیٰ کہ نجد کے ایک مقام پر ٹھہرے اور یہی غزوہ ذات الرقاع تھا' وہاں پر آپ کی ملاقات غطفان کی ایک جماعت سے ہوئی' دونوں فریق ایک دوسرے کے قریب آ گئے' لیکن ان کے درمیان جنگ نہیں ہوئی' اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایک دوسرے سے ڈرایا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں نماز خوف پڑھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابن اسحاق کے نزدیک غزوۂ ذات الرقاع' غزوۂ بنوالنضیر کے بعد اور غزوۂ خندق سے پہلے چار ہجری میں ہوا ہے' اور امام ابن سعد اور امام ابن حبان کے نزدیک غزوہ ذات الرقاع محرم پانچ ہجری میں ہوا ہے اور امام بخاری کا میلان اس طرف ہے کہ غزوہ ذات الرقاع غزوۂ خیبر کے بعد ہوا ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا' امام بخاری نے اس پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس غزوہ میں حاضر ہوئے تھے اور وہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ خیبر کی راتوں میں آئے تھے' پھر اس پر یہ اعتراض ہے کہ امام بخاری نے غزوۂ ذات الرقاع کو غزوۂ خیبر سے پہلے کیوں ذکر کیا ہے' اپنی تحقیق کے مطابق ان کو اسے غزوۂ خیبر کے بعد ذکر کرنا چاہیے تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دراصل صحیح بخاری کو نقل کرنے والوں کا تصرف ہے۔ امام واقدی نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غزوہ کے لیے ہفتہ کے دن دس محرم کو چار سو صحابہ کے ساتھ نکلے تھے' ایک قول سات سو صحابہ کا ہے اور امام بیہقی کے نزدیک آٹھ سو صحابہ کے ساتھ نکلے تھے۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ آپ ہجرت کے انچاس (۴۹) ماہ بعد اس غزوہ کے لیے نکلے تھے اور پندرہ راتوں تک اس میں مصروف رہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۵۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَهِيَ غَزْوَةُ مُحَارِبِ خَصَفَةَ مِنْ بَنِي ثَعْلَبَةَ مِنْ غَطَفَانَ فَنَزَلَ نَخْلًا .

اور یہ غزوہ محارب خصفہ ہے' جو ثعلبہ کے بیٹوں سے ہے' قبیلہ غطفان سے' سو آپ مقام نخلہ میں ٹھہرے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

یعنی غزوہ ذات الرقاع ہی غزوہ محارب ہے۔

"محارب خصفة" محارب کی خصفہ کی طرف اس لیے اضافت کی ہے کہ عرب میں محارب کی کئی جماعتیں ہیں اور یہ محارب خصفہ کا بیٹا ہے۔

ثعلبہ کے بیٹوں میں سے ہے: اس عبارت کا بہ ظاہر یہ مطلب ہے کہ ثعلبہ محارب کا دادا ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے اور صحیح وہ ہے جس کا امام ابن اسحاق اور دوسروں نے ذکر کیا ہے یعنی محارب خصفہ اور بنوثعلبہ پس محارب اور غطفان دونوں عم زاد ہیں۔

سو آپ مقام نخلہ میں ٹھہرے: نخلہ مدینہ سے دو دن کی مسافت پر ایک وادی ہے جس کو شدخ کہا جاتا ہے اس میں بنوفزارہ سے قیس اشجع اور انمار کی جماعتیں رہتی ہیں۔

وَهِيَ بَعْدَ خَيْبَرَ لِأَنَّ أَبَا مُوسَى جَاءَ بَعْدَ خَيْبَرَ . اور یہ غزوہ خیبر کے بعد ہوا کیونکہ حضرت ابوموسیٰ اشعری غزوہ خیبر کے بعد آئے تھے۔

اس عبارت سے امام بخاری نے اپنے مؤقف پر دلیل قائم کی ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع خیبر کے بعد واقع ہوا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۶۰-۲۵۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

غزوۂ ذات الرقاع کے وقوع کی تاریخ اور اس کی وجہ تسمیہ اس غزوہ سے متعلق دیگر احادیث اور اس غزوہ میں صلوٰۃ الخوف کا پڑھنا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ غزوہ ذات الرقاع ہجرت کے سینتالیس (۴۷) ماہ بعد ہفتہ کے دن دس محرم کو ہوا ہے جس میں چار سو صحابہ تھے ایک قول ہے: آپ کے ساتھ سات سو صحابہ تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ص ۶۱) امام بیہقی نے کہا: یا آٹھ سو صحابہ تھے۔

(دلائل النبوۃ ج ۳ص ۳۷۱)

اور حضرت ابوموسیٰ کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ غزوہ خیبر کے بعد ہوا ہے کیونکہ حضرت ابوموسیٰ خیبر میں حضرت جعفر کے ساتھ آئے تھے سو وہ اس غزوہ میں کیسے حاضر ہو سکتے ہیں جو ان سے ایک مدت پہلے ہوا تھا اور غزوۂ خیبر چھ یا سات ہجری میں ہوا ہے جیسا کہ امام مالک نے کہا ہے۔ (سنن بیہقی ج ۶ص ۵۶) اور یہ حدیث باوجود صحیح ہونے کے مشکل ہے کیونکہ اہل سیرت میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ غزوہ ذات الرقاع خیبر کے بعد ہے جیسا کہ اس پر علامہ دمیاطی نے تنبیہ کی ہے۔

(علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ ابومعشر نے یہ کہا ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع خندق اور قریظہ کے بعد ہوا ہے اور ابن عقبہ نے کہا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ غزوۂ ذات الرقاع کب ہوا ہے بدر سے پہلے ہوا ہے یا بدر کے بعد ہوا ہے یا بدر اور اُحد کے درمیان ہوا ہے یا اُحد کے بعد ہوا ہے۔

فصل

آپ نے مدینہ پر حضرت ابوذر غفاری کو عامل بنایا اور ایک قول ہے: حضرت عثمان بن عفان کو عامل بنایا۔

(السیرۃ لابن ہشام ج ۳ص ۲۱۴)

اور یہ غزوہ ذات الرقاع ہے: یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ انہوں نے کپڑوں کے مختلف ٹکڑوں سے جھنڈے بنائے تھے یہ بھی کہا

گیا ہے کہ اس جگہ ذات الرقاع نام کا ایک درخت تھا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ پیدل چل چل کر ان کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے تھے اور انہوں نے ان چھالوں پر کپڑے کی دھجیوں کی پٹیاں باندھ لی تھیں' اس کا ذکر عنقریب حدیث: ۴۱۲۸ میں آئے گا' علامہ داؤدی نے اس کی یہ وجہ بھی بیان کی ہے کہ اس غزوہ میں پہلی بار صلوٰۃ خوف پڑھی گئی اور ایک نماز کو دو ٹکڑوں میں پڑھا گیا' اس لیے اس غزوہ کو ذات الرقاع کہا گیا' کیونکہ الرقاع کے معنی ٹکڑے ٹکڑے ہیں۔

امام ابن حبان نے کہا ہے کہ وہاں پر ایک پہاڑ تھا جس میں سفید اور کالے رنگ کے پتھر تھے۔ (السیرۃ لابن حبان ص ۲۴۹) دوسرا قول یہ ہے کہ جس پہاڑ پر وہ اترے تھے یا جس زمین پر وہ پہنچے تھے اس میں کئی رنگ کے ٹکڑے تھے' اس وجہ سے اس کو ذات الرقاع کہا گیا۔

اس مقام پر صحابہ کو غطفان کی جماعت ملی' صحابہ ان کے قریب گئے لیکن ان کے درمیان جنگ نہیں ہوئی' اور لوگ ایک دوسرے سے خوف زدہ ہوئے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں صلوٰۃ خوف پڑھی' پھر آپ وہاں سے واپس چلے گئے۔ امام محمد بن سعد نے کہا ہے: یہ صلوٰۃ خوف پڑھنے کا پہلا موقع تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۶۱)

میں کہتا ہوں کہ اس سے امام بخاری کے اس مؤقف کی تائید ہوتی ہے کہ غزوہ ذات الرقاع' غزوۂ خیبر کے بعد ہے کیونکہ غزوہ خندق میں خندق کھودنے کی مشغولیت کی وجہ سے کئی نمازیں اپنے وقت میں اس لیے نہیں پڑھی گئی تھیں کہ اس وقت تک صلوٰۃ خوف مشروع نہیں ہوئی تھی' خندق پانچ ہجری میں ہوا ہے اور غزوہ ذات الرقاع سات ہجری کے بعد ہوا ہے' جس میں صلوٰۃ خوف پہلی بار پڑھی گئی تھی۔ (سعیدی غفرلہ)

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں: امام ابن اسحاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ بنو محارب کا ایک شخص تھا جس کا نام غورث تھا' اس نے اپنی قوم غطفان اور محارب سے کہا: کیا میں تمہارے لیے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل نہ کروں' پھر یہ قصہ ذکر کیا کہ اس نے تلوار پکڑی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ سے تلوار گرا دی اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ (المائدہ: ۱۱)

اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جب ایک قوم نے تمہاری طرف (لڑنے کے لیے) ہاتھ بڑھائے تو اللہ نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تم اللہ سے ڈرتے رہو۔

(سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۱۶)

اس حدیث کی امام ابو عوانہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس شخص کے ہاتھ سے تلوار گر گئی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تلوار کو پکڑ لیا اور فرمایا: اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا: آپ اچھے پکڑنے والے ہو جائیں' آپ نے فرمایا: تو یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں' اس نے کہا: نہیں! لیکن میں یہ عہد کرتا ہوں کہ میں آپ کے خلاف جنگ نہیں کروں گا اور نہ ان لوگوں کا ساتھ دوں گا جو آپ کے خلاف جنگ کریں گے' پس آپ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا' وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور کہا: میں اس شخص کے پاس سے تمہارے پاس آیا ہوں جو سب سے بہتر ہے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۳ ص ۳۷۶-۳۷۵)

ایک قول یہ ہے کہ اس شخص کا نام دعثور بن الحارث تھا اور یہ بنو محارب سے تھا اور حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے سینہ میں دھکا دیا تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی' پھر وہ اسلام لے آیا' پھر وہ اپنی قوم کے پاس آیا اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور المائدہ: ۱۱ نازل

ہوئی اور ظاہر یہ ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ایک واقعہ سے متعلق ہیں۔

رسول اللہ ﷺ جب اس غزوہ سے واپس لوٹے تو راستہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا اونٹ بہت آہستہ آہستہ چل رہا تھا' نبی ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے اس کو ٹہوکا دیا تو وہ تیز چلنے لگا' آپ نے وہ اونٹ حضرت جابر سے خرید لیا' پھر وہ اونٹ بھی ان کو واپس کر دیا اور اس کی قیمت بھی واپس کر دی۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ مدینہ میں کوئی شخص آیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو یہ خبر دی کہ انمار اور ثعلبہ نے اپنی جماعتوں کو جمع کر لیا ہے' رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر ملی تو آپ ان کی طرف روانہ ہوئے' آپ وہاں گئے حتیٰ کہ ذات الرقاع میں ان کی جگہوں پر پہنچ گئے' پس آپ نے ان کے ٹھکانوں پر صرف عورتوں کو پایا اور رسول اللہ ﷺ نے جعال بن سراقہ کو اپنی سلامتی اور مسلمانوں کی سلامتی کی خوش خبری دینے کے لیے بھیج دیا' آپ اس واقعہ میں پندرہ راتیں مدینہ سے باہر رہے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۶۱)

امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن طلحہ سے روایت کی ہے کہ غزوۃ الرقاع کا نام غزوۃ الاحاجیب رکھا گیا تھا۔

(المعجم الاوسط: ۹۱۱۲۔ ج ۸ ص ۵۵۔۵۴)

عنقریب اس باب کے اخیر میں یہ حدیث آئے گی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کے ایک غزوہ میں صلوٰۃ الخوف پڑھی اور اسی سال آپ خیبر آئے تھے۔ (صحیح البخاری: ۴۱۳۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کے ایک غزوہ میں گیا' پس انہوں نے صلوٰۃ الخوف کا ذکر کیا۔ (صحیح البخاری: ۴۱۳۲)

پھر امام بخاری نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے اصحاب کو ساتویں غزوہ' غزوہ ذات الرقاع میں صلوٰۃ الخوف پڑھائی۔

اس حدیث کی امام مسلم نے بھی روایت کی ہے' پھر بیان کیا کہ حضرت ابن عباس نے نبی ﷺ سے ذی قرد میں صلوٰۃ الخوف پڑھانے کی روایت کی ہے۔ (صحیح البخاری: ۹۴۴)

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ حضرت جابر نے انہیں حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے انہیں یوم محارب وثعلبہ میں نماز (خوف) پڑھائی۔

المزی نے کہا ہے کہ یہ ابو موسیٰ الغافقی ہیں اور ان کا نام مالک بن عبادۃ ہے اور یہ صحابی ہیں اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

(تہذیب الکمال: ۷۰۶۷۔ ج ۲۰ ص ۴۲۷۔۴۲۶)

امام ابن اسحاق نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ ذات الرقاع کے کھجور کے درختوں کی طرف نکلے' وہاں آپ کا مقابلہ غطفان کی ایک جماعت سے ہوا' پس کوئی لڑائی نہیں ہوئی' اور لوگوں کو ایک دوسرے سے خوف زدہ کیا گیا تو نبی ﷺ نے دو رکعات نمازِ خوف پڑھائی۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۲۱۷)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ امام ابن اسحاق نے غزوۂ ذات الرقاع کے بعد غزوۂ ذی قرد کا ذکر کیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ غزوۂ ذی قرد حدیبیہ کے بعد ہوا ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۳۶۸) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۵۹۔۲۵۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤١٢٥- وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ اَخْبَرَنَا عِمْرَانُ امام ابو عبداللہ نے کہا: اور مجھ سے عبداللہ بن رجاء نے کہا:

الْقَطَّانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِأَصْحَابِهِ فِي الْخَوْفِ فِي غَزْوَةِ السَّابِعَةِ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ .

ہمیں عمران القطان نے خبر دی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابوسلمہ از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ساتویں غزوہ غزوۂ ذات الرقاع میں صلوٰۃ الخوف پڑھائی۔

[اطراف الحدیث: ۴۱۲۶۔۴۱۲۷۔۴۱۳۰۔۴۱۳۷] (صحیح مسلم: ۸۴۳، الرقم المسلسل: ۱۸۳۴، سنن ترمذی: ۵۶۴، سنن نسائی: ۱۵۳۴)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي الْخَوْفَ بِذِي قَرَدٍ .

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قرد میں نمازِ خوف پڑھائی۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مقام ذی قرد مدینہ سے ایک دن کی مسافت پر ہے اور یہ بلاد غطفان کے قریب ہے اس تعلیق کو امام نسائی اور امام طبرانی نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۶۱، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤١٢٦- **وَقَالَ** بَكْرُ بْنُ سَوَادَةَ حَدَّثَنِي زِيَادُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ أَبِي مُوسٰى أَنَّ جَابِرًا حَدَّثَهُمْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ يَوْمَ مُحَارِبٍ وَّثَعْلَبَةَ .

اور بکر بن سوادۃ نے کہا: مجھے زیاد بن نافع نے حدیث بیان کی از ابی موسیٰ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے انہیں حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یوم محارب اور ثعلبہ میں نماز پڑھائی۔

اس حدیث اور اس سے پہلی حدیث کی شرح ہم حدیث: ۴۱۲۷ کے بعد کریں گے ان شاء اللہ العزیز!

٤١٢٧- **وَقَالَ** ابْنُ إِسْحٰقَ سَمِعْتُ وَهْبَ بْنَ كَيْسَانَ سَمِعْتُ جَابِرًا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى ذَاتِ الرِّقَاعِ مِنْ نَخْلٍ فَلَقِيَ جَمْعًا مِّنْ غَطَفَانَ فَلَمْ يَكُنْ قِتَالٌ وَّأَخَافَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيِ الْخَوْفِ .

اور ابن اسحاق نے کہا: میں نے وہب بن کیسان سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات الرقاع کے کھجور کے درختوں کی طرف نکلے تو آپ کا مقابلہ غطفان کی جماعت سے ہوا سو ان میں لڑائی نہیں ہوئی اور لوگوں نے ایک دوسرے کو ڈرایا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت صلوٰۃ الخوف پڑھائی۔

ان تینوں حدیثوں کی شرح عنقریب آ رہی ہے۔

وَقَالَ يَزِيدُ عَنْ سَلَمَةَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْقَرَدِ .

اور یزید نے کہا از سلمہ کہ میں قرد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ میں تھا۔

غزوہ ذی قرد وہ غزوہ ہے جس میں مشرکین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کو لوٹ کر لے گئے تھے اور اس میں نمازِ خوف کا بالکل ذکر نہیں ہے پس اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ پھر حدیث سلمہ کو یہاں ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث: ۴۱۲۵ کے بعد جو تعلیق ہے اس میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ذی قرد میں صلوٰۃ الخوف پڑھائی اور ان حدیثوں میں ذی قرد کا ذکر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان دونوں کا قصہ واحد ہو ہوسکتا ہے کہ آپ نے ذی قرد میں ایک جگہ صلوٰۃ الخوف پڑھائی ہو اور دوسری جگہ صلوٰۃ الخوف نہ پڑھائی ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۶۲)

غزوہ ذات الرقاع کے ساتویں غزوہ ہونے کی تحقیق

حدیث:۴۱۲۵ میں امام بخاری نے غزوہ ذات الرقاع کو ساتواں غزوہ لکھا ہے اور جن غزوات میں قتال ہوا ہے وہ یہ ہیں: (۱) بدر (۲) اُحد (۳) خندق (۴) قریظہ (۵) المریسیع (٦) خیبر۔ امام بخاری کی اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع غزوۂ خیبر کے بعد ہوا ہے۔

حافظ ابن حجر کا امام بخاری پر اعتراض اور علامہ عینی کا امام بخاری کی طرف سے جواب

حدیث:۴۱۲۷ کی سند میں امام بخاری نے لکھا ہے کہ ابن اسحاق نے کہا یعنی امام محمد بن اسحاق صاحب المغازی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات الرقاع کے کھجور کے درختوں کی طرف نکلے تو آپ کی ملاقات غطفان کی جماعت سے ہوئی پس قتال نہیں ہوا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جو یہ امام ابن اسحاق سے نقل کیا ہے میں نے اس کو امام ابن اسحاق کی مغازی میں اور نہ کسی دوسرے کی مغازی میں لکھا ہوا دیکھا اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی اور نے یہ اعتراض کیا ہو۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲٦۰-۲۵۹ ملخصاً)

علامہ بدرالدین عینی اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے اگر یہ روایت کسی بھی جگہ نہیں دیکھی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے بھی یہ روایت کسی جگہ نہ دیکھی ہو ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے کسی جگہ یہ روایت دیکھی ہو اور یہ قائل اس جگہ پر مطلع نہ ہوا ہو کیونکہ اس قائل کی اطلاع امام بخاری کی ادنیٰ اطلاع کے بھی قریب نہیں ہو سکتی بلکہ امام بخاری کی کسی چیز کے بھی قریب نہیں ہو سکتی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲٦۱-۲٦۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤١٢٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ وَّنَحْنُ فِيْ سِتَّةِ نَفَرٍ بَيْنَنَا بَعِيْرٌ نَعْتَقِبُهُ فَنَقِبَتْ اَقْدَامُنَا وَنَقِبَتْ قَدَمَايَ وَسَقَطَتْ اَظْفَارِيْ وَكُنَّا نَلُفُّ عَلٰى اَرْجُلِنَا الْخِرَقَ فَسُمِّيَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا كُنَّا نَعْصِبُ مِنَ الْخِرَقِ عَلٰى اَرْجُلِنَا وَحَدَّثَ اَبُوْ مُوْسٰى بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ثُمَّ كَرِهَ ذَالِكَ قَالَ مَا كُنْتُ اَصْنَعُ بِاَنْ اَذْكُرَهُ كَاَنَّهُ كَرِهَ اَنْ يَكُوْنَ شَيْءٌ مِّنْ عَمَلِهِ اَفْشَاهُ.

(صحیح مسلم:۱۸۱٦ الرقم المسلسل:۴۵۹۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ بن ابی بردہ از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں نکلے ہم چھ افراد تھے اور ہمارے پاس ایک اونٹ تھا ہم باری باری اس پر سوار ہوتے تھے چلتے چلتے ہمارے پیروں میں سوراخ ہو گئے اور میرے دونوں پیروں میں سوراخ ہو گئے اور میرے ناخن گر گئے اور ہم اپنے پیروں پر کپڑے کی دھجیاں لپیٹ رہے تھے اسی وجہ سے اس غزوہ کا نام غزوۃ ذات الرقاع رکھا گیا کیونکہ ہم اپنے پیروں کی پھٹن پر کپڑے کی پٹیاں لپیٹ رہے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ نے اس حدیث کو بیان کیا پھر اس (کے ذکر) کو ناپسند کیا اور کہا: میں نے یہ اس لیے نہیں کیا تھا کہ اس کا ذکر کیا جائے گویا کہ انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ ان کے کسی عمل کو ظاہر کیا جائے۔

غزوۂ ذات الرقاع کے نام کی صحیح وجہ اور نیک عمل کو مخفی رکھنے کی فضیلت

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حدیث کے راوی نے غزوۂ ذات الرقاع کے نام کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اس غزوہ کے سفر میں صحابہ کے پیروں میں چھالے پڑ گئے تھے اور ان کے ناخن اکھڑ گئے تھے اور وہ ان پر کپڑے کی دھجیاں لپیٹ رہے تھے اور رقاع کے معنی بھی کپڑے کے ٹکڑے ہیں' لہٰذا غزوۂ ذات الرقاع کے نام میں اسی وجہ پر اعتماد کرنا چاہیے کیونکہ اس حدیث کا راوی ذات الرقاع کے نام کو زیادہ جاننے والا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے غزوہ ذات الرقاع میں جو ان کے پیروں میں چھالے پڑے تھے اور ناخن اکھڑ گئے تھے' اس کے اظہار کو پسند نہیں کیا کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ اللہ کی راہ میں ان کی یہ مشقت اور تکلیف پوشیدہ رہے تا کہ ان کے عمل کا اخلاص برقرار رہے' قرآن مجید میں ہے:

وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ
اگر تم اپنے صدقات کو چھپا کر فقراء کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ (البقرہ:۲۷۱)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص۲۶۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ نے اپنے اس نیک عمل کے اظہار کو اس لیے ناپسند کیا کہ وہ خودستائی کو ناپسند کرتے تھے۔

نیز نیک عمل کو پوشیدہ رکھنا افضل ہے لیکن کبھی اس کا اظہار کرنا راجح ہوتا ہے تا کہ دوسرے لوگ بھی نیک عمل کریں۔

(فتح الباری ج۵ص۲۶۰' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے ان دونوں شرحوں کا خلاصہ لکھ دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۷ص۲۶۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٢٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَمَّنْ شَهِدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلَّى صَلٰوةَ الْخَوْفِ اَنَّ طَائِفَةً صَفَّتْ مَعَهٗ وَطَائِفَةٌ وُّجَاهَ الْعَدُوِّ فَصَلّٰى بِالَّتِيْ مَعَهٗ رَكْعَةً ثُمَّ ثَبَتَ قَائِمًا وَّاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ انْصَرَفُوْا فَصَفُّوْا وُجَاهَ الْعَدُوِّ وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى فَصَلّٰى بِهِمِ الرَّكْعَةَ الَّتِيْ بَقِيَتْ مِنْ صَلٰوتِهٖ ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا وَّاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمْ ـ

(صحیح مسلم:۸۴۲' الرقم المسلسل:۱۸۳۲' سنن ابوداؤد: ۱۲۳۹۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۷' سنن ترمذی: سنن نسائی:۱۵۵۲۔۱۵۳۶۔۱۵۳۵' سنن ابن ماجہ:۱۲۵۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از امام مالک از یزید بن رومان از صالح بن خوات' وہ ان اصحاب سے روایت کرتے ہیں جو ذات الرقاع کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے صلوٰۃ الخوف پڑھائی' ایک جماعت نے آپ کے ساتھ صف بنائی اور دوسری جماعت دشمن کے سامنے کھڑی رہی' سو آپ نے ان کو ایک رکعت پڑھائی جو آپ کے ساتھ تھے' پھر آپ سیدھے کھڑے رہے اور ان صحابہ نے اپنی نماز پوری کر لی' پھر وہ مڑ کر چلے گئے اور دشمن کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے اور صحابہ کی دوسری جماعت آ گئی' آپ نے ان کو نماز کی وہ دوسری رکعت پڑھائی جو آپ کی اس نماز سے باقی رہ گئی تھی' پھر آپ سیدھے بیٹھے رہے اور ان صحابہ نے اپنی نماز پوری کر لی' پھر آپ نے ان کی نماز سے سلام پھیرا۔

نمازِ خوف کی کیفیت کے اختلاف کا محمل

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے امام بخاری کی اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: ہم نے امام واقدی سے اس شخص کے قصہ کی روایت کی ہے جس نے مدینہ آ کر یہ خبر دی تھی کہ انمار اور ثعلبہ نے آپ لوگوں کے خلاف ایک جماعت تیار کر لی ہے' سو ہو سکتا ہے کہ آپ نے جو یہ نمازِ خوف پڑھائی ہو یہ بھی اسی غزوہ میں ہو اور اس نماز میں ہم نے حضرت جابر سے جو نمازِ خوف کی روایت کی ہے اس میں کچھ مخالفت ہو' کیونکہ دونوں نمازوں کا حال مختلف تھا۔ (دلائل النبوۃ ج ٣ ص ٣٧٨۔٣٧٧)

امام بیہقی نے کہا: جس نے از ابی الزبیر از حضرت جابر یہ روایت کی ہے کہ یہ واقعہ کھجور کے درختوں کے پاس ہوا تھا' اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اور غزوۃ الرقاع کا واقعہ واحد ہے' اور نمازِ خوف کی کیفیت میں اختلاف' احوال کے اختلاف کی وجہ سے ہے' بہرحال جس طرح بھی ہو' مقصود تو نمازِ خوف کی کیفیت کی معرفت ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٢٦١۔٢٦٠' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد نے نمازِ خوف کے اسی طریقہ کی موافقت کی ہے' بعض علماء نے کہا ہے کہ نمازِ خوف کی صفات اور طریقوں میں جو اختلاف ہے وہ اختلافِ احوال پر مبنی ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ اختلاف اس پر مبنی ہے کہ نمازِ خوف پڑھنے میں توسع اور اختیار ہے' اس پر مفصل بحث ابواب صلوٰۃ الخوف میں ہو چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢٦٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤١٣٠- وَقَالَ مُعَاذٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَخْلٍ فَذَكَرَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ قَالَ مَالِكٌ وَّذٰلِكَ اَحْسَنُ مَاسَمِعْتُ فِىْ صَلٰوةِ الْخَوْفِ .

اور معاذ نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از ابی الزبیر از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھجور کے درختوں کے پاس تھے' پس انہوں نے نمازِ خوف کا ذکر کیا۔ امام مالک نے کہا: یہ وہ بہترین بات ہے جو کہ میں نے صلوٰۃ خوف کے متعلق سنی۔

تَابَعَهُ اللَّيْثُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهُ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ غَزْوَةِ بَنِىْ اَنْمَارٍ .

معاذ کی متابعت لیث نے کی ہے از ہشام از زید بن اسلم' وہ بیان کرتے ہیں کہ قاسم بن محمد نے ان کو حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بنو انمار میں نماز (خوف) پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤١٢٥ میں گزر چکی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا امام بخاری پر تعاقب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کی اس متابعت سے کیا مراد ہے یہ مجھ پر منکشف نہیں ہوا' کیونکہ اگر ان کی مراد متن میں متابعت ہے تو وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے متن میں کھجوروں کے درخت میں محارب اور ثعلبہ کا غزوہ مذکور ہے۔ (صحیح بخاری: ٤١٢٦) اور یہ غزوہ انمار ہے' لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں غزوے ایک ہوں کیونکہ دیار بنو انمار' دیار بنو ثعلبہ کے قریب ہیں اور اگر امام بخاری کی مراد اسناد میں متابعت ہے تو وہ اس طرح نہیں ہے' کیونکہ دونوں روایتیں بالکلیہ متخالف ہیں' پہلی روایت صحابی کے ذکر سے متصل ہے اور یہ روایت مرسل ہے'

اور پہلی روایت کے رجال دوسری روایت کے رجال کے متغایر ہیں۔ (فتح الباری ج۵ ص۶۳ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

٤١٣١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ قَالَ يَقُومُ الْإِمَامُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَطَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مَعَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنْ قِبَلِ الْعَدُوِّ وُجُوهُهُمْ إِلَى الْعَدُوِّ فَيُصَلِّي بِالَّذِينَ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ يَقُومُونَ فَيَرْكَعُونَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً وَيَسْجُدُونَ سَجْدَتَيْنِ فِي مَكَانِهِمْ ثُمَّ يَذْهَبُ هَؤُلَاءِ إِلَى مَقَامِ أُولَئِكَ فَيَجِيءُ أُولَئِكَ فَيَرْكَعُ بِهِمْ رَكْعَةً فَلَهُ ثِنْتَانِ ثُمَّ يَرْكَعُونَ وَيَسْجُدُونَ سَجْدَتَيْنِ. (صحیح مسلم: ۸۴۱ الرقم المسلسل: ۱۸۳۱ سنن ابوداؤد: ۱۲۳۷۔۱۲۳۸۔۱۲۳۹ سنن ترمذی: ۵۶۵ سنن نسائی: ۱۵۳۲ سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید القطان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید الانصاری از القاسم بن محمد از صالح بن خوات از سہل بن ابی حثمہ انہوں نے کہا کہ امام قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور نمازیوں کی ایک جماعت بھی اس کے ساتھ ہو اور ایک جماعت دشمن کی طرف ہو ان کے منہ دشمن کی طرف ہوں پس امام ان کو ایک رکعت پڑھائے جو اس کے ساتھ ہوں پھر وہ نمازی کھڑے ہو کر اپنے لیے ایک رکوع کریں اور دو سجدے کریں اسی جگہ پر پھر یہ نمازی دوسری نماز کے مقام کی طرف چلے جائیں اور امام اس دوسری جماعت کو ایک رکعت پڑھائے پس امام کی دو رکعات ہو جائیں گی پھر یہ دوسری جماعت ایک رکوع کرے اور دو سجدے کرے۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از عبدالرحمان بن القاسم از والد خود از صالح بن خوات از سہل بن ابی حثمہ از نبی ﷺ اسی کی مثل روایت ہے۔

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ يَحْيَى سَمِعَ الْقَاسِمَ أَخْبَرَنِي صَالِحُ بْنُ خَوَّاتٍ عَنْ سَهْلٍ حَدَّثَهُ قَوْلَهُ.

مجھے محمد بن عبیداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از یحییٰ انہوں نے قاسم سے سنا انہوں نے کہا: مجھے صالح بن خوات نے خبر دی از سہل انہوں نے ان کو اپنا قول بیان کیا۔

یہ سند موقوف ہے۔

٤١٣٢- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ فَصَافَفْنَا لَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے سالم نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گیا تو ہمارا دشمن سے سامنا ہوا سو ہم نے ان کے لیے صفیں بنائیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۴۲ میں گزر چکی ہے۔

٤١٣٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان

مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِاِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ وَالطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى مُوَاجِهَةُ الْعَدُوِّ ثُمَّ انْصَرَفُوْا فَقَامُوْا فِي مَقَامِ اَصْحَابِهِمْ فَجَاءَ اُولٰئِكَ فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ قَامَ هٰؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ وَقَامَ هٰؤُلَاءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ .

کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے حدیث بیان کی از الزہری از سالم بن عبداللہ بن عمر از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو جماعتوں میں سے ایک جماعت کو نماز پڑھائی اور دوسری جماعت دشمن کے سامنے کھڑی ہوئی تھی' پھر پہلی جماعت لوٹ کر گئی اور اپنے اصحاب کی جگہ کھڑی ہوگئی' پس وہ جماعت آئی اور آپ نے ان کو ایک رکعت پڑھائی' پھر آپ نے ان پر سلام پھیر دیا' پھر یہ دوسری جماعت کھڑی ہوئی اور انہوں نے اپنی رکعت ادا کی اور پہلی جماعت کھڑی ہوئی اور انہوں نے ایک رکعت ادا کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۹۴۲ میں گزر چکی ہے۔

٤١٣٤- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سِنَانٌ وَّاَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ جَابِرًا اَخْبَرَ اَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سنان نے اور ابوسلمہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۱۰ میں گزر چکی ہے۔

٤١٣٥- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي اَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي عَتِيْقٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سِنَانِ بْنِ اَبِي سِنَانِ الدُّؤَلِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهُ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِي وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِضَاهِ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ وَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ قَالَ جَابِرٌ فَنِمْنَا نَوْمَةً ثُمَّ اِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا فَجِئْنَاهُ فَاِذَا عِنْدَهُ اَعْرَابِيٌّ جَالِسٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ سَيْفِي وَاَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از محمد بن ابی عتیق از ابن شہاب از سنان بن ابی سنان الدؤلی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' انہوں نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں گئے' پس رسول اللہ ﷺ واپس آئے اور وہ (بھی) آپ کے ساتھ واپس آئے' اس وادی میں جہاں بہت زیادہ کانٹوں والے درخت تھے' وہ سب دوپہر کے وقت وہاں پہنچے' پس رسول اللہ ﷺ اترے اور لوگ ان کانٹوں والے درختوں میں مختلف جگہوں پر اترے' وہ درختوں کا سایہ چاہتے تھے' اور رسول اللہ ﷺ ایک کیکر کے درخت کے نیچے اترے' آپ نے اس درخت پر اپنی تلوار لٹکا دی' حضرت جابر نے بتایا کہ ہم لوگ سو چکے تھے پھر اچانک رسول اللہ ﷺ ہمیں بلا رہے تھے' سو ہم آپ کے پاس آئے' اس وقت آپ کے پاس ایک

وَهُوَ فِي يَدِهِ صَلْتًا فَقَالَ لِي مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي قُلْتُ لَهُ اَللّٰهُ فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اعرابی بیٹھا ہوا تھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا اس شخص نے مجھ پر میری تلوار سونت لی تھی اور میں سویا ہوا تھا' پس جب میں بیدار ہوا تو وہ تلوار اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تھی' سو اس نے مجھ سے کہا: اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا' میں نے اس سے کہا: اللہ! پس وہ یہ بیٹھا ہوا ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کوئی سزا نہیں دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۱۰ میں گزر چکی ہے۔

حضرت جابر کی حدیث پر علامہ ابن الملقن کا اشکال

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''والعضاہ'' یہ جنگل کے درختوں میں سے ایک درخت ہے' اس کی جمع' جمع تکسیر آتی ہے' جمع سالم نہیں آتی۔

اس حدیث میں ایک قصہ کا ذکر ہے' حضرت جابر نے بیان کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ذات الرقاع میں تھے' ایک مشرک شخص آیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے اس کو دھمکایا اور نماز کی اقامت کہی گئی اور آپ نے ایک جماعت کو دو رکعت نماز پڑھائی اور دوسری جماعت کو دو رکعت نماز پڑھائی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار رکعات ہوئیں اور لوگوں کی دو دو رکعتیں ہوئیں۔

مسدد نے از ابی عوانہ از ابی بشر کہا ہے کہ اس شخص کا نام غورث بن الحارث تھا اور اس نے محارب خصفہ کے لیے قتال کیا۔

(سنن سعید بن منصور: ۲۵۰۴)

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں اشکال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے چار رکعات اور لوگوں کے لیے دو دو رکعات کیسے ہوئیں' جب کہ آپ اور صحابہ سفر میں تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ ص ۲۶۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

نجد کی طرف: علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ زمین کی بلند جگہ کو نجد کہتے ہیں' یہ حجاز کے ماسوا کا مخصوص نام ہے' جو جگہ عراق کے قریب ہے اور الجوہری نے کہا ہے کہ نجد عرب کے شہروں میں سے ہے اور یہ تہامہ کے خلاف ہے اور تہامہ کی جو بلند جگہ عراق کے قریب ہے وہ نجد ہے' خلاصہ یہ ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع نجد میں تھا۔

''القائلہ'' دن کے درمیان میں سخت گرمی۔

''العضاہ'' یہ بہت بڑا کانٹوں والا درخت ہے۔

ایک اعرابی آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا' اس کا نام غورث ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اعرابی کو کوئی سزا نہیں دی: آپ نے اس اعرابی کی سختی اور اس کے درشت رویہ پر اس کو کوئی سزا نہیں دی بلکہ اس کو معاف کر دیا' آپ کفار کے ساتھ نرم سلوک اس لیے کرتے تھے تا کہ وہ اسلام لے آئیں اور آپ کفار کے اسلام لانے پر بہت حریص تھے۔ علامہ واقدی نے لکھا ہے: وہ اسلام لے آیا تھا اور اس کی وجہ سے بہت لوگوں نے ہدایت پائی۔

(عمدۃ القاری ج۱۷ ص ۲۶۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٣٦- وَقَالَ اَبَانُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَاتِ الرِّقَاعِ فَاِذَا اَتَيْنَا عَلٰى شَجَرَةٍ ظَلِيْلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَسَيْفُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِالشَّجَرَةِ فَاخْتَرَطَهٗ فَقَالَ لَهٗ تَخَافُنِيْ قَالَ لَا قَالَ فَمَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قَالَ اللّٰهُ فَتَهَدَّدَهٗ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰى بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَاَخَّرُوْا وَصَلّٰى بِالطَّائِفَةِ الْاُخْرٰى رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ وَّلِلْقَوْمِ رَكْعَتَيْنِ .

اور ابان نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی از ابی سلمہ از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذات الرقاع میں تھے' پس جب ہم ایک سایا دار درخت کے پاس آئے تو ہم نے اس درخت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چھوڑ دیا' پس مشرکین میں سے ایک شخص آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار درخت پر لٹکی ہوئی تھی' اس نے وہ تلوار پکڑ لی اور آپ سے پوچھا: کیا آپ مجھ سے ڈرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! اس نے پوچھا: اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ نے فرمایا: اللہ! پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے آ کر اس کو دھمکایا اور نماز قائم کی گئی' پھر آپ نے ایک جماعت کو دو رکعت پڑھائیں' پھر وہ پیچھے چلے گئے' پھر آپ نے دوسری جماعت کو دو رکعت پڑھائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چار رکعات ہوئیں اور لوگوں کے لیے دو دو رکعت ہوئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۱۰ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ مُسَدَّدٌ عَنْ اَبِيْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ اِسْمُ الرَّجُلِ غَوْرَثُ بْنُ الْحَارِثِ وَقَاتَلَ فِيْهَا مُحَارِبَ خَصَفَةَ .

اور مسدد نے کہا از ابی عوانہ از ابی بشر: اس شخص کا نام غورث بن الحارث ہے اور اس نے اس غزوہ میں محارب خصفہ کی طرف سے قتال کیا تھا۔

علامہ ابن التین کے اشکال کا جواب

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ الخوف میں چار رکعات پڑھیں اور صحابہ نے آپ کے پیچھے دو دو رکعات پڑھیں اور دو دو رکعات الگ الگ پڑھیں' حالانکہ یہ سفر کا واقعہ ہے اور سفر میں نماز قصر ہو جاتی ہے۔ علامہ عینی نے اس اشکال کے جواب میں کہا ہے کہ فقہاء نے اس حدیث میں حضرت ابن عباس کی حدیث کی طرح تاویل کی ہے' حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ عزوجل نے تمہارے نبی کی زبان پر حضر میں چار رکعت نماز فرض کی ہے اور سفر میں دو رکعت اور حالت خوف میں ایک رکعت فرض کی ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ حالت خوف میں نمازی ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھے گا اور ایک رکعت علیحدہ پڑھے گا' جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے نمازِ خوف کے متعلق احادیث صحیحہ وارد ہیں' علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ تاویل ضروری ہے تاکہ دلائل میں تطبیق ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی اور علامہ نووی کی تاویل سے اصل اشکال دور نہیں ہوا' اصل اشکال کا جواب یہ ہے کہ ابتداءِ اسلام میں ایک فرض کو دو دو مرتبہ پڑھنا جائز تھا' سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی پہلی جماعت کو دو رکعت فرض پڑھائے اور پھر دوبارہ دوسری جماعت کو دو رکعت فرض پڑھائے اور ابتداءِ اسلام میں یہ جائز تھا بعد میں منسوخ ہو گیا' اس کی تصریح امام طحاوی نے کی ہے۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ص ۳۱۰' قدیمی کتب خانہ' کراچی)

٤١٣٧- وَقَالَ اَبُوالزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ

اور ابو الزبیر نے کہا از حضرت جابر رضی اللہ عنہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَخْلٍ فَصَلَّى الْخَوْفَ وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ نَجْدٍ صَلٰوةَ الْخَوْفِ . ساتھ کھجور کے درختوں میں تھے سو آپ نے نمازِ خوف پڑھائی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کے غزوہ میں نمازِ خوف پڑھی۔

اس حدیث کی شرح 'صحیح البخاری: ۴۱۲۵ میں گزر چکی ہے۔

وَاِنَّمَا جَاءَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَّامَ خَيْبَرَ . اور تحقیق یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایامِ خیبر میں آئے تھے۔

اس تعلیق کی امام ابوداؤد' امام طبرانی اور امام ابن حبان نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔
مروان بن الحکم سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے سوال کیا: کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ خوف پڑھی ہے؟ حضرت ابوہریرہ نے کہا: ہاں! مروان نے پوچھا: کب؟ انہوں نے بتایا: جس سال غزوۂ نجد ہوا تھا۔
علامہ عینی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے جو کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کے غزوہ میں نمازِ خوف پڑھی ہے' اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے غزوہ ذات الرقاع میں نمازِ خوف پڑھی ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی سمت میں متعدد غزوے کیے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۶۹-۲۶۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٣- بَابُ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ مِنْ خُزَاعَةَ وَهِيَ غَزْوَةُ الْمُرَيْسِيْعِ

خزاعہ کے بنو مصطلق کے خلاف غزوہ اور یہی غزوۃ المریسیع ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
المصطلق' صلق کا لقب ہے اور اس کا معنی آواز بلند کرنا ہے' اور اس شخص کا نام جزیمہ بن سعد بن عمرو ہے' یہ بنو خزاعہ کے قبیلہ سے ہے' ان کو خزاعہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب قبیلہ ازد کے بنومازن یمن سے آ رہے تھے تو یہ ان سے منقطع ہو گئے تھے اور خزع کا معنی انقطاع ہے۔
امام بخاری نے کہا: غزوہ بنو مصطلق ہی غزوۃ المریسیع ہے: المریسیع اس پانی کا نام ہے جو قدید کی جانب ساحل سمندر کے قریب ہے' اس کے اور فرع کے درمیان دو دن کی مسافت ہے اور فرع اور مدینہ کے درمیان آٹھ برید کا فاصلہ ہے' برید کا معنی ہے: بارہ میل کی مسافت۔

قَالَ ابْنُ اِسْحٰقَ وَذٰلِكَ سَنَةَ سِتٍّ . امام ابن اسحاق نے کہا: یہ غزوہ چھ ہجری میں ہوا۔

امام ابن ہشام نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پر حضرت ابوذر غفاری کو عامل بنایا' امام ابن سعد نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بلایا' پس وہ جلد نکلے' ان کے پاس تیس گھوڑے تھے' ان کے ساتھ دس مہاجرین اور بیس انصار تھے اور آپ نے مدینہ پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ کو عامل بنایا۔
الصنعانی نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ مہاجرین کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ انصار کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے' پس انہوں نے بنو مصطلق کے دس افراد قتل کر دیے اور باقی تمام لوگ گرفتار کر لیے۔

وَقَالَ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ سَنَةَ اَرْبَعٍ . اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا: یہ غزوہ چار ہجری میں ہوا ہے۔

موسیٰ بن عقبہ نے متعدد اسانید سے اپنی مغازی میں لکھا ہے: یہ غزوہ پانچ ہجری میں ہوا ہے' امام حاکم اور امام بیہقی نے بھی اسی

طرح لکھا ہے' موسیٰ بن عقبہ کی عبارت اس طرح ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے بنوالمصطلق اور بنولحیان سے پانچ ہجری میں قتال کیا اور امام واقدی نے کہا ہے کہ آپ نے ۲ شعبان ۵ ھ کو سات سو اصحاب کے ساتھ ان کے خلاف قتال کیا اور نبی ﷺ نے جویریہ بنت الحارث کو گرفتار کر لیا' پھر ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا اور اس غزوہ میں سات سو سے زیادہ افراد کو قید کیا گیا تھا۔

وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ كَانَ حَدِيثُ الْإِفْكِ فِي غَزْوَةِ الْمُرَيْسِيعِ .

اور النعمان بن راشد نے کہا از زہری: ''افک'' (حضرت عائشہ پر تہمت) کی حدیث کا واقعہ غزوۃ المریسیع میں تھا۔

اس تعلیق کی الجوزقی اور امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ روایت کی ہے' عروہ کی روایت ہے کہ افک کا قصہ غزوۃ المریسیع میں تھا اور ایک سے زیادہ اہل مغازی نے کہا ہے کہ افک کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپ کا لشکر غزوۃ المریسیع سے واپس آ رہا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۷۰-۲۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٣٨- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَرَأَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْعَزْلِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَأَصَبْنَا سَبْيًا مِنْ سَبْيِ الْعَرَبِ فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ وَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَأَحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَأَرَدْنَا أَنْ نَعْزِلَ وَقُلْنَا نَعْزِلُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا قَبْلَ أَنْ نَسْأَلَهُ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ إِلَّا وَهِيَ كَائِنَةٌ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل بن جعفر نے خبر دی از ربیعہ بن ابوعبدالرحمان از محمد بن یحییٰ بن حبان از ابن محیریز' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کو دیکھا' میں ان کے پاس بیٹھ گیا' پس میں نے ان سے عزل کے متعلق سوال کیا تو حضرت ابوسعید نے بتایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ بنوالمصطلق کے لیے نکلے' تو ہم نے عرب کے قیدیوں میں سے چند قیدیوں کو پالیا' پس ہم کو عورتوں کی خواہش ہو رہی تھی اور عورتوں سے علیحدگی ہمیں بہت شدت سے محسوس ہو رہی تھی اور ہم نے عزل کرنے کو پسند کیا' سو ہم نے عزل کرنے کا ارادہ کیا اور ہم نے کہا: رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان موجود ہیں اور ہم آپ سے پوچھے بغیر عزل کریں (تو یہ درست نہیں ہے)' سو ہم نے اس کے متعلق آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: تم پر کوئی حرج نہیں ہے اگر تم ایسا نہ کرو' جو روح بھی قیامت تک آنے والی ہے' وہ ضرور آ کر رہے گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۲۹ میں گزر چکی ہے۔

المصطلق کا نام' غزوۂ بنوالمصطلق کے وقوع کی تاریخ' عزل کا معنی اور اس میں مذاہب

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

المصطلق: اس کا نام جذیمۃ بن سعد بن کعب بن عمرو بن لحی ہے' سیرۃ ابن حبان میں مذکور ہے کہ اس کا نام سعد بن عمرو ہے اور معروف وہ نام ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ کی عبارت امام بخاری کے خلاف ہے' انہوں نے کہا ہے کہ غزوہ بنوالمصطلق دو شعبان پانچ ہجری کو

ہوا تھا اور غزوۂ خندق اس کے بعد ذوالقعدہ پانچ ہجری میں ہوا تھا' امام واقدی نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ٦٥-٦٣' مغازی الواقدی ص ۴۰۵)

امام حاکم نے اکلیل میں کہا ہے کہ امام ابن اسحاق اور ابو معشر نے بھی یہ ذکر کیا ہے کہ غزوہ بنو مصطلق غزوہ خندق سے پہلے تھا' اور اسی غزوہ میں تیمم کی آیت نازل ہوئی تھی۔

امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ از موسیٰ بن عقبہ از ابن شہاب روایت کی ہے کہ غزوہ بنوالمصطلق شعبان پانچ ہجری میں ہوا ہے اور ہم نے اس کی از قتادہ بھی روایت کی ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۴۵)

امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔

(صحیح البخاری: ۲۵۴۱)

حضرت ابو سعید خدری نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عزل کرنے کے متعلق سوال کیا:

عزل کی حقیقت یہ ہے کہ مرد عورت سے جماع کرے اور جب انزال کے قریب ہو تو اپنا آلہ باہر نکال لے اور فرج سے باہر انزال کرے' ہمارے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ عزل نہ کیا جائے' آزاد عورت اور باندی کے ساتھ عزل کرنا جائز ہے خواہ اس کی اجازت ہو یا نہ ہو' خلاصہ یہ ہے کہ آزاد عورت میں تین قول ہیں' تیسرا قول یہ ہے کہ اس کی اجازت کے ساتھ جائز ہے اور یہی امام مالک کا قول ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ وہ قیدی عورتیں اہل کتاب تھیں یا بت پرست تھیں' الاصیلی نے کہا: وہ بت پرست تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان عورتوں کے ساتھ وطی کرنے کی اجازت اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے دی تھی:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ط (البقرہ: ۲۲۱) جب تک مشرک عورتیں ایمان نہ لائیں' ان سے نکاح نہ کرو۔

یعنی ان سے وطی نہ کرو' اس لیے اس آیت کے نزول کے بعد مشرکہ عورتوں سے وطی ممنوع ہو گئی۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ وہ عورتیں اہل کتاب تھیں' اس لیے ان کے ساتھ وطی کرنے سے پہلے ان کا اسلام لانا ضروری نہیں تھا اور پہلا قول اولیٰ ہے کیونکہ حدیث میں ہے: ہم نے عرب کے قیدیوں میں کچھ قیدی پالیے۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: تم پر کوئی حرج نہیں ہے اگر تم یہ نہ کرو' آپ کے اس ارشاد سے عزل کی اباحت اور ممانعت دونوں پر استدلال کیا گیا ہے اور ممانعت پر استدلال زیادہ قریب ہے۔

مبرد نے کہا ہے کہ اس ارشاد کا معنی ہے: اگر تم ایسا کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں ہے' اور جو مانعین ہیں' ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ امام مسلم نے حضرت جذامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب آپ سے عزل کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ خفیہ طریقہ سے زندہ درگور کرنا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۴۲) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۶۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤١٣٩- حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ نَجْدٍ فَلَمَّا اَدْرَكَتْهُ الْقَائِلَةُ وَهُوَ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ تَحْتَ شَجَرَةٍ وَّاسْتَظَلَّ بِهَا وَعَلَّقَ سَيْفَهٗ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از ابی سلمہ از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ نجد میں گئے' پس جب ہم پر سخت دوپہر کا وقت آیا اور اس

فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الشَّجَرَةِ يَسْتَظِلُّونَ وَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ اِذْ دَعَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْنَا فَاِذَا اَعْرَابِيٌّ قَاعِدٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا اَتَانِيْ وَاَنَا نَائِمٌ فَاخْتَرَطَ سَيْفِيْ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى رَأْسِيْ مُخْتَرِطٌ سَيْفِيْ صَلْتًا قَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قُلْتُ اَللّٰهُ فَشَامَهٗ ثُمَّ قَعَدَ فَهُوَ هٰذَا قَالَ وَلَمْ يُعَاقِبْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

وادی میں کانٹوں والے درخت بہ کثرت تھے' تو آپ ایک درخت کے نیچے اترے اور اس کے سائے میں ٹھہرے اور آپ نے اپنی تلوار (درخت پر) لٹکا دی اور صحابہ مختلف درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے' جب ہم اسی حال میں تھے تو ناگاہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا' سو ہم آئے' اس وقت ایک اعرابی آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا' پس آپ نے بتایا: یہ شخص اس وقت میرے پاس آیا جب میں سویا ہوا تھا' سو اس نے میری تلوار اٹھا کر سونت لی' پس میں بیدار ہو گیا اور یہ شخص میرے سر کے پاس کھڑا ہوا تھا' اور میری تلوار سونتے ہوئے تھا' اس نے کہا: اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: اللہ! تو اس نے وہ تلوار میان میں رکھ لی' پھر بیٹھ گیا اور وہ یہ ہے' حضرت جابر نے کہا: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سزا نہیں دی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۱۰ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں مذکور ہے: ''فشامه'' اس کا معنی ہے: تلوار میان میں رکھ لی اور اس کا معنی یہ بھی ہے: تلوار میان سے نکال لی' سو یہ لغت اضداد سے ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی سزا اس لیے نہیں دی کہ آپ یہ چاہتے تھے کہ وہ اسلام لے آئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۷۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٤- بَابُ غَزْوَةِ اَنْمَارٍ غزوۂ انمار

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ انمار ایک قبیلہ ہے اور اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے (دیار بنو انمار اور دیار بنو ثعلبہ متقارب ہیں)' اس باب کا محل غزوۂ بنو المصطلق سے پہلے ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۱۷۱)

٤١٤٠- حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سُرَاقَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ اَنْمَارٍ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ مُتَوَجِّهًا قِبَلَ الْمَشْرِقِ مُتَطَوِّعًا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عبد اللہ بن سراقہ نے حدیث بیان کی از حضرت جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ انمار میں دیکھا' آپ سواری پر نفل نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کا منہ مشرق کی طرف تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۰ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ چلتی ہوئی سواری پر نفل نماز پڑھنا جائز ہے خواہ سواری کا منہ قبلہ کی طرف نہ ہو' اور بغیر عذر کے چلتی ہوئی سواری پر فرض اور واجب (وتر) پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اتر کر فرض نماز پڑھتے تھے' اگر چلتی ہوئی سواری سے اترنے میں جان کا خطرہ ہو تو پھر چلتی ہوئی سواری پر بھی نماز پڑھنا جائز ہے' جیسے ریل پر' بہ شرطیکہ نماز کے پورے وقت میں ٹرین نہ ٹھہرتی ہو ورنہ جہاں ٹرین ٹھہرے وہاں نماز پڑھ لے۔

٣٥- بَابُ حَدِيْثِ الْإِفْكِ

حدیث الافک (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا واقعہ)

(الْإِفْكُ) وَالْإِفْكُ بِمَنْزِلَةِ النِّجْسِ وَالنَّجَسِ.

"الافك" اور "الإفك" "النجس" اور "النجس" کی طرح ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

یعنی دو لغتیں ہیں "افك" مصدر ہے جب کوئی مرد جھوٹ بولے تو کہا جاتا ہے: "أفك الرجل" اور "الافّاك" اس شخص کو کہتے ہیں: جو بہت جھوٹ بولتا ہو۔

يُقَالُ ﴿إِفْكُهُمْ﴾ (الصّٰفّٰت:١٥١). وَأَفْكُهُمْ وَأَفَكُهُمْ.

کہا جاتا ہے: "إفكهم" اور "أفكهم" اور "أفكهم"۔

اس تعلیق سے امام بخاری نے اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ إِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوا يَفْتَرُوْنَ ○ (الاحقاف:٢٨)

بلکہ وہ ان سے گم ہو گئے اور یہ تو ان کا جھوٹ تھا اور بہتان جو وہ باندھتے تھے○

فَمَنْ قَالَ أَفَكَهُمْ.

اور جس نے کہا: "أفكهم"۔

یعنی جس نے اس کو فعل ماضی پڑھا۔

يَقُوْلُ صَرَفَهُمْ عَنِ الْإِيْمَانِ وَكَذَّبَهُمْ.

اس کا معنی یوں کرتا ہے: اس نے ان کو ایمان سے پھیر دیا اور ان کو جھٹلایا۔

كَمَا قَالَ ﴿يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ﴾ (الذّٰرِيٰت:٩) يُصْرَفُ عَنْهُ مَنْ صُرِفَ.

جیسے "أفك" سے کہا: "يؤفك عنه" یعنی اس سے پھیر دیا جاتا ہے یہ "صرف" سے بنا ہے۔

حدیث میں ہے: "لقد افك قوم" یعنی انہوں نے آپ کی تکذیب کی اور حق سے پھر گئے۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ص ٢٧٢ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٤١٤١- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوْا وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِيْ طَائِفَةً مِّنْ حَدِيْثِهَا وَبَعْضُهُمْ كَانَ أَوْعٰى لِحَدِيْثِهَا مِنْ بَعْضٍ وَأَثْبَتَ لَهُ اقْتِصَاصًا وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْ كُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمُ الْحَدِيْثَ الَّذِيْ حَدَّثَنِيْ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالعزیز بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروۃ بن الزبیر اور سعید بن المسیب اور علقمہ بن وقاص اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ان پر تہمت باندھنے والوں نے جو کہا سو کہا اور ان میں سے ہر ایک نے مجھے حضرت عائشہ کی حدیث کا ایک حصہ بیان کیا اور ان میں سے بعض حضرت عائشہ کی حدیث کو دوسروں سے زیادہ یاد رکھنے والے تھے اور اس قصہ کو زیادہ محفوظ رکھنے والے

عَائِشَةَ وَبَعْضُ حَدِيثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا وَإِنْ كَانَ بَعْضُهُمْ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضٍ قَالُوْا قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ فَأَيُّهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ فِيْهَا سَهْمِيْ فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ فَكُنْتُ أُحْمَلُ فِيْ هَوْدَجِيْ وَأُنْزَلُ فِيْهِ فَسِرْنَا حَتّٰى إِذَا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَتِهِ تِلْكَ وَقَفَلَ دَنَوْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ قَافِلِيْنَ آذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيْلِ فَقُمْتُ حِيْنَ آذَنُوْا بِالرَّحِيْلِ فَمَشَيْتُ حَتّٰى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ فَلَمَّا قَضَيْتُ شَأْنِيْ أَقْبَلْتُ إِلٰى رَحْلِيْ فَلَمَسْتُ صَدْرِيْ فَإِذَا عِقْدٌ لِيْ مِنْ جَزْعِ ظَفَارٍ قَدِ انْقَطَعَ فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِيْ فَحَبَسَنِيْ ابْتِغَاؤُهُ قَالَتْ وَأَقْبَلَ الرَّهْطُ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُرَحِّلُوْنِيْ فَاحْتَمَلُوْا هَوْدَجِيْ فَرَحَلُوْهُ عَلٰى بَعِيْرِي الَّذِيْ كُنْتُ أَرْكَبُ عَلَيْهِ وَهُمْ يَحْسِبُوْنَ أَنِّيْ فِيْهِ وَكَانَ النِّسَاءُ إِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَمْ يَهْبُلْنَ وَلَمْ يَغْشَهُنَّ اللَّحْمُ إِنَّمَا يَأْكُلْنَ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ خِفَّةَ الْهَوْدَجِ حِيْنَ رَفَعُوْهُ وَحَمَلُوْهُ وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيْثَةَ السِّنِّ فَبَعَثُوا الْجَمَلَ فَسَارُوْا وَوَجَدْتُ عِقْدِيْ بَعْدَ مَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ فَجِئْتُ مَنَازِلَهُمْ وَلَيْسَ بِهَا مِنْهُمْ دَاعٍ وَلَا مُجِيْبٌ فَتَيَمَّمْتُ مَنْزِلِي الَّذِيْ كُنْتُ بِهِ وَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ سَيَفْقِدُوْنِيْ فَيَرْجِعُوْنَ إِلَيَّ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ فِيْ مَنْزِلِيْ غَلَبَتْنِيْ عَيْنِيْ فَنِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْجَيْشِ فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِيْ فَرَأٰى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ فَعَرَفَنِيْ حِيْنَ رَآنِيْ وَكَانَ رَآنِيْ قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِيْنَ عَرَفَنِيْ فَخَمَّرْتُ

اور میں نے ان میں سے ہر مرد کی اس حدیث کو یاد رکھا جو اس نے مجھے حضرت عائشہ سے بیان کی اور ان کی حدیث ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہے ہرچند کہ ان میں سے بعض دوسروں سے زیادہ یاد رکھنے والے تھے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو (ساتھ لے جانے کے لیے) اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے' سو جس کے نام کا قرعہ نکلتا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ لے جاتے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ آپ ایک غزوہ میں جا رہے تھے' پس آپ نے ہمارے درمیان قرعہ اندازی کی تو اس غزوہ میں ساتھ جانے کے لیے میرا قرعہ نکل آیا' سو حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلی' پس مجھے کجاوے (پالان) میں بٹھایا جاتا تھا اور اس سے اتارا جاتا تھا' سو ہم چلتے رہے حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ سے فارغ ہو گئے اور واپس چلے' ہم واپس آتے ہوئے مدینہ کے قریب آ پہنچے تو ایک رات آپ نے روانہ ہونے کا اعلان کیا' تو جب انہوں نے روانگی کا اعلان کیا تو میں اُٹھی اور چلتی رہی حتیٰ کہ میں لشکر کے پار آ گئی' جب میں قضاء حاجت سے فارغ ہو گئی تو میں اپنے کجاوے کی طرف آئی' میں نے اپنے سینہ کو چھوا تو میرا سیپیوں کا ہار ٹوٹا ہوا تھا' سو میں واپس گئی اور اپنا ہار تلاش کرنے لگی' سو اس ہار کی تلاش نے مجھے ٹھہرائے رکھا' حضرت عائشہ نے بتایا: (ادھر) وہ صحابہ جو میرا پالان اُٹھاتے تھے انہوں نے میرا پالان اٹھا لیا اور اس پالان کو میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر مجھ کو سوار کرایا جاتا تھا' اور ان کو یہ گمان تھا کہ میں اس پالان میں موجود ہوں' اور اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں وہ فربہ نہیں ہوتی تھیں اور ان پر گوشت چڑھا ہوا نہیں ہوتا تھا' وہ طعام سے معمولی خوراک کھاتی تھیں لہٰذا جن صحابہ نے پالان کو اُٹھایا اور اس کو اونٹ پر رکھا ان کو اس کے ہلکے ہونے سے تعجب نہیں ہوا' اور میں کم عمر لڑکی تھی' پس ان صحابہ نے اونٹ کو اٹھایا اور روانہ ہو گئے اور مجھے اس لشکر کے جانے کے بعد اپنا ہار مل گیا' پس میں ان کے پڑاؤ کی جگہ آئی اور وہاں کوئی بلانے والا

وَجْهِيْ بِجِلْبَابِيْ وَوَاللّٰهِ مَا تَكَلَّمْنَا بِكَلِمَةٍ وَ لَا سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً غَيْرَ اسْتِرْجَاعِهِ وَهَوٰى حَتّٰى اَنَاخَ رَاحِلَتَهُ فَوَطِئَ عَلٰى يَدِهَا فَقُمْتُ اِلَيْهَا فَرَكِبْتُهَا فَانْطَلَقَ يَقُوْدُ بِيَ الرَّاحِلَةَ حَتّٰى اَتَيْنَا الْجَيْشَ مُوْغِرِيْنَ فِيْ نَحْرِ الظَّهِيْرَةِ وَهُمْ نُزُوْلٌ قَالَتْ فَهَلَكَ فِيَّ مَنْ هَلَكَ وَكَانَ الَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَ الْاِفْكِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ ابْنُ سَلُوْلَ قَالَ عُرْوَةُ اُخْبِرْتُ اَنَّهُ كَانَ يُشَاعُ وَيُتَحَدَّثُ بِهِ عِنْدَهُ فَيُقِرُّهُ وَ يَسْتَمِعُهُ وَيَسْتَوْشِيْهِ وَقَالَ عُرْوَةُ اَيْضًا لَمْ يُسَمَّ مِنْ اَهْلِ الْاِفْكِ اَيْضًا اِلَّا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ وَ مِسْطَحُ بْنُ اُثَاثَةَ وَحَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ فِيْ نَاسٍ اٰخَرِيْنَ لَا عِلْمَ لِيْ بِهِمْ غَيْرَ اَنَّهُمْ عُصْبَةٌ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِنَّ كِبْرَ ذٰلِكَ يُقَالُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ ابْنُ سَلُوْلَ قَالَ عُرْوَةُ كَانَتْ عَائِشَةُ تَكْرَهُ اَنْ يُّسَبَّ عِنْدَهَا حَسَّانُ وَ تَقُوْلُ اِنَّهُ الَّذِيْ قَالَ :

فَاِنَّ اَبِيْ وَوَالِدَهُ وَعِرْضِيْ
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِّنْكُمْ وِقَاءُ

قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَاشْتَكَيْتُ حِيْنَ قَدِمْتُ شَهْرًا وَالنَّاسُ يُفِيْضُوْنَ فِيْ قَوْلِ اَصْحَابِ الْاِفْكِ لَا اَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ وَهُوَ يَرِيْبُنِيْ فِيْ وَجْعِيْ اَنِّيْ لَا اَعْرِفُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللُّطْفَ الَّذِيْ كُنْتُ اَرٰى مِنْهُ حِيْنَ اَشْتَكِيْ اِنَّمَا يَدْخُلُ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُوْلُ كَيْفَ تِيْكُمْ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَذٰلِكَ يُرِيْبُنِيْ وَ لَا اَشْعُرُ بِالشَّرِّ حَتّٰى خَرَجْتُ حِيْنَ نَقَهْتُ فَخَرَجْتُ مَعَ اُمِّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ وَكَانَ مُتَبَرَّزَنَا وَكُنَّا لَا نَخْرُجُ اِلَّا لَيْلًا اِلٰى لَيْلٍ وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ نَّتَّخِذَ الْكُنُفَ قَرِيْبًا مِّنْ بُيُوْتِنَا قَالَتْ وَاَمْرُنَا اَمْرُ الْعَرَبِ الْاُوَلِ فِي الْبَرِّيَّةِ قِبَلَ الْغَائِطِ وَكُنَّا نَتَاَذّٰى بِالْكُنُفِ اَنْ نَّتَّخِذَهَا عِنْدَ بُيُوْتِنَا قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَاُمُّ مِسْطَحٍ وَهِيَ ابْنَةُ اَبِيْ رُهْمِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَاُمُّهَا بِنْتُ صَخْرِ بْنِ عَامِرٍ

تھا نہ جواب دینے والا تھا' پس میں نے اس جگہ ٹھہرنے کا قصد کیا جہاں پر میں پہلے تھی اور میں نے یہ گمان کیا کہ عنقریب وہ مجھے گم پائیں گے تو پھر وہ میری طرف واپس آئیں گے' سو جس وقت میں اپنی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھی تو مجھ پر نیند غالب آ گئی' پس میں سو گئی' اور حضرت صفوان بن معطل السلمی پھر ذکوانی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے رہتے تھے' سو وہ صبح کے وقت میری جگہ پر پہنچے' انہوں نے دیکھا کہ کوئی انسان سویا ہوا ہے' انہوں نے دیکھتے ہی مجھے پہچان لیا' اور وہ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے مجھے دیکھ چکے تھے' جب انہوں نے مجھے پہچانا تو بلند آواز سے کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون! پس یہ سن کر میں بیدار ہو گئی' پس نے اپنی چادر سے اپنا منہ چھپا لیا' اور اللہ کی قسم! ہم نے کوئی بات نہیں کی' اور میں نے ان سے سوائے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کے کوئی اور بات نہیں سنی' وہ جھکے اور انہوں نے اپنی سواری کو بٹھایا' پس وہ اپنے اگلے پیروں پر بیٹھ گئی' میں اس کی طرف کھڑی ہوئی' پھر اس پر سوار ہو گئی' وہ روانہ ہوئے اور اس سواری کو چلاتے رہے حتیٰ کہ ہم لشکر کے پاس پہنچ گئے' ہم سخت دوپہر کے وقت داخل ہوئے تھے' اور اہل لشکر قیام کر چکے تھے' پس میرے متعلق (تہمت پھیلا کر) وہ شخص ہلاک ہو گیا جو ہلاک ہوا تھا' جو شخص اس تہمت کو سب سے زیادہ پھیلا رہا تھا وہ عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا' عروہ نے بتایا کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ شخص اس تہمت کو پھیلا رہا تھا اور جو لوگ اس کے پاس یہ باتیں کرتے' وہ ان کی توثیق کرتا اور کان لگا کر ان کی باتیں سنتا اور ان باتوں کو مزید پھیلاتا' اور عروہ نے یہ بھی بتایا کہ تہمت لگانے والوں کے نام نہیں بتائے گئے' سوائے حضرت حسان بن ثابت اور حضرت مسطح بن اثاثہ اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم کے' ان کے علاوہ اور لوگ بھی تھے جن کا مجھے علم نہیں ہے سوائے اس کے کہ تہمت لگانے والے لوگوں کی ایک جماعت تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے' اور بے شک تہمت لگانے والوں میں سب سے پیش پیش عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا' عروہ نے بتایا کہ حضرت عائشہ اس بات کو ناپسند کرتی تھیں کہ ان کے سامنے حضرت حسان کو برا کہا جائے اور وہ فرماتی تھیں کہ حضرت حسان نے یہ شعر کہا ہے:

خَالَةُ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ وَابْنُهَا مِسْطَحُ بْنُ اُثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْمُطَّلِبِ فَاَقْبَلْتُ اَنَا وَاُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ بَیْتِیْ حِیْنَ فَرَغْنَا مِنْ شَاْنِنَا فَعَثَرَتْ اُمُّ مِسْطَحٍ فِیْ مِرْطِهَا فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ لَهَا بِئْسَ مَا قُلْتِ اَتَسُبِّیْنَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا فَقَالَتْ اَیْ هَنْتَاهُ وَلَمْ تَسْمَعِیْ مَا قَالَ قَالَتْ وَقُلْتُ مَا قَالَ فَاَخْبَرَتْنِیْ بِقَوْلِ اَهْلِ الْاِفْكِ قَالَتْ فَازْدَدْتُّ مَرَضًا عَلٰی مَرَضِیْ فَلَمَّا رَجَعْتُ اِلٰی بَیْتِیْ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ کَیْفَ تِیْکُمْ فَقُلْتُ لَهٗ اَتَاْذَنُ لِیْ اَنْ اٰتِیَ اَبَوَیَّ قَالَتْ وَاُرِیْدُ اَنْ اَسْتَیْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا قَالَتْ فَاَذِنَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لِاُمِّیْ یَا اُمَّتَاهُ مَاذَا یَتَحَدَّثُ النَّاسُ قَالَتْ یَا بُنَیَّةُ هَوِّنِیْ عَلَیْكِ فَوَاللّٰهِ لَقَلَّمَا کَانَتِ امْرَاَةٌ قَطُّ وَضِیْئَةً عِنْدَ رَجُلٍ یُّحِبُّهَا لَهَا ضَرَائِرُ اِلَّا کَثَّرْنَ عَلَیْهَا قَالَتْ فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَوَلَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهٰذَا قَالَتْ فَبَکَیْتُ تِلْكَ اللَّیْلَةَ حَتّٰی اَصْبَحْتُ لَا یَرْقَاُ لِیْ دَمْعٌ وَّلَا اَکْتَحِلُ بِنَوْمٍ ثُمَّ اَصْبَحْتُ اَبْکِیْ قَالَتْ وَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَاُسَامَةَ بْنَ زَیْدٍ حِیْنَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْیُ یَسْاَلُهُمَا وَیَسْتَشِیْرُهُمَا فِیْ فِرَاقِ اَهْلِهٖ قَالَتْ فَاَمَّا اُسَامَةُ فَاَشَارَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالَّذِیْ یَعْلَمُ مِنْ بَرَاءَةِ اَهْلِهٖ وَبِالَّذِیْ یَعْلَمُ لَهُمْ فِیْ نَفْسِهٖ فَقَالَ اُسَامَةُ اَهْلَكَ وَلَا نَعْلَمُ اِلَّا خَیْرًا وَّاَمَّا عَلِیٌّ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ یُضَیِّقِ اللّٰهُ عَلَیْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا کَثِیْرٌ وَّسَلِ الْجَارِیَةَ تَصْدُقْكَ قَالَتْ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَرِیْرَةَ فَقَالَ اَیْ بَرِیْرَةُ هَلْ رَاَیْتِ مِنْ شَیْءٍ یُّرِیْبُكِ قَالَتْ لَهٗ بَرِیْرَةُ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا رَاَیْتُ عَلَیْهَا اَمْرًا قَطُّ اَغْمِصُهٗ غَیْرَ اَنَّهَا جَارِیَةٌ حَدِیْثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِیْنِ اَهْلِهَا فَتَاْتِی الدَّاجِنُ فَتَاْکُلُهٗ قَالَتْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

بے شک میرا باپ اور میرے والد کے والد اور میری عزت (سیّدنا) محمد کی عزت کے لیے تمہارے سامنے ڈھال بنی رہے گی۔

حضرت عائشہ نے بتایا کہ سو ہم مدینہ پہنچ گئے اور میں آتے ہی ایک ماہ بیمار پڑی رہی' اور لوگ تہمت لگانے والوں کے متعلق باتیں کر رہے تھے اور مجھے ان باتوں میں سے کسی بات کا کوئی پتا نہیں تھا اور مجھے اپنی بیماری میں یہ بات بہت تکلیف دیتی تھی کہ میں اب اپنے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ لطف و کرم نہیں دیکھتی تھی جو میں اس سے پہلے دیکھتی تھی' صرف یہ بات تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لاتے تھے' مجھے سلام کرتے' پھر فرماتے: تم کیسی ہو؟ پھر آپ واپس چلے جاتے' اس سے مجھے بہت تکلیف ہوتی تھی اور مجھے اس شر کا علم نہیں تھا' حتیٰ کہ میں نہایت کمزوری سے گھر سے نکلی' سو میں نے حضرت اُم مسطح رضی اللہ عنہا کے ساتھ گھر سے میدانوں کی طرف نکلی' ہم وہاں قضاء حاجت کے لیے جاتے تھے' اور ہم ایک رات سے دوسری رات تک کے لیے نکلتے تھے اور یہ اس سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ہم اپنے گھروں کے قریب بیت الخلاء بناتے' حضرت عائشہ نے بتایا: ہمارا رہن سہن عرب کے پہلے لوگوں کی طرح قضاء حاجت کے لیے جنگل میں جانا تھا' اور ہمیں اپنے گھروں کے پاس بیت الخلاء بنانے سے کراہت آتی تھی' حضرت عائشہ نے بتایا: پس میں اور حضرت اُم مسطح (گھر سے) چلیں اور وہ ابورھم بن المطلب بن عبد مناف کی بیٹی تھیں اور ان کی ماں صخر بن عامر کی بیٹی تھیں اور وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں اور ان کا بیٹا حضرت مسطح بن اُثاثہ بن عباد بن المطلب تھا رضی اللہ عنہ' پس میں اور حضرت اُم مسطح جب قضاء حاجت سے فارغ ہوئیں تو ہم اپنے گھر کی طرف چلیں' پس حضرت اُم مسطح اپنی چادر میں الجھ کر گریں' تو انہوں نے کہا: مسطح ہلاک ہو جائے' پس میں نے کہا: آپ نے بُری بات کہی ہے' کیا آپ ایسے شخص کو بُرا کہہ رہی ہیں جو غزوۂ بدر میں حاضر ہوا ہے' تو انہوں نے کہا: اے لڑکی! کیا آپ نے نہیں سنا کہ مسطح نے کیا کہا ہے! عروہ نے بتایا کہ حضرت عائشہ نے کہا: اور میں نے پوچھا: اور اس نے کیا کہا ہے؟ عروہ نے کہا: پس حضرت اُم مسطح نے مجھ کو تہمت لگانے والوں کی بات بتائی' حضرت عائشہ نے بتایا: پھر میری

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَّوْمِهٖ فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اُبَيّ
وَّهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ مَنْ
يَّعْذِرُنِيْ مِنْ رَّجُلٍ قَدْ بَلَغَنِيْ عَنْهُ اَذَاهُ فِيْ اَهْلِيْ وَاللّٰهِ
مَا عَلِمْتُ عَلٰى اَهْلِيْ اِلَّا خَيْرًا وَّلَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلًا مَّا
عَلِمْتُ عَلَيْهِ اِلَّا خَيْرًا وَّمَا يَدْخُلُ عَلٰى اَهْلِيْ اِلَّا مَعِيْ
قَالَتْ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ اَخُوْ بَنِيْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ فَقَالَ
اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْذِرُكَ فَاِنْ كَانَ مِنَ الْاَوْسِ ضَرَبْتُ
عُنُقَهٗ وَاِنْ كَانَ مِنْ اِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ اَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا
اَمْرَكَ قَالَتْ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْخَزْرَجِ وَكَانَتْ اُمُّ
حَسَّانَ بِنْتَ عَمِّهٖ مِنْ فَخِذِهٖ وَهُوَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَهُوَ
سَيِّدُ الْخَزْرَجِ قَالَتْ وَكَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا
وَّلٰكِنِ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ فَقَالَ لِسَعْدٍ كَذَبْتَ لَعَمْرُ
اللّٰهِ لَا تَقْتُلُهٗ وَلَا تَقْدِرُ عَلٰى قَتْلِهٖ وَلَوْ كَانَ مِنْ رَّهْطِكَ
مَا اَحْبَبْتَ اَنْ يُّقْتَلَ فَقَامَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَّهُوَ ابْنُ عَمِّ
سَعْدٍ فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰهِ لَنَقْتُلَنَّهٗ
فَاِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِيْنَ قَالَتْ فَثَارَ الْحَيَّانِ
الْاَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتّٰى هَمُّوْا اَنْ يَّقْتَتِلُوْا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَتْ فَلَمْ
يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّضُهُمْ
حَتّٰى سَكَتُوْا وَسَكَتَ قَالَتْ فَبَكَيْتُ يَوْمِيْ ذٰلِكَ كُلَّهٗ
لَا يَرْقَاُ لِيْ دَمْعٌ وَّلَا اَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ قَالَتْ وَاَصْبَحَ اَبَوَايَ
عِنْدِيْ وَقَدْ بَكَيْتُ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا لَا يَرْقَاُ لِيْ دَمْعٌ وَّلَا
اَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ حَتّٰى اِنِّيْ لَاَظُنُّ اَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِيْ
فَبَيْنَا اَبَوَايَ جَالِسَانِ عِنْدِيْ وَاَنَا اَبْكِيْ فَاسْتَاْذَنَتْ
عَلَيَّ امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاَذِنْتُ لَهَا فَجَلَسَتْ تَبْكِيْ
مَعِيَ قَالَتْ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ قَالَتْ
وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِيْ مُنْذُ قِيْلَ مَا قِيْلَ قَبْلَهَا وَقَدْ لَبِثَ
شَهْرًا لَا يُوْحٰى اِلَيْهِ فِيْ شَاْنِيْ بِشَيْءٍ قَالَتْ فَتَشَهَّدَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ جَلَسَ ثُمَّ قَالَ

بیماری میں مزید اضافہ ہو گیا' جب میں اپنے گھر واپس آئی تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے پس آپ نے سلام کیا' پھر فرمایا: تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ میں نے عرض کیا: کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں اپنے والدین کے پاس جاؤں؟ حضرت عائشہ نے بتایا کہ میرا ارادہ یہ تھا کہ میں اپنے والدین سے اس خبر کی تصدیق اور تحقیق کروں' حضرت عائشہ نے بتایا: پس رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی' میں نے اپنی والدہ سے پوچھا: اے اماں جان! لوگ یہ کیسی باتیں بنا رہے ہیں؟ میری والدہ نے کہا: اے میری بیٹی! آسانی سے رہو اور اپنے اوپر بوجھ نہ ڈالو پس اللہ کی قسم! بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی خوب صورت عورت ہو اور اس کا شوہر اس سے محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں' مگر اس کی سوکنیں اس پر غالب آ جاتی ہیں' حضرت عائشہ نے بتایا: پس میں نے کہا: سبحان اللہ! کیا واقعی لوگوں نے ایسی باتیں کی ہیں' حضرت عائشہ نے بتایا: میں اس رات تمام رات روتی رہی' حتیٰ کہ میرے آنسو رکتے نہیں تھے' اور میں نیند کو اپنی آنکھوں کا سرمہ نہ بنا سکی' پھر میں نے روتے روتے صبح کی' حضرت عائشہ نے بتایا: اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بلایا' جب نزولِ وحی میں تاخیر ہو چکی تھی' آپ نے ان دونوں سے سوال کیا اور ان سے اپنی اہلیہ کو چھوڑنے کے متعلق مشورہ کیا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ رہے حضرت اسامہ تو انہوں نے اس کا مشورہ دیا جس کا رسول اللہ ﷺ کو علم تھا کہ آپ کی اہلیہ اس تہمت سے بری ہیں' اور جس کے متعلق انہیں آپ کی محبت کا علم تھا' پس حضرت اسامہ نے کہا: یہ آپ کی اہلیہ ہیں اور ہمیں ان کے متعلق نیکی اور پاکیزگی کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں اور رہے حضرت علی تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر تنگی نہیں کی ہے اور ان کے سوا اور بہت عورتیں ہیں اور آپ ان کی خادمہ سے پوچھیں' وہ آپ کو سچ سچ بتائے گی' پس رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریرہ کو بلایا اور پوچھا: کیا تم نے ایسی کوئی بات دیکھی جو تم کو (ان کے متعلق) شک میں ڈالے؟ تب حضرت بریرہ نے کہا: اس ذات

اَمَّا بَعْدُ يَا عَائِشَةُ اِنَّهُ بَلَغَنِيْ عَنْكِ كَذَا وَكَذَا فَاِنْ كُنْتِ بَرِيْئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ وَاِنْ كُنْتِ اَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ وَتُوْبِيْ اِلَيْهِ فَاِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ قَالَتْ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهٗ قَلَصَ دَمْعِيْ حَتّٰى مَا اُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً فَقُلْتُ لِاَبِيْ اَجِبْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِّيْ فِيْمَا قَالَ فَقَالَ اَبِيْ وَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ مَا اَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لِاُمِّيْ اَجِيْبِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا قَالَ قَالَتْ اُمِّيْ وَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ مَا اَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وَاَنَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ لَا اَقْرَاُ مِنَ الْقُرْاٰنِ كَثِيْرًا اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَقَدْ سَمِعْتُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ حَتّٰى اسْتَقَرَّ فِيْ اَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهٖ فَلَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ اِنِّيْ بَرِيْئَةٌ لَا تُصَدِّقُوْنِيْ وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِاَمْرٍ وَّاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنِّيْ مِنْهُ بَرِيْئَةٌ لَتُصَدِّقُنِّيْ فَوَاللّٰهِ لَا اَجِدُ لِيْ وَلَكُمْ مَثَلًا اِلَّا اَبَا يُوْسُفَ حِيْنَ قَالَ ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝﴾ (یوسف:١٨) ثُمَّ تَحَوَّلْتُ وَاضْطَجَعْتُ عَلٰى فِرَاشِيْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنِّيْ حِيْنَئِذٍ بَرِيْئَةٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ مُبَرِّئِيْ بِبَرَاءَتِيْ وَلٰكِنْ وَّاللّٰهِ مَا كُنْتُ اَظُنُّ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مُنْزِلٌ فِيْ شَاْنِيْ وَحْيًا يُّتْلٰى لَشَاْنِيْ فِيْ نَفْسِيْ كَانَ اَحْقَرَ مِنْ اَنْ يَّتَكَلَّمَ اللّٰهُ فِيَّ بِاَمْرٍ وَلٰكِنْ كُنْتُ اَرْجُوْ اَنْ يَّرٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِي اللّٰهُ بِهَا فَوَاللّٰهِ مَا رَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجْلِسَهٗ وَلَا خَرَجَ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَيْتِ حَتّٰى اُنْزِلَ عَلَيْهِ فَاَخَذَهٗ مَا كَانَ يَاْخُذُهٗ مِنَ الْبُرَحَاءِ حَتّٰى اِنَّهٗ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِنَ الْعَرَقِ مِثْلُ الْجُمَانِ وَهُوَ فِيْ يَوْمٍ شَاتٍ مِنْ ثِقَلِ الْقَوْلِ الَّذِيْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ قَالَتْ فَسُرِّيَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کی قسم جس نے آپ کو دینِ حق دے کر بھیجا ہے! میں نے ان پر کبھی کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو ان کو عیب لگائے ماسوا اس کے کہ وہ کم سن لڑکی ہیں' اپنے گھر کا آٹا گوندھتے ہوئے سو جاتی ہیں اور بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے' پس رسول اللہ ﷺ اسی دن (منبر پر) کھڑے ہوئے' اور عبداللہ بن اُبی کے معاملہ میں صحابہ سے مدد طلب کی' پس آپ نے منبر پر فرمایا: اے مسلمانو کی جماعت! اس شخص کے معاملہ میں میری کون مدد کرے گا جس کی میری اہلیہ کے متعلق ایذاء رسانی کی خبر مجھے پہنچی ہے؟ اور اللہ کی قسم! میں نے اپنی اہلیہ کے متعلق نیکی اور پارسائی کے سوا کچھ نہیں جانا' اور انہوں نے اس مرد کا ذکر کیا ہے جس کے متعلق مجھے نیکی کے سوا اور کسی بات کا علم نہیں' وہ جب بھی میری اہلیہ کے پاس گیا تو میں اس کے ساتھ تھا' حضرت عائشہ نے بتایا: پس حضرت سعد بن معاذ کھڑے ہوئے جو بنوعبدالاشہل کے بھائی ہیں' سو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کی مدد کروں گا' پس اگر وہ شخص اوس سے ہے تو میں اس کی گردن ماردوں گا اور اگر وہ ہمارے خزرج بھائیوں میں سے ہے تو آپ اس کے متعلق ہمیں حکم دیں ہم آپ کے حکم پر عمل کریں گے' حضرت عائشہ نے بتایا: پھر خزرج میں سے ایک مرد کھڑا ہوا' حضرت حسان کی ماں اس کی بیٹی تھی اور وہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تھے' اور وہ خزرج کے سردار تھے' حضرت عائشہ نے بتایا: وہ اس سے پہلے نیک مرد تھے' لیکن ان کو ان کے قبیلہ کے تعصب نے اُبھارا' انہوں نے حضرت سعد بن معاذ سے کہا: اللہ کی زندگی کی قسم! تم نے جھوٹ بولا' تم اس کو قتل نہیں کرو گے اور نہ تم اس کو قتل کرنے پر قادر ہو گے' اور اگر وہ تمہارے قبیلہ سے ہوا تو تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ اس کو قتل کیا جائے' پھر حضرت اسید بن حضیر کھڑے ہوئے اور وہ حضرت سعد بن معاذ کے چچازاد بھائی تھے' انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ سے کہا: تم نے جھوٹ بولا' مجھے اللہ کی زندگی کی قسم! ہم اس کو ضرور قتل کر دیں گے' سو تم ضرور منافق ہو اور منافقوں کی حمایت کر رہے ہو' حضرت عائشہ نے بتایا: پس اوس اور خزرج دونوں قبیلے جوش میں آ گئے حتیٰ کہ انہوں نے لڑنے کا ارادہ کیا اور

وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَتْ اَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا اَنْ قَالَ يَا عَائِشَةُ اَمَّا اللّٰهُ فَقَدْ بَرَّاَكِ قَالَتْ فَقَالَتْ لِيْ اُمِّيْ قُوْمِيْ اِلَيْهِ فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ لَا اَقُوْمُ اِلَيْهِ فَاِنِّيْ لَا اَحْمَدُ اِلَّا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَتْ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ﴾ (النور:١١) الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذَا فِيْ بَرَاءَتِيْ قَالَ اَبُوْ بَكْرِ اَلصِّدِّيْقُ وَكَانَ يُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحِ بْنِ اُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهٖ مِنْهُ وَفَقْرِهٖ وَاللّٰهِ لَا اُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحٍ شَيْئًا اَبَدًا بَعْدَ الَّذِيْ قَالَ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ اِلٰى قَوْلِهٖ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥﴾ (النور:٢٢) . قَالَ اَبُوْ بَكْرِ اَلصِّدِّيْقُ بَلٰى وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِيْ فَرَجَعَ اِلٰى مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِيْ كَانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ وَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَنْزِعُهَا مِنْهُ اَبَدًا قَالَتْ عَائِشَةُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ عَنْ اَمْرِيْ فَقَالَ لِزَيْنَبَ مَاذَا عَلِمْتِ اَوْرَاَيْتِ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَحْمِيْ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَاللّٰهِ مَاعَلِمْتُ اِلَّا خَيْرًا قَالَتْ عَائِشَةُ وَهِيَ الَّتِيْ كَانَتْ تُسَامِيْنِيْ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِالْوَرَعِ قَالَتْ وَطَفِقَتْ اُخْتُهَا حَمْنَةُ تُحَارِبُ لَهَا فَهَلَكَتْ فِيْمَنْ هَلَكَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَهٰذَا الَّذِيْ بَلَغَنِيْ مِنْ حَدِيْثِ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطِ ثُمَّ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاللّٰهِ اِنَّ الرَّجُلَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهٗ مَا قِيْلَ لَيَقُوْلُ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا كَشَفْتُ مِنْ كَنَفِ اُنْثٰى قَطُّ قَالَتْ ثُمَّ قُتِلَ بَعْدَ ذٰلِكَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے تھے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مسلسل ٹھنڈا کرتے رہے حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گئے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ میں اس پورے دن میں روتی رہی' میرے آنسو رکتے نہیں تھے اور میں نیند کو سرمہ نہ بنا سکی' حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ روتے روتے میرا جگر شق ہو جائے گا' پس جس وقت میرے والدین میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی تو انصار کی ایک عورت نے اجازت طلب کی' سو میں نے اس کو اجازت دی' وہ بھی بیٹھ کر میرے ساتھ رونے لگی' حضرت عائشہ نے بتایا: جس وقت ہم اسی حال میں تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لے آئے' آپ نے سلام کیا' پھر بیٹھ گئے' حضرت عائشہ نے بتایا: جب سے یہ تہمت لگائی گئی تھی آپ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے' اور ایک مہینہ گزر چکا تھا اور آپ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی' حضرت عائشہ نے بتایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تو آپ نے کلمہ شہادت پڑھا' پھر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد واضح ہو کہ اے عائشہ! مجھے تمہارے متعلق ایسی اور ایسی خبر پہنچی ہے' اگر تم بے قصور ہو تو اللہ تعالیٰ عنقریب تمہاری پاک دامنی ظاہر فرما دے گا اور اگر (بالفرض) تم سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے تو تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور اس سے توبہ کرو' کیونکہ جب بندہ گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے' پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے' حضرت عائشہ نے بتایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات مکمل کر لی تو میرے آنسو رک گئے' حتیٰ کہ میں نے آنسو کا ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کیا' پس میں نے اپنے والد سے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے ان باتوں کا جواب دیں جو آپ نے فرمائی ہیں' پس میرے والد نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں' پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان باتوں کا جواب دیں' سو میری والدہ نے کہا: میں نہیں جانتی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں' پس میں نے جواب دیا حالانکہ میں کم عمر لڑکی تھی اور بہت زیادہ قرآن نہیں پڑھتی تھی' (میں نے کہا:) اللہ کی قسم! بے شک میں نے

جان لیا ہے کہ آپ لوگوں نے جو بات سنی ہے حتیٰ کہ وہ بات آپ لوگوں کے دلوں میں جم گئی ہے اور آپ لوگوں نے اس کی تصدیق کر دی ہے‘ پس اگر میں آپ لوگوں سے یہ کہوں کہ میں بے قصور ہوں تو آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں آپ لوگوں سے اس تہمت کا اعتراف کرلوں‘ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس تہمت سے بَری ہوں تو آپ لوگ ضرور میری تصدیق کریں گے‘ پس اللہ کی قسم! میں اپنے اور آپ لوگوں کے درمیان صرف حضرت یعقوب علیہ السلام کی مثال پاتی ہوں‘ جب انہوں نے فرمایا تھا: تو اب صبر ہی اچھا ہے اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اس پر میں اللہ سے ہی مدد طلب کرتا ہوں○ (یوسف:۱۸) پھر میں اس جگہ سے اُٹھی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس تہمت سے بَری تھی‘ اور بے شک اللہ میرے اس تہمت سے بری ہونے کو ظاہر فرمانے والا ہے‘ اور لیکن اللہ کی قسم! میرا یہ گمان نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق ایسی وحی نازل فرمائے گا جس کی تلاوت کی جائے گی اور میں اپنے دل میں اپنے آپ کو اس سے کم تر خیال کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق کلام فرمائے‘ لیکن میں یہ اُمید رکھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیند میں کوئی ایسا خواب دکھا دے گا جس سے اللہ تعالیٰ اس تہمت سے میری براءت کو ظاہر فرما دے گا‘ پس اللہ کی قسم! ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مجلس کا ارادہ نہیں کیا تھا اور نہ گھر والوں میں سے کوئی باہر نکلا تھا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور آپ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو وحی کی شدت میں طاری ہوتی تھی اور آپ کے چہرے سے پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح گرنے لگے حالانکہ وہ سخت سردی کا دن تھا‘ اور یہ شدت اس قول کے ثقل کی وجہ سے تھی جو آپ پر نازل ہوا تھا‘ حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ شدت کی کیفیت دور ہوگئی اور آپ (خوشی سے) ہنس رہے تھے‘ سو پہلی بات جو آپ نے اس وقت فرمائی‘ وہ یہ تھی کہ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! سنو! اللہ تعالیٰ نے تم کو بری کر دیا ہے‘ حضرت عائشہ نے بتایا: پس میری والدہ نے مجھ سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف

کھڑی ہو' میں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں آپ کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی' پس بے شک میں صرف اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کروں گی اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی دس آیتیں نازل فرمائیں: بے شک جو لوگ (عائشہ صدیقہ پر) کھلا بہتان لائے (وہ) تم میں سے ایک گروہ ہے' (یہ آیات النور: ۲۰۔۱۱) تک ہیں' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات میری براءت میں نازل فرمائی ہیں' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسطح بن اُثاثہ پر اس کے ساتھ قرابت اور اس کے فقر کی وجہ سے خرچ کرتے تھے' انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اس واقعہ کے بعد میں اب کبھی بھی مسطح پر کوئی چیز خرچ نہیں کروں گا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور تم میں سے جو لوگ صاحبِ فضل اور وسعت والے ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں پر خرچ نہیں کریں گے...... اے ایمان والو! کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تم کو بخش دے۔ (النور: ۲۲) تب حضرت ابوبکر صدیق نے کہا: کیوں نہیں! اللہ کی قسم! میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ مجھے بخش دے! پھر انہوں نے حضرت مسطح پر حسبِ سابق خرچ دینے کی طرف رجوع کر لیا' اور کہا: اللہ کی قسم! میں کبھی بھی ان سے خرچ نہیں روکوں گا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے میرے متعلق سوال کیا' پس حضرت زینب سے پوچھا: تم کو کیا علم ہے؟ یا فرمایا: تم نے کیا دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اپنے کان اور اپنی آنکھ کی حفاظت کرتی ہوں' اور اللہ کی قسم! مجھے ان کے متعلق سوائے نیکی کے اور کسی بات کا علم نہیں' حضرت عائشہ نے بتایا: اور یہی وہ سوکن تھیں' جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ازواج میں سے میری ٹکر کی تھیں' سو اللہ تعالیٰ نے ان کے تقویٰ کی وجہ سے ان کو محفوظ رکھا' اور ان کی بہن حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا ان کی خاطر لڑیں' سو وہ بھی ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو گئیں۔ ابن شہاب نے کہا: سو یہ وہ حدیث ہے جو ان راویوں سے مجھ تک پہنچی ہے' پھر عروہ نے کہا: حضرت عائشہ نے بتایا کہ اللہ کی قسم! جس مرد کے ساتھ مجھے تہمت لگائی گئی تھی (حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ) وہ

یہ کہتے: سبحان اللہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! میں نے آج تک کسی عورت کا پردہ نہیں کھولا (یعنی ابھی تک ان کی شادی نہیں ہوئی تھی) حضرت عائشہ نے بتایا کہ پھر وہ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۶۶۱ میں گزر چکی ہے۔

اس سے پہلے ہم نے اس حدیث کی شرح لکھنے میں علامہ عینی کی شرح سے استفادہ کیا تھا اور اب ہم اس کی شرح میں علامہ ابن الملقن کی شرح سے استفادہ کر رہے ہیں:

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کی تخریج

امام بخاری نے یہ حدیث کتاب الشہادات: ۲۶۶۱ الجہاد: ۲۸۷۹ التفسیر: ۴۶۹۰ الایمان والنذور: ۶۶۶۲-۶۶۷۹ الاعتصام: ۷۳۶۹-۷۳۷۰ التوحید: ۷۵۰۰ اس کا ایک حصہ المریسیع: ۴۱۴۱ سورۃ النور: ۴۷۵۰ اور کتاب الہبۃ: ۲۵۹۳ میں ذکر کی ہے۔

صحیح بخاری کے علاوہ صحیح مسلم: ۲۷۷۰ سنن ترمذی: ۳۱۹۱ سنن ابوداؤد: ۲۱۳۸ سنن ابن ماجہ: ۱۹۷۰-۲۳۴۷ مسند احمد ج ٦ ص ۱۱۷ میں بھی یہ حدیث مذکور ہے۔

غزوہ بنوالمصطلق کے وقوع کی تاریخ میں اختلاف اور اس میں مصنف کی تحقیق

حضرت عائشہ نے بتایا کہ آپ ایک غزوہ میں جا رہے تھے: یہ غزوہ بنی مصطلق ہے علامہ ابن التین نے وثوق سے کہا ہے: یہ غزوہ چھ ہجری میں ہوا تھا امام بخاری اور دوسروں نے کہا ہے کہ یہ غزوہ شعبان پانچ ہجری میں ہوا تھا غزوہ بنوالمصطلق غزوہ مریسیع کے نام سے بھی معروف ہے موسیٰ بن عقبہ نے کہا: یہ غزوہ چار ہجری میں ہوا تھا۔ (صحیح البخاری: ۴۱۳۸) سو غزوہ بنوالمصطلق کے متعلق یہ تین اقوال ہیں۔

مصنف کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ غزوہ شعبان ۵ ہجری میں ہوا ہے کیونکہ اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کے حضرت سعد بن عبادہ سے مباحثہ کا ذکر ہے اور حضرت سعد بن معاذ شوال پانچ ہجری میں غزوۂ خندق کے اخیر میں فوت ہو گئے تھے لہٰذا یہ غزوہ چھ ہجری میں کیسے ہو سکتا ہے رہا موسیٰ بن عقبہ کا یہ کہنا کہ یہ غزوہ چار ہجری میں ہوا تھا اس کو ہم صحیح البخاری: ۴۱۳۸ کی شرح میں رد کر چکے ہیں۔

قرعہ اندازی کی تحقیق، قرعہ اندازی کا ثبوت اور قرعہ اندازی کا طریقہ

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان قرعہ اندازی کی: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی کام کے کرنے میں سب مساوی ہوں تو اس کام کے کرنے کے لیے ان کے درمیان قرعہ اندازی کرنا جائز ہے سفر میں ساتھ لے جانے کے لیے تمام ازواج مساوی تھیں اس لیے آپ نے ان میں سے کسی ایک کو ساتھ لے جانے کے لیے قرعہ اندازی کی۔

ابوعبید نے کہا: تین نبیوں نے قرعہ اندازی کی ہے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یونس نے اور حضرت زکریاء علیہم السلام نے۔

علامہ ابن المنذر نے کہا کہ قرعہ اندازی کے جواز پر اجماع ہے۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ دو مردوں نے ایک چوپائے کی ملکیت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دعویٰ کیا تو آپ نے ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ قسم کھانے کے متعلق قرعہ اندازی کریں۔ (سنن ابوداؤد: ۳۶۱۸' سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۵۵)
ابوالزناد نے کہا: لوگ قرعہ اندازی کے متعلق بحث کرتے ہیں حالانکہ قرآن مجید میں دو جگہ قرعہ اندازی کا ذکر ہے:

(۱) وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ○ اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ ○ (الصّٰفّٰت: ۱۴۱-۱۳۹)
اور بے شک یونس ضرور رسولوں میں سے ہیں○ جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگے○ پھر قرعہ اندازی کرائی تو وہ مغلوبین میں سے ہو گئے○

(۲) وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ ۔ (آل عمران: ۴۴)
اور آپ ان کے پاس نہ تھے (جب وہ قرعہ اندازی کے لیے) اپنے قلموں کو ڈالتے تھے کہ مریم کی کفالت ان میں سے کون کرے۔

پھر حضرت مریم کی کفالت کا قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے لیے نکلا۔
ابوالزناد نے کہا: قرعہ اندازی کی کیفیت میں اختلاف ہے' سعید بن جبیر نے کہا: انگوٹھیوں سے قرعہ اندازی کی جائے' اس آدمی کی انگوٹھی لی جائے اور اُس آدمی کی انگوٹھی لی جائے اور وہ دونوں انگوٹھیاں ایک آدمی کو دی جائیں اور وہ ان میں سے کوئی ایک انگوٹھی نکال لے۔
امام شافعی سے روایت ہے کہ کاغذ کی چھوٹی چھوٹی پرچیاں بنائی جائیں اور ہر پرچی پر ایک شخص کا نام لکھا جائے' پھر ان تمام پرچیوں کو ایک ڈبہ میں ڈال کر اوپر سے کپڑا ڈال دیا جائے' پھر ایک شخص اس ڈبہ میں ہاتھ ڈال کر کوئی پرچی نکال لے' اس پرچی پر جس کا نام ہوگا اس کو دے دی جائے۔ (کتاب الام ج ۷ ص ۳۳۸)

سفر میں کسی بیوی کو ساتھ لے جانے کے لیے بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی میں مذاہب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بیویوں میں عدل کرنے کا عدمِ وجوب

ہمارے نزدیک جب کوئی شخص سفر کا ارادہ کرے تو وہ اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرے' اور اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ قرعہ اندازی کے بغیر ان میں سے کسی کو ساتھ لے جائے' علامہ نووی نے لکھا ہے کہ امام مالک کے نزدیک یہ جائز ہے۔ (شرح مسلم ج ۷ ص ۱۰۳)
علامہ ابن التین نے بھی اسی طرح کہا ہے' کیونکہ سفر میں ازواج کی باریاں' ضرورت کی وجہ سے ساقط ہو گئیں۔
امام مالک نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ساتھ لے جانے کے لیے اپنی خوشی سے قرعہ اندازی فرماتے تھے' کیونکہ ازواج کے درمیان عدل سے باریاں مقرر کرنا آپ پر واجب نہیں تھا' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ (الاحزاب: ۵۱)
(اے رسول مکرم!) آپ اپنی ازواج میں سے جسے چاہیں پیچھے رکھیں اور جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں۔

یہ آیت حضرت عائشہ' حضرت حفصہ' حضرت زینب' حضرت اُم سلمہ اور حضرت اُم حبیبہ کے متعلق نازل ہوئی ہے رضی اللہ عنہن اور باقی ازواج مؤخر کی گئی تھیں۔

القدوری میں مذکور ہے کہ سفر کے وقت ازواج کا کوئی حق نہیں ہے انسان اپنی بیویوں میں سے جس کے ساتھ چاہے سفر کرے۔
الاقطع نے کہا: کیونکہ شوہر پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کو سفر میں اپنے ساتھ رکھے اور سفر میں باریوں کی تقسیم واجب نہیں ہے تاہم اولیٰ اور مستحب یہ ہے کہ ازواج کی دل جوئی کی خاطر سفر میں ساتھ لے جانے کے لیے ان کے درمیان قرعہ اندازی کرے۔

مشکل الفاظ کے معانی

''المهبل'' جس شخص کے بدن پر زیادہ گوشت چڑھا ہوا ہو۔
''الغش'' جو شخص دبلا پتلا ہو۔
علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: ان پر زیادہ گوشت نہیں تھا۔ (اعلام الحدیث ج ۲ ص ۱۳۰۹)
''العلقة'' اس کا معنی ہے: ''القليل'' یعنی وہ صرف رمق حیات برقرار رکھنے کے لیے کھاتی تھیں۔

حضرت صفوان بن المعطل کا تذکرہ

ان کا پورا نام ہے: صفوان بن المعطل بن رحضة بن المؤمل الخزاعی۔ (معرفۃ الصحابۃ: ۱۴۹۹، الاستیعاب ج ۲ ص ۲۸۰)
الکلبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں یہ سب سے پہلے المریسیع میں حاضر ہوئے اور الواقدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں حاضر ہوئے تھے اور یہ بہت بہادر نیک اور شاعر تھے۔

(الاستیعاب: ۱۲۲۸۔ ج ۲ ص ۲۸۰، اسد الغابۃ: ۲۵۲۲۔ ج ۳ ص ۳۰، الاصابۃ: ۴۰۸۹۔ ج ۳ ص ۱۹۱۔۱۹۰)

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت صفوان بن معطل انیس (۱۹) ہجری میں غزوۂ آرمینیہ میں شہید کیے گئے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اٹھاون (۵۸) ہجری میں فوت ہوئے تھے جس دن ان کو قتل کیا گیا ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی وہ اسی ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے ساتھ دشمن پر نیزے سے حملہ کرتے رہے۔

حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والوں کی تعداد اور بعض مشکل الفاظ کے معانی

قرآن مجید میں ہے کہ جن لوگوں نے تہمت لگائی وہ تم میں سے ایک جماعت ہے: تہمت لگانے والوں میں عبداللہ بن اُبی تھا اور حضرت حمنہ بنت جحش تھیں اور حضرت عبید اللہ بن جحش تھے اور ابواحمد تھے اور حضرت مسطح اور حضرت حسان تھے رضی اللہ عنہم اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت حسان ان میں نہیں تھے۔

النور: ۱۱ میں ''الافك'' کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: جھوٹ، جو شخص اس تہمت لگانے کا بانی تھا وہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا حضرت صفوان لشکر یا قافلہ کے پیچھے رہتے تھے اور لشکر کی کسی گری ہوئی چیز کو اُٹھا لیتے تھے تا کہ لشکر میں سے جس شخص کی یہ چیز ہو اس کو واپس کر دیں ایک قول یہ ہے کہ وہ بہت گہری نیند سوتے تھے اور بیدار نہیں ہوتے تھے حتیٰ کہ قافلہ روانہ ہو جاتا۔

(الروض الانف ج ۴ ص ۲۰)

علامہ ابن العربی نے ذکر کیا ہے کہ وہ عورتوں سے دور رہتے تھے انہوں نے کبھی کسی عورت کا کپڑا نہیں کھولا۔
اُم مسطح: ان کا نام سلمیٰ بنت ابی رھم ہے یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ کی بیٹی ہیں۔
مسطح بن اُثاثہ: امام واقدی نے کہا ہے کہ یہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور چھپن (۵۶) سال کی عمر میں

سینتیس (۳۷) ہجری میں وفات پا گئے۔

''یا ھنـاہ'' یہ لفظ نداء کے ساتھ مخصوص ہے اس کا معنی ہے: اے یہ یا اے عورت یا اے بھولی بھالی یعنی وہ جس کو لوگوں کی سازشوں کی خبر نہ ہو۔ (الصحاح ج ٦ ص ۲۵٦۱)

''ضرائر'' اس کا معنی ہے: سوکنیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کو دوسری پر غیرت کی وجہ سے ضرر ہوتا ہے۔

''الداجن'' وہ بکری جس کو دودھ دوہنے کی غرض سے گھر میں رکھا جائے اور چراگاہ میں نہ چھوڑا جائے۔

حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ کے درمیان مباحثہ کی توجیہ

حضرت سعد بن معاذ نے کہا: اگر وہ شخص اوس میں سے ہے تو ہم اس کی گردن ماردیں گے: حضرت سعد بن معاذ نے یہ اس لیے کہا کہ وہ اوس کی قوم سے تھے اور وہ بنو النجار ہیں اور جو شخص رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دے اس کو قتل کرنا واجب ہے حضرت سعد نے الخزرج کے متعلق اس طرح نہیں کیا کیونکہ اوس اور خزرج کے درمیان چپقلش رہتی تھی سو ان کے درمیان کچھ عناد رہ گیا تھا اور جب نبی ﷺ کوئی حکم دیتے تو وہ اس پر عمل کرتے تھے اسی وجہ سے حضرت سعد بن عبادہ جو خزرج کے سردار تھے ان کو حضرت سعد بن معاذ کی بات پر اعتراض ہوا اور انہوں نے اس بات کو حضرت سعد بن معاذ کے تعصب پر محمول کیا۔

اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کے ذکر کو اکثر محدثین نے امام بخاری کا وہم کہا اور اس پر مصنف کی گرفت

شیخ ابن حزم نے اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کے ذکر کو امام بخاری کے وہم پر محمول کیا ہے کیونکہ حضرت سعد بن معاذ تو غزوہ بنوقریظہ کے بعد یقیناً فوت ہو گئے تھے اور غزوۂ بنوقریظہ ذوالقعدہ چار ہجری میں ہوا ہے اور دونوں غزووں کے درمیان یعنی غزوہ بنوالمصطلق اور غزوہ بنوقریظہ کے درمیان تقریباً دو سال کا عرصہ ہے اور کوئی بشر بھی وہم سے خالی اور محفوظ نہیں ہے۔

(جوامع السیرۃ لابن حزم ص ۲۰٦)

علامہ ابن العربی نے بھی اسی طرح کہا ہے کہ تمام راوی اس پر متفق ہیں کہ اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کا ذکر امام بخاری کا وہم ہے حافظ ابن عبدالبر نے کہا: یہ وہم اور خطاء ہے۔ (الدرر فی اختصار المغازی والسیر لابن عبدالبر ص ۱۹۰)

محدثین کی ایک جماعت نے حافظ ابن عبدالبر کی پیروی کی اور ان میں آخری علامہ قرطبی ہیں سو انہوں نے کہا کہ حضرت سعد بن معاذ اس وقت فوت ہو گئے تھے جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ بنوقریظہ سے چار ہجری میں واپس آئے تھے اس میں کسی راوی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ (المفہم ج ۷ ص ۳۸۰) صحیح البخاری میں ہے کہ یہ چھ ہجری کا واقعہ ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا: یہ چار ہجری کا واقعہ ہے اور یہ امام بخاری کا معمولی وہم نہیں ہے۔

اور ابن مندہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ پانچ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

مصنف کے نزدیک غزوۂ بنومصطلق شعبان پانچ ہجری میں ہوا ہے اور اس وقت حضرت سعد بن معاذ زندہ تھے جیسا کہ اس حدیث میں ان کا حضرت سعد بن عبادہ سے مباحثہ کا ذکر ہے اور اس کے بعد شوال پانچ ہجری میں غزوۂ خندق ہوا اور اس کے متصل بعد غزوۂ بنوقریظہ ہوا اور اس کے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے سو اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کے ذکر کو امام بخاری کے وہم پر محمول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ابن حزم ابن عبدالبر علامہ قرطبی اور دیگر محدثین نے جو اس کو امام بخاری کا وہم کہا سو یہ خود ان کا وہم ہے۔

حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ کے باہمی کلام کی وضاحت

حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت سعد بن عبادہ اس سے پہلے نیک مرد تھے: یعنی اس سے پہلے ان پر منافقین کی حمایت کی تہمت نہیں تھی۔

ان کو اپنے قبیلہ کے تعصب نے ابھارا۔ صحیح مسلم میں ہے: ان کو اس تعصب نے جہالت میں مبتلا کیا۔ (صحیح مسلم: ۲۷۷۰)

حضرت سعد بن عبادہ نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ بولا: علامہ داؤدی نے کہا: یعنی رسول اللہ ﷺ تم کو اس شخص کے قتل کا حکم نہیں دیں گے اور ظاہر وہ ہے جو علامہ ابن التین نے کہا یعنی تم جھوٹ بولتے ہو تم اس شخص کو قتل کرنے پر قادر نہیں ہو گے۔

پھر حضرت اُسید بن حضیر نے کھڑے ہو کر کہا: تم نے جھوٹ بولا اللہ کی قسم! ہم اس شخص کو ضرور قتل کریں گے: یعنی اگر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس کو قتل کرنے کا حکم دیا تو۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کو اعترافِ گناہ کی جو تلقین کی اس کے متعلق علامہ داؤدی کی تقریر۔۔ پھر مصنف کی تقریر

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر تم سے کوئی گناہ ہو گیا ہے تو تم اس پر اللہ سے توبہ اور استغفار کرلو نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے: علامہ داؤدی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کو گناہ کا اعتراف کرنے کی دعوت دی اور جس طرح دوسروں کو گناہ چھپانے کا حکم دیتے تھے اس طرح ان کو گناہ چھپانے کا حکم نہیں دیا کیونکہ شارع علیہ السلام کے پاس ایسی عورت نہیں ہونی چاہیے جو گناہ کر چکی ہو۔

مصنف کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو علم تھا کہ حضرت عائشہ پاک دامن ہیں کیونکہ ان کے پاس آنے سے پہلے آپ مجمع صحابہ میں یہ فرما چکے تھے: اللہ کی قسم! مجھے اپنی اہلیہ کے متعلق سوائے خیر اور پاکیزگی کے اور کسی چیز کا علم نہیں اور ان کے گھر آ کر جو آپ نے فرمایا: اگر تم سے (بالفرض) کوئی گناہ ہو گیا ہے تو تم اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو یہ اس لیے فرمایا تھا کہ کوئی معاند یہ نہ کہہ سکے کہ آپ نے اپنی اہلیہ کی جانب داری کی اور منافقین کو آپ پر طعن کرنے کا موقع نہ مل سکے آپ نے اتمامِ حجت کے لیے ظاہر شریعت کا تقاضا پورا کیا اور بغیر کسی رُو رعایت کے حضرت عائشہ سے وہی فرمایا جو اس موقع پر آپ کو فرمانا چاہیے تھا اور اُمت کے لیے نمونہ فراہم کیا کہ اگر کسی کی بیوی پر اس طرح کی تہمت لگ جائے تو وہ اس سے کس طرح کلام کرے۔

حضرت عائشہ کا عجز و انکسار

حضرت عائشہ نے بتایا: اللہ کی قسم! مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ میرے متعلق وحی نازل کی جائے گی: اور یہی صالحین کا طریقہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو حقیر گردانتے ہیں اور تواضع اور انکسار کو لازم رکھتے ہیں۔

''قلص دمعی'' میرے آنسو کم ہو گئے یا خشک ہو گئے۔

ابن السکیت نے کہا: جب کنویں کا پانی کم ہو جائے تو کہا جاتا ہے: ''قلص الماء فی البیر''۔ (اصلاح المنطق ص ۲۶۴)

علامہ قرطبی نے کہا: جب رنج اور غم اپنی انتہاء اور غایت کو پہنچ جائے تو آنسو خشک ہو جاتے ہیں۔ (المفہم ج ۷ ص ۳۷۴)

یعنی مصیبت کی فرطِ حرارت کی وجہ سے آنسو خشک ہو جاتے ہیں۔

''البرحاء'' اس کا معنی ہے: بخار یا دیگر امراض کی شدت خلیل نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: حرارت کی شدت۔

(العین ج ۸ ص ۲۹۳)

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: شدت الکرب۔ (اعلام الحدیث ج ۲ ص ۱۳۱۰)

''الجمان'' ابن المثنی نے کہا: اس کا معنی ہے: موتی' ابن سیدہ نے کہا: موتیوں کی صورت میں چاندی کے ٹکڑے' یہ بھی کہا گیا ہے کہ سفید سیپیوں پر چاندی کا پانی چڑھا ہوا ہو۔ (المحکم ج ۷ ص ۳۲۷)

حضرت عائشہ کے عتاب کی توجیہ علامہ ابن ملقن کی طرف سے' پھر مصنف کی طرف سے

ابن دحیہ نے کہا: سینتیس (۳۷) راتوں کے بعد قرآن مجید میں حضرت عائشہ کی تہمت سے براءت نازل ہوئی۔

حضرت عائشہ نے کہا: میں آپ کی طرف نہیں کھڑی ہوں گی: یہ حضرت عائشہ نے بہ طور عتاب کہا کیونکہ لوگوں نے آپ کی پاکیزہ سیرت اور نیک چلنی اور پارسائی کے علم کے باوجود آپ کے کردار پر شک کیا۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ملقن کی یہ شرح درست نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ کا روئے سخن لوگوں کی طرف نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف تھا' ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ بہ ظاہر اس کلام میں اسناد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے اور اس سے مراد دوسرے لوگ ہیں' تاہم یہ سیاق وسباق کے اعتبار سے بہت بعید ہے۔

اب یہ سوال ہوگا کہ کیا حضرت عائشہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عتاب کرنا جائز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں مقامِ ناز میں یہ جائز ہے' صحیح البخاری: ۲۶۶۱ میں ہم اس کی مفصل شرح کر چکے ہیں' اس مقام کو سمجھنے کے لیے اُس مقام کو ضرور دیکھ لیا جائے کیونکہ وہ شرح ہماری خصوصیات میں سے ہے۔

حضرت عائشہ کی والدہ نے جو کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کھڑی ہو: اس سے مراد یہ تھی کہ آپ کی تعظیم اور توقیر کے لیے آپ کی طرف کھڑی ہو اور حضرت عائشہ نے جو کہا تھا کہ اللہ کی قسم! میں آپ کی طرف نہیں کھڑی ہوں گی' یہ بہ طور ناز کہا تھا نہ کہ بہ طور توہین۔

حدیث مذکور کے مختصر فوائد

(۱) قضاء حاجت کے لیے عورت کا اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا جائز ہے' جیسے حضرت عائشہ' حضرت اُم مسطح کے ساتھ گئیں۔

(۲) اجنبی مردوں کا اجنبی عورتوں کو اونٹنی پر بٹھا کر پالان اور کجاوے پر سوار کرانا جائز ہے' بہ شرطیکہ وہ اس دوران ان سے کلام نہ کریں' جیسے حضرت عائشہ کو لشکر کے لوگ اونٹنی کے پالان پر بٹھاتے تھے۔

(۳) لوگوں کو چاہیے کہ بُری بات کا بالعموم ذکر نہ کریں اور اس کو مخفی رکھیں جیسا کہ حضرت عائشہ کو حضرت اُم مسطح کے بتائے بغیر اپنی تہمت کا پتا نہ چل سکا۔

(۴) امام اور سربراہ کو جب اپنی اہلیہ کے متعلق کوئی اذیت پہنچے تو وہ اپنے اصحاب کے سامنے اس کا ذکر کرے' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب میں ذکر کیا۔

(۵) مرد اپنی اہلیہ سے فراق کے بارے میں اپنے خاص احباب سے مشورہ کرے' جیسے آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔

(۶) جب اہلیہ پر تہمت لگے تو اس کی تفتیش اور تحقیق کے لیے اہلیہ کے احوال سے واقف لوگوں سے سوال کیا جائے' جیسے آپ نے حضرت عائشہ کے متعلق حضرت بریرہ' حضرت زینب بنت جحش اور حضرت اسامہ سے سوالات کیے۔

(۷) عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اپنے والدین کے گھر نہ جائے کیونکہ حضرت عائشہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے

اپنے والدین کے گھر گئی تھیں' ایک حدیث میں ہے: آپ نے ان کے ساتھ ایک خادم بھیج دیا تھا۔ (صحیح البخاری: ۴۷۵۷)

(۸) حاضرینِ بدر کی فضیلت اور ان پر بددعا کرنا اور ان کی مذمت کرنے کا عدم جواز' کیونکہ حضرت عائشہ نے حضرت اُم مسطح کو حضرت مسطح پر بددعا کرنے اور ان کی مذمت کرنے سے منع کیا' اگرچہ والدین کو اپنی اولاد پر وہ حق حاصل ہوتا ہے جو دوسروں کو نہیں ہوتا۔

(۹) جھوٹی تہمت کا اعتراف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلقین کے باوجود اس تہمت کا اعتراف نہیں کیا اور اس پر صبر کیا اور اس پر صبر کرنے کی فضیلت اور اس پر دارین میں عزت اور کرامت کی نوید۔

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر ارادہ کے موافق وحی نازل نہیں ہوتی تھی کیونکہ اس معاملہ میں آپ ایک ماہ تک پریشان رہے اور وحی الٰہی نازل نہیں ہوئی' اسی طرح جب آپ سے روح اور اصحابِ کہف کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے اس اعتماد سے کہ آج وحی نازل ہو جائے گی' فرمایا: میں کل بتادوں گا اور آپ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے' تو اس دن وحی نازل نہیں ہوئی اور پندرہ دن بعد وحی نازل ہوئی' اس واقعہ میں آپ کی نبوت کی صداقت کی دلیل ہے' اور اس پر دلیل ہے کہ قرآن مجید آپ کا بنایا ہوا کلام نہیں ہے' اللہ کا کلام ہے' الکہف: ۲۳ کی تفسیر میں اس کی زیادہ تفصیل ہے۔

(۱۱) اگر کوئی شخص امام اور سربراہ کی عزت اور حرمت کے خلاف کوئی بات کہے تو اس پر مسلمانوں کو غضب میں آنا چاہیے جس طرح حضرت عائشہ پر تہمت لگانے کی وجہ سے صحابہ عبداللہ بن اُبی کے خلاف غضب میں آ گئے اور اس کو قتل کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے۔

(۱۲) اگر کوئی نیک مرد تعصب کی وجہ سے اپنے قبیلہ کے آدمی کے جرم اور گناہ کی حمایت کرے تو پھر اس کی نیکی کی صفت زائل ہو جاتی ہے کیونکہ حضرت عائشہ نے عبداللہ بن اُبی کی حمایت کرنے کی وجہ سے کہا کہ حضرت سعد بن عبادہ اس سے پہلے نیک مرد تھے۔

(۱۳) اگر کوئی شخص غصہ میں کسی کو ایسی بات کہہ دے جو اس میں نہ ہو تو اس پر گرفت نہیں ہوگی کیونکہ حضرت اُسید بن حضیر نے حضرت سعد بن عبادہ سے کہا: تم منافق ہو اور منافقین کی حمایت میں بحث کر رہے ہو' حالانکہ حضرت سعد بن عبادہ منافق نہیں تھے' لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر حضرت اُسید بن حضیر کی گرفت نہیں کی۔

(۱۴) جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلیہ کو ایذاء پہنچائے یا ان کی عزت اور حرمت کے خلاف بات کرے' اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ حضرت سعد بن معاذ نے کہا: اگر وہ شخص اوس میں سے ہے تو ہم خود اس کو قتل کر دیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر رد نہیں فرمایا۔

(۱۵) اللہ تعالیٰ نے جس تہمت سے حضرت عائشہ کی براءت کی ہے' اگر کوئی شخص حضرت عائشہ پر وہ عیب لگائے تو وہ کافر ہے اور واجب القتل ہے کیونکہ وہ قرآن مجید کی تکذیب کرتا ہے۔

(۱۶) جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج میں سے کسی زوجہ پر بھی ایسا عیب لگائے اور ان کی بے حرمتی کرے' اس کا یہی حکم ہے' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ہونے کی وجہ سے ان کی یہ حرمت ہے اور اس نسبت میں تمام ازواج مساوی ہیں۔

(۱۷) ایذاء پہنچانے والے کے ساتھ حسن سلوک ختم کرنے اور انتقام لینے کے بجائے اس کو معاف کر دینا اور اس کے ساتھ حسن سلوک کو جاری اور برقرار رکھنا' اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رضا کے حصول کا سبب ہے' جیسے حضرت ابوبکر نے حضرت مسطح سے انتقام لینے کے بجائے ان کے ساتھ حسبِ سابق حسنِ سلوک برقرار رکھا۔

(۱۸) تعجب کے موقع پر سبحان اللہ کہنا' جیسے جب حضرت عائشہ کی والدہ نے ان سے لوگوں کی تہمت کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: سبحان

اللہ!

(۱۹) النور: ۱۶ میں ہے کہ جب مسلمانوں نے یہ بات سنی تو انہوں نے یہ کیوں نہ کہا: ''سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○'' اے اللہ! تو پاک ہے' یہ تو بہت بڑا بہتان ہے ○ اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس تسبیح کا کیا مقصد ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس تسبیح سے اللہ تعالیٰ کے نبی کی حریم اور اہلیہ کی معصیت سے تنزیہ (پاکیزگی کا اظہار) مقصود ہے۔

(۲۰) بعض مفسرین نے کہا ہے کہ جس شخص نے اس آیت کے نزول کے بعد بھی حضرت عائشہ کے متعلق زبان درازی کی وہ مؤمن نہیں ہے' میں کہتا ہوں کہ وہ شخص قطعی طور پر کافر ہے کیونکہ جس کی اللہ تعالیٰ تعظیم اور توقیر کر رہا ہے وہ اس کی مذمت کر رہا ہے۔

(۲۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ ۔ (التحریم: ۵)

اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو بعید نہیں ہے کہ ان کا رب ان کے لیے تم سے بہتر ازواج بدل دے۔

اگر آپ طلاق دے دیتے تو ان سے بہتر ازواج آپ کے نکاح میں آ جاتیں لیکن جب آپ نے طلاق نہیں دی تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ان سے بہتر کوئی عورت نہیں ہے اور آپ کی ازواج روئے زمین کی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

(۲۲) حضرت عائشہ رضی اللہ پر یہ مصیبت آئی' اس سے معلوم ہوا کہ کوئی مقرب شخص مصائب سے خالی نہیں ہوتا اور جس کا مرتبہ جتنا زیادہ ہوتا ہے وہ اس قدر زیادہ مصائب میں گرفتار ہوتا ہے' لوگوں میں سب سے زیادہ مصائب میں مبتلا انبیاء ہوتے ہیں' پھر جو ان کے قریب ہوں' پھر جو ان کے قریب ہوتے ہیں۔ (المستدرک ج ۳ ص ۳۴۳)

(۲۳) علامہ ابن الملقن نے اس حدیث کے فوائد میں لکھا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر حد نہیں لگائی کیونکہ آپ کو یہ خدشہ تھا کہ اس سے مسلمانوں میں فتنہ ہوگا اور ان کا اتحاد نہیں رہے گا اور جن لوگوں نے تہمت لگائی تھی' ان کی پشت پر بھی جمعیت تھی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۵۸۹-۵۶۳ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن الملقن کی نکتہ شناسی پر مصنف کا تعاقب اور تہمت لگانے والوں پر حد جاری کرنے کے ثبوت میں احادیث

علامہ ابن الملقن بہت عظیم محقق ہیں' احادیث پر ان کی بہت وسیع نظر ہے اور وہ بہت نکتہ آفرین ہیں' لیکن ان کے مذکور الصدر نکتہ سے میں متفق نہیں ہوں' اللہ تعالیٰ نے پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں کے لیے حد جاری کرنے کا یہ قانون بنایا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (النور: ۴)

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں' پھر وہ چار گواہ نہ لائیں تو انہیں اسّی کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہی نافرمان ہیں ○

پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی' آپ نے ان پر حد قذف جاری نہ کی ہو اور آپ کی زندگی میں حد قذف جاری کرنے کا نمونہ نہ ہو' جب کہ اس کے ثبوت میں احادیث معتبرہ موجود ہیں:

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ابواویس نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کے پاس سے گزرے جنہوں نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تھی' سو ان تمام لوگوں پر اسّی اسّی کوڑے مارے گئے۔ (المعجم الکبیر: ۱۵۱' ج ۲۳ ص ۱۱۶' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ نور الدین الہیثمی نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے: اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام رجال صحیح ہیں۔ (مجمع الزوائد ج۹ص۲۳۶' دار الکتب العربی' بیروت)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک طویل روایت کے اخیر میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کی طرف نکلے' آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بلایا' انہوں نے تمام لوگوں کو جمع کیا' پھر آپ نے حضرت عائشہ کی براءت کے متعلق آیات کی تلاوت فرمائی اور عبداللہ بن اُبی منافق کو بلایا' سو اس کو لایا گیا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر دو حدیں جاری فرمائیں اور حضرت حسان بن ثابت' حضرت مسطح بن اُثاثہ اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم کو بلایا' سو ان سب پر حد قذف جاری کی گئی۔ (المعجم الکبیر:۱۶۴۔ ج ۲۳ص ۱۲۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ج۹ص۲۴۰) لیکن اس حدیث سے دیگر احادیثِ صحیحہ کی تائید ہوتی ہے' اس لیے یہ حدیث معتبر ہے۔

حضرت ابن عباس نے کہا: جس نے اس تہمت کو سب سے زیادہ پھیلایا وہ عبداللہ بن ابی ابن سلول ہے' دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر حد جاری فرمائی اور آخرت میں اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ (المعجم الکبیر:۱۸۱۔ ج ۲۳ص ۱۳۷' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت کو' عبداللہ بن ابی کو حضرت مسطح کو اور حضرت حمنہ بنت جحش کو کوڑے مارے' ان میں سے ہر ایک کو اسی اسی کوڑے مارے کیونکہ انہوں نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تھی' اس کے بعد عبداللہ بن اُبی منافق کے سوا سب نے توبہ کر لی اور عبداللہ بن ابی منافقین میں سے تھا' وہ اپنے نفاق پر مرا۔
(المعجم الکبیر:۲۲۸۔ ج ۲۳ص ۱۵۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ الہیثمی نے کہا: اس حدیث کی سند میں ابن لہیعہ ہے' اس میں کچھ ضعف ہے اور اس حدیث کے باقی رجال حدیثِ صحیح کے رجال ہیں۔ (مجمع الزوائد ج۷ص۸۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اسی اسی کوڑے مارے۔
(المعجم الکبیر:۲۶۲۔ ج ۲۳ص ۱۶۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

حافظ الہیثمی نے محمد بن السائب الکلبی کی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے مگر اس کی تائید درج ذیل حدیثِ صحیح سے ہوتی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میرا عذر نازل ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور دو مردوں اور ایک عورت کو بلایا اور ان سب پر حد جاری کی۔ (المعجم الکبیر:۲۶۳۔ ج ۲۳ص ۱۶۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اس حدیث کی امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں (۴۴۷۴) اور امام ترمذی نے اپنی سنن میں (۳۱۸۰) اور امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں (۲۵۶۷) میں روایت کی ہے۔

نیز امام ابوداؤد نے اس حدیث کے متصل بعد ایک اور سند کے ساتھ محمد بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو مردوں اور ایک عورت کو بلایا' جنہوں نے بے حیائی کی بات کی تھی' حضرت حسان بن ثابت کو' حضرت مسطح بن اُثاثہ کو اور حضرت حمنہ بنت جحش کو۔ (سنن ابوداؤد:۴۴۷۵)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میرا عذر نازل ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے' سو آپ نے اس کا ذکر کیا اور قرآن مجید کی تلاوت کی' پھر جب آپ منبر سے اترے تو آپ نے دو مردوں اور ایک عورت کو بلانے کا حکم دیا' پھر ان پر حد (قذف) جاری کی گئی اور کوڑے مارے گئے۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٣٤ طبع قدیم' مسند احمد: ٢٤٠٦٦۔ ج ٤٠ ص ٧٧' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ١٤٢١ھ)

یہ حدیث درج ذیل کتب حدیث میں بھی مذکور ہے:

المعجم الکبیر ج ٢٣ ص ٢٦٣' سنن ابوداؤد: ٤٤٧٤' سنن ترمذی: ٣١٨١' سنن ابن ماجہ: ٢٥٦٧' دلائل النبوۃ للبیہقی ج ٤ ص ٧٤' مصنف عبدالرزاق: ٩٧٤٩۔

علامہ شعیب الارنؤط اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ حدیث حسن ہے' محمد بن اسحاق نے ہر چند اس حدیث کی صیغہ عن سے روایت کی مگر امام بیہقی نے اس کی حدثنا کے صیغہ سے روایت کی ہے' لہٰذا تدلیس کا شبہ منتفی ہو گیا اور اس حدیث کے باقی رجال ثقات ہیں جو بخاری اور مسلم کے رجال ہیں۔

(حاشیہ مسند احمد ج ٦ ص ٣٤' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں نے اس حدیث کی تخریج اور تحقیق میں بہت محنت کی اور بہت مشقت اُٹھائی ہے کیونکہ شارحین سابقین میں سے کسی نے اس حدیث کا ذکر نہیں کیا اور میں اپنی اور تمام مؤمنین کی ماں کی تعظیم اور توقیر واضح کرنے کے لیے اس حدیث کو ثابت کرنا چاہتا تھا' دوسری وجہ یہ تھی کہ قرآن مجید میں یہ حکم دیا ہے کہ پاکیزہ عورتوں کی تہمت لگانے والوں پر اسی کوڑے مار کر حد جاری کرو تو میرا دل نہیں مانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل نہ کیا ہو' تیسری وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کرنے والوں پر حد جاری کی' چوری کرنے والوں پر حد جاری کی' ڈاکہ مارنے والوں پر حد جاری کی' شراب پینے والوں پر حد جاری کی' تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے تہمت لگانے والوں پر حد جاری نہ کی ہو جب کہ اس واقعہ کے بعد آپ پانچ سال تک زندہ رہے' اگر آپ نے تہمت لگانے والوں پر حد جاری نہ کی ہو جیسا کہ علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے تو آپ کی زندگی میں حدود جاری کرنے کا اُسوہ اور نمونہ مکمل نہیں ہوگا جب کہ آپ حد جاری کرنے میں کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے' آپ نے فرمایا تھا: اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔

مقبولین کے درمیان حضرت عائشہ کی خصوصی فضیلت اور انفرادیت

اس حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وجاہت اور عظمت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ جب حضرت یوسف علیہ السلام پر بدکاری کی تہمت لگی تو چھ ماہ کے ایک بچہ نے ان کی پاک دامنی بیان کی' بنی اسرائیل کے عابد جریج پر بدکاری کی تہمت لگی تو ایک نوزائیدہ بچہ نے ان کی پاک دامنی بیان کی' جب حضرت مریم پر بدکاری کی تہمت لگی تو اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی پاک دامنی بیان کی اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کی تہمت لگی تو خود رب ذوالجلال نے ان کی پاک دامنی بیان کی اور ان کی براءت کے بیان میں سورۂ نور کی گیارہ سے بیس تک دس آیات نازل کیں اور حضرت عائشہ کی یہ انفرادیت بھی ہے کہ مقبولین میں سے صرف ان پر تہمت لگانے والوں کو سزا دی گئی اور سب کو اسی اسی کوڑے مارے گئے۔ وللہ الحمد!

اے خداوند کریم! میں نے تیری مقرب بندی کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے جو محنت کی ہے اس کو قبول فرمالینا اور مجھے اپنے فضل اور رحمت سے بخش دینا۔ (آمین یا رب العلمین!)

اس حدیث کی تشریح' شرح صحیح مسلم: ١٧ ٥-٥٥٨ میں بھی کی گئی ہے' وہ تشریح بھی لائق مطالعہ ہے۔

٤١٤٢- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَمْلٰی عَلَیَّ هِشَامُ بْنُ یُوْسُفَ مِنْ حِفْظِهٖ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ قَالَ لِیَ الْوَلِیْدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ اَبَلَغَكَ اَنَّ عَلِیًّا كَانَ فِیْمَنْ قَذَفَ عَائِشَةَ قُلْتُ لَا وَلٰكِنْ قَدْ اَخْبَرَنِیْ رَجُلَانِ مِنْ قَوْمِكَ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ لَهُمَا كَانَ عَلِیٌّ مُسَلِّمًا فِیْ شَاْنِهَا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ہشام بن یوسف نے اپنے حافظہ سے املاء کرایا' انہوں نے کہا: مجھے معمر نے خبر دی از الزہری' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے الولید بن عبدالملک نے کہا: کیا تمہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ (حضرت) علی (رضی اللہ) ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ پر (بدکاری کی) تہمت لگائی تھی' میں نے کہا: نہیں! لیکن مجھے تمہاری قوم کے دو آدمیوں نے خبر دی ہے' ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے اور ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث نے کہ حضرت عائشہ نے بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ اس معاملہ میں بالکل خاموش رہنے والے تھے۔

فَرَاجَعُوْهُ فَلَمْ یَرْجِعْ وَقَالَ مُسَلِّمًا بِلَا شَكَّ فِیْهِ وَعَلَیْهِ كَانَ فِیْ اَصْلِ الْعَتِیْقِ كَذٰلِكَ ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

پس لوگوں نے اس مسئلہ میں زہری سے رجوع کیا تو انہوں نے اس کے سوا کوئی اور جواب نہیں دیا اور بتایا کہ حضرت عائشہ نے بلاشک حضرت علی کو ''مسلّمًا'' (یعنی تسلیم کرنے والے اور خاموش رہنے والے) کہا تھا اور وہ اسی پر قائم رہے اور ان کی پرانی اصل میں بھی اسی طرح لکھا ہوا ہے (یعنی ''مسلمًا'' لکھا ہوا تھا)۔

علامہ ابن ملقن کا حضرت علی کی طرف سے دفاع کرنا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ نے بتایا: حضرت علی اس معاملہ میں مسلّم تھے' علامہ ابن التین نے کہا: مسلّما تھے اور دونوں لفظوں کا معنی قریب ہے' نیز انہوں نے کہا: یہ لفظ ''مسیئًا'' (بُرائی کرنے والا) بھی پڑھا گیا اور یہ بعید ہے' از عبدالرزاق از معمر از الزہری روایت ہے کہ وہ (زہری) ولید بن عبدالملک کے پاس تھے' اس نے کہا: جو اس تہمت کا بانی تھا وہ (حضرت) علی بن ابی طالب تھے تو میں نے کہا: مجھے سعید بن المسیب اور عروۃ بن الزبیر اور علقمہ بن وقاص اور عبیداللہ بن عبداللہ ان سب نے خبر دی ہے کہ حضرت عائشہ نے بتایا کہ اس تہمت کا بانی عبداللہ بن ابی تھا اور وہ اس تہمت لگانے میں میرے ساتھ بُرائی کرنے والا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ ص۲۸۲-۲۸۱' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن ملقن کے دفاع کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ولید بن عبدالملک' مروان کا پوتا تھا' یہ لوگ بنو امیہ میں سے تھے اور ناصبی تھے اور حضرت علی رضی اللہ سے بغض رکھتے تھے' اس لیے ہشام بن یوسف نے ولید کی خوشامد کرتے ہوئے اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ نے کہا تھا کہ حضرت علی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے مجھ پر بدکاری کی تہمت لگائی تھی اور وہ میرے ساتھ ''مسیئًا'' (برائی کرنے والے تھے)۔ صاحب التوضیح نے کہا: یہ روایت بعید ہے۔ اس کی بنیاد یہ تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے اس تہمت کے متعلق تفتیش کی تو حضرت علی

نے حضرت اسامہ کی طرح یہ نہیں کہا کہ وہ آپ کی اہلیہ ہیں اور ہم ان کے متعلق سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتے' بلکہ یہ کہا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے تنگی تو نہیں کی اور حضرت عائشہ کے علاوہ اور بہت عورتیں ہیں (یعنی جس عورت پر تہمت لگ چکی ہے' اس کو اپنے نکاح میں رکھنے کی آپ کو کیا ضرورت ہے) اس وجہ سے ناصبیہ کو موقع ملا اور انہوں نے یہ حدیث گھڑ لی کہ حضرت علی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت عائشہ پر بدکاری کی تہمت لگائی تھی اور حضرت عائشہ نے کہا تھا کہ حضرت علی میرے ساتھ "مسیئًا" (برائی کرنے والے تھے)۔ اللہ تعالیٰ امام زہری کو جزا دے! انہوں نے بتایا کہ حضرت عائشہ نے کہا تھا کہ حضرت علی اس معاملہ میں "مسلّمًا" (خاموش رہنے والے تھے) اور حضرت عائشہ نے کہا تھا کہ اس تہمت کا بانی عبداللہ بن ابی تھا اور وہ میرے ساتھ "مسیئًا" (برائی کرنے والا تھا) اور یوں زہری نے حضرت علی سے یہ اعتراض دور کر دیا اور بتا دیا کہ حضرت عائشہ نے حضرت علی کے لیے "مسیئًا" کا لفظ نہیں کہا تھا بلکہ عبداللہ بن اُبی کے لیے کہا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۸۰ 'موضحًا' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٤٣- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَسْرُوْقُ بْنُ الْاَجْدَعِ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ اُمُّ رُوْمَانَ وَهِيَ اُمُّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ بَيْنَا اَنَا قَاعِدَةٌ اَنَا وَعَائِشَةُ اِذْ وَلَجَتِ امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَتْ فَعَلَ اللّٰهُ بِفُلَانٍ وَّفَعَلَ بِفُلَانٍ فَقَالَتْ اُمُّ رُوْمَانَ وَمَا ذَاكَ قَالَتِ ابْنِيْ فِيْمَنْ حَدَّثَ الْحَدِيْثَ وَقَالَتْ مَا ذَاكَ قَالَتْ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ عَائِشَةُ سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ نَعَمْ قَالَتْ وَاَبُوْ بَكْرٍ قَالَتْ نَعَمْ فَخَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا فَمَا اَفَاقَتْ اِلَّا وَعَلَيْهَا حُمّٰى بِنَافِضٍ فَطَرَحْتُ عَلَيْهَا ثِيَابَهَا فَغَطَّيْتُهَا فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا شَاْنُ هٰذِهٖ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَخَذَتْهَا الْحُمّٰى بِنَافِضٍ قَالَ فَلَعَلَّ فِيْ حَدِيْثٍ تُحُدِّثَ بِهٖ قَالَتْ نَعَمْ فَقَعَدَتْ عَائِشَةُ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَئِنْ حَلَفْتُ لَاتُصَدِّقُوْنِيْ وَلَئِنْ قُلْتُ لَا تَعْذِرُوْنِيْ مَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَيَعْقُوْبَ وَبَنِيْهِ ﴿وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَاتَصِفُوْنَ ۝﴾ (یوسف:۱۸) قَالَتْ وَانْصَرَفَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عُذْرَهَا قَالَتْ بِحَمْدِ اللّٰهِ لَا بِحَمْدِ اَحَدٍ وَّ لَا بِحَمْدِكَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از حصین از ابی وائل' انہوں نے کہا: مجھے مسروق بن الاجدع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اُم رومان نے حدیث بیان کی اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں' انہوں نے بتایا کہ میں اور (حضرت) عائشہ بیٹھی ہوئی تھیں' اس وقت انصار کی ایک عورت داخل ہوئی' اس نے کہا: اللہ تعالیٰ فلاں کے ساتھ ایسا کرے اور فلاں کے ساتھ ایسا کرے' تو حضرت اُم رومان نے کہا: اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس نے بتایا کہ میرا بیٹا ان لوگوں میں سے ہے' جس نے یہ (تہمت کی) بات کی ہے' حضرت اُم رومان نے پوچھا: وہ (تہمت) کیا ہے؟ تو اس نے بتایا: وہ اس طرح ہے' حضرت عائشہ نے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن لی ہے؟ اس نے کہا: ہاں! حضرت عائشہ نے پوچھا اور حضرت ابوبکر نے؟ اس نے کہا: ہاں! تب حضرت عائشہ بے ہوش ہو گئیں' پھر ان کو جب ہوش آیا تو ان کو کپکپی والا بخار چڑھا ہوا تھا' پس میں نے ان کے اوپر ان کے کپڑے ڈال دیئے اور میں نے ان کو ڈھانپ دیا' پس اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے' آپ نے پوچھا: اس کو کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! اس کو کپکپی والا بخار چڑھ گیا ہے' آپ نے فرمایا: شاید اس نے وہ بات سن لی ہے جو کہی جا رہی ہے' انہوں نے کہا: جی ہاں! پھر حضرت عائشہ اُٹھ کر بیٹھ گئیں اور انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میں (اپنی پاک دامنی پر) قسم کھاؤں تو

آپ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے اور اگر میں کہوں میں نے ایسا نہیں کیا تو آپ لوگ میرا عذر نہیں سنیں گے' میری اور آپ لوگوں کی مثال تو حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کی طرح ہے' (انہوں نے کہا تھا:) تم جو کچھ کہہ رہے ہو اس پر اللہ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے O (یوسف:١٨) حضرت اُم رومان نے بتایا' پھر آپ واپس گئے اور آپ نے کوئی بات نہیں فرمائی' تب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ کا عذر نازل فرمایا' تو حضرت عائشہ نے کہا: (سب سے پہلے) اللہ تعالیٰ کی حمد ہے' کسی اور کی حمد نہیں ہے اور نہ آپ کی (سب سے پہلے) حمد ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٣٣٨٨ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری کی مذکور حدیث کے وہم اور خطاء ہونے پر علامہ ابن ملقن کے دلائل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

مسروق بن الاجدع نے جو کہا کہ مجھے حضرت اُم رومان نے حدیث بیان کی' ان کے اس قول میں یہ تصریح ہے کہ انہوں نے اُم رومان سے سماع کیا ہے' اور ہم مناقب الانبیاء میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ مسروق نے حضرت اُم رومان کا زمانہ پایا تھا' اس باب کا عنوان ہے: ''لَقَدْ کَانَ فِیْ یُوْسُفَ'' (الآیۃ)۔

الواقدی اور حضرت الزبیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت اُم رومان چھ ہجری میں فوت ہو گئی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی قبر میں اُترے تھے اور ان کے لیے طلبِ مغفرت کی دعا کی تھی۔

حافظ ابو عمر نے کہا ہے کہ مسروق کی حضرت اُم رومان سے روایت مرسل ہے' یعنی ان کی حضرت اُم رومان سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ (الاستیعاب ج ٤ ص ٤٩١)

اور المقدسی نے کہا ہے کہ مسروق نے از حضرت ابن مسعود از حضرت اُم رومان روایت کی ہے اور یہ قول صحت کے زیادہ مشابہ (قریب) ہے اور ابراہیم حلبی نے کہا ہے کہ مسروق پندرہ سال کی عمر میں حضرت اُم رومان سے سوالات کرتے تھے اور جب مسروق فوت ہوئے تو ان کی عمر اٹھہتر (٧٨) سال تھی۔

حافظ ابو بکر الخطیب نے امام بخاری پر تعاقب کیا ہے کہ ان سے یہ بات کیسے مخفی رہی کہ حضرت اُم رومان' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ذوالحجہ چھ ہجری میں فوت ہو گئی تھیں۔

امام محمد بن سعد نے کہا کہ مسروق ٣٦ ہجری میں فوت ہوئے تھے تو حضرت اُم رومان کی وفات کے وقت ان کی عمر چھ سال تھی۔

(طبقات ابن سعد ج ٦ ص ٨٤' تاریخ بغداد ج ١٣ ص ٢٣٥)

نیز مسروق یمن میں پیدا ہوئے تھے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ آئے تھے' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یا اس کے بعد۔

امام احمد نے یہ حدیث اپنی سند کے ساتھ از حصین از ابی وائل از مسروق از حضرت اُم رومان روایت کی ہے اور اس حدیث میں

یہ مذکور نہیں ہے کہ انہوں نے مجھے حدیث بیان کی نہ یہ مذکور ہے کہ میں نے ان سے سنا۔ (مسند احمد ج ٦ ص ٣٦٧)

اور اس حدیث کی ابوسعید الاشج نے از محمد بن فضیل روایت کی ہے اور اس میں ہے: از مسروق‘ میں نے حضرت اُم رومان سے سوال کیا اور وہ حضرت عائشہ کی والدہ ہیں‘ پھر انہوں نے یہ قصہ ذکر کیا۔

المہلب نے کہا: یہ امام بخاری کی روایت کے زیادہ مشابہ ہے اور شاید کہ حضرت اُم رومان سے سماع کی تصریح حصین سے منقول ہے اور ان کا اخیر عمر میں حافظہ مختلط ہو گیا تھا۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ از ابووائل از مسروق از حضرت اُم رومان: اس روایت میں امام بخاری کا وہم ہے کیونکہ حضرت اُم مسطح قرشیہ ہیں اور حضرت اُم رومان نے کہا: جس وقت میں حضرت عائشہ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی انصار کی ایک عورت آئی (حالانکہ آنے والی عورت حضرت اُم مسطح تھیں اور وہ انصاریہ نہیں‘ قرشیہ تھیں)۔

نیز اس حدیث میں مذکور ہے: رسول اللہ ﷺ چلے گئے اور آپ نے کوئی بات نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے میرا عذر نازل فرما دیا‘ حالانکہ اس سے پہلے صحیح حدیث: ۴۱۴۱ میں گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مجلس (میں جانے) کا قصد نہیں کیا تھا اور نہ کوئی گھر والوں میں سے نکلا تھا حتیٰ کہ میری براءت نازل ہو گئی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۸۳۔۲۸۲‘ وزارۃ الاوقاف‘ قطر‘ ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن ملقن کے دلائل کی وضاحت

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ملقن نے حسب ذیل متعدد وجوہ سے امام بخاری کی اس روایت پر تعاقب کیا ہے اور ان کا رد کیا ہے اور اس حدیث کو ان کا وہم قرار دیا ہے:

(۱) امام بخاری کی روایت کے مطابق یہ حدیث مسند ہے کیونکہ مسروق نے کہا: مجھے اُم رومان نے حدیث بیان کی‘ حالانکہ یہ حدیث مرسل ہے‘ اصل میں ہے: از مسروق از حضرت ابن مسعود از حضرت اُم رومان‘ سو یہ حدیث مرسل ہے اور اثناءِ سند میں حضرت ابن مسعود کا نام چھوٹا ہوا ہے اور امام بخاری نے اس کو مسند اور متصل بیان کیا ہے۔

(۲) مسروق نے حضرت اُم رومان کا زمانہ نہیں پایا کیونکہ حضرت اُم رومان چھ ہجری میں فوت ہو گئی تھیں اور مسروق رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ آئے تھے تو وہ حضرت اُم رومان سے حدیث کا سماع کیسے کر سکتے تھے۔

(۳) مسروق یمن میں پیدا ہوئے تھے اور حضرت اُم رومان کی وفات کے وقت ان کی عمر چھ سال تھی اور وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ آئے تھے‘ سو اس صورت میں وہ حضرت اُم رومان سے کس طرح حدیث سن سکتے تھے۔

(۴) اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت اُم رومان حضرت عائشہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں تو انصار کی ایک عورت آئی‘ حالانکہ آنے والی حضرت اُم مسطح تھیں اور وہ انصاریہ نہیں قرشیہ ہیں اور یہ امام بخاری کے وہم پر واضح دلیل ہے۔

(۵) نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ واپس چلے گئے اور آپ نے کوئی بات نہیں کی‘ حالانکہ صحیح حدیث: ۴۱۴۲ میں گزر چکا ہے کہ آپ نے اپنی مجلس میں جانے کا قصد نہیں کیا تھا‘ حتیٰ کہ میری براءت نازل ہو گئی‘ سو یہ بھی امام بخاری کے وہم اور اس حدیث کی روایت میں خطاء ہونے پر دلیل ہے۔

حافظ ابن حجر کا امام بخاری کی مدافعت کرنا اور اس حدیث کو صحیح قرار دینا

جن لوگوں نے اس حدیث پر تعاقب کیا ہے‘ ان کی بنیاد خطیب بغدادی اور امام واقدی کے اس قول پر ہے کہ حضرت اُم رومان رسول اللہ ﷺ کی حیات میں چھ ہجری میں فوت ہو گئی تھیں اور مسروق رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد یمن سے مدینہ آئے تھے

لیکن امام بخاری نے اپنی تاریخ اوسط میں اس کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ ابراہیم حربی نے وثوق سے کہا ہے کہ مسروق نے پندرہ سال کی عمر میں حضرت اُم رومان سے سماع کیا ہے' اس بناء پر انہوں نے حضرت عمر کی خلافت میں حضرت اُم رومان سے سماع کیا کیونکہ مسروق ہجرت کے سال پیدا ہوئے تھے اور حضرت ابونعیم اصبہانی نے کہا ہے کہ حضرت اُم رومان نبی ﷺ کی وفات کے بعد بھی زندہ رہیں اور اس پر حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) امام احمد نے از حضرت عائشہ یہ روایت کی ہے کہ جب آیت تخییر نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے حضرت عائشہ سے ابتداء کی اور فرمایا: اے عائشہ! میں تمہارے سامنے ایک امر پیش کر رہا ہوں تم اس کے متعلق از خود کوئی فیصلہ نہ کرنا جب تک کہ تم اس امر کو اپنے باپ اور ماں ابوبکر اور اُم رومان پر نہ پیش کر دو' اس حدیث کی اصل صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی ہے اور اس میں حضرت اُم رومان کے نام کی تصریح نہیں ہے اور آیت تخییر بالاتفاق نو ہجری میں نازل ہوئی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ واقدی اور زبیر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت اُم رومان چھ ہجری میں فوت ہوگئی تھیں کیونکہ وہ نو ہجری تک بالاتفاق زندہ تھیں۔

(۲) علامات نبوت میں صحیح بخاری کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن ابوبکر بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر تین مہمانوں کو اپنے گھر لے گئے اور اس وقت گھر میں' میں تھا' میرے والد تھے اور میری ماں تھیں۔ (صحیح البخاری:۳۵۸۱) اور امام بخاری نے کتاب الادب میں بھی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر آئے تو ان سے میری ماں نے کہا: آپ اپنے مہمانوں سے رکے رہے' اور حضرت عبدالرحمان نے صلح حدیبیہ کے بعد ہجرت کی تھی اور صلح حدیبیہ پانچ ہجری میں ہوئی ہے اور حضرت عبدالرحمان نے امام محمد بن سعد کے قول کے مطابق سات ہجری میں ہجرت کی ہے اور زبیر کے قول کے مطابق اس کے بھی بعد ہجرت کی ہے' کیونکہ روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمان قریش کی ایک جماعت میں فتح مکہ سے پہلے نبی ﷺ کی طرف نکلے' بہرحال علامات نبوت کی حدیث کے راوی سات ہجری کے بعد مدینہ آئے تھے اور انہوں نے اس حدیث میں اپنی ماں یعنی حضرت اُم رومان کا ذکر کیا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت اُم رومان چھ ہجری کے بعد بھی زندہ تھیں اور یہ حدیثیں خطیب بغدادی اور ان کے موافقین کے رد کے لیے کافی ہیں' جنہوں نے امام بخاری کی اس صحیح حدیث پر اس وجہ سے تعاقب کیا ہے کہ حضرت اُم رومان تو نبی ﷺ کی حیات میں چھ ہجری میں فوت ہوگئی تھیں' باقی رہا یہ اعتراض کہ حضرت اُم رومان کی یہ حدیث حضرت عائشہ کی صحیح حدیث:۴۱۴۲ کے کئی وجوہ سے خلاف ہے' تو اس کا جواب میں کتاب التفسیر میں ذکر کروں گا اور ان دونوں حدیثوں میں مطابقت کی وجوہ ذکر کروں گا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۷۲' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اسی شرح کا خلاصہ ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر کی پہلی دلیل لکھی ہے اور دوسری دلیل ذکر نہیں کی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۸۱' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤١٤٤- حَدَّثَنِي يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَانَتْ تَقْرَأُ ﴿إِذْ تَلِقُونَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ﴾ (النور:١٥) وَتَقُولُ الْوَلْقُ الْكَذِبُ.

قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ وَكَانَتْ أَعْلَمَ مِنْ غَيْرِهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی از نافع بن عمر از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ پڑھتی تھیں: ''اِذْ تَلِقُوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ'' (النور:۱۵) اور کہتی تھیں: ''اَلْوَلْق'' کا معنی جھوٹ ہے۔ ابن ابی ملیکہ نے کہا: وہ دوسروں سے زیادہ اس آیت کی

بِذٰلِكَ لِاَنَّهُ نَزَلَ فِيهَا ۔ [طرف الحدیث:٤٧٥٢] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

قراءت کو جاننے والی تھیں کیونکہ یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی تھی۔

حضرت عائشہ کی قراءت کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس لفظ کا معنی ہے: جھوٹ بولنے میں جلدی کرنا' علامہ ابن ملقن نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: ہمیشہ جھوٹ بولنا' اور حضرت عائشہ اس کے پڑھنے کے طریقہ کو دوسروں سے زیادہ جانتی تھیں۔ اور اس آیت کی عام قراءت اس طرح ہے: ''اذ تلقونہ''۔ جب تم یہ بات اپنی زبانوں پر ایک دوسرے سے (سن کر) لاتے رہے اور حضرت عائشہ کی قراءت کے اعتبار سے اس کا معنی ہے: جب تم اپنی زبانوں سے جھوٹ بولتے رہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٢٨٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤١٤٥- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ ذَهَبْتُ اَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ لَا تَسُبَّهُ فَاِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَالَتْ عَائِشَةُ اسْتَاْذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هِجَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ كَيْفَ بِنَسَبِي قَالَ لَاَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کے پاس حضرت حسان کو برا کہہ رہا تھا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اس کو برا نہ کہو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے تھے' اور حضرت عائشہ نے بتایا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت طلب کی' آپ نے پوچھا: پھر میرے نسب کا کیا ہوگا؟ حضرت حسان نے کہا: میں آپ کو ان کے درمیان سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٥٣١ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ فَرْقَدٍ سَمِعْتُ هِشَامًا عَنْ اَبِيهِ قَالَ سَبَبْتُ حَسَّانَ وَكَانَ مِمَّنْ كَثَّرَ عَلَيْهَا ۔

اور محمد بن عقبہ نے کہا: اور ہمیں عثمان بن فرقد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ہشام سے سنا از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو برا کہا اور وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت عائشہ پر بہت زیادہ تہمت لگائی تھی۔

٤١٤٦- حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَعِنْدَهَا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ يُنْشِدُهَا شِعْرًا يُشَبِّبُ بِاَبْيَاتٍ لَهُ وَقَالَ:

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے بشر بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی از شعبہ از سلیمان از ابی الضحیٰ از مسروق' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے پاس حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے تھے اور وہ ایسے اشعار پڑھ رہے

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيبَةٍ
وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ
فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ لٰكِنَّكَ لَسْتَ كَذٰلِكَ قَالَ مَسْرُوقٌ فَقُلْتُ لَهَا لِمَ تَأْذَنِي لَهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْكِ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيْمٌ٥﴾ (النور:١١) فَقَالَتْ وَأَيُّ عَذَابٍ أَشَدُّ مِنَ الْعَمٰى قَالَتْ لَهُ إِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ أَوْ يُهَاجِي عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ [اطراف الحدیث:٤٧٥٦-٤٧٥٥] (صحیح مسلم:٢٤٨٨' الرقم المسلسل:٦٢٨٥)

تھے' جن میں انہوں نے تشبیب کی تھی' انہوں نے کہا:
''پاک دامن باوقار خواتین جو کسی کی عیب جوئی سے متہم نہیں ہیں' وہ صبح کو غافل عورتوں کا گوشت کھانے سے بھوکی اُٹھتی ہیں''۔
تب حضرت عائشہ نے حضرت حسان سے کہا: لیکن تم تو اس طرح نہیں تھے۔ مسروق نے بتایا: میں نے حضرت عائشہ سے کہا: آپ ان کو اپنے پاس آنے کی اجازت کیوں دیتی ہیں! حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: اور ان میں سے جس نے اس (بہتان) میں سب سے بڑا حصہ لیا' اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے ٥ (النور: ١١) حضرت عائشہ نے فرمایا: اندھے ہو جانے سے بڑا اور کون سا عذاب ہوگا! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے تھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے (مشرکین کی) ہجو کرتے تھے۔

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:
''تشبیب'' شاعر اپنے مقصود اشعار سے پہلے جو اشعار کہتا ہے۔
''حَصَانٌ'' پاک دامن عورتیں جو اجنبی مردوں سے مجتنب رہتی ہیں۔
''رَزَانٌ'' باوقار اور سنجیدہ خاتون۔
''ما تزن'' جو کسی پر تہمت نہیں لگاتی۔
''غرثی'' بھوکی' یعنی جو عورت دوسری عورتوں کی غیبت کر کے ان کا گوشت نہیں کھاتی کیونکہ جو کسی کی غیبت کرتا ہے وہ اپنے بھائی کا مردار گوشت کھاتا ہے۔
''الغوافل'' بھولی بھالی عورتیں جن کو یہ پتا نہ ہو کہ ان پر کوئی تہمت لگا رہا ہے۔
حضرت عائشہ نے حضرت حسان سے فرمایا: لیکن تم اس طرح نہیں ہو کیونکہ تم نے مجھ پر جھوٹی تہمت لگائی تھی۔
حضرت حسان آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے' اس لیے حضرت عائشہ نے فرمایا: اندھے پن سے بڑھ کر اور کون سا عذاب ہوگا۔

حضرت عائشہ اپنی ذات کا خیال نہیں کرتی تھیں' صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تعلق کا خیال کرتی تھیں

حضرت حسان نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی لیکن حضرت عائشہ نے اس کو بھلا دیا' صرف یہ یاد رکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت پڑھتے تھے' اس لیے ان سے کلام اور ملنا جلنا جاری رکھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢٨٣-٢٨٢' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)
اسی طرح بعض نعت خواں مجھ سے بغض اور عناد رکھتے ہیں' لیکن میں اپنی ذات کو یاد نہیں رکھتا' صرف یہ یاد رکھتا ہوں کہ وہ حضور کے نعت خواں ہیں اور میں محبت اور ذوق و شوق سے ان کی پڑھی ہوئی نعتیں اپنے موبائل میں ریکارڈ کراتا ہوں اور سنتا ہوں' اور اپنی مال کی سیرت پر عمل کرتا ہوں اور ان کے نقش قدم پر چلتا ہوں۔ (سعیدی غفرلہ)

٣٦- بَابُ غَزْوَةِ الْحُدَيْبِيَةِ غزوۃ الحدیبیہ

حدیبیہ کی وجہ تسمیہ' اس کا محل وقوع' اس کی تاریخ اور اس غزوہ میں شامل ہونے والے صحابہ کی تعداد

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

ہم کتاب الحج کی شرح میں لکھ چکے ہیں کہ حدیبیہ کے لفظ میں باء پر تشدید نہیں ہے اور اہل اللغۃ نے اس پر تشدید کا انکار کیا ہے اور علامہ خطابی نے محدثین سے نقل کیا ہے کہ اہل عرب الجعرانہ میں راء پر تشدید نہیں پڑھتے اور البکری نے کہا ہے کہ اہل عراق اس پر تشدید پڑھتے ہیں برخلاف اہل حجاز کے۔ (تفسیر طبری: ۳۱۵۲۹۔۳۱۵۳۱۔ج ۱۱ص ۳۵۰)

آیا حدیبیہ حل میں ہے یا حرم میں؟ یا اس کا بعض حصہ حل میں ہے اور بعض حرم میں؟ اس میں بھی ائمہ کا اختلاف ہے' امام مالک کے نزدیک یہ حرم میں ہے۔ ابن القصار نے کہا: اس کا بعض حصہ حل میں ہے اور بعض حصہ حرم میں ہے۔ اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ احصار کی ھدی (قربانی کا جانور) امام مالک کے نزدیک صرف حرم میں ہوتی ہے' اس کے برخلاف امام شافعی نے کہا کہ وہ (غیر حرم میں بھی) نحصر ہے۔ (کتاب الام ج ۲ص ۱۳۵)

حدیبیہ زیادہ بڑی بستی نہیں ہے' اس کا نام وہاں پر ایک کنویں کی وجہ سے رکھا گیا ہے جو مسجد الشجرہ کے پاس ہے' حدیبیہ اور مدینہ کے درمیان نو مرحلوں کا فاصلہ ہے اور حدیبیہ اور مکہ کے درمیان ایک مرحلہ کا فاصلہ ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مغازی حل (غیر حرم) میں ہوتے تھے' اور آپ کی نماز کی جگہ حرم میں ہوتی تھی' اور یہ غزوہ یکم ذوالقعدہ پیر کے دن چھ ہجری میں ہوا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل کرنے کے بعد اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوتے۔ امام بیہقی نے کہا: صحیح یہی ہے کہ یہ غزوہ چھ ہجری میں ہوا ہے' الزہری' قتادہ' موسیٰ بن عقبہ اور ابن اسحاق وغیرہم کا بھی یہی مذہب ہے' عروہ کا اس میں اختلاف ہے' انہوں نے کہا کہ آپ رمضان میں عمرہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ص ۱۹۲۔۱۹۱)

امام محمد بن سعد نے کہا: آپ کے ساتھ کوئی بھی میان کے بغیر ہتھیار لے کر نہیں چلا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ص ۹۵) کیونکہ آپ ان صحابہ کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

آپ کے ساتھ ستر اونٹ تھے' ان میں وہ اونٹ بھی تھا جو ابوجہل کا اونٹ تھا جس کو آپ نے مال غنیمت میں حاصل کیا تھا' اور آپ کے ساتھ سولہ سو صحابہ تھے' ایک قول چودہ سو صحابہ کا ہے اور ایک قول پندرہ سو صحابہ کا ہے اور آپ کے ساتھ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

حاکم نے کہا: میرا دل اس طرف مائل ہے کہ آپ کے ساتھ پندرہ سو صحابہ تھے کیونکہ یہ زیادہ مشہور روایت ہے' اس لیے اس روایت کا اعتبار کرنا اولیٰ اور راجح ہے' موسیٰ بن عقبہ کی روایت ہے کہ آپ کے ساتھ سولہ سو صحابہ تھے' مگر اس روایت کا کوئی متابع نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ابومعشر اور ابوسعید نیشاپوری نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: تیرہ سو صحابہ تھے اور عنقریب صحیح بخاری میں یہ روایت آئے گی اور اس کے ساتھ حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے یہ روایت آئے گی کہ ان کی تعداد چودہ سو تھی اور ان کے ساتھ حضرت جابر کی بھی ایک روایت ہے۔ (حضرت ابن ابی اوفی کی روایت صحیح البخاری: ۴۱۵۵ میں ہے اور حضرت البراء کی روایت صحیح البخاری: ۴۱۵۱ میں ہے اور حضرت جابر کی روایت صحیح البخاری: ۴۱۵۳ میں ہے)

اسی طرح ان کی متابعت حضرت سلمہ بن الاکوع اور حضرت معقل بن یسار نے کی ہے۔

(حضرت سلمہ بن الاکوع کی روایت صحیح مسلم: ۱۸۰۷ میں ہے اور حضرت معقل بن یسار کی روایت صحیح مسلم: ۱۸۵۸ میں ہے)
امام بیہقی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۹۸)
پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس روایت کو بھول گئے' سعید ابن المسیب نے کہا: حضرت جابر نے پانچ سو تعداد بتائی۔
(صحیح البخاری: ۴۱۵۳)

ابن دحیہ نے ان مختلف روایات میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ یہ روایات اندازہ اور گمان پر مبنی ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جنہوں نے زیادہ تعداد بتائی انہوں نے عورتوں کو شامل کر لیا ہو اور جنہوں نے کم تعداد بتائی' انہوں نے عورتوں کو نہ شمار کیا ہو۔

غزوۂ بنو المصطلق اور غزوۂ حدیبیہ کے درمیانی عرصہ میں سرایا کی تفصیل

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگنے کے واقعہ کے بعد غزوۂ ذی قرد ہوا' پھر حضرت عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ کا سریہ ہوا' یہ ربیع الاوّل چھ ہجری میں ہوا' پھر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا سریہ اسی مہینہ میں ہوا' پھر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا بنو سلیم کے خلاف الجموم میں سریہ تھا' یہ بطن نخل کی بائیں جانب ایک جگہ ہے' پھر حضرت زید کا العیص کی طرف سریہ ہے' اس کے اور مدینہ کے درمیان چار راتوں کی مسافت ہے' یہ سریہ جمادی الاولیٰ میں ہوا' پھر حضرت زید کا الطرق میں سریہ ہے' یہ جگہ مدینہ سے چھتیس میل کی مسافت پر ہے' پھر ان کا سریہ حسمی کی طرف ہوا' یہ جگہ وادی القریٰ کے پیچھے ہے' یہ سریہ جمادی الاخرہ میں ہوا' پھر ان کا سریہ دوبارہ رجب میں وادی القریٰ میں ہوا' پھر حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کا سریہ دومۃ الجندل میں اسی سال شعبان میں ہوا۔

امام محمد بن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا سریہ مدین کی طرف ہوا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۴ ص ۳۱۲)
اور محمد بن سعد نے حضرت عبدالرحمان کے سریہ کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سریہ کا ذکر کیا ہے جو بنو سعد بن بکر کی طرف تھا' پھر انہوں نے کہا کہ حضرت زید بن حارثہ کا سریہ اُم قرفہ کی طرف وادی القریٰ میں رمضان کے مہینہ میں تھا' پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ کا سریہ اسیر بن رزام یہودی کی طرف ہوا' پھر حضرت سلمہ بن عمرو الضمری اور حضرت سلمہ بن حریس کا سریہ ہوا' پھر انہوں نے غزوۂ حدیبیہ کا ذکر کیا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۹۵-۸۰) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۰۰-۲۹۷' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)
سریہ جہاد کے اس لشکر کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریک نہ ہوں اور جس میں آپ شریک ہوں' اس کو غزوہ کہتے ہیں' غزوہ کی جمع مغازی یا غزوات ہے اور سریہ کی جمع سرایا ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح: ۱۸).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ مومنین سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ (الفتح: ۱۸)

امام بخاری نے اس تعلیق سے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ آیت حدیبیہ کے قصہ میں نازل ہوئی ہے' اس آیت کی تفسیر حسب ذیل ہے:

بیعتِ رضوان کا پس منظر اور پیش منظر

امام عبدالملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ لکھتے ہیں:
امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ قریش نے چالیس یا پچاس آدمی بھیجے اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر کے گرد چکر لگائیں تاکہ آپ کے اصحاب میں سے کسی کو پکڑ لیں' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر کے اوپر پتھر پھینکے اور تیر مارے' ان کو گرفتار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا' آپ نے ان سب کو معاف کر دیا اور چھوڑ دیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا تاکہ ان کو مکہ بھیجیں اور وہ آپ کی طرف سے قریش کے سرداروں کو یہ پیغام پہنچائیں کہ آپ صرف عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں' حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! مجھے قریش کی طرف سے اپنی جان کا خطرہ ہے' اور مکہ میں عدی بن کعب کی اولاد میں سے کوئی نہیں ہے جو میری حفاظت کر سکے اور آپ کو معلوم ہے کہ قریش مجھ سے بہت شدید عداوت رکھتے ہیں' لیکن میں آپ کو ایک شخص بتاتا ہوں جو میری بہ نسبت ان کے نزدیک بہت معزز اور محترم ہے اور وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں' پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان کو بلایا اور ان کو ابوسفیان اور قریش کے سرداروں کی طرف بھیجا تاکہ وہ ان کو بتائیں کہ رسول اللہ ﷺ ان سے جنگ کے لیے نہیں آئے بلکہ آپ صرف بیت اللہ کی زیارت اور اس کی تعظیم کے لیے آئے ہیں۔

امام ابن اسحاق نے بتایا کہ پھر حضرت عثمان مکہ گئے' جب وہ مکہ میں داخل ہوئے تو ان کی ملاقات سعید بن العاص سے ہوئی' اس نے ان کو پناہ دی' حتیٰ کہ حضرت عثمان نے ان کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام سنایا' پھر حضرت عثمان ابوسفیان اور قریش کے دوسرے سرداروں کے پاس گئے اور ان کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام سنایا' انہوں نے حضرت عثمان سے کہا: اگر تم بیت اللہ کا طواف کرنا چاہتے ہو تو تم طواف کرلو' حضرت عثمان نے کہا: جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہ کرلیں' میں طواف کرنے والا نہیں ہوں' پھر قریش نے حضرت عثمان کو پکڑ کر بند کر دیا' اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ تک یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان کو قتل کر دیا گیا۔

امام ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک ان لوگوں سے جنگ نہ کریں' پھر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو بیعت کے لیے بلایا' تب ایک درخت کے نیچے یہ بیعت منعقد ہوئی اور صحابہ یہ کہتے تھے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر مرنے کے لیے بیعت کی ہے یعنی ہم تادم مرگ آپ کے ساتھ لڑتے رہیں گے' حضرت جابر بن عبداللہ یہ کہتے تھے: ہم نے اس پر بیعت کی تھی کہ ہم آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور بھاگیں گے نہیں۔

امام ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان کی طرف سے خود بیعت کی اور اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دے کر اس ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا۔ (السیرۃ النبویہ علی ھامش الروض الانف ج ۴ ص ۴۸۔۴۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عمرہ حدیبیہ کی تفصیل

نبی ﷺ نے یکم ذوالقعدہ چھ ہجری کو عمرہ کرنے کا قصد کیا تھا اور چودہ سو (یا پندرہ سو) اصحاب کے ساتھ آپ عمرہ کے لیے روانہ ہوگئے تھے' اس کا سبب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو واقعہ حدیبیہ سے پہلے خواب میں دکھایا تھا کہ آپ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ انتہائی امن اور بے خوفی کے ساتھ عمرہ کرنے جارہے ہیں' نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے' ہر چند کہ اس خواب میں یہ تعیین نہیں تھی کہ آپ صحابہ کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے کب روانہ ہوں گے' لیکن چھ سال سے آپ نے اور صحابہ نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا نہ اس کی زیارت کی تھی' تو آپ اور تمام صحابہ بیت اللہ کی زیارت اور اس کا طواف کرنے کے لیے بے چین تھے' اس لیے جب آپ کو خواب میں بیت اللہ کی زیارت اور اس کا طواف کرنے کا مژدہ ملا' تو آپ نے عمرہ کے لیے رخت سفر باندھنے میں تاخیر نہ کی اور آپ پندرہ سو صحابہ کے ساتھ عمرہ کے لیے روانہ ہوگئے۔ (تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۱۹۳' فرید بک سٹال' لاہور)

اس تمہید کے بعد ہم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری نے اس باب میں تیس احادیث روایت کی ہیں۔

٤١٤٧- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَصَابَنَا مَطَرٌ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَصَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ أَتَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قُلْنَا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ فَقَالَ قَالَ اللّٰهُ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ بِيْ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَبِرِزْقِ اللّٰهِ وَبِفَضْلِ اللّٰهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَجْمِ كَذَا فَهُوَ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ كَافِرٌ بِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے صالح بن کیسان نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت زید بن خالد رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ الحدیبیہ کے سال نکلے' پس ایک رات ہم پر بارش ہوئی' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی' پھر آپ نے ہماری طرف منہ کیا اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے' تب آپ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندوں نے اس حال میں صبح کی کہ بعض مجھ پر ایمان لانے والے ہیں اور بعض میرا کفر کرنے والے ہیں' پس رہے وہ لوگ جنہوں نے کہا: اللہ کی رحمت اور اللہ کی عطاء سے اور اللہ کے فضل سے ہم پر بارش ہوئی ہے تو وہ مجھ پر ایمان لانے والے ہیں اور ستارے کا کفر کرنے والے ہیں اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ فلاں ستارے کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی ہے وہ ستارے پر ایمان رکھنے والے ہیں اور میرا کفر کرنے والے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۴۶ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو غزوہ حدیبیہ کے باب میں اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ ہم حدیبیہ کے سال نکلے۔

محکمہ موسمیات کی اطلاعات' اور نجومیوں اور ستارہ شناسوں کی پیش گوئیوں کا شرعی حکم

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

جس کا یہ اعتقاد ہو کہ بارش برسانے کا فاعل ستارہ ہے وہ کافر ہے' اور جس کا یہ اعتقاد ہو کہ ستارہ بارش برسنے کی علامت ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' اور بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ یہ اعتقاد بھی خطاء ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۰۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح محکمہ موسمیات آلات کے ذریعہ ہواؤں کا رخ دیکھ کر بارش کے ہونے یا نہ ہونے کی جو پیش گوئی کرتے ہیں' اس کو ظن کے درجہ میں ماننا صحیح ہے' تاہم اکثر و بیشتر ان کی پیش گوئی غلط نکلتی ہے اور نجومی ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر مستقبل کا جو حال بتاتے ہیں اس کو ظن کے درجہ میں بھی ماننا جائز نہیں ہے اور وہ ستارہ شناس جو مستقبل کی پیش گوئی کرتے ہیں اور اخبارات میں اس عنوان سے کالم چھپتے ہیں کہ آپ کا یہ ہفتہ کیسا رہے گا' سو یہ قطعاً جائز نہیں ہے اور ان کی تصدیق کرنا اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔

اس کی تحریم میں درج ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کاہن (نجومی) کے پاس گیا اور اس کے قول کی

تصدیق کی یا جس شخص نے حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کی یا جس شخص نے اپنی عورت کی پچھلی طرف مباشرت کی وہ اس دین سے بری ہو گیا جو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٣٩٠٤، سنن ترمذی: ١٣٥، سنن ابن ماجہ: ٦٣٩)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص عراف یا ساحر یا کاہن کے پاس گیا اس سے سوال کیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے اس دین کا کفر کیا جو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل کیا گیا۔ (مسند ابویعلیٰ: ٥٤٠٨، مجمع الزوائد ج ٥ ص ١١٨)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کاہن یا عراف کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے اس دین کا کفر کیا جو (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل کیا گیا۔ (مسند احمد ج ٢ ص ٤٢٩)

نافع بعض ازواج مطہرات سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص کسی عراف کے پاس جا کر اس سے کسی چیز کے متعلق سوال کرے اس کی چالیس روز کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں۔ (صحیح مسلم: ٢٢٣٠)

☆ اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث ہم نے تبیان القرآن ج ٨ ص ٥٣٦-٥١٣ پر کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

٤١٤٨- حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَخْبَرَهُ قَالَ اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عُمَرٍ كُلُّهُنَّ فِي ذِي الْقَعْدَةِ إِلَّا الَّتِي كَانَتْ مَعَ حَجَّتِهِ عُمْرَةً مِّنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مِّنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مِّنَ الْجِعْرَانَةِ حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مَّعَ حَجَّتِهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ھدبۃ بن خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ھمام نے حدیث بیان کی از قتادہ کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار عمرے کیے اور وہ سب ذوالقعدہ میں کیے تھے سوا اس عمرہ کے جو آپ کے حج کے ساتھ تھا (وہ چار عمرے یہ ہیں:) ذوالقعدہ میں حدیبیہ سے عمرہ کیا ذوالقعدہ میں آئندہ سال عمرہ کیا ذوالقعدہ میں الجعرانہ سے عمرہ کیا جہاں آپ نے غزوۂ حنین کے مال غنیمت کو تقسیم کیا تھا اور وہ عمرہ جو آپ کے حج کے ساتھ تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٧٧٨ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی غزوۂ حدیبیہ کے باب میں اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں عمرہ حدیبیہ کا ذکر ہے۔

٤١٤٩- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ قَتَادَةَ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ اِنْطَلَقْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَأَحْرَمَ أَصْحَابُهُ وَلَمْ أُحْرِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن الربیع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں علی ابن المبارک نے حدیث بیان کی از یحییٰ از عبداللہ بن ابی قتادہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے ان کو حدیث بیان کی انہوں نے بتایا کہ ہم حدیبیہ کے سال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے سو آپ کے اصحاب نے احرام باندھا اور میں نے احرام نہیں باندھا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٨٢١ میں گزر چکی ہے امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں حدیبیہ کے سال کا ذکر ہے۔

٤١٥٠- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ إِسْرَائِيْلَ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ

تَعُدُّوْنَ اَنْتُمُ الْفَتْحَ فَتْحَ مَكَّةَ وَقَدْ كَانَ فَتْحُ مَكَّةَ فَتْحًا وَّنَحْنُ نَعُدُّ الْفَتْحَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً وَّالْحُدَيْبِيَةُ بِئْرٌ فَنَزَحْنَاهَا فَلَمْ نَتْرُكْ فِيْهَا قَطْرَةً فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَاهَا فَجَلَسَ عَلٰى شَفِيْرِهَا ثُمَّ دَعَا بِاِنَاءٍ مِّنْ مَّاءٍ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ مَضْمَضَ وَدَعَا ثُمَّ صَبَّهٗ فِيْهَا فَتَرَكْنَاهَا غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ اِنَّهَا اَصْدَرَتْنَا مَاشِئْنَا نَحْنُ وَرِكَابَنَا ۔

انہوں نے کہا: تم لوگ فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو اور بے شک مکہ کی فتح بھی فتح تھی اور ہم حدیبیہ کے دن بیعت الرضوان کو فتح شمار کرتے ہیں' ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ سو اصحاب تھے' اور حدیبیہ ایک کنواں تھا' ہم نے اس کا تمام پانی نکال لیا' سو ہم نے اس میں ایک قطرہ بھی نہیں چھوڑا' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی' آپ اس کنویں پر آئے اور اس کی منڈیر پر بیٹھ گئے' پھر آپ نے ایک برتن میں پانی منگایا' پھر آپ نے کلی کی اور دعا کی' پھر آپ نے اس کنویں میں وہ پانی ڈال دیا' تھوڑی دیر ہم نے اس کنویں کو یونہی رہنے دیا' پھر اس کے بعد ہم نے جتنا چاہا اس کنویں سے پانی پیا اور اپنی سواریوں کو پلایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۷۷ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کی اس لیے روایت کی ہے کہ اس میں حدیبیہ کا ذکر ہے۔

غزوۂ حدیبیہ کو فتح قرار دینے کی توجیہ اور خشک کنویں میں پانی جاری کرنے کا معجزہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

غزوۂ حدیبیہ کو فتح قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ حدیبیہ کی فتح اللہ کی قضاء اور اس کی ہدایت سے تھی' اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اس کنویں میں پانی ختم ہو چکا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کلی فرمائی اور اللہ سے دعا کی تو اس میں اتنا پانی آ گیا کہ چودہ سو اصحاب اور ان کی سواریوں کے لیے کافی ہو گیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۰۲۔۳۰۱' وزارة الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ میں یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ (الفتح:۱) بے شک ہم نے آپ کے لیے روشن فتح عطاء فرمائی ۝

اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ کو فتح مبین اس لیے فرمایا کہ یہ مسلمانوں کے لیے فتح مبین کا سبب تھی' کیونکہ حدیبیہ میں مشرکین سے صلح ہوئی اور جو لوگ اسلام لانے اور مدینہ میں آنے سے ڈرتے تھے' وہ اسلام لے آئے اور مدینہ میں آ گئے' جیسے حضرت خالد بن الولید اور حضرت عمرو بن العاص اسلام لا کر مدینہ میں آ گئے' پھر اسی طرح ہوتا رہا حتیٰ کہ مکمل فتح حاصل ہو گئی' امام ابن اسحاق نے اپنی مغازی میں ذکر کیا ہے کہ زہری نے کہا: فتح حدیبیہ سے پہلے اتنی بڑی فتح اسلام میں حاصل نہیں ہوئی تھی اور کفر کی وجہ سے لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں اور اب جب کہ دس سال کے لیے صلح ہو گئی اور تمام لوگوں کو امن حاصل ہو گیا تو اِدھر اُدھر کے قبائل کے لوگ مدینہ آ کر اسلام لانے لگے' پھر دو سالوں میں اتنے لوگ اسلام میں داخل ہوئے کہ پہلے اتنے لوگ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے' امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیبیہ کے سال آپ کے ساتھ چودہ سو اصحاب تھے' پھر دو سال بعد جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے ساتھ دس ہزار اصحاب تھے' اور یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ حدیبیہ سے واپس جا رہے تھے' پھر اس کے بعد خیبر کا مال غنیمت اہل حدیبیہ پر تقسیم کیا گیا۔

امام سعید بن منصور نے سند صحیح کے ساتھ الفتح:۱ کی تفسیر میں شعبی سے روایت کی ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد آپ کی عام مغفرت کا

اعلان کیا گیا اور صحابہ نے بیعت رضوان کی اور خیبر کے کھجور کے باغات کھلائے گئے' اور رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے اور مسلمان اللہ کی نصرت سے بہت خوش ہوئے' قرآن مجید میں ہے:

فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ○ (الفتح:٢٧)

تو اس سے پہلے قریب آنے والی ایک اور فتح مقرر فرما دی○

اس سے مراد حدیبیہ ہے' اور قرآن مجید میں ہے:

اِذَآ جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ○ (النصر:١)

اور جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے○

اس سے مراد بالاتفاق فتح مکہ ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ٧٧٦-٧٧٧' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤١٥١- حَدَّثَنِیْ فَضْلُ بْنُ يَعْقُوْبَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَعْيَنَ اَبُوْ عَلِيٍّ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ اَنْبَاَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ اَلْفًا وَّاَرْبَعَ مِائَةٍ اَوْ اَكْثَرَ فَنَزَلُوْا عَلٰى بِئْرٍ فَنَزَحُوْهَا فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَى الْبِئْرَ وَقَعَدَ عَلٰى شَفِيْرِهَا ثُمَّ قَالَ اِئْتُوْنِیْ بِدَلْوٍ مِّنْ مَّائِهَا فَاُتِيَ بِهٖ فَبَصَقَ فَدَعَا ثُمَّ قَالَ دَعُوْهَا سَاعَةً فَاَرْوَوْا اَنْفُسَهُمْ وَرِكَابَهُمْ حَتّٰى ارْتَحَلُوْا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے فضل بن یعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحسن بن محمد بن اعین ابو علی الحرانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت البراء بن عازب رضی اللہ نے خبر دی کہ بے شک حدیبیہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ سو یا اس سے زیادہ اصحاب تھے' پس وہ ایک کنویں کے پاس اترے اور اس کا (سارا) پانی نکال لیا' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے (اور آپ کو بتایا) پس آپ کنویں پر آئے اور اس کی منڈیر پر بیٹھ گئے' پھر آپ نے فرمایا: میرے پاس ایک ڈول میں اس کا پانی لاؤ' آپ کے پاس پانی لایا گیا' آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا' پھر دعا کی' پھر فرمایا: اس کو تھوڑی دیر چھوڑ دو' پھر صحابہ خود بھی پانی سے سیراب ہوئے اور اپنی سواریوں کو بھی سیراب کیا' حتیٰ کہ وہ روانہ ہوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٥٧٧ میں گزر چکی ہے اور غزوۂ حدیبیہ کے ساتھ اس کی مناسبت واضح ہے۔

٤١٥٢- حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّاَ مِنْهَا ثُمَّ اَقْبَلَ النَّاسُ نَحْوَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّاُ بِهٖ وَلَا نَشْرَبُ اِلَّا مَا فِیْ رَكْوَتِكَ قَالَ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فِی الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُوْرُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ كَاَمْثَالِ الْعُيُوْنِ قَالَ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّاْنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن فضیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حصین نے حدیث بیان کی از سالم از حضرت جابر رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے تھے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پانی کا ڈول تھا' آپ نے اس سے وضو کیا' پھر لوگوں نے آپ کی طرف منہ کیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس وضوء کرنے کے لیے پانی نہیں ہے' اور نہ پینے کے لیے پانی ہے' سوا اس پانی کے جو آپ کے ڈول میں ہے' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

فَقُلْتُ لِجَابِرٍ كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً .

اپنا ہاتھ ڈول میں رکھا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان پانی اس طرح جوش سے نکلنے لگا جیسے چشموں سے نکلتا ہے' حضرت جابر نے کہا: پھر ہم نے پانی پیا اور وضوء کیا' میں نے حضرت جابر سے پوچھا: آپ اس دن کتنے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی تھا لیکن ہم پندرہ سو تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۵۷۶ میں گزر چکی ہے' اور عنوان کے ساتھ اس کی مطابقت واضح ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ حدیث حضرت البراء کی حدیث کے مخالف ہے کیونکہ حضرت البراء کی حدیث میں ہے: آپ نے کنویں میں لعاب دہن ڈالا تو اس میں سے پانی نکل آیا اور حضرت جابر کی حدیث میں ہے: آپ نے ڈول میں ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہو گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دو مختلف وقتوں کے واقعات ہیں' حضرت جابر کی حدیث عصر کے وقت کی ہے جب صحابہ نے وضوء کرنا تھا اور حضرت البراء کی حدیث اس سے عام وقت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۸۷۔ ۲۸۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٥٣- حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ بَلَغَنِي أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ يَقُولُ كَانُوا أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً فَقَالَ لِي سَعِيدٌ حَدَّثَنِي جَابِرٌ كَانُوا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً الَّذِينَ بَايَعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ تَابَعَهُ أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ قَتَادَةَ تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از سعید از قتادہ' میں نے سعید بن المسیب سے کہا: مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ (صحابہ) چودہ سو تھے' تو مجھ سے سعید نے کہا: مجھے حضرت جابر نے یہ حدیث بیان کی کہ ہم پندرہ سو وہ صحابہ تھے جنہوں نے حدیبیہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ الصلت کی متابعت ابوداؤد نے کی ہے' انہوں نے کہا: ہمیں قرہ نے حدیث بیان کی از قتادہ کی متابعت محمد بن بشار نے کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوداؤد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی۔

٤١٥٤- حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَنْتُمْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ وَكُنَّا أَلْفًا وَأَرْبَعَ مِائَةٍ وَلَوْ كُنْتُ أُبْصِرُ الْيَوْمَ لَأَرَيْتُكُمْ مَكَانَ الشَّجَرَةِ تَابَعَهُ الْأَعْمَشُ سَمِعَ سَالِمًا سَمِعَ جَابِرًا أَلْفًا وَأَرْبَعَ مِائَةٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' عمرو نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا ہے' انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن ہم سے فرمایا: تم روئے زمین میں سب سے بہتر ہو اور ہم ایک ہزار اور چار سو تھے اور اگر آج میری بینائی ہوتی تو میں تم کو (اس) درخت کی جگہ دکھاتا۔ اس کی متابعت الاعمش نے کی ہے' انہوں نے سالم سے سنا' انہوں نے حضرت جابر سے ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) سنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث سے حضرت علی کی حضرت عثمان پر افضلیت کا اعتراض اور اس کا جواب' حضرت خضر کی حیات اور ان کی نبوت پر اعتراض اور اس کا جواب اور دیگر مباحث

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس وقت مسلمان مکہ اور مدینہ میں بھی تھے اور آپ نے بیعت رضوان کرنے والے صحابہ سے فرمایا: تم روئے زمین میں سب سے بہتر ہو' اور امام احمد نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ میں فرمایا: رات کو آگ نہ جلانا' پھر اس کے بعد فرمایا: آگ جلاؤ اور کام کرو' تمہارے بعد کوئی قوم تمہارے صاع اور مد کو نہیں پا سکے گی' اور امام مسلم نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو بدر اور حدیبیہ میں حاضر ہوئے وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے' نیز امام مسلم نے اُم بشر سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اصحاب الشجرۃ میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔

بعض شیعہ نے ان احادیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت علی' حضرت عثمان سے افضل ہیں' کیونکہ حضرت علی اصحاب شجرۃ میں موجود تھے اور حضرت عثمان اس وقت ان میں نہیں تھے' وہ مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام لے کر گئے ہوئے تھے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان کی طرف سے بیعت کی' لہٰذا حضرت عثمان بھی اس افضلیت میں حضرت علی کے برابر ہیں' اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اصحاب شجرۃ دیگر صحابہ سے افضل ہیں اور ان کی آپس میں افضلیت مراد نہیں ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اس وقت زندہ نہیں تھے کیونکہ اگر وہ اس وقت زندہ ہوتے تو اصحاب شجرۃ کی ان پر افضلیت ہوتی اور اس سے غیر نبی کی نبی پر افضلیت لازم آتی اور یہ باطل ہے' اس لیے ماننا پڑے گا کہ وہ اس وقت زندہ نہیں تھے اور جو ان کی حیات کے قائل ہیں' انہوں نے جواب دیا کہ آپ نے اصحاب شجرۃ کو روئے زمین کے تمام لوگوں سے افضل فرمایا اور ہو سکتا ہے اس وقت حضرت خضر علیہ السلام زمین پر نہ ہوں' بلکہ سمندر پر ہوں۔

اس کے برعکس علامہ ابن التین نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ حضرت خضر نبی نہیں ہیں اور وہ زندہ ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب شجرۃ کی جو فضیلت بیان فرمائی ہے وہ اس کے عموم میں شامل ہیں' اور ہم اس سے پہلے احادیث الانبیاء کے باب میں حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت پر دلائل واضحہ بیان کر چکے ہیں۔

علامہ ابن التین نے اس حدیث کی شرح میں نہایت عجیب و غریب بات کہی ہے کہ حضرت الیاس نبی نہیں ہیں اور ان کے زعم کی بناء اس پر ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ان کا یہ کہنا کہ وہ نبی نہیں ہیں باطل ہے' کیونکہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے:

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ (الصُّفّٰت: ۱۲۳) اور بے شک الیاس رسولوں میں سے ہیں ○

اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بنو آدم میں سے کوئی رسول ہو اور نبی نہ ہو۔

حضرت جابر نے کہا: اگر آج کے دن میری بینائی ہوتی: یعنی حضرت جابر آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔

حضرت جابر نے کہا: اور ہم ایک ہزار اور چار سو تھے: صحیح البخاری: ۴۱۵۲ میں ہے: حضرت جابر نے کہا کہ ہم پندرہ سو تھے اور اسی حدیث میں ہے: انہوں نے کہا کہ ہم ایک ہزار چار سو تھے اور یہ واضح تعارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر کے یہ دونوں قول اندازہ پر مبنی ہیں' یا یہ کہ چودہ سو کے قول میں انہوں نے عورتوں اور بچوں کو شمار نہیں کیا اور پندرہ سو کے قول میں ان کو شمار کر لیا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۷۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے اسی شرح کو قدرے اختصار کے ساتھ نقل کر دیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۷ اص ۲۸۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤١٥٥- وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ حَدَّثَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِىْ اَوْفٰى رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ اَصْحَابُ الشَّجَرَةِ اَلْفًا وَّثَلَاثَ مِائَةٍ وَّكَانَتْ اَسْلَمُ ثُمُنَ الْمُهَاجِرِيْنَ . تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ .

اور عبیداللہ بن معاذ نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرۃ انہوں نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی انہوں نے بتایا کہ اصحاب الشجرۃ ایک ہزار اور تین سو تھے اور (قبیلہ) اسلم مہاجرین کا آٹھواں حصہ تھے۔

عبیداللہ بن معاذ کی متابعت محمد بن بشار نے کی ہے انہوں نے کہا: ہمیں ابوداؤد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۵۷۶ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غزوۂ حدیبیہ میں مہاجرین کی تعداد آٹھ سو تھی۔

٤١٥٦- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا عِيْسٰى عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ اَنَّهُ سَمِعَ مِرْدَاسًا الْاَسْلَمِىَّ يَقُوْلُ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ يُقْبَضُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ وَتَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ التَّمْرِ وَالشَّعِيْرِ لَايَعْبَاُ اللّٰهُ بِهِمْ شَيْئًا . [طرف الحدیث: ٦٤٣٤]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ نے خبر دی از اسماعیل از قیس انہوں نے مرداس اسلمی سے سنا وہ بیان کرتے ہیں اور وہ اصحاب الشجرۃ میں سے تھے: نیک لوگوں کی روح قبض کی جاتی رہے گی اوّل پس اوّل اور تلچھٹ (بھوسی براده) باقی رہ جائے گا جیسے کھجور اور جو کا کچرا ہوتا ہے اللہ ان کی بالکل پرواہ نہیں کرے گا۔

اس حدیث میں "حفالہ" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: ہر چیز میں سے بچا ہوا ردی حصہ یعنی کسی چیز کے اصل جوہر نکلنے کے بعد ردّی حصہ جیسے آٹا چھاننے کے بعد بھوسی بچ جاتی ہے اسی طرح دنیا سے نیک لوگوں کے چلے جانے کے بعد جو بدکار اور بے کار لوگ باقی رہ جاتے ہیں ان کی اللہ عزوجل بالکل پرواہ نہیں فرمائے گا۔

٤١٥٧، ٤١٥٨- حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِىِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَا خَرَجَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِىْ بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا كَانَ بِذِى الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْىَ وَاَشْعَرَ وَاَحْرَمَ مِنْهَا لَا اُحْصِىْ كَمْ سَمِعْتُهُ مِنْ سُفْيَانَ حَتّٰى سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لَا اَحْفَظُ مِنَ الزُّهْرِىِّ الْاِشْعَارَ وَالتَّقْلِيْدَ فَلَا اَدْرِىْ يَعْنِىْ مَوْضِعَ الْاِشْعَارِ وَالتَّقْلِيْدِ اَوِ الْحَدِيْثَ كُلَّهٗ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از مروان اور المسور بن مخرمہ ان دونوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے سال ایک ہزار اور چند (سو) اصحاب کے ساتھ نکلے سو جب آپ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو آپ نے اپنی قربانی کے جانور میں ہار ڈالا اور اشعار کیا (یعنی اس کے کوہان میں شگاف کیا) اور آپ اس سے مُحرم ہو گئے میں شمار نہیں کر سکتا میں نے یہ کتنی بار سفیان سے سنا ہے حتیٰ کہ میں نے ان سے سنا وہ کہہ رہے

تھے: مجھے زہری سے اشعار کرنا اور ہار ڈالنا یاد نہیں ہے' سو میں اشعار اور قلادہ ڈالنے کی جگہ نہیں جانتا' یا پوری حدیث نہیں جانتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹۵' ۱۶۹۴ میں گزر چکی ہے۔

تقلید اور اشعار کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

''قلد الھدی''،''قلد'' تقلید سے بنا ہے' اس کا معنی ہے: قربانی کے اونٹ میں کسی چیز کا ہار ڈالا جائے تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ ھدی ہے۔

''والشعر'' یہ اشعار سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: قربانی کے اونٹ کے کوہان کی دائیں جانب کی کھال میں چھری یا نیزہ سے معمولی شگاف ڈالا جائے جس سے خون بہہ جائے اور یہ اس بات کی نشانی ہو کہ یہ ھدی ہے۔ (جس کو اس کا طریقہ آتا ہو' اس کے حق میں امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک یہ سنت ہے اور جو اناڑی ہو اس کے حق میں یہ بدعت ہے' دوسرے ائمہ کے نزدیک یہ مطلقاً سنت ہے۔ سعیدی غفرلہ) (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۹۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٥٩- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ خَلَفٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَبِىْ بِشْرٍ وَّرْقَاءَ عَنِ ابْنِ اَبِىْ نَجِيْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰهُ وَقَمْلُهُ يَسْقُطُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَقَالَ اَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّكَ قَالَ نَعَمْ فَاَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّحْلِقَ وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَّهُمْ اَنَّهُمْ يَحِلُّوْنَ بِهَا وَهُمْ عَلٰى طَمَعٍ اَنْ يَّدْخُلُوْا مَكَّةَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ الْفِدْيَةَ فَاَمَرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ اَوْ يُهْدِىَ شَاةً اَوْ يَصُوْمَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن خلف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسحاق بن یوسف نے حدیث بیان کی از ابی بشر ورقاء از ابن ابی نجیح از مجاہد' انہوں نے کہا: مجھے عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ نے حدیث بیان کی از حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس حال میں دیکھا کہ ان کے چہرہ پر جوئیں گر رہی تھیں' آپ نے پوچھا: کیا تمہاری جوئیں تم کو تکلیف دے رہی ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ اپنا سر مونڈ لیں اور وہ اس وقت الحدیبیہ میں تھے اور آپ نے ان سے یہ بیان نہیں کیا کہ وہ اس سے احرام سے باہر آ جائیں گے اور ان کی یہ خواہش تھی کہ وہ مکہ میں داخل ہوں' تب اللہ تعالیٰ نے فدیہ دینے کا حکم نازل فرمایا تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ وہ ایک فرق (آٹھ کلوگرام) طعام چھ مسکینوں کو کھلا دیں یا ایک بکری ذبح کر دیں' یا تین دن کے روزے رکھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۱۴ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں علاج کے مشروع ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ جوؤں کا مؤثر علاج یہی ہے کہ سر منڈا لیا جائے۔

٤١٦١'٤١٦٠- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِىْ مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی

خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِلَى السُّوْقِ فَلَحِقَتْ عُمَرَ امْرَأَةٌ شَابَّةٌ فَقَالَتْ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ هَلَكَ زَوْجِيْ وَتَرَكَ صِبْيَةً صِغَارًا وَّاللّٰهِ مَا يُنْضِجُوْنَ كُرَاعًا وَّلَا لَهُمْ زَرْعٌ وَّلَا ضَرْعٌ وَّخَشِيْتُ أَنْ تَأْكُلَهُمُ الضَّبُعُ وَأَنَا بِنْتُ خُفَافِ بْنِ إِيْمَاءِ الْغِفَارِيِّ وَقَدْ شَهِدَ أَبِي الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَفَ مَعَهَا عُمَرُ وَلَمْ يَمْضِ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِنَسَبٍ قَرِيْبٍ ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى بَعِيْرٍ ظَهِيْرٍ كَانَ مَرْبُوْطًا فِي الدَّارِ فَحَمَلَ عَلَيْهِ غِرَارَتَيْنِ مَلَأَهُمَا طَعَامًا وَّحَمَلَ بَيْنَهُمَا نَفَقَةً وَّثِيَابًا ثُمَّ نَاوَلَهَا بِخِطَامِهٖ ثُمَّ قَالَ اقْتَادِيْهِ فَلَنْ يَّفْنٰى حَتّٰى يَأْتِيَكُمُ اللّٰهُ بِخَيْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَكْثَرْتَ لَهَا قَالَ عُمَرُ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَرٰى أَبَا هٰذِهٖ وَأَخَاهَا قَدْ حَاصَرَا حِصْنًا زَمَانًا فَافْتَتَحَاهُ ثُمَّ أَصْبَحْنَا نَسْتَفِيْءُ سُهْمَانَهُمَا فِيْهِ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

از زید بن اسلم از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ کے ساتھ بازار کی طرف نکلا' پس حضرت عمر سے ایک جوان عورت ملی' پس اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرا خاوند فوت ہو گیا اور اس نے چند چھوٹی چھوٹی بچیاں چھوڑی ہیں' اللہ کی قسم! اب ان کے پاس بکری کے پائے ہیں کہ ان کو پکالیں' نہ کھیت ہے نہ دودھ دینے والے جانور ہیں' اور مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ فقر اور فاقے سے مر جائیں گے اور میں حضرت خفاف بن ایماء الغفاری کی بیٹی ہوں' اور میرے باپ حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے' پس حضرت عمر اس کے ساتھ کھڑے رہے اور آگے نہیں بڑھے' پھر فرمایا: نسب قریب کے لیے مرحبا ہو! پھر وہ ایک قوی اونٹ کی طرف مڑے جو گھر میں بندھا ہوا تھا اور اس پر غلہ سے بھری ہوئی دو بوریاں لاد دیں اور ان بوریوں کے درمیان ضرورت کی چیزیں اور کپڑے رکھ دیئے اور اس اونٹ کی نکیل اس عورت کے ہاتھ میں دے دی' پھر کہا: اس کو لے جاؤ' اس کے ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بہتر مال دے دے گا' ایک شخص نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ نے تو اس کو بہت زیادہ دے دیا' حضرت عمر نے کہا: تجھ پر تیری ماں روئے! اللہ کی قسم! میں اس کے باپ اور بھائی کو دیکھ رہا ہوں' انہوں نے ایک مدت تک ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تھا' پھر اس کو فتح کر لیا تھا' پھر ہم صبح کو اس کے مالِ فئے سے حصے نکال رہے تھے۔

مشکل الفاظ کے معانی' حضرت خفاف بن ایماء اور حضرت مخلد بن خفاف غفاری کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''کراعا'' ٹخنوں سے نیچے جانوروں کے پائے اور گھٹنے سے نیچے انسانوں کے پیر' بکری وغیرہ کے تھن' یعنی وہ بچے اتنے چھوٹے ہیں کہ پائے نہیں پکا سکتے اور بکری کا دودھ نہیں دوہ سکتے۔ (اعلام الحدیث ج ۳ ص ۱۷۳۱۔۱۷۳۰)

''الضبع'' قبر کا بجو' علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اتنی زیادہ اموات ہو جائیں گی کہ لوگ مُردوں کو دفن نہیں کر سکیں گے تو ان مُردوں کو قبر کا بجو اور دوسرے جانور کھا جائیں گے' یہاں مراد بہ کثرت مرنے والے ہیں۔

''ظھیر'' اس سے مراد وہ اونٹ ہے جس کی پشت مضبوط ہو۔

''الزرع'' گندم' جَو اور دوسرے غلوں کے کھیت۔

''مرحبا بنسب قریب'' حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ تم وسعت اور کشادگی میں آئی ہو' یا مراد یہ تھی کہ تمہارے باپ کے نسب

سے ہمارا نسب قریب ہے۔

''نستفیئ سھمانھما '' حضرت عمر نے اس مال کو فئے قرار دیا' کیونکہ یہ وہ مال تھا جس کو مسلمانوں نے کفار کے ہاتھوں سے واپس لیا تھا' فئے کا معنی رجوع کرنا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ ۔ (النحل:۴۸) ہر سایادار چیز کے سائے دائیں بائیں طرف رجوع کرتے ہیں۔

فَاِنْ فَآءُوْ ۔ (البقرہ:۲۲۶) پس اگر وہ رجوع کریں۔

خفاف بن ایماء: قبیلہ غفار کے امام اور ان کے خطیب تھے' وہ الحدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مدینہ میں فوت ہو گئے تھے۔

علامہ ابو عمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حضرت خفاف' ان کے باپ اور دادا صحابی تھے' وہ بنو غفار کے شہروں میں ٹھہرتے تھے اور مدینہ میں بہ کثرت آتے تھے۔ (الاستیعاب ج ۲ ص ۳۳-۳۲)

الواقدی نے کہا ہے کہ بنو غفار ان اعراب میں سے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر آپ کے ساتھ تبوک کی طرف نہ جانے کا عذر پیش کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا عذر قبول نہیں کیا۔ (مغازی الواقدی ص ۹۹۶)

امام مسلم نے حضرت خفاف کے متعلق یہ حدیث روایت کی ہے: آپ نے دعا کی: غفار کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے! اور اسلم کو اللہ تعالیٰ سلامتی عطاء فرمائے! (صحیح مسلم:۶۷۹)

حضرت خفاف کے بیٹے الحارث سے امام مسلم نے حدیث روایت کی ہے' جس کو امام مسلم نے کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الفضائل میں روایت کیا ہے۔ (کتاب الصلوٰۃ:۶۷۹' کتاب الفضائل:۲۵۱۷)

حضرت عمر نے کہا: میں اس عورت کے باپ کو دیکھ رہا ہوں: یعنی حضرت خفاف کو اور ان کے دو بیٹوں الحارث یا مخلد میں سے کسی ایک کو۔

مخلد بن خفاف نے از عروہ یہ حدیث روایت کی ہے: ''الخراج بالضمان '' منافع کا وہی مستحق ہے جو نقصان کا ضامن ہو۔ پوری حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت مخلد الغفاری بیان کرتے ہیں کہ میرے اور کچھ لوگوں کے درمیان ایک غلام مشترک تھا' میں نے غلام کو ایک کام پر لگا دیا' اس وقت شرکاء میں سے ایک شریک موجود نہیں تھا' بعد میں اس نے مجھ سے جھگڑا کیا اور مقدمہ ایک قاضی کی عدالت میں پیش کر دیا' قاضی نے مجھے اس کام کی آمدنی سے اس کا حصہ ادا کرنے کا حکم دیا' پس میں نے عروہ بن الزبیر کے پاس جا کر ماجرا بیان کیا تو انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: منافع کا وہی مستحق ہے جو نقصان کا ضامن ہو۔

(سنن ابوداؤد:۳۵۰۹' سنن ترمذی:۱۲۸۵' سنن ابن ماجہ:۲۲۴۲)

یعنی جب وہ شریک اس غلام کے کیے ہوئے نقصان کا ضامن نہیں تھا تو وہ اس کے لائے ہوئے منافع میں سے حصہ کا بھی مستحق نہیں ہوگا۔

امام بخاری نے کہا: حضرت مخلد غفاری صحابی تھے اور ابو حاتم نے کہا: وہ صحابی نہیں تھے۔

(الجرح والتعدیل ج ۸ ص ۳۴۶' الاستیعاب ج ۴ ص ۲۹' اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۲۷) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۰۹-۳۰۷' وزارۃ الاوقاف قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤١٦٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ اَبُوْعَمْرٍو الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ الشَّجَرَةَ ثُمَّ اَتَيْتُهَا بَعْدُ فَلَمْ اَعْرِفْهَا قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَحْمُوْدٌ ثُمَّ اُنْسِيْتُهَا بَعْدُ. [اطراف الحدیث:۴۱۶۳-۴۱۶۴-۴۱۶۵] (صحیح مسلم:۱۸۵۹'الرقم المسلسل:۴۷۱۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن رافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شبابہ بن سوار ابوعمرو الفزاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از قتادہ از سعید بن المسیّب از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس درخت کو دیکھا تھا' پھر بعد میں' میں اس کے پاس آیا تو اس کو نہیں پہچان سکا۔ امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: محمود نے بتایا کہ پھر بعد میں مجھے وہ درخت بھلا دیا گیا۔

اس درخت سے مراد وہ درخت ہے جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی۔ (فتح الباری ج۵ ص۲۸۱)

٤١٦٣- حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ انْطَلَقْتُ حَاجًّا فَمَرَرْتُ بِقَوْمٍ يُّصَلُّوْنَ قُلْتُ مَا هٰذَا الْمَسْجِدُ قَالُوْا هٰذِهِ الشَّجَرَةُ حَيْثُ بَايَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ فَاَتَيْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ سَعِيْدٌ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ اَنَّهُ كَانَ فِيْمَنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ قَالَ فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ نَسِيْنَاهَا فَلَمْ نَقْدِرْ عَلَيْهَا فَقَالَ سَعِيْدٌ اِنَّ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَعْلَمُوْهَا وَعَلِمْتُمُوْهَا اَنْتُمْ فَاَنْتُمْ اَعْلَمُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از طارق بن عبدالرحمان' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حج کرنے کے لیے گیا تو میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جو نماز پڑھ رہے تھے' میں نے پوچھا: یہ کیسی مسجد ہے؟ انہوں نے بتایا: یہ وہ درخت ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت رضوان کی تھی' پس میں سعید بن المسیب کے پاس گیا' پس میں نے ان کو اس کی خبر دی' تو سعید نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی تو انہوں نے بتایا: وہ ان صحابہ میں سے تھے جنہوں نے اس درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی' انہوں نے بتایا: پھر جب ہم اگلے سال گئے تو ہم اس درخت کو بھول گئے اور ہم (اس کو معین کرنے پر) قادر نہ ہوئے' تب سعید نے (طنزاً) کہا: سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب تو اس درخت کو نہیں جانتے تھے اور تم نے اس درخت کو جان لیا' پس تم صحابہ سے زیادہ جاننے والے ہو!

اس حدیث کی تخریج کے لیے صحیح البخاری:۴۱۶۲ کا مطالعہ کریں۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ کیسی مسجد ہے؟: اس سے مراد درخت کی مسجد ہے' کیونکہ لوگوں نے اس درخت کے نیچے مسجد بنالی تھی اور اس کے نیچے نماز پڑھتے تھے۔

حضرت سعید نے طنزاً کہا: صحابہ کو تو اس درخت کا علم نہیں اور تم کو علم ہو گیا' تم صحابہ سے بڑھ کر عالم ہو!

(عمدۃ القاری ج۱۷ ص۲۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت'۱۴۲۱ھ)

٤١٦٤- حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ حَدَّثَنَا طَارِقٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ كَانَ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَرَجَعْنَا اِلَيْهَا الْعَامَ الْمُقْبِلَ فَعَمِيَتْ عَلَيْنَا ـ

کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں طارق نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب از والد خود' بے شک وہ ان صحابہ میں سے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی' پھر ہم اگلے سال لوٹے تو وہ درخت ہم سے مخفی ہو گیا۔

اس حدیث کی تخریج' صحیح البخاری: ۴۱۶۲ میں ہے۔

درخت رضوان کو پوشیدہ کرنے اور بھلا دینے کی حکمت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس درخت کے مخفی ہو جانے کی حکمت یہ تھی کہ عام لوگ اس کی وجہ سے فتنہ میں نہ مبتلا ہو جائیں کیونکہ اس درخت کے نیچے خیر جاری ہوئی اور اللہ کی رضا اور رضوان نازل ہوئی' پس اگر یہ درخت معلوم اور معین ہوتا تو یہ خدشہ تھا کہ جاہل لوگ اس درخت کی عبادت کرنے لگتے' پس اس درخت کا پوشیدہ کر دینا اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے اور ان کو شرک سے محفوظ رکھنا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۹۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٦٥- حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ طَارِقٍ قَالَ ذُكِرَتْ عِنْدَ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ الشَّجَرَةُ فَضَحِكَ فَقَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَهَا ـ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از طارق' وہ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن المسیب کے سامنے اس درخت کا ذکر کیا گیا تو وہ ہنسے' پس انہوں نے کہا کہ مجھے میرے والد نے خبر دی اور وہ ان صحابہ میں سے تھے جو حدیبیہ میں حاضر تھے۔

اس حدیث کی تخریج' صحیح البخاری: ۴۱۶۲ میں دیکھئے۔

حضرت عمر کے اس درخت کو کٹوانے کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

سعید بن المسیب نے ان لوگوں پر انکار کیا ہے جنہوں نے یہ کہا تھا کہ ہم نے اس درخت کو دیکھا ہے کیونکہ ان کے والد مسیب نے کہا تھا کہ اگلے سال ہم اس جگہ گئے تو ہم اس درخت کو نہیں پہچان سکے' تاہم ان کا قول اس پر دلیل نہیں ہے کہ اس درخت کی معرفت بالکل اُٹھالی گئی تھی کیونکہ اس سے پہلے امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ کی یہ حدیث روایت کی: اگر آج میں بینا ہوتا تو میں تمہیں اس درخت کی جگہ دکھا دیتا۔ (صحیح البخاری: ۴۱۵۴) پس یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ حضرت جابر کو اس درخت کی بعینہٖ جگہ منضبط اور محفوظ تھی' اور جب اتنا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد حضرت جابر کو ان کی آخری عمر میں یاد تھا کہ وہ درخت کس جگہ ہے تو اس میں یہ دلیل ہے کہ وہ اس درخت کو بعینہٖ پہچانتے تھے' کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ جس وقت انہوں نے یہ بات کہی تھی اس وقت وہ درخت نہیں رہا تھا' یا تو وہ سوکھ کر ختم ہو چکا تھا یا کوئی اور وجہ تھی اور حضرت جابر کو ہمیشہ اس درخت کی جگہ یاد تھی' پھر مجھے امام محمد بن سعد کی سند صحیح کے ساتھ از نافع از ابن عمر یہ روایت ملی کہ حضرت عمر رضی اللہ کو یہ خبر پہنچی کہ لوگ اس درخت کے پاس جاتے ہیں اور وہاں نماز پڑھتے ہیں' تو حضرت عمر نے ان لوگوں کو دھمکایا' پھر اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیا' سو اس درخت کو کاٹ دیا گیا۔

(فتح الباری ج ۵ص ۲۸۲' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے بھی درخت کاٹنے کی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۹۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

تاہم میں یہ کہتا ہوں کہ یہ روایت مخدوش ہے کیونکہ حضرت عمر کا مزاج اس طرح نہیں تھا' انہوں نے تو مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنانے کا مشورہ دیا تھا' سو اس کو نماز کی جگہ بنا دیا گیا۔ (صحیح البخاری:۴۰۲) اور ان کے صاحب زادے حضرت ابن عمر مدینہ سے مکہ کے سفر میں لوگوں سے معلوم کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سفر میں کس جگہ نماز پڑھی تھی' سو جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی تھی' وہیں نماز پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری:۴۸۳) سو امام ابن سعد کی یہ روایت صحیح بخاری کی دو حدیثوں کے خلاف ہے' اس لیے امام ابن سعد کی یہ روایت معلول ہے' اس پر عمل کرنا بھی جائز نہیں' چہ جائیکہ اس کو کسی عقیدہ کی بنیاد بنایا جائے اور اس درخت سے بڑی نشانیاں موجود ہیں جن کی مسلمانوں نے عبادت نہیں کی جیسے کعبہ اور روضۂ رسول۔

٤١٦٦- حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِیْ اَوْفٰی وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَةٍ قَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْهِمْ فَاَتَاهُ اَبِیْ بِصَدَقَتِهٖ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو بن مرۃ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا' اور وہ (بھی) اصحاب الشجرۃ میں سے تھے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ لوگ صدقہ لے کر آتے تو آپ دعا کرتے: اے اللہ! ان پر رحمت نازل فرما! پھر میرے والد صدقہ لے کر آپ کے پاس آئے تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! آل ابی اوفی پر رحمت نازل فرما!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۹۷ میں گزر چکی ہے۔

غیر الانبیاء پر نزول صلوٰۃ کی تبعاً دعا کا جواز

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ غیر الانبیاء پر تبعاً نزول صلوٰۃ کی دعا کی جاسکتی ہے جس طرح آل پر کی جاتی ہے' کیونکہ آپ نے کہا تھا: اے اللہ! ابو اوفی کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما! ہر چند کہ یہاں صلوٰۃ بہ معنی رحمت ہے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ غیر الانبیاء کے لیے نزول صلوٰۃ کی دعا نہ کی جائے' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص نیکی کرے اس کے حق میں دعا کی جائے اور یہ بھی دلیل ہے کہ نیک کام پر رشک کرنا چاہیے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۳۱۱' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن ملقن نے کتاب الزکوٰۃ میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

اس حدیث کی امام بخاری نے غزوۂ حدیبیہ میں بھی روایت کی ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۱۶۶) اس حدیث کی امام ابوداؤد نے بھی روایت کی ہے (سنن ابوداؤد: ۱۵۹۰) اور امام مسلم نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۷۸) حضرت عبداللہ اور ان کے والد ابو اوفی دونوں صحابی ہیں۔

الضحاک نے بیان کیا ہے کہ درج ذیل آیت:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً .(التوبہ:۱۰۳) ان کے اموال میں سے زکوٰۃ وصول کیجئے۔

ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے ان میں سے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں' سو یہ لوگ نادم ہوئے اور انہوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ لیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان کا عذر قبول نہیں کروں گا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ .(التوبہ:۱۰۲) اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا۔

پس وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے اموال لے کر آئے تو آپ نے ان کے اموال کو قبول کرنے سے انکار فرما دیا' تب یہ آیت نازل ہوئی:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (التوبہ:۱۰۳)

(اے رسول مکرم!) ان کے مالوں سے زکوٰۃ وصول کیجئے جس کے ذریعہ آپ انہیں پاک اور بابرکت کر دیں اور آپ ان پر صلوٰۃ پڑھیں (ان کے لیے دعا کریں)' بے شک آپ کی صلوٰۃ (دعا) ان کے لیے باعث تسکین ہے' اور اللہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے ۝

اس حدیث میں زکوٰۃ دینے والے کے لیے دعا کرنے کا حکم ہے' غیر مقلدین نے ظاہر آیت پر عمل کرتے ہوئے اور شارع علیہ السلام کے فعل کی اتباع کرتے ہوئے اس دعا کو واجب کہا ہے اور جمہور علماء نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ دعا کرنا مستحب ہے' کیونکہ آپ دعا نہ کریں' پھر بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی' اور جب آپ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا اور مسلمانوں سے زکوٰۃ لینے کا حکم دیا تو آپ نے ان کو دعا کرنے کا حکم نہیں دیا' اگر دعا کرنا واجب ہوتا تو آپ زکوٰۃ وصول کرنے والے عاملین کو بھی دعا کرنے کا حکم دیتے اور یہ منقول نہیں ہے' اور اس آیت سے مراد یہ ہے کہ آپ کی دعا ان کی موت کے بعد باعث تسکین ہے اور یہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس لیے کہ خواہ اللہ کا حق ہو یا بندہ کا حق ہو' جب امام اور سربراہ ملک اس کو وصول کرے تو امام پر واجب نہیں ہے کہ وہ حق ادا کرنے والے کے لیے دعا کرے' مثلاً حدود اور کفارات اور لوگوں کے قرض وغیرہ۔

غیر انبیاء پر صلوٰۃ پڑھنے کے متعلق مذاہب فقہاء اور جمہور کے مؤقف پر دلائل

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ غیر انبیاء پر صلوٰۃ پڑھنی جائز ہے' امام مالک نے اس سے منع کیا ہے اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے' اسی طرح الموطأ ص ۱۲۰ میں یہ حدیث ہے: **''اللّٰهم صل علی محمد وعلی آل محمد''۔**

اے اللہ! (سیدنا) محمد پر صلوٰۃ نازل فرما اور ان کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما! لیکن یہ اس پر محمول ہے کہ ابتداءً ان پر صلوٰۃ نہ پڑھی جائے بلکہ سیدنا محمد پر صلوٰۃ پڑھ کر بالتبع ان پر صلوٰۃ پڑھی جائے اور اہل لغت نے کہا ہے کہ عام آدمیوں پر صلوٰۃ نہ پڑھی جائے بلکہ عظیم لوگوں پر صلوٰۃ پڑھی جائے جیسے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ غیر انبیاء پر صلوٰۃ دعا کے معنی میں ہے' پس امام کے لیے مستحب ہے کہ جب وہ زکوٰۃ وصول کرے تو زکوٰۃ دینے والے کے لیے دعا کرے اور کہے: تو نے جو زکوٰۃ دی ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر عطاء کرے اور اس زکوٰۃ کو تمہارے لیے

پاکیزگی کا ذریعہ بنادے اور تمہارے باقی مال میں برکت دے۔ (کتاب الام ج ۲ ص ۵۱)

حضرت وائل بن حجر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے زکوٰۃ میں اونٹ بھیجے تو آپ نے دعا دی: اے اللہ! اس شخص میں اور اس کی آل میں برکت دے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۷۴ المستدرک ج ۱ ص ۴۰۰) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۰ ص ۵۹۲-۵۹۱ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ لکھتے ہیں:

امام شافعی نے کہا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا دعا میں یہ کہے: تم نے جو دیا ہے اللہ تعالیٰ تم کو اس کا اجر عطاء فرمائے اور اس کو تمہارے لیے طہارت کا ذریعہ بنائے اور جو تمہارے پاس باقی مال ہے اس میں برکت دے۔

اور اگر وہ یہ دعا کرے: اے اللہ! فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما! تو ہمارے جمہور اصحاب نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور یہی حضرت ابن عباس کا امام مالک کا ابن عیینہ کا اور متقدمین کی ایک جماعت کا مسلک ہے۔

علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ بلا کراہت جائز ہے کیونکہ یہ اس حدیث سے ثابت ہے۔

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ غیر انبیاء پر صرف تبعاً صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے کیونکہ متقدمین کے ہاں مستقل صلوٰۃ بھیجنا صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور غیر انبیاء پر تبعاً صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے جیسے عزوجل کہنا اللہ سبحانہ کے ساتھ مخصوص ہے پس جس طرح محمد عزوجل کہنا جائز نہیں ہے ہر چند کہ آپ عزیز اور جلیل ہیں اس لیے یہ نہیں کہا جائے گا ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم اگر چہ معنی درست ہے ہمارے علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے یا تنزیہ کے لیے ہے یا صرف ادب کی وجہ سے ہے زیادہ صحیح اور مشہور یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ اہل بدعت کا شعار ہے اور ہمیں ان کے شعار کو اپنانے سے منع کیا گیا ہے اور مکروہ تحریمی وہ ہوتا ہے جس میں قصداً ممانعت وارد ہو۔

اور اس پر اتفاق ہے کہ غیر انبیاء پر تبعاً صلوٰۃ بھیجنا جائز ہے لہٰذا یہ کہنا جائز ہے: "**اللّٰهم صل علی محمد وعلی آل محمد وازواجه وذريته واتباعه**" کیونکہ متقدمین نے اس سے منع نہیں کیا اور تشہد وغیرہ میں ہمیں اس طرح پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ہمارے اصحاب کے ائمہ میں سے الشیخ ابومحمد الجوینی نے کہا ہے کہ لفظ سلام بھی صلوٰۃ کے معنی میں ہے لہٰذا غیر انبیاء پر استقلالاً سلام بھی نہیں پڑھا جائے گا لہٰذا کسی غائب پر سلام نہیں پڑھا جائے مثلاً یوں نہیں کہا جائے گا: فلاں علیہ السلام رہا زندہ یا مردہ کو خطاب کرتے وقت سلام پڑھنا تو وہ سنت ہے پس کہا جائے گا: السلام علیکم اور السلام علیک۔

(شرح مسلم مع صحیح مسلم ج ۵ ص ۲۹۳۶-۲۹۳۵ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ)

میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری کی متعدد احادیث میں مذکور ہے: فاطمہ علیہا السلام اور علی علیہ السلام اور حسین علیہ السلام اور عرف میں لفظ صلوٰۃ تو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور سلام کا معنی مخصوص نہیں ہے جب کوئی شخص کہے: فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے تو اس کے جواب میں کہا جاتا ہے: وعلیکم السلام وعلیہ السلام۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے غیر انبیاء پر لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے امام مالک اور جمہور نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ یہ حدیث ان کے خلاف ہے علامہ خطابی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ صلوٰۃ کا اصل معنی دعا ہے مگر مدعو لہ کے اعتبار سے وہ معنی مختلف ہو جاتا ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر صلوٰۃ ان کے لیے مغفرت کی دعا ہے اور اُمت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کے زیادہ قرب اور درجات کی بلندی کی دعا ہے اس لیے یہ دعا آپ کے غیر کے لائق نہیں

ہے۔(فتح الباری ج ۳ ص ۸۶ 'دار المعرفۃ' بیروت '۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

رہا یہ سوال کہ جب بالاستقلال لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت ابواوفیٰ کی آل کے لیے لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صلوٰۃ کا آپ کے ساتھ مخصوص ہونا آپ کا حق ہے اور آپ اپنا حق جس کو چاہیں عطاء فرما دیں۔ (عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۳۶ 'دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

ہم نے بھی اس مسئلہ پر تفصیل سے لکھا ہے اور ان تمام مذکور الصدر شارحین سے زیادہ تحقیق کی ہے اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ متعددہ سے اس پر دلائل قائم کیے ہیں کہ لفظ صلوٰۃ کے ساتھ دعا غیر نبی کے لیے جائز نہیں ہے۔ (دیکھئے: نعمۃ الباری ج ۳ ص ۲۰۷-۲۳۴ 'فرید بک سٹال' لاہور' نیز ہم نے اپنی تفسیر تبیان القرآن میں التوبہ: ۱۰۳ کی تفسیر میں اس سے بھی زیادہ دلائل لکھے ہیں' دیکھئے: تبیان القرآن ج ۵ ص ۲۵۱-۲۴۷)

٤١٦٧- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ عَنْ اَخِيهِ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْحَرَّةِ وَالنَّاسُ يُبَايِعُونَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْظَلَةَ فَقَالَ ابْنُ زَيْدٍ عَلٰى مَا يُبَايِعُ ابْنُ حَنْظَلَةَ النَّاسَ قِيلَ لَهُ عَلَى الْمَوْتِ قَالَ لَا اُبَايِعُ عَلٰى ذٰلِكَ اَحَدًا بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ شَهِدَ مَعَهُ الْحُدَيْبِيَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از برادر خود از سلیمان از عمرو بن یحییٰ از عباد بن تمیم' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حرہ کا دن تھا اور لوگ حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما کی بیعت کر رہے تھے تو ابن زید نے پوچھا: لوگ ابن حنظلہ سے کس چیز پر بیعت کر رہے ہیں؟ تو ان کو بتایا گیا کہ موت پر' تو انہوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سے موت پر بیعت نہیں کروں گا اور وہ حدیبیہ میں آپ کے ساتھ حاضر تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۵۹ میں گزر چکی ہے' ہم یہاں پر مزید تفصیل ذکر کریں گے۔

حضرت ابن زید کا تذکرہ اور موت پر بیعت کرنے کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ذکر ہے کہ ابن زید نے پوچھا: ان کا نام ہے: ابوعبداللہ بن زید بن عاصم انصاری نجاری مازنی' یہ وہی صحابی ہیں جنہوں نے وضو کی حدیث روایت کی ہے' یہ مسیلمہ کذاب کے قتل میں شریک تھے' ان کو حرہ کے دن ستائیس (۲۷) ذوالحجہ تریسٹھ (۶۳) ہجری میں قتل کر دیا گیا تھا' یہ خود بھی صحابی ہیں' ان کے والد بھی صحابی ہیں اور ان کے بھائی بھی صحابی ہیں' جن کا نام حبیب ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۱۱ 'وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

اس حدیث میں موت پر بیعت کا ذکر ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اس پر بیعت تھی کہ وہ بھاگیں گے نہیں۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ موت پر بیعت کا معنی ہے کہ وہ لڑائی سے بھاگیں گے نہیں حتیٰ کہ وہ مر جائیں۔

واقعہ حرہ کا سبب اور یزید کے لشکر نے اہل مدینہ کے کتنے افراد کو قتل کیا اور کتنی خواتین کی بے حرمتی کی؟

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حرہ سے مراد ہے: حرہ مدینہ یعنی مدینہ کے پاس سیاہ پتھریلی زمین اور جس دن یہ واقعہ ہوا' اس دن یزید کے لشکر اور اہل مدینہ کے درمیان جنگ ہوئی تھی اور یہ جنگ تریسٹھ (۶۳) ہجری میں ہوئی تھی' اس کا سبب یہ تھا کہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی تھی' جب یزید کو یہ خبر پہنچی تو اس نے مدینہ کی طرف لشکر بھیجا اور مسلم بن عقبہ کو اس لشکر کا امیر بنایا' اس لشکر میں دس یا بارہ ہزار گھڑ سوار تھے

المدائنی نے لکھا ہے کہ یہ ستائیس ہزار کا لشکر تھا جس میں بارہ ہزار گھڑ سوار اور پندرہ ہزار پیادے تھے' اور اہل مدینہ کے لشکر کے چار حصے تھے اور ہر حصہ کا ایک امیر تھا اور چاروں کے امیر حضرت عبداللہ بن حنظلہ تھے' اس کا قصہ طویل ہے' خلاصہ یہ ہے کہ جب جنگ ہوئی تو یزید کے لشکر نے اہل مدینہ کے لشکر کو شکست دے دی اور حضرت عبداللہ بن حنظلہ اور ان کی اولاد کو اور دوسروں کی جماعت کو قتل کر دیا گیا۔ زہری سے سوال کیا گیا کہ حرہ کے دن کتنے لوگ قتل کیے گئے؟ تو انہوں نے بتایا: سات سو مہاجرین اور انصار اور ان کے موالی (آزاد کردہ غلام) اور کتنے ہی آزاد اور غلام قتل کیے گئے جن کی تعداد دس ہزار تھی۔ المدائنی نے کہا کہ مسلم بن عقبہ نے اپنی فوج پر تین دن تک مدینہ مباح کر دیا' وہ لوگوں کو قتل کرتے تھے' ان کے اموال لوٹتے تھے اور ان کی خواتین کی بے حرمتی کرتے تھے' حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ ان دنوں میں ایک ہزار عورتیں حاملہ ہو گئیں' ہشام بن حسان سے روایت ہے کہ ایک ہزار عورتوں کے ہاں بغیر خاوند کے بچے پیدا ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما کا تذکرہ

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ کا ذکر ہے' یہ ابو عامر راہب کے بیٹے تھے جن کو غسیل کا بیٹا بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے والد حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو فرشتوں نے غسل دیا تھا' اس کا بیان کئی دفعہ گزر چکا ہے' اور یہ عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے تھے اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا' ان کی عمر سات سال تھی' انہوں نے آپ کو دیکھا اور آپ سے روایت کی اور حرہ کے دن ان کو قتل کر دیا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۲۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

موت پر بیعت کرنے کا پس منظر و پیش منظر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

درخت کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو بیعت لی تھی اس کا سبب یہ تھا' امام بن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان کو قتل کر دیا گیا ہے' تب آپ نے فرمایا: اگر انہوں نے اس کو قتل کر دیا ہے تو ہم ان سے اس کے قتل کا بدلہ لیں گے' پس آپ نے صحابہ کو اس پر بیعت کرنے کے لیے بلایا' پس صحابہ نے آپ سے مشرکین کے خلاف لڑنے پر اس طرح بیعت کی کہ وہ لڑائی میں بھاگیں گے نہیں' پھر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی تھی اور حضرت عثمان مکہ سے واپس آ گئے۔

اس دوران دونوں فریقوں میں سے ایک مرد نے دوسرے فریق کو تیر مارا' پھر لڑائی شروع ہو گئی اور وہ ایک دوسرے کو تیر اور پتھر مارنے لگے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو بیعت کرنے کے لیے بلایا تو اس وقت صحابہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک درخت کے سائے میں ٹھہرے ہوئے تھے' تب صحابہ نے آپ سے اس پر بیعت کی کہ وہ بھاگیں گے نہیں اور اللہ تعالیٰ نے کفار کے دل میں رعب ڈال دیا اور انہوں نے مسلمانوں سے صلح کرنے پر یقین کر لیا۔

امام مسلم نے حضرت انس بن مالک سے یہ روایت کی ہے کہ مکہ کے اسی (۸۰) آدمی جبل تنعیم سے مسلح ہو کر اترے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو دھوکہ دے کر غفلت میں حملہ کرنا چاہتے تھے' آپ نے ان کو پکڑ کر قید کر لیا اور بعد میں چھوڑ دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ط (الفتح: ۲۴)

جس ذات نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا اور مکہ میں ان پر تمہاری فتح کے بعد تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک لیا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۸۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤١٦٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَنْصَرِفُ وَلَيْسَ لِلْحِيطَانِ ظِلٌّ نَسْتَظِلُّ فِيهِ.

(صحیح مسلم:٨٦٠'الرقم المسلسل:١٨٧٦'سنن ابوداؤد:١٠٨٥'سنن نسائی:١٣٨٧'سنن ابن ماجہ:١١٠٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن یعلی المحاربی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایاس بن سلمہ بن الاکوع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی اور وہ اصحاب شجرۃ میں سے تھے' انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ نمازِ جمعہ پڑھ رہے تھے' پھر ہم واپس گئے اور اس وقت دیواروں کا سایا نہیں تھا جس میں ہم آرام کرتے۔

٤١٦٩- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لِسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ بَايَعْتُمْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ قَالَ عَلَى الْمَوْتِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ بن اکوع سے پوچھا: آپ نے حدیبیہ کے دن رسول اللہ ﷺ سے کس چیز پر بیعت کی تھی؟ انہوں نے کہا: موت پر۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٦٠ میں گزر چکی ہے۔

٤١٧٠- حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِشْكَابٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَقِيتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقُلْتُ طُوبَى لَكَ صَحِبْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَايَعْتَهُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثْنَا بَعْدَهُ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن اشکاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی از العلاء بن المسیب از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے ملا' میں نے کہا: آپ کو مبارک ہو! آپ کو نبی ﷺ کی صحابیت ملی اور آپ نے درخت کے نیچے ان سے بیعت کی' پس انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! بے شک تم نہیں جانتے کہ ہم نے آپ کے بعد کیا نئے کام کیے ہیں۔

''طوبی لك'' کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

''طوبی لك''' ''ھنیا لك'' کی مثل ہے' یعنی تمہیں مبارک ہو! یہ بھی کہا گیا ہے کہ طوبیٰ' نام کا جنت میں ایک درخت ہے یعنی تم کو وہ درخت مل جائے' یا طوبیٰ کا معنی ہے: تم کو جنت مل جائے' یا اس کا معنی ہے: تمہارے لیے خیر ہو' یعنی نیکی اور اچھائی یا تمہارے لیے پاکیزہ زندگی ہو۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٣١٢' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

حضرت البراء بن عازب کا انکسار

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

حضرت البراء بن عازب نے کہا: اے بھتیجے! تم نہیں جانتے کہ ہم نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد کیا نئے نئے کام کیے ہیں' حضرت البراء بن عازب نے یہ تواضع اور انکسار سے کہا' یا صحابہ کے درمیان آپس میں جو فتنے اور لڑائیاں ہوئیں' اس کے اعتبار سے کہا

جیسے جنگ جمل اور جنگ صفین۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٢٩٦ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

میں کہتا ہوں کہ حضرت البراء کے اس قول میں ہمارے لیے یہ ہدایت ہے کہ جب کوئی شخص ہماری بہ ظاہر نیکیوں کا ذکر کرے تو ہم اپنی کوتاہیوں اور گناہوں کو یاد کریں اور اس شخص سے کہیں کہ تم ہمارے اعمال سے واقف نہیں ہو اور اس سے اپنی تعریف سن کر خوش نہ ہوں بلکہ اپنے گناہوں پر اللہ کے عذاب سے ڈریں۔

٤١٧١- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ هُوَ ابْنُ سَلَّامٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَايَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ نے حدیث بیان کی اور وہ ابن سلام ہیں از یحییٰ از ابی قلابہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ثابت بن الضحاک نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے درخت کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١٣٦٣ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں اور حدیث سابق میں ان صحابہ کی فضیلت کا ذکر ہے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔

٤١٧٢- حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝﴾ (الفتح:١) قَالَ الْحُدَيْبِيَةُ قَالَ أَصْحَابُهُ هَنِيئًا مَرِيئًا فَمَا لَنَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ (الفتح:٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قتادہ از حضرت انس بن مالک رضی اللہ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) بے شک ہم نے آپ کے لیے ظاہر فتح مقدر کر دی ہے ۝ (الفتح:١) حضرت انس نے کہا: یہ فتح حدیبیہ ہے ان کے اصحاب نے کہا: یہ فتح خوشی خوشی مبارک ہو! اس فتح سے ہمیں کیا ملے گا! تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تاکہ مؤمنین اور مؤمنات کو ان جنتوں میں داخل کر دے جن کے نیچے دریا بہتے ہیں۔ (الفتح:٥)

قَالَ شُعْبَةُ فَقَدِمْتُ الْكُوفَةَ فَحَدَّثْتُ بِهٰذَا كُلِّهِ عَنْ قَتَادَةَ ثُمَّ رَجَعْتُ فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ أَمَّا ﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ﴾ فَعَنْ أَنَسٍ وَأَمَّا هَنِيئًا مَرِيئًا فَعَنْ عِكْرِمَةَ.

[طرف الحدیث: ٤٨٣٤] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

شعبہ نے بتایا کہ میں کوفہ آیا تو میں نے یہ پوری حدیث از قتادہ بیان کی پھر میں واپس آیا اور میں نے قتادہ سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے بتایا: بے شک ہم نے آپ کے لیے فتح کر دی ہے۔ (الفتح:١) یہ تو حضرت انس سے مروی ہے اور رہا یہ قول کرنا: یہ فتح خوشی خوشی مبارک ہو! یہ عکرمہ سے مروی ہے۔

"هنيئا مريئا" کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

"هنيئا" کا معنی ہے: اس میں گناہ نہیں ہے اور "مريئا" کا معنی ہے: اس میں کوئی بیماری نہیں ہے کہا جاتا ہے: "هناء نی

الطعام و مرانی ''یعنی اس طعام کو کھانے میں کوئی گناہ ہوگا نہ کوئی بیماری ہوگی' اور جب صرف ''مَرَأَنِي'' کہا جائے تو اس کا معنی ہے: یہ طعام ہضم ہو جائے گا۔ (مجمل اللغۃ ج ۴ ص ۸۲۸) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۱۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حدیث مذکور کا مدرج ہونا

علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کا بعض حصہ از قتادہ از حضرت انس مروی ہے اور بعض حصہ از عکرمہ مروی ہے' اور اسماعیلی نے اس حدیث کو از حجاج بن محمد از شعبہ روایت کیا ہے اور اس حدیث میں حضرت انس اور عکرمہ کی روایت کو جمع کر دیا ہے اور اس کو بطور ایک سند کے روایت کیا ہے' میں نے اس کی وضاحت کتاب المدرج میں کی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۸۴' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین عینی نے علامہ ابن الملقن اور علامہ ابن حجر دونوں کی شرح کو ملا کر ذکر کر دیا ہے۔

٤١٧٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ مَجْزَاَةَ بْنِ زَاهِرِ الْاَسْلَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَةَ قَالَ اِنِّيْ لَاُوْقِدُ تَحْتَ الْقِدْرِ بِلُحُوْمِ الْحُمُرِ اِذْ نَادٰى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَاكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از مجزاء ۃ بن زاہر الاسلمی از والد خود اور وہ ان صحابہ میں سے تھے جو درخت (کے نیچے) حاضر تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں گدھے کے گوشت کی پتیلی کے نیچے آگ جلا رہا تھا' اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو گدھوں کے گوشت سے منع فرما رہے ہیں۔

حدیث مذکور کی وجہ سے علامہ داؤدی کا امام بخاری پر اعتراض اور حافظ ابن حجر کا جواب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ داؤدی نے امام بخاری کی اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ گدھوں کا گوشت تو خیبر میں حرام کیا گیا تھا نہ کہ حدیبیہ میں' پھر امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں کیوں روایت کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ یہ واقعہ حدیبیہ میں ہوا' صرف یہ ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت مجزاء ۃ ان صحابہ میں سے ہیں جو حدیبیہ کے درخت پر حاضر تھے اور اس مناسبت سے اس حدیث کی غزوۂ حدیبیہ کے باب میں روایت کی ہے اور اکثر وہ صحابہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں تھے' وہ حدیبیہ سے واپس جانے کے بعد غزوۂ خیبر میں بھی آپ کے ساتھ تھے' سو یہ واقعہ تو خیبر کا ہے مگر اس کے راوی حدیبیہ میں حاضر تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۸۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے یہی شرح اختصار کے ساتھ اپنے طریقہ سے ذکر کی ہے' نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں مذکور ہے از اسرائیل' حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: اسی طرح اصول میں ہے اور اس کا ذکر ضروری ہے اور بعض شارحین نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں اسرائیل کا ذکر نہیں ہے' میں کہتا ہوں کہ میں اس بات کی صحت کا معتقد نہیں ہوں بلکہ اگر کسی نسخہ میں اسرائیل کو سند سے ساقط کر دیا ہے تو وہ نسخہ معتمد نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۸۵)

علامہ عینی اس پر لکھتے ہیں: حافظ ابن حجر نے بعض شارحین سے صاحب التوضیح (علامہ ابن الملقن) کا ارادہ کیا ہے' حالانکہ وہ ان

کے مشائخ میں سے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۲ص ۲۹۸۔۲۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن الملقن کا دفاع

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن الملقن کی جس عبارت پر یہاں گفتگو کی گئی ہے، وہ عبارت یہ ہے:

یہ حدیث اسی طرح اصول میں ہے جس طرح میں نے ذکر کی ہے اور بعض نسخوں میں اسرائیل کے ذکر کو ساقط کر دیا گیا ہے اور اس میں سند کا اس طرح ذکر ہے: ہمیں ابو عامر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مجزاءۃ نے حدیث بیان کی از والد خود۔ کہا گیا ہے کہ باقی راویوں نے فربری سے اسی طرح روایت کی ہے اور ابن السکن کی روایت میں عبداللہ بن محمد کے بعد اس طرح ذکر ہے: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں مجزاءۃ نے حدیث بیان کی، اس سند میں ابو عامر کی جگہ عثمان کا ذکر ہے۔

اور ابو عامر العقدی کا نام عبدالملک بن عمرو ہے، اور ابو زید کے نسخہ میں مجزاءۃ بن زاہر مذکور ہے، اور صحیح از والد خود ہے (جس طرح صحیح بخاری کی سند مذکور میں ہے)۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۳۱۴، وزارۃ الاوقاف، قطر، ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن الملقن نے تمام نسخوں میں اس سند کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ کس نسخہ میں اسرائیل کے ذکر کو ساقط کیا ہے اور انہوں نے اسی نسخہ کو معتبر کہا ہے جس کی سند میں بنی اسرائیل کا ذکر کیا ہے، حافظ ابن حجر نے اپنے استاذ علامہ ابن الملقن پر اعتراض کیا ہے حالانکہ وہ ان کے علم اور ان کی نظر کی گرد کو بھی نہیں پہنچتے۔

٤١٧٤- وَعَنْ مَجْزَاَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ اِسْمُهٗ اُهْبَانُ بْنُ اَوْسٍ وَكَانَ اشْتَكٰى رُكْبَتَهٗ وَكَانَ اِذَا سَجَدَ جَعَلَ تَحْتَ رُكْبَتِهٖ وِسَادَةً۔

اور از مجزاءۃ از ان میں سے ایک مرد جو اصحاب شجرۃ سے ہیں، ان کا نام اہبان بن اوس ہے، ان کے گھٹنے میں تکلیف تھی اور وہ جب سجدہ کرتے تو وہ اپنے گھٹنے کے نیچے گدا رکھ لیتے تھے۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

عذر کی بناء پر گھٹنے کے نیچے گدا رکھنے اور پیشانی کے برابر سجدہ کرنے کے لیے کوئی چیز رکھنے کا جواز

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت اہبان نے گدے کی مثل کوئی چیز بنائی تھی جو نرم تھی کیونکہ سخت زمین ان کے گھٹنے کو تکلیف پہنچاتی تھی اور ابن القاسم مالکی نے کہا ہے کہ جس کی پیشانی میں زخم ہوں، وہ اشارہ سے نماز پڑھے اور کوئی چیز پیشانی تک اوپر کر کے نہ رکھے تاکہ اس کے اوپر سجدہ کرے۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ص ۷۳) (فقہائے احناف کا بھی یہی موقف ہے۔ سعیدی غفرلہ)

اور اشہب مالکی نے کہا ہے کہ اگر اس نے اپنے اشارہ کے برابر اونچا کر کے سجدہ کرنے کے لیے کوئی چیز رکھی تو یہ اس کے لیے کفایت کرے گی۔ (شرح مختصر خلیل للخرشی ج ۱ص ۲۹۷)

حضرت اہبان کا تذکرہ اور دیگر اُن صحابہ کی حکایات جن سے بھیڑیے اور ہرن نے کلام کیا

یہ حضرت اہبان اسلمی ہیں اور جیسا کہ علامہ واقدی نے بیان کیا ہے کہ یہی بھیڑیے سے کلام کرنے والے ہیں اور دوسروں نے کہا: یہ اہبان بن عیاذ بن ربیعہ بن کعب بن امیہ بن یقظۃ بن خزیمہ بن مالک بن سلامان بن اسلم بن افصیٰ الاسلمی ہیں، یہ کوفہ میں آئے اور وہیں گھر بنالیا اور جب حضرت معاویہ کی طرف سے حضرت مغیرہ کوفہ کے گورنر تھے، اس زمانہ میں یہ فوت ہو گئے۔

ان کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اھبان ابن صیفی الغفاری ابو مسلم ہیں' یہ بصرہ میں آئے تھے' انہوں نے فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے' انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کو دو کپڑوں میں کفن دیا جائے' پھر ان کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا اور یہ وہیں فوت ہو گئے' پھر صبح کو وہ قمیص کھونٹی پر ٹنگی ہوئی تھی' حافظ ابن عبد البر نے کہا: یہ خبر صحیح ہے' اس کی بصرہ کے ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ (الاستیعاب ج ۱ ص ۲۰۵)

بھیڑیے سے کلام کرنے والے حضرت رافع بن ابی رافع الطائی بھی ہیں اور ابو رافع کا نام عمیرہ ہے اور ایک قول کے مطابق عمیر ہے' اور ایک قول ہے کہ عمرو ہے' ان سے بھیڑیے نے اس دنبہ کے متعلق کلام کیا جس کو یہ چرا رہے تھے' غزوۂ ذات السلاسل میں ان کی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رفاقت ہے اور انہوں نے اس کے متعلق ایک حدیث روایت کی ہے' یہ حضرت عمر کی شہادت سے پہلے تئیس ہجری میں فوت ہوئے تھے' کہا گیا ہے کہ حضرت رافع نے پانچ راتوں میں کوفہ سے دمشق تک کی مسافت قطع کر لی تھی۔

امام ابن وہب نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو سفیان بن حرب اور حضرت صفوان بن امیہ نے ایک ہرن پکڑا' اس کا شکار کیا اور اس ہرن نے ان دونوں سے کلام کیا اور اس کی مثل حضرت جریج اور ان کے اصحاب سے بھی مروی ہے' اور امام طبرانی نے اپنی معجم میں حضرت انس سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا' پس میں بکریوں کے پاس سے گزرا' پس بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک بکری پکڑ لی' چرواہا اس کے پیچھے بھاگا تو اس بھیڑیے نے کہا: یہ میرا طعام ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے کھلایا ہے تم اس کو مجھ سے چھین رہے ہو۔ اس حدیث کی امام عقیلی نے کتاب الضعفاء ج ۱ ص ۲۵۲ میں روایت کی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۱۵-۳۱۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت مجزاءۃ کے والد کا نام زاہر ابن الاسود بن الحجاج ہے' صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی حدیث ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۸۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن الملقن کی عبارت اختصار سے نقل کر دی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۹۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٧٥- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ اُتُوْا بِسَوِيْقٍ فَلَاكُوْهُ تَابَعَهُ مُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از یحییٰ بن سعید از بشیر بن یسار از سوید بن النعمان اور وہ اس درخت کے اصحاب میں سے تھے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے پاس ستو لائے گئے' پس انہوں نے اس کو گھول کر پیا۔ ابن ابی عدی کی متابعت معاذ نے کی ہے از شعبہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۹ میں گزر چکی ہے۔

٤١٧٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيْعٍ حَدَّثَنَا شَاذَانُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن حاتم بن بزیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شاذان نے حدیث بیان کی از شعبہ از ابی جمرۃ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عائذ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ هَلْ يُنْقَضُ الْوِتْرُ قَالَ إِذَا أَوْتَرْتَ مِنْ أَوَّلِهِ فَلَا تُوتِرْ مِنْ آخِرِهِ۔

بن عمرو رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان اصحاب میں سے تھے جو اصحاب شجرۃ تھے (میں نے پوچھا:) کیا وتر کی نماز توڑی جاسکتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جب تم رات کے اوّل حصہ میں وتر پڑھ چکے ہو تو پھر تم رات کے آخر حصہ میں وتر نہ پڑھو۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

وتر کی نماز توڑنے کا معنیٰ' اس میں مذاہب فقہاء اور جمہور فقہاء کی دلیل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

کیا وتر کو توڑا جاسکتا ہے؟: یعنی جب ایک شخص نے رات کے اوّل حصہ میں وتر پڑھ لیے' پھر وہ سو گیا' پھر اس نے بیدار ہو کر تہجد پڑھنے کا ارادہ کیا تو کیا وہ ایک رکعت مزید پڑھے تاکہ اوّل رات وتر کی پڑھی ہوئی تین رکعات چار رکعات ہو جائیں' اور پہلے پڑھے ہوئے وتر ٹوٹ جائیں' اب وہ تہجد کی رکعات پڑھے' پھر آخر میں وتر پڑھ لے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: تم اپنی آخری نماز وتر کرو' تو حضرت عائذ بن عمرو نے جواب دیا: جب تم رات کے اوّل حصہ میں وتر پڑھ چکے ہو تو اسی پر اکتفا کرو اور دوبارہ وتر نہ پڑھو۔

اسماعیلی کی از شعبہ روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا: کیا وتر توڑا جاسکتا ہے؟ تو انہوں نے بھی اسی طرح جواب دیا' اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے' حضرت ابن عمر وتر توڑنے کو جائز قرار دیتے تھے' فقہاء شافعیہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ وتر کو نہ توڑا جائے' فقہاء مالکیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۸۶۔۲۸۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب احناف کا بھی یہی مذہب ہے اور یہی جمہور کا قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۹۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

جمہور فقہاء کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت قیس بن طلق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ رمضان کے ایک دن ہم سے ملنے کے لیے آئے اور شام تک ہمارے پاس رہے اور روزہ افطار کیا' پھر اس رات ہمیں نماز پڑھائی اور ہمیں وتر پڑھائے' پھر وہ اپنی مسجد چلے گئے اور اپنے اصحاب کو تہجد کی نماز پڑھائی حتیٰ کہ جب وتر رہ گئے تو انہوں نے ایک شخص کو آگے کر کے کہا: تم اپنے اصحاب کو وتر پڑھاؤ کیونکہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں۔

(سنن ابوداؤد: ۱۴۳۹' سنن ترمذی: ۴۷۰' سنن نسائی: ۱۶۷۸' سنن ابن ماجہ: ۱۱۸۹' مسند احمد ج ۴ ص ۲۳)

٤١٧٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسِيرُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَسِيرُ مَعَهُ لَيْلًا فَسَأَلَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا عُمَرُ نَزَرْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ كُلُّ ذٰلِكَ لَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از زید بن اسلم از والد خود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر میں جا رہے تھے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی رات میں آپ کے ساتھ جا رہے تھے' پس حضرت عمر بن الخطاب نے آپ سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا جواب نہیں دیا' انہوں نے پھر سوال کیا' پس آپ نے اس کا جواب نہیں دیا' انہوں نے پھر سوال کیا آپ نے پھر اس کا جواب نہیں دیا' حضرت عمر بن الخطاب

يُجِيبُكَ قَالَ عُمَرُ فَحَرَّكْتُ بَعِيرِي ثُمَّ تَقَدَّمْتُ اَمَامَ الْمُسْلِمِينَ وَخَشِيتُ اَنْ يَنْزِلَ فِيَّ قُرْاٰنٌ فَمَا نَشِبْتُ اَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِيْ قَالَ فَقُلْتُ لَقَدْ خَشِيتُ اَنْ يَكُونَ نَزَلَ فِيَّ قُرْاٰنٌ وَّجِئْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُورَةٌ لَهِيَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَرَاَ ﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا٥﴾ (الفتح:١) .

[اطراف الحدیث:٤٨٣٣۔٥٠١٢] (سنن ترمذی:٣٢٦٢)

نے کہا: اے عمر! تجھے تیری ماں روئے! تو نے رسول اللہ ﷺ سے اصرار کے ساتھ سوال کر کے آپ کو تنگ کیا ہے' تو نے رسول اللہ ﷺ سے تین بار سوال کیا اور آپ نے کسی بار تجھ کو جواب نہیں دیا' حضرت عمر نے کہا: پھر میں نے اپنے اونٹ کو بھگایا' پھر میں مسلمانوں سے آگے نکل گیا اور مجھے یہ خطرہ تھا کہ میرے متعلق قرآن مجید میں کچھ نازل ہوگا' ابھی میں کچھ دیر ہی ٹھہرا تھا کہ میں نے سنا ایک چلانے والا میرا نام لے کر چلا رہا تھا' میں نے دل میں کہا: مجھے پہلے ہی ڈر تھا کہ میرے متعلق قرآن میں کچھ نازل ہوگا اور میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا: آج رات مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے' پھر آپ نے تلاوت کی: (اے رسول مکرم!) بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطاء فرمائی ہے٥ (الفتح:١)

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

''نزرت'' تم نے زیادہ سوال کر کے آپ کو حرج میں ڈالا' ابن الاعرابی نے کہا ہے کہ ''النزر'' کا معنی ہے: اصرار کے ساتھ سوال کرنا اور انہوں نے خاموش ہو کر تم کو ادب سکھایا۔ (تہذیب اللغۃ ج ٥ص ٣٥٤٩)

الاصمعی نے کہا ہے: ''نزر فلان فلانا'' کا معنی ہے: اس کے پاس جو کچھ تھا وہ اس نے تھوڑا تھوڑا کر کے نکالا۔

(تہذیب اللغۃ ج ٤ص ٣٥٥٠)

اس میں اختلاف ہے کہ کس جگہ سورۂ فتح نازل ہوئی' ابو معشر نے کہا کہ وہ الجحفہ میں نازل ہوئی ہے اور الاکلیل میں ہے کہ وہ کراع الغمیم میں نازل ہوئی ہے اور امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ وہ ضجنان میں نازل ہوئی ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٢ص ١٠٥)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ص ٣١٧' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

علامہ عینی نے لکھا ہے: رسول اللہ ﷺ کسی سفر میں جا رہے تھے' ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیبیہ کا سفر تھا' انہوں نے باقی وہی شرح کی ہے جو علامہ ابن ملقن نے کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٣٠٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ہم اس کی شرح کتاب التفسیر میں کریں گے۔ (فتح الباری ج ٥ص ٤٨٦' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤١٧٨'٤١٧٩- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ حِينَ حَدَّثَ هٰذَا الْحَدِيثَ حَفِظْتُ بَعْضَهُ وَثَبَّتَنِي مَعْمَرٌ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے زہری سے سنا' جب انہوں نے یہ حدیث بیان کی تو اس میں سے کچھ میں نے یاد رکھی اور معمر نے اس کو پختہ

يَزِيْدُ اَحَدُهُمَا عَلٰى صَاحِبِهٖ قَالَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا اَتٰى ذَا الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَاَشْعَرَهُ وَاَحْرَمَ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ وَبَعَثَ عَيْنًا لَهٗ مِنْ خُزَاعَةَ وَسَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَانَ بِغَدِيْرِ الْاَشْطَاطِ اَتَاهُ عَيْنُهٗ قَالَ اِنَّ قُرَيْشًا جَمَعُوْا لَكَ جُمُوْعًا وَّقَدْ جَمَعُوْا لَكَ الْاَحَابِيْشَ وَهُمْ مُقَاتِلُوْكَ وَصَادُّوْكَ عَنِ الْبَيْتِ وَمَانِعُوْكَ فَقَالَ اَشِيْرُوْا اَيُّهَا النَّاسُ عَلَيَّ اَتَرَوْنَ اَنْ اَمِيْلَ اِلٰى عِيَالِهِمْ وَذَرَارِيِّ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَصُدُّوْنَا عَنِ الْبَيْتِ فَاِنْ يَاْتُوْنَا كَانَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قَدْ قَطَعَ عَيْنًا مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَاِلَّا تَرَكْنَاهُمْ مَحْرُوْبِيْنَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خَرَجْتَ عَامِدًا لِهٰذَا الْبَيْتِ لَاتُرِيْدُ قَتْلَ اَحَدٍ وَلَا حَرْبَ اَحَدٍ فَتَوَجَّهْ لَهٗ فَمَنْ صَدَّنَا عَنْهُ قَاتَلْنَاهُ قَالَ اُمْضُوْا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ .

طرح یاد دلایا از عروہ بن الزبیر از المسور بن مخرمہ و مروان بن الحکم' ان میں سے ایک اپنے صاحب سے اضافہ کرتا تھا' ان دونوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے سال ایک ہزار اور چند سو اصحاب کے ساتھ نکلے' پس جب آپ ذوالحلیفہ پر پہنچے تو آپ نے ھدی کو قلادہ ڈالا اور اس میں اشعار کیا اور عمرہ کا احرام باندھ لیا اور قبیلہ خزاعہ سے اپنا ایک جاسوس بھیجا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر کرتے رہے' جب آپ غدیر الاشطاط پر پہنچے تو آپ کے پاس آپ کا جاسوس آیا اور اس نے بتایا کہ قریش نے آپ سے مقابلہ کے لیے مختلف قبیلوں کی جماعت تیار کر لی ہے اور وہ آپ سے جنگ کریں گے اور آپ کو بیت اللہ جانے سے روکیں گے اور آپ کو منع کریں گے' آپ نے فرمایا: اے لوگو! مجھے مشورہ دو کہ کیا یہ مناسب ہوگا کہ میں ان کفار کی عورتوں اور بچوں پر حملہ کر دوں جو ہمارے بیت اللہ تک پہنچنے میں رکاوٹ بننا چاہتے ہیں؟ اگر انہوں نے ہمارا مقابلہ کیا تو اللہ عزوجل نے ہمارے جاسوس کو مشرکین سے محفوظ رکھا ہے' اور اگر وہ ہمارے مقابلہ پر نہیں آتے تو ہم انہیں ایک شکست خوردہ جماعت سمجھ کر چھوڑ دیں گے' حضرت ابوبکر نے کہا: یارسول اللہ! آپ تو صرف اس بیت اللہ کا قصد کر کے نکلے ہیں آپ کا ارادہ کسی کو قتل کرنے کا ہے نہ کسی کے ساتھ جنگ کرنے کا ہے' تو آپ اسی کا قصد کریں' پس جس نے ہم کو بیت اللہ سے روکا ہم اس سے لڑیں گے' آپ نے فرمایا: پھر تم اللہ کا نام لے کر سفر جاری رکھو۔

ان حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹۵۔۱۶۹۴ میں گزر چکی ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی اور جاسوس کا نام

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قبیلہ خزاعہ سے اپنا ایک جاسوس بھیجا: اس جاسوس کا نام حضرت بُسر بن سفیان بن عمرو بن عویمر الخزاعی تھا' حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ چھ ہجری میں اسلام لائے تھے اور حدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے۔

غدیر الاشطاط: الہروی نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص عسفان سے مکہ کی طرف نکلے تو یہ جگہ دائیں جانب دو میل کے فاصلہ پر ہے۔

''الاحابیش'' متعدد قبیلوں سے جمع کردہ لوگوں کی جماعت۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۰۲۔۳۰۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی یہاں شرح نہیں کی۔

۴۱۸۰۔۴۱۸۱ حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان

حَدَّثَنِي ابْنُ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّهُ سَمِعَ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ يُخْبِرَانِ خَبَرًا مِّنْ خَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عُمْرَةِ الْحُدَيْبِيَةِ فَكَانَ فِيْمَا اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ عَنْهُمَا اَنَّهُ لَمَّا كَاتَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُهَيْلَ بْنَ عَمْرٍو يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى قَضِيَّةِ الْمُدَّةِ وَكَانَ فِيْمَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو اَنَّهُ قَالَ لَا يَاْتِيْكَ مِنَّا اَحَدٌ وَّاِنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَهُ اِلَيْنَا وَخَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ وَاَبٰى سُهَيْلٌ اَنْ يُّقَاضِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا عَلٰى ذٰلِكَ فَكَرِهَ الْمُؤْمِنُوْنَ ذٰلِكَ وَامْعَضُوْا فَتَكَلَّمُوْا فِيْهِ فَلَمَّا اَبٰى سُهَيْلٌ اَنْ يُّقَاضِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا عَلٰى ذٰلِكَ كَاتَبَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا جَنْدَلِ بْنَ سُهَيْلٍ يَّوْمَئِذٍ اِلٰى اَبِيْهِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو وَلَمْ يَاْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ مِّنَ الرِّجَالِ اِلَّا رَدَّهُ فِيْ تِلْكَ الْمُدَّةِ وَاِنْ كَانَ مُسْلِمًا وَّجَاءَتِ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَكَانَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ مِّمَّنْ خَرَجَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ عَاتِقٌ فَجَاءَ اَهْلُهَا يَسْاَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرْجِعَهَا اِلَيْهِمْ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْمُؤْمِنَاتِ مَا اَنْزَلَ .

کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب کے بھتیجے نے حدیث کی از عم خود' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی' انہوں نے مروان بن الحکم اور حضرت المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے سنا' ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرۂ حدیبیہ کی خبر دی' عروہ نے ان دونوں سے جو خبر دی ہے اس میں یہ ذکر ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن سہیل بن عمرو کے لیے ایک مدت تک صلح کا معاہدہ لکھا اور اس میں سہیل بن عمرو نے یہ شرط لگائی کہ ہمارے پاس سے جو شخص بھی آئے خواہ وہ آپ کے دین پر ہو' آپ کو اسے ہماری طرف واپس کرنا ہوگا اور ہمارے اور اس کے درمیان تخلیہ کرنا ہوگا' اور سہیل بن عمرو نے اس شرط کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح کرنے سے انکار کر دیا' مسلمانوں نے اس شرط کو ناپسند کیا اور ان پر یہ شرط سخت دشوار تھی' انہوں نے اس کے خلاف گفتگو کی' جب سہیل نے انکار کر دیا کہ وہ اس شرط کے بغیر صلح نہیں کرے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ لکھ دیا' پس اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو جندل بن سہیل کو اس کے باپ سہیل بن عمرو کی طرف واپس کر دیا' اور اس مدت کے دوران جو شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا آپ اس کو واپس کر دیتے خواہ وہ مسلمان ہو اور ہجرت کرنے والی مسلمان عورتیں آئیں' پس حضرت اُم کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ان خواتین میں سے تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نکلیں اور وہ اس وقت نو جوان تھیں تو ان کے گھر والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ آپ ان کو واپس کریں' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کے متعلق وہ آیت نازل کی جو نازل کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۹۵-۱۶۹۴ میں گزر چکی ہے۔

نفل شروع کرنے کے بعد اس کو پورا کرنے میں اختلاف فقہاء اور امام اعظم کی طرف سے مصنف کے دلائل اور دیگر مسائل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

غزوۂ حدیبیہ میں آپ پندرہ سو صحابہ کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے نکلے تھے' پھر مشرکین نے آپ کو عمرہ کرنے سے روک دیا' اس میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص نفلی عمرہ یا حج کرنے کے لیے نکلے' پھر اس کو روک دیا جائے تو اس پر اس عمرہ یا حج کی قضاء نہیں ہے' امام مالک

اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ نے ان کی مخالفت کی ہے۔
(المدونۃ الکبریٰ ج ا ص ۲۹۷' کتاب الام ج ۲ ص ۱۳۵' المبسوط ج ۴ ص ۱۰۷)

میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ نفل شروع کر دیا جائے تو پھر اس کو پورا کرنا واجب ہے اور اس کو ادھورا چھوڑنا جائز نہیں ہے' قرآن مجید میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ○ (محمد:۳۳)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو ○

سو اگر نفل کو شروع کرنے کے بعد پورا نہ کیا جائے تو وہ عمل باطل ہو جائے گا اور عمل باطل کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور غزوۂ حدیبیہ میں مالکیوں اور شافعیوں کی دلیل نہیں ہے بلکہ ہماری احناف کی دلیل ہے کیونکہ جب حدیبیہ کے عمرہ سے مشرکین نے روک دیا تو آپ نے وہیں احرام کھول کر قربانی کی اور آئندہ سال اس نفلی عمرہ کی قضاء میں عمرہ کیا۔

نیز علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاسوس کو بھیجا' اس سے معلوم ہوا کہ اگر ضرورت ہو تو انسان کا اکیلے سفر کرنا جائز ہے' یا اس کے جانے میں مسلمانوں کی مصلحت ہو' اس صورت میں اس کا اکیلے سفر کرنا' اکیلے سفر کرنے کی ممانعت میں داخل نہیں ہے۔

اس درخت کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے بیعت لی کہ وہ مشرکین سے لڑیں گے' پھر ایک دن گزرا یا اس سے زائد' پھر فریقین امن اور صلح کی طرف مائل ہو گئے' اسی اثناء میں فریقین میں سے ایک شخص نے دوسرے فریق کے ایک شخص کو تیر مارا اور فریقین میں لڑائی ہو گئی' وہ ایک دوسرے پر پتھر اور تیر مارنے لگے' پھر انہوں نے صلح کر لی اور ہر ایک نے دوسرے فریق کے آدمیوں کو رہن رکھ لیا اور مشرکین نے حضرت عثمان کو اور ان کے ساتھیوں کو رہن رکھ لیا۔ اسی طرح الاکلیل میں از عروہ مذکور ہے کہ موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ مسلمانو ں نے سہیل بن عمرو اور اس کے ساتھیوں کو رہن رکھ لیا' پس اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو بیعت کرنے کے لیے بلایا اور مشرکین سے لڑنے کا ارادہ کیا' پس مسلمانوں نے موت پر بیعت کی' جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوع کی روایت سے گزر چکا ہے۔
(صحیح البخاری:۴۱۶۹)

وہ درخت کیکر کا تھا۔ (صحیح مسلم:۱۸۵۶) جب قریش نے یہ منظر دیکھا تو ان پر رعب طاری ہو گیا اور انہوں نے جن مسلمانوں کو پکڑ رکھا تھا' چھوڑ دیا اور مسلمانوں کو صلح کرنے کی دعوت دی۔

امام بیہقی نے کہا ہے کہ قریش نے ستر (۷۰) مرد بھیجے تھے۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۱۴۱-۱۴۰)

الصباح نے بارہ مرد ذکر کیے ہیں اور الواحدی نے حضرت انس کی روایت سے اسی (۸۰) مردوں کا ذکر کیا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن المغفل نے تیس مردوں کا ذکر کیا ہے۔ (اسباب النزول ص ۴۰۰-۳۹۹) اور شرف المصطفیٰ میں مذکور ہے کہ چالیس مردوں کو پکڑ لیا تھا۔

امام ابونعیم نے دلائل میں ذکر کیا ہے کہ قریش کے تیس جوان مسلح ہو کر نکلے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خلاف دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی سلب کر لی' مسلمان ان کو گرفتار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے تو آپ نے ان کو معاف کر دیا اور ان کو جانے دیا۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے پکارا: سنو روح القدس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے ہیں اور آپ کو

مسلمانوں سے بیعت لینے کا حکم دیا' سو مسلمانوں نے اس پر بیعت کی کہ وہ جنگ سے کبھی نہیں بھاگیں گے' سو مشرکین ڈر گئے اور انہوں نے جو مسلمان پکڑ رکھے تھے ان کو چھوڑ دیا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۴ ص ۱۳۴۔۱۳۳)

حدیث مذکور سے مستنبط مسائل اور فوائد حدیث

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ امام اپنی صواب دید کے مطابق مشرکین سے صلح کا معاہدہ کرے' جب اس کے نزدیک اس میں مسلمانوں کی منفعت اور مصلحت ہو' خواہ بادی الرائے میں اس میں بہ ظاہر مسلمانوں کی پستی ہو کیونکہ جب مشرکین کو "محمد رسول اللہ" لکھنے پر اعتراض ہوا تو آپ نے صلح نامہ میں محمد رسول اللہ کاٹ کر محمد بن عبد اللہ لکھ دیا اور آپ نے اس کو مان لیا کہ ان کی طرف سے جو آدمی مسلمانوں کی طرف آئیں گے آپ ان کو واپس کر دیں گے خواہ وہ مسلمان ہوں' علامہ مازری نے کہا ہے کہ یہ معاہدہ مردوں کے متعلق تھا' عورتوں کے متعلق نہیں تھا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان مشرکین سے بغیر مال لیے بھی صلح کر سکتے ہیں جب مسلمان کمزور ہوں۔ اس میں اختلاف ہے کہ آیا دس سال کے عرصہ سے زیادہ بھی صلح کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ دس سال سے زیادہ عرصہ کے لیے صلح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ امام ابوداؤد نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے اس پر صلح کی تھی کہ وہ دس سال تک ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھائیں گے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۷۶۶)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس پر بھی صلح کرنا جائز ہے کہ کسی مسلمان کو دار الکفر کی طرف بھیج دیا جائے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ حضرت خالد کے لشکر کی حدیث سے منسوخ ہے' وہ حدیث یہ ہے:

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ خثعم کی طرف ایک لشکر بھیجا' وہاں مسلمان لوگ بھی تھے' انہوں نے سجدہ کر کے اپنی جان بچائی' حضرت خالد نے ان سب کو قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نصف دیت ادا کی اور فرمایا: میں اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان رہے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۶۴۵' سنن ترمذی: ۱۶۰۴' المعجم للطبرانی: ۲۲۶۴' سنن نسائی: ۴۷۹۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کو مشرکین کے علاقہ میں چھوڑنا جائز نہیں ہے اور حدیبیہ میں جو یہ معاہدہ تھا وہ وقتی ضرورت کی بناء پر تھا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سنت کے حکم کو قرآن مجید سے منسوخ کرنا جائز ہے کیونکہ اس معاہدہ کا تقاضا یہ تھا کہ ہر مسلمان کو مشرکین کی طرف واپس کیا جائے گا' اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حق میں اس حکم کو منسوخ کر دیا اور فرمایا:

فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ط (الممتحنہ: ۱۰) عورتوں کو کافروں کی طرف واپس نہ کرو۔

فقہاء کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح کے اس معاہدہ میں یہ مان لیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو ان کی طرف واپس کر دیں گے' اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے صلح سے پہلے یہ فرمایا تھا: قریش مجھ سے کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گے جس سے بیت اللہ کی حرمت اور تعظیم ہو مگر میں ان کی وہ بات مان لوں گا اور مسلمان کو مکہ کی طرف واپس کرنے سے بیت اللہ کو آباد کرنا ہو گا' بیت اللہ میں نماز پڑھی جائے گی اور اس کا طواف کیا جائے گا' سو اس میں بیت اللہ کی خیر ہے اور بیت اللہ کی حرمات کی تعظیم ہے' اس وجہ سے یہ حکم مکہ اور شارع علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور آپ کے بعد کسی کے لیے مسلمان کو کافروں کی طرف واپس کرنا جائز نہیں ہے' یہ قول فقہاء احناف کا ہے۔

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ مسلمان کو کافروں کی طرف واپس کرنے کا حکم اُس صورت میں ہے جب مسلمان مقہور اور مجبور ہوں' کتاب الشروط میں' میں نے اس کی زیادہ وضاحت کی ہے اور ابوزید بن حنفیہ نے کہا ہے کہ یہ حکم اہل عہد اور اہل صلح کے ساتھ مخصوص ہے۔

جو مسلمان عورتیں ہجرت کر کے مدینہ آئیں' ان سے امتحان لینے کی صورت یہ تھی کہ ان عورتوں سے یہ حلف لیا جائے کہ وہ اپنے خاوند کی نافرمانی کر کے ہجرت نہیں کر رہیں' وہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لیے ہجرت کر رہی ہیں' جب وہ عورتیں یہ حلف اُٹھالیں تو انہیں مکہ واپس نہیں بھیجا جائے گا اور ان کا مہر اُن کے شوہر کو واپس کر دیا جائے گا۔

ایک حدیث میں مذکور ہے: انہوں نے دس سال کے لیے جنگ موقوف کرنے اور ہتھیار نہ اُٹھانے پر صلح کی ہے' اس عرصہ میں لوگ امن سے رہیں گے اور اس شرط پر کہ ہمارے درمیان جو راز ہیں ان کو محفوظ رکھا جائے گا اور عداوت کی بناء پر وہ راز فاش نہیں کیے جائیں گے اور ایک دوسرے کے خلاف جرم نہیں کیا جائے گا' کسی کی چوری نہیں کی جائے گی نہ کوئی چیز چھینی جائے گی۔

(سنن ابوداؤد: ٢٧٦٦' مسند احمد ج ٤ ص ٣٢٣) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٣٢٦-٣١٨ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٤١٨٢- قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَاَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُ مَنْ هَاجَرَ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ ۝﴾ (الممتحنہ: ١٢) وَعَنْ عَمِّهٖ قَالَ بَلَغَنَا حِيْنَ اَمَرَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرُدَّ اِلَی الْمُشْرِكِيْنَ مَا اَنْفَقُوْا عَلٰی مَنْ هَاجَرَ مِنْ اَزْوَاجِهِمْ وَبَلَغَنَا اَنَّ اَبَا بَصِيْرٍ فَذَكَرَهٗ بِطُوْلِهٖ .

ابن شہاب نے کہا: اور مجھے عروۃ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ جو مؤمن عورتیں ہجرت کر کے آتی تھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی وجہ سے ان کا امتحان لیتے تھے: اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں کہ وہ آپ سے بیعت کریں (الممتحنہ: ١٢) اور ان کے چچا بیان کرتے ہیں: ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ جو مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کے مشرکین (شوہروں) کو وہ سب کچھ واپس کر دیا جائے جو وہ اپنی بیویوں کو دے چکے ہیں اور ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت ابوبصیر...... پھر ان کی طویل حدیث ذکر کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٧١٣ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اور اہم اُمور یہاں پر ذکر کیے جا رہے ہیں:

مؤمن ہجرت کرنے والی عورتوں سے امتحان لینے کی تفصیل اور اس کی شرائط

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کا امتحان لیتے تھے: امتحان کا معنی ہے: آزمانا' آپ ان سے حلف لیتے تھے' اور اسلام کی نشانیوں میں غور کرتے تھے تاکہ آپ کو ان کے ایمان کے صدق کا ظن غالب حاصل ہو جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کے امتحان کا معنی یہ ہے کہ آپ ان سے اس پر حلف لیتے کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف رغبت کی وجہ سے نہیں آئی ہیں اور دنیا کی طلب کے لیے نہیں آئی ہیں اور وہ صرف اللہ اور رسول کی محبت کی وجہ سے آئی ہیں۔

اس آیت کی وجہ سے ان کا امتحان لیتے تھے: امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت اس طرح ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِىْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الممتحنہ:۱۲)

اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں کہ وہ آپ سے بیعت کریں اس پر کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان گھڑ کر لائیں گی' اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان' اور دستور کے مطابق کسی کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیا کریں اور ان کے لیے اللہ سے استغفار کریں' بے شک اللہ بہت بخشنے والا' بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

اس آیت کے نزول کا سبب مفسرین نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی نصرت فرمائی اور مکہ کو فتح کر دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مردوں کو بیعت کرنے سے فارغ ہو گئے تو آپ کے پاس عورتیں بیعت کے لیے حاضر ہوئیں' اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑ صفا کے اوپر تھے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس کے نیچے تھے' اور حضرت عمر' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے عورتوں کو بیعت کر رہے تھے اور ان کو تبلیغ کر رہے تھے۔

ان کے چچا بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ مشرکین اپنی عورتوں پر جو خرچ کر چکے ہیں' جب وہ ہجرت کریں تو ان کا خرچ مشرکین کو واپس کر دیا جائے۔

ہمارے اصحاب احناف میں سے ابوزید نے کہا: یہ حکم ان عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے جو اہل عہد اور اہل صلح میں سے ہیں اور امتحان کی صورت یہ تھی کہ عورت یہ حلف اُٹھاتی تھی کہ وہ اپنے شوہر کی نافرمانی کی وجہ سے ہجرت کر کے نہیں آئی اور اس کی ہجرت صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے لیے ہے' پس جب عورت یہ حلف اُٹھا لیتی تو اس کو مشرکین کی طرف واپس نہیں بھیجا جاتا تھا اور اس کے شوہر کا دیا ہوا مہر واپس کر دیا جاتا' اور اگر وہ عورت غیر اہل عہد سے ہوتی تو اس سے حلف نہیں لیا جاتا اور نہ اس کا مہر واپس کیا جاتا۔

حضرت ابوبصیر کا قصہ کتاب الشروط میں مفصل مذکور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۰۴۔۲۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٨٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا خَرَجَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ فَقَالَ اِنْ صُدِدْتُّ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِّنْ اَجْلِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی از مالک از نافع کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایام فتنہ میں عمرہ کرنے کے لیے نکلے' انہوں نے کہا: اگر مجھے بیت اللہ جانے سے روک دیا گیا تو ہم اس طرح کریں گے جس طرح ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا تھا' پس انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا' اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے سال عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۳۹ میں گزر چکی ہے۔

٤١٨٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ اَهَلَّ . وَقَالَ اِنْ حِيْلَ بَيْنِيْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ از نافع

وَبَيْنَهُ لَفَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ حَالَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَتَلَا ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:٢١) .

از حضرت ابن عمر' انہوں نے کہا: انہوں نے احرام باندھا اور کہا: اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل ہوئی تو میں اس طرح کروں گا جس طرح نبی ﷺ نے کیا تھا' جب کفار قریش بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے تھے اور یہ آیت تلاوت کی: بے شک تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ ہے۔ (الاحزاب:۲۱)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۶۳۹ میں گزر چکی ہے۔

٤١٨٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَاهُ اَنَّهُمَا كَلَّمَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ (ح) وَحَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ بَعْضَ بَنِي عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَهُ لَوْ اَقَمْتَ الْعَامَ فَاِنِّي اَخَافُ اَنْ لَّا تَصِلَ اِلَى الْبَيْتِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ دُوْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدَايَاهُ وَحَلَقَ وَقَصَّرَ اَصْحَابُهُ وَقَالَ اُشْهِدُكُمْ اَنِّي اَوْجَبْتُ عُمْرَةً فَاِنْ خُلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ طُفْتُ وَاِنْ حِيْلَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْبَيْتِ صَنَعْتُ كَمَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ مَا اُرٰى شَاْنَهُمَا اِلَّا وَاحِدًا اُشْهِدُكُمْ اَنِّي قَدْ اَوْجَبْتُ حَجَّةً مَّعَ عُمْرَتِي فَطَافَ طَوَافًا وَّاحِدًا وَّسَعْيًا وَّاحِدًا حَتّٰى حَلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن اسماء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع کہ عبید اللہ بن عبداللہ اور سالم بن عبداللہ نے ان کو خبر دی' ان دونوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو مشورہ دیا (ح) اور ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ (بن عمر) کے کسی بیٹے نے ان کو مشورہ دیا کہ اگر آپ اس سال ٹھہر جائیں کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ آپ بیت اللہ تک نہیں پہنچ سکیں گے' حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: ہم نبی ﷺ کے ساتھ نکلے تھے' پس کفار قریش بیت اللہ کے سامنے حائل ہو گئے تو نبی ﷺ نے اپنی قربانی کے جانوروں کو نحر کیا اور سر منڈایا اور آپ کے اصحاب نے قصر کیا' بال کاٹے' اور حضرت عبداللہ نے کہا: میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے عمرہ کو واجب کر لیا ہے' اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان تخلیہ ہوا تو میں طواف کروں گا اور اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل ہوئی تو میں اس طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا' پھر وہ تھوڑی دیر چلے' پھر کہا: میری رائے یہ ہے کہ حج اور عمرہ کے افعال ایک جیسے ہیں' میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرہ کے ساتھ حج کو واجب کر لیا ہے' سو انہوں نے ایک (قسم کا) طواف کیا اور (ایک قسم کی) سعی کی حتیٰ کہ دونوں سے احرام کھول دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۶۳۹ میں گزر چکی ہے۔

٤١٨٦- حَدَّثَنِي شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيْدِ سَمِعَ النَّضْرَ بْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے شجاع بن الولید نے

مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا صَخْرٌ عَنْ نَافِعٍ قَالَ اِنَّ النَّاسَ يَتَحَدَّثُوْنَ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ وَلٰكِنْ عُمَرُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ اَرْسَلَ عَبْدَ اللّٰهِ اِلٰى فَرَسٍ لَّهُ عِنْدَ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ يَاْتِيْ بِهٖ لِيُقَاتِلَ عَلَيْهِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَايِعُ عِنْدَ الشَّجَرَةِ وَعُمَرُ لَا يَدْرِيْ بِذٰلِكَ فَبَايَعَهٗ عَبْدُاللّٰهِ ثُمَّ ذَهَبَ اِلَى الْفَرَسِ فَجَاءَ بِهٖ اِلٰى عُمَرَ وَعُمَرُ يَسْتَلْئِمُ لِلْقِتَالِ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَايِعُ تَحْتَ الشَّجَرَةِ قَالَ فَانْطَلَقَ فَذَهَبَ مَعَهٗ حَتّٰى بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ الَّتِيْ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَسْلَمَ قَبْلَ عُمَرَ ۔

حدیث بیان کی' انہوں نے النضر بن محمد سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں صخر نے حدیث بیان کی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ یہ باتیں کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام لائے تھے حالانکہ اس طرح نہیں ہے لیکن حضرت عمر نے حدیبیہ کے دن حضرت ابن عمر کو اپنا ایک گھوڑا لانے کے لیے بھیجا تھا جو کہ انصار کے ایک مرد کے پاس تھا' تا کہ حضرت عمر اس پر سوار ہو کر لڑائی میں شریک ہوں' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے پاس بیعت کر رہے تھے' اور حضرت عمر کو اس کا پتا نہیں تھا' پس حضرت عبداللہ بن عمر نے آپ سے بیعت کر لی' پھر وہ گھوڑے کی طرف گئے اور اس کو حضرت عمر کے پاس لے کر آئے' اور حضرت عمر لڑنے کے لیے ہتھیار اور زرہ سنبھال رہے تھے' تو حضرت عبداللہ نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے نیچے بیعت کر رہے ہیں' انہوں نے بتایا کہ پھر حضرت عمر ان کے ساتھ گئے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر لی' پس یہ ہے وہ سبب جس کی وجہ سے لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر' حضرت عمر سے پہلے اسلام لائے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٩١٦ میں گزر چکی ہے۔

٤١٨٧- وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيُّ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ تَفَرَّقُوْا فِيْ ظِلَالِ الشَّجَرِ فَاِذَا النَّاسُ مُحْدِقُوْنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اُنْظُرْ مَا شَاْنُ النَّاسِ قَدْ اَحْدَقُوْا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهُمْ يُبَايِعُوْنَ فَبَايَعَ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى عُمَرَ فَخَرَجَ فَبَايَعَ ۔

اور ہشام بن عمار نے کہا: ہمیں الولید بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن محمد العمری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' وہ درخت کے سایوں میں منتشر ہو گئے' پس اچانک لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر کر آپ کو دیکھ رہے تھے' پس حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: اے عبداللہ! دیکھو کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر کر دیکھ رہے ہیں' پس حضرت عبداللہ نے دیکھا کہ لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں' پس حضرت عبداللہ نے بھی بیعت کر لی' پھر حضرت عمر کی طرف گئے' پھر حضرت عمر نکلے اور انہوں نے بیعت کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٩١٦ میں گزر چکی ہے۔

٤١٨٨- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يَعْلَى حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اعْتَمَرَ فَطَافَ فَطُفْنَا مَعَهُ وَصَلَّى وَصَلَّيْنَا مَعَهُ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَكُنَّا نَسْتُرُهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ لَا يُصِيبُهُ أَحَدٌ بِشَيْءٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ (قضاء) کیا تو ہم آپ کے ساتھ تھے' پس آپ نے طواف کیا تو ہم نے آپ کے ساتھ طواف کیا اور جب آپ نے نماز پڑھی تو ہم نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی (تو ہم نے بھی سعی کی)' ہم آپ کی اہل مکہ سے حفاظت کر رہے تھے' مبادا آپ کو کوئی تکلیف پہنچے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۰۰ میں گزر چکی ہے' امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی نے درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی اور اگلے سال جب آپ نے عمرہ قضاء کیا تو وہ اس میں بھی آپ کے ساتھ تھے۔

٤١٨٩- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَصِينٍ قَالَ قَالَ أَبُو وَائِلٍ لَمَّا قَدِمَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ مِنْ صِفِّينَ أَتَيْنَاهُ نَسْتَخْبِرُهُ فَقَالَ اتَّهِمُوا الرَّأْيَ فَلَقَدْ رَأَيْتُنِي يَوْمَ أَبِي جَنْدَلٍ وَلَوْ أَسْتَطِيعُ أَنْ أَرُدَّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرَهُ لَرَدَدْتُ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ وَمَا وَضَعْنَا أَسْيَافَنَا عَلَى عَوَاتِقِنَا لِأَمْرٍ يُفْظِعُنَا إِلَّا أَسْهَلْنَ بِنَا إِلَى أَمْرٍ نَعْرِفُهُ قَبْلَ هَذَا الْأَمْرِ مَا نَسُدُّ مِنْهَا خُصْمًا إِلَّا انْفَجَرَ عَلَيْنَا خُصْمٌ مَا نَدْرِي كَيْفَ نَأْتِي لَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا: ہمیں محمد بن سابق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن مغول نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابوحصین سے سنا' انہوں نے کہا کہ ابووائل نے بتایا کہ جب حضرت سہل بن حنیف (جنگ) صفین سے واپس آئے تو ہم ان کے حالات معلوم کرنے کے لیے آئے' انہوں نے کہا: تم (میرے متعلق) اپنی رائے پر تہمت لگاؤ' کیونکہ میں نے (حدیبیہ میں) حضرت ابوجندل کے دن اپنے آپ کو دیکھا اور اگر میں کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو رد کر سکتا تو اس دن رد کر دیتا' اور اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں کہ ہم نے جب بھی کسی مشکل کام کے لیے اپنی تلواروں کو اپنے کندھوں پر رکھا تو وہ کام ہمارے لیے آسان ہوگیا' لیکن اس (جنگ صفین) کا حال یہ ہے کہ ہم اس کی ایک جانب (فتنہ کو) بند کرتے ہیں تو وہ فتنہ کسی دوسری جانب سے پھٹ جاتا ہے' ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ ہم اس معاملہ کو کس طرح حل کریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۸۱ میں گزر چکی ہے' تاہم اس حدیث کے ضروری مباحث ذکر کیے جا رہے ہیں:

حدیث مذکور کی اس باب کے ساتھ مناسبت

اس حدیث میں حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے جن کا قصہ حدیبیہ کے دن سے متعلق ہے' اسی وجہ سے امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں روایت کی ہے قصہ یہ ہے کہ حضرت ابوجندل حدیبیہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس حال میں آئے

کہ ان کے پیروں میں بیڑیاں تھیں اور وہ اپنے باپ سہیل بن عمرو کے ظلم کا شکار تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ان کو اپنے ساتھ مدینہ لے جائیں لیکن سہیل نہیں مانا' مسلمان ان کا حال دیکھ کر بہت دل گرفتہ تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سہیل سے فرمایا: اس کو میرے ساتھ جانے دو' سہیل نے کہا: پھر یہ صلح نامہ یہیں ختم ہو جائے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاہدہ کی پابندی کرتے ہوئے حضرت ابوجندل کو وہیں چھوڑ دیا' اسی وجہ سے حضرت سہل بن حنیف نے کہا تھا کہ اگر میں کسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی بات کو رد کر سکتا تو اس دن رد کر دیتا اور چونکہ یہ حدیبیہ کا واقعہ تھا' اس لیے امام بخاری نے اس حدیث کی اس باب میں روایت کی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) الحسن بن اسحاق بن زیاد: یہ بنو اللیث کے آزاد کردہ غلام ہیں' ان کا لقب المروزی ہے' یہ حسنویہ کے نام سے معروف ہیں' ان کی کنیت ابوعلی ہے' امام نسائی نے ان کی توثیق کی ہے' ابوحاتم نے کہا: یہ مجہول ہیں اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے' یہ عبداللہ بن المبارک کے اصحاب میں سے ہیں اور دو سو اکتالیس (۲۴۱) ہجری میں فوت ہو گئے تھے' امام بخاری نے ان سے صرف ایک یہی حدیث روایت کی ہے (۲) محمد بن سابق: ابوجعفر التیمی البغدادی البزاز' یہ اصل میں فارسی ہیں' کوفہ میں تھے اور دو سو تیرہ (۲۱۳) ہجری میں فوت ہو گئے تھے' یہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ایک ہیں' انہوں نے امام بخاری سے بالواسطہ روایت کی ہے (۳) مالک بن مغول: البجلی' یہ ایک سو ستاون (۱۵۷) ہجری میں فوت ہو گئے تھے (۴) ابوحصین: عثمان بن عاصم الاسدی الکوفی: یہ ایک سو اٹھائی (۱۲۸) ہجری میں فوت ہو گئے تھے (۵) ابووائل: شقیق بن سلمہ الکوفی' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا لیکن آپ سے کوئی حدیث نہیں سنی (۶) حضرت سہل بن حنیف' یہ انصاری اوسی صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۰۷۔۳۰۶)

حدیث مذکور کے بعض مشکل جملوں کی شرح

اس حدیث کے بعض مشکل جملوں کی شرح ہم علامہ عینی سے اور علامہ ابن ملقن سے لکھ رہے ہیں:

جب حضرت سہل بن حنیف صفین سے واپس آئے: صفین ایک جگہ ہے جو عراق اور شام کے درمیان ہے' وہیں حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان زبردست معرکہ ہوا تھا۔

تم اپنی رائے پر تہمت لگاؤ: علامہ ابن الملقن نے لکھا ہے کہ اکثر لوگوں کے دو فرقے تھے اور ہر فرقہ کی یہ رائے تھی کہ اس کا مؤقف صحیح ہے اور اس کی طرف سے لڑنا واجب ہے' ان فرقوں کی لڑائی میں داخل ہونے سے حضرت سعد' حضرت سعید' حضرت ابن عمر اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم الگ رہے اور ان پر یہ منکشف نہیں ہوا کہ ان دو فرقوں میں سے کوئی ایک فرقہ باغی ہے' اسی طرح حضرت سہل نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ تم اپنی رائے پر تہمت لگاؤ (یعنی اس کو غلط قرار دو)' کیونکہ بعض اوقات حق مشتبہ ہو جاتا ہے' اور انہوں نے مدینہ کا ذکر کیا' ان کی مراد یہ تھی کہ تم اس معاملہ یعنی ''فریقین کی لڑائی میں حق پر کون ہے؟'' کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو' کیونکہ کاموں کا نتیجہ کبھی اس طرح نکلتا ہے جو شروع میں بادی الرائے میں معلوم نہیں ہوتا۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حضرت سہل بن حنیف پر یہ تہمت لگائی جاتی تھی کہ انہوں نے اس لڑائی میں شامل نہ ہو کر خطاء کی ہے' تو انہوں نے فرمایا: تم اپنی رائے پر تہمت لگاؤ کیونکہ میں نے کوئی تقصیر نہیں کی اور میں ضرورت کے وقت تقصیر کرنے والا نہیں ہوں' جیسا کہ حدیبیہ کے دن ہوا تھا کیونکہ اس دن میں نے اپنے آپ کو اس طرح دیکھا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مخالفت پر قادر ہوتا تو میں کفار قریش سے زبردست لڑائی لڑتا' لیکن میں نے توقف کیا' اسی طرح آج بھی میں نے فریقین کی لڑائی میں شامل نہ ہو کر مسلمانوں کی مصلحت کی وجہ سے توقف کیا ہے۔

یوم ابوجندل: اس سے مراد یوم حدیبیہ ہے۔
اگر میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کو رد کرنے کی طاقت رکھتا تو رد کر دیتا: علامہ عینی نے کہا: اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ انہوں نے حدیبیہ کے دن اپنے آپ کو کفار قریش سے لڑنے سے صرف رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے روکا تھا' نہ اس وجہ سے کہ وہ لڑنے سے قاصر تھے۔ (یعنی اس طرح مسلمانوں کی مصلحت کی وجہ سے میں آج بھی فریقین کی لڑائی میں شامل نہیں ہوا' نہ اس وجہ سے کہ میں لڑنے سے قاصر تھا۔ سعیدی غفرلہ)

''لأمر یفظعنا'' ابن فارس نے کہا: ''افظع الامر وفظع :اشتد'' (مجمل اللغۃ ج ۳ص۲۳ ۷) جو کام بہت مشکل اور دشوار ہو' جس سے گھبراہٹ طاری ہو۔

''الا اسھلن بنا'' یعنی جس مشکل کام کے لیے ہم نے اپنے کندھوں پر تلواریں اُٹھائیں وہ کام ہمارے لیے آسان ہو گیا' جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین سے قتال کے لیے تلوار اُٹھائی اور وہ کامیاب ہو گئے' اس سے معلوم ہو گیا کہ ان کا یہ اقدام درست تھا۔ مگر جب صفین میں دو حکم (منصف) مقرر کیے گئے اور لڑائی رک گئی تو ہم سمجھ نہیں سکے کہ یہ اقدام درست ہے یا نہیں' جیسے تم دھاگے کو کسی چیز پر لپیٹ رہے ہو وہ ایک طرف سے ٹوٹ جائے' تم اس طرف سے اس کو جوڑو تو وہ دوسری طرف سے ٹوٹ جاتا ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۳۲۹-۳۲۸' عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۰۷-۳۰۶)

٤١٩٠- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلٰى وَجْهِي فَقَالَ أَيُؤْذِيكَ هَوَامُّ رَأْسِكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ أَوِ انْسُكْ نَسِيكَةً قَالَ أَيُّوبُ لَا أَدْرِي بِأَيِّ هٰذَا بَدَأَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از مجاہد از ابن ابی لیلیٰ از کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ حدیبیہ کے زمانے میں میرے پاس آئے اور جوئیں میرے چہرے پر گر رہی تھیں' آپ نے پوچھا: کیا تمہارے سر کی جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں' میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تم اپنا سر منڈ الو اور تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو' یا ایک قربانی کر دو۔ راوی ایوب نے کہا: مجھے پتا نہیں' انہوں نے کس چیز سے ابتداء کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۱۴ میں گزر چکی ہے۔
''الھوام'' یہ ''ھامة'' کی جمع ہے' اس کا معنی ہے: حشرات الارض اور یہاں مراد جوئیں ہیں۔
''النسیك'' اس کا معنی ہے: ذبیحہ۔
نبی ﷺ نے حالت احرام میں سر مونڈنے کا جو کفارہ بیان فرمایا ہے' اس کی اصل یہ آیت ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ (البقرہ:۱۹۶)

پھر جو تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو اس پر (سر مونڈنے کا) فدیہ ہے' روزے یا صدقہ خیرات یا قربانی۔
(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۰۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٩١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ أَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ہشام ابوعبداللہ

هُشَيْمٌ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰي عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ وَقَدْ حَصَرَنَا الْمُشْرِكُوْنَ قَالَ وَكَانَتْ لِيْ وَفْرَةٌ فَجَعَلَتِ الْهَوَامُّ تَسَاقَطُ عَلٰى وَجْهِيْ فَمَرَّبِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّ رَاْسِكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَاُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْنُسُكٍ﴾ (البقرہ:١٩٦) ۔

نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی از ابی بشر از مجاہد از عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ از حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں تھے اور ہم مُحرِم (حالتِ احرام میں) تھے اور مشرکین نے ہم کو روک لیا تھا اور میرے (کانوں تک) بڑے بال تھے پس جوئیں میرے چہرے پر گرنے لگیں سو (اس وقت) میرے پاس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے آپ نے پوچھا: کیا تمہارے سر کی جوئیں تمہیں تکلیف پہنچا رہی ہیں میں نے عرض کیا: جی ہاں! اور یہ آیت نازل ہوئی: پھر جو تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو اس پر (سر مونڈنے کا) فدیہ ہے روزے یا صدقہ خیرات یا قربانی۔ (البقرہ:١٩٦)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری:١٨١٤ میں گزر چکی ہے۔

حدیبیہ کے مباحث کا خلاصہ

علامہ ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غزوہ میں بیت اللہ کی زیارت کے لیے نکلے تھے اور اپنے ساتھ قربانی کے ستر (٧٠) اونٹ بھی لے کر گئے تھے اور آپ نے عمرہ کا احرام باندھا تھا جیسا کہ گزر چکا ہے اور آپ کے ساتھ سات سو (٧٠٠) مرد تھے پس ہر اونٹ دس مردوں کی طرف سے تھا اور امام ابن عقبہ نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ ہر سات مردوں کی طرف سے ایک اونٹ تھا اور اس سے پہلے ان کا عدد تفصیل سے گزر چکا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چودہ سو یا اس سے زیادہ صحابہ تھے۔ (صحیح البخاری:٤١٥١)

اور حضرت جابر رضی اللہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پندرہ سو صحابہ تھے۔ (صحیح البخاری:٤١٥٢)

خود علامہ ابن ملقن نے کہا ہے کہ پندرہ سو صحابہ کی روایت کو اختیار کرنا اولیٰ ہے کیونکہ یہ مشہور حدیث ہے اور ایک جماعت نے اس کی روایت کی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٢٩٨)

پھر یہاں جو علامہ ابن الملقن نے کہا ہے کہ آپ کے ساتھ سات سو مرد تھے اس کو میری ناقص فہم سمجھنے سے قاصر ہے۔

نیز علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں کہ نمازِ ظہر کا وقت آ گیا تو آپ نے اپنے اصحاب کو نمازِ خوف پڑھائی جیسا کہ امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٢ ص ٩٥)

ابن عائذ نے ذکر کیا ہے کہ آپ وہاں ایک ماہ اور پندرہ دن ٹھہرے اور امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ آپ وہاں پر دس سے زیادہ دن ٹھہرے اور ایک قول ہے: بیس راتیں ٹھہرے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٢ ص ٩٨)

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ جب صحابہ نے حدیبیہ میں سر مونڈ لیے تو اللہ تعالیٰ نے آندھی بھیجی جوان کے بال اُٹھا کر لے گئی اور

ان بالوں کو حرم میں ڈال دیا اور اس ساعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا: سنو! اپنی قیام گاہوں میں نماز پڑھو۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰۵-۱۰۴)

امام بخاری نے غزوۂ حدیبیہ میں جن احادیث کی روایت کی ہے ان پر مصنف کا اشکال

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے غزوۂ حدیبیہ کے باب میں تقریباً تیس احادیث روایت کی ہیں جو تین کے سوا سب اس سے پہلے مختلف ابواب میں گزر چکی ہیں اور جس حدیث کی حدیبیہ کے ساتھ ادنیٰ مناسبت تھی' اس کی بھی امام بخاری نے اس باب میں روایت کر دی' حالانکہ ان میں سے کسی حدیث میں بھی غزوۂ حدیبیہ کی تفصیل نہیں ہے۔ غزوۂ حدیبیہ کی تفصیل صحیح البخاری' کتاب الشروط' حدیث: ۲۷۳۲ میں ہے' جس کو امام بخاری نے یہاں روایت نہیں کیا۔

یہ حدیث بہت مفصل ہے اور متعدد صفحات پر مشتمل ہے' اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ جب خزاعہ کے لوگوں نے آپ کو آ کر بتایا کہ قریش آپ کو مکہ مکرمہ جانے نہیں دیں گے اور آپ کو روکیں گے' تو آپ نے فرمایا: ہم یہاں کسی سے لڑنے نہیں آئے' ہم تو یہاں عمرہ کرنے آئے ہیں' آپ نے فرمایا: اگر وہ عمرہ کرنے نہیں دیں گے تو میں ان سے لڑوں گا خواہ میں تنہا رہ جاؤں۔ بدیل نے کہا: میں آپ کا پیغام پہنچاتا ہوں' پھر قریش نے باہم مشورہ اور جنگ سے گریز کیا اور سب سے پہلے عروہ بن مسعود کو آپ کے پاس بھیجا' اس نے کافی بحث تمحیص کی اور آپ سے بغیر عمرہ کیے واپس جانے کے لیے کہا' پھر اس نے جا کر قریش سے کہا کہ ان کے اصحاب ان کی بہت تعظیم کرتے ہیں' ان سے لڑنا مشکل ہے' پھر بنو کنانہ کے ایک مرد نے کہا: میں جا کر بات کرتا ہوں' اس نے آپ کے ساتھ قربانی کے اونٹ دیکھے تو قریش سے کہا: میری رائے یہ ہے کہ ان کو بیت اللہ تک جانے سے نہیں روکنا چاہیے' بالآخر سہیل بن عمرو آیا اور صلح نامہ لکھا گیا اور اس میں یہ شرائط تھیں:

(۱) اس سال آپ واپس چلے جائیں اور اگلے سال آ کر عمرہ کر لیں' اگر آپ نے اس سال عمرہ کیا تو اس میں ہماری سبکی ہوگی۔

(۲) آپ کے پاس مکہ سے جو مرد آئے گا اسے آپ کو واپس کرنا ہوگا' خواہ وہ آپ کے دین پر ہو اور آپ کے پاس سے جو مرد آئے گا اس کو ہم واپس نہیں کریں گے۔

اس اثناء میں سہیل کے بیٹے حضرت ابوجندل بیڑیاں پہنے ہوئے آ گئے' ان پر اسلام لانے کی پاداش میں بہت ظلم ہو رہا تھا' انہوں نے مسلمانوں سے فریاد کی کہ مجھے ساتھ لے جائیں مگر اس کے باپ سہیل نے کہا: اگر آپ اس کو لے گئے تو یہ معاہدہ یہیں ختم ہو جائے گا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی معاہدہ مکمل نہیں ہوا ہے اور اس کو ساتھ لے جانے کے لیے بہت اصرار کیا مگر سہیل نہیں مانا' اُدھر صحابہ اس معاہدہ کی وجہ سے بہت بے چین اور مضطرب تھے' خصوصاً حضرت عمر نے کہا کہ ہم دب کر صلح کیوں کریں' مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سمجھانے سے وہ خاموش ہو گئے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاہدہ کی تحریر سے فارغ ہو گئے تو آپ نے صحابہ سے فرمایا: چلو! اب اپنی قربانیوں کو نحر کرو' صحابہ بہت دل برداشتہ اور غم گین تھے' وہ پہلے قربانی کرنے کے لیے نہیں اُٹھے لیکن جب آپ نے نحر کر لیا تو وہ بھی قربانی کرنے کے لیے اُٹھے۔

یہ اس مفصل اور مرتب حدیث کی تلخیص ہے' اگر امام بخاری اس ایک حدیث کی غزوہ حدیبیہ کے باب میں روایت کر دیتے تو غزوۂ حدیبیہ منکشف ہو جاتا اور انہوں نے جو تیس ایسی احادیث ذکر کی ہیں جن میں صرف حدیبیہ کا نام ہے اور اُن سے غزوۂ حدیبیہ کے واقعہ پر کوئی روشنی نہیں پڑتی اور کچھ پتا نہیں چلتا کہ غزوۂ حدیبیہ میں کیا ہوا تھا' اللہ جانے امام بخاری نے ایسا کیوں کیا اور مرتب اور مفصل حدیث کے ہوتے ہوئے اس باب میں ان احادیث کی کیوں روایت کی جن میں صرف حدیبیہ کا نام ہے یا حدیبیہ کی طرف

اشارہ ہے' بہرحال امام بخاری کا بہت بلند مقام ہے' میں بہت گناہ گار اور بے کار آدمی ہوں اور امام بخاری کے تلامذہ کے قدموں کی خاک سے بھی کم تر ہوں' اللہ تعالیٰ میری اس جسارت کو معاف فرمائے اور امام بخاری کے درجات کو بلند فرمائے' انہوں نے سب سے پہلے احادیث صحیحہ کا مجموعہ مرتب کر کے اُمت کے ہاتھوں میں دیا' یہ ان کا ہم سب پر عظیم احسان ہے۔

٣٧- بَابُ قِصَّةِ عُكْلٍ وَّعُرَيْنَةَ عُکل وعُرینہ کا قصہ

عُکل اور عُرینہ دو قبیلوں کا نام ہے' کتاب الطہارۃ میں اونٹوں کے پیشاب کے باب میں ان کا ذکر ہو چکا ہے' دیکھئے: صحیح البخاری: ٢٣٣۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

عُکل میں عین پر پیش ہے اور کاف پر جزم ہے' یہ قبیلہ عوف بن وائل بن قیس بن عوف کی اولاد سے ہیں' اور عُرینہ میں عین پر پیش ہے' یہ النذیر بن قسر کا بیٹا ہے' اس کا نام مالک ہے' یہ قبیلہ بجیلہ کی شاخ ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٣٣٣' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٤١٩٢- حَدَّثَنِي عَبْدُ الْاَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّ نَاسًا مِّنْ عُكْلٍ وَّعُرَيْنَةَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَكَلَّمُوْا بِالْاِسْلَامِ فَقَالُوْا يَانَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا اَهْلَ ضَرْعٍ وَّلَمْ نَكُنْ اَهْلَ رِيْفٍ وَّاسْتَوْخَمُوا الْمَدِيْنَةَ فَاَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَوْدٍ وَّرَاعٍ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا فِيْهِ فَيَشْرَبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا وَاَبْوَالِهَا فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى اِذَا كَانُوْا نَاحِيَةَ الْحَرَّةِ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَقَتَلُوْا رَاعِيَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِيْ اٰثَارِهِمْ فَاَمَرَبِهِمْ فَسَمَرُوْا اَعْيُنَهُمْ وَقَطَعُوْا اَيْدِيَهُمْ وَتَرَكُوْا فِيْ نَاحِيَةِ الْحَرَّةِ حَتّٰى مَاتُوْا عَلٰى حَالِهِمْ قَالَ قَتَادَةُ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ كَانَ يَحُثُّ عَلَى الصَّدَقَةِ وَيَنْهٰى عَنِ الْمُثْلَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبدالاعلیٰ بن حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ عُکل اور عُرینہ مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے اسلام لانے کے متعلق باتیں کیں' پس انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! ہم دودھ دوہنے والے ہیں اور کاشتکاری کرنے والے نہیں ہیں اور مدینہ کی آب وہوا ان کو موافق نہیں آئی' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ اونٹنیوں اور ان کے محافظوں کے ساتھ رہیں اور ان کی طرف نکلیں' پس اونٹنیوں کا دودھ اور ان کا پیشاب پئیں' سو وہ چلے گئے حتیٰ کہ جب وہ سیاہ پتھریلی زمین پر پہنچے تو انہوں نے اسلام لانے کے بعد کفر کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے اونٹوں) کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹنیوں کو ہنکا کر لے گئے' پس یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی' لہٰذا آپ نے ان کو تلاش کرنے کے لیے صحابہ کو بھیجا (ان کو پکڑ کر لایا گیا) آپ نے ان کے بارے میں حکم دیا تو صحابہ نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں' ان کے ہاتھ کاٹ ڈالے اور انہیں سیاہ پتھریلی زمین کی طرف چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ اسی حال میں مر گئے قتادہ نے کہا: ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقہ خیرات کرنے کا حکم دیتے تھے اور مُثلہ کرنے سے منع فرماتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ شُعْبَةُ وَاَبَانُ وَحَمَّادٌ عَنْ قَتَادَةَ مِنْ عُرَيْنَةَ .

امام ابوعبداللہ بخاری نے کہا: اور شعبہ اور ابان اور حماد نے از قتادہ بیان کیا: عرینہ سے۔

یعنی عُکل کا ذکر نہیں کیا۔

وَقَالَ يَحْيَى بْنُ اَبِىْ كَثِيْرٍ وَّاَيُّوْبُ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَدِمَ نَفَرٌ مِّنْ عُكْلٍ .

اور یحییٰ بن ابی کثیر اور ایوب نے کہا از ابی قلابہ از حضرت انس، وہ بیان کرتے ہیں کہ عُکل سے ایک جماعت آئی۔

یعنی انہوں نے عُرینہ کا ذکر نہیں کیا۔

عرنیین کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنے کی توجیہ

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

قتادہ نے کہا: اس کے بعد آپ نے مُثلہ کرنے سے منع فرما دیا: گویا امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ جو محاربہ کرے، یعنی ڈاکا ڈالے اس کو مثلہ نہ کیا جائے اور ڈاکو کی سزا کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ ص ۳۳۳، وزارۃ الاوقاف، قطر ۱۴۲۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنے کا حکم بہ طور قصاص دیا تھا، کیونکہ انہوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کے محافظوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری تھیں اور باقی سزا جو دی گئی، وہ ڈاکہ کی تھی جو اُن پر جاری کی گئی۔

٤١٩٣- حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ اَبُوْعُمَرَ الْحَوْضِىُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ وَالْحَجَّاجُ الصَّوَّافُ قَالَا حَدَّثَنِىْ اَبُوْرَجَاءٍ مَوْلٰى اَبِىْ قِلَابَةَ وَكَانَ مَعَهُ بِالشَّامِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيْزِ اِسْتَشَارَ النَّاسَ يَوْمًا قَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِىْ هٰذِهِ الْقَسَامَةِ فَقَالُوْا حَقٌّ قَضٰى بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَضَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ قَبْلَكَ قَالَ وَاَبُوْقِلَابَةَ خَلْفَ سَرِيْرِهٖ فَقَالَ عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيْدٍ فَاَيْنَ حَدِيْثُ اَنَسٍ فِى الْعُرَنِيِّيْنَ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ اِيَّاىَ حَدَّثَهُ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ مِّنْ عُرَيْنَةَ وَقَالَ اَبُوْقِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ مِّنْ عُكْلٍ ذَكَرَ الْقِصَّةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبدالرحیم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حفص بن عمر ابوعمر الحوضی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں ایوب اور الحجاج الصواف نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: مجھے ابورجاء جو ابوقلابہ کے آزاد کردہ غلام ہیں، انہوں نے حدیث بیان کی اور وہ ان کے ساتھ شام میں تھے کہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک دن لوگوں سے مشورہ کیا کہ تم اس قسامت کے متعلق کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا: یہ حق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ فیصلہ کیا ہے اور آپ سے پہلے خلفاء نے اس کے ساتھ فیصلہ کیا ہے۔ راوی نے کہا: اور ابوقلابہ ان کے تخت کے پیچھے تھے، پس عنبسہ بن سعید نے کہا: پھر حضرت انس کی عرنیین کے متعلق جو حدیث ہے اس کا کیا ہوگا؟ تو ابوقلابہ نے کہا: حضرت انس نے خود مجھ سے یہ بیان کیا ہے، عبدالعزیز بن صہیب نے حضرت انس کی روایت میں صرف عرینہ کا ذکر کیا اور ابوقلابہ نے حضرت انس کی روایت میں عکل کا ذکر کیا اور قصہ بیان کیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال

(۱) محمد بن عبدالرحیم: ان کی کنیت ابو یحییٰ ہے یہ صاعقۃ البزار کے مشہور حافظ ہیں (۲) حفص بن عمر: یہ بھی امام بخاری کے مشائخ میں سے ہیں' امام بخاری نے ان سے بالواسطہ روایت کی ہے (۳) ایوب سے مراد ایوب سختیانی ہیں (۴) الحجاج الصواف: یہ ابن ابی عثمان میسرہ البصری ہیں (۵) ابو رجاء: ان کا نام سلیمان ہے' ابو قلابہ مذکور کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۱۰)

بعض مشکل صیغوں اور مشکل عبارات کا حل

ایوب اور الحجاج الصواف دونوں نے کہا: مجھے ابو رجاء نے حدیث بیان کی: یہ واحد کا صیغہ ہے' حالانکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ تثنیہ کا صیغہ ہوتا' مثلاً حدثانی یعنی ان دونوں (ایوب اور الحجاج) نے مجھے حدیث بیان کی' لیکن کہا گیا ہے کہ ان کی مراد صرف حجاج ہے' کیونکہ ایوب کے متعلق اختلاف ہے' ان کے نزدیک اس کی روایت ابو قلابہ سے واسطہ کے ساتھ ہے یا بغیر واسطہ کے ہے' اور حجاج کے متعلق اختلاف نہیں ہے کیونکہ انہوں نے ابو قلابہ سے ابو رجاء کے واسطہ سے حدیث روایت کی ہے' اس لیے انہوں نے واحد کے صیغہ کے ساتھ کہا ہے کہ حدثنی' یعنی حجاج نے مجھے حدیث بیان کی۔

اس قسامت میں: قسامت کا معنی ہے: جب ظن پر قرائن غالبہ ہوں تو مقتول کے ورثاء پر قسم کو تقسیم کرنا' علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حدیث عرینیین کو قسامت کی طرف کس طرح منسوب کیا جائے گا؟ علامہ عینی نے کہا: عرینہ کے لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کے چرواہے کو قتل کر دیا اور وہاں پر ان کے قتل کرنے کا قرینہ تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر قسامت کا حکم نہیں کیا (یعنی ان سے قسمیں نہیں لیں) بلکہ ان سے قصاص لیا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ظن غالب تھا کہ قاتل عرینیین ہی ہیں۔

عنبسہ بن سعید: یہ سعید قرشی اموی کے بیٹے ہیں۔

عبدالعزیز بن صہیب نے کہا: اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت انس نے عرینہ کا ذکر کیا ہے اور عکل کا ذکر نہیں کیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۱۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۸- بَابُ غَزْوَةِ ذِي قَرَدٍ — غزوۂ ذی قرد

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

قرد کا لفظ تین طرح پڑھا گیا ہے: ق اور را دونوں پر زبر (قَرَد)' دونوں پر پیش (قُرُد) ق پر پیش اور را پر زبر (قُرَد)۔

(الروض الانف ج ۴ ص ۱۴)

لغت میں قرد کا معنی ردی اُون ہے' یہ ابن سیدہ کا قول ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اونٹ سے جو بال اور اُون جھڑ جاتے ہیں اس کو قرد کہتے ہیں۔ (المحکم ج ۶ ص ۱۸۶)

قرد ایک گھاٹی کا پانی ہے جس کو ذو قرد کہتے ہیں' یہ مدینہ سے شام کے راستہ میں ہے اور مدینہ سے خیبر کے راستہ میں دو راتوں کی مسافت پر واقع ہے۔

القزاز وغیرہ نے کہا ہے کہ اس کا نام غزوۃ الغابہ رکھا گیا ہے' امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یہ ربیع الاوّل چھ (۶) ہجری میں ہوا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۸۰)

علامہ القرطبی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ جمادی الاولیٰ میں ہوا تھا۔ (المفہم ج ۳ ص ۶۸۰)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۳۶-۳۳۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

وَهِيَ الْغَزْوَةُ الَّتِي اَغَارُوْا عَلٰى لِقَاحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ خَيْبَرَ بِثَلَاثٍ.

یہ غزوہ ان کے خلاف ہے جو غزوۂ خیبر سے تین سال پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں لوٹ کر لے گئے تھے۔

اس تعلیق میں "لقاح" کا لفظ ہے یہ "لقوحة" کی جمع ہے اس کا معنی ہے: دودھ دینے والی اونٹنیاں۔

امام بخاری نے اس تعلیق میں کہا ہے کہ یہ غزوۂ خیبر سے تین سال پہلے کا ہے یہ امام بخاری نے غلط کہا ہے یہ غزوۂ خیبر سے ایک سال پہلے ہوا تھا' غزوہ خیبر جمادی الثانیہ سات ہجری میں ہوا تھا' ہاں امام مسلم نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' انہوں نے غزوہ ذی قرد کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ ہم اس غزوہ سے فارغ ہونے کے بعد صرف تین راتیں ٹھہرے تھے کہ ہم غزوۂ خیبر کے لیے روانہ ہوئے۔ (صحیح مسلم' باب غزوۃ ذی قرد وغیرہا' حدیث: ١٨٠٧)

لیکن اہل سیرت کی تصریح اس کے خلاف ہے اور علامہ قرطبی نے دعویٰ کیا ہے کہ اس کے بعد شعبان میں غزوہ بنوالمصطلق ہوا ہے' پھر عمرہ حدیبیہ ذوالقعدہ میں ہوا ہے' پھر آپ مدینہ کی طرف لوٹ آئے اور ذوالحج اور محرم کے چند ایام تک وہاں قیام فرمایا اور باقی ایام میں آپ خیبر کی طرف روانہ ہوئے' علامہ قرطبی نے کہا: اسی طرح حافظ ابوعمر ابن عبدالبر نے تصریح کی ہے۔

(الدرر فی اختصار المغازی والسیر ص ١٩٦-١٨٦)

اور اس حدیث میں جو مذکور ہے کہ یہ غزوۂ خیبر سے تین سال پہلے ہوا' یہ بعض راویوں کا وہم ہے۔ (المفہم ج ٣ ص ٦٨٠)

یونس بن بکیر نے از ابن اسحاق روایت کی ہے کہ غزوہ بنولحیان شعبان چھ ہجری میں ہوا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فارغ ہو کر مدینہ واپس آ گئے' آپ وہاں چند راتیں ٹھہرے تھے کہ عیینہ بن حصن چالیس گھڑ سواروں کے ساتھ آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کو لوٹ کر لے گیا۔

اور حاکم نے ذکر کیا ہے کہ غزوۂ ذی قرد تیسرا غزوہ تھا' پہلا حضرت زید بن حارثہ کا سریہ تھا جو ہجرت کے اٹھائیس ماہ بعد جمادی الاخرۃ میں ہوا' دوسرا غزوہ وہ ہے جس میں آپ خود بنوفزارہ کی طرف روانہ ہوئے' یہ غزوہ ہجرت کے انچاس ماہ بعد ہوا' اور تیسرا یہ غزوۂ ذی قرد ہے جو چھ ہجری میں ہوا۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ مقامِ غابہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیس (٢٠) اونٹنیاں تھیں اور عبدالرحمان بن عیینہ ان کو لوٹ کر لے گیا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ٢ ص ٨٠)

امام بلاذری نے کہا ہے کہ اس دن لوٹنے والا عبداللہ بن عیینہ بن حصن تھا۔ الواقدی نے کہا: ہمارے نزدیک ثابت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سریہ (لشکر) کی کمان حضرت سعید بن زید الاشہلی کو دی اور اس میں مسلمان پانچ سو تھے اور ایک قول ہے: سات سو تھے۔ (مغازی الواقدی ص ٥٤٨-٥٤٧) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ ص ٣٣٧-٣٣٦' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٤١٩٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْاَكْوَعِ يَقُوْلُ خَرَجْتُ قَبْلَ اَنْ يُّؤَذَّنَ بِالْاُوْلٰى وَكَانَتْ لِقَاحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْعٰى بِذِيْ قَرَدٍ قَالَ فَلَقِيَنِيْ غُلَامٌ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ اُخِذَتْ لِقَاحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ مَنْ اَخَذَهَا قَالَ غَطَفَانُ قَالَ فَصَرَخْتُ ثَلٰثَ صَرَخَاتٍ يَا صَبَاحَاهُ قَالَ فَاَسْمَعْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں پہلی اذان دی جانے سے پہلے نکلا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں مقام ذی قرد میں چر رہی تھیں' پھر مجھے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا غلام ملا' سو اس نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کو لوٹ لیا گیا' میں نے پوچھا: کس نے لوٹا ہے؟ تو اس نے کہا: غطفان نے' انہوں نے کہا: حضرت سلمہ نے کہا:

الْمَدِيْنَةِ ثُمَّ انْدَفَعْتُ عَلٰى وَجْهِي حَتّٰى أَدْرَكْتُهُمْ وَقَدْ أَخَذُوْا يَسْتَقُوْنَ مِنَ الْمَاءِ فَجَعَلْتُ أَرْمِيهِمْ بِنَبْلِيْ وَكُنْتُ رَامِيًا وَأَقُوْلُ:

أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ ۔ اَلْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ

وَأَرْتَجِزُ حَتّٰى اسْتَنْقَذْتُ اللِّقَاحَ مِنْهُمْ وَاسْتَلَبْتُ مِنْهُمْ ثَلَاثِيْنَ بُرْدَةً قَالَ وَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَدْ حَمَيْتُ الْقَوْمَ الْمَاءَ وَهُمْ عِطَاشٌ فَابْعَثْ إِلَيْهِمُ السَّاعَةَ فَقَالَ يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ مَلَكْتَ فَأَسْجِعْ قَالَ ثُمَّ رَجَعْنَا وَيُرْدِفُنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَاقَتِهِ حَتّٰى دَخَلْنَا الْمَدِيْنَةَ ۔

پھر میں نے تین مرتبہ زور سے پکارا: یا صباحاہ! پس میں نے مدینہ کی دو سیاہ پتھریلی زمینوں کے درمیان والوں تک اپنی آواز پہنچا دی' پھر میں اپنے منہ کی سیدھ میں دوڑا حتیٰ کہ ان کو جا لیا' اس وقت وہ اونٹنیوں کو پانی پلا رہے تھے' پھر میں نے ان پر تیر مارنے شروع کر دیئے اور میں مشہور تیر مارنے والا تھا اور میں یہ رجز یہ شعر پڑھ رہا تھا:

''میں ابن الاکوع ہوں' آج کا دن کمینوں کی بربادی کا دن ہے''۔

میں اسی طرح رجز پڑھتا رہا حتیٰ کہ ان سے اونٹنیاں چھڑا لیں' اور ان کی تیس چادروں پر بھی قبضہ کر لیا' حضرت سلمہ نے بتایا کہ اس کے بعد نبی ﷺ بھی صحابہ کے ساتھ پہنچ گئے' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں نے ان لوگوں کو پانی سے دور رکھا ہے اور یہ پیاسے ہیں' ابھی ان کو گرفتار کرنے کے لیے فوج بھیج دیجئے' آپ نے فرمایا: اے ابن الاکوع! جب تم نے ان پر قابو پالیا ہے تو پھر نرمی اختیار کرو' حضرت سلمہ نے بتایا کہ پھر ہم واپس آ گئے اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنی اونٹنی پر پیچھے بٹھا لیا حتیٰ کہ ہم مدینہ میں داخل ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۴۱ میں گزر چکی ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

میں پہلی اذان دی جانے سے پہلے نکلا: یعنی نمازِ فجر کی اذان سے پہلے نکلا۔

اس نے کہا: غطفان نے: مکی بن ابراہیم کی روایت میں ہے: غطفان اور فزارہ نے' اور یہ خاص کا عام پر عطف ہے کیونکہ فزارہ' غطفان کی شاخ ہے۔

''یا صباحاہ'' یہ وہ کلمہ ہے جو لوٹے جانے کے وقت قوم کو متنبہ کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔

پھر میں اپنے منہ کی سیدھ میں دوڑا: یعنی میں دائیں بائیں نہیں مڑا' سیدھا دوڑتا گیا۔

''یوم الرضع'': اصل میں الرضع ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اپنی اونٹنیوں کو آہستگی کے ساتھ پانی پلائیں کہ اگر آواز آئی تو فقراء ان اونٹنیوں کا دودھ مانگنے کے لیے آ جائیں گے اور یہ ان کے انتہائی بخل کی علامت ہے۔

''فاسجع'': تسہیل کے لیے ''فاسجع'' فرمایا ورنہ ''فاسجح'' ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۱۲۔۳۱۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۹- بَابُ غَزْوَةِ خَيْبَرَ — غزوۂ خیبر

خیبر بہت بڑا شہر ہے' جس میں متعدد قلعے ہیں اور کھیت ہیں' یہ مدینہ سے شام کی طرف چونسٹھ میل کے فاصلہ پر ہے' البکری نے

کہا ہے کہ عمالقہ میں سے ایک شخص کا نام خیبر تھا' اسی کے نام پر اس شہر کا نام خیبر رکھا گیا۔ (عمدۃ القاری ج ۷ اص ۳۱۲)

٤١٩٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ مِنْ اَدْنٰى خَيْبَرَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا بِالْاَزْوَادِ فَلَمْ يُؤْتَ اِلَّا بِالسَّوِيْقِ فَاَمَرَ بِهٖ فَثُرِّيَ فَاَكَلَ وَاَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ اِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از یحییٰ بن سعید از بُشیر بن یسار' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سوید بن النعمان نے ان کو خبر دی کہ وہ خیبر کے سال نبی ﷺ کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ جب ہم مقام الصہباء پر پہنچے اور یہ جگہ خیبر کے زیادہ قریب ہے تو نبی ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی' پھر آپ نے سفر کا طعام منگایا تو صرف ستو لائے گئے' پھر ان کو آپ کے حکم سے پانی یا گھی میں تر کیا گیا' پھر آپ نے وہ ستو کھائے اور ہم نے بھی کھائے' پھر آپ نماز مغرب کے لیے کھڑے ہوئے' پس آپ نے کلی کی اور ہم نے بھی کلی کی' پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہیں فرمایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۹۱ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں اس لیے روایت کیا ہے کہ اس میں خیبر کا ذکر ہے۔

خیبر کا محاصرہ کرنے کی تاریخ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

وہ نبی ﷺ کے ساتھ نکلے: آپ جمادی الاولیٰ سات ہجری میں خیبر کی طرف نکلے تھے۔

موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے واپس آئے تو تقریباً بیس (۲۰) دن مدینہ میں ٹھہرے' پھر آپ خیبر کی طرف نکلے اور یہی وہ شہر ہے جس کی فتح کا اور مالِ غنیمت کا اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا تھا' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ جب آپ ذوالحجہ اور محرم کے بعض ایام میں خیبر سے واپس آئے تو آپ چند دن مدینہ میں ٹھہرے' پھر محرم کے باقی ایام میں آپ خیبر کی طرف روانہ ہوئے' یہ سات ہجری تھا' آپ نے دس سے زیادہ راتیں خیبر کا محاصرہ کیا' یہاں تک کہ صفر میں آپ نے خیبر کو فتح کر لیا۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے حضرت المسور اور مروان سے روایت کی ہے' ان دونوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے واپس آئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی:

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ○ (الفتح: ۲۰)

اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا جن کو تم (آئندہ) حاصل کرو گے' سو یہ (نعمت) تمہیں جلدی عطاء فرمادی اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا تاکہ یہ (نعمت) مؤمنوں کے لیے نشانی ہو جائے اور اللہ تمہیں سیدھی راہ پر قائم رکھے ○

بعض روایات میں ہے کہ آپ حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد پندرہ دن مدینہ میں ٹھہرے تھے اور بعض میں ہے: آپ بیس دن ٹھہرے تھے اور یہ روایات متقارب ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۷ اص ۳۱۴' فتح الباری ج ۵ ص ۲۹۵)

٤١٩٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے

اِسْمَاعِيْلَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى خَيْبَرَ فَسِرْنَا لَيْلًا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لِعَامِرٍ يَّا عَامِرُ اَلَاتُسْمِعُنَا مِنْ هُنَيْهَاتِكَ وَكَانَ عَامِرٌ رَجُلًا شَاعِرًا فَنَزَلَ يَحْدُوْ بِالْقَوْمِ يَقُوْلُ:

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاغْفِرْ فِدَاءً لَّكَ مَا اَبْقَيْنَا
وَاَلْقِيَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَيْنَا
اِنَّا اِذَا صِيْحَ بِنَا اَبَيْنَا
وَبِالصِّيَاحِ عَوَّلُوْا عَلَيْنَا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هٰذَا السَّائِقُ قَالُوْا عَامِرُ بْنُ الْاَكْوَعِ قَالَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ وَجَبَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لَوْلَا اَمْتَعْتَنَا بِهٖ فَاَتَيْنَا خَيْبَرَ فَحَاصَرْنَاهُمْ حَتّٰى اَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ شَدِيْدَةٌ ثُمَّ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَتَحَهَا عَلَيْهِمْ فَلَمَّا اَمْسَى النَّاسُ مَسَاءَ الْيَوْمِ الَّذِيْ فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ اَوْقَدُوْا نِيْرَانًا كَثِيْرَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذِهِ النِّيْرَانُ عَلٰى اَيِّ شَيْءٍ تُوْقِدُوْنَ قَالُوْا عَلٰى لَحْمٍ قَالَ عَلٰى اَيِّ لَحْمٍ قَالُوْا لَحْمُ حُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْرِيْقُوْهَا وَاكْسِرُوْهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْنُهْرِيْقُهَا وَنَغْسِلُهَا قَالَ اَوْذَاكَ فَلَمَّا تَصَافَّ الْقَوْمُ كَانَ سَيْفُ عَامِرٍ قَصِيْرًا فَتَنَاوَلَ بِهٖ سَاقَ يَهُوْدِيٍّ لِيَضْرِبَهُ وَيَرْجِعُ ذُبَابُ سَيْفِهٖ فَاَصَابَ عَيْنَ رُكْبَةِ عَامِرٍ فَمَاتَ مِنْهُ . قَالَ فَلَمَّا قَفَلُوْا قَالَ سَلَمَةُ رَاٰنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِيَدِيْ قَالَ مَالَكَ قُلْتُ لَهٗ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ زَعَمُوْا اَنَّ عَامِرًا

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حاتم بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف نکلے سو ہم رات کو سفر کرتے رہے پس لوگوں میں سے ایک مرد نے حضرت عامر سے کہا: اے عامر! کیا آپ ہمیں اپنے رجزیہ کلام سے کچھ اشعار نہیں سناتے! اور حضرت عامر شاعر مرد تھے وہ اونٹوں کے لیے پڑھنے والے اشعار (ترنم سے) سنانے لگے:

اے اللہ! اگر تو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے نہ ہم صدقہ و خیرات کرتے اور نہ نماز پڑھتے سو تو ہماری مغفرت فرما جب تک ہم زندہ ہیں تیری راہ میں فدا ہیں اگر ہمارا (دشمنوں سے) مقابلہ ہو تو تو ہم کو ثابت قدم رکھنا اور ہم پر سکون نازل فرما بے شک جب ہمیں (جہاد کے لیے) بلایا جاتا ہے تو ہم حاضر ہو جاتے ہیں اور وہ بلند آواز سے ہمیں پکار کر مدد طلب کر رہے ہیں۔

تب رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ اونٹوں کو چلانے والا کون ہے؟ صحابہ نے بتایا: یہ حضرت عامر بن الاکوع ہیں آپ نے دعا کی: اللہ اس پر رحم فرمائے! لوگوں میں سے ایک مرد نے کہا: اے اللہ کے نبی! آپ کی دعا قبول ہوگئی آپ نے ہمیں اس سے فائدہ اٹھانے کیوں نہیں دیا! پس ہم خیبر پر آئے اور ہم نے ان کا محاصرہ کر لیا حتیٰ کہ ہمیں سخت بھوک لگ گئی پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے خیبر فتح کر دیا جس دن خیبر فتح ہوا تھا اس دن شام کو صحابہ نے جگہ جگہ آگ جلائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کیسی آگ ہے اور تم کس چیز پر آگ جلا رہے ہو؟ صحابہ نے بتایا: گوشت پر آپ نے پوچھا: کون سے گوشت پر؟ صحابہ نے بتایا: پالتو گدھوں کے گوشت پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ پتیلیاں اُلٹا دو اور ان کو توڑ دو ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ! یا ہم ایسا کریں کہ ہم ان پتیلیوں کو اُلٹ دیں اور ان کو دھو لیں؟ آپ نے فرمایا: یا اس طرح کر لو صحابہ نے جب جنگ کی صف بندی کی تھی تو حضرت عامر کی تلوار چھوٹی تھی وہ ایک یہودی کی پنڈلی پر تلوار سے وار کرنے کے لیے جھکے تو تلوار کی نوک پلٹ کر حضرت عامر کے عین گھٹنے پر لگی اس وار سے

حَبِطَ عَمَلُهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَبَ مَنْ قَالَهُ إِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ وَجَمَعَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ قَلَّ عَرَبِيٌّ مَشٰى بِهَا مِثْلَهُ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ قَالَ نَشَأَ بِهَا .

وہ شہید ہو گئے' پس جب لشکر واپس جا رہا تھا' سلمہ نے کہا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اور اس وقت آپ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے' آپ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا: آپ پر میرے باپ اور ماں قربان ہوں! لوگ یہ گمان کر رہے ہیں کہ حضرت عامر کے اعمال ضائع ہو گئے' (کیونکہ ان کی موت ان کی اپنی تلوار کے وار سے ہوئی) ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے یہ بات کہی ہے وہ جھوٹا ہے' بے شک اس کے لیے دو اجر ہیں' آپ نے اپنی انگلیوں کو جمع کر کے فرمایا: بے شک وہ ضرور مشقت اُٹھانے والے مجاہد ہیں' عربوں میں بہت کم ان کی طرح چلنے والے ہیں۔ ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ عربوں میں کوئی عامر کی مثل پیدا نہیں ہوا۔

مشکل الفاظ اور مشکل تراکیب کے معانی

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری اس حدیث کو فتح خیبر کے باب میں روایت کر چکے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۲۴۷۷) وہاں اس کی مختصر شرح کی جا چکی ہے یہاں مزید شرح کی جا رہی ہے۔

''من هنيهاتك '': یعنی آپ کا رجزیہ کلام ہے' یہ ''هنة'' کی تصغیر' ''الارجوزة'' کی نیت سے اس کو مؤنث لاتے ہیں اور اس کی اصل ''الهنا'' ہے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ ''الهنا'' ہر اس چیز سے کنایہ ہے' جس کا نام معلوم نہ ہو یا معلوم ہو مگر اس سے کنایہ کیا ہو' ان کی مراد یہ تھی کہ وہ ان کے لیے الحداء پڑھیں' یعنی وہ اشعار جو گا کر اونٹوں کو سنائے جاتے ہیں تا کہ وہ تیز چلیں اور الحداء شعر ہی ہوتے ہیں' سب سے پہلے جس شخص نے اونٹوں کو اشعار سنائے' وہ مضر بن نزار تھا' وہ اپنے اونٹ سے گرا اور اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا' پھر وہ یہی کہتا رہا: ''وايداه وايداه'' (ہائے میرا ہاتھ' ہائے میرا ہاتھ)۔ (الروض الانف ج ۴ ص ۵۷۔۵۶)

رجز کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ شعر ہے یا نہیں' دراصل رجز اس کلام کو کہتے ہیں جو کسی کام میں لگے ہوئے شخص کی حوصلہ افزائی یا اس کی ہمت بڑھانے کے لیے کہا جاتا ہے۔

اور عامر شاعر آدمی تھے: یہ حضرت عامر ابن الاکوع ہیں جو حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں' جیسا کہ اس کی تصریح امام مسلم نے اپنی صحیح میں کی ہے۔ (صحیح مسلم' کتاب الجہاد: ۱۸۰۲' اور باب غزوۃ ذی قرد میں تصریح کی ہے کہ وہ ان کے چچا ہیں' صحیح مسلم: ۱۸۰۷)

اسی طرح امام محمد بن سعد وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۴ ص ۳۰۲)

اور امام ابن اسحاق نے تصریح کی ہے کہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ حضرت سلمہ بن الاکوع کے چچا ہیں۔ (سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۳۷۸)

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ امام ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمہ بن الاکوع سے فرمایا تھا: تم ہمیں اپنے رجزیہ کلام سے کچھ سناؤ۔ (الروض الانف ج ۴ ص ۵۶) اور امام ابن اسحاق نے وہی کہا ہے جو اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

وہ اونٹوں کے لیے پڑھنے والے اشعار سنانے لگے: یعنی وہ اونٹوں کو جھڑکتے اور گاتے۔

سوتو ہماری مغفرت فرما! جب تک ہم زندہ ہیں تیری راہ میں فدا ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ خطاب رسول اللہ ﷺ سے ہے یعنی آپ کا حق بجالانے اور آپ کی اطاعت کرنے میں جو ہم سے تقصیرات ہوگئی ہیں آپ ان کو معاف فرمادیں' کیونکہ اس کا تصور نہیں ہے کہ اس طرح کا کلام اللہ تعالیٰ سے کیا جائے' کیونکہ اللہ تعالیٰ سے یہ نہیں کہا جاتا کہ ہم تجھ پر فدا ہوں یا تجھ پر قربان ہوں۔

جب تک ہم زندہ ہیں: یعنی جب تک ہم نے اپنے کیے ہوئے کاموں کو چھوڑا یا اس کا معنی ہے: جب تک ہمارے گناہ باقی ہیں' گویا کہ یہ توبہ ہے یعنی جب تک ہماری خطائیں باقی ہیں ہم کو معاف فرمادیں۔

''وبالصباح عولوا علینا'' وہ چلا کر ہمیں بلا رہے ہیں' یہ علامہ خطابی کا قول ہے۔ (اعلام الحدیث ج ۳ ص ۱۷۳۷) علامہ ابن التین نے کہا: ظاہر یہ ہے کہ یہ تعویل سے ماخوذ ہے یعنی انہوں نے چلا کر ہم سے مدد طلب کی ہے اور خلیل نے لکھا ہے کہ ''عولت بکذا'' کا معنی ہے: تم نے اس سے مدد طلب کی ہے۔

ان کے عین گھٹنے پر تلوار لگی: یعنی گھٹنے کے سر پر۔

ایک یہودی کی پنڈلی پر: اس یہودی کا نام مرحب تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۸۰۷)

''لجاھد مجاھد'' جاہد کا معنی ہے: جو مشقت والے کام کرے اور مجاہد کا معنی ہے: جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۵۵-۳۵۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤١٩٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى خَيْبَرَ لَيْلًا وَّكَانَ اِذَا اَتٰى قَوْمًا بِلَيْلٍ لَمْ يُغِرْبِهِمْ حَتّٰى يُصْبِحَ فَلَمَّا اَصْبَحَ خَرَجَتِ الْيَهُوْدُ بِمَسَاحِيْهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ فَلَمَّا رَاَوْهُ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَّاللّٰهِ مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں امام مالک نے خبر دی از حمید الطویل از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کے وقت خیبر میں پہنچے اور جب آپ کسی قوم کے پاس رات کو پہنچتے تو اس پر اس وقت تک حملہ نہیں کرتے تھے جب تک کہ صبح نہ ہو جائے' پس جب صبح ہوئی تو یہودی اپنی کلہاڑیاں اور ٹوکریاں لے کر نکلے' جب یہودیوں نے آپ کو دیکھا تو انہوں نے کہا: محمد! اللہ کی قسم! محمد لشکر کے ساتھ آئے ہیں' تب نبی ﷺ نے فرمایا: خیبر برباد ہوگیا! ہم جب کسی قوم کے صحن میں ٹھہرتے ہیں تو جن لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے' ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

نبی ﷺ کا علم غیب

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی ﷺ نے خیبر پر حملہ اور ان کی شکست اور بربادی سے پہلے کیسے فرمایا کہ خیبر برباد ہوگیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سے ہے' آپ کو وحی کے ذریعہ یہودیوں کی شکست کا پیشگی علم ہو گیا تھا' اس لیے آپ نے فرمایا: خیبر برباد ہوگیا! (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۱۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤١٩٨- اَخْبَرَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَبَّحْنَا خَيْبَرَ بُكْرَةً فَخَرَجَ اَهْلُهَا بِالْمَسَاحِيْ فَلَمَّا بَصُرُوْا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَّاللّٰهِ مُحَمَّدٌ وَّالْخَمِيْسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ فَاَصَبْنَا مِنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ فَنَادٰى مُنَادِى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ فَاِنَّهَا رِجْسٌ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد بن سیرین از حضرت انس بن مالک رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم صبح کے وقت خیبر پہنچے' اس وقت وہاں کے لوگ کدالیں اُٹھائے ہوئے آ رہے تھے' پس جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو انہوں نے کہا: محمد! اللہ کی قسم! محمد لشکر کے ساتھ آ رہے ہیں' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اللہ اکبر! خیبر برباد ہو گیا! بے شک جب ہم کسی قوم کے صحن میں ٹھہرتے ہیں تو جن کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے' پس ہم نے گدھوں کا گوشت پالیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ بے شک اللہ اور اس کا رسول تم کو گدھوں کے گوشت سے منع فرماتے ہیں کیونکہ وہ نجس ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧١ میں گزر چکی ہے۔

٤١٩٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهٗ جَاءٍ فَقَالَ اُكِلَتِ الْحُمُرُ فَسَكَتَ ثُمَّ اَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَقَالَ اُكِلَتِ الْحُمُرُ فَسَكَتَ ثُمَّ اَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اُفْنِيَتِ الْحُمُرُ فَاَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادٰى فِي النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ فَاُكْفِئَتِ الْقُدُوْرُ وَاِنَّهَا لَتَفُوْرُ بِاللَّحْمِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہم کو عبداللہ بن عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد از حضرت انس بن مالک رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آنے والا آیا' پس اس نے کہا: گدھوں کا گوشت کھایا گیا ہے' آپ خاموش رہے' پھر وہ دوبارہ آپ کے پاس آیا' پس اس نے کہا: گدھوں کا گوشت کھایا گیا ہے' پس آپ خاموش رہے' پھر وہ تیسری بار آیا اور اس نے کہا: گدھے ختم ہو گئے تو آپ نے منادی کو حکم دیا' اس نے لوگوں میں نداء کی کہ بے شک اللہ اور اس کے رسول تم کو پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرماتے ہیں: پس پتیلیاں اُلٹ دی گئیں' حالانکہ اس وقت ان میں گوشت اُبل رہا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧١٠ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٠٠- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ قَرِيْبًا مِّنْ خَيْبَرَ بِغَلَسٍ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے قریب منہ اندھیرے صبح کی نماز پڑھی' پھر آپ

نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ فَخَرَجُوْا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ فَقَتَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ وَكَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ فَصَارَتْ اِلٰى دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ ثُمَّ صَارَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ لِثَابِتٍ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ اَنْتَ قُلْتَ لِاَنَسٍ مَّا اَصْدَقَهَا فَحَرَّكَ ثَابِتٌ رَاْسَهٗ تَصْدِيْقًا لَّهٗ .

نے کہا: اللہ اکبر! خیبر برباد ہو گیا! بے شک جب ہم کسی قوم کے صحن میں ٹھہرتے ہیں تو جن لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے' پھر خیبر کے لوگ گلیوں میں دوڑتے ہوئے نکلے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑنے والوں کو قتل کر دیا اور بچوں (اور عورتوں) کو قید کر لیا' اور قیدیوں میں (حضرت) صفیہ بھی تھیں' پس وہ حضرت دحیہ الکلبی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آ گئیں' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آ گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا' پس عبدالعزیز بن صہیب نے ثابت سے کہا: اے ابو محمد! کیا تم نے انس سے پوچھا تھا کہ آپ نے ان کو مہر میں کیا دیا تھا؟ تو ثابت نے اثبات میں سر ہلا کر ان کی تصدیق کی۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

لڑنے والوں کو قتل کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پس آپ نے لڑنے والوں کو قتل کر دیا: ظاہر عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ آپ نے دعا کے فوراً بعد ان کو قتل کر دیا' حالانکہ واقع میں ایسا نہیں ہوا تھا' امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سے زیادہ راتیں ان کا محاصرہ کیا' اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ صحیح البخاری: ۴۱۹۶ میں گزر رہا ہے کہ پس ہم خیبر پر آئے' ہم نے ان کا محاصرہ کیا' ہمیں سخت بھوک لگ گئی تھی' اس میں یہ دلیل ہے کہ محاصرہ بہت طویل تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۱۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٠١- حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَبَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفِيَّةَ فَاَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَقَالَ ثَابِتٌ لِاَنَسٍ مَا اَصْدَقَهَا قَالَ اَصْدَقَهَا نَفْسَهَا فَاَعْتَقَهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالعزیز بن صہیب' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو قید کیا' پھر ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا' پھر ثابت نے حضرت انس سے پوچھا: ان کا مہر کیا تھا؟ انہوں نے بتایا: ان کا مہر ان کا نفس تھا' پس آپ نے ان کو آزاد کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پہلے حضرت صفیہ کو آزاد کیا' پھر ان سے نکاح کیا' حالانکہ اس طرح نہیں ہے کیونکہ واؤ ترتیب پر دلالت نہیں کرتی' علاوہ ازیں دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے ان کے آزاد کرنے کو ان کا مہر قرار دیا' اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ آپ کے خصائص میں سے ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۲۰۲- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ اَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْتَقٰى هُوَ وَالْمُشْرِكُوْنَ فَاقْتَتَلُوْا فَلَمَّا مَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَسْكَرِهٖ وَمَالَ الْاٰخَرُوْنَ اِلٰى عَسْكَرِهِمْ وَفِيْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ لَّا يَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً وَّلَا فَاذَّةً اِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهٖ فَقِيْلَ مَا اَجْزَاَمِنَّا الْيَوْمَ اَحَدٌ كَمَا اَجْزَاَ فُلَانٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَنَا صَاحِبُهٗ قَالَ فَخَرَجَ مَعَهٗ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهٗ وَاِذَا اَسْرَعَ اَسْرَعَ مَعَهٗ قَالَ فَجُرِحَ الرَّجُلُ جُرْحًا شَدِيْدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ سَيْفَهٗ بِالْاَرْضِ وَذُبَابَهٗ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلٰى سَيْفِهٖ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَخَرَجَ الرَّجُلُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ الرَّجُلُ الَّذِيْ ذَكَرْتَ اٰنِفًا اَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاَعْظَمَ النَّاسُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ اَنَا لَكُمْ بِهٖ فَخَرَجْتُ فِيْ طَلَبِهٖ ثُمَّ جُرِحَ جُرْحًا شَدِيْدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهٖ فِي الْاَرْضِ وَذُبَابَهٗ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ النَّارِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب نے حدیث بیان کی از ابی حازم از حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشرکین سے مقابلہ ہوا' پس دونوں نے جنگ کی' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لشکر کی طرف آئے اور دوسرے لوگ اپنے لشکر کی طرف گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں ایک ایسا مرد تھا جو کسی کو قتل کیے بغیر نہیں چھوڑتا تھا خواہ تنہا ہو یا اکیلا ہو' وہ اس کا پیچھا کرتا اور اس کو اپنی تلوار سے قتل کر دیتا' پس کہا گیا: آج اس سے زیادہ جزاء کسی کو نہیں ملے گی' جیسی جزاء فلاں کو ملے گی' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رہا وہ' سو وہ تو اہل دوزخ میں سے ہے' پس صحابہ میں سے ایک مرد نے (دل میں) کہا: میں اس کے ساتھ رہوں گا' پس وہ اس کے ساتھ نکلے' جب وہ شخص ٹھہرتا تو یہ بھی ٹھہر جاتے اور جب وہ بھاگتا تو یہ بھی اس کے ساتھ بھاگتے' انہوں نے بتایا کہ وہ شخص بہت شدید زخمی ہو گیا' سو اس نے موت کو جلدی طلب کیا' اس نے اپنی تلوار کو زمین پر رکھا اور تلوار کی نوک اپنے دو پستانوں کے درمیان رکھی' پھر اس نے اپنے آپ کو تلوار پر گرا دیا اور اپنے آپ کو قتل کر دیا' پھر وہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے پس کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' آپ نے پوچھا: اس کا کیا سبب ہے؟ تو اس صحابی نے بتایا کہ جس شخص کے متعلق ابھی آپ نے فرمایا تھا کہ وہ اہل دوزخ میں سے ہے تو لوگوں پر آپ کا یہ ارشاد بہت شاق گزرا تھا' تو میں نے ان سے کہا کہ میں آپ لوگوں کو اس کی خبر دوں گا' سو میں اس کی طلب میں نکلا' پھر وہ شخص بہت شدید زخمی ہو گیا' اس نے موت کو جلدی طلب کیا' اس نے اپنی تلوار کا دستہ زمین پر رکھا اور اس کی نوک اپنے دو پستانوں کے درمیان رکھی' پھر اپنے آپ کو اس پر گرا دیا' پس اس نے اپنے آپ کو قتل کر دیا' پھر اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک مرد لوگوں کے سامنے اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ اہل دوزخ میں سے ہوتا ہے اور ایک مرد لوگوں کے سامنے اہل

دوزخ کے عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۹۸ میں گزر چکی ہے۔

خودکشی کرنے والے مرد کا نام' جس صحابی نے اس کا پیچھا کیا اس کا نام اور خودکشی کرنے والے کے دوزخی ہونے کی توجیہ' مسلمان خودکشی کرنے والے کا حکم

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ ﷺ اپنے لشکر کی طرف آئے: یعنی اس دن آپ جب جنگ سے فارغ ہو گئے تو اپنے لشکر کی طرف آئے۔

اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں ایک مرد تھے: ان کا نام قُزمان الظفری انصاری تھا' ان کی کنیت ابوالغیداق تھی۔

وہ کسی شاذۃ اور فاذۃ کو نہیں چھوڑتا تھا: اس میں تاء مبالغہ کی ہے' جیسے علامہ میں ہے' اس سے مراد ہے: خواہ وہ بڑا آدمی ہو یا چھوٹا' دوسرا قول یہ ہے کہ شاذہ سے مراد ہے جو لشکر سے خارج ہو اور فاذہ سے مراد ہے: منفرد۔

صحابہ میں سے ایک مرد نے کہا: میں اس کے ساتھ رہوں گا: ان کا نام اکثم بن ابی الجون تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے: اس شخص نے اپنے آپ کو قتل کرنا جائز سمجھا تھا' سو وہ کافر ہو گیا' دوسرا قول یہ ہے کہ امام بیہقی نے لکھا ہے: شارع علیہ السلام کو علم تھا کہ وہ منافق ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ص ۲۵۴) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۳۶۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی مسلمان خودکشی کرے جب کہ وہ اس کو ناجائز اور گناہ سمجھتا ہو تو یہ گناہ کبیرہ ہے' کفر نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُمید رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا اور اس کی مغفرت کی دعا کرنی چاہیے' البتہ اس کی نماز جنازہ کوئی عام مسلمان پڑھا دے اور کوئی بڑا عالم دین اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائے۔

۴۲۰۳- حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ شَهِدْنَا خَیْبَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِّمَّنْ مَّعَهٗ یَدَّعِی الْاِسْلَامَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ اَشَدَّ الْقِتَالِ حَتّٰی کَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحَةُ فَکَادَ بَعْضُ النَّاسِ یَرْتَابُ فَوَجَدَ الرَّجُلُ اَلَمَ الْجِرَاحَةِ فَاَهْوٰی بِیَدِهٖ اِلٰی کِنَانَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهَا اَسْهُمًا فَنَحَرَ بِهَا نَفْسَهٗ فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِیْثَکَ اِنْتَحَرَ فُلَانٌ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَقَالَ قُمْ یَا فُلَانُ فَاَذِّنْ اَنَّهٗ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ اِنَّ اللّٰهَ یُؤَیِّدُ الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ تَابَعَهٗ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ ہم غزوۂ خیبر میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے شخص کے متعلق فرمایا جو اسلام کا مدعی تھا کہ یہ اہل دوزخ میں سے ہے' جب جنگ شروع ہوئی تو اس مرد نے زبردست قتال کیا حتیٰ کہ اس کے زخم بہت زیادہ ہو گئے' پس قریب تھا کہ بعض لوگ شک میں پڑ جاتے' پس اس مرد کو زخم سے بہت تکلیف ہوئی' اس نے اپنے ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا' اس میں سے ایک تیر نکالا اور اس سے اپنا گلا کاٹ لیا' پس مسلمان مرد دوڑتے ہوئے آئے' سو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ نے آپ کی بات سچی کر دی' فلاں مرد نے تیر سے اپنا گلا کاٹ کر خود کو قتل کر

دیا' آپ نے فرمایا: اے فلاں! کھڑے ہو کر یہ اعلان کرو کہ جنت میں صرف مؤمن داخل ہوگا اور اللہ تعالیٰ فاجر مرد سے بھی دین کی تائید کر دیتا ہے۔شعیب کی متابعت معمر نے کی ہے از الزہری۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۰۶۳ میں گزر چکی ہے۔

حدیث سابق سے تعارض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگ شک میں پڑ جاتے: یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدق اور اسلام کی حقانیت کے متعلق شک میں پڑ جاتے۔

اے فلاں! کھڑے ہو کر اعلان کرو: یہ ارشاد حضرت بلال کے متعلق تھا جیسا کہ کتاب الجہاد میں اس کی تصریح ہے۔

پہلی حدیث میں مذکور ہے کہ اس شخص نے تلوار کی نوک اپنے سینے میں گھسالی اور اس حدیث میں ہے کہ اس نے تیر سے اپنا گلا کاٹ لیا' اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ یہ متعدد واقعات ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۲۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٠٤- وَقَالَ شَبِيبٌ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ .

اور شبیب نے کہا از یونس از ابن شہاب: مجھے ابن المسیب اور عبدالرحمان بن عبداللہ بن کعب نے خبر دی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیبر میں حاضر ہوئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۰۶۲ میں گزر چکی ہے۔

اس تعلیق کی امام نسائی نے سند متصل کے ساتھ روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۲۱)

وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اور ابن المبارک نے کہا از یونس از الزہری از سعید از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یہ تعلیق مرسل ہے' امام بخاری نے اس سے یہ ارادہ کیا ہے کہ ابن المبارک نے شبیب کی موافقت کی ہے۔

تَابَعَهُ صَالِحٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ .

ابن المبارک کی متابعت صالح نے کی ہے از الزہری۔

امام بخاری نے اس متابعت کی اپنی تاریخ میں روایت کی ہے۔

وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ كَعْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ شَهِدَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ .

اور الزبیدی نے کہا: مجھے زہری نے خبر دی کہ ان کو عبدالرحمٰن بن کعب نے خبر دی کہ عبیداللہ بن کعب نے کہا: مجھے انہوں نے خبر دی جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیبر میں حاضر تھے۔

الزبیدی کا نام ہے: محمد بن الولید ابوالہذیل الشامی الحمصی' الزبیدی کی یہ تعلیق مختصر ہے۔

قَالَ الزُّهْرِيُّ وَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَعِيدٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

الزہری نے کہا: اور مجھے عبیداللہ بن عبداللہ اور سعید نے خبر دی از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یہ تعلیق بھی مرسل ہے' اس کی الزہری نے عبیداللہ سے روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۶۲)

٤٢٠٥- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا غَزَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ أَوْ قَالَ لَمَّا تَوَجَّهَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَفَ النَّاسُ عَلَى وَادٍ فَرَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالتَّكْبِيرِ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْبَعُوا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ إِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا إِنَّكُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا قَرِيبًا وَهُوَ مَعَكُمْ وَأَنَا خَلْفَ دَابَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَنِي وَأَنَا أَقُولُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ فَقَالَ لِي يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى كَلِمَةٍ مِنْ كَنْزٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی از عاصم از ابی عثمان از ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر میں گئے یا کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر کی طرف متوجہ ہوئے تو صحابہ ایک وادی کے قریب ہوئے پس انہوں نے بلند آواز سے کہا: اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے نفسوں کے ساتھ نرمی کرو تم کسی بہرے کو نہیں پکار رہے اور نہ غائب کو تم سننے والے قریب کو پکار رہے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہے اور میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے تھا' آپ نے میری آواز سنی اور میں اس وقت کہہ رہا تھا: گناہوں سے پھرنے اور نیک کام کرنے کی طاقت اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہیں ہے' آپ نے مجھے فرمایا: اے عبداللہ بن قیس! میں نے کہا: میں حاضر ہوں' یا رسول اللہ! کیا میں تم کو وہ کلمہ نہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے' میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ اور ماں قربان ہوں' آپ نے فرمایا: (وہ کلمہ:) ''**لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ**'' ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۹۲ میں گزر چکی ہے۔

صحیح بخاری کی عبارت کی اصلاح

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحابہ ایک وادی کے قریب ہوئے: اس عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ صحابہ اس وقت خیبر کی طرف جا رہے تھے جب کہ فی الواقع اس طرح نہیں ہے بلکہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب صحابہ خیبر سے واپس آ رہے تھے کیونکہ حضرت ابوموسیٰ خیبر فتح ہونے کے بعد حضرت جعفر کے ساتھ آئے تھے رضی اللہ عنہما۔ اس بناء پر اصل عبارت یوں ہوگی: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف متوجہ ہوئے' پس آپ نے اس کا محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیا' پھر فارغ ہونے کے بعد آپ واپس آئے تو صحابہ ایک وادی کے قریب پہنچے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۲۲' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بلند آواز سے ذکر اور دعا کرنے کے خلاف علامہ ابن ملقن کے دلائل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بلند آواز سے تکبیر پڑھنے سے اس لیے منع فرمایا کہ صحابہ اپنے ساتھ نرمی کریں اور مشقت میں نہ

پڑیں کیونکہ وہ پہلے ہی سفر کی مشقت میں مبتلا تھے تو نبی ﷺ کا یہ ارادہ تھا کہ تم اتنا عمل کرو جتنا عمل تم آسانی کے ساتھ کر سکتے ہو۔
(صحیح البخاری:٦٤٦٥' کتاب الرقاق)

اور آپ مؤمنوں پر رحم فرمانے والے تھے' پھر آپ نے ان کو یہ بتایا کہ اگر تم آہستگی کے ساتھ اللہ کو پکارو تو وہ پھر بھی تمہاری پکار سن لے گا جس طرح وہ بلند آواز سے پکار کو سنتا ہے کیونکہ اس کو سننے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے' وہ سننے والا قریب ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلند آواز سے دعا کرنا مکروہ ہے اور سلف میں سے عام صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے۔ قیس بن عباد نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب تین مقامات پر آواز بلند کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے' ذکر کے وقت' قتال کے وقت اور جنازوں میں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٣٣٤٠٩۔ ج٦ ص٥١٧' سنن بیہقی ج٤ ص٧٤)

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے تین بدعات اختیار کر لی ہیں: بلند آواز سے دعا کرنا' دعا میں ہاتھ بلند کرنا اور سجدہ میں اختصار کرنا۔ (مصنف عبد الرزاق:٣٢٥١۔ ج٢ ص٢٥١)

مجاہد نے دیکھا کہ ایک شخص بلند آواز سے دعا کر رہا ہے تو انہوں نے اس کو کنکر مارا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٨٤٥٨۔ ج٢ ص٢٣٣)
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج١٨ ص١٣١' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

حدیث مذکور میں ذکر بالجہر سے ممانعت کی توجیہات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری کا تصرف اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کراہت قتال کے دوران بلند آواز سے اللہ اکبر کہنے کے ساتھ مخصوص ہے' رہا اس کے علاوہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا تو اس کے متعلق کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا عہد نبوی میں معمول تھا جب وہ فرض نماز سے فارغ ہوتے تھے۔ (فتح الباری ج٤ ص٣٣٢' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر نے حضرت ابن عباس کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ صحیح البخاری:٨٤١ میں ہے۔

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو آواز بلند کرنے میں مبالغہ سے منع کیا ہے نہ کہ مطلق آواز بلند کرنے سے' کیونکہ اس سے پہلے یہ حدیث گزر چکی ہے' نبی ﷺ نے (بلند آواز سے) فرمایا: خیبر برباد ہو گیا! اور اس کے بعد جو حدیث آ رہی ہے اس میں بلند آواز سے ذکر کی صراحت ہے۔ (الکوثر الجاری ج٦ ص٧' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢٩ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ کورانی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ہم کسی بلندی پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب کسی بلندی سے اترتے تو سبحان اللہ کہتے۔ (صحیح البخاری:٢٩٩٣۔٢٩٩٤)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام جہاد کے موقع پر بلند آواز سے ذکر کرتے تھے' اس لیے حضرت ابو موسیٰ کی جس حدیث میں ممانعت ہے وہ آواز بلند کرنے میں مبالغہ پر محمول ہے۔

علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الزرھونی المالکی متوفی ١٣١٨ھ لکھتے ہیں:

ہاں سرحد پر پہرا دینے والے اور چوکیدار کا بلند آواز سے ذکر کرنا' ہمارے نزدیک جائز ہے کیونکہ یہ ان کا شعار ہے' بہ شرطیکہ اس سے کسی کے قرآن پڑھنے یا نماز میں حرج نہ ہو۔ (الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج٨ ص٢٩٥۔٢٩٤' مکتبۃ الرشد' ریاض' ١٤٣٠ھ)

الشیخ محمد انور الکشمیری ثم الدیوبندی المتوفی ١٣٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جہر مفرط (بہت زیادہ بلند آواز سے ذکر) لغو ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نہ غائب ہے نہ بہرا ہے تاکہ اس مشقت کی ضرورت ہو اور اس حدیث میں جہر سے ذکر کی ممانعت نہیں ہے اور نہ اس کی مذمت ہے۔

(فیض الباری ج ٣ ص ٤٤٣، مجلس علمی سورت ہند ١٣٥٧ھ)

ذکر بالجہر کے جواز کے ثبوت میں احادیثِ صحیحہ صریحہ اور علامہ ابن الملقن کے دلائل کا جواب

ذکر بالجہر کے ثبوت میں یہ احادیث بہت صریح ہیں:

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز کے بعد لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے پھر حضرت ابن الزبیر بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر نماز کے بعد لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم: ٥٩٤، الرقم المسلسل: ١٢٣٠)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب لکھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ ذکر کرتے تھے: "لا الٰه الا اللّٰه وحده لا شريك لهٗ لهُ الملك ولهُ الحمد"۔

(صحیح مسلم: ٥٩٣، الرقم المسلسل: ١٢٢٣، صحیح البخاری: ٦٦١٥، سنن ابوداؤد: ١٥٠٥، سنن نسائی: ١٣٤٧)

حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر سنا ہے یہ اس کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے یہ ذکر کرتے تھے اسی طرح حضرت عبداللہ بن الزبیر نے کہا کہ ہر نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے یہ بھی اس کو مستلزم ہے کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر نے آپ سے یہ ذکر سنا اور یہ اس کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے یہ ذکر کرتے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن الزبیر اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نماز کے بعد ذکر بالجہر کرتے تھے اور یہ بخاری اور مسلم کی احادیث ہیں، اس کے مقابلہ میں علامہ ابن الملقن نے ذکر بالجہر کے خلاف مصنف ابن ابی شیبہ، سنن بیہقی اور مصنف عبدالرزاق سے جو بعض صحابہ کے آثار ذکر کیے ہیں، ان میں اتنی قوت نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان مؤقر صحابہ کے عمل کے خلاف مزاحم ہو سکیں، جب کہ یہ بخاری اور مسلم کی احادیث ہیں اور اس کے خلاف بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کی روایات ہیں۔

اس مسئلہ کی مفصل تحقیق ہم نے نعمۃ الباری ج ٢ ص ٦٤٧۔ ٦٤٦ پر کی ہے، اس میں ہم نے ذکر بالجہر کے ثبوت میں احادیث اور آثار کے علاوہ مذاہب اربعہ کے فقہاء کی تصریحات پیش کی ہیں، علاوہ ازیں ہم نے ذکر بالجہر کے جواز پر ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہوا ہے جو "ذکر بالجہر" کے نام سے چھپا ہوا ہے۔

٤٢٠٦- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ رَأَيْتُ أَثَرَ ضَرْبَةٍ فِي سَاقِ سَلَمَةَ فَقُلْتُ يَا أَبَا مُسْلِمٍ مَا هٰذِهِ الضَّرْبَةُ فَقَالَ هٰذِهِ ضَرْبَةٌ أَصَابَتْنِي يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّاسُ أُصِيبَ سَلَمَةُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِيهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے حدیث بیان کی وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ کی پنڈلی میں ضرب کا نشان دیکھا، میں نے پوچھا: اے ابو مسلم! یہ کیسی ضرب ہے؟ انہوں نے کہا: خیبر کے دن مجھے یہ ضرب لگی تھی لوگوں نے کہا کہ سلمہ زخمی ہو گیا، سو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس پر تین مرتبہ لعاب دہن ڈالا پس اس وقت (سے ابھی)

تک اس میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث امام بخاری کی ثلاثیات میں سے ہے یعنی امام بخاری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان صرف تین راوی ہیں اور یہ چودھویں ثلاثی ہے اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی نشانی ہے۔

اس حدیث میں ''نفث'' کالفظ ہے اس کا معنی ہے: دم کرنے والا دم کے ساتھ اپنا لعاب بھی ڈالے اور یہ تفل سے کم ہے۔

یہ ابن فارس کا قول ہے۔ (مجمل اللغۃ ج ۴ ص ۸۷۸)

ابوعبید نے کہا: یہ پھونک مارنے کے مشابہ ہے اور رہا تفل تو وہ بغیر لعاب دہن کے نہیں ہوتا۔ (غریب الحدیث ج ۱ ص ۸۰)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۶۵-۳۶۴، وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

۴۲۰۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلٍ قَالَ اِلْتَقَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُشْرِكُوْنَ فِيْ بَعْضِ مَغَازِيْهِ فَاقْتَتَلُوْا فَمَالَ كُلُّ قَوْمٍ اِلٰى عَسْكَرِهِمْ وَفِي الْمُسْلِمِيْنَ رَجُلٌ لَّا يَدَعُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شَاذَّةً وَّلَا فَاذَّةً اِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهٖ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَجْزَاَ اَحَدٌ اَجْزَاَ فُلَانٌ فَقَالَ اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَقَالُوْا اَيُّنَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِنْ كَانَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لَاَتَّبِعَنَّهٗ فَاِذَا اَسْرَعَ وَاَبْطَاَ كُنْتُ مَعَهٗ حَتّٰى جُرِحَ فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نِصَابَ سَيْفِهٖ بِالْاَرْضِ وَذُبَابَهٗ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَجَاءَ الرَّجُلُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَاِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فِيْمَا يَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی حازم نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت سہل رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ کسی غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشرکین سے مقابلہ ہوا پس دونوں نے قتال کیا پھر ہر فریق اپنے لشکر کی طرف آ گیا اور مسلمانوں میں ایک مرد تھا جو کسی مشرک کو نہیں چھوڑتا تھا خواہ وہ لشکر سے خارج ہو یا منفرد ہو وہ اس کا پیچھا کر کے اس پر تلوار سے وار کرتا پس کہا گیا: یا رسول اللہ! کسی شخص کو اتنی جزاء نہیں ملے گی جتنی جزاء فلاں کو ملے گی تب آپ نے فرمایا: وہ اہل دوزخ میں سے ہے تب صحابہ نے کہا: اگر وہ اہل دوزخ میں سے ہے تو پھر ہم میں سے کون اہل جنت میں سے ہوگا! مسلمانوں میں سے ایک مرد نے کہا: میں ضرور اس کا تعاقب کروں گا پس جب وہ دوڑتا اور آہستہ چلتا تو میں اس کے ساتھ ساتھ ہوتا حتیٰ کہ وہ زخمی ہو گیا پھر اس نے اپنی موت کو جلدی طلب کر لیا اس نے اپنی تلوار کا دستہ زمین پر رکھا اور اس کی نوک اپنے دو پستانوں کے درمیان رکھی پھر اس نے اپنے آپ کو اس تلوار پر ڈال دیا سو اپنے نفس کو قتل کر دیا پھر وہ مرد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا پس کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس مرد نے آپ کو اس کا ماجرا سنایا آپ نے فرمایا: ایک مرد لوگوں کے سامنے اہل جنت کے عمل کرتا ہے اور وہ اہل دوزخ میں سے ہوتا ہے اور ایک مرد لوگوں کے سامنے اہل دوزخ کے عمل کرتا ہے اور وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔

اس حدیث کی شرح ابھی صحیح البخاری: ۴۲۰۲ میں گزر چکی ہے۔

۴۲۰۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْخُزَاعِيُّ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيْعِ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ قَالَ نَظَرَ اَنَسٌ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَرَاٰى طَيَالِسَةً فَقَالَ كَاَنَّهُمُ السَّاعَةَ يَهُوْدُ خَيْبَرَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سعید الخزاعی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زیاد بن الربیع نے حدیث بیان کی از ابی عمران وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن لوگوں کی طرف دیکھا کہ (ان کے سروں پر) چادریں ہیں انہوں نے کہا کہ یہ لوگ اس وقت خیبر کے یہودیوں کی طرح ہیں۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ''طیالسۃ'' کا معنی ہے: زرد رنگ کی چادر اور اسی رنگ کی وجہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان چادروں پر انکار فرمایا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۰۵ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

زرد رنگ کی چادر کے مسئلہ میں علامہ عینی اور علامہ ابن حجر کا مناقشہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے زرد چادروں پر اس لیے انکار فرمایا کہ یہ یہودیوں کا طریقہ ہے اور یہودیوں کے ساتھ تشبہ ممنوع ہے اور اس کا ادنیٰ درجہ کراہت ہے۔

امام ابن خزیمہ اور امام ابو نعیم کی روایت ہے کہ حضرت انس نے کہا: میں نے مسجد میں بہ کثرت زرد چادریں صرف خیبر کے یہودیوں کے اوپر دیکھی ہیں' حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ اس سے زرد چادروں کے پہننے کی کراہت لازم نہیں آتی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۰۵) علامہ عینی فرماتے ہیں: ہم اس کو نہیں مانتے کیونکہ اگر اس سے کراہت لازم نہ آتی تو پھر اس کو یہودیوں کے ساتھ تشبیہ دینے کا کیا فائدہ ہے؟ حافظ ابن حجر نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت انس نے صرف چادروں کے رنگ پر انکار فرمایا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۰۵) علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس کا معتمد علماء میں سے کون قائل ہے؟ اور کس نے یہ کہا ہے کہ اس زمانہ میں یہود زرد رنگ کی چادر استعمال کرتے تھے؟ اور اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ وہ زرد چادریں تھیں تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے زرد رنگ کی چادروں کی وجہ سے ان کو خیبر کے یہودیوں کے ساتھ تشبیہ نہیں دی کیونکہ امام طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ورس اور زعفران میں رنگی ہوئی چادر تھی جس کو پہن کر آپ اپنی ازواج کے پاس جاتے تھے اور امام طبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی روایت کی ہے کہ بعض اوقات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی چادر کو یا اپنے تہبند کو زعفران یا ورس کے ساتھ رنگ لیتے اور وہ پہن کر باہر جاتے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۲۴-۳۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے یہ تو لکھا ہے کہ وہ چادریں زرد نہیں تھیں اور زرد چادروں کا پہننا ممنوع نہیں ہے لیکن یہ بیان نہیں کیا کہ پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو خیبر کے یہودیوں کے ساتھ کیوں تشبیہ دی اور ان کے انکار کی کیا وجہ تھی!

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

لوگوں نے ان چادروں سے اپنے عماموں کو چھپایا ہوا تھا' اس وجہ سے حضرت انس نے ان پر انکار فرمایا۔

(الکوثر الجاری ج ۷ ص ۲۶۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۹ھ)

گویا یہاں چادروں کے رنگ کا مسئلہ نہیں تھا جیسا کہ حافظ ابن حجر نے سمجھا ہے اور علامہ عینی نے دلائل سے ثابت کر دیا کہ زرد رنگ کی چادر اور تہبند نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے' کراہت کی وجہ صرف یہ تھی کہ ان لوگوں نے خیبر کے یہودیوں کی طرح اپنے عماموں کو

چادروں سے چھپایا ہوا تھا' جیسا کہ علامہ کورانی نے بیان فرمایا ہے۔

شیخ سلیم اللہ خان کی غلط شرح

شیخ سلیم اللہ خان نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

یہ ایک خاص قسم کی سیاہ چادر تھی جو یہود استعمال کرتے تھے' اس لیے حضرت انس کو یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوئی کہ ان کے ساتھ مسلمان مشابہت کریں۔ (کشف الباری (کتاب المغازی) ص ٤٢٨-٤٢٧' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

میں کہتا ہوں کہ شیخ سلیم اللہ خان کا یہ کہنا غلط ہے کہ سیاہ رنگ کی چادر کی وجہ سے حضرت انس نے ان پر انکار فرمایا۔ امام ترمذی نے کتاب الادب میں یہ عنوان قائم کیا ہے: ''باب ما جاء فی الثوب الاسود'' یعنی سیاہ کپڑوں کے متعلق احادیث اور اس باب میں یہ حدیث روایت کی ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک صبح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے اور آپ کے اوپر بالوں سے بنی ہوئی چادر تھی۔

(جامع ترمذی: ٢٨١٣' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٣ھ' مسند احمد ج ٦ ص ١٦٢)

دراصل شیخ سلیم اللہ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تتبع نہیں کیا حتیٰ کہ ان پر یہ منکشف ہوتا کہ حضرت انس کے انکار کی وجہ کیا تھی۔

٤٢٠٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خَيْبَرَ وَكَانَ رَمِدًا فَقَالَ اَنَا اَتَخَلَّفُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَحِقَ بِهٖ فَلَمَّا بِتْنَا اللَّيْلَةَ الَّتِيْ فُتِحَتْ قَالَ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا اَوْلَيَاْخُذَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ يُفْتَحُ عَلَيْهِ فَنَحْنُ نَرْجُوْهَا فَقِيْلَ هٰذَا عَلِيٌّ فَاَعْطَاهُ فَفُتِحَ عَلَيْهِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے اور ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی' پس انہوں نے کہا: (کیا) میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ جاؤں گا! پھر وہ جا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل گئے' پس ہم جب اس رات سوئے جس رات (کے بعد) خیبر فتح ہوا تھا' تو آپ نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس کو عطاء کروں گا' یا فرمایا: کل جھنڈا وہ مرد لے گا جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہے' اس پر فتح ہوگی' پس ہم جھنڈے کی اُمید رکھتے تھے' پس کہا گیا: یہ ہیں علی' تو آپ نے ان کو جھنڈا اعطاء کیا' سو ان پر خیبر فتح کیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٧٥ میں گزر چکی ہے' مزید شرح یہاں کی جارہی ہے۔

''الرأیۃ' علم'' اور ''لواء'' کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

پس حضرت علی جا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل گئے: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ آپ سے راستہ میں مل گئے ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ خیبر پہنچ کر آپ سے مل گئے ہوں۔

''الرأیۃ'' وہ جھنڈا جو لشکر میں لے جایا جاتا ہے' بعض اوقات لشکر کا امیر جھنڈا اُٹھاتا ہے اور بعض اوقات وہ جھنڈا مقدمۃ الجیش

میں سے کسی کو دیا جاتا ہے۔

''الرایۃ'' اور ''علم'' دونوں مترادف ہیں' لیکن امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''رایۃ'' سیاہ تھا اور آپ کا لواء سفید تھا' اسی طرح امام طبرانی نے حضرت بریدہ سے روایت کی ہے اور امام ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ جھنڈے کے اوپر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

پس حضرت علی کے اوپر خیبر فتح کیا گیا: اس میں اختصار ہے اور اصل میں عبارت یوں ہے: پھر جب حضرت علی آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جھنڈا عطاء کیا' وہ جھنڈا لے کر آگے بڑھے اور قتال کیا تو ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے خیبر فتح فرمایا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢١٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ قَالَ فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوْكُوْنَ لَيْلَتَهُمْ اَيُّهُمْ يُعْطَاهَا فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوْا اَنْ يُعْطَاهَا فَقَالَ اَيْنَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَقِيْلَ هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَيْهِ فَاُتِيَ بِهٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرَاَ حَتّٰى كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْفُذْ عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از ابی حازم' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا: کل میں جھنڈا اس مرد کو عطاء کروں گا جس کے ہاتھ پر اللہ (خیبر) فتح فرمائے گا وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں' انہوں نے بتایا: پس صحابہ نے رات گزاری وہ اس رات میں مختلط اور مختلف تھے کہ آپ کس کو جھنڈا عطاء فرمائیں گے' پس جب صحابہ صبح کو اُٹھے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے' ان میں سے ہر ایک کو یہ امید تھی کہ آپ اس کو جھنڈا عطاء فرمائیں گے' تب آپ نے پوچھا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ پس بتایا گیا: یارسول اللہ! ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے' آپ نے فرمایا: ان کو بلاؤ' پس حضرت علی کو لایا گیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور ان کے حق میں دعا کی تو ان کی آنکھیں اس طرح ٹھیک ہو گئیں گویا ان میں کبھی درد ہی نہ تھا' پس آپ نے ان کو جھنڈا عطاء کیا' پھر حضرت علی نے کہا: یارسول اللہ! میں ان سے اس وقت تک لڑتا رہوں گا حتیٰ کہ وہ ہماری مثل ہو جائیں' پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یوں ہی چلے جاؤ' ان کے میدان میں اتر کر پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو اور ان کو بتاؤ کہ ان کے اوپر اللہ کے کیا حقوق واجب ہیں' پس اللہ کی قسم! اگر اللہ تمہارے سبب سے ایک مرد کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہت بہتر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴۲ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی واضح فضیلت ہے کہ تمام صحابہ حضور کے طالب تھے اور حضور حضرت علی کے طالب تھے اور یہ کہ قلعہ خیبر کسی سے فتح نہیں ہو رہا تھا' اس کو حضرت علی نے فتح کیا اور یہ کہ کافروں کو قتل کرنے سے بہتر یہ ہے کہ کسی کافر کو مسلمان کر دیا جائے' حضرت علی نے بہت کافروں کو قتل کیا ہے اور حضرت ابوبکر کی تبلیغ سے بہت لوگ اسلام لائے' حضرت عثمان بن عفان اسلام لائے' حضرت طلحہ اسلام لائے' حضرت زبیر اسلام لائے اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہم اسلام لائے۔

٤٢١١- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْغَفَّارِ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ (ح) وَحَدَّثَنِي اَحْمَدُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الزُّهْرِيُّ عَنْ عَمْرٍو مَّوْلَى الْمُطَّلِبِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمْنَا خَيْبَرَ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْحِصْنَ ذُكِرَ لَهٗ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ اَخْطَبَ وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عَرُوْسًا فَاصْطَفَاهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ فَخَرَجَ بِهَا حَتّٰى بَلَغَ بِهَا سُدَّ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ فَبَنٰى بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِيْ نِطَعٍ صَغِيْرٍ ثُمَّ قَالَ لِيْ اٰذِنْ مَّنْ حَوْلَكَ فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيْمَتَهٗ عَلٰى صَفِيَّةَ ثُمَّ خَرَجْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَوِّيْ لَهَا وَرَاءَهٗ بِعَبَاءَةٍ ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيْرِهٖ فَيَضَعُ رُكْبَتَهٗ وَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلٰى رُكْبَتِهٖ حَتّٰى تَرْكَبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدالغفار بن داؤد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی (ح) اور مجھے احمد بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یعقوب بن عبدالرحمٰن الزہری نے خبر دی از عمرو مولی المطلب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم خیبر میں آئے' پس جب اللہ تعالیٰ نے قلعہ کو فتح کر دیا تو صفیہ بنت حیی بن اخطب کے حسن و جمال کا آپ سے ذکر کیا گیا اور ان کے شوہر قتل کیے جا چکے تھے اور وہ اس وقت دلہن تھیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے نفس کے لیے پسند کر لیا' پس آپ ان کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ سد الصہباء کے مقام پر پہنچ گئے' اس وقت حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حیض سے پاک ہو گئیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ شب زفاف گزاری' پھر آپ نے حیس (کھجور' گھی اور پنیر کا آمیزہ) بنا کر چمڑے کے ایک چھوٹے ٹکڑے میں رکھا' پھر مجھے حکم دیا کہ تمہارے گرد جو لوگ ہیں انہیں بلا لو سو یہ آپ کا حضرت صفیہ پر ولیمہ تھا' پھر ہم مدینہ کی طرف نکلے' پس میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے لیے اپنے پیچھے ایک چادر بچھا دی' پھر آپ اپنے اونٹ کے پاس بیٹھ گئے اور اپنا گھٹنا رکھا اور حضرت صفیہ نے اپنا پیر آپ کے گھٹنے پر رکھا حتیٰ کہ وہ سوار ہوئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

مشکل الفاظ کے معانی اور بعض مجمل الفاظ کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے قلعہ کو فتح کر دیا: اس قلعہ کا نام القموص تھا۔

حضرت صفیہ کے (سابق) شوہر: اس کا نام کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق تھا۔

نبی ﷺ نے حضرت صفیہ کو پسند کر لیا: کیونکہ نبی ﷺ کا خمس میں سے ایک حصہ ہوتا تھا' آپ جس غلام یا باندی یا گھوڑے کو اس میں سے اختیار کر لیں' آپ کے لیے جائز تھا' سو آپ نے حضرت صفیہ کو اختیار کر لیا۔

''سد الصهباء'' یہ خیبر کے نشیب میں ایک جگہ ہے۔ عبد الغفار کی روایت میں یہاں پر ''سد الرّوحاء'' کا لفظ ہے۔ مگر پہلا لفظ صحیح ہے' کیونکہ روحاء مدینہ کے قریب ایک جگہ ہے' اس کے اور مکہ کے درمیان تیس اور چند میل کا فاصلہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢١٢- حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا اَخِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ يَحْيٰى عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقَامَ عَلٰى صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ بِطَرِيْقِ خَيْبَرَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ حَتّٰى اَعْرَسَ بِهَا وَكَانَتْ فِيْمَنْ ضُرِبَ عَلَيْهَا الْحِجَابُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از یحییٰ از حمید الطویل' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے پاس خیبر کے راستہ میں تین دن ٹھہرے حتیٰ کہ ان کے ساتھ خلوت فرمائی اور وہ ان مستورات میں سے ہو گئیں' جن پر حجاب کے احکام جاری کیے گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر چکی ہے۔

حضرت صفیہ کا ازواجِ مطہرات میں داخل ہونا

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

تین دن ٹھہرے: اس سے مراد یہ ہے کہ جس جگہ آپ نے ان کے ساتھ خلوت کی اور شبِ زفاف گزاری' وہاں پر آپ تین دن ٹھہرے' یہ مراد نہیں ہے کہ آپ تین دن سفر کرتے رہے' پھر آپ نے ان سے شادی کی' حدیث میں ''اَعْرس'' کا لفظ ہے' یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی مرد اپنی دلہن کے پاس رات گزارے۔

جن پر حجاب کے احکام جاری کیے گئے: یعنی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اُمہات المؤمنین میں سے ہو گئیں کیونکہ پردہ آزاد عورتوں اور ازواج کے لیے ہوتا ہے' باندیوں کے لیے نہیں ہوتا' یعنی آپ نے حضرت صفیہ سے نکاح کر لیا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۲۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضرت اُم المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے قصہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت صفیہ کو میری والدہ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا' حتیٰ کہ جب وہ حیض سے پاک ہو گئیں تو انہوں نے ان کو تیار کر کے دلہن بنایا۔ مالِ غنیمت سے آپ کے حصہ کو الصَّفی کہتے ہیں اور چونکہ حضرت صفیہ کو آپ نے الصَّفی سے اختیار کیا تھا' اس لیے ان کا نام صفیہ ہو گیا' ورنہ پہلے ان کا نام زینب تھا۔ (فتح الباری ج ۵ص ۳۰۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٢١٣- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حُمَيْدٌ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر بن ابی کثیر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حمید نے خبر دی' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ -

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِيْنَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يُبْنٰى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى وَلِيْمَتِهٖ وَمَا كَانَ فِيْهَا مِنْ خُبْزٍ وَّلَا لَحْمٍ وَّمَا كَانَ فِيْهَا اِلَّا اَنْ اَمَرَ بِلَالًا بِالْاَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ فَاَلْقٰى عَلَيْهَا التَّمْرَ وَالْاَقِطَ وَالسَّمْنَ فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ اِحْدٰى اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَوْمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُهٗ قَالُوْا اِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ اِحْدٰى اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِنْ لَّمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِيْنُهٗ فَلَمَّا ارْتَحَلَ وَطَّالَهَا خَلْفَهٗ وَمَدَّ الْحِجَابَ .

سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ خیبر اور مدینہ کے درمیان تین راتیں ٹھہرے' وہیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے خلوت کی' پس میں نے صحابہ کو آپ کے ولیمہ کے لیے بلایا' آپ کے ولیمہ میں روٹی تھی نہ گوشت تھا' اس میں صرف یہ تھا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو چمڑے کا دستر خوان لانے کا حکم دیا گیا' پھر اس کو بچھایا گیا اور اس پر کھجوریں پنیر اور گھی (کا آمیزہ) رکھ دیا گیا' صحابہ نے (آپس میں) کہا: یہ اُمہات المؤمنین میں سے ایک ہیں' یا آپ کی باندی ہیں' انہوں نے کہا: اگر آپ نے ان کو پردہ میں رکھا تو یہ اُمہات المؤمنین میں سے ایک ہیں اور اگر آپ نے ان کو پردہ میں نہیں رکھا تو پھر وہ آپ کی باندی ہیں' پھر جب آپ روانہ ہوئے تو آپ نے (اونٹ پر) اپنے پیچھے ان کے بیٹھنے کی جگہ بنائی اور پردہ ڈال دیا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۳۷۱ میں گزر گئی ہے۔

نبی ﷺ نے حضرت صفیہ کو حجاب میں رکھا' اس سے صحابہ پر واضح ہو گیا کہ حضرت صفیہ آزاد خاتون ہیں' آپ کی زوجہ مطہرہ ہیں اور اُمہات المؤمنین میں سے ایک ہیں (رضی اللہ عنہا)۔

٤٢١٤- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ (ح) وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مُحَاصِرِيْ خَيْبَرَ فَرَمٰى اِنْسَانٌ بِجِرَابٍ فِيْهِ شَحْمٌ فَنَزَوْتُ لِاٰخُذَهٗ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَحْيَيْتُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی (ح) اور مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حمید بن ھلال از حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم خیبر کا محاصرہ کر رہے تھے' (اسی اثناء میں) کسی انسان نے چمڑے کی ایک تھیلی پھینکی جس میں چربی تھی' میں اس کو لینے کے لیے اُچھلا' پس میں نے مڑ کر دیکھا تو نبی ﷺ کھڑے ہوئے تھے' پس مجھے حیاء آئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۵۳ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل کو اس لیے حیاء آئی کہ نبی ﷺ ان کی حرص پر مطلع ہو گئے۔

٤٢١٥- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ اَبِيْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ وَّسَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ اَكْلِ الثَّوْمِ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی از ابی اسامہ از عبیداللہ از نافع و سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن لہسن اور پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرما دیا' لہسن

الْاَهْلِيَّةِ نَهْى عَنْ اَكْلِ الثَّوْمِ هُوَ عَنْ نَافِعٍ وَّحْدَهٗ وَلُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ عَنْ سَالِمٍ ـ

کھانے کی ممانعت صرف نافع سے مروی ہے اور پالتو گدھوں کے گوشت کی ممانعت سالم سے مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۵۳ میں گزر چکی ہے۔

گدھوں کے گوشت اور لہسن کی ممانعت کے حکم میں فرق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

بہ ظاہر لہسن اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے کی ممانعت دونوں کی تحریم کے لیے ہے' لیکن ایسا نہیں ہے' پالتو گدھوں کا گوشت کھانے کی ممانعت اس گوشت کی نجاست کی بناء پر ہے اور یہ ممانعت تحریم کے لیے ہے اور کچا لہسن کھانے کی ممانعت تنزیہ کے لیے ہے کیونکہ امام مسلم نے حضرت ابوایوب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا وہ حرام ہے؟ تو آپ نے فرمایا: میں اس کی بدبو کی وجہ سے اس کو ناپسند کرتا ہوں اور آپ کچا لہسن اس لیے نہیں کھاتے تھے کہ آپ کے پاس فرشتے آتے تھے اور مسلمانوں کو آپ نے کچا لہسن کھانے سے منع نہیں فرمایا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۲۸۔۳۲۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

کچا لہسن اور کچی پیاز کھانے کے مفصل احکام اور ان کے متعلق احادیث

میں کہتا ہوں کہ کچا لہسن کھانے کی ممانعت کے متعلق یہ احادیث ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے کچا لہسن کھایا وہ ہماری مساجد کے قریب نہ آئے۔ (صحیح البخاری: ۵۴۵۱' صحیح مسلم: ۵۶۳)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے کچا لہسن یا کچی پیاز کھائی وہ ہم سے دور رہے یا ہماری مساجد سے دور رہے۔ (صحیح البخاری: ۵۴۵۲' سنن ابوداؤد: ۳۸۲۲' صحیح مسلم: ۵۶۴)

حضرت جابر سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک دیگچی لائی گئی جس میں کچھ سبزیاں تھیں' آپ کو ان سے بدبو آئی تو آپ نے ان سبزیوں کے متعلق پوچھا' جب آپ کو بتایا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کو اپنے بعض اصحاب کے قریب کرو' جب آپ نے دیکھا کہ وہ بھی ان کا کھانا ناپسند کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: تم کھاؤ' کیونکہ میں اس سے مناجات کرتا ہوں جس سے تم مناجات نہیں کرتے۔ (صحیح البخاری: ۸۵۵' سنن ابوداؤد: ۳۸۲۲' سنن ترمذی: ۱۸۰۶' سنن نسائی: ۷۰۶' صحیح ابن حبان: ۱۶۴۴' مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۰)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کچا لہسن اور کچی پیاز کھانا مطلقاً ممنوع نہیں ہے' بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کو یا کوئی اور بدبودار چیز کھا کر مسجد میں جانا ممنوع ہے' کیونکہ مسجد میں فرشتے ہوتے ہیں اور بدبو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے' لہٰذا سگریٹ پینے کے بعد یا نسوار منہ میں ڈال کر مسجد میں جانا جائز نہیں ہے۔

٤٢١٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِمَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ اَكْلِ الْحُمُرِ الْاِنْسِيَّةِ ـ

[اطراف الحدیث: ۵۱۱۵۔۵۵۲۳۔۶۹۶۱] (صحیح مسلم: ۱۴۰۷' الرقم المسلسل: ۳۳۲۱' سنن ترمذی: ۱۱۲۴' سنن نسائی: ۳۳۶۳' سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عبداللہ اور الحسن محمد بن علی کے دو بیٹے' وہ دونوں اپنے والد سے روایت کرتے ہیں از حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرمایا اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

جس سال متعہ کو حرام کیا گیا' اس کے متعلق متعدد روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی التوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:
عورتوں سے متعہ کرنے سے مراد نکاح المتعہ ہے اور یہ ایک مدتِ معین تک نکاح ہے' یہاں پر خیبر کے دن اس سے ممانعت آئی ہے اور امام مسلم نے حضرت سبرہ بن معبد سے روایت کی ہے کہ متعہ فتح مکہ کے ساتھ حرام کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۰۶)
ایک روایت میں ہے کہ متعہ کو تبوک کے سال حرام کیا گیا۔ (شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۶' مسند ابو یعلیٰ: ۶۶۲۵' سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۰۷)
لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے۔
ایک روایت ہے کہ متعہ حجۃ الوداع کے سال حرام کیا گیا۔ (سنن ابوداؤد: ۲۰۷۲' مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۴)
اور ہم ان شاء اللہ اس مبحث کو دوبارہ کتاب النکاح میں ذکر کریں گے اور وہ جگہ اس بحث کے زیادہ لائق ہے اور ہم اس کی فروع کو شرح العمدۃ میں بھی ذکر کر چکے ہیں۔
علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ خیبر کے دن متعہ کی ممانعت کو اہل سیرۃ میں سے اور رواۃ الاثر میں سے کوئی نہیں پہچانتا اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس دن کے بعد متعہ کی ممانعت کی گئی۔ (الروض الانف ج ۴ ص ۵۹)
میں کہتا ہوں کہ حضرت علی کی روایت اس کے مخالف ہے' لیکن امام بیہقی نے کہا ہے کہ ابن عیینہ کا بھی یہی زعم تھا' انہوں نے کہا کہ امام ابن عیینہ کا قول حق کے زیادہ مشابہ ہے۔ (سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۰۲-۲۰۱)
میں کہتا ہوں کہ یہ شریعت میں بہت انوکھی اور منفرد بات ہے کہ پہلے متعہ مباح تھا' پھر اس سے منع کیا گیا' پھر اس کو مباح کیا گیا' پھر اس کو قیامت تک کے لیے حرام قرار دیا گیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۷۱-۳۷۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)
حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے: ہم اس کی تفصیلی بحث ان شاء اللہ کتاب النکاح میں کریں گے۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۳۱۱' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

متعہ کی تعریف' اس کے عوارض اور دیگر احکام

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
نکاح المتعہ کی تعریف یہ ہے: وہ نکاح جو لفظ تمتع کے ساتھ وقت معین تک کے لیے کیا جائے' مثلاً ایک مرد کسی عورت سے کہے: میں تم سے اتنی مدت کے لیے اتنے مال کے عوض تمتع کرتا ہوں یا متعہ کرتا ہوں (تمتع کا معنی ہے: فائدہ اُٹھانا)۔
علامہ ابن عبد البر نے تمہید میں کہا ہے: اس پر اجماع ہے کہ متعہ ایسا نکاح ہے جس میں کوئی گواہ نہیں ہوتا اور یہ نکاح ایک مدتِ معین تک ہوتا ہے اور اس مدت کے بعد بغیر طلاق کے تفریق ہو جاتی ہے اور فریقین کے درمیان وراثت نہیں ہوتی اور کتاب اللہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں بیویوں کا یہ حکم نہیں ہے۔
قاضی عیاض نے اکمال المعلم میں کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ یہ متعہ مدتِ معین تک کا نکاح ہے' اس میں وراثت ہوتی ہے نہ طلاق ہوتی ہے اور اس میں مدت پوری ہونے کے بعد فریقین میں بغیر طلاق کے تفریق ہو جاتی ہے۔
جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ نکاح المتعہ مؤقت ہوتا ہے تو اگر وہ اتنی مدت مقرر کرلیں جس کے متعلق یقین ہو کہ وہ اتنی مدت تک زندہ نہیں رہ سکیں گے' مثلاً دو سو سال کی مدت مقرر کرلیں تو آیا یہ نکاح مدت کے تعین کی وجہ سے باطل ہو جائے گا یا صحیح رہے گا کیونکہ اب یہ خدشہ نہیں رہا کہ یہ نکاح بغیر طلاق کے زائل ہوگا اور فریقین کے درمیان وراثت نہیں ہوگی' جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ یہ نکاح پھر

بھی صحیح نہیں ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ آیا کسی فقیہہ نے اس نکاح کو جائز کہا ہے تو میں کہوں گا کہ متعدد علماء نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس نکاح کے باطل ہونے پر علماء کا اجماع ہے۔

متعہ کے جواز اور عدم جواز میں فقہاء کا اختلاف

علامہ خطابی نے معالم السنن میں کہا ہے کہ یہ نکاح اسلام کے شروع میں مباح تھا' پھر اس نکاح کو حرام کر دیا گیا اور اب روافض کے سوا کوئی بھی اس نکاح کے جواز کا قائل نہیں ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ جو شخص عرصہ دراز تک سفر میں رہنے کی وجہ سے اور مالی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے نکاح کرنے پر قادر نہ ہو' اس کے لیے متعہ کرنا جائز ہے' پھر انہوں نے اس مسئلہ میں توقف کیا اور اس قول پر فتویٰ دینے سے رک گئے۔

ابو بکر الحازمی نے کہا ہے کہ ابن جریج سے اس کا جواز مروی ہے۔

علامہ المازری مالکی نے معلم شرح مسلم میں کہا ہے کہ متعہ کی تحریم پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور سوا چند بدعتیوں کی جماعت کے کسی نے اس اجماع کی مخالفت نہیں کی۔

علامہ قرطبی نے المفہم میں کہا ہے کہ متقدمین اور متاخرین کا متعہ کی تحریم پر اجماع ہے' ماسوا حضرت ابن عباس کی ایک روایت کے اور ان سے دوسری روایت یہ ہے کہ انہوں نے اس قول سے رجوع کر لیا اور سوائے روافض کے اس کے جواز کا کوئی قائل نہیں۔

علامہ ابو عمر ابن عبد البر مالکی نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف قدیم ہے' رہے صحابہ تو ان کا متعہ کے نکاح میں اختلاف تھا' حضرت ابن عباس اس کو جائز اور حلال کہتے تھے اور ان کے اکثر شاگردوں کا اسی پر فتویٰ ہے' ان میں سے عطاء بن ابی رباح ہیں اور سعید بن جبیر ہیں اور طاؤس ہیں۔ حضرت ابو سعید الخدری اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے بھی اس کی تحلیل اور اجازت مروی ہے' ان دونوں نے کہا: ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے نصف دور تک متعہ کرتے رہے' حتیٰ کہ حضرت عمر نے عمرو بن حریث کے معاملہ میں لوگوں کو متعہ کرنے سے روک دیا۔

نکاح المتعہ تحریم سے پہلے آیا مطلقاً جائز تھا یا ضرورت یا سفر کے دوران کے ساتھ مقید تھا؟ امام طحاوی نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے جواز کی روایت کی ہے' انہوں نے اس کو سفر کے ساتھ مقید کیا ہے اور کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ حضر میں بھی متعہ کی اجازت تھی اور انہوں نے حضرت ابن مسعود سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے غزوہ میں اس کی اجازت دی تھی۔

الحازمی نے کہا ہے کہ ہم کو یہ خبر نہیں پہنچی کہ آپ نے اس صورت میں متعہ کی اجازت دی تھی' جب لوگ اپنے گھروں میں ہوں۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ متعہ کی اجازت اوّل اسلام میں شدید حاجت کے وقت تھی (جب بندہ سفر میں ہو اور نکاح کے وسائل نہ ہوں) جیسے شدید حاجت کے وقت مردار کھانے کی اجازت ہوتی ہے۔

آیا متعہ کرنے والے پر حد زنا جاری ہوگی یا نہیں؟

جب یہ مقرر ہو گیا کہ نکاح المتعہ غیر صحیح ہے تو متعہ کی صورت میں مباشرت کرنے والے پر آیا حد زنا جاری ہوگی یا نہیں؟ امام مالک کے اکثر اصحاب نے یہ کہا ہے کہ اس پر حد جاری نہیں ہوگی کیونکہ اس میں عقد کا شبہ ہے اور اس میں اختلاف قدیم ہے' اور اس کو قرآن نے حرام نہیں قرار دیا' لیکن اس شخص کو شدید سزا دی جائے گی۔

علامہ رافعی نے کہا ہے کہ اگر حضرت ابن عباس کا رجوع صحیح ہے تو پھر متعہ کرنے والے پر حد زنا جاری ہوگی' کیونکہ اب متعہ کی تحریم پر اجماع ہو گیا' اور اگر ان کا اجماع صحیح نہیں تو پھر اس مسئلہ کی بناء اس طرح ہوگی کہ پہلے کسی مسئلہ میں اختلاف ہو اور پھر بعد میں اس پر سب کا اتفاق ہو گیا ہو تو پھر آیا یہ اجماع ہے یا نہیں' اس میں اصولیین کا اختلاف ہے' سو جن کے نزدیک یہ اجماع ہے ان کے نزدیک متعہ کرنے والے پر حد زنا جاری ہوگی اور تمام وہ نکاح جن کے انعقاد میں اختلاف ہے' ان میں مباشرت کرنے پر حد جاری کرنے کا یہی حکم ہے۔

غزوۂ خیبر کے زمانہ میں متعہ کی تحریم پر بحث و نظر

امام بخاری کی حدیث مذکور میں اور امام ترمذی کی سنن میں یہ تصریح ہے کہ خیبر کے زمانہ میں متعہ کو حرام کیا گیا۔

علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ خیبر کے زمانہ میں متعہ کی ممانعت کی خبر غلط ہے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ خیبر کے ایام میں متعہ کی ممانعت کی خبر کو اہل سیرت اور احادیث کے راویوں میں سے کوئی بھی نہیں پہچانتا۔

امام شافعی نے اپنی سند کے ساتھ از امام مالک' حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا اور اس پر مزید کوئی اضافہ نہیں کیا (یعنی متعہ سے ممانعت کا ذکر نہیں کیا)' اور متعہ کا قصہ ذکر نہیں کیا کیونکہ ان کو معلوم تھا اس میں اختلاف ہے۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ نکاح المتعہ کی ممانعت کے وقت میں اختلاف ہے' آیا یہ ممانعت خیبر کے زمانہ میں ہوئی یا فتح مکہ کے زمانہ میں ہوئی یا غزوۂ اوطاس میں ہوئی یا فتح مکہ کے سال میں ہوئی یا غزوۂ تبوک میں ہوئی یا حجۃ الوداع میں ہوئی یا عمرۃ القضاء میں ہوئی۔

متعہ کی تحریم کے زمانہ میں متعدد مختلف احادیث

امام مالک اور ان کے متبعین نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ یہ ممانعت خیبر کے زمانہ میں ہوئی جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے۔ اسی طرح امام بیہقی کی درج ذیل روایت ہے:

سالم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے متعہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا: یہ حرام ہے' اس نے کہا: فلاں شخص اس کو جائز کہتا ہے تو حضرت ابن عمر نے کہا: اللہ کی قسم! اس کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن متعہ کو حرام کر دیا تھا' اور ہم زنا کار نہیں ہیں۔

امام مسلم نے حضرت سبرہ بن معبد الجہنی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اس کی اجازت دی تھی اور اس میں مذکور ہے: میں اس وقت تک (مکہ سے) نہیں نکلا حتیٰ کہ آپ نے متعہ کو حرام کر دیا۔

نیز امام مسلم نے حضرت سلمہ بن الاکوع سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے اوطاس کے سال تین دن کے لیے متعہ کی اجازت دی تھی پھر آپ نے اس سے منع فرما دیا۔

امام ابوداؤد نے حضرت سبرہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع کے سال متعہ سے منع فرمایا۔

بعض سندوں کے ساتھ حضرت علی سے مروی ہے کہ آپ نے غزوۂ تبوک میں متعہ سے منع فرمایا۔

الحازمی نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک کی طرف گئے' حتیٰ کہ جب ہم شام

کے قریب عقبہ میں پہنچے تو ہمارے پاس عورتیں آئیں اور ہم نے ان سے متعہ کیا' اور وہ ہماری قیام گاہوں میں رہیں' سو ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو آپ نے ان عورتوں کو دیکھا' آپ نے پوچھا: یہ عورتیں کون ہیں؟ ہم نے کہا: یارسول اللہ! ہم ان سے متعہ کرتے ہیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت غضب ناک ہوئے حتیٰ کہ آپ کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ کے رخسار سرخ ہو گئے' پھر آپ نے ہمارے پاس کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء کے بعد متعہ کرنے سے منع فرمایا' پھر اس دن کے بعد ہم نے متعہ نہیں کیا اور اب ہم کبھی بھی متعہ نہیں کریں گے۔

امام عبدالرزاق نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ متعہ صرف تین دن کے لیے عمرۃ القضاء میں حلال ہوا تھا' اس سے پہلے حلال ہوا تھا نہ اس کے بعد۔

متعہ کی تحریم اور اباحت کے متعلق متعدد اور مختلف احادیث میں تطبیق یا بعض احادیث کو منسوخ قرار دینا

حافظ ابن عبدالبر مالکی نے کہا ہے کہ اس باب میں شدید اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں بہ کثرت احادیث ہیں جن کو ہم نے نہیں لکھا۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) ان احادیث میں تطبیق کرنا اور بعض احادیث کو ترجیح دینا جب ان میں تطبیق ممکن نہ ہو' اس کو کئی وجوہ سے حسب ذیل علماء نے ذکر کیا ہے:

علامہ المازری المالکی نے کہا ہے کہ یہ تناقض نہیں ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ آپ نے ایک زمانہ میں متعہ سے منع کیا' پھر آپ نے دوسرے زمانہ میں دوبارہ اس کی تاکید کی وجہ سے منع کیا' یا اس لیے دوبارہ منع کیا تا کہ یہ ممانعت مشہور ہو جائے اور جس نے پہلی بار اس ممانعت کو نہ سنا ہو وہ بھی سن لے' پس بعض راویوں نے اس ممانعت کو ایک زمانہ میں سنا اور دوسرے راویوں نے دوسرے زمانہ میں سنا' پس ان میں سے ہر ایک نے جو سنا اس کو نقل کر دیا اور جس زمانہ میں سنا تھا اس زمانہ کو بیان کر دیا۔

قاضی عیاض نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے متعہ کو حرام کرنے کے بعد ضرورت کی بناء پر پھر اس کی اجازت دے دی' پھر بعد میں اس کو دائمی طور پر حرام فرما دیا' پس آپ نے خیبر کے دن اور عمرۃ القضاء میں اس کو حرام قرار دیا' پھر فتح مکہ کے دن ضرورت کی بناء پر اس کو مباح قرار دیا' پھر اس کو فتح مکہ کے دن ہی دائمی طور پر حرام فرما دیا۔ علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحیح اور مختار یہ ہے کہ متعہ کی تحریم اور اباحت دو' دو مرتبہ ہوئی ہے' متعہ خیبر کے دن سے پہلے حلال تھا' پھر خیبر کے دن اس کو حرام فرما دیا' پھر فتح مکہ کے دن متعہ کو مباح فرمایا اور وہی یوم اوطاس ہے کیونکہ دونوں دن متصل ہیں' پھر اس کے تین دن بعد دائمی طور پر متعہ کو حرام فرما دیا اور یہ تحریم قیامت تک کے لیے تھی۔

متعہ کا دوبار منسوخ کرنا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے' اور بھی کئی اُمور اس طرح ہیں

بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ متعہ کے سوا اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کو دو مرتبہ منسوخ کیا گیا ہو' میں کہتا ہوں کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ نماز میں قبلہ کی تحویل بھی دو مرتبہ کی گئی ہے اور علامہ ابوبکر بن العربی نے تیسری بار کا اضافہ کیا ہے' انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قبلہ کو دو مرتبہ منسوخ کیا اور نکاح المتعہ کو دوبار منسوخ کیا اور پالتو گدھوں کے گوشت کے کھانے کو دوبارہ مباح قرار دیا' اور ابوالعباس العوفی نے چوتھی بار کا اضافہ کیا ہے' انہوں نے کہا کہ آگ سے چھوئی ہوئی چیز سے وضو کرنے کو دوبارہ منسوخ کیا' جیسا کہ قاضی عیاض نے اکمال میں کہا ہے' اسی طرح ابن الاعرابی کے قول کے مطابق مخابرہ کو دوبار منسوخ کیا۔

علامہ ابن الملقن نے التوضیح لشرح الجامع الصحیح میں لکھا ہے کہ شریعت میں یہ بات بہت انوکھی اور منفرد ہے کہ پہلے متعہ کو مباح کیا گیا' پھر خیبر کے دن اس کو حرام کیا گیا' پھر عمرۃ القضاء اور اوائل فتح مکہ میں پھر اس کو مباح کیا گیا' پھر تین دن بعد اس کو قیامت تک

کے لیے حرام قرار دے دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۳۰۔۳۲۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ عینی کی طویل شرح پر مصنف کا تبصرہ اور کلماتِ تحسین

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے علامہ ابن ملقن پر یہ اعتراض کیا ہے کہ متعہ کو دو بار منسوخ کرنا شریعت میں کوئی انوکھی اور منفرد چیز نہیں ہے پالتو گدھوں کے گوشت کو بھی دو بار منسوخ کیا گیا ہے اور اس کو ساتھ ملالیا جائے تو یہ تین بار منسوخ کرنا ہے اور علامہ ابوالعباس العوفی نے جو دو چیزیں ذکر کی ہیں ان کو ساتھ ملالیا جائے تو یہ چار بار منسوخ کرنا ہے۔

علامہ عینی نے حرمتِ متعہ کی متعدد اور مختلف احادیث کے متعلق علامہ مازری سے اس طرح تطبیق نقل کی ہے کہ آپ نے متعدد بار اس لیے متعہ کی تحریم کی کہ اس کی تاکید ہو جائے اور جس کو اس کی تحریم معلوم نہ ہو اس کو بھی پتا چل جائے اور قاضی عیاض سے متعدد بار متعہ کے منسوخ ہونے کو نقل کیا ہے میں کہتا ہوں کہ قاضی عیاض کے جواب پر یہ اعتراض ہے کہ جب فتح مکہ کے موقع پر متعہ کی دائمی تحریم ہو چکی ہے تو پھر غزوۂ تبوک کے موقع پر اس کو منسوخ کرنے کی کیا ضرورت تھی البتہ علامہ مازری کے جواب پر یہ اعتراض نہیں ہوگا اور اس پر محمول کیا جائے گا کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر بعض لوگوں کو اس کی تحریم کا علم نہیں تھا یا ان کو ذہول ہو گیا تھا تو نبی ﷺ نے پھر متعہ کی تحریم کو بیان فرمایا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن ملقن نے اس حدیث کی شرح میں اس قدر سیر حاصل بحث نہیں کی جو تحریم متعہ کے تمام گوشوں پر محیط ہو اور اس سے بعض لوگوں کے اس شک کا ازالہ ہو جاتا ہے کہ علامہ عینی از خود کوئی تحقیق نہیں کرتے بلکہ علامہ ابن ملقن اور حافظ ابن حجر کی تحقیق کو نقل کر دیتے ہیں لاریب علامہ عینی عظیم محقق ہیں اور اس حدیث کی شرح سے ان کی عظمت کا بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے۔

٤٢١٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ بن عمر نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت (کھانے) سے منع فرمادیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۸۵۳ میں گزر چکی ہے۔

٤٢١٨- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ وَّسَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع و سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرمادیا۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۸۵۳ میں گزر چکی ہے۔

٤٢١٩- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از عمرو از محمد بن علی از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ وَرَخَّصَ فِي الْخَيْلِ ۔[اطراف الحدیث: ۵۵۲۰_۵۵۲۴]

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمادیا اور گھوڑوں میں اجازت دی۔

(صحیح مسلم: ۱۹۴۱، الرقم المسلسل: ۴۹۱۵، سنن ابوداؤد: ۳۸۰۸_۳۷۸۸، سنن ترمذی: ۱۷۹۳، سنن نسائی: ۴۳۲۷، السنن الکبریٰ: ۴۸۳۹)

گھوڑوں کا گوشت کھانے کے متعلق مذاہب اور امام ابوحنیفہ کے مذاہب پر قرآن مجید اور صحیح حدیث سے استدلال

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جن ائمہ نے گھوڑے کا گوشت کھانے کو جائز قرار دیا ہے' انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے' ان علماء میں امام ابو یوسف' امام محمد' امام شافعی' امام احمد' ابوثور' لیث' ابن المبارک وغیرہ ہیں' ابن سیرین' حسن بصری' عطاء' اسود بن یزید اور سعید بن جبیر کا بھی یہی مذہب ہے' اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ گھوڑے کا گوشت نہیں کھایا جائے گا' امام مالک' اوزاعی اور ابوعبید کا بھی یہی مؤقف ہے' ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۖ (النحل: ۸)

اور گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا کیے) تمہاری سواری اور زینت کے لیے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کی سواری اور زینت پر اپنا احسان بیان فرمایا اور سب سے بڑا احسان اور نفع کسی چیز کا کھانے کے لیے ہوتا ہے اور حکیم سب سے بڑی نعمت پر احسان کو ترک نہیں فرماتا' اور اعلیٰ چیز کو چھوڑ کر ادنیٰ چیز پر احسان نہیں فرماتا۔

حضرت خالد بن ولید کی حدیث گھوڑوں کے گوشت کو کھانے کی ممانعت کی تصریح ہے

نیز امام ابوداؤد' امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں' خچروں اور گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

اور یہ حضرت جابر کی حدیث کے معارض ہے اور جب تحلیل اور تحریم میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت جابر کی حدیث کی سند صحیح ہے اور حضرت خالد کی حدیث کے متن اور سند پر تنقید کی گئی ہے اور چونکہ اباحت کی حدیث صحیح ہے اور اس کے راوی کثیر ہیں' اس لیے اس پر اعتماد کرنا چاہیے' اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خالد کی حدیث کی سند جید ہے' اسی وجہ سے امام ابوداؤد نے اس حدیث کی روایت کی اور اس پر سکوت کیا' سو ان کے نزدیک یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت خالد بن ولید کی حدیث کی سند کی تحقیق

اور امام نسائی نے کہا ہے کہ ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے بقیہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے ثور بن یزید نے خبر دی از صالح ...... پھر اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا اور اس میں یہ تصریح ہے کہ بقیہ نے ثور بن یزید سے حدیث سنی ہے اور ثور حمصی سے امام بخاری اور دیگر ائمہ نے حدیث روایت کی ہے' خصوصاً اس صورت میں جب بقیہ نے شامی سے روایت کی ہے اور امام ابن عدی نے کہا ہے کہ جب بقیہ اہل شام سے روایت کرے تو وہ ثبت ہے' اور صالح کی امام ابن حبان نے توثیق کی ہے' اور ان کے والد یحییٰ ہیں' علامہ ذہبی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ ان کی توثیق کی گئی ہے اور ان کے والد مقدام بن معدی کرب صحابی ہیں' پس جب یہ سند اس طرح ہے تو اس سند کے ساتھ روایت کردہ حدیث کا امام بخاری کی روایت سے معارضہ کرنا صحیح ہے اور جب ان دونوں

حدیثوں میں تعارض ہے تو جو حدیث محرم ہے اس کو ترجیح دی جائے گی۔

حضرت خالد کی حدیث کے منسوخ ہونے کے اعتراض کا جواب

اگر تم یہ سوال کرو کہ بعض علماء نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت خالد کی حدیث حضرت جابر کی حدیث سے منسوخ ہے کیونکہ حضرت جابر کی حدیث میں مذکور ہے کہ گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دی گئی یا اس میں رخصت دی گئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان الفاظ سے نسخ پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان الفاظ کا یہ محمل ہو کہ شدید بھوک کے وقت گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دی گئی یا اس کے کھانے کی رخصت دی گئی' اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا غالب حال یہی ہے' اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ جس وقت صحابہ خیبر پہنچے تو وہ بھوکے تھے' اگر یہ سوال کیا جائے کہ اگر شدید بھوک کی وجہ سے گھوڑوں کا گوشت کھانے کی رخصت دی گئی ہے تو پھر اس میں گھوڑوں کی کیا خصوصیت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اباحت کے زمانہ میں گدھوں اور خچروں کا گوشت میسر نہ ہو۔

شیخ ابن حزم کے اس اعتراض کا جواب کہ حضرت خالد کی حدیث موضوع ہے اور اس حدیث کے مرسل ہونے کا جواب

شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ حضرت خالد کی حدیث موضوع ہے کیونکہ حضرت خالد خیبر کے بعد اسلام لائے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خالد کے اسلام لانے کے وقت میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے حدیبیہ کے بعد ہجرت کی تھی' ایک قول یہ ہے کہ وہ حدیبیہ اور خیبر کے بعد اسلام لائے تھے' ایک قول یہ ہے کہ وہ پانچ ہجری میں اسلام لائے تھے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ سے فارغ ہوئے تھے اور حدیبیہ چھ ہجری میں ہوا تھا اور خیبر اس کے بعد سات ہجری میں ہوا تھا اور اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ حضرت خالد بن الولید غزوۂ خیبر کے بعد اسلام لائے تھے تو زیادہ سے زیادہ یہ حدیث مرسل ہوگی اور ابن الصلاح وغیرہ نے کہا ہے کہ مراسیل صحابہ موصول مسند کے حکم میں ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۷ اص ۳۳۲-۳۳۱' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ہم نے اس حدیث کی شرح میں صرف علامہ عینی کی عبارت نقل کی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ علامہ ابن ملقن اور حافظ ابن حجر نے اس جگہ اس حدیث کی شرح میں کچھ بھی نہیں لکھا۔ البتہ علامہ ابن الملقن اور حافظ ابن حجر نے باب الخیل (گھوڑوں کے متعلق باب) میں صحیح البخاری: ۵۵۲۰ میں اس پر بہت مفصل بحث کی ہے اور ان شاء اللہ جب ہم وہاں پہنچیں گے تو ان شارحین کا کلام نقل کریں گے اور حسب توفیق اس پر اپنا تبصرہ کریں گے' سردست ہم گھوڑوں کا گوشت کھانے کے متعلق فقہاء احناف کی عبارات پیش کر رہے ہیں:

گھوڑوں کا گوشت کھانے کے متعلق شمس الائمہ سرخسی حنفی کی عبارت

علامہ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ لکھتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں گھوڑوں کا گوشت کھاتے تھے۔

(صحیح البخاری ۵۵۲۱' صحیح مسلم ۱۹۳۸' سنن دارمی ۱۹۹۲)

جو فقہاء گھوڑوں کا گوشت کھانے کی اجازت دیتے ہیں' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں' وہ کھانے کے فائدہ کی وجہ سے گھوڑوں کو ذبح کرتے ہیں اور یہ امام ابو یوسف' امام محمد اور امام شافعی کا قول ہے۔ (کتاب الام للامام الشافعی ج ۲ ص ۲۲۳)

اور رہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ تو وہ گھوڑوں کے گوشت کو مکروہ قرار دیتے ہیں' کتاب الصید کا ظاہر لفظ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ بعض علماء رحمہم اللہ نے اس کی اجازت دی ہے لیکن رہا میں تو مجھے گھوڑوں کا گوشت

کھانا پسند نہیں ہے۔

اور الجامع الصغیر میں امام ابوحنیفہ کا یہ قول مذکور ہے کہ میں گھوڑوں کے گوشت کو مکروہ قرار دیتا ہوں' یہ قول کراہت تحریم پر دلالت کرتا ہے' روایت ہے کہ امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا: جب آپ کسی چیز کے متعلق کہیں: میں اس کو مکروہ قرار دیتا ہوں تو اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا: التحریم۔

جن فقہاء نے گھوڑے کے گوشت کو مباح کہا ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ اس پر لوگوں کا عمل ہے اور بازاروں میں گھوڑوں کا گوشت بغیر کسی انکار کے فروخت ہوتا ہے اور اس لیے کہ گھوڑے کا جھوٹا علی الاطلاق طاہر ہے اور اس کے پیشاب کا وہی حکم ہے جو ان جانوروں کے پیشاب کا حکم ہوتا ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے یعنی نجاست خفیفہ ہے' اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑے کا گوشت کھایا جاتا ہے اور اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ گھوڑے کم تعداد میں ہوتے ہیں اور وہ مسلمانوں کا ہتھیار ہیں اور ان کی جنگ میں ضرورت ہوتی ہے' اس وجہ سے آپ نے گھوڑوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا نہ کہ اس کی تحریم کی وجہ سے۔

امام ابوحنیفہ جو گھوڑوں کے گوشت کے کھانے کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں' ان کی دلیل یہ آیت ہے:

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ط (النحل:۸)

اور گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا کیے) تمہاری سواری اور زینت کے لیے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اس احسان کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے گھوڑوں میں ان کے لیے منفعت رکھی ہے کہ وہ اس پر سواری کرتے ہیں اور وہ ان کے لیے زینت ہے' اگر گھوڑوں کے گوشت کا کھانا جائز ہوتا تو وہ بندوں کے لیے سب سے بڑی منفعت ہوتی کیونکہ سب سے بڑی نعمت تو وہ ہے جس کی وجہ سے بندے زندہ رہ سکیں اور وہ کھانے کی چیز ہے اور حکیم کے مناسب یہ نہیں ہے کہ وہ اعلیٰ نعمت کو چھوڑ کر ادنیٰ نعمت پر اپنا احسان ذکر کرے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے مویشیوں میں ان کے کھائے جانے کی نعمت کا ذکر فرمایا:

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ○ (المؤمن:۷۹)

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے تا کہ تم ان پر سواری کرو اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو ○

اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کے ساتھ خچروں اور گدھوں کا ذکر فرمایا اور چوپایوں کا ذکر نہیں فرمایا اور جن چیزوں کا ذکر ایک ساتھ ہوتا ہے' ان کا شرعی حکم بھی ان کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب گھوڑوں کے گوشت کو مکروہ کہا تو انہوں نے اسی طرح استدلال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کو خچروں اور گدھوں کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے تو جس طرح خچروں اور گدھوں کے گوشت کو کھانا جائز نہیں ہے' اسی طرح گھوڑوں کے گوشت کو بھی کھانا جائز نہیں ہے۔

نیز حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑوں' خچروں اور گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا۔

(سنن ابوداؤد: ۳۷۹۰' سنن نسائی: ۴۳۴۲' سنن ابن ماجہ: ۳۱۹۸' مسند احمد ج ۴ ص ۸۹)

اور حضرت مقدام بن معدی کرب کی حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پر خچروں' گدھوں اور گھوڑوں کا گوشت حرام ہے۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۲) اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ حرمت کی دلیل موجب ترجیح ہوتی ہے۔

ابتداء میں گھوڑوں کا گوشت کھانے کی رخصت تھی اور یہ اس کا گوشت کھانے کی ممانعت سے پہلے کی بات ہے اور اس لیے کہ گھوڑیوں سے خچر پیدا ہوتا ہے اور اس کا کھانا جائز نہیں ہے اور بچہ ماں کا جز ہوتا ہے تو جب بچہ کا کھانا جائز نہیں ہے تو اس کی ماں یعنی

گھوڑی کا کھانا بھی جائز نہیں ہوگا۔

پھر گھوڑے خچر اور گدھے کے اس وجہ سے مشابہ ہیں کہ ان کے سُم ہوتے ہیں اور یہ پالتو جانور ہیں' اس کے برعکس وہ چوپائے ہیں جن کے کُھر ہوتے ہیں' جس نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے کہ گھوڑی کے جھوٹے میں اس کے دودھ کی طرح کراہت ہے اور اس کے پیشاب کو ان جانوروں کے پیشاب کے حکم میں رکھا ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے' یہ حکم عموم بلوی کی وجہ سے ہے یعنی اس میں عام لوگ مبتلا ہیں اور جس میں عام لوگ مبتلا ہوں اس کے حکم میں تخفیف کی جاتی ہے' اس لیے اس کی نجاست خفیف ہے' اور جنہوں نے کہا ہے کہ گھوڑوں کے گوشت کھانے کی کراہت تنزیہ کے لیے ہے' تحریم کے لیے نہیں ہے' انہوں نے کہا ہے کہ گھوڑا ایک طرح سے آدمی کے حکم میں ہے کیونکہ گھوڑوں سے دشمن کو ڈرایا جاتا ہے اور مالِ غنیمت سے گھوڑے کا بھی حصہ نکالا جاتا ہے اور آدمی کا گوشت عزت اور کرامت کی وجہ سے نہیں کھایا جاتا نہ کہ نجاست کی وجہ سے' اسی طرح گھوڑوں کا گوشت کھانا مکروہ تنزیہی ہے' گھوڑوں کی عزت کی وجہ سے' اسی وجہ سے گھوڑوں کا جھوٹا پاک ہے اور ان کے پیشاب کی نجاست خفیفہ ہے۔

(المبسوط ج ۱۱ص ۲۵۸۔۲۵۶' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ کاسانی حنفی کی عبارت

علامہ علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

اور رہا گھوڑے کا گوشت تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ مکروہ ہے' اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے: مکروہ نہیں ہے' اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ کاسانی نے تمام وہی دلائل ذکر کیے ہیں جو ہم اس سے پہلے مبسوط سے نقل کر چکے ہیں۔

(بدائع الصنائع ج ۶ص ۱۹۱۔۱۸۷' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ حصکفی اور علامہ شامی کی عبارات

علامہ محمد بن علی محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۷ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے گھوڑوں کے گوشت کی تحریم کے قول سے اپنی موت سے تین دن پہلے رجوع کر لیا تھا۔

(الدر المختار مع رد المختار ج ۹ص ۳۶۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

علامہ سید محمد امین بن عمر بن عبد العزیز ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

ظاہر الروایۃ میں مذکور ہے کہ گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے اور اس کا گوشت کھانے کی تحریم اس کے احترام کی وجہ سے ہے کیونکہ گھوڑوں سے دشمن کو ڈرایا جاتا ہے' سو اس کا گوشت کھانے کی تحریم اس کی نجاست کی وجہ سے نہیں ہے' اسی لیے اس کا جھوٹا پاک ہے جیسے آدمی کا حکم ہے' سو اس کا گوشت کھانا مکروہ تنزیہی ہے۔ (رد المختار ج ۹ص ۳۶۹' داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

میں کہتا ہوں کہ گھوڑوں کا گوشت کھانا اس لیے مکروہ تھا کہ اس وقت گھوڑوں پر سوار ہو کر دشمن اسلام سے جہاد کیا جاتا تھا' اب چونکہ جہاد میں گھوڑے استعمال نہیں ہوتے بلکہ ٹینک اور توپیں استعمال ہوتے ہیں اور فوجی گھوڑوں پر سواری نہیں کرتے بلکہ ٹرکوں میں سفر کرتے ہیں' اس لیے اب گھوڑوں کا گوشت کھانا بلا کراہت جائز ہے' لیکن ہمارے ہاں اس کا تعامل اور رواج نہیں ہے اور گھوڑے کا گوشت کھایا جائے تو لوگ اس کو نیا کام سمجھ کر شور شرابا کریں گے' اس لیے آج کل اس کا گوشت کھانے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

٤٢٢٠- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَبَّادٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِي اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَصَابَتْنَا مَجَاعَةٌ يَوْمَ خَيْبَرَ فَاِنَّ الْقُدُوْرَ لَتَغْلِي قَالَ وَبَعْضُهَا نَضِجَتْ فَجَاءَ مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَاْكُلُوْا مِنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ شَيْئًا وَّاَهْرِيْقُوْهَا قَالَ ابْنُ اَبِي اَوْفٰى فَتَحَدَّثْنَا اَنَّهُ اِنَّمَا نَهٰى عَنْهَا لِاَنَّهَا لَمْ تُخَمَّسْ وَقَالَ بَعْضُهُمْ نَهٰى عَنْهَا الْبَتَّةَ لِاَنَّهَا كَانَتْ تَاْكُلُ الْعَذِرَةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عباد نے حدیث بیان کی از الشیبانی' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے سنا کہ خیبر کے دن ہم کو بھوک لگی' پس بے شک پتیلی (میں سالن) جوش کھا رہا تھا اور اس کا کچھ حصہ پک چکا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک منادی نے آ کر کہا: گدھوں کے گوشت میں سے کچھ بھی نہ کھاؤ اور پتیلی کو اُلٹ دو' حضرت ابن ابی اوفیٰ نے کہا: ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ آپ نے گدھوں کے گوشت سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ اس میں سے خمس نہیں نکالا گیا' اور بعض نے کہا: آپ نے اس سے یقینی طور پر منع فرمایا ہے کیونکہ گدھے نجاست کھاتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۵۵ میں گزر چکی ہے۔

گدھوں کے گوشت کی ممانعت کا سبب اور صحابہ کرام کتنے گدھے ذبح کر چکے تھے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی آئے: اور وہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

گدھے نجاست کھاتے ہیں: علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ممانعت کی اس حدیث میں دو سبب بیان کیے گئے ہیں: ایک یہ کہ ان گدھوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پانچواں حصہ نہیں نکالا گیا اور دوسرا یہ کہ گدھے نجاست کھاتے ہیں اور ان دونوں پر اعتراض ہے' پہلے سبب پر یہ اعتراض ہے کہ کھانے پینے کی چیزیں بہ قدر کفایت حلال ہیں' اور دوسرے سبب پر یہ اعتراض ہے کہ نجاست کا کھانا کراہت کا موجب ہے' تحریم کا موجب نہیں ہے۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ پتیلیوں کو اُلٹنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ گدھے کا گوشت نجس ہے۔

علامہ واقدی نے کہا ہے کہ جن گدھوں کو صحابہ کرام نے ذبح کر لیا تھا' ان کی تعداد بیس یا تیس تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۳۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھوں کے گوشت کو کھانے سے اس لیے منع فرمایا کہ وہ بوجھ اُٹھاتے ہیں تو آپ نے اس کو ناپسند کیا کہ بوجھ اُٹھانے والے جانور نہ رہیں یا آپ نے خیبر کے دن اس کو حرام قرار دے دیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۲۷۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٢٢١' ٤٢٢٢- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِي اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عدی بن ثابت نے خبر دی از حضرت البراء و

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصَابُوْا حُمُرًا فَطَبَخُوْهَا فَنَادٰى مُنَادِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْفِؤُوا الْقُدُوْرَ. [اطراف الحدیث: ۴۲۲۳-۴۲۲۵-۴۲۲۶-۵۵۲۵]
(صحیح مسلم: ۱۹۳۸ الرقم المسلسل: ۴۹۰۵)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہم وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے پس صحابہ کو گدھے مل گئے انہوں نے ان کو پکا لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ پتیلیوں کو اُلٹ دو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۱۵۵ میں گزر چکی ہے۔

۴۲۲۳، ۴۲۲۴- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ وَابْنَ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ يُحَدِّثَانِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ وَقَدْ نَصَبُوا الْقُدُوْرَ اَكْفِؤُوا الْقُدُوْرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عدی بن ثابت نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء اور حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہم سے سنا وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ خیبر کے دن صحابہ نے پتیلیاں (چولہوں پر) رکھ دی تھیں اس وقت آپ نے فرمایا: پتیلیوں کو اُلٹ دو۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۱۵۳، اور ۳۳۵۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۴۲۲۵- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی بن ثابت از حضرت البراء رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے اسی کی مثل حدیث ہے۔

اس حدیث کی شرح کا صحیح البخاری: ۴۲۲۱ میں مطالعہ کریں۔

۴۲۲۶- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ اَخْبَرَنَا عَاصِمٌ عَنْ عَامِرٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ اَنْ نُلْقِيَ الْحُمُرَ الْاَهْلِيَّةَ نِيْئَةً وَّنَضِيْجَةً ثُمَّ لَمْ يَاْمُرْنَا بِاَكْلِهِ بَعْدُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی زائدہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے خبر دی از عامر از حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں حکم دیا کہ ہم پالتو گدھوں کے گوشت گرا دیں خواہ وہ کچا ہو یا پکا ہوا ہو پھر اس کے بعد آپ نے ہمیں اس کے کھانے کا حکم نہیں دیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۲۲۱ میں ملاحظہ کریں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس حدیث میں مذکور ہے: پھر آپ نے ہمیں اس کے کھانے کا حکم نہیں دیا اس میں یہ اشارہ ہے کہ گدھوں کا گوشت دائمی طور پر حرام فرما دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۴۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٢٢٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِی الْحُسَیْنِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبِی عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ لَا اَدْرِیْ اَنَهٰی عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَجْلِ اَنَّهُ كَانَ حَمُوْلَةَ النَّاسِ فَكَرِهَ اَنْ تَذْهَبَ حَمُوْلَتُهُمْ اَوْ حَرَّمَهُ یَوْمَ خَیْبَرَ لَحْمَ الْحُمُرِ الْاَهْلِیَّةِ ۔

(صحیح مسلم: ۱۹۳۹، الرقم المسلسل: ۹۴۱۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابی الحسین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از عاصم از عامر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (گدھوں کے گوشت) سے اس لیے منع فرمایا کہ وہ لوگوں کا بوجھ اُٹھانے والے جانور ہیں تو آپ نے اس کو ناپسند کیا کہ ان کا بوجھ اُٹھانے والے جانور ختم ہو جائیں یا آپ نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام فرمادیا۔

٤٢٢٨- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ اِسْحَاقَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ خَیْبَرَ لِلْفَرَسِ سَهْمَیْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا قَالَ فَسَّرَهُ نَافِعٌ فَقَالَ اِذَا كَانَ مَعَ الرَّجُلِ فَرَسٌ فَلَهُ ثَلَاثَةُ اَسْهُمٍ وَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَهُ فَرَسٌ فَلَهُ سَهْمٌ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن سابق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زائدہ نے حدیث بیان کی از عبید اللہ بن عمر از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن گھڑ سوار کو (مالِ غنیمت سے) دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ دیا' انہوں نے بتایا کہ نافع نے اس کی تفسیر کی' پس انہوں نے کہا: جب مرد کے ساتھ گھوڑا ہو تو اس کے تین حصے ہوں گے اور اگر اس کے ساتھ گھوڑا نہ ہو تو اس کا ایک حصہ ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۰ میں گزر چکی ہے۔

گھوڑے کو دو حصے دینے کے ثبوت میں احادیث

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

بہ کثرت احادیث میں یہ تصریح ہے کہ گھڑ سوار کے گھوڑے کو مالِ غنیمت سے دو حصے دیئے جائیں گے اور اس کے سوار کو ایک حصہ دیا جائے گا' ائمہ ثلاثہ اور جمہور فقہاء کا یہی موقف ہے' اس کے برعکس امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ گھوڑے کو بھی ایک حصہ دیا جائے گا اور اس کے سوار کو بھی ایک حصہ دیا جائے گا ورنہ لازم آئے گا کہ گھوڑے کی فضیلت انسان سے زیادہ ہو۔

جمہور فقہاء کی تائید میں حسب ذیل احادیث ہیں:

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے کے لیے دو حصے رکھے اور اس کے سوار کے لیے ایک حصہ رکھا' امام مالک نے کہا کہ گھوڑوں کے لیے اور خچروں کے لیے (مالِ غنیمت سے) حصہ نکالا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور گھوڑے اور خچر اور گدھے (پیدا کیے) تاکہ تم ان پر سواری کرو۔ (النحل: ۸) (صحیح البخاری: ۲۸۶۳' صحیح مسلم: ۱۷۶۲)

(۲) امام دارقطنی نے بھی نافع سے اس کی مثل روایت کی ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۰۲)

(۳) امام ابن ابی شیبہ نے بھی نافع سے اس کی مثل روایت کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۱۵۹)

(۴) امام ابوداؤد نے حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: انہوں نے کہا: میں حدیبیہ میں حاضر تھا' اس میں لشکر کی تعداد پندرہ سو تھی' ان میں تین سو گھڑ سوار تھے' اور خیبر کا مال غنیمت اہل حدیبیہ پر تقسیم کیا گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھڑ سوار کو دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔ امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ اس حدیث میں راوی کو وہم ہوا' گھڑ سوار تین سو نہیں' دو سو تھے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۷۳۶)

امام بیہقی نے کہا ہے کہ حدیبیہ کے لشکر کی تعداد پندرہ سو نہیں' چودہ سو تھی۔ (سنن بیہقی ج ٦ ص ۳۲٦)

(۵) امام ابوداؤد نے از ابن ابی عمرۃ از والد خود روایت کی ہے کہ ہم چار اشخاص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پس آپ نے ہم میں سے ہر انسان کو ایک حصہ دیا اور گھوڑے کو دو حصے دیئے۔ (سنن ابوداؤد: ۲۷۳۴)

(٦) امام دارقطنی نے حضرت بشیر بن عمرو بن محصن سے روایت کی ہے' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے گھوڑے کے لیے چار حصے دیئے اور میرے لیے ایک حصہ دیا' سو میں نے پانچ حصے لیے۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۰۴)

(۷) یحییٰ بن عباد اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے سال حضرت زبیر کو چار حصے دیئے' ایک حصہ حضرت زبیر کے لیے' ایک حصہ حضرت صفیہ کے لیے رضی اللہ عنہما اور دو حصے گھوڑے کے لیے۔

(سنن نسائی ج ٦ ص ۲۲۸)

(۸) امام دارقطنی نے اس حدیث کو از حضرت عبداللہ بن الزبیر از حضرت زبیر رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۱۰-۱۰۹)

(۹) زہری نے از حضرت عمر' حضرت طلحہ بن عبیداللہ والزبیر رضی اللہ عنہم روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے کو دو حصے دیتے تھے۔

(۱۰) اسحاق بن عبداللہ از ابی حازم روایت کرتے ہیں کہ ہم نے غزوہ کیا' میں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میرا بھائی اور ہمارے ساتھ دو گھوڑے تھے' سو آپ نے ہمیں چھ حصے دیئے' چار حصے ہمارے گھوڑوں کے لیے اور دو حصے ہمارے لیے۔

(سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۰۱)

(۱۱) حضرت ابوکبشہ الانماری بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح حاصل ہوئی تو آپ نے فرمایا: میں نے گھوڑے کے لیے دو حصے رکھے ہیں اور گھڑ سوار کے لیے ایک حصہ رکھا ہے' پس جس نے ان کا حصہ کم کیا' اللہ عزوجل اس کا حصہ کم کرے گا۔

(سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۰۱)

(۱۲) حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے ایک حصہ رکھا اور میرے گھوڑے کے لیے دو حصے رکھے۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۰۲)

(۱۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ حنین میں دو سو گھوڑوں کے لیے دو دو حصے رکھے۔

(سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۰۳)

(۱۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں حاضر تھا' آپ نے ہم میں سے گھڑ سوار کو تین حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص 105)

(۱۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑے کے لیے دو حصے دیئے اور اس کے سوار کے لیے ایک حصہ دیا۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۱۱)

(۱٦) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حنین کے دن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو چار حصے دیئے' دو حصے ان کے

گھوڑے کے لیے ایک حصہ ان کے لیے اور ایک حصہ قرابت کی وجہ سے۔ (سنن بیہقی ج ٦ ص ٣٢٧-٣٢٦)

گھوڑے کو دو حصے دینے کے ثبوت میں مزید دلائل اور شبہات کے جوابات

جب یہ احادیث واضح ہو گئیں تو جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۔(الحشر:٧) اور رسول تم کو جو دیں وہ لے لو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھڑ سوار کو تین حصے دیئے ہیں دو حصے اس کے گھوڑے کے لیے اور ایک حصہ اس کے لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور آپ کی اطاعت فرض ہے حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اسی طرح کہا ہے اور صحابہ کرام میں سے کوئی ان کا مخالف نہیں ہے اور متقدمین اور متاخرین میں سے عام علماء کا یہی قول ہے سوائے امام ابوحنیفہ کے انہوں نے یہ کہا ہے کہ گھوڑے کو صرف ایک حصہ دیا جائے گا انہوں نے کہا کہ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ جانور کو مسلمان پر فضیلت دی جائے اور ان کے اصحاب نے اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کی ہے سو وہ اس قول میں منفرد ہیں اور ائمہ ثلاثہ امام شافعی امام مالک امام احمد امام ابو یوسف اور امام محمد بن الحسن نے بھی ان کی مخالفت کی ہے۔ (مختصر اختلاف العلماء ج ٣ ص ٤٣٧)

امام ابن سحنون نے کہا ہے کہ اس طرح گھوڑے کی مسلمان کے اوپر فضیلت لازم آئے گی یہ ضعیف شبہ ہے کیونکہ تمام حصص حقیقت میں مرد کے لیے ہیں۔ (النوادر والزیادات ج ٣ ص ١٥٧)

علامہ ابن التین نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی دلیل حضرت مقداد کی روایت ہے کہ بدر کے دن ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حصہ دیا اور ان کے گھوڑے کو بھی ایک حصہ دیا اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں دوسری روایات بہت زیادہ ہیں اور وہ بعد کی احادیث ہیں اور بعد کی احادیث مقدم کے لیے ناسخ ہوتی ہیں۔

گھوڑے کے لیے دو حصے رکھنے میں گھوڑوں پر خرچ کا معاوضہ ہے اور ان کو رکھنے اور پالنے کی ترغیب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں میں برکت رکھی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے دین کو سربلند کرنے کا سبب ہیں اور ان سے دشمن کو ڈرایا جاتا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ١٧ ص ٥٣٩-٥٤٠ ملخصاً وزارۃ الاوقاف قطر ١٤٢٩ھ)

گھوڑے کو ایک حصہ دینے کے ثبوت میں احادیث

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ گھڑ سوار کو ایک حصہ دیا جائے گا اور اس کے گھوڑے کو بھی ایک حصہ دیا جائے گا اور ان کا استدلال درج ذیل احادیث سے ہے:

(١) امام طبرانی نے حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر میں وہ ایک گھوڑے پر سوار تھے جس کو بسمہ کہا جاتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دو حصے دیئے ایک حصہ ان کے لیے اور ایک حصہ ان کے گھوڑے کے لیے۔

(٢) امام واقدی نے المغازی میں جعفر بن خارجہ سے روایت کی ہے کہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بنو قریظہ میں گھوڑے پر سوار حاضر تھا پس ایک حصہ میرے لیے اور ایک حصہ میرے گھوڑے کے لیے مقرر فرمایا۔

(٣) امام ابن مردویہ نے اپنی تفسیر کی سورۃ الانفال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو المصطلق کے قیدی حاصل کیے پھر اس میں سے خمس نکالا پھر اس کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کیا سو گھڑ سوار کو دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔

(۴) امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھڑ سوار کو دو حصے دیئے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔

(۵) امام دارقطنی نے المؤتلف والمختلف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھڑ سوار کو دو حصے دیتے تھے اور پیدل کو ایک حصہ۔

امام ابوحنیفہ کے تفرد کا جواب' علامہ عینی کی ذکر کردہ احادیث کی توثیق اور علامہ ابن ملقن کی پیش کردہ احادیث پر جرح اور صحیح بخاری کی حدیث کا محمل

علامہ ابن الملقن نے التوضیح لشرح الجامع الصحیح (ج ۷ اص ۵۳۹) میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے تمام متقدمین اور متاخرین علماء کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ گھوڑے کو صرف ایک حصہ ملے گا اور کہا ہے کہ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ جانور کو مسلمان پر فضیلت دی جائے اور ان کے اصحاب نے ان کی مخالفت کی ہے اور وہ اس مسئلہ میں واحد اور منفرد ہیں۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ اس مسئلہ میں منفرد نہیں ہیں' بلکہ حضرت عمر' حضرت علی اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم کا بھی اسی طرح قول ہے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ کا استدلال الواقدی کی روایت سے ہے اور الواقدی پر جرح ہے تو میں کہوں گا کہ مصعب الزبیری سے واقدی کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: وہ ثقہ مامون ہیں' اسی طرح المسیب نے کہا اور القاسم بن سلام نے کہا ہے کہ واقدی ثقہ ہے' الداؤدی نے کہا: الواقدی امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں' اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ ان کی روایت پر جرح ہے تو علامہ ابن ملقن نے جن کی روایات پیش کی ہیں' ان پر بھی جرح ہے:

پس امام ابوداؤد کی وہ حدیث جس کی انہوں نے امام احمد سے روایت کی ہے' اس کی سند میں المسعودی ہے اور وہ مجروح ہے۔

ابورھم کی حدیث کی سند میں قیس بن الربیع ہے' التنقیح میں کہا ہے کہ اس کو بعض ائمہ نے ضعیف کہا ہے اور ابورھم کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔

ابوکبشہ الانماری کی حدیث کی سند میں محمد بن عمران العبسی ہے' امام نسائی نے کہا: وہ قوی نہیں ہے' اور اس کی سند میں عبداللہ بن بشر ہے' امام نسائی نے کہا: وہ ثقہ نہیں ہے اور یحییٰ القطان نے کہا: وہ لاشیء ہے' امام ابوحاتم اور الدارقطنی نے کہا: وہ ضعیف ہے۔

اور حضرت مقداد کی حدیث کی سند میں موسیٰ بن یعقوب کی اپنی پھوپھی قریبہ سے روایت ہے' اس میں ضعف ہے اور وہ ان سے روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ باب مذکور میں صحیح بخاری اور دیگر کتب صحاح سے روایت ہے اور وہ روایات امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت ہیں تو میں کہوں گا کہ ہرگز نہیں' کیوں کہ قرآن مجید میں ہے:

وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ لا اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ ۔ (الانفال:۴۱)

اور (اے مسلمانو!) جان لو کہ تم جو کچھ غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے اور (رسول کے) قرابت داروں کے لیے ہے اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے' اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

یہ آیت گھڑ سوار اور پیدل کے درمیان مساوات کا تقاضا کرتی ہے اور اس آیت میں تمام غنیمت حاصل کرنے والوں سے خطاب ہے اور اس باب کی حدیث اور دیگر احادیث بہ طور تنفیل پر محمول ہیں (یعنی کسی کو اس کے حق سے زیادہ بہ طور نفل اور انعام دینے

پر محمول ہیں)۔ (عمدۃ القاری ج ۱۴ص ۲۱۹-۲۱۸ ' دار الکتب العلمیہ 'بیروت '۱۴۲۱ھ)

٤٢٢٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ قَالَ مَشَيْتُ أَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا أَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ وَتَرَكْتَنَا وَنَحْنُ بِمَنْزِلَةٍ وَّاحِدَةٍ مِّنْكَ فَقَالَ إِنَّمَا بَنُو هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَّاحِدٌ قَالَ جُبَيْرٌ وَّلَمْ يَقْسِمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ وَّبَنِي نَوْفَلٍ شَيْئًا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یونس از ابن شہاب از سعید بن المسیب' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے ان کو خبر دی کہ میں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چل کر گئے' پس ہم نے عرض کیا کہ آپ نے بنو المطلب کو خیبر کے خمس سے عطاء کیا ہے اور ہم کو چھوڑ دیا ہے حالانکہ ہماری آپ کے ساتھ ایک درجہ کی قرابت ہے! آپ نے فرمایا: اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب ایک چیز ہیں اور حضرت جبیر نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد شمس اور بنو نوفل کے لیے کچھ تقسیم نہیں کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۰ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عثمان اور حضرت جبیر بن مطعم سے قرابت

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حالانکہ ہماری آپ کے ساتھ ایک درجہ کی قرابت ہے: کیونکہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں کے بیٹے ہیں' حضرت عثمان عبشمی تھے اور حضرت جبیر بن مطعم نوفلی تھے۔

ایک چیز ہیں: کیونکہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے سے جدا نہیں ہوا' جاہلیت میں نہ اسلام میں' اور یہ دونوں خیف بنو کنانہ میں ایک ساتھ محصور تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۳۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٣٠- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَلَغَنَا مَخْرَجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ فَخَرَجْنَا مُهَاجِرِيْنَ إِلَيْهِ أَنَا وَأَخَوَانِ لِي أَنَا أَصْغَرُهُمْ أَحَدُهُمَا أَبُو بُرْدَةَ وَالْآخَرُ أَبُو رُهْمٍ إِمَّا قَالَ فِي بِضْعٍ وَّإِمَّا قَالَ فِي ثَلَاثَةٍ وَّخَمْسِيْنَ أَوِ اثْنَيْنِ وَخَمْسِيْنَ رَجُلًا مِّنْ قَوْمِي فَرَكِبْنَا سَفِيْنَةً فَأَلْقَتْنَا سَفِيْنَتُنَا إِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبَشَةِ فَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَأَقَمْنَا مَعَهُ حَتّٰى قَدِمْنَا جَمِيْعًا فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ وَكَانَ أُنَاسٌ مِّنَ النَّاسِ يَقُوْلُوْنَ لَنَا يَعْنِي لِأَهْلِ السَّفِيْنَةِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ مجھے محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں برید بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی از ابی بردہ از حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی خبر پہنچی' اس وقت ہم یمن میں تھے' پس ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے' میں تھا اور میرے دو بھائی تھے اور میں سب سے چھوٹا تھا' ان دونوں میں سے ایک حضرت ابو بردہ تھے اور دوسرے حضرت ابو رہم تھے رضی اللہ عنہما' یا انہوں نے کہا: ہم چند اصحاب کے ساتھ' یا کہا: ترپن یا باون میری قوم کے مرد تھے' ہم کشتی میں سوار ہوئے' پس کشتی نے ہمیں نجاشی کے ملک حبشہ (ایتھوپیا) میں پہنچا دیا' وہاں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے موافقت

سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ وَدَخَلَتْ اَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ وَهِيَ مِمَّنْ قَدِمَ مَعَنَا عَلٰى حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَةً وَقَدْ كَانَتْ هَاجَرَتْ اِلَى النَّجَاشِيِّ فِيْمَنْ هَاجَرَ فَدَخَلَ عُمَرُ عَلٰى حَفْصَةَ وَاَسْمَاءُ عِنْدَهَا فَقَالَ عُمَرُ حِيْنَ رَاٰى اَسْمَاءَ مَنْ هٰذِهٖ قَالَتْ اَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ قَالَ عُمَرُ الْحَبَشِيَّةُ هٰذِهِ الْبَحْرِيَّةُ هٰذِهٖ قَالَتْ اَسْمَاءُ نَعَمْ قَالَ سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ فَنَحْنُ اَحَقُّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكُمْ فَغَضِبَتْ وَقَالَتْ كَلَّا وَاللّٰهِ كُنْتُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطْعِمُ جَائِعَكُمْ وَيَعِظُ جَاهِلَكُمْ وَكُنَّا فِيْ دَارٍ اَوْ فِيْ اَرْضِ الْبُعَدَاءِ الْبُغَضَاءِ بِالْحَبَشَةِ وَذٰلِكَ فِي اللّٰهِ وَفِيْ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَا اَطْعَمُ طَعَامًا وَّلَا اَشْرَبُ شَرَابًا حَتّٰى اَذْكُرَ مَا قُلْتَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ كُنَّا نُوْذٰى وَنُخَافُ وَسَاَذْكُرُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَسْاَلُهٗ وَاللّٰهِ لَا اَكْذِبُ وَلَا اَزِيْغُ وَلَا اَزِيْدُ عَلَيْهِ .

ہوئی' ہم ان کے ساتھ ٹھہرے' حتیٰ کہ ہم ایک ساتھ (مدینہ) آئے' ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ملاقات ہوئی جب آپ خیبر فتح کر چکے تھے' اور اس وقت بعض صحابہ ہم کشتی والوں سے یہ کہتے تھے: ہم تم سے ہجرت کرنے میں سابق ہیں' اور حضرت اسماء بنت عمیس بھی آئی تھیں' اور یہ ان میں سے تھیں جو ہمارے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کی زیارت کے لیے گئی تھیں اور انہوں نے بھی حضرت نجاشی کی طرف ہجرت کرنے والوں کے ساتھ ہجرت کی تھی' پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت حفصہ کے پاس آئے اور حضرت اسماء بھی ان کے پاس تھیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت اسماء کو دیکھا تو پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: یہ حضرت اسماء بنت عمیس ہیں' حضرت عمر نے کہا: یہ سمندر کے راستے سے حبشہ سے آئی ہیں؟ حضرت اسماء نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر نے کہا: ہم تم سے ہجرت کرنے میں سابق ہیں' پس ہم تم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق دار ہیں' تو حضرت اسماء غضب ناک ہوئیں' انہوں نے کہا: ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے' وہ تمہارے بھوکوں کو کھلاتے تھے اور تم میں سے بے علم لوگوں کو نصیحت کرتے تھے' اور ہم ایسے گھر میں تھے یا ایسی دور کی زمین میں تھے جہاں کے لوگ ہم سے بغض رکھنے والے تھے' ہم حبشہ میں تھے اور ہمارا وہاں جانا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لیے تھا' اور اللہ کی قسم! میں اس وقت تک کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی' حتیٰ کہ میں آپ کی بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر نہ کر دوں اور ہم کو وہاں ایذاء دی جاتی تھی اور ہم کو خوف زدہ کیا جاتا تھا اور میں عنقریب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کروں گی اور آپ سے سوال کروں گی اور اللہ کی قسم! میں جھوٹ نہیں بولوں گی اور نہ تحریف کروں گی اور نہ آپ کی بات پر کوئی اضافہ کروں گی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۳۶ میں گزر چکی ہے۔

۴۲۳۱- فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّ عُمَرَ قَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَمَا

پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت اسماء نے کہا: اے اللہ کے نبی! بے شک حضرت عمر نے اس طرح اور اس طرح

قُلْتِ لَهُ قَالَتْ قُلْتُ لَهُ كَذَا وَكَذَا قَالَ لَيْسَ بِاَحَقَّ بِیْ مِنْكُمْ وَلَهُ وَلِاَصْحَابِهِ هِجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ وَلَكُمْ اَنْتُمْ اَهْلَ السَّفِيْنَةِ هِجْرَتَانِ قَالَتْ فَلَقَدْ رَاَيْتُ اَبَا مُوْسٰی وَاَصْحَابَ السَّفِيْنَةِ يَاْتُوْنِیْ اَرْسَالًا يَسْاَلُوْنِیْ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَا مِنَ الدُّنْيَا شَیْءٌ هُمْ بِهِ اَفْرَحُ وَلَا اَعْظَمُ فِیْ اَنْفُسِهِمْ مِمَّا قَالَ لَهُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ بُرْدَةَ قَالَتْ اَسْمَاءُ فَلَقَدْ رَاَيْتُ اَبَا مُوْسٰی وَاِنَّهُ لَيَسْتَعِيْدُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنِّیْ.

کہا ہے' آپ نے پوچھا: پھر تم نے ان سے کیا کہا؟ حضرت اسماء نے بتایا: میں نے ان سے اس طرح اور اس طرح کہا' آپ نے فرمایا: وہ تم سے زیادہ میرے حق دار نہیں ہیں' ان کے اور ان کے اصحاب کے لیے ایک ہجرت ہے اور تمہارے لیے اے کشتی والو! دو ہجرتیں ہیں' حضرت اسماء نے کہا: پس تحقیق یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوموسیٰ اور کشتی والے باری باری میرے پاس آتے اور مجھ سے اس حدیث کے متعلق سوال کرتے اور وہ دنیا کی کسی چیز سے اتنے خوش نہیں ہوئے تھے اور نہ ان کے نزدیک دنیا کی کوئی چیز اتنی عظیم تھی جتنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث تھی' حضرت ابوبردہ نے بتایا کہ حضرت اسماء نے بتایا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوموسیٰ بار بار مجھ سے یہ حدیث دہرواتے تھے۔

٤٢٣٢- قَالَ اَبُوْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْرِفُ اَصْوَاتَ رُفْقَةِ الْاَشْعَرِيِّيْنَ بِالْقُرْاٰنِ حِيْنَ يَدْخُلُوْنَ بِاللَّيْلِ وَاَعْرِفُ مَنَازِلَهُمْ مِنْ اَصْوَاتِهِمْ بِالْقُرْاٰنِ بِاللَّيْلِ وَاِنْ كُنْتُ لَمْ اَرَ مَنَازِلَهُمْ حِيْنَ نَزَلُوْا بِالنَّهَارِ وَمِنْهُمْ حَكِيْمٌ اِذَا لَقِیَ الْخَيْلَ اَوْ قَالَ الْعَدُوَّ قَالَ لَهُمْ اِنَّ اَصْحَابِیْ يَاْمُرُوْنَكُمْ اَنْ تَنْظُرُوْهُمْ.

حضرت ابوبردہ نے کہا از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اشعریین کے رفقاء کی قرآن پڑھنے کی آواز کو پہچانتا ہوں' جب وہ رات میں داخل ہوتے ہیں اور جب وہ رات میں بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہیں تو میں ان کی قیام گاہوں کو پہچانتا ہوں' اگرچہ وہ دن میں کسی جگہ ٹھہرتے ہیں تو میں نے ان کی قیام گاہوں کو نہیں دیکھا ہوتا' اور ان میں سے ایک عقل مند مرد ہے جب اس کی گھڑ سواروں سے ملاقات ہوتی ہے' یا فرمایا: کسی دشمن سے ملاقات ہوتی ہے تو وہ ان سے کہتا ہے: میرے اصحاب تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ تم ان کا انتظار کر لو۔

حضرت جعفر کے ساتھیوں کا تذکرہ اور حضرت اسماء بنت عمیس کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حتیٰ کہ ہم سب مدینہ آ گئے: امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری کو نجاشی کی طرف بھیجا کہ وہ حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں کو بھیج دیں' اور وہ سولہ مرد تھے اور ان میں ایک خاتون حضرت اسماء بنت عمیس تھیں' اور حضرت خالد بن سعید بن العاص اور ان کی بیوی تھیں اور ان کے بھائی حضرت عمرو بن سعید تھے اور مُعیقیب ابن ابی فاطمہ تھے۔

حضرت اسماء بنت عمیس: ان کی ماں کا نام ھند بنت عوف ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت اُم الفضل لبابہ کی بہن ہیں' اور حضرت اسماء کے خاوند حضرت جعفر بن ابی طالب ہیں اور جب حضرت جعفر شہید ہو گئے تو ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا' اور ان سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے' پھر جب حضرت ابوبکر فوت ہو گئے تو حضرت اسماء سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا' پھر ان سے یحییٰ بن علی بن ابی طالب پیدا ہوئے۔

جب ان سے گھڑسوار ملتے: یعنی مسلمان سوار ملتے تو وہ ان سے کہتے کہ تم ٹھہرو ہم سب مل کر دشمن پر حملہ کرنے جاتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۲۷۔۳۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۲۳۳- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ سَمِعَ حَفْصَ بْنَ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ اَنِ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَقَسَمَ لَنَا وَلَمْ يَقْسِمْ لِاَحَدٍ لَّمْ يَشْهَدِ الْفَتْحَ غَيْرَنَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے حفص بن غیاث سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں برید بن عبداللہ نے حدیث بیان کی از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم فتح خیبر کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' آپ نے ہمارے لیے (مالِ غنیمت) تقسیم کیا اور ہمارے سوا اور کسی ایسے شخص کے لیے تقسیم نہیں کیا جو فتح خیبر پر حاضر نہ ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۳۶ میں گزر چکی ہے۔

احناف کی اس پر دلیل کہ جو مسلمان مالِ غنیمت کے دارالاسلام میں پہنچنے سے پہلے مل جائیں تو ان کو اس سے حصہ ملے گا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ہمارے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو لوگ مالِ غنیمت کو دارالاسلام تک منتقل کرنے سے پہلے پہنچ جاتے ہیں' وہ مالِ غنیمت کی تقسیم میں شریک ہوتے ہیں' اس مسئلہ میں فقہاء شافعیہ کا اختلاف ہے' وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ "مالِ غنیمت سے اس کو حصہ ملے گا جو جہاد کے موقع پر حاضر ہو" ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے اور اس حدیث کا قولِ رسول ہونا غریب ہے' یعنی ثابت نہیں ہے۔ اگر تم یہ اعتراض کرو کہ بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ کی حدیث اس پر محمول ہے کہ وہ مالِ غنیمت جمع ہونے سے پہلے پہنچ گئے تھے' میں کہتا ہوں کہ اس کے ثبوت کے لیے نقل کی ضرورت ہے اور وہ ہے نہیں اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں کہا ہے کہ آپ نے حضرت ابوموسیٰ کو اپنے خمس کے خمس میں سے عطاء فرمایا تھا تا کہ ان کے قلوب اسلام کی طرف راغب ہوں اور ان کو اصل مالِ غنیمت سے نہیں عطاء فرمایا' میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث صحیح بخاری کی اس صحیح اور صریح حدیث کے خلاف ہے جس میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے ہمارے لیے (مالِ غنیمت) تقسیم کیا اور ہمارے سوا اور کسی ایسے شخص کے لیے تقسیم نہیں کیا جو فتح خیبر پر حاضر نہ ہو۔

٤٢٣٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اَبُوْاِسْحَاقَ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ حَدَّثَنِي ثَوْرٌ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ افْتَتَحْنَا خَيْبَرَ وَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَّلَا فِضَّةً اِنَّمَا غَنِمْنَا الْبَقَرَ وَالْاِبِلَ وَالْمَتَاعَ وَالْحَوَائِطَ ثُمَّ انْصَرَفْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى وَادِي الْقُرٰى وَمَعَهُ عَبْدٌ لَّهُ يُقَالُ لَهُ مِدْعَمٌ اَهْدَاهُ لَهُ اَحَدُ بَنِي الضِّبَابِ فَبَيْنَمَا هُوَ يَحُطُّ رَحْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَهُ سَهْمٌ عَائِرٌ حَتّٰى اَصَابَ ذٰلِكَ الْعَبْدَ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيْئًا لَّهُ الشَّهَادَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلٰى وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِيْ اَصَابَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا فَجَاءَ رَجُلٌ حِيْنَ سَمِعَ ذٰلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِرَاكٍ اَوْ بِشِرَاكَيْنِ فَقَالَ هٰذَا شَيْءٌ كُنْتُ اَصَبْتُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِرَاكٌ اَوْ شِرَاكَانِ مِنْ نَّارٍ .

[طرف الحدیث:٦٧٠٧] (صحیح مسلم:١١٥' الرقم المسلسل:٢١١' سنن ابوداؤد:٢٧١١)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاویہ بن عمرو نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی از مالک بن انس' انہوں نے کہا: مجھے ثور نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سالم مولیٰ ابن مطیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے خیبر فتح کیا اور ہم نے مال غنیمت میں سے سونا اور چاندی نہیں لی' ہم نے صرف بیل اور اونٹ اور سامان اور باغات لیے' پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وادی القریٰ پر گئے اور ہمارے ساتھ آپ کا ایک غلام تھا جس کو مدعم کہا جاتا تھا' وہ آپ کو بنوالضباب میں سے کسی نے ہبہ کیا تھا' سو جس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوہ اتار رہا تھا' اچانک نامعلوم سمت سے ایک تیر آ کر اس غلام کو لگا تو لوگوں نے کہا: اس کو شہادت مبارک ہو! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! جو چادر اس نے خیبر کے مال غنیمت کے تقسیم ہونے سے پہلے چرائی تھی' وہ اس پر آگ کا شعلہ بن کر بھڑک رہی ہے' پس جب ایک مرد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا تو وہ ایک تسمہ یا دو تسمے لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا: یہ وہ ہیں جن کو میں نے لیا تھا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آگ کا ایک تسمہ یا دو تسمے ہیں۔

حدیث مذکور کے رجال

(١) عبداللہ بن محمد الجعفی المعروف بالمسندی (٢) معاویہ بن عمرو المہلب الازدی البغدادی' یہ اصل میں کوفی ہیں اور یہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ہیں' وہ ان سے بالواسطہ روایت کرتے ہیں اور کتاب الجمعۃ میں ان سے بلاواسطہ روایت کی ہے (٣) ابواسحٰق' یہ ابراہیم بن محمد الفزاری ہیں (٤) ثور بن زید ابوخالد الکلاعی الشامی حمصی' یہ ایک سو پچپن ہجری میں بیت المقدس میں فوت ہو گئے تھے' ان سے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں (٥) سالم ابوالغیث عبداللہ بن مطیع بن الاسود القرشی العدوی المدنی کے آزاد کردہ غلام' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٣٢٩)

بعض مبہم الفاظ کی تعیین

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

وادی القریٰ: یہ مدینہ کے قریب ایک بستی کا نام ہے۔

''مِدعَم'' یہ اس غلام کا نام ہے جس کو رفاعہ بن زید بن وہب الجذامی الضبیبی نے آپ کو ہبہ کیا تھا۔

٤٢٣٥- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ زَيْدٌ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اَمَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ لَا اَنْ اَتْرُكَ اٰخِرَ النَّاسِ بَبَّانًا لَيْسَ لَهُمْ شَيْءٌ مَافُتِحَتْ عَلَيَّ قَرْيَةٌ اِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَلٰكِنِّيْ اَتْرُكُهَا خِزَانَةً لَهُمْ يَقْتَسِمُوْنَهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے زید نے خبر دی انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ سنو! جس ذات کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ میں آخر کے لوگوں کو محتاج اور فقیر چھوڑوں گا تو جو شہر بھی فتح ہوتا میں اس کو وہاں کے مجاہدین میں تقسیم کر دیتا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا تھا لیکن میں ان مفتوحہ اراضی کو مسلمانوں کا خزانہ بنا کر چھوڑ رہا ہوں تا کہ وہ اس (کی آمدنی) کو اپنے درمیان تقسیم کرتے رہیں۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۳۳۴ میں گزر چکی ہے۔

بہتان کے لفظ کی تحقیق اور عراق کی مفتوحہ اراضی کو مجاہدین میں تقسیم کرنے کے بجائے وقف عام کر دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "ببّان" کا لفظ ہے اس کا معنی ہے: واحد چیز علامہ خطابی نے کہا: میرا یہ گمان نہیں ہے کہ یہ لفظ عربی ہے اور نہ میں نے اس حدیث کے علاوہ اس لفظ کو کبھی سنا ہے اور الازہری نے کہا ہے کہ بلکہ یہ لغت صحیحہ ہے لیکن یہ غیر مشہور ہے امام خلیل نے کتاب العین میں کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: کسی چیز کا ایک طریقہ پر ہونا ابوسعید الضریر نے کہا ہے کہ کلام عرب میں "ببّان" کا لفظ نہیں ہے یہ "بیّان" کا لفظ ہے علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ "ببّان" صحیح لفظ ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ میں مسلمانوں کو برابر کا فقیر چھوڑ کر جاؤں گا یعنی وہ فقر میں برابر ہوں گے تو میں مفتوحہ اراضی تمام غنیمت حاصل کرنے والوں میں تقسیم کر دیتا لیکن میں نے یہ مفتوحہ اراضی مجاہدین میں تقسیم نہیں کیں بلکہ میں نے ان اراضی کو دائمی وقف کر دیا تا کہ یہ مسلمانوں کا خزانہ اور ان کے لیے محفوظ رہے اور وہ اس (کی آمدنی) کو قیامت تک تقسیم کرتے رہیں۔

حضرت عمر کی غرض یہ تھی کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی اراضی کو مجاہدین میں تقسیم کر دیا تھا میں نے مفتوحہ اراضی کو اس طرح مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا بلکہ ان اراضی کو میں نے آنے والی نسلوں کے لیے وقف کر دیا ہے تا کہ وہ ان اراضی کی آمدنی سے قیامت تک فائدہ اٹھاتے رہیں۔

حضرت عمر نے عراق کی مفتوحہ اراضی کو مجاہدین اور اکابر صحابہ کے مشورہ سے وقف کر دیا تھا۔

(عمدة القاری ج ۱۷ ص ۳۴۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٢٣٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَّالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَوْ لَا اٰخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ مَا فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ قَرْيَةٌ اِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن مہدی نے حدیث بیان کی از امام مالک بن انس از زید بن اسلم از والد خود از حضرت عمر رضی اللہ انہوں نے کہا: اگر مجھے آخری مسلمانوں (کے افلاس) کا خطرہ نہ ہوتا تو

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ .

میں ہر مفتوحہ شہر کی زمینوں کو (مجاہدین میں) اس طرح تقسیم کر دیتا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمینوں کو تقسیم کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۳۴ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٣٧- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ وَسَأَلَهُ إِسْمٰعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ قَالَ لَهُ بَعْضُ بَنِي سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ لَا تُعْطِهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ فَقَالَ وَاعَجَبَاهُ لِوَبْرٍ تَدَلّٰى مِنْ قُدُومِ الضَّأْنِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے زہری سے سنا اور ان سے اسماعیل بن امیہ نے سوال کیا تھا' انہوں نے کہا: مجھے عنبسہ بن سعید نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے (خیبر کی غنیمت کا) حصہ مانگا' سعید بن العاص کے ایک بیٹے (حضرت ابان بن سعید) نے کہا: یارسول اللہ! اس کو نہ دیں' تو حضرت ابوہریرہ نے کہا: یہ حضرت ابن قوقل کا قاتل ہے' (اس پر حضرت ابان نے) کہا: اس وبر (بلی سے چھوٹا جانور) پر تعجب ہے جو قدوم الضان (پہاڑی) سے اتر کر آیا ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۸۲۷ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اور مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سعید بن العاص کا بیٹا: ان کا نام حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ ہے۔

یہ حضرت ابن قوقل کا قاتل ہے: ان کا نام نعمان بن قوقل ہے' ان کو نعمان بن ثعلبہ بھی کہا جاتا ہے اور ثعلبہ کو قوقل انصاری بھی کہا جاتا ہے' یہ بدر میں حاضر تھے' اور اُحد میں ان کو شہید کر دیا گیا تھا' ان کو ابان بن سعید بن العاص بن امیہ اموی نے قتل کیا تھا' الزبیر نے کہا: ابان اپنے دو بھائیوں خالد اور عمرو کے بعد اسلام لائے تھے' اور اسلام کے بعد انہوں نے نیک کام کیے' یہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت عثمان کو اس وقت پناہ دی تھی جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال قریش کی طرف بھیجا تھا اور ان کو گھوڑے پر سوار کیا تھا حتیٰ کہ وہ مکہ میں داخل ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بحرین کا گورنر بنایا تھا' جب حضرت العلاء الحضرمی کو وہاں سے معزول فرمایا تھا' پھر آپ وہاں کے گورنر رہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی' حضرت ابان رضی اللہ عنہ کو جمادی الاولیٰ تیرہ ہجری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اجنادین کے دن شہید کر دیا گیا۔

''وبر'' یہ بلی کے مشابہ ایک جانور ہے' ایک قول ہے کہ یہ بلی سے چھوٹا ہے' اس کی دُم نہیں ہوتی' یہ گھروں میں نہیں رہتا۔ حضرت ابان نے حضرت ابوہریرہ کی تحقیر کے لیے ان کو ''وبر'' کہا کیونکہ ان کو لڑنے کی زیادہ طاقت نہیں تھی۔

''ضان'' یہ دوس کے پہاڑ کا نام ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ ''ضان'' کا معنی بکری ہے' اور قدوم کا معنی پہاڑی کا کنارہ ہے۔

٤٢٣٨- وَيُذْكَرُ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يُخْبِرُ

اور الزبیدی سے ذکر کیا جاتا ہے از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عنبسہ بن سعید نے خبر دی' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَانَ عَلٰى سَرِيَّةٍ مِّنَ الْمَدِيْنَةِ قِبَلَ نَجْدٍ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ فَقَدِمَ اَبَانُ وَاَصْحَابُهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ بَعْدَ مَا افْتَتَحَهَا وَاِنَّ حُزُمَ خَيْلِهِمْ لَلِيْفٌ . قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَاتَقْسِمْ لَهُمْ قَالَ اَبَانُ وَاَنْتَ بِهٰذَا يَا وَبْرُ تَحَدَّرَ مِنْ رَّاْسِ ضَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَانُ اجْلِسْ فَلَمْ يَقْسِمْ لَهُمْ .

سے سنا' وہ سعید بن العاص کو خبر دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابان رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر مدینہ سے نجد کی طرف بھیجا' حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ پس حضرت ابان اور ان کے اصحاب خیبر کے فتح ہونے کے بعد خیبر میں پہنچے اور ان لوگوں کے گھوڑے درخت کی چھال کا گٹھا تھے' حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان لوگوں کے لیے مالِ غنیمت تقسیم نہ کریں' حضرت ابان نے کہا: اے وبر! تم یہ بات کہہ رہے ہو! تم ضان پہاڑ کی چوٹی سے اتر کر آئے ہو' تب نبی ﷺ نے فرمایا: اے ابان! بیٹھ جاؤ! پس آپ نے ان کے لیے (مالِ غنیمت) تقسیم نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۲۷ میں گزر چکی ہے۔

حدیث سابق سے تعارض کا جواب' اور مشکل اور مبہم الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابان: یہ وہی حضرت ابن بن سعید ہیں جن کا اس سے پہلی حدیث میں ذکر ہو چکا ہے۔

میں نے کہا: یارسول اللہ! ان کے لیے (مالِ غنیمت) تقسیم نہ کریں: اس سے پہلی حدیث میں مذکور تھا کہ یہ بات حضرت ابان نے کہی ہے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ یہ بات حضرت ابوہریرہ نے کہی ہے اور یہ تعارض ہے! اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں نے یہ بات کہی ہے' حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ آپ حضرت ابان کو مالِ غنیمت سے نہ دیں کیونکہ یہ حضرت ابن توقل انصاری رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں' اور حضرت ابان نے کہا کہ آپ حضرت ابوہریرہ کو مالِ غنیمت سے حصہ نہ دیں کیونکہ یہ بلی کی جسامت والے ہیں اور جہاد میں لڑنے کے اہل نہیں ہیں۔

دراصل ابتداء حضرت ابوہریرہ نے کی تھی' حضرت ابان نے بہ طور قصاص ان کو جواب دیا۔

''تحدر'' یعنی تم پہاڑ کی چوٹی سے لڑھکتے ہوئے آئے ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۴۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن ملقن نے بھی یہی شرح کی ہے' اور اعلام الحدیث: ۱۷۴۷' اور مشارق الانوار ج ۱ص ۲۵۲' کے حوالوں سے الفاظ کے معانی لکھے ہیں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۳۷۸' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

الہیثم نے حضرت ابان کے اسلام لانے کا سبب بیان کیا ہے کہ سعید بن العاص نے بتایا کہ ان کا باپ غزوۂ بدر میں مارا گیا تھا تو ان کے چچا ابان نے ان کی پرورش کی' وہ نبی ﷺ کے سخت مخالف تھے اور جب آپ کا ذکر کرتے تو آپ کو برا کہتے' پھر وہ شام گئے وہاں ایک راہب نے آپ کی وہی صفات بیان کیں جو آپ میں تھیں' پھر ان کے دل میں آپ کی تصدیق جاگزین ہو گئی' پھر وہ چند دنوں بعد مدینہ جا کر اسلام لے آئے۔ (فتح الباری ج ۵ص ۳۱۹' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٢٣٩- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جَدِّيْ اَنَّ اَبَانَ بْنَ سَعِيدٍ اَقْبَلَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ وَّقَالَ اَبَانُ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاعَجَبًا لَّكَ وَبْرٌ تَدَاْدَاَ مِنْ قُدُوْمِ ضَاْنٍ يَّنْعٰى عَلَيَّ امْرَاً اَكْرَمَهُ اللّٰهُ بِيَدِيْ وَمَنَعَهُ اَنْ يُّهِيْنَنِيْ بِيَدِهٖ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے دادا نے خبر دی کہ حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پس آپ کو سلام کیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ حضرت ابن قوقل رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے اور حضرت ابان نے حضرت ابو ہریرہ سے کہا: اے بلی جیسے! تم پر تعجب ہے' تم ضاًن پہاڑ سے لڑھکتے ہوئے آئے ہو اور مجھ پر ایسے مرد (کی شہادت) کی وجہ سے عیب لگا رہے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ (سے قتل ہونے) کے سبب سے عزت اور کرامت دی اور اس مرد کو مجھے رسوا کرنے سے روکا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۲۷ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابان کا مناظرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ ابن قوقل کے قاتل ہیں: یعنی حضرت نعمان بن قوقل انصاری رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے جن کو حضرت ابان نے اسلام لانے سے پہلے غزوۂ اُحد میں قتل کر دیا تھا۔

''ینعی'' اس کا معنی ہے: کسی کو عیب لگانا اور اس کی مذمت کرنا۔

مجھ پر ایسے مرد کی وجہ سے عیب لگا رہے ہو: یعنی حضرت النعمان بن قوقل رضی اللہ عنہ کی وجہ سے' جن کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ کی وجہ سے عزت دی: یعنی میں نے ان کو غزوۂ اُحد میں قتل کر دیا تو ان کو میرے ہاتھ کی وجہ سے شہادت کی عزت اور کرامت حاصل ہوئی۔

اور اس مرد کو مجھے رسوا کرنے سے روکا: یعنی اگر حضرت النعمان بن قوقل رضی اللہ عنہ اس وقت حضرت ابان کو قتل کر دیتے تو وہ دوزخی ہوتے اور دارین میں رسوا ہوتے کیونکہ اس وقت وہ کافر تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۴۴۔۳۴۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابان کے مناظرہ پر مصنف کا تبصرہ

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابان دونوں نے ایک دوسرے کو بُرا کہا لیکن حضرت ابان نے جوابی کارروائی کی ہے اور یہ واضح کیا کہ آپ جو مجھ پر حضرت ابن قوقل کو قتل کرنے کی وجہ سے عیب لگا رہے ہیں تو اس کا کوئی جواز نہیں ہے کیونکہ میرا یہ فعل زمانۂ کفر کا تھا اور اسلام لانے کے بعد زمانۂ کفر کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں' اور حضرت ابن قوقل نے میرے ہاتھوں قتل ہو کر شہادت کا مرتبہ پایا' سو ان کو میری وجہ سے عزت اور کرامت ملی اور میں ان کے ہاتھوں سے قتل نہیں ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے زمانۂ کفر میں مرنے کی رسوائی سے بچایا اور رہے آپ تو آپ بلی ایسی جسامت رکھتے ہیں' پہاڑ سے لڑھکتے ہوئے آئے ہیں اور آپ میں جہاد کرنے اور کافروں سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے' یوں حضرت ابان نے حضرت ابو ہریرہ کی ملامت سے اپنی براءت

ظاہر کی اور حضرت ابو ہریرہ ان کو کوئی جواب نہیں دے سکے' تاہم حضرت ابان کا حضرت ابو ہریرہ پر یہ عیب لگانا بھی نامناسب تھا کہ تم بلی کی جسامت رکھتے ہو اور کافروں سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے کیونکہ کسی شخص کا کم زور ہونا اور جسمانی طور پر بلی کے مشابہ ہونا' اس کے اختیار کی بات نہیں ہے' یہ تو اللہ کی خلقت ہے وہ جس کو چاہے کم زور بنا دے اور جس کو چاہے توانا بنا دے' سو کسی کی جسمانی کمزوری پر طعن کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کی خلقت پر طعن کرنا ہے' تاہم حضرت ابان کی طرف سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ مغلوب الغضب ہو گئے تھے اور شدتِ جذبات سے بے قابو ہو کر ایسی بات کہہ گئے' اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور میرے گناہ معاف فرمائے' حقیقت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خطائیں بھی ہماری نیکیوں سے بڑھ کر ہیں۔

علامہ ابن ملقن' حافظ ابن حجر اور علامہ عینی سب نے یہ لکھا ہے کہ حضرت ابان نے حضرت ابو ہریرہ کی جسمانی کم زوری کی بناء پر ان کی تحقیر کی لیکن کسی نے بھی حضرت ابان کی طرف سے توجیہ نہیں کی' میں کہتا ہوں کہ حضرت ابو ہریرہ نے حضرت ابان کے اس طعن پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ ان کو اس کا ان شاء اللہ اجر عظیم عطاء فرمائے گا۔

٤٢٤٠'٤٢٤١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَتْ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ تَسْاَلُهُ مِيْرَاثَهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِيْنَةِ وَفَدَكَ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ اِنَّمَا يَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْمَالِ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِّنْ صَدَقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِيْ كَانَ عَلَيْهَا فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَاَعْمَلَنَّ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَبٰى اَبُوْبَكْرٍ اَنْ يَّدْفَعَ اِلٰى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فِيْ ذٰلِكَ فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتّٰى تُوُفِّيَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لَيْلًا وَّلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا اَبَابَكْرٍ وَصَلّٰى عَلَيْهَا وَكَانَ لِعَلِيٍّ مِّنَ النَّاسِ وَجْهٌ حَيَاةَ فَاطِمَةَ فَلَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی سیّدتنا فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا' وہ ان سے اپنی میراث کے اس حصہ کا سوال کر رہی تھیں جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ میں مالِ فئے عطاء فرمایا تھا اور فدک میں عطاء فرمایا اور جو خیبر کے خمس میں سے باقی مال تھا' حضرت ابوبکر نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم مورث نہیں بنائے جاتے (یعنی ہم کسی کو وارث نہیں بنائیں گے) ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے' سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل صرف اس مال سے کھائے گی اور میں اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ کو اس حال پر رکھوں گا جس حال پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں تھا اور میں اس میں کچھ بھی تغیر نہیں کروں گا' اور میں ان اموال میں وہی عمل کروں گا' جو ان اموال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمل کرتے تھے' پس حضرت ابوبکر نے ان اموال میں سے حضرت فاطمہ کو کچھ بھی دینے سے انکار کیا' سو حضرت فاطمہ' حضرت ابوبکر پر غضب ناک ہوئیں' پس انہوں نے ان کو چھوڑ دیا اور اس سے کلام نہیں کیا حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی' اور

تُوُفِّيَتْ اسْتَنْكَرَ عَلِيٌّ وُجُوهَ النَّاسِ فَالْتَمَسَ مُصَالَحَةَ أَبِي بَكْرٍ وَمُبَايَعَتَهُ وَلَمْ يَكُنْ يُبَايِعُ تِلْكَ الْأَشْهُرَ فَأَرْسَلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنِ ائْتِنَا وَلَا يَأْتِنَا أَحَدٌ مَعَكَ كَرَاهِيَةً لِمَحْضَرِ عُمَرَ فَقَالَ عُمَرُ لَا وَاللَّهِ لَا تَدْخُلُ عَلَيْهِمْ وَحْدَكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَمَا عَسَيْتَهُمْ أَنْ يَفْعَلُوا بِي وَاللَّهِ لَآتِيَنَّهُمْ فَدَخَلَ عَلَيْهِمْ أَبُو بَكْرٍ فَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ فَقَالَ إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا فَضْلَكَ وَمَا أَعْطَاكَ اللَّهُ وَلَمْ نَنْفَسْ عَلَيْكَ خَيْرًا سَاقَهُ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَكِنَّكَ اسْتَبْدَدْتَ عَلَيْنَا بِالْأَمْرِ وَكُنَّا نَرَى لِقَرَابَتِنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصِيبًا حَتَّى فَاضَتْ عَيْنَا أَبِي بَكْرٍ فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي وَأَمَّا الَّذِي شَجَرَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنْ هَذِهِ الْأَمْوَالِ فَلَمْ آلُ فِيهَا عَنِ الْخَيْرِ وَلَمْ أَتْرُكْ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ فِيهَا إِلَّا صَنَعْتُهُ فَقَالَ عَلِيٌّ لِأَبِي بَكْرٍ مَوْعِدُكَ الْعَشِيَّةَ لِلْبَيْعَةِ فَلَمَّا صَلَّى أَبُو بَكْرٍ الظُّهْرَ رَقِيَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَتَشَهَّدَ وَذَكَرَ شَأْنَ عَلِيٍّ وَتَخَلُّفَهُ عَنِ الْبَيْعَةِ وَعُذْرَهُ بِالَّذِي اعْتَذَرَ إِلَيْهِ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ فَعَظَّمَ حَقَّ أَبِي بَكْرٍ وَحَدَّثَ أَنَّهُ لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى الَّذِي صَنَعَ نَفَاسَةً عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَلَا إِنْكَارًا لِلَّذِي فَضَّلَهُ اللَّهُ بِهِ وَلَكِنَّا كُنَّا نَرَى لَنَا فِي هَذَا الْأَمْرِ نَصِيبًا فَاسْتَبَدَّ عَلَيْنَا فَوَجَدْنَا فِي أَنْفُسِنَا فَسُرَّ بِذَلِكَ الْمُسْلِمُونَ وَقَالُوا أَصَبْتَ وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ إِلَى عَلِيٍّ قَرِيبًا حِينَ رَاجَعَ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ.

وہ نبی ﷺ کے بعد چھ ماہ زندہ رہی تھیں' پس جب وہ فوت ہوئیں تو ان کے شوہر حضرت علی نے ان کو راتوں رات دفن کر دیا اور حضرت ابوبکر کو خبر نہیں دی اور ان کی خود نماز جنازہ پڑھی' جب تک حضرت فاطمہ حیات تھیں لوگوں کی حضرت علی کی طرف توجہ تھی' جب وہ فوت ہوگئیں تو حضرت علی نے لوگوں کی توجہ بدلی ہوئی پائی' پھر انہوں نے حضرت ابوبکر سے مصالحت طلب کی اور ان سے بیعت کرنا چاہی' اور انہوں نے ان مہینوں میں بیعت نہیں کی تھی' پس انہوں نے حضرت ابوبکر کو پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس آئیں اور آپ کے ساتھ کوئی اور ہمارے پاس نہ آئے' حضرت عمر کی آمد کو ناپسند کرنے کے سبب سے' تب حضرت عمر نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! آپ ان کے پاس اکیلے نہیں جائیں گے' پھر حضرت ابوبکر نے کہا: کیا تم کو توقع ہے کہ وہ میرے ساتھ کوئی (ناگوار) سلوک کریں گے! اللہ کی قسم! میں ضرور ان کے پاس جاؤں گا' پھر حضرت ابوبکر ان کے پاس گئے تو حضرت علی نے کلمہ شہادت پڑھا' پس کہا: ہم آپ کی فضیلت کو پہچانتے ہیں اور جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے مرتبہ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو خیر عطاء کی ہے ہم اس پر کوئی حسد نہیں کرتے' لیکن آپ نے خلافت کے معاملہ کو از خود طے کر لیا اور رسول اللہ ﷺ سے جو ہماری قرابت ہے اس کی وجہ سے (مشورہ میں) ہم اپنا حق سمجھتے تھے' حضرت ابوبکر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے' پھر حضرت ابوبکر نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! البتہ رسول اللہ ﷺ کی قرابت سے حسن سلوک کرنا میرے نزدیک اپنی قرابت کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی بہ نسبت زیادہ پسندیدہ ہے' رہے اموال جن کی وجہ سے میرے اور آپ کے درمیان اختلاف ہوا ہے' تو میں نے ان اموال میں خیر اور نیکی کو ترک نہیں کیا' اور رسول اللہ ﷺ ان اموال میں جو کچھ بھی تصرف فرماتے تھے میں ان اموال میں وہی تصرف کر رہا ہوں' اس کے بعد حضرت علی نے حضرت ابوبکر سے کہا: کل دن ڈھلے میرا آپ سے بیعت کرنے کا وعدہ ہے' پھر جب حضرت

ابوبکر نے ظہر کی نماز پڑھائی تو وہ منبر پر چڑھے' پس کلمہ شہادت پڑھا' پھر حضرت علی کا مرتبہ ذکر کیا اور بیعت کرنے میں ان کی تاخیر کا عذر بیان کیا اور ان کا عذر قبول کیا اور استغفار کیا اور حضرت علی نے کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت ابوبکر کی تعظیم کی اور ان کا حق بیان کیا اور بتایا کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے' اس کی وجہ حضرت ابوبکر سے حسد نہیں تھی اور نہ اس فضیلت کا انکار تھا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطاء کی ہے' لیکن ہم یہ سمجھتے تھے کہ اس خلافت کے معاملہ میں ہم سے بھی مشورہ لینا چاہیے تھا' اور چونکہ حضرت ابوبکر نے اس کو ازخود طے کر لیا اس سے ہمیں رنج ہوا' پس مسلمان اس وضاحت سے بہت خوش ہوئے اور کہا: آپ نے درست کیا' پھر جب حضرت علی نے معروف طریقہ اختیار کر لیا تو مسلمان حضرت علی کے قریب ہو گئے۔

ان دونوں حدیثوں کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۰۹۳-۳۰۹۲ میں تفصیل سے گزر چکی ہے' بعض اہم اُمور یہاں بیان کیے جا رہے ہیں:

حضرت سیّدہ فاطمہ کے حضرت ابوبکر کو چھوڑنے اور تادم مرگ ان سے کلام نہ کرنے کی توجیہ

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا تھا' علامہ المہلب نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ حضرت سیّدہ کو اس حدیث کا علم نہیں تھا کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے' پھر انہوں نے اس کی نفی کی کہ وہ اپنے والد کی وارث نہیں ہوں گی جیسے زمانہ جاہلیت اور اسلام میں بیٹی باپ کی وارث ہوتی ہے' پھر جب ان کو اس حدیث کا علم ہوا تو انہوں نے اس کو تسلیم کر لیا' پھر انہوں نے ان سے ملنے کو اس لیے ترک کر دیا کہ ان سے ملاقات میں ان کو انقباض ہوتا اور وہ رنجیدہ ہوتیں' انہوں نے حضرت ابوبکر سے ملنے کو اس طرح ترک نہیں کیا تھا جو شرعاً حرام ہے اور جو ترک شرعاً حرام ہے وہ یہ ہے کہ دو آدمی ملیں اور ان میں سے کوئی دوسرے کو سلام نہ کرے اور کسی نے یہ روایت نہیں کی کہ حضرت ابوبکر اور سیّدہ فاطمہ ملے اور انہوں نے ایک دوسرے کو سلام نہیں کیا' اور اگر وہ ایسا کرتے پھر بھی وہ ایک دوسرے کو چھوڑنے والے نہیں تھے' یہ اس وقت ہوتا جب وہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف بغض اور عداوت رکھتے' اور چونکہ حضرت سیدہ کی حضرت ابوبکر سے ملاقات نہیں ہوئی' اس لیے راوی نے اس کو ہجران سے تعبیر کر لیا' ہم ان کے متعلق یہ گمان نہیں کرتے کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف دلوں میں بغض چھپا کر رکھتے تھے بلکہ وہ ایک دوسرے پر رحم کرنے والے تھے جیسا کہ قرآن مجید نے بتایا ہے۔

حضرت علی سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی خلافت میں ان اموال میں وہی تصرف کیا جو حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما تصرف کرتے تھے اور انہوں نے ان دونوں کی سیرت میں کوئی تبدیلی نہیں کی بلکہ اس طرح ان اموال میں خرچ کیا جس طرح وہ خرچ کرتے

تھے۔(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۸ ص ۳۷۳-۳۷۲ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد عام مسلمانوں کا حضرت علی کے ساتھ رویہ بدل جانے کی توجیہ۔۔۔۔۔۔ اور اس صحیح حدیث کا بیان کہ حضرت علی نے ابتداء ہی میں حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی تھی۔۔۔۔۔۔ اور باب میں مذکور حدیث کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

جب حضرت فاطمہ فوت ہو گئیں تو حضرت علی نے لوگوں کی توجہ بدلی ہوئی پائی: لوگ حضرت فاطمہ کے اکرام کی وجہ سے حضرت علی کا احترام کرتے تھے' جب وہ فوت ہو گئیں اور حضرت علی نے بدستور حضرت ابوبکر کی طرف رجوع نہیں کیا تو لوگوں نے ان کا احترام کم کر دیا تاکہ وہ بھی دیگر صحابہ کی طرح حضرت ابوبکر سے بیعت کریں اور جب حضرت علی نے آ کر حضرت ابوبکر سے بیعت کر لی تو لوگ بھی خوش ہو گئے' گویا حضرت فاطمہ کی حیات میں لوگ ان کو بیعت نہ کرنے پر معذور قرار دیتے تھے' کیونکہ وہ حضرت فاطمہ کی تیمارداری میں مشغول تھے' کیونکہ جب حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے مطالبۂ میراث کو نہیں مانا اور وہ اس پر ناراض ہوئیں تو وہ حضرت فاطمہ کو تسلی دینے میں مصروف تھے اور حضرت فاطمہ کے انقطاع کرنے میں ان کی موافقت کر رہے تھے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت علی نے جو ایک دوسرے پر عتاب کیا اور ایک دوسرے کا عذر قبول کیا' اس سے معلوم ہوا کہ وہ ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے اور ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے' ہر چند کہ کبھی کبھی ان پر بشری تقاضا غالب آ جاتا تھا' لیکن دیانت اس بشری تقاضے کو رد کر دیتی تھی۔

حضرت علی نے حضرت فاطمہ کی حیات تک جو حضرت ابوبکر سے بیعت نہیں کی تھی' اس وجہ سے رافضیوں نے بہت غلط باتیں کی ہیں' اور اس حدیث سے ان کا ہذیان مردود ہو جاتا ہے۔

امام ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوسعید الخدری سے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے ابتداء ہی میں حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی تھی اور وہ جو امام مسلم نے زہری سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ کے فوت ہونے تک حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی تھی نہ بنو ہاشم میں سے کسی اور نے ان کی بیعت کی تھی' اس روایت کو امام بیہقی نے ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ زہری کی سند متصل نہیں ہے اور حضرت ابوسعید خدری کی روایت متصل ہے اور اس کی سند صحیح ہے' اور دوسرے علماء نے ان دونوں حدیثوں میں تطبیق دی ہے کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد دوبارہ بیعت کی تھی تاکہ ان کی پہلی بیعت کی تاکید ہو جائے' اور حضرت سیدہ فاطمہ کے میراث طلب کرنے کی وجہ سے حضرت ابوبکر اور حضرت فاطمہ کے درمیان جو ناگواری کی صورت پیدا ہو گئی تھی اس کا ازالہ ہو جائے' اس تقریر کی بناء پر زہری کا جو یہ قول ہے کہ حضرت علی نے ان ایام میں بیعت نہیں کی تھی' اس روایت کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ حضرت علی نے بیعت کی تجدید نہیں کی تھی اور حضرت ابوبکر سے ملنا جلنا اور ان سے بات چیت شروع نہیں کی تھی' جس کی وجہ سے عام مسلمانوں کے دل میں ان کے خلاف شبہات پیدا ہو رہے تھے تو حضرت علی نے ان شبہات کے ازالہ کے لیے مسجد میں جا کر دوبارہ بیعت کی اور اس طرح زہری کی روایت اور حضرت ابوسعید خدری کی روایت میں تطبیق ہو جائے گی۔ (حافظ ابن کثیر نے بھی البدایہ والنہایہ میں حضرت ابوسعید خدری کی روایت بیان کی ہے۔) (فتح الباری ج ۵ ص ۳۲۲-۳۲۱ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

فئے کی تعریف اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اموالِ فئے کی تعیین، حضرت فاطمہ کے حضرت ابوبکر پر ناراض ہونے اور ان کو چھوڑنے کی توجیہ، حضرت سیّدہ کو رات میں دفن کرنے کا سبب، حضرت علی کی بیعت میں تاخیر کی توجیہ اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں مالِ فئے عطاء فرمایا تھا: فئے ان اموال کو کہتے ہیں جو کفار چھوڑ کر چلے جائیں اور مسلمان بغیر جنگ اور جہاد کے ان اموال کو حاصل کر لیں، لغت میں فئے کا معنی ہے: رجوع کرنا، یعنی مسلمانوں نے کفار کے اموال کی طرف رجوع کیا۔

مدینہ میں اموال فئے وہ اموال تھے جن کو بنو نضیر چھوڑ کر چلے گئے تھے، جب ان کی عہد شکنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی بناء پر آپ نے ان کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا تھا، سو وہ اپنے مکان اور باغات چھوڑ کر مدینہ سے نکل گئے تھے اور ان اموال بنی نضیر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبضہ کر لیا تھا، آپ ان اموال کو صدقہ و خیرات اور دفاعی ضروریات پر خرچ کرتے تھے۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے خمس پر قبضہ کر لیا تھا اور فدک کی اراضی پر یہودیوں سے صلح کی تھی کہ وہ فدک کی آمدنی کا نصف اپنے پاس رکھیں گے اور نصف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیں گے، حضرت سیّدہ فاطمہ نے ان تمام اموال کی میراث کا حضرت ابوبکر سے سوال کیا تھا، حضرت ابوبکر نے یہ اموال حضرت فاطمہ کو دینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی بناء پر انکار کیا کہ ''ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے''۔

''فوجدت'' یہ لفظ ''موجدۃ'' سے بنا ہے، اس کا معنی غضب ہے، یعنی حضرت سیّدتنا فاطمہ، حضرت ابوبکر کا جواب سن کر غضب ناک ہوئیں، ان کا یہ غضب بشری تقاضے کی وجہ سے تھا، بعد میں ان کا یہ غضب ٹھنڈا ہو گیا اور وہ پرسکون ہو گئیں۔

پس حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا: چھوڑنے کا معنی یہ ہے کہ ان سے ملنا جلنا ترک کر دیا کیونکہ ان سے ملنے سے وہ منقبض اور ملول خاطر ہوتی تھیں، اس سے وہ چھوڑنا مراد نہیں ہے جو شرعاً ممنوع ہے کہ کسی کو سلام کیا جائے نہ اس کے سلام کا جواب دیا جائے۔

حضرت علی نے ان کو راتوں رات دفن کر دیا: حضرت فاطمہ نے اس کی وصیت کی تھی، نیز اس میں ستر اور پردہ زیادہ ہے۔

حضرت فاطمہ کی حیات میں عام مسلمانوں کی حضرت علی کی طرف توجہ تھی: کیونکہ وہ حضرت علی کے بیعت نہ کرنے پر ان کو معذور قرار دیتے تھے کہ وہ حضرت سیّدہ کی تیمارداری اور ان کی دل جوئی میں مصروف تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ہی دنوں میں وفات ہوئی تھی اور حضرت سیّدہ اس پر بہت رنجیدہ تھیں۔

اور انہوں نے ان مہینوں میں بیعت نہیں کی تھی: یعنی ان چھ مہینوں میں حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی تھی، علامہ مازری نے کہا ہے کہ حضرت علی کے ابتداء میں بیعت نہ کرنے کا عذر یہ ہے کہ امام کی بیعت کے لیے یہ کافی ہے کہ ارباب حل و عقد بیعت کر لیں اور ہر ایک کا بیعت کرنا ضروری نہیں اور ہر شخص پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ امام کے ہاتھ پر ہاتھ رکھے، بلکہ یہ کافی ہے کہ وہ اس کی اطاعت اور اتباع کا التزام کرے، بایں طور کہ وہ اس کی مخالفت نہ کرے اور مسلمانوں کے اتفاق اور جمعیت کو نہ توڑے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہی حال تھا، انہوں نے صرف مسجد میں آ کر کھلے عام بیعت کرنے میں تاخیر کی تھی کیونکہ وہ ان ایام میں حضرت

سیدہ کی تیمارداری اور دل جوئی میں مصروف تھے۔

حضرت علی نے حضرت عمر کے بلانے کو ناپسند کیا: کیونکہ اگر حضرت عمر آتے تو وہ حضرت علی کی تاخیر بیعت پر زیادہ عتاب کرتے اور بات بڑھ جاتی۔

حضرت عمر نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! آپ ان کے پاس اکیلے نہیں جائیں گے: کیونکہ حضرت عمر کو یہ وہم ہوا کہ حضرت علی ان کی ایسی تعظیم نہیں کریں گے جیسی تعظیم ان کا حق ہے۔

حضرت ابوبکر نے کہا: کیا تم کو یہ توقع ہے کہ وہ میرے ساتھ کوئی (ناگوار) سلوک کریں گے: یعنی وہ میرے ساتھ کوئی ایسا سلوک کریں گے جو ان کی شان کے لائق نہ ہو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۴۶-۳۴۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

جن وجوہ کی بناء پر حضرت ابوبکر نے حضرت سیدہ فاطمہ کو میراث نہیں دی

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ''فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے تکلیف دے' وہ مجھے تکلیف دیتی ہے''۔ (صحیح البخاری: ۵۲۳۰ صحیح مسلم: ۲۴۴۹) اور آپ نے فرمایا ہے: ''جس نے اس کو ایذاء دی اس نے مجھ کو ایذاء دی''۔ (صحیح البخاری: ۵۲۳۰ صحیح مسلم: ۲۴۴۹) تو میں کہوں گا کہ حضرت ابوبکر نے جو حضرت فاطمہ کو میراث دینے سے انکار کیا تھا وہ شرعی ایذاء نہیں تھی' کیونکہ حضرت ابوبکر نے ان کو صحیح طریقہ کی رہ نمائی کی تھی اور اگر وہ ان کا سوال پورا کر دیتے تو یہ دو وجہ سے گناہ ہوتا: (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مخالفت ہوتی اور آپ کے صدقہ کو باطل کرنا لازم آتا (۲) وہ سیدہ فاطمہ کو مال حرام نہیں دے سکتے تھے۔

رہا یہ کہ حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا تھا یہ ایسا چھوڑنا نہیں ہے جو شرعاً ممنوع ہے اور حضرت فاطمہ نے ان سے مطلقاً کلام کرنا ترک نہیں کیا تھا' بلکہ ان سے دوبارہ میراث کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔

(الکوثر الجاری ج ۶ص ۸۹-۸۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۹ھ)

میراث دینے اور نہ دینے میں حضرت ابوبکر اور حضرت سیدہ کے دلائل

علامہ محمد الخضر بن الفاطمی الزرهونی المالکی متوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

حضرت فاطمہ اس لیے غضب ناک ہوئی تھیں کہ ان کے نزدیک عدم توریث کے عام حکم سے وہ مخصوص تھیں اور حضرت ابوبکر کے نزدیک یہ حکم بلاتخصیص عام تھا۔

حضرت سیدہ نے جو حضرت ابوبکر کو چھوڑ دیا تھا' اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوبکر سے ملنے سے ان کا دل تنگ ہوتا تھا اور آخر میں حضرت ابوبکر نے ان کو راضی کر لیا تھا جیسا کہ سنن بیہقی میں ہے۔ (سنن بیہقی ج ۶ص ۳۰۱)

(الفجر الساطع علی الصحیح الجامع ج ۷ص ۳۶۷ مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۳۰ھ)

میں کہتا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ کا دل حضرت ابوبکر سے ملنے سے اس لیے تنگ ہوتا ہو کہ وہ اپنے آپ کو اس پر ملامت کرتی ہوں کہ انہوں نے حضرت ابوبکر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کا مطالبہ کیا' حالانکہ یہ مطالبہ شرعاً جائز نہ تھا اور حضرت سیدہ کی طرف سے عذر یہ تھا کہ ان کو اس حدیث کا علم نہیں تھا۔

نیز علامہ زرهونی لکھتے ہیں: حضرت علی نے حضرت ابوبکر کو حضرت سیدہ کی وفات کی خبر نہیں دی: کیونکہ حضرت علی کا گمان تھا کہ

حضرت ابوبکر سے حضرت سیدہ کی وفات مخفی نہیں ہوگی۔ (الفجر الساطع ج۹ص۳۹۹)

حضرت ابوبکر کے حال کے لائق یہ ہے کہ وہ حضرت فاطمہ کے جنازہ پر حاضر ہوئے تھے

علامہ ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی المالکی المتوفی ٦٥٦ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول میں یہ دلیل نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت سیدہ فاطمہ کی وفات کا علم نہیں ہوا اور نہ یہ دلیل ہے کہ انہوں نے ان کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی اور وہ ان کے جنازہ پر حاضر نہیں ہوئے' بلکہ ان کے لائق اور ان کے احوال کے مناسب یہ ہے کہ وہ ان کے جنازہ پر حاضر ہوئے' اور ان کی نماز جنازہ کی برکت حاصل کی۔

(المفہم ج۳ص۵۶۹' دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

نیز علامہ قرطبی لکھتے ہیں: جب حضرت علی اور حضرت ابوبکر کی مجلس میں باتیں ہوئیں تو انہوں نے ایک دوسرے کی فضیلت کا اعتراف کیا اور ایک دوسرے کا احترام کیا اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت کا اظہار کیا۔ (المفہم ج۳ص۵۷۰)

یہاں تک ہم نے اس حدیث کے شارحین کی اہم عبارات ذکر کی ہیں' اب ہم دلائل سے یہ واضح کریں گے کہ حدیث میں یہ جملہ کہ حضرت سیدہ' حضرت ابوبکر پر غضب ناک ہوئیں' زہری کا اضافہ اور ان کی تفسیر ہے' حضرت ابوبکر کی بیوی نے حضرت فاطمہ کی بیماری کے ایام میں ان کی تیمارداری کی اور حضرت فاطمہ کی وصیت کے مطابق ان کو غسل دیا اور ان کا جنازہ تیار کیا اور حضرت ابوبکر نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

حضرت سیدہ فاطمہ کا حضرت ابوبکر پر ناراض ہونا زہری کی مدرج روایت ہے اور حضرت سیدہ وفات سے پہلے حضرت ابوبکر سے راضی ہوگئی تھیں

صحیح بخاری: ۴۲۴۰' اور صحیح مسلم: ۱۷۵۹ میں ابن شہاب زہری کی سند سے یہ روایت مذکور ہے کہ حضرت سیدہ' حضرت ابوبکر پر غضب ناک ہوئیں' لیکن تحقیق یہ ہے کہ یہ روایت مُدرج ہے' اور زہری نے اپنی طرف سے حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے' حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ زہری اکثر احادیث کی تفسیر کرتے ہیں اور اپنی رائے کو متن حدیث میں داخل کر دیتے ہیں۔

(النکت علی ابن الصلاح ج۱ص۸۲۹)

اس حدیث کے مدرج ہونے کی یہ دلیل ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر سے میراث کا مطالبہ کرنا تقریباً چھتیس (۳۶) سندوں کے ساتھ مروی ہے' ان میں سے پچیس (۲۵) سندوں میں زہری سے روایت ہے اور زہری کے علاوہ باقی گیارہ سندوں سے جو یہ حدیث مروی ہے' ان میں سے کسی حدیث میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمہ' حضرت ابوبکر سے ناراض ہو گئیں اور ان کو چھوڑ دیا' اس سے واضح ہوگیا کہ یہ اضافہ زہری نے اپنی طرف سے کیا ہے اور اصل متن حدیث میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

بفرضِ محال اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت سیدہ وقتی طور پر بشری تقاضے سے حضرت ابوبکر سے ناراض ہوگئی تھیں تو آپ بعد میں حضرت ابوبکر سے راضی ہوگئی تھیں' چنانچہ امام محمد بن سعد نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ اس حال میں فوت ہوئیں کہ وہ حضرت ابوبکر سے راضی تھیں۔ (الطبقات الکبریٰ ج۸ص۲۷)

امام بیہقی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: جب حضرت سیدہ فاطمہ بیمار ہوئیں تو حضرت ابوبکر صدیق آئے اور آنے کی اجازت طلب کی' حضرت علی نے کہا: اے فاطمہ! یہ حضرت ابوبکر آئے ہیں اور آپ سے ملنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں' حضرت سیدہ نے

فرمایا: کیا آپ کو پسند ہے کہ میں ان سے ملاقات کروں؟ حضرت علی نے کہا: جی ہاں! تب حضرت سیّدہ فاطمہ نے اجازت دے دی' پھر حضرت ابوبکر آئے اور ان کو راضی کیا' حضرت ابوبکر نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اپنا گھر' اپنا مال اور اپنے اہل وعیال صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رضا اور اے اہل بیت! آپ کی رضا کے لیے وقف کر دیئے ہیں' پھر حضرت ابوبکر نے ان کو راضی ہونے کے لیے کہا حتیٰ کہ وہ راضی ہو گئیں۔ (سنن بیہقی ج ٦ ص ٣٠١) امام بیہقی نے کہا: اس حدیث کی سند صحیح ہے' حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو لکھنے کے بعد کہا ہے: اس کی سند جید ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ٤ ص ٢٧٥' دار الفکر' ١٤١٨ھ)

امام بیہقی نے اس حدیث کو دلائل النبوۃ ج ٧ ص ٢٨١ میں بھی ذکر کیا ہے۔

حضرت سیّدہ فاطمہ کو حضرت ابوبکر کی زوجہ حضرت اسماء بنت عمیس نے حضرت علی کے ساتھ مل کر غسل دیا

حضرت سیّدہ فاطمہ کی وصیت کے مطابق حضرت سیّدہ کو حضرت اسماء بنت عمیس زوجہ حضرت ابوبکر اور حضرت علی نے غسل دیا تھا۔

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت سیّدہ فاطمہ نے یہ وصیت کی تھی کہ جب وہ فوت ہو جائیں تو ان کو صرف میں غسل دوں اور حضرت علی غسل دیں' حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ پھر میں نے اور حضرت علی نے مل کر ان کو غسل دیا۔ (مصنف عبدالرزاق: ٦١٢٨۔ ج ٣ ص ٢٥٦)

امام بیہقی' حضرت اُم جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: اے اسماء! جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے تم غسل دینا اور علی بن ابی طالب' پس ان کو حضرت اسماء بنت عمیس اور حضرت علی نے مل کر غسل دیا۔

(سنن کبریٰ بیہقی ج ٣ ص ٣٩٦' نشر السنۃ' ملتان)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت اُم جعفر زوجہ محمد بن علی روایت کرتی ہیں کہ مجھے حضرت اسماء بنت عمیس نے حدیث بیان کی کہ میں نے اور حضرت علی نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا۔ (المستدرک: ٤٧٦٩۔ ج ٣ ص ١٦٤' المکتبۃ العصریہ' ١٤٢٠ھ)

شیعہ عالم ملا محمد باقر مجلسی متوفی ١١١١ھ لکھتے ہیں: جب حضرت سیّدہ فاطمہ اس مرض میں بیمار ہوئیں جس مرض میں وہ دنیا سے رحلت کر گئیں تو انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس سے کہا: اے اسماء! میں ضعیف اور کمزور ہو گئی ہوں اور میرے بدن سے گوشت گھل رہا ہے' کیا تم ایسا کر سکتی ہو کہ میرا بدن لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رہے' حضرت اسماء نے کہا: جب میں حبشہ کے ملک میں تھی تو میں نے ان لوگوں کو ایک کام کرتے ہوئے دیکھا تھا' اگر آپ فرمائیں تو میں آپ کے لیے وہ کام کروں' حضرت اسماء نے بتایا کہ تخت پر سر نیچے رکھتے ہیں اور کھجور کی شاخیں پیروں کے اوپر رکھتے ہیں اور اس کے اوپر کپڑے رکھتے ہیں' حضرت سیّدہ نے کہا: تم میری نعش کے ساتھ اس طرح کرنا تاکہ لوگوں کی نگاہوں سے میرا بدن پوشیدہ رہے اور اللہ تمہارے بدن کو دوزخ کی آگ سے پوشیدہ رکھے گا۔

(جلاء العیون ج ٨ ص ٢٤٣' کتاب فروشیہ اسلامیہ' ایران' ١٣٩٨ھ)

حافظ ابوعمر ابن عبدالبر متوفی ٤٦٣ھ لکھتے ہیں: حضرت اُم جعفر بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسماء بنت عمیس سے کہا: اے اسماء! میں اس کو بُرا سمجھتی ہوں جو عورتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے' ان کی نعش پر چادر ڈال دی جاتی ہے' سو وہ چادر ان کے جسم کی صفت بیان کرتی ہے' حضرت اسماء نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر! کیا میں آپ کو وہ چیز نہ دکھاؤں جو میں نے حبشہ کی سرزمین میں دیکھی ہے' پھر انہوں نے کھجور کے درخت کی تازہ شاخیں منگائیں' ان سے شگوفے نکالے' پھر ان کو رکھا' پھر ان کے اوپر کپڑا ڈال دیا' پس حضرت سیّدہ نے کہا: یہ بہت عمدہ اور بہت اچھا ہے' اس سے عورت مردوں سے ممتاز ہو جائے گی'

پس جب میں فوت ہو جاؤں تو تم اور علی مجھے غسل دینا اور میرے پاس کسی اور کو داخل نہ ہونے دینا' پھر جب وہ فوت ہو گئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس جانے لگیں' تو حضرت اسماء نے کہا: آپ ان کے پاس نہ جائیں تو حضرت عائشہ نے اس کی حضرت ابوبکر سے شکایت کی اور کہا: یہ خثعمیہ ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی کے درمیان حائل ہو گئی ہے' اور اس نے حضرت سیدہ فاطمہ کے لیے دلہن کے ہودج کی مثل کوئی چیز بنا دی ہے' پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور دروازہ پر کھڑے ہو گئے' پس کہا: اے اسماء! تم کو کس چیز نے برانگیختہ کیا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی سے ملنے سے منع کر رہی ہو؟ اور تم نے ان کے لیے دلہن کے ہودج کی مثل کوئی چیز کیوں بنائی ہے؟ تب حضرت اسماء نے بتایا کہ مجھے حضرت سیدہ نے منع کیا تھا کہ کوئی ان کے پاس نہ آئے اور میں نے ان کی زندگی میں یہ ہودج بنا کر انہیں دکھایا تھا تو انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں ان کے لیے ایسا بناؤں' پھر حضرت ابوبکر نے کہا: تم وہی کرو جس کا انہوں نے تم کو حکم دیا ہے' پھر حضرت ابوبکر چلے گئے' پس حضرت سیدہ کو حضرت علی اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما نے غسل دیا۔ (الاستیعاب ج ۴ ص ۴۵۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

علامہ عزالدین ابن الاثیر علی بن محمد الجزری التوفی ۶۳۰ھ نے بھی اس مکمل روایت کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت سیدہ کی وفات تین رمضان گیارہ ہجری کو ہوئی تھی۔ (اسد الغابہ ج ۷ ص ۲۲۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ علاء الدین علی متقی بن حسام الدین ھندی متوفی ۹۷۵ھ نے بھی اس مکمل روایت کو سنن بیہقی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

(کنز العمال: ۳۷۷۵۶۔ ج ۱۳ ص ۶۸۲' مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابوبکر کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کے ایام میں ان کی تیمارداری کرتی رہیں اور انہوں نے ہی ان کا جنازہ تیار کیا جس کو ملا باقر مجلسی ایسے متعصب شیعہ عالم نے بھی ذکر کیا ہے اور اہل سنت کی متعدد مستند کتابوں میں یہ تصریح ہے کہ حضرت اسماء نے ہی حضرت علی کے ساتھ مل کر حضرت سیدہ کو غسل دیا' اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت سیدہ کے دل میں حضرت ابوبکر کے خلاف کوئی رنجش نہیں رہی تھی اور وہ ان سے مکمل طور پر راضی ہو گئی تھیں' یہی وجہ ہے کہ ان کی نماز جنازہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی' ہر چند کہ بعض روایات میں حضرت علی یا حضرت عباس کے نمازِ جنازہ پڑھانے کا بھی ذکر ہے' لیکن معتمد اور مستند روایت یہی ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی۔

حضرت ابوبکر کا حضرت سیدہ فاطمہ کی نمازِ جنازہ پڑھانا

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ حضرت ابوبکر نے پڑھائی تھی۔

ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور ان پر چار تکبیریں پڑھیں۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۲۹' دار صادر' بیروت)

حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی التوفی ۴۳۰ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا' آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور اس پر چار تکبیریں پڑھیں اور انہوں نے بتایا کہ فرشتوں نے حضرت آدم پر چار تکبیریں پڑھیں تھیں اور حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ پر چار تکبیریں پڑھیں اور حضرت عمر نے حضرت ابوبکر پر چار تکبیریں پڑھیں اور حضرت صہیب نے حضرت عمر پر چار تکبیریں پڑھیں۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۹۶' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

الشعبی بیان کرتے ہیں کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں تو حضرت علی نے ان کو رات میں دفن کر دیا اور حضرت ابوبکر صدیق کی بغلوں کو پکڑ کر ان کی نماز پڑھانے کے لیے آگے کیا۔ (سنن کبریٰ ج ۴ ص ۲۹ نشر السنۃ ملتان)

علامہ علی متقی ھندی متوفی ۹۷۵ھ نے بھی امام بیہقی کے حوالے سے اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

(کنز العمال ج ۱۳ ص ۶۸۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ)

شرح صحیح مسلم میں حدیث مذکور کی شرح کے عنوانات

ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۴۴۲۔۳۸۹ میں اس حدیث کی بہت زیادہ شرح کی ہے اس شرح کے عنوانات درج ذیل ہیں:

(۱) فدک کا لغوی معنی جغرافیائی محل وقوع اور تاریخ۔

(۲) علماء شیعہ کا یہ دعویٰ کہ حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے فدک کا مطالبہ کیا۔

(۳) حدیث لانورث کو موضوع اور باطل قرار دینے پر علماء شیعہ کے دلائل۔

(۴) وراثت کے لفظ سے علم اور نبوت کی وراثت مراد لینا اسلوب قرآن کے مطابق ہے۔

(۵) لفظ وراثت سے وراثتِ نبوت مراد لینے پر ملا باقر مجلسی کے اعتراض کا جواب۔

(۶) ائمہ اہل بیت کی روایات سے انبیاء کی وراثت علمی کا ثبوت۔

(۷) اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابوبکر نے حضرت سیّدہ فاطمہ کو وراثت نہ دے کر احکامِ میراث کی مخالفت کی۔

(۸) نبی کے ترکہ سے وراثت نہ ہونے کی وجہ۔

(۹) کیا حضرت ابوبکر نے ذاتی مفاد اور اپنی خلافت کو مستحکم کرنے کے لیے حدیث لانورث بیان کی تھی؟

(۱۰) کیا حضرت علی نے حدیث لانورث کی روایت میں حضرت ابوبکر کو جھوٹا عہد شکن خائن اور عاصی گمان کیا تھا؟

(۱۱) کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو حدیث لانورث پر مطلع نہیں فرمایا تھا۔

(۱۲) حدیث لانورث روایت کرنے والے صحابہ کرام کا تعدد و تکثر۔

(۱۳) حدیث لانورث کا اہل تشیع کی اسانید سے ثبوت۔

(۱۴) فدک میں وراثت جاری نہ ہونے پر قرآن مجید سے استدلال۔

(۱۵) علماء شیعہ کا یہ دعویٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت سیّدہ فاطمہ کو ہبہ کر دیا تھا۔

(۱۶) فدک کے دعویٰ ہبہ کا قرآن مجید کی روشنی میں جائزہ۔

(۱۷) فدک کو ہبہ کرنے کے دعویٰ کا میراث کے دعویٰ سے بطلان۔

(۱۸) کیا زمانہ جہاد اور تنگی و عسرت کے دور میں حضرت فاطمہ کو فدک کی جاگیر کا ہبہ کرنا متصور تھا؟

(۱۹) آخر دورِ رسالت تک مسلمانوں کی تنگی اور عسرت پر کتب شیعہ سے شواہد۔

(۲۰) علماءِ شیعہ کے استدلال کا جواب شاہ عبدالعزیز سے۔

(۲۱) فدک کو ہبہ کرنے کی روایت کی فنی حیثیت۔

(۲۲) فدک کے تنازعہ پر حضرت سیّدہ فاطمہ کا حضرت ابوبکر سے ناراض ہونا حضرت ابوبکر کے حق میں کسی عتاب کا موجب نہیں۔

(۲۴) کیا عمر بن عبدالعزیز نے آلِ فاطمہ کو فدک واپس کر دیا تھا۔

حدیث مذکور کی شرح میں شیخ عثمانی اور ان کے استاذ شیخ سلیم اللہ کا حدیث وضع کرنا

اس وقت کراچی میں صحیح بخاری کی تین اُردو شروح لکھی جا رہی ہیں' دارالعلوم کراچی میں شیخ تقی عثمانی انعام الباری کے نام سے شرح لکھ رہے ہیں' جامعہ فاروقیہ کراچی میں شیخ سلیم اللہ خان کشف الباری کے نام سے لکھ رہے ہیں اور دارالعلوم نعیمیہ' کراچی میں نعمۃ الباری کے نام سے یہ ناکارہ اس کی شرح لکھ رہا ہے۔

میں گاہے گاہے اوّل الذکر شرحوں کو دیکھتا رہتا ہوں اور جہاں میری نظر میں کوئی چیز غلط ہوتی ہے' میں اس پر تنبیہ کر دیتا ہوں' حدیث مذکور کی شرح میں شیخ تقی عثمانی نے ایک حدیث وضع کی ہے' جس کو میں ان کے تحریر کردہ حوالوں کے ساتھ پیش کر رہا ہوں' شیخ عثمانی لکھتے ہیں:

ابوداؤد کی ایک روایت سے استدلال

ابوداؤد میں روایت آتی ہے کہ ایک دن حضرت صدیق اکبر' حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے اور جا کر اجازت طلب کی' جب اجازت مل گئی تو اندر تشریف لے گئے اور جا کر عرض کیا کہ شاید آپ کی طبیعت میں میری طرف سے خلش ہے لیکن میں نے جو کچھ کیا وہ اس بناء پر کیا اور ساتھ یہ بھی فرمایا: اگر آپ یہ کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں فدک کی زمین آپ کو ہبہ فرما دی تھی تو "فانت الصادقة الخ " آپ سچی ہیں' میں اسی وقت اس سے دست بردار ہونے کو تیار ہوں' لیکن میں نے چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات سنی ہے' اس واسطے میں یہ نہیں کر سکتا' وہ حضرت فاطمہ کو راضی کرتے رہے یہاں تک کہ وہ راضی ہو گئیں' یہ الفاظ روایت میں موجود ہیں۔ (سنن ابوداؤد کتاب الخراج والامارة والفیء رقم: ۲۹۷۴) (انعام الباری ج ۷ ص ۱۱۲۵-۱۱۲۴' مکتبۃ الحراء' کراچی)

یہ حدیث تحریر کردہ حوالہ میں مذکور نہیں ہے' نہ ہی پوری سنن ابوداؤد میں کہیں مذکور ہے' بلکہ یہ حدیث' حدیث کی کسی کتاب میں مذکور نہیں ہے' حضرت ابوبکر نے حضرت سیدہ فاطمہ کو ان کے گھر جا کر منایا اور راضی کیا' اس سلسلہ میں سنن بیہقی' دلائل النبوۃ اور البدایہ والنہایہ میں صحیح سند کے ساتھ حدیث مذکور ہے جس کو ہم لکھ چکے ہیں اور الطبقات الکبریٰ کے حوالے سے بھی لکھا ہے' لیکن شیخ عثمانی نے ابوداؤد کے حوالے سے حدیث گھڑی ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے' میں حیران ہوں کہ شیخ عثمانی اپنے حلقہ میں حدیث کے مستند عالم اور محقق مانے جاتے ہیں' پھر انہوں نے حدیث گھڑ کر اس کو چھاپنے اور پھیلانے کے جرم کا کیسے ارتکاب کیا!

اسی طرح شیخ تقی عثمانی کے استاذ شیخ سلیم اللہ خان نے یہی حدیث اپنی شرح میں البدایہ کے حوالہ سے لکھی ہے اور البدایہ میں بھی اس کا وجود نہیں ہے۔ (کشف الباری' کتاب المغازی' ص ۳۶۰)

ہم نے شرح صحیح مسلم میں بھی اس حدیث کی بہت مفصل شرح کی تھی اور یہاں نعمۃ الباری میں بھی بہت تفصیل کی ہے' لیکن دونوں شرحوں کا مواد الگ الگ ہے اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور نعمۃ الباری ہے۔

٤٢٤٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا حَرَمِيٌّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَارَةُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ قُلْنَا الْآنَ نَشْبَعُ مِنَ التَّمْرِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حرمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمارۃ نے خبر دی از عکرمہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب خیبر فتح ہو گیا تو ہم نے کہا: اب ہم سیر ہو کر کھجوریں کھائیں گے۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اس حدیث کی یہ دلیل ہے کہ خیبر میں کھجوریں بہت کثرت سے تھیں۔

٤٢٤٣- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَا شَبِعْنَا حَتّٰى فَتَحْنَا خَيْبَرَ.

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحسن نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قرۃ بن حبیب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان بن عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سیر نہیں ہوئے حتیٰ کہ خیبر فتح ہوگیا۔

ان حدیثوں میں یہ دلیل ہے کہ خیبر میں کھجور کے درخت بہت زیادہ تھے اور وہاں پر کھجوریں بہ کثرت پیدا ہوتی تھیں۔

٤٠- بَابُ اِسْتِعْمَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَهْلِ خَيْبَرَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خیبر والوں پر عامل مقرر کرنا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کرنے کے بعد وہاں کے درختوں سے کھجوریں اتارنے اور ان کو تقسیم کرنے کے لیے عامل مقرر فرمائے۔

٤٢٤٤، ٤٢٤٥- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ بْنِ سُهَيْلٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلٰى خَيْبَرَ فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَنَاْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبدالمجید بن سہیل از سعید بن المسیب از حضرت ابوسعید الخدری و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو خیبر کا عامل مقرر فرمایا وہ وہاں سے جنیب نامی کھجوریں لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! ہم دو صاع اور تین صاع (دوسری) کھجوریں دے کر یہ ایک صاع کھجوریں لیتے ہیں آپ نے فرمایا: اس طرح نہ کرو تم الجمع کھجوروں کو دراہم کے بدلہ میں فروخت کر کے پھر دراہم کے بدلہ میں جنیب کھجوریں لے لو۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح، صحیح البخاری: ۲۲۰۲-۲۲۰۱ میں گزر چکی ہے۔

جنیب اور الجمع کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

الجمع کا معنی ہے: رڈی کھجور اور الجنیب کا معنی ہے: بہت عمدہ کھجور۔

اس سے پہلے ایک حدیث میں گزر چکا ہے کہ جب عامل نے یہ بتایا کہ ہم دو صاع اور تین صاع دوسری کھجوریں دے کر یہ ایک صاع کھجوریں لیتے ہیں تو آپ نے فرمایا: اوہ! یہ تو بعینہ ربا (سود) ہے اس طرح نہ کرو۔ (صحیح البخاری: ۲۳۱۲)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۸۸ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

٤٢٤٦، ٤٢٤٧- وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِالْمَجِيْدِ عَنْ سَعِيْدٍ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ وَّاَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَاهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَخَا بَنِيْ عَدِيٍّ مِّنَ الْاَنْصَارِ اِلٰى خَيْبَرَ فَاَمَّرَهُ عَلَيْهَا وَعَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ عَنْ اَبِيْ صَالِحِ السَّمَّانِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ مِّثْلَهُ .

اور عبدالعزیز بن محمد نے کہا از عبدالمجید از سعید کہ حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار میں سے بنوعدی کے بھائی کو خیبر کی طرف بھیجا' سو ان کو خیبر والوں پر امیر بنایا۔ اور از عبدالمجید از ابی صالح السمان از حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید اسی کی مثل مروی ہے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۲۲۰۲۔۲۲۰۱ میں گزر چکی ہے۔

٤١- بَابُ مُعَامَلَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلَ خَيْبَرَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہل خیبر کے ساتھ معاملہ

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے یہ معاملہ کیا کہ وہ پیداوار کے نصف حصے کے عوض کھیتی باڑی اور باغ بانی کریں گے۔

٤٢٤٨- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَعْطَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ اَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جویریہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں کو یہ پیش کش فرمائی کہ وہ کام کریں اور کھیتی باڑی کریں اور ان کو پیداوار کا نصف ملے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۸۵ میں گزر چکی ہے۔

زمین کسی کی ہو اور کام دوسرا کرے' اس کو مخابرہ کہتے ہیں' کیونکہ اس کی ابتداء خیبر میں ہوئی تھی اور کام کرنے والوں کو پیداوار کا نصف دیا جاتا ہے یا جو مقدار فریقین کے درمیان طے ہو جائے' ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ جائز ہے' فقہاء احناف کا صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک بٹائی پر دینا جائز نہیں ہے' کیونکہ بعض احادیث میں اس کی ممانعت ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک زمین کو کرائے پر دینا جائز ہے اور اس کے ثبوت میں احادیث ہیں' اس کی تفصیل صحیح البخاری: ۲۲۸۵ کی شرح میں بیان کی جا چکی ہے۔

٤٢- بَابُ الشَّاةِ الَّتِيْ سُمَّتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ

خیبر میں جس بکری کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے زہر آلود کیا گیا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر میں تھے تو یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھلانے کے لیے ایک بکری کو زہر آلود کر دیا۔

رَوَاهُ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اس حدیث کی عروہ نے از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کی ہے۔

یعنی زہر کھلانے کی حدیث عروہ بن الزبیر نے از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کی ہے۔
اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۶۹ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٤٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنِي سَعِيْدٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ اُهْدِيَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ فِيْهَا سَمٌّ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید نے حدیث بیان کی از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب خیبر فتح کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک زہر آلود بکری ہدیہ کی گئی۔

اس حدیث کی مفصل شرح بھی صحیح البخاری: ۳۱۶۹ میں گزر چکی ہے۔

جس عورت نے گوشت میں زہر ملایا تھا اس کا نام اور اس کو سزا دینے کے متعلق مختلف اقوال

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

جس عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملایا تھا اور جس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور حضرت بشر بن البراء بن معرور رضی اللہ عنہ نے کھایا تھا' اس عورت کا نام زینب بنت الحارث بن سلام تھا' ایک قول یہ ہے کہ یہ مرحب یہودی کی بہن تھی' اس میں اختلاف ہے کہ اس کو قتل کیا گیا تھا یا اس کو سولی پر چڑھایا گیا تھا یا اس کے جرم سے درگزر کر لیا گیا تھا اور ان اقوال میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداءً اس کے جرم سے درگزر فرما لیا تھا' کیونکہ آپ اپنی ذات کا انتقام نہیں لیتے تھے' لیکن جب حضرت بشر اس زہر آلود گوشت کے کھانے کی وجہ سے فوت ہو گئے تو آپ نے اس کو قتل کر دیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زہر آلود گوشت کے کھانے کی وجہ سے حضرت بشر مسلسل بیمار رہے حتیٰ کہ ایک سال بعد فوت ہو گئے۔

معمر نے اپنی جامع میں الزہری سے روایت کی ہے کہ وہ مسلمان ہو گئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا' معمر نے کہا: اسی طرح الزہری نے بیان کیا ہے کہ وہ مسلمان ہو گئی تھی اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو قتل کر دیا تھا اور وہ اسلام نہیں لائی تھی۔

(جامع معمر: ۱۹۸۱۴- ج۱۱ص ۲۸)

نیز جامع معمر میں یہ روایت ہے کہ حضرت بشر بن المعرور کی والدہ نے حضرت بشر کے اس مرض میں جس سے وہ جانبر نہیں ہو سکے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں کسی اور پر تہمت نہیں لگاتی' میں صرف اس لقمہ پر تہمت لگا رہی ہوں جو بشر نے آپ کے ساتھ کھایا تھا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں بھی صرف اس لقمہ پر تہمت لگا رہا ہوں' یہ وہ وقت ہے جب اس لقمہ نے میرے دل کی رگ کو کاٹ دیا۔ (جامع معمر: ۱۹۸۱۵- ج۱۱ص ۲۹)

ایک روایت ہے کہ آپ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس مرض میں فوت ہو گئے' اس میں آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میں ہمیشہ اس کھانے کے درد کو محسوس کرتا رہا ہوں جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اب وہ وقت ہے کہ اس زہر کے اثر سے میرے دل کی رگ کٹ گئی ہے۔ (صحیح البخاری: ۴۴۲۸) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص ۳۹۱-۳۹۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

زہر آلود گوشت کھانے کی وجہ سے آپ میں معنوی شہادت کا متحقق ہونا اور آپ کے علم غیب کا ثبوت

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۔(المائدہ:٦٧) اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔

سو جب اس یہودی عورت کے زہر آلود گوشت کھلانے کی وجہ سے آپ فوت ہو گئے تو اللہ نے آپ کو نہ بچایا اور اس آیت کے خلاف ہو گیا' میں کہتا ہوں کہ اس آیت کے خلاف تب ہوتا جب آپ اس طعام کے کھانے کی وجہ سے فوراً فوت ہو جاتے' یا حضرت بشر کی طرح اس مرض میں مسلسل مبتلا رہ کر فوت ہو جاتے' لیکن ایسا نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے فی الفور اس زہر کے اثر سے آپ کو بچا لیا اور اخیر عمر میں خلافِ عادت اس زہر کے اثر سے آپ پر وفات طاری کر دی تا کہ آپ میں شہادت کی موت متحقق ہو اور شہید ہونا آپ کی اُمت کے لیے سنت ہو جائے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ آپ کو علمِ غیب نہیں دیا گیا تھا' ورنہ آپ وہ زہر آلود گوشت نہ کھاتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو علمِ غیب دیا گیا تھا' تب ہی تو ایک لقمہ کھانے کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ روک لیا اور فرمایا: اس گوشت میں زہر ملا ہوا ہے' آپ نے یہودیوں سے پوچھا: کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: تم کو کس چیز نے اس حرکت پر برانگیختہ کیا؟ انہوں نے کہا: ہم نے یہ ارادہ کیا کہ اگر آپ جھوٹے (نبی) ہیں تو ہم کو آپ سے راحت مل جائے گی اور اگر آپ (واقعی) نبی ہیں تو یہ زہر آپ کو ضرر نہیں دے گا۔ (صحیح البخاری:٣١٦٩)

اب یہ سوال ہے کہ آپ نے ابتداءً کھانے سے پہلے ہی کیوں نہ بتا دیا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت آپ کی توجہ اس طرف نہیں تھی' آپ نے بے توجہی میں ایک لقمہ کھایا' پھر اللہ تعالیٰ نے فوراً آپ کو اس طرف متوجہ کر دیا کہ اس گوشت میں زہر ملا ہوا ہے' اور اس بے توجہی میں یہ حکمت تھی کہ زہر آپ کے جسم میں پہنچے اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے اس کا فوری اثر روک دے اور وفات کے وقت اس کا اثر ظاہر ہو اور آپ میں معنوی شہادت پائی جائے اور شہادت کے لیے بھی آپ کی زندگی میں اُسوہ اور نمونہ ہو۔

٤٣- بَابُ غَزْوَةِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ

حضرت زید بن حارثہ کا غزوہ

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے اور حضرت اُسامہ بن زید کے والد تھے' اس باب میں ان کے غزوہ کا بیان ہے۔

٤٢٥٠- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَمَّرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ عَلَى قَوْمٍ فَطَعَنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَالَ إِنْ تَطْعَنُوا فِي إِمَارَتِهِ فَقَدْ طَعَنْتُمْ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلِهِ وَايْمُ اللّٰهِ لَقَدْ كَانَ خَلِيقًا لِلْإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَإِنَّ هٰذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو لوگوں پر امیر بنایا تو لوگوں نے ان کی امارت پر طعن کیا تو آپ نے فرمایا: اگر تم اس کی امارت پر اعتراض کر رہے ہو تو اس سے پہلے تم اس کے والد کی امارت پر اعتراض کر چکے ہو' اور اللہ کی قسم! وہ ضرور امارت کے لائق تھے اور بے شک یہ (اسامہ) مجھے ان کے بعد لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۷۳۰ میں گزر چکی ہے' چند اہم اُمور یہاں ذکر کیے جا رہے ہیں۔

غزوۂ خیبر کے بعد دیگر بستیوں کی طرف لشکر بھیجنا اور ان ہی میں حضرت اسامہ کا لشکر تھا

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابو عمر نے کہا ہے کہ خیبر کے بعد وادی القریٰ کا غزوہ جمادی الاخرۃ سات (۷) ہجری میں ہوا' جس کو جنگ کر کے فتح کیا گیا۔ (الدرز فی اختصار المغازی والسیر ص ۲۰۷)

اور امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے راتوں رات وہاں کے رہنے والوں کا محاصرہ کر لیا تھا' پھر آپ مدینہ کی طرف واپس چلے گئے اور اس غزوہ میں آپ کا مدعم نامی غلام ایک تیر لگنے سے جاں بحق ہو گیا' وہ تیر کسی نامعلوم جگہ سے آیا تھا۔

(سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۳۹۱)

امام بخاری حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے اس کا واضح ذکر کر چکے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۴۲۳۴)

مؤرخ البلاذری نے لکھا ہے کہ جب یہ خبر پہنچی کہ نبی ﷺ نے وادی القریٰ میں بسنے والوں کو روند ڈالا ہے تو انہوں نے نبی ﷺ سے جزیہ دینے پر صلح کر لی' سو وہ اپنے شہروں میں اور اپنی زمینوں پر برقرار رہے اور نبی ﷺ نے حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ کو وہاں کا والی (گورنر) بنا دیا' اور وہ اسی کی فتح کے دن اسلام لائے تھے (زیادہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ وہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے' لیکن البلاذری نے اسی طرح لکھا ہے۔) اور عمر بن عبد العزیز سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ نے اہلِ فدک' اہلِ تماء اور اہلِ خیبر کو جلاوطن کر دیا تھا۔ (فتوح البلدان ص ۴۸)

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ غزوۂ خیبر کے بعد حضرت عمر کا سریہ (لشکر) تربہ کی طرف شعبان سات ہجری میں روانہ ہوا' الحازمی نے کہا: یہ جگہ مکہ سے دو دن کی مسافت پر ہے اور ابن سیدہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ جگہ بنو عامر بن مالک کے بلاد میں ہے۔ (المحکم ج ۱۰ ص ۱۷۳)

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ کا لشکر بنو کلاب کی طرف نجد میں روانہ ہوا' جو ضریہ کی طرف تھا' یہ شعبان سات ہجری میں روانہ ہوا تھا' پھر حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ کا لشکر فدک کی طرف روانہ ہوا' یہ بھی شعبان کا واقعہ ہے' پھر حضرت غالب بن عبد اللہ اللیثی کا لشکر میفعہ کی طرف رمضان میں بطن نخلہ کے پیچھے روانہ ہوا' امام بخاری نے اس کا باب قائم کیا ہے جو عنقریب آئے گا' اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ کو جہینہ کی طرف الحرقات میں بھیجا' پھر حضرت بشیر بن سعد الانصاری کو شوال میں یمن اور جبار کی طرف بھیجا۔

امام محمد بن سعد نے کہا: پھر آپ نے عمرۃ القضاء کیا۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۲۰-۱۱۷)

غزوۂ خیبر میں شہید ہونے والے مسلمانوں کی تعداد اور مارے جانے والے یہودیوں کی تعداد

غزوۂ خیبر میں قریش کی ایک جماعت شہید ہوئی' ان میں حضرت ربیعہ بن اکثم اور رفاعہ بن مسروح بنو اسد سے تھے اور ان کے علاوہ انصار سے تھے اور دوسرے تھے' امام محمد بن سعد نے پندرہ کا ذکر کیا ہے اور دوسروں نے اس سے زیادہ کا ذکر کیا ہے اور یہود کے ترانوے (۹۳) مرد قتل کیے گئے۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۰۷) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۹۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت اسامہ بن زید کی امارت میں لشکروں کی تعداد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

میں نے اہل مغازی سے حضرت زید بن حارثہ کے لشکروں کا تتبع کیا تو ان کی تعداد سات ہے' جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوع کی روایت ہے کہ وہ حضرت زید بن حارثہ کی امارت میں سات لشکروں میں لڑے تھے' اسی طرح امام طبرانی اور امام ابونعیم کی روایت ہے' ان لشکروں کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) یہ لشکر جمادی الاخرہ پانچ ہجری میں نجد کی طرف ایک سو سواروں کے ساتھ روانہ ہوا۔

(۲) یہ لشکر ربیع الآخر چھ ہجری میں بنو سلیم کی طرف روانہ ہوا۔

(۳) یہ لشکر جمادی الاولیٰ چھ ہجری میں ایک سو ستر (۱۷۰) افراد کے ساتھ روانہ ہوا' انہوں نے قریش کے ایک قافلہ پر حملہ کیا اور ابوالعاص بن الربیع کو گرفتار کر لیا۔

(۴) یہ لشکر جمادی الآخرۃ چھ ہجری میں بنو ثعلبہ کی طرف روانہ ہوا۔

(۵) یہ لشکر پانچ سو افراد کے ساتھ شام کے راستہ میں حسمٰی کی طرف بنو جذام پر حملہ کے لیے روانہ ہوا' انہوں نے حضرت دحیہ رضی اللہ پر اس وقت ڈاکہ ڈالا تھا جب وہ ھرقل کے پاس سے واپس آ رہے تھے۔

(۶) یہ لشکر وادی القریٰ کی طرف روانہ ہوا تھا۔

(۷) یہ لشکر بنو فزارہ کے لوگوں کی طرف روانہ ہوا۔ اس سے پہلے مسلمان تجارت کے لیے روانہ ہوئے تھے' ان پر بنو فزارہ کے لوگوں نے حملہ کیا تھا اور مسلمانوں سے مال چھین لیا تھا اور ان کو قتل کیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خلاف لشکر تیار کیا' اور انہوں نے ام قرفہ کو قتل کر دیا جس کا نام فاطمہ بنت ربیعہ تھا' اور یہ ان میں بہت معظم تھی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۲۵' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے بھی ان ہی سات لشکروں کا ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت اسامہ کی امارت پر طعن کرنے والے کا نام

قاضی بدرالدین محمود بن ابوبکر الدمامینی المتوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے حضرت اسامہ کی امارت پر طعن کیا: امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اس قصہ سے متعلق ایک حدیث لکھی ہے کہ مہاجرین میں سے ایک شخص حضرت عیاش بن ابی ربیعہ تھے اور وہ تمام لوگوں سے زیادہ سخت مزاج تھے' انہوں نے کہا: اس غلام کو مہاجرین پر عامل (سپہ سالار) بنایا جائے گا' پھر اس موقع پر یہ بات بہت زیادہ کہی گئی' حضرت عمر بن الخطاب نے یہ بات سنی تو انہوں نے اس کا رد کیا اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر بتایا کہ فلاں شخص یہ اعتراض کر رہا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت غضب ناک ہوئے اور آپ نے فرمایا: اگر تم اس کی امارت میں طعن کر رہے ہو تو اس سے پہلے تم اس کے باپ کی امارت میں طعن کرتے تھے اور اللہ کی قسم! وہ امارت کے ضرور لائق ہیں۔ (تاریخ دمشق ج ۲ ص ۵۵) (مصابیح الجامع ج ۷ ص ۲۹۹' دار النوادر دمشق' ۱۴۳۱ھ)

میں کہتا ہوں: یہ حدیث ہمارے پاس موجود تاریخ دمشق میں درج ذیل مقام پر ہے:

تاریخ دمشق ج ۲ ص ۳۹' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ۔

حضرت اسامہ کا لشکر کب روانہ ہوا اور کس کے خلاف روانہ ہوا؟

نیز امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں وہ احادیث ذکر کی ہیں کہ حضرت اسامہ کی امارت پر طعن کرنے والے منافقین تھے' اور یہ احادیث مذکور الصدر حدیث کے خلاف ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ابوموصبہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا حج پورا کر لیا اور احرام کھول

دیا تو آپ مدینہ لوٹ آئے اور آپ نے شام کے مشارق میں اُردن پر حملہ کرنے کے لیے ایک لشکر ترتیب دیا اور اس کے اوپر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو امیر بنایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ شام کے مشارق میں ابل الزیت کو روند ڈالیں' سو منافقوں نے اس پر طعن کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا رد کیا اور فرمایا: بے شک وہ امارت کے لائق ہے' اگر تم اس پر طعن کر رہے ہو تو اس سے پہلے تم اس کے باپ کی امارت پر اعتراض کر چکے ہو' حالانکہ وہ امارت کے لائق تھے۔ (تاریخ دمشق: ٤٣٩۔ ج ٢ ص ٣٣' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

یہ حدیث مذکور الصدر حدیث پر اس لیے راجح ہے کہ یہ حدیث تاریخ الطبری ج ٣ ص ١٨٤' احداث سنۃ ١١ میں بھی مذکور ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید کی امارت میں ایک لشکر تیار کیا تو حضرت اسامہ کو امیر بنانے پر منافقین نے بہت اعتراض کیے حتیٰ کہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی' آپ گھر سے نکلے' اس حال میں کہ آپ کے سر کے اوپر پٹی بندھی ہوئی تھی اور آپ نے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ اسامہ کو امیر بنانے پر طعن کر رہے ہیں اور مجھے اپنی زندگی کی قسم! اگر یہ اس کی امارت پر طعن کر رہے ہیں تو وہ اس سے پہلے اس کے باپ کی امارت پر طعن کر چکے ہیں اور بے شک اس کا باپ بھی امارت کے لائق تھا اور یہ بھی امارت کے لائق ہے۔ (الحدیث) (تاریخ دمشق: ٤٤٠۔ ج ٢ ص ٣٣' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤٢١ھ)

میں نے یہ وضاحت اس لیے کی ہے کہ اوّل تو یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت اسامہ کی امارت پر طعن کرنے والا مہاجرین صحابہ میں سے کوئی نہیں تھا' ثانیاً یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت اسامہ کا لشکر کس پر حملے کے لیے تیار کیا گیا تھا' سو واضح ہو گیا کہ وہ شام کے مشارق میں اُردن پر حملہ کے لیے تیار کیا گیا تھا' ثالثاً یہ معلوم ہو جائے کہ یہ لشکر کب تیار کیا گیا' سو واضح ہو گیا کہ یہ لشکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے کچھ پہلے تیار کیا تھا۔

٤٤- بَابُ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ — عمرۃ القضاء

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام حاکم نے اکلیل میں بیان کیا ہے کہ ائمہ مغازی سے یہ حدیث تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ جب ذوالقعدہ سات ہجری کا ہلال طلوع ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ اپنے اس عمرہ کی قضاء کریں جس کو وہ حدیبیہ میں نہیں کر سکے تھے' اور یہ کہ جو حدیبیہ میں حاضر تھے ان میں سے کوئی بھی متخلف نہ ہو' اور آپ کے ساتھ بہت سے وہ اصحاب بھی روانہ ہوئے جو حدیبیہ میں نہیں گئے تھے' اس عمرہ کے لیے جانے والوں کی تعداد بچوں اور عورتوں کے علاوہ دو ہزار تھی۔

عمرۃ القضاء کو عمرۃ القضیہ' عمرۃ القصاص اور عمرۃ الصلح بھی کہا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٣٤٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

ذَكَرَهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر کیا ہے از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یعنی عمرۃ القضاء کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں عمرہ قضاء کرنے کے لیے داخل ہوئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ آپ کے آگے آگے یہ اشعار پڑھتے ہوئے چل رہے تھے:

''کفار کے بچو! نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے راستہ خالی کر دو' بے شک رحمان نے اپنی تنزیل میں نازل کیا ہے: بہترین قتل وہ ہے جو اللہ کے راستے میں ہو' سو ہم نے اس کی تفسیر میں تم کو قتل کیا ہے''۔ (دلائل النبوۃ ج ٤ ص ٣٢٢)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابن رواحہ! کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے شعر پڑھ رہے ہو! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اس کو چھوڑ دو! یہ اشعار ان پر تیروں سے زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ (صحیح ابن حبان: ٥٧٨٨)

٤٢٥١- حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی عَنْ اِسْرَائِیْلَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا اعْتَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ذِی الْقَعْدَةِ فَاَبٰی اَهْلُ مَكَّةَ اَنْ یَّدَعُوْهُ یَدْخُلُ مَكَّةَ حَتّٰی قَاضَاهُمْ عَلٰی اَنْ یُّقِیْمَ بِهَا ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ فَلَمَّا كَتَبُوا الْكِتٰبَ كَتَبُوْا هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَیْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالُوْا لَا نُقِرُّ بِهٰذَا لَوْنَعْلَمُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا مَنَعْنَاكَ شَیْئًا وَلٰكِنْ اَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ فَقَالَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ لِعَلِیٍّ اُمْحُ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ عَلِیٌّ لَاوَاللّٰهِ لَااَمْحُوْكَ اَبَدًا فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْكِتَابَ وَلَیْسَ یُحْسِنُ یَكْتُبُ فَكَتَبَ هٰذَا مَاقَاضٰی مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ لَایَدْخُلُ مَكَّةَ السِّلَاحَ اِلَّا السَّیْفَ فِی الْقِرَابِ وَاَنْ لَّا یَخْرُجَ مِنْ اَهْلِهَا بِاَحَدٍ اِنْ اَرَادَ اَنْ یَّتْبَعَهٗ وَاَنْ لَّا یَمْنَعَ مِنْ اَصْحَابِهٖ اَحَدًا اِنْ اَرَادَاَنْ یُّقِیْمَ بِهَا . فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَی الْاَجَلُ اَتَوْا عَلِیًّا فَقَالُوْا قُلْ لِّصَاحِبِكَ اُخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَی الْاَجَلُ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَبِعَتْهُ ابْنَةُ حَمْزَةَ تُنَادِیْ یَاعَمِّ یَا عَمِّ فَتَنَاوَلَهَا عَلِیٌّ فَاَخَذَ بِیَدِهَا وَقَالَ لِفَاطِمَةَ عَلَیْهَا السَّلَامُ دُوْنَكِ ابْنَتَ عَمِّكِ حَمَلَتْهَا فَاخْتَصَمَ فِیْهَا عَلِیٌّ وَّزَیْدٌ وَجَعْفَرٌ قَالَ عَلِیٌّ اَنَا اَخَذْتُهَا وَهِیَ ابْنَةُ عَمِّیْ وَقَالَ جَعْفَرٌ اِبْنَةُ عَمِّیْ وَخَالَتُهَا تَحْتِیْ وَقَالَ زَیْدٌ اِبْنَةُ اَخِیْ فَقَضٰی بِهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا وَقَالَ اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ وَقَالَ لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْكَ وَقَالَ لِجَعْفَرٍ اَشْبَهْتَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ وَقَالَ لِزَیْدٍ اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا وَقَالَ عَلِیٌّ اَلَا تَتَزَوَّجُ بِنْتَ حَمْزَةَ قَالَ اِنَّهَا ابْنَةُ اَخِیْ مِنَ الرَّضَاعَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبیداللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابواسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالقعدہ میں عمرہ کیا تو اہل مکہ نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے منع کر دیا' حتیٰ کہ آپ نے ان سے اس پر صلح کر لی کہ آپ (آئندہ سال) مکہ میں تین دن قیام کریں گے' جب مسلمانوں نے صلح نامہ لکھا تو انہوں نے اس میں یہ لکھا کہ یہ وہ تحریر ہے جس پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صلح کی ہے' کفارِ قریش نے کہا: ہم اس کا اقرار نہیں کرتے اگر ہم کو اس کا یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو کسی چیز سے منع نہ کرتے لیکن آپ محمد بن عبداللہ ہیں' آپ نے فرمایا: میں رسول اللہ ہوں اور میں محمد بن عبداللہ (بھی) ہوں' پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: رسول اللہ (کے الفاظ) کو مٹا دو' حضرت علی نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں آپ (کے نام) کو ہرگز نہیں مٹاؤں گا! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مکتوب کو پکڑا اور آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' پس آپ نے لکھا: یہ وہ تحریر ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے' وہ مکہ میں (آئندہ سال) ہتھیاروں کے ساتھ داخل نہیں ہوں گے مگر یہ کہ تلوار میان میں ہو' اور یہ کہ اہل مکہ میں سے اگر کوئی ان کے ساتھ جانا چاہے گا تو وہ اس کو نہیں لے جائیں گے اور اگر ان کے اصحاب میں سے کوئی مکہ میں رہنا چاہے گا تو وہ اس کو نہیں روکیں گے' پھر جب (آئندہ سال) آپ مکہ میں داخل ہوئے اور (تین دن کی) مدت پوری ہو گئی تو کفارِ قریش' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: اپنے صاحب (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہو کہ ہمارے شہر سے نکل جائیں کیونکہ مدت پوری ہو چکی ہے' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکل گئے' پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی آپ کے پیچھے آئیں' وہ پکار رہی تھی: اے چچا! اے چچا! پس حضرت علی نے اس کو اٹھا لیا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا' اور سیدتنا فاطمہ علیہا السلام سے کہا: آپ اپنے چچا کی بیٹی کو لے لیں تو حضرت سیدہ نے اس کو لے لیا' پس اس (کی پرورش) میں حضرت علی' حضرت زید اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم میں نزاع ہوا' حضرت علی نے کہا: اس کو میں رکھوں گا' یہ میرے چچا

کی بیٹی ہے' حضرت جعفر نے کہا: یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے عقد میں ہے' اور حضرت زید نے کہا: یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا فیصلہ اس کی خالہ کے حق میں کر دیا اور فرمایا: خالہ ماں کے درجہ میں ہوتی ہے' اور حضرت علی سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور حضرت جعفر سے فرمایا: تم صورت اور سیرت میں میرے مشابہ ہو' اور حضرت زید سے فرمایا: تم ہمارے بھائی ہو اور ہمارے آزاد شدہ غلام ہو' حضرت علی نے آپ سے عرض کیا: کیا آپ حضرت حمزہ کی بیٹی سے نکاح نہیں کریں گے' آپ نے فرمایا: یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۷۸۱ میں گزر چکی ہے' چند ضروری مباحث یہاں پر ذکر کیے جا رہے ہیں:

مسلمانوں کو رمل کا حکم دینا' مکہ میں حضرت میمونہ سے نکاح اور مقام سرف میں ولیمہ' جو حضور سے بدتمیزی سے بات کرے اس کو گالی دینا' بغیر مہر کے نکاح کرنے میں حضور کی خصوصیت' عمرۃ القضاء کی وجہ تسمیہ اور آپ کے عمروں کی تعداد

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی تفصیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذوالقعدہ سات ہجری میں عمرہ کرنے کے قصد سے مکہ کی طرف نکلے' جس طرح آپ نے قریش سے حدیبیہ میں معاہدہ کیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا عمرہ پورا کر دیا اور کفارِ قریش مسلمانوں کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے' آپ نے مسلمانوں کو رمل کرنے کا حکم دیا تاکہ مشرکین کو مسلمانوں کی قوت دکھائیں' کیونکہ کفارِ قریش نے کہا تھا: ان کو یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عمرہ میں حضرت میمونہ بنت الحارث الہلالیہ سے نکاح کر لیا' اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے احرام باندھنے سے پہلے ان سے نکاح کیا تھا یا حالتِ احرام میں ان سے نکاح کیا تھا' جب تین دن گزر گئے جو صلح کی مدت کی انتہاء تھی تو حویطب بن عبد العزیٰ' سہیل بن عمرو کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور مشرکین کی طرف سے کہا: آپ مکہ سے نکل جائیں' اور انہوں نے آپ کو اس کی مہلت نہیں دی کہ آپ حضرت میمونہ کے ساتھ شب زفاف گزار لیں اور ان کا ولیمہ کریں' حویطب نے کہا: آپ چلے جائیں' ہمیں آپ کی دعوت کی ضرورت نہیں ہے' پس اُس سے حضرت سعد نے کہا: اے اپنی ماں کی فرج کو دانتوں سے کاٹنے والے! تیری زمین اور تیری ماں کی زمین اس جگہ کے ماسوا ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خاموش کیا اور آپ مکہ سے نکل گئے' اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مقامِ سرف میں شبِ زفاف گزاری' حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا تریسٹھ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا تھا' دوسرا قول ہے: چھیاسٹھ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا تھا' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی تھی' اور حضرت ابن الاصم بھی ان کے بھانجے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت میمونہ نے خود آپ کو نکاح کی پیش کش کی تھی اور ان ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ اور ایمان والی عورت اگر (بلاعوض) اپنے آپ کو نبی کے لیے

النَّبِيُّ أَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۚ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط ۔ (الاحزاب:٥٠) ہبہ کر دے اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو اپنے نکاح میں لینا چاہیں (تو یہ جائز ہے) یہ حکم صرف آپ کے ساتھ مخصوص ہے بغیر دوسرے مسلمانوں کے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اپنے اونٹ پر سوار تھیں' اس وقت آپ کی طرف سے ان کے پاس نکاح کا پیغام دینے والا آیا تو انہوں نے کہا: یہ اونٹ اور جو اس پر سامان ہے' وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے۔

امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے ساتھ عمرہ کرنے والے دو ہزار تھے اور وہ اہلِ حدیبیہ تھے اور جو ان کے ساتھ مل گئے تھے ماسوا ان کے جو اہل حدیبیہ میں سے فوت ہو گئے تھے یا جو غزوۂ خیبر میں شہید ہو گئے تھے' آپ نے مدینہ پر حضرت ابورُھم الغفاری کو خلیفہ بنایا تھا اور آپ قربانی کے لیے ساٹھ اونٹ لے کر روانہ ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ سو گھوڑے تھے' اور آپ کے آگے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تھے' آپ نے اسلحہ کی حفاظت کے لیے حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہ کو دو سو سواروں کے ساتھ چھوڑا تھا' پھر ان کی جگہ دوسرے کو بھیج دیا حتیٰ کہ سب نے عمرہ کے افعال ادا کر لیے۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۲۱۔۱۲۰)

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ اس عمرہ کو عمرۃ القضاء اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ آپ نے قریش سے آئندہ سال عمرہ کرنے کی قضاء کی تھی (یعنی اس پر صلح کی تھی)' اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ چونکہ حدیبیہ کے سال آپ کو عمرہ کرنے سے روک دیا گیا تھا' اس لیے آپ نے اگلے سال اس کی قضاء کی' کیونکہ اُنہوں نے جو آپ کو بیت اللہ جانے سے روک دیا تھا' اس سے آپ کا وہ عمرہ ساقط نہیں ہوا تھا بلکہ آپ کا عمرہ مکمل تھا حتیٰ کہ صحابہ نے مقامِ حِل میں اپنے بالوں کو مونڈا جن کو ہوا اُڑا کر لے گئی اور ان بالوں کو حرم میں گرا دیا' لہٰذا یہ عمرہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمروں میں شمار کیا گیا۔ (الروض الانف ج ۴ ص ۷۷)

امام ابن الاثیر نے کہا ہے کہ امام بخاری نے عمرۃ القضاء کا ذکر غزوات میں کیا ہے حالانکہ یہ غزوات میں سے نہیں ہے' کیونکہ یہ عمرہ مشرکین کے ساتھ صلح کو متضمن ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۰۰۔۳۹۷ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمروں کی تعداد اور ان کی تفصیل

قاضی بدرالدین محمد بن ابوبکر دمامینی مالکی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کے سوا تین عمرے کیے تھے اور یہ تینوں عمرے ذوالقعدہ میں کیے تھے: (۱) عمرۂ حدیبیہ (۲) عمرۃ القضاء (۳) عمرۂ جعرانہ جب آپ نے حنین کی غنیمتوں کو تقسیم کیا تھا اور چوتھا عمرہ آپ نے حج کے ساتھ کیا تھا۔

(مصابیح الجامع ج ۴ ص ۳۲۳' دارالنوادر' دمشق' ۱۴۳۱ھ)

عمرۃ القضاء کی وجہ تسمیہ میں علماء کا اختلاف

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ آپ نے جو یہ عمرہ کیا یہ حدیبیہ کے عمرہ کی قضاء نہیں تھی کیونکہ حدیبیہ کا عمرہ کامل تھا اور آپ نے حدیبیہ کی صلح میں اگلے سال عمرہ کرنے کا جو فیصلہ کیا تھا یہ وہ عمرہ تھا' اسی لیے آپ کے چار عمرے شمار کیے گئے ہیں' دو یہ عمرے اور ایک جعرانہ کا عمرہ اور ایک وہ عمرہ جو آپ نے حج کے ساتھ کیا تھا۔

دوسروں نے کہا ہے کہ یہ عمرہ حدیبیہ کے عمرہ کی قضاء تھا' یہ اختلاف اس اختلاف پر مبنی ہے کہ جو شخص عمرہ کرنے کے لیے جائے' پھر اس کو بیت اللہ جانے سے روک دیا جائے تو آیا اس پر اس عمرہ کی قضاء واجب ہے یا نہیں' جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس پر قربانی

کرنا واجب ہے اور اس پر اس عمرہ کی قضاء واجب نہیں ہے' اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اس پر اس عمرہ کی قضاء واجب ہے' اور امام احمد سے ایک یہ روایت ہے کہ اس پر قربانی واجب ہے نہ قضاء واجب ہے' اور ان سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس پر قربانی بھی واجب ہے اور قضاء بھی واجب ہے' جمہور کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ (البقرہ:١٩٦) اور اللہ کے لیے حج اور عمرہ کو پورا کرو' پھر اگر تم کو روک دیا جائے تو وہ قربانی بھیجو جو تم پر آسان ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ سے روکے جانے والے شخص کو صرف قربانی کرنے کا حکم دیا ہے' قضاء کرنے کا حکم نہیں دیا۔

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ نفل شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے' سو جب وہ عمرہ پورا نہ کر سکا تو اس پر اس کی قضاء کرنا لازم ہے' جب اس کو روک دیا گیا تو اس کے لیے عمرہ کو مؤخر کرنا جائز ہے اور جب مانع زائل ہو جائے تو اس پر اس عمرہ کی قضاء کرنا واجب ہے۔

جمہور فقہاء جو قضاء کو واجب کہتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیبیہ میں جہاں صحابہ کو روک دیا گیا تھا' وہاں صحابہ نے قربانی کے جانوروں کو نحر کیا اور اگلے سال عمرہ کیا' اور قربانی کے جانور ساتھ لے کر گئے۔

امام ابوداؤد نے ابی حاضر سے روایت کی ہے کہ میں عمرہ کے لیے گیا' پس مجھے روک دیا گیا تو میں نے قربانی کے جانور کو نحر کیا اور احرام کھول دیا' پھر میں اگلے سال لوٹ کر آیا تو مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم قربانی کے جانور کو خرچ کرو (یعنی نحر کرو) کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اس کا حکم دیا تھا اور جو قربانی کرنے کو واجب نہیں قرار دیتے' ان کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کا روکے جانے کی وجہ سے احرام کھول دینا قربانی کو نحر کرنے پر موقوف نہیں تھا' بلکہ آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ جس کے پاس قربانی کا جانور ہے' وہ اس کو نحر کر لے اور جس کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے وہ سر منڈا لے' اور جن فقہاء نے بھی اس کو واجب کہا ہے' انہوں نے ظاہر احادیث سے استدلال کیا ہے۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذوالقعدہ میں اس عمرہ کی جگہ عمرہ قضاء کرنے کے لیے نکلے جس عمرہ کو کرنے سے مشرکین نے آپ کو روک دیا تھا' اسی طرح موسیٰ بن عقبہ نے ابن شہاب سے روایت کی ہے اور ابوالاسود نے تمام اہل مغازی سے روایت کی ہے کہ آپ ذوالقعدہ میں عمرہ کی قضا کے لیے نکلے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لکھ کر کسی اصلاح کی وجہ سے اس کو کاٹنے کا جواز

یہ وہ تحریر ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے' کفار قریش نے کہا: اگر ہم کو یہ یقین ہوتا کہ آپ رسول اللہ ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ جانے سے نہ روکتے' لیکن آپ محمد بن عبداللہ ہیں' آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم رسول اللہ (کے الفاظ) کو مٹا دو' حضرت علی نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! میں آپ کے نام کو کبھی بھی نہیں مٹاؤں گا۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: حضرت علی نے یہ سمجھا تھا کہ آپ کا یہ حکم وجوب کے لیے نہیں ہے' اس لیے انہوں نے اس حکم پر عمل کرنے سے انکار کر دیا' نیز انہوں نے یہ سمجھا کہ ادب امر پر مقدم ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی نے غلطی سے آپ کا نام لکھ دیا تو کسی اصلاح کے قصد سے اس کو کاٹنا جائز ہے۔

اکثر شارحین بخاری کا یہ مؤقف کہ آپ نے بالکل نہیں لکھا کیونکہ آپ اُمّی ہیں اور قرآن میں آپ کے لکھنے کی نفی ہے

تب رسول اللہ ﷺ نے اس مکتوب کو پکڑا اور آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' پس آپ نے لکھا کہ یہ وہ تحریر ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے:

(۱) حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اسی طرح امام نسائی اور امام احمد کی روایت ہے۔ اس ظاہر روایت سے علامہ ابوالولید باجی نے یہ استدلال کیا ہے کہ پہلے آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' پھر آپ نے لکھا۔ اس پر ان کے زمانہ میں علماء اندلس نے اُن کا رد کیا اور ان کو زندیق کہا اور یہ کہا کہ ان کا یہ دعویٰ قرآن مجید کے خلاف ہے' پھر امیر نے علامہ باجی کو اور ان کے مخالف علماء کو ایک مجلس میں جمع کیا' اس وقت علامہ باجی نے کہا کہ ان کا یہ دعویٰ قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے بلکہ قرآن مجید سے اس کا مفہوم نکلتا ہے' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ . (العنکبوت:۴۸)

اور اس سے پہلے آپ کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔

علامہ باجی نے کہا: قرآن مجید نے کہا ہے کہ آپ نزولِ قرآن سے پہلے نہ پڑھتے تھے اور نہ لکھتے تھے اور یہ نفی نزولِ قرآن کے زمانہ سے پہلے کے ساتھ مقید ہے' پس اگر آپ نزولِ قرآن کے بعد لکھا ہوا پڑھ لیں یا کسی چیز کو لکھ لیں تو یہ قرآن مجید کی تصریح کے خلاف نہیں ہے' کیونکہ جب آپ نے نزولِ قرآن کے زمانہ سے پہلے پڑھا نہ لکھا تو آپ کا اُمّی ہونا ثابت اور محقق ہو گیا اور اس کے بعد جب آپ کسی چیز کو پڑھیں گے یا لکھیں گے تو یہ آپ کا معجزہ ہوگا اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے کہ آپ کسی کے سکھائے بغیر لکھنا جان لیں اور یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہوگا کہ آپ نے کسی دنیاوی استاذ کی تعلیم کے بغیر پڑھا بھی اور لکھا بھی' اور علامہ ابن دحیہ نے کہا ہے کہ پھر علماء کی ایک جماعت نے علامہ باجی کی موافقت کی' ان ہی میں سے شیخ ابوذر الہروی اور ابوالفتح نیشاپوری ہیں اور دوسرے افریقہ اور دوسرے ممالک کے علماء ہیں اور بعض علماء نے کہا ہے کہ علامہ باجی کے قول کے موافق مصنف ابن ابی شیبہ کی یہ حدیث ہے: مجاہد نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک فوت نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ نے پڑھا اور لکھا' مجاہد نے کہا کہ میں نے شعبی سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا: مجاہد نے سچ کہا۔

سہل بن الحنظلیہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت معاویہ کو حکم دیا کہ وہ اقرع اور عیینہ کے لیے لکھ دیں' عیینہ نے حضرت معاویہ کے لکھنے پر اعتراض کیا تو نبی ﷺ نے وہ مکتوب اُٹھا کر پڑھا اور فرمایا کہ معاویہ نے تمہارے لیے وہی لکھا ہے جس کا میں نے ان کو تمہارے لیے لکھنے کا حکم دیا تھا۔ یونس نے کہا: ہمارا یقین ہے کہ نبی ﷺ نے نزولِ قرآن کے بعد لکھا۔

قاضی عیاض نے کہا: اس سلسلہ میں آثار وارد ہیں کہ آپ کو لکھنے کے حروف کی معرفت تھی کیونکہ آپ کاتب سے فرماتے تھے کہ قلم کو اپنے کان پر رکھا کرو کہ یہ تم کو لکھنا یاد دلائے گا' اور آپ نے حضرت معاویہ سے فرمایا: باء کو لمبا کر کے لکھو اور سین کو دندانہ دار لکھو اور میم کو کانا مت بناؤ (اگرچہ ان آثار سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے لکھا ہے' لیکن یہ بعید نہیں ہے کہ آپ کو کتابت کا علم دیا گیا ہو' کیونکہ آپ کو ہر چیز کا علم دیا گیا ہے)۔

اور جمہور نے ان کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ احادیث ضعیف ہیں' اور حدیبیہ کے قصہ کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے اور حضرت مسور کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ معاہدہ کو لکھنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ (صحیح البخاری:۲۷۳۲) سو اس حدیث کو بھی

اس پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے حضرت علی کو لکھنے کا حکم دیا تھا' علامہ ابن التین نے بھی اسی تاویل کی توثیق کی ہے اور جن احادیث میں مذکور ہے کہ آپ نے قیصر کی طرف لکھا اور آپ نے کسریٰ کی طرف لکھا' ان کی بھی یہی تاویل ہے' اور اگر ان احادیث میں یہ تاویل نہ کی جائے اور ان کو ظاہر پر محمول کیا جائے اور یہ کہا جائے کہ اس دن آپ نے اپنا اسم شریف لکھا تھا' تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کتابت کے عالم تھے اور آپ اُمّی نہیں تھے' کیونکہ کتنے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو لکھنے کے ماہر نہیں ہوتے اور چند الفاظ لکھ لیتے ہیں یا اپنا نام لکھ لیتے ہیں' جیسے بادشاہ ہوتے ہیں۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قلم آپ کے ہاتھ میں خود چل پڑا ہو اور اس نے وہی لکھ دیا ہو جو آپ لکھنا چاہتے تھے' اور یہ اُس وقتِ مخصوص میں آپ کا ایک الگ معجزہ تھا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ اُمّی نہ ہوں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۲۹۔۳۲۶' ملتقطاً' مختصراً' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

(۲) علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے صلح نامہ پر لکھا حالانکہ قرآن مجید میں آپ کی یہ صفت ہے: ''الرسول النبی الامی'' (الاعراف: ۱۵۷) اور اُمّی وہ ہوتا ہے جو نہیں لکھ سکتا' پھر آپ نے کیسے لکھا؟ اس اعتراض کے حسبِ ذیل جوابات ہیں:

(۱) اُمّی وہ ہوتا ہے جو اچھی طرح نہیں لکھ سکتا یا لکھنے کا ماہر نہیں ہوتا نہ کہ وہ جو مطلقاً نہ لکھتا ہو۔

(۲) اس حدیث میں اسناد مجازی ہے' یعنی آپ نے لکھنے کا حکم دیا تھا' علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ اس حدیث میں جو مذکور ہے: ''آپ نے لکھا'' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے حضرت علی کو لکھنے کا حکم دیا۔

(۳) آپ نے اُمّی ہونے کے باوجود جو لکھا وہ آپ کا معجزہ تھا اور قرآن مجید نے جو آپ کو اُمّی کہا ہے' وہ اس اعتبار سے ہے کہ آپ عادۃً نہیں لکھتے تھے اور حدیبیہ کے دن جو آپ نے لکھا وہ خلافِ عادت تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۵۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

(۳) علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے (اپنے نام کو) مٹا دیا: یعنی حضرت علی کے دکھانے کے بعد کہ یہ نام لکھا ہوا ہے' یا آپ نے کثرتِ تجربہ کی وجہ سے اپنے نام کو پہچان لیا۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکتوب پکڑ کر لکھ دیا: یعنی آپ نے حضرت علی کو لکھنے کا حکم دیا تو انہوں نے لکھ دیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ''ہم ایسی اُمت ہیں جو اُمّی ہے'' اس امت میں ایسے بھی تھے جو لکھنا جانتے تھے لیکن عرب کی عادت یہ ہے کہ وہ اکثر کا حکم جماعت پر لگاتے تھے' اسی لیے آپ کا اکثر حال یہ تھا کہ آپ نہیں لکھتے تھے' پس آپ نے ایک مرتبہ لکھا۔ ایک قول یہ ہے کہ جب آپ نے قلم کو پکڑا تو اللہ تعالیٰ نے قلم کی طرف وحی کی تو اس نے لکھا' دوسرا قول یہ ہے کہ آپ اس وقت تک فوت نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ نے لکھ لیا' ایک اور قول یہ ہے کہ آپ نے بغیر قصد کے اتفاقاً لکھ لیا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۷' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

(۴) قاضی بدر الدین محمد بن ابوبکر دمامینی مالکی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابو الفرج ابن الجوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ نے کہا ہے کہ آپ کے ہاتھ کا کتابت کے لیے چلنا حالانکہ آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' یہ آپ کے معجزہ کی مثل ہے' کیونکہ آپ نے اپنے ہاتھ کو اس طرح حرکت نہیں دی جیسے اچھی طرح لکھنے والا ہاتھ کو

حرکت دیتا ہے' آپ نے اپنے ہاتھ کو حرکت دی' سو اس نے صحیح لکھ دیا۔ (کشف المشکل ج ۳ ص ۳۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ)

اس کے بعد علامہ دمامینی نے علامہ ابو الولید باجی مالکی کی رائے لکھی ہے اور آپ کے لکھنے کی دو تاویلیں کی ہیں:

ایک یہ کہ آپ نے لکھا اور آپ کو علم تھا کہ قلم کیا لکھے گا' دوسری یہ کہ آپ نے قلم سے لکھا اور آپ کو علم نہیں تھا کہ قلم کیا لکھے گا' تاکہ یہ آپ کا زیادہ واضح معجزہ ہو جائے۔

ابو محمد عبد اللہ بن احمد کو یہ قول بہت پسند تھا اور وہ اس سے بہت خوش تھے' میں نے اس قول کا انکار کیا اور میں نے کہا: یہ قول صحیح نہیں ہے اور جو علماء ہمارے مقتدیٰ ہیں' اُن میں سے کسی کا یہ قول نہیں ہے اور نہ متقدمین میں سے کسی نے یہ کہا ہے' مگر ابو محمد اس قول کی صحت پر اصرار کرتے رہے' کچھ دنوں کے بعد وہ مجھ سے ملے اور کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے آپ اس کی تعبیر بتائیں' پھر انہوں نے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں مدینہ میں ہوں' پھر میں نے دیکھا کہ میں مسجد نبوی میں داخل ہوا اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر میرے سامنے ہے' پس قبر کو دیکھ کر میرے دل میں ہیبت طاری ہوئی اور قبر کی تعظیم اور آپ کے جلال سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے' میں اسی کیفیت میں تھا کہ میں نے دیکھا کہ قبر شق ہو گئی اور میں بہت خوف زدہ ہوا اور گھبرا گیا' اے میرے سردار! آپ کے نزدیک اس خواب کی کیا تعبیر ہے؟ میں نے غور کرنے کے بعد کہا: آپ کی قبر کا شق ہونا اس بات کی علامت ہے کہ تم نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے' اُنہوں نے پوچھا کہ آپ نے یہ تعبیر کہاں سے نکالی؟ تو میں نے کہا: قرآن مجید کی اس آیت سے:

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ○ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ○

قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمینیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور پہاڑ کانپتے ہوئے گر جائیں○ اس وجہ سے کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے اولاد کا دعویٰ کیا○ (مریم: ۹۱-۹۰)

تب مجھ سے ابو محمد نے کہا: آپ کی نیکی اللہ ہی کے لیے ہے اور انہوں نے میرے سر پر اور میری آنکھوں کے درمیان بوسا دیا' اور کہا: میں نے جو آپ کی قبر کو شق ہوئے دیکھا' اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے لکھا ہے اور جس طرح اللہ پر جھوٹ باندھنے سے زمین و آسمان شق ہو جائے' اسی طرح آپ پر جھوٹ باندھنے سے آپ کی قبر شق ہو گئی' پھر میں روتا رہا اور یہ کہتا رہا: یا رسول اللہ! میں اپنے اس قول اور اعتقاد سے توبہ کرتا ہوں' پھر مجھ سے ابو محمد نے کہا: اے میرے سردار! میں آپ کے سامنے گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک حرف بھی نہیں لکھا' یہ میرا قول ہے اور میں اسی قول پر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں گا' میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے تم کو یہ دلیل دکھائی اور تم کو اپنے قول اور اعتقاد سے پھیر دیا۔

(مصابیح الجامع' شرح الجامع الصحیح ج ٦ ص ۱۲۸-۱۲۴' دار النوادر' دمشق' ۱۴۳۱ھ)

علامہ دمامینی کا استدلال اس عبارت سے ہے:

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے کہ آپ نے لکھا' حالانکہ آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' اس سے یہ وہم کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر کتابت کو چلا دیا اور کہا کہ یہ معجزہ ہے' پس اس پر یہ اعتراض ہو گا کہ یہ آپ کے دوسرے معجزہ کے منافی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ اُمّی تھے اور لکھتے نہیں تھے اور معجزات ایک دوسرے کے منافی نہیں تھے' سو آپ کے لکھنے کا معنی یہ ہے کہ آپ نے حضرت علی کو لکھنے کا حکم دیا۔ (مصابیح الجامع ج ٦ ص ۱۲۴' دار النوادر' دمشق' ۱۴۳۱ھ)

آپ کے اُمّی ہونے کے معجزہ کا معنی یہ ہے کہ آپ لکھتے پڑھتے نہیں تھے' اس کے باوجود آپ نے ایسے علوم اور معارف بیان

فرمائے کہ کروڑوں لکھنے والے ان کی شرح کرنے سے عاجز ہیں' شیخ سعدی فرماتے ہیں:

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست کتب خانہ چند ملت بشست

''وہ یتیم جس نے مکتب میں پڑھنا نہیں سیکھا' اس نے کتنی ملتوں کے کتب خانوں کو دھوڈالا''۔

(۵) علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الزرھونی المالکی التوفی ۱۳۱۸ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا: اس حدیث میں اسناد مجازی ہے' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لکھنے کا حکم دیا جیسا کہ حضرت مسور رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بعینہٖ اسی قصہ میں مذکور ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۳۲) نیز صحیح مسلم میں حضرت البراء سے یہی روایت ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۸۳' الرقم المسلسل: ۴۵۲۳) سو وہ حدیث مبین ہے اور یہ حدیث مجمل ہے اور مبین' مجمل پر راجح اور مقدم ہوتی ہے' جیسا کہ اہل علم کو معلوم ہے' اسی طرح جن احادیث میں ہے کہ آپ نے قیصر اور کسریٰ کو مکتوب لکھا' ان کا بھی یہی محمل ہے کہ آپ نے ان کی طرف مکتوب لکھنے کا حکم دیا اور حکم دینے پر فعل کا اطلاق مشہور ہے۔

امام باجی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے مبارک ہاتھ سے لکھا۔ (شرح الزرقانی علی المواہب ج ۲ ص ۱۹۷)

اس وقت سے اب تک جمہور علماء ان کا رد کرتے رہے ہیں اور ان کی مذمت کرتے رہے ہیں۔

علامہ یعمری نے کہا کہ امام باجی مالکی نے تمام شہروں میں استفتاء بھیجا' سو جمہور علماء نے یہ جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل نہیں لکھا اور جن حدیثوں میں آپ کی طرف لکھنے کی نسبت ہے' وہ مجاز پر محمول ہیں' یعنی آپ نے لکھنے کا حکم دیا' اور ایک جماعت نے کہا کہ آپ نے لکھا ہے' یہ قصہ علامہ ابن دقیق العید تک پہنچا تو انہوں نے اُن علماء کے قول کو اہمیت نہیں دی جنہوں نے کہا تھا: آپ نے لکھا ہے۔ (شرح الزرقانی ج ۲ ص ۱۹۷)

علامہ السمنانی نے کہا: اور علامہ ابن جوزی حنبلی نے بھی ان کی اتباع کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھنا دوسرا معجزہ ہے اور یہ آپ کے اُمّی ہونے کے منافی نہیں ہے۔ (شرح الزرقانی ج ۲ ص ۱۹۸)

علامہ سہیلی اور دوسرے علماء نے اس کا رد کیا ہے کہ اگر چہ یہ ممکن ہے کہ اُمّی ہونے کے باوجود آپ نے لکھا ہو اور یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہو' لیکن یہ اس کے منافی ہے کہ آپ اُمّی تھے اور لکھتے نہیں تھے اور معجزات ایک دوسرے کے منافی اور معارض نہیں ہوتے۔

(الروض الانف ج ۴ ص ۵)

علامہ زرقانی نے کہا ہے کہ اگر آپ کسی اور چیز کو لکھنے کا ارادہ کرتے تو آپ قادر نہ ہوتے' سو آپ اپنے اُمّی ہونے پر باقی ہیں۔

(شرح الزرقانی ج ۷ ص ۵۰۴)

علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ صواب اور صحیح یہ ہے کہ آپ سے لکھنے کا وقوع نہیں ہوا کیونکہ اگر آپ لکھتے تو اس کے منقول ہونے کے بہت ذرائع تھے' ہاں جس نے لکھنے کا قول کیا ہے' اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ قرآن مجید میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے اعلانِ نبوت سے پہلے نہیں لکھا۔ (عارضۃ الاحوذی ج ۴ ص ۱۴۲)

علامہ اُبی نے قاضی عیاض کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام باجی مالکی کا یہ مؤقف ہے کہ آپ نے لکھا ہے اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ نے نہیں لکھا' اور دونوں فریقوں میں طویل کلام ہے اور دونوں نے ایک دوسرے کی ملامت کی ہے' میں کہتا ہوں کہ ابن عرفہ نے کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ آپ نے نہیں لکھا اور جنہوں نے لکھنے کا قول کیا ہے' وہ قول ان کے کفر اور فسق کو واجب نہیں کرتا' ان کا قول صرف خطاء ہے' سو ان کی مذمت کا کوئی جواز نہیں ہے۔ (اکمال الاکمال ج ۶ ص ۲۲۲-۲۲۱)

علامہ سنوسی مالکی نے بھی اسی عبارت کو نقل کر دیا ہے۔ (مکمل اکمال الاکمال ج ۶ ص ۴۲۳۔۴۲۱)
المقری نے کہا ہے کہ علامہ باجی نے اس حدیث میں لکھنے کو ظاہر پر محمول کیا اور حق اس کے خلاف ہے۔ (نفح الطیب ج ۲ ص ۵۴۶)
علامہ دمامینی نے اس بحث میں ابو محمد کا خواب ذکر کیا ہے' اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کو شق ہوتے ہوئے دیکھا' جس کی علامہ نے یہ تعبیر بتائی کہ تم جو کہتے ہو کہ آپ نے لکھا ہے' یہ آپ پر افتراء ہے' اسی وجہ سے تم نے خواب میں آپ کی قبر کو شق ہوتے ہوئے دیکھا تو ابو محمد نے اس قول سے رجوع کر لیا۔ (مصابیح الجامع الصحیح' شرح الحدیث: ۲۶۹۹۔ ج ۶ ص ۱۲۸۔۱۲۶' دار النوادر' دمشق)
(الفجر الساطع ج ۷ ص ۷۰۔۶۷ ملخصاً' مکتبۃ الرشد ریاض' ۱۴۳۰ھ)

علامہ زکریا انصاری مصری شافعی متوفی ۹۲۶ھ لکھتے ہیں:
پس آپ نے لکھا: یعنی حضرت علی کو لکھنے کا حکم دیا' دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے خود لکھا۔
(منحۃ الباری ج ۷ ص ۳۸۳' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ)

علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث میں ہے کہ آپ نے لکھا: اس سے مراد ہے کہ آپ نے حضرت علی کو لکھنے کا حکم دیا' اسی طرح جن احادیث میں ہے کہ آپ نے کسریٰ کی طرف لکھا یا قیصر کی طرف لکھا' ان سے بھی یہی مراد ہے کہ آپ نے ان کی طرف لکھنے کا حکم دیا۔
امام باجی مالکی نے کہا ہے کہ نزول قرآن سے پہلے آپ نہیں لکھتے تھے' بعد میں آپ نے لکھا' یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہے' اس کا ان کے زمانے کے علماء اندلس نے رد کیا اور ان کو زندیق کہا۔ (ارشاد الساری ج ۹ ص ۳۹۳ ملخصاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۱ھ)
علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:
آپ نے لکھا: یعنی آپ نے لکھنے کا حکم دیا' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ سے قلم چلا دیا' ہر چند کہ آپ لکھنا نہیں جانتے تھے اور یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہے۔
(الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج ج ۴ ص ۳۵۷' ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۱۲ھ)

بعض شارحین کا یہ مؤقف کہ آپ نے لکھا ہے اور یہ آپ کے اُمی ہونے اور قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے

علامہ ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:
بعض علماء نے اس حدیث کو ظاہر پر محمول کیا ہے' امام بخاری نے از ابی اسحاق روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکتوب کو پس لکھا اور یہ اضافہ کیا کہ آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' پس آپ نے لکھا۔ (صحیح البخاری: ۴۲۵۱) ان علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر لکھنے کو جاری کر دیا' بایں طور کہ اس قلم نے آپ کے ہاتھ سے لکھا اور آپ کو اس لکھائی کا علم نہیں تھا' یا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی وقت علم عطاء فرمایا' سو آپ نے لکھ دیا' ہر چند کہ آپ اُمّی ہیں لیکن اُمّی ہونے کے باوجود آپ کا لکھنا آپ کا زیادہ معجزہ ہے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان چیزوں کا علم دے دیا جن کو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ نے ان چیزوں کو پڑھا اور ان کی تلاوت کی جن کی آپ پہلے تلاوت نہیں کرتے تھے' اسی طرح آپ کو ان چیزوں کے لکھنے کا علم دیا جن کو آپ پہلے نہیں لکھتے تھے اور آپ نے اعلانِ نبوت کے بعد وہ خط لکھے جو آپ پہلے نہیں لکھتے تھے اور یہ لکھنا اور پڑھنا آپ کے اُمّی ہونے کے منافی نہیں ہے' اُنہوں نے شعبہ اور بعض متقدمین کے اقوال سے استدلال کیا ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ نے لکھ لیا' امام باجی کا مؤقف یہ ہے کہ یہ جائز ہے اور اُنہوں نے اس کی الشیبانی اور حضرت ابوذر وغیرہما سے حکایت کی ہے۔

اکثر علماء نے اس سے منع کیا ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّا رْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ○ (العنکبوت:۴۸)

اور اس سے پہلے آپ کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ ہی اسے اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے (اگر ایسا ہوتا) تو باطل پرست اس وقت ضرور شک میں پڑ جاتے ○

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث ہے:

انا امة امية لا نكتب ولا نحسب . ہم اَن پڑھ اُمت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔

(صحیح البخاری:۱۹۱۴' صحیح مسلم:۱۰۸۲' سنن ابوداؤد:۲۳۳۵' سنن ترمذی:۶۸۵)

اُنہوں نے کہا کہ اگر آپ نے لکھا تو آپ کا اُمّی ہونے کا معجزہ باطل ہو جائے گا' اور بخاری کی حدیث میں جو مذکور ہے: آپ نے لکھا' اس کی تاویل یہ ہے کہ آپ نے لکھنے کا حکم دیا اور اُنہوں نے دوسری روایت سے استدلال کیا ہے' جس میں مذکور ہے کہ آپ نے حضرت علی سے فرمایا: لکھو! میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ (صحیح البخاری:۲۷۳۲)

اوّلین نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے پہلے پڑھا نہ لکھا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''نزولِ قرآن سے پہلے آپ پڑھتے تھے نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے'' سو جس طرح نزولِ قرآن کے بعد آپ کا پڑھنا جائز ہے' اسی طرح نزولِ قرآن کے بعد آپ کا لکھنا بھی جائز ہے' اور اس سے آپ کے اُمّی ہونے کا معجزہ مخدوش نہیں ہوتا' کیونکہ آپ کا معجزہ فقط اُمّی ہونا نہیں ہے' بلکہ آپ کا معجزہ یہ ہے کہ آپ نزولِ قرآن سے پہلے اُمّی تھے' پھر آپ ایسے علوم لے کر آئے جن کو اُمّی نہیں جانتے تھے اور اس سے آپ کے اُمّی ہونے میں کوئی خرابی نہیں ہوئی' اسی طرح بعد میں آپ کا لکھنا جائز ہے اور یہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ آپ نزولِ قرآن سے پہلے نہیں لکھتے تھے' بلکہ یہ آپ کے معجزہ کی تاکید ہے اور حدیث میں ہے: ''آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' پس آپ نے لکھا'' اور اس میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے لکھا تھا اور اس میں یہ تاویل کرنا کہ آپ نے لکھنے کا حکم دیا تھا' بلا ضرورت کلام کو مجاز پر محمول کرنا ہے اور مجاز پر کلام کو اس وقت محمول کیا جاتا ہے جب حقیقت محال ہو۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۶ ص ۱۵۲-۱۵۱' دارالوفاء)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی ۶۷۶ ھ نے قاضی عیاض کی اس پوری عبارت کو من وعن نقل کیا ہے۔

(صحیح مسلم بشرح النووی ج ۸ ص ۴۹۶۶-۴۹۶۵' مکتبہ نزار مصطفی الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ)

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی حنفی متوفی ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکتوب کو پکڑا اور آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' پس آپ نے لکھا۔ (صحیح البخاری:۴۲۵۱) اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے خود لکھا تھا اور اس سے آپ کے اُمّی ہونے میں کوئی خرابی نہیں آئی' کیونکہ اُمّی وہ ہوتا ہے جو اچھی طرح نہیں لکھتا نہ کہ وہ جو بالکل لکھنے پر قادر نہ ہو' ایک قول یہ ہے کہ آپ نے لکھا' اس کا معنی یہ ہے کہ آپ نے لکھنے کا حکم دیا' لیکن معتمد پہلا قول ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۷ ص ۲۸۳' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۹ھ)

شیخ نور الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ لکھتے ہیں:

پس آپ نے لکھا: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے کیسے لکھ دیا حالانکہ آپ اُمّی تھے اور اُمّی وہ ہوتا ہے جس نے کتاب نہ پڑھی ہو تو میں کہوں گا کہ اُمّی وہ ہوتا ہے جو اچھی طرح نہ لکھتا ہو' یا آپ نے بطریق خارق عادت لکھا تھا۔

(تیسیر القاری ج ۴ ص ۱۳۰' مکتبہ رشیدیہ)

مذکورہ شارحین پر مصنف کا تبصرہ

میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر' علامہ عینی' علامہ ابن الملقن' علامہ دمامینی اور علامہ زرھونی نے امام باجی کے اس قول کو رد کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا تھا' کیونکہ یہ آپ کے امی ہونے کے خلاف اور قرآن مجید کی اس تصریح کے خلاف ہے کہ آپ نے نہیں لکھا اور صحیح بخاری: ۴۲۵۱ میں جو مذکور ہے کہ ''آپ نے لکھا تھا'' اس کی یہ تاویل کی ہے کہ آپ نے لکھنے کا حکم دیا تھا اور امام باجی نے کہا ہے کہ امی کا یہ معنی نہیں کہ وہ بالکل نہ لکھ سکے بلکہ امی کا معنی یہ ہے کہ وہ اچھی طرح نہ لکھتا ہو اور صحیح بخاری کی اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ اچھی طرح نہیں لکھتے تھے' پس آپ نے لکھا اور قرآن مجید میں یہ مذکور ہے کہ آپ نزولِ قرآن سے پہلے نہیں لکھتے تھے' سو بعد میں آپ کا لکھنا اس کے خلاف نہیں ہے۔

میرے نزدیک دونوں فریق حق پر ہیں اور دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ اوّل الذکر کا مؤقف یہ ہے کہ آپ کے امی ہونے کے معجزہ میں کسی قسم کا کوئی فرق نہ آئے اور ثانی الذکر کا مؤقف یہ ہے کہ لکھنا ایک کمال ہے تو جو ذات جامع الکمالات ہے اور تمام کمالات کی اصل ہے' اس میں یہ کمال کیوں نہیں ہوگا۔

اس کے باوجود میری رائے یہ ہے کہ اس بحث کا مدار آپ کے امی ہونے پر ہے' اس لیے ضروری ہے کہ کتب لغت اور کتب تفسیر سے لفظ امی کے معنی کی تحقیق کر لی جائے۔

کتب لغت میں اُم اور اُمّی کے معانی

لغت کے امام خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ۱۷۵ھ لکھتے ہیں:

ہر چیز کی اصل جس کی طرف اس کے تمام اجزاء ملائے جاتے ہیں' اس کو عرب اُمّ کہتے ہیں' اسی وجہ سے دماغ کو ام الراس کہتے ہیں۔

اُم القریٰ مکہ کو کہتے ہیں اور وہ اس کے قریب کی بستیوں کی اصل ہے۔

''امۃ'' ہر وہ قوم جو ایک دین پر ہو اور باقی ادیان کی مخالف ہو' وہ ایک اُمت ہے۔ (کتاب العین ج ا ص ۱۰۵-۱۰۴' قم' ۱۴۱۴ھ)

اس اعتبار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم امی اس لیے ہیں کہ آپ کی تمام اُمت آپ کے ساتھ واصل ہے۔

علامہ جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری المتوفی ۵۸۳ھ لکھتے ہیں:

امی کا لفظ اُمتِ عرب کی طرف منسوب ہے کیونکہ ان کا خط اچھا نہیں تھا' پھر اگرچہ انہوں نے لکھنا سیکھ لیا پھر بھی ان کو امی کہا گیا' دوسرا قول یہ ہے کہ امی' اُمّ (ماں) کی طرف منسوب ہے' یعنی وہ اسی طرح ہیں جس طرح ماں سے پیدا ہوئے تھے۔

(الفائق ج ا ص ۵۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ)

علامہ مجدالدین المبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

ہم اَن پڑھ اُمت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۰۸۰' ابوداؤد: ۲۳۱۹' مسند احمد ج ۲ ص ۴۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ ہم اسی اصل پر ہیں جس طرح اپنی ماں سے پیدا ہوئے تھے' ہم نے لکھنا اور حساب کرنا نہیں سیکھا' ہم اپنی پہلی جبلت (فطرت) پر ہیں' ایک قول یہ ہے کہ امی وہ ہے جو لکھتا نہ ہو۔

اسی معنی میں یہ حدیث ہے: مجھے امی (اَن پڑھ) اُمت کی طرف منسوب کیا گیا ہے' عرب کو اُمیون کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں کتابت کم تھا یا بالکل نہیں تھا' اور اسی معنی میں یہ آیت ہے:

بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ۔ (الجمعہ:۲) اللہ نے اُمیّین (اَن پڑھ لوگوں) میں ان ہی میں سے رسول بھیجا۔ (النہایہ ج۱ص۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں:

اُمّی: وہ شخص ہے جو لکھتا نہ ہو' الزجاج نے کہا ہے کہ اُمّی وہ شخص ہے جو اپنی ماں کی خلقت پر ہو' اس نے کتاب نہ پڑھی ہو اور وہ اپنی جبلّت اور فطرت پر ہو' قرآن مجید میں ہے:

مِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ○ (البقرہ:۷۸) اور ان میں سے بعض اَن پڑھ ہیں جو زبان سے لفظوں کو پڑھ لینے کے سوا (اللہ کی) کتاب (کے معانی) کا کچھ علم نہیں رکھتے اور وہ صرف اپنے وہم و گمان میں پڑے ہوئے ہیں ○

ابو اسحاق نے کہا ہے کہ اُمّی وہ ہے جو اپنی ماں سے پیدائش کے طریقہ پر ہو' یعنی لکھتا نہ ہو' کیونکہ لکھنا تو کسب اور سیکھنے سے آتا ہے' حدیث میں ہے: ہم اَن پڑھ اُمت ہیں' لکھتے ہیں نہ گنتے ہیں' آپ کی مراد یہ ہے کہ ہم اپنی ماں سے پیدائش کے طریقہ پر ہیں' ہم نے لکھنا اور حساب کرنا نہیں سیکھا اور حدیث میں ہے: میں اَن پڑھ اُمت کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں' عربوں کو اُمّیون کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں لکھنا بہت کم تھا یا بالکل نہیں تھا' اسی معنی میں یہ آیت ہے:

بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ۔ (الجمعہ:۲) وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے (عظیم) رسول بھیجا۔

(لسان العرب ج۱ص۱۶۲۔۱۶۱' دار صادر' بیروت' الطبعۃ الثانیہ' ۲۰۰۳ء)

علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی ھندی متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں:

حدیث میں ہے کہ ہم اُمّی (اَن پڑھ) اُمت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں' یعنی ہم اسی طرح ہیں جس طرح اپنی ماں سے پیدا ہوئے تھے' ہم نے لکھنا سیکھا ہے نہ گننا سیکھا ہے اور اسی معنی ہے: "بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّنَ" (الجمعہ:۲) اگر کہا جائے کہ بعض عربوں کو لکھنا آتا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں اکثر اَن پڑھ تھے۔ (مجمع بحار الانوار ج۱ص۱۰۷' مکتبہ دار الایمان' المدینۃ المنورۃ' ۱۴۱۵ھ)

کتبِ تفسیر میں اُمّی کے معانی

امام ابو منصور محمد بن محمد الماتریدی المتوفی ۳۳۳ھ لکھتے ہیں:

اَلْأُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۔ (الاعراف:۱۵۷) اُمّی (لقب والے) جنہیں وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

یہاں اُمّی کا معنی وہ ہے جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ○ (العنکبوت:۴۸) اور اس (قرآن کے نزول) سے پہلے آپ کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ ہی اسے اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے (اگر ایسا ہوتا) تو باطل پرست اس وقت ضرور شک میں پڑ جاتے ○

تا کہ وہ یہ نہ کہیں کہ آپ نے اس قرآن کو پہلی کتابوں کے علوم اور حکمت سے حاصل کر لیا ہے اور تا کہ وہ یہ نہ کہیں کہ یہ قرآن آپ کی تصنیف ہے تا کہ وہ یقین کر لیں کہ آپ اس کتاب کو اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر آئے ہیں اور اپنے پاس سے آپ نے

کو نہیں لکھا ہے۔ (تاویلات اہل السنۃ ج ۵ ص ۵۸۔۵۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۶ھ لکھتے ہیں:

اُمّی: آپ اس اُمت کی طرف منسوب ہیں جو لکھتی نہیں تھی' دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کو اُمی اس لیے فرمایا ہے کہ آپ لکھتے تھے نہ کتاب سے پڑھتے تھے اور یہ آپ کی فضیلت ہے' کیونکہ آپ اپنی قوتِ حفظ اور اللہ تعالیٰ کی ضمان پر اعتماد کی وجہ سے کتاب سے پڑھنے سے مستغنی تھے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ○ (الاعلیٰ:۶) اب ہم آپ کو قرآن پڑھائیں تو آپ نہیں بھولیں گے ○

ایک قول یہ ہے کہ آپ کو اُمّی اس لیے فرمایا ہے کہ آپ اُم القریٰ یعنی مکہ کے رہنے والے ہیں۔

(المفردات فی غریب القرآن ج ۱ ص ۲۹' مکتبہ نزار مصطفیٰ' مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

الزجاج نے کہا ہے کہ اُمّی کا معنی یہ ہے کہ آپ اُمتِ عرب کی صفت پر ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم اَن پڑھ اُمت ہیں' لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں' پس اکثر عرب لکھتے تھے نہ پڑھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح تھے' اسی وجہ سے آپ کی صفت اُمّی ہے۔

اہل تحقیق نے کہا ہے کہ اس اعتبار سے آپ کا اُمّی ہونا آپ کے جملہ معجزات میں سے ہے' اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے سامنے بار بار فی البدیہہ قرآن مجید پڑھتے تھے اور اس میں کسی لفظ اور حرکت کا فرق نہیں آتا تھا' حالانکہ کوئی خطیب اس طرح پڑھے تو اس میں ضرور کچھ نہ کچھ فرق آ جاتا ہے۔

(۲) اگر آپ نزولِ قرآن سے پہلے عمدگی سے لکھتے ہوتے اور کتاب سے پڑھتے ہوتے تو آپ پر یہ تہمت لگائی جاتی کہ آپ نے پہلوں کی کتابیں پڑھ لی ہیں اور ان ہی کے مضامین بیان کیے ہیں' لیکن جب آپ اس قرآن عظیم کو لے کر آئے جو علوم کثیرہ پر مشتمل ہے جب کہ آپ نے کسی سے پڑھا تھا نہ مطالعہ کیا تھا' کیونکہ آپ اُمّی تھے تو یہ آپ کا معجزہ ہوا۔

(۳) لکھنے کو سیکھنا آسان کام ہے' جس شخص میں ادنیٰ فہم ہو وہ بھی لکھنا سیکھ لیتا ہے' پس لکھنے کو نہ سیکھنا عقل کا عظیم نقصان ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اوّلین اور آخرین کے علوم عطاء کیے اور آپ کو ایسے علوم اور حقائق عطاء کیے جہاں تک کسی بشر کی عقل نہیں پہنچ سکتی اور یہ آپ کی عقل کی قوتِ عظیمہ ہے اور دوسری طرف آپ کا لکھنے کو نہ سیکھنا ہے جو ادنیٰ انسان بھی سیکھ سکتا ہے' سو یہ دو متضاد حالتیں ہیں اور ان کا آپ میں جمع ہونا خارقِ عادت اور معجزہ ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۸۱۔۳۸۰' دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اُمّی کا معنی یہ ہے کہ آپ اَن پڑھ اُمت کی طرف منسوب ہیں جو اسی صفت پر ہے جس صفت پر وہ اپنی ماں سے پیدا ہوئی تھی' آپ نے لکھنا اور پڑھنا نہیں سیکھا' یہ ابن عزیز کا قول ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمّی ہیں' وہ لکھتے ہیں نہ پڑھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں' جیسا کہ العنکبوت: ۴۸ میں ہے اور حدیث میں ہے کہ ہم اَن پڑھ اُمت ہیں لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱۹۱۳' صحیح مسلم: ۱۰۸۰) النحاس نے کہا کہ آپ کو اُمّی اس لیے فرمایا ہے کہ آپ اُم القریٰ یعنی مکہ کے رہنے والے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۲۶۸' دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

اُمّی: یعنی آپ لکھتے تھے نہ پڑھتے تھے الزجاج نے کہا: آپ اُمت عرب کی طرف منسوب ہیں' جو لکھتی تھی نہ پڑھتی تھی' بخاری اور صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ ہم اَن پڑھ اُمت ہیں' لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں یا آپ کو اُمّی اس لیے فرمایا کہ آپ اُم القریٰ یعنی مکہ کی طرف منسوب ہیں' یہ قول امام باقر کا ہے' یا آپ کو اُمّی اس لیے فرمایا کہ آپ اسی حالت پر ہیں' جس حالت پر آپ اپنی اُم محترمہ (ماں) سے پیدا ہوئے تھے' آپ کے کمالاتِ علمیہ کے باوجود آپ کو اُمّی اس لیے فرمایا کہ یہ آپ کا کمال اور معجزہ ہے' اُمّی ہونا آپ کی صفت مدح ہے' دوسروں کے لیے اُمّی ہونا صفت نقص ہے جیسے متکبر اللہ تعالیٰ کی صفت مدح ہے اور دوسروں کے لیے تکبر نقص ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ کسی وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھنے کا صدور ہوا ہے یا نہیں؟ ایک قول یہ ہے کہ ہاں ہوا ہے' صلح حدیبیہ کے سال آپ نے صلح نامہ لکھا اور یہ آپ کا معجزہ ہے اور ظاہر حدیث کا بھی یہی تقاضا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ سے لکھنے کا بالکل صدور نہیں ہوا اور حدیث میں جو آپ کی طرف لکھنے کی نسبت ہے وہ مجاز ہے' ہاں ابوالشیخ نے اپنی سند کے ساتھ عتبہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ نے پڑھا اور لکھا' شعبی نے اس روایت کی تصدیق کی ہے۔

(روح المعانی ج ٦ ص ١١٧۔١١٦' دارالفکر بیروت' ١٤١٧ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے الاعراف: ١٥٧ میں اُمّی کا ترجمہ کیا ہے: "بے پڑھے"۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی ١٣٦٧ھ' اُمّی کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اُمّی کا ترجمہ حضرت مترجم قدس سرہ نے (بے پڑھے) فرمایا' یہ ترجمہ بالکل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشاد کے مطابق ہے اور یقیناً اُمّی ہونا آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ دنیا میں کسی سے پڑھے نہیں اور کتاب وہ لائے جس میں اوّلین و آخرین اور غیبوں کے علوم ہیں۔ (خازن)

خاکی و براوج عرش منزل اُمّی و کتب خانہ در دل
اُمّی و دقیقہ دان عالم بے سایا و سائبان عالم

صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ۔ (خزائن العرفان حاشیہ بر کنز الایمان ص ٢٠٤' ضیاء القرآن پبلی کیشنز' کراچی)

مصنف کے نزدیک آپ کے اُمّی ہونے کا معنی

مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّی ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ پڑھنا لکھنا سیکھنے کے لیے کسی مکتب میں نہیں گئے' آپ نے کسی انسان سے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا' اللہ تعالیٰ نے کسی واسطے کے بغیر آپ کو بے شمار علوم عطاء فرمائے' قرآن مجید میں ہے:

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ○ (النساء: ١١٣)

اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت اتاری اور آپ کو سکھایا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے ○

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے محمد! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو دوسری نعمتیں عطاء فرمائی ہیں' ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا آپ پر خصوصی فضل یہ ہے کہ اس نے آپ کے اوپر کتاب نازل فرمائی اور وہ قرآن مجید ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور اس میں ہدایت اور نصیحت ہے اور اس نے کتاب کے ساتھ آپ پر حکمت نازل فرمائی' یعنی جو چیز قرآن مجید میں مجمل تھی' اس کے حلال اور حرام ہونے کا بیان کیا اور

اس میں امر اور نہی ہے اور اس کے احکام ہیں اور وعد اور وعید ہے' اور آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے اس کا آپ کو علم عطاء فرما دیا' آپ کو اوّلین اور آخرین کی خبر دی اور جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے' اس کی خبر دی اور اے محمد! یہ آپ پر اللہ کا فضل ہے' سو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ کو عطاء کیا ہے آپ اُس کا شکر ادا کیجئے' اس کی اطاعت کریں اور اس کی رضاء کے حصول کی طرف سبقت کریں اور کتاب اور حکمت کے تقاضوں پر عمل کریں۔ (جامع البیان ج ۵ ص ۳۷۳' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

غیر مقلدین کے مشہور عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو احکامِ شرع اور اُمور الدین سکھائے یا غیب کا علم دیا اور پوشیدہ چیزوں یا منافقین کے احوال اور ان کی سازشوں اور دل کی باتوں کا علم دیا اور آپ جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے' ان کا وحی کے ذریعہ علم عطاء کیا۔ قتادہ نے کہا: آپ کو دنیا اور آخرت کا علم دیا اور حلال اور حرام کو بیان فرمایا تا کہ اس علم سے آپ مخلوق پر استدلال کریں' ضحاک نے کہا: آپ کو خیر اور شر کا علم عطاء فرمایا۔ (فتح البیان ج ۲ ص ۱۴۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

نیز یہی نواب صاحب لکھتے ہیں:

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ (الرحمٰن: ۴-۱)

رحمٰن نے ۝ (اپنے رسول مکرم کو) قرآن کی تعلیم دی ۝ انسان کو پیدا کیا ۝ اور اس کو بیان سکھایا ۝

اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن سکھایا (الیٰ قولہ)۔ ابن کیسان نے کہا: اس آیت میں انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں' اور آپ کو ماکان و ما یکون (جو ہو چکا اور جو ہوگا) کا علم عطاء فرمایا' کیونکہ آپ اوّلین اور آخرین کی اور روزِ قیامت کی خبریں دیتے ہیں۔

(فتح البیان ج ۶ ص ۴۹۴-۴۹۳ مختصراً وملتقطاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

نیز نواب صاحب مذکور لکھتے ہیں:

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ ۝ (العلق: ۵)

اللہ نے انسان کو وہ سب سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا ۝

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتدریج اس کمال تک پہنچایا جو آپ کے لائق تھا تا کہ آپ انتہائی کمالاتِ بشریہ کی تبلیغ فرمائیں' یہ ابوسعود کی تفسیر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو خود قرآن پڑھنے کا حکم دیا' پھر آپ کو تبلیغ کے لیے قرآن پڑھنے کا حکم دیا' اللہ تعالیٰ کا کرم ہر کرم سے زیادہ اور اس کی نعمتیں (آپ پر) غیر متناہی ہیں۔

اس آیت میں انسان سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آپ کو ان تمام اُمورِ کلیہ اور جزئیہ کا علم دیا جو آپ نہیں جانتے تھے۔

(فتح البیان ج ۷ ص ۵۰۵-۵۰۴ ملتقطاً ومختصراً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ آپ اُمّی ہیں' آپ کسی مکتب یا مدرسہ میں نہیں گئے' کسی انسان یا فرشتہ سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا' آپ کو براہِ راست اللہ تعالیٰ نے علوم کثیرہ غیر متناہیہ عطاء فرمائے' اسی نے آپ کو لکھنے اور پڑھنے کا علم عطاء فرمایا اور وصال فرمانے سے پہلے آپ نے لکھا بھی اور پڑھا بھی ہے' جیسا کہ ابوالشیخ کی روایت ہے۔

اُمّی کی تحقیق میں نے شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۵۴۴-۵۳۳ میں بھی کی ہے اور الاعراف: ۱۵۷ کی تفسیر کرتے ہوئے تبیان القرآن ج ۴ ص ۳۶۳-۳۵۶ میں بھی کی ہے' لیکن یہ بحث سب سے زیادہ ہے' اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور اس کو موافقین کے لیے موجبِ استقامت اور مخالفین کے لیے موجبِ ہدایت بنائے اور میرے گناہوں کو بخش دے اور مجھے ایمان پر موت عطاء فرمائے اور محض

اپنے فضل سے مجھے جنت الفردوس عطاء فرمائے۔ (آمین)

حدیث مذکور کے بقیہ الفاظ کی شرح

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

کفارِ قریش حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: اپنے نبی سے کہو: ہمارے شہر سے نکل جائیں' کیونکہ مدت پوری ہو چکی ہے۔ پس آپ نکل گئے: صحیح البخاری: ۲۶۹۸ کی شرح میں ہم بتا چکے ہیں کہ یہ کہنے والا کون تھا' علامہ الدمیاطی نے اس پر اقتصار کیا ہے کہ وہ شخص حویطب تھا۔ (التوضیح ج۲۱ص ۴۰۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت حمزہ کی بیٹی کے متعدد اسماء' حضرت زید نے ان کی پرورش میں کیوں نزاع کیا؟ کیا ان کو مدینہ لے آنا معاہدۂ حدیبیہ کے خلاف نہیں تھا؟

پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی آپ کے پیچھے آئی' وہ پکار رہی تھی: اے چچا! اے چچا!

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت حمزہ کی اس بیٹی کے نام میں پانچ اقوال ہیں: (۱) عمارہ (۲) فاطمہ (۳) اُمامہ (۴) امۃ اللہ (۵) سلمٰی' پہلا قول زیادہ مشہور ہے' انہوں نے آپ کو اے چچا کہہ کر آپ کی تعظیم کے لیے پکارا حالانکہ آپ ان کے چچازاد بھائی تھے یا اس وجہ سے آپ حضرت حمزہ کے رضاعی بھائی تھے' سو آپ ان کے رضاعی چچا ہوئے۔

پس ان کی پرورش میں حضرت علی' حضرت زید اور حضرت جعفر میں نزاع ہوا: ان میں سے ہر ایک کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت حمزہ کی بیٹی اس کے پاس رہے' ان میں یہ جھگڑا مدینہ پہنچنے کے بعد ہوا تھا' اسی طرح امام احمد اور امام حاکم نے حضرت علی سے روایت کی ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت زید بن حارثہ' حضرت حمزہ کے نسبی بھائی تھے نہ رضاعی' پس حضرت حمزہ کی بیٹی کی پرورش کرنے میں انہوں نے کیسے نزاع کیا؟ علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ اور حضرت زید بن حارثہ کو آپس میں بھائی بنا دیا تھا۔

حضرت حمزہ کی بیٹی کی ماں کا نام سلمٰی تھا' اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے ان کو ان کی والدہ کے پاس دارالحرب میں کیسے چھوڑ دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس وقت تک اسلام نہیں لائی تھیں' دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ اس وقت فوت ہو چکی تھیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حمزہ کی بیٹی کو اپنے ساتھ لے آئے' کیا یہ معاہدۂ حدیبیہ کے خلاف نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ معاہدہ مردوں سے متعلق تھا کہ کوئی مرد مکہ سے آپ کے ساتھ مدینہ نہیں جائے گا' اگر گیا تو اس کو واپس کرنا ہوگا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھ حضرت حمزہ کی بیٹی کو لائے تھے جو عورت تھیں۔

حضرت جعفر' حضرت زید اور حضرت علی کے فضائل کا اظہار

آپ نے حضرت جعفر سے فرمایا: تم صورت اور سیرت میں میرے مشابہ ہو: حسب ذیل صحابہ صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ' حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے محمد اور عون' حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور تابعین میں سے ابراہیم بن الحسن بن الحسین بن علی بن ابی طالب' یحییٰ بن القاسم بن محمد بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین' القاسم بن عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب' اور اتباع تبع تابعین میں سے علی بن عباد بن رفاعہ الرفاعی۔

دوسری تقریر یہ ہے کہ صورت میں مشابہت حضرت جعفر رضی اللہ کے ساتھ مخصوص تھی اور یہ ان کی عظیم خصوصیت ہے۔

حضرت زید سے فرمایا: تم ہمارے بھائی ہو یعنی تم ہمارے مؤمن بھائی ہو اور ہمارے مولیٰ ہو یعنی ہمارے آزاد شدہ غلام ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے حال کے مناسب فضیلت کا ذکر کر کے ان کو خوش کیا۔

حضرت علی سے فرمایا: تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں: یعنی تم میرے خاندان سے ہو اور میرے کمالاتِ ولایت کا ظہور تم سے ہوگا۔

حضرت علی نے آپ سے عرض کیا: آپ حضرت حمزہ کی بیٹی سے نکاح نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا: یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے' یعنی ابولہب کی باندی ثویبہ نے حضرت حمزہ کو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا' تو حضرت حمزہ کی بیٹی آپ کی رضاعی بھتیجی ہوئیں' سو وہ آپ کے لیے حلال نہیں تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۵۳-۳۵۲ مختصراً وموضحاً' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۲۵۲- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا سُرَيْجٌ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ (ح) وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ هَدْيَهُ وَحَلَقَ رَاْسَهُ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَقَاضَاهُمْ عَلٰى اَنْ يَّعْتَمِرَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ وَلَا يَحْمِلَ سِلَاحًا عَلَيْهِمْ اِلَّا سُيُوْفًا وَّلَا يُقِيْمَ بِهَا اِلَّا مَا اَحَبُّوْا فَاعْتَمَرَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَدَخَلَهَا كَمَا كَانَ صَالَحَهُمْ فَلَمَّا اَنْ قَامَ بِهَا ثَلَاثًا اَمَرُوْهُ اَنْ يَّخْرُجَ فَخَرَجَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن رافع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سُریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی (ح) انہوں نے کہا: اور مجھے محمد بن الحسین بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح بن سلیمان نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے کے لیے نکلے تو آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان قریش حائل ہو گئے' سو آپ نے اپنی قربانی کے جانور کو نحر کیا اور حدیبیہ میں اپنا سر منڈایا اور کفارِ قریش سے اس پر صلح کی کہ آپ اگلے سال عمرہ کرنے آئیں گے اور (میان میں) تلواروں کے سوا ان کے خلاف کوئی ہتھیار نہیں اُٹھائیں گے اور مکہ میں اتنا عرصہ قیام کریں گے جتنا وہ چاہیں گے' سو آپ نے اگلے سال عمرہ کیا' پس آپ مکہ میں داخل ہوئے' جس طرح ان سے صلح کی تھی تو جب آپ نے وہاں تین دن قیام کر لیا تو کفارِ قریش نے کہا: اب آپ (مکہ سے) نکل جائیں' سو آپ نکل گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۰۱ میں گزر چکی ہے۔

۴۲۵۳- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَاِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا جَالِسٌ اِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ ثُمَّ قَالَ كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعًا اِحْدَاهُنَّ فِیْ رَجَبٍ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد' انہوں نے بیان کیا کہ میں اور عروۃ بن الزبیر مسجد میں داخل ہوئے' پس وہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی طرف بیٹھے ہوئے تھے' پھر عروہ نے پوچھا:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے عمرے کیے تھے؟ تو حضرت ابن عمر نے بتایا: چار ان میں سے ایک عمرہ رجب میں تھا۔

٤٢٥٤- ثُمَّ سَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ قَالَ عُرْوَةُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَلَا تَسْمَعِينَ مَا يَقُولُ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ إِحْدَاهُنَّ فِي رَجَبٍ فَقَالَتْ مَا اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمْرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدٌ وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ.

پھر ہم نے حضرت عائشہ کے مسواک کرنے کی آواز سنی' عروہ نے کہا: اے اُم المؤمنین! کیا آپ نہیں سن رہیں کہ ابوعبدالرحمان کیا کہہ رہے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار عمرے کیے تھے اور ان میں سے ایک رجب میں کیا تھا' حضرت عائشہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو عمرہ بھی کیا اس کا ابن عمر مشاہدہ کرنے والے تھے اور آپ نے رجب میں ہرگز عمرہ نہیں کیا۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ١٧٧٥-١٧٧٦ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عائشہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کے قول کا رد کیا ہے' دراصل حضرت ابن عمر بھول گئے تھے۔

٤٢٥٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ سَمِعَ ابْنَ أَبِي أَوْفَى يَقُولُ لَمَّا اعْتَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَرْنَاهُ مِنْ غِلْمَانِ الْمُشْرِكِينَ وَمِنْهُمْ أَنْ يُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کیا تو ہم مشرکین کے لڑکوں اور مشرکین کے سامنے آپ کی ڈھال بن گئے تا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی ایذاء نہ پہنچا سکیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٦٠٠ میں گزر چکی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حمیدی نے اسی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کیا اور ہم نے آپ کے ساتھ عمرہ کیا' پس جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے طواف کیا' سو ہم نے بھی آپ کے ساتھ طواف کیا' آپ صفا اور مروہ پر آئے' پس ہم بھی صفا اور مروہ پر آئے اور سعی کی اور ہم اہل مکہ کے سامنے آپ کی ڈھال بن گئے تھے کہ آپ کو کوئی تیر نہ مارے' ایک روایت میں ہے کہ ہم جہلاء اور لڑکوں کے سامنے آپ کی ڈھال بن گئے تھے۔ (فتح الباری ج٥ ص٣٣٢' دار المعرفۃ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٢٥٦- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ إِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ وَفْدٌ وَهَنَتْهُمْ حُمَّى يَثْرِبَ وَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ الثَّلَاثَةَ وَأَنْ يَمْشُوا مَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی جو ابن زید ہیں' از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب (مکہ) آئے تو مشرکین نے کہا: تمہارے پاس ایسا وفد آ رہا ہے جس کو یثرب کے بخار نے کم زور کر دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا

بَیْنَ الرُّكْنَيْنِ وَلَمْ يَمْنَعْهُ أَنْ يَأْمُرَهُمْ أَنْ يَرْمُلُوا الْأَشْوَاطَ كُلَّهَا إِلَّا الْإِبْقَاءُ عَلَيْهِمْ ۔

کہ وہ طواف کے (پہلے) تین چکروں میں رمل کریں اور دو رکنوں کے درمیان (معمول کے مطابق) چلیں اور ان کو طواف کے تمام چکروں میں رمل کرنے کا حکم اس لیے نہیں دیا تا کہ طواف اپنی اصل پر باقی رہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۶۰۲ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی اور حافظ ابن حجر کے درمیان مناقشہ' یثرب اور رمل کا معنی' آخری چار چکروں میں رمل کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ وفد کا معنی قوم ہے' ابن السکن کی روایت میں وَفد مذکور ہے اور یہ خطاء ہے۔ (فتح الباری ج۵ص ۳۳۳)

حافظ ابن حجر نے یہ بیان نہیں کیا کہ وَفد کا لفظ کس وجہ سے خطاء ہے' آیا روایت کی وجہ سے خطاء ہے یا معنی کی وجہ سے خطاء ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وَفد کے لفظ میں کوئی خطاء نہیں ہے۔

یثرب: یہ زمانہ جاہلیت میں مدینہ کا نام ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کو یثرب کہنے سے منع فرما دیا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مشرکین کے قول کی حکایت کرتے ہوئے اس حدیث میں یثرب کہا ہے۔

اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس قول سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع فرما دیا۔

اور دو رکنوں کے درمیان چلیں: یعنی رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان چلیں (بھاگیں نہیں)۔

رمل: رمل کا معنی ہے: بھاگ بھاگ کر اور کندھے ہلا ہلا کر طواف کرنا۔

طواف اپنی اصل پر باقی رہے: یعنی آپ نے ان کو طواف کے تمام چکروں میں رمل کرنے کا حکم ان پر شفقت کرنے اور نرمی کرنے کی وجہ سے نہیں دیا۔ (عمدۃ القاری ج۱۷ص ۳۵۶۔۳۵۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَزَادَ ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَامِهِ الَّذِي اسْتَأْمَنَ قَالَ ارْمُلُوا لِيَرَى الْمُشْرِكُونَ قُوَّتَهُمْ وَالْمُشْرِكُونَ مِنْ قِبَلِ قُعَيْقِعَانَ ۔

اور ابن سلمہ نے از ایوب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے بتایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس سال آئے جس سال کے لیے آپ نے امن کا معاہدہ کیا تھا تو آپ نے فرمایا: رمل کرو تا کہ مشرکین مسلمانوں کی قوت دیکھیں اور مشرکین قعیقعان پہاڑ کی جانب تھے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں مشرکین کی جگہ کی تعیین ہے اور وہ قعیقعان کا پہاڑ ہے جو ابوقُبیس پہاڑ کے بالمقابل ہے' اسماعیلی نے اس تعلیق کے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ جب مشرکین نے مسلمانوں کو رمل کرتے ہوئے دیکھا تو کہا: یہ تو کمزور نہیں ہیں' مشرکین قعیقعان پہاڑ سے مسلمانوں کو جھانک کر دیکھ رہے تھے۔ (عمدۃ القاری ج۱۷ص ۳۵۶)

٤٢٥٧- حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ إِنَّمَا سَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی از سفیان بن عیینہ از عمرو از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت اللہ میں صفا اور مروہ کے

الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيُرِىَ الْمُشْرِكِينَ قُوَّتَهُ .

درمیان رمل کیا تا کہ مشرکین کو اپنی قوت دکھائیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۴۹ میں گزر چکی ہے۔

آپ کے قوت دکھانے کا معنی یہ ہے کہ آپ کے اوپر بخار یا کسی اور چیز نے اثر نہیں کیا۔

٤٢٥٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُونَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَبَنَى بِهَا وَهُوَ حَلَالٌ وَمَاتَتْ بِسَرِفَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وُہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا اور اس وقت آپ محرم تھے' اور آپ نے ان کے ساتھ جب شب زفاف گزاری اس وقت آپ احرام کھول چکے تھے' حضرت میمونہ کی وفات بھی مقام سرف میں ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۳۷ میں گزر چکی ہے۔

سرف حرمین کے درمیان ایک جگہ ہے اور یہ مکہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔

٤٢٥٩ - قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَزَادَ ابْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ وَأَبَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَطَاءٍ وَمُجَاهِدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُونَةَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ .

امام ابوعبداللہ نے کہا: اور امام ابن اسحاق نے یہ اضافہ کیا کہ مجھے ابن ابی نجیح اور ابان بن صالح نے حدیث بیان کی از عطاء و مجاہد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے عمرۃ القضاء میں نکاح کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۳۷ میں گزر چکی ہے۔

غزوۂ خیبر کے بعد تبلیغ اسلام کے لیے بھیجے جانے والے لشکر

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ عمرۃ القضاء کے بعد ذی الحجہ ۷ ہجری میں ابن ابی العوجاء کا بنوسلیم کی طرف سریہ ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ابی العوجاء سلمی کو پچاس مردوں کے ساتھ بنوسلیم کی طرف بھیجا' انہوں نے بنوسلیم کو اسلام کی دعوت دی' انہوں نے کہا: ہم کو اس دعوت کی ضرورت نہیں ہے' پھر انہوں نے ایک دوسرے پر تیر مارے' حضرت ابن ابی العوجاء کے لیے مدد آ گئی' پھر انہوں نے ان کا ہر طرف سے احاطہ کر لیا' پھر انہوں نے بہت شدید لڑائی کی' حتیٰ کہ ان کے عام لوگ بھی اس جنگ میں شامل ہو گئے' حضرت ابن العوجاء بہت سخت زخمی ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچ گئی' پھر یہ لشکر یکم صفر آٹھ ہجری کو مدینہ پہنچ گیا۔

امام محمد بن سعد نے کہا: پھر حضرت غالب بن عبداللہ لیثی کا لشکر آٹھ ہجری میں الکدید کی طرف روانہ ہوا' پھر حضرت غالب بن عبداللہ لیثی کا لشکر بشیر بن سعد کے اصحاب کی طرف' صفر آٹھ ہجری میں ہی روانہ ہوا' پھر حضرت شجاع بن وہب الاسدی کا لشکر ربیع الاوّل آٹھ ہجری میں بنوعامر کی طرف روانہ ہوا' پھر حضرت کعب بن عمیر الغفاری کا لشکر ربیع الاوّل میں ذات اطلاح کی طرف روانہ ہوا' پھر غزوۂ موتہ ہوا۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۲۸-۱۳۳)

٤٥- بَابُ غَزْوَةِ مُؤْتَةَ مِنْ اَرْضِ الشَّامِ غزوۂ موتہ کا بیان جو سرزمین شام میں ہوا تھا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

''مـــؤتة'' سرزمین البلقاء کی ایک بستی ہے جو سرزمین شام کے قریب واقع ہے' یہ غزوہ جمادی الاولیٰ آٹھ ہجری میں ہوا تھا اور اس کے بعد رمضان میں مکمل فتح حاصل ہوئی تھی۔

''مؤتة'' ہمزہ کے ساتھ ہے اور بغیر ہمزہ کے موتہ جنون کی ایک قسم کا نام ہے۔ (الروض الانف ج ٤ص ٧٨)

صاحب المطالع نے کہا ہے کہ یہ لفظ بغیر ہمزہ کے ہے' الجوہری نے بھی ان ہی کی پیروی کی ہے۔ (الصحاح ج ١ص ٢٦٨)

ابن فارس نے ہمزہ پر اقتصار کیا ہے۔ (مجمل اللغۃ ج ٣ص ٨١٩)

موتہ پر لشکر کشی کا سبب' موتہ میں جنگ کا حال' نبی ﷺ کا موتہ میں معرکہ آرائی کی خبریں دینا

غزوۂ موتہ کا سبب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت الحارث بن عمیر الازدی کو اپنا مکتوب دے کر روم کے بادشاہ کی طرف روانہ کیا' پس شرحبیل بن عمرو الغسانی ان کے درپے ہوا اور ان کو زنجیروں سے باندھ دیا' پھر اسی حالت میں ان کو قتل کر دیا' ان کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے کسی سفیر کو قتل نہیں کیا گیا تھا' نبی ﷺ کو اس کا بہت ملال ہوا' اور آپ نے مسلمانوں کو ان پر حملہ کرنے کے لیے طلب کیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا' اور آپ نے فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو پھر جعفر امیر ہوں گے' اور اگر وہ شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے' پھر تین ہزار صحابہ تیار ہوئے اور جب وہ مقامِ جرف میں تھے تو نبی ﷺ نے ان کو وصیت کی کہ وہ حضرت الحارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی جگہ پر جائیں اور جو لوگ وہاں پر ہوں ان کو اسلام کی دعوت دیں' اگر وہ اس دعوت کو قبول کر لیں فبہا' ورنہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر کے ان سے قتال کریں' پھر نبی ﷺ اس لشکر کو رخصت کرنے کے لیے آئے حتیٰ کہ آپ ثنیۃ الوداع تک پہنچ گئے' مسلمانوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ دشمن کو تم سے دور کر دے اور تم کو صحیح سلامت واپس لائے۔

پھر مسلمانوں کا لشکر روانہ ہوا اور شام کی سرزمین میں مُعان کے مقام پر ٹھہرا' پھر ان کو یہ خبر پہنچی کی ھرقل ایک لاکھ کے لشکر کے ساتھ شام کی سرزمین البلقاء پر پہنچ گیا' جب مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی تو وہ دو راتوں تک مُعان میں ٹھہرے اور صورتِ حال پر غور کرتے رہے' مسلمانوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کو دشمن کی تعداد کی خبر بھیجتے ہیں' پھر یا تو آپ ہماری مدد کے لیے اور فوج بھیجیں یا آپ جو حکم دیں ہم اس پر عمل کریں' تب حضرت عبداللہ بن رواحہ نے صحابہ کو شجاعت کی ترغیب دی اور کہا: اے لوگو! اللہ کی قسم! جس چیز کو تم ناپسند کر رہے ہو' یہ وہی شہادت ہی تو ہے جس کی طلب میں تم روانہ ہوئے تھے' ہم لوگوں سے ان کی تعداد' قوت اور کثرت کی وجہ سے نہیں لڑتے' ہم صرف اس دین کی سربلندی کے لیے لڑ رہے ہیں' جس دین کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت دی ہے' پس تم دشمن سے لڑنے کے لیے روانہ ہو' یا تو تم کو دشمن پر غلبہ حاصل ہوگا اور یا تم کو شہادت حاصل ہوگی' پھر مسلمانوں کے لشکر نے رومیوں سے مقابلہ کیا' حتیٰ کہ وہ تینوں شہید ہو گئے' جن کی شہادت کی نبی ﷺ نے خبر دی تھی' پھر حضرت خالد بن ولید نے جھنڈا اٹھا لیا اور انہوں نے دشمن کو بھگا دیا جیسا کہ امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے۔ (سیرت ابن ہشام ج ٣ص ٤٣٥۔٤٢٧)

امام محمد بن سعد نے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ رومیوں کو شکست ہوئی۔

(طبقات ابن سعد ج ٢ص ١٣٠)

یہ حدیث عنقریب صحیح البخاری میں آ رہی ہے۔

امام بیہقی نے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے زمین منکشف کر دی گئی پس آپ نے معرکہ کارزار کو دیکھ لیا۔
(دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۳۶۵-۳۶۴)

امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ جب حضرت خالد بن ولید نے جھنڈا اُٹھایا تو نبی ﷺ نے فرمایا: اب میدانِ جنگ میں سخت لڑائی ہو گئی ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۳۶۹)

امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ کے متعلق فرمایا کہ وہ جنت میں بھاگتے ہوئے جا رہے ہیں اور حضرت جعفر کے متعلق فرمایا کہ وہ شہید ہو کر جنت میں یاقوت کے ساتھ جہاں چاہیں اُڑ رہے ہیں' پھر فرمایا کہ عبداللہ بن رواحہ بھی جنت میں داخل ہو گئے۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۳۶۹-۳۶۳)

امام بن ہشام نے ذکر کیا ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ نے اپنے دائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑا تو اس ہاتھ کو کاٹ دیا گیا' پھر انہوں نے اپنی بغلوں میں جھنڈے کو پکڑا اس کے بعد ان کو شہید کر دیا گیا' اس وقت ان کی عمر تینتیس (۳۳) سال تھی۔

(سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۴۳۴)

امام بیہقی کی روایت ہے کہ جب حضرت خالد رضی اللہ نے جھنڈا پکڑا تو نبی ﷺ نے دعا کی: اے اللہ! یہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے' تو اس کی مدد فرما! اس دن سے ان کا لقب خالد سیف اللہ ہو گیا۔ (دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۳۶۸-۳۶۷)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ العطاف بن خالد بیان کرتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو حضرت خالد نے لشکر کی ترتیب بدل دی' جو صحابہ آگے تھے ان کو پیچھے کر دیا اور جو پیچھے تھے' ان کو آگے کر دیا' دائیں جانب والوں کو بائیں طرف کر دیا اور بائیں جانب والوں کو دائیں طرف کر دیا' رومی یہ دیکھ کر کہنے لگے کہ ان کے پاس مدد آ گئی ہے اور یوں وہ مرعوب ہو گئے اور وہ اتنے زیادہ مارے گئے کہ کسی قوم نے ان کو اتنی بڑی تعداد میں پہلے قتل نہیں کیا تھا' حضرت جابر بن عبداللہ نے کہا ہے کہ مسلمانوں نے مشرکین کا بہت سا سامان بہ طور مالِ غنیمت اپنے قبضہ میں کر لیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۱۱-۴۰۷' مختصراً و ملتقطاً' وزارة الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٢٦٠ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ اَبِیْ هِلَالٍ قَالَ وَاَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ وَقَفَ عَلٰی جَعْفَرَ یَوْمَئِذٍ وَّهُوَ قَتِیْلٌ فَعَدَدْتُّ بِهٖ خَمْسِیْنَ بَیْنَ طَعْنَةٍ وَّضَرْبَةٍ لَّیْسَ مِنْهَا شَیْءٌ فِیْ دُبُرِهٖ یَعْنِیْ فِیْ ظَهْرِهٖ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی از عمرو از ابن ابی ہلال' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ جس دن حضرت جعفر شہید ہوئے تھے' وہ ان کے پاس ہی کھڑے ہوئے تھے' پس میں نے گنا ان پر نیزوں کے اور دوسری ضربات کے پچاس نشانات تھے اور ان میں سے کوئی نشان ان کی پیٹھ پر نہیں تھا۔

حدیث مذکور کے بعض رجال کا تعارف اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں احمد کا ذکر ہے: یہ احمد بن صالح ابوجعفر مصری ہیں' ابونعیم نے اس کو وثوق سے کہا ہے' الکلاباذی نے کہا ہے: وہ احمد بن عیسیٰ التستری المصری ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وہ احمد بن عبدالرحمان ہیں' جو ابن مطلب کے بھتیجے ہیں اور ابن وہب وہ عبداللہ بن وہب المصری ہیں اور اس سند میں عمرو کا ذکر ہے' وہ ابن الحارث الانصاری المصری ہیں' وہ سعید بن ابی ہلال اللیثی المدنی

ہیں'ان کی کنیت ابوالعلاء ہے۔

اور مجھے نافع نے خبر دی: یہاں کچھ الفاظ محذوف ہیں اور اصل عبارت اس طرح ہے کہ ابن ابی الھلال نے عمرو بن الحارث کو بتایا کہ غزوۂ موتہ کے دن حضرت زید بن حارثہ' حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کس طرح شہید ہوئے' پھر بتایا کہ مجھے نافع نے خبر دی' جب کہ متنِ حدیث میں مذکور ہے۔

حضرت جعفر نے کوئی زخم اپنی پشت پر نہیں کھایا: اس سے حضرت جعفر کی شجاعت کو بیان کرنا مقصود ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۵۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٦١- اَخْبَرَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ حَدَّثَنَا مُغِیْرَۃُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَمَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَۃِ مُؤْتَةَ زَیْدَ بْنَ حَارِثَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنْ قُتِلَ زَیْدٌ فَجَعْفَرٌ وَاِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ کُنْتُ فِیْهِمْ فِیْ تِلْكَ الْغَزْوَۃِ فَالْتَمَسْنَا جَعْفَرَ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَوَجَدْنَاهُ فِی الْقَتْلٰی وَوَجَدْنَا مَا فِیْ جَسَدِهٖ بِضْعًا وَّتِسْعِیْنَ مِنْ طَعْنَةٍ وَّرَمْیَةٍ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مغیرہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن سعد از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ موتہ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر زید شہید ہو جائیں تو پھر جعفر (امیر) ہوں گے اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ (امیر) ہوں گے' حضرت عبداللہ نے کہا: میں بھی ان صحابہ میں اس غزوہ میں تھا' سو ہم نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو ڈھونڈا تو ہم نے ان کو شہداء میں پایا' ہم نے ان کے جسم میں نوے (۹۰) سے زیادہ نیزوں اور تیروں کے زخم پائے۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ۴۲۶۰ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے رجال کا تعارف

(۱) احمد بن ابی بکر: ان کا نام القاسم ابوالحفص القرشی الزہری ہے اور یہ امام مسلم کے بھی شیخ ہیں' یہ بیانوے سال کی عمر میں دوسو بیالیس ہجری میں مدینہ منورہ میں فوت ہو گئے تھے (۲) مغیرہ: یہ عبدالرحمان المخزومی کے بیٹے ہیں اور یہ مغیرہ بن عبدالرحمان الخزامی کے طبقہ میں ہیں اور الخزامی سے زیادہ قابلِ اعتماد ہیں اور مخزومی کی اس حدیث کے سوا صحیح البخاری میں اور کوئی حدیث نہیں ہے اور یہ امام مالک کے بعد اہل مدینہ کے فقیہ تھے اور بہت زیادہ سچے تھے (۳) عبداللہ بن سعد بن ابی الھند مدنی ہیں اور مصعب کی روایت میں ان کا نام عبداللہ بن سعید ہے' یہ ۱۳۵ھ میں شام میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۵۸)

حدیث سابق کے ساتھ تعارض کے جوابات' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی کا پورا ہونا اور ایک یہودی کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئی کی تصدیق کرنا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس سے پہلی حدیث میں مذکور تھا کہ حضرت جعفر کے جسم پر پچاس زخم تھے اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان کے جسم پر نوے سے زیادہ زخم تھے' لیکن ان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ پہلی حدیث میں نیزوں کے زخم کا ذکر تھا اور اس حدیث میں نیزوں اور تیروں کے زخم کا ذکر ہے۔

عمر بن الحکم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ نعمان بن محض یہودی آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: اے ابوالقاسم! اگر آپ واقعی نبی ہیں تو آپ نے جن کے نام لیے ہیں خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ وہ سب قتل کر دیئے جائیں گے پھر وہ یہودی حضرت زید سے کہنے لگا: اگر (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) واقعی نبی ہیں تو اب تم کبھی بھی موتہ سے واپس نہیں آؤ گے حضرت زید نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سچے اور نیک نبی ہیں۔

ظواہر حدیث میں ہے کہ پہلے حضرت زید شہید ہوئے پھر حضرت جعفر شہید ہوئے پھر حضرت ابن رواحہ شہید ہوئے بلکہ حضرت انس کی آنے والی حدیث میں اس کی تصریح ہے اسی طرح اس سے پہلی حدیث میں مذکور ہے۔

امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ کعب بن مالک نے کہا ہے کہ حضرت جعفر سب سے پہلے شہید ہوئے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۴۴۴)

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ ابوعامر نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت جعفر شہید ہوئے پھر حضرت زید شہید ہوئے پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ شہید ہوئے پھر مسلمانوں کو اتنی بری شکست ہوئی جو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی پھر انصار کے ایک مرد نے جھنڈا پکڑا اور وہ حضرت خالد کو دے دیا اور عروہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت ثابت بن اقرم العجلانی نے جھنڈا اٹھایا اور حضرت خالد کو سونپ دیا انہوں نے رومیوں پر حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی بری شکست دی جو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی حتیٰ کہ مسلمانوں نے جہاں چاہا اپنی تلواروں سے وار کیا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۴۳۵ دلائل النبوۃ ج ۴ ص ۳۶۴)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۳۱۳-۳۱۱ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

صحیح البخاری کی کتب سیرت پر ترجیح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علمِ غیب اور صحابہ کرام کی قوتِ ایمانی

میں کہتا ہوں کہ صحیح البخاری کی تین حدیثوں: ۴۲۶۲-۴۲۶۱-۴۲۶۰ میں یہ تصریح ہے کہ پہلے حضرت زید بن حارثہ شہید ہوں گے پھر حضرت جعفر اور پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ شہید ہوں گے اب اگر اس کے خلاف سیرۃ ابن ہشام اور دلائل النبوۃ میں یہ مذکور ہے کہ پہلے حضرت جعفر شہید ہوئے اور پھر حضرت زید شہید ہوئے تو صحیح البخاری کے مقابلہ میں ان کا اعتبار نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صحابہ کی شہادت کی پہلے ہی خبر دے دی تھی اس میں آپ کے علمِ غیب کا ثبوت ہے اور یہ عطائی علمِ غیب ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نعمان بن محض یہودی نے بھی آپ کے علمِ غیب کی تصدیق کی اور جو لوگ آپ کے علمِ غیب کے منکر ہیں وہ اس یہودی سے بھی گئے گزرے ہیں نیز اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ دین کی محبت میں اس قدر مستغرق تھے کہ وہ موت سے نہیں ڈرتے تھے ان کو یقین تھا کہ وہ موتہ سے واپس نہیں آئیں گے پھر بھی وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے موتہ میں جہاد کرنے کے لیے جوش وخروش سے گئے۔

حدیث: ۴۲۶۰ اور ۴۲۶۱ کے تعارض کے مزید جوابات

غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

صحیح البخاری: ۴۲۶۱ میں مذکور ہے کہ حضرت جعفر کے جسم پر نوے سے زیادہ زخم تھے اور حدیث: ۴۲۶۰ میں مذکور ہے کہ ان کے جسم پر پچاس زخم تھے اور یہ تعارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ان حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے حدیث: ۴۲۶۱ میں زیادہ زخموں کا ذکر ہے اور عدد کی تخصیص زائد کی نفی نہیں کرتی' یا پچاس زخم ان کے سینہ پر آئے تھے اور نوے زخم ان کے سینہ اور باقی جسم پر تھے یا پچاس زخم نیزوں کے تھے اور باقی زخم تیروں کے تھے کیونکہ پہلی حدیث میں تیروں کے زخم کا ذکر نہیں ہے۔

(عون الباری ج ۵ ص ۲۱۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۹ھ)

میں کہتا ہوں: یہ تینوں جوابات حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی شرح 'فتح الباری ج ۵ ص ۳۳۶-۳۳۵ میں ذکر کیے ہیں' جن کو نواب صاحب نے حافظ ابن حجر کا نام لیے بغیر اپنی شرح میں ذکر کر دیا ہے اور یہ علمی خیانت اور سرقہ ہے' اس ناکارہ کے ساتھ بھی یہ ظلم ہوتا ہے کہ میں نے شرح صحیح مسلم' تبیان القرآن اور نعمۃ الباری میں جو علمی نکات اور تحقیقات ذکر کی ہیں' لوگ ان کو میرا حوالہ دیئے بغیر اپنی کتابوں میں درج کر دیتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی ۔

٤٢٦٢- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى زَيْدًا وَّجَعْفَرًا وَّابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰى اَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن واقد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از حمید بن ھلال از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید' حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ کی شہادت کی لوگوں کو اس سے پہلے خبر دی کہ آپ کے پاس وہاں سے خبر آتی' آپ نے فرمایا: زید نے جھنڈا پکڑا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر جعفر نے جھنڈا پکڑا' پس وہ شہید ہو گئے' پھر ابن رواحہ نے جھنڈا پکڑا' پس وہ شہید ہو گئے اور آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے' حتیٰ کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے جھنڈا پکڑا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے رومیوں پر فتح عطاء فرمائی۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ۱۲۴۶ میں گزر چکی ہے۔

حضرت خالد کا لقب' ضرورت کے وقت از خود لشکر کا امیر بننے کا جواز

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ' اس کی مزید شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار: اس سے مراد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہیں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسی دن یہ لقب عطاء فرمایا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کی وفات اور شہادت کی خبر دینا جائز ہے۔

حضرت خالد کسی کے امیر بنانے سے پہلے لشکر کے امیر بن گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تحسین کی' اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت کسی کا از خود امیر بن جانا جائز ہے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں بھی صحابہ اجتہاد کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۵۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ ھ)

٤٢٦٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَتْنِيْ عَمْرَةُ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُوْلُ لَمَّا جَاءَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرِ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے یحییٰ بن سعید سے سنا' انہوں نے کہا: مجھے عمرہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت زید بن حارثہ' حضرت جعفر بن ابی طالب

فِيهِ الْحُزْنُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاَنَا اَطَّلِعُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ تَعْنِي مِنْ شَقِّ الْبَابِ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ اَيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرَ قَالَ وَذَكَرَ بُكَاءَ هُنَّ فَاَمَرَهُ اَنْ يَنْهَاهُنَّ قَالَ فَذَهَبَ الرَّجُلُ ثُمَّ اَتَى فَقَالَ قَدْ نَهَيْتُهُنَّ وَذَكَرَ اَنَّهُ لَمْ يُطِعْنَهُ قَالَ فَاَمَرَ اَيْضًا فَذَهَبَ ثُمَّ اَتَى فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ غَلَبْنَنَا فَزَعَمَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاحْثُ فِي اَفْوَاهِهِنَّ مِنَ التُّرَابِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ اَرْغَمَ اللّٰهُ اَنْفَكَ فَوَاللّٰهِ مَا اَنْتَ تَفْعَلُ وَمَا تَرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ .

اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے اور آپ سے غم کا اظہار ہو رہا تھا' حضرت عائشہ نے بتایا کہ میں دروازہ کی جھری سے دیکھ رہی تھی' آپ کے پاس ایک مرد آیا اور اس نے بتایا کہ حضرت جعفر کی خواتین رو رہی ہیں' آپ نے اس کو حکم دیا کہ ان کو منع کرے' وہ شخص گیا اور پھر آ کر کہا کہ میں نے ان کو منع کیا تھا اور اس نے بتایا کہ ان عورتوں نے اس کی بات نہیں مانی' آپ نے اس کو پھر حکم دیا وہ گیا اور اس نے پھر آ کر کہا: اللہ کی قسم! وہ عورتیں ہم پر غالب آ گئیں' پس حضرت عائشہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ان کے مونہوں میں مٹی ڈال دو' حضرت عائشہ فرماتی ہیں: پس میں نے (دل میں) کہا: اللہ تیری ناک کو خاک آلود کرے! پس اللہ کی قسم! تو وہ کیوں نہیں کرتا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے' اور تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف اور مشقت میں کیوں چھوڑا ہے۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ۱۲۹۹ میں گزر چکی ہے۔

قاصد کے خبر دینے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس خبر کا علم تھا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی' اس حدیث کی مزید شرح میں لکھتے ہیں:

جب حضرت زید وغیرہ کی شہادت کی خبر آئی: یعنی لشکر سے کوئی قاصد یہ خبر لے کر آیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس یہ خبر لے کر آئے ہوں۔

امام موسیٰ بن عقبہ نے المغازی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت یعلیٰ بن امیہ آپ کے پاس اہل مؤتہ کی خبر لے کر آئے تو آپ نے ان سے فرمایا: اگر تم چاہو تو تم مجھے خبر دو اور اگر تم چاہو تو میں تمہیں خبر دوں' تو انہوں نے کہا: آپ مجھے خبر دیں' تو آپ نے ان کو پورا واقعہ بیان فرمایا' تب انہوں نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! آپ نے ان کی خبر سے ایک حرف بھی ترک نہیں کیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۳۶)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غم کا اظہار ہو رہا تھا: یہ تقدیر پر راضی ہونے کے منافی نہیں ہے۔

حضرت جعفر کی خواتین رو رہی ہیں: حضرت جعفر کی صرف ایک بیوی تھیں' حضرت اسماء بنت عمیس' دیگر خواتین رونے میں ان کی موافقت کر رہی تھیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۶۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٦٤- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ اِسْمَاعِيلَ بْنِ اَبِي خَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا حَيَّا ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن ابی بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمر بن علی نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد از عامر' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت

ذِى الْجَنَاحَيْنِ ۔

ابن عمر حضرت جعفر کے بیٹے کو سلام کرتے تو کہتے: السلام علیک! اے دو پروں والے کے بیٹے!

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۳۷۰۹ میں گزر چکی ہے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے پروں کی کیفیت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت جعفر بن ابی طالب کا لقب ذوالجناحین (دو پروں والے) تھا' کیونکہ جب غزوۂ موتہ میں ان کے دونوں بازو کاٹ دیئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں ان کو دو پَر عطاء فرمائے' وہ ان پروں کے ساتھ جنت میں اُڑتے تھے' اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے جعفر کو فرشتوں کے ساتھ جنت میں اُڑتے ہوئے دیکھا۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں عاصم بن عمر بن قتادہ سے مرسل روایت کی ہے کہ جعفر کے دو پَر یاقوت کے ہیں۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ یہ دو پَر ایسے نہیں ہیں جیسے پرندوں کے پَر ہوتے ہیں کیونکہ آدمی کی صورت تمام صورتوں سے افضل اور اکمل ہے' اور ان دو پروں سے مراد یہ ہے کہ حضرت جعفر کو صفتِ ملکیہ اور قوتِ روحانیہ دی گئی تھی اور قرآن مجید نے مجازاً بازوؤں کو پروں سے تعبیر فرمایا ہے:

وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ ۔ (طٰہٰ: ۲۲)

اور آپ اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دبایئے۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) جب کسی حدیث میں پروں کی کیفیت کا بیان نہیں ہے تو ہم اس حدیث پر ایمان لاتے ہیں اور ان پروں کی حقیقت سے بحث نہیں کرتے۔ (عمدۃ القاری ج ۷اص ۳۶۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٦٥- حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِىْ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ يَقُوْلُ لَقَدِ انْقَطَعَتْ فِىْ يَدِىْ يَوْمَ مُؤْتَةَ تِسْعَةُ اَسْيَافٍ فَمَا بَقِىَ فِىْ يَدِىْ اِلَّا صَفِيْحَةٌ يَمَانِيَةٌ ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس بن ابی حازم' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہتے کہ غزوۂ موتہ کے دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں اور میرے ہاتھ میں صرف یمن کی ایک چوڑی تلوار رہ گئی۔

٤٢٦٦- حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِىْ قَيْسٌ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ يَقُوْلُ لَقَدْ دُقَّ فِىْ يَدِىْ يَوْمَ مُؤْتَةَ تِسْعَةُ اَسْيَافٍ وَصَبَرَتْ فِىْ يَدِىْ صَفِيْحَةٌ لِّىْ يَمَانِيَةٌ ۔

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل' انہوں نے کہا: مجھے قیس نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ موتہ کے دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں اور میرے ہاتھ میں میری ایک یمن کی چوڑی تلوار رہ گئی۔

''دُق'' ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔

''صبرت'' وہ تلوار ٹوٹی نہ ٹکڑے ٹکڑے ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۷اص ۳۶۱)

٤٢٦٧- حَدَّثَنِیْ عِمْرَانُ بْنُ مَیْسَرَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَیْلٍ عَنْ حُصَیْنٍ عَنْ عَامِرٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اُغْمِیَ عَلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ فَجَعَلَتْ اُخْتُهٗ عَمْرَةُ تَبْكِیْ وَاجَبَلَاهُ وَاكَذَا وَاكَذَا تُعَدِّدُ عَلَیْهِ فَقَالَ حِیْنَ اَفَاقَ مَا قُلْتِ شَیْئًا اِلَّا قِیْلَ لِیْ اَنْتَ كَذٰلِكَ۔

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمران بن میسرہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن فضیل نے حدیث بیان کی از حصین از عامر از النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ پر غشی طاری ہوگئی تو ان کی بہن عمرہ رو رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں: ہائے اے پہاڑ اور ہائے اے فلاں اور اے فلاں! ان کی صفات گن رہی تھیں جب وہ ہوش میں آئے تو انہوں نے کہا: تم نے میرا جو وصف بھی بیان کیا تو مجھ سے کہا گیا: کیا تم اس طرح ہو۔

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت' حضرت عبداللہ بن رواحہ کی والدہ کا نام اور بیمار پر نوحہ کرنے کے بجائے اس کی شفاء کی دعا کرنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بہ ظاہر اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں ہے مگر اس میں یہ ضعیف تاویل کی جاسکتی ہے کہ باب کا عنوان حضرت عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کے متعلق ہے اور یہ حدیث ان کی بیماری کے متعلق ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ کی بہن عمرۃ: یہ حضرت النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں جو اس حدیث کے راوی ہیں۔

یہ ابونعیم کا قول ہے' امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کی والدہ ہیں اور یہ خطاء فاحش ہے' ان کی والدہ کا نام کبشہ بنت واقد ہے۔

حضرت عبداللہ پر غشی طاری ہوگئی: یعنی وہ بیمار تھے اور بیماری میں ان پر غشی طاری ہوگئی' ان کی بہن عمرۃ نے جب ان کی یہ حالت دیکھی تو وہ رونے لگیں اور ان پر آہ و بکاء کرتے ہوئے کہا: ہائے اے پہاڑ! ہائے اے بازو! ہائے اے پشت! اور روتے ہوئے ان کے اوصاف اور محاسن بیان کرنے لگیں۔

کیا تم اس طرح ہو؟ یہ ان سے بہ طور اہانت اور ایذاء کہا گیا۔

ابوعمران الجونی سے مرسل روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کی عیادت کی اور یہ دعا کی: اے اللہ! اگر اس کی اَجل آ گئی ہے تو اس پر آسانی فرما! ورنہ اس کو شفاء عطاء فرما' پھر ان کے مرض میں تخفیف ہوگئی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۶۲۔۳۶۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٦٨- حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْثَرٌ عَنْ حُصَیْنٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ اُغْمِیَ عَلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ بِهٰذَا فَلَمَّا مَاتَ لَمْ تَبْكِ عَلَیْهِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبثر نے حدیث بیان کی از حصین از الشعبی از النعمان بن بشیر' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ پر غشی طاری ہوگئی' پس جب وہ فوت ہوگئے تو ان کی بہن ان پر نہیں روئیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۶۷ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: جب حضرت عبداللہ بن رواحہ غزوۂ موتہ میں شہید ہوگئے' اور حضرت عمرۃ تک یہ خبر پہنچی تو وہ اُن پر (آواز

سے) نہیں روئیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (آواز سے) رونے سے منع فرمایا ہے' سوانہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کیا۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ص ٣٦٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٦- بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ اِلَى الْحُرُقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اسامہ بن زید کو قبیلہ جہینہ کے حُرقات کی طرف بھیجنا

الحرقات جہینہ کا ایک قبیلہ ہے' اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حرقہ کی جمع ہے' اس کا نام جہیش بن عامر بن ثعلبہ بن مودعہ بن جہینہ ہے' اس کا نام حرقہ اس لیے پڑ گیا کہ اس نے ایک قوم کو جلا ڈالا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٣٦٢' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس لشکر کا ذکر غزوۂ مؤتہ کے بعد کیا ہے' انہوں نے اس کا ذکر الدیات میں بھی کیا ہے' امام مسلم نے اس کا ذکر کتاب الایمان میں کیا ہے اور امام ابوداؤد نے اس کا ذکر کتاب الجہاد میں کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد:٢٦٤٣)

اور امام نسائی نے اس کا ذکر السیر میں کیا ہے۔ (سنن کبریٰ:٨٥٩٤) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢١ص ١٧' ١٣١' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٤٢٦٩- حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ ظَبْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْحُرُقَةِ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ وَلَحِقْتُ اَنَا وَرَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ رَجُلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا غَشِيْنَاهُ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَكَفَّ الْاَنْصَارِيُّ فَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِيْ حَتّٰى قَتَلْتُهُ فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اُسَامَةُ اَقَتَلْتَهُ بَعْدَ اَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قُلْتُ كَانَ مُتَعَوِّذًا فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنِّيْ لَمْ اَكُنْ اَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

(صحیح مسلم:٩٦' الرقم المسلسل:١٧٩' سنن ابوداؤد:٢٦٤٣' سنن کبریٰ:٨٥٩٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہم کو حصین نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہم کو ابوظبیان نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الحرقہ کی طرف بھیجا' ہم ان لوگوں کی طرف صبح کے وقت پہنچے' سو ہم نے ان کو شکست دی' اور میں اور انصار کے ایک مرد نے ان کے ایک مرد کا پیچھا کیا' جب ہم نے اس پر غلبہ پالیا تو اس نے کہا: لا الٰہ الا اللہ' پس وہ انصاری تو (اس پر حملہ کرنے سے) رک گیا اور میں نے اس پر اپنے نیزے سے حملہ کیا حتیٰ کہ میں نے اس کو قتل کر دیا' جب ہم (واپس) آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچ چکی تھی' آپ نے فرمایا: اے اسامہ! تم نے اس کو اس کے لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کے بعد قتل کر دیا! میں نے عرض کیا: وہ اس کلمہ کی پناہ لے رہا تھا' آپ بار بار یہی (گزشتہ جملہ) فرماتے رہے حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ میں آج سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا!

حضرت اسامہ کے غزوہ کی تاریخ اور جغرافیائی محل وقوع اور ان کے قتل کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے متن میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت اسامہ اس لشکر کے امیر تھے اور نہ ہی امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں یہ لکھا ہے اور یہ غزوہ اصحابِ مغازی کے نزدیک غالب لیثی کلبی کے نام سے مشہور ہے اور اسی غزوہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ (النساء:۹۴) اور جس نے تم کو سلام کیا ہے اس کو تم یہ نہ کہو کہ تم مسلمان نہیں ہو۔

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہ غزوہ رمضان سات ہجری میں ہوا تھا' اور اس غزوہ میں غالب بن عبداللہ اللیثی امیر تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بنی عوال اور بنی عبد بن ثعلبہ کی طرف بھیجا تھا اور وہ لوگ المیفعۃ میں تھے' یہ جگہ نجد کی سمت میں بطن نخل کے پیچھے ہے' اس جگہ اور مدینہ کے درمیان آٹھ بُرد کا فاصلہ ہے (ایک برید ۱۲ میل کا ہے اور آٹھ برد ۹۶ میل کا ہے)' اس لشکر میں ایک سو تیس مرد تھے۔

ہم نے ایک مرد کا پیچھا کیا: اس مرد کا نام مرداس بن نہیک تھا' وہ اپنی بکریوں کو چرا رہے تھے۔

وہ لا الہ الا اللہ کی پناہ لے رہا تھا: یعنی قتل سے بچنے کے لیے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے حضرت اسامہ نے اس شخص کو درج ذیل آیتوں میں تاویل کی وجہ سے قتل کیا ہو:

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ (المؤمن:۸۵-۸۴) پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو انہوں نے کہا: ہم اللہ پر ایمان لائے جو واحد ہے اور ہم نے اس کا انکار کیا جسے ہم اس کا شریک ٹھہراتے تھے ۝ تو ان کا ایمان ان کو فائدہ پہنچانے والا نہ ہوا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔

اسی طرح مرداس نے اس وقت کلمہ پڑھا جب حضرت اسامہ اس کو قتل کرنے والے تھے' اس لیے انہوں نے سمجھا کہ قتل سے بچنے کے لیے اس کا ایمان لانا مفید نہیں ہے' لیکن انہوں نے تاویل میں خطاء کی' کیونکہ ان آیتوں میں عذاب سے آسمانی عذاب مراد ہے' اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو زجر و توبیخ کی اور چونکہ انہوں نے اس کو تاویل سے قتل کیا تھا' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر دیت لازم نہیں کی۔

حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ میں آج سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا: حضرت اسامہ کا یہ قول مبالغہ پر محمول ہے' حقیقت پر محمول نہیں ہے یعنی وہ ایسے اسلام کی تمنا کر رہے تھے جس میں کوئی گناہ نہ ہوتا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

علامہ دمامینی مالکی متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

لیکن علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں النساء: ۹۲ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسامہ پر دیت لازم کی تھی' سو اس کی تحقیق کرنی چاہیے۔ (مصابیح الجامع ج ۸ ص ۸۳' دار النوادر' دمشق' ۱۴۳۱ھ)

نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے اسی شرح کو عمدۃ القاری اور فتح الباری کا حوالہ دیئے بغیر نقل کر دیا ہے' تاہم انہوں نے امام بخاری کے ترجمۃ الباب سے یہ سمجھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس غزوہ کا امیر بنایا تھا حالانکہ اس حدیث کے عنوان میں صرف اتنا مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو الحرقات کی طرف بھیجا' یہ مذکور نہیں ہے کہ ان کو اس غزوہ کا امیر بنایا تھا۔

(عون الباری ج ۵ ص ۳۱۳-۳۱۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٤٢٧٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ يَقُولُ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَّخَرَجْتُ فِيمَا يَبْعَثُ مِنَ الْبُعُوثِ تِسْعَ غَزَوَاتٍ مَّرَّةً عَلَيْنَا أَبُوبَكْرٍ وَّمَرَّةً عَلَيْنَا أُسَامَةُ .

[اطراف الحدیث:۴۲۷۱-۴۲۷۲-۴۲۷۳] (صحیح مسلم:۱۸۱۵ الرقم المسلسل:۴۵۹۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حاتم نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید انہوں نے کہا: میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سات غزوات کیے ہیں اور نو ایسے لشکروں میں شریک رہا ہوں جو آپ نے بھیجے تھے ان میں ایک ایسا لشکر تھا جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ امیر تھے اور ایک ایسا لشکر تھا جس میں حضرت اسامہ رضی اللہ امیر تھے۔

حضرت اسامہ کے ان سات غزوات کی تفصیل جن میں وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور ان کے پانچ دیگر لشکروں کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

سات غزوات: ان میں سے ایک غزوہ وہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عمرۃ الحدیبیہ میں تھا' اور دوسرا خیبر میں تھا اور تیسرا حنین کے دن تھا اور چوتھا القرد میں تھا اور پانچواں فتح مکہ میں تھا اور چھٹا غزوۃ الطائف تھا اور ساتواں غزوۃ التبوک تھا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آخری غزوہ تھا۔

اور نو ایسے لشکروں میں شریک رہا ہوں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجے تھے' ان میں سے ایک لشکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کا بنو فزارہ کی طرف تھا۔ اس کا امام مسلم نے ذکر کیا ہے' ان کا دوسرا لشکر بنو کلاب کی طرف تھا' اس کا امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے' نیز حضرت ابوبکر کو نو ہجری میں حج کے لیے بھیجا' ان میں سے حضرت اسامہ کا وہ لشکر ہے جس کا اس باب میں ذکر ہے اور یہ چوتھا لشکر ہے' اور ان میں سے وہ لشکر ہے جس کو صفر کے مہینہ میں البلقاء کے نواحی میں بھیجا تھا' یہ پانچ لشکر ہیں جن کو اصحاب المغازی نے ذکر کیا ہے اور ان کے علاوہ اور کسی لشکر کا ذکر نہیں کیا' علاوہ ازیں صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں لشکروں کی تعداد کا ذکر نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۶۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٧١- وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ يَقُولُ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَّخَرَجْتُ فِيمَا يَبْعَثُ مِنَ الْبَعْثِ تِسْعَ غَزَوَاتٍ مَّرَّةً عَلَيْنَا أَبُوبَكْرٍ وَّمَرَّةً أُسَامَةُ .

اور عمر بن حفص بن غیاث نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید انہوں نے کہا: میں نے حضرت سلمہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سات غزوات کیے ہیں' میں نو اُن لشکروں میں شامل رہا ہوں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجے تھے' ان میں ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ امیر تھے اور ایک مرتبہ حضرت اسامہ رضی اللہ امیر تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۷۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٧٢- حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو عاصم الضحاک بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابی عبید نے

عَنْهُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَّغَزَوْتُ مَعَ ابْنِ حَارِثَةَ اِسْتَعْمَلَهُ عَلَيْنَا .

حدیث بیان کی از حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات کیے ہیں اور حضرت ابن حارثہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ جن کو آپ نے ہم پر امیر بنایا تھا۔

یہ امام بخاری کی ثلاثیات میں سے پندرھویں حدیث ہے۔

٤٢٧٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ فَذَكَرَ خَيْبَرَ وَالْحُدَيْبِيَةَ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ وَّيَوْمَ الْقَرَدِ قَالَ يَزِيْدُ وَنَسِيْتُ بَقِيَّتَهُمْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن مسعدۃ نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی عبید از حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات کیے ہیں پھر انہوں نے خیبر کا اور الحدیبیہ کا اور یوم حنین کا اور یوم القرد کا ذکر کیا' یزید نے کہا: اور باقی غزوات کا ذکر میں بھول گیا۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۲۷۰ کی شرح کا مطالعہ کریں۔

بقیہ لشکروں کی تفصیل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی المتوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہاں پر ایک وہ لشکر ہے جس میں حضرت عمرو بن العاص امیر تھے' یہ لشکر ذات السلاسل کی طرف جمادی الاولیٰ آٹھ ہجری میں روانہ ہوا تھا' اس کا امام بخاری نے اواخر میں ذکر کیا ہے' جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب آئے گا' پھر الخبط کا لشکر ہے جس کے امیر حضرت ابوعبیدہ تھے' یہ لشکر آٹھ ہجری میں روانہ ہوا تھا' اس کا ذکر بھی امام بخاری نے اواخر میں کیا ہے' پھر حضرت ابوقتادہ بن ربعی کا لشکر ہے جو شعبان آٹھ ہجری میں ارضِ محارب کی طرف روانہ ہوا تھا۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۴ ص ۳۰۲)

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ پھر حضرت اسامہ کا لشکر اوّل رمضان میں بطن اضم کی طرف تھا' پھر حضرت ابن ابی حدرد کا لشکر الغابہ کی طرف تھا۔ (سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۴۰۲)

پھر فتح مکہ کا غزوہ تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۳۴۔۱۳۱) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۱۷-۲۱۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٧- بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ
فتح مکہ کے غزوہ کا بیان

اس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ قریش نے حدیبیہ میں کیے ہوئے معاہدہ کو توڑ دیا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ اہلِ مکہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

وَمَا بَعَثَ بِهٖ حَاطِبُ بْنُ اَبِيْ بَلْتَعَةَ اِلٰى اَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِغَزْوِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے جو اہلِ مکہ کی طرف مکتوب روانہ کیا تھا' جس میں ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ کی خبر دی تھی۔

اس تعلیق کا عطف اس باب کے عنوان پر ہے: اس مکتوب میں لکھا تھا: اے اہلِ مکہ! بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر حملہ کرنے کے لیے آ رہے ہیں' وہ لشکر سیلاب کی طرح اُمنڈتا ہوا آئے گا' پس اللہ کی قسم! اگر وہ تنہا بھی آ گئے تو اللہ تعالیٰ ان کو تم پر فتح عطاء فرمائے گا اور اپنا وعدہ پورا فرمائے گا' سو تم اپنے معاملہ پر غور کر لو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۶۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٧٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي رَافِعٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ فَقَالَ انْطَلِقُوا حَتّٰى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوا مِنْهَا قَالَ فَانْطَلَقْنَا تَعَادٰى بِنَا خَيْلُنَا حَتّٰى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ. فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِينَةِ قُلْنَا لَهَا أَخْرِجِي الْكِتَابَ قَالَتْ مَا مَعِيَ كِتَابٌ فَقُلْنَا لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ قَالَ فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَأَتَيْنَا بِهِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا فِيهِ مِنْ حَاطِبِ ابْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلٰى نَاسٍ بِمَكَّةَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا حَاطِبُ مَا هٰذَا؟ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ يَقُولُ كُنْتُ حَلِيفًا وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مَنْ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُونَ قَرَابَتِي وَلَمْ أَفْعَلْهُ ارْتِدَادًا عَنْ دِينِي وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰى مَنْ شَهِدَ بَدْرًا قَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ السُّورَةَ ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ إِلٰى قَوْلِهِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيلِ ۝﴾ (الممتحنہ:١).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو بن دینار' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے الحسن بن محمد نے خبر دی کہ انہوں نے عبیداللہ بن ابی رافع سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے' حضرت زبیر کو اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور فرمایا: تم جاؤ حتیٰ کہ روضہ خاخ میں پہنچ جاؤ' وہاں ایک مسافرہ ہو گی' اس کے پاس ایک مکتوب ہو گا' تم اس سے وہ مکتوب لے لینا۔ حضرت علی نے بتایا: پس ہم روانہ ہوئے' ہم اپنے گھوڑوں کو دوڑا رہے تھے حتیٰ کہ ہم الروضہ پر پہنچ گئے' سو اچانک ہم نے ایک مسافرہ کو دیکھا' ہم نے اس سے کہا: وہ مکتوب نکالو' اس نے کہا: میرے پاس کوئی مکتوب نہیں ہے' ہم نے اس سے کہا: تم ضرور مکتوب نکالو گی ورنہ ہم تمہارے کپڑے اُتار دیں گے' حضرت علی نے بتایا: تب اس نے اپنے بالوں کے گچھے سے مکتوب نکالا' ہم اس کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پس اس میں یہ تھا کہ یہ مکتوب حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکینِ مکہ کی جانب ہے' وہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک منصوبہ کی خبر دے رہا ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے حاطب! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میرے متعلق جلدی فیصلہ نہ کریں' میں ایسا مرد ہوں جو قریش کے ساتھ جڑا ہوا ہوں' میں ان کا حلیف ہوں اور میں ان میں سے نہیں ہوں اور آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کی ان کے ساتھ رشتہ داریاں ہیں جن کے سبب سے وہ اپنے گھر والوں اور مال و اسباب کی حفاظت کریں گے تو میں نے چاہا کہ جب میری ان کے ساتھ رشتہ داریاں نہیں ہیں تو میں ان کے اوپر ایک احسان کر دوں جس کی وجہ سے یہ میرے قرابت داروں کی حفاظت کریں گے اور میں نے یہ کام اس وجہ سے نہیں کیا کہ میں دین (اسلام) سے مرتد ہو گیا ہوں اور نہ اس وجہ سے کیا ہے کہ میں نے اسلام کے بعد کفر کو پسند کر لیا ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے تم سے سچ کہا ہے' حضرت عمر رضی اللہ نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس

منافق کی گردن اُڑا دوں' پس آپ نے فرمایا: یہ بدر میں حاضر ہو چکا ہے' اور تمہیں کیا پتا کہ تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حاضرینِ بدر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم جو چاہو عمل کرو پس بے شک میں نے تم کو بخش دیا ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی: اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ' تم انہیں دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ انہوں نے اس حق کے ساتھ کفر کیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے۔ یہ آیت یہاں تک ہے: اور تم میں سے جس نے ایسا کیا وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیاO (الممتحنہ:۱)

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ۳۰۰۷' اور اس کی اطراف میں گزر چکی ہے اور مفصل شرح اب یہاں کی جا رہی ہے۔

الممتحنہ:۱' کا شانِ نزول

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام واحدی نے مفسرین کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ الممتحنہ:۱' حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' ابوعمرو بن صیفی کی باندی سارہ مکہ سے مدینہ آئی' اس وقت آپ مکہ کو فتح کرنے کی تیاری کر رہے تھے' آپ نے اس سے پوچھا: تم کیوں آئی ہو؟ اس نے کہا: ضرورت ہے' آپ نے فرمایا: تم مکہ کے جوانوں سے کہاں رہیں؟ وہ گانے والی تھی' اس نے کہا: بدر کے واقعہ کے بعد مجھے کوئی نہیں پوچھتا' آپ نے اس کو کپڑے اور سامان دیا اور اس کے پاس حضرت حاطب آئے اور اس کو اہلِ مکہ کے نام ایک مکتوب لکھ کر دیا اور اس کو دس دینار دیئے اور اس میں اہلِ مکہ کے نام یہ پیغام لکھا کہ رسول اللہ ﷺ تم پر حملہ کا ارادہ کر رہے ہیں' تم اپنی حفاظت کا بندوبست کر لو پس حضرت جبریل علیہ السلام اس کی خبر لے کر آپ پر نازل ہوئے تو آپ نے حضرت علی' حضرت عمار' حضرت عمر' حضرت الزبیر' حضرت طلحہ' حضرت المقداد بن الاسود اور حضرت ابومرثد رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور یہ سب گھڑ سوار تھے' آپ نے فرمایا: تم سب روضہ خاخ پر جاؤ' وہاں ایک مسافرہ ہوگی' اس کے پاس مشرکین کے نام ایک مکتوب ہے' وہ اس سے لے لو اور پھر اس کو جانے دو' اگر تم کو وہ مکتوب نہ دے تو اس کی گردن مار دو۔ (اسباب النزول: ۸۱۱۔ ص ۴۴۲۔ ۴۴۱' الوسیط ج ۴ ص ۲۸۲)

حدیث میں مذکور مسافرہ کا نام' اس کا تعارف اور اس تحریر کے متعلق اقوال

اس مسافرہ کا نام سارہ تھا اور یہ کفارِ قریش کی باندی تھی' حضرت حاطب نے تین آدمیوں کے نام مکتوب لکھا تھا: (۱) سہیل بن عمرو (۲) عکرمہ بن ابی جہل (۳) صفوان بن امیہ' الحاکم نے اکلیل میں لکھا ہے کہ یہ عورت گانے والی تھی' اور رسول اللہ ﷺ کی ہجو گایا کرتی تھی' فتح مکہ کے دن آپ کے حکم سے اس کو قتل کر دیا گیا تھا' علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ اس مکتوب میں مذکور تھا: سیدنا محمد ﷺ روانہ ہو رہے ہیں' وہ یا تو تمہاری طرف آئیں گے یا کسی اور کی طرف' بہر حال تم پر احتیاط لازم ہے۔ (الروض الانف ج ۴ ص ۹۷)

علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اس مکتوب میں یہ تحریر تھی کہ نبی ﷺ نے غزوہ کا اعلان کیا ہے اور میرا گمان ہے وہ تم پر حملہ کے لیے جا رہے ہیں اور اس میں یہ لکھا تھا کہ آپ ایک عظیم لشکر کے ساتھ آ رہے ہیں جس سے لڑنے کی ان میں طاقت نہیں ہوگی۔
(المفہم ج ۶ ص ۴۴۰)

مشکل الفاظ کے معانی

روضۃ کا معنی ہے: باغ' اور خاخ کی جگہ حاج بھی مذکور ہے۔ (الروض الانف ج ۴ ص ۹۷)

ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے: اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت کسی عورت کے (بلکہ کسی کے بھی) کپڑے اتارنا جائز ہے (یعنی ایسی ضرورت جس میں کپڑے اتارنے کے سوا چارۂ کار نہ ہو)۔

''العقاص''عورت کی مینڈھیوں کو اکٹھا کر کے ایک دھاگے سے باندھ لیا جائے۔

اس اعتراض کا جواب کہ جب نبی ﷺ نے حضرت حاطب کا عذر قبول فرما لیا تھا تو پھر حضرت عمر نے ان کو منافق کیوں کہا؟

حضرت عمر نے کہا: مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اُڑا دوں: حضرت عمر نے ان پر منافق کا اطلاق کیا کیونکہ انہوں نے کفارِ قریش سے دوستی رکھی تھی' اور حضرت حاطب نے یہ فعل اس تاویل سے کیا تھا کہ ان کے اس مکتوب سے رسول اللہ ﷺ کو ضرر نہیں ہوگا اور ان کی نیت کے صدق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب رسول اللہ ﷺ یہ فرما چکے تھے کہ اس نے تم سے سچ کہا ہے' پھر حضرت عمر نے ان کو منافق کیوں کہا اور ان کو قتل کرنے کی اجازت کیوں طلب کی؟ علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت عمر کا یہ قول رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے پہلے تھا کہ اس نے تم سے سچ کہا' راوی نے عبارت کو آگے پیچھے کر دیا' دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ اگرچہ اس نے سچ کہا مگر اس کا عذر صحیح نہیں ہے۔

اس اشکال کا صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت عمر نے جو اُن کو منافق کہا تھا' اس سے ان کی مراد عقیدہ کا نفاق نہیں تھی بلکہ ان کی مراد نفاقِ عملی تھی' یعنی ان کا یہ عمل بہر حال خیانت تھا' پھر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نفاقِ عملی کی وجہ سے تو کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے' پھر حضرت عمر نے ان کو قتل کرنے کی اجازت کیوں طلب کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس کو بہ طور تعزیر قتل کرنے کی اجازت طلب کی تھی۔

کیا اصحابِ بدر کے مغفور ہونے کا یہ معنی ہے کہ ان کو آئندہ گناہ کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے؟

تم جو چاہو عمل کرو: بہ ظاہر یہ مستقبل کے لیے ہے' لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ پھر ان کو گناہ کرنے کی اجازت دے دی گئی اور یہ جائز نہیں ہے' علامہ قرطبی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ خطاب بہ طور اکرام اور تشریف ہے' گویا اصحابِ بدر کو ایسی حالت حاصل ہو گئی کہ ان کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے گئے اور ان کو ایسی صلاحیت حاصل ہوگئی کہ اگر آئندہ بھی ان سے گناہ ہو گئے تو توقع ہے کہ وہ بھی معاف کر دیئے جائیں گے اور کسی چیز کی صلاحیت سے اس کا وقوع لازم نہیں ہے اور اصحابِ بدر ہمیشہ اہل جنت کے اعمال کرتے رہے اور اگر کسی سے اس کے خلاف کوئی کام ہو جائے تو وہ موت سے پہلے توبہ کر لے گا اور ان کی سیرت کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہے۔ (المفہم ج ٦ ص ۴۴۲۔۴۴۱)

قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے کہ اس پر اجماع منعقد ہے کہ جس پر حد ثابت ہوگی' اس پر حد جاری کی جائے گی اور تحقیق یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ پر حد جاری کی۔ (اکمال المعلم ج ۷ ص ۵۴۹)

خلاصہ یہ ہے کہ اصحابِ بدر کے مغفور ہونے کا معنی یہ ہے کہ ان کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے گئے اور آئندہ اللہ تعالیٰ ان کو

گناہوں سے محفوظ رکھے گا لیکن اگر ان سے کوئی کبیرہ گناہ سرزد ہو گیا تو اللہ تعالیٰ ان کو موت سے پہلے توبہ کی توفیق دے دے گا اور اگر اُن سے کوئی ایسا گناہ ہوا جس پر حد واجب ہو تو اس پر حد جاری کی جائے گی جیسے حضرت مسطح پر حد جاری کی گئی۔

حدیث مذکور سے مستنبط کردہ بعض دیگر مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مخالف جاسوس خواہ مرد ہو یا عورت اس کی مکمل تلاشی لی جائے گی اور اگر اس کے کپڑے اتارنے کی ضرورت ہو تو اس کے کپڑے اتار دیئے جائیں گے۔

جس شخص نے کوئی ممنوع کام کیا' پھر اس کی صحیح تاویل کی تو اس کی تاویل قبول کی جائے گی جیسا کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی تاویل قبول کی گئی۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کفر نہیں ہے۔ (المفہم ج ٦ ص ۴۴۳)

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ جاسوس کو قتل کیا جائے گا اور حضرت حاطب کو اس لیے قتل نہیں کیا گیا تھا کیونکہ نبی ﷺ کو وحی کے ذریعہ ان کا صدق معلوم تھا' لیکن امام شافعی اور فقہاء کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ مسلمان جاسوس کو تعزیر دی جائے گی اور اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے' اگر وہ مسلمان باوقار اور صاحب مرتبہ ہو تو اس کو معاف کر دیا جائے گا' کیونکہ حدیث میں ہے:

تین صورتوں کے سوا کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے: (۱) اس نے اسلام لانے کے بعد کفر کیا ہو (۲) شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کیا ہو (۳) اس نے ناحق قتل کیا ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۴۵۰۲' سنن ترمذی: ۲۱۵۹' سنن ابن ماجہ: ۲۵۳۳)

امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی کا قول یہ ہے کہ اس کو دردناک سزا دی جائے گی اور طویل عرصہ تک قید میں رکھا جائے گا۔

(معالم السنن للخطابی ج ۲ ص ۲۳۸)

علامہ ابن وہب مالکی نے کہا ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے گا' ماسوا اس کے کہ وہ توبہ کر لے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ اگر کوئی باوقار مسلمان' مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرے اور اس کا عذر صحیح ہو تو اس کا عذر قبول کر لیا جائے گا' جیسا کہ نبی ﷺ نے حضرت حاطب کا عذر قبول کر لیا تھا' نیز حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: باوقار اور اصحاب مرتبہ لوگوں کی لغزشوں کو معاف کر دو' سوا اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کا ارتکاب کریں۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۷۵' مسند احمد ج ٦ ص ۱۸۱' صحیح ابن حبان: ۲۹٦)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۸ ص ۱٦۹۔۱٦۱ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٨- بَابُ غَزْوَةِ الْفَتْحِ فِيْ رَمَضَانَ — فتح مکہ کا غزوہ رمضان میں تھا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فتح مکہ کے دن کا غزوہ رمضان آٹھ ہجری میں ہوا تھا اور نبی ﷺ بیس رمضان کو مدینہ سے نکلے تھے اور امام ابن اسحاق نے زہری سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے ابورہم الغفاری کو مدینہ کا عامل بنایا تھا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۴۳' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲٦ھ)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے اس عبارت کو فتح الباری کے حوالے کے بغیر لکھ دیا ہے۔

(عون الباری ج ۵ ص ۲۱۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٤٢٧٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ — امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے

قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا غَزْوَةَ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ قَالَ وَسَمِعْتُ ابْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ مِثْلَ ذٰلِكَ.

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کا غزوہ رمضان میں کیا' انہوں نے کہا: اور میں نے ابن المسیب سے بھی اسی طرح سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۴ میں گزر چکی ہے۔

وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا بَلَغَ الْكَدِيدَ الْمَاءَ الَّذِي بَيْنَ قُدَيْدٍ وَعُسْفَانَ أَفْطَرَ فَلَمْ يَزَلْ مُفْطِرًا حَتّٰى انْسَلَخَ الشَّهْرُ.

اور عبیداللہ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا حتیٰ کہ جب الکدید کے پانی پر پہنچے جو قدید اور عسفان کے درمیان ہے تو آپ نے روزہ کھول دیا' پھر آپ نے مسلسل روزے نہیں رکھے حتیٰ کہ مہینہ ختم ہو گیا۔

البکری نے کہا ہے کہ قدید ایک جامع بستی ہے' جس میں پانی کے چشمے اور باغات بہت زیادہ ہیں اور قدید اور الکدید کے درمیان سولہ میل کا فاصلہ ہے اور الکدید مکہ کے زیادہ قریب ہے اور عسفان مکہ سے چار برد کے فاصلہ پر ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٧٦- حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ أَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِي رَمَضَانَ مِنَ الْمَدِينَةِ وَمَعَهُ عَشَرَةُ الْآفٍ وَذٰلِكَ عَلٰى رَأْسِ ثَمَانِ سِنِينَ وَنِصْفٍ مِنْ مَقْدَمِهِ الْمَدِينَةَ فَسَارَ هُوَ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلٰى مَكَّةَ يَصُومُ وَيَصُومُونَ حَتّٰى بَلَغَ الْكَدِيدَ وَهُوَ مَاءٌ بَيْنَ عُسْفَانَ وَقُدَيْدٍ أَفْطَرَ وَأَفْطَرُوا قَالَ الزُّهْرِيُّ وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآخِرُ فَالْآخِرُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے الزہری نے خبر دی از عبیداللہ بن عبداللہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں مدینہ سے نکلے اور آپ کے ساتھ دس ہزار صحابہ تھے اور یہ آپ کے مدینہ آنے کے ساڑھے آٹھ سال بعد کا واقعہ ہے' پس آپ اور آپ کے ساتھ جو صحابہ تھے مکہ کے لیے روانہ ہوئے' آپ بھی روزے سے تھے اور صحابہ بھی روزے سے تھے لیکن جب آپ مقام الکدید پر پہنچے جو عسفان اور قدید کے درمیان پانی کا چشمہ ہے تو آپ نے روزہ کھول لیا اور صحابہ نے بھی روزہ کھول لیا' الزہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل پر ہی عمل کیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۴ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٧٧- حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عیاش بن الولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالاعلیٰ نے حدیث بیان کی'

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ إِلٰى حُنَيْنٍ وَّالنَّاسُ مُخْتَلِفُوْنَ فَصَائِمٌ وَّمُفْطِرٌ فَلَمَّا اسْتَوٰى عَلٰى رَاحِلَتِهٖ دَعَا بِإِنَاءٍ مِّنْ لَّبَنٍ اَوْمَاءٍ فَوَضَعَهٗ عَلٰى رَاحَتِهٖ اَوْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ ثُمَّ نَظَرَ إِلَى النَّاسِ فَقَالَ اَلْمُفْطِرُوْنَ لِلصُّوَّامِ اَفْطِرُوْا .

انہوں نے کہا: ہمیں خالد الحذاء نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں حُنین کی طرف نکلے اور لوگ مختلف تھے' بعض روزے سے تھے اور بعض روزے سے نہیں تھے' پس جب آپ سواری پر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے تو آپ نے ایک برتن میں دودھ یا پانی منگایا' پھر اس برتن کو اپنی ہتھیلی پر رکھا' پھر آپ نے لوگوں کی طرف دیکھا' پس روزہ نہ رکھنے والوں نے روزہ رکھنے والوں سے کہا: تم روزہ کھول لو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۴ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٧٨- وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ .

اور عبدالرزاق نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال نکلے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۴۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اور حماد بن زید نے کہا از ایوب از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس تعلیق کی امام بیہقی نے سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

٤٢٧٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَافَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ مِّنْ مَّاءٍ فَشَرِبَ نَهَارًا لِّيُرِيَهُ النَّاسَ فَاَفْطَرَ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ . قَالَ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَّقُوْلُ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ وَاَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از مجاہد از طاؤس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں سفر کیا' پس آپ نے روزہ رکھا حتیٰ کہ آپ عسفان پر پہنچے' پھر آپ نے پانی منگایا' پس دن میں پانی پیا تاکہ آپ لوگوں کو دکھائیں' سو آپ نے روزہ کھول لیا حتیٰ کہ آپ مکہ آئے اور حضرت ابن عباس یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا بھی ہے اور روزہ کھولا بھی ہے' سو جو چاہے سفر میں روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ کھول لے (یا نہ رکھے)۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی صحیح البخاری: ۱۹۴۴ کا مطالعہ کریں۔

حدیث مذکور سے بعض فقہاء کا ردّ

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فقہاء کی ایک جماعت کا رد ہے:
ان میں سے پہلے عبیدۃ السلمانی ہیں' انہوں نے کہا: جس شخص پر حضر (وطن یا شہر) میں رمضان کی پہلی تاریخ آ چکی ہو اس کے لیے روزہ کھولنا جائز نہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط (البقرہ:١٨٥) سو تم میں سے جو اس مہینہ میں موجود ہو تو وہ ضرور اس کے روزے رکھے۔

(مصنف عبد الرزاق:٧٧٥٩۔ ج ٤ص ٢٦٩' سنن بیہقی ج ٤ص ٢٤٦)

اور دیگر فقہاء کے نزدیک یہ آیت اُس پر محمول ہے جو اس پورے مہینہ میں شہر میں موجود ہو' کیونکہ جو شخص مہینہ کے چند دنوں میں موجود ہو اس کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ رمضان کے پورے مہینہ میں موجود تھا۔
ان میں سے دوسرے ابومجلز ہیں' انہوں نے کہا: جب وہ رمضان کے مہینے میں مقیم ہو تو وہ سفر نہ کرے اور اگر اس نے سفر کیا ہے تو وہ روزے رکھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:٩٠٠٠۔ ج ٢ص ٢٨٣)
ان میں سے تیسرے الظاہریہ (غیر مقلدین) ہیں' انہوں نے کہا کہ سفر میں روزہ رکھنا صحیح نہیں ہے۔ (المحلی ج ٦ص ٢٤٣)

غزوۂ فتح مکہ میں روانہ ہونے والے صحابہ کی تعداد

اور آپ کے ساتھ دس ہزار صحابہ تھے: یہی معروف روایت ہے اور شرف المصطفیٰ میں عروہ سے روایت ہے کہ آپ کے ساتھ بارہ ہزار صحابہ تھے۔
اور یہ ہجرت کے ساڑھے آٹھ سال بعد کا غزوہ ہے: ابونعیم الحداد نے بھی الجمع بین الصحیحین میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ میں انیس (١٩) دن قیام کیا اور ہم نمازوں میں قصر کرتے رہے۔ (صحیح البخاری:١٠٨٠)

غزوۂ حنین کی تاریخ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں حنین کی طرف نکلے: غزوۂ حنین رمضان میں نہیں ہوا' یہ غزوہ شوال آٹھ (٨) ہجری میں ہوا تھا' جیسا کہ علامہ الدمیاطی نے اس پر تنبیہ کی ہے' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے امام بخاری کی مراد یہ ہو کہ آپ رمضان کے آخر میں نکلے تھے' کیونکہ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ آپ آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین کے لیے نکلے تھے۔
ابن تیمیہ کے شیخ عبد القادر نے کہا ہے کہ آپ فتح مکہ کے چالیس دن بعد حنین کے لیے روانہ ہوئے تھے۔
(المنتقیٰ من اخبار المصطفیٰ:٢١٨٢۔ ج ٢ص ١٨٤)

ایک برتن میں دودھ اور ایک میں پانی کی تحقیق

ایک برتن میں دودھ یا پانی تھا: اس کے بعد کی روایت میں ہے: ایک برتن میں پانی تھا۔
ان میں تعارض نہیں ہے' کیونکہ پہلی روایت شک پر مبنی ہے اور دوسری روایت جزم اور وثوق پر مبنی ہے' علامہ داؤدی نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ یہ دو مرتبہ کے الگ الگ واقعات ہیں' اور علامہ ابن التین نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ ایک واقعہ فتح مکہ کا ہے اور دوسرا غزوۂ حنین کا ہے۔

سفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا مسئلہ

حضرت ابن عباس نے کہا: جو چاہے سفر میں روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ نہ رکھے: اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ سفر میں روزہ رکھنے اور روزہ نہ رکھنے کا اختیار ہے' اور ہمارے فقہاء (شافعیہ) کے نزدیک جس کو سفر میں روزہ رکھنے سے ضرر نہ ہو اس کے لیے روزہ رکھنا افضل ہے' امام مالک کا مشہور مذہب بھی یہی ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ۔ (البقرہ:۱۸۴) اور تمہارے لیے روزہ رکھنا بہتر ہے۔

سفر (جہاد) میں مسلمان مشقت اُٹھا کر روزہ نہ رکھیں ورنہ وہ جہاد سے عاجز ہو جائیں گے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۲۸۔۴۲۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حنین کا محل وقوع

حنین ایک وادی ہے جو مکہ سے دس سے زیادہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے' غزوۂ حنین کا سبب یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو خزاعہ کی نصرت کے لیے روانہ ہوئے تو آپ کو یہ خبر پہنچی کہ ہوازن ان سے لڑنے کا ارادہ کر رہے ہیں حتیٰ کہ وہ ذی المجاز کے بازار تک پہنچ گئے ہیں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتوار کی رات کو وادیٔ حنین تک پہنچ گئے' پھر آپ نے نصف شوال کو ان سے صلح کر لی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۶۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٩- بَابُ اَيْنَ رَكَزَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّايَةَ يَوْمَ الْفَتْحِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن جھنڈا کہاں نصب کیا تھا؟

اس باب میں یہ بیان کیا جائے گا کہ فتح مکہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا کس جگہ نصب کیا تھا؟

٤٢٨٠- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا سَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ قُرَيْشًا خَرَجَ اَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ وَّحَكِيْمُ بْنُ حِزَامٍ وَّبُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ يَلْتَمِسُوْنَ الْخَبَرَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلُوْا يَسِيْرُوْنَ حَتّٰى اَتَوْا مَرَّ الظَّهْرَانِ فَاِذَا هُمْ بِنِيْرَانٍ كَاَنَّهَا نِيْرَانُ عَرَفَةَ فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ: مَا هٰذِهٖ لَكَاَنَّهَا نِيْرَانُ عَرَفَةَ . فَقَالَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ نِيْرَانُ بَنِيْ عَمْرٍو . فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ عَمْرٌو اَقَلُّ مِنْ ذٰلِكَ فَرَاٰهُمْ نَاسٌ مِّنْ حَرَسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَدْرَكُوْهُمْ فَاَخَذُوْهُمْ فَاَتَوْا بِهِمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَ اَبُوْ سُفْيَانَ فَلَمَّا سَارَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ اِحْبِسْ اَبَا سُفْيَانَ عِنْدَ حَطْمِ الْخَيْلِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے' سو یہ خبر قریش کو پہنچ گئی تو ابوسفیان بن حرب اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء نکلے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس خبر کی تفتیش کر رہے تھے' یہ لوگ جب مر الظہران پر پہنچے تو انہیں ایک جگہ آگ جلتی ہوئی دکھائی دی' گویا یہ مقام عرفات کی آگ ہے' ابوسفیان نے کہا: یہ کیسی آگ ہے؟ یہ تو مقام عرفات جیسی آگ ہے' پس بُدیل بن ورقاء نے کہا: یہ (قبیلہ) بنو عمرو کی آگ ہے' پھر ابوسفیان نے کہا: بنو عمرو اس سے کم تعداد میں ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظوں میں سے کسی نے ان کو دیکھ لیا' سو وہ ان کو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے' پس ابوسفیان اسلام لے آئے' جب وہ روانہ ہوئے تو آپ نے حضرت

حَتّٰى يَنْظُرَ إِلَى الْمُسْلِمِينَ فَحَبَسَهُ الْعَبَّاسُ فَجَعَلَتِ الْقَبَائِلُ تَمُرُّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمُرُّ كَتِيبَةٌ كَتِيبَةٌ عَلٰى أَبِي سُفْيَانَ فَمَرَّتْ كَتِيبَةٌ قَالَ يَا عَبَّاسُ مَنْ هٰذِهِ . قَالَ هٰذِهِ غِفَارٌ قَالَ مَالِي وَلِغِفَارٍ ثُمَّ مَرَّتْ جُهَيْنَةُ قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ . ثُمَّ مَرَّتْ سَعْدُ بْنُ هُذَيْمٍ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ . وَمَرَّتْ سُلَيْمٌ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ . حَتّٰى أَقْبَلَتْ كَتِيبَةٌ لَمْ يَرَ مِثْلَهَا قَالَ مَنْ هٰذِهِ قَالَ: هٰؤُلَاءِ الْأَنْصَارُ عَلَيْهِمْ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ مَعَهُ الرَّايَةُ . فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ يَا أَبَا سُفْيَانَ اَلْيَوْمُ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ اَلْيَوْمُ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ . فَقَالَ أَبُوْ سُفْيَانَ يَا عَبَّاسُ حَبَّذَا يَوْمَ الذِّمَارِ . ثُمَّ جَاءَتْ كَتِيبَةٌ وَهِيَ أَقَلُّ الْكَتَائِبِ فِيهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ وَرَايَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ . فَلَمَّا مَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَبِي سُفْيَانَ قَالَ . أَلَمْ تَعْلَمْ مَا قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ . قَالَ مَا قَالَ؟ قَالَ قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ كَذَبَ سَعْدٌ وَلٰكِنْ هٰذَا يَوْمٌ يُعَظِّمُ اللّٰهُ فِيهِ الْكَعْبَةَ وَيَوْمٌ تُكْسٰى فِيهِ الْكَعْبَةُ قَالَ وَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُرْكَزَ رَايَتُهُ بِالْحَجُونِ قَالَ عُرْوَةُ وَأَخْبَرَنِي نَافِعُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُولُ لِلزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ . يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ هَا هُنَا أَمَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَرْكُزَ الرَّايَةَ قَالَ وَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ أَنْ يَدْخُلَ مِنْ أَعْلٰى مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ وَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كُدًا فَقُتِلَ مِنْ خَيْلِ خَالِدٍ يَوْمَئِذٍ رَجُلَانِ حُبَيْشُ بْنُ الْأَشْعَرِ وَكُرْزُ ابْنُ جَابِرٍ الْفِهْرِيُّ .

عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ابوسفیان کو اس جگہ ٹھہراؤ جہاں سے زیادہ گھڑ سوار گزریں حتیٰ کہ ابوسفیان مسلمانوں کی شوکت دیکھ لیں' حضرت عباس نے ان کو ایسی جگہ روک لیا' وہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ایک کر کے حضرت ابوسفیان کے سامنے متعدد قبیلے گزر رہے تھے' ایک دستہ گزرا تو حضرت ابوسفیان نے حضرت عباس سے پوچھا: اے عباس! یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: یہ غفار ہیں' حضرت ابوسفیان نے کہا: مجھے غفار سے کیا سروکار! پھر قبیلہ جہینہ گزرا' تو حضرت ابوسفیان نے اسی طرح سوال کیا' پھر سعد بن ہذیم گزرے تو حضرت ابوسفیان نے اسی طرح سوال کیا' پھر قبیلہ سُلیم گزرا تو پھر انہوں نے اسی طرح سوال کیا' پھر ایک ایسا دستہ گزرا کہ اس جیسا دستہ نہیں دیکھا گیا تھا' حضرت ابوسفیان نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ حضرت عباس نے بتایا: یہ انصار ہیں' ان پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ امیر ہیں' ان کے ساتھ جھنڈا ہے' حضرت سعد بن عبادہ نے کہا: اے ابوسفیان! آج کا دن قتل عام کا دن ہے' آج کے دن کعبہ میں بھی قتل کرنا حلال ہے' پس حضرت ابوسفیان نے کہا: اے عباس! آج کیسا اچھا ہلاکت کا دن ہے! پھر سب سے چھوٹا دستہ گزرا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا حضرت الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے پاس تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے آپ سے کہا: کیا آپ کو نہیں معلوم کہ حضرت سعد بن عبادہ نے کیا کہا ہے؟ آپ نے پوچھا: انہوں نے کیا کہا ہے' انہوں نے بتایا: انہوں نے ایسے ایسے کہا ہے' آپ نے فرمایا: سعد نے غلط کہا ہے' لیکن آج وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت کو ظاہر فرمائے گا اور یہ وہ دن ہے جس میں کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ آپ کا جھنڈا مقام حجون میں نصب کر دیا جائے' عروہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نافع بن جبیر بن مطعم نے خبر دی ہے کہ میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ حضرت الزبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے: اے ابوعبداللہ! کیا یہاں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا نصب کرنے کا حکم دیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ
مکہ کے بالائی علاقہ میں مقام کداء کی جانب سے داخل ہوں اور خود
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کداء (کی نشیبی جانب) سے داخل ہوئے' اس دن
حضرت خالد کے گھڑسواروں میں سے دو مرد حبیش بن الاشعر اور کرز
بن جابر الفہری رضی اللہ عنہما شہید ہو گئے تھے۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ۲۹۷۶ میں گزر چکی ہے' مفصل شرح اب پیش کی جا رہی ہے:

حضرت ابوسفیان کا قبولِ اسلام

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرالظہران (یہ مکہ سے سولہ میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے) ٹھہرے تو آپ نے اپنے دس ہزار اصحاب کو آگ جلانے کا حکم دیا' سو انہوں نے آگ جلائی' اس سے پہلے قریش کو آپ کے روانہ ہونے کا علم نہیں تھا' اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر کے حملہ کرنے کی وجہ سے پریشان تھے' سو انہوں نے ابوسفیان کو تفتیش کرنے کے لیے بھیجا اور کہا کہ اگر تمہاری (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ملاقات ہو تو تم ان سے ہمارے لیے امان طلب کرنا' سو ابوسفیان روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ حکیم بن حزام اور بدیل بھی تھے' جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لشکر دیکھا تو وہ خوف زدہ ہو گئے اور اس رات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محافظوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے' پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کی آواز سنی تو کہا: اے ابوحنظلہ! پس انہوں نے کہا: لبیک! حضرت عباس نے کہا: ان دس ہزار افواج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہیں! تمہاری ماں اور تمہارا قبیلہ تم پر روئے! تم اسلام لے آؤ۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۳۵)

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ ابوسفیان' حضرت عباس کے ساتھ سوار ہوئے اور بدیل اور حکیم واپس چلے گئے اور ابن عقبہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ سب حضرت عباس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے' پس وہ سب مسلمان ہو گئے۔

(سیرۃ ابن ہشام ج ۴ ص ۲۱)

ابومعشر نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے محافظ ابوسفیان کو پکڑ کر حضرت عمر کے پاس لائے' انہوں نے کہا: ان کو پکڑے رکھو' حتیٰ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ لوں' جب حضرت عمر نے آپ کو خبر دی تو حضرت عباس ابوسفیان کے پاس آئے اور ان کو اپنے پیچھے گھوڑے پر بٹھا لیا' پھر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے اور دوسرے دو کو بھی لے آئے۔

امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گا اس کو امان ہے' پھر فرمایا: جو حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو گا اس کو امان ہے۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۳۷)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے کہا ہے کہ حضرت حکیم بن حزام اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے اسلام لانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مکہ بھیجا اور فرمایا: جو حکیم کے گھر میں داخل ہوا' اس کو امان ہے اور ان کا گھر مکہ کے نشیب میں تھا اور فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا اس کو امان ہے اور ان کا گھر مکہ کی بلندی میں تھا' اور یہ امان اہل مکہ میں سے ہر اس شخص کے لیے تھی جو قتال نہ کرے۔ (تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۵۸)

اسی وجہ سے اہل علم کی ایک جماعت نے کہا اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے کہ مکہ جنگ سے فتح نہیں ہوا' امن سے فتح ہوا ہے اور ان کی رائے یہ ہے کہ اہل مکہ اپنی زمینوں کے مالک ہیں' اسی وجہ سے ان کے نزدیک اہل مکہ کے لیے اپنی زمینوں کو کرائے پر دینا

جائز ہے اور ان زمینوں کو خریدنا اور فروخت کرنا جائز ہے' پس مکہ میں امان دی گئی' سوا ان زمینوں کے جن کو شارع علیہ السلام نے مستثنیٰ فرما لیا۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی اور قریش اور حضرت ابوسفیان کی فضیلت

''حطم الخیل'' گھوڑوں کے روندنے کی جگہ۔

''الکتیبة'' لشکر۔

پس ابوسفیان اسلام لے آئے۔ یہی صحیح روایت ہے' علامہ ابن التین نے نقل کیا ہے کہ ایک قول ہے کہ بلکہ وہ حالت کفر میں لوٹ گئے تھے۔

حضرت سعد بن عبادہ نے کہا: اے ابوسفیان! یہ یوم الملحمۃ ہے: مراد یہ تھی کہ یہ یوم الحرب ہے یا یوم القتل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلکہ یہ یوم الرحمۃ ہے: یعنی اس دن اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت کو ظاہر فرمائے گا' حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس دن اللہ تعالیٰ قریش کو ذلیل فرمائے گا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ٹھہرو! اللہ تعالیٰ کے نزدیک قریش کے لیے امان ہے' اگر تم اپنی عقل کا ان کی عقل کے ساتھ وزن کرو تو ان کی عقل راجح ہوگی۔

حضرت عمر ابوسفیان کو قتل کرنا چاہتے تھے' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں ابوسفیان کو قتل کر دوں کیونکہ یہ کفر کا سردار ہے' اور حضرت عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نرمی طلب کرتے تھے' انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ابوسفیان اپنی شہرت کو پسند کرتا ہے' اس کے لیے کوئی ایسا ارشاد فرما دیں جس سے اس کی شہرت ہو' آپ نے فرمایا: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا اس کو امان ہے۔

''الحجون'' یہ مکہ کی بلند جگہ ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۳۵-۴۳۲ ملخصاً' وزارة الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

مکہ جنگ سے فتح ہوا' اس پر فقہاء احناف کی دلیل

علامہ ابن الملقن نے کہا ہے کہ مکہ صلح سے فتح ہوا ہے اور اس میں قتال نہیں ہوا اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ میں کہتا ہوں کہ فقہاء احناف کے نزدیک مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے اور اس میں تھوڑی دیر کے لیے قتال ہوا تھا' فقہاء احناف کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ سے قتل کو روک لیا ہے' اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مؤمنین کو مسلط کر دیا ہے' سنو! مکہ (میں) مجھ سے پہلے کسی کے لیے (قتال) حلال نہیں تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے قتال حلال ہے' سنو! مکہ (میں قتال) صرف میرے لیے دن کی ایک ساعت میں حلال ہوا تھا' سنو! اس ساعت میں مکہ (میں قتال) حرام ہے۔ الحدیث (صحیح البخاری: ۱۱۲-۲۴۳۴-۶۸۸۰' صحیح مسلم: ۱۳۵۵' سنن ابوداؤد: ۲۰۱۷' سنن ابن ماجہ: ۲۶۲۴)

٤٢٨١- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ ابْنَ مُغَفَّلٍ يَقُوْلُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ عَلٰى نَاقَتِهٖ وَهُوَ يَقْرَاُ سُوْرَةَ الْفَتْحِ يُرَجِّعُ . وَقَالَ لَوْلَا اَنْ يَّجْتَمِعَ النَّاسُ حَوْلِيْ لَرَجَّعْتُ كَمَا رَجَّعَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از معاویہ بن قرۃ' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے فتح مکہ کے دن دیکھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور آپ سورۃ الفتح کی تلاوت کر رہے

[اطراف الحدیث: ۴۸۳۵-۵۰۳۴-۵۰۴۷-۷۵۴۰] (صحیح مسلم: ۷۹۴ الرقم المسلسل: ۱۷۳۷ سنن ابوداؤد: ۱۴۶۷)

تھے اور آپ حروف کو حلق میں لوٹا رہے تھے' معاویہ بن قرہ نے کہا: اگر لوگ میرے گرد جمع نہ ہوتے تو میں حروف کو حلق میں اس طرح لوٹاتا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹایا تھا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''یرجع'' یہ لفظ ترجیع سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے: قاری کا حرف کو حلق میں دُہرا کر یا لوٹا کر پڑھنا۔

''قال'' اس کے قائل معاویہ بن قرہ ہیں جو اس حدیث کے راوی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۷۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٨٢- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سَعْدَانُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهُ قَالَ زَمَنَ الْفَتْحِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيْلٌ مِّنْ مَّنْزِلٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن عبدالرحمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعدان بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن ابی حفصہ نے حدیث بیان کی از الزہری از علی بن حسین از عمرو بن عثمان از حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فتح مکہ کے زمانہ میں کہا: یارسول اللہ! آپ کل کہاں ٹھہریں گے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی ٹھہرنے کی جگہ چھوڑی ہے؟

٤٢٨٣- ثُمَّ قَالَ لَايَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْكَافِرَ وَلَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُؤْمِنَ قِيْلَ لِلزُّهْرِيِّ وَمَنْ وَّرِثَ اَبَا طَالِبٍ قَالَ وَرِثَهُ عَقِيْلٌ وَّطَالِبٌ . قَالَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا فِيْ حَجَّتِهِ وَلَمْ يَقُلْ يُوْنُسُ حَجَّتَهُ وَلَا زَمَنَ الْفَتْحِ .

پھر آپ نے فرمایا: مؤمن کافر کا وارث نہیں ہوتا اور نہ کافر مؤمن کا وارث ہوتا ہے' الزہری سے پوچھا گیا: ابوطالب کا وارث کون ہوا تھا؟ تو انہوں نے کہا: ان کے وارث عقیل اور طالب ہوئے تھے' معمر نے کہا از الزہری: آپ کل کہاں ٹھہریں گے' یہ انہوں نے آپ کے حج میں کہا تھا اور یونس نے اپنی روایت میں فتح مکہ کے زمانہ کا ذکر کیا ہے نہ آپ کے حج کا ذکر کیا ہے۔

حدیث مذکور کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۸۸ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٨٤- حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا اَبُوالزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلُنَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اِذَا فَتَحَ اللّٰهُ الْخَيْفَ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء فرمائی تو ان شاء اللہ کل ہماری قیام گاہ خیف بنوکنانہ میں ہوگی جہاں قریش نے کفر (کی حمایت) پر قسم کھائی تھی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۵۸۹ میں گزر چکی ہے۔

خیف اس زمین کو کہتے ہیں جو پانی کے چشمہ سے اونچی ہو۔

یہ وہ جگہ ہے جہاں قریش نے قسم کھائی تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور بنو ہاشم اور بنو مطلب کو مکہ سے خیف کی طرف نکال دیں گے اور انہوں نے اس کے متعلق مشہور تحریر لکھی تھی۔

٤٢٨٥- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ أَرَادَ حُنَيْنًا مَنْزِلُنَا غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِخَيْفِ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے خبر دی از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حنین کا ارادہ کیا تو فرمایا: کل ان شاء اللہ ہماری قیام گاہ خیف بنو کنانہ میں ہوگی' جہاں قریش نے کفر (کی حمایت) پر قسم کھائی تھی۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۵۸۹ میں گزر چکی ہے۔

جب آپ نے حنین کا ارادہ کیا: یعنی غزوۂ فتح مکہ میں جب آپ ظاہراً مکہ میں داخل ہو گئے' ان کے مونہوں کو خاک میں لتھیڑے ہوئے جنہوں نے آپ کو مکہ سے نکالنے کا ارادہ کیا تھا اور جنہوں نے آپ کے ساتھ بُرا سلوک کیا تھا' آپ نے ان کے ساتھ انتہائی درگزر کیا اور فضل اور احسان کیا۔

٤٢٨٦- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلْهُ قَالَ مَالِكٌ وَلَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا نَرَى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ يَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے' اس حال میں کہ آپ کے سر پر خود تھا' پس جب آپ نے وہ خود اتارا تو آپ کے پاس ایک مرد نے آ کر کہا کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے' آپ نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔ امام مالک نے کہا: ہماری رائے یہ ہے کہ اس دن نبی ﷺ مُحرِم نہیں تھے' اور اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ۱۸۴۶ میں گزر چکی ہے' مفصل شرح اب کی جا رہی ہے:

مکہ جنگ سے فتح ہوا تھا یا صلح سے' اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء

علامہ عمر بن علی ابن الملقن مالکی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال مالکی نے کہا کہ فتح مکہ کے دن نبی ﷺ نے ابن خطل کو قتل کرنے کا حکم دیا' اس میں ان فقہاء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے' یہ امام مالک' امام ابوحنیفہ اور متقدمین اور متاخرین فقہاء کی ایک جماعت کا قول ہے اور صرف امام شافعی کا قول یہ ہے کہ مکہ صلح سے فتح ہوا ہے۔

اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ امام مالک اور فقہاء احناف کے نزدیک مال غنیمت لینے والے صرف مال غنیمت لینے سے اس کے

مستقل مالک نہیں ہوتے اور سربراہ ملک کے لیے جائز ہے کہ کل مال غنیمت میں سے جس پر چاہے احسان کر دے اور جس کو چاہے معاف کر دے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے اہل مکہ پر احسان فرمایا اور ان کے تمام اموال کو معاف فرما دیا۔

(شرح ابن بطال ج ۴ ص ۵۱۹) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۲ ص ۴۵۹' وزارۃ الاوقاف' قطر ۱۴۲۹ھ)

مکہ کو جنگ سے فتح کرنے کے متعلق احادیث اور مخالفین کی دلیل کا جواب

نیز علامہ عمر بن علی ابن ملقن مالکی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جمہور کے قول کی حجت ہے' جو کہتے ہیں کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے۔

امام ابوعبید نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی: پھر رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے حتیٰ کہ مکہ میں داخل ہوئے' پھر آپ نے حضرت الزبیر کو فوج کے میمنہ کا امیر بنایا اور حضرت خالد بن الولید کو فوج کے میسرہ کا امیر بنایا اور حضرت ابوعبیدہ کو پیادہ فوج کا امیر بنایا' سوانہوں نے وادی کے نشیب کی طرف کوچ کیا' پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا تو میں نے انصار کو نداء کی' پھر جب کافی دیر ہوگئی تو آپ نے فرمایا: کیا تم قریش کے بدمعاشوں اور ان کے حامیوں کو دیکھ رہے ہو؟ پھر آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا: ان کو جڑ سے کاٹ کر رکھ دو' پھر مجھ سے الصفا پر ملاقات کرنا' حضرت ابوہریرہ نے بتایا: پھر ہم گئے اور ہم میں سے جس نے بھی کسی کو قتل کرنا چاہا اس کو قتل کر دیا' پھر حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: یا رسول اللہ! کیا قریش کے تمام جوانوں کے قتل کو مباح کر دیا گیا ہے؟ کیا آج کے بعد کوئی قرشی باقی نہیں رہے گا' تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا اس کو امان ہے اور جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا اس کو امان ہے۔

عبداللہ بن عقبہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: سنو! کسی زخمی پر حملہ نہ کرنا' جو پیٹھ موڑ کر بھاگ رہا ہو اس کا پیچھا نہ کرنا' کسی قیدی کو قتل نہ کرنا اور جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اس کو امان ہے۔ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مکہ جنگ سے فتح کیا گیا اور جس نے یہ کہا ہے کہ نبی ﷺ نے مکہ کو جنگ سے فتح نہیں کیا' ان کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے اہل مکہ کے تمام اموال کو غنیمت نہیں بنایا اور تمام اہل مکہ کو قیدی نہیں بنایا' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اہل مکہ کی خصوصیت ہے اور شارع علیہ السلام کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ جس کو چاہیں کسی عام حکم سے خاص کر دیں۔ (کتاب الاموال لابی عبید: ۱۵۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۱۸ ص ۲۶۳-۲۶۲' وزارۃ الاوقاف' قطر ۱۴۲۹ھ)

نبی ﷺ کو سبّ و شتم کرنے والے کو قتل کرنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ عمر بن علی ابن ملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے فقہاء مالکیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص شارع علیہ السلام کو بُرا کہے اس کو قتل کیا جائے گا' اور اس سے توبہ نہیں طلب کی جائے گی' کیونکہ وہ نبی ﷺ کو بُرا کہتا تھا اور آپ کی ہجو کرتا تھا' اس کے علاوہ دوسرے بُرا کہنے والوں کو آپ نے معاف فرما دیا اور اس نے اپنے آپ کو کعبہ کے پردوں سے جولٹکایا' اس عمل نے اس کو نفع نہیں دیا' اس سے معلوم ہوا کہ مکہ کو جنگ سے فتح کیا گیا ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس پر حد واجب ہو اس پر مکہ میں حد قائم کی جائے گی اور یہ حدیث اس کے معارض نہیں ہے: جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا' اس کو امان ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۷۸۰)

کیونکہ نبی ﷺ نے چار کے سوا تمام اہل مکہ کو امان دی اور آپ نے فرمایا: ان سب کو قتل کر دو خواہ تم ان کو کعبہ کے پردوں سے لپٹا

ہوا پاؤ۔ وہ چار یہ ہیں: عکرمہ بن ابی جہل' عبداللہ بن خطل' مقیس بن صبابہ اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اور دو باندیاں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کے اشعار گاتی تھیں۔

حضرت عثمان نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی سفارش کی تھی۔ (سنن ابوداؤد: ۲۶۸۳-۴۳۵۹' سنن نسائی ج ۷ص ۱۰۶-۱۰۵' مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۶۹۰۲' مسند ابویعلیٰ: ۷۵۷' سنن دارقطنی ج ۳ص ۵۹' سنن بیہقی ج ۸ص ۲۰۵)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۴۶۰-۴۵۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت خالد بن ولید کا مکہ میں قتال کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ابن خطل وغیرہ کے قتل کو مباح قرار دینا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام موسیٰ بن عقبہ نے لکھا ہے کہ حضرت خالد بن ولید مکہ کے نشیب سے داخل ہوئے' تو بنو بکر اور بنوالحارث اور ہذیل اور احابیش سے کچھ لوگ حضرت خالد کے مقابلہ پر آ گئے اور انہوں نے حضرت خالد سے قتال کیا' پس حضرت خالد ان سے لڑے حتیٰ کہ ان کو شکست ہوگئی' بنو بکر کے بیس (۲۰) مرد مارے گئے اور ہذیل کے تین یا چار مرد مارے گئے' حتیٰ کہ وہ لوگ اپنے گھروں میں داخل ہو گئے اور ان میں سے کچھ لوگ پہاڑوں پر چڑھ گئے اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے چلا کر کہا: جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور لڑائی سے ہاتھ روک لیا اس کو امان ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب چمکتی ہوئی تلوار کو دیکھا تو فرمایا: یہ کیا ہے میں نے تو قتال سے منع کیا تھا' مسلمانوں نے کہا: ہمارا گمان ہے کہ حضرت خالد نے اپنے دفاع میں تلوار اٹھائی ہے' جنگ کی ابتداء مشرکین کی طرف سے کی گئی تھی اور ان کے لیے لڑنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد سے پوچھا: تم نے قتال کیوں کیا حالانکہ میں نے تم کو قتال سے منع کیا تھا؟ حضرت خالد نے بتایا کہ انہوں نے قتال کی ابتداء کی تھی اور انہوں نے ہم پر ہتھیار اُٹھائے اور میں حتی الامکان اپنے ہاتھ کو روکتا رہا' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی تقدیر بہتر ہے۔

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ اس دن کفار کے چوبیس (۲۴) مرد مارے گئے تھے' اور خصوصاً ہذیل کے چار مرد مارے گئے تھے' ایک قول یہ ہے کہ مجموعی طور پر تیرہ مرد مارے گئے تھے۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ میں قتال کو حرام قرار دیا ہے۔ (الحدیث) آپ سے کہا گیا کہ یہ خالد بن ولید ہیں جو قتال کر رہے ہیں' آپ نے فرمایا: اے فلاں! اُٹھو اور خالد سے کہو کہ قتال سے ہاتھ اُٹھا لے' پھر ایک شخص حضرت خالد کے پاس گیا' اور ان سے کہا کہ اللہ کے نبی آپ سے فرماتے ہیں کہ جن پر تم قدرت پاؤ ان کو قتل کر دو' تو حضرت خالد نے ستر (۷۰) مردوں کو قتل کر دیا' پھر اس شخص نے حضرت خالد کے سامنے عذر پیش کیا تو حضرت خالد رک گئے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حکام کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ صرف ان کو قتل کریں جو ان سے قتال کرے' تاہم آپ نے چند نفوس کا نام لے کر ان کے خون کو مباح قرار دیا تھا' اور وہ یہ ہیں: عبدالعزیٰ بن خطل' عبداللہ بن سعد بن ابی سرح' عکرمہ بن ابی جہل' الحویرث بن نقید' مقیس بن صبابہ' ہبار بن الاسود اور ابن خطل کی دو باندیاں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو گاتی تھیں' ان میں سے ایک کا نام سارہ تھا' یہ وہی تھی جو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا مکتوب لے کر مشرکین کے پاس گئی تھی' پس رہے ابن ابی سرح تو یہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے' پھر فتح مکہ کے دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی سفارش کی تو آپ نے ان کا خون معاف کر دیا اور ان کا اسلام قبول کر لیا' اور رہے عکرمہ تو وہ یمن کی طرف بھاگ گئے تھے تو ان کی بیوی اُم حکیم بنت الحارث ان کے پیچھے گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے لیے امان حاصل کی اور رہا الحویرث تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں سخت ایذاء پہنچائی تھی' پس

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے دن اس کو قتل کر دیا اور رہا مقیس بن صبابہ تو وہ مسلمان ہو گیا تھا' پھر اس نے ایک انصاری پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا' اس انصاری نے ان کے بھائی ہشام کو خطاءً قتل کر دیا تھا' پس مقیس نے آ کر اپنے بھائی کی دیت وصول کی' پھر اس انصاری کو قتل کر دیا' پھر وہ مرتد ہو گیا' پھر اس کو نمیلہ بن عبدالمطلب نے فتح مکہ کے دن قتل کر دیا' اور رہے ھبار تو انہوں نے مسلمانوں کو شدید اذیت پہنچائی تھی اور حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے آ رہی تھیں تو انہوں نے ان کے اونٹ پر نیزہ مارا جس سے حضرت زینب گر گئیں اور وہ اسی مرض میں مبتلا رہ کر فوت ہو گئیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے خون کو مباح قرار دیا' انہوں نے اس کے بعد اپنے اسلام کا اظہار کر دیا' آپ نے ان کا اسلام قبول کر کے ان کو معاف کر دیا' اور رہی وہ دو باندیاں تو ان کے نام فرتنی اور قرینہ ہیں' ان میں سے ایک سے اسلام کو طلب کیا گیا تو وہ مسلمان ہو گئی اور دوسری کو قتل کر دیا گیا' اور رہی سارہ تو وہ مسلمان ہو گئی تھی اور حضرت عمر کے زمانۂ خلافت تک زندہ رہی اور الحمیدی نے کہا ہے: بلکہ اس کو قتل کر دیا گیا تھا اور ابو معشر نے ذکر کیا ہے کہ جن لوگوں کا خون مباح قرار دیا گیا ان میں الحارث بن طلاطیل الخزاعی بھی تھا' اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا تھا' ہاں! امام ابن اسحاق کے علاوہ دیگر اصحابِ سیرت نے ذکر کیا ہے کہ فرتنی اسلام لائی تھی اور قرینہ کو قتل کیا گیا تھا' الحاکم نے ذکر کیا ہے کہ جن کا خون مباح قرار دیا گیا تھا ان میں کعب بن زہیر بھی ہیں اور ان کا قصہ مشہور ہے' وہ اس کے بعد اسلام لائے تھے اور ان کی تحسین کی گئی تھی' اور وحشی بن حرب تھے' ان کا قصہ غزوۂ اُحد میں گزر چکا ہے' اور حضرت ابو سفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ تھی اور وہ مسلمان ہو گئی تھیں' اور ابن خطل کی باندی ارنب تھی' اس کو بھی قتل کر دیا گیا تھا' امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ اُم سعد کو بھی قتل کر دیا گیا تھا' سو یہ آٹھ مردوں اور چھ عورتوں کی تفصیل ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قریشِ مکہ کو قتل کرنے کا حکم دینا

امام احمد' امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوج کے دو بازوؤں میں سے ایک بازو کا حضرت خالد بن الولید کو امیر بنایا اور دوسرے بازو کا حضرت الزبیر کو امیر بنایا اور حضرت ابو عبیدہ کو پیادہ فوج کا امیر بنایا' یعنی جن کے پاس زرہ نہیں تھی' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے فرمایا: اے ابو ہریرہ! میرے لیے انصار کو آواز دو' پس حضرت ابو ہریرہ نے آواز دی تو انصار آ گئے اور آپ کے گرد طواف کرنے لگے' آپ نے ان سے فرمایا: کیا تم قریش کے بدمعاشوں اور ان کے حامیوں کو دیکھ رہے ہو؟ پھر آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا' پھر فرمایا: ان کو کاٹ کر رکھ دو حتیٰ کہ تم مجھ سے الصفا پر ملاقات کرنا' حضرت ابو ہریرہ نے کہا: پھر ہم گئے اور ہم ان میں سے جس کو بھی قتل کرنا چاہتے تھے اس کو قتل کر دیتے تھے' پھر حضرت ابو سفیان نے آ کر کہا: یا رسول اللہ! کیا قریش کے تمام جوانوں کے قتل کو مباح کر دیا گیا ہے' کیا آج کے بعد کوئی قریش نہیں رہے گا؟ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اس کو امان ہے۔ (الحدیث)

(مسند احمد: ۱۰۹۴۸' صحیح مسلم: ۱۷۸۰' مسند ابوداؤد الطیالسی: ۲۴۴۲' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۴ ص ۴۷۳۔۴۷۱' السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۱۲۹۸' صحیح ابن حبان: ۴۷۶۰' سنن بیہقی ج ۹ ص ۱۱۷' دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۵۶۔۵۵' سنن ابوداؤد: ۳۰۲۴)

مکہ کے جنگ یا صلح سے فتح ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء اور جمہور کی دلیل پر مخالفین کے اعتراض کا جواب

ان احادیث سے ان فقہاء نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ مکہ کو جنگ سے فتح کیا گیا ہے اور یہی اکثر فقہاء کا قول ہے اور امام شافعی اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ مکہ صلح سے فتح کیا گیا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اس کو امان ہے' اور اس وجہ سے بھی کہ مکہ کے گھروں کی ان کے گھر والوں کی طرف نسبت کی گئی ہے (ورنہ ان کی نسبت

فاتحین کی طرف کی جاتی) اور اس لیے بھی کہ فاتحین ان گھروں کے مالک نہیں ہوئے ورنہ ان گھروں سے ان کے رہنے والوں کو نکال دیا جاتا' اور اوّلین (جمہور فقہاء) کی دلیل یہ ہے کہ احادیث میں قتال کی تصریح ہے اور حضرت خالد بن الولید نے قتال کیا تھا اور صحیح بخاری میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے لیے ایک ساعت کے لیے مکہ میں قتال کو حلال کیا گیا اور آپ نے فرمایا: اس کے بعد قتال حلال نہیں ہے اور انہوں نے مکہ کے گھروں کو تقسیم نہ کرنے کا یہ جواب دیا کہ مکہ کے مکانوں کو فاتحین میں تقسیم نہ کرنا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ مکہ جنگ سے فتح نہیں ہوا' کیونکہ بعض اوقات کسی شہر کو جنگ سے فتح کیا جاتا ہے اور اس شہر کی زمینوں کو اور مکانوں کو اس شہر والوں پر احسان کر کے ان کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے اور ان سے مال غنیمت کو بھی وصول نہیں کیا جاتا کیونکہ مفتوحہ زمین کو فاتحین پر تقسیم کرنا متفق علیہ نہیں ہے' بلکہ اس میں صحابہ اور ان کے بعد کے فقہاء تابعین کا اختلاف ثابت ہے اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانوں میں بہت سے شہر فتح کیے گئے اور ان شہروں کی اراضی اور مکانوں کو فاتحین میں تقسیم نہیں کیا گیا حالانکہ اس وقت اکثر صحابہ موجود تھے' علاوہ ازیں مکہ میں باقی شہروں کے علاوہ یہ خصوصیت بھی ہے کہ اس میں افعال حج ادا کیے جاتے ہیں اور دور دراز سے مخلوق آ کر اس شہر میں عبادت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم بنایا ہے خواہ وہ اس شہر کا رہنے والا ہو یا باہر سے آنے والا مسافر ہو' اور حق یہ ہے کہ مکہ کو فتح کرنے کی صورت وہ تھی جو کسی شہر کو جنگ سے فتح کرنے کی صورت ہوتی ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۵۱-۳۴۹' مختصراً وملتقطاً ومخرجاً' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

''مغفر'' کا معنی' ابن خطل کے قاتل کی تعیین اور جس ساعت میں مکہ میں قتال حلال کیا گیا تھا' اس ساعت کی مقدار

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''المِغفَر'' یہ ٹوپی کے برابر زرہ کی قسم ہے جس کو ٹوپی کے نیچے پہنا جاتا ہے (اس کو اُردو میں خَود کہتے ہیں) یہ لوہے کا بنا ہوا ہوتا ہے۔

ابن خطل: اس کا نام عبد اللہ بن خطل ہے' یہ پہلے مسلمان تھا' پھر مرتد ہو گیا' اس نے قتل ناحق کیا تھا اور اس کی دو باندیاں تھیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتی تھیں۔

اس کو قتل کر دو: سنن دار قطنی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: تم میں سے جو بھی ابن خطل کو دیکھے وہ اس کو قتل کر دے۔ اس کے قاتل میں اختلاف ہے۔ امام ابن اسحاق نے وثوق سے کہا ہے کہ حضرت سعید بن حریث اور حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہما دونوں اس کو قتل کرنے میں شریک تھے اور الواقدی سے منقول ہے کہ اس کے قاتل حضرت شریک بن عبدۃ العجلانی تھے اور راجح یہ ہے کہ وہ حضرت ابو برزہ تھے۔

التوضیح میں علامہ ابن ملقن نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس کا قتل واجب ہو' اس کو حرم پناہ نہیں دیتا' (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ ابن خطل کا قتل اس ساعت پر ہوا تھا جس ساعت کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس ساعت میں میرے لیے مکہ میں قتال کو مباح کر دیا گیا ہے اور اس ساعت کے بعد مکہ کی حرمت پھر لوٹ آئی ہے' اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ یہ ساعت فتح مکہ کے دن کی صبح سے عصر تک تھی' اس لیے علامہ ابن ملقن کا یہ استدلال درست نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۷۷-۳۷۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٢٨٧- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَحَوْلَ الْبَيْتِ سِتُّوْنَ وَثَلَاثُ مِائَةِ نُصُبٍ فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُوْدٍ فِيْ يَدِهٖ وَيَقُوْلُ ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ﴾ (الاسراء:٨١) ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ٥﴾ (السبا:٤٩)۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبردی از ابن نجیح از مجاہد از ابی معمر از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے' اس وقت بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت نصب تھے' آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جو آپ ان بتوں کو چبھو رہے تھے اور آپ فرما رہے تھے: حق آ گیا اور باطل چلا گیا (الاسراء:٨١) حق غالب ہو گیا اور باطل سے ابتداء میں کچھ ہو سکا اور نہ انتہاء میں کچھ ہو سکے گا ٥ (السبا:٤٩)

اس حدیث کی مختصر شرح ٢٤٧٨ میں گزر چکی ہے۔

''نُصُب'' کے معنی کی تحقیق

''نُصُب'' جس چیز کو اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرنے کے لیے نصب کیا جائے' امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں صنم کا لفظ ہے' نُصُب بول کر وہ پتھر مراد لیے جاتے ہیں جن پر کفار بتوں کی خوشنودی اور ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جانوروں کو ذبح کرتے تھے' انصاب ان پتھروں کو بھی کہتے ہیں جن کو راستوں میں مسافت کی مقدار کی تعیین کے لیے نصب کیا جاتا ہے' یعنی سنگ میل۔

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس بت کے سامنے بھی جاتے' وہ سر کے بل گر جاتا حالانکہ شیطان نے اس بت کے پیر سیسہ کے ساتھ جما دیئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٣٧٧' دارالکتب العربیہ بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٢٨٨- حَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ اَبٰى اَنْ يَّدْخُلَ الْبَيْتَ وَفِيْهِ الْاٰلِهَةُ فَاَمَرَ بِهَا فَاُخْرِجَتْ فَاُخْرِجَ صُوْرَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ فِيْ اَيْدِيْهِمَا مِنَ الْاَزْلَامِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ لَقَدْ عَلِمُوْا مَا اسْتَقْسَمَا بِهَا قَطُّ ثُمَّ دَخَلَ الْبَيْتَ فَكَبَّرَ فِيْ نَوَاحِي الْبَيْتِ وَخَرَجَ وَلَمْ يُصَلِّ فِيْهِ تَابَعَهُ مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ ۔ وَقَالَ وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالصمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آئے تو آپ نے بیت اللہ میں اس حال میں داخل ہونے سے انکار کر دیا جب کہ اس میں بت موجود تھے' سو آپ کے حکم سے ان بتوں کو نکالا گیا' پس حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے مجسمے نکالے گئے' جن کے ہاتھوں میں فال کے تیر تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان کو ہلاک کر دے' یہ خوب جانتے تھے کہ انہوں نے کبھی تیروں سے فال نہیں نکالی' پھر آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور آپ نے بیت اللہ کے کونوں میں تکبیر پڑھی اور آپ بیت اللہ سے باہر نکل آئے اور آپ نے اس میں نماز نہیں پڑھی۔ عبدالصمد کی متابعت معمر نے کی ہے از ایوب اور وہیب نے کہا: ہمیں ایوب نے

حدیث بیان کی از عکرمہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اس حدیث کی مفصل شرح، صحیح البخاری: ۳۹۸ میں گزر چکی ہے۔

کعبہ سے بتوں کو کس صحابی نے نکالا تھا؟ فال کے تیروں کی تحقیق اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کعبہ میں نماز پڑھنا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''الالھۃ'' یعنی وہ بت تھے جن کا نام مشرکین نے الھۃ رکھا تھا۔

پس آپ کے حکم سے ان بتوں کو بیت اللہ سے نکال دیا گیا: اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان بتوں کو کس نے نکالا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا، وہ اس وقت وادی میں تھے کہ وہ کعبہ میں آ کر ہر صورت کو مٹا دیں، سو آپ اس وقت تک کعبہ میں داخل نہیں ہوئے حتیٰ کہ تمام صورتیں مٹا دی گئیں، ایک قول یہ ہے کہ جن صورتوں کو تیل سے بنایا گیا تھا ان صورتوں کو حضرت عمر نے مٹا دیا اور جو صورتیں منقش تھیں ان کو کعبہ سے نکال دیا، اگر یہ سوال کیا جائے کہ کتاب الحج میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت اسامہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس میں ایک صورت دیکھی تو آپ نے پانی منگا کر اس صورت کو مٹا دیا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس صورت پر محمول ہے کہ حضرت عمر کے مٹانے کے بعد جو صورتیں بچ گئی تھیں، آپ نے ان کو پانی سے مٹا ڈالا۔

''الازلام'' یہ زلم کی جمع ہے، یہ وہ تیر ہیں جن سے زمانۂ جاہلیت میں مشرکین قسمت کا حال معلوم کرتے تھے کہ وہ اچھی ہے یا بُری ہے یا وہ ان تیروں سے خیر اور شر کو معلوم کرتے تھے، ان تیروں میں سے کسی تیر پر لکھا ہوتا تھا: تم یہ کام کرو اور کسی تیر پر لکھا ہوتا تھا: تم یہ کام نہ کرو، کوئی شخص ان تیروں کو کسی برتن میں رکھ لیتا تھا اور جب وہ سفر کا ارادہ کرتا یا شادی کا ارادہ کرتا یا کسی بھی اہم کام کا ارادہ کرتا تو وہ کام کرنے سے پہلے ان تیروں میں سے کسی تیر کو نکالتا اور جس طرح اس تیر پر لکھا ہوتا اس کے مطابق عمل کرتا۔

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے کبھی کسی تیر سے فال نہیں نکالی: علامہ ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ کسی تیر پر لکھا ہوتا تھا: مجھے میرے رب نے اس کام کا حکم دیا ہے اور کسی تیر پر لکھا ہوتا تھا: مجھے میرے رب نے اس کام سے منع کیا ہے، سو مشرکین اپنی قسمت کا حال معلوم کرنے کے لیے ان تیروں میں سے کسی تیر کو نکالتے تھے، انہوں نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تصویروں میں بھی ان کے ہاتھوں میں فال معلوم کرنے کے تیر بنائے تھے، حالانکہ انہوں نے کبھی تیر سے اپنی قسمت کا حال معلوم نہیں کیا۔

اور آپ نے بیت اللہ میں نماز نہیں پڑھی: یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت میں صراحت ہے کہ آپ نے بیت اللہ میں نماز پڑھی ہے۔ (دیکھئے: صحیح البخاری: ۴۶۸) حضرت ابن عباس کی روایت میں نفی ہے اور حضرت بلال کی روایت میں اثبات ہے اور اثبات کی روایت نفی کی روایت پر مقدم اور راجح ہوتی ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھا ہو اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۷۸، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

٥٠- بَابُ دُخُوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَعْلٰى مَكَّةَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ کی بلند جگہ سے داخل ہونا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فتح مکہ کے دن جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو آپ مکہ کی کس جانب سے داخل ہوئے تھے' اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو خوف الٰہی سے آپ کی مبارک ٹھوڑی اپنی سواری کے پالان پر تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٣٧٩۔٣٧٨)

٤٢٨٩- وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ اَعْلٰى مَكَّةَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ مُرْدِفًا اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَمَعَهٗ بِلَالٌ وَّمَعَهٗ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ مِنَ الْحَجَبَةِ حَتّٰى اَنَاخَ فِي الْمَسْجِدِ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّاْتِيَ بِمِفْتَاحِ الْبَيْتِ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَّبِلَالٌ وَّعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ فَمَكَثَ فِيْهِ نَهَارًا طَوِيْلًا ثُمَّ خَرَجَ فَاسْتَبَقَ النَّاسُ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ اَوَّلَ مَنْ دَخَلَ فَوَجَدَ بِلَالًا وَّرَاءَ الْبَابِ قَائِمًا فَسَاَلَهٗ اَيْنَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ لَهٗ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ . قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَنَسِيْتُ اَنْ اَسْاَلَهٗ كَمْ صَلّٰى مِنْ سَجْدَةٍ .

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کی بلند جانب سے آئے' آپ نے اپنی سواری پر اپنے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بٹھایا ہوا تھا اور آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے اور ان کے ساتھ حضرت عثمان بن طلحہ تھے جو کعبہ کے دربانوں میں سے تھے' حتیٰ کہ آپ نے مسجد (کے قرب) میں اپنا اونٹ بٹھایا' پھر آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ کو حکم دیا کہ وہ کعبہ کی چابیاں لائیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت اُسامہ بن زید' حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ تھے' آپ نے بیت اللہ میں طویل دن گزارا' پھر آپ بیت اللہ سے نکلے' پھر لوگوں نے بیت اللہ میں داخل ہونے میں (ایک دوسرے پر) سبقت کی' پس حضرت عبداللہ بن عمر سب سے پہلے بیت اللہ میں داخل ہوئے' انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دروازے کے پیچھے کھڑے ہوئے پایا' سو ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت اللہ میں کس جگہ نماز پڑھی تھی؟ تو انہوں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی' حضرت عبداللہ نے کہا: میں حضرت بلال سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ نے کتنی رکعات نماز پڑھی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٩٧ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٩٠- حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَارِجَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ الَّتِيْ بِاَعْلٰى مَكَّةَ تَابَعَهٗ اَبُوْ اُسَامَةَ وَوُهَيْبٌ فِيْ كَدَاءٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الہیثم بن خارجہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حفص بن میسرہ نے حدیث بیان کی از ہشام بن عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے سال کداء سے مکہ میں داخل ہوئے جو مکہ کی بلند جانب ہے۔ لفظ کداء کی روایت میں حفص بن

میسرہ کی متابعت اُسامہ اور وہیب نے کی ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۵۷۷ میں گزر چکی ہے۔

۴۲۹۱- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ مِنْ كَدَاءٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام از والدخود وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ کی بلند جانب کداء سے داخل ہوئے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۱۵۷۷ میں گزر چکی ہے۔

۵۱- بَابُ مَنْزِلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ

فتح مکہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیام گاہ

اس باب میں فتح مکہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیام گاہ کا بیان کیا گیا ہے۔

۴۲۹۲- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ مَا أَخْبَرَنَا أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى غَيْرُ أُمِّ هَانِئٍ فَإِنَّهَا ذَكَرَتْ أَنَّهُ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ اغْتَسَلَ فِي بَيْتِهَا ثُمَّ صَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ قَالَتْ لَمْ أَرَهُ صَلَّى صَلَاةً أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عمرو از ابن ابی لیلیٰ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُم ہانی ء کے سوا ہمیں کسی نے یہ خبر نہیں دی کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے صرف حضرت اُم ھانی ء نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گھر میں غسل کیا' پھر آپ نے آٹھ رکعات نماز پڑھی' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اس سے پہلے آپ کو اتنی خفیف نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا' تاہم آپ پورا پورا رکوع اور سجود کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۱۰۳ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کا کتاب الحج کی ایک حدیث سے تعارض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن حضرت اُم ھانی ء کے گھر میں غسل کیا اور وہاں چاشت کی نماز پڑھی' حالانکہ اس سے پہلے کتاب الحج میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ فتح مکہ کے دن آپ کی قیام گاہ خیف بنو کنانہ میں تھی' وہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں داخل ہونے کے ارادہ کیا تو فرمایا: کل ان شاء اللہ ہماری قیام گاہ خیف بنو کنانہ میں ہوگی جہاں کفار قریش نے کفر کی حمایت پر قسمیں کھائی تھیں۔

(صحیح البخاری: ۱۵۹۸' صحیح مسلم: ۱۳۱۴' سنن ابوداؤد: ۲۰۱۱)

نیز دوسری حدیث میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منیٰ میں یوم النحر کے اگلے دن فرمایا: ہم کل خیف بنو کنانہ میں قیام کریں گے جہاں کفار قریش نے کفر کی حمایت پر قسمیں کھائیں' ان سے آپ کی مراد وادیٔ محصب تھی' اس کی وجہ یہ ہے کہ قریش اور

کنانہ نے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے خلاف قسمیں کھائیں تھیں کہ وہ ان سے اس وقت تک نکاح کریں گے نہ خرید و فروخت کریں گے جب تک کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالے نہ کر دیں۔ (صحیح البخاری: ۱۵۹۹ 'سنن ابوداؤد: ۲۰۲۳ 'سنن نسائی: ۲۹۰۵ 'سنن ابن ماجہ: ۳۰۲۳)

اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اُم ہانی ء کے گھر صرف غسل کیا تھا ورنہ آپ کی قیام گاہ وادئ محصب میں ہی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۸۰ 'موضحا و مخرجا' دار الکتب العلمیہ 'بیروت '۱۴۲۱ھ)

٥٢- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا اور یہ بات گزشتہ ابواب سے منفصل ہے۔

٤٢٩٣- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِی الضُّحٰی عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِیْ رُكُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از منصور از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں: آپ اپنے رکوع اور سجود میں پڑھتے تھے: تو پاک ہے اے اللہ! ہمارے رب! اور تیری حمد کے ساتھ (ہم دعا کرتے ہیں:) اے اللہ! مجھے بخش دے!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۷۹۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ رکوع اور سجود میں یہ دعا کرنی چاہیے۔ (احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام ج ۱ص ۴۱۵)

امام مالک کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ (المنتقیٰ ج ۱ص ۱۴۹)

علامہ ابن الملقن کہتے ہیں: شاید امام مالک کو یہ حدیث نہیں پہنچی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۳۴۴ 'وزارۃ الاوقاف 'قطر '۱۴۲۹ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے یہاں پر اس حدیث کی اختصار سے روایت کی اور کتاب التفسیر میں اس کی تفصیل سے روایت کی ہے' وہ روایت درج ذیل ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سورۃ ''اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ''نازل ہوئی تو اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز پڑھتے تو یہ دعا کرتے: ''سبحانك اللّٰهم ربنا وبحمدك اللّٰهم اغفرلی''۔

(صحیح البخاری: ۴۹۶۷ 'سنن ابوداؤد: ۸۷۷ 'سنن ابن ماجہ: ۸۸۹ 'مسند احمد ج ۶ص ۴۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا تھا:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ؕ (النصر: ۳)

آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھیے اور اس سے مغفرت طلب کیجیے۔

تو آپ اس حکم پر عمل کرنے کے لیے نماز کے رکوع اور سجود میں یہ دعا پڑھتے تھے: ''سبحانك اللّٰهم ربنا وبحمدك اللّٰهم اغفرلی''۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۸۱-۳۸۰ 'دار الکتب العلمیہ 'بیروت '۱۴۲۱ھ)

٤٢٩٤- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ عُمَرُ يُدْخِلُنِیْ مَعَ اَشْيَاخِ بَدْرٍ فَقَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابو النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ

بَعْضُهُمْ . لِمَ تُدْخِلُ هٰذَا الْفَتٰى مَعَنَا وَلَنَا اَبْنَاءٌ مِّثْلُهُ فَقَالَ اِنَّهُ مِمَّنْ قَدْ عَلِمْتُمْ . قَالَ فَدَعَاهُمْ ذَاتَ يَوْمٍ وَّدَعَانِي مَعَهُمْ قَالَ وَمَا رُئِيْتُهُ دَعَانِي يَوْمَئِذٍ اِلَّا لِيُرِيَهُمْ مِنِّيْ فَقَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ○﴾ (النصر: ١ - ٢) حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اُمِرْنَا اَنْ نَّحْمَدَ اللّٰهَ وَنَسْتَغْفِرَهٗ اِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا . وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نَدْرِيْ وَلَمْ يَقُلْ بَعْضُهُمْ شَيْئًا فَقَالَ لِيْ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ اَكَذَاكَ تَقُوْلُ قُلْتُ لَا قَالَ فَمَا تَقُوْلُ؟ قُلْتُ هُوَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمَهُ اللّٰهُ لَهٗ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ فَتْحُ مَكَّةَ فَذَاكَ عَلَامَةُ اَجَلِكَ ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ○﴾ (النصر: ٣) قَالَ عُمَرُ مَا اَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا مَا تَعْلَمُ .

حضرت عمر مجھے غزوۂ بدر کے بزرگوں کے ساتھ داخل کرتے تھے تو ان میں سے بعض نے کہا: آپ اس لڑکے کو ہمارے ساتھ کیوں داخل کرتے ہیں' حالانکہ اس جیسے تو ہمارے بیٹے ہیں' حضرت عمر نے کہا: یہ ان ہی میں سے ہے جن کو آپ لوگ جانتے ہیں' پھر ایک دن حضرت عمر نے ان کو بھی بلایا اور مجھے بھی ان کے ساتھ بلایا' حضرت ابن عباس نے کہا: میرا گمان یہ ہے کہ مجھے صرف اس لیے بلایا تھا کہ ان کو مجھے دکھائیں' پھر حضرت عمر نے ان سے پوچھا' آپ اس آیت کی تفسیر میں کیا کہتے ہیں: جب اللہ کی مدد اور (اس کی) فتح آ جائے ○ اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں کہ وہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو جائیں ○ (الفتح: ۲-۱) حتیٰ کہ حضرت عمر نے سورت ختم کی' ان بزرگوں میں سے کسی نے کہا: ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب ہماری مدد کی جائے اور ہم کو فتح عطاء کی جائے تو ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کریں اور اس سے استغفار کریں اور کسی نے کہا: ہم نہیں جانتے اور کسی نے کچھ بھی نہیں کہا' پھر حضرت عمر نے مجھ سے کہا: اے ابن عباس! کیا تم بھی اسی طرح کہتے ہو؟ میں نے کہا: نہیں! حضرت عمر نے کہا: پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی مدت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی ہے کہ جب آپ کے پاس اللہ کی مدد اور اس کی فتح آ جائے اور فتح سے مراد فتح مکہ ہے تو یہ آپ کی زندگی پوری ہونے کی علامت ہے' سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھیں اور اس سے مغفرت طلب کریں' بے شک وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے' حضرت عمر نے کہا: میں اس آیت کی تفسیر میں اتنا ہی جانتا ہوں جتنا تم جانتے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲۷ میں تفصیل سے گزر چکی اور مختصر شرح اب کی جا رہی ہے۔

علم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی برتری

بدر کے شیوخ کے ساتھ: اس سے مراد وہ معمر صحابہ ہیں جو غزوۂ بدر میں حاضر تھے۔

بعض بزرگ صحابہ نے کہا: اس سے مراد حضرت عبد الرحمان بن عوف ہیں' اور انہوں نے یہ حضرت ابن عباس سے حسد کی وجہ سے نہیں کہا تھا' بلکہ ان کی مراد یہ تھی کہ حضرت ابن عباس کی عمر کے ان کے بیٹے تھے' گویا انہوں نے اظہار حقیقت کے طور پر کہا تھا۔

تاکہ انہیں مجھے دکھائیں: یعنی شیوخ بدر کو میری فضیلت دکھائیں۔

میں اس آیت کی تفسیر میں اتنا ہی جانتا ہوں جتنا تم جانتے ہو: حضرت عمر کے اس قول سے حضرت ابن عباس کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۸۲-۳۸۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علامہ ابن الملقن نے بھی اس حدیث کی اسی طرح شرح کی ہے۔(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۴۵ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

٤٢٩٥- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ شُرَحْبِيلٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ ائْذَنْ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ أُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ إِنَّهُ حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ . إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرًا فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فَقُولُوا لَهُ إِنَّ اللَّهَ أَذِنَ لِرَسُولِهِ وَلَمْ يَأْذَنْ لَكُمْ وَإِنَّمَا أَذِنَ لِي فِيهَا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْأَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِيلَ لِأَبِي شُرَيْحٍ مَاذَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو؟ قَالَ قَالَ أَنَا أَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنْكَ يَا أَبَا شُرَيْحٍ إِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيذُ عَاصِيًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْخَرْبَةُ الْبَلِيَّةُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن شرحبیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از المقبری از ابی شریح العدوی انہوں نے عمرو بن سعید سے اس وقت کہا جب وہ مکہ پر حملہ کرنے کے لیے فوج روانہ کر رہا تھا کہ اے امیر! مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کو وہ حدیث سناؤں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ سے اگلے دن فرمائی تھی اس حدیث کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے اس کو یاد رکھا اور میری دونوں آنکھوں نے دیکھا جب آپ یہ فرما رہے تھے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنے کے بعد فرمایا: بے شک مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم قرار دیا ہے اور اس کو لوگوں نے حرم قرار نہیں دیا سو جو شخص بھی اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے مکہ میں خون بہانا جائز نہیں ہے اور نہ اس کے لیے مکہ کے کسی درخت کو کاٹنا جائز ہے اگر کوئی شخص مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتال کرنے سے مکہ میں قتال کرنے کی اجازت پر استدلال کرے تو تم اس سے یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مکہ میں قتال کرنے کی اجازت دی تھی اور تم کو اجازت نہیں دی ہے اور مجھے بھی دن کی صرف ایک ساعت کے لیے اجازت دی تھی اور آج اس کی حرمت کل کی طرح لوٹ آئی ہے اور چاہیے کہ حاضر غائب کو یہ حدیث پہنچا دے پھر ابو شریح سے پوچھا گیا: پھر عمرو بن سعید نے آپ سے کیا کہا؟ انہوں نے بتایا کہ اس نے کہا: اے ابو شریح! میں اس مسئلہ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں حرم کسی نافرمان کو پناہ نہیں دیتا اور نہ اس کو جو قتل کر کے (قصاص سے) بھاگا ہو نہ اس کو جو چوری کر کے بھاگا ہو۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۰۴ میں گزر چکی ہے۔

عمرو بن سعید اور حضرت عبد اللہ بن الزبیر کا تذکرہ

عمرو بن سعید بن العاص بن امیہ القرشی الاموی' یہ صحابی نہیں تھا نہ خیار تابعین میں سے تھا' اس کے والد کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے' یہ مدینہ کا گورنر تھا' اس نے حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما پر مکہ میں حملہ کیا تھا' پھر عبد الملک بن مروان کے حکم سے ان کو

شہید کر دیا گیا تھا' ان کو ستر (۷۰) ہجری میں شہید کیا گیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج۱۷ص۳۸۲)

٤٢٩٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ حَبِيْبٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِىْ رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں لیث نے حدیث بیان کی از یزید بن ابی حبیب از عطاء بن ابی رباح از حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس وقت آپ مکہ میں تھے' آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے خمر (انگور کی شراب) کی خرید وفروخت کو حرام فرما دیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۳۶ میں گزر چکی ہے۔

٥٣- بَابُ مَقَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ زَمَنَ الْفَتْحِ

فتح مکہ کے زمانہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ میں قیام کی مدت

اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ میں قیام کی مدت بیان کی گئی ہے۔

٤٢٩٧- حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ (ح) وَحَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِىْ اِسْحَاقَ عَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَقَمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرًا نَقْصُرُ الصَّلٰوةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی (ح) اور ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن ابی اسحاق از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں دس دن قیام کیا اور ہم نمازوں کو قصر کرتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٩٨- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا عَاصِمٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ تِسْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا يُصَلِّىْ رَكْعَتَيْنِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے خبر دی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اُنیس دن ٹھہرے' آپ دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۰۸۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٢٩٩- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا اَبُوْشِهَابٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَقَمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ سَفَرٍ تِسْعَ عَشْرَةَ نَقْصُرُ الصَّلٰوةَ . وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَنَحْنُ نَقْصُرُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ تِسْعَ عَشْرَةَ فَاِذَا زِدْنَا اَتْمَمْنَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوشہاب نے حدیث بیان کی از عاصم از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُنیس دن تک قیام کی مدت میں قصر کرتے تھے اور اگر اس سے زیادہ قیام کرتے تو پھر پوری نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٨٠ میں گزر چکی ہے۔

٥٤- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا اور یہ ابواب سابقہ کے لیے بہ منزلہ فصل ہے۔

٤٣٠٠- وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ ثَعْلَبَةَ بْنِ صُعَيْرٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَسَحَ وَجْهَهُ عَامَ الْفَتْحِ .

اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن ثعلبہ بن صُعیر نے خبر دی اور نبی ﷺ نے فتح مکہ کے سال ان کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

[طرف الحدیث: ٦٣٥٦] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حدیث مذکور کے رجال

(١) یونس: وہ ابن یزید ایلی ہیں (٢) محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (٣) حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن صُعیر' یہ بنو زہرہ کے حلیف ہیں' ثعلبہ کو ابن صُعیر بھی کہا جاتا ہے' ثعلبہ اور ان کے بیٹے دونوں صحابی ہیں اور عبداللہ کی کنیت ابو محمد ہے' وہ ہجرت سے چار سال پہلے پیدا ہوئے تھے' اور نواسی (٨٩) ھ میں فوت ہوئے' جب ان کی عمر ترانوے (٩٣) سال تھی' ایک قول یہ ہے کہ یہ ہجرت کے بعد پیدا ہوئے اور جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے' اس وقت ان کی عمر چار سال تھی' فتح مکہ کے زمانہ میں ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے ان کے سر اور چہرے پر ہاتھ پھیرا' امام الدار قطنی نے کہا: ثعلبہ اور ان کے بیٹے دونوں صحابی ہیں' اور ابن شہاب الزہری نے دونوں سے حدیث روایت کی ہے۔

نبی ﷺ نے فتح مکہ کے سال ان کے چہرے پر ہاتھ پھیرا: علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اگر اس عبداللہ کو نبی ﷺ کا ہاتھ پھیرنا یاد ہے تو پھر وہ صحابی ہیں اور اگر ان کو یہ یاد نہیں رہا' تب بھی یہ ان کی فضیلت ہے اور وہ تابعین کے طبقہ اولیٰ میں سے ہیں۔
علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ علامہ ابن التین کا غریب قول ہے اور تحقیق یہ ہے کہ حضرت عبداللہ اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ١٧ ص ٣٨٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٣٠١- حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سُنَيْنٍ أَبِي جَمِيلَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا وَنَحْنُ مَعَ ابْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ وَزَعَمَ أَبُوْ جَمِيلَةَ أَنَّهُ أَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرَجَ مَعَهُ عَامَ الْفَتْحِ . (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از معمر از الزہری از سُنین ابی جمیلہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں انہوں نے خبر دی اور ہم ابن المسیب کے ساتھ تھے اور ابو جمیلہ کا زعم یہ ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو پایا اور آپ کے ساتھ فتح مکہ کے سال نکلے۔

سُنین ابی جمیلہ کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی المتوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:
اس حدیث کی الزہری نے سُنین ابی جمیلہ سے روایت کی ہے' عنقریب امام بخاری کی تعلیق میں آئے گا کہ ان کو بچپن میں راستہ سے اُٹھا لیا گیا تھا' یہ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ کے پاس آئے تو آپ نے ان کی تحسین کی اور حضرت عمر نے ان کا خرچ اُٹھایا۔ (بلکہ صحیح البخاری: ٢٦٦٢ سے پہلے یہ تعلیق گزر چکی ہے۔)

امام مالک نے اپنی موطأ میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عمر نے ان کی وَلاء ان کے لیے کر دی۔ (الموطأ ص ۴۷۰)
اور یہ ضمری ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ سلمی ہیں' متعدد ماہرین رجال نے ان کا صحابہ میں شمار کیا ہے' ابن مندہ اور ابن حبان بھی ان میں سے ہیں۔ (کتاب الثقات ج ۳ ص ۱۷۹)
رہے ابن المنذر تو انہوں نے کہا: ابوجمیلہ مجہول شخص ہے' امام بیہقی نے کہا: امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔
(کتاب الام ج ۴ ص ۵۶' معرفۃ السنن والآثار ج ۹ ص ۹۱)
نیز امام شافعی نے کتاب الولاء میں لکھا ہے: اگر ان کے لیے وَلاء ثابت ہو تو اس کا معنی ہے: حضرت عمر نے ان کی پرورش اور ان کی حفاظت کا خرچ اُٹھایا اور وَلاء کا اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے۔
(علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ ابوجمیلہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں حج کیا تھا' ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ ان سے الزہری نے اور زید بن اسلم نے حدیث روایت کی ہے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ج ۴ ص ۳۲۰)
(علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۵۳-۴۵۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حضرت ابوجمیلہ کے صحابی ہونے پر محدثین کی تصریحات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:
ابوجمیلہ کا زعم یہ ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا اور وہ آپ کے ساتھ فتح مکہ کے سال نکلے:
جمہور اصولیین کا یہ مؤقف ہے کہ جو شخص نیک ہو اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاصر ہو اور وہ کہے کہ میں صحابی ہوں تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۸۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)
حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:
حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حضرت ابوجمیلہ رضی اللہ عنہ نے حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کیا تھا۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۳۵۹' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

۴۳۰۲- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ قَالَ قَالَ لِيْ اَبُوْقِلَابَةَ اَلَا تَلْقَاهُ فَتَسْاَلَهُ؟ قَالَ فَلَقِيْتُهُ فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ كُنَّا بِمَاءٍ مَمَرَّ النَّاسِ وَكَانَ يَمُرُّ بِنَا الرُّكْبَانُ فَنَسْاَلُهُمْ مَا لِلنَّاسِ مَا لِلنَّاسِ مَا هٰذَا الرَّجُلُ فَيَقُوْلُوْنَ يَزْعُمُ اَنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَهُ اَوْحٰى اِلَيْهِ اَوْ اَوْحَى اللّٰهُ بِكَذَا فَكُنْتُ اَحْفَظُ ذٰلِكَ الْكَلَامَ وَكَاَنَّمَا يُغْرٰى فِيْ صَدْرِيْ وَكَانَتِ الْعَرَبُ تَلَوَّمُ بِاِسْلَامِهِمُ الْفَتْحَ فَيَقُوْلُوْنَ اتْرُكُوْهُ وَقَوْمَهُ فَاِنَّهُ اِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ نَبِيٌّ صَادِقٌ فَلَمَّا كَانَتْ وَقْعَةُ اَهْلِ الْفَتْحِ بَادَرَ كُلُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابوقلابہ از حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایوب نے بتایا کہ مجھ سے ابوقلابہ نے کہا: تم حضرت عمرو بن سلمہ سے مل کر سوال کیوں نہیں کرتے' سو میں ان سے ملا اور ان سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا: ہم اس پانی کے تالاب کے پاس تھے جو لوگوں کی گزرگاہ پر واقع تھا' ہمارے پاس سے سوار گزرتے تھے' ہم ان سے پوچھتے: لوگوں کی کیا رائے ہے اور اس شخص کے متعلق کیا رائے ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ شخص یہ کہتا ہے کہ اس کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے یا اس پر اللہ تعالیٰ نے اس اس طرح

قَوْمٍ بِإِسْلَامِهِمْ وَبَدَرَ أَبِي قَوْمِي بِإِسْلَامِهِمْ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ جِئْتُكُمْ وَاللّٰهِ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا فَقَالَ : صَلُّوْا صَلٰوةَ كَذَا فِي حِيْنِ كَذَا وَصَلُّوا صَلٰوةَ كَذَا فِي حِيْنِ كَذَا فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْثَرُكُمْ قُرْاٰنًا فَنَظَرُوْا فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَكْثَرَ قُرْاٰنًا مِنِّي لِمَا كُنْتُ أَتَلَقّٰى مِنَ الرُّكْبَانِ فَقَدَّمُوْنِي بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَأَنَا ابْنُ سِتٍّ أَوْ سَبْعِ سِنِيْنَ وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ كُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ تَقَلَّصَتْ عَنِّي فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِّنَ الْحَيِّ أَلَا تُغَطُّوْا عَنَّا اسْتَ قَارِئِكُمْ فَاشْتَرَوْا فَقَطَعُوْا لِي قَمِيْصًا فَمَا فَرِحْتُ بِشَيْءٍ فَرَحِي بِذٰلِكَ الْقَمِيْصِ .

(سنن ابوداؤد: ۵۸۵۔۵۸۶۔۵۸۷)

وحی کی ہے' سو میں اس کلام کو یاد کر لیتا' اور وہ کلام میرے سینہ میں جم جاتا تھا اور عرب کے رہنے والوں نے اپنے اسلام لانے کو فتح مکہ پر موقوف کر دیا تھا' وہ یہ کہتے تھے کہ ان کو اور ان کی قوم کو چھوڑ دو' اگر وہ ان پر غالب ہو گئے تو وہ سچے نبی ہیں' پس جب مکہ فتح ہونے کا واقع ہوا تو ہر قبیلہ نے اسلام قبول کرنے میں جلدی کی اور میرے قبیلہ سے میرے والد نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی' پس جب وہ (اسلام لا کر) واپس آئے تو انہوں نے کہا: میں تمہارے پاس آیا ہوں اور اللہ کی قسم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آیا ہوں' آپ نے فرمایا: تم فلاں فلاں وقت میں فلاں فلاں نماز پڑھا کرو' سو جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان دے اور تم میں سے جس آدمی کو سب سے زیادہ قرآن مجید یاد ہو وہ نماز پڑھائے' پس لوگوں نے تفتیش کی تو مجھ سے زیادہ کسی شخص کو قرآن مجید یاد نہیں تھا' کیونکہ میں گزرنے والے سواروں سے سن کر قرآن مجید یاد کرتا رہتا تھا تو انہوں نے (نماز میں) مجھ کو آگے کر دیا اور میں اس وقت چھ یا سات سال کا تھا اور میں نے چھوٹی چادر کا تہبند باندھا ہوا تھا' جب میں سجدہ میں جاتا تو وہ تہبند سمٹ کر اوپر چڑھ جاتا تو قبیلہ کی ایک عورت نے کہا: تم اپنے قاری کی مقعد ہم سے کیوں نہیں چھپاتے! تو لوگوں نے میرے لیے قمیص خریدی تو میں کسی چیز سے اتنا خوش نہیں ہوا تھا جتنا اس قمیص سے خوش ہوا۔

حضرت عمرو بن سلمہ کی حدیث امام بخاری کی منفرد روایات میں سے ہے

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی صرف یہی ایک حدیث روایت کی ہے۔

اور تم میں سے جس کو سب سے زیادہ قرآن مجید یاد ہو وہ نماز پڑھائے: اس حدیث کو ترجیح دی گئی ہے' اور ابوقلابہ کی ایک اور حدیث میں ہے: تم میں سے جو شخص عمر میں سب سے بڑا ہو وہ نماز پڑھائے' یعنی خواہ وہ قرآن مجید کے حفظ میں سب کے برابر ہو' اور اس حدیث میں قراءت کی ترجیح ہے خواہ عمر میں برابر ہو۔

اس حدیث میں امام شافعی کی دلیل ہے کہ فرائض میں نابالغ لڑکے کی امامت درست ہے۔ (کتاب الام للشافعی ج ۱ ص ۱۴۷)

امام مالک کے نزدیک فرائض میں نابالغ لڑکے کی امامت جائز نہیں ہے۔ (النوادر ج ۱ ص ۲۸۵)

امام مالک نے کہا: یہ اسلام کی ابتداء کا واقعہ ہے' اور شارع علیہ السلام تک یہ واقعہ نہیں پہنچا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۵۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

فرض نماز میں نابالغ کی امامت کے جواز پر امام شافعی اور غیر مقلدین کے دلائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عمرو بن سلمہ نے کہا: پھر میں جس مجمع میں ہوتا تو اس نماز کی امامت میں ہی کراتا تھا۔

اس حدیث میں امام شافعی کی دلیل ہے کہ جو نابالغ لڑکا سمجھ دار ہو وہ فرائض میں امامت کرا سکتا ہے' اس مسئلہ میں اختلاف مشہور ہے۔

جس نے یہ کہا کہ ان صحابہ نے اپنے اجتہاد سے نابالغ لڑکے کی امامت میں نماز پڑھی تھی' اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اجتہاد پر مطلع نہیں ہوئے تھے' اس نے انصاف سے کام نہیں لیا' کیونکہ یہ نفی کی گواہی دینا ہے' اور اس لیے کہ یہ نزول وحی کا زمانہ تھا' اگر ان کا یہ فعل ناجائز ہوتا تو اس کی ممانعت میں وحی نازل ہو جاتی' جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما نے اس سے استدلال کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں عزل کرتے تھے' اگر عزل ممنوع ہوتا تو اس کی ممانعت میں قرآن نازل ہو جاتا' کیونکہ یہ نزول قرآن کا زمانہ تھا اور اس زمانہ میں کسی ممنوع فعل کو مقرر رکھنا جائز نہیں تھا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۶۰' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے بغیر حوالہ دیئے فتح الباری کی یہ عبارت من و عن نقل کر دی ہے۔ (عون الباری ج ۵ ص ۲۲۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

دوسرے غیر مقلد عالم شیخ محمد داؤد میواتی اس حدیث کی اُردو شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے اہل حدیث اور شافعیہ کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ نابالغ لڑکے کی امامت درست ہے جب کہ وہ تمیز دار ہو' فرائض اور نوافل سب میں اور اس میں حنفیہ نے خلاف کیا ہے' فرائض میں امامت جائز نہیں رکھی۔ (وحیدی)

(اُردو ترجمہ و شرح صحیح بخاری ج ۵ ص ۵۳۷' مکتبہ قدوسیہ' لاہور' ۲۰۰۴ء)

فرض نماز میں نابالغ کی امامت کے عدم جواز پر مصنف کے دلائل

اس مسئلہ کی مفصل تحقیق ہم نے نعمۃ الباری ج ۲ ص ۵۷۹۔۵۷۸ میں کی ہے' خلاصہ یہ ہے کہ:

علامہ موسیٰ بن احمد صالحی حنبلی متوفی ۹۶۰ھ لکھتے ہیں:

سمجھ دار نابالغ لڑکے کا فرائض میں بالغوں کی امامت کرنا صحیح نہیں ہے' اور نوافل میں امامت کرنا صحیح ہے۔

(الاقناع ج ۱ ص ۵۸۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ نابالغ لڑکے کی اقتداء میں فرض پڑھنا صحیح نہیں ہے' امام احمد کا بھی یہی قول ہے' داؤد نے کہا کہ نوافل میں نابالغ کی امامت کے متعلق امام ابوحنیفہ سے دو روایتیں ہیں' امام احمد نے بھی کہا ہے کہ اس کی اقتداء میں نفل جائز نہیں ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ جب تک لڑکا بالغ نہ ہو وہ امامت نہ کرائے' اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: ابراہیم نخعی نے کہا ہے کہ اگر نابالغ لڑکے کو تراویح میں امام بنا دیا جائے تو حرج نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۳۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے کہا ہے کہ نابالغ لڑکے کو امام نہ بنایا جائے۔ (مصنف عبد الرزاق: ۳۸۵۶)

حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا: جب تک لڑکا بالغ نہ ہو جائے اس کو امام نہ بنایا جائے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۳۸۵۹)
میں کہتا ہوں کہ شوافع اور غیر مقلدین کا حضرت عمرو بن سلمہ کی حدیث سے استدلال درست نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں تو یہ بھی تصریح ہے کہ سجدہ میں ان کی مقعد سے چادر اوپر کمر پر آ جاتی تھی اور نماز میں ان کی مقعد برہنہ ہو جاتی تھی تو کیا ان کے نزدیک شرم گاہ کو چھپانا بھی فرض نہیں ہے۔ نواب صدیق حسن نے اس اعتراض کا جواب یہ دیا ہے کہ اس وقت تک ان کو یہ علم نہیں تھا کہ نماز میں شرم گاہ کو چھپانا فرض ہے۔ (عون الباری ج ۵ ص ۲۲۰) میں کہتا ہوں: اسی طرح ان کو اس وقت علم نہیں تھا کہ نابالغ کی امامت جائز نہیں ہے کیونکہ وہ ابتدائی دور تھا۔

فقہاء احناف کی قوی ترین دلیل حسب ذیل حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے' اے اللہ! ائمہ کو ہدایت دے اور مؤذنین کی مغفرت فرما! (سنن ترمذی: ۲۰۷' دارالمعرفۃ' بیروت' مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۲)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کو ضامن قرار دیا ہے' یعنی امام کی نماز کے ضمن میں مقتدی کی نماز ہوتی ہے اور اعلیٰ کے ضمن میں ادنیٰ ہوتا ہے اور ادنیٰ کے ضمن میں اعلیٰ نہیں ہوتا اور فرائض اعلیٰ ہیں اور نوافل ادنیٰ ہیں' لہٰذا فرائض نوافل کو متضمن ہوں گے اور نوافل فرائض کو متضمن نہیں ہوں گے' سو بالغوں کی اقتداء میں نابالغوں کی نماز ہو جائے گی اور نابالغوں کی اقتداء میں بالغوں کی نماز نہیں ہو گی' کیونکہ نابالغ مکلف نہیں ہیں' ان کی عبادت نفل ہے اور بالغ مکلف ہیں' ان پر نمازیں فرض ہیں اور نفل فرض کو متضمن نہیں ہوتا' اس لیے نابالغ کی اقتداء میں بالغ کی فرض نماز ادا نہیں ہو گی اور حضرت عمرو بن سلمہ جب بالغوں کی امامت کر رہے تھے' وہ ابتداء کا زمانہ تھا' اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ امام ضامن ہوتا ہے' اس لیے اس وقت ان کی امامت پر اعتراض نہیں تھا لیکن جب آپ نے فرمایا: امام ضامن ہے' تو اب نابالغ کی اقتداء میں بالغ کے فرائض ادا نہیں ہوں گے۔
والحمد للہ رب العلمین

اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ' امام مالک اور امام احمد کا یہی موقف ہے' صرف امام شافعی اور غیر مقلدین منفرد ہیں۔

٤٣٠٣- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عُتْبَةُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَهِدَ اِلٰى اَخِيْهِ سَعْدٍ اَنْ يَّقْبِضَ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ وَقَالَ عُتْبَةُ اِنَّهُ اِبْنِيْ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ فِي الْفَتْحِ اَخَذَ سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ فَاَقْبَلَ بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَقْبَلَ مَعَهٗ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ هٰذَا ابْنُ اَخِيْ عَهِدَ اِلَيَّ اَنَّهُ اِبْنُهٗ قَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ يَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابن شہاب از عروۃ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' اور لیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ نے بیان کیا کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص کو یہ وصیت کی تھی کہ وہ زمعہ کی باندی کے بیٹے پر قبضہ کر لیں اور عتبہ نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے' سو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے زمعہ کی باندی کے بیٹے کو لے لیا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے اور ان کے ساتھ عبد بن زمعہ بھی آئے' پس حضرت سعد بن ابی وقاص نے

رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا اَخِیْ هٰذَا ابْنُ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ وُلِدَ عَلٰی فِرَاشِهٖ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَی ابْنِ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ فَاِذَا اَشْبَهُ النَّاسِ بِعُتْبَةَ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ هُوَ اَخُوْكَ يَا عَبْدَ بْنَ زَمْعَةَ مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ وُلِدَ عَلٰی فِرَاشِهٖ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجِبِیْ مِنْهُ يَا سَوْدَةُ لِمَا رَاٰی مِنْ شَبَهِ عُتْبَةَ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ . قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ . وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّكَانَ اَبُوْهُرَيْرَةَ يَصِيْحُ بِذٰلِكَ .

کہا: یہ میرا بھتیجا ہے (میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص نے) یہ وصیت کی تھی کہ یہ ان کا بیٹا ہے اور عبد بن زمعہ نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے اور زمعہ کی باندی کا بیٹا ہے اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمعہ کی باندی کے بیٹے کی طرف دیکھا تو وہ تمام لوگوں سے زیادہ عتبہ بن ابی وقاص کے مشابہ تھا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! یہ تمہارا ہے اور تمہارا بھائی ہے کیونکہ یہ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حضرت سودہ بنت زمعہ سے فرمایا:) اے سودہ! تم اس سے حجاب میں رہا کرو کیونکہ آپ نے اس میں عتبہ بن ابی وقاص کی مشابہت دیکھی تھی' ابن شہاب نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بچہ اس کا ہوتا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لیے پتھر ہیں' اور ابن شہاب نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ اس حدیث کا اعلان کر کے سناتے تھے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۰۵۳ میں گزر چکی ہے' مختصر شرح یہاں بیان کی جا رہی ہے:

زمعہ کے وارث عبد ہوئے نہ کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور دیگر مسائل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں: ابن شہاب زہری نے کہا: حضرت ابوہریرہ چیخ کر اس حدیث کا اعلان کرتے تھے۔ صحیح البخاری: ۲۰۵۳ میں اس کی تفصیل ہے۔

وہ تمہارا ہے' وہ تمہارا بھائی ہے' اے عبد بن زمعہ!: کیونکہ وہ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا تھا' اس حدیث سے ان لوگوں کا رد ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ عبد بن زمعہ اس کے غلام ہونے کی وجہ سے اس کے مالک ہو گئے تھے' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اپنے باپ کے بستر پر پیدا ہونے کی وجہ سے اس کے نسب کا استلحاق نہیں کیا جا سکتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ عبد بن زمعہ کے متعلق مشہور ہو کہ ان کے باپ نے عتبہ کی باندی سے وطی کی ہے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عبد بن زمعہ' زمعہ کے تنہا وارث ہوں اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ان کی وارث نہ ہوں' کیونکہ وہ مسلمان تھیں اور زمعہ کافر تھا اور عبد بن زمعہ اس کے وارث ہوئے کیونکہ زمعہ کی موت کے وقت وہ بھی کافر تھے' اس کا ذکر علامہ ابن التین نے کیا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۲۵۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

زانی کے لیے پتھر ہیں' اس کے دو محمل ہیں' ایک یہ کہ وہ نسب سے محروم ہوگا' دوسرا یہ کہ اس کو پتھروں سے سنگسار کیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ اصول یہ ہے کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصول کے مطابق فیصلہ کیا' آپ نے عبد بن زمعہ کے حق میں فیصلہ کیا جو کافر تھے اور حضرت سعد بن ابی وقاص کے حق میں فیصلہ نہیں کیا جو صحابی تھے اور قدیم مسلمان تھے' سو آپ نے اصول کی رعایت کی اور صحابی ہونے کی رعایت نہیں کی۔

٤٣٠٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ امْرَاَةً سَرَقَتْ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ الْفَتْحِ فَفَزِعَ قَوْمُهَا اِلٰى اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ يَسْتَشْفِعُوْنَهُ قَالَ عُرْوَةُ فَلَمَّا كَلَّمَهُ اُسَامَةُ فِيْهَا تَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتُكَلِّمُنِيْ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ؟ قَالَ اُسَامَةُ اِسْتَغْفِرْ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ . فَلَمَّا كَانَ الْعَشِيُّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّمَا اَهْلَكَ النَّاسَ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا ثُمَّ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتِلْكَ الْمَرْاَةِ فَقُطِعَتْ يَدُهَا فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا بَعْدَ ذٰلِكَ وَتَزَوَّجَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَاْتِيْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاَرْفَعُ حَاجَتَهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں غزوۂ فتح مکہ کے دوران ایک عورت نے چوری کی تو اس کے قبیلہ کے لوگ بھاگ کر حضرت اسامہ بن زید کے پاس آئے' وہ ان سے سفارش طلب کرتے تھے' عروہ نے بیان کیا کہ جب اس کے متعلق حضرت اسامہ نے سفارش کی تو رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا' آپ نے فرمایا: تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے متعلق مجھ سے سفارش کر رہے ہو! حضرت اسامہ نے کہا: یارسول اللہ! میرے لیے مغفرت طلب کیجئے! پھر دن ڈھلے رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق حمد و ثناء کی' پھر حمد و ثناء کے بعد فرمایا: تم سے پہلی اُمتیں اس لیے ہلاک ہو گئی تھیں کہ جب ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور جب ان میں سے کوئی پس ماندہ آدمی چوری کرتا تو وہ اس پر حد جاری کرتے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا' پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا سو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا' پھر اس عورت نے اس کے بعد بہت اچھی توبہ کی اور اس نے شادی کر لی' حضرت عائشہ نے بتایا: پھر اس واقعہ کے بعد وہ عورت ان کے پاس آتی تھی' پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کی ضرورتوں کو پیش کرتی تھی۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٦٤٨ میں ہے اور مختصر شرح یہاں پیش کی جا رہی ہے:

چوری کرنے والی عورت کا نام' نسب اور اس کے دیگر اعزہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس چوری کرنے والی عورت کا نام ہے: فاطمہ بنت الاسود بن عبدالاسود' یہ عبداللہ بن عبدالاسود کی بھتیجی ہے' اس کے عم زاد الاسود بن سفیان بن عبدالاسد ہیں' حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ (الاستیعاب: ٢٨- ج ١ص ١٨٣) ان کے بھائی ہبار بن سفیان غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے تھے' الزبیر نے کہا ہے کہ اس کے رشتہ کے بھائی جنگ یرموک میں شہید ہو گئے تھے اور دوسروں نے کہا ہے کہ وہ اجنادین میں شہید ہوئے تھے۔

الزبیر نے کہا ہے کہ عمر بن ابی سفیان نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ عبداللہ بن سفیان اور ان کے بھائی حبشہ کے مہاجرین میں سے ہیں۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۴۵۵-۴۵۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر موقع پر اصول کے پرچم کو بلند رکھنا

میں کہتا ہوں کہ حضرت اسامہ بن زید' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاڈلے اور محبوب صحابی تھے' لیکن اصول یہ تھا کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے' اس لیے آپ نے اپنے لاڈلے صحابی کی رعایت نہیں کی اور اصول کے مطابق فاطمہ بنت اسود کا ہاتھ کاٹ دیا' آپ سے یہ ہو سکتا تھا کہ آپ اپنے لاڈلے صحابی کی سفارش رڈ کر دیں اور یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ آپ اصول کے جھنڈے کو سرنگوں کر دیں' اس وجہ سے آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص ایسے قدیم الاسلام صحابی کے مقابلہ میں عبد بن زمعہ کافر کے حق میں فیصلہ کر کے اصول کے پرچم کو بلند رکھا' ایک دفعہ حضرت ابوبکر آپ کی بائیں جانب تھے اور ایک لڑکا دائیں جانب تھا' آپ اپنا بچا ہوا دودھ اس کو دینے لگے تو حضرت عمر نے توجہ دلائی' حضور یہ ابوبکر بیٹھے ہیں' آپ نے فرمایا: دائیں طرف سے' پھر دائیں طرف سے اور اس لڑکے کو دودھ عطاء فرمایا۔ (صحیح البخاری: ۲۳۵۲' صحیح مسلم: ۲۰۲۹' سنن ابوداؤد: ۳۷۲۶) آپ سے یہ ہوسکتا تھا کہ حضرت عمر کی سفارش کو رڈ کر دیں اور حضرت ابوبکر کے مقابلہ میں ایک لڑکے کو ترجیح دے دیں' لیکن آپ سے یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ اصول کے جھنڈے کو گرنے دیں' یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت' اب سوچیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں!

٤٣٠٥، ٤٣٠٦- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ حَدَّثَنِي مُجَاشِعٌ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَخِي بَعْدَ الْفَتْحِ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ جِئْتُكَ بِأَخِي لِتُبَايِعَهُ عَلَى الْهِجْرَةِ قَالَ ذَهَبَ أَهْلُ الْهِجْرَةِ بِمَا فِيهَا فَقُلْتُ عَلٰى أَيِّ شَيْءٍ تُبَايِعُهُ؟ قَالَ أُبَايِعُهُ عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْإِيْمَانِ وَالْجِهَادِ فَلَقِيْتُ أَبَا مَعْبَدٍ بَعْدُ وَكَانَ أَكْبَرَهُمَا فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ صَدَقَ مُجَاشِعٌ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی از ابی عثمان' انہوں نے کہا: مجھے مجاشع نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنے بھائی کو لے کر آیا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کے پاس اپنے بھائی کو لے کر آیا ہوں' تا کہ آپ اس کو ہجرت پر بیعت کر لیں' آپ نے فرمایا: اہل ہجرت تو ہجرت کی فضیلت کو لے کر چلے گئے' میں نے پوچھا: پھر آپ اس کو کس چیز پر بیعت کریں گے؟ آپ نے فرمایا: میں اس کو اسلام' ایمان اور جہاد پر بیعت کروں گا' پھر اس کے بعد میں معبد سے ملا اور وہ دونوں بھائیوں سے بڑے تھے' سو میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: مجاشع نے سچ کہا ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۹۶۲' اور ۲۹۶۳ میں گزر چکی ہے' مختصر شرح یہاں کی جارہی ہے:

بعض مبہم الفاظ اور جملوں کی وضاحت

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

مجاشع اور مجالد دونوں بھائی تھے' یہ دونوں جنگ جمل میں چھتیس (۳۶) ہجری میں شہید کر دیئے گئے تھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ص ۴۵۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مجاشع: یہ صحابی ہیں' حافظ ابن عبدالبر نے کہا: مجھے ان کی کسی روایت کا علم نہیں ہے' یہ اپنے بھائی کے اسلام لانے کے بعد فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے' یہ بھی جنگ جمل میں شہید کر دیئے گئے تھے اور ان کی کنیت ابو معبد تھی جیسا کہ اس کے بعد والی روایت میں آ رہا ہے۔

اہل ہجرت تو ہجرت کی فضیلت کو لے کر چلے گئے: یعنی فتح مکہ سے پہلے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا فرض تھی اور اسی ہجرت میں فضیلت تھی' اب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا فرض نہیں ہے کیونکہ اب مکہ فتح ہو چکا ہے۔

سو میں نے اس سے سوال کیا: یعنی ابو عثمان نے ابو معبد سے سوال کیا۔

٤٣٠٧'٤٣٠٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ مُجَاشِعِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اِنْطَلَقْتُ بِاَبِيْ مَعْبَدٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُبَايِعَهُ عَلَى الْهِجْرَةِ قَالَ مَضَتِ الْهِجْرَةُ لِاَهْلِهَا اُبَايِعُهُ عَلَى الْاِسْلَامِ وَالْجِهَادِ فَلَقِيْتُ اَبَا مَعْبَدٍ فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ صَدَقَ مُجَاشِعٌ . وَقَالَ خَالِدٌ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ مُجَاشِعٍ اَنَّهُ جَاءَ بِاَخِيْهِ مُجَالِدٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن ابو بکر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عاصم نے حدیث بیان کی از ابو عثمان النہدی از حضرت مجاشع بن مسعود' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو معبد رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا تا کہ آپ حضرت مجاشع کو ہجرت پر بیعت کر لیں' آپ نے فرمایا: ہجرت تو ہجرت کرنے والوں کے ساتھ ختم ہو چکی ہے' میں اس کو اسلام اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں' پھر میں حضرت ابو معبد سے ملا اور ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا' انہوں نے کہا کہ مجاشع نے سچ کہا ہے اور خالد نے بیان کیا از ابی عثمان از مجاشع کہ وہ اپنے بھائی مجالد کو لے کر آئے۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۶۲-۲۹۶۳ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٠٩- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُهَاجِرَ اِلَى الشَّامِ قَالَ لَا هِجْرَةَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ فَانْطَلِقْ فَاعْرِضْ نَفْسَكَ فَاِنْ وَّجَدْتَ شَيْئًا وَّاِلَّا رَجَعْتَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی بشر از مجاہد' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں شام کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کرتا ہوں' انہوں نے کہا: اب ہجرت (فرض) نہیں ہے لیکن جہاد ہے' سو اب تم جاؤ اور اپنے (آپ کو جہاد پر) پیش کرو' اگر تم نے جہاد کو پا لیا تو فبہا ورنہ واپس آ جاؤ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۹۹ میں گزر چکی ہے۔

٤٣١٠- وَقَالَ النَّضْرُ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بِشْرٍ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ فَقَالَ لَا هِجْرَةَ

اور النضر نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو بشر نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا' انہوں نے

اَلْيَوْمَ اَوْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ .

کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے کہا: آج ہجرت نہیں ہے' یا کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہجرت (فرض) نہیں ہے' اسی کی مثل۔

٤٣١١- حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْعَمْرٍو الْاَوْزَاعِیُّ عَنْ عَبْدَةَ بْنِ اَبِیْ لُبَابَةَ عَنْ مُجَاهِدِ بْنِ جَبْرٍ الْمَكِّیِّ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُوْلُ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوعمرو اوزاعی نے حدیث بیان کی از عبدہ بن ابی لبابہ از مجاہد بن جبر المکی' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت (فرض) نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۹۹ میں گزر چکی ہے۔

٤٣١٢- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِی الْاَوْزَاعِیُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ قَالَ زُرْتُ عَائِشَةَ مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ فَسَاَلَهَا عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَتْ لَا هِجْرَةَ الْيَوْمَ كَانَ الْمُؤْمِنُ يَفِرُّ اَحَدُهُمْ بِدِيْنِهٖ اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخَافَةَ اَنْ يُّفْتَنَ عَلَيْهِ فَاَمَّا الْيَوْمَ فَقَدْ اَظْهَرَ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ فَالْمُؤْمِنُ يَعْبُدُ رَبَّهٗ حَيْثُ شَاءَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن حمزہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اوزاعی نے حدیث بیان کی از عطاء بن ابی رباح' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبید بن عمیر کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کی' پس انہوں نے ان سے ہجرت کے متعلق پوچھا' حضرت عائشہ نے کہا: آج ہجرت (فرض) نہیں ہے' پہلے کوئی مؤمن اپنے دین کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھاگتا تھا' اس خوف سے کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہو جائے گا لیکن آج اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے' سو مؤمن اب جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرے' لیکن جہاد اور نیت (کا ثواب) ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۸۰ میں گزر چکی ہے۔

آج ہجرت نہ ہونے کا محمل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ' ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اب ابتداء ہجرت نہیں کی جائے گی' ہاں! جو پہلے ہجرت کر چکے ہیں' ان کی ہجرت قائم رہے گی' کیونکہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو جاری رکھ۔ (صحیح البخاری: ۱۲۹۵)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۵۷' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے جو فضائل تھے وہ تمام فضائل ان صحابہ نے حاصل کر لیے جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی ہے' فتح مکہ کے بعد جو لوگ ہجرت کریں گے' ان کو وہ فضائل حاصل نہیں ہوں گے لیکن فتح مکہ کے بعد اب بھی ہجرت کرنا جائز ہے' حدیث میں ہے:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی حتیٰ کہ توبہ منقطع ہو جائے اور توبہ اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔

(سنن ابوداؤد: ۲۴۷۹ سنن دارمی ج ۲ ص ۲۴۰ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۵۱ مشکوٰۃ: ۳۳۴۶ کنز العمال: ۴۶۲۴۹ مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۲)

مکہ سے مدینہ کی طرف تو اب ہجرت نہیں ہے کیونکہ اب مکہ دارالاسلام ہے لیکن دارالخوف سے دارالامن کی طرف ہجرت اب بھی باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گی' مثلاً جو لوگ بھارت' برطانیہ یا امریکا میں رہتے ہوں اور وہاں ان کے ایمان' عزت اور جان کو خطرہ ہو تو وہ وہاں سے ہجرت کر کے کسی اسلامی ملک میں چلے جائیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ گناہوں کو ترک کر کے نیکیوں کی طرف ہجرت کرنا اب بھی مشروع ہے اور جائز ہے بلکہ فرض اور واجب ہے اور اس پر وہی اجر وثواب ملے گا' جو فرض اور واجب پر عمل کرنے کا اجر وثواب ہے۔

۴۳۱۳- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ حَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ فَهِيَ حَرَامٌ بِحَرَامِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ وَلَا تَحِلُّ لِاَحَدٍ بَعْدِیْ وَلَمْ تَحْلِلْ لِیْ اِلَّا سَاعَةً مِّنَ الدَّهْرِ لَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يُعْضَدُ شَوْكُهَا وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا وَلَا تَحِلُّ لُقَطَتُهَا اِلَّا لِمُنْشِدٍ فَقَالَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِلَّا الْاِذْخِرَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّهُ لَا بُدَّ مِنْهُ لِلْقَيْنِ وَالْبُيُوْتِ فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ فَاِنَّهُ حَلَالٌ ۔ وَعَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ الْكَرِيْمِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِمِثْلِ هٰذِهٖ اَوْ نَحْوِ هٰذَا رَوَاهُ اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے حسن بن مسلم نے خبر دی از مجاہد' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن کھڑے ہو گئے' پس آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے جس دن تمام آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا' اسی دن اس نے مکہ کو حرم قرار دیا' سو یہ اللہ تعالیٰ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لیے حرام ہے' یہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال ہوا تھا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا' اور اس میں میرے لیے (قتال) صرف زمانہ کی ایک ساعت کے لیے حلال ہوا تھا' اس کے شکار کو بھگایا جائے گا نہ اس کے کانٹوں کو کاٹا جائے اور نہ اس کی گھاس کو کاٹا جائے اور اعلان کرنے والے کے سوا کسی اور کے لیے مکہ میں گری ہوئی چیز کو اُٹھانا جائز نہیں ہے' حضرت عباس بن عبد المطلب نے کہا: یارسول اللہ! ماسوا اذخر گھاس کے' کیونکہ وہ ہمارے لوہار کے لیے اور ہمارے گھروں کے لیے ضروری ہے' تو آپ خاموش ہو گئے' پھر آپ نے فرمایا: سوائے اذخر گھاس کے کیونکہ اس کو کاٹنا حلال ہے۔ اور از ابن جریج انہوں نے کہا: مجھے عبد الکریم نے خبر دی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس حدیث کی مثل یا نحو' اس حدیث کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

٥٥- بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

اللہ عزوجل کے درج ذیل ارشاد کی تفسیر

﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ○ ثُمَّ أَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهُ إِلٰى قَوْلِهِ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○﴾ (التوبہ:٢٥-٢٧) .

اور حنین کے دن جب تمہاری کثرت نے تمہیں گھمنڈ میں ڈال دیا تو اس (کثرت) نے کسی چیز کو تم سے دور نہ کیا اور زمین اپنی فراخی کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی' پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے واپس گئے○ پھر اللہ نے اپنی (طرف سے) طمانیت قلب اپنے رسول اور ایمان والوں پر نازل فرمائی اور وہ لشکر نازل کیے جو تم نے نہ دیکھے اور جن لوگوں نے کفر کیا تھا ان کو عذاب دیا اور یہی کافروں کی سزا ہے○ پھر اللہ تعالیٰ جن کو چاہے گا ان کی توبہ قبول فرمالے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○ (التوبہ:٢٧-٢٥)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ١٣٦٧ھ' ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حنین ایک وادی ہے جو طائف کے قریب مکہ مکرمہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے' یہاں فتح مکہ سے تھوڑے ہی روز بعد قبیلہ ہوازن اور ثقیف سے جنگ ہوئی' اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کثیر بارہ ہزار یا اس سے زائد تھی اور مشرکین چار ہزار تھے' جب دونوں لشکر بالمقابل ہوئے تو مسلمانوں میں سے کسی شخص نے اپنی کثرت پر نظر کر کے یہ کہا کہ اب ہم ہرگز مغلوب نہ ہوں گے' یہ کلمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت گراں گزرا' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر توکل فرماتے تھے اور تعداد کی قلت و کثرت پر نظر نہ رکھتے تھے' جب جنگ شروع ہوئی اور قتال شدید ہوا تو مشرکین بھاگے اور مسلمان مال غنیمت لینے میں مصروف ہو گئے تو بھاگے ہوئے لشکر نے اس کو غنیمت سمجھا اور تیروں کی بارش شروع کر دی اور تیراندازی میں وہ بہت مہارت رکھتے تھے' نتیجہ یہ ہوا کہ اس ہنگامے میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے' لشکر بھاگ پڑا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضور کے چچا حضرت عباس اور آپ کے ابن عم ابوسفیان بن حارث کے سوا اور کوئی باقی نہ رہا' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت اپنی سواری کو کفار کی طرف بڑھایا اور حضرت عباس کو حکم دیا کہ وہ بلند آواز سے اپنے اصحاب کو پکاریں' اُن کے پکارنے سے وہ لوگ لبیک لبیک کہتے ہوئے پلٹ آئے اور کفار سے جنگ شروع ہوگئی' جب لڑائی خوب گرم ہوگئی' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک میں سنگ ریزے لے کر کفار کے مونہوں پر مارے اور فرمایا: رب محمد کی قسم! (کفار) بھاگ نکلے' سنگ ریزوں کا مارنا تھا کہ کفار بھاگ پڑے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی غنیمتیں مسلمانوں کو تقسیم فرما دیں' ان آیتوں میں اس واقعہ کا بیان ہے۔

اور وہ لشکر نازل کیے جو تم نے نہ دیکھے: یعنی فرشتے جنہیں کفار نے ابلق گھوڑوں پر سفید لباس پہنے' عمامہ باندھے دیکھا' یہ فرشتے مسلمانوں کی شوکت بڑھانے کے لیے آئے تھے' اس جنگ میں انہوں نے قتال نہیں کیا' قتال صرف بدر میں کیا تھا۔

اور جن لوگوں نے کفر کیا تھا ان کو عذاب دیا: کہ وہ پکڑے گئے اور مارے گئے' ان کے عیال و اموال مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

(خزائن العرفان ص ٣٢٩' ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

حنین ایک وادی ہے اس کے اور مکہ کے درمیان تین راتوں کے سفر کی مسافت ہے' حنین بن قاینہ بن مہلائیل نام کے ایک شخص کی طرف اس وادی کی نسبت ہے۔ (معجم ما استعجم ج ٢ ص ٤٧٢)

اور یہیں غزوہ ھوازن ہوا تھا جس کا ذکر صحیح البخاری: ۲۸۶۴ میں ہو چکا ہے۔

علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ یہ غزوہ اوطاس کے نام سے معروف ہے' اوطاس اس جگہ کا نام ہے جہاں پر بعد میں یہ واقعہ ہوا تھا۔

(الروض الانف ج ۴ ص ۱۳۸)

وہ ہفتہ کا دن تھا اور شوال کی چھ تاریخ تھی اور آٹھ ہجری میں یہ غزوہ ہوا۔ فرشتوں کی علامت ان کے عمامے تھے' جن کے شملے اُنہوں نے اپنے کندھوں کے درمیان ڈالے ہوئے تھے۔

امام محمد بن سعد نے دوسرے مقام پر یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھائیس (۲۸) رمضان کو تیاری کرتے ہوئے نکلے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۴۳)

انہوں نے کہا کہ آپ کے لشکر کی تعداد بارہ ہزار تھی' دس ہزار اہل مدینہ میں سے تھے اور دو ہزار اہل مکہ میں سے تھے' تو حضرت ابوبکر صدیق نے کہا: آج ہم تعداد میں کمی کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے' پس یہ دس شوال منگل کی رات کو وادیٔ حنین میں پہنچے' پس جب بنو سلیم اور اہل مکہ پیچھے بھاگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پکار رہے تھے: اے اللہ کے مددگارو! اے اس کے رسول کے مددگارو! میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں' تو جو بھاگ گئے تھے وہ لوٹ کر آ گئے' اس دن جو صحابہ آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے' وہ یہ تھے: حضرت عباس' حضرت علی' حضرت الفضل' حضرت ابوسفیان بن الحارث' حضرت ربیعہ بن الحارث' حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم جو آپ کے اہل بیت اور آپ کے اصحاب میں سے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۱۔۱۵۰)

الحارث بن نعمان نے بیان کیا کہ وہ سو افراد تھے' انہوں نے کنکریاں ماریں' اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا' وہ شکست کھا کر بھاگے' ان میں سے کوئی شخص دوسرے کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھتا تھا' ان میں سے چھ ہزار کو قید کر لیا گیا' ان کے چوبیس ہزار اونٹوں پر قبضہ کر لیا گیا' اور چالیس ہزار بکریاں تھیں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی' پھر جب ان کا وفد اسلام قبول کر کے آپ کے پاس آیا تو آپ نے ان کے قیدی واپس کر دیئے' پھر پانچ ذوالقعدہ کو جمعرات کے دن آپ الجعرانہ پہنچے' وہاں آپ نے تیرہ دن قیام کیا' پھر جب آپ نے مدینہ کی طرف واپسی کا ارادہ کیا تو اٹھارہ ذوالقعدہ کو بدھ کی رات کو آپ وہاں سے روانہ ہوئے' پھر آپ نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر اسی رات کو آپ مکہ مکرمہ پہنچے' وہاں ایک رات گزاری اور جمعرات کی صبح کو آپ واپس مدینہ کی طرف گئے۔

حنین کے دن جو صحابہ آپ کے پاس ثابت قدم رہے' ان کے متعلق روایات

دوسری روایت یہ ہے کہ اس دن آپ کے ساتھ صرف حضرت سفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ تھے۔

امام یعلیٰ بن عطاء نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور آپ نے خاک کی ایک مٹھی اُٹھائی اور کافروں کے چہروں پر ماری' پھر ان کافروں میں سے ہر ایک کے منہ اور آنکھوں میں وہ مٹی گھس گئی۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۸۶) اور امام ابن ہشام وغیرہ نے کہا ہے: جو لوگ حنین کے دن آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے' ان میں حضرت قثم بن عباس تھے' لیکن اس روایت پر یہ اعتراض ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا' اس وقت وہ کم سن تھے۔ (مسند احمد ج ۶ ص ۲۳۹)

حضرت الزبیر بن ابی بکر کی روایت ہے کہ اس دن ابولہب کے دو بیٹے حضرت عتبہ اور مغیث آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے اور امام ابن اسحاق کی روایت ہے کہ حضرت اُم ایمن کے بیٹے ایمن آپ کے ساتھ اس دن ثابت قدم رہے۔ (سیرۃ ابن ہشام ج ۴ ص ۷۲)

حافظ ابن عبدالبر کی روایت ہے کہ حضرت جعفر بن ابی سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب اور حضرت اُم سلیم آپ کے ساتھ ثابت قدم رہیں۔ (الدرر ص ۲۲۵)

عبدالغنی کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر بن عبدالمطلب ثابت قدم رہے اور امام ابن الاثیر کی روایت ہے کہ حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ثابت قدم رہے۔ (اسد الغابہ: ۳۷۳۶۔ ج ۴ ص ۶۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی تفسیر میں یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ اور انصار کی ایک جماعت جو وادی کے ایک کھجور کے درخت کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے' ثابت قدم رہے۔

امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں باقی رہا تھا اور میرے ساتھ انصار اور مہاجرین میں سے اسی (۸۰) مرد تھے اور میں نے آپ کو خاک کی ایک مٹھی بھر کر دی' جو آپ نے کفار کے مونہوں پر ماری' جس سے ان کی آنکھیں مٹی سے بھر گئیں۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۱۴۲)

ابومعشر کی روایت ہے کہ اس دن مہاجرین اور انصار میں سے آپ کے ساتھ ایک سو تیس (۱۳۰) مرد تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میان سے اپنی تلوار نکالی اور فرمایا:

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب

''میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے' میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں''۔

اور آپ نے حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے مٹی اُٹھا کر دو' تو انہوں نے مٹی اُٹھا کر دی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت سفید خچر پر سوار تھے' جو آپ کو فروۃ بن نفاثہ نے ہدیہ کی تھی۔ (صحیح مسلم: ۱۷۷۵)

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یہی خچر دلدل تھا اور یہ سیاہی مائل سفید تھا' یہ آپ کو مقوقس نے ہدیہ کیا تھا۔ (الطبقات ج ۲ ص ۱۵۰)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۴۶۵۔۴۶۲' ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

ھوازن کا اسلام قبول کرنا اور مال واپس لینے کے بجائے اپنے قیدی چھڑا لینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے باقی ھوازن کی توبہ قبول فرمائی' اُنہوں نے اسلام قبول کر لیا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آ کر مل گئے' اس وقت آپ مکہ کے قریب جعرانہ میں تھے اور یہ جنگ کے تقریباً بیس دن بعد کا واقعہ ہے' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اختیار دیا کہ خواہ وہ اپنے قیدی چھڑا لیں خواہ اپنے اموال واپس لے لیں' تو انہوں نے اپنے قیدی واپس لینے کو اختیار کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اموال غازیوں میں تقسیم کر دیئے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلقاء کو تالیفِ قلب کے لیے سَو سَو اونٹ عطاء فرمائے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۳۹۳' ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣١٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ رَأَيْتُ بِيَدِ ابْنِ أَبِي أَوْفٰى ضَرْبَةً قَالَ ضُرِبْتُهَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قُلْتُ شَهِدْتَ حُنَيْنًا؟ قَالَ قَبْلَ ذٰلِكَ.

(امام بخاری اس حدیث کی روایت میں منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن نمیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں ضرب کا نشان دیکھا' انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حنین کے دن مجھے یہ چوٹ لگی تھی' میں نے پوچھا کہ آپ حنین میں حاضر تھے؟ انہوں نے کہا: میں اس سے پہلے حاضر تھا۔

حضرت ابن ابی اوفیٰ کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت ابن ابی اوفیٰ سے مروی ہے' جوان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعتِ رضوان کی تھی' اور یہ آخری صحابی ہیں جو کوفہ میں چھیاسی (۸۶) ہجری میں فوت ہوئے تھے' ان کا نام عبداللہ بن ابی اوفیٰ علقمہ بن خالد ہے' حضرت ابواوفیٰ اور ان کے بیٹے دونوں صحابی ہیں' حضرت ابواوفیٰ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو صدقہ دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تھا۔

حضرت ابن ابی اوفیٰ نے کہا: میں حنین سے پہلے آپ کے ساتھ تھا' یعنی غزوۂ حدیبیہ میں۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ص ۳۶۵-۳۶۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

۴۳۱۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا اَبَا عُمَارَةَ اَتَوَلَّيْتَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ اَمَّا اَنَا فَاَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ لَمْ يُوَلِّ وَلٰكِنْ عَجَّلَ سَرَعَانُ الْقَوْمِ فَرَشَقَتْهُمْ هَوَازِنُ وَاَبُوْسُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ اٰخِذٌ بِرَاْسِ بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ يَقُوْلُ:

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ   اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' ان کے پاس ایک مرد نے آ کر کہا: اے ابوعمارہ! کیا آپ حنین کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگے تھے؟ انہوں نے کہا: رہا میں تو میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری لیکن لوگوں نے جلد بازی کی اور ہوازن کے تیروں نے ان کو نشانہ بنایا اور حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سفید خچر کا سر پکڑے ہوئے تھے اور آپ فرما رہے تھے: میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۸۶۴ میں گزر چکی ہے۔

حضرت البراء کے جواب کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اے ابوعمارہ!: یہ حضرت البراء رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔

حضرت البراء نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری: حضرت البراء نے نہایت نفیس طریقہ سے جواب دیا ہے کیونکہ حضرت البراء نے جس طرح تفصیل سے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے' اس کو وہ شخص نہیں بیان کر سکتا جو میدانِ جنگ سے پیٹھ موڑ کر بھاگا ہو۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت البراء کا جواب اس شخص کے سوال کے مطابق نہیں ہے جس نے ان سے پوچھا تھا کہ کیا آپ حنین کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگے تھے اور اس شخص نے ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال نہیں پوچھا تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت البراء نے حال کے قرینہ سے یہ سمجھا تھا کہ وہ شخص سب کے متعلق سوال کر رہا ہے کہ آیا سب لوگ حنین کے دن بھاگے تھے یا نہیں؟ اور سب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس کے بعد والی حدیث میں یہ سوال آ رہا ہے کہ کیا تم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کے دن بھاگے تھے؟ اس لیے حضرت البراء نے یہ جواب دیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہ

پھیری۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۹۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٣١٦- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ قِيْلَ لِلْبَرَاءِ وَاَنَا اَسْمَعُ اَوَلَّيْتُمْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ اَمَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا كَانُوْا رُمَاةً فَقَالَ

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق وہ کہتے ہیں کہ حضرت البراء سے سوال کیا گیا اور میں سن رہا تھا کہ کیا تم لوگ حنین کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیٹھ پھیر کر بھاگے تھے؟ پس انہوں نے کہا: رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ نہیں بھاگے تھے وہ لوگ تیرانداز تھے تو آپ نے فرمایا: بے شک میں نبی ہوں بے شک میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۸۶۴ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

وہ لوگ تیرانداز تھے: یعنی ھوازن۔

آپ نے فرمایا: میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے کیونکہ جھوٹ نبوت کے منافی ہے۔ میں نے جو کہا تھا: اللہ کی قسم! یہ لوگ (کفار) بھاگ گئے تو یہ اللہ تعالیٰ کی مدد پر یقین کرتے ہوئے کہا تھا اور ایسا ہی ہوا۔

آپ نے فرمایا: میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں اور یہ نہیں فرمایا کہ میں عبداللہ کا بیٹا ہوں کیونکہ عبدالمطلب لوگوں میں مشہور تھے اور حضرت عبداللہ جوانی میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۹۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٣١٧- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ سَمِعَ الْبَرَاءَ وَسَاَلَهٗ رَجُلٌ مِّنْ قَيْسٍ اَفَرَرْتُمْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ لٰكِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفِرَّ كَانَتْ هَوَازِنُ رُمَاةً وَّاِنَّا لَمَّا حَمَلْنَا عَلَيْهِمُ انْكَشَفُوْا فَاَكْبَبْنَا عَلَى الْغَنَائِمِ فَاسْتُقْبِلْنَا بِالسِّهَامِ وَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَاِنَّ اَبَا سُفْيَانَ اٰخِذٌ بِزِمَامِهَا وَهُوَ يَقُوْلُ:

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا ان سے قبیلہ قیس کے ایک مرد نے سوال کیا: کیا تم حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے بھاگ گئے تھے سو انہوں نے کہا: لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بھاگے تھے ھوازن تیرانداز تھے اور جب ہم نے ان پر حملہ کیا تو وہ شکست کھا گئے تو ہم غنیمتوں پر جھک گئے سو انہوں نے ہمیں تیروں کا نشانہ بنا لیا اور تحقیق یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سفید خچر پر سوار تھے اور بے شک حضرت ابوسفیان اس کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: بے شک میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۲۸۶۴ میں گزر چکی ہے۔

قَالَ اِسْرَائِیْلُ وَزُهَیْرٌ نَزَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَغْلَتِهٖ .

اسرائیل اور زہیر نے کہا ہے کہ نبی ﷺ اپنا خچر سے اترے تھے۔

نبی ﷺ کا حالت جنگ میں خچر پر سوار ہونا اور پھر اس سے اترنا آپ کی انتہائی ثابت قدمی پر دلیل ہے۔

٤٣١٩،٤٣١٨- حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عُفَیْرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ لَیْثٌ حَدَّثَنِیْ عُقَیْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ (ح) وَحَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِی ابْنُ شِهَابٍ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ شِهَابٍ وَزَعَمَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَاهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَامَ حِیْنَ جَاءَهٗ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِیْنَ فَسَاَلُوْهُ اَنْ یَّرُدَّ اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَسَبْیَهُمْ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعِیَ مَنْ تَرَوْنَ وَاَحَبُّ الْحَدِیْثِ اِلَیَّ اَصْدَقُهٗ فَاخْتَارُوْا اِحْدَی الطَّائِفَتَیْنِ اِمَّا السَّبْیَ وَاِمَّا الْمَالَ وَقَدْ کُنْتُ اسْتَاْنَیْتُ بِکُمْ وَکَانَ اَنْظَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِضْعَ عَشْرَةَ لَیْلَةً حِیْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَیْرُ رَادٍّ اِلَیْهِمْ اِلَّا اِحْدَی الطَّائِفَتَیْنِ قَالُوْا فَاِنَّا نَخْتَارُ سَبْیَنَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمُسْلِمِیْنَ فَاَثْنٰی عَلَی اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اِخْوَانَکُمْ قَدْ جَاءُوْنَا تَائِبِیْنَ وَاِنِّیْ قَدْ رَاَیْتُ اَنْ اَرُدَّ اِلَیْهِمْ سَبْیَهُمْ فَمَنْ اَحَبَّ مِنْکُمْ اَنْ یُّطَیِّبَ ذٰلِکَ فَلْیَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ مِنْکُمْ اَنْ یَّکُوْنَ عَلٰی حَظِّهٖ حَتّٰی نُعْطِیَهٗ اِیَّاهُ مِنْ اَوَّلِ مَا یُفِیْءُ اللّٰهُ عَلَیْنَا فَلْیَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ طَیَّبْنَا ذٰلِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ . فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَا نَدْرِیْ مَنْ اَذِنَ مِنْکُمْ فِیْ ذٰلِکَ مِمَّنْ لَّمْ یَاْذَنْ فَارْجِعُوْا حَتّٰی یَرْفَعَ اِلَیْنَا عُرَفَاؤُکُمْ اَمْرَکُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَکَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ ثُمَّ رَجَعُوْا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرُوْهُ اَنَّهُمْ قَدْ طَیَّبُوْا وَاَذِنُوْا هٰذَا الَّذِیْ بَلَغَنِیْ عَنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے لیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب (ح) اور مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب کے بھتیجے نے حدیث بیان کی' محمد بن شہاب نے کہا اور عروہ بن الزبیر کا یہ زعم ہے کہ مروان اور حضرت المسور بن مخرمہ نے ان کو خبر دی کہ جب ہوازن کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس مسلمان ہو کر آیا تو آپ کھڑے ہو گئے' انہوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ ان کے اموال اور ان کے قیدی ان کی طرف لوٹا دیں' تب رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جن کو تم دیکھ رہے ہو' میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ بات وہ ہے جو سب سے زیادہ سچی ہو' تم دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کر لو: یا قیدی یا مال' اور میں نے تمہارے معاملہ میں تاخیر کی ہے' اور رسول اللہ ﷺ نے طائف سے واپس آنے کے بعد دس سے زیادہ راتیں ان کا انتظار کیا' جب ہوازن کو یہ معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ ان کو دو میں سے صرف ایک چیز واپس کریں گے تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں' تب رسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں کھڑے ہوئے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثناء کی جو اس کی شان کے لائق ہے' پھر آپ نے فرمایا: حمد و ثناء کے بعد یہ تمہارے بھائی ہمارے پاس توبہ کرتے ہوئے آئے ہیں اور میں نے یہ مناسب سمجھا کہ ان کے قیدی ان کو واپس کر دوں' سو تم میں سے جو شخص خوشی سے (اس فیصلہ پر) عمل کرنا چاہتا ہو تو وہ کرے اور تم میں سے جو شخص اپنے حصہ کو رکھنا چاہتا ہو حتیٰ کہ ہم اس کو مال فئے میں سے دے دیں جو اللہ تعالیٰ ہم کو سب سے پہلے عطاء فرمائے گا تو وہ ایسا کر لے' پس لوگوں نے کہا: یا رسول

سَبْيِ هَوَازِنَ .

اللہ! بے شک ہم نے خوشی سے یہ کرلیا ہے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم (ازخود) نہیں جانتے کہ تم میں سے کس نے اس کی اجازت دی ہے اور کس نے اجازت نہیں دی' پس تم سب واپس جاؤ حتیٰ کہ ہمارے پاس تمہارے کارمختار آ جائیں' پھر سب لوگ لوٹ گئے اور انہوں نے اپنے کارہائے مختار سے مشورہ کیا' پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پس انہوں نے یہ خبر دی کہ انہوں نے خوشی سے اس فیصلہ کو قبول کیا ہے اور اس پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے' یہ وہ حدیث ہے جو مجھے ہوازن کے قیدیوں سے پہنچی ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۳۰۸' اور ۲۳۰۷ میں گزر چکی ہے' چند ضروری اُمور کی وضاحت کی جارہی ہے:

ہوازن کے وفد میں کتنے افراد تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے دن ان کا انتظار کیا تھا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ابن شہاب الزہری نے اس حدیث کی از مسور اور از مروان روایت کی ہے' سو یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ حضرت مسور اس واقعہ کے وقت بہت کم سن تھے اور مروان ان سے بھی چھوٹا تھا' سو انہوں نے کسی اور صحابی سے اس واقعہ کے متعلق حدیث سنی ہوگی۔

جب آپ کے پاس ہوازن کا وفد آیا: اس عبارت میں اختصار ہے' موسیٰ بن عقبہ نے اپنی مغازی میں مفصل عبارت لکھی ہے' وہ اس طرح ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شوال میں طائف سے جعرانہ کی طرف واپس آئے اور وہاں ہوازن کے قیدی تھے تو آپ کے پاس ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر آیا اور اس میں ان کے قبیلہ کے انیس معزز افراد تھے' انہوں نے اسلام قبول کیا اور آپ سے بیعت کی' اس کے بعد انہوں نے آپ سے یہ گزارش کی کہ ان کے قیدی اور ان کے اموال ان کو لوٹا دیئے جائیں۔

آپ نے فرمایا: میں نے تمہارے معاملہ میں تاخیر کی اور تمہارا انتظار کیا: یعنی میں نے فاتحین میں قیدیوں کو تقسیم کرنے میں تاخیر کی تا کہ تم آ جاؤ' لیکن تم نے تاخیر کر دی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیدیوں کو تقسیم کیے بغیر طائف کی طرف چلے گئے اور اس کا محاصرہ کرلیا' پھر وہاں سے الجعرانہ آ گئے' پھر آپ نے وہاں پر غنیموں کو تقسیم کر دیا' اس کے بعد ہوازن کا وفد آپ کے پاس آیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس سے زیادہ راتوں تک ان کا انتظار کیا تھا۔

٤٣٢٠- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عُمَرَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (ح) وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا قَفَلْنَا مِنْ حُنَيْنٍ سَاَلَ عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَذْرٍ كَانَ نَذَرَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اِعْتِكَافٍ فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَفَائِهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! (ح) اور مجھے محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حنین سے واپس آئے تو حضرت عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نذر کے

وَقَالَ بَعْضُهُمْ حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَرَوَاهُ جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ وَحَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

متعلق سوال کیا' انہوں نے زمانہ جاہلیت میں اعتکاف کی نذر مانی تھی تو نبی ﷺ نے انہیں اس نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا۔اور بعض نے کہا: حماد نے روایت کی ہے از ایوب از نافع از ابن عمر۔ اور روایت کیا اس حدیث کو جریر بن حازم اور حماد بن سلمہ نے از ایوب از نافع از حضرت ابن عمر از نبی ﷺ۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری:۲۰۳۲ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٢١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيْرِ بْنِ أَفْلَحَ عَنْ أَبِيْ مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِيْنَ جَوْلَةٌ فَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَدْ عَلَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَضَرَبْتُهُ مِنْ وَرَائِهِ عَلَى حَبْلِ عَاتِقِهِ بِالسَّيْفِ فَقَطَعْتُ الدِّرْعَ وَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِيْ ضَمَّةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيْحَ الْمَوْتِ ثُمَّ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَأَرْسَلَنِيْ فَلَحِقْتُ عُمَرَ فَقُلْتُ مَا بَالُ النَّاسِ؟ قَالَ أَمْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ رَجَعُوْا وَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُلْتُ مَنْ يَشْهَدُ لِيْ ثُمَّ جَلَسْتُ قَالَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ يَشْهَدُ لِيْ ثُمَّ جَلَسْتُ ۔ قَالَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ فَقُمْتُ فَقَالَ مَالَكَ يَا أَبَا قَتَادَةَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ رَجُلٌ صَدَقَ وَسَلَبُهُ عِنْدِيْ فَأَرْضِهِ مِنِّيْ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ: لَاهَا اللّٰهِ إِذًا لَا يَعْمِدُ إِلَى أَسَدٍ مِنْ أُسُدِ اللّٰهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُعْطِيْكَ سَلَبَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ فَأَعْطِهِ فَأَعْطَانِيْهِ فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِيْ بَنِيْ سَلِمَةَ فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از یحییٰ بن سعید از عمر بن کثیر بن افلح از ابی محمد قتادہ کے آزاد کردہ غلام از حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ حنین کے سال نکلے' جب ہمارا مقابلہ ہوا تو مسلمانوں میں کچھ کمزوری تھی' پس میں نے دیکھا کہ ایک مشرک مرد ایک مسلمان مرد کی پشت پر سوار تھا' میں نے پیچھے سے اس کی گردن کے اوپر تلوار کا ایک وار کیا' سو میں نے اس کی زرہ کاٹ ڈالی' وہ مشرک میری طرف پلٹا اور مجھے زور سے دبایا جس سے مجھے موت کی خوشبو آئی' پھر اس مشرک پر موت آ گئی تو اس نے مجھے چھوڑ دیا' پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا تو میں نے پوچھا کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ اللہ عزوجل کی تقدیر ہے' پھر مسلمان پلٹے اور (جنگ کے اختتام کے بعد) نبی ﷺ بھی بیٹھ گئے' پس آپ نے فرمایا: جس نے کسی مشرک کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس گواہ بھی ہو تو اس کا سامان اسی کو ملے گا' میں نے سوچا میرے متعلق کون گواہی دے گا' پھر میں بیٹھ گیا' حضرت ابوقتادہ نے کہا: نبی ﷺ نے پھر اسی طرح فرمایا' پس میں کھڑا ہو گیا' پس میں نے کہا: میرے حق میں کون گواہی دے گا' پھر میں بیٹھ گیا' حضرت ابوقتادہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے پھر اسی طرح فرمایا' میں پھر کھڑا ہو گیا تو آپ نے فرمایا: اے ابوقتادہ! کیا بات ہے! تو میں نے آپ کو خبر دی' تب ایک شخص نے کہا: اس نے سچ کہا ہے اور اس کا سامان میرے پاس ہے' آپ اس کو میری طرف سے راضی کر دیجئے' پس حضرت ابوبکر نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کے شیروں میں سے ایک شیر جو

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لڑتا ہے تو آپ اس کا سامان تمہیں دے دیں! (یہ نہیں ہو سکتا!) تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر نے سچ کہا ہے' تم وہ سامان اس کو دے دو' تو اس شخص نے وہ سامان مجھ کو دے دیا' میں نے اس سامان سے بنوسلمہ میں ایک باغ خرید لیا اور یہ وہ پہلا مال تھا جو میں نے اسلام میں حاصل کیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۱۰۰ میں گزر چکی ہے۔

بعض مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس کی شرح میں مزید لکھتے ہیں:

''جولۃ'' یعنی لوگ آگے پیچھے ہو رہے تھے' انہوں نے شکست کا لفظ استعمال نہیں کیا تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت کا وہم نہ ہو۔

جس نے کسی مقتول کو قتل کیا ہو: اس میں مجاز ہے یعنی جس نے کسی ایسے مشرک کو قتل کیا جو مقتول ہونے کے قریب ہو۔

''مخرفًا'' باغ۔

٤٣٢٢- وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرِ بْنِ أَفْلَحَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ نَظَرْتُ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يُقَاتِلُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَآخَرُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَخْتِلُهُ مِنْ وَرَائِهِ لِيَقْتُلَهُ فَأَسْرَعْتُ إِلَى الَّذِي يَخْتِلُهُ فَرَفَعَ يَدَهُ لِيَضْرِبَنِي وَأَضْرِبُ يَدَهُ فَقَطَعْتُهَا ثُمَّ أَخَذَنِي فَضَمَّنِي ضَمًّا شَدِيدًا حَتَّى تَخَوَّفْتُ ثُمَّ تَرَكَ فَتَحَلَّلَ وَدَفَعْتُهُ ثُمَّ قَتَلْتُهُ وَانْهَزَمَ الْمُسْلِمُونَ وَانْهَزَمْتُ مَعَهُمْ فَإِذَا بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي النَّاسِ فَقُلْتُ لَهُ مَا شَأْنُ النَّاسِ؟ قَالَ أَمْرُ اللَّهِ ثُمَّ تَرَاجَعَ النَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَقَامَ بَيِّنَةً عَلَى قَتِيلٍ قَتَلَهُ فَلَهُ سَلَبُهُ فَقُمْتُ لِأَلْتَمِسَ بَيِّنَةً عَلَى قَتِيلِي فَلَمْ أَرَ أَحَدًا يَشْهَدُ لِي فَجَلَسْتُ ثُمَّ بَدَا لِي فَذَكَرْتُ أَمْرَهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ سِلَاحُ هَذَا الْقَتِيلِ الَّذِي يَذْكُرُ عِنْدِي فَأَرْضِهِ مِنْهُ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ كَلَّا لَا يُعْطِهِ

اور اللیث نے کہا: مجھے یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از عمر بن کثیر بن افلح از ابی محمد' جو حضرت ابوقتادہ کے آزاد شدہ غلام ہیں' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ نے کہا: جب حنین کا دن تھا تو میں نے ایک مسلمان مرد کی طرف دیکھا جو مشرکین میں سے ایک مرد کے ساتھ لڑ رہا تھا اور دوسرا مشرک اس مسلمان کو پیچھے سے حملہ کر کے قتل کرنے کی گھات میں تھا' سو میں جلدی سے اس دوسرے مشرک کی طرف بڑھا جو اُس مسلمان کو قتل کرنے کی گھات میں تھا' اس نے مجھ پر ضرب لگانے کے لیے ہاتھ اُٹھایا اور میں نے اس کے ہاتھ پر ضرب لگا کر اس کو کاٹ ڈالا' پھر اس نے مجھ کو پکڑ کر بہت زور سے دبایا حتیٰ کہ میں خوف زدہ ہو گیا' پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا' پھر وہ ڈھیلا پڑ گیا اور میں نے اس کو دھکا دیا' پھر اس کو قتل کر دیا اور مسلمان شکست کھا گئے اور میں بھی ان کے ساتھ شکست خوردہ ہو گیا' پھر اچانک میں نے لوگوں میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا' میں نے ان سے کہا: یہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ اللہ کی تقدیر ہے' پھر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پلٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اس پر گواہ قائم کر دیا کہ اس نے کسی مشرک کو قتل کر دیا ہے تو وہ اس کے سامان کا مالک ہو گا' پس

أُصَيْبِغَ مِنْ قُرَيْشٍ وَيَدَعَ أَسَدًا مِّنْ أُسُدِ اللّٰهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . قَالَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَدَّاهُ إِلَيَّ فَاشْتَرَيْتُ مِنْهُ خِرَافًا فَكَانَ أَوَّلَ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ .

میں کھڑا ہوا تا کہ میں اس پر گواہ تلاش کروں جس کو میں نے قتل کیا ہے' تو میں نے کوئی شخص نہیں دیکھا جو میرے حق میں گواہی دیتا' پس میں بیٹھ گیا' پھر مجھے خیال آیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا' تو آپ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ اس مقتول کا ہتھیار میرے پاس ہے' آپ ان کو میرے حق میں راضی کر دیں' تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہرگز نہیں! آپ قریش کے ایک بزدل کو یہ ہتھیار نہ دیں اور اللہ کے شیروں میں سے اس شیر کو چھوڑ دیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے جنگ کرتا ہے' حضرت ابوقتادہ نے بتایا کہ پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور وہ ہتھیار مجھے عطاء فرما دیا' میں نے اس سے ایک باغ خرید لیا اور یہ پہلا مال تھا جو مجھے اسلام میں حاصل ہوا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢١٠٠ میں گزر چکی ہے۔

٥٦- بَابُ غَزْوَةِ أَوْطَاسٍ — غزوۂ اوطاس کا بیان

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اوطاس دیارِ ہوازن میں ایک وادی ہے اور یہی وہ جگہ ہے جہاں حنین کی جنگ ہوئی تھی' الوطیس کا معنی ہے: تنور۔ (عمدۃ القاری ج ١٧ص ٣٠١)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اکثر اہل سیرت کا اسی طرف رجحان ہے اور راجح یہ ہے کہ وادیٔ اوطاس' وادیٔ حنین کے علاوہ ہے' اُس کی وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ یہ جنگ وادی حنین میں ہوئی تھی اور جب ہوازن کو شکست ہو گئی تو ان میں سے بعض طائف کی طرف گئے اور بعض جیلہ کی طرف گئے اور بعض اوطاس کی طرف گئے' اور ابوعبیدہ البکری نے کہا ہے کہ اوطاس دیارِ ہوازن میں ایک وادی ہے اور یہیں پر ہوازن اور ثقیف سے جنگ ہوئی تھی۔ (فتح الباری ج ٥ص ٣٧٥' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٣٢٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا فَرَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَيْنٍ بَعَثَ أَبَا عَامِرٍ عَلٰى جَيْشٍ إِلٰى أَوْطَاسٍ فَلَقِيَ دُرَيْدَ بْنَ الصِّمَّةِ فَقُتِلَ دُرَيْدٌ وَهَزَمَ اللّٰهُ أَصْحَابَهُ . قَالَ أَبُوْ مُوْسٰى وَبَعَثَنِي مَعَ أَبِي عَامِرٍ فَرُمِيَ أَبُوْ عَامِرٍ فِي رُكْبَتِهِ رَمَاهُ جُشَمِيٌّ بِسَهْمٍ فَأَثْبَتَهُ فِي رُكْبَتِهِ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ يَا عَمِّ مَنْ رَمَاكَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ غزوۂ حنین سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک لشکر کے ساتھ حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ کو وادیٔ اوطاس کی طرف بھیجا' پس وہاں درید بن الصمہ سے مقابلہ ہوا' سو درید کو قتل کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لشکر کو شکست دے دی' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: اور آپ نے مجھے حضرت عامر کے ساتھ بھیجا' پس

فَاَشَارَ اِلٰی اَبِیْ مُوْسٰی فَقَالَ ذَاكَ قَاتِلِی الَّذِیْ رَمَانِیْ فَقَصَدْتُ لَهٗ فَلَحِقْتُهٗ فَلَمَّا رَاٰنِیْ وَلّٰی فَاتَّبَعْتُهٗ وَجَعَلْتُ اَقُوْلُ لَهٗ اَلَا تَسْتَحْیِیْ اَلَا تَثْبُتُ فَکَفَّ فَاخْتَلَفْنَا ضَرْبَتَیْنِ بِالسَّیْفِ فَقَتَلْتُهٗ ثُمَّ قُلْتُ لِاَبِیْ عَامِرٍ قَتَلَ اللّٰهُ صَاحِبَكَ قَالَ فَانْزِعْ هٰذَا السَّهْمَ فَنَزَعْتُهٗ فَنَزَا مِنْهُ الْمَاءُ قَالَ یَا ابْنَ اَخِیْ اَقْرِئِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامَ وَقُلْ لَهٗ: اِسْتَغْفِرْ لِیْ وَاسْتَخْلَفَنِیْ اَبُوْعَامِرٍ عَلَی النَّاسِ فَمَكَثَ یَسِیْرًا ثُمَّ مَاتَ فَرَجَعْتُ فَدَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَیْتِهٖ عَلٰی سَرِیْرٍ مُرْمَلٍ وَّعَلَیْهِ فِرَاشٌ قَدْ اَثَّرَ رِمَالُ السَّرِیْرِ بِظَهْرِهٖ وَجَنْبَیْهِ فَاَخْبَرْتُهٗ بِخَبَرِنَا وَخَبَرِ اَبِیْ عَامِرٍ وَقَالَ قُلْ لَهٗ اِسْتَغْفِرْ لِیْ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَیْدٍ اَبِیْ عَامِرٍ وَّرَاَیْتُ بَیَاضَ اِبْطَیْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَوْقَ كَثِیْرٍ مِّنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ فَقُلْتُ وَلِیْ فَاسْتَغْفِرْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَیْسٍ ذَنْبَهٗ وَاَدْخِلْهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مُدْخَلًا كَرِیْمًا قَالَ اَبُوْبُرْدَةَ اِحْدَاهُمَا لِاَبِیْ عَامِرٍ وَالْاُخْرٰی لِاَبِیْ مُوْسٰی ۔

حضرت ابوعامر کے گھٹنے میں ایک جشمی کا تیر لگا اور وہ ان کے گھٹنے میں پیوست ہو گیا' پس میں نے حضرت ابوعامر کے پاس جا کر پوچھا: اے میرے چچا! آپ کو کس نے تیر مارا ہے؟ تو انہوں نے حضرت ابوموسیٰ کو اشارہ سے بتایا کہ وہ میرا قاتل ہے جس نے مجھے تیر مارا ہے' سو میں اس کا قصد کر کے اس سے جا ملا' جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ پیٹھ موڑ کر بھاگا' پس میں نے اس کا پیچھا کیا اور میں اس سے کہہ رہا تھا کہ تجھے حیاء نہیں آتی! تو ٹھہرتا کیوں نہیں! پس وہ ٹھہر گیا پھر ہم دونوں کی تلواریں ٹکرائیں' پس میں نے اس کو قتل کر دیا' پھر میں نے حضرت ابوعامر سے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے قاتل کو مار ڈالا' انہوں نے کہا: تم میرے گھٹنے سے یہ تیر نکال لو' میں نے ان کے گھٹنے سے وہ تیر نکالا تو اس سے پانی نکلنے لگا' انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! نبی ﷺ کے پاس جا کر میرا سلام پیش کرو اور آپ سے عرض کرو کہ میرے لیے بخشش کی دعا کریں' اور حضرت ابوعامر نے مجھے لوگوں پر اپنا جانشین بنایا' پس وہ تھوڑی دیر زندہ رہے' پھر وہ فوت ہو گئے' پھر میں نبی ﷺ کے پاس آیا' آپ اپنے گھر میں کھجور کی رسیوں سے بُنی ہوئی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور اس پر بستر تھا' چارپائی کی بُنائی آپ کی پشت اور پہلوؤں پر نقش ہو گئی تھی' میں نے آپ کو اپنی خبریں بتائیں اور حضرت ابوعامر کی خبر بتائی اور میں نے بتایا کہ انہوں نے کہا تھا کہ آپ ان کے لیے بخشش کی دعا کریں تو آپ نے پانی منگا کر وضو کیا' پھر دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کی: اے اللہ! عبید ابی عامر کو بخش دے اور میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی' پھر آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو قیامت کے دن اپنی مخلوق میں بہت لوگوں کے اوپر درجہ عطا فرمانا' میں نے عرض کیا: اور میرے لیے بھی بخشش طلب کریں تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! عبداللہ بن قیس کے گناہوں کو معاف فرما اور اس کو قیامت کے دن عزت والی جگہ میں داخل فرما دینا! حضرت ابوبردہ نے کہا: ان میں سے ایک دعا حضرت ابوعامر کے لیے تھی اور دوسری دعا حضرت ابوموسیٰ کے لیے تھی۔

اس حدیث کی مختصر شرح' صحیح البخاری: ۲۸۸۴ میں گزر چکی ہے' مفصل شرح یہاں پر کی جا رہی ہے:

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے بعض رجال کا تعارف

(۱) ابواسامہ: ان کا نام حماد بن اسامہ ہے (۲) ابو بردہ کا نام عامر ہے (۳) ابوموسیٰ کا نام عبداللہ بن قیس ہے بُرید یہاں پر اپنے دادا ابو بردہ سے روایت کر رہے ہیں اور وہ اپنے والد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ سے روایت کر رہے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۰۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے بعض مبہم اسماء کا بیان اور حضرت ابو عامر کے قاتل کی تعیین

آپ نے ابو عامر کو بھیجا: ان کا نام عبید بن سلیم بن حضار الاشعری ہے اور یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کے چچا ہیں۔

ایک لشکر پر بھیجا: یعنی اس لشکر کا امیر بنا کر بھیجا' اس کا سبب یہ تھا کہ ہوازن میں سے بعض لوگ شکست کھانے کے بعد وادیٔ اوطاس میں جمع ہو گئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جڑ سے اکھاڑنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابو عامر کو ایک لشکر کا امیر بنا کر ان کی طرف بھیجا۔

پھر ان کا درید بن الصمہ سے مقابلہ ہوا: اس کو ابن الحارث بن علقمہ الجشمی بھی کہا جاتا ہے' یہ اس کا نام ہے اور الصمہ اس کے باپ کا لقب ہے اور درید مشہور شاعر ہے۔

پس درید کو قتل کر دیا گیا: درید کے قاتل میں اختلاف ہے' امام محمد اسحاق نے کہا ہے کہ ربیعہ بن رفیع نے قتل کیا تھا' اور امام بزار نے سند حسن کے ساتھ روایت کی ہے کہ اس کے قاتل حضرت الزبیر بن عوام تھے۔

حضرت ابو عامر کے گھٹنے میں ایک جشمی کا تیر آ کر لگا: وہ مرد بنو جشم سے تھا' اس جشمی کے نام میں اختلاف ہے' امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ سلمہ بن درید بن الصمہ نے حضرت ابو عامر کو تیر مارا تھا جو اُن کے گھٹنے میں آ کر لگا' اور امام ابن ہشام نے کہا ہے کہ بنوجشم کے دو بھائی تھے اوفیٰ اور العلاء' یہ دونوں حارث کے بیٹے تھے' ان میں سے ایک نے حضرت ابو عامر کے گھٹنے میں تیر مارا تھا' حضرت ابوموسیٰ اشعری نے دونوں کو قتل کر دیا تھا۔

''مُرمَل'' یعنی وہ چار پائی کھجور کی رسیوں کی بُنی ہوئی تھی۔

اس چار پائی پر بستر تھا: علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس چار پائی پر بستر نہیں تھا' لکھنے والے سے ''ما'' کا لفظ چھوٹ گیا' اصل میں 'ما علیہ فراش'' تھا' قرینہ بھی اسی کا مؤید ہے کیونکہ اگر اس چار پائی پر بستر ہوتا تو آپ کی پشت اور پہلوؤں پر اس کے نشانات ثبت نہ ہوتے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۳۰۳۔۳۰۲ ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت ۱۴۲۱ھ)

حدیث مذکور کے بعض اہم فوائد

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرزِ معیشت کس قدر سادہ اور متواضع تھی' آپ کھجور کی رسیوں سے بُنی ہوئی چار پائی پر بغیر بستر کے لیٹ جاتے تھے' نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندہ مسلمان اور فوت شدہ مسلمان دونوں کے لیے مغفرت کی دعا کرنا آپ کی سنت ہے' حضرت ابو عامر فوت ہو چکے تھے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری زندہ تھے اور آپ نے دونوں کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی' علاوہ ازیں اس حدیث میں یہ بھی ثبوت ہے کہ جو شخص مقبولِ بارگاہ ہو اور مستجاب الدعوات ہو' اس سے اپنی مغفرت کی دعا کی درخواست کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ سنت صحابہ ہے' نیز اس حدیث میں دونوں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنے کا بھی ثبوت

ہے۔ یہ وہ مسائل اور فوائد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے صرف اس ناکارہ اور گنہ گار کے دل میں القاء فرمایا ہے' التوضیح' فتح الباری اور عمدۃ القاری کسی میں ان کا ذکر نہیں ہے۔

٥٧- بَابُ غَزْوَةِ الطَّائِفِ
غزوۃ الطائف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں غزوۃ الطائف کا بیان ہے' یہ بہت بڑا اور مشہور شہر ہے' اس میں انگوروں اور کھجوروں کے بہ کثرت باغات ہیں' یہ شہر مکہ سے دو یا تین مرحلوں کے فاصلہ پر مشرق کی جانب ہے۔

فِيْ شَوَّالٍ سَنَةَ ثَمَانٍ قَالَهُ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ .

موسیٰ بن عقبہ نے کہا: یہ غزوہ شوال آٹھ ہجری میں ہوا ہے۔

موسیٰ بن عقبہ کے علاوہ جمہور اہل مغازی کا بھی یہی قول ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۴۰۳)

٤٣٢٤- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ سَمِعَ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّهَا اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ مُخَنَّثٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اُمَيَّةَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الطَّائِفَ غَدًا فَعَلَيْكَ بِابْنَةِ غَيْلَانَ فَاِنَّهَا تُقْبِلُ بِاَرْبَعٍ وَّتُدْبِرُ بِثَمَانٍ . فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلَنَّ هٰؤُلَاءِ عَلَيْكُنَّ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ الْمُخَنَّثُ هِيْتٌ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا وَزَادَ وَهُوَ مُحَاصِرٌ الطَّائِفَ يَوْمَئِذٍ .

(صحیح مسلم: ۲۱۸۰' سنن ابوداؤد: ۴۹۲۹' سنن ابن ماجہ: ۱۹۰۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے سفیان سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از زینب بنت ابی سلمہ از مادر خود حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' اس وقت میرے پاس ایک مخنث (خواجہ سرا) تھا' میں نے سنا وہ حضرت عبداللہ بن ابی امیہ سے کہہ رہا تھا: اے عبداللہ! اگر اللہ تعالیٰ نے کل تمہارے لیے الطائف کو فتح کر دیا تو تم غیلان کی بیٹی پر قبضہ کر لینا' وہ جب سامنے آتی ہے تو اس کے پیٹ پر چار بل دکھائی دیتے ہیں اور جب وہ پیٹھ موڑ کر جاتی ہے تو آٹھ بل دکھائی دیتے ہیں (یعنی وہ بہت موٹی تازی ہے)' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص اب تمہارے پاس نہ آیا کرے' ابن عیینہ نے کہا کہ ابن جریج نے بتایا کہ اس مخنث کا نام ھیت تھا' ہمیں محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ہشام' یہی حدیث اور یہ اضافہ کیا کہ آپ اس دن طائف کا محاصرہ کرنے والے تھے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے واپسی میں الطائف کی طرف روانہ ہوئے تھے اور آپ نے اموال غنیمت کو الجعرانہ میں محفوظ کر دیا تھا اور مالک بن عوف النضری ہوازن کا قائد تھا' وہ شکست کھانے کے بعد الطائف میں داخل ہو گیا تھا' الطائف سے چند میل کے فاصلہ پر اس کا ایک قلعہ تھا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم الطائف کی طرف جا رہے تھے تو آپ کا اس قلعہ سے گزر ہوا' سو آپ نے اس کو منہدم کرنے کا حکم دیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۷۶' دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

مخنث کا معنیٰ نیز عبداللہ بن ابی امیہ' غیلان کی بیٹی' غیلان اور ھیت کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مخنث: یہ وہ شخص ہے جس کی خلقت عورتوں کی طرح ہو وہ نرم اور لچک دار لہجہ میں بات کرتا ہو۔

عبداللہ بن ابی اُمیہ: یہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں' جو اس حدیث کی روایت کرنے والی ہیں' یہ حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ کے ساتھ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے تھے' اور غزوۃ الطائف میں شہید ہو گئے' ان کو ایک تیر آ کر لگا جس کی وجہ سے یہ جاں بحق ہو گئے۔

غیلان کی بیٹی: ان کا نام بادیہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام بادنہ ہے' امام ابونعیم نے کہا ہے کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استحاضہ کے متعلق سوال کیا تھا۔

غیلان: ان کا نام ابوغیلان بن سلمہ بن وہب ہے' یہ ثقفی ہیں' انہوں نے فتح طائف کے بعد اسلام قبول کیا تھا' انہوں نے ہجرت نہیں کی' ان کا رنگ سفید اور قد لمبا تھا' یہ نیک شاعر تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اخیر میں فوت ہوئے۔

وہ جب سامنے آتی ہے تو اس کے پیٹ پر چار بل پڑتے ہیں اور جب پیٹھ موڑ کر جاتی ہے تو آٹھ بل دکھائی دیتے ہیں: علامہ خطابی نے کہا: اس کی مراد یہ تھی کہ سامنے سے اس کے پیٹ پر چار بل پڑتے ہیں اور پیچھے سے آٹھ بل پڑتے ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ وہ بہت موٹی ہے اور پیچھے سے اس کے ہر بل کی دو طرفیں دکھائی دیتی ہیں۔

امام ابن حبان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس وقت ھیت کسی یہودی عورت کی صفت بیان کر رہا تھا تو آپ نے اس کو نکال دیا اور وہ مقام بیداء میں رہنے لگا اور ہر جمعہ کو آ کر کھانا طلب کرتا تھا' امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ مخنث تھا اور اپنے ہاتھوں اور پیروں میں مہندی لگاتا تھا' آپ سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ! یہ عورتوں کے ساتھ مشابہت کرتا ہے' تو آپ نے اس کو بقیع کی طرف نکال دیا' آپ سے پوچھا گیا: کیا آپ اس کو قتل نہیں کریں گے؟ تو آپ نے فرمایا: مجھے نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۴۰۵-۴۰۴ ملخصاً' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٢٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ الشَّاعِرِ الْاَعْمٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَمَّا حَاصَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّائِفَ فَلَمْ يَنَلْ مِنْهُمْ شَيْئًا قَالَ اِنَّا قَافِلُوْنَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَثَقُلَ عَلَيْهِمْ وَقَالُوْا نَذْهَبُ وَلَا نَفْتَحُهُ وَقَالَ مَرَّةً فَقَالَ اُغْدُوْا عَلَى الْقِتَالِ فَغَدَوْا فَاَصَابَهُمْ جِرَاحٌ فَقَالَ اِنَّا قَافِلُوْنَ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَاَعْجَبَهُمْ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً فَتَبَسَّمَ قَالَ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الْخَبَرَ كُلَّهُ.

(صحیح مسلم: ۱۷۷۸' الرقم المسلسل: ۴۵۱۲' سنن نسائی: ۸۸۷۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از ابی العباس جو نابینا شاعر تھے' از حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الطائف کا محاصرہ کیا اور ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا' آپ نے فرمایا: ہم کل ان شاء اللہ مدینہ لوٹ جائیں گے' صحابہ کو یہ ارشاد ناگوار گزرا' انہوں نے کہا: ہم واپس جائیں گے اور طائف کو فتح نہیں کریں گے! سفیان نے دوسری بار کہا: آپ نے ارشاد فرمایا کہ صبح سویرے قتال کرنا' انہوں نے صبح حملہ کیا تو وہ زخمی ہو گئے' آپ نے فرمایا: کل ان شاء اللہ ہم واپس جائیں گے' سو صحابہ اس ارشاد سے خوش ہو گئے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور دوسری بار سفیان نے بتایا: آپ مسکرائے۔ الحمیدی نے کہا: یہ پوری حدیث ہم کو سفیان نے بیان کی ہے۔

غزوۂ طائف کے احوال اور قلعہ طائف سے محاصرہ اُٹھانے کا بیان

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مرسلاً روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا تو آپ کے اصحاب نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان کے تیروں نے ہم کو جلا ڈالا ہے' آپ ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے دعاءِ ضرر کیجئے' آپ نے دعا کی: اے اللہ! ثقیف کو ہدایت عطاء فرما!

اہل مغازی نے ذکر کیا ہے کہ اہل طائف نے اپنے قلعہ میں اتنا طعام (راشن) جمع کر لیا تھا جو اُنہیں ایک سال تک کے لیے کافی ہوتا اور وہ مسلمانوں پر گرم لوہے سے تپائے ہوئے ٹکڑے پھینک رہے تھے اور تیر مار رہے تھے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ محسوس کیا کہ ان کے قلعہ کو فتح کرنا مشکل ہے تو آپ نے حضرت نوفل بن معاویہ الدیلی سے مشورہ کیا' انہوں نے کہا: یہ اسی طرح ہیں جس طرح لومڑی اپنے بھٹ (غار) میں ہوتی ہے' اگر آپ ان کے سر پر کھڑے رہیں (یعنی محاصرہ برقرار رکھیں) تو ان کو پکڑ لیں گے اور اگر آپ ان کو چھوڑ دیں (یعنی محاصرہ اُٹھالیں) تو یہ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سے کوچ کر لیا۔

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے چالیس دن تک ان کا محاصرہ کیا تھا۔ اہل سیرت کا محاصرہ کی مدت میں اختلاف ہے اور پندرہ دن' اٹھارہ دن اور بیس دن کے مختلف اقوال ہیں۔

صحابہ کرام کو واپس جانے کا حکم دشوار گزرا: صحابہ کو قلعہ طائف کا محاصرہ اُٹھانے اور واپس جانے کا حکم اس لیے ناگوار گزرا تھا کہ بغیر فتح حاصل کیے طائف سے لوٹ جانا ان کو اچھا نہیں لگا' جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے لڑائی جاری رکھنے کا حکم دیا' تب کافی مسلمان زخمی ہو گئے' کیونکہ ثقیف نے قلعہ کے اوپر سے ان پر تیر برسانے شروع کر دیے اور مسلمانوں کے تیر قلعہ تک نہیں پہنچ رہے تھے' جب مسلمانوں نے یہ معاملہ دیکھا تو انہوں نے جان لیا کہ آپ نے واپسی کا جو فیصلہ فرمایا وہ صحیح تھا' پھر جب آپ نے دوبارہ واپسی کا فیصلہ سنایا تو مسلمان خوش ہو گئے' سو اس موقع پر آپ مسکرائے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۷۸' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

امام ابن ہشام متوفی ۲۱۸ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے غزوۃ الطائف میں بارہ مرد شہید ہوئے' سات مہاجرین میں سے تھے' چار انصار میں سے تھے اور ایک مرد قبیلہ بنولیث میں سے تھا۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۴ ص ۱۳۹' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۵ھ)

قلعہ الطائف سے محاصرہ اُٹھانے کی حکمتیں

میں کہتا ہوں کہ آپ نے قلعہ الطائف سے محاصرہ اُٹھانے کا حکم دیا تھا' ہوسکتا ہے کہ اس کی یہ وجہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف یہ وحی فرمائی ہو کہ اہل طائف سے جنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے' یہ خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کریں گے' سو نو ہجری میں ثقیف نے مدینہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا' دوسری حکمت یہ ہوسکتی ہے کہ آپ نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! ثقیف کو ہدایت عطاء فرما! اور آپ کو معلوم تھا کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں' اس لیے آپ کی دعا ضرور قبول ہونی تھی اور آپ کو اسی پر اعتماد تھا' اس لیے آپ نے ثقیف کا محاصرہ اُٹھانے کا حکم دیا' اور اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ اگر دشمن پر فتح نہ ہو رہی ہو تو ان کا محاصرہ ختم کرنا بھی جائز ہے بلکہ آپ کی سنت ہے۔

یہ حکمتیں اللہ تعالیٰ نے صرف اس ناکارہ کے قلب پر القاء فرمائی ہیں' کسی اور نے نہیں لکھیں۔

ثقیف کے قبولِ اسلام کی تفصیل

شیخ محمد بن ابوبکر الدمشقی المتوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے واپس گئے تو ثقیف کی قوم سے عروہ بن مسعود بھی آپ سے پہلے مدینہ پہنچ گئے اور آپ سے یہ اجازت طلب کی کہ وہ اپنی قوم میں جا کر اسلام کی تبلیغ کریں' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری قوم تم سے لڑے گی' انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! وہ لوگ مجھے اپنی کنواری لڑکیوں سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں' سو وہ طائف میں گئے اور ایک بلند مکان پر کھڑے ہو کر اسلام کی تبلیغ کی' پس ثقیف نے ان پر تیر برسائے حتیٰ کہ ان کو شہید کر دیا' لوگوں نے اس سے پوچھا: تمہارا اپنی موت کے متعلق کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے عزت اور کرامت کی موت عطاء کی ہے' مجھے بھی مسلمان شہداء کے دفن کر دینا۔

(السیرۃ النبویہ ج ۴ ص ۱۳۹)

حضرت عروہ کی شہادت کے بعد کئی مہینوں تک ثقیف نے توقف کیا' پھر انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ عرب کے قبائل میں سے اکثر اسلام قبول کر چکے ہیں اور ہم ان سب سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے' پھر انہوں نے اس پر اتفاق کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کو روانہ کیا جائے جو آپ سے صلح کی بات کرے' سو انہوں نے عبد یالیل بن عمر کو پانچ مردوں کے ساتھ مدینہ بھیجا' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے صلح کی شرائط پیش کیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جو جواب دیا اس کا ان احادیث میں ذکر ہے:

امام ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ' امام احمد متوفی ۲۴۱ھ' اور امام طبرانی متوفی ۳۶۰ھ' اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ثقیف کا وفد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا تا کہ ان کے دل نرم ہوں' انہوں نے یہ شرط لگائی کہ ان کو جہاد کے لیے نہ بلایا جائے اور ان کے اموال سے عشر نہ لیا جائے اور ان سے رکوع اور سجدہ نہ کرایا جائے' آپ نے فرمایا: جہاد کے لیے جانے اور عشر ادا کرنے کا تمہیں اختیار ہے لیکن اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں نماز نہ ہو۔ (سنن ابوداؤد: ۳۰۲۶' مسند احمد ج ۴ ص ۲۱۹' المعجم الکبیر: ۸۳۷۲)

نیز امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

وہب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: جب ثقیف نے بیعت کی تو ان کی کیا شرائط تھیں؟ حضرت جابر نے بتایا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ شرط رکھی کہ ان پر نہ کوئی صدقہ ہوگا اور نہ جہاد اور اس کے بعد حضرت جابر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب جب وہ اسلام قبول کر لیں گے تو وہ صدقہ بھی دیں گے اور جہاد بھی کریں گے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۰۲۵)

مسند احمد اور المعجم الکبیر کی حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ ثقیف نے یہ شرط بھی عائد کی تھی کہ طائف پر اس کو امیر مقرر کیا جائے جو ثقفی ہو' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شرط کو مان لیا تھا اور طائف کے اوپر حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی کو امیر مقرر کر دیا تھا۔

نیز طائف میں ثقیف کا لات نامی بت تھا' ثقیف نے یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ اس بت کو نہ توڑا جائے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا یہ مطالبہ نہیں مانا اور حضرت ابوسفیان بن حرب اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کو طائف میں بھیجا اور انہوں نے اس بت کو منہدم کر دیا۔

(زاد المعاد ج ۳ ص ۴۲۹۔۴۲۸ ملخصاً' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

یہ ثقیف کا مختصر قصہ ہے' شارحین نے فتح طائف کے باب میں اس کا ذکر نہیں کیا' لیکن زیر بحث حدیث میں قارئین کو یہ تشویش اور جستجو رہتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آٹھ ہجری میں طائف سے محاصرہ اٹھا کر واپس مدینہ تشریف لے گئے تھے' پھر اہل طائف کس طرح اسلام

لائے اور طائف پر مسلمانوں کا قبضہ کس طرح ہوا؟ سو میں نے احادیث اور کتب سیرت سے چھان بین کر کے یہ بیان کیا کہ نو ہجری میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اہل طائف کے وفد نے اسلام قبول کر لیا اور یہ واقعہ غزوۂ تبوک کے بعد کا ہے۔

٤٣٢٦، ٤٣٢٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا وَّهُوَ اَوَّلُ مَنْ رَّمٰى بِسَهْمٍ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَبَا بَكْرَةَ وَكَانَ تَسَوَّرَ حِصْنَ الطَّائِفِ فِىْ اُنَاسٍ فَجَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا سَمِعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ وَّقَالَ هِشَامٌ وَّاَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِى الْعَالِيَةِ اَوْ اَبِىْ عُثْمَانَ النَّهْدِىِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا وَّاَبَا بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَاصِمٌ قُلْتُ لَقَدْ شَهِدَ عِنْدَكَ رَجُلَانِ حَسْبُكَ بِهِمَا قَالَ اَجَلْ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَاَوَّلُ مَنْ رَّمٰى بِسَهْمٍ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَنَزَلَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَالِثَ ثَلَاثَةٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنَ الطَّائِفِ ۔

[اطراف الحدیث: ٦٧٦٦-٦٧٦٧] (صحیح مسلم: ٦٣، الرقم المسلسل: ۱۲۳، سنن ابوداؤد: ۵۱۱۳، سنن ابن ماجہ: ۲۶۱۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عاصم' انہوں نے کہا: میں نے ابوعثمان سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے سنا' اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں تیر مارا اور حضرت ابوبکرہ سے سنا اور وہ چند لوگوں کے ساتھ الطائف کے قلعہ پر چڑھے تھے اور وہ اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے' ان دونوں نے کہا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اپنے آپ کو اپنے والد کے غیر کی طرف منسوب کیا حالانکہ وہ جانتا ہے (کہ یہ میرا باپ نہیں) اس پر جنت حرام ہے۔ اور ہشام نے کہا: اور ہم کو معمر نے خبر دی از عاصم از ابی العالیہ یا ابوعثمان النہدی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت سعد اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہما سے سنا از نبی صلی اللہ علیہ وسلم' عاصم نے بیان کیا کہ میں نے کہا: آپ کو دو ایسے مردوں نے شہادت دی ہے جن کی شہادت آپ کے لیے کافی ہے' انہوں نے کہا: کیوں نہیں! ان دو میں سے ایک ایسے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور دوسرے وہ ہیں جو تیئیس میں سے تیئیسویں مرد تھے جو طائف کے قلعہ سے اتر کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے۔

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس وجہ سے ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ الطائف کے قلعہ سے اُترے اور اس باب کا عنوان ہے: غزوۃ الطائف۔

حدیث مذکور کے بعض رجال کا تعارف اور خصوصاً حضرت ابوبکرہ کا تذکرہ

اس حدیث کی سند میں غندر کا ذکر ہے' ان کا نام محمد بن جعفر ہے اور عاصم کا ذکر ہے اور وہ ابن سلیمان ہیں اور ابوعثمان کا ذکر ہے اور وہ عبدالرحمان نہدی ہیں اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور وہ عشرۂ مبشرہ میں سے ایک ہیں' اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے اور ان کا نام نفیع بن مسروح ہے اور ان کو نفیع بن کلدۃ بھی کہا جاتا ہے' اور وہ الحارث بن کلدۃ بن عمرو الثقفی کے غلام تھے' ان کے نام کے اوپر ان کی کنیت غالب آ گئی (ان کی کنیت ابوبکرہ ہے' بکرہ کے معنی ہیں: سیڑھی اور وہ چونکہ طائف کے قلعہ کی سیڑھی سے اُترے تھے' اس لیے ان کی کنیت ابوبکرہ پڑ گئی) ان کی ماں کا نام سُمیہ ہے' جو حارث بن کلدۃ کی باندی تھیں اور وہی زیاد بن ابی سفیان

کی ماں ہیں' حضرت ابوبکرہ طائف کے قلعہ سے سیڑھی کے ذریعہ اتر کر نبی ﷺ کے پاس آئے تھے تو نبی ﷺ نے ان کی کنیت ابوبکرہ رکھ دی' انہوں نے بصرہ میں رہائش رکھی اور وہیں اکیاون ہجری میں فوت ہو گئے' انہوں نے جمل کے دن کسی فریق کے ساتھ جنگ میں حصہ نہیں لیا' ان کا شمار فضلاء صحابہ میں ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۰۷)

اور وہ طائف کے قلعہ پر چڑھے تھے: کیونکہ انہوں نے طائف کے قلعہ میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا اور وہ اس قلعہ سے نکلنے سے عاجز تھے' سو پہلے وہ قلعہ کی دیوار پر چڑھے' پھر سیڑھی کے ذریعہ اترے۔

جس نے اپنے آپ کو اپنے والد کے غیر کی طرف منسوب کیا' اس پر جنت حرام ہے: یہ ارشاد بہ طور تغلیظ ہے' ہاں اگر اس نے حلال سمجھ کر ایسا کیا تو اس پر حقیقۃً جنت حرام ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۰۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٢٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَازِلٌ بِالْجِعْرَانَةِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ اَلَا تُنْجِزُ لِيْ مَا وَعَدْتَنِيْ فَقَالَ لَهُ اَبْشِرْ فَقَالَ قَدْ اَكْثَرْتَ عَلَيَّ مِنْ اَبْشِرْ فَاَقْبَلَ عَلٰى اَبِىْ مُوْسٰى وَبِلَالٍ كَهَيْئَةِ الْغَضْبَانِ فَقَالَ : رَدَّ الْبُشْرٰى فَاقْبَلَا اَنْتُمَا قَالَا قَبِلْنَا ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ فِيْهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيْهِ وَمَجَّ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ اِشْرَبَا مِنْهُ وَاَفْرِغَا عَلٰى وُجُوْهِكُمَا وَنُحُوْرِكُمَا وَاَبْشِرَا فَاَخَذَا الْقَدَحَ فَفَعَلَا فَنَادَتْ اُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَّرَاءِ السِّتْرِ اَنْ اَفْضِلَا لِاُمِّكُمَا فَاَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبد اللہ از ابی بردہ از حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں اس وقت نبی ﷺ کے پاس تھا جب آپ جعرانہ سے اُتر رہے تھے جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے' آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے' اس وقت ایک دیہاتی نے نبی ﷺ کے پاس آ کر کہا: کیا آپ نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو آپ پورا نہیں کریں گے؟ آپ نے اس سے فرمایا: بشارت قبول کرو' اس نے کہا: آپ نے مجھ سے بہت دفعہ کہا ہے کہ بشارت قبول کرو! تب آپ حضرت ابو موسیٰ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے' جیسے غصہ میں ہوں' آپ نے فرمایا: اس نے بشارت کو مسترد کر دیا تم دونوں اس کو قبول کر لو' دونوں نے کہا: ہم نے قبول کیا' پھر آپ نے ایک پیالہ میں پانی منگایا اور اس سے اپنے ہاتھوں اور چہرے کو دھویا اور اس پیالہ میں کلی کی' پھر فرمایا: تم دونوں اس سے پی لو اور بقیہ پانی کو اپنے چہروں اور سینوں پر ڈال لو اور تم دونوں بشارت کو قبول کرو' سو ان دونوں نے پیالہ لیا' پس اسی طرح کیا' پھر پردہ کے پیچھے سے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے آواز دی کہ اپنی ماں کے لیے (پیالہ کا تبرک) بچانا' سو ان دونوں نے ان کے لیے پیالہ میں کچھ پانی بچایا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۱۸۸ میں کی جا چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

اس حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ نبی ﷺ حنین سے واپسی میں طائف کی طرف گئے تھے اور اس حدیث میں حنین کا ذکر ہے۔

جعرانہ کے جغرافیہ کو بیان کرنے میں امام بخاری کا تسامح اور آپ ﷺ کے تبرک سے استفادہ کا ثبوت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جعرانہ جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے: قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ طائف اور مکہ کے درمیان ہے اور مکہ کے زیادہ قریب ہے' الفاکہی نے کہا ہے کہ طائف اور مکہ کے درمیان ایک برید ہے' علامہ باجی نے کہا ہے کہ اٹھارہ میل ہے' علامہ داؤدی نے امام بخاری کے اس قول کا انکار کیا ہے کہ جعرانہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے' انہوں نے کہا کہ یہ مکہ اور طائف کے درمیان ہے' علامہ نووی نے وثوق سے کہا ہے کہ جعرانہ طائف اور مکہ کے درمیان ہے۔

کیا آپ مجھ سے کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کریں گے: ہوسکتا ہے کہ آپ نے اس دیہاتی سے کوئی خاص وعدہ کیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس دیہاتی کی مراد عام وعدہ کی ہو' کیونکہ آپ نے حنین کے مال غنیمت کو جعرانہ میں جمع کیا تھا' پھر آپ طائف کی طرف لشکر کے ساتھ روانہ ہوگئے تھے' پھر آپ نے وہاں سے واپس آ کر جعرانہ میں اموال غنیمت کو تقسیم فرمایا تھا' اسی وجہ سے جو لوگ نو مسلم تھے ان کو مال غنیمت کی تقسیم میں تاخیر ناگوار گزری تھی اور یہ دیہاتی بھی ان لوگوں میں سے تھا۔

بشارت قبول کرو: یعنی عنقریب مال غنیمت کی تقسیم کو قبول کرو' یا اس تقسیم کی تاخیر پر صبر کرنے کے عوض عظیم اجر کی بشارت کو قبول کرو۔

پس حضرت اُم سلمہ نے آواز دی: حضرت اُم سلمہ' نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں اور اُم المومنین ہیں' اسی لیے انہوں نے فرمایا تھا: اپنی ماں کے لیے بچانا۔

اس حدیث میں حضرت ابوموسیٰ' حضرت بلال اور حضرت اُم سلمہ کی فضیلت ہے کہ آپ نے ان کو اپنا پس خوردہ کا تبرک عطاء فرمایا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۷۹' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقبولین کو چاہیے کہ وہ اپنا تبرک اپنے مقربین کو عطاء کریں اور یہ کہ آپ کے پس خوردہ تبرک کو اپنے چہرہ اور سینہ پر ملنا چاہیے۔

٤٣٢٩- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ يَعْلَى كَانَ يَقُولُ: لَيْتَنِي أَرَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ قَالَ فَبَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ بِهِ مَعَهُ فِيهِ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ إِذْ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مُتَضَمِّخٌ بِطِيبٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ فِي جُبَّةٍ بَعْدَ مَا تَضَمَّخَ بِالطِّيبِ فَأَشَارَ عُمَرُ إِلَى يَعْلَى بِيَدِهِ أَنْ تَعَالَ فَجَاءَ يَعْلَى فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے خبر دی' ان کو صفوان بن یعلیٰ بن امیہ نے خبر دی کہ حضرت یعلیٰ کہتے تھے: کاش! میں اس وقت رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا جب آپ پر وحی نازل ہو رہی ہوتی' پس جس وقت نبی ﷺ الجعرانہ میں تھے اور آپ کے اوپر ایک کپڑا تھا جس سے آپ کے اوپر سایا کیا ہوا تھا اور آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ تھے' اس وقت آپ کے پاس ایک دیہاتی آیا جس نے جبہ (لمبا کوٹ) پہنا ہوا تھا اور اس پر خوشبو کا لیپ کیا ہوا تھا' اس نے کہا: یارسول اللہ!

وَسَلَّمَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ يَغِطُّ كَذٰلِكَ سَاعَةً ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ أَيْنَ الَّذِي يَسْأَلُنِي عَنِ الْعُمْرَةِ آنِفًا فَالْتُمِسَ الرَّجُلُ فَأُتِيَ بِهِ فَقَالَ أَمَّا الطِّيبُ الَّذِي بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَأَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا ثُمَّ اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ.

آپ اس مرد کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس نے عمرہ کا احرام جبہ میں باندھا' اس کے بعد اس نے اس میں خوشبو کو لیپ کیا' تو حضرت عمر نے حضرت یعلیٰ کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ادھر آ ؤ' پس حضرت یعلیٰ آئے اور انہوں نے (اس کپڑے میں) اپنا سر داخل کیا' اس وقت نبی ﷺ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور آپ سے اسی حالت میں تھوڑی دیر تک خراٹوں کی طرح آواز آتی رہی' پھر جب یہ کیفیت دور ہوئی تو آپ نے پوچھا: وہ شخص کہاں ہے جس نے ابھی مجھ سے عمرہ کے متعلق سوال کیا تھا؟ پس اس شخص کو تلاش کر کے لایا گیا' پھر آپ نے فرمایا: رہی وہ خوشبو جو تم پر لگی ہوئی ہے اس کو تین مرتبہ دھولو' رہا جبہ تو اس کو تم اتار دو' پھر تم اپنے عمرہ میں اسی طرح افعال کرو جس طرح تم حج میں کرتے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۵۳۶ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ صرف اتنی مناسبت ہے کہ اس میں الجعرانہ کا ذکر ہے۔

حضرت یعلیٰ کی حدیث کا حضرت عائشہ کی حدیث سے تعارض اور اس کے جوابات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگاتی تھی' پھر آپ تمام ازواج کے پاس گھومتے تھے' پھر صبح احرام باندھتے تھے اور آپ کے جسم سے خوشبو آ رہی ہوتی تھی۔ (صحیح البخاری:۲۶۷' صحیح مسلم:۱۱۹۲)

شیخ سلیم اللہ خان اس اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ حجۃ الوداع میں انہوں نے احرام سے قبل حضور اکرم ﷺ کو خوشبو لگائی تھی' جب کہ روایتِ باب میں ہے کہ تم اس خوشبو کو دھولو' اس اشکال کا ایک جواب حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ کی روایت دس ہجری کی ہے اور یہ واقعہ آٹھ ہجری کا' یا اس سے پہلے کا ہے' اس لیے حضرت عائشہ کی روایت اس کے لیے ناسخ ہے اور یہ منسوخ ہے۔

اور بعض حضرات نے یہ جواب دیا کہ وہ خوشبو جس کا عین اور جرم احرام کے بعد باقی رہتا ہے جیسا کہ زعفران ہے' اس کی تو ممانعت ہے اور روایتِ باب میں جو دھونے کا حکم دیا گیا' یہ اسی قسم کی خوشبو تھی لیکن اگر کسی خوشبو کا عین اور جرم باقی نہ رہے' صرف اس کا اثر رہے تو احرام سے قبل اس کا استعمال جائز ہے اور احرام کے بعد اس کا دھونا ضروری نہیں' حضرت عائشہ کی روایت میں آپ کو احرام سے قبل خوشبو لگانے کا جو ذکر ہے' اس سے اسی قسم کی خوشبو مراد ہے' اس لیے دونوں روایات میں تعارض نہیں کہ دونوں کا محمل الگ الگ ہے۔ (کشف الباری' کتاب المغازی' ص ۵۵۱' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

مصنف کی طرف سے اشکال مذکور کا جواب

میرے نزدیک یہ دونوں جواب صحیح نہیں ہیں' کیونکہ حضرت یعلیٰ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اپنے جبہ پر خوشبو کا لیپ کیا ہوا تھا (یعنی کریم کی قسم کی کوئی چیز لگائی ہوئی تھی)' سو اس کو نبی ﷺ نے تین بار دھونے کا حکم دیا اور حضرت عائشہ کی حدیث میں کسی کپڑے پر خوشبو لگانے کا ذکر نہیں ہے بلکہ جسمِ اطہر پر خوشبو لگانے کا ذکر ہے' لہٰذا دونوں احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

حضرت عائشہ کی حدیث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے جسم پر خوشبو لگائی جائے خواہ وہ خوشبو احرام باندھنے کے بعد جسم سے آتی رہے وہ جائز ہے احرام باندھنے کے بعد خوشبو کا لگانا حرام ہے۔

اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں: علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ خوشبو ایک تیل کی تھی' غسل کرنے سے تیل کا اثر زائل ہو جاتا اور خوشبو باقی رہتی' نیز علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جماع کے بعد فوراً غسل کرنا واجب نہیں' غسل اس وقت واجب ہوتا ہے جب انسان نماز کا ارادہ کرے۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۱۹۔۳۱۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٣٠- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ لَمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ قَسَمَ فِي النَّاسِ فِي الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا فَكَأَنَّهُمْ وَجَدُوْا إِذْ لَمْ يُصِبْهُمْ مَا أَصَابَ النَّاسَ فَخَطَبَهُمْ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَمْ أَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللّٰهُ بِيْ وَكُنْتُمْ مُتَفَرِّقِيْنَ فَأَلَّفَكُمُ اللّٰهُ بِيْ وَعَالَةً فَأَغْنَاكُمُ اللّٰهُ بِيْ كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمَنُّ قَالَ مَا يَمْنَعُكُمْ أَنْ تُجِيْبُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ كُلَّمَا قَالَ شَيْئًا قَالُوْا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمَنُّ قَالَ لَوْ شِئْتُمْ قُلْتُمْ جِئْتَنَا كَذَا وَكَذَا أَلَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيْرِ وَتَذْهَبُوْنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى رِحَالِكُمْ؟ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِّنَ الْأَنْصَارِ وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَّشِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ وَشِعْبَهَا الْأَنْصَارُ شِعَارٌ وَّالنَّاسُ دِثَارٌ إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ أَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ.

[اطراف الحدیث: ۷۲۴۵۔۵۸۶۰] (صحیح مسلم: ۱۰۵۹' الرقم المسلسل: ۲۳۴۵' سنن ترمذی: ۳۹۲۷' سنن نسائی: ۲۰۲۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسمٰعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہیب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از عباد بن تمیم از عبداللہ بن زید بن عاصم' وہ بیان کرتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حنین کے دن اموال غنیمت لوٹائے تو آپ نے لوگوں میں سے مؤلفۃ القلوب کو وہ اموال عطاء کیے اور انصار کو کچھ بھی نہیں دیا' پس گویا کہ انصار کو اس پر غم اور غصہ ہوا کیونکہ ان کو وہ اموال نہیں ملے جو لوگوں کو ملے تھے' تو آپ نے ان کو خطبہ دیا' پس فرمایا: اے انصار کی جماعت! کیا یہ بات نہیں ہے کہ میں نے تم کو گمراہی میں مبتلا پایا' پس اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے سبب سے ہدایت دی اور تم متفرق تھے تو اللہ تعالیٰ نے میرے سبب سے تم میں اُلفت ڈالی اور تم تنگ دست تھے تو اللہ تعالیٰ نے میرے سبب سے تم کو غنی کر دیا' جب بھی آپ کوئی جملہ ادا کرتے تو انصار کہتے: اللہ اور اس کا رسول ہم پر زیادہ احسان کرنے والے ہیں' آپ نے فرمایا: تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے سے کیا چیز منع کرتی ہے؟ راوی نے کہا: جب بھی آپ کوئی بات فرماتے تو انصار کہتے: اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ ہم پر احسان کرنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہتے تو یہ کہتے: آپ ہمارے پاس ایسی ایسی حالت میں آئے تھے' کیا تم اس پر راضی ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھروں میں لے جاؤ' اگر ہجرت فرض نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں سے ایک مرد ہوتا اور اگر لوگ کسی وادی اور گھاٹی میں جائیں تو میں اسی وادی اور گھاٹی میں جاؤں گا جس میں انصار گئے' انصار بدن کا اندرونی لباس ہیں اور لوگ بیرونی

لباس ہیں' بے شک میرے بعد تم کچھ ترجیحات کا سامنا کرو گے تم صبر کرنا حتیٰ کہ تم مجھ سے حوض پر ملاقات کرو۔

''الفیء' مؤلفة القلوب' شعار ''اور''دثار'' کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف اموالِ غنیمت کو لوٹا دیا: یعنی نبی ﷺ کو اُن کفار کے اموال لوٹا دیئے جنہوں نے حنین کے دن آپ سے جنگ کی تھی: ''الفیء'' کا اصل معنی ہے: رجوع کرنا' اسی وجہ سے زوال کے بعد جو سایہ ہوتا ہے اس کو فَیٔ کہتے ہیں' کیونکہ وہ سایا ایک جانب سے دوسری جانب رجوع کرتا ہے' اسی طرح کفار کے اموال کو فَیٔ فرمایا' کیونکہ یہ اموال اصل میں مؤمنین کی ملکیت تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان اصل ہے اور کفر اس پر طاری ہوتا ہے' لیکن کفار زیادتی کر کے مسلمانوں کے اموال پر غالب ہو گئے' پس جب مسلمانوں نے کفار پر فتح حاصل کر لی تو گویا ان کے اموال ان کی طرف لوٹا دیئے گئے۔

''المؤلفة قلوبهم '' مؤلفة القلوب سے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے' آپ نے ان کو یہ اموال اس لیے عطاء فرمائے تا کہ وہ اسلام پر جمے رہیں۔

اصحاب سیرت نے لکھا ہے کہ مؤلفة القلوب چالیس افراد تھے' حضرت ابوسفیان بن حرب اور ان کے دو بیٹے معاویہ بن ابی سفیان اور یزید بن ابی سفیان بھی ان میں شامل تھے۔

اگر تم چاہتے تو یہ کہتے: یعنی رسول اللہ ﷺ نے انصار سے فرمایا: اگر تم چاہتے تو یہ کہتے کہ آپ ہمارے پاس اس وقت آئے جب آپ کی تکذیب کی جا رہی تھی تو ہم نے آپ کی تصدیق کی اور آپ ہمارے پاس بے یار و مددگار آئے تو ہم نے آپ کی مدد کی' اور آپ ہمارے پاس بے ٹھکانا آئے تو ہم نے آپ کو ٹھکانا دیا' اور آپ ہمارے پاس تنگ دست آئے تو ہم نے آپ کی غمگساری کی' اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ آپ ہمارے پاس خوف زدہ آئے تو ہم نے آپ کو بے خوف کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا تو انصار نے کہا: بلکہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا اور آپ کا ہی احسان ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: نبی ﷺ کا یہ ارشاد بہ طور تواضع اور انکسار تھا' ورنہ حقیقت میں ان تمام اُمور میں رسول اللہ ﷺ کا ہی احسان تھا' کیونکہ آپ انصار کی طرف ہجرت نہ کرتے اور وہاں رہائش نہ رکھتے تو ان میں اور دوسروں میں کوئی فرق نہ ہوتا۔

''شعار ''اور''دثار '': شعار اس لباس کو کہتے ہیں جو قمیص کے نیچے پہنتے ہیں' یعنی اندرونی لباس' اور ''دثار'' قمیص یا اس کے اوپر جو کپڑے ہوتے ہیں ان کو کہتے ہیں' یعنی بیرونی لباس' سو انصار آپ کے باطنی رفیق ہیں اور دوسرے ظاہری رفیق ہیں۔

حوض کے اوپر: یعنی تم مرتے دم تک اس پر صبر کرنا کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی جا رہی ہے' حتیٰ کہ قیامت کے دن تمہاری مجھ سے حوض پر ملاقات ہو' پھر ظالموں سے تمہارا بدلہ لیا جائے گا اور تم کو تمہارے صبر کی جزاء دی جائے گی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۴۱۱۔ ۴۱۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٣١- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ نَاسٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ حِيْنَ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَفَاءَ مِنْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں کہ ہمیں معمر نے خبر دی از زہری' انہوں نے کہا: مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ

أَمْوَالِ هَوَازِنَ فَطَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْ رِجَالًا الْمِائَةَ مِنَ الْإِبِلِ فَقَالُوْا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْ قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ . قَالَ اَنَسٌ فَحُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَقَالَتِهِمْ فَاَرْسَلَ اِلَى الْاَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِيْ قُبَّةٍ مِنْ اَدَمٍ وَلَمْ يَدَعْ مَعَهُمْ غَيْرَهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا حَدِيْثٌ بَلَغَنِيْ عَنْكُمْ؟ فَقَالَ فُقَهَاءُ الْاَنْصَارِ اَمَّا رُؤَسَاؤُنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَمْ يَقُوْلُوْا شَيْئًا وَّاَمَّا نَاسٌ مِّنَّا حَدِيْثَةٌ اَسْنَانُهُمْ فَقَالُوْا: يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْ قُرَيْشًا وَّيَتْرُكُنَا وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَاءِهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّيْ اُعْطِيْ رِجَالًا حَدِيْثِيْ عَهْدٍ بِكُفْرٍ اَتَاَلَّفُهُمْ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالْاَمْوَالِ وَتَذْهَبُوْنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى رِحَالِكُمْ فَوَاللّٰهِ لَمَا تَنْقَلِبُوْنَ بِهٖ خَيْرٌ مِّمَّا يَنْقَلِبُوْنَ بِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ رَضِيْنَا . فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَجِدُوْنَ اَثَرَةً شَدِيْدَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّيْ عَلَى الْحَوْضِ قَالَ اَنَسٌ فَلَمْ يَصْبِرُوْا .

نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوازن کے اموال لوٹا دیئے تو انصار نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو سوسو اونٹ عطاء کر رہے ہیں' انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت فرمائے' آپ قریش کو عطاء کر رہے ہیں اور ہمیں نظر انداز کر رہے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے قریش کے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کی یہ بات بتائی گئی تو آپ نے انصار کو بلوایا اور ان کو چمڑے کے ایک خیمے میں جمع کیا اور انصار کے علاوہ کسی کو نہیں بلایا' پس جب وہ جمع ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا: یہ کیسی بات تمہاری طرف سے مجھے پہنچی ہے' تو انصار کے سمجھ دار لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! جو ہمارے اکابر اور سردار ہیں انہوں نے تو کچھ نہیں کہا اور جو ہم میں ایسے لوگ ہیں جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت فرمائے وہ قریش کو عطاء کر رہے ہیں اور ہمیں نظر انداز کر رہے ہیں' حالانکہ ہماری تلواروں سے ان کے خوف کے قطرے ٹپک رہے ہیں' تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اُن مردوں کو عطاء کر رہا ہوں جو نئے نئے کفر سے نکلے ہیں' میں ان کی دل جوئی کر رہا ہوں' کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو گے کہ اور لوگ تو اموال کو لے جائیں اور تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھروں کی طرف لے جاؤ' پس اللہ کی قسم! جس کو تم لے کر لوٹ رہے ہو' وہ اس سے بہت بہتر ہے جس کو لے کر وہ لوٹ رہے ہیں' تب انصار نے کہا: یارسول اللہ! ہم راضی ہیں' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم عنقریب اپنے اوپر شدید ترجیحات کو پاؤ گے تم ان پر صبر کرنا' حتیٰ کہ تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرو' پس بے شک میں حوض کوثر پر ہوں گا' حضرت انس نے کہا: پس وہ صبر نہ کر سکے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۶ میں گزر چکی ہے' بعض اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ سربراہِ ملک کو یہ اختیار ہے کہ وہ اموالِ غنیمت میں سے کسی کو زیادہ عطاء کرے اور کسی کو کم عطاء کرے اور اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ مصلحت کے پیشِ نظر وہ اغنیاء کو بھی عطاء کرے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ

جب کوئی نئی بات ہو یا ہنگامہ کھڑا ہو تو اس وقت وہ قوم سے خطاب کرے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مخاطبین میں سے کسی کا خصوصیت سے ذکر کرنا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن مسلمانوں کو دنیا کی متاع حاصل نہ ہو تو سربراہ ان کو تسلی دے کہ اگر تم کو مالِ دنیا نہیں ملا تو غم نہ کرو' اللہ تعالیٰ اس کے عوض تم کو آخرت میں عظیم ثواب عطاء کرے گا اور ان کو تلقین کرے کہ وہ اللہ سے ہدایت کو طلب کریں اور خوشحالی کو طلب کریں اور اصل احسان اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول کا ہے' علی الاطلاق اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیں اور دنیا میں جو مصائب آئیں ان پر صبر کریں اور آخرت ہی بہتر ہے اور باقی رہنے والی چیز ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۸۴-۳۸۳' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٣٣٢- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ : لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنَائِمَ بَيْنَ قُرَيْشٍ فَغَضِبَتِ الْاَنْصَارُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَذْهَبُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا بَلٰى قَالَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا اَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْاَنْصَارِ اَوْ شِعْبَهُمْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی التیاح از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب فتح مکہ کا دن تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اموالِ غنیمت قریش کے درمیان تقسیم کیے تو انصار کو غم وغصہ ہوا' پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا لے جائیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے جاؤ' انصار نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: اگر لوگ ایک وادی یا گھاٹی میں جائیں تو میں انصار کی وادی یا گھاٹی میں جاؤں گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۶ میں گزر چکی ہے۔

جب فتح مکہ کا دن تھا: اس سے مراد ہے جب فتح مکہ کے زمانہ کا دن تھا کیونکہ فتح مکہ کے بعد ھوازن سے جنگ ہوئی' پھر ان کے اموال تقسیم کیے گئے تھے۔

٤٣٣٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَزْهَرُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ اَنْبَاَنَا هِشَامُ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ الْتَقٰى هَوَازِنُ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةُ الْاٰفٍ وَّالطُّلَقَاءُ فَاَدْبَرُوْا قَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ' لَبَّيْكَ نَحْنُ بَيْنَ يَدَيْكَ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ فَانْهَزَمَ الْمُشْرِكُوْنَ فَاَعْطَى الطُّلَقَاءَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَلَمْ يُعْطِ الْاَنْصَارَ شَيْئًا فَقَالُوْا فَدَعَاهُمْ فَاَدْخَلَهُمْ فِيْ قُبَّةٍ فَقَالَ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاةِ وَالْبَعِيْرِ وَتَذْهَبُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ازھر نے حدیث بیان کی از ابن عون' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن زید بن انس نے خبر دی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حنین کا دن تھا تو ھوازن نے مقابلہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دس ہزار صحابہ تھے اور الطلقاء تھے' پس ھوازن شکست کھا گئے' آپ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم حاضر ہیں اور آپ کی اطاعت کے لیے موجود ہیں' ہم حاضر ہیں اور آپ کے سامنے موجود ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُترے' آپ نے فرمایا: میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں' پس مشرکین کو شکست ہوگئی تو آپ نے الطلقاء اور مہاجرین کو عطاء کیا اور انصار کو کچھ بھی عطاء نہیں کیا تو انہوں نے کوئی اعتراض کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو چمڑے کے ایک خیمے میں

وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَاخْتَرْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ.

داخل کیا' پھر فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جاؤ' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگ ایک وادی میں جائیں اور انصار کسی اور گھاٹی میں جائیں تو میں اس گھاٹی کو اختیار کروں گا جس میں انصار گئے ہیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣١٤٦ میں گزر چکی ہے۔

''الطلقاء'' کا معنی

علامہ عینی لکھتے ہیں: طلقاء' طلیق کی جمع ہے' یہ اس قیدی کو کہتے ہیں جس کو قید سے آزاد کر دیا جائے اور اس کا راستہ چھوڑ دیا جائے اور اس سے مراد اہل مکہ ہیں' کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قید سے آزاد کر دیا اور فرمایا: میں تم سے وہی کہوں گا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا کہ: ''لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ'' (یوسف: ٩٢) تم پر آج کوئی ملامت نہیں ہے۔

٤٣٣٤- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: إِنَّ قُرَيْشًا حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَّمُصِيبَةٍ وَّإِنِّي أَرَدْتُّ أَنْ أَجْبُرَهُمْ وَأَتَأَلَّفَهُمْ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَّرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَرْجِعُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى بُيُوْتِكُمْ؟ قَالُوْا بَلٰى قَالَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَّسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَّسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ أَوْ شِعْبَ الْأَنْصَارِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے قتادہ سے سنا از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا: بے شک قریش جاہلیت سے اور مصیبت سے ابھی ابھی نکلے ہیں اور میں نے ارادہ کیا کہ میں ان کی مصیبت کی تلافی کروں اور ان کی دل جوئی کروں کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا کو لے کر لوٹیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھروں کی طرف لے کر لوٹو؟ انصار نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: اگر لوگ ایک وادی میں جائیں اور انصار ایک گھاٹی میں جائیں تو میں انصار کی وادی یا گھاٹی میں جاؤں گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣١٤٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٣٥- حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِسْمَةَ حُنَيْنٍ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ مَا أَرَادَ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ: رَحْمَةُ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اعمش از ابووائل از حضرت عبد اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے مال غنیمت کو تقسیم کیا تو انصار میں سے ایک مرد نے کہا کہ آپ نے اس تقسیم سے اللہ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا' سو میں نے آپ کو اس بات کی خبر دی تو آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کی رحمت ہو بے شک انہیں اس سے زیادہ اذیت دی گئی تھی تو انہوں

عَلٰی مُوْسٰی لَقَدْ اُوْذِیَ بِاَکْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ . نے صبر کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۵۰ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور بیان کیے جارہے ہیں:

اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت اس طرح ہے کہ اس حدیث میں حنین کے اموالِ غنیمت کی تقسیم کا ذکر ہے۔

انصار میں سے ایک مرد نے کہا: امام واقدی نے کہا ہے کہ اس شخص کا نام معتب بن قشیر ہے اور یہ بنو عمرو بن عوف میں سے تھا اور یہ منافقین میں سے تھا۔ علامہ ابن ملقن نے کہا ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے اس کو انصاری کہا ہو اور انہوں نے وثوق سے کہا کہ اس کا نام حرقوص بن زہیر السعدی ہے۔ علامہ ابن ملقن نے یہ صحیح نہیں کہا کیونکہ حرقوص کا قصہ اس کے علاوہ ہے جیسا کہ عنقریب حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آئے گا۔ (عمدة القاری ج ۱۷ص ۴۱۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٣٦- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ اَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ حُنَيْنٍ اٰثَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا اَعْطَى الْاَقْرَعَ مِائَةً مِّنَ الْاِبِلِ وَاَعْطَى عُيَيْنَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَاَعْطَى نَاسًا فَقَالَ رَجُلٌ مَا اُرِيْدَ بِهٰذِهِ الْقِسْمَةِ وَجْهُ اللّٰهِ فَقُلْتُ لَاُخْبِرَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ مُوْسٰى قَدْ اُوْذِيَ بِاَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حنین کا دن تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں کو ترجیح دی' الاقرع کو سو (۱۰۰) اونٹ دیئے اور عیینہ کو بھی اتنے ہی دیئے اور بھی چند لوگوں کو عطاء کیا تو ایک مرد نے کہا کہ اس تقسیم سے اللہ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا تو میں نے دل میں کہا: میں ضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دوں گا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے! ان کو اس سے بہت زیادہ اذیت دی گئی تھی' انہوں نے اس پر صبر کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۵۰ میں گزر چکی ہے' چند اہم اُمور یہاں پر بیان کیے جارہے ہیں:

بعض صحابہ کے مکمل ناموں کا ذکر' جن مؤلفۃ القلوب کو اونٹ دیئے گئے ان اونٹوں کی تعداد۔۔۔۔۔۔ اور اس حدیث کے فوائد اور مسائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں

اس حدیث میں الاقرع کا ذکر ہے' ان کا پورا نام ہے: اقرع بن حابس بن عقال المجاشعی' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام فراز تھا اور اقرع ان کا لقب تھا۔

اور عیینہ کو عطاء کیا: یعنی عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر الفزاری کو عطاء کیا گیا۔

اور چند لوگوں کو عطاء کیا: ان میں العباس بن مرداس السلمی بھی ہیں۔

امام احمد نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤلفۃ القلوب کو سو سو اونٹ عطاء کیے پس حضرت سفیان بن حرب کو سو اونٹ عطاء کیے اور حضرت صفوان بن امیہ کو سو اونٹ عطاء کیے اور حضرت عیینہ بن حصن کو سو اونٹ عطاء کیے اور حضرت مالک بن عوف کو سو اونٹ عطاء کیے اور حضرت الاقرع بن حابس کو سو اونٹ عطاء کیے اور حضرت علقمہ بن علاثہ کو سو اونٹ عطاء کیے اور حضرت عباس بن مرداس کو سو سے کم اونٹ عطاء کیے۔

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ مالِ غنیمت کی تقسیم میں یہ جائز ہے کہ کسی کو کم دیا جائے اور کسی کو زیادہ دیا جائے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جاہلوں کے اعتراض سے اور ان کی اذیت رسانی سے اعراض کرنا چاہیے اور متقدمین کے طرزِ عمل کو اختیار کرنا چاہیے' جیسا کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح صبر فرمایا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۳۸۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٣٣٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ أَقْبَلَتْ هَوَازِنُ وَغَطَفَانُ وَغَيْرُهُمْ بِنَعَمِهِمْ وَذَرَارِيِّهِمْ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةُ آلَافٍ وَّمِنَ الطُّلَقَاءِ فَأَدْبَرُوا عَنْهُ حَتّٰى بَقِيَ وَحْدَهُ فَنَادٰى يَوْمَئِذٍ نِدَاءَيْنِ لَمْ يَخْلِطْ بَيْنَهُمَا الْتَفَتَ عَنْ يَمِينِهِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ قَالُوا لَبَّيْكَ يَارَسُولَ اللّٰهِ أَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ. ثُمَّ الْتَفَتَ عَنْ يَسَارِهِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ قَالُوا لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ وَهُوَ عَلٰى بَغْلَةٍ بَيْضَاءَ فَنَزَلَ فَقَالَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ فَانْهَزَمَ الْمُشْرِكُونَ فَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ غَنَائِمَ كَثِيرَةً فَقَسَمَ فِي الْمُهَاجِرِينَ وَالطُّلَقَاءِ وَلَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارَ شَيْئًا فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ إِذَا كَانَتْ شَدِيدَةٌ فَنَحْنُ نُدْعٰى وَيُعْطَى الْغَنِيمَةَ غَيْرُنَا فَبَلَغَهُ ذٰلِكَ فَجَمَعَهُمْ فِي قُبَّةٍ فَقَالَ يَامَعْشَرَ الْأَنْصَارِ مَا حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكُمْ فَسَكَتُوا فَقَالَ يَامَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحُوزُونَهُ إِلٰى بُيُوتِكُمْ قَالُوا بَلٰى فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَّسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَأَخَذْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ هِشَامٌ يَا أَبَا حَمْزَةَ وَأَنْتَ شَاهِدٌ ذَاكَ قَالَ وَأَيْنَ أَغِيبُ عَنْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معاذ بن معاذ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی از ہشام بن زید بن انس بن مالک از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حنین کا دن تھا تو ہوازن اور غطفان اور دوسرے قبائل اپنے اونٹوں کو اور اپنے بچوں کو لے آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دس ہزار صحابہ تھے اور طلقاء میں سے بھی تھے تو مسلمان لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگے حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا رہ گئے' اس وقت آپ نے دو مرتبہ نداء کی اور ان کے درمیان کسی اور کلام کو نہیں ملایا' آپ نے دائیں طرف دیکھ کر فرمایا: اے انصار کی جماعت! انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم حاضر ہیں! آپ بشارت قبول کریں' ہم آپ کے ساتھ ہیں' پھر آپ نے بائیں طرف دیکھ کر فرمایا: اے انصار کی جماعت! انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم حاضر ہیں آپ بشارت قبول کریں' ہم آپ کے ساتھ ہیں' اس وقت آپ سفید خچر پر سوار تھے' آپ اس سے اُترے اور فرمایا: میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں' سو مشرکین شکست کھا گئے اور اس دن بہت اموالِ غنیمت حاصل ہوئے' آپ نے وہ اموال مہاجرین اور طلقاء میں تقسیم کر دیئے اور انصار کو کچھ نہیں دیا تو انصار نے کہا: جب مشکل تھی تو ہمیں بلایا جاتا تھا اور مالِ غنیمت دوسروں کو دیا جا رہا ہے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ بات پہنچ گئی' آپ نے ان سب کو ایک خیمہ میں جمع کیا' پس فرمایا: اے انصار کی جماعت! یہ تمہاری طرف سے مجھ تک کیسی بات پہنچی ہے' تو وہ خاموش رہے' پس آپ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا کا مال لے جائیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے گھروں میں لے جاؤ' تو انہوں نے کہا:

کیوں نہیں! تو نبی ﷺ نے فرمایا: اگر لوگ کسی وادی میں جائیں اور انصار کسی گھاٹی میں جائیں تو میں انصار کی گھاٹی کو پکڑوں گا۔ راوی ہشام نے کہا: اے ابوحمزہ! تم اس موقع پر حاضر تھے؟ تو انہوں نے کہا: میں کب آپ سے غائب رہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۶ میں گزر چکی ہے۔

بعض فوائد حدیث

ہوازن اپنے جانوروں اور بچوں کو بھی لے گئے: جانوروں سے مراد ہے: بکریاں اور اونٹ اور وہ اپنے بچوں کو میدانِ جنگ میں اس لیے لے جاتے تھے تاکہ وہ بچوں کی وجہ سے میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہیں۔

اے ابوحمزہ!: ابوحمزہ' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٥٨- بَابُ السَّرِيَّةِ الَّتِي قِبَلَ نَجْدٍ — اس لشکر کا بیان جو نجد کی طرف روانہ ہوا تھا

اس عنوان میں ''اَلسَّرِیَّہ'' کا لفظ ہے' سریہ لشکر کے اس ٹولے کو کہتے ہیں جس کو دشمن کی طرف روانہ کیا جائے اور اس میں چار سو افراد تک ہوں۔ سریہ کی جمع سرایا ہے' ان کو سریہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ لشکر کا خلاصہ ہوتے ہیں اور بہترین جنگجو ہوتے ہیں اور جو عمدہ اور نفیس چیز ہو اس کو السری کہتے ہیں۔ معروف یہ ہے کہ جس لشکر میں نبی ﷺ خود موجود ہوں' اس کو غزوہ کہتے ہیں اور جس لشکر میں آپ خود نہ ہوں اور کسی کی قیادت میں لشکر بھیجیں' اس کو سریہ کہتے ہیں۔

یہ سریہ اس وقت روانہ کیا گیا تھا جب نبی ﷺ فتح مکہ کے لیے روانہ نہیں ہوئے تھے' تمام اہلِ مغازی نے اسی طرح ذکر کیا ہے اور امام بخاری نے اس سریہ کو غزوۂ طائف کے بعد ذکر کیا ہے۔ امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یہ سریہ شعبان آٹھ ہجری میں روانہ ہوا تھا' نیز امام ابن سعد نے کہا کہ اس سریہ کے امیر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ تھے جن کو نبی ﷺ نے نجد کی ارضِ محارب کی طرف روانہ کیا تھا اور ان کے ساتھ پندرہ مرد تھے' انہوں نے دو سو اونٹ اور ایک سو بکریاں غنیمت میں حاصل کیں' یہ پندرہ روز تک جہاد میں مصروف رہے' پھر انہوں نے غنیمتوں کو جمع کیا اور خمس کو الگ نکال لیا اور باقی غنیمت کو لشکر میں تقسیم کر دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۱۶۔۴۱۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٣٨- حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً قِبَلَ نَجْدٍ فَكُنْتُ فِيهَا فَبَلَغَتْ سِهَامُنَا اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا وَّنُفِّلْنَا بَعِيرًا بَعِيرًا فَرَجَعْنَا بِثَلَاثَةَ عَشَرَ بَعِيرًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نجد کی طرف لشکر بھیجا' میں بھی اس لشکر میں تھا' مالِ غنیمت سے ہمارا حصہ بارہ اونٹ تھا اور ہمیں ایک ایک اونٹ زائد دیا گیا' پس ہم تیرہ تیرہ اونٹ لے کر لوٹے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۴۶ میں گزر چکی ہے۔

٥٩- بَابُ بَعْثِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ اِلٰی بَنِی جَذِیْمَةَ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت خالد بن ولید کو بنو جذیمہ کی طرف روانہ کرنا

جذیمہ بن عامر بن عبد مناۃ بن کنانہ سے متعلق ہے اور یہ لشکر فتح مکہ کے بعد شوال میں روانہ ہوا تھا' حنین کی طرف جانے سے پہلے اور یہ مکہ کے نشیب میں یلملم کی جانب رہتے تھے۔ امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو ساڑھے تین سو مہاجرین اور انصار کے ساتھ روانہ کیا تھا اور ان کو حکم دیا تھا کہ وہ ان کو اسلام کی دعوت دیں اور ان سے قتال نہ کریں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ص ۴۱۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٣٩- حَدَّثَنِیْ مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ (ح) وَحَدَّثَنِیْ نُعَیْمٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ اِلٰی بَنِیْ جَذِیْمَةَ فَدَعَاهُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ فَلَمْ یُحْسِنُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا اَسْلَمْنَا فَجَعَلُوْا یَقُوْلُوْنَ صَبَاْنَا صَبَاْنَا فَجَعَلَ خَالِدٌ یَقْتُلُ مِنْهُمْ وَیَاْسِرُ وَدَفَعَ اِلٰی كُلِّ رَجُلٍ مِّنَّا اَسِیْرَهٗ حَتّٰی اِذَا كَانَ یَوْمٌ اَمَرَ خَالِدٌ اَنْ یَّقْتُلَ كُلُّ رَجُلٍ مِّنَّا اَسِیْرَهٗ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا اَقْتُلُ اَسِیْرِیْ وَلَا یَقْتُلُ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِیْ اَسِیْرَهٗ حَتّٰی قَدِمْنَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَاهُ فَرَفَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَهٗ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَبْرَاُ اِلَیْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ مَرَّتَیْنِ۔ [طرف الحدیث: ۷۱۸۹] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی (ح) اور مجھے نعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زُہری از سالم از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو بنو جذیمہ کی طرف بھیجا' انہوں نے ان کو اسلام کی طرف دعوت دی' پس وہ اچھی طرح یہ نہیں کہہ سکے کہ ہم اسلام لے آئے تو وہ کہنے لگے: ہم (سابقہ) دین سے نکل گئے' ہم (سابقہ) دین سے نکل گئے' پس حضرت خالد ان کو قتل کرنے لگے اور قید کرنے لگے اور انہوں نے ہمارے ہر مرد کو ایک قیدی دیا حتیٰ کہ جب حضرت خالد نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر مرد اپنے قیدی کو قتل کر دے تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اپنے قیدی کو نہیں قتل کروں گا اور نہ میرے اصحاب میں سے کوئی مرد اپنے قیدی کو قتل کرے گا' حتیٰ کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ہم نے آپ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ اُٹھا کر دو مرتبہ دعا کی: اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے بَری ہوں۔

بنو جذیمہ نے جو ''صبأنا'' کہا تھا اس کو حضرت خالد نے ان کے اسلام کے لیے کافی نہیں سمجھا اور حضرت ابن عمر نے اس کو کافی سمجھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد کے فعل سے براءت ظاہر کی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: ''صبأنا صبأنا'' یعنی ہم سابقہ دین سے نکل کے دوسرے دین میں داخل ہو گئے۔ اس سے حضرت ابن عمر نے یہ سمجھا کہ انہوں نے حقیقتاً دینِ اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ کیا اور ان کی فہم کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جو شخص بھی مسلمان ہوتا تو قریش کہتے: ''صبا'' یعنی یہ شخص سابق دین سے نکل گیا اور وہ یہ لفظ بہ طور مذمت کہتے تھے' یہ ہی وجہ ہے کہ جب حضرت

ثمامہ بن اثال اسلام قبول کر کے عمرہ کرنے کے لیے مکہ گئے تو اہل مکہ نے کہا: کیا تم سابق دین سے نکل گئے؟ تو جب یہ لفظ اسلام لانے والوں کے لیے مشہور تھا تو بنو جذیمہ نے بھی کہا: ہم سابق دین سے نکل گئے' یعنی کفر سے نکل کر اسلام میں داخل ہو گئے' لیکن حضرت خالد نے اس کو کافی نہیں سمجھا جب تک کہ وہ یہ نہ کہتے کہ ہم اسلام میں داخل ہو گئے' اس وجہ سے ان کو قتل کرنا شروع کر دیا' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت خالد نے یہ سمجھا ہو کہ بنو جذیمہ نے لفظ اسلام کو ناپسند کر کے کہا: ہم سابق دین سے نکل گئے۔

حضرت ابن عمر نے کہا: میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا' اور نہ میرے اصحاب میں سے کوئی قیدی کو قتل کرے گا' یہ صحیح بخاری کی روایت ہے اور امام محمد بن سعد نے یہ کہا ہے کہ بنو سلیم نے اپنے قیدیوں کو قتل کر دیا تھا اور مہاجرین و انصار نے اپنے قیدیوں کو چھوڑ دیا تھا' حضرت ابن عمر نے قسم کھا کر کہا کہ میرے اصحاب میں سے بھی کوئی اپنے قیدی کو قتل نہیں کرے گا' اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ فلاں شخص اس کی اطاعت کرے گا اور اس کو اس پر اعتماد ہو تو وہ یہ قسم کھا سکتا ہے کہ وہ شخص وہ کام نہیں کرے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا ہے میں تیری طرف اس سے براءت ظاہر کرتا ہوں: علامہ خطابی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جملہ سے حضرت خالد کی عجلت پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے اور اس بات پر کہ انہوں نے یہ تحقیق نہیں کی کہ بنو جذیمہ نے جو کہا تھا: ''صبانا'' اس سے ان کی کیا مراد تھی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۸۸۔۳۸۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٦٠- بَابُ سَرِيَّةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ وَعَلْقَمَةَ بْنِ مُجَزِّزٍ الْمُدْلِجِيِّ وَيُقَالُ إِنَّهَا سَرِيَّةُ الْأَنْصَارِيِّ.

حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی اور حضرت علقمہ بن مجزز المدلجی کا سریہ

اور کہا جاتا ہے کہ یہ انصاری کا سریہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ اور علقمہ بن مجزز کا تذکرہ

حضرت عبداللہ بن حذافہ' قرشی اور سہمی تھے اور یہ بہت پہلے اسلام لائے تھے اور یہ مہاجرین اولین میں سے ہیں' پہلے انہوں نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی' کہا جاتا ہے کہ یہ بدر میں حاضر تھے' لیکن امام ابن اسحاق نے ان کا بدریین میں ذکر نہیں کیا' یہ خوش مزاج تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کسریٰ کی طرف بھیجا تھا' انیس ہجری میں رومیوں نے حضرت عبداللہ بن حذافہ کو قید کر لیا' حضرت عبداللہ بن حذافہ مصر میں قید ہوئے اور وہیں مدفون ہوئے۔

علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ وہ علقمہ بن مجزز الاعور بن جودہ کے بیٹے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک لشکر کا امیر بنایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو حبشہ کی طرف ایک لشکر میں بھیجا۔

امام بخاری نے کہا: کہا جاتا ہے کہ یہ انصاری کا لشکر تھا' ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی انصاری تھے۔ علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ یہ وہم ہے' کیونکہ وہ سہمی اور قرشی تھے' انصاری نہیں تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۴۱۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٤٠- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَاسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ فَغَضِبَ فَقَالَ أَلَيْسَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعد بن عبیدہ نے حدیث بیان کی از ابو عبدالرحمٰن از حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور اس پر انصار

مَرَكُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُطِيْعُوْنِيْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ فَاجْمَعُوْا لِيْ حَطَبًا فَجَمَعُوْا فَقَالَ اَوْقِدُوْا نَارًا فَاَوْقَدُوْهَا فَقَالَ اُدْخُلُوْهَا فَهَمُّوْا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يُمْسِكُ بَعْضًا وَيَقُوْلُوْنَ فَرَرْنَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّارِ فَمَا زَالُوْا حَتّٰى خَمَدَتِ النَّارُ فَسَكَنَ غَضَبُهُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ دَخَلُوْهَا مَا خَرَجُوْا مِنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ.

[اطراف الحدیث:۷۱۴۵۔۷۲۵۷] (سنن ابوداؤد: ۲۶۲۵' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ص ۵۴۴۳' مسند ابویعلیٰ: ۲۷۹' مسند احمد ج ۱ ص ۸۲)

میں سے ایک مرد کو امیر بنایا اور لشکر کو حکم دیا کہ وہ امیر کی اطاعت کریں' پھر کسی بات پر امیر غضب ناک ہو گیا' اس نے کہا: کیا تمہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم نہیں دیا تھا کہ تم میری اطاعت کرنا؟ لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! اس نے کہا: تم میرے لیے لکڑیاں لاؤ' سو لوگ لکڑیاں لائے' پھر اس نے کہا: ان میں آگ لگاؤ' سو انہوں نے ان لکڑیوں میں آگ لگا دی' پھر اس نے کہا: اس آگ میں داخل ہو جاؤ' سو بعض نے آگ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا اور بعض نے ایک دوسرے کو روکا اور انہوں نے کہا کہ ہم آگ سے ہی تو بھاگ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ہیں' پھر وہ اسی کیفیت پر قائم رہے حتیٰ کہ آگ بجھ گئی' پس امیر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اگر یہ اس آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک نکل نہیں سکتے تھے' صرف نیک کام کی اطاعت کی جاتی ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی حرام کام کو فاسد تاویل سے کرے تو اس کی یہ تاویل مقبول نہیں ہوگی۔

٦١- بَابُ بَعْثِ اَبِيْ مُوْسٰى وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اِلَى الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

حضرت ابوموسیٰ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو حجۃ الوداع سے پہلے یمن کی طرف بھیجنا

۴۳۴۱'۴۳۴۲- حَدَّثَنَا مُوْسٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا مُوْسٰى وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ وَبَعَثَ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلٰى مِخْلَافٍ. قَالَ وَالْيَمَنُ مِخْلَافَانِ ثُمَّ قَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا فَانْطَلَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اِلٰى عَمَلِهٖ وَكَانَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اِذَا سَارَ فِيْ اَرْضِهٖ كَانَ قَرِيْبًا مِّنْ صَاحِبِهٖ اَحْدَثَ بِهٖ عَهْدًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَسَارَ مُعَاذٌ فِيْ اَرْضِهٖ قَرِيْبًا مِّنْ صَاحِبِهٖ اَبِيْ مُوْسٰى فَجَاءَ يَسِيْرُ عَلٰى بَغْلَتِهٖ حَتّٰى انْتَهٰى اِلَيْهِ وَاِذَا هُوَ جَالِسٌ وَقَدِ اجْتَمَعَ اِلَيْهِ النَّاسُ وَاِذَا رَجُلٌ عِنْدَهٗ قَدْ جُمِعَتْ يَدَاهُ اِلٰى عُنُقِهٖ فَقَالَ لَهٗ مُعَاذٌ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ اَيَّمَ هٰذَا قَالَ هٰذَا رَجُلٌ كَفَرَ بَعْدَ اِسْلَامِهٖ قَالَ لَا اَنْزِلُ حَتّٰى يُقْتَلَ قَالَ اِنَّمَا جِيْءَ بِهٖ لِذٰلِكَ فَانْزِلْ قَالَ مَا اَنْزِلُ حَتّٰى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالملک نے حدیث بیان کی از ابی بردہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اور حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی طرف بھیجا اور ان میں سے ہر ایک کو مختلف ضلعوں میں بھیجا' انہوں نے بتایا کہ یمن میں دو یا اضلاع ہیں' پھر فرمایا: تم دونوں آسانی کرنا اور مشکل میں نہ ڈالنا اور بشارت دینا اور لوگوں کو متنفر نہ کرنا' پس ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے عمل کی طرف چلا گیا' انہوں نے بتایا کہ ان میں سے ہر ایک جب اپنی زمین میں جاتا جو ان کے صاحب کی زمین سے قریب تھی تو وہ ان سے عہد کو تازہ کرتا' پس اس کو سلام کرتا' سو حضرت معاذ اپنی زمین میں گئے جو ان کے صاحب حضرت ابوموسیٰ کی زمین کے قریب تھی' پس وہ اپنی خچر پر سوار ہو کر جاتے حتیٰ کہ ابوموسیٰ تک پہنچ جاتے' اور حضرت ابوموسیٰ کے پاس لوگ جمع تھے اور ان کے پاس ایک مرد تھا جس کے دونوں

يُقْتَلَ فَأَمَرَ بِهٖ فَقُتِلَ ثُمَّ نَزَلَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ كَيْفَ تَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ قَالَ اَتَفَوَّقُهٗ تَفَوُّقًا قَالَ فَكَيْفَ تَقْرَأُ اَنْتَ يَا مُعَاذُ قَالَ اَنَامُ اَوَّلَ اللَّيْلِ فَاَقُوْمُ وَقَدْ قَضَيْتُ جُزْئِيْ مِنَ النَّوْمِ فَاَقْرَأُ مَا كَتَبَ اللّٰهُ لِيْ فَاَحْتَسِبُ نَوْمَتِيْ كَمَا اَحْتَسِبُ قَوْمَتِيْ ۔

ہاتھ اس کی گردن سے باندھے ہوئے تھے تو حضرت معاذ نے حضرت ابوموسیٰ سے پوچھا: اے عبداللہ بن قیس! اس مرد کے ہاتھ کیوں باندھے ہوئے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ اس مرد نے اسلام لانے کے بعد کفر کیا' حضرت معاذ نے کہا: میں اس وقت تک خچر سے نہیں اتروں گا حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت ابوموسیٰ نے کہا: اس شخص کو یہاں پر اسی لیے لایا گیا ہے' پس آپ اتر جائیں' تو حضرت معاذ نے کہا: میں اس وقت تک نہیں اتروں گا حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا جائے' پھر حضرت ابوموسیٰ کے حکم سے اس کو قتل کر دیا گیا' پس حضرت معاذ اترے' پھر کہا: اے عبداللہ! آپ کس طرح قرآن پڑھتے ہیں' حضرت ابوموسیٰ نے کہا: میں اس کو وقفے وقفے سے پڑھتا ہوں' پھر انہوں نے پوچھا: اے معاذ! آپ کس طرح پڑھتے ہیں' انہوں نے بتایا: میں رات کے پہلے حصے میں سوتا ہوں' پھر قیام کرتا ہوں اور میں اپنی نیند کا ایک حصہ پورا کر چکا ہوتا ہوں' پھر میں اتنا قرآن پڑھتا ہوں جو اللہ نے میرے لیے مقدر کر دیا ہے' سو میں اپنی نیند میں بھی ثواب کی نیت کرتا ہوں جس طرح اپنے قیام میں بھی ثواب کی نیت کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲۶۱ میں گزر چکی ہے۔

مخلاف کا معنیٰ' مرتدین کے قتل کے متعلق مذاہب فقہاء' اور مرتدین کے قتل کے متعلق امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل

علامہ عمر بن علی بن الملقن متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''مخلاف'' مخلاف کا معنیٰ شہر کے مضافات ہیں اور یہاں اس سے مراد کسی شہر کا ضلع ہے۔ (کتاب العین ج ۴ ص ۲۶۶)

تم دونوں آسانی کرنا اور مشکل میں نہ ڈالنا: اس سے یہ معلوم ہوا کہ عالم اور واعظ کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو آسان احکام بیان کرے اور ان کو مشکل میں نہ ڈالے۔

میں کہتا ہوں: ہمارے زمانے میں بعض مفتی لوگوں کو مشکل احکام بیان کرتے ہیں' مثلاً اگر کسی شخص کا کسی حادثے میں بہت زیادہ خون نکل جائے اور اس کی جان کو خطرہ ہو' جب تک کہ اسے خون نہ دیا جائے' تو وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی کا خون دوسرے آدمی کے جسم میں منتقل کرنا حرام ہے' اس لیے کسی آدمی کو خون دینا جائز نہیں ہے' خواہ وہ آدمی مر جائے۔ (اس کی مفصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳۱-۸۳۱ میں لکھی ہے۔)

حضرت معاذ نے کہا: میں اس وقت تک خچر سے نہیں اتروں گا جب تک کہ اس کو قتل نہ کر دیا جائے' اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ اس مرتد سے توبہ نہیں طلب کی گئی تھی' ہمارا (شوافع کا) مذہب یہ ہے کہ اس سے اسی وقت توبہ طلب کی جائے اور امام مالک کا مذہب یہ

ہے کہ اس سے تین دن تک توبہ طلب کی جائے اگر وہ توبہ کرے تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے اور ہمارے اور امام مالک کے نزدیک مرتد عورت کو بھی قتل کیا جائے گا۔ (کتاب الام ج ٦ ص ١٤٥' الاستذکار ج ٢٢ ص ١٤٦)

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو قتل کر دو۔ (صحیح البخاری: ٣٠١٧)

میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن ملقن نے مالکیہ اور شافعیہ کے مؤقف پر دلائل ذکر کیے ہیں' اور امام ابوحنیفہ کا مؤقف ذکر کیا ہے نہ اس کی کوئی دلیل' اس لیے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ یہاں پر امام ابوحنیفہ کا مؤقف اور اس پر دلائل ذکر کر دوں:

مرتدین کے قتل کے متعلق امام ابوحنیفہ کے مؤقف پر دلائل

علامہ ابوالحسن علی بن ابوبکر المرغینانی التوفی ٥٩٣ ھ لکھتے ہیں:

اور مرتد کو تین دن قید میں رکھا جائے گا' اگر اس نے اسلام قبول کر لیا تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا اور الجامع الصغیر میں لکھا ہے کہ مرتد کے اوپر اسلام کو پیش کیا جائے گا' پس اگر اس نے انکار کر دیا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا' پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی' کیوں کہ یہ وہ مدت ہے جس میں عذر زائل ہو جاتا ہے' امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ مستحب یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی خواہ وہ اس کو طلب کرے یا نہ کرے اور امام شافعی سے ایک روایت یہ ہے کہ سربراہِ ملک پر لازم ہے کہ وہ اس کو تین دن کی مہلت دے اور اس سے پہلے اس کو قتل کرنا جائز نہیں' کیوں کہ مسلمان کسی ظاہری شبہ کی وجہ سے مرتد ہوتا ہے' اس لیے اتنی مدت ضروری ہے' جس میں وہ غور و فکر کر کے اس شبہ کو زائل کر سکے' سو ہم نے اس مدت کا اندازہ تین دن کیا' دوسرے قول کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (التوبہ: ٥) پس تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔

اس آیت میں مہلت دینے کی کوئی قید نہیں ہے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: جس شخص نے اپنے دین کو تبدیل کیا اس کو قتل کر دو۔ (صحیح البخاری: ٣٠١٧' سنن ابوداؤد: ٤٣٥١' سنن ابن ماجہ: ٢٥٣٥' سنن بیہقی ج ٨ ص ١٩٥' مسند احمد ج ١ ص ٢١٧)

کیونکہ یہ شخص حربی کافر ہے' چونکہ اس کو دین اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہے' پس اس کو بغیر مہلت دیے فوراً قتل کر دیا جائے اور اس لیے بھی کہ کسی امر موہوم کی وجہ سے واجب پر عمل کرنے کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے اور اس کی توبہ کی کیفیت یہ ہے کہ وہ دین اسلام کے سوا تمام ادیان سے براءت کو ظاہر کرے اور اگر صرف وہ اس دین سے براءت کا اظہار کرے جس دین کی طرف وہ اسلام کو چھوڑ کر جا چکا ہے' تب بھی مقصود حاصل ہو جائے گا۔

مرتد عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا اور امام شافعی نے کہا کہ اس کو قتل کیا جائے گا کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جس نے اپنے دین کو تبدیل کیا اس کو قتل کرو' اس کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ جس نے بھی دین کو تبدیل کیا خواہ مرد ہو یا عورت اس کو قتل کر دیا جائے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے عموم سے عورتیں خارج ہیں' چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے قتل کرنے سے منع کیا ہے' لہٰذا یہ حدیث عام مخصوص عنہ البعض ہے۔ (ہدایہ اولین ص ٥٨٥-٥٨٤' مکتبہ رحمانیہ لاہور)

جن احادیث میں عورتوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے' وہ حسب ذیل ہیں:

1. حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بعض مغازی میں ایک عورت مقتولہ پائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ (صحیح البخاری: ٣٠١٥' صحیح مسلم: ١٧٤٤' سنن ابوداؤد: ٢٦٦٨' سنن ترمذی: ١٥٦٩' مسند احمد ج ٢ ص ٩٢)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب عورت مرتد ہو جائے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

(سنن الدارقطنی ج ۳ ص ۱۰۷) اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس وقت فرمایا جب انہیں یمن کی طرف بھیجا کہ جو شخص بھی اسلام سے مرتد ہو جائے اس کو اسلام کی دعوت دو' اگر وہ توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول کر لو' اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی گردن مار دو اور جو عورت اسلام سے مرتدہ ہو جائے تو اس کو اسلام کی دعوت دو' اگر وہ توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول کر لو اور اگر وہ انکار کرے تو پھر اس سے توبہ طلب کرو۔ (المعجم الکبیر ج ۲۰ ص ۵۳' مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۶۳)

نیز علامہ ابن ملقن لکھتے ہیں: ''اتفوقه تفوقا'' کا معنی ہے: میں وقفے وقفے سے قرآن پڑھتا ہوں' یہ لفظ 'فواق الناقه'' سے ماخوذ ہے' یعنی اونٹنی کا ایک مرتبہ دودھ دوہنے کے بعد جب دوسری مرتبہ دودھ دوہا جائے تو اس کے درمیان کا وقفہ' یعنی وقفے وقفے سے دودھ دوہنا' اسی طرح وقفے وقفے سے قرآن مجید پڑھنا۔ (غریب الحدیث ج ۲ ص ۲۶۹' الصحاح ج ۴ ص ۱۵۴۷)

حضرت معاذ نے کہا: میں رات کو سوتا بھی ہوں اور پھر اُٹھ کر قیام میں قرآن مجید پڑھتا ہوں اور اپنے سونے اور جاگنے دونوں میں ثواب کی نیت کرتا ہوں: اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ سونے میں ثواب کی نیت کرنے کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آدمی جب رات کو سوتا ہے تو اس سے دن بھر کی تھکاوٹ زائل ہو جاتی ہے اور اس کے بعد جب وہ اُٹھتا ہے تو از سرِ نو عبادت کے لیے کمربستہ ہوتا ہے' اس طرح اس کا رات کے پہلے حصے میں سونا رات کے دوسرے حصے میں عبادت کرنے کا سبب ہے' نیز یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لمبی رات کے پہلے نصف میں سوتے تھے اور دوسرے نصف میں عبادت کرتے تھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۵۰۸-۵۰۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٣٤٣- حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الشَّیْبَانِیِّ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهٗ اِلَی الْیَمَنِ فَسَاَلَهٗ عَنْ اَشْرِبَةٍ تُصْنَعُ بِهَا فَقَالَ وَمَاهِیَ؟ قَالَ الْبِتْعُ وَالْمِزْرُ فَقُلْتُ لِاَبِیْ بُرْدَةَ مَا الْبِتْعُ؟ قَالَ نَبِیْذُ الْعَسَلِ وَالْمِزْرُ نَبِیْذُ الشَّعِیْرِ. فَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ. رَوَاهُ جَرِیْرٌ وَّعَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الشَّیْبَانِیِّ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے خالد نے حدیث بیان کی از الشیبانی از سعید بن ابی بردہ از والد خود از حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند مشروبات کے متعلق پوچھا جو وہاں بنائے جاتے ہیں' آپ نے پوچھا: وہ کیسے مشروبات ہیں؟ تو انہوں نے کہا: ''البتع والمزر''۔ راوی کہتا ہے: میں نے ابوبردہ سے پوچھا: البتع کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: وہ شہد کا نبیذ ہے اور المزر وہ جَو کا نبیذ ہے' تو آپ نے فرمایا: ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے' اس حدیث کی جریر اور عبدالواحد نے روایت کی از الشیبانی از ابی بردہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۲۶۱ میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

علامہ ابن ملقن کے غیر نشہ آور مشروب میں امام ابوحنیفہ کے مؤقف کے خلاف دلائل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اور اس کے بعد والی حدیث میں امام ابوحنیفہ کے خلاف دلیل ہے' کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ صرف وہ مشروب حرام

ہے جس کے پینے سے آدمی کو نشہ ہو یا جس کی اتنی مقدار پی جائے جس سے نشہ ہو جائے حالانکہ اس حدیث میں آپ نے فرمایا: ہر نشہ آور مشروب حرام ہے اور دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا: جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۶۸۵' سنن ترمذی: ۱۸۶۵' سنن ابن ماجہ: ۳۳۹۳' مسند احمد ج ۳ ص ۳۴۳)

اور ایک حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے الجعہ سے منع فرمایا ہے اور جعہ وہ نبیذ ہے جو جَو سے بنایا جاتا ہے۔

(سنن ابوداؤد: ۳۶۹۷' سنن ترمذی: ۲۰۲۸) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۵۰۹' وزارۃ الاوقاف قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ ابن ملقن کے امام ابوحنیفہ کے خلاف دلائل کے جوابات

میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری کی حدیث مذکور میں علامہ ابن الملقن کی کوئی دلیل نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کسی مشروب کی اتنی مقدار کو جائز کہتے ہیں جو غیر نشہ آور ہو' نیز علامہ ابن ملقن نے سنن ابوداؤد وغیرہ کے حوالے سے یہ حدیث پیش کی ہے کہ جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے تو اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں قلیل سے مراد وہ آخری گھونٹ ہے جس سے نشہ ہوا' اور اس قید پر دلائل حسب ذیل ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگائے' پھر آپ نے مکہ کی دیواروں میں سے ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی' پھر آپ نے فرمایا: کوئی پینے کی چیز ہے؟ تو آپ کے پاس نبیذ کا ایک پیالہ لایا گیا' آپ نے اس کو چکھا' پھر ماتھے پر شکن ڈالی اور اس کو واپس کر دیا' پھر آل حاطب میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! یہ اہل مکہ کا مشروب ہے' پھر آپ نے اس کو لوٹایا اور اس پر پانی ڈالا حتیٰ کہ اس میں جھاگ آ گئے' پھر آپ نے اس کو پیا اور فرمایا: خمر تو بعینہا حرام ہے اور ہر مشروب میں سے نشہ آور (مقدار) حرام ہے۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۱۲۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام نسائی نے بھی اس حدیث کو مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۷۸۰_۶۷۷۸_۵۱۹۶_۵۱۹۵_۵۱۹۴_۵۱۹۳)

امام طبرانی نے بھی اس حدیث کو متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(المعجم الکبیر: ۱۲۶۳۳_۱۲۳۸۹_۱۰۸۴۱_۱۰۸۴۰_۱۰۸۳۹_۱۰۸۳۷)

ان احادیث کی سندیں ہر چند کہ ضعیف ہیں لیکن تعدد اسانید کی وجہ سے یہ احادیث حسن لغیرہ ہیں اور لائق استدلال ہیں۔

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' آپ کے پاس ایک پیالہ لایا گیا جس میں مشروب تھا' آپ نے اس کو اپنے منہ کے قریب کیا' پھر اس کو واپس کر دیا' مجلس کے بعض شرکاء نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کو واپس لاؤ' وہ اس کو واپس لائے' آپ نے پانی منگا کر اس میں پانی ڈالا' پھر اس کو پی لیا' پھر آپ نے فرمایا: ان مشروبات میں غور کیا کرو' اگر یہ مشروب جوش مار رہا ہو تو اس کی تیزی کو پانی کے ساتھ توڑ دو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۲۰۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ہمام بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کشمش کا نبیذ لایا گیا' آپ نے اس کو پیا اور ماتھے پر بل ڈالا اور پانی منگایا' اس میں پانی ڈالا' پھر اس کو پی لیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۱۹۸)

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ثقیف کے لوگ آئے' ان کے کھانے کا وقت ہو گیا تو حضرت عمر نے کہا:

گوشت سے پہلے ثرید (گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑے) کھاؤ' یہ خلل کی جگہوں کو بھر لیتا ہے اور جب تمہارے نبیذ میں تیزی ہو تو اس کو پانی سے توڑ دو اور دیہاتیوں کو نہ پلاؤ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۱۹۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر تمہارے نبیذ میں تیزی ہو تو اس کی تیزی کو پانی سے توڑ لو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۱۹۹)

٤٣٤٤'٤٣٤٥- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ اَبِي بُرْدَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَدَّهُ اَبَا مُوْسٰى وَمُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ يَسِّرَا وَلَاتُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَاتُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا فَقَالَ اَبُوْمُوْسٰى يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّ اَرْضَنَا بِهَا شَرَابٌ مِّنَ الشَّعِيْرِ الْمِزْرُ وَشَرَابٌ مِّنَ الْعَسَلِ الْبِتْعُ فَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ فَانْطَلَقَا فَقَالَ مُعَاذٌ لِّاَبِيْ مُوْسٰى كَيْفَ تَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ قَالَ قَائِمًا وَّقَاعِدًا وَّعَلٰى رَاحِلَتِهِ وَاَتَفَوَّقُهُ تَفَوُّقًا قَالَ اَمَّا اَنَا فَاَنَامُ وَاَقُوْمُ فَاَحْتَسِبُ نَوْمَتِيْ كَمَا اَحْتَسِبُ قَوْمَتِيْ . وَضَرَبَ فُسْطَاطًا فَجَعَلَا يَتَزَاوَرَانِ فَزَارَ مُعَاذٌ اَبَا مُوْسٰى فَاِذَا رَجُلٌ مُوْثَقٌ فَقَالَ مَا هٰذَا فَقَالَ اَبُوْمُوْسٰى . يَهُوْدِيٌّ اَسْلَمَ ثُمَّ ارْتَدَّ فَقَالَ مُعَاذٌ لَاَضْرِبَنَّ عُنُقَهُ تَابَعَهُ الْعَقَدِيُّ وَوَهْبٌ عَنْ شُعْبَةَ وَقَالَ وَكِيْعٌ وَالنَّضْرُ وَاَبُوْ دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سعید بن ابی بردہ نے حدیث بیان کی از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دادا حضرت ابوموسیٰ کو اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا' پس فرمایا: تم دونوں آسانی کرنا اور مشکل میں نہ ڈالنا اور بشارتیں دینا اور متنفر نہ کرنا اور ایک دوسرے کو خوش رکھنا' پس حضرت ابوموسیٰ نے کہا: اے اللہ کے نبی! ہماری زمین میں جَو کے مشروب ہوتے ہیں' المزر اور شہد کے مشروب ہوتے ہیں البتع' آپ نے فرمایا: ہر نشہ آور حرام ہے' پس وہ دونوں چلے گئے' پھر حضرت معاذ نے حضرت ابوموسیٰ سے کہا: آپ کس طرح قرآن پڑھتے ہیں' انہوں نے کہا: کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور سواری پر اور میں اس کو وقفے وقفے سے پڑھتا ہوں' حضرت معاذ نے کہا: میں سوتا بھی ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں' پس میں اپنی نیند میں ثواب کی نیت کرتا ہوں جس طرح میں اپنے قیام میں ثواب کی نیت کرتا ہوں' انہوں نے ایک خیمہ ڈلوایا تھا جس میں وہ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تھے' پس حضرت معاذ نے حضرت ابوموسیٰ سے ملاقات کی' پس دیکھا ایک آدمی بندھا ہوا ہے' حضرت معاذ نے پوچھا: یہ کیوں بندھا ہوا ہے؟ حضرت ابوموسیٰ نے بتایا: یہ یہودی ہے' اس نے اسلام قبول کیا' پھر مرتد ہو گیا' حضرت معاذ نے کہا: میں ضرور اس کی گردن مار دوں گا۔ اس حدیث میں مسلم کی العقدی اور وہب نے متابعت کی ہے' از شعبہ اور وکیع' النضر اور ابوداؤد نے کہا: از شعبہ از سعید از والد خود از جد خود از نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسے روایت کیا جریر بن عبدالحمید نے از الشیبانی از ابی بردہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۴۲ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٤٦- حَدَّثَنِيْ عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيْدِ هُوَ النَّرْسِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ عَائِذٍ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عباس بن الولید جو نرسی ہیں' انہوں نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے

مُسْلِمٍ قَالَ سَمِعْتُ طَارِقَ بْنَ شِهَابٍ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ أَبُوْمُوْسَى الْأَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَرْضِ قَوْمِيْ فَجِئْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنِيْخٌ بِالْأَبْطَحِ فَقَالَ : أَحَجَجْتَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ؟ قُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كَيْفَ قُلْتَ قَالَ قُلْتُ: لَبَّيْكَ إِهْلَالًا كَإِهْلَالِكَ قَالَ فَهَلْ سُقْتَ مَعَكَ هَدْيًا قُلْتُ لَمْ أَسُقْ قَالَ فَطُفْ بِالْبَيْتِ وَاسْعَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حِلَّ فَفَعَلْتُ حَتّٰى مَشَطَتْ لِي امْرَأَةٌ مِّنْ نِّسَاءِ بَنِيْ قَيْسٍ . وَمَكُثْنَا بِذٰلِكَ حَتّٰى اسْتُخْلِفَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

حدیث بیان کی از ایوب بن عائذ' انہوں نے کہا: ہمیں قیس بن مسلم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے طارق بن شہاب سے سنا' وہ کہتے ہیں: مجھے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ نے حدیث بیان کی' وہ کہتے ہیں: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری قوم کی زمین کی طرف بھیجا تو میں اس وقت آیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کی ایک وادی میں ٹھہرے ہوئے تھے' آپ نے پوچھا: اے عبداللہ بن قیس! کیا تم نے حج کر لیا ہے' میں نے کہا: جی' یارسول اللہ! آپ نے پوچھا: تم نے کس طرح نیت کی تھی؟ انہوں نے کہا: میں نے کہا تھا کہ میں آپ کے احرام کی طرح احرام باندھ کر حاضر ہوں' آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنے ساتھ کوئی قربانی کا جانور روانہ کیا تھا' انہوں نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: سو تم بیت اللہ کا طواف کرو اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرو' پھر احرام کھول دو' سو میں نے اسی طرح کیا حتیٰ کہ بنو قیس کی عورتوں میں سے ایک عورت نے میرے سر میں کنگھی کی اور ہم اسی طرح ٹھہرے رہے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ کو خلیفہ بنایا گیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح: ۱۵۵۹ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ نے جو کہا تھا: مجھے اپنی قوم کی زمین کی طرف بھیجا' اس سے مراد یمن کی زمین ہے۔

٤٣٤٧- حَدَّثَنِيْ حِبَّانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِيْ مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ حِيْنَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ: إِنَّكَ سَتَأْتِيْ قَوْمًا مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَّشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَإِنْ هُمْ طَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ طَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ طَاعُوْا لَكَ بِذٰلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی از زکریاء بن اسحاق از یحییٰ بن عبداللہ بن صیفی از ابی معبد مولیٰ ابن عباس از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل سے اس وقت فرمایا جب ان کو یمن کی طرف بھیجا کہ بے شک تم عنقریب اہل کتاب کی ایک قوم کی طرف جاؤ گے' پس جب تم ان کے پاس جاؤ تو ان کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دینا کہ وہ یہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں' اگر وہ اس پر ایمان لانے میں تمہاری اطاعت کر لیں تو تم ان کو خبر دینا کہ بے شک اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں' اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کر لیں تو ان کو خبر دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی

الْمَظْلُوْمِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ قَالَ أَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ: طَوَّعَتْ: طَاعَتْ وَأَطَاعَتْ لُغَةٌ طِعْتُ وَطُعْتُ وَأَطَعْتُ.

ہے جوان کے مالداروں سے لی جائے گی' پس ان کے فقراء کی طرف لوٹائی جائے گی' اگر وہ اس میں تمہاری اطاعت کرلیں تو پھر تم ان کے نفیس اور عمدہ مالوں کے لینے سے بچنا اور مظلوم کی دعا سے بچنا کیوں کہ مظلوم کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔ امام ابوعبداللہ نے کہا: ''طوعت'' طاعت اور اطاعت یہ ایک لغت ہے اور ''طِعت'' اور ''طُعت'' اور ''اَطعت'' یہ بھی ایک لغت ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٩٥ میں گزر چکی ہے' اس تعلیق میں جو ''طوعت'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: کسی کام کے لیے خوشی سے آمادہ ہوا' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ ۔ (المائدہ:٣٠) پس اس کا نفس اس کے بھائی کے قتل کرنے پر خوشی سے آمادہ ہوا۔

اس حدیث میں جو فرمایا کہ اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کی شہادت پر ایمان لے آئیں تو پھر ان کو بتانا کہ ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں اور اگر وہ اس کی اطاعت کرلیں تو پھر ان کو بتانا کہ ان پر زکوٰۃ فرض ہے' اس حدیث میں ان کو درجہ بہ درجہ تبلیغ کا حکم دیا' یہ ابتداءِ اسلام میں تھا' اب جس شخص کو اسلام کی تبلیغ کی جائے گی اسے بہ یک وقت تمام اُمور پر ایمان لانا ہوگا۔

٤٣٤٨- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ أَنَّ مُعَاذًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا قَدِمَ الْيَمَنَ صَلّٰى بِهِمُ الصُّبْحَ فَقَرَأَ ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا ۝﴾ (النساء:١٢٥) فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لَقَدْ قَرَّتْ عَيْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيْمَ. زَادَ مُعَاذٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حَبِيْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَرَأَ مُعَاذٌ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ سُوْرَةَ النِّسَاءِ فَلَمَّا قَالَ ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا ۝﴾ قَالَ رَجُلٌ خَلْفَهُ قَرَّتْ عَيْنُ أُمِّ إِبْرَاهِيْمَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حبیب بن ابی ثابت از سعید بن جبیر از عمرو بن میمون' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن میں آئے تو انہوں نے صبح کی نماز پڑھائی اور اس میں یہ آیت پڑھی (اور اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنایا ۝ النساء:١٢٥) تو قوم کے ایک آدمی نے کہا کہ حضرت ابراہیم کی ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہوگئی۔ معاذ نے از شعبہ اضافہ کیا ہے از حبیب از سعید از عمرو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجا تو حضرت معاذ نے فجر کی نماز میں سورۂ نساء پڑھی تو جب انہوں نے کہا' ''وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا ۝'' (النساء:١٢٥) تو ایک آدمی جوان کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا تو اس نے کہا کہ حضرت ابراہیم کی ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہوگئی۔

آنکھ ٹھنڈی ہونے کا معنی اور ایک اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث عمرو بن میمون سے مروی ہے کیوں کہ جس وقت حضرت معاذ یمن میں آئے تو حضرت عمرو بن میمون وہیں پر تھے۔

بے شک حضرت ابراہیم کی ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہوگئی: یعنی ان کی آنکھ میں سے ٹھنڈے آنسو نکلے اور یہ خوشی سے کنایہ ہے کیوں کہ خوشی کے آنسو ٹھنڈے ہوتے ہیں اور غم کے آنسو گرم ہوتے ہیں اسی لیے جس کو دعا دی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے: اللہ تمہاری آنکھ کو ٹھنڈا کرے! اور جس کو بددعا دی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے: اللہ تمہاری آنکھ کو گرم کرے۔

یہاں پر یہ اعتراض ہے کہ ان کے پیچھے ایک نمازی نے کہا کہ حضرت ابراہیم کی ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہوگئی تو حضرت معاذ نے اس کو کیوں نہیں بتایا کہ نماز میں کلام کرنے سے تمہاری نماز ٹوٹ گئی اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت معاذ نے بتایا ہو کہ تمہاری نماز ٹوٹ گئی لیکن راوی نے نقل نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٦٢- بَابُ بَعْثُ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِلَی الْيَمَنِ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اور حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہما کو حجۃ الوداع سے پہلے یمن کی طرف بھیجنا

٤٣٤٩- حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ اَبِیْ اِسْحَاقَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ اِلَی الْيَمَنِ قَالَ ثُمَّ بَعَثَ عَلِيًّا بَعْدَ ذٰلِكَ مَكَانَهُ فَقَالَ: مُرْ اَصْحَابَ خَالِدٍ مَنْ شَاءَ مِنْهُمْ اَنْ يُعَقِّبَ مَعَكَ فَلْيُعَقِّبْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُقْبِلْ فَكُنْتُ فِيْمَنْ عَقَّبَ مَعَهُ قَالَ: فَغَنِمْتُ اَوَاقِ ذَوَاتِ عَدَدٍ.

(اس حدیث کی روایت میں بھی امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن یوسف بن اسحاق بن ابی اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن الولید کے ساتھ یمن کی طرف بھیجا پھر اس کے بعد حضرت علی کو ان کی جگہ بھیجا پس فرمایا: تم خالد کے اصحاب سے کہنا کہ ان میں سے جو پیچھے (یمن) جانا چاہے وہ تمہارے ساتھ پیچھے چلا جائے اور جو آگے بڑھنا چاہے وہ آگے بڑھ جائے پس میں ان میں سے تھا جو حضرت خالد کے ساتھ پیچھے رہے پس مجھے بہت زیادہ چاندی حاصل ہوئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ایک حدیث اور ''التعقیب'' کا معنی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام احمد امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے دوسری سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت علی نے کہا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے ان لوگوں کی طرف بھیج رہے ہیں جو مجھ سے زیادہ عمر کے ہیں اور میں کم عمر ہوں اور قضاء اور فیصلہ کرنے کی بصیرت نہیں رکھتا حضرت علی نے بتایا: پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا اور دعا کی: اے اللہ! اس کی زبان کو ثابت رکھ اور اس کے دل کو ہدایت دے! اور فرمایا: اے علی! جب تمہارے پاس دو فریق آئیں تو اس وقت تک ان کے درمیان فیصلہ نہ کرنا حتیٰ کہ تم دوسرے کی بات کو سن لو۔

ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد کے ساتھ یمن کی طرف بھیجا: یہ طائف سے لوٹنے کے بعد اور الجعرانہ میں غنیموں کی تقسیم کے بعد کا واقعہ ہے۔

جو اُن میں سے پیچھے جانا چاہے: یعنی جو یمن کی طرف لوٹ کر جانا چاہے اور "تعقیب" کا معنی ہے: لشکر کے بعض لوگ لوٹ آئیں تا کہ اگلے دن کے غزوہ کو پالیں اور ابن فارس نے کہا: اس کا معنی ہے: ایک غزوہ کے بعد دوسرا غزوہ اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس کا معنی عام ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ خلیفہ ایک لشکر کو کسی علاقے میں ایک مدت تک کے لیے بھیجے' پس جب وہ مدت ختم ہو جائے تو وہ لوٹ آئے اور دوسرے کو ان کی جگہ بھیج دے' پس جو چاہے لشکرِ اوّل سے لشکرِ ثانی کی طرف لوٹے' اس لوٹنے کو بھی "تعقیب" کہتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۹۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٣٥٠- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سُوَيْدِ بْنِ مَنْجُوفٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا إِلَى خَالِدٍ لِيَقْبِضَ الْخُمُسَ وَكُنْتُ أُبْغِضُ عَلِيًّا وَقَدِ اغْتَسَلَ فَقُلْتُ لِخَالِدٍ: أَلَا تَرَى إِلَى هٰذَا فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ يَا بُرَيْدَةُ أَتُبْغِضُ عَلِيًّا فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَا تُبْغِضْهُ فَإِنَّ لَهُ فِي الْخُمُسِ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح بن عبادہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن سوید بن منجوف نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن بریدہ از والد خود رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت علی کو حضرت خالد کی طرف بھیجا تا کہ وہ خمس پر قبضہ کریں' حضرت بریدہ نے کہا: میں حضرت علی سے بغض رکھتا تھا اور حضرت علی نے غسل کیا تھا' میں نے حضرت خالد سے کہا: کیا آپ ان کی طرف دیکھ نہیں رہے' پس جب ہم نبی ﷺ کے پاس آئے تو میں نے آپ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اے بریدہ! کیا تم علی سے بغض رکھتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ان سے بغض نہ رکھو کیوں کہ ان کا خمس میں اس سے بہت زیادہ حصہ ہے۔

حضرت بریدہ کے حضرت علی سے بغض رکھنے کی وجہ اور نبی ﷺ کا حضرت علی کی فضیلت بیان کرنا

حضرت بریدہ: حضرت بریدہ بن عبداللہ بن الحارث الاسلمی' یہ غزوۂ بدر سے پہلے اسلام لائے تھے اور غزوۂ بدر میں حاضر نہیں ہوئے اور غزوۂ حدیبیہ میں حاضر ہوئے تھے' یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی' یہ مرو میں فوت ہوئے تھے اور ان کی قبر حصین میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۸)

حضرت بریدہ نے کہا: میں حضرت علی سے بغض رکھتا تھا: حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: اسماعیلی کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علی کو خمس کی تقسیم کرنے کے لیے حضرت خالد کے پاس بھیجا' حضرت علی نے اس خمس کے قیدیوں میں سے ایک باندی اپنے لیے رکھ لی' صبح اس باندی سے مباشرت کر کے غسل کیا تو حضرت خالد نے حضرت بریدہ سے کہا: کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ انہوں نے کیا کیا ہے؟ حضرت بریدہ نے کہا: میں حضرت علی سے بغض رکھتا تھا' بغض رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے از خود خمس کے قیدیوں میں سے ایک خوبصورت باندی رکھ لی' دوسری وجہ یہ تھی کہ انہوں نے بغیر استبراء کے اس باندی سے مباشرت کر لی اور پھر صبح غسل کیا۔ (استبراء کا معنی یہ ہے کہ باندی کا ایک حیض گزر جائے)' حضرت بریدہ کو حضرت علی پر یہ دو اعتراض تھے' ایک یہ کہ انہوں نے از خود خمس میں

سے ایک باندی کو لے لیا اور دوسرا یہ کہ انہوں نے بغیر استبراء کے اس باندی سے مباشرت کر لی' پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خمس میں سے جو اہل بیت کا حصہ تھا' اس میں سے اس باندی کو لیا تھا تو گویا انہوں نے اپنے حصے میں سے باندی کو لیا تھا اور دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ وہ باندی کنواری تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بریدہ! علی سے بغض نہ رکھو: امام احمد نے اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن بریدہ سے روایت کی ہے کہ تم علی کو برا نہ کہو وہ مجھ سے ہے اور میں ان سے ہوں۔ (فتح الباری ج۵ص۳۹۵)

٤٣٥١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ شُبْرُمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي نُعْمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ بَعَثَ عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ بِذُهَيْبَةٍ فِيْ اَدِيْمٍ مَقْرُوْظٍ لَمْ تُحَصَّلْ مِنْ تُرَابِهَا قَالَ فَقَسَمَهَا بَيْنَ اَرْبَعَةِ نَفَرٍ بَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ وَاَقْرَعَ بْنِ حَابِسٍ وَزَيْدِ الْخَيْلِ وَالرَّابِعُ اِمَّا عَلْقَمَةُ وَاِمَّا عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِهِ كُنَّا نَحْنُ اَحَقَّ بِهٰذَا مِنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَلَا تَاْمَنُوْنِيْ وَاَنَا اَمِيْنُ مَنْ فِي السَّمَاءِ يَاْتِيْنِيْ خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً قَالَ فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاشِزُ الْجَبْهَةِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مَحْلُوْقُ الرَّاْسِ مُشَمَّرُ الْاِزَارِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اتَّقِ اللّٰهَ قَالَ وَيْلَكَ اَوَلَسْتُ اَحَقَّ اَهْلِ الْاَرْضِ اَنْ يَّتَّقِيَ اللّٰهَ قَالَ ثُمَّ وَلَّى الرَّجُلُ قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَضْرِبُ عُنُقَهُ قَالَ لَا لَعَلَّهُ اَنْ يَّكُوْنَ يُصَلِّيْ فَقَالَ خَالِدٌ وَكَمْ مِنْ مُصَلٍّ يَقُوْلُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ فِيْ قَلْبِهِ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَمْ اُوْمَرْ اَنْ اَنْقُبَ قُلُوْبَ النَّاسِ وَلَا اَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ. قَالَ ثُمَّ نَظَرَ اِلَيْهِ وَهُوَ مُقَفٍّ فَقَالَ اِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ رَطْبًا لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ وَاَظُنُّهُ قَالَ لَئِنْ اَدْرَكْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُوْدَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالواحد نے حدیث بیان کی از عمارہ بن القعقاع بن شبرمہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں عبدالرحمن بن ابی نعم نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف درخت کی چھال سے رنگے ہوئے چمڑے کی تھیلی میں کچھ سونا بھیجا جس کو ابھی مٹی سے الگ نہیں کیا گیا تھا' آپ نے اس کو چار مردوں میں تقسیم کر دیا' عیینہ بن بدر اور اقرع بن حابس اور زید الخیل اور چوتھے یا علقمہ تھے یا عامر بن الطفیل تھے تو آپ کے اصحاب میں سے ایک مرد نے کہا: ان لوگوں کی بہ نسبت ہم زیادہ حق دار ہیں' حضرت ابوسعید نے کہا: یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی' آپ نے فرمایا: کیا تم مجھے امین قرار نہیں دیتے حالانکہ میں آسمان میں امین ہوں' میرے پاس صبح اور شام آسمان سے خبر آتی ہے' حضرت ابوسعید نے بتایا: پھر ایک مرد کھڑا ہوا جس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں' گال اُبھرے ہوئے تھے' پیشانی اونچی تھی' ڈاڑھی گھنی تھی' سر منڈا ہوا تھا اور تہبند ٹخنوں سے اونچا تھا' اس نے کہا: یارسول اللہ! اللہ سے ڈریئے! آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! کیا میں روئے زمین میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے کا مستحق نہیں ہوں' حضرت ابوسعید نے بتایا: پھر وہ شخص پیٹھ پھیر کر چلا گیا تو حضرت خالد بن الولید نے کہا کہ یارسول اللہ! کیا میں اس کی گردن نہ اُڑا دوں' آپ نے فرمایا: نہیں! ہوسکتا ہے کہ یہ نماز پڑھتا ہو تو حضرت خالد نے کہا: کتنے نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جو زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں

کے دلوں میں سوراخ کروں اور میں ان کے پیٹوں کو چیروں' پھر
آپ نے اس مرد کی طرف دیکھا جب کہ وہ پیٹھ پھیر چکا تھا' آپ
نے فرمایا: اس شخص کی نسل سے ایسی قوم نکلے گی جو تر زبان سے
کتاب اللہ کی تلاوت کرے گی اور کتاب اللہ ان کے حلقوم سے
تجاوز نہیں کرے گی اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے' جس
طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے اور میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا:
اگر میں نے ان کو پالیا تو میں ان کو اس طرح قتل کروں گا جس طرح
ثمود کو قتل کیا گیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۴۴ میں گزر چکی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقسیم پر اعتراض کرنے والے کا نام' اس مرد کو قتل نہ کرنے کے متعلق متعدد شارحین کی توجیہات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

پس ایک مرد کھڑا ہوا: ایک قول یہ ہے کہ وہ مرد ذوالخویصرہ تمیمی تھا اور امام ابوداؤد کے نزدیک اس کا نام نافع تھا اور سہیلی نے کہا: ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام حرقوص بن زہیر السعدی تھا۔

پس حضرت خالد بن الولید نے کہا: دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے کہا: علامہ عینی فرماتے ہیں: ہوسکتا ہے کہ دونوں نے کہا ہو لیکن راجح یہ ہے کہ حضرت عمر نے کہا تھا۔

آپ نے فرمایا: ہوسکتا ہے وہ نماز پڑھتا ہو: علامہ کرمانی نے کہا: یعنی جو نماز پڑھتا ہو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جو نماز نہ پڑھتا ہو اس کو قتل کر دیا جائے گا' لیکن ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے' کیوں کہ اس مسئلہ میں اختلاف مشہور ہے۔

مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں میں سوراخ کروں اور ان کے پیٹوں کے چاک کروں: اس کا معنی یہ ہے کہ مجھے ظواہرِ اُمور پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور بواطنِ اُمور کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

آپ نے فرمایا: اگر میں نے ان کو پالیا تو میں ان کو اس طرح قتل کروں گا جس طرح ثمود کو قتل کیا گیا تھا: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ان کو قتل کرنا جائز تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قتل کیوں نہیں کیا' تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں یہ ہے کہ اس شخص کی نسل میں سے ایسے لوگ نکلیں گے جو قتل کیے جانے کے مستحق ہوں گے' اس لیے آپ نے اس کو چھوڑ دیا' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ہر چند کہ وہ قتل کیے جانے کا مستحق تھا لیکن آپ نے اس کو اس لیے قتل نہیں کیا کہ بہ ظاہر وہ مسلمان تھا تو لوگ یہ نہ کہیں کہ آپ اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں۔ علامہ المازری نے کہا کہ آپ نے یہ نہیں سمجھا تھا کہ وہ آپ کی نبوت میں طعن کر رہا ہے' بلکہ وہ آپ کی تقسیم پر اعتراض کر رہا تھا کہ اس میں عدل نہیں ہے اور تقسیم میں عدل نہ کرنا گناہ کبیرہ نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ انبیاء کبائر سے معصوم ہوتے ہیں اور ان سے صغیرہ کے وقوع میں اختلاف ہے' علامہ عینی فرماتے ہیں: میرا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کبائر اور صغائر سے معصوم ہوتے ہیں اور جو اُن سے کوئی ایسا فعل صادر ہو جو صغیرہ کے مشابہ ہو' اس میں صرف یہ ہی کہا جائے گا کہ یہ صرف ترکِ افضل اور ترکِ اولیٰ ہے۔ ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ نے اس مرد کو

اس لیے قتل نہیں کیا اور نہ کوئی سزا دی کیونکہ آپ کے نزدیک اس کا یہ قول ثابت نہیں تھا بلکہ خبرِ واحد سے منقول تھا اور خبر واحد کی بناء پر کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ قاضی عیاض نے اس جواب کو باطل قرار دیا ہے کیوں کہ صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ اس نے آپ کو مخاطب کر کے کہا تھا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! عدل کیجئے' اسی وجہ سے صحابہ نے اسے قتل کرنے کی اجازت طلب کی تھی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۲-۹' ملخصاً' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٥٢- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا اَنْ يُّقِيْمَ عَلٰى اِحْرَامِهٖ زَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ فَقَدِمَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِسِعَايَتِهٖ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَ اَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ قَالَ بِمَا اَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا اَنْتَ قَالَ وَاَهْدٰى لَهُ عَلِيٌّ هَدْيًا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں المکی بن ابراہیم نے حدیث بیان کی از ابن جریج' انہوں نے کہا کہ عطاء نے بتایا' انہوں نے کہا کہ حضرت جابر نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے احرام پر برقرار رہیں' محمد بن بکر نے یہ اضافہ کیا ہے از ابن جریج' انہوں نے بتایا کہ عطاء نے کہا ہے کہ حضرت جابر نے بتایا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما اپنی ولایت سے (مال) لے کر آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے علی! تم نے کس طرح احرام باندھا ہے؟ تو انہوں نے کہا: جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سو تم قربانی کا جانور بھیجو اور تم اپنا احرام اسی طرح برقرار رکھو' حضرت جابر نے بتایا کہ حضرت علی نے قربانی کا جانور روانہ کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۵۷ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٥٣' ٤٣٥٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ حَدَّثَنَا بَكْرٌ الْبَصْرِيُّ اَنَّهٗ ذَكَرَ لِابْنِ عُمَرَ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ فَقَالَ اَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ وَاَهْلَلْنَا بِهٖ مَعَهٗ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهٗ هَدْيٌ فَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً وَّكَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدْيٌ فَقَدِمَ عَلَيْنَا عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ مِنَ الْيَمَنِ حَاجًّا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَ اَهْلَلْتَ فَاِنَّ مَعَنَا اَهْلَكَ قَالَ اَهْلَلْتُ بِمَا اَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَمْسِكْ فَاِنَّ مَعَنَا هَدْيًا . (صحیح مسلم: ۱۲۳۲' الرقم المسلسل: ۲۸۸۴' سنن ابوداؤد: ۴۳۵۴' سنن نسائی: ۲۷۲۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن المفضل نے حدیث بیان کی از حمید الطویل' انہوں نے کہا: ہمیں بکر بصری نے حدیث بیان کی' انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ اور حج کا احرام باندھا' حضرت ابن عمر نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کا احرام باندھا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ حج کا احرام باندھا' پس جب ہم مکہ آئے تو آپ نے فرمایا: جس کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے وہ اس احرام کو عمرے کا احرام کر لے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قربانی کا جانور تھا' پس ہمارے پاس حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یمن سے حج کا احرام باندھے ہوئے آئے' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: تم نے کس کا احرام باندھا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے اس کا احرام باندھا ہے' جس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احرام باندھا ہے' تو آپ نے

فرمایا: تم اس احرام پر برقرار رہو کیوں کہ ہمارے پاس قربانی کا جانور ہے۔

٦٣- بَابُ غَزْوَةِ ذِی الْخَلَصَةِ ذی الخلصہ کا غزوہ

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں: الخلصہ کو کئی طرح پڑھا گیا ہے: "الخَلَصه" اور "الخُلُصه" اور "الخَلْصَه' الْخَلَصَه" اس بت خانہ کا نام ہے جس میں بت رکھا ہوا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ اس بت کا نام ذوالخلصہ ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ ذوالخلصہ قبیلہ دوس کے بت کا نام ہے' جس کی آخری زمانے میں عبادت کی جائے گی' حدیث صحیح میں ہے کہ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دوس اور خثعم کی عورتیں ذی الخلصہ کے گرد کولھے مٹکائیں گی۔ (صحیح البخاری: ۷۱۱۶)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۱ ص ۵۲۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٣٥٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ حَدَّثَنَا بَيَانٌ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ كَانَ بَيْتٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يُقَالُ لَهُ ذُو الْخَلَصَةِ وَالْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَةُ وَالْكَعْبَةُ الشَّامِيَّةُ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ فَنَفَرْتُ فِي مِائَةٍ وَّخَمْسِينَ رَاكِبًا فَكَسَرْنَاهُ وَقَتَلْنَا مَنْ وَّجَدْنَا عِنْدَهُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَدَعَا لَنَا وَلِأَحْمَسَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں بیان نے حدیث بیان کی از قیس از حضرت جریر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک بت خانہ تھا جسے ذوالخلصہ اور کعبہ یمانیہ اور کعبہ شامیہ کہا جاتا تھا تو مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم مجھے ذی الخلصہ سے راحت نہیں دیتے تو میں ایک سو پچاس سواروں کے ساتھ روانہ ہوا تو ہم نے اس کو توڑ دیا اور جو لوگ اس بت کے پاس تھے' ان کو قتل کر دیا' پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے میرے لیے دعا کی اور احمس کے لیے بھی دعا کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۰ میں گزر چکی ہے۔

الکعبۃ الشامیہ کہنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

الکعبۃ الشامیہ: علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس بت خانہ کو وہ لوگ فقط کعبہ یمانیہ کہتے تھے اور رہا کعبہ شامیہ تو وہ کعبہ معظمہ ہے جو مکہ میں ہے اور اس میں کسی تاویل کی ضرورت ہے اور وہ تاویل یہ ہے کہ اس کو کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا اور جو مکہ میں ہے اس کو کعبہ شامیہ کہا جاتا تھا اور انہوں نے کہا: اس حدیث میں شامیہ کا لفظ غلط ہے' علامہ سہیلی نے کہا کہ اس کو کعبہ کہا جاتا تھا اور بیت اللہ کو کعبہ شامیہ کہا جاتا تھا' اس کی ایک یہ تاویل ہے کہ اس کو کعبہ شامیہ اس لیے کہا جاتا تھا کہ اس کا ایک دروازہ شام کی طرف تھا۔ (یہ تاویل حافظ ابن حجر نے کی ہے۔ سعیدی غفرلہ) (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۴۔۱۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٥٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ قَالَ لِي جَرِيرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں قیس

تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ وَكَانَ بَيْتًا فِي خَثْعَمَ يُسَمَّى الْكَعْبَةَ الْيَمَانِيَةَ فَانْطَلَقْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ فِي صَدْرِي حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ أَصَابِعِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا فَانْطَلَقَ إِلَيْهَا فَكَسَرَهَا وَحَرَّقَهَا ثُمَّ بَعَثَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ جَرِيرٍ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُكَ حَتّٰى تَرَكْتُهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ قَالَ فَبَارَكَ فِي خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ ۔

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے جریر رضی اللہ نے بتایا کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم مجھے ذی الخلصہ سے راحت نہیں دیتے اور وہ قبیلۂ خثعم کا ایک بُت خانہ تھا جس کا نام کعبہ یمانیہ رکھا گیا تھا' پس میں احمس (قریش) کے ایک سو پچاس گھڑ سواروں کے ساتھ روانہ ہوا اور وہ سب گھوڑے سوار تھے اور میں گھوڑے پر مضبوطی سے نہیں بیٹھ سکتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا حتیٰ کہ میں نے آپ کی انگلیوں کے نشان اپنے سینے پر دیکھے اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھ اور اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا' پس حضرت جریر اس بت خانے کی طرف گئے' اسے توڑ دیا اور اسے آگ لگا دی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ایک قاصد روانہ کیا' پس حضرت جریر کے قاصد نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں اس وقت تک آپ کے پاس نہیں آیا حتیٰ کہ میں نے اس بت خانہ کو اس حال میں چھوڑا گویا کہ وہ خارش زدہ (تارکول ملا ہوا) اونٹ ہے' قاصد نے بتایا: پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احمس کے لیے اور ان کے مردوں کے لیے پانچ مرتبہ دعا کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠٢٠ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٥٧- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسٰى أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ فَقُلْتُ بَلٰى فَانْطَلَقْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةِ فَارِسٍ مِنْ أَحْمَسَ وَكَانُوا أَصْحَابَ خَيْلٍ وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَ يَدَهُ عَلٰى صَدْرِي حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ يَدِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا قَالَ فَمَا وَقَعْتُ عَنْ فَرَسٍ بَعْدُ ۔ قَالَ وَكَانَ ذُو الْخَلَصَةِ بَيْتًا بِالْيَمَنِ لِخَثْعَمَ وَبَجِيلَةَ فِيهِ نُصُبٌ تُعْبَدُ يُقَالُ لَهُ الْكَعْبَةُ ۔ قَالَ فَأَتَاهَا فَحَرَّقَهَا بِالنَّارِ وَكَسَرَهَا ۔ قَالَ وَلَمَّا قَدِمَ جَرِيرٌ الْيَمَنَ كَانَ بِهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے خبر دی از اسماعیل بن ابی خالد از قیس از حضرت جریر رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم مجھے ذی الخلصہ سے راحت نہیں دو گے؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! پس میں احمس کے ایک سو پچاس گھڑ سواروں کے ساتھ روانہ ہوا اور وہ سب گھڑ سوار تھے اور میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تھا' میں نے اس بات کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مارا حتیٰ کہ میں نے آپ کے ہاتھ کا نشان اپنے سینے پر دیکھا اور آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھ اور اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا' حضرت جریر نے بتایا کہ اس کے بعد میں گھوڑے سے نہیں گرا' اور حضرت جریر نے کہا: ذوالخلصہ یمن میں خثعم کا اور

رَجُلٌ يَسْتَقْسِمُ بِالْاَزْلَامِ فَقِيلَ لَهُ اَنَّ رَسُولَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَا هُنَا فَاِنْ قَدَرَ عَلَيْكَ ضَرَبَ عُنُقَكَ . قَالَ فَبَيْنَمَا هُوَ يَضْرِبُ بِهَا اِذْ وَقَفَ عَلَيْهِ جَرِيْرٌ فَقَالَ لَتَكْسِرَنَّهَا وَلَتَشْهَدَنَّ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَوْلَاَضْرِبَنَّ عُنُقَكَ . قَالَ فَكَسَرَهَا وَشَهِدَ ثُمَّ بَعَثَ جَرِيْرٌ رَجُلًا مِّنْ اَحْمَسَ يُكْنٰى اَبَا اَرْطَاةَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُهُ بِذٰلِكَ فَلَمَّا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَاجِئْتُ حَتّٰى تَرَكْتُهَا كَاَنَّهَا جَمَلٌ اَجْرَبُ . قَالَ فَبَرَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خَيْلِ اَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ .

بجیلہ کا بت خانہ تھا جس میں نصب کیے ہوئے بتوں کی عبادت کی جاتی تھی اور اس کو کعبہ کہا جاتا تھا' حضرت جریر نے کہا: پس وہ وہاں گئے اور اس کو آگ سے جلا دیا اور توڑ دیا۔ راوی نے بتایا کہ جب حضرت جریر یمن گئے تو وہاں ایک مرد تھا جو تیروں سے فال نکالتا تھا' اس سے کہا گیا: بے شک رسول اللہ ﷺ کا قاصد یہاں ہے (یعنی حضرت جریر)' اگر وہ تم پر قادر ہوئے تو وہ تمہاری گردن اڑا دیں گے تو جس وقت وہ تیر سے فال نکال رہا تھا تو وہاں حضرت جریر آ گئے تو انہوں نے کہا: تم ضرور ان تیروں کو توڑو گے اور تم ضرور یہ شہادت دو گے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے ورنہ میں تمہاری گردن ماردوں گا۔ راوی نے بتایا: اس نے ان تیروں کو توڑ دیا اور کلمہ شہادت پڑھا' پھر حضرت جریر نے احمس کے ایک مرد کو جس کی کنیت ابو ارطاۃ تھی' نبی ﷺ کی طرف یہ بشارت دینے کے لیے بھیجا' جب وہ نبی ﷺ کے پاس آیا تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں آپ کے پاس اُس وقت تک نہیں آیا حتیٰ کہ میں نے اس بت خانہ کو اس طرح چھوڑ دیا گویا کہ وہ خارش زدہ اونٹ ہو' انہوں نے بتایا: پھر نبی ﷺ نے احمس کے گھڑ سواروں اور مردوں کے لیے پانچ مرتبہ دعا کی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۲۰ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگوں کو بت خانے وغیرہ سے فتنوں میں مبتلا کیا جاتا ہے اور یہ کہ امیر لشکر کو فتح کی بشارت بھیجنی چاہیے اور یہ کہ میدانِ جہاد میں لڑنے کے لیے جانے میں فضیلت ہے اور اس حدیث میں نبی ﷺ کی دعا کے قبول ہونے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں دشمن کو سزا دینے میں مبالغہ کا ذکر ہے کہ حضرت جریر نے ان کے بتوں کو توڑ دیا اور آگ لگا دی اور اس حدیث میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی عظیم منقبت اور فضیلت ہے۔

٦٤- بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ — غزوہ ذات السلاسل کا بیان

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس غزوہ کو ذات السلاسل اس لیے کہا گیا ہے کہ ''سَلْسَلَہ'' کا معنی ہے: زنجیر اور اس کی جمع سلاسل ہے اور مشرکین نے ایک دوسرے کو زنجیروں سے باندھ لیا تھا تا کہ ان میں سے کوئی بھاگ نہ جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہاں پانی کا ایک چشمہ تھا جس کا نام تھا: سلسل' اس کا پانی بہت خوش گوار تھا۔ امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ یہ چشمہ وادی القریٰ اور مدینہ کے درمیان تھا اور مدینہ سے اس کی مسافت دس دن کی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۶۔۱۷)

وَهِيَ غَزْوَةُ لَخْمٍ وَّجُذَامَ قَالَهُ اِسْمَاعِيلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ.

اسماعیل بن ابی خالد نے کہا: یہ ہی قبیلہ لخم اور جذام کا غزوہ ہے۔

وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ عُرْوَةَ هِيَ بِلَادُ بَلِيٍّ وَعُذْرَةَ وَبَنِي الْقَيْنِ.

اور امام ابن اسحاق نے از یزید از عروہ روایت کی کہ یہ بلی عذرہ اور بنی القین کے شہر ہیں۔

مذکورہ تینوں قبائل قزاعہ کی شاخیں ہیں اور بلی ایک بہت بڑا قبیلہ ہے جو بلی بن عمرو کی طرف منسوب ہے اور عذرہ بھی ایک بڑا قبیلہ ہے جو عذرہ بن سعد کی طرف منسوب ہے اور بنوالقین بھی ایک بڑا قبیلہ ہے' جو قین بن جسر کی طرف منسوب ہے۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۴۰۲)

٤٣٥٨- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ عَلٰى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ قَالَ فَاَتَيْتُهُ فَقُلْتُ اَيُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ قُلْتُ وَمِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْهَا قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ فَعَدَّ رِجَالًا فَسَكَتَ مَخَافَةَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ فِيْ اٰخِرِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں خالد بن عبداللہ نے خبر دی از خالد الحذاء از حضرت ابی عثمان رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص کو ذات السلاسل کے لشکر پر امیر بنا کر بھیجا' انہوں نے کہا: میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' پس میں نے عرض کیا: آپ کو سب سے زیادہ لوگوں میں محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ' میں نے پوچھا: اور مردوں میں؟ آپ نے فرمایا: ان کے والد' میں نے پوچھا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: عمر' پھر آپ نے کئی مردوں کے نام لیے' پھر میں اس خوف سے خاموش ہو گیا کہ آپ میرا شمار سب سے آخر میں کریں گے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۶۲ میں گزر چکی ہے۔ چند اہم اُمور یہاں بیان کیے جا رہے ہیں:

اس لشکر میں حضرت ابوعبیدہ اور حضرت عمر کا حضرت عمرو بن عاص کی اطاعت کرنا اور ان کا فتح یاب ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ قزاعہ کی ایک جماعت جمع ہوئی اور انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ مدینے کے اطراف میں پہنچ جائیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص کو بلایا اور ان کو ایک سفید جھنڈا دیا اور تین سو مہاجرین اور انصار کے اکابر کے ساتھ ان کو روانہ کیا' پھر ان کی امداد کے لیے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو دو سو صحابہ کے ساتھ بھیجا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ مل جائیں اور ان سے اختلاف نہ کریں' پس حضرت ابوعبیدہ نے ارادہ کیا کہ وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں تو ان کو حضرت عمرو بن العاص نے منع کیا اور کہا: تم میری مدد کے لیے آئے ہو اور امیر میں ہوں تو حضرت ابوعبیدہ نے ان کی اطاعت کی' سو حضرت عمرو بن عاص نے ان کی نماز پڑھائی اور اس سے پہلے کتاب التیمم میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ سردیوں کی رات میں حضرت عمرو بن عاص کو احتلام ہو گیا تو حضرت عمرو بن عاص نے غسل نہیں کیا اور تیمم کر کے نماز پڑھا دی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر میں غسل کرتا تو سردی سے مر جاتا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو مارنے سے منع کیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ملامت نہیں کی اور اس غزوہ میں حضرت عمرو بن عاص نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ وہ رات میں آگ نہ جلائیں' حضرت عمر نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت

ابوبکر نے ان سے کہا کہ اس بات کو رہنے دو' کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ہمارا امیر اس لیے بنایا ہے کہ ان کو جنگ کے معاملات کا زیادہ علم ہے' حضرت عمرو بن عاص نے کہا تھا کہ اگر کسی شخص نے آگ جلائی تو میں اس کو اسی آگ میں جھونک دوں گا' بہر حال جب دشمن سے مقابلہ ہوا تو حضرت عمرو بن عاص نے دشمن کو بھگا دیا' مسلمانوں نے دشمن کا پیچھا کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت عمرو بن عاص نے اس سے منع کیا' واپس آ کر مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ باتیں بتائیں تو حضرت عمرو بن عاص نے کہا کہ میں نے رات میں آگ جلانے سے اس لیے منع کیا تھا کہ دشمن کو ہمارے پڑاؤ کی خبر نہ ہو جائے اور دشمن کا پیچھا کرنے سے اس لیے منع کیا تھا کہ کہیں دشمن کی مدد نہ آ جائے' یہ سن کر نبی ﷺ نے ان کی تحسین کی اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔

امام بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص نے دل میں کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس لشکر کا امیر بنایا جس میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے تو میں نے یہ سمجھا کہ شاید رسول اللہ ﷺ کے نزدیک میں سب سے زیادہ محبوب ہوں' اس لیے انہوں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے اور جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کا' حضرت ابوبکر' حضرت عمر کا اور دوسرے صحابہ کا نام لیا اور حضرت عمرو بن عاص کا نام نہیں لیا تو پھر وہ خاموش ہو گئے۔

حدیث مذکور کے فوائد

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو امیر بنانا جائز ہے' جب کہ مفضول میں ایسی صفات ہوں جو امارت کے لیے ضروری ہوں اور اس حدیث میں حضرت ابوبکر کی تمام مردوں میں افضلیت کا ذکر ہے اور ان کی صاحبزادی اُم المؤمنین حضرت عائشہ کا تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہونے کا ذکر ہے اور اس حدیث میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بھی ذکر ہے' کیوں کہ ان کو اس لشکر کا امیر بنایا جس لشکر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے' اگرچہ اس سے حضرت عمرو بن عاص کا افضل ہونا لازم نہیں آتا۔

امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بخاری نے اپنی الادب المفرد میں اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت عمرو بن عاص سے روایت کی ہے' انہوں نے کہا: مجھے نبی ﷺ نے بلایا اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے کپڑے اور ہتھیار رکھ لوں' پھر فرمایا: اے عمرو! میں چاہتا ہوں کہ میں تمہیں ایک لشکر پر امیر بنا کر بھیجوں' پس اللہ تمہیں مال غنیمت عطاء فرمائے گا اور تم کو سلامت رکھے گا' میں نے عرض کیا: میں مال کی رغبت کی وجہ سے تو ایمان نہیں لایا' آپ نے فرمایا: اچھے مرد کے لیے اچھا مال کیا خوب ہے!

اس حدیث میں یہ خبر ہے کہ آپ نے حضرت عمرو بن عاص کو ان کے اسلام لانے کے بعد بھیجا تھا اور حضرت عمرو بن عاص سات ہجری میں اسلام لائے تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۰۳۔۲۰۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٦٥- بَابُ ذَهَابِ جَرِيْرٍ اِلَى الْيَمَنِ حضرت جریر کا یمن کی طرف جانا

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس باب میں حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کے یمن کی طرف جانے کا ذکر ہے' امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ حضرت جریر سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے نبی ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا تا کہ میں ان سے قتال کروں اور ان کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ نبی ﷺ کا ان کو یمن کی طرف بھیجنا کیا وہی ہے جب ان کو ذی الخلصہ کے بت خانہ کو منہدم کرنے کے لیے بھیجا تھا یا اس کے سوا کوئی اور ہے؟ میں کہتا ہوں: زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے ان کو ترتیب وار دونوں جہتوں کی طرف بھیجا تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابن حبان نے حضرت جریر سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: اے جریر! زمانہ جاہلیت کے

طاغوتوں میں سے صرف ذی الخلصہ کا بت خانہ رہ گیا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذی الخلصہ کے بت خانے کو منہدم کرنے کے لیے حضرت جریر اس کے بعد گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۷)

٤٣٥٩- حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ الْعَبَسِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ كُنْتُ بِالْبَحْرِ فَلَقِيْتُ رَجُلَيْنِ مِنْ اَهْلِ الْيَمَنِ ذَا كَلَاعٍ وَذَا عَمْرٍو فَجَعَلْتُ اُحَدِّثُهُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ ذُوْ عَمْرٍو لَئِنْ كَانَ الَّذِيْ تَذْكُرُ مِنْ اَمْرِ صَاحِبِكَ لَقَدْ مَرَّ عَلٰى اَجَلِهِ مُنْذُ ثَلَاثٍ وَّاَقْبَلَا مَعِيْ حَتّٰى اِذَا كُنَّا فِيْ بَعْضِ الطَّرِيْقِ رُفِعَ لَنَا رَكْبٌ مِّنْ قِبَلِ الْمَدِيْنَةِ فَسَاَلْنَاهُمْ فَقَالُوْا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ اَبُوْبَكْرٍ وَالنَّاسُ صَالِحُوْنَ فَقَالَا اَخْبِرْ صَاحِبَكَ اِنَّا قَدْ جِئْنَا وَلَعَلَّنَا سَنَعُوْدُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَرَجَعَا اِلَى الْيَمَنِ فَاَخْبَرْتُ اَبَا بَكْرٍ بِحَدِيْثِهِمْ قَالَ اَفَلَا جِئْتَ بِهِمْ؟ فَلَمَّا كَانَ بَعْدُ قَالَ لِيْ ذُوْعَمْرٍو يَا جَرِيْرُ اِنَّ لَكَ عَلَيَّ كَرَامَةً وَّاِنِّيْ مُخْبِرُكَ خَبَرًا اِنَّكُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ لَنْ تَزَالُوْا بِخَيْرٍ مَّا كُنْتُمْ اِذَا هَلَكَ اَمِيْرٌ تَاَمَّرْتُمْ فِيْ اٰخَرَ فَاِذَا كَانَتْ بِالسَّيْفِ كَانُوْا مُلُوْكًا يَغْضَبُوْنَ غَضَبَ الْمُلُوْكِ وَيَرْضَوْنَ رِضَا الْمُلُوْكِ ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن ابی شیبہ العبسی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ادریس نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد از قیس از حضرت جریر رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں سمندر میں تھا تو میری ملاقات اہلِ یمن کے دو مردوں ذاکلاع اور ذاعمرو سے ہوئی' پس میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرنے لگا تو مجھ سے ذوعمرو نے کہا: تم جو اپنے پیغمبر کا ذکر کر رہے ہو تو تین روز پہلے ان کی وفات ہو چکی ہے اور وہ دونوں میرے ساتھ چلے' حتیٰ کہ جب ہم راستے کے کسی حصے میں تھے تو ہمیں مدینے کی طرف سے کچھ سوار آتے ہوئے ملے' پس ہم نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے اور حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنا دیا گیا ہے اور لوگ ٹھیک ٹھاک ہیں تو ان دونوں نے کہا: تم اپنے خلیفہ کو خبر دینا کہ بے شک ہم آئے تھے اور شاید کہ ان شاء اللہ ہم دوبارہ آئیں گے اور وہ دونوں یمن کی طرف لوٹ گئے' پس میں نے حضرت ابوبکر کو ان کا پیغام سنایا تو انہوں نے کہا: تم ان کو لے کر کیوں نہیں آئے' پس کچھ عرصہ گزرنے کے بعد مجھ سے ذوعمرو نے کہا: اے جریر! بے شک تمہارا مجھ پر ایک احسان ہے اور میں تم کو یہ خبر دے رہا ہوں کہ تم اہلِ عرب جب تک تمہارا ایک امیر فوت ہو جائے تو تم کسی دوسرے کو امیر بناتے رہو گے تو تم خیر کے ساتھ رہو گے' پس جب حکومت تلوار اور غلبہ سے حاصل ہو گی تو پھر وہ بادشاہ ہوں گے اور بادشاہوں کی طرح راضی ہوں گے اور بادشاہوں کی طرح ناراض ہوں گے۔

ذوکلاع اور ذوعمرو کا تذکرہ اور اس کی توجیہ کہ ذوعمرو کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا کیسے علم ہوا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

ذاکلاع: ان کا نام اسمیفع ہے اور ان کو ایفاع بن باکورہ کہا جاتا ہے اور ابن حوشب بن عمر بھی کہا جاتا ہے' حافظ ابوعمر نے کہا کہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ کعب احبار کے چچازاد بھائی ہیں اور ان کی کنیت شرحبیل ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ اپنی قوم کے سردار تھے اور ان کی اطاعت کی جاتی تھی اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف مکتوب لکھا تھا کہ وہ الاسود اور مسیلمہ اور طلیحہ کے

معاملے میں تعاون کریں اور ان کی طرف قاصد حضرت جریر بن عبداللہ البجلی تھے اور وہ حضرت جریر کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے۔ ذوالکلاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے جنگ صفین میں گئے تھے اور جنگ ختم ہونے سے پہلے قتل کر دیئے گئے تھے سینتیس ہجری میں ان کی وفات ہو گئی تھی۔

ذاعمرو: یہ یمن کے بادشاہوں میں سے ایک تھے حافظ ابوعمر نے بتایا کہ یہ بھی ذوالکلاع کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے تھے اور دونوں مسلمان ہو گئے تھے اور ان دونوں کے ساتھ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی بھی تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان دونوں نے مدینہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا اور جب ان دونوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو یہ دونوں لوٹ آئے' پھر یہ دونوں حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں مدینہ گئے۔

تمہارے پیغمبر کی وفات پر تین دن گزر گئے: اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا علم کیسے ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ مدینہ سے آنے والے بعض لوگوں نے ان کو چپکے سے بتا دیا ہو' یا پھر ان کو الہام ہوا ہو یا ان کو بعض کتب قدیمہ کے مطالعہ سے پتا چلا ہو۔

جب تلوار اور غلبہ سے حکومت حاصل ہو گی تو پھر وہ حاکم بادشاہ ہوں گے: اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ذاعمرو نے یہ چیز کتب قدیمہ میں پڑھی تھی کیوں کہ یہ حضرت سفینہ کی اس حدیث کے مطابق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد خلافت صرف تیس سال رہے گی' پھر بادشاہت ہو گی۔ اس حدیث کی امام احمد نے اور اصحاب السنن نے روایت کی ہے اور اس حدیث کو امام ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٩۔١٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٦٦- بَابُ غَزْوَةِ سَيْفِ الْبَحْرِ وَهُمْ يَتَلَقَّوْنَ عِيرًا لِقُرَيْشٍ وَأَمِيرُهُمْ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

سیف البحر کے غزوہ کا بیان' اور وہ قریش کے قافلے کی گھات میں تھے اور ان کے امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے

حدیث مذکور کی تعلیق اور امام محمد بن سعد کی روایت میں تعارض اور ان میں تطبیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

سیف البحر: اس کا معنی ہے: ساحلِ سمندر۔

اور وہ قریش کے قافلہ کی گھات میں تھے: اس میں یہ تصریح ہے کہ وہ قریش کے قافلہ کی تاک میں تھے' جیسا کہ اس باب کی دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ ہم قریش کے قافلہ کی تاک میں تھے۔ امام محمد بن سعد وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جہینہ کے ایک قبیلے کی طرف روانہ کیا تھا جو ساحل سمندر کے قریب تھا اور یہ جگہ مدینہ سے پانچ دن کی مسافت کے فاصلے پر تھی' وہ واپس آ گئے اور ان کا کسی جنگ سے سامنا نہیں ہوا اور یہ رجب آٹھ ہجری کا واقعہ ہے۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لشکر کو جہینہ کی طرف بھیجا تھا اور صحیح بخاری کے عنوان میں ہے کہ یہ لشکر قریش کے قافلہ کی گھات میں تھا' ان میں یہ ظاہر تعارض ہے لیکن ان میں تطبیق اس طرح سے ہے کہ وہ قریش کے قافلہ کی گھات میں تھے اور ان کا قصد جہینہ کے ایک قبیلہ کی طرف تھا' امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہ رجب آٹھ ہجری میں گئے تھے اور یہ کفار قریش سے صلح کا زمانہ تھا' سو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت قریش کے قافلہ کی گھات میں تھے' بلکہ صحیح بخاری کے عنوان کا محمل یہ ہے کہ یہ لشکر چھ ہجری

اس سے پہلے گیا تھا اور یہ صلح حدیبیہ سے پہلے کا واقعہ ہے' ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اگر یہ لشکر آٹھ ہجری میں گیا ہو تو ان کا قریش کے قافلہ کی گھات میں رہنا ان سے جنگ کے لیے نہیں تھا' بلکہ جہینہ سے ان کی محافظت کے لیے تھا' یہ ہی وجہ ہے کہ کسی حدیث میں یہ وارد نہیں ہوا ہے کہ انہوں نے اس لشکر میں کسی سے قتال کیا ہو بلکہ حدیث میں یہ ہے کہ وہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ تک ایک جگہ پر ٹھہرے رہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۰۵)

٤٣٦٠- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ وَهُمْ ثَلَاثُ مِائَةٍ فَخَرَجْنَا وَكُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ فَنِيَ الزَّادُ فَأَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِأَزْوَادِ الْجَيْشِ فَجُمِعَ فَكَانَ مِزْوَدَيْ تَمْرٍ فَكَانَ يُقَوِّتُنَا كُلَّ يَوْمٍ قَلِيلٌ قَلِيلٌ حَتّٰى فَنِيَ فَلَمْ يَكُنْ يُصِيبُنَا إِلَّا تَمْرَةٌ تَمْرَةٌ فَقُلْتُ مَا تُغْنِي عَنْكُمْ تَمْرَةٌ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَنِيَتْ ثُمَّ انْتَهَيْنَا إِلَى الْبَحْرِ فَإِذَا حُوتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ فَأَكَلَ مِنْهَا الْقَوْمُ ثَمَانَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ أَمَرَ أَبُو عُبَيْدَةَ بِضِلَعَيْنِ مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنُصِبَا ثُمَّ أَمَرَ بِرَاحِلَةٍ فَرُحِلَتْ ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَهُمَا فَلَمْ تُصِبْهُمَا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے مالک نے حدیث بیان کی از وہب بن کیسان از حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساحل کی طرف ایک لشکر بھیجا اور اس پر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو امیر بنایا اور وہ تین سو صحابہ تھے پس ہم نکلے اور ہم راستے کے کسی حصے میں تھے تو زادِ راہ ختم ہو گیا' پس حضرت ابو عبیدہ نے حکم دیا کہ لشکر کے پاس جو کچھ کھانے پینے کی چیزیں ہیں ان کو جمع کیا جائے' پس تھیلوں میں کھجوریں تھیں تو ہم کو ہر روز تھوڑی تھوڑی خوراک ملتی تھی حتیٰ کہ وہ بھی ختم ہو گئی' پھر ہم کو ایک ایک کھجور ملتی تھی' پس میں نے پوچھا کہ ایک کھجور سے آپ کی بھوک کیسے ختم ہوتی تھی؟ انہوں نے کہا کہ ایک وقت آیا کہ وہ بھی ختم ہو گئی' پھر ہم سمندر تک پہنچے تو وہاں ایک پہاڑی کے برابر مچھلی پڑی ہوئی تھی تو وہ لشکر اٹھارہ راتوں تک اس مچھلی کو کھاتا رہا' پھر حضرت ابوعبیدہ نے حکم دیا کہ اس کی پسلیوں میں سے دو پسلیوں کو نصب کر دیا جائے' پھر انہوں نے حکم دیا کہ ایک اونٹنی پر سامان رکھ کر ان پسلیوں کے نیچے سے گزرا جائے' پھر وہ اونٹنی ان پسلیوں کے نیچے سے گزری تو وہ اونٹنی ان پسلیوں کو نہیں چھو سکی۔

اس حدیث مفصل شرح' صحیح البخاری: ۲۴۸۳ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٦١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ الَّذِي حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِائَةِ رَاكِبٍ أَمِيرُنَا أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ نَرْصُدُ عِيرَ قُرَيْشٍ فَأَقَمْنَا بِالسَّاحِلِ نِصْفَ شَهْرٍ فَأَصَابَنَا جُوعٌ شَدِيدٌ حَتّٰى أَكَلْنَا الْخَبَطَ فَسُمِّيَ ذٰلِكَ الْجَيْشُ جَيْشَ الْخَبَطِ فَأَلْقٰى لَنَا الْبَحْرُ دَابَّةً يُقَالُ لَهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: اس حدیث کو ہم نے عمرو بن دینار سے یاد رکھا' انہوں نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تین سو سواروں کو بھیجا' ہمارے امیر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح تھے' ہم قریش کے قافلہ کی گھات میں تھے' ہم پندرہ دن تک ساحلِ سمندر پر ٹھہرے' ہمیں

الْعَنْبَرُ فَاكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ وَّادَّهَنَّا مِنْ وَّدَكِهِ حَتّٰى ثَابَتْ اِلَيْنَا اَجْسَامُنَا فَاَخَذَ اَبُوْعُبَيْدَةَ ضِلَعًا مِّنْ اَضْلَاعِهِ فَنَصَبَهُ فَعَمَدَ اِلٰى اَطْوَلِ رَجُلٍ مَّعَهُ قَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً ضِلَعًا مِّنْ اَضْلَاعِهِ فَنَصَبَهُ وَاَخَذَ رَجُلًا وَّبَعِيْرًا فَمَرَّ تَحْتَهُ قَالَ جَابِرٌ وَّكَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ نَهَاهُ وَكَانَ عَمْرٌو يَّقُوْلُ اَخْبَرَنَا اَبُوْصَالِحٍ اَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ لِاَبِيْهِ: كُنْتُ فِي الْجَيْشِ فَجَاعُوْا قَالَ اِنْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ قَالَ ثُمَّ جَاعُوْا قَالَ اِنْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ قَالَ ثُمَّ جَاعُوْا قَالَ اِنْحَرْ قَالَ نَحَرْتُ ثُمَّ جَاعُوْا قَالَ اِنْحَرْ قَالَ نُهِيْتُ ۔

سخت بھوک لگی حتیٰ کہ ہم نے کیکر کے درخت کے پتے کھائے اسی وجہ سے اس لشکر کا نام پتوں کا لشکر رکھا گیا' پھر سمندر نے ہمارے لیے ایک (بڑی مچھلی) نکال کر پھینک دی' جس کو العنبر کہا جاتا تھا' ہم اس کو پندرہ دن تک کھاتے رہے اور اس کی چربی کا تیل استعمال کرتے رہے حتیٰ کہ ہمارے کمزور جسم فربہی کی طرف لوٹ آئے' پس حضرت ابوعبیدہ نے اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی لی اور اس کو نصب کر دیا' پھر سب سے لمبے آدمی کو تلاش کیا' سفیان نے دوسری مرتبہ کہا کہ اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی کو لے کر نصب کیا اور اس دراز قد آدمی کو اونٹ پر بٹھایا تو وہ اونٹ اس آدمی کے ساتھ اس پسلی کے نیچے سے گزر گیا' حضرت جابر نے بتایا کہ لشکر میں سے ایک آدمی تین اونٹوں کو ذبح کر چکا تھا' پھر اس نے مزید تین اونٹوں کو ذبح کیا' پھر اس نے اور تین اونٹوں کو ذبح کیا' پھر حضرت ابوعبیدہ نے اس کو منع کر دیا اور عمرو کہتے تھے کہ ہمیں ابوصالح نے خبر دی کہ حضرت قیس بن سعد نے اپنے والد سے کہا کہ میں لشکر میں تھا' سو لوگ بھوکے تھے تو میرے والد نے کہا کہ اونٹ کو ذبح کرو تو میں نے ذبح کر دیا' پھر بھی لوگ بھوکے تھے تو ان کے والد نے کہا: اونٹ ذبح کرو' تو میں نے پھر اونٹ ذبح کر دیا' انہوں نے کہا: پھر بھی لوگ بھوکے تھے' تو ان کے والد نے کہا: اونٹ ذبح کرو تو میں نے اونٹ ذبح کر دیا' پھر بھی لوگ بھوکے تھے تو مجھے کہا: اونٹ ذبح کرو' تو مجھے منع کر دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۸۳ میں گزر چکی ہے' اور بعض اہم اُمور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

العنبر کی تحقیق اور مردہ مچھلی کھانے کے جواز میں احناف کے مذہب کی وضاحت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

پس سمندر نے ہمارے لیے ایک جانور پھینک دیا جس کو عنبر کہا جاتا تھا: الخولانی کی روایت میں ہے کہ ہم ساحلِ سمندر پر اترے تو وہاں ایک بہت بڑی مچھلی تھی' اہل لغت نے کہا ہے کہ عنبر سمندر کی بڑی مچھلی ہے جس کی کھال سے ڈھال بنائی جاتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو عنبر خوشبودار ہوتا ہے وہ اس بڑی مچھلی کا فضلہ ہوتا ہے اور ابن سیناء نے کہا ہے کہ خوشبودار عنبر سمندر سے نکلتا ہے اور یہ اس مچھلی کے پیٹ سے نکلتا ہے جس کو وہ نگل لیتی ہے اور الماوردی نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ بعض لوگوں نے کہا کہ میں نے دیکھا: عنبر سمندر میں پیدا ہوتا ہے جو بکری کی گردن کی طرح ہوتا ہے اور سمندر میں ایک جانور ہے جو اس کو کھا لیتا ہے اور وہ اس کے لیے زہر ہوتا ہے اور وہ جانور کو مار دیتا ہے' پھر اس جانور کو باہر پھینک دیتا ہے' پھر عنبر اس کے پیٹ سے نکالا جاتا ہے اور الازہری نے کہا ہے کہ

عنبر ایک مچھلی ہے جو بہت بڑے سمندر میں ہوتی ہے' اس کی لمبائی پچاس ہاتھ ہوتی ہے۔

اس حدیث سے مردہ مچھلی کے کھانے کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے اور اس کی مکمل بحث ان شاء اللہ کتاب الاطعمہ میں آئے گی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ٣٠٦' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر نے اس عبارت سے فقہاء احناف کے رد کی طرف اشارہ کیا ہے' کیوں کہ وہ کہتے ہیں کہ جو مچھلی پانی کے اندر مر جائے اور پانی کی سطح پر آ جائے اس کا کھانا جائز نہیں اور حدیث میں اسی طرح ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٣٨١٥' سنن ابن ماجہ: ٣٢٤٧)

لیکن اس حدیث میں جس بڑی مچھلی کا ذکر ہے' وہ اس طرح نہیں ہے' اس کو تو سمندر نے کنارے پر لا کر پھینک دیا تھا جس سے وہ مر گئی' لہٰذا اس مچھلی کو کھانا فقہاء احناف کی تصریح کے خلاف نہیں ہے اور یہ بڑی مچھلی وہی ہے جس کو آج کل وھیل مچھلی کہا جاتا ہے۔

٤٣٦٢- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عَمْرٌو اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ غَزَوْنَا جَيْشَ الْخَبَطِ وَاُمِّرَ اَبُوْعُبَيْدَةَ فَجُعْنَا جُوْعًا شَدِيْدًا فَاَلْقَى الْبَحْرُ حُوْتًا مَّيِّتًا لَمْ نَرَ مِثْلَهٗ يُقَالُ لَهُ الْعَنْبَرُ فَاَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ فَاَخَذَ اَبُوْعُبَيْدَةَ عَظْمًا مِّنْ عِظَامِهٖ فَمَرَّ الرَّاكِبُ تَحْتَهٗ فَاَخْبَرَنِىْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ قَالَ اَبُوْعُبَيْدَةَ كُلُوْا فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوْا رِزْقًا اَخْرَجَهُ اللّٰهُ اَطْعِمُوْنَا اِنْ كَانَ مَعَكُمْ فَاَتَاهُ بَعْضُهُمْ فَاَكَلَهٗ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ہم پتوں کے لشکر کے غزوہ میں گئے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لشکر کا امیر بنایا گیا' پس ہمیں سخت بھوک لگی تو سمندر نے ایک مردہ مچھلی پھینک دی جس کی مثل ہم نے نہیں دیکھی تھی جس کو عنبر کہا جاتا تھا' ہم اس کو پندرہ دن تک کھاتے رہے' پھر حضرت ابوعبیدہ نے اس کی ہڈیوں میں سے ایک ہڈی لی' پس ایک سوار اس کے نیچے سے گزر گیا' سو مجھے حضرت ابوالزبیر نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت ابوعبیدہ نے کہا: کھاؤ! پس جب ہم مدینے پہنچے تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: کھاؤ! یہ وہ رزق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نکالا ہے' اگر اس میں سے کچھ تمہارے ساتھ ہے تو ہمیں بھی اس میں سے کھلاؤ' پھر کوئی شخص لے کر آیا تو آپ نے اس کو کھایا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤٨٣ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اس وھیل مچھلی کو سمندر نے کنارے پر لا کر پھینک دیا تھا' یہ وہ مردہ مچھلی نہیں ہے جو پانی کے اندر مر کر پانی کی سطح پر آ جائے' اس کا کھانا ممنوع ہے اور جس مچھلی کو سمندر کنارے پر لا کر پھینک دے تو اس کا کھانا جائز ہے' لہٰذا یہ حدیث سنن ابی داؤد کے خلاف نہیں ہے اور نہ ہی فقہاء احناف کے مسلک کے خلاف ہے' نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب لشکر میں یا لوگوں کی کسی جماعت میں طعام نہ ملنے کی وجہ سے لوگ بھوکے ہوں تو آپس میں غم خواری کرنی چاہیے اور جو تھوڑا بہت طعام ہو وہ آپس میں مل بانٹ کر کھانا چاہیے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگوں کا مجتمع ہو کر کھانا برکت کا تقاضا کرتا ہے۔

٦٧- بَابُ حَجِّ اَبِیْ بَكْرٍ بِالنَّاسِ فِیْ سَنَةِ تِسْعٍ

نو ہجری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو حج کرانا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نو ہجری میں لوگوں کو حج کرانے لے گئے تھے' تاہم اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ابوبکر کس مہینے میں حج کے لیے گئے تھے' امام محمد بن سعد نے سند صحیح کے ساتھ مجاہد سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر کا حج ذوالقعدہ میں تھا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ حج ذوالحجہ میں تھا۔ امام واقدی نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر اس حج میں تین سو صحابہ کے ساتھ گئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بیس قربانی کے اونٹ بھیجے تھے' ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ حضرت ابوبکر کے اس حج سے ان سے حج کی فرضیت ساقط نہیں ہوئی' حج کی فرضیت سے پہلے ان کا یہ حج نفل تھا کیوں کہ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٦٣- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ اَبُو الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيْقَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعَثَهُ فِي الْحَجَّةِ الَّتِيْ اَمَّرَهُ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يَوْمَ النَّحْرِ فِيْ رَهْطٍ يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن داؤد ابو الربیع نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از زہری از حمید بن عبد الرحمٰن از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اس حج میں بھیجا جس کا انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے پہلے امیر مقرر کیا تھا کہ وہ قربانی کے دن ایک جماعت میں لوگوں میں یہ اعلان کریں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے اور نہ کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف کرے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۹ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٦٤- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اٰخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ كَامِلَةً بَرَاءَةٌ وَّ اٰخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ خَاتِمَةُ سُوْرَةِ النِّسَاءِ ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلَالَةِ﴾ (النساء: ۱۷۶) .

[اطراف الحدیث: ۴۶۰۵-۴۶۵۴-۶۷۴۴] (صحیح مسلم: ۱۶۱۸' الرقم المسلسل: ۴۰۴۳' سنن ابوداؤد: ۲۸۸۸' سنن ترمذی: ۳۰۴۲)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابو اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: جو آخری مکمل سورۃ نازل ہوئی وہ سورۂ توبہ ہے اور جو سورۃ کی آخری آیت نازل ہوئی وہ سورۃ النساء کی آخری آیت ہے' وہ یہ ہے: لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں' آپ کہیے: اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے۔ (النساء: ۱۷۶)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب سورۂ توبہ نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج پر بھیج چکے تھے' پھر آپ نے فرمایا کہ میری طرف سے معاہدے کو منسوخ کرنے کا اعلان وہی مرد کرے گا جو میرے اہل بیت میں سے ہو' پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: تم سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات لے کر نکلو اور قربانی کے دن لوگ جب منیٰ میں جمع ہو جائیں تو ان کا اعلان کرنا اور وہ سورۂ توبہ کی یہ آیت ہے: "اَنَّ

اَلْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ'' (التوبہ:٢٨) تمام مشرک محض نجس ہیں' سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ سورۂ توبہ کی آخری آیت مکمل نازل ہوئی' یہ درست نہیں ہے کیوں کہ سورۂ توبہ تدریجاً نازل ہوئی ہے اور اس میں لکھا ہے کہ آخری آیت جو نازل ہوئی وہ ''یَسْتَفْتُوْنَكَ'' (النساء:١٧٦) ہے اور نحاس نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آخری آیت یہ ہے: ''اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝'' (النصر:١) اور حضرت ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ آخری آیت جو نازل ہوئی وہ سود کی آیت ہے۔ (البقرہ:٢٧٨) (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٣' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٦٨- بَابُ وَفْدِ بَنِي تَمِيْمٍ
بنو تمیم کا وفد

یہاں سے امام بخاری نے وفود کا بیان شروع کیا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے' لوگوں کی جماعت جب بادشاہ یا کسی امیر کی خدمت میں حاضر ہو تو اس کو وفد کہتے ہیں۔

٤٣٦٥- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي صَخْرَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ الْمَازِنِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَتٰى نَفَرٌ مِّنْ بَنِي تَمِيْمٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِقْبَلُوا الْبُشْرٰى يَا بَنِي تَمِيْمٍ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا فَرُئِيَ ذٰلِكَ فِي وَجْهِهٖ فَجَاءَ نَفَرٌ مِّنَ الْيَمَنِ فَقَالَ اِقْبَلُوا الْبُشْرٰى اِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابی صخرہ از صفوان بن محرز المازنی از حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنو تمیم کی ایک جماعت آئی تو آپ نے فرمایا: اے بنو تمیم! بشارت کو قبول کرو' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! بشارت تو آپ ہمیں دے چکے' پس ہم کو مال عطاء کیجئے' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھے گئے' پھر یمن سے ایک جماعت آئی تو آپ نے فرمایا: بشارت کو قبول کرو کیوں کہ بنو تمیم نے اس کو قبول نہیں کیا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے قبول کرلیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣١٩٠ میں گزر چکی ہے۔

٦٩- بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا' سو یہ باب ابوابِ سابقہ سے بہ منزلہ فصل ہے۔

قَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ غَزْوَةُ عُيَيْنَةَ بْنِ حِصْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ بْنِ بَدْرٍ بَنِي الْعَنْبَرِ مِنْ بَنِي تَمِيْمٍ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فَاَغَارَ وَاَصَابَ مِنْهُمْ نَاسًا وَّسَبٰى مِنْهُمْ نِسَاءً۔

امام ابن اسحاق نے کہا: عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر بنو العنبر کا غزوہ بنو تمیم سے تھا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف عیینہ کو بھیجا جنہوں نے لوٹ مار کی اور ان کے لوگوں کو پکڑ لیا اور ان کی عورتوں کو قید کرلیا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام واقدی نے ذکر کیا ہے کہ عیینہ کو بھیجنے کا سبب یہ تھا کہ بنو تمیم نے خزاعہ کے لوگوں پر لوٹ مار کی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف عیینہ بن حصن کو پچاس سواروں کے ساتھ بھیجا' ان میں کوئی انصاری تھا نہ مہاجر' انہوں نے ان کے گیارہ مردوں کو پکڑ لیا اور گیارہ عورتوں کو قیدی بنایا اور تیس بچوں کو بھی قیدی بنایا تو ان کے سردار اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے اور امام محمد بن

سعد نے کہا کہ یہ واقعہ محرم نو ہجری کا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ص ٢٤)

٤٣٦٦- حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَا اَزَالُ اُحِبُّ بَنِیْ تَمِیْمٍ بَعْدَ ثَلَاثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُهَا فِیْهِمْ هُمْ اَشَدُّ اُمَّتِیْ عَلَی الدَّجَّالِ وَكَانَتْ فِیْهِمْ سَبِیَّةٌ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ اَعْتِقِیْهَا فَاِنَّهَا مِنْ وَّلَدِ اِسْمٰعِیْلَ وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ فَقَالَ هٰذِهٖ صَدَقَاتُ قَوْمٍ اَوْ قَوْمِیْ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے زہیر بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از عمارہ بن القعقاع از ابی زرعہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں بنو تمیم سے ان کی تین خصلتوں کے باعث ہمیشہ محبت کرتا ہوں' (وہ خصلتیں یہ ہیں:) جن کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے' آپ فرماتے تھے: بنو تمیم میں ایسے لوگ ہیں جو میری اُمت میں سے دجال کے اوپر سب سے زیادہ سخت ہیں اور ان کی ایک قیدی عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی تو آپ نے فرمایا: اس کو آزاد کردو' کیوں کہ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے' اور ان کے صدقات آئے تو آپ نے فرمایا: یہ قوم کے یا میری قوم کے صدقات ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٥٤٣ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٦٧- حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ یُوْسُفَ اَنَّ ابْنَ جُرَیْجٍ اَخْبَرَهُمْ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْكَةَ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ الزُّبَیْرِ اَخْبَرَهُمْ اَنَّهٗ قَدِمَ رَكْبٌ مِّنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَمِّرِ الْقَعْقَاعَ بْنَ مَعْبَدِ بْنِ زُرَارَةَ۔ قَالَ عُمَرُ بَلْ اَمِّرِ الْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ۔ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَا اَرَدْتَّ اِلَّا خِلَافِیْ۔ قَالَ عُمَرُ مَا اَرَدْتُّ خِلَافَكَ فَتَمَارَیَا حَتّٰی ارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا فَنَزَلَ فِیْ ذٰلِكَ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (الحجرات: ١) حَتَّی انْقَضَتْ۔ [اطراف الحدیث: ٤٨٤٥۔ ٤٨٤٧] (سنن ترمذی: ٣٢٦٦' سنن نسائی: ٥٢٦٠۔ ٥٤٠١)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: بے شک ابن جریج نے ان کو خبر دی از ابن ابی ملیکہ کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر نے ان کو خبر دی کہ بنو تمیم کے سواروں کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: القعقاع بن معبد بن زرارہ کو امیر بنائیں' حضرت عمر نے کہا: بلکہ اقرع بن حابس کو امیر بنائیں' حضرت ابوبکر نے کہا کہ تم صرف میری مخالفت کا ارادہ کرتے ہو' حضرت عمر نے کہا: میں نے آپ کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا' پس وہ دونوں جھگڑنے لگے' حتیٰ کی ان کی آوازیں بلند ہو گئیں' پس اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔ (الحجرات: ١) حتیٰ کہ آیت پوری ہوئی۔

الحجرات: ١ کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی ہے: کسی بات کو قطعیت اور وثوق سے نہ کہو جب تک کہ اللہ اور اس کا رسول تمہیں نہ بتائیں' پھر یا تو تم وحی پڑھ

عمل کرنے والے ہو گے یا پھر رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرنے والے ہو گے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں کہا کہ تم کتاب اور سنت کے خلاف کوئی بات نہ کرو اور عطیہ نے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے سامنے کوئی بات نہ کرو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۲۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۷۰- بَابُ وَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ — عبدالقیس کے وفد کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ عبدالقیس بہت بڑا قبیلہ ہے' یہ بحرین میں رہتے تھے اور عبدالقیس بن افصیٰ ابن دعمی ابن جدیلہ ابن اسد بن ربیعہ بن نزار کی طرف منسوب تھے اور ان کی بستی بحرین میں تھی' یہ پہلی بستی ہے جس میں مدینہ منورہ کے بعد پہلی مرتبہ جمعہ قائم کیا گیا' اس بستی کا نام جواثی ہے' اس وفد میں تیرہ مرد تھے اور یہ وفد پانچ ہجری یا اس سے پہلے آیا تھا اور امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ عبدالقیس کا وفد فتح مکہ سے پہلے آیا تھا۔ (فتح الباری ج ۵ص ۴۱۰' عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۲۶)

٤٣٦٨- حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا أَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا قُرَّةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِنَّ لِي جَرَّةً يُنْتَبَذُ لِي فِيهَا نَبِيذٌ فَأَشْرَبُهُ حُلْوًا فِي جَرٍّ إِنْ أَكْثَرْتُ مِنْهُ فَجَالَسْتُ الْقَوْمَ فَأَطَلْتُ الْجُلُوْسَ خَشِيْتُ أَنْ أَفْتَضِحَ فَقَالَ: قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا النَّدَامٰى فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ مُضَرَ وَإِنَّا لَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحُرُمِ حَدِّثْنَا بِجُمَلٍ مِنَ الْأَمْرِ إِنْ عَمِلْنَا بِهِ دَخَلْنَا الْجَنَّةَ وَنَدْعُوْ بِهِ مَنْ وَّرَاءَنَا ـ قَالَ آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ ٱلْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَإِقَامُ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغَانِمِ الْخُمُسَ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ مَا انْتُبِذَ فِي الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ ـ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر العقدی نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں قرہ نے خبر دی از ابی جمرہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: میرے پاس ایک گھڑا ہے جس میں میرے لیے نبیذ بنایا جاتا ہے' پس میں اس کو پیتا ہوں جب وہ گھڑے میں میٹھا ہوتا ہے' بعض اوقات میں زیادہ مقدار میں پی لیتا ہوں' پس میں لوگوں میں بیٹھتا ہوں اور کافی دیر تک بیٹھا رہتا ہوں' میں اس لیے ڈرتا ہوں کہ کہیں میری رسوائی نہ ہو' حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ عبدالقیس کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: تم لوگوں کو مرحبا ہو! تم لوگ نہ رسوا ہو گے نہ نادم ہو گے' تو انہوں نے بتایا: یارسول اللہ! بے شک ہمارے اور آپ کے درمیان مضر کے مشرکین ہیں اور ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینوں میں آ سکتے ہیں' سو آپ ہمیں ایسے احکام بتائیں جن پر ہم عمل کر کے جنت میں داخل ہو جائیں اور جو لوگ ہمارے پیچھے ہیں' ان کو بھی ان احکام پر عمل کی دعوت دیں' آپ نے فرمایا: میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے منع کرتا ہوں' میں تمہیں اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں' پھر فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ پر ایمان لانے کا کیا معنی ہے؟ وہ اس بات کی شہادت دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور نماز قائم کرنا ہے اور زکوٰۃ ادا کرنا ہے اور رمضان کا روزہ رکھنا ہے اور یہ کہ تم غنیموں میں سے پانچواں حصہ ادا کرو اور چار چیزوں سے روکتا

ہے: خشک کدو میں جو نبیذ بنایا گیا ہو اور کھوکھلی لکڑی میں اور سبز گھڑوں میں اور تارکول ملے ہوئے برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع کرتا ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۵۳ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے حکم کا منسوخ ہونا

میں کہتا ہوں کہ ابو جمرہ نے حضرت ابن عباس سے نبیذ کا حکم پوچھا تو انہوں نے یہ حدیث بیان کی جس کا حاصل یہ ہے کہ ان چار قسم کے برتنوں میں نبیذ بنانا منع ہے لیکن اس ممانعت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے کیوں کہ صحیح مسلم میں ہے:

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو مشک کے سوا نبیذ بنانے سے منع کیا تھا' سو اب تم تمام مشکوں سے پیو اور نشہ آور نہ پیو۔ (صحیح مسلم: ۱۹۹۹' الرقم المسلسل: ۵۱۰۱)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو کئی ظروف (برتنوں) میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا اور ظروف کسی چیز کو حلال کرتے ہیں اور نہ حرام کرتے ہیں اور ہر نشہ آور حرام ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۰۰۰' الرقم المسلسل: ۵۰۱۲)

حضرت بریدہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو چمڑے کے برتنوں کے نبیذ سے منع کیا تھا' سو اس کے سوا نشہ آور مشروب کو نہ پیو۔ (صحیح مسلم: ۱۰۰۰' الرقم المسلسل: ۵۱۰۳)

٤٣٦٩- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَّبِيْعَةَ وَقَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ فَلَسْنَا نَخْلُصُ اِلَيْكَ اِلَّا فِيْ شَهْرٍ حَرَامٍ فَمُرْنَا بِاَشْيَاءَ نَاْخُذُ بِهَا وَنَدْعُوْ اِلَيْهَا مَنْ وَّرَاءَ نَا قَالَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ وَّاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ: اَلْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَعَقَدَ وَاحِدَةً ـ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ وَاَنْ تُؤَدُّوْا لِلّٰهِ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ ـ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ابی جمرہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ عبدالقیس کا وفد نبی ﷺ کے پاس آیا' پس انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم اس قبیلۂ ربیعہ سے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفارِ مضر حائل ہیں ہم آپ کے پاس صرف حرمت والے مہینے میں آ سکتے ہیں تو آپ ہمیں ایسی چیزوں کا حکم دیں جن پر ہم خود عمل کریں اور جو لوگ ہمارے پیچھے ہیں ان کو اس پر عمل کرنے کی دعوت دیں' آپ نے فرمایا: میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار چیزوں سے روکتا ہوں' میں تم کو اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں اور وہ اس بات کی شہادت دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور آپ نے انگلی سے ایک کا عقد بنایا اور نماز قائم کرنا ہے اور زکوٰۃ ادا کرنا ہے اور یہ کہ تم اللہ کے لیے مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرو اور میں تمہیں ان چار چیزوں میں نبیذ بنانے سے منع کرتا ہوں: خشک کدو' کھوکھلی لکڑی' سبز گھڑا اور تارکول ملا ہوا برتن۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۵۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں راوی نے رمضان کے روزے کا ذکر نہیں کیا' کیوں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ قصہ دو مرتبہ واقع ہوا' پس پہلی مرتبہ میں زیادہ اہم اُمور کو بیان کیا ہے' ان میں رمضان کا روزہ بھی ہے یا دوسری مرتبہ میں راوی رمضان کے روزے کا ذکر کرنا بھول گیا ہے۔

٤٣٧٠- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَقَالَ بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرٍ أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَزْهَرَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَرْسَلُوا إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالُوا اِقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيعًا وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَإِنَّا أُخْبِرْنَا أَنَّكِ تُصَلِّيْهَا وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْهَا . قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكُنْتُ أَضْرِبُ مَعَ عُمَرَ النَّاسَ عَنْهُمَا . قَالَ كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا وَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُوْنِي فَقَالَتْ سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ فَأَخْبَرْتُهُمْ فَرَدُّوْنِي إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُوْنِي إِلٰى عَائِشَةَ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْهُمَا وَأَنَّهُ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِّنْ بَنِي حَرَامٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَصَلَّاهُمَا فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْخَادِمَ فَقُلْتُ قُوْمِي إِلٰى جَنْبِهِ فَقُوْلِي تَقُوْلُ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَمْ أَسْمَعْكَ تَنْهٰى عَنْ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ فَأَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخِرِي فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ إِنَّهُ أَتَانِي أُنَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ بِالْإِسْلَامِ مِنْ قَوْمِهِمْ فَشَغَلُوْنِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی اور بکر بن مضر نے کہا از عمرو بن الحارث از بکیر' وہ بیان کرتے ہیں کہ کریب مولیٰ ابن عباس نے ان کو حدیث بیان کی کہ حضرت ابن عباس اور حضرت عبدالرحمٰن بن ازھر اور المسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم نے ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا' پس انہوں نے کہا: تم ہم سب کی طرف سے ان کو سلام کہنا اور ان سے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے متعلق سوال کرنا اور کہنا کہ ہم کو یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ یہ دو رکعتیں پڑھتی ہیں اور ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان دو رکعتوں سے منع فرماتے تھے' حضرت ابن عباس نے کہا: اور میں حضرت عمر کے ساتھ لوگوں کو ان دو رکعتوں کے پڑھنے پر مارتا تھا' کریب نے کہا: میں حضرت عائشہ کے پاس گیا اور ان کو وہ پیغام سنایا جو انہوں نے مجھے دے کر بھیجا تھا' حضرت عائشہ نے فرمایا: تم اس کے متعلق حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے سوال کرو' پس میں نے ان کو اس جواب کی خبر دی تو پھر انہوں نے مجھے حضرت اُم سلمہ کی طرف اسی طرح کا پیغام دے کر بھیجا جس طرح حضرت عائشہ کی طرف پیغام دے کر بھیجا تھا' حضرت اُم سلمہ نے بتایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا آپ ان دو رکعت کے پڑھنے سے منع فرماتے تھے اور آپ نے عصر کی نماز پڑھی اور پھر میرے پاس آئے اور اس وقت میرے پاس انصار کے قبیلہ بنو حرام کی خواتین بیٹھی ہوئی تھیں' آپ نے وہ دو رکعت پڑھیں' میں نے آپ کی طرف خادمہ بھیجی' پس میں نے کہا کہ تم آپ کے پہلو میں کھڑی ہو جانا' پھر کہنا کہ حضرت اُم سلمہ پوچھتی ہیں: یارسول اللہ! کیا میں نے آپ سے یہ نہیں سنا تھا کہ آپ ان دو رکعتوں کے پڑھنے سے منع فرماتے ہیں' پس میں نے آپ کو دیکھا آپ بھی دو رکعت پڑھ رہے ہیں' اگر آپ ہاتھ سے ٹھہرنے کا اشارہ کریں تو تم

ٹھہر جانا' تو اس خادمہ نے اسی طرح کیا' آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو وہ پیچھے ہٹ گئی' جب آپ نماز پڑھ کر مڑے تو فرمایا: اے ابوامیہ کی بیٹی! تم نے مجھ سے عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کے متعلق سوال کیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس عبد القیس اپنی قوم کے اسلام لانے کے متعلق سوال کر رہے تھے تو انہوں نے مجھے ظہر کے بعد کی دو رکعتوں کے پڑھنے سے مشغول رکھا' سو یہ وہ دو رکعتیں ہیں۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۱۲۳۳ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٧١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْعَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ هُوَ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَوَّلُ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثٰى يَعْنِيْ قَرْيَةً مِّنَ الْبَحْرَيْنِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر عبدالملک نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی اور وہ طہمان کے بیٹے ہیں از ابی جمرہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد سب سے پہلا جمعہ عبد القیس کی مسجد جواثی میں پڑھا گیا' یعنی وہ بحرین کے شہروں میں سے ایک شہر تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۸۹۲ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں روایت اس لیے کی ہے کہ اس میں عبد القیس کا ذکر ہے اور عبد القیس کی فضیلت بھی ہے اور جواثی بصرے کے قریب ایک قلعہ ہے اور بحرین' عمان کے ساحل کے قریب ایک جگہ ہے اور اس سے پہلی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کسی شرعی عذر کی وجہ سے ظہر کے بعد کی سنتوں کو ترک کیا جا سکتا ہے اور بعد میں ان کی قضاء کرنا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٧١- بَابُ وَفْدِ بَنِيْ حَنِيْفَةَ وَحَدِيْثِ ثُمَامَةَ بْنِ اُثَالٍ

بنو حنیفہ کے وفد اور ثمامہ بن اثال کی حدیث کا بیان

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

رہا حنیفہ تو وہ ابن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل ہے' یہ بہت بڑا مشہور قبیلہ ہے' یہ لوگ یمامہ میں رہتے تھے جو مکہ اور یمن کے درمیان ہے۔ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ یہ وفد نو ہجری میں آیا تھا' الواقدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ سترہ مرد تھے اور ان میں مسیلمہ بھی تھا اور رہا ثمامہ بن اثال تو ان کے والد ابن النعمان بن مسلمہ الحنفی تھے اور یہ فضلاء صحابہ میں سے تھے اور ان کا قصہ بنو حنیفہ کے قصے سے کافی عرصہ پہلے کا ہے' کیوں کہ ان کے قصے میں یہ تصریح ہے کہ وہ فتح مکہ سے پہلے آیا تھا اور امام بخاری نے ان کا ذکر تبعاً کر دیا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۱۲' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٣٧٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن ابی سعید نے حدیث بیان کی' انہوں

خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا ذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِي خَيْرٌ يَّا مُحَمَّدُ إِنْ تَقْتُلْنِي تَقْتُلْ ذَا دَمٍ وَّإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ وَّإِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ الْمَالَ فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ فَتُرِكَ حَتّٰى كَانَ الْغَدُ ثُمَّ قَالَ لَهُ: مَا ذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ قَالَ مَا قُلْتُ لَكَ إِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ فَتَرَكَهُ حَتّٰى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ . فَقَالَ مَا ذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ قَالَ عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ فَقَالَ أَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيْبٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ يَا مُحَمَّدُ وَاللّٰهِ مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَّجْهِكَ فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوْهِ إِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ دِيْنٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ دِيْنِكَ فَأَصْبَحَ دِيْنُكَ أَحَبَّ الدِّيْنِ إِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ إِلَيَّ وَإِنَّ خَيْلَكَ أَخَذَتْنِي وَأَنَا أُرِيْدُ الْعُمْرَةَ فَمَا ذَا تَرٰى فَبَشَّرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَهُ أَنْ يَّعْتَمِرَ . فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهُ قَائِلٌ صَبَوْتَ؟ قَالَ لَا وَاللّٰهِ وَلٰكِنْ أَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا وَاللّٰهِ لَا يَأْتِيْكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتّٰى يَأْذَنَ فِيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نجد کی طرف گھڑ سواروں کو بھیجا' وہ بنو حنیفہ کے ایک مرد کو پکڑ کر لے آئے' جن کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا اور ان کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا' پس نبی ﷺ ان کی طرف نکلے تو پوچھا: اے ثمامہ! تمہارے نزدیک کیا ہے (یعنی تمہاری کیا رائے ہے)؟ انہوں نے کہا: اے محمد! میرے نزدیک خیر ہے' اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک شخص کو کسی کے خون کی وجہ سے قتل کریں گے اور اگر آپ مجھ پر احسان کریں گے تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو آپ مجھ سے جو چاہتے ہیں' سوال کیجئے' سو ان کو اسی حال پر چھوڑ دیا گیا حتیٰ کہ دوسرے روز پھر آپ نے ان سے فرمایا: اے ثمامہ! تمہارے نزدیک کیا ہے؟ انہوں نے کہا: وہی جو میں آپ سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان کریں گے تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے' سو آپ نے ان کو اسی حال پر چھوڑ دیا' حتیٰ کہ اس کے بعد اگلے روز آپ نے پھر فرمایا: اے ثمامہ! تمہارے نزدیک کیا ہے؟ انہوں نے کہا: وہی جو میں آپ سے پہلے کہہ چکا ہوں' آپ نے فرمایا: ثمامہ کو آزاد کر دو' پس وہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے باغ کی طرف گئے' پس وہاں غسل کیا' پھر مسجد میں داخل ہوئے' پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں' اے محمد! اللہ کی قسم! پہلے میرے نزدیک روئے زمین پر آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض کوئی چہرہ نہیں تھا اور اب آپ کا چہرہ میرے نزدیک تمام چہروں سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کی قسم! پہلے میرے نزدیک کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مبغوض نہیں تھا اور اب آپ کا دین میرے نزدیک تمام ادیان سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کی قسم! پہلے آپ کا شہر میرے نزدیک تمام شہروں سے زیادہ مبغوض تھا اور اب آپ کا شہر میرے نزدیک تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے اور بے شک آپ کے گھڑ سواروں نے مجھے گرفتار کر لیا اور میں اس وقت عمرہ کرنے جا رہا تھا' پس اب آپ کیا فرماتے ہیں؟ سو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بشارت دی اور ان کو عمرہ کرنے کا حکم دیا' سو جب وہ مکہ میں آئے تو ان سے کسی کہنے والے نے کہا: کیا تم اپنے دین سے نکل گئے ہو؟ تو انہوں نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! لیکن میں سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسلمان ہو گیا ہوں اور اللہ کی قسم! اب تمہارے پاس یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا جب تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی اجازت نہیں دیں گے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٤٦٢ میں گزر چکی ہے' بعض اہم اُمور یہاں بیان کیے جا رہے ہیں:

جس نے یہ کہا کہ ثمامہ کو حضرت عباس نے گرفتار کیا تھا' اس کا قول صحیح نہیں ہے' تمہارے نزدیک کیا ہے؟ اس کا محمل' اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو اس کو قتل کریں گے جس کے ذمے خون ہے' اس کے دو محمل' ثمامہ کا اسلام لانے سے پہلے زیادہ کھانا اور اسلام لانے کے بعد کم کھانا اور دیگر مسائل و فوائد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجد کی طرف سواروں کا ایک دستہ بھیجا: یعنی آپ نے گھڑ سواروں کا ایک دستہ نجد کی طرف بھیجا' سیف نے کتاب الزھد میں یہ زعم کیا ہے کہ جو شخص ثمامہ کو گرفتار کر کے لائے وہ حضرت عباس بن عبد المطلب تھے' لیکن یہ درست نہیں ہے کیوں کہ حضرت عباس' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس فتح مکہ کے زمانے میں آئے تھے اور حضرت ثمامہ کے قصہ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس سے پہلے آئے تھے' کیوں کہ حضرت ثمامہ عمرہ کرنے کے بعد اپنے شہروں کی طرف لوٹ گئے۔

تمہارے نزدیک کیا ہے: یعنی تمہارے گمان میں کیا ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا؟ تو انہوں نے جواب دیا: میرا گمان اچھا ہے' کیوں کہ آپ اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں جو ظلم کرتے ہیں' بلکہ آپ معاف کر دیتے ہیں اور احسان کرتے ہیں۔

اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو اس کو قتل کریں گے جس کے ذمے خون ہے: علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے: اس کا یہ معنی ہو کہ آپ اس کو قتل کریں گے جو کسی کو قتل کر چکا ہے اور وہ قصاص میں مطلوب ہے تو اگر آپ اس کو قتل کر دیں گے تو آپ پر کوئی ملامت نہیں ہوگی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ معنی ہو کہ آپ اس کو قتل کریں گے جس کی اپنی قوم میں عزت و حرمت ہے۔

میرے نزدیک وہی بات ہے جو میں پہلے کہہ چکا ہوں: حضرت ثمامہ کا یہ قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کے موافق ہے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا: ''اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ '' اگر تو انہیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی بہت غالب ہے' بڑا حکمت والا ہے ○

(المائدہ: ١١٨)

آپ نے فرمایا: ثمامہ کو آزاد کر دو: امام ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اے ثمامہ! میں نے تم کو معاف کر دیا اور آزاد کر دیا' اور امام ابن اسحاق کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ثمامہ جب قید تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں جتنا طعام اور دودھ تھا وہ سب ثمامہ کو کھانے اور پینے کو دیا لیکن ان کا پیٹ نہیں بھرا' پھر جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو پھر ان کو اتنا ہی طعام اور دودھ پیش کیا مگر انہوں نے اس میں سے بہت تھوڑا لیا' صحابہ کو اس پر تعجب ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مسلمان

ایک آنت میں کھاتا ہے۔

سو آپ نے اس کو بشارت دی: یعنی آپ نے ان کو دنیا اور آخرت کی خیر کی بشارت دی یا ان کو جنت کی بشارت دی یا ان کے گناہوں کی مغفرت کی بشارت دی۔

جب حضرت ثمامہ مکہ میں آئے: امام ابن ہشام نے یہ اضافہ کیا ہے کہ جب وہ عمرہ کرنے کے لیے نکلے حتیٰ کہ جب وہ مکہ کے نشیب میں پہنچے تو انہوں نے بلند آواز سے "اللھم لبیك اللھم لبیك" کہا تو وہ پہلے شخص تھے جو مکہ میں تلبیہ پڑھتے ہوئے داخل ہوئے تو قریش نے ان کو پکڑ لیا اور کہا کہ تم نے ہم پر یہ جرأت کی ہے اور ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا' پس کسی کہنے والے نے کہا: ان کو چھوڑ دو! کیوں کہ تمہیں گندم منگانے کے لیے یمامہ جانے کی ضرورت پڑتی ہے۔

حضرت ثمامہ نے کہا: نہیں! مگر میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسلام لے آیا: گویا کہ انہوں نے یوں کہا کہ میں کسی دین سے نہیں نکلا کیوں کہ بتوں کی عبادت کرنا کوئی دین نہیں' پس جب میں نے بتوں کی عبادت چھوڑ دی تو میں کسی دین سے نہیں نکلا بلکہ میں نے دینِ اسلام قبول کر لیا ہے' اور انہوں نے کہا: میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسلام لایا' اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے ان کے دین کی موافقت کی ہے گویا کہ ہم دونوں اسلام میں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں' میری ابتداء ہے اور وہ ہمیشہ سے ہیں۔ اور ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ میں نے سب سے بہتر دین کی اتباع کی ہے اور وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین ہے۔

"ولا واللہ" اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی قسم! میں تمہارے دین کی طرف نہیں لوٹوں گا اور نہ میں تمہارے ساتھ کوئی نرمی کروں گا اور یمامہ سے جو تمہارے پاس گندم آتا ہے' اسے روک دوں گا۔

جب تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت نہیں دیں گے' اس وقت تک تمہارے پاس گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا: امام ابن ہشام نے یہ اضافہ کیا ہے کہ پھر حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ یمامہ کی طرف چلے گئے اور انہوں نے اہلِ یمامہ کو مکہ کی طرف کوئی چیز بھیجنے سے منع کر دیا' پھر اہل مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مکتوب لکھا کہ آپ رشتوں کے ملانے کا حکم دیتے ہیں تو آپ نے حضرت ثمامہ کی طرف مکتوب لکھا کہ مکہ کی طرف طعام وغیرہ کو جانے دو۔

اس حدیث کے مسائل اور فوائد حسب ذیل ہیں:

(۱) کافر کو مسجد کے ستون سے باندھنا جائز ہے (۲) کافر قیدی پر احسان کرنا اور بُرے کاموں کو معاف کرنے کی تعلیم کیوں کہ ثمامہ نے قسم کھائی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا بغض' محبت میں تبدیل ہو گیا ہے' انہوں نے بغیر کسی معاوضے کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عفو اور احسان کا مشاہدہ کیا تھا (۳) اسلام قبول کرنے سے پہلے غسل کرنا (۴) احسان کرنا بغض کو زائل کرتا ہے اور محبت کو قائم کرتا ہے (۵) کافر جب کسی نیک کام کرنے کا ارادہ کرے اور اسلام لے آئے تو اس کے لیے یہ مشروع ہے کہ وہ ہمیشہ اس نیک کام کو کرتا رہے (۶) قیدیوں میں سے جس کے اسلام کی توقع ہو اس کے ساتھ نرمی اور لطف سے پیش آنا جب کہ اس میں اسلام کی مصلحت ہو (۷) ان کے اسلام لانے کی وجہ سے ان کی قوم کے بہت سارے لوگ مسلمان ہو گئے تھے (۸) کفار کے شہروں کی طرف لشکروں کو بھیجنا (۹) اس مہم میں جو کافر ہاتھ آ جائے اس کو قید کر لینا (۱۰) گرفتار کرنے کے بعد اس میں اختیار ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے یا اس کو چھوڑ کر آزاد کر دیا جائے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۱۳-۶۱۲' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٣٧٣- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از عبداللہ بن ابی

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اِنْ جَعَلَ لِيْ مُحَمَّدٌ الْاَمْرَ مِنْ بَعْدِهٖ تَبِعْتُهٗ وَقَدِمَهَا فِيْ بَشَرٍ كَثِيْرٍ مِّنْ قَوْمِهٖ فَاَقْبَلَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَفِيْ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِطْعَةُ جَرِيْدٍ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى مُسَيْلِمَةَ فِيْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ لَوْ سَاَلْتَنِيْ هٰذِهِ الْقِطْعَةَ مَا اَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ تَعْدُوَ اَمْرَ اللّٰهِ فِيْكَ وَلَئِنْ اَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللّٰهُ وَاِنِّيْ لَاَرَاكَ الَّذِيْ اُرِيْتُ فِيْهِ مَا رَاَيْتُ وَهٰذَا ثَابِتٌ يُجِيْبُكَ عَنِّيْ ثُمَّ انْصَرَفَ عَنْهُ .

حسین انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن جبیر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ مسیلمہ الکذاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں آیا وہ یہ کہتا تھا کہ اگر محمد اس امر کو اپنے بعد میرے لیے کر دیں تو میں ان کی پیروی کرلوں گا اور اس کے ساتھ اس کی قوم کے بہت سارے لوگ آئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف آگے بڑھے اور آپ کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شماس تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں درخت کی شاخ کا ایک ٹکڑا تھا حتیٰ کہ آپ مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں کے سامنے کھڑے ہو گئے پس فرمایا: اگر تم نے مجھ سے اس شاخ کے ٹکڑے کا بھی سوال کیا تو میں تمہیں نہیں دوں گا اور اللہ نے تمہارے لیے جو مقدر کر دیا ہے تم اس سے تجاوز نہیں کر سکتے اور اگر تم نے پیٹھ پھیری تو اللہ تم کو ہلاک کر دے گا اور بے شک میں نے تم کو خواب میں دیکھا تھا مجھے خواب میں دکھایا گیا جو دکھایا گیا اور یہ ثابت میری طرف سے تمہیں جواب دیں گے پھر آپ اس کے پاس سے مڑ کر چلے گئے۔

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۳۶۲۰ میں گزر چکی ہے اور بعض اہم اُمور کو یہاں بیان کیا جا رہا ہے:

مسیلمہ کا تعارف اور مسیلمہ کذاب کے متعلق وعید

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسیلمہ مدینہ میں آیا: اس کا پورا نام ہے: مسیلمہ بن ثمامہ بن حبیب بن الحارث یہ بنو حنیفہ سے تھا۔ امام ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اس نے دس ہجری میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور یہ اپنی قوم کے ساتھ آیا انہوں نے اس کو اپنی سواریوں پر اپنے سامان کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیا اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا اور اس سے انعام حاصل کیا اور مسیلمہ نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو اس نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک قرار دیا۔ صحیح حدیث میں یہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اور آپ سے وہ گفتگو کی جس کا اس حدیث میں ذکر ہے۔

اس نے کہا: اگر محمد میرے لیے یہ امر کر دیں: یعنی مجھے اپنے بعد اپنا خلیفہ نامزد کر دیں۔

وہ مدینے میں کافی لوگوں کے ساتھ آیا: اس کے ساتھ اس کی قوم کے سترہ نفوس تھے۔

اللہ نے تیرے لیے جو امر مقدر کر دیا ہے تو اس سے تجاوز نہیں کر سکے گا: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے کذاب تیرے مقتول اور تیرے جہنمی ہونے کا فیصلہ کر دیا ہے۔

اور اگر تو نے پیٹھ موڑی: یعنی اگر تو نے حق کی مخالفت کی۔

یہ ثابت ہیں جو تجھے میری طرف سے جواب دیں گے: کیوں کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ انصار کے خطیب تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٣٧٤- قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَسَأَلْتُ عَنْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ اُرَى الَّذِيْ اُرِيْتُ فِيْهِ مَا رَاَيْتُ فَاَخْبَرَنِيْ اَبُوْهُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُ فِيْ يَدَيَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَاَهَمَّنِيْ شَاْنُهُمَا فَاُوْحِيَ اِلَيَّ فِي الْمَنَامِ اَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَاَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ مِنْ بَعْدِيْ اَحَدُهُمَا الْعَنَسِيُّ وَالْاٰخَرُ مُسَيْلِمَةُ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے متعلق سوال کیا: بے شک تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا' پس حضرت ابوہریرہ نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن دیکھے' مجھے ان کا معاملہ بہت سنگین معلوم ہوا' پس خواب میں میری طرف وحی کی گئی کہ میں ان پر پھونک ماروں' سو میں نے ان دونوں پر پھونک ماری تو وہ دونوں اُڑ گئے' میں نے ان کی یہ تعبیر لی کہ یہ دو جھوٹے ہیں جو میرے بعد نکلیں گے اور ان میں سے ایک العنسی تھا اور دوسرا مسیلمہ تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح بھی ۳۶۲۱ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور ذکر کیے جا رہے ہیں:

الاسود العنسی کا تذکرہ اور اس کے قتل کے متعلق متعدد روایات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

العنسی میں جو عین ہے اس پر زبر ہے' یہ عَنس کی طرف نسبت ہے اور اس کا نام زید بن مالک بن اُدد ہے' ابن درید نے کہا: العنسی کا معنی ہے: سخت اونٹنی' اور العنسی سے مراد الاسود ہے' اور اس کا لقب عبہلہ ہے' یعنی مہمل جس کو چھوڑ دیا گیا ہو' امام ابن اسحاق نے کہا: یہ صنعاء سے نکلا' جس چیز نے اس کو سب سے پہلے گمراہی میں مبتلاء کیا' وہ یہ ہے کہ اس کے پاس سے ایک گدھا گزرا' جب وہ گدھا اس کے پاس پہنچا تو وہ لڑکھڑا کر منہ کے بل گر گیا' اس لعنتی شخص نے کہا کہ اس گدھے نے مجھے سجدہ کیا ہے اور وہ گدھا اس وقت تک نہیں اُٹھا حتیٰ کہ اس اللہ کے دشمن نے کہا: ''شا'' تو وہ گدھا کھڑا ہو گیا اور اس کو عمدان میں قتل کر دیا گیا اور اس کا سر اور اس سے چھینا ہوا سامان سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لایا گیا۔

''شا'' وہ کلمہ ہے جو گدھے کو بلانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور بعض مؤرخین یہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ہے۔ واللہ اعلم!

فیروز سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے بعد حج کے سال میں اسود نکلا' وہ کاہن تھا اور شعبدہ باز تھا اور عجیب وغریب کرتب دکھایا کرتا تھا' اس نے یمن کے مالک پر خروج کیا' سو اس کو قتل کر دیا اور اس کی بیوی سے نکاح کر لیا اور اس کے شہروں کا مالک ہو گیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مکتوب لکھا اور نہ اس کو کوئی پیغام بھیجا۔

عروہ نے کہا کہ سیدنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے ایک دن یا ایک رات پہلے اسود مر گیا تھا' حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اسود کی خبر اسی رات آ گئی تھی اور آپ کے پاس اس رات کی صبح کو خبر دینے والے آئے' جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض کر لی گئی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس رات اسود کو قتل کیا گیا تھا' اسی رات آپ کے پاس آسمان سے خبر آ گئی تھی' چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بشارت دی اور فرمایا: گزشتہ رات اس کو ایک مبارک مرد نے قتل کر دیا ہے جو میرے اہل بیت سے ہے' پوچھا گیا: وہ کون ہے؟ تو فرمایا: وہ فیروز ہے۔ حضرت ابن عمر نے بیان کیا کہ فیروز اس شخص کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ محمد تو یہ زعم کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں' تم کیا کہتے ہو؟ اسود نے کہا: بلکہ بہت خدا ہیں' فیروز نے کہا: تم اپنا ہاتھ بڑھاؤ میں

بیعت کرتا ہوں' جب اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو فیروز نے اپنا ہاتھ کھینچ کر اس کی گردن پکڑی اور اس کا گلا گھونٹ دیا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۱۳۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)۔

٤٣٧٥- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ اُتِيْتُ بِخَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَ فِيْ كَفِّيْ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَكَبُرَا عَلَيَّ فَاُوْحِيَ اِلَيَّ اَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَذَهَبَا فَاَوَّلْتُهُمَا الْكَذَّابَيْنِ اللَّذَيْنِ اَنَا بَيْنَهُمَا صَاحِبَ صَنْعَاءَ وَصَاحِبَ الْيَمَامَةِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی از معمر از ہمام' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میرے پاس تمام روئے زمین کے خزانے لائے گئے' پس میری ہتھیلیوں میں سونے کے دو کنگن رکھ دیئے گئے جو مجھے سخت ناگوار ہوئے' پھر میری طرف یہ وحی کی گئی کہ میں ان پر پھونک ماروں' سو میں نے ان پر پھونک ماری تو وہ غائب ہو گئے' میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ یہ وہ دو جھوٹے ہیں کہ میں جن کے درمیان ہوں' ایک صاحب صنعاء ہے اور دوسرا صاحب الیمامہ۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲۱ میں گزر چکی ہے۔

صنعاء: یمن کا بہت بڑا شہر ہے اور اس کا صاحب الاسود العنسی ہے' اور یمامہ یمن کا ایک شہر ہے جو طائف سے دو مرحلے کے فاصلے پر ہے اور اس کا صاحب مسیلمہ کذاب ہے' لعنہ اللہ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۱۳۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٧٦- حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ مَهْدِيَّ بْنَ مَيْمُوْنٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا رَجَاءٍ الْعَطَارِدِيَّ يَقُوْلُ كُنَّا نَعْبُدُ الْحَجَرَ فَاِذَا وَجَدْنَا حَجَرًا هُوَ اَخْيَرُ مِنْهُ اَلْقَيْنَاهُ وَاَخَذْنَا الْاٰخَرَ فَاِذَا لَمْ نَجِدْ حَجَرًا جَمَعْنَا جُثْوَةً مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ جِئْنَا بِالشَّاةِ فَحَلَبْنَاهُ عَلَيْهِ ثُمَّ طُفْنَا بِهٖ فَاِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَجَبٍ قُلْنَا مُنَصِّلُ الْاَسِنَّةِ فَلَا نَدَعُ رُمْحًا فِيْهِ حَدِيْدَةٌ وَلَا سَهْمًا فِيْهِ حَدِيْدَةٌ اِلَّا نَزَعْنَاهُ وَاَلْقَيْنَاهُ شَهْرَ رَجَبٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے مہدی بن میمون سے سنا' انہوں نے کہا: میں نے ابورجاء العطاردی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم پتھروں کی عبادت کرتے تھے' پھر جب ہمیں کوئی پتھر ملتا اور وہ پہلے پتھر سے اچھا ہوتا تو ہم پہلے پتھر کو پھینک دیتے اور اس دوسرے پتھر کو لے لیتے' پس جب ہمیں کوئی پتھر نہ ملتا تو ہم مٹی کا ایک ڈھیر بناتے' پھر ہمارے پاس ایک بکری آتی تو ہم اس مٹی کے ڈھیر پر اس کا دودھ نکالتے اور اس ڈھیر کا طواف کرتے' پھر جب رجب کا مہینہ داخل ہوتا تو ہم کہتے: یہ نیزوں سے پھلوں کے نکالنے کا مہینہ ہے' پھر جس نیزے میں بھی دھار ہوتی اور جس تیر میں بھی دھار ہوتی تو اس کو ہم پھینک دیتے اور رجب کے مہینے میں اس سے دور رہتے۔

٤٣٧٧- وَسَمِعْتُ اَبَا رَجَاءٍ يَقُوْلُ كُنْتُ يَوْمَ بُعِثَ

اور میں نے ابورجاء سے سنا کہ وہ کہتے تھے: جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا اَرْعَی الْاِبِلَ عَلٰی اَهْلِیْ فَلَمَّا سَمِعْنَا بِخُرُوْجِهٖ فَرَرْنَا اِلَی النَّارِ اِلٰی مُسَیْلِمَةَ الْکَذَّابِ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

کو مبعوث کیا گیا میں لڑکا تھا اور اپنے گھر والوں کے اونٹ چراتا تھا' پس جب ہم نے آپ کے ظہور کا سنا تو ہم آگ کی طرف بھاگے' یعنی مسیلمۃ الکذاب کی طرف۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہم رجب کے مہینے میں نیزے کو پھینک دیتے: زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کی یہ عادت تھی کہ جب حرمت والے مہینے داخل ہوتے تو وہ اپنے دھار والے نیزوں کو پھینک دیتے اور کہتے کہ دھاروں کو مٹانے والے مہینہ آ گیا۔

ابورجاء نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے زمانے میں' میں ایک لڑکا تھا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور سے ان کی مراد یہ ہے کہ جب آپ نے مکہ کو فتح کر لیا تھا اور آپ کا قوم قریش کے اوپر غلبہ ہو گیا تھا' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس وقت آپ نے اعلانِ نبوت کیا تھا اور نہ یہ مراد ہے کہ اس وقت آپ مکہ سے مدینہ آئے تھے' کیوں کہ ان اُمور اور مسیلمہ کے خروج کے درمیان طویل مدت ہے اور یہ قصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ابورجاء جنہوں نے ابتداء میں مسیلمہ کی بیعت کی تھی اور سجاح نامی ایک عورت تھی' اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اس کا تعلق بنوتمیم سے تھا اور اس کی قوم کی ایک جماعت اس کے تابع ہو گئی تھی' پھر اس عورت کے پاس مسیلمہ کی خبر پہنچی' مسیلمہ نے اس کو دھوکا دے کر اس سے شادی کر لی اور اس عورت کی قوم اور مسیلمہ کی قوم مسیلمہ کی اطاعت پر متفق ہو گئی۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۱۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٧٢- بَابُ قِصَّةِ الْاَسْوَدِ الْعَنْسِیِّ

الاسود العنسی کا قصہ

الاسود العنسی کا قصہ ابھی قریب ہی گزر چکا ہے۔

٤٣٧٨- حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ مُحَمَّدِ الْجَرْمِیُّ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عُبَیْدَةَ بْنِ نَشِیْطٍ وَّکَانَ فِیْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ اِسْمُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ اَنَّ عُبَیْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ: بَلَغَنَا اَنَّ مُسَیْلِمَةَ الْکَذَّابَ قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ فَنَزَلَ فِیْ دَارِ بِنْتِ الْحَارِثِ وَکَانَ تَحْتَهٗ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ کُرَیْزٍ وَّهِیَ اُمُّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ فَاَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ ثَابِتُ بْنُ قَیْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَّهُوَ الَّذِیْ یُقَالُ لَهٗ خَطِیْبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَفِیْ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَضِیْبٌ فَوَقَفَ عَلَیْهِ فَکَلَّمَهٗ فَقَالَ لَهٗ مُسَیْلِمَةُ اِنْ شِئْتَ خَلَّیْتَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْاَمْرِ ثُمَّ جَعَلْتَهٗ لَنَا بَعْدَكَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَاَلْتَنِیْ هٰذَا الْقَضِیْبَ مَا اَعْطَیْتُکَهٗ وَاِنِّیْ لَاَرَاكَ الَّذِیْ اُرِیْتُ فِیْهِ مَا اُرِیْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن محمد الجرمی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن عبیدہ بن نشیط اور دوسری جگہ ان کا نام ہے عبداللہ کہ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے کہا کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی کہ مسیلمۃ الکذاب مدینہ آیا' پس وہ بنت الحارث کے گھر میں ٹھہرا اور اس کے نکاح میں بنت الحارث بن کریز تھی اور یہی عبداللہ بن عامر کی ماں تھی' پس اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور آپ کے ساتھ ثابت بن قیس بن شماس تھے اور یہ وہی ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطیب تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں درخت کی ایک شاخ تھی اور آپ اس کے پاس کھڑے ہو گئے اور اس سے بات کی تو آپ سے مسیلمہ نے کہا: اگر آپ چاہیں تو ہمارے درمیان اور اس امر کے درمیان تخلیہ کر دیں' پھر اپنے بعد اس امر کو ہمارے لیے کر دیں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم مجھ سے

وَهٰذَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ وَّسَيُجِيْبُكَ عَنِّيْ فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

درخت کی اس شاخ کا بھی سوال کرو تو میں تم کو نہیں دوں گا اور بے شک مجھے یقین ہے کہ تم وہی ہو جس کو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا اور یہ ثابت بن قیس ہیں اور یہ تم کو میری طرف سے جواب دیں گے پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس چلے گئے۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٦٢٠ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٧٩- قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ عَنْ رُؤْيَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ ذَكَرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ذُكِرَ لِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ اُرِيْتُ اَنَّهُ وُضِعَ فِيْ يَدَيَّ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَفُظِعْتُهُمَا وَكَرِهْتُهُمَا فَاُذِنَ لِيْ فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَاَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ اَحَدُهُمَا الْعَنَسِيُّ الَّذِيْ قَتَلَهُ فَيْرُوْزُ بِالْيَمَنِ وَالْاٰخَرُ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ .

عبید اللہ بن عبد اللہ نے کہا: میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خواب کے متعلق سوال کیا جس کا انہوں نے ذکر کیا تھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مجھ سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا تو مجھ کو خواب میں دکھایا گیا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن رکھ دیئے گئے' پس میں ان سے گھبرایا اور میں نے ان کو ناپسند کیا' پس مجھے اجازت دی گئی تو میں نے ان دونوں پر پھونک ماری تو وہ اُڑ گئے' پس میں نے ان کی یہ تعبیر لی کہ دو کذاب نکلیں گے' عبید اللہ نے کہا: ان میں سے ایک عنسی ہے جس کو فیروز نے یمن میں قتل کیا تھا اور دوسرا مسیلمۃ الکذاب ہے۔

الاسود العنسی کا مفصل تذکرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اور دوسری جگہ ان کا نام عبد اللہ ہے: امام بخاری نے اس سے یہ ارادہ کیا ہے کہ اس پر تنبیہ کریں کہ مبہم سے مراد عبد اللہ بن عبیدہ ہیں نہ کہ ان کا بھائی موسیٰ' اور موسیٰ بہت ضعیف ہے اور اس کا بھائی عبد اللہ ثقہ ہے اور عبد اللہ' موسیٰ سے اسی (٨٠) سال بڑے تھے۔

بنت الحارث کے مکان میں اور اس کے نکاح میں الحارث بن کریز کی بیٹی تھی: یہ عبد اللہ بن عامر بن کریز کی ماں ہیں اور یہاں یہ لکھا ہے کہ وہ عبد اللہ بن عامر کی ماں ہے' کہا گیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ وہ عبد اللہ بن عامر کی اولاد کی ماں ہے' کیوں کہ وہ اس کی بیوی ہیں نہ کہ اس کی ماں' اور ابن عامر کی ماں کا نام لیلیٰ بنت ابی حثمہ العدویہ ہے۔

پھر اس امر کو اپنے بعد ہمارے لیے کر دیں: یہ حدیث اس کا مغائر ہے جو امام ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ مسیلمہ نے شرکت کا دعویٰ کیا ہے' ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس کو اس پر محمول کیا جائے کہ اس نے وہاں سے واپس جانے کے بعد شرکت کا دعویٰ کیا تھا۔

پس عبد اللہ نے کہا: ان میں سے ایک عنسی ہے جس کو فیروز نے یمن میں قتل کیا تھا اور دوسرا مسیلمۃ الکذاب ہے: رہا مسیلمہ تو اس کی خبر کا ذکر ہو چکا ہے اور العنسی کا قصہ یہ ہے کہ وہی الاسود ہے اور اس کا نام عبہلہ بن کعب ہے اور اس کو ذوالخمار بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ وہ اپنے چہرے کو دوپٹے سے ڈھانپ کر رکھتا تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اس کے شیطان یعنی جن کا نام ہے اور الاسود صنعاء میں گیا اور وہاں نبوت کا دعویٰ کیا' اس وقت صنعاء کا حاکم المہاجر بن ابی امیہ تھا' یہ ان پر غالب آ گیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ وہاں سے گزرا تو اس کا گدھا لڑکھڑا کر گر گیا تو اس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کے گدھے نے اس کو سجدہ کیا ہے اور گدھا اس وقت تک نہیں کھڑا

ہوا جب تک کہ اسود نے ''شا'' نہیں کہا۔ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ الاسود الکذاب بنو عنس سے تھا اور اس کے ساتھ دو جن تھے' ایک کا نام سحیق تھا اور دوسرے کا نام شُقیق تھا اور وہ دونوں اس کو لوگوں کو مستقبل میں پیش آنے والے واقعہ کی خبریں دیتے تھے اور صنعاء میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقرر کیا ہوا حکمران باذان فوت ہو گیا تو اسود کے جن نے آ کر اس کو خبر دی' اسود اپنی قوم کے ساتھ نکلا حتیٰ کہ اس نے صنعاء پر قبضہ کر لیا' فیروز کو اس قصہ کا پتا چلا تو وہ رات کو اسود کے پاس داخل ہوا' مزبانہ نے اس کو شراب پلائی تھی اور وہ اس وقت نشہ میں تھا اور اس کے دروازے پر ایک ہزار پہرے دار تھے' فیروز اور اس کے ساتھی نقب لگا کر دیوار پر چڑھے حتیٰ کہ فیروز نے اسود عنسی کو قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر لے گئے اور اس کی بیوی کو اور تمام مال واسباب کو وہاں سے نکال لیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت یہ خبر پہنچی' عروہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے ایک دن اور ایک رات پہلے اسود مارا گیا تھا' سو آپ کے پاس وحی آئی تو آپ نے اس کی خبر صحابہ کو دی' پھر یہ خبر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تک پہنچی۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۱۷۔۴۱۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٧٣- بَابُ قِصَّةِ اَهْلِ نَجْرَانَ — اہل نجران کا قصہ

اس باب میں اہل نجران کے قصہ کا بیان ہے' نجران ایک بہت بڑا شہر ہے جو مکہ سے یمن کی طرف سات مراحل کے فاصلے پر ہے' اس میں تہتر (٧٣) بستیاں ہیں اور نجران نصاریٰ کا ٹھکانا تھا اور یہ لوگ اہل کتاب تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٣٤)

٤٣٨٠- حَدَّثَنِیْ عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَیْنِ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اٰدَمَ عَنْ اِسْرَائِیْلَ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ: جَاءَ الْعَاقِبُ وَالسَّیِّدُ صَاحِبَا نَجْرَانَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُرِیْدَانِ اَنْ یُّلَاعِنَاهُ قَالَ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ لَا تَفْعَلْ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ كَانَ نَبِیًّا فَلَاعَنَّا لَا نُفْلِحُ نَحْنُ وَلَا عَقِبُنَا مِنْ بَعْدِنَا قَالَا اِنَّا نُعْطِیْكَ مَا سَاَلْتَنَا وَابْعَثْ مَعَنَا رَجُلًا اَمِیْنًا وَّلَا تَبْعَثْ مَعَنَا اِلَّا اَمِیْنًا فَقَالَ لَاَبْعَثَنَّ مَعَكُمْ رَجُلًا اَمِیْنًا حَقَّ اَمِیْنٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهٗ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُمْ یَا اَبَا عُبَیْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ فَلَمَّا قَامَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اَمِیْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عباس بن الحسین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از صلہ بن زفر از حذیفہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ العاقب اور السید نجران کے دو وزیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مباہلہ کرنے آئے' پھر ان میں سے ایک نے اپنے دوسرے صاحب سے کہا: مباہلہ نہ کرو' پس اللہ کی قسم! اگر وہ واقعی نبی ہیں اور ہم نے ان سے مباہلہ کیا تو ہم کبھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے اور نہ ہماری بعد کی نسلیں کامیاب ہو سکیں گی' تو ان دونوں نے آپ سے کہا: آپ ہم سے جس چیز کا سوال کریں گے وہ ہم آپ کو دے دیں گے' آپ ہمارے ساتھ ایک امین مرد کو بھیج دیں اور ہمارے پاس صرف امین مرد ہی کو بھیجیں' آپ نے فرمایا: میں ضرور تمہارے ساتھ ایک ایسے امین مرد کو بھیجوں گا جو بہت امین ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب انتظار کرنے لگے' آپ نے فرمایا: اے عبیدہ بن الجراح! تم کھڑے ہو جاؤ' پس جب وہ کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ اس اُمت کے امین ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۴۵ میں گزر چکی ہے' تاہم مزید اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

اہل نجران کے وفد کی تعداد اور ان کا تعارف' مباہلہ کی تعریف اور اس کا حکم' اہلِ کتاب سے صلح' ۔۔۔

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہل نجران کا قصہ: امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ پہلے یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس مکہ میں آئے تھے' اس وقت یہ بیس افراد کا وفد تھا' پھر دوبارہ یہ مدینہ میں آئے اور امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے ان کی طرف مکتوب لکھا تھا تو اس کے جواب میں نجران کے معززین میں سے چودہ مرد آئے اور امام ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ چوبیس مرد آئے اور ان کے اسماء بھی ذکر کیے۔

نجران کے دو وزیر السید اور العاقب آئے: رہا السید تو اس کا نام الایہم تھا اور اس کو شرحبیل کہا جاتا تھا اور وہ ان کے سواروں کا وزیر تھا اور رہا العاقب تو اس کا نام عبدالمسیح تھا اور وہ مشوروں کا وزیر تھا اور ان کے ساتھ ابوالحارث بن علقمہ بھی تھا۔ امام محمد بن سعد نے کہا: نبی ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی' انہوں نے انکار کیا' آپ نے فرمایا: اگر تم نے میری دعوت کا انکار کیا ہے تو آؤ میں تمہارے ساتھ مباہلہ کرتا ہوں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۱۸)

اور اس مباہلہ کے متعلق درج ذیل آیت ہے:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ○ (آل عمران:٦١)

تو (ان سے) فرمائیں: آؤ! ہم بلائیں اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو بھی اور تمہیں بھی' پھر عاجزی سے اللہ کے حضور دعا کریں تو اللہ کی لعنت ڈالیں جھوٹوں پر ○

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری متوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں:

لغت میں ''ابتہال'' کے دو معنی ہیں: عاجزی کے ساتھ اللہ سے دعا کرنا' اور لعنت کرنا اور یہ دونوں قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں۔ کلبی سے روایت ہے: بہت کوشش کے ساتھ دعا کرنا اور عطاء نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ ہم جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔ (الوسیط ج ۱ ص ۴۴۵' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت) مباہلہ کرنا اس شخص کے لیے جائز ہے جس کو اپنے حق پر ہونے کا یقین واثق ہو اور فریق مخالف کے کفر پر ہونے کا یقین ہو' کیوں کہ مباہلہ میں یہ دعا کی جاتی ہے:

اے اللہ! ہم میں سے جو فریق جھوٹا ہو اس پر لعنت فرما! اور لعنت صرف کافر پر جائز ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ آیا اب بھی مباہلہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ امام عبد بن حمید نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کسی شخص سے اختلاف ہوا تو آپ نے اس کو مباہلہ کی دعوت دی اور یہ آیت پڑھی اور مسجد حرام میں حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ بلند کر کے دعا کی' اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اب بھی مباہلہ کرنا جائز ہے۔

(روح المعانی ج ۳ ص ۱۹۰' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

نیز حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

پس ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ مباہلہ نہ کرو: شعبی نے امام ابن ابی شیبہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک میرے پاس بشارت دینے والے فرشتے نے آ کر کہا کہ اگر اہلِ نجران مباہلہ پر قائم رہے تو یہ سب ہلاک ہو جائیں گے اور جب صبح ہوئی تو آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ پکڑے اور وہ آپ کے پیچھے مباہلہ کے

لیے چل رہے تھے۔

بے شک آپ جو سوال کریں گے وہ ہم آپ کو دیں گے: یونس بن بکیر کی روایت میں ہے کہ آپ نے ان سے دو ہزار حلّوں پر صلح کی' ایک ہزار حلّہ رجب میں اور ایک ہزار حلّہ صفر میں اور اس کے ساتھ چاندی بھی (حُلّہ کا معنی ہے: ایک قسم کی دو چادریں' ایک اوپر اوڑھنے کے لیے ہو اور دوسری تہبند باندھنے کے لیے ہو)۔ امام محمد بن سعد نے ذکر کیا ہے کہ السید اور العاقب اس کے بعد واپس آ گئے اور اسلام لے آئے۔

قصۂ نجران کے فوائد و مسائل

(۱) کافر اگر نبوت کا اقرار کرے تو وہ اس سے اسلام میں داخل نہیں ہو گا حتیٰ کہ وہ اسلام کے تمام احکام کا التزام کرے (۲) اہل کتاب سے مباحثہ کرنے کا جواز (۳) اگر مصلحت متعین ہو تو مباحثہ کرنا واجب ہے (۴) جب مخالفِ اسلام اپنے مؤقف کے خلاف دلائل جاننے کے بعد بھی اصرار کرے اور اپنے مؤقف پر ڈٹا رہے تو اس سے مباہلہ کرنا جائز ہے (۵) اور حضرت ابن عباس نے کسی کے ساتھ مباہلہ کیا' پھر امام اوزاعی نے مباہلہ کیا اور متعدد علماء نے مباہلہ کیا (٦) تجربہ سے معلوم ہوا کہ جو باطل پر ہو اور وہ مباہلہ کرے تو وہ مباہلہ کے دن سے ایک سال کے دوران مر جاتا ہے (۷) حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ میرا بھی ایک بے دین متعصب کے ساتھ مباہلہ ہوا اور وہ دو مہینے کے بعد مر گیا (۸) اہل ذمہ سے امام اپنی صواب دید کے مطابق مال لے کر صلح کرلے (۹) ان سے یہ مال لے کر صلح کرنا جزیہ کے قائم مقام ہے کیوں کہ جزیہ اور صلح پر لیا ہوا مال ان کو ذلیل اور حقیر قرار دے کر لیا جاتا ہے (۱۰) امام کا کسی عالم اور امین مرد کو اہلِ صلح کے پاس بھیجنا' جیسے آپ نے ان کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بھیجا (۱۱) اس حدیث میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کی فضیلت ظاہر ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۱۸' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٣٨١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اِسْحَاقَ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ اَهْلُ نَجْرَانَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِبْعَثْ لَنَا رَجُلًا اَمِيْنًا فَقَالَ لَاَبْعَثَنَّ اِلَيْكُمْ رَجُلًا اَمِيْنًا حَقَّ اَمِيْنٍ فَاسْتَشْرَفَ لَهُ النَّاسُ فَبَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے ابواسحاق سے سنا از صلہ بن زفر از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اہلِ نجران کا وفد آیا تو انہوں نے کہا: ہمارے لیے کوئی امین مرد بھیج دیجئے تو آپ نے فرمایا: میں تمہاری طرف ضرور ایسا امین مرد بھیجوں گا جو بہت زیادہ امین ہے' تو سب صحابہ منتظر تھے (کہ آپ کس کو بھیجتے ہیں) تو آپ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بھیج دیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح ۳۷۴۵ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث میں ''فاستشرف'' کا لفظ ہے اور یہ ''استشراف'' سے بنا ہے' اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی آدمی بھنوؤں پر ہاتھ رکھ کر اس طرح دیکھے جیسے انتظار کر رہا ہو یا جیسے دھوپ سے سایہ طلب کر رہا ہو' خلاصہ یہ ہے کہ سب صحابہ یہ انتظار کر رہے تھے کہ دیکھیں کہ آپ کس کو بہت زیادہ امین قرار دے کر بھیجتے ہیں۔

٤٣٨٢- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنٌ وَاَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از خالد از ابی قلابہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: ہر اُمت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ٣٧٤٤ میں گزر چکی ہے۔

٧٤- بَابُ قِصَّةِ عُمَانَ وَالْبَحْرَيْنِ عمان اور البحرین کے قصہ کا بیان

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

رہا بحرین تو یہ عبدالقیس کا شہر ہے' رہا عمان تو قاضی عیاض نے کہا: یہ یمن کے شہروں میں سے ہے اور الرشاطی نے کہا کہ عمان یمن میں ہے اور عمان بن سبا کے نام پر اس کا نام عمان رکھا گیا ہے اور عمان' بحرین کے قریب ہے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بادشاہوں کی طرف وفود بھیجے تھے تو اس کے قریب ہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی تھی۔

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ ابولبید سے روایت کی ہے کہ ہم میں سے ایک شخص نکلا جس کا نام بیرح بن اسد تھا' حضرت عمر نے اس کو دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ اس نے کہا: عمان کا' تو وہ اس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے' پس کہا: یہ اس سرزمین سے آیا ہے جس کے متعلق آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے' آپ نے فرمایا: میں ضرور اس سرزمین کو جانتا ہوں جس کو عمان کہا جاتا ہے' وہ سمندر کی جانب ہے' یا اس کی ایک جانب سمندر ہے' اگر ان کے پاس میرا نمائندہ آئے تو وہ اس کو نہ تیر ماریں گے اور نہ پتھر۔

امام مسلم نے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرد کو کسی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے اس کی مذمت کی اور اسے مارا' پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: اگر تم اہلِ عمان کے پاس جاتے تو وہ نہ تمہاری مذمت کرتے اور نہ تم کو مارتے۔

تنبیہ: شام کی عمل داری میں ایک شہر ہے' جس کو عمان کہا جاتا ہے' وہ یہاں پر قطعاً مراد نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٣١٩' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٣٨٣- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ سَمِعَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَقَدْ اَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا ثَلَاثًا . فَلَمْ يَقْدَمْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَدِمَ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ اَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادٰى: مَنْ كَانَ لَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ اَوْ عِدَةٌ فَلْيَاْتِنِيْ قَالَ جَابِرٌ فَجِئْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ابن المنکدر نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: اگر بحرین سے مال آیا تو میں تم کو اتنا اتنا اتنا دوں گا' پھر بحرین کا مال نہیں آیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا' پس جب وہ مال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو ان کے حکم سے ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا: جس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی قرض لینا ہو یا اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ عطا

اَبَابَكْرٍ فَاَخْبَرْتُهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ اَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا ثَلَاثًا۔ قَالَ فَاَعْطَانِيْ قَالَ جَابِرٌ فَلَقِيْتُ اَبَا بَكْرٍ بَعْدَ ذٰلِكَ فَسَاَلْتُهُ فَلَمْ يُعْطِنِيْ ثُمَّ اَتَيْتُهُ فَلَمْ يُعْطِنِيْ ثُمَّ اَتَيْتُهُ الثَّالِثَةَ فَلَمْ يُعْطِنِيْ فَقُلْتُ لَهُ قَدْ اَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِيْ ثُمَّ اَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِيْ ثُمَّ اَتَيْتُكَ فَلَمْ تُعْطِنِيْ فَاِمَّا اَنْ تُعْطِيَنِيْ وَاِمَّا اَنْ تَبْخَلَ عَنِّيْ فَقَالَ اَقُلْتَ تَبْخَلُ عَنِّيْ وَاَيُّ دَاءٍ اَدْوَاُ مِنَ الْبُخْلِ قَالَهَا ثَلَاثًا مَا مَنَعْتُكَ مِنْ مَّرَّةٍ اِلَّا وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اُعْطِيَكَ ۔

فرمانے کا وعدہ کیا ہوتو وہ میرے پاس آئے۔ حضرت جابر نے کہا: میں حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور ان کو یہ خبر دی کہ نبی ﷺ نے مجھ سے تین مرتبہ فرمایا تھا کہ اگر بحرین کا مال آیا تو میں تم کو اتنا اور اتنا دوں گا' تو حضرت ابوبکر نے مجھ کو عطاء کیا' حضرت جابر نے کہا: میں اس کے بعد حضرت ابوبکر سے ملا اور ان سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے نہیں دیا' میں ان کے پاس پھر گیا اور ان سے سوال کیا' پھر بھی انہوں نے مجھے نہیں دیا' پھر میں ان کے پاس تیسری مرتبہ گیا تو انہوں نے مجھے نہیں دیا' میں نے ان سے کہا: میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے نہیں دیا تو میں پھر آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے نہیں دیا' میں پھر آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے نہیں دیا' پس یا تو آپ مجھے دیں یا آپ مجھ سے بخل کرتے ہیں' حضرت ابوبکر نے فرمایا: تم نے کیا کہا؟ آپ مجھ سے بخل کرتے ہیں؟ اور کون سی بیماری (یا عیب) بخل سے زیادہ بڑی ہے' انہوں نے یہ بات تین مرتبہ کہی' پھر کہا: میں نے جب بھی تمہیں نہیں دیا' مگر میں تمہیں دینے کا ارادہ رکھتا تھا۔

وَعَنْ عَمْرٍو عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ جِئْتُهُ فَقَالَ لِيْ اَبُوْبَكْرٍ: عُدَّهَا فَعَدَدْتُهَا فَوَجَدْتُهَا خَمْسَ مِائَةٍ فَقَالَ خُذْ مِثْلَهَا مَرَّتَيْنِ ۔

اور از عمرو از محمد بن علی روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں آپ کے پاس آیا تو مجھ سے حضرت ابوبکر نے کہا: لو ان کو گنو' تو میں نے ان کو گنا تو وہ پانچ سو تھے' تو حضرت ابوبکر نے دو مرتبہ کہا: لو اتنے ہی اور لے لو۔

اس حدیث کی شرح: ۲۲۹٦ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کے باب میں دو ناموں کا ذکر تھا: عمان اور البحرین کا' اور اس حدیث میں صرف البحرین کا ذکر ہے تو اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت دلالتِ تضمنی کے اعتبار سے ہے۔

٧٥- بَابُ قُدُوْمِ الْاَشْعَرِيِّيْنَ وَاَهْلِ الْيَمَنِ

اشعریین اور اہلِ یمن کا آنا

اشعریین' اشعری کی جمع ہے اور وہ بھی اہلِ یمن سے تھے' اس عنوان میں خاص کا عطف عام پر ہے۔

وَقَالَ اَبُوْمُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمْ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُمْ ۔

اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں: وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

یعنی ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے بیان فرمایا: اشعریون مجھ سے ہیں۔ اس میں آپ نے مبالغہ کے ساتھ فرمایا' چونکہ وہ میری سنت اور میرے طریقے سے متصل ہیں اور میری اطاعت سے متفق ہیں تو گویا کہ وہ مجھ سے ہیں اور آخر میں فرمایا: میں ان سے ہوں' یعنی میں ان سے کامل محبت رکھتا ہوں۔

٤٣٨٤- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَّاِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ زَائِدَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ اَنَا وَاَخِیْ مِنَ الْیَمَنِ فَمَكَثْنَا حِیْنًا مَّا نُرٰی ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَاُمَّهٗ اِلَّا مِنْ اَهْلِ الْبَیْتِ مِنْ كَثْرَةِ دُخُوْلِهِمْ وَلُزُوْمِهِمْ لَهٗ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے اور اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن آدم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی زائدہ نے حدیث بیان کی از والدخود از ابواسحاق از الاسود بن یزید از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں اور میرا بھائی یمن سے آئے' ہم کافی عرصہ تک ٹھہرے رہے' ہم یہی گمان کرتے تھے کہ حضرت ابن مسعود اور ان کی والدہ رضی اللہ عنہما' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں سے ہیں' کیوں کہ وہ آپ کے گھر بہ کثرت جاتے تھے اور آپ کے ساتھ لازم رہتے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۶۳ میں گزر چکی ہے۔

میں اور میرا بھائی: ان کے بھائی کا نام ابورحم اور ابو بردہ ہے۔

حضرت ابن مسعود کی ماں: ان کی ماں کا نام ہے: اُم عبد بنت عبد وَدّ۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۹)

٤٣٨٥- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ زَهْدَمٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ اَبُوْ مُوْسٰی اَكْرَمَ هٰذَا الْحَیَّ مِنْ جَرْمٍ وَاِنَّا لَجُلُوْسٌ عِنْدَهٗ وَهُوَ یَتَغَدّٰی دَجَاجًا وَفِی الْقَوْمِ رَجُلٌ جَالِسٌ فَدَعَاهُ اِلَی الْغَدَاءِ فَقَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُهٗ یَاْكُلُ شَیْئًا فَقَذِرْتُهٗ قَالَ هَلُمَّ فَاِنِّیْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْكُلُهٗ فَقَالَ اِنِّیْ حَلَفْتُ لَا اٰكُلُهٗ فَقَالَ هَلُمَّ اُخْبِرْكَ عَنْ یَمِیْنِكَ اِنَّا اَتَیْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَفَرٌ مِّنَ الْاَشْعَرِیِّیْنَ فَاسْتَحْمَلْنَاهُ فَاَبٰی اَنْ یَّحْمِلَنَا فَاسْتَحْمَلْنَاهُ فَحَلَفَ اَنْ لَّا یَحْمِلَنَا ثُمَّ لَمْ یَلْبَثِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُتِیَ بِنَهْبِ اِبِلٍ فَاَمَرَ لَنَا بِخَمْسِ ذَوْدٍ فَلَمَّا قَبَضْنَاهَا قُلْنَا تَغَفَّلْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمِیْنَهٗ لَا نُفْلِحُ بَعْدَهَا اَبَدًا فَاَتَیْتُهٗ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ حَلَفْتَ اَنْ لَّا تَحْمِلَنَا وَقَدْ حَمَلْتَنَا قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنْ لَّا اَحْلِفُ عَلٰی یَمِیْنٍ فَاَرٰی غَیْرَهَا خَیْرًا مِّنْهَا اِلَّا اَتَیْتُ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ مِّنْهَا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالسلام نے حدیث بیان کی از ایوب از ابی قلابہ از زہدم' انہوں نے بیان کیا: جب حضرت ابوموسیٰ آئے تو انہوں نے جرم کے اس قبیلہ کی تکریم کی اور ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے اور وہ مرغی کھا رہے تھے اور لوگوں میں ایک اور شخص بیٹھا ہوا تھا' انہوں نے اس کو بھی کھانے کی طرف بلایا' اس نے کہا: میں نے اس مرغی کو دیکھا یہ (گندی) چیز کھا رہی تھی' تو مجھے اس سے گھن آئی' حضرت ابوموسیٰ نے کہا: آؤ! میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کھاتے ہوئے دیکھا ہے' اس نے کہا: میں نے قسم کھائی کہ میں مرغی نہیں کھاؤں گا' حضرت ابوموسیٰ نے کہا: آؤ میں تمہاری قسم کے متعلق حدیث سناتا ہوں' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اشعریین کی ایک جماعت میں آئے' ہم نے آپ سے سواری طلب کی' آپ نے ہمیں سوار کرنے سے انکار فرمایا' ہم نے پھر آپ سے سواری طلب کی تو آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ آپ ہم کو سوار نہیں کریں گے' پھر تھوڑی دیر بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مالِ غنیمت کے اونٹ آئے تو آپ نے ہمارے لیے پانچ اونٹ عطا کرنے کا حکم دیا' تو ہم نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بے توجہی سے قسم

نہیں رہی' ہم اس کے بعد کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے' پس میں آپ کے پاس آیا' سو میں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ہم کو سوار نہیں کریں گے اور اب آپ نے ہم کو سوار کر دیا' آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن جب میں کسی کام کے نہ کرنے کی قسم کھاتا ہوں تو پھر میں دیکھتا ہوں کہ اس کام کا کرنا زیادہ بہتر ہے تو میں اس کام کو کرتا ہوں جو زیادہ بہتر ہے۔

اس حدیث کی مفصل شرح ۳۱۳۳ میں گزر چکی ہے' تاہم یہاں مزید کچھ وضاحت کی جارہی ہے:

بعض مشکل اور مبہم الفاظ کی وضاحت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اشعریین کی ایک جماعت میں آئے: یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غزوۂ تبوک کے لیے بلایا تھا۔

جرم: یہ مشہور قبیلہ ہے جو جرم بن ربان کی طرف منسوب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۳۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٣٨٦- حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا اَبُوْصَخْرَةَ جَامِعُ بْنُ شَدَّادٍ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ مُحْرِزٍ اَلْمَازِنِيُّ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ قَالَ جَاءَتْ بَنُوْ تَمِيْمٍ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبْشِرُوْا يَابَنِيْ تَمِيْمٍ قَالُوْا اَمَّا اِذْ بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْبَلُوا الْبُشْرٰى اِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعاصم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوصخرہ جامع بن شداد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں صفوان بن محرز المازنی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمران بن حصین نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنوتمیم آئے تو آپ نے فرمایا: اے بنوتمیم! بشارت قبول کرو! تو انہوں نے کہا: جب آپ نے ہمیں بشارت دی ہے تو عطاء بھی فرمائیں' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا' پھر اہل یمن سے کچھ لوگ آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بشارت کو قبول کرو کیونکہ بنوتمیم نے بشارت کو قبول نہیں کیا' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے قبول کر لیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۹۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٨٧- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ اَلْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں وہب بن جریر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از اسماعیل

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ هَاهُنَا وَاَشَارَ بِيَدِهِ اِلَى الْيَمَنِ وَالْجَفَاءُ وَغِلَظُ الْقُلُوبِ فِي الْفَدَّادِينَ عِنْدَ اُصُولِ اَذْنَابِ الْإِبِلِ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ رَبِيعَةَ وَمُضَرَ .

بن ابی خالد از قیس بن ابی حازم از حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان وہاں ہے اور اپنے ہاتھ سے یمن کی طرف اشارہ کیا اور جفاء اور دلوں کی سختی ان میں ہے جو اونٹوں کی دُموں کو پکڑ کر چلاتے ہیں' جہاں سے شیطان کے دو سینگ طلوع ہوں گے اور وہ قبیلہ ربیعہ اور مضر ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۰۲ میں گزر چکی ہے۔

جہاں سے شیطان کے دو سینگ طلوع ہوتے ہیں: یعنی مشرق کی طرف اور مشرق کو شیطان کے سینگ سے اس لیے تعبیر فرمایا کہ شیطان سورج کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور مشرق اس کے دونوں جانبوں میں ہوتا ہے تو سورج کی عبادت کرنے والے شیطان کے لیے سجدہ کرتے ہیں۔

ربیعہ اور مُضر: یہ دو مشہور قبیلے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۰)

٤٣٨٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَاكُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ اَرَقُّ اَفْئِدَةً وَاَلْيَنُ قُلُوبًا اَلْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي اَصْحَابِ الْإِبِلِ وَالسَّكِينَةُ وَالْوَقَارُ فِي اَهْلِ الْغَنَمِ وَقَالَ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان از ذکوان از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: تمہارے پاس یمن کے لوگ آئیں گے' ان کے دل سب سے رقیق ہیں اور ان کے قلوب سب سے نرم ہیں' ایمان یمانی ہے اور حکمت یمانیہ ہے اور فخر اور تکبر اونٹوں پر چلانے والوں میں ہے اور سکینی اور خضوع بکریاں چرانے والوں میں ہے۔ اور غندر نے کہا: از شعبہ از سلیمان: میں نے ذکوان سے سنا از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۰۱ میں کی جا چکی ہے' تاہم بعض مشکل الفاظ کے معانی بیان کیے جا رہے ہیں۔

''ارق افئدۃ و الین قلوبًا'' علامہ خطابی نے کہا ہے کہ افئدہ اور قلوب دونوں کا معنی دل ہے' لیکن افئدہ کی صفت رقیق لائی گئی ہے اور قلوب کی صفت نرم لائی گئی ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ فؤاد دل کا پردہ ہے' جب وہ پردہ نرم ہوتا ہے تو بات اس میں نفوذ کر جاتی ہے اور جب وہ پردہ سخت اور دبیز ہوتا ہے تو بات کا دل میں نفوذ مشکل ہوتا ہے اور جب قلب نرم ہو تو اس کے ساتھ کوئی چیز چپک جاتی ہے اور مشہور یہ ہے کہ فؤاد ہی قلب ہے اور ایک قول یہ ہے کہ فؤاد قلب کا باطن ہے۔

ایمان یمانی ہے: یہ اس لیے فرمایا کہ ایمان کا مبدأ مکہ ہے اور وہ یمانیہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مکہ اور مدینہ ہے' کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلام اس وقت فرمایا تھا جب آپ تبوک میں تھے' اس وقت مدینہ یمن کی جانب تھا۔

اور حکمت یمانیہ ہے: حکمت کی کئی تعریفیں ہیں' علامہ نووی نے کہا ہے: جو علم ان احکام سے متصف ہو جو اللہ تعالیٰ کی معرفت پر مشتمل ہو اور تہذیب نفس اور تحقیق حق پر مشتمل ہو اور گمراہی اور باطل چیزوں سے مجتنب ہو' اس کو حکمت کہتے ہیں' آپ نے اہل یمن کی تعریف حکمت کے ساتھ کی' کیوں کہ انہوں نے دعوتِ اسلام کو اور ایمان لانے کو بہت جلد قبول کر لیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۱)

٤٣٨٩- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي اَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَوْرِبْنِ زَيْدٍ عَنْ اَبِي الْغَيْثِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَّالْفِتْنَةُ هٰهُنَا هٰهُنَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے بھائی نے حدیث بیان کی از سلیمان از ثور بن زید از ابی الغیث از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایمان یمانی ہے اور فتنہ وہاں ہو گا جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۰۱ میں گزر چکی ہے۔

فتنہ مشرق سے ہوگا: اس لیے کہ کفر کے سب سے بڑے سبب کا منشاء وہاں ہے' جیسے خروج دجال وغیرہ۔

٤٣٩٠- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَاكُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ اَضْعَفُ قُلُوْبًا وَاَرَقُّ اَفْئِدَةً اَلْفِقْهُ يَمَانٍ وَّالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالزناد نے حدیث بیان کی از الاعرج از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: تمہارے پاس اہل یمن آئیں گے' ان کے قلوب بہت نرم ہوں گے اور ان کے دل بہت رقیق ہوں گے' فقہ یمانی ہے اور حکمت یمانیہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۰۱ میں گزر چکی ہے۔

حکمت کا معنی گزر چکا ہے اور فقہ کا معنی ہے: دین کی فہم اور اس کی اصطلاحی تعریف ہے: احکام شرعیہ عملیہ کا ادراک جن سے احکام جزئیہ پر استدلال کیا جائے۔

٤٣٩١- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ اَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَجَاءَ خَبَّابٌ فَقَالَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَيَسْتَطِيْعُ هٰؤُلَاءِ الشَّبَابُ اَنْ يَّقْرَؤُوْا كَمَا تَقْرَاُ قَالَ اَمَا اِنَّكَ لَوْ شِئْتَ اَمَرْتُ بَعْضَهُمْ يَقْرَاُ عَلَيْكَ قَالَ اَجَلْ قَالَ اِقْرَاْ يَا عَلْقَمَةُ فَقَالَ زَيْدُ بْنُ حُدَيْرٍ اَخُوْ زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ اَتَاْمُرُ عَلْقَمَةَ اَنْ يَّقْرَاَ وَلَيْسَ بِاَقْرَئِنَا قَالَ اَمَا اِنَّكَ اِنْ شِئْتَ اَخْبَرْتُكَ بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْمِكَ وَقَوْمِهٖ فَقَرَاْتُ خَمْسِيْنَ اٰيَةً مِّنْ سُوْرَةِ مَرْيَمَ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى؟ قَالَ قَدْ اَحْسَنَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ مَا اَقْرَاُ شَيْئًا اِلَّا وَهُوَ يَقْرَؤُهٗ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰى خَبَّابٍ وَّعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ اَلَمْ يَاْنِ لِهٰذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از ابراہیم از علقمہ' وہ بیان کرتے ہیں: ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے' پس حضرت خباب آئے' انہوں نے کہا: اے ابوعبدالرحمن! کیا یہ نوجوان بھی اس طرح قرآن پڑھ سکتے ہیں جس طرح آپ قرآن پڑھتے ہیں؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں کسی کو حکم دوں' وہ آپ کے سامنے قرآن پڑھے' حضرت خباب نے کہا: ٹھیک ہے' تو حضرت ابن مسعود نے کہا: اے علقمہ! تم پڑھو' تو زید بن حدیر نے جو زیاد بن حدیر کے بھائی ہیں' انہوں نے کہا: کیا آپ علقمہ کو قرآن پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں حالانکہ وہ ہم سے اچھا قرآن پڑھنے والے نہیں ہیں؟ حضرت ابن مسعود نے کہا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتاؤں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہاری قوم کے متعلق کیا کہا تھا اور اس کی قوم کے متعلق کیا

الْخَاتَمِ اَنْ يُلْقٰى قَالَ اَمَا اِنَّكَ لَنْ تَرَاهُ عَلَيَّ بَعْدَ الْيَوْمِ فَاَلْقَاهُ رَوَاهُ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

کہا تھا' علقمہ نے کہا: پس میں نے سورۂ مریم کی پچاس آیتیں پڑھیں' حضرت عبداللہ نے (حضرت خباب سے) پوچھا: آپ نے کیسا پایا؟ انہوں نے کہا: بہت اچھا پڑھا' حضرت عبداللہ نے کہا: میں جس طرح بھی قرآن پڑھتا ہوں یہ بھی اسی طرح قرآن پڑھتا ہے' پھر انہوں نے حضرت خباب کی طرف مڑ کر دیکھا اور ان کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی' پس حضرت ابن مسعود نے کہا: کیا ابھی اس انگوٹھی کے لیے یہ وقت نہیں آیا کہ اسے پھینک دیا جائے! حضرت خباب نے کہا کہ آپ آج کے بعد میرے ہاتھ میں یہ انگوٹھی نہیں دیکھیں گے' پھر انہوں نے اس انگوٹھی کو پھینک دیا۔ اس حدیث کی غندر نے شعبہ سے روایت کی ہے۔

علقمہ کی تحسین اور زید بن حدیر کے متعلق حدیث اور حضرت خباب کے سونے کی انگوٹھی پہننے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خباب: اس سے مراد ہیں: حضرت خباب بن الارت' جو مشہور صحابی ہیں۔

اے ابوعبدالرحمٰن: یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔

زید بن حدیر جو زیاد بن حدیر کے بھائی ہیں: یہ کبار تابعین میں سے ہیں اور یہ کوفہ میں رہتے تھے اور یہ اسدی ہیں' بنو اسد بن خزیمہ کے قبیلے سے۔

تمہاری قوم اور ان کی قوم کے متعلق: اس میں یہ اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے النخع کی تعریف کی تھی اور علقمہ نخعی ہیں اور بنو اسد کی مذمت کی تھی اور زیاد بن حدیر اسدی ہیں' اور النخع کی تحسین اس طرح ہے کہ امام احمد اور امام بزار نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر تھا جب آپ نے قبیلہ النخع کے حق میں دعا کی اور ان کی تعریف کی' حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ میں بھی اس قبیلہ کا ایک مرد ہوتا اور آپ نے بنو اسد کی جو مذمت کی' اس کے متعلق یہ حدیث ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جہینہ وغیرہ بنو اسد اور غطفان سے بہتر ہیں۔

میں جس طرح بھی قرآن پڑھتا ہوں' یہ اس طرح قرآن پڑھتے ہیں: اس میں علقمہ کی بہت عظیم فضیلت ہے کہ حضرت ابن مسعود نے یہ شہادت دی کہ علقمہ کا قرآن پڑھنا ابن مسعود کے قرآن پڑھنے کی مثل ہے۔

کیا اب بھی یہ وقت نہیں آیا: یعنی کیا اب بھی اس سونے کی انگوٹھی کو پھینکنے کا وقت نہیں آیا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردوں پر سونے کا پہننا حرام ہے' یہ اس وجہ سے ہے کہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے یا تکبر کی وجہ ہے۔ حضرت خباب نے جو سونے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی' وہ اس پر محمول ہے کہ ان تک سونے کی تحریم نہیں پہنچی تھی' یا اس لیے کہ بعض صحابہ سے شارع علیہ السلام کا حکم مخفی رہتا تھا' اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو مسئلہ معلوم نہ ہو' اس کو نرمی اور ملائمت سے مسئلہ بتانا چاہیے۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٤٣' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ ھ)

٧٦- بَابُ قِصَّةِ دَوْسٍ وَّالطُّفَيْلِ بْنِ عَمْرٍو الدَّوْسِيِّ

دَوس اور طفیل بن عمرو دوسی کا قصہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

حضرت الطفیل بن عمرو کو ذوالنور کہا جاتا تھا' کیوں کہ جب یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے اسلام قبول کیا تو آپ نے ان کو تبلیغ کے لیے ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ! میرے لیے کوئی نشانی بنا دیں تو آپ نے دعا کی: اے اللہ! اس کے لیے نور بنا دے تو ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور چمکنے لگا تو حضرت طفیل نے دعا کی: اے میرے رب! میں ڈرتا ہوں کہ لوگ کہیں گے: یہ مُثلہ ہے تو وہ نور ان کی لاٹھی کی طرف منتقل ہو گیا اور جب وہ اندھیری رات میں کہیں جاتے تو اس نور سے روشنی ہوتی اور انہوں نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی تو ان کے والد اسلام لے آئے اور ان کی ماں اسلام نہیں لائی' حضرت ابو ہریرہ نے بھی ان کی دعوت سے اسلام قبول کیا ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس میں یہ دلیل ہے کہ حضرت ابوالطفیل کا اسلام حضرت ابو ہریرہ کے اسلام پر مقدم ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۲۴)

٤٣٩٢- حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ ذَكْوَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ دَوْسًا قَدْ هَلَكَتْ عَصَتْ وَأَبَتْ فَادْعُ اللّٰهَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَّاْتِ بِهِمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن ذکوان از عبدالرحمٰن الاعرج از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ دوس ہلاک ہو گئے' انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور قبولِ اسلام سے انکار کیا' آپ ان کے خلاف اللہ سے ہلاکت کی دعا کیجئے' آپ نے دعا کی: اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور ان کو یہاں لے آ!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۳۷ میں گزر چکی ہے اور بعض اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

حضرت طفیل بن عمرو دوسی کے اسلام لانے کا ذکر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور ان کو یہاں لے آ! آپ کی اس دعا کے مطابق ہو گیا' ابن الکلبی نے ذکر کیا ہے کہ حبیب بن عمرو بن حثمہ الدوسی' دوس پر حاکم تھے' اسی طرح ان کے والد اس سے پہلے دوس پر حاکم تھے اور ان کی عمر تین سو سال تھی اور حبیب یہ کہتے تھے کہ میں ضرور جانتا ہوں کہ اس مخلوق کا کوئی خالق ہے لیکن میں یہ نہیں جانتا وہ کون ہے؟ پھر جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کا سنا تو وہ آپ کی طرف روانہ ہوا اور اس کے ساتھ اس کی قوم کے ستر مرد تھے' پس وہ بھی اسلام لے آئے اور اس کی قوم بھی اسلام لے آئی۔ امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طفیل بن عمرو کو عمرو بن حثمہ کا بت جلانے کے لیے بھیجا جس کو ذوالکفین کہا جاتا تھا تو انہوں نے اس کو جلا دیا اور امام موسیٰ بن عقبہ نے از ابن شہاب روایت کی ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اجنادین میں شہید ہو گئے تھے۔ عروہ سے بھی اسی طرح روایت ہے اور امام محمد بن سعد نے وثوق سے کہا ہے کہ وہ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔

٤٣٩٣- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ عَنْ قَیْسٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لَمَّا قَدِمْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ فِی الطَّرِیْقِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی از قیس از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو میں نے راستہ میں یہ شعر پڑھا:

یَا لَیْلَةً مِنْ طُوْلِهَا وَعَنَائِهَا
عَلٰی اَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْکُفْرِ نَجَّتِ

''ہائے اس رات کا طول اور اس کی تکلیفیں' لیکن اس رات نے دار الکفر سے نجات دے دی''۔

وَاَبَقَ غُلَامٌ لِیْ فِی الطَّرِیْقِ فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَایَعْتُهُ فَبَیْنَا اَنَا عِنْدَهُ اِذْ طَلَعَ الْغُلَامُ فَقَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ هٰذَا غُلَامُكَ فَقُلْتُ هُوَ لِوَجْهِ اللّٰهِ فَاَعْتَقْتُهُ ۔

اور راستے میں میرا غلام بھاگ گیا تھا اور جب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو میں نے آپ سے بیعت کی' پس جس وقت میں آپ کے پاس حاضر تھا' اچانک وہ غلام ظاہر ہو گیا تو مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! یہ ہے تمہارا غلام' تو میں نے کہا: وہ اللہ کی رضا کے لیے ہے تو میں نے پھر اس کو آزاد کر دیا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٥٣٠ میں گزر چکی ہے۔

٧٧- بَابُ قِصَّةِ وَفْدِ طَیِّءٍ وَحَدِیْثِ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ

طیء کا وفد اور حضرت عدی بن حاتم کی حدیث کا بیان

ان کو طیء اس لیے کہتے ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے کنوئیں کے گرد گول منڈیر بنائی۔ امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے' انہوں نے کہا: سب سے پہلے جس صدقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا تو وہ طیء کا صدقہ تھا' میں اس صدقہ کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا اور امام احمد نے اپنی روایت کے شروع میں یہ اضافہ کیا ہے کہ میں حضرت عمر کے پاس اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ آیا تو حضرت عمر مجھ سے اعراض کر رہے تھے' میں نے ان کے سامنے آ کر کہا: کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ اس کے بعد صحیح بخاری کی حدیث کی مثل ہے جو عنقریب آ رہی ہے۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٣٢٥)

٤٣٩٤- حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَیْثٍ عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ اَتَیْنَا عُمَرَ فِیْ وَفْدٍ فَجَعَلَ یَدْعُوْ رَجُلًا رَجُلًا وَّیُسَمِّیْهِمْ فَقُلْتُ اَمَا تَعْرِفُنِیْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ: بَلٰی اَسْلَمْتَ اِذْ کَفَرُوْا وَاَقْبَلْتَ اِذْ اَدْبَرُوْا وَوَفَیْتَ اِذَا غَدَرُوْا وَعَرَفْتَ اِذْ اَنْکَرُوْا فَقَالَ عَدِیٌّ فَلَا اُبَالِیْ اِذًا ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عوانہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الملک نے حدیث بیان کی از عمرو بن حریث از حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ' انہوں نے کہا: ہم ایک وفد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' وہ ایک ایک مرد کا نام لے کر اس کو بلا رہے تھے' میں نے کہا: اے امیر المومنین! کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! تم اس وقت اسلام لائے جب لوگوں نے کفر کیا تھا اور تم اس وقت آگے بڑھے جب لوگوں

نے پیٹھ پھیری تھی اور تم نے اس وقت وفا کی جب لوگوں نے بے
وفائی کی' اور تم نے اس وقت پہچانا جب لوگوں نے انکار کر دیا'
حضرت عدی نے کہا: پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ کا اسلام قبول کرنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بلکہ تم اس وقت اسلام لائے جب لوگوں نے کفر کیا: اس میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت عدی نے اسلام کے احکام پر پورا پورا عمل کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی صدقہ دیا اور انہوں نے مرتدین کی اطاعت کرنے سے انکار کیا اور یہ بات مؤرخین کے نزدیک معروف ہے۔

حضرت عدی نے کہا: پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں: یعنی جب آپ میرے مرتبہ اور مقام کو پہچانتے ہیں تو اگر آپ نے دوسروں کو مجھ پر مقدم کیا ہے تو پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔

امام احمد نے حضرت عدی کے اسلام قبول کرنے میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو انہوں نے آپ کو ناپسند کیا' پھر یہ روئے زمین میں دور تک چلے گئے اور رُوم کے قریب پہنچ گئے' انہوں نے سوچا کہ اگر میں آپ کے پاس چلا جاؤں تو اگر آپ جھوٹے ہیں تو آپ کا جھوٹ مجھ پر مخفی نہیں رہے گا' انہوں نے کہا: پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے فرمایا کہ تم اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے اور وہ پہلے نصرانی تھے' پھر امام احمد نے ان کے اسلام کا ذکر کیا' امام ابن اسحاق نے اس کو زیادہ تفصیل سے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھڑ سوار حضرت عدی کی بہن کو پکڑ کر لے آئے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر احسان فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ کے اشارہ کرنے سے ان کو آزاد کر دیا' انہوں نے کہا: میرے والد ہلاک ہو چکے ہیں اور میرا سرپرست غائب ہے' آپ مجھ پر احسان فرمائیں' اللہ تعالیٰ آپ پر احسان فرمائے گا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارا سرپرست کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا: عدی بن حاتم' آپ نے فرمایا کہ جو اللہ اور رسول سے بھاگا تھا' پھر جب بنتِ حاتم عدی کے پاس آئیں تو اُس نے ان سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو' سو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے' امام ترمذی نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت عدی بن حاتم سے روایت کی ہے کہ میں مسجد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ عدی بن حاتم ہے اور اس سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرما رہے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ سے یہ اُمید رکھتا ہوں کہ وہ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں رکھ دے گا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۲۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٧٨- بَابُ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

حجۃ الوداع کا بیان

حجۃ الوداع کے متعدد اسماء اور ان کی وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں حجۃ الوداع کا بیان ہے' اس کا نام حجۃ الوداع اس لیے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حج کے بعد لوگوں سے الوداع ہو گئے یعنی رخصت ہو گئے اور اس کا نام حجۃ الاسلام بھی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں اس کے سوا کوئی حج نہیں کیا' لیکن آپ نے ہجرت سے پہلے متعدد حج کیے تھے' اعلانِ نبوت سے پہلے اور اس کے بعد بھی' اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حج کی فرضیت اُسی سال نازل ہوئی تھی اور اس کا نام حجۃ البلاغ بھی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حج میں حج کے احکامِ شرعیہ بتائے بھی اور ان پر عمل کر کے بھی دکھایا اور اسلام

کے جتنے بھی ارکان اور قواعد ہیں' نبی ﷺ نے ان کی پوری پوری تبلیغ فرما دی اور اس کا نام حجۃ التمام والکمال بھی ہے' لیکن حجۃ الوداع زیادہ مشہور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۴۷)

نبی ﷺ نے حجۃ الوداع سے پہلے کتنے حج کیے اور آپ کس تاریخ کو حج کے لیے روانہ ہوئے؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ جب سے مدینہ آئے تو نو سال ٹھہرے رہے اور آپ نے حج نہیں کیا' پھر دسویں سال نبی ﷺ نے لوگوں میں اعلان کیا کہ آپ حج کرنے والے ہیں تو مدینہ میں بہت زیادہ لوگ آ گئے' جو نبی ﷺ کی حج میں اقتداء کرنا چاہتے تھے اور امام حاکم نے سندِ صحیح کے ساتھ ثوری سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے ہجرت سے پہلے متعدد حج ادا کیے۔ ابن جوزی نے کہا: آپ نے پہلے جو حج کیے ان کی تعداد معلوم نہیں' علامہ ابن الاثیر نے النہایہ میں کہا ہے کہ آپ ہجرت سے پہلے ہر سال حج کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ پچیس ذوالقعدہ کو مدینہ سے روانہ ہوئے' یہ بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق ہے۔ ابن حزم نے وثوق سے کہا ہے کہ آپ جمعرات کے دن نکلے تھے' بلکہ صحیح یہ ہے کہ آپ ہفتہ کے دن مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔
(فتح الباری ج ۵ ص ۴۲۶-۴۲۵' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٣٩٥- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَاَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا فَقَدِمْتُ مَعَهُ مَكَّةَ وَاَنَا حَائِضٌ وَّلَمْ اَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَشَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْقُضِيْ رَاْسَكِ وَامْتَشِطِيْ وَاَهِلِّيْ بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ اَرْسَلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ هٰذِهٖ مَكَانُ عُمْرَتِكِ قَالَتْ فَطَافَ الَّذِيْنَ اَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوْا ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا اٰخَرَ بَعْدَ اَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِّنًى وَاَمَّا الَّذِيْنَ جَمَعُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَاِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَّاحِدًا ـ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں گئے' پس ہم نے عمرہ کا احرام باندھا' پھر ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو وہ حج کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھے' پھر اس وقت تک احرام نہ کھولے حتیٰ کہ حج اور عمرہ دونوں کے افعال پورے ہو جائیں' پس میں آپ کے ساتھ مکہ میں آئی اور میں اس وقت حائضہ ہو گئی اور میں نے بیت اللہ کا طواف کیا تھا اور نہ صفا اور مروہ کی سعی کی تھی' پس میں نے اس کی رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی' آپ نے فرمایا کہ تم اپنے سر کے بال کھول دو اور کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھ لو اور عمرہ کو چھوڑ دو' سو میں نے ایسا ہی کیا' پس جب ہم نے حج کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا' پس میں نے عمرہ کیا' آپ نے فرمایا: یہ تمہارے اس عمرہ کی جگہ ہے' حضرت عائشہ نے بتایا: پس جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا' انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کے

درمیان سعی کی' پھر انہوں نے احرام کھول دیا' پھر انہوں نے منیٰ سے واپس آنے کے بعد ایک اور طواف کیا اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا' انہوں نے صرف ایک طواف کیا (یعنی صرف ایک قسم کا طواف کیا)۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری:۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٩٦- حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ فَقَدْ حَلَّ فَقُلْتُ مِنْ أَيْنَ قَالَ هٰذَا ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿ثُمَّ مَحِلُّهَآ إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ○﴾ (الحج:٣٣) وَمِنْ أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَحِلُّوْا فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ قُلْتُ إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ بَعْدَ الْمُعَرَّفِ قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَرَاهُ قَبْلُ وَبَعْدُ.

(صحیح مسلم:۱۲۴۵' الرقم المسلسل:۲۹۰۹)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عطاء نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں: جب کسی نے بیت اللہ کا طواف کرلیا تو وہ حلال ہو گیا یعنی اپنا احرام کھول دے' میں نے پوچھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ کس دلیل سے کہا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے: پھر اس کا حلال ہونا یعنی اس کا احرام کھولنا بیت العتیق کے پاس ہے○ (الحج:۳۳) اور اس حدیث سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ حجۃ الوداع میں احرام کھول دیں۔ میں نے کہا کہ یہ حکم تو صرف وقوفِ عرفہ کے بعد ہے۔ عطاء نے کہا: حضرت ابن عباس کے نزدیک یہ وقوفِ عرفہ سے پہلے بھی ہے اور بعد میں بھی ہے۔

جمہور فقہاء اور محدثین کے نزدیک حج میں کسی شخص کا وقوفِ عرفہ سے پہلے احرام کھولنا جائز نہیں ہے اور یہ حضرت ابن عباس کی منفرد رائے ہے' جس کا حدیث میں ذکر ہے۔

٤٣٩٧- حَدَّثَنِيْ بَيَانٌ حَدَّثَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ طَارِقًا عَنْ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ أَحَجَجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ كَيْفَ أَهْلَلْتَ قُلْتُ لَبَّيْكَ بِإِهْلَالٍ كَإِهْلَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حِلَّ فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَأَتَيْتُ امْرَأَةً مِّنْ قَيْسٍ فَفَلَتْ رَأْسِيْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے بیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از قیس' انہوں نے کہا: میں نے طارق سے سنا از حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: جب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مکہ کی وادی میں پہنچا تو آپ نے پوچھا: کیا تم نے حج کی نیت کر لی؟ میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے پوچھا: تم نے کیسے احرام باندھا؟ میں نے عرض کیا: جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا ہے' میں اسی طرح احرام باندھ کر حاضر ہوں' آپ

نے فرمایا: تم بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مروہ میں سعی کرو پھر احرام کھول دو پس میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کی سعی کی اور قبیلۂ قیس کی ایک عورت کے پاس آیا' اس نے میرے سر میں جوئیں دیکھیں۔

اس حدیث کی مکمل شرح: ۱۵۵۹ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٩٨- حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ أَخْبَرَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يَحْلِلْنَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ فَمَا يَمْنَعُكَ فَقَالَ لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي فَلَسْتُ أَحِلُّ حَتّٰى أَنْحَرَ هَدْيِي.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں انس بن عیاض نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال اپنی ازواج کو حکم دیا کہ وہ احرام کھول دیں' حضرت حفصہ نے پوچھا کہ آپ کو احرام کھولنے سے کیا چیز مانع ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے سر کے بالوں کو گوند سے چپکایا ہے اور اپنی قربانی کے جانور کے گلے میں ہار ڈالا ہے' میں اس وقت تک احرام نہیں کھولوں گا حتیٰ کہ اپنی قربانی کو ذبح کر لوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۶۶ میں گزر چکی ہے۔

٤٣٩٩- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ حَدَّثَنِي شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ امْرَأَةً مِنْ خَثْعَمَ اسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ رَدِيفُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ فَرِيضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهِ أَدْرَكَتْ أَبِي شَيْخًا كَبِيرًا لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ فَهَلْ يَقْضِي أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے شعیب نے حدیث بیان کی از زہری اور محمد بن یوسف نے کہا: ہمیں اوزاعی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن شہاب نے خبر دی از سلیمان بن یسار از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ خثعم کی ایک عورت نے حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا' اس وقت حضرت الفضل بن عباس رضی اللہ عنہما سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھے تھے' پس اس عورت نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کا فریضہ بندوں پر ہے' میرا باپ بہت بوڑھا ہے' وہ سواری پر سیدھا بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا' پس کیا یہ ہو سکتا ہے کہ میں اس کی طرف سے حج ادا کر لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۵۱۳ میں گزر چکی ہے' نیز اس حدیث میں حج بدل کا ثبوت ہے۔

٤٤٠٠- حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سریج بن النعمان نے حدیث بیان کی' انہوں

قَالَ اَقْبَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ مُرْدِفٌ اُسَامَةَ عَلَی الْقَصْوَاءِ وَمَعَهُ بِلَالٌ وَّعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ حَتّٰی اَنَاخَ عِنْدَ الْبَیْتِ ثُمَّ قَالَ لِعُثْمَانَ ائْتِنَا بِالْمِفْتَاحِ فَجَاءَهُ بِالْمِفْتَاحِ فَفَتَحَ لَهُ الْبَابَ فَدَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَّعُثْمَانُ ثُمَّ اَغْلَقُوْا عَلَیْهِمُ الْبَابَ فَمَكَثَ نَهَارًا طَوِیْلًا ثُمَّ خَرَجَ وَابْتَدَرَ النَّاسُ الدُّخُوْلَ فَسَبَقْتُهُمْ فَوَجَدْتُ بِلَالًا قَائِمًا مِّنْ وَّرَاءِ الْبَابِ فَقُلْتُ لَهُ اَیْنَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلّٰی بَیْنَ ذَیْنِكَ الْعَمُوْدَیْنِ الْمُقَدَّمَیْنِ وَكَانَ الْبَیْتُ عَلٰی سِتَّةِ اَعْمِدَةٍ سَطْرَیْنِ صَلّٰی بَیْنَ الْعَمُوْدَیْنِ مِنَ السَّطْرِ الْمُقَدَّمِ وَجَعَلَ بَابَ الْبَیْتِ خَلْفَ ظَهْرِهٖ وَاسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الَّذِیْ یَسْتَقْبِلُكَ حِیْنَ تَلِجُ الْبَیْتَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجِدَارِ قَالَ وَنَسِیْتُ اَنْ اَسْاَلَهٗ كَمْ صَلّٰی وَعِنْدَ الْمَكَانِ الَّذِیْ صَلّٰی فِیْهِ مَرْمَرَةٌ حَمْرَاءُ .

نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے اور آپ کے پیچھے حضرت اسامہ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ بھی تھے' حتیٰ کہ آپ نے بیت اللہ کے پاس اونٹنی کو بٹھایا اور آپ نے حضرت عثمان سے فرمایا: ہمارے پاس (بیت اللہ کی) چابی لاؤ' پس وہ چابی لے کر آئے' پس آپ کے لیے (بیت اللہ کا) دروازہ کھولا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اسامہ اور حضرت بلال اور حضرت عثمان (بیت اللہ میں) داخل ہو گئے' پھر ان پر دروازہ بند کر دیا' پھر آپ دن کے کافی وقت تک بیت اللہ میں ٹھہرے رہے' پھر باہر آئے اور لوگ جلدی جلدی بیت اللہ میں داخل ہونے لگے' سو میں ان سے پہلے داخل ہو گیا' پس میں نے دیکھا کہ حضرت بلال دروازہ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے' میں نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جگہ نماز پڑھی تھی؟ حضرت بلال نے بتایا: آپ نے ان سامنے کے دو ستونوں کے درمیان میں نماز پڑھی اور اس وقت بیت اللہ دو قطاروں میں چھ ستونوں پر تھا اور آپ نے پہلی قطار کے دو ستونوں کے درمیان میں نماز پڑھی تھی اور بیت اللہ کے دروازہ کی طرف آپ نے پشت (مبارک) فرمائی اور اپنا منہ سامنے کیا' جہاں سے تم بیت اللہ میں داخل ہوتے ہو' آپ کے اور دیوار کے درمیان (تین ہاتھ کا فاصلہ تھا)' حضرت ابن عمر نے بتایا کہ میں حضرت بلال سے یہ پوچھنا بھول گیا تھا کہ آپ نے کتنی رکعت نماز پڑھی تھی' جس جگہ آپ نے نماز پڑھی تھی' وہاں سرخ سنگ مرمر بچھا ہوا تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۳۹۷ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کا باب کے عنوان سے مطابق نہ ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث کو حجۃ الوداع کے باب میں داخل کرنے پر یہ اشکال ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ یہ قصہ فتح مکہ کے سال کا ہے اور فتح مکہ کا سال آٹھ ہجری ہے اور حجۃ الوداع کا سال دس ہجری ہے اور اس باب کی تمام احادیث میں حجۃ الوداع کی تصریح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی تصریح ہے اور وہی حجۃ الوداع ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۷۷' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ ھ)

قصواء کا اور حضرت عثمان بن طلحہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''القصواء'' یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کا نام ہے' یہ وہ اونٹنی ہے جس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خریدا تھا اور دوسری اونٹنی بھی اس کے ساتھ آٹھ سو درہم میں خریدی تھی اور یہ وہ اونٹنی ہے' جس پر سوار ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی تھی۔

عثمان بن طلحہ: ان کے والد طلحہ غزوۂ اُحد میں کفر کی حالت میں مارے گئے تھے اور حضرت عثمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس زمانہ میں ہجرت کی تھی جو صلح حدیبیہ کا زمانہ تھا اور ان کے ساتھ حضرت خالد بن ولید تھے' پھر ان دونوں کی ملاقات حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ہوئی' جو نجاشی کے پاس سے ہجرت کے ارادہ سے آ رہے تھے' پس یہ سب اکٹھے ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ میں آئے اور اسلام قبول کر لیا اور حضرت عثمان فتح مکہ کے موقع پر حاضر تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اور شیبہ بن عثمان کو کعبہ کی چابی دے دی' پھر حضرت عثمان مدینہ میں رہے' یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی' پھر وہ مکہ کی طرف منتقل ہو گئے اور وہیں رہے حتیٰ کہ حضرت معاویہ کی خلافت کے اوائل میں بیالیس ہجری میں ان کی وفات ہو گئی۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۴۰۱- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُمَا اَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاضَتْ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَابِسَتُنَا هِيَ فَقُلْتُ اِنَّهَا قَدْ اَفَاضَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَطَافَتْ بِالْبَيْتِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْتَنْفِرْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ عنہا نے ان دونوں کو خبر دی کہ حضرت صفیہ بنت حیی زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ عنہا کو حجۃ الوداع میں حیض آ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ ہم کو (روانگی سے) روکنے والی ہیں' تو میں نے کہا: یارسول اللہ! یہ وقوف عرفہ کر چکی ہیں اور طواف زیارت بھی کر چکی ہیں' تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو پھر یہ بھی روانہ ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۴ میں گزر چکی ہے۔

۴۴۰۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ بِحَجَّةِ الْوَدَاعِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا وَلَا نَدْرِيْ مَا حَجَّةُ الْوَدَاعِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ ذَكَرَ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ فَاَطْنَبَ فِيْ ذِكْرِهٖ وَقَالَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا اَنْذَرَ اُمَّتَهٗ اَنْذَرَهٗ نُوْحٌ وَّالنَّبِيُّوْنَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاِنَّهٗ يَخْرُجُ فِيْكُمْ فَمَا خَفِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ شَاْنِهٖ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمر بن محمد نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد نے ان کو حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حجۃ الوداع کے متعلق باتیں کر رہے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان تھے اور ہم نہیں جانتے تھے کہ حجۃ الوداع کی کیا تعریف ہے؟ تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی' پھر المسیح الدجال کا ذکر کیا اور اس کا بہت مفصل ذکر کیا اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو

فَلَيْسَ يَخْفٰى عَلَيْكُمْ اَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ عَلٰى مَا يَخْفٰى عَلَيْكُمْ ثَلَاثًا اِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ وَاِنَّهٗ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ.

نبی بھی بھیجا اس نے اپنی اُمت کو دجال سے ڈرایا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد نبیوں نے دجال سے ڈرایا اور اس کا خروج تم میں ہوگا' سو تم میں سے کسی کے اوپر اس کی صفات مخفی نہ رہیں' پھر تین بار فرمایا کہ بے شک تمہارا رب جیسا کہ تم پر مخفی نہیں ہے' بے شک تمہارا رب کانا نہیں ہے اور بے شک دجال کی دائیں آنکھ کانی ہے گویا کہ اس کی آنکھ اُبھرا ہوا انگور ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح بخاری: ۳۰۵۷ میں گزر چکی ہے۔

۴۴۰۳- اَلَا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثًا وَيْلَكُمْ اَوْ وَيْحَكُمْ انْظُرُوْا لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.

سنو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر تمہاری جانوں کو اور تمہارے مالوں کو اس طرح تم پر حرام کر دیا ہے جس طرح آج کے دن کی تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینہ میں حرمت ہے' سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے تین بار (اللہ کے حضور) عرض کیا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا! تم پر افسوس ہے! تم غور کرو اور تم میرے بعد کفر میں نہ پلٹ جانا کہ تم میں سے بعض ایک دوسرے کی گردنیں ماریں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۷۴۲ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض زیادہ اہم اُمور کی شرح کی جا رہی ہے:

حجۃ الوداع کی تعریف' دجال کی متعدد صفات میں تطبیق اور تم میرے بعد کفر میں نہ پلٹ جانا سے کیا مراد ہے؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اور ہم نہیں جانتے تھے کہ حجۃ الوداع کی کیا تعریف ہے؟ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کا ذکر کیا تو وہ آپس میں باتیں کرنے لگے' لیکن وہ یہ نہیں سمجھے کہ حجۃ الوداع سے کیا مراد ہے؟ آیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رخصت ہو جائیں گے یا کچھ اور معنی ہے' حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی اور یہ ظاہر ہو گیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رخصت ہو جانا ہے کیونکہ آپ نے اپنی وفات کے قریب لوگوں کو وصیتیں کی تھیں۔

گویا کہ اس کی آنکھ اُبھرا ہوا انگور تھی: دوسری روایت میں ہے: اس کی آنکھ کا ڈھیلا اُبھرا ہوا ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ اس کی دائیں آنکھ کانی تھی اور حضرت حذیفہ کی حدیث میں ہے: اس کی آنکھ رگڑی ہوئی تھی اور اس کے اوپر ناخن مارا ہوا تھا اور دوسری حدیث میں ہے کہ اس کی بائیں آنکھ کانی تھی اور ان اوصاف میں تطبیق اس طرح ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی ایک آنکھ ٹھیک تھی اور دوسری آنکھ میں عیب تھا۔

اور تم میرے بعد کفر میں نہ پلٹ جانا: اس کا معنی یہ ہے کہ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو تم میرے بعد اسی طرح ایمان اور اعمالِ صالحہ پر قائم رہنا اور کسی پر ظلم نہ کرنا اور نہ مسلمانوں سے جنگ کرنا اور نہ ناجائز طریقہ سے ان کے اموال چھیننا کیونکہ یہ افعال گمراہی ہیں اور حق سے باطل کی طرف تجاوز ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۵۲۔۵۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۴۰۴- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث

اَبُوْاِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِیْ زَیْدُ ابْنُ اَرْقَمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَزَا تِسْعَ عَشْرَةَ غَزْوَةً وَّاَنَّهٗ حَجَّ بَعْدَ مَا هَاجَرَ حَجَّةً وَّاحِدَةً لَّمْ یَحُجَّ بَعْدَهَا حَجَّةَ الْوَدَاعِ قَالَ اَبُوْاِسْحَاقَ وَبِمَكَّةَ اُخْرٰی .

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انیس غزوات کیے اور آپ نے ہجرت کے بعد ایک حج کیا اور اس کے بعد کوئی حج نہیں کیا اور وہ حجۃ الوداع ہے' ابواسحاق نے کہا: اور مکہ میں دوسرا حج کیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۴۹ میں گزر چکی ہے۔

اور مکہ میں دوسرا حج کیا تھا: اس سے یہ وہم نہ ہو کہ آپ نے ہجرت سے پہلے مکہ میں صرف ایک حج کیا تھا بلکہ آپ نے مکہ میں ہجرت سے پہلے متعدد حج کیے تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

٤٤٠٥- **حَدَّثَنَا** حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِیِّ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِیْرٍ عَنْ جَرِیْرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِجَرِیْرٍ اِسْتَنْصِتِ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا یَّضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از علی بن مدرک از ابی زرعہ بن عمرو بن جریر از حضرت جریر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر سے حجۃ الوداع میں فرمایا: لوگوں کو خاموش کرو' پھر فرمایا: تم میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۱ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ تم مسلمانوں پر کفر کے فتوے لگا کر انہیں قتل کرنا نہ شروع کر دینا جیسے محمد بن عبدالوہاب نجدی نے ان مسلمانوں پر شرک کے فتوے لگائے جو اس کے عقائد کے خلاف تھے اور اسلام کی قدیم روایات پر قائم تھے یا جیسے ہمارے زمانے میں طالبان نے ان مسلمانوں کا قتلِ عام کیا جو ان کے انتہاء پسندانہ عقائد کے خلاف تھے اور انہوں نے قبروں سے مسلمانوں کی میتیں نکال کر ان کو درختوں پر لٹکایا۔

٤٤٠٦- **حَدَّثَنِیْ** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَیْئَتِهٖ یَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَلسَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِّنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثَةٌ مُّتَوَالِیَاتٌ ذُوالْقَعْدَةِ وَذُوالْحَجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِیْ بَیْنَ جُمَادٰی وَشَعْبَانَ اَیُّ شَهْرٍ هٰذَا قُلْنَا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَیُسَمِّیْهِ بِغَیْرِ اسْمِهٖ قَالَ اَلَیْسَ ذُوالْحَجَّةِ قُلْنَا بَلٰی قَالَ فَاَیُّ بَلَدٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ایوب نے حدیث بیان کی از محمد از ابن ابی بکرہ از حضرت ابوبکرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ گھوم کر اپنی اس ہیئت پر آ گیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا اور سال کے بارہ مہینے ہوتے ہیں' ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں' تین مہینے پے در پے ہیں' ذوالقعدہ' ذوالحجہ اور محرم اور مضر کا رجب جو جمادی اور شعبان کے درمیان میں ہے' یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا

هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اِسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ الْبَلْدَةَ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَاَيُّ يَوْمٍ هٰذَا قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُسَمِّيْهِ بِغَيْرِ اِسْمِهٖ قَالَ اَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَسَيَسْاَلُكُمْ عَنْ اَعْمَالِكُمْ اَلَا فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ ضُلَّالًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ اَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُّبَلِّغُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ اَوْعٰى لَهٗ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهٗ فَكَانَ مُحَمَّدٌ اِذَا ذَكَرَهٗ يَقُوْلُ صَدَقَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ مَرَّتَيْنِ .

رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' پس آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ اس کے معروف نام کے سوا کوئی اور نام لیں گے' آپ نے فرمایا: کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے پوچھا: یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے' پس آپ خاموش رہے' حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس کے معروف نام کے سوا کوئی اور نام لیں گے' آپ نے فرمایا: کیا یہ شہر(مکہ)نہیں ہے' ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں' پس آپ خاموش رہے' حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ اس کے معروف نام کے سوا کوئی اور نام لیں گے' آپ نے فرمایا: کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: بے شک تمہاری جانیں اور تمہارے مال' راوی محمد نے کہا: میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں' جس طرح آج کے دن کی اس شہر میں اور اس مہینہ میں حرمت ہے اور عنقریب تمہاری تمہارے رب سے ملاقات ہو گی تو وہ تم سے تمہارے کاموں کے متعلق سوال کرے گا' سنو! تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو' سنو! حاضر غائب کو تبلیغ کر دے' ہو سکتا ہے کہ تم میں سے جس کو تبلیغ کی جائے' وہ ان دوسروں سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو' جس نے اس کو سنا ہو' پس راوی محمد اس حدیث کا ذکر کرتے تو کہتے: سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا' پھر آپ نے دو مرتبہ فرمایا: سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٦٦ میں گزر چکی ہے۔

مشرکین عرب مہینوں کو آگے پیچھے کرتے رہتے تھے' مثلاً اگر انہوں نے محرم کے مہینہ میں لڑائی کرنی ہوتی تو وہ اس مہینہ میں لڑائی کو حلال کر لیتے اور کہتے کہ اگلا مہینہ محرم کا ہو گا' علیٰ ھذا القیاس! مہینوں کو آگے کرتے کرتے آخر میں وہ مہینہ آ گیا جو اصل میں محرم کا مہینہ تھا' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ گھوم کر اپنی اصلی ہیئت پر آ گیا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ص ٥٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٤٠٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان ثوری نے حدیث بیان کی از

اُنَاسًا مِّنَ الْيَهُوْدِ قَالُوْا لَوْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْنَا لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا فَقَالَ عُمَرُ اَيَّةُ اٰيَةٍ فَقَالُوْا ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ:٣) فَقَالَ عُمَرُ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اَيَّ مَكَانٍ اُنْزِلَتْ اُنْزِلَتْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ .

بن مسلم از طارق بن شہاب وہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں میں سے کچھ لوگ آئے انہوں نے کہا کہ اگر یہ آیت ہم میں نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید قرار دیتے' حضرت عمر نے پوچھا: وہ کون سی آیت ہے؟ تو انہوں نے کہا: آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بہ طور دین پسند کر لیا (المائدہ:٣) پس حضرت عمر نے کہا: بے شک میں جانتا ہوں کہ یہ آیت اس جگہ نازل ہوئی' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ میں وقوف کیے ہوئے تھے (یعنی کھڑے تھے)۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٥ میں گزر چکی ہے۔

جس یہودی نے یہ سوال کیا تھا وہ کعب الاحبار تھے۔ اس پر یہ سوال ہے کہ وہ تو حضرت عمر کے زمانہ میں اسلام لا چکے تھے؟ اس کا یہ جواب ہے کہ ہو سکتا ہے انہوں نے اسلام لانے سے پہلے یہ سوال کیا ہو' اس پر پھر یہ اعتراض ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں حضرت علی کے ہاتھ پر اسلام لا چکے ہیں؟ اگر یہ بات ثابت ہو تو پھر اس کا محمل یہ ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے یہ سوال کیا تھا اور ان میں کعب الاحبار بھی تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ٣٠-٢٩' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٤٠٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ اَبِي الْاَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَّمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ وَّعُمْرَةٍ وَّاَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَاَمَّا مَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ اَوْ جَمَعَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَلَمْ يَحِلُّوْا حَتّٰى يَوْمِ النَّحْرِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی از امام مالک از ابی الاسود محمد بن عبد الرحمن بن نوفل از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے' پس ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا اور ہم میں سے بعض نے حج کا احرام باندھا اور بعض نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا' پس جنہوں نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا' وہ اس وقت تک حلال نہیں ہوئے (یعنی احرام نہیں کھولا) حتیٰ کہ قربانی کا دن آ گیا۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ وَقَالَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ مِّثْلَهٗ .

ہمیں عبد اللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی اور انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں۔ ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی اسی کی مثل۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٩٤ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٠٩- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ هُوَ ابْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ عَادَنِى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَّجَعٍ اَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَلَغَ بِىْ مِنَ الْوَجَعِ مَا تَرٰى وَاَنَا ذُوْ مَالٍ وَّلَا يَرِثُنِىْ اِلَّا ابْنَةٌ لِّىْ وَاحِدَةٌ اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَىْ مَالِىْ قَالَ لَا قُلْتُ اَفَاَتَصَدَّقُ بِشَطْرِهٖ قَالَ لَا قُلْتُ فَالثُّلُثُ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَّتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَلَسْتَ تُنْفِقُ نَفَقَةً تَبْتَغِىْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا حَتَّى اللُّقْمَةَ تَجْعَلُهَا فِىْ فِىْ امْرَاَتِكَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اُاَخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِىْ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِىْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا ازْدَدْتَّ بِهٖ دَرَجَةً وَّرِفْعَةً وَّلَعَلَّكَ تُخَلَّفُ حَتّٰى يَنْتَفِعَ بِكَ اَقْوَامٌ وَّيُضَرَّبِكَ اٰخَرُوْنَ اَللّٰهُمَّ اَمْضِ لِاَصْحَابِىْ هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ رَثٰى لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُوُفِّىَ بِمَكَّةَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی اور وہ ابن سعد ہیں' انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از عامر بن سعد از والدخود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں میری اس بیماری میں عیادت کی' جس بیماری سے میں موت کے کنارہ پر پہنچ چکا تھا' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا درد وہاں تک پہنچ چکا ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اور میں مالدار ہوں اور میری وارث صرف میری ایک بیٹی ہے' کیا میں دو تہائی مال کو صدقہ کردوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: کیا میں آدھے مال کا صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: پس تہائی؟ آپ نے فرمایا: تہائی اور تہائی بہت ہے' بے شک اگر تم اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقراء چھوڑو کہ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہیں اور تم جو چیز بھی اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرو گے تمہیں اس پر اجر دیا جائے گا' حتیٰ کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں رکھو گے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اپنے اصحاب کے بعد پیچھے رہ جاؤں گا' آپ نے فرمایا: بے شک تم ہرگز پیچھے نہیں رہو گے' تم اللہ کی رضا جوئی کے لیے جو بھی کام کرو گے' اس سے تمہارا ایک درجہ زیادہ' اور بلند ہو گا اور شاید کہ تم پیچھے رہ جاؤ' حتیٰ کہ کئی لوگوں کو تم سے نفع ہو اور دوسرے لوگوں کو تم سے ضرر ہو' اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو جاری رکھ اور ان کو ان کی ایڑیوں پر نہ لوٹا' لیکن سعد بن خولہ نقصان میں رہے' رسول اللہ ﷺ نے ان کے مکہ میں فوت ہونے پر افسوس کیا۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ٥٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٤١٠- حَدَّثَنِىْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَخْبَرَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَقَ رَاْسَهٗ فِىْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرۃ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اپنا سر مونڈا (یعنی مونڈوایا)۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۷۲۶ میں گزر چکی ہے۔

٤٤١١- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ اَخْبَرَهُ ابْنُ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَقَ رَاْسَهُ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَاُنَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهِ وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن سعید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد نے بکر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی از نافع، ان کو حضرت ابن عمر نے خبر دی کہ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع میں سر مونڈا (یعنی کسی کو اپنا سر مونڈنے کا حکم دیا) اور آپ کے اصحاب میں سے بھی بعض لوگوں نے سر مونڈا اور بعض اصحاب نے بال کاٹے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۷۲۶ میں گزر چکی ہے۔

٤٤١٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَّقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّهُ اَقْبَلَ يَسِيْرُ عَلٰى حِمَارٍ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ بِمِنًى فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَسَارَ الْحِمَارُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ ثُمَّ نَزَلَ عَنْهُ فَصَفَّ مَعَ النَّاسِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب اور اللیث نے کہا: مجھے یونس نے حدیث بیان کی از ابن شہاب، انہوں نے کہا: مجھے عبید اللہ بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ وہ گدھے پر بیٹھ کر آئے اور رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع میں منیٰ کے اندر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، پس گدھا صف کے بعض حصہ سے گزرا تو وہ گدھے سے اُتر گئے اور لوگوں کے ساتھ صف میں شامل ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۷٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٤١٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ سُئِلَ اُسَامَةُ وَاَنَا شَاهِدٌ عَنْ سَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّتِهِ فَقَالَ الْعَنَقَ فَاِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از ہشام، انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے حج میں آپ کی رفتار کے متعلق سوال کیا گیا، میں بھی وہاں موجود تھا، انہوں نے بتایا کہ آپ تیز تیز چلتے تھے اور جب کھلا راستہ پاتے تو زیادہ تیز چلتے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱٦٦٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٤١٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْخَطْمِيِّ اَنَّ اَبَا اَيُّوْبَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن مسلمہ نے حدیث کی از امام مالک از یحییٰ بن سعید از عدی بن ثابت از عبد اللہ بن یزید الخطمی، وہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں حضرت ابو ایوب نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں

الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا . مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۶۷۴ میں گزر چکی ہے۔

٧٩- بَابُ غَزْوَةِ تَبُوكَ وَهِيَ غَزْوَةُ الْعُسْرَةِ
غزوۂ تبوک کا بیان اور یہی تنگی کا غزوہ ہے

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

تبوک کا لفظ منصرف ہے کیونکہ اس میں تانیث ہے اور علیت ہے اور بعض جگہ یہ منصرف بھی آیا ہے' اس وقت یہ الموضع یعنی جگہ کی تاویل میں ہے' تبوک اس چشمہ کا نام ہے جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو یہ حکم دیا تھا کہ اس کے پانی کو نہ چھوؤ۔ امام واقدی نے کہا ہے: چار منافقین نے جلدی جا کر اس پانی کو چھوا تھا' ان کے نام یہ ہیں: معتب بن قشیر' حارث بن یزید الطائی' ودیعہ بن ثابت اور زید بن لصیت۔

''بُوْك'' کے معنی چڑھنے کے بھی آتے ہیں اور کسی چیز کو کھودنے اور نقش ڈالنے کے لیے بھی آتے ہیں۔

امام مسلم نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ تم عنقریب تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے' ان شاء اللہ اور تم چاشت کے وقت ہی وہاں پہنچو گے' سو تم میں سے جو شخص اس چشمہ کے پاس جائے تو اس پانی کو نہ چھوئے۔ (صحیح مسلم:۲۲۸۱)

ابن عائذ نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چشمہ سے ایک چلو پانی لیا' پھر اس پانی کو تھوک دیا۔ تبوک اور مدینہ کے درمیان چودہ مرحلوں کی مسافت ہے اور تبوک اور دمشق کے درمیان گیارہ مرحلوں کی مسافت ہے اور یہ آخری غزوہ ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفسہ شریک تھے۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ آپ رجب نو ہجری جمعرات کے دن تبوک کی طرف روانہ ہوئے تھے اور اس کو تنگی کا غزوہ کہا گیا ہے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ . (التوبہ:۱۱۷) جن لوگوں نے تنگی کی ساعت میں آپ کی پیروی کی۔

صحابہ سخت گرمی میں تبوک کی طرف روانہ ہوئے تھے اور دو اور تین مرد ایک اونٹ پر سوار ہوئے تھے اور انہوں نے اونٹوں کو ذبح کیا اور ان کی اوجھڑیوں سے پانی نکال کر ان کو پیا اور یہ پانی کی تنگی تھی اور طہارت کی تنگی تھی اور کھانے پینے کی چیزوں کی تنگی تھی۔

تبوک کے سوا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی کسی غزوہ میں گئے تو آپ نے کسی اور نام سے اس غزوہ کا کنایہ کیا لیکن غزوۂ تبوک میں آپ نے بتا دیا تھا کہ آپ تبوک کی طرف جا رہے ہیں' تا کہ صحابہ سفر کی پوری تیاری کر سکیں اور اپنے آپ کو دور دراز سفر کی مشقت کے لیے تیار کر سکیں اور جب آپ کو یہ خبر پہنچی کہ بہت سارے رومی شام کی سرحد پر جمع ہو گئے ہیں اور ھرقل نے اپنی فوجوں کو ایک سال کی پیشگی تنخواہیں دے دی ہیں اور ان کے ساتھ لخم' جذام' عاملہ اور غسان کے قبائل بھی آ کر مل گئے ہیں اور وہ سب سرزمین البلقاء میں جمع ہو گئے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو ان کی طرف روانہ ہونے کے لیے طلب کیا اور بتا دیا کہ آپ کہاں جانے کا ارادہ کر رہے ہیں' تا کہ مسلمان اس کی تیاری کر لیں اور یہ سخت گرمیوں کا زمانہ تھا۔

(الطبقات ج ۲ ص ۱۶۶-۱۶۵)

اور آپ نے مدینہ پر محمد بن مسلمہ کو خلیفہ بنایا اور یہ ہمارے نزدیک زیادہ ثابت ہے۔

حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک زیادہ ثابت یہ ہے کہ آپ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا' جب آپ روانہ ہوئے تو عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھی پیچھے رہ گئے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیس ہزار صحابہ کے ساتھ تبوک روانہ ہوئے اور اس

میں دس ہزار گھوڑے تھے' آپ تبوک میں بیس دن ٹھہرے اور نماز قصر کرتے رہے' حضرت ابوذر اور حضرت ابوخیثمہ بعد میں آ کر آپ سے ملے تھے' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آ گئے اور آپ کو کوئی جنگ درپیش نہیں ہوئی' آپ مدینہ میں رمضان نو ہجری میں پہنچے تھے۔

امام بیہقی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین سو اونٹ ان کے پالانوں اور کپڑوں کے ساتھ غزوۂ تبوک میں پیش کیے تھے۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۱۹_۲۱۴)

اور امام واقدی نے سات سو اونٹوں اور ایک سو گھوڑوں کا ذکر کیا ہے۔

امام ابن اثیر نے ابوزرعہ سے روایت کیا ہے کہ تبوک میں آپ کے ساتھ چالیس ہزار صحابہ تھے اور حاکم کی کتاب میں ابوزرعہ سے روایت ہے کہ ستر ہزار تھے۔

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو تبوک کی طرف روانہ ہوئے اور پھر تبوک سے لوٹ آئے' اس کا سبب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہود آئے اور انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم! اگر آپ واقعی نبی ہیں تو شام میں جائیں' اسی جگہ حشر ہوگا اور وہی انبیاء کی سرزمین ہے' تو آپ نے ان کے قول کی تصدیق کی' پھر آپ غزوۂ تبوک میں گئے تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی یہ آیت نازل کی:

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا ۔ (بنی اسرائیل:٧٦)

اور بے شک وہ قریب تھے کہ اس زمین سے آپ کے قدم ڈگمگا دیں تا کہ آپ کو اس سے باہر کر دیں۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ کی طرف واپس جانے کا حکم دیا۔ امام بیہقی نے کہا ہے کہ یہ تقریر اس صورت میں ہے کہ جب یہ حدیث صحیح ہو۔ (دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۲۵۵_۲۵۴) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۱ ص ۵۸۷)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہ باب حجۃ الوداع کے باب کے بعد لکھا ہے اور یہ ان کی خطاء ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ صحیح بخاری کے نسخوں کو نقل کرنے والوں سے یہ خطاء ہوئی ہے' کیونکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ غزوۂ تبوک رجب کے مہینہ میں نو ہجری کو ہوا تھا اور امام ابن عائذ نے کہا ہے کہ یہ غزوۂ طائف کے چھ ماہ بعد ہوا تھا اور یہ رجب نو ہجری کے قول کے خلاف نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے واپس آنے کے بعد ذوالحجہ میں مدینہ میں داخل ہوئے اور تبوک ایک معروف جگہ ہے جو مدینہ سے دمشق کی طرف نصف راستہ پر ہے اور حجۃ الوداع اس کے بعد دس ہجری میں ہوا تھا' لہٰذا حجۃ الوداع کے بعد غزوۂ تبوک کا ذکر کرنا صحیح نہیں ہے۔ غزوۂ تبوک سخت تنگی کا غزوہ تھا' حضرت عمر نے بتایا کہ ہم سخت گرمی میں تبوک کی طرف گئے تھے اور ہم کو شدید پیاس لگی تھی۔

امام طبرانی نے حضرت عمران بن حصین سے روایت کی ہے کہ عرب کے عیسائیوں نے ہرقل کو لکھا کہ جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے وہ قحط سے ہلاک ہو رہے ہیں' تم ان کے خلاف افواج بھیجو تو اس نے چالیس ہزار افواج کو بھیجا' یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی اور آپ کے پاس اس وقت مالی قوت نہیں تھی' پھر بھی آپ نے ہرقل کی افواج سے جہاد کرنے کے لیے روانگی کا ارادہ فرمایا' اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دو سو اونٹوں اور ان کے پالانوں کے ساتھ اور دو سو اوقیہ چاندی کے ساتھ آپ کی مدد کی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا: اس کے بعد عثمان جو عمل بھی کریں' اس سے ان کو ضرر نہیں ہوگا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۳۲_۴۳۱' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٤١٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَرْسَلَنِيْ اَصْحَابِيْ اِلَى

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن العلاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از برید بن عبداللہ بن ابی بردہ از ابی بردہ از حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْاَلُهُ الْحُمْلَانَ لَهُمْ اِذْ هُمْ مَعَهُ فِيْ جَيْشِ الْعُسْرَةِ وَهِيَ غَزْوَةُ تَبُوْكَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّ اَصْحَابِيْ اَرْسَلُوْنِيْ اِلَيْكَ لِتَحْمِلَهُمْ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَحْمِلُكُمْ عَلٰى شَيْءٍ وَّوَافَقْتُهُ وَهُوَ غَضْبَانُ وَلَا اَشْعُرُ وَرَجَعْتُ حَزِيْنًا مِّنْ مَنْعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ مَّخَافَةِ اَنْ يَّكُوْنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ فِيْ نَفْسِهٖ عَلَيَّ فَرَجَعْتُ اِلٰى اَصْحَابِيْ فَاَخْبَرْتُهُمُ الَّذِيْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اَلْبَثْ اِلَّا سُوَيْعَةً اِذْ سَمِعْتُ بِلَالًا يُّنَادِيْ اَيْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ فَاَجَبْتُهُ فَقَالَ اَجِبْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْكَ فَلَمَّا اَتَيْتُهُ قَالَ خُذْ هٰذَيْنِ الْقَرِيْنَيْنِ وَهٰذَيْنِ الْقَرِيْنَيْنِ لِسِتَّةِ اَبْعِرَةٍ اِبْتَاعَهُنَّ حِيْنَئِذٍ مِّنْ سَعْدٍ فَانْطَلِقْ بِهِنَّ اِلٰى اَصْحَابِكَ فَقُلْ اِنَّ اللّٰهَ اَوْ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُكُمْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ فَارْكَبُوْهُنَّ فَانْطَلَقْتُ اِلَيْهِمْ بِهِنَّ فَقُلْتُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُكُمْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ وَلٰكِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اَدَعُكُمْ حَتّٰى يَنْطَلِقَ مَعِيْ بَعْضُكُمْ اِلٰى مَنْ سَمِعَ مَقَالَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَظُنُّوْا اَنِّيْ حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا لَّمْ يَقُلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا لِيْ اِنَّكَ عِنْدَنَا لَمُصَدَّقٌ وَّلَنَفْعَلَنَّ مَا اَحْبَبْتَ فَانْطَلَقَ اَبُوْ مُوْسٰى بِنَفَرٍ مِّنْهُمْ حَتّٰى اَتَوُا الَّذِيْنَ سَمِعُوْا قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْعَهُ اِيَّاهُمْ ثُمَّ اِعْطَاءَهُمْ بَعْدُ فَحَدَّثُوْهُمْ بِمِثْلِ مَا حَدَّثَهُمْ بِهٖ اَبُوْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

کرتے ہیں: مجھے میرے اصحاب نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا تا کہ میں آپ سے ان کے لیے سواریوں کا سوال کروں' کیونکہ وہ تنگی کے لشکر میں جو غزوۂ تبوک ہے میرے ساتھ تھے' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! بے شک میرے اصحاب نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ انہیں سواریوں پر سوار کریں' آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہیں کسی چیز پر سوار نہیں کروں گا' اتفاق سے جب میں آپ سے ملا تھا اس وقت آپ غصہ میں تھے اور مجھے اس کا پتا نہیں تھا' میں نبی ﷺ کے منع کرنے سے غم زدہ لوٹ آیا اور اس خوف کے ساتھ لوٹا کہ شاید نبی ﷺ کو مجھ پر غصہ آیا ہو' میں اپنے اصحاب کے پاس واپس آ گیا اور انہیں بتایا کہ نبی ﷺ نے کیا فرمایا ہے' پس ابھی میں تھوڑی دیر ہی ٹھہرا تھا کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز سنی' وہ نداء کر رہے تھے: اے عبداللہ بن قیس! تو میں نے کہا: ہاں! انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو وہ تمہیں بلا رہے ہیں' جب میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: یہ دو ایک جیسے اونٹ لو اور یہ دو ایک جیسے اونٹ لو' آپ نے چھ اونٹوں کے متعلق فرمایا جن کو آپ نے اسی وقت حضرت سعد سے خریدا تھا' (آپ نے فرمایا:) یہ اونٹ اپنے اصحاب کے پاس لے جاؤ' پس کہو: بے شک اللہ نے یا فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ نے تم کو ان اونٹوں پر سوار کیا ہے' سو تم ان پر سوار ہو' پس میں ان اونٹوں کو لے کر اپنے اصحاب کے پاس گیا' پس میں نے کہا کہ بے شک نبی ﷺ نے تم کو ان اونٹوں پر سوار کیا ہے لیکن میں اللہ کی قسم! تم کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا حتیٰ کہ تم میں سے بعض میرے ساتھ (ان صحابہ کی طرف) چلیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا تھا' تاکہ تم یہ گمان نہ کرو کہ میں نے اپنے پاس سے تمہیں کوئی بات بتائی تھی' جس کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا تھا تو ان اصحاب نے مجھ سے کہا: بے شک آپ ہمارے نزدیک ضرور بہت صادق ہیں اور ہم ضرور وہ کریں گے جو آپ نے کہا ہے' پس حضرت ابوموسیٰ ان میں سے چند اصحاب کو لے کر ان صحابہ کے پاس گئے' جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا تھا کہ پہلے

آپ نے ان کو سواریاں دینے سے منع کیا تھا' پھر بعد میں آپ نے ان کو سواریاں عطاء کیں' سو ان صحابہ نے اسی طرح بیان کیا جس طرح حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ نے ان کو حدیث بیان کی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۳۳ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

''سویعه'' کا معنی اور اس اشکال کا جواب کہ دو مرتبہ قرینین فرمانے سے تو چار اونٹ ہوتے ہیں۔۔۔ تو حدیث میں چھ اونٹ کا ذکر کس طرح صحیح ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''سُویعه'' یہ ساعت کی تصغیر ہے اور اس کا لغوی معنی ہے: زمانہ کا ایک جزء اور عرف میں اس کا اطلاق ایک گھنٹہ پر ہوتا ہے۔

''هٰذین القرینین'' یہ قرین کا تثنیہ ہے' یعنی ایک اونٹ جو دوسرے اونٹ سے ملا ہوا ہو۔ جب ان دونوں کو ایک رسی سے باندھ دیا جائے تو اس کو قرینین کہا جاتا ہے' اس سے پہلے حدیث میں گزر چکا ہے کہ جب اشعریین آئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے پانچ اونٹوں کا حکم دیا تھا' یا تو یہ متعدد واقعات ہیں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ اونٹوں پر ایک اور اونٹ کا اضافہ کر دیا' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا: ''ان دو قرینین کو لے لو'' اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ چار اونٹ تھے تو حدیث میں چھ اونٹوں کا تذکرہ کس طرح صحیح ہے' اس صورت میں تو یہ چاہیے تھے کہ آپ تین بار فرماتے: یہ قرینین لے لو تا کہ چھ اونٹ ہو جاتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ راوی نے اختصار کیا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلے قرینین سے مراد دو اونٹ ہوں اور دوسرے قرینین سے مراد چار اونٹ ہوں کیونکہ قرین کا لفظ واحد اور اکثر پر صادق آتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۶۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٤١٦- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُّصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰى تَبُوْكَ وَاسْتَخْلَفَ عَلِيًّا فَقَالَ اَتُخَلِّفُنِيْ فِى الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ قَالَ اَلَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هٰرُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى اِلَّا اَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِيْ وَقَالَ اَبُوْدَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ سَمِعْتُ مُصْعَبًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ از الحکم از مصعب بن سعد از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف روانہ ہوئے (اور مدینہ پر) حضرت علی رضی اللہ کو خلیفہ بنا دیا تو حضرت علی نے کہا: کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے لیے تھے؟ اور ابوداؤد نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از حکم انہوں نے کہا: میں نے مصعب سے سنا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۰۶ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس سفر میں تم میری طرف سے خلیفہ ہو گے جیسے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر گئے تھے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل پر خلیفہ بنا دیا تھا۔

٤٤١٧- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبیداللہ بن سعید نے

بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً يُخْبِرُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعُسْرَةَ قَالَ كَانَ يَعْلَى يَقُوْلُ تِلْكَ الْغَزْوَةُ اَوْثَقُ اَعْمَالِيْ عِنْدِيْ قَالَ عَطَاءٌ فَقَالَ صَفْوَانُ قَالَ يَعْلَى فَكَانَ لِيْ اَجِيْرٌ فَقَاتَلَ اِنْسَانًا فَعَضَّ اَحَدُهُمَا يَدَ الْاٰخَرِ قَالَ عَطَاءٌ فَلَقَدْ اَخْبَرَنِيْ صَفْوَانُ اَيُّهُمَا عَضَّ الْاٰخَرَ فَنَسِيْتُهُ قَالَ فَانْتَزَعَ الْمَعْضُوْضُ يَدَهُ مِنْ فِي الْعَاضِّ فَانْتَزَعَ اِحْدٰى ثَنِيَّتَيْهِ فَاَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْدَرَ ثَنِيَّتَهُ قَالَ عَطَاءٌ وَّحَسِبْتُ اَنَّهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَيَدَعُ يَدَهُ فِيْ فِيْكَ تَقْضَمُهَا كَاَنَّهَا فِيْ فِيْ فَحْلٍ يَقْضَمُهَا .

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن بکر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے سنا وہ خبر دیتے تھے انہوں نے کہا: مجھے صفوان بن یعلیٰ بن امیہ نے خبر دی از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تنگی کے لشکر میں غزوہ کیا' یعلیٰ کہتے تھے: یہ غزوہ میرے اُن اعمال میں سے ہے جن پر مجھے سب سے زیادہ اجر کی توقع ہے' عطاء نے کہا کہ صفوان نے بتایا کہ یعلیٰ کا ایک مزدور تھا' وہ کسی انسان سے لڑا تو ایک نے دوسرے کا ہاتھ دانتوں سے کاٹ لیا' عطاء نے کہا: مجھے یعلیٰ نے بتایا تھا کہ کس نے دوسرے کا ہاتھ دانتوں سے کاٹا تھا' پس میں اس کو بھول گیا' انہوں نے بتایا کہ جس کا ہاتھ کاٹا گیا تھا اس نے اپنا ہاتھ کاٹنے والے کے منہ سے کھینچا تو اس کے سامنے کے دانتوں میں سے ایک دانت گر گیا' پھر وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے اُس کے دانت کی دیت ساقط کر دی۔ عطاء نے کہا: میرا گمان ہے کہ صفوان نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ اپنا ہاتھ تمہارے منہ میں چھوڑ دیتا؟ اور تم اس کو اس طرح چباتے جس طرح کوئی نر جانور اپنے منہ میں کسی کو چباتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۴۷ میں گزر چکی ہے۔

٨٠- بَابُ حَدِيْثِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

حضرت کعب بن مالک بن ابی کعب کا نام ہے: عمرو بن القین بن کعب بن سواد بن غنم ۔ان کا تعلق بنو اسد سے ہے' یہ قبیلۂ خزرج انصاری سُلمی سے ہیں' ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ یہ عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے اور بدر میں ان کے حاضر ہونے کے متعلق اختلاف ہے' یہ اُحد میں حاضر ہوئے اور تمام غزوات میں حاضر ہوئے سوائے غزوۂ تبوک کے' کیونکہ یہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے' یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں پچاس ہجری میں فوت ہو گئے تھے اور ایک قول ترپن ہجری کا ہے' اس وقت ان کی عمر ستتر (۷۷) سال تھی' یہ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے' ان سے تابعین کی ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں۔

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ (التوبہ:۱۱۸)

اللہ عزوجل کا یہ ارشاد: اور اللہ نے ان تین پر توبہ قبول فرمائی جو مؤخر رکھے گئے تھے۔ (التوبہ:۱۱۸)

علامہ عینی اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ان تین کے نام یہ ہیں: حضرت کعب بن مالک' حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت

مُرارہ بن الربیع۔ یہ تینوں غزوۂ تبوک میں نہیں گئے اور پیچھے رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی توبہ قبول فرمائی اور ان کا عذر قبول فرمایا اور ان کے حق میں التوبہ:۱۱۸ نازل فرمائی' اس آیت سے پہلے یہ آیت ہے جو درج ذیل ہے:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (التوبہ:۱۱۷)

بے شک اللہ نے نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر توبہ قبول فرمائی جو نبی کے ساتھ تنگی کی گھڑی میں رہے' اس کے بعد قریب تھا کہ اُن میں سے ایک گروہ کے دل اپنی جگہ سے ہل جائیں' پھر اللہ نے ان پر توبہ قبول فرمائی' بے شک وہ اُن پر نہایت مہربان بے حد رحم فرمانے والا ہے ○

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ آیت غزوۂ تبوک کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر توبہ قبول کرنے کا کیا معنی ہے: اس کا ایک یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ کلام کی تمہید کے طور پر ہے' جس طرح یہ آیت ہے:

فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ ۔ (الانفال:۴۱)

پس بے شک (مالِ غنیمت کا) خمس اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے ہے۔

حالانکہ اللہ کے لیے تو مالِ غنیمت کا خمس نہیں ہوتا لیکن اس کو بہ طور تمہید فرمایا ہے' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر توبہ تو اس وقت قبول کی جاتی جب آپ کی کوئی خطاء ہوتی یا گناہ ہوتا' جس طرح اُن لوگوں کی خطاء تھی جو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے' تو پھر آپ کے لیے جو توبہ قبول کرنے کا ذکر فرمایا ہے وہ بہ طور تمہید ہے' دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ نے جو منافقین کو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے کی اجازت دی تھی' اس پر آپ کی توبہ قبول فرمائی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۶۲۔۶۱' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

مصنف کی طرف سے اشکالِ مذکور کا جواب

میں کہتا ہوں کہ آپ نے جو منافقین کا عذر قبول فرمایا تھا وہ ظاہر شرع کی بناء پر تھا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ظاہری عذر کو قبول فرمایا اور باطن کے معاملہ کو اللہ کی طرف سونپ دیا۔ (صحیح البخاری:۴۴۱۸) اور آپ ظاہر شرع پر عمل کرنے کے مکلف ہیں اور دلوں کا کھوج لگانے کے مکلف نہیں ہیں۔

حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں میں سوراخ کروں اور نہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں ان کے پیٹوں کو چیروں۔ (صحیح البخاری:۴۳۵۱)

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توبہ قبول کرنے کا ذکر ہو تو اس سے مراد آپ کے درجات کی بلندی ہوتی ہے۔

٤٤١٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِّنْ بَنِيْهِ حِيْنَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُّحَدِّثُ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ قِصَّةِ تَبُوْكَ قَالَ كَعْبٌ لَّمْ اَتَخَلَّفْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا اِلَّا فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ غَيْرَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک' وہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن کعب بن مالک حضرت کعب کے بیٹوں میں سے تھے' جو ان کو راستہ دکھاتے تھے جب وہ نابینا ہو گئے تھے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے کعب بن مالک سے سنا کہ جب وہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے تو اس کا قصہ بیان کرتے ہوئے حضرت کعب

اَنِّیْ كُنْتُ تَخَلَّفْتُ فِیْ غَزْوَةِ بَدْرٍ وَّلَمْ يُعَاتِبْ اَحَدًا تَخَلَّفَ عَنْهَا اِنَّمَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ عِيْرَ قُرَيْشٍ حَتّٰى جَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلٰى غَيْرِ مِيْعَادٍ وَّلَقَدْ شَهِدْتُّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِيْنَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَا اُحِبُّ اَنَّ لِیْ بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ وَّاِنْ كَانَتْ بَدْرٌ اَذْكَرَ فِی النَّاسِ مِنْهَا كَانَ مِنْ خَبَرِیْ اَنِّیْ لَمْ اَكُنْ قَطُّ اَقْوٰى وَلَا اَيْسَرَ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْهُ فِیْ تِلْكَ الْغَزَاةِ وَاللّٰهِ مَا اجْتَمَعَتْ عِنْدِیْ قَبْلَهٗ رَاحِلَتَانِ قَطُّ حَتّٰى جَمَعْتُهُمَا فِیْ تِلْكَ الْغَزْوَةِ وَلَمْ يَكُنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ غَزْوَةً اِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ غَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَرٍّ شَدِيْدٍ وَّاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَّمَفَازًا وَّعَدُوًّا كَثِيْرًا فَجَلّٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اَمْرَهُمْ لِيَتَاَهَّبُوْا اُهْبَةَ غَزْوِهِمْ فَاَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِیْ يُرِيْدُ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيْرٌ وَّلَا يَجْمَعُهُمْ كِتَابٌ حَافِظٌ يُرِيْدُ الدِّيْوَانَ قَالَ كَعْبٌ فَمَا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّتَغَيَّبَ اِلَّا ظَنَّ اَنْ سَيَخْفٰى لَهٗ مَالَمْ يَنْزِلْ فِيْهِ وَحْیُ اللّٰهِ وَغَزَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الْغَزْوَةَ حِيْنَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَالظِّلَالُ وَتَجَهَّزَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَهٗ فَطَفِقْتُ اَغْدُوْ لِكَیْ اَتَجَهَّزَ مَعَهُمْ فَاَرْجِعُ وَلَمْ اَقْضِ شَيْئًا فَاَقُوْلُ فِیْ نَفْسِیْ اَنَا قَادِرٌ عَلَيْهِ فَلَمْ يَزَلْ يَتَمَادٰى بِیْ حَتّٰى اشْتَدَّ بِالنَّاسِ الْجِدُّ فَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَهٗ وَلَمْ اَقْضِ مِنْ جَهَازِیْ شَيْئًا فَقُلْتُ اَتَجَهَّزُ بَعْدَهٗ بِيَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ ثُمَّ اَلْحَقُهُمْ فَغَدَوْتُ بَعْدَ اَنْ فَصَلُوْا لِاَتَجَهَّزَ فَرَجَعْتُ وَلَمْ اَقْضِ شَيْئًا ثُمَّ غَدَوْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ وَلَمْ اَقْضِ شَيْئًا فَلَمْ يَزَلْ بِیْ حَتّٰى اَسْرَعُوْا وَتَفَارَطَ الْغَزْوُ وَهَمَمْتُ اَنْ اَرْتَحِلَ

رضی اللہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے جو غزوہ بھی کیا میں غزوۂ تبوک کے سوا کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا' ہاں! میں غزوۂ بدر میں بھی پیچھے رہا تھا لیکن اس پر مجھے کسی نے ملامت نہیں کی تھی کہ میں غزوۂ بدر سے پیچھے رہا' رسول اللہ ﷺ صرف قریش کے قافلہ کا ارادہ کر کے نکلے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے دشمن کو بغیر کسی تعیین میعاد کے جمع کر دیا اور البتہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لیلۃ العقبہ میں بھی حاضر تھا' جب ہم نے اسلام کی حمایت کا عہد کیا (اور اس کے مقابلے میں) مجھے بدر میں حاضر ہونا پسند نہیں تھا' اگرچہ لوگوں میں بدر کا ذکر بہت زیادہ تھا اور میری خبر یہ ہے کہ جب میں غزوۂ تبوک سے پیچھے رہا' اس وقت میں اس سے پہلے کبھی اتنا قوی اور اتنا خوشحال نہیں تھا اور اللہ کی قسم! اس سے پہلے کبھی میرے پاس دو اونٹنیاں جمع نہیں ہوئی تھیں حتیٰ کہ میں نے ان کو اس غزوہ میں جمع کیا اور رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی غزوہ کا ارادہ کرتے تو اس کا کسی اور غزوہ سے توریہ کرتے تھے حتیٰ کہ اس غزوہ میں جب رسول اللہ ﷺ نے روانگی کا ارادہ کیا تو گرمی بہت سخت تھی اور آپ دور دراز کے سفر اور جنگلات کی طرف جا رہے تھے اور دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی تو آپ نے تمام مسلمانوں کے اوپر اپنے ارادہ کو ظاہر فرما دیا تا کہ وہ اس غزوہ کی تیاری کر لیں' پس آپ نے مسلمانوں کو بتا دیا جہاں جانے کا آپ کا قصد تھا اور مسلمان رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اتنے زیادہ تھے کہ ان کا شمار کسی رجسٹر میں نہیں ہو سکتا تھا۔ حضرت کعب نے بتایا کہ اگر کوئی شخص اس غزوہ سے غائب ہونا چاہتا تو اس کا یہ گمان تھا کہ جب تک آپ کے اوپر اللہ کی وحی نازل نہ ہو گی تو اس کا یہ معاملہ پوشیدہ رہے گا اور رسول اللہ ﷺ نے یہ غزوہ اس وقت کیا تھا جب پھل پک چکے تھے (اور آرام کرنے کے لیے) درختوں کے گھنے سائے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے تیاری کی اور مسلمانوں نے بھی آپ کے ساتھ تیاری کی' پس میں بھی تیاری کرنے لگا تا کہ میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہوں' پس میں لوٹ آیا اور میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا' پس میں دل میں کہتا کہ میں روانہ ہونے پر قادر ہوں' پس یوں ہی وقت گزرتا رہا' حتیٰ کہ لوگوں

فَاُدْرِكَهُمْ وَلَيْتَنِيْ فَعَلْتُ فَلَمْ يُقَدَّرْ لِيْ ذٰلِكَ فَكُنْتُ اِذَا خَرَجْتُ فِي النَّاسِ بَعْدَ خُرُوْجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطُفْتُ فِيْهِمْ اَحْزَنَنِيْ اَنِّيْ لَا اَرٰى اِلَّا رَجُلًا مَغْمُوْصًا عَلَيْهِ النِّفَاقُ اَوْ رَجُلًا مِمَّنْ عَذَرَ اللّٰهُ مِنَ الضُّعَفَاءِ وَلَمْ يَذْكُرْنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَلَغَ تَبُوْكَ فَقَالَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوْكَ مَا فَعَلَ كَعْبٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ سَلِمَةَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ حَبَسَهُ بُرْدَاهُ وَنَظَرُهُ فِيْ عِطْفَيْهِ فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِئْسَ مَاقُلْتَ وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ اِلَّا خَيْرًا فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ فَلَمَّا بَلَغَنِيْ اَنَّهُ تَوَجَّهَ قَافِلًا حَضَرَنِيْ هَمِّيْ وَطَفِقْتُ اَتَذَكَّرُ الْكَذِبَ وَاَقُوْلُ بِمَاذَا خَرَجَ مِنْ سَخَطِهِ غَدًا وَاسْتَعَنْتُ عَلٰى ذٰلِكَ بِكُلِّ ذِيْ رَاْيٍ مِنْ اَهْلِيْ فَلَمَّا قِيْلَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَظَلَّ قَادِمًا زَاحَ عَنِّي الْبَاطِلُ وَعَرَفْتُ اَنِّيْ لَنْ اَخْرُجَ مِنْهُ اَبَدًا بِشَيْءٍ فِيْهِ كَذِبٌ فَاَجْمَعْتُ صِدْقَهُ وَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَادِمًا وَكَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَيَرْكَعُ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَعَلَ ذٰلِكَ جَاءَهُ الْمُخَلَّفُوْنَ فَطَفِقُوْا يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْهِ وَيَحْلِفُوْنَ لَهُ وَكَانُوْا بِضْعَةً وَثَمَانِيْنَ رَجُلًا فَقَبِلَ مِنْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَانِيَتَهُمْ وَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَلَهُمْ وَوَكَلَ سَرَائِرَهُمْ اِلَى اللّٰهِ فَجِئْتُهُ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ ثُمَّ قَالَ تَعَالَ فَجِئْتُ اَمْشِيْ حَتّٰى جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لِيْ مَا خَلَّفَكَ اَلَمْ تَكُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ فَقُلْتُ بَلٰى اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَوْجَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا لَرَاَيْتُ اَنْ سَاَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهٖ بِعُذْرٍ وَلَقَدْ اُعْطِيْتُ جَدَلًا وَلٰكِنِّيْ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ

نے تیاری مکمل کر لی اور رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے ساتھ روانہ ہو گئے' اس وقت تک میں نے کوئی تیاری نہیں کی تھی تو میں نے دل میں کہا: میں آپ کے بعد کل یا پرسوں روانہ ہو جاؤں گا اور پھر میں ان کے ساتھ مل جاؤں گا' ان کے روانہ ہونے کے بعد میں صبح کو تیاری کے لیے اُٹھا اور پھر لوٹ گیا اور کوئی فیصلہ نہیں کیا' پھر دوسری صبح کو اٹھا اور پھر لوٹ آیا اور میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا' پھر یوں ہی ہوتا رہا حتیٰ کہ لشکر بہت آگے نکل گیا اور بہت دور چلا گیا اور میں ارادہ کرتا رہا تھا کہ میں ان سے جا ملوں گا اور کاش کہ میں نے ایسا کیا ہوتا' پس یہ میرے لیے مقدر نہیں تھا' رسول اللہ ﷺ کے روانہ ہونے کے بعد جب میں لوگوں میں نکلا تو مجھے اس چیز نے بہت غم زدہ کیا کہ میں جس شخص کو دیکھتا تھا اس پر نفاق کا عیب ہوتا تھا یا ان مردوں کو دیکھتا جن کو اللہ تعالیٰ نے کمزوری کے سبب جہاد سے معذور رکھا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے میرا ذکر نہیں کیا تھا حتیٰ کہ آپ تبوک پر پہنچ گئے تو جب آپ تبوک میں لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے پوچھا کہ کعب نے کیا کیا؟ تو بنو سلمہ کے ایک مرد نے کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! اس کو (اس کی خوشنما) دو چادروں نے اور ان کی طرف اِترا کے دیکھنے نے روک لیا' پس حضرت معاذ بن جبل نے کہا: تم نے بہت بُری بات کہی ہے' اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! ہم نے کعب کے اوپر نیکی اور خیر کے سوا اور کوئی چیز نہیں جانی' تو رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ حضرت کعب بن مالک نے بتایا کہ جب مجھے یہ خبر پہنچی کہ آپ واپس تشریف لا رہے ہیں تو پھر میں فکر مند ہو گیا اور میں کوئی جھوٹا حیلہ سوچنے لگا جسے بیان کر کے میں کل آپ کی ناراضگی سے بچ جاؤں گا اور اس کے متعلق میں نے اپنے گھر کے ہر عقلمند آدمی سے مشورہ کیا' پھر جب مجھے بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اب مدینہ میں داخل ہونے والے ہیں تو تمام جھوٹی باتیں میرے دل سے نکل گئیں اور میں نے جان لیا کہ میں جھوٹ بول کر کبھی بھی آپ کی ناراضگی سے نہیں نکل سکوں گا' تو میں نے سچ بولنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور رسول اللہ ﷺ

لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيْثَ كَذِبٍ تَرْضٰى بِهٖ عَنِّيْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يُّسْخِطَكَ عَلَيَّ وَلَئِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِيْثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيْهِ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ فِيْهِ عَفْوَ اللّٰهِ لَا وَاللّٰهِ مَاكَانَ لِيْ مِنْ عُذْرٍ وَّاللّٰهِ مَاكُنْتُ قَطُّ اَقْوٰى وَلَا اَيْسَرَ مِنِّيْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ فَقُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِيْكَ فَقُمْتُ وَثَارَ رِجَالٌ مِّنْ بَنِيْ سَلِمَةَ فَاتَّبَعُوْنِيْ فَقَالُوْا لِيْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْنَاكَ كُنْتَ اَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هٰذَا وَلَقَدْ عَجَزْتَ اَنْ لَّا تَكُوْنَ اعْتَذَرْتَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا اعْتَذَرَ اِلَيْهِ الْمُتَخَلِّفُوْنَ قَدْ كَانَ كَافِيَكَ ذَنْبَكَ اسْتِغْفَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ فَوَاللّٰهِ مَا زَالُوْا يُؤَنِّبُوْنَنِيْ حَتّٰى اَرَدْتُّ اَنْ اَرْجِعَ فَاُكَذِّبَ نَفْسِيْ ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ هَلْ لَقِيَ هٰذَا مَعِيَ اَحَدٌ قَالُوْا نَعَمْ رَجُلَانِ قَالَا مِثْلَ مَا قُلْتَ فَقِيْلَ لَهُمَا مِثْلُ مَا قِيْلَ لَكَ فَقُلْتُ مَنْ هُمَا قَالُوْا مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْعَمْرِيُّ وَهِلَالُ بْنُ اُمَيَّةَ الْوَاقِفِيُّ فَذَكَرُوْا اِلٰى رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا فِيْهِمَا اُسْوَةٌ فَمَضَيْتُ حِيْنَ ذَكَرُوْهُمَا لِيْ وَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِيْنَ عَنْ كَلَامِنَا اَيُّهَا الثَّلَاثَةُ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ فَاجْتَنَبَنَا النَّاسُ وَتَغَيَّرُوْا لَنَا حَتّٰى تَنَكَّرَتْ فِيْ نَفْسِي الْاَرْضُ فَمَا هِيَ الَّتِيْ اَعْرِفُ فَلَبِثْنَا عَلٰى ذٰلِكَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً فَاَمَّا صَاحِبَايَ فَاسْتَكَانَا وَقَعَدَا فِيْ بُيُوْتِهِمَا يَبْكِيَانِ وَاَمَّا اَنَا فَكُنْتُ اَشَبَّ الْقَوْمِ وَاَجْلَدَهُمْ فَكُنْتُ اَخْرُجُ فَاَشْهَدُ الصَّلٰوةَ مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَطُوْفُ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يُكَلِّمُنِيْ اَحَدٌ وَاٰتِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِيْ مَجْلِسِهٖ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَاَقُوْلُ فِيْ نَفْسِيْ هَلْ حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلَامِ عَلَيَّ اَمْ لَا ثُمَّ اُصَلِّيْ قَرِيْبًا مِّنْهُ فَاُسَارِقُهُ النَّظَرَ فَاِذَا اَقْبَلْتُ عَلٰى

تشریف لے آئے اور جب آپ کسی سفر سے آتے تو پہلے دو رکعت مسجد میں نماز پڑھتے' پھر لوگوں کے لیے بیٹھ جاتے اور جب آپ نے ایسا کیا تو اس غزوہ میں پیچھے رہنے والے آپ کے پاس آئے اور آپ کے سامنے عذر پیش کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے اور وہ اسی سے زیادہ مرد تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ظاہری عذر کو قبول فرمالیا اور ان کو بیعت کرلیا اور ان کے لیے استغفار کیا اور ان کے باطنی معاملات کو اللہ کی طرف سونپ دیا' سو میں بھی آپ کے پاس آیا' جب میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ ناراضگی سے مسکرائے' پھر آپ نے فرمایا: آگے آؤ! تو میں آگے چلا حتیٰ کہ میں آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا' آپ نے پوچھا: تم کیوں پیچھے رہ گئے؟ کیا تم نے اپنی سواری خرید نہیں لی تھی؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! بے شک اللہ کی قسم! اگر میں آپ کے علاوہ کسی دنیادار کے پاس بیٹھا ہوتا تو آپ دیکھتے کہ میں جھوٹے عذر پیش کر کے آپ کی ناراضگی سے نکل جاتا اور مجھے چرب زبانی دی گئی ہے' لیکن اللہ کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ اگر آج میں نے آپ سے کوئی جھوٹی بات کہی جس سے آپ مجھ سے راضی ہو جائیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ پر ناراض کر دے گا اور اگر میں نے آپ کو سچی بات کہی' جس سے آپ مجھ سے ناراض ہوں تو میں اللہ تعالیٰ سے معاف کرنے کی اُمید رکھتا ہوں' اللہ کی قسم! میرا کوئی عذر نہیں ہے اور اللہ کی قسم! میں اتنا قوی اور اتنا خوشحال کبھی نہیں تھا جب میں آپ سے پیچھے رہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو! اس شخص نے سچ کہا ہے' پس تم اُٹھو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق کوئی فیصلہ فرمادے' سو میں اُٹھا اور بنو سلمہ کے مرد دوڑ کر آئے' پس مجھ سے ملے اور مجھ سے کہا: اللہ کی قسم! ہمیں نہیں معلوم کہ تم نے اس سے پہلے کوئی گناہ کیا تھا' کیا تم اس سے عاجز تھے کہ تم بھی رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی ایسا عذر پیش کرتے جیسا دوسرے پیچھے رہنے والوں نے عذر پیش کیا تھا' بے شک تمہارے گناہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کا تمہارے لیے استغفار کافی ہوتا' پس اللہ کی قسم! وہ مجھے مسلسل ملامت کرتے رہے' حتیٰ کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں

صَلٰوتِیْ اَقْبَلَ اِلَیَّ وَاِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَهٗ اَعْرَضَ عَنِّیْ حَتّٰی اِذَا طَالَ عَلَیَّ ذٰلِكَ مِنْ جَفْوَةِ النَّاسِ مَشَیْتُ حَتّٰی تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ اَبِیْ قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّیْ وَاَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ فَوَاللّٰهِ مَا رَدَّ عَلَیَّ السَّلَامَ فَقُلْتُ یَا اَبَا قَتَادَةَ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمُنِیْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَسَکَتَ فَعُدْتُ لَهٗ فَنَشَدْتُّهٗ فَسَکَتَ فَعُدْتُ لَهٗ فَنَشَدْتُّهٗ فَقَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَفَاضَتْ عَیْنَایَ وَتَوَلَّیْتُ حَتّٰی تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ قَالَ فَبَیْنَا اَنَا اَمْشِیْ بِسُوْقِ الْمَدِیْنَةِ اِذَا نَبَطِیٌّ مِّنْ اَنْبَاطِ اَهْلِ الشَّامِ مِمَّنْ قَدِمَ بِالطَّعَامِ یَبِیْعُهٗ بِالْمَدِیْنَةِ یَقُوْلُ مَنْ یَّدُلُّ عَلٰی کَعْبِ بْنِ مَالِكٍ فَطَفِقَ النَّاسُ یُشِیْرُوْنَ لَهٗ حَتّٰی اِذَا جَاءَنِیْ دَفَعَ اِلَیَّ کِتَابًا مِّنْ مَّلِكِ غَسَّانَ فَاِذَا فِیْهِ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهٗ قَدْ بَلَغَنِیْ اَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ یَجْعَلْكَ اللّٰهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَّلَا مَضْیَعَةٍ فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ فَقُلْتُ لَمَّا قَرَاْتُهَا وَهٰذَا اَیْضًا مِّنَ الْبَلَاءِ بِهَا فَتَیَمَّمْتُ التَّنُّوْرَ فَسَجَرْتُهٗ بِهَا حَتّٰی اِذَا مَضَتْ اَرْبَعُوْنَ لَیْلَةً مِّنَ الْخَمْسِیْنَ اِذَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْنِیْ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْمُرُكَ اَنْ تَعْتَزِلَ امْرَاَتَكَ فَقُلْتُ اُطَلِّقُهَا اَمْ مَاذَا اَفْعَلُ قَالَ لَا بَلِ اعْتَزِلْهَا وَلَا تَقْرَبْهَا وَاَرْسَلَ اِلٰی صَاحِبَیَّ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لِامْرَاَتِیْ الْحَقِیْ بِاَهْلِكِ فَتَکُوْنِیْ عِنْدَهُمْ حَتّٰی یَقْضِیَ اللّٰهُ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ قَالَ کَعْبٌ فَجَاءَتِ امْرَاَةُ هِلَالِ بْنِ اُمَیَّةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هِلَالَ ابْنَ اُمَیَّةَ شَیْخٌ ضَائِعٌ لَیْسَ لَهٗ خَادِمٌ فَهَلْ تَکْرَهُ اَنْ اَخْدُمَهٗ قَالَ لَا وَلٰکِنْ لَّا یَقْرَبْكِ قَالَتْ اِنَّهٗ وَاللّٰهِ مَا بِهٖ حَرَکَةٌ اِلٰی شَیْءٍ وَّاللّٰهِ مَا زَالَ یَبْکِیْ مُنْذُ کَانَ مِنْ اَمْرِهٖ مَا کَانَ اِلٰی یَوْمِهٖ هٰذَا فَقَالَ لِیْ بَعْضُ اَهْلِیْ لَوِ اسْتَاْذَنْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ امْرَاَتِكَ کَمَا اَذِنَ

واپس جاؤں اور اپنے آپ کو جھوٹا قرار دوں' پھر میں نے ان سے پوچھا: کیا کسی اور کو بھی میرے جیسا معاملہ پیش آیا ہے؟ انہوں نے بتایا: ہاں! دو مرد ہیں جنہوں نے تمہاری طرح کہا' پس ان سے اسی طرح کہا گیا جس طرح تم سے کہا گیا' میں نے پوچھا: وہ دونوں کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: وہ مرارہ بن الربیع العمری اور ہلال بن امیہ الواقفی ہیں' سو انہوں نے ان دو نیک بندوں کا ذکر کیا جو غزوۂ بدر میں حاضر تھے' سو اُن میں (میرے لیے) نمونہ ہے' سو جب انہوں نے ان دونوں کا مجھ سے ذکر کیا تو میں اپنے گھر آ گیا اور رسول اللہ ﷺ نے ہم تینوں سے کلام کرنے سے مسلمانوں کو منع فرما دیا تھا جو آپ سے اس غزوہ میں پیچھے رہے تھے' سو لوگوں نے ہم سے اجتناب کر لیا اور وہ ہم سے بالکل بدل گئے حتیٰ کہ مجھے وہ زمین بھی بدلی ہوئی نظر آئی' یہ وہ زمین ہی نہ تھی جسے میں پہلے پہچانتا تھا' ہم نے اسی حالت پر پچاس راتیں گزاریں' رہے میرے دو صاحب تو وہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہتے تھے اور روتے رہتے تھے اور میں قوم میں جوان تھا اور باہمت تھا' پس میں باہر نکلتا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتا تھا اور بازاروں میں گھومتا تھا اور میرے ساتھ کوئی بھی بات نہ کرتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آتا تھا تو آپ کو سلام کرتا تھا اور آپ نماز کے بعد اپنی مجلس میں بیٹھے ہوتے تھے' میں دل میں سوچتا تھا کہ کیا آپ نے میرے سلام کا جواب دینے کے لیے ہونٹوں کو حرکت دی تھی یا نہیں؟ پھر میں آپ کے قریب نماز پڑھتا تھا اور نظریں چُرا کر آپ کی طرف دیکھتا تھا' پس جب میں نماز پڑھنے لگتا تو آپ میری طرف متوجہ ہوتے اور جب میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ مجھ سے اعراض کرتے حتیٰ کہ جب مجھ سے لوگوں کی بے رُخی بڑھتی گئی تو ایک دن میں حضرت ابوقتادہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا اور وہ میرے چچا زاد بھائی تھے اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب تھے' پس میں نے ان کو سلام کیا تو اللہ کی قسم! انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا: اے ابوقتادہ! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں' کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا

لِامْرَاَةِ هِلَالِ بْنِ اُمَيَّةَ اَنْ تَخْدُمَهُ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا اَسْتَاْذِنُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِيْنِيْ مَا يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَاْذَنْتُهُ فِيْهَا وَاَنَا رَجُلٌ شَابٌّ فَلَبِثْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ حَتّٰى كَمَلَتْ لَنَا خَمْسُوْنَ لَيْلَةً مِّنْ حِيْنَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَلَامِنَا فَلَمَّا صَلَّيْتُ صَلٰوةَ الْفَجْرِ صُبْحَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً وَّاَنَا عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِنَا فَبَيْنَا اَنَا جَالِسٌ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ نَفْسِيْ وَضَاقَتْ عَلَيَّ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ سَمِعْتُ صَوْتَ صَارِخٍ اَوْفٰى عَلٰى جَبَلِ سَلْعٍ بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ اَبْشِرْ قَالَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا وَّعَرَفْتُ اَنْ قَدْ جَاءَ فَرَجٌ وَ اٰذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَوْبَةِ اللّٰهِ عَلَيْنَا حِيْنَ صَلّٰى صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُوْنَنَا وَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَيَّ مُبَشِّرُوْنَ وَرَكَضَ اِلَيَّ رَجُلٌ فَرَسًا وَسَعٰى سَاعٍ مِّنْ اَسْلَمَ فَاَوْفٰى عَلَى الْجَبَلِ وَكَانَ الصَّوْتُ اَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ فَلَمَّا جَاءَنِي الَّذِيْ سَمِعْتُ صَوْتَهُ يُبَشِّرُنِيْ نَزَعْتُ لَهٗ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهٗ اِيَّاهُمَا بِبُشْرَاهُ وَاللّٰهِ مَا اَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ وَاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا وَانْطَلَقْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَلَقَّانِي النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا يُهَنُّوْنَنِيْ بِالتَّوْبَةِ يَقُوْلُوْنَ لِتَهْنِكَ تَوْبَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ قَالَ كَعْبٌ حَتّٰى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ فَقَامَ اِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِيْ وَهَنَّانِيْ وَاللّٰهِ مَا قَامَ اِلَيَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ غَيْرَهٗ وَلَا اَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ قَالَ كَعْبٌ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهٗ مِنَ السُّرُوْرِ اَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ

ہوں؟ تو وہ خاموش رہے' میں نے اپنی بات دُہرائی اور پھر قسم دی' تب بھی وہ خاموش رہے' میں نے پھر اپنی بات دہرائی اور پھر ان کو قسم دی تو انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کو ہی زیادہ علم ہے' سو میری دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور میں واپس آ گیا حتیٰ کہ میں دیوار پھاند کر اُتر گیا' حضرت کعب نے بتایا: جس وقت میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا تو اہل شام کے کسانوں میں سے ایک کسان آیا جو مدینہ میں غلہ بیچ رہا تھا' وہ کہہ رہا تھا کہ کعب بن مالک کی طرف میری کون رہنمائی کرے گا؟ تو لوگوں نے اُسے اشارہ سے بتایا حتیٰ کہ وہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے غسان کے بادشاہ کا مکتوب دیا' اس میں لکھا ہوا تھا: امابعد! مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہارے پیغمبر نے تمہارے ساتھ بے وفائی کی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ذلت کے گھر میں نہیں رکھا اور نہ ضائع ہونے کے لیے رکھا ہے' تم ہم سے آ کر مل جاؤ ہم تمہاری غم خواری کریں گے' میں نے اس خط کو پڑھنے کے بعد دل میں کہا: یہ میرے لیے ایک اور امتحان ہے! پس میں نے تنور کا قصد کیا اور اس خط کو جلا دیا' حتیٰ کہ جب پچاس میں سے چالیس راتیں گزر گئیں تو رسول اللہ ﷺ کا قاصد میرے پاس آیا' پس اُس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں یہ حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ' پس میں نے پوچھا: کیا میں اس کو طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ اس نے کہا: نہیں! بلکہ تم اس سے الگ ہو جاؤ اور اس کے قریب نہ جاؤ (یعنی مباشرت نہ کرو)' اور آپ نے میرے دو صاحبوں کی طرف بھی ایسا ہی پیغام بھیجا' میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ اور ان ہی کے پاس رہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق اس امر کا فیصلہ فرما دے۔ حضرت کعب نے بتایا: حضرت ھلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی' پس اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہلال بن اُمیہ بہت ہی بوڑھے اور کمزور ہیں' ان کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہے' کیا آپ اس کو ناپسند کریں گے کہ میں ان کی خدمت کروں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! لیکن وہ تمہارے قریب نہ آئیں' ان کی بیوی نے کہا: اللہ کی قسم! وہ تو کسی کام کے

مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ اُمُّكَ قَالَ قُلْتُ اَمِنْ عِنْدِكَ
يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَمْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ قَالَ لَا بَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ
اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَاَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ وَّكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ
مِنْهُ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ مِنْ
تَوْبَتِيْ اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَّالِيْ صَدَقَةً اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ
قُلْتُ فَاِنِّيْ اُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ
اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ اِنَّمَا نَجَّانِيْ بِالصِّدْقِ وَاِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اَنْ لَّا
اُحَدِّثَ اِلَّا صِدْقًا مَّا بَقِيْتُ فَوَاللّٰهِ مَا اَعْلَمُ اَحَدًا مِّنَ
الْمُسْلِمِيْنَ اَبْلَاهُ اللّٰهُ فِيْ صِدْقِ الْحَدِيْثِ مُنْذُ ذَكَرْتُ
ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ مِمَّا
اَبْلَانِيْ مَا تَعَمَّدْتُ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا كَذِبًا وَّاِنِّيْ
لَاَرْجُوْ اَنْ يَّحْفَظَنِيَ اللّٰهُ فِيْمَا بَقِيْتُ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى
عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ
عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ .اِلٰى قَوْلِهٖ .وَكُوْنُوْا
مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝﴾ (التوبہ:١١٧-١١٩) فَوَاللّٰهِ مَا اَنْعَمَ
اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ نِّعْمَةٍ قَطُّ بَعْدَ اَنْ هَدَانِيْ لِلْاِسْلَامِ اَعْظَمَ
فِيْ نَفْسِيْ مِنْ صِدْقِيْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اَنْ لَّا اَكُوْنَ كَذَبْتُهُ فَاَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ الَّذِيْنَ
كَذَبُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِلَّذِيْنَ كَذَبُوْا حِيْنَ اَنْزَلَ
الْوَحْيَ شَرَّ مَا قَالَ لِاَحَدٍ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى
﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ
لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝﴾ (التوبہ:٩٥-٩٦) قَالَ
كَعْبٌ وَّكُنَّا تَخَلَّفْنَا اَيُّهَا الثَّلَاثَةُ عَنْ اَمْرِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
قَبِلَ مِنْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ
حَلَفُوْا لَهٗ فَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَاَرْجَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

لیے حرکت کر ہی نہیں سکتے اور اللہ کی قسم! جب سے ان کے معاملہ
میں عتاب ہوا ہے' اس دن سے لے کر اب تک وہ مسلسل روتے
رہتے ہیں' تب مجھ سے میرے بعض گھر والوں نے کہا: اگر تم بھی
رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کے متعلق اسی طرح اجازت لے لو
جس طرح آپ نے حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی کو ان کی خدمت
کرنے کی اجازت دی ہے تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس کی
رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہیں لوں گا اور مجھے پتا نہیں کہ جب
میں رسول اللہ ﷺ سے اس کی اجازت طلب کروں تو آپ کیا
فرمائیں؟ حالانکہ میں تو جوان مرد ہوں (اور حضرت ہلال بن اُمیہ تو
بوڑھے تھے)' پھر میں نے اس حال میں دس راتیں اور گزاریں حتیٰ
کہ جب سے رسول اللہ ﷺ نے ہم سے کلام کی ممانعت کی تھی'
اس پر پچاس روز مکمل ہو گئے' پس جب میں نے پچاسویں رات کی
صبح کو فجر کی نماز پڑھی اور اس وقت میں اپنے گھر کی چھت پر تھا' میں
اسی حال میں بیٹھا ہوا تھا جس کا اللہ نے ذکر فرمایا کہ مجھ پر میرا نفس
بھی تنگ ہو گیا ہے اور زمین بھی اپنی کشادگی کے باوجود مجھ پر تنگ
ہو گئی ہے تو اچانک میں نے کسی چلانے والے کی آواز سنی جو سلع
پہاڑ پر بلند آواز سے پکار رہا تھا: اے کعب بن مالک! بشارت قبول
کرو! حضرت کعب نے کہا: پس میں سجدہ میں گر گیا اور میں نے
جان لیا کہ اب کشادگی آ گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جب فجر
کی نماز پڑھائی تو یہ اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول کر لی
ہے' تو لوگ ہمیں خوشخبری دینے کے لیے آئے اور میرے ان دو
صاحبوں کی طرف بھی خوشخبری دینے والے گئے اور ایک شخص نے
میری طرف گھوڑا دوڑایا اور بنو اسلم کا ایک مرد میری طرف دوڑا' پس
وہ پہاڑ پر چڑھا اور اس کی آواز گھوڑے کی رفتار سے زیادہ تیز تھی'
پس جب میرے پاس وہ شخص آیا جس کی بشارت دینے کی آواز
میں نے سنی تھی تو میں نے اس بشارت کی جزاء میں اپنی دونوں
چادریں اس کو پہنا دیں اور اللہ کی قسم! اس وقت میرے پاس ان
چادروں کے سوا اور کچھ نہیں تھا اور میں نے دو کپڑے عاریۃً لے کر
پہنے اور میں رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ ہوا' پس لوگ مجھ سے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْرَنَا حَتّٰى قَضَى اللّٰهُ فِيْهِ فَبِذٰلِكَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ (التوبہ:١١٨) وَلَيْسَ الَّذِىْ ذَكَرَ اللّٰهُ مِمَّا خُلِّفْنَا عَنِ الْغَزْوِ وَاِنَّمَا تَخْلِيْفُهٗ اِيَّانَا وَاِرْجَاءُهٗ اَمْرَنَا عَمَّنْ حَلَفَ لَهٗ وَاعْتَذَرَ اِلَيْهِ فَقَبِلَ مِنْهُ .

فوج درفوج مل رہے تھے اور میری توبہ قبول ہونے پر مجھے مبارک باد دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم کو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی۔ حضرت کعب نے بتایا: حتیٰ کہ میں مسجد میں داخل ہوا' پس اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے گرد صحابہ بیٹھے ہوئے تھے' پس حضرت طلحہ بن عبید اللہ دوڑتے ہوئے میرے پاس آئے' انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد دی اور اللہ کی قسم! مہاجرین میں سے ان کے سوا اور کوئی نہیں کھڑا ہوا اور میں حضرت طلحہ کی یہ نیکی کبھی نہیں بھولوں گا۔ حضرت کعب نے بتایا: جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا' آپ نے فرمایا: تمہیں اس مبارک دن کی بشارت ہو' جب سے تم اپنی ماں سے پیدا ہوئے ہو' یہ تمہارا سب سے بہترین دن ہے۔ حضرت کعب نے بتایا: میں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہ آپ اپنی طرف سے فرما رہے ہیں؟ یا اللہ کی طرف سے (فرما رہے ہیں)؟ آپ نے فرمایا: نہیں! بلکہ اللہ کی طرف سے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خوش ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ اس طرح روشن ہو جاتا تھا جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہو اور ہم اس بات کو آپ کے چہرے سے پہچانتے تھے' پس جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا تو میں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک میری توبہ (کی خوشی یہ ہے) کہ میں اپنا تمام مال اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف صدقہ کر دوں' آپ نے فرمایا: تم اپنے کچھ مال کو اپنے پاس رکھو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا' میں نے کہا: میں اس مال کو اپنے پاس رکھوں گا جو خیبر میں میرا حصہ ہے' پھر میں نے کہا: یارسول اللہ! بے شک اللہ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی ہے اور بے شک میری توبہ کا تقاضا یہ ہے کہ میں اپنی باقی زندگی میں سچ کے سوا کوئی بات نہ کہوں' پس اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مسلمان کو سچ بولنے کی وجہ سے ایسی آزمائش میں مبتلا کیا ہو جیسی آزمائش میں مجھے مبتلا کیا' جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ عہد ذکر کیا تھا جس کی وجہ سے مجھے اللہ نے آزمائش میں مبتلا کیا تھا اور جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے یہ عہد ذکر کیا تھا اس وقت سے آج تک میں نے عمداً جھوٹ نہیں بولا اور بے شک میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے میری باقی زندگی میں بھی جھوٹ سے محفوظ رکھے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل کی: بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی کی توبہ قبول فرمائی اور مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول فرمائی۔ (التوبہ:١١٧) اور یہ آیت یہاں تک ہے: اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤO (التوبہ:١١٩) پس اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اسلام کی ہدایت دینے کے بعد کوئی ایسی نعمت نہیں فرمائی جو میرے دل میں اس سے بڑی ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچ بولا اور آپ سے جھوٹ نہیں بولا' ورنہ میں بھی اس طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح وہ لوگ ہلاک ہو گئے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا' کیونکہ جب سے اللہ نے وحی نازل فرمائی ہے' کسی کے متعلق ایسی سخت آیت نازل نہیں فرمائی' اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: جب تم لوگ واپس آؤ گے تو یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی قسم کھائیں گے (یہ آیت یہاں تک ہے:) پس بے شک اللہ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتاO (التوبہ: ٩٥-٩٦) حضرت کعب نے بتایا: ہم تینوں کو ان لوگوں کے معاملہ سے مؤخر رکھا گیا جن کے عذر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس وقت قبول فرما لیا جب انہوں نے (جھوٹی) قسمیں کھائی تھیں' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بیعت کر لیا اور ان کے لیے استغفار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے معاملہ کو مؤخر کر دیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ فیصلہ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ان تین لوگوں کے معاملہ کو مؤخر رکھا گیا۔ (التوبہ:١١٨) اور جس تاخیر کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے' یہ وہ تاخیر نہیں ہے جو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے' یہ ہمارے معاملہ کو ان سے مؤخر کرنا ہے جنہوں نے حلف اُٹھایا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے عذر کو قبول کر لیا تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٢٧٥٧ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور کی مزید شرح کی جا رہی ہے:

حدیث مذکور کی تخریج

امام بخاری نے اس حدیث کی متعدد ابواب میں روایت کی ہے اور اس مکمل قصہ کی روایت صرف اس جگہ کی ہے۔علامہ بدر

الدین عینی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کی دس ابواب میں روایت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج۱۸ ص۶۵)

میں کہتا ہوں کہ امام بخاری نے اس حدیث کی سولہ ابواب میں روایت کی ہے' اس کی تفصیل یہ ہے:

صحیح بخاری: ۲۷۵۷۔۲۹۴۷۔۲۹۴۸۔۲۹۴۹۔۲۹۵۰۔۳۰۸۸۔۳۸۵۶۔۳۸۸۹۔۳۹۵۱۔۴۴۱۸۔۴۶۷۳۔۴۶۷۶۔۴۶۷۷۔۴۶۷۸۔۶۶۹۰۔۷۲۲۵' تاہم ہر باب میں پورا قصہ نہیں بیان کیا گیا ہے' صرف چند جملے بیان کیے گئے ہیں' پورے قصہ کی روایت صرف اسی باب میں ہے۔ صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں بھی اس حدیث کا ذکر ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

صحیح مسلم: ۲۷۶۹' الرقم المسلسل: ۶۹۱۰' سنن ابوداؤد: ۲۲۰۲' سنن نسائی: ۳۴۲۰۔۳۴۲۱' المستدرک ج۲ ص۳۶۳' التاریخ الکبیر ج۵ ص۳۰۹' صحیح ابن حبان: ۶۴۷۹' المعجم الکبیر: ۱۷۳۔ ج۱۹ ص۸۵' مجمع الزوائد ج۷ ص۵۱۔ ج۱۰ ص۳۷۷' مسند احمد ج۳ ص۴۵۶' مسند احمد: ۱۵۷۸۲۔ ج۲۵ ص۵۹

اس حدیث کی مکمل تخریج کرنے میں یہ ناکارہ منفرد ہے۔

توریہ کا معنی' تبوک کے لشکر کی تعداد' نبی ﷺ کا مسجد سے ابتداء کرنا اور بعد میں اپنے گھر جانا

حضرت کعب بن مالک کی قوتِ ایمانی کہ انہوں نے غسان کی پیش کش ٹھکرادی'

رات کے آخری حصہ میں حضرت کعب کی توبہ کی قبولیت کا نازل ہونا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ہم نے اسلام کی حمایت کا عہد کیا تھا: یعنی لیلۃ العقبہ میں حضرت کعب نے اسلام اور جہاد پر بیعت کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ جس غزوہ کا ارادہ کرتے تو کسی اور غزوہ سے اس کا توریہ کرتے: یعنی سننے والوں کے ذہنوں میں کسی اور غزوہ کا وہم ڈالتے۔ توریہ کا معنی یہ ہے کہ ایسا لفظ ذکر کیا جائے جس کے دو معنی ہوں' ایک قریب ہو اور دوسرا بعید ہو اور متکلم بعید معنی کا ارادہ کرے اور مخاطب کے ذہن میں قریب معنی ڈالے۔

تبوک کے لشکر میں اتنے لوگ تھے جن کا شمار کسی رجسٹر میں نہیں ہو سکتا: حاکم نے حضرت معاذ سے اکلیل میں روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک کی طرف گئے اور ہماری تعداد تیس ہزار سے زائد تھی۔ الواقدی کی روایت ہے کہ اس لشکر میں دس ہزار گھوڑے اور ابوزرعہ رازی کی روایت ہے کہ غزوۂ تبوک میں چالیس ہزار تھے اور یہ اکلیل کی روایت کے خلاف نہیں ہے' کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ ان کی تعداد تیس ہزار سے زائد تھی اور ابوزرعہ کی روایت میں زائد مقدار کا بیان ہے۔

حضرت معاذ بن جبل نے کہا: ہم کعب بن مالک کے متعلق نیکی کے سوا کچھ نہیں جانتے' رسول اللہ ﷺ یہ سن کر خاموش رہے: جس وقت ان میں یہ باتیں ہو رہی تھیں تو آپ نے ایک مرد کو دیکھا جو گرد و غبار سے نکل کر آ رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوخیثمہ ہو جا! تو وہ ابوخیثمہ انصاری ہو گیا۔ میں کہتا ہوں: اس ابوخیثمہ کا نام سعد بن خیثمہ ہے' امام طبرانی نے ان سے روایت کی ہے کہ میں غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گیا تھا' میں باغ میں داخل ہوا تو چھپر سے پانی ٹپک رہا تھا' میں نے اپنی بیوی کو دیکھ کر کہا: یہ انصاف نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سخت گرمی اور گرم ہواؤں میں ہوں اور میں یہاں سائے اور راحت میں ہوں' پھر میں نے چند کھجوریں لیں اور اونٹ پر سوار ہو گیا' پھر میں تبوک کی طرف روانہ ہو گیا' جب میں لشکر کے قریب پہنچا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: ابوخیثمہ ہو جا! جب میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے میرے حق میں دعا کی' امام واقدی نے ذکر کیا ہے کہ ان کا نام عبداللہ بن خیثمہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی سفر سے واپس آتے تو مسجد سے ابتداء کرتے' وہاں دو رکعت نماز پڑھتے' پھر لوگوں کے لیے بیٹھ جاتے: امام احمد نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر سے چاشت کے وقت آتے تھے' پس آپ مسجد سے ابتداء کرتے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھ کر بیٹھ جاتے۔ امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اس کے بعد آپ اپنے گھر تشریف لے جاتے' اور امام طبرانی کی روایت ہے: جب آپ سفر سے آتے تو مسجد سے ابتداء کرتے' پس دو رکعت نماز پڑھتے' پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے' پھر اپنی ازواج کے گھر جاتے۔

آپ حضرت کعب کو دیکھ کر غصہ سے مسکرائے: ابن عائذ کی روایت ہے کہ آپ نے حضرت کعب سے اعراض کیا' حضرت کعب نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپ مجھ سے کیوں اعراض فرمار ہے ہیں؟ پس اللہ کی قسم! میں منافق ہوں نہ مجھے دین اسلام میں شک ہے نہ میں نے دین بدلا ہے! آپ نے پوچھا: تم پیچھے کیوں رہ گئے تھے؟

حضرت کعب نے غسان کے بادشاہ کے خط کو تنور میں ڈال کر جلانے کا قصد کیا: حضرت کعب کا یہ فعل ان کے ایمان کی قوت پر دلالت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی علامت ہے' ورنہ اس وقت جو اُن کی حالت تھی کہ تمام مسلمانوں نے ان سے بات چیت بند کر دی تھی اور ان سے منہ موڑ لیا تھا اور ان حالات میں جب غسان کے بادشاہ نے ان کو بلایا اور ان کو عیش اور آرام کے ساتھ رہنے کی دعوت دی تو قریب تھا کہ وہ ڈگمگا جاتے' لیکن جب ان کو معلوم تھا کہ یہ بھی ان کا امتحان ہے تو انہوں نے اس مکتوب کو جلا دیا' ان پر ان کا دین غالب رہا اور ان کا اسلام پر اعتماد اور یقین قوی اور مستحکم رہا' اور انہوں نے آزمائش کے ان مشکل حالات میں مسلمانوں کی ان سے بے رخی اور بائیکاٹ کو غسان کے عیش و آرام پر ترجیح دی اور یہی اللہ اور اس کے رسول سے محبت کا تقاضا ہے' جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ایمان کی حلاوت یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو اور مرد جس سے بھی محبت کرے تو صرف اللہ کے لیے محبت کرے اور اس کو کفر میں لوٹ جانا اس طرح ناپسند ہو جس طرح اس کو آگ میں جھونک دیا جانا۔ (صحیح البخاری: ١٦' صحیح مسلم: ٤٣' سنن ترمذی: ٢٦٢٤' سنن نسائی: ٤٩٨٨' مسند احمد ج ٣ ص ١٧٤)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد آیا: میں ان کے نام سے واقف نہیں ہو سکا' لیکن امام واقدی نے لکھا ہے کہ وہ حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت ہلال اور حضرت مرارہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھی وہی گئے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی توبہ قبول ہونے کا اعلان کیا: معمر کی روایت ہے کہ جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ اپنے نبی پر نازل فرمائی' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا میرے معاملہ میں نیکی کرنے والی تھیں' آپ نے فرمایا: اے اُم سلمہ! کعب کی توبہ قبول ہوگئی ہے' حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا میں ان کی طرف بشارت نہ بھیجوں؟ آپ نے فرمایا: پھر لوگوں کا رش لگ جائے گا اور وہ تم کو ساری رات سونے نہیں دیں گے حتیٰ کہ جب آپ نے فجر کی نماز پڑھائی تو یہ اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول فرمالی ہے۔

میں اس دن ان دو چادروں کے سوا کسی اور چیز کا مالک نہیں تھا: حضرت کعب کی مراد ہے کہ میں کپڑوں کی جنس سے اور کسی چیز کا مالک نہیں تھا ورنہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ ان کے پاس دو اونٹنیاں تھیں اور عنقریب اس حدیث میں آئے گا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے تمام مال کو صدقہ کر دیں۔

تمہیں بشارت ہو کہ جب سے تم اپنی ماں سے پیدا ہوئے ہو' یہ تمہارا سب سے بہترین دن ہے: اس پر یہ اشکال ہے کہ ان کا سب سے بہترین دن تو وہ تھا جس دن انہوں نے اسلام قبول کیا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی توبہ قبول ہونے کا دن ان کے اسلام

کی تکمیل کا دن تھا' پس جس دن انہوں نے اسلام قبول کیا' وہ ان کی سعادت کی ابتداء کا دن تھا اور جس دن ان کی توبہ قبول ہوئی وہ ان کی سعادت کی تکمیل کا دن تھا۔

حتیٰ کہ یوں لگتا کہ آپ کا چہرہ چاند کا ٹکڑا ہے: اس پر یہ اشکال ہے کہ چاند تو کالا سیاہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تشبیہ چاند کے نور اور اس کی روشنی سے ہے' گویا یہ بعض اعتبار سے چاند کے ساتھ تشبیہ ہے۔

حدیث مذکور کے فوائد اور مسائل

(۱) جنگجو کفار کے اموال کو طلب کرنے کا جواز کیونکہ آپ نے قریش کے قافلہ کا تعاقب کرایا تھا (۲) حرمت والے مہینوں میں جہاد کرنے کا جواز (۳) جب مصلحت ہو تو غزوہ کی سمت کو بیان کرنے کا جواز (۴) جب امام لشکر کو جہاد کے لیے بلائے تو ہر فرد پر آنا لازم ہے اور جو فرد نہیں آئے گا وہ ملامت کا مستحق ہو گا (۵) علامہ سہیلی نے کہا ہے: ہر چند کہ یہ جہاد فرض کفایہ تھا پھر بھی رسول اللہ ﷺ ان پر سخت ناراض ہوئے جو پیچھے رہ گئے تھے' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ جہاد انصار کے حق میں فرض عین تھا کیونکہ انہوں نے آپ سے جہاد پر بیعت کی تھی' اس لیے ان کا اس غزوہ سے پیچھے رہنا گناہ کبیرہ تھا' علامہ ابن بطال نے بھی اسی طرح کہا ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں جہاد فرضِ عین تھا' اس لیے جو بھی جہاد سے پیچھے رہا وہ عتاب اور ملامت کا مستحق ہوا (۶) جو شخص خود روانہ ہونے سے عاجز ہو تو اس پر جہاد سے پیچھے رہنے میں کوئی ملامت نہیں ہے (۷) جب امام جہاد کے لیے روانہ ہو تو وہ شہر کے لوگوں پر کسی کو خلیفہ بنا کر جائے (۸) منافقین کے قتل کو ترک کرنا اور زندیق کے قتل کو ترک کرنا بھی جائز ہے جب کہ وہ توبہ کر لے اور جو کہتے ہیں کہ زندیق کو مطلقاً قتل کرنا ضروری ہے' وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں منافقین کو قتل نہ کرنا' تالیف اسلام کی مصلحت کی وجہ سے تھا (۹) معصیت کا معاملہ بہت سنگین ہے' امام ابن ابی حاتم نے کہا: یا سبحان اللہ! ان تین صحابہ نے مالِ حرام کھایا تھا نہ کوئی ناجائز قتل کیا تھا اور نہ زمین میں فساد کیا تھا' پھر بھی ان پر وہ سختی کی گئی جس کو تم نے دیکھا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی تو سوچو! جو آدمی کھلم کھلا بے حیائی کے کام کرتا ہے وہ کتنی سختی کا مستحق ہو گا (۱۰) جس شخص کا دین قوی ہو' اُس سے اُس کی بہ نسبت زیادہ مواخذہ کیا جاتا ہے جس کا دین ضعیف ہو (۱۱) کسی شخص کا اپنی تقصیر اور خطاء کی خبر دینے کا جواز اور اس تقصیر کے نتیجہ میں جو اس پر سختی آئی اس کو بھی بیان کرنے کا جواز تاکہ دوسروں کو عبرت ہو اور نصیحت ہو (۱۲) جب کوئی شخص کسی فتنہ سے محفوظ رہے تو اس پر اپنی تعریف کرنے کا جواز (۱۳) اہل بدر اور اہلِ عقبہ کی فضیلت (۱۴) قسم کی طلب کے بغیر تاکید کے لیے قسم کھانے کا جواز (۱۵) اپنے مقصد سے توریہ کرنے کا جواز (۱۶) غیبت کو رد کرنا جیسے حضرت معاذ نے غیبت کو رد کیا تھا (۱۷) ایک عرصہ تک اپنی بیوی سے مباشرت کو ترک کرنے کا جواز (۱۸) جب بھی کسی مرد کو عبادت کرنے کا موقع میسر ہو تو اس پر حق ہے کہ وہ اس عبادت کی طرف سبقت کرے اور اس میں تاخیر نہ کرے کہ کہیں اس عبادت سے محروم نہ ہو جائے اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عبادت میں سبقت کرنے کی توفیق دے اور ہمیں جو نعمتیں عطاء فرمائی ہیں وہ ہم سے چھین نہ لے (۱۹) انسان سے جو نیکی فوت ہو جائے اس نیکی کے حصول کی تمنا کرنا (۲۰) اس مرد کو مطعون کرنے کا جواز جو کسی مسلمان کی غیبت کرے (۲۱) جو شخص کسی جگہ سے آئے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ وضو کرے اور اپنے گھر جانے سے پہلے مسجد میں آئے' وہاں نماز پڑھے' پھر ان لوگوں کے لیے بیٹھ جائے جو اس سے ملنے کے لیے آئیں (۲۲) جو شخص کسی سے ملنے کے لیے جائے' وہ اس کو سلام کرنے میں پہل کرے (۲۳) ظاہر کے مطابق فیصلہ کرے اور عذر کو قبول کرے خواہ وہ جھوٹا ہو اور باطن کے معاملہ کو اللہ کے سپرد کر دے (۲۴) جس شخص سے کوئی خطاء ہو گئی ہو وہ اس خطاء پر روئے اور افسوس کرے (۲۵) جس شخص نے گناہ کبیرہ کیا ہو' اس کے سلام

کا جواب نہ دینے کا جواز' جیسے حضرت ابوقتادہ نے حضرت کعب کے سلام کا جواب نہیں دیا تھا (۲۶) کسی مسلمان کو تین دن سے زیادہ چھوڑنے اور اس سے ترکِ تعلق رکھنے کا جواز اور جس حدیث میں کسی مسلمان کو تین دن سے زیادہ چھوڑنے سے منع فرمایا ہے' یہ اس پر محمول ہے جب کہ اس کو چھوڑنا غیر شرعی ہو (۲۷) غصہ کی حالت میں مسکرانے کا جواز اور یہ کہ مسکرانا صرف تعجب اور خوشی کی حالت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے (۲۸) بڑے آدمی کا اپنے اصحاب کو ملامت کرنا (۲۹) سچ بولنے کا فائدہ اور جھوٹ بولنے کی نحوست (۳۰) کسی شخص کی تادیب اور تعلیم کے لیے اس پر عتاب کرنا' حدیث صحیح میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اس کے گناہوں کی سزا دنیا میں دے دیتا ہے اور جب کسی بندہ کے ساتھ شر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی سزا کو مؤخر کر دیتا ہے اور قیامت کے دن اس کو سزا دیتا ہے (۳۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تین صحابہ پر سختی کی کیونکہ انہوں نے بغیر عذر کے واجب کو ترک کیا تھا' کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ (التوبہ:۱۲۰)

جو لوگ اہلِ مدینہ ہیں اور جو ان کے گرد دیہات کے رہنے والے ہیں' ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیچھے رہ جائیں۔

(۳۲) دنیا اور آخرت کی سعادت اور ان کے شر سے نجات صدق پر موقوف ہے اور جس شخص پر یہ عتاب کیا گیا ہو کہ لوگ اس کو چھوڑ دیں تو اگر وہ جماعت سے نماز پڑھنے نہ آئے تو وہ معذور ہے' جیسے حضرت مرارہ اور حضرت ہلال اس مدت میں اپنے گھروں سے نہیں نکلے (۳۳) جس شخص کو چھوڑ دیا گیا ہو تو اگر وہ کسی کو سلام کرے تو اس کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے کیونکہ حضرت کعب جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرتے تو یہ دیکھتے کیا آپ نے ان کے سلام کا جواب دینے کے لیے ہونٹ ہلائے ہیں یا نہیں (۳۴) کسی مرد کا اپنے پڑوسی اور اپنے دوست کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر جانا جائز ہے خواہ وہ دیوار پھاند کر جائے' جبکہ اس کو معلوم ہو کہ وہ اس سے ناراض نہیں ہوگا (۳۵) کسی آدمی کا یہ کہنا کہ اللہ اور اس کا رسول جانتے ہیں' یہ کلام نہیں ہے اور اگر کسی شخص نے قسم کھائی تھی کہ وہ کلام نہیں کرے گا اور اس نے کہہ دیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو حضرت کعب بن مالک کے ساتھ کلام کرنے سے منع فرمایا تھا تو حضرت ابوقتادہ نے حضرت کعب کے اصرار پر کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' اور جب غسان کے قاصد نے حضرت کعب کے متعلق سوال کیا تو مسلمانوں نے حضرت کعب کی طرف اشارہ کیا اور یہ نہیں کہا کہ یہ حضرت کعب ہیں' کیونکہ ان کو حکم تھا کہ وہ حضرت کعب کو چھوڑ دیں' ان سے اعراض کریں اور ان سے کلام نہ کریں (۳۶) نماز میں کسی کی طرف کن انکھیوں سے دیکھنا جائز ہے کیونکہ حضرت کعب نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھتے تھے (۳۷) عورت کا اپنے خاوند کی خدمت کرنے کا جواز (۳۸) مباشرت سے بچنے کے لیے احتیاط کی خاطر بیوی کو اس کے میکے بھیج دینا (۳۹) سجدۂ شکر کا مشروع ہونا اور خوشخبری کی طرف سبقت کرنا (۴۰) انسان کے پاس جو چیز بھی ہو وہ خوشخبری دینے والے کو عطاء کرنا (۴۱) عاریۃً چیزیں لینے کا جواز کیونکہ حضرت کعب نے پہننے کے لیے عاریۃً کپڑے لیے (۴۲) جس کو کوئی نعمت ملی ہو اس کو مبارک باد دینا (۴۳) جب صاحب نعمت آئے تو اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا (۴۴) اہم اُمور میں لوگوں کا امام کے پاس جمع ہونا اور امام کا اس چیز سے خوش ہونا جس سے اس کے پیروکار خوش ہوں (۴۵) آنے والے سے مصافحہ کرنے کے لیے کھڑے ہونا اور اس کے لیے قیام کرنا (۴۶) جس خیر اور نیکی سے نفع ہوا سے دائماً کرنے کا التزام کرنا (۴۷) توبہ کے وقت صدقہ کرنے کا استحباب (۴۸) جس نے اپنا تمام مال صدقہ کرنے کی نذر کی اس پر اپنا تمام مال نکالنا لازم نہیں ہے (۴۹) قول اور فعل میں صدق کا بہت زیادہ اجر وثواب

ہوتا(۵۰) علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت کعب بن مالک ان مہاجرین اوّلین میں سے ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی' لیکن یہ غلط ہے کیونکہ حضرت کعب مہاجرین میں سے نہیں ہیں بلکہ سابقین انصار میں سے ہیں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۴۳-۴۴۲ دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ) (۵۱) میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر مؤمن کی ہر چیز کے مالک ہیں حتیٰ کہ اگر آپ چاہیں تو کسی مسلمان کو اس کی بیوی کے ساتھ عمل زوجیت سے بھی روک دیں۔

٨١- بَابُ نُزُوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجْرَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام الحجر میں اترنا

حجر: حضرت صالح علیہ السلام کی قومِ ثمود کے گھر ہیں جو مدینہ اور شام کے درمیان ہیں' وادی قریٰ کے نزدیک۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۷۱)

٤٤١٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجْرِ قَالَ لَا تَدْخُلُوْا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مَا اَصَابَهُمْ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ ثُمَّ قَنَّعَ رَاْسَهٗ وَاَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰى اَجَازَ الْوَادِيَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد الجعفی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از سالم از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم الحجر سے گزرے تو آپ نے فرمایا: ان لوگوں کے گھروں میں داخل نہ ہو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا' کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی عذاب آئے جو ان پر آیا تھا' مگر تم روتے ہوئے گزر سکتے ہو' پھر آپ نے اپنے سر پر کپڑا ڈال لیا اور رفتار تیز کر لی' حتیٰ کہ اس وادی سے گزر گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۳ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عینی کا امام بخاری پر اعتراض

علامہ عینی لکھتے ہیں: امام بخاری نے اس حدیث کا عنوان لکھا ہے: ''نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحجر'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وادیٔ حجر میں اترنا' یہ عنوان صحیح نہیں ہے' کیونکہ وادیٔ حجر میں اترنا اور ٹھہرنا تو ممنوع ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وادی سے تیزی کے ساتھ گزر گئے تھے' امام بخاری کو چاہیے تھے کہ وہ اس کا عنوان یوں لکھتے: ''مرور النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحجر'' یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وادیٔ حجر سے گزرنا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۷۳' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حافظ ابن حجر کا اس توجیہ پر تعاقب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء کا یہ زعم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ حجر سے گزرے تھے اور اس میں اُترے نہیں تھے اور ان کا یہ زعم اس لیے درست نہیں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ حجر میں اُترے اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ یہاں پانی نہ پئیں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۴۳' دارالمعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٤٢٠- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِ الْحِجْرِ لَاتَدْخُلُوْا عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْمُعَذَّبِيْنَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ اَنْ يُصِيْبَكُمْ مِثْلَ مَااَصَابَهُمْ .

عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابِ حجر سے فرمایا کہ ان عذاب یافتہ لوگوں پر بغیر روئے نہ گزرو کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جیسا ان پر عذاب آیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۳ میں گزر گئی ہے' تاہم بعض الفاظ کی وضاحت کی جا رہی ہے:

آپ نے اصحاب حجر سے فرمایا: اس پر یہ اعتراض ہے کہ اصحاب حجر تو قوم ثمود ہے اور وہ تو اس وقت وہاں نہیں تھی' علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان صحابہ سے فرمایا جو اس جگہ آپ کے ساتھ تھے اور ان صحابہ کی حجر کی طرف اس لیے نسبت کر دی کہ وہ اس وقت وادئ حجر کو مس کرتے ہوئے گزر رہے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۸۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٨٢- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان قائم نہیں کیا' گویا یہ باب ابواب سابقہ سے منفصل ہے۔

٤٤٢١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنِ اللَّيْثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ اَبِيْهِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَعْضِ حَاجَاتِهٖ فَقُمْتُ اَسْكُبُ عَلَيْهِ الْمَاءَ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا قَالَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَذَهَبَ يَغْسِلُ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَ عَلَيْهِ كُمُّ الْجُبَّةِ فَاَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ جُبَّتِهٖ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ مَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی از اللیث از عبدالعزیز بن ابو سلمہ از سعد بن ابراہیم از نافع بن جبیر از عروہ بن المغیرہ از والد خود حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی حاجت کے لیے گئے تو میں (آپ کے وضو کے لیے) پانی ڈالنے کے لیے کھڑا ہوا۔ راوی نے کہا: میں اس کے سوا نہیں جانتا کہ انہوں نے یہ حدیث غزوۂ تبوک میں بیان کی تھی' سو آپ نے اپنا چہرہ دھویا اور اپنی کلائیاں دھونے لگے تو جبہ کی آستین تنگ تھی تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو جبہ کے نیچے سے نکال لیا' پھر ان دونوں ہاتھوں کو دھویا' پھر اپنے موزوں پر مسح کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۸۲ میں گزر چکی ہے' اس حدیث کی اس باب کے ساتھ اس طرح مناسبت ہے کہ اس میں غزوۂ تبوک کا ذکر ہے۔

٤٤٢٢- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ قَالَ اَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ حَتّٰى اِذَا اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ هٰذِهٖ طَابَةُ وَهٰذَا اُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو بن یحییٰ نے حدیث بیان کی از عباس بن سہل بن سعد از ابی حمید' انہوں نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک سے آئے حتیٰ کہ جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا: یہ طابہ ہے اور یہ اُحد پہاڑ ہے' یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۸۱ میں گزر چکی ہے۔

طابہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔

٤٤٢٣- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَعَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَدَنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ اَقْوَامًا مَا سِرْتُمْ مَسِيْرًا وَّلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا اِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ فَقَالَ وَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں حمید الطویل نے خبر دی از حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس آئے' پس مدینہ کے قریب پہنچے تو فرمایا: بے شک مدینہ میں ایسے لوگ ہیں کہ تم جہاں بھی روانہ ہوئے اور تم نے جس وادی کو بھی عبور کیا تو وہ تمہارے ساتھ تھے' صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! وہ مدینہ میں ہی تھے؟ آپ نے فرمایا: وہ مدینہ میں ہی تھے' کسی عذر نے ان کو روک لیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳۸ میں گزر چکی ہے۔

٨٣- بَابُ كِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى كِسْرٰى وَقَيْصَرَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسریٰ اور قیصر کی طرف مکتوب

فارس کے ہر بادشاہ کا لقب کسریٰ ہے' عربی میں اس کا معنی ہے: فتح یاب اور جس کسریٰ کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکتوب بھیجا تھا' یہ کسریٰ پرویز بن ھرمز بن نوشیروان ہے اور یہ بڑا اور مشہور کسریٰ ہے اور روم کے ہر بادشاہ کا لقب قیصر ہے اور اس سے مراد ھرقل ہے۔ (عمدة القاری ج ۱۸ ص ۴۷)

٤٤٢٤- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهِ اِلٰى كِسْرٰى مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ فَاَمَرَهُ اَنْ يَّدْفَعَهُ اِلٰى عَظِيْمِ الْبَحْرَيْنِ فَدَفَعَهُ عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ اِلٰى كِسْرٰى فَلَمَّا قَرَاَهُ مَزَّقَهُ فَحَسِبْتُ اَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی از صالح از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی کے ساتھ اپنا مکتوب کسریٰ کی طرف بھیجا' پس آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ مکتوب عظیم البحرین کو دے دیں' پس عظیم البحرین نے یہ مکتوب کسریٰ کو دے دیا' جب اس نے اس کو پڑھا تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا' سو میں نے یہ گمان کیا کہ ابن المسیب نے کہا کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعاءِ ضرر کی کہ ان کے پورے پورے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۶۴ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

عظیم البحرین کا نام اور کسریٰ کا قتل کیا جانا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

عظیم البحرین: اس کا نام المنذر بن ساوی العبدی ہے۔

ان کے پورے پورے ٹکڑے کر دیئے جائیں: عبداللہ بن حذافہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے ان کے ملک کے خلاف دعا کی: اے اللہ! ان کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور کسریٰ نے یمن میں اپنے عامل بازان کی طرف لکھا کہ تم اپنے دو آدمی اس مرد کی طرف بھیجو جو حجاز میں ہے پس بازان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مکتوب لکھا تو آپ نے ان دو آدمیوں سے فرمایا: تم اپنے صاحب کو یہ پیغام پہنچا دو کہ بے شک میرے رب نے بازان کے رب کو (یعنی کسریٰ کو) اس رات میں قتل کر دیا ہے یہ واقعہ دس جمادی الاولیٰ سات ہجری منگل کے دن کا ہے اور بے شک اللہ نے کسریٰ کے اوپر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا تو اس نے کسریٰ کو قتل کر دیا۔ زہری سے روایت ہے کہ کسریٰ نے بازان کی طرف یہ لکھا تھا کہ قریش کے ایک شخص کا یہ زعم ہے کہ وہ نبی ہے تم اس کی طرف جاؤ اگر وہ توبہ کرے تو فبہا ورنہ اس کا سر کاٹ کر مجھے بھیج دو اور جب بازان کو پتا چلا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے مطابق کسریٰ قتل کر دیا گیا تو وہ اپنے ساتھ دیگر فارسیوں کے ہمراہ مسلمان ہو گیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۴۵ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

٤٤٢٥- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِىْ بَكْرَةَ قَالَ لَقَدْ نَفَعَنِى اللّٰهُ بِكَلِمَةٍ سَمِعْتُهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَّامَ الْجَمَلِ بَعْدَ مَاكِدْتُّ اَنْ اَلْحَقَ بِاَصْحَابِ الْجَمَلِ فَاُقَاتِلَ مَعَهُمْ قَالَ لَمَّا بَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَهْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَّكُوْا عَلَيْهِمْ بِنْتَ كِسْرٰى قَالَ لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَّلَّوْا اَمْرَهُمُ امْرَاَةً.

(سنن ترمذی: ۲۲۶۲، سنن نسائی: ۵۴۰۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن الہیثم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عوف نے حدیث بیان کی از الحسن از حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: مجھے اللہ نے اس بات سے نفع پہنچایا جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا یہ نفع جنگ جمل کے ایام میں پہنچایا جب کہ قریب تھا کہ میں اصحاب الجمل کے ساتھ مل جاتا اور ان کے ساتھ مل کر جنگ کرتا حضرت ابوبکرہ نے بتایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا حکمران بنا لیا تو آپ نے فرمایا: وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پا سکے گی جنہوں نے اپنے معاملات کا حاکم عورت کو بنا لیا۔

اصحاب الجمل کا تعارف اور تذکرہ کسریٰ کی بیٹی کا تعارف اور تذکرہ اور عورت کو حاکم بنانے میں مذاہب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

مجھے اللہ نے اس بات سے نفع دیا جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا ایام جمل میں: اس عبارت میں تقدیم اور تاخیر ہے اور اصل عبارت اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایام جمل میں مجھے اس بات سے نفع پہنچایا جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا یعنی ایام جمل سے پہلے اور اصحاب الجمل سے مراد وہ لشکر ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا۔

قریب تھا کہ میں اصحاب الجمل کے ساتھ مل جاتا: یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے حامیوں کے ساتھ۔ اس قصہ کا بیان ان شاء اللہ عنقریب کتاب الفتن میں آئے گا اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا اور حضرت علی کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی گئی تو حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما مکہ کی طرف نکل گئے انہوں نے دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج کر چکی تھیں پس ان سب کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ وہ بصرہ جائیں اور لوگوں کو حضرت عثمان کے خون کا قصاص لینے پر آمادہ کریں تاکہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی پہنچ گئی تو وہ بھی ان کی طرف نکلے' اس کی نسبت جمل کی طرف اس لیے ہے کہ حضرت عائشہ اُس اونٹ کے پالان میں سوار تھیں اور لوگوں کو اصلاح کی دعوت دے رہی تھیں۔

انہوں نے اپنے اوپر کسریٰ کی بیٹی کو حاکم بنالیا: اس کا نام بوران بنت شیرویہ بن کسریٰ بن پرویز ہے' اس کا سبب یہ ہے کہ شیرویہ نے جب اپنے باپ کو قتل کر دیا جیسا کہ گزر چکا ہے تو اس کے باپ کو جب پتا چل گیا کہ اس کا بیٹا اس کے قتل کی کارروائی کر رہا ہے تو اس نے بھی اپنی صورت سے پہلے اپنے بیٹے کے قتل کی کارروائی کی' اس نے مخصوص شاہی المباری میں ایک دواء میں زہر ملا کر رکھ دیا اور اس کی بوتل پر یہ لکھ دیا کہ اس دوا کو کھانے سے جماع کرنے کی بہت طاقت اور اس میں بہت لذت حاصل ہوتی ہے۔ پرویز کی موت کے بعد شیرویہ نے اس بوتل کو پڑھا اور وہ دوا کھالی اور چھ ماہ بعد اسی دوا کو کھانے کے سبب سے مر گیا۔ شیرویہ نے اپنی زندگی میں اپنے تمام بھائیوں کو قتل کر دیا تا کہ وہ تنہا ایران کے تخت پر حکمران رہے اور اس کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی اور ایرانیوں نے اس خاندان سے حکومت کو نکالنا پسند نہیں کیا تو انہوں نے ایک عورت کو حکمران بنا دیا جو شیرویہ کی بیٹی تھی اور اس کا نام بوران تھا' یہ قصہ علامہ ابن قتیبہ نے المغازی میں ذکر کیا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورت حکمران بن سکتی ہے نہ قاضی' علامہ طبری نے امام مالک کی روایت سے اس کو جائز قرار دیا ہے' امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ عورت جن اُمور کی شہادت دے سکتی ہے اُن میں قضاء بھی کر سکتی ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٤٤٦' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

عورت کو حاکم نہ بنانے کے متعلق مصنف کی تحقیق

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ (النساء: ٣٤)

مرد عورتوں کے منتظم اور کفیل ہیں کیونکہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے' اور اس لیے (بھی) کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے۔

''قوّام'' کا معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ٥٠٢ھ لکھتے ہیں:

''قوام'' کا معنی ہے: کسی چیز کو قائم کرنے والا اور اس کی حفاظت کرنے والا۔

(مفردات الفاظ القرآن ص ٤١٦' مطبوعہ المکتبہ المرتضویہ' ایران)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی مصری متوفی ٧١١ھ لکھتے ہیں:

مرد عورت کا قوام ہے یعنی اس کی ضروریات پوری کرتا ہے اور اس کا خرچ برداشت کرتا ہے۔

(لسان العرب ج ١٢ ص ٥٠٣' مطبوعہ نشر ادب الحوزة' ایران' ١٤٠٥ھ' تاج العروس ج ٩ ص ٣٥)

علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ١٢٧٠ھ لکھتے ہیں:

''الرجال قوامون'' کا معنی یہ ہے کہ جس طرح حاکم رعایا پر اپنے احکام نافذ کرتا ہے' اسی طرح مرد عورتوں پر احکام نافذ کرتے ہیں' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ نبوت' رسالت' حکومت' امامت' اذان' اقامت اور تکبیرات تشریق وغیرہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ (روح المعانی ج ٥ ص ٢٣' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

عورتوں کی حاکمیت کے عدم جواز میں احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایامِ جمل میں ہو سکتا تھا کہ میں اصحابِ جمل کے ساتھ لاحق ہو جاتا اور ان کے ساتھ مل کر جنگ کرتا' اس موقع پر مجھے اس حدیث نے فائدہ پہنچایا جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا' جب اہلِ فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا حاکم بنالیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ قوم ہرگز فلاح (اُخروی) نہیں پا سکتی جس نے اپنے معاملات میں ایک عورت کو حاکم بنالیا۔

(صحیح البخاری:۴۴۲۵۔۷۰۹۹' سنن ترمذی:۲۲۶۹' سنن نسائی:۵۴۰۳' صحیح ابن حبان ج۱۰ص۴۵۱۶' مسند احمد ج۵ص۵۱۔۴۷۔۴۳' سنن کبریٰ للبیہقی ج۱۰ص۱۱۸۔۱۱۷' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۵ص۲۶۶' شرح السنہ:۲۴۸۶' مسند الطیالسی:۸۷۸' المستدرک ج۴ص۵۲۵۔۵۲۴' مجمع الزوائد ج۵ص۲۰۹)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے حکام نیک ہوں' تمہارے اغنیاء سخی ہوں اور تمہاری حکومت باہمی مشورہ سے ہو تو تمہارے لیے زمین کے اوپر کا حصہ اس کے نچلے حصہ سے بہتر ہے اور جب تمہارے حکام بدکار ہوں اور تمہارے اغنیاء بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو تمہارے لیے زمین کا نچلا حصہ اس کے اوپر کے حصہ سے بہتر ہے۔ (سنن ترمذی:۲۲۷۳)

امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ کو فتح کی خوش خبری سنائی اور یہ بھی بتایا کہ دشمن کی سربراہی ایک عورت کر رہی تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مرد عورتوں کی اطاعت کرنے لگیں تو وہ تباہ اور برباد ہو جائیں گے۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے' امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔ (حافظ ذہبی نے بھی اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے۔) (المستدرک ج۴ص۲۹۱)

عورتوں کی حاکمیت کے عدم جواز میں فقہاء اسلام کی آراء

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں:

اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ عورت خلیفہ نہیں ہو سکتی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج۱۳ص۱۸۳' مطبوعہ ایران)

امام حسین بن مسعود بغوی شافعی متوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں:

اُمت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ عورت حکومت یا انتظامیہ کی سربراہ یا قاضی نہیں بن سکتی' کیونکہ سربراہِ مملکت کو جہاد قائم کرنے اور مسلمانوں کے معاملات نمٹانے کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت پڑتی ہے اور قاضی کو مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے باہر جانے کی ضرورت ہوتی ہے اور عورت واجب الستر ہے' اس کا گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں۔ (شرح السنہ ج۱۰ص۷۷' مطبوعہ بیروت' ۱۴۰۰ھ)

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ بن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

عورت سربراہی کی اس لیے اہل نہیں ہے کہ حکومت اور سربراہی سے یہ غرض ہوتی ہے کہ سرحدوں کی حفاظت کی جائے' قومی معاملات کو سلجھایا جائے' ملت کی حفاظت کی جائے اور مالی محاصل حاصل کر کے ان کو مستحقین میں تقسیم کیا جائے اور یہ تمام اُمور مرد انجام دے سکتا ہے' عورت یہ کام انجام نہیں دے سکتی' کیونکہ عورت کے لیے مردوں کی مجالس میں جانا اور ان سے اختلاط کرنا جائز نہیں ہے' اس لیے کہ اگر وہ عورت جوان ہے تو اس کی طرف دیکھنا اور اس سے کلام کرنا حرام ہے اور اگر وہ سن رسیدہ عورت ہے تب بھی اس

کا بھیڑ بھاڑ میں جانا مخدوش ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۱۴۵۸ ملخصاً مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

حکومت اور بادشاہت دین تہوار میں علماء کے نزدیک عورت کا امیر یا قاضی ہونا درست نہیں ہے۔ ابوبکرہ نے اس حدیث کی رو سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا افسر ہونا اور ان کے ماتحت ہو کر جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اس حدیث پر یہ اعتراض نہ ہوگا کہ نصاریٰ نے اپنے ملکوں میں کئی عورتوں کو بادشاہ بنایا اور ان کی سلطنت میں خلل نہ آیا' چنانچہ وکٹوریہ اور ایلز بتھ اور کیتھرائن یہ مشہور عورتیں ہیں جنہوں نے بہت عمدگی کے ساتھ سلطنت کی' کیونکہ یہ حکم باعتبار اکثر کے ہے۔ اکثر عورتیں جاہل اور نادان ہوتی ہیں' خصوصاً آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ میں ایران میں عورتوں کی تعلیم کا رواج نہ تھا' ایسی جاہل عورتیں کیا حکومت چلا سکتی ہیں' دوسرے یہ کہ نصاریٰ کے ملکوں میں بادشاہت شخصی نہیں ہے بلکہ جمہوری ہے' بادشاہ محض برائے نام ہوتا ہے' سلطنت کے کل کام معمر اور عاقل اور ذی علم مرد چلاتے ہیں۔

(تیسیر الباری ج ۴ ص ۳۲۵ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور)

ملکہ بلقیس کی حکومت سے استدلال کا جواب

قرآن کریم میں ملکہ بلقیس کے واقعہ کا جس قدر ذکر ہے' اس میں اس حکومت کے خاتمہ کا ذکر ہے' اس کو قبول کرنے کے بعد پھر اس کی حکومت کے تسلسل کا ذکر نہیں ہے' لہٰذا اس واقعہ میں عورت کی سربراہی کا ادنیٰ جواز بھی موجود نہیں ہے اور اگر بالفرض بلقیس کے اسلام لانے کے بعد اس کی حکومت کا ثبوت ہو بھی تو وہ شریعت سابقہ ہے' ہم پر حجت نہیں ہے۔

جنگ جمل کے واقعہ سے عورت کی سربراہی پر استدلال کا جواب

بعض متجدد علماء جنگِ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شرکت سے عورت کی سربراہی کے جواز پر استدلال کرتے ہیں' لیکن یہ استدلال قطعاً باطل ہے' اوّل تو حضرت عائشہ امارت اور خلافت کی مدعیہ نہیں تھیں' ہاں وہ اُمت میں اصلاح کے قصد سے اپنے گھر سے باہر نکلیں' لیکن یہ ان کی اجتہادی خطاء تھی اور وہ اس پر تاحیات نادم رہیں' امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا "وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ" (تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو) کی تلاوت کرتیں تو اس قدر روتیں کہ آپ کا دوپٹہ آنسوؤں سے بھیگ جاتا۔ (طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۸۱ مطبوعہ دار صادر بیروت)

٤٤٢٦- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ يَقُوْلُ اَذْكُرُ اَنِّيْ خَرَجْتُ مَعَ الْغِلْمَانِ اِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ نَتَلَقّٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً مَعَ الصِّبْيَانِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے الزہری سے سنا از السائب بن یزید' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ جب میں لڑکوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کرنے کے لیے گیا تھا' سفیان نے دوسری بار اس حدیث میں (لڑکوں کے بجائے) بچوں کا لفظ کہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۸۳ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ السائب بن یزید' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کرنے اس وقت جا رہے تھے جب آپ تبوک سے واپس آ رہے تھے' اور یہ غزوۂ تبوک سے متعلق ابواب ہیں۔

٤٤٢٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ السَّائِبِ اَذْكُرُ اَنِّي خَرَجْتُ مَعَ الصِّبْيَانِ نَتَلَقَّى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ مَقْدَمَهُ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الزہری از السائب' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں بچوں کے ساتھ نبی ﷺ کے استقبال کے لیے ثنیۃ الوداع کی طرف نکلا' جب آپ غزوۂ تبوک سے آ رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۰۸۳ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور یہاں بیان کیے جا رہے ہیں:

ثنیۃ الوداع مکہ کے راستے میں ہے یا مدینہ کے راستہ میں؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

علامہ الداؤدی نے اس واقعہ کا انکار کیا ہے اور ابن القیم نے بھی ان کی اتباع کی ہے' اور کہا ہے کہ ثنیۃ الوداع مکہ کی جہت میں ہے' تبوک کی جہت میں نہیں ہے' بلکہ یہ دونوں مشرق اور مغرب کی طرح ایک دوسرے کے بالمقابل ہیں' انہوں نے کہا: ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ تبوک کے راستے میں کوئی اور ثنیہ ہو اور ثنیہ کا معنی زمین کی بلند جگہ یا پہاڑ کا راستہ اور گھاٹی ہے' حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اگر وہ گھاٹی حجاز کی جہت میں ہو تو وہ اس سے مانع نہیں کہ مسافر شام کی طرف جانے کے لیے اس کی جہت سے نکلے' یہ واضح ہے کہ ایک شخص مکہ میں ایک ثنیہ سے داخل ہو اور دوسری ثنیہ سے مکہ سے نکل جائے اور ان دونوں گھاٹیوں کی انتہاء ایک راستہ پر ہو' اور ایک سند منقطع سے یہ روایت ہے کہ جب نبی ﷺ مدینہ میں آئے تو عورتوں نے کہا:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ ۔

جس گھاٹی سے لوگ رخصت ہوتے ہیں وہاں سے ہم پر ماہِ کامل طلوع ہوا۔

ایک قول یہ ہے کہ عورتوں نے یہ شعر اس وقت پڑھا تھا جب آپ ہجرت کے وقت مدینہ آئے تھے اور دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے یہ شعر اس وقت پڑھا تھا جب آپ تبوک سے آئے تھے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۴۶' دار المعرفۃ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک گھاٹی مکہ کے راستہ میں اور دوسری گھاٹی مدینہ کے راستہ میں ہو' پھر علامہ داؤدی کا نہ اعتراض وارد ہوگا نہ اس کے جواب کے لیے حافظ ابن حجر کی تاویل کی ضرورت ہوگی۔

٨٤- بَابُ مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَفَاتِهِ

نبی ﷺ کے مرض اور آپ کی وفات کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ○ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ○﴾ (الزمر: ۳۰۔ ۳۱)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: بے شک آپ بھی فوت ہونے والے ہیں اور یہ بھی مرنے والے ہیں ○ پھر بے شک تم قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑا کرو گے ○ (الزمر: ۳۱۔۳۰)

ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کی موت اور کفار کی موت کا فرق

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ اور کفار دونوں کی موت بیان کی ہے اور دونوں جگہ موت کا ایک جیسا صیغہ استعمال فرمایا ہے اور دونوں کو میت فرمایا ہے تو پھر تم رسول اللہ ﷺ کو زندہ اور کفار کو مردہ کیوں کہتے ہو؟ اس کا جواب

یہ ہے کہ ''اِنَّکَ مَیِّتٌ'' میں میت نکرہ ہے اور ''اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ'' میں بھی میت نکرہ ہے اور اصول فقہ میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جب نکرہ کا دوبارہ ذکر کیا جائے تو دوسرا نکرہ پہلے نکرہ کا غیر ہوتا ہے۔ سو کفار پر جو موت آئے گی' وہ اس موت کی غیر ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آئی تھی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک آن کے لیے موت آئی' پھر آپ کو حیاتِ جاودانی عطاء فرمادی گئی اور شرعی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے آپ کو غسل دیا گیا' کفن پہنایا گیا' آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور آپ کو آپ کے حجرۂ مبارکہ میں دفن کیا گیا اور قبر میں آپ کو حقیقی اور جسمانی حیات عطاء کی گئی' جب کہ کفار بالکل مردہ ہوتے ہیں' صرف عذابِ قبر پہنچانے کے لیے ان کو ایک نوع کی برزخی حیات عطاء کی جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی تاریخ کی تحقیق

اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ربیع الاوّل کے مہینہ میں پیر کے دن ہوئی' البتہ تاریخ میں اختلاف ہے' جمہور کے نزدیک وفات کی تاریخ بارہ ربیع الاوّل ہے' لیکن تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات یکم یا دو ربیع الاوّل کو ہوئی ہے' اگرچہ یہ جمہور کے خلاف ہے لیکن صحیح یہی ہے' کیونکہ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس سال حجۃ الوداع تھا اس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا اور وہ ذوالحجہ کی نو تاریخ تھی' اس اعتبار سے اگر یہ فرض کیا جائے کہ ذوالحجہ' محرم اور صفر تینوں مہینے ۳۰' ۳۰ دن کے تھے تو پیر کے دن چھ ربیع الاوّل ہوگی اور یکم ربیع الاوّل بدھ کو ہوگی' اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ تینوں مہینے ۲۹' ۲۹ دن کے تھے تو پیر کے دن دو ربیع الاوّل ہوگی اور یکم ربیع الاوّل اتوار کو ہوگی' اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ دو مہینے تیس دن کے ہیں اور ایک مہینہ انتیس دن کا ہے تو پیر کے دن سات ربیع الاوّل ہوگی اور یکم ربیع الاوّل منگل کے دن ہوگی' اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ دو مہینے انتیس دن کے ہیں اور ایک مہینہ تیس دن کا ہے تو پیر کے دن یکم ربیع الاوّل ہوگی' غرض کوئی حساب بھی فرض کیا جائے جب نو ذوالحجہ جمعہ کے دن ہو تو بارہ ربیع الاوّل پیر کے دن کسی حساب سے نہیں ہوسکتی' لہٰذا درایۃً اور عقلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی تاریخ بارہ ربیع الاوّل نہیں ہے' پیر کے دن ربیع الاوّل کی تاریخ کے عقلی احتمال یہ ہیں: اگر سب مہینے تیس دن کے ہوں تو چھ ربیع الاوّل' اگر سب ماہ انتیس دن کے ہوں تو دو ربیع الاوّل' اگر دو ماہ تیس دن کے ہوں اور ایک انتیس دن کا تو سات ربیع الاوّل اور اگر دو ماہ انتیس دن کے ہوں اور ایک ماہ تیس دن کا ہو تو یکم ربیع الاوّل۔ چھ اور سات ربیع الاوّل کا کوئی قائل نہیں ہے تو پھر آپ کی وفات کی تاریخ یکم ربیع الاوّل ہے یا دو ربیع الاوّل' حسب ذیل علماء نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ آپ کی وفات کی تاریخ یکم ربیع الاوّل ہے یا دو ربیع الاوّل:

امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری کی ابتداء انیس صفر بہ روز بدھ ۱۱ھ کو ہوئی' آپ تیرہ دن بیمار رہے اور آپ دو ربیع الاوّل ۱۱ھ پیر کے دن فوت ہوگئے' اس کے بعد امام ابن سعد نے بارہ ربیع الاوّل کو فوت ہونے کے متعلق اقوال نقل کیے ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۹۔ ۲۰۸' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ محمد بن قیس سے روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۹ صفر بہ روز بدھ ۱۱ھ کو سخت بیمار ہوئے' اس وقت آپ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے' آپ کی تمام ازواج وہاں جمع ہوگئیں' آپ تیرہ دن بیمار رہے اور دو ربیع الاوّل گیارہ ہجری کو پیر کے دن فوت ہوگئے۔

(دلائل النبوۃ ج ۷ ص ۲۳۵' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۰ھ)

امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن العساکر متوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ یکم ربیع الاوّل کو پیر کے دن گیارہ ہجری کو فوت ہوئے۔

(مختصر تاریخ دمشق ج ٢ ص ٣٨٧' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤٠٤ھ)

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی المتوفی ٧٤٢ھ لکھتے ہیں:

آپ ٦٣ سال کی عمر میں بارہ ربیع الاوّل کو پیر کے دن دوپہر کے وقت فوت ہوئے' ایک قول یکم ربیع الاوّل کا ہے اور ایک قول دو ربیع الاوّل کا ہے۔ (تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ١ ص ٥٥' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٤ھ)

حافظ مغلطائی بن قلیج متوفی ٧٦٢ھ لکھتے ہیں:

الکلبی اور ابومخنف نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو ربیع الاوّل کو فوت ہوئے۔

(الاشارۃ الی سیرۃ المصطفیٰ ص ٣٥١' مطبوعہ الدار الشامیہ' بیروت' ١٤١٦ھ)

علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی ٥٨١ھ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حجۃ الوداع میں یوم عرفہ یعنی نو ذوالحجہ جمعہ کے دن تھا' لہٰذا یکم ذوالحجہ جمعرات کو تھی' پھر یکم محرم جمعہ کو ہوگی (اگر چاند انتیس کا ہو) یا ہفتہ کو ہوگی (اگر چاند تمیں کا ہو) اگر جمعہ کو یکم محرم ہو' تو یکم صفر ہفتہ کو ہوگی یا اتوار کو' اگر یکم صفر ہفتہ کو ہو تو یکم ربیع الاوّل اتوار کو ہوگی یا پیر کو' لہٰذا آپ کی وفات کی تاریخ پیر کے دن یا یکم ربیع الاوّل ہوگی یا دو ربیع الاوّل (اور اگر یکم صفر اتوار کی ہو تو یکم ربیع الاوّل پیر کی ہوگی یا منگل کی) اور کسی طرح بارہ ربیع الاوّل پیر کا نہیں پڑتا (بارہ ربیع الاوّل کے تاریخ وفات نہ ہونے کا یہ نکتہ سب سے پہلے علامہ سہیلی نے اُٹھایا)۔ (الروض الانف مع السیرۃ النبویہ ج ٤ ص ٤٤٠-٤٣٩' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤١٨ھ)

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ٧٧٤ھ لکھتے ہیں:

علامہ واقدی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ ٢ ربیع الاوّل پیر کے دن فوت ہوئے۔

(البدایہ والنہایہ ج ٤ ص ٢٢٨' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ١٤١٨ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

ابومخنف اور کلبی نے کہا ہے کہ آپ کی وفات ٢ ربیع الاوّل کو ہوئی ہے اور علامہ سہیلی نے اسی کو ترجیح دی ہے' اور موسیٰ بن عقبہ' اللیث' الخوارزمی اور ابن الزبیر نے کہا ہے کہ آپ کی وفات یکم ربیع الاوّل کو ہوئی ہے' دوسروں کی غلطی کی وجہ یہ ہے کہ ثانی کو ثانی عشر خیال کر لیا گیا' پھر بعض نے بعض کی پیروی کی۔ (فتح الباری ج ٨ ص ٤٧٤-٤٧٣' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٠ھ)

علامہ بدرالدین عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ابوبکر نے لیث سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن یکم ربیع الاوّل کو فوت ہوئے' اور سعد بن ابراہیم الزہری نے کہا: آپ پیر کے دن دو ربیع الاوّل کو فوت ہوئے' اور ابونعیم الفضل بن دکین نے کہا: آپ پیر کے دن یکم ربیع الاوّل کو فوت ہوئے۔

(عمدۃ القاری جز ١٨ ص ٦٠' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر' ١٣٤٨ھ)

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ لکھتے ہیں:

علامہ سہیلی نے اس کو ترجیح دی ہے کہ آپ یکم ربیع الاوّل یا دو ربیع الاوّل کو فوت ہوئے۔

(التوشیح ج ٤ ص ١٤٣' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢٠ھ)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی متوفی ٩٤٢ھ لکھتے ہیں:

ابومخنف اور کلبی نے کہا: آپ کی وفات ۲ ربیع الاوّل کو ہوئی' سلیمان بن طرخان نے مغازی میں اسی کو ترجیح دی ہے' امام محمد بن سعد' امام ابن عساکر اور امام ابونعیم الفضل بن دکین کا بھی یہی قول ہے اور سہیلی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد ج ۱۲ص ۳۰۵' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ)

علامہ علی بن سلطان محمد القاری ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ آپ پیر کے دن ۲ ربیع الاوّل کو فوت ہوئے۔ (المرقات ج ۱۱ص ۲۳۸' مطبوعہ مکتبہ امدادیہ' ملتان' ۱۳۹۰ھ)

علامہ علی بن برھان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ لکھتے ہیں:

الخوارزمی نے کہا: آپ یکم ربیع الاوّل کو فوت ہوئے۔ (انسان العیون ج ۳ص ۴۷۳' مطبوعہ مصطفیٰ البابی' مصر' ۱۳۸۴ھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

آپ کی وفات ۲ ربیع الاوّل کو پیر کے دن ہوئی۔ (اشعۃ اللمعات ج ۴ص ۶۰۴' مطبوعہ مطبع تیج کمار' لکھنؤ)

علامہ نور بخش صاحب توکلی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ وفات شریف ماہ ربیع الاوّل میں دوشنبہ کے دن ہوئی' جمہور کے نزدیک ربیع الاوّل کی بارہویں تاریخ تھی' ماہ صفر کی ایک یا دو راتیں باقی تھیں کہ مرض کا آغاز ہوا۔ بعضے تاریخ وصال یکم ربیع الاوّل بتاتے ہیں' بنا بر قول حضرت سلیمان التیمی ابتداءِ مرض یوم شنبہ ۲۲ صفر کو ہوئی اور وفات شریف یوم دوشنبہ ۲ ربیع الاوّل کو ہوئی' حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابومخنف کا قول ہی معتمد ہے کہ وفات شریف ۲ ربیع الاوّل کو ہوئی' دوسروں کی غلطی کی وجہ یہ ہوئی کہ ثانی کو ثانی عشر خیال کر لیا گیا' پھر اس وہم میں بعضوں نے بعضوں کی پیروی کی۔ (سیرت رسول عربی ص ۲۳۶' مطبوعہ فرید بک سٹال' لاہور)

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ لکھتے ہیں:

اور تاریخ کی تحقیق نہیں ہوئی اور بارہویں جو مشہور ہے وہ حساب درست نہیں ہوتا کیونکہ اس سال ذی الحجہ کی نویں جمعہ کی تھی اور یوم وفات دوشنبہ ثابت ہے' پس جمعہ نویں ذی الحجہ ہو کر بارہ ربیع الاوّل دوشنبہ کو کسی حساب سے نہیں ہو سکتی۔

(نشر الطیب ص ۲۴۱' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' لاہور)

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

کسی حالت اور کسی شکل سے بارہ ربیع الاوّل کو دوشنبہ کا دن نہیں پڑ سکتا' (حاشیہ میں لکھتے ہیں:) اس لیے وفاتِ نبوی کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک یکم ربیع الاوّل ہے۔ (سیرت النبی ج ۲ص ۱۰۷۔۱۰۶' مطبوعہ دارالاشاعت' کراچی' ۱۹۸۵ء)

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ لکھتے ہیں:

موسیٰ بن عقبہ' اور اللیث اور خوارزمی اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے نزدیک آپ کی وفات یکم ربیع الاوّل کو ہوئی اور ابومخنف اور کلبی کے نزدیک آپ کی وفات دو ربیع الاوّل کو ہوئی اور علامہ سہیلی نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔

(عون الباری شرح صحیح البخاری ج ۵ص ۲۶۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

ایک اور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شنبہ یا چہار شنبہ کو اُم المومنین حضرت میمونہ کے گھر میں شروع ہوئی اور تیرہ دن یا چودہ دن یا دس دن بیمار رہے اور وفات آپ کی پیر کے دن ربیع الاوّل کی دوسری یا بارہویں تاریخ کو ہوئی۔ (تیسیر الباری ج ۴ص ۳۲۶' نعمانی کتب خانہ' لاہور)

ہم نے روایت اور درایت کے اعتبار سے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ آپ کی وفات کی تاریخ یکم ربیع الاوّل یا دو ربیع الاوّل ہے۔ کیونکہ مشہور بارہ ربیع الاوّل ہے جب کہ بارہ ربیع الاوّل آپ کی ولادت کا دن ہے اور اب یہ اعتراض ساقط ہو گیا کہ آپ کی وفات کے دن خوشی کیوں منائی جاتی ہے' یہاں پر ہم نے جتنی تفصیل اور تحقیق کی ہے' شاید کسی اور جگہ نہ مل سکے۔

والحمد للّٰہ رب العلمین!

٤٤٢٨- وَقَالَ يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ يَا عَائِشَةُ مَا أَزَالُ أَجِدُ أَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْتُ بِخَيْبَرَ فَهٰذَا أَوَانُ وَجَدْتُ انْقِطَاعَ أَبْهَرِي مِنْ ذٰلِكَ السُّمِّ.

اور یونس نے کہا از الزہری' انہوں نے کہا کہ عروہ نے کہا: انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جس مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی تھی' اس مرض میں آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میں ہمیشہ اس کھانے کا درد محسوس کرتا رہا ہوں' جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور یہ وہ وقت ہے کہ میں نے اس زہر کے اثر سے اپنے دل کی رگ کے انقطاع کو پایا۔

''اَبْہَرْ'' کا معنی اور آپ کو زہر کھلانے کی تفصیل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق کی امام بزار اور امام حاکم اور اسماعیلی نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

''اَبْہَری'' یہ وہ رگ ہے جو قلب کے باطن میں ہوتی ہے اور جب یہ رگ منقطع ہوتی ہے تو انسان فوت ہو جاتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ رگ ہے جو انسان کی پشت میں ہوتی ہے اور دل کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔

اُس زہر کے اثر سے: آپ کو یہ زہر غزوۂ خیبر میں ایک عورت نے گوشت میں ملا کر کھلایا تھا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۸۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٤٢٩- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا ثُمَّ مَا صَلّٰى لَنَا بَعْدَهَا حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عبید اللہ بن عبد اللہ از حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما از اُم الفضل بنت الحارث' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب کی نماز میں ''المرسلٰت عرفًا'' پڑھ رہے تھے' پھر اس کے بعد آپ نے ہمیں کوئی نماز نہیں پڑھائی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمالی۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۷۶۳ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٣٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُدْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عرعرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابو بشر از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ حضرت عمر بن الخطاب

فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اِنَّ لَنَا اَبْنَاءً مِثْلَهُ فَقَالَ اِنَّهُ مِنْ حَيْثُ تَعْلَمُ فَسَاَلَ عُمَرُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝﴾ (النصر:١) فَقَالَ اَجَلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمَهُ اِيَّاهُ فَقَالَ مَا اَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا مَاتَعْلَمُ .

رضی اللہ عنہ ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو قریب رکھتے تھے تو ان سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارے تو بیٹے ان جیسے ہیں' حضرت عمر نے کہا: (اس کا قرب) اس کے علم کی حیثیت سے ہے' پس حضرت عمر نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کے متعلق سوال کیا: جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے گی ۝ (النصر:١) تو حضرت ابن عباس نے بتایا: اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اَجل کا بیان ہے' یہ آپ نے اُن کو خبر دی تھی' حضرت عمر نے کہا: میں اس آیت کے متعلق اتنا ہی جانتا ہوں جتنا کہ تم جانتے ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٦٢٧ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٣١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَحْوَلِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَوْمُ الْخَمِيْسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ اِشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ اَبَدًا فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِيْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْا مَاشَاْنُهُ اَهَجَرَ اِسْتَفْهِمُوْهُ فَذَهَبُوْا يَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ فَقَالَ دَعُوْنِيْ فَالَّذِيْ اَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُوْنِيْ اِلَيْهِ وَاَوْصَاهُمْ بِثَلٰثٍ قَالَ اَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ اُجِيْزُهُمْ وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ اَوْ قَالَ فَنَسِيْتُهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از سلیمان الاحول از سعید بن جبیر' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جمعرات کا دن' وہ کیسا تھا جمعرات کا دن' اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درد زیادہ ہو گیا' آپ نے فرمایا: میرے پاس کوئی چیز لاؤ تاکہ میں تمہارے لیے ایسا مکتوب لکھ دوں' جس کے بعد تم کبھی بھی گم راہ نہیں ہو گے' پس صحابہ بحث کرنے لگے اور نبی کے پاس بحث کرنی نہیں چاہیے' اُنہوں نے کہا: آپ کا کیا حال ہے؟ کیا آپ بیماری کی وجہ سے بے معنی کلام کر رہے ہیں؟ آپ سے پوچھ لو' پس صحابہ آپ کی بات کا جواب دینے لگے' آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو میں' جس حال میں میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو اور آپ نے ان کو تین چیزوں کی وصیت کی' آپ نے فرمایا: مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو اور وفد کو اسی طرح انعام دینا جس طرح میں انہیں انعام دیتا تھا اور آپ تیسری وصیت کرنے سے خاموش رہے' یا راوی نے کہا: میں اس کو بھول گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٤ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

"اَهَجَرَ" کی تحقیق' صحابہ کے اختلاف کی توجیہ' حضرت عمر نے جو کہا تھا کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے' اس کی متعدد توجیہات' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا: مجھے چھوڑ دو! میں جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے' اس ارشاد کی تقریرات' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تیسری وصیت بیان نہیں کی' اس کے متعلق شارحین کی آراء

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

''أھجر'' کا معنی ہے: جب کوئی مریض بیماری کے غلبہ میں ایسی باتیں کرتا ہے جو مہمل' بے فائدہ اور نا قابلِ شمار ہوں' کیونکہ ان کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسی باتیں کرنا محال ہے کیونکہ آپ اپنی صحت اور مرض دونوں حال میں معصوم ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ (النجم:٣) اور وہ خواہش سے کلام نہیں کرتے ○

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں حالت غضب میں اور حالتِ رضا میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتا اور جب آپ کے متعلق یہ معلوم ہے تو جس صحابی نے یہ کہا اس نے ان پر انکار کرتے ہوئے کہا: جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بجالانے میں میں توقف کیا تھا کہ وہ آپ کے پاس قلم اور کاغذ لے کر آئے' تو گویا اس صحابی نے یہ کہا: تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے میں کیوں توقف کر رہے ہو؟ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ آپ اپنی بیماری میں کوئی بے معنی بات کر رہے ہیں؟ تم آپ کے حکم پر عمل کرو اور جو چیز طلب کی ہے وہ لاکر حاضر کرو کیونکہ آپ حق کے سوا کوئی بات نہیں کرتے۔ قاضی عیاض نے کہا: یہ سب سے بہترین جواب ہے۔

نیز قاضی عیاض نے کہا کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس نے یہ کہا: کیا آپ بے معنی بات کر رہے ہیں؟ اس نے شدید حیرت اور دہشت سے اس طرح کہا کیونکہ اکثر صحابہ پر آپ کی وفات کے وقت دہشت طاری ہوگئی تھی' اور دوسروں نے کہا کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کہنے والے کی مراد یہ ہو کہ آپ کے اوپر درد اور مرض کا غلبہ ہے کیونکہ مریض بے معنی باتیں اسی وقت کرتا ہے' جب اس پر درد کا غلبہ ہوتا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کہنے والے نے یہ کلام ان لوگوں کو چپ کرانے کے لیے کہا تھا' جو آپ کے پاس بیٹھ کر بلند آواز سے باتیں کر رہے تھے' گویا کہ اس نے یہ کہا کہ بلند آواز سے باتیں نہ کرو' اس سے آپ کو ایذاء پہنچے گی۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ''اھجر'' فعل ماضی ہو اور اس کا معنی ہو: کیا آپ زندگی سے رخصت ہو رہے ہیں؟ اور اس کو مبالغۃً لفظ ماضی سے ذکر کیا کیونکہ اس نے آپ پر وفات کی علامات دیکھی تھیں۔ علامہ مازری نے کہا ہے کہ جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صراحۃً یہ حکم تھا کہ قلم اور کاغذ لاؤ تو میں کچھ لکھ دوں تو صحابہ نے آپ کا حکم بجالانے میں اس لیے اختلاف کیا کہ کبھی امر اور حکم کے بعد ایسا قرینہ ہوتا ہے جو اُسے اس حکم کے عمل کرنے کے وجوب سے خارج کر دیتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اُن کے علم میں ایسا قرینہ ہو کہ یہ حکم لازماً وجوب عمل کے لیے نہیں ہے بلکہ اس پر عمل کرنے میں اختیار ہے' اس لیے اُن کا اجتہاد مختلف ہو گیا' بعض نے کہا: قلم اور کاغذ لاؤ اور اس حکم پر عمل کرو اور بعض نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔

اور حضرت عمر کا پختہ ارادہ تھا کہ اس حکم پر عمل کرانا مراد نہیں ہے' کیونکہ اُن کے نزدیک ایسے قرائن تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم کسی پختہ ارادہ کے بغیر دیا ہے۔

علامہ نووی نے یہ کہا ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عمر نے جو کہا تھا کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے' یہ ان کی دقتِ نظر اور قوتِ فقہ کا تقاضا تھا کیونکہ ان کو یہ خدشہ تھا کہ ہو سکتا تھا کہ آپ ایسے اُمور لکھوا دیں جن پر عمل کرنے سے اُمت عاجز ہو اور اگر وہ آپ کے حکم پر عمل نہ کرے تو عذاب کی مستحق ہوگی' نیز انہوں نے ارادہ کیا کہ علماء پر اجتہاد کا دروازہ بند نہ ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے قول پر انکار نہیں کیا' اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ نے حضرت عمر کی رائے کو صائب قرار دیا' نیز حضرت عمر کی رائے کی تائید میں قرآن مجید کی آیت نازل ہوئی:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ۔ (الانعام:٣٨) کتاب میں کسی چیز کا شرعی حکم بیان کرنے میں ہم نے کوئی کمی نہیں کی۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرض کی شدید تکلیف ہے اور ان کے نزدیک اس پر قرینہ قائم تھا کہ آپ جو کچھ لکھوانا چاہتے ہیں وہ انہیں معلوم ہے تو انہوں نے کہا: ہمیں کتاب اللہ کافی ہے اور اس کے معارض حضرت ابن عباس کا یہ قول نہیں ہے کہ سب سے بڑی مصیبت وہ تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے لکھوانے کے درمیان حائل ہوگئی' اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قطعی طور پر حضرت ابن عباس سے زیادہ فقیہ تھے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ لکھوانا چاہتے تھے' اس کے متعلق حضرت عمر کا منع کرنا اس پر محمول ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شدید کرب کی کیفیت ہے اور آپ کی وفات قریب ہے اور وہ اس سے ڈرے کہ آپ جو کچھ لکھوائیں' اس میں منافقین کو کسی قسم کے طعن کا راستہ مل جائے' یہ بات نہیں تھی کہ حضرت عمر نے عمداً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی اور نہ یہ بات تھی کہ حضرت عمر کے نزدیک آپ کے لکھوانے میں کوئی غلطی ہوسکتی تھی۔ حاشا و کلا۔

آپ نے فرمایا: مجھے چھوڑ دو' میں جس کیفیت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو: علامہ ابن الجوزی وغیرہ نے کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کا مشاہدہ کر رہا ہوں اور وہ اس زندگی سے بہتر ہے' یا اس کا معنی یہ ہے کہ میں جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے انتظار میں ہوں اور اس میں غور و فکر کر رہا ہوں' وہ اس سے افضل ہے جس کا تم مجھ سے سوال کر رہے ہو کہ لکھوانے میں کوئی مصلحت ہے یا نہیں' یا اس کا معنی یہ ہے کہ میں جو تمہیں کچھ لکھ کر نہیں دے رہا' وہ اس سے بہتر ہے جس کو تم مجھے لکھنے کی دعوت دے رہے ہو۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ معاملہ اس کے برعکس ہے' یعنی میں تمہیں جو کچھ لکھوانا چاہتا ہوں' وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے نہ لکھنے کی دعوت دے رہے ہو بلکہ یہی زیادہ ظاہر ہے اور اس سے پہلے ہم نے کہا تھا کہ آپ کا یہ حکم اختیاری ہے یا بہ طور امتحان ہے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کو آپ کی مراد کی طرف ہدایت دی تھی اور دوسروں سے یہ چیز پوشیدہ رکھی تھی۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تین وصیتیں کیں: یہ اس کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ لکھوانے کا ارادہ کیا تھا وہ کوئی واجب حکم نہیں تھا کیونکہ اگر وہ ایسا ہوتا تو جس کی تبلیغ کا آپ کو حکم دیا گیا تھا تو آپ صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے اس کو ترک نہ فرماتے اور اللہ تعالیٰ اس کو سزا دیتا' جو آپ کے اور آپ کی تبلیغ کے درمیان حائل ہوتا اور آپ ضرور اپنے قول سے اس حکم کی تکمیل فرماتے جس طرح آپ نے اُن کو یہ وصیت کی کہ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو اور اس گفتگو کے بعد آپ کئی دن تک زندہ رہے اور صحابہ نے آپ سے بہت سی چیزیں سن کر یاد رکھیں' اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے لازماً کچھ لکھنے کا ارادہ نہیں فرمایا تھا۔

اور وفد کو انعام و اکرام دینا: یعنی ان کو عطاء کرنا اور ''جــائزہ'' کا معنی ''عطیۃ'' ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عہد میں وفود کو چالیس درہم عطاء فرماتے تھے۔

آپ نے تیسری وصیت سے سکوت کیا' یا راوی نے کہا: میں بھول گیا: علامہ داؤدی نے کہا کہ تیسری وصیت قرآن پر عمل کرنے کی تھی اور علامہ ابن التین نے بھی اسی کو وثوق سے کہا ہے اور علامہ المہلب نے کہا ہے: بلکہ تیسری وصیت حضرت اُسامہ کے لشکر کو بھیجنے کے متعلق تھی' علامہ ابن بطال نے بھی اسی کی تائید کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر کے سامنے حضرت اسامہ کے لشکر کو بھیجنے میں صحابہ کا اختلاف ہوا تو ان سے حضرت ابوبکر نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت اس کی وصیت کی تھی۔ قاضی عیاض نے کہا: بلکہ یہ وصیت آپ کا یہ ارشاد تھی کہ میری قبر کو بت نہ بنانا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تیسری وصیت وہ ہو جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ نماز کو لازم رکھنا اور باندیوں سے حسن سلوک کرنا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۱۵۱۔ ۱۵۰ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

٤٤٣٢- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمُّوْا اَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ فَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ قَرِّبُوْا يَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَمَّا اَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالْاِخْتِلَافَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَكَانَ يَقُوْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ اَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ لِاخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ ـ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وفات کا وقت قریب آیا اور گھر میں بہت مرد تھے پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آؤ! میں تمہیں ایسا مکتوب لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہوگے تو بعض مردوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درد کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے پس ہمیں کتاب اللہ کافی ہے پس گھر والوں کا اختلاف ہوا تو وہ بحث کرنے لگے پس ان میں سے بعض نے کہا: آپ کے قریب ایسی چیز لاؤ کہ آپ تمہارے لیے ایسا مکتوب لکھ دیں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو ان میں سے بعض نے اس کے سوا کہا جب بہت زیادہ شور اور اختلاف ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُٹھ جاؤ! عبیداللہ نے بتایا کہ ابن عباس یہ کہتے تھے کہ مصیبت پوری پوری مصیبت وہ تھی جو صحابہ کے اختلاف اور ان کے شور کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان اور آپ کے اس مکتوب کے لکھنے کے درمیان حائل ہوگئی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۱۱۴ میں گزر گئی ہے۔

٤٤٣٣، ٤٤٣٤- حَدَّثَنَا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ بْنِ جَمِيْلٍ اللَّخْمِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ فِيْ شَكْوَاهُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَبَكَتْ ثُمَّ دَعَاهَا فَسَارَّهَا بِشَيْءٍ فَضَحِكَتْ فَسَاَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ ـ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یسرہ بن صفوان بن جمیل اللخمی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ علیہا السلام کو اپنی اس بیماری میں بلایا جس میں آپ کی وفات ہوگئی تھی پس آپ نے ان سے چپکے چپکے کوئی بات کہی تو وہ روئیں آپ نے پھر ان کو بلایا اور چپکے چپکے کوئی بات کی تو وہ ہنسیں تو ہم نے حضرت فاطمہ سے اس کے متعلق سوال کیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۳۶۲۳ میں گزر چکی ہے۔

فَقَالَتْ سَارَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ يُقْبَضُ فِيْ وَجَعِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ فَبَكَيْتُ ثُمَّ سَارَّنِيْ فَاَخْبَرَنِيْ اَنِّيْ اَوَّلُ اَهْلِهٖ يَتْبَعُهُ فَضَحِكْتُ ـ

پس سیدہ فاطمہ نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے چپکے چپکے کہا کہ آپ کی اس بیماری میں وفات ہو جائے گی تو میں روئی پھر مجھے چپکے چپکے یہ خبر دی کہ آپ کے گھر والوں میں سے میں سب

سے پہلے آپ کے تابع ہوں گی' تو میں ہنسی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۶۲۴ میں گزر چکی ہے۔

حضرت عائشہ کے اصرار سے حضرت فاطمہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بتایا کہ--------- آپ نے ان سے کیا فرمایا؟

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

مسروق سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر دی تھی کہ وہ اہلِ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

جب حضرت عائشہ نے حضرت فاطمہ سے سوال کیا کہ نبی ﷺ نے آپ سے کیا فرمایا تھا؟ مسروق کی روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا راز ظاہر نہیں کروں گی اور جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو حضرت عائشہ نے پھر سوال کیا تو حضرت فاطمہ نے بتادیا جیسا کہ حدیث میں گزرا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۸۲ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٤٣٥- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَسْمَعُ اَنَّهُ لَا يَمُوْتُ نَبِیٌّ حَتّٰى يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَسَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ مَاتَ فِيْهِ وَاَخَذَتْهُ بُحَّةٌ يَقُوْلُ ﴿مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ الْاٰيَةَ (النساء: ٦٩) فَظَنَنْتُ اَنَّهُ خُيِّرَ.

[اطراف الحدیث: ۴۴۳۶-۴۴۳۷-۴۴۶۳-۴۵۸۶-۶۳۴۸-۶۵۰۹]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' انہوں نے بیان کیا کہ میں سنتی تھی کہ نبی ﷺ اس وقت تک فوت نہیں ہوتا حتیٰ کہ اسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا جائے' پس میں نے نبی ﷺ سے سنا' آپ اپنی اس بیماری میں فرما رہے تھے جس میں آپ کی وفات ہوگئی' اس وقت آپ کی سانس کی نالی میں کوئی چیز آ گئی تھی (جس سے آپ کی آواز بھاری ہوگئی تھی) آپ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے: ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے۔ (النساء: ۶۹) پوری آیت پڑھی' پس میں نے گمان کیا کہ آپ کو اختیار دے دیا گیا۔

"بُحة" کا معنی اور نبی ﷺ کو دنیا اور آخرت میں اختیار دینے کے متعلق حدیث

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ نہیں بتایا کہ انہوں نے کس سے سنا تھا کہ نبی اس وقت تک فوت نہیں ہوتا حتیٰ کہ اسے اختیار دیا جائے: حتیٰ کہ اُسے دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا جائے۔ ہاں! حدیث: ۴۴۳۷ میں اس کا بیان ہے' جو عنقریب آئے گی۔

"بُحّة" یہ وہ چیز ہے جو سانس کی نالیوں میں عارض ہوتی ہے' جس سے آواز متغیر ہو کر بھاری ہو جاتی ہے' پس میں نے گمان کیا کہ آپ کو اختیار دے دیا گیا: یعنی آپ کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے آخرت کو اختیار کر لیا۔ امام احمد نے ابو مویہبہ سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: مجھے تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں اور جنت میں دوام کی' پس مجھے اس کے درمیان اور اپنے رب سے ملاقات اور جنت کے درمیان اختیار دیا گیا تو میں نے اپنے رب سے ملاقات اور جنت کو اختیار کر لیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۸۲ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٤٣٦- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرَضَ الَّذِي مَاتَ فِيهِ جَعَلَ يَقُولُ فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلٰى .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سعد از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض میں مبتلا ہوئے جس مرض میں آپ کی وفات ہوئی تھی تو آپ یہ فرماتے تھے: الرفیق الاعلیٰ میں۔

اس حدیث کی شرح کے لیے صحیح البخاری: ۴۴۳۵ دیکھیں۔

الرفیق الاعلیٰ کے متعدد محامل

الجوہری نے کہا ہے: الرفیق الاعلیٰ جنت ہے اسی طرح امام ابن اسحاق سے روایت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ الرفیق الاعلیٰ سے انبیاء علیہم السلام مراد ہیں اور وہ جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيقًا ○ (النساء:٦٩) وہ اچھے رفیق ہیں ○

یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس سے مراد ملائکہ ہیں اور علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہی ہیں جن کا ذکر (النساء:٦٩) میں ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہر بلند چیز ہے اور آپ نے الاعلیٰ فرمایا ہے اور جنت سب سے بلند ہے، رفیقِ اعلیٰ کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رفیق اعلیٰ سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے اپنا انعام فرمایا جن کا ذکر (النساء:٦٩) میں ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے الرفیق الاسعد کا سوال کرتا ہوں، حضرت جبریل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام کے ساتھ، حضرت عباد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ نے دعا کی: اے اللہ! میری مغفرت کر اور مجھ پر رحم کر اور مجھے الرفیق الاعلیٰ کے ساتھ ملا دے! حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ آپ بار بار کہتے تھے: الرفیق الاعلیٰ میں، حتیٰ کہ آپ کی روح مبارک قبض کر لی گئی۔

امام الواقدی نے کہا ہے: جب آپ حضرت حلیمہ کے گھر دودھ پیتے تھے تو جو آپ نے پہلا کلمہ کہا تھا، وہ تھا: اللہ اکبر! اور حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے جو آخری کلمہ کہا، وہ تھا: الرفیق الاعلیٰ میں۔ اور حاکم نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ آپ نے آخری کلمہ یہ کہا تھا: میرے رب کا جلال بلند ہو۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٨٣، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٢١ھ)

٤٤٣٧- حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ إِنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَحِيحٌ يَقُولُ إِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ قَطُّ حَتّٰى يَرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُحَيَّا أَوْ يُخَيَّرَ فَلَمَّا اشْتَكٰى وَحَضَرَهُ الْقَبْضُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری، انہوں نے کہا کہ عروہ بن الزبیر نے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تندرست تھے تو آپ فرماتے تھے: کسی نبی کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی گئی حتیٰ کہ جنت میں

وَرَأْسُهُ عَلٰى فَخِذِ عَائِشَةَ غُشِيَ عَلَيْهِ فَلَمَّا أَفَاقَ شَخَصَ بَصَرُهُ نَحْوَ سَقْفِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى فَقُلْتُ إِذًا لَّا يُجَاوِرُنَا فَعَرَفْتُ أَنَّهُ حَدِيْثُهُ الَّذِيْ كَانَ يُحَدِّثُنَا وَهُوَ صَحِيْحٌ ۔

اس کا ٹھکانا اسے دکھا دیا گیا' پھر اس پر سلام پڑھا جاتا ہے یا اختیار دیا جاتا ہے' پھر جب آپ بیمار ہو گئے اور آپ کی وفات قریب آ گئی اور آپ کا سر حضرت عائشہ کے زانو پر تھا تو آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی' پھر جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے اپنی نظر گھر کے چھت کی طرف بلند کی' پھر دعا کی: اے اللہ! الرفیق الاعلیٰ میں' تو میں نے دل میں کہا کہ اب آپ ہمارے ساتھ نہیں رہیں گے' پس میں نے جان لیا' یہ اسی حدیث کا مصداق ہے جو آپ ہمیں تندرستی کی حالت میں بیان فرماتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کے لیے بھی ۴۴۳۵ دیکھیں۔

''ثم یحیا'' پھر اس پر تحیۃ پیش کی جاتی ہے یا اس کی طرف معاملہ سونپ دیا جاتا ہے' یا اس پر الوداعی سلام کیا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۸۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٤٤٣٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَفَّانُ عَنْ صَخْرِ بْنِ جُوَيْرِيَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِيْ بَكْرٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مُسْنِدَتُهُ إِلٰى صَدْرِيْ وَمَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سِوَاكٌ رَطْبٌ يَسْتَنُّ فَأَبَدَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهُ فَأَخَذْتُ السِّوَاكَ فَقَصَمْتُهُ وَنَفَضْتُهُ وَطَيَّبْتُهُ ثُمَّ دَفَعْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ بِهِ فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَنَّ اسْتِنَانًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ فَمَا عَدَا أَنْ فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَهُ أَوْ إِصْبَعَهُ ثُمَّ قَالَ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى ثَلَاثًا ثُمَّ قَضٰى وَكَانَتْ تَقُوْلُ مَاتَ وَرَأْسُهُ بَيْنَ حَاقِنَتِيْ وَذَاقِنَتِيْ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عفان نے حدیث بیان کی از صخر بن جویریہ از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ٹیک میرے سینہ کی طرف تھی اور حضرت عبدالرحمٰن کے پاس تر و تازہ مسواک تھی' جس سے وہ اپنے دانت صاف کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لگاتار اُن کو دیکھتے رہے' پس میں نے وہ مسواک لی' اس کو اوپر کی طرف سے کاٹا اور اس کو جھاڑا اور اس کو نرم کیا' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی تو پھر آپ نے اس سے دانت صاف کیے' سو میں نے کبھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنے عمدہ طریقہ سے دانت صاف کرتے ہوئے نہیں دیکھا' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک کرنے سے فارغ ہو گئے تو پھر آپ نے اپنا ہاتھ یا پھر اپنی انگلی اوپر اُٹھائی اور پھر تین مرتبہ یہ دعا کی: الرفیق الاعلیٰ میں' پھر آپ نے اپنی جان' جان آفریں کے سپرد کر دی۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ جس وقت آپ کی وفات ہوئی' اس وقت آپ کا سر مبارک میری ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان تھا۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۸۹۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٣٩- حَدَّثَنِيْ حِبَّانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے حبان نے حدیث بیان

يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اشْتَكٰى نَفَثَ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهٖ فَلَمَّا اشْتَكٰى وَجَعَهُ الَّذِىْ تُوُفِّىَ فِيْهِ طَفِقْتُ اَنْفُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِىْ كَانَ يَنْفِثُ وَاَمْسَحُ بِيَدِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ. [اطراف الحدیث: ۵۰۱۶-۵۷۳۵-۵۷۵۱] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے خبر دی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو اپنے اوپر المعوذات پڑھ کر دَم کرتے اور اپنا ہاتھ اپنے جسم پر پھیرتے' پھر جب آپ اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہوگئی تھی تو میں آپ کے اوپر المعوذات پڑھ کر دَم کرتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آپ کے جسم پر پھیرتی۔

المعوذات سے مراد ہے: سورۃ قل اعوذ برب الفلق اور سورۃ قل اعوذ برب الناس' اور جمع کا صیغہ اس لیے ہے کہ کم سے کم جمع وہ ہوتی ہے جس کے دو افراد ہوں۔

٤٤٤٠- حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُخْتَارٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْغَتْ اِلَيْهِ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ وَهُوَ مُسْنِدٌ اِلَىَّ ظَهْرَهٗ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ وَارْحَمْنِىْ وَاَلْحِقْنِىْ بِالرَّفِيْقِ. [طرف الحدیث: ۵۶۷۴] (صحیح مسلم: ۲۴۴۴' الرقم المسلسل: ۶۱۸۷' سنن ترمذی: ۳۵۰۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں معلّٰی بن اسد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مختار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از عباد بن عبداللہ بن الزبیر کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی وفات سے پہلے کان لگا کر سنا' اس وقت آپ اپنی کمر سے میرے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے' آپ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے الرفیق کے ساتھ ملا دے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کی دعا کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔

٤٤٤١- حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ هِلَالٍ اَلْوَزَّانِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ مَرَضِهِ الَّذِىْ لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَوْلَا ذٰلِكَ لَاُبْرِزَ قَبْرُهٗ خَشِىَ اَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ہمیں الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از ھلال الوزان از عروۃ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس مرض میں فرمایا جس کے بعد آپ کھڑے نہیں ہوئے: اللہ یہود پر لعنت فرمائے! انہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا' حضرت عائشہ نے کہا: اگر اس بات کا خدشہ نہ ہوتا کہ اسے سجدہ گاہ بنالیا جائے گا تو آپ کی قبر کو ظاہر کر دیا جاتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۵ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٤٢- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِى اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِىْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ عُبَيْدُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی'

اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ بِهٖ وَجَعُهُ اسْتَاْذَنَ اَزْوَاجَهُ اَنْ يُمَرَّضَ فِيْ بَيْتِيْ فَاَذِنَّ لَهٗ فَخَرَجَ وَهُوَ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْاَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَبَيْنَ رَجُلٍ اٰخَرَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَاَخْبَرْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بِالَّذِيْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ هَلْ تَدْرِيْ مَنِ الرَّجُلُ الْاٰخَرُ الَّذِيْ لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَّكَانَتْ عَائِشَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ بَيْتِيْ وَاشْتَدَّ بِهٖ وَجَعُهُ قَالَ هَرِيْقُوْا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَّمْ تُحْلَلْ اَوْكِيَتُهُنَّ لَعَلِّيْ اَعْهَدُ اِلَى النَّاسِ فَاَجْلَسْنَاهُ فِيْ مِخْضَبٍ لِّحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقِرَبِ حَتّٰى طَفِقَ يُشِيْرُ اِلَيْنَا بِيَدِهٖ اَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ قَالَتْ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى النَّاسِ فَصَلّٰى لَهُمْ وَخَطَبَهُمْ۔

انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے خبر دی کہ حضرت عائشہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مرض شدید ہو گیا اور آپ کا مرض زیادہ ہو گیا تو آپ نے اپنی ازواج سے اجازت طلب کی کہ آپ اپنی بیماری کے دن میرے گھر میں گزاریں تو انہوں نے آپ کو اجازت دے دی' سو آپ دو مردوں کے درمیان اپنے پیروں کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے نکلے حضرت عباس بن عبدالمطلب اور ایک اور مرد کے درمیان' عبید اللہ نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ کو خبر دی کہ حضرت عائشہ نے کیا کہا تھا؟ تو مجھ سے حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ وہ دوسرا مرد کون تھا جس کا نام حضرت عائشہ نے نہیں لیا؟ تو میں نے کہا: نہیں! حضرت ابن عباس نے کہا کہ وہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت عائشہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے گھر میں داخل ہوئے اور آپ کو شدید درد تھا تو آپ نے فرمایا: مجھ پر سات ایسی مشکوں کا پانی ڈالو جن کا منہ کھولا نہ گیا ہو' شاید میں لوگوں کو کوئی نصیحت کروں' پس ہم نے آپ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ٹب میں بٹھایا' پھر ہم نے آپ کے اوپر اُن مشکوں کا پانی انڈیلا حتیٰ کہ آپ نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ تم نے اپنا کام پورا کر لیا' حضرت عائشہ نے بتایا: پھر آپ لوگوں کی طرف گئے اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور ان کو خطبہ دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۸ میں گزر چکی ہے۔

۴۴۴۳'۴۴۴۴- وَاَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَا لَمَّا نَزَلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَّهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ فَاِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَّجْهِهٖ فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا۔

اور ہمیں عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم دونوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بیماری آئی تو آپ اپنے چہرہ پر چادر ڈالتے رہتے تھے' پھر جب آپ کا دم گھٹنے لگتا تو آپ اپنا چہرہ کھول دیتے اور اسی حالت میں آپ فرما رہے تھے: اللہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے! جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا' آپ ان کے کیے ہوئے کاموں سے ڈراتے تھے۔

ان دونوں حدیثوں کی شرح' صحیح البخاری: ۴۳۵ اور ۴۳۶ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٤٥- اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَقَدْ رَاجَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ذٰلِكَ وَمَا حَمَلَنِیْ عَلٰی كَثْرَةِ مُرَاجَعَتِهٖ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ یَقَعْ فِیْ قَلْبِیْ اَنْ یُّحِبَّ النَّاسُ بَعْدَهٗ رَجُلًا قَامَ مَقَامَهٗ اَبَدًا وَّلَا كُنْتُ اُرٰی اَنَّهٗ لَنْ یَّقُوْمَ اَحَدٌ مَّقَامَهٗ اِلَّا تَشَاءَمَ النَّاسُ بِهٖ فَاَرَدْتُّ اَنْ یَّعْدِلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَاَبُوْ مُوْسٰی وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبید اللہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے اس بات میں (یعنی بیماری کے ایام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام بنانے کے متعلق) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار پوچھا اور میں صرف اس لیے بار بار آپ سے پوچھ رہی تھی کہ مجھے یقین تھا کہ جو شخص (آپ کی حیات میں) آپ کی جگہ کھڑا ہوگا' لوگ اس سے کبھی محبت نہیں رکھ سکتے بلکہ لوگ اس کو منحوس قرار دیں گے' اس لیے میں چاہتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کی بجائے کسی اور کو امام بنانے کا حکم دے دیں۔ اس حدیث کی حضرت ابن عمر نے اور حضرت ابوموسیٰ نے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۹۸ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٤٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَاتَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّهٗ لَبَیْنَ حَاقِنَتِیْ وَذَاقِنَتِیْ فَلَا اَكْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِاَحَدٍ اَبَدًا بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن الہاد نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور اس وقت آپ میری ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان میں تھے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں کسی پر موت کی سختی کو ناپسند نہیں کرتی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۹۰ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جارہے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سکرات موت کی سختیوں کی توجیہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ذکوان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ کے سامنے ایک بڑے پیالہ میں پانی تھا' آپ اپنے دونوں ہاتھ اس پانی میں داخل کرتے اور اس پانی کو اپنے چہرے پر ملتے اور پھر دعا کرتے: لا الٰہ الا اللہ! بے شک موت کی سختیاں ہیں۔ اور امام احمد اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا اور آپ کے پاس ایک پیالہ میں پانی تھا اور آپ وصال فرمارہے تھے' آپ اپنا ہاتھ پیالہ میں داخل کرتے اور اپنے چہرے پر پانی ملتے اور دعا کرتے: اے اللہ! موت کی سختیوں پر میری مدد فرما! اور مسروق نے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا کہ میں نے کسی کے اوپر اس سے زیادہ سخت درد نہیں دیکھا جتنا سخت درد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دیکھا تھا اور حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ اس وجہ سے آپ کے لیے دو اجر ہیں اور مسند ابویعلیٰ میں حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ ہم گروہ انبیاء پر دگنی مصیبت آتی ہے تاکہ ہمیں دگنا اجر ملے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۵۶' دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٤٤٧- حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ شُعَیْبِ بْنِ اَبِیْ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْاَنْصَارِیُّ وَكَانَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ اَحَدَ الثَّلَاثَةِ الَّذِیْنَ تِیْبَ عَلَیْهِمْ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ وَجَعِهِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْهِ فَقَالَ النَّاسُ یَا اَبَا حَسَنٍ كَیْفَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئًا فَاَخَذَ بِیَدِهٖ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهٗ اَنْتَ وَاللّٰهِ بَعْدَ ثَلَاثٍ عَبْدُ الْعَصَا وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ لَاَرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَوْفَ یُتَوَفّٰى مِنْ وَجَعِهٖ هٰذَا اِنِّیْ لَاَعْرِفُ وُجُوْهَ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ اِذْهَبْ بِنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلْنَسْاَلْهُ فِیْمَنْ هٰذَا الْاَمْرُ اِنْ كَانَ فِیْنَا عَلِمْنَا ذٰلِكَ وَاِنْ كَانَ فِیْ غَیْرِنَا عَلِمْنَاهُ فَاَوْصٰى بِنَا فَقَالَ عَلِیٌّ اِنَّا وَاللّٰهِ لَئِنْ سَاَلْنَاهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَنَعَنَاهَا لَا یُعْطِیْنَاهَا النَّاسُ بَعْدَهٗ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ لَا اَسْاَلُهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. [طرف الحدیث:٦٢٦٦]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں بشر بن شعیب بن ابوحمزہ نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عبداللہ بن کعب بن مالک انصاری نے خبر دی اور حضرت کعب بن مالک ان تین صحابہ میں سے ایک تھے جن کی توبہ قبول کی گئی تھی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اس بیماری میں نکلے جس میں آپ کی وفات ہوگئی تھی تو لوگوں نے کہا: اے ابوالحسن! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے بتایا: الحمدللہ! اب آرام ہے پھر حضرت عباس بن مطلب نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا: اللہ کی قسم! تم تین دن کے بعد لاٹھی کے بندہ ہو جاؤ گے اور اللہ کی قسم! بے شک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں وہ اس بیماری میں فوت ہو جائیں گے کیونکہ میں عبدالمطلب کے بیٹوں کے چہروں کو موت کے وقت پہچانتا ہوں ہمارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو ہم آپ سے سوال کرتے ہیں کہ خلافت کس کے پاس ہوگی اگر وہ خلافت ہم میں ہے تو ہمیں علم ہو جائے گا اور اگر ہمارے غیر میں ہے تب بھی ہم اسے جان لیں گے سو آپ ہمیں وصیت کریں گے۔ حضرت علی نے کہا: بے شک اللہ کی قسم! اگر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت کا سوال کیا پس آپ نے ہم کو خلافت سے منع کر دیا تو لوگ آپ کے بعد ہمیں کبھی خلافت نہیں دیں گے اور بے شک میں اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت کا سوال نہیں کروں گا۔

تین دن کے بعد لاٹھی کے بندہ ہو جاؤ گے: یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ وہ دوسروں کے تابع ہو جائیں گے اور اس کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین دن کے بعد فوت ہو جائیں گے اور تم بغیر عزت اور بغیر لوگوں کے درمیان حرمت کے مامور ہو جاؤ گے اور یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی قوت فراست تھی۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٨٩)

٤٤٤٨- حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عُفَیْرٍ قَالَ حَدَّثَنِی اللَّیْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُقَیْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ الْمُسْلِمِیْنَ بَیْنَاهُمْ فِیْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ مِنْ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ وَاَبُوْبَكْرٍ یُصَلِّیْ لَهُمْ لَمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن عفیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے اللیث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے عقیل نے حدیث بیان کی از ابن شہاب انہوں نے کہا: مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ جس وقت مسلمان

يَفْجَاهُمْ إِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ فِي صُفُوْفِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَنَكَصَ اَبُوْبَكْرٍ عَلٰى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ اَنْ يَّخْرُجَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَقَالَ اَنَسٌ وَهَمَّ الْمُسْلِمُوْنَ اَنْ يَّفْتَتِنُوْا فِي صَلٰوتِهِمْ فَرَحًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ بِيَدِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَتِمُّوْا صَلٰوتَكُمْ ثُمَّ دَخَلَ الْحُجْرَةَ وَاَرْخَى السِّتْرَ .

پیر کے دن فجر کی نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت ابوبکر ان کو نماز پڑھا رہے تھے تو ان کو اس بات نے حیران کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کے حجرہ کا پردہ کھولا' پس مسلمانوں کی طرف نظر کی اور وہ اس وقت نماز کی صفوں میں تھے' پھر آپ ہنستے ہوئے مسکرائے' حضرت ابوبکر اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہٹ گئے تا کہ آپ صف میں مل جائیں اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کی طرف نکلنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر خوشی سے ارادہ کیا کہ اپنی نماز کو توڑ دیں تو ان کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تم اپنی نماز کو پورا کرو' پھر آپ حجرہ میں داخل ہو گئے اور پردہ لٹکا دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٦٨٠ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٤٩- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ اَبِي مُلَيْكَةَ اَنَّ اَبَا عَمْرٍو ذَكْوَانَ مَوْلٰى عَائِشَةَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَائِشَةَ كَانَتْ تَقُوْلُ اِنَّ مِنْ نِعَمِ اللّٰهِ عَلَيَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ فِي بَيْتِي وَفِي يَوْمِي وَبَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي وَاَنَّ اللّٰهَ جَمَعَ بَيْنَ رِيْقِي وَرِيْقِهٖ عِنْدَ مَوْتِهٖ دَخَلَ عَلَيَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَبِيَدِهِ السِّوَاكُ وَاَنَا مُسْنِدَةٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَيْتُهٗ يَنْظُرُ اِلَيْهِ وَعَرَفْتُ اَنَّهٗ يُحِبُّ السِّوَاكَ فَقُلْتُ اٰخُذُهٗ لَكَ فَاَشَارَ بِرَاْسِهٖ اَنْ نَعَمْ فَتَنَاوَلْتُهٗ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ وَقُلْتُ اُلَيِّنُهٗ لَكَ فَاَشَارَ بِرَاْسِهٖ اَنْ نَعَمْ فَلَيَّنْتُهٗ وَبَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ اَوْ عُلْبَةٌ يَشُكُّ عُمَرُ فِيْهَا مَاءٌ فَجَعَلَ يُدْخِلُ يَدَيْهِ فِي الْمَاءِ فَيَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهٗ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ ثُمَّ نَصَبَ يَدَهٗ فَجَعَلَ يَقُوْلُ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى حَتّٰى قُبِضَ وَمَالَتْ يَدُهٗ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عیسیٰ بن یونس نے حدیث بیان کی از عمر بن سعید' انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ابوعمرو ذکوان مولیٰ عائشہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ مجھ پر اللہ کی نعمتوں میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں اور میری باری میں اور میری ہنسلی اور میرے سینہ کے درمیان میں فوت ہوئے اور بے شک اللہ نے آپ کی وفات کے وقت میرے لعاب کو اور آپ کے لعاب کو جمع کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ٹیک تھی' پس میں نے دیکھا کہ آپ مسواک کی طرف دیکھ رہے تھے اور مجھے معلوم تھا کہ آپ مسواک کرنے کو پسند کرتے ہیں' میں نے پوچھا: کیا میں آپ کے لیے مسواک لوں؟ آپ نے سر کے اشارہ سے فرمایا: ہاں! پس میں نے مسواک لی' وہ آپ پر سخت تھی' میں نے عرض کیا کہ کیا میں آپ کے لیے نرم کر دوں' آپ نے سر کے اشارہ سے فرمایا: ہاں! سو میں نے اسے نرم کیا اور آپ کے سامنے چمڑے کا یا لکڑی کا برتن تھا' جس میں پانی تھا' راوی عمر کو اس میں شک ہے' آپ اپنے ہاتھوں کو پانی میں داخل کرتے' پھر آپ اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرے پر ملتے اور

کہتے: لا الہ الا اللہ! بے شک موت کی سختیاں ہیں' پھر آپ اپنا ہاتھ کھڑا کر کے یہ کہتے رہے: الرفیق الاعلیٰ میں' حتیٰ کہ آپ کی روح مبارک قبض کر لی گئی اور آپ کا ہاتھ مبارک گر گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۹۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٥٠- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْاَلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ يَقُوْلُ اَيْنَ اَنَا غَدًا اَيْنَ اَنَا غَدًا يُرِيْدُ يَوْمَ عَائِشَةَ فَاَذِنَ لَهُ اَزْوَاجُهُ يَكُوْنُ حَيْثُ شَاءَ فَكَانَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ حَتّٰى مَاتَ عِنْدَهَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَاتَ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ كَانَ يَدُوْرُ عَلَيَّ فِيْهِ فِيْ بَيْتِيْ فَقَبَضَهُ اللّٰهُ وَاِنَّ رَاْسَهُ لَبَيْنَ نَحْرِيْ وَسَحْرِيْ وَخَالَطَ رِيْقُهُ رِيْقِيْ ثُمَّ قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ وَمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنُّ بِهِ فَنَظَرَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ اَعْطِنِيْ هٰذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَاَعْطَانِيْهِ فَقَضِمْتُهُ ثُمَّ مَضَغْتُهُ فَاَعْطَيْتُهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ بِهِ وَهُوَ مُسْنِدٌ اِلٰى صَدْرِيْ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ جس بیماری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی' آپ پوچھتے تھے کہ میں کل کہاں ہوں گا؟ میں کل کہاں ہوں گا؟ آپ کا ارادہ حضرت عائشہ کی باری کا تھا تو آپ کی ازواج نے آپ کو اجازت دے دی کہ آپ جہاں چاہیں وہاں رہیں تو آپ حضرت عائشہ کے گھر میں رہے' حتیٰ کہ ان ہی کے پاس آپ کی وفات ہوگئی' حضرت عائشہ نے بتایا کہ آپ کی وفات اسی دن ہوئی جس دن معمول کے مطابق آپ نے گھوم کر میرے گھر میں آنا تھا' پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح مبارک اس حال میں قبض فرمائی کہ آپ کا سر اقدس میرے سینہ اور میری ہنسلی کے درمیان میں تھا اور آپ کا لعاب دہن میرے لعاب دہن سے مل چکا تھا' پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما آئے اور ان کے پاس مسواک تھی' جس سے وہ دانت صاف کر رہے تھے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسواک کی طرف دیکھا تو میں نے کہا: اے عبدالرحمٰن! مجھے یہ مسواک دو! پس انہوں نے مجھے وہ مسواک دی' پس میں نے اس مسواک کو اوپر سے کاٹا' پھر اس کو (نرم کرنے کے لیے) چبایا' پھر میں نے وہ مسواک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی' آپ نے اس حال میں اس سے دانت صاف کیے کہ آپ میرے سینہ کی طرف ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کا سر حضرت علی کی گود میں تھا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے سینہ کی طرف ٹیک لگائے ہوئے تھے: محمد بن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا

کہ جب رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک قبض کی گئی تو آپ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور شعبی نے علی بن حسین سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک جب قبض کی گئی تو آپ کا سرِ اقدس حضرت علی کی گود میں تھا اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ اس حال میں فوت ہوئے کہ آپ کی ٹیک حضرت علی رضی اللہ کے سینہ کی طرف تھی اور انہوں نے اور میرے بھائی فضل نے آپ کو غسل دیا اور میرے والد (حضرت عباس) نے اس موقع پر حاضر ہونے سے انکار کیا' انہوں نے کہا: مجھے اس سے حیاء آتی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کو بے لباس دیکھوں۔ حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کی اپنے سینہ کے ساتھ ٹیک لگائی' پھر آپ کی روح پرواز کر گئی اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری عہد حضرت علی کے ساتھ تھا اور آپ کا منہ حضرت علی کے منہ پر تھا' پھر آپ کی روح مبارک قبض کر لی گئی' حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے حبیب کو بلاؤ' میں نے کہا کہ علی بن ابی طالب کو؟ پس اللہ کی قسم! آپ نے ان کے سوا کسی کا ارادہ نہیں کیا تھا' جب آپ نے ان کو دیکھا تو اپنے اوپر جو چادر تھی وہ ہٹائی اور حضرت علی کو اس چادر میں داخل کر دیا اور ان کو چمٹائے رہے حتیٰ کہ آپ کی روح مبارک قبض کر لی گئی اور آپ کا ہاتھ مبارک حضرت علی کے اوپر تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٩١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حاکم اور محمد بن سعد نے متعدد سندوں سے یہ روایت کی ہے کہ جب نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کا سر حضرت علی کی گود میں تھا۔ حضرت ابن حجر کہتے ہیں کہ ان سندوں میں سے ہر سند میں شیعہ راوی ہے' لہٰذا ان روایات کی طرف التفات نہ کیا جائے۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٢٥٥' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

خود علامہ عینی نے بھی ان روایات کے متعلق لکھا ہے کہ:

یہ روایات صحیح بخاری کی حدیث کے معارض نہیں ہو سکتیں اور نہ اس کے قریب ہیں کیونکہ ہر سند میں شیعہ راوی ہے' لہٰذا ان کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٨٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

رسول اللہ ﷺ کو غسل دینے کی کیفیت

حضرت عائشہ رضی اللہ بیان کرتی ہیں کہ جب صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو ان میں اختلاف ہوا' لیکن انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم نہیں جانتے کہ کیا کریں' کیا ہم رسول اللہ ﷺ کا لباس اُتار دیں جس طرح ہم مُردوں کا لباس اتارتے ہیں' جب ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط کر دی حتیٰ کہ ان میں سے ہر مرد کی ٹھوڑی اس کے سینہ پر تھی' پھر گھر کے کونے سے کسی نے کہا: جس کو وہ نہیں جان سکے کہ وہ کون تھا' اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دو' آپ کے کپڑوں کے اوپر پانی ڈالا گیا۔ (المستدرک ج ٣ ص ١٥٩' دلائل النبوۃ ج ٧ ص ٢٤٢)

حضرت بُریدہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں: جب صحابہ رسول اللہ ﷺ کو غسل دینے لگے تو اندر سے ایک منادی نے آواز دی کہ رسول اللہ ﷺ کے کپڑے نہ اتارو۔ (سنن ابن ماجہ: ١٤٦٦)

٤٤٥١- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث

اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ وَفِيْ يَوْمِيْ وَبَيْنَ سَحْرِيْ وَنَحْرِيْ وَكَانَتْ اِحْدَانَا تُعَوِّذُهٗ بِدُعَاءٍ اِذَا مَرِضَ فَذَهَبْتُ اُعَوِّذُهٗ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ اِلَى السَّمَاءِ وَقَالَ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى وَمَرَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ وَفِيْ يَدِهٖ جَرِيْدَةٌ رَطْبَةٌ فَنَظَرَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَظَنَنْتُ اَنَّ لَهٗ بِهَا حَاجَةً فَاَخَذْتُهَا فَمَضَغْتُ رَاْسَهَا وَنَفَضْتُهَا فَدَفَعْتُهَا اِلَيْهِ فَاسْتَنَّ بِهَا كَاَحْسَنِ مَا كَانَ مُسْتَنًّا ثُمَّ نَاوَلَنِيْهَا فَسَقَطَتْ يَدُهٗ اَوْ سَقَطَتْ مِنْ يَدِهٖ فَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَ رِيْقِيْ وَرِيْقِهٖ فِيْ اٰخِرِ يَوْمٍ مِّنَ الدُّنْيَا وَاَوَّلِ يَوْمٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ .

کی از ایوب از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں اور میری باری میں اور میرے سینہ اور میری ہنسلی کے درمیان فوت ہوئے اور جب آپ بیمار ہوتے تو ہم ازواج میں سے کوئی ایک آپ کے لیے المعوذات کے ساتھ دعا کرتی تھی تو میں بھی آپ کے لیے المعوذات پڑھ رہی تھی اور آپ نے آسمان کی طرف سر اُٹھایا اور دعا کی: الرفیق الاعلیٰ میں الرفیق الاعلیٰ میں۔ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما گزرے اور ان کے ہاتھ میں درخت کی تروتازہ شاخ تھی' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا تو میں نے گمان کیا کہ آپ کو اس کی ضرورت ہے' پس میں نے وہ لے لی اور اس کے سر کو (کاٹ کر) چبایا اور اس کو جھاڑا' پھر وہ آپ کو دے دی' آپ نے اس سے دانت صاف کیے' جیسے بہت عمدہ طریقہ سے دانت صاف کیے' پھر آپ نے وہ شاخ مجھے دے دی' پھر آپ کا ہاتھ گر گیا یا پھر آپ کے ہاتھ سے وہ شاخ گر گئی تو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے آخری دن میں اور آخرت کے پہلے دن میں میرا لعابِ دہن اور آپ کا لعابِ دہن جمع کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۹۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٥٣'٤٤٥٢- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَقْبَلَ عَلٰى فَرَسٍ مِّنْ مَسْكَنِهٖ بِالسُّنُحِ حَتّٰى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَتَيَمَّمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُغَشًّى بِثَوْبِ حِبَرَةٍ فَكَشَفَ عَنْ وَّجْهِهٖ ثُمَّ اَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهٗ وَبَكٰى ثُمَّ قَالَ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ وَاللّٰهِ لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ اَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِيْ كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن بکیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے ابوسلمہ نے خبر دی کہ ان کو حضرت عائشہ نے خبر دی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے جو السنح میں تھا' گھوڑے پر سوار ہو کر آئے حتیٰ کہ گھوڑے سے اُترے' پس مسجد میں داخل ہوئے' پھر لوگوں سے کوئی بات نہیں کی' حتیٰ کہ حضرت عائشہ کے پاس آئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قصد کیا' اس وقت آپ کو ایک یمنی چادر سے ڈھانپا ہوا تھا' پس انہوں نے آپ کا چہرہ کھولا' پھر آپ پر جھک گئے' پس آپ کو بوسا دیا اور روئے' پھر کہا: آپ پر میرے باپ اور میری ماں قربان ہوں! اللہ کی قسم! اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا' رہی وہ موت جو آپ پر لکھ دی گئی تھی' سو آپ نے اس کو پا لیا۔

اس حدیث کی شرح: ۱۲۴۱' اور ۱۲۴۲ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٥٤- قَالَ الزُّهْرِيُّ وَحَدَّثَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ خَرَجَ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ اِجْلِسْ يَا عُمَرُ فَاَبٰى عُمَرُ اَنْ يَّجْلِسَ فَاَقْبَلَ النَّاسُ اِلَيْهِ وَتَرَكُوْا عُمَرَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَمَّا بَعْدُ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اِلٰى قَوْلِهِ الشَّاكِرِيْنَ ۝﴾ (آل عمران: ١٤٤) وَقَالَ وَاللّٰهِ لَكَاَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ حَتّٰى تَلَاهَا اَبُوْ بَكْرٍ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ فَمَا اَسْمَعُ بَشَرًا مِّنَ النَّاسِ اِلَّا يَتْلُوْهَا فَاَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ عُمَرَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ سَمِعْتُ اَبَا بَكْرٍ تَلَاهَا فَعَقِرْتُ حَتّٰى مَا تُقِلُّنِيْ رِجْلَايَ وَحَتّٰى اَهْوَيْتُ اِلَى الْاَرْضِ حِيْنَ سَمِعْتُهُ تَلَاهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ .

الزہری نے کہا: اور مجھے ابوسلمہ نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن عباس کہ حضرت ابوبکر نکلے اور حضرت عمر بن خطاب لوگوں سے باتیں کر رہے تھے' حضرت ابوبکر نے کہا: بیٹھ جاؤ' اے عمر! تو حضرت عمر نے بیٹھنے سے انکار کیا' پس لوگ حضرت ابوبکر کی طرف متوجہ ہو گئے اور انہوں نے حضرت عمر کو چھوڑ دیا' پس حضرت ابوبکر نے کہا: اما بعد! تم میں سے جو شخص سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو بے شک سیدنا محمد وفات پا گئے اور بے شک تم میں سے جو شخص اللہ کی عبادت کرتا ہے تو بے شک اللہ زندہ ہے' اسے موت نہیں آئے گی' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور محمد (معبود نہیں) صرف رسول ہیں' ان سے پہلے اور رسول ہو چکے۔ یہ آیت شاکرین تک ہے۔ (آل عمران:۱۴۴)

اور حضرت ابن عباس نے کہا: اور اللہ کی قسم! گویا کہ لوگوں نے یہ نہیں جانا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے' حتیٰ کہ حضرت ابوبکر نے اس آیت کی تلاوت کی' پھر تمام لوگوں نے اس آیت کو حضرت ابوبکر سے حاصل کیا' پس لوگوں میں سے جس بشر نے بھی اس آیت کو سنا' وہ اس کی تلاوت کر رہا تھا' پس مجھے سعید بن المسیب نے خبر دی کہ حضرت عمر نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اس آیت کو صرف حضرت ابوبکر کی تلاوت سے سنا' پس میں بے ہوش گیا' حتیٰ کہ میری ٹانگیں میرا بوجھ نہیں اٹھا رہی تھیں اور حتیٰ کہ جب میں نے اس آیت کی تلاوت سنی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں زمین پر گر گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۲۴۲ میں گزر چکی ہے' چند ضروری اُمور کا بیان کیا جا رہا ہے:

''اَلسُّنح'' کا معنی اور دو موتوں کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''السُّنح'' یہ مدینہ کی بالائی بستیوں میں ایک جگہ ہے جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رہائش تھی اور کہا جاتا ہے: یہ بنو الحارث بن الخزرج کی مدینہ کے بالائی علاقوں میں بستیاں ہیں۔

اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ بے شک اپنے نبی کو بھیجے گا اور وہ ان مردوں کے ہاتھ کاٹ دیں گے' جنہوں نے کہا کہ آپ فوت ہو گئے ہیں' آپ کی وفات آخر زمانہ میں ہو گی' پس حضرت ابوبکر نے ان کے کلام کا رد کیا اور بتایا کہ دنیا میں صرف آپ پر ایک ہی موت آنی تھی اور وہ آ چکی ہے۔ علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ آپ پر قبر میں دوسری موت نہیں آئے گی جیسے کافر اور منافق پر قبر میں روح لوٹانے کے بعد پھر اس کی روح قبض کر لی جاتی

ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اوپر اس موت کی تکلیف کو جمع نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عذاب سے اور قیامت کے دن کی پریشانی سے محفوظ رکھا ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ دوسری موت سے مراد شریعت کی موت ہے یعنی اللہ تعالیٰ آپ کے اوپر آپ کی موت کو اور آپ کی شریعت کی موت کو جمع نہیں کرے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۹۳-۹۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

٤٤٥٥، ٤٤٥٦، ٤٤٥٧- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ مُوْسَی بْنِ اَبِیْ عَائِشَةَ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَبَّلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَوْتِهٖ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی از سفیان از موسیٰ بن ابی عائشہ از عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ از حضرت عائشہ و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کو بوسا دیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۲۴۱ میں گزر چکی ہے۔

انسان کی موت کے بعد اس کو بوسا دینے کا جواز

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کسی انسان کی وفات کے بعد اس کو بوسا دینا جائز ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر نے اپنا منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی پر رکھا، پس آپ کو بوسا دینے لگے اور وہ روتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ آپ اپنی حیات میں بھی پاکیزہ ہیں اور اپنی موت میں بھی پاکیزہ ہیں۔ اور امام طبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی پیشانی پر بوسا دیا اور طبرانی نے حضرت سالم بن عتیک سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو چھوا تو لوگوں نے پوچھا: اے رسول اللہ کے صاحب! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی؟ تو حضرت ابوبکر نے کہا: ہاں!

٤٤٥٨- حَدَّثَنَا عَلِیٌّ حَدَّثَنَا یَحْیٰی وَزَادَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَدَدْنَاهُ فِیْ مَرَضِهٖ فَجَعَلَ یُشِیْرُ اِلَیْنَا اَنْ لَّا تَلُدُّوْنِیْ فَقُلْنَا کَرَاهِیَةُ الْمَرِیْضِ لِلدَّوَاءِ فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ اَلَمْ اَنْهَکُمْ اَنْ تَلُدُّوْنِیْ قُلْنَا کَرَاهِیَةَ الْمَرِیْضِ لِلدَّوَاءِ فَقَالَ لَا یَبْقٰی اَحَدٌ فِی الْبَیْتِ اِلَّا لُدَّ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَّا الْعَبَّاسَ فَاِنَّهٗ لَمْ یَشْهَدْکُمْ رَوَاهُ ابْنُ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی اور یہ اضافہ کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری میں آپ کے منہ میں (زبردستی) دواء ڈالی تو آپ نے ہماری طرف اشارہ کر کے فرمایا: میرے منہ میں دواء نہ ڈالو تو ہم نے کہا: یہ بیمار کا دواء کو ناپسند کرنا ہے، جب آپ صحت یاب ہو گئے تو آپ نے فرمایا: کیا میں نے تم کو منہ میں دواء ڈالنے سے منع نہیں کیا تھا؟ ہم نے کہا: (ہمارے خیال میں) یہ بیمار کا دواء کو ناپسند کرنا ہے، آپ نے فرمایا: گھر میں کوئی فرد نہیں بچے گا مگر اس کے منہ میں دواء ڈالی جائے گی اور میں دیکھ رہا ہوں گا، سوائے عباس کے کیونکہ وہ اس وقت تمہارے پاس حاضر نہیں تھے۔ اس حدیث کی ابن ابی الزناد نے ہشام سے روایت کی ہے از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

لدود کا معنی اور گھر والوں کے منہ میں دواڈالنے کی توجیہ اور آپ کے منع کرنے کا سبب

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہم نے آپ کے منہ میں دواء ڈالی: حدیث میں ''لَدَدْنَاهُ'' کا لفظ ہے اور یہ ''لَدُوْد'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: مریض کے اختیار کے بغیر اس کے حلق میں دواء ڈالنا۔

آپ نے فرمایا: گھر میں کوئی شخص بھی باقی نہیں بچے گا جس کے حلق میں دواء نہیں ڈالی جائے گی سوائے عباس کے کیونکہ وہ تمہارے پاس حاضر نہیں تھے: کہا گیا ہے کہ انسان کو جو تکلیفیں عمداً پہنچائی جائیں' اس حدیث میں ان کا بدلہ لینے کی مشروعیت ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ان کو سزا دینے کے لیے کیا تھا کیونکہ انہوں نے آپ کی نافرمانی کی تھی اور آپ کے حکم پر عمل نہیں کیا تھا۔ علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ آپ کا یہ ارادہ تھا کہ وہ لوگ قیامت کے دن اس حال میں نہ آئیں کہ ان کے اوپر آپ کا کوئی حق باقی ہو۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ آپ کا معاف کر دینا بھی ممکن ہے کیونکہ آپ اپنے نفس کا انتقام نہیں لیتے تھے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے ان کی تادیب اور تعلیم کا ارادہ کیا' تاکہ وہ دوبارہ ایسا نہ کریں' پس یہ تادیب تھی' قصاص اور انتقام نہیں تھا۔ ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ آپ نے منہ میں دواء ڈالنے کو ناپسند کیا حالانکہ آپ دواء اور علاج کرتے تھے' کیونکہ آپ کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ آپ کی اس مرض میں وفات ہو جائے گی اور جس کے نزدیک یہ محقق ہو چکا ہو' اس کے حلق میں زبردستی دواء ڈالنا مکروہ ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس پر بھی اعتراض ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو موت اور حیات کا اختیار دیا گیا تھا' یہ اس سے پہلے کا واقعہ ہے' آپ نے دواء ڈالنے پر اس لیے انکار فرمایا کہ وہ دواء آپ کے مزاج کے مناسب نہیں تھی' کیونکہ صحابہ کو یہ گمان تھا کہ آپ کو نمونیا ہے' تو انہوں نے اس کے مناسب دواء ڈالی تھی' حالانکہ آپ کو نمونیا نہیں تھا جیسا کہ سیاق خبر سے ظاہر ہے۔

گھر والوں نے نمونیا کے وہم کی وجہ سے آپ کے منہ میں دواء ڈالی

حافظ ابن حجر عسقلانی' ابن ابی الزناد کی تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام محمد بن سعد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کوکھ کو پکڑے ہوئے تھے اور آپ کو شدید درد تھا' پس آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی' سو ہم نے آپ کے منہ میں دواء ڈالی' جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے فرمایا: یہ ان عورتوں کا کام ہے جو وہاں سے آئی ہیں اور آپ نے حبشہ کی طرف اشارہ کیا' اگر تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نمونیا مسلط کر دیا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر یہ مسلط کرنے والا نہیں ہے اور اللہ کی قسم! اس گھر میں جو بھی ہوگا اس کے منہ میں دواء ڈالی جائے گی' پس گھر میں ہر ایک کے منہ میں دواء ڈالی گئی اور ہم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے منہ میں بھی دواء ڈالی' حالانکہ وہ روزہ سے تھیں۔

امام عبدالرزاق نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف کی ابتداء حضرت میمونہ کے گھر سے ہوئی تھی' پھر آپ کا مرض بڑھ گیا حتیٰ کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی' سو گھر والوں نے آپ کے منہ میں دواء ڈالنے کے متعلق مشورہ کیا' پس انہوں نے آپ کے منہ میں دواء ڈال دی' جب آپ کی حالت سنبھلی تو آپ نے فرمایا: یہ ان عورتوں کا کام ہے جو وہاں سے آئی ہیں اور آپ نے حبشہ کی طرف اشارہ کیا' گھر والوں نے کہا کہ ہمیں یہ گمان تھا کہ آپ کو نمونیا ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مجھے نمونیا سے عذاب دینے والا نہیں ہے اور گھر میں ہر ایک کے منہ میں دواء ڈالی

گئی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۶۲، دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)

٤٤٥٩- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا اَزْهَرُ اَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصٰى اِلٰى عَلِيٍّ فَقَالَتْ مَنْ قَالَهُ لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّيْ لَمُسْنِدَتُهُ اِلٰى صَدْرِيْ فَدَعَا بِالطَّسْتِ فَانْخَنَثَ فَمَاتَ فَمَا شَعَرْتُ فَكَيْفَ اَوْصٰى اِلٰى عَلِيٍّ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ازھر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی از ابراہیم از الاسود' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کی طرف وصیت کی تھی تو حضرت عائشہ نے کہا: یہ بات کس نے کہی ہے؟ حالانکہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سینہ کی طرف ٹیک لگائی ہوئی تھی' پھر آپ نے (تھوک کے لیے) تھال منگایا' پھر آپ جھکے' پس آپ کی وفات ہوگئی' پس میں نہیں سمجھی کہ آپ نے کس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۲۷۴۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٦٠- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنْ طَلْحَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَوْصَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا فَقُلْتُ كَيْفَ كُتِبَ عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ اَوْ اُمِرُوْا بِهَا قَالَ اَوْصٰى بِكِتَابِ اللّٰهِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن مغول نے حدیث بیان کی از حضرت طلحہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی تھی؟ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے کہا: پھر لوگوں پر وصیت کس طرح فرض کی گئی ہے' یا لوگوں کو کس طرح وصیت کا حکم دیا گیا ہے' تو انہوں نے بتایا: آپ نے کتاب اللہ کی وصیت کی تھی۔

وصیت کے متعلق نفی اور اثبات کے تعارض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی نے پہلے وصیت کی نفی کی' پھر وصیت کا اثبات کیا اور یہ تعارض ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ وصیت کے دو محمل ہیں' ایک یہ کہ مال کی وصیت کی ہو یا امامت کی وصیت کی ہو' اس کی نفی ہے اور جو وصیت ثابت ہے اس کا محمل یہ ہے کہ آپ نے کتاب اللہ کے احکام پر عمل کرنے کی وصیت کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۹۵' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٤٦١- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ قَالَ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَةً اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ الَّتِيْ كَانَ يَرْكَبُهَا وَسِلَاحَهُ وَاَرْضًا جَعَلَهَا لِابْنِ السَّبِيْلِ صَدَقَةً ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالاحوص نے حدیث بیان کی از ابواسحاق از عمرو بن الحارث' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم نہ غلام نہ باندی' صرف ایک سفید خچر چھوڑی' جس پر آپ سوار ہوتے تھے اور آپ کا ہتھیار اور وہ زمین چھوڑی جس کو آپ نے مسافر کے لیے صدقہ کر دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۳۹ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٦٢- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَاكَرْبَ اَبَاهُ فَقَالَ لَهَا لَيْسَ عَلٰى اَبِيْكِ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلَمَّا مَاتَ قَالَتْ يَا اَبَتَاهُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ يَا اَبَتَاهُ مِنْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ مَاْوَاهُ يَا اَبَتَاهُ اِلٰى جِبْرِيْلَ نَنْعَاهُ فَلَمَّا دُفِنَ قَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ يَا اَنَسُ اَطَابَتْ اَنْفُسُكُمْ اَنْ تَحْثُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّرَابَ۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۶۳۰)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ثابت از حضرت انس رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکلیف زیادہ ہوگئی تو آپ نے اپنے آپ کو چادر سے ڈھانپ لیا' پس حضرت سیدتنا فاطمہ علیہا السلام نے کہا: ہائے میرے والد کی تکلیف' تو آپ نے ان سے فرمایا: آج کے بعد تمہارے والد کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی' جب آپ کی وفات ہوگئی تو حضرت فاطمہ نے کہا: اے ابا جان! آپ اپنے رب کے بُلانے پر چلے گئے' اے ابا جان! جنت الفردوس آپ کا ٹھکانا ہے' اے ابا جان! ہم حضرت جبریل کو آپ کی وفات کی خبر سناتے ہیں' جب آپ کو دفن کر دیا گیا تو حضرت فاطمہ علیہا السلام نے کہا: اے انس! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مٹی ڈال کر تمہارا دل خوش ہو گیا؟

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بھی آپ کی اپنی اُمت پر شفقت باقی ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

آج کے بعد تمہارے والد کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ بعض لوگوں کا زعم ہے کہ آپ کی تکلیف آپ کی اُمت پر شفقت تھی کیونکہ آپ کو علم تھا کہ ان میں فتنے ہوں گے اور ان میں اختلاف ہوگا' لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ آپ کی وفات کے بعد اُمت پر آپ کی شفقت نہ رہے' حالانکہ اُمت پر آپ کی شفقت قیامت تک باقی رہے گی کیونکہ آپ بعد والوں کی طرف بھی مبعوث ہیں اور بعد والوں کے اعمال آپ پر پیش کیے جاتے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ اس تکلیف سے وہ تکلیف مراد ہے جو شدت موت کی وجہ سے ہوتی ہے اور جو آپ کے جسم میں درد تھا تا کہ اس کی وجہ سے آپ کا اجر دگنا ہو۔

جب آپ کو دفن کر دیا گیا تو حضرت فاطمہ نے کہا: اے انس!: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس قول سے صحابہ کے دفن کرنے پر عتاب کی طرف اشارہ کیا ہے' کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت شدید محبت کرتے تھے تو کیا شدید محبت کا یہ ہی تقاضا تھا کہ آپ کے اوپر مٹی ڈال دی جائے' حضرت انس نے سیدہ فاطمہ کی رعایت سے اس کا جواب نہیں دیا اور گویا کہ وہ زبانِ حال سے یہ کہہ رہے تھے: ہم نے خوشی سے یہ کام نہیں کیا' ہم نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے کے لیے مجبوراً یہ کام کیا ہے۔

امام بزار نے سند جید کے ساتھ حضرت ابوسعید سے یہ روایت کی ہے' انہوں نے کہا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین سے فارغ ہوئے تو ہم اپنے دلوں کو پہچان نہیں رہے تھے۔ اور امام ترمذی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جب آپ کی تعلیم اور تادیب صحابہ کو حاصل نہ رہی تو آپ کی حیات میں جو ان کے درمیان باہمی اُلفت اور محبت تھی اور صفائے قلب اور رقت تھی' وہ متغیر ہوگئی تھی۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو کہا تھا: ہائے میرے والد کی تکلیف! تو یہ وہ نوحہ نہیں تھا جو شریعت میں ممنوع ہے کیونکہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس قول پر برقرار رکھا تھا اور آپ کی وفات کے بعد انہوں نے جو الفاظ کہے تو کسی شخص کی وفات کے بعد اس کی ان صفات کا ذکر کرنا جائز ہے جو اس میں ہوں۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۶۳ ۴ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ ھ)

٨٥- بَابُ اٰخِرِ مَا تَكَلَّمَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری کلام

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ کریم جسم سے جدا ہو رہی تھی تو اس وقت آپ کا آخری کلام کیا تھا؟

٤٤٦٣- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ يُوْنُسُ قَالَ الزُّهْرِيُّ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فِيْ رِجَالٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ اِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ حَتّٰى يَرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُ فَلَمَّا نَزَلَ بِهٖ وَرَاْسُهُ عَلٰى فَخِذِيْ غُشِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَاَشْخَصَ بَصَرَهُ اِلٰى سَقْفِ الْبَيْتِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى فَقُلْتُ اِذًا لَا يَخْتَارُنَا وَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ كَانَ يُحَدِّثُنَا بِهٖ وَهُوَ صَحِيْحٌ قَالَتْ فَكَانَتْ اٰخِرَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ یونس نے بتایا: الزہری نے کہا: مجھے سعید بن المسیب نے چند اہلِ علم مردوں میں خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحت مند تھے تو آپ فرماتے تھے کہ کسی نبی کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی حتیٰ کہ وہ جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے پھر اس کو (موت کا) اختیار دیا جاتا ہے پس جب آپ پر موت کی بیماری آئی اس وقت آپ کا سر میرے زانو پر تھا آپ پر بے ہوشی طاری ہوئی پھر آپ ہوش میں آئے پھر آپ نے گھر کی چھت کی طرف نظر ڈالی پھر دعا کی: اے اللہ! الرفیق الاعلیٰ (کو میں اختیار کرتا ہوں) تو میں نے دل میں کہا: اب آپ ہم کو اختیار نہیں کریں گے اور میں نے جان لیا یہ وہی حدیث ہے جو آپ ہمیں تندرستی کی حالت میں بیان فرماتے تھے اور جو آپ نے آخری کلام کیا وہ یہ تھا: اے اللہ! الرفیق الاعلیٰ!

اس حدیث کی مفصل شرح صحیح البخاری: ۴۴۳۵ میں گزر چکی ہے۔

حضرت علی کے وصی ہونے کے متعلق موضوع روایات

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس حدیث میں رافضیوں کے اس رد کی طرف اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو خلافت کی وصیت کی تھی اور یہ وصیت کی تھی کہ وہ آپ کے قرض ادا کر دیں۔

عقیلی وغیرہ نے کتاب الضعفاء میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت سلمان نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی بھیجا ہے اس نے بیان کر دیا کہ اس کے بعد کون ولی ہوگا' کیا آپ نے بھی یہ بیان کر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! علی بن ابی طالب ہیں۔ اور جریر کی سند سے حضرت سلمان سے روایت ہے کہ یا رسول اللہ! آپ کا وصی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: میرا وصی وہ ہے جو میرے راز کی جگہ ہے اور میرے اہل پر میرا خلیفہ ہے جن کو میں نے اپنے بعد خلیفہ بنایا' ان میں سب سے افضل ہے اور وہ علی بن ابی طالب ہیں اور حضرت بریدہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ہر نبی کا وصی ہوتا ہے اور بے شک علی میرے وصی اور میرے بیٹے ہیں' حضرت ابوذر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا: میں خاتم النبیین ہوں اور علی خاتم الاوصیاء ہیں۔

امام ابن جوزی نے ان تمام روایات کو کتاب الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۶۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٨٦- بَابُ وَفَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بیان

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کس سن میں وفات ہوئی اور اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟

٤٤٦٤'٤٤٦٥- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِثَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِيْنَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرًا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت عائشہ وحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں دس سال رہے اور آپ پر قرآن نازل ہوتا رہا اور مدینہ میں دس سال رہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۵۱ میں گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے متعلق متعدد روایات میں تطبیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عمر ساٹھ سال تھی' اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی' تو اس کا جواب یہ ہے کہ ساٹھ سال عمر والی حدیث میں کسر کو حذف کیا گیا ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آپ کی عمر پینسٹھ (٦٥) سال تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جمہور کے نزدیک راجح یہ ہے کہ آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٤٦٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَّاَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ مِثْلَهٗ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اللیث نے حدیث بیان کی از عقیل از ابن شہاب از عروہ بن الزبیر از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تریسٹھ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ ابن شہاب نے کہا: اور مجھے سعید بن المسیب نے اس کی مثل خبر دی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۵۳۶ میں گزر چکی ہے۔

٨٧- بَابٌ

باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا اور یہ باب گزشتہ ابواب سے منفصل ہے۔

٤٤٦٧- حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهٗ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابراہیم از الاسود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جس وقت

مَرْهُونَةٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ بِثَلَاثِيْنَ - يَعْنِي صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ .

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی' اس وقت آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع (۱۲۰ سے زائد کلوگرام) کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۶۸ میں گزر چکی ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کی یہاں اس لیے روایت کی ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا ذکر ہے۔

٨٨- بَابُ بَعْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے مرضِ وفات میں بھیجنا

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے دو دن پہلے ہفتہ کے دن حضرت اُسامہ کو بھیجنے کا حکم دیا تھا کیونکہ پیر کے دن آپ کی وفات ہوئی تھی اور آپ نے ان کو شام کی طرف بھیجنے کا حکم دیا تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۹۸)

٤٤٦٨- حَدَّثَنِيْ اَبُوْعَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مُخْلَدٍ عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اِسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُسَامَةَ فَقَالُوْا فِيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ بَلَغَنِيْ اَنَّكُمْ قُلْتُمْ فِيْ اُسَامَةَ وَاِنَّهُ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابوعاصم الضحاک بن مخلد نے حدیث بیان کی از الفضیل بن سلیمان' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از سالم از والد خود' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا امیر بنایا' سو لوگوں نے اس پر نکتہ چینی کی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم نے اُسامہ پر اعتراض کیا ہے اور بے شک وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۷۳۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٦٩- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا وَّاَمَّرَ عَلَيْهِمْ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ النَّاسُ فِيْ اِمَارَتِهِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنْ تَطْعَنُوْا فِيْ اِمَارَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُوْنَ فِيْ اِمَارَةِ اَبِيْهِ مِنْ قَبْلُ وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنْ كَانَ لَخَلِيْقًا لِّلْاِمَارَةِ وَاِنْ كَانَ لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ وَاِنَّ هٰذَا لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ بَعْدَهٗ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (شام کی طرف) ایک لشکر بھیجا اور ان پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو امیر بنا دیا تو لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا: اگر تم اس کی امارت پر طعن کر رہے ہو تو تم اس سے پہلے اس کے والد کی امارت پر طعن کر چکے ہو اور اللہ کی قسم! بے شک وہ ضرور امارت کے لائق تھے اور بے شک وہ میرے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھے اور بے شک یہ ان کے بعد مجھے تمام لوگوں سے زیادہ

محبوب ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٧٣٠ میں گزر چکی ہے۔

حضرت اسامہ کی امارت پر طعن کرنے والوں کا بیان

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ' ان دونوں حدیثوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفر کے آخر میں رومیوں کے خلاف جہاد کرنے کے لیے صحابہ کو طلب کیا تھا اور حضرت اُسامہ کو بلا کر فرمایا: تم اس جگہ جاؤ جہاں تمہارے والد کو قتل کیا گیا تھا' تم ان لوگوں کو گھوڑوں سے روندو' پس بے شک میں نے تم کو اس لشکر کا امیر مقرر کر دیا ہے' پس اگر اللہ تعالیٰ تم کو ان پر فتح عطاء فرمائے تو وہاں تھوڑا عرصہ ٹھہرنا' پھر تیسرے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درد شروع ہو گیا' آپ نے اپنے ہاتھ سے حضرت اسامہ کو جھنڈا دیا اور جن لوگوں کو آپ نے حضرت اسامہ کے ساتھ جہاد کے لیے طلب کیا تھا ان میں بڑے بڑے مہاجرین اور انصار صحابہ تھے' ان میں حضرت ابوبکر و عمر تھے اور حضرت ابوعبیدہ تھے اور حضرت سعد تھے اور حضرت سعید تھے اور حضرت قتادہ بن النعمان تھے' پس بعض لوگوں نے حضرت اُسامہ کی امارت پر اعتراض کیا' ان میں حضرت عیاش بن ابی ربیعہ المخزومی تھے' حضرت عمر نے ان کا رد کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کی خبر دی تو آپ نے کھڑے ہو کر وہ خطبہ دیا جس کا ذکر اس باب کی حدیث میں ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درد زیادہ ہو گیا تو آپ نے فرمایا: اسامہ کے لشکر کو بھیج دینا' پس حضرت ابوبکر نے خلیفہ بننے کے بعد حضرت اسامہ کے لشکر کو بھیجا۔ حضرت اسامہ نے بیس راتوں تک اس جہت میں سفر کیا جہاں کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور وہاں انہوں نے اپنے والد کے قاتل کو قتل کر دیا اور وہ لشکر صحیح سلامت مال غنیمت لے کر لوٹ آیا۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٣٦٥' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

٨٩- بَابٌ
باب

امام بخاری نے اس باب کا کوئی عنوان نہیں قائم کیا اور یہ ابواب سابقہ کا تتمہ ہے۔

٤٤٧٠- حَدَّثَنَا اَصْبَغُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو عَنِ ابْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ عَنْ اَبِی الْخَیْرِ عَنِ الصُّنَابِحِیِّ اَنَّهٗ قَالَ لَهٗ مَتٰی هَاجَرْتَ قَالَ خَرَجْنَا مِنَ الْیَمَنِ مُهَاجِرِیْنَ فَقَدِمْنَا الْجُحْفَةَ فَاَقْبَلَ رَاكِبٌ فَقُلْتُ لَهُ الْخَبَرَ فَقَالَ دَفَنَّا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ خَمْسٍ قُلْتُ هَلْ سَمِعْتَ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ شَیْئًا قَالَ نَعَمْ اَخْبَرَنِیْ بِلَالٌ مُؤَذِّنُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ فِی السَّبْعِ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اصبغ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی از ابن ابی حبیب از ابی الخیر از الصنابحی' وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابوالخیر نے پوچھا: آپ نے کب ہجرت کی تھی؟ انہوں نے کہا: ہم یمن سے ہجرت کرتے ہوئے آئے' پس ہم الجحفہ پر پہنچے کہ ایک سوار سے ہماری ملاقات ہوئی' میں نے ان سے (مدینہ کی) خبر پوچھی' اس نے کہا: پانچ روز ہوئے ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کر چکے ہیں' میں نے پوچھا: کیا آپ نے لیلۃ القدر کے متعلق کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ وہ آخری عشرہ کے ساتویں دن میں ہے۔

٩٠- بَابٌ كَمْ غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے غزوہ کیے؟

٤٤٧١- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَمْ غَزَوْتَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ قُلْتُ كَمْ غَزَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تِسْعَ عَشْرَةَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابواسحاق' انہوں نے کہا: میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کتنے غزوہ کیے؟ انہوں نے بتایا: سترہ' میں نے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے غزوہ کیے؟ انہوں نے بتایا: انیس۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٩٤٩ میں گزر چکی ہے۔

٤٤٧٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسَ عَشْرَةَ. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن رجاء نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق' انہوں نے کہا: ہمیں حضرت البراء رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پندرہ غزوہ کیے۔

٤٤٧٣- حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلِ بْنِ هِلَالٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ كَهْمَسٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّ عَشْرَةَ غَزْوَةً. (صحیح مسلم: ١٨١٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے احمد بن الحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی از کہمس از ابن بریدہ از والد خود' انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سولہ غزوہ کیے۔

غزوات اور سرایا کے مجموع کی تعداد

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت بریدہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انیس غزوہ کیے ہیں اور ان میں سے آٹھ غزوات میں قتال کیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کل غزوات کی تعداد اکیس ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے' اس بناء پر یہ کہا جائے گا کہ حضرت زید بن ارقم سے دو غزوہ رہ گئے اور سرایا ستر (٧٠) کے قریب ہیں اور امام محمد بن سعد نے لکھا ہے کہ مجموع غزوات اور سرایا کی تعداد ایک سو ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٤٦٧۔ ٤٦٦' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

کتاب المغازی میں احادیث کی تعداد

کتاب المغازی میں حقیقتاً احادیث مرفوعہ اور حکماً احادیث مرفوعہ پانچ سو تریسٹھ (٥٦٣) ہیں اور ان میں چھہتر (٧٦)

تعلیقات ہیں اور باقی احادیث موصولہ ہیں' ان میں چار سو دس (۴۱۰) احادیث مکرزہ ہیں اور خالص احادیث ایک سو ترپن (۱۵۳) ہیں۔

کتاب المغازی کی تکمیل

الحمد للہ علی احسانہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ۔ آج ۲۸ شعبان ۱۴۳۱ھ/ ۱۱ اگست بہ روز بدھ بعد از نمازِ ظہر کتاب المغازی مکمل ہو گئی' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جس طرح اس نے محض اپنے فضل سے یہاں تک مکمل فرما دیا ہے' اسی طرح صحیح البخاری کی باقی کتب اور ابواب کو بھی مکمل کرا دے اور میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرمائے اور میری اور میرے والدین کی اور میرے احباب اور معاونین کی اور تلامذہ کی اور قارئین کی مغفرت فرمائے! ہمیں اپنے عذاب سے محفوظ رکھے اور جنت الفردوس عطاء فرمائے۔ آمین!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٦٥ - كِتَابُ تَفْسِيرِ الْقُرْاٰنِ

تفسیر القرآن کا بیان

تفسیر کا لغوی معنی ہے: بیان' اور تفسیر کا اصطلاحی بیان ہے: نظم قرآن کے مدلولات کا کشف اور بیان۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۱۰۳)
دوسرا قول یہ ہے کہ تفسیر میں لفظ کی مراد ہوتی ہے اور تاویل میں معنی کی مراد ہوتی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ص ۴۶۸)

﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾ اِسْمَانِ مِنَ الرَّحْمَةِ الرَّحِيْمُ وَالرَّاحِمُ بِمَعْنٰى وَاحِدٍ كَالْعَلِيْمِ وَالْعَالِمِ .

''الرحمٰن' الرحیم'' یہ دواسم ''رحمة'' سے ماخوذ ہیں' ''الرحیم'' اور ''الراحم'' کا ایک معنی ہے' جیسے ''العلیم'' اور ''العالِم''۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:
یہ دو اسم ہیں: امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ ان دونوں کا معنی ایک ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ دو رقیق اسم ہیں اور ان میں سے ایک دوسرے سے زیادہ رقیق ہے' یعنی ان کا معنی ہے: نرمی کرنے والا' پس رحمٰن زیادہ رقیق ہے اور رحیم کا معنی ہے: اپنے بندوں کو رزق دے کر اُن پر مہربانی کرنے والا۔ (الاسماء والصفات ج ۱ص ۱۳۹' للبیہقی) دوسروں نے کہا: رحمٰن کا معنی ہے: تمام مخلوق پر رحم کرنے والا اور رحیم کا معنی ہے: فقط مؤمنین پر رحم کرنے والا۔ (تفسیر ابن جریر ج ۱ص ۸۴)
اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ رحمٰن کا اطلاق صرف اللہ تعالیٰ پر کیا جاتا ہے' اس لیے اس کو الرحیم سے پہلے ذکر کیا ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ الرحیم' راحم سے زیادہ اولیٰ ہے' اس لیے کہ یہ مدح میں زیادہ لازم ہے گویا یہ ایسی صفت ہے جو موصوف سے جدا نہیں ہوتی اور راحم اس کو کہتے ہیں جو ایک مرتبہ بھی کسی پر رحم کر دے۔ اور احمد بن یحییٰ کا یہ قول بہت عجیب ہے کہ الرحمٰن عربی ہے اور الرحیم عبرانی لفظ ہے۔ (تفسیر القرطبی ج ۱ص ۹۱) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ص ۱۰-۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

١ - سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ

سورۃ الفاتحہ کا تعارف

١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

سورۃ الفاتحہ کی تفسیر

وَسُمِّيَتْ أُمَّ الْكِتَابِ أَنَّهُ يُبْدَأُ بِكِتَابَتِهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَيُبْدَأُ بِقِرَاءَتِهَا فِي الصَّلٰوةِ وَ ﴿الدِّيْنُ﴾ الْجَزَاءُ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿بِالدِّيْنِ﴾ (الماعون: ۱' الانفطار: ۹) بِالْحِسَابِ ﴿مَدِيْنِيْنَ﴾

اس سورت کا نام اُم الکتاب رکھا گیا ہے کیونکہ اس سے مصاحف کو لکھنے کی ابتداء کی جاتی ہے اور اس کی قراءت سے نماز کی ابتداء کی جاتی ہے اور دین کا معنی ہے: خیر اور شر کی جزاء' جیسے کہا جاتا ہے: جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ مجاہد نے کہا: ''بالدین'' (الماعون: ۱

(الواقعہ:٨٦) مُحَاسَبِيْنَ ۔ الانفطار:٩) اس کا معنی ہے: حساب ۔ ''مدینین'' (الواقعہ:٨٦) اس کا معنی ہے: ''مُحاسبین'' یعنی جن کا حساب کیا گیا ہو۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

اس کا نام اُم الکتاب رکھا گیا ہے: ابو عبیدہ نے کہا ہے: قرآن مجید کی سورتوں کے کئی اسماء ہیں' سورۃ الحمد للہ کا نام اُم الکتاب ہے کیونکہ اسی سورۃ سے قرآن مجید کی ابتداء کی جاتی ہے اور ہر رکعت میں سورۃ سے پہلے اس کی قراءت کی جاتی ہے اور اس سورۃ کو فاتحۃ الکتاب بھی کہتے ہیں کیونکہ مصاحف کا افتتاح اسی سورت سے کیا جاتا ہے اور دوسروں نے کہا کہ اس کا نام اُم الکتاب اس لیے ہے کیونکہ کسی چیز کی اُم اس کی ابتداء اور اس کی اصل ہوتی ہے' اسی وجہ سے مکہ کا نام اُم القریٰ رکھا گیا ہے کیونکہ زمین اس کے نیچے سے پھیلائی گئی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سورۃ کا نام اُم القرآن اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ اس سورۃ میں قرآن مجید کے تمام معانی ہیں' اللہ عزوجل کی حمد و ثناء ہے' امر اور نہی پر عمل کر کے عبادت کا حکم ہے اور وعد اور وعید ہے' اور اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات اور اس کے افعال کا ذکر ہے اور یہ سورۃ مبدأ' معاد اور معاش کے ذکر کو شامل ہے' اُم القرآن یا اُم الکتاب کے ساتھ نام رکھنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُم القرآن ہی السبع المثانی ہے۔

سورۂ فاتحہ کے اور بھی کئی نام ہیں: الکنز' الوافیہ' الشافیہ' الکافیہ' سورۃ الحمد' سورۃ الصلوٰۃ' سورۃ الشفاء' سورۃ الاساس' سورۃ الشکر اور سورۃ الدعا۔

دین کا معنی ہے: خیر اور شر کی جزاء جیسا کہ کہا جاتا ہے: جیسا کرو گے' ویسا بھرو گے: یہ بھی ابو عبیدہ کا کلام ہے' انہوں نے کہا: دین کا معنی ہے: حساب اور جزاء جیسے ضرب المثل ہے کہ تم جیسا کرو گے ویسا بھرو گے' اور امام عبدالرزاق نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جیسا تم کرو گے ویسا تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔

مجاہد نے کہا کہ دین سے مراد ہے: حساب ''مدینین'' کا معنی ہے: ''محاسبین: كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝ '' (الانفطار:٩) ہرگز نہیں بلکہ تم دین کو جھٹلاتے ہو ۝ مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ اس سے مراد ہے: تم حساب کو جھٹلاتے ہو اور دوسری آیت یہ ہے:

''فَلَوْ لَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝'' (الواقعہ:٨٦) پس ایسا نہ ہوتا کہ اگر تم مملوک نہ ہوتے ۝

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ '' (الفاتحہ:٣) کا معنی ہے: اللہ حساب کے دن کا مالک ہے اور جزاء کے دن کا مالک ہے ۝

دین کے اور بھی معانی ہیں: عادت' عمل' حکم' حال' خلق' طاعت' قہر' ملت' شریعت' تقویٰ اور سیاست' اور ان کے شواہد ذکر کرنے سے مضمون طویل ہو جائے گا۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٢٦٩' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٤٧٤ ۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُعَلّٰى قَالَ كُنْتُ اُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اُجِبْهُ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ فَقَالَ اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ ﴿اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از شعبہ' انہوں نے کہا: ہمیں خبیب بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی از حفص بن عاصم از ابو سعید بن المعلیٰ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا' پس مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا' سو میں نہیں گیا' میں نے بتایا: یارسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا' آپ نے فرمایا:

دَعَاكُمْ ﴾ (الانفال:٢٤) ثُمَّ قَالَ لَاُعَلِّمَنَّكَ سُوْرَةً هِيَ اَعْظَمُ السُّوَرِ فِي الْقُرْاٰنِ قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِيْ فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يَخْرُجَ قُلْتُ لَهٗ اَلَمْ تَقُلْ لَاُعَلِّمَنَّكَ سُوْرَةً هِيَ اَعْظَمُ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ قَالَ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ اُوْتِيْتُهٗ ۔[اطراف الحدیث: ٤٦٤٧۔ ٤٧٠٣۔ ٥٠٠٦] (سنن ابوداؤد: ١٤٥٨ سنن نسائی: ٩١٣ سنن ابن ماجہ: ٣٧٨٥)

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول جب تمہیں بلائیں تو تم چلے آؤ (الانفال: ٢٤) پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: میں تمہیں ضرور ایک سورت کی تعلیم دوں گا' جو قرآن کی سورتوں میں سب سے زیادہ عظیم ہے' اس سے پہلے کہ تم مسجد سے نکلو' پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا تو جب آپ نے مسجد سے نکلنے کا ارادہ کیا تو میں نے آپ سے عرض کیا: کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ میں تم کو قرآن کی سب سے عظیم سورت کی تعلیم دوں گا؟ آپ نے فرمایا: وہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ '' (الفاتحہ:١) ہے اور وہی السبع المثانی ہے اور قرآن عظیم ہے' جو مجھے دیا گیا ہے۔

حضرت ابوسعید بن المعلّٰی کا تذکرہ' قرآن مجید کی بعض سورتیں ایک دوسرے سے افضل ہیں یا نہیں' السبع المثانی کا معنی اور دیگر مسائل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حافظ ابوسعید بن المعلّٰی سے روایت ہے: امام بخاری نے حضرت ابوسعید بن المعلّٰی سے صرف یہی ایک حدیث روایت کی ہے' ان کے نام میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام رافع ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام حارث ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام اوس ہے اور کہا گیا ہے کہ اوس ان کے والد کا نام ہے اور معلّٰی ان کے دادا کا نام ہے۔

تنبیہ: امام غزالی' امام فخر الدین رازی اور ان کی پیروی میں امام بیضاوی نے اس حدیث کی حضرت ابوسعید خدری سے روایت کی ہے اور یہ ان کا وہم ہے اور یہ ابوسعید خدری نہیں ہیں بلکہ ابوسعید بن المعلّٰی ہیں۔

میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا تو میں نہیں گیا: دوسری سند کے ساتھ شعبہ سے روایت ہے کہ میں آپ کے پاس نہیں آیا' حتیٰ کہ میں نے نماز پڑھ لی' پھر آپ کے پاس آیا اور حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف نکلے اور وہ نماز پڑھ رہے تھے' آپ نے فرمایا: اے اُبی! تو انہوں نے مڑ کر دیکھا اور جواب نہیں دیا' پھر جلدی جلدی نماز پڑھی' پھر مڑ کر آئے اور کہا: یارسول اللہ! سلام علیک! آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے جب میں نے تمہیں بلایا تھا' اس وقت تمہیں آنے سے کس چیز نے منع کیا تھا۔ (الحدیث)

کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر چلے آؤ: حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں ہے: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ میں تمہیں ایسی سورت کی تعلیم دوں کہ اس کی مثل نہ تورات میں نازل کی گئی ہے نہ انجیل میں نہ زبور میں اور نہ فرقان میں' اس کی مثل کوئی سورت ہے۔ علامہ ابن التین نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ اس سورت کا ثواب دوسری سورتوں سے بہت زیادہ ہے' نیز اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی کسی سورت کو دوسری سورت پر فضیلت دینا جائز ہے۔ امام اشعری اور علماء کی ایک جماعت نے اس سے منع کیا ہے کیونکہ مفضول کا درجہ افضل سے کم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات اور اس کے کلام میں کوئی کمی نہیں ہے اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس سورت کی تلاوت کا ثواب دوسری سورتوں کی تلاوت سے زیادہ ہوتا ہے اور جو علماء بعض سورتوں کی بعض دوسری سورتوں پر فضیلت کے قائل ہیں' وہ قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا ط (البقرہ:١٠٦) ہم اس سے بہتر سورت لے آئیں گے یا اس جیسی سورت لے آئیں گے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی سورتوں کی ایک دوسرے پر فضیلت ہے۔

کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا: میں تمہیں ایک سورت کی تعلیم دوں گا: حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے: میں نے کہا: یارسول اللہ! وہ کون سی سورت ہے جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا تو آپ نے پوچھا: تم نماز میں کس طرح پڑھتے ہو؟ تو میں نے آپ کے سامنے اُم الکتاب (سورۂ فاتحہ) پڑھی۔

آپ نے فرمایا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ'' یہ السبع المثانی ہے اور القرآن العظیم ہے: یعنی وہ سورت ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ'' ہے۔ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ قرآن مجید میں جو مذکور ہے: ''بے شک ہم نے آپ کو سبعا من المثانی عطاء کی ہے''۔ (الحجر:٨٧) اس سے مراد بھی سورۂ فاتحہ ہے اور امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ السبع المثانی ہی السبع الطوال ہے' یعنی سات طویل سورتیں اور وہ سورۂ بقرہ سے لے کر سورۂ یونس تک ہیں اور السبع المثانی سے مراد سورۂ فاتحہ ہے کیونکہ سورۂ فاتحہ میں سات آیات ہیں اور جو اس کا نام مثانی ہے' اس کی وجہ میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ ہر نماز میں دو بار پڑھی جاتی ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ میں اللہ عزوجل کی ثناء ہے' تیسرا قول یہ ہے کہ یہ سورت دوسری اُمتوں سے مستثنیٰ ہے' یعنی دوسری اُمتوں میں اس سورت کی مثل نہیں نازل کی گئی' علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' سورۃ الفاتحہ کی آیت نہیں ہے کیونکہ آپ نے اس سورت کا نام الحمدللہ رب العالمین رکھا' اس سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' سورۂ فاتحہ سے خارج ہے اور امام شافعی نے اس کے برعکس کہا ہے' کیونکہ آپ نے اس سورت کو السبع المثانی کہا ہے اور السبع اس لیے فرمایا کہ اس میں سات آیات ہیں اور سات آیات اس وقت ہوں گی' جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو سورۂ فاتحہ میں شامل کیا جائے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر نمازی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر چلا جائے تو اس سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ١٧٤-١٧٥' دارالمعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں: اس پر اتفاق ہے کہ سورۂ فاتحہ کی سات آیات ہیں' مگر احناف بسم اللہ کو ایک آیت نہیں مانتے بلکہ ''اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ'' کو ایک آیت مانتے ہیں اور شوافع بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو شامل کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٠٥)

٢- بَابُ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ (الفاتحہ:٧) ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس باب میں الفاتحہ: ٧ کا ذکر ہے اور یہاں پر لفظ باب کو لکھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور نہ امام بخاری نے یہاں پر اس باب کے مناسب کوئی حدیث ذکر کی ہے' کیونکہ اس حدیث کا تعلق قرآن مجید کے فضائل کے ساتھ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٠٦)

٤٤٧٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ فَقُوْلُوْا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از سمی از ابوصالح از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام پڑھے: ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ

اٰمِیۡنَ فَمَنۡ وَّافَقَ قَوۡلُـہٗ قَوۡلَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ غُفِرَلَـہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِہٖ ۔ وَلَا الضَّــآ لِّیۡــنَ '' (الفاتحہ:٧) تو تم کہو: آمین' پس جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا' اس کے تمام پچھلے (صغیرہ) گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٧٨٢ میں گزر چکی ہے۔

''مَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ'' اور ''ضَآلِّیۡنَ'' کے مصادیق اور غضب کا معنی

علامہ عمر بن علی بن احمد الانصاری الشافعی ابن الملقن المتوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں اپنے متابعات کے ساتھ گزر چکی ہے اور وہاں ہم نے ذکر کیا ہے کہ امام کے پیچھے آمین کہنے میں امام مالک کا اختلاف ہے' امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت عدی بن حاتم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود وہ ہیں جن پر غضب کیا گیا اور نصاریٰ وہ ہیں جو گمراہ ہیں۔ (صحیح ابن حبان:٦٢٤٦)

امام احمد نے عبد اللہ بن شقیق سے روایت کی ہے' انہوں نے بیان کیا کہ انہیں اس شخص نے خبر دی جس نے نبی ﷺ سے سنا تھا اور آپ سے بلقین کے ایک مرد نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن پر غضب کیا گیا' پھر آپ نے یہود کی طرف اشارہ فرمایا' اس نے کہا: یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ گمراہ ہیں' یعنی نصاریٰ۔ (مسند احمد ج ٥ ص ٣٢-٧٧)

یہود کے ''مَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ'' ہونے کی وضاحت اس آیت سے ہوتی ہے:

وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ ۔ (آل عمران:١١٢) اور وہ غضبِ الٰہی کے مستحق ہوئے۔

اور نصاریٰ کے گمراہ ہونے کی وضاحت اس آیت سے ہوتی ہے:

قَدۡ ضَلُّوۡا مِنۡ قَبۡلُ وَ اَضَلُّوۡا کَثِیۡرًا وَّ ضَلُّوۡا عَنۡ سَوَآءِ السَّبِیۡلِ ۝ (المائدہ:٧٧) جو پہلے سے گمراہ ہو چکے ہیں اور بہت سے لوگوں کو انہوں نے گمراہ کیا اور وہ راہِ راست سے بھٹک گئے ہیں ۝

اللہ کے غضب کی تعریف میں اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ جس پر غضب کیا جائے اس پر اللہ کی سزا حلال ہو جاتی ہے' خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں' دوسرا قول یہ ہے کہ جس پر غضب کیا گیا ہو' اس پر اللہ کی طرف سے مذمت ہوتی ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ١٨' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

میں کہتا ہوں کہ غضب کا لغوی معنی ہے: خون کا جوش میں آنا اور اللہ تعالیٰ کے لیے یہ معنی محال ہے' اس لیے جب اللہ تعالیٰ کی طرف اس لفظ کی نسبت ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے: سزا دینا اور مذمت کرنا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

٢- سُوۡرَۃُ الۡبَقَرَۃِ سورۃ البقرہ کا تعارف

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

یعنی وہ سورت جس میں بقرہ (گائے) کا ذکر کیا جائے گا' سورت کا لغت میں معنی ہے: کسی عمارت کا ایک درجہ اور اسی سے قرآن کی سورتیں ماخوذ ہیں' کیونکہ جس طرح عمارت میں ایک منزل کے بعد دوسری منزل ہوتی ہے' اسی طرح قرآن مجید میں ایک

سورت کے بعد دوسری سورت ہوتی ہے اور ہر سورت دوسری سے منقطع ہوتی ہے اور اس کی جمع سُوَر ہے الجوہری نے کہا ہے: اس کی جمع سُوَرَات بھی جائز ہے تمام اہلِ علم کے نزدیک سورۂ بقرہ مدنیہ ہے علامہ الماوردی اور قشیری نے کہا ہے: سوا اس ایک آیت کے:

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ (البقرہ:۲۸۱) اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اہلِ کوفہ کے نزدیک سورۂ بقرہ کی دو سو چھیاسی (۲۸۶) آیات ہیں اور اہلِ بصرہ کے نزدیک اس سورت کی دو سو ستاسی (۲۸۷) آیات ہیں اور اہلِ شام کے نزدیک اس کی دو سو چوراسی (۲۸۴) آیات ہیں اور اہلِ مکہ کے نزدیک اس کی دو سو پچاسی (۲۸۵) آیات ہیں یہ پہلی سورت ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی اس کو فسطاط القرآن یعنی قرآن کا خیمہ کہا جاتا ہے اس میں پندرہ (۱۵) مثالیں ہیں اور پانچ سو حکمتیں (۵۰۰) ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۰۷) اس سورت میں دو سو چھیاسی (۲۸۶) آیات ہیں۔

۱ - بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا﴾ (البقرہ:۳۱)

اللہ عزوجل کے ارشاد ”وعلم ادم الاسماء کلھا“ (البقرہ:۳۱) کی تفسیر

٤٤٧٦- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) وَقَالَ لِيْ خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُوْنَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا اِلٰى رَبِّنَا فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ اَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَاَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ وَعَلَّمَكَ اَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا هٰذَا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ ذَنْبَهُ فَيَسْتَحِيْ اِئْتُوْا نُوْحًا فَاِنَّهُ اَوَّلُ رَسُوْلٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَيَاْتُوْنَهُ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ سُؤَالَهُ رَبَّهُ مَا لَيْسَ لَهُ بِهٖ عِلْمٌ فَيَسْتَحِيْ فَيَقُوْلُ اِئْتُوْا خَلِيْلَ الرَّحْمٰنِ فَيَاْتُوْنَهُ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ اِئْتُوْا مُوْسٰى عَبْدًا كَلَّمَهُ اللّٰهُ وَاَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ فَيَاْتُوْنَهُ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ قَتْلَ النَّفْسِ بِغَيْرِ نَفْسٍ فَيَسْتَحِيْ مِنْ رَّبِّهٖ فَيَقُوْلُ اِئْتُوْا عِيْسٰى عَبْدَ اللّٰهِ وَرَسُوْلَهُ وَكَلِمَةَ اللّٰهِ وَرُوْحَهُ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ اِئْتُوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ فَيَاْتُوْنِيْ فَاَنْطَلِقُ حَتّٰى اَسْتَاْذِنَ عَلٰى رَبِّيْ فَيُؤْذَنَ لِيْ فَاِذَا رَاَيْتُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسلم بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں قتادہ نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ح) اور مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہمیں یزید بن زُریع نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سعید نے حدیث بیان کی از قتادہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ بیان فرماتے ہیں: قیامت کے دن مؤمنین جمع ہوں گے پس وہ کہیں گے: کاش! ہم کسی کو اپنے رب کی طرف شفاعت کرنے والا بنائیں پس وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے سو وہ کہیں گے: آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور آپ کے لیے تمام فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے پس آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش کیجئے تاکہ آپ ہمیں اس جگہ سے راحت دیں حضرت آدم فرمائیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں اور وہ اپنا (ظاہری) گناہ یاد کریں گے پس ان کو حیاء آئے گی تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین والوں کی طرف بھیجا پس لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور وہ فرمائیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں اور ان کو اپنے رب سے کیا ہوا وہ سوال یاد آئے گا جس کا انہیں علم نہیں تھا سو انہیں حیاء آئے گی پس وہ کہیں گے: تم خلیل الرحمٰن کے پاس جاؤ سو لوگ

رَبِّی وَقَعْتُ سَاجِدًا فَیَدَعُنِیْ مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ یُقَالُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَسَلْ تُعْطَهُ وَقُلْ یُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَرْفَعُ رَأْسِیْ فَاَحْمَدُهُ بِتَحْمِیْدٍ یُعَلِّمُنِیْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَیَحُدُّ لِیْ حَدًّا فَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ اِلَیْهِ فَاِذَا رَاَیْتُ رَبِّیْ مِثْلَهُ ثُمَّ اَشْفَعُ فَیَحُدُّلِیْ حَدًّا فَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ الثَّالِثَةَ ثُمَّ اَعُوْدُ الرَّابِعَةَ فَاَقُوْلُ مَا بَقِیَ فِی النَّارِ اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ وَوَجَبَ عَلَیْهِ الْخُلُوْدُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ یَعْنِیْ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿خٰلِدِیْنَ فِیْهَا﴾(البقرہ:١٦٢) ۔[طرف الحدیث:۴۴]

(صحیح مسلم:۱۹۳ سنن ابن ماجہ:۴۳۱۲)

ان کے پاس جائیں گے' وہ کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں' تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ' وہ ایسے بندہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور ان کو تورات عطاء فرمائی' پس لوگ ان کے پاس جائیں گے تو وہ کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں اور وہ یاد کریں گے کہ انہوں نے ایک نفس کو بغیر کسی نفس کے بدلہ کے قتل کر دیا تھا' سو ان کو اپنے رب سے حیاء آئے گی' پس وہ کہیں گے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ' وہ اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں' وہ اللہ کا کلمہ ہیں اور اس کی پسندیدہ روح ہیں' پس وہ بھی کہیں گے: میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں' تم (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ جن کے تمام اگلے اور پچھلے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے' پس لوگ میرے پاس آئیں گے' پس میں جاؤں گا حتیٰ کہ میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اجازت دی جائے گی' پس جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا' پس جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا مجھے سجدہ میں چھوڑے رکھے گا' پھر کہا جائے گا: اپنا سر اُٹھایئے اور سوال کیجئے آپ کو دیا جائے گا' اور کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی' پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا' پھر میں اللہ تعالیٰ کی ان کلمات حمد کے ساتھ تعریف کروں گا جن کی وہ مجھے اسی وقت تعلیم دے گا' پھر میں شفاعت کروں گا' پھر میری ایک حد مقرر کی جائے گی' سو میں ان کو جنت میں داخل کر دوں گا' پھر میں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹوں گا' پھر جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو پھر اسی کی مثل ہو گا' پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی' سو میں ان کو جنت میں داخل کر دوں گا' پھر میں تیسری مرتبہ لوٹوں گا' پھر میں چوتھی مرتبہ لوٹوں گا' پس میں کہوں گا: اب تو دوزخ میں صرف وہی باقی رہ گئے ہیں جن کو قرآن نے روک لیا ہے اور جن پر خلود اور دوام واجب ہو گیا۔ امام ابوعبداللہ نے کہا: مگر جن کو قرآن نے روک لیا ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔(البقرہ:۱۶۲)

حضرت آدم علیہ السلام کو کن چیزوں کے نام اللہ تعالیٰ نے سکھائے' حضرت نوح علیہ السلام کے پہلے رسول ہونے کی توجیہ' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کس کو قتل کیا تھا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہونے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اور اللہ نے آپ کو ہر چیز کے اسماء سکھا دیئے: یعنی آپ کو تمام چیزوں میں سے ہر چیز کے نام بتا دیئے حتیٰ کہ بڑے پیالہ اور چھوٹے پیالہ کے نام بھی بتا دیئے' یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' ایک قول یہ ہے کہ آپ کو اسماءِ معدودہ بتائے اور اس میں چار اقوال ہیں: (١) آپ کو تمام فرشتوں کے نام بتا دیئے (٢) آپ کو تمام اجناس کے نام بتا دیئے (٣) اللہ تعالیٰ نے زمین پر جو چوپائے اور حشرات الارض اور پرندے پیدا کیے ہیں' ان تمام کے نام بتا دیئے (٤) آپ کو آپ کی تمام اولاد کے نام بتا دیئے۔

میں اس مرتبہ کا نہیں ہوں: یعنی ان کو یہ خبر نہیں دی گئی تھی کہ وہ کسی کی شفاعت کر سکتے ہیں۔

حضرت آدم نے اپنے (ظاہری) گناہ کو یاد کیا: اور وہ بھولے سے ممنوعہ درخت کے قریب جانا تھا اور اس سے کھانا تھا۔

پس بے شک وہ پہلے رسول ہیں: یعنی حضرت نوح علیہ السلام ان تمام رسولوں میں سب سے پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر تبلیغ کے لیے بھیجا' اگر تم یہ اعتراض کرو کہ حضرت آدم سب سے پہلے رسول ہیں' تو اس کا جواب یہ ہے کہ طوفان کے بعد حضرت نوح سب سے پہلے رسول تھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم نبی تھے رسول نہ تھے' لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت آدم اپنی اولاد کو بُرے کاموں سے منع کرتے تھے اور نیک کاموں کا حکم دیتے تھے۔

حضرت نوح نے یاد کیا کہ انہوں نے اپنے رب سے ایسا سوال کیا تھا جس کا ان کو علم نہ تھا: وہ سوال یہ تھا: اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کسی کو بھی بسنے والا نہ چھوڑ۔ (نوح:٢٦)

حضرت موسیٰ نے ایک نفس کو قتل کیا تھا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو ادب سکھانے کے لیے ایک گھونسا مارا تھا اور وہ قضاءِ الٰہی سے مر گیا تھا' آپ نے اس کو قتل کرنے کے ارادہ سے گھونسا نہیں مارا تھا کیونکہ کسی کو ناحق قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اور انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس پر استغفار کرنا اور قیامت کے دن شفاعت کرنے سے حیاء فرمانا' ان کی تواضع اور انکسار ہے۔

حضرت عیسیٰ اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں: اس کا ثبوت درج ذیل آیت میں ہے:

إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ ۚ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ ۖ (النساء:١٧١)

اس کے سوا کچھ نہیں کہ مسیح عیسیٰ ابن مریم' اللہ کا رسول ہے اور اس کا کلمہ ہے جسے اللہ نے مریم کی طرف القاء کیا اور اس کی طرف سے روح ہے۔

حضرت عیسیٰ کو کلمۃ اللہ اس لیے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کن سے موجود ہوئے اور ان کو روح اللہ اس لیے فرمایا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَنَفَخْنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا ۔ (الانبیاء:٩١)

سو ہم نے اس میں اپنی پسندیدہ روح پھونک دی۔

اور اس لیے بھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس مردہ کو زندہ کرتے' اُس میں روح آ جاتی۔

''تشفع'' یعنی آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

جن کو قرآن نے روک لیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''خَالِدِينَ فِيهَا'': اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اس حدیث میں یہ مذکور

ہے کہ دوزخی نبی ﷺ کی شفاعت سے دوزخ سے نکالے جائیں گے اور دوسری حدیث میں ہے کہ فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ وہ کچھ لوگوں کو دوزخ سے نکالیں' اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ فرشتوں کو یہ حکم دیا جائے گا کہ نبی ﷺ کی شفاعت سے لوگوں کو دوزخ سے نکالو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۱۰۹' دارالکتب العلمیہ 'بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میدانِ حشر میں نبی ﷺ کی عظمت اور وجاہت

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں نبی ﷺ کی جو عظمت ہے وہ روزِ روشن کی طرح واضح ہے کیونکہ حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہما السلام تک لوگ ہر نبی کے پاس گئے اور کسی کے پاس ان کا کام نہیں بنا' اگر ان کا کام بنا تو ہمارے نبی سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے پاس آنے سے بنا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن حشر کے میدان میں اللہ عزوجل بہت جلال میں تھا اور کسی کو اس سے کلام کرنے کا حوصلہ نہ تھا' کسی کو بات کرنے کا یارا نہ تھا' سب خوف زدہ تھے اور نفسی نفسی کہہ رہے تھے' پھر یکایک یہ کیا ہوا کہ نبی ﷺ نے عرش کے نیچے ایک سجدہ کیا اور کایا ہی پلٹ گئی اور میدانِ حشر کا نقشہ بدل گیا اور وہ خدا جو کسی کے راضی کرنے سے راضی نہیں ہو رہا تھا اور کسی کے منانے سے مان نہیں رہا تھا' دیکھنے والوں نے دیکھا وہ خدا اب مصطفیٰ کو راضی کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ آپ اپنا سر سجدہ سے اُٹھائیے' آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی' آپ مانگئے آپ کو ملے گا' آپ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

٢- بَابٌ باب

امام بخاری نے اس باب کا عنوان نہیں لکھا۔

قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿إِلَى شَيَاطِينِهِمْ﴾ (البقرہ:١٤) أَصْحَابِهِمْ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ.

مجاہد نے کہا: ''الی شیطینهم'' یعنی اپنے اصحاب کی طرف جو منافقین اور مشرکین ہیں۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اپنی اس تعلیق سے قرآن مجید کی درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ (البقرہ:١٤) اور جب وہ اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں۔

قتادہ نے روایت کی ہے: جب وہ اپنے ان بھائیوں کی طرف اکیلے ہوتے ہیں جو مشرکین ہیں اور ان کے سردار ہیں اور ''خلوا'' کا معنی ہے: جب وہ ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور لوٹتے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ''خلوا''، ''خلوت'' سے ماخوذ ہو یعنی جب وہ ان کی طرف اکیلے ہوتے ہیں یا تنہائی میں ان سے ملتے ہیں۔

اور شیطان کا معنی ہے: سرکش جن اور انسان' اور یہ لفظ ''شطن'' سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے: خیر سے دور ہوا' اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ''شاط یشیط'' سے بنا ہے' جب کوئی چیز جل جائے اور بھڑکنے لگے' پہلی صورت میں شیطان کا نون اصلی ہے اور دوسری صورت میں اس کا نون زائد ہے۔

﴿مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ﴾ (البقرہ:١٩) اَللّٰهُ جَامِعُهُمْ. ''مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ'' یعنی اللہ ان کو جمع کرنے والا ہے۔

اس تعلیق میں امام بخاری نے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ أَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ

یا ان کی مثال بارش کی طرح ہے جس میں تاریکیاں ہیں اور گرج اور چمک ہے' وہ کڑک کے سبب سے' موت کے ڈر سے اپنی

الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ○ (البقرہ:١٩) انگلیاں اپنے کانوں میں داخل کرتے ہیں اور اللہ کافروں کا احاطہ کیے ہوئے ہے ○

امام بخاری نے ''محیط'' کی تفسیر ''ان کو جمع کرنے والا'' کے ساتھ کی ہے اور زمخشری نے کہا ہے کہ اللہ کا ان کو احاطہ کرنا مجاز ہے اور مقصود یہ ہے کہ وہ اللہ سے بھاگ نہیں سکتے' جیسے جو چیز ''محاط'' ہو' وہ محیط سے بھاگ نہیں سکتی اور یہ جملہ معترضہ ہے' اس کا محل اعراب نہیں ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) یہ جملہ اسمیہ ہے اور جملہ اسمیہ محل اعراب میں اس وقت ہوتا ہے' جب وہ مفرد کی جگہ واقع ہو اور زمخشری نے جو کہا ہے کہ یہ مجاز ہے' اس سے مراد ہے: استعارۂ تمثیلیہ ہے' یعنی کفار کی جو یہ حالت ہے کہ وہ اللہ کے عذاب سے بھاگ نہیں سکتے' اس کی اس ''محاط'' سے مثال دی ہے جو محیط سے بھاگ نہیں سکتا۔

﴿صِبْغَةٌ﴾ دِيْنٌ . ''صبغة'' کا معنی دین ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ (البقرہ:١٣٨) اللہ کا رنگ (اس کا دین)۔

اس آیت میں ''صبغة'' کی تفسیر دین کے ساتھ کی گئی ہے اور اسی طرح مجاہد نے اس کی تفسیر اللہ کے دین کے ساتھ کی ہے اور ابونجیح نے کہا ہے کہ ''صِبْغَةَ اللّٰهِ'' کا معنی ہے: اللہ کی فطرت۔

﴿عَلَى الْخٰشِعِيْنَ﴾ (البقرہ:٤٥) عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَقًّا . اللہ سے ڈرنے والوں پر' یعنی مؤمنوں پر حق ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ○ (البقرہ:٤٥) اور صبر اور نماز کے ذریعے مدد طلب کرو اور بے شک نماز اللہ سے ڈرنے والوں کے سوا دوسرے لوگوں پر ضرور بھاری ہے ○

اس آیت میں امام بخاری نے ''خاشعین'' کی تفسیر ان مؤمنین سے کی ہے جن کا ایمان مضبوط ہے اور امام ابوالعالیہ نے ''خاشعین'' کی تفسیر ڈرنے والوں سے کی ہے اور مقاتل بن حیان نے اس کی تفسیر تواضع اور انکسار کرنے والوں کے ساتھ کی ہے۔

قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿بِقُوَّةٍ﴾ (البقرہ:٦٣) يَعْمَلُ بِمَا فِيْهِ . مجاہد نے کہا: اس قوت کے ساتھ جس سے اس میں عمل کرے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

خُذُوْا مَا اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ (البقرہ:٩٣-٦٣) ہم نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑو۔

پھر امام بخاری نے قوت کی تفسیر اس سے کی ہے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرو اور ابوالعالیہ نے قوت کی تفسیر طاعت کے ساتھ کی ہے اور قتادہ اور سدی نے قوت کی تفسیر کوشش اور جدوجہد کے ساتھ کی ہے۔

وَقَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ ﴿مَرَضٌ﴾ شَكٌّ . اور ابوالعالیہ نے کہا کہ مرض کا معنی شک ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ (البقرہ:١٠) ان کے دلوں میں (شک کی) بیماری ہے' سو اللہ نے ان کی بیماری بڑھا دی۔

پھر ابوالعالیہ سے یہ حکایت کی ہے کہ مرض کا معنی شک ہے اور امام ابن ابی حاتم نے اس تفسیر کی اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

﴿وَمَا خَلْفَهَا﴾ (البقرہ:٦٦) عِبْرَةٌ لِّمَنْ بَقِيَ. یہ باقی لوگوں کے لیے عبرت ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ (البقرہ:٦٦) پس ہم نے اس (سزا) کو ان لوگوں کے لیے عبرت بنا دیا جو اس وقت موجود تھے اور جو بعد میں آنے والے ہیں اور پرہیزگاروں کے لیے اس کو نصیحت بنا دیا○

اس آیت کا معنی ہے کہ ہم نے جن بنی اسرائیل کی صورتیں مسخ کر کے انہیں بندر بنا دیا تھا جیسا کہ اس سے پہلی آیت میں ہے:

فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ○ (البقرہ:٦٥) تو ہم نے ان سے کہا کہ تم دھتکارے ہوئے بندر ہو جاؤ○

پھر بعد میں فرمایا: ہم نے اس سزا کو ان کے زمانے کے لوگوں کے لیے اور بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے عبرت بنا دیا' امام ابوحاتم نے بھی اسی طرح اس آیت کی تفسیر کی ہے۔

﴿لَا شِيَةَ﴾ (البقرہ:٧١) لَا بَيَاضَ. اس کا معنی ہے: سفیدی نہ تھی یا سفیدی نہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ۗ (البقرہ:٧١) بے شک وہ ایک گائے ہے جو نہ محنت کش ہے کہ زمین میں ہل چلاتی ہو اور نہ کھیت کو پانی دیتی ہو' بے عیب ہو' اس میں کوئی داغ دھبہ نہ ہو۔

امام بخاری نے ''لاشية'' کی تفسیر اس سے کی ہے کہ اس میں کوئی سفیدی نہ ہو اور علامہ زمخشری نے اس کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ وہ گائے پیلے رنگ کی ہو اور اس میں کسی اور رنگ کی آمیزش نہ ہو حتیٰ کہ اس کے سینگ اور کھر بھی پیلے رنگ کے ہوں' ''شیہ'' اصل میں مصدر ہے' یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی چیز کے رنگ سے دوسرا رنگ مخلوط ہو جائے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ. اور دوسروں نے کہا۔

یعنی ابوالعالیہ کے علاوہ جن کا نام ابوعبید القاسم بن سلام ہے' ان کے سوا دوسروں نے کہا: امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ اس تفسیر میں جو الفاظ ذکر کیے گئے ہیں وہ ابوالعالیہ کا قول ہے۔

﴿يَسُوْمُوْنَكُمْ﴾ (البقرہ:٤٩) يُوْلُوْنَكُمْ. تم کو چکھاتے ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ. (البقرہ:٤٩) جو تمہیں بُری تکلیفیں پہنچاتے تھے۔

پھر اس کی تفسیر ''يُوْلُوْنَكُمْ'' (ابراہیم:٦) سے کی ہے یعنی تم پر وہ (بُری تکلیفیں) وارد کرتے تھے یا چکھاتے تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: وہ تم کو باری باری عذاب دیتے تھے۔

﴿الْوَلَايَةُ﴾ مَفْتُوْحَةٌ مَصْدَرُ الْوَلَاءِ وَهِيَ الرُّبُوْبِيَّةُ وَاِذَا كُسِرَتِ الْوَاوُ فَهِيَ الْاِمَارَةُ. ''الولاية'' جب واؤ پر زبر ہو تو یہ ''الولاء'' کا مصدر ہے اور اس کا معنی ربوبیت ہے' اور جب واؤ پر زیر ہو (''الوِلاية'') تو پھر اس کا معنی امارت ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ (الکہف:۴۴) جہاں سچے اللہ کی ربوبیت ہے۔

اس آیت میں ''ولایۃ'' پر زبر ہے اور اس کا معنی ربوبیت ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ''والی'' ہے اس کا معنی ہے: وہ تمام چیزوں کا مالک ہے اور ان میں تصرف فرماتا ہے اور اس کے اسماء میں سے ایک اسم ''ولی'' ہے اس کا معنی ہے: وہ تمام عالم اور تمام مخلوقات کے اُمور کا قائم کرنے والا ہے اور جب یہ لفظ واؤ کے زیر کے ساتھ (''وِلایۃ'') ہو تو پھر اس کا معنی امارت ہے اور یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْحُبُوْبُ الَّتِیْ تُؤْكَلُ كُلُّهَا ﴿فُوْمٌ﴾ . اور بعض مفسرین نے کہا ہے: تمام قسم کے دانے جو کھائے جاتے ہیں وہ سب ''فوم'' ہیں۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا . (البقرہ:٦١) سو آپ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ (من و سلویٰ کی بجائے) ہمارے لیے زمین سے اُگنے والی چیزیں پیدا کرے زمین کی سبزی اور ککڑی اور گندم۔

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ عطاء اور قتادہ نے یہ کہا ہے کہ ہر قسم کے کھائے جانے والے دانے ''فُوم'' ہیں' اسی طرح الفراء نے معانی القرآن میں کہا ہے کہ ہر وہ دانہ جس کی روٹی پکائی جاتی ہے وہ ''فُوم'' ہے اور حضرت ابن عباس اور مجاہد وغیرہ نے کہا ہے کہ ''فوم'' کا معنی گندم ہے اور الزمخشری نے کہا ہے کہ زمین سے جو سبز رنگ کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں اس کو ''بقل'' کہتے ہیں اور ''فوم'' کا معنی ہے: گندم۔

وَقَالَ قَتَادَةُ ﴿فَبَآءُوْا﴾ (البقرہ:٩٠) فَانْقَلَبُوْا . اور قتادہ نے کہا ہے: ''فباؤا'' کا معنی ہے: وہ اس میں لوٹے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ (البقرہ:٩٠) پس وہ غضب بالائے غضب کے ساتھ لوٹے۔

علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ جب کسی شخص کو اس کے بُرے کاموں پر سزا دی جائے تو کہا جاتا ہے کہ یہ غضب کے مستحق ہو گئے اور الزجاج نے کہا ہے کہ ''البوء'' کا معنی ہے: برابر ہونا' یعنی ان پر اللہ کا غضب برابر ہو گیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''البوء'' کا معنی ہے: لوٹنا' یعنی وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹے اور یہ قتادہ کی تفسیر کے قریب ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿يَسْتَفْتِحُوْنَ﴾ (البقرہ:٨٩) يَسْتَنْصِرُوْنَ . اور دوسروں نے کہا ہے: ''یستفتحون'' کا معنی ہے: وہ مدد طلب کرتے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ (البقرہ:٨٩) اور وہ پہلے کافروں پر (اس نبی کے وسیلہ سے) اللہ سے کافروں پر فتح طلب کرتے تھے۔

امام طبری نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے:

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○ (البقرہ:۸۹)
پھر جب وہ پہچانے ہوئے ان کے پاس تشریف لے آئے تو انہوں نے ان کے ساتھ کفر کیا' پس اللہ کی لعنت ہے کافروں پر ○

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن کے نازل ہونے سے پہلے جب یہود کی اپنے دشمنوں سے لڑائی ہوتی تو وہ آپ کے آنے کے وسیلہ سے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد طلب کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ عنقریب نبی آخر الزمان مبعوث ہوں گے' تب ہم ان کے ساتھ مل کر تمہیں قتل کریں گے' پھر جب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہو گئے اور یہود نے آپ کو دیکھ لیا اور پہچان لیا تو آپ کا کفر کیا' سو اللہ کی لعنت ہو کافروں پر۔

﴿شَرَوْا﴾ (البقرہ:۱۰۲) بَاعُوْا۔ ''شَرَوْا'' یعنی انہوں نے فروخت کیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ط (البقرہ:۱۰۲)
اور بے شک وہ بُری چیز ہے جس کے بدلے میں انہوں نے اپنی جانوں کو فروخت کر دیا۔

امام بخاری نے جو ''شَرَوْا'' کی تفسیر ''فروخت کیا'' کے ساتھ کی ہے' اسی طرح امام ابن ابی حاتم نے سُدی سے روایت کی ہے۔

﴿رَاعِنَا﴾ (البقرہ:۱۰٤) مِنَ الرَّعُوْنَةِ اِذَا اَرَادُوْا اَنْ يُّحَمِّقُوْا اِنْسَانًا قَالُوْا رَاعِنًا۔
''راعنا'' ''رعونة'' سے ماخوذ ہے' جب وہ ارادہ کرتے کہ کسی انسان کو احمق قرار دیں تو راعنا کہتے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا۔ (البقرہ:۱۰٤)
اے ایمان والو! (اپنے رسول کو) راعنا نہ کہو اور انظرنا کہو (یعنی ہم پر نظر فرمائیں)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو اپنے اقوال اور افعال میں کفار کی مشابہت کرنے سے منع فرمایا ہے' اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہود جب اپنے کلام سے کسی کی مذمت کا ارادہ کرتے تو کہتے: ہماری بات سنیں اور کہتے: ''راعنا'' اور ''راعنا'' کو وہ ''رعونة'' سے ماخوذ قرار دیتے تھے' جس کا معنی حماقت ہے اور اس سے ''راعن'' بہ معنی احمق مراد ہے اور ''ارعن'' اس کا مبالغہ ہے' سو اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو قول اور فعل میں کفار کی مشابہت کرنے سے منع فرما دیا۔

امام احمد نے از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو شخص کسی قوم سے مشابہت کرتا ہے اس کا شمار ان ہی لوگوں میں سے ہوتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود نے اس لفظ کو ''راعونا'' پڑھا ہے اور حسن بصری نے اس کو ''راعنًا'' پڑھا ہے اور جمہور نے اس کو بغیر تنوین کے ''راعنا'' پڑھا ہے اور اس کا معنی ہے: ہماری رعایت کریں۔ امام بخاری نے حسن بصری کی قراءت کے مطابق ''راعنًا'' لکھا ہے۔

﴿لَا تَجْزِيْ﴾ (البقرہ:٤٨۔١٢٣) لَا تُغْنِي۔ ''لَا تَجْزِیْ'' کفایت نہیں کرے گا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا۔ (البقرہ:۴۸)
کوئی نفس کسی دوسرے نفس سے کسی چیز میں کفایت نہیں کرے گا۔

اسی طرح ابوعبیدہ نے اس کی تفسیر کی ہے اور امام ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کی ہے کہ کوئی نفسِ مؤمنہ کسی نفسِ کافرہ کو کوئی نفع نہیں دے سکے گا۔

﴿خُطُوَاتِ﴾ (البقرہ:١٦٨) مِنَ الْخَطْوِ وَالْمَعْنٰى اٰثَارُهُ. ﴿اِبْتَلٰى﴾ اِخْتَبَرَ.

''خطوات''، ''الخطو'' سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے: اس کے قدموں کے نشان ''اِبْتَلٰى'' کا معنی ہے: اس نے آزمایا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ط (البقرہ:١٦٨-٢٠٨) اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو۔

''الخطوہ'' کا معنی ہے: چلنے میں دو قدموں کے درمیان جو فاصلہ ہوتا ہے اور ''الخطوہ'' کی جمع کثرت خطی ہے اور اس کی جمع قلت خطوات ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١١٣-١٠٩ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٣- بَابٌ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرہ:٢٢)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو تم اللہ کے لیے شرکاء نہ بناؤ حالانکہ تم جانتے ہو (البقرہ:٢٢) کی تفسیر

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس آیت کو اس حدیث کی تمہید کے لیے ذکر کیا ہے جو اس کے بعد آئے گی' اللہ تعالیٰ نے پہلے تمام لوگوں سے خطاب فرمایا' خواہ وہ مؤمن ہوں' کافر ہوں یا منافق۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ (البقرہ:٢١)

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ○

یعنی تم اپنے رب کی صفات میں وحدت کو بیان کرو اور اس کو واحد مانو' اس لیے اس کے بعد فرمایا: سو تم اس کے شرکاء نہ بناؤ۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١١٣)

٤٤٧٧- حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِیْلَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ اِنَّ ذٰلِكَ لَعَظِیْمٌ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ وَاَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ تَخَافُ اَنْ یَّطْعَمَ مَعَكَ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَنْ تُزَانِیَ حَلِیْلَةَ جَارِكَ.

[اطراف الحدیث: ٤٧٦١-٦٠٠١-٦٨١١-٦٨٦١-٧٥٢٠-٧٥٣٢]
(صحیح مسلم: ٨٦ الرقم المسلسل: ١٥٩ سنن ابوداؤد: ٢٣١٠ سنن ترمذی: ٣١٩٣ سنن نسائی: ٤٠١٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از منصور از ابی وائل از عمرو بن شرحبیل از حضرت عبداللہ' انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: (وہ یہ ہے کہ) تم اللہ تعالیٰ کے لیے شریک قرار دو' حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے' میں نے کہا: یہ بہت سنگین بات ہے' میں نے پوچھا: پھر کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اپنے بیٹے کو اس خوف سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا۔ میں نے پوچھا: پھر کون سا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔

''ندّ'' اور ''حلیلہ'' کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی المتوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

''نِدّ'' جو چیز کسی چیز کی مثل ہو اور کئی اُمور میں اس کی ضد ہو یہ معنی خلیل نے بیان کیا ہے۔ (کتاب العین ج ۸ص ۱۰)
''تزانی'' یہ باب تفاعل سے زنا کا لفظ ہے اس کا معنی ہے کہ اس عورت کی مرضی سے اس کے ساتھ زنا کیا۔
''حلیلہ'' اس کا معنی ہے: بیوی' کیونکہ وہ اپنے شوہر کے لیے حلال ہوتی ہے اور اس کا شوہر اس کے لیے حلال ہوتا ہے' یا اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا اِزار کھولتا ہے۔
جب کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے تو اس سے ابتداء کی' کیونکہ شرک کرنے والا توحید کا انکار کرتا ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○ (لقمان:۱۳) بے شک شرک سب سے بڑا ظلم ہے ○
اور ہمارے اصحاب کے نزدیک شرک کے بعد دوسرا بڑا گناہ زنا ہے' کیونکہ زنا کی وجہ سے نسب مختلط ہو جاتا ہے' کیونکہ پڑوسی کا حق یہ ہے کہ اس سے اور اس کی بیوی سے بُرائی کو دور کیا جائے' پس جب وہ اس کی بیوی سے زنا کرے گا تو یہ بہت قبیح بات ہوگی اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بخل کی بہت مذمت ہے' کیونکہ بخل انسان کو اس کے بیٹے کے قتل کی طرف پہنچا دیتا ہے' اس خوف سے کہ اس کا بیٹا اس کے ساتھ کھائے گا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ص ۲۷۔۲۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۳۱ھ)

٤- بَابٌ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○﴾ (البقرۃ:۷۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا اور ہم نے تم پر المن اور السلویٰ نازل کیا' ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ○ (البقرہ:۵۷) کی تفسیر

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿اَلْمَنُّ﴾ صَمْغَةٌ ﴿وَالسَّلْوٰى﴾ الطَّيْرُ.

اور مجاہد نے کہا: المن ایک درخت کا گوند ہے اور سلویٰ پرندے تھے۔

٤٤٧٨- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَمْاَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِّلْعَيْنِ. [اطراف الحدیث: ۴۶۳۹۔۵۷۰۸] (صحیح مسلم ۲۰۴۹' الرقم المسلسل: ۵۲۳۶' سنن ترمذی: ۲۰۶۷' سنن ابن ماجہ: ۳۴۵۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبدالملک از عمرو بن حریث از حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھنبی (سانپ کی چھتری) بھی من کی قسم سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے۔

المن اور السلویٰ کے معنی اور ''الکمأۃ'' کا معنی اور اس کے فوائد

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:
المن: یہ ترنجبین کی مثل ہے (ایک قسم کی قدرتی شکر' جو ایک قسم کے کانٹوں پر شبنم کی طرح گر کر جم جاتی ہے)۔ قتادہ نے بیان کیا ہے: یہ ترنجبین ان پر ان کی مجلس میں طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک برف کی طرح گرتی تھی' پس ان میں سے ہر ایک اس کی اتنی مقدار لے لیتا تھا جو اس کو اس دن کے لیے کافی ہوتی تھی' اگر وہ ضرورت سے زیادہ لیتا تو وہ خراب ہو جاتی اور جمعہ کے دن وہ اتنی

مقدار لیتا جو اسے جمعہ اور ہفتہ کے لیے کافی ہوتی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ا ص ۱۱۴)

السلوی: یہ ایک پرندہ ہے جو چڑیا سے بڑا ہوا تھا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ا ص ۱۱۶)

وہب بیان کرتے ہیں: المن پتلی روٹی ہے جیسے جوار یا میدہ کی روٹی ہوتی ہے اور سلوی موٹا تازہ پرندہ ہے جس کو وہ ایک ہفتہ سے دوسرے ہفتہ تک رکھتے تھے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ا ص ۱۱۵)

ابن عطیہ نے کہا کہ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ سلوی پرندہ ہے۔ (البحر رالوجیز ج ا ص ۱۰۵)

''الکمـاۃ'' یہ ایک مشہور جڑی بوٹی ہے اردو میں اس کو کھمبی یا سانپ کی چھتری کہتے ہیں۔ امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند اصحاب نے کہا کہ کھمبی زمین کی چیچک ہے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھمبی' المن سے ہے' اور امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۰۶۸)

علماء نے کہا ہے کہ کھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وردوا ئیں ملا کر سرمہ بنایا جاتا ہے اور ابن العربی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس سے نفع ہوتا ہے۔

(عارضۃ الاحوذی ج ۸ ص ۲۲۶) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۳۲۔ ۲۸ ملخصاً' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٤٧٩- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قِيْلَ لِبَنِيْ اِسْرَائِيْلَ ﴿وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ﴾ (البقرہ: ۵۸) فَدَخَلُوْا يَزْحَفُوْنَ عَلٰى اَسْتَاهِهِمْ فَبَدَّلُوْا وَقَالُوْا حِطَّةٌ حَبَّةٌ فِيْ شَعَرَةٍ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن مہدی نے حدیث بیان کی از ابن المبارک از معمر از ہمام بن منبہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل سے کہا گیا: دروازے میں جھکتے ہوئے داخل ہونا اور کہنا (ہمارے گناہ) معاف کر دے۔ (البقرہ: ۵۸) تو وہ اپنی سرین کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور ان الفاظ کو بدل کر کہا: ''حطة حبة فی شعرة'' گندم کا دانہ جو میں۔

اس بستی کے مختلف اسماء اور ''حِطَّةٌ'' کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس بستی میں اختلاف ہے' آیا یہ البلقاء ہے یا فلسطین ہے یا بیت المقدس ہے۔ (ابن جریر ج ا ص ۱۴۱) یا اریحاء ہے یا جبارین کی بستی ہے جو عمالقہ کے بقایا ہیں اور ان کا سردار عوج تھا' مقاتل نے کہا: یہ بستی ایلیاء ہے۔ (تفسیر البغوی ج ا ص ۹۹۔ ۹۸) یہ بستی سمندر کے پیچھے تھی۔

امام ترمذی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ وہ اپنی سرینوں کو گھسٹتے ہوئے اس بستی میں داخل ہوئے۔ (سنن ترمذی: ۲۹۵۶)

مجاہد نے کہا: وہ اپنی سرین کے بل اس پہاڑ کی طرف گئے جس پر رب العزت نے تجلی فرمائی تھی اور کہا: ''حنطة'' گندم۔

''حطة'' کا معنی ہے: ہماری خطاؤں کو معاف فرما دے' ایک قول ہے کہ ان سے کہا گیا تھا کہ لا الٰہ الا اللہ کہو۔

(تفسیر امام عبدالرزاق ج ا ص ۱)

اور حضرت ابن عباس نے کہا کہ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں۔

اور انہوں نے کہا: گندم کا دانہ جو میں' یعنی سرخ گندم' حضرت ابن مسعود نے کہا: انہوں نے کہا کہ سرخ گندم جس میں سوراخ اور اس میں سیاہ دانہ ہو۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ا ص ۱۱۹) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۳۴۔ ۳۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٥- بَابٌ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تفسیر

﴿وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ○﴾ (البقرہ:٥٨) رَغَدًا وَاسِعٌ كَثِيْرٌ .

اور جب ہم نے کہا: اس شہر میں داخل ہو اور اس میں تم جہاں سے چاہو بلا روک ٹوک کھاؤ اور دروازہ میں جھکتے ہوئے داخل ہونا اور یہ کہو 'حطة'' (ہمارے گناہ معاف فرما) تو ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور عنقریب نیکی کرنے والوں کو زیادہ اجر دیں گے ○ (البقرہ:٥٨) اس کا معنی ہے: وسیع اور بہت زیادہ۔

اس بستی سے مراد ہے: بیت المقدس اور ایک قول ہے: اُریحا جو شام کی بستیوں میں سے ہے اور دروازہ سے مراد ہے: بستی کا دروازہ اور ایک قول ہے: اُس گنبد کا دروازہ جس میں وہ نماز پڑھتے تھے اور تم حالتِ رکوع میں یہ کہتے ہوئے داخل ہونا کہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور جو شخص نیک ہوگا' اس قول کی وجہ سے اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ص ١١٧)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٤٠٣ میں گزر چکی ہے۔

٦- بَابٌ قَوْلُهٗ ﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ﴾ (البقرہ:٩٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو شخص جبریل کا دشمن ہے (البقرہ:٩٧) کی تفسیر

وَقَالَ عِكْرِمَةُ جَبْرَ وَمِيْكَ وَسَرَافِ ﴿عَبْدٌ﴾ ﴿اِيْلُ﴾ اَللّٰهُ .

اور عکرمہ نے کہا: ''جبر 'میك'' اور ''سراف'' ان تینوں الفاظ کا معنی بندہ ہے' اور لفظ ''ایل'' کا معنی اللہ ہے (یہ عبرانی زبان کے الفاظ ہیں)۔

''جبر'' سے مراد حضرت جبریل ہیں اور ''میك'' سے مراد حضرت میکائیل ہیں اور ''سراف'' سے مراد حضرت اسرافیل ہیں اور ان تینوں الفاظ کا معنی عبد ہے اور لفظ اِیل کا معنی اللہ ہے' خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جبریل' حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام تینوں اللہ کے بندے ہیں' یہ عبرانی زبان کے الفاظ ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ص ١١٨)

٤٤٨٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بَكْرٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ بِقُدُوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ اَرْضٍ يَّخْتَرِفُ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَّا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا نَبِيٌّ فَمَا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا اَوَّلُ طَعَامِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَا يَنْزِعُ الْوَلَدَ اِلٰى اَبِيْهِ اَوْ اِلٰى اُمِّهٖ قَالَ اَخْبَرَنِيْ بِهِنَّ جِبْرِيْلُ اٰنِفًا قَالَ جِبْرِيْلُ قَالَ نَعَمْ قَالَ ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُوْدِ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ فَقَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ﴾ (البقرہ:٩٧) اَمَّا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے عبداللہ بن بکر سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام جس وقت اپنی زمین میں پھل توڑ رہے تھے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (مدینہ میں) تشریف لانے کے متعلق سنا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور انہوں نے (آپ سے) کہا: میں آپ سے ان تین چیزوں کے متعلق سوال کرتا ہوں جن کے متعلق صرف نبی کو علم ہوتا ہے' (بتایئے:) قیامت کی پہلی علامت کیا ہے؟ اور اہل جنت کا پہلا طعام کیا ہوگا؟ اور بچہ کس وجہ سے اپنے باپ یا ماں کے مشابہ ہوتا ہے؟ آپ نے

اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ وَاَمَّا اَوَّلُ طَعَامِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوْتٍ وَّاِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْاَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَاِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْاَةِ نَزَعَتْ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ بُهُتٌ وَّاِنَّهُمْ اِنْ يَّعْلَمُوْا بِاِسْلَامِیْ قَبْلَ اَنْ تَسْاَلَهُمْ يَبْهَتُوْنِیْ فَجَاءَتِ الْيَهُوْدُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللّٰهِ فِيْكُمْ قَالُوْا خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا وَسَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا قَالَ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَسْلَمَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالُوْا اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالُوْا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا وَانْتَقَصُوْهُ قَالَ فَهٰذَا الَّذِیْ كُنْتُ اَخَافُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ .

فرمایا: مجھے ابھی حضرت جبریل علیہ السلام نے ان چیزوں کی خبر دی ہے حضرت عبداللہ بن سلام نے پوچھا: جبریل نے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا: یہ فرشتوں میں سے یہودیوں کا دشمن ہے تب آپ نے یہ آیت پڑھی: ''جو شخص جبریل کا دشمن ہے (تو ہوا کرے) کیونکہ اس نے آپ کے قلب کے اوپر (وحی) نازل کی ہے''۔(البقرہ:٩٧) رہی قیامت کی پہلی علامت تو وہ ایک آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی' رہا اہل جنت کا پہلا کھانا تو وہ مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہے اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب ہوتا ہے تو وہ بچہ کو (اپنی طرف) کھینچ لیتا ہے اور جب عورت کا پانی غالب ہوتا ہے تو وہ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں' یا رسول اللہ! بے شک یہود بہتان لگانے والی قوم ہے اور جب ان کو آپ کے سوال کرنے سے پہلے میرے اسلام قبول کرنے کی خبر ہوگی تو وہ مجھ پر بہتان باندھیں گے' پھر یہود آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا کہ عبداللہ تم میں کیسا مرد ہے؟ انہوں نے کہا: وہ ہم سب میں اچھے ہیں اور ہم میں سب سے نیک شخص کے بیٹے ہیں اور وہ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں' آپ نے پوچھا: یہ بتاؤ کہ اگر عبداللہ بن سلام اسلام قبول کر لیں تو؟ یہود نے کہا: اللہ ان کو اس سے اپنی پناہ میں رکھے! پھر عبداللہ بن سلام نے ان کے سامنے آ کر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں' انہوں نے کہا: ہم میں سب سے بُرا ہے اور ہم میں سب سے بُرے کا بیٹا ہے اور ان کے نقائص بیان کیے' حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: یا رسول اللہ! یہ وہ بات ہے جس سے میں ڈرتا تھا۔

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ٣٣٢٩ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

''یخترف'' اور ''ینزع الولد'' کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

''یخترف'' یعنی وہ اپنی زمین کے درختوں سے پھل چن رہے تھے۔

''ینزع الولد'' وہ پانی بچہ کو اپنے باپ کی طرف کھینچ لیتا ہے یعنی اس کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

یہود نے کہا کہ جبریل تو یہود کا دشمن ہے: یہ کہنے والا عبداللہ بن صُوریا تھا اور یہود جو حضرت جبریل سے عداوت رکھتے تھے اس کا سبب ثعلبی کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: یہود کے نبی نے ان کو یہ خبر دی کہ بخت نصر بیت المقدس کو برباد کردے گا تو یہودیوں نے بخت نصر کو قتل کرنے کے لیے ایک مرد کو بھیجا' اس نے دیکھا کہ وہ ایک کمزور مرد ہے تو حضرت جبریل نے اس کو قتل کرنے سے منع کیا اور اس مرد سے یہ کہا: اگر اللہ نے اس کے ہاتھوں تمہاری ہلاکت لکھ دی ہے تو تم اس پر مسلط نہیں ہو سکتے اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر تم کس وجہ سے اس کو قتل کرو گے؟ تو اس مرد نے اس کو چھوڑ دیا' پھر جب بخت نصر بڑا ہو گیا تو اس نے بیت المقدس پر حملہ کیا اور یہودیوں کو قتل کر دیا اور بیت المقدس کو ویران کر دیا۔

حضرت جبریل سے یہود کی عداوت کا دوسرا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جبریل (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہمارے راز کی باتیں بتا دیتے ہیں۔

اور تیسرا سبب یہ ہے کہ یہود کہتے تھے کہ جبریل کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ ہم میں نبوت رکھیں اور انہوں نے دوسروں میں نبوت رکھ دی۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١١٩' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٧- بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا﴾ (البقرہ:١٠٦) — اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ہم جس آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا اس کو مؤخر کر دیتے ہیں (البقرہ:١٠٦) کی تفسیر

یہود نسخ پر طعن کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ تم محمد کی طرف دیکھتے نہیں کہ وہ اپنے اصحاب کو ایک کام کا حکم دیتے ہیں' پھر اس سے منع کر دیتے ہیں اور ایک دن ایک حکم دیتے ہیں اور دوسرے دن دوسرا حکم دیتے ہیں' سو اس وجہ سے ضروری ہے کہ نسخ کی تحقیق کی جائے:

نسخ کے دو معنی

لغت میں نسخ کے دو معنی ہیں: ایک معنی ہے: لکھنا اور نقل کرنا' اس اعتبار سے تمام قرآن منسوخ ہے یعنی لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا کے بیت العزت کی طرف نقل کیا گیا ہے' قرآن مجید میں نسخ کا لفظ لکھنے اور نقل کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے:

اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (الجاثیہ:٢٩) — بے شک ہم لکھتے رہے جو کچھ تم کرتے تھے ۝

نسخ کا دوسرا معنی ہے: کسی چیز کو باطل اور زائل کرنا اور اس کی دو قسمیں ہیں:

(ا) کسی چیز کو زائل کر کے دوسری چیز کو اس کے قائم مقام کر دیا جائے' جیسے عرب کہتے ہیں کہ بڑھاپے نے جوانی کو منسوخ کر دیا' یعنی جوانی کے بعد بڑھاپا آ گیا' اور زیر بحث آیت میں ہے: ہم جس آیت کو منسوخ کرتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی دوسری آیت لے آتے ہیں۔ اس کی تعریف یہ ہے: دلیل شرعی سے کسی حکم شرعی کو زائل کرنا۔

(ب) کسی چیز کا قائم مقام کیے بغیر اس کو زائل کر دیا جائے' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم اس کو محو کر دیتے ہیں یعنی ہم تمہارے ذہنوں اور دلوں سے اس آیت کو نکال دیتے ہیں' پس وہ آیت یاد آتی ہے نہ اس کو پڑھا جاتا ہے' اس کی تائید ان روایات سے ہوتی ہے:

علامہ سیوطی بیان کرتے ہیں:

امام عبدالرزاق نے ''مصنف'' میں' امام طیالسی اور امام سعید بن منصور نے' امام عبداللہ بن احمد نے ''زوائد مسند'' میں' امام نسائی

اور امام ابن منذر نے' اور ابن الانباری نے ''مصاحف'' میں' امام دار قطنی نے' امام حاکم نے بتصحیح سند کے ساتھ' امام ابن مردویہ نے اور امام الضیاء نے ''المختارۃ'' میں زر بن حبیش سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے حضرت ابی بن کعب نے کہا: تم سورۂ احزاب میں کتنی آیات پڑھتے ہو؟ میں نے کہا: تہتر آیات' حضرت ابی بن کعب نے کہا: مجھے یاد ہے کہ سورۂ احزاب سورۂ بقرہ کے برابر یا اس سے بھی بڑی تھی' اور ہم نے اس میں یہ آیت پڑھی تھی کہ جب بوڑھا مرد یا بوڑھی عورت زنا کریں تو ان کو رجم کر دو' یہ اللہ کی طرف سے عبرت والی سزا ہے اور اللہ عزیز اور حکیم ہے' پھر ان میں سے جو آیتیں محو کر دی گئیں وہ محو کر دی گئیں۔

امام بخاری نے اپنی ''تاریخ'' میں حضرت حذیفہ رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے سورۂ احزاب پڑھی تھی' مجھے اس کی ستر آیتیں بھلا دی گئی ہیں جن کو اب میں نہیں پاتا۔

امام ابو عبید' امام ابن الانباری اور امام ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں سورۂ احزاب میں دو سو آیتیں پڑھی جاتی تھیں اور جب حضرت عثمان نے مصاحف کو لکھا تو وہ صرف اتنی آیات لکھنے پر قادر ہوئے' جو اب ہیں۔ (درمنثور ج ۵ ص ۱۸۰۔ ۱۷۹' مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ' ایران)

نسخ اور بداء کا فرق

یہود نے نسخ کا انکار کیا ہے اور ان کے خلاف یہ دلیل ہے کہ تورات میں مذکور ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت میں خون کے سوا ہر چیز حلال تھی' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بہت سے حیوان حرام کر دیئے اور حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہن کا بھائی سے نکاح جائز تھا' اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں اللہ نے اس کو حرام کر دیا' اور پہلے حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں' پھر اس حکم کو منسوخ کر دیا' اور پہلے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ بچھڑے کی پرستش کرنے والوں کو قتل کریں اور ستر ہزار اسرائیلیوں کے قتل کے بعد اس حکم کو منسوخ کر دیا اور یہ بداء نہیں ہے' بلکہ ایک عبارت سے دوسری عبارت کی طرف اور ایک حکم سے دوسرے حکم کی طرف منتقل کرنا ہے اور اس میں کوئی مصلحت ہوتی ہے' اور کسی حکم کا اظہار ہوتا ہے' بداء اس وقت ہوتا جب حکم دینے والے کو اس حکم کے انجام کا علم نہ ہوتا اور جس کو اپنے حکم کے نتیجہ کا علم ہو اور وہ مصلحت کے تبدیل ہونے سے اپنے احکام تبدیل کرتا ہو وہ بداء نہیں ہوتا' جیسے ماہر ڈاکٹر کو مریض کے احوال کا علم ہوتا ہے اور وہ نسخہ بدل بدل کر دوائیں لکھتا ہے' اللہ تعالیٰ کے احکام اور خطابات تبدیل ہوتے ہیں اور علم اور ارادہ میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔

یہود نے نسخ اور بداء کو ایک چیز قرار دیا' اسی وجہ سے انہوں نے بداء کو ناجائز کہا' نحاس نے کہا: نسخ اور بداء میں فرق یہ ہے کہ نسخ میں عبارت کے ایک حکم کو دوسرے حکم سے بدل دیا جاتا ہے' مثلاً پہلے کوئی چیز حلال تھی' پھر اس کو حرام کر دیا یا اس کے برعکس اور بداء اس کو کہتے ہیں کہ آدمی ایک کام کا ارادہ کرے' پھر اس کو ترک کر دے' مثلاً ایک شخص کہے: فلاں آدمی کے پاس جاؤ' پھر اس کو خیال آئے کہ اس کے پاس نہ جانا بہتر ہے تو وہ اپنے اس قول سے رجوع کر کے کہے: وہاں مت جاؤ' اور یہ انسانوں کو عارض ہوتا ہے کیونکہ ان کا علم ناتمام ہے اور مآل کار کو محیط نہیں ہے' مثلاً کوئی شخص کہے: اس سال فلاں چیز کی کاشت کرو' پھر اس کو خیال آئے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے اور کہے: یہ کاشت نہ کرو تو یہ بداء ہے' اور اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب ہے' اس کے حق میں یہ متصور نہیں ہے۔

علماء شیعہ اللہ تعالیٰ کے حق میں بداء کے قائل ہیں' شیخ کلینی روایت کرتے ہیں:

ابو عبد اللہ علیہ السلام نے اس آیت ''یَمْحُو اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ'' کے متعلق فرمایا: اللہ کسی چیز کو مٹاتا ہے جو ثابت تھی اور اسی چیز کو ثابت کرتا ہے جو نہیں تھی۔ (الاصول من الکافی ج ۱ ص ۱۴۶' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ' تہران)

شیخ طباطبائی اس حدیث کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

بداء ان اوصاف میں سے ہے جن کے ساتھ ہمارے افعال اختیاریہ متصف ہوتے ہیں' کیونکہ ہم کسی مصلحت کے علم کی وجہ سے کسی فعل کو اختیار کرتے ہیں' پھر ہمیں کسی اور مصلحت کا علم ہوتا ہے جو پہلی مصلحت کے خلاف ہوتی ہے' پھر ہم پہلے ارادہ کے خلاف ارادہ کرتے ہیں کیونکہ جو چیز ہم سے پہلے مخفی تھی وہ اب ظاہر ہوئی ہے اور اسی کو بداء کہتے ہیں کیونکہ بداء کا معنی ظہور ہے' (الی قولہ) یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام موجودات اور حوادث کا واقع کے مطابق علم ہے اور اس علم میں مطلقاً بداء نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ کا ایک علم وہ ہے جو اشیاء کے مبادی' اس کے مقتضیات اور شرائط اور اس کے موانع کے عدم کے ساتھ متعلق ہے (مثلاً فلاں چیز ہو اور فلاں چیز نہ ہو تو فلاں چیز ہوگی جیسے بارش ہو اور سیلاب نہ آئے تو فصل اچھی ہوگی) اور اس علم میں یہ ممکن ہے کہ جس چیز کا ہونا اللہ کے نزدیک ظاہر تھا وہ کسی شرط کے عدم یا کسی مانع کے وجود کی وجہ سے نہ ہو اور پھر اللہ کو معلوم ہو کہ وہ چیز نہیں ہوگی' اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا: ''یَمۡحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثۡبِتُ'' اس سے یہی مراد ہے۔ (حاشیہ الاصول من الکافی ج ۱ ص ۱۴۶' مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ' تہران)

شیخ طباطبائی نے علم کی جو دوسری قسم بیان کی ہے وہ مخلوق کا علم تو ہو سکتا ہے' خالق اور عالم الغیب کی شان کے لائق یہ علم نہیں ہے' کیونکہ یہ علم نہیں ہے حقیقۃً جہل ہے' یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی چیز کے ہونے کی شرط یا مانع کے عدم کا اللہ کو پہلے علم نہ ہو اور اس پر یہ چیز بعد میں ظاہر ہو اور بداء کہلائے! اور اس آیت سے مراد تقدیر معلق ہے مثلاً کسی شخص کی عمر چالیس سال لکھ دی' پھر اس نے کوئی نیکی کی یا کسی نے دعا کی تو اس کی عمر بڑھا کر پچاس سال کر دی اور چالیس سال کو مٹا دیا اور اگر نیکی نہیں کی یا کسی نے دعا نہیں کی تو چالیس سال کو برقرار رکھا' لیکن یہ اس کا علم نہیں ہے' اس کو لوحِ محفوظ میں اس لیے لکھا ہے کہ نیکی اور دعا کی فضیلت ظاہر ہو۔

نسخ اور تخصیص کا فرق

جب عام میں تخصیص کی جاتی ہے تو اس تخصیص پر بھی نسخ کا گمان کیا جاتا ہے' حالانکہ تخصیص نسخ نہیں ہے کیونکہ نسخ کی تعریف ہے: دلیل شرعی سے کسی حکم شرعی کا اٹھا دینا' اور تخصیص کی تعریف ہے: عام کو اس کے بعض افراد میں منحصر کر دینا' ہر چند کہ دونوں کی تعریفیں الگ الگ ہیں لیکن ان دونوں میں قوی مشابہت ہے' کیونکہ نسخ میں حکم کو بعض زمانہ کے ساتھ خاص کر دیا جاتا ہے اور تخصیص میں بعض افراد سے حکم کو ساقط کر دیا جاتا ہے' اس کے باوجود ان دونوں میں حسبِ ذیل وجوہ سے فرق ہے:

(۱) تخصیص کے بعد عام مجاز ہے کیونکہ عام کے لفظ کو کل افراد کے لیے وضع کیا گیا ہے اور اس کا قرینہ مخصص ہے اور یہ مجاز کی علامت ہے' اور جو نص منسوخ ہوگی وہ اسی طرح حقیقت ہے اور وہ اپنے مدلول کے لحاظ سے تمام زمانوں کو شامل ہے' البتہ ناسخ نے اس پر دلالت کی کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں وقت تک اس حکم پر عمل کرانے کا ارادہ کیا ہے۔

(۲) تخصیص سے جو افراد خارج ہو گئے وہ لفظ عام سے مراد نہیں ہوتے اور جو حکم منسوخ ہو گیا وہ اس لفظ سے مراد ہوتا ہے۔

(۳) جو نص منسوخ ہو جائے اس سے استدلال کرنا باطل ہے اور تخصیص کے بعد بھی عام اپنے باقی ماندہ افراد میں حجت ہوتا ہے۔

(۴) نسخ صرف کتاب اور سنت سے ہوتا ہے اور تخصیص حس اور عقل سے بھی ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت ہود نے قومِ عاد سے فرمایا:

بَلۡ ہُوَ مَا اسۡتَعۡجَلۡتُمۡ بِہٖ ؕ رِیۡحٌ فِیۡہَا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۝ تُدَمِّرُ کُلَّ شَیۡءٍۭ بِاَمۡرِ رَبِّہَا ۔ (الاحقاف: ۲۵-۲۴)

بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جس کو تم نے جلدی طلب کیا ہے' ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے ۝ یہ آندھی ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے برباد کر دے گی۔

ہر چیز کے عموم میں زمین اور آسمان بھی شامل ہیں اور حس ان کی مخصص ہے کیونکہ اس آندھی سے زمین اور آسمان برباد نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہدہد نے بلقیس کے متعلق بیان کیا:

وَ اُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ ○ (النمل:۲۳) اور اس کو ہر چیز دی گئی ہے اور اس کا بہت بڑا تخت ہے○

ظاہر ہے کہ بلقیس کے پاس ہر چیز نہیں تھی اور حس اس کی مخصص ہے کہ اس کے پاس حضرت سلیمان اور ان کے درباری نہیں تھے اور موجودہ دور کی ایجادات بلقیس کے پاس نہیں تھیں۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (البقرہ:۲۰) بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے○

اس کے عموم کی عقل مخصص ہے کیونکہ واجب اور محال اللہ کی قدرت میں نہیں ہیں یعنی اپنا شریک بنانا اور اپنے آپ کو معدوم کرنا' یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں نہیں ہیں۔

(۵) جمہور کے نزدیک خبر میں نسخ نہیں ہوتا' اور تخصیص خبر میں بھی ہوتی ہے۔

۴۴۸۱- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَقْرَؤُنَا اُبَيٌّ وَاَقْضَانَا عَلِيٌّ وَاِنَّا لَنَدَعُ مِنْ قَوْلِ اُبَيٍّ وَّذَاكَ اَنَّ اُبَيًّا يَقُوْلُ لَا اَدَعُ شَيْئًا سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا﴾ (البقرہ:۱۰۶)۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن علی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از حبیب از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم میں سب سے عمدہ قرآن پڑھنے والے حضرت اُبی ہیں اور ہم میں سب سے عمدہ فیصلہ کرنے والے حضرت علی ہیں رضی اللہ عنہ' اور بے شک ہم حضرت اُبی کے قول کو چھوڑتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت اُبی یہ کہتے تھے: میں ایسی کوئی بات نہیں چھوڑوں گا جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "ہم جس آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا اس کو مؤخر کرتے ہیں" الآیۃ۔

اور حضرت اُبی بن کعب کہتے تھے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے اس قول کو رد کر دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ" ہم جس آیت کو منسوخ کرتے ہیں (البقرہ:۱۰۶) کیونکہ یہ آیت قرآن مجید کی بعض آیات کے منسوخ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۲۰)

۸- بَابُ ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ﴾ (البقرہ:۱۱۶)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے' وہ اس سے پاک ہے (البقرہ:۱۱۶) کی تفسیر

۴۴۸۲- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ عَبَّاسٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از عبداللہ بن ابی

رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ كَذَّبَنِی ابۡنُ اٰدَمَ وَلَمۡ یَكُنۡ لَهٗ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِیۡ وَلَمۡ یَكُنۡ لَهٗ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَكۡذِیۡبُهٗ اِیَّایَ فَزَعَمَ اَنِّیۡ لَا اَقۡدِرُ اَنۡ اُعِیۡدَهٗ كَمَا كَانَ وَاَمَّا شَتۡمُهٗ اِیَّایَ فَقَوۡلُهٗ لِیۡ وَلَدٌ فَسُبۡحَانِیۡ اَنۡ اَتَّخِذَ صَاحِبَةً اَوۡ وَلَدًا .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

حسین انہوں نے کہا: ہمیں نافع بن جبیر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ابن آدم نے میری تکذیب کی اور اس کو یہ نہیں چاہیے تھا اور ابن آدم نے مجھے گالی دی اور اس کو یہ نہیں چاہیے تھا رہا اس کا میری تکذیب کرنا تو وہ اس کا یہ زعم ہے کہ میں اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہوں جیسے وہ پہلے قادر تھا رہا اس کا مجھے گالی دینا تو وہ اس کا یہ کہنا ہے کہ میری اولاد ہے حالانکہ میں اس سے پاک ہوں کہ میں کسی کو اپنی بیوی بناؤں یا اولاد بناؤں۔

ابن آدم کا اللہ کو گالی دینے کا معنی

حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے وہ اس سے پاک ہے: اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت یہود اور نصاریٰ کے رد میں نازل ہوئی ہے خیبر کے یہودیوں کا اور نجران کے نصاریٰ کا یہ زعم تھا کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے اور بعض مشرکین عرب نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں سو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے معلوم ہوا یہ حدیث احادیث قدسیہ میں سے ہے۔

رہا اس کا مجھے گالی دینا تو وہ اس کا یہ کہنا ہے کہ میری اولاد ہے: اس قول کو اللہ تعالیٰ نے گالی فرمایا ہے کیونکہ گالی میں تنقیص ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی اولاد ہونے میں بھی اس کی تنقیص ہے کیونکہ اولاد اس وقت ہوگی جب اُس سے پہلے والدہ ہو اور اس کو حمل ہو پھر وہ حمل کو وضع یعنی بچہ جنے اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ اس سے پہلے نکاح ہو اور نکاح سے پہلے اس کا باعث اور محرک ہونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سبحانہٗ ان تمام چیزوں سے منزہ ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۸۰ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

٩- بَابُ قَوۡلِهٖ ﴿وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرَاهِیۡمَ مُصَلًّی﴾ (البقرة: ١٢٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تم مقامِ ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو (البقرہ: ۱۲۵) کی تفسیر

﴿مَثَابَةً﴾ (البقرة: ١٢٥) وَیَثُوۡبُوۡنَ یَرۡجِعُوۡنَ .

"مثابة" اس کا معنی ہے: وہ لوٹتے ہیں اور رجوع کرتے ہیں۔

گویا کہ فرمایا: تم لوٹو اور مقامِ ابراہیم کو اپنی نماز کی جگہ بناؤ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ کعبہ میں آتے تھے پھر لوٹ کر اپنے گھروں کی طرف جاتے تھے پھر دوبارہ لوٹ کر کعبہ کی طرف آتے تھے۔

٤٤٨٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنۡ یَحۡیَی بۡنِ سَعِیۡدٍ عَنۡ حُمَیۡدٍ عَنۡ اَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ وَافَقۡتُ اللّٰهَ فِیۡ ثَلَاثٍ اَوۡ وَافَقَنِیۡ رَبِّیۡ فِیۡ ثَلَاثٍ قُلۡتُ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ لَوِ اتَّخَذۡتَ مَقَامَ اِبۡرَاهِیۡمَ مُصَلًّی وَقُلۡتُ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ یَدۡخُلُ عَلَیۡكَ الۡبَرُّ وَالۡفَاجِرُ فَلَوۡ اَمَرۡتَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی از یحییٰ بن سعید از حمید از انس وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا کہ میں نے تین چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی موافقت کی یا کہا: میرے رب نے میری تین چیزوں میں موافقت کی میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کاش آپ مقامِ ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا

أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْحِجَابِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ الْحِجَابِ قَالَ وَبَلَغَنِيْ مُعَاتَبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ نِسَائِهٖ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِنَّ قُلْتُ اِنِ انْتَهَيْتُنَّ اَوْ لَيُبَدِّلَنَّ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا مِّنْكُنَّ حَتّٰى اَتَيْتُ اِحْدٰى نِسَائِهٖ قَالَتْ يَا عُمَرُ اَمَا فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَعِظُ نِسَاءَهٗ حَتّٰى تَعِظَهُنَّ اَنْتَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ﴾ (التحریم: ۵) وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ سَمِعْتُ اَنَسًا عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

لیں اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے پاس نیک اور بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں' کاش! آپ اُمہات المؤمنین کو پردے میں رہنے کا حکم دیں' تو اللہ تعالیٰ نے حجاب کی آیت نازل فرمادی' حضرت عمر نے کہا: اور مجھے یہ خبر پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج پر عتاب فرمایا ہے تو میں نے ان کے پاس جا کر کہا: اگر تم باز نہ آئیں تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تم سے بہتر ازواج لے آئے گا' حتیٰ کہ میں آپ کی کسی ایک زوجہ کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: اے عمر! رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو اپنی ازواج کو نصیحت نہیں کرتے حتیٰ کہ تم ان کو نصیحت کرتے ہو' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اگر نبی نے تم کو طلاق دے دی تو عنقریب ان کا رب ان کو تمہارے بدلہ میں تم سے بہتر بیویاں دے گا جو فرماں بردار ہوں گی۔ (التحریم: ۵) اور ابن ابی مریم نے کہا: ہمیں یحییٰ بن ایوب نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس سے سنا از حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۲ میں گزر چکی ہے۔

مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنانے کی مناسبت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنانے کی اجازت طلب کی حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تورات کو پڑھنے سے منع فرمایا تھا' کیونکہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت میں یہ آیت سنی تھی:

اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ (البقرہ: ۱۲۴) بے شک میں آپ کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

اور یہ آیت بھی سنی تھی:

اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ (النحل: ۱۲۳) آپ ابراہیم کی ملت کی پیروی کیجئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس شریعت میں حضرت ابراہیم کی اقتداء مطلوب ہے اور اس لیے بھی کہ بیت اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اور اس لیے کہ اس مقام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں قدم اس طرح ثابت ہیں جس طرح کسی عمارت میں اس کے بانی کا نشان ثابت ہوتا ہے تا کہ اس کی وفات کے بعد اس کا ذکر کیا جائے۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ اس مقام میں نماز پڑھنا ایسا ہے جیسے طواف کرنے والا طواف کے وقت بانی کا نام پڑھے اور یہ بہت لطیف مناسبت ہے' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان اس مقام میں اہلِ حرم کے نزدیک معروف ہیں۔

امام بیہقی نے حضرت عائشہ سے سندِ قوی کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ یہ مقام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کعبہ کے ساتھ متصل تھا' پھر حضرت عمر نے اس کو پیچھے رکھوا دیا اور صحابہ نے اور بعد کے تابعین نے اس پر انکار نہیں کیا'

حضرت عمر کی رائے یہ تھی کہ اگر اس مقام کو بیت اللہ کے ساتھ ملا کر ہی رکھا گیا تو طواف کرنے والوں کو تنگی ہوگی یا نماز پڑھنے والوں کو تنگی ہوگی اس لیے اس کو اس مقام سے ہٹا دیا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۸۰ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

١٠ - بَابٌ قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ٥﴾ (البقرہ:١٢٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے تو وہ دعا کر رہے تھے: اے ہمارے رب! ہماری طرف سے اس کو قبول فرما! بے شک تو بہت سننے والا بہت جاننے والا ہے ٥ (البقرہ:١٢٧) کی تفسیر

﴿اَلْقَوَاعِدُ﴾ اَسَاسُهُ وَاحِدَتُهَا قَاعِدَةٌ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ (النور:٦٠) وَاحِدُهَا قَاعِدٌ.

''القواعد'' کا معنی ہے: بیت اللہ کی بنیادیں اور اس کا واحد ''قاعدۃ'' ہے اور جو بوڑھی عورتیں نکاح کی اُمید نہیں رکھتیں ان کو جو ''القواعد'' فرمایا ہے (النور:٦٠) اس کا واحد ''قاعد'' ہے۔

٤٤٨٤- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ اَخْبَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَمْ تَرَیْ اَنَّ قَوْمَكِ بَنَوُا الْكَعْبَةَ وَاقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَرُدُّهَا عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ سَمِعَتْ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُرٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ الَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ اِلَّا اَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ انہوں نے بتایا کہ عبداللہ بن محمد بن ابوبکر نے حضرت عبداللہ بن عمر کو خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب تمہاری قوم نے کعبہ کو بنایا تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں سے کم رکھا میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ ان بنیادوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر نہیں لوٹا دیتے؟ آپ نے فرمایا: اگر تمہاری قوم نئی نئی کفر سے نہ نکلی ہوتی (تو میں ایسا کر دیتا) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اگر حضرت عائشہ رضی اللہ نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تو میرا گمان ہے کہ جو دو رکن حطیم کے قریب ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعظیم کو صرف اس لیے ترک کر دیا کہ اس وقت بیت اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر مکمل نہیں ہوا تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری:١٢٦ میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔

١١ - بَابٌ ﴿قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا﴾ (البقرہ:١٣٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تم کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا (البقرہ:١٣٦) کی تفسیر

الزمخشری نے کہا ہے کہ اس آیت میں مؤمنین سے خطاب ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خطاب کافروں سے ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۲۳)

٤٤٨٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَؤُوْنَ التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُوْنَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَدِّقُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ وَقُوْلُوْا ﴿ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا ﴾ اَلْاٰيَةَ . [اطراف الحدیث: ۷۳۶۲-۷۵۴۲]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عثمان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں علی بن المبارک نے خبر دی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابی سلمہ از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب عبرانی زبان میں تورات پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے لیے عربی میں اس کی تفسیر کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل کتاب کی تصدیق کرو نہ ان کی تکذیب کرو اور تم کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا۔ (البقرہ: ۱۳۶)

جمہور کے نزدیک جب دلائل متعارض ہوں تو توقف کرے اور اس مسئلہ میں مصنف کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہل کتاب سے مراد ہیں: یہودی' یعنی جب وہ تم کو کسی ایسی چیز کی خبر دیں جس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال ہو تو تم اس کی تصدیق نہ کرو' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان کی بات جھوٹ ہو اور نہ اس کی تکذیب کرو کیونکہ ہو سکتا ہے ان کی بات درست ہو' سو تم حرج میں واقع ہو جاؤ گے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ان مسائل میں توقف کرنے کی اصل ہے' جن کے حلال یا حرام ہونے کی کوئی واضح دلیل نہ ہو اور ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم انبیاء علیہم السلام پر نازل کی ہوئی کتابوں پر ایمان لائیں' مگر ہمارے پاس یہ جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ان کتابوں سے نقل کر کے جو ہم تک پہنچایا گیا ہے کہ آیا وہ نقل صحیح ہے یا غلط ہے' پس ہم اس میں توقف کریں گے تاکہ غلط بات کی تصدیق نہ ہو جائے اور صحیح بات کی تکذیب نہ ہو جائے۔ اسی وجہ سے سلف صالحین نے ان مسائل میں توقف کیا جن میں دلائل سے وہ یہ نہیں جان سکے کہ کون سی بات صحیح ہے اور کون سی بات غلط ہے' اس کی مثال یہ ہے کہ جب حضرت عثمان سے یہ پوچھا گیا کہ جو دو باندیاں سگی بہنیں ہوں ان کو مباشرت میں جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے کہا: ایک آیت نے اس کو حلال کیا ہے' جس میں مطلقاً باندیوں سے مباشرت کی اجازت دی ہے اور دوسری آیت نے اس کو حرام کیا ہے' جس میں دو سگی بہنوں کو مباشرت میں جمع کرنے سے منع کیا ہے' اسی طرح جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک آدمی نے نذر مانی کہ وہ ہر پیر کو روزہ رکھے گا' پس اتفاق سے پیر کے دن عید ہو گئی' اب وہ کیا کرے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے تو محتاط علماء نے اس مسئلہ میں توقف کرنے کا حکم دیا ہے اور دوسرے علماء نے اس میں اجتہاد کیا اور کسی ایک چیز کو دوسرے پر ترجیح دی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۲۴' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں یہ کہتا ہوں کہ جب حلت اور حرمت کی دو دلیلیں متعارض ہوں تو حرمت کی دلیل کو ترجیح دی جاتی ہے' اس لیے باندیوں کے مسئلے میں دو سگی بہنوں کو مباشرت میں جمع نہیں کرے گا اور دوسرے مسئلہ میں وہ پیر کے دن کا روزہ نہیں رکھے گا اور نذر پوری نہ کرنے کا کفارہ دے گا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!)

شیخ سلیم اللہ خان کی اپنے حلقہ میں بہت علمی شہرت ہے اور ان کو ثانی ابن حجر کہا جاتا ہے مگر انہوں نے اس مشکل کا کوئی حل بیان نہیں کیا' اسی طرح علامہ ابن الملقن' علامہ ابن حجر' علامہ عینی' علامہ کورانی اور علامہ زرھونی اور دیگر شارحین نے اس مسئلہ کا کوئی حل بیان نہیں کیا اور میں نے جو کچھ لکھا ہے' یہ میری منفرد رائے ہے' اگر یہ صحیح ہے تو یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضان سے ہے اور اگر یہ غلط ہے تو یہ میری فکر کی غلطی اور علم کی کمی ہے اور اللہ اور رسول اس سے بَری ہیں۔

١٢- بَابٌ ﴿سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَاوَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ٥﴾ (البقرہ:١٤٢)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: عنقریب جہلاء لوگوں سے کہیں گے: ان مسلمانوں کو اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا جس پر یہ پہلے تھے' آپ کہیے: مشرق اور مغرب اللہ ہی کی ملکیت ہیں وہ جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے ٥ (البقرہ:١٤٢) کی تفسیر

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مشرق اور مغرب کے تمام ممالک اللہ کی ملکیت ہیں تو جس طرف اللہ عزوجل منہ کرنے کا حکم دے' وہیں منہ کرو اور ایک قول یہ ہے کہ مشرق سے مراد کعبہ ہے' اس لیے نمازی جب مدینہ میں کعبہ کی طرف منہ کرے گا تو وہ مشرق کی طرف متوجہ ہوگا اور نمازی جب مدینہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کرے گا تو وہ مغرب کی طرف متوجہ ہوگا۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٤٤)

٤٤٨٦- حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ سَمِعَ زُهَيْرًا عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى اِلٰى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا اَوْسَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَّكَانَ يُعْجِبُهٗ اَنْ تَكُوْنَ قِبْلَتُهٗ قِبَلَ الْبَيْتِ وَاِنَّهٗ صَلّٰى اَوْصَلَّاهَا صَلٰوةَ الْعَصْرِ وَصَلّٰى مَعَهٗ قَوْمٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ صَلّٰى مَعَهٗ فَمَرَّ عَلٰى اَهْلِ الْمَسْجِدِ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ فَقَالَ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ مَكَّةَ فَدَارُوْا كَمَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ وَكَانَ الَّذِىْ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ قَبْلَ اَنْ تُحَوَّلَ قِبَلَ الْبَيْتِ رِجَالٌ قُتِلُوْا لَمْ نَدْرِمَا نَقُوْلُ فِيْهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥﴾ (البقرہ:١٤٣).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے زہیر سے سنا از ابی اسحاق از حضرت براء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی اور آپ کو یہ پسند تھا کہ بیت اللہ آپ کا قبلہ ہو اور بے شک آپ نے نماز پڑھی یا آپ نے عصر کی نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ لوگوں نے نماز پڑھی' پس جن لوگوں نے آپ کے پاس نماز پڑھی تھی ان میں سے ایک مرد اہلِ مسجد کے پاس سے گزرا اور وہ اس وقت رکوع میں تھے' اس نے کہا کہ میں اللہ کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے' پس وہ لوگ نماز کی اسی حالت میں بیت اللہ کی طرف پھر گئے اور جو لوگ بیت اللہ کی طرف نماز میں منہ کرنے سے پہلے فوت ہوگئے تھے یا شہید ہوگئے تھے تو ہم نہیں جانتے تھے کہ ان کے متعلق کیا کہیں' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو (یعنی نمازوں کو) ضائع کرنے والا نہیں ہے' بے شک اللہ لوگوں کے ساتھ بہت شفیق ہے اور بے حد مہربان ہے ٥ (البقرہ:١٤٣)

اس حدیث کی مفصل شرح' صحیح البخاری: ۴۰ میں گزر چکی ہے۔

۱۳- بَابٌ قَوْلُهُ تَعَالٰی ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ (البقرہ:۱۴۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اسی طرح ہم نے تم کو بہترین اُمت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تمہارے حق میں گواہ ہو جائیں (البقرہ:۱۴۳) کی تفسیر

۴۴۸۷- حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ رَاشِدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ وَّاَبُوْ اُسَامَةَ وَاللَّفْظُ لِجَرِيْرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ وَقَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْعٰى نُوْحٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَارَبِّ فَيَقُوْلُ هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيُقَالُ لِاُمَّتِهٖ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ مَا اَتَانَا مِنْ نَّذِيْرٍ فَيَقُوْلُ مَنْ يَّشْهَدُ لَكَ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ وَّاُمَّتُهٗ فَيَشْهَدُوْنَ اَنَّهٗ قَدْ بَلَّغَ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ (البقرہ:۱۴۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یوسف بن راشد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر اور ابواسامہ نے حدیث بیان کی اور الفاظ جریر کے ہیں از الاعمش از ابوصالح (ح) اور ابواسامہ نے کہا: ہمیں ابوصالح نے حدیث بیان کی از حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن حضرت نوح کو بلایا جائے گا' وہ کہیں گے: اے رب! میں حاضر ہوں! اور اطاعت کے لیے کمربستہ ہوں' اللہ تعالیٰ پوچھے گا: کیا آپ نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: جی ہاں! پس ان کی اُمت سے پوچھا جائے گا: کیا انہوں نے تم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا' پس اللہ تعالیٰ حضرت نوح سے پوچھے گا: آپ کے حق میں کون گواہی دے گا؟ وہ کہیں گے: (سیّدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی اُمت' پس وہ سب گواہی دیں گے کہ حضرت نوح نے تبلیغ کی تھی اور رسول تمہارے حق میں گواہ ہوں گے۔ اور یہ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا مصداق ہے: اور اسی طرح ہم نے تم کو بہترین اُمت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تمہارے حق میں گواہ ہو جائیں۔ (البقرہ:۱۴۳)

وَالْوَسَطُ الْعَدْلُ.

اور ''الوسط'' کا معنی ہے: ''العدل'' یعنی بہترین۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۳۹ میں گزر چکی ہے' تاہم چند اہم باتوں کو ذکر کیا جا رہا ہے:

اُمتِ محمد یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر گواہی دے گی اور ''وسط'' کا معنی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

پس وہ گواہی دیں گے کہ حضرت نوح نے تبلیغ کی تھی: ایک اور سند سے اس حدیث کی عبارت اس طرح ہے کہ قیامت کے دن ایک نبی آئے گا اور اس کے ساتھ ایک مرد ہوگا اور ایک اور نبی آئے گا اس کے ساتھ دو مرد ہوں گے اور ایک اور نبی آئے گا اس کے ساتھ اس سے زیادہ مرد ہوں گے' ان مردوں سے پوچھا جائے گا: کیا ان نبیوں نے تم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: نہیں! پھر نبی سے کہا

جائے گا: کیا آپ نے ان کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: جی ہاں! پھر ان سے پوچھا جائے گا: آپ کے حق میں کون شہادت دے گا؟ (الحدیث) اس حدیث کی امام احمد نے' امام نسائی نے اور امام ابن ماجہ نے ابومعاویہ سے روایت کی ہے اور ابومعاویہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ مسلمانوں سے کہا جائے گا: تمہیں ان نبیوں کی تبلیغ کا کیسے علم ہوا؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں ہمارے نبی نے یہ خبر دی تھی کہ ان رسولوں نے اپنی اُمتوں کو تبلیغ کی تھی تو ہم نے ان کی تصدیق کی' اس طرح یہ اُمت قیامت کے دن حضرت نوح کی قوم پر گواہ ہوگی' حضرت ھود کی قوم پر گواہ ہوگی' حضرت صالح کی قوم پر گواہ ہوگی' حضرت شعیب کی قوم پر گواہ ہوگی اور دوسرے رسولوں کی قوموں پر گواہ ہوگی کہ انہوں نے اپنی قوموں کو تبلیغ کی ہے اور اُن قوموں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی۔

حضرت جابر رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر اُمت کا مرد یہ خواہش کرے گا کہ وہ ہماری اُمت سے ہوتا اور ہر نبی کی اس کی قوم تکذیب کرے گی' سنو! ہم قیامت کے دن ان کے حق میں گواہی دیں گے کہ انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کا پیغام پہنچایا اور ان کی خیر خواہی کی۔

اس آیت میں اس اُمت کو ''وسط'' فرمایا ہے کیونکہ اس اُمت کے عقائد متوسط ہیں' نہ وہ نصاریٰ کی طرح دین میں غلو کریں گے اور نہ وہ یہودیوں کی طرح دین میں کمی کریں گے بلکہ وہ اہلِ وسط اور اعتدال ہوں گے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۸۳ ۔ ۴۸۲' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

حدیث مذکور سے شیخ سلیم اللہ کا حاضر وناظر کی نفی پر غلط استدلال

شیخ سلیم اللہ مہتمم جامعہ فاروقیہ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض حضرات نے اس آیت سے نبی کے حاضر ناظر ہونے پر استدلال کیا ہے' لیکن استدلال کا ضعیف ہونا بالکل ظاہر ہے' حضور اور آپ کی اُمت کی یہ شہادت وحی الٰہی کی بنیاد پر ہے' اللہ جل شانہ نے بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ کی اُمت کو بتایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی' اس بنیاد پر یہ گواہی دی جائے گی۔

اس سے اگر کوئی نبی کے حاضر ناظر ہونے پر استدلال کرتا ہے تو پھر صرف نبی کا حاضر ناظر ہونا نہیں بلکہ پوری اُمت کا حاضر ناظر ہونا تسلیم کرنا پڑے گا۔ (کشف الباری' کتاب التفسیر ص ۳۸' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

مصنف کی شیخ سلیم اللہ خان کی عبارت میں دو غلطیوں کی نشاندہی

میں کہتا ہوں کہ شیخ سلیم اللہ خان نے اس عبارت میں دو غلطیاں کی ہیں: ایک یہ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کو اور آپ کی اُمت کی شہادت کو ایک درجہ کی شہادت قرار دیا' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت اس بنیاد پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو ابتداء خلق سے لے کر قیامت تک کے تمام لوگوں کے احوال کی خبر دی اور آپ کی اُمت کی شہادت اس بنیاد پر ہے کہ آپ نے اپنی اُمت کو خبر دی' جیسا کہ حافظ ابن حجر نے امام احمد' امام نسائی اور امام ابن ماجہ کی احادیث کے حوالے سے لکھا ہے۔

شیخ سلیم اللہ خان کی اس عبارت میں دوسری غلطی یہ ہے کہ انہوں نے لکھا ہے: حضور اور آپ کی اُمت کی یہ شہادت وحی الٰہی کی بنیاد پر ہے' یہ اس لیے غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت تو وحی الٰہی کی بنیاد پر ہے لیکن اُمت پر تو وحی نازل نہیں کی گئی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت تک کے احوالِ اُمت کا علم عطاء فرمانا

ہم نے جو کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابتداء خلق سے لے کر قیامت تک کے تمام لوگوں کے احوال کی خبر دی گئی ہے' اس کی دلیل درج

ذیل حدیث ہے:

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی' پھر وہاں چاشت کے وقت تک بیٹھے رہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے' پھر اسی جگہ بیٹھے رہے' پھر آپ نے ظہر' عصر' مغرب اور عشاء پڑھیں اور اس دوران کسی سے بات نہیں کی' پھر گھر تشریف لے گئے' لوگوں نے حضرت ابوبکر سے کہا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا نہیں کہ آج کا دن آپ نے غیر معمولی طور پر گزارا' حضرت ابوبکر نے پوچھا: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا اور آخرت کے اُمور میں سے جو کچھ بھی ہونے والا تھا وہ سب مجھ پر آج پیش کیا گیا' تمام اوّلین اور آخرین کو ایک میدان میں جمع کیا گیا' لوگ گھبرا کر حضرت آدم کے پاس گئے' درآں حالیکہ وہ لوگ منہ تک پسینے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ الحدیث (مسند احمد ج ۱ ص ۴' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ علاوہ ازیں یہ حدیث: سنن دارمی: ۸۸۔۵۷' ابن ابی عاصم کی کتاب السنۃ: ۸۱۲۔۷۵۱' اور مسند البزار: ۷۶' مسند ابویعلیٰ: ۵۷۔۵۶' صحیح ابن حبان: ۶۴۷۴ میں بھی ہے)

علامہ شعیب الارنوؤط نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

قاضی بیضاوی متوفی ٦٨٥ھ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت پر نگہبان ہیں اور ان کے احوال پر مطلع ہیں' اس لیے آپ نے ان کے حق میں گواہی دی ہے۔ (انوار التنزیل ص ۲۹' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوضیح)

اہل سنت و علماء دیوبند کے مستند و مسلم مفسر شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ لکھتے ہیں:

یعنی تمہارے رسول تمہارے اوپر گواہ ہیں کیونکہ وہ نورِ نبوت سے ہر دیندار کے دین پر مطلع ہیں کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے' اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور جس حجاب کی وجہ سے وہ دین میں ترقی نہ کر سکا وہ کون سا ہے' پس وہ تمہارے گناہوں اور ایمان کے درجات اور تمہارے اچھے اور بُرے اعمال اور اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں' اسی لیے اُمت کے دنیاوی اُمور میں آپ کی گواہی بحق شرع مقبول اور واجب العمل ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اپنے زمانے کے حاضرین مثلاً صحابہ و ازواج و اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین یا غائبین مثلاً اویس و مہدی اور مفتونِ دجال کے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں' ان پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اور اسی قبیل سے ہے جو روایات میں آیا ہے کہ ہر نبی کو اپنی اُمت کے اعمال پر مطلع کیا جاتا ہے کہ فلاں آج یہ کرتا ہے اور فلاں یہ' تاکہ قیامت کے دن ان پر گواہی دے سکیں۔ (تفسیر عزیزی ج ۱ ص ۶۳۶)

علماء دیوبند کے مشہور مفسر شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ لکھتے ہیں:

ہم نے تم کو سب اُمتوں سے افضل اور تمہارے پیغمبر کو سب پیغمبروں سے کامل اور برگزیدہ کیا تاکہ اس فضیلت اور کمال کی وجہ سے تم' تمام اُمتوں کے مقابلہ میں گواہ مقبول الشہادۃ قرار دیئے جاؤ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری عدالت و صداقت کی گواہی دیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ جب پہلی اُمتوں کے کافر اپنے پیغمبروں کے دعوے کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ ہم کو تو کسی نے بھی دنیا میں ہدایت نہیں کی' اس وقت آپ کی اُمت انبیاء کے دعوے کی صداقت پر گواہی دے گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اپنے اُمتیوں کے حالات سے پورے واقف ہیں' ان کی صداقت و عدالت پر پورے گواہ ہوں گے' اس وقت وہ اُمتیں کہیں گی کہ انہوں نے تو نہ ہمارا زمانہ پایا نہ ہم کو دیکھا' پھر ان کی گواہی کیسے مقبول ہو سکتی ہے' اس وقت آپ کی اُمت جواب دے گی کہ ہم کو خدا کی کتاب اور اس کے رسول کے بتلانے سے اس امر کا علم یقینی ہوا' اس کی وجہ سے ہم گواہی دیتے ہیں۔

(حاشیہ قرآن مجید ص ۲۷' حاشیہ: ۳' مطبوعہ دار التصنیف لمیٹڈ' شاہراہ لیاقت' کراچی' ۱۳۹۵ھ)

شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

سوال: پڑھنا ان اشعار وقصائد کا خواہ عربی ہوں یا غیر عربی جن میں مضمون استعانت واستغاثہ بغیر اللہ تعالیٰ ہوں کیسا ہے؟ اور وہ پڑھنا بہ طور ورد و وظیفہ بہ نیت انجاح حاجت ہوتا ہے اور کبھی بہ طور نعت اشعار پڑھے جاتے ہیں' ان کے ضمن میں اشعار استمد اد یہ و التجائیہ بھی پڑھے جاتے ہیں' مثلاً یہ شعر: ''یا رسول اللّٰہ انظر حالنا' یا نبی اللّٰہ اسمع قالنا' انني في بحرهم مغرق' خذبيدى سهل لنا اشكالنا'' یا یہ شعر قصیدہ بردہ کا پڑھنا: ''یا اكرم الخلق مالي من الوذبه' سواك عند حلول الحادث العمم''۔

جواب: یہ خود معلوم آپ کو ہے کہ نداء غیر اللہ تعالیٰ کو کرنا دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں' مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا یا باذنہٖ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جاوے گا یا باذنہٖ تعالیٰ ملائکہ پہنچا دیویں گے جیسا درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں یا عرضِ حال محل تحسر وحرمان میں کہ ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ' پس ان ہی اقسام سے کلماتِ مناجات واشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہٖ نہ شرک نہ معصیت مگر ہاں بوجہ موہم ہونے کے ان کلمات کا مجامع میں کہنا مکروہ ہے کہ عوام کو ضرر ہے اور فی حد ذاتہٖ ایہام بھی ہے' لہٰذا نہ ایسے اشعار کا پڑھنا منع ہے اور نہ اس کے مؤلف پر طعن ہوسکتا ہے اور کراہت موہوم ہونے کی بوجہ غلبہ جحت کے منجر ہو جاتی ہے مگر اسی طرح پڑھنا اور پڑھوانا کہ اندیشہ عوام کا ہو' بندہ پسند نہیں کرتا گو اس کو معصیت بھی نہیں کہہ سکتا' مگر خلافِ مصلحت وقت کے جانتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ٦٨-٦٧' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی)

اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی جو دیوبندیوں کے تمام اکابر اور اصاغر کے مسلم مقتداء ہیں' لکھتے ہیں:

رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے' یہ ضعیف شبہ ہے' آپ کے علم وروحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ وکشفیہ سے ثابت ہے' اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے' علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محل کلام نہیں۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ ص ٧)

١٤ - بَابُ قَوْلُهُ تَعَالٰى

﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (البقرہ:١٤٣)

اللہ کے ارشاد: (اے رسول!) جس قبلہ پر آپ پہلے تھے ہم نے اس کو اسی لیے قبلہ بنایا تھا تا کہ ہم ظاہر کر دیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور اس کو اس سے ممتاز کر دیں جو اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاتا ہے اور بے شک جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے ان کے سوا سب پر یہ (قبلہ کا بدلنا) بھاری ہے' اور اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہارے ایمان کو ضائع کرے' بے شک اللہ لوگوں پر بہت مہربان ہے' بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝ (البقرہ:١٤٣) کی تفسیر

یعنی ہم نے آپ کو اس قبلہ پر کر دیا جس کو آپ پسند کرتے تھے اور مکہ میں اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے' ہم نے آپ کو

اس قبلہ کی طرف اس لیے کر دیا ہے تا کہ لوگوں کی آزمائش اور امتحان ہو اور ہم یہ ظاہر کر دیں کہ کون اسلام پر ثابت قدم ہے اور اسلام میں صادق ہے اور کون وہ ہے جو اپنی ایڑیوں پر پھر کر اسلام سے مرتد ہو گیا اور بے شک یہ تحویل قبلہ ہدایت یافتہ مسلمانوں کے سوا سب پر بھاری ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان پر ثابت قدم رہنے کو ضائع نہیں فرمائے گا۔ حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ تم جو پہلے قبلہ اولیٰ پر قائم تھے اور تم نے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کی تصدیق میں دوسرے قبلہ کی طرف منہ کیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا اجر عطاء فرمائے گا۔

٤٤٨٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بَيْنَا النَّاسُ يُصَلُّوْنَ الصُّبْحَ فِيْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ إِذْ جَاءَ جَاءٍ فَقَالَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرْاٰنًا اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا فَتَوَجَّهُوْا اِلَى الْكَعْبَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں: جس وقت لوگ صبح کی نماز مسجد قباء میں پڑھ رہے تھے' اس وقت ایک شخص نے آ کر کہا کہ اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا کہ کعبہ کی طرف منہ کر لیں تو سب نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا' پس سب کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٠٣ میں گزر چکی ہے۔

١٥- بَابُ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: ١٤٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک ہم آپ کے چہرے کا آسمان کی طرف اُٹھنا دیکھ رہے ہیں' سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں' پس آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا چہرہ اسی کی طرف پھیر لو' اور بے شک اہل کتاب کو علم ہے کہ یہ (حکم) ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں' اللہ اس سے غافل نہیں ہے ۝ (البقرہ: ۱۴۴) کی تفسیر

٤٤٨٩- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمْ يَبْقَ مِمَّنْ صَلَّى الْقِبْلَتَيْنِ غَيْرِيْ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معتمر نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے سوا ان لوگوں میں سے اب کوئی باقی نہیں بچا جنہوں نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ کا تذکرہ

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ وہ آخری صحابی ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور ظاہر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ نے یہ اس وقت کہا تھا جب بعض صحابہ موجود تھے' جن کا اسلام متاخر تھا اور حضرت انس رضی اللہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے وہ آخری صحابی تھے جن کی بصرہ میں وفات ہوئی۔ حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ حضرت انس کے بعد صحابہ میں سے بصرہ میں صرف حضرت ابو الطفیل رضی اللہ موجود تھے' حضرت انس رضی اللہ کی وفات نوے یا اکانوے یا تیرانوے ہجری میں ہوئی ہے اوران کی عمر اس وقت ایک سو تین (۱۰۳) سال تھی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۸۳' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

١٦ - بَابٌ ﴿وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ اِلٰى قَوْلِهٖ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ٥﴾ (البقرہ:١٤٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اگر آپ اہل کتاب کے پاس ہر قسم کا معجزہ بھی لے کر آئیں' پھر بھی وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے (یہ آیت اس کے بعد یہاں تک ہے) تو بے شک آپ ضرور ظلم کرنے والوں میں سے ہوں گے ٥ (البقرہ:۱۴۵) کی تفسیر

٤٤٩٠- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بَيْنَمَا النَّاسُ فِي الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ جَاءَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْاٰنٌ وَّاُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ اَلَا فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَ وَجْهُ النَّاسِ اِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا بِوُجُوْهِهِمْ اِلَى الْكَعْبَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں خالد بن مخلد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عبد اللہ بن دینار نے حدیث بیان کی از حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت لوگ صبح کو قباء میں نماز پڑھ رہے تھے تو ایک مرد نے آ کر کہا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات قرآن نازل کیا گیا ہے اور آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ کعبہ کی طرف منہ کرلیں' سنو! تم لوگ کعبہ کی طرف منہ کرلو اور لوگوں کا منہ اس وقت شام کی طرف تھا تو انہوں نے اپنا منہ کعبہ کی طرف کرلیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۳ میں گزر چکی ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اس باب میں حضرت ابن عمر کی اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۴۸۴' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

١٧ - بَابٌ ﴿الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ اِلٰى قَوْلِهٖ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ٥﴾ (البقرہ:١٤٦ـ١٤٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس نبی کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں' اور ان میں سے ایک فریق یقیناً جان بوجھ کر حق چھپاتا ہے (اس کے بعد آیت یہاں تک ہے:) تم شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہوناo (البقرہ:١٤٧ـ١٤٦) کی تفسیر

٤٤٩١- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ اِذْ جَاءَهُمْ اٰتٍ فَقَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْاٰنٌ وَّقَدْ اُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبَلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ اِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا اِلَى الْكَعْبَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن قزعہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت قباء میں لوگ صبح کی نماز میں تھے تو ان کے پاس ایک آنے والا آیا' پس اس نے کہا: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات قرآن نازل ہوا ہے اور آپ کو کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے' سو لوگوں نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا اور ان کے منہ شام کی طرف تھے پس لوگ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۴۰۳ میں گزر چکی ہے۔

١٨ - بَابٌ ﴿وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٥﴾ (البقرہ:١٤٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ (نماز میں) منہ کرتا ہے' سو تم نیکیوں میں دوسروں سے آگے نکلو' تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تم سب کو لے آئے گا' بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہےo (البقرہ:١٤٨) کی تفسیر

٤٤٩٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْاِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ اَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا ثُمَّ صَرَفَهٗ نَحْوَ الْقِبْلَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے ابواسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی' پھر آپ کو قبلہ کی طرف پھیر دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۰ میں گزر چکی ہے۔

١٩- بَابٌ ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: ١٤٩)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (اے رسول!) آپ جہاں سے بھی باہر نکلیں اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور بے شک یہ (تحویل قبلہ) آپ کے رب کی طرف سے برحق ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں ہے ۝ (البقرہ: ۱۴۹) کی تفسیر

شَطْرُهُ تِلْقَاؤُهُ.

''شطرہ'' کا معنی ہے: اس کی سمت میں۔

٤٤٩٣- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ بَيْنَمَا النَّاسُ فِي الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ إِذْ جَاءَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ فَأُمِرَ أَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا فَاسْتَدَارُوْا كَهَيْئَتِهِمْ فَتَوَجَّهُوْا إِلَى الْكَعْبَةِ وَكَانَ وَجْهُ النَّاسِ إِلَى الشَّامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن مسلم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن دینار نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا وہ بیان کرتے ہیں: جس وقت لوگ صبح کو قباء میں تھے اس وقت ان کے پاس ایک مرد آیا سو اس نے کہا: آج رات قرآن نازل کیا گیا پس آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ کعبہ کی طرف منہ کریں پس تم کعبہ کی طرف منہ کر لو سو لوگ اسی حالت میں گھوم کر کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئے حالانکہ لوگوں کا چہرہ شام کی طرف تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۰۳ میں گزر چکی ہے۔

٢٠- بَابٌ ﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ إِلٰى قَوْلِهِ ـ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: ١٥٠)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (اے رسول!) آپ جہاں سے بھی باہر نکلیں اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو (یہ آیت یہاں تک ہے:) اور تاکہ تم ہدایت پا جاؤ ۝ (البقرہ: ۱۵۰) کی تفسیر

٤٤٩٤- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَمَا النَّاسُ فِي صَلٰوةِ الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ إِذْ جَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَتْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از امام مالک از عبداللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت لوگ قباء میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے اس وقت ایک آنے والا ان کے پاس آیا پس اس نے کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آج رات قرآن نازل کیا گیا ہے اور

وُجُوْهُهُمْ اِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا اِلَى الْقِبْلَةِ .

آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ کعبہ کی طرف منہ کر لیں' پس لوگوں نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا اور ان کے منہ شام کی طرف تھے پس وہ گھوم کر قبلہ کی طرف ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح بھی صحیح البخاری: ۴۰۳ میں گزر چکی ہے۔

٢١ - بَابٌ قَوْلُهُ ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۝﴾ (البقرہ:١٥٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے' اور بے شک جس نے خوشی سے کوئی (نفلی) نیکی کی تو بے شک اللہ جزاء دینے والا' خوب جاننے والا ہے ۝ (البقرہ:١٥٨) کی تفسیر

﴿شَعَائِرُ﴾ عَلَامَاتٌ وَّاحِدَتُهَا شَعِيْرَةٌ وَّقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلصَّفْوَانُ الْحَجَرُ وَيُقَالُ الْحِجَارَةُ الْمُلْسُ الَّتِيْ لَاتُنْبِتُ شَيْئًا وَّالْوَاحِدَةُ صَفْوَانَةٌ بِمَعْنَى الصَّفَا وَالصَّفَا لِلْجَمِيْعِ .

''شعائر'' کا معنی ہے: علامات' اور اس کا واحد ''شعیرہ'' ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: ''الصفوان'' کا معنی ہے: پتھر' اور ''الحجارة الملس'' (چکنے پتھر) ان پتھروں کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز کو نہ اُگائیں اور اس کا واحد ''صفوانة'' ہے اور اس کا معنی صاف ہے اور ''الصفا'' اس کی جمع ہے۔

٤٤٩٥- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيْثُ السِّنِّ اَرَاَيْتِ قَوْلَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ (البقرہ:١٥٨) فَمَا اُرٰى عَلٰى اَحَدٍ شَيْئًا اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ كَلَّا لَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُوْلُ كَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا اِنَّمَا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِي الْاَنْصَارِ كَانُوْا يُهِلُّوْنَ لِمَنَاةَ وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ وَّكَانُوْا يَتَحَرَّجُوْنَ اَنْ يَّطُوْفُوْا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے خبر دی از ہشام بن عروہ از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اور اس وقت میں کم عمر تھا' (میں نے کہا) کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق بتایئے: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ:١٥٨) پس میں کسی پر کوئی حرج نہیں سمجھتا اگر وہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہ کرے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہرگز نہیں! اگر اس طرح ہوتا جس طرح تم کہہ رہے ہو تو یہ آیت اس طرح ہوتی: اس پر کوئی حرج نہیں ہے جو صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہ کرے' یہ آیت ان انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے جو منات کے لیے احرام باندھتے تھے اور منات کا بت قدید

فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾(البقرہ:١٥٨) ۔

متوازی تھا اور لوگ صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے میں حرج سمجھتے تھے پس جب اسلام کے احکام آ گئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ:١٥٨)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:١٦٤٣ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

صفا اور مروہ پر رکھے ہوئے پتھروں کا تذکرہ اور قُدید کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

الصفا: یہ مسجد حرام کے سامنے ایک بلند جگہ ہے' اس پر پہلے مرد کی صورت میں ایک بت تھا جس کا نام اساف بن عمرو تھا اور مروہ کے اوپر عورت کی صورت میں ایک بت تھا' اس کا نام نائلہ بنت ذئب تھا' ان دونوں نے کعبہ میں زنا کیا تھا' اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی صورتوں کو مسخ کر دیا اور ان کو صفا اور مروہ پر رکھ دیا گیا تا کہ لوگ عبرت پکڑیں' پھر جب طویل مدت گزر گئی تو ان دونوں کی عبادت کی جانے لگی۔

ایک قول یہ ہے کہ صفا کا نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس پر حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام بیٹھے تھے اور مروہ کا نام اس لیے رکھا گیا کہ اس پر حضرت حواء علیہا السلام بیٹھی تھیں۔

تفسیر نسفی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ صفا او رمروہ کے درمیان سعی کی جگہ میں ستر (٧٠) بت تھے تو مسلمانوں نے کہا: یارسول اللہ! ہمارے سعی کی جگہ میں یہ بت رکھے ہوئے ہیں تو کیا ہم یہاں سعی کرنے سے گنہ گار ہوں گے؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ:١٥٨) یعنی ان کے درمیان سعی کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوگا' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ان بتوں کو سعی کی جگہ سے ہٹا دیا گیا جس طرح کعبہ سے بتوں کو ہٹا دیا گیا تھا۔

قُدید: یہ مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے ہوئے ایک منزل ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٣١' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٤٩٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَالَ كُنَّا نَرٰى اَنَّهُمَا مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا كَانَ الْاِسْلَامُ اَمْسَكْنَا عَنْهُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ .(البقرہ:١٥٨).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عاصم بن سلیمان' انہوں نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے الصفا اور المروہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنا جاہلیت کے کاموں میں سے ہے' پھر جب اسلام کے احکام آ گئے تو ہم ان کے درمیان طواف کرنے سے رُک گئے' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں' سو جس نے بیت

اللہ کا حج یا عمرہ کیا' اس پر ان دونوں کا طواف (سعی) کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ:۱۵۸)

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۱۶۴۸ میں گزر چکی ہے۔

٢٢- بَابُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا﴾ (البقرہ:١٦٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور بعض لوگ اللہ کے غیر کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں (البقرہ:۱۶۵) کی تفسیر

اَنْدَادًا وَّاحِدُهَا نِدٌّ .

''اندادا'' کا معنی ہے: ''اضدادًا'' اور اس کا واحد ''ندّ'' ہے۔

اس آیت میں ہے: بعض لوگوں نے کہا: اس سے مراد مشرکین ہیں' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے شرکاء بنا لیے تھے امام بخاری نے ''انـدادًا'' کی تفسیر اضداد کی ہے' یہ ابوعبیدہ کی تفسیر کے مطابق ہے اور ایک قول یہ ہے کہ لغت میں ''نـد'' کا معنی مثل ہے نہ کہ ''ضد'' تو اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جو مثل مخالف ہو' اس میں ''ضد'' کا معنی ہوتا ہے۔

٤٤٩٧- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ اَبِىْ حَمْزَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَةً وَّقُلْتُ اُخْرٰى قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ وَهُوَ يَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ اَنَا مَنْ مَّاتَ وَهُوَ لَا يَدْعُوْ لِلّٰهِ نِدًّا دَخَلَ الْجَنَّةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبدان نے حدیث بیان کی از ابی حمزہ از الاعمش از شقیق از عبداللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک بات کہی اور میں نے دوسری بات کہی' نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور شریک کی عبادت کرتا تھا تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا اور میں نے یہ کہا کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ کسی کو اللہ کا شریک قرار دے کر اس کی عبادت نہیں کرتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۱۲۳۸ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ قول بھی رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے مستفاد ہے۔

٢٣- بَابٌ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ اِلٰى قَوْلِهٖ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾ (البقرہ:١٧٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے خون (ناحق) کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے آزاد کے بدلہ آزاد' اور یہ آیت: دردناک عذاب تک ہے ۝ (البقرہ:۱۷۸) کی تفسیر

﴿عُفِىَ﴾ تُرِكَ .

''عُفِیَ'' کا معنی ہے: قصاص لینے کو ترک کر دیا گیا۔

زمانۂ جاہلیت میں قصاص لینے کا طریقہ

زمانۂ جاہلیت میں جب دو قبیلے آپس میں لڑتے' ایک معزز قبیلہ ہوتا اور دوسرا پسماندہ اور پسماندہ قبیلہ کا غلام معزز قبیلہ کے غلام کو قتل کر دیتا تو معزز قبیلہ کہتا تھا کہ ہم اپنے غلام کے بدلہ میں پسماندہ قبیلہ کے آزاد شخص کو قتل کریں گے' اسی طرح اگر پسماندہ قبیلہ کی کوئی عورت معزز قبیلہ کی کسی عورت کو قتل کر دیتی تو معزز قبیلہ کہتا تھا کہ ہم اپنی عورت کے بدلہ میں پسماندہ قبیلہ کے مرد کو قتل کریں گے تو ان کے ردّ میں یہ آیت نازل ہوئی' اللہ تعالیٰ نے اس تکبر اور بغاوت سے منع کیا اور فرمایا: آزاد کے بدلہ آزاد کو' غلام کے بدلہ میں غلام کو اور عورت کے بدلہ میں عورت کو قتل کیا جائے گا اور سورۂ مائدہ میں فرمایا: جان کا بدلہ جان ہے' آنکھ کا بدلہ آنکھ ہے' ناک کا بدلہ ناک ہے' کان کا بدلہ کان ہے' دانت کا بدلہ دانت ہے اور ہر زخم کے بدلہ میں زخم ہے۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۱۶۱' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۴۱۰ھ)

امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک مسلمان کو کافر کے بدلہ میں اور آزاد کو غلام کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۴۶' المغنی ج ۸ ص ۲۱۴)

آزاد سے غلام کا قصاص لینے کے ثبوت میں قرآن اور سنت سے دلائل

ائمہ ثلاثہ نے امام ابوحنیفہ سے دو صورتوں میں اختلاف کیا ہے' پہلا اختلاف یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک غلام کے بدلہ میں آزاد کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے' امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ (البقرہ:۱۷۸) اے ایمان والو! تم پر مقتولین کے خون (ناحق) کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے۔

اس آیت میں مقتول کا لفظ عام ہے' یہ ہر مقتول کو شامل ہے خواہ آزاد ہو یا غلام' مسلمان ہو یا ذمی' اس کا بدلہ اس کے قتل کرنے والے سے لیا جائے گا' خواہ وہ آزاد ہو یا غلام' لہٰذا اگر آزاد شخص نے کسی کے غلام کو قتل کر دیا تو اس غلام کا قصاص اس آزاد سے لیا جائے گا۔ دوسری دلیل یہ ہے:

اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ (المائدہ:۴۵) بے شک جان کا بدلہ جان ہے۔

اس آیت میں بھی مطلقاً فرمایا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے اور آزاد یا غلام کا فرق نہیں کیا گیا اور اس پر علامہ بیضاوی کا یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ قرآن مجید نے یہ تورات کا حکم بیان کیا ہے' یہ اعتراض اس وقت صحیح ہوتا جب اللہ تعالیٰ نے اس حکم کا رد کیا ہوتا' اور سابقہ شریعتوں کے جو احکام قرآن اور سنت میں بلانکیر بیان کیے گئے ہیں' وہ ہم پر حجت ہیں۔

مسلمان سے ذمی کا قصاص لینے کے متعلق قرآن اور سنت سے دلائل

مسلمان کو ذمی کے بدلہ میں قتل نہ کیے جانے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کی طرف سے ''صحیح بخاری'' کی یہ حدیث پیش کی جاتی ہے کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں قتل نہیں کیا جائے گا' امام ابوحنیفہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث کافر حربی پر محمول ہے' اور امام ابوحنیفہ کی دلیل سورۂ بقرہ کی یہ آیت ہے: اے ایمان والو! تم پر قتل (مقتول) میں قصاص فرض کیا گیا ہے' مقتول کا لفظ عام ہے' مسلمان اور ذمی دونوں کو شامل ہے اور حربی کافر' قرآن مجید کی ان آیتوں سے مستثنیٰ ہے' جن میں کفار اور مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے' اسی طرح سورۂ مائدہ میں ہے: جان کا بدلہ جان ہے۔

٤٤٩٨- حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ كَانَ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ الْقِصَاصُ وَلَمْ تَكُنْ فِيْهِمُ الدِّيَةُ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ﴾ فَالْعَفْوُ اَنْ يَّقْبَلَ الدِّيَةَ فِي الْعَمْدِ ﴿فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ﴾ يَتَّبِعُ بِالْمَعْرُوْفِ وَيُؤَدِّيْ بِاِحْسَانٍ ﴿ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ﴾ مِمَّا كُتِبَ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○﴾ (البقرہ:١٧٨) قَتَلَ بَعْدَ قَبُوْلِ الدِّيَةِ .

[طرف الحدیث:٦٨٨١] (سنن نسائی:٤٧٩٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الحمیدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عمرو نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سنا انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں قصاص تھا اور ان میں دیت نہیں تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے لیے فرمایا: تم پر مقتولین کے خون (ناحق) کا بدلہ لینا فرض کیا گیا ہے آزاد کے بدلہ آزاد غلام کے بدلہ غلام اور عورت کے بدلہ عورت سو جس (قاتل) کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا۔ (البقرہ:١٧٨) پس معاف کرنے کا معنی یہ ہے کہ قتل عمد میں دیت کو قبول کرلے: تو (اس کا) دستور کے مطابق مطالبہ کیا جائے اور نیکی کے ساتھ اس کی ادائیگی کی جائے۔ (البقرہ:١٧٨) پس دستور کے مطابق دیت کی اتباع کرے اور احسان کے ساتھ دیت ادا کی جائے: یہ (حکم) تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔ (البقرہ:١٧٨) یہ حکم ان احکام میں سے ہے جن کو تم سے پہلے فرض کیا گیا تھا: پھر اس کے بعد جو حد سے تجاوز کرے اس کے لیے دردناک عذاب ہے○ (البقرہ:١٧٨) یعنی جس نے دیت قبول کرنے کے بعد قاتل کو قتل کر دیا۔

تورات میں وجوب قصاص کا حکم اور انجیل میں قصاص معاف کرنے کا حکم

علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد الکورانی المتوفی ٨٩٣ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قصاص لینا ولی کا حق ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ . (المائدہ:٤٥)

اور ہم نے ان پر یہ فرض کر دیا تھا کہ جان کا بدلہ جان ہے اور آنکھ کا بدلہ آنکھ ہے۔

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ بنی اسرائیل میں صرف قصاص کا حکم تھا دیت کا حکم نہیں تھا اور مقاتل نے یہ کہا ہے کہ انجیل میں یہ حکم تھا کہ قاتل کو معاف کرنا واجب ہے۔ (الکوثر الجاری ج ٨ ص ٢١ دار احیاء التراث العربی بیروت ١٤٢٩ھ)

٤٤٩٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ الانصاری نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ حضرت انس نے ان کو حدیث بیان کی از نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: کتاب اللہ میں قصاص کا حکم ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۰۳ میں گزر چکی ہے۔

٤٥٠٠- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِیْرٍ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بَكْرٍ اَلسَّهْمِیَّ حَدَّثَنَا حُمَیْدٌ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ الرُّبَیِّعَ عَمَّتَهُ كَسَرَتْ ثَنِیَّةَ جَارِیَةٍ فَطَلَبُوْا اِلَیْهَا الْعَفْوَ فَاَبَوْا فَعَرَضُوا الْاَرْشَ فَاَبَوْا فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَوْا اِلَّا الْقِصَاصَ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ اَنَسُ ابْنُ النَّضْرِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُكْسَرُ ثَنِیَّةُ الرُّبَیِّعِ لَا وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِیَّتُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَنَسُ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ فَرَضِیَ الْقَوْمُ فَعَفَوْا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَّوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے عبداللہ بن بکر السہمی سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں حمید نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ الربیع جوان کی پھوپھی ہیں' انہوں نے ایک باندی کا سامنے کا دانت توڑ دیا' انہوں نے اس باندی سے معافی کو طلب کیا تو انہوں نے انکار کر دیا' پھر انہوں نے دیت کو پیش کیا' تب بھی انہوں نے انکار کر دیا' پھر وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور سوا قصاص کے ہر صورت کا انکار کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصاص لینے کا حکم دیا تو حضرت انس بن النضر نے کہا: یا رسول اللہ! کیا الربیع کا دانت توڑا جائے گا؟ نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے انس! کتاب اللہ میں قصاص کا حکم ہے' پھر وہ لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے معاف کر دیا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ کے متعلق کسی کام کرنے کے متعلق قسم کھالیں تو اللہ ان کو ان کی قسم میں سچا کر دیتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۰۳ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری باتیں بیان کی جا رہی ہیں:

حضرت انس بن النضر کے قصاص کا انکار کرنے کی توجیہ

علامہ احمد بن اسماعیل الکورانی الحنفی المتوفی ۸۹۳ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت انس بن النضر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی کیسے خلاف ورزی کی' جب کہ آپ دانت کے قصاص کا حکم فرما چکے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے حقیقت میں آپ کے حکم کی مخالفت نہیں کی تھی بلکہ ان کا ارادہ یہ تھا کہ آپ اس باندی کے سرپرستوں کی طرف ان کی سفارش کریں یا ان کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد تھا کہ وہ عفو کو واقع کر دے گا اور یہ ہی زیادہ ظاہر ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں جو اگر اللہ کے متعلق قسم کھالیں کہ وہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کی قسم میں سچا کر دے گا۔

اگر یہ کہا جائے کہ دانت توڑنے میں کس طرح قصاص ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دانت توڑنے سے مراد دانت کو جڑ سے اکھاڑنا ہے۔ (الکوثر الجاری ج ۸ ص ۲۲' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۲۹ھ)

٢٤- بَابٌ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝﴾ (البقرہ:١٨٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزے رکھنا فرض کیا گیا تھا تا کہ تم متقی بن جاؤ ۝ (البقرہ:١٨٣) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام نسفی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ اس میں بحث ہے کہ پچھلی اُمتوں کے روزوں کے ساتھ ہماری اُمت کے روزوں کی کس چیز میں تشبیہ ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ اصلِ وجوب میں تشبیہ ہے نہ کہ واجب کی مقدار میں' حضرت آدم علیہ السلام پر ایامِ بیض (١٣'١٤'١٥ تاریخ) کے روزے فرض تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر عاشوراء یعنی دس محرم کے روزے فرض تھے اور ہر اُمت کے اوپر روزہ فرض تھا اور تشبیہ کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ وہ ہر اعتبار سے مساوی ہو اور کہا جاتا ہے کہ یہ جمہور کا قول ہے اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ اور دیگر صحابہ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں بھی روزہ مشروع تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ تشبیہ اصل میں اور مقدار میں اور وقت میں سب میں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٣٥)

٤٥٠١- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِىْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ عَاشُوْرَاءُ يَصُوْمُهُ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ قَالَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ لَمْ يَصُمْهُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عبیداللہ' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے خبر دی از حضرت ابن عمر رضی اللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ عاشوراء (١٠ محرم) کے دن اہلِ جاہلیت روزہ رکھتے تھے' پھر جب رمضان کا مہینہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جو چاہے عاشوراء کا روزہ نہ رکھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٨٩٢ میں گزر چکی ہے۔

٤٥٠٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِىِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ عَاشُوْرَاءُ يُصَامُ قَبْلَ رَمَضَانَ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ قَالَ مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رمضان سے پہلے عاشوراء کا روزہ رکھا جاتا تھا' پس جب رمضان آیا تو آپ نے فرمایا: جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ نہ رکھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٩٢ میں گزر چکی ہے۔

٤٥٠٣- حَدَّثَنِىْ مَحْمُوْدٌ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلَ عَلَيْهِ الْاَشْعَثُ وَهُوَ يَطْعَمُ فَقَالَ اَلْيَوْمُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمود نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے خبر دی از اسرائیل از منصور از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس

عَاشُوْرَاءُ فَقَالَ كَانَ يُصَامُ قَبْلَ اَنْ يَّنْزِلَ رَمَضَانُ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ تُرِكَ فَادْنُ فَكُلْ. (صحیح مسلم: ١١٢٧)

حضرت اشعث آئے اور وہ کھانا کھا رہے تھے' حضرت اشعث نے کہا: آج تو عاشوراء کا دن ہے' حضرت عبداللہ نے کہا: رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے اس دن کا روزہ رکھا جاتا تھا' پس جب رمضان کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی تو اس دن کا روزہ ترک کر دیا گیا' پس قریب آؤ' سو کھاؤ۔

حضرت اشعث رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت اشعث کا پورا نام ہے: اشعث بن قیس بن معدی کرب بن معاویہ بن جبلہ الکندی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دس ہجری میں کندہ کے وفد میں آئے تھے اور یہ اس وفد کے سردار تھے۔ اور امام ابن اسحاق نے زُہری سے روایت کی ہے کہ یہ ساٹھ سواروں کے ساتھ کندہ سے آئے تھے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور یہ زمانۂ جاہلیت میں بھی کندہ میں رئیس تھے اور اسلام لانے کے بعد بھی اپنی قوم میں صاحبِ وجاہت تھے مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد یہ اسلام سے مرتد ہو گئے تھے' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انہوں نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا اور چالیس ہجری میں حضرت علی بن ابی طالب کی شہادت کے چالیس دن بعد کوفہ میں ان کی وفات ہوگئی۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٣٦' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٥٠٤- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ كَانَ رَمَضَانُ الْفَرِيْضَةَ وَتُرِكَ عَاشُوْرَاءُ فَكَانَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ لَمْ يَصُمْهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن المثنیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس دن روزہ رکھتے تھے' پس جب آپ مدینہ آئے تو آپ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس کا حکم دیا' پھر جب رمضان کی فرضیت نازل ہوگئی تو رمضان کے روزے فرض ہو گئے اور عاشوراء کا روزہ ترک کر دیا گیا' پس جو چاہتا اس دن کا روزہ رکھتا اور جو چاہتا' اس دن کا روزہ نہ رکھتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٩٢ میں گزر چکی ہے۔

٢٥- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: معدودے چند دنوں میں' سو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا مسافر (اور روزے نہ رکھے) تو دوسرے دنوں میں عدد (پورا کرنا لازم ہے) اور جن لوگوں پر روزے رکھنا دشوار ہو (ان پر ایک روزہ

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (البقرہ:١٨٤)

کا) فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے' پھر جو خوشی سے فدیہ کی مقدار بڑھا کر زیادہ نیکی کرے تو یہ اس کے لیے زیادہ بہتر ہے اور اگر تمہیں علم ہو تو روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے ۝ (البقرہ:١٨٤) کی تفسیر

وَقَالَ عَطَاءٌ يُفْطِرُ مِنَ الْمَرَضِ كُلِّهِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

اور عطاء نے کہا: ہر مرض کی وجہ سے روزہ چھوڑ دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ وَابْرَاهِيْمُ فِى الْمُرْضِعِ وَالْحَامِلِ اِذَا خَافَتَا عَلٰى اَنْفُسِهِمَا اَوْ وَلَدِهِمَا تُفْطِرَانِ ثُمَّ تَقْضِيَانِ وَاَمَّا الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ اِذَا لَمْ يُطِقِ الصِّيَامَ فَقَدْ اَطْعَمَ اَنَسٌ بَعْدَ مَا كَبِرَ عَامًا اَوْ عَامَيْنِ كُلَّ يَوْمٍ مِّسْكِيْنًا خُبْزًا وَّلَحْمًا وَّاَفْطَرَ قِرَاءَةُ الْعَامَّةِ ﴿يُطِيْقُوْنَهٗ﴾ وَهُوَ اَكْثَرُ .

اور حسن اور ابراہیم نے دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کے متعلق کہا: جب ان دونوں کو اپنی جان پر خطرہ ہو یا اپنے بچے کی جان پر خطرہ ہو تو یہ دونوں روزہ چھوڑ دیں' پھر دونوں روزے کی قضاء کریں۔ رہا بہت بوڑھا آدمی تو جب وہ روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بہت بوڑھے ہونے کے بعد ایک سال یا دو سال تک ہر روز ایک مسکین کو روٹی اور گوشت اور روزہ چھوڑ دیا' اور عامہ کی قراءت ہے: "يُطِيْقُوْنَهٗ" یعنی جو روزے کی طاقت رکھیں اور یہ اکثر ہے۔

٤٥٠٥- حَدَّثَنِىْ اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ اِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَطَاءٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقْرَءُ ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطَوَّقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ (البقرہ:١٨٤) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَيْسَتْ بِمَنْسُوْخَةٍ هُوَ الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ وَالْمَرْاَةُ الْكَبِيْرَةُ لَا يَسْتَطِيْعَانِ اَنْ يَصُوْمَا فَلْيُطْعِمَانِ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِّسْكِيْنًا . (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں زکریا بن اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عمرو بن دینار نے حدیث بیان کی از عطاء' انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا: اور جن لوگوں پر روزے رکھنا دشوار ہو (ان پر ایک روزے کا) فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے (انہوں نے "يُطَوَّقُوْنَهٗ" کو باب تفعیل سے پڑھا) حضرت ابن عباس نے کہا: یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور ان لوگوں سے مراد بہت بوڑھا مرد اور بہت بوڑھی عورت ہے' جو روزہ رکھنے کی (آسانی سے) طاقت نہ رکھیں تو وہ ہر دن کے روزے کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔

جس مرض میں روزہ چھوڑنا جائز ہے' اس مرض کی حد میں فقہاء کے مختلف اقوال

"يُطِيْقُوْنَهٗ" اور "يُطَوَّقُوْنَهٗ" کا محمل

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ' ان تعلیقات اور اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اور عطاء نے کہا: ہر مرض سے روزہ چھوڑ دے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے ابن جریج سے روایت کیا ہے' انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے پوچھا: کون سے مرض سے رمضان میں روزہ چھوڑے؟ انہوں نے کہا: ہر مرض سے' میں نے کہا: وہ روزہ رکھے اور جب اس پر مرض کا غلبہ ہو تو روزہ چھوڑ دے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور سلف صالحین کا مرض کی اس حد میں اختلاف ہے جس میں مکلف کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہوتا ہے اور جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ جس مرض میں مکلف کے لیے پانی کے ہوتے ہوئے تیمم کرنا جائز ہوتا ہے' اس مرض میں اس کے لیے روزہ چھوڑنا بھی جائز ہوتا ہے' اور اس کی صورت یہ ہے کہ اگر وہ روزہ رکھے تو اُسے اپنی جان یا اپنے کسی عضو کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو یا مرض کے زیادہ ہونے یا اس کی مدت کے بڑھنے کا خطرہ ہو تو پھر وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے۔ اور ابن سیرین سے منقول ہے کہ اگر اس کی ایسی حالت ہو کہ اگر اس نے روزہ رکھا تو اُسے کوئی مرض ہو جائے گا تو وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے اور عطاء نے بھی اسی طرح کہا ہے اور حسن بصری اور نخعی نے کہا ہے کہ جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو تو روزہ چھوڑ سکتا ہے۔

اور حسن (بصری) اور ابراہیم نے دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کے متعلق کہا ہے کہ جب ان دونوں کو اپنی جان پر خطرہ ہو یا اپنے بچے کی جان پر خطرہ ہو تو یہ دونوں روزہ چھوڑ دیں' پھر دونوں روزے کی قضاء کریں۔ حسن بصری کا اثر عبد بن حمید سے مروی ہے اور ابراہیم نخعی کا اثر بھی عبد بن حمید سے مروی ہے۔

حضرت انس نے بہت بوڑھے ہونے کے بعد ایک سال یا دو سال تک ہر روز ایک مسکین کو روٹی اور گوشت کھلایا اور روزہ چھوڑ دیا: اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک سو کی دہائی میں تھے' حضرت ابن عباس ''یُطَوَّقُوْنَهٗ'' پڑھتے تھے' یعنی جو لوگ مشکل اور دشواری کے ساتھ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بھی یہی تفسیر ہے۔

حضرت ابن عباس نے کہا: ان لوگوں سے مراد بہت بوڑھا مرد اور بہت بوڑھی عورت ہے' انہوں نے کہا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور جن کی قراءت ہے: ''اَلَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ'' یعنی جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں' وہ ایک مسکین کا طعام فدیہ دیں۔ وہ کہتے ہیں: یہاں پر لفظ ''لا'' محذوف ہے اور اس کا معنی ہے: جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں وہ ایک مسکین کا طعام فدیہ دیں' اور اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ''یُطِیْقُوْنَهٗ'' بابِ افعال سے ہے اور اس میں ہمزہ سلب ماخذ کے لیے ہے اور اس کا معنی ہے: جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں' وہ فدیہ دیں۔

اور عامہ کی قراءت ہے: ''یُطِیْقُوْنَهٗ'' یعنی جو روزے کی طاقت رکھیں اور یہ اکثر ہے: اس قراءت کے اعتبار سے معنی یوں ہو گا کہ جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں' وہ فدیہ دیں حالانکہ جو روزہ کی طاقت رکھتا ہو' اس پر فدیہ واجب نہیں ہوتا اور فدیہ اس پر واجب ہوتا ہے' جو روزے کی طاقت نہیں رکھتا' تو اس کا جواب یہ ہے کہ اکثر کے نزدیک یہ قراءت ابتداء اسلام پر محمول ہے' پھر یہ حکم منسوخ کر دیا گیا اور فدیہ اس کے لیے مشروع کیا گیا' جو روزہ رکھنے سے عاجز ہو' ابن ابی لیلیٰ سے یہ حدیث مروی ہے کہ جب رمضان کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی تو لوگوں پر روزہ رکھنا دشوار ہوا تو جو شخص روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا تھا' وہ روزہ چھوڑ دیتا تھا اور ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا تھا' ابتداءِ اسلام میں ان کو یہ رخصت دی گئی تھی' پھر اس رخصت کو اس آیت نے منسوخ کر دیا: اور تم روزہ رکھ لو یہ زیادہ بہتر ہے۔ (البقرہ:۱۸۴) اور حضرت ابن عباس کی قراءت (''یُطَوَّقُوْنَهٗ'' یعنی جو دشواری سے روزہ رکھے) پر یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی' کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ فدیہ اس کے لیے مشروع ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور مشکل سے روزہ رکھے تو وہ ہر روزے کے بدلہ ایک مسکین کا طعام فدیہ دے اور یہ حکم اب بھی باقی ہے۔ حاملہ اور دودھ پلانے والی اور جو بڑھاپے کی وجہ سے روزہ چھوڑے' جب وہ

روزہ رکھنے پر قادر ہو جائے تو امام شافعی اور امام احمد نے یہ کہا کہ وہ روزے کی قضاء کریں اور فدیہ بھی دیں۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۴۸۹۔۴۸۸، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ)

٢٦- بَابٌ ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (البقرہ: ۱۸۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو وہ ضرور اس ماہ کے روزے رکھے (البقرہ: ۱۸۵) کی تفسیر

یعنی جو شخص حاضر ہو مقیم ہو اور اس مہینہ میں مسافر نہ ہو تو وہ اس مہینہ میں روزہ رکھے اور روزہ نہ چھوڑے۔

٤٥٠٦- حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنَّهٗ قَرَاَ ﴿فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسَاكِيْنَ﴾ (البقرہ: ۱۸٤) قَالَ هِيَ مَنْسُوْخَةٌ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عباس بن الولید نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، انہوں نے پڑھا: ''فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسَاكِيْنَ'' (مساکین کے طعام کا فدیہ) انہوں نے کہا: یہ منسوخ ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۹۴۸ میں گزر چکی ہے۔

یعنی یہ آیت منسوخ ہے: ''وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ'' (البقرہ: ۱۸۴) جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ہے، ابن منذر نے کہا کہ اگر یہ آیت بہت بوڑھے آدمی کے متعلق ہو جو روزے کی طاقت نہیں رکھتا تو پھر اس کے مناسب یہ آیت نہیں ہوگی کہ اگر تم روزہ رکھو تو یہ زیادہ بہتر ہے، اس لیے یہ ان کے متعلق ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں، اُن پر فدیہ ہے، سو یہ حکم اب منسوخ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۳۹)

٤٥٠٧- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلٰى سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ (البقرہ: ۱۸٤) كَانَ مَنْ اَرَادَ اَنْ يُّفْطِرَ وَيَفْتَدِيَ حَتّٰى نَزَلَتِ الْاٰيَةُ الَّتِيْ بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں بکر بن مضر نے حدیث بیان کی از عمرو بن الحارث از بکیر بن عبد اللہ از یزید مولیٰ سلمہ بن الاکوع از سلمہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہوں ان پر ایک مسکین کے طعام کا فدیہ ہے (البقرہ: ۱۸۴) پھر جو روزہ چھوڑنا چاہتا وہ فدیہ دے دیتا، حتیٰ کہ وہ آیت نازل ہوئی جو اس کے بعد ہے اور اس نے اس کو منسوخ کر دیا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مَاتَ بُكَيْرٌ قَبْلَ يَزِيْدَ۔

امام ابو عبد اللہ نے کہا: بکیر کی وفات یزید سے پہلے ہوئی تھی۔

(صحیح مسلم: ۱۱۴۵، الرقم المسلسل: ۲۵۷۴، سنن ابو داؤد: ۲۳۱۵، سنن ترمذی: ۷۹۸، سنن نسائی: ۲۳۱۲)

٢٧- بَابٌ ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ (البقرہ:١٨٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمہارے لیے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا' وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو' اللہ کو علم ہے کہ تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے' سو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف کر دیا' سو اب تم (چاہو تو) ان سے عمل زوجیت کرو اور جو اللہ نے تمہارے لیے مقدر کر دیا ہے اس کو طلب کرو (البقرہ:١٨٧) کی تفسیر

اس آیت کے نزول کا سبب اللہ کا اپنے بندوں سے مشقت کو دور کرنا ہے چونکہ مرد کے لیے کھانا' پینا اور جماع کرنا عشاء کی نماز پڑھنے یا سونے تک حلال ہوتا تھا' پس جب وہ عشاء کی نماز پڑھ لیتا یا سو جاتا اور اس نے روزہ افطار نہ کیا ہوتا تو اس پر کھانا' پینا اور جماع کرنا اگلی رات تک حرام ہو جاتا' پھر بعض مسلمانوں نے عشاء کی نماز کے بعد کھانا کھایا' پانی پیا یا جماع کر لیا اور ان میں سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے جنہوں نے عشاء کی نماز کے بعد اپنی بیوی سے جماع کر لیا' پھر جب انہوں نے غسل کر لیا تو رونے لگے اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے' پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اپنے فعل کی خبر دی' پھر دوسرے صحابہ بھی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے بھی کہا کہ انہوں نے بھی یہ فعل کیا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے رخصت نازل کی اور ابتداءِ اسلام میں جو حکم تھا اس کو منسوخ فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی یعنی جب تم نے توبہ کر لی' سو اب تم (چاہو تو) ان سے عمل زوجیت کرو' نیز فرمایا: اور جو اللہ نے تمہارے لیے مقدر کر دیا ہے اس کو طلب کرو' یعنی اللہ نے جو تمہارے لیے اولاد مقدر کر دی ہے' اس کو حاصل کرو۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٤٠)

٤٥٠٨- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ إِسْرَائِيْلَ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَمَّا نَزَلَ صَوْمُ رَمَضَانَ كَانُوْا لَا يَقْرَبُوْنَ النِّسَاءَ رَمَضَانَ كُلَّهُ وَكَانَ رِجَالٌ يَخُوْنُوْنَ أَنْفُسَهُمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ﴾.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء' انہوں نے کہا: اور ہمیں احمد بن عثمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شریح بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن یوسف نے حدیث بیان کی از والد خود از ابی اسحاق' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب رمضان کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی تو لوگ پورے رمضان کے مہینہ میں عورتوں کے قریب نہیں جاتے تھے اور بعض لوگ اپنے نفسوں سے خیانت کرتے تھے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اللہ کو علم ہے کہ تم اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے' سو اللہ نے تمہاری توبہ قبول

فرمائی اور تمہیں معاف کر دیا۔

وہ عورتوں کے قریب نہیں جاتے تھے: یعنی ان سے عمل زوجیت نہیں کرتے تھے۔

اور بعض مرد اپنے نفسوں سے خیانت کرتے تھے: حضرت عمر بن خطاب بھی ان میں سے تھے۔

٢٨- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ اِلٰى قَوْلِهٖ يَتَّقُوْنَ۝﴾ (البقرہ:١٨٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگا (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے پھر روزہ کو رات آنے تک پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو (کسی وقت بھی) اپنی بیویوں سے عمل زوجیت نہ کرو' یہ آیت یہاں تک ہے...... تاکہ وہ متقی بن جائیں۔ (البقرہ:١٨٧) کی تفسیر

﴿الْعَاكِفُ﴾ اَلْمُقِيْمُ۔

''اَلْعٰكِفُ'' (الحج:٢٥) کا معنی ہے: مقیم۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پوری رات میں کھانے' پینے اور جماع کو مباح کر دیا ہے حتیٰ کہ رات کی سیاہی کے بعد فجر کی سفیدی ظاہر ہو جائے اور رات کی سیاہی کو کالے دھاگے سے تعبیر فرمایا ہے اور فجر کی سفیدی کو سفید دھاگے سے تعبیر فرمایا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٤١)

٤٥٠٩- حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيٍّ قَالَ اَخَذَ عَدِيٌّ عِقَالًا اَبْيَضَ وَعِقَالًا اَسْوَدَ حَتّٰى كَانَ بَعْضُ الَّيْلِ نَظَرَ فَلَمْ يَسْتَبِيْنَا فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جَعَلْتُ تَحْتَ وِسَادَتِيْ عِقَالَيْنِ قَالَ اِنَّ وِسَادَكَ اِذًا لَعَرِيْضٌ اِنْ كَانَ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ وَالْاَسْوَدُ تَحْتَ وِسَادَتِكَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از حصین از الشعبی از حضرت عدی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ عدی نے سفید دھاگا لیا اور کالا دھاگا لیا' پس جب رات کا کچھ حصہ گزر جاتا تو وہ دیکھتے' پس جب وہ ایک دوسرے سے ممتاز نہیں ہوئے (تو وہ کھاتے رہتے)' پس جب صبح ہوئی تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اپنے تکیہ کے نیچے دو دھاگے رکھ لیے' آپ نے فرمایا: تمہارا تکیہ تو بہت چوڑا ہے جب سفید دھاگا اور کالا دھاگا تمہارے تکیہ کے نیچے ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٩١٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٥١٠- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ اَهُمَا الْخَيْطَانِ قَالَ اِنَّكَ لَعَرِيْضُ الْقَفَا اِنْ اَبْصَرْتَ الْخَيْطَيْنِ ثُمَّ قَالَ لَا بَلْ هُوَ سَوَادُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں جریر نے حدیث بیان کی از مطرف از شعبی از حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! سفید دھاگے سے کالا دھاگا کس طرح ہے' کیا یہ دونوں دھاگے ہیں؟ آپ نے فرمایا: بے شک تمہاری گدی بہت

اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ .

چوڑی ہے اگر تم نے ان دونوں دھاگوں کو دیکھ لیا' پھر آپ نے فرمایا نہیں! بلکہ وہ رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۹۱۶ میں گزر چکی ہے۔

٤٥١١- حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ حَدَّثَنِي اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ وَاُنْزِلَتْ ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ﴾ وَلَمْ يُنْزَلْ ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ وَكَانَ رِجَالٌ اِذَا اَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطَ اَحَدُهُمْ فِيْ رِجْلَيْهِ الْخَيْطَ الْاَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الْاَسْوَدَ وَلَا يَزَالُ يَاْكُلُ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهٗ رُؤْيَتُهُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ بَعْدَهٗ ﴿مِنَ الْفَجْرِ﴾ فَعَلِمُوْا اَنَّمَا يَعْنِي اللَّيْلَ مِنَ النَّهَارِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوغسان محمد بن مطرف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابوحازم نے حدیث بیان کی از حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت نازل ہوئی: اور کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ تمہارے لیے سفید دھاگا (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے۔ اور فجر کا لفظ نازل نہیں ہوا تھا اور لوگ جب روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو ان میں سے کوئی شخص اپنی دونوں ٹانگوں میں سفید دھاگا اور کالا دھاگا باندھ لیتا اور اس وقت تک کھاتا رہتا حتیٰ کہ اس کے لیے وہ دھاگے دکھائی دیتے' پس اللہ نے اس کے بعد فجر کا لفظ نازل فرمادیا' تب لوگوں نے جانا کہ اس سے مراد رات اور دن ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۹۱۷ میں گزر چکی ہے۔

٢٩- بَابُ قَوْلُهٗ ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (البقرہ:١٨٩) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور یہ کوئی نیکی کا کام نہیں کہ تم گھروں میں پیچھے سے داخل ہو' لیکن (حقیقت میں) نیکی اس شخص کی ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو' اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم کامیابی حاصل کرو ۝ (البقرہ:١٨٩) کی تفسیر

٤٥١٢- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانُوْا اِذَا اَحْرَمُوْا فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَتَوُا الْبَيْتَ مِنْ ظَهْرِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا﴾ . (البقرہ:١٨٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں: جب لوگ زمانۂ جاہلیت میں احرام باندھتے تھے تو اپنے گھر کی پچھلی دیوار پھاند کر آتے تھے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور یہ کوئی نیکی کا کام نہیں کہ تم گھروں میں پیچھے سے داخل ہو' لیکن (حقیقت میں) نیکی اس شخص کی ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو۔ (البقرہ:١٨٩)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۸۰۳ میں گزر چکی ہے۔

٣٠- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ٥﴾ (البقرہ:١٩٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ان سے جہاد کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ (شرک) نہ رہے اور اللہ ہی کا دین رہ جائے' پھر اگر وہ (شرک سے) باز آ جائیں تو صرف ظالموں کو ہی سزا دی جائے ٥ (البقرہ:١٩٣) کی تفسیر

٤٥١٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَتَاهُ رَجُلَانِ فِيْ فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَا اِنَّ النَّاسَ صَنَعُوْا وَاَنْتَ ابْنُ عُمَرَ وَصَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا يَمْنَعُكَ اَنْ تَخْرُجَ فَقَالَ يَمْنَعُنِيْ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ دَمَ اَخِيْ فَقَالَا اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ (البقرہ:١٩٣) فَقَالَ قَاتَلْنَا حَتّٰى لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ وَّكَانَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ وَاَنْتُمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تُقَاتِلُوْا حَتّٰى تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِغَيْرِ اللّٰهِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوہاب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے حدیث بیان کی از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر کے فتنہ میں ان کے پاس دو مرد آئے' انہوں نے کہا: بے شک لوگ (اپنے دین اور دنیا کو) ضائع کر رہے ہیں اور آپ ابن عمر ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں' پس آپ کو نکلنے سے کیا چیز مانع ہے؟ تو انہوں نے کہا: مجھے یہ چیز مانع ہے کہ بے شک اللہ نے میرے بھائی کا خون حرام کر دیا ہے' تو ان دونوں نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: اور ان سے جہاد کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ (شرک) نہ رہے۔ (البقرہ:١٩٣) تو حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: ہم نے قتال کیا حتیٰ کہ فتنہ نہیں رہا اور پورا دین اللہ کے لیے ہو گیا اور تم یہ ارادہ کرتے ہو کہ تم قتال کرو حتیٰ کہ فتنہ واقع ہو اور دین اللہ کے غیر کے لیے ہو جائے۔

فتنۂ ابن الزبیر سے مراد ہے: حجاج کا حضرت عبداللہ بن الزبیر کا محاصرہ کرنا اور یہ سن تہتر (٧٣) ہجری میں ہوا تھا اور حجاج کو عبدالملک بن مروان نے حضرت ابن الزبیر سے قتال کے لیے روانہ کیا تھا اور حضرت عبداللہ بن الزبیر اس سال کے آخر میں شہید ہو گئے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چوہتر (٧٤) ہجری کے شروع میں فوت ہو گئے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٣٥-١٣٤)

٤٥١٤- وَزَادَ عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ فُلَانٌ وَّحَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو الْمَعَافِرِيِّ اَنَّ بُكَيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَهٗ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ رَجُلًا اَتَى ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا حَمَلَكَ عَلٰى اَنْ تَحُجَّ عَامًا وَّتَعْتَمِرَ عَامًا وَّتَتْرُكَ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَدْ عَلِمْتَ مَا رَغَّبَ اللّٰهُ فِيْهِ قَالَ يَا ابْنَ اَخِيْ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ اِيْمَانٍ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَاَدَاءِ

اور عثمان بن صالح نے از ابن وہب اضافہ کیا ہے' انہوں نے کہا: مجھے فلاں نے خبر دی اور حیوۃ بن شریح نے از بکر بن عمرو المعافری کہ بکیر بن عبداللہ نے ان کو حدیث بیان کی از نافع کہ ایک مرد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا' اس نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! آپ کو کس چیز نے برانگیختہ کیا کہ آپ ایک سال حج کرتے ہیں اور ایک سال عمرہ کرتے ہیں؟ اور اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کو چھوڑ دیتے ہیں؟ حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد میں کتنی تاکید کی ہے' حضرت ابن عمر نے کہا: اے میرے بھتیجے! اسلام کی

الزَّكُوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ قَالَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَلَا تَسْمَعُ مَا ذَكَرَ اللّٰهُ فِي كِتَابِهٖ ﴿وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ (الحجرات:۹) ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ (البقرہ:۱۹۳) قَالَ فَعَلْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْاِسْلَامُ قَلِيْلًا فَكَانَ الرَّجُلُ يُفْتَنُ فِيْ دِيْنِهٖ اِمَّا قَتَلُوْهُ وَاِمَّا يُعَذِّبُوْهُ حَتّٰى كَثُرَ الْاِسْلَامُ فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ .

بنیاد پانچ چیزوں پر ہے' اللہ اور رسول کے اوپر ایمان لانے پر اور پانچ نمازوں پر اور رمضان کے روزوں پر اور زکوۃ ادا کرنے پر اور بیت اللہ کے حج پر' اس نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! کیا آپ نہیں سنتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا فرمایا ہے؟ اور اگر مؤمنوں کے دو گروہ باہم جنگ کریں تو ان میں صلح کرادو' پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے گروہ سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرلے (الحجرات:۹)' اور ان سے جہاد کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ (شرک) نہ رہے (البقرہ:۱۹۳)' حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اس پر عمل کیا اور اس وقت اہلِ اسلام کی تعداد کم تھی' پس مرد کو اس کے دین کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا کیا جاتا تھا' وہ اس کو قتل کر دیتے تھے یا عذاب دیتے تھے حتیٰ کہ اہلِ اسلام کثیر ہو گئے اور فتنہ نہ رہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۱۳۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٥١٥- قَالَ فَمَا قَوْلُكَ فِيْ عَلِيٍّ وَّعُثْمَانَ قَالَ اَمَّا عُثْمَانُ فَكَانَ اللّٰهُ عَفَا عَنْهُ وَاَمَّا اَنْتُمْ فَكَرِهْتُمْ اَنْ تَعْفُوْا عَنْهُ وَاَمَّا عَلِيٌّ فَابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَتَنُهٗ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ فَقَالَ هٰذَا بَيْتُهٗ حَيْثُ تَرَوْنَ .

اس مرد نے کہا: پھر آپ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: رہے حضرت عثمان تو ان کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا اور تم ان کے معاف کیے جانے کو ناپسند کرتے ہو اور رہے حضرت علی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے ہیں اور ان کے داماد ہیں اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا: یہ ہے ان کا گھر جہاں تم دیکھ رہے ہو۔

اس حدیث کی شرح بھی وہی ہے جو: ۴۵۱۴ کی ہے۔

٣١- بَابٌ قَوْلُهٗ ﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾ (البقرہ:۱۹۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ۝ (البقرہ:۱۹۵) کی تفسیر

﴿التَّهْلُكَةُ﴾' وَالْهَلَاكُ وَاحِدٌ .

''التھلکہ'' اور ہلاک کا ایک معنی ہے۔

یہ ابوعبید کی تفسیر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ''التھلکہ'' اس ہلاکت کو کہتے ہیں جس سے بچنا ممکن ہو اور ہلاک اس کے خلاف کو کہتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ ''تھلکہ'' وہ چیز ہے جو ہلاک کر دی گئی اور تیسرا قول یہ ہے کہ جس کا انجام مضر ہو وہ ''تھلکہ'' ہے

اور مشہور تفسیر پہلی ہے۔(فتح الباری ج ۵ ص ۴۹۳)

٤٥١٦- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا النَّضْرُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ ﴿وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (البقرہ:١٩٥) قَالَ نَزَلَتْ فِي النَّفَقَةِ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از سلیمان انہوں نے کہا: میں نے ابووائل سے سنا از حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت: اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو (البقرہ:١٩٥) نفقہ کے متعلق یعنی خرچ کرنے کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

''تھلکہ'' کی تفسیر کے متعلق روایات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مسلم امام نسائی امام ابوداؤد امام ترمذی امام ابن حبان اور حاکم نے اسلم بن عمران سے روایت کی ہے کہ ہم قسطنطنیہ میں تھے تو رومیوں کی بہت بڑی صف لشکر سے نکلی ایک مسلمان نے رومیوں کی اس صف پر حملہ کیا حتیٰ کہ اس صف میں داخل ہو گیا پھر واپس آ گیا تو لوگوں نے چیخ کر کہا: سبحان اللہ! اس شخص نے اپنے آپ کو تہلکہ میں ڈال لیا تو حضرت ابوایوب نے کہا: اے لوگو! تم اس آیت کی اس طرح تاویل کرتے ہو؟ یہ آیت تو ہم جماعتِ انصار میں نازل ہوئی تھی بے شک جب اللہ نے اپنے دین کو غلبہ عطاء فرمایا تو ہم نے آپس میں چپکے چپکے کہا: ہمارے اموال تو ضائع ہو گئے اگر ہم اپنے اموال میں قائم رہتے اور اپنے باغات کی دیکھ بھال کرتے رہتے تو کوئی نقصان نہ ہوتا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی پس ''تھلکہ'' ہمارا وہ ٹھہرنا ہے جس کا ہم نے ارادہ کیا تھا۔ حضرت ابن عباس اور تابعین کی ایک جماعت نے اسی طرح تاویل کی ہے۔

اور امام ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو بغیر خرچ کیے جہاد کے لیے جاتے تھے۔

الضحاک بن ابی جبیرہ سے روایت ہے کہ انصار صدقہ کرتے تھے تو ان پر قحط آ گیا سو وہ صدقہ کرنے سے رک گئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

امام ابن جریر اور امام ابن المنذر نے سندِ صحیح کے ساتھ مدرک بن عوف سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں حضرت عمر کے پاس تھا تو میں نے بتایا کہ میرا ایک پڑوسی تھا اس نے اپنے آپ کو جہاد میں ڈال دیا پس وہ شہید ہو گیا تو لوگوں نے کہا: اس نے اپنی جان کو تہلکہ میں ڈال دیا۔ حضرت عمر نے کہا: لوگوں نے جھوٹ بولا بلکہ اس شخص نے دنیا کے بدلہ میں آخرت کو خرید لیا۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ پہلی تفسیر زیادہ ظاہر ہے کیونکہ یہ آیت اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے ذکر سے شروع ہوئی ہے اور رہا یہ کہ ایک مرد دشمن کی کثیر جماعت کے اوپر حملہ کرے تو یہ اس کی فرطِ شجاعت کی وجہ سے ہے اور اس کے اس گمان کی وجہ سے ہے کہ وہ اس سے دشمن کو خوف زدہ کرے گا اور مسلمانوں کو شجاعت کے اوپر ابھارے گا۔(فتح الباری ج ۵ ص ۴۹۳ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حسن بصری نے کہا ہے کہ ''التھلکہ'' کا معنی ہے: بخل یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنی جانوں کو بخل میں نہ ڈالو۔ اور سماک بن حرب نے نعمان بن بشیر سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت کی ہے کہ ایک آدمی گناہ کرے اور یہ کہے کہ میرا یہ گناہ بخشا نہیں

جائے گا تو یہ اپنی جان کو تہلکہ میں ڈالنا ہے۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ "التھلکہ" کا معنی ہے: اللہ کا عذاب یعنی تم اپنی جانوں کو اللہ کے عذاب میں نہ ڈالو۔

اور اس آیت میں فرمایا ہے: نیکی کرو: اس کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں: (۱) فرائض ادا کرو (۲) اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان رکھو (۳) جس کے پاس کچھ نہ ہو اس کو زیادہ دو (۴) پانچ اوقات کی نمازیں پڑھو۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۴۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۲۱ھ)

۳۲- بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْبِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ﴾ (البقرہ:۱۹۶)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو (البقرہ:۱۹۶) کی تفسیر

٤٥١٧- حَدَّثَنَا اٰدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَصْبَهَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَعْقِلٍ قَالَ قَعَدْتُ اِلٰى كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ يَعْنِيْ مَسْجِدَ الْكُوْفَةِ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ فِدْيَةٍ مِّنْ صِيَامٍ فَقَالَ حُمِلْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلٰى وَجْهِيْ فَقَالَ مَا كُنْتُ اُرٰى اَنَّ الْجَهْدَ قَدْ بَلَغَ بِكَ هٰذَا اَمَا تَجِدُ شَاةً قُلْتُ لَا قَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اَوْ اَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفُ صَاعٍ مِّنْ طَعَامٍ وَّاحْلِقْ رَاْسَكَ فَنَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً وَّهِيَ لَكُمْ عَامَّةً۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن الاصبہانی، انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن معقل سے سنا، انہوں نے کہا: میں اس مسجد یعنی مسجد کوفہ میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی طرف بیٹھا ہوا تھا، پس میں نے ان سے روزہ کے فدیہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جایا گیا اور جوئیں میرے چہرے پر گر رہی تھیں، تو آپ نے فرمایا: مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ تم کو یہاں تک تکلیف پہنچ چکی ہے، کیا تمہارے پاس ایک بکری نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں! آپ نے فرمایا کہ تم تین دن کے روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، ہر مسکین کو نصف صاع (دو کلو) گندم دو اور اپنا سر مونڈ لو۔ حضرت کعب بن عجرہ نے بتایا کہ یہ حکم خاص میرے لیے نازل ہوا ہے اور یہ تم سب کے لیے عام ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۸۱۴ میں گزر چکی ہے۔

روزہ میں سر کی تکلیف اور مرض کا حل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے سال کا ہے جب صحابہ نے احرام نہیں کھولا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ (البقرہ:۱۹۶) میں جو مرض کا ذکر ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے سر میں پھنسیاں ہوں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۱ ص ۱۳۸)

اور ابن جریج سے روایت ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے سر میں درد ہو یا اس کے سر میں جوئیں ہوں۔
(تفسیر طبری ج ۲ ص ۲۳۶)

اور مجاہد سے روایت ہے کہ اس کو جس قسم کا بھی مرض ہو تو وہ سر میں تیل لگائے یا آنکھوں میں سرمہ لگائے یا کوئی اور دواء کرے۔
(تفسیر مجاہد ج ۱ ص ۹۹) (یا بالوں کو مونڈ لے۔ سعیدی غفرلہ) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۸۵۔۸۴، وزارۃ الاوقاف قطر، ۱۴۲۹ھ)

٣٣- بَابٌ ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ﴾ (البقرہ:١٩٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ کو ملائے (البقرہ:١٩٦) کی تفسیر

٤٥١٨- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عِمْرَانَ اَبِىْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْرَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَزَلَتْ اٰيَةُ الْمُتْعَةِ فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ فَفَعَلْنَاهَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُنْزَلْ قُرْاٰنٌ يُحَرِّمُهُ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا حَتّٰى مَاتَ قَالَ رَجُلٌ بِرَاْيِهٖ مَا شَاءَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از عمران ابی بکر انہوں نے کہا: ہمیں ابورجاء نے حدیث بیان کی از عمران بن حصین رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ (حج) تمتع کی آیت کتاب اللہ میں نازل ہوئی تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج تمتع کیا اور قرآن میں تمتع کی تحریم نازل نہیں ہوئی اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا حتیٰ کہ آپ کی وفات ہوگئی ایک مرد نے اپنی رائے سے جو چاہا کہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٥٧١ میں گزر چکی ہے۔

محمد بن حاتم نے کہا: اس مرد سے مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (صحیح مسلم:١٢٢٦)

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت عمر حج کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنے سے منع فرماتے تھے اور انہوں نے قرآن کی مخالفت کی ہے نہ سنت کی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٨٦' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے: حضرت عمر لوگوں کو تمتع کرنے سے منع کرتے تھے اور کہتے تھے: قرآن مجید نے ہمیں حج اور عمرہ پورا پورا کرنے کا حکم دیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ط (البقرہ:١٩٦) اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو۔

حضرت عمر کا منشاء یہ تھا کہ حج اور عمرہ کو الگ الگ مستقل احرام سے ادا کرو' تاہم وہ تمتع کو حرام نہیں کہتے تھے' وہ تمتع سے تنزیہاً منع کرتے تھے تاکہ لوگ بیت اللہ میں مستقل حج کرنے کے لیے آئیں اور مستقل عمرہ کرنے کے لیے آئیں۔ (لیکن جمہور صحابہ نے ان کی موافقت نہیں کی۔ سعیدی غفرلہ) (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٤٧' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٣٤- بَابٌ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (البقرہ:١٩٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (حج کے دوران) اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے (البقرہ:١٩٨) کی تفسیر

٤٥١٩- حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنِىْ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَتْ عُكَاظُ وَمَجَنَّةُ وَذُوالْمَجَازِ اَسْوَاقًا فِى الْجَاهِلِيَّةِ فَتَاَثَّمُوْا اَنْ يَّتَّجِرُوْا فِى الْمَوَاسِمِ فَنَزَلَتْ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (البقرہ:١٩٨) فِىْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابن عیینہ نے خبر دی از عمرو از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ عکاظ اور مجنہ اور ذوالمجاز زمانہ جاہلیت کے بازار تھے' پس صحابہ حج کے ایام میں تجارت کرنے میں گناہ سمجھتے تھے' پس یہ آیت نازل ہوئی: (حج کے دوران) اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ (البقرہ:١٩٨)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۰۷۰ میں گزر چکی ہے۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ فقر کو دور کرنے کے لیے بہ قدرِ ضرورت مال حاصل کرنے کے لیے تجارت کرنے میں فضیلت ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو فضل فرمایا ہے۔ (التوضیح ج ۲۲ ص ۸۷)

۳۵- بَابٌ ﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ (البقرہ: ۱۹۹)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں (البقرہ: ۱۹۹) کی تفسیر

۴۵۲۰- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ قُرَيْشٌ وَّمَنْ دَانَ دِيْنَهَا يَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَكَانُوْا يُسَمَّوْنَ الْحُمْسَ وَكَانَ سَائِرُ الْعَرَبِ يَقِفُوْنَ بِعَرَفَاتٍ فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ اَمَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّاْتِيَ عَرَفَاتٍ ثُمَّ يَقِفَ بِهَا ثُمَّ يَفِيْضَ مِنْهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ (البقرہ: ۱۹۹)۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن حازم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ قریش اور جو دین میں ان کے قریب تھے وہ مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور اپنے آپ کو الحمس کہتے تھے اور باقی عرب عرفات میں وقوف کرتے تھے' پھر جب اسلام کے احکام آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ عرفات میں جائیں اور وہاں وقوف کریں' پھر مزدلفہ میں جائیں' پس یہ اس آیت کا مصداق ہے: پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں۔ (البقرہ: ۱۹۹)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۶۶۵ میں گزر چکی ہے۔

قریش کے مزدلفہ میں وقوف کرنے کی وجہ' اور الحمس کی وجہ تسمیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے وقوف کرنے والوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ عرفات میں وقوف کریں اور وہاں سے مزدلفہ کی طرف جائیں تاکہ المشعر الحرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور یہ حکم دیا ہے کہ وہ تمام لوگوں کے ساتھ وقوف کریں کیونکہ قریش عرفات میں وقوف نہیں کرتے تھے' وہ کہتے تھے کہ ہم اہل اللہ ہیں اور اس کے شہر میں رہنے والے ہیں' سو وہ مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور باقی لوگ عرفات میں وقوف کرتے تھے۔

اور جو قریش کے دین کے قریب تھے: علامہ خطابی نے کہا ہے: یہ وہ قبائل ہیں جو قریش کے دین پر تھے' یہ بنو عامر بن صعصعہ اور ثقیف اور خزاعہ تھے' یہ جب احرام باندھتے تو گھی اور پنیر نہیں کھاتے تھے اور اپنے گھروں کے دروازوں سے نہیں داخل ہوتے تھے اور وہ اپنے آپ کو الحمس کہتے تھے' کیونکہ الحمس کا معنی ہے: شدت اور یہ لوگ اپنے دین میں متشدد اور متصلب تھے۔

پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں: لوگوں سے مراد حمس کے علاوہ دوسرے قریش ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۴۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۵۲۱- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن ابوبکر نے حدیث

بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَطُوفُ الرَّجُلُ بِالْبَيْتِ مَا كَانَ حَلَالًا حَتَّى يُهِلَّ بِالْحَجِّ فَإِذَا رَكِبَ إِلَى عَرَفَةَ فَمَنْ تَيَسَّرَ لَهُ هَدِيَّةٌ مِنَ الْإِبِلِ أَوِ الْبَقَرِ أَوِ الْغَنَمِ مَا تَيَسَّرَ لَهُ مِنْ ذَلِكَ أَيَّ ذَلِكَ شَاءَ غَيْرَ إِنْ لَمْ يَتَيَسَّرْ لَهُ فَعَلَيْهِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَذَلِكَ قَبْلَ يَوْمِ عَرَفَةَ فَإِنْ كَانَ آخِرُ يَوْمٍ مِنَ الْأَيَّامِ الثَّلَاثَةِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيَنْطَلِقْ حَتَّى يَقِفَ بِعَرَفَاتٍ مِنْ صَلوةِ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ يَكُونَ الظَّلَامُ ثُمَّ لِيَدْفَعُوا مِنْ عَرَفَاتٍ إِذَا أَفَاضُوا مِنْهَا حَتَّى يَبْلُغُوا جَمْعًا الَّذِي يَبِيتُونَ بِهِ ثُمَّ لِيَذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَأَكْثِرُوا التَّكْبِيرَ وَالتَّهْلِيلَ قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوا ثُمَّ أَفِيضُوا فَإِنَّ النَّاسَ كَانُوا يُفِيضُونَ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○﴾ حَتَّى تَرْمُوا الْجَمْرَةَ .

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فضیل بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے کریب نے خبر دی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے کہا: جس شخص نے جب تک عمرہ کا احرام نہیں کھولا وہ بیت اللہ کا (نفلی) طواف کرتا رہے حتیٰ کہ وہ حج کا احرام باندھ لے' پس جب وہ عرفہ کی طرف جانے کے لیے سوار ہو تو اس کو اونٹ' گائے اور بکری میں سے جو قربانی میسر ہو وہ قربانی کرے' اگر اس کو قربانی میسر نہ ہو تو وہ یوم عرفہ سے پہلے تین دن کے روزے رکھے اور اگر تین دنوں میں سے آخری دن یوم عرفہ ہو' تب بھی اس پر کوئی گناہ نہیں' پھر وہ وقوف عرفات کے لیے روانہ ہوں اور وہاں عصر کی نماز سے لے کر اندھیرا پھیلنے تک وقوف عرفات کریں' پھر عرفات سے واپس ہوں حتیٰ کہ المزدلفہ میں پہنچ جائیں اور وہاں رات گزاریں اور صبح سے پہلے تک اللہ کا بہت زیادہ ذکر کریں اور اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ بہت زیادہ پڑھیں پھر صبح کو مزدلفہ سے منیٰ کی طرف واپس آئیں کیونکہ لوگ وہیں سے واپس ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: پھر تم وہیں سے واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں اور اللہ سے استغفار کرتے رہو' بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ○ (البقرہ:۱۹۹) حتیٰ کہ تم جمرات میں کنکریاں مارو۔

وقوف عرفہ میں عصر کے وقت سے ابتداء کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جس شخص نے جب تک احرام نہیں کھولا: بایں طور کہ وہ مکہ میں مقیم تھا یا اس نے عمرہ کر کے اپنا احرام کھول دیا تھا' حتیٰ کہ اس نے حج کا احرام باندھ لیا۔

پھر وہاں عصر کی نماز سے لے کر اندھیرا پھیلنے تک وقوف عرفات کریں: یعنی عصر کی نماز کے اوّل وقت سے لے کر جب ہر چیز کا سایا ایک مثل ہو جاتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد عصر کی نماز کے بعد سے ہو' کیونکہ جمع تقدیم کی وجہ سے عصر کی نماز ظہر کی نماز کے فوراً بعد پڑھی جاتی ہے اور اس کے بعد وقوف کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وقوف زوال کے بعد ہوتا ہے۔

اور علامہ کرمانی نے سوال کیا کہ وقوف عرفہ کا اوّل وقت زوال شمس ہے اور اس کا آخر وقت عید کی صبح ہے' پھر حدیث میں عصر کی نماز سے اندھیرا پھیلنے تک وقوف عرفہ کو کیوں فرمایا ہے؟ پھر اس کا جواب دیا کہ حضرت ابن عباس نے اوّل اشرف کا ارادہ کیا اور عصر کا وقت اشرف ہے اور آخر وقت میں اندھیرا پھیلنے تک کا ذکر کیا' کیونکہ لوگوں کی یہی عادت مشہور ہے۔

حتیٰ کہ وہ جمع میں پہنچ جائیں: یعنی مزدلفہ میں پہنچ جائیں' مزدلفہ کو جمع فرمایا' کیونکہ اسی جگہ حضرت آدم اور حواء جمع ہوئے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۳۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٣٦- بَابٌ ﴿وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○﴾ (البقرہ: ٢٠١)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اوران میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی عطاء فرما اور آخرت میں (بھی) اچھائی عطاء فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچاo (البقرہ:٢٠١) کی تفسیر

٤٥٢٢- حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِالْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ . [طرف الحدیث:٦٣٨٩ | (صحیح مسلم:٢٦٩٠ 'الرقم المسلسل:٦٧٣٥ 'سنن ابوداؤد:١٥١٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابومعمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی از عبد العزیز از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! ہمارے رب ہمیں دنیا میں اچھائی عطاء فرما اور آخرت میں (بھی) اچھائی عطاء فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

صرف دنیا کی اچھائی کی دعا کرنے کی مذمت اور دنیا وآخرت دونوں کی اچھائی کی دعا کرنے کی تحسین

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بعض دیہاتی میدانِ عرفات میں آ کر یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! یہ سال بارش والا سال بنا دے اور یہ سال زرخیز پیداوار والا بنا دے اور یہ سال خوبصورت اولاد والا بنا دے' وہ صرف دنیا کی چیزیں مانگتے تھے اور آخرت کی کسی چیز کا سوال نہیں کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ○ (البقرہ:٢٠٠)

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے اور ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے○

اور اس کے بعد دوسرا گروہ آیا جس میں مؤمنین تھے' وہ یہ دعا کرتے تھے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ (البقرہ:٢٠١)

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی عطاء فرما اور آخرت میں (بھی) اچھائی عطاء فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچاo

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ○ (البقرہ:٢٠٢)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے' اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے○

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دنیا کی اچھائی نیک بیوی ہے اور آخرت کی اچھائی جنت ہے اور بداخلاق بیوی دوزخ کا عذاب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ص ١٤٩' دارالکتب العلمیہ' بیروت'١٤٢١ھ)

٣٧- بَابٌ ﴿وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ○﴾ (البقرہ: ٢٠٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہے○ (البقرہ:٢٠٤) کی تفسیر

''الد الخصام'' کا معنی اور اس کا مصداق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت اس طرح ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ○ (البقرہ:۲۰۴)

اور لوگوں میں سے ایک شخص ایسا ہے' جس کی بات آپ کو دنیا کی زندگی میں اچھی لگتی ہے اور وہ اپنے دل کے خلوص پر اللہ کو گواہ بناتا ہے' حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہے ○

اس شخص سے مراد الاخنس بن شریق ہے' اس شخص کی زبان بہت میٹھی تھی' جب یہ رسول اللہ ﷺ سے ملتا تو بہت نرمی سے بات کرتا اور کہتا کہ وہ آپ سے محبت کرتا ہے اور وہ مسلمان ہے اور وہ قسم کھا کر کہتا تھا کہ اللہ اس پر گواہ ہے کہ میرے دل میں آپ کی محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ شخص سخت جھگڑالو ہے اور مسلمانوں سے عداوت رکھنے والا ہے۔

''الالد'' کا لفظ اسم تفضیل ہے اور اس کا معنی ہے: بہت زیادہ جھگڑا کرنے والا' اور یہ ''لدد'' سے بنا ہے' جس کا معنی ہے: جھگڑا کرنا اور مراد یہ ہے کہ وہ مسلمانوں سے بہت جھگڑا کرتا تھا۔

وَقَالَ عَطَاءٌ اَلنَّسْلُ اَلْحَيَوَانُ . اور عطاء نے کہا کہ ''النسل'' سے مراد ہے: جان دار۔

یعنی عطاء بن ابی رباح نے اس آیت کی تفسیر میں کہا:

وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ط (البقرہ:۲۰۵) اور کھیتوں کو (برباد) اور جانوروں کو ہلاک کرے۔

عطاء نے کہا: ''الحرث'' سے مراد ہے: کھیت' اور ''النسل'' سے مراد ہے: انسان اور جانور۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۵۰)

۴۵۲۳- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ تَرْفَعُهُ قَالَ اَبْغَضُ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ اَلْاَلَدُّ الْخَصِمُ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے مبغوض شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ جھگڑالو ہو۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۵۷ میں گزر چکی ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

اور حضرت عبداللہ نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن جریج نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از نبی ﷺ۔

یہ عبداللہ بن الولید العدنی ہیں' امام بخاری نے اس تعلیق کو اس لیے لکھا ہے کیونکہ اس میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عائشہ نے اس حدیث کو نبی ﷺ سے سنا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۳۸- بَابٌ ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ حالانکہ ابھی تک تم پر

مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝﴾ (البقرہ:٢١٤)

ایسی آزمائشیں نہیں آئیں جو تم سے پہلے لوگوں پر آئی تھیں' ان پر آفتیں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ (اس قدر) جھنجھوڑ دیئے گئے کہ (اس وقت کے) رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے پکار اُٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سنو! بے شک اللہ کی مدد عنقریب آئے گی ۝ (البقرہ:٢١٤) کی تفسیر

پچھلی اُمتوں پر آنے والے مصائب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں قتادہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت الاحزاب (جنگ خندق) کے دن نازل ہوئی' اس دن نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب کے اوپر سخت آزمائش آئی تھی۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ اکثر مفسرین کا قول ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت غزوۂ اُحد کے دن نازل ہوئی تھی' تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت مہاجرین کی تسلی کے لیے نازل ہوئی تھی جب انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے لیے اپنے گھروں کو اور اپنے مالوں کو مشرکین کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا تھا اور خود انہوں نے ہجرت کر لی۔

نیز فرمایا: اور ابھی تک تمہارے اوپر ان لوگوں کی طرح مصائب نہیں آئے جو تم سے پہلے لوگوں پر آئے تھے' یعنی بیماریاں' دُز مصائب اور حادثات حتیٰ کہ جب نبیوں نے اور ان کے اصحاب نے اللہ کی مدد آنے میں تاخیر سمجھی تو انہوں نے کہا کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ تو اللہ عزوجل نے فرمایا: سنو! بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٥٢)

٤٥٢٤- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِيْ مُلَيْكَةَ يَقُوْلُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿حَتّٰى اِذَا اسْتَيْاَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا﴾ (یوسف:١١٠) خَفِيْفَةً ذَهَبَ بِهَا هُنَاكَ وَتَلَا ﴿حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝﴾ (البقرہ:٢١٤) فَلَقِيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَذَكَرْتُ لَهٗ ذٰلِكَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از ابن جریج' انہوں نے کہا: میں نے ابن ابی ملیکہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی: حتیٰ کہ جب رسول نا اُمید ہونے لگے اور لوگوں نے گمان کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا (یوسف:١١٠)' حضرت ابن عباس ''کذبوا'' کو ذال کی تخفیف کے ساتھ پڑھتے تھے اور پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: حتیٰ کہ رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے پکار اُٹھے: اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سنو! بے شک اللہ کی مدد عنقریب آئے گی ۝ (البقرہ:٢١٤) راوی نے کہا: پس میں عروہ بن الزبیر سے ملا اور میں نے ان سے اس بات کا ذکر کیا۔

٤٥٢٥- فَقَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَعَاذَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا وَعَدَ

تو انہوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: معاذ اللہ! اللہ

اللّٰہُ رَسُوْلَہٗ مِنْ شَیْءٍ قَطُّ اِلَّا عَلِمَ اَنَّہٗ کَائِنٌ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ وَلٰکِنْ لَمْ یَزَلِ الْبَلَاءُ بِالرُّسُلِ حَتّٰی خَافُوْا اَنْ یَّکُوْنَ مَعَھُمْ یُکَذِّبُوْنَھُمْ فَکَانَتْ تَقْرَؤُھَا ﴿وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِّبُوْا﴾ (یوسف:١١٠) مُثَقَّلَۃً۔

کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے جس چیز کا بھی وعدہ کیا تو رسول کو یہ یقین تھا کہ ان کی وفات سے پہلے یہ وعدہ پورا ہوگا' لیکن رسولوں پر ہمیشہ آزمائشیں آتی رہیں' حتیٰ کہ انہیں یہ خوف ہوا کہ ان کے اصحاب ان کی تکذیب کریں گے' پس حضرت عائشہ اس آیت کو یوں پڑھتی تھیں: اور رسولوں نے گمان کیا کہ ان کی تکذیب کی جائے گی' یعنی وہ ''کُذِّبُوْا'' کو تشدید کے ساتھ پڑھتی تھیں (کُذِّبُوْا)۔

''وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِّبُوْا'' کی توجیہات

اس آیت میں لفظ ''کذبوا'' کی قراءت دو طرح سے منقول ہے: ایک طریقہ ہے: ''کذبوا'' ذال پر تشدید کے بغیر اور دوسرا طریقہ ہے: ''کُذِّبُوْا'' ذال پر تشدید کے ساتھ۔

عاصم' حمزہ اور کسائی کی پہلی قراءت ہے اور باقی قراء کی دوسری قراءت ہے۔ اگر یہ لفظ بغیر تشدید کے پڑھا جائے تو اس کا نائب فاعل رسولوں کی اُمتیں ہیں اور اس صورت میں اس کے دو محمل ہیں:

(۱) جب رسول اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے اور قوم نے یہ گمان کر لیا کہ رسولوں نے ان سے جو مدد اور کامیابی کا وعدہ کیا تھا' وہ انہوں نے ان سے جھوٹ بولا تھا تو اچانک ہماری مدد آ پہنچی۔ یہ تفسیر مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے۔ (جامع البیان:١٥٢١٩)

امام ابن جریر نے اسی روایت کو اختیار کیا ہے اور ہم نے بھی اسی کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

(۲) رسولوں نے مایوس ہو کر یہ گمان کر لیا کہ ان سے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ جھوٹا تھا تو ہماری مدد آ پہنچی۔ ابن ابی ملیکہ نے اس تفسیر کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ رُسل بشر تھے اور ضعیف تھے۔ (جامع البیان:١٥٢٢٧)

ابن جریر نے کہا ہے: میں بھی اسی طرح کہتا ہوں جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اور حضرت ابن عباس نے یہ آیت پڑھی:

حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ ط اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ ○ (البقرہ:٢١٤)

حتیٰ کہ رسول اور ایمان والوں نے کہا: اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سنو! اللہ کی مدد قریب ہے ○

ابن جریج نے کہا: ابن ابی ملیکہ نے بتایا کہ حضرت ابن عباس کا مذہب یہ تھا کہ رسول کمزور تھے۔ انہوں نے یہ گمان کر لیا کہ ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا تھا۔ (جامع البیان:١٥٢٢٨)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ٦٠٦ ھ اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

مفسرین نے کہا ہے کہ ان کا یہ گمان ضعف بشریت کی وجہ سے تھا' مگر یہ بہت بعید ہے کیونکہ عام مومن کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ وہ یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے جھوٹا وعدہ کیا ہے' بلکہ اس گمان کی وجہ سے وہ ایمان سے خارج ہو جائے گا' تو رسولوں کے حق میں یہ کس طرح جائز ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسا گمان کریں۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام رازی نے اس روایت کو رد کر دیا ہے' اس کے بعد امام رازی لکھتے ہیں: اگر اس آیت میں ''کذبوا'' تشدید کے ساتھ ہو اور ظن بہ معنی یقین ہو تو اس آیت کا معنی ہوگا کہ رسولوں نے یہ یقین کر لیا کہ ان کی اُمتوں نے ان کی تکذیب کر دی ہے

اور اب وہ ایمان نہیں لائیں گے، تب انہوں نے ان کے خلاف دعاءِ ضرر کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا عذاب نازل کیا جس نے ان کو ملیا میٹ کر دیا۔

اور اگر اس آیت میں ظن بہ معنی گمان ہو تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب رسول اپنی قوموں کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ جو لوگ ان پر ایمان لا چکے ہیں وہ اب ان کی تکذیب کریں گے کہ رسولوں نے کافروں پر جس عذاب کا وعدہ کیا تھا' وہ عذاب اب تک نہیں آیا اور جب رسولوں نے اپنی اُمتوں کے متعلق یہ گمان کیا تو کافروں پر عذاب آ گیا اور اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اور مؤمنوں کو اس عذاب سے بچا لیا اور حضرت اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت کی جو تاویل کی ہے' وہ بہت عمدہ تاویل ہے۔ (تفسیر کبیر ج ٦ ص ٥٢١' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ١٤١٥ھ)

امام رازی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے' وہ یہ ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجہ حضرت اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے عروہ نے سوال کیا کہ یوسف: ١١٠ میں لفظ ''کذبوا'' تشدید کے ساتھ ہے یا بغیر تشدید کے' حضرت عائشہ نے فرمایا: بلکہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی تھی (یعنی یہ لفظ تشدید کے ساتھ ہے)' پس میں نے کہا: اللہ کی قسم! ان کو یہ یقین تھا کہ ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی ہے اور یہ ان کا گمان نہیں تھا! حضرت عائشہ نے فرمایا: اے عروہ! انہیں اس کا یقین تھا' عروہ نے کہا: شاید یہ لفظ بغیر تشدید کے ہو (یعنی انبیاء علیہم السلام نے یہ گمان کیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا تھا)' حضرت عائشہ نے فرمایا: معاذ اللہ! رسول اپنے رب کے ساتھ یہ گمان نہیں کر سکتے اور رہی یہ آیت تو یہ رسولوں کے پیروکار تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی تھی اور جب ان تک اللہ کی مدد پہنچنے میں دیر ہو گئی' حتیٰ کہ رسولوں کی اُمتوں میں سے جن لوگوں نے ان کی تصدیق کی تھی' وہ اللہ کی مدد آنے سے مایوس ہو گئے اور رسولوں نے یہ گمان کر لیا کہ اب ان کے پیروکار بھی ان کی تکذیب کریں گے تو اللہ کی مدد آ گئی۔ (صحیح البخاری: ٣٣٨٩)

٣٩- بَابٌ ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ﴾ (البقرہ: ٢٢٣) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمہاری عورتیں تمہارے (بیج ڈالنے کے لیے) کھیتیاں ہیں تو تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہے آؤ' اور اپنے لیے نیک عمل بھیجتے رہو (البقرہ: ٢٢٣) کی تفسیر

عورتوں کی کھیتیوں کے ساتھ تشبیہ کی توجیہ

اس آیت میں عورتوں کو کھیتیوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کیونکہ جس طرح کھیتوں میں بیج ڈالا جاتا ہے' اسی طرح عورتوں کے رحموں میں نطفہ ڈالا جاتا ہے جس سے افزائش نسل ہوتی ہے۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انصار نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے (اس کے متعلق) سوال کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم ان کے پاس ہر کیفیت سے جاؤ جب کہ دخول فرج میں ہو۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا' آپ نے پوچھا: تمہیں کس چیز نے ہلاک کر دیا؟ انہوں نے کہا: میں نے گزشتہ رات اپنی بیوی کو پلٹ دیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا' پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف یہ آیت نازل فرمائی: تمہاری عورتیں

تمہارے (بیج ڈالنے کے لیے) کھیتیاں ہیں تو تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہے آؤ۔ (البقرہ:۲۲۳) خواہ آگے سے خواہ پیچھے سے لیکن دُبر میں دخول کرنے اور ایام حیض میں دخول کرنے سے احتراز کرنا۔ اس حدیث کی امام ترمذی نے روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۵۲)

٤٥٢٦- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِذَا قَرَأَ الْقُرْاٰنَ لَمْ يَتَكَلَّمْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ فَاَخَذْتُ عَلَيْهِ يَوْمًا فَقَرَاَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى مَكَانٍ قَالَ تَدْرِيْ فِيْمَا اُنْزِلَتْ قُلْتُ لَا قَالَ اُنْزِلَتْ فِيْ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ مَضٰى. [طرف الحدیث:۴۵۲۷]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں النضر بن شمیل نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے خبر دی از نافع وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب قرآن مجید پڑھتے تھے تو کسی سے بات نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ قراءت سے فارغ ہو جاتے ایک دن میں قرآن مجید لے کر ان کے پاس بیٹھ گیا پس انہوں نے سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع کر دی جب وہ اس جگہ پہنچے تو پوچھا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی تھی؟ میں نے کہا: نہیں! تو انہوں نے بتایا کہ یہ آیت فلاں فلاں کے متعلق نازل ہوئی تھی پھر آگے پڑھنے لگے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ آیت فلاں فلاں کے متعلق نازل ہوئی ہے: اس سے مراد ہے: پیچھے کی طرف سے عورتوں میں دخول کرنے کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

٤٥٢٧- وَعَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ حَدَّثَنِيْ اَيُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﴿فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ قَالَ يَاْتِيْهَا فِيْ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ.

اور از عبدالصمد بیان کرتے ہیں: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ایوب نے حدیث بیان کی از نافع از ابن عمر انہوں نے کہا: قرآن مجید میں ہے: سو تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہے آؤ حضرت ابن عمر نے کہا: وہ اس کی (فرج میں دخول کرے)۔ اس حدیث کو محمد بن یحییٰ بن سعید نے از والد خود از عبیداللہ از نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا۔

عورت کی دُبر میں دخول کی ممانعت

حضرت علی بن ابی طالب حضرت ابن عباس حضرت ابن مسعود حضرت جابر بن عبداللہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص حضرت ابوالدرداء حضرت خزیمہ بن ثابت حضرت ابوہریرہ حضرت علی بن طلق اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک عورت کی دُبر میں دخول کرنا حرام ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق اختلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ عمل حرام ہے۔

اور تابعین میں سعید بن المسیب مجاہد ابراہیم النخعی ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور عطاء بن ابی رباح کے نزدیک بھی یہ عمل حرام ہے۔

اور ائمہ میں سے سفیان الثوری امام ابوحنیفہ امام شافعی امام ابویوسف امام محمد امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق اور بہت ائمہ کے نزدیک یہ عمل حرام ہے ان کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

امام ابن خزیمہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ حق بات سے حیاء نہیں فرماتا' تم عورتوں کی دُبر میں دخول نہ کرو۔ اس حدیث کی امام طحاوی اور امام طبرانی نے بھی روایت کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔
امام طحاوی نے سند صحیح کے ساتھ عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود از نبی ﷺ روایت کی ہے' آپ نے فرمایا: یہ ''اللوطیة الصغری'' ہے یعنی عورتوں کی دُبر میں دخول کرنا۔ اس حدیث کی الطیالسی اور بیہقی نے بھی روایت کی ہے۔
امام طحاوی' امام ابن ابی شیبہ' امام ابن ماجہ اور امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے حیاء نہیں فرماتا' تم عورتوں کی سُرین میں دخول نہ کرو۔
اور قرآن مجید میں جو فرمایا ہے کہ تم اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو آؤ' اس کا معنی ہے: خواہ آگے سے آؤ یا پیچھے سے آؤ لیکن کھیتی میں آؤ اور وہ فرج ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٥٦-١٥٥)

٤٥٢٨- حَدَّثَنَا أَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ إِذَا جَامَعَهَا مِنْ وَّرَائِهَا جَاءَ الْوَلَدُ أَحْوَلَ فَنَزَلَتْ ﴿نِسَآءُ كُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ (البقرہ:٢٢٣)۔ (صحیح مسلم:١٤٣٥' الرقم المسلسل:٣٤٢٥' سنن ترمذی:٢٩٨٩' سنن ابن ماجہ:١٩٢٥)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از ابن المنکدر' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے کہا کہ یہود کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے پیچھے کی طرف سے مجامعت کرے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: تمہاری عورتیں تمہارے (بیج ڈالنے کے) لیے کھیتیاں ہیں تو تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ۔ (البقرہ:٢٢٣)

٤٠- بَابٌ ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ (البقرہ:٢٣٢)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں ان کے (پہلے خاوند کے) ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو (البقرہ:٢٣٢) کی تفسیر

٤٥٢٩- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُوْعَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ رَاشِدٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ كَانَتْ لِيْ أُخْتٌ تُخْطَبُ إِلَيَّ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید اللہ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عامر العقدی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عباد بن راشد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے معقل بن یسار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میری ایک بہن تھی جس سے نکاح کا میری طرف پیغام دیا جاتا تھا۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ حَدَّثَنِيْ مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ (ح) حَدَّثَنَا أَبُوْمَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ

اور ابراہیم نے کہا از یونس از الحسن' انہوں نے کہا: مجھے معقل بن یسار نے حدیث بیان کی (ح) انہوں نے کہا: ہمیں ابومعمر نے

الْوَارِثِ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ اُخْتَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا فَتَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَخَطَبَهَا فَاَبَى مَعْقِلٌ فَنَزَلَتْ ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ﴾ (البقرہ:۲۳۲) ۔ [اطراف الحدیث: ۵۱۳۰۔۵۳۳۰۔۵۳۳۱] (سنن ابوداؤد: ۲۰۸۷ سنن ترمذی: ۲۹۸۱)

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از الحسن وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معقل بن یسار کی بہن کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی پھر چھوڑے رکھا حتیٰ کہ اس کی عدت گزر گئی پھر اس کے خاوند نے اس کو نکاح کا پیغام دیا تو حضرت معقل نے اس سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا' تب یہ آیت نازل ہوئی: تو انہیں ان کے (پہلے خاوند کے) ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو۔ (البقرہ:۲۳۲)

فقہاء شافعیہ کا اس پر استدلال کہ عورت کے نکاح کا حق اس کے ولی کو ہے نہ کہ خود اس عورت کو

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

طبری نے ابن جریج سے روایت کی ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ کی بہن کا نام حضرت جمیل بنت یسار رضی اللہ تھا اور یہ حضرت ابوالبداح کے عقد نکاح میں تھیں اور امام ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ ان کا نام حضرت فاطمہ بنت یسار تھا اور ابن فتحون نے ان کا نام جمیلہ بتایا ہے اور المنذری نے ان کا نام لیلیٰ بتایا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' ان کی ایک چچا زاد بہن تھی جس کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی تھی' پس اس کی عدت پوری ہو گئی تو اس کے خاوند نے اس سے دوبارہ نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت جابر نے انکار کر دیا' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت اس مرد کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اپنی بیوی کو طلاق دیتا' پھر جب اس کی عدت گزر جاتی تو اس کو کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کر دیتا' تب اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

(تفسیر طبری ج۲ ص۵۰۰۔۴۹۸)

امام شافعی نے کہا ہے: اللہ کی کتاب کی اس آیت میں مذکور ہے کہ عورت کے ولی کو اس کے نفس میں ایک اور حق ہے' اگر عورت کے ولی کے بغیر عورت کا اپنے نفس میں حق ہوتا تو حضرت معقل کی بہن اپنا نکاح دوسری جگہ کر لیتی اور اللہ تعالیٰ عورت کے ولی کو خطاب نہ کرتا' اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے ولی کو یہ حق ہے کہ وہ عورت کی مرضی سے اس کا نکاح کر دے۔

(کتاب الام ج۵ ص۱۴۹ مختصر المزنی علی هامش الام ج۳ ص۱۵) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۲ ص۱۰۲۔۱۰۱ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

فقہاء شافعیہ کے استدلال کا جواب

میں کہتا ہوں کہ اس آیت اور اس حدیث میں فقہاء شافعیہ کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ بالغہ عورت اپنا نکاح از خود کر سکتی ہے اور فقہاء شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ بالغہ عورت اپنا نکاح از خود نہیں کر سکتی' اس کے نکاح کے لیے ضروری ہے کہ اس کا ولی اس کا نکاح کرے' اور اس آیت اور اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ حضرت معقل بن یسار کی بہن نے از خود اپنا نکاح اپنے پہلے خاوند سے کر لیا اور جب حضرت معقل بن یسار نے ان کو اس نکاح کرنے سے روکا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو روکنے سے منع فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ بالغہ عورت پر اس کے ولی کا کوئی اختیار نہیں ہے' وہ جس سے چاہے از خود اپنا نکاح کر سکتی ہے' سو اس آیت اور اس حدیث میں فقہاء احناف کی دلیل ہے نہ کہ فقہاء شافعیہ کی۔

٤١- بَابٌ ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝﴾ (البقرہ:٢٣٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ (عورتیں) اپنے آپ کو (عقد ثانی سے) چار ماہ دس دن روکے رکھیں (اور یہ آیت یہاں تک ہے:) تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خوب خبر رکھنے والا ہے ۝ (البقرہ:٢٣٤) کی تفسیر

چار مہینہ دس دن عدت مقرر کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں مسلمانوں سے خطاب ہے اور ایک قول ہے کہ مکلفین سے خطاب ہے کہ جب وہ فوت ہو جائیں اور اپنی بیویوں کو اپنے بعد چھوڑ جائیں تو ان کی بیویاں چار مہینہ دس دن انتظار کریں اور اپنے آپ کو دوسری جگہ نکاح کرنے سے روکے رکھیں' اس آیت میں بیویوں سے مراد وہ عورتیں ہیں جن سے ان کا شوہر دخول کر چکا ہو' ہاں! اگر وہ بیوی حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل تک ہے' جیسا کہ اس آیت میں فرمایا ہے:

وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ (الطلاق:٤)

اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے یہ تھی کہ عورت وہ عدت گزارے' جس میں زیادہ مدت ہو' اگر وضع حمل میں چار مہینے دس دن سے زیادہ مدت ہو تو وہ عدت گزارے ورنہ چار مہینہ دس دن عدت گزارے تاکہ دونوں آیتیں جمع ہو جائیں۔

چار مہینہ دس دن جو عدت مقرر کی گئی ہے' علامہ راغب اصفہانی نے یہ کہا ہے کہ جب پیٹ میں بچہ مذکر ہو تو وہ اکثر احوال میں تین مہینہ کے بعد حرکت کرنے لگتا ہے اور جب وہ بچہ مؤنث ہو تو چار مہینہ کے بعد حرکت کرنے لگتا ہے' سو اس وجہ سے بیوہ عورت کی عدت چار مہینہ مقرر کی گئی ہے اور اس پر دس دن کا اضافہ احتیاطاً کیا گیا ہے اور دس کے عدد کی تخصیص اس لیے کی گئی کہ وہ کامل اور اشرف عدد ہے' سعید بن ابی عروبہ نے قتادہ سے سوال کیا کہ چار مہینہ دس دن عدت مقرر کرنے کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ اس مدت میں روح پھونک دی جاتی ہے اور اسی طرح ابوالعالیہ نے بیان کیا ہے۔

اور اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جب بیوہ عورتوں کی عدت پوری ہو جائے تو اے مسلمین کی جماعت! ان بیوہ عورتوں کو بناؤ سنگھار سے منع نہ کرو تاکہ وہ دوسری جگہ نکاح کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لیں۔

﴿يَعْفُوْنَ﴾ (البقرہ:٢٣٧) يَهَبْنَ.

''یعفون'' کا معنی ہے: ''یھبن'' یعنی وہ مطلقہ عورتیں اپنے حصہ کے مہر کی رقم' اپنے شوہروں کو ہبہ کر دیں۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے (البقرہ:٢٣٧) میں مذکور 'یعفون'' کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے' وہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ (البقرہ:۲۳۷)

اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دی درآں حالیکہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تمہارے مقرر کیے ہوئے مہر کا نصف (ادا کرنا واجب) ہے البتہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ کچھ زیادہ دے دے (تو درست ہے)۔

امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس' شریح' ابن المسیب' عکرمہ' نافع' مجاہد' شعبی' حسن' ابن سیرین' مقاتل' جابر بن زید' عطاء خراسانی' زہری' ضحاک' ربیع بن انس اور سُدی نے بھی ''یعفون'' کی تفسیر ''یھبن'' کے ساتھ کی ہے۔

٤٥٣٠- حَدَّثَنِیْ اُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ حَبِيْبٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا﴾ (البقرہ: ٢٤٠) قَالَ قَدْ نَسَخَتْهَا الْاٰيَةُ الْاُخْرٰى فَلِمَ تَكْتُبُهَا اَوْ تَدَعُهَا قَالَ يَا ابْنَ اَخِیْ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِّنْهُ مِنْ مَّكَانِهٖ. [طرف الحدیث:۴۵۳۶]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے امیہ بن بسطام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن زریع نے حدیث بیان کی از حبیب از ابن ابی ملیکہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ آیت: اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں۔ (البقرہ:۲۴۰) اس کو دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ہے (اور وہ آیت البقرہ:۲۳۴ ہے)' پھر آپ نے اس آیت کو (مصحف میں) کیوں لکھا ہے یا آپ اس آیت کو چھوڑ دیتے' حضرت عثمان نے کہا: اے میرے بھتیجے! میں قرآن میں لکھے ہوئے کسی لفظ کو اس کی جگہ سے تبدیل نہیں کرتا۔

منسوخ آیت کو قرآن مجید میں برقرار رکھنے کے فوائد

حضرت عبداللہ ابن الزبیر کے سوال کا منشاء یہ ہے کہ جب (البقرہ:۲۴۰) جس میں ایک سال تک عدت گزارنے کی وصیت ہے' یہ (البقرہ:۲۳۴) سے منسوخ ہو گئی ہے تو آپ نے مصحف میں اس منسوخ آیت کو کیوں برقرار رکھا ہے؟ حضرت عثمان نے جواب دیا: میں قرآن مجید کی کسی آیت کو اس کی جگہ سے تبدیل نہیں کر سکتا' تاہم منسوخ آیت کو قرآن مجید میں برقرار رکھنے کے حسب ذیل فوائد ہیں:

(۱) اگر اللہ تعالیٰ اس آیت کے الفاظ کو بھی منسوخ کرنا چاہتا تو اس آیت کو حافظوں کے سینوں سے نکال دیتا جیسا کہ متعدد آیات کے ساتھ ایسا کیا گیا (۲) اس آیت کے الفاظ کو باقی رکھنے کی وجہ سے اس آیت کی تلاوت کی جاتی ہے اور اس کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے' جیسے دوسری آیات کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے۔

علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ یہ کیسے ہوا کہ آیت متقدمہ نے آیت متاخرہ کو منسوخ کر دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی آیت تلاوت میں مقدم ہوتی ہے اور ترتیب نزول میں متاخر ہوتی ہے۔

٤٥٣١- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا شِبْلٌ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِيْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں روح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا

مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ﴾ قَالَ كَانَتْ هٰذِهِ الْعِدَّةُ تَعْتَدُّ عِنْدَ اَهْلِ زَوْجِهَا وَاجِبٌ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ﴾ (البقرہ:٢٤٠) قَالَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهَا تَمَامَ السَّنَةِ سَبْعَةَ اَشْهُرٍ وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَّصِيَّةً اِنْ شَاءَتْ سَكَنَتْ فِيْ وَصِيَّتِهَا وَاِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ﴾ فَالْعِدَّةُ كَمَا هِيَ وَاجِبٌ عَلَيْهَا زَعَمَ ذٰلِكَ عَنْ مُّجَاهِدٍ

وَّقَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَسَخَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عِدَّتَهَا عِنْدَ اَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿غَيْرَ اِخْرَاجٍ﴾ ۔[طرف الحدیث:٥٣٤٤]

ہمیں شبل نے حدیث بیان کی از ابن نجیح از مجاہد انہوں نے: اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں۔ (البقرہ:٢٣٤) یہ آیت پڑھ کر کہا: یہ وہ عدت ہے (چار ماہ دس دن) کہ کسی شخص کی بیوی پر اس عدت کو گزارنا واجب ہے' پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں' وہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جائیں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور (گھر سے) نکالا نہ جائے' پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر (ان کے) اس کام کا کوئی گناہ نہیں ہے' جو انہوں نے اپنے معاملے میں دستور کے مطابق کیا۔ (البقرہ ٢٤٠) مجاہد نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے پورا سال عدت کر دی' سات مہینہ اور بیس راتیں (چار ماہ دس دن میں بڑھا دیں) کہ اگر وہ چاہے تو وہ اس وصیت کے مطابق ٹھہری رہے اور اگر چاہے تو نکل آئے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور (گھر سے) نکالا نہ جائے' پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر (ان کے) اس کام کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ ٢٤٠) پس یہ عدت جس طرح ہے اس طرح عورت پر واجب ہے' یہ مجاہد کا زعم ہے۔ عطاء نے کہا کہ حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ اس آیت نے بیوہ کی اس عدت کو منسوخ کر دیا جو وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ گزارتی' پس بیوہ جہاں چاہے عدت گزارے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اس کو نکالا نہ جائے۔ (البقرہ:٢٤٠)

قَالَ عَطَاءٌ اِنْ شَاءَتْ اِعْتَدَّتْ عِنْدَ اَهْلِهٖ وَسَكَنَتْ فِيْ وَصِيَّتِهَا وَاِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ﴾ ۔(البقرہ:٢٤٠)

عطاء نے کہا کہ اگر بیوہ چاہے تو شوہر کے گھر والوں کے پاس عدت گزارے اور اپنی وصیت کے مطابق وہاں رہے اور اگر چاہے تو اس گھر سے نکل جائے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم پر (ان کے) اس کام کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ (البقرہ:٢٤٠)

قَالَ عَطَاءٌ ثُمَّ جَاءَ الْمِيْرَاثُ فَنَسَخَ السُّكْنٰى فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ وَلَا سُكْنٰى لَهَا وَعَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ بِهٰذَا ۔

عطاء نے کہا: پھر وراثت کے احکام آ گئے تو رہائش کا حکم منسوخ کر دیا گیا' پس بیوہ جہاں چاہے عدت گزارے' پس اس کے لیے رہائش نہیں ہوگی' اور محمد بن یوسف سے روایت ہے: ہمیں ورقاء نے حدیث بیان کی از ابن ابی نجیح از مجاہد اسی طرح۔

وَعَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

اور از ابن ابی نجیح از عطاء از ابن عباس' انہوں نے بیان کیا:

قَالَ نَسَخَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عِدَّتَهَا فِيْ اَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ لِقَوْلِ اللّٰهِ ﴿غَيْرَ اِخْرَاجٍ﴾ نَحْوَهٗ ۔

اس آیت نے (البقرہ:۲۳۴) کی اس عدت کو منسوخ کر دیا جو اس کے گھر والوں کے ساتھ تھی' پس بیوہ جہاں چاہے عدت گزارے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ انہیں (گھر سے) نکالا نہ جائے۔

یہ مجاہد کا مذہب ہے' ہوسکتا ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کو اسحاق کی گزشتہ روایت کی بناء پر درج کر دیا ہو اور ابن بطال نے یہ کہا ہے کہ یہ امام بخاری کے تفردات میں سے ہے' اور اس میں ان کا کوئی متابع نہیں ہے۔

بیوہ عورت پر اس وقت تک خرچ کیا جاتا تھا جب تک وہ اپنے خاوند کے گھر سے نہیں نکلتی تھی اور جب وہ اس کے گھر سے نکل جاتی تو اس کا خرچ بند ہو جاتا تھا' عطاء نے جو کہا ہے کہ بیوہ عورت کی رہائش نہیں ہوگی' یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور امام مالک کا مذہب ہے کہ اس کے لیے رہائش ہوگی جب کہ وہ گھر اس کے فوت شدہ خاوند کی ملکیت ہو۔ (التوضیح ج ۲۲ ص ۱۰۸۔۱۰۷)

٤٥٣٢ - حَدَّثَنَا حِبَّانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰى مَجْلِسٍ فِيْهِ عُظْمٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَفِيْهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ لَيْلٰى فَذَكَرْتُ حَدِيْثَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ فِيْ شَاْنِ سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَلٰكِنَّ عَمَّهٗ كَانَ لَا يَقُوْلُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ اِنِّيْ لَجَرِيْءٌ اِنْ كَذَبْتُ عَلٰى رَجُلٍ فِيْ جَانِبِ الْكُوْفَةِ وَرَفَعَ صَوْتَهٗ قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ فَلَقِيْتُ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ اَوْ مَالِكَ بْنَ عَوْفٍ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ قَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِي الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا وَهِيَ حَامِلٌ فَقَالَ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَتَجْعَلُوْنَ عَلَيْهَا التَّغْلِيْظَ وَلَا تَجْعَلُوْنَ لَهَا الرُّخْصَةَ لَنَزَلَتْ سُوْرَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرٰى بَعْدَ الطُّوْلٰى ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن عون نے خبر دی از محمد بن سیرین' انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا' جس میں انصار کے عظماء تھے اور ان میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بھی تھے' پس میں حضرت سبیعہ بنت الحارث کے متعلق عبداللہ بن عتبہ کی حدیث بیان کی تو حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: لیکن ان کے چچا اس طرح نہیں کہتے تھے' تو میں نے کہا کہ اگر میں ایسے شخص کے متعلق جھوٹ بولوں جو کوفہ کی ایک جانب میں رہتا ہے پھر تو میں بہت جرأت والا ہوں گا اور انہوں نے اپنی آواز بلند کی' انہوں نے کہا: پھر میں نکلا تو مالک بن عامر یا مالک بن عوف سے میری ملاقات ہوئی' میں نے کہا: جو بیوہ عورت حاملہ ہو' اس کی عدت کے متعلق حضرت ابن مسعود کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ حضرت ابن مسعود یہ کہتے تھے کہ کیا تم اس کے لیے لمبی عدت مقرر کرتے ہو اور تم اس کے لیے آسانی مقرر نہیں کرتے! کیونکہ چھوٹی سورۂ نساء (سورۂ طلاق) لمبی سورت کے بعد نازل ہوئی ہے (یعنی سورۃ البقرہ کے بعد)۔

وَقَالَ اَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدٍ لَقِيْتُ اَبَا عَطِيَّةَ مَالِكَ بْنَ عَامِرٍ ۔ [طرف الحدیث: ۴۹۱۰]

اور ایوب نے کہا از محمد: میں ابوعطیہ مالک بن عامر سے ملا تھا۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

سبیعہ بنت الحارث' یہ حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں جو مکہ میں فوت ہو گئے تھے' ان سے ابوالسنابل بن بعکک نے کہا

کہ آپ کی عدت چار مہینہ دس دن ہے اور ان کے خاوند کی وفات کے چند دن بعد ان کا وضع حمل ہو چکا تھا (یعنی بچہ ہو چکا تھا) ایک قول ہے کہ پچیس راتوں کے بعد اور دوسرا قول اس سے بھی کم کا ہے جب ابو السنابل نے ان سے یہ کہا تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں پس آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری عدت پوری ہو چکی ہے اب تم جس سے چاہو نکاح کر لو اور ایک روایت میں یہ ہے: جب تمہارے پاس ایسے شخص کا پیغام آئے جو تمہیں پسند ہو تو تم اس سے نکاح کر لینا۔

لیکن ان کے چچا: یعنی عبداللہ بن عتبہ کے چچا اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔

وہ اس طرح نہیں کہتے: یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود اس طرح نہیں کہتے جس طرح ابھی ہم نے حضرت سبیعہ کے قصہ میں ذکر کیا ہے۔

میں نے کہا: پھر تو میں بہت جرأت والا ہوں گا: یعنی بے حیاء ہوں گا۔

کیا تم اس عورت پر تغلیظ کرتے ہو: یعنی حمل کی لمبی مدت رکھتے ہو جب اس کی مدت چار مہینہ دس دن سے زیادہ ہو جائے اور کبھی مدتِ حمل نو مہینہ سے تجاوز کر کے چار سال تک ہو جاتی ہے جب تم حاملہ کی لمبی عدت رکھتے ہو تو پھر اس کے لیے رخصت بھی رکھو جب اس کا وضع حمل چار مہینہ سے کم میں ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہونے کا فتویٰ دو۔

چھوٹی سورۃ نساء: اور یہ سورۃ الطلاق ہے اور اس میں یہ آیت ہے:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۭ (الطلاق: ٤) — اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

بعد لمبی سورت کے: اس سے مراد سورۂ نساء نہیں ہے اس سے مراد وہ سورت ہے جو قرآن مجید میں سے لمبی سورت ہے یعنی سورۂ بقرہ اور اس میں یہ آیت ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ (البقرہ: ٢٣٤) — اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ (عورتیں) اپنے آپ کو (عقد ثانی سے) چار ماہ دس دن روکے رکھیں۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے (الطلاق: ٤) کو (البقرہ: ٢٣٤) کے لیے ناسخ قرار دیا ہے یعنی اگر حاملہ عورت کا وضعِ حمل چار مہینہ دس دن سے پہلے ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہو گئی اور اب اس کی عدت چار ماہ دس دن نہیں ہو گی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما دونوں عدتوں کو جمع کرتے تھے اور جس کی مدت زیادہ ہو اس کو عدت قرار دیتے تھے یعنی اگر حاملہ کا وضع حمل چار ماہ دس دن سے پہلے ہو جائے تو وہ کہتے تھے کہ اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے اور اگر اس کا وضعِ حمل چار ماہ دس دن کے بعد ہو تو پھر وہ اس کو عدت قرار دیتے تھے اور عام فقہاء (البقرہ: ٢٣٤) میں حضرت سبیعہ اسلمیہ کی حدیث کی وجہ سے تخصیص کرتے ہیں یعنی اگر حاملہ کا وضع حمل چار ماہ دس دن سے پہلے ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہو گئی۔

نوٹ: ہم نے اس باب کی احادیث کی زیادہ تر شرح عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٦٤۔١٥٩ سے اخذ کی ہے۔

٤٢- بَابٌ ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ (البقرہ: ٢٣٨) — اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمام نمازوں کی پابندی کرو (خصوصاً) درمیانی نماز کی (البقرہ: ٢٣٨) کی تفسیر

٤٥٣٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح) وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَبَسُوْنَا عَنْ صَلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ مَلَاَ اللّٰهُ قُبُوْرَهُمْ وَبُيُوْتَهُمْ اَوْ اَجْوَافَهُمْ شَكَّ يَحْيٰى نَارًا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از محمد از عبیدہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ح) اور مجھے عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہاشم نے بیان کیا: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی از عبیدہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن فرمایا: ان لوگوں نے ہم کو نماز وسطیٰ پڑھنے سے روک دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا' آپ نے دعا کی: اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو اور ان کے گھروں کو' یا فرمایا: ان کے پیٹوں کو آگ سے بھر دے' اس میں یحییٰ کو شک ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۳۱ میں گزر چکی ہے۔

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ نماز عصر ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

علامہ ابن التین نے لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک صلوٰۃ وسطیٰ مغرب کی نماز ہے اور وہ بہت غریب قول ہے' پھر انہوں نے کہا: یہاں دو صلوٰۃ وسطیٰ ہیں' ایک قرآن کی صلوٰۃ وسطیٰ ہے اور وہ صبح کی نماز ہے اور ایک سنت کی صلوٰۃ وسطیٰ ہے اور وہ عصر کی نماز ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۱۱۲' وزارۃ الاوقاف قطر' ۱۴۲۹ھ)

اس کے متعلق احادیث کہ صلوٰۃ وسطیٰ صلوٰۃ عصر ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ ان کافروں نے ہم کو صلوٰۃ وسطیٰ پڑھنے سے مشغول رکھا جو صلوٰۃ عصر ہے اور اس کے آخر میں یہ اضافہ ہے کہ پھر انہوں نے یہ نماز مغرب اور عشاء کے درمیان میں پڑھی۔

امام مسلم نے یہ حدیث حضرت ابن مسعود سے بھی روایت کی ہے اور امام ترمذی اور امام نسائی نے اسی کی مثل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت سمرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صلوٰۃ وسطیٰ' صلوٰۃ عصر ہے اور اس حدیث کو امام ابن جریر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت کی ہے۔

امام ترمذی اور امام ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صلوٰۃ وسطیٰ' صلوٰۃ عصر ہے۔

صلوٰۃ وسطیٰ کے مصداق کے متعلق بیس اقوال

علامہ الدمیاطی نے صلوٰۃ وسطیٰ کے مصداق کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے' جس کا انہوں نے نام رکھا ہے: کشف الغطاء عن الصلوٰۃ

الوسطیٰ اس میں انہوں نے بیس (۲۰) قول جمع کیے ہیں:

(۱) ایک قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ صبح کی نماز ہے یہ حضرت ابو امامہ حضرت انس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کا قول ہے اور تابعین میں سے ابوالعالیہ عبید بن عمر عطاء عکرمہ مجاہد اور دوسروں کا قول ہے اس کو امام ابو حاتم نے ان سے نقل کیا ہے ابوالعالیہ نے کہا ہے کہ یہی امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے انہوں نے اپنی کتاب الام میں اس کی تصریح کی ہے اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ صبح کی نماز میں قنوت ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○ (البقرہ:۲۳۸) اور اللہ کے سامنے ادب سے قیام کرو ○

اور انہوں نے کہا کہ صبح کی نماز قصر سے نہیں پڑھی جاتی اور انہوں نے کہا کہ فجر کی نماز دو جہری نمازوں اور دوسری نمازوں کے درمیان ہے یعنی مغرب اور عشاء کی نمازوں کے درمیان اور ظہر اور عصر کی نمازوں کے درمیان۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ ظہر کی نماز ہے یہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول ہے امام ابوداؤد نے ان سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز سخت دوپہر میں پڑھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے اوپر ظہر کی نماز سے زیادہ سخت اور کوئی نماز نہیں تھی تب یہ آیت نازل ہوئی: ''حَافِظُوْا عَلَى الصَّلٰوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى '' تمام نمازوں کی پابندی کرو (خصوصاً) درمیانی نماز کی۔

اور حضرت ابوسعید اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے بھی یہ قول مروی ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ ظہر کی نماز ہے اور امام مالک نے الموطأ میں حضرت زید بن ثابت کی روایت سے وثوق کے ساتھ لکھا ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ ظہر کی نماز ہے اور امام ابوحنیفہ سے بھی یہ ایک روایت ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ عصر کی نماز ہے اور یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کیونکہ امام ترمذی اور امام نسائی نے زِر بن حُبیش سے روایت کی ہے کہ ہم نے عبیدہ سے کہا کہ حضرت علی سے صلوٰۃِ وسطیٰ کے متعلق دریافت کرو انہوں نے سوال کیا تو حضرت علی نے فرمایا: پہلے ہم یہ گمان کرتے تھے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ صبح کی نماز ہے حتیٰ کہ میں نے غزوۂ احزاب کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ان کافروں نے ہم کو صلوٰۃِ وسطیٰ پڑھنے سے مشغول رکھا جو کہ عصر کی نماز ہے اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تصریح کی ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ عصر کی نماز ہے اور جس نے کہا کہ وہ صبح کی نماز ہے اس کی دلیل بھی قوی ہے لیکن معتمد یہی ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ عصر کی نماز ہے اور یہی حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے اور یہی امام احمد کا قول ہے اور اکثر فقہاءِ شافعیہ کا بھی یہی قول ہے امام ترمذی نے کہا کہ اکثر علماءِ صحابہ کا یہی قول ہے۔ الماوردی نے کہا: یہی جمہور تابعین کا قول ہے اور حافظ ابن عبدالبر نے کہا: یہی اکثر محدثین کا قول ہے مالکی علماء میں سے ابن حبیب ابن العربی اور ابن عطیہ کا بھی یہی قول ہے۔

(۴) چوتھا قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ مغرب کی نماز ہے امام ابن ابی حاتم نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ صلوٰۃِ وسطیٰ مغرب کی نماز ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ مغرب کی نماز کی رکعات دو رکعت اور چار رکعت کے درمیان معتدل ہیں یعنی تین رکعت ہیں اور انہوں نے کہا کہ سفر میں اس نماز کی قصر نہیں کی جاتی اور انہوں نے کہا کہ اس سے پہلے دو سری نمازیں ہیں یعنی ظہر اور عصر اور اس کے بعد دو جہری نمازیں ہیں عشاء اور فجر اور یہ ان کے درمیان میں ہے۔

(۵) پانچواں قول یہ ہے کہ تمام نمازیں صلوٰۃِ وسطیٰ ہیں امام ابن ابی حاتم نے سندِ حسن کے ساتھ نافع سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صلوٰۃِ وسطیٰ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ تمام نمازیں صلوٰۃِ وسطیٰ ہیں سو ان سب کی حفاظت کرو۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ '' (البقرہ:٢٣٨) یہ آیت تمام فرائض اور نوافل پر مشتمل ہے' پھر اس پر صلوٰۃِ وسطیٰ کا عطف کیا اور اس سے تمام فرائض کا تاکید اً ارادہ کیا' حافظ ابن عبد البر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

(٦) چھٹا قول یہ ہے کہ نمازِ جمعہ صلوٰۃِ وسطیٰ ہے' یہ ابن حبیب مالکی کا قول ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ تمام نمازوں میں نمازِ جمعہ کو اجتماع اور خطبہ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔

(٧) ساتواں قول یہ ہے کہ عام دنوں میں ظہر کی نماز اور جمعہ کے دن نمازِ جمعہ یہ صلوٰۃِ وسطیٰ ہے۔

(٨) آٹھواں قول یہ ہے کہ عشاء کی نماز صلوٰۃِ وسطیٰ ہے' یہ علامہ ابن التین اور علامہ قرطبی کا قول ہے' ان کی دلیل یہ ہے کہ عشاء کی نماز ان دو نمازوں کے درمیان ہے' جن میں قصر نہیں کی جاتی' یعنی مغرب اور فجر کے درمیان ہے اور اس لیے کہ عشاء کی نماز نیند کے وقت میں پڑھی جاتی ہے' اس لیے اس کی حفاظت کا حکم دیا ہے اور الواحدی کا بھی یہی مختار ہے۔

(٩) نواں قول یہ ہے کہ صبح اور عشاء کی نماز' نمازِ وسطیٰ ہے کیونکہ صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ یہ دو نمازیں منافقین پر زیادہ بھاری ہیں۔ ابہری مالکی کا بھی یہی قول ہے۔

(١٠) دسواں قول یہ ہے کہ فجر اور عصر کی نماز' نمازِ وسطیٰ ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے دلائل قوی ہیں' ظاہر قرآن سے فجر کی نماز ہے اور سنت سے تصریح ہے کہ عصر کی نماز ہے۔

(١١) گیارہواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ جماعت سے پڑھی ہوئی نماز ہے۔

(١٢) بارہواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ وتر کی نماز ہے' علامہ سخاوی نے اس کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے اور قاضی تقی الدین نے اس قول کو راجح قرار دیا ہے۔

(١٣) تیرہواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ نمازِ خوف ہے۔

(١٤) چودھواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ عید الاضحیٰ کی نماز ہے۔

(١٥) پندرھواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ' عید الفطر کی نماز ہے۔

(١٦) سولہواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ چاشت کی نماز ہے۔

(١٧) سترہواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ پانچوں نمازوں میں سے کوئی ایک نماز ہے غیر معین۔

(١٨) اٹھارہواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ فجر کی نماز ہے یا عصر کی نماز ہے۔

(١٩) انیسواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ کے مصداق میں توقف کرنا چاہیے۔

(٢٠) بیسواں قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ' نمازِ تہجد ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٥٠٣۔٥٠١ ملخصاً' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں کہ یہ تمام اقوال اپنی جگہ درست ہو سکتے ہیں' لیکن معتمد اور قوی ترین قول یہ ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ نمازِ عصر ہے۔

٤٣- بَابٌ ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝﴾ (البقرہ:٢٣٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اللہ کے سامنے ادب سے قیام کرو ۝ (البقرہ:٢٣٨) کی تفسیر

أَيْ مُطِيْعِيْنَ. یعنی اس کی اطاعت کرتے ہوئے۔

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں کہ ''قٰنتین'' کے معنی میں اختلاف ہے اور اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

عابد ٔ ذاکر ٔ کم قیام کرنے والا ٔ حالت قیام میں دعا کرنے والا ٔ خاموش کھڑا ہونے والا ٔ عبادت کا اقرار کرنے والا۔

(التوضیح ج ۲۲ ص ۱۱۳)

٤٥٣٤- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلٰوةِ يُكَلِّمُ أَحَدُنَا أَخَاهُ فِي حَاجَتِهِ حَتّٰى نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ ٥﴾ (البقرہ: ٢٣٨) فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از اسماعیل بن ابی خالد از الحارث بن شبیل از ابی عمرو الشیبانی از حضرت زید بن ارقم رضی اللہ ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز میں باتیں کرتے تھے' ہم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی سے اپنی ضرورت میں بات کرتا تھا' حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوگئی: ''تمام نمازوں کی پابندی کرو (خصوصاً) درمیانی نماز کی اور اللہ کے سامنے ادب سے قیام کرو'' ٥ (البقرہ: ۲۳۸) پس ہمیں خاموشی کا حکم دیا گیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۲۰۰ میں گزر چکی ہے۔
اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ''قنتین'' سے مراد ہے: خاموشی سے نماز پڑھنا اور باتیں نہ کرنا۔

٤٤- بَابٌ قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَآ أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ٥﴾ (البقرہ: ٢٣٩)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس اگر تم حالت خوف میں ہو تو پیدل چلتے ہوئے یا سواری پر (نماز پڑھ لو)' پھر جب خوف جاتا رہے تو پھر اسی طرح اللہ کا ذکر کرو جس طرح اس نے تمہیں سکھایا ہے جس کو تم نہیں جانتے تھے ٥ (البقرہ: ۲۳۹) کی تفسیر

قرآن مجید کے مشکل الفاظ کے معانی

وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ﴾ (البقرہ: ٢٥٥) عِلْمُهُ يُقَالُ ﴿بَسْطَةً﴾ (البقرہ: ٢٤٧) زِيَادَةً وَّفَضْلًا ﴿أَفْرِغْ﴾ (البقرہ: ٢٥٠) أَنْزِلْ ﴿وَلَا يَؤُودُهُ﴾ (البقرہ: ٢٥٥) لَا يُثْقِلُهُ آدَنِي أَثْقَلَنِي وَالْآدُ وَالْأَيْدُ الْقُوَّةُ ﴿السِّنَةُ﴾ النُّعَاسُ ﴿لَمْ يَتَسَنَّهْ﴾ (البقرہ: ٢٥٩) لَمْ يَتَغَيَّرْ ﴿فَبُهِتَ﴾ (البقرہ: ٢٥٨) ذَهَبَتْ حُجَّتُهُ ﴿خَاوِيَةٌ﴾ (البقرہ: ٢٥٩) لَا أَنِيسَ فِيهَا ﴿عُرُوشِهَا﴾ أَبْنِيَتُهَا ﴿السِّنَةُ﴾ نُعَاسٌ ﴿نُنْشِزُهَا﴾ (البقرہ: ٢٥٩) نُخْرِجُهَا ﴿إِعْصَارٌ﴾ (البقرہ: ٢٦٦) رِيحٌ عَاصِفٌ تَهُبُّ مِنَ الْأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ كَعَمُودٍ فِيهِ نَارٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿صَلْدًا﴾

اور ابن جبیر نے کہا: ''وسع کرسیہ'' (البقرہ: ۲۵۵) یعنی اللہ کا علم محیط ہے۔ کہا جاتا ہے: ''بسطۃ'' یعنی زیادہ کشادگی (البقرہ: ۲۴۷) یعنی زیادہ اور فضیلت۔ ''افرغ'' (البقرہ: ۲۵۰) یعنی نازل فرما۔ ''ولا یؤودہ'' (البقرہ: ۲۵۵) یعنی اس کے اوپر بوجھ نہیں' اسی سے لفظ ''ادنی'' بنا ہے یعنی اس نے مجھ کو بوجھل بنا دیا اور لفظ ''آد'' اور ''اید'' کا معنی قوت ہے' ''السنۃ'' (البقرہ: ۲۵۵) یعنی اونگھ۔ ''لم یتسنہ'' (البقرہ: ۲۵۹) یعنی وہ نہیں متغیر ہوتا ہے' ''فبہت'' (البقرہ: ۲۵۸) یعنی وہ کوئی دلیل نہ پیش کر سکا اور لاجواب ہو گیا' ''خاویۃ'' (البقرہ: ۲۵۹) یعنی ایسی ویران جگہ جہاں کوئی رفیق نہ ہو' ''عروشہا'' (البقرہ: ۲۵۹) یعنی اپنی چھتوں

(البقرہ:٢٦٤) لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَقَالَ عِكْرِمَةُ ﴿وَابِلٌ﴾ (البقرہ:٢٦٤-٢٦٥) مَطَرٌ شَدِيْدٌ ﴿الطَّلُّ﴾ اَلنَّدٰى وَهٰذَا مَثَلُ عَمَلِ الْمُؤْمِنِ .

پر''السنہ'' (البقرہ:٢٥٥) یعنی اونگھ''ننشزھا'' (البقرہ:٢٥٩) ہم اس کو نکالتے ہیں''اعصار'' (البقرہ:٢٦٦) یعنی وہ زبردست آندھی جو زمین سے اُٹھ کر آسمان کی طرف ایک ستون کی طرح ہو جاتی ہے اور اس میں آگ ہوتی ہے''صلدا'' (البقرہ:٢٦٦) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس کا معنی ہے: وہ چکنا پتھر جس پر کوئی چیز نہ ٹھہرے''وابل'' (البقرہ:٢٦٥-٢٦٤) عکرمہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: شدید بارش''الطل'' (البقرہ:٢٦٥) یعنی شبنم یہ مؤمن کے عمل کی مثال ہے۔

مذکور الصدر مشکل الفاظ کی تفسیر

حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ ان الفاظ کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن جبیر نے کہا:''کرسی'' سے مراد اللہ کا علم ہے سفیان ثوری نے اپنی تفسیر میں اس حدیث کو سندِ موصول کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام ابن ابی حاتم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی روایت کی ہے کہ''کرسی''قدموں کی جگہ ہے اور امام ابن المنذر نے سُدی سے روایت کی ہے کہ''کرسی''عرش کے سامنے ہے۔

''بسطة'' کا معنی زیادہ اور فضیلت ہے یہ اس آیت کی تفسیر ہے:

وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ط (البقرہ:٢٤٧) اور اس کو علم اور جسم میں زیادہ کشادگی عطاء فرمائی ہے۔

''افرغ'' کا معنی ہے: نازل فرما: یہ اس آیت کی تفسیر ہے:

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا ـ (البقرہ:٢٥٠) اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے!

یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے۔

''ولا یؤودہ'' یعنی اس کے اوپر بوجھ نہیں: یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر ہے جس کی امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

اور اسی سے لفظ''ادنی'' بنا ہے یعنی اس نے مجھ کو بوجھل بنا دیا اور لفظ''آد''اور''اید'' کا معنی قوت ہے یہ''ولا یؤودہ'' کی تفسیر میں امام ابوعبیدہ کا کلام ہے اور انہوں نے اس کی تائید میں یہ آیت پیش کی ہے:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ (ص:١٧) اور آپ ہمارے بندے داؤد کا ذکر کیجئے جو قوت والے ہیں۔

''السنہ'' کا معنی ہے: اونگھ: امام ابن ابی حاتم نے اس تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

''لم یتسنہ'' یعنی وہ متغیر نہیں ہوتا ہے: امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور سُدی سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ انجیر اور انگور کھٹے نہیں ہوئے اور نہ شیرہ خراب ہوا' بلکہ وہ چیزیں پہلے کی طرح میٹھی تھیں۔

''فبھت'' یعنی وہ کوئی دلیل نہ پیش کر سکا اور لاجواب ہو گیا: یہ ابوعبیدہ کا کلام ہے جو انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں ذکر کیا ہے:

فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ط (البقرہ:٢٥٨) پس وہ کافر حیران اور لا جواب ہو گیا۔

"خَـاوِيَةٌ" یعنی ایسی ویران جگہ جہاں کوئی رفیق نہ ہو: امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے اسی طرح روایت کی ہے کہ وہ خالی جگہ تھی اور وہاں کوئی نہیں تھا۔

"عروشها" یعنی اپنی چھتوں پر: امام ابن ابی حاتم نے ضحاک اور سُدی سے اسی معنی کی روایت کی ہے۔

"ننشزها" یعنی ہم اس کو نکالتے ہیں: امام ابن ابی حاتم نے سُدی کی سند سے اسی طرح روایت کی ہے اور یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا بھیجی جس نے ان تمام ہڈیوں کو ہر اس جگہ سے اُٹھا لیا جہاں اُن ہڈیوں کو پرندے اور درندے لے گئے تھے' پھر وہ ہڈیاں جمع ہو گئیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مرکب ہو گئیں اور وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا' جس میں نہ گوشت تھا نہ خون۔

تنبیہ: امام ابن ابی حاتم نے حضرت علی کی حدیث سے یہ روایت کی ہے کہ یہ قصہ (خاوية' عروشها اور ننشزها) عُزیر کے لیے واقع ہوا تھا اور وہ بستی بیت المقدس میں تھی' جب اس کو بخت نصر نے تباہ کر کے ویران کر دیا تھا۔

"اعـصـار" یعنی وہ زبردست آندھی جو زمین سے اُٹھ کر آسمان کی طرف ایک ستون کی طرح ہو جاتی ہے اور اس میں آگ ہوتی ہے: (البقرہ:٢٦٦) کی تفسیر میں یہ ابوعبیدہ کا کلام ہے۔

"صـلـدا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس کا معنی ہے: وہ چکنا پتھر جس پر کوئی چیز نہ ٹھہرے: امام ابن جریر نے اس حدیث کی سندِ موصول کے ساتھ علی بن ابی طلحہ سے روایت کی ہے اور امام ابن ابی حاتم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: پس اس کو خشک چھوڑ دیا جو کوئی چیز نہیں اُگاتا۔

"وابل" عکرمہ نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: شدید بارش۔

"طـل" یعنی شبنم' یہ مؤمن کے عمل کی مثال ہے: حضرت عمر نے کہا: یہ مؤمن کی مثال بیان کی ہے اور اس حدیث کی امام عبد بن حمید نے سندِ موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٥٠٦' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٥٣٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ اِذَا سُئِلَ عَنْ صَلٰوةِ الْخَوْفِ قَالَ يَتَقَدَّمُ الْاِمَامُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ النَّاسِ فَيُصَلِّيْ بِهِمِ الْاِمَامُ رَكْعَةً وَّتَكُوْنُ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْعَدُوِّ لَمْ يُصَلُّوْا فَاِذَا صَلَّوْا الَّذِيْنَ مَعَهٗ رَكْعَةً اسْتَاْخَرُوْا مَكَانَ الَّذِيْنَ لَمْ يُصَلُّوْا وَلَا يُسَلِّمُوْنَ وَيَتَقَدَّمُ الَّذِيْنَ لَمْ يُصَلُّوْا فَيُصَلُّوْنَ مَعَهٗ رَكْعَةً ثُمَّ يَنْصَرِفُ الْاِمَامُ وَقَدْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَيَقُوْمُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الطَّائِفَتَيْنِ فَيُصَلُّوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً بَعْدَ اَنْ يَّنْصَرِفَ الْاِمَامُ فَيَكُوْنُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الطَّائِفَتَيْنِ قَدْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَاِنْ كَانَ خَوْفٌ هُوَ اَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ صَلَّوْا رِجَالًا قِيَامًا عَلٰى اَقْدَامِهِمْ اَوْ رُكْبَانًا مُّسْتَقْبِلِي

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از نافع' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب نمازِ خوف کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ فرماتے کہ امام آگے بڑھ جائے اور لوگوں کی ایک جماعت کو امام ایک رکعت پڑھائے اور لوگوں کی دوسری جماعت مسلمانوں اور دشمنوں کے درمیان کھڑی رہے وہ نماز نہ پڑھیں' پس جب پہلی جماعت امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ لے تو وہ پیچھے آ جائیں اور ان لوگوں کی جگہ کھڑے ہوں جنہوں نے نماز نہیں پڑھی اور سلام نہ پھیریں اور وہ لوگ آگے بڑھیں جنہوں نے نماز نہیں پڑھی تھی' پس وہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھیں' پھر امام مڑ کر واپس آ جائے اور وہ دو رکعت نماز پڑھ چکا ہو' پھر دونوں جماعتوں میں سے ہر جماعت کھڑی ہو' پھر ان میں

الْقِبْلَةِ أَوْ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِيهَا .

سے ہر ایک اپنی اپنی (رہی ہوئی) ایک رکعت پڑھے امام کے فارغ ہونے کے بعد پس ان دو جماعتوں میں سے ہر ایک کی دو دو رکعت ہو جائیں گی پھر اگر خوف اس سے بھی زیادہ شدید ہو تو پھر وہ پیدل چلتے ہوئے اپنے قدموں پر کھڑے ہوئے نماز پڑھیں یا سوار ہونے کی حالت میں نماز پڑھیں خواہ ان کا منہ قبلہ کی طرف ہو یا قبلہ کی طرف منہ نہ ہو۔

قَالَ مَالِكٌ قَالَ نَافِعٌ لَا أُرَى عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ ذَكَرَ ذٰلِكَ إِلَّا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

امام مالک نے کہا: نافع بیان کرتے ہیں کہ میرا یہی گمان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس حدیث کی صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۹۴۲ میں گزر چکی ہے تاہم بعض ضروری اُمور ذکر کیے جا رہے ہیں:

نمازِ خوف کی مشروعیت کی تاریخ

اس حدیث میں جس غزوہ کا ذکر ہے وہ غزوہ ذات الرقاع ہے یہ غزوہ چار ہجری (۴) میں ہوا تھا اسی سال غزوہ بنو نضیر بھی ہوا تھا یہی وہ غزوہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر کو نازل فرمایا تھا۔

اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ کون سے سن میں پہلی مرتبہ نمازِ خوف پڑھی گئی۔ جمہور نے کہا: پہلی مرتبہ غزوہ ذات الرقاع میں نمازِ خوف پڑھی گئی ہے غزوہ ذات الرقاع کے سن میں بھی اختلاف ہے اور اس میں یہ اقوال ذکر کیے گئے ہیں: چار ہجری پانچ ہجری چھ ہجری اور سات ہجری۔

امام ابن اسحاق اور علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ غزوہ شعبان چار ہجری میں ہوا ہے اور یہی قول معتمد ہے۔

یہ حدیث ہمارے اصحاب احناف کی دلیل ہے ہمارے اصحاب نے نمازِ خوف کا یہی طریقہ بیان کیا ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ (عمدۃ القاری ج ٦ ص ١٧١-١٧٠ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

٤٥- بَابٌ ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا﴾ (البقرۃ: ٢٤٠)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں (البقرہ: ۲۴۰) کی تفسیر

٤٥٣٦- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ وَيَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ الشَّهِيْدِ عَنِ ابْنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ قُلْتُ لِعُثْمَانَ هٰذِهِ الْآيَةَ الَّتِيْ فِي الْبَقَرَةِ ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا إِلٰى قَوْلِهٖ غَيْرَ إِخْرَاجٍ﴾ قَدْ نَسَخَتْهَا الْآيَةُ الْأُخْرٰى فَلِمَ تَكْتُبُهَا قَالَ تَدَعُهَا يَا ابْنَ أَخِيْ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْهُ مِنْ مَكَانِهٖ قَالَ حُمَيْدٌ أَوْ نَحْوَ هٰذَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن الاسود نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حمید بن الاسود اور یزید بن زریع نے حدیث بیان کی ان دونوں نے کہا: ہمیں حبیب بن الشہید نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر نے کہا: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سورۂ بقرہ کی اس آیت کے متعلق سوال کیا: اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جائیں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور (گھر سے) نہ نکالا

جائے۔ (البقرہ:۲۴۰) اس آیت کو دوسری آیت (البقرہ:۲۳۴) نے منسوخ کر دیا ہے تو آپ نے اس آیت کو (مصحف میں) لکھنا چھوڑ کیوں نہیں دیا؟ انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! میں کسی آیت کو اس کے مقام سے بدل نہیں سکتا۔ حمید نے کہا: یا اس کی مثل کہا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۳۰ میں گزر چکی ہے۔

٤٦- بَابٌ ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَى﴾ (البقرہ:٢٦٠)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (یاد کیجئے) جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھا تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا (البقرہ:۲۶۰) کی تفسیر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ بدیہی علم تھا کہ اللہ تعالیٰ زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے کیونکہ انہوں نے نمرود سے کہا تھا:

رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِ وَيُمِيتُ ۔ (البقرہ:۲۵۸)　میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔

لیکن انہوں نے یہ چاہا کہ وہ اس کا مشاہدہ کر لیں اور علم الیقین سے عین الیقین کی طرف ترقی کریں کیونکہ زیادہ دلائل سے قلب کو سکون ہوتا ہے اور بصیرت زیادہ ہوتی ہے' اس لیے انہوں نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھا تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۱۷۰)

﴿فَصُرْهُنَّ﴾ (البقرہ:٢٦٠) قَطِّعْهُنَّ ۔　''فصرھن'' اس کا معنی ہے: ان کو کاٹ دو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے اس آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ ۔ (البقرہ:۲۶۰)　چار پرندے لیں اور ان کو خود سے مانوس کر لیں۔

امام بخاری نے ''فصرھن'' کا معنی ''ان پرندوں کو کاٹ دو'' کیا ہے' لیکن کہا گیا ہے کہ اس لفظ کا معنی ہے: ان کو اپنی طرف مائل کریں' یعنی خود سے مانوس کریں۔

٤٥٣٧- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَسَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ ﴿رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي﴾ (البقرہ:٢٦٠) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن صالح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی از ابن شہاب از ابی سلمہ وسعید از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں' جب انہوں نے کہا: اے میرے رب! مجھے دکھا تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا' اللہ نے فرمایا: کیا آپ کو یقین نہیں؟ عرض کیا: کیوں نہیں! مگر تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ (البقرہ:۲۶۰)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۷۲ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی توجیہ کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اس پر شک کرنا کیسے جائز ہوا؟ پھر انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہم کو بھی اس پر شک نہیں ہے کہ اللہ مُردوں کو زندہ کرے گا' تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو بطریق اولیٰ شک نہیں تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو نفسِ احیاء میں شک نہیں تھا' کیفیت احیاء میں شک تھا۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شک کی شہادت نہیں دی تھی' بلکہ ان کی مدح کی تھی کیونکہ آپ کا ارشاد تھا کہ ہم ان کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں اور جب ہم کو شک نہیں ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیسے شک ہوگا اور جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں تو آپ اس میں شک کرنے کے مستحق نہیں ہیں بلکہ شک نہ کرنے کے مستحق ہیں اور آپ کا یہ ارشاد تواضع اور انکسار پر محمول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۱۷۱۔ ۱۷۰' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٧- بَابُ قَوْلُهٗ ﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۔ اِلٰى قَوْلِهٖ ۔ تَتَفَكَّرُوْنَ ٥﴾ (البقرہ:٢٦٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو' (اور یہ آیت یہاں تک ہے:) تاکہ تم غور وفکر کرو ٥ (البقرہ:۲۶۶) کی تفسیر

٤٥٣٨- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ مُلَيْكَةَ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ وَسَمِعْتُ اَخَاهُ اَبَا بَكْرِ بْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَوْمًا لِّاَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَ تَرَوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ ﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ﴾ قَالُوْا اللّٰهُ اَعْلَمُ فَغَضِبَ عُمَرُ فَقَالَ قُوْلُوْا نَعْلَمُ اَوْ لَا نَعْلَمُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ نَفْسِيْ مِنْهَا شَيْءٌ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ عُمَرُ يَا ابْنَ اَخِيْ قُلْ وَلَا تَحْقِرْ نَفْسَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ضُرِبَتْ مَثَلًا لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ اَيُّ عَمَلٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ لِرَجُلٍ غَنِيٍّ يَعْمَلُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ بَعَثَ اللّٰهُ لَهُ الشَّيْطَانَ فَعَمِلَ بِالْمَعَاصِيْ حَتّٰى اَغْرَقَ اَعْمَالَهٗ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از ابن جریج' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی ملیکہ سے سنا' وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کرتے تھے' انہوں نے کہا: اور میں نے ان کے بھائی ابوبکر بن ابی ملیکہ سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے تھے: از عبید بن عمیر' انہوں نے کہا کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے کہا: تمہارے خیال میں یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی ہے: کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے لیے ایک باغ ہو۔ (البقرہ:۲۶۶) ان اصحاب نے کہا کہ اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے' تو حضرت عمر غضب ناک ہوئے' پس کہا: تم صاف صاف کہو تم جانتے ہو یا نہیں جانتے ہو' حضرت ابن عباس نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے دل میں اس آیت کے متعلق کچھ چیز ہے' حضرت عمر نے کہا: اے میرے بھتیجے! بتاؤ! اور اپنے

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

آپ کو حقیر نہ سمجھو۔ حضرت ابن عباس نے کہا: اس آیت میں عمل کی مثال بیان کی گئی ہے' حضرت عمر نے پوچھا: کون سے عمل کی؟ حضرت ابن عباس نے کہا: ایک عمل کی' حضرت عمر نے کہا: ایک مال دار آدمی اللہ عزوجل کی اطاعت میں عمل کرتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ اس کے اوپر شیطان بھیج دیتا ہے' پھر شیطان اس سے گناہ کراتا ہے حتیٰ کہ اس کے اعمال برباد کر دیتا ہے۔

قرآن مجید میں بیان کی ہوئی مثال کا مصداق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابن جریر نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت عمر سے یہ روایت کی ہے کہ اس آیت میں اس انسان کی مثال بیان کی گئی ہے جو ساری عمر نیک عمل کرتا رہتا ہے' حتیٰ کہ جب اس کی عمر کا آخری حصہ آتا ہے' جس وقت اسے نیک عمل کرنے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے تو وہ بُرے کام کرتا ہے اور عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے' انہوں نے کہا کہ اس آیت کا معنی یہ ہے: کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ ساری عمر نیک کام کرتا رہے' حتیٰ کہ جب اس کی عمر تمام ہو تو اس کا خاتمہ بُرے کاموں پر ہو اور اس کے پچھلے نیک عمل ضائع ہو جائیں۔

اس حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی فہم کی قوت کا ذکر ہے اور حضرت عمر کے نزدیک ان کے قرب کا ذکر ہے اور ان کی کم عمری کے باوجود ان کو مقدم کرنے کا ذکر ہے اور اس میں عالم کا اپنے شاگرد کو اس سے بڑی عمر کے لوگوں کے سامنے کسی مسئلہ کے بتانے کی ترغیب ہے' جبکہ عالم کو یہ معلوم ہو کہ اس کے شاگرد میں اتنی ذہانت ہے کہ وہ مسئلہ بتا سکے گا۔

(فتح الباری ج ٥ ص ٥٠٧' دار المعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٤٨- بَابٌ ﴿لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ (البقرة:٢٧٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے (البقرہ:٢٧٣) کی تفسیر

امام بخاری نے یہ پوری آیت ذکر نہیں کی اور یہ پوری آیت اس طرح ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○ (البقرہ:٢٧٣)

(یہ خیرات) ان فقراء کا حق ہے جو خود کو اللہ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں جو (اس میں شدتِ اشتغال کی وجہ سے) زمین میں سفر کی طاقت نہیں رکھتے' ناواقف شخص ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے ان کو خوش حال سمجھتا ہے' (اے مخاطب!) تم (ان میں بھوک کے آثار دیکھ کر) ان کو صورت سے پہچان لو گے وہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے اور تم جو اچھی چیز بھی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہو بے شک اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے ○

اصحابِ صفہ کا تذکرہ اوران کی خودداری اور سوال نہ کرنے کا بیان

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت اصحابِ صفہ کے متعلق نازل ہوئی ہے: صفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک چبوترا تھا' یہ مہاجرینِ قریش میں سے چار سو مرد تھے' ان کا مدینہ میں کوئی گھر نہیں تھا اور نہ ان کے کوئی رشتہ دار تھے' یہ رات میں قرآن مجید سیکھتے تھے اور دن میں جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ اسلام کے لیے جو لشکر بھیجتے تھے' یہ ان میں شریک ہوتے تھے اور جہاد کرتے تھے' یہ روزی کے حصول کے لیے اپنی دینی مصروفیات کی وجہ سے تجارتی سفر نہیں کر سکتے تھے اور چونکہ یہ کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہیں کرتے تھے' اس لیے ان کے حال سے ناواقف شخص ان کو تونگر اور مالدار سمجھتا تھا' ان کو ان کی پیشانیاں دیکھ کر اور ان کے چہرے کی خستہ حالی دیکھ کر ان کی احتیاج اور ضرورت کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا' یہ لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے تھے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا یہ بغیر گڑگڑانے کے نرمی سے سوال کرتے تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی خودداری کا تقاضا یہ تھا کہ وہ کسی سے مطلقاً سوال نہیں کرتے تھے۔

اصحابِ صفہ کے برعکس ہمارے دور کے مسلمانوں کا طرزِ عمل

میں کہتا ہوں کہ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ مسجدوں میں آ کر خصوصاً ماہِ رمضان میں لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر رونکھی آواز بنا کر اور آنکھوں میں آنسو لا کر ان سے گڑگڑا کر سوال کرتے ہیں اور اپنے مصائب اور مشکل حالات بہت عاجزی اور زاری سے بیان کرتے ہیں اور جب یہ لوگ اللہ سے دعا کرتے ہیں تو نہ ان کی آنکھوں میں آنسو ہوتے ہیں' نہ آواز میں لرزش ہوتی ہے' نہ عاجزی ہوتی ہے نہ استحضارِ قلب ہوتا ہے' یہ بے خیالی' بے توجہی اور بے نیازی سے دعا مانگ کر کھڑے ہو جاتے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ (الاعراف:۵۵)

دعا کرو اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ آہستہ۔

يُقَالُ اَلْحَفَ عَلَىَّ وَاَلَحَّ عَلَىَّ وَاَحْفَانِىْ بِالْمَسْئَلَةِ ﴿فَيُحْفِكُمْ﴾ (محمد:۳۷) يُجْهِدْكُمْ .

کہا جاتا ہے: ''اَلْحَفَ عَلَىَّ وَاَلَحَّ عَلَىَّ وَاَحْفَانِىْ بِالْمَسْئَلَةِ'' یعنی اس نے سوال کر کے مجھے مشقت میں ڈالا۔ ''فیحفکم'' اس کا معنی ہے: وہ تم کو مشقت میں ڈالتا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام بخاری اس تعلیق سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ''الحف' الح'' اور ''احفا'' تینوں الفاظ کا معنی ہے: گڑگڑا کر سوال کرنا اور انہوں نے ''فیحفکم'' جو لکھا ہے' اس کا معنی ہے: تم کو مشقت میں ڈالے' اس سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے:

وَلَا يَسْئَلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ○ اِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا (محمد:۳۷-۳۶)

اور وہ تمہارے مال تم سے طلب نہ کرے گا ○ اگر وہ تم سے تمہارا مال طلب کرے اور تمہارا سارا مال طلب کرے تو تم بخل کرو گے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۷۳-۱۷۲' دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۴۵۳۹- حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ مَرْيَمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ شَرِيْكُ بْنُ اَبِىْ نَمِرٍ اَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِىْ عَمْرَةَ الْاَنْصَارِىَّ قَالَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن ابی مریم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے شریک بن ابی نمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے بتایا

سَمِعْنَا اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلَا اللُّقْمَةُ وَلَا اللُّقْمَتَانِ اِنَّمَا الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَتَعَفَّفُ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ يَعْنِيْ قَوْلَهُ تَعَالٰى ﴿لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ (البقرہ:۲۷۳) ۔

کہ عطاء بن یسار اور عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ الانصاری دونوں نے کہا کہ ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے سنا' وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص مسکین نہیں ہے جس کو ایک کھجور یا دو کھجوریں لوٹا دیں اور نہ وہ مسکین ہے جس کو ایک لقمہ یا دو لقمہ لوٹا دے' مسکین صرف وہ شخص ہے جو سوال نہ کرے اور اگر تم چاہو تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھو: وہ لوگوں سے گڑ گڑا کر سوال نہیں کرتے ۔ (البقرہ:۲۷۳)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۴۷٦ میں گزر چکی ہے۔

٤٩- بَابٌ ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (البقرہ:۲۷۵)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے (البقرہ:۲۷۵) کی تفسیر

امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت اس طرح ہے:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (البقرہ:۲۷۵)

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو' اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع سود ہی کی مثل ہے اور اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے' سو جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی' پس وہ (سود سے) باز آ گیا تو جو کچھ وہ پہلے لے چکا ہے وہ اس کا ہو گیا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جس نے اس کا دوبارہ اعادہ کیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں' وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ (البقرہ:۲۷۵)

سود کی آیات کا اس سے پہلی آیات کے ساتھ ربط

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

جب اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان نیک مؤمنین کا ذکر کیا تھا' جو اپنی آمدنی میں سے زکوٰۃ نکالتے تھے تو پھر اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر شروع کیا جو سود کھاتے ہیں اور ناجائز طریقے سے لوگوں کا مال لیتے ہیں اور ان کے شبہات کا ذکر کیا' جب انہوں نے کہا کہ سود تو بیع کی مثل ہے' تو اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ سود اور بیع برابر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے' ان لوگوں نے سود کو بیع پر قیاس کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس باطل قیاس کا رد فرما دیا۔

سود کو بیع پر قیاس کرنے کے باطل ہونے کی توجیہ

میں کہتا ہوں کہ ان کے قیاس کی بنیاد یہ تھی کہ بیع میں بھی مثلاً ایک چیز کم دام پر خرید کر زیادہ قیمت پر فروخت کی جاتی ہے' اسی طرح سود میں بھی کم روپے قرض دے کر کچھ مدت کے بعد اصل سے زائد رقم وصول کی جاتی ہے' سو تجارت میں بھی اصل سے زیادہ رقم

وصول کی جاتی ہے اور سود میں بھی اصل سے زیادہ رقم وصول کی جاتی ہے' لیکن ان کا یہ قیاس اس لیے باطل ہے کہ تجارت میں مال فروخت کرنے والا منڈی سے مال خرید کر لاتا ہے' اس میں اس کی مشقت شامل ہوتی ہے' مال کو منڈی سے لانے کی محنت' مشقت اور مزدوری شامل ہوتی ہے اور وہ اپنی اس مشقت کے عوض زائد رقم لیتا ہے جب کہ سود میں ایسا کچھ نہیں ہوتا' سود خور ایک رقم قرض دیتا ہے اور مدتِ معین کے بعد اصل سے زائد رقم لیتا ہے' لہٰذا تجارت اور سود میں فرق واضح ہے' اس لیے مشرکین کا سود کو تجارت پر قیاس کرنا باطل ہے۔

﴿الْمَسّ﴾ اَلْجُنُوْنُ . "المس" کا معنی ہے: جنون۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ وہ قیامت کے دن صرف اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے مس کر کے مخبوط الحواس کر دیا ہو۔ (البقرہ:۲۷۵)

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ یہاں شیطان کے مس کرنے کا معنی جنون ہے۔

٤٥٤٠- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتِ الْاٰيَاتُ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِی الرِّبٰوا قَرَاَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِی الْخَمْرِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص بن غیاث نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسلم نے حدیث بیان کی از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب سورۂ بقرہ کے آخر میں سود کے متعلق آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے ان کی تلاوت کی' پھر آپ نے شراب کی تجارت کو حرام فرما دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۹ میں گزر چکی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۷۲-۱۷۳' دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٥٠- بَابُ ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا﴾ (البقرہ:٢٧٦) يُذْهِبُهُ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ سود کو مٹاتا ہے (البقرہ:۲۷۶) یعنی اسے لے جاتا ہے' کی تفسیر

٤٥٤١- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ اَبَا الضُّحٰى يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا اُنْزِلَتِ الْاٰيَاتُ الْاَوَاخِرُ مِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَاهُنَّ فِی الْمَسْجِدِ فَحَرَّمَ التِّجَارَةَ فِی الْخَمْرِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں بشر بن خالد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی از شعبہ از سلیمان' انہوں نے کہا: میں نے ابوالضحیٰ سے سنا' وہ حدیث بیان کرتے تھے از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' وہ بیان کرتی ہیں کہ جب سورۂ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مسجد میں تلاوت کی' پس آپ نے شراب کی تجارت کو حرام فرما دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵۹ میں گزر چکی ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

امام احمد' امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود سے خواہ زیادہ رقم حاصل ہو مگر اس کا انجام قلت ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۰۸' دارالمعرفہ' بیروت' ١٤٢٦ھ)

٥١- بَابٌ ﴿فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ﴾ (البقرہ:٢٧٩) فَاعْلَمُوْا .

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو (البقرہ:٢٧٩) کی تفسیر

''فاذنوا'' کا معنی ہے: ''فاعلموا'' یعنی تم جان لو۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے پوری آیت نہیں لکھی' پوری آیت اس طرح سے ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ (البقرہ:٢٧٩-٢٧٨)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود کو چھوڑ دو' اگر تم مؤمن ہو ○ پس اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔

امام بخاری نے کہا ہے کہ ''فاذنوا'' کا معنی ہے: جان لو' اور حسن بصری نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: پس تم یقین رکھو۔ سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ قیامت کے دن سود کھانے والے سے کہا جائے گا: تم اللہ اور رسول سے جنگ کے لیے اپنے ہتھیار اُٹھا لو اور یہ بہت بھاری تہدید ہے اور سخت وعید ہے اور امام ابن ابی حاتم نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ اگر لوگوں پر عادل حکمران ہو تو وہ سودخوروں سے توبہ طلب کرے اور اگر وہ توبہ کرلیں تو فبہا ورنہ وہ ان سے جنگ کرے۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٧٥-١٧٤' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٥٤٢- حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِی الضُّحٰی عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اُنْزِلَتِ الْاٰیَاتُ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ قَرَاَهُنَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ وَحَرَّمَ التِّجَارَةَ فِی الْخَمْرِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از منصور از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں: جب سورۃ البقرۃ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی مسجد میں تلاوت کی اور خمر (انگور کی شراب) کی تجارت کو حرام قرار دے دیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ نے اس حدیث کی شرح نہیں کی۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۰۹)

اسی طرح علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ نے بھی اس حدیث کی شرح نہیں کی۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٧٥)

٥٢- بَابٌ ﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَیْسَرَةٍ وَّاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○﴾ (البقرہ:٢٨٠) اَلْاٰیَةَ .

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اگر (مقروض) تنگ دست ہے تو اسے اس کی فراخ دستی تک مہلت دو اور (قرض کو معاف کر کے) تمہارا صدقہ کرنا زیادہ بہتر ہے' اگر تم جانتے ہو ○ (البقرہ:٢٨٠) کی تفسیر

اگر مقروض تنگ دست ہو تو قرض خواہ پر واجب ہے کہ وہ اُسے قرض ادا کرنے کے لیے اتنی مدت کی مہلت دے جس میں وہ

آسانی سے قرض ادا کر سکے اور اگر قرض خواہ مقروض کے قرض کو معاف کر دے اور اصل رقم اس کے اوپر صدقہ کر دے تو وہ زیادہ بہتر ہے اور اس طرح نہ کرے جیسے زمانہ جاہلیت میں لوگ مقروض سے کہتے تھے کہ تم قرض ادا کرو ورنہ تم پر سود بڑھتا جائے گا۔

میں کہتا ہوں کہ مقروض کو قرض کی ادائیگی کے لیے مہلت دینا واجب ہے اور اس پر قرض کو معاف کر دینا مستحب ہے' سو اس آیت سے معلوم ہوا کہ کبھی مستحب پر عمل کرنے کا ثواب واجب پر عمل کرنے سے زیادہ ہوتا ہے۔

٤٥٤٣- وَقَالَ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ وَّالْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اُنْزِلَتِ الْاٰيَاتُ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَهُنَّ عَلَيْنَا ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ .

اور ہم سے محمد بن یوسف نے کہا از سفیان از منصور اور الاعمش از ابی الضحیٰ از مسروق از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جب سورۂ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور آپ نے ان آیات کی ہم پر تلاوت کی' پھر آپ نے شراب کی تجارت کو حرام کر دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٥٩ میں گزر چکی ہے۔

٥٣- بَابٌ ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ﴾ (البقرۃ: ٢٨١)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے (البقرۃ: ٢٨١) کی تفسیر

٤٥٤٤- حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اٰخِرُ اٰيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰيَةُ الرِّبٰوا . (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قبیصہ بن عقبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عاصم از الشعبی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو آخری آیت نازل ہوئی' وہ سود کی آیت ہے۔

قرآن مجید میں نازل ہونے والی آخری آیت کے متعلق متعدد اقوال

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

ابو صالح نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت کی ہے کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اور اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکیاسی دن زندہ رہے' ابن المنکدر نے یہ اضافہ کیا ہے کہ یہ قول بہت بعید ہے کہ اتنی مدت تک آپ پر وحی منقطع رہی' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت حجۃ الوداع میں قربانی کے دن منیٰ میں نازل ہوئی تھی اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ آپ اس کے بعد نو راتیں زندہ رہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ٢ ص ٥٥٤)

اور مقاتل کے نزدیک سات راتیں زندہ رہے اور دوسروں نے کہا ہے کہ تین راتیں زندہ رہے اور ایک قول ہے کہ تین ساعتیں زندہ رہے۔

ان اقوال کو علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ٣ ص ٣٧٥)

امام بخاری نے حضرت البراء سے یہ روایت کی ہے کہ جو آخری آیت نازل ہوئی ہے' وہ یہ ہے:

''يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ'' (النساء: ١٧٦) (صحیح البخاری: ٤٦٠٥) اور ایک قول یہ ہے کہ جو آخری آیت نازل ہوئی' وہ یہ ہے: ''لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ'' (التوبہ: ١٢٨) اور ایک قول یہ ہے کہ آخری آیت یہ ہے: ''وَاتَّقُوْا يَوْمًا

تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ‘‘ (البقرہ:۲۸۱) اور دن سے مراد قیامت کا دن ہے یا موت کا دن ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۱۲۹۔۱۲۸' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

’’اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ ○ ‘‘ حجۃ الوداع میں قربانی کے دن منٰی میں نازل ہوئی اور آپ اس کے بعد اکیاسی دن زندہ رہے اور یہ سابقہ اقوال کے منافی نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ٦ ص ۱۴۳' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲٦ھ)

یعنی ہو سکتا ہے کہ دونوں آیتیں اس دن نازل ہوئی ہوں۔ سعیدی غفرلہ

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ’’يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ‘‘ (النساء:۱۷٦) احکام میراث سے متعلق آخری آیت ہے اور ’’وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ‘‘ (البقرہ:۲۸۱) یہ مطلقاً آخری آیت ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۵۰۹' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲٦ھ)

٥٤- بَابٌ ﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○﴾ (البقرة:٢٨٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ' اللہ تم سے اس کا حساب لے گا' سو جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ (البقرہ:۲۸۴) کی تفسیر

البقرہ:۲۸۴ کے منسوخ ہونے کی تحقیق

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہمیں ان اعمال کا مکلف کیا گیا جن کی ہم طاقت رکھتے ہیں' نماز' روزہ' جہاد اور صدقہ اور یہ آیت نازل کی گئی اور اس کی تو ہم طاقت نہیں رکھتے (کیونکہ اس آیت میں دل کی باتوں کا بھی حساب لینے کی خبر دی ہے) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ ارادہ کرتے ہو کہ تم اس طرح کہو جس طرح تم سے پہلے اہل کتاب نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی' بلکہ تم کہو:

سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ○ (البقرہ:۲۸۵)

ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی' اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش کے طالب ہیں اور (ہمیں) تیری ہی طرف لوٹنا ہے ○

پس جب صحابہ نے یہ پڑھ لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پہلی آیت کو منسوخ کر دیا اور پھر یہ آیت نازل فرمائی:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ؕ (البقرہ:۲۸٦)

اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا' جو اس (شخص) نے نیک کام کیے ہیں' ان کا نفع (بھی) اس کے لیے ہے اور جو اس نے بُرے کام کیے ہیں' ان کا نقصان (بھی) اس کے لیے ہے' اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے غلطی ہو جائے تو ہماری گرفت نہ کرنا۔

سو اس آیت نے اس سے پہلی والی آیت کو منسوخ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کی ان باتوں کو معاف فرما دیا ہے جو اُن کے دلوں میں آتی ہیں' جب تک وہ اُن پر عمل نہ کرے یا جب تک اُن کے ساتھ کلام نہ کرے۔

اور نحاس کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی اور ان کے اس قول کی توجیہ یہ ہے کہ یہ آیت خبر ہے اور اخبار کے ساتھ ناسخ لاحق ہوتا ہے نہ منسوخ اور کہا گیا ہے کہ جس کا یہ زعم ہو کہ اخبار میں ناسخ و منسوخ ہوتا ہے وہ ملحد ہے اور جاہل ہے اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ہر چند کہ یہ آیت خبر ہے' لیکن یہ آیت ایک حکم کو متضمن ہے اور جو آیت حکم کو متضمن ہو اس پر ناسخ داخل ہو سکتا ہے اور جو خبر محض ہو اور کسی حکم کو متضمن نہ ہو جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھلی اُمتوں کی خبریں دی ہیں' اُن پر ناسخ داخل نہیں ہو سکتا۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٧٧-١٧٦' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٥٤٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مِسْكِيْنٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ مَرْوَانَ الْاَصْفَرِ عَنْ رَّجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ عُمَرَ اَنَّهَا قَدْ نُسِخَتْ ﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ﴾ الْاٰيَةَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں النفیلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مسکین نے حدیث بیان کی از شعبہ از خالد الحذاء از مروان الاصفر از نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک مرد اور وہ حضرت ابن عمر ہیں' انہوں نے کہا: یہ آیت منسوخ کر دی گئی: اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ۔ (البقرہ:٢٨٤)

٥٥- بَابٌ ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ﴾ (البقرہ:٢٨٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (ہمارے) رسول اس (کلام) پر ایمان لائے جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا (البقرہ:٢٨٥) کی تفسیر

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اِصْرًا﴾ (البقرہ:٢٨٦) عَهْدًا وَيُقَالُ ﴿غُفْرَانَكَ﴾ (البقرہ:٢٨٥) مَغْفِرَتَكَ ﴿فَاغْفِرْ لَنَا﴾ (البقرہ:٢٨٦).

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''اصرًا'' (البقرہ:٢٨٦) کا معنی ہے: عہد اور کہا گیا ہے: ''غفرانك'' (البقرہ:٢٨٥) اس کا معنی ہے: تیری مغفرت اور بخشش ''فاغفر لنا'' (البقرہ:٢٨٦) اس کا معنی ہے: سو تو ہماری مغفرت فرما!

تعلیق مذکور کے مشکل الفاظ کے معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے کہا: ''اصرًا'' کا معنی ہے: عہد امام طبری نے اس حدیث کی سند موصول کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بھاری بوجھ نہ ڈالنا۔ (البقرہ:٢٨٦) اس آیت میں ''اصرًا'' کا معنی ہے: بہت بھاری چیز' کیونکہ عہد کو پورا کرنا بہت بھاری ہوتا ہے' انہوں نے کہا کہ اس سے مراد ایسا عہد ہے جس کو ہم پورا کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں۔

''غفرانك'' اس کا معنی ہے: تیری مغفرت اور بخشش' سو ہماری مغفرت فرما: یہ اس آیت کی ابو عبیدہ نے تفسیر کی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے: ہم تجھ سے تیری مغفرت طلب کرتے ہیں۔

٤٥٤٦- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا رَوْحٌ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ مَّرْوَانَ الْاَصْفَرِ عَنْ رَّجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَحْسِبُهُ ابْنَ عُمَرَ ﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ﴾ قَالَ نَسَخَتْهَا الْاٰيَةُ الَّتِيْ بَعْدَهَا ـ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن منصور نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں روح نے خبر دی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے خبر دی از خالد الحذاء از مروان الاصفر از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک مرد انہوں نے کہا: میرا گمان ہے کہ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ۔ (البقرہ: ۲۸۴) انہوں نے کہا: کہ اس آیت کو اس کی بعد والی آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۵۴۵ میں گزر چکی ہے۔

سورۂ بقرہ کی منتخب آیات کی تفسیر یہاں پر ختم ہوگئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

٣- سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرَانَ

سورۂ آل عمران کا بیان

اور اس کی آیات کی تعداد دو سو (۲۰۰) ہے۔

تُقَاةٌ وَّتَقِيَّةٌ وَّاحِدَةٌ ـ

''تُقاۃ'' اور ''تقیہ'' دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ○ (آل عمران: ۲۸)

ماسوا اس (صورت) کے کہ تم ان سے بچاؤ کرنا چاہو اور اللہ تمہیں اپنی ذات (کے غضب) سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ○

یہ آیت اس سے پہلی درج ذیل آیت کے ساتھ مربوط ہے:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ (آل عمران: ۲۸)

ایمان والے مؤمنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جس نے ایسا کیا وہ اللہ کی حمایت میں بالکل نہیں ماسوا اس (صورت) کے کہ تم ان سے بچاؤ کرنا چاہو۔

امام بخاری نے جو کہا ہے کہ ''تُقاۃ'' اور ''تقیہ'' کا ایک معنی ہے اس کا مطلب ہے: ''تقاۃ'' اور ''تقیہ'' دونوں مصدر ہیں اور ان کا ایک معنی ہے اور ''تُقاۃ'' میں تا اصل میں واؤ ہے اور تقویٰ اصل میں وقویٰ ہے کیونکہ یہ لفظ ''وقایہ'' سے بنا ہے۔

﴿صِرٌّ﴾ (آل عمران: ۱۱۷) بَرْدٌ ـ

''صرّ'' اس کا معنی ہے: ''برد'' یعنی سخت سردی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ـ

وہ جس چیز کو دنیا کی اس زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس ہوا کی طرح ہے جس میں (جلا دینے والی) سخت سردی ہو

(آل عمران:١١٧) جو ان لوگوں کی کھیتیوں پر پہنچے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

﴿شَفَا حُفْرَةٍ﴾ (آل عمران:١٠٣) مِثْلُ شَفَا الرَّكِيَّةِ وَهُوَ حَرْفُهَا . "شفا حفرة" کا معنی ہے: گڑھے کا کنارہ جیسے کچے کنویں کا کنارہ ہوتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ (آل عمران:١٠٣) اور تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تم کو اس سے نجات دی۔

علامہ زمخشری نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: تم اپنے کفر کی وجہ سے جہنم کے گڑھے میں گرنے والے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کے سبب سے بچالیا۔

﴿تُبَوِّئُ﴾ (آل عمران:١٢١) تَتَّخِذُ مُعَسْكَرًا . "تبوئ" یعنی آپ لشکر کے پڑاؤ اور قیام کی جگہ بناتے تھے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ (آل عمران:١٢١) اور اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ صبح کو اپنے گھر سے نکلے درآں حالیکہ آپ مؤمنوں کو جنگ کے لیے مورچوں پر بٹھا رہے تھے۔

امام ابوعبیدہ نے بھی اس آیت میں "مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ" کی اس طرح تفسیر کی ہے یعنی لشکر کے قیام کی جگہ اس سے مراد مورچہ بنانا ہے اور "تبوئ" کا معنی ہے: آپ لشکر کے ٹھہرنے کے مقامات تجویز کرتے ہیں۔

اَلْمُسَوَّمُ الَّذِیْ لَهُ سِیْمَاءٌ بِعَلَامَةٍ اَوْ بِصُوْفَةٍ اَوْ بِمَا كَانَ . "المسوم" یعنی وہ چیز جس پر کسی علامت کی نشانی ہو یا اس پر ریشم کی نشانی ہو یا کوئی اور نشانی ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ (آل عمران:١٤) اور نشان زدہ گھوڑوں کی اور مویشیوں کی اور کھیتی باڑی کی۔

علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ "الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ" کا معنی ہے: ایسے گھوڑے جن پر کوئی علامت یا نشانی لگائی گئی ہو اور مکحول نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایسے گھوڑے ہیں جو غر محجل ہوں یعنی پنج کلیان ہوں یعنی جن کا ماتھا اور ہاتھ پیر سفید ہوں۔

﴿رِبِّيُّونَ﴾ (آل عمران:١٤٦) اَلْجَمِيْعُ وَالْوَاحِدُ رِبِّيٌّ . "ربیون" جمع کا صیغہ ہے اور اس کا واحد "ربی" ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكَأَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ (آل عمران:١٤٦) اور کتنے نبیوں کے ساتھ اللہ والوں نے اللہ کی راہ میں قتال کیا۔

وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ ﴿وَحَصُورًا﴾ (آل عمران:٣٩) لَا يَأْتِي النِّسَاءَ . اور ابن جبیر نے کہا: "حصورا" کا معنی ہے: جو مرد عورتوں کے پاس نہ جائے۔

مفسرین نے کہا ہے کہ ''ربیون'' کا معنی ہے: ''ربانیون'' ۔حضرت ابن مسعود نے کہا ہے کہ ''ربیون کثیر'' یعنی ہزاروں ہیں' حضرت ابن عباس نے کہا ہے کہ ''ربیون'' جماعتِ کثیرہ ہیں' امام عبدالرزاق نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ ''ربیون'' کثیر ہیں' یعنی علماءِ کثیر ہیں اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ علماءِ صابرین' ابرار اور متقین کثیر ہیں اور امام ابن جریر نے بعض بصری نحویوں سے روایت کی ہے کہ ''ربیون'' وہ ہیں جو رب کی عبادت کرتے ہیں۔

﴿تَحُسُّوْنَهُمْ﴾ (آل عمران:١٥٢) تَسْتَاْصِلُوْنَهُمْ قَتْلًا . ''تحسونهم'' اس کا معنی ہے: تم ان کو قتل کر کے جڑ سے اکھاڑ دیتے ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ (آل عمران:١٥٢) اور بے شک اللہ نے تم سے کیا ہوا وعدہ سچا کر دیا جب تم (ابتداء میں) اس کے اذن سے ان (کافروں) کو قتل کر رہے تھے۔

امام بخاری نے ''تحسونهم'' کی تفسیر ''تستاصلونهم'' کے ساتھ کی ہے اور یہ لفظ ''استئصال'' سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے: کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑ دینا یعنی تم ان کو بہت زیادہ قتل کرتے ہو۔

﴿غُزًّا﴾ (آل عمران:١٥٦) وَاحِدُهَا غَازٍ . ''غزیً'' اور اس کا واحد ''غازٍ'' ہے' اس کا معنی ہے: جہاد کرنے والا یعنی غازی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَ مَا قُتِلُوْا ۚ (آل عمران:١٥٦) جب ان کے بھائی کسی لڑائی یا سفر میں گئے تو انہوں نے ان کے متعلق کہا کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کیے جاتے۔

''غزیً''، ''غَازِی'' کی جمع ہے' یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے اور ''غازٍ'' اصل میں ''غازیٌ'' تھا۔

﴿سَنَكْتُبُ﴾ (آل عمران:١٨١) سَنَحْفَظُ . ''سنکتب'' کا معنی ہے: ہم عنقریب محفوظ رکھیں گے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِیَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا (آل عمران:١٨١) بے شک اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا' جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں' عنقریب ہم ان کا قول لکھ لیں گے۔

یعنی ہم اس کو عنقریب محفوظ رکھیں گے اور اپنے علم میں ثابت رکھیں گے اور اس کی یہ تفسیر بھی ہے کہ ہم کراماً کاتبین کے صحائف میں اس کو محفوظ رکھیں گے۔

﴿نُزُلًا﴾ (آل عمران:١٩٨) ثَوَابًا وَيَجُوْزُ وَمُنْزَلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ كَقَوْلِكَ اَنْزَلْتُهٗ . ''نزلا'' کا معنی ہے: ثواب اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی ہو: اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا' جیسے کہتے ہیں: ''انزلته'' میں نے اس کو اتارا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

لٰکِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ○ (آل عمران:۱۹۸)

لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ کی طرف سے مہمانی ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے سب سے بہتر ہے ○

امام بخاری نے ''نزلًا'' کی تفسیر ثواب کے ساتھ کی ہے اور اس کی تفسیر یہ بھی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضیافت اور مہمانی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی ''منزل'' ہو یعنی جو مہمانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہو۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿وَالْخَیْلُ الْمُسَوَّمَةُ﴾ (آل عمران:١٤) اَلْمُطَهَّمَةُ الْحِسَانُ .

اور مجاہد نے کہا کہ علامت زدہ گھوڑوں سے مراد ہے: جو بہت موٹے تازے اور خوبصورت گھوڑے ہوں۔

اس تعلیق کو عبد بن حمید نے سند موصول کے ساتھ روایت کیا ہے اور اصمعی نے کہا ہے: ''المطهم'' کا معنی ہے: ہر وہ چیز جو اپنی انتہاء پر پہنچ کر کامل ہو گئی ہو۔

وَقَالَ ابْنُ جُبَیْرٍ ﴿وَحَصُوْرًا﴾ (آل عمران:٩٣) لَا یَاْتِی النِّسَاءَ .

اور ابن جبیر نے کہا: ''حصورًا'' کا معنی ہے: جو مرد عورتوں کے پاس نہ جائے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰی مُصَدِّقًا ۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ○ (آل عمران:٣٩)

(اے زکریا!) بے شک اللہ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو (عیسیٰ) کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہوں گے سردار اور عورتوں سے بہت بچنے والے ہوں گے اور نبی ہوں گے اور ہمارے نیک بندوں میں سے ہوں گے ○

سعید بن جبیر نے کہا ہے: اس کا معنی ہے: وہ مرد جو عورتوں کے پاس نہ جائے اور حسن بصری اور عطاء وغیرہ نے کہا ہے کہ سید کا معنی ہے: جو اپنے غضب پر غالب ہو اور ''حصور'' کا معنی ہے: جو عورتوں سے جماع نہ کرے اور ''حصر'' کا لغوی معنی ہے: رُکنا اور منع کرنا اور جو مرد عورتوں کے پاس نہ جائے اس کو ''حصور'' کہا جاتا ہے اور یہ اس سے عام ہے کہ وہ بالطبع عورتوں کے پاس نہ جائے جیسے نامرد ہو یا اپنے نفس سے جہاد کر کے عورتوں کے پاس نہ جائے اور یہ مستحسن ہے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صفت میں یہی معنی مراد ہے۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ ﴿مِنْ فَوْرِهِمْ﴾ (آل عمران:١٢٥) مِنْ غَضَبِهِمْ یَوْمَ بَدْرٍ .

اور عکرمہ نے کہا: ''من فورهم'' کا معنی ہے: بدر کے دن غصہ اور جوش سے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

بَلٰٓی ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا . (آل عمران:١٢٥)

ہاں کیوں نہیں! اگر تم ثابت قدم رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو جس آن دشمن تم پر چڑھائی کریں گے اسی آن اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

عکرمہ مولیٰ ابن عباس نے ''من فورھم'' کی تفسیر ''من غضبھم'' سے کی ہے' نیز انہوں نے کہا ہے کہ کافروں کا غضب اُحد کے دن تھا کیونکہ بدر کے دن ان کو جس شکست کا سامنا ہوا تھا' اس کا بدلہ لینے کے لیے وہ اُحد کے دن جمع ہوئے تھے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾ (الانعام:٩٥) اَلنُّطْفَةُ تَخْرُجُ مَيِّتَةً وَّيُخْرِجُ مِنْهَا الْحَيَّ.

اور مجاہد نے کہا: ''یخرج الحی'' کا معنی ہے کہ نطفہ اس حال میں نکلتا ہے کہ وہ مردہ ہوتا ہے اور اس سے اللہ عزوجل زندہ کو نکالتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ (آل عمران:٢٧)

اور تو زندہ کو مُردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور تو جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے○

مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ تو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے' یعنی تو نطفہ کو نکالتا ہے اور وہ بے جان ہوتا ہے اور اس بے جان نطفہ سے زندہ کو نکالتا ہے۔ اس تعلیق کو امام محمد بن جریر نے عاصم سے روایت کیا ہے اور تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ دانہ کو کھیت سے نکالتا ہے اور کھیت کو دانہ سے نکالتا ہے اور کھجور کو گٹھلی سے نکالتا ہے اور گٹھلی سے کھجور کو نکالتا ہے اور مؤمن سے کافر کو نکالتا ہے اور کافر سے مؤمن کو نکالتا ہے اور مرغی کو انڈہ سے نکالتا ہے اور انڈہ سے مرغی کو نکالتا ہے۔

﴿الْإِبْكَارُ﴾ (آل عمران:٤١) اَوَّلُ الْفَجْرِ. وَالْعَشِيُّ مَيْلُ الشَّمْسِ اُرَاهُ اِلٰى اَنْ تَغْرُبَ.

''الابکار'' کا معنی ہے: فجر کی اوّل ساعت' اور ''العشی'' کا معنی ہے: سورج کے ڈھلنے کا وقت' میرا گمان ہے مغرب تک۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ○ (آل عمران:٤١)

اور اپنے رب کا بہ کثرت ذکر کرو اور اس کی پاکیزگی شام کو اور صبح کے وقت بیان کرو○

علامہ زمخشری نے کہا ہے: ''العشی'' کا وقت زوالِ شمس سے لے کر غروبِ شمس تک ہے اور ''الابکار'' کا وقت طلوعِ فجر سے لے کر چاشت کے وقت تک ہے۔

نوٹ: ان تمام تعلیقات کی شرح عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٨٣-١٨٠ سے لی گئی ہے۔

١ - بَابٌ ﴿مِنْهُ اٰيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ﴾ (آل عمران:٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اس میں بعض آیات محکمات ہیں (آل عمران:٧) کی تفسیر

وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْحَلَالُ وَالْحَرَامُ ﴿وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ﴾ (آل عمران:٧) يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفَاسِقِيْنَ ○﴾ (البقرۃ:٢٦) وَكَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ○﴾ (یونس:١٠٠) وَكَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰهُمْ ○﴾ (محمد:١٧)

اور مجاہد نے کہا: حلال اور حرام (اور دوسری آیات متشابہات ہیں)' بعض آیات بعض کی تصدیق کرتی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ اس سے صرف فاسقوں کو گمراہی میں ڈالتا ہے○ اور جیسے اللہ جل ذکرہٗ کا ارشاد ہے: اور وہ ان لوگوں پر نجاست ڈالتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے○ اور جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا' اور ان کو ان کا تقویٰ دیا○

آیاتِ محکمات اور متشابہات کی تحقیق

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ پوری عبارت مجاہد کی ہے جس کی امام عبد بن حمید اور امام ابن المنذر نے روایت کی ہے اور اس میں سے یعنی قرآن میں سے بعض آیات محکمات ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ (آل عمران:۷)

وہی (اللہ) ہے جس نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے (اس کتاب کی) بعض آیات واضح ہیں جو اس کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور اس کی بعض آیات متشابہ ہیں۔

محکمات اور متشابہات کی متعدد تعریفات ہیں:

علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ محکمات وہ آیات ہیں جن کی عبارت احتمال اور اشتباہ سے محفوظ ہو اور وہی اصلِ کتاب ہیں اور متشابہات وہ آیات ہیں جن میں کئی احتمالات ہوں۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ محکم وہ ہے جس کا ظاہر بیان سے معنی معلوم ہو جائے اور واضح دلائل سے اس کے معنی کا باطن معلوم ہو جائے اور متشابہ وہ ہے جس کے لفظ سے اس کے معنی کا پتا نہ چلے اور نہ اس کا حکم معلوم ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) جب اس کو محکم کی طرف لوٹایا جائے تو اس کا معنی معلوم ہو جائے (۲) جس کی حقیقت کو جاننے کا کوئی ذریعہ نہ ہو اور یہ وہ ہے جس کی باطل پرست پیروی کرتے ہیں' وہ اس کی حقیقت تک نہیں پہنچتے اور اس میں شک کرتے ہیں اور فتنہ میں مبتلا ہوتے ہیں' جیسے تقدیر پر ایمان لانا۔

محکم اور متشابہ کی دیگر تعریفات

محکم وہ ہے جس کی دلالت واضح ہو اور متشابہ وہ ہے جو غور و فکر اور تخریج کا محتاج ہو۔

محکم وہ آیات ہیں جو منسوخ نہ ہوں اور متشابہ وہ آیات ہیں جو منسوخ ہوں۔

محکم حلال اور حرام کی آیات ہیں اور متشابہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور تقدیر کے متعلق آیات ہیں۔

محکم احکام کی آیات ہیں اور متشابہ حروف مقطعات ہیں۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ اس سے صرف فاسقوں کو گمراہی میں ڈالتا ہے۔ (البقرہ:۲۶)

اس میں یہ اشارہ ہے کہ فاسقوں کی گمراہی صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ آیاتِ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں اور لوگوں کے دین میں فتنہ ڈالنے کا ارادہ کرتے ہیں اور انہیں گمراہ کرنے کا قصد کرتے ہیں۔

اور جیسے اللہ جل ذکرہٗ کا ارشاد ہے: وہ ان لوگوں پر نجاست ڈالتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ (یونس:۱۰۰) کہا گیا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ نجاست سے مراد ہے: اللہ کی ناراضگی' دوسرا قول ہے: گناہ' تیسرا قول ہے: عذاب' اور چوتھا قول ہے: فتنہ اور نجاست سے مراد یہ ہے کہ ان پر یہ حکم لگایا گیا ہے کہ وہ نجس ہیں پاک نہیں ہیں اور علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ رجس سے مراد ناکامی اور رسوائی ہے اور وہ بھی اللہ کا عذاب ہے' اور یہ جو فرمایا ہے کہ وہ عقل سے کام نہیں لیتے' اس کا معنی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام میں غور و فکر نہیں کرتے کیونکہ وہ کفر پر اصرار کرنے والے ہیں۔

اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ (محمد:۱۷): یعنی واقع میں یہ وہ لوگ ہیں جو راسخین فی العلم ہیں' جو ہدایت یافتہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے

ان کی ہدایت کو اور زیادہ کر دیا۔

﴿زَيْغٌ﴾ شَكٌّ . ﴿ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ﴾ اَلْمُشْتَبِهَاتُ

''زیغ'' کا معنی ہے: شک' ''ابتغاء الفتنة'' کا معنی ہے: آیات متشابہات کے درپے ہونا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيْلِهٖ (آل عمران:۷)

سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے' وہ فتنہ جوئی کے لیے اور متشابہ کا محمل نکالنے کے لیے آیت متشابہ کے درپے رہتے ہیں۔

امام بخاری نے ''زیغ'' کی تفسیر شک کے ساتھ کی ہے اور علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ یہ لوگ اہلِ بدعت ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ اہلِ ضلال ہیں' باطل ہیں اور دینِ حق سے خارج ہیں' یہ لوگ آیاتِ متشابہات کی اس لیے پیروی کرتے ہیں' تا کہ وہ ان آیات کے معنی میں تحریف کر کے ان کو اپنے مقاصدِ فاسدہ کے اوپر محمول کریں اور وہ ان کی باطل پیروی کرتے ہیں۔

﴿وَالرّٰسِخُوْنَ﴾ يَعْلَمُوْنَ ﴿يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ﴾ (آل عمران:۷) .

''والراسخون'' کا معنی ہے: جو لوگ عالم ہیں۔ وہ کہتے ہیں: ہم ان (آیات) پر ایمان لائے۔

مجاہد نے کہا ہے کہ راسخین فی العلم کہتے ہیں: ہم ان آیات پر ایمان لائے۔ علامہ زمخشری نے کہا ہے: جن کا علم راسخ اور مضبوط ہے' وہ یہ کہتے ہیں کہ متشابہ اور محکم دونوں ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔

علامہ عینی نے کہا ہے کہ ہم تحقیق کے جس سمندر میں غوطہ زن ہیں' دوسرے شارحین اس سمندر کے کنارے پر بھی نہیں پہنچے' چہ جائیکہ اس میں غوطہ زن ہوتے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۸۵-۱۸۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٥٤٧- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ التُّسْتَرِيُّ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ﴿هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝﴾ (آل عمران:۷) قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ سَمَّى اللّٰهُ فَاحْذَرُوْهُمْ . (صحیح مسلم: ۲۶۶۵' الرقم المسلسل: ۶۶۷۰' سنن ابوداؤد: ۴۵۹۸' سنن ترمذی: ۳۰۰۵-۲۹۹۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن مسلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یزید بن ابراہیم تستری نے حدیث بیان کی از ابن ابی ملیکہ از القاسم بن محمد از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی: وہی (اللہ) ہے جس نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے (اس کتاب کی) بعض آیات واضح ہیں جو اس کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور اس کی بعض آیات متشابہ ہیں' سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنہ جوئی کے لیے اور متشابہ کا محمل نکالنے کے لیے آیت متشابہ کے درپے رہتے ہیں' اور ان کا محمل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ لوگ جن کا علم راسخ اور مضبوط ہے' وہ کہتے ہیں: سب ہمارے رب کی طرف سے ہے' اور صرف عقل والے ہی نصیحت قبول کرتے ہیں ۝ (آل عمران:۷) حضرت عائشہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیاتِ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں تو یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان سے دور رہو اور ان سے احتراز کرو۔

اسلام میں جو بدعت سب سے پہلے نکلی' وہ خوارج ہیں

جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کی پیروی کرتے ہیں: امام طبری نے کہا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں مجادلہ کرتے تھے۔ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ اس اُمت کے معاملہ میں مجادلہ کرتے تھے اور یہ قول زیادہ قریب ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا تھا اور اس اُمت کا معاملہ لوگوں پر مخفی تھا۔

یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے دور رہو اور ان سے احتراز کرو: حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ لوگ خوارج ہیں' ایک قول یہ ہے کہ اسلام میں جو سب سے پہلی بدعت رائج ہوئی وہ خوارج کی بدعت ہے' پھر ان کا ظہور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ایامِ خلافت میں ہوا' پھر ان کی شاخیں اور ان کے نظریات پھیلتے گئے اور ان ہی کے افکار سے متاثر ہو کر قدریہ پیدا ہوئے' پھر معتزلہ' پھر جہمیہ وغیرہم' یہ وہ اہلِ بدعت ہیں جن کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی اور فرمایا تھا: عنقریب اس اُمت کے تہتر فرقے ہوں گے' ان میں سے ایک کے سوا سب دوزخی ہیں' صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ (نجات پانے والے) کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: جس دین پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں' اس حدیث کی حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٨٦۔١٨٥' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٢- بَابٌ ﴿وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُھَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝﴾ (آل عمران:٣٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں ۝ (آل عمران:٣٦) کی تفسیر

٤٥٤٨- حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ یُّوْلَدُ اِلَّا وَالشَّیْطَانُ یَمَسُّهُ حِیْنَ یُوْلَدُ فَیَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِّنْ مَّسِّ الشَّیْطَانِ اِیَّاهُ اِلَّا مَرْیَمَ وَابْنَهَا ثُمَّ یَقُوْلُ اَبُوْهُرَیْرَةَ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ ﴿وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۝﴾ (آل عمران:٣٦) ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبد اللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری از سعید بن المسیب از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بچہ بھی جس وقت پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو مَس کرتا ہے' پس وہ بچہ شیطان کے مَس کرنے سے چلا کر روتا ہے سوائے حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے' پھر حضرت ابو ہریرہ یہ کہتے تھے کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں ۝ (آل عمران:٣٦)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٢٨٦ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

حدیث مذکور پر زمخشری کا یہ اعتراض کہ اگر شیطان نومولود کو انگلی چبھونے پر قادر ہوتا تو تمام دنیا کے لوگوں کو ضرر پہنچاتا اور اس کے جوابات

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں اس حدیث پر اعتراض کیا ہے اور اس کو صحیح ماننے میں توقف کیا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو گمراہ کرنے کی آرزو کرتا ہے سوائے حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے کیونکہ وہ دونوں معصوم ہیں اور اسی طرح جو بچہ ان کی صفت پر ہو اس کو بھی وہ گمراہ کرنے کی آرزو نہیں کرتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ○ (الحجر: ٣٩-٤٠)

ابلیس نے کہا: اے میرے رب! کیونکہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے اس لیے میں زمین کے تمام لوگوں کے لیے بُرے کاموں کو خوش نما بنا دوں گا اور میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا ○ سوائے تیرے ان بندوں کے جو ان میں سے مخلص (معصوم) ہیں ○

اور شیطان کے چھونے سے بچے کا چلا کر رونا شیطان کی طمع کی خیال آرائی ہے گویا کہ وہ بچہ کو چھوتا ہے اور اس پر ہاتھ مارتا ہے اور کہتا ہے: یہ ان میں سے ہے جن کو میں گمراہ کروں گا اور انگلی چبھونے کی جو صفت حشویہ بیان کرتے ہیں' وہ صحیح نہیں ہے' اگر ابلیس لوگوں کو اپنی انگلیاں چبھونے پر قادر ہوتا تو وہ تمام دنیا کے لوگوں کو اپنی انگلی چبھوتا اور وہ سب روتے چلاتے رہتے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ زمخشری کا یہ اعتراض درست نہیں ہے اور حدیث کے معنی پر کوئی اشکال نہیں ہے اور اس میں عصمتِ انبیاء کی کوئی مخالفت نہیں ہے' بلکہ ظاہر حدیث کا یہ معنی ہے کہ ہر نومولود بچے کو انگلی چبھونے پر ابلیس کو قدرت دی گئی ہے سوا ان کے جو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں' ان کو ابلیس کے مَس کرنے سے کوئی ضرر نہیں ہوتا اور حضرت مریم اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مخلصین میں سے ہیں' ابلیس اپنی عادت کے مطابق ان کو بھی انگلی سے مَس کرنے گیا لیکن ان کے اور ابلیس کے درمیان اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو حائل کر دیا اور وہ ان کو ضرر پہنچانے پر قادر نہ ہو سکا۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۱۵' دار المعرفہ بیروت' ١٤٢٦ھ)

میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اگر ابلیس حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے سوا ہر ایک کو انگلی سے مَس کرتا ہے تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس نے انگلی مَس کی' تو اس کے دو جواب ہیں' ایک یہ ہے کہ قائل عموم کلام سے مستثنیٰ ہوتا ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ مخلصین کے ماسوا کو انگلی چبھوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید المخلصین ہیں۔

٣- بَابٌ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ﴾ (آل عمران: ٧٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں' ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے (آل عمران: ٧٧) کی تفسیر

لَا خَيْرَ ﴿اَلِيْمٌ﴾ مُؤْلِمٌ مُوْجِعٌ مِنَ الْاَلَمِ وَهُوَ فِيْ مَوْضِعِ مُفْعِلٍ۔

''لا خلاق'' کا معنی ہے: ان کے لیے کوئی خیر نہیں ہے' ''الیم'' (٧٧) کا معنی ہے: تکلیف دینے والا' درد دینے والا' ''الیم'' فعیل کا وزن ہے اور یہ مفعل کے معنی میں ہے' یعنی ''مؤلم'' کے معنی میں ہے۔

٤٥٤٩' ٤٥٥٠- حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حجاج بن منہال نے

اَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ یَمِیْنَ صَبْرٍ لِیَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِیْقَ ذٰلِكَ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ﴾ (آل عمران:٧٧) اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَةِ قَالَ فَدَخَلَ الْاَشْعَثُ بْنُ قَیْسٍ وَقَالَ مَا یُحَدِّثُكُمْ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قُلْنَا كَذَا وَكَذَا قَالَ فِیَّ اُنْزِلَتْ كَانَتْ لِیْ بِئْرٌ فِیْ اَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِّیْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیِّنَتُكَ اَوْ یَمِیْنُهٗ فَقُلْتُ اِذًا یَحْلِفَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنِ صَبْرٍ یَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ وَهُوَ فِیْهَا فَاجِرٌ لَقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ ۔

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابوعوانہ نے حدیث بیان کی از الاعمش از ابی وائل از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حلف اُٹھا کر از خود قسم کھائی تا کہ وہ اس حلف کے ذریعے کسی مسلمان مرد کے مال پر قبضہ کر لے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا' پس اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں ان لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے' آخر آیت تک (آل عمران:٧٧) راوی نے بتایا: پس حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ آئے اور پوچھا: تمہیں ابوعبدالرحمن نے کیا حدیث بیان کی ہے؟ ہم نے کہا کہ اس طرح اور اس طرح' انہوں نے بتایا کہ یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی تھی' انہوں نے کہا: میرے چچازاد بھائی کی زمین میں میرا ایک کنواں تھا (ہم دونوں کا اس کے متعلق جھگڑا ہوا) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم گواہ پیش کرو ورنہ اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ تو حلف اُٹھا لے گا' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حلف اُٹھا کر از خود قسم کھائی تا کہ وہ اس قسم کے ذریعے کسی مسلمان مرد کے مال پر قبضہ کرے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٥٧۔٢٣٥٦ میں گزر چکی ہے۔

"یمین الصبر" کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی المتوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص کو حاکم قید کر لے کہ وہ قسم اُٹھائے اور اگر وہ بغیر حاکم کے مطالبہ کے از خود قسم کھائے تو کہا جاتا ہے: اس نے "صبرًا" قسم کھائی ہے' گویا جو قسم از خود کھائی جائے بغیر مطالبہ کے اس کو یمین صبر کہا جاتا ہے۔ (التوضیح ج ٢٢ ص ١٣٢)

٤٥٥١- حَدَّثَنَا عَلِیٌّ هُوَ ابْنُ اَبِیْ هَاشِمٍ سَمِعَ هُشَیْمًا اَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا اَقَامَ سِلْعَةً فِی السُّوْقِ فَحَلَفَ فِیْهَا لَقَدْ اَعْطٰی بِهَا مَالَمْ یُعْطِهٖ لِیُوْقِعَ فِیْهَا رَجُلًا مِّنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی نے حدیث بیان کی' جو ابوہاشم کے بیٹے ہیں' انہوں نے ہشیم سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں عوام بن حوشب نے خبر دی از ابراہیم بن عبدالرحمن از حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے بازار میں سودا بیچنے کے لیے رکھا' پھر حلف اُٹھا کر کہا کہ کوئی شخص اس

الْمُسْلِمِيْنَ فَنَزَلَتْ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ (آل عمران:٧٧) إِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ.

سامان کی اتنی قیمت دے رہا تھا جو (خریدار) اس کو نہیں دے رہا تھا' تا کہ وہ ایک مسلمان مرد کو اس سودے میں واقع کرے تو یہ آیت نازل ہوئی: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ (آل عمران:۷۷) آخر آیت تک۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۰۸۸ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

آیت مذکورہ کے شانِ نزول کے متعلق ایک اور روایت

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام طبری نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حیی بن اخطب اور کعب بن اشرف اور دوسرے یہودیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے تورات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے متعلق آیات کو چھپا لیا تھا اور پھر انہوں نے حلف اُٹھا کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں اسی طرح آیت نازل فرمائی تھی لیکن اس آیت کے شانِ نزول میں معتمد وہ ہے جو صحیح البخاری میں مذکور ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۵۱۶' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٥٥٢- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّ امْرَاَتَيْنِ كَانَتَا تَخْرِزَانِ فِيْ بَيْتٍ اَوْ فِي الْحُجْرَةِ فَخَرَجَتْ اِحْدَاهُمَا وَقَدْ اُنْفِذَ بِاِشْفًى فِيْ كَفِّهَا فَادَّعَتْ عَلَى الْاُخْرٰى فَرُفِعَ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَذَهَبَ دِمَاءُ قَوْمٍ وَّاَمْوَالُهُمْ ذَكِّرُوْهَا بِاللّٰهِ وَاقْرَءُوْا عَلَيْهَا ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ﴾ فَذَكَّرُوْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْيَمِيْنُ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں نصر بن علی بن نصر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبد اللہ بن داؤد نے حدیث بیان کی از ابن جریج از ابن ابی ملیکہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ دو عورتیں اپنے گھر میں یا اپنے حجرہ میں موزہ سی رہی تھیں' پس ان میں سے ایک باہر نکلی اور اس کی ہتھیلی میں سوئی چبھ گئی تو اس نے دوسری پر دعویٰ کیا کہ (تم نے یہ سوئی چبھوئی ہے) پھر یہ مقدمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے پیش کیا گیا تو حضرت ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کے دعووں کے مطابق ان کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے تو وہ لوگوں کی جانوں اور مالوں کو لے جائیں گے (جب ان کے پاس گواہ نہیں ہے) تو اس کے سامنے اللہ کا ذکر کرو (یعنی اس سے ڈراؤ) اور اس کے سامنے یہ آیت پڑھو: بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔ (آل عمران:۷۷) سو انہوں نے اس عورت کے سامنے اس آیت کو پڑھا تو اس عورت نے اعتراف کر لیا' پس حضرت ابن عباس نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: قسم مدعیٰ علیہ پر ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۵۱۴ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اُمور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

خصوصیت سبب کے مقابلے میں عموم آیت کا اعتبار ہوتا ہے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ آیت کے عموم پر عمل کیا جاتا ہے اور خصوصیت سبب پر عمل کرنا مقصود نہیں ہے اور اس میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس شخص کے اوپر قسم آتی ہو اس کو اس آیت سے نصیحت کرنی چاہیے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۱۷ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

٤- بَابٌ ﴿قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ﴾ (آل عمران: ٦٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ کہیے کہ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر (مسلّم) ہے (وہ یہ کہ) ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں (آل عمران: ۶۴) کی تفسیر

﴿سَوَاءٍ﴾ قَصْدًا.

''سواء'' کا معنی ہے: ''قصدًا'' یعنی وہ چیز جو عدل اور انصاف کے مطابق ہے۔

اسی طرح ابوعبیدہ نے ''سواء'' کی تفسیر عدل کے ساتھ کی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۹۰)

٤٥٥٣- حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ هِشَامٍ عَنْ مَعْمَرٍ (ح) وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سُفْيَانَ مِنْ فِيْهِ اِلٰى فِيَّ قَالَ اِنْطَلَقْتُ فِي الْمُدَّةِ الَّتِيْ كَانَتْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَبَيْنَا اَنَا بِالشَّامِ اِذْ جِيْءَ بِكِتَابٍ مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى هِرَقْلَ قَالَ وَكَانَ دِحْيَةُ الْكَلْبِيُّ جَاءَ بِهٖ فَدَفَعَهٗ اِلٰى عَظِيْمِ بُصْرٰى فَدَفَعَهٗ عَظِيْمُ بُصْرٰى اِلٰى هِرَقْلَ قَالَ فَقَالَ هِرَقْلُ هَلْ هٰهُنَا اَحَدٌ مِّنْ قَوْمِ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ فَقَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَدُعِيْتُ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فَدَخَلْنَا عَلٰى هِرَقْلَ فَاُجْلِسْنَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَيُّكُمْ اَقْرَبُ نَسَبًا مِّنْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ فَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ فَقُلْتُ اَنَا فَاَجْلَسُوْنِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَجْلَسُوْا اَصْحَابِيْ خَلْفِيْ ثُمَّ دَعَا بِتَرْجُمَانِهٖ فَقَالَ قُلْ لَّهُمْ اِنِّيْ سَائِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ فَاِنْ كَذَبَنِيْ فَكَذِّبُوْهُ قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَوْلَا اَنْ يُّؤْثِرُوْا عَلَيَّ الْكَذِبَ لَكَذَبْتُ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ سَلْهُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی از ہشام از معمر (ح) اور مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے ابوسفیان نے حدیث بیان کی اس طرح کہ ان کا منہ میرے منہ کی طرف تھا انہوں نے کہا: میں اس مدت میں (شام) گیا جس مدت میں میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان (صلح کا) معاہدہ تھا پس جس وقت میں شام میں تھا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب ہرقل کی طرف آیا ابوسفیان نے بتایا کہ حضرت دحیہ کلبی اس مکتوب کو لے کر آئے تھے انہوں نے وہ مکتوب عظیم بصریٰ کو دے دیا عظیم بصریٰ نے وہ مکتوب ہرقل کو دے دیا ہرقل نے کہا: جس شخص کا یہ زعم ہے کہ وہ نبی ہے کیا اس کی قوم کا کوئی مرد یہاں موجود ہے؟ تو اس کے درباریوں نے کہا: جی ہاں! ابوسفیان نے بتایا: پھر مجھے قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بلایا گیا پس ہم ہرقل کے دربار میں داخل ہوئے پس اس نے ہمیں اپنے سامنے بٹھایا پھر اس نے کہا کہ جس مرد کا یہ زعم ہے کہ وہ نبی ہے اس کے نسب کے ساتھ سب سے زیادہ قریب کون ہے؟ ابوسفیان نے بتایا: پس میں

كَيْفَ حَسَبُهُ فِيكُمْ قَالَ قُلْتُ هُوَ فِينَا ذُوحَسَبٍ قَالَ
فَهَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مَلِكٌ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كُنْتُمْ
تَتَّهِمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُولَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ
اَيَتَّبِعُهُ اَشْرَافُ النَّاسِ اَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ قَالَ قُلْتُ بَلْ
ضُعَفَاؤُهُمْ قَالَ يَزِيدُونَ اَوْ يَنْقُصُونَ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ
يَزِيدُونَ قَالَ هَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ عَنْ دِينِهِ بَعْدَ اَنْ
يَّدْخُلَ فِيهِ سَخْطَةً لَّهُ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ
قَاتَلْتُمُوهُ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ اِيَّاهُ
قَالَ قُلْتُ تَكُونُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِجَالًا يُصِيبُ
مِنَّا وَنُصِيبُ مِنْهُ قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ قَالَ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ
مِنْهُ فِي هٰذِهِ الْمُدَّةِ لَا نَدْرِي مَا هُوَ صَانِعٌ فِيهَا قَالَ
وَاللّٰهِ مَا اَمْكَنَنِي مِنْ كَلِمَةٍ اُدْخِلُ فِيهَا شَيْئًا غَيْرَ هٰذِهِ
قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ اَحَدٌ قَبْلَهُ قُلْتُ لَا ثُمَّ قَالَ
لِتَرْجُمَانِهِ قُلْ لَهُ اِنِّي سَاَلْتُكَ عَنْ حَسَبِهِ فِيكُمْ
فَزَعَمْتَ اَنَّهُ فِيكُمْ ذُوحَسَبٍ وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ
تُبْعَثُ فِي اَحْسَابِ قَوْمِهَا وَسَاَلْتُكَ هَلْ كَانَ فِي آبَائِهِ
مَلِكٌ فَزَعَمْتَ اَنْ لَا فَقُلْتُ لَوْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مَلِكٌ
قُلْتُ رَجُلٌ يَطْلُبُ مُلْكَ آبَائِهِ وَسَاَلْتُكَ عَنْ اَتْبَاعِهِ
اَضُعَفَاؤُهُمْ اَمْ اَشْرَافُهُمْ فَقُلْتَ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ وَهُمْ
اَتْبَاعُ الرُّسُلِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُونَهُ بِالْكَذِبِ
قَبْلَ اَنْ يَّقُولَ مَا قَالَ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا فَعَرَفْتُ اَنَّهُ لَمْ
يَكُنْ لِيَدَعَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ يَذْهَبُ فَيَكْذِبَ
عَلَى اللّٰهِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ عَنْ دِينِهِ بَعْدَ
اَنْ يَّدْخُلَ فِيهِ سَخْطَةً لَّهُ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا وَكَذٰلِكَ
الْاِيمَانُ اِذَا خَالَطَ بَشَاشَةَ الْقُلُوبِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ
يَزِيدُونَ اَمْ يَنْقُصُونَ فَزَعَمْتَ اَنَّهُمْ يَزِيدُونَ وَكَذٰلِكَ
الْاِيمَانُ حَتّٰى يَتِمَّ وَسَاَلْتُكَ هَلْ قَاتَلْتُمُوهُ فَزَعَمْتَ
اَنَّكُمْ قَاتَلْتُمُوهُ فَتَكُونُ الْحَرْبُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ سِجَالًا
يَنَالُ مِنْكُمْ وَتَنَالُونَ مِنْهُ وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلٰى ثُمَّ

نے کہا کہ میں ہوں' تو انہوں نے مجھے ہرقل کے سامنے بٹھادیا اور
میرے اصحاب کو میرے پیچھے بٹھادیا' پھر اپنے مترجم کو بلایا' پس ہرقل
نے کہا: ان سے کہو کہ میں اس مرد کے متعلق سوال کرنے والا ہوں
جس کا یہ زعم ہے کہ وہ نبی ہے' پس اگر یہ مجھ سے جھوٹ بولے تو تم
اس کو جھوٹا قرار دینا۔ ابوسفیان نے کہا: اور اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ
خطرہ نہ ہوتا کہ یہ لوگ مجھے جھوٹا کہیں گے تو میں ضرور جھوٹ بولتا'
پھر ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا: اس سے سوال کرو کہ ان کا
حسب تم میں کیسا ہے؟ ابوسفیان نے کہا: میں نے بتایا کہ وہ ہم میں
عالی حسب کے ہیں۔ ہرقل نے پوچھا: کیا ان کے آباء واجداد میں
کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ ابوسفیان نے بتایا: میں نے کہا کہ نہیں! ہرقل
نے پوچھا: کیا تم ان کے اس دعویٰ نبوت سے پہلے ان پر جھوٹ کی
تہمت لگاتے تھے؟ میں نے کہا: نہیں! ہرقل نے پوچھا: کیا ان کی
پیروی معزز لوگ کرتے ہیں یا پسماندہ لوگ؟ ابوسفیان نے بتایا کہ
میں نے کہا: بلکہ پسماندہ لوگ۔ ہرقل نے پوچھا: وہ زیادہ ہو رہے
ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ میں نے کہا: نہیں! بلکہ وہ زیادہ ہو رہے
ہیں۔ ہرقل نے پوچھا: کیا ان میں سے کوئی ایک ان کے دین میں
داخل ہونے کے بعد ان کے دین سے برگشتہ ہو کر ان کے دین سے
مرتد ہو جاتا ہے؟ ابوسفیان نے بتایا کہ میں نے کہا: نہیں! ہرقل نے
پوچھا: کیا تم نے ان سے کبھی لڑائی کی ہے؟ ابوسفیان نے بتایا: میں
نے کہا کہ ہاں! ہرقل نے پوچھا: پھر تمہاری ان کے ساتھ لڑائی کا کیا
نتیجہ رہا؟ ابوسفیان نے بتایا کہ میں نے کہا: ہمارے اور ان کے
درمیان لڑائی کنویں کے ڈول کی طرح ہے' کبھی وہ ڈول ان کے
ہاتھ آتا ہے اور کبھی ہمارے ہاتھ آتا ہے' ہرقل نے پوچھا: کیا کبھی
انہوں نے عہد شکنی کی ہے؟ ابوسفیان نے بتایا کہ میں نے کہا: نہیں!
اور اب جب کہ اس مدت میں ہم یہاں پر ہیں' ہم نہیں جانتے کہ وہ
اس مدت میں کیا کرنے والے ہیں' ابوسفیان نے کہا: اور اللہ کی قسم!
میں اس بات کے سوا ان کے خلاف اور کوئی بات نہیں کہہ سکا۔ ہرقل
نے پوچھا: کیا یہ نبوت کا دعویٰ ان سے پہلے بھی کسی نے کیا تھا؟ میں
نے کہا: نہیں! پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا: اس کو بتاؤ کہ نے

تَكُوْنُ لَهُمُ الْعَاقِبَةُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ لَا يَغْدِرُ وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ أَحَدٌ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ فَزَعَمْتَ أَنْ لَا فَقُلْتُ لَوْ كَانَ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ قَبْلَهُ قُلْتُ رَجُلٌ ائْتَمَّ بِقَوْلٍ قِيْلَ قَبْلَهُ قَالَ ثُمَّ قَالَ بِمَ يَأْمُرُكُمْ قَالَ قُلْتُ يَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ قَالَ إِنْ يَّكُ مَا تَقُوْلُ فِيْهِ حَقًّا فَإِنَّهُ نَبِيٌّ وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ وَلَمْ أَكُ أَظُنُّهُ مِنْكُمْ وَلَوْ أَنِّيْ أَعْلَمُ أَنِّيْ أَخْلُصُ إِلَيْهِ لَأَحْبَبْتُ لِقَاءَهُ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ وَلَيَبْلُغَنَّ مُلْكُهُ مَا تَحْتَ قَدَمَيَّ قَالَ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَهُ فَإِذَا فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ إِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّيْ أَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ أَسْلِمْ تَسْلَمْ وَأَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيْسِيِّيْنَ ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ إِلٰى قَوْلِهِ اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝﴾ (آل عمران: ٦٤) فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ ارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ عِنْدَهُ وَكَثُرَ اللَّغَطُ وَأُمِرَ بِنَا فَأُخْرِجْنَا قَالَ فَقُلْتُ لِأَصْحَابِيْ حِيْنَ خَرَجْنَا لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِيْ كَبْشَةَ إِنَّهُ لَيَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مُوْقِنًا بِأَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَيَظْهَرُ حَتّٰى أَدْخَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَدَعَا هِرَقْلُ عُظَمَاءَ الرُّوْمِ فَجَمَعَهُمْ فِيْ دَارٍ لَهُ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الرُّوْمِ هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرَّشَدِ آخِرَ الْأَبَدِ وَأَنْ يَثْبُتَ لَكُمْ مُلْكُكُمْ قَالَ فَحَاصُوْا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ فَوَجَدُوْهَا قَدْ غُلِّقَتْ فَقَالَ عَلَيَّ بِهِمْ فَدَعَا بِهِمْ فَقَالَ إِنِّيْ إِنَّمَا اخْتَبَرْتُ شِدَّتَكُمْ

میں تم سے پوچھا تھا: ان کا حسب تمہارے درمیان کیسا ہے؟ تو تم نے کہا: وہ ہم میں عالی حسب کے ہیں' اور اسی طرح رسول اپنی قوم کے عالی حسب سے مبعوث کیے جاتے ہیں' اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ کیا ان کے آباء واجداد میں سے کوئی نبی گزرا ہے؟ تو تم نے کہا: نہیں! تو میں نے کہا کہ اگر ان کے آباء واجداد میں سے کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ مرد (دعویٰ نبوت) سے اپنے آباء و اجداد کا ملک حاصل کر رہا ہے اور میں نے تم سے اس کے پیروکاروں کے متعلق سوال کیا کہ آیا وہ معزز لوگ ہیں یا پسماندہ؟ تو تم نے کہا: بلکہ وہ پسماندہ لوگ ہیں اور وہی رسولوں کے پیروکار ہوتے ہیں اور میں نے تم سے سوال کیا: کیا ان کے اس دعویٰ نبوت سے پہلے تم ان پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ تو تم نے کہا: نہیں! پس میں نے جان لیا کہ جو شخص لوگوں پر جھوٹ نہیں باندھتا تو وہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھے گا' پھر میں نے تم سے سوال کیا کہ کوئی شخص ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد پھر ان کے دین سے ناراض ہو کر مرتد ہو جاتا ہے؟ تم نے کہا: نہیں! اور ایمان کا یہی معاملہ ہے جب وہ دل کی گہرائیوں میں رچ جاتا ہے اور میں نے تم سے سوال کیا: کیا وہ زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ تو تم نے بتایا کہ وہ زیادہ ہو رہے ہیں اور اسی طرح ایمان کا تقاضا ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ پورا ہو جائے اور میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا تم نے ان سے کبھی جنگ کی ہے؟ تو تم نے بتایا کہ تم نے ان سے جنگ کی ہے اور تمہارے اور ان کے درمیان جنگ کنویں کے ڈول کی طرح ہے کبھی وہ ڈول تمہارے ہاتھ آتا ہے اور کبھی ان کے ہاتھ آتا ہے اور اسی طرح رسولوں کی آزمائش ہوتی ہے اور انجام کار ان ہی کو کامیابی ہوتی ہے؟ اور میں نے تم سے سوال کیا: کیا انہوں نے کبھی عہد شکنی کی ہے؟ تو تم نے کہا: نہیں! انہوں نے عہد شکنی نہیں کی اور اسی طرح رسول عہد شکنی نہیں کرتے اور میں نے تم سے سوال کیا: کیا ان سے پہلے بھی کسی نے یہ دعویٰ نبوت کیا تھا؟ تو تم نے کہا: نہیں! تو میں نے کہا کہ ان سے پہلے اگر کسی نے دعویٰ نبوت کیا ہوتا تو یہ مرد اپنے پیش رو کی پیروی کرتا ہے' پھر ہرقل نے کہا: وہ تمہیں کن کاموں کا

عَلٰی دِیْنِکُمْ فَقَدْ رَاَیْتُ مِنْکُمُ الَّذِیْ اَحْبَبْتُ فَسَجَدُوْا لَهٗ وَرَضُوْا عَنْهُ

دیتے ہیں؟ تو میں نے بتایا: وہ ہمیں نماز پڑھنے کا' زکوٰۃ دینے کا' رشتہ داروں سے مل کر رہنے کا اور پاک دامنی کا حکم دیتے ہیں' ہرقل نے کہا: اگر جو کچھ تم نے کہا ہے وہ برحق ہے تو بے شک وہ نبی ہیں اور مجھے معلوم تھا کہ ان کا ظہور ہونے والا ہے' لیکن میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے' اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میں ان تک پہنچ سکوں گا تو میں ضرور ان سے ملاقات کرتا اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو میں ان کے پیروں کو دھوتا اور ضرور ان کی حکومت میرے قدموں کے نیچے تک پہنچ جائے گی' پھر ہرقل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب منگوایا' پھر اس کو پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! یہ محمد رسول اللہ کی طرف سے ہرقل کی جانب ہے جو روم کا بادشاہ ہے' جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو' اللہ کی حمد کے بعد معلوم ہو کہ میں تمہیں دین اسلام کی دعوت دے رہا ہوں' تم اسلام لے آؤ تو تم سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں دو مرتبہ اجر عطاء فرمائے گا اور اگر تم نے پیٹھ پھیری تو تمہارے پیروکاروں کا (اسلام نہ لانے کا) گناہ بھی تم پر ہوگا' پھر یہ آیت ہے: آپ کہیے کہ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر (مسلّم) ہے (وہ یہ ہے کہ) ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں' اور یہ آیت یہاں تک ہے: تو تم کہہ دو کہ (لوگو) گواہ رہو ہم مسلمان ہیں ○ (آل عمران:٦٤) جب ہرقل مکتوب کو پڑھنے سے فارغ ہو گیا تو اس کے پاس آوازیں بلند ہو گئیں اور شور بہت زیادہ ہو گیا اور ہمیں نکالنے کا حکم دیا گیا' سو ہم نکال دیئے گئے' ابوسفیان نے بتایا کہ جب ہم نکال دیئے گئے تو میں نے اپنے اصحاب سے کہا کہ ابو کبشہ کے بیٹے کا معاملہ بہت بڑھ گیا ہے' اس سے زرد رُو لوگوں کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے' پھر مجھے ہمیشہ یہ یقین رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین عنقریب غالب ہو جائے گا' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بھی اسلام کو داخل کر دیا۔ زُہری نے بتایا کہ پھر ہرقل نے روم کے سرداروں کو بلایا اور ان کو ایک حویلی میں جمع کیا' پھر کہا: اے رومیوں کی جماعت! دائمی کامیابی اور آخرت کی نجات کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے اور یہ

کہ تمہارا ملک سلامت رہے؟ زُہری نے بتایا: پس وہ سردار وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف دوڑے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ دروازے بند کر دیئے گئے' ہرقل نے کہا: ان لوگوں کو میرے پاس لاؤ' پس ان کو بلایا' پھر کہا: میں نے تو صرف تمہاری تمہارے دین کے اوپر شدت اور تصلّب کو آزمایا تھا اور میں نے تمہاری تمہارے دین پر وہ شدت دیکھ لی جو میں پسند کرتا ہوں' پس وہ سردار ہرقل سے راضی ہو گئے اور ہرقل کو سجدہ کیا۔

اس حدیث کی مفصل اور مکمل شرح' صحیح البخاری: ۷' اور صحیح البخاری: ۵۱ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

حسب اور نسب کا معنیٰ' اس کی توجیہ کہ بعض قریش اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے' کتنی جنگوں میں مسلمان غالب رہے اور کتنی جنگوں میں قریش غالب رہے؟ رسول اپنے بلند مرتبہ کے باوجود اللہ کا بندہ کہلانے میں عار نہیں سمجھتے

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ان کا حسب کیسا ہے؟: اس حدیث میں اسی طرح ہے اور بعض دوسری احادیث میں ہے کہ ان کا نسب کیسا ہے؟ نسب کا معنی ہے: کسی مرد کے آباء واجداد کے اسماء' اور حسب کا معنی ہے: کسی مرد کی خاندانی شرافت اور قابلِ فخر کارنامے' اور ابوسفیان نے کہا: وہ ہم میں ذوحسب ہیں' یہاں پر حسب میں تنوین تعظیم کے لیے ہے' یعنی وہ عالی حسب کے ہیں یا عالی نسب کے ہیں۔

ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص ان کے دین سے ناراض ہو کر مرتد نہیں ہوتا: ابوسفیان کی مراد یہ تھی کہ جو شخص بصیرت کے ساتھ ان کے دین میں داخل ہوتا ہے' وہ پھر مرتد نہیں ہوتا اور جو شخص بغیر بصیرت کے ان کے دین میں داخل ہوتا ہے وہ متزلزل رہتا ہے اور قریش کے جو لوگ بعد میں مرتد ہو گئے تھے' وہ اسی پر محمول ہیں کہ وہ دینِ اسلام میں بصیرت سے داخل نہیں ہوئے تھے اور اُن ہی میں ابوسفیان کی بیٹی حضرت اُم حبیبہ کے شوہر عبیداللہ بن جحش ہیں' جو ابوسفیان کے داماد تھے کیونکہ وہ اسلام لانے کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ گئے اور حبشہ میں عیسائی مذہب کو قبول کر لیا اور عیسائیت پر ہی مر گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے اُس کے مرنے کے بعد نکاح کیا تھا اور ان کے مرتد ہونے کا محمل یہ ہے کہ وہ دینِ اسلام میں بصیرت کے ساتھ داخل نہیں ہوئے تھے اور ابوسفیان اور دوسرے قریش اس بات کو جانتے تھے' اسی وجہ سے ابوسفیان نے یہ نہیں کہا کہ بعض لوگ مرتد ہو گئے تھے کیونکہ اس کو ڈر تھا کہ دوسرے قریش اس کی تکذیب کر دیں گے کہ وہ بصیرت سے اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مرتد ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص اپنے پہلے دین کی طرف لوٹ جائے اور ابوسفیان کا داماد عبیداللہ بن جحش اپنے پہلے دین کی طرف نہیں لوٹا تھا کیونکہ پہلے وہ بت پرست تھا اور بعد میں عیسائی ہو گیا تھا۔

جنگ کنویں کے ڈول کی طرح ہے' کبھی ان کے ہاتھ آتا ہے اور کبھی ہمارے ہاتھ: اس واقعہ سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریش کے درمیان تین مرتبہ جنگ ہوئی' بدر' اُحد اور خندق' غزوۂ بدر میں مسلمانوں نے مشرکین کو شکست دی اور غزوۂ اُحد میں اس کے برعکس

مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور غزوۂ خندق میں دونوں طرف سے کم لوگ قتل کیے گئے' اس لیے ابوسفیان کا قول صحیح ہے کہ جنگ کنویں کے ڈول کی طرح ہے' کبھی ایک کے ہاتھ میں آتا ہے اور کبھی دوسرے کے ہاتھ میں آتا ہے۔

مجھے یہ علم تھا کہ نبی کا ظہور ہونے والا ہے لیکن مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ اس نبی کا ظہور تم میں سے ہوگا: یعنی اس کو علم تھا کہ اس زمانہ میں نبی مبعوث ہونے والے ہیں لیکن اس کو تعین کا علم نہیں تھا' بعض شارحین نے کہا ہے کہ اس کو یہ علم تھا کہ وہ نبی بنو اسرائیل سے مبعوث ہوں گے کیونکہ بنو اسرائیل میں انبیاء مبعوث ہوتے رہتے تھے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس کو یہ علم تھا کہ وہ نبی بنو اسرائیل سے مبعوث ہوگا کیونکہ ہرقل نے یہ کہا کہ مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ وہ نبی تم میں سے مبعوث ہوگا۔

اس مکتوب میں لکھا ہوا تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: علامہ النووی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکتوب میں پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا مستحب ہے' کیونکہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جس اہم کام کی ابتداء اللہ کی حمد سے نہ ہو' وہ ناتمام رہتا ہے اور حمد سے مراد اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے کیونکہ کئی روایات میں ذکر اللہ کا ذکر ہے اور کئی روایات میں بسم اللہ اور الحمد للہ کا ذکر ہے اور یہ نبی ﷺ کا مکتوب اہم تھا' اس لیے اس کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کی گئی اور میں نے نبی ﷺ کے ان مکاتیب کو جمع کیا' جو آپ نے بادشاہوں اور دوسرے لوگوں کی طرف لکھے تھے' ان سب کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کی گئی ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں سعید بن المسیب سے یہ مرسل روایت ہے کہ ہرقل نے جب آپ کا مکتوب پڑھا تو اس نے کہا: یہ ایسا مکتوب ہے جس کو میں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد نہیں سنا تھا' اس کی مراد یہ تھی کہ جس مکتوب کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کی گئی ہو' اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا تھا کہ ہرقل اہل کتاب کی خبروں کو جاننے والا تھا۔

محمد رسول اللہ کی طرف سے: بدء الوحی اور کتاب الجہاد کی اس حدیث میں ہے کہ محمد بن عبداللہ ورسولہ کی طرف سے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ کے رسول اگرچہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوق سے مکرم اور معظم ہوتے ہیں' اس کے باوجود وہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور گویا کہ اس میں نصاریٰ کے اس دعوے کا ابطال ہے جو وہ حضرت عیسیٰ کے متعلق کہتے تھے کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔

پس ہرقل کے سرداروں نے اس کو سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے: اس میں یہ بتایا ہے کہ ان سرداروں کی عادت تھی کہ وہ اپنے بادشاہوں کو سجدہ کرتے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے حقیقت میں زمین کو بوسا دیا ہو اور جو شخص زمین کو بوسا دیتا ہے' اس کی ہیئت سجدہ کرنے والے کی طرح ہوتی ہے اور وہ سردار اس سے راضی ہو گئے' یعنی ان کو معلوم ہو گیا کہ ہرقل نے اپنا دین نہیں بدلا۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۵۲۴۔۵۲۰ ملخصاً' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٥- بَابٌ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ - اِلٰى قَوْلِهٖ - بِهٖ عَلِيْمٌ ۝﴾ (آل عمران: ۹۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تم ہرگز نیکی نہیں حاصل کر سکو گے حتیٰ کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو' (یہ آیت یہاں تک ہے:) اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے ۝ (آل عمران: ۹۲) کی تفسیر

٤٥٥٤- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از

مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَكْثَرَ اَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِيْنَةِ نَخْلًا وَّكَانَ اَحَبُّ اَمْوَالِهٖ اِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ فَلَمَّا اُنْزِلَتْ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران: ٩٢) قَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ وَاِنَّ اَحَبَّ اَمْوَالِيْ اِلَيَّ بَيْرُحَاءَ وَاِنَّهَا صَدَقَةٌ لِّلّٰهِ اَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَضَعْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَائِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَائِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَاِنِّيْ اَرٰى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْاَقْرَبِيْنَ قَالَ اَبُوْطَلْحَةَ اَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا اَبُوْطَلْحَةَ فِيْ اَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ وَرَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ . حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ مَالٌ رَابِحٌ .

اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت ابوطلحہ انصاری کے مدینہ میں تمام انصار سے زیادہ کھجور کے باغات تھے اور ان کا سب سے پسندیدہ باغ وہ تھا جو بیرحاء میں تھا اور وہ مسجد نبوی کے سامنے تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں داخل ہوتے اور اس باغ کا خوشگوار پانی پیتے' پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: تم ہرگز نیکی نہیں حاصل کر سکو گے حتیٰ کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو (آل عمران:۹۲) تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم ہرگز نیکی نہیں حاصل کر سکو گے حتیٰ کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو۔ (آل عمران:۹۲) اور بے شک میرے نزدیک سب سے پسندیدہ مال بیرحاء کا باغ ہے اور بے شک یہ اللہ کی رضا کے لیے صدقہ ہے' میں اس کی نیکی اور اللہ کے پاس اس کے اجر کا ذخیرہ ہونے کی اُمید رکھتا ہوں' یارسول اللہ! جہاں اللہ تعالیٰ آپ کو بتائے وہاں آپ اس کو خرچ کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوڑو! یہ نفع آور مال ہے' یہ نفع آور مال ہے اور تم نے جو کہا ہے وہ میں نے سن لیا ہے اور میری رائے یہ ہے کہ تم یہ مال اپنے رشتہ داروں کو دے دو' حضرت ابوطلحہ نے کہا: یارسول اللہ! میں یہی کروں گا' پھر حضرت ابوطلحہ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں میں اور چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔ عبداللہ بن یوسف اور روح بن عبادہ نے کہا کہ یہ نفع دینے والا مال ہے اور مجھے یحییٰ بن یحییٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں نے اس کی امام مالک پر قراءت کی: نفع دینے والا مال۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۶۱ میں گزر چکی ہے۔

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابوطلحہ: ان کا نام زید بن سہل ہے' یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ کی والدہ کے شوہر ہیں۔

بیرحاء: یہ مدینہ میں ایک باغ ہے جس میں پانی کا چشمہ بھی تھا۔

''بخ'' یہ وہ کلمہ ہے جو کسی چیز کی تعریف یا اس کی رضا کے وقت بولا جاتا ہے اور اس کی تکرار مبالغہ کے لیے ہے۔

''رایح'' یعنی جو چیز جانے والی ہو اور جب وہ چیز خیر کے راستے میں اللہ تعالیٰ کے لیے جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

٤٥٥٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ الانصاری

حَدَّثَنِی اَبِیْ عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فَجَعَلَهَا لِحَسَّانَ وَاُبَیٍّ وَاَنَا اَقْرَبُ اِلَیْهِ وَلَمْ یَجْعَلْ لِیْ مِنْهَا شَیْئًا .

نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی از ثمامہ از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ نے وہ باغ حضرت حسان اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کو دے دیا حالانکہ ان کی بہ نسبت میں ان کے زیادہ قریب تھا اور انہوں نے مجھے اس میں سے کچھ بھی نہیں دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۶۱ میں گزر چکی ہے۔

٦- بَابٌ ﴿قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۝﴾ (آل عمران: ۹۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ کہیے کہ اگر تم سچے ہو تو تورات کو لا کر اس کی تلاوت کرو ۝ (آل عمران: ۹۳) کی تفسیر

٤٥٥٦- حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا اَبُوْضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ الْیَهُوْدَ جَاؤُوْا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِّنْهُمْ وَامْرَاَةٍ قَدْ زَنَیَا فَقَالَ لَهُمْ كَیْفَ تَفْعَلُوْنَ بِمَنْ زَنٰی مِنْكُمْ قَالُوْا نُحَمِّمُهُمَا وَنَضْرِبُهُمَا فَقَالَ لَا تَجِدُوْنَ فِی التَّوْرَاةِ الرَّجْمَ فَقَالُوْا لَا نَجِدُ فِیْهَا شَیْئًا فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ ﴿فَاْتُوْا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوْهَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴾ فَوَضَعَ مِدْرَاسُهَا الَّذِیْ یُدَرِّسُهَا مِنْهُمْ كَفَّهٗ عَلٰی اٰیَةِ الرَّجْمِ فَطَفِقَ یَقْرَاُ مَا دُوْنَ یَدِهٖ وَمَا وَرَاءَهَا وَلَا یَقْرَاُ اٰیَةَ الرَّجْمِ فَنَزَعَ یَدَهٗ اٰیَةَ الرَّجْمِ فَقَالَ مَا هٰذِهٖ فَلَمَّا رَاَوْا ذٰلِكَ قَالُوْا هِیَ اٰیَةُ الرَّجْمِ فَاَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِیْبًا مِّنْ حَیْثُ مَوْضِعِ الْجَنَائِزِ عِنْدَ الْمَسْجِدِ فَرَاَیْتُ صَاحِبَهَا یَجْنَاُ عَلَیْهَا یَقِیْهَا الْحِجَارَةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے ابراہیم بن المنذر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوضمرہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی از نافع از حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ یہود' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے ایک مرد اور اپنی ایک عورت کو لے کر آئے جنہوں نے زنا کیا تھا' آپ نے ان سے پوچھا: تم میں سے جو شخص زنا کرے تم اس کو کیا سزا دیتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم ان دونوں کا منہ کالا کر دیتے ہیں اور انہیں مارتے پیٹتے ہیں' آپ نے پوچھا: کیا تم تورات میں سنگسار کرنے کا حکم نہیں پاتے' انہوں نے کہا: ہم تورات میں یہ حکم بالکل نہیں پاتے' پس ان سے حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو' اگر تم سچے ہو تو تورات لے کر آؤ اور اس کی تلاوت کرو' پس ان کے بڑے مُدرس نے جو ان کو پڑھاتا تھا' اپنی ہتھیلی رجم (سنگسار کرنے) کی آیت پر رکھ دی' پس وہ اپنی ہتھیلی کے نیچے سے چھوڑ کر اس کے بعد سے پڑھنے لگا اور آیتِ رجم نہیں پڑھ رہا تھا' پس حضرت عبداللہ بن سلام نے اس کا ہاتھ رجم کی آیت سے ہٹایا اور پوچھا: یہ کیا ہے؟ جب انہوں نے یہ آیت دیکھی تو کہا: یہ تو رجم کی آیت ہے' پس آپ نے ان دونوں کو رجم کرنے کا حکم دیا' اس جگہ جو مسجد کے نزدیک ہے جہاں جنازگاہ ہے' پس حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اس عورت کا

ساتھی اس عورت پر جھک کر اس کو پتھروں سے بچا رہا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۳۲۵ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

جس یہودی مرد اور عورت کو رجم کیا گیا تھا' آیا وہ ذمی تھے یا حربی اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہود نبی ﷺ کے پاس ایک مرد اور ایک عورت کو لے کر آئے: علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ مرد اور عورت ذمی نہیں تھے بلکہ یہ اہلِ حرب میں سے تھے۔ ابن القاسم سے روایت ہے کہ یہ دونوں اہلِ فدک اور اہلِ خیبر میں سے تھے جنہوں نے اس دن رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی تھی۔ اور امام مالک نے کہا ہے کہ یہ دونوں اہل حرب سے تھے' اگر یہ اہل ذمہ سے ہوتے تو نبی ﷺ ان سے یہ نہ پوچھتے کہ تمہارے یہاں زنا کرنے والوں کی کیا سزا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ذمی تھے' کیونکہ آپ نے اس عورت کو رجم کیا تھا اور حربی عورتوں کو قتل کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے۔ علامہ سہیلی نے کہا ہے: جس عورت کو رجم کیا گیا تھا اس کا نام بُسرہ تھا۔

آپ نے پوچھا: تم ان کو کیا سزا دیتے ہو؟ اس سوال سے آپ کا مقصد ان کی تقلید کرنا نہیں تھا اور نہ ان کے بتانے سے اس حکم کی معرفت مقصود تھی' بلکہ آپ کا ارادہ یہ تھا کہ آپ ان کی کتاب کے مطابق ان کے اوپر حجت قائم کریں اور شاید نبی ﷺ کی طرف یہ وحی کی گئی تھی کہ رجم کا حکم اس موجودہ تورات میں بھی ہے جو ان کے ہاتھوں میں ہے اور انہوں نے اس حکم کو تبدیل نہیں کیا جیسا کہ دوسرے احکام تبدیل کر دیئے ہیں یا آپ کو اس شخص نے خبر دے دی تھی جو ان میں سے مسلمان ہو چکا تھا۔

پس ان کے مدرس نے رجم کی آیت پر اپنی ہتھیلی رکھ دی: اس مدرس کا نام عبداللہ بن صوریا ہے۔ سنن ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم ان دو مردوں کو لاؤ جو تم میں بڑے عالم ہیں تو وہ صوریا کے دو بیٹوں کو لائے۔

پس ان دونوں کو رجم کر دیا گیا: سنن ابوداؤد میں ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو شہادت کی بنیاد پر رجم کیا تھا۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی ﷺ پر ان کو رجم کرنے کے متعلق وحی کی گئی تھی اور آپ نے تورات کا حکم اس لیے نکلوایا تا کہ ان پر حجت قائم ہو اور اللہ کے اس حکم پر عمل کو زندہ کیا جائے جس کو وہ چھپاتے تھے۔

اہل ذمہ کے درمیان فیصلہ کرنے کے متعلق مذاہب ائمہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہلِ ذمہ کے درمیان فیصلہ کرنا صحیح ہے' التوضیح میں مذکور ہے کہ ہمارے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ فیصلہ کرنا واجب ہے اور اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ بھی متفق ہیں' علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اگر اہل ذمہ سربراہِ ملک کے پاس ایسا مقدمہ لے کر آئیں جس میں کسی پر ظلم ہو' مثلاً کسی کو قتل کیا ہو یا کسی کا مال غصب کیا ہو تو اس پر اتفاق ہے کہ ان کو اس ظلم سے منع کیا جائے گا اور امام مالک اور امام شافعی سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ سربراہ ملک کو اختیار ہے کہ ان کو منع کرے یا نہ کرے' اور امام شافعی سے یہ بھی منقول ہے کہ حدود میں ان کے درمیان فیصلہ نہیں کیا جائے گا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کافروں کے کیے ہوئے نکاح صحیح ہیں' اسی وجہ سے ان دونوں کو رجم کیا گیا کیونکہ رجم شادی شدہ مرد اور عورت کو کیا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۹۶۔۱۹۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٧- بَابٌ ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران: ١١٠)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جو اُمتیں لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں' تم ان سب میں بہترین اُمت ہو (آل عمران:١١٠) کی تفسیر

آیت مذکورہ کے متعدد شانِ نزول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ تم اللہ کے علم میں بہترین اُمت ہو اور دوسرا قول یہ ہے کہ تم سے پہلے جو اُمتیں تھیں' ان میں یہ ذکر کیا گیا تھا کہ تم بہترین اُمت ہو' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس آیت کا مصداق وہ صحابہ ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا کہ اگر اللہ عزوجل چاہتا تو یوں فرماتا: تم خیر اُمت ہو اور اگر اللہ اس طرح فرماتا تو ہم سب خیرِ اُمت ہوتے' لیکن یہ آیت صحابہ کے ساتھ مخصوص ہے اور بعد کے لوگوں میں سے جو ان کے جیسے کام کرے گا وہ بھی خیرِ اُمت ہوگا۔ الواحدی نے کہا ہے کہ یہود کے سردار خصوصاً ابن صوریا وہ مؤمنین کو ان کے اسلام لانے کی وجہ سے ایذاء پہنچاتے تھے' خصوصاً حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو' تو یہ آیت نازل ہوئی اور مقاتل نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت اُبی بن کعب' حضرت معاذ' حضرت ابن مسعود' حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مالک بن الصیف اور وہب بن یہودا' ان دونوں نے مسلمانوں سے کہا: ہمارا دین اس سے بہتر ہے' جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اور ہم تم سے خیر اور افضل ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ مسلمان تمام اُمتوں سے افضل ہیں اور تمام لوگوں سے زیادہ انسانوں کو نفع پہنچانے والے ہیں' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو۔ (آل عمران:١١٠) اور مسلمانوں کے خیر اُمت ہونے کی یہی شرط ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ١٩٧)

٤٥٥٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَيْسَرَةَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران: ١١٠) قَالَ خَيْرَ النَّاسِ لِلنَّاسِ تَأْتُونَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِي أَعْنَاقِهِمْ حَتّٰى يَدْخُلُوا فِي الْإِسْلَامِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی از سفیان از میسرہ از ابی حازم از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے یہ آیت پڑھی: جو اُمتیں لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں' تم ان سب میں بہترین اُمت ہو (آل عمران:١١٠)' اور کہا: لوگوں کے لیے بہترین لوگ وہ ہیں جن کی گردنوں میں تم زنجیریں ڈال کر لاتے ہو (یعنی جنگ میں گرفتار کر کے) حتیٰ کہ وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٠١٠ میں گزر چکی ہے' اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تم جہاد میں کافروں کو گرفتار کر کے لاتے ہو اور پھر وہ مسلمان ہو جاتے ہیں اور انہیں دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔

٨- بَابٌ ﴿إِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا﴾ (آل عمران: ١٢٢)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جب تم میں سے دو گروہ بزدلی پر تیار ہو گئے (آل عمران:١٢٢) کی تفسیر

اس آیت میں جن دو جماعتوں کا ذکر ہے' وہ انصار کے دو قبیلے تھے' ایک بنوسلمہ تھے اور ان کا تعلق خزرج سے تھا اور دوسرے

بنوحارثہ تھے اور ان کا تعلق الاوس سے تھا۔ رسول اللہ ﷺ ایک ہزار صحابہ کے ساتھ غزوۂ اُحد میں نکلے اور ایک قول ہے کہ نو سو پچاس کے ساتھ نکلے اور آپ نے مسلمانوں کو بشارت دی کہ اگر تم صبر کرو گے تو فتح یاب ہو گے' پھر عبداللہ بن اُبی منافق اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ لشکر اسلام سے نکل گیا اور اس نے کہا: اے قوم! ہم کس وجہ سے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو قتل کروائیں! عمرو بن حزم انصاری نے بھی ان کی پیروی کی' پس ان دو قبیلوں نے عبداللہ بن ابی کی پیروی کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا کر مل گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۹۸۔۱۹۷)

٤٥٥٨- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ فِيْنَا نَزَلَتْ ﴿إِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا﴾ (آل عمران: ١٢٢) قَالَ نَحْنُ الطَّائِفَتَانِ بَنُوْ حَارِثَةَ وَبَنُوْ سَلِمَةَ وَمَا نُحِبُّ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً وَّمَا يَسُرُّنِيْ أَنَّهَا لَمْ تُنْزَلْ لِقَوْلِ اللّٰهِ ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا﴾ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے بتایا کہ عمرو نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ یہ آیت ہم میں نازل ہوئی ہے: جب تم میں سے دو گروہ بزدلی پر تیار ہو گئے' اللہ ان دونوں جماعتوں کا ولی ہے۔ (آل عمران: ۱۲۲) انہوں نے کہا: ہم وہ دو جماعتیں ہیں' بنوحارثہ اور بنوسلمہ اور ہم یہ پسند نہیں کرتے۔ اور سفیان نے دوسری بار کہا: اور مجھے اس سے خوشی نہیں ہو گی کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ ان دونوں جماعتوں کا ولی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۵۱ میں گزر چکی ہے۔

٩- بَابٌ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ (آل عمران: ١٢٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ اس میں سے کسی چیز کے مالک نہیں (آل عمران: ۱۲۸) کی تفسیر

٤٥٥٩- حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ فِي الرَّكْعَةِ الْأٰخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَّفُلَانًا وَّفُلَانًا بَعْدَ مَا يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ إِلٰى قَوْلِهٖ فَإِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝﴾ . رَوَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حبان بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے سالم نے حدیث بیان کی از والد خود وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا رسول اللہ ﷺ جب فجر کی دوسری رکعت کے رکوع سے سر اُٹھاتے تو آپ یہ دعا کرتے کہ اے اللہ! فلاں کو لعنت کر اور فلاں کو اور فلاں کو۔ یہ دعا "سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد" ۝ پڑھنے کے بعد کرتے تھے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: آپ اس میں سے کسی چیز کے مالک نہیں (اور یہ آیت یہاں تک ہے کہ) یہ لوگ ظالم ہیں ۝ (آل عمران: ۱۲۸) اس حدیث کی اسحاق بن راشد نے از الزہری روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۶۹ میں گزر چکی ہے۔

٤٥٦٠ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ عَلَى أَحَدٍ أَوْ يَدْعُوَ لِأَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ فَرُبَّمَا قَالَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ يَجْهَرُ بِذٰلِكَ وَكَانَ يَقُولُ فِي بَعْضِ صَلٰوتِهِ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا لِأَحْيَاءٍ مِنَ الْعَرَبِ حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ (آل عمران:١٢٨) اَلْآيَةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی از سعید بن المسیب وابوسلمہ بن عبدالرحمٰن از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کے خلاف دعا کرنے کا ارادہ کرتے یا کسی کے حق میں دعا کرتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھتے اور بعض اوقات جب آپ ''سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد'' پڑھتے تو اس کے بعد دعا کرتے: اے اللہ! ولید بن الولید کو نجات دے اور سلمہ بن ہشام کو اور عیاش بن ابی ربیعہ کو اے اللہ! مضر کے اوپر اپنی گرفت کو سخت کر دے! اور ان پر قحط کے ایسے سال ڈال دے جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط کے سال تھے' آپ بلند آواز سے یہ دعا کرتے اور بعض اوقات آپ اپنی فجر کی نماز میں یوں دعا کرتے: اے اللہ! فلاں اور فلاں کو لعنت فرما اور عرب کے قبائل کا نام لیتے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: آپ اس میں سے کسی چیز کے مالک نہیں۔ (آل عمران:١٢٨)

امام بخاری نے اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٧٩٧ میں کی ہے۔

حدیث مذکور کی دیگر روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ' ان دونوں حدیثوں کی شرح میں لکھتے ہیں:

ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ ایک دن آپ نے ان کے لیے صبح کو دعا نہیں کی تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: کیا تم نے دیکھا ہے کہ وہ لوگ آ گئے ہیں؟ پھر امام ابن حبان نے کہا کہ قنوت صبح کی نماز میں اس حادثہ کے بعد پڑھی جاتی تھی اور یہ منسوخ نہیں ہوئی ہے اور یہ تسلیم نہیں کیا جائے گا کہ اس قنوت کا اختصاص اس حادثہ کے ساتھ تھا۔ (صحیح ابن حبان ج ٥ ص ٣٢٤-٣٢٣)

اور امام بخاری نے غزوۂ اُحد کے باب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے صبح کی نماز میں فلاں کو اور فلاں کو لعنت کی' ان منافقین کا نام لے کر پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ (آل عمران:١٢٨)

اور امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک زخمی کر دیا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ لوگ کیسے فلاح پائیں گے جنہوں نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا ہے' تو یہ آیت نازل ہوئی: آپ اس میں سے کسی چیز کے مالک نہیں۔ (آل عمران:١٢٨) (صحیح البخاری:٤٠٦٩)

امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! ابوسفیان پر لعنت کر! اے اللہ! الحارث بن ہشام پر لعنت کر! اے اللہ! صفوان بن امیہ پر لعنت کر! تو یہ آیت نازل ہوئی۔

امام ترمذی نے روایت کی ہے کہ آپ نے چار مردوں پر لعنت کی اور ان کا نام ذکر نہیں کیا' تو اللہ تعالیٰ نے ان مردوں کو ہدایت دے دی۔ (سنن ترمذی: ۳۰۰۵-۳۰۰۴)

مقاتل نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس روز تک عصیہ اور ذکوان کے خلاف دعا کی تو یہ آیت نازل ہوگئی۔

علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اجازت طلب کی تھی کہ ان کو جڑ سے اکھاڑنے کی دعا کریں تو یہ آیت نازل ہوگئی' کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ان میں سے بعض اسلام لے آئیں گے۔

فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ

امام مالک کا مذہب ہے کہ فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی جائے گی اور اس میں ان کے مختلف اقوال ہیں کہ دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے یا رکوع کے بعد پڑھی جائے۔ امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے اور ابن حبیب مالکی نے کہا کہ رکوع کے بعد پڑھنا مستحسن ہے۔ (المدونہ ج۱ص۱۰۰-۷۳)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھی جائے گی۔

الولید بن ولید' سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کا تذکرہ

الولید سے مراد ہے: حضرت خالد بن ولید کے بھائی' ان کو غزوۂ بدر میں قید کرلیا گیا تھا اور ہشام اور خالد نے ان کا فدیہ دیا تھا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی اور آپ کے ساتھ عمرة القضاء میں حاضر ہوئے اور مدینہ سے ایک میل کے فاصلے پر فوت ہو گئے تھے۔

اور سلمہ بن ہشام' ابوجہل کے بھائی تھے' انہوں نے حبشہ میں ہجرت کی تھی' پھر جب وہ ہجرت کر کے مکہ میں آئے تو ان کو ان کے بھائی نے قید کرلیا' پھر انہوں نے غزوۂ خندق کے بعد ہجرت کی اور چودہ ہجری میں انہیں شہید کر دیا گیا اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی وفات سے پہلے وہ جنگ اجنادین میں شہید کر دیئے گئے تھے۔

عیاش بن ابی ربیعہ: ان کی کنیت ابوعبداللہ یا ابوعبدالرحمن ہے' یہ ابوجہل کے چچازاد بھائی تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام لے آئے تھے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۲ص۱۶۴-۱۶۱' وزارۃ الاوقاف قطر' ۱۴۲۹ھ)

مصنف کی طرف سے ''لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ'' کی توجیہات' آپ کو کفار پر لعنت کرنے سے منع کرنا آپ کی عصمت کے خلاف نہیں ہے

اس آیت کے جو شانِ نزول بیان کیے گئے ہیں' ان پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے کام کرتے رہتے تھے جن سے آپ کو منع کیا گیا' سو اگر یہ کام حسن تھے تو آپ کو ان سے منع کیوں کیا گیا اور اگر یہ کام قبیح تھے تو یہ کام آپ کے معصوم ہونے کے خلاف ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کفار پر لعنت کی یا دعاءِ ضرر کی' یہ ترک اولیٰ اور ترک افضل کے باب سے ہے۔ اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ (النحل: ۱۲۶)

اور اگر تم ان کو سزا دو تو اتنی ہی سزا دو جتنی تم کو اذیت پہنچائی گئی ہے اور اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر کرنے والوں کے لیے صبر بہت اچھا ہے ۝

اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر تم کسی کی اذیت پہنچانے سے اس کا بدلہ لو تو بدلہ لینا جائز ہے' لیکن اگر تم بدلہ لینے کی بجائے صبر کرو تو وہ افضل اور اولیٰ ہے' اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کفار پر لعنت کرنا اور ان کے خلاف دعاءِ ضرر کرنا جائز تھا' لیکن اس کو ترک کرنا زیادہ افضل اور اولیٰ ہے' سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو افضل اور اولیٰ کے ترک کرنے سے منع فرمایا ہے اور ترکِ افضل اور ترکِ اولیٰ عصمت کے خلاف نہیں ہے۔ عصمت کے خلاف گناہ کبیرہ یا گناہ صغیرہ ہے اور آپ نے کبھی بھی کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا۔ نبوت سے پہلے نہ نبوت کے بعد' نہ سہواً نہ عمداً نہ صورۃً نہ حقیقۃً۔

بعض کافروں پر لعنت کرنا اور دعاءِ ضرر کرنا آپ کی رحمت کے خلاف نہیں

رہا یہ اعتراض کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو رحمۃ للعالمین ہیں' تو بعض کفار کے لیے آپ کا دعاءِ ضرر کرنا اور لعنت کرنا کس طرح مناسب ہو گا؟ اس کا جواب بہ طور نقضِ اجمالی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمان اور رحیم ہے' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کا کفار کو عذاب دینا جب اس کے رحمان اور رحیم ہونے کے منافی نہیں ہے تو آپ کا ان کے لیے دعاءِ ضرر کرنا آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کے منافی کیوں کر ہو گا۔ اور بہ طور نقضِ تفصیلی اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ کی ہدایت اور اسلام لانے کی دعوت تمام جہانوں کے لیے ہے' آپ کسی خاص علاقہ' قوم یا خاص زمانہ کے لیے رسول نہیں ہیں بلکہ آپ کی بعثت قیامت تک تمام جنوں اور انسانوں کے لیے ہے اور آپ کے لائے ہوئے دین پر عمل کر کے تمام مخلوق دنیا میں عدل اور امن کے ساتھ رہے گی اور آخرت میں اس پر جنت کی تمام نعمتوں کا دروازہ کھل جائے گا' اور جس طرح دعوتِ اسلام کو رد کرنے والے کافروں سے قتال کرنا' مرتدین کو قتل کرنا' زانیوں کو رجم کرنا اور ان کو کوڑے لگانا' چوروں کے ہاتھ کاٹنا اور ڈاکوؤں کو قتل کرنا اور ان کو پھانسی دینا اور دیگر مجرموں کو سزائیں دینا آپ کی رحمت کے خلاف نہیں ہے۔ اسی طرح بعض کافروں کے لیے دعاءِ ضرر کرنا بھی آپ کی رحمت کے منافی نہیں ہے۔

جن کافروں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اور چہرہ کو زخمی کیا' آپ نے ان کے متعلق صرف اتنا فرمایا: وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون آلود کر دیا اور جو کافر تبلیغ کا نام لے کر ستر صحابہ کو لے گئے اور ان کو قتل کر دیا' ان کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ماہ تک دعاءِ ضرر کرتے رہے' ظاہر ہے کہ اگر یہ فعل ناجائز یا نامناسب ہوتا تو اللہ تعالیٰ روزِ اوّل ہی آپ کو اس سے منع فرما دیتا' آپ کا ہر فعل نیک اور حسن ہے اور ہر فعل میں اُمت کے لیے نمونہ اور ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔　بے شک اللہ کے رسول میں تمہارے لیے نہایت حسین نمونہ ہے۔

(الاحزاب:۲۱)

سو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کافروں کے لیے دعاءِ ضرر کرنا اور ان پر لعنت کرنا' یہ بھی ایمان والوں کے لیے نہایت حسین عمل ہے اور اس میں مسلمانوں کے لیے یہ ہدایت ہے کہ جو کافر بدعہدی کریں ان کے لیے دعاءِ ضرر کرنا جائز ہے' اور جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ صبح کی نماز میں قنوتِ نازلہ پڑھیں' اس میں مسلمانوں کے لیے سلامتی اور کافروں کے لیے ہلاکت کی دعا کریں۔

شیخ سلیم اللہ خان دیوبندی اور شیخ محمد داؤد راز غیر مقلد کی بارگاہ رسالت میں بے ادبی

شیخ سلیم اللہ خان لکھتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو کے لیے بددعا فرمائی تھی' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (کشف الباری' کتاب التفسیر' ص ۱۲۱' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

اور شیخ محمد داؤد راز غیر مقلد لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی پر بددعا کرنا چاہتے یا کسی کے لیے دعا کرنا چاہتے تو رکوع کے بعد کرتے (یہ عبارت انہوں نے حدیث: ۴۵۶۰ کے ترجمہ میں لکھی ہے) پھر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: بعد میں وہ قبائل

مسلمان ہو گئے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر بددعا کرنے سے آپ کو منع فرمایا تھا۔ (ترجمہ و تشریح صحیح بخاری ج ٦ ص ١٢٧ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

میں کہتا ہوں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فعل بدنہیں ہے آپ کا ہر فعل حسن ہے اور اُمت کے لیے واجب العمل نمونہ ہے اسی لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ (الاحزاب:٢١)

بے شک اللہ کے رسول میں تمہارے لیے نہایت حسین نمونہ ہے۔

١٠- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْ اُخْرَاكُمْ﴾ (آل عمران:١٥٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور رسول تمہاری پچھلی جماعت میں کھڑے ہوئے تم کو بلا رہے تھے (آل عمران:١٥٣) کی تفسیر

اس آیت کے شروع کا حصہ درج ذیل ہے:

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّا ۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (آل عمران:١٥٣)

جب تم چڑھتے جا رہے تھے اور کسی کو پیٹھ پھیر کر نہیں دیکھ رہے تھے اور رسول تمہاری پچھلی جماعت میں کھڑے ہوئے تم کو بلا رہے تھے تو اللہ نے تم کو غم بالائے غم میں مبتلا کیا تا کہ (مال غنیمت سے) محرومی اور اس (شکست) کی مصیبت پر تم غم زدہ نہ ہو اور اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے ○

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یاد کیجئے جب مسلمان پہاڑ پر چڑھ رہے تھے اور خوف، دہشت اور رعب کی وجہ سے کسی کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھ رہے تھے کیونکہ جب غزوۂ اُحد میں مسلمان مالِ غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے اور اس جگہ سے ہٹ گئے جہاں کے لیے آپ نے فرمایا تھا کہ فتح ہو یا شکست، تم یہاں سے نہ ہٹنا، تو مشرکین نے پیچھے سے تیر برسا کر ان کو شکست دے دی، پھر بعض مسلمان تو مدینہ میں داخل ہو گئے اور بعض مسلمان پہاڑ کی ایک چٹان کے اوپر چڑھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جماعت متاخرہ کو پکار رہے تھے کہ اے اللہ کے بندو! میرے پاس آؤ! اے اللہ کے بندو! میرے پاس آؤ! پھر اس کی جزاء میں اللہ تعالیٰ نے ان کو غم بالائے غم دیا، ایک غم تو ان کی شکست کا تھا اور دوسرا غم یہ تھا کہ یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید کر دیئے گئے، یہ امام ابن ابی حاتم نے قتادہ سے تفسیر نقل کی ہے اور سُدی نے کہا ہے کہ ایک غم یہ تھا کہ ان کے ہاتھوں سے مالِ غنیمت جاتا رہا اور فتح حاصل نہ ہوئی، دوسرا غم یہ تھا کہ مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا اور وہ زخمی ہوئے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٠٠-١٩٩)

وَهُوَ تَانِيْثُ اٰخِرِكُمْ . اور وہ "اخرکم" کی تانیث ہے۔

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ "وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْۤ اُخْرٰىكُمْ" اس آیت میں "اُخریٰکم" "اٰخِرُکُم" کی تانیث ہے ("اخرکم" خ پر زبر) علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ امام بخاری نے صحیح نہیں کہا ہے کیونکہ "اٰخر" کا لفظ اوّل کی ضد ہے اور رہا "اُخریٰ" کا لفظ تو وہ "اٰخَر" کی تانیث ہے (خا پر زبر) نہ کہ "اٰخِر" کی (خا پر زیر) امام بخاری نے اس تفسیر میں ابوعبیدہ کی اتباع کی ہے کیونکہ انہوں نے اسی طرح لکھا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ﴾ (التوبہ: ٥٢) فَتْحًا أَوْ شَهَادَةً.

حضرت ابن عباس نے کہا کہ "احدی الحسنیین" (التوبہ: ٥٢) کا معنی اور پر ہے: فتح یا شہادت میں سے کوئی ایک اچھائی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس تعلیق کو یہاں پیش کرنے کی کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ یہ آیت سورۂ توبہ کی ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٠٠)

٤٥٦١- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ ابْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ أُحُدٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ وَأَقْبَلُوا مُنْهَزِمِينَ فَذَاكَ إِذْ يَدْعُوكُمُ الرَّسُولُ فِي أُخْرَاكُمْ وَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن خالد نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں زہیر نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابواسحاق نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے کہا کہ غزوۂ اُحد کے دن نبی ﷺ نے پیدل فوج کے ایک دستہ کو حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ماتحت ایک جگہ کھڑا کر دیا وہ وہاں سے شکست کھا کر بھاگے اس وقت رسول اللہ ﷺ تمہاری اس دوسری جماعت کو پکار رہے تھے اور نبی ﷺ کے ساتھ بارہ مردوں کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٣٠٣٩ میں گزر چکی ہے۔

انصاری صحابہ کا نبی ﷺ پر فدا ہونا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ آپ کے ساتھ حضرت طلحہ اور ان کے ساتھ بارہ انصار کے مرد رہ گئے تھے۔ (صحیح البخاری: ٣٠٣٩)

پس آپ کے اوپر مشرکین حملہ آور ہوئے تو حضرت طلحہ نے ان سے لڑنے کی اجازت طلب کی آپ نے فرمایا: تم ٹھہرو پھر آپ سے انصار کے ایک مرد نے اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی انہوں نے تھوڑی دیر تک آپ کو مشرکین سے بچائے رکھا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب پہاڑ پر ٹھہرے ہوئے تھے انہوں نے اس انصاری کو شہید کر دیا اور رسول اللہ ﷺ پر حملہ آور ہوئے حضرت طلحہ نے پھر اجازت طلب کی پھر آپ نے انکار کیا اور ایک اور انصاری نے اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی وہ مشرکین سے لڑنے لگے اور شہید ہو گئے اسی طرح بارہ انصاری شہید ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ پہاڑ سے لگ کر کھڑے ہوئے تھے پھر ایک مشرک نے تلوار اُٹھا کر آپ پر حملہ کا ارادہ کیا حضرت طلحہ نے اس حملہ کو اپنے ہاتھ سے روکا تو حضرت طلحہ نے کہا: "حس" (ہائے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ کا ذکر کرتے تو فرشتے تم کو اٹھا لیتے اور لوگ تم کو دیکھ رہے ہوتے۔

(سنن نسائی: ٣١٤٩ کتاب عمل الیوم واللیلہ للنسائی ص ١٩٢)

پھر اُبی بن خلف نے آپ پر حملہ کیا تو حضرت طلحہ نے اس سے لڑنے کا ارادہ کیا تو آپ نے ان کو منع کیا اور آپ نے اُس کو نیزہ مار کر قتل کر دیا اور ابن قمِۂ نے آپ کو تیر مارا اور کہا: لو سنبھلو! اور کہا: میں قمِۂ کا بیٹا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں دوزخ میں داخل کر دے گا پھر ایک بکرے نے اسے سینگ مارا اور اسے پہاڑی سے نیچے گرا دیا اس کو بچنے کی جگہ نہیں ملی اور وہ دوزخ میں چلا گیا اور حضرت ابوطلحہ رسول اللہ ﷺ سے آ کر مل گئے اس دن ان کی تین کمانیں ٹوٹ گئی تھیں اور حضرت ابوبکر صدیق اور

حضرت زبیر بھی اُن صحابہ میں سے تھے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہا تھا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ مشرکین جب اُحد کے دن واپس گئے تو مقام الروحاء پر پہنچے انہوں نے پھر ایک دوسرے کو واپس جا کر مسلمانوں سے لڑنے پر برانگیختہ کیا' یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچ گئی تو آپ نے اپنے اصحاب کو طلب کیا اور وہ آ گئے تو وہ سب مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر حمراء الاسد کے مقام پر پہنچ گئے' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (آل عمران:۱۵۳) (مصنف عبدالرزاق ج۵ص۳۶۶۔۳۶۳' السنن الکبریٰ للنسائی ج۶ ۳۱۷' المعجم الکبیر ج۱۱ص۲۴۷) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج۲۲ص۱۶۶۔۱۶۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

۱۱- بَابٌ قَوْلُهُ ﴿اَمَنَةً نُّعَاسًا﴾ (آل عمران:۱۵٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تم پر سکون نازل کیا گیا یعنی اونگھ (آل عمران:۱۵۴) کی تفسیر

٤٥٦٢- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَبُو يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّ اَبَا طَلْحَةَ قَالَ غَشِيَنَا النُّعَاسُ وَنَحْنُ فِي مَصَافِّنَا يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ فَجَعَلَ سَيْفِي يَسْقُطُ مِنْ يَدِي وَاٰخُذُهُ وَيَسْقُطُ وَاٰخُذُهُ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن ابو یعقوب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسین بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از قتادہ' انہوں نے کہا: ہمیں انس نے حدیث بیان کی کہ ابوطلحہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں اونگھ نے ڈھانپ لیا اور ہم اُحد کے دن اپنی صفوں میں تھے' پس تلوار میرے ہاتھ سے گر جاتی اور میں اس کو پکڑ لیتا اور وہ گر جاتی میں اس کو پکڑ لیتا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۰۶۸ میں گزر چکی ہے۔

۱۲- بَابٌ قَوْلُهُ ﴿اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ۝﴾ (آل عمران:۱۷۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جن لوگوں نے زخمی ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہا' ان میں سے نیکی کرنے والوں اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے بڑا اجر ہے ۝ (آل عمران:۱۷۲) کی تفسیر

آل عمران: ۱۷۲ کے متعدد شانِ نزول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس آیت کریمہ کے نزول کا سبب یہ ہے جیسا کہ امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ عکرمہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: نہ تو تم نے محمد کو قتل کیا اور نہ ان کی جوان عورتوں کو پکڑ کر لائے' تم نے بہت بُرا کیا' واپس چلو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر مل گئی تو آپ نے مسلمانوں کو بلایا' وہ آ گئے حتیٰ کہ حمراء الاسد کے مقام پر پہنچ گئے' پھر مشرکین پر رعب طاری ہو گیا تو وہ واپس چلے گئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ واپس آ گئے' سو اس کو بھی ایک غزوہ شمار کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے (آل عمران:۱۷۲) نازل فرمائی۔

ابوالسائب مولیٰ عائشہ بنت عثمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بنو عبدالاشہل کے ایک مرد تھے جو غزوۂ اُحد میں حاضر تھے' انہوں نے بیان کیا کہ میں اور میرا بھائی اُحد میں حاضر ہوئے' پس ہم دونوں زخمی ہو کر لوٹے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے دشمن کا پیچھا کرنے کے لیے نکلنے کا اعلان کیا تو میں نے اور میرے بھائی نے ایک دوسرے سے کہا: کیا ہم

سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کا یہ غزوہ رہ جائے گا اور اللہ کی قسم! ہمارے پاس کوئی سواری نہیں تھی جس پر ہم سوار ہو سکتے اور ہمارے ساتھ ایک بھاری زخمی تھا' پس ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے اور میرا زخم کم تھا اور جب میرے بھائی کے اوپر زخم کا غلبہ ہوتا تو میں اس کو اُٹھالیتا حتیٰ کہ ہم وہاں پہنچ گئے جہاں باقی مسلمان پہنچے تھے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امام بخاری نے اس باب میں کوئی حدیث درج نہیں کی تو میں کہوں گا کہ ان کو اپنی شرط کے مطابق حدیث نہیں مل سکی تو انہوں نے خالی جگہ چھوڑ دی' پھر اس جگہ انہیں کچھ لکھنے کا موقع نہیں ملا۔

﴿اَلْقَرْحُ﴾ اَلْجِرَاحُ ﴿اِسْتَجَابُوْا﴾ اَجَابُوْا يَسْتَجِيْبُ يُجِيْبُ .

''القرح'' کا معنی ہے: زخم ''استجابوا'' کا معنی ہے: انہوں نے جواب دیا' ''یستجیب'' ''یجیب'' کے معنی میں ہے یعنی جواب دینا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ط (آل عمران:١٤٠)

اگر تم زخمی ہوئے ہو تو تمہارے مخالف لوگ بھی اسی طرح زخمی ہوئے ہیں۔

علامہ زمخشری نے کہا ہے: ''القرح'' (قاف پر زبر) اور ''القرح'' (قاف پر پیش) دو لغتیں ہیں' ''القَرح'' کا معنی ہے: زخم۔ امام ابن مسعود نے ''القُرح'' پڑھا ہے اور یہ اہلِ کوفہ کی قراءت ہے اور امام ابوعبیدہ نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ میں ''القَرح'' پڑھتی ہوں نہ کہ ''القُرح''۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر غزوۂ اُحد میں تم نے زخم کھائے ہیں تو اتنے ہی زخم کفار نے غزوۂ بدر میں کھائے تھے اور ''یستجیب'' کا لفظ (الشوریٰ:٢٦) میں ہے۔ امام بخاری نے اس کو یہاں پر اس سے پہلی آیت پر استدلال کے لیے ذکر کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ص ٢٠٢-٢٠١' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٣- بَابٌ ﴿اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ﴾ (آل عمران:١٧٣) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ان لوگوں میں سے بعض لوگوں نے کہا تھا کہ تمہارے مقابلہ کے لیے بہت بڑا لشکر جمع ہو چکا ہے (آل عمران:١٧٣) کی تفسیر

٤٥٦٣- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ اُرَاهُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ اَبِىْ حَصِيْنٍ عَنْ اَبِى الضُّحٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ قَالَهَا اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ اُلْقِىَ فِى النَّارِ وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالُوْا ﴿اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝﴾ (آیت:١٧٣) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن یونس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: میں گمان کرایا گیا ہوں' انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر نے حدیث بیان کی از ابی حصین از ابی الضحیٰ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے کہا: ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ (آل عمران:١٧٣) اور سیدنا محمد ﷺ نے اس وقت کہا جب لوگوں نے بتایا: (بے شک تمہارے مقابلہ کے لیے) بہت بڑا لشکر جمع ہو چکا ہے' سو تم ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور پختہ ہو گیا' اور انہوں نے کہا: ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے ۝ (آل عمران:١٧٣)

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۵۶۴ میں ہے۔

٤٥٦٤- حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيلُ عَنْ اَبِي حَصِيْنٍ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ اٰخِرَ قَوْلِ اِبْرَاهِيْمَ حِيْنَ اُلْقِيَ فِي النَّارِ ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مالک بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از ابی حصین از ابی الضحیٰ از ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو ان کا آخری قول یہ تھا کہ مجھے اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۴۵۶۳ اور ۶۲۵۶ میں ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابوسفیان جب قریش کو لے کر اُحد سے واپس لوٹا تو اس کو معبد الخزاعی ملا' اس نے اس کو یہ خبر دی کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت بڑی جماعت میں دیکھا ہے اور جو لوگ غزوۂ اُحد میں انہیں چھوڑ کر چلے گئے تھے' وہ بھی نادم ہو کر ان کے ساتھ آ کر مل گئے ہیں' یہ سن کر ابوسفیان اور اس کے اصحاب نے اپنے قدم موڑے' پس واپس لوٹے اور ابوسفیان نے کچھ لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ خبر دے کر بھیجا کہ ابوسفیان اور اس کے اصحاب ان کا قصد کر کے آ رہے ہیں' یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ اس روایت کو امام ابواسحاق نے بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۵۳۰' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

١٤- بَابٌ ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ﴾ (آل عمران: ١٨٠) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو لوگ ان چیزوں میں بخل کرتے ہیں جو اُنہیں اللہ نے اپنے فضل سے دی ہیں' وہ ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ وہ ان کے حق میں بہت بُرا ہے' عنقریب انہیں طوق پہنایا جائے گا (آل عمران: ۱۸۰) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: یہ پوری آیت اس طرح ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ (آل عمران: ۱۸۰)

جو لوگ ان چیزوں میں بخل کرتے ہیں جو انہیں اللہ نے اپنے فضل سے دی ہے وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ وہ ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ وہ ان کے حق میں بہت بُرا ہے' عنقریب ان کے گلے میں قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ڈالا جائے گا جس کے ساتھ وہ بخل کرتے تھے' آسمانوں اور زمینوں کا اللہ ہی وارث ہے اور اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے ○

الواحدی نے کہا ہے کہ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت مانعینِ زکوٰۃ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ عطیہ العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ان علماءِ یہود کے متعلق نازل ہوئی ہے' جنہوں نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت اور آپ

کی نبوت کو چھپالیا تھا اور بخل سے اس علم کو چھپانا مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطاء کیا تھا۔

ابن جریج نے کہا ہے کہ یہ آیت کریمہ اس شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے جو جہاد کا خرچ دینے میں بخل کرتا ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ جس شخص کے اہل و عیال ضرورت مند ہوں اور وہ ان کو خرچ دینے میں بخل کرے تو یہ آیت اس کے متعلق نازل ہوئی ہے' اس آیت میں فرمایا: عنقریب ان کے گلوں میں ان کے مال کو طوق بنا کر ڈالا جائے گا' یعنی ان کو ان کے بخل کا مزہ چکھایا جائے گا اور امام عبدالرزاق اور امام سعید بن منصور نے روایت کی ہے کہ ان کے گلوں میں آگ کا طوق ڈالا جائے گا۔

﴿سَيُطَوَّقُوْنَ﴾ كَقَوْلِكَ طَوَّقْتُهُ بِطَوْقٍ . ''سیطوقون'' کا لفظ ''طوقتہ بطوق'' سے ماخوذ ہے' یعنی میں نے اس کو طوق پہنایا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ . (آل عمران:١٨٠) عنقریب ان کے گلوں میں قیامت کے دن اس مال کا طوق بنا کر ڈالا جائے گا جس کو دینے سے وہ بخل کرتے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ دنیا میں جن چیزوں کو اللہ کی راہ میں دینے سے بخل کرتے تھے' قیامت کے دن ان چیزوں کا طوق بنا کر ان کے گلوں میں ڈالا جائے گا۔

ابو مالک العبدی سے روایت ہے کہ جن چیزوں کو دینے سے انہوں نے بخل کیا تھا' دوزخ میں ان چیزوں کا ایک گنجا سانپ بنا کر ان کے گلوں میں ڈالا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۰۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٥٦٥- حَدَّثَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ اَبَا النَّضْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ مَالُهٗ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ زَبِيْبَتَانِ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَاْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِىْ بِشِدْقَيْهِ يَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ اَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (آل عمران:١٨٠) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن منیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے ابوالنضر سے سنا' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمان نے حدیث بیان کی اور وہ عبداللہ بن دینار ہیں از والد خود از ابوصالح از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو پس وہ اس مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو اس مال کو گنجا سانپ بنا دیا جائے گا' اس کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں گے اور قیامت کے دن وہ سانپ اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا' وہ سانپ اس کو اپنے دونوں جبڑوں سے پکڑ لے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں اور میں تیرا خزانہ ہوں' پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی: جو لوگ ان چیزوں میں بخل کرتے ہیں جو انہیں اللہ نے اپنے فضل سے دی ہیں' وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں (کہ وہ ان کے حق میں بہتر ہے)۔ (آل عمران:١٨٠) آخر آیت تک۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۱۴۰۳ میں گزر چکی ہے۔

١٥- بَابٌ ﴿وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اَذًى كَثِيْرًا﴾ (آل عمران:١٨٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے تم ان سے اور مشرکوں سے ضرور بہت سی دل آزار باتیں سنو گے (آل عمران:١٨٦) کی تفسیر

آیت مذکورہ کے متعدد شانِ نزول

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

واحدی نے سعد بن مالک سے روایت کی ہے کہ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ کعب بن الاشرف یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا اور آپ کے خلاف کفار قریش کو بھڑکاتا تھا' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے اور وہاں مسلمانوں کی ایک جمعیت تھی اور ان میں مشرکین اور یہودی بھی تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین اور یہودیوں کو دینِ اسلام کی طرف مائل کرنے کا ارادہ کیا اور مشرکین اور یہودی آپ کو اور آپ کے اصحاب کو شدید اذیت پہنچاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر صبر کرنے کا حکم دیا۔ (اسباب النزول:٢٨٧ـ ص١٣٩ـ ١٣٨)

اور امام طبری نے کہا ہے: اس آیت میں اہل کتاب سے مراد یہودی ہیں اور ان کے جس اذیت دینے والے قول کا ذکر ہے اس سے مراد ان کا یہ کہنا ہے کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں (آل عمران:١٨١) اور ان کا یہ کہنا ہے کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں (المائدہ:٦٤) اور اس آیت میں مشرکین سے مراد نصاریٰ ہیں اور ان کے ایذاء والے قول سے مراد ان کا یہ کہنا ہے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے (التوبہ:٣٠) اور اس کے مشابہ اقوال۔

اور عکرمہ نے بیان کیا: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فنحاص بن عازورا کے پاس اللہ کی راہ میں مالی مدد لینے کے لیے بھیجا تو اس نے کہا کہ تمہارا رب محتاج ہے' جو ہم اس کی مدد کریں!

٤٥٦٦- حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ عَلٰى حِمَارٍ عَلٰى قَطِيْفَةٍ فَدَكِيَّةٍ وَّاَرْدَفَ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَرَاءَهُ يَعُوْدُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فِيْ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ قَالَ حَتّٰى مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيْهِ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ ابْنُ سَلُوْلَ وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ يُّسْلِمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ فَاِذَا فِي الْمَجْلِسِ اَخْلَاطٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ وَالْيَهُوْدِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَفِي الْمَجْلِسِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَلَمَّا غَشِيَتِ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ خَمَّرَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی از الزہری' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گدھے کے اوپر ایک دبیز چادر بچھا کر سوار ہوئے اور آپ نے اپنے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بٹھایا ہوا تھا اور آپ حضرت سعد بن عبادہ کی عیادت کرنے بنو حارث بن الخزرج میں جا رہے تھے اور یہ غزوۂ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے' انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس کے پاس سے گزرے جس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول بیٹھا ہوا تھا اور یہ عبداللہ بن ابی کے (ظاہری) اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ ہے اور اس مجلس میں کئی جماعتیں تھیں جن میں مسلمان بھی تھے اور بت

أُبَيٍّ أَنْفَهُ بِرِدَائِهِ ثُمَّ قَالَ لَا تُغَبِّرُوا عَلَيْنَا فَسَلَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَقَفَ فَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ إِلَى اللّٰهِ وَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ أَيُّهَا الْمَرْءُ إِنَّهُ لَا أَحْسَنَ بِمَا تَقُولُ إِنْ كَانَ حَقًّا فَلَا تُؤْذِنَا بِهِ فِي مَجْلِسِنَا ارْجِعْ إِلٰى رَحْلِكَ فَمَنْ جَاءَكَ فَاقْصُصْ عَلَيْهِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَاغْشَنَا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا فَإِنَّا نُحِبُّ ذٰلِكَ فَاسْتَبَّ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْيَهُودُ حَتّٰى كَادُوا يَتَثَاوَرُونَ فَلَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّضُهُمْ حَتّٰى سَكَنُوا ثُمَّ رَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَابَّتَهُ فَسَارَ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا سَعْدُ أَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ أَبُو حُبَابٍ يُرِيدُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ قَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اعْفُ عَنْهُ وَاصْفَحْ عَنْهُ فَوَالَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَقَدْ جَاءَ اللّٰهُ بِالْحَقِّ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ وَلَقَدِ اصْطَلَحَ أَهْلُ هٰذِهِ الْبُحَيْرَةِ عَلٰى أَنْ يُتَوِّجُوهُ فَيُعَصِّبُونَهُ بِالْعِصَابَةِ فَلَمَّا أَبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ بِالْحَقِّ الَّذِي أَعْطَاكَ اللّٰهُ شَرِقَ بِذٰلِكَ فَذٰلِكَ فَعَلَ بِهِ مَا رَأَيْتَ فَعَفَا عَنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ يَعْفُونَ عَنِ الْمُشْرِكِينَ وَأَهْلِ الْكِتَابِ كَمَا أَمَرَهُمُ اللّٰهُ وَيَصْبِرُونَ عَلَى الْأَذٰى قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا﴾ (آل عمران: ١٨٦) الْآيَةَ وَقَالَ اللّٰهُ ﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ﴾ (البقرۃ: ١٠٩) إِلٰى آخِرِ الْآيَةِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَأَوَّلُ الْعَفْوَ مَا أَمَرَهُ اللّٰهُ بِهِ حَتّٰى أَذِنَ اللّٰهُ فِيهِمْ فَلَمَّا غَزَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

پرست مشرکین بھی تھے اور یہودی بھی تھے اور مسلمانوں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ بھی تھے' جب آپ کی سواری کی گرد وغبار نے مجلس کو ڈھانپ لیا تو عبداللہ بن اُبی نے اپنی ناک پر اپنی چادر رکھی اور کہا: ہم پر گرد وغبار نہ اُڑاؤ! رسول اللہ ﷺ نے ان کو سلام کیا' پھر وہاں کھڑے ہو گئے اور اپنی سواری سے اُترے' پھر ان لوگوں کو اللہ کی توحید ماننے کی دعوت دی اور ان پر قرآن مجید کی آیات پڑھیں تو عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا: آپ کا کلام اچھا نہیں ہے' اگر یہ برحق ہے تو آپ اس کو ہماری مجلس میں سنا کر ہمیں ایذاء نہ دیں' آپ اپنے گھر جائیں' سو جو آپ کے پاس آئے اس کو یہ کلام سنائیں' اس پر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا: کیوں نہیں! یارسول اللہ! آپ ہماری مجلس میں ٹھہریں' ہم اس کو پسند کرتے ہیں' پھر مسلمان' مشرک اور یہودی ایک دوسرے کو بُرا کہنے لگے حتیٰ کہ قریب تھا کہ وہ آپس میں لڑ پڑتے' پس نبی ﷺ ان کو مسلسل ٹھنڈا کرتے رہے حتیٰ کہ وہ پُرسکون ہو گئے' پھر نبی ﷺ اپنی سواری پر سوار ہوئے' پس وہاں سے روانہ ہوئے حتیٰ کہ آپ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' تو نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: اے سعد! کیا تم نے نہیں سنا کہ ابوحُباب نے کیا کہا ہے' آپ کی مراد تھی: عبداللہ بن اُبی نے اس طرح اور اس طرح کہا ہے' حضرت سعد بن عبادہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ اس کو معاف کر دیں اور درگزر فرمائیں' پس اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے! اللہ نے آپ کے ذریعہ وہ حق بھیجا ہے جو اس نے آپ پر نازل کیا ہے' اس شہر کے لوگ پہلے اس پر متفق ہو چکے تھے کہ وہ عبداللہ بن اُبی کو تاج پہنا دیں اور شاہی عمامہ اس کے سر پر باندھیں' لیکن جب اللہ نے اس حق کے ذریعہ جو آپ کو عطاء کیا ہے اس معاملہ کو روک دیا تو اب وہ بگڑ گیا اور اس وجہ سے اس نے آپ کے ساتھ وہ سلوک کیا ہے جو آپ نے دیکھا' سو رسول اللہ ﷺ نے اس کو معاف کر دیا اور نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب' مشرکین اور اہل کتاب کو معاف کر دیتے تھے جیسا کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا (اور ان سے درگزر کرتے تھے) اور ان کی اذیت رسانی پر صبر کرتے تھے' اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدْرًا فَقَتَلَ اللّٰهُ بِهِ صَنَادِيدَ كُفَّارِ قُرَيْشٍ قَالَ ابْنُ اُبَيٍّ ابْنُ سَلُوْلَ وَمَنْ مَّعَهُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَعَبَدَةِ الْاَوْثَانِ هٰذَا اَمْرٌ قَدْ تَوَجَّهَ فَبَايَعُوا الرَّسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْاِسْلَامِ فَاَسْلَمُوْا.

عزوجل نے فرمایا: اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے تم ان سے اور مشرکوں سے ضرور بہت سی دل آزار باتیں سنو گے۔ (آل عمران:۱۸۶) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بہت سے اہلِ کتاب نے اپنے دلی حسد کی وجہ سے چاہا کہ تمہارے ایمان لانے کے بعد وہ پھر تمہیں کافر بنا دیں۔ (البقرہ:۱۰۹) آخر آیت تک پڑھیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان کو معاف کر دیا کرتے تھے' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے جنگ کی اجازت دے دی' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ بدر میں گئے تو اللہ تعالیٰ نے بدر میں کفارِ قریش کے بڑے بڑے سرداروں کو مار ڈالا' پس عبد اللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے ساتھ جو مشرکین اور بت پرست تھے' انہوں نے کہا: اب ان کا غلبہ ظاہر ہو گیا ہے' پھر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسلام پر بیعت کر لی اور مسلمان ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۹۸۷ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کے مسائل اور فوائد

(۱) اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کوئی شخص سواری پر کسی کو اپنے پیچھے بٹھا سکتا ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔

(۲) اس حدیث میں کسی کی عیادت کرنے کے لیے سوار ہو کر جانا جائز ہے اور بڑوں کا چھوٹوں کی عیادت کرنے کا ثبوت ہے اور گدھے پر سوار ہونے کا ثبوت ہے اور اس میں تواضع اور انکسار ہے' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گدھے پر سوار ہو کر حضرت سعد بن عبادہ کی عیادت کے لیے گئے تھے۔

(۳) اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' عبد اللہ بن ابی کے اسلام لانے سے پہلے گئے تھے' اس سے مراد ہے کہ آپ اس کے ظاہری اسلام لانے سے پہلے گئے تھے' ورنہ وہ درحقیقت کبھی بھی اسلام نہیں لایا تھا۔

(۴) اس حدیث میں مذکور ہے کہ جس مجلس میں مسلمان' یہودی اور بت پرست بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے وہاں جا کر سلام کیا' یعنی آپ نے صرف مسلمانوں کو سلام کرنے کی نیت کی تھی' اس سے یہ معلوم ہوا کہ ایسے ملے جلے اجتماع میں صرف مسلمانوں کی نیت کر کے سلام کرنا جائز ہے۔

(۵) عبد اللہ بن اُبی نے کہا: آپ کا کلام بہت اچھا ہے' اس کی مراد یہ تھی کہ اس سے بھی زیادہ بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے گھر میں بیٹھیں اور ہمارے پاس نہ آئیں۔

(۶) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے سعد! کیا تم نے سنا نہیں ہے کہ ابوحباب نے کیا کہا ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص سے اس کے دوست کی شکایت کرنا جائز ہے اور حضرت سعد نے کہا: آپ اس کو معاف کر دیں اور درگزر کریں' حضرت سعد نے یہ اس لیے کہا کہ آپ کی فطرت میں جو اخلاقِ کریمانہ ہیں اور جاہلوں کی زیادتی کو معاف کرنا ہے' آپ اس پر عمل کریں' سو آپ نے ایسا

ہی کیا۔

(۷) اس آیت میں مذکور ہے کہ البحیرہ والوں نے اس پر اتفاق کیا تھا کہ اس کو تاج پہنائیں۔ اس سے مراد ہے: اہل مدینہ اور امام طبری نے کہا ہے کہ ہر وہ شہر جس میں دریا جاری ہو عرب اس کو البحیرہ کہتے ہیں۔ (تفسیر طبری ج ۱۰ ص ۱۹۱) علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ تاج پہنانے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کو اپنا رئیس اور سردار بنائیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سردار اپنے رئیس کو عمامہ پہناتے تھے۔ اس حدیث میں مذکور ہے: "شرق بذالك" اس کا معنی ہے کہ وہ اس سے جل گیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ سے حسد کیا اور یہی اس کے نفاق کا سبب تھا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۱۸۰۔ ۱۷۶ وزارۃ الاوقاف قطر ۱۴۲۹ھ)

١٦- بَابٌ ﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا﴾ (آل عمران: ۱۸۸)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ان کے متعلق ہرگز یہ گمان نہ کرنا جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں (آل عمران: ۱۸۸) کی تفسیر

امام بخاری نے یہاں پوری آیت ذکر نہیں کی، پوری آیت اس طرح ہے:

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (آل عمران: ۱۸۸)

ان کے متعلق ہرگز نہ سمجھنا جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور جو یہ پسند کرتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے، ان لوگوں کے متعلق ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ وہ عذاب سے نجات پا جائیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○

٤٥٦٧- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْمُنَافِقِيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْغَزْوِ تَخَلَّفُوْا عَنْهُ وَفَرِحُوْا بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَذَرُوْا اِلَيْهِ وَحَلَفُوْا وَاَحَبُّوْا اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَنَزَلَتْ ﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا﴾ (آل عمران: ۱۸۸) الْاٰيَةَ.

(صحیح مسلم: ۲۷۷۷، الرقم المسلسل: ۲۹۲۷)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی، انہوں نے کہا: مجھے زید بن اسلم نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں منافق مردوں کا یہ معمول تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ میں جاتے تو وہ اس سے پیچھے رہ جاتے اور رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہنے پر خوش ہوتے، پھر جب رسول اللہ ﷺ واپس آتے تو آپ کے سامنے مختلف بہانے کرتے اور قسمیں کھاتے اور وہ یہ پسند کرتے تھے کہ جو کام انہوں نے نہیں کیے ہیں ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ان کے متعلق ہرگز نہ سمجھنا جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور جو یہ پسند کرتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے۔ (آل عمران: ۱۸۸)

آیتِ مذکورہ کے متعدد شانِ نزول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے سببِ نزول میں یہی ذکر کیا ہے جو صحیح البخاری کی اس حدیث میں ہے۔

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اہلِ کتاب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

اور علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ یہ آیت منافقین اور اہلِ کتاب دونوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

اور الفراء نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت یہود کے اس قول کے متعلق نازل ہوئی ہے کہ ہم کتاب اوّل والے ہیں اور پہلی نماز والے ہیں اور پہلی اطاعت والے ہیں' اس کے باوجود وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار نہیں کرتے تھے' تب یہ آیت نازل ہوئی: اور جو پسند کرتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے۔ (آل عمران:۱۸۸) اور اس آیت کا عموم ہر اس شخص کو شامل ہے جو کوئی نیک کام کرے' اس پر اترائے اور یہ چاہے کہ لوگ اس کے ان کاموں کی تعریف کریں جو اس نے نہیں کیے۔

٤٥٦٨- حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ مَرْوَانَ قَالَ لِبَوَّابِهِ اِذْهَبْ يَا رَافِعُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْ لَئِنْ كَانَ كُلُّ امْرِءٍ فَرِحَ بِمَا أُوتِيَ وَأَحَبَّ أَنْ يُحْمَدَ بِمَا لَمْ يَفْعَلْ مُعَذَّبًا لَنُعَذَّبَنَّ أَجْمَعُونَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَمَا لَكُمْ وَلِهٰذِهِ إِنَّمَا دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُودَ فَسَأَلَهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَكَتَمُوهُ إِيَّاهُ وَأَخْبَرُوهُ بِغَيْرِهِ فَأَرَوْهُ أَنْ قَدِ اسْتَحْمَدُوا إِلَيْهِ بِمَا أَخْبَرُوهُ عَنْهُ فِيمَا سَأَلَهُمْ وَفَرِحُوا بِمَا أُوتُوا مِنْ كِتْمَانِهِمْ ثُمَّ قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ حَتّٰى قَوْلِهِ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَّيُحِبُّونَ أَنْ يُّحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا﴾ (آل عمران:۱۸۸) تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ۔

(صحیح مسلم:۲۷۷۸' الرقم المسلسل:۶۹۲۸' سنن ترمذی:۳۰۱۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی از ابن ابی ملیکہ کہ حضرت علقمہ بن وقاص نے ان کو خبر دی کہ مروان نے اپنے دربان سے کہا: اے رافع! حضرت ابن عباس کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ اگر ہر مرد کا یہ حکم ہے کہ وہ اپنے کیے ہوئے کام پر خوش ہو اور یہ پسند کرے جو کام اس نے نہیں کیا ہے اس پر اس کی تعریف کی جائے تو اس کو عذاب دیا جائے گا' تو پھر تو ہم سب کو عذاب دیا جائے گا' حضرت ابن عباس نے فرمایا: تمہارا اس آیت سے کیا تعلق ہے؟ یہ آیت تو صرف اس وجہ سے نازل ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلایا' پس ان سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس چیز کو آپ سے چھپا لیا اور آپ کو کسی اور چیز کی خبر دی' پھر بھی انہوں نے یہ چاہا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کے جواب میں جس بات کی خبر دی ہے اس پر ان کی تعریف کی جائے اور جو انہوں نے حق بات چھپائی تھی اس کے چھپانے پر وہ خوش ہوئے' پھر حضرت ابن عباس نے یہ آیت پڑھی: (اور یاد کیجئے) جب اللہ نے اہلِ کتاب سے یہ عہد لیا۔ (آل عمران:۱۸۷) اسی طرح حتیٰ کہ یہ آیت پڑھی: جو اپنے کیے ہوئے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی ان کاموں پر تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیے۔ (آل عمران:۱۸۸) ہشام کی متابعت عبدالرزاق نے کی ہے از ابن جریج۔

حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا الْحَجَّاجُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِی ابْنُ اَبِی مُلَيْكَةَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ مَرْوَانَ بِهٰذَا ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابن مقاتل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں الحجاج نے خبر دی از ابن جریج انہوں نے کہا: مجھے ابن ابی ملیکہ نے خبر دی از حمید بن عبدالرحمان بن عوف انہوں نے ان کو خبر دی کہ مروان نے اسی طرح کہا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۴۵٦۹ میں گزر چکی ہے۔

١٧ - بَابٌ قَوْلُهُ ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ○﴾ (آل عمران: ١٩٠) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بلاشبہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں ○ (البقرہ: ١٩٠) کی تفسیر

٤٥٦٩- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِی مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِی شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی نَمِرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِی مَيْمُوْنَةَ فَتَحَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اَهْلِهٖ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ فَلَمَّا كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرُ قَعَدَ فَنَظَرَ اِلَی السَّمَاءِ فَقَالَ ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ○﴾ (آل عمران: ١٩٠) ثُمَّ قَامَ فَتَوَضَّاَ وَاسْتَنَّ فَصَلّٰی اِحْدٰی عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ فَصَلّٰی رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّی الصُّبْحَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سعید بن ابی مریم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے خبر دی انہوں نے کہا: مجھے شریک بن عبداللہ بن ابی نمر نے خبر دی از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس رات گزاری پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اہلیہ کے ساتھ کچھ دیر باتیں کیں پھر آپ سو گئے پھر جب تہائی رات کا آخری حصہ تھا تو آپ بیٹھ گئے اور آپ نے آسمان کی طرف دیکھ کر یہ آیت تلاوت کی: بلاشبہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں ○ (آل عمران: ١٩٠) پھر آپ کھڑے ہوئے پس وضوء کیا پھر مسواک کی پھر آپ نے گیارہ رکعات پڑھیں پھر حضرت بلال نے اذان دی پس آپ نے دو رکعت (سنتِ فجر) پڑھیں پھر آپ گھر سے باہر نکلے اور آپ نے فجر کی نماز پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ١١٧ میں گزر چکی ہے۔

آل عمران: ١٩٠ کے متعدد شانِ نزول

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

الواحدی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ قریش یہود کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: تمہارے پاس حضرت موسیٰ کون سے معجزات لے کر آئے تھے؟ تو انہوں نے کہا: لاٹھی اور ید بیضاء پھر وہ نصاریٰ کے پاس گئے اور ان سے پوچھا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تمہیں کون سے معجزے دکھائے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو شفاء دیتے تھے اور مُردوں کو زندہ کرتے تھے پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: ہمارے لیے صفا پہاڑ کو

سونے کا بنا دیں' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (آل عمران: ١٩٠) (اسباب النزول ص ١٤٢)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں اور عبید بن عمر' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان کے پاس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے' پس انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات ان سے عبادت کرنے کی اجازت طلب کی' حضرت عائشہ نے بتایا کہ آپ بیٹھ کر قرآن پڑھتے رہے اور روتے رہے حتیٰ کہ فجر کی نماز کے وقت حضرت بلال آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو کیا چیز رُلا رہی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے کیا چیز رونے سے منع کرے گی حالانکہ آج رات مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے: بلاشبہ آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے ضرور نشانیاں ہیں ○ (آل عمران: ١٩٠) اور آپ نے فرمایا: اس شخص پر افسوس ہے جس نے اس آیت کو پڑھا اور اس میں غور وفکر نہیں کیا اور حضرت ابن عباس کی حدیث میں مذکور ہے کہ جب تہائی رات کا آخری حصہ ہوتا تو آپ بیٹھ جاتے اور آسمان کی طرف دیکھتے' پھر یہ آیت پڑھتے (آل عمران: ١٩٠)' پھر آپ کھڑے ہو کر وضو کرتے اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ سو گئے' حتیٰ کہ آدھی رات ہو گئی یا اس سے کچھ پہلے یا اس کے کچھ بعد۔
(صحیح البخاری: ٤٥٧١)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ رات کے آخری حصہ میں اُٹھے۔ (صحیح مسلم: ٢٥٦)

اور ان روایات میں تعارض نہیں ہے' کیونکہ بعض روایاتِ صحیحہ میں یہ مذکور ہے کہ آپ دو وضوؤں کے درمیان ایک وضو کرتے' پھر بستر پر آ کر سو جاتے' پھر دوبارہ اُٹھتے' پھر وضو کرتے' پھر یہ دعا کرتے: اے اللہ! میرے نور کو عظیم کر دے۔ (صحیح مسلم: ٧٦٣) الحدیث۔ اور یہ اس کی دلیل ہے کہ آپ رات کو دو مرتبہ اُٹھتے تھے' پھر جب آدھی رات کا پہلا حصہ ہوتا تو آپ حجرہ سے نکلتے اور آسمان کی طرف اپنا منہ کرتے' پھر اپنے بستر کی طرف چلے جاتے' پھر جب تہائی رات کا آخری حصہ ہوتا تو اپنے حجرہ سے نکلتے اور اپنا چہرہ آسمان کے اُفق کی طرف کرتے۔

علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جو شخص رات کی نیند سے بیدار ہو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ اس آیت کی تلاوت کرے کیونکہ یہ آیت اس کے رب کی عظمت سے شروع ہوتی ہے اور اس کے ذکر پر ختم ہوتی ہے اور اس میں عبادت کی طرف متوجہ کیا ہے اور عبادت کے اوپر ثواب کا وعدہ کیا ہے اور اللہ کی معصیت پر عذاب سے ڈرایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات کو سورۂ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اُٹھتے تو مسواک کرتے' پھر آسمان کی طرف دیکھتے' پھر یہ آیت ''فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ'' تک پڑھتے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید میں جنات پر سب سے زیادہ سخت آیت یہی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے ساتویں آسمان کی طرف لے جایا گیا تو وہاں پر بھڑکتی ہوئی آگ تھی اور دھواں تھا اور آوازیں تھیں' میں نے کہا: اے جبریل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا: یہ وہ شیاطین ہیں جو بنو آدم کی آنکھوں میں تحریف کرتے تھے تاکہ وہ آسمانوں اور زمینوں کی نشانی میں غور وفکر نہ کریں' اگر وہ ایسا نہ کرتے تو مسلمان عجیب وغریب چیزوں کو دیکھتے۔ (مسند احمد ج ٢ ص ٣٥٣' مصنف ابن ابی شیبہ ج ٧ ص ٣٣٦)

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا' اچانک اس نے اپنا سر اُٹھایا تو ستاروں کی طرف دیکھا تو وہ کہنے لگا: بے شک تمہارا ایک رب ہے اور خالق ہے' اے اللہ! میری مغفرت کر دے! آپ نے

فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف نظر کی اور اس کو بخش دیا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۱۸۸۔۱۸۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں غور و فکر کرنے کا معنی یہ ہے کہ انسان اس پر غور و فکر کرے کہ آسمان کس قدر بلند اور کتنا وسیع ہے اور زمین اس سے کتنی نیچی ہے اور کثیف ہے اور آسمانوں میں جو عظیم نشانیاں ہیں اور ان میں گردش کرنے والے سیارے ہیں اور زمین میں سمندر ہیں' پہاڑ ہیں' جنگلات ہیں' درخت ہیں' سبزہ زار ہیں' کھیت ہیں' باغات ہیں اور حیوانات ہیں اور معدنیات ہیں اور ان میں انواع و اقسام کی خوشبوئیں ہیں اور ذائقے ہیں' یہ چیزیں اپنے بنانے والے اور اپنے خالق پر دلالت کرتی ہیں اور اس کی عظیم قدرت پر اور اس کی زبردست حکمت پر اور اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۱۲۔۲۱۱' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

۱۸- بَابٌ ﴿الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (آل عمران: ۱۹۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جو لوگ کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور کروٹ کے بل لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں (آل عمران: ۱۹۱) کی تفسیر

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان عقل والوں کی مدح فرمائی ہے جو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور اپنی کروٹوں کے بل لیٹے ہوئے آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں غور کرتے ہیں اور ان کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات اور اس کی وحدانیت پر استدلال کرتے ہیں۔

٤٥٧٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَّالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ مَّخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ فَقُلْتُ لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطُرِحَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِسَادَةٌ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طُوْلِهَا فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَّجْهِهٖ ثُمَّ قَرَاَ الْاٰيَاتِ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ اٰلِ عِمْرَانَ حَتّٰى خَتَمَ ثُمَّ اَتٰى شَنًّا مُّعَلَّقًا فَاَخَذَهٗ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى رَاْسِيْ ثُمَّ اَخَذَ بِاُذُنِيْ فَجَعَلَ يَفْتِلُهَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن بن مہدی نے حدیث بیان کی از امام مالک بن انس از مخرمہ بن سلیمان از کریب از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں: میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں رات گزاری' پس میں نے (اپنے دل میں) کہا: میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھوں گا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گدا بچھایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گدے کی لمبائی میں سو گئے' (پھر آپ اُٹھے) سو آپ اپنے چہرہ پر ہاتھ پھیر کر اپنی نیند کو دور کر رہے تھے' پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں' حتیٰ کہ ان کو ختم کر دیا' پھر آپ ایک مشک کے پاس آئے جو لٹکی ہوئی تھی' پس آپ نے اس کو پکڑ کر وضو کیا' پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' پھر میں اُٹھا اور میں نے بھی اسی طرح کیا جس طرح آپ نے کیا تھا' پھر میں آ کر آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا' پس آپ نے اپنا مبارک ہاتھ میرے سر پر رکھا' پھر آپ

میرا کان پکڑ کر اُسے مروڑنے لگے (اور مجھے بائیں جانب سے دائیں جانب کر دیا) پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر آپ نے وتر کی نماز پڑھی۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ۱۱۷ میں گزر چکی ہے۔

١٩- بَابٌ ﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ٥﴾ (آل عمران:١٩٢)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ہمارے رب! تو نے جس کو دوزخ میں داخل کر دیا سو تو نے اس کو ضرور رسوا کر دیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے ٥ (آل عمران:١٩٢) کی تفسیر

٤٥٧١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالَتُهٗ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِيْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُهٗ فِيْ طُوْلِهَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِنْتَصَفَ اللَّيْلُ اَوْ قَبْلَهٗ بِقَلِيْلٍ اَوْ بَعْدَهٗ بِقَلِيْلٍ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَّجْهِهٖ بِيَدَيْهِ ثُمَّ قَرَاَ الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ اِلٰى شَنٍّ مُّعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّاَ مِنْهَا فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَاْسِيْ وَاَخَذَ بِاُذُنِيْ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى يَفْتِلُهَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں معن بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا: ہمیں امام مالک نے حدیث بیان کی از مخرمہ بن سلیمان از کریب مولیٰ عبداللہ بن عباس وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت میمونہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں رات گزاری اور وہ ان کی خالہ ہیں انہوں نے بتایا کہ میں گدے کی چوڑائی میں سو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اہلیہ گدے کی لمبائی میں لیٹ گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے حتیٰ کہ جب آدھی رات ہو گئی یا اس سے کچھ پہلے یا اس کے کچھ بعد پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور آپ اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر نیند کو دور کر رہے تھے پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھیں پھر آپ اس مشک کے پاس کھڑے ہوئے جو لٹکی ہوئی تھی پس آپ نے اس سے وضو کیا اور بہت اچھا وضو کیا پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پس میں نے بھی اسی طرح کیا جس طرح آپ نے کیا تھا پھر میں آپ کے پہلو کے پاس کھڑا ہو گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور اپنے ہاتھ سے میرا کان پکڑ کر مروڑا (اور مجھے بائیں جانب سے دائیں جانب کر دیا) پھر آپ نے دو رکعت

فَصَلَّى الصُّبْحَ .

پڑھیں پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں پھر آپ نے دو رکعت پڑھیں پھر آپ نے وتر پڑھے پھر آپ لیٹ گئے حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن آیا' پھر آپ نے خفیف دو رکعت پڑھیں' پھر آپ گھر سے نکلے اور نماز فجر پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١١٧ میں گزر چکی ہے۔

٢٠- بَابُ ﴿رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ﴾ (آل عمران:١٩٣) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ہمارے رب! ہم نے ایک منادی کو ایمان کی نداء کرتے ہوئے سنا (آل عمران:١٩٣) کی تفسیر

اس آیت کریمہ میں منادی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔

٤٥٧٢- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ مَّخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَّوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالَتُهُ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِيْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُهُ فِيْ طُوْلِهَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ اَوْقَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ اَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيْلٍ اِسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَّجْهِهٖ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَرَاَ الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ اِلٰى شَنٍّ مُّعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّاَ مِنْهَا فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَاصَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَاْسِيْ وَاَخَذَ بِاُذُنِي الْيُمْنٰى يَفْتِلُهَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں قتیبہ بن سعید نے حدیث بیان کی از امام مالک از مخرمہ بن سلیمان از کریب مولی ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں رات گزاری اور وہ ان کی خالہ ہیں' انہوں نے بتایا کہ میں گدے کی چوڑائی میں سو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی اہلیہ گدے کی لمبائی میں لیٹ گئے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے' حتیٰ کہ جب آدھی رات گزر گئی یا اس کے کچھ پہلے یا اس کے کچھ بعد' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ اپنے چہرۂ مبارک پر ہاتھ پھیر کر نیند دور کر رہے تھے' پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات کی تلاوت کی' پھر آپ اس مشک کی طرف کھڑے ہوئے جو لٹکی ہوئی تھی' پھر آپ نے اس سے وضوء کیا اور بہت عمدہ وضوء کیا' پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے' حضرت ابن عباس نے کہا: پھر میں کھڑا ہوا اور میں نے بھی اسی طرح کیا' جس طرح آپ نے کیا تھا' پھر میں گیا اور آپ کے پہلو کے پاس کھڑا ہو گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا مبارک دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے دائیں کان کو پکڑ کر مروڑا (اور مجھے بائیں جانب سے دائیں جانب کر دیا)' پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت

فَصَلَّى الصُّبْحَ .

پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھیں' پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھیں' پھر آپ نے وتر پڑھے' پھر آپ لیٹ گئے حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن آیا' پھر آپ نے کھڑے ہو کر دو خفیف رکعت (سنت فجر) پڑھیں' پھر آپ گھر سے باہر نکلے اور نمازِ فجر پڑھائی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۸۳ میں گزر چکی ہے۔

مؤخر الذکر تینوں حدیثوں میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے تہجد کی نماز چھ دوگانوں میں بارہ رکعات پڑھی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

٤-سُوْرَةُ النِّسَآءِ

سورۃ النساء کا بیان

سورۃ النساء کا تعارف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

العوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ سورۃ النساء مدینہ میں نازل ہوئی ہے' اسی طرح ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے اور ابن النقیب نے کہا ہے کہ جمہور علماء کا یہ مؤقف ہے کہ سورۃ النساء مدنیہ ہے اور اس میں ایک آیت فتح مکہ کے سال میں نازل ہوئی اور وہ آیت یہ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (النساء:۵۸)

بے شک اللہ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کو ان کی امانتیں ادا کرو۔

اس سورت میں ایک سو چھہتر (۱۷۶) آیات ہیں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿يَسْتَنْكِفُ﴾ (آل عمران:۱۷۲) يَسْتَكْبِرُ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ''یستنکف'' کا معنی ہے: وہ تکبر کرتا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ . (النساء:۱۷۲)

اور جو لوگ اللہ کی عبادت کرنے میں عار سمجھیں اور تکبر کریں۔

اس تعلیق کی امام ابن ابی حاتم نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے' حضرت ابن عباس کی اس تفسیر پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ''یستنکف'' کا معنی ہے: کسی کام کو کرنے میں عار سمجھنا اور ناک بھوں چڑھانا اور یہی تکبر کا معنی ہے: لیکن جب اس آیت میں آگے خود ''تکبر'' کا لفظ موجود ہے اور ''یستکبر'' کا عطف ''یستنکف'' پر کیا ہے اور عطف میں معطوف' معطوف علیہ کا مغایر ہوتا ہے تو پھر حضرت ابن عباس نے ''یستنکف'' کی تفسیر ''یستکبر'' کے ساتھ کیوں کی ہے۔ حافظ ابن حجر

عسقلانی نے کہا ہے کہ یہ عجیب تفسیر ہے' کیونکہ اس آیت میں ''استکبار'' کا عطف استنکاف پر ہے' اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ استنکاف ''استکبار'' کا غیر ہے اور اس کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ حضرت ابن عباس کا مطلب یہ ہے کہ ''یستکبر'' کا لفظ ''یستنکف'' کی تاکید ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۳۶)

علامہ عینی نے حافظ ابن حجر کی اس توجیہ پر اعتراض کیا ہے کہ ایسی مثال کو تاکید پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے' بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ عطفِ تفسیری ہے اور حضرت ابن عباس نے یہ بتایا ہے کہ ''یستنکف'' سے مراد ''استکبار'' ہے کیونکہ جب کوئی شخص کسی کام کو کرنے میں عار سمجھتا ہے اور ناک بھوں چڑھاتا ہے تو یہ تکبر ہے اور اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اللہ کے مقرب فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں عار نہیں سمجھتے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں تکبر نہیں کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۱۵)

﴿قِوَامًا﴾ قِوَامُكُمْ مِنْ مَّعَايِشِكُمْ . ''قوامًا'' کا معنی ہے: وہ چیزیں جن پر تمہاری زندگی کو گزارنا موقوف ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا . (النساء:۵)

اور کم عقلوں کو اپنے وہ مال نہ دو جن کو اللہ نے تمہاری گزر اوقات کا ذریعہ بنایا ہے۔

اس آیت کی دو قراءتیں ہیں' ایک قراءت ''قوامًا'' ہے اور یہ حضرت ابن عباس کی قراءت ہے اور اہل مدینہ کے نزدیک مشہور قراءت ''قیمًا'' ہے۔ امام ابوعبیدہ نے کہا کہ ''قیمًا'' اصل میں ''قوامًا'' تھا اور جب واؤ کا ماقبل مکسور ہو تو اس کو یاء سے تبدیل کر دیتے ہیں' اس وجہ سے یہ ''قیمًا'' ہو گیا' لیکن امام بخاری نے اس لفظ کو اصل کے اعتبار سے لکھا ہے' تاہم اس توجیہ کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ امام بخاری حضرت ابن عباس سے نقل کر رہے ہیں اور ان کے نزدیک یہ لفظ ''قوامًا'' ہے' اور اس کا معنی ہے: لوگوں کی گزر اوقات کا ذریعہ۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۳۷-۵۳۶)

﴿لَهُنَّ سَبِيْلًا﴾ (آیت:۱۵) يَعْنِى الرَّجْمَ لِلثَّيِّبِ وَالْجَلْدَ لِلْبِكْرِ . ''لهن سبیلًا'' یعنی شادی شدہ کو رجم کر دو اور غیر شادی شدہ کو کوڑے مارو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالّٰتِىْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِى الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ۝ (النساء:۱۵)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں تو ان کے خلاف اپنے چار (مسلمان) مردوں کی گواہی طلب کرو' پس اگر وہ گواہی دے دیں تو ان (عورتوں) کو گھروں میں مقید رکھو حتیٰ کہ انہیں موت آ جائے' یا اللہ ان کے لیے (اور) راہ پیدا کر دے ۝

ابتداءِ اسلام میں یہ حکم تھا کہ جب کوئی عورت زنا کرتی اور سچے گواہوں سے اس کا زنا ثابت ہو جاتا تو اس کو گھر میں قید کر دیا جاتا اور گھر سے باہر نکلنے سے منع کر دیا جاتا حتیٰ کہ وہ اسی قید میں مر جاتی اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ ''حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے اور راستہ پیدا کر دے'' اس نے اس حکم کو منسوخ کر دیا ہے اور یہ حکم دائمی ہو گیا کہ شادی شدہ کو سنگسار کیا جائے اور غیر شادی شدہ کو کوڑے مارے جائیں۔ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ جب سورۃ النساء نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی عورت کو گھر میں قید نہیں کیا جائے گا۔ اور امام مسلم نے اور اصحاب السنن الاربع نے حضرت

عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے یہ حکم حاصل کرو کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے راستہ مقرر کر دیا ہے' کنواری عورت کنوارے مرد کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور اس کو ایک سال کے لیے جلاوطن کر دو اور شادی شدہ شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور اس کو رجم کر دو۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۲۱۶۔۲۱۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبَاعَ﴾ (النساء:۳) يَعْنِي اثْنَتَيْنِ وَثَلَاثًا وَأَرْبَعًا وَلَا تُجَاوِزُ الْعَرَبُ رُبَاعَ.

حضرت ابن عباس کے غیر نے کہا کہ "مثنیٰ' ثلث" اور "رُبع" کا معنی ہے: دو' تین اور چار اور عرب "رُبع" سے آگے تجاوز نہیں کرتے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (النساء:۳)

اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو' دو دو' تین تین اور چار' چار سے۔

حضرت ابن عباس کے غیر سے مراد ہے: ابوذر کی روایت' ان کے نزدیک "مثنیٰ" کا معنی دو ہے اور "ثلث" کا معنی تین ہے اور "رُبع" کا معنی چار ہے۔ ابوذر کی روایت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک بھی "مثنیٰ' ثلث' اور "رُبع" کا یہی معنی ہے' یہ صرف ابوعبیدہ کا قول اور ان کی تفسیر ہے' مشہور اور مقبول روایت یہ ہے کہ ان کا معنی مکرر ہے' یعنی "مثنیٰ" کا معنی ہے: دو دو' "ثلث" کا معنی ہے: تین' تین اور "رُبع" کا معنی ہے: چار چار' اس لیے امام بخاری پر یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے مشہور اور مقبول معنی ذکر نہیں کیا اور وہ یہ ہے کہ ان الفاظ کے معانی مکرر ہیں' امام بخاری کی طرف سے یہ توجیہ کی گئی ہے کہ چونکہ ان کے معنی میں تکرار مشہور ہے' اس لیے امام بخاری نے شہرت کی بناء پر ان کے معنی میں تکرار کو ذکر نہیں کیا' دوسرا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے امام بخاری کے نزدیک بھی امام ابوعبیدہ کی تفسیر معتبر ہو' امام بخاری نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس کے غیر کے نزدیک "مثنیٰ" کا معنی دو ہے' اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس کے نزدیک بھی "مثنیٰ" کے معنی میں تکرار ہے' اس کا معنی صرف دو نہیں بلکہ دو دو ہے' پھر امام بخاری نے یہ کہا کہ عرب "رُبع" سے آگے تجاوز نہیں کرتے' یعنی خُماس اور مَخمس اور سُداس اور مسدس نہیں کہتے' اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کا بھی یہی مختار ہے لیکن اس میں اختلاف ہے۔ ابن حاجب نے کہا کہ خُماس اور مَخمس سے لے کر عُشار اور معشر تک کہا جائے گا' انہوں نے کہا: اس میں اختلاف ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ ثابت نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۲۱۶)

١- بَابٌ ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی﴾ (النساء:۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے (النساء:۳) کی تفسیر

٤٥٧٣- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى اَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَجُلًا كَانَتْ لَهُ يَتِيمَةٌ فَنَكَحَهَا وَكَانَ لَهَا عَذْقٌ وَّكَانَ يُمْسِكُهَا عَلَيْهِ وَلَمْ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے ہشام بن عروہ نے خبر دی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ ایک مرد کی سرپرستی میں ایک یتیم لڑکی تھی' پس اس

يَكُنْ لَّهَا مِنْ نَّفْسِهٖ شَيْءٌ فَنَزَلَتْ فِيْهِ ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى﴾ (النساء:٣) اَحْسِبُهٗ قَالَ كَانَتْ شَرِيْكَتَهٗ فِيْ ذٰلِكَ الْعَذْقِ وَفِيْ مَالِهٖ ۔

نے اس سے نکاح کر لیا اور اس لڑکی کا ایک کھجوروں کا باغ تھا' وہ اس لڑکی کو اپنے پاس رکھتا تھا اور اس کو اس لڑکی سے کوئی رغبت نہیں تھی' تب یہ آیت نازل ہوئی: اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے۔ (النساء:٣) راوی کہتا ہے کہ میرا گمان ہے کہ وہ لڑکی اس باغ میں اور اس کے مال میں اس کی شریک تھی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۹۴ میں گزر چکی ہے۔

النساء: ٣ کے متعدد شانِ نزول

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ابن جریج سے روایت ہے کہ یہ آیت ایک معین شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ہشام بن عروہ سے روایت ہے کہ اس سے مراد تعیم ہے اور یہ اس شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے جو کسی لڑکی کے ساتھ نکاح میں رغبت رکھتا ہے' لیکن اس کو صرف اس کا مال اور جمال پسند ہوتا ہے' اس لیے وہ اس لڑکی کا نکاح کسی اور سے نہیں کرتا اور وہ چاہتا ہے کہ بغیر مہر دیئے اس لڑکی سے نکاح کر لے' تب یہ آیت نازل ہوئی' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر تمہیں وہ لڑکی پسند نہیں ہے تو تمہیں جو لڑکی پسند ہو اس سے نکاح کر لو' نیز اس حدیث میں ہے کہ وہ لڑکی اس مال میں اور اس باغ میں اس کی شریک ہے' یہ دوسرا قصہ ہے کہ ایک مرد کی سرپرستی میں ایک لڑکی ہو اور وہ باغ میں اور مال میں اس کی شریک ہو تو وہ اس سے نکاح میں رغبت کرے اور اس کو ناپسند کرے کہ کوئی اور شخص اس سے نکاح کرے اور وہ باغ میں اور مال میں اس کا شریک ہو جائے تو ایسے لوگوں کو اس سے منع کیا گیا ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۳۸)

٤٥٧٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى﴾ فَقَالَتْ يَا ابْنَ اُخْتِيْ هٰذِهِ الْيَتِيْمَةُ تَكُوْنُ فِيْ حَجْرِ وَلِيِّهَا تُشْرِكُهٗ فِيْ مَالِهٖ وَيُعْجِبُهٗ مَالُهَا وَجَمَالُهَا فَيُرِيْدُ وَلِيُّهَا اَنْ يَّتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ اَنْ يُّقْسِطَ فِيْ صَدَاقِهَا فَيُعْطِيَهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيْهَا غَيْرُهٗ فَنُهُوْا عَنْ اَنْ يَّنْكِحُوْهُنَّ اِلَّا اَنْ يُّقْسِطُوْا لَهُنَّ وَيَبْلُغُوْا لَهُنَّ اَعْلٰى سُنَّتِهِنَّ فِي الصَّدَاقِ فَاُمِرُوْا اَنْ يَّنْكِحُوْا مَا طَابَ لَهُمْ مِّنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هٰذِهِ الْاٰيَةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ﴾ (النساء:١٢٧) قَالَتْ عَائِشَةُ وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ اٰيَةٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے عروہ بن الزبیر نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق سوال کیا: اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے۔ (النساء:٣) تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ اے میرے بھانجے! اس سے مراد وہ یتیم لڑکی ہے جو اپنے ولی کی سرپرستی میں ہوتی ہے اور ولی کے مال میں شریک ہوتی ہے اور ولی کو اس کا مال اور جمال پسند ہوتا ہے تو ولی ارادہ کرتا ہے کہ وہ بغیر مہر دیئے اس لڑکی سے نکاح کر لے اور اس کو اتنا دے جتنا کوئی اور اس لڑکی کو دیتا تو ان کو ان لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کیا گیا' سوا اس صورت کے کہ وہ ان کے ساتھ عدل کریں اور اس جیسی لڑکی کو دستور اور رواج میں جتنا مہر دیا جاتا ہے' اس سے اعلیٰ مہر دیں' پس ان کو یہ حکم دیا گیا کہ ان یتیم

أُخْرٰی ﴿وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ﴾ (النساء:١٢٧) رَغْبَةُ اَحَدِكُمْ عَنْ يَتِيْمَتِهٖ حِيْنَ تَكُوْنُ قَلِيْلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ قَالَتْ فَنُهُوْا اَنْ يَّنْكِحُوْا عَنْ مَّنْ رَغِبُوْا فِیْ مَالِهٖ وَجَمَالِهٖ فِیْ يَتَامَی النِّسَاءِ اِلَّا بِالْقِسْطِ مِنْ اَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ اِذَا كُنَّ قَلِيْلَاتِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ .

لڑکیوں کے سوا جو عورتیں ان کو پسند ہوں ان سے نکاح کر لیں' عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے بتایا: اس آیت کے نازل ہونے کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اور (مسلمان) آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں۔ (النساء:١٢٧) حضرت عائشہ نے کہا: اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: اور تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو۔ (النساء:١٢٧) جب یتیم لڑکی کا مال اور جمال کم ہوتا ہے تو تم اس کے ساتھ نکاح کرنے سے اعراض کرتے ہو۔ حضرت عائشہ نے بتایا: پس ان لوگوں کو ان یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح سے منع کر دیا گیا جن کے مال اور جمال سے وہ اعراض کرتے ہیں' سوا اس صورت کے کہ وہ عدل کریں' کیونکہ جب ان لڑکیوں کا مال اور جمال کم ہو تو وہ اس سے اعراض کرتے ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤٩٤ میں گزر چکی ہے۔

صرف چار عورتوں سے نکاح کی اجازت کی توجیہ' یتیم کا معنیٰ اور عورتوں کو ''ما'' سے تعبیر کرنے پر اعتراض کا جواب

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ آیت اس مرد کے متعلق نازل ہوئی ہے جس کی زیر سرپرستی مالدار یتیم لڑکی ہو' پس وہ اس کے مال کی وجہ سے اس سے نکاح کر لیتا ہے اور وہ لڑکی کسی اعتبار سے اسے پسند نہیں ہوتی' پھر وہ اس کو مارتا ہے اور اس کے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے تو اس آیت میں ایسے شخص کو نصیحت کی گئی ہے اور حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تاویل اس طرح کی ہے جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت کی تاویل کی ہے۔ امام طبری نے اس کی حکایت کی ہے کہ قریش کے مرد کے پاس عورتیں ہوتی ہیں اور یتیم لڑکیاں ہوتی ہیں' اس کا مال ڈوب جاتا ہے' تو وہ یتیموں کے مال کی طرف راغب ہوتا ہے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ مردوں کو صرف چار عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت اس لیے دی' کیونکہ وہ یتیم لڑکیوں کے مال میں رغبت کرتے تھے اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ مرد یتیم لڑکی کے مال کی وجہ سے اس سے نکاح کر لیتا تھا تو ان کو اس سے منع کیا گیا ہے اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ لوگ زمانہ جاہلیت کی عادت کے مطابق عمل کرتے تھے' سوا اس کے کہ انہیں کسی چیز کا حکم دیا جائے یا کسی کام سے روکا جائے' پس انہوں نے یتیم لڑکیوں کا ذکر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ جس طرح تم اس سے ڈرتے ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہیں کر سکو گے' اسی طرح تم اپنی بیویوں میں بھی بے انصافی کرنے سے ڈرو۔

(تفسیر طبری ج ٣ ص ٥٧٥-٥٧٤)

امام طبری نے کہا ہے کہ لوگ یتیم لڑکیوں پر تشدد کرتے تھے اور بیویوں پر تشدد نہیں کرتے تھے' ان میں سے کوئی شخص کئی عورتوں سے نکاح کر لیتا اور ان کے درمیان عدل نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس طرح تم اس سے ڈرتے ہو کہ یتیم لڑکیوں سے عدل نہیں

کر سکو گے اسی طرح بیویوں میں بھی ناانصافی سے ڈرو اور ایک سے چار تک نکاح کرو اور قرآن مجید میں ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً . (النساء:٣) پس اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم (ان میں) عدل نہ کر سکو گے تو (صرف) ایک سے نکاح کرو۔

اس آیت میں خوف کا معنی گمان ہے یا علم ہے اور اگر قسط ثلاثی مجرد سے ہو تو اس کا معنی ظلم ہے اور اگر ثلاثی مزید سے ہو تو اس کا معنی عدل ہے جیسے ''اَلَّا تقسطوا'' یہ باب افعال سے ہے اور اس کا معنی ہے: عدل و انصاف کرنا۔

بنو آدم میں یتیم اس کو کہتے ہیں جس کا باپ نہ ہو اور جانوروں میں یتیم اس کو کہتے ہیں جس کی ماں نہ ہو۔ اس آیت میں فرمایا:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ . (النساء:٣) تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔

اس آیت میں یہ اشکال ہے کہ عورتیں تو ذوی العقول میں سے ہیں اور ''ما'' غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر ''مَا' مَن'' کے معنی میں ہے اور ''مَا'' اور ''مَن'' ایک دوسرے کی جگہ آتے رہتے ہیں قرآن مجید میں ہے:

وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ○ (الشمس:٥) اور آسمان کی قسم! اور اس کی قسم جس نے اُسے بنایا○

اس آیت میں بھی لفظ ''ما'' لفظ ''من'' کے معنی میں ہے۔

اور قرآن مجید میں ہے:

فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ ؕ (النور:٤٥) تو ان میں سے کچھ پیٹ کے بل رینگتے ہیں اور کچھ ان میں سے دو پاؤں پر چلتے ہیں اور ان میں سے کچھ چار پاؤں پر چلتے ہیں۔

قرآن مجید کی اس آیت میں ''مَنْ''، ''مَا'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ''العذق'' کا لفظ ہے علامہ داؤدی نے اس کی تفسیر اس باغ کے ساتھ کی ہے جس کے گرد چار دیواری ہو اور اہل لغت نے کہا ہے کہ ''العَذق'' (عین پر زبر) کا معنی ہے: کھجوروں کا باغ اور (عین پر کسر ہو) یعنی ''العِذق'' تو اس کا معنی ہے: انگوروں کا یا کھجوروں کا خوشہ۔

حضرت عائشہ نے فرمایا: ''وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى'' (اگر تمہیں یہ خوف کہ کہ تم یتیم لڑکیوں میں عدل نہیں کر سکو گے) کی تفسیر یہ ہے کہ اگر تم یتیم لڑکیوں کے ساتھ عدل نہیں کر سکو گے تو تم کو جو دوسری عورتیں پسند ہیں ان سے نکاح کر لو۔

اور مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے معاملہ میں عدل نہیں کر سکو گے اور تمہیں اپنے اموال کی دیکھ بھال میں حرج ہوتا ہو اور تمہیں زنا کا خدشہ ہو تو تمہیں جو دوسری عورتیں پسند ہوں تم ان سے نکاح کر لو۔

اس حدیث سے یہ فقہی مسائل معلوم ہوتے ہیں: (١) کسی عورت کو اس کے خاندان میں اس جیسی عورت کو جتنا مہر دیا جاتا ہو اس کو مہر مثل کہتے ہیں سو مہر مثل دینا جائز ہے اور یتیم لڑکی کو مہر مثل دینا چاہیے (٢) جو لڑکی یتیم نہ ہو اس کو مہر مثل سے کم دینا جائز ہے (٣) جو مرد یتیم لڑکی کا سرپرست ہو اس کا خود اس لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے بہ شرطیکہ وہ اس کا مہر انصاف سے دے اور یہی امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ٣ ص ٩٤٦) (معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ١٠ ص ٧٣-٧٢)

(٤) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکی کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا نکاح کرنا جائز ہے اور یہی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول ہے۔ (المبسوط ج ٤ ص ٢١٥-٢١٤ تبیین الحقائق ج ٢ ص ١٢٣-١٢٢)

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں ''یتـامٰی'' سے مراد ہے: بالغ لڑکیاں' ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''یتیمہ'' (کے نکاح میں) اس کے نفس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

(سنن ابوداؤد: ۲۰۹۳' سنن ترمذی: ۱۱۰۹) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۰۱-۱۹۵' وزارۃ الاوقاف قطر' ۱۴۲۹ھ)

٢- بَابٌ ﴿وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ۝﴾ (النساء:٦) الْآيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو حاجت مند ہو وہ دستور کے موافق کھالے' پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالے کرو تو ان پر گواہ بنالو اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا ۝ (النساء:٦) کی تفسیر

بہ وقتِ ضرورت یتیم کے مال سے اس کے ولی کے کھانے کے جواز میں اختلاف فقہاء اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یعنی جو شخص یتیم کے مال سے مستغنی ہو' وہ اس کو لینے سے بچے اور اس میں سے بالکل نہ کھائے۔ شعبی نے کہا ہے کہ وہ مال اس کے اوپر مردار اور خون کی مثل ہے اور جو شخص ضرورت مند ہو' وہ اس کے مال سے دستور اور رواج کے مطابق کھالے' یعنی اتنی مقدار لے جو اس کی گزر اوقات کے لیے ضروری ہو اور ابو جعفر النحاس نے کہا ہے کہ اہلِ علم کی ایک جماعت نے یتیم کے سرپرست کو اس کا مال لینے سے مطلقاً منع کیا ہے' قاضی ابو یوسف نے کہا: میں نہیں جانتا' ہوسکتا ہے کہ یہ آیت درج ذیل آیت سے منسوخ ہو گئی ہو:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ۔ (النساء:٢٩)

اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ۔

سو کسی شخص کے لیے یتیم کے مال سے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے جب کہ وہ اس کے ساتھ شہر میں رہتا ہو اور اگر اس کو یتیم کی وجہ سے کہیں سفر کرنا پڑے تو اس کے لیے بہ قدرِ ضرورت یتیم کے مال سے لینا جائز ہے اور یہی امام ابو حنیفہ اور امام احمد کا قول ہے' حضرت ابن عباس نے کہا: قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ (النساء:٦)

اور جو (یتیم کا ولی) مال دار ہو وہ (ان کا مال کھانے سے) بچتا رہے۔

اس آیت نے ظلم کو اور حد سے تجاوز کو منسوخ کر دیا ہے اور ضرورت مند کے لیے بہ قدرِ ضرورت کھانے کو درج ذیل آیت نے منسوخ کر دیا ہے:

إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۝ (النساء:١٠)

بے شک جو لوگ ناجائز طریقہ سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے ۝

پھر ان لوگوں میں اختلاف ہوا' انہوں نے کہا کہ النساء:٦ آیت محکمہ ہے' پس بعض لوگوں نے کہا: اگر یتیم کے ولی کو ضرورت ہو تو وہ یتیم کے مال سے قرض لے سکتا ہے' پھر جب وہ خوشحال ہو تو اس کا قرض ادا کر دے' یہ حضرت عمر بن الخطاب اور عبیدہ اور ابو العالیہ اور سعید بن جبیر کا قول ہے۔ امام ابو جعفر نے کہا: یہ تابعین کی ایک جماعت کا اور فقہاء کوفہ کا قول ہے اور ابو قلابہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا: وہ دستور کے مطابق کھائے یعنی اتنی کم مقدار لے جس سے وہ رمق حیات برقرار رکھ سکے اور مال جمع کرنے کے لیے یتیم کے مال سے لینا بالکل جائز نہیں ہے' بہ طور قرض نہ کسی اور صورت میں۔ حسن بصری نے ظاہر آیت پر عمل کیا ہے' انہوں نے کہا: وہ یتیم کے مال سے اتنا کھا سکتا ہے جتنے میں اسے قوت حاصل ہو' نیز حسن بصری نے کہا کہ جب یتیم کے ولی کو ضرورت ہو تو وہ اس کے مال سے کھالے اور اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ خوشحال ہونے کے بعد اس مال کو یتیم کی طرف واپس لوٹائے اور ابراہیم نخعی اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَیْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ۝ (النساء:٦)

پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالے کرو تو ان پر گواہ بنالو اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا ۝

اس آیت میں جو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے' اس کے متعلق علماء کا اختلاف ہے' بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ حکم بہ طور استحباب ہے کیونکہ یتیم کے ولی کا قول معتبر ہوتا ہے' اس لیے کہ وہ امین ہے اور دوسرے علماء نے کہا کہ یہ حکم وجوب کے لیے ہے اور ظاہر آیت کے اعتبار سے فرض ہے' کیونکہ وہ امین ہے' اس کا قول دوسرے کے مقابلہ میں قبول نہیں کیا جائے گا۔ حضرت عمر بن خطاب اور سعید بن جبیر نے کہا کہ یہ گواہ بنانا اس لیے ہے کہ یتیم کے ولی نے یتیم کے مال سے ضرورت کے وقت جو قرض لیا ہے وہ قرض واپس کیا جائے۔

گواہ بنانے کے حسب ذیل فوائد ہیں: (١) اگر یتیم انکار کر دے تو ولی سے ضمانت اور تاوان نہ لیا جا سکے (٢) ولی کے متعلق بدگمانی کے راستہ کو منقطع کرنا (٣) اللہ تعالیٰ نے جو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے' اس حکم پر عمل کرنا (٤) یتیم کے دل کو مطمئن کرنا تا کہ اُسے یہ خوف نہ ہو کہ اس کا یہ مال ضائع ہو جائے گا۔

﴿وَبِدَارًا﴾ (النساء:٦) مُبَادَرَةً ۔ اور ''بدارًا'' کا معنی ہے: جلدی کرنا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْا ؕ (النساء:٦)

اور ان کے مال کو فضول خرچ کر کے ان کے بڑے ہونے کے خوف سے جلدی جلدی نہ کھاؤ۔

یعنی تم یتیموں کے مال کو بغیر ضرورت کے فضول خرچ نہ کرو' اس خوف سے کہ یتیم بڑے ہو کر اپنا مال واپس لیں گے۔

﴿اَعْتَدْنَا﴾ (النساء:٨١) اَعْدَدْنَا اَفْعَلْنَا مِنَ الْعَتَادِ ۔ ''اعتدنا'' کا معنی ہے: ''اعددنا'' یعنی ہم نے تیار کر دیا ہے' یہ افعلنا کا صیغہ ''العتاد'' سے ماخوذ ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس تعلیق کا اصل محل درج ذیل آیت ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ (النساء:١٩)

اے ایمان والو! تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ صحیح بخاری کے نقل کرنے والوں نے اس تعلیق کو یہاں پر سہواً لکھ دیا ہے' اصل میں اس کا محل یہاں نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ٥ ص ٥٣٩)

علامہ عینی فرماتے ہیں: یہ شرح بہت بعید ہے' اور ظاہر یہ ہے کہ یہ تعلیق خود امام بخاری نے لکھی ہے اور انہوں نے یہ اشارہ کیا ہے کہ درج ذیل آیت میں ''اعتدنا' اعددنا'' کے معنی میں ہے۔

أُولَئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ○ (النساء:١٨)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے○

اسی طرح اس آیت کی تفسیر امام ابوعبیدہ نے اپنی کتاب المجاز میں کی ہے اور بتایا ہے کہ ''اعتدنا'' اور ''اعددنا'' دونوں کا ایک معنی ہے' میں کہتا ہوں کہ ''اعتدنا'' باب افتعال سے اور ''اعددنا'' باب افعال سے ہے' اسی لیے امام بخاری نے کہا ہے کہ افعلنا ''العتاد'' سے ماخوذ ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۲۰-۲۱۹' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٤٥٧٥- حَدَّثَنِيْ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فِيْ قَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ أَنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ مَالِ الْيَتِيْمِ إِذَا كَانَ فَقِيْرًا أَنَّهُ يَأْكُلُ مِنْهُ مَكَانَ قِيَامِهِ عَلَيْهِ بِمَعْرُوْفٍ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ بن نمیر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: اور جو (یتیم کا ولی) مال دار ہو وہ (ان کا مال کھانے سے) بچتا رہے اور جو حاجت مند ہو وہ دستور کے موافق کھالے۔ (النساء:٦) یتیم کے مال کے متعلق نازل ہوا ہے (کہ اس کا ولی جب) ضرورت مند ہو تو وہ اس کے مال سے بہ قدرِ ضرورت کھالے' اس مشقت کے بدلہ میں جو وہ اس کے مال کی حفاظت میں کرتا ہے۔

اس حدیث کی مکمل شرح' صحیح البخاری: ۲۲۱۲ میں گزر چکی ہے۔

٣- بَابٌ ﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنُ﴾ (النساء:٨) اَلْآيَةَ . فَارْزُقُوْهُمْ مِنْهُ .

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب (ترکہ کی) تقسیم کے وقت (غیر وارث) قرابت دار' یتیم اور مسکین (بھی) موجود ہوں (النساء:٨) کی تفسیر

اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ جب میت کے ترکہ کی تقسیم کی جائے اور اس کے ترکہ میں مال بہت زیادہ ہو اور تقسیم کے وقت میت کے کچھ ایسے رشتہ دار آجائیں جو اس ترکہ میں وارث نہ ہوں اور وہ لوگ فقراء اور ضرورت مند ہوں تو وراثت تقسیم کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ میت کے ترکہ میں سے وارثوں کی رضامندی سے کچھ مال ان لوگوں کو بھی دے دیں' اللہ تعالیٰ رؤف و رحیم ہے' اپنے بندوں کی ضرورتوں کو جاننے والا ہے' اس لیے اس نے حکم دیا کہ ان لوگوں پر بھی کچھ مال صدقہ کیا جائے' نیز فرمایا کہ ان سے اچھی بات کرو' یعنی ان سے کہو: ہم عنقریب تم کو مال دے دیں گے' یا دعا دو کہ اللہ تعالیٰ تم کو عافیت میں رکھے اور برکت دے۔

٤٥٧٦- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنُ﴾ قَالَ هِيَ مُحْكَمَةٌ وَلَيْسَتْ بِمَنْسُوْخَةٍ تَابَعَهُ سَعِيْدٌ عَنِ ابْنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن حمید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ الاشجعی نے خبر دی از سفیان از شیبانی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت: اور جب (ترکہ کی) تقسیم کے وقت (غیر وارث) قرابت دار' یتیم اور مسکین (بھی) موجود ہوں۔ (النساء:٨) انہوں نے کہا: یہ

عَبَّاسٍ .

آیت محکم ہے منسوخ نہیں ہے۔عکرمہ کی متابعت سعید نے کی ہے از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۷۵۹ میں گزر چکی ہے تاہم بعض اُمور کی وضاحت کی جارہی ہے:

میت کے ترکہ سے اس کے غریب رشتہ داروں کو بہ طور صلہ رحمی دینا آیا واجب ہے یا مستحب؟

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اسماعیلی نے ایک اور سند سے یہ اضافہ کیا ہے کہ جب حضرت ابن عباس تقسیم کے ولی ہوتے اور میت کے ترکہ میں مال کم ہوتا تو وہ اس کے دوسرے ضرورت مند رشتہ داروں سے جو وارث نہیں ہوتے تھے معذرت کر لیتے تھے اور درج ذیل آیت کا یہی معنی ہے:

فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ تو (اس ترکہ سے) انہیں بھی کچھ دے دو اور ان سے خیر خواہی کی بات کہو○ (النساء:۸)

نیز حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے یہ روایت ہے کہ لوگ یہ زعم کرتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہو گئی ہے نہیں! اللہ کی قسم! یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی لیکن لوگوں نے اس پر عمل کرنے میں سستی کی ہے اور وہ دو قسم کے ولی ہیں ایک وہ ولی ہے جو میت کے ترکہ سے ان رشتہ داروں کو دینے کا ولی ہے جو اس ترکہ میں وارث نہیں ہوتے دوسرا ولی وہ ہے جو وارث نہیں ہے جو ان فقراء کو کچھ دینے سے معذرت کرتا ہے۔

اس آیت میں تقسیم وراثت کے وقت جو میت کے غریب رشتہ داروں کو کچھ دینے کا حکم دیا ہے اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس حکم پر عمل کرنا واجب ہے یا مستحب ہے صحیح اور معتمد قول یہ ہے کہ اس حکم پر عمل کرنا مستحب ہے۔

(فتح الباری ج ۵ ص ۵۴۱-۵۴۰ دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۶ھ)

٤- بَابٌ ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ﴾ (النساء:۱۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ تمہاری اولاد (کی وراثت کے حصوں) کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے (النساء:۱۱) کی تفسیر

٤٥٧٧- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا هِشَامٌ اَنَّ بْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ مُنْكَدِرٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ عَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ فِيْ بَنِيْ سَلِمَةَ مَاشِيَيْنِ فَوَجَدَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَعْقِلُ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّاَ مِنْهُ ثُمَّ رَشَّ عَلَيَّ فَاَفَقْتُ فَقُلْتُ مَا تَاْمُرُنِيْٓ اَنْ اَصْنَعَ فِيْ مَالِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَنَزَلَتْ ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ﴾ (النساء:۱۱).

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی کہ ابن جریج نے ان کو خبر دی انہوں نے کہا: مجھے ابن المنکدر نے خبر دی از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بنو سلمہ میں پیدل چل کر آئے اور میری عیادت کی پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس حال میں پایا کہ میں بے ہوش تھا آپ نے پانی منگایا پھر اس سے وضوء کیا پھر اس کا پانی مجھ پر چھڑکا تو میں ہوش میں آ گیا پس میں نے کہا: آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں یا رسول اللہ! کہ میں اپنے مال کو کیا کروں؟ تب یہ آیت نازل

ہوئی: اللہ تمہاری اولاد (کی وراثت کے حصوں) کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے۔ (النساء:١١)

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری:١٩٤ میں گزر چکی ہے، بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

النساء:١١ کی تفسیر میں متعدد شانِ نزول

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

ابن جریج کا یہ وہم ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے متعلق سورۂ نساء کی آخری آیت نازل ہوئی:

يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں، آپ کہیے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے۔ (النساء:١٧٦)

محمد بن المنکدر سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ (صحیح البخاری:١٩٤)

امام طبری نے بھی محمد بن المنکدر سے اسی طرح روایت کی ہے۔ (تفسیر طبری ج ٣ ص ٦١٨)

حضرت جابر نے کہا: یارسول اللہ! میں تو کلالہ ہوں، اور کلالہ اس کو کہتے ہیں جس کی نہ اولاد ہو نہ والد، اور حضرت جابر کی اس وقت نہ تو اولاد تھی اور نہ والد تھے اور رہی وصیت کی آیت تو وہ حضرت سعد بن ربیع کے ورثاء کے متعلق نازل ہوئی ہے، جو غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے، انہوں نے دو بیٹیاں چھوڑی تھیں اور ان کی ماں چھوڑی تھی اور ان کا بھائی چھوڑا تھا تو ان کے بھائی نے تمام مال پر قبضہ کر لیا اور ان کی بیٹیوں کے لیے کوئی چیز نہیں چھوڑی، پس ان لڑکیوں کی ماں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی، پس کہا: یارسول اللہ! ان لڑکیوں کے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے، اور ان کے چچا نے ان کا تمام مال لے لیا اور اللہ کی قسم! ان لڑکیوں کی شادی تو اسی وقت ہو سکے گی جب ان کے پاس مال ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس کے متعلق فیصلہ فرمائے گا، پھر میراث کی آیت نازل ہوئی: اللہ تمہاری اولاد (کی وراثت کے حصوں) کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے۔ (النساء:١١) تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سعد کی بیٹیوں کو دو تہائی حصہ دے دو اور اُن کی ماں کو آٹھواں حصہ دے دو اور جو باقی بچے گا وہ تمہارا ہے۔ (سنن ابوداؤد:٢٨٩٢-٢٨٩١، سنن ترمذی:٢٠٩٢، سنن ابن ماجہ:٢٧٢٠)

امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

امام مقاتل کی تفسیر میں ہے کہ یہ آیت حضرت اوس بن صامت کے متعلق نازل ہوئی ہے، اس کا قصہ یہ ہے کہ حضرت اوس فوت ہو گئے اور انہوں نے اپنی ایک بیوی چھوڑی، اُم کجہ انصاریہ اور دو بیٹیاں چھوڑیں، ان میں سے ایک کا نام صفیہ تھا اور اپنے چچا کے دو بیٹے چھوڑے: عرفطہ اور سوید، جو حضرت الحارث کے بیٹے تھے، پس انہوں نے ان کی بیوی کو کچھ نہیں دیا اور نہ ان کی اولاد کو کچھ دیا۔

(تفسیر مقاتل آیت:٧، سورۃ النساء)

اور تفسیر کشاف میں ہے کہ حضرت اوس بن صامت فوت ہو گئے اور انہوں نے تین بیٹیاں چھوڑیں اور اپنی بیوی اُم کجہ کو چھوڑا۔

(الکشاف ج ١ ص ٤١٧)

امام ابن جریر کی تفسیر میں ہے کہ حضرت حسان بن ثابت شاعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی عبدالرحمٰن فوت ہو گئے اور انہوں نے ایک بیوی چھوڑی جن کو اُم کجہ کہا جاتا تھا اور پانچ بہنیں چھوڑیں، پھر ان کے وارث آئے اور انہوں نے ان کا سارا مال لے لیا تو حضرت اُم کجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر طبری ج ٣ ص ٦١٧)

نیز تفسیر طبری میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اللہ تمہاری اولاد (کی وراثت کے حصوں) کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے۔

(النساء:١١) یہ آیت ان فرائض کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مذکر اور مؤنث اولاد اور ماں باپ کے حصوں کے متعلق نازل فرمائی ہے لوگ ان کو حصہ دینا یا ان میں سے بعض کو حصہ دینا ناپسند کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بیوی کو چوتھائی یا آٹھواں حصہ دیا جائے گا اور بیٹی کو نصف حصہ دیا جائے گا اور چھوٹے لڑکے کو بھی دیا جائے گا اور انہوں نے اس حدیث کا ذکر نہیں کیا۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۶۰۴)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۱۱-۲۰۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

۵- بَابٌ ﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ﴾ (النساء:١٢)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور تمہاری بیویوں کے ترکہ میں سے تمہارے لیے آدھا حصہ ہے (النساء:١٢) کی تفسیر

٤٥٧٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ وَرْقَاءَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْمَالُ لِلْوَلَدِ وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ فَنَسَخَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ مَا أَحَبَّ فَجَعَلَ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ وَجَعَلَ لِلْأَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسَ وَالثُّلُثَ وَجَعَلَ لِلْمَرْأَةِ الثُّمُنَ وَالرُّبُعَ وَلِلزَّوْجِ الشَّطْرَ وَالرُّبُعَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی از ورقاء از ابن ابی نجیح از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ (ابتداءِ اسلام میں) سارا مال اولاد کے لیے ہوتا تھا اور والدین کے لیے وصیت ہوتی تھی' پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں سے جس کو چاہا منسوخ کر دیا اور مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر کیا اور والدین میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ اور تیسرا حصہ مقرر کیا ہے اور بیوی کے لیے آٹھواں حصہ اور چوتھا حصہ مقرر کیا ہے اور شوہر کے لیے نصف حصہ اور چوتھائی حصہ مقرر کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۴۷ میں گزر چکی ہے۔

یعنی اگر میت کی اولاد ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا اور اگر اولاد نہ ہو تو چوتھائی حصہ ملے گا' اسی طرح اگر میت کی اولاد نہ ہو تو شوہر کو نصف حصہ ملے گا اور اگر اولاد ہو تو چوتھائی حصہ ملے گا۔

٦- بَابٌ ﴿لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ﴾ (النساء:١٩) الْآيَةَ .

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ' اور نہ تم ان کو اس لیے روکو کہ تم ان کو دیئے ہوئے (مہر) میں سے کچھ لے لو (النساء:١٩) کی تفسیر

فاحشۂ مبینہ کی تفسیر میں صحابہ اور فقہاء تابعین کا اختلاف

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہاں پر پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت درج ذیل ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ

اے ایمان والو! تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور نہ تم ان کو اس لیے روکو کہ تم ان کو دیئے ہوئے (مہر) میں سے کچھ واپس لے لو سوا اس صورت کے کہ وہ علی الاعلان بے حیائی کا ارتکاب کریں اور تم ان کے ساتھ

فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ○ (النساء:۱۹) نیک سلوک کرو پھر اگر تم ان کو ناپسند کرو تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے ○

حضرت ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ اس آیت میں فاحشہ مبینہ سے مراد زنا ہے یعنی جب عورت زنا کرے تو اس کے خاوند کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اس کو دیا ہوا مہر واپس لے لے اور اس کو اپنے ساتھ مثلاً نا ترک کر دے حتیٰ کہ وہ باز آ جائے۔

سعید بن المسیب' الشعبی' الحسن البصری' محمد بن سیرین' سعید بن جبیر' مجاہد' عکرمہ' الضحاک' عطاء الخراسانی' ابوقلابہ' سدی' زید بن اسلم اور سعید بن ابی ہلال کا بھی یہی قول ہے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت یہ ہے کہ فاحشہ مبینہ سے مراد ہے: شوہر کی نافرمانی اور اس سے بدزبانی۔ الضحاک اور عکرمہ کا بھی دوسرا قول یہی ہے' امام ابن جریر کا مختار یہ ہے کہ فاحشہ مبینہ سے مراد عام معنی ہے جو زنا اور شوہر کی نافرمانی دونوں کو شامل ہے۔

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿لَا تَعْضُلُوْهُنَّ﴾ (النساء: ۱۹) لَاتَقْهَرُوْهُنَّ . اور حضرت ابن عباس سے ذکر کیا جاتا ہے کہ "لا تعضلوهن" کا معنی ہے کہ تم ان پر قہر نہ کرو یعنی ان کو ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو اور ان کو جھڑکو مت۔

اس تعلیق کو ابو محمد رازی نے اپنی سند کے ساتھ وصل سے روایت کیا ہے۔

﴿حُوْبًا﴾ (النساء:۲) اِثْمًا . "حوبًا" کا معنی ہے: گناہ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَهُمْ اِلٰى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ○ (النساء:۲) اور ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ' بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے ○

اس تعلیق میں "حوبًا" کی تفسیر گناہ کے ساتھ کی ہے اور اس تعلیق کی امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے' انہوں نے کہا کہ "حوبًا کبیرًا" کا معنی ہے: "اثمًا عظیمًا" اور مجاہد' سدی' حسن بصری اور قتادہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

﴿تَعُوْلُوْا﴾ (النساء:۳) تَمِيْلُوْا . "تعولوا" کا معنی ہے: تم کسی کی طرف جھک جاؤ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ○ (النساء:۳) اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو دو دو' تین تین اور چار چار سے' پس اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم (ان میں) عدل نہ کر سکو گے تو (صرف) ایک سے نکاح کرو یا اپنی مملوکہ کنیزوں سے استمتاع کرو' یہ اس سے زیادہ قریب (بہ صحت) ہے کہ تم کسی ایک کی طرف جھک جاؤ ○

علامہ ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ "الا تعولوا" کا معنی ہے: "الا تجوروا" یعنی تاکہ تم ظلم نہ کرو' اور امام شافعی نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے: تمہارے اہل وعیال زیادہ نہ ہوں' یعنی بال بچے زیادہ نہ

ہوں۔ مبرد نے اس معنی کا انکار کیا ہے اور ان کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس آیت کا معنی وہی ہوتا جو امام شافعی نے کہا ہے تو اللہ تعالیٰ "الا تعولوا" کی جگہ "الا تعیلوا" فرماتا جو کہ "اعال" سے ماخوذ ہے۔

﴿نِحْلَةً﴾ (النساء:٤) اَلنِّحْلَةُ اَلْمَهْرُ . "نحلةً . النحلةُ" کا معنی ہے: مہر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا ○ (النساء:٤)

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو تو پھر اگر وہ خوشی سے اس (مہر) میں سے تم کو کچھ دیں تو اس کو مزے مزے سے کھاؤ○

اس آیت میں نکاح کرنے والوں کو خطاب ہے کہ عورتوں کو ان کے مُہور ادا کریں' یعنی عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کریں' اسماعیلی نے کہا ہے کہ "نحلة" کا معنی وہ رقم ہے جو بغیر کسی عوض کے ادا کی جائے اور مقاتل اور ابن جریج سے منقول ہے کہ "نحلة" کا معنی ہے: مقرر کردہ فریضہ۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٢٤' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

٤٥٧٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ حَدَّثَنَا اَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الشَّیْبَانِیُّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الشَّیْبَانِیُّ وَذَكَرَهُ اَبُو الْحَسَنِ السُّوَائِیُّ وَ لَا اَظُنُّهُ ذَكَرَهُ اِلَّا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ﴾ (النساء:١٩) قَالَ كَانُوْا اِذَا مَاتَ الرَّجُلُ كَانَ اَوْلِیَاؤُهٗ اَحَقَّ بِامْرَاَتِهٖ اِنْ شَاءَ بَعْضُهُمْ تَزَوَّجَهَا وَاِنْ شَاءُوْا زَوَّجُوْهَا وَاِنْ شَاءُوْا لَمْ یُزَوِّجُوْهَا فَهُمْ اَحَقُّ بِهَا مِنْ اَهْلِهَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ فِیْ ذٰلِكَ . [طرف الحدیث: ٦٩٤٨] (سنن ابوداؤد: ٢٠٨٩)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسباط بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الشیبانی نے حدیث بیان کی از عکرمہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' شیبانی نے کہا: اور اس کا ذکر ابوالحسن السوائی نے کیا اور میرا یہی گمان ہے کہ اس نے اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے' اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور نہ تم ان کو اس لیے روکو کہ تم ان کو دیئے ہوئے (مہر) میں سے کچھ واپس لے لو (النساء:١٩) کی تفسیر میں حضرت ابن عباس نے کہا کہ جب کوئی شخص مر جاتا تو اس شخص کے رشتہ دار اس شخص کی بیوہ سے زیادہ حق دار ہوتے' اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو اس بیوہ سے خود شادی کر لیتا' اگر وہ چاہتے تو کسی اور سے اس کی شادی کر دیتے اور اگر وہ چاہتے تو اس کی بالکل شادی نہ کرتے تو وہ لوگ اس عورت کے رشتہ داروں کی بہ نسبت اس کے زیادہ حق دار ہوتے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس نے کہا کہ یہ زمانہ جاہلیت میں معمول تھا۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٢٥)

٧- بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ﴾ (النساء:٣٣) اَلْاٰیَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیئے ہیں اولاد اور قرابت دار (النساء:٣٣) کی تفسیر

قَالَ مَعْمَرٌ ﴿مَوَالِيَ﴾ أَوْلِيَاءُ وَرَثَةٌ ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ هُوَ مَوْلَى الْيَمِيْنِ وَهُوَ الْحَلِيْفُ وَالْمَوْلَى اَيْضًا ابْنُ الْعَمِّ وَالْمَوْلَى الْمُنْعِمُ الْمُعْتِقُ وَالْمَوْلَى الْمُعْتَقُ وَالْمَوْلَى الْمَلِيْكُ وَالْمَوْلَى مَوْلًى فِي الدِّيْنِ .

معمر نے کہا: ''موالی'' کا معنی ہے: وہ اولیاء جو وارث ہوں اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے۔ اس سے مراد ہے: جن لوگوں کو تم نے قسم کھا کر اپنا حلیف بنالیا ہے اور مولیٰ سے مراد چچا کا بیٹا بھی ہے اور اس سے مراد وہ بھی ہے جس کو آزاد کیا گیا ہو اور اس سے مراد وہ بھی ہے جو آزاد کرنے والا ہو اور اس سے مراد وہ غلام بھی ہے جس کو آزاد کیا جائے اور اس سے مراد وہ بھی ہے جو دین کا پیشوا ہو۔

لفظ مولیٰ کے متعدد معانی

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس تعلیق میں معمر سے مراد معمر بن راشد ہے پہلے میرا یہ گمان تھا' پھر میں نے امام ابوعبیدہ کی کتاب المجاز میں دیکھا کہ اس کا نام معمر بن المثنیٰ ہے۔

اور وہ اولیاء جو وارث ہوں: اس کی دلیل یہ ہے کہ ''وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ'' (النساء:۳۳) ''اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیے ہیں''۔ امام عبدالرزاق نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ ''موالی'' میت کے اولیاء ہیں' یعنی باپ' بھائی' بیٹا اور دیگر عصبات۔

امام بخاری نے جو مولیٰ کے معنی ذکر کیے ہیں' ان کے علاوہ مولیٰ کے اور بھی حسب ذیل معانی ہیں:

''المولٰی: المحب''، ''المولٰی: الجار'' یعنی پڑوسی' ''المولٰی: الناصر'' یعنی مددگار' ''المولٰی: الصهر'' یعنی سسرالی رشتہ دار' ''المولٰی: التابع'' یعنی پیروی کرنے والا' ''المولٰی: الولی'' نیز انہوں نے ذکر کیا ہے کہ چچا' غلام' بھتیجا' شریک اور دوست پر بھی مولیٰ کا اطلاق ہوتا ہے اور قرآن کے معلم پر بھی مولیٰ کا اطلاق ہوتا ہے۔ امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی بندہ کو اللہ کی کتاب میں سے ایک آیت بھی سکھائی تو وہ اس کا مولیٰ ہے اور شعبہ نے کہا: میں نے جس شخص کی روایت سے ایک حدیث بھی لکھی تو میں اس کا غلام ہوں اور وہ میرا مولیٰ ہے اور ابواسحاق الزجاج نے کہا: جو شخص بھی تمہارے قریب ہو یا تم سے محبت رکھے' وہ تمہارا مولیٰ ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۲۵)

٤٥٨٠- حَدَّثَنِي الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ اِدْرِيْسَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ قَالَ وَرَثَةً ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ كَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَرِثُ الْمُهَاجِرُ الْاَنْصَارِيَّ دُوْنَ ذَوِي رَحِمِهٖ لِلْاُخُوَّةِ الَّتِيْ اٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ نُسِخَتْ ثُمَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے الصلت بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابواسامہ نے حدیث بیان کی از ادریس از طلحہ بن مصرف از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیے ہیں' انہوں نے کہا: اس سے مراد ورثاء ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو انصاری کا وارث مہاجر ہوتا تھا' اس کے رشتہ دار نہیں ہوتے تھے' یہ

قَالَ ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ مِنَ النَّصْرِ وَالرِّفَادَةِ وَالنَّصِيْحَةِ وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيْرَاثُ وَيُوْصِيْ لَهُ سَمِعَ اَبُوْاُسَامَةَ اِدْرِيْسَ وَسَمِعَ اِدْرِيْسُ طَلْحَةَ.

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

اس اُخوت کی بناء پر تھا جوان کے درمیان نبی ﷺ نے قائم کر دی تھی' پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیئے ہیں تو یہ حکم منسوخ کر دیا گیا' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے' اس سے مراد مدد' دوستی اور خیر خواہی کا عہد ہے اور ان کے لیے وراثت نہ رہی اور ان کے لیے وہ وصیت کر سکتا ہے۔ اس حدیث کو ابو اسامہ نے ادریس سے سنا اور ادریس نے طلحہ سے سنا۔

دوستوں اور حلیفوں کے متعلق وراثت کے حکم کا منسوخ ہونا اور ان کے متعلق وصیت کرنے کے جواز کو باقی رکھنا

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیئے ہیں' حضرت ابن عباس نے کہا کہ اس سے مراد ورثاء ہیں: سلف صالحین کے مفسرین کے نزدیک اس تفسیر پر اتفاق ہے' امام طبری نے مجاہد' قتادہ اور سُدی وغیرہم سے اسی تفسیر کی روایت کی ہے' پھر انہوں نے اس کی تاویل یوں کی کہ اے لوگو! ہم نے تم سب کے لیے عصبات بنائے ہیں' جو اپنے والد کے ترکہ کے وارث ہوں گے اور اس کے دیگر رشتہ دار بھی اس کی وراثت سے حصہ لیں گے اور دوسرے مفسرین نے اس آیت کی اس طرح تاویل کی ہے: ہم نے ہر میت کے لیے ورثاء بنائے ہیں جو اس کے والدین اور رشتہ داروں کے ترکہ کے وارث ہوں گے اور بعض علماء نے کہا: اس کی تاویل اس طرح ہے کہ والدین اور رشتہ داروں نے جو مال چھوڑا ہے' ہم نے اس مال کے لیے وارث بنا دیئے ہیں جو اس مال کو حاصل کریں گے اور زیادہ واضح یہ ہے کہ اس آیت میں "کلٌ" کا تعلق اس سے پہلی آیت کے ساتھ ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ (النساء:۳۲)

مردوں کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے۔

یعنی مردوں اور عورتوں میں سے ہر ایک کو اس مال میں سے حصہ ملے گا جو ان کے والدین اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہے۔

اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد ہو چکا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو انصاری کا وارث مہاجر ہوتا تھا' اس کے رشتہ دار نہیں ہوتے تھے' یہ اس اخوت کی بناء پر تھا جو ان کے درمیان نبی ﷺ نے قائم کر دی تھی' حضرت ابن عباس نے اس آیت کو اسی اخوت پر محمول کیا ہے اور دوسروں نے اس آیت کو اس سے عام معنی پر محمول کیا ہے۔ امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ دوستی اور نصرت کا حلف اُٹھالیتا اور ان کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں ہوتی تھی' پھر ان میں سے ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا' پھر اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔

جب یہ آیت نازل ہوئی: اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیئے' تو پھر یہ حکم منسوخ کر دیا گیا: اس حدیث میں اسی طرح ہے کہ میراث حلیف کی ناسخ یہ آیت ہے اور امام طبری نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ دوستی اور مدد کا عہد و پیمان کرتا' پھر جب ان میں سے ایک مر جاتا تو دوسرا اس کا وارث ہوتا' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ

اور رشتہ دار اللہ کی کتاب میں (دوسرے) مسلمانوں اور

اللّٰہِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُھٰجِرِیْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِکُمْ مَّعْرُوْفًا ط (الاحزاب:٦)

مہاجروں کی بہ نسبت آپس میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں' مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرو۔

یعنی تمہارے حلیف اور تمہارے دوست تمہارے وارث تو نہیں ہوں گے لیکن تم ان کے لیے کچھ مال دینے کی وصیت کر سکتے ہو۔اور قتادہ سے روایت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک مرد دوسرے مرد سے کہتا: میرا خون تمہارا خون ہے اور تم میرے وارث ہوگے اور میں تمہارا وارث ہوں گا' پھر جب اسلام کے احکام آ گئے تو ان کو حکم دیا گیا کہ تم ان کو اپنی وراثت میں سے چھٹا حصہ دے دو' پھر یہ حکم بھی وراثت کے احکام سے منسوخ کر دیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اور رشتہ دار اللہ کی کتاب میں (دوسرے) مسلمانوں اور مہاجروں کی بہ نسبت آپس میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرو۔اور متعدد اسانید سے مفسرین نے کہا ہے کہ یہی تفسیر معتمد ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نسخ دو مرتبہ واقع ہوا ہو' پہلی مرتبہ اس وقت جب حلیف اور دوست وارث ہوتا تھا اور اس کے رشتہ دار وارث نہیں ہوتے تھے' تب یہ آیت نازل ہوئی: اور ہم نے ہر شخص کے ترکہ کے لیے وارث مقرر کر دیئے ہیں' پھر سب وارث ہوتے تھے' یعنی دوست اور حلیف بھی اور عصبات بھی' پھر جب الاحزاب:٦ نازل ہوئی تو یہ حکم بھی منسوخ کر دیا گیا اور وراثت صرف عصبات اور رشتہ داروں کے ساتھ خاص کر دی گئی' تاہم دوستوں اور حلیفوں کے متعلق وصیت کرنے کا جواز باقی رہا۔(فتح الباری ج ۵ ص ۵۴۶۔۵۴۵' دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٨- بَابُ قَوْلُهُ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ (النساء: ٤٠)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک اللہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا (النساء:۴۰) کی تفسیر

يَعْنِىْ زِنَةَ ذَرَّةٍ .

''مثقال ذرۃ'' کا معنی ہے: ایک ذرہ کے برابر۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں ''الذرۃ'' کا لفظ ہے' اس کا واحد ''الذر'' ہے' اس کا معنی ہے: سرخ رنگ کی چھوٹی چیونٹی۔ثعلب سے سوال کیا گیا کہ ''الذرہ'' کی کتنی مقدار ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ ایک سو سرخ چیونٹیوں کا وزن ایک دانہ کے برابر ہے اور علامہ ابن الاثیر نے کہا کہ ذرہ کا کوئی وزن نہیں ہوتا اور اس سے مراد ہوتا ہے: سورج کی شعاع میں جو غبار کی طرح ذرات دکھائی دیتے ہیں' اس کا معنی ذرہ ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ جَو کا وزن ایک دانہ ہے اور ایک دانہ کا وزن چار ذرّات ہیں اور ایک ذرہ کا وزن چار تل ہیں اور ایک تل کا وزن چار رائی کے دانے ہیں۔(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۲۷)

٤٥٨١- حَدَّثَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُمَرَ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اُنَاسًا فِىْ زَمَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِىْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِيْرَةِ ضَوْءٌ لَّيْسَ فِيْهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا قَالَ وَهَلْ تُضَارُّوْنَ فِىْ رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ضَوْءٌ لَّيْسَ فِيْهَا

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن عبد العزیز نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو عمر حفص بن میسرہ نے حدیث بیان کی از زید بن اسلم از عطاء بن یسار از حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کچھ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! کیا تم دوپہر کے وقت سورج کو دیکھنے میں تنگ ہوتے ہو' جب اس کے نیچے بادل نہ ہوتے ہوں؟ صحابہ نے کہا: نہیں! آپ نے فرمایا: کیا تم چودھویں رات

سَحَابٌ قَالُوْا لَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تُضَارُّوْنَ فِي رُؤْيَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا كَمَا تُضَارُّوْنَ فِي رُؤْيَةِ اَحَدِهِمَا اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ تَتْبَعُ كُلُّ اُمَّةٍ مَّا كَانَتْ تَعْبُدُ فَلَا يَبْقٰى مَنْ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللّٰهِ مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْاَنْصَابِ اِلَّا يَتَسَاقَطُوْنَ فِي النَّارِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ اِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ بَرٌّ اَوْ فَاجِرٌ وَّ غُبَّرَاتُ اَهْلِ الْكِتَابِ فَيُدْعَى الْيَهُوْدُ فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ قَالُوْا كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ ابْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَّلَا وَلَدٍ فَمَاذَا تَبْغُوْنَ فَقَالُوْا عَطِشْنَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا فَيُشَارُ اَلَا تَرِدُوْنَ فَيُحْشَرُوْنَ اِلَى النَّارِ كَاَنَّهَا سَرَابٌ يَّحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُوْنَ فِي النَّارِ ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارٰى فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ قَالُوْا كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيْحَ ابْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَّلَا وَلَدٍ فَيُقَالُ لَهُمْ مَاذَا تَبْغُوْنَ فَكَذٰلِكَ مِثْلَ الْاَوَّلِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ اِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ اَتَاهُمْ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فِيْ اَدْنٰى صُوْرَةٍ مِّنَ الَّتِيْ رَاَوْهُ فِيْهَا فَيُقَالُ مَاذَا تَنْتَظِرُوْنَ تَتْبَعُ كُلُّ اُمَّةٍ مَّا كَانَتْ تَعْبُدُ قَالُوْا فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا عَلٰى اَفْقَرِ مَا كُنَّا اِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ وَنَحْنُ نَنْتَظِرُ رَبَّنَا الَّذِيْ كُنَّا نَعْبُدُ فَيَقُوْلُ اَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا مَّرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا ۔

میں چاند کو دیکھنے سے تنگ ہوتے ہو جب اس میں بادل نہ ہوں؟ صحابہ نے کہا: نہیں! نبی ﷺ نے فرمایا: تم قیامت کے دن اللہ عزوجل کو دیکھنے سے صرف اتنا تنگ ہو گے جتنا تم ان دونوں میں سے کسی ایک کو دیکھنے میں تنگ ہوتے ہو' جب قیامت کا دن ہوگا تو اعلان کرنے والا ایک اعلان کرے گا کہ ہر اُمت اس کی پیروی کرے جس کی وہ دنیا میں عبادت کرتی تھی' تو جو لوگ اللہ کے سوا بتوں کی اور پتھروں کی عبادت کرتے تھے وہ سب دوزخ میں گر جائیں گے اور ان میں سے کوئی باقی نہیں بچے گا حتیٰ کہ جب ان میں سے صرف وہ بچے گا جو اللہ کی عبادت کرتا تھا خواہ وہ نیک ہو یا بدکار ہو اور کچھ اہلِ کتاب باقی بچیں گے' پھر یہود کو بلایا جائے گا' پس ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم عزیر ابن اللہ کی عبادت کرتے تھے' پس ان سے کہا جائے گا: تم نے جھوٹ بولا' اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ کوئی بیٹا بنایا ہے' پس تم کیا چاہتے ہو؟ پس وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم پیاسے ہیں ہمیں پانی پلا دے! پس ان کو اشارہ سے کہا جائے گا: تم وہاں نہیں جاتے' پھر ان سب کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا' گویا کہ وہ چمکتی ہوئی ریت ایک دوسرے کو کاٹ رہی ہوگی' پس وہ دوزخ میں گر جائیں گے' پھر نصاریٰ کو بلایا جائے گا' پس ان سے پوچھا جائے گا: تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم مسیح ابن اللہ کی عبادت کرتے تھے' تو ان سے کہا جائے گا: تم نے جھوٹ بولا' اللہ تعالیٰ نے کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ بیٹا' پھر ان سے پوچھا جائے گا: تم کیا چاہتے ہو؟ پھر ان کے ساتھ پہلوں کی طرح معاملہ ہوگا حتیٰ کہ جب لوگوں میں صرف وہ باقی بچیں گے جو صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے' خواہ وہ نیک ہوں یا بدکار تو ان کے پاس رب العالمین اس قریب ترین صورت میں آئے گا' جس صورت میں انہوں نے دیکھا تھا' پھر ان سے کہا جائے گا: اب تمہیں کس چیز کا انتظار ہے' ہر اُمت ان کی پیروی کر چکی ہے جن کی وہ عبادت کرتے تھے' تو وہ کہیں گے: ہم دنیا میں ان لوگوں سے الگ رہے تھے جب کہ ہمیں دنیا میں ان کی زیادہ ضرورت تھی' ہم نے ان کا

ساتھ نہیں دیا' ہم اب اپنے رب کا انتظار کر رہے ہیں' جس کی ہم دنیا میں عبادت کرتے تھے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں' تو وہ دو یا تین مرتبہ کہیں گے: ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۲ میں گزر چکی ہے۔

حدیث مذکور کی باب کے ساتھ مطابقت' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار کے متعلق مذاہب اور دیگر مسائل

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے مؤمن بندوں اور کافر بندوں کے درمیان اپنے عدل عظیم سے فیصلہ فرمائے گا اور کسی پر بھی ایک ذرہ کے برابر ظلم نہیں کرے گا۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں نے شارحین میں سے کسی کو نہیں دیکھا جس نے اس حدیث کی باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت کو بیان کیا ہو اور نہ کسی نے انصاف کے ساتھ اس حدیث کی شرح کی ہو' پس ہم اللہ تعالیٰ کے لطف سے اس حدیث کی شرح کرتے ہیں:

آپ نے فرمایا: ہاں! یعنی ہاں تم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھو گے اور اللہ تعالیٰ کا یہ دیدار اس دیدار کے علاوہ ہے جو جنت میں اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ان کی عزت افزائی کے لیے عطاء فرمائے گا۔

اس حدیث میں معتزلہ' خوارج اور بعض اہلِ بدعت کا رد ہے' جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی نہیں دیکھے گا اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنا عقلاً محال ہے' ان کا یہ قول صریح خطاء اور قبیح جہل ہے' کتاب' سنت' اجماع صحابہ اور تابعین سے ثابت ہے کہ مؤمنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور تقریباً بیس صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی روایت کی ہے' رہا دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا تو وہ ممکن ہے' لیکن جمہور متکلمین وغیرہم نے کہا ہے کہ دنیا میں اللہ کی رؤیت واقع نہیں ہوگی' امام ابوالحسن اشعری کے اس میں دو قول ہیں' ایک قول وقوع کا ہے اور دوسرا قول عدمِ وقوع کا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ تمام متقدمین اور متاخرین علماءِ اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ ہمارے رسول سیّدنا محمد ﷺ نے دنیا میں اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا بلا جھجک جاگتے میں دیدار کیا ہے۔

''انصاب'' یہ ''نُصُب'' کی جمع ہے اور یہ وہ پتھر ہے جس کو زمانۂ جاہلیت میں لوگ نصب کر دیتے تھے اور اس کو بت قرار دے کر اس کی عبادت کرتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ وہ پتھر ہے جس کو وہ نصب کرتے تھے اور اس کے اوپر اپنے بتوں کی تعظیم کے لیے جانوروں کو ذبح کرتے تھے۔

''بَرًّا وفاجرًا'' بَرّ اس شخص کو کہتے ہیں جو نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت کرے اور اس کی جمع ابرار آتی ہے اور فاجر اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اور حرام کام کرے۔

''غُبَّرَاتُ اهل الكتاب'' یہ ''غُبَّر'' کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے: اہلِ کتاب کے بقایا۔

چمکتی ہوئی ریت جو ایک دوسرے کو توڑتی تھی' اسی سے دوزخ کی آگ کو ''حُطَمَة'' کہا گیا ہے اور سراب اس چمکتی ہوئی ریت کو کہتے ہیں جو دوپہر کے وقت دور سے پانی کی طرح دکھائی دیتی ہے۔

ان کا رب ان کے پاس آئے: یعنی ان کا رب ان کے لیے ظاہر ہوگا' دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: وہ اس کو دیکھیں گے'

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے ایک فعل ہے جس کو آنے سے تعبیر فرمایا ہے' چوتھا قول یہ ہے کہ اس کے فرشتے آئیں گے' قاضی عیاض نے کہا: میرے نزدیک یہی قول زیادہ قوی ہے۔

قریب ترین صورت میں: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ صورت سے مراد صفت ہے' جیسے حدیث میں ہے کہ بے شک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا' یعنی اپنی صفتِ علم پر پیدا کیا۔

یعنی اس صورت میں جس میں وہ پہلے اپنے رب کو دیکھ چکے تھے: اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے ایسی صفت میں تجلی فرمائے گا جس صفت میں وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے کسی چیز کے مشابہ نہیں' پس وہ جان لیں گے کہ وہ ان کا رب ہے' پھر وہ کہیں گے: تو ہمارا رب ہے۔

جب کہ ہمیں دنیا میں ان کی زیادہ ضرورت تھی: یعنی ہم نے دنیا میں ان کی پیروی نہیں کی جب کہ ہمیں دنیا میں اس کی زیادہ ضرورت تھی تو آج ہم ان کی پیروی کیسے کریں گے۔

ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں بناتے: قیامت کا دن ایمان کے ساتھ مکلف ہونے کا دن نہیں ہے' پھر ان کے اس قول کا کیا فائدہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ لذت حاصل کرنے کے لیے اور اس پر فخر کرنے کے لیے کہیں گے اور اس نعمت کو یاد کرنے کے لیے کہیں گے جو انہوں نے پائی تھی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۳۰۔۲۲۸' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٩- بَابٌ ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَابِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝﴾ (النساء: ٤١)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو اس وقت کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے رسولِ مکرم!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے ۝ (النساء: ۴۱) کی تفسیر

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی ہولناکی اور اس کی شدت اور اس کی کیفیت کے متعلق خبر دی ہے کہ اس دن کیا حال ہوگا جب ہر اُمت ایک شہید کو یعنی اپنے نبی کو لے کر آئے گی۔ علامہ زمخشری نے کہا ہے: اس دن یہ یہود اور دیگر کفار کیا کریں گے' جب ہم ہر اُمت کے ساتھ ایسے شہید کو لائیں گے جو ان کے کاموں کے خلاف گواہی دے گا اور وہ ان کا نبی ہوگا' جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ (المائدہ: ۱۱۷)

(حضرت عیسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے فرمایا:) اور میں ان پر نگہبان تھا جب تک ان میں رہا' پھر جب تو نے مجھے اُٹھا لیا تو ان پر تو ہی نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر نگہبان ہے ۝

نیز قرآن مجید میں نبی ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝ (النساء: ۴۱)

اور (اے رسولِ مکرم!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے ۝

التلویح میں مذکور ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ "ان سب پر" سے مراد کون ہیں؟ علامہ زمخشری نے کہا کہ وہ مکذبین ہیں' مقاتل

نے کہا: وہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے کفار ہیں اور ابن النقیب کی تفسیر میں ہے کہ وہ آپ کی تمام اُمت ہے اس صورت میں اس میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ آپ ان کے خلاف گواہی دیں گے اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ ان کے حق میں گواہی دیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد صرف کفارِ قریش ہیں اور آپ کی شہادت دینے کے متعلق چار قول ہیں: (۱) آپ یہ شہادت دیں گے کہ ہر نبی نے اپنی اُمت کو تبلیغ کی ہے' یہ حضرت ابن مسعود ابن جریج' سُدی اور مقاتل کا قول ہے (۲) ابوالعالیہ نے کہا کہ آپ ان کے ایمان کی گواہی دیں گے (۳) آپ ان کے اعمال کی گواہی دیں گے' یہ مجاہد اور قتادہ کا قول ہے (۴) زجاج نے کہا: آپ ان کے حق میں بھی گواہی دیں گے اور ان کے خلاف بھی گواہی دیں گے۔

﴿اَلْمُخْتَالُ﴾ وَالْخَتَّالُ وَاحِدٌ . "المختال" اور "الختال" کا ایک معنی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ بے شک اللہ مغرور متکبر کو پسند نہیں کرتا۝

(النساء:٣٦)

امام بخاری کی اس تفسیر پر یہ اعتراض ہے کہ "مختال" کا لفظ "الخیلاء" سے ماخوذ ہے' جس کا معنی تکبر ہے' اور "ختال" کا لفظ "الختل" سے ماخوذ ہے' اور اس کا معنی ہے: دھوکا دینے والا اور یہ تکبر کے معنی کے مناسب نہیں ہے' صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں اسی طرح ہے' لیکن الاصیلی کے نسخہ میں مذکور ہے کہ "المختال" اور "الخال" کا معنی ایک ہے اور "الخال" کے متعدد معانی ہیں اور ان میں سے ایک معنی تکبر بھی ہے۔

﴿نَطْمِسَ وُجُوْهًا﴾ (النساء:٤٧) نُسَوِّيَهَا حَتّٰى تَعُوْدَ كَاَقْفَائِهِمْ طَمَسَ الْكِتٰبَ مَحَاهُ . "نطمس وجوهًا" کا معنی ہے: ہم ان کے چہروں کے نقوش مٹا کر ان کو چپٹا کر دیں گے حتیٰ کہ ان کے چہرے ان کی گدیوں کی طرح سپاٹ ہو جائیں گے' یہ لفظ "طمس الكتاب" سے ماخوذ ہے' جس کا معنی ہے: کتاب کو مٹا دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا . (النساء:٤٧) اس سے پہلے کہ ہم بعض چہروں کے نقوش مٹا کر ان کو چپٹا کر دیں۔

امام بخاری نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ کفار کے چہروں میں جو ہونٹ' آنکھ' ناک اور بھنوؤں کے نقوش ہیں' ان کو مٹا کر گدی کی طرح چپٹا کر دیں گے اور امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ "طمس" کے لفظ کا معنی مٹانا بھی آتا ہے۔

﴿بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا﴾ (النساء:٥٥) وُقُوْدًا . "سعیرًا" کا معنی "وقودًا" ہے' یعنی بھڑکتی ہوئی آگ۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝ (النساء:٥٥) اور (ان کے لیے) بھڑکتی ہوئی دوزخ کافی ہے۝

امام بخاری کی یہ تفسیر امام ابوعبیدہ کی تفسیر کے مطابق ہے۔

امام بخاری النساء:٤١ کی تفسیر کر رہے ہیں اور ان تعلیقات کا تعلق النساء:٣٦' النساء:٤٧' اور النساء:٥٥ سے ہے' اس وجہ سے حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ یہ تفاسیر اس آیت کی نہیں ہیں' گویا کہ یہ کلام صحیح بخاری کا نسخہ لکھنے والوں نے کیا ہے

جیسا کہ میں اس پر کئی بار تنبیہ کر چکا ہوں۔(فتح الباری ج ۵ص ۵۴۷)

علامہ بدرالدین عینی' حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اکثر کتابت کرنے والے اور لکھنے والے جاہل ہوتے ہیں تو وہ کیسے یہ تفاسیر اپنی طرف سے لکھ سکتے ہیں اور وہ کیسے اپنی عبارات کو اس کتاب میں ملا سکتے ہیں جب کہ بڑے بڑے علماء بھی اس طرح کی تفاسیر اپنی طرف سے نہیں بنا سکتے' لکھنے والے کاتبوں سے یہ تو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی لفظ میں تحریف کر دیں یا اصل لفظ کی بجائے کوئی اور لفظ لکھ دیں یا کسی لفظ کو حذف کر دیں' ان کی یہ عادت نہیں ہوتی کہ وہ اصل کتاب میں اپنی طرف سے کوئی عبارت بنا کر لکھ دیں' ہو سکتا ہے کہ بخاری کے بعض روایت کرنے والوں نے یہ تفاسیر لکھ دی ہوں' اور اگر خود امام بخاری نے بھی بغیر غور وفکر کے یہ تفاسیر لکھ دی ہوں تو کوئی بعید نہیں ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۸ص ۲۳۲۔۲۳۰)

٤٥٨٢- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ يَحْيٰى بَعْضُ الْحَدِيْثِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَاْ عَلَيَّ قُلْتُ اَقْرَاُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ فَقَرَاْتُ عَلَيْهِ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰى بَلَغْتُ ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ○﴾ (النساء:۴۱) قَالَ اَمْسِكْ فَاِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ.

[اطراف الحدیث:۵۰۴۹۔۵۰۵۰۔۵۰۵۵۔۵۰۵۶] (صحیح مسلم: ۸۰۰' الرقم المسلسل:۱۷۵۱' سنن ابوداؤد:۳۶۶۸' سنن ترمذی:۳۰۳۶)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے خبر دی از سفیان از سلیمان از ابراہیم از عبیدہ از عبداللہ' یحییٰ نے کہا کہ اس حدیث کا بعض حصہ عمرو بن مرہ سے مروی ہے' وہ بیان کرتے ہیں (کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا) کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے سامنے قرآن مجید پڑھو' میں نے کہا: میں آپ کے سامنے قرآن مجید پڑھوں! حالانکہ آپ ہی پر تو قرآن مجید نازل کیا گیا ہے' آپ نے فرمایا: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن مجید سنوں' تو میں نے آپ کے سامنے سورۃ النساء پڑھی' حتیٰ کہ جب میں اس آیت پر پہنچا: تو اس وقت کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے رسول مکرم!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر بنا کر لائیں گے ○ (النساء:۴۱) آپ نے فرمایا: رُک جاؤ! پس اس وقت آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی فضیلت اور دوسروں سے قرآن سننے کی حکمت اور آپ کے رونے کی وجوہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے شخص سے قرآن سننے میں تدبر اور تفہم زیادہ ہوتا ہے' اس کی بہ نسبت انسان خود پڑھے تو اس میں اتنا غور وخوض نہیں کرتا اور اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی واضح فضیلت ہے اور تفسیر عبد میں مذکور ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی تو سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ وہ اس طرح قرآن پڑھے جس طرح قرآن نازل ہوا ہے تو وہ ابن اُم عبد کی قراءت کے مطابق قرآن مجید پڑھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کریمہ کو سن کر روئے اور آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے' اس کی کئی وجوہ بیان کی گئی ہیں:

(۱) شہادت ادا کرنے کے لیے اور جس کے خلاف شہادت دی گئی ہو' اس پر حکم لگانے کے لیے' اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ شاہد کے

قول کی بناء پر ہو اور جب کہ نبی ﷺ آپ خود ہی شاہد ہیں اور آپ خود ہی شفاعت کرنے والے ہیں تو آپ ان لوگوں پر افسوس کرتے ہوئے روئے جنہوں نے اپنی جان پر ظلم اور زیادتی کی ہے (۲) یہ آیت کریمہ میدانِ حشر کی ہولناکی اور شدت کو متضمن ہے جب انبیاء علیہم السلام کو ان کی اُمتوں پر گواہ بنا کر لایا جائے گا اور وہ اپنے نبیوں کی تکذیب کریں گے اور آپ ان نبیوں کی تصدیق کریں گے (۳) آپ اس خوشی سے روئے کہ قیامت کے دن آپ ﷺ کی اُمت کی شہادت قبول ہو گی اور آپ اپنی اُمت کی تصدیق کریں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کا آپ کے اوپر بہت بڑا انعام ہے۔

١٠ - بَابُ قَوْلُهُ ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْعَلٰى سَفَرٍ اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ﴾ (النساء:٤٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کر کے آئے ○ (النساء:۴۳) کی تفسیر

امام بخاری نے یہاں پوری آیت نہیں لکھی' پوری آیت اس طرح ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ○ (النساء:۴۳)

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے مقاربت کی ہو' پھر تم پانی نہ پاؤ تو تم پاک مٹی سے تیمم کر لو' سو تم اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر مسح کرو' بے شک اللہ نہایت معاف کرنے والا بہت بخشنے والا ہے○

﴿صَعِيْدًا﴾ (النساء:٤٣) وَجْهَ الْاَرْضِ .

''صعیدًا'' کا معنی ہے: زمین کی ظاہری سطح۔

وَقَالَ جَابِرٌ كَانَتِ الطَّوَاغِيْتُ الَّتِيْ يَتَحَاكَمُوْنَ اِلَيْهَا فِيْ جُهَيْنَةَ وَاحِدٌ وَّفِيْ اَسْلَمَ وَاحِدٌ وَّفِيْ كُلِّ حَيٍّ وَّاحِدٌ كُهَّانٌ يَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ وَقَالَ عُمَرُ ﴿اَلْجِبْتُ﴾ السِّحْرُ ﴿وَالطَّاغُوْتُ﴾ الشَّيْطَانُ وَقَالَ عِكْرِمَةُ ﴿اَلْجِبْتُ﴾ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ شَيْطَانٌ ﴿وَالطَّاغُوْتُ﴾ الْكَاهِنُ .

اور حضرت جابر نے بتایا: جن طواغیت کی طرف کفار اپنے مقدمات فیصلہ کے لیے لے جاتے تھے' ان میں سے ایک طاغوت قبیلہ جہینہ میں تھا اور ایک طاغوت قبیلہ اسلم میں تھا اور ہر قبیلہ میں ایسا ایک طاغوت ہوتا تھا' یہ وہی کاہن تھے جن پر شیطان خبریں نازل کرتا تھا۔ حضرت عمر نے کہا: ''الجبت'' سے مراد جادو ہے اور طاغوت سے مراد شیطان ہے اور عکرمہ نے کہا: حبشی زبان میں ''جِبت'' کا معنی شیطان ہے اور ''الطاغوت'' کا معنی کاہن ہے۔

امام بخاری کی تعلیقات کے ماخذ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

''صعیدًا'' (النساء:۴۳) کا معنی زمین کی ظاہری سطح ہے۔

علامہ ابن المنذر نے ذکر کیا ہے کہ یہ ابوعبیدہ کا قول ہے اور حضرت ابن عباس نے کہا ہے کہ ''صعیدًا'' کا معنی کھیت ہے اور زمین میں کھیتی کرنا۔ (مصنف عبدالرزاق:۸۱۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص۱۴۸' سنن کبریٰ ج۱ص۲۱۴)

امام بخاری نے حضرت جابر کی جو روایت ذکر کی ہے اس کی امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔
(تفسیر ابن ابی حاتم ج ٣ص ٩٧٦)

حضرت عمر اور عکرمہ نے جو بیان کیا ہے کہ طاغوت کا معنی شیطان ہے یہ النساء: ٥١ کی تفسیر ہے۔ اس کی تفسیر میں اور بھی اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ جس کی بھی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی جائے وہ طاغوت ہے اور حضرت ابن عباس نے کہا: یہ یہودیوں میں سے دو مرد ہیں: کعب بن الاشرف اور حیی بن اخطب۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ١٣٥ تفسیر ابن ابی حاتم ج ٣ص ٩٧٥)

سیبویہ نے کہا ہے کہ طاغوت اسم واحد مؤنث ہے اور ابوالعباس محمد بن یزید نے کہا: میرے نزدیک طاغوت ایک جماعت ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ص ٢٣١-٢٣٠ وزارۃ الاوقاف قطر ١٤٢٩ھ)

النساء: ٤٣ کی تفسیر اور مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''مرضٰی''، ''مریض'' کی جمع ہے اور اس سے وہ مریض مراد ہے جس کو پانی استعمال کرنے سے ضرر ہوتا ہے جیسے کسی شخص کو چیچک ہو یا اس کے اعضاءِ وضو پر زخم ہو اور پانی کے استعمال سے اس کو ضرر ہو یہ فقہاء کی جماعت کا قول ہے اس کے برخلاف عطاء اور حسن بصری نے کہا ہے: وہ بھی تیمم نہ کرے جب کہ پانی موجود ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تم پانی نہ پاؤ۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا تم سفر پر ہو اور سفر تیمم کے جواز کی شرط نہیں ہے تیمم کے جواز کی شرط ہے: پانی کا نہ ہونا اور سفر کا ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ عموماً سفر میں پانی نہیں ہوتا پھر فرمایا: یا تم میں سے کوئی شخص ''الغائط'' سے آیا ہو ''الغائط'' کا معنی ہے: زمین میں گڑھا اور عرب کے دیہاتی لوگ زمین کے گڑھے میں قضاء حاجت کرتے تھے اور غائط کے لفظ سے حدث کا کنایہ ہے۔

حضرت جابر نے کہا کہ جن طواغیت کی طرف کفار فیصلہ کے لیے اپنے مقدمات پیش کرتے تھے ان میں سے ایک جہینہ بھی تھا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ ۔ (النساء: ٦٠)

اور وہ چاہتے ہیں کہ اپنے مقدمات طاغوت کے پاس لے جائیں۔

الطاغوت اور کاہن کا معنی

علامہ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ الطاغوت جمع بھی ہے اور واحد بھی ہے اور علامہ جوہری نے کہا ہے کہ طاغوت طغی سے ماخوذ ہے علامہ عینی فرماتے ہیں: کاہن اور شیطان اور وہ شخص جو گمراہی کا سردار ہو وہ طاغوت ہے۔

''کُھّان'' یہ کاہن کی جمع ہے کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جس پر شیطان حاوی ہو کر اس کو مستقبل کی خبریں بتاتا ہے اور کاہن وہ شخص ہے جو مستقبل کی خبریں بتاتا ہے اور اسرار کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے۔

حضرت عمر نے کہا ہے کہ جبت کا معنی سحر ہے اور طاغوت شیطان ہے: امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ ۔ (النساء: ٥١)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں آسمانی کتاب سے حصہ دیا گیا وہ بت اور شیطان پر ایمان لاتے ہیں۔

آیا قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ کا وقوع ہے یا نہیں؟

امام طبری نے اپنی تفسیر میں یہ اختیار کیا ہے کہ جبت اور طاغوت کا مصداق ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی گئی ہو' خواہ وہ بت ہو' شیطان ہو یا آدمی ہو' پس اس میں ساحر اور کاہن داخل ہیں' نیز امام طبری نے سند صحیح کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت کی ہے' انہوں نے کہا: جبت کا معنی حبشی زبان میں ساحر ہے اور طاغوت کا معنی کاہن ہے اور یہ تفسیر اس پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ بھی مذکور ہیں اور اس میں اختلاف کیا گیا ہے' پس امام شافعی اور ابوعبیدہ نے قرآن مجید میں اس کے وقوع کا انکار کیا ہے اور جو ایسے الفاظ ہیں وہ توارد لغتین پر محمول ہیں' یعنی وہ لفظ لغت عربی میں بھی ہے اور دوسری لغت مثلاً حبشی' فارسی اور ہندی میں بھی ہے اور دوسرے علماء نے غیر عربی الفاظ کے قرآن مجید میں ذکر کو جائز قرار دیا ہے اور ابن حاجب کا یہی مختار ہے' انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ قرآن مجید میں اسماء واعلام یعنی ابراہیم وغیرہ کا ذکر ہے اور کہا گیا ہے کہ اس قسم کے الفاظ جو قرآن مجید میں مذکور ہیں ان کی تعداد پچیس ہے اور وہ یہ ہیں:

(١)سلسبیل (٢)کورت (٣)روم (٤)طوبیٰ (٥)سجیل (٦)کافور (٧)زنجبیل (٨)مشکاۃ (٩)سرادق (١٠)استبرق (١١)صلوت (١٢)سندس (١٣)طور (١٤)قراطیس (١٥)ربانیین (١٦)غساق (١٧)دینار (١٨)قسطاس (١٩)قسورہ (٢٠)الیم (٢١)ناشئۃ (٢٢)کفلین (٢٣)مقالید (٢٤)فردوس (٢٥)تنور ۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٢٤-٢٢٣)

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں ہے: بے شک ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے۔ (یوسف: ٢) یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ قرآن مجید میں غیر عربی الفاظ ہیں' کیونکہ اس آیت کا محمل یہ ہے کہ ہم نے قرآن مجید کو عربی اسلوب پر نازل کیا' دوسرا محمل یہ ہے کہ یہ الفاظ لغات متداخلہ میں سے ہیں' یعنی عربی زبان میں بھی ہیں اور دوسری زبان میں بھی ہیں۔

٤٥٨٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ هَلَكَتْ قِلَادَةٌ لِّاَسْمَاءَ فَبَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَلَبِهَا رِجَالًا فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ وَلَيْسُوْا عَلٰى وُضُوْءٍ وَّلَمْ يَجِدُوْا مَاءً فَصَلَّوْا وَهُمْ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ يَعْنِيْ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدہ نے خبر دی از ہشام از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ (ان سے) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاش میں مردوں کو بھیجا' پس (فجر کی) نماز کا وقت آ گیا اور لوگوں کا وضو نہیں تھا اور ان کو پانی نہیں ملا تو انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت کو نازل فرما دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٤ میں گزر چکی ہے' واضح رہے کہ تیمم کا معنی ہے: پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے پاک مٹی سے طہارت کا قصد کرنا۔

میں کہتا ہوں: امام بخاری نے یہ باب النساء: ٤٣ کی تفسیر میں لکھا ہے اور اس میں النساء: ٦٠' اور النساء: ٥١ کی تفسیر سے متعلق آیات ذکر کی ہیں' اب یا تو حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرح یہ کہا جائے گا کہ یہ لکھنے والوں اور کاتبوں کی غلطی ہے یا علامہ عینی کی طرح یہ کہا جائے گا کہ یہ خود امام بخاری کا تسامح ہے اور انہوں نے بغیر غور وفکر کے النساء: ٤٣ کی تفسیر میں دوسری آیات کی تفاسیر ذکر کر دیں۔

١١- بَابٌ قَوْلُهُ تَعَالٰی ﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء:٥٩)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبان امر ہیں ان کی (اطاعت کرو) (النساء:٥٩) کی تفسیر

ذَوِی الْاَمْرِ

ذَوِی الْاَمْرِ کا معنی ہے: صاحبانِ حکومت

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

الواحدی نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت عمار کے متعلق نازل ہوئی ہے کہ جب انہوں نے حضرت خالد کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ دی تو ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا کہ امیر کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ نہ دیں۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٣٥-٢٣٤)

٤٥٨٤- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ اَخْبَرَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ عَنْ یَعْلَی بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء:٥٩) قَالَ نَزَلَتْ فِیْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ بْنِ قَیْسِ بْنِ عَدِیٍّ اِذْ بَعَثَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَرِیَّةٍ۔

(صحیح مسلم:١٨٣٤، الرقم المسلسل:٤٦٣٩، سنن ابوداؤد:٢٦٢٤، سنن ترمذی:١٦٧٢، سنن نسائی:٤١٩٤)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حجاج بن محمد نے خبر دی از ابن جریج از یعلی بن مسلم از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبانِ امر ہیں ان کی (اطاعت کرو) (النساء:٥٩) یہ ارشاد حضرت عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوا تھا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک لشکر میں بہ طور امیر روانہ کیا تھا۔

اولوالامر کی تعریف اور مصداق میں مختلف اقوال

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اولوالامر کی تفسیر میں اختلاف ہے' امام بخاری نے اس کی تفسیر میں کہا کہ اس سے مراد صاحبانِ حکم ہیں' حضرت جابر نے کہا: اس سے مراد ہے: اہل الفقہ اور اہل العلم۔ (تفسیر طبری ج ٤ ص ١٥١)

اور حضرت ابوہریرہ نے کہا: اس سے مراد ہے: لشکروں کے اُمراء۔ (تفسیر طبری ج ٤ ص ١٥١)

عکرمہ نے کہا: اس کا مصداق حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ (تفسیر طبری ج ٤ ص ١٥٣)

ایک قول ہے: اس کا مصداق حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ہیں۔

اور یہ تمام تفاسیر ایک تفسیر کی طرح رجوع کرتی ہیں' کیونکہ لشکروں کے اُمراء علماء ہوتے ہیں اور لشکر کا امیر اسی کو مقرر کیا جاتا ہے جو عالم ہو اور حضرت صدیق اور فاروق اعظم بہت بڑے عالم تھے' اسی طرح باقی لوگ ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ تمام صحابہ اولوالامر ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تابعین بھی اولوالامر ہیں اور عطاء نے کہا کہ مہاجرین اور انصار اولوالامر ہیں۔ (تفسیر بغوی ج ٢ ص ٢٤١)

اور ابن کیسان نے کہا کہ وہ اربابِ عقول جو لوگوں کے معاملات کا انتظام کرتے ہیں' وہ اولوالامر ہیں اور امام مالک کا مختار یہ ہے کہ وہ اہلِ علم اور اہلِ قرآن ہیں۔ (احکام القرآن لابن العربی ج ١ ص ٤٥٢-٤٥١)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَی الرَّسُوْلِ۔ (النساء:٨٣)

اور اگر یہ اس خبر کو رسول کی طرف پہنچا دیتے۔

اور "امر" سے مراد قرآن ہے' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ (الطلاق:٥) یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۲۳-۲۲۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

مختلف فیہ معاملات کو کتاب اور سنت کی طرف راجع کرنا ضروری ہے

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یہ آیت حضرت عبداللہ بن حذافہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' حضرت عبداللہ ایک لشکر کے امیر تھے' وہ کسی بات پر غضب ناک ہوئے اور انہوں نے آگ جلوائی اور کہا: اس آگ میں داخل ہو جاؤ تو لشکر کے بعض لوگ رک گئے اور بعض لوگوں نے آگ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا' جب اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اطاعت صرف نیک کام میں کی جاتی ہے۔ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ اگر یہ آیت یعنی "اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور صاحبانِ امر کی اطاعت کرو" اس قصہ سے پہلے نازل ہوئی ہے تو صرف حضرت عبداللہ بن حذافہ کو اطاعت کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا ہے اور اگر اس قصہ کے بعد نازل ہوئی ہے تو ان سے کہا گیا تھا کہ اطاعت صرف نیک کام میں کی جاتی ہے' اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے قصہ کے متعلق درج ذیل آیت نازل ہوئی ہے:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۔ (النساء:٥٩) پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جس لشکر کے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ امیر تھے' اس لشکر کے لوگوں نے حضرت عبداللہ بن حذافہ کے حکم کو ماننے میں اختلاف کیا کہ وہ آگ میں داخل ہوں یا نہ ہوں' تو اس وقت اس لشکر کے لوگوں کو چاہیے تھا کہ وہ اس معاملہ کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو' یعنی اس معاملہ کو کتاب اور سنت کی طرف لوٹاؤ' یہ متقدمین میں سے مجاہد وغیرہ کا قول ہے اور یہ اللہ عزوجل کا حکم ہے کہ ہر وہ معاملہ جس میں لوگوں کا اختلاف ہو' خواہ وہ معاملہ اصولِ دین سے ہو یا فروعِ دین سے ہو' اس معاملہ کو کتاب اور سنت کی طرف لوٹا دیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ (الشوریٰ:١٠) اور وہ معاملہ جس میں تم کچھ بھی اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف ہے۔

پس جس چیز کا اللہ کی کتاب نے اور اس کے رسول کی سنت نے حکم دیا ہے' تو وہی حق ہے اور حق کے بعد باطل کے سوا اور کیا رہ جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۳۶-۲۳۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

میں کہتا ہوں کہ لوگوں پر لازم ہے کہ جب ان کا کسی معاملہ میں اختلاف ہو تو وہ اس کو اپنے زمانے کے صاحبانِ علم اور اصحابِ فتویٰ کے سامنے پیش کریں اور ان سے اس مسئلہ کا حل معلوم کریں اور اہلِ علم اور اہلِ فتویٰ حضرات کو چاہیے کہ وہ اس مسئلہ کا حل پہلے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے تلاش کریں اور اگر وہاں انہیں اس مسئلہ کے متعلق کوئی تصریح نہ ملے تو پھر صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے اقوال اور ان کے تعامل میں اس مسئلہ کا حل تلاش کریں اور جب وہاں بھی اس کی تصریح نہ ملے تو پھر فقہاء احناف کی کتابوں میں اس مسئلہ کا حل تلاش کریں۔

١٢- بَابٌ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (النساء:٦٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو (اے رسولِ مکرم!) یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ (ہر) باہمی جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ مان لیں (النساء:٦٥) کی تفسیر

اللہ عزوجل نے اپنی ذاتِ کریمہ مقدسہ کی قسم کھا کر فرمایا کہ کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے تمام معاملات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہراً اور باطناً حاکم نہ مان لے اور آپ کی اطاعت کرنا اس کے اوپر واجب ہے۔

٤٥٨٥- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فِيْ شَرِيْجٍ مِّنَ الْحَرَّةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَاءَ اِلٰى جَارِكَ فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَى الْجَدْرِ ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَاءَ اِلٰى جَارِكَ وَاسْتَوْعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ فِيْ صَرِيْحِ الْحُكْمِ حِيْنَ اَحْفَظَهُ الْاَنْصَارِيُّ كَانَ اَشَارَ عَلَيْهِمَا بِاَمْرٍ لَّهُمَا فِيْهِ سَعَةٌ قَالَ الزُّبَيْرُ فَمَا اَحْسِبُ هٰذِهِ الْاٰيَاتِ اِلَّا نَزَلَتْ فِيْ ذٰلِكَ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (النساء:٥٦) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں معمر نے خبر دی از زہری از عروہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا انصار کے ایک مرد سے جھگڑا ہوا کہ سیاہ پتھریلی زمین کے نالے سے (کون پہلے اپنے باغ میں پانی دے گا) پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے زبیر! (پہلے تم پانی لو)' پھر پانی تم اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو' پس انصاری نے کہا: یارسول اللہ! کیونکہ یہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں! پس آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا' پھر آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم پانی کو روک لو حتیٰ کہ وہ دیواروں کی طرف لوٹ جائے' پھر وہ پانی اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کے لیے اپنے صریح حکم سے اپنا حق پورا کر دیا' جب انصاری نے آپ کو غضب ناک کیا' آپ نے ان دونوں کی طرف ایسے حکم کا اشارہ کیا تھا جس میں دونوں کے لیے گنجائش تھی' حضرت زبیر نے کہا: میں یہی گمان کرتا ہوں کہ یہ آیت اس معاملہ میں نازل ہوئی ہے: تو (اے رسول مکرم!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ (ہر) باہمی جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ مان لیں۔ (النساء:٦٥)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٣٦٠ میں گزر چکی ہے' تاہم چند اُمور کی وضاحت کی جا رہی ہے:

حدیث مذکور کے بعض مشکل الفاظ کے معانی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

''شریج'' اس کا معنی ہے: پانی کے بہنے کی جگہ' اور ''الحرہ'' کا معنی ہے: سیاہ پتھریلی زمین۔

کیونکہ وہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں: حضرت زبیر آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے' اس انصاری کا

مطلب یہ تھا کہ چونکہ حضرت زبیر آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں' اس لیے آپ نے ان کے لیے پہلے پانی دینے کا فیصلہ کیا۔
آپ نے ان دونوں کی طرف اشارہ کیا تھا: یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں ایسا فیصلہ فرمایا تھا جس میں حضرت زبیر اور اس انصاری دونوں کے لیے گنجائش تھی' آپ نے بہ طورِ مصالحت توسعاً یہ فیصلہ کیا تھا' پھر جب اس انصاری نے اس فیصلہ کو قبول نہیں کیا تو آپ نے حضرت زبیر کے لیے وہ فیصلہ کیا جو ان کا حق تھا۔

١٣- بَابٌ ﴿فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ﴾ (النساء:٦٩)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے جو انبیاء ہیں (النساء:٦٩) کی تفسیر

٤٥٨٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوْشَبٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ نَبِيٍّ يَمْرَضُ اِلَّا خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَكَانَ فِيْ شَكْوَاهُ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ اَخَذَتْهُ بُحَّةٌ شَدِيْدَةٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ ﴿مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ﴾ (النساء: ٦٩) فَعَلِمْتُ اَنَّهُ خُيِّرَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن عبداللہ بن حوشب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از والد خود از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نبی کو بھی بیمار کیا جاتا ہے اس کو دنیا اور آخرت کا اختیار دیا جاتا ہے' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس بیماری میں جس میں آپ کی روح مبارک قبض کر لی گئی تھی' اس میں آپ کی آواز بہت زیادہ بھاری ہو گئی تھی تو میں نے آپ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا: تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے جو انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین ہیں۔ (النساء:٦٩) تب میں نے جان لیا آپ کو اختیار دے دیا گیا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٤٤٣٥ میں گزر چکی ہے' تاہم اس کی شرح میں بعض دیگر روایات بیان کی جارہی ہیں:

النساء: ٦٥ کے شانِ نزول میں متعدد روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:
روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ دنیا میں ہمارے ساتھ ہیں اور قیامت کے دن آپ کی فضیلت کی وجہ سے آپ کا درجہ بلند ہوگا' تب یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ۔ (النساء:٦٩)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے۔

تب آپ نے ان لوگوں کو بتلایا کہ اونچے درجات والے نیچے درجات والوں کے پاس آ جائیں گے' تا کہ وہ سب مل کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کریں۔ (تفسیر مقاتل' سورۃ النساء:٦٩)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ثوبان نے کہا: یارسول اللہ! آپ تو جنت میں بلند درجات پر ہوں گے اور ہم پتا

نہیں کہاں ہوں گے تو ہم آپ کو کیسے دیکھ سکیں گے۔(المعجم الاوسط:٤٧٧)

الواحدی نے مسروق سے روایت کی ہے کہ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں یہ نہیں چاہیے کہ ہم دنیا میں آپ سے جدا ہوں' کیونکہ جب آپ ہم سے جدا ہوں گے تو آپ بہت اونچے درجہ پر ہوں گے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

(اسباب النزول ص١٧٠-١٦٩)

اور مقاتل نے کہا: یہ آیت انصار کے ایک مرد کے متعلق نازل ہوئی ہے' ان کا نام عبداللہ بن زید بن عبدربہ تھا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: جب ہم آپ کے پاس سے نکل کر اپنے گھر والوں کے پاس جاتے ہیں تو ہم آپ کی زیارت کے مشتاق ہوتے ہیں' پس جب ہم جنت میں داخل ہو جائیں گے تو پھر آپ کی زیارت کیسے کریں گے' تو یہ آیت نازل ہوئی' پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور وہ اس وقت اپنے باغ میں تھے تو ان کی والدہ نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی تو انہوں نے دعا کی: اے اللہ! مجھے اندھا کر دے تاکہ میں اپنے حبیب کے بعد کبھی بھی کسی اور چیز کو نہ دیکھوں' سو وہ اسی وقت نابینا ہو گئے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے' پس اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں آپ کے ساتھ کر دیا۔

(تفسیر ابن جریر ج٤ص١٦٧-١٦٦' معانی القرآن للنحاس ج٢ص١٣٠)(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج٢٢ص٢٣٦-٢٣٥' وزارة الاوقاف' قطر'١٤٢٩ھ)

١٤- بَابُ قَوْلُهُ ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - اِلٰى - الظَّالِمِ اَهْلُهَا﴾ (النساء:75)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے' (یہ آیت یہاں تک ہے:) جس کے رہنے والے ظالم ہیں (النساء:٧٥) کی تفسیر

النساء:٧٥ کی تفسیر کے متعلق متعدد روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

زہری نے کہا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے راستہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں کے دفاع میں تم کیوں نہیں قتال کرتے؟(تفسیر طبری ج٤ص١٧٢)

المبرد نے کہا ہے کہ یہ بھی جائز ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا تعلق صرف کمزور مردوں اور عورتوں کے ساتھ ہو اور مجاہد نے کہا ہے کہ مکہ کے کمزور مؤمنین کی طرف سے اس آیت میں قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔(الدر المنثور ج٢ص٣٢٨)

قتادہ نے کہا کہ وہ بستی جس کے رہنے والے ظالم ہیں اس بستی سے مراد مکہ ہے' وہاں مرد' عورتیں اور بچے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ اللہ کی راہ میں ان ظالموں سے قتال کر کے ان کمزور عورتوں اور بچوں کو چھڑالیں۔ یہ تفسیر حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور اس کا امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے۔(تفسیر امام ابن ابی حاتم ج٣ص١٠٠٢)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج٢٢ص٢٣٨-٢٣٧' وزارة الاوقاف' قطر'١٤٢٩ھ)

مسلمانوں کو کفار مکہ سے لڑنے کی ترغیب دینا

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے یہاں پوری آیت ذکر نہیں کی ہے' پوری آیت درج ذیل ہے:

وَمَالَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ○ (النساء:٧٥)

اور (اے مسلمانو!) تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے حالانکہ بعض کمزور مرد' عورتیں اور بچے یہ دعا کر رہے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی کارساز بنادے اور کسی کو اپنے پاس سے ہمارا مددگار بنادے○

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کو اپنی راہ میں جہاد کی ترغیب دی ہے اور مکہ میں جو مسلمان مرد' عورتیں اور بچے ظالم مشرکین کے ظلم کا شکار تھے' ان کو ان ظالموں سے چھڑانے کی ترغیب دی ہے اور اس بستی سے مراد مکہ ہے۔

(عمدۃ القاری ج ١٨ص ٢٢٨-٢٢٧)

٤٥٨٧- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاُمِّيْ مِنَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے عبداللہ بن محمد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عبیداللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا' انہوں نے بتایا کہ میں اور میری ماں کمزور لوگوں میں سے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:١٣٥٧ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابن عباس کی ماں اور ان کے والد حضرت عباس کا تذکرہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

میری ماں: حضرت ابن عباس کی ماں کا نام لبابہ بنت الحارث الہلالیہ ہے' ان کی کنیت اُم الفضل ہے' یہ اُم المؤمنین حضرت میمونہ زوجۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہن ہیں اور یہ وہ پہلی عورت ہیں جو حضرت اُم المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اسلام لائی تھیں۔

کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے تھے: حضرت ابن عباس نے اس جملہ سے اس آیت کی حکایت کرنے کا ارادہ کیا ہے ورنہ وہ بچوں میں سے تھے اور حضرت عبداللہ بن عباس اور ان کی ماں مکہ میں ان کمزوروں میں سے تھے' (حضرت) عباس کو غزوۂ بدر میں قید کر لیا گیا تھا' ان کو مشرکین جبراً مسلمانوں سے لڑنے کے لیے لائے تھے۔ حافظ ابن عمر ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ حضرت عباس فتح خیبر سے پہلے اسلام لے آئے تھے لیکن وہ اپنا اسلام مخفی رکھتے تھے' اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر میں فرمایا تھا کہ تم میں سے جس شخص کا عباس سے مقابلہ ہو وہ اس کو قتل نہ کرے کیونکہ وہ جبراً لایا گیا ہے اور جب حضرت ابن عباس اپنی ماں کے ساتھ مکہ سے نکلے تھے' اس وقت وہ کم سن تھے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ص ٢٢٨)

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عباس کے والد عباس اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے اور ان کی ماں اسلام لا چکی تھیں اور وہ اپنی ماں کے ساتھ تین سال کی عمر میں ہجرت کر کے مدینہ آئے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچہ اپنے ماں باپ میں سے اس کے تابع ہوتا ہے جو مسلمان ہو' یہ فائدہ علامہ ابن الملقن اور علامہ ابن حجر دونوں نے لکھا ہے' اور علامہ عینی سے یہ فائدہ لکھنے سے رہ گیا۔

٤٥٨٨- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے

زَيْدٍ عَنْ اَيُّوبَ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ تَلَا ﴿اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ﴾ (النساء:٩٨)قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاُمِّىْ مِمَّنْ عَذَرَ اللّٰهُ .

حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی از ایوب از ابن ابی ملیکہ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے یہ آیت تلاوت کی: مگر جو (واقعی) کمزور ہوں مردوں عورتوں اور بچوں میں سے۔ (النساء:٩٨) حضرت ابن عباس نے کہا: میں اور میری ماں ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہجرت سے معذور قرار دیا تھا۔

اس حدیث کی شرح، صحیح البخاری: ١٣٥٧ میں گزر چکی ہے۔

ان لوگوں کا بیان جو نہ مسلمانوں کے موافق تھے اور نہ مخالف لیکن مسلمانوں کے خلاف لڑنے سے ان کے دل تنگ ہوتے تھے

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿حَصِرَتْ﴾(النساء: ٩٠)ضَاقَتْ .

حضرت ابن عباس سے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے یہ بیان کیا کہ ''حصرت'' کا معنی ہے: وہ تنگ دل ہوئے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ ۢبَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ . (النساء:٩٠)

ماسوا اس کے کہ وہ اس قوم تک پہنچ جائیں جس (قوم) کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ تمہارے ساتھ لڑنے سے ان کے دل تنگ آ چکے ہوں۔

اس تعلیق کی امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے موصولاً روایت کی ہے اور حسن بصری نے اس کو ''اُحْصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ'' (یعنی ان کے دل تنگ کر دیئے گئے ہیں) پڑھا ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس صورت میں یہ ایک خبر کے ساتھ دوسری خبر ہے۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۵۵۱)

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس طرح نہیں ہے بلکہ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے اور اصل عبارت یوں ہے: یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ ان کے دل تنگ ہوں۔ علامہ زمخشری نے اس کو محذوف کی صفت قرار دیا ہے یعنی تمہارے پاس ایسی قوم آئے جن کے دل تنگ ہو چکے ہوں۔ امام ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ہلال بن عویمر اسلمی کے متعلق نازل ہوئی ہے اس کے اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ تھا اس کی قوم کے کچھ لوگوں نے مسلمانوں سے لڑنے کا ارادہ کیا تو اس نے مسلمانوں سے لڑنے کو مکروہ جانا اور اپنی قوم سے لڑنے کو بھی مکروہ جانا۔

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت میں جن لوگوں کے ساتھ لڑنے کا استثناء کیا گیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو دشمن کی صفوں میں اس حال میں آتے تھے کہ ان کے دل تم سے لڑنے سے تنگ ہوتے تھے اور ان کے لیے یہ بھی آسان نہیں تھا کہ وہ تمہارے ساتھ مل کر اپنی قوم سے لڑیں بلکہ یہ وہ لوگ تھے جو نہ تمہارے موافق تھے اور نہ تمہارے مخالف تھے۔

﴿تَلْوُوْا﴾ (النساء:١٣٥) اَلْسِنَتَكُمْ بِالشَّهَادَةِ .

تم اپنی زبانوں کو موڑ کر گواہی میں ہیر پھیر کرو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ

اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے اور

شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○ (النساء:١٣٥)

اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ' خواہ (یہ گواہی) تمہارے خلاف ہو یا تمہارے ماں باپ اور قرابت داروں کے' (فریق معاملہ) خواہ امیر ہو یا غریب' اللہ ان کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے' لہٰذا تم خواہش کی پیروی کر کے عدل سے روگردانی نہ کرو' اور اگر تم نے گواہی میں ہیر پھیر کیا یا اعراض کیا تو اللہ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہے○

امام بخاری نے جو تفسیر کی ہے' یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے' امام ابن المنذر نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت کی ہے کہ تم گواہی دیتے وقت اپنی زبانوں کو موڑ کر ہیر پھیر کرو یا گواہی سے اعراض کرو' یہ ممنوع ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ ﴿الْمُرَاغَمُ﴾ الْمُهَاجَرُ رَاغَمْتُ هَاجَرْتُ قَوْمِیْ .

اور حضرت ابن عباس کے علاوہ دوسروں نے کہا کہ ''المراغم'' کا معنی ہے: ''المهاجر'' اور ''راغمت'' کا معنی ہے: میں نے اپنی قوم سے ہجرت کی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ (النساء:١٠٠)

اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور وسعت پائے گا۔

امام بخاری نے حضرت ابن عباس کے غیر سے امام ابوعبیدہ کا ارادہ کیا ہے کیونکہ امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ ''المراغم'' اور ''المهاجر'' واحد ہیں۔ علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ ''مراغم'' کا معنی اور ''راغمت قومی'' کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص اپنی قوم کی بدسلوکی کی وجہ سے ان کی ناکوں کو خاک میں لتھیڑتا ہوا ان سے علیحدہ ہو گیا اور مجاہد نے کہا ہے: ''مراغمًا'' کا معنی ہے: اپنی ناپسندیدہ چیزوں کو اور لوگوں کو چھوڑتا ہوا۔

﴿مَوْقُوْتًا﴾ (النساء:١٠٣) مُوَقَّتًا وَقَّتَهٗ عَلَيْهِمْ .

''موقوتًا'' کا معنی ہے: مقررہ وقت ''وقته عليهم'' کا معنی ہے: ان پر کسی کام کا وقت مقرر کر دیا۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ○ (النساء:١٠٣)

بے شک ایمان والوں پر نماز وقتِ مقرر میں فرض کی گئی ہے○

امام بخاری نے یہ تفسیر بھی امام ابوعبیدہ سے نقل کی ہے۔

١٥- بَابٌ ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا﴾ (النساء:٨٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقوں کے متعلق تمہاری دو آراء ہو گئیں حالانکہ اللہ نے ان (منافقوں) کو ان کے کرتوتوں کی وجہ سے اوندھا کر دیا ہے (النساء:٨٨) کی تفسیر

النساء:۸۸ کے شانِ نزول میں متعدد روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

زید نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے مراد وہ قوم ہے جو غزوۂ اُحد میں عین لڑائی کے وقت مسلمانوں کے لشکر سے نکل گئی تھی اور مجاہد نے کہا: اس سے مراد وہ قوم ہے جو اسلام لائی' پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ جانے کی اجازت لی تا کہ وہ اپنا ضائع شدہ مال حاصل کر لیں' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے ان کے متعلق دو فرقے ہو گئے' ایک فرقہ یہ کہتا تھا کہ وہ منافق ہیں اور دوسرا فرقہ یہ کہتا تھا کہ وہ مؤمن ہیں' حتیٰ کہ قرآن مجید نے واضح کر دیا کہ وہ منافق ہیں۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۹۴)

اور امام ترمذی نے یہ روایت کی ہے کہ اسلام کی بستیوں میں سے یہ آخری بستی ہے جو مدینہ کو ویران کرے گی۔

(سنن ترمذی: ۳۹۱۹) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۴۰' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَدَّدَهُمْ ﴿فِئَةٌ﴾ جَمَاعَةٌ .

حضرت ابن عباس نے کہا: ''بددھم'' کا معنی ہے: ان کو متفرق کر دیا اور ''فئة'' کا معنی ہے: جماعت۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ (النساء:۸۸)

اور اللہ نے ان (منافقوں) کو ان کے کرتوتوں کی وجہ سے اوندھا کر دیا ہے۔

حضرت ابن عباس نے یہ ارادہ کیا کہ یہ بتائیں کہ ''ارکسھم'' کی تفسیر ''بددھم'' ہے' یعنی ان کو متفرق کر دیا۔ اور امام بخاری نے بتایا کہ ''فئة'' کا معنی جماعت ہے' یعنی اس آیت میں ''فئتين'' کا جو لفظ ہے' وہ ''فئة'' کا تثنیہ ہے' قرآن مجید میں درج ذیل آیت میں ''فئة'' کا لفظ جماعت کے معنی میں استعمال ہوا ہے:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً . (البقرہ:۲۴۹)

بہت سی قلیل جماعتیں غالب آ گئیں کثیر جماعتوں پر۔

٤٥٨٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ﴾ رَجَعَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اُحُدٍ وَّكَانَ النَّاسُ فِيْهِمْ فِرْقَتَيْنِ فَرِيْقٌ يَّقُوْلُ اقْتُلْهُمْ وَفَرِيْقٌ يَّقُوْلُ لَا فَنَزَلَتْ ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ﴾ وَقَالَ اِنَّهَا طَيْبَةُ تَنْفِي الْخَبَثَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں غندر اور عبد الرحمٰن نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از عدی از عبد اللہ بن یزید از زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقین کے متعلق تمہاری دو آراء ہو گئیں۔ (النساء: ۸۸) کی تفسیر میں کہا کہ غزوۂ اُحد کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ لوگ واپس چلے گئے اور صحابہ کی ان کے متعلق دو آراء ہو گئیں اور ایک فریق کہتا تھا: ان کو قتل کر دو' اور دوسرا فریق کہتا تھا: نہیں! تو یہ آیت نازل ہوئی: تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقین کے متعلق تمہاری دو آراء ہو گئیں۔ (النساء:۸۸) اور انہوں نے کہا کہ مدینہ طیبہ ہے' یہ میل کچیل کو اس طرح دور کر دیتا ہے جیسے چاندی زنگ کو دور کر دیتی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۱۸۸۴ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض تفاصیل بیان کی جا رہی ہیں:

آیت مذکورہ میں مذکورہ منافقین کے مصداق کے متعلق مختلف روایات

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ غزوۂ اُحد کے دن عبد اللہ بن اُبی ابن سلول اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر لشکر اسلام سے نکل گئے۔

طیبہ: یہ مدینۃ النبی کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔

العوفی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت مکہ میں رہنے والے ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور مشرکین کی مدد کرتے تھے' وہ کسی کام سے مکہ سے نکلے' انہوں نے کہا: اگر ہماری اصحاب محمد سے ملاقات ہوئی تو ہمیں ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے اور جب مؤمنین کو یہ خبر پہنچی کہ وہ مکہ سے نکل گئے ہیں تو ان کی ایک جماعت نے کہا: ان خبیثوں کا پیچھا کرو اور ان کو قتل کر دو کیونکہ یہ تمہارے خلاف تمہارے دشمنوں کی مدد کرتے تھے اور مؤمنین کی دوسری جماعت نے کہا: کیا تم ان لوگوں کو قتل کرو گے جو تمہاری طرح کلمہ پڑھ چکے ہیں' صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے ہجرت نہیں کی اور اپنے گھروں کو نہیں چھوڑا' کیا تم ان کے خون اور ان کے مال کو مباح قرار دو گے تو اس طرح مسلمانوں کی ان کے متعلق دو جماعتیں ہو گئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس موجود تھے اور کسی فریق کو منع نہیں کیا' تب یہ آیت نازل ہوئی: تمہیں کیا ہو گیا کہ منافقین کے متعلق تمہاری دو آراء ہو گئیں۔ (النساء:۸۸)

اس حدیث کی امام ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے اور زید بن اسلم نے ابن سعد بن معاذ سے یہ روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر عبد اللہ بن اُبی کے متعلق اپنی اہلیہ پر تہمت کے معاملہ میں عذر پیش کیا تو اَوس اور خزرج آپس میں لڑ پڑے' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۴۱۔۲۴۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

١٦ - بَابٌ ﴿وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ﴾ (النساء:۸۳) أَيْ أَفْشَوْهُ.

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی تو یہ اس کو پھیلا دیتے ہیں یعنی اس خبر کو افشاء کر دیتے ہیں (النساء:۸۳) کی تفسیر

النساء:۸۳ کی تفسیر کا خلاصہ

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

علامہ زمخشری نے کہا ہے: جب ان کے پاس کمزور مسلمان آتے جن کے پاس حالات کی خبر نہیں تھی اور نہ انہوں نے معاملات کی چھان بین کی تھی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکروں کی امن اور سلامتی کی یا خوف اور شکست کی خبر کو پھیلا دیتے اور ان کا یہ پھیلانا فساد کی نیت سے تھا اور اگر وہ اس خبر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا بڑے بڑے صحابہ کی طرف پہنچا دیتے جو حالات کا تجزیہ کر سکتے تھے تو وہ اپنی ذہانت سے اور تدبر سے اور تجربہ سے اور دشمن کی چالوں کو سمجھنے کی مہارت سے اس خبر کی کوئی نہ کوئی تدبیر نکال لیتے۔

﴿يَسْتَنْبِطُونَهُ﴾ (النساء:۸۳) يَسْتَخْرِجُونَهُ.

''یستنبطونہ'' اس کا معنی ہے کہ وہ اس مسئلہ کا کوئی حل نکال لیتے ہیں۔

امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ اس آیت میں ''استنباط'' کا معنی ہے: استخراج اور نکالنا' جیسے جب کنوئیں سے پانی نکالا جائے

کہا جاتا ہے: ''استنبط الماء'' یعنی پانی نکال لیا گیا۔

﴿حَسِيبًا﴾ (النساء:٨٦) كَافِيًا . ''حسیبًا'' اس کا معنی ہے: ''کافیًا''۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا ○ (النساء:٨٦) بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے کے لیے کافی ہے○

﴿اِلَّا اِنٰثًا﴾ (النساء:١١٧) يَعْنِي الْمَوَاتَ حَجَرًا اَوْ مَدَرًا وَّمَا اَشْبَهَهٗ . ''الا اناثًا'' اس کا معنی ہے: بے جان چیزیں' پتھر' مٹی کا ڈھیلا اور جو اس کے مشابہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ (النساء:١١٧) یہ (مشرک) اللہ کے سوا صرف عورتوں کی عبادت کرتے ہیں۔

امام بخاری نے ''اناثًا'' کی تفسیر ''موات'' کے ساتھ کی ہے اور ''موات'' سے مراد حیوان کی ضد ہے' اسی لیے امام بخاری نے کہا: پتھر یا ڈھیلا یا اس کے مشابہ چیز' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''اناثًا'' سے مراد اللات' العزیٰ اور منات ہیں اور یہی ان کے بت ہیں اور وہ یہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور یہ تفسیر بھی امام ابوعبیدہ سے منقول ہے۔

﴿مَرِيدًا﴾ (النساء:١١٧) مُتَمَرِّدًا . ''مریدًا'' کا معنی ہے: ''متمردًا'' یعنی سرکش۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيدًا ○ (النساء:١١٧) اور یہ صرف سرکش شیطان ہی کی عبادت کرتے ہیں○

امام بخاری نے ''مریدًا'' کی تفسیر ''متمرد'' یعنی سرکش کے ساتھ کی ہے' قتادہ نے کہا: ''متمرد'' وہ شخص ہے جو دلیری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہو۔

﴿فَلَيُبَتِّكُنَّ﴾ (النساء:١١٩) بَتَّكَهٗ قَطَّعَهٗ . ''فلیبتکن بتکہٗ'' اس کا معنی ہے: اس کو کاٹ دیا۔

امام بخاری نے اس آیت سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ . (النساء:١١٩) تو وہ ضرور مویشیوں کے کان چیر ڈالیں گے۔

امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ ''فلیبتکن' بتکہٗ'' سے ماخوذ ہے اور امام عبدالرزاق نے قتادہ سے یہ روایت کی ہے کہ مشرکین مویشیوں کے کان کاٹ دیتے تھے۔

﴿قِيلًا﴾ (النساء:١٢٢) وَقَوْلًا وَّاحِدٌ . ''قیلًا'' اور ''قولًا'' کا ایک معنی ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيلًا ○ (النساء:١٢٢) اور اللہ سے زیادہ سچا کس کا قول ہے○

''قول'' اور ''قیل'' دونوں مصدر ہیں اور دونوں کا ایک معنی ہے اور ''قیلًا'' بھی اصل میں قول تھا' واؤ کا ماقبل مکسور تھا' اس لیے اس کو یاء سے تبدیل کر دیا۔

﴿طَبَعَ﴾ (النساء:١٥٥) خَتَمَ . ''طبع'' کا معنی ہے: مہر لگادی گئی۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَیْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ○ (النساء:١٥٥) (ہم نے ان پر لعنت کی) بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگائی ہے تو وہ بہت ہی کم ایمان لائیں گے ○

امام ابوعبیدہ نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔(عمدۃ القاری ج ١٨ص ٢٤٢۔٢٤٠ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢١ھ)

١٧- بَابٌ ﴿وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ﴾ (النساء:٩٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے (النساء:٩٣) کی تفسیر

آیا مؤمن کو قتل کرنے کی سزا دوزخ میں دائمی اور ابدی سزا ہے یا نہیں' اس کی تحقیق

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے اس آیت کے پڑھتے وقت یہ کہا: یہ قتل کی وعید شدید ہے' جس میں اللہ تعالیٰ نے قتلِ ناحق سے منع کیا ہے' امام طبری نے کہا ہے کہ اس کی سزا یقیناً جہنم ہے لیکن اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا اور مؤمن کے اوپر اپنا فضل فرمائے گا اور اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی سزا نہیں دے گا۔(تفسیر طبری ج ٤ ص ٢٢٣)

اور واحدی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ مقیس بن صبابہ اللیثی نے اپنے بھائی ہشام کو بنونجار کے محلہ میں مقتول پایا حالانکہ وہ مسلمان تھے' پس حضرت مقیس' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے' پس آپ کو اس کی خبر دی تو آپ نے ان کے ساتھ بنوفہر سے اپنا ایک نمائندہ بنونجار کی طرف بھیجا' پس ان کو یہ حکم دیا کہ اگر ان کو قاتل معلوم ہو جائے تو وہ ان کو ان کے بھائی کے حوالے کر دیں تا کہ وہ ان سے قصاص لیں اور اگر ان کو قاتل معلوم نہ ہو تو ان کے بھائی کو دیت ادا کریں' بنونجار نے کہا: ہم نے اس حکم کو سنا اور اس کی اطاعت کی اور اللہ کی قسم! ہمیں اس کے قاتل کا علم نہیں ہے لیکن ہم اس کی دیت ادا کریں گے' پس انہوں نے اس کی دیت میں سو اونٹ ادا کر دیئے' پھر شیطان نے مقیس بن صبابہ کے دل میں وسوسہ ڈالا اور وہ کافر ہو کر مکہ کی طرف لوٹ گیا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور شارع علیہ السلام نے فتح مکہ کے دن اس کے خون کو بے تاوان قرار دیا' پھر وہ مسلمانوں کی تلواروں سے بازار میں قتل کر دیا گیا۔(اسباب النزول ص ١٨٤) اور مقاتل نے ذکر کیا ہے کہ فہری کا نام عمرو تھا۔ امام نسائی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا گیا کہ جس شخص نے کسی مؤمن کو عمداً قتل کیا ہو' پھر اس نے توبہ کر لی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے' پھر اس نے ہدایت پائی تو اس کی توبہ قبول ہو گی یا نہیں؟ حضرت ابن عباس نے کہا: اس کی توبہ کیسے قبول ہو گی اور میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مقتول قیامت کے دن قاتل کے ساتھ آئے گا اور اس کے گلے کی رگوں سے خون بہہ رہا ہو گا اور وہ کہے گا: اے میرے رب! اس سے سوال کر' اس نے مجھے کس جرم میں قتل کیا ہے؟ پھر حضرت عبداللہ نے کہا: اللہ نے اس آیت کو نازل کیا' پھر اس کو منسوخ نہیں کیا۔(السنن الکبریٰ:٣٤٦٢)

ابوجعفر النحاس نے اس آیت کے متعلق کئی اقوال نقل کیے ہیں:

(١) اس کی کوئی توبہ نہیں ہے' یہ قول حضرت ابن عباس اور حضرت زید بن ثابت سے منقول ہے اور حضرت ابن مسعود سے بھی یہ قول منقول ہے اور امام ابن ابی حاتم نے اس قول کی حضرت عمر اور حضرت ابو ہریرہ وغیرہما سے بھی روایت کی ہے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم ج ٣ ص ١٠٣٧)

(۲) اس قاتل کی توبہ قبول ہوگی' یہ ایک جماعت کا قول ہے' اس جماعت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں اور یہ قول حضرت ابن عباس اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ حضرت ابن عباس سے کہا گیا کہ پہلے آپ نے کہا تھا کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی' اب کیسے آپ فتویٰ دیتے ہیں کہ اس کی توبہ قبول ہوگی؟ تو حضرت ابن عباس نے کہا کہ میرا یہ گمان ہے کہ ایک شخص نے غضبناک ہو کر کسی مؤمن کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور اس کا ارادہ اس کے ایمان کی وجہ سے اس کو قتل کرنے کا نہ تھا۔ اور دوسرا جواب یہ دیا کہ انہوں نے جو کہا تھا کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی' وہ قتلِ مؤمن کی تغلیظ کے لیے کہا تھا اور دوسرا قول تحقیق کی بناء پر ہے' جیسے بنی اسرائیل کے ایک قاتل نے ننانوے قتل کیے' پھر راہب کو بھی قتل کر کے سو قتل پورے کر دیئے اور اُسے بخش دیا گیا۔ (صحیح مسلم: ۲۷۶۰) تیسرا یہ جواب دیا کہ سورۂ نساء کی آیت میں تخصیص ہے' یعنی جس شخص نے حالتِ کفر میں کسی مسلمان کو قتل کیا' پھر مسلمان ہو گیا تو اس کو دنیا اور آخرت میں کوئی سزا نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ . (طٰہٰ: ۸۲)
بے شک جو توبہ کرے میں اس کو ضرور بخشنے والا ہوں۔

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ . (الشوریٰ: ۲۵)
اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ○ یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا ○ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ○ (الفرقان: ۷۰)

اور جو اللہ کے ساتھ دوسرے کسی معبود کی پوجا نہیں کرتے اور اس جان کو قتل نہیں کرتے جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے لیکن حق کے ساتھ اور بدکاری نہیں کرتے اور جو ایسا کرے وہ اپنے کیے کی سزا پائے گا○ قیامت کے دن اس کو دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ذلیل و خوار رہے گا○ لیکن جو (مرنے سے پہلے) توبہ کر لے اور ایمان لے آئے اور اچھے کام کرے تو اللہ ان لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○

اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباس کے دو مختلف قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ سورۂ فرقان کی یہ آیت مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ سورۂ نساء کی مذکورہ آیت نے اس آیت کو منسوخ کر دیا ہے۔ ابن الحصار مالکی نے کہا ہے کہ یہ دونوں آیتیں ایک شخص کے متعلق نازل نہیں ہوئیں کیونکہ سورۂ فرقان کی آیت کفار کے متعلق نازل ہوئی ہے اور سورۂ نساء کی آیت مؤمن کے متعلق نازل ہوئی ہے' سو ان میں تعارض نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ (النساء: ۴۸)
بے شک اللہ اس گناہ کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم (گناہ) ہو اس کو جس کے لیے چاہے بخش دیتا ہے۔

اور عمداً قتل کرنے والے کے متعلق فرمایا:

فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌ ۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ (البقرہ: ۱۷۸)
تو جس (قاتل) کے لیے اس کے بھائی (مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا تو بھلائی کے ساتھ

مطالبہ ہو اور نیکی کے ساتھ اس کی طرف ادائیگی۔

اس آیت میں قتل عمد کرنے والے کے لیے اسلام کی اُخوت ثابت فرمائی ہے اور دوسری آیت میں فرمایا:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا (الحجرات:۹) اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کریں تو ان میں صلح کرادو۔

اس آیت میں بھی قتل عمد کرنے والے کو مؤمن فرمایا ہے اور اس کی مغفرت متوقع ہے اور اللہ تعالیٰ صرف اس کو نہیں بخشے گا جو اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب نہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا جو اس سے توبہ نہ کرے' لیکن جس نے بار بار مؤمنین کو قتل کیا اور ان سے قتال کیا خواہ اس نے تاویل سے قتال کیا تو یہ اس کا عظیم گناہ ہے لیکن اس گناہ کی وجہ سے وہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ صرف اس قاتل کی بخشش نہیں ہوگی جو مؤمن کے قتل کو جائز سمجھ کر اس کو قتل کرے۔

علامہ ابن الملقن فرماتے ہیں: اکثر مفسرین کا یہ مذہب ہے کہ سورۃ النساء کی یہ آیت منسوخ ہے' ایک قول یہ ہے کہ اس کو (الفرقان:۷۰) نے منسوخ کر دیا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو النساء:۴۸ نے منسوخ کر دیا ہے۔

اور بہت علماء نے یہ کہا ہے کہ سورۃ النساء کی زیر تفسیر آیت محکمہ ہے' پھر عکرمہ نے کہا: اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ مؤمن کو قتل کرنے والے کی مغفرت نہیں ہوگی' یہ اس شخص پر محمول ہے جو قتلِ مؤمن کو حلال سمجھ کر اس کو قتل کرے اور یہ آیت اس کے ساتھ اس لیے خاص ہے کہ یہ آیت اس شخص کے قتل کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے مؤمن کو قتل کیا اور مرتد ہو گیا جیسا کہ گزر چکا ہے اور النحاس نے اس توجیہ کو غلط قرار دیا ہے کیونکہ اس آیت میں لفظ ''مَن'' ہے اور وہ عام ہے' اور اس آیت میں جو فرمایا ہے کہ اس کے لیے جہنم میں خلود ہے تو یہ اس کے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے کا تقاضا نہیں کرتا کیونکہ کلامِ عرب میں خلود مکثِ طویل کے معنی میں بھی آتا ہے' جیسے عرب کہتے ہیں: ''لاخلدن فلانا فی السجن'' یعنی میں اس کو لمبی مدت تک قید میں رکھوں گا اور قاضی اسماعیل نے کہا ہے کہ یہ حکم آخرت کے احکام میں سے ہے اور ہم یہ اُمید رکھتے ہیں کہ مسلمان کی توبہ قبول ہو جائے گی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس قاتل کا معاملہ اللہ کی طرف مفوض ہے' وہ چاہے تو اس کی توبہ قبول فرمائے اور چاہے تو اس کی توبہ قبول نہ فرمائے۔ فقہاء میں سے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام شافعی کا یہی مختار ہے۔

ابومجلز نے کہا: اس قاتل کی سزا یہ ہے اگر اللہ تعالیٰ اس کو سزا دے تو اس کی سزا جہنم ہے' اور یہ قول غلط ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا ۔ (الکہف:۱۰۶) یہ ان کا بدلہ ہے دوزخ' اس لیے کہ انہوں نے کفر کیا۔

اور کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ان کو سزا دے گا تو ان کی سزا جہنم ہے اور یہ عربی کے اعتبار سے بھی غلط ہے کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (النساء:۹۳) اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سزا دے دی۔

(الناسخ والمنسوخ للنحاس ج ۲ ص ۲۲۶-۲۱۷)

علامہ ثعلبی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے اس کی توبہ کا علم نہیں' مگر یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے' علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ ان شاء اللہ حضرت ابن عباس کی یہی روایت صحیح ہے کیونکہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ عمداً قتل کرنے والے کی توبہ صحیح ہے اور اس کی توبہ کیسے صحیح نہیں ہوگی جب کہ جو کافر اور مرتد کسی مؤمن کو قتل کرے' پھر مسلمان ہو جائے تو اس

کی توبہ صحیح ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی جماعت کو مؤمن کے قاتل اور یتیم کا مال کھانے والے اور جھوٹی گواہی دینے والے اور رحم کو منقطع کرنے والے کے متعلق کوئی شک نہیں تھا کہ وہ دوزخی ہوگا' پھر یہ آیت نازل ہوئی:

وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ (النساء:۴۸) اور شرک سے کم گناہ کرنے والوں میں سے جس کو چاہے گا اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔

تو ہم ان کو دوزخی کہنے سے رُک گئے۔

خوارج اور معتزلہ کے نزدیک جب مؤمن کسی مؤمن کو قتل کر دے تو اس کو یہ وعید لازم ہوگی اور مرجئہ نے کہا کہ یہ آیت اس کافر کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے مؤمن کو قتل کیا۔ رہا وہ مؤمن جس نے کسی مؤمن کو قتل کیا ہو تو وہ دوزخ میں نہیں داخل ہوگا۔ اور محدثین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ آیت اس مؤمن کے متعلق نازل ہوئی ہے جس نے کسی مؤمن کو قتل کر دیا اور اس پر وعید ثابت ہے' سوا اس کے کہ وہ توبہ کرے اور استغفار کرے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ ہر وہ مؤمن جس نے کسی مؤمن کو قتل کیا ہو' وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا' اس میں کوئی شک نہیں ہے اور شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے وہ دوزخ سے نکل جائے گا اور ہمارے نزدیک جب مؤمن کسی مؤمن کو قتل کرے تو اس سے وہ کافر نہیں ہوتا سوا اس کے کہ وہ جائز سمجھ کر اس کو قتل کرے' پس اگر وہ دنیا سے بغیر توبہ کے اور بغیر قصاص کے چلا گیا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض ہے اور عذاب کبھی کبھی دوزخ کی آگ سے ہوتا ہے' کبھی اس کے سوا دنیا میں ہوتا ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَیْدِیْكُمْ ۔(التوبہ:١٤) اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے گا۔

یعنی اللہ ان کافروں کو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کرائے گا اور مسلمانوں کے ہاتھوں قید کرائے گا' اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں ایک مؤمن نے دوسرے مؤمن کو عمداً قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قاتل کو اس کے قتل کرنے کی وجہ سے ایمان لانے کا حکم نہیں دیا اور اگر وہ مؤمن کو قتل کرنے کی وجہ سے کافر ہو جاتا تو آپ اس کو ایمان لانے کا حکم دیتے اور نہ آپ نے اس کے اوپر اس کی بیوی کو حرام قرار دیا اور خوارج اور معتزلہ نے اس آیت سے جو اپنے مؤقف پر استدلال کیا ہے' اس کا جواب گزر چکا ہے اور یہ آیت اس کافر کے متعلق نازل ہوئی جس نے کسی مؤمن کو عمداً قتل کر دیا تھا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ اس آیت کا نزول اس مؤمن کے متعلق ہوا ہے جس نے کسی مؤمن کو قتل کیا تھا تو یہ تسلیم نہیں کیا جائے گا کہ خلود یہاں پر دوام اور اَبد کے معنی میں ہے' اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ○ (الانبیاء:۳۴) اور ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے (اس دنیا میں) ہمیشہ رہنا مقدر نہ کیا' پس اگر آپ کی وفات ہو جائے تو کیا یہ لوگ (یہاں) ہمیشہ رہیں گے ○

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ○ (الھمزہ:۳) وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال (دنیا میں) اسے ہمیشہ (زندہ) رکھے گا ○

ان دونوں آیتوں میں 'خلود' اَبد'' کے معنی میں نہیں ہے' بلکہ دنیا میں دوام کے معنی میں ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ص ۲۴۹۔ ۲۴۳' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٤٥٩٠- حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ آيَةٌ اخْتَلَفَ فِيهَا أَهْلُ الْكُوفَةِ فَدَخَلْتُ فِيهَا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْهَا فَقَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ﴾ (النساء:٩٣) هِيَ آخِرُ مَا نَزَلَ وَمَا نَسَخَهَا شَيْءٌ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں آدم بن ایاس نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مغیرہ بن النعمان نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا' وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آیت ہے جس میں اہل کوفہ کا اختلاف ہے' پس میں سفر کر کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا' پس میں نے آپ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی: اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے۔ (النساء:۹۳) حضرت ابن عباس نے کہا: یہ آیت آخر میں نازل ہوئی ہے اور اسے کسی نے منسوخ نہیں کیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۸۵۵ میں گزر چکی ہے۔

١٨- بَابٌ ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ (النساء:٩٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور جو تم کو سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے (النساء:۹۴) کی تفسیر

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اَلسَّلْمُ وَالسَّلَمُ وَالسَّلَامُ وَاحِدٌ .

''اَلسَّلْمُ'' (لام پر جزم) اور ''اَلسَّلَمُ'' (لام پر زبر) اور ''اَلسَّلَامُ'' (ان کا ایک معنی ہے)۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ''السلم'' (لام پر زبر) کا معنی ہے: استسلام' انقیاد اور اطاعت اور ''السلم'' (لام پر جزم) کا معنی ہے: اسلام اور صلوٰۃ۔

٤٥٩١- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَانَ رَجُلٌ فِي غُنَيْمَةٍ لَهُ فَلَحِقَهُ الْمُسْلِمُونَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَتَلُوهُ وَأَخَذُوا غُنَيْمَتَهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ فِي ذٰلِكَ إِلَى قَوْلِهٖ ﴿عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ (النساء:٩٣) تِلْكَ الْغُنَيْمَةُ قَالَ قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلسَّلَامَ .

(صحیح مسلم: ۳۰۲۵' الرقم المسلسل: ۷۴۴۳' سنن ابوداؤد: ۳۹۷۴)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از عمرو از عطاء از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ اور جو تم کو سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔ (النساء:۹۴) حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ ایک مرد اپنی بکریوں میں جا رہا تھا' اس کو مسلمان ملے تو اس نے کہا: السلام علیکم! تو مسلمانوں نے اس کو قتل کر دیا اور اس کی بکریاں لوٹ لیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق اپنا یہ ارشاد نازل کیا: تم دنیاوی زندگی کا سامان طلب کرتے ہو۔ (النساء:۹۳) دنیاوی زندگی کے سامان سے مراد وہ بکریاں ہیں۔ حضرت ابن عباس نے ''اَلسَّلَامَ'' پڑھا ہے (لام پر زبر)۔

النساء: ۹۴ کے شانِ نزول کے متعلق متعدد روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

الواحدی نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ ایک لشکر کے ساتھ نکلے' پس وہ ایک ایسے مرد کے پاس سے گزرے جس کے پاس بکریاں تھیں' انہوں نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا: لا الٰہ الا اللہ' حضرت مقداد نے اس کو قتل کر دیا۔

حضرت ابن ابی حدرد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کی طرف جانے سے پہلے ہمیں اِضم کی طرف روانہ کیا تو ہمارے پاس سے عامر بن الاضبط الاشجعی گزرے تو انہوں نے اسلام کے طریقہ سے ہم کو سلام کیا تو ہم نے ان کو چھوڑ دیا اور محلم بن جثامہ نے ان پر حملہ کیا' ان کے اور اس کے درمیان جاہلیت میں کسی چیز کے متعلق جھگڑا تھا' انہوں نے اس کا اونٹ اور سامان چھین لیا اور اس کو قتل کر دیا' جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے تو ہم نے آپ کو یہ ماجرا بتایا' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

(اسباب النزول ص ۱۷۷۔۱۷۶)

علامہ السہیلی نے کہا ہے: اس کے بعد محلم مر گیا تو اس کو زمین میں کئی بار دفن کیا مگر زمین نے اس کو قبول نہیں کیا تو اس کو دو پہاڑوں کے درمیان گرا دیا اور اس کے اوپر پتھر ڈال کر اس کو چھپا دیا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محلم کی یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! زمین اس سے بُرے آدمی کے اوپر منطبق ہو جاتی ہے لیکن اللہ نے یہ ارادہ کیا کہ تمہیں نصیحت کرنے کے لیے تمہیں اس جرم کی سزا دکھائے جو تمہارے سامنے ہوا تھا۔ (سیرت ابن ہشام ج ۴ ص ۳۰۴)

الواحدی نے کہا کہ سُدی نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا تو ان کی ملاقات مرداس بن نہیک الضمری سے ہوئی تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا اور وہ اہلِ فدک میں سے تھے اور ان کی قوم میں سے ان کے سوا اور کوئی اسلام نہیں لایا تھا' جب حضرت مرداس کا حضرت اسامہ سے سامنا ہوا تو انہوں نے فوراً کلمہ پڑھا لیکن حضرت اسامہ نے یہ سمجھا کہ وہ جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ رہا ہے' سو انہوں نے اس کو قتل کر دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت اسامہ نے ایک مسلمان کو کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق حضرت اسامہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا: اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا' تب آپ نے فرمایا: تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھ لیا' تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (اسباب النزول ص ۱۸۸)

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۵۲۔۲۵۱' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی' النساء: ۹۴ کے شانِ نزول کے متعلق مزید روایات لکھتے ہیں:

امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محلم بن جثامہ کو ہمارے ساتھ بھیجا' اس کی ملاقات حضرت عامر بن الاضبط سے ہوئی۔ الحدیث: یہاں تک کہ اس نے ان کو تیر مار کر قتل کر دیا تو یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی۔ الحدیث: پھر محلم دو چادریں پہن کر آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا تاکہ آپ اس کے لیے استغفار کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے لیے اللہ سے استغفار کرتا ہوں' پس وہ کھڑا ہوا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے وہ اسی وقت مر گیا' لوگوں نے اس کو دفن کیا اور زمین نے اس کو پھینک دیا' لوگوں نے آ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زمین اس سے بھی بُرے آدمی کو قبول کر لیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تم کو نصیحت کرے اور تمہیں بُرے کام کی سزا دکھائے تو پھر لوگوں نے اس کو دو پہاڑوں کے درمیان ڈال کر اس پر پتھر ڈال دیئے' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○ (النساء:٩٤)

اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے جاؤ تو خوب تحقیق کر لیا کرو اور جو تم کو سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے' تم دنیاوی زندگی کا سامان طلب کرتے ہو' تو اللہ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں' اس سے پہلے تم بھی اسی طرح تھے' پھر اللہ نے تم پر احسان فرمایا' سو تم خوب تحقیق کر لیا کرو' بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہے○

حافظ ابو عمر بن عبد البر نے کہا ہے کہ حضرت مرداس بن نہیک الفزاری کے متعلق النساء:٩٤ نازل ہوئی ہے' وہ اپنی بکریاں چرا رہے تھے کہ اچانک ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر نے حملہ کیا' اس لشکر میں حضرت اسامہ بن زید بھی تھے اور لشکر کے امیر حضرت سلمہ بن الاکوع تھے' حضرت اسامہ' حضرت مرداس سے ملے تو حضرت مرداس نے ان کو سلام کیا اور کہا: اے مؤمن! السلام علیک! حضرت اسامہ نے گمان کیا کہ انہوں نے موت کے ڈر سے ان کو سلام کیا ہے تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا تو اس موقع پر النساء:٩٤ نازل ہوئی۔

حافظ ابو عمر نے کہا: اس آیت کے شانِ نزول میں بہت اختلاف اور اضطراب ہے' بعض نے کہا کہ یہ آیت حضرت مقداد کے متعلق نازل ہوئی ہے اور بعض نے کہا: یہ آیت حضرت اسامہ بن زید کے متعلق نازل ہوئی ہے اور بعض نے کہا کہ یہ آیت محلم بن جثامہ کے متعلق نازل ہوئی ہے' حضرت ابن عباس نے کہا کہ یہ آیت ایک لشکر کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس کا نام نہیں بتایا' بعض نے کہا کہ یہ آیت غالب اللیثی کے متعلق نازل ہوئی ہے' بعض نے کہا کہ یہ آیت بنولیث کے ایک مرد کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس کا نام فلیت تھا اور وہ اس لشکر کا امیر تھا اور بعض نے کہا کہ یہ آیت حضرت ابوالدرداء کے متعلق نازل ہوئی ہے' سو یہ اختلاف اور اضطراب بہت شدید ہے اور یہ معلوم ہے کہ یہ قتلِ خطاء تھا کیونکہ مقتول نے کہا تھا: میں مؤمن ہوں اور قاتل نے اس کے اس قول کی تصدیق نہیں کی تھی۔

حدیث مذکور سے مستنبط بعض فوائد اور مسائل

علامہ ابو بکر رازی حنفی نے کہا ہے کہ جس شخص نے اسلام کا اظہار کیا تو اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا اور اس پر اسلام کے احکام جاری کیے جائیں گے' خواہ باطن میں اس کے خلاف ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ظاہر پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ جب منافقین نے اپنے اسلام کا اظہار کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا اعتبار کیا اور ان کے باطن کا کھوج نہیں لگایا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب زندیق توبہ کرے تو اس کی توبہ کا اعتبار کیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٤٧' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

١٩- بَابُ قَوْلُهُ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ وَ ﴿وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (النساء:٩٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بلا عذر اور بلا ضرر (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے (کافروں کے خلاف) جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں (النساء:٩٥) کی تفسیر

٤٥٩٢- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم بن سعد نے حدیث

قَالَ حَدَّثَنِي سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَّهُ رَأَى مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ فِي الْمَسْجِدِ فَأَقْبَلْتُ حَتَّى جَلَسْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَأَخْبَرَنَا أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْلَى عَلَيْهِ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ وَ﴿وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ فَجَاءَهُ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَهُوَ يُمِلُّهَا عَلَيَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ لَوْ أَسْتَطِيعُ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُ وَكَانَ أَعْمَى فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهُ عَلَى فَخِذِي فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتَّى خِفْتُ أَنْ تَرُضَّ فَخِذِي ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ ﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾۔

بیان کی از صالح بن کیسان از ابن شہاب' انہوں نے کہا: مجھے حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی' وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مروان بن الحکم کو مسجد میں دیکھا تو میں آگے بڑھا حتیٰ کہ میں اس کے پہلو میں بیٹھ گیا تو اس نے ہمیں یہ خبر دی کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو قرآن مجید کی یہ آیت لکھوائی: (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے (کافروں کے خلاف) جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ (النساء:٩٥) پس اس وقت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ' حضرت زید بن ثابت کے پاس آئے جب آپ مجھے وہ آیت لکھوا رہے تھے' انہوں نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! اگر میں جہاد کی طاقت رکھتا تو ضرور جہاد کرتا اور وہ نابینا تھے' تب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل کی' اس حال میں کہ آپ کی ران میری ران کے اوپر تھی' آپ کی ران بہت وزنی ہوگئی' حتیٰ کہ مجھے یہ خوف ہوا کہ میری ران دب کر ٹوٹ جائے گی' پھر آپ سے وحی کی کیفیت منقطع ہوگئی' پس اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ یہ آیت نازل فرمائی: جو صاحبانِ ضرر نہ ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٨٣٢ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض اہم اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

مروان بن الحکم کے صحابی نہ ہونے کی تحقیق

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ٨٥٢ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت سہل بن مروان بن الحکم کو دیکھا: یعنی ابن ابی العاص کو دیکھا جو اس وقت مدینہ کا امیر تھا اور بعد میں خلیفہ ہوگیا۔

حضرت سہل نے کہا: میں مروان کے پہلو میں بیٹھ گیا: امام ترمذی نے کہا: اس حدیث میں ایک صحابی کی تابعی سے روایت ہے' صحابی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ ہیں اور تابعی مروان بن الحکم ہے۔ مروان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی حدیث کا سماع نہیں کیا' اس لیے وہ تابعین میں سے ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماع نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ صحابی نہ ہو اور اولیٰ یہ ہے جو اس کے متعلق امام بخاری نے کہا کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہیں کی تھی' لہٰذا وہ صحابی نہ ہوا۔ اور حافظ ابن عبدالبر نے مروان کا صحابہ میں ذکر کیا ہے کیونکہ وہ غزوۂ اُحد کے سال سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ غزوۂ خندق کے سال سے پہلے پیدا ہوا اور مروان سے یہ ثابت ہے کہ جب اس نے خلافت کو طلب کیا تو لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا تو مروان نے کہا کہ حضرت ابن عمر مجھ سے زیادہ فقیہ نہیں ہیں' ہاں! وہ مجھ سے عمر میں زیادہ ہیں اور وہ صحابی ہیں' مروان نے اپنے اس قول میں یہ اعتراف کیا ہے کہ وہ صحابی نہیں ہے اور اس کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماع بھی نہیں ہے'

ہر چند کہ اس کا آپ سے سماع ممکن تھا کیونکہ نبی ﷺ نے اس کے باپ کو طائف کی طرف شہر بدر کر دیا اور اس کو صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں طائف سے مدینہ میں لائے اور کتاب الشروط میں اس کی حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ نبی ﷺ سے ایک روایت ہے اور میں نے وہاں پر یہ تنبیہ کر دی ہے کہ یہ روایت مرسل ہے۔ واللہ الموفق!

(فتح الباری ج ۵ ص ۲۵۵' دار المعرفہ بیروت' ۱۴۲۶ھ)

٤٥٩٣- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ زَیْدًا فَکَتَبَهَا فَجَاءَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ فَشَکَا ضَرَارَتَهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿غَیْرَ اُولِی الضَّرَرِ﴾ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں حفص بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جہاد سے بیٹھنے والے مؤمنین ان کے برابر نہیں ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید کو بلایا اور انہوں نے اس آیت کو لکھا' پس اسی وقت حضرت ابن اُم مکتوم آ گئے اور انہوں نے اپنے نابینا ہونے کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: سوا اُن کے جو صاحبانِ ضرر ہیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٥٩٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ عَنْ اِسْرَائِیْلَ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُوْا فُلَانًا فَجَاءَهُ وَمَعَهُ الدَّوَاةُ وَاللَّوْحُ اَوِ الْکَتِفُ فَقَالَ اُکْتُبْ ﴿لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ وَخَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا ضَرِیْرٌ فَنَزَلَتْ مَکَانَهَا ﴿لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ (النساء:۹۵) ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی از اسرائیل از ابی اسحاق از حضرت البراء رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جہاد سے بیٹھنے والے مؤمنین ان کے برابر نہیں ہو سکتے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: فلاں کو بلاؤ! تو وہ آئے اور ان کے ساتھ دوات تھی اور تختی تھی یا شانہ کی ہڈی تھی' آپ نے فرمایا کہ لکھو: جہاد سے بیٹھنے والے مؤمنین ان کے برابر نہیں ہو سکتے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ (النساء:۹۵) اور نبی ﷺ کے پیچھے حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تھے' پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں تو نابینا ہوں' تو پھر اس کی جگہ آیت یوں نازل ہوئی: بلا عذر اور بلا ضرر (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے (کافروں کے خلاف) جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ (النساء:۹۵)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۳۱ میں گزر چکی ہے۔

٤٥٩٥- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی اَخْبَرَنَا هِشَامٌ اَنَّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابراہیم بن موسیٰ نے

ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ (ح) وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي عَبْدُالْكَرِيمِ اَنَّ مِقْسَمًا مَوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ اَخْبَرَهُ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ عَنْ بَدْرٍ وَّالْخَارِجُونَ اِلَى بَدْرٍ .

حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی کہ ان کو ابن جریج نے خبر دی (ح) اور مجھے اسحاق نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرزاق نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن جریج نے خبر دی' انہوں نے کہا: مجھے عبدالکریم نے خبر دی کہ ان کو مقسم مولیٰ عبداللہ بن الحارث نے خبر دی کہ ان کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ جہاد سے بیٹھنے والے مؤمنین ان کے برابر نہیں ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں' انہوں نے کہا: اس سے مراد غزوۂ بدر میں جہاد کرنے والے ہیں اور وہ جو غزوۂ بدر سے خارج رہے تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۹۵۴ میں گزر چکی ہے۔

صاحبانِ ضرر میں حضرت ابن اُم مکتوم کے علاوہ حضرت ابن جحش کا تذکرہ

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

الثعلبی نے ذکر کیا ہے کہ وہ ابنِ جحش تھے اور اسدی نہیں تھے اور وہ نابینا تھے اور وہ اور ابن اُم مکتوم دونوں آئے تو ان کے لیے وہی اجر مقرر کیا گیا جو مجاہدین کے لیے مقرر کیا گیا تھا' یہ ان کے عذر کی وجہ سے تھا۔

ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے: جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جہاد سے بیٹھنے والے برابر نہیں ہیں تو حضرت ابن اُم مکتوم نے کہا: اے اللہ! میرا عذر نازل فرما' تو یہ آیت نازل ہوئی: سوا صاحبانِ ضرر کے' اور اس کو آیت کے دو حصوں کے درمیان میں رکھ دیا گیا' اس کے بعد حضرت ابن اُم مکتون جہاد میں شریک ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ جھنڈا مجھے دے دو اور مجھے دو صفوں کے درمیان کھڑا کر دو کیونکہ میں بھاگنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ (درمنثور ج۲ ص۳۶۳)

حدیث مذکور کے فوائد

(۱) اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ مجاہدین کو صاحبانِ ضرر پر ایک درجہ فضیلت زیادہ ہے اور جو جہاد سے بیٹھنے والے صاحبانِ ضرر ہیں' ان پر مجاہدین کی کئی درجہ فضیلت ہے' ابواسحاق نے کہا: ایمان کا ایک درجہ ہے اور اللہ کی راہ میں ہجرت کا بھی ایک درجہ ہے اور جہاد کا بھی ایک درجہ ہے اور کفار کو قتل کرنے کا بھی ایک درجہ ہے اور ابن محیریز نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ مجاہدین کی فضیلت کے ستر (۷۰) درجات ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جس کو تیز رفتار گھوڑا ستر (۷۰) سال میں طے کرتا ہے۔ (تفسیر طبری ج۴ ص۲۳۳)

(۲) جہاد سے بیٹھنے والوں کا ذکر اس سے مانع نہیں ہے کہ یہ اس کے غیر میں بھی ہو' کیونکہ قرآن ایک چیز کے متعلق نازل ہوتا ہے اور اس میں اس چیز کے ہم معنی کی بھی گنجائش ہوتی ہے اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ حضرت ابن اُم مکتوم جہاد کے لیے نکلتے تھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا ۔ (التوبہ:۴۱) نکلو ہلکے ہو کر خواہ بھاری ہو کر۔

(۳) اس آیت سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ غنی' فقیر سے افضل ہے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے: جو اپنی جانوں اور مالوں سے

جہاد کرتے ہیں اور مال سے جہاد غنی ہی کر سکتے ہیں' سو اس سے واضح ہوا کہ غنی' فقیر سے افضل ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۵۸۔۲۵۷' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٢٠- بَابٌ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا﴾ (النساء:٩٧) اَلْاٰيَةَ

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک فرشتے جن لوگوں کی روحیں اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے' فرشتے کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے' وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے' وہ (فرشتے) کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر لیتے (النساء:٩٧) کی تفسیر

٤٥٩٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ وَغَيْرُهُ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَبُو الْاَسْوَدِ قَالَ قُطِعَ عَلٰى اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ بَعْثٌ فَاكْتُتِبْتُ فِيْهِ فَلَقِيْتُ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَاَخْبَرْتُهُ فَنَهَانِيْ عَنْ ذٰلِكَ اَشَدَّ النَّهْيِ ثُمَّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَانُوْا مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ يُكَثِّرُوْنَ سَوَادَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِي السَّهْمُ فَيُرْمٰى بِهٖ فَيُصِيْبُ اَحَدَهُمْ فَيَقْتُلُهُ اَوْ يُضْرَبُ فَيُقْتَلُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ (النساء:٩٧) اَلْاٰيَةَ رَوَاهُ اللَّيْثُ عَنْ اَبِي الْاَسْوَدِ .

[طرف الحدیث:٧٠٨٥]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن یزید المقری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حیوۃ اور اس کے غیر نے حدیث بیان کی' ان دونوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبدالرحمٰن ابوالاسود نے حدیث بیان کی' انہوں نے بیان کیا کہ اہل مدینہ کو ایک لشکر نکالنے کا حکم دیا گیا' پس میرا نام بھی اس لشکر میں لکھا گیا' پھر میری عکرمہ مولیٰ ابن عباس سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان کو بتایا کہ میرا نام اس لشکر میں لکھا گیا ہے تو انہوں نے مجھے بہت سختی کے ساتھ منع کیا' پھر انہوں نے کہا کہ مجھے حضرت ابن عباس نے بتایا ہے کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ مشرکین کے ساتھ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشرکین کی جماعت کو بڑھا رہے تھے' جب ان کے اوپر کوئی تیر آتا اور وہ تیر اُن میں سے کسی ایک کو قتل کر دیتا یا ان پر تلوار سے ضرب لگائی جاتی' پھر ان میں سے کوئی قتل ہو جاتا' تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک فرشتے جن لوگوں کی روحیں اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے۔ (النساء:٩٧) اس حدیث کی لیث نے ابوالاسود سے روایت کی ہے۔

ابوالاسود کو اہل مدینہ کے لشکر میں شامل ہونے سے منع کرنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

میرا نام اس لشکر میں لکھا گیا: یعنی اہل مدینہ نے ایک لشکر اہل شام کے لشکر سے قتال کے لیے نکالنے کا فیصلہ کیا' یہ واقعہ اُس

وقت کا ہے جب حضرت عبداللہ بن الزبیر کی مکہ میں خلافت تھی۔

عکرمہ نے مجھے سختی سے منع کیا: عکرمہ کی ابوالاسود کو منع کرنے سے غرض یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لشکر کی تعداد میں اضافہ کرنے کی مذمت فرمائی ہے حالانکہ وہ لوگ اپنے دلوں سے مشرکین کی موافقت کا ارادہ نہیں کرتے تھے' پس اسی طرح تم بھی ہو کہ جو لشکر اہلِ شام سے قتال کے لیے جا رہا ہے تو اس لشکر میں شامل ہو کر اس لشکر کی تعداد میں اضافہ کرو گے حالانکہ تم دل سے ان کی موافقت کا ارادہ نہیں کرتے' کیونکہ اہل مدینہ اللہ کی راہ میں قتال کا ارادہ نہیں کرتے' بلکہ اہل شام سے قتال کا ارادہ کرتے ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۵۲' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

النساء: ۹۷ کے شانِ نزول کے متعلق متعدد روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اہل مکہ کے کچھ لوگوں نے اسلام کو قبول کیا اور ہجرت نہیں کی اور انہوں نے ایمان کو ظاہر کیا اور نفاق کو چھپایا' پھر جب بدر کا دن آیا تو وہ مشرکین کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے نکلے' پھر وہ قتل کر دیئے گئے اور فرشتوں نے ان کے چہروں پر اور ان کی سرینوں پر ضرب لگائی' الواحدی نے کہا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (اسباب النزول ص ۱۸۰)

عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کے شانِ نزول میں یہ روایت بیان کی ہے کہ کچھ مسلمان مکہ میں تھے' پس وہ مشرکین کے ساتھ قتال کے لیے نکلے اور ان کے ساتھ قتل کر دیئے گئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اور مقاتل نے بیان کیا ہے کہ کچھ لوگوں نے مکہ میں اسلام قبول کیا' ان میں سے الولید بن الولید بن المغیرہ تھے' اور قیس بن الولید بن المغیرہ تھے اور ابوقیس بن الفاکہ بن المغیرہ تھے اور الولید بن عتبہ بن زمعہ تھے' اور عمرو بن امیہ بن عبد شمس تھے' اور العلاء بن امیہ بن خلف تھے' پھر یہ لوگ ہجرت کرنے سے رک گئے اور مشرکین کے ساتھ بدر کی طرف نکلے' پھر جب انہوں نے مسلمانوں کی کم تعداد دیکھی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں شک کیا' پس انہوں نے کہا: ان مسلمانوں کو ان کے دین نے دھوکہ میں رکھا اور ان میں سے بعض مکہ میں ہی منافق ہو گئے تھے' پس جب یہ بدر میں قتل کر دیئے گئے تو ان سے فرشتوں نے کہا اور کہنے والے فقط ملک الموت تھے' انہوں نے کہا: تم کس حال میں تھے؟ تو انہوں نے کہا: ہم زمین میں کمزور تھے' یعنی ہم مجبور تھے اور ایمان کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے' پھر ملک الموت نے کہا: کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی' یعنی تم مدینہ کی طرف ہجرت کر لیتے۔

(تفسیر مقاتل' النساء: ۹۷)

اور امام ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے یہ روایت کی ہے کہ اہل مکہ میں سے کچھ لوگ اسلام لے آئے اور وہ اسلام کو پوشیدہ رکھتے تھے' پھر مشرکین بدر کے دن ان کو اپنے ساتھ نکال کر لے گئے اور ان میں سے بعض قتل کر دیئے گئے تو مسلمانوں نے کہا: یہ لوگ ہمارے اصحاب ہیں اور یہ لوگ مسلمان ہیں اور ان کو جبراً بدر میں لایا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی' پھر اُن میں سے جو مسلمان مکہ میں باقی بچ گئے تو ان کی طرف یہ آیت لکھ کر بھیجی اور ان کو بتایا کہ ان کا کوئی عذر نہیں ہے اور وہ مکہ سے نکلے تو مشرکین ان سے آ کر ملے اور ان کو فتنہ میں ڈال دیا اور ان کے متعلق درج ذیل آیت نازل ہوئی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ

اور کچھ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں: ہم اللہ پر ایمان لائے' پھر جب انہیں اللہ کی راہ میں کوئی تکلیف دی جائے تو وہ لوگوں کے فتنہ کو اللہ کے عذاب کی طرح کر دیتے ہیں اور اگر آپ کے رب کی

بِمَا فِیۡ صُدُوۡرِ الۡعٰلَمِیۡنَ ○ (العنکبوت:١٠)

طرف سے کوئی مدد آئے تو وہ ضرور کہیں گے: بے شک ہم تمہارے ساتھ تھے' کیا اللہ اس چیز کو سب سے زیادہ نہیں جانتا جو تمام جہان والوں کے سینوں میں ہے○

مسلمانوں نے ان لوگوں کی طرف یہ آیت لکھ کر بھیج دی تو وہ بہت غمگین ہوئے۔

پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا فُتِنُوۡا ثُمَّ جٰهَدُوۡا وَصَبَرُوۡۤا ۙ اِنَّ رَبَّکَ مِنۡۢ بَعۡدِهَا لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ○ (النحل:١١٠)

پھر بے شک آپ کا رب ان کے لیے جنہوں نے (کافروں کی) تکلیفیں اٹھانے کے بعد ہجرت کی' پھر انہوں نے جہاد کیا اور وہ صابر رہے' یقیناً آپ کا رب اس کے بعد بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے○

پھر مسلمانوں نے یہ آیت ان کی طرف لکھ کر بھیج دی تو وہ اس سے خوش ہو گئے' پھر ان کا مشرکین سے مقابلہ ہوا تو وہ ان سے لڑے' پھر جس نے نجات پانی تھی' اس نے نجات پائی اور جس نے شہید ہونا تھا وہ شہید ہو گیا۔ (الدرالمنثور ج ٢ ص ٣٦٥)

آیت مذکورہ سے مستنبط مسائل اور فوائد

اس آیت میں "تـوفـی" کا معنی ہے: روح کو قبض کرنا' اس کے برخلاف حسن بصری نے کہا: اس کا معنی ہے: ان کو دوزخ کی طرف اکٹھا کرنا۔

الملائکہ سے مراد ملک الموت ہے اور ان کے مددگار چھ فرشتے ہیں' تین فرشتے مؤمنین کی روح قبض کرتے ہیں اور تین فرشتے کافرین کی روح قبض کرتے ہیں۔

اس آیت میں فرمایا ہے کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے' اس سے مراد ہے: ان کا ہجرت نہ کرنا اور مشرکین کے ساتھ بدر کی طرف جانا اور ان کا کفر کی طرف پلٹ جانا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک کرنا ہے' جب انہوں نے غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی قلت دیکھی۔

اس آیت میں فرمایا: تم کس حال میں تھے؟ یہ سوال ان کو ڈانٹنے کے لیے ہے' یعنی کیا تم اصحاب (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے تھے یا مشرکین میں سے تھے؟

اس آیت میں فرمایا: کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی' سعید بن جبیر نے اس کی تفسیر میں کہا: جب کوئی شخص کسی زمین میں گناہ کرے تو وہ وہاں سے نکل جائے۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ٣ ص ١٠٤٧)

حسن بصری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے دین کو بچانے کے لیے ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف جائے خواہ وہ ایک بالشت کے برابر جگہ ہو تو وہ جنت کا مستحق ہوگا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رفیق ہوں گے' یہ ثعلبی کی روایت ہے جیسا کہ روح المعانی ج ٥ ص ١٢٦ میں ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٢٦٢-٢٦٠' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٢١- بَابٌ ﴿إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَّلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ٥﴾ (النساء:٩٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: مگر جو (واقعی) کمزور ہوں مردوں عورتوں اور بچوں میں سے جو کسی خفیہ تدبیر پر قدرت نہ رکھتے ہوں اور نہ راستہ جانتے ہوں ٥ (النساء:٩٨) کی تفسیر

٤٥٩٧- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ﴾ قَالَ كَانَتْ اُمِّيْ مِمَّنْ عَذَرَ اللّٰهُ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں حماد نے حدیث بیان کی از ایوب از ابن ابی ملیکہ از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انہوں نے ''مگر جو واقعی کمزور ہوں'' کی تفسیر میں کہا: میری ماں ان لوگوں میں سے تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٣٥٧ میں گزر چکی ہے۔

حضرت ابن عباس کی ماں کا نام لُبابہ بنت الحارث ہے اور ان کی کنیت اُم الفضل ہے۔

٢٢- بَابٌ قَوْلُهٗ ﴿فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ٥﴾ (النساء:٩٩)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ عنقریب اُن سے درگزر فرمائے گا اور اللہ بہت معاف کرنے والا نہایت بخشنے والا ہے ٥ (النساء:٩٩) کی تفسیر

جو مسلمان واقعی کمزور ہیں' ان کا مصداق

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: عنقریب اللہ ان کو معاف فرمادے گا اور جب اللہ تعالیٰ کسی کام کے متعلق یہ خبر دے کہ وہ اس کو عنقریب کرے گا تو وہ واجب ہوتا ہے اور الجوزی نے ''جو واقعی کمزور ہوں'' کی تفسیر میں کہا ہے: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور اسلام پر ثابت قدم رہے اور ان کے پاس ہجرت کرنے کے وسائل نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معذور قرار دے کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو عنقریب معاف فرمادے گا۔

٤٥٩٨- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَّحْيٰى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعِشَاءَ اِذْ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ قَالَ قَبْلَ اَنْ يَّسْجُدَ اَللّٰهُمَّ نَجِّ عَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ اَللّٰهُمَّ نَجِّ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اَللّٰهُمَّ نَجِّ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ ۔ اَللّٰهُمَّ نَجِّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شیبان نے حدیث بیان کی از یحییٰ از ابی سلمہ از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں: جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی' جب آپ نے کہا: ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' پھر آپ نے سجدہ کرنے سے پہلے یہ دعا کی: اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے' اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے' اے اللہ! ولید بن الولید کو نجات دے' اے اللہ! کمزور مؤمنین کو نجات دے' اے اللہ! مضر کے اوپر اپنی گرفت کو

سخت کردے' اے اللہ! ان پر قحط کے ایسے سال مسلط کردے جیسے
حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط کے سال تھے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۸۰۴ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جارہے ہیں:

علامہ ابن الملقن کا امام ابوحنیفہ پر اعتراض کہ انہوں نے نماز میں غیر قرآنی دعاؤں کو ناجائز کہا ہے

علامہ ابن الملقن لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ایسے الفاظ کے ساتھ دعا کی ہے جو قرآن میں نہیں ہیں' اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ نماز میں ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنا جائز نہیں ہے جو قرآن میں نہ ہو۔

(المبسوط ج ۱ ص ۱۹۸' بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۳۷۔۲۳۶' المنتقی ج ۱ ص ۱۶۸' المجموع شرح المہذب ج ۳ ص ۴۵۱' المغنی ج ۲ ص ۲۳۷۔۲۳۶) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۶۴' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

مصنف کی طرف سے علامہ ابن الملقن کے اعتراض کا جواب

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعائیں قنوتِ نازلہ میں کی ہیں' (قنوتِ نازلہ سے مراد یہ ہے کہ جب مسلمانوں پر کفار کے شدید حملہ کی صورت میں کوئی مصیبت آئے تو وہ رکوع کے بعد کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ان کو اس مصیبت سے نجات دے) اور اب چونکہ قنوتِ نازلہ منسوخ ہو چکی ہے' اس لیے ان غیر قرآنی الفاظ سے نماز میں دعا کا جواز بھی منسوخ ہو چکا ہے' لہٰذا امام ابوحنیفہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ بعض فقہاء احناف نے اب بھی قنوتِ نازلہ کو جائز کہا ہے تو اس صورت میں اب بھی غیر قرآنی الفاظ کے ساتھ دعا کرنا جائز ہے' مثلاً عراق اور افغانستان کے مسلمان نماز میں رکوع کے بعد کھڑے ہو کر یہ دعا کریں کہ اے اللہ! ہم کو امریکہ کے غلبہ اور اس کے شر اور ظلم سے نجات عطاء فرما اور امریکہ نے جن مسلمانوں کو ظلماً قید کر رکھا ہے' ان کو وہاں سے خلاصی عطاء فرما' تاہم ان غیر قرآنی الفاظ کے ساتھ دعا کرنا قنوتِ نازلہ کے ساتھ خاص ہے اور امام ابوحنیفہ نے جو غیر قرآنی الفاظ کے ساتھ دعا کرنے سے منع کیا ہے' وہ ممانعت عام حالات اور عام نمازوں میں ہے۔

٢٣- بَابٌ قَوْلُهُ ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَنْ تَضَعُوْا اَسْلِحَتَكُمْ﴾ (النساء: ۱۰۲)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر تم بارش یا بیماری کی وجہ سے اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو (النساء: ۱۰۲) کی تفسیر

نمازوں میں ہتھیار اتار کر رکھنے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

امام بخاری نے پوری آیت ذکر نہیں کی' اس آیت کے شروع کا حصہ حسب ذیل ہے:

وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ (النساء: ۱۰۲)

کافر چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم غافل ہو جاؤ اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے تو وہ تم پر یک بارگی حملہ کر دیں اور تم پر کچھ مضائقہ نہیں اگر تمہیں بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو (اس بات میں) کہ اپنے ہتھیار (اتار کر) رکھ دو اور اپنی حفاظت کا سامان لیے رہو' بے شک اللہ نے تیار کر رکھا ہے' کافروں کے لیے ذلت کا

عذاب○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہتھیار اتار کر رکھنے کی رخصت اس لیے دی ہے کہ اچانک بارش آنے کی صورت میں تمہارے ہتھیار بھیگ نہ جائیں' یا اگر تم بیمار ہو تو وزنی ہتھیاروں کے بوجھ سے تمہیں تکلیف نہ ہو' اس کے باوجود حفاظت کا سامان رکھنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری غفلت میں اچانک دشمن آ کر تم پر حملہ کر دے۔

امام ابن جریر نے اس آیت کا شانِ نزول اس طرح ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بنو النجار کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یارسول اللہ! ہم زمین میں سفر کرتے ہیں تو ہم اس سفر کے دوران کیسے نماز پڑھیں؟ تب یہ آیت نازل ہوئی:

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ○ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۣ (النساء:۱۰۲-۱۰۱)

اور جب تم سفر کرو زمین میں تو تم پر کوئی حرج نہیں اگر تم قصر کرو (چار رکعت والی فرض) نماز میں اگر تمہیں خطرہ ہو کہ کافر تمہیں اذیت پہنچائیں گے' بے شک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں○ اور (اے محبوب!) جب آپ ان میں ہوں اور (خوف کے وقت) انہیں نماز پڑھائیں تو چاہیے کہ ان میں سے ایک گروہ آپ کے پاس کھڑا ہو اور وہ لوگ اپنے ہتھیار لیے رہیں۔

اس نماز کو نمازِ خوف کہتے ہیں' اس کو پڑھنے کا طریقہ اور اس کی مکمل تفصیل کتاب الصلوٰۃ میں صلوٰۃ الخوف کے تحت گزر چکی ہے۔

٤٥٩٩- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَبُو الْحَسَنِ اَخْبَرَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَعْلٰى عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ﴿اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى﴾ (النساء:۱۰۲) قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ كَانَ جَرِيْحًا. (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل ابوالحسن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حجاج نے خبر دی از ابن جریج' انہوں نے کہا: مجھے یعلیٰ نے خبر دی از سعید بن جبیر از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' انہوں نے بتایا کہ یہ آیت: اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر تم بارش یا بیماری کی وجہ سے اپنے ہتھیار اُتار کر رکھ دو۔ (النساء:۱۰۲) اس وقت نازل ہوئی جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زخمی تھے۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زخمی تھے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ قول حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا ہے' لیکن علامہ عسقلانی اور علامہ عینی نے ان کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۵۵' فتح الباری ج ۵ ص ۵۵۹)

٢٤- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ﴾ (النساء:۱۲۷)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور (مسلمان) آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اللہ تمہیں عورتوں کے متعلق (وہی سابق) حکم دیتا ہے اور (وہ احکام بھی) جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھے جا رہے ہیں (النساء:۱۲۷) کی تفسیر

فتویٰ کا معنی

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی نے اس آیت میں مذکور الفاظ کی حسب ذیل تفسیر کی ہے:

''یستفتونك'' یعنی لوگ آپ سے عورتوں کے معاملہ میں فتویٰ طلب کرتے ہیں۔

''الفتیا'' اور ''الفتوی'' کا ایک معنی ہے اور اس سے مراد ہے: پیش آمدہ مسئلہ کا جواب اور ایک قول ہے: کسی مشکل کلام کا معنی بیان کرنا اور یہ اصل میں ''فتی'' سے ماخوذ ہے اور ''فتی'' قوی نوجوان کو کہتے ہیں' پس سائل کو جو مشکل صورتِ حال پیش آئے اُس کے جواب میں مفتی اپنے کلام کو دلائل سے قوی کرتا ہے۔

''قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ '' (النساء:١٢٧) آپ کہیے کہ اللہ تمہیں عورتوں کے متعلق (وہی سابق) حکم دیتا ہے: یعنی عورتوں کو وارث بنانے کے متعلق۔

اور (وہ احکام بھی) جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھے جا رہے ہیں: اس سے اس کا ارادہ کیا گیا ہے جو اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ارشاد مذکور ہے اور وہ درج ذیل ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝ (النساء:٣)

اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو دو دو' تین' تین' چار' چار سے' پس اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم (ان میں) عدل نہ کر سکو گے تو (صرف) ایک سے نکاح کرو یا اپنی مملوکہ کنیزوں سے استمتاع کرو' یہ اس سے زیادہ قریب (بہ صحت) ہے کہ تم کسی ایک کی طرف جھک جاؤ ۝

اور اللہ تعالیٰ نے یتیم عورتوں کے متعلق جو حکم دیا ہے' وہ حسب ذیل ہے:

وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ۝ (النساء:١٢٧)

اور (وہ احکام بھی) جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھے جا رہے ہیں جن کا وہ حق تم انہیں نہیں دیتے جو ان کے لیے فرض کیا گیا ہے اور تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو اور کمزور بچوں کے متعلق (بھی تمہیں حکم دیتا ہے) اور یہ کہ یتیموں کے ساتھ انصاف پر قائم رہو اور تم جو بھی نیک کام کرتے ہو تو بے شک اللہ کو اس کا علم ہے ۝

٤٦٠٠- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ﴾ قَالَتْ عَائِشَةُ هُوَ الرَّجُلُ تَكُوْنُ عِنْدَهُ الْيَتِيْمَةُ هُوَ وَلِيُّهَا وَوَارِثُهَا فَاَشْرَكَتْهُ فِيْ مَالِهٖ حَتّٰى فِي الْعَذْقِ فَيَرْغَبُ اَنْ يَنْكِحَهَا وَيَكْرَهُ اَنْ يُزَوِّجَهَا رَجُلًا فَيَشْرَكُهُ فِيْ مَالِهٖ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابو اسامہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام بن عروہ نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور (مسلمان) آپ سے عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اللہ تمہیں عورتوں کے متعلق (وہی سابق) حکم دیتا ہے۔ یہ ارشاد: اور تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو' یہاں تک

بِمَا شَرِكَتْهُ فَيَعْضُلُهَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ .

پڑھیں۔ (النساء:۱۲۷) حضرت عائشہ نے بتایا کہ یہ وہ مرد ہے جس کے پاس یتیم لڑکی ہوتی اور وہ اس کا ولی اور وارث ہوتا اور وہ لڑکی اس کے مال میں شریک ہوتی حتیٰ کہ کھجور کے باغ میں بھی' وہ اس سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتا اور وہ اس کو ناپسند کرتا کہ وہ اس کا کسی اور مرد سے نکاح کرے' پس وہ اسکے مال میں شریک ہو جائے جس مال میں وہ یتیم لڑکی شریک ہے' پس وہ اس کو کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کرتا' تب یہ آیت نازل ہوئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۲۴۹۴ میں گزر چکی ہے۔

اس حدیث کی ضروری شرح حسب ذیل ہے:

''فِـي الْـعَـذْق '' اگر اس لفظ میں عین پر زبر ہو' یعنی ''اَلْـعَـذْق '' تو اس سے مراد کھجوروں کا باغ ہے اور اگر عین پر زیر ہو' یعنی ''اَلْعِذْق'' تو اس کا معنی کھجوروں کا خوشہ ہے۔

''فَـيَـعْضِلُهَا'' یعنی وہ اس کو نکاح کرنے سے منع کرتا ہے' یہ لفظ اصل میں ''عَـضَـلَتِ الْمَرْأَةُ '' سے ماخوذ ہے' یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب عورت کا بچہ اس کے پیٹ میں اپنا پنجہ گاڑ دے اور اس بچہ کا پیٹ سے نکلنا مشکل ہو جائے' پھر ہر مشکل کام کے وقت کہا جانے لگا: ''اَعْضَلُ الْاَمْرُ''۔

پس یہ آیت نازل ہوئی: یعنی آیت مذکورہ' اور امام ابن ابی حاتم نے سُدی کی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ کی ایک چچا کی بیٹی تھی جس کا نام ذمیمہ تھا' اس کے پاس اس کے باپ کی طرف سے مال تھا' حضرت جابر اس سے نکاح میں رغبت رکھتے تھے اور کسی اور سے اس کا نکاح اس خوف سے نہیں کرتے تھے کہ اس کا خاوند اس کا مال لے جائے گا تو انہوں نے نبی ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا' پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۵۶-۲۵۵' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٢٥- بَابٌ ﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا﴾ (النساء:١٢٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی کا خدشہ ہو (النساء:۱۲۸) کی تفسیر

مفسرین کے حوالوں سے تعلیقات کے معانی اور حدیث مذکور کی شرح

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿شِقَاقٌ﴾ (النساء:٣٥) تَفَاسُدٌ ﴿وَأُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ﴾ (النساء:١٢٨) قَالَ هَوَاهُ فِي الشَّيْءِ يَحْرِصُ عَلَيْهِ ﴿كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ (النساء:١٢٩) لَا هِيَ أَيِّمٌ وَلَا ذَاتُ زَوْجٍ ﴿نُشُوزًا﴾ بُغْضًا .

حضرت ابن عباس نے کہا: ''شِقَاقٌ'' (النساء:۳۵) اس کا معنی ہے: فساد اور جھگڑا ''وَاُحْـضِـرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ '' (النساء:۱۲۸) اس کا معنی ہے: کسی شے کی حرص اور اس میں لالچ' ''كَـالْمُعَلَّقَةِ'' (النساء:۱۲۹) یعنی نہ وہ بیوہ ہو نہ وہ شادی شدہ ہو۔ ''نُشُوْزًا'' (النساء:۱۲۸) اس کا معنی ہے: بغض۔

ان الفاظ کے یہ معانی امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ ''شقاق'' کا معنی ہے: عداوت اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ دو شخص جو ایک دوسرے سے عداوت اور دشمنی رکھتے ہوں' ان میں سے ہر شخص ایک شق میں ہوتا ہے اور دوسرا دوسری شق میں ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباس نے کہا کہ ''شقاق'' کا معنی ایک دوسرے سے فساد اور جھگڑا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا (النساء:٣٥)

اور (اے مسلمانو!) اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان جھگڑے کا خطرہ ہو تو ایک منصف مرد کی طرف سے مقرر کرو اور ایک منصف عورت کی طرف سے مقرر کرو۔

اس آیت میں ''ان خفتم'' (اگر تمہیں خطرہ ہو) کے معنی میں اختلاف ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ اس کا معنی ہے: اگر تمہیں یقین ہو۔ الزجاج نے کہا: یہ غلط ہے' اس لیے کہ اگر ہم کو یقین ہو تو پھر ہمیں دو منصف مقرر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اور دلوں میں مال کی حرص رکھی گئی ہے: اس کا معنی ہے: کسی چیز کی بہت زیادہ حرص اور طمع کرنا' امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَأُحْضِرَتِ الْأَنفُسُ الشُّحَّ ۚ وَإِن تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ (النساء:١٢٨)

اور دلوں میں مال کی حرص رکھی گئی ہے' اور اگر تم نیک کام کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو' تو بے شک اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے ۝

عطاء نے کہا ہے کہ ایام میں حرص ہو یا خرچ میں حرص ہو' یعنی عورت اپنی سوکنوں پر اور ان کے بیٹوں پر خرچ کرنے سے بخل کرتی ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ٣ ص ٩٤٥)

اور سعید بن جبیر نے کہا کہ یہ اُس عورت کے متعلق ہے جو مال میں اور جان میں حرص کرتی ہے۔ (تفسیر طبری ج ٤ ص ٣٠٩) اور علی بن ابی طلحہ سے روایت ہے کہ ''الشح'' کا معنی ہے: وہ بخل جو حرص کے ساتھ ہو اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: بہت زیادہ حرص۔

وہ درمیان میں لٹکی ہوئی ہو: یعنی نہ وہ بیوہ ہو نہ شادی شدہ ہو۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَلَن تَسْتَطِيعُوا أَن تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ۖ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۚ (النساء:١٢٩)

اور تم ہرگز اپنی بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل نہیں کر سکتے خواہ تم اس پر حریص بھی ہو' سو (جس سے تم کو رغبت نہ ہو) اس بیوی سے بالکل اعراض نہ کرو کہ اس کو اس طرح چھوڑ دو کہ وہ درمیان میں لٹکی ہوئی ہو۔

یہ تفسیر کہ وہ نہ بیوہ ہو نہ شادی شدہ ہو' حسن بصری نے کی ہے اور قتادہ نے اس کی تفسیر کی ہے کہ وہ قیدی کی مثل ہو۔ (تفسیر طبری ج ٤ ص ٣١٠)

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ''نشوزًا'' کا معنی ہے: بغض۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے النساء:١٢٨ کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے' جس کا ذکر حسب ذیل حدیث میں ہے:

٤٦٠١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ م بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا﴾ (النساء:١٢٨) قَالَتِ الرَّجُلُ تَكُوْنُ عِنْدَهُ الْمَرْاَةُ لَيْسَ بِمُسْتَكْثِرٍ مِّنْهَا يُرِيْدُ اَنْ يُّفَارِقَهَا فَتَقُوْلُ اَجْعَلُكَ مِنْ شَاْنِيْ فِيْ حِلٍّ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ ذٰلِكَ ـ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن مقاتل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے خبر دی از عروہ از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہوں نے اس آیت: اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے زیادتی یا بے رغبتی کا خدشہ ہو (النساء:١٢٨) کی تفسیر میں کہا کہ ایک مرد کے پاس اس کی بیوی ہوتی ہے لیکن شوہر اس کی طرف زیادہ رغبت نہیں رکھتا' وہ اس سے علیحدہ ہونے کا ارادہ کرتا ہے' اس پر عورت کہتی ہے: (تم مجھے علیحدہ نہ کرو) میں اپنی باری اور اپنا خرچ معاف کر دیتی ہوں' تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٢٤٥٠ میں گزر چکی ہے۔

ابن المسیب اور سلیمان بن یسار نے کہا کہ یہ آیت حضرت رافع بن خدیج کے متعلق نازل ہوئی ہے' انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور ایک نوجوان عورت سے شادی کر لی' جب ان کی بیوی کی عدت اختتام کو پہنچی تو اس نے کہا: میں اپنی بعض باریاں چھوڑ کر تم سے صلح کر لیتی ہوں تو انہوں نے اس سے صلح کر لی' پھر وہ اپنے وعدہ پر صبر نہ کر سکی اور انہوں نے اس کو طلاق دے دی' ان کی بیوی نے ان سے پھر یہی سوال کیا تو انہوں نے اس سے رجوع کر لیا' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۳۰۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ وہ عورت ہے جو کسی مرد کے نکاح میں ہوتی ہے اور اس میں کوئی عیب ہوتا ہے یا وہ بوڑھی ہوتی ہے اور وہ اپنے شوہر سے علیحدگی کو ناپسند کرتی ہے تو وہ دونوں اس پر صلح کر لیتے ہیں کہ اس کا شوہر اس کے پاس ہر ہفتہ میں تین دن یا چار دن رہے گا۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۳۰۵) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۶۸۔ ۲۶۷' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

امام بخاری کی تعلیقات اور حدیث مذکور سے مصنف کا استنباط اور استخراجِ مسائل

عورت کا اپنے بعض حقوق کو ساقط کر کے مرد سے صلح کر لینا

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر عورت کو متعدد قرینوں سے معلوم ہو جائے کہ اس کا شوہر اس کی طرف رغبت نہیں کرتا' مثلاً وہ اس کے ساتھ محبت آمیز سلوک نہ کرے' اس کی ضروریات کا خیال نہ رکھے' اس سے بات چیت کم کرے یا بالکل نہ کرے' نہ اس کے ساتھ عملِ زوجیت کرے' خواہ اس کی وجہ اس کی بدصورتی ہو یا وہ زیادہ عمر کی ہو یا اس کے مزاج میں شوہر کے ساتھ ہم آہنگی نہ ہو' یا وہ مالی اعتبار سے شوہر کے معیار کی نہ ہو' یا جہیز کم لائی ہو اور اب عورت کو یہ خطرہ ہو کہ اگر یہی صورتِ حال رہی تو شوہر اس کو طلاق دے کر الگ کر دے گا اور عورت یہ چاہتی ہو کہ نکاح کا بندھن قائم رہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ عورت اپنے بعض حقوق کو ساقط کر دے اور شوہر کو طلاق دینے سے منع کرے' مثلاً وہ اس کو دوسری شادی کی اجازت دے دے اور اگر اس کی دوسری بیوی ہو جس سے شوہر کو دلچسپی ہو تو اپنی باری کو ساقط کر دے' یا اس کا خرچ جو شوہر کے ذمہ ہے اس کو ساقط کر دے اور اس طرح شوہر کے ساتھ صلح کر لے' شوہر اپنی پسند کی بیوی کے ساتھ وقت گزارے گا اور وہ مطلقہ ہونے سے بچ جائے گی۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت اُم المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو طلاق دے

دیں گے تو انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے طلاق نہ دیں' مجھے نکاح میں برقرار رکھیں اور میری باری حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو دے دیں' آپ نے ایسا کر لیا تو یہ آیت نازل ہوئی: تو ان دونوں پر کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح کرنا بہتر ہے۔ (النساء:۱۲۸)

حضرت ابن عباس نے فرمایا: شوہر اور بیوی جس چیز پر صلح کر لیں وہ جائز ہے۔ (سنن ترمذی:۳۰۵۱)

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس آیت کی تفسیر میں فرماتی ہیں: ایک شخص کے نکاح میں کوئی عورت ہوتی' وہ اس عورت سے زیادہ فائدہ حاصل نہ کرتا' اور اس کو طلاق دینا چاہتا تو وہ عورت کہتی: میں اپنے معاملہ میں تمہارے لیے فلاں چیز کی اجازت دیتی ہوں' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ امام نسائی نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ عورت کہتی: تم مجھے طلاق نہ دو' مجھے اپنے نکاح میں برقرار رکھو اور میں اپنا خرچ اور اپنی باری تم سے ساقط کرتی ہوں۔ (صحیح البخاری:۶۰۱' سنن کبریٰ للنسائی:۱۱۱۲۵)

صلح کرنے کے لیے اپنے بعض حقوق کو چھوڑنا

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی جبلت اور طبیعت کا بیان فرمایا ہے کہ وہ فطرتاً بخل پر حرص کرتا ہے' اور عورتیں اپنے حقوق پر حریص ہیں' وہ چاہتی ہیں کہ ان کو اپنی باریوں سے حصہ ملتا رہے اور ان کو رہائش' کھانے اور کپڑوں کا خرچ ملتا رہے اور شوہر ان کے ساتھ خوشگوار عائلی زندگی گزارے اور ان کا پورا مہر ادا کرے اور طلاق کی صورت میں عدت کا خرچ اُٹھائے' اسی طرح مرد مال کو اپنے پاس رکھنے پر حریص ہوتے ہیں' وہ اپنی پسند کی بیوی کے پاس زیادہ وقت گزارنا چاہتے ہیں اور جو بیوی ناپسند ہو اس کو طلاق دے کر چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں اور مہر معاف کرا لینا چاہتے ہیں' سو دونوں میں سے ہر فریق اپنا حق زیادہ سے زیادہ لینا چاہتا ہے اور دوسرے کا حق کم سے کم دینا چاہتا ہے' لیکن صلح کرنے کے لیے ہر فریق کو اپنے کچھ حقوق چھوڑنے پڑتے ہیں اور دوسرے فریق کو کچھ حقوق دینے پڑتے ہیں' ہر چند کہ دلوں میں حرص رکھی گئی ہے لیکن صلح کرنے کے لیے اپنے کچھ حقوق سے دستبردار ہونا ناگزیر ہے جیسا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا' رسول اللہ ﷺ سے الگ ہونا نہیں چاہتی تھیں اور ان کو معلوم تھا کہ آپ کو حضرت عائشہ سے محبت ہے تو انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہبہ کر دی اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ان کو طلاق نہ دیں۔

دلی محبت میں بیویوں کے درمیان عدل کرنا ممکن نہیں

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ اپنی ازواج کی باریوں میں عدل کرتے تھے اور فرماتے تھے: اے اللہ! یہ میری وہ تقسیم ہے جس کا میں مالک ہوں تو مجھے اس چیز پر ملامت نہ کرنا جس کا میں مالک نہیں ہوں۔ امام ترمذی نے کہا: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ان کے درمیان محبت میں برابری رکھنے کا میں مالک نہیں ہوں۔

(سنن ترمذی:۱۱۴۳' سنن ابوداؤد:۲۱۳۴' سنن نسائی:۳۹۵۳' سنن ابن ماجہ:۱۹۷۱)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ روایت کرتے ہیں:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: یا اللہ! میرے دل میں جو محبت ہے میں اس کا مالک نہیں ہوں اور اس کے سوا باقی اُمور میں مجھے امید ہے کہ میں عدل کروں گا۔ (جامع البیان ج ۴ ص ۴۲۴' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر تم چاہو بھی تو محبت اور جماع میں دو بیویوں میں عدل نہیں کر

سکتے۔(جامع البیان ج ۴ ص ۴۲۴)

بیویوں میں عدل نہ کرنے والوں کی سزا

ہشام نے کہا: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ محبت اور عمل تزویج میں کسی ایک بیوی کی طرف بالکل راغب نہ ہو' حسن نے کہا: عمل تزویج اور باریوں میں کسی ایک کی طرف بالکل نہ جھک جاؤ' مجاہد نے کہا: دوسری بیوی کے ساتھ عمداً بُرا سلوک اور ظلم نہ کرو' سُدی نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ ایسا نہ کرو کہ دوسری بیوی کو نہ باری دو اور نہ ان کو خرچ دو۔ اور یہ جو فرمایا ہے کہ وہ درمیان میں لٹکی ہوئی ہو' ربیع نے کہا: اس کا معنی ہے کہ نہ وہ مطلقہ ہو اور نہ شوہر والی ہو' مجاہد نے کہا: نہ وہ بیوہ ہو نہ شوہر والی ہو۔

(جامع البیان ج ۴ ص ۴۲۷۔۴۲۶' دار الفکر' بیروت)

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہو گا۔

(سنن ترمذی: ۱۱۴۴' سنن ابوداؤد: ۲۱۳۳' سنن نسائی: ۳۹۵۳' سنن ابن ماجہ: ۱۹۶۹' السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۲۹۷)

جب خاوند اور بیوی کے مزاج ہم آہنگ نہ ہوں اور ان میں موافقت اور صلح مشکل ہو جائے تو پھر وہ الگ الگ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ مرد کو عورت سے غنی کر دے گا' اس کو پہلی بیوی سے بہتر زوجہ عطاء فرمائے گا اور عورت کو مرد سے غنی کر دے گا اس کو پہلے خاوند سے بہتر خاوند عطاء فرمائے گا اور اللہ بہت فضل والا اور بڑے احسان والا ہے اور اس کے تمام تکوینی اور تشریعی کاموں میں بڑی حکمتیں ہیں۔

٢٦- بَابٌ ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (النساء: ١٤٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے (النساء: ۱۴۵) کی تفسیر

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَسْفَلَ النَّارِ ﴿نفقًا﴾ (الانعام: ٥٣) سَرَبًا.

حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''الدرك الاسفل'' سے مراد سب سے نچلا درجہ ہے اور ''نفقًا'' کا معنی سرنگ ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ ۔ (الانعام: ۳۵)

تو اگر آپ سے ہو سکے کہ تلاش کر لیں زمین میں کوئی سرنگ۔

تعلیق مذکور کی شرح

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے ''اسفل السافلین'' کی تفسیر میں جو فرمایا ہے کہ وہ دوزخ کا سب سے نچلا درجہ ہے' وہ بالکل اسی طرح ہے' مقاتل نے کہا ہے: اس کا نام ہاویہ ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کچھ لوگ تھے جن کے متعلق آپ نے فرمایا: فلاں اور فلاں منافقین ہیں' سو انہوں نے نفاق سے توبہ کر لی' اب اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا' تب یہ آیت نازل ہوئی:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۫ فَاِنَّ

مگر جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور وہ نیک ہو گئے تو بے شک

اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (آل عمران:۸۹) اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے ۝

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ منافقین کو لوہے کے تابوتوں میں بند کر دیا جائے گا' پھر ان پر دوزخ کی آگ کو منطبق کر دیا جائے گا۔ (تفسیر طبری ج ۴ص ۳۳۶' تفسیر ابن ابی حاتم ج ۴ص ۱۰۹۸)

لغت میں ادراک کا معنی ہے: منازل اور طبقات' اور دَرک کے لفظ میں را پر زبر ہے اور زجاج نے کہا ہے کہ دوزخ کی منازل کو الدرکات کہا جاتا ہے اور جنت کی منازل کو درجات کہا جاتا ہے اور دوزخ کے سات طبقات ہیں اور ہر طبقہ کے اوپر ایک طبقہ ہے اور یہ طبقات اوپر تلے ہیں' منافقین کو کفار سے زیادہ عذاب دیا جائے گا کیونکہ وہ مؤمنین کا مذاق اُڑاتے تھے۔

انعام:۳۵ میں ''سربًا'' کا لفظ ہے' اس کا معنی ہے: زمین میں سرنگ جس میں کوئی سرنگ کے ایک مدخل سے گھس کے دوسرے مخرج سے نکل جائے اور نفاق کا معنی ہے: باطن کے خلاف ظاہر کرنا' نفاق کی سرنگ کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ جس طرح سرنگ میں خرگوش ایک طرف سے گھس کر دوسری طرف سے نکل جاتا ہے' اسی طرح منافق بھی اسلام کے خلاف در پردہ ساری کوششیں کرتا رہتا ہے اور جس طرح سرنگ تحفظ کے لیے بنائی جاتی ہے' اسی طرح منافق بھی اپنی حفاظت کا راستہ بنا کر رکھتا ہے اور جب اس کی کسی بات پر گرفت کی جاتی ہے تو وہ اس کی کوئی تاویل کر کے اس گرفت سے نکل جاتا ہے۔

٤٦٠٢- حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ کُنَّا فِیْ حَلْقَةِ عَبْدِ اللّٰهِ فَجَاءَ حُذَیْفَةُ حَتّٰی قَامَ عَلَیْنَا فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ اُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلٰی قَوْمٍ خَیْرٍ مِّنْکُمْ قَالَ الْاَسْوَدُ سُبْحَانَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ ﴿اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (النساء: ١٤٥) فَتَبَسَّمَ عَبْدُ اللّٰهِ وَجَلَسَ حُذَیْفَةُ فِیْ نَاحِیَةِ الْمَسْجِدِ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ فَتَفَرَّقَ اَصْحَابُهٗ فَرَمَانِیْ بِالْحَصَا فَاَتَیْتُهٗ فَقَالَ حُذَیْفَةُ عَجِبْتُ مِنْ ضَحِکِهٖ وَقَدْ عَرَفَ مَاقُلْتُ لَقَدْ اُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلٰی قَوْمٍ کَانُوْا خَیْرًا مِّنْکُمْ ثُمَّ تَابُوْا فَتَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ۔

(اس حدیث کی روایت میں امام بخاری منفرد ہیں)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمر بن حفص نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاعمش نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابراہیم نے حدیث بیان کی از الاسود' وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ (بن مسعود) کے حلقہ (درس) میں بیٹھے ہوئے تھے' اسی اثناء میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آ گئے' حتیٰ کہ وہ ہمارے پاس کھڑے ہو گئے' پس انہوں نے سلام کیا' پھر کہا: جو قوم تم سے بہتر تھی اس پر نفاق نازل کیا گیا' الاسود نے کہا: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں ہوں گے تو حضرت عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) مسکرائے اور حضرت حذیفہ مسجد کے ایک کونہ میں جا کر بیٹھ گئے' پھر حضرت عبداللہ اُٹھ کر چلے گئے اور ان کے شاگرد بھی منتشر ہو گئے' اسود نے بتایا: پھر حضرت حذیفہ نے مجھے ایک کنکری ماری تو میں ان کے پاس آیا تو حضرت حذیفہ نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ کے ہنسنے پر تعجب ہوتا ہے' حالانکہ انہوں نے جان لیا تھا کہ میری بات کا کیا مطلب ہے' بے شک ان لوگوں پر نفاق نازل کیا گیا جو تم سے بہتر تھے (کیونکہ وہ صحابہ تھے اور تم تابعین ہو)' پھر انہوں نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

حدیث مذکور کا خلاصہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ تھا کہ منافقین کی ایک جماعت نے اپنی اصلاح کر لی اور وہ ہدایت پر مستقیم ہو گئے تو وہ ان تابعین سے بہتر ہیں کیونکہ وہ صحابی ہو گئے اور نیک بن گئے' جیسے جاریہ بن عامر کے دو بیٹے مجمع اور یزید یہ منافق تھے' پھر انہوں نے اپنے حال کی اصلاح کر لی اور ہدایت پر مستقیم ہو گئے۔ علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کو پھیر دیتا ہے۔ اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ حضرت حذیفہ نے حضرت ابن مسعود کے شاگردوں کو اس بات سے ڈرایا تھا کہ کہیں ان کے دلوں سے ایمان نہ نکل جائے' کیونکہ اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہوتا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت حذیفہ کی بات پر اس لیے مسکرائے کہ انہوں نے حق بات کہی اور ان کے شاگردوں کو ڈرایا۔

وہ تم سے بہتر تھے' پھر انہوں نے توبہ کر لی: یعنی جب انہوں نے توبہ کر لی تو وہ ان تابعین سے بہتر ہو گئے' اگرچہ یہ افاضل تابعین تھے کیونکہ ان کو صحابیت کی فضیلت حاصل ہو گئی۔

خاتمہ

قیامت کے دن تین قسم کے لوگوں کو سب سے زیادہ عذاب ہوگا ایک تو منافقین کو' دوسرے اصحاب مائدہ کو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا:

فَاِنِّیْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ○ (المائدہ:١١٥)

میں ان کو ایسا عذاب دوں گا جو سارے جہاں والوں میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دوں گا○

اور تیسرے وہ لوگ ہیں جو فرعون اور اس کے متبعین تھے' قرآن مجید میں ہے:

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا ۚ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ○ (المؤمن:٤٦)

جہنم کی آگ پر انہیں صبح و شام پیش کیا جاتا ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی (حکم ہوگا:) فرعون والوں کو سخت ترین عذاب میں ڈال دو○

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٢٧١۔٢٦٩' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

منافقین کے متعلق دیگر احادیث اور ان کے مطالب

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ٢٥٦ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں' بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے' جب وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔

(صحیح البخاری: ٢٦٨٢۔٣٣' صحیح مسلم: ٥٩' سنن نسائی: ٣٦' سنن کبریٰ للبیہقی ج ٦ ص ٢٨٨)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں چار خصلتیں ہوں وہ خالص منافق ہوگا اور جس شخص میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی خصلت ہوگی' حتیٰ کہ وہ اس خصلت کو چھوڑ دے' جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب عہد کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب جھگڑا کرے تو بدکلامی کرے۔

(صحیح البخاری: ٢٤٥٩۔٣٤' صحیح مسلم: ٥٨' سنن ترمذی: ٢٦٤١' سنن ابوداؤد: ٤٦٨٨' سنن نسائی: ٥٠٠٣' سنن کبریٰ ج ٩ ص ٢٣٠)

بہ ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مسلمان میں یہ چاروں خصلتیں پائی جائیں وہ خالص منافق ہوگا اور جس مسلمان میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے اس میں نفاق کی خصلت ہوگی' محدثین کرام نے اس حدیث کے متعدد جوابات ذکر کیے ہیں' بعض ازاں یہ ہیں:

(۱) یہ علامتیں نبی ﷺ کے عہد مبارک کے ساتھ مخصوص تھیں کیونکہ نبی ﷺ تو وحی کے نور سے لوگوں کے دلوں کے حال پر مطلع تھے اور آپ جانتے تھے کہ کون منافق ہے اور کون منافق نہیں ہے اور چونکہ یہ غیب نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا' اس لیے آپ نے اپنے اصحاب کو یہ نشانیاں بتائیں تاکہ وہ ان علامتوں سے منافقوں کو پہچان لیں اور ان سے احتراز کریں اور آپ نے معین کر کے بتایا کہ فلاں فلاں منافق ہے' تاکہ فتنہ پیدا نہ ہو اور یہ لوگ مرتد ہو کر مشرکین کے ساتھ نہ مل جائیں۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو شخص حلال اور جائز سمجھ کر یہ چار کام کرے' وہ منافق کے حکم میں ہوگا۔

(۳) جو شخص ان اوصاف کے ساتھ متصف ہو' وہ منافقین کے مشابہ ہوگا' اور نبی ﷺ نے اس پر تغلیظاً اور تہدیداً منافق کا اطلاق فرمایا ہے اور یہ اس شخص کے متعلق فرمایا ہے جو عادۃً یہ چار کام کرتا ہو اور اس کے متعلق نہیں فرمایا جس سے نادراً یہ کام سرزد ہوں۔

(۴) عرف میں منافق اس شخص کو کہتے ہیں جس کا ظاہر باطن کے خلاف ہو' سو ایسا شخص عرفاً منافق ہے' شرعاً منافق نہیں ہے' لہٰذا ایسے شخص کو کافر نہیں قرار دیا جائے گا۔

(۵) دینی معاملات میں ایسے شخص کا حکم منافق کا ہوگا اور اس کی خبر معتبر نہیں ہوگی۔

ایک حدیث میں تین کاموں کو منافق کی علامت فرمایا ہے اور دوسری میں چار کاموں کو منافق کی علامت قرار دیا ہے' یہ اختلاف مقتضی حال اور مقام کے اعتبار سے ہے' کبھی آپ کے سامنے ایسے منافق تھے جن میں چار خصلتیں تھیں اور کبھی ایسے منافق تھے جن میں تین خصلتیں تھیں' اس وجہ سے کبھی آپ نے تین علامتیں بیان فرمائیں اور کبھی چار۔

نفاق کے عذاب سے نجات کی چار شرطیں

اللہ تعالیٰ نے منافقین سے عذاب کو دور کرنے کے لیے چار شرائط بیان فرمائی ہیں:

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ توبہ کرے اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ نیک عمل کریں کیونکہ نفاق سے توبہ کے بعد کیے ہوئے نیک اعمال لائق اعتبار ہوتے ہیں اور تیسری شرط یہ ہے کہ وہ اللہ کا دامن پکڑ لیں کیونکہ توبہ اور نیک اعمال سے غرض یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اُخروی فلاح اور سعادت حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ کے دین کو اپنے اوپر لازم کر لینے سے ہی یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور چوتھی شرط ہے: اخلاص' یعنی ہر کام کو کرنا اور چھوڑنا محض اللہ کی خاطر ہو' یعنی نیک کاموں کو کرنا' اور برائیوں کو چھوڑنا دونوں اللہ کی خاطر ہوں' اور ان کے کسی کام سے غیر اللہ کی نیت' اس کی خوشنودی اور اس کی داد و تحسین کا دخل نہ ہو۔ اور جب یہ چار شرائط حاصل ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ جزاء بیان کی ہے کہ وہ آخرت میں مخلص مؤمنوں کے ساتھ ہوں گے' اور اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطاء فرمائے گا۔

٢٧- بَابٌ قَوْلُهُ ﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَيُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ ۚ وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ○﴾ (النساء:١٦٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اے رسولِ معظم!) بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی (نازل) فرمائی (یہ آیت یہاں تک ہے:) اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی (نازل) فرمائی ○ (النساء:١٦٣) کی تفسیر

امام بخاری نے یہاں پر پوری آیت ذکر نہیں کی' پوری آیت اس طرح ہے:

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَ عِيْسٰى وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ ۚ وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ○ (النساء:١٦٣)

(اے رسولِ معظم!) بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی (نازل) فرمائی جیسے ہم نے نوح اور ان کے بعد دوسرے نبیوں کی طرف وحی (نازل) فرمائی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں کی طرف اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی (نازل) فرمائی اور ہم نے داؤد کو زبور عطاء کی ○

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ٣١٠ھ روایت کرتے ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: (بنو قینقاع کے یہودیوں میں سے) مسکین اور عدی بن زید نے کہا: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے بعد کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اور نبیوں کی طرف وحی نازل فرمائی ہے' اسی طرح آپ پر بھی وحی نازل فرمائی ہے۔ (جامع البیان جز ٦ ص ٣٨' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

ایک قول یہ ہے کہ جب یہودیوں نے آپ سے یہ کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ پر بھی اس طرح کتاب نازل کی جائے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل کی گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی کہ تم نوح' ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب' ایوب' یونس' ہارون اور سلیمان کو نبی مانتے ہو' حالانکہ ان پر بھی آسمان سے کوئی کتاب نازل نہیں کی گئی تھی' سو تمہارا آسمان سے کتاب نازل کیے جانے کا مطالبہ کٹ حجتی کے سوا کچھ نہیں ہے' نبوت کا ثبوت صرف اظہارِ معجزہ پر موقوف ہے' آپ سے پہلے نبیوں کی نبوت بھی معجزہ سے ثابت ہوئی اور آپ نے اپنی نبوت پر متعدد معجزات پیش کیے اور سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے' جس کی نظیر پیش کرنا یا جس میں کمی بیشی اور تحریف ثابت کرنا آج بھی پوری دنیا کے لیے چیلنج ہے اور قیامت تک رہے گا جب کہ باقی انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں سے کسی نبی کا معجزہ اُن کے جانے کے بعد باقی نہیں رہا تو یہ کس قدر انصاف سے بعید ہے کہ جن نبیوں کے معجزات فانی تھے ان کو نبی مانا جائے اور جس عظیم الشان نبی کا معجزہ زندہ جاوید ہے اس کی نبوت کا انکار کر دیا جائے۔

انبیاء کے ذکر میں اس آیت میں سب سے پہلے حضرت نوح کا ذکر فرمایا کیونکہ وہ سب سے پہلے نبی ہیں جنہوں نے اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا' یا اس لیے کہ وہ سب سے پہلے نبی ہیں جنہوں نے احکامِ شرعیہ بیان کیے یا اس لیے کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام تمام روئے زمین کے انسانوں کے لیے ہے' اسی طرح حضرت نوح کی دعوت بھی تمام روئے زمین کے انسانوں کے لیے تھی۔

حضرت نوح کے بعد دوسرے نبیوں کا بالعموم ذکر فرمایا' پھر خصوصیت کے ساتھ حضرت ابراہیم کا نام لیا' یہ ان کے شرف کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ تمام نبیوں کے سلسلہ آباء میں تیسرے اہم باپ ہیں' حضرت آدم' حضرت نوح اور پھر حضرت ابراہیم' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر یہود کا رد کرنے کے لیے فرمایا ہے کیونکہ یہودی ان کی نبوت کے منکر تھے اور حضرت داؤد کو زبور عطاء فرمانے کا ذکر فرمایا کیونکہ زبور بھی اسی طرح قسط وار نازل کی گئی تھی جس طرح قرآن مجید قسط وار نازل ہو رہا تھا۔

قرآن مجید کو یک بارگی نازل نہ کرنے کی حکمتیں

قرآن مجید کے قسط وار نازل ہونے کو یہود نے اپنی کم عقلی سے نقص گردانا حالانکہ اس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی فضیلت ہے کیونکہ کتاب نازل کرنے کا جو رابطہ حضرت موسیٰ سے زندگی میں صرف ایک بار قائم ہوا وہ رابطہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تاحیات قائم رہا' حضرت موسیٰ تورات لینے پہاڑ طور پر گئے' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآنِ مجید لینے کے لیے کہیں جانا نہیں پڑتا تھا بلکہ آپ جہاں تشریف فرما ہوتے تھے' قرآن مجید وہیں نازل ہو جاتا تھا' خواہ آپ بدر کے میدان میں ہوں' اُحد کی گھاٹیوں میں ہوں' غارِ ثور میں ہوں' کسی سواری پر ہوں' حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے بستر پر ہوں' جہاں آپ ہوتے تھے قرآن مجید وہیں نازل ہو جاتا تھا' لوگ آپ سے سوال کرتے تھے ان کے جواب میں آیتیں نازل ہوتی تھیں' یہ سہولت یک بارگی نزول میں کہاں ہے؟ پھر اگر یک بارگی کتاب نازل ہوتی تو تمام احکام یک بارگی فرض ہو جاتے اور لوگوں کے لیے ایک دم ان پر عمل کرنا اور پرانی عادتوں اور رسموں کا چھوڑنا مشکل ہوتا' بہ تدریج کتاب کے نزول سے لوگوں پر اسلام کا قبول کرنا آسان ہو گیا' قرآن مجید کو یک بارگی نازل نہ کرنے میں یہ فضیلت' باریکیاں اور فوائد ہیں جو یہود کی سمجھ میں نہیں آئیں اور ان کو سمجھایا گیا تو انہوں نے اپنی ہٹ دھرمی سے نہیں مانا۔

امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر میں حسب ذیل دو حدیثیں روایت کی ہیں:

٤٦٠٣- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَقُولَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُونُسَ بْنِ مَتّٰى.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں مسدد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یحییٰ نے حدیث بیان کی از سفیان' انہوں نے کہا: مجھے اعمش نے حدیث بیان کی از ابی وائل از عبد اللہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ نے فرمایا: کسی شخص کے یہ لائق نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٤١٢ میں گزر چکی ہے۔

٤٦٠٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ حَدَّثَنَا هِلَالٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُونُسَ بْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذَبَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سنان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں فلیح نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہلال نے حدیث بیان کی از عطاء بن یسار از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا: جس نے یہ کہا کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں تو اس نے جھوٹ بولا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٤١٥ میں گزر چکی ہے۔

ہر چند کہ ان دونوں حدیثوں کی شرح پہلے گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

نبی ﷺ کی تمام انبیاء پر فضیلت کی تحقیق

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

یہ حدیث اُس حدیث سے معارض ہے جس میں آپ نے فرمایا: میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔

(سنن ترمذی:٣٦١٥-٣١٤٨) امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن ابن ماجہ:٤٣٠٨ مسند احمد ج٣ ص٢)

اس تعارض کے حسبِ ذیل جوابات ہیں:

(١) آپ نے یہ اُس وقت فرمایا تھا جب آپ کو یہ علم نہیں دیا گیا تھا کہ آپ افضل الانبیاء ہیں پھر جب آپ کو یہ علم ہو گیا تو آپ نے فرمایا: میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔

(٢) آپ نے انبیاء پر اپنی ایسی فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے جو کسی جھگڑے کا موجب ہو جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ایک مسلمان نے یہودی کو تھپڑ مار دیا۔ (صحیح البخاری:٢٤١١)

(٣) آپ نے یہ قول بر سبیل تواضع فرمایا اور بڑائی اور فخر کی نفی کرنے کے لیے جیسا کہ حضرت صدیق اکبر نے کہا تھا کہ مجھے تم پر امیر بنا دیا گیا ہے حالانکہ میں تم سے افضل نہیں ہوں۔

(مصنف عبدالرزاق ج١١ ص٣٣٦ المعجم الاوسط للطبرانی ج٨ ص٢٦٧ مجمع الزوائد ج٥ ص١٨٣)

(٤) آپ نے نبیوں پر اپنی ایسی فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے جس سے دوسرے انبیاء کی تنقیص ہو کیونکہ یہ کفر ہے۔

(٥) آپ نے نفسِ نبوت میں فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے نہ کہ ذواتِ انبیاء میں اور عموم رسالت میں اور زیادہ خصائص میں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ یہ سب رسول ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔

(البقرہ:٢٥٣)

علامہ ابن التین نے کہا کہ آپ نے جو فرمایا ہے: مجھے انبیاء کے درمیان فضیلت نہ دو اس کا معنی یہ ہے کہ بغیر علم کے فضیلت نہ دو ورنہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: یہ سب رسول ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ (البقرہ:٢٥٣)

حضرت یونس علیہ السلام کی تخصیص کی توجیہ

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے حضرت یونس علیہ السلام کی تخصیص کیوں کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کا مرتبہ دوسرے انبیاء مثلاً حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے کم ہے تو جب آپ نے کم درجہ کے نبی کے اوپر اپنی فضیلت کو پسند نہیں فرمایا تو جو نبی ﷺ ان سے زیادہ مرتبہ کے ہیں اُن پر فضیلت کو آپ کیسے پسند فرماتے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ تو آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار فرمائیں اور مچھلی والے کی طرح نہ ہوں۔

(القلم:٤٨)

اس آیت میں حضرت یونس علیہ السلام مراد ہیں کیونکہ انہوں نے دوسرے انبیاء کی طرح صبر نہیں کیا تھا اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ آپ حضرت یونس سے افضل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ان کی طرح نہ ہو جانا۔ اس کا ذکر علامہ ابن بطال نے کیا ہے اور انہوں نے کہا: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کی مراد یہ ہو کہ مجھے حضرت یونس پر عمل میں فضیلت مت دو کیونکہ ہو سکتا ہے ان کا عمل مجھ

سے افضل ہو اور نہ آزمائش اور امتحان میں مجھے فضیلت دو کیونکہ ان کی آزمائش مجھ سے بہت زیادہ تھی اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو قیامت کے دن تمام انبیاء اور رسولوں پر فضیلت دی ہے وہ آپ کے عمل کی وجہ سے نہیں دی ہے بلکہ اپنے فضل کی وجہ سے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے اسی طرح آپ کی اُمت کو جو خیر الامم فرمایا ہے اور ان سے مشکل احکام کا وہ بوجھ اُتار دیا ہے جو بنی اسرائیل پر تھا' یہ بھی محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ١٥ ص ١٧١۔١٧٠ وزارۃ الاوقاف قطر ١٤٢٩ھ)

٢٨- بَابٌ ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ﴾ (النساء:١٧٦)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے' جس کی نہ اولاد ہو (نہ ماں باپ) اور اس کی (ایک حقیقی یا علاتی) بہن ہو تو اس (بہن) کو اس کے ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ اپنی اس بہن کا وارث ہوگا' اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو (النساء:١٧٦) کی تفسیر

امام بخاری نے یہاں پوری آیت نہیں لکھی' پوری آیت اس طرح ہے:

يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (النساء:١٧٦)

آپ سے حکم معلوم کرتے ہیں' آپ کہیے کہ اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے جس کی نہ اولاد ہو (نہ ماں باپ) اور اس کی (ایک حقیقی یا علاتی) بہن ہو تو اس (بہن) کو اس کے ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ اپنی اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو' پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ان کا حصہ اس (بھائی) کے ترکہ سے دو تہائی ہے اور اگر بہن بھائی وارث ہوں مرد اور عورتیں تو ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے' اللہ تمہارے لیے (اپنے احکام وضاحت سے) بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ۝

وَ﴿الْكَلٰلَةُ﴾ مَنْ لَّمْ يَرِثْهُ اَبٌ اَوِ ابْنٌ وَّهُوَ مَصْدَرٌ مِّنْ تَكَلَّلَهُ النَّسَبُ.

اور کلالہ اس کو کہتے ہیں: جس کا وارث نہ باپ ہو نہ بیٹا اور یہ ''تکلله النسب'' کا مصدر ہے۔

یعنی کلالہ وہ ہے جس کو نسب نے ایک طرف کر دیا جس کا نہ باپ ہو نہ بیٹا ہو تو اس کا ترکہ اس کے اطراف کو ملے گا' یعنی کلالہ کی صورت میں اصول اور فروع کی میراث کا حصہ اطراف میں واقع رشتہ داروں کو ملتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ کلالہ' اکلیل سے ماخوذ ہے جس کا معنی تاج ہے جیسے تاج سر کو محیط ہوتا ہے' اسی طرح کلالہ بھی میت کو محیط ہوتا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ کلالہ ''كَلَّ يَكِلُّ'' سے ماخوذ ہے' اس کا معنی ہے: تھکنا' جب رحم بڑا ہو جائے تو کہا جاتا ہے: ''كَلَّتِ الرَّحِمُ'' اسی طرح جو شخص مسافت بعیدہ ہونے کی وجہ

سے تھک جائے تو کہا جاتا ہے: "کَلَّ"۔ ایک قول یہ ہے کہ کلالہ ورثہ کو کہتے ہیں اور یہ اولاد کے ماسوا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ والد کے ماسوا ہے یہ اہل مدینہ اور اہل کوفہ کا قول ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ اخیافی بھائی ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ بھائی ہیں خواہ جس طرح کے ہوں داؤدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ بیٹے اور پوتے کے ماسوا ہے عطاء نے کہا: اس سے مراد مال ہے ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد فریضہ ہے ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مال اور ورثہ ہیں ابن درید نے کہا: یہ چچا کے بیٹے اور ان کے مشابہ ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ تمام عصبات ہیں خواہ بعید ہوں ایک قول یہ ہے کہ یہ مصدر ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے اور اس کا معنی ورثہ اور مال نہیں ہے۔

(التوضیح ج ٢٢ ص ٢٧٤-٢٧٣)

٤٦٠٥- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اٰخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ ﴿بَرَاءَةٌ﴾ وَاٰخِرُ اٰيَةٍ نَزَلَتْ ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ﴾ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں سلیمان بن حرب نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از ابی اسحاق انہوں نے کہا: میں نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے سنا انہوں نے کہا: جو سورت آخر میں نازل ہوئی وہ سورۂ توبہ ہے اور جو آیت آخر میں نازل ہوئی وہ "یستفتونك" ہے۔ (النساء: ١٧٦)

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ٤٣٦٤ میں گزر چکی ہے۔

کلالہ کی تفسیر میں متعدد روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

حضرت البراء کی حدیث کتاب المغازی میں گزر چکی ہے اور عنقریب یہ حدیث سورۂ توبہ میں بھی آئے گی۔ (صحیح البخاری: ٤٦٥٤)

اور امام بخاری نے اس حدیث کی کتاب الفرائض میں بھی روایت کی ہے۔ (صحیح البخاری: ٦٧٤٤)

امام بخاری نے جو کلالہ کے متعلق ذکر کیا ہے کہ وہ مصدر ہے یہ اُس شخص کے لیے ہے جس کا باپ یا بیٹا وارث نہ ہو اور حضرت علی حضرت زید حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم یہ کہتے تھے کہ کلالہ وہ شخص ہے جس کی نہ اولاد ہو اور نہ والد۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ٦ ص ٢٠٢) اور یہ بصریین کا قول ہے انہوں نے کہا: یہ اس شخص کی مثل ہے جو بانجھ ہو اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور یہ اکلیل (تاج) سے ماخوذ ہے گویا کہ ورثاء نے اس کا احاطہ کر لیا ہے اور اس کا نہ باپ ہے نہ بیٹا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب کلالہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے توقف کیا اور حضرت ابن عباس سے کہا: مجھ سے تین چیزیں یاد رکھو ایک یہ کہ میں نے کلالہ کی تفسیر میں کچھ نہیں کہا اور نہ میں نے دادا کے متعلق کچھ کہا اور نہ میں نے کسی کو خلیفہ نامزد کیا۔

(مسند احمد ج ١ ص ٢٠)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے حجۃ الوداع کے سال مکہ کے راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: یارسول اللہ! میری ایک بہن ہے تو میں اس کی وراثت میں کتنا مقرر کروں تو یہ آیت نازل ہوئی: "یَسْتَفْتُوْنَكَ" (النساء: ١٧٦) اور ایک قول ہے کہ یہ احکام سے متعلق نازل ہونے والی آخری آیت ہے۔ (سنن ابوداؤد: ٢٨٨٨)

امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ میں بیمار ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنی بہنوں کے لیے دو ثلث (دو تہائی) کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: اچھا کرو! میں نے کہا: نصف کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: اچھا کرو پھر آپ چلے گئے اور مجھے چھوڑ دیا پھر دوبارہ میرے پاس آئے اور فرمایا:

میرا یہ گمان نہیں ہے کہ تم اس بیماری میں فوت ہو جاؤ گے' بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری بہنوں کے لیے آیت نازل کی ہے اور بیان کر دیا ہے اور وہ دو ثلث ہیں تو حضرت جابر یہ کہتے تھے کہ میرے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے: ''یَسْتَفْتُوْنَکَ''۔ (النساء:١٧٦)

(السنن الکبریٰ:٦٣٢٤)

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کسی سفر میں جا رہے تھے اور آپ کی ایک جانب حضرت حذیفہ تھے' اس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو یہ آیت پہنچائی' پھر حضرت حذیفہ نے یہ آیت حضرت عمر کو پہنچائی' پھر جب حضرت عمر خلیفہ بن گئے تو حضرت حذیفہ نے اس توقع سے حضرت عمر سے سوال کیا کہ شاید حضرت عمر کے پاس اس آیت کی تفسیر ہو' پس حضرت حذیفہ نے حضرت عمر سے کہا: میرا یہ گمان نہیں ہے کہ آپ کی حکومت کی مشغولیت آپ سے اس آیت کی تفسیر بھلا دے گی' حضرت عمر نے کہا: اللہ تم پر رحم کرے' میں نے اس آیت کی تفسیر کا ارادہ نہیں کیا۔ (تفسیر عبدالرزاق:٦٦١)

طاؤس نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کلالہ کے متعلق سوال کرو' انہوں نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: کیا تم کو آیت الصیف کافی نہیں ہے' سفیان نے کہا: اس سے مراد یہ آیت ہے:

وَاِنْ کَانَ رَجُلٌ یُّوْرَثُ کَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ (النساء:١٢) اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کرنا ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں اور نہ اولاد اور اس کا (ماں کی طرف سے) بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے۔

پس حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں' پس حضرت عمر نے اس آیت کو پڑھا اور جب وہ اس آیت پر پہنچے:

یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ (النساء:١٧٦) اللہ تمہارے لیے (اپنے احکام وضاحت سے) بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔

تو حضرت عمر کے ہاتھ میں جو شانہ کی ہڈی تھی' اس کو انہوں نے پھینک دیا اور کہا: اے اللہ! تو نے کس کو کلالہ بیان کیا ہے' مجھے تو نہیں بیان کیا۔ (مصنف عبدالرزاق:١٩١٩٤)

ایک قول یہ ہے کہ حضرت عمر سوال کرنے والے تھے' اس کی منذری نے حکایت کی ہے اور امام ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ ابواسحاق السبیعی سے پوچھا: کیا آیۃ الصیف یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو گیا اور اس نے نہ اولاد چھوڑی اور نہ والد چھوڑا؟ تو انہوں نے کہا: لوگوں نے اسی طرح گمان کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد:٢٨٨٩)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ گمان کرتے تھے کہ کلالہ والد اور اولاد کے ماسوا ہے اور حضرت عمر یہ گمان کرتے تھے کہ کلالہ اولاد کے ماسوا ہے' پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تو انہوں نے کہا: میں حضرت ابوبکر کی مخالفت کرنے سے حیاء کرتا تھا' پھر حضرت عمر نے اپنے قول کی طرف رجوع کر لیا۔ (تفسیر طبری ج ٤ ص ٣٨١)

اور کہا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آخری کلام یہ تھا کہ کلالہ وہ ہے جس کی اولاد نہ ہو اور حضرت ابن عباس اور باقی صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق کی موافقت کی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٢٧٦-٢٧٣' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

کلالہ کا لغوی معنی

علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ١٢٠٥ھ لکھتے ہیں:

کلالہ اس مورث کو کہتے ہیں جس کا نہ والد (ماں باپ) زندہ ہو نہ اولاد ہو یا کلالہ اس وارث کو کہتے ہیں جو نہ والد (ماں باپ) ہو نہ اولاد ہو جیسے عم زاد بھائی یا اخیافی بھائی بہن' ازہری نے کہا کہ سورۂ نساء میں دو جگہ کلالہ کا ذکر کیا گیا ہے' آیت:١٢ اور آیت:١٧٦۔

آیت:١٢ میں فرمایا: اگر ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کیا جائے جو کلالہ ہو اور اس کا (ماں کی طرف سے) بھائی یا بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے' پس اگر وہ (اخیافی بہن یا بھائی) ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہیں۔ اور آیت:١٧٦ میں فرمایا: آپ کہیے: اللہ تمہیں کلالہ میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر ایسا مرد فوت ہو جائے جس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک (حقیقی یا علاتی) بہن ہو تو اس (بہن) کو اس کے ترکہ سے نصف ملے گا اور وہ اس (بہن) کا وارث ہوگا' اگر اس کی اولاد نہ ہو۔ (الآیہ)

ابن الاعرابی سے منقول ہے کہ دُور کے عم زاد کو کلالہ کہتے ہیں اور اخفش نے فراء سے نقل کیا ہے کہ والد (ماں باپ) اور اولاد کے سوا قرابت داروں کو کلالہ کہتے ہیں اور ان کو کلالہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ میت کے نسب کے گرد قرابت کی جہت سے گھومتے رہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس کے والد (ماں باپ) اور ولد ساقط ہو جائیں' وہ کلالہ ہے' نیز "کل" کا معنی تھکنا ہے اور ضعیف کو تھکنا لازم ہے' یہاں لازم بول کر ملزوم مراد لیا ہے کیونکہ جو وارث اصول اور فروع نہ ہوں وہ ضعیف ہوتے ہیں' اس لیے کلالہ کا معنی ہے: ضعیف وارث۔ (تاج العروس ج ۸ ص ۱۰۱' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت)

کلالہ کا شرعی معنی

علامہ ابوسلیمان خطابی متوفی ٣٨٨ھ لکھتے ہیں:

اکثر صحابہ کا یہ قول ہے کہ جس کا نہ والد (ماں باپ) ہو نہ اولاد ہو وہ کلالہ ہے' حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اس میں دو قول ہیں: ایک قول جمہور صحابہ کی مثل ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ کلالہ وہ شخص ہے جس کی اولاد نہ ہو اور یہ اُن کا آخری قول ہے۔

امام عبدالرزاق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے ان کو موت کے وقت یہ وصیت کی کہ کلالہ تمہارے قول کے مطابق ہے' حضرت ابن عباس نے کہا: میرا کیا قول ہے؟ تو انہوں نے کہا: جس شخص کی اولاد نہ ہو' حسن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے سوال کیا کہ کلالہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: والد اور ولد کے ماسوا کلالہ ہے' میں نے کہا: اللہ عزوجل تو فرماتا ہے:

"اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ" (النساء:١٧٦) اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کی اولاد نہ ہو (یعنی اس آیت میں کلالہ کی تعریف میں والد کی نفی کا ذکر نہیں ہے) تو حضرت ابن عباس ناراض ہوئے اور مجھے جھڑک دیا' میں کہتا ہوں کہ اشکال کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں کلالہ کی تعریف کی گئی ہے کہ اس کی اولاد نہ ہو اور اس میں والد کی نفی کا ذکر نہیں ہے؟ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ کلالہ کی تعریف میں والد کی نفی حضرت جابر بن عبداللہ کی حدیث سے ماخوذ ہے' کیونکہ یہ آیت ان ہی کے متعلق نازل ہوئی ہے اور جب یہ آیت نازل ہوئی اُس وقت حضرت جابر کی اولاد تھی نہ والدین زندہ تھے۔ اس لیے کلالہ اس کو کہتے ہیں جس کے نہ ماں باپ زندہ ہوں نہ اولاد ہو۔ (معالم السنن علی مختصر سنن ابوداؤد ج ۴ ص ١٦۴۔١٦٣' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت)

کلالہ کی وراثت کے چار احوال

جو شخص کلالہ ہونے کی حالت میں فوت ہو اس کے بھائیوں اور بہنوں کی وراثت کے چار احوال ہیں:

(١) ایک شخص فوت ہو اور اس کی صرف ایک بہن ہو' تو اس کو اس کے ترکہ میں سے نصف ملے گا' پھر اگر اس کے عصبات ہیں تو باقی

ترکہ ان کو ملے گا ورنہ وہ باقی نصف بھی اسی بہن کو مل جائے گا۔

(۲) کوئی مرد یا عورت فوت ہو جائے اور اس کا صرف ایک بھائی وارث ہو تو اس مرد یا عورت کا تمام مال اس بھائی کو مل جائے گا۔

(۳) کوئی مرد یا عورت فوت ہو اور اس کی صرف دو یا دو سے زائد حقیقی یا علاتی بہنیں ہوں تو ان بہنوں کو دو تہائی ملے گا۔

(۴) کوئی مرد یا عورت فوت ہو اور اُس کے وارث صرف بھائی اور بہن ہوں تو ان بہن بھائیوں میں اس کا ترکہ تقسیم کر دیا جائے گا' بایں طور کہ مرد کو دو حصے اور عورت کو ایک حصہ دیا جائے گا۔

آخری سورت اور آخری آیت کی تحقیق

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت براء رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ جو سورت سب سے آخر میں نازل ہوئی وہ سورۂ توبہ ہے اور جو آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی وہ ''یَسْتَفْتُوْنَکَ'' (النساء:۱۷۶) ہے۔ (صحیح البخاری:۴۶۰۵' صحیح مسلم:۱۶۱۸' سنن ابوداؤد:۲۸۸۸' سنن ترمذی:۳۰۵۲)

علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی اُبی مالکی متوفی ۸۲۸ھ لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ آخری سورت سورت النصر ہے' اس کے نزول کے وقت میں کئی اقوال ہیں' حق کے زیادہ قریب حضرت ابن عمر کا قول ہے کہ یہ حجۃ الوداع میں نازل ہوئی' اس کو سورۃ التودیع بھی کہتے ہیں' اس کے بعد:

''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ'' (المائدہ:۳) نازل ہوئی' اس کے بعد نبی ﷺ اسی (۸۰) دن زندہ رہے' اس کے بعد ''یَسْتَفْتُوْنَکَ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَه'' (النساء:۱۷۶) نازل ہوئی' اس کے بعد نبی ﷺ پچاس (۵۰) دن زندہ رہے' پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: ''لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ'' (التوبہ:۱۲۸) اس کے بعد نبی ﷺ پینتیس (۳۵) دن زندہ رہے' پھر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: ''وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ'' (البقرہ:۲۸۱) اس کے بعد نبی ﷺ اکیس (۲۱) دن زندہ رہے اور مقاتل نے کہا: سات (۷) دن زندہ رہے' یہ ترتیب ابوالفضل محمد بن یزید نے ذکر کی ہے۔

(اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۶۷' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ)

اس تحقیق کے اعتبار سے سورۃ النساء کی اس آیت کو جو آخری آیت کہا گیا ہے' اس سے مراد آخر اضافی ہے۔

سورۃ النساء کی تفسیر ختم ہوئی' اب اس کے بعد سورۃ المائدہ کی تفسیر شروع ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اللہ ہی کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا بہت مہربان ہے

٥- سُوْرَةُ الْمَآئِدَةِ — سورۃ المائدہ کا تعارف

علامہ الجوہری نے کہا ہے: مائدہ کا معنی ہے: وہ تھال جس کے اوپر طعام ہو' پس اگر اس کے اوپر طعام نہ ہو تو وہ مائدہ نہیں ہے' وہ صرف تھال ہے۔

مقاتل نے کہا: یہ سورت مدنی ہے اور یہ پوری سورت دن میں نازل ہوئی اور عطاء بن ابی مسلم نے کہا کہ پہلے سورۂ مائدہ نازل ہوئی' پھر سورۃ التوبہ نازل ہوئی ہے اور ابوالعباس نے کہا: سورۂ مائدہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت ہے اور اس کی پانچ آیتوں میں اختلاف ہے:

(۱) ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ'' (المائدہ:۳) یہ مقام عرفات میں نازل ہوئی تھی۔
(۲) تیمم کی آیت' یہ مقام ابواء میں نازل ہوئی تھی۔
(۳) ''وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ'' (المائدہ:۶۷) یہ ذات الرقاع میں نازل ہوئی۔
(۴) ''ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُهْبَانًا'' (المائدہ:۸۲) یہ ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔
(۵) اور ایک آیت وہ ہے جس میں مزید اختلاف ہے' ایک قول یہ ہے کہ یہ ساتویں غزوہ میں مقام نخلہ میں نازل ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مدینہ میں کعب بن اشرف کے متعلق نازل ہوئی اور وہ یہ آیت ہے: ''اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ'' (المائدہ:۷)

امام ابوعبیدہ نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کی ہے' انہوں نے کہا: سورۂ مائدہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حجۃ الوداع میں مکہ اور مدینہ کے درمیان میں نازل ہوئی' اس وقت آپ اونٹنی پر سوار تھے' آپ نے اونٹنی کو اس کے گھٹنوں پر بٹھایا' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی سے اُتر گئے اور علامہ سخاوی نے کہا ہے کہ سورۂ مائدہ کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے کیونکہ یہ سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے اور دوسروں نے کہا ہے: اس میں دس مختلف مقامات سے آیتیں منسوخ ہوئی ہیں' اس سورت میں ایک سو بیس (۱۲۰) آیات ہیں۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

٠٠٠ - بَابُ تَفْسِيْرٍ

﴿حُرُمٌ﴾ وَاحِدُهَا حَرَامٌ.
﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيْثَاقَهُمْ﴾ (المائدہ:۱۳) ﴿بِنَقْضِهِمْ﴾ ﴿الَّتِي كَتَبَ اللّٰهُ﴾ (المائدہ:۲۱) جَعَلَ اللّٰهُ ﴿تَبُوْءَ﴾ (المائدہ:۲۹) تَحْمِلَ ﴿دَآئِرَةٌ﴾ (المائدہ:۵۲) دَوْلَةٌ. وَقَالَ غَيْرُهُ الْإِغْرَاءُ التَّسْلِيْطُ ﴿اُجُوْرَهُنَّ﴾ (المائدہ:۵) مُهُوْرَهُنَّ ﴿اَلْمُهَيْمِنُ﴾ اَلْاَمِيْنُ اَلْقُرْاٰنُ اَمِيْنٌ عَلٰى كُلِّ كِتَابٍ قَبْلَهٗ قَالَ سُفْيَانُ مَا فِي الْقُرْاٰنِ اٰيَةٌ اَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ ﴿لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (المائدہ:۶۸) ﴿مَخْمَصَةٌ﴾ مَجَاعَةٌ. ﴿مَنْ اَحْيَاهَا﴾ (المائدہ:۳۲) يَعْنِي مَنْ حَرَّمَ قَتْلَهَا اِلَّا بِحَقٍّ حَيِيَ النَّاسُ مِنْهُ جَمِيْعًا ﴿شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾ (المائدہ:۴۸) سَبِيْلًا وَسُنَّةً فَاِنْ ﴿عُثِرَ﴾ ظَهَرَ ﴿الْاَوْلَيَانِ﴾ وَاحِدُهَا اَوْلٰى.

سورۂ مائدہ میں مذکور الفاظ کی تفسیر

''حرم'' اس کا واحد ''حرام'' ہے یعنی احرام باندھے ہوئے۔
''فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيْثَاقَهُمْ'' (المائدہ:۱۳) یعنی اللہ نے جوان کو حکم دیا تھا کہ بیت المقدس میں داخل ہو جاؤ' انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا تھا ''اَلَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ'' (المائدہ:۲۱) اللہ نے کر دیا' ''تبوء'' (المائدہ:۲۹) یعنی تو اُٹھائے گا ''دَآئِرَةٌ'' (المائدہ:۵۲) یعنی زمانہ کی گردش اور دوسرے لوگوں نے کہا: ''اِغْرَاءٌ'' کا معنی ہے: مسلط کرنا' ڈال دینا ''اُجُوْرَهُنَّ'' (المائدہ:۵) یعنی ان عورتوں کے مہر ''اَلْمُهَيْمِنُ'' کا معنی ہے: ''اَلْاَمِيْنُ'' یعنی قرآن مجید پہلی کتابوں پر امین ہے۔ سفیان نے کہا: میرے نزدیک قرآن مجید میں درج ذیل آیت سے زیادہ شدید کوئی آیت نہیں ہے: ''لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ'' (المائدہ:۶۸) یعنی تم (دین برحق کی) کسی چیز پر نہیں ہو جب تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم نہ کرو اور اس کو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا۔ ''مَخْمَصَةٌ'' اس کا معنی ہے: بھوک ''وَمَنْ اَحْيَاهَا'' (المائدہ:۳۲) یعنی جس نے کسی آدمی کا ناحق خون بہانا حرام سمجھا تو گویا سب آدمی اس کی وجہ سے زندہ رہے۔ ''شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا'' (المائدہ:۴۸) یعنی راستہ اور

طریقۃ'' عُثِرَ'' کا معنی ہے: ''ظَهَرَ'' یعنی اگر معلوم ہو جائے'
''اَلْاَوْلَیَانِ'' کا واحد 'اَوْلٰی'' ہے۔

تعلیقات مذکورہ کی تفصیل اور شرح

''حرم'' کا واحد حرام ہے۔
امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:
غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ (المائدہ:۱) شکار کو حلال نہ سمجھنا جس وقت تم حالتِ احرام میں ہو۔
امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ 'حرام'' کا معنی 'محرم'' ہے۔
'' فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ ''(المائدہ:۱۳) 'فبنقضهم ''یعنی ان کے توڑنے کے سبب سے۔
امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:
فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ .(المائدہ:۱۳) تو ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی۔
امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ 'فَبِمَا نَقْضِهِمْ '' میں 'مَا'' کا لفظ زائد ہے' اسی طرح قتادہ سے مروی ہے اور اس کی نظیر یہ آیت ہے:
فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ (النساء:۱۵۹) پس آپ اللہ کی رحمت کے سبب سے ان پر نرم ہو گئے۔
اس آیت میں بھی لفظ 'مَا'' زائد ہے۔
''الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ''(المائدہ:۲۱) اس کا معنی ہے: اللہ نے کر دیا۔
امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:
يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ .(المائدہ:۲۱) اے میری قوم! اس ارضِ مقدسہ میں داخل ہو جاؤ' جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے۔
امام بخاری نے یہ بتایا ہے کہ اس آیت میں 'کتب اللّٰہ لکم '' کا معنی ہے: تمہارے لیے کر دیا اور علامہ زمخشری نے کہا ہے کہ لوحِ محفوظ میں لکھ دیا کہ یہ تمہارے لیے ہے اور ارضِ مقدسہ سے مراد ہے: بیت المقدس یا فلسطین یا دمشق یا شام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جب لبنان کے پہاڑ پر چڑھے تو ان سے کہا گیا کہ آپ دیکھئے جہاں تک آپ کی نظر جائے گی وہ مقدس ہے اور آپ کے بعد آپ کی ذریت کی میراث ہے۔
''تبوء'' کا معنی ہے: تو اُٹھائے گا۔
امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:
اِنِّیْ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِكَ .(المائدہ:۲۹) میں چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ تیرے ہی ذمہ ہو۔
امام بخاری نے یہاں سے ھابیل اور قابیل کے قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ھابیل نے قابیل سے کہا کہ اگر تو نے مجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا' میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں' میں چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ تیرے ہی ذمہ ہو اور تو جہنمیوں سے ہو جائے اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔
''دائرة'' کا معنی ہے: زمانہ کی گردش۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤی اَنْ تُصِیْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ (المائدہ:۵۲) وہ یہ کہیں گے: ہمیں یہ خدشہ ہے کہ ہم پر کوئی گردش نہ آ جائے۔

امام ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے کہ السدی نے بھی اس آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے۔

اور دوسروں نے کہا: ''الاغراء'' کا معنی مسلط کرنا ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَمِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰۤی اَخَذْنَا مِیْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۪ فَاَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ یُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ۝ (المائدہ:۱۴) اور ہم نے ان لوگوں سے بھی پختہ عہد لیا جنہوں نے کہا: ہم نصاریٰ ہیں تو اس کے بڑے حصے کو انہوں نے بھلا دیا جس کے ساتھ ان کو نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض کو روزِ قیامت تک لازم کر دیا اور عنقریب اللہ انہیں ان کاموں کی خبر دے گا جن کو وہ کرتے تھے ۝

امام بخاری نے ''اغراء'' کی تفسیر مسلط کرنے کے ساتھ کی ہے اور تفسیر میں ''اغرینا'' کا معنی ''القینا'' لکھا ہے یعنی ہم نے ان کے درمیان عداوت اور باہمی بغض کو ڈال دیا۔ علامہ زمخشری نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ ہم نے ان پر عداوت اور بغض کو چپکا دیا اور لازم کر دیا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ''غیرہ'' سے مراد کون ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ''غیرہ'' سے مراد ہے: حضرت ابن عباس کا غیر اور گویا کہ اس تعلیق سے پہلے یہ تعلیق تھی کہ حضرت ابن عباس نے کہا: ''مخمصة'' کا معنی بھوک ہے لیکن صحیح بخاری کے نقل کرنے والوں نے اس کو حذف کر دیا۔

''اجورھن'' کا معنی ہے: ان کے مہر۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ ۔ (المائدہ:۵) اور آزاد پاک دامن مسلمان عورتیں اور تم سے پہلے اہل کتاب کی آزاد پاک دامن عورتیں (بھی تمہارے لیے حلال ہیں) جب تم ان کے مہر کو ادا کر دو در آں حالیکہ تم ان کو نکاح کی قید میں لانے والے ہو نہ کہ علانیہ بدکاری کرنے والے۔

حضرت ابن عباس نے ''اُجور'' کی تفسیر مُہور کے ساتھ کی ہے اس کی امام ابن المنذر نے غیلان سے روایت کی ہے۔

''المھیمن'' کا معنی ہے: امین اور قرآن مجید تمام پہلی (آسمانی) کتابوں کا امین ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ ۔ (المائدہ:۴۸) اور (اے رسول مکرم!) ہم نے یہ کتاب آپ پر حق کے ساتھ نازل کی ہے اور اس کے سامنے جو (آسمانی) کتاب ہے یہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس کی محافظ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ "مھیمن" کا معنی امین ہے اور اس کی امام ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے۔
الازہری نے کہا ہے کہ "مھیمن" کا لفظ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ "مھیمن" کا معنی شہید اور شاہد ہے اور ایک قول ہے کہ اس کا معنی رقیب ہے اور دوسرا قول ہے کہ اس کا معنی حفیظ ہے۔
سفیان نے کہا: قرآن مجید میں اس آیت سے زیادہ سخت اور کوئی آیت نہیں ہے: آپ کہیے کہ اے اہل کتاب! تم (دین برحق کی) کسی چیز پر نہیں ہو جب تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم نہ کرو اور اس کو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے۔ (المائدہ:٦٨)

مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے محمد! آپ کہیے: اے اہل کتاب! تم اس وقت تک دین برحق پر نہیں ہو گے جب تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم نہ کرو یعنی جب تک کہ تم ان کی تمام کتابوں پر ایمان نہ لاؤ جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمائی ہیں اور جب تک تم ان کتابوں کے احکام پر عمل نہ کرو جن میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور ان کی شریعت کی پیروی کرو۔ امام ابن ابی حاتم نے اس آیت کے شان نزول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ مالک بن الصیف اور یہودی علماء کی ایک جماعت نے آ کر کہا: اے محمد! کیا آپ یہ گمان نہیں کرتے کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہیں اور آپ تورات پر ایمان لاتے ہیں اور یہ گواہی دیتے ہیں کہ وہ برحق ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! لیکن تم نے ان آیات کو چھپا دیا ہے جن کے بیان کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا تھا سو میں تمہاری باتوں سے بری ہوتا ہوں انہوں نے کہا: ہمارے پاس جو کتابیں ہیں ان میں جو ہدایت اور حق ہے ہم ان پر ایمان لاتے ہیں اور ہم آپ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ آپ کے لائے ہوئے دین پر ایمان لاتے ہیں تب یہ آیت نازل ہوئی۔
"وَمَنْ اَحْیَاھَا" یعنی جس آدمی نے کسی کا ناحق خون بہانا حرام سمجھا تو گویا سب آدمی اس کی وجہ سے زندہ رہے۔ (المائدہ:٣٢)
امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:
وَمَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ط (المائدہ:٣٢) اور جس نے کسی شخص کو مرنے سے بچالیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچالیا۔
مجاہد نے کہا ہے کہ جس نے کسی شخص کو قتل نہیں کیا اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر لیا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جس نے لوگوں کو ڈوبنے سے یا جلنے سے یا مرنے سے بچایا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔
"شرعۃ و منھاجا" اس کا معنی ہے: راستہ اور طریقہ۔
امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:
لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ط (المائدہ:٤٨) ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ شریعت اور واضح راہ عمل بنائی ہے۔
مجاہد عکرمہ حسن بصری قتادہ اور ضحاک نے "شرعۃ و منھاجا" کی تفسیر اسی طرح کی ہے جس طرح امام بخاری نے کی ہے۔
اور "الشرعۃ" کا لغوی معنی ہے: جس سے کسی چیز کی ابتداء کی جائے اور "منھاج" کا لغوی معنی ہے: واضح راستہ۔
"فان عثر" اس کا معنی ہے: اگر ظاہر ہوا۔
امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَاۤ ۖ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (المائدہ:١٠٧)

پھر اگر معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں گواہ کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو جن لوگوں کا حق ان گواہوں نے ضائع کیا ہے ان کی طرف سے دو گواہ ان کی جگہ کھڑے کیے جائیں اور وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان (وصیوں) کی شہادت سے زیادہ برحق ہے اور ہم نے حد سے تجاوز نہیں کیا' ورنہ ہمارا شمار ظالموں میں ہوگا○

مفسرین نے کہا ہے کہ اگر یہ مشہور ہو جائے اور ثابت ہو جائے کہ وصیت کے دو گواہوں نے خیانت کی ہے یا جس کے مال میں وصیت کی گئی تھی' اس کے مال میں زیادہ وصیت کی اور یہ بات ظاہر ہو جائے تو دوسرے دو گواہ ان کے قائم مقام کیے جائیں۔

''الاولین'' اس کا واحد ''اولی'' ہے۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ ۔(المائدہ:١٠٧)

ان کی طرف سے دو گواہ ان کی جگہ کھڑے ہو جائیں اور وہ گواہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں۔

امام بخاری نے اس تفسیر سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ''اولین'' ''الاولی'' کا تثنیہ ہے۔

نوٹ: ان تمام تعلیقات کی شرح' عمدۃ القاری ج ١٨ص ٢٦٧۔٢٦٣ سے مستفاد ہے۔

١- بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ (المائدہ:٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا (المائدہ:٣) کی تفسیر

المائدہ:٣ کی تفسیر' دینِ اسلام کے ذریعہ اس اُمت پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت کا نزول

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ' اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ اللہ عزوجل کی اس اُمت پر بہت بڑی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دین کو مکمل فرما دیا اور وہ کسی اور دین کی طرف محتاج نہیں ہے اور نہ اپنے نبی کے سوا کسی اور نبی کی طرف محتاج ہے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم الانبیاء بنایا ہے اور آپ کو تمام انسانوں اور جنات کی طرف مبعوث فرمایا ہے' سو وہی چیز حلال ہے جس کو اللہ نے حلال کیا ہے اور وہی چیز حرام ہے جس کو اللہ نے حرام کیا ہے اور وہی دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہے اور ہر وہ چیز جس کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے وہ حق اور صدق ہے' اس میں کذب کا اور اس کے خلاف کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔

علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ اس آیت میں دین سے مراد اسلام ہے اور ''الیوم'' سے مراد یوم عرفہ ہے۔ سُدی سے روایت ہے کہ یہ آیت یوم عرفہ کو نازل ہوئی' اس کے بعد نہ کوئی حلال نازل ہوا اور نہ کوئی حرام نازل ہوا' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدانِ عرفہ سے لوٹ گئے اور اس کے بعد آپ کی وفات ہوگئی۔ ابن جریج اور متعدد تابعین نے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم عرفہ کے بعد اکیاسی (٨١) دن زندہ رہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿مَخْمَصَةٍ﴾ (المائدہ:٣) مَجَاعَةٍ ۔

اور حضرت ابن عباس نے کہا کہ ''مخمصة'' کا معنی ہے: بھوک۔

امام بخاری نے اس تعلیق سے درج ذیل آیت کی تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے:

فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (المائدہ:۳)

پس جو شخص بھوک کی شدت سے مجبور ہو کر (کوئی حرام چیز کھا لے) دراں حالیکہ وہ اس کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بہت مہربان ہے○

امام ابن ابی حاتم نے اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے۔

٤٦٠٦- **حَدَّثَنِیْ** مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ قَیْسٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَتِ الْیَهُوْدُ لِعُمَرَ اِنَّكُمْ تَقْرَؤُوْنَ اٰیَةً لَوْ نَزَلَتْ فِیْنَا لَاتَّخَذْنَاهَا عِیْدًا فَقَالَ عُمَرُ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ حَیْثُ اُنْزِلَتْ وَاَیْنَ اُنْزِلَتْ وَاَیْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اُنْزِلَتْ یَوْمَ عَرَفَةَ وَاِنَّا وَاللّٰهِ بِعَرَفَةَ قَالَ سُفْیَانُ وَاَشُكُّ كَانَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمْ لَا ﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ﴾ (المائدہ:۳) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن بشار نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از قیس از طارق بن شہاب' وہ بیان کرتے ہیں کہ یہود نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ قرآن مجید میں ایک آیت پڑھتے ہیں' اگر وہ آیت ہم میں نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے' حضرت عمر نے کہا: میں خوب جانتا ہوں کہ وہ آیت کب نازل ہوئی تھی اور کس جگہ نازل ہوئی تھی اور جب وہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تھے' یہ آیت میدانِ عرفات میں نازل ہوئی اور اللہ کی قسم! ہم اس وقت میدانِ عرفات میں تھے۔ سفیان نے کہا: مجھے شک ہے کہ وہ جمعہ کا دن تھا یا نہیں' آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ (المائدہ:۳)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۴۵ میں گزر چکی ہے' تاہم چند ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

حضرت عمر سے سوال تو صرف ایک یہودی نے کیا تھا تو اس حدیث میں جمع کا صیغہ لانے کی توجیہ

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ' اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہود نے کہا: کتاب الایمان میں بھی یہ حدیث ہے' اس میں مذکور تھا کہ یہود میں سے ایک مرد نے کہا' جب کہ زیر بحث حدیث میں جمع کا ذکر ہے' جس مرد نے سوال کیا تھا وہ کعب احبار تھے اور ان کا یہ سوال اسلام لانے سے پہلے تھا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اسلام لائے تھے' یہاں پر جو یہود کی جماعت کا ذکر کیا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ کعب احبار کے ساتھ جو دوسرے یہودی تھے' ان کا بھی اعتبار کر لیا گیا۔

سفیان نے کہا: مجھے اس میں شک ہے کہ وہ جمعہ کا دن تھا یا نہیں' لیکن امام بخاری نے کتاب الاعتصام میں وثوق کے ساتھ یہ روایت کیا ہے کہ وہ جمعہ کا دن تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۶۸' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ)

بارہ ربیع الاوّل کو عید میلاد النبی منانے پر ایک اعتراض کا جواب

شیخ سلیم اللہ خان مہتمم جامعہ فاروقیہ' کراچی لکھتے ہیں:

صاحب خیر جاری نے یوم الجمعہ کو یوم عرفہ کے وقوع میں سفیان ثوری کے شک کی توجیہ بیان کی ہے کہ مشہور یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پیر کے دن بارہ ربیع الاوّل کو ہوئی تو اگر یومِ عرفہ جمعہ کے دن واقع ہو تو پھر کسی صورت میں ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ کو پیر کا دن نہیں

پڑتا' ذی الحجہ' محرم اور صفر کو خواہ تیس تیس دن مانے جائیں یا انتیس انتیس کے یا بعض تیس اور بعض انتیس کے' اس لیے سفیان ثوری کو شک ہے کہ یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا یا نہیں۔

لیکن جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ جمعہ کے دن یوم عرفہ کے وقوع میں کسی کا بھی اختلاف نہیں اور اس سلسلہ میں روایات متواتر ہیں' باقی یہ بات ہم نے کتاب المغازی میں تحقیق کے ساتھ بیان کر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات یکم ربیع الاوّل ١١ھ کو ہوئی' آپ کی وفات کا پیر کے دن بارہ ربیع الاوّل کا جو قول مشہور ہے' وہ تحقیقی نہیں ہے۔ (کشف الباری' کتاب التفسیر ص ١٧٦۔١٧٥' مکتبہ فاروقیہ' کراچی)

بعض دیوبندی ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تم بارہ ربیع الاوّل کو عید میلاد النبی مناتے ہو جب کہ بارہ ربیع الاوّل کو آپ کی وفات بھی ہوئی ہے تو تم نبی کی وفات کے دن خوشی مناتے ہو' حالانکہ اس دن تو آپ کی وفات کا غم کرنا چاہیے' اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی وفات بارہ ربیع الاوّل کو نہیں ہوئی بلکہ یکم یا دو ربیع الاوّل کو ہوئی ہے' اس کی زیادہ تحقیق ہم نے تبیان القرآن میں سورۂ انبیاء کی آیت ''کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ '' میں کی ہے اور جب شیخ سلیم اللہ خان جو اپنے حلقہ میں ثانی ابن حجر کہلاتے ہیں' انہوں نے بھی اس کی توثیق کر دی ہے تو اب بارہ ربیع الاوّل کو عید منانے پر کوئی اعتراض نہ رہا۔ نیز ہم نے تبیان القرآن میں سورۂ مائدہ کی اسی آیت کی تفسیر میں بہ کثرت دلائل سے یہ واضح کیا ہے کہ بارہ ربیع الاوّل کو عید میلاد النبی منانا شرعاً صحیح اور درست ہے اور وہاں ہم نے اس سلسلہ میں تمام شکوک اور شبہات کو دور کر دیا ہے۔

٢- بَابُ قَوْلُهُ ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾ (المائدہ:٦)

﴿تَيَمَّمُوْا﴾ تَعَمَّدُوْا ﴿آمِّيْنَ﴾ (المائدہ:٢) عَامِدِيْنَ أَمَّمْتُ وَتَيَمَّمْتُ وَاحِدٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿لَمَسْتُمْ﴾ (المائدہ:٦) وَ﴿تَمَسُّوْهُنَّ﴾ (البقرہ:٢٣٦) وَ﴿اللَّاتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ﴾ (النساء:٢٣) وَالْإِفْضَاءُ النِّكَاحُ.

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: پس تم پانی کو نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرو (المائدہ:٦) کی تفسیر

''تَيَمَّمُوْا'' (المائدہ:٦) اس کا معنی ہے: ''تَعَمَّدُوْا''۔ ''آمِّيْنَ'' (المائدہ:٢) اس کا معنی ہے: قصد کرنے والے۔ ''أَمَّمْتُ'' اور ''تَيَمَّمْتُ'' کا ایک معنی ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا: تم نے ان کو لمس کیا اور مس کیا جن عورتوں کے ساتھ تم دخول کر چکے ہو۔ (النساء:٢٣) اور ''الْإِفْضَآءُ'' کا معنی ہے: ''النِّكَاحُ''۔

جماع کے لفظ کو صراحۃً ذکر کرنے کے بجائے اس کو کنایہ سے تعبیر کیا جائے

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ اس تعلیق کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابن المنذر نے اپنی سند کے ساتھ سفیان سے روایت کی ہے کہ ''تیمموا'' کا معنی ہے: ''تعمدوا'' اور وہ قصد ہے۔ (الدر المنثور ج ٢ ص ٢٩٨)

حضرت ابن عباس نے کہا: تم جن عورتوں سے دخول کر چکے ہو ان کو تم نے لمس کیا اور مس کیا۔ (النساء:٢٣)

اس روایت کو بھی امام ابن المنذر نے عکرمہ سے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے اور انہوں نے کہا: ''الملامسہ' المباشرہ' الافضاء'' اور ''الرفث'' ان تمام الفاظ کا معنی جماع اور نکاح ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جماع کے لفظ کو چھونے اور مس کرنے سے تعبیر فرمایا ہے۔ (الدر المنثور ج ٢ ص ٢٩٧)

اور امام ابن ابی حاتم نے بھی اپنی تفسیر میں حضرت علی اور حضرت اُبی رضی اللہ عنہما اور مجاہد اور متعدد تابعین سے اس کی اسی طرح روایت

کی ہے۔(تفسیر امام ابن ابی حاتم: ۵۳٦٧)

٤٦٠٧- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ اَوْبِذَاتِ الْجَيْشِ اِنْقَطَعَ عِقْدٌ لِّيْ فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهٖ وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَاَتَى النَّاسُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ فَقَالُوْا اَلَا تَرٰى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ اَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِالنَّاسِ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَّاْسَهٗ عَلٰى فَخِذِيْ قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَّلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ قَالَتْ عَائِشَةُ فَعَاتَبَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ وَقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ وَجَعَلَ يَطْعُنُنِيْ بِيَدِهٖ فِيْ خَاصِرَتِيْ وَلَا يَمْنَعُنِيْ مِنَ التَّحَرُّكِ اِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَخِذِيْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَاءٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ فَقَالَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ مَاهِيَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا اٰلَ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِيْ كُنْتُ عَلَيْهِ فَاِذَا الْعِقْدُ تَحْتَهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: مجھے امام مالک نے حدیث بیان کی از عبدالرحمٰن بن القاسم از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر کے لیے نکلے حتیٰ کہ جب ہم مقام بیداء یا مقام ذات الجیش پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو تلاش کرانے کے لیے ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے اور اس جگہ پانی نہیں تھا اور نہ لوگوں کے پاس پانی تھا' پس لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' سو اُن سے کہا: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ عائشہ نے کیا کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور لوگوں کو ٹھہرا لیا ہے' اور لوگ پانی (کی جگہ) پر نہیں ہیں اور نہ لوگوں کے پاس پانی ہے' پس حضرت ابوبکر آئے اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پر سر رکھ کر سو چکے تھے' پس حضرت ابوبکر نے کہا: تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور لوگوں کو ٹھہرا لیا ہے اور اس جگہ پانی نہیں ہے اور نہ لوگوں کے پاس پانی ہے' حضرت عائشہ نے بتایا: پس حضرت ابوبکر نے مجھے ڈانٹا اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ کہتے رہے' اور میری کوکھ میں چٹکیاں لیتے رہے اور مجھے ہلنے سے صرف یہ چیز مانع تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سرِ اقدس میرے زانو پر تھا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے حتیٰ کہ آپ نے بغیر پانی کے صبح کی تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرما دی' پس حضرت اُسید بن حضیر نے کہا: اے آل ابوبکر! یہ تمہاری کوئی پہلی برکت تو نہیں ہے' حضرت عائشہ نے بتایا: پس ہم نے اس اونٹ کو اُٹھایا جس پر میں سوار تھی تو وہ ہار اس اونٹ کے نیچے تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۳۴ میں گزر چکی ہے۔

٤٦٠٨- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا سَقَطَتْ قِلَادَةٌ لِّيْ بِالْبَيْدَاءِ وَنَحْنُ دَاخِلُوْنَ الْمَدِيْنَةَ فَاَنَاخَ النَّبِيُّ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یحییٰ بن سلیمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے عمرو نے خبر دی کہ عبدالرحمان بن القاسم نے ان کو حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَزَلَ فَثَنٰى رَأْسَهٗ فِىْ حِجْرِىْ رَاقِدًا اَقْبَلَ اَبُوْبَكْرٍ فَلَكَزَنِىْ لَكْزَةً شَدِيْدَةً وَّقَالَ حَبَسْتِ النَّاسَ فِىْ قِلَادَةٍ فَبِى الْمَوْتُ لِمَكَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اَوْجَعَنِىْ ثُمَّ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَيْقَظَ وَحَضَرَتِ الصُّبْحُ فَالْتُمِسَ الْمَاءُ فَلَمْ يُوْجَدْ فَنَزَلَتْ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ﴾ (المائدہ:٦) الْاٰيَةَ فَقَالَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ لَقَدْ بَارَكَ اللّٰهُ لِلنَّاسِ فِيْكُمْ يَا اٰلَ اَبِىْ بَكْرٍ مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَرَكَةٌ لَّهُمْ ـ

ہیں کہ مقام بیداء میں میرا ہار گر گیا اور اس وقت ہم مدینہ میں داخل ہو رہے تھے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ بٹھایا اور (اس سے) اترے پھر میری گود میں اپنا سر موڑ کر سونے کے لیے رکھ دیا' حضرت ابوبکر آئے اور انہوں نے میرے سینہ پر زور سے تھپڑا مارا اور کہا: تم نے ایک ہار کی وجہ سے لوگوں کو ٹھہرا لیا ہے' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل پڑنے سے مجھے موت کی طرح لگ رہا تھا' حالانکہ اُن کی ضرب نے مجھے سخت تکلیف پہنچائی تھی' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور اس وقت صبح ہو چکی تھی' پس پانی کو تلاش کیا گیا تو وہ نہیں ملا' اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی: اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو۔ پوری آیت تک' تب حضرت اسید بن حضیر نے کہا: اے آل ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے تم میں برکت رکھی ہے' تمہارا وجود ان کے لیے محض برکت ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۳۴ میں گزر چکی ہے۔

البیداء کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں البیداء کا ذکر ہے' اس سے مراد جنگل ہے' حضرت عائشہ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس رات نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تھے' پس ہو سکتا ہے کہ مسلمان اس جگہ رات کو پہنچے ہوں اور آپ نماز پڑھ کر سو گئے ہوں اور علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ البیداء سے مراد ذوالحلیفہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس آئے تو آپ رات کے آخری حصہ میں وہاں پہنچے تو آپ نے صبح تک وہاں رات گزاری اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

حدیث:۴۶۰۷ سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیت تیمم مسلمانوں کے نماز پڑھنے سے پہلے نازل ہوئی اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے لوگوں کو ہار ڈھونڈنے کے لیے بھیجا' پس نماز کا وقت آ گیا اور مسلمانوں کا وضو نہیں تھا اور ان کو پانی نہیں ملا تو انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی' پھر آیت وضو نازل ہوئی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۸۵' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

۳- بَابُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝﴾ (المائدہ:۲٤)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (اے موسیٰ!) سو آپ اور آپ کا رب جائیں اور دونوں (ان سے) لڑیں' بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے ۝ (المائدہ:۲۴) کی تفسیر

جس قوم سے بنی اسرائیل نے لڑنے سے انکار کر دیا تھا' اس کا بیان

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

مقاتل نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ اریحاء میں ایک ہزار بستیاں تھیں اور ہر بستی میں ایک ہزار باغ تھے' جب بنی اسرائیل

کے نُقباء (سردار) اس بستی میں داخل ہوئے تو ان کی طرف عوج بن عناق آیا' اس نے ان کو اور ان کے سامان کو اپنے ہاتھ میں اُٹھا لیا حتیٰ کہ اپنے بادشاہ کے سامنے لے جا کر ان کو رکھ دیا' اس بادشاہ کا نام مانوس بن سسورک تھا' بادشاہ نے ان کو آنکھ اُٹھا کر دیکھا' پھر کہا: ان کو قتل کر دو' اس کی بیوی نے کہا: اس مسکینوں پر رحم کریں اور ان کو چھوڑ دیں' سو یہ کسی اور راستہ سے چلے جائیں' پس بادشاہ نے ان کو چھوڑ دیا' واپسی میں انہوں نے انگور کی بیلوں سے چند انگور توڑے لیکن وہ اتنے وزنی تھے کہ وہ ان کو اُٹھا نہ سکے' پھر انہوں نے دو انار توڑے مگر ان کی سواریاں ان اناروں کا بوجھ نہ اُٹھا سکیں' پھر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور ان کا حال سنایا' ان لوگوں میں سے ہر شخص کا طول ساڑھے سات ہاتھ تھا اور وہ قوم عاد کے باقی لوگوں میں سے تھے اور ان کو العمالیق کہا جاتا تھا۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٢٨٨' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٤٦٠٩- حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ مُّخَارِقٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدَادِ (ح) وَحَدَّثَنِيْ حَمْدَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا الْاَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُّخَارِقٍ عَنْ طَارِقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ الْمِقْدَادُ يَوْمَ بَدْرٍ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَا نَقُوْلُ لَكَ كَمَا قَالَتْ بَنُوْا اِسْرَائِيْلَ لِمُوْسٰى ﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ۝﴾ (المائدہ:٢٤) وَلٰكِنِ امْضِ وَنَحْنُ مَعَكَ فَكَاَنَّهٗ سُرِّيَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُّخَارِقٍ عَنْ طَارِقٍ اَنَّ الْمِقْدَادَ قَالَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابونعیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں اسرائیل نے حدیث بیان کی از مخارق از طارق بن شہاب' انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا' انہوں نے بتایا کہ میں حضرت مقداد کے پاس حاضر تھا (ح) اور مجھے حمدان بن عمر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالنضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الاشجعی نے حدیث بیان کی از سفیان از مخارق از طارق از عبداللہ' انہوں نے بتایا کہ حضرت مقداد نے بدر کے دن کہا: یارسول اللہ! ہم آپ سے اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا: سو آپ اور آپ کا رب جائیں اور دونوں (ان سے) لڑیں' بے شک ہم یہیں بیٹھے رہیں گے ۝ (المائدہ:٢٤) لیکن آپ جائیں ہم آپ کے ساتھ ہیں' پس گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے پریشانی دور ہو گئی۔ اس حدیث کی وکیع نے از سفیان از مخارق از طارق روایت کی ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٩٥٢ میں گزر چکی ہے۔

٤- بَابٌ ﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اِلٰى قَوْلِهٖ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ﴾ (المائدہ:٣٣)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں' ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے' یہاں تک پڑھیں: یا ان کو شہر بدر کر دیا جائے (المائدہ:٣٣) کی تفسیر

اَلْمُحَارَبَةُ لِلّٰهِ اَلْكُفْرُبِهٖ ـ

٤٦١٠- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَلْمَانُ اَبُوْ رَجَاءٍ مَّوْلٰى اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ اَنَّهٗ كَانَ جَالِسًا خَلْفَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَذَكَرُوْا وَذَكَرُوْا فَقَالُوْا وَقَالُوْا قَدْ اَقَادَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ فَالْتَفَتَ اِلٰى اَبِيْ قِلَابَةَ وَهُوَ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَقَالَ مَا تَقُوْلُ يَا عَبْدَاللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ اَوْقَالَ مَا تَقُوْلُ يَا اَبَا قِلَابَةَ قُلْتُ مَا عَلِمْتُ نَفْسًا حَلَّ قَتْلُهَا فِي الْاِسْلَامِ اِلَّا رَجُلٌ زَنٰى بَعْدَ اِحْصَانٍ اَوْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْحَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا اَنَسٌ بِكَذَا وَكَذَا قُلْتُ اِيَّايَ حَدَّثَ اَنَسٌ قَالَ قَدِمَ قَوْمٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمُوْهُ فَقَالُوْا قَدِ اسْتَوْخَمْنَا هٰذِهِ الْاَرْضَ فَقَالَ هٰذِهٖ نَعَمٌ لَّنَا تَخْرُجُ فَاخْرُجُوْا فِيْهَا فَاشْرَبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا وَاَبْوَالِهَا فَخَرَجُوْا فِيْهَا فَشَرِبُوْا مِنْ اَبْوَالِهَا وَاَلْبَانِهَا وَاسْتَصَحُّوْا وَمَالُوْا عَلَى الرَّاعِي فَقَتَلُوْهُ وَاطَّرَدُوا النَّعَمَ فَمَا يُسْتَبْطَاُ مِنْ هٰؤُلَاءِ قَتَلُوا النَّفْسَ وَحَارَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَخَوَّفُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَقُلْتُ تَتَّهِمُنِيْ قَالَ حَدَّثَنَا بِهٰذَا اَنَسٌ قَالَ وَقَالَ يَا اَهْلَ كَذَا اِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا بِخَيْرٍ مَّا اَبْقَى اللّٰهُ هٰذَا فِيْكُمْ وَمِثْلُ هٰذَا ـ

''المحاربة للّٰه'' کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن عبداللہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن عبداللہ انصاری نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عون نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سلمان ابورجاء مولیٰ ابوقلابہ نے حدیث بیان کی از ابوقلابہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' پس لوگوں نے ذکر کیا اور ذکر کیا' پس انہوں نے کہا اور کہا (اس مجلس میں قسامت کا ذکر آ گیا اور لوگوں کا اس میں اختلاف ہوا کہ اس میں قصاص ہے یا نہیں) لوگوں نے کہا: قسامت میں قصاص لازم ہوگا' آپ سے پہلے خلفاء راشدین نے بھی اس میں قصاص لیا ہے' پھر عمر بن عبدالعزیز' ابوقلابہ کی طرف متوجہ ہوئے جو ان کی پیٹھ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے' پس انہوں نے کہا: اے عبداللہ بن زید! اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ یا کہا: اے ابوقلابہ! آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے بیان کیا: میں نے کہا کہ میرے علم میں اسلام میں ان تین شخصوں کے علاوہ اور کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے: (۱) شادی شدہ شخص زنا کرے (۲) کسی شخص کو ناحق قتل کرے (۳) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرے' تب عنبسہ نے کہا: ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسی طرح اور اسی طرح حدیث بیان کی ہے' انہوں نے کہا کہ مجھے بھی حضرت انس نے حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگ آئے (انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر بیعت کی) پھر کہا: ہمیں اس شہر کی آب و ہوا موافق نہیں آئی' تب آپ نے فرمایا: ہمارے یہ اونٹ چرنے جا رہے ہیں تم بھی ان کے ساتھ جاؤ اور ان کا دودھ اور پیشاب پیو' وہ لوگ ان اونٹوں کے ساتھ چلے گئے اور ان کا پیشاب اور (اونٹنیوں کا) دودھ پیا اور وہ تندرست ہو گئے' پھر انہوں نے آپ کے چرواہے کو پکڑ کر قتل کر دیا اور اونٹوں کو لے کر بھاگ گئے' پس ان لوگوں سے قصاص لینے میں کیا تردد ہو سکتا تھا' انہوں نے ناحق قتل کیا اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈرانا چاہا' یہ سن کر عنبسہ نے کہا: سبحان اللہ! میں نے کہا: کیا تم مجھے

جھٹلانا چاہتے ہو؟ عنبسہ نے کہا: (نہیں!) حضرت انس نے مجھے بھی یہی حدیث بیان کی تھی' انہوں نے بیان کیا کہ عنبسہ نے کہا: اے اہل شام! تم اس وقت تک خیریت سے رہو گے جب تک اللہ تم میں ابوقلابہ اور ان جیسوں کو باقی رکھے گا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۳۳ میں گزر چکی ہے' تاہم بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کے عنوان میں پوری آیت نہیں لکھی' پوری آیت درج ذیل ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَ اَرْجُلُھُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِکَ لَھُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْھِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۙ (المائدہ: ۳۳۔۳۴)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں ڈاکے ڈالتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ ان کو چن چن کر قتل کیا جائے یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ ایک جانب سے اور پیر دوسری جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو شہر بدر کر دیا جائے' یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے ماسوا ان لوگوں کے جنہوں نے تمہارے ان پر قابو پانے سے پہلے توبہ کر لی' سو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے

محارب کی تعریف' المائدہ: ۳۳ کا شانِ نزول اور حدیث مذکور سے مستنبط مسائل

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اگر کسی محلہ میں مقتول پایا جائے اور اس کے قاتل کا پتا نہ چلے تو اس محلہ کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں کہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے نہ ہم یہ جانتے ہیں کہ اس کا قاتل کون ہے' تو پھر سب محلہ والے مل کر اس مقتول کی دیت اس کے وارثوں کو ادا کریں گے۔

محاربہ کی تعریف میں امام ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے یہ روایت کی ہے کہ اس کا معنی ہے: اسلام کے بعد کفر کرنا اور دوسروں نے اس کی تفسیر کی ہے کہ اس کا معنی ہے: راستہ میں ڈاکا ڈالنا اور مکابرہ ہے جو شہر میں مسلمانوں کے اوپر ہتھیار اُٹھائے' یہ امام مالک' امام شافعی' امام اوزاعی اور لیث کا قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جو شہر کے راستوں میں ڈاکے ڈالتا ہے اور جو شہر میں مسلمانوں پر ہتھیار اُٹھائے وہ محارب نہیں ہے' یہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔

امام طبری نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی ہے؟ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اہل کتاب کے بعض لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے' جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا' پھر انہوں نے عہد کو توڑ دیا اور زمین میں دہشت گردی کی۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۵۴۷)

امام ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ یہ آیت مشرکین کے متعلق نازل ہوئی' سو جنہوں نے پکڑے جانے سے پہلے توبہ کر لی' ان کو ان کے جرم کی سزا نہیں ملے گی۔ (سنن ابوداؤد: ۴۳۷۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ آیت عرینیین کے متعلق نازل ہوئی ہے' جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ (تفسیر طبری ج ۴ ص ۵۴۷)

ابن سیرین نے کہا ہے کہ یہ آیت عرینیین کے قصہ کی ناسخ ہے اور احسن یہ ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے اور آپ نے ان کو جو سزا دی' وہ ان کے جرم کی مثل قصاص تھا۔

اس میں اختلاف ہے کہ آیا محارب صرف مشرک ہے یا اس میں فاسق اور مرتد بھی شامل ہے' امام شافعی کا قول اوّل الذکر ہے اور امام مالک کا قول ثانی الذکر ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۴ ص ۱۷۵۸)

بعض احادیث میں ان مجرموں کے علاوہ ساحر کو بھی حداً قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (سنن ترمذی: ۱۴۶۰)

اور بعض احادیث میں مذکور ہے کہ جب ایک خلیفہ کی بیعت پر اتفاق ہو تو جو دوسرا خلافت کا مدعی ہو اس کو قتل کر دیا جائے۔ (صحیح مسلم: ۱۸۵۳)

اور بعض احادیث میں مذکور ہے کہ لواطت کرنے والے کو بھی قتل کر دیا جائے۔ (سنن ابوداؤد: ۴۴۶۲' سنن ترمذی: ۱۴۵۶' سنن ابن ماجہ: ۲۵۶۱' مسند احمد ج ۱ ص ۳۰۰) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۹۴-۲۹۲' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٥- بَابٌ قَوْلُهُ ﴿وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ﴾ (المائدۃ:٤٥)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور زخموں میں بدلہ ہے (المائدہ: ۴۵) کی تفسیر

٤٦١١- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ اَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَسَرَتِ الرُّبَيِّعُ وَهِيَ عَمَّةُ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَطَلَبَ الْقَوْمُ الْقِصَاصَ فَاَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِصَاصِ فَقَالَ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَمُّ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ لَا وَاللّٰهِ لَا تُكْسَرُ سِنُّهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَنَسُ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الْاَرْشَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَّوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن سلام نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں الفزاری نے خبر دی از حمید از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ ربیع نے جو حضرت انس بن مالک کی پھوپھی تھیں' انہوں نے انصار کی ایک لڑکی کے سامنے کے دانت توڑ دیئے تو لڑکی والوں نے قصاص کا مطالبہ کیا' تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے' پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص لینے کا حکم دیا تو حضرت انس بن مالک کے چچا حضرت انس بن نضر نے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! یارسول اللہ! اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! اللہ کی کتاب میں قصاص کا حکم ہے' پھر لڑکی والے راضی ہو گئے اور انہوں نے دیت لینے کو منظور کر لیا' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ کسی کام کرنے پر اللہ کی قسم کھا لیں تو اللہ ان پر قسم سچی کر دیتا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۷۰۳ میں گزر چکی ہے۔

٦- بَابٌ ﴿يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ (المائدۃ:٦٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے رسول! آپ پر آپ کے رب کی طرف سے جو نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے (المائدہ: ۶۷) کی تفسیر

٤٦١٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمَاعِيلَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَنْ حَدَّثَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَمَ شَيْئًا مِّمَّا اُنْزِلَ عَلَيْهِ فَقَدْ كَذَبَ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ ﴿يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ (المائدہ:٦٧) اَلْاٰيَةَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن یوسف نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی از اسماعیل از شعبی از مسروق' از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ جس نے تم سے یہ کہا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کوئی چیز چھپالی جو آپ پر نازل کی گئی تھی تو اس نے جھوٹ بولا' اور اللہ فرماتا ہے: اے رسول! آپ پر آپ کے رب کی طرف سے جو نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے۔ (المائدہ:٦٧)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۳۲۳۴ میں گزر چکی ہے' بعض ضروری اُمور بیان کیے جا رہے ہیں:

المائدہ: ٦٧ کے متعدد شانِ نزول

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

الواحدی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت غدیر خم کے دن نازل ہوئی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: میں جس کا مولیٰ (محبوب) ہوں علی اس کے مولیٰ (محبوب) ہیں۔ (اسباب النزول ص ۲۰۴)

دوسرا قول یہ ہے کہ آیت عیینہ بن حصن اور فقراءِ اہل الصفۃ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت آپ کی زوجہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی ہے اور یہ حدیث' صحیح البخاری: ۷۴۲۰ میں مذکور ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ جب بعض لوگوں نے جہاد کو ناپسند کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

پانچواں قول یہ ہے کہ یہ آیت رجم اور قصاص کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

چھٹا قول یہ ہے کہ یہ آیت حقوق مسلمین کے متعلق نازل ہوئی ہے' جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے حجۃ الوداع کا خطبہ دیا اور کہا: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۲۹۶' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

٧- بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ﴾ (المائدہ:٨٩)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا (المائدہ:۸۹) کی تفسیر

٤٦١٣- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ سُعَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ﴾ فِيْ قَوْلِ الرَّجُلِ لَا وَاللّٰهِ وَبَلٰى وَاللّٰهِ .

[طرف الحدیث: ٦٦٦٣]

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں علی بن سلمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مالک بن سعیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ہشام نے حدیث بیان کی از والد خود از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اللہ تمہاری بے مقصد قسموں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا۔ (المائدہ:۸۹) کسی مرد کی ایسی قسم کے متعلق نازل ہوئی ہے: نہیں اللہ کی قسم! ہاں' اللہ کی قسم!

٤٦١٤- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ اَبَاهَا كَانَ لَا یَحْنَثُ فِیْ یَمِیْنٍ حَتّٰی اَنْزَلَ اللّٰهُ كَفَّارَةَ الْیَمِیْنِ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ لَّا اَرٰی یَمِیْنًا اُرٰی غَیْرَهَا خَیْرًا مِّنْهَا اِلَّا قَبِلْتُ رُخْصَةَ اللّٰهِ وَفَعَلْتُ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ.

[طرف الحدیث:٦٦٢١] (سنن ابوداؤد:٣٢٥٤، صحیح ابن حبان:٤٣٣٣)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں احمد بن ابی رجاء نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں النضر نے حدیث بیان کی از ہشام انہوں نے کہا: مجھے میرے والد نے خبر دی از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے والد (حضرت ابوبکر) کبھی قسم کھا کر اس کے خلاف نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کے کفارہ کا حکم نازل فرما دیا' تب حضرت ابوبکر نے کہا: جب بھی میں قسم کے خلاف کرنے کو بہتر جانتا ہوں تو قسم کے خلاف کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رخصت پر عمل کرتا ہوں اور وہی کام کرتا ہوں جو بہتر ہوتا ہے۔

باب کی حدیث کی مؤید دیگر روایات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

ابن الجریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے پاس یتیم لڑکے تھے اور مہمان بھی آ گئے تھے' وہ رات کا کچھ حصہ گزارنے کے بعد گھر آئے' انہوں نے پوچھا: کیا تم نے میرے مہمانوں کو کھانا کھلا دیا ہے؟ گھر والوں نے کہا: ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے تو حضرت عبداللہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں آج رات کھانا نہیں کھاؤں گا' ان کے مہمانوں نے کہا: ہم بھی آج رات کھانا نہیں کھائیں گے' اور یتیم لڑکوں نے کہا: ہم بھی آج کی رات کھانا نہیں کھائیں گے' جب حضرت عبداللہ نے یہ ماجرا دیکھا تو انہوں نے کھانا کھالیا اور مہمانوں اور یتیم لڑکوں نے بھی کھانا کھالیا' صبح کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: تم نے رحمان کی اطاعت کی اور شیطان کی نافرمانی کی۔ (مصنف عبدالرزاق:١٦٠٤٥' مصنف ابن ابی شیبہ:١٢٦٢٤)

مقاتل نے کہا کہ دس صحابہ نے یہ قسم کھائی کہ وہ دن کو روزہ رکھیں گے اور رات کو قیام کریں گے' حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت علی' حضرت مقداد' حضرت عثمان بن مظعون' حضرت ابوذر' حضرت سلمان' حضرت ابن مسعود' حضرت عمار' حضرت حذیفہ' حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ اور حضرت قدامہ رضی اللہ عنہم تب یہ آیت نازل ہوئی:

لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ ۔ (المائدہ:٨٧) تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔

لغو کا معنی اور قسم کا کفارہ

لغو کا معنی ہے: جو کام قابل شمار نہ ہو اور اس کا کوئی فائدہ نہ ہو اور ایک قول ہے: اس کا معنی ہے: گناہ' یعنی جن قسموں کا تم نے کفارہ دے دیا ہے ان پر تم سے مواخذہ نہیں ہوگا' ابن جبیر نے کہا: کوئی شخص گناہ کرنے کی قسم کھالے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس قسم کو توڑ کر اس کا کفارہ دے۔

قسم کا کفارہ یہ ہے کہ وہ دس مسکینوں کو صبح اور شام درمیانی کھانا کھلائے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک گندم سے نصف صاع یعنی دو کلوگرام اور جو اور کھجور وغیرہ سے ایک صاع یعنی چار کلوگرام یا ان کو کپڑے دے یا ایک غلام آزاد کرے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھے۔ (بدائع الصنائع ج ٥ص١٠٢-١٠١) (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ص ٢٩٩-٢٩٨' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

٨- بَابُ قَوْلُهُ ﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ (المائدہ:٨٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے (المائدہ:٨٧) کی تفسیر

٤٦١٥- **حَدَّثَنَا** عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ اِسْمَاعِیْلَ عَنْ قَیْسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَیْسَ مَعَنَا نِسَاءٌ فَقُلْنَا اَلَا نَخْتَصِیْ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ فَرَخَّصَ لَنَا بَعْدَ ذٰلِكَ اَنْ نَتَزَوَّجَ الْمَرْاَةَ بِالثَّوْبِ ثُمَّ قَرَاَ ﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ . [طرف الحدیث:٥٠٧١-٥٠٧٥] (صحیح مسلم:١٤٠٤، الرقم المسلسل:٣٣٠٠)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں عمرو بن عون نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں خالد نے حدیث بیان کی از اسماعیل از قیس از حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور ہمارے ساتھ بیویاں نہیں ہوتی تھیں تو ہم نے پوچھا: کیا ہم خصی نہ ہو جائیں' پس آپ نے ہم کو اس سے منع کر دیا' پھر اس کے بعد آپ نے ہم کو اس کی اجازت دی کہ ہم کسی عورت سے ایک کپڑے کے عوض متعہ کر لیا کریں' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: اے ایمان والو! تم ان پسندیدہ چیزوں کو حرام قرار نہ دو جن کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔ (المائدہ:٨٧)

متعہ کی تحریم پر اجماع ہے

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ٨٥٥ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی طرح متعہ کو جائز قرار دیتے تھے اور متعہ کے منسوخ ہونے کا حکم ان تک نہیں پہنچا تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابتداءِ اسلام میں یہ رخصت تھی کہ اگر کوئی مرد متعہ کرنے پر اس طرح مجبور ہو جائے جس طرح کوئی شخص مردار اور خنزیر کھانے پر مجبور ہو جاتا ہے تو وہ متعہ کر سکتا ہے۔

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ متعہ منسوخ ہو چکا اور اس کی تحریم پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور صرف چند گمراہ لوگوں کے سوا کوئی اس کے جواز کا معتقد نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٨٠' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ١٤٢١ھ)

ہم نے متعہ کی تحریم کی تحقیق تفسیر تبیان القرآن میں آیت کریمہ "فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ" النساء:٢٤ کی تفسیر میں بیان کی ہے اور شاید اتنی تحقیق کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔

٩- بَابُ قَوْلُهُ ﴿اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ﴾ (المائدہ:٩٠)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد فرمایا: شراب اور جوا' اور بتوں کے پاس نصب شدہ پتھر اور فال کے تیر محض ناپاک ہیں' شیطانی کاموں میں سے ہیں (المائدہ:٩٠) کی تفسیر

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اَلْاَزْلَامُ﴾ اَلْقِدَاحُ یَقْتَسِمُوْنَ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "والازلام" (المائدہ:٩٠)

بِهَا فِي الْأُمُوْرِ وَالنُّصُبُ أَنْصَابٌ يَذْبَحُوْنَ عَلَيْهَا وَقَالَ غَيْرُهُ الزَّلَمُ الْقِدْحُ لَا رِيْشَ لَهُ وَهُوَ وَاحِدُ الْأَزْلَامِ وَالْاِسْتِقْسَامُ أَنْ يُجِيْلَ الْقِدَاحَ فَإِنْ نَهَتْهُ انْتَهٰى وَإِنْ أَمَرَتْهُ فَعَلَ مَا تَأْمُرُهُ يُجِيْلُ يُدِيْرُ قَدْ أَعْلَمُوا الْقِدَاحَ أَعْلَامًا بِضُرُوْبٍ يَسْتَقْسِمُوْنَ بِهَا وَفَعَلْتُ مِنْهُ قَسَمْتُ وَالْقُسُوْمُ الْمَصْدَرُ .

اس سے مراد وہ تیر ہیں جن سے وہ اپنے کاموں میں قسمت کا حال معلوم کرتے تھے''والنصب''اس سے مراد وہ نصب شدہ پتھر ہیں جن پر وہ (بتوں کا قرب حاصل کرنے کے لیے) اپنے جانوروں کو ذبح کرتے تھے دوسروں نے کہا:''الزلم'' کا معنی ایسا تیر ہے جس کا پر نہیں ہوتا تھا' یہ''ازلام'' کا واحد ہے اور''الاستقسام'' کا معنی ہے: تیر کو گھمایا جائے اگر وہ تیر اس کو کسی کام سے منع کرے تو رک جائے اور اگر وہ اس کو کسی کام کا حکم دے تو اس کو کرے اور انہوں نے تیروں پر مختلف قسم کی نشانیاں بنا رکھی تھیں اور وہ ان نشانیوں سے قسمت کا حال معلوم کرتے تھے اور اس سے''فَعَلْتُ'' کے معنی میں ''قَسَمْتُ'' ہے اور''القسوم''مصدر ہے۔

تعلیقاتِ مذکورہ کے معانی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے کہا:''الازلام''اس سے مراد ہے: وہ تیر جن سے معاملات میں قسمت کا حال معلوم کیا جاتا ہے' اسی طرح امام ابن المنذر اور امام ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج ۴ص ۱۱۹۸)

''النصب والانصاب''ان بتوں کو کہتے ہیں جن کا قرب حاصل کرنے کے لیے جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم ج ۴ص ۱۱۹۸ تفسیر طبری ج ۴ص ۴۱۵-۴۱۴)

دوسروں نے کہا:''الزلم'' ایسے تیر ہیں جن کے پَر نہ ہوں اور یہ''ازلام'' کا واحد ہے اور''الاستقسام'' کا معنی یہ ہے کہ تیروں کو گھمایا جائے' پس اگر تیر پر یہ لکھا ہو کہ یہ کام نہ کریں تو نہ کریں اور اگر اس پر لکھا ہو کہ یہ کام کریں تو کریں۔ (یہ زمانہ جاہلیت کا طریقہ تھا جس سے اللہ عزوجل نے ممانعت فرمادی۔)

''الزلم'' میں زاء اور لام دونوں پر زبر ہے' اس کا ایک معنی ہے: جس کا پَر نہ ہو اور دوسرا معنی ہے کہ جس کی نوک نہ ہو اور یہ جوئے کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔

اور''نصب'' صاد پر زبر' قبعی نے کہا: یہ وہ پتھر ہے جس کو زمانہ جاہلیت میں نصب کر دیا جاتا اور اس کے پاس جانوروں کو ذبح کیا جاتا۔ (التوضیح ج ۲۲ص ۳۰۲)

٤٦١٦- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ وَإِنَّ فِي الْمَدِيْنَةِ يَوْمَئِذٍ لَخَمْسَةَ أَشْرِبَةٍ مَافِيْهَا شَرَابُ الْعِنَبِ .

[طرف الحدیث:۵۵۷۹] (اس حدیث کی روایت میں امام بخاری

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں محمد بن بشر نے خبر دی' انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے نافع نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما انہوں نے بیان کیا کہ خمر کی حرمت نازل ہوئی اور اس وقت مدینہ میں پانچ قسم کی شرابیں تھیں اور ان میں کوئی بھی انگور کی شراب نہیں

منفرد ہیں) تھی۔

مدینہ میں پانچ قسم کی شرابیں اور ان میں تعارض کا جواب

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ مدینہ میں پانچ قسم کی شرابیں تھیں اور وہ کھجور کی اور شہد کی اور گندم کی اور جَو کی اور جوار کی شرابیں ہیں۔ مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ سے روایت ہے کہ الخمر انگور سے بنتی ہے اور کھجور سے اور گندم سے اور جَو سے اور جوار سے اور یعلیٰ کی روایت میں ہے کہ الخمر حرام کی گئی اور یہ انگور سے اور کھجور سے اور شہد سے اور جَو سے اور جوار سے بنتی ہے اور حضرت ابو ہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ الخمر ان دو درختوں سے بنتی ہے کھجور سے اور انگور سے اور اس حدیث کی امام مسلم نے روایت کی ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان احادیث میں تعارض ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ہر راوی نے شرابوں کی ان ہی اقسام کی روایت کی ہے جو ان کو محفوظ تھیں نیز جمہور کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ عدد کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا۔

(عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۸۳-۲۸۲)

٤٦١٧- حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَاكَانَ لَنَا خَمْرٌ غَيْرُ فَضِيْخِكُمْ هٰذَا الَّذِيْ تُسَمُّوْنَهُ الْفَضِيْخَ فَاِنِّيْ لَقَائِمٌ اَسْقِيْ اَبَاطَلْحَةَ وَفُلَانًا وَّفُلَانًا اِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ وَهَلْ بَلَغَكُمُ الْخَبَرُ فَقَالُوْا وَمَا ذَاكَ قَالَ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ قَالُوْا اَهْرِقْ هٰذِهِ الْقِلَالَ يَا اَنَسُ قَالَ فَمَا سَاَلُوْا عَنْهَا وَلَا رَاجَعُوْهَا بَعْدَ خَبَرِ الرَّجُلِ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں یعقوب بن ابراہیم نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابن علیہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں عبدالعزیز بن صہیب نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ نے کہا: اب لوگ تمہاری فضیخ (کھجور سے بنائی ہوئی شراب) کے سوا اور کوئی شراب نہیں پیتے وہ یہی ہے جس کا نام تم نے الفضیخ رکھا ہے میں کھڑا ہوا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ کو شراب پلا رہا تھا اور فلاں فلاں شخص کو اس وقت ایک مرد آیا اور اس نے کہا: تمہیں یہ خبر پہنچی ہے لوگوں نے کہا: کون سی خبر؟ اس نے کہا: شراب حرام کر دی گئی ہے لوگوں نے کہا: اے انس! شراب کے ان مٹکوں کو بہا دو حضرت انس نے کہا: پھر کسی نے شراب کا سوال نہیں کیا اور نہ اس مرد کی خبر کے بعد پھر شراب کی طرف رجوع کیا۔

اس حدیث کی شرح صحیح البخاری: ۲۴۶۴ میں گزر چکی ہے۔

''قلال'' کا معنی خبر واحد پر عمل کرنے کا جواز علامہ ابن ملقن کا امام ابوحنیفہ پر رد اور مصنف کا جواب

علامہ عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ''قلال'' کا لفظ ہے یہ ''القلہ'' کی جمع ہے اور یہ اس بڑے مٹکہ کو کہتے ہیں جس کو مضبوط آدمی بھی نہ اُٹھا سکے۔ (اعلام الحدیث ج ۳ ص ۱۸۳۸-۱۸۳۷)

اہل لغت نے کہا ہے کہ قلہ اس گھڑے کو کہتے ہیں جس کو انسان اوپر اُٹھا لے اور اس کی کوئی تحدید نہیں ہے۔ (الفائق ج ۳ ص ۱۸۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خبر واحد پر عمل کرنا جائز ہے اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ شراب کو سرکہ بنانا جائز نہیں ہے' امام ابوحنیفہ کا قول اس کے خلاف ہے' اگر شراب کو سرکہ بنالیا جائے تو امام مالک کے نزدیک اس کا استعمال جائز ہے اور ہمارے (شافعیہ کے) کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۳۰۴)

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں شراب کو سرکہ بنانے کی ممانعت نہیں ہے' اس حدیث میں صرف یہ مذکور ہے کہ جیسے ہی صحابہ کو معلوم ہوا کہ شراب کو حرام کر دیا گیا ہے' انہوں نے اسی وقت شراب کے مٹکوں کو بہا دیا اور اس سے صحابہ کی اسلام کے اوپر استقامت اور اللہ کے احکام کو اپنی خواہشوں پر مقدم رکھنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے' نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شراب کی تحریم سے پہلے شراب کو پینا مباح تھا۔

٤٦١٨- حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ قَالَ صَبَّحَ اُنَاسٌ غَدَاةَ اُحُدٍ الْخَمْرَ فَقُتِلُوْا مِنْ يَوْمِهِمْ جَمِيْعًا شُهَدَاءَ وَذٰلِكَ قَبْلَ تَحْرِيْمِهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں صدقہ بن الفضل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابن عیینہ نے خبر دی از عمرو از حضرت جابر رضی اللہ عنہ وہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ اُحد میں بعض صحابہ نے صبح کے وقت شراب پی تھی اور اسی دن وہ سب شہید کر دیئے گئے اور یہ شراب کی تحریم سے پہلے کا واقعہ ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۸۱۵ میں گزر چکی ہے۔

٤٦١٩- حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى وَابْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ اَبِىْ حَيَّانَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى مِنْبَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَمَّا بَعْدُ اَيُّهَا النَّاسُ اَنَّهُ نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةٍ مِّنَ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْعَسَلِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ . [اطراف الحدیث: ۵۵۸۱-۵۵۸۸-۵۵۸۹-۷۳۳۷] (صحیح مسلم: ۳۰۳۲' الرقم المسلسل: ۷۴۵۳' سنن ابوداؤد: ۳۶۶۹' سنن ترمذی: ۱۸۸۱)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ ہمیں عیسیٰ اور ابن ادریس نے خبر دی از ابوحیان از الشعبی از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منبر پر یہ کہہ رہے تھے: حمد وصلوٰۃ کے بعد اے لوگو! خمر کی تحریم نازل ہوگئی اور یہ پانچ چیزوں سے بنتی ہے: انگور سے اور کھجور سے اور شہد سے اور گندم سے اور جو سے' اور الخمر ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو عقل کو ڈھانپ لے۔

میں کہتا ہوں کہ فقہاء شافعیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس مشروب کے پینے سے عقل ماؤف ہو جائے وہ خمر ہے اور حرام ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ جب اس چیز کے پینے سے نشہ آ جائے' اور جس چیز کے پینے سے نشہ نہ آئے وہ خمر نہیں ہے اور خمر حرام قطعی ہے' اس کا ایک قطرہ پینا بھی حرام ہے' خواہ نشہ ہو یا نہ ہو اور اس کا ایک قطرہ پینے سے بھی حد واجب ہو جاتی ہے۔

١٠- بَابٌ ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ (پہلے) کھا پی چکے ہیں' اس سے ان پر

طَعِمُوْٓا ۔اِلٰی قَوْلِهٖ ۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ٥﴾

(المائدہ:۹۳)

کوئی باز پرس نہیں' (یہ آیت یہاں تک ہے:) اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے٥

(المائدہ:۹۳) کی تفسیر

٤٦٢٠- حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ الْخَمْرَ الَّتِيْ اُهْرِيْقَتِ الْفَضِيْخُ وَزَادَنِيْ مُحَمَّدٌ عَنْ اَبِي النُّعْمَانِ قَالَ كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ فِيْ مَنْزِلِ اَبِيْ طَلْحَةَ فَنَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ فَاَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادٰى فَقَالَ اَبُوْطَلْحَةَ اُخْرُجْ فَانْظُرْمَا هٰذَا الصَّوْتُ قَالَ فَخَرَجْتُ فَقُلْتُ هٰذَا مُنَادٍ يُّنَادِيْ اَلَا اِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ فَقَالَ لِيْ اِذْهَبْ فَاَهْرِقْهَا قَالَ فَجَرَتْ فِيْ سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ وَكَانَتْ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيْخَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ قُتِلَ قَوْمٌ وَّهِيَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا﴾ ۔(المائدہ:۹۳)

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالنعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حماد بن زید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ثابت نے حدیث بیان کی از حضرت انس رضی اللہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ جو خمر انڈیل کر بہا دی گئی تھی وہ الفضیخ تھی (کھجور سے بنائی ہوئی شراب)۔اور محمد نے مجھے یہ اضافہ بیان کیا از ابی النعمان' انہوں نے کہا: میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ کے گھر میں لوگوں کو شراب پلا رہا تھا' پس شراب کی تحریم نازل ہوگئی تو آپ نے ایک منادی کو حکم دیا تو اس نے نداء کی' پس حضرت ابوطلحہ نے کہا: جاؤ! دیکھو یہ کیسی آواز ہے؟ حضرت انس نے کہا: میں باہر نکلا' پس میں نے کہا: یہ ایک منادی ہے' جو نداء کر رہا ہے کہ سنو! خمر کو حرام کر دیا گیا ہے' پس مجھ سے حضرت ابوطلحہ نے کہا: جاؤ! شراب کو بہا دو۔حضرت انس نے بتایا: پس مدینہ کی گلیوں میں شراب بہہ رہی تھی اور ان دنوں ان کی خمر الفضیخ تھی' پس بعض لوگوں نے کہا کہ کئی لوگ شہید ہو گئے اور ان کے پیٹوں میں شراب تھی' تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے جو کچھ (پہلے) کھا پی چکے ہیں' اس سے ان کی کوئی باز پرس نہیں۔

(المائدہ:۹۳)

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ۲۴۶۴ میں گزر چکی ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں الفضیخ پر خمر کا اطلاق کیا گیا ہے' یہ اطلاق مجازی ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر کی تعریف یہ ہے کہ انگور کا وہ کچا شیرہ جو کئی دن پڑے رہنے سے جھاگ چھوڑ دے اور وہ سڑ جائے سو وہ نشہ آور ہو جاتا ہے' اس کا ایک قطرہ پینا بھی حرام ہے اور حد لگنے کا موجب ہے' خواہ اس سے نشہ ہو یا نہ ہو۔

١١- بَابُ قَوْلِهٖ ﴿لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾

(المائدہ:۱۰۱)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں

(المائدہ:۱۰۱) کی تفسیر

٤٦٢١- حَدَّثَنَا مُنْذِرُ بْنُ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں منذر بن الولید بن

الْجَارُوْدِیُّ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُوْسَی بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَّا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ قَالَ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِیْلًا وَّلَبَكَیْتُمْ كَثِیْرًا قَالَ فَغَطّٰی اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وُجُوْهَهُمْ لَهُمْ خَنِیْنٌ فَقَالَ رَجُلٌ مَّنْ اَبِیْ قَالَ فُلَانٌ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ ﴿لَا تَسْاَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ رَوَاهُ النَّضْرُ وَرَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ شُعْبَةَ .

عبدالرحمٰن الجارودی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں میرے والد نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی از موسیٰ بن انس از حضرت انس رضی اللہ عنہ' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا' وہ ایسا خطبہ تھا کہ میں نے اس جیسا خطبہ کبھی نہیں سنا' آپ نے فرمایا: اگر تم ان چیزوں کو جان لو جنہیں میں جانتا ہوں تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ' حضرت انس نے بتایا کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا اور ان کی ناک سے رونے کی آواز نکل رہی تھی' ایک مرد نے کہا: میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: فلاں ہے' تب یہ آیت نازل ہوئی: ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں (المائدہ:١٠١)' اس حدیث کی النضر اور روح بن عبادہ نے از شعبہ روایت کی ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:٩٣ میں گزر چکی ہے۔

''الخنین'' کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اکثر نسخوں میں ''الخنین'' کا لفظ ہے۔(شرح صحیح مسلم ج١٤ص١١٢)

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ ''الخنین'' کا معنی ہے: ناک سے غُنّہ کے ساتھ آواز نکلنا اور العذری نے کہا ہے: یہ لفظ ''الحنین'' ہے۔(المفہم ج٦ص١٦٥)

علامہ الخطابی نے کہا ہے کہ ''الحنین'' کا معنی ہے: آواز سے رونا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب کھجور کا ستون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق سے رویا تو اس کے لیے حدیث میں ''حنین الجذع'' کا لفظ ہے۔(التوضیح ج٢٢ص٣٠٨)

٤٦٢٢- حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَیْثَمَةَ حَدَّثَنَا اَبُو الْجُوَیْرِیَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ قَوْمٌ یَّسْاَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِسْتِهْزَاءً فَیَقُوْلُ الرَّجُلُ مَنْ اَبِیْ وَیَقُوْلُ الرَّجُلُ تَضِلُّ نَاقَتُهُ اَیْنَ نَاقَتِیْ؟ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِیْهِمْ هٰذِهِ الْاٰیَةَ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْاَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ حَتّٰی فَرَغَ مِنَ الْاٰیَةِ كُلِّهَا .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں الفضل بن سہل نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالنضر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوخیثمہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں ابوالجویریہ نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استہزاء سوال کرتے تھے پس کوئی مرد کہتا: میرا باپ کون ہے؟ پس جس مرد کی اونٹنی گم ہوگئی تھی' وہ کہتا: میری اونٹنی کہاں ہے؟ تب اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ آیت نازل فرمائی: اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں (المائدہ:١٠١) حتیٰ کہ آپ پوری

آیت پڑھ کر فارغ ہوئے۔

اس آیت کے دیگر شانِ نزول اور اس کا نام جس نے اپنے باپ کے متعلق سوال کیا تھا

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ .(آل عمران:۹۷) اور لوگوں کے لیے فرض ہے کہ وہ اللہ کے لیے بیت اللہ کا حج کریں۔

تب ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! کیا حج ہر سال ہوگا؟ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح مسلم:۱۳۳۷)

مقاتل نے کہا: یہ آیت حضرت عبداللہ بن جحش اور حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہما کے متعلق نازل ہوئی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! بے شک اللہ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے تو حضرت عبداللہ نے پوچھا: کیا ہر سال؟ (الحدیث)

اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا: دنیا کو میرے لیے اُٹھالیا گیا ہے اور میرے لیے عرب کے انساب بھی اُٹھالیے گئے ہیں' سو میں ہر ہر مرد کا نسب جانتا ہوں' تو حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی نے کھڑے ہو کر پوچھا: یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے' اور ایک مرد نے پوچھا: یارسول اللہ! میں کہاں ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: جنت میں' ایک اور مرد نے کھڑے ہو کر پوچھا: میں کہاں ہوں گا؟ تو آپ نے فرمایا: جنت میں' پھر ایک اور مرد نے کھڑے ہو کر پوچھا: میں کہاں ہوں گا؟ تو آپ نے فرمایا: دوزخ میں' پھر بنو عبدالدار کے ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا: یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ اس کو اس کے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا جاتا تھا' تو آپ نے فرمایا: تمہارا باپ سعد ہے' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہمارا پردہ رکھیں' اللہ آپ کا پردہ رکھے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۳۱۱-۳۰۸' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

١٢- بَابٌ ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ﴾ (المائدہ:۱۰۳)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اللہ نے (جانوروں میں) کوئی بحیرہ نہیں بنایا اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی (المائدہ:۱۰۳) کی تفسیر

﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ﴾ (المائدہ:۱۱۶) يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ وَاِذْ هٰهُنَا صِلَةٌ الْمَآئِدَةُ اَصْلُهَا مَفْعُوْلَةٌ كَعِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَتَطْلِيْقَةٍ بَائِنَةٍ وَالْمَعْنٰى مِيْدَ بِهَا صَاحِبُهَا مِنْ خَيْرٍ يُقَالُ مَادَنِیْ يَمِيْدُنِیْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿مُتَوَفِّيْكَ﴾ (آل عمران:۵۵) مُمِيْتُكَ .

''واذ قال اللّٰه'' میں 'قال' ''یقول'' کے معنی میں ہے' یعنی اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اور ''اذ'' یہاں پر زائد ہے' المائدہ اصل میں اسم مفعول کا صیغہ ہے جیسے ''عیشة راضیه'' یعنی وہ زندگی جو پسندیدہ ہے اور ''تطلیقةٌ بائنة'' اس کا معنی ہے: جو بائنہ طلاق دی گئی اور المائدہ کا معنی ہے: اس کے صاحب کو خیر اور بھلائی دی گئی' کہا جاتا ہے: ''مادنی یمیدنی'' یعنی اس نے میرے ساتھ بھلائی کی یا بھلائی کرے گا' حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''متوفیك'' کا معنی ہے: میں تم پر موت لانے والا ہوں۔

تعلیق مذکور کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

امام ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ المائدہ کا معنی العطاء سے ماخوذ ہے۔ (مجاز القرآن ج ۱ ص ۱۸۲)

الزجاج نے کہا: المائدہ ''ماد یمید'' سے ماخوذ ہے جب کوئی چیز حرکت کرے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ''ماد یمید'' سے ماخوذ ہے جب کوئی شخص کھلائے اور یہ سرخ دستر خوان ہے جس پر بھنی ہوئی مچھلی ہو جس میں کانٹے نہ ہوں اور اس کے سرہانے نمک ہو اور اس کی دُم کے پاس سرکہ ہو اور اس کے گرد گندنا کے سوا سبزیاں ہوں اور پانچ روٹیاں ہوں ایک روٹی پر زیتون ہو اور دوسری روٹی پر گھی ہو اور تیسری روٹی پر شہد ہو اور چوتھی روٹی پر گوشت ہو اور پانچویں روٹی پر پنیر ہو۔

اور کعب نے کہا کہ یہ المائدہ اتوار کے دن نازل ہوا اسی لیے نصاریٰ نے اس دن کو عید کا دن بنالیا۔ (تفسیر بغوی ج ۲ ص ۴۵۸)

٤٦٢٣- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ الْبَحِيرَةُ الَّتِي يُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِيتِ فَلَا يَحْلُبُهَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ وَالسَّائِبَةُ كَانُوا يُسَيِّبُونَهَا لِآلِهَتِهِمْ لَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَيْءٌ قَالَ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ كَانَ أَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ وَالْوَصِيلَةُ النَّاقَةُ الْبِكْرُ تُبَكِّرُ فِي أَوَّلِ نِتَاجِ الْإِبِلِ ثُمَّ تُثَنِّي بَعْدُ بِأُنْثَى وَكَانُوا يُسَيِّبُونَهُمْ لِطَوَاغِيتِهِمْ إِنْ وَصَلَتْ إِحْدَاهُمَا بِالْأُخْرَى لَيْسَ بَيْنَهُمَا ذَكَرٌ وَالْحَامِ فَحْلُ الْإِبِلِ يَضْرِبُ الضِّرَابَ الْمَعْدُودَ فَإِذَا قَضَى ضِرَابَهُ وَدَعُوهُ لِلطَّوَاغِيتِ وَأَعْفَوْهُ مِنَ الْحَمْلِ فَلَمْ يُحْمَلْ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَسَمَّوْهُ الْحَامِيَ وَقَالَ أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعْتُ سَعِيدًا قَالَ يُخْبِرُهُ بِهَذَا قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَرَوَاهُ ابْنُ الْهَادِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں موسیٰ بن اسماعیل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: ہمیں ابراہیم بن سعد نے حدیث بیان کی از صالح بن کیسان از ابن شہاب از سعید بن المسیب وہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین البحیرہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کا دودھ بتوں کا (تقرب حاصل کرنے کے لیے) روک دیا جاتا تھا پس لوگوں میں سے کوئی شخص بھی اس کا دودھ نہیں دوہتا تھا اور سائبہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کو وہ اپنے بتوں کے لیے چھوڑ دیتے ہیں اس کے اوپر کوئی بوجھ نہیں لادا جاتا تھا۔ ابن المسیب نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے عمرو بن عامر الخزاعی کو (خواب میں) دیکھا وہ اپنی آنتوں کو دوزخ میں گھسیٹ رہا تھا اور وہ پہلا شخص تھا جس نے بتوں کے نام پر اونٹنیاں چھوڑنے کی رسم نکالی تھی اور الوصیلہ اس جوان اونٹنی کو کہتے تھے جو پہلی مرتبہ نر بچہ دیتی پھر یکے بعد دیگرے دو مادہ بچے دیتی اور وہ اس کو بھی اپنے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے اور اگر وہ یکے بعد دیگرے دو مادہ بچے دیتی تو پھر وہ اس کو بھی الوصیلہ کہتے تھے اور الحام اس نر اونٹ کو کہتے ہیں جو معین بار جفتی کرتا پس جب وہ معین مرتبہ جفتی کر لیتا تو وہ اس اونٹ کو بھی بتوں کے لیے چھوڑ دیتے اور اس کو بوجھ لادنے سے معاف کر دیتے اور اس پر کوئی بوجھ نہیں لادا جاتا تھا اور وہ اس اونٹ کو الحامی کہتے تھے۔ ابوالیمان نے کہا: ہم کو شعیب نے خبر دی از الزہری انہوں نے کہا: میں نے سعید سے سنا وہ مجھے اس کی خبر دیتے تھے اور انہوں نے بتایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ

میں نے نبی ﷺ سے اس کی مثل سنا ہے۔ اس حدیث کی ابن الھاد نے از ابن شہاب از سعید از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے' انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٥٢١ میں گزر چکی ہے۔

بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حامی کی تعریفات

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ٨٠٤ھ لکھتے ہیں:

بحیرہ کی جو تعریف ذکر کی گئی ہے یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے اور ابن فارس نے کہا: جب وہ سات بچے جن دے اور اس کا آخر نر ہو تو وہ اس کا کان چیر دیتے اور اس کو چھوڑ دیتے اور اس کو پانی پینے سے اور گھاس چرنے سے کوئی نہیں منع کرتا تھا اور جب اس کے پانچ بچے ہو جاتے تو اس کو نحر کر دیتے تھے اور اس کو صرف مرد کھاتے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو عورتیں بھی کھاتی تھیں اور اگر پانچواں بچہ مؤنث ہوتا تو وہ اس کو زندہ رکھتے اور اس کا کان چیرنے کے بعد اس کو اس کے بچے کے ساتھ چھوڑ دیتے اور صرف عورتوں کے لیے اس سے نفع حاصل کرنا جائز قرار دیتے اور اگر بچہ مردہ پیدا ہوتا تو اس اونٹنی میں مرد اور عورتیں دونوں شریک ہوتے۔

اور سائبہ کی تعریف وہی ہے جو حدیث میں مذکور ہے اور کوئی مرد جب سفر سے واپس آ جاتا یا بیماری سے تندرست ہو جاتا تو وہ کہتا: میری اونٹنی سائبہ ہے اور وہ بحیرہ کی مثل ہوتی۔

اور الوصیلہ وہ بکری ہے جو تین یا پانچ یا سات بچے دیتی اور آخری مذکر ہوتا تو وہ اس کو اپنے بتوں کے لیے ذبح کر دیتے اور اس کو مرد اور عورتیں سب کھاتے اور اگر وہ آخری بچہ مؤنث ہوتا تو وہ اس کو زندہ رکھتے اور اگر وہ نر اور مادہ ہوتا تو دونوں کو زندہ رکھتے اور کہتے: یہ بکری اپنے بھائی کے ساتھ مل گئی ہے اور اس کا دودھ صرف مرد پیتے تھے۔

اور الحامی وہ اونٹ ہے کہ جب اس کے بیٹے کے بیٹے سے بچہ ہوتا تو وہ کہتے: اس نے اپنا حق ادا کر دیا اور اس کو بتوں کے لیے چھوڑ دیتے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب اس کی جفتی سے دس نر بچے ہو جاتے تو اس کو بتوں کے لیے چھوڑ دیا جاتا۔

(التوضیح ج ٢٢ص ٣١٥-٣١٣)

٤٦٢٤- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ ابْنُ اَبِيْ يَعْقُوْبَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْكِرْمَانِيُّ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَرَاَيْتُ عَمْرًا يَجُرُّ قُصْبَهُ وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: مجھے محمد بن ابی یعقوب ابو عبداللہ الکرمانی نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں حسان بن ابراہیم نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں یونس نے حدیث بیان کی از الزہری از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے (خواب میں) دیکھا کہ جہنم کا بعض حصہ بعض کو توڑ رہا تھا اور میں نے عمرو کو دیکھا وہ اپنی آنتوں کو دوزخ میں گھسیٹ رہا تھا اور وہ پہلا شخص ہے جس نے اونٹنیوں کو بتوں کے نام پر چھوڑا۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ١٠٤٤ میں گزر چکی ہے۔

١٣-بَابٌ ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ○﴾ (المائدہ:١١٧)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اور میں ان پر اسی وقت نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا' پھر جب تو نے مجھے (آسمان پر) اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے ○ (المائدہ:١١٧) کی تفسیر

٤٦٢٥- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ إِلَى اللّٰهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَالَ ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ○﴾ (الانبیاء:١٠٤) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ ثُمَّ قَالَ أَلَا وَإِنَّ أَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ أَلَا وَإِنَّهُ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُصَيْحَابِي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ﴾ (المائدہ:١١٧) فَيُقَالُ إِنَّ هٰؤُلَاءِ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ.

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں ابوالولید نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں مغیرہ بن النعمان نے خبر دی' انہوں نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے سنا از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا' پس فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کی طرف ننگے پیر ننگے بدن غیر مختون حالت میں جمع کیے جاؤ گے' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: جس طرح ہم نے پہلے لوگوں کو پیدا کرنے کی ابتداء کی تھی' ہم اسی طرح ان کو دوبارہ لوٹائیں گے یہ ہم پر وعدہ ہے ہم اسے ضرور پورا کرنے والے ہیں ○ (الانبیاء:١٠٤) پھر آپ نے فرمایا: سنو! قیامت کے دن مخلوقات میں سے سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا' سنو! قیامت کے دن میری اُمت کے کچھ مردوں کو لایا جائے گا' پس ان کو بائیں جانب سے پکڑا جائے گا' میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرے صحابی ہیں' تو کہا جائے گا: آپ ازخود نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے تو میں اسی طرح کہوں گا جس طرح نیک بندے نے کہا تھا: اور میں ان پر اسی وقت نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا' پھر جب تو نے مجھے (آسمان پر) اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگہبان تھا۔ (المائدہ:١١٧) پس کہا جائے گا: بے شک یہ وہ لوگ ہیں کہ جب آپ ان سے جدا ہوئے تو یہ ہمیشہ اپنی ایڑیوں پر پھرے رہے۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری: ٣٣٤٩ میں گزر چکی ہے۔

علامہ ابن الملقن نے کہا ہے کہ شاید یہ منافقین تھے' دوسرا قول یہ ہے کہ یہ وہ مسلمان تھے جنہوں نے بعض حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی تھی۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ٢٢ ص ٣١٨' وزارۃ الاوقاف' قطر' ١٤٢٩ھ)

١٤- بَابُ قَوْلُهُ ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○﴾ (المائدہ:١١٨)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک یہ تیرے بندے ہیں' (یہ آیت یہاں تک ہے:) تو تُو بہت غالب بڑی حکمت والا ہے○ (المائدہ:۱۱۸) کی تفسیر

٤٦٢٦- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ وَإِنَّ نَاسًا يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ إِلَى قَوْلِهِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○﴾ (المائدہ:١١٧-١١٨) .

امام بخاری روایت کرتے ہیں: ہمیں محمد بن کثیر نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: ہمیں المغیرہ بن نعمان نے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا: مجھے سعید بن جبیر نے حدیث بیان کی از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما از نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' بے شک تم (قیامت کے دن) جمع کیے جاؤ گے' بے شک کچھ لوگوں کو بائیں جانب سے پکڑا جائے گا تو میں اس طرح کہوں گا جس طرح نیک بندے نے کہا تھا: اور میں ان پر اسی وقت تک نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا (المائدہ:۱۱۷)' یہ آیت ''العزیز الحکیم'' (المائدہ:۱۱۸) تک پڑھیں۔

اس حدیث کی شرح' صحیح البخاری:۳۳۴۹ میں گزر چکی ہے۔

المائدہ:۱۱۸ کا معنی

علامہ عمر بن علی ابن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ لکھتے ہیں:

الزجاج نے کہا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے: اگر تو ان کے کفر اور ان کی تکذیب پر ان کو سزا دے تو یہ اس کے مستحق ہیں اور اگر تو ان کو معاف کر دے جنہوں نے کفر اور تکذیب کے بعد توبہ کر لی تو تو بہت غالب اور حکمت والا ہے۔

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ج ۲۲ ص ۳۱۹' وزارۃ الاوقاف' قطر' ۱۴۲۹ھ)

نعمۃ الباری شرح صحیح البخاری کی ساتویں جلد یہاں ختم ہوگئی۔ فالحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبینا سیّد المرسلین۔

نعمۃ الباری شرح صحیح البخاری جلد ہفتم کی تکمیل

اللہ تعالیٰ کے بے حد و حساب فضل اور احسان اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے پایاں لطف و کرم سے آج منگل ۴ شوال ۱۴۳۱ھ/ ۱۴ ستمبر ۲۰۱۰ء بعد از نماز ظہر نعمۃ الباری کی ساتویں جلد مکمل ہوگئی' یہ جلد ۲۶ اکتوبر ۲۰۰۹ء/ ۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ کو شروع ہوئی تھی اور ۱۴ ستمبر ۲۰۱۰ء کو تمام و کمال تک پہنچ گئی' اس شرح کی تصنیف کے دوران مجھے جن احباب اور کرم فرماؤں کا تعاون حاصل رہا' ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

مفتی اعظم پاکستان علامہ منیب الرحمان' مہتمم دار العلوم نعیمیہ' کراچی' صاحب زادہ علامہ حبیب الرحمان بریڈفورڈ' برطانیہ' مولانا

حافظ عبدالمجید صاحب برسٹل برطانیہ' مولانا نصیر اللہ نقشبندی برمنگھم برطانیہ' ڈاکٹر خالد اعوان ورجینیا امریکا' ڈاکٹر شاہرام' ڈاکٹر ارشد بھٹی امریکا' مولانا حامد قیوم ناروے۔ میں ان تمام احباب کے لیے خلوص اور محبت سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور ان کو دنیا اور آخرت میں اپنی رحمتوں' برکتوں اور سعادتوں سے نوازے اور ہم کو تادم اخیر اپنے سوا کسی کا محتاج نہ رکھے اور آخرت کی مشکلات آسان فرمائے اور جنت الفردوس ہمارا مقام بنادے اور آخرت میں محترمہ ثمینہ بہن' برسٹل برطانیہ کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں شاد اور آباد رکھے۔ آمین یارب العالمین! الٰہ العٰلمین! جس طرح آپ نے نعمۃ الباری کی ساتویں جلد مکمل کرادی ہے' نعمۃ الباری کی بقیہ جلدیں بھی مکمل کرادیں اور میری' میرے والدین کی' میری ہمشیر کی' سید محسن اعجاز کی اور تمام پروف ریڈرز کی اور مولانا وقار الحسن کی' سید عمیر الحسن برنی کی اور نعمۃ الباری کے تمام قارئین کی مغفرت فرما اور میری تمام تصانیف کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرما! آمین یارب العٰلمین بجاہ سیّد المرسلین علیہ وعلٰی آلہ الصلوٰۃ والسلام الٰی یوم الدین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

۞۞۞۞۞

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری جلد سابع (۷) کی ڈائری

تقویم میلادی	تقویم ہجری	دن	ایک ماہ کے صفحات	کل صفحات	تعدادِ حدیث
۲۶ اکتوبر ۲۰۰۹ء	۶ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ				
یکم نومبر ۲۰۰۹ء	۱۲ ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ	اتوار	۸	۸	۳۸۵۱
یکم دسمبر ۲۰۰۹ء	۱۴ ذوالحجہ ۱۴۳۱ھ	منگل	۵۷	۶۵	۳۸۸۸
یکم جنوری ۲۰۱۰ء	۱۴ محرم ۱۴۳۱ھ	جمعہ	۴۲	۱۰۷	۳۹۰۵
یکم فروری ۲۰۱۰ء	۱۵ صفر ۱۴۳۱ھ	پیر	۵۲	۱۵۹	۳۹۶۴
یکم مارچ ۲۰۱۰ء	۱۴ ربیع الاوّل ۱۴۳۱ھ	پیر	۸۳	۲۴۲	۴۰۲۸
یکم اپریل ۲۰۱۰ء	۱۴ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ	جمعرات	۶۸	۳۱۰	۴۰۸۵
یکم مئی ۲۰۱۰ء	۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ	ہفتہ	۶۷	۳۷۷	۴۱۴۱
یکم جون ۲۰۱۰ء	۱۶ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ	منگل	۸۳	۴۶۰	۴۲۴۱
یکم جولائی ۲۰۱۰ء	۱۸ رجب ۱۴۳۱ھ	جمعرات	۴۸	۵۰۸	۴۲۸۵
یکم اگست ۲۰۱۰ء	۱۸ شعبان ۱۴۳۱ھ	اتوار	۵۱	۵۵۹	۴۳۴۹
یکم ستمبر ۲۰۱۰ء	۲۱ رمضان ۱۴۳۱ھ	بدھ	۱۱۱	۶۷۰	۴۵۸۱
اختتام ۱۴ ستمبر ۲۰۱۰ء	۴ شوال ۱۴۳۱ھ	منگل	۷۷	۸۴۴	۴۶۲۶

ماخذ ومراجع

کتب الٰہیہ

۱- قرآن مجید
۲- تورات
۳- انجیل

کتب احادیث

۴- امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت' متوفی ۱۵۰ھ' مسند امام اعظم' مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز' کراچی
۵- امام مالک بن انس اصبحی' متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۹ھ
۶- امام عبداللہ بن مبارک' متوفی ۱۸۱ھ' کتاب الزہد' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۷- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم' متوفی ۱۸۳ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل
۸- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' موطا امام محمد' مطبوعہ نور محمد' کارخانہ تجارت کتب' کراچی
۹- امام محمد بن حسن شیبانی' متوفی ۱۸۹ھ' کتاب الآثار' مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' ۱۴۰۷ھ
۱۰- امام محمد بن ادریس شافعی' متوفی ۲۰۴ھ' المسند' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۰ھ
۱۱- امام سلیمان بن داؤد الجارود' المتوفی ۲۰۴ھ' مسند ابوداؤد الطیالسی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۵ھ
۱۲- امام محمد بن عمر بن واقد متوفی ۲۰۷ھ کتاب المغازی' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۳- امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی' متوفی ۲۱۱ھ' مصنف عبد الرزاق' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۰ھ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۴- امام عبداللہ بن الزبیر حمیدی' متوفی ۲۱۹ھ' المسند' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت
۱۵- امام سعید بن منصور خراسانی' مکی' متوفی ۲۲۷ھ' سنن سعید بن منصور' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۶- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵ھ' المصنف' مطبوعہ ادارہ القرآن' کراچی' ۱۴۰۶' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۷- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' متوفی ۲۳۵' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ دار الوطن' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۸- امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ' مصنف ابن ابی شیبہ' مطبوعہ مجلس علمی' بیروت' ۱۴۲۷ھ
۱۹- امام احمد بن حنبل' متوفی ۲۴۱ھ' المسند' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۸ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۲۰ھ' عالم الکتب' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۲۰- امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمان داری متوفی ۲۵۵ھ' سنن دارمی' مطبوعہ دار الکتاب العربی' ۱۴۰۷ھ' دار المعرفۃ' بیروت'

۱۴۲۰ھ
۲۱- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' صحیح بخاری' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ دار ارقم' بیروت
۲۲- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' الادب المفرد' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۲۳- امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری' متوفی ۲۶۱ھ' صحیح مسلم' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ کرمہ' ۱۴۱۷ھ
۲۴- امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ' متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ' دارالجیل' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۵- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۶- امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بجستانی' متوفی ۲۷۵ھ' مراسیل ابوداؤد' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی
۲۷- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' سنن ترمذی' مطبوعہ دارالفکر بیروت' ۱۴۱۴ھ' دارالجیل' بیروت' ۱۹۹۸ء
۲۸- امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ' شمائل محمدیہ' مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۵ھ
۲۹- امام علی بن عمر دار قطنی' متوفی ۳۸۵ھ سنن دار قطنی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۰- امام ابن ابی عاصم' متوفی ۲۸۷ھ' الاحاد والمثانی' مطبوعہ دارالرایہ' ریاض' ۱۴۱۱ھ
۳۱- امام احمد عمرو بن عبدالخالق بزار' متوفی ۲۹۲ھ' البحر الزخار المعروف بہ مسند البزار' مطبوعہ مؤسسۃ القرآن' بیروت
۳۲- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن نسائی' مطبوعہ دارالمعرفہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۳۳- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ' عمل الیوم واللیلہ' مطبوعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ
۳۴- امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳' سنن کبریٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۱ھ
۳۵- امام ابوبکر محمد بن ہارون الرویانی' متوفی ۳۰۷ھ' مسند الصحابہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۶- امام احمد بن علی المثنیٰ التمیمی' المتوفی ۳۰۷ھ' مسند ابویعلیٰ موصلی' مطبوعہ دارالمامون التراث' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۳۷- امام عبداللہ بن علی بن جارود نیشاپوری' متوفی ۳۰۷ھ' المنتقیٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۳۸- امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ' متوفی ۳۱۱ھ صحیح ابن خزیمہ' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۳۹۵ھ
۳۹- امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق' متوفی ۳۱۶ھ' مسند ابوعوانہ' مطبوعہ دارالباز' مکہ مکرمہ
۴۰- امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' تحفۃ الاخیار' مطبوعہ دار بلنسیہ' ریاض' ۱۴۲۰ھ
۴۱- امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی' متوفی ۳۲۱ھ' شرح معانی الآثار' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۴ھ
۴۲- امام ابوجعفر محمد بن احمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ' مسند الطحاوی' مطبوعہ مکتبۃ الحرمین' الدبیٔ' ۱۴۲۶ھ
۴۳- امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی متوفی ۳۲۲ھ' کتاب الضعفاء الکبیر' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۴۴- امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی' متوفی ۳۵۴ھ' الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ' بیروت' ۱۴۰۷ھ
۴۵- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' المتوفی ۳۶۰ھ' معجم صغیر' مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ' ۱۳۸۸ھ' مکتب اسلامی'

بیروت ۱۴۰۵ھ
۴۶- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' التوفی ۳۶۰ھ' معجم اوسط' مطبوعہ مکتبۃ المعارف' ریاض' ۱۴۰۵ھ دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۴۷- امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی' التوفی ۳۶۰ھ' معجم کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۴۸- امام عبداللہ بن عدی الجرجانی' التوفی ۳۶۵ھ' الکامل فی ضعفاء الرجال' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۴۹- امام ابوحفظ عمر بن احمد المعروف بابن شاہین التوفی ۳۸۵ھ' الناسخ والمنسوخ من الحدیث' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۵۰- امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف بابی الشیخ' متوفی ۳۹۶ھ' کتاب العظمۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۵۱- امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری' متوفی ۴۰۵ھ' المستدرک' مطبوعہ دار الباز' مکہ مکرمہ' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ' المکتبۃ العصریہ بیروت' ۱۴۲۰ھ
۵۲- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' حلیۃ الاولیاء' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۵۳- امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی' متوفی ۴۳۰ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دار النفائس' بیروت
۵۴- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' سنن کبریٰ' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان
۵۵- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الاسماء والصفات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۵۶- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' معرفۃ السنن والآثار' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۵۷- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' دلائل النبوۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ
۵۸- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب الآداب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ
۵۹- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' کتاب فضائل الاوقات' مطبوعہ مکتبۃ المنارۃ' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۰ھ
۶۰- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' شعب الایمان' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۱ھ
۶۱- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی' متوفی ۴۵۸ھ' الجامع لشعب الایمان' مطبوعہ مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۳ھ
۶۲- امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ' البعث والنشور' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۶۳- امام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر قرطبی' متوفی ۴۶۳ھ' جامع بیان العلم وفضلہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۶۴- امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی' التوفی ۵۰۹ھ' الفردوس بماثور الخطاب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۶ھ
۶۵- امام حسین بن مسعود بغوی' متوفی ۵۱۶ھ' شرح السنہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۲ھ
۶۶- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تاریخ دمشق الکبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۶۷- امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر' متوفی ۵۷۱ھ' تہذیب تاریخ دمشق' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۷ھ
۶۸- امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' جامع المسانید' مکتبۃ الرشد' ریاض' ۱۴۲۶ھ

۶۹- امام مجد الدین المبارک بن محمد الشیبانی' المعروف بابن الاثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' جامع الاصول' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ

۷۰- امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری' المتوفی ۶۵۶ھ' الترغیب والترہیب' مطبوعہ دارالحدیث' قاہرہ' ۱۴۰۷ھ دارابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۷۱- امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' التذکرۃ فی امور الآخرہ' مطبوعہ دارالبخاری' مدینہ منورہ

۷۲- امام ولی الدین تبریزی' متوفی ۷۴۲ھ' مشکوٰۃ' مطبوعہ اصح المطابع دہلی' دارارقم' بیروت

۷۳- حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعی' متوفی ۷۶۲ھ' نصب الرایہ' مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند' ۱۳۵۷ھ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ

۷۴- حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' مجمع الزوائد' مطبوعہ دارالکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۲ھ

۷۵- حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی' المتوفی ۸۰۷ھ' کشف الاستار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۰۴ھ

۷۶- امام ابوالعباس احمد بن ابوبکر بوصیری' شافعی' متوفی ۸۴۰ھ' اتحاف الخیرۃ المہرۃ بزوائد المسانید العشرہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ

۷۷- حافظ علاء الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمان' متوفی ۸۴۵ھ' الجواہر النقی' مطبوعہ نشر السنہ' ملتان

۷۸- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۸۴۸ھ' تلخیص المستدرک' مطبوعہ مکتبہ دارالباز' مکہ مکرمہ

۷۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' المطالب العالیہ' مطبوعہ مکتبہ دارالباز' مکہ مکرمہ

۸۰- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الجامع الصغیر' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۰ھ

۸۱- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جامع الاحادیث الکبیر' مطبوعہ دارالفکر' بیروت ۱۴۱۴ھ

۸۲- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' البدور السافرۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۱۶ھ' دارابن حزم' بیروت' ۱۴۱۴ھ

۸۳- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' جمع الجوامع' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

۸۴- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' الخصائص الکبریٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۵ھ

۸۵- علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری' متوفی ۹۷۵ھ' کنز العمال' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت

کتب تفاسیر

۸۶- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' جامع البیان' مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت' ۱۴۰۹ھ' دارالفکر' بیروت

۸۷- امام عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن ابی حاتم رازی' متوفی ۳۲۷ھ تفسیر القرآن العزیز' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ

۸۸- امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی' متوفی ۳۳۳ھ' تاویلات اہل السنۃ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۶ھ

۸۹- علامہ ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری' متوفی ۴۶۸ھ' الوسیط' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ

۹۰- امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی' متوفی ۶۰۶ھ' تفسیر کبیر' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۹۱- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی' متوفی ۶۶۸ھ' الجامع لاحکام القرآن' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۹۲- قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی شافعی' متوفی ۶۸۵ھ' انوار التنزیل' مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع' مصر
۹۳- علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی' متوفی ۷۱۰ھ' مدارک التنزیل' مطبوعہ دار الکتب العربیہ' پشاور
۹۴- علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی' متوفی ۱۲۷۰ھ' روح المعانی' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۹۵- شیخ اشرف علی تھانوی' متوفی ۱۳۶۴ھ' بیان القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی' لاہور
۹۶- شیخ محمود الحسن دیوبندی' متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی' متوفی ۱۳۶۹ھ' حاشیۃ القرآن' مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ' لاہور

کتب شروح حدیث

۹۷- علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک ابن بطال مالکی اندلسی متوفی ۴۴۹ھ' شرح صحیح البخاری' مطبوعہ مکتبہ الرشید' ریاض' ۱۴۲۰ھ
۹۸- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی' متوفی ۴۶۳ھ' الاستذکار' مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ
۹۹- حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ' تمہید' مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ لاہور ۱۴۰۴ھ' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۰۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ' اکمال المعلم بفوائد مسلم' مطبوعہ دار الوفا' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۰۱- علامہ عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۵۹۷ھ' کشف المشکل علی صحیح البخاری' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۴ھ
۱۰۲- امام عبد العظیم بن عبد القوی منذری' متوفی ۶۵۶ھ' مختصر سنن ابوداؤد' مطبوعہ دار المعرفہ' بیروت
۱۰۳- علامہ ابو عبد اللہ فضل اللہ الحسن التورپشتی' متوفی ۶۶۱ھ' کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ' مکتبہ نزار مصطفیٰ' ۱۴۲۲ھ
۱۰۴- علامہ ابو العباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی المالکی' المتوفی ۶۵۶ھ' المفہم' مطبوعہ دار ابن کثیر' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۰۵- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح مسلم' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ
۱۰۶- علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی' متوفی ۷۴۳ھ' شرح الطیبی' مطبوعہ ادارۃ القرآن' ۱۴۱۳ھ
۱۰۷- علامہ ابن رجب حنبلی' متوفی ۷۹۵ھ' فتح الباری' دار ابن الجوزی' ریاض' ۱۴۱۷ھ
۱۰۸- علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی' متوفی ۸۲۸ھ' اکمال اکمال المعلم' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۰۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' فتح الباری' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' دار الفکر' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۱۱۰- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' نتائج الافکار فی تخریج الاحادیث الاذکار' دار ابن کثیر' بیروت
۱۱۱- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی' متوفی ۸۵۵ھ' عمدۃ القاری' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ' دار الکتب

العلمیہ ۱۴۲۱ھ

۱۱۲- حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ شرح سنن ابوداؤد مطبوعہ مکتبہ الرشید ریاض ۱۴۲۰ھ

۱۱۳- علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ الکوثر الجاری دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۹ھ

۱۱۴- علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ مکمل اکمال المعلم مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ

۱۱۵- علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ ارشاد الساری مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ

۱۱۶- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ التوشیح علی الجامع الصحیح مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ

۱۱۷- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۱۲ھ

۱۱۸- حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ تنویر الحوالک مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ

۱۱۹- علامہ ابویحییٰ زکریا بن محمد انصاری متوفی ۹۲۶ھ تحفۃ الباری بشرح صحیح البخاری مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ

۱۲۰- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ فیض القدیر مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۳۹۱ھ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ

۱۲۱- علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ شرح الشمائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۱۲۲- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ جمع الوسائل مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۱۲۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح مسند ابی حنیفہ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ

۱۲۴- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقات مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ مکتبہ حقانیہ پشاور

۱۲۵- علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ الاسرار المرفوعۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ

۱۲۶- شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ لامع الدراری علی جامع البخاری مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی

۱۲۷- شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ اشعۃ اللمعات مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو

۱۲۸- شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ تحفۃ الذاکرین مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۰ھ

۱۲۹- علامہ الفضیل بن الفاطمی الزرہونی المالکی متوفی ۱۳۱۸ھ الفجر الساطع علی الصحیح الجامع مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۳۰ھ

۱۳۰- شیخ عبد الرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ تحفۃ الاحوذی مطبوعہ نشر السنہ ملتان دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ

۱۳۱- شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری مطبوعہ مطبع حجازی مصر ۱۳۵۷ھ

۱۳۲- شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی

۱۳۳- شیخ محمد بن صالح العثیمین النجدی متوفی ۱۴۲۱ھ شرح صحیح البخاری مکتبۃ الطبری مصر ۱۴۲۹ھ

۱۳۴- شیخ محمد بن زکریا بن محمد بن یحییٰ کاندھلوی اوجز المسالک الی موطا مالک مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ

۱۳۵- شیخ محمد تقی عثمانی انعام الباری مطبوعہ مکتبۃ الحراء

۱۳۶- شیخ سلیم اللہ خان کشف الباری مکتبہ فاروقیہ کراچی

۱۳۷- موسیٰ شاہین لاشین فتح المنعم شرح صحیح مسلم دار الشروق قاہرہ مصر ۱۴۲۹ھ

کتب اسماء الرجال

۱۳۸- امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری' متوفی ۲۵۶ھ' التاریخ الکبیر' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۲ھ
۱۳۹- امام احمد بن شعیب نسائی' متوفی ۳۰۳ھ' منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل' دار الاحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۲۴ھ
۱۴۰- امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی' متوفی ۴۶۳ھ' تاریخ بغداد' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۴۱- حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی' متوفی ۷۴۲ھ' تہذیب الکمال' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۴۲- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ میزان الاعتدال' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۴۳- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی' متوفی ۷۴۸ھ' الکاشف' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۴۴- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تہذیب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۵- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی' متوفی ۸۵۲ھ' تقریب التہذیب' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۴۶- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' اللآلی المصنوعہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۴۷- حافظ جلال الدین سیوطی' متوفی ۹۱۱ھ' طبقات الحفاظ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۴۸- علامہ محمد بن طولون متوفی ۹۵۳ھ' الشذرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۳ھ
۱۴۹- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' تذکرۃ الموضوعات' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۵۰- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' المتوفی ۱۰۱۴ھ' موضوعات کبیر' مطبوعہ مطبع مجتبائی' دہلی
۱۵۱- علامہ اسماعیل بن محمد العجلونی' متوفی ۱۱۶۲ھ' کشف الخفاء ومزیل الالباس' مطبوعہ مکتبۃ الغزالی' دمشق

کتب لغت

۱۵۲- امام اللغۃ خلیل احمد فراہیدی' متوفی ۱۷۵ھ' کتاب العین' مطبوعہ انتشارات اسوہ' ایران' ۱۴۱۴ھ
۱۵۳- علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری' متوفی ۳۹۸ھ' الصحاح' مطبوعہ دار العلم' بیروت' ۱۴۰۴ھ
۱۵۴- علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی' متوفی ۵۰۲ھ' المفردات' مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۸ھ
۱۵۵- علامہ محمود بن عمر زمخشری' متوفی ۵۸۳ھ' الفائق' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۵۶- علامہ محمد بن اثیر الجزری' متوفی ۶۰۶ھ' نہایہ' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۵۷- علامہ محمد بن ابوبکر بن عبد الغفار رازی متوفی ۶۶۰ھ' مختار الصحاح' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۵۸- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' تہذیب الاسماء واللغات' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت
۱۵۹- علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی' متوفی ۷۱۱ھ' لسان العرب' مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ' قم' ایران
۱۶۰- علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی' متوفی ۸۱۷ھ' القاموس المحیط' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۱۶۱- علامہ محمد طاہر پٹنی' متوفی ۹۸۶ھ' مجمع بحار الانوار' مطبوعہ مکتبہ دار الایمان' المدینۃ المنورۃ' ۱۴۱۵ھ
۱۶۲- علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی' متوفی ۱۲۰۵ھ' تاج العروس' مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ' مصر

۱۶۳- لوئیس معلوف الیسوعی' متوفی ۱۸۶۷ء' المنجد' مطبوعہ المطبعۃ الغاثولیکہ' بیروت' ۱۹۲۷ء
۱۶۴- ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری' قائد اللغات' مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی' لاہور
۱۶۵- قاضی عبدالنبی بن عبدالرسول احمد نگری' دستور العلماء' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ

کتب تاریخ' سیرت و فضائل

۱۶۶- امام محمد بن سعد' متوفی ۲۳۰ھ' الطبقات الکبریٰ' مطبوعہ دار صادر بیروت' ۱۳۸۸ھ' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۶۷- امام ابوسعید عبد الملک بن ابی عثمان نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ' شرف المصطفیٰ' مطبوعہ دارالبشائر الاسلامیہ' مکہ مکرمہ' ۱۴۲۴ھ
۱۶۸- امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری' متوفی ۳۱۰ھ' تاریخ الامم والملوک' مطبوعہ دارالقلم' بیروت
۱۶۹- حافظ ابوعمرو یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر' متوفی ۴۶۳ھ' الاستیعاب' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۱۷۰- قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی' متوفی ۵۴۴ھ' الشفاء' مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان' دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۵ھ
۱۷۱- علامہ عبدالرحمٰن بن علی جوزی' متوفی ۵۹۷ھ' الوفاء' مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' فیصل آباد
۱۷۲- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' اسد الغابہ' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت
۱۷۳- علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر' متوفی ۶۳۰ھ' الکامل فی التاریخ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۱۷۴- علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان' متوفی ۶۸۱ھ' وفیات الاعیان' مطبوعہ منشورات الشریف الرضی' ایران
۱۷۵- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ' سیر اعلام النبلاء' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۷ھ
۱۷۶- شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ابن القیم الجوزیہ المتوفی ۷۵۱ھ' زاد المعاد' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۹ھ
۱۷۷- علامہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ' طبقات الشافعیۃ الکبریٰ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۰ھ
۱۷۸- حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر شافعی' متوفی ۷۷۴ھ' البدایہ والنہایہ' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۱۷۹- حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی' متوفی ۸۵۲ھ' الاصابہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت
۱۸۰- علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی' متوفی ۹۱۱ھ' وفاء الوفاء' مطبوعہ داراحیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۰۱ھ
۱۸۱- علامہ احمد قسطلانی' متوفی ۹۱۱ھ' المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ
۱۸۲- علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی' متوفی ۹۴۲ھ' سبل الہدیٰ والرشاد' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۱۸۳- علامہ علی بن سلطان محمد القاری' متوفی ۱۰۱۴ھ' شرح الشفاء' مطبوعہ دارالفکر بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۸۴- علامہ احمد شہاب الدین خفاجی' متوفی ۱۰۶۹ھ' نسیم الریاض' مطبوعہ دارالفکر بیروت' دارالکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۱ھ
۱۸۵- علامہ محمد عبدالباقی زرقانی' متوفی ۱۱۲۲ھ' شرح المواہب اللدنیہ' مطبوعہ دارالفکر' بیروت' ۱۳۹۳ھ

کتب فقہ حنفی

۱۸۶- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ المبسوط، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱۳۹۸ھ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ

۱۸۷- شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبۃ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان ۱۴۰۵ھ

۱۸۸- علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ-ایم-سعید اینڈ کمپنی ۱۴۰۰ھ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ

۱۸۹- علامہ حسین بن منصور اوز جندی، متوفی ۵۹۲ھ فتاویٰ قاضی خاں، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق، مصر ۱۳۱۰ھ

۱۹۰- علامہ حسین بن منصور اوز جندی، متوفی ۵۹۲ھ شرح الزیارات، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۶ھ

۱۹۱- علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ ہدایہ اولین و آخرین، مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان

۱۹۲- علامہ برہان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری متوفی ۶۱۶ھ المحیط البرہانی، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی ۱۴۲۴ھ

۱۹۳- امام فخر الدین عثمان بن علی متوفی ۷۴۳ھ تبیین الحقائق، مطبوعہ ایچ-ایم سعید کمپنی، کراچی ۱۴۲۱ھ

۱۹۴- علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی ۷۸۶ھ عنایہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ

۱۹۵- علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ بنایہ، مطبوعہ دارالفکر، بیروت ۱۴۱۱ھ

۱۹۶- علامہ کمال الدین ابن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ

۱۹۷- علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ غنیۃ المستملی، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۱۲ھ

۱۹۸- علامہ زین الدین ابن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر ۱۳۱۱ھ

۱۹۹- ملا علی بن سلطان محمد القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ فتح باب العنایہ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۶ھ

۲۰۰- علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ الدر المختار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

۲۰۱- ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق، مصر ۱۳۱۰ھ

۲۰۲- علامہ احمد بن محمد الطحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ حاشیۃ الطحطاوی، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ھ

۲۰۳- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ منحۃ الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر ۱۳۱۱ھ

۲۰۴- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ دارالاشاعۃ العربی، کوئٹہ

۲۰۵- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۳۹۶ھ

۲۰۶- علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ ردالمحتار، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ ۱۴۱۹ھ

کتب فقہ شافعی

۲۰۷- امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ الام، مطبوعہ دارالفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ

۲۰۸- علامہ ابوالحسین علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی، متوفی ۴۵۰ھ الحاوی الکبیر، مطبوعہ دارالفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ

۲۰۹- علامہ ابواسحاق شیرازی' متوفی ۴۵۵ھ' المہذب' مطبوعہ دار المعرفہ بیروت' ۱۳۹۳ھ
۲۱۰- علامہ یحییٰ بن شرف نووی' متوفی ۶۷۶ھ' شرح المہذب' مطبوعہ دار الفکر بیروت' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۲۳ھ

کتب فقہ مالکی

۲۱۱- امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی' متوفی ۲۵۶ھ' المدونۃ الکبریٰ' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت
۲۱۲- قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی' متوفی ۵۹۵ھ' بدایۃ المجتہد' مطبوعہ دار الفکر' بیروت
۲۱۳- علامہ ابوالبرکات احمد دردیر مالکی' متوفی ۱۱۹۷ھ' الشرح الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت
۲۱۴- علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی' متوفی ۱۲۱۹ھ' حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر' مطبوعہ دار الفکر' بیروت

کتب فقہ حنبلی

۲۱۵- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' المغنی' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ' ۱۴۲۵ھ
۲۱۶- علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ' متوفی ۶۲۰ھ' الکافی' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۴ھ
۲۱۷- شیخ ابوالعباس تقی الدین بن تیمیہ' متوفی ۷۲۸ھ' مجموعۃ الفتاویٰ' مطبوعہ ریاض' مطبوعہ دار الجیل' بیروت' ۱۴۱۸ھ
۲۱۸- علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن فتاح مقدسی' متوفی ۷۶۳ھ' کتاب الفروع' مطبوعہ عالم الکتب' بیروت
۲۱۹- علامہ موسیٰ بن احمد صالحی متوفی ۹۶۰ھ' کشاف القناع' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۸ھ